تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

1

تاریخِ اہلِ حدیث

تالیف

ڈاکٹر محمد مساعد الحربی

مکتبہ اسلامیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب ---------- تاریخ اہلِ حدیث
جلد ---------- اول
تالیف ---------- ڈاکٹر محمد مختار احمد ندوی
ناشر ---------- محمد سرور عاصم
اشاعت ---------- مئی 2011ء
قیمت ----------

ملنے کا پتا
مکتبہ اسلامیہ
بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973
بیسمنٹ محکم دین پلازا، نیو سٹریٹ نمبر 2، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204 ، 041-2034256

www.kitabosunnat.com

فہرست

عنوان — صفحہ نمبر

- عرض ناشر .....
- حرفے چند: حافظ عبدالستار الحماد 11
- پیش لفظ: حافظ صلاح الدین یوسف 21
- مقدمۃ المؤلف، طبع دوم 31
- تقدیم : اصغر علی امام مہدی سلفی، دہلی 33
- تاثرات: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری۔ بنارس 41
- تاثرات: ثناء اللہ سیالکوٹی۔لندن 46
- تاثرات: عبدالمعید عبدالجلیل مدنی۔علی گڈھ 49
- محسن جماعت کا تعارف: شیر خان جمیل احمد عمری برمنگھم 55
- عرض مئولف: محمد بہاء الدین 59
- حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معانی 74
- عہد صحابہ میں عمل بالحدیث 81
- عہد تابعین میں عمل بالحدیث 84
- عمل بالحدیث منصوص ہے 86
- قدامت مذہب اہل حدیث 91
- عمل بالحدیث کا ہر دور میں وجود 104
- اہل حدیث اور وہابی 115
- لفظ وہابی کی تاریخ 128

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- عمل بالحدیث، بلا واسطہ مجتہد 142
- ماضی اور حال کے اہل حدیث 163
- سید عبدالقادر جیلانی کا مسلک 169
- شاہ ولی اللہ کا طریق فکر 173
- سواد اعظم 184
- ہندی وہابی 190
- ہند کے اہل حدیث 195
- اہل حدیث کی تعریف 199
- اہل حدیث کے چند عقائد 210
- خدا کی معیت 222
- جبر وقدر 231
- اتباع سنت 233
- امارت وامامت 237
- مقام صحابہ 251
- بدعت حسنہ 265
- کلمہ کی تشریح 272
- مضامین تقویۃ الایمان 275
- ثنائی تحریریں: رسالت وولایت 308
- استمداد بالغیر 310
- خلافت راشدہ 314
- وراثت انبیاء 321
- عرس۔مولود 325

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- نذر لغیر اللہ 331
- مسئلہ علم غیب 337
- رفع الیدین: تنویر العینین 345
- رفع الیدین: ثنائی تحریر 383
- رفع الیدین: شاہ ولی اللہ کی تحریر 387
- رفع الیدین: گنگوہی تحریر 388
- رفع الیدین: مسلک مودودی 390
- فاتحہ خلف الامام: ثنائی تحریر 392
- فاتحہ خلف الامام: گنگوہی تحریر 396
- فاتحہ خلف الامام: ابوالکلام آزاد کے خیالات 397
- فاتحہ خلف الامام: بنارسی تحریر 399
- ہدایۃ المعتدی فی القرأۃ للمقتدی 404
- آمین بالجہر: ثنائی تحریر 456
- آمین بالجہر: اثری تحریر 459
- مسئلہ آمین بالجہر عدالت میں 468
- القول المتین پر ریویو 483
- نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا 497
- رفع سبابہ 499
- وجوب جمعہ وظہر احتیاطی 502
- دیہات میں جمعہ 596
- مقامی زبان میں خطبہ جمعہ 509
- نماز تراویح 515

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- طلاق ثلاثہ 520
- مفقود الخبر کی بیوی کا حکم 524
- استحسان فقاہت 530
- تقلید کا محل جواز وعدم جواز 534
- تسہیل علم قرآن وحدیث 542
- علم متن حدیث 544
- علم اسانید 546
- اقسام حدیث 550
- اتباع سنت پر مرزا جانجاناںؒ کے ارشادات 552
- میاں صاحب کے درس حدیث کا اثر 557
- شاہ ابواسحاق لہراویؒ 559
- مسئلہ رفع الیدین پر چند ابتدائی تصانیف 562
- ابوالکلام آزاد 564
- میاں صاحبؒ کا حجازی جبہ 567
- سرسید احمد خان 568
- ڈپٹی امداد علی 576
- شاہ احمد رضا خان 578
- ارشاد حسین رامپوری 579
- مفتی سعد اللہ 583
- سید حسن شاہ محدث 584
- ترک تقلید کی جانب ابوالکلام کا سفر 585
- شاہ محمد اسماعیل دہلوی 592

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- الطاف حسین حالی 616
- سید اولاد حسن قنوجی 621
- اہل حدیث لیگ 624
- محمد بشیر شہید 672
- محمد بشیر الدین قنوجی 627
- تاریخ اہلحدیث، ابراہیمی 630
- ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ 634
- جمال الدین دہلوی 636
- حسن علی صغیر محدث 640
- حسین بن محسن انصاری 642
- خرم علی بلہوری 642
- دارالعلوم دیوبند کی مالی خدمت 643
- رباعیات کا قصہ 644
- رشید احمد گنگوہی 648
- محمد سعید بنارسی 649
- مفتی صدرالدین آزردہ 651
- عبدالحق بنارسی 656
- عبدالحکیم سیالکوٹی 659
- عبدالحق حقانی 659
- عبدالحلیم شرر 660
- عبدالحی بڈھانوی 666
- عبدالحی فرنگی محلی 668

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- عبدالرحمٰن پانی پتی 670
- عبداللہ صادق پوری 673
- عبدالعزیز رحیم آبادی 675
- عبیداللہ پائلی 680
- عنایت علی عظیم آبادی 682
- مناظرہ رنگ پور 686
- غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ 689
- شاہ غلام علی دہلوی 691
- شاہ فاخر زائر الہ آبادی 692
- شاہ محمد فصیح غازی پوری 698
- فضل رسول بدایونی 699
- قطب الدین دہلوی 701
- محبوب علی دہلوی 703
- محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری 704
- محمد حسین بٹالوی 705
- محمد شاہجہانپوری 707
- محمود حسن دیوبندی 709
- شاہ مخصوص اللہ 719
- مسعود عالم ندوی 720
- مہدی علی محسن الملک 727
- ڈپٹی نذیر احمد دہلوی 730
- ولایت علی صادقپوری 732

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- یحیٰی علی عظیم آبادی 734
- کتابیات 736

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عرضِ ناشر

مسلک اہلحدیث ایک فکر اور عظیم حقیقت کا نام ہے جسے جھٹلانا معاندین کے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ہی کبھی حق، باطل کے حربوں سے نابود ہوسکتا ہے۔ یہ وہی دعوت ہے جو آج سے ۱۴۴۴ سال قبل فاران کے چوٹیوں سے نمودار ہوئی تھی۔ تب بھی مکہ کے باسیوں نے اس کو کچلنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی اور آج بھی اس دعوت کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے میں اپنوں اور غیروں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔

عام آدمی کو اس دعوت حق سے دور رکھنے کے لیے لفظ ''وہابی'' ایجاد کیا گیا اور اس کو ایسی خوفناک شکل دی گئی بعض لوگ وہابی کو انسان کے علاوہ کوئی اور مخلوق تصور کرتے ہیں۔ بعض لوگ تھوڑی کسی تحقیق کے بعد تعجب کرتے ہیں کہ ہمیں تو یہ کہا گیا تھا کہ وہابی کافر ہیں نہ ہی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو تسلیم کرتے ہیں، نہ ہی ان کے دل میں قرآن مجید کی کوئی قدر ہے اور نہ ہی اولیاء اللہ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں مگر وہابی تو نماز بھی پڑھتے ہیں، روزہ بھی رکھتے ہیں، اذان بھی ہماری طرح ہی دیتے ہیں، قرآن پہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ پھر اس کا مطلب ہے کہ ہمارے مذہبی پیشواؤں نے ہمیں گمراہ کیے رکھا۔

اس طرح بعض لوگ بڑے زور وشور کے ساتھ کہتے ہیں کہ'' وہابی'' انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ انگریز نے انہیں برصغیر میں متعارف کرایا اور ان کو مالی سپورٹ کی تاکہ یہ لوگ دین محمدی ﷺ کو نقصان پہنچا سکیں۔ (نعوذ باللہ)

جب ہم یہ مضحکہ خیز دعوی پڑھتے یا سنتے ہیں تو بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہوجاتا ہے۔

؎ جن کا دعویٰ ہے بیاباں کو سنوارا ہم نے
ان سے پوچھو کہ اجاڑے ہیں گلستاں کس نے؟

ڈاکٹر ہنٹر اپنی کتاب (Indian Muslman,s) میں کہتا ہے: مولانا یحییٰ علی (مشہور اہلحدیث عالم) مجاہدین کو مبہم زبان میں خط لکھتے جو کسی دوسرے کو قطعاً سمجھ نہ آتا اور یہ انگریز

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے خلاف مجاہدین کو بندوقیں فراہم کرتے۔ ایک دوسری جگہ کہتا ہے: وہابیوں کا عقیدہ اختیار کرنا انتہائی مشکل ہے۔

پھر کہتا ہے، ہندوستانی وہابیوں نے اپنے فروعی اختلاف ختم کر کے اپنی تمام تر توجہ جہاد پر مبذول کر دی۔ اور کہتا ہے اگر وہابیوں کے انگریز کے خلاف جہاد پر لکھنا شروع کیا جائے تو ایک بڑا رجسٹر چاہیے۔ اس جماعت نے انگریز کے خلاف اور جہاد کے حق اور جہاد کی فضیلت پر بہت سا لٹریچر بھی طبع کروایا جس میں انگریزی حکومت کے زوال کی پیش گوئیاں بھی کی گئی ہیں (ص ۹۹)۔

الغرض: اپنوں اور غیروں نے حقائق پر جھوٹ کی ایسی ملمع سازی کی کہ حق کو پہچاننا مشکل ہو گیا۔

ایسے قلمکاروں نے یہ خیال بھی نہ رکھا کہ وہابیوں کو جس شخص کی طرف منسوب کیا گیا اور جس کے نام پر ''وہابی'' لقب تیار کیا گیا ان کا نام ''محمد بن عبدالوھاب رحمۃ اللہ علیہ'' ہے۔ اس مناسبت سے وہابیوں کا نام ''محمدی'' ہونا چاہیے تھا اور انہوں نے یہ بھی غور نہ کیا کہ اہلحدیث نہ ہی تو ان کی پیروی کرتے ہیں اور نہ ہی لوگوں کو ان پیچھے چلنے کی تلقین کرتے ہیں بلکہ وہ تو اس خالص دین کی طرف بلاتے ہیں جس کی بنیاد یا تو اللہ تعالیٰ کے فرمان پر ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر ہے۔ کسی اور چیز کی قطعاً کوئی دعوت ہی نہیں ہے۔

ڈاکٹر بہاؤ الدین حفظہ اللہ نے تاریخ اہلحدیث پر اس قدر جامع کتاب مرتب فرما کر انتہائی عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کاوش سے جہاں اہلحدیثوں کے خلاف اڑایا گیا غبار چھٹے گا ان شاء اللہ وہاں اہلحدیث کی علمی، عملی اور نفاذِ دین کے لیے کی گئی کوششوں سے بھی آگاہی حاصل ہو گی۔

مکتبہ اسلامیہ اس کتاب کو طبع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور اس سے قبل بھی خالص توحید وسنت پر مبنی لٹریچر طبع کرنے کا اعزاز ادارہ کو حاصل ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اس کتاب کو مؤلف، ناشر اور تمام معاونین کے لیے ذریعہ ہدایت اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

دعا گو:

محمد سرور عاصم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حرفے چند

اصل دین آمد کلام اللّٰہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفی برجان مسلم داشتن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اہل حدیث ایک تحریک ہے، جس کے پیش نظر قول وعمل کے ذریعے صحیح اسلام کی ترجمانی کرنا ہے، دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں اسی وقت سے یہ تحریک قائم ہے اور اس کا نصب العین اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کی دعوت اور محدثات وبدعات کی تردید ہے، اگر رسول اللہ ﷺ کی احادیث نئی ہیں تو یہ تحریک بھی نئی ہے اور اگر احادیث کا وجود چودہ سو سال سے ہے تو اس تحریک کا وجود بھی چودہ سو سال سے ہے۔ یہ تحریک رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان کا پورا پورا مصداق ہے:

''میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم (صحیح دین) پر قائم رہے گا ان سے روگردانی کرنے والا یا ان کی مخالفت کرنے والا ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا تا آنکہ اللہ کا امر (قیامت) آجائے، اس وقت بھی یہ جماعت اسی راستہ پر گامزن ہوگی۔'' (صحیح بخاری، المناقب: ٣٦٤١)

امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں اس امت قائمہ کی تعبیر ''اہل علم'' سے کی ہے۔

(صحیح بخاری، الاعتصام، باب: ١٠)

امام بخاریؒ کے نزدیک علم سے مراد حدیث ہے یعنی اس سے اہل حدیث مراد ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام بخاری سے سنا انہوں نے اپنے استاد علی بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مدینی کے حوالے سے بیان کیا کہ اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔(ترمذی، الفتن: ۲۲۲۹)

یہ امت قائمہ پہلے پہل صحابہ کرام کی شکل میں تھی، پھر تابعین اور تبع تابعین اس کا مصداق بنے، اس کے بعد محدثین عظام اس معیار پر قائم رہے۔ بہرحال آج تک یہ گروہ کسی نہ کسی انداز میں قائم چلا آرہا ہے، جس نے ہر دور میں کتاب وسنت کو اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اصحاب الحدیث، اہل حدیث، اہل اثر اور سلفی وغیرہ ناموں سے عالم اسلام میں متعارف اور موجود ہیں۔ اس کی تائید درج ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی ہوں گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے اس فرقہ کی نشانی یہ بتائی ہے کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والا ہوگا۔'' (ابو داود، السنة: ٤٥٩٦)

ہمارے نزدیک جماعت اہل حدیث ہی طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ، حق کی علمبردار، جماعت عادلہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طرز عمل کو اختیار کیے ہوئے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا رہبر وراہنما نہیں مانتی۔

یہی وہ جماعت ہے جو سنت کو مدار عمل ٹھہرانے میں انتہائی حریص اور ردِّ بدعات میں نہایت بے باک ہے، اسے کسی کی مخالفت، ملامت یا طعن وتشنیع کی کوئی پروا نہیں، اس کا ہدف صرف عمل بالحدیث اور انکار بدعات ہے۔ معاشرہ میں پھیلے ہوئے رسم ورواج کو یہ جماعت سنت رسول کی نگاہ سے دیکھتی ہے اگر ان میں سے کوئی چیز سنت کی میزان میں پوری اترتی ہے تو اسے فوراً قبول کرلیا جاتا ہے اور اگر کسی چیز کا کوئی بھی گوشہ سنت سے متصادم ہے تو اس سے اعراض کرلیا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس تحریک کی خصوصیات بایں الفاظ ذکر کی ہیں:

''اہل حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کو تمام لوگوں سے زیادہ تلاش کرتے ہیں، آپ کی اتباع ان کے نزدیک انتہائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مرغوب اور جو چیز رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کے خلاف ہو اس سے دور بھاگتے ہیں۔'' (منهاج السنه، ص: ۱۷۹، ج۲)

ایک دوسرے مقام پر مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل حدیث، اہل سنت والجماعت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اصول وفروع میں قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کو مرکز اتباع ٹھہراتے ہیں اور ان امور کی پیروی کرتے ہیں۔ جن پر صحابہ کرام گامزن تھے۔''

(منهاج السنة، ص: ۱۰۳، ج۲)

امام ابن تیمیہؒ نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ اہل حدیث کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ائمہ اربعہ سے پہلے کا مذہب ہے اور صحابہ کرام بھی اسی کے مطابق عمل کرتے تھے چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

''اہل سنت کا یہ معروف مذہب ہے جو امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کی پیدائش سے بہت پہلے کا ہے اور یہی مذہب صحابہ کرام کا ہے، جس کی تعلیم انہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی۔ جو لوگ اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں گے، اہل سنت کے ہاں ان کا شمار اہل بدعت سے ہوگا۔''

(منهاج السنة، ص: ۱۷۰، ج۲)

امام ابن تیمیہؒ نے سچ فرمایا کہ اہل حدیث حضرات کا مسلک وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا کیونکہ معروف ائمہ اربعہ جن کے نام پر مذاہب اربعہ کی داغ بیل ڈالی گئی، وہ اس وقت ابھی دنیا میں رونق افروز نہیں تھے چنانچہ ابوحنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ ہجری میں انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا۔ امام مالکؒ ۹۳ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ ہجری میں وفات پائی۔ امام شافعیؒ ۱۵۰ ہجری میں اس عالم رنگ وبو میں تشریف لائے اور ۲۰۴ ہجری میں یہ آفتاب غروب ہوا اور آخر میں امام احمدؒ بن حنبل کی ولادت ۱۶۴ ہجری میں ہوئی اور ۲۴۱ ہجری میں عالم جاودانی میں تشریف لے گئے۔ اس بناء پر ہم واضح طور پر کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی نہ تھا۔ ان کے دور میں خالص کتاب وسنت کا سکہ چلتا تھا، کسی امام کی تقلید کا ہرگز ہرگز کوئی تصور نہ تھا۔ جب ائمہ فقہ کی پاکباز ہستیاں دنیا میں موجود ہی نہ تھیں تو تقلید کس کی، کیسے اور کیوں کی جاتی؟ تقلید کا سلسلہ کئی سو سال بعد جاری ہوا چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

''معلوم ہونا چاہیے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی ایک معین مذہب کی تقلید پر جمع نہ تھے۔'' (حجة الله البالغة، ص: ١٥٢، ج١)

جماعت اہل حدیث کی خصوصیت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر کسی موقع پر ان میں اختلاف ہو جاتا تو ان کے ہاں اس اختلاف کے فیصلے کا حق صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جس امر میں تم اختلاف کرتے ہو اس کے متعلق فیصلہ کرنا اللہ کا کام ہے۔'' (٤٢/الشوریٰ: ١٠)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام اختلافی مسائل میں اللہ کے کلام یعنی قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا چاہیے پھر چونکہ قرآن، اللہ کی اطاعت کو واجب اور رسول کی اطاعت کو اللہ ہی کی اطاعت قرار دیتا ہے، لہٰذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے چنانچہ ایک دوسرے مقام پر اس کی مزید وضاحت ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾﴾ (٤/النساء: ٥٩)

''اگر کسی بات میں تمہارے درمیان جھگڑا پیدا ہو جائے تو اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو، یہ طریقہ کار بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔''

ان آیات کے پیش نظر تفرقہ بازی اور اختلاف سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ انسان کتاب وسنت کے سامنے کھلے دل سے سر تسلیم خم کر دے، اب ہم اس اصول کی ایک مثال سے وضاحت کرتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی علمی مجالس میں ایک مسئلہ بڑی شدومد سے بیان کرتے تھے کہ جو انسان فجر کے وقت جنابت کی حالت میں ہو وہ روزہ نہ رکھے۔ مروان ان دنوں مدینہ طیبہ کے گورنر تھے، انہوں نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے ابو بکر بن عبدالرحمٰن اور ان کے والد عبدالرحمٰن بن حارث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا تو انہوں نے بتایا کہ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کی حالت میں صبح کرتے تو روزہ رکھ لیتے، پھر غسل کر کے نماز فجر پڑھتے تھے، جب انہوں نے یہ رپورٹ مروان کو دی تو اس نے ان دونوں کو ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس حقیقت حال سے آگاہ کرنے کے لیے بھیجا، جب انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس امر کی وضاحت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آیا واقعی انہوں نے ایسا ایسا کہا ہے؟ بلا شبہ وہ مجھ سے زیادہ جانتی ہیں۔'' (صحیح بخاری، الصوم: ۱۹۲۶)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یہ مسئلہ فضل بن عباسؓ نے بتایا تھا، میں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ (صحیح مسلم، الصیام: ۱۱۰۹)

اس اصول کے برعکس قارئین تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اہلحدیث کے مخالفین اپنے ائمہ کرام کی تقلید اس طرح ضروری قرار دیتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں روایات صحیحہ کی بھی پروا نہیں کرتے چنانچہ ایک دیوبندی حنفی بزرگ فرماتے ہیں:

''خیار مجلس کا مسئلہ اہم مسائل میں سے ایک ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ میں جمہور اہل علم اور بہت سے متقدمین ومتاخرین کی مخالفت کی ہے۔ انہوں نے امام صاحب کی تردید میں رسائل بھی لکھے ہیں حتی کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے بعض رسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو احادیث اور نصوص کے اعتبار سے راجح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ہمارے شیخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مدّظلہ نے بھی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو راجح کہا ہے اور فرمایا ہے حق اور انصاف کی بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک راجح ہے مگر ہم مقلد ہیں اور ہم پر ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب ہے۔''

(تقریر ترمذی، ص: ۳۹)

ہماری دراز نفسی کا مقصود یہ ہے کہ اہل حدیث کا موقف کس قدر واضح، صاف ستھرا اور گرد و غبار کی آلودگی سے صاف ہے اور اس کے مقابلہ میں دوسرے مسلک کے حاملین صحیح احادیث پر عمل نہ کرنے پر مجبور ہیں کہ تقلید امام واجب ہے۔ ہمارا اس وضاحت سے مقصود صرف یہ ہے کہ اہل حدیث عقائد و اعمال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دم بھرتے ہیں اور صحابہ و تابعین کے زاویہ فکر کو مبنی برصحت قرار دیتے ہیں، ہر دور میں ان کا یہی اسلوب رہا اور وہ اسی راستہ پر گامزن رہے ہیں۔

واضح رہے کہ عمل بالحدیث اور تمسک بالسنۃ کی اس تحریک نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں برصغیر کے دروازے پر دستک دی اور اپنی تابناک روایات، متوازن پالیسی کے ساتھ راہ اعتدال اختیار کیے ہوئے اس میں داخل ہوئی پھر یہ اولین نقوش تاریخ کے ایک تسلسل کے ساتھ پوری تیزی سے ابھرے اور نمایاں ہوتے چلے گئے تاہم اس تحریک کو زیادہ فروغ تیرھویں صدی کے اوائل میں ملا، جس میں نواب صدیق حسن خاںؒ، شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی مساعی جمیلہ کا حصہ وافر مقدار میں شامل ہے۔

اس تحریک کا راستہ روکنے کیلیے بریلی شہر سے تو صدائیں بلند ہونا ہی تھیں لیکن ابنائے دیوبند بھی اس کام میں پیچھے نہیں رہے، اس کے باوجود اللہ کی تائید و نصرت سے یہ کاروان توحید و سنت اپنے حسن کی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اس قافلہ حدیث کے فکر میں تدبیر و تنظیم کا اختلاف تو ممکن ہے لیکن فکر و نظر کے اختلاف کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔

برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مصائب ومحن کے تسلسل سے دوچار رہی، اپنوں اور غیروں نے اسے تختۂ مشق بنایا لیکن ہر ابتلاء کے بعد اس کی توانائی میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ آزمائشوں کے تسلسل میں جماعت کی ثابت قدمی اور پامردی کی داستان رقم کی جائے اور اس کی ہمہ گیر اور ہمہ جہت خدمات جلیلہ کو مرتب کر کے ملت اسلامیہ کو اس سے بہرہ ور کیا جائے تاکہ عامۃ الناس بھی کتاب وسنت پر مبنی اسلام کی اس اولین تحریک کے اصل حقائق سے آگاہ ہوں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اس عالمِ رنگ وبو میں ابھرنے والی تحریکات کو ابتلاء کے مراحل سے گزرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں تحریک کے رجال تاریخ ساز کردار کرتے ہیں، اس کے بعد تاریخ نویس حضرات کی باری آتی ہے، جب وہ سرفروشی کی داستان رقم کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس تحریک کا سرچشمہ جذبہ اخلاص اور ایمان کامل کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر محمد بہاؤالدین کو جزائے خیر دے کہ وہ دیارِ غرب میں بیٹھے اس قرض اور فرض کو ادا کرنے کے لیے میدان میں اترے، انہوں نے مسلکی تڑپ رکھنے والوں کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کا بیڑا اٹھایا، اب تک تاریخ اہل حدیث کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جبکہ ہمارے ممدوح کم از کم دس جلدوں میں تاریخ اہل حدیث کو مکمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اللہ کے فضل وکرم سے یہ تاریخی دستاویز اور داستان عزیمت، جماعت اہل حدیث کے اصول ومقاصد اور خصائص وامتیازات کے لیے ایک سنگ میل ثابت ہو گی۔ موصوف اپنی تالیف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

> ''ہماری یہ کتاب جماعت اہل حدیث کے مستقبل کے عزائم کا بیان نہیں بلکہ "اقرأ كتابك" کے مصداق ماضی کی سرگزشت ہے، عزائم ہمیشہ بلند اور سہانے ہوتے ہیں جبکہ ماضی کی حکایت بلندی وپستی کی روئیداد ہوتی ہے روئیداد سفر میں ایسی جگہوں سے گزر بھی ہوتا ہے جو قابل ذکر نہیں ہوتیں اور نخلستانوں ومرغزاروں کی معطر فضاؤں سے گزر بھی ہوتا ہے۔''

قارئین کرام کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ ہمارے ممدوح آج کل تاریخ اہل حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے علاوہ تحریک ختم نبوت کا بھی ایک خوبصورت گلدستہ تیار کر رہے ہیں جس کی بارہ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں جلد بھی تیار ہے جبکہ سولہویں سترھویں اور اٹھارہویں جلد پر کام ہو رہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ جب آئندہ نسلیں موصوف کے اس کارنامہ پر نظر ڈالیں گی تو انہیں غیر معمولی مسرت نصیب ہوگی اور وہ اس مرد مجاہد کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا کریں گی۔ جس نے وسائل کی کمی کے باوجود اور علاقہ سے دوری کے باوصف ان کے اسلاف کی دینی اور علمی خدمات کو صفحہ قرطاس پر رقم کر کے انہیں خوب خوب اجاگر کیا۔

کچھ مؤلف کے بارے میں:

تاریخ اہل حدیث کے مؤلف ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین میرے علاقہ بورے والا ضلع وہاڑی سے تعلق رکھنے والے، بابائے قوم حضرت مولانا عبداللہ گورداسپوری کے فرزند ارجمند اور میرے ہم پیالہ وہم نوالہ حافظ محمد لقمان مرحوم کے بڑے بھائی ہیں۔ انہوں نے ۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے اسلامیات کی ڈگری فرسٹ پوزیشن میں حاصل کی (جب کہ پورے پاکستانی پنجاب میں ایک ہی یونیورسٹی تھی) اور انہیں نمایاں کامیابی پر گولڈ میڈل ملا، پھر اگلے سال ایم۔ اے عربی کا امتحان دیا اور پوری پنجاب یونیورسٹی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد آپ ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۴ء تک جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں بی۔ اے کے طلبا کو انگریزی پڑھاتے رہے۔ مالدیپ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے کم وبیش ۲۵ طلبہ پر مشتمل پہلا گروپ جب پاکستان آیا تو جامعہ سلفیہ میں آپ ہی نے انہیں انگریزی کے ذریعے بنیادی اردو اور عربی سکھائی، آپ اس دوران جامعہ سلفیہ میں لائبریری کے انچارج تھے اور طبع وتالیف کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔

مؤلف مذکور سے تین دفعہ میری واجبی سی ملاقات ہوئی۔ سب سے پہلے شہر بورے والا میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا جب میں چالیس سال پہلے مسجد اہل حدیث بورے والا میں ماہ رمضان کے موقع پر نماز تراویح پڑھانے کے لیے گیا۔ رمضان کے آخری عشرہ میں جماعت اہل حدیث کے معروف ہفت روزہ کے مبنجر ان دنوں فراہمی چندہ کے لیے وہاں آئے، رات

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے وقت کسی نے ان کا سفری بیگ اٹھالیا تو انہوں نے مجھ پر اپنے شک کا اظہار کیا جبکہ میں وہاں اعتکاف بیٹھا ہوا تھا ڈاکٹر محمد بہاؤالدین اور ان کے والد گرامی کی مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہوا۔

دوسری ملاقات جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ہوئی جبکہ مؤلف اس وقت وہاں طلباء کو انگریزی پڑھایا کرتے تھے، میرا وہاں اتفاقاً جانا ہوا تو سابقہ شناسائی کے حوالہ سے مختصر ملاقات ہوئی۔

تیسری ملاقات بہاولپور میں ہوئی، جب میں پی، ایچ، ڈی کی رجسٹریشن کے لیے بہاولپور یونیورسٹی گیا، موصوف ان دنوں یونیورسٹی میں پروفیسر تھے۔ ملاقات کے لیے میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو گھر سے پتہ چلا کہ ہمارے ممدوح ابھی یونیورسٹی سے واپس نہیں آئے چنانچہ بندہ نے یونیورسٹی میں ان سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

مؤلف موصوف انتہائی سادہ منش، درویش صفت، خوش اخلاق، باکردار اور منصف مزاج قسم کے انسان ہیں۔ خوش طبعی انہیں اپنے والد گرامی سے وراثت میں ملی ہے، تاریخ نویسی میں ید طولی رکھتے ہیں، ان کی تاریخ اہل حدیث کی چار جلدیں انڈیا میں شائع ہوئی تھیں، اہل پاکستان کو شکوہ تھا کہ دہلی سے کتاب منگوانے پر بے پناہ خرچ ہو جاتا ہے، کتاب کی اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ انہیں محصول ڈاک ادا کرنا پڑتا ہے، اس لیے اسے پاکستان میں شائع کیا جائے۔ پاکستان میں اس کی اشاعت کے لیے انہوں نے عزیز محترم محمد سرور عاصم مدیر مکتبہ اسلامیہ کا انتخاب کیا۔ تاریخ اہل حدیث جس طرح اپنے مندرجات کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اسی طرح مکتبہ اسلامیہ نے اس کی اشاعت میں اپنی سابقہ تابناک روایات کے مطابق حسن ذوق کا ثبوت دیا ہے، اس مکتبہ کے مدیر بھی نشر واشاعت کے متعلق صاف ستھرا ذوق رکھتے ہیں نیز اس کے روح رواں حافظ محمد عباد نے اس کی طباعت میں جدت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے، ان دونوں حضرات نے مجھے چند دن کے نوٹس پر ''حرفے چند'' لکھنے کو کہا جو میں نے جیسے تیسے ہوا لکھ دیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ڈاکٹر صاحب اپنی تالیفات پر بوجوہ اپنا قلمی نام محمد بہاؤالدین لکھتے چلے آرہے ہیں۔ تاہم اب ہماری گزارش ہے کہ وہ خود کو اسی نام سے ظاہر کریں جس سے انہیں قیامت کے دن آواز دی جائے گی اور وہ ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر ہے۔ اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے ممدوح نے ۲۰۰۷ء میں کتاب ہذا کے دہلی اڈیشن کے سرورق پر "انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھ دیا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اپنے ہاں اسے ذریعہ نجات بنائے جو کسی بھی پہلو سے تاریخ اہل حدیث کی جمع وترتیب میں شریک ہیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین آباد

طالب الدعوات

(مولانا) حافظ ابومحمد عبدالستار الحماد

مرکز الدراسات الاسلامیہ میاں چنوں

۱۴ فروری ۲۰۱۱ء ۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پیش لفظ

تاریخ اہلحدیث اور اس کے فاضل مؤلف

ایک عظیم کارنامے کا تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ''تقلید اور عمل بالحدیث'' کے اختلافی مباحث صدیوں پُرانے ہیں۔ تقلیدِ جامد کے رسیا اور قرآن وحدیث کے علمبردار علماء ومصلحین اس موضوع پر سیر حاصل بحث کر کے خوب خُوب داد تحقیق دے چکے ہیں۔ خیرالقرون کے سیدھے سادھے دور کے مدتوں بعد ایجاد ہونے والے مذاہبِ اربعہ کے جامد مقلد فقہاء نے اپنے اپنے مذہب کی ترجیح میں کیا کیا گُل نہیں کھلائے۔ حتی کہ اپنے مذہب کے جنون میں اپنے مخالف امام تک کو نیچا دکھانے سے بھی دریغ نہیں کیا گیا جیسا کہ اہلِ علم اِس سے بخوبی واقف ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بقول تقلیدی سلسلے قائم ہونے سے قبل قرونِ اُولیٰ کے علماء کی دو قسمیں رہی ہیں۔ ایک فقہائے محدثین اور دوسرے فقہائے اہل الرائے۔ اوّل الذکر میں امام احمدؒ، امام بخاریؒ وغیرہما ہیں اور حضرت امام ابراہیم نخعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہما اہل الرائے کے سرخیل ہیں۔ فقہائے محدثین نے استخراج واستنباطِ مسائل کے لیے قرآن وحدیث کو بنیاد بنایا، جب کہ اہل الرائے فقہاء نے اپنے اساتذہ اور اپنے اصحابِ مذہب کے اقوال وآراء کو نصوص قرآن وحدیث کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی اور استخراج واستنباط میں انہی آرائے رجال کو سامنے رکھا، جسے شاہ صاحب نے تفریع در تفریع کا نام دیا ہے۔

ہندوستان میں بوجُوہ حنفیوں کی اکثریت رہی ہے اور شاہ ولی اللہؒ سے قبل حنفی فقہ کے پیروکاروں میں فقہی جمُود اور نصوصِ قرآن وحدیث سے اعراض عام تھا۔ حتی کہ قرآن وحدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کی تعلیم وتدریس تک موقوف تھی۔ جس پر شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی نے کاری ضرب لگائی، حدیث اور علُوم حدیث کی نشرواشاعت کی اور فقہ حنفیہ پر جمود کی اس سرزمین میں عمل بالحدیث کی طرح ڈالی جس کے کچھ نمونے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' اور موطا امام مالک کی شرحیں ''مُصفّٰی'' اور ''مسوّیٰ'' میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ جن میں بہت سے مقامات پر شاہ صاحبؒ نے فقہائے محدثین کے مسلک کو اختیار اور اس سے موافقت ظاہر فرمائی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کے بعد ان کے پوتے شاہ اسمٰعیل شہید نے اپنے جدّ امجد کے اس عمل بالحدیث کو آگے بڑھایا بلکہ عملاً اس کو نافذ فرمایا۔ پھر شاہ عبدالعزیزؒ (شاہ ولی اللہؒ کے صاحبزادے) کے نواسے اور ان کے فیض یافتہ شاہ محمد اسحاقؒ کے جانشین اور ان کے تلمیذِ خاص حضرت مولانا سیّد محمد نذیر حسین دہلویؒ کے پون صدی کے درسِ حدیث کی برکت سے اس مسلک (عمل بالحدیث) نے نشوونما پائی تو اس کی وسعت پذیری کو تقلیدِ جامد کے حامل حنفی حضرات برداشت نہ فرما سکے۔ چنانچہ اس رَو پر بند باندھنے کی مختلف تدبیریں کی گئیں۔ جن میں سے ایک محاذ تصنیف وتالیف کا تھا۔ اس عمل بالحدیث کے خلاف بہت سی کتابیں لکھی گئیں، جن کے جواب اور دفاع میں حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسینؒ دہلوی اور ان کے فیض یافتگان نے قرطاس وقلم کا محاذ بھی (تدریس وتبلیغ کے ساتھ) سنبھالا اور اہل تقلید وجمود کے دلائل کے تار وپود بکھیر کر رکھ دیے۔

جب سے ہی برِّ صغیر پاک وہند میں اہل حدیث اور اہلِ تقلید کے مابین مخاصمت اور معرکہ آرائی جاری ہے۔ دیوبند کے فضلاء اور اہلِ علم نے اہلِ الرائے کی نمائندگی وترجمانی کو اپنی تدریس وتالیف کا ہدف بنایا اور احادیثِ صحیحہ وقویہ کی تردید وابطال میں تاویلات کو خوب کام میں لائے اور اس کو اصلی حنفیت قرار دیا۔ جب کہ اصحاب الحدیث کی تائید اور صدر اوّل کے طرزِ علم وعمل کی تبلیغ واشاعت اہل حدیث کے حصّے میں آئی۔

علاوہ ازیں مسلک اہلحدیث اور جماعت اہلحدیث پر حملہ ہو اور اس کی آڑ میں قرآن وحدیث کی نصوص کو توڑا مروڑا جائے تو ظاہر بات ہے کہ احناف کا یہ طرزِ عمل ناقابل برداشت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے۔ ایسے حالات میں اہل حدیث مجبور ہوتے ہیں، اور یہ ہر اس صاحب علم کی مجبوری ہے جس کے دل میں قرآن وحدیث کی نصوص کا تقدس واحترام موجود ہے اور اتباع سنت کے جذبے سے وہ سرشار ہے جیسا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور دورِ خیر القرون کے دیگر اہل ایمان تھے کہ وہ اصل حقائق کی وضاحت کریں اور قرآن وحدیث پر اڑائے ہوئے تقلیدی گرد وغبار کو صاف کریں۔

الحمد للہ اہلحدیث کے اسلاف واکابر کم وبیش ڈیڑھ صدی سے، جب سے عمل بالحدیث کی تحریک اور جذبے کو زیادہ فروغ ملنے لگا اور تقلید کی جکڑ بندیاں ڈھیلی پڑی یا ختم ہونے لگیں، یہ فریضہ سرانجام دیتے آرہے ہیں اور تعلیم وتدریس اور تبلیغ ودعوت کے ساتھ ساتھ قلم وقرطاس کے ذریعے سے بھی تقلیدی جمود پر ضربیں لگائیں اور تقلیدی جمود کی حمایت میں جو جارحانہ لٹریچر سامنے آیا اور جو بدقسمتی سے اب تک آرہا ہے، اس کا علمی وتحقیقی انداز میں جائزہ پیش کیا اور ان کو قلم وقرطاس کا یہ محاذ محض اپنے دفاع اور نصوص قرآن وحدیث کی تائید وحمایت میں سنبھالنا پڑا۔

مزید برآں اہلحدیث پر مساجد کے دروازے تک صرف ان کے جذبۂ عمل بالحدیث کی وجہ سے بند کرنے کی مذموم سعی کی گئی جس کی وجہ سے اہلحدیثوں کو عدالتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ جماعت اہلحدیث کو برٹش استعمار کی طرف سے بھی، جس کی اس وقت ہندوستان میں حکومت قائم تھی، بہت سے ظلم برداشت کرنے پڑے، جس میں دار وستم، قید وبند، اموال وجائداد کی ضبطی وبربادی اور دیگر بہت سی سزائیں شامل ہیں، اس میں جہاں بجا طور پر اہلحدیث کی انگریز دشمنی اور انگریز کے خلاف جہادی سرگرمیوں کا دخل تھا۔ جس کا علَم صرف اہلحدیث نے اٹھایا ہوا تھا، باقی دوسرے سارے ایک دوسرے سے بڑھ کر انگریز سے وفاداری کا اظہار کرنے میں مصروف تھے، وہاں اپنوں کی مخبری اور آستینوں میں پنہاں خنجروں کی بھی کار فرمائی تھی۔ ع

ہمیں یاد ہیں سب ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

زیر نظر کتاب ''تاریخ اہلحدیث'' انہی مذکورہ معرکہ آرائیوں، الم ناک رُوداد وں، رزم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وبزم کی داستانوں، مدعیانِ علم وتقویٰ اور اصحابِ جبہ ودستار کی چیرہ دستیوں اور کُشتگانِ تیغ وستم اہلحدیث کی دفاعی کوششوں کی سرگزشت اور تاریخ پر ایک نگاہِ بازگشت ہے جو تذکرۂ محبوب کی طرح نہایت دلچسپ بھی ہے۔ جس میں محبوب کی دلکش اداؤں، اس کی نازنینانہ رعنائیوں اور اس کے حسن وجمال کی دل فریبیوں کا بیان ہوتا ہے، عبرت وموعظت کی داستان بھی ہے کہ چند اصحابِ جنون اللہ کی توفیق ونصرت سے اٹھے اور برصغیر (پاک وہند) کی عظیم اکثریت سے محض اللہ کی رضا کی خاطر ٹکرا گئے، تو اللہ نے ان اصحابِ عزیمت واستقامت کو سرخ رو فرمایا اور ان کی قربانیوں کو بارآور فرمایا اور ان کو عزم وحوصلہ سے نوازا، جیسے وہ مموله کوشہباز سے لڑانے کا حوصلہ عطا فرما دیتا ہے اور کنجشک فرومایہ کو ہم دوشِ سلیماں کر سکتا ہے، اس میں حق وباطل کی کشمکش اور رزم آرائی کا وہ تذکرہ ہے جس کا سلسلہ ازل سے چلا آرہا ہے اور سنت الٰہی کے مطابق ابد تک رہے گا اور اس میں سُبلِ متفرقہ کے مقابلے میں اُس صراط مستقیم کی دعوت وتبلیغ کی تفصیل ہے جس کے اتباع کا اور سُبلِ متفرقہ کے اختیار کرنے سے اجتناب کا حکم ہے کیونکہ اس سے وحدت واتحاد کے بجائے تفرق وانتشار پیدا ہوتا ہے اور اللہ رسول کی بتلائی ہوئی صراطِ مستقیم سے دُوری ہو جاتی ہے۔

﴿وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ﴾ (٦/الانعام: ١٥٣)

تحریک عمل بالحدیث کی یہ نہایت تابناک اور روشن تاریخ بکھری ہوئی تھی اور صرف رسائل وجرائد اور کتابوں میں محفوظ تھی، اس کو جمع ومرتب کرنے اور دفینوں سے سفینوں میں منتقل کرنے کے لیے ایسے دیدہ ور محقق کی ضرورت تھی جس کو اللہ نے تیشۂ فرہاد بھی عطا کیا ہو اور کوہ کنی کا عزم وحوصلہ بھی، تاکہ وہ ان دونوں خوبیوں اور صلاحیتوں سے کام لے کر اہلحدیث کی تاریخ کی اس جوئے شیریں کو دنیا کے سامنے نمودار کرنے کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے سکے جو مرورِ ایام کی گردشوں اور بے بنیاد پروپیگنڈے کی دبیز تہوں میں دبی ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے بلاشبہ ڈاکٹر محمد بہاؤالدین حفظہ اللہ کی شخصیت اور ان کا یہ عظیم کارنامہ جو انہوں نے تحریک ختم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نبوت (جس کی ۱۵، ۱۶ جلدوں میں تحفظ عقیدۂ ختم نبوت میں علمائے اہلحدیث کی اولیت اور عظیم خدمات کو اجاگر کیا ہے) اور اب تاریخ اہلحدیث (جس کا اندازہ بھی دس جلدوں کا ہے اور چار جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں) لکھ کر سرانجام دیا ہے، درج ذیل مصرعہ اور شعر کا مصداق ہے۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

کچھ فاضل مؤلف حفظہ اللہ کے بارے میں

اب تک جو گفتگو ہوئی وہ اہل حدیث اور اہل تقلید کے مابین نزاع، اس کے پس منظر اور ان کے باہمی ردود ومناقشات کے سلسلے میں تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ باتیں فاضل مؤلف کے تعارف کے سلسلے میں بھی ہو جائیں۔ آپ متحدہ ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ایک جلیل القدر اہلحدیث عالم مولانا عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ (بوریوالا، ضلع وہاڑی، پنجاب) کے فرزند گرامی قدر ہیں۔ پاکستان اور برطانیہ میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔ پاکستان میں کچھ عرصہ ملازمت کی۔ پھر گردشِ دوراں ان کو کھینچ کر برطانیہ لے گئی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آتش جوان اور انکی عمر کا موسم بہار تھا اور اب جبکہ اللہ تعالی نے ان کو ایک عظیم خدمت کی توفیق سے نوازا ہے، وہ عمر کی خزاں رسیدگی کا دور ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو جس سے کوئی کام لینا منظور ہو، وہ جوان ہو یا بوڑھا، اس سے کوئی فرق نہیں پڑھتا، وہ بوڑھوں کو بھی جوانوں والا عزم وحوصلہ اور قوت وتوانائی عطا فرما سکتا ہے۔ اللہ تعالی کی اس قدرت وکارفرمائی کا ایک مظہر ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین صاحب بھی ہیں، انہوں نے اللہ کی دی ہوئی توفیق اور ہمت سے مذکورہ تاریخ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہلحدیث مرتب کر کے جوانوں والا ہی کام نہیں کیا ہے، بلکہ کئی اکیڈمیوں والا کام کر ڈالا ہے۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ﴾ (مائدہ)

راقم آج سے تقریباً ۲۲ سال قبل ۱۹۸۸ میں برطانیہ ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گیا تھا، کانفرنس لندن میں تھی، اس سے فراغت کے بعد برمنگھم، جہاں مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ کا مرکزی دفتر تھا، وہاں چلا گیا، سوا دو مہینے برطانیہ میں رہنے کا اتفاق ہوا جس کی وجہ جمعیت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمود احمد میر پوری شہیدؒ کا اصرار تھا، زیادہ وقت بھی وہاں ہی گزرا، ان دنوں ڈاکٹر بہاؤ الدین صاحب بھی، جو اس وقت ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر کے نام سے معروف تھے جو ان کا اصلی نام تھا، جمعیت اہلحدیث برطانیہ سے وابستہ اور ان کے انگریزی ماہوار رسالے، اسٹریٹ پاتھ، کے ایڈیٹر تھے۔

واپس لاہور آ کر راقم نے ''دورۂ برطانیہ کے مشاہدات وتأثرات، اسی عنوان سے تحریر کیے تھے اور ''الاعتصام'' میں شائع ہوئے تھے۔ ان مشاہدات میں ''رفقا واحباب جماعت کا تعارف'' کے عنوان سے رفقائے جماعت کے بارے میں بھی اپنے تأثرات قلم بند کیے تھے، جن میں ڈاکٹر صاحب موصوف بھی شامل تھے۔ راقم اس تعارف نامے کو یہاں نقل کرنا مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھتا ہے، وہ کیوں؟ پہلے آپ ۲۲ سال قبل کا یہ تعارفی خاکہ ملاحظہ فرمالیں۔ اس کے بعد ''کیوں؟'' کا جواب اور اس کی مختصر تفصیل درج کی جائے گی۔ یہ تعارفی سطور حسب ذیل ہیں:

ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر بھی آج کل اسی مرکز میں کام کرتے ہیں اور مرکز سے نکلنے والے انگریزی پرچے ماہنامہ ''اسٹریٹ پاتھ'' کی ایڈیٹنگ انہی کے سپرد ہے۔ راقم ڈاکٹر صاحب موصوف سے غائبانہ طور پر تو بڑے عرصے سے متعارف بلکہ ایک گونہ ان کا ارادت مند تھا۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ڈاکٹر صاحب صرف محمد سلیمان اظہر تھے اور ان کے فاضلانہ مقالات جماعتی جرائد ورسائل میں چھپتے تھے۔ یہ مقالات عموماً دو موضوعات پر مشتمل ہوتے:

۱۔ ردِّ مرزائیت میں اہلحدیث اکابر کی خدمات۔

۲۔ تحریک جہاد واستخلاصِ وطن میں اہلحدیث علماء کا حصہ اور اس ضمن میں بعض دوسری مذہبی جماعتوں اور گروہوں کی مُبیّنہ خدمات کی حقیقت اور ان کا طول وعرض۔

پاکستان میں ان کو دیکھنے کا اتفاق بھی نہیں ہوا تھا لیکن مذکورہ بالا موضوعات پر ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقالوں کی وجہ سے ان سے غائبانہ ارادت ومحبت کا تعلق قائم تھا تا آنکہ ۴، ۵ سال قبل کی بات ہے کہ حضرت الاُستاذ المرحوم مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ نے انہیں ایک مرتبہ لاہور آنے کی دعوت دی اور ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت مولانا کی دعوت پر چند روز لاہور میں ان کے مہمان رہے۔ اُن دنوں ڈاکٹر صاحب کا بیشتر وقت سلفیہ لائبریری میں ہی گزرتا تھا۔ کیونکہ مولانا مرحوم نے انہیں غالباً مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی خدمات بسلسلہ رَدِّ مرزائیت پر ہی کچھ لکھنے کے لیے بلایا تھا۔ میں بھی زیادہ کام لائبریری میں ہی کرتا تھا اور ''تنقیح الرواۃ'' (الرّبع الآخر) کے کرم خوردہ مسودے کی تصحیح وتنقیح کے کام میں مصروف تھا۔ یوں پہلی مرتبہ ان سے نہ صرف ملاقات ہوئی بلکہ چند روز ملاقات رہی۔..

ڈاکٹر صاحب اخّاذ اور نقاد ذہن کے مالک ہیں، تحریر وانشاء کا عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹریٹ سے پہلے مسلکی ذہن ومزاج بھی نمایاں اور مسلکی خدمات میں بھی پیش پیش تھے۔ لیکن برطانیہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد افسوس کہ وہ صرف ''ڈاکٹر'' ہی بن کر رہ گئے۔ اور جماعت ایک ''گوہر گراں مایہ'' سے محروم ہوگئی اور پھر بڑھتے بڑھتے نوبت بہ ایں جارسید کہ پاکستان ایک اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل شخص سے بھی محروم ہوگیا۔...

بہرحال بات یہ ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب بھی برمنگھم کے مرکز میں کام کر رہے ہیں۔ جہاں موصوف سے ملاقاتیں ہی نہیں رہیں۔ بلکہ ہم نشینی کا شرف حاصل رہا بلکہ کچھ دن ہم دونوں انڈیا آفس لائبریری سے استفادے کی غرض سے لندن میں شب وروز اکٹھے بھی رہے۔ یوں ہم دونوں ایک دوسرے کے ہم نوالہ وہم پیالہ بھی رہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ہونے کے باوجود سادہ مزاج اور اخلاقِ کریمانہ کے مالک ہیں۔ یہ ان کی سادگی اور کریمانہ اخلاق ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ مجھ جیسے بے بضاعت اور فرومایہ شخص کے ساتھ لندن جانے اور لندن رہنے کے لیے آمادہ ہوگئے اور وہاں حقِ رفاقت وحقِ تحقیق ادا کرتے رہے۔ برمنگھم میں بھی نہایت عزت واحترام سے ملتے رہے اور بارہا ضیافت اور کام ودہن کی لذّت کا بھی اہتمام کیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور ۱۴۔ اکتوبر، ۱۹۸۸ء مختصراً)

ڈاکٹر صاحب موصوف کے بارے میں یہ پرانی تعارفی تحریر مختصراً یہاں نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ:

ایک تو ڈاکٹر صاحب کا پرانا تعارف سامنے آجائے۔

دوسرے، ان کی سادگی اور اخلاق کریمانہ کی وضاحت ہو جائے کیونکہ آج کل پڑھے لکھے لوگوں میں یہ خوبیاں نہایت کم یاب ہیں کَثَّرَاللّٰہُ اَمْثَالَھُمْ فِیْنَا۔

تیسرے، جن دو موضوعات پر کام کرنے کی اللہ نے ان کو توفیق عطا فرمائی ہے، یہ واضح ہو جائے کہ یہ دونوں موضوعات ایسے ہیں جن سے ان کو عہد شباب ہی سے دلچسپی رہی ہے۔ ان کے سوچ بچار کے محور اور ان خاکوں میں رنگ بھرنے کا جذبہ ان کے دل میں خار بن کر کھٹکتا رہا ہے۔ اس کی ایک اور دلیل یہ ہے کہ کم وبیش ۱۵، ۱۶ سال قبل ان کا ایک مکتوب راقم کے پاس آیا تھا، جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا کہ اب اللہ نے مجھے ایک اچھی ملازمت دلوادی ہے جس سے مجھے کافی آسودگی حاصل ہوگئی ہے۔ میں اس سے فائدہ اٹھا کر کچھ کام کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں مالی تعاون بھی دینے کی پوزیشن میں ہوں۔ راقم نے اس کے جواب میں ان کو لکھا تھا کہ آپ کے ذہن میں کام کرنے کا کیا خاکہ ہے اور آپ کتنا تعاون کرسکیں گے تاکہ اس کی روشنی میں اس کا جائزہ یا کام کا آغاز کیا جاسکے۔ لیکن اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ غالباً ۲۸، ۳۰ سال قبل جب وہ بہاول پور یونیورسٹی میں پروفیسر تھے تو ان موضوعات پر ان کے متعدد مقالات ومضامین ہفت روزہ اہلحدیث لاہور میں شائع ہوئے تھے۔ اس کی کیا وجہ بنی؟ اور ڈاکٹر صاحب نے مذکورہ اظہارِ عزم کے بعد کیوں خاموشی اختیار کر لی؟ اس کو وہی جانتے ہیں۔ راقم نے تو اس کا حوالہ ان کی اس موضوع سے دلچسپی ووابستگی کے ضمن میں دیا ہے۔ ہر چیز کا علم تو اللہ ہی کو ہے وہی جانتا ہے کہ فلاں کام کب، کس طرح اور کس کے ذریعے سے ہوگا؟ کُلُّ اَمْرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِہٖ اللہ نے اس کام کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا تھا، اس کے مطابق یہ کام ہوگیا ہے، جس کے ذریعے سے یہ ہونا تھا، اللہ نے اس کو یہ ہمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وتوفیق بھی عطا فرما دی۔ ظاہری اسباب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دیارِ غرب میں اس کام کا ہونا، جہاں متعلقہ لٹریچر اور بکھرے ہوئے مواد کی فراہمی نہایت مشکل تھی، نیز فردِ واحد سے اتنے عظیم کام کا سرانجام پا جانا بھی، دونوں باتیں ایک معجزے سے کم نہیں۔ اللہ کے لیے کسی معجزے کا صدور یقیناً قابل تعجب نہیں، وہ جو معجزہ چاہے، پلک جھپکتے میں معرض وجود میں آ جاتا ہے۔

اس مُعجز نما عظیم کام پر پاک وہند کی پوری جماعت اہلحدیث ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر صاحب حفظہ اللہ (ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین) کو خراج تحسین پیش کر رہی ہے، وہ یقیناً سزاوار ہیں، ان کی قدر افزائی کا جتنا بھی اہتمام کیا جائے، کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید ہمت اور توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ بقیہ جلدوں کو بھی جلد از جلد مرتب ومدون کر کے اس سلسلۃ الذھب کی تکمیل فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور ان کے اعوان وانصار کی مدد فرمائے۔

بارك الله فی علمه وعمله وعمره وشكر مساعيه وجهوده۔ آمین

(مولانا) حافظ صلاح الدین یوسف
مدیر: شعبۂ تحقیق وتالیف دارالسلام، لاہور
ربیع الاول ۱۴۳۲ھ۔ فروری ۲۰۱۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقدمة المؤلف ، طبع دوم

تاریخ اہل حدیث جلداول ۲۰۰۷ء میں فضیلۃ الشیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اشراف صوری محاسن کے ساتھ مکتبہ ترجمان دہلی سے شائع ہوئی تھی، اللہ سبحانہ وتعالی کے عنایات واحسانات کے طفیل اس کتاب کو برصغیر، عرب ممالک اور یورپ وغیرہ میں اہل حدیث کی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والے اردو دان طبقے میں قبول عام حاصل ہوا ہے۔ قدر دانوں کے ہاتھوں اس کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ دہلی سے شائع ہونے والا پہلا اڈیشن اب ختم ہو چکا ہے اور ضرورت محسوس ہوئی کہ بار دوم اشاعت کا بندوبست کیا جائے۔ ادھر پاکستان کے اہل علم شائقین کو شکائت رہی ہے کہ دہلی سے کتاب منگوانے پر بے پناہ خرچ ہو جاتا ہے کتاب کی اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ محصول ڈاک ادا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے پاکستان میں بھی اسے شائع کیا جائے۔ نیز اڈیشن اول کی کمپوزنگ میں نے خود کی تھی اور مجھے اردو سافٹ ویر کے استعمال میں مہارت حاصل نہیں ہے اس لئے احباب کا مشورہ تھا کہ کمپوز شدہ مسودہ کسی ماہر کمپوزر سے ری ڈیزائن کرالیا جائے۔ نیز حواشی جو متن کے ساتھ ہی بین القوسین درج ہیں، حاشیے میں درج کر دئے جائیں۔ الحمد للہ یہ سارے کام عزیز محترم حافظ ابوبکر ظفر نے بڑی محنت اور ذوق وشوق سے کر دیئے ہیں اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔

جہاں تک کتاب ہذا کے مندرجات کی بات ہے اس میں چند خفیف ترامیم کے سوا وہی مواد ہے جو اڈیشن اول میں تھا۔ ابتداءً یہ خیال تھا کہ تاریخ اہل حدیث کے اس سلسلہ کتب پر تقریباً تین ہزار صفحات لکھے جائیں گے لیکن ۲۰۱۰ء کے نصف اول میں اس کی چوتھی جلد شائع ہونے کے ساتھ کتاب کی ضخامت کم وبیش تین ہزار صفحات تک پھیل چکی ہے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ ابھی تک انیسویں صدی عیسوی کے برصغیر کی تاریخ اہل حدیث کا احاطہ بھی نہیں ہوسکا ہے۔ اور: نہ ہاتھ باگ پہ ہے نہ پا ہے رکاب میں، والا معاملہ ہے۔ معلوم نہیں کتنی مسافت باقی ہے اور کن کن وادیوں سے گذر ہونا ہے۔

ناظرین کے علم میں ہے کہ تاریخ اہل حدیث کی ترتیب وتدوین کے ساتھ حضور نبی کریم خاتم المرسلین ﷺ کی بارگاہ کے لئے تحریک ختم نبوت کے نام سے ایک گل دستہ بھی تیار ہو رہا ہے۔ ابتداءً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خیال تھا کہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ کے موضوع پر چھ ہزار صفحات لکھے جائیں گے اور کتاب ہذا کی جلداول پر لکھی جانے والی تقریظات میں ۲۰۰۷ء میں بتایا گیا تھا کہ اس گل دستے میں چار پھول سجائے جا چکے ہیں۔ میرا حسن ظن ہے کہ اللہ تعالی نے حضور سرور کائنات ﷺ کی عالی جناب میں پیش کئے جانے والے اس نذرانہ عقیدت کو شرف قبول عطا فرما دیا ہے کیوں کہ وہ اس گل دستے کو حضور ختم المرسلین ﷺ کے مرغوب خاطر بنانے کے لئے اس کے حجم اور حسن میں اضافے کی خاطر اس فقیر پر اپنے، من حیث لا یحتسب کے خزانوں سے لطف واحسان کی بارش برسا رہا ہے اور اس وقت کیفیت یہ ہے کہ ساڑھے آٹھ ہزار صفحات پر مشتمل تحریک ختم نبوت کی ۱۶ جلدیں مکمل ہو چکی ہیں، سترھویں جلد پر کام ہو رہا ہے اور ابھی تک ہم ۱۹۱۲ء سے آگے نہیں نکل سکے ہیں۔

یہ حقیر خدمت اللہ تعالی کی توفیق سے ہی ہو رہی ہے، اسی نے ایک مریض کو کام کی مہلت عطا فرما رکھی ہے، وہی برصغیر کے کونے کونے سے محسنین بالخصوص برادر گرامی شیر خان جمیل احمد عمری کے ذریعے ضروری مواد بھجوا رہا ہے، اسی نے تہہ خانوں میں گم شدہ نایاب مواد تک رسائی، اس کی جھاڑ پونچھ، قطع وبرید، ترتیب وتہذیب کی توفیق اس بندہ معذور کو عطا فرما رکھی ہے، اسی نے اس کی طباعت واشاعت کے مالی وسائل فراہم کر رکھے ہیں، سب کچھ اسی کا ہے۔ مجھے دنیا میں نہ ستائش کی تمنا ہے، نہ صلے کی پرواہ۔ اللہ جل شانہ کی خوشنودی اور اس کے حبیب گرامی ﷺ کی دربانی کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اللھم تقبل منا

برصغیر کی تاریخ اہل حدیث پر کئی کتابیں لکھی گئیں، مختصر بھی اور مطول بھی، اور ہر کتاب کا اپنا اپنا حسن ہے۔ امید ہے قاری کو کتاب ہذا ان سب میں مختلف نظر آئے گی۔ ادھر اس کی پانچویں اور چھٹی جلدیں تکمیلی مراحل میں ہیں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ کتاب ہذا کو امت مسلمہ کے لئے نفع مند بنائے۔ آمین

فقیر بارگاہ صمدی

محمد بھاؤالدین

۳ صفر ۱۴۳۲ھ

۷ جنوری ۲۰۱۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تقدیم

اصغر علی امام مہدی

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی سید ولد آدم محمد رسول اللّٰہ وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدّین وبعد!

قال اللّٰہ جل شانہ وعم نوالہ فی محکم التنزیل:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۡ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝﴾ (الاحزاب:۲۳)

کتاب وسنت کے حفظ وبقا کی ذمہ داری رب العزت والجلال نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اس کا کلام اس کے ارشادات وفرامین، ہدایات اور اس کی رہنمائیاں بندوں کے لیے عظیم تحفہ ہیں اس لیے اسے تا قیام قیامت باقی اور زندہ وپائندہ رہنا ہے اور اسی شکل میں رہنا ہے اور اسی آن وبان اور شان سے باقی رہنا ہے کہ بندوں کی رہنمائی اور ہدایت کا کام پیہم بلا انقطاع ہوتا رہے۔ اور بندگان الٰہی اس کے ذریعہ سعادت دارین سے شاد کام ہوتے رہیں یا ان پر کم ازکم حجت تمام ہوجائے۔ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ.

یہ سب کچھ ضروری ٹھہرا تو اس کے حاملین عالی مقام کا ہر دور میں ہونا بھی ضروری قرار پایا، حسب ارشاد نبوی صادق المصدوق حضرت محمد ﷺ:

((لَاتَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ))

اور یہ بھی ضروری ٹھہرا کہ حاملین کتاب وسنت کی زندگی کے آثار ونقوش وحالات باقی رہیں اور اس سلسلۂ ذہبیہ اور واقعات صادقہ کا ذکر جمیل ہوتا رہے اور ہر دور اور زمانہ میں چراغ سے چراغ جلتے رہیں، بغیر کسی وقفہ اور انقطاع کے یہ سلسلہ جاری وساری رہے۔ چناں چہ ہر دور میں اہل حدیثان عالم اور اسلاف کرام نے ان نقوش وآثار کو ثبت برقرطاس کرنے کی ہمہ جہت کوشش صرف کی اور اسلام اور مسلمانوں کے ورثے میں ایک عظیم علمی وتاریخی سرمایۂ افتخار جمع ہوگیا جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنی مشکل ہے۔ جسے دنیا تاریخ اسلام، تاریخ اسماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الرجال، طبقات وشذرات وغیرہ ناموں سے جانتی ہے۔

ہندوستان میں بھی حاملین کتاب وسنت کی تاریخ ابتدائے اسلام سے درخشندہ رہی ہے اور ہر دور میں اس اصل اسلامی عقیدہ ومنہج کے حاملین کی خدمات واثرات برنقش دیوار ہیں اور ان عظیم خدمات کا اعتراف بھی سب کو ہے۔ خصوصاً آخری دور میں جب داخلی اور خارجی سیاسی ودینی طور پر اسلامیانِ ہند کے اسلامی تشخص کا برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا تو اس وقت اسی طائفہ منصورہ نے میدانِ عمل میں اتر کر حالات وظروف کا پوری گہرائی وگیرائی سے معائنہ ومشاہدہ کرنے کے بعد تجدید دین اور اصلاح امت اور عباد وبلاد کی خدمت کا وہ فریضہ انجام دیا جس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

خصوصاً آخری ادوار میں جب کہ بعض حکمرانوں کی بے حسی ولاپرواہی وناعاقبت اندیشی سے اور داخلی انتشار اور بیرونی خاص طور پر انگریز عیاریوں کی چال وبلغار سے مسلمانان ہند وباشندگان برصغیر اپنی ہر طرح کی پستی وذلت کا سامنا کر رہے تھے، اسی طائفہ منصورہ کے ایک سپوت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے جانشینوں نے قوم وملت اور امت کو سنبھالا دیا اور ان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کے لیے میدان عمل میں اتر کر ایک عظیم تاریخ رقم کردی۔

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے

شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حقیقی جانشین اور وارثین جماعت اہل حدیث نے تجدید واحیاء دین اور خدمت ملک وملت کا وہ فریضہ انجام دیا جس کی ممنونیت واحسان مندی سے ہندوستان کا ذرہ ذرہ بوجھل ہے۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء اور صادقان صادقپور کی مجاہدانہ وداعیانہ ترک تازیوں کا لازوال کارنامہ ہو، یا وعظ وارشاد اور اصلاح عباد وبلاد اور امت کی رہنمائی وقیادت کا فریضہ ہو، یا اصلاح عقیدہ اور تصحیح منہج واصول ہو، یا کتاب وسنت کی نشر واشاعت ہو، یا استیصال رسوم باطلہ وعقائد فاسدہ اور بدعات وخرافات ہو، یا طرق مبتدعہ کی بیخ کنی ہو، اس جماعت حقہ کے جہود مبارکہ اور خدمات عظیمہ کی مرہون منت ہیں۔ جن کا اعتراف اپنوں سے پہلے غیروں کو ہے۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب ''ہندوستانی مسلمان کیا وہ اپنے مذہب کی رُو سے ملکہ وکٹوریہ کے خلاف بغاوت کے پابند ہیں؟'' میں تفصیل سے ان وہابیوں کی سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے جو انگریزی فوج میں بغاوت کی تخم ریزی کرتے تھے۔ ہنٹر نے خاص طور پر مولوی محمد جعفر تھانیسری کا ذکر کیا ہے جو ۱۸۵۷ء کے دوران سرگرم تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہابیوں نے دیسی سپاہیوں کے دل ودماغ میں بغاوت کی وہ چنگاری رکھ دی تھی جو سلگتے سلگتے آخر کار شعلہ جوالہ میں تبدیل ہوگئی۔ گائے اور سور کی چربی والے کارتوس تو محض ایک بہانہ تھے حقیقت یہ ہے کہ وہابیوں کی تلقین وترغیب اپنا کام کر رہی تھی۔

اس نے محکمہ خفیہ کی رپورٹوں اور وہابیوں کے خلاف مقدمات کی گواہیوں اور دستاویزی شہادتوں سے اپنی کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ وہابی انگریزوں کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ وہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا چاہتے تھے اور اسی مقصد سے انہوں نے جہاد (مسلح جدوجہد) کا آغاز کیا تھا۔ سچ ہے: والفضل ماشهدت به الأعداء

اور اسی طرح ہندوستان کے اولین وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے دیش اور ملک و وطن کی خدمت کے سلسلے میں کہا تھا:

> ''اگر ہم ترازو کے ایک پلڑے میں پورے ہندوستان کے سارے لوگوں کی خدمات رکھیں اور دوسرے پلڑے میں اہل صادق پور (اہل حدیث) کی خدمات رکھیں تو اہل صادق پور کا پلڑا بھاری پڑے گا۔''

الغرض اس تحریک ولی اللہی کے جو اثرات مرتب ہوئے وہ عالم آشکارا ہیں۔ کتاب وسنت کی صحیح تعلیمات واثرات آج جو کچھ کارفرما ہیں وہ اسی تحریک مبارک کے مرہون منت ہیں۔ اسلام پر چومکھی یلغار اور حملوں کا منہ توڑ جواب ہو، یا فرق باطلہ کی سرکوبی ہو، رفض وتشیع ہو، یا مستشرقین ومتخلین ومبطلین اور جاہلوں نیچریوں اور مشککین کی کارستانیوں کا رد وابطال اور نفی اور اس پر نکیر ہو، سب اسی طائفہ حقہ کی کوششوں کا ثمر ہے۔ اسی کے ذریعہ تمام باطل عقائد وعبادات، خود ساختہ روایات اور رائج رسومات کا خاتمہ ہوا، جہالت وبدعقیدگی کی ساری خرابیاں وبیماریاں دور ہوئیں، توحید جو اصل اصول دین وخلاصۂ دین انبیاء ہے اس کو نکھارنے اور خالص طور پر اللہ تعالی کے لئے خاص کرنے کا کام اسی فرقہ ناجیہ کے ذریعہ انجام پایا۔ بدعت کی بیخ کنی کے ساتھ سنت کی حقیقت، اہمیت اور ضرورت کو واضح کیا گیا۔ کتاب وسنت اور اس کے علوم جو شجر ممنوعہ قرار دے دیے گئے تھے اس کی تعلیم وترویج کا فریضہ انجام دیا گیا۔ گرچہ بعض حالات میں کتاب وسنت سے عقیدت کا اظہار کیا جاتا تھا لیکن اس کی خواندگی محض حصول برکت اور دفع بلاء کے لئے مختص ہوکر رہ گئی تھی۔ بڑے بڑوں کو تو جرأت نہیں تھی کہ اس کے معانی ومفاہیم کے سمجھنے اور سمجھانے کی بات کرتے۔ فہم وتدبر اور غور وفکر کے سارے دریچے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابدالآباد کے لئے بند کئے جا چکے تھے۔ نتیجہ معلوم تھا، جب چشمہ علوم وفنون اور منبع آب حیات کے سوتوں کو خشک ہی نہ کیا گیا ہو بلکہ اصل منبع کو ہی بند کر دینے کے سارے جتن کر دیئے گئے ہوں اور قلوب واذہان پر پردے ڈال کر پہریدار بٹھا دینے پر اکتفا نہ کر کے اصل سرچشمہ صافی کو بند کر کے حصار متین اور بے رحم چوکیداروں کے حوالہ کر دیا گیا ہو تو پھر اس قوم کی علمی، دینی، سماجی، سیاسی وتمدنی حالت کیا ہوگی؟ ذلت، پستی وپسپائی کی وہ کونسی منزل ہے جہاں رہ کر اس کو ٹھہراؤ اور جائے فرار مل سکتی تھی؟ رُو بہ تنزل قوم کو مسلسل اور سرعت سے زوال پذیر ہونے سے روک کر بتدریج بچالینا ہی ایسے موقع پر بڑا کارنامہ شمار ہوتا ہے۔ جیسے شکست خوردہ اور ہزیمت زدہ فوج کو قسطوں میں بتدریج پسپائی اور واپسی کی راہ ہموار کرا دینے والا کمانڈر کامیاب قائد سمجھا جاتا ہے ایسے وقت میں پلٹ کر حملہ کرنا اور فتح وکامرانی کی بات کرنا آرزوؤں اور تمناؤں کی بات تو ہوسکتی ہے مگر فی الحقیقت محال نہیں تو مشکل ترین ضرور ہوتی ہے۔ چناں چہ ایسے وقت میں اہلحدیث وتحریک اہلحدیث نے مسلمان وباشندگان ہند کو ان کے دور انحطاط وتنزلی میں ہر طرح سنبھالا ہی نہ دیا بلکہ ان کا بھولا ہوا سبق بھی یاد دلا دیا۔ اور اصلاح امت اور انسانیت کی بھلائی کے لئے میدان عمل میں ہر طریقے سے اتار دینے میں کامیابی حاصل کر لی۔ جس کا احساس واعتراف اپنوں اور غیروں سب کو ہے۔ لیکن افسوس کہ اس طرح کی عظیم الشان تاریخ کو مدون کر لینے کا کما حقہ کام اس جماعت حقہ کے فرزندوں کی طرف سے نہیں ہوسکا۔ گرچہ انفرادی طور پر بعض کوششیں بارآور ہوئیں اور تراجم وتاریخ اہل حدیث کے کچھ حصے محفوظ ہوگئے، جو بسا غنیمت ہیں۔ لیکن اس کی جمع وتدوین کا باضابطہ کام اب تک نہیں ہوسکا۔ میں بارہا کہتا رہا ہوں کہ غیروں نے تاریخ سازی کا کام تو کر لیا لیکن ہم اسلاف کی رقم کردہ عظیم الشان ولازوال تاریخ کو قلم وقرطاس کے حوالے کرنے کی بھی بھرپور سعی نہ کر کے اس عظیم ورثے کو سنبھال نہ سکے، حالانکہ یہ ہمارا عظیم سرمایہ حیات ہے اور موجودہ اور آنے والی نسلوں کیلئے آب حیات بھی ہے۔ جس سے عزائم میں قوت، ہمت وحوصلہ کو توانائی، دلوں کو جوش و ولولہ اور احساس کامل اور حرکت وعمل کو جوش جنوں اور فکر وآگہی کو جلا، اور منصوبوں کو قوت، حکمت وموعظت اور بصیرت کا سامان فراہم ہوتا ہے۔

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مگر یہ بھی کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ اس قدر عظیم الشان تاریخ رقم کرنے والوں کی سوانح عمریاں تک رقم نہیں کی جاسکیں۔ گویا

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستان کہتے کہتے

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ "کل شئ مرھون باوانه" کے تحت ایک باحوصلہ وہمت اور اولوالعزم شخصیت ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ نے بالترتیب دو راخیر کی تاریخ جس جگر کاوی اور جانفشانی اور لگن سے لکھنے کی سعی مشکور فرمائی ہے، اس پر ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے اور رشک ہوتا ہے کہ برصغیر سے دور انگلستان کے علاقہ میں انہوں نے اس طرح کے کام کا بیڑا کیسے اٹھایا اور اسے پار لگانے کے لئے عملی طور پر کامیابی کی راہیں کیسے ہموار کرتے جارہے ہیں۔ سچ ہے: ہمت مرداں مدد خدا

اس عظیم مرد خدا نے تنہا اس کام کو تحریک ختم نبوت کی حیثیت سے کرنیکی کوشش کی اور وہ بہت حد تک کامیابی کے مراحل طے کر لئے جو چار ضخیم جلدوں میں چھپ کر اہل علم کے قلب ونظر کو ٹھنڈک پہنچا چکی ہے۔ اب تاریخ اہل حدیث کا ایک اور باب رقم کرنے اٹھے ہیں۔ اس کے ثمرات کا دیباچہ اور ثمرہ اول ہمارے سامنے ہے اور اسی پر بطور تقدیم یہ چند سطور لکھنے کی سعادت اس حقیر کو حاصل ہورہی ہے..... گرچہ تاریخ اہلحدیث کا تحریکی، دعوتی، تعلیمی، تدریسی، اصلاحی، سیاسی، اور علمی وغیرہ ہر باب اس قدر روشن اور عظیم الشان ہے کہ تنہا اس میں سے ہر ایک کیلئے دفاتر ومجلّات کی ضرورت ہے..... اس لیے ڈاکٹر صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ تاریخ اہل حدیث کا مرقع کامل نہیں ہے۔ والکمال للہ تعالیٰ فقط مگر بہت سے بکھرے ہوئے اوراق اور منتشر شدہ دفاتر وخزائن سے جو کچھ انہوں نے جمع فرمادیا ہے وہ بسا غنیمت لائق قدر اور بیش بہا دولت وخدمت ہے۔ جس پر ہر طرح سے آپ شکریہ ودعا کے مستحق ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسری طرف یہ بھی مدنظر رہے کہ علمی دنیا میں کوئی بھی بات حرف آخر نہیں ہوا کرتی۔ خصوصاً تاریخ وسیر کے سلسلہ میں علماء وسلف کے اقوال معروف ہیں۔ ان ہر دو مادوں میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واقعات وحکایات کی اگر پوری عکاسی کر بھی دی گئی ہو تو یہ امکان بہر حال رہتا ہے کہ اس میں کہیں اطراء اور غلو کی کارفرمائی ہو، کہیں المعاصرة اصل المنافرة معاصرت ومنافرت کی چشمک دکھائی دے، کہیں شخصی میلانات اور ذاتی رجحانات کی مداخلت اور دخل اندازی ہو، اور کبھی کبھی بغض وعداوت کے ساتھ محبت وعقیدت کی بے جا کارستانیاں بھی در آتی ہیں۔

مؤرخ اور تاریخ نویس کی رگ امانت ودیانت کبھی یوں پھڑکتی ہے کہ یہ جو کچھ تاریخ کی امانت ہے اسے من وعن نقل ہو جانا چاہئے جب کہ تحقیق ودراسہ کی روشنی میں عدل وانصاف دامن دل کو کھینچنے پر مجبور کرتے ہیں کہ ان حکایات وایرادات بلکہ ہفوات وشطحات سے صرف نظر کر لیا جائے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے مواقف دراصل مؤرخ کے ذہن ودماغ میں آتے ہیں اور دوران مطالعہ وتالیف ان باتوں سے اس کا سامنا ہونا ناگزیر ہوتا ہے۔ مورخ کا قلم ان جگہوں پر کوئی بھی رخ اختیار کر سکتا ہے اگر کچھ واضح خطوط اور منہج پر مولف کاربند ہے اور اس کا اظہار اپنے دیباچہ اور مقدمہ میں کر دیتا ہے تو وہ بہت سے الجھنوں سے خود بھی نجات پا جاتا ہے اور قاری کو بھی مشکلات ومعضلات سے بچا لیتا ہے۔ مگر ان سب کے باوجود وہ نقد وتبصرہ اور جرح واعتراض سے بچ جائے اور داد وتحسین وتشجیع ہی اس کے مقدر کا حصہ بنے یہ ضروری نہیں۔ البتہ نقد وتبصرہ میں عدل وانصاف اور امانت ودیانت داری فرض ہے اور اخلاص وللّٰہیت شرط اولیں۔ لہٰذا اس کتاب کے قارئین اور اہل علم بھی ان امور کو مدنظر رکھیں۔

اس کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ وعافاہ نے جو محنت کی ہے وہ محتاج تعارف نہیں بلکہ ہر باب کے رقم کرنے میں مؤلف کو جو کوہ کنی کرنی پڑ رہی ہے گویا وہ اس پر زبان حال سے کہہ رہے ہیں۔

ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب دینے دفتر کو
ہوا جب اس کا اڑا لے گئی ورق ایک ایک

باایں ہمہ جانفشانی وقربانی کہ انہوں نے جس طرح اس کارنامہ کو دوسروں کے سر باندھنے کی متواضع کوشش کی ہے وہ بھی انہی کا حصہ ہے ورنہ حقیقت ہے کہ وہ بلاشرکت غیرے اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ البتہ بعض مطلوبہ اوراق اور معلومات کو بہم پہنچانے میں جن مخلصین ومحبین جماعت نے خصوصاً برادرِ محترم جناب مولانا شیر خان جمیل احمد حفظہ اللہ نے جس دلجمعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وگلن اور محنت سے بعد مکانی کے باوجود ڈاکٹر صاحب کا مختلف مراحل میں ساتھ دیا ہے وہ سب بھی ڈاکٹر صاحب کے بعد ہمارے شکریہ دعاء اور تشجیع کے مستحق ہیں، اللہ تعالی ان کو مزید توفیقات سے نوازے۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ڈاکٹر صاحب کا ایک خاص اسلوب بیان ہے اور منفرد طرز تحریر کے ساتھ وہ تالیف وتصنیف کے منہج واصول میں بھی اپنی خاص رائے وفکر رکھتے ہیں انہوں نے اپنی ذاتی زندگی میں جس سادگی کو مزخرفات دنیا پر ترجیح دے رکھی ہے وہ آپ کی تحریر میں بھی کارفرما ہے وہ بہت سے تکلفات سے اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں اس حد تک جانے کو تیار ہوگئے کہ جن تاریخ ساز شخصیتوں کی خدمات عظیمہ اور مآثر کریمہ کو دیکھ کر فریفتہ ہوگئے، اور زندگی کے قیمتی اوقات ان کے لئے وقف کردیئے، اپنے بہت سے بنیادی اور اہم کاموں کو جو تاریخ کا ایک حصہ بنتے جس سے دنیا وآخرت سنورتی اور ناموری کا ذریعہ ہوتے پس پشت ڈال کر ان شخصیات کے کارناموں کو صفحہ قرطاس پر بکھیرنے کو ترجیح دی ہے۔ ان چیدہ اور چنیدہ شخصیات کے نام کے ساتھ حسب حال القاب بھی ثبت نہیں فرمائے اور بڑی خوبصورتی سے اس کے لئے جواز بھی پیدا کرلیا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس عمل میں خواہ جس قدر بھی اصالت اور پیوریٹی ہو مگر ہے روش عام اور وقت وزمانہ کے معروفات ومعمولات سے ہٹ کر، اس لئے شاید اس عظیم تصنیف وتالیف میں قارئین کرام یہ کمی محسوس کریں گے۔ مثلاً ڈاکٹر صاحب نے شیخ الاسلام، مفسر قرآن، علامہ زماں، امام ثناء اللہ امرتسری کے نام کے ساتھ صرف جناب ثناء اللہ صاحب۔ شیخ الکل فی الکل، سرخیل محدثین، امام وقت، سید نذیر حسین دہلوی کو جناب سید نذیر حسین دہلوی۔ حکیم الاسلام، علامہ محمد حسین بٹالوی کو جناب محمد حسین۔ مصلح امت ومجاہد آزادی شاہ اسماعیل شہید کو جناب شاہ محمد اسماعیل۔ محدث عظیم حسین ابن محسن انصاری کو جناب حسین بن محسن انصاری۔ ولی اللہ علامہ عبدالعزیز رحیم آبادی کو جناب عبدالعزیز رحیم آبادی۔ مجاہد آزادی اور شہید کالا پانی مولانا یحی علی صادقپوری کو جناب یحی علی صادقپوری وغیرہم رحمہم اللہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ مؤلف کا یہ اپنا اصول ہے۔ میرا اپنا رجحان تو یہی ہے کہ غلو واطراء سے بچتے ہوئے مناسب القاب وآداب ذکر کئے جائیں۔

تاریخ نویسی جس طرح کی مصابرت ومحنت چاہتا ہے تنقیح وتصحیح روایات میں عرق ریزی، دقت نظری اور وسعت مطالعہ چاہتا ہے ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ کا اس میں کتنا بڑا حصہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قارئین کرام اس کا ادراک واحساس ضرور فرمائیں گے۔ اوراس عظیم علمی دینی وتاریخی خدمت کے لئے جہاں مولف وناشر اور معاونین کو اپنی دعاؤں میں یادرکھیں گے۔ وہیں کتاب پر بطور تعریف وتقریظ وتائید اور تشجیع جن اہل قلم اوراہل علم حضرات نے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایاہے ان میں سے بعض شخصیات کی تنمیقات ورشحات قلم کوشامل اشاعت کرتے ہوئے ان کے لیے دعا گو اور ان کا شکرگزار ہوں خصوصاً استاذ محترم جناب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صاحب، استاذ محترم جناب شیخ عبدالمعید مدنی، محترم جناب مولانا ثناءاللہ سیالکوٹی (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ) اور بالاخص برادر گرامی قدر جناب مولانا شیر خاں جمیل احمد (ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ) برمنگھم جن کی عنایات خاصہ وتوجہات اورنوازشوں کی بدولت ہی بفضل الٰہی میری رسائی اورملاقات ڈاکٹر بہاء الدین صاحب سے بذریعہ ٹیلی فون اور پھر بالمشافہ ممکن ہوسکی۔

اللہ تعالیٰ سب کے حسنات وجہود کوقبول فرمائے اورمزید توفیق عنایت کرے۔ آمین

خادم جمعیت وجماعت

اصغرعلی امام مہدی سلفی

ناظم اعلیٰ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

۲۳/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

مطابق ۱۲/۴/۲۰۰۷ء

دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاثرات

ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری

محترم ڈاکٹر محمد سلیمان (بہاء الدین) صاحب سے خاکسار کا غائبانہ تعارف برمنگھم کے جماعتی مجلّہ ''صراط مستقیم'' کے ذریعہ ہوا، مذکورہ مجلّہ میں موصوف محترم کا مضمون بعنوان ''تحریک ختم نبوت'' بالاقساط شائع ہوتا تھا، پھر ان قسطوں کو کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا، اب تک اس کی چار جلدیں شائع ہوچکی ہیں، ان میں سے بعد کی دو جلدیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے شائع کی ہیں، ابھی تک مجھے محترم ڈاکٹر صاحب سے شرف ملاقات حاصل نہیں، میں جولائی ۲۰۰۱ء میں برطانیہ گیا تھا تو ان کے صاحبزادہ محمد عمیر سلمہ سے ملاقات ہوئی تھی، لیکن میں ڈاکٹر صاحب کے علاقہ تک نہ جاسکا، البتہ مراسلت ومکالمت کا سلسلہ جاری ہے، ابھی تقریباً دو تین ماہ پہلے کی بات ہے کہ موصوف محترم کا ایک طویل مکتوب موصول ہوا تھا جس میں انہوں نے جامعہ سلفیہ سے (بصورت مسودہ) شائع ہونے والی کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' پر اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمایا تھا، اور ساتھ ہی یہ خوشخبری دی تھی کہ ''تاریخ اہل حدیث'' کا کام تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ خاکسار کے لیے یہ خبر بے حد مسرت افزا تھی، میں ڈاکٹر صاحب کے قلم کی روانی کے سلسلہ میں کسی شبہ میں نہ تھا، لیکن پچھلے سال دو سال موصوف نے متعدد خطوط میں تحریر فرمایا کہ ان کی طبیعت ناساز رہتی ہے، اور معمول کے مطابق کام نہیں ہوپاتا۔ یہ سن کر دل سے ان کے لیے صحت عاجلہ کاملہ کی دعا نکلتی تھی، لیکن یہ اندازہ نہ تھا کہ دیار غرب میں بیٹھ کر یہ مرد مجاہد، تاریخ اہل حدیث کے لیے مواد اکٹھا کر رہا ہے، اور جس فرض کو ادا کرنے سے اب تک افراد اور تنظیمیں قاصر تھیں اسے ایک فرد انجام دینے کے لیے میدان میں اتر پڑا ہے: ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے مذکورہ مکتوب میں تحریر فرمایا ہے: تاریخ اہل حدیث پر وہ کم وبیش تین ہزار صفحات لکھنے کا عزم رکھتے ہیں جو چار یا پانچ جلدوں میں سمائیں گے۔ یسر اللّٰہ له الاتمام.

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صراط مستقیم میں تحریک ختم نبوت کی زیر اشاعت قسطوں کا مطالعہ کرنے کے بعد راقم سطور نے محسوس کیا تھا کہ محترم ڈاکٹر صاحب اس موضوع پر صرف لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ اب تک کی کوششوں پر محاکمہ فرمارہے ہیں۔ مآخذ سے موصوف کی واقفیت، مختلف تحریروں کے مابین تقابل، ان تحریروں سے استنباط واستدلال، غلطیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ اور غلط نتائج کی تصحیح واصلاح وغیرہ محاسن موصوف محترم کی تحریر میں موجود ہیں، اسی وجہ سے خاکسار نے اپنے ایک مضمون "جهود اهل الحديث في مقاومة القاديانية" میں ڈاکٹر صاحب کی تحریر کے بعض حصوں کا عربی ترجمہ دیا تھا، تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ قادیانی تحریک کی سرکوبی میں اولین اور بنیادی کردار کس جماعت اور کن حضرات کا ہے۔

میں یہ سطور عجلت میں تحریر کر رہا ہوں، پھر بھی یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کے اس تحقیقی دور میں کسی فرد یا جماعت سے متعلق غلط فہمی پھیلانے یا الزام تراشی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، اور جماعت اہل حدیث تو شروع ہی سے ایک ایسی حقیقت ہے جس پر پردہ ڈالنے کی کوشش بے سود ہے، پھر اس وقت ہمارے سامنے جو حالات ہیں ان میں کسی اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے، اگر ہم آپس میں عصبیت اور کردار کشی کا شکار رہیں گے تو اس کا فائدہ دوسرے اٹھائیں گے۔ میں یہ بات مصنف محترم کے پیش کردہ حقائق کی بنیاد پر عرض کر رہا ہوں جن کے انکار کی اب کوئی گنجائش نہیں، لہٰذا زبان وقلم کو قابو میں رکھ کر ہمیں آئندہ کے لیے محتاط ہو جانا چاہیے۔

تحریک ختم نبوت سے لے کر تاریخ اہل حدیث تک محترم ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب کی فکری کاوش وقلمی کوشش پر نظر ڈالیں تو انبساط وطمانیت کے ساتھ ہی یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ ہماری آئندہ نسلیں جب موصوف کے اس کارنامہ پر نظر ڈالیں گی تو انہیں غیر معمولی مسرت ہوگی، اور وہ اس مرد مجاہد کے لیے صمیم قلب سے دعا کریں گی جس نے وسائل کی کمی اور علاقہ سے دوری کے باوجود ان کے اسلاف کی دینی وعلمی خدمات کو اجاگر کیا، اور جماعت اہل حدیث کے اندر یہ اعتماد پیدا کیا کہ کتاب وسنت کی اشاعت سے لے کر جنگ آزادی تک اس جماعت کے اکابر واصاغر کا کردار قائدانہ اور بے داغ ہے، جو حضرات اس سلسلہ میں کچھ اور کہتے ہیں ان کا دل صاف اور خدمت بے لوث نہیں ہے۔

مصنفِ علام نے اپنے مقدمہ میں موضوعاتِ کتاب کی جانب اشارہ کیا ہے، اس سے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کام کی وسعت کا انہیں پورا اندازہ ہے، اور اس میں عدالتی مقدمات ومناظرات سے لے کر دعوت، تدریس، تالیف اور فرقِ باطلہ کی تردید نیز مسلماتِ اسلام کا دفاع وغیرہ تمام مسائل شامل ہیں، اور اس طرح یہ جماعت اہل حدیث کے اصول ومقاصد اور خصائص وامتیازات کا ایک انسائیکلو پیڈیا تیار ہو رہا ہے جس کی ضرورت ہمیشہ محسوس کی گئی، اور موجودہ دور میں یہ احساس مزید سخت ہوگیا، اللہ تعالی کا یہ بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے ایک بندہ کے لیے یہ کام آسان فرمادیا، اور اب اس کی پہلی جلد منظرِ عام پر بھی آرہی ہے۔ الحمد للّٰہ الّذی بنعمتہ تتم الصالحات.

محولہ بالا مقدمہ میں مصنفِ باتمکین نے ایک حقیقت رقم فرمائی ہے جس میں کتاب کے قارئین کے لیے بیش قیمت نصیحت بھی ہے، موصوف لکھتے ہیں:

''ہماری یہ کتاب جماعت اہل حدیث کے مستقبل کے عزائم کا بیان نہیں ہے، بلکہ (اقرأ کتابك) کے مصداق ماضی کی سرگزشت ہے، عزائم ہمیشہ بلند اور سہانے ہوتے ہیں، جب کہ ماضی کی حکایت بلندی وپستی کی روداد ہوتی ہے، رودادِ سفر میں ایسی جگہوں سے گزر بھی ہوتا ہے جو قابلِ ذکر نہیں ہوتیں، اور نخلستانوں ومرغزاروں کی معطر فضاؤں سے گزر بھی ہوتا ہے۔'' الخ

⊙.....مصنفِ علام نے اس جلد کے تقریباً ۱۵۰ صفحات جماعت اہل حدیث کی تعریف، اس کی تاریخ اور قدامت وغیرہ نقاط کے لیے خاص کیا ہے، ممکن ہے کسی ذہن میں ان مباحث کی ضرورت سے متعلق کوئی سوال پیدا ہو، اس لیے گزارش ہے کہ ''تاریخ اہل حدیث'' کے موضوع پر جو کتاب تصنیف کی جائے اس میں ان مباحث پر گفتگو ضروری ہے، آغاز کلام میں اگر ان مباحث کی تنقیح نہ ہوگی تو آئندہ مباحث کی تشریح میں دشواری ہوگی۔

اس گفتگو کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ جو لوگ جماعت اہل حدیث کی مخالفت میں قلم اٹھاتے ہیں ان کے ذریعہ ان نِکات کو ابھارا جاتا ہے، ہر چند کہ ان کا طریقہ مبنی بر تحقیق نہیں ہوتا لیکن اپنے شگوفوں کے ذریعہ سادہ ذہن میں وہ الجھاؤ ضرور پیدا کردیتے ہیں، اس لیے مصنفِ محترم نے متعلقہ شبہات کو تشفی بخش طور پر دور فرمادیا ہے۔

اس سلسلہ کی ان کی بحث کے بعض نِکات یہ ہیں: حدیث کے لغوی واصطلاحی معنی، عہد صحابہ ومابعد میں عمل بالحدیث، عمل بالحدیث منصوص ہے، قدامت مذہب اہل حدیث، عمل بالحدیث کا ہر دور میں وجود، لفظ وہابی کی تاریخ، ماضی اور حال کے اہل حدیث، برصغیر ہند کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہل حدیث، سواد اعظم۔

مستند مآخذ کے حوالہ سے مصنف نے مذکورہ بالا عناوین پر روشنی ڈالی ہے، اور ثابت کیا ہے کہ جماعت اہل حدیث ہی کے ذریعہ صحیح اسلام کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے، اور یہی جماعت عصر نبوت سے آج تک تسلسل کے ساتھ اپنی دینی ذمہ داری ادا کر رہی ہے۔

عظیم شخصیات کی جانب انتساب کا دعوی عام ہے، ہم اس جذبہ کو برا نہیں کہتے، البتہ یہ ضروری ہے کہ جس شخصیت کی طرف انتساب کے ہم مدعی ہیں اس کے اصول ومقاصد کی پابندی کریں، انتساب کا صرف زبانی دعوی زیب نہیں دیتا۔ ہندوستان میں شاہ ولی اللہ کی طرف انتساب کی دعویدار متعدد جماعتیں ہیں، ڈاکٹر بہاؤالدین صاحب نے لوگوں کے دینی مزاج اور تقلید واتباع سے متعلق ان کی روش کے بارے میں شاہ ولی اللہ کی تحریر کا اقتباس پیش کرنے کے بعد اپنا تاثر یوں ظاہر کیا ہے:

''ایک معروف حنفی اہل علم کی ترجمہ شدہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی یہ تحریر ان لوگوں کے لئے سرمۂ چشم ہے جو اپنے آپ کو فکرِ ولی اللہ کے وارث سمجھتے ہیں۔''

ادیان، تحریکات اور شخصیات کی تاریخ بتاتی ہے کہ اس عالم رنگ وبو میں زلازل ومحن سے گزرنا ہر ایک کے لئے ضروری ہے، مرحلۂ ابتلاء کبھی تسلسل کے ساتھ برقرار رہتا ہے، اور کبھی مختصر محسوس ہوتا ہے، اسی طرح مشاہدہ ہے کہ حق سے قربت ودوری کے لحاظ سے نوعیت ابتلاء میں شدت ونرمی ہوتی ہے۔

برِصغیر میں جماعتِ اہل حدیث کی تاریخ پر نظر ڈالیے تو مصائب ومحن کا ایک تسلسل نظر آئے گا، اپنوں اور غیروں میں سے جو بھی اٹھا اس نے اس جماعت کو تختۂ مشق بنایا، اور شاید یہی چیز اس کے لئے بہتر ہوئی، آزمائشوں کے تسلسل میں ثابت قدمی وپامردی کی تاریخ رقم کرنے والے اللہ کے مخلص بندوں کو دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس عزیمت کا سرچشمہ ایمانِ کامل اور اخلاصِ فراواں کے علاوہ کچھ اور نہیں!

ہر چند کہ مظلومیت کی داستان طرازی میں قلبِ انسانی کو سکون حاصل ہوتا ہے، لیکن میں کسی اور مقصد سے یہ بات لکھ رہا ہوں، اس میں وعدۂ الٰہی کی مصداقیت اور جماعت کی حقانیت کا پہلو مضمر ہے، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ابتلا کے بعد جماعت کی توانائی میں اضافہ نظر آتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاریخ اہل حدیث کے مصنف محترم نے بعض مآخذ کے حوالہ سے متفرقات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ انگریز اس جماعت (مجاہدین) سے اس قدر خائف تھا کہ جب وہ سیاسی ہتھیاروں سے ان پر قابو نہ پاسکا تو اس نے وہابیت کا ڈھونگ کھڑا کیا، اور اس جماعت کو وہابی کہہ کر بدنام کرنا شروع کیا تا کہ لوگوں کو اس جماعت کے ساتھ لگاؤ نہ رہے، چنانچہ بریلی کے ایک مولوی کو پانچ سو روپے ماہوار پر ملازم رکھا، اور انھیں اختیار دیا کہ جتنے مولوی چاہیں ملازم رکھ لیں، چنانچہ ان سرکاری تنخواہ دار مولویوں کا ایک پورا گروہ ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گیا، اور مسجدوں میں، پبلک مقامات میں انہوں نے حضرت شاہ اسماعیل صاحب کی تکفیر اور ان کی وہابیت کی تشہیر شروع کی، ان کے خلاف جھوٹے الزام تراشے گئے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے اپنی سابقہ میقات میں متعدد مفید اشاعتی منصوبوں کی تکمیل کی ہے، اور اس کا ایک اہم کارنامہ ''پاکوڑ کانفرنس'' بھی ہے جس نے جماعت کے اہل غیرت وہمت افراد کو بہت کچھ سوچنے اور کرنے پر مجبور کردیا ہے، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ نئی میقات میں اس کو ایک ایسا اشاعتی منصوبہ ملا ہے جس کی ایک طویل مدت سے لوگوں کو تمنا تھی، اور وہ منتظر تھے کہ کوئی مرد آہن اٹھے اور اس کام کو انجام دے۔ اللہ تعالیٰ نے مرکزی جمعیت کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کا کام اپنے ذمہ لے۔ اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اراکین اور بالخصوص اس کے امیر محترم جناب حافظ محمد یحییٰ اور ناظم اعلیٰ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مبارکباد و شکریہ کے مستحق ہیں کہ اس کام کے لیے انہوں نے محنت وتوجہ مبذول کی، اور بالخصوص ناظم اعلی صاحب نے (۲۰۰۶ء میں) اپنے سمندر پار کے طویل سفر میں اس مقصد کو فراموش نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مصنف محترم کو، جمعیت کے ذمہ داران کو اور اشاعت میں معاون تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، اور قارئین کرام کو اس کتاب سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

وصلّی اللّٰہ علی رسولہ الکریم، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للّٰہ ربّ العالمین

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری

صدر جامعہ سلفیہ بنارس

ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاثرات

جناب ثناء اللہ سیالکوٹی

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

دس سال قبل ٹیلی فون پر محمد بہاء الدین صاحب سے میری گفتگو اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہے کیوں کہ اس کے نتیجے میں اس عزیز محترم نے تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر علمی و تحقیقی کام کر کے جماعت اہل حدیث کو اس قرض سے سبک دوش کر دیا جو گزشتہ ایک صدی سے اس کے ذمہ واجب الادا چلا آ رہا تھا۔ کہاں یہ حالت تھی کہ تحریک کے ابتدائی دور کی تاریخ پر اہل حدیث حضرات کی خدمات کا ذکر کہیں ڈھونڈے سے نہ ملتا تھا اور کہاں آج کی صورت حال کہ اس جواں ہمت نے تن تنہا کام کر کے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء کے دور کی تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر دو ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل مستند مواد چار جلدوں میں پاکستان اور ہندوستان سے شائع کروا کر شائقین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ مختصر عرصے میں اس قدر وسیع اور وقیع علمی کام کی مثال اداروں اور تنظیموں کے ہاں بھی نہیں ملتی۔ اللہ ہمارے دوست محمد بہاء الدین کی اس خدمت کو قبول کرے اور جماعت اہل حدیث کو خصوصاً اور عامۃ المسلمین کو عموماً اس سے فائدہ پہنچائے۔ آمین

مذکورہ بالا ٹیلی فونک گفتگو کے چند سال بعد میں نے اپنے دوست سے پھر ایک فرمائش کی۔ اسے توجہ دلائی کہ برصغیر ہند اور برطانیہ کے اہلحدیث کی تاریخ کی ترتیب و تدوین کا کام بھی کر دیا جائے تو جماعتی لٹریچر میں پائی جانے والی یہ کمی پوری ہو جائے۔ اس عزیز نے سمع و اطاعت کا نمونہ پیش کرتے ہوئے فوراً اس موضوع پر کام کرنے کے لئے ہندوستان، پاکستان اور برطانیہ میں اپنے دوستوں کے تعاون سے ضروری ماخذ تلاش کرنا شروع کر دیئے۔ مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معلوم ہے کہ اس مہم کے دوران (جو تا حال جاری ہے) اسے کتنے صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا، لیکن اس نے ثابت قدمی اور اولوالعزمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اہل حدیث کی تاریخ سے متعلق لٹریچر کا ایک ڈھیر لگا لیا ہے جسے وہ کباڑ خانے سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کباڑ خانے سے چند کار آمد اشیاء نکال کر مناسب جھاڑ پونچھ کے بعد اس نے کم وبیش سات سو صفحات پر مشتمل تاریخ اہلحدیث کی پہلی جلد مکمل کر لی ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالی کی توفیق شامل حال رہی تو آئندہ برسوں میں مزید دو تین جلدیں تیار کر کے شائقین کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اکیلا آدمی کتنا کچھ کر رہا ہے۔ وہ اپنی ذات میں انجمن دکھائی دیتا ہے۔ اپنے ذاتی وسائل سے ضروری لٹریچر اکٹھا کر رہا ہے۔ خود ہی اس کی جھاڑ پونچھ کرتا ہے۔ خود ہی انگریزی فارسی عربی سے ضرورت کے مطابق اردو میں ترجمے کر لیتا ہے۔ تاریخ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینے کی وجہ سے اس کا ذوق اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ خود ہی نقاد و جارح بن کر روایات و معلومات کی چھان بین کر لیتا ہے۔ خود ہی کمپوزر ہے اور خود ہی پروف ریڈر بھی۔ اور جماعت کا ایسا بے لوث خادم ہے کہ جسے نہ ستائش کی تمنا ہے نہ صلے کی پرواہ۔ کسی تنظیم، ادارے یا پبلشر سے کسی بھی قسم کے مادی معاوضے کا طلب گار نہیں ہے بس ایک ہی بات کا خواستگار ہے کہ دوست اللہ سے دعا کریں کہ وہ اس کا دامن حسنات سے بھر دے اور اپنے حبیب کی شفاعت نصیب کرے۔

زیر نظر تحریر اہل حدیث کے مجوزہ دائرہ معارف کی پہلی جلد ہے جس کی فہرست ہی پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نوعیت کا کام ہماری جماعت میں شائد پہلی بار ہو رہا ہے۔ اس نے اکابر اہل حدیث کی زبانی مسلک اہل حدیث کے خدوخال واضح کیے ہیں اور اس کے مابہ الامتیاز مسائل کو اکابر کی تحریروں سے نقل کیا ہے جو اہل حدیث جماعت کے تاریخی ورثے کی حفاظت کی بہترین صورت ہے۔ اس نے تاریخ میں اہل حدیث مسلک کے تسلسل کو بیان کیا ہے اور برصغیر میں جن حلقوں نے عمل بالحدیث کی راہیں دشوار گزار بنانے کی کوشش کی ہے انہیں بے نقاب کیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت کچھ ہے جو یقیناً قارئین کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دل چسپی کا باعث ہوگا۔

قارئین سے میری درخواست ہے کہ میرے اس دوست سے تعاون کریں جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس تاریخ اہل حدیث سے کچھ معلومات یا دستاویزات موجود ہوں تو اسے استفادہ کا موقع دیا جائے تا کہ ممکنہ حد تک اس دائرہ معارف کو مفید اور مکمل بنایا جاسکے۔ والسلام

ثناء اللہ سیالکوٹی

امیر (جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

۲۰ر دسمبر ۲۰۰۶ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاثرات

جناب عبدالمعید مدنی

تاریخ اہل حدیث ہند ایک روشن اور تابناک سچائی ہے، اس کا ہر باب سنہرا، ہر فصل ضوءفشاں اور ہر عنوان ضیاء بار ہے۔اس سچائی کی تابشیں خاک ہند پر پہلی صدی ہجری سے ہی نظر آرہی ہیں۔پہلی صدی سے لے کر پانچویں صدی ہجری تک اہل حدیثوں کی ثقافتی، جہادی اور دعوتی سرگرمیاں عربی وفارسی مؤرخین کے خامہ ہائے حقیقت بار سے زیب قرطاس بن گئیں۔ پھر اردو قلم کاروں نے تاریخی تفصیلات کو اردو میں منتقل کر دیا۔

پانچویں صدی کے بعد تصوف، تقلیدی فقہ اور فلسفہ ہائے عجم کا بازار گرم ہوا، دعوت اہل حدیث کو نظر انداز کیا جانے لگا، تقلید وفرقہ پرستی نے تصلّب پسندی کی راہ اپنائی، انجام کار.....اہل حدیث اجنبی ہوگئے اور دعوت اہل حدیث سے نفرت کی جانے لگی، پھر حالت اتنی دگرگوں ہوئی کہ ”ترا از حدیث چہ کار، قول ابوحنیفہ بیار“ علماء وفقہاء کا دینی نعرہ بن گیا۔اس سنت بیزار ماحول میں التزام سنیت سے لوگ آزاد ہوئے تو ہر طرف "اربابا من دون اللّٰہ" کی حکمرانی قائم ہوگئی، علماء ومشائخ دینی سند بن گئے اور غلو فی الاولیاء والصالحین نے عقیدت مندوں کے لیے مرنے کے بعد ان کی قبروں کو کشف کرامات وقضاء احتیاجات کی آماجگاہ بنادیا۔اعتقاب ومقابر ان کا ملجا وماوی بن گئے، معبود برحق اور رب کریم کو بھلا دیا گیا، انھیں اس کی حاجت ہی نہ رہی۔اس بگاڑ کا تسلسل آج بھی جاری ہے اور دن بدن چند دو چند ہوتا رہتا ہے۔اس بگاڑ کو چند دو چند کرنے میں اہل حدیث مظلوموں کو چھوڑ کر کل کے کل مسلمان لگے ہوئے ہیں۔اس ماحول میں کہاں اہل حدیث اور کہاں کی دعوتِ اہل حدیث؟ کون پوچھتا اہل حدیثوں کو اور کون پوچھتا دعوت اہل حدیث کو؟

اٹھارہویں صدی میں دعوت اہل حدیث کی شعاعیں پھر سرزمین ہند پر پڑنے لگیں، فاخر زائر الہ آبادی کی بے آمیز خالص دینی دعوت اور شاہ ولی اللہ کی دعوتِ اہل حدیث سے وابستہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چند مباحث نے قلوب واذہان میں تبدیلی پیدا کی۔ دھیرے دھیرے کاروانِ دعوت بڑھتا رہا اور پھر شہیدین کی دعوت وجہاد کی ملک گیر سرگرمیوں سے پورا ملک مستفید ہوا۔

سید السادات نذیر حسینؒ دہلوی اور سید والا جاہ صدیق حسنؒ بھوپالی کی مبارک ومسعود کوششوں کے نتیجے میں پورے برصغیر میں دعوت اہلحدیث کی آواز گونج اٹھی۔ ان کے ساتھیوں اور تلامذہ نے دعوت وتدریس اور جہاد کیلئے بے مثال جاں نثارانہ جدوجہد کی، یوں کہیے امت اسلامیہ ہند کی اسلامی نشأۃ ثانیہ کا سارا کاروبار انھیں سرفروشوں کے دم سے قائم تھا۔

دعوت اہل حدیث کو مسلسل فروغ اور ترقی بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں تک قائم رہی۔ اس مبارک گروہ کے علماء آگے چل کر غیروں کی چھیڑ چھاڑ کے ساتھ ایسے الجھے اور اُن کی ریشہ دوانیوں، اذیت رسانیوں اور عداوت کے ایسے شکار ہوئے کہ یاروں کو ان کی شبیہ بگاڑنے میں پوری طرح کامیابی حاصل ہوگئی اور پھر کاروانِ دعوتِ حق کی راہ میں ایسی مشکلات پیدا ہوئیں کہ اب تک دردِ سر بنی ہوئی ہیں۔

اِن مشکلات میں ایک اہم الجھن یہ ہے کہ ہماری تاریخ کو ہتھیا لیا گیا۔ سرفروشوں کا گروہ مفادِ ملت کے ہر کام میں آگے تھا۔ دعوت وتبلیغ، تدریس وتعلیم، اسلامی ریاست کے قیام کے لیے جہاد، جہاد حریت، رفاہی اور اجتماعی کام، سیاسی جدوجہد غرض کہ ہر سرگرمی میں یا تو بلاشرکت غیرے رہے یا اس میں ان کی حصہ داری بلا کسی تحفظ وشرط سب سے زیادہ تھی لیکن وہ جہات جن کی تدریسی ودعوتی سرگرمیاں دنیاداری اور مفاد پرستی کی بنیاد پر قائم تھیں اور اب بھی ہیں، انھوں نے بڑی چالاکی سے سنت کے پروانوں کا استیصال کیا، وہ اپنی گمراہیوں کو حق باور کرانے میں کامیاب ہوگئے اور اپنی دنیاداریوں کو قربانی کی شکل دینے اور مقدس بنانے میں سرفراز ہوئے اور مشترکہ پلیٹ فارم پر اکٹھا ہوکر تصوف کی ہوش ربائیوں اور تقلیدی دہائیوں کے ذریعہ قافلہ سالاری کا حق حاصل کرلیا۔ ان تمام محاذوں پر اہل حدیث مات کھا گئے اور کمتر درجے کے لوگوں کی انھیں سیادت قبول کرنی پڑی۔ اس کا نتیجہ ہوا کہ سیادت اسٹیج سے وہ پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ انھیں پس منظر میں جانا پڑا اور پھر جو تصوف اور تقلید کے داعیوں کی ساکھ قائم ہوئی تو اس میں مادی توانائیوں کے حوالے سے مضبوطی آتی گئی اور جمعیۃ العلماء وکانگریس کی بیساکھی نے سیاست کے حوالے سے ان کا ایک رنگ قائم کردیا اور اس پلیٹ فارم کو زر ومال اور جاہ ومنصب کے حصول کا ذریعہ بنالیا گیا، گو اس کی خاطر انھیں بہروپ بھرنے میں مہارت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حاصل کرنی پڑی۔

۱۹۴۱ء میں ایک مستر داور غیر معتبر شخص نے اپنے غیر معتبر فلسفوں کی محفل سجائی، اشتمالیت، وحدت الوجود، وطنیت اور جمود پسند تقلید کو برصغیر میں اسلامی نشأۃ ثانیہ کی بنیاد قرار دیا اور شاہ ولی اللہ کو ان کا داعی قرار دیا، پھر اس سیاسی تحریک کا تسلسل شاہ اسحاق اور مملوک علی سے چلاتے ہوئے دیوبند میں پہونچادیا۔ ''شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک'' انھیں افسانوں پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ سازی کی اس کتاب اور افسانوی تحریروں میں بڑی چالاکی یا بڑی نادانی کے ساتھ دعوت اہل حدیث اور علمائے اہل حدیث کو کتاب وسنت کی تعلیمات کی طرف بازیابی اور اُن کی بالادستی اور فروغ کی ساری مساعی کو دعوت شہیدین سے الگ ہی دکھلانے کی کوشش نہیں کی گئی بلکہ ان پر ان مساعی کے خلاف کام کرنے کا الزام بھی لگایا گیا۔

دینی اصولوں کے اعتبار سے سندھی پورے برصغیر میں علماء کے ہاں مستر داور غیر معتبر قرار پائے۔ لیکن ان کی مذکورہ کتاب کی ہفوات کو ایک خاص دنیادار ولولہ پسند گروہ علماء نے نعمت غیر مترقبہ کے طور پر قبول کرلیا اور پھر برصغیر میں ان ہفوات کو اس گروہ کے علماء نے تاریخ سازی کے اصول کے طور پر اپنا لیا۔ اِن خودساختہ اور وضع کردہ اصولوں کے تحت اہل حدیثوں کی تقریباً ڈھائی سو سالہ تاریخ کو ہتھیا لیا گیا۔ اس ناروا کتاب کی تردید میں مولانا مسعود عالم ندویؒ نے شہرہ آفاق کتاب ''مولانا سندھی اور اُن کے افکار وخیالات پر ایک نظر'' لکھی۔ اس پر مولانا سید سلیمان ندوی نے ۱۶ صفحات کا زبردست مقدمہ لکھا اور اپنے تلمیذ کی بھرپور تائید کی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کے اندر سلفیت کا چراغ روشن تھا۔ لیکن فرقہ پرست ذہنیت پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ دونوں ندوی تحریروں کا ''مولانا سندھی اور ان کے ناقد'' کے نام سے ایک صاحب نے ناروا جواب دینے کی کوشش کی۔

تاریخ سازی کے سندھی افسانوں اور افکار کو بہر حال اصول کے طور پر اپنا لیا گیا اور وہی ملحدانہ افسانے اب اسلامی نشأۃ ثانیہ کی تاریخ نویسی کا منہج بن گئے۔ اس بدنام زمانہ کتاب کی طباعت کے ایک دہے بعد مولانا محمد میاں کا وہ تاریخی سلسلہ ''علماء ہند اور اُن کا شاندار ماضی'' اور ''علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے'' شائع ہوا جس میں کلی طور پر سندھی کے افسانوی اصول پر عمل ہوا۔ ان کی متعمدانہ فروگزاشتوں پر کہیں کہیں مولانا غلام رسول مہر نے شہیدین کی دعوت وجہاد سے متعلق تاریخی سلسلے میں نقد کیا ہے، جمعیۃ العلماء کی تاریخ نویسی نے تاریخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہل حدیث کو ہتھیانے کی ابتداء کی اور پھر یہ قلمی پائریسی (Piracy) پورے عالم دیوبندیت پر پھیل گئی۔ ہر کہ ومہ تاریخی اور تاریخ ساز بن گیا۔

یہی نہیں، دوسرا قدم یہ اٹھا کہ ان گنت سر پھرے پیدا ہوگئے جن کا یہ خوشگوار فریضہ اور دلچسپ مشغلہ بن گیا کہ سیدین (سید والا جاہ اور سید السادات دہلوی) کی کردار کشی کریں۔ جب حیات تھے تو ان سر پھروں کے بزرگوں نے انھیں انگریز دشمن جتلا کر انگریزوں کے ذریعہ انھیں تہ تیغ کردینے کی کوشش کی۔ جب انھوں نے اور مولانا بٹالوی نے پوری اہل حدیث برادری کو تباہی سے بچانے کی کوشش کی تو انھیں کے حملے سے بچاؤ کی کوشش کو انگریز وفاداری سے تعبیر کیا جانے لگا۔ اور یہی غلط شوشے آج قوم کی زبان اور قلم کے نوک پر ہوتے ہیں۔ ہر طرف ﴿يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾ کی بوالعجبی کا مظاہرہ ہورہا ہے۔

اہل حدیثوں کی مظلومیت کی داستان مولانا ابوالحسن علی ندوی کی قلمی چاندماریوں سے زیادہ ہی دردناک ہوگئی ہے۔ انھوں نے بھی سندھی منہج کو اپنا کر "المسلمون فی الھند" میں تاریخ میں بھرپور رنگ آمیزی کی کوشش کی ہے۔ سندھی کے مقاصد جو تھے، تھے ہی، انھوں نے اپنی دلی رغبتوں اور خواہشوں کو برصغیر میں اسلامی نشأۃ ثانیہ کا اصول اور منہج بناڈالا۔ یہاں علی میاں کے ہاں بھی دلی رغبتوں اور قلبی خواہشوں کا مسئلہ تھا۔ علی میاں اور ان کے گھرانہ نے سید احمد شہید کو تصوف کے حوالے سے کیش کرانا چاہا اور پھر اپنی ساری کتابوں میں انھیں زندگی بھر لیپ پوت کرتے گزری۔ پرانے چراغ، کاروان زندگی، سیرت سید احمد شہید، تاریخ دعوت وعزیمت اور دیگر سوانحی کتابوں میں وہ ہمیشہ تصوف کی بے سمتی اور عدم منہجیت کے شکار رہے۔

مولانا مسعود عالم ندوی بھی اہل حدیثوں کے متعلق ذہنی تحفظ کے شکار تھے۔ ایک طرف ان کی حق پسندی اور حقیقت شناسی اور دفاع عن الحق میں ان کی تحریریں ہیں۔ دوسری طرف ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' میں اہل حدیثوں پر ان کا بے موقع جارحانہ تبصرہ ہے اور ''چند ماہ دیار عرب میں'' بالعموم تحریکی جوش میں سلفیت اور سلفیوں کی مذمت ہے۔ دراصل ان کی سلفیت تحریکیت سے دب گئی تھی۔ اس طرح ان کی کتاب "تاریخ الدعوۃ الاسلامیہ فی الھند" کو ملاحظہ کیا جائے تو اس کی ساری باتیں برصغیر میں دعوت دین سے متعلق ایک تاثر ہیں، تاریخ نہیں۔ اس تاثر نے اچھی خاصی جگہ غیر معتبر تحریکی سرگرمیوں کے لیے لے لیا ہے۔ لوگ اپنے اپنے رجحانات کو اصول کا درجہ دے کر چلے گئے اور برصغیر کی اسلامی نشأۃ ثانیہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تاریخ کو ''خواہشات کی ڈھیر'' بناڈالا۔خواہشات کے اس ڈھیر کو ایک اور مکتب فکر میں پذیرائی مل گئی۔ اب تحریکی بھی اپنی سرگرمیوں کا سلسلہ نسب اس سندھی منہج تاریخ کے مطابق مرتب تاریخ سے جوڑتے ہیں۔

اس ''خواہشات کی ڈھیر'' تاریخ اور منہج تاریخ کو عصری جامعات میں قبول عام کا درجہ حاصل ہو چکا ہے اور سارے مکاتب فکر وعمل اسی ڈگر پر چل پڑے ہیں۔جس کو دیکھئے تحقیق اور ریسرچ کے نام پر روسیاہیوں کا خرمن لگانے پر تلا ہے۔اس کا سلبی نتیجہ یہ ہے کہ بہت سے غیر جانبدار محقق بھی انھی افسانوں پر دادِ تحقیق دیتے نظر آتے ہیں۔

ڈھائی سو سال ہماری اسلامی نشأۃ ثانیہ کی سرگرمیوں پر بیت گئے ایسی سرگرمیاں جن کے پیچھے طہارت خیال، سچے جذبات اور خلوص نیت کی مطلوبہ اور ثمر آور خوبیاں تھیں، ایسی سرگرمیاں جن کے نتیجے میں ملت کو زندگی ملتی ہے اور شجر اسلام شاداب ہوتا ہے۔ان دینی سرگرمیوں کے نقوش آج بھی پورے برصغیر کے مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی پر موجود ہیں۔اگر ایسا ہو سکے کہ ان نقوش کو برصغیر کے مسلمانوں سے جدا کر کے دیکھا جائے کہ پھر کیا بچتا ہے تو شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان اسلامی نقوش کے بعد فتنہ وفساد جہل وضلالت کے سوا کچھ نہ بچے گا لیکن افسوس ہماری تاریخ ''گمشدہ'' کے کھاتے میں چلی گئی۔اس کی بازیابی اور حقیقت کے انکشاف کی ضرورت کا زمانے کو شدت سے احساس ہے اور بہت سے دیدہ وروں کو تھا اور ہے لیکن یہ کام اب تک نہ ہو سکا۔

تاریخ کی حتمیت کے ہم قائل نہیں لیکن اس حقیقت کے انکار کی کس کو مجال ہے کہ تاریخ انسان کی ساری سرگرمیوں کا ریکارڈ ہے، ماضی کا آئینہ ہے، حال کے لیے توانائی ہے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے اعمال وافکار اور تجربات کا خزانہ ہے۔انسانی سرگرمیوں کی کامیابی وناکامیابی استناد وعدم استناد کی تفصیل ہے اور انسانی افکار وخیالات، اعمال ومناہج، عمل اور ردعمل، اسباب ومحرکات، نتائج وعواقب کی دلچسپ داستان ہے۔وہ ایک امانت ہے جو ایک نسل سے دوسری نسل کی طرف منتقل ہوئی ہے اس لیے اسے مستند، صحیح اور محقق ہونا چاہئے تاکہ نئی نسل فریب اور دھوکے کا شکار نہ ہو، اُسے صحیح جذبہ عمل مل سکے۔وہ اس کے لیے گمراہ کن سنگ میل نہ بن جائے۔اس حساسیت کے باوجود اس دیومالائیت کی سرزمین پر یاروں نے اسلامی نشأۃ ثانیہ کی تاریخ کو افسانہ بنا کے ہی چھوڑا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہماری تاریخ کے اوراق تتر بتر ہو گئے، کچھ طوطیاں لے اڑیں، کچھ قمریاں اور کچھ زاغ وزغن کے ہاتھ لگا اور بہت کچھ پرنہنگوں نے اپنا نشیمن بناڈالا۔ ہمت مردانہ کی بات ہے کہ وطن سے دور دیار فرنگ میں بیٹھ کر دعوت اہل حدیث کے لیے تڑپنے والے اور علمائے اہل حدیث کی مظلومیت پر آنسو بہانے اور اخلاص پر عش عش کرنے والے ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ اپنی تاریخ کے اوراق کو ترتیب دینے بیٹھ گئے ہیں۔ ان کے حوصلے اور ہمت، جان کاری اور دیدہ ریزی کی داد پوری اہل حدیث برادری پہلے دے چکی ہے جب انھوں نے چار جلدوں میں دوہزار صفحات میں قادیانیت کے شجر ملعون کو اکھاڑ پھینکنے کی اہل حدیث سرگرمیوں کو صفحات قرطاس پر سجایا تھا۔ اب پھر پوری برادری اور سارے حقیقی تاریخ کے متلاشی ان کے لیے دعا گو ہیں اور آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جماعت کا یہ قرض وہ چکادیں۔ معبود حقیقی سے دعا ہے کہ یہ خواب پورا ہو اور مفصل، مدلل اور صحیح تاریخ اہل حدیث مرتب ہو جائے۔

''تاریخ اہل حدیث'' کی ترتیب بہت مشکل کام ہے۔ جو شئے کئی دہائیوں سے ''گمشدہ'' کے کھاتے میں پڑی ہو، اُسے تلاش کر لینا اس کے بس کی بات ہے جسے اللہ نے بہت بڑے حوصلے اور ہمت سے نوازا ہو: اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

اور: ایں کار از تو آید و مردان چنیں کنند

ڈاکٹر صاحب نے ''تاریخ اہل حدیث'' کی تدوین کا کام جس منہج پر شروع کیا ہے بروقت وہی عین مطلوب کے درجے میں ہے۔ ہمارے سارے منتشر اوراق کا اکٹھے ہو جانا اور ہماری مکمل اور بھرپور سرگرمیوں کا آئینہ تیار ہو جانا، اس وقت جماعتی فریضے کے درجے میں ہے۔ بعد میں ان کی بنیاد پر دسیوں تاریخ اہل حدیث کا مختلف زبانوں میں تیار ہو جانا مطلوب اور مرغوب ہے۔ اللہ تعالی ہمت، حوصلہ، فراغت اور وقت دے کہ ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان صاحب کا یہ کام بحسن وخوبی انجام پا جائے، اور اسلامی نشأۃ ثانیہ کے متعلق غلط تاریخ کی اصلاح ہو جائے، اس قیمتی اور اہم کام کی تکمیل میں لگے سارے لوگوں اور اس سے تعاون کرنے والے تمام لوگوں کو اللہ تعالی سرخرو کرے۔

عبدالمعید عبدالجلیل، علی گڈھ

ایڈیٹر ماہنامہ الاستقامہ (عربی)

۲۸/اپریل ۲۰۰۷ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محسن جماعت ڈاکٹر محمد بہاء الدین

مختصر تعارف وخدمات

پنجاب کے ضلع گورداسپور میں قادیانی متنبّی پیدا ہوا تو اسی ضلع کے شیخ محمد حسین نے قادیانیت کے کس بل نکالے۔ پھر اسی ضلع میں ہمارے محبّ ڈاکٹر بہاء الدین پیدا ہوئے جنہوں نے ردّ قادیانیت میں شیخ محمد حسینؒ بٹالوی اور دیگر اہل حدیث علماء کی خدمات کو مرتب کر کے تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر دیا۔

کچھ لوگ تاریخ بناتے ہیں اور کچھ لوگ اسے محفوظ کرتے ہیں۔ میرے شفیق دوست اپنے آپ کو آخر الذکر طبقے میں شمار کرتے ہیں لیکن میں اسے ان کی کسر نفسی سمجھتا ہوں، کیونکہ جتنے بڑے بڑے کام وہ کر رہے ہیں وہ بذات خود جماعت اہلحدیث کی تاریخ کے اہم واقعات ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ ردقادیانیت میں اہل حدیث کی خدمات پر چند مختصر تحریروں کے سوا کہیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ہمارے محسن جماعت نے کرم خوردہ اوراق ڈھونڈھ کر دو ہزار صفحات پر مشتمل چار جلدوں میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ کو شائع کروا دیا ہے اور اندازاً ایک ہزار صفحے کا مواد ابھی ترتیب وتہذیب کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ لطف کی بات یہ بھی ہے کہ یہ سب کچھ صرف بیس برس کی داستان ہے۔

تحریک ختم نبوت کی پہلی جلد سامنے آئی تو مسلک اہل حدیث سے سچی محبت رکھنے والے کئی احباب کی خواہش ہوئی کہ جس محنت اور لگن سے ردقادیانیت کی تاریخ پر کام ہو رہا ہے، اسی نہج پر تاریخ اہل حدیث کا بکھرا ہوا لٹریچر جمع کر کے تاریخ کے سینے میں محفوظ کر دیا جائے۔ بہت سے احباب نے نجی ملاقاتوں میں، کئی احباب نے خطوط کے ذریعے اور کتنے ہی دوستوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے دیگر ذرائع سے ہمارے محبّ گرامی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ چلتا ہوا قلم اب رکنا نہیں چاہیے، لگے ہاتھوں تاریخ اہل حدیث بھی مرتب ہو جائے تو جماعت کا ایک اور واجب الاداء قرض ادا ہو جائے گا۔

ادھر ہمارے محبّ گرامی خود کم یاب لوگوں میں سے ہیں جن کا خمیر ہی مسلک اہلحدیث کی محبت سے اٹھا ہے۔ اس لئے وہ خود بھی اپنی علمی زندگی کے کسی مرحلے پر یہ کام کرنا چاہتے تھے، مسلک کے شیدائیوں کے پیہم اصرار نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ہمارے جوان ہمت محسن جماعت نے اللہ کا نام لے کر دشت جنوں میں قدم رکھ دیا۔ تحریک ختم نبوت پر کام کرتے ہوئے تجربہ تو ہو ہی چکا تھا، جب تاریخ اہل حدیث سے متعلق ضروری لٹریچر تلاش کرنے کی مہم شروع ہوئی تو اللہ تعالی نے انہیں اس قدر نوازا کہ بقول خود انہیں اپنے غنی ہونے کا شبہ ہونے لگا ہے۔ تقریباً ۶۷۰ صفحات کی یہ جلد آپ کے سامنے ہے اور بشرط صحت و زندگی و توفیق ایزدی اگلے دو تین برسوں میں مزید تین جلدیں قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ بن رہا ہے۔ ان شاء اللہ

برصغیر کے مسلمانوں کی یہ عادت رہی ہے کہ بڑے بڑے تصنیفی منصوبے بنا کر امراء اور والیان ریاست سے مالی تعاون کے طلب گار ہوتے رہے ہیں۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ وظائف بند ہو جانے سے کام ادھورے رہ گئے۔ لیکن ہمارے مکرم بزرگ نہ کسی ادارے سے مالی مدد مانگتے ہیں، نہ کسی تنظیم یا فرد کے دست نگر ہیں۔ کہتے کہ میں تو سید نذیر حسین محدث دہلویؒ سے متاثر ہوں جنہیں بھوپال کے مدار المہام نے ملکہ بھوپال سے رابطہ کرنے کے لئے لکھا۔ آپ نے جواباً لکھا:

در باب اعانت مدرسہ مرا کہ نوشتہ اند کہ تحریرے بجناب سرکار عالیہ والیہ ملک باید نوشت تا معاملہ رو باصلاح گیرد۔ مرا از ہیچوں لغو تحریکہا ہمیشہ اجتناب است۔ بر در خداوند تعالی نشستہ درس میدہم وے تعالی شانہ از خزانہ غیب اعانت مدرسہ و متعلمین خواہد کرد چہ کہ مرا از رجوع خدمت اغنیاء کراہتے بخشیدہ است۔

''کہ آپ نے جو امداد مدرسہ سے متعلق فقیر کو تحریر فرمایا ہے کہ والیہ ریاست کو لکھنا چاہیے تا کہ معاملہ درست ہو جائے۔ عاجز کو ایسی بے کار تحریکوں سے ہمیشہ پرہیز رہا ہے۔ اللہ کے دروازہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پر بیٹھ کر پڑھا تا ہوں، وہی اللہ اپنے خزانہ غیب سے مدرس ومتعلم کی مدد کرے گا۔ مجھے اللہ نے امیروں کے دروازہ پر جانے سے کراہت عطا فرمائی ہے۔''

میاں صاحبؒ کی زبان مستعار لے کر ہمارے محبّ گرامی کا بھی یہی کہنا ہے کہ وہ کوئی امیر کبیر آدمی نہیں ہیں۔ بس اللہ تعالی کے دروازے پر فقیر بن کے بیٹھے ہیں، اور وہی خزانہ غیب سے دیتا ہے۔

بعد مکانی کے باوجود ڈاکٹر صاحب سے میرا تعلق بہت قریبی ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالی نے انہیں دل کا غنی بنایا ہوا ہے۔ ان کا ذہن بھی جماعتی ہے، اور وہ ایسا کام کر رہے ہیں جو جماعت کے کرنے کا ہے، لیکن کسی سے کسی بھی قسم کی مدد یا حق الخدمت طلب کرنے کی بجائے انہوں نے اس عظیم علمی کام کی نشر واشاعت کے لئے خود دوسروں کو مالی تعاون کی پیش کش کی ہے۔

اللہ تعالی نے آپ کو بلا کا حافظہ عطا کیا ہے۔ کوئی چیز احاطہ علم میں آتی ہے تو وہ پتھر کی لکیر بن کر محفوظ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے میری قربت اور دوستی کی وجہ سے مجھے اس کا بار بار تجربہ ہوتا ہے کہ آئے دن دنیا بھر کے جماعتی اور غیر جماعتی جرائد، رسائل، کتابچوں نیز کتابوں میں چھپنے والی تاریخی غلطیوں کو فوری گرفت میں لاتے ہیں کہ یہ شخصیت فلاں نہیں، فلاں ہے۔ یہ بزرگ حنفی المسلک نہیں، اہلحدیث تھے۔ یہ اہلحدیث نہیں، حنفی تھے۔ یہ مقام نہیں تھا جہاں فلاں بات ہوئی۔ یہ سن اور تاریخ نہیں جب فلاں بات ہوئی۔ یہ تحریر فلاں کی نہیں، بلکہ فلاں کی ہے۔ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے آپ کو مؤرخ عصر کے خطاب سے نوازا۔ یہ حقیقت ہے کہ ہیرے کو جوہری ہی پہچانتے ہیں۔

بہر حال قارئین کو ڈاکٹر صاحب کی ذہانت وفطانت اور جماعتی تاریخ پر عبور اور بے پناہ کمال کا اندازہ زیر نظر کتاب کو پڑھ کر بخوبی ہو جائے گا کہ ہزاروں صفحات کو پڑھنے کے بعد ان کو ذہن میں محفوظ، پھر کتاب کی شکل میں ترتیب دینا، مناسب جگہوں پر موزوں عبارتوں کا استعمال کرنا، یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ میرے خیال میں دسیوں افراد بھی مل کر یہ کام انجام دینا چاہیں تو تھک ہار جائیں، لیکن اللہ تعالی نے ڈاکٹر صاحب پر عجیب فضل فرمایا ہے کہ وہ تن تنہا یہ سارا کام سر انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب میں پائی جانے والی خوبیوں کے بیان کا تذکرہ کرنا چاہوں تو ایک کتاب درکار ہوگی اور مجھے اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔ بس اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

موقع پر میں آپ کے تعلق سے اتنا کہوں گا کہ میرے مشفق گرامی کا دینی اور عصری تعلیم کے اداروں سے قدیمی تعلق رہا ہے۔

۱۹۶۸ء میں بی اے کرنے کے بعد، انہوں نے لاہور والی پنجاب یونیورسٹی میں تین سال تعلیم حاصل کی اور دو ایم اے کئے۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں کئی سال تک طلباء کو انگریزی پڑھاتے رہے۔ پھر ضلع سیالکوٹ کے ایک کالج میں لیکچرر ہوئے۔ لاہور کے ایک مشہور کالج میں کئی سال لیکچرر رہے۔ بہاولپور کی یونیورسٹی میں عرصہ دراز تک پڑھایا۔ برطانیہ کی مشہور اور قدیم اڈنبرا یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی۔ بعد ازاں کئی سال تک پوسٹ ڈاکٹورل فیلو کی حیثیت سے ریسرچ کرتے رہے۔ سٹریٹ پاتھ برمنگھم کے دو سال اڈیٹر رہے۔ برطانیہ کی لیسٹر یونیورسٹی سے ایک اور ایم اے کر کے جماعت کے حلقوں سے دور، جرم وسزا سے متعلق ایک محکمے میں، دس سال تک خدمات انجام دیتے رہے۔ اب کئی سال سے تقریباً صاحب فراش ہیں لیکن کمال ہے کہ انہوں نے تاریخ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنے قلمی نام بہاء الدین سے لکھتے ہیں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ قلمی نام کا تکلف چھوڑ دیا جائے۔ میری تجویز کو انہوں نے تسلیم کر لیا ہے اور اس کتاب کے سرعنوان: انّہ من سلیمان وانّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم لکھنے کی اجازت دے دی ہے۔

اللہ ان کے علم وعمل میں اضافہ فرمائے۔ انہیں صحت وعافیت سے نوازے۔ ہم لوگوں پر ان کا سایہ دیر تک قائم رکھے۔ ان کی عظیم علمی اور دینی خدمت قبول فرمائے اور دنیا وآخرت کی حسنات سے ان کا دامن بھر دے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ والسلام

شیر خان جمیل احمد عمری
سابق شیخ: الجامعۃ المحمدیہ منصورہ مالیگاؤں، ہند
مدیر: مرکزی مدرسہ سلفیہ۔ ۲۰ گرین لین برمنگھم، انگلینڈ
۲۹ دسمبر ۲۰۰۶ء/ ۹ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عرض مؤلف

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ کی ایضاح الحق کے بعض مضامین کی تردید میں احناف نے ''تنویر الحق'' کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ۱۲۸۰ھ میں شائع کروائی تو جناب محمد حسین بٹالویؒ نے جو اس وقت دہلی میں میاں نذیر حسین محدثؒ سے حدیث پڑھ رہے تھے ❶ ''تنویر الحق'' کے رد میں ایک کتاب ''معیار الحق'' کے نام سے مرتب کر کے اپنے استاد گرامی کی خدمت میں پیش کی۔ اس خدمت کا ذکر جناب بٹالویؒ نے ''سبیل الرشاد'' مصنفہ جناب رشید احمد گنگوہیؒ اور ''الارشاد الی سبیل الرشاد'' مصنفہ جناب محمد شاہجہان پوریؒ پر ریویو لکھتے ہوئے اپنے ماہنامہ ''اشاعۃ السنہ'' میں بایں الفاظ کیا ہے:

> معیار الحق کو خاکسار نے جمع و مرتب کیا اور حضرت شیخنا و شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ نے میری درخواست پر اس میں اصلاح و کمی بیشی کر کے اپنے نام نامی کی طرف اس کو منسوب کر کے اس کو عزت، افتخار و اعتبار بخشا۔ ❷

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے بھی اسی کے لگ بھگ یہ بات لکھی ہے:

> سب سے پہلے جو کتاب مسائل اختلافیہ میں نکلی ہے وہ معیار الحق مصنفہ حضرت میاں صاحبؒ ہے۔ اس کی تصنیف میں مولانا محمد حسین مرحوم کا رکن بلکہ پورے محرر تھے۔ ❸

---

❶ میاں صاحبؒ کی طرف سے جناب محمد حسینؒ کو عطا کی ہوئی سند پر ۱۲۸۲ھ درج ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے: ان له زيادة صحبة معي مزيد اختصاص بي على غيره من الطلبة کہ انہیں دیگر طلبہ سے یہ خصوصیت مزید ہے کہ یہ میری ملازمت میں بہت رہتے ہیں۔

❷ ماہنامہ اشاعۃ السنۃ۔ جلد ۲۰

❸ ہفت روزہ اہل حدیث، امرتسر ۱۹/ اگست ۱۹۲۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چوں کہ معیار الحق میں دیگر موضوعات کے علاوہ اہل حدیث کی قدامت و تاریخ پر بھی محققانہ بحث ہوئی ہے، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ جناب بٹالویؒ نے اپنے استاد گرامی کے زیر نگرانی، ہندوستان میں عمل بالحدیث کی تاریخ کے موضوع پر لکھنے کا آغاز ۱۸۶۰ء کے عشرے کے نصف اول میں کر دیا تھا۔

جناب غلام رسولؒ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) نے جناب عبداللہ غزنویؒ کے تقلید سے عمل بالحدیث کی طرف سفر اور اس سفر میں پیش آنے والی مشکلات کی داستان، اور جناب غزنویؒ کے تحصیل علم، دعوت وارشاد کی سرگرمیوں کی حکایت مرتب فرمائی جو تاریخ اہلحدیث کے ایک باب کی حیثیت اختیار کر گئی۔ جناب غلام رسولؒ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۲۔۱۸۷۳ء) میں فوت ہوئے اور یہ کتاب ان کی وفات سے قبل مرتب ہو چکی تھی۔

اسی کے گرد و پیش جناب سید صدیق حسنؒ نے تاریخ اہل حدیث کے موضوع پر مختلف عنوانات سے وسیع پیمانے پر لکھا۔ اور ان کی کتب مثل موائد العوائد، ہدایۃ السائل، ترجمان وہابیہ وغیرہ ۱۸۷۰ء اور ۱۸۸۰ء کے عشروں میں سامنے آئیں۔

انہی عشروں میں عمل بالحدیث کی کیفیت و تاریخ سے متعلق عنوانات پر جناب ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ بھی اپنے اشاعۃ السنہ میں لکھتے رہے۔ ان کی تحریریں اہل حدیث ہند کی تاریخ کے اہم ماخذ کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

جناب شبلی نعمانیؒ نے سیرۃ النعمان لکھ کر ۱۸۹۱ء میں شائع کرائی تو اس کے جواب میں جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے تاریخ اہل حدیث کے کئی گوشے نمایاں کئے۔

شائد انیسویں صدی ہی میں جناب عبدالرحیم صادقپوریؒ کی الدرر المنثور فی تراجم اھل الصادقفور سامنے آئی جس نے صادقپوری خاندان کی قربانیوں کو تاریخ میں محفوظ کر دیا۔

ادھر عدالتوں میں احناف اور عاملین بالحدیث کے درمیان مقدمات چلتے رہتے تھے۔ عمل بالحدیث کی تاریخ میں ان مقدمات کی اہمیت کا اندازہ جناب سید محمد علی مونگیریؒ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے درج ذیل خط سے ہو سکتا ہے جو انہوں نے ۱۱ رمضان ۱۳۱۳ھ کو جناب احمد رضا خان بریلویؒ کے نام لکھا تھا:

ذرا غور فرمایئے ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے فرقے اہل سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صدمہ پہنچایا ہے۔ ہندوستان میں تقریباً تمام اہلسنت حنفی تھے، غیر مقلد کا شائد نشان بھی نہ ہو۔ ابتداء میں ایک دو شخصوں کی رائے نے غلطی کی۔ انہوں نے بعض مسائل میں اختلاف کیا، ہمارے بعض حضرات نے بنظر حمایت حق انہیں مخاطب بنایا اور انہیں روکا۔ اگر چہ ان کی نیت خیر تھی۔ اور اس کا ثواب وہ پائیں گے۔ مگر اتنی مدت کے تجربہ نے یہ معلوم کرادیا کہ یہ حمایت خلاف مصلحت ہوئی .....اب اخراج عن المساجد کا فتوی مشتہر ہوا۔ جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ غیر مسلم حاکموں کے روبرو ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین وایمان کی کتابیں ان کے پیروں پر رکھی ہوتی ہیں۔ ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں۔ اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔ افسوس صد افسوس۔ ہمیں اپنے پاک مذہب کی اس ذلت پر ذرا نظر نہیں ہوتی۔ مولانا! خدا کے لئے غور کیجئے، اور ہمارے دشمنان دین کو ہم پر اور ہمارے پاک مذہب پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے۔ ❶

ایسے مقدمات کے کچھ فیصلوں کو جناب محمد حسین بٹالویؒ نے اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں، اور جناب احمد حسن شوکتؒ نے شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء میں شائع کیا۔

اس کے بعد جناب رشید احمد گنگوہیؒ کی سبیل الرشاد کے بعض مضامین کی تردید میں ۱۳۱۹ھ (یعنی بیسویں صدی کے پہلے سال) جناب ابو یحی محمد شاہ جہان پوریؒ نے ارشاد الی سبیل الرشاد میں اہل حدیث کی قدامت وتاریخ پر اپنے انداز میں قلم اٹھایا۔

۱۹۰۳ء میں جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے اہلحدیث کے نام سے ایک ہفتہ وار اخبار جاری کیا جس نے مسلسل ۴۳ سال تک عمل بالحدیث کی ترویج میں اہم خدمات سرانجام دے کر خود اپنا نام بھی تاریخ اہل حدیث کے ایک باب کی شکل میں رقم کروالیا۔

بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں جناب ثناء اللہؒ کا ایک رسالہ اہل حدیث کا مذہب کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں مسائل وعبادات کے علاوہ آپ نے اہل حدیث کے قدیم فرقہ ہونے کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا۔ میں نے زیر نظر کتاب میں اس رسالے سے کئی اقتباسات نقل کئے ہیں۔

---

❶ تاریخ ندوۃ العلماء حصہ اول ص ۱۷۲۔۱۷۳۔ ندوۃ العلماء کا فقہی مسلک ص ۸۲۔۸۳ ۔ بحوالہ مراسلات سنت وندوہ ص ۱۶ بحوالہ سیرت مولانا محمد علی مونگیری ص ۱۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسی عشرے میں تاریخ اہل حدیث سے متعلق جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کی شائع کردہ فتوحات اہل حدیث منظر عام پر آئی۔ ❶

۱۹۰۶ء میں ہندوستان کے اہلحدیث حضرات کو منظّم کرنے کی تحریک اٹھی اور جناب ثناءاللہ کا اخبار اہل حدیث اور آرہ بہار کا مدرسہ احمدیہ ان سرگرمیوں کا مرکز بنے۔ جناب ثناءاللہ نے ۱۵/ اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون لکھا جس میں تجویز پیش فرمائی کہ اہل حدیث حضرات کو منظّم ہونا چاہیے اور ان کی ایک مرکزی تنظیم قائم کی جانی چاہیے اور اس تجویز پر غور وخوض کیلئے انہوں نے اس وقت کے ہندوستان کے معروف علماء اہل حدیث کو مخاطب کر کے دعوت دی کہ وہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں منعقد ہونے والے مذاکرہ علمیہ آرہ میں تشریف لاکر اپنی آراء سے آگاہ فرمائیں، اور اگر اس تجویز کو مناسب خیال کریں تو آرہ میں بیٹھ کر تنظیم کا قیام عمل میں لایا جائے۔

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے جن علماء کو مخاطب کر کے قیام کانفرنس کی تجویز پیش کی تھی ان کے نام انہی کی دی ہوئی ترتیب سے یوں ہیں:

ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ، ابوعبید احمد اللہ امرتسریؒ، محمد حسن لودہانویؒ، الٰہی بخشؒ ہوشیار پوری، حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ، محمد ابراہیمؒ سیالکوٹی، سید عبدالسلامؒ دہلوی، محمد بشیرؒ سہوانی، عبدالمجیدؒ دہلوی، محمد حسین کوئلہ فروشؒ، عبدالعزیزؒ رحیم آبادی، حافظ عبداللہؒ آروی، شاہ محمد عین الحقؒ ساکن چھپرہ، عبدالجبار عمر پوریؒ، عبدالجبار غزنویؒ، عبدالعزیزؒ ساکن قلعہ میہاں سنگھ، عبدالحکیم پٹنویؒ، محمد ادریس آرویؒ، عبدالتواب غزنویؒ. ❷

ان مدعوین میں سے جو حضرات دسمبر ۱۹۰۶ء کے مذاکرہ علمیہ آرہ میں شریک ہوئے انہوں نے باہمی مشورہ کے بعد دسمبر ۱۹۰۶ء کے آخری دنوں میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس قائم کی جس کے صدر جناب حافظ عبداللہ آروی غازی پوریؒ اور ناظم اعلی جناب ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ منتخب ہوئے۔

اس کانفرنس کے اجلاس امرتسر منعقدہ ۱۹۱۳ء میں موجود علماء نے خواہش ظاہر کی کہ جناب محمد ابراہیمؒ میر، تاریخ اہل حدیث پر ایک کتاب لکھیں۔

---

❶ انہوں نے بعض عدالتی فیصلوں کا انگریزی سے اردو ترجمہ کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔

❷ ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب محمد ابراہیمؒ اس وقت کے نامور مصنفین میں شامل تھے۔ مرزا غلام احمد کی تردید میں ان کی شہادۃ القرآن جیسی لاجواب کتاب منظر عام پر آ چکی تھی۔ وہ بڑے مقرر، مناظر، مدرس، محدث اور مفسر تھے۔ انہوں نے کانفرنس سے متعلق اکابر علماء اہل حدیث کے کہنے پر اس کام کیلئے خود کو تیار کیا اور دو تین برس کی محنت سے ۱۹۱۶ء کے گرد و پیش ایک کتاب مرتب فرمائی۔ لیکن اس کی اشاعت بعض وجوہ کی بنا پر کم و بیش ۳۷ سال تک معرض التواء میں پڑی رہی۔ ❶

اس عرصہ میں حکیم مظفر حسینؒ بہاری کی الحیات بعد المماۃ، جناب سید عبد الباقی سہسوانیؒ کی حیاۃ العلماء، جناب مسعود عالم ندویؒ کی ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، جناب ابو یحی امام خان نوشہرویؒ کی (نامکمل) تراجم علماء اہل حدیث ہند، ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات، سید عبد العزیز صمدنیؒ اور سید عبد الرؤفؒ دہلوی کے مرتب کردہ مکاتیب نذیریہ (طبع دہلی ۱۹۴۰ء) جناب محمدؒ جونا گڈھی کی تاریخ اہلحدیث شائع ہوئیں۔ جناب عبد الرزاق ملیح آبادیؒ کے قلم سے مولانا آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی، نکلی۔ جو تاریخ اہل حدیث کے اہم ماخذوں میں شمار ہوئی۔ جناب میر کی تالیف ۱۹۵۳ء میں پہلی بار لاہور سے ۴۴۸ صفحات پر شائع ہوئی جبکہ ہندوستان تقسیم ہو چکا تھا اور آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کہیں ہے کہ نہیں ہے کی کیفیت سے دوچار تھی۔

بعد ازاں اہل حدیث کے رجال اور تاریخ پر مختصر و مطول بہت سی کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں جناب غلام رسول مہرؒ کی سید احمد شہیدؒ (طبع اول ۱۹۵۴ء)، سرگزشت مجاہدین اور جماعت مجاہدین (طبع اول ۱۹۵۵ء)، جناب عبد المجید سوہدرویؒ کی سیرۃ ثنائی۔ جناب امام خانؒ کی نقوش ابو الوفا، جناب عبد اللہ بٹ کی شاہ اسماعیل شہید، جناب محمد علی قصوریؒ کی مشاہدات کابل و یاغستان، جناب نذیر احمد رحمانیؒ کی اہل حدیث اور سیاست، جناب خالد سیف کی تذکرہ شہید، جناب محمد ابراہیم کمیر پوریؒ کی فسانہ قادیان، سید ابو بکر غزنویؒ کی داؤد غزنوی۔ (جو دراصل جناب محمد اسحاق بھٹی کے جمع کردہ مضامین کا مجموعہ ہے)

---

❶ میرا خیال ہے کہ ۱۹۱۶ء کے گرد و پیش جناب میر کی حوصلہ افزائی ہوتی تو شائد وہ اس موضوع پر مزید لکھتے اور اس کی مزید جلدیں سامنے آتیں اور کم از کم ۱۹۵۳ء تک کی تاریخ اہل حدیث مدون و مرتب ہو جاتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قاضی عبداللہ خان پوریؒ کا تذکرہ علماء خانپور، جناب ثناء اللہ عمری کی نذرانہ اشک اور تذکرہ واجدی، جناب محمد یوسف سجاد کی تذکرہ علماء اہلحدیث پاکستان، جناب عابد حسن رحمانی اور عزیز الرحمٰن سلفی کی جماعت اہلحدیث کی تدریسی خدمات، جناب محمد مستقیم سلفی کی جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات، قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوریؒ کی تحریک اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں اور پاک و ہند میں اہلحدیث کی علمی، دینی اور سیاسی خدمات کا ایک جائزہ، سوانح مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، جناب مقتدی اثری کی تذکرۃ المناظرین (دو حصے)، جناب مجیب الرحمٰن بنگالی کی مولانا محمد جونا گڈھی، جناب عبدالعظیم انصاری کی تذکرہ علمائے بھوجیاں۔

جناب محمد مبارک کی سوانح سید نذیر حسین محدث دہلوی، جناب فضل الرحمان کی مولانا ثناء اللہ امرتسری، جناب محمد عزیر شمس کی حیات المحدث شمس الحق واعمالہ (مولانا شمس الحق عظیم آبادی: حیات وخدمات)، جناب ارشاد الحق اثری کی پاک و ہند میں علمائے اہلحدیث کی خدمات حدیث، جناب تنزیل حسینی کی اصحاب علم وفضل، جناب محمد ابراہیم خلیل کی الفیوض المحمدیہ بتذکار سلالۃ لکویہ، ڈاکٹر قیام الدین احمد کی ہندوستان میں وہابی تحریک (انگریزی) (اردو ترجمہ محمد مسلم عظیم آبادی)، جناب عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری پر ہندوستان اور پاکستان میں لکھے جانیوالے پی ایچ ڈی کے مقالات۔

جناب محمد اسحاق بھٹی کی قافلہ حدیث، کاروان سلف، نقوش عظمت رفتہ، بزم ارجمنداں، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، عبدالعزیز مالواڈہ، صوفی عبداللہؒ، برصغیر میں اہلحدیث کی آمد، اہلحدیث خدام قرآن، میاں فضل حقؒ اور ان کی خدمات، قصوری خاندان وغیرہ۔

جناب بدرالزمان محمد شفیع نیپالی کی شیخ عبداللہ غزنویؒ اور تذکرہ علماء اہلحدیث میوات، ڈاکٹر عبدالغفور راشد کی اہلحدیث منزل بمنزل، اور تذکرۃ الابرار، ملک عبدالرشید عراقی کی تذکرۃ النبلاء، تذکرہ محدث روپڑی، غزنوی خاندان، علماء اہلحدیث کی خدمات، ہفت روزہ اہلحدیث لاہور کا خدمات اہلحدیث نمبر، ہفت روزہ الاعتصام کا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نمبر، پاکوڑ کانفرنس کا یادگاری نمبر، ابوحماد عبدالغفار سلفی بلرام پور کی اہل حدیث کا تعارف اور جمعیت اہل حدیث ہند کی مدارس اہل حدیث ہند، وغیرہ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ بعض اہلحدیث اکابر پر ایسی کتابیں بھی سامنے آئی ہیں جو غیر اہل حدیث مصنفین نے لکھی ہیں۔ مثلاً جناب عبدالکریم شورشؒ نے ابوالکلامؒ پر ایک کتاب لکھی، اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مالک رام نے بھی ابوالکلامؒ پر کتاب لکھی۔ نواب وحید الزمان کی سوانح، حیات وحید الزمان کے نام سے محمد عبدالحلیم چشتی نے لکھی۔ سید عبدالحی لکھنوی نے نزھۃ الخواطر میں بہت سے علماء کے تراجم لکھے۔ ان کے صاحبزادے جناب ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتابوں میں کئی اہل حدیث اکابر کی حیات وخدمات بیان کیں۔

محترمہ رضیہ حامد نے نواب صدیق حسن پر مقالہ تیار کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ محمد سورتی پر ایم اے عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طالبہ محترمہ فرزانہ لطیف نے مقالہ لکھا۔ جناب سید محمد میاںؒ نے علمائے ہند کا شاندار ماضی میں صادقپوری خاندان پر لکھا ہے، اور جناب سید ابوالحسن علیؒ نے تاریخ دعوت وعزیمت میں بعض اہل حدیث اکابر کا تذکرہ کیا ہے، ان سے بہت پہلے جناب سید علی حسنؒ نے اپنے والد جناب سید صدیق حسنؒ کی سوانح عمری مآثر صدیقی مرتب کی۔ اور ماضی قریب میں جناب عبدالرشید ارشد صاحب نے بیس بڑے مسلمان کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب جس میں ابوالکلام آزادؒ کے سوانح بھی درج کئے ہیں۔

یہ مساعی یوں تو بہت گراں قدر ہیں لیکن اہلحدیث کے نقطہ نظر سے منفی انداز کی ہیں کہ ان میں اہلحدیث کے اکابر کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ مثلاً صادق پوری خاندان کو حنفی کے طور پر پیش کیا گیا۔ جناب سید صدیق حسن بھوپالی کو حنفی مقلد بنا دیا گیا۔ جناب ابوالکلام آزاد کا غیر مقلد اور اہل حدیث ہونا نظروں سے اوجھل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

غرض تاریخ اور رجال اہل حدیث پر کافی لٹریچر منظر عام پر آ چکا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ درج بالا تالیفات وتصنیفات میں بعض نہایت وقیع اور قابل قدر علمی اور تحقیقی مواد پر مشتمل ہیں لیکن تا حال جماعت اہل حدیث پاک وہند کے علمی حلقوں میں یہ احساس موجود ہے کہ تاریخ اہل حدیث کی ترتیب وتدوین کی خدمت جماعت اہلحدیث پر بصورت قرض موجود ہے جیسا کہ جامعہ سلفیہ بنارس کے ادارۃ البحوث الاسلامیہ کی سالانہ رپورٹ (جولائی ۲۰۰۶ء) کے صفحہ ۵ پر کہا گیا ہے:

> برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ کی ترتیب ایک اہم اور ضروری علمی منصوبہ ہے۔ اسے جماعت پر قرض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ اس وقت جماعتی تاریخ کی بجائے افراد کی تاریخ کو مدون کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے جامعہ سلفیہ (بنارس) نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے جماعتی مدارس اور علمائے جماعت کی تصانیف کے موضوع پر نقش اول کے طور پر کچھ کام کیا ہے، لیکن اسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وسعت کے ساتھ مکمل کرنے کی ضرورت ہے یقین ہے کہ اللہ تعالی کی توفیق سے اس کے ایسے بندے ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جو اس عظیم جماعتی خدمت کے لئے خود کو تیار کریں گے۔ ❶

کئی سال ہوئے جناب ثناء اللہ سیالکوٹی نے مجھے تاریخ اہل حدیث کے موضوع پر کام کرنے کو کہا۔ اس کے بعد جناب محمد عزیز شمس نے ذی قعد ۱۴۲۱ھ (۲۰۰۰ء) میں مکہ معظّمہ سے ایک مکتوب کے ذریعہ اس فقیر کو اہل حدیث کی تاریخ مرتب کرنے کی ترغیب دلائی۔ بنابریں میں نے اہل علم کے دروازوں پر فقیرانہ صدائیں لگا کر اس موضوع پر ضروری لٹریچر جمع کرنا شروع کردیا۔ یہ مہم (جو تاحال جاری ہے) بڑی صبر آزما اور مہنگی ثابت ہو رہی ہے جس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں ہے۔

اس کام کے دوران جو احباب میری علمی اور اخلاقی مدد فرما رہے ہیں ان کا شکریہ مجھ پر واجب ہے۔ ان میں جناب ثناء اللہ سیالکوٹی لندن، ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بنارس، جناب اصغر علی امام مہدی سلفی دہلی، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، جناب محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، جناب شیر خان جمیل احمد عمری برمنگھم، جناب محمد اشرف جاوید فیصل آباد، ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر بہاولپور شامل ہیں۔

جناب اشرف جاوید اور جناب ابراہیم خلیل نے پاکستان سے اہلحدیث کا بڑا نایاب قسم کا لٹریچر تلاش کر کے مجھے ممنون احسان کیا ہے اور ہندوستان سے ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری، لٹریچر سے متعلق میرے مطالبوں کو پورا کرنے میں ۸ سال سے مصروف ہیں۔ جناب شیر خان جمیل احمد عمری نے اپنے اور اپنے دادا مرحوم ساہوکار شیر خان احمد حسین کے کتب خانہ ادھونی سے کم یاب قسم کا ضروری لٹریچر اس فقیر کے کشکول میں ڈالا ہے۔ اللہ تعالی مذکورہ بالا احباب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

کئی جلدوں پر مشتمل اس مجوزہ کتاب میں لزوم تقلید اور اجتناب از تقلید کے سلسلے میں ہونے والے تحریری اور تقریری مباحثوں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اور ان شاء اللہ اہل حدیث کے دیگر مابہ الامتیاز مسائل پر مناظرات و مباحثات کی تاریخ بھی پیش کی جائے گی۔

---

❶ منقول از رپورٹ مذکور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس سلسلے میں ماہنامہ اشاعۃ السنہ، ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، نقوش ابوالوفا، سیرۃ ثنائی، روئداد مناظرہ مرشد آباد، مکاتیب نذیریہ، مباحثہ فرید کوٹ اور حافظ عبدالقادر روپڑی کے سوانحی تذکرے، جناب مقتدی اثری مئوی کی تذکرۃ المناظرین وغیرہ سے مدد لی جائے گی۔ انشاءاللہ

اہل حدیث کی تاریخ کے ایک دور میں سرکاری عدالتیں ایک ایسا پلیٹ فارم بن گئی تھیں جہاں غیر جانبدار لوگوں کے سامنے فریقین کے نمائندے مہذب انداز میں اپنا موقف پیش کرتے، مکمل معلومات ججوں کے سامنے بڑی احتیاط اور قابلیت کے ساتھ رکھی جاتیں۔ اہلحدیث کے اکابر، اہلحدیث کی طرف سے تیاری کرتے اور کرواتے۔ بے پناہ اخراجات ہوتے، اس کے لئے چندے بھی اکھٹے کئے جاتے ❶ اور غیر جانبدار جج فیصلے صادر کرتے تھے۔ ان فیصلوں کے اس جماعت کی تاریخ پر دیرپا اثرات ہوئے ہیں۔ جیسا کہ جناب ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

> جماعت اہل حدیث کی تاریخ میں میرٹھ کو امتیازی مقام حاصل ہے کہ میرٹھ سے مقدمہ آمین بالجہر چلتے چلتے الہ آباد ہائی کورٹ پہنچا جہاں سید محمود ابن سرسید احمد ان دنوں جج تھے۔ آپ نے اس نزاع کا فیصلہ جس خوش اسلوبی اور علمی معلومات سے کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے، پرزور دلائل حدیثیہ اور فقہیہ سے ثابت کیا کہ آمین بالجہر کہنے والہ ہر مسجد میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ یہ فعل ان افعال میں سے ہے جن کیلئے مسجد بنائی جاتی ہے۔ چاہے اس میں حنفیہ کا اختلاف ہے۔ لیکن یہ اختلاف اس حد تک نہیں ہے کہ آمین بالجہر کہنے والہ مسجد سے نکالا جائے۔ فیصلہ بہت طویل ہے۔ اس فیصلے کا اثر دوسرے صوبوں پر بھی پہنچا۔ کلکتہ، مدراس، پنجاب وغیرہ صوبوں کے علاوہ پریوی کونسل لندن میں بھی اسی کے مطابق فیصلہ ہوا۔ ❷

---

❶ اس سلسلے کا ایک خط جو میاں صاحب دہلویؒ نے جناب محمد سعیدؒ بنارسی کو لکھا تھا، متفرقات کے حصے میں نقل کیا جارہا ہے۔

❷ اہل حدیث ۱۲/اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس لئے عدالتی مقدمات کا ذکر بھی اس کتاب میں کیا جائے گا جس کیلئے جناب محمد حسین بٹالویؒ کے اشاعۃ السنۃ، جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کے ہفت روزہ اہل حدیث، اوران کی شائع کی ہوئی فتوحات اہل حدیث، نیز مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی، انڈین لاء کورٹس کے نظائر، اور شحنہ ہند میرٹھ وغیرہ سے مدد لی جائے گی۔

اس کتاب میں اہلحدیث اکابرین کے مکاتیب کو بھی جگہ دی جائے گی جوانہوں نے مختلف اوقات میں مختلف علمی عنوانات پر تحریر کئے۔ یوں اس میں میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ، جناب محمد حسین بٹالویؒ، جناب سید عبداللہ غزنویؒ، جناب محمد اسماعیل سلفیؒ گجرانوالہ، جناب عبیداللہ رحمانیؒ وغیرھم کے مکاتیب شامل ہوں گے۔

اس کتاب میں انشاء اللہ اہل حدیث کی ان خدمات کا ذکر ہوگا جوانہوں نے تقلید کے جمود کو توڑنے میں انجام دیں، ان خدمات کا احاطہ بھی کیا جائے گا جو فتنہ انکار حدیث کے سدباب میں انجام دی گئیں۔ برصغیر میں عیسائی مشنریوں سے تحریری اور تقریری مقابلوں کی حکایت بھی بیان ہوگی۔ اور قادیانیت کے رد وابطال میں اہل حدیث حضرات نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر بھی اختصار سے ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ اور برطانیہ میں اہل حدیث کی تنظیم ،نشو ونما اور خدمات بیان ہونگی اور تراجم علماء کے باب میں برطانیہ میں عمل بالحدیث کی ترویج کرنے والے علماء کی خدمات کا بیان بھی ہوگا۔

کتاب کی زیر نظر جلد میں، میں نے حدیث اور اہل حدیث کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کی ہیں۔ مسلک اہل حدیث کے خدوخال واضح کرنے کے بعد اس کی قدامت کا ذکر کیا ہے، اور تاریخ اسلام میں اس مسلک کے تسلسل کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ اہلحدیث کو وہابیت کے عنوان سے تعبیر کرنے کی تاریخ اور غلطی کا بیان ہے اور حاملین مسلک کے چند نمایاں اور مابہ الامتیاز عقائد واعمال کا بیان ہے۔ اس سلسلے کے متعلقہ عنوانات کو اہل حدیث اکابرین کی زبانی بیان کیا ہے کیونکہ علم وعمل سے تہی دست اس فقیر کی یہ حیثیت قطعاً نہیں کہ اس کی تحریر کو اہل حدیث کا مسلک قرار دیا جاسکے۔

جن اکابرین کی تحریروں سے مسائل وعقائد کے بیان میں اس عاجز نے مدد لی ہے ان میں شاہ محمد فاخرؒ زائر، شاہ ولی اللہؒ، شاہ محمد اسماعیلؒ، جناب ولایت علیؒ صادقپوری، جناب سید محمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نذیر حسینؒ، جناب سید صدیق حسنؒ قنوجی، جناب محمد حسین بٹالویؒ، جناب ابو یحیی محمد شاہجہان پوریؒ، جناب ثناء اللہ امرتسریؒ، وغیرہ شامل ہیں، اس کے علاوہ آخر کتاب میں متفرقات کی صورت میں بعض اہم امور پر بحث ہے، اور بعض علماء کے مختصر تراجم ہیں جن کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں اس جلد میں آیا ہے۔ ❶

اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو آئندہ جلدوں میں برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش، نیپال میں اس مسلک کے ورود، اور شاہ ولی اللہ محدث تک عمل بالحدیث کی تاریخ، اور مختلف ادوار میں اس کی نشو ونما کا ذکر ہوگا اور اس سلسلے میں جن اکابر نے تدریسی، تقریری اور تصنیفی کام کیا، ان کی خدمات کا ذکر ہوگا۔ اس کے بعد شاہ اسماعیل دہلویؒ، خاندان سعادت صادقپور، جناب سید نذیر حسینؒ محدث وغیرھم کی خدمات کا ذکر ہوگا اور امید ہے کہ جناب میاں صاحب کی معیار الحق کو بھی شامل اشاعت کیا جائے گا۔

اللہ تعالی نے توفیق عطا فرمائی تو سید صدیق حسنؒ کی خدمات کا ذکر ہوگا، پھر میاں صاحبؒ کے مشہور تلامذہ کی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اہل حدیث کے مسلک و تاریخ سے متعلق ان کی بعض اہم تحریروں کو نذر قارئین کیا جائے گا۔

توفیق خداوندی کا ابر کرم برستا رہا تو اسی انداز میں زمانہ حال تک تاریخ اہلحدیث کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انشاء اللہ

اس موقع پر میں ایک ضروری بات قارئین کے گوش گزار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہماری یہ کتاب جماعت اہل حدیث کے مستقبل کے عزائم کا بیان نہیں ہے بلکہ اقرء کتابک کے مصداق ماضی کی سرگزشت ہے۔ عزائم ہمیشہ بلند اور سہانے ہوتے ہیں جبکہ ماضی کی حکایت، بلندی اور پستی کی روداد ہوتی ہے۔ روداد سفر میں ایسی جگہوں سے گزر بھی ہوتا ہے جو قابل ذکر نہیں ہوتیں اور نخلستانوں، گلستانوں، مرغزاروں کی معطر فضاؤں سے گزر بھی ہوتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کی تاریخ بھی اونچ نیچ سے عبارت ہے اس کے افراد سے ایسی خدمات بھی انجام پذیر ہوئیں جن پر اپنوں کے علاوہ بے گانے بھی فخر کر سکتے ہیں، اور ایسے کام بھی سرزد ہوئے جن کا تذکرہ خوش آئند نہیں ہے ان لوگوں نے جو فیصلے کئے وہ کبھی درست نکلے اور کبھی نا درست۔

---

❶ دراصل ان ریمارکس کو حواشی کی صورت میں ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ان کی طوالت کے باعث کتاب کے آخر میں نقل کر دیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیکن جیسا کہ سید انور شاہ کشمیری دیو بندیؒ سے ایک مناظرہ میں ایک اہل حدیث عالم نے پوچھا:

کیا آپ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔ اس عالم نے کہا کہ آپ تو ہر مسئلہ میں فقہ حنفی ہی کی تائید کر رہے ہیں پھر مجتہد کیسے؟ سید انور شاہؒ نے فرمایا یہ حسن اتفاق ہے کہ میرا ہر اجتہاد ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے مطابق پڑتا ہے۔ ❶

اس اقتباس سے میرا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جب برصغیر کے مقلدین بھی مجتہد ہوتے تھے تو غیر مقلدین کیلئے اجتہاد کیونکر شجر ممنوعہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی ضرورت کے مطابق اجتہادات کئے۔ اور یہ تو سبھی اہل علم جانتے ہیں کہ اجتہاد کبھی درست ہو جاتا ہے اور کبھی نا درست۔ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے اپنی دانست میں درست ہی کرتا ہے۔ بعد میں آنے والا وقت اور حالات بتاتے ہیں کہ اس کا اجتہاد واقعتاً درست تھا کہ نہیں؟ جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ ماضی بعید کے ایک بڑے امام نے حکومت کی ملازمت نہیں کی، دوسرے نے کر لی تھی۔ وہ دونوں مجتہد تھے۔ اور ظاہر ہے کہ سرکاری ملازمت کے بارے میں ان میں سے ایک ہی بزرگ کا اجتہاد درست تھا۔ لیکن جس بزرگ کا اجتہاد درست نہیں تھا، کیا اسے مجتہد نہیں کہا جائے گا؟ یا کیا اس کا اجتہاد درست نہ ہونے کی وجہ سے اسے مطعون کیا جائے گا؟

پھر امام شافعیؒ کے جو اجتہادات درست ثابت نہیں ہوئے، کیا وہ ان کی بنا پر مطعون ہوں گے؟ امام مالکؒ کے جو اجتہادات درست نہ نکلے، کیا وہ ان کی وجہ سے مطعون ہوں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

جناب سید صدیق حسن بھوپالیؒ اور جناب محمد حسین بٹالویؒ اور ان کے مثل دیگر اہل حدیث علماء بھی مجتہد تھے۔ انہوں نے جن معاملات میں اجتہادات کئے وہ درست نتیجہ پر پہنچنے کی صورت میں دو اجروں کے مستحق ہو گئے اور جن معاملات میں ان سے خطا ہو گئی، ان میں ایک اجر کے مستحق ہو گئے۔

میں نے اپنی تحریر میں جو حوالہ جات بقید صفحات دیئے ہیں وہ انہی کتابوں سے دیئے ہیں جن تک میری رسائی ہو سکی ہے۔

---

❶ بیس بڑے مسلمان۔ ص ۳۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیکن اقتباسات میں جو حوالہ جات موجود ہیں وہ ان کتابوں کے ہیں جو اصل مصنفین کے سامنے تھیں (اور میرے سامنے نہیں ہیں) اور نقل در نقل میں صفحات کے نمبرات کا خلط ملط ہو جانا عین ممکن ہے۔ ایسی صورت میں مجھے معذور سمجھ کر معاف کر دیا جائے۔

میں نے اس کتاب میں (سوائے اقتباسات اور حوالہ جات کے) بڑے القابات مثل علامہ، شیخ الاسلام، حکیم الامت، حجۃ الاسلام، وغیرہ کا استعمال نہیں کیا کیونکہ ہمارے اسلاف کی روایت یہی ہے کہ وہ اپنے اکابر کے اسماء گرامی کے ساتھ بڑے بڑے القابات استعمال نہیں کیا کرتے تھے جیسا کہ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

موطا امام محمدؒ کے ہر صفحے پر یوں لکھا ہے: هذا مذهب ابی حنيفة بطور مثال مؤطا امام محمد سے مندرجہ ذیل مقامات دیکھئے: باب اذا التقى الختانان۔ مطبوعه لكهنؤ ص ۷۸۔ باب الرجل ينام ۔ مطبوعه لكهنؤ ص ۷۸۔ باب المرأة ترى۔ ص ۷۹ ۔ باب التحاضه ص ۷۹۔ اسی طرح سارا موطا امام محمد بھرا پڑا ہے۔ جس میں اسی طرح صرف ابوحنیفہؒ لکھا ہوتا ہے۔ اس کے بعد حنفی مذہب کی معتبر درسی کتاب ہدایہ دیکھئے جو ساری اسی طرح بھری پڑی ہے چند مثالیں ملاحظہ کریں: اذا قرء الامام من المصحف فسدت صلوته عند ابی حنيفه۔ و لابی حنيفة ان حمل المصحف و النظر فيه۔ الوتر واجب عندابی حنيفه۔ اسی طرح دوسرے اماموں کو بھی صرف نام سے لکھا جاتا ہے، مثلاً: يسكت من خلفه عند ابی حنيفه و محمد و قال ابو يوسف۔ يقنت فی الثالثة قبل الركوع و قال الشافعی۔ لايقنت فی صلوة غيرها خلافا للشافعی ۔ اسی طرح تمام کتب فقہ بھری پڑی ہیں۔ ❶

جناب مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ فرماتے ہیں:

مولوی محمود حسنؒ جب دار العلوم (دیوبند) کے صدر مدرس ہوئے تو انہیں صرف بڑے مولوی صاحب کہا جاتا تھا۔ تعظیمی القاب کے تکلفات بعد میں پیدا ہوئے ہیں۔ ❷

بنا بریں میں نے بڑے بڑے القابات سے اجتناب کیا ہے تاہم میں قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ جب وہ کسی بزرگ کا اسم گرامی دیکھیں تو اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق

---

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۲۹ء ص ۱۔۳

❷ ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ص ۱۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خود ہی ان کے نام کے ساتھ علامہ، یا حکیم الامت، یا شیخ الاسلام، یا حجۃ الاسلام وغیرہ کا لقب استعمال فرمالیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے معروف آئمہ سلف کو امام کے لقب سے اور دیگر تمام علماء کو بنظر احترام **جناب** کے لقب سے یاد کیا ہے۔

جناب اصغر علی امام مہدی اپنے تبلیغی، تحریکی، تنظیمی اسفار کے باعث جہاں گشت بن چکے ہیں۔ چند ماہ قبل وہ برطانیہ تشریف لائے تو جناب شیر خان جمیل احمد عمری کی مدد سے انہوں نے ہیڈ رینز وال (Hadian's Wall) کے عقب میں چھپے ہوئے اس فقیر بے نوا کو ڈھونڈھ نکالا۔ جمعیت اہل حدیث ہند جیسی بڑی تنظیم کے ناظم اعلی کا ہزاروں میل سفر کر کے میرے غریب خانے پر پہنچ جانا، پیادے کے گھر سالار کی تشریف آوری سے کسی طرح کم نہ تھا۔ میں اپنی خوبی قسمت پر ناز کر ہی رہا تھا کہ مجھے لیک ڈسٹرکٹ (Lake District) کے افسانوی احوال میں لے جا کر انہوں نے یہ بتانا شروع کر دیا کہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو قائم ہوئے ایک سو سال ہو رہا ہے، لیکن ابھی تک تاریخ اہل حدیث مرتب نہیں ہو سکی۔ اس لئے آپ اپنے دیگر کام مؤخر کر کے جماعت کا یہ قرض چکا دیجئے۔

جہاں گشت وجہاں دار کا یہ فرمان ایسا نہ تھا کہ اس کی تعمیل میں کوتاہی کی جا سکتی۔ لیکن خرابی صحت آڑے آتی تھی۔ تاہم جب جمعیت اہلحدیث برطانیہ کے امیر جناب ثناء اللہ سیالکوٹی نے میرے عوارض جسمانی کی حکایت طولانی کو تفسیر ابن کثیر قرار دے کر چٹکیوں میں اڑا دیا، تو میرا دامن بہانوں سے بالکل خالی ہو گیا اور اللہ کی مہربانی سے تاریخ اہل حدیث کی پہلی جلد مکمل ہو گئی۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے ہماری جماعت کے روح رواں جناب شیر خان جمیل احمد کو جنہوں نے بعد مکانی کے باوجود تاریخی مواد کی ترتیب وتہذیب اور پروف ریڈنگ میں میری اس قدر مدد فرمائی ہے کہ یہ کہنا اب بالکل بجا معلوم ہو رہا ہے کہ کتاب ہذا کی ترتیب وتنظیم میں قارئین اگر کوئی خوبی ڈھونڈھ نکالیں تو اسے بلا تکلف میرے محترم دوست کی طرف منسوب کر دیں۔ خامیوں کا میں خود ذمہ دار ہوں اور جماعت اور ذات باری تعالی سے معافی کا خواستگار۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قارئین سے گزارش ہے کہ جلد ہذا کے مشمولات کا تنقیدی جائزہ لے کر مجھے غلطیوں کی اطلاع دیں تا کہ بعد میں آنے والی کسی جلد میں اصلاح کی جا سکے۔

والصّلوۃ والسّلام علی سیّدنا محمد

وعلی آلہ واصحا بہ واھل بیتہ اجمعین

محمد بھاء الدین

۲۹ دسمبر ۲۰۰۶ء۔ ۹ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث

لغوی اور اصطلاحی معانی

قرآن مجید میں لفظ **حدیث** مختلف صورتوں میں کئی مقامات میں وارد ہے۔مثلاً:

❁.....﴿فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ﴾ (النساء۔١٤٠)

''آیات قرآن سے انکار و ہنسی کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ کوئی اور بات کریں۔''

❁.....﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ﴾ (الانعام۔٦٨)

''اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں کرید کرنے والے ہیں تو ان سے منہ پھیر و یہاں تک کہ وہ اور بات میں ٹٹول کریں۔''

❁.....﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف۔١٨٥)

''ہماری بات کو چھوڑ کر کس بات میں ایمان لائیں گے۔''

❁.....﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ (المرسلات۔٥٠)

''اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔''

❁.....﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا﴾

(الکھف۔٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔''

❁.....﴿وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝﴾ (طہ۔۹)

''اور کیا تجھے موسیٰ کی بات، یعنی حکایت، پہنچی ہے۔''

❁.....﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝﴾ (لقمان۔٦)

''بعض ایسے لوگ ہیں جو کھیل کی باتیں، یعنی قصے کہانیاں، خریدتے ہیں، اس لئے کہ بن سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بہکا دیں اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

❁.....﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۭ﴾ (احزاب۔٥٣)

''اے ایمان والو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کیلئے ایسے وقت میں کہ اس کے پکنے کا انتظار کرتے رہو، بلکہ جب بلائے جاؤ، اس وقت جاؤ، پھر کھانا کھا چکتے ہی وہاں سے چل دو، وہیں آپس کی باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔''

❁.....﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۤ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ﴾ (زمر۔٢٣)

''خدا تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے۔ جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔ آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔''

❁.....﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

(الجاثیہ۔٦)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''یہ ہیں اللہ کی آیتیں جنہیں ہم آپ کو راستی سے سنا رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ کس بات پر ایمان لائیں گے۔''

اس آیت کا ترجمہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان الفاظ سے کیا:

''تم بعد اللہ اور اس کی آیات کے، کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔''

اس ترجمہ سے اس نے یہ جتانا چاہا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حدیث نبوی کا حکم خود قرآن میں یہ بیان فرمایا ہے کہ آیات قرآن کے ہوتے ہوئے کسی حدیث نبوی کو نہ مانو۔ حالانکہ اس آیت میں لفظ حدیث سے اصطلاحی حدیث نبوی، جو وحی خفی اور الہام الٰہی ہے، ہرگز مراد نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کے لغوی معنے، بات چیت، مراد ہے جس کو اصطلاحی معنے حدیث نبوی، وحی خفی سے یہاں تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشاد فرماتا ہے کہ لوگ خدا کی آیات چھوڑ کر اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اس بات سے خاص کر آنحضرت ﷺ کی حدیث مراد ٹھہرانا یا اس بات سے عام باتیں مراد ٹھہرا کر آنحضرت ﷺ کی حدیث کو ان میں داخل وشامل سمجھنا، اس اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث، وحی خفی والہام الٰہی اور معنی آیات میں دخل نہیں، جس پر کوئی مسلمان جرئت نہیں کر سکتا۔ اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں ارشاد ہے کہ آنحضرت ﷺ جو تمہیں دیں، یعنی فرمائیں، تم قبول کرو اور جس سے روکیں اس سے باز آؤ۔

﴿مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر۔۷)

اور ارشاد ہے: آنحضرت ﷺ جو کچھ، دین میں، فرماتے ہیں وہ وحی سے کہتے ہیں اپنی خواہش نفس سے نہیں کہتے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم۔۳،۴)

مرزا قادیانی کے اس اعتقاد کے کذب وضلالت ہونے پر شاہد عدل ہیں۔ ❶

❁..... ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝﴾ (الذاریات۔۲۴)

''کیا تجھے ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے؟''

❁..... ﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝﴾ (الطور۔۳۴)

---

❶ مباحثہ لدھیانہ۔ منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''وہ سچے ہیں تو ایسی ہی کوئی بات لے آئیں۔''

❁.....﴿تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝﴾

(الواقعہ۔ ۸۰،۸۱)

''یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے۔ کیا تم ایسی بات کو سرسری (اور معمولی) سمجھ رہے ہو۔''

❁.....﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝﴾ (النجم۔ ۵۹)

''پس کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو۔''

❁.....﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(القلم۔ ٤٤)

''پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے۔ ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہوگا۔''

❁.....﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝﴾ (النازعات۔ ۱۵)

''کیا تجھے موسیٰ کی بات پہنچی ہے؟''

❁.....﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝﴾ (البروج۔ ۱۷)

''کیا تجھے لشکروں کی بات پہنچی ہے؟''

❁.....﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝﴾ (الغاشیہ۔ ۱)

''کیا تجھے ڈھانکنے والی، یعنی قیامت، کی بات پہنچی ہے؟''

❁.....﴿يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝﴾ (النساء۔ ٤٢)

''جس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش، انہیں زمین کے ساتھ ہموار کر دیا جاتا، اور اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے۔''

❁.....﴿فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝﴾ (النساء۔ ۷۸)

''ان کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁ .....﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (یوسف۔۱۱۱)

''یہ قرآن جھوٹ بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ یہ تصدیق ہے ان کتابوں کی جو اس سے پہلے کی ہیں، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہے ہر چیز کو اور ہدایت اور رحمت ہے ایمان دار لوگوں کے لئے۔''

❁ .....﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾ (تحریم۔۳)

''جب نبی (ﷺ) نے اپنی کسی بیوی سے ایک پوشیدہ بات کہی۔''

اور جناب سرور کائنات رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ)) ❶

''بہترین حدیث، اللہ کی کتاب ہے۔''

ان مقامات میں لفظ حدیث سے اس کے لغوی معنی یعنی بات، حکایت، کلام مراد ہے۔ خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو، جیسے:

❁ .....﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ﴿فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ وغیرہ

یا رسول اللہ ﷺ کے کلام سے ہو، جیسے:

❁ .....﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا﴾

یا کسی اور سے، جیسے:

❁ .....﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى﴾ ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ﴾ ﴿لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾

لیکن اسلامی شریعت کی اصطلاح میں **حدیث** نبی اکرم ﷺ کے ارشادات، افعال اور تقریر کو کہتے ہیں جو وحی خفی والہام الٰہی ہوتی ہے۔ اس اصطلاحی حدیث کے متعلق آں جناب ﷺ کا ارشاد ہے:

---

❶ مسلم، مشکوۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۞.....((نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَءًا سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهُ حَتّٰى يُبَلِّغَهُ)) ❶

''اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اس کو یاد رکھا یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچا بھی دیا۔''

۞.....اورعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَءًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَهُ)) ❷

قرآن وحی جلی منزل من اللہ ہے۔اس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی وحی بھی ہوتی تھی جو قرآن میں موجود نہیں ہے اور اس کی نشان دہی حدیث ہی سے ہوتی ہے۔جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری ہے۔

۞.....﴿وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۭ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَي الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠﴾ (بقرة:١٤٣،١٤٤)

ان آیات میں و ماجعلنا القبلة الّتی کنت علیها میں لفظ جعلنا سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ اول، اللہ تعالی کے حکم سے متعین ہوا تھا، حالانکہ قرآن میں ایسی کوئی آیت نہیں جس میں حکم دیا گیا ہو کہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔اس لئے معلوم ہوتا ہے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم اس وحی کے ذریعہ دیا گیا تھا جسے وحی خفی کہتے ہیں اور جو حدیث میں موجود ہے۔

اور قرآن پاک میں کئی جگہ اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر کتاب کے ساتھ حکمت اتاری ہے۔مثلاً

۞.....﴿وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (بقرہ۔١٥١)

---

❶ سنن ابو داؤد ،كتاب العلم،باب فضل نشر العلم،رقم الحديث: ٣٦٦٠

❷ سنن ترمذی،كتاب العلم،باب ماجاء فی الحث على تبليغ السماع،رقم الحديث: ٢٦٥٧، و قال هذا حديث حسن صحيح

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁ ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (آل عمران۔ ١٦٤)

❁ ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (جمعہ۔ ٢)

❁ ﴿وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ (بقرہ۔ ٢٣١)

❁ ﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (نساء۔ ١١٣)

❁ ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(بقرہ۔ ١٢٩)

ان آیات میں حکمت سے مراد قرآن سے الگ کوئی چیز ہے اور اسی الگ چیز کا نام حدیث ہے۔

اور یہ ارشاد بھی فرمایا:

❁ ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ (النحل۔ ٤٤)

''کہ قرآن اس لئے اتارا گیا کہ آپ اس کی تشریح وتفسیر بھی فرما دیں۔''

یہ تشریح وتفسیر و بیان **حدیث** کہلاتا ہے اور امت مسلمہ جس طرح قرآن کریم کو ماخذِ شریعت مانتی ہے، حدیث مصطفوی کو بھی دین میں حجت تسلیم کرتی ہے۔ اور اہل حدیث وہ لوگ ہیں جو قرآن اور حدیث پر اس طرح عمل کرتے ہیں جس طرح صحابہ کرتے تھے۔ جن کے عقائد واعمال توارث وتعامل سے صدر اول سے ایک ہی نہج پر چلے آئے ہیں اور زمانہ نبوت سے آیت ذیل پر کاربند چلے آتے ہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (نساء ٥٩)

''اے ایمان دارو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور صاحب امر کی۔ اور اگر تم میں تنازع ہو جائے کسی چیز میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، یہ انجام کے لحاظ سے بہتر ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عہد صحابہ میں عمل بالحدیث

حضور سرور کائنات ﷺ کی زندگی میں مسلمانوں کا طریق یہ تھا کہ وہ اپنے آقا ﷺ کو جو کچھ کرتے دیکھتے، یا فرماتے سنتے ❶ اس پر عمل کرنے لگتے۔ جب کسی کو کوئی نیا واقعہ پیش آتا، آنجناب ﷺ سے دریافت کر لیتا۔ وہ بلا ضرورت مسائل دریافت نہ کرتے تھے۔ ہاں آپ ﷺ کی جو حدیث پا لیتے، ضرور یاد کر لیتے تھے اور جو کچھ جانتے تھے، عمل میں اس پر نہایت پختگی کے ساتھ مستعد رہتے تھے۔ وہ پیغمبر ﷺ کے ساتھ سچی عقیدت رکھتے تھے اور آپ کی بے حد تعظیم و ادب کرتے تھے۔ ہر بات میں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، جو ان میں سے آپ ﷺ سے ثابت ہوتی، اس پر عمل کرتے تھے۔ اور گو ایسا بھی ہوتا کہ بعض صحابہ عند الضرورت، خصوصاً جو تازہ مسلمان ہوتے یا دور دراز کے علاقوں سے تعلق رکھتے تھے، دوسرے واقف کاروں سے کسی وقت کوئی مسئلہ دریافت کرتے، مگر سب کے مرجع آپ ﷺ ہی تھے۔ اور سوا آپ کے اور کسی کا کوئی مذہب مقرر نہ تھا۔

✪.....آنجناب ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفہ ہوئے جو آپ ﷺ کے سفر وحضر کے ساتھی ہونے کے باعث فیض صحبت سے خوب مستفید ہو چکے تھے۔ وہ اس طریق پر گامزن رہے کہ ان کے سامنے کوئی مقدمہ آتا تو کتاب اللہ میں نظر کرتے۔ اگر اس میں کچھ پاتے، تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پاتے، تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اور اگر کسی طرح ان کو کچھ نہ ملتا تو دیگر صحابہ سے پوچھتے اور کہتے کہ میرے پاس یہ معاملہ آیا ہے تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ بعض دفعہ سب لوگ ان کو بتاتے کہ رسول اللہ ﷺ

---

❶ سوائے ان امور کے جن میں پیغمبر ﷺ کی خصوصیت ثابت ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے اس میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ یہ سن کر ابوبکرؓ کہتے الحمد للّٰہ کہ خدا نے ہم میں ایسے لوگ پیدا کر رکھے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ کے اقوال ہمارے لئے یاد رکھ کر ہم کو سناتے ہیں۔ اور اگر ان کو حدیث نہ ملتی تو اکابر صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے۔ پھر جس امر پر وہ متفق ہو جاتے اس پر فیصلہ کر دیتے۔ جیسا کہ مسند دارمی میں ہے:

((عن میمون بن مهران قال كان ابوبكر اذا ورد عليه الخصم نظر فی كتاب اللّٰه فان وجد فيه ما يقضی به بينهم، قضی به۔ وان لم يكن فی الكتاب وعلم من رسول اللّٰه ﷺ فی ذالك الامر سنة، قضی به۔ فان اعياه خرج فسال المسلمين وقال اتانی كذاو كذا فهل علمتم ان رسول اللّٰه ﷺ قضی فی ذالك بقضاء؟ فربما اجتمع اليه النفس كلّهم يذكرمن رسول اللّٰه ﷺ فيه قضاء، فيقول ابوبكر الحمد للّٰه الّذی جعل فينا من يّحفظ علی نبيّنا، فان اعياه ان يجد فيه منه من رسول اللّٰه ﷺ جمع رؤس النّاس وخيارهم فاستشار فاذا اجتمع رأيهم علی امر قضی به))

❁.....حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا دستور بھی اسی کے لگ بھگ رہا۔ شاہ ولی اللہ بتاتے ہیں انہوں نے اپنے دور خلافت میں قاضی کوفہ حضرت شریحؒ کو فرمان لکھا:

(ان جاءك شیٔ فی كتاب اللّٰه فاقض به ولا يلفتك عنه الرّجال فان جاءك ما ليس فی كتاب اللّٰه فانظر سنّة رسول اللّٰه ﷺ فاقض بها۔ فان جاء كما ليس فی كتاب الله ولم يكن فيه سنة رسول الله، فانظر ما اجتمع عليه النّاس فخذبه۔ فان جاء كمالیس فی كتاب اللّٰه ولم يكن فيه سنّة رسول اللّٰه ولم يتكلم فيه احد قبلك فاختر ای الامرين شئت، ان شئت ان تجتهد برأيك ثمّ تقدم! فتقدم۔ وان شئت ان تتاخر فتاخر۔ ولاارى التاخيرالاخيرا لك)[1]

”جناب عمر فاروقؓ نے قاضی شریح کو یہ فرمان بھیجا کہ تمہارے سامنے اگر ایسا مسئلہ آجائے جو قرآن مجید میں مذکور ہے تو کسی کی مت سنو اور اسی کے مطابق فیصلہ

---

[1] انصاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرو۔ اگر وہ مسئلہ قرآن مجید میں نہیں تو رسول کی حدیث میں دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر وہ مسئلہ نہ قرآن میں ملے نہ حدیث میں ملے تو دیکھو کہ اس قسم کا کوئی معاملہ اس سے پہلے مسلمانوں کے اتفاق رائے سے فیصل ہو چکا ہو تو اسی کے مطابق فیصلہ کرو۔ اور اگر وہ ایسا مسئلہ ہے کہ نہ قرآن میں ہے نہ حدیث نہ اس سے پہلے کسی نے اس کے متعلق کچھ کہا ہے تو تمہیں اختیار ہے کہ اپنے اجتہاد سے آگے بڑھنا چاہو تو بڑھو۔ اور پیچھے ہٹنا چاہو تو ہٹ جاؤ۔ اور میں پیچھے ہٹنے کو تمہارے لئے بہتر سمجھتا ہوں۔''

❁.....خلافت راشدہ کے دوران عام صحابہ کا طریق عمل بھی یہی تھا کہ جب کوئی واقعہ اور ضرورت پیش آتی، اگر اپنے علم میں اس کی بابت کوئی آیت یا حدیث ہوتی، تو اس کے موافق عمل کرتے۔ خود معلوم نہ ہوتی، تو دوسروں سے تلاش کرتے۔ پتہ لگ گیا تو خیر، ورنہ اجتہاد سے کام لیتے۔

خلافت راشدہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تمام قدیمی مسلمان اور نو مسلم سب کے سب مجتہد اور عالم تھے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا کہ تمام عوام و خواص کو یا صرف عوام کو حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ یا کسی دوسرے مجتہد صحابی کی تقلید پر آمادہ یا مجبور کیا جاتا، اور نہ از خود ان لوگوں نے ایسا کیا، بلکہ سب صحابہ و تابعین کا دستور یہی رہا کہ اپنے آپ کو مسئلہ معلوم ہوا، تو اس پر عمل کیا، نہ معلوم ہوا تو جس سے معلوم ہو سکتا تھا، اس سے پوچھ کر عمل کر لیا۔ جس سے اتفاق پڑا، دریافت کر لیا۔ کسی کی کوئی تخصیص یا قید نہ تھی، ہر شخص اپنے شوق و توفیق کے موافق احادیث رسول معلوم کرنے کی کوشش کرتا، اور جہاں سے اور جس سے ملتیں، لے لیتا، اور اس پر عمل کرتا۔

❁.....❁❁.....❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عہد تابعین میں عمل بالحدیث

تابعین کے زمانے میں بھی مسلمانوں کا تعامل قرآن وحدیث ہی پر تھا خلیفہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے، جو جلیل القدر تابعی تھے، اسی مضمون کا فرمان جاری کیا تھا:

((عن الاوزاعی قال کتب عمر بن عبد العزیز انّه لارای لاحد فی کتاب اللّٰه انّما رای الآئمة فیما لم ینزل فیه کتاب و لم تمض فیه سنة عن رسول اللّٰه ﷺ و لا رای لاحد فی سنة سنها رسول اللّٰه ﷺ)) ❶

''اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ عمرؒ بن عبدالعزیز نے لکھا کہ اللہ کی کتاب میں کسی رائے کو دخل نہیں۔ اور اماموں کی رائے کا اسی معاملہ میں اعتبار ہے جس میں قرآن کا کوئی حکم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت نہ ہو۔ سنت کی موجودگی میں کسی کی رائے و قیاس معتبر نہیں۔''

❁.....دارمی میں ہے:

((عن عبید اللّٰه بن عمر ان عمر بن عبد العزیز خطب فقال یا ایّها النّاس انّ اللّٰه لم یبعث بعد نبیّکم نبیّاً و لم ینزل بعد هذا الکتا ب الّذی انزل علیه کتاباً، فما احل اللّٰه علی لسان نبیّه فهو حلال الی یوم القیامة وماحرّم علی لسانه فهو حرام الی یوم القیامة الا وانّی لست بقاض ولکنّی منفذ ولست بمبتدع و لکنّی متبع ولست بخیر منکم غیر انّی اثقلکم حملاً۔ الا وانّه لیس لاحد من خلق اللّٰه ان یطاع فی معصیة اللّٰه۔ الا هل بلغت!)) ❷

---

❶ انصاف ❷ دارمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''عمرؒ بن عبدالعزیز نے خطبہ دیا۔فرمایا اے لوگو! اللہ نے تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں کیا اور نہ قرآن کے بعد کوئی کتاب نازل کی۔ پس جو کچھ اللہ نے اپنے نبی کے ذریعے حلال بتایا ہے وہ قیامت تک حلال ہے اور جو حرام بتایا ہے وہ قیامت تک حرام ہے۔سنو! میں قانون بنانے والا نہیں ہوں بلکہ خدا اور رسول کے احکام کو جاری کرنے والا ہوں اور میں بدعتی بھی نہیں ہوں بلکہ میں متبع ہوں۔ اور نہ تم لوگوں سے اچھا ہوں۔ ہاں میرے کندھوں پر تم سے زیادہ بوجھ ہے۔سنو کسی بندے کا حق نہیں کہ اللہ کی معصیت میں اس کی اطاعت کی جائے۔پس سن رکھو کہ میں نے پہنچا دیا۔''

❁.....تابعی محمدؒ بن سیرین (ف ۱۰۰ھ) کے بارے میں دارمی میں ہے:

((عن قتادة قال حدث ابن سیرین رجلاًبحدیث النّبیّ ﷺ فقال الرّجل قال فلان کذا و کذا فقال ابن سیرین احد ثك عن النّبی ﷺ و تقول قال فلان کذا و کذا۔لا اکلّمك ابداً))

''قتادہ تابعیؒ (ف ۱۱۰ھ) کہتے ہیں کہ محمد بن سیرینؒ نے کسی شخص سے آنحضرت ﷺ کی حدیث بیان کی تو اس شخص نے کہا کہ فلاں شخص تو یوں کہتا ہے۔اس پر ابن سیرین نے کہا میں تو تجھے حدیث رسول سناتا ہوں اور تو کہتا کہ فلاں شخص ایسا کہتا ہے میں تجھ سے کبھی کلام نہیں کروں گا۔''

❁.....شاہ ولی اللہؒ، انصاف میں تحریر فرماتے ہیں:

(وقد تواتر عن الصّحابة والتّابعین انّهم کانوا اذا بلغهم الحدیث یعملون به من غیر ان یلاحظوا شرطها)

''صحابہ اور تابعین سے بطور تواتر کے ثابت ہے کہ ان کو جب کوئی حدیث پہنچتی تھی تو بلا کسی شرط کے وہ اس پر عمل کرنے لگتے تھے۔''

❁.....❁❁.....❁

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمل بالحدیث منصوص ہے

صحابہ اور تابعین کا مذکورہ بالا طریقہ عمل بالحدیث کہلاتا ہے اور اس پر عمل کرنے والے اہلحدیث کہلاتے ہیں اور یہی مسلک حق ہے کیونکہ نبوی اطاعت کا الٰہی اطاعت ہونا منشاء خداوندی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

❁ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (آل عمران ۳۱)

''اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

❁ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ﴾ (نساء ٦٤)

''ہم نے رسول صرف اس لیے بھیجے کہ اللہ کے حکم سے ان کی فرمانبرداری کی جائے۔''

❁ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ﴾ (نساء ١٣)

''اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمان برداری کرے گا اسے اللہ جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔''

❁ ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (نساء ـ ١٤)

''اور جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی مقررہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ ایسوں ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

❁.....﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ (نساء ٥٩)

''اے ایمان والو! فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرماں برداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف۔ اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ اور رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اختلاف رائے کی صورت میں معاملے کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔

❁.....﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؀﴾

(النساء۔ ٨٠)

''جس نے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔''

❁.....﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ؀﴾ (نساء ٦٥)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ لوگ ہرگز ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو اپنا حکم نہ بنائیں۔ پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں ذرہ بھر بھی حرج محسوس نہ کریں اور پوری طرح تسلیم کر لیں۔''

❁.....﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ؀﴾ (نساء ١٠٥)

''ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ اتاری ہے کہ آپ لوگوں میں اس کے موافق فیصلہ کریں جو آپ کو خدا دکھاوے، سمجھاوے۔ اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام رازیؒ نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

(قال المحققون هذه الآية تدلّ على انّه عليه السّلام ماكان يحكم الّا بالوحي و النّصّ) ❶

''محققین نے کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ سوائے وحی اور نص کے فیصلہ نہیں کرتے تھے۔''

اس آیت اور اس سے پہلے والی آیت کو ملائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ قرآن مجید کے قاضی ہیں کیونکہ پہلی آیت میں خدا نے خود لفظ قضیت فرمایا ہے اور یہی سنن دارمی صفحہ ۷۷ میں امام یحیٰ بن کثیر سے مروی ہے: قال السّنّة قاضية على كتاب اللّٰه کہ آنحضرت ﷺ کی سنت قرآن کی قاضی ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ حدیث وسنت کو قاضی ہونے کا رتبہ دینا قرآن کی بے قدری ہے وہ آیت بالا کے لفظ **قضیت** کو دیکھیں کہ یہ منصب خدا نے خود آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ ❷

❁..... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (انفال:۲۴)

''اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالاؤ۔ جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں۔ اور جان لو کہ خدا آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور بلاشبہ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔''

❁..... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ﴾

(الانفال:۲۰)

''اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو، سنتے جانتے ہوئے۔''

❁..... ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب ۔ ۷۱)

''اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی۔''

---

❶ تفسیر کبیر۔ ج ۳ ص ۳۱۷ ❷ منقول از تاریخ اہل حدیث۔ میر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁ ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾ (احزاب۔۲۱)

''تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے۔''

❁ ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ (احزاب:۳۶)

''کسی ایمان دار مرد اور عورت کا حق نہیں کہ جب خدا اور اس کا رسول ﷺ کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو خود اپنے کاموں میں کوئی اختیار رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور رسول کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا، وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

❁ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ﴾

''جو کچھ رسول دے لے لو۔ اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔'' (الحشر:۷)

ان آیات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت منصوص ہے اس کے برعکس فقہاء و مجتہدین کی علی الاطلاق اطاعت منصوص نہیں ہے بلکہ وہ اتفاق کے ساتھ مشروط ہے اور بوقت اختلاف کسی فقیہ و مجتہد و اولوالامر وغیرہ کی بھی اطاعت بوجہ خلاف نص ہونے کے باطل ہے۔ نبی ﷺ کی اطاعت میں کبھی معصیت نہیں ہوسکتی لیکن غیر نبی کی اطاعت کبھی معصیت بھی ہوسکتی ہے۔ اس لئے تو حدیث میں آیا ہے:

((لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ)) ❶

''جہاں خالق کی نافرمانی لازم آئے، وہاں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔''

اس سے نبی مستثنیٰ ہے، باقی غیر نبی کی اطاعت معصیت اور غیر معصیت کو متحمل ہے، پس اس کے لئے نص کی تائید ضروری ہے۔ اسی لئے قول مؤید بالوحی پر عمل کرنا، تقلید نہیں۔ یوں کہنا چاہیے کہ فقہاء کا وہ قول صحیح ہے جو نص سے مؤید ہو اور اس کو دیکھ کر پھر اس کو لینا خدا اور رسول کی اطاعت ہے اور یہ اتباع ہے، تقلید نہیں جیسا کہ حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب اخبار الآحاد، باب ماجاء فی اجازۃ خبر الواحد، رقم الحدیث: ۷۲۵۷ بالمعنی۔ شرح السنۃ، رقم الحدیث: ۲۴۵۵ واللفظ لہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(التّقليد معناه في الشّرع: الرّجوع الى قول لاحجّة لقائله، على هو ذالك ممنوع في الشّريعة۔ والاتباع ما ثبت عليه حجّة شرعي) ❶

''اصطلاح میں تقلید بلا دلیل کسی بات کو لینا ہے اور یہ شریعت میں ممنوع ہے اور اتباع اسی قول کو لینے کو کہتے ہیں جس پر دلیل ہو۔''

جب فقہاء کا قول مؤید بالوحی ہو تو وہ تقلید نہیں بلکہ اتباع ہے۔

نبی ﷺ کے بعد دو سو سال تک جن مذاہب کا وجود نہ تھا وہ دینی مذاہب کیسے ہوئے۔ اور جو ان مذاہب سے باہر ہو اور خالص کتاب وسنت پر عمل کرے اس کو لا مذہب ولا دین وغیرہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے۔ کیا صحابہ وتابعین معاذ اللہ لا مذہب ولا دین تھے۔ حق تو دین اول ہوگا نہ کہ بعد میں آنے والہ۔ نیز نبی ﷺ نے تو ایک جماعت چھوڑی تھی یہ تربیع الامت اور چار مذہب بعد کی ایجاد ہے۔

بحر العلوم حنفیؒ لکھتے ہیں:

(اذ لا واجب الّا ما اوجبه اللّه تعالى والحكم له ولم يوجب على احد ان تمذهب بمذ هب رجلٍ مّن الآئمة فايجابه تشريع جديد) ❷

''واجب وہی کام ہے جس کو اللہ واجب قرار دے اور اسی کو اختیار ہے اس نے کسی پر واجب نہیں کیا کہ وہ کسی امام کے مذہب کو اختیار کرے۔ اس کو واجب سمجھنا نئی شریعت بنانا ہے۔''

---

❶ جامع بیان العلم وفضلہ جلد۲ صفحہ ۱۱۷۔ اعلام الموقعین جلد۲ صفحہ ۱۷۸

❷ شرح مسلّم الثبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قدامت مذہب اہلحدیث

صحیح بخاری میں عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میرا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملیں۔ پھر وہ جو ان سے ملیں (عمرانؓ بن حصین صحابی کہتے ہیں) مجھے یاد نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانہ کے ذکر کے بعد دو دفعہ (یعنی دو زمانوں کا) ذکر کیا یا تین دفعہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور تابعین اور اتباع تابعین بہترین امت ہیں۔ انہی تین زمانوں کو قرون ثلثہ کہتے ہیں۔ چوں کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے خیر ہونے کی خبر دی ہے اس لئے ان کو قرون مشہود لھا بالخیر بھی کہتے ہیں۔ ان قرون کی حدود ۲۲۰ ہجری تک ہے۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ ۱۱ھ تک ہے اور صحابہ کرام کا زمانہ ۱۱۰ھ تک ہے کیونکہ آخری صحابی حضرت ابوطفیلؓ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے اور تابعین عظام کا زمانہ ۱۸۰ھ تک ہے۔

تابعین تک تو حدیث کے الفاظ یقینی ہیں۔ لیکن اتباع تابعین کیلئے راوی کو شک ہے، تاہم مدت کو طویل کر کے ہم اتباع تابعین کے زمانہ کو بھی شامل کر لیتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ ۲۲۰ھ تک ہے۔

۲۲۰ھ تک ہر چہار مذہب کی تقلید ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ چوتھے حضرت امام احمدؒ (ف ۲۴۱ھ) تو ابھی زندہ تھے۔ اور شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

تو جان لے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے پیشتر کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہیں تھے۔ ❶

حضور رسول کریم ﷺ نے بطور پیش گوئی کے فرمایا ہے:

---

❶ حجۃ اللہ البالغہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((لا تزال طائفة مّن امّتی ظاهرين على الحقّ لايضرّهم من خذلهم حتّى ياتى امر اللّه۔)) الحديث ❶

''کہ میری امت کا ایک گروہ حقانی ہمیشہ قائم رہے گا۔''

- .....امام علیؒ بن مدینی کہتے ہیں هم اصحا ب الحديث کہ وہ اصحاب الحدیث ہیں۔
- .....امام احمدؒ نے فرمایا: ان لم يكونو ااهل الحديث فمن هم؟ کہ اس کے مصداق اہل حدیث نہیں تو اور کون ہیں؟
- .....حضرت معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ منصور رہے گی۔ ان کی برائی چاہنے والا انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔
- .....اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہمیشہ میری امت سے ایک جماعت حق پر رہے گی، ان کے دشمن ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے۔
- .....عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہ کر لڑتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت آجائے۔
- .....امام یزید بن ہارونؒ کہتے ہیں اگر اس سے مراد جماعت اہل حدیث نہیں تو میں نہیں جان سکتا کہ اور کون لوگ مراد ہیں۔
- .....حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔
- .....احمد بن سنانؒ کے نزدیک اس سے مراد اہل علم، اہل حدیث ہیں۔
- .....امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ یہ جماعت، اصحاب حدیث کی ہے۔ ❷

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، رقم الحديث: ۱۷۰۔۱۹۲۰

❷ شرف اصحاب الحدیث۔ ص ۳۲۔۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واقعہ بھی یہی ہے کہ اس حدیث کا مصداق وہی گروہ ہوسکتا ہے جو اس وقت بھی موجود ہو جب صحابہ اور تابعین کا وقت تھا، اس کے بعد بھی ہر دور میں موجود ہو۔ جو گروہ صحابہ اور تابعین کے بعد وجود میں آئے ہیں وہ اس پیش گوئی کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ عہد تبع تابعین تک کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ تھا، اور اس دور کے مسلمانوں کا طریقہ، عمل بالحدیث تھا، اس لئے ابتداء اسلام سے چوتھی صدی تک اہل حدیث کے موجود ہونے سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اور قرون مشھود لھا بالخیر کے اختتام سے زمانہ حال تک ہر دور میں اہل حدیث کا موجود ہونا ہم عنقریب تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔ ان شاء اللّٰہ

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اہل حدیث کا فرقہ نیا نکلا ہے۔ اور پہلے کوئی اس مذہب کا نہ تھا۔ اور مذہب بس یہی چار (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) ہیں اور ان کے سوا محدثین یا اہل حدیث کا کوئی خاص مذہب نہیں۔ ایسے لوگوں کی یہ بات اس لئے غلط ہے:

- ..... مذہب اہل حدیث کی مفصل تاریخ، حجۃ اللہ البالغہ میں موجود ہے۔
- ..... نیز اکثر کتب فقہ وحدیث وتفسیر میں اہل حدیث کا ذکر موجود ہے اور چھوٹی (جیسے خلاصہ کیدانی) اور بڑی (جیسے طحطاوی شرح درمختار، معالم التنزیل، جامع ترمذی، حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ) کتب فقہ وحدیث وغیرہ میں اسی لقب سے ان کو یاد کیا گیا ہے۔
- .....اور اکثر متداول کتابوں میں اہل حدیث کا مذہب، مذاہب اربعہ سے علیحدہ بتایا جاتا ہے۔

ابتدائے ظہور تقلید کے زمانے سے مابعد میں مسلک اہل حدیث کا موجود ہونا اور بطور نمونہ بعض اہل حدیث حضرات کے نام ہم درج ذیل کرتے ہیں:

- ..... بحث اجماع میں ایک مسئلہ کی بابت علامہ تفتازانیؒ (ف ۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

(وعليه عامة اهل الحديث و الشّافعية) ❶

- .....تفتازانی شرح مقاصد میں شیعہ کی دلیل حدیث غدیر خم کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

---

❶ تلویح مطبوعہ نولکشوری ص ۳۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(وقد صحّ فی صحّته کثیر مّن اهل الحدیث) ❶

❂.....ابن ہمامؒ (۷۹۰۔۸۶۱ھ) جو متاخرین حنفیہ میں سے درجہ اجتہاد تک پہنچے ہیں اپنی کتاب فتح القدیر ❷ میں متعدد مقامات پر گروہ اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ جلد اول میں صفحہ ۲۲ اور ۹۰ اور ۱۱۵ اور ۲۸۲ پر ان کا ذکر موجود ہے۔

❂.....انہوں نے قنوت نازلہ کی مشروعیت میں لکھا ہیں:

(وبه قال جماعةمّن اهل الحدیث) ❸

(فی فتح القدیر انّ مشروعیّة القنوت للنازلة مستمرة ولم تنسخ وبه قال جماعة مّن اهل الحدیث) ❹

''فتح القدیر میں ہے کہ دعا قنوت کا مشروع ہونا برابر جاری رہا اور چلا آیا۔ منسوخ نہیں ہوا۔ اسی کی قائل اہل حدیث کی ایک جماعت ہے۔''

❂.....فتح القدیر میں مسئلہ فساد صوم بالحجامۃ میں لکھا ہے:

(کما هو قول الحنابلة وبعض اهل الحدیث) ❺

(فی شرح النقایة معزیاً الی الغایة وان نزل بالمسلمین نازلة قنت الامام فی صلوة الجهر وهو قول الثّوری واحمد وقال جمهوراهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوة کلّها) ❻

''شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ کہا ہے کہ مسلمانوں پر کوئی حادثہ آپڑے تو امام جہری نمازوں میں دعاء قنوت پڑھے۔ یہی قول ہے امام ثوریؒ و امام احمدؒ کا۔ جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ حوادث کے وقت سبھی نمازوں میں دعا قنوت مشروع ہے۔''

---

❶ شرح مقاصد مصری ج ۲، ص ۲۹۰
❷ شرح ہدایہ مطبوعہ نولکشور پریس
❸ فتح القدیر نولکشوری۔ ج اول ص ۱۸۸
❹ الاشباہ والنظائر
❺ فتح القدیر: ص ۴۱۱ ❻ البحر الرائق ومثلہ فی الطحطاوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁.....(قال جمهور اهل الحديث القنوت عند النّوازل مشروع فی الصّلوة كلّها) ❶

''جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ حوادث کے وقت سب نمازوں میں قنوت مشروع ہے۔''

❁.....(ويحمل على قنوت النّوازل كما اختاره بعض اهل الحديث انّه عليه الصّلوة والسّلام لم يزل يقنت فی النّوازل) ❷

''دعائے قنوت حوادث کی حالت پر محمول ہے جیسا کہ بعض اہل حدیث قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ حوادث میں دعا قنوت پڑھا کرتے۔''

❁.....علامہ شامی شرح درمختار میں قنوت نازلہ کی بابت اہل حدیث کا مذہب ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

(قد علمت ان هذا لم يقل به الّا الشّافعی وعزاه الى جمهور اهل الحديث) ❸

''تم جانتے ہو کہ اس کے قائل صرف امام شافعیؒ ہیں اور اس کو جمہور اہل حدیث کی طرف نسبت کیا ہے۔''

❁.....علامہ شامیؒ ایک جگہ لکھتے ہیں:

(وحكم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدّثين حكم البغا وذهب بعض المحدّثين الى كفرهم و قال ابن المنذر ولااعلم احداً وافق اهل الحديث على تكفيرهم) ❹

''خارجیوں کا حکم جمہور فقہاء اور محدثین کے نزدیک باغیوں کا سا ہے اور بعض محدثین ان کو کافر کہتے ہیں۔ ابن المنذر کہتے ہیں میرے علم میں کوئی شخص خوارج کی تکفیر میں اہلحدیث کے موافق نہیں ہے۔''

❁.....فتاوی تاتارخانیہ میں اور اس سے نقل کر کے ردالمحتار میں لکھتے ہیں:

---

❶ شرح نقایہ، شمنی مستملی

❷ ردالمحتار جلد اول ص ۷۰۶

❸ ردالمحتار جلد سوم ص ۴۷۸

❹ ردالمحتار جلد سوم ص ۴۷۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(حکی انّ رجلاًمن اصحاب ابی حنیفه خطب الی رجلٍ مّن اصحاب الحدیث ابنته فی عهد الشّیخ الجوزجانی فابی الرّجل ان یّزوجه الّاان یّترك مذهبه لمذهب اهل الحدیث۔ فقال الشیخ بعد ماسئل عنه: النکاح جائز، ولاکن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النزع لانه استخف مذهبه الذی هو حق عنده لاجل جیفة منیة) ❶

''حکایت ہے کہ ایک حنفی نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا نکاح چاہا تو اہلحدیث نے یہ شرط کی کہ وہ حنفی مذہب ترک کر کے اہلحدیث ہو جائے۔جس پر امام جوزجانی نے فتوی دیا کہ نکاح تو ہو گیا مگر یہ خوف ہے کہ اس شخص کا خاتمہ اچھا نہ ہو کیونکہ اس نے ایک مذہب کو، جس کو حق جانتا تھا، صرف ایک بدبو والی چیز کی خاطر ترک کر دیا۔''

.....(وان جماعة من اهل الحدیث منهم ابوالفضل محمد بن طاهر المقدسی یفرقون بینهما بزیادة یاء فی النسبة للمذهب ویقولون حنیفی وانه قال ابن الصلاح لم اجد ذالك من احمدعن.....الا من ابی بکر الانباری) ❷

''کہ اہل حدیث کی ایک جماعت کہ ازان جملہ حافظ ابوالفضل مقدسیؒ ہیں، یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ لفظ حنفی مذہب کی طرف منسوب ہو تو اس میں حرف (ی) بڑھا کر حنفیی کہا جاوے۔''

.....(قوله وقیل فی الکل قد علمت ان هذا لم یقل به الشافعی و عزاه فی البحر الی جمهور اهل الحدیث و کان ینبغی عزوة الیهم لئلا یوهم انه قول فی المذهب) ❸

''حوادث کے وقت کل نمازوں میں دعا قنوت پڑھنا صرف شافعیؒ کا قول ہے۔ اور بحر الرائق میں اس کو جمہور اہل حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔لہذا اس کو انہیں کی طرف منسوب کرنا مناسب ہے تا کہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ وہ حنفی مذہب کا ہی قول ہے۔''

---

❶ ردالمحتار۔ج ۳۔ص ۲۰۷ ❷ ردالمحتار ❸ ردالمحتار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۞.....ملا علی قاریؒ علم کلام کی مذمت میں لکھتے ہیں:

(والی التّحریم ذهب الشّافعی ومالك واحمد وسفیان وجمیع آئمة الحدیث) ❶

۞.....شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں اہلحدیث کے صفات الٰہی کی بابت مذہب کے بیان میں لکھتے ہیں:

(واستطابل هؤلاء الخائضون علی معشر اهل الحدیث وسموهم ومجسمة ومشبهة) ❷

۞.....شاہ ولی اللہؒ اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

(وکان صاحب الحدیث ایضاً قد ینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقه به) ❸

۞.....اسی کے قریب لکھتے ہیں:(وکان اهل الحدیث منهم)

۞.....شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب عقد الجید میں لکھتے ہیں:

(فهذا طریقة المحققین من فقهاء المحدثین وقلیل ماهم وهم غیر الظّاهریة من اهل الحدیث الّذین لا یقولون بالقیاس والاجماع وغیرالمتقدّمین من اصحاب الحدیث ممّن لم یلتفتوا الی اقوال المجتهدین اصلاً ولکنّهم اشبه الناس باصحاب الحدیث) ❹

۞.....زرقانیؒ شرح مؤطا میں نماز میں رفع الیدین کے بیان میں لکھتے ہیں:

(و به قال الاوزاعی و الشا فعی و احمدو اسحاق و الطبری وجماعةمن اهل الحدیث) ❺

---

❶ شرح فقہ اکبر

❷ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۶۴

❸ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۸

❹ عقد الجید، ص ۵۴

❺ جلد اول ص ۱۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۞.....فتح الباری میں نماز مغرب سے قبل دو رکعت کے مستحب ہونے کی بابت لکھا ہے:

(والی استحبابها ذهب احمدو اسحاق و اصحاب الحديث) ❶

۞.....مسئلہ جمع بین الصلوتین میں لکھا ہے:

(و حكاه الخطابی عن جماعة من اصحاب الحديث) ❷

۞.....محلی میں قلتین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں:

(و به قال اسحاق وابوعبيد و جماعة مّن اهل الحديث منهم ابن خزيمة) ❸

۞.....امام ابن عبدالبرؒ خمر کے بیان میں لکھتے ہیں:

(قال اهل المدينة و سائر الحجازيين واهل الحديث كلّهم كلّ مسكر خمر) ❹

۞.....حاشیہ نورالانوار میں خبر واحد کے مسئلہ میں لکھتے ہیں:

(وهذا هو مذهب بعض اهل الحديث) ❺

۞.....حاشیہ نخبہ میں مرسل کے بیان میں لکھتے ہیں:

(اختار مذهب اهل الحديث) ❻

۞.....امام نوویؒ مسئلہ ذبح با لعظم کے بیان میں لکھتے ہیں:

(لايجوز الزّكوة به وقد قال الشّافعی واصحابه بهذا وبهذا ـ قال النّخعی والحسن بن صالح والليث واحمد وفقهاء الحديث) ❼

---

❶ فتح الباری پارہ ۳ ص ۳۴۸ ـ مطبع انصاری

❷ فتح الباری پارہ ۳ ص ۳۰۷

❸ فتح الباری

❹ التمہید لابن عبدالبر

❺ حاشیہ نورالانوار، ص ۱۵۰

❻ حاشیہ نخبہ

❼ شرح ج ۲ ص ۱۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۞.....مسلّم الثبوت کے حاشیہ میں احکام میں اباحت حرمت کے اصل ہونے میں اہلسنت کا باہمی اختلاف ذکر کر کے اہل حدیث کا مذہب حرمت بیان کیا ہے:

(امّا الخلاف المنقول عن اهل السّنّة ان الاصل فی الاحکام الاباحة کما هو ممتاز اکثر الحنفیة و الشّافعیة.....کما ذهب الیه غیرهم منهم ابو المنصور والتّرمذی و صاحب الهدایة و عامة اهل الحدیث) ❶

۞.....شیخ عبدالحق محدثؒ نے شرح سفر السعادت میں کہا ہے:

''کسے از امام احمد پرسید و گفت بعض از اہل حدیث روایت مے کنند باسناد کہ پیغمبر ﷺ در نماز ملاحظہ میکرد۔ امام احمد بجہت عدم صحت ایں اسناد بروے ان کار عظیم میکرد۔'' ❷

۞.....تاریخ فرشتہ میں محمود غزنویؒ کے ذکر میں لکھا ہے:

''سلطان محمود نے یز ابوالطیب سہل بن سلیمان..را کہ از آئمہ اہل حدیث بود برسم رسالت پیش ایلک خاں فرستادہ۔'' ❸

۞.....اور ابن خلدونؒ نے لکھا ہے:

(وانقسم الفقه فیهم الی طریقتین طریقة اهل الرّای والقیاس وهم اهل العراق وطریقة اهل الحدیث وهم اهل الحجاز وکان الحدیث قلیلاً فی اهل العراق لما قدمنا) ❹

''منقسم ہوگئی ان میں فقہ دو طریقوں پر، اہل رائے و قیاس کے طریقہ پر اور وہ اہل عراق ہیں۔ اور اہل حدیث کے طریق پر اور وہ اہل حجاز ہیں۔ اور اہل عراق میں علم حدیث قلیل تھا اس وجہ سے جو ہم نے بیان کی۔''

۞.....اس کے بعد اسی فصل میں ابن خلدونؒ کہتے ہیں:

---

❶ حاشیہ مسلم الثبوت
❷ شرح سفر السعادت
❸ جلد اول مقالہ اول ص ۱۲۳
❹ مقدمہ ص ۲۷۲ فصل فی علم الفقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ولم یبق الّا مذهب اهل الرّای من العراق واهل الحدیث من الحجاز) ❶

''اور نہیں باقی رہا مگر مذہب اہل رائے کا عراق سے اور اہل حدیث کا حجاز سے۔''

❁.....سید عبدالقادرؒ جیلانی کہتے ہیں:

(فعلامة اهل البدعة الوقیعة فی اهل الاثر) ❷

❁.....عبدالحکیمؒ سیالکوٹی (ف ۱۰۶۷ھ) اس تحریر کا فارسی ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

پس نشان اہل بدعت عیب کردن ست در اہل حدیث۔

''اہل بدعت کی نشانی یہ ہے کہ وہ اہل حدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔''

❁.....اس فصل میں سید عبدالقادرؒ جیلانی نے جتنی دفعہ لفظ اهل الاثر لکھا ہے عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے اس کا ترجمہ اہل حدیث ہی کیا ہے۔

❁.....سید عبدالقادرؒ جیلانی عبارت مندرجہ بالا کے کچھ آگے یہ ذکر کرتے ہیں کہ بدعتی لوگ اہل حدیث کے طرح طرح کے نام رکھتے ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں:

(و لااسم لهم الّا اسم واحد وهو اصحاب الحدیث)

''ان کا تو صرف ایک ہی نام ہے یعنی اہل حدیث۔''

❁.....سید عبدالقادر جیلانیؒ اسی کتاب کے صفحہ ۲۱۲ پر فرقہ ناجیہ کے ذکر میں لکھتے ہیں:

''ان کا نام اصحاب الحدیث ہے۔''

❁.....فخر الدین رازیؒ (ف ۶۰۶ھ) تفسیر کبیر میں بذیل آیت:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا﴾ (بقرہ:۲۳)

اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ ❸

---

❶ مقدمہ ج ۱ ص ۲۷۳

❷ غنیۃ الطالبین۔ مطبع مرتضوی دہلی ص ۱۹۸

❸ جلد اول مطبوعہ مصر ص ۲۳۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

.....امام ابن تیمیہؒ (۶۶۱ھ ۔ ۷۲۸ھ) منہاج السنہ میں متعدد مقامات پر اہل حدیث اور اصحاب الحدیث کے نام سے ایک مستقل فرقہ کا ذکر کرتے ہیں ۔ چنانچہ جلد ثالث صفحہ ۲۳ میں جہمیہ ، قدریہ، اور معتزلہ وغیرہ کے تردیدی ذکر میں فرقہ اہلحدیث کا بھی ذکر کرتے ہیں ۔ایک جگہ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

(ثمّ بعد ذالك اختلاف اهل الحديث وهم اقلّ الطّوائف اختلافاً فی اصولهم لانّ ميراثهم من النّبوّة اعظم من ميراث غيرهم فعصمهم حبل اللّه الّذی اعتصموا به) ❶

''اس کے بعد اہلحدیث کا اختلاف ہے جو سب فرقوں میں سے کم اختلاف رکھتے ہیں کیونکہ ان کی علمی وراثت جو نبوت سے ان کو ملی ہے دوسروں کی وراثت سے بہت عظیم ہے ۔ان کو اللہ کی رسی (قرآن مجید) نے بچالیا جس سے وہ متمسک ہیں۔''

.....ایک دوسرے موقع پر علامہ حلی شیعی کے اعتراض کے جواب کے ضمن میں اہلحدیث کی تعریف کرتے ہوئے ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

(من المعلوم لكل من له خبرة انّ اهل الحديث من اعظم النّاس بحثا عن اقوال النّبیّ ﷺ وطلباً لعلمها وارغب النّاس فی اتباعها وابعد النّاس عن اتّباع الهوی فهم فی الاسلام كاهل الاسلام فی اهل الملل) ❷

''جس شخص کو کچھ بھی خبر ہے اس کو معلوم ہے کہ اہل حدیث رسول اللہ کے اقوال کی بابت سب سے زیادہ تحقیقات کرنے والے اور ان کے علم کے طالب اور ان کی پیروی میں سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے ہیں اور ہویٰ وہوس کی اتباع میں سب سے زیادہ دور ہیں پس وہ اہلحدیث اہل اسلام میں ایسے ہیں جیسے دیگر ادیان میں اہل اسلام ہیں۔''

---

❶ منہاج السنہ جلد ثالث ص ۲۱

❷ جلد ۲ ص ۱۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁.....صاحب کشف الظنون (ف ۱۰۶۷ھ) حنفی نے علم اصول پر بحث کرتے ہوئے امام علاء الدین محمد بن احمد سمرقند کا قول ان کی کتاب میزان الاصول سے نقل کیا ہے:

(واکثر التّصانیف فی اصول الفقه لاهل الاعتزال المخالفین لنا فی الاصول و لاهل الحدیث المخالفین لنا فی الفروع) ❶

''اصول فقہ میں اکثر تصانیف معتزلیوں کی ہیں جو اصول (عقائد) میں ہم سے مخالف ہیں اور اہل حدیث کی (تصانیف بھی) ہیں جو ہم سے فروع میں مخالف ہیں۔''

❁.....حافظ ابن حجرؒ (۷۷۳ھ۔۸۵۲ھ) امام شافعیؒ کے جامع الفقہ والحدیث ہونے کی بابت فرماتے ہیں:

(فاجتمع له علم اهل الرای وعلم اهل الحدیث) ❷

❁.....امام ترمذیؒ (۲۰۹ھ۔۲۷۹ھ) کی جامع الترمذی اہل حدیث اور اصحاب الحدیث کے ذکر سے بھری ہوئی ہے۔مثلاً: جلد اول مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص:۴،سطر:۳۔ص:۶، سطر:۲۳۔نیز ص:۹،سطر:۱۶،۲۳۔ص:۱۰،سطر۳۔

اس قسم کی نظیریں بہت ہیں حالانکہ یہ کتابیں تمام مذاہب کے بیان کی متکفل نہیں بلکہ ان میں بیشتر انہیں اقوال کا ذکر ہے جن سے زیادہ تر کام پڑتا ہے۔

ان فقہی کتابوں میں امام احمدؒ کے مذہب کا بھی بہت کم نام لیا جاتا ہے۔اسی طرح امام مالکؒ کا مذہب بھی بہت کمی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔اس پر بھی اہلحدیث کے مذہب کو کہیں کہیں اور مذاہب سے ممتاز کر کے لکھا گیا ہے۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مذہب اور اس کے ماننے والے قدیم سے چلے آتے ہیں۔اور مختلف زمانوں کے مصنفین کی توجہ اس مذہب کی طرف ہوتی رہی۔اور وہ ان کی نظروں میں ایک معتد بہ اور قابل ذکر مذہب تھا جس کو انہوں نے مختلف مواقع میں ذکر کیا۔

---

❶ باب الالف ص۱۱۴

❷ توالی التاسیس مطبوعہ مصر ص۱۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بس یہی مذہب تو ان لوگوں کا ہے جن کا دوسرا نام غیر مقلد یا لامذہب لیا جاتا ہے۔حالانکہ وہی اصل مذہب ہے اور عین طریقہ اسلام۔ ❶

❶ اہل حدیث قدیم یا جدید۔منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنۃ۔جلد ۸ ملخصاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمل بالحدیث کا ہر دور میں وجود

قرون مشھود لھا بالخیر میں عمل بالحدیث کا وجود ہم نے گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔اس کے بعد کے حالات یہاں بیان کئے جاتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ عاشرہ میں آئمہ حدیث نبوی میں سے ننانوے امام ذکر کئے ہیں،جن میں:

- بقی بن مخلد قرطبیؒ (ف ۲۷۶ھ) کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ وہ امام مشہور پیشوا مجتہد تھے۔ کسی کی تقلید نہ کرتے تھے (لا یقلّد احداً) سنت کے زندہ کرنے والے تھے۔ان کے مذہب اہل حدیث کو ظاہر کرنے کی وجہ سے لوگوں نے ان سے تعصب کیا۔لیکن امیر اندلس نے لوگوں کے ہاتھ سے ان کو بچالیا۔
- حافظ کبیر احمد ابن عاصمؒ (ف ۲۸۷ھ) کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ ان کا مذہب ظاہر قرآن وحدیث تھا۔قیاس نہیں کرتے تھے۔حافظ ابونعیمؒ نے کہا ظاہری المذہب تھے۔

جناب حافظ محمد گوندلویؒ لکھتے ہیں:

اہل الرائے سے مراد وہ گروہ ہے جو قیاس واستنباط کا قائل ہو۔رائے سے مراد نفس فہم وعقل نہیں، کیونکہ اس سے تو کوئی صاحب علم خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی رائے سے مراد ایسا قیاس ہے جو سنت پر بالکل معتمد نہ ہو، کیونکہ اسے بھی کوئی مسلمان اختیار نہیں کر سکتا۔اور رائے سے مراد قیاس واستنباط کی قدرت بھی نہیں ہوسکتی کیونکہ امام احمدؒ، امام اسحاقؒ، امام شافعیؒ بالاتفاق اہل الرائے سے خارج ہیں حالانکہ وہ قیاس اور استنباط پر اچھی طرح قادر تھے۔

اہل الرائے سے مراد وہ گروہ ہے جو اتفاقی مسائل کے بعد کسی متقدم کے اصل کو لے کر تخریج مسائل کی طرف مائل ہو۔اور جن کا کام صرف ایک نظیر کو دوسری نظیر کی طرف یا اصول میں سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی اصل کی طرف لوٹانا تھا۔ اور وہ احادیث و آثار کے تتبع کے درپے نہیں ہوتے تھے۔
اور اہل ظاہر وہ گروہ ہے جو آثار صحابہ و تابعین اور قیاس و تاویل کا قائل نہیں بلکہ احکام کی بنا صرف ظاہر نصوص پر رکھتے ہیں۔ جیسے امام داؤدؒ اور ابن حزمؒ۔
ان دونوں گروہوں، اہل الظاہر اور اہل الرائے، کے بین بین اہل سنت کا ایک تیسرا گروہ ہے جنہیں اہل حدیث کہا جاتا ہے جیسے امام احمدؒ اور اسحاقؒ وغیرہ۔ ❶

- امام ذہبیؒ، قاسم ابن محمد اندلسیؒ (ف ۲۷۶ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، کتاب الایضاح جو مقلدین کے رد میں ہے اس کے مصنف یہی ہیں۔ ان کا مذہب استدلال اور حجت تھا۔ دلیل کے ساتھ بصیرت رکھنے کی بابت اندلس میں کوئی ان کا نظیر نہ تھا۔

- حافظ ابن خزیمہؒ (ف ۳۱۱ھ) کا ذکر کر کے ان کا قول لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی جب صحیح حدیث مل جائے تو اس کے سامنے پھر کسی کا قول نہیں۔

- علامہ ابن منذرؒ (ف ۳۱۸ھ)، جن کی بے نظیر تصانیف مشہور ہیں، کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔ اختلاف اور دلائل کا علم انتہاء درجے کا رکھتے تھے۔

- حافظ حسین بن محمد سنجیؒ کے ترجمہ میں ذہبیؒ لکھتے ہیں:

خراسان میں ان سے بڑھ کر کوئی حدیث دان نہ تھا۔ اہل الرائے کو حدیث پڑھانے پر بڑی مشکل سے راضی ہوتے تھے۔

- حافظ امام ابو یعلیؒ (۳۴۶ھ) کے ترجمہ میں ذہبی لکھتے ہیں:

وہ علماء ظاہریہ میں سے تھے۔ حدیث کی بحث و تلاش بہت کرتے تھے اہل قیاس کا رد کیا کرتے تھے۔ عابد اور متبع سنت تھے۔

- حافظ حسن بن سعید قرطبیؒ کے تذکرے میں ذہبی لکھتے ہیں:

---

❶ نبراس۔ ص ۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ مجتہد تھے، کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔

○ محدث العراق ابن شاہینؒ (۳۸۵ھ) کے ترجمہ میں ذہبی لکھتے ہیں:

ان کے سامنے جب کسی کے مذہب کا ذکر آتا تھا تو کہتے تھے میں محمدی المذہب ہوں۔

محمود غزنویؒ کے متعلق علامہ تاج الدین سبکیؒ نے تاریخ الیمینی میں، ابن خلکانؒ نے وفیات الاعیان میں، ابن کثیرؒ نے تاریخ الکامل میں، اور امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک جوینیؒ نے مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق میں لکھا ہے:

محمود غزنوی پہلے حنفی تھا پھر شافعی ہوگیا۔ بعض حضرات نے اس کے شافعی ہونے کی وجہ بھی لکھی ہے کہ اس کے دربار میں قفال مروزی نے علماء حنفیہ اور شافعیہ کی موجودگی میں پہلے شافعی مسلک اور پھر حنفی مسلک کے مطابق نماز پڑھی، اس واقعہ کے نتیجے میں محمود غزنوی نے حنفیت ترک کردی اور شافعیت قبول کرلی۔ ❶

حاجی خلیفہؒ نے کشف الظنون میں ابن خلکانؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

(لـمّـارای ان الـمـذهـب الشافعی اوفق لظواهر الحدیث تشفع بعد ان جمع علماء المذهبین) ❷

''یعنی شافعی اور حنفی دونوں مکاتب فقہ کے مجمع علماء میں جب اس نے سمجھا کہ مذہب شافعی ظواہر حدیث کے زیادہ موافق ہے، تو شافعی مذہب اختیار کرلیا۔'' ❸

محمود غزنوی کے حالات میں تاریخ فرشتہ کے مصنف محمد قاسم نے لکھا ہے:

محمود نے بعض ممالک میں وہ سفیر مقرر کئے جن کا شمار جلیل القدر اہل حدیث علماء میں ہوتا تھا، لکھا ہے:

وایلک کان ماوراء النہر یک بار از آل سلطان سامان متخلص گردانے دو فتح نامہ بہ سلطان محمود فرستادہ اورا باستیلائے مملکت خراسان تہنیت گفت بنا برایں میان ہر دو پادشاہ بنائے دوستی و یگانگی استحکام پذیرفت وسلطان نیز ابوالطیب سہل بن سلیمان بن صعلوکی را کہ از آئمہ اہل حدیث

---

❶ وفیات الاعیان، الکامل فی التاریخ وغیرہ

❷ کشف الظنون

❸ یاد رہے کہ شافعیت کے معنی اس وقت اہل حدیثیت کے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بود برسم رسالت پیش ایلک خان فرستادہ۔ ❶

''جب ایلک خان نے خاندان سامان کے قبضے سے ماوراء النہر کا علاقہ آزاد کرایا اور خراسان پر فتح پائی تو فتح نامہ تہنیت سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں بادشاہوں کے درمیان اتحاد و دوستی کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں۔ ایلک خان کے جواب میں محمود غزنوی نے ابوالطیب سہل بن سلیمان صعلوکی کو جو اکابر علمائے اہل حدیث میں سے تھے اپنا سفیر اور پیغام رساں بنا کر ایلک خان کے پاس بھیجا۔''

- امام ذہبیؒ نے حفاظ کے گیارھویں طبقہ میں ستر سے زائد آئمہ کو ذکر کیا۔
- بارھویں طبقہ میں تیس اماموں کو ذکر کیا اور ان کے حدیث میں توغل وغیرہ کو بیان کیا۔
- اس میں حافظ محمد بن علی ساحلیؒ (ف ۴۴۱ھ) کو اور ان کے حرص حدیث اور اس کی خدمت کو ذکر کر کے ان کے چند اشعار بھی ذکر کئے جو انہوں نے حدیث سے خلاف کرنے والوں کی مذمت میں لکھے ہیں۔
- اس میں امام حمیدیؒ صاحب الجمع بین الصحیحین (ف ۴۸۸ھ) کو جو کہ ظاہر کتاب وسنت پر چلتے تھے ذکر کیا۔
- اسی میں حافظ محمد بن طاہر مقدسیؒ اور عبدریؒ (ف ۵۴۴ھ) کو ذکر کیا اور بتایا کہ یہ دونوں حدیث کو لازم پکڑے ہوئے تھے اور ظاہر کتاب وسنت پر چلتے تھے۔
- پھر ذہبیؒ نے تیرھویں طبقہ کو ذکر کیا اور اس میں حافظ امام کوتاہ اصفہانیؒ (۵۵۲ھ) کو ذکر کر کے ان کا یہ قول بیان کیا کہ میں اس شخص کے طریق سے بڑھ کر کوئی طریق جنت کو پہنچانے والا نہیں جانتا کہ جو حدیث پر چلے۔
- پھر چودھویں طبقہ کو ذکر کیا، اور اس میں چوبیس حفاظ حدیث کو بیان کیا جو اثری المذہب عامل بالحدیث تھے۔

---

❶ تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- پھر پندرھویں طبقہ کو ذکر کیا اور اس میں کتنے عاملین بالحدیث کا بیان کیا جو کسی کے مقلد نہ تھے۔
- اسی پندرھویں طبقہ میں حافظ ابن الرومیہ اندلسیؒ (ف ۶۳۷ھ) کو بھی ذکر کیا جو پہلے مالکی تھے پھر عامل بالحدیث ہو گئے تھے۔
- پھر سولہویں طبقہ کو بیان کیا، اور اسی طرح اکیسویں طبقہ تک برابر سب طبقات کو بیان کیا اور ہر طبقہ میں ایک جماعت علماء عاملین بالحدیث کی جو کسی کے مقلد نہ تھے بیان کی۔

ان میں

- امام ابن تیمیہؒ (ف ۷۳۸ھ) کو ذکر کیا۔
- خود امام ذہبیؒ (ف ۷۴۸ھ) بھی عامل بالحدیث تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے۔ چناں چہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

(العلم ما قال اللّٰہ وقال رسولہ ان صح والاجماع فاجھد فیہ واحذرمن نصب الخلاف جھالۃ بین الرسول وبین رائی فقیہ)

- امام ذہبیؒ کے مذکورہ بالا افراد کے علاوہ درج ذیل آئمہ کا ذکر بھی عاملین بالحدیث کے طور پر تاریخ و رجال کی کتابوں میں ملتا ہے۔
- رازانیؒ (ف ۵۴۶ھ)۔ آپ مذہب اہل حدیث کے موافق فتوی دیتے۔
- حسن بن مسلمؒ (۵۰۴ھ۔۵۹۴ھ) انہوں نے شیخ عبد القادرؒ جیلانی کی صحبت اٹھائی تھی۔ امام ابوشامہؒ فرماتے ہیں۔ یہ ابدال میں سے تھے اور سلف کے مسلک عمل بالحدیث کو پکڑے ہوئے تھے۔
- حافظ الحدیث تقی الدین عبد الغنی مقدسیؒ (ولادت ۵۴۱ھ)۔ ایک لاکھ سے بھی زائد حدیثیں ان کو حفظ تھیں۔ تلاش حدیث کا شغل رکھتے تھے۔ ان کی کئی مقبول اور نہایت مفید تصانیف ہیں۔ ابن النجارؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں پرہیز گار تھے سلف کے طریقہ پر حدیث کے ساتھ تمسک کرتے تھے۔ انتہی۔

نہی عن المنکر میں بڑے مضبوط تھے۔ اہل بدعت سے ان کو بہت تکلیفیں پہنچیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

⊙ محمد بن احمد بن قدامہ مقدسیؒ (۵۲۸ھ۔۶۰۷ھ)۔ بڑے عابد وزاہد تھے۔
حافظ ضیاء مقدسیؒ لکھتے ہیں جو حدیث پاتے اس پر ضرور عمل کر لیتے۔ انتہی۔
ابو المظفر کہتے ہیں یہ سلف صالح کے مذہب پر تھے۔ کتاب وسنت وآثار مرویہ کے ساتھ تمسک کرنے والے تھے۔

⊙ منصورؒ بن یعقوب بن یوسف سلطان مراکو (ف ۶۱۰ھ) بڑے پکے اہل حدیث تھے۔ باوجود سلطنت کے، بڑے زہد کے ساتھ رہتے تھے۔ ذہبی، تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ ان کے وقت میں صالحین اور اہل حدیث کا آوازہ بلند ہو گیا۔ اور فقہ کے فروعات اٹھ گئے۔ انہوں نے فقہ کے شغل اور اس میں انہماک کے ترک کی لوگوں کو تاکید کی اور محدثین کو کتب حدیث سے لے کر کے حدیث کا مجموعہ تیار کرنے کا حکم دیا جو اس مجموعہ کو حفظ کر لیتا تھا، اس کو انعام دیتے تھے۔
علامہ دمیریؒ، حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے حکم دیا کہ صرف قرآن وحدیث سے فتوی دیا جائے اور کسی کی تقلید نہ کی جائے۔ انتہی۔

⊙ محی الدینؒ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ (ف ۶۳۸ھ) عامل بالحدیث تھے لیکن ان کو تصوف میں بے حد انہماک تھا۔ اسی لئے ان کے بعض کلام ان کی تصانیف میں ایسے ہیں جو بظاہر تسلیم کے قابل نہیں ❶ ان کی وجہ سے علماء ان کی بابت مختلف ہیں۔ کوئی تو ان کی تکفیر کرتا ہے ❷ اور کوئی توقف کرتا ہے۔ اور بہت سے بے حد معتقد ہیں ❸ والعلم عند اللّٰہ۔ آپ اتباع حدیث اور ترک تقلید میں بے نظیر اور قیاس کے منکر تھے۔

---

❶ لیکن درمختار میں لکھا ہے کہ یقیناً وہ کلمات کسی نے شیخ قدس سرہ کی نسبت تھوپ دئے ہیں۔
❷ منجملہ ان کے شیخ ابراہیم حلبیؒ ہیں۔
❸ جن میں ابن الزملکانی، عبدالوہاب شعرانیؒ، شیخ مجد الدین فیروز آبادیؒ، شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ، سعدالدین حمویؒ، قاضی احمد حوبیؒ، جلال الدین سیوطیؒ، علامہ مقریؒ، نعمان آفندیؒ، بحر العلوم لکھنویؒ، شیخ عبدالغنی نابلسیؒ، ابن کمال پاشا، صاحب درمختار، شیخ ابن عابدین صاحب ردالمحتار وغیرہ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

⊙ ابن حجر عسقلانیؒ۔ان کے تبحر اور دلائل سے مسائل پر آزادانہ بحث اور جو مسئلہ من حیث الدلیل راجح ہو اس کے ترجیح دینے پر خواہ وہ کسی امام کا ہو، ان کی تصانیف شاہد ہیں۔اور بالتصریح بھی وہ مقلدین کا رد کرتے ہیں۔چنانچہ آپ فتح الباری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

(فیہ ان الوقائع قد تخفی علی الاکابر ویعلمها من دونهم وفی ذالك رد علی المقلد اذا استدل علیه بخبر یخالف فیجیب لو کان صحیحاً لعلمه فلان مثلاً)

''اس سے ثابت ہوا کہ وقائع خاصہ کبھی بڑوں سے مخفی رہتے ہیں۔اور چھوٹوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے۔اور اس سے رد ہو گیا مقلد کا کہ جب اس کے سامنے ایسی حدیث دلیل میں لائی جاتی ہے جو اس کے خلاف ہے تو کہنے لگتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس کو فلاں عالم جو اس کا امام و مقتدی ہے ضرور جانتا ہوتا۔''

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

(ویستفاد من ذالك ان امره ﷺ اذا ثبت لم یکن لاحد ان یخالفه ولا یتحیل فی مخالفته بل یجعله الاصل الّذی یرد الیه مایخالفه لابالعکس کمایفعل بعض المقلدین ویغفل عن قوله تعالی: ﴿فلیحذر الذین یخالفون﴾الآیة۔

''اس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر ﷺ کا جب حکم ثابت ہو جائے تو کسی کو اس کے خلاف کرنے کی مجال نہیں۔اور نہ یہ کہ اس کے خلاف کے لئے حیلے نکالے۔بلکہ اس کو اصل قرار دے کر اس کے خلاف کو اس کی طرف پھیرے۔نہ یہ کہ برعکس۔جیسا کہ بعض مقلدین کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾

''پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں حکم رسول کے، اس سے کہ پہنچے ان کو بلا یا عذاب دردناک'' سے غافل رہتے ہیں۔

○ امام عبدالوہاب شعرانی مصریؒ (ف ۹۷۲ھ) نے میزان میں لکھا ہے:

(واما ما نقل عن الآئمة الاربعة فی ذمّ الرای فاوّلهم تبریاً من کل رای یخالف ظاهر الشّریعة الامام الاعظم ابوحنیفة النّعمان بن ثابت خلاف مایضتفه الیه بعض المتعصّبین و یافضیحة یوم القیامة من الامام اذا وقع الوجه فی الوجه

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فان من كان فی قلبه نورلایتجراء ان یذکر احداً من الآئمة بسوء واین المقام من المقام اذا لآئمة کالنّجوم فی السّماء وغیرهم کاهل الارض الذین لا یعرفون من النّجوم الاخیالها علی وجه الماء وقد روی الشیخ محی الدین فی الفتوحات المکّیّةِ بسنده الی الامام ابی حنیفه انّه کان یقول ایاکم والقول فی دین اللّه تعالی بالرّای وعلیکم باتّباع السّنّة فمن خرج عنها ضلّ۔) ❶

''لیکن جو کچھ آئمہ اربعہ سے رائے کی مذمت میں نقل کیا گیا ہے سب سے اول بے زاری کرنے والے ہر ایسی رائے سے جو ظاہر شریعت کے خلاف ہو امام اعظم امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ خدا تعالی ان سے راضی ہو۔ برخلاف اس کے جو کچھ آپ کی طرف بعض متعصب لوگ نسبت کرتے ہیں۔ پس کیسی رسوائی ہوگی اس (متعصب) کی دن قیامت کے امام کی طرف سے جب رو در رو ہوں گے۔ کیونکہ جس کے دل میں نور ہے وہ ہرگز جرئت نہیں کرتا کہ کسی امام کو برائی سے یاد کرے۔ اور اس (متعصب) کا مقام (اماموں کے) مقام (کے مقابلے) میں کہاں ہے؟ کیونکہ امام آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں اور ان کے سوا دوسرے لوگ مثل اہل زمین کے ہیں۔ جو ستاروں کی بابت کچھ نہیں جانتے سوائے خیال کے اوپر پانی۔ اور بے شک محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے (اے لوگو) تم خدا کے دین میں اپنی رائے سے کچھ کہنے سے بچو اور لازم پکڑو اتباع سنت کو کیونکہ جو کوئی اس سے خارج ہوا وہ گمراہ ہوگیا۔''

○ شاہ ولی اللہؒ، عبدالوہاب شعرانیؒ (ف ۹۷۳ھ) کے متعلق فرماتے ہیں:

(ثمّ نقل عن جماعة عظیمة من علماء المذاهب انّهم کانوا یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر التزام مذهب معین من زمن اصحاب المذاهب الی زمانه) ❷

---

❶ میزان کبری۔ ص ۵۰ ❷ عقد الجید

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

’’شعرانیؒ نے اصحاب مذاہب کے زمانہ سے لے کر اپنے وقت تک ایک جماعت عظیم علماء مذاہب سے نقل کیا کہ وہ بلا التزام مذہب معین کے فتوی دیتے اور عمل کرتے تھے۔‘‘

- ابن المقریزی احمد بن علیؒ (۷۶۰ھ۔۸۴۵ھ)۔تاریخ میں بڑے متبحر تھے، پہلے حنفی تھے، پھر شافعی ہو گئے۔سخاویؒ کہتے ہیں وہ ظاہریت کی طرف مائل تھے ابن حجرؒ لکھتے ہیں:’’حدیث سے محبت رکھتے تھے۔اس وجہ سے اس پر قائم رہتے تھے حتی کہ ابن حزمؒ کے مذہب کی طرف متہم کئے جاتے تھے۔‘‘انتہی
- شہاب الدین بن محمد منزلاویؒ (ف۹۵۱ھ)۔آپ کتاب وسنت پر عمل کرتے اور سنی محمدی کہلاتے۔امام شعرانی طبقات کبرے میں ان کی بابت لکھتے ہیں:

صالح، سنی، محمدی، قرآن وحدیث پر عمل کو لازم پکڑے ہوئے تھے۔میں نے شیخ محمد بن عثمان کے بعد ان سے بڑھ کر کوئی حدیث پر نگاہ رکھنے والا نہیں دیکھا۔شیخ موصوف فرمایا کرتے تھے جس کو حدیث یاد رکھنا منظور ہو تو بس اس پر عمل کرنے لگے وہ اس کی قید میں آجائے گی۔اور پھر وہ نہ بھولے گا۔میں ان کی صحبت میں قریب چالیس برس کے رہا۔میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی بات میں سنت سے ہٹے ہوں۔انتہی

شعرانیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ کتاب وسنت کے اتباع میں ان کی مثال دی جاتی تھی۔

بیان بالا سے اصحاب مذاہب (آئمہ اربعہ) کے زمانہ سے دسویں صدی ہجری تک ایسے لوگوں کا موجود ہونا ثابت ہو گیا جو تقلید شخصی کے پابند نہ تھے، اور عمل بالحدیث پر کاربند تھے۔اس کے بعد کی صورت حال دیکھنا ہو تو امام شوکانی (۱۱۷۲ھ) کی تحریریں ملاحظہ کرنا چاہییں۔وہ بدر طالع میں اپنے زمانے کے قریب زمانوں میں بلاد یمن میں، برخلاف دیگر ممالک کے، بکثرت علماء اہل حدیث کے ہونے پر، جو قرآن وحدیث پر عامل تھے اور کسی کی تقلید نہ کرتے تھے، فخر کیا ہے۔مثلاً:

- محمد بن ابراہیمؒ (ف۷۷۵ھ) تھے، جو بڑے پکے اہل حدیث سے تھے۔
- یحی بن حسینؒ (۱۰۳۵ھ۔۱۰۸۰ھ) احادیث پر عمل کی طرف مائل تھے۔نصوص صحیحہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خلاف جس کا قول ہوتا تھا، رد کرتے تھے۔ جیسا کہ بدر طالع میں مذکور ہے صاحب تصانیف ہیں۔ اہل زمانہ سے ان کو مصائب بھی پہنچے۔

- صالح بن مہدی مقبلی صنعانیؒ (۱۰۴۷ھ۔۱۱۰۸ھ)۔ آپ اصحاب رسول اللہ کے مسلک پر تھے اور تقلید کے ایسے تارک کہ اس کے سبب مقلدین نے ان پر کفر کے فتوی لگائے جن سے وہ بحکم سلطان روم امتحان کے بعد بری کئے گئے۔

بدر طالع میں لکھا ہے:

وہ علوم کتاب وسنت واصول وغیرہ میں بڑے ماہر تھے۔ تقلید نہ کرتے تھے۔ دلیل پر چلتے تھے۔ علماء صنعاء سے ان کے مناظرے بھی ہوئے۔ مکہ معظّمہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں بھی مشقتیں جھیلتے رہے۔ صاحب تصانیف ہیں۔ ان کا کلام اگر کوئی بغور دیکھے تو کبھی تقلید پر قائم نہیں رہ سکتا۔ معتزلہ کا بہت رد کیا ہے۔ اتحاف نامی ایک کتاب لکھی جس میں کشاف پر اعتراض کئے۔ اشعریہ اور صوفیہ اور فقہاء کا بھی جو مسائل ان کے خلاف قرآن وحدیث پائے رد کیا۔ بعض محدثین کے غلو پر بھی اعتراض کیا۔ ❶

- سید یحی بن عمر بن مقبول ابدلیؒ (ف ۱۱۴۷ھ)۔ اور ان کے خلف الصدق سید سلیمانؒ اور ان کے فرزند رشید سید عبد الرحمٰنؒ (ف ۱۲۵۰ھ)۔ یہ سب لوگ عامل بالحدیث اور تارک تقلید تھے اور بڑے عابد وزاہد ومقبول ومقتدا لوگ تھے۔ ان کے مناقب میں کتابیں لکھی گئی ہیں۔
- عبد القادر بن علی بدریؒ (۱۰۷۰ھ۔۱۱۶۰ھ) علامہ مقبلیؒ کے شاگرد ہیں۔ بدر الطالع میں ہے کہ آپ دلیل کے تابع تھے۔ ان کے چند رسائل بھی ہیں۔ جن میں طریقہ اجتہاد پر چلے۔ کچھ دنوں تک مدینہ میں عہدہ قضا پر بھی مامور رہے۔
- عبد اللہ بن لطف اللہ صنعانیؒ (ف ۱۱۷۲ھ)۔ تقلید سے سخت متنفر تھے۔
- سید محمد بن اسماعیل امیر صنعانیؒ (۱۰۹۹ھ۔۱۱۸۲ھ) بدر طالع میں ہے کہ وہ مجتہد مطلق تھے۔ علماء حرمین سے علوم تحصیل کئے۔ تمام فنون میں فائق ہو گئے۔ دلیل پر عامل تھے۔

---

❶ البدر الطالع

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تقلید سے نفرت رکھتے تھے۔ چونکہ یہ کتب حدیث وصحاح ستہ پر سختی سے عامل تھے اس وجہ سے عوام الناس ان کو اپنے خلاف پا کر ان پر ناصبی کی تہمت لگاتے تھے۔

- سید عبدالقادر بن احمد کوکبانیؒ (۱۱۳۵ھ۔۱۲۰۷ھ) کسی کے مقلد نہ تھے باجتہاد خود عمل کرتے۔ آپ نے محمد بن اسماعیل امیرؒ اور محمد حیاتؒ سندھی مدنی وغیرہ سے علوم کی تحصیل کی۔ بڑے محدث تھے۔ بدر طالع میں ان کو مجتہد مطلق بھی کہا گیا ہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل حدیثیہ مقلدین کو منوائے تھے۔
- علی بن عبداللہ صنعانیؒ (ولادت ۱۱۶۵ھ) کسی کے مقلد نہ تھے۔ حدیث پر عمل کرتے تھے۔
- محمد بن علی شوکانیؒ (۱۱۷۲ھ۔۱۲۵۰ھ) متاخرین اہل حدیث میں آپ جامع و ماہر جمیع فنون وفروع معقول ومنقول اور مجتہد مطلق گزرے ہیں باجتہاد خود حدیث پر عمل کرتے۔ ان کی تصانیف ان کے کمالات کی شاہد موجود ہیں۔ احکام احادیث میں ان کی کئی مبسوط اور تحقیقات سے پر کتابیں ہیں مثلاً نیل الاوطار اور السیل الجرار وغیرہ۔ اور ایک تفسیر بسیط فتح القدیر ہے۔ اور اصول میں ایک کتاب ارشاد الفحول ہے۔ ان کا ایک رسالہ القول المفید فی ردالتقلید بھی ہے ان کے فیض سے ہزار ہا لوگ اہل حدیث ہوئے۔
- شوکانیؒ کے زمانہ میں اس کے بعد ان کے شاگردوں میں ایسے بہت لوگ ہوئے ہیں جو کسی کے مقلد نہ تھے اور باجتہاد خود عمل بالحدیث کرتے تھے۔ جیسے محمد بن احمدؒ (ف ۱۲۳۶ھ) اور محمد بن حسنؒ (ف ۱۲۵۷ھ) وغیرہ
- عبدالرحمٰن بن احمد صنعانیؒ (ولادت ۱۱۸۰ھ) کسی کے مقلد نہ تھے۔ خود حدیث پر عمل کرتے۔

قاضی شوکانیؒ سے دور حاضر تک تو خود برصغیر ہند میں بکثرت اہل حدیث کا ہونا ظاہر ہے اور تفصیل بالا سے پیغمبر ﷺ کے وقت سے لے کر دور حاضر تک برابر ایسے لوگوں کا موجود ہونا ثابت ہو گیا جو عامل بالحدیث تھے اور تقلید شخصی کے پابند نہ تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہلحدیث اور وہابی

تاریخ کے مختلف ادوار میں عاملین بالحدیث کو مختلف نام دیئے جاتے رہے ہیں جن میں سے کچھ ان کے عقیدہ وعمل کے لحاظ سے درست تھے اور کچھ نادرست۔ مثلاً اصحاب الحدیث، اصحاب الاثر، اہل الآثر، اہل حدیث، محمدی، موحد، سلفی وغیرہ ان کے حسب حال نام ہیں۔ جب کہ ظاہری، شافعی، لامذہب، اور وہابی جیسے نام خواہ مخواہ ان پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔

چوں کہ ظاہری اور شافعی ہونے کا مطلب باقی فقہی مذاہب کی طرح کم ازکم چوتھی صدی ہجری کے گردوپیش ان کا وجود ثابت کر کے اسے ایک نیا فرقہ ہونے کے الزام سے بری کر دیتا ہے، اس لئے ان کے ظاہری یا شافعی ہونے کی تردید کا کام مؤخر کر کے یہاں وہابی کا نام ان کے لئے اجنبی ہونے کی وضاحت کرتے ہیں کیونکہ وہابیت نسبتاً ایک نیا فرقہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، مائنمار (برما)، نیپال اور افغانستان کے وہ لوگ جو اہل حدیث ہونے کا دعوی کرتے ہیں، دراصل وہابی ہیں جو نجد کے شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے متبعین ہیں اور جو تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان میں نمودار ہوئے اور چودھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہندوستان کی برطانوی حکومت کو درخواست دے کر اپنے لئے اہل حدیث کا نام الاٹ کروا کر اہل حدیث بن بیٹھے ہیں۔

چنانچہ ایک مصنف نے لکھا ہے:

> جناب محمد حسین بٹالویؒ نے ارکان اہل حدیث کی ایک دستخطی درخواست لیفٹننٹ گورنر پنجاب کے ذریعے وائسرائے ہند کی خدمت میں روانہ کر دی۔ اس درخواست پر سرفہرست شمس العلماء میاں نذیر حسین کے دستخط تھے۔ گورنر پنجاب نے وہ درخواست اپنی تائیدی تحریر کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیج دی وہاں سے حسب ضابطہ منظوری آ گئی کہ آئندہ وہابی کی بجائے اہل حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کا لفظ استعمال کیا جائے۔ ❶

اسی طرح سی پی گورنمنٹ کی طرف سے ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۴۰۷، یوپی کی طرف سے ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبری ۳۸۶۔ بمبئی کی طرف سے ۱۴ اگست ۱۸۸۸ء خط نمبری ۷۳۲۔ مدراس کی طرف سے ۱۵۔ اگست ۱۸۸۸ء بذریعہ خط نمبر ۱۲۷۔ بنگال کی طرف سے ۴ مارچ ۱۸۹۰ء بذریعہ خط نمبری ۱۵۶ بٹالوی صاحب کو منظوری کی اطلاع دی گئی۔ ❷

جناب محمد حسین بٹالویؒ نے اس اقتباس کے مشارالیہ معاملے میں اور بھی بہت کوشش کی ہے جس کا ذکر جنگ آزادی کے مصنف نے شائد بغرض اختصار نہیں کیا۔ اس لئے آگے بڑھنے سے قبل اس کا ذکر ہم خود کر دیتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

اشاعۃ السنہ جلد ۸ (۱۸۸۶ء) میں جناب محمد حسین بٹالویؒ نے لفظ وہابی کے استعمال نہ کرنے اور اپنے اور اپنے ہم خیالوں کے لئے پرانے لقب اہل حدیث کے استعمال پر بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ سرحدی بغاوتوں میں بعض اہل حدیث کی شراکت یا معاونت تسلیم کر لینے سے عام گروہ اہل حدیث پر الزام بغاوت قائم نہ ہو سکنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض افراد و چند اشخاص کا فعل تمام قوم کا فعل ہرگز نہیں ہوسکتا اور نہ اس فعل سے جملہ اشخاص قوم یا اس کے مذہب پر الزام عائد ہوسکتا ہے۔ یہ ہو تو دنیا میں کوئی قوم مہذب یا غیر مہذب مسلم یا غیر مسلم بغاوت سے بری نہیں ہوسکتی کیونکہ ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک میں بعض افراد سے خود اپنی ہی سلطنت کی بغاوت و بدخواہی وقوع میں آچکی ہے۔ جس کے نظائر یورپ و ایشیا وغیرہ میں ایک نہیں صدہا موجود ہیں۔ ازاں جملہ دو چار نظیریں اس مقام میں ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ مہذب ملکوں اور سلطنتوں میں اپنی ہی قوم کے بعض افراد میں ڈائنامیٹ کا سلسلہ جاری ہے۔

۲۔ بہت سلاطین یورپ و ایشیا کو انہی کے ہم قوم و ہم مذہب کے اشخاص نے ہلاک کیا۔

۳۔ ہماری ملکہ قیصر ہند پر اس کے ہم قوم و ہم مذہب لوگوں نے کئی دفعہ حملہ کیا۔ ❸

---

❶ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء از محمد ایوب قادری

❷ محمد ایوب قادری۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء۔ ص ۶۶

❸ جن میں ایک حضرت مکلے بھی ہیں، لندن میں تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ ان پر گولی چلائی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۴۔اس وقت جو یورپ میں اور خاص کر لندن آئرلینڈ وغیرہ میں آئرش وغیرہ سے فساد کا بازار گرم ہے وہ اپنے ہی ہم قوم وہم مذہب اشخاص کے ہاتھوں ہو رہا ہے۔ وعلی ہذا القیاس ومع ہذا ان شخصی اور افرادی مخالفتوں کے سبب سے ان تمام اقوام عیسائی کو کوئی شخص باغی قومیں قرار نہیں دیتا بلکہ آج کل کے مفسدین آئرش کے لئے تحریک ہو رہی ہے کہ ان کو مدد معاش ملے تا کہ وہ بے روزگاری کے سبب پھر فساد نہ کریں۔

پس اہلحدیث کے بعض افراد کی ذاتی اور شخصی بغاوت کے سبب کل گروہ اہلحدیث کو باغی وبدخواہ سلطنت کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہمارے ایک اسلامی پالیٹیشن بزرگ کا یہ قول

چواز قومے یکے بے دانشی کردنہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

ہمارے اس بیان کا مخالف نہیں، اس قول سے ان کا یہ مقصود نہیں ہے کہ ایسا ہونا چاہیے یا یہ عقل وانصاف کا مقتضی ہے۔ بلکہ اس قول سے ان کا مقصود یہ ہے کہ عام لوگوں میں جو (عقل وانصاف کے پابند نہیں) ایسا ہوتا ہے وہ ایک کے فعل سے اس کے سب گروہ کو برا سمجھتے ہیں گو عقل وانصاف کی رو سے یہ امر جائز نہ ہو۔

اس وجہ دوم کو چشم انصاف سے دیکھنے کے بعد تو سرحدی بغاوتوں وسازشوں کو اہل حدیث کے ذمہ لگانے والے بھی یقین کر سکتے ہیں کہ ان بغاوتوں وسازشوں کے سبب کل گروہ اہلحدیث کو بدخواہ سلطنت قرار دینا انصاف کے مخالف ہے۔ بالجملہ ہماری اس طولانی (مگر ضروری) بحث سے عام ناظرین اور ناواقف عہدہ داران گورنمنٹ کو امر مسوم کا یقین ہوگا۔ جیسا کہ گورنمنٹ کو پہلے ہی سے اس امر کا یقین ہے۔

تائیدات امور ثلاثہ ختم ہوئیں۔ امید ہے گورنمنٹ ہماری درخواست کی طرف توجہ کرنے کے وقت ان تائیدات کو پیش چشم رکھے گی.....۔ اور اپنے ملازموں اور عہدہ داروں کے نام بذریعہ سرکلر عام اور قطعی حکم نافذ کرے گی کہ وہ سرکاری تحریرات واحکام میں اس گروہ کو اس لفظ (وہابی) سے مخاطب نہ کیا کریں۔ ان کے پرانے لقب اہل حدیث سے ان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مخاطب کیا کریں۔

گورنمنٹ نے ہماری اس درخواست کی طرف توجہ نہ کی تو لوگوں میں تنازع واختلاف پھیلے گا۔اور لائیبل کی نالشوں کا دروازہ کھلے گا ❶ سب سے پہلے سرکاری عہدہ داروں پر جو وقتاً فوقتاً بعض خیر خواہ اشخاص اہلحدیث کو وہابیہ کہہ دیتے ہیں لائیبل کی نالش دائر ہوں گی، ان کے ساتھ ہی ان اخبار نویسوں پر جو اپنے اخباروں میں اس گروہ کے حق میں یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ان کے بعد اہلحدیث کے مقابل فرقہ ہائے اسلامی کے بعض اشخاص پر جو اس لفظ سے ان کو یاد کرتے ہیں جس کا نتیجہ بجز اس کے کہ رعایا میں باہم بغض وفساد پیدا ہو اور ان کے باہمی اتحاد وامن میں خلل واقع ہو اور کچھ نہ نکلے گا۔

ہماری دیسی اور انگریزی اخباروں کے اڈیٹر ❷ اس نتیجہ کی طرف غور وامعان کی نگاہ کریں۔ اور ہماری اس مضمون کا خلاصہ اپنے اخباروں میں درج کر کے اس دل شکن وتوہین آمیز لفظ کے استعمال پر عذر کریں۔

گورنمنٹ کی توجہ کے منتظر نہ رہیں۔ایسا نہ ہو کہ ہم اور وہ بجائے دوستانہ ملاقات کے، عدالت کے کمروں میں باہم ملاقات کریں۔اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور ان چٹھیات سرکاری کو نقل کرتے ہیں جن کا اثنا مضمون میں حوالہ دے چکے ہیں۔

❁ گورنمنٹ پنجاب سرکلر (انگریزی) مورخہ ۲۹۔اکتوبر (۱۸۷۶ء) کا ترجمہ:

از گورنمنٹ پنجاب

بنام مولوی محمد حسین ومولوی رحیم اللہ وسہ صد دیگر سائلان

---

❶ لاہور میں اس تہمت وہابیت کو اٹھانے کے لئے ایک خاص کمیٹی قائم ہوئی ہے جو محمڈن نیشنل ڈیفنس کمیٹی کے نام سے موسوم ہوئی ہے۔اس کمیٹی کے ممبروں نے اس امر اہم کے لئے سردست ایک ایک مہینے کی آمدنی بطور چندہ دینے تسلیم کر لی ہے۔اس مضمون کی گورنمنٹ اور خواص ملک پر تاثیر نہ ہوئی اور عدالت تک پہنچنے کی نوبت آئی تو یقین ہے کہ تمام ہندوستان کے لوگ اس کمیٹی کے ممبر ہو جائیں اور اپنی آمدنی سے کافی روپیہ اس کی مدد کو دیں گے۔

❷ جو وقتاً فوقتاً اس گروہ کو وہابی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔اور آجکل اس گروہ کے وکیل رسالہ اشاعۃ السنہ کو وہابی اخبار لکھ چکے ہیں جیسے اڈیٹر پایونیر الہ آباد، سول وملٹری گزٹ لاہور، مسلم ہیرلڈ مدراس، اودھ اخبار لکھنؤ، شمس الاخبار مدراس، اخبار چنار، عالم تصویر کان پور، سراج الاخبار وغیرہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حسب الارشاد لیفٹننٹ گورنر کی طرف سے اس عرضی کا جواب لکھا جاتا ہے جس پر قریب تین سو اشخاص کے دستخط ہیں اور جس میں کئی ہزار اشخاص کی رائے اور خواہشوں کا اظہار ہے جو اہل اسلام میں اس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو عوام الناس میں وہابی کے نام سے مشہور ہیں۔

سائلوں کا بیان ہے کہ اگرچہ وہ ایسے خیر خواہ سلطنت ہیں جیسے کوئی اور رعایا حضرت علیا ملکہ معظّمہ دام اقبالھا میں سے نہیں ❶ تو بھی وہ بسبب اشتباہ بدخواہی بہت سی تکلیفوں کے زیر بار اور کئی ایک لاچاریوں کے متحمل کئے جاتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی رسوم کو آزادی کے ساتھ ادا کرنے نہیں پاتے حالانکہ ملکہ کے اشتہار نے سب کو آزادی کا وعدہ دیا۔ وہ مسجدوں سے اسلامی جلوسوں سے الگ کئے جاتے ہیں اور لوگ عموماً سرکار کے طریقہ کی پیروی کر کے ان کو حقارت اور بے اعتباری سے دیکھتے ہیں کہ کسی وہابی کیلئے عدالت ہائے قانونی میں انصاف پانا بھی ناممکن ہے کیونکہ اس کی ملت کے حال معلوم ہونے سے حاکم عدالت اس اپیل کے خلاف ہو جاتا ہے۔

اخیر میں ان کی یہ درخواست ہے کہ

وہ گورنمنٹ کے اعتبار میں لئے جاویں لوگوں کو روکا جاوے کہ وہ ان کو بدخواہ سلطنت خیال کریں اور ان سے ایسا سلوک کریں جیسا بدخواہوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

وہ خبر گیری (یعنی خفیہ نگرانی) اور نظر بندی سے خلاص کئے جاویں۔

اپنے مذہب کی رسوم کو آزادانہ ادا کرنے پاویں۔

جو ملازمان سرکار، وہابی نظریات رکھتے ہیں، وہ آئندہ شبہ سے بری ہوں اور ترقی سے محروم نہ رہیں۔

---

❶ یہ فقرہ قابل غور ہے کہ جناب ہنٹر صاحب نے لکھا ہے کہ وہ اسی طرح اور اتنے ہی خیر خواہ گورنمنٹ ہیں، جتنے دوسرے۔ اب اس وقت میں جو لوگ تھے ان کی خیر خواہی و وفاداری کا وزن کر لیں اور اس کا ہم وزن ہنٹر صاحب کو قرار دیں لیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لفٹیننٹ گورنر خوش ہیں کہ سائل اپنی تکالیف کے اظہار کے لئے پیش قدم ہوئے اوران کی درخواست کا مکمل جواب دینے پر آمادہ ہیں۔

اول حسب الحکم لفٹننٹ گورنر لکھا جاتا ہے کہ اگر چہ سائل نام وہابی کو رد کرتے ہیں لیکن یہ وہ نام ہے جس سے وہ عموماً مشہور ہیں اور جہاں تک لقب مذکور تحریر ہذا میں مستعمل ہوا ہے حقارت کے کلمہ کے طور نہیں ہوا۔

نیز لفٹننٹ گورنر اس مضمون کے ملاحظہ سے نہائت محظوظ ہوئے کہ سائل بالکل خیال بدخواہی دولت ملکہ معظّمہ سے بھی منکر ہیں۔ اور اپنے تئیں ان وہابیوں کی مخالفانہ حرکات اور آراء سے جو کئی سالوں سے خفیہ فتنہ پردازی یا ظاہراً مخالفت میں مشغول رہے ہیں، بالکل بے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ لفٹننٹ گورنر ان گزارشات کے قبول کرنے کیلئے بہمہ وجوہ رضامند ہیں۔ اس جماعت نے جس کی طرف سے سائل معروض رساں ہیں کچھ عرصہ سے پنجاب میں نہایت خیرخواہی اور آشتی کے طریقہ سے سلوک رکھا اور جناب نواب بہادران کو یقین دلاتے ہیں کہ جب تک کہ وہ ملکہ معظّمہ کی نیک رورعایا کی مانند کاربند رہیں گے، سرکار باوقار ان کو برابر اسی مہربانی سے سلوک کرے گی جیسے کسی اور جماعت رعایا سے۔

اگر فرقہ المشہور وہابی کی نسبت بدگمانی رہی ہے تو اس کا باعث یہ ہے کہ اس کے اراکین میں سے بہت نے خصوصاً ہندوستان کے دیگر حصوں میں طریقہ بدخواہی سے کام کیا۔

خاص کر اس معاملہ میں کہ انہوں نے اس گروہ باغیان کو امداد دی جو مقام ملکا سرحد ہزارہ پر آباد ہیں۔ لیکن لفٹننٹ گورنر کا یہ منشا نہیں ہے کہ اوروں کے جرائم سائلوں کے یا کسی اور کے جوان کی طرح خیرخواہی کا اظہار کریں اور نیک رورعایا کی مانند کاربند رہیں، ذمہ لگائیں۔

۵۔ بحوالہ لاچاری ہائے درباب پرستش مذہبی حسب الارشاد لفٹننٹ گورنر مرقوم ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ کے اشتہار کی رو سے ہر ملت کے پیروؤں کو استحقاق ہے کہ اپنی پرستش بلا بندش کریں تا اینکہ امن عوام کو خطرہ نہ پڑے، ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طرف سے تعمیل کی جاوے۔لیکن جو مخالفت وہابی طریق پرستش کے عام عمل کے باب میں ہے وہ خود اہل اسلام کی طرف سے ہے نہ کہ حکومت کی طرف سے۔

وہابی ایک فرقہ ایسے اشخاص کا ہے جو اس طریقہ اہل اسلام سے جو عموماً پنجاب میں رائج ہے، سے اتفاق کلی نہیں کرتے۔اور گو وہ اپنی مسجدوں میں اپنی رسوم پر آزادانہ عمل کرنے اور اس جگہ اپنے خاص مسئلوں کے وعظ کرنے کے استحقاق کا اظہار کریں لیکن وہ ان مساجد کے استعمال کے باب میں جو عام مسلمانوں کے زر سے اور ان کے استعمال کے لئے بنی ہوئی ہیں، اصرار نہیں کر سکتے۔

۶۔ جہاں تک پولیس کا تعلق ہے اس وقت وہابی کسی خاص نظر بندی میں نہیں ہیں۔اور لفٹننٹ گورنر سائلوں کی گزارشات سے اس امر کے یقین کرنے کو بہت خوش ہیں کہ آئندہ بھی اس کی ضرورت نہ پڑے گی۔

۷۔علاوہ بریں سرکار اپنے ان ملازمین کو جو سائلوں کی ملت سے ہیں، نامہربانی سے نہیں دیکھتی اور نہ ان کو ترقی سے محروم رکھتی ہے۔جو کچھ اپنے ملازموں سے سرکار چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض سرگرمی اور خیر خواہی سے انجام دیں۔ اس کے ثبوت میں تذکرۃً لکھا جاتا ہے کہ سید ہدایت علی تحصیلدار بٹالہ جو فرقہ وہابی میں بہت مشہور ہیں کچھ عرصہ ہوا عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹی پر مترقی ہوئے اور کم سے کم ایک اور شخص کا نام، جو اسی ملت میں سے ہے اور جس کی خدمات اکثر دفعہ پسند ہوئیں ایسی ہی ترقی کے لئے جو کسی مناسب وقت پر عمل میں آوے، فہرست میں درج ہے۔

۸۔لفٹیننٹ گورنر خوش ہیں کہ ان کو یہ موقعہ سائلوں کو یقین دلانے کا ملا کہ جب تک ان کا رویہ ایسا رہے گا، ان سے سرکار نامہربانی سے سلوک نہ کرے گی۔

یہ مراسلت صاحبان کمشنران قسمت ہائے کی اطلاع کے لئے بھیجی جاوے گی۔

فقط۔۱۰۔نومبر ۱۸۷۶ء۔کوہ مری۔ ❶

❁ یاداشت دفتر، مورخہ ۲۶ جنوری ۱۸۸۲ء۔صیغہ عام

---

❶ اشاعۃ السنہ جلد ۸ ص ۲۸۶۔۲۹۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مما لک شمال ومغرب واودھ، ازکیمپ لکھنؤ ۔ ۲۶ جنوری ۱۸۸۲ء
مالک ومہتمم پرچہ اشاعۃ السنۃ لاہور کو ان کی درخواست (موسومہ گورنمنٹ رپورٹر دیسی اخبارات ... مورخہ ۱۱ جنوری ۱۸۸۲ء) کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ راقم کو اس کا سخت افسوس ہے کہ ان اضلاع کی رپورٹ سالانہ بابت ۱۸۸۱ء میں مالک ومہتمم مذکور کا مذہبی خطاب ایسے نام سے لیا گیا ہے جو ان کو ناگوار گزرا۔ جس لفظ پر وہ اعتراض کرتے ہیں وہ اس غرض سے نہیں لکھا گیا کہ ان پر کسی طرح کا حرف آوے، اور آئندہ بکمال احتیاط اس سے پرہیز کیا جائے گا۔
سی رابرٹ سن سکرٹری گورنمنٹ مما لک شمال ومغرب واودھ ❶

○ ایک دفعہ جناب بٹالویؒ کچھ قومی امور کی انجام دہی کے لئے کلکتہ تشریف لے گئے۔ واپسی پر انہوں نے لکھا:
اشاعۃ السنہ کی وہ خدمات جن کی نظر سے کلکتہ وغیرہ کا سفر ہوا تھا، ہم بعد ظہور اثر بیان کریں گے۔ سردست ہم ایک خدمت بیان کرتے ہیں جو ایام قیام (کلکتہ) میں اس سے ظہور میں آئی ہے:
مما لک مغرب وشمال واودھ کی مردم شماری کے فارموں (نقشہ جات) میں اہل اسلام کی تفریق فرقہ ہا کے لئے ایک خانہ میں لفظ وہابی لکھا گیا تھا۔ ہم نے اس پر اطلاع پا کر گورنمنٹ مما لک مذکورہ سے اس کی موقوفی کی درخواست کی۔ جس کو گورنمنٹ نے از راہ عطوفت منظور فرمایا۔ اور اپنی یادداشت نمبری ۱۳۲ ۔ ای۔ اے مورخہ ۲۳ جنوری ۱۸۹۱ء کے ذریعہ ہم کو اپنے حکم سے مطلع کیا، جس پر ہم گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اہل حدیث علاقہ مما لک مذکورہ کو شکریہ کی ہدایت کرتے ہیں۔

---

❶ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۸۔ ص ۲۹۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایسی ہی درخواست گورنمنٹ بنگال اور چیف کمشنر براڑ سے ہم نے کی تھی گورنمنٹ بنگال نے تو ہماری درخواست کو منظور فرمایا۔ اور اپنی چٹھی فنانشل ڈیپارٹمنٹ نمبری ۵۶۷ مورخہ ۴ فروری ۱۸۹۱ء میں ہم کو وعدہ دیا کہ یہ لفظ اس شخص کے حق میں نہ لکھا جائے گا جو خود اپنے آپ کو وہابی نہ لکھائے گا۔ مگر چیف کمشنر براڑ نے ہماری درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔ گمان غالب ہے کہ وہاں بھی اسی حکم پر عمل ہوگا جو دوسری گورنمنٹوں نے جاری کیا ہے۔ اگر وہاں اس کے خلاف ہوا تو ہم کو وہاں کے اہل حدیث اطلاع دیں۔ اس پر ہم کچھ کاروائی کریں گے۔ انشاء اللہ گورنمنٹ پنجاب اور دیگر لوکل گورنمنٹوں کے ہم نہایت شکر گزار ہیں جنہوں نے خود ہی اپنے حکم سابق، ممانعت استعمال لفظ وہابی، کو ملحوظ رکھا اور ان فارموں میں اس دل آزار لفظ کو درج نہ کیا۔ ❶

○ اہل حدیث کا نام حکومت سے اپنے لئے الاٹ کرانے کے دعوی کی تائید میں جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مصنف نے جناب بٹالویؒ کی وہ درخواست نقل کی ہے جو حکومت کو دی گئی تھی۔ اس درخواست کے ضروری حصے نقل کئے جاتے ہیں:

از جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری ایڈیٹر اشاعۃ السنہ وکیل اہلحدیث ہند

بخدمت جناب سکرٹری گورنمنٹ

.....اس فرقہ کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط و کتابت میں موقوف کیا جاوے اور اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جائے۔ اس درخواست کی تائید کے لئے اور اس امر کی تصدیق کے لئے کہ یہ درخواست کل ممبران اہل حدیث پنجاب و ہندوستان کی طرف سے ہے اور ایڈیٹر اشاعۃ السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے۔ میں نے چند قطعات محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کئے ہیں جن پر فرقہ اہلحدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے۔

---

❶ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۲۔ ص ۱۶۱۔۱۶۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ سر چارلس ایچی سن نے جو اس وقت پنجاب کے گورنر تھے، گورنمنٹ ہند کو اس درخواست کی طرف توجہ دلا کر اس درخواست کو با جازت گورنمنٹ ہند منظور فرمایا۔ اور استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہلحدیث کا حکم پنجاب میں نافذ کیا جائے۔ ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ۔ ❶

○ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۰۸ء میں ہندوستان کی مرکزی حکومت کے خط بنام حکومت پنجاب کا ترجمہ یوں ہے:

❁ نمبر ۱۷۵۸۔ مورخہ ۳ دسمبر۔ ۱۸۸۶ء

از قائم مقام سکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ

بنام سکرٹری گورنمنٹ پنجاب

بجواب آپ کی چٹھی نمبر ۱۰۴۴ مورخہ ۸ جون ۱۸۸۶ء آپ کو تحریر کیا جاتا ہے کہ نواب گورنر جنرل بہادر جناب سی آئی ایچی سن سے اتفاق رائے کرتے ہیں کہ آئندہ سرکاری خط و کتابت میں وہابی کا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔

Dated 3rd December 1886

From the officiating Secretary to the government of India, Home Department,

To the Secretary of the Pumjab .

In reply to your letter No 1044 of the 8th June last, I am directed to say that the Governor General in council issued expresses his concurrence with the views of Sir Charles Aitchison that the use of the term Wahhabi should be discontinued in official correspondence .

❁ نمبر ۱۳۷۔ ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء

از طرف مسٹر۔ یو۔ ایم۔ ینگ۔ سکرٹری گورنر پنجاب

بنام مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر اخبار اشاعۃ السنۃ لاہور۔

---

❶ جنگ آزادی از ایوب قادری۔ ص ۶۶ بحوالہ اشاعۃ السنہ شمارہ ۲ جلد ۱۱ ص ۲۴ تا ۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بجواب آپ کے خط نمبر ۱۹۵ مرقومہ ۱۲ مئی گزشتہ کہ جس میں آپ نے یہ استدعا کی ہے استعمال لفظ وہابی کا اس فرقہ کے حق میں جس کے آپ وکیل ہیں، سرکاری مراسلات میں متروک کر دیا جاوے۔ میں حسب الایماء جناب لفٹنٹ گورنر آپ کی خدمت میں نقل چٹھی نمبر ۱۷۲۸ مرقومہ ۳۔ ماہ گزشتہ کے بھیجتا ہوں کہ جس میں گورنر جنرل کے قائم مقام سکرٹری ہوم ڈیپارٹمنٹ نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ سرکاری مراسلات وتحریرات میں لفظ وہابی کا استعمال نہ کیا جائے۔ میں اس خط کے ساتھ ان کتابوں کو واپس کرتا ہوں جو اپنے خط نمبری ۵۴۷ مرقومہ ۲۱ ستمبر گذشتہ (یعنی ۱۸۸۶ء) کے ملاحظہ کے لئے بھیجا تھا۔

اصل انگریزی خط یوں ہے:

From U.M. Young, Secretary to the Government of Punjab

To Maulvi Abu Saeed Mohammad Hussain Editor of Ishaat ul Sunnah, Lahore

In reply to your letter No 195 of the 12th May last, asking that the use of the expression Wahabi in reference to the members of the community which you claim to represent may be prohibited in government orders.

I am directed to forward the enclosed copy of a letter No 1738 of the 3rd "" from the officiating Secretary to the government of India in the Home Department, sanctioning discontinuance of the use of the term Wahabi in official correspondence.

I return the books received with your letter No 547 of the 21 September last, together with the original signed notices which you have been good enough to submit in your subsequent letters for the persual of the government .

یہ انگریزی خطوط مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی دسمبر ۱۹۳۳ء سے نقل کئے گئے ہیں۔ اس گزٹ نے یہ خطوط انگریزی اخبار انگلش مین کلکتہ نمبر ۴۴ مطبوعہ ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء سے نقل کئے تھے۔

جناب بٹالویؒ کی مساعی اور حکومت کو دی جانے والی درخواست کا پس منظر یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کا ایک طبقہ اور برطانوی حکومت، اہل حدیث حضرات کو وہابی کہتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب کہ نجد کے وہابی ❶ مقلد تھے اور اہل حدیث غیر مقلد تھے۔ اور یہ ایسا بنیادی اختلاف ہے جس کی بنا پر ہندوستان کے مقلدین نے اپنی زیر انتظام مساجد سے اہل حدیث حضرات کو نکالا تھا اور ان کے کفر کے فتوے دیے تھے۔ وہابی کا نام اگر کسی ہندوستانی طبقے پر لاگو ہوسکتا تھا تو وہ مقلدین ہی کا کوئی گروہ ہوسکتا تھا کیونکہ نجد کے وہابی اور ہندوستان کے مقلدین میں تقلید کے ایک ہی کنویں کے مینڈک یا ایک ہی محیط الدائرہ میں قیدی تھے۔

اہل حدیث حضرات کو وہابی کہنا صریح دھاندلی اور ناانصافی تھی جس کے خلاف جناب محمد حسین بٹالویؒ نے آواز بلند کی اور حکومت وقت کو ❷ درخواست کی کہ انہیں وہابی کی بجائے ان کے اصل نام سے سرکاری خط و کتابت میں ذکر کیا جائے۔ درخواست یہ نہیں تھی کہ وہابیوں کو چوں کہ وہابی کا نام پسند نہیں ہے اس لئے انہیں ایک نیا نام الاٹ کر دیا جائے۔ ❸

حقیقت یہ ہے کہ اس درخواست کے ماقبل زمانے کے ہندوستان میں بھی اہل حدیث کا نام موجود تھا اور اسی نام کے حاملین نے درخواست دی تھی کہ ہمیں ہمارے اصل نام سے پکارا جائے، وہابی نہ کہا جائے۔

یہ درخواست ۱۸۸۶ء میں دی گئی تھی اور اسی میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ درخواست دہندگان خود کو پہلے سے اہل حدیث کہتے تھے اور اسی نام سے پکارا جانا پسند کرتے تھے۔

اس درخواست کے ماقبل زمانہ میں جناب محمد حسین اور ان کے ہم خیالوں کے لئے اہل حدیث کا نام استعمال ہونے کی کئی مثالیں اشاعۃ السنہ ہی میں مل جاتی ہیں۔ جیسا کہ جناب بٹالویؒ لکھتے ہیں:

> مولانا سید محمد نذیر حسین محدث ملک ہند میں ایک ہی ایسے شخص ہیں جو علم حدیث، کثرت تلامذہ، کثرت اتباع، عام قبولیت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ افاضل و اماجد اس گروہ اہل حدیث میں

---

❶ جن کے نام پر ہندوستان کے اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا تھا۔

❷ اس میں برطانوی حکومت کی تخصیص نہیں ہے۔ مسلمانوں یا ہندوؤں یا سکھوں کی حکومت ہوتی تب بھی ایسا ہی کیا جاتا۔

❸ جیسا کہ ہندوستان میں ایک نچلی ذات کے لوگوں کو نیا نام الاٹ کیا گیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور بھی ہیں، جن سے علم کی اشاعت بذریعہ تالیفات اور سنت کی اقامت بذریعہ تحریرات اور دین کی تجدید بازالہ منکرات و بدعات بہت ہوئی۔ ولیکن ان اوصاف اربعہ خصوصاً وصف چہارم میں ہم کسی کو ان کا نظیر نہیں پاتے اور اس نظر سے ہم کہہ سکتے ہیں اور گورنمنٹ کو اس کا یقین دلا سکتے ہیں کہ مولانا ممدوح کی تعظیم و تکریم تمام گروہ اہل حدیث کی تعظیم و تکریم ہے اور ان کی توہین کل گروہ اہلحدیث کی توہین۔ ❶

اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۶ بابت ماہ مئی ۱۸۸۳ء میں جناب بٹالویؒ نے چند امور منسوبہ بجانب اہل حدیث کو اہل حدیث کی کتب معمولہ و متمسکہ سے ثابت کر دینے پر ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار جاری کیا جس کی نقل یہ ہے:

خاکسار بذریعہ اشتہار ایک ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت کا اس شخص کو وعدہ انعام دیتا ہے جو ان مفتریات و بہتانات کا جو اہلحدیث کے ذمہ لگائے جاتے ہیں ان کی ان کتب معمولہ و متمسکہ سے (جو شرقاً و غرباً و سلفاً و خلفاً ان کی متمسک بہا ہیں) ثابت کرے، یا ان کا داخل مذہب اہلحدیث ہونا ان اصول و قانون سے جو انتباہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و میزان شعرانیؒ و ایقاف ملا حیات سندھیؒ اور اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۸۴ بیان ہوا ہے، ثابت کرے۔

المشتہر: ابوسعید محمد حسین لاہوری

جناب بٹالویؒ کی درخواست کے جواب میں آنے والے خط سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہلحدیث نام نہ تو حکومت کا ایجاد کردہ ہے اور نہ اس کا الاٹ کردہ۔ کیونکہ اس خط میں یہ نہیں کہا گیا کہ درخواست دہندگان کو آئندہ اہلحدیث کہا جائے گا بلکہ حکومت نے یہ کہا ہے کہ محمد حسین کو، اور ان لوگوں کو جن کی نمائندگی کا وہ مدعی ہے، سرکاری خط و کتابت میں وہابی نہیں لکھا جائے گا۔

❶ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ ج ۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لفظ وہابی کی تاریخ

جناب سید صدیق حسنؒ نے اپنی کتاب ترجمان وہابیہ میں لفظ وہابی کی تاریخ، ہندوستان کے اہل حدیث پر اس کے استعمال کی غلطی، اور اس لفظ کے اصل مشار الیہ طبقے کے ساتھ ہندوستان کے اہل حدیث کی مغائرت اور اجنبیت کی وضاحت کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے پہلی بار یہ بحث اپنی کتاب ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ❶ میں ایک سائل کے سوال کے جواب میں کی تھی اور لکھا تھا:

جن لوگوں نے فرقہ وہابیہ کو عبدالوہاب کی طرف منسوب کیا ہے یہ ان کی غلطی ہوئی اس لئے کہ جس نے دعوت اپنے مذہب حنبلی کی طرف خاص اپنے ملک میں کی تھی وہ ان کا بیٹا محمد نامی تھا، نہ خود عبدالوہاب مذکور۔ اس کی طرف نسبت وہابیہ صحیح نہیں۔

عبدالوہاب مذکور نے کوئی مذہب مشرب جدید نہیں نکالا۔ وہ خود اور ان کا بیٹا (محمدؒ) دونوں حنبلی مذہب تھے۔ اور ہندوستان کے مسلمان یا تو حنفی ہیں یا عامل بالحدیث یا شیعہ۔ یہاں قدیم سے اب تک کوئی (شخص) حنبلی مذہب پیدا نہیں ہوا۔

ان (محمدؒ) کی ولادت ۱۱۱۵ھ میں عینیہ میں، جو ایک مقام بلا دنجد سے ہے، ہوئی۔ اور ۱۲۰۰ھ میں ان کا خروج حدود حجاز اور یمن میں ہوا۔ اور ۱۲۰۶ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ اور اصل مذہب ان کا حنبلی تھا۔

اس مذہب کے لوگ حجاز و یمن وغیرہ میں، سنا گیا ہے کہ، بہت ہیں اور ہند میں ایک بھی نہیں۔ اور اصل اسلام میں اتباع قرآن وحدیث کا ہے، نا اتباع کسی عالم کا۔ اور نیا مذہب نکالنے کی نسبت ان کی طرف بظاہر غلط محض ہے، اس لئے کہ وہ مذہب حنبلی میں پہلے سے آخر تک رہے۔

---

❶ جو ۱۲۹۱ھ میں تالیف ہو چکی تھی اور ۱۲۹۲ھ میں دوبارہ طبع ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی مسلمان کو جو قرآن وحدیث کا تابع ہو اس کو ان (محمدؒ) کا تابع اور ان کے مذہب کا جاری کرنے والا جاننا محض نادانی ہے اور بڑا ظلم ہے اور نہایت جھوٹ۔ ہر مسلمان خالص اطاعت خدا اور رسول کی سب دینوں اور مذہبوں پر مقدم جانتا ہے اور بڑے بڑے لوگوں کی بات بھی خدا اور رسول کے مقابلہ میں پسند نہیں کرتا، محمد بن عبدالوہاب کی بات کا کیا ذکر ہے اور وہ کس شمار قطار میں ہے؟ لاکھوں علماء، اسلام میں گزرے ہیں لیکن کوئی ادنی مسلمان بھی سچی باتوں کو ان کے طریقہ میں منحصر نہیں جانتا اور ان کے پیچھے چلنا واجب نہیں سمجھتا۔

خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے اسلام آیا ہے چوں کہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اسی مذہب کے عالم اور فاضل قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک جم غفیر نے مل کر فتاوی ہندیہ یعنی فتاوی عالم گیری جمع کیا، اور اس میں شیخ عبدالرحیم دہلویؒ، والد بزرگوار شاہ ولی اللہ مرحوم کے، بھی شریک تھے۔

بعد اس کے شاہ ولی اللہؒ محدث جو بڑے عالم حنفیوں میں اور بڑے متبع کتاب وسنت تھے انہوں نے بہت مسائل دین کی چھان بین کی اور ضعیف اور بودی باتوں کو قوی اور مضبوط باتوں سے علیحدہ کیا۔

اسی طریقہ اور رویہ پر ان کے پوتے محمد اسماعیل دہلویؒ گزرے کہ انہوں نے بہت سی شرک وبدعت کی باتوں کو، جو امن خلائق اور رفاہ عام میں خلل انداز ہوتی ہیں اور دین ودنیا میں باعث فتنہ وفساد ہوا کرتی ہیں، دور کیا۔ اور سچی شریعت کو بیان کیا۔ اور بہت سی بری رسمیں، جس سے مسلمانوں کی دین ودنیا کی خرابی ہوتی ہے، مثل تعزیہ پرستی اور ناچ رنگ اور چوری چکاری اور خیانت اور بغاوت وغیرہ، ان کو اکثر اہل ہند سے رفع کیا اور سچی سچی حدیثوں پر اور پیغمبر ﷺ کی عمدہ عمدہ باتوں کی طرف لوگوں کو بلایا۔ حتی کہ بہت سے مدارس ومساجد ان کی سعی وکوشش سے آباد ہوئے اور بہت سے بھنگڑ خانے اور مدک خانے اور شراب خانے اور چکلے ویران ہو گئے جس کے سبب سے ملک سرکار برٹش میں اندیشہ فساد رہتا تھا، اور بڑے امن وامان کا نور ہندوستان میں چمکنے لگا۔ انہوں نے اپنی کسی کتاب میں مسئلہ جہاد کا نہیں لکھا، چہ جائے کہ ذکر جہاد باسرکار عالیہ انگریزی۔ بلکہ سرکار نے ان کی نسبت معاملہ قدرشناسی کا اس وقت میں فرمایا، چنانچہ تحریر سید احمد خان نیچری سے بھی ثابت ہے۔ اگرچہ بہت سے مفسدین نے جن کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شعار فسق و فجور تھا ان کے مقابلہ میں بہت کوششیں کیں مگر حکام انگریزی نے اس کی سماعت نہیں کی، اور نہ کبھی ان سے تعرض کیا۔

غرض کہ خاندان محمد بن عبدالوہاب کا حنبلی مذہب تھا اور محمد اسماعیلؒ ہندی نژاد کو ان سے کسی طرح کا علاقہ شاگردی یا مریدی کا نہ تھا۔ نہ کوئی وجہ تعارف اور جان پہچان کی آپس میں پائی گئی۔ پھر یہاں کے لوگوں کو، عالم ہوں کہ جاہل، محمد بن عبدالوہاب سے منسوب کرنا، اس کی وجہ کسی عاقل کی سمجھ میں نہیں آتی۔ اور بجز بے وقوفی اور دشمنی عوام کے اور کچھ بات سمجھی نہیں جاتی، حالانکہ نجدیوں اور ہندیوں میں اس زمانہ سے آج تک ❶ کوئی ربط ضبط اور کسی طرح کا علاقہ اور میل جول نہیں، اور ہزاروں کوس اور سینکڑوں منزلوں کا فاصلہ ہے، اور دریائے شور بیچ میں حائل ہے۔ اور دنیا اور دین کے برتاؤ میں جو امور یہاں مروج ہیں وہاں (نجد میں) ان کا نام نہیں اور جو باتیں وہاں رائج ہیں، یہاں ان کا نشان نہیں۔ غرض کہ یہاں کے چال اور ڈھنگ کو وہاں کی چال چلن سے کسی طرح کچھ نسبت ہی نہیں۔

علاوہ اس کے کبھی یہاں کے کسی گروہ نے اس بات کا دعوی نہیں کیا، نہ زبان سے، نہ قلم سے، کہ سچا دین اور خالص اسلام اہل نجد کے طریقہ والوں ہی میں منحصر ہے اور باقی سب مسلمان یوں ہی ہیں۔ اس بات کو ہر عاقل بخوبی دریافت کرسکتا ہے آج علماء دہلی کی ہزاروں کتابیں، چھوٹی بڑی، عربی فارسی اردو میں موجود ہیں، کسی میں یہ بات کوئی پڑھا لکھا دکھا تو دیوے۔

غرض اصلی بات اسلام میں وہی قرآن وحدیث پر چلنا ہے جس میں فساد کے کاموں سے روکا گیا ہے۔ نہ کسی شخص خاص کی بات اور چلن پر۔ اس میں سارے روئے زمین کے عالم و فاضل برابر ہیں۔ خواہ نجد کے ہوں یا ہند کے یا دکن کے یا سندھ کے۔ ہم اپنے دین میں نہ محمدؒ بن عبدالوہاب کے تابع ہیں نہ محمد اسماعیلؒ کے مطیع، قرآن وحدیث ہمارے پیش نظر ہے اور جو معاملہ ایک عالم سے ہے وہی سارے جہان کے عالموں سے ہے۔ نہ یہ کہ ایک طرف اپنے تئیں منسوب کرنا اور ان کی طرفداری میں لڑنا جھگڑنا شور وفساد بپا کرنا۔

ہندوستان کے نادان مسلمانوں نے ہر جگہ وہابی کے ایک نئے معنی تراشے ہیں۔ میان داب میں وہابی وہ ہے جو قبریں پوجنے اور تعزیہ رکھنے اور ولیوں سے مدد چاہنے اور مولود کی مجلسوں سے منع کرے اور یارسول اللہ ﷺ اور یا علیؓ کہنے سے باز رکھے۔

---

❶ تصنیف کتاب یعنی ۱۸۷۰ء کے عشرے تک۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حیدر آباد دکن میں وہابی وہ ہے کہ سند ہی نہ پیئے اور پاجامہ ٹخنوں سے اونچا رکھے اور ڈاڑھی نہ منڈواوے اور نماز و روزہ ادا کرتا رہے۔ اور بمبئی میں وہابی وہ ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کو سارے جہان کا مالک نہ جانے اور محفل مولود کو بدعت بتاوے۔ اور پوربیوں کے نزدیک مشرق کے ہندوستانی شہروں میں وہابی وہ ہے جو چاراماموں میں سے کسی مذہب خاصہ کا مقلد و مقید نہ ہو بلکہ پیغمبر کے سچے اور اچھے طریقہ پر چلتا ہو اور ان نئی باتوں سے جو پیغمبر کے بعد لوگوں نے اپنی عقل سے تراش لیں، دور رہتا ہو۔

بعضے لوگوں کے نزدیک وہابی وہ ہے جس میں یہ سب باتیں موجود ہوں اور اکثر ہند میں وہابیہ بدعتیوں کے مقابل میں بولا جاتا ہے اور بدعتی وہ لوگ ہیں جو ان مذہبوں پر اڑ رہے ہیں جو پیغمبر برحق کے بعد نکلے ہیں، اور پیغمبر ﷺ کی حدیث اور عادت پر چلنا جائز اور روا نہیں رکھتے اور فقیروں اور درویشوں کی حد سے بڑھ کر تعظیم اور سجدے اور نذریں نیازیں کیا کرتے ہیں اور قبروں پر چلّے (چالیس دن رات گزارنا) اور دونے اور مٹھائیاں اور گٹے اور کٹیاں چڑھاتے ہیں اور ان کی روحوں کو جہان کا مالک اور حاکم اور قابض اور متصرف جانتے ہیں اور غیب کی چھپی چیزوں سے، خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی، ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ کا واقف اور خبردار سمجھتے ہیں اور طرح طرح کے شرک و بدعت کی باتیں اور لایعنی بے کار اور خراب رسمیں ناچ رنگ وغیرہ ان میں پھیل رہے ہیں۔

یہ امر بھی بخوبی ظاہر ہے اور تاریخ دانوں پر خوب روشن ہے کہ

کوئی شخص آج تک نجد سے عالم فاضل کی صورت میں ہو کر ہند میں داخل نہیں ہوا کہ لوگ اس کے شاگرد ہوئے ہوں اور اس کی دعوت تمام ہند کے شہروں اور قریوں میں پھیل گئی ہو، یا اس نے یہاں کسی طرح کی حکومت اور سلطنت حاصل کی ہو کہ لوگ اس کے طریقہ اور چال پر ہو جاویں۔ اور اسی کا گیت گائیں۔

نہ کوئی سلسلہ شاگردی اور پیری مریدی کا اہل ہند اور اہل نجد میں باہمی ایسا جاری ہے جس کی رو سے ان کو اہل نجد کے طریقہ اور رویہ پر کہہ سکیں۔

نہ کوئی تعلق یہاں کے لوگوں کو بذریعہ اخبار یا تار یا ریل کے ان لوگوں سے حاصل ہے... جس کے ذریعہ سے ان کو اہل نجد کا ہم طریقہ کہیں۔

غرض ہند کے لوگوں کو وہابیہ نجد سے نسبت دینا کمال نادانی اور نہایت بیوقوفی اور صریح

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غلطی ہے۔ ❶

○ جناب صدیق حسنؒ نے موائد العوائد (در ترجمان وہابیہ) میں لکھا ہے:

سچ تو یہ ہے کہ وہابی ہونا عبارت ہے مقلد مذہب خاص کے ہونے سے کیونکہ پیشوا وہابیوں کا ابن عبد الوہاب مقلد مذہب حنبلی تھا اور تا بعان حدیث کسی مذہب کے مذاہب مقلدین میں سے مقلد نہیں۔ پس وہابیہ اور اہلحدیث میں فرق زمین و آسمان کا ہے۔ مذہب وہابیہ ۱۸۱۸ء میں مفقود ہو گیا اور اہلحدیث تیرہ سو برس سے چلے آتے ہیں.... اہلحدیث کیا حوالہ وطبقات کی صدہا ہزار ہا کتابیں بطور تاریخ مذہب اسلام میں موجود ہیں۔

○ ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۴۴۔۴۵ پر سید صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

ایک شخص فضل رسول نام شہر بدایون کا رہنے والا تھا سب سے پہلے وہابی نام اس نے مسلمانان ہند کا رکھا۔ پھر اس نام کو عوام میں مشہور کر دیا۔ جو لوگ فسادی تھے انہوں نے حکام کے ذہن میں یہ بات ڈال دی کہ جو لوگ وہابی کہلاتے ہیں وہ سرکار انگریزی کے دشمن ہیں سرکار نے جو غور فرمایا تو یہ دریافت کیا کہ مطلق وہابی کہنے سے کوئی ہمارا دشمن نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ کوئی جرم بغاوت اس سے صادر نہ ہو۔ مگر یہ بات مدت دراز کے بعد سرکار نے سمجھی، ورنہ ایک زمانے میں صرف کسی کے وہابی کہہ دینے پر بھی مواخذہ ہو جاتا تھا۔ اب وہ بات باقی نہ رہی۔ سید احمدؒ شاہ ساکن نصیر آباد بریلی میں ایک شخص تھے جنہوں نے بہت خلق کو نماز روزے پر قائم کیا اور گناہوں اور فساد کے کاموں سے روکا۔

○ ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۵۱ پر جناب سید صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

سید احمدؒ شاہ بریلوی جن کا نام فضل رسول بدایونی نے وہابی مشہور کیا تھا، اپنی ذات سے عالم مولوی نہ تھے۔ ایک درویش قوم سادات سے تھے اور شاہ عبد العزیزؒ دہلوی کے مرید۔ انہی کے طریقہ پر چلتے تھے اور وہ اپنے باپ شاہ ولی اللہؒ کے طریقہ پر تھے اور خلق کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور ان کی صحبت سے ہزاروں جاہل ہندوستان کے راہ راست پر آ گئے۔

---

❶ ہدایۃ السائل در ترجمان وہابیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے باپ کا زمانہ ہنگامہ ملک نجد سے قریب یا اول تھا، مگر ان کو کسی نے وہابی نہ کہا اور نہ انہوں نے ملک نجد کو دیکھا اور نہ ان کو طریقہ اہل نجد پر اطلاع حاصل ہوئی اور نہ انہوں نے کسی اپنی تصنیف میں ذکر وہابیوں کا لکھا بلکہ وہ نام و مذہب وہابی سے بھی آگاہ نہ تھے۔

ہم ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی برحق کے چال چلنے والے اپنے تئیں کسی اگلے بڑے اماموں کی طرف منسوب نہیں کرتے، نہ اپنے تئیں حنفی اور شافعی کہتے ہیں اور نہ حنبلی اور مالکی کہنے سے راضی ہوتے ہیں پھر محمد بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنے اور ان کے طریقہ میں اپنے تئیں داخل کرنے پر کب راضی ہوں گے دوسرے یہ کہ کسی مذہب میں داخل ہونا یا کسی طریقہ میں کہلانا بغیر اس کے نہیں ہوتا کہ وہ شخص اس کا شاگرد ہو یا اس کے گھر کا چیلہ یا معتقد ہو یا اس کا ہم وطن ہو۔ غرض داخل ہونا ہندوستان کے لوگوں کا محمدؒ بن عبدالوہاب کے طریقہ میں درج بالا صورتوں کے بغیر ممکن نہیں اور کوئی ہندوستانی کسی طرح کا علاقہ ان علاقوں میں سے ان کے ساتھ نہیں رکھتا ہے۔ پھر ان کو ان کی طرف منسوب کرنا سوائے خطا اور غلط کے کیا تصور کیا جائے؟

نیز یہ کہ قبول کرنا کسی مذہب کا اور داخل کرنا کسی طریقہ میں اس مذہب اور اس طریقہ کی کتابیں دیکھنے اور سننے سے بھی ہوتا ہے اور صحبت سے بھی آدمی کسی مذہب وملت کو اختیار کرتا ہے جیسے بہت سی رسوم ہندوؤں کی بہ سبب ہم صحبتی کے ہند کے مسلمانوں نے سیکھ لیں۔ اور برسوں سے ان کی شادی اور بیاہ میں جاری ہیں۔ سو یہ بھی ظاہر ہے کہ محمدؒ بن عبدالوہاب کی کوئی کتاب ہند کے کسی شہر میں ایسے شائع نہیں کہ مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہو اور عالموں میں اس کا ہاتھوں ہاتھ لین دین ہو۔

اسی طرح محمدؒ بن عبدالوہاب جو کہ نجد میں پیدا ہوئے اور وہاں کے لوگ اکثر حنبلی مذہب تھے جیسے ہند کے لوگ حنفی مذہب ہیں، اور انہوں نے کوئی نیا مذہب بھی نہیں ایجاد کیا کہ وہ اس پر چلنے والے کو وہابی کہیں۔ اور اگر ایجاد کیا ہوگا تو اس مذہب کی کتاب ہندوستان میں نہیں پائی جاتی، نجد کے شہروں میں ہوگی۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ ہم لوگ ایک خدا کے پوجنے والے ایک پیغمبر برحق کے طریق پر چلنے والے حنفیہ اور شافعیہ کی تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ اسی طرح مالکیہ اور حنبلیہ سے بھی خورسند نہیں ہوتے۔ پس اس صورت میں تہمت وہابیت کی ہرگز ہمارے اوپر ٹھیک اور درست نہیں ہوسکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک خدا کے پوجنے والوں کا طریقہ اور مذہب تو یہ ہے کہ نماز روزہ ادا کرنا اور ماں باپ وعزیز واقارب کے حقوق کو پورا کرنا اور شرع کے موافق شادی اور غمی میں کاربند ہونا اور شورو شغف وفتنہ وفساد سے اور ناچ رنگ وغیرہ کے بکھیڑوں سے دور رہنا اور کسی کا قول خواہ جہاد وغیرہ میں ہو یا اور امر شرع میں سوائے خدا اور رسول کے قبول نہ کرنا۔ پھر ان لوگوں کو وہابی کہنا ظلم صریح ہے۔

نیز یہ کہ ہند کے لوگوں کی ملک نجد میں کبھی آمد ورفت نہیں ہوئی۔ نہ کوئی معبد مسلمانوں کا وہاں ایسا ہے جیسے کعبہ وغیرہ، کہ وہاں جانا آنا ان کا ضرور ہو۔ اور وہاں سے یہ مذہب محمد بن عبدالوہاب کا سیکھ آتے ہوں۔ اور اس ملک میں پھیلاتے ہوں، نہ کوئی تجارت عمدہ وہاں سے جاری ہے کہ خرید وفروخت کے ذریعہ سے وہاں ان کی آمد وشد ہو کہ اس کی وجہ سے لوگ ان کا طریقہ اختیار کر کے اپنے ملک میں رائج کرتے ہوں۔ نہ رسم خط وکتابت کا علاقہ کسی کو وہاں سے حاصل ہے کہ اس کے سبب سے ان کے مذہب کے امور ہندوستان کے لوگوں نے اخذ کئے ہوں۔ پھر باوجود نہ ہونے کسی علاقہ کے ان کو محمدؒ بن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا عجب طرح کا افتراء ہے۔

بڑی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ صرف کتاب وسنت کی دلیلوں کو اپنا دستور العمل ٹھہراتے ہیں اور اگلے بڑے بڑے مجتہدوں اور عالموں کی طرف منسوب ہونے سے گریز کرتے ہیں۔ پھر کیوں کر ہوسکتا ہے کہ محمدؒ بن عبدالوہاب کی طرف، کہ وہ بھی ایک مذہب حنبلی کی طرف منسوب تھا، اپنی نسبت ظاہر کریں اور اس کی طرف منسوب ہونے سے مسرور ومحفوظ ہوں۔

○ یاد ہو گا کہ اس سے پیشتر جو کتاب میں نے ۱۲۹۲ھ میں لکھی ہے اور اس کا نام ہدایۃ السائل ہے۔ اس کے صفحہ ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ

نہ محمدؒ بن عبدالوہاب کے پیچھے چلنا ہم پر واجب ہے نہ کسی اور عالم کے پیچھے۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۱۱۵ میں ہے کہ

محمدؒ بن عبدالوہاب حنبلی المذہب تھے اور ہم کسی مذہب کے مقلد نہیں۔ پس تابع ہونا ہمارا محمد بن عبدالوہاب کا نہایت عجیب ہے اور ہرگز کچھ معنی نہیں رکھتا۔

نیز یہ کہ مورخین اسلام اور مذہب عیسوی دونوں نے اپنی اپنی تاریخوں میں فتنہ نجد کا حال

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جو ۱۲۱۲ھ میں گزرا ہے بخوبی لکھا ہے اور اس سن میں کوئی ہند کا آدمی نجد کو نہیں گیا بلکہ خود اہل ہند کو اس کے حال سے مطلق خبر نہ تھی اور کیوں کر خبر ہوتی کہ جیسے اب بہ سبب حسن بندوبست سرکار انگلش یہ ہر طرف تار اور اخبار اور ریل جاری ہے اس وقت میں ان چیزوں کا نام ونشان بھی نہ تھا بلکہ آج تک باوجود کثرت اخبار اور اجرائے تار کے کوئی اخبار بھی ملک نجد کا ہندوستان میں شائع نہیں کہ شیوہ علماء نجد کا اور طریقہ وہاں کے عوام الناس کا ہم لوگوں کو معلوم ہو۔ غرض کہ کوئی علاقہ دینی اور دنیوی ہندوستان کے مسلمانان موحدین کو نجد کے لوگوں کے ساتھ حاصل نہیں اور یہ جو ہند کے مسلمان ایک خدا کو ماننے والے اور اچھی باتیں لوگوں کو سکھانے والے اور بری باتوں سے، جیسے گور پرستی اور ڈھول ڈھما کا اور ناچ رنگ اور سود خواری اور زنا کاری ہے، سے منع کرنے والے ہیں۔ کسی طرح کی نسبت ان کو مردمان نجد سے نہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ چند لوگ متعصّبان مذہب حنفی اور اپنی باتوں کے پچ کرنے والے لوگوں نے جو قبروں کی نذر نیاز میں مشغول ہیں یہ تہمت ایک خدا کے پوجنے والوں پر باندھ دی ہے اور حاکموں سے اس بات کا اظہار سراپا کذب کر کے کہ یہ لوگ وہابی اور مجاہد ہیں اپنے منصب اور عزت اور جاہ بڑھانے کی تدبیر نکالتے ہیں حالانکہ تہمت ان کی بالکل صدوق سے دور ہے اور انصاف سے مہجور ہے۔

○ ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۵۶ پر جناب سید صدیق حسنؒ نے لکھا ہے:

جس طرح اہل بدعت اور مقلدین مذاہب نے اہل حدیث اور قرآن کا نام زبردستی وہابی رکھا..... اسی طرح قاری عبدالرحمٰنؒ پانی پتی نے رسالہ کشف الحجاب نام مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۹۸ھ میں یہ چھاپا کہ یہ لوگ جو آپ کو محدث اور تابع قرآن وحدیث کہتے ہیں یہ سب رافضی شیعہ ہیں۔ اور نام حدیث کا بطور تقیہ لے کر خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں اور خاص مجھ پر طعن کی ہے کہ یہ لوگ انگریزوں کے قانون پر چلتے ہیں۔ عبارت رسالہ مذکور کی یہ ہے۔

ترویج خمر کی خوب کی ہے۔ شراب کا نکالنا بیچنا بھوپال میں برملا ہے۔ چنگی ہر چیز پر لینا شائد بحکم الناس علی دین ملوکھم حسب قانون انگریزی کے حلال کر لیا ہے خرچ رجسٹری و خرچ کاغذ اسٹامپ اور طرح طرح کی رسوم تحصیل کے حسب قانون انگریزی کے نواب والاجاہ نے رعیت پر لگا رکھے ہیں۔ اور یہ سب رسوم وابواب ظلم صریح ہیں۔ اب کیا شبہ اس فرقے کے رافضی ہونے میں باقی رہا۔ ان کو نہ ہنود سے رنج ہے نہ نصاری سے، نہ اور کفار سے جب اہل مذہب کا نام سنتے ہیں جل جاتے ہیں۔ انتھی بلفظہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سید صدیق حسنؒ کہتے ہیں:

قاری عبدالرحمٰنؒ کی یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تہمت وہابیت کی اہل حدیث پر غلط ہے۔ اور در پردہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں ... رافضی ہیں۔ اور نیز عبارت مذکور حجت ہے اس بات پر کہ مفسد و دشمن امن و آزادگی خلق کے وہی لوگ ہیں جو مقلد کسی مذہب خاص کے ہیں جیسے مصنف رسالہ مذکور کہ ان کو اپنے حنفی مذہب ہونے کا دعوی ہے۔ بخلاف ان لوگوں کے جو لفظ وہابی کو پسند نہیں کرتے اور اہل سنت و حدیث ہیں اور ان کے دین میں حکومت حاصل کرنے کی فکر کرنا اور زمین میں فساد پھیلانا اور تعصب مذہبی کو رونق دینا.... سخت گناہ اور حرام ہے۔

نور الانوار اخبار مطبع نظامی مورخہ پانزدہم شوال ۱۲۹۸ھ میں ایک انگریزی فورٹ نائیٹلی ریویو مطبوعہ ۱۸۸۱ء سے نقل کیا ہے کہ فی الحال مردم شماری سے یہ معلوم ہوا کہ (دنیا کے) سب مسلمان سترہ کروڑ پچاس لاکھ ہیں۔ من جملہ ان کے سنی چودہ کروڑ پچاس لاکھ اور شیعہ ایک کروڑ پچاس لاکھ اور وہابی اسّی (۸۰) لاکھ ہیں اور ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد جو برٹش کی رعایا ہیں چار کروڑ ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مسلمان ہندوستان کے وہابی نہیں ہیں۔ اور یہ بات سچ ہے اس لئے کہ نام وہابی کا ہندوستان میں کبھی نہ تھا۔ اہل مکہ و مدینہ نے حق میں اہل نجد کے ۱۷۶۰ھ میں یہ نام نکالا، پھر ۱۸۱۸ء میں وہ دفتر گاؤخورد ہوگیا۔ روم (ترکی) کے مسلمان حنفی اور مصر کے شافعی، اور مغرب کے مالکی اور دمشق کے حنبلی مذہب رکھتے ہیں اور اہل سنت قرآن و حدیث پر چلتے ہیں۔ ایران کے مسلمان شیعہ اور اطراف یمن کے بعض زیدی اور بعض محدث اور مسقط کے خارجی ہیں۔ اور ہندوستان کے مسلمان اکثر حنفی اور بعض شیعہ اور کم تر اہلحدیث ہیں۔

○ ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۵۸۔۵۹ میں جناب صدیق حسنؒ نے لکھا ہے:

لفظ وہابی محمدؒ بن عبدالوہاب نجدی کے وقت سے نکلا ہے۔ اسلام کی کتابوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں۔ جیسے ایک فرقہ بابیہ چالیس برس ہوئے کہ ایران میں پیدا ہوا تھا اور اس نے شاہ ایران وغیرہ سے بغاوت کی۔ سو مذہب نجدی کا حنبلی تھا اور اس نے بوہروں اور بدوؤں پر چڑھائی کی تھی اس مذہب کی کتابیں ہندوستان میں رائج نہیں۔ خصوصاً تصنیفات محمد بن عبد الوہاب کو کسی نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ ان کے موجود ہونے اور پڑھنے پڑھانے اشاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔ اور ۱۷۶۰ء میں ابتداء مذہب نجدی کی ہوئی اور ۱۸۱۸ء میں وہ ہنگامہ ختم ہو گیا۔ اٹھاون برس غلغلہ اس کا ملک نجد میں رہا اکثر لوگ اس قوم کے دشمن ہو گئے۔ اب ۶۳ برس ہوئے کہ وہ دفتر گاؤ خورد ہو گیا۔

○ (سید صدیق حسنؒ کہتے ہیں) میرے والد مرحوم (اولاد حسنؒ) نے ایک رسالہ ہدایۃ المؤمنین میں ۱۲۳۹ھ میں تالیف کیا تھا جو ان کی حیات میں بمقام کلکتہ طبع ہو کر خاص و عام میں پھیل گیا۔ پھر بار ہا چھپا اور حال میں بمقام دہلی مطبع فاروقی ۱۲۹۸ ہجری میں طبع ہو کر یہاں (بھوپال) آیا ہے۔ اس میں بذیل رد بدعت تعزیہ تحریر فرمایا ہے کہ

بعض بے وقوف جس کو سنتے ہیں کہ بدعت تعزیہ داری وغیرہ سے منع کرتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص وہابی ہے کیونکہ ایسی باتیں وہابی کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس بات سے ہم منع کرتے ہیں اس کی برائی قرآن وحدیث سے بیان کرتے ہیں، کہیں وہابیوں کا نام نہیں لیتے اور نہ ان کی سند پکڑتے ہیں۔ باوجود اس کے تمہارا ہم کو وہابی کہنا جہالت ہے۔ اور اگر وہابی اسی کا نام ہے جو شرک و بدعت کو دور کرے اور موافق قرآن وحدیث کے عمل میں لاوے تو ہم وہابی سہی۔ بقول امام شافعی کے کہ

''اگر رفض حبّ آل محمد کا نام ہے تو ہم بھی رافضی ہیں۔'' انتہی۔

یہ عبارت ہدایت المؤمنین مطبوعہ حال (یعنی ۱۸۸۰ء کے گردو پیش) کے صفحہ ۴۲ اور ۴۳ میں لکھی ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث وہابی نہیں ہیں بلکہ اہل سنت و حدیث کا مذہب اس دن سے ہے جس دن سے دین اسلام آیا۔ کسی تاریخ سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ کسی محدث کو کسی نے وہابی کہا ہو یا کسی محدث نے کسی ملک میں فساد کیا ہو۔ یا کسی بادشاہ وحاکم وغیرہ سے بنام جہاد لڑا ہو۔ بلکہ ساری کتب طبقات وتواریخ اس امر پر متفق ہیں کہ ہمیشہ طریقہ ان لوگوں کا ترک دنیا و شغل عبادت وعلم رہا ہے۔ بعض ان میں درویش تھے جن کو صوفی وفقیر وزاہد کہتے ہیں۔ ان کو لڑائی سے کیا واسطہ، وہ تو دنیادار لوگوں سے ملاقات بھی نہیں کرتے تھے اور بعض عالم تھے ان کو شغل تعلیم وتدریس وتصنیف وتالیف کا تھا وہ بادشاہوں کی نوکری سے اور ان کی صحبت سے بھاگتے تھے۔ باقی رہی یہ بات کہ بعض عقائد ومسائل ان کے ایسے ہیں کہ یہ ان میں مثلاً موافق نجد یہ کے ہیں۔ سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مذہب حق و باطل ایسا نہیں ہے کہ اس کے بعض مسائل موافق دوسرے مذہب کے نہ ہوں۔ یہاں تک کہ چوری کرنا، زنا کرنا، ظلم کرنا، جھوٹ بولنا، خون ریزی کرنا، بغاوت کرنا، سب مذہبوں میں گناہ ہے اور زمین سے فساد دور کرنا، رعایا کو امن دینا، خیرات کرنا، محتاج کو روٹی دینا، کپڑا دینا، سب کے نزدیک اچھا ہے۔ قرآن وحدیث میں چند عقیدے اور مسائل ایسے ہیں جو موافق توریت وانجیل کے ہیں۔ اور بہت سے قاعدے دین اسلام کے ایسے ہیں کہ گورنمنٹ بھی ان کو انتظام ملکی میں پسند کرتی ہے۔ سو اس شرکت جزئی سے ہرگز وہ دوسرا شخص مستحق اس نام کا نہیں ہوسکتا جو نام خاص اس صاحب مذہب کا ہے۔ ہم حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام کو پیغمبر جانتے ہیں جس طرح اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول خدا جانتے ہیں، لیکن اس عقیدہ کی وجہ سے ہمیں کوئی بھی عیسائی یا یہودی نہ کہے گا۔ شیعہ بھی نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں اور اہلحدیث بھی کرتے ہیں۔ مگر اہلحدیث کو کسی نے آج تک شیعہ نہیں کہا۔ اور شیعہ بھی قائل جہاد کے ہیں وقت ظہور مہدی کے۔ لیکن ان کو کسی نے وہابی نہیں کہا۔

کتاب آثار الادہار تالیف سلیم خوری عیسائی اور کتاب المرئۃ الوضیۃ تالیف کرنل یوس قندیک میں تحقیق وہابیوں کی یہ ہے کہ سعود نجدی کی لڑائی بوہروں اور عرب کے بدوؤں سے تھی، کسی ہندوراجہ یا سرکار انگریزی سے نہ تھی..... اب جو اہل سنت وحدیث ہیں تو وہ کچھ اس کے طریقہ پر نہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک مذہب خاص رکھتا تھا اور یہ لوگ مذہب خاص نہیں رکھتے۔ قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں، یہی ان کا مذہب ہے۔ اور ہر فساد کی بات سے ہزاروں کوس بھاگتے ہیں اور نام سے وہابی کے انکار وتعجب کرتے ہیں اور وہابیت کو دین میں ایک بدعت جانتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو سنّی اور اپنے مذہب کا نام اہل سنت بتاتے ہیں۔ اس صورت میں ہر محدث اہل سنت پر لفظ وہابی بولنا اور وہابی کے معنی باغی و جہادی ٹھہرانا خلاف عقل ونقل ہے۔ حنفی اپنے آپ کو حنفی اور حنبلی اپنے آپ کو حنبلی اور زیدی اپنے آپ کو زیدی اور شیعی اپنے آپ کو شیعہ کہتے ہیں۔ اسی طرح عیسائی اپنے آپ کو عیسائی اور یہودی اپنے آپ کو یہود بتلاتے ہیں مگر کوئی محدث اپنے آپ کو وہابی نہیں کہتا۔ اور کس طرح کہے کہ جب محدث کو حنفی شافعی مالکی کہنا اپنے حق میں ناپسند ہے حالانکہ یہ الفاظ بہت پرانے ہیں، تو وہابی کہلانا کیوں کر روا رکھے گا جو نیا لفظ ہے۔ طریقہ حدیث تو زمانہ نجدیہ سے ہزار برس پہلے کا ہے۔ اور وہابی نجد کے بعد ہزار برس کے اب پیدا ہوئے ہیں یہ نام اہل حدیث پر کسی طرح نہیں چپکتا ہے بلکہ خلاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہلحدیث کا وہابیوں سے ایسا ہی ہے جیسا پراٹسٹنٹ کا رومن کیتھولک سے ہے۔ ❶

○ ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۶۲ میں جناب سید صدیق حسنؒ نے لکھا ہے:

محمدؒ بن عبدالوہاب خود مقلد مذہب حنبلی منجملہ انہیں چار مذاہب کے ہے جو بالفعل رائج عام ہیں اور یہ فرقہ موحدین مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کا پیرو اور مقلد نہیں ہے۔ کیوں کہ مذاہب اربعہ بعد از زمانہ نبوت حادث ہوئے ہیں۔ فرق درمیان مقلد مذہب اور فرقہ موحدین کے یہ ہے کہ موحدین صرف قرآن و حدیث صحیح کو ہی مانتے ہیں اور باقی اہل مذہب اہل الرائے ہیں جو مخالف سنت اور طریقہ شریعت ہے۔ اور نیز یہ بات ہے کہ تقلید رائے، تعلیم و تعلم قرآن و حدیث کو روکتی ہے..... اور اہل الرائے جو اپنے فوت شدگان کے لئے صدقات طعام وغیرہ کو حسب رواج حال جائز رکھتے ہیں سو یہ مسلک ہنود کا ہے۔ فرقہ موحدین ان باتوں میں نہیں ہیں۔ ثالثاً کوئی تصنیفات محمد بن عبدالوہاب مذکور کے نزدیک علماء موحدین ہند کی موجود نہیں ہے جس سے یہ امر ثابت ہو سکے کہ کچھ یہی ہدایت عبدالوہاب سے موحدین ہند کو ملی۔ اور نہ یہ امر کسی اہل ہند میں دیکھا گیا ہے کہ ہند کے موحدین اہل نجد سے خط و کتابت بھی رکھتے ہوں یا ان کے شاگرد و مرید ہوں۔ غرض کہ مولوی محمد حسینؒ کا طریق یہ ہے کہ موحدین لفظ وہابی سے نہ پکارے جاویں۔ ❷

○ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہلحدیث کے مذہب کے بانی سید الانبیاء محمد احمد مجتبیٰ فخر آدم افتخار بنی آدم فداہ ابی و امی ﷺ ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث کے مسائل دیکھنے والوں پر یہ امر ذرہ بھر مخفی نہ ہوگا کہ اہل حدیث ہر ایک مسئلہ پر قرآن شریف کی آیت یا حضور اقدس کی حدیث ہی سے مقدم استدلال کرتے ہیں۔

جہلاء میں مشہور ہے کہ اہل حدیث کے مذہب کا بانی عبدالوہاب نجدی ہوا ہے۔ مگر حاشا وکلا ہمیں اس سے کوئی بھی نسبت نہیں۔ یہ تو صاف بات ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے بانی مذہب کے اقوال اپنے فتووں میں نقل کیا کرتا ہے۔

---

❶ ترجمان وہابیہ ص ۵۸۔۶۰

❷ ترجمان وہابیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ ہمارے بھائی حنفیہ، شافعیہ، امامیہ وغیرھم کے طریق عمل اس امر پر شاہد عدل ہیں۔لیکن آج تک کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ اہل حدیث نے کبھی بھولے سے بھی عبدالوہاب نجدی کے اقوال کو سنداً پیش کیا ہو اور کہا ہو کہ

(هذا قول امامنا عبدالوهاب وبه ناخذ)

''یہ قول ہمارے امام عبدالوہاب کا ہے۔''

بلکہ اہلحدیث کے بہت سے افراد کو یہ بھی معلوم نہیں کہ عبدالوہاب کون تھا؟ اس کی بود و باش کیا تھی؟ ہاں تاریخوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بھائیوں کی طرح وہ بھی ایک مقلد تھا۔ چنانچہ فقہ کی معتبر کتاب ردالمختار باب البغاۃ میں صاف لکھا ہے:

(كانوا اى عبد الوهاب واتباعه يقلدون مذهب الحنابلة)

''یعنی عبدالوہاب نجدی اور اس کے اتباع حنبلی مذہب کے مقلد تھے (ان لوگوں کی ناواقفی کا یہ حال ہے کہ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نجد کے اس بزرگ کا نام محمد بن عبدالوہاب ہے۔)''

ہمارے نزدیک تقلید کا وہی حال ہے جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ پس باوجود اس بے تعلقی کے ہم کو محمد بن عبدالوہاب کے پیرو یا اس کو ہمارے مذہب کا بانی بتلانا صریح جھوٹ اور دل آزاری نہیں تو اور کیا ہے؟ دراصل یہ ناپسندیدہ القاب اسی عشق محمدی ﷺ کے کرشمے ہیں جس نے صحابہ کرام کو عرب کے لوگوں سے صابی کا لقب دلایا تھا۔

جرم عشق توام مے کشند وغوغائیست تو نیز برسر بام آ عجب تماشائیست

اہل حدیث کے مذہب کا خلاصہ لا اله الّا اللّه محمّد رسول اللّه ہے یعنی جو تعلیم سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے بذریعہ قرآن اور احادیث صحیحہ کے مخلوق کو فرمائی ہے، اس کا اتباع کرنا ہمارا مذہب ہے اور بس

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامیکہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

محمد بن عبدالوہاب نجدی سے اہل حدیث ہند نے کسی وجہ سے استفادہ نہیں کیا۔ نہ اس کی شاگردی کی، نہ اس کے مرید ہوئے نہ اس کی کوئی ایسی کتاب جس میں اہل حدیث کے جملہ اصول وفروع کا بیان ہو، ان کے پاس پہنچی، نہ اس کے خاص اعتقاد و عمل سے ان کو اتفاق ہے..... پھر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کو وہابی کہنا اور مذہب محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ ❶

○ جناب محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

محمد بن عبدالوہاب نجدی تیرھویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے جب کہ یہ فرقہ اہلحدیث پہلی صدی سے چلا آتا ہے۔ اس فرقہ کو وہابی کہنا ایسا ہے جیسا اہل کتاب کا حضرت ابراہیمؑ کو یہودی یا نصرانی کہنا۔ جن کے جواب میں خدا فرماتا ہے:

﴿يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَمَآ أُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْإِنْجِيْلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ ۭ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ هَآأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ إِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝﴾ (آل عمران ـ ٦٥، ٦٧)

''کہ تورات وانجیل (جن پر یہودیت ونصرانیت کی بنیاد ہے) تو حضرت ابراہیمؑ کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو یہودی یا نصرانی کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟''

❁.....❁❁.....❁

---

❶ اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمل بالحدیث

بلا واسطہ مجتہد

تفصیل بالا کی روشنی میں یہ ہرگز روا نہیں کہ اہل حدیث کو نیا فرقہ کہا جائے یا ان کا نام وہابی رکھا جائے۔ تاہم کچھ لوگ اس امر کے اعتراف کے باوجود کہ اہلحدیث واقعی ایک قدیم فرقہ ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں جو لوگ اہل حدیث کہلاتے تھے وہ کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کہلاتے تھے جب کہ آج کل کے مدعیان عمل بالحدیث چوں کہ مطلق العنان ہیں اور کسی مذہب حنفی شافعی مالکی حنبلی کے مقلد نہیں کہلاتے اور مجتہدین کے واسطہ کے بغیر حدیث پر عمل کرتے ہیں، لہذا یہ لوگ، اہل حدیث سلف کے طریقہ پر نہیں اور نہ اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں۔ ❶ اور ان کو نجدی یا وہابی یا لامذہب ہی کہنا چاہیے۔

جناب محمد حسین بٹالویؒ نے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایسے لوگوں کا خیال ذیل کے عذرات یا دلائل پر مبنی ہوسکتا ہے:

- اول یہ کہ اکثر اہل حدیث سلف، عام لوگوں میں کسی نہ کسی مذہب کی طرف منسوب ہیں۔ کوئی حنفی، کوئی شافعی (جیسے امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ) کوئی مالکی (جیسے امام قرطبیؒ) کوئی حنبلی (جیسے شیخ ابن تیمیہؒ)۔
- امر دوم یہ کہ بعض اہل حدیث کو کتب طبقات میں خاص خاص طبقات میں شمار کیا گیا ہے۔

---

❶ دیکھئے جناب خالد محمود کی آثار الحدیث، دار المعارف لاہور، ۱۹۸۸ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- امر سوم (جو ان کے خیال کا بڑا قوی مؤید ہے) یہ کہ اکابر اہل حدیث نے ناکامل محدث کو حدیث کی بجائے، اتباع فقہ کی تاکید کی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ سے قصہ رباعیات مشہور ہے جس میں انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ جو شخص ان مشقتوں کا، جو محدث ہونے کے لئے ہم نے بیان کی ہیں، متحمل نہ ہو سکے وہ فقہ کا اتباع کرے ❶ اور اس زمانہ کے اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ جسے کسی ایک کتاب حدیث پر بھی نظر نہیں، بلکہ جو ایک حدیث کی عربی عبارت پڑھنے کی لیاقت بھی نہیں رکھتا، وہ فقہ کا نام نہیں لیتا اور مجتہد کے واسطہ کے بغیر حدیث پر عمل کرنے کا مدعی ہے۔ پھر اس فرق کے ساتھ (جو ایسے لوگوں میں اور اہلحدیث سلف میں ہے) یہ لوگ اہلحدیث کہلانے کے کیونکر مستحق ہیں؟ (بٹالویؒ کہتے ہیں) میرے نزدیک ان کا یہ خیال محض غلط ہے اور جو امور ثلاثہ اس خیال کی تائید میں انہوں نے پیش کئے ہیں ان میں بھی وہ غلطی کرتے ہیں، کیونکہ
- اہل حدیث زمانہ حال اور اہل حدیث زمانہ گزشتہ میں بلحاظ امور مذکورہ (عمل بالحدیث، ترک تقلید، عدم رجوع بمذہب معین) سرمو ئے تفاوت نہیں۔ سلف سے خلف تک صدہا اہل حدیث ایسے گزرے ہیں جو کسی مجتہد یا مذہب خاص کے مقلد نہ تھے اور بلا واسطہ مجتہدین و مذاہب خاص و کتب فقہ رسمیہ، وہ حدیث پر عمل کرتے تھے خصوصاً وہ امام جن کا یہ لوگ اپنے خیال کی تائید میں نام لیتے ہیں، ان میں بعض آئمہ حدیث کو کسی نے حنفی یا شافعی کہا، یا ان کے طبقات میں داخل کیا ہے تو یا تو ان کی ابتدائی حالت کی نظر سے، یا اکثر مسائل میں ان مذاہب کے آئمہ سے ان کے توافق رائے کے خیال سے یا شہرت کے لحاظ سے (ایسا کیا ہے) ورنہ درحقیقت وہ ان آئمہ مذاہب کے مقلد نہ تھے۔
- قصہ رباعیات جو امام بخاریؒ سے نقل کیا گیا ہے اور اس میں حدیث کے علم و شغل (چہ جائے عمل) کو مشکل قرار دیا ہے اور اتباع فقہ کو سہل و آسان، وہ صحت کو نہیں پہنچتا۔

---

❶ یہ قصہ قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۲۱ جلد اول میں بسند ابوعصمہ نوح بن الفرغانی بروایت ابوالمظفر بخاری سے منقول ہے اور متفرقات میں نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کی اسناد میں جو ابوعصمہ نوح راوی ہے (جس کو قسطلانی نے ذکر کیا ہے) اگر یہ وہی ابوعصمہ بن ابی مریم ہے جو فضائل قرآن کی احادیث وضع کرنے کا اقراری ہے تو اس کی روایت پر اعتماد مناسب نہیں ہے۔ چناں چہ شرح شرح نخبہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مذکور ہے کہ ابوعصمہ نوح کو لوگوں نے پوچھا کہ فضائل قرآن میں تجھے یہ حدیثیں کہاں سے ملی ہیں جو تو بواسطہ عکرمہ، ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے، کیونکہ عکرمہ کے شاگردوں کے پاس تو ان حدیثوں کا نام ونشان نہیں ہے۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ابوحنیفہؒ کی فقہ اور محمد بن اسحاقؒ کے مغازی پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے سے منہ پھیرے ہوئے تھے تو میں نے بہ نیت ثواب فضائل قرآن کی حدیثیں خود بنائیں:

(روی عن ابی عصمة نوح ابن ابی مریم المروزی قاضی مرو فیما رواه الحاکم بسنده الی ابی عمار المروزی انه قیل لابی عصمة من این لك عن عکرمة عن ابن عباس فی فضائل القرآن سورة سورة ولیس عند اصحاب عکرمة هذا فقال انی رأیت الناس قد اعرضوا عن القرآن واشتغلوا بفقه ابی حنیفة ومغازی ابن اسحاق فوضعت مذاصبة) ❶

اگر یہ ابوعصمہ کوئی اور شخص ہے تو جب تک اسکی توثیق آئمہ حدیث سے ثابت نہ ہو اور اس روایت کی صحت واتصال معلوم نہ ہو یہ روایت لائق احتجاج نہیں۔

اور جس قدر علم وشغل حدیث میں اشکال بیان کئے گئے ہیں ان سے بڑھ کر اشتغال وعمل فقہ میں ہیں۔ بالجملہ بلاواسطہ مجتہدین وبلا مراجعت کتب فقہ حدیث پر عمل کرنا اور کسی مذہب خاص حنفی یا شافعی کا پیرو ومقلد نہ کہلانا ایسے امور نہیں ہیں جو صرف اس وقت کے اہل حدیث میں پائے جاتے ہوں۔

---

❶ شرح شرح نخبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ امور اہل حدیث سلف میں بھی موجود تھے۔ ان امور کی نظر سے آج کے اہل حدیث اور اہلحدیث سلف میں سرموئے تفاوت نہیں ہے۔ پھر ان امور کی نظر سے اس وقت کے اہلحدیث کو گروہ اہلحدیث سے خارج اور وہابی اور نجدی قرار دینا اور اہل حدیث سلف کا اہل حدیث واہل سنت تسلیم کرنا انصاف نہیں ہے۔

(جناب بٹالویؒ کہتے ہیں کہ) اس مقام میں، میں نے تین دعوی کئے ہیں۔

- اول۔ محدثین سلف، بلا واسطہ مجتہدین حدیث پر عمل کرتے۔
- دوم۔ ان کا حنفی یا شافعی وغیرہ کہلانا توافق رائے یا ان کی سابق حالت یا شہرت کی وجہ سے تھا۔ درحقیقت وہ مقلد نہ تھے۔
- سوم۔ قصہ ربا عیات لائق احتجاج نہیں۔

دعوی سوم کی نسبت تو ہم اس مقام میں اس سے زیادہ کچھ کہنا نہیں چاہتے جو کہہ چکے ہیں کہ اس کے راوی نوح ابوعصمہ کی روایت لائق دست آویز نہیں۔ گو اس قصہ کے موضوع ومفتری ہونے پر اور وجوہات عقلیہ ونقلیہ سے بھی بحث ہوسکتی ہے جو اس محل میں کسی قدر اجنبی ہے۔ باقی ماندہ دعاوی (اول ودوم) سے ہر ایک دعوی کو شواہد ونقول معتبرہ سے ثابت کیا جاتا ہے۔

- دعوی اول کے شواہد۔ محدثین سلف کو جو کسی مذہب خاص کے مقلد نہ تھے اور بلا واسطہ مجتہدین حدیث پر عمل کرتے تھے اگر ہم بالاستیعاب وتفصیل ذکر کریں تو یہ بیان طویل ہو جائے گا لہذا بطور مثال چند اکابر کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ازانجملہ

⊙.....(عبد اللّٰہ بن وھب بن مسلم الامام الحافظ جمع بین الفقه والحدیث والعبادة کان ثقة حضة حافظاً مجتهداً لایقلد احداً ذا تعبد وتزهد وثقه غیر واحد مات سنة سبع وتسعین ومأة۔) ذهبی

عبداللہ بن وہبؒ (ف ۱۹۷ھ) ہیں جن کے حق میں ذہبیؒ نے فرمایا ہے کہ وہ خود اجتہاد کرتے، کسی کے مقلد نہ تھے۔

⊙.....وہ دوصد امام اہل حدیث ہیں جن کا حال ذہبی نے ترجمہ حافظ ابی النقی کے بعد یوں بیان فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(قال الذّهبی بعد ترجمة ابی النقی فهؤلاء المسمون فی هذه الطبقة هم نقاوة الحفاظ ولعل قد اهملنا طائفة من نظرائهم فان المجلس الواحد فی هذا الوقت کان یجمع فیه ازید من عشرة آلاف(دوات).....یکتبون الآثارالنبویة ویعنون بهذا الشان وبینهم نحومن مأتی امام ۔ قد برزوا وتاحلو للفتیا فلقد تفانی اصحاب الحدیث وتلامثوا وتبدل النّاس بطلبة یهزا بهم اعداء الحدیث والسنة ویسخرون منهم وصار علماء العصر فی الغالب عاکفین علی التقلید فی الفروع)❶

ان کے زمانہ میں ایک مجلس میں اہلحدیث دس ہزار دواتیں لے کر جمع ہوتے تھے جن میں دوسوامام تھے اور آثار نبویہ میں لکھتے ۔۲۵۱ھ میں وہ لوگ فنا ہوئے اور جو رہے منتشر ہوگئے تو اہل تقلید پیدا ہوئے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اہلحدیث مقلد نہ تھے۔ان کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔

⊙.....ازانجملہ امام قرطبیؒ (ف ۲۷۶ھ) ہیں جن کو عام لوگ مالکی سمجھتے ہیں۔ان کے حق میں ذہبی نے کہا ہے کہ وہ کسی کے مقلد نہ تھے خود اجتہاد کرتے تھے

(بقی بن مخلد الامام شیخ الاسلام ابو عبدالرّحمن القرطبی الحافظ صاحب المسند الکبیر والتفسیر کان اماماً ، علما، قدوة ، مجتهداً ، لایقلد احدا، ثقة، حجة۔)❷

⊙.....ازاں جملہ امام قاسمؒ بن محمد (ف ۲۷۶ھ) ہیں ۔ان کے حق میں ذہبی نے فرمایا ہے کہ وہ کسی کے مقلد نہ تھے انہوں نے مقلدین کے رد میں ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ایضاح ہے۔ان کا مذہب دلیل تھا اور ان کو شافعی مذہب کی طرف بھی کچھ میلان تھا۔

(قاسم بن محمد بن یسار الامام الحافظ الاندلسی القرطبی شیخ المحدثین والفقهاء لازم ابن عبد الحکم حتی برع فی الفقه وصار اماماً مجتهداً لایقلد

---

❶ ملخص طبقات ذہبی

❷ ملخص طبقات ذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احداً وھو مصنف کتاب الایضاح فی الرد علی المقلدین وکان مذھبه الحجة والنظر ویمیل الی مذھب الشافعی ولم یکن بالاندلس مثله فی حسن النظر والبصر بالحجة ۔ قال ابن عبدالبر لم یکن احداًبقرطبة افقه منه مات سنة ست وسبعین ومأتین) ❶

⊙.....اورامام ابن خزیمہؒ ہیں۔ان کے حق میں ذہبیؒ نے فرمایاہے کہ وہ امام تھے،لوگ ان کے پیچھے چلتے۔ان کا یہ قول تھا کہ خداورسول کے سامنے کسی کا قول لائق دستآویز نہیں ہے۔

(ابن خزیمة الحافظ الکبیر الثبت امام الآئمة شیخ الاسلام ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمة بن المغیرة بن صالح بن بکر السمی النیسابوری قال ابوحاتم لما سئلوه عن ابن خزیمة قال ویحکم هویسئل عنه ولایسئل عنه هو امام یقتدی به ومن کلام ابن خزیمة لیس لاحد مع رسول اللّٰه قول اذا صح الخبر) ❷

⊙.....ازاں جملہ حافظ ابن المنذرؒ(۳۱۸ھ) ہیں جن کے حق میں ذہبیؒ نے فرمایاہے کہ وہ مجتہد تھے،کسی کے مقلد نہ تھے،خود اجتہاد کرتے اور اختلاف اور دلائل کی معرفت میں بڑے کامل تھے اوراس امر میں موافق اورمخالف ان کی تصانیف کے محتاج رہے۔

(ابن المنذر الحافظ الفقیه لاوحد ابوبکر محمد بن ابراهیم بن المنذر النیسابوری شیخ الحرم وصاحب الکتب التی لم یصنف مثلها وکان مجتهداً لایقلد احداً وکان غایة فی معرفة الاختلاف والدلیل واحتاج الی کتبه الموافق والمخالف وفاته سنة ثمان عشرة وثلاث مأة ۔) ❸

⊙.....ازانجملہ حسنؒ بن سعد(۳۳۱ھ) ہیں جن کے حق میں ذہبی نے کہا ہے کہ وہ مقلد نہ تھے خوداجتہاد کرتے تھے اورشافعیؒ کے اقوال کی طرف کچھ میلان تھا:

---

❶ ملخص طبقات ذہبی
❷ ملخص طبقات ذہبی
❸ ملخص طبقات ذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(الحسن بن سعد بن ادریس الحافظ الکبیر الامام ابو علی الکنانی القرطبی کان علامة مجتهداً لا یقلّد ویمیل الی اقوال الشافعی قال ابن الفرضی کان یحضر الشوری فلمارأی الفتیا دائرة علی المالکیة ترك شهودها و کان شیخاً صالحاً ولم یکن یضابط جداً۔ مات یوم عرفة یوم الجمعة سنة احدی وثلاثین وثلاث مأة) ❶

⊙.....ازاں جملہ ابن شاہینؒ (ف ۳۸۵ھ) ہیں وہ ایسے عامل بالحدیث تھے اور کتب فقہ رسمیہ سے بے خبر کہ جب ان کے پاس کبھی کسی امام کے مذہب کا کوئی ذکر کرتا تو آپ فرماتے کہ میں تو محمدی المذہب ہوں۔

(ابن شاهین الحافظ الامام المفید المکثر محدث العراق ابو حفص عمر بن احمد بن عثمان بن احمد البغدادی الواعظ المعروف بابن شاهین ..... قال الخطیب سمعت محمد بن عمر الداودی یقول ابن شاهین ثقة نسبت الشیوخ الا انه کان لحانا ولایعرف الفقه و کان اذا ذکر له مذهب احد یقول انا محمدی المذهب ۔ مات فی ذی الحجة سنة خمس وثمانین و ثلاث مأة) ❷

⊙.....ازاں جملہ ترمذیؒ ہیں جن کا باجتہاد خود، حدیث پر عمل واستدلال کرنا ان کی کتاب جامع ترمذی سے ثابت ہے جس کے حق میں علماء نے کہہ رکھا ہے کہ وہ مجتہد کے لئے کافی ہے اور مقلد کو دیگر کتابوں سے مستغنی کرنے والی۔ اور بعض آئمہ نے اس کتاب کو صحیح مسلم اور صحیح بخاری سے نفع عام کی نظر سے افضل کہا ہے:

(ولذا قیل انّه کاف للمجتهد ومغن للمقلد بل قال ابواسماعیل الهروی هو ..... انفع من الصّحیحین لانّ کلّ احد یصل الفائدة منه وهما یصل الیها منهما العالم المتبحر) ❸

---

❶ طبقات ذہبی
❷ ملخص طبقات ذہبی
❸ شرح ملا علی قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

⊙.....ترمذیؒ نے اپنی کتاب میں اپنا مذہب وہ مذہب اہلحدیث قرار دیا ہے جس کو کسی خاص امام، شافعیؒ وغیرہ سے کچھ خصوصیت نہیں ہے بلکہ وہ سبھی آئمہ مذاہب میں مشترک ہے۔ چنانچہ اس اشتراک کو خود ترمذیؒ نے ظاہر کیا ہے اور اسی اشتراک کی نظر سے ان سب آئمہ کا اپنا ہم مذہب ہونا بلفظ اصحاب نے بیان فرمایا ہے۔

⊙.....اوائل کتاب میں آپ نے بوسہ کا ناقض وضوء ہونا امام مالکؒ واوزاعیؒ وشافعیؒ و امام احمدؒ واسحاقؒ کا مذہب بتایا ہے اور اس مذہب میں ان آئمہ کا اپنا ہم مذہب ہونا بلفظ اصحابنا ظاہر کیا ہے۔

(وقال مالك بن انس والاوزاعی والشافعی واحمد واسحاق فی القبلة الوضوء وهو قول غير واحدمن اهل العلم من اصحاب النّبیّ ﷺ والتّابعين وانّما ترك اصحابنا حديث عائشة عن النّبیّ ﷺ فی هذا لانّه لايصحّ عندهم لحال الاسناد) ❶

⊙.....امام ترمذی نے، بھولی ہوئی نماز کو یاد آنے کے وقت (طلوع یا غروب آفتاب کا وقت کیوں نہ ہو) پڑھ لینا امام احمدؒ واسحاقؒ کا مذہب بتایا ہے پھر اس مذہب میں ان آئمہ کا اپنا ہم مذہب ہونا بلفظ اصحابنا ظاہر کیا ہے۔

(ويروى عن علیّ بن ابی طالب ، انّه قال فی الرّجل ينسى الصّلوة، يصلّيها متى ذكرها فی وقتٍ او فی غيرِ وقتٍ۔ وهو قول احمد واسحاق۔ ويروى عن ابی بكرة انّه نام عن صلوة العصر فاستيقظ عند غروب الشّمس فلم يصلّ حتى غربتِ الشمس۔وقد ذهب قوم من اهل الكوفة الى هذا۔ وامّا اصحابنا فذهبوا الى قول علی بن ابی طالب) ❷

⊙.....امام ترمذی نے فجر اور عصر کی نماز کی ایک رکعت مل جانے سے پوری نماز کا مل جانا امام شافعیؒ وامام احمدؒ وامام اسحاقؒ سے نقل کیا ہے اور ان آئمہ کو بلفظ اصحابنا اپنا ہم مذہب کہا ہے:

---

❶ ترمذی مطبوعہ میرٹھ، ص۱۴

❷ سنن ترمذی، کتاب الصلوة، باب ماجاء فی الرجل ينسى الصلوة، رقم الحديث:۱۷۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(وبه يقول اصحابنا الشّافعي واحمد واسحاق۔ومعنى هذا الحديث عندهم لـصـاحـب العذر ، مثل الرّجل ينام عن الصّلوة اوينساها فيستيقظ ويذكر عند طلوع الشّمس وعند غروبها) ❶

اس قسم کی تصریحات ❷ اس کتاب میں بہت ہیں۔ان تصریحات کے ساتھ امام ترمذی کو ایک مذہب کا پابند سمجھنا یا امام شافعیؒ کا مقلد قرار دینا علم وانصاف کا مقتضی نہیں۔

⊙.....ازاں جملہ امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں ان کے بلا واسطہ تقلید اپنے فہم واجتہاد سے حدیث سے استدلال کرنا،اور امام شافعیؒ وغیرہ آئمہ مجتہد کا مقلد نہ ہونا آپ کی کتاب (صحیح بخاری) سے بھی ثابت ہے ❸ اور اس پر بیرونی شہادت ❹ بھی پائی جاتی ہیں۔

اندرونی شہادت کا بیان

امام بخاریؒ کا باجتہاد خود حدیث سے استدلال کرنا اس کتاب (بخاری) کے تراجم ❺ سے ظاہر ہے۔اس کے تراجم میں ادق مسائل اجتہادیہ کتاب وسنت سے استنباط کئے گئے ہیں۔جن کی نظر سے بہت سے فضلاء نے کہہ دیا ہے کہ بخاری کا اجتہاد اس کے تراجم ابواب میں ہے:

(فلذا اشتهر قول جمع من الفضلاء: فقه البخاري في تراجمه ۔ واكثر مايفعل البخاري ذالك اذا لم يجد حديثاً على شرطه) ❻

اوران کا مقلد شافعیؒ نہ ہونا اس کتاب سے یوں ثابت ہے کہ اس میں امام شافعیؒ سے کچھ اخذ نہیں کیا۔صرف ایک جگہ بلفظ ابن ادریسؒ ان کا نام تو لیا ہے پھر ان سے کوئی حدیث لی ہے نہ کسی فقہی مسئلہ میں ان کے پیروی ظاہر کی ہے، بلکہ جابجا ان کی مخالفت کا اظہار فرمایا ہے اور مسائل فرعیہ میں وہ مذہب اختیار کیا ہے جو امام شافعیؒ کا صریح مخالف ہے۔پھر ان کا مقلد امام شافعیؒ کیوں کر متصور ہے؟

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلوة،باب ماجاء فی من ادرك ركعة من العصر،رقم الحديث:١٨٦

❷ جن میں کئی آئمہ کو ترمذیؒ نے اپنا ہم مذہب یا یوں کہو کہ پیشوائے مذہب ٹھہرایا اور اصحابنا کہا ہے۔

❸ جس کو ہم اندرونی شہادت کہہ سکتے ہیں۔ ❹ تصریحات واقوال علماء جن میں ان کو مجتہد کہا گیا ہے۔

❺ وہ مسائل جن کو باب کے ذیل میں وارد کیا گیا ہے، جیسے باب تکبیر، مسح، موزہ وغیرہ۔

❻ مقدمہ فتح الباری۔ص۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جس شخص کو کوئی ثقہ اور لائق اخذ روایت نہ سمجھے اور اس کی پیروی کا اظہار نہ کرے بلکہ مخالفت کا دم بھرے، اس کو وہ اپنا امام کب سمجھتا ہے اور اس کی تقلید کب اختیار کرتا ہے؟ ہاں امام بخاریؒ نے امام شافعیؒ پر اتنی مہربانی ضرور کی ہے کہ ان کو ضعیف لوگوں میں شمار نہیں کیا۔

(امّا البخاری فقد ذکر الشّافعی فی تاریخه الکبیر فقال فی باب المیم محمد ابن ادریس الشافعی القرشی مات سنة اربع ومأتین ۔ثمّ انّه ما ذکره فی باب الضّعفاء مع علمه بانّه کان قد روی شیئاً کثیراً مّن الحدیث ولو کان من الضّعفاء فی هذا الباب لذکره کما ذکر اباحنیفة فی هذا الباب) ❶

جیسا کہ جناب امام ابوحنیفہؒ کو ضعفاء میں شمار کیا ہے ❷ چنانچہ رازیؒ نے بعض رسائل میں بدست آویز تاریخ کبیر امام بخاریؒ اس امر کا دعوی کیا ہے ولیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ان کو لائق اتباع واخذ روایت بھی سمجھتے تھے، ایسا سمجھتے تو ان کی روایت کو ترک نہ کرتے۔

امام بخاریؒ کا امام شافعیؒ کی حدیث واتباع سے ساکت رہنا تو ناظرین کو اصل کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ ان کے مذہب سے مخالفت کرنا بذکر چند مسائل اس مقام میں بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ انسان کے بال بدن سے جدا ہونے سے نجس ہوجاتے ہیں اور پانی جس میں وہ بال ہوں، پلید ہے۔ امام بخاریؒ نے بصفحہ ۲۹ کتاب اس قول کو ردّ کیا ہے اور اس پانی کا پاک ہونا اختیار فرمایا ہے۔ دیکھو عینی شرح بخاری۔ جس کی عبارت حاشیہ بخاری صفحہ ۲۹ میں منقول ہے:

---

❶ رسالہ رازی در ترجیح مذہب الشافعی

❷ اس مقام میں ہم کو یہ دعوی ہرگز نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف سمجھنے یا امام شافعیؒ کو قوی لائق اخذ روایت سمجھنے میں امام بخاریؒ حق پر تھے۔ اور یہ کہ امام والا مقامؒ واقعی ضعیف یا لائق اخذ روایت نہ تھے۔ ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے خیال میں یہ امام ایسے تھے، اس خیال میں وہ مصیب ہوں یا خطاپر، پھر ان کو امام شافعیؒ کا مقلد کہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(قال ابن بطال اراد البخاری ردّ قول الشافعی ان شعر الانسان اذا فارق الجسد نجس واذا وقع فی الماء نجس) ❶

۲۔امام شافعیؒ کا قول ہے کہ وضو میں تمام سر کا مسح واجب نہیں ہے، ایک دو بال کا مسح بھی کافی ہے۔امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا اور اس کے مقابلہ میں بصفحہ ۳۱ کتاب، امام مالکؒ کا وہ قول وارد کیا ہے جس میں بعض حصہ سر کے مسح کا عدم جواز بیان ہوا ہے

(قال الشّافعی احتمل قوله وامسحوا برؤسکم جمیع الرأس او بعضه فدلت السنة ان بعضه یجزی) ❷

۳۔امام شافعیؒ وغیرہ جمہور مجتہدین کا قول ہے کہ مباشرت بلافراغ سے غسل واجب ہوتا ہے اور حدیث عثمان جس میں صرف وضو کا حکم ہے منسوخ ہے۔امام بخاری نے اس کا خلاف کیا اور بصفحہ ۴۳ کتاب کہا ہے کہ غسل صرف احتیاطی امر ہے۔یعنی حدیث وضو منسوخ نہیں۔دیکھو عینی وقسطلانی شروح بخاری۔

(قال ابوعبداللّٰه الغسل احوط وذالك الآخر (بخاری ص ٤٣) اراد بهذا ان الحدیث غیر منسوخ۔عینی۔ومذهب الشافعی وجوب الغسل وان الحدیث منسوخ) ❸

۴۔امام شافعیؒ کا آخری قول یہ ہے کہ حاملہ عورت کو جو خون ظاہر ہو وہ حیض ہے۔بخاری نے اس کا خلاف کیا۔اور بصفحہ کتاب اس مسئلہ کی مؤید حدیث وارد کی کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا، دیکھو فتح الباری جس کی عبارت حاشیہ بخاری میں منقول ہے:

(قال ابن بطال غرض البخاری بادخال هذا الحدیث فی باب الحیض تقویة مذهب من یقول ان الحامل لاتحیض وهو قول الکوفیین والیه ذهب الشافعی فی القدیم وفی الجدید انها تحیض) ❹

---

❶ عینی شرح بخاری ❷ قسطلانی شرح بخاری
❸ قسطلانی شرح بخاری، صفحہ ۳۹ جلد ۱ ❹ فتح الباری شرح صحیح البخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۶،۵۔امام شافعیؒ کا مذہب ہے (جیسا کہ حنفیہ کا ہے) کہ تیمّم میں دوضربیں ہیں، ایک منہ کے لئے دوسری ہاتھوں کے لئے، اور ہاتھوں کی حد تیمّم میں بنا برقول اخیر امام شافعیؒ کہنیوں تک ہے۔ امام بخاریؒ نے ان دونوں کا خلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ تیمّم میں منہ اور ہاتھوں کے لئے ایک ضرب ہے اور ہاتھوں کی حد تیمّم میں پہنچوں تک ہے۔

(باب التّيمّم للوجه والكفّين(بخارى) ۔باب التّيمّم ضربة(بخارى)مفهومه (يعنى حديث عمار) ان زاد على الكفين فليس بفرض وهو مذهب احمد و حكى عن الشّافعى فى القديم وهو القوى من جهة الدليل.....الاصح المصوص (يعنى عن الشافعى وجوب ضربتين) ❶

۷۔امام شافعیؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ مریض مرض کے سبب دونمازوں کو جمع نہ کرے امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا اور بصفحہ ۷۹ کتاب عطاء تابعیؒ کا قول مشعر جواز نقل کیا ہے:

(قال عطاء ويجمع المريخ بين المغرب والعشاء) ❷

(وبه قال احمد واسحاق مطلقاً وبعض الشافعية وجوزه مالك بشرطه والمشهور عن الشافعى واصحابه المنع) ❸

۸۔امام شافعیؒ کا قول ہے کہ امام کو نماز میں شک ہو تو وہ مقتدی کی تقلید نہ کرے اپنے یقین پر فیصلہ کرے۔ بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا ہے اور بصفحہ ۹۹ کتاب اس مضمون کو حدیث سے ثابت کیا ہے کہ امام کو شک ہو تو وہ مقتدی کا کہا مان لے۔

(هل يأخذ الامام اذا شك بقول النّاس) ❹

(قال الشّافعية لا يأخذ بقولهم وقال الحنفية نعم ..... قاهره(اى الحديث) انه رجع الى قولهم لاكن حمله امامنا الشافعى على انه تذكر) ❺

---

❶ قسطلانی ص ۴۳۱ و ۴۴۰
❷ صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب وقت المغرب، رقم الباب: ۱۸
❸ قسطلانی۔ ج ۱ ص ۵۷۲
❹ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب ھل یاخذ الامام اذا شک بقول الناس، رقم الباب: ۶۹
❺ قسطلانی ج ۲ ص ۷۱، ۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۹۔امام شافعیؒ کا قول ہے کہ سونے چاندی کی زکوۃ میں صرف درہم دینار لئے جائیں گے، ان کی قیمت کے کپڑے وغیرہ نہیں لئے جائیں گے۔امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا ہے اور بصفحہ ۱۹۴ کتاب یہ ثابت کیا ہے کہ کپڑے وغیرہ بھی زکوۃ میں لینا درست ہے۔

(باب العرض فی الزکوۃ (بخاری ص ۱۹٤) قال العینی احتجّ باصحابنا فی جواز دفع القیم فی الزکوۃ ۔ ولھذا قال ابن رشید وافق البخاری فی ھذہ المسئلۃ الحنفیۃ مع کثرۃ مخالفۃ لھم ۔ قال الکرمانی وعند الشافعی لایجوز) ❶

۱۰۔امام شافعیؒ کا مذہب ہے (جیسا کہ امام مالکؒ کا ہے) کہ ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر کے مساکین کے لئے منتقل نہ ہو۔امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا اور بصفحہ ۲۰۲ کتاب فرمایا ہے کہ جہاں کہیں کے فقیر ہوں ان کو زکوۃ دی جائے۔

(باب اخذ الصّدقۃ عن الاغنیاء وترد علی الفقراء حیث کانوا۔ ظاھرہ ان المؤلف یختار جواز نقل الزکوۃ من بلد المال وھومذھب الحنفیۃ والاصح عند الشّافعی والمالکیۃ عدم الجواز) ❷

۱۱۔امام شافعیؒ کا قول ہے (جیسا کہ امام مالکؒ واحمدؒ واسحاقؒ وغیرہ کا مذہب ہے) کہ محرم کو بحالت احرام نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔امام بخاریؒ نے اس کا خلاف کیا اور بصفحہ ۳۴۴ کتاب مذہب حنفیہ کے موافق یہ دعوی کیا ہے کہ محرم کو نکاح کرنا جائز ہے:

(باب تزویج المحرم۔ بخاری ۔قال الکوفیون یجوز للمحرم ان یتزوج) ❸

(وقال مالك والشافعی واحمد واسحاق لایجوز للمحرم ان ینکح) ❹

---

❶ ھامش بخاری ص ۱۹۴ ومثلہ فی القسطلانی ص ۴۶ ج ۳

❷ قسطلانی ۳ ص ۸۸

❸ قسطلانی ص ۵۳ ج ۳

❹ عینی شرح بخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس مخالفت کے نظائر صحیح بخاری میں ایک دو نہیں، بیسیوں ہیں۔ ان نظائر کے ناظرین کو اس اندرونی شہادت میں کوئی اشتباہ نہیں رہ سکتا۔ اور ان نظائر کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہہ سکتا کہ امام بخاریؒ، امام مشافعیؒ کے مقلد تھے۔

یہ مسلمہ ہے کہ بخاریؒ کو بہت سے مسائل میں امام شافعیؒ کی رائے سے اتفاق بھی ہے مگر چوں کہ بہت سے مسائل میں اختلاف بھی ہے لہذا اس امر کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ بنظر مسائل اتفاقیہ ان کو امام شافعیؒ کا مقلد تو سمجھا جائے لیکن بنظر مسائل اختلافیہ ان کو تارک تقلید امام شافعی خیال نہ کیا جاوے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے جس پر کوئی اہل عقل و انصاف اقدام نہیں کرسکتا۔

بیرونی شہادت کا بیان

بہت سے اکابر آئمہ سلف نے امام بخاریؒ کو فقیہ یعنی مجتہد تسلیم کیا ہے۔ یہاں چند علماء کے اقوال مقدمہ فتح الباری سے نقل کئے جاتے ہیں۔

- ابومطعب احمد بن ابی بکر زہریؒ نے فرمایا ہے بخاریؒ ہمارے خیال میں امام احمدؒ سے بڑھ کر مجتہد اور عارف حدیث ہیں۔ اس پر کسی نے اعتراض کیا کہ اس میں آپ نے مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں مالکؒ کا زمانہ پاتا اور ان دونوں (مالکؒ و بخاریؒ) کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ دونوں اجتہاد اور حدیث میں برابر ہیں:

(حدّثنا حاشد بن اسماعیل قال لی ابومطعب احمد بن ابی بکر الزهری محمد بن اسما عیل افقه عندنا و ابصر بالحدیث من احمد بن حنبل فقال له رجل من جلسائه جاوزت الحد فقال له ابومطعب لو ادرکت مالکا و نظرت الی وجهه ووجه محمد بن اسماعیل لقلت کلاهما واحد فی الحدیث والفقه)[1]

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص ۵۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○ (وقال قتيبة بن سعيد جالست الفقهاء والزهاد والعباد فمارأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعيل وصرفى زمانه كعمر فى الصحابة وعن قتيبة ايضاً قال لو كان محمد بن اسماعيل فى الصحابة لكان آية۔ قال محمد بن يوسف الهمدانى كنا عند قتيبة فجاء رجل شعرانى يقال له ابو يعقوب فساله عن محمد بن اسماعيل فقال ياهؤلاء! نظرت فى الحديث ونظرت فى الرائى وجالست الفقهاء والزهاد والعباد ما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسماعيل البخارى قال وسئل قتيبة عن طلاق السكران فدخل محمدبن اسماعيل فقال قتيبة للسائل هذا احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه وعلى بن المدينى قدساقهم اللّٰه اليك واشار الى البخارى) ❶

قتیبہ بن سعدؒ نے فرمایا کہ میں مجتہدوں زاہدوں اور عابدوں کا ہم نشین رہا ہوں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل بخاریؒ جیسا کسی کو نہیں پایا۔ وہ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ۔ اور فرمایا کہ اگر امام بخاریؒ صحابہ کے زمانہ میں ہوتے تو (قدرت خداوندی کا) ایک نشان ہوتے۔ ایک روایت میں قتیبہؒ سے منقول ہے کہ میں حدیث اور فقہ میں نظر رکھتا ہوں اور اجتہادات بھی دیکھتا ہوں اور مجتہدوں، زاہدوں، عابدوں کا ہم نشین بھی رہا ہوں لیکن میں نے بخاریؒ جیسا کسی کو نہیں پایا۔

قتیبہ سے کسی نے نشہ والے کی طلاق کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے سائل کو امام بخاریؒ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور علی بن مدینیؒ ہیں۔ خدا ان کو تیرے پاس لے آیا ہے (ان سے مسئلہ دریافت کر لے)

---

❶ فتح الباری مقدمہ۔ص ۵۶۶و۵۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○ (وقال یعقوب بن ابراهیم الدورقی ونعیم بن حماد الخزاعی محمد بن اسماعیل البخاری فقیه هذه الامة وقال بندار محمد بن بشار هو افقه خلق اللّٰه فی زماننا وقال الفیری سمعت محمد بن ابی حاتم یقول سمعت حاشد بن اسماعیل یقول کنت بالبصرة فسمعت بقدوم محمد بن اسماعیل فلمّا قدم قال محمد بن بشار دخل الیوم سید الفقهاء) ❶

یعقوب بن ابراہیمؒ اور نعیم بن حماد خزاعیؒ نے کہا ہے امام بخاری اس امت کے ایک مجتہد تھے۔ بندار بن محمد بن بشار نے کہا ہے امام بخاریؒ ہمارے زمانہ کے سب لوگوں سے بڑھ کر مجتہد تھے۔ ایک دفعہ امام بخاری بصرہ میں آئے تو محمد بن بشارؒ نے کہا آج مجتہدوں کے سرداراس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔

○ امام اسحاق بن راہویہؒ کی امام بخاریؒ نے ایک حدیث میں غلطی نکالی تو امام اسحاقؒ نے مان لی اور فرمایا اے گروہ اہل حدیث اس نوجوان کو دیکھو اور اس سے حدیث سنو۔ یہ شخص امام حسن بصریؒ کے زمانہ میں ہوتا تو وہ بھی حدیث کی پہچان اور اجتہاد میں اس کے محتاج ہوتے۔ ایک دفعہ امام اسحاقؒ سے کسی نے حالت نسیان میں طلاق دینے کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فکروتامل میں سکوت فرمایا۔ امام بخاریؒ یہ حدیث نبوی:

''خدا تعالی نے میری امت کی ان باتوں سے درگزر فرمایا ہے جو ان کے دل میں گزریں جب تک کہ ان کو عمل اور کہنے میں نہ لاویں۔''

سنا کر کہا کہ اس حدیث میں اسی فعل کو معتبر ٹھہرایا ہے جو دل سے اور ارادہ سے ہو اور جب نسیان کی حالت میں ارادہ نہیں تو طلاق کیوں کر واقع ہوسکتی ہے؟ اسحاقؒ نے فرمایا تو نے مجھے مدد دی خدا تجھے مدد دے۔ اور پھر اس کے موافق فتوی دیا۔

(قال حاشد بن اسماعیل رأیت اسحاق بن راهویه جالساً علی المنبر و البخاری جالس معه واسحاق یحدث ۔ فمر بحدیث فانکره محمد فرجع اسحاق الی قوله وقال یامعشراصحاب الحدیث انظروا الی هذا الشاب و

---

❶ مقدمہ فتح الباری۔ صفحہ ۵۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اکتبوا عنه فانه لو کان فی زمان الحسن بن ابی الحسن البصری لاحتاج الیه لمعرفته ..... وقال البخاری کنت عند اسحاق بن راهویه فسئل عمن طلق ناسیا فسکت طویلاً متکرا فقلت اما قال النبی ﷺ انّ اللّٰه تعالی تجاوز عن امتی ماحدثت به انفسها مالم تعمل به او تکلم وانّمایراد مباشرة هؤلاء الثلاث العمل والقلب اکلام والقلب هذا لم یعتقد بقلبه فقال اسحاق نویتنی ..... جزا ك الله وافتی به) ❶

○ امام علی بن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ خراسان میں تین ہی شخص ہوئے ہیں ان میں امام بخاریؒ کو ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ ان سب سے بڑھ کر صاحب بصیرت وصاحب علم اور مجتہد تھے میں ایسا کسی کو نہیں جانتا۔ اور امام احمد بن اسحاق سرماریؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ٹھیک اور سچے مجتہد کو دیکھنا چاہے وہ امام بخاریؒ کو دیکھ لے۔

(وقال علی بن حجر اخرجت خراسان ثلاثة البخاری فبداء به وقال وهو ابصرهم واعلمهم بالحدیث وافقهم فقال لا اعلم احداً مثله وقال احمد بن اسحاق السرماری من اراد ان ینظر الی فقیه بحقه وصدقه فلینظر الی محمد بن اسماعیل) ❷

اس قسم کے اقوال آئمہ سلف کے امام ابن کثیرؒ نے بھی تاریخ البدایۃ والنہایۃ میں امام بخاریؒ کے حق میں نقل کئے ہیں۔

ان دونوں شہادتوں (اندرونی و بیرونی) سے کس وناکس کو جو فہم وانصاف سے بے بہرہ نہ ہو قطعاً و یقیناً ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کے مقلد نہ تھے۔ بلکہ وہ اپنے فہم واجتہاد پر عمل واستدلال کرتے تھے۔ اور یہ تفصیل ہمارے دعوی اول کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

ان آئمہ کے علاوہ اہل حدیث سلف میں اور بہت لوگ گزرے ہیں جو کسی کے مقلد نہ تھے مثال کے طور پر

---

❶ فتح الباری مقدمہ۔ص ۵۷۰ ❷ مقدمہ فتح الباری۔ص ۵۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- امام مسلم بن قتیبہؒ (۲۱۳۔۲۷۶ھ) نے کتاب تاویل مختلف الحدیث میں ایک خاص عنوان اصحاب الحدیث کا مقرر کیا ہے اور اس میں فرماتے ہیں:

> اصحاب حدیث نے حق کو اس کے ملنے کی جگہوں میں تلاش کیا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی کی وجہ سے قرب الٰہی حاصل ہو گیا پھر فرماتے ہیں کہ اصحاب الحدیث کی برکت سے حق ظاہر ہو گیا اور لوگ سنت نبوی کے مطیع و منقاد ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر فیصلے کرنے لگے بعد اس کے کہ وہ فلاں اور فلاں کے اقوال پر فیصلے کرتے تھے، اگرچہ وہ اقوال رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہی ہوں۔ ❶

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن قتیبہؒ کے وقت میں اور ان سے پیشتر ان مذکورہ بالا فرقوں کے مقابلے میں ایک خاص فرقہ اصحاب حدیث کا موجود تھا جن کا مذہب اقوال الرجال کے مقابلے میں احادیث رسول ﷺ کی پیروی تھا اور یہی اہلحدیث کا امتیاز ہے۔

- محمد بن جریر طبریؒ، جو شافعی مشہور تھے۔ (پیدائش ۔۲۲۴ھ) لیکن آپ کسی کے مقلد نہ تھے۔ اپنا مذہب مستقل رکھتے تھے جس کے بہت لوگ پیرو تھے۔
- یحی بن یحی مصمودیؒ مشہور مالکی (ف ۲۳۴ھ)۔ آپ مذہب امام مالکؒ کے مخالف فتوی دے دیا کرتے تھے۔
- دارکیؒ (ف ۳۷۵ھ)۔ شافعی مشہور تھے لیکن آپ مذہب شافعی کے مخالف فتوی دیتے۔ کوئی معترض ہوتا کہ یہ فتوی تو مذہب شافعی کے مخالف ہے تو آپ فرماتے تجھ پر افسوس ہے یہ تو حدیث کا فتوی ہے۔ کبھی سائل سے کہتے کہ تو امام شافعیؒ کا قول پوچھتا ہے یا جو میرے خیال میں ہے۔
- حافظ علی ابن حزمؒ مشہور ظاہری (۳۸۴ھ۔۴۵۶ھ)۔ پہلے شافعی المذہب تھے پھر ترک تقلید کر کے ظاہر قرآن و حدیث پر عامل ہو گئے تھے۔

---

❶ ص ۸۸۔۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ تقلید کو برا کہنے میں ضرب المثل ہیں۔ ❶

- حافظ ابن مندہؒ مشہور حنبلی (ف ۴۷۰ھ)۔ آپ عامل بالحدیث تھے۔ اور تارک اقوال مخالف حدیث۔
- ابو اسماعیل ہروی انصاریؒ۔ مشہور حنبلی (۳۹۶ھ۔۴۸۱ھ)۔ آپ اہل حدیث کے مذہب پر تھے اور اتباع میں عبداللہ بن المبارکؒ کی مثل۔ یہ حفظ حدیث میں مشہور تھے ان کی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں۔ اشاعت سنت میں انہوں نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ اظہار حق میں بڑے پکے تھے، خود ان کا بیان ہے کہ پانچ مرتبہ میرے اوپر تلوار صرف اسی بات پر لائی گئی کہ مجھ سے کہا جاتا تھا کہ سکوت اختیار کرو، کسی سے کچھ مت کہو۔ میں نے کہا، کہنا نہیں چھوڑوں گا۔ ایک مرتبہ علماء شافعیہ وحنفیہ نے بحضور سلطان وقت کے ان سے مناظرہ چاہا۔ انہوں نے کہا میں مستعد ہوں لیکن جو میرے پاس موجود ہے اس کے ساتھ مناظرہ کروں گا۔ لوگوں نے کہا، تمہارے پاس کیا ہے، کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ چنانچہ قرآن اور صحیحین ان کے پاس موجود تھیں۔ سلطان نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ کیا کہتے ہو؟ پھر کسی نے مناظرہ کا ارادہ نہ کیا۔ عقائد میں جیسا کہ عموماً اہل حدیث کا حال ہے امام احمدؒ کا سا مذہب رکھتے تھے۔ اور اس پر بہت متشدد تھے۔ علم کلام کی مذمت میں ایک کتاب بھی لکھی ہے۔

---

❶ محدثین کے بعض لوگوں نے انکار قیاس اور اتباع ظاہر میں ایک حد تک تشدد کیا، وہ ظاہری کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ ظاہر قرآن وحدیث پر چلتے تھے، اس کے ہرگز یہی معنی نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مقلدین کی طرح اپنے امام کے موافق بنانے کے لئے نصوص شرعیہ میں تاویل نہیں کرتے تھے بلکہ جو صریح مقتضی نصوص شرعی کا ہوتا تھا اس کے پابند تھے۔ اور بعض لوگوں نے ان کی زبان درازی اور علماء پر اعتراض کی شکایت کی ہے لیکن ان کے دیگر حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ سچ ہے تو ان کا ایسا کرنا بوجہ جوش دینی وبغرض حمایت حق تھا، نہ بغرض عیب گیری۔ والعلم عند اللہ۔ اور اگر فی الواقع ہی کسی میں کوئی بات نامناسب ہو تو ہم کو اس سے کیا مطلب۔ ہمارا مذہب خذ ما صفا ودع ما کدر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابن تیمیہؒ جو بہ مصر یہ میں لکھتے ہیں ۔ حدیث اور تفسیر اور تصوف میں امام تھے ، اور فقہ میں اہل حدیث کے مذہب پر تھے ۔ ان پر اتباع حدیث غالب تھی ۔ انتہی

لوگوں نے ان کو ان کے وطن سے بھی نکال دیا تھا ۔ نکالے جانے کے بعد جب مرو میں پہنچے ، تو بغویؒ ان سے ملے اور کہا آپ میں اللہ نے سارے فضائل جمع کر دیئے تھے ، ایک سنت رسول (وطن سے نکالا جانا) باقی تھی ، اس کو بھی پورا کر دیا ۔

- ابوالوفاءؒ ۔ مشہور حنبلی (ف ۵۱۳ھ) ۔ آپ فرماتے پیروی دلیل واجب ہے نہ پیروی امام احمدؒ ۔
- مغافریؒ ۔ مشہور مالکی ۔ چھٹی صدی ہجری میں ہوئے ۔ آپ تارک تقلید تھے اور اصول (کتاب وسنت) سے فروع نکالتے ۔
- ابوشامہؒ جو شافعی کے طور پر مشہور ہیں (ف ۶۶۵ھ) آپ نے مذمت تقلید و ترغیب اتباع میں ایک کتاب تالیف فرمائی ہے جس کا نام ''الکتاب المؤمل فی الرد الی الامر الاول'' ہے ۔
- احمد بن ابراہیم واسطی خرامیؒ (۶۵۷ھ ۔ ۷۱۱ھ) عارف وزاہد ومحدث تھے ۔ ابتداء میں یہ فقہاء شافعیہ سے اور پھر اسکندریہ میں شاذلیوں سے ملے ۔ پھر دمشق پہنچے تو شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ سے ملے اور ان کی صحبت میں رہے ۔ انہوں نے سیرت محمدیہ کے مطالعہ کی ہدایت کی ۔ پس یہ کتب حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوئے ۔ اور تمام طریقوں اور ذوقوں کو چھوڑ کر احادیث رسول ﷺ کے تابع ہو گئے ۔ اصول وفروع ہر دو میں حدیث کے ہو رہے ۔ جو حدیث میں پاتے اس پر عمل کرتے ۔ امام احمد کا مذہب عقائد میں اختیار کر لیا ۔ طریقت اور فقر محمدی اور حدیث کے موافق سلوک کے بیان میں متعدد کتابیں لکھیں جن سے صوفیہ اہلحدیث نے بہت فائدہ اٹھایا ۔
- شیخ ابن تیمیہؒ (ف ۷۲۸ھ) حنبلی مشہور ہیں لیکن آپ کا تارک تقلید و باجتہاد خود عامل بالحدیث ہونا آپ کے نام سے زیادہ مشہور ہے ۔
- شیخ ابن قیمؒ (ف ۷۵۱ھ) حنبلی مشہور ہیں لیکن آپ کا تارک تقلید و باجتہاد خود، عامل بالحدیث ہونا آپ کے نام سے زیادہ مشہور ہے ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

- محمد بن ابراہیم وزیرؒ (ولادت ۷۷۵ھ) زیدی مشہور ہیں لیکن آپ عامل بالحدیث اور تارک تقلید تھے۔ مذہب زیدی وغیرہ کے مقلد نہ تھے۔
- جلال الدین محلیؒ (ف ۸۶۴ھ)۔ آپ شافعی مشہور ہیں لیکن جس شخص کے پاس حق پاتے اس کی طرف رجوع کرتے شافعی مذہب کے ملتزم نہ تھے۔
- زبیدیؒ، مشہور حنفی (ولادت ۱۱۵۹ھ) حنفی مشہور تھے لیکن فرماتے ہیں کہ میرا دین وہ نہیں ہے جو امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کا قول ہے، اگر وہ حدیث صحیح کے مخالف ہو۔

یہاں پر ہم نے جن اصحاب کا ذکر کیا ان کے سوا اور بھی بہت اشخاص ہیں۔ اور یہ سب علماء جن کا ہم نے ذکر کیا، کم درجے کے لوگ نہ تھے۔ بلکہ مستند لوگ تھے۔ جب عمل بالحدیث باجتہاد خود، ان کا مسلک ومشرب تھا تو ان کے زمانے میں عوام وخواص ان کی بات کے ماننے والے اور ان کے طریقے پر چلنے والے بھی ضرور موجود تھے جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی تقلید کے پابند نہ تھے۔ چوتھی صدی سے تیرھویں صدی ہجری تک ہر زمانہ میں نہ صرف خواص بلکہ عوام وخواص ہر قسم کے لوگوں کا ترک تقلید شخصی اور عمل بالحدیث پر کاربند ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور تارکین تقلید اور مجتہد کے واسطہ کے بغیر عاملین بالحدیث کا موجود ہونا ثابت ہوا۔

یہ تو ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں پہلی صدی اور دوسری صدی میں کسی خاص مذہب کی تقلید کا نام ونشان نہ تھا۔ دوسری صدی کے بعد خاص خاص مذاہب کے اصول پر اجتہاد کیا جانا شروع ہوا لیکن پھر بھی چوتھی صدی تک تقلید محض کسی خاص مذہب کی شروع نہ ہوئی تھی۔ یہ رسم چوتھی صدی کے بعد نکلی ہے۔[1] اس کو انصاف اور غور سے ملاحظہ کرنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ ترک تقلید ایک نیا امر ہے جو صرف دور حاضر کے اہل حدیث میں پایا جاتا ہے اور اہل حدیث سلف میں یہ امر پایا نہ جاتا تھا۔

---

[1] جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ماضی اور حال کے اہلحدیث

ایک خیال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ

اہل حدیث سلف چوں کہ مجتہد تھے، اس لئے کسی کی تقلید کرنے کی بجائے وہ خود اجتہاد کرتے تھے جب کہ آج کے اہل حدیث اس لائق نہیں ہیں کہ وہ خود اجتہاد کر سکیں اور مجتہدین کی تقلید سے مستغنی ہوں۔ اس لئے یہ لوگ ترک تقلید میں اہل حدیث سلف کے طریق پر کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

اس موضوع پر جناب محمد حسینؒ، اشاعۃ السنۃ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر زمانہ میں دو قسم کے لوگ چلے آئے ہیں۔ عوام اور خواص (یعنی علماء)۔ عوام تو خواہ کسی زمانہ کے ہوں نہ مجتہد ہو سکتے ہیں نہ کسی مذہب کے مقلد۔ ان کا کسی مذہب کی جانب منسوب ہونا اور حنفی، شافعی کہلانا ایسا ہے جیسا ان کا ان پڑھ ہو کر کسی علم کی طرف منسوب ہونا اور نحوی، منطقی وغیرہ کہلانا ہو۔ اسی نظر سے محققین حنفیہ وغیرہ نے کہہ رکھا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہے۔ ان کا کسی مذہب کی طرف منسوب ہونا اور حنفی، شافعی یا اہلحدیث کہلانا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے علماء وقت جن کے فتوی پر وہ چلتے ہیں اس مذہب کی طرف منسوب ہوتے ہیں اور حنفی یا شافعی یا اہل حدیث کہلاتے ہیں۔

جہاں تک خواص یا علماء کا معاملہ ہے تو ہر زمانہ کے علماء، مجتہد بھی ہو سکتے ہیں ❶ اور مقلد بھی ❷ اور ان دونوں قسموں کے مابین قسم سوم ❸ بھی ہو سکتے ہیں۔ ❹

---

❶ جو کتاب وسنت سے خفی اور باریک مسائل نکال سکیں۔

❷ جو بلا مراجعت دلیل علماء سابقین کی پیروی کریں۔

❸ عالمین بظواہر کتاب وسنت۔

❹ جن کو نہ مجتہد کہا جا سکتا ہے نہ مقلد۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قسم سوم وقسم اول کے لوگ پچھلے زمانوں میں پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ کتاب وسنت سے استدلال کرنے کا قصد کریں۔ اور پچھلے زمانوں میں اجتہاد اور عمل بالحدیث کے اسباب وآلات پہلے زمانوں کی نسبت زیادہ مہیا ومیسر ہیں، لہذا کوئی وجہ نہیں کہ زمانہ حال کے خواص اہل حدیث کو جو شبانہ روز درس قرآن وحدیث میں مشغول ہیں اور بلا استعانت یا باستعانت محدثین سابقین، کتاب وسنت کے اسرار ولطائف بیان کرتے ہیں اور عمدہ توجیہات سے متعارض احادیث کو باہم متوافق اور ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرتے ہیں، ترک تقلید سابقین میں معذور نہ سمجھیں۔ اور ان کو بفہم واجتہاد خود، عمل بالحدیث کی اجازت نہ دیں اور اس ترک تقلید وعمل بالحدیث کے سبب ان کا لامذہب یا نجدی وہابی نام رکھیں۔ اور نہ اس کی کوئی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے عوام اہل حدیث کو جو اپنے علماء وقت سے کوئی حدیث سن کر یا اس کے موافق ان سے فتوی لے کر عمل کرتے ہیں گروہ اہل حدیث میں داخل نہ سمجھا جائے۔ اور ان کو عوام مقلدین کی مثل ❶ تسلیم نہ کیا جاوے۔

ہاں بعض عوام کالانعام گروہ اہل حدیث میں ایسے بھی ہیں جو اہل حدیث کہلانے کے مستحق نہیں۔ ان کو لامذہب، بدمذہب، ضال مضل جو کچھ کہو، زیبا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ خود کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں نہ اپنے گروہ کے اہل علم کا اتباع کرتے ہیں۔ کسی سے کوئی حدیث سن کر یا کسی اردو مترجم کتاب میں دیکھ کر نہ صرف اس کے ظاہری معنی کے موافق ❷ عمل کرنے پر صبر واکتفا کرتے ہیں۔ بلکہ اس میں اپنی خواہش نفس کے موافق استنباط واجتہاد بھی شروع کر دیتے ہیں۔ جس میں وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔

لیکن ان چند افراد کے فعل سے عام گروہ اہلحدیث پر الزام قائم نہیں ہوسکتا اور ان کی لامذہبی سے کل گروہ کو لامذہب کہنا انصاف نہیں۔ ایسے بے قید وآزاد عوام مقلدین مذاہب میں بلکہ ان کے خواص متبعین میں بھی ہیں جو امام ابوحنیفہؒ وامام شافعیؒ وغیرہ کے اقوال کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی ہوائے نفسانی پر عمل کر لیتے ہیں۔ بایں ہمہ ان کی اس بے دینی و آزادی کے سبب کل گروہ حنفیہ وشافعیہ کو کوئی برا نہیں کہتا۔

---

❶ جو اصل مذہب سے واقف نہیں ہوتے صرف اپنے مذہب کے علماء کے اتباع سے اس مذہب میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔

❷ جو کسی سے سنتے ہیں یا اردو کتاب میں دیکھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس گروہ اہل حدیث کے بعض افراد کی آزادی سے کل گروہ اہل حدیث کو لا مذہب کہنا کیوں کر جائز ہے؟ بالجملہ گروہ اہل حدیث زمانہ حال کے خواص علماء اور ان کے عوام اتباع ترک تقلید مذاہب خاص میں ویسے ہی معذور ہیں جیسے کہ محدثین سابقین اور وہ عمل بالحدیث سے ویسے ہی مامور ومجاز ہیں جیسے کہ آئمہ محدثین۔ ❶

تقلید اور عمل بالحدیث میں اہل حدیث زمانہ حال اور زمانہ سابق میں سرمو فرق نہیں۔ سابقین کے لئے یہ امور جائز تھے تو آج کے لوگوں کے لئے بھی جائز ہیں۔ لہذا یہ لوگ بھی ویسے ہی اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں جیسے کہ وہ تھے۔ آج کے اہل حدیث ان امور کے سبب لامذہب اور وہابی ونجدی کہلانے کے مستحق نہیں ہیں جیسے کہ وہ نہیں۔

ہمارا دعوی:

محدثین سلف جو کسی مذہب کی طرف منسوب تھے صرف توافق رائے یا سابق حالت یا شہرت کی وجہ سے منسوب تھے۔ درحقیقت وہ ان مذاہب کے مقلد نہ تھے۔

پر خود ان محدثین کے اقوال واعمال بھی شاہد ہیں۔ اور بعد میں آنے والے علماء کے اقوال بھی اس پر شاہد ہیں۔ ان دونوں قسم کے شواہد کو اس مقام میں پیش کیا جاتا ہے۔

شواہد قسم اول

○ ا۔ امام ابوجعفر طحاویؒ (جن کو لوگ مذہب حنفی کا مقلد سمجھتے ہیں) کا قول ہے:

(نقل الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان عن الطحاوی انّه قال او کل ما قال ابو حنیفة اقول به وهل یقلّد الا غبی او عصبی فطاوت هذه الکلمة بمصر حتی صارت مثلاً) ❷

کیا میں ہر اس بات کا قائل ہوں جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمائی ہے؟ (نہیں) مقلد تو وہی ہوگا جو غبی ہوگا یا متعصب۔ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ امام طحاویؒ کا یہ قول مصر میں ضرب المثل ہوگیا۔

---

❶ گو تصحیح وتنقید احادیث میں یہ اور وہ برابر نہیں۔ وہ اس میں بھی مجتہد تھے اور یہ ان کے مقلد۔

❷ ایقاظ علی سبب الاختلاف۔ محمد حیات سندھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام طحاویؒ نے اس بات کو صرف زبانی کہنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس پر عمل کر کے بھی دکھا دیا ہے۔ چنانچہ پہلے خطبہ کتاب میں کہا:

(قال فی اول کتاب شرح الآثار: اذکر فی کل کتاب ما فیه الناسخ والمنسوخ وتاویل العلماء واحتجاج بعضهم علی بعض واقامة الحجة لمن صح عندی قوله) ❶

میں اس کتاب میں ناسخ ومنسوخ کو ذکر کروں گا اور علماء کی تاویلات کو اور ایک کے مقابلہ میں دوسرے کے دلائل کو وارد کروں گا اور جس کا قول میرے نزدیک صحیح ہوگا اس پر دلیل قائم کروں گا۔

پھر اس کے موافق کئی جگہ (جہاں امام ابوحنیفہؒ کا قول، دلیل کے مخالف پایا) صاف کہہ دیا کہ اس باب میں جو امام ابوحنیفہؒ نے کہا وہ باطل (یعنی غلط) ہے۔

(وهذا ابو جعفر الطحاوی مع مبالغته المفرطة فی نصرة المذهب اذا تمت الحجّة علی ابی حنیفة تراه فی معانی الآثار یأتی بکلام حدید حتّی قال فی بعض المواضع فما قال ابو حنیفة باطل) ❷

○ ۲، ۳، ۴ (قال القفال الشّافعی والقاضی ابوعلی الشافعی والقاضی حسین الشافعی: لسنا مقلدین للشافعی بل وافق رأینا رأیه) ❸

ابوبکر قفالؒ وابوعلیؒ وقاضی حسینؒ (جو شافعی مذہب کے مقلد کے طور پر مشہور ہیں) کا قول ہے کہ ہم لوگ امام شافعیؒ کے مقلد نہیں ہیں، ہماری رائے ان کی رائے سے موافق ہوگئی ہے۔

○ ۵۔ اسی مضمون کا ابوالوفاؒ مشہور حنبلی کا قول ہے:

دلیل کی پیروی واجب ہے نہ کہ قول امام احمدؒ کی۔

---

❶ ناظورۃ الحق

❷ دراسات، ص ۲۷۹ و ۸۳

❸ مغتنم الحصول۔ وناظورۃ الحق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○ ۶۔زبیدیؒ (مشہور حنفی) کا قول ہے:

میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کے اقوال کا اگر وہ مخالف حدیث ہوں مقلد نہیں ہوں۔

یہ ان حضرات کے اقوال ہیں۔ان اقوال کے موافق جو ان سے عمل ہوا، اور جن مسائل میں انہوں نے آئمہ مذاہب کا خلاف کیا ہے، اس کی مثالیں شاہ ولی اللہؒ نے اپنے رسالہ عقد الجید میں درج کی ہیں۔

شواہد قسم دوم

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے میزان کبری جلد اول کے صفحہ ۲۶ میں سید عبدالقادرؒ جیلانی کے حنبلی کہلانے اور شیخ شاذلی کے حنفی کہلانے، ایسا ہی دیگر اکابر اولیاء اللہ کے خاص خاص مذاہب کی طرف منسوب ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ

وہ عوام میں اسی نام سے مشہور رہے تھے۔

یا ان کی رائے کو آئمہ کی رائے سے توافق ہو گیا تھا۔

یا لوگ ان کی سابق حالت کے قیاس سے ان کو حنبلی، شافعی وغیرہ کہتے تھے۔

امام شعرانیؒ نے لکھا ہے:

(انّ الولیّ الکامل لا یکون مقلداً وانّما یأخذ علمه من العین الّتی اخذ منها المجتهدون مذاهبهم ونری بعض الاولیاء مقلّدا لبعض الآئمة فالجواب قد یکون ذالك الولیّ لم یبلغ الی مقام الکمال او بلغه ولکن اظهر تقییده ..... تلك مسئلة بمذهب بعض الآئمة ادباً معه حیث سبقه الی القول بها وجعله اللّه تعالی اماماً یقتدی به واشتهر فی الارض دونه وقد یکون عمل ذالك الولی بما قال به ذلك المجتهد لاطلاعه علی دلیله لاعملا بقول تلك المجتهد علی وجه التقلید له بل لموافقته لما ادی الیه کشفه فرجع تقلید هذا الولی للشارع لا لغیره وماتم ولی یأخذ علما الا عن الشارع ویحرم علیه ان یخطو خطوة فی شیء لا یری قدم نبیه امامه فیه وقدقلت مرة لسیدی علی الخواص رضی اللّه عنه کیف صح تقلید سیدی عبدالقادر الجیلی للامام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احمد بن حنبل و سیدی محمد الحنفی الشاذلی للامام ابی حنیفة مع اشتهارهما بالقطبیة الکبری و صاحب هذا المقام لا یکون مقلداً الّا للشارع وحده فقال قد یکون ذالك منهما قبل بلوغهما الی مقام الکمال ثمّ لمّا بلغا الیه استصحب النّاس ذالك اللقب فی حقهما مع خروجهما عن التقلید) ❶

ولی کامل کسی کا مقلد نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ اپنا علم اسی چشمہ سے لیتا ہے جس سے مجتہدوں نے اپنے مذاہب لئے ہیں ..... میں نے ایک مرتبہ سید علی الخواصؒ سے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کے لئے امام احمد بن حنبلؒ کی تقلید اور شیخ محمد شاذلیؒ کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کیسے صحیح ہوئی ؟ حالانہ یہ دونوں قطبیت کے مرتبہ کے ساتھ مشہور ہیں۔ اور اس مرتبہ والہ شارع ﷺ کے سوا کسی اور کا مقلد نہیں ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تقلید ان کے اس مقام پر پہنچنے سے پہلے ہوگی۔ اور جب وہ اس مقام کو پہنچ گئے تو بھی لوگ ان کے حق میں یہ القاب (حنبلی وحنفی) استعمال کرتے رہے حالانکہ وہ تقلید سے باہر نکل چکے تھے۔ (ترجمہ مختصراً)

یہی وجوہ ان محدثین اور مجتہدین کے حنفی، شافعی کہلانے کے ہو سکتے ہیں جن کا ذکر اوپر گزرا۔ گو ان کے مقلد نہ ہونے کی وہ وجہ نہیں ہے جو امام شعرانیؒ نے اولیاء اللہ کے مقلد نہ ہونے کی ٹھہرائی ہے کہ وہ کشف اور معائنہ باطنی سے اصل چشمہ شریعت سے احکام اخذ کرتے تھے۔ بلکہ ان آئمہ کے مقلد نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظاہری علم سے ادلہ شریعت پر خود نظر رکھتے تھے۔

❁.....❁❁.....❁

---

❶ المیزان الکبری ج ا ص ۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سید عبدالقادرؒ جیلانی کا مسلک

شیخ عبدالقادرؒ جیلانی (۴۹۱ھ۔۵۶۱ھ) حنبلی مشہور ہیں لیکن دراصل وہ کسی کے مقلد نہ تھے چنانچہ امام شعرانیؒ کا قول گزر چکا۔ اور بہجۃ الاسرار میں ہے:

(انّه كان يفتي على مذهب الشّافعي و احمد بن حنبل) ❶

کہ (شاہ جیلان) امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے۔

معلوم ہوا کہ بلا پابندی کسی ایک مذہب کے جس بات کو قوی پاتے تھے، اسی پر فتوی دیتے تھے۔

جناب محمد ابراہیم میرؒ نے لکھا ہے کہ شاہ جیلانؒ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

قرآن وحدیث کو اپنے پیش نظر رکھو اور ان کو غور وتامل کے ساتھ دیکھو۔ اور کسی کے قول سے دھوکا نہ کھانا۔

غنیۃ الطالبین میں پیر صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

اہل بدعت کی کتنی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں۔ ایک علامت ان کی اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے۔

ہمیں پیر صاحبؒ کے قول سے کہیں نظر نہیں آتا کہ آپ نے رتبہ علم پر پہنچ کر کسی خاص امام کی تقلید کا اقرار کیا ہو۔ بلکہ آپ کی تصانیف میں خالص کتاب وسنت کی پیروی کی کئی عبارتیں پائی جاتی ہیں۔ جن سے صاف عیاں ہوجاتا ہے کہ آپ اہل حدیث تھے۔

آیئے دیکھیں کہ آیا شاہ جیلان، کتاب وسنت کی اتباع کے سوا کسی اور چیز کو بھی واجب الاتباع جانتے تھے؟

---

❶ بہجۃ الاسرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپؒ فتوح الغیب کا دوسرا مقالہ یوں شروع کرتے ہیں:

(اتبعوا ولاتبتدعوا واطیعوا ولاتمرقوا و وحدوا ولاتشرکوا) ❶

سنت کی پیروی کرواور بدعتیں مت نکالو۔خدااوررسول کی اطاعت کرواوردین سے باہرمت ہو۔توحید مانوشرک مت کرو۔

پیرصاحبؒ چھتیسویں مقالہ میں فرماتے ہیں:

(واجعل الکتاب والسّنّة امامك واعمل بها ولاتغتر بالقال والقیل والهوس، قال اللّٰه تعالی: ﴿وما آتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا واتقوا اللّٰه﴾ ولاتخالفوه فتترکوا العمل بما جاء به وتخترعوا لانفسکم عملاً وعبادةً کما قال اللّٰه تعالی فی حق قوم ضلوا عن سواء السّبیل: ﴿ **ورهبانیة ن ابتدعوها ما کتبناها علیهم** ﴾ثمّ انّه قد زکی هو نبیه ونزهه من الباطل فقال: ﴿**وما ینطق عن الهوی ان هوالّا وحی یوحی**﴾ ای ما اتکم به فهومن عندی لا من هواه ونفسه فاتّبعوه ثمّ قال :﴿ **قل ان کنتم تحبّون اللّٰه فاتّبعونی یحببکم اللّٰه**﴾ فبین ان طریق المحبة اتباعه قولاً وفعلاً) ❷

قرآن وحدیث کواپنا امام بنالے اورانہی پرعمل کیا کر۔اورکسی کے کہے سے دھوکہ مت کھائیو۔اللہ تعالی نے فرمادیا ہے جوتم کورسول دے،وہ لے لواورجس سے ہٹائے ہٹے رہو۔اللہ سے ڈرواوراس کی مخالفت نہ کروکہ جوکچھ تم کواس نے دیا ہے اسے تو چھوڑ دواورنئی بدعتیں ایجادکرنے لگو جیسے اللہ تعالی نے ایک گمراہ قوم کے حق میں فرمایا کہ انہوں نے رہبانیت نکالی ہم نے ان کوحکم نہ دیا تھا۔پھر اللہ تعالی نے اپنے نبی کو پاک کرنے میں فرمایا کہ میرا رسول ﷺ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے۔یعنی جوکچھ تمہیں دیتا ہے وہ میرے پاس سے ہے نہ اس کی اپنی خواہش نفسانی سے۔پس تم اس کی پیروی کرو۔پھرفرمایا تواے نبی کہہ دے اگرتم خدا سے محبت رکھتے ہوتو میری پیروی کرو۔خداتم سے محبت کرے گا۔ بتادیا کہ محبت کی راہ اتباع ہے قول میں اورعمل میں۔

---

❶ مقالہ ثانیہ ص ۱۱ ❷ مقالہ ۳۶ ص ۱۶۷۔۱۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غنیۃ الطالبین میں پیر صاحبؒ فرماتے ہیں:

(فالمرید من کانت فیه هذه الجملة واتصف هذه الصفة فهو ابداً مقبل علی اللّٰه عزوجل واطاعته مئول من غیره واجابه یسمع من ربه عزوجل فیعمل بما فی الکتاب والسنة) ❶

مرید وہ ہے جس میں یہ سب صفات ہوں اور اس صفت سے موصوف ہو۔ پس وہ ہمیشہ اللہ کی طرف راغب اور غیر کی طرف سے معرض ہوگا۔ خدا کی سنے گا۔ قرآن اور سنت پر عمل کرے گا اور اس کے سوا باقی سے کان بند کرے گا۔

اگر کہا جائے کہ بعض مصنفین نے سید عبد القادرؒ جیلانی کو حنبلی لکھا ہے۔ تو اول اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شاہ جیلانؒ کے اپنے قول سے نہیں لکھا۔ دیگر یہ کہ بعض اصحاب حدیث کو لوگوں نے کثرت موافقت کے سبب بعض آئمہ کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ ان کے مقلد نہیں تھے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

(وکان صاحب الحدیث قد ینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقته له کالنّسائی والبیهقی ینسبان الی الشّافعی) ❷

اہل حدیث بھی کبھی کسی مذہب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں بوجہ کثرت موافقت کے جیسے کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف نسبت کئے جاتے ہیں۔

اس لئے ہوسکتا ہے کہ سید عبد القادرؒ کو بھی کسی نے کثرت موافقت کے سبب حنبلی کہہ دیا ہو۔ ورنہ تقلید سے ان کی شان بہت بلند ہے۔

وہ اپنی تصانیف میں عام طور سے حدیث سے سند پکڑتے ہیں اور محض امام احمدؒ کے قول کو بطور دلیل نہیں لاتے جبکہ مقلد کی دلیل اس کے امام کا قول ہے جیسا کہ کتب اصول میں مصرح ہے۔

---

❶ غنیۃ الطالبین، مترجم فارسی ص ۹۷۵

❷ حجۃ اللہ مصری، جلد اول ص ۱۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سید عبدالقادرؒ کی تصانیف میں کئی مسائل ایسے ہیں جن میں حدیث کی موافقت میں آپ نے امام احمدؒ کے قول کو اختیار نہیں کیا اور یہی ترک تقلید ہے۔ مثلاً امام احمدؒ سورۃ فاتحہ کو نماز میں فرض قرار نہیں دیتے ❶ لیکن شاہ جیلانؒ فاتحہ کو نماز کا رکن کہتے ہیں۔ ❷

جس طرح فروع میں چار مذاہب حنفی شافعی مالکی اور حنبلی ہیں اسی طرح اصول (عقائد) میں تین مسلک ہیں اشعریہ، ماتریدیہ، اور حنابلہ۔

امام ابن تیمیہؒ، امام ابن قیمؒ اور سید عبدالقادرؒ جیلانی بلحاظ اصول، حنبلی تھے نہ کہ بلحاظ فروع کہ ان کو مقلد بمعنی معروف کہا جائے۔ چوں کہ لفظ حنبلی دونوں (اصول وفروع) میں یکساں تھا اس لئے ان حضرات کے اسماء گرامی کے ساتھ حنبلی لکھا ہونے سے کسی نے ان کو حنبلی بلحاظ فروع سمجھ لیا ہو تو یہ اس کی اپنی سمجھ ہے جو درست نہیں۔ ورنہ ان بزرگوں کی تصانیف تقلید شخصی کے خلاف شہادت دیتی ہیں۔ اور یہ بات کئی ایک علماء کے حالات میں ملتی ہے کہ وہ از روئے اصول کسی ایک مذہب کے پیرو تھے اور از روئے فروع کسی دوسرے کے۔ مثلاً زمخشریؒ کہ رئیس المعتزلہ کہے جاتے ہیں اور باوجود اس کے حنفی بھی تھے، تو اس کی وجہ یہی ہے کہ از روئے فروع حنفی تھے اور علامہ تلمسانیؒ کہ یہ بھی از روئے فروع حنفی تھے اور از روئے اصول حنبلی تھے ❸ اور قاضی ابوحسین سمنانیؒ کہ فروع میں حنفی تھے اور اصول میں اشعری۔ ❹

پس اس طرح سید عبدالقادرؒ جیلانی فروع میں اہل حدیث تھے اور اصول میں حنبلی۔ ❺

---

❶ ترمذی باب ماجاء فی ترک القرأۃ خلف الامام اذا جھر

❷ غنیۃ الطالبین مترجم فارسی ص ۴

❸ ابجد العلوم

❹ تاریخ کامل۔ واقعات ۴۶۶ھ

❺ تاریخ اہل حدیث۔ میر۔ ص۔ ۱۵۰۔۱۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ ولی اللہ کا طریق فکر

شاہ ولی اللہؒ نے توافق رائے اور اتحاد اجتہاد کے سبب اہل حدیث اور اہل اجتہاد کا حنفی، شافعی کہلانا اور طبقات حنفیہ و شافعیہ میں شمار کیا جانا اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ، بیہقیؒ، نسائیؒ وغیرہ کا شافعی مشہور ہونا عمدہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

(باب حكاية حال الناس قبل المأة الرابعة و بعدها:

اعلم ان النّاس كانوا قبل المأة الرابعة غيرمجتمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه ۔ قال ابوطا لب المكى فى قوة القلوب: انّ الكتب والمجموعات محدثة والقول بمقالات النّاس والفتيا بمذهب الواحد من الناس واتخاذ قوله والحكاية له من كل شيء والتفقه على مذهبه لم يكن النّاس قديماً على ذالك فى القرنين الاول والثا نى۔ انتهى ۔

اقول: وبعد القرنين حدث فيهم شيء من التخريج غير ان اهل المأة الرّابعة لم يكونوا مجتمعين على التّقليد الخالص على مذهب واحد والتفقه له والحكاية لقوله كما يظهر من التتبع بل كان فيهم العلماء والعامة ۔ وكان من خبرالعامة انهم كانوا فى المسائل الاجماعية التى لا اختلاف فيما بين المسلمين اوجمهور المجتهدين لا يقلدون الّاصاحب الشّرع وكانوا يتعلمون صفة الوضوء والغسل والصلوة والزكوة ونحو ذالك من آبائهم ومعلمى بلدانهم فيمشون حسب ذالك واذا وقعت لهم واقعة استفتوا فيها اى مفتى وجدوا من غير تعيين مذهب وكان من خبرالخاصة انه كان اهل الحديث منهم يشتغلون بالحديث فيخلص اليهم من احاديث النّبىّ ﷺ وآثار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الصّحابة مالایحتاجون معه الی شیء آخر فی المسئلة من حدیث مستفیض اوصحیح قد عمل به بعض الفقهاء ولا عذر لتارك العمل به اواقوال متظاهرة لجمهور الصحابة والتّابعین ممّا لایحسن مخالفتها فان لم یجد فی المسئلة مایطمئن به قلبه لیعارض النقل وعدم وضوح الترجیح ونحو ذالك بسبع الی کلام بعض من مضی من الفقهاء فان وجد قولین اختار اوثقهما سواء کان من اهل المدینة اومن اهل الکوفة ۔

وکان اهل التخریج منهم یخرجون فیما لایجدونه مصرحاً ویجتهدون فی المذهب و کان هؤلاء ینسبون الی مذهب اصحابهم فیقال فلان شافعی و فلان حنفی وکان صاحب الحدیث ایضاً قدینسب الی احد المذاهب لکثرة موافقته به کالنسائی والبیهقی ینسبان الی الشافعی فکان لایتولی القضا والافتاء الامجتهد ولایسمی الفقیه الامجتهدا ثم بعد هذه القرون کان ناس آخرون ذهبوا یمیناً وشمالاً وحدث فیهم امور ۔) ❶

اس مقام کی مکمل بحث کا اردو ترجمہ ایک حنفی عالم نے یوں کیا ہے:

معلوم کرنا چاہیے کہ چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے۔قوت القلوب میں ابو طالب مکی نے بیان کیا ہے کہ یہ کتابیں اور مجموعے نئی چیزیں ہیں۔ قرن اول اور دوم میں پہلے لوگ اور لوگوں کے قائل نہ تھے۔کسی مذہب معین کے مطابق فتوی دینے کا طریقہ معین نہ تھا۔خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جایا کرتا تھا۔ ہر ایک قسم کے امر میں اسی کے قول کو نقل نہیں کیا کرتے تھے۔اس کے مذہب پر فقہ کی بنیاد قائم نہیں ہوتی تھی۔انتہی۔

میں کہتا ہوں کہ دونوں قرنوں کے بعد کسی قدر تخریج کا طریقہ پیدا ہو گیا۔تاہم چوتھی صدی کے لوگ مذہب معین کی تقلید پر متفق نہ تھے۔

---

❶ حجۃ اللّٰہ البالغہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی ایک مذہب کے فقہ کی پابندی نہ تھی کہ اسی کا قول نقل کیا جائے جیسے کہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے۔ علماء اور عامی۔

عوام کی یہ حالت تھی کہ اتفاقی مسائل میں جو مسلمانوں اور جمہور مجتہدین میں مختلف فیہ تھے وہ صرف صاحب شرع ہی کی تقلید کرتے تھے۔ وضو، غسل، نماز، زکوۃ کا طریقہ وہ اپنے باپ دادوں یا اپنے شہروں کے علماء سے سیکھ لیا کرتے تھے۔ اسی روش پر وہ چلتے تھے۔ اور جو کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو جو کوئی مفتی مل گیا، اس سے مسئلہ دریافت کر لیا۔ کسی مذہب معین کی تخصیص نہ تھی۔

خاص درجہ کے لوگوں کی یہ حالت تھی کہ ان میں سے محدثین علم حدیث میں مصروف تھے۔ ان کے پاس احادیث نبوی اور آثار صحابہ میں ضروری حدیثیں موجود تھیں کہ مسئلہ میں اور کسی چیز کی ان کو حاجت نہ تھی۔ اور وہ حدیثیں مستفیض یا صحیح قسم کی جمع تھیں۔ جن پر فقہاء عمل کر چکے تھے۔ جو ان پر عمل نہ کرے وہ قابل عذر نہیں ہے۔ اور نیز ان کے پاس ایک مجموعہ ان قولوں کا تھا جو جمہور صحابہ اور تابعین سے ایسے مؤید تھے کہ ان کی مخالفت نا زیبا نہ تھی۔ ❶ اگر تعارض نقل یا وجہ ترجیح ظاہر نہ ہونے وغیرہ سے مسئلوں میں ان کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا تو گزشتہ فقہاء میں سے کسی کے قول کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر فقہاء کے دو قول اس مسئلہ میں ان کو ملتے تھے تو ان میں سے جو زیادہ قابل اعتماد ہوتا اس کو اختیار کر لیا کرتے تھے خواہ وہ فقیہ اہل مدینہ سے ہو یا اہل کوفہ سے اور ایک فرقہ ان خاص لوگوں میں اصحاب التخریج کا تھا۔ جس مسئلہ کو وہ مصرح نہ پاتے اس میں وہ تخریج کرتے تھے۔ اور مذہب میں اجتہاد کیا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ اپنے اصحاب کے مذاہب کی طرف منسوب ہوا کرتے تھے یوں کہا جاتا تھا کہ فلاں شخص شافعی ہے اور فلاں حنفی۔ اور اہل حدیث بھی جس مذہب سے زیادہ موافق ہوا کرتے تھے، کبھی کبھی اس مذہب سے منسوب ہوتے تھے جیسے کہ نسائیؒ اور بیہقیؒ، امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہوتے تھے۔ اور نہ بجز مجتہد کے کسی کو قضا اور فتوی کی خدمت ملتی تھی۔ اور صرف مجتہد ہی کو فقیہ کہتے تھے۔ ان قرنوں کے بعد لوگ دائیں بائیں آوارہ ہو گئے اور چند امور ان میں بالکل نئے پیدا ہو گئے۔

---

❶ یہاں ترجمہ غلط ہے۔ نا زیبا کی بجائے، زیبا ہونا چاہیے۔ بہاء الدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ا۔علم فقہ کے متعلق ان میں نزاع اور اختلاف پیدا ہو گیا۔اس کی تفصیل جیسے کہ غزالی نے بیان کی ہے، یہ ہے کہ جب خلفاء راشدین کا زمانہ گزر گیا اور خلافت ان لوگوں کو مل گئی جو اس کے قابل اور مستحق نہ تھے اور فتووں اور احکام دین کا مستقل علم ان کو نہ تھا، اس واسطے ان کو ضرورت ہوئی کہ فقہاء سے مدد لیں اور ہر حال میں ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔اس زمانہ میں ایسے علماء باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے۔اس لئے جب وہ حریم خلافت میں طلب کئے جاتے تھے تو اس سے گریز کرتے تھے۔اور خلفاء کی صحبت سے اعراض کرتے تھے۔تب اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھا کہ علماء کی بڑی عزت ہے، یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں تو ان لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے طلب علم کی طرف توجہ کی اور فقہاء مطلوب ہونے کے بعد طالب ہو گئے اور پہلے جیسے سلاطین کی (طرف) بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب ذلیل ہو گئے سلاطین کی طرف توجہ کرنے سے الّا من وفقہ اللّٰہ ان لوگوں سے پہلے لوگ علم کلام میں کتابیں تصنیف کر چکے تھے، اس فن میں بہت قیل و قال ہو چکی تھی، اعتراضات وجوابات مقابلہ اور جدل کا طریقہ ممہد ہو چکا تھا۔

اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں اور مذہب شافعی اور ابو حنیفہؒ کے مذاہب کی اولویت ظاہر ہونے کی خواہشیں ان میں پیدا ہو گئیں۔اس لئے اس علم کلام کی ترتیب ان علماء کے لئے باموقع ہو گئی۔لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ کر خاصۃً امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے خلافی مسائل کی طرف متوجہ ہو گئے اور جو اختلافات باہم امام مالکؒ اور سفیانؒ اور احمد بن حنبلؒ وغیرھم کے تھے ان کا بخوبی اہتمام نہیں کیا اور یہ لوگ سمجھے کہ اس تفتیش سے ہماری غرض شرع کے دقیق مسائل کا مستنبط کرنا اور مذاہب کی علتوں اور وجوہ کا بیان کرنا اور اصول وفنون کی تمہید ہے۔

ان اختلافات میں تصانیف اور استنباطات بکثرت ہو گئیں۔اور رنگ برنگ مجادلوں اور تصانیف کو انہوں نے مرتب کیا اور اب تک (یعنی غزالی کے وقت تک) برابر وہ اسی حالت میں مصروف ہیں ہم نہیں جانتے کہ آئندہ زمانوں میں ان کے لئے خدا تعالی نے کیا مقدر کیا ہے۔انتھی حاصلہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جیسے یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہوگئی تھی، ایسے ہی یہ خرابی بھی پیدا ہوگئی کہ ان کو تقلید کا پورا اطمینان ہوگیا اور آہستہ آہستہ تقلید ان کے سینوں میں سرایت کرتی گئی اور ان کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ اثر کیوں کر پھیلتا جاتا ہے۔ اس تقلید کی پختگی کا ایک سبب تو یہ تھا کہ فقہاء میں باہم مزاحمت اور مجادلہ ہونے لگا۔ لوگ فتووں میں روک ٹوک کرنے لگے۔ جو شخص فتوی دیتا تھا فوراً اس کے فتوی پر اعتراضات کئے جانے لگے۔ اس کا رد کیا جاتا تھا۔ انجام کار سخن کا سلسلہ متقدمین میں سے کسی شخص کے مصرح قول پر ختم ہوتا تھا۔

دوسرا سبب حکام اور قضاۃ کا جور و تعدی بھی تقلید کا باعث ہوا۔ اکثر حکام کی طبیعت میں جور ہوگیا تھا۔ ان میں تدین اور امانت کی صفت مفقود تھی۔ ان کے فیصلے جب ہی مقبول سمجھے جاتے تھے کہ عام لوگوں کو ان میں اشتباہ باقی نہ رہے اور اس کا قول کسی شخص سابق کے مطابق ہو۔

تیسرا سبب سرتاج لوگوں کی جہالت اور بے علموں سے فتوی لینا تقلید کا باعث ہوا۔ یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے طریقے سے ناواقف ہوتے تھے۔ جیسے کہ اکثر متاخرین کی ظاہرا حالت ایسے ہی تم دیکھتے ہو۔ ابن ہمام وغیرہ نے اس پر تنبیہ کی ہے۔ اس زمانہ میں فقیہ ان لوگوں کا نام تھا جو مجتہد کے پایہ کے نہ تھے۔

چوتھی وجہ تقلید کی یہ ہوئی کہ اکثر لوگوں نے ہر فن میں عمیق باتوں کی جانب زیادہ توجہ کی، بعض نے خیال کیا کہ ہم علم اسماء الرجال کی بنیاد مستحکم کر رہے ہیں، جرح اور تعدیل کے مرتبوں کو معلوم کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے قدیم اور جدید تاریخ کی طرف توجہ کی۔ بعضوں نے نادر نادر خبروں اور غرائب آثار میں تفحص کیا۔ اگرچہ وہ خبریں موضوع کے درجہ کی تھیں۔ کسی نے اصول فقہ کے متعلق زیادہ گفتگو کی۔

ہر ایک شخص نے اپنے اپنے اصحاب کے مناظرہ کے اصول مستنبط کئے اور انتہائی درجہ تک اعتراضات کی بھرمار کی اور ان کے جواب دے دے کر گلو خلاصی کی۔ ہر ایک امر کی تعریفات اور تقسیم کا اہتمام کیا۔ کبھی طول کلام کیا کبھی اختصار کیا۔ بعض نے اس میں یہ روش اختیار کی کہ مسائل کی وہ مستبعد صورتیں فرض کیں جو اس قابل تھیں کہ کوئی عاقل ان کے درپے نہ ہوتا۔ مخرجین اور ان سے ادنی درجہ کے لوگوں کے کلام سے ایسے عمومات اور ایماءات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تفتیش کی کہ جن کا سننا عالم بلکہ جاہل کو بھی گوارا اور پسند نہیں ہوا کرتا۔ اس جدل ومخالفت اور تعمق کا ضرر اور فتنہ اس فتنہ اولی کے قریب قریب تھا جب لوگوں نے ملک کے متعلق فساد اور جھگڑے برپا کر دیے تھے۔

ہر شخص نے اپنے اپنے ہمراہی کی امداد کی تھی جیسے ان فسادوں کا یہ انجام ہوا کہ آخر کو گزندہ حکومت قائم ہوگئی اور نہایت کو روتاریک واقعات پیش آئے۔ ایسے ہی ان اختلافات نے جہالت اور اختلاط اور شکوک واوہام کو ہر جانب پھیلا دیا۔ اسلئے ان قرنوں کے بعد صرف خالص تقلید شائع ہوگئی۔ حق و باطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔ فقیہ اس زمانہ میں اس شخص کا نام ہوگیا جو بے احتیاطی سے زیادہ بک بک کرے۔

فقہاء کے قوی وضعیف اقوال بلا تمیز محفوظ کرے اور منہ زوری سے ان کو بیان کرتا جائے۔ اور محدث اس شخص کا نام ہوگیا جو صحیح سقیم حدیثیں شمار کرے اور قصہ گوئیوں کی طرح ان کو بے سمجھے بوجھے بیان کرتا جائے۔ میں کلیۃً یہ بیان نہیں کرتا ہوں۔ اس لئے کہ بندگان الٰہی میں ایسی جماعت ہمیشہ ہوا کرتی ہے جس کو کوئی رسوا کرنے والہ مضرت نہیں پہنچا سکتا۔ و ھم حجّة اللّٰه فی ارضه۔ اگرچہ ان کی تعداد کم ہی ہو۔

اب جو زمانہ آتا گیا اس میں فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہی ہوتی گئی اور لوگوں کے دلوں سے دم بدم دین دور ہوتا گیا حتی کہ امور دین میں غور وخوض کرنا انہوں نے ترک کر دیا اور وہ مطمئن ہوگئے اور کہنے لگے

﴿إِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾

''ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک جماعت پر متفق پایا ہے ہم ان ہی کے نشانوں کے پیرو ہیں۔''

و الی اللّٰه المشتکی و هو المستعا ن و به الثقة و علیه التکلا ن ❶

ایک حنفی اہل علم کی ترجمہ شدہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی یہ تحریر ان لوگوں کے لئے سرمہ چشم ہے جو اپنے آپ کو فکر ولی اللہ کے وارث سمجھتے ہیں۔

---

❶ حجۃ اللہ البالغہ مترجم اردو محمد عبدالحق حقانی ص ۲۷۴۔۲۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○ ایک دوسرے مقام پر شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

بعض صحیح احادیث ان علماء تابعین کو نہ پہنچی تھیں جن پر فتوی کا مدار تھا۔ اسلئے ان کو اپنی رائے سے اجتہاد کرنا پڑا۔ عام الفاظ کا انہوں نے لحاظ کیا اور گزشتہ صحابہ کی انہوں نے پیروی کی، اسی کے موافق انہوں نے فتوی دیا۔ لیکن تیسرے طبقہ میں ان احادیث کی شہرت ہوگئی اور انہوں نے یہ گمان کر کے کہ یہ احادیث ان کے علمائے شہر کے عمل اور متفق علیہ طریقوں کے مخالف ہیں ان احادیث پر عمل نہ کیا اس کی وجہ سے یہ احادیث مورد طعن ہوگئیں اور اس کی وجہ سے وہ قابل السقوط ہوگئیں، یا تیسرے طبقے میں ان احادیث کو شہرت نہ ہوئی تھی لیکن محدثین نے احادیث کے تمام طرق روایت کو خوب غور سے دیکھا اور اطراف ملک میں سفر کر کے علمائے حدیث سے ان کی تفتیش کی گئی تو اکثر ایسی احادیث ظاہر ہوتی گئیں کہ صحابہ میں سے صرف ایک یا دو شخصوں نے روایت کی تھی۔ اور ان صحابہ سے بھی صرف ایک دو راویوں نے ان کی روایت کی تھی۔ وھلمّ جراً

اس لئے اکثر فقہاء کی نظر سے مخفی رہیں۔ اور ان حفاظ حدیث کے وقت ان کی شہرت ہوئی جنہوں نے تمام طرق حدیث کو جمع کیا تھا۔ بہت سی احادیث مثلاً ایسی تھیں کہ بصرہ کے علماء ان کی روایت کرتے تھے اور باقی حصوں میں ان کی جانب سے غفلت تھی۔ اس وقت میں امام شافعیؒ نے اس کی توضیح کر دی کہ علمائے صحابہ تابعین ہر مسئلہ میں احادیث کے متلاشی رہے۔ جب کوئی حدیث ان کو نہ ملی تو انہوں نے کوئی اور استدلال اختیار کیا لیکن اس استدلال کے بعد جب ہی کوئی حدیث ظاہر ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد کو ترک کر دیا اور حدیث پر عمل کیا۔ جب ان کی ایسی حالت تھی تو حدیث پر عمل نہ کرنا حدیث کے لئے موجب قدح نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں قدح جب ہی ہوسکتا ہے کہ کوئی علت قادحہ بیان کی جائے۔ مثلاً حدیث قلتین صحیح حدیث ہے۔ مختلف سلاسل روایت سے اس کا ثبوت ہے ان سب میں بڑا سلسلہ اس کا یہ ہے جس کی سند ابوالولید بن کثیر پر منتہی ہوتی ہے۔ انہوں نے اس کو محمد بن جعفر بن زبیر سے روایت کیا ہے اور ابن جعفر نے عبداللہ یا محمد بن عباد بن جعفر سے بروایت عبیداللہ بن عبداللہ اور ان دونوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اس کے بعد طرق روایت متعدد ہوگئے اور یہ دونوں راوی اگرچہ ثقہ ہیں لیکن وہ مسائل میں مرجع اور معتمد علیہ نہ تھے، اس لئے یہ حدیث سعید بن مسیّب کے عہد میں اور نہ امام زہریؒ کے عہد میں مشتہر ہوئی۔ اسی واسطے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مالکیہ اور حنفیہ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ لیکن امام شافعیؒ نے اس پر عمل کیا۔ ❶

اپنے رسالہ انصاف فی بیان اسباب الاختلاف میں فقیہ ابن زیاد شافعی سے امام بلقینیؒ کا مجتہد منتسب ہونا نقل کر کے شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے:

(قال بعد ذکر البلقینی وغیره من المجتهدین المطلقین المنتسبین، ومعنی انتسابه الی الشافعی انه جری علی طریقته فی الاجتهاد واستقراء الادلة و ترتیب بعضها علی بعض و وافق اجتهاده واجتهاده واذا خالف احیاناً لم یبال بالمخالفة ولم یخرج عن طریقته الّا فی مسائل وذالك لا یقدح فی دخوله و فی مذهب الشافعی ومن هذا القبیل محمد بن اسماعیل البخاری فانّه معدود فی طبقات الشافعیة وممن ذکره فی طبقات الشافعیة تاج الدین السبکی وقال انّه تفقه بالحمیدی وتفقه الحمیدی بالشافعی واستدل شیخنا العلامة علی ادخال البخاری فی الشافعیة بذکره فی طبقاتهم فی کلام النووی شاهداً له) ❷

کہ مذہب شافعی کی طرف ان کا منسوب ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ طریق اجتہاد اور ظاہر و ترتیب دلائل میں ان کا اجتہاد امام شافعیؒ کے اجتہاد کے موافق ہو گیا تھا۔ کبھی مخالف بھی ہوتا تو اس کی وہ پرواہ نہ کرتے اور اس مخالفت کے سبب وہ امام شافعی کے طریق سے خارج نہ سمجھے جاتے۔ ایسے ہی محمد بن اسماعیل بخاریؒ تھے، جن کو سبکیؒ نے طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ اور اس سے ہمارے استاد نے امام بخاریؒ کا شافعی ہونا ثابت کیا ہے اور امام نوویؒ کا کلام بھی اس پر شاہد ہے۔

اس کے بعد جناب شاہ صاحبؒ نے کتاب انوار سے نقل کیا ہے:

(ومن شواهد ماذکرنا ایضاً مافی کتاب الانوار حیث قال والمنتسبون الی مذهب الشّافعی وابی حنیفة ومالك واحمد اصناف ۔

احدهما العوام وتقلیدهم الشافعی متفرع علی تقلید المیت ۔

---

❶ حجۃ اللہ البالغہ مترجم، عبدالحق حقانی۔ ص ۲۶۴۔۲۶۵

❷ انصاف نقلاً عن فتاوی الفقیہ بن زیاد مختصراً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

والثانی البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد لایقلد مجتهداً وانّما ینسبون الیه لجریهم علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة۔ وتیب بعضها علی بعض۔ والثالث المتوسطون وهم الّذین لم یبلغوا رتبة الاجتهاد لکنهم وقفوا علی اصول الامام وتمکنوا من قیاس ما لم یجدوه منصوصاً علی مانص علیه وهؤلاء مقلدون له) ❶

''کہ شافعی وحنفی و مالکی وحنبلی کہلانے والے لوگ کئی قسم ہیں۔اول عام لوگ، ان کا شافعی وغیرہ کہلانا مسئلہ تقلید میت کی فرع ہے۔ ❷ قسم دوم وہ لوگ جو رتبہ اجتہاد کو پہنچ چکے ہیں۔ وہ لوگ امام شافعی وغیرہ کے مقلد نہیں کیونکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا مقلد نہیں ہوتا۔ان کا شافعی حنفی کہلانا صرف اس لئے ہے کہ وہ طریق اجتہاد اور ترتیب واستعمال دلائل میں ان کی چال چلتے ہیں۔قسم سوم ان دونوں قسم کے بیچ کے لوگ ہیں۔ یہ وہ ہیں جو نہ محض عامی ہیں نہ رتبہ اجتہاد کو پہنچے ہیں ولیکن وہ اصول امام سے واقف ہیں اور امام کے اقوال سے وہ باتیں نکال سکتے ہیں جو امام نے نہ کہی ہوں یہ لوگ امام کے مقلد ہیں (یعنی گو مجتهد فی المذهب کہلاتے ہیں)''

اس کے بعد آپ نے مجتہد اقسام ثلاثہ (مجتہد مستقل، مجتہد منتسب، مجتہد فی المذہب) بیان کئے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد منتسب (منسوب بمذہب غیر) اس مذہب کا مقلد نہیں ہوتا جس مذہب کی طرف وہ منسوب ہوتا ہے۔

(قال رحمه الله تعالی اعلم ان هذا المجتهد قدیکون مستقلاً وقدیکون منتسباً الی المستقل والمستقل من ..... عن سائر المجتهدین بثلاث۔

---

❶ الانصاف

❷ جس کو بعض جائز کہتے ہیں بعض ناجائز۔ پھر جائز کہنے والے عوام کو برائے نام مقلد امام مانتے ہیں اور درحقیقت ان کو علماء وقت کا مقلد سمجھتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احدها ان يتصرف فی الاصول والقواعد التی يستنبط منها الفقه۔
وثانيها ان يجمع الاحاديث والآثار فيحصل احكامها ويتنبه مأخذ الفقه منها ويجمع مختلفاتها ويرجح بعضها على بعض ويعين بعض محتملاتها۔
وثالثها ان يفرع التّفاريع الّتی نرد عليه ممالم يسبق بالجواب فيها من القرون المشهود لها بالخير ۔
والمجتهد المنتسب هو المقتدی المسلم له فی الخصلة الاولی الجاری مجراه فی الخصلة الثانية والمجتهد فی المذهب هو الذی سلم منه الاولی والثانية وجری مجراه فی التفاريع على منهاج تفاريعه) ❶

آپ فرماتے ہیں مجتہد مطلق کبھی خود مستقل ہوتا ہے کبھی منتسب۔
مجتہد مستقل دیگر مجتہدوں سے تین وصف میں ممتاز ہوتا ہے۔
اصول وقواعد بنانا جن کے ذریعہ سے کتاب وسنت سے احکام ومسائل کا استنباط ہوتا ہے۔
احادیث وآثار کو جمع کر کے ان کے مواضع استنباط احکام کو جاننا۔ اور متعارض احادیث کو تاویل کر کے یا ایک دوسرے پر ترجیح دے کر ان کو باہم متفق کرنا۔
نئے مسائل استنباط کرنا جو پہلے مجتہدوں نے استنباط نہ کئے ہوں۔
مجتہد منتسب پہلی وصف مجتہد مستقل کے لئے مسلم سمجھتا ہے اسی کے بنائے ہوئے قواعد ❷ تسلیم کر لیتا ہے۔ از خود نئے قواعد نہیں بناتا۔ اور دوسری وصف میں وہ مجتہد مستقل کا ہم سر ہوتا ہے۔ یعنی احادیث وآثار کو جمع کرتا ہے اور ان میں تطبیق و ترجیح وغیرہ عمل میں لا کر مواضع استنباط احکام کو جانتا ہے ❸ اور جو مجتہد مستقل کے لئے مسلم سمجھتا ہے صرف وصف سوم میں وہ اس کا ہم سر ہوتا ہے۔

---

❶ انصاف۔ مختصراً غاية الاختصار
❷ بنظر دلائل، نہ بتقلید محض۔
❸ وعلی ہذا القیاس وصف سوم میں وہ اس کا ہم سر ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○ جناب محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں۔

مجتہد منتسب، مجتہد مستقل کا مقلد نہیں ہوتا۔صرف دلائل کی نظر سے اس کے اصول و قواعد کو تسلیم کرتا ہے اور اس کی رائے کو مجتہد مستقل کی رائے سے توافق ہو جاتا ہے تو اس کا لازمہ یہ ہے کہ کہیں نہ کہیں اس کی رائے کو اس کی رائے سے تخالف بھی ہوگا اور کسی دوسرے مجتہد کی رائے سے توافق۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی خاص مذہب یا مجتہد کی طرف کسی مجتہد منتسب کا منسوب ہونا اکثر مسائل میں توافق کی نظر سے ہے۔بعض مسائل کی نظر سے اس کو دوسرے مذہب یا مجتہد کی طرف جس سے ان مسائل میں اس کو توافق ہو، منسوب کرنا بھی صحیح ہے، اور ایک مجتہد منتسب کو حنفی شافعی مالکی حنبلی سب کچھ کہنا جائز ہے۔اور مجتہد منتسب خود تو صرف دلیل کا پیرو ہوتا ہے خواہ کسی کے پاس ملے، نہ کسی خاص مجتہد یا مذہب کا، لیکن اہل مذہب اس کو اپنے مذہب کا پیرو سمجھتے ہیں۔اور اپنے طبقات میں داخل کر لیتے ہیں اسی خیال سے امام بخاریؒ ونسائیؒ وغیرہ شافعی بنائے گئے ہیں۔حقیقت میں وہ امام شافعیؒ کے پیرو پابند و مقلد نہ تھے۔

ان دونوں قسم کے شواہد سے امید ہے کہ ناظرین منصفین کو یقین ہوگا کہ اہلحدیث سلف کے حنفی شافعی کہلانے سے ان کا مقلد مذہب حنفی یا شافعی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اور ہمارا دعوی دوم ثابت ہوا۔جیسا کہ شواہد دعوی اول سے دعوی اول ثابت ہو چکا ہے۔ و اللّٰہ الموفق و المعین ❶

---

❶ ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد ۸۔ص ۲۹۶ سے ۳۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سواد اعظم

بحث وجدال کے حلقوں میں اہل حدیث کے مخالفین انہیں من شذّ شذّ فی النار سے ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کے مذاہب اربعہ پر عمومی طور پر لوگوں کے جم جانے کے بعد مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی پیروی نہ کرنے والا سواد اعظم سے نکل جاتا ہے اور حدیث میں موجود وعید کا مصداق بن جاتا ہے۔ جناب برکت علی عرف محی الدین الدین احمد قصوریؒ نے یہ معاملہ ایک مرتبہ جناب ابوالکلام آزادؒ کے سامنے پیش کیا تھا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا:

التزام جماعت اور علیکم بالسّواد الاعظم..... سے آپ غالباً سمجھتے ہیں کہ حکم ''التزام جماعت'' اور علیکم بالسّواد الاعظم کا تعلق مسلمانوں کے عقائد واعمال اور افکار و آراء سے ہے یعنی جب کبھی مسلمانوں کی کوئی بھیڑ کوئی رائے وعمل اختیار کر لے تو شرعاً ہر مسلمان پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرے۔ نہیں کرے گا تو من شذّ شذّ فی النار کی وعید کا مستوجب ہوگا اور اس کی موت میت جاھلیہ کی موت ہوگی، حالانکہ حاشا وکلا حکم التزام جماعت اور اتباع سواد اعظم کا یہ مطلب ہو۔ اگر ایک لمحے کے لئے یہ مطلب تسلیم کر لیا جائے تو حق و باطل اور سیاہ وسفید کا سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور اسلامی زندگی کے معنی صرف یہ رہ جائیں گے کہ جس جہل وضلالت پر سو آدمی متفق ہو جائیں ننانوے کو ان کی پیروی ضرور کرنی چاہیے۔ گویا اسلام کے نزدیک عقائد واعمال کی صحت کا معیار حقیقت نہیں، بلکہ مقدار کی محض اضافی ووقتی اکثریت ہے۔ کوئی راہ کتنی ہی جہل وضلالت کی راہ ہو، لیکن اگر دس نے قدم اٹھا دیا تو گیارھویں کیلئے بحکم التزام جماعت واتّبعوا سواد الاعظم اسکی پیروی لازم ہوگئی، نہیں کرے گا تو من شذّ شذّ فی النار۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس نافہمی میں وہ مدعیان علم مبتلا ہوئے تھے جو اس حدیث سے تقلید شخصی کے وجوب و التزام پر استدلال کرتے تھے اور اب بھی اگر میدان مناظرہ گرم ہو جائے تو ضرور کریں گے۔ وہ کہتے ہیں کہ چوں کہ مسلمانوں کا سواد اعظم آئمہ اربعہ کی تقلید شخصی پر جم گیا ہے اور حق کو انہی مذاہب مدونہ اربعہ میں تسلیم کرتا ہے اس لئے اب کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ تقلید شخصی کے التزام کی بجائے براہ راست کتاب وسنت پر تدبر کرے۔ کیونکہ ایسا کرے گا تو سواد اعظم سے تخلف کرے گا اور التزام جماعت سے باہر ہو جائے گا و من شذّ شذّ فی النار۔

انیسویں صدی کے اوائل میں جب مولانا اسماعیل شہیدؒ نے اتباع دین خالص کی دعوت بلند کی تھی تو ان کے مقابلے میں بھی پرستاران بدع ومحدثات نے..... یہی مطلب بنائے استدلال ٹھہرایا تھا اور اتبعوا سواد الاعظم کی بنا پر من شذّ شذّ فی النار کا فتوی دیا تھا چنانچہ جامع مسجد دہلی کے مباحثہ ۱۲۴۰ھ میں سب سے بڑی دلیل یہی پیش کی گئی تھی کہ جن عقائد و اعمال کو آج بدعت وضلالت ٹھہرایا جا رہا ہے یہ تمام تر وہی اعمال وعقائد ہیں جن پر مسلمانوں کے سواد اعظم کا اتفاق ہو گیا اور مسلمانوں کا کوئی شہر وقریہ نہیں جہاں یہ امور عمل میں نہ لائے جاتے ہوں پس ان کے استحسان میں شک کرنا اور انہیں بدع ومحدثات قرار دینا سبیل المومنین سے تخلف کرنا اور راہ شذوذ اختیار کرنا اور فارق جماعت ہونا ہے۔

شاہ اسماعیلؒ اور مولوی عبدالحیؒ..... کے زمانے میں ایک تحریر ''تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی'' کے نام سے دہلی میں شائع کی گئی تھی۔ مولوی صاحبؒ موصوف سے سائل پوچھتا ہے

ایں ہمہ اعمال کہ کافہ اہل اسلام مستحسن ومقبول دانستہ می کردند و می کنند الآن در عقیدہ شما شرک و بدعت گردیدہ آیا این طریق جدید افساد فی الدین وشق عصائے مسلمین و شذوذ از جماعت و اتباع سبیل غیر مومنین نیست؟ مگر کہ حکم التزام جماعت و حدیث مشہورہ اتبعوا سواد الاعظم از خاطر شریف بکلی محو ومتلاشی گشتہ۔

اس غلط فہمی کا منشا یہ ہے کہ حکم التزام جماعت کا محل وموردان لوگوں نے معلوم نہیں کیا اور کوتاہ نظری نے تحقیق ومطالعہ کی مہلت نہ دی۔ اگر ان لوگوں نے کم از کم صحائف سنت کے تراجم ابواب ہی پر غور کر لیا ہوتا یا اس ایک حدیث کے ساتھ اس کی دوسری ہم معنی احادیث ہی دیکھ لی ہوتیں تو کبھی اس نافہمی میں مبتلا نہ ہوتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دراصل ان تمام احکام کا تعلق امامت کبری کے معاملے سے ہے یعنی خلافت اسلامیہ کے معاملے سے نہ کہ عقائد وافکار اور اعمال وآراء سے۔ عرب کے جنوب وشمال میں اگرچہ حکومتوں کے بعض سلسلے قائم ہو چکے تھے لیکن وسطی عرب ہمیشہ خودرو اور مطلق العنان قائل کا جولاں گاہ رہا۔ ان کی بے قید طبائع پر اس سے زیادہ کوئی بات شاق نہ گزرتی تھی کہ کسی نظام حکومت سے وابستہ ہو کر رہیں۔ یا کسی امیر کے آگے سر اطاعت جھکا دیں اسلام کا ظہور ہوا تو اس کی روح جمہوریت کے ساتھ نظم واطاعت کا بھی قوام چاہتی تھی وہ اگر ایک طرف انفرادی آزادی کا محافظ تھا تو دوسری طرف نظم وامارت کا بھی مقوم تھا۔ پس ضروری ہوا کہ مسئلے کے اس پہلو پر زور دیا جاتا اور عرب کے بے قید طبائع میں یہ بات اتار دی جاتی کہ جب ایک امیر منتخب کر لیا گیا اور جماعت اس پر متفق ہوگئی تو پھر کسی مسلمان کو محض اپنی انفرادی رائے کی بنا پر تخلف نہیں کرنا چاہیے۔ بہر حال اس کا ساتھ دینا چاہیے اگر تخلف کرے گا تو جماعت میں تفرقہ ہو گا، فتنوں کی تولید ہوگی، نظام ملت درہم برہم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ فارق جماعت کی نسبت فرمایا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ یعنی جاہلیت میں جماعت کا قوام نہ تھا۔ ایک طرح کی فوضویت (انارکی) کی حالت طاری تھی۔ اسلام آیا تو اس نے تمام قوم کو ایک رشتہ امارت میں منسلک کر دیا۔ اب اگر اس اطاعت کا ربقہ گردن سے نکالا جاتا ہے تو یہ اسی جاہلیت کی طرف عود کرتا ہے۔

چنانچہ جن احادیث میں التزام جماعت کا حکم دیا گیا ہے، ان کا منطوق اس بارے میں بالکل واضح اور غیر مشتبہ ہے۔ تمام احادیث بالاتفاق اطاعت امیر کا حکم دیتی ہیں اور اسی سے تخلف کو تفرق عن الجماعت اور دعوت بدعوی جاھلیت قرار دیتی ہیں، مثلاً:

((من خرج من الطاعة وفارق الجماعة فمات ميتة الجاهلية))

اور روایت ابن عباسؓ:

((فانه ليس احد من الناس خرج من السلطان شبراً فمات عليه الا ميتةً جاهليةً))

نیز روایت مسند:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((من خرج من الجماعة قدر شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان يراجع ومن دعا بدعوى جاهلية))

اگر حکم التزام جماعت کا مطلب یہی قرار دیا جائے کہ تمام عقائد وافکار اور اعمال وکردار میں مسلمانوں کو چاہیے کہ سواد اعظم کی پیروی کریں ورنہ من شذّ شذّ فی النار کے مستوجب ہوں گے تو ظاہر ہے حق و باطل، سنت و بدعت اور اسلام وکفر کے تمام احکام وقواعد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیا ایک لمحے کے لئے بھی کوئی ذی عقل اس کا یہ مطلب قرار دے سکتا ہے؟ پھر کیا حکم ہوگا ان سینکڑوں مبلغین اور دعاۃ حق کا جنہوں نے..... باوجود کثرت شیوع فتن واستیلاء بدع ومحدثات وغلبہ بطلان وفساد وغربت اصحاب حق وقلت مخلصین وصادقین، سواد اعظم کی گمراہیوں کا ساتھ نہیں دیا اور راہ حق وصواب پر قائم رہے؟ کیا یہ سب التزام جماعت سے باہر ہو گئے تھے؟ اور ان سب کی موت جاہلیت کی موت ہوئی؟

پھر اگر التزام جماعت اور اتباع سواد اعظم کا یہی مطلب ہے تو ان تمام اختلافات کا کیا حکم ہوگا، جس میں تنہا ایک فرد کی رائے ایک طرف اور جماعت کی رائے دوسری طرف تھی اور حق وصواب فرد کے ساتھ تھا، نہ کہ جماعت کے ساتھ۔ خود عہد صحابہ کے بیشمار واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ جب مانعین زکوۃ کے قتال کا سوال اٹھا تو تمام مجمع صحابہ کی رائے ایک طرف تھی اور ابوبکرؓ کی ایک طرف، یعنی سواد اعظم قتال کا مخالف تھا..... پھر کیا یہ حکم لگایا جا سکتا ہے کہ ابوبکرؓ نے اتّبعوا سواد الاعظم کی مخالفت کی؟ حاشا وکلا۔

کیا حکم ہوگا ان افراد شواذ کا جنہوں نے مامون وواثق کے زمانے میں سواد اعظم کا ساتھ نہ دیا اور خلق قرآن کے مسئلے میں سب سے الگ رہے؟ آپ کو معلوم ہے سواد اعظم کے مقابلے میں امام احمد بن حنبلؒ نے کیا جواب دیا تھا؟

ایتونی شیئاً من کتاب اللّٰہ او سنّۃ رسولہ

یعنی اس میدان میں معیار رد وقبول سواد اعظم نہیں بلکہ علم وبصیرت ہے۔

پھر اگر التزام جماعت کا یہی حکم ہے تو ان حدیثوں کا مطلب کیا ٹھہرا جائے گا، جن میں صاف صاف ایسے زمانوں کی خبر دی گئی ہے، جب مسلمانوں کے سواد اعظم کی راہ گمراہی کی راہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوگی اور اصحاب حق قلیل واقل ہوں گے؟ غربت ثانیہ والی حدیث:

((بدء الاسلام غریباً و سیعود غریباً کما بدء فطوبی للغرباء)) ❶

تو کبھی نہ کبھی آپ کے کانوں میں پڑی ہوگی؟ اسی میں ہے:

قلنا وما الغرباء؟ قال ((قوم صالحون، قلیل فی ناس سوء کثیر، من یعصیهم کثیر ممن یطیعهم))

''کہ صحابہؓ نے سوال کیا غرباء سے مقصود کون لوگ ہیں جن کیلئے طو بی للغرباء کی بشارت ہوئی؟ فرمایا صالح مسلمانوں کا ایک گروہ۔ برے لوگوں کی کثرت میں تھوڑے سے آدمی۔''

اب غور کر لیجئے وہ سواد اعظم والی بات کیا ہوئی؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر وقت آئے گا جب حق سواد اعظم کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ قوم صالحون قلیل فی ناس سوء کثیر کے ساتھ ہوگا۔ اسی طرح مسلم کی مشہور حدیث:

((لا تزال طائفة من امّتی ظاهرین علی الحقّ لایضرّهم من خالفهم)) ❷

میں اصحاب حق کو طائفہ سے تعبیر فرمایا۔ یعنی سواد اعظم کے مقابلے میں ایک چھوٹی سی ٹکڑی۔ اور اسی طرح شیخین کی مشہور حدیث میں خبر دی کہ جب مسلمانوں کا کوئی امام نہ رہے اور لوگ طرح طرح کی ٹولیوں میں بٹ جائیں تو

((فاعتزل تلك الفرق کلّها ولو ان تعض اصل شجرة)) ❸

''اگر درخت کے پتے چبا کر جینا پڑے جب بھی ان ٹولیوں کا ساتھ نہ دو۔ ان سب سے الگ ہو جاؤ۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدا غریبا وسیعود غریبا، رقم الحدیث: ۲۳۲۔۱۴۵

❷ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، رقم الحدیث: ۱۷۰۔۱۹۲۰

❸ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام، رقم الحدیث: ۳۶۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن، رقم الحدیث: ۵۱۔۱۸۴۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اب کہیے سواد اعظم یہاں کہاں رہا؟

آج اگر مسلمانوں کی مردم شماری کی جائے تو شائد سو میں سے دو آدمی بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو اپنے عقائد و اعمال میں دین خالص پر عمل پیرا ہوں۔ پس سواد اعظم کی راہ انحراف و بدعت کی ہوئی اور اتّبعوا السّواد الاعظم کا حکم اگر موجود ہے اور مطلب اس کا آپ کے نزدیک یہ ہے کہ جس طرف بھیڑ چلے وہی راہ چلو، تو نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مسلمان کے لئے دین خالص کا اتباع جائز نہیں۔ لیجئے قصہ تمام ہوا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ را جعون

ابوالکلام ❶

---

❶ (تبرکات آزاد۔ محی الدین احمد قصوری)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہندی وہابی

جناب سید احمد شہیدؒ، حنفی المسلک تھے اور انکے کئی خلفاء ❶ کے بعد یکے بعد دیگرے ہونے والے ان کے کئی جانشین بھی حنفی المسلک تھے۔یعنی یہ سب حنفی وہابی تھے۔

سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین میں جناب شاہ اسماعیل دہلویؒ کی وجہ سے کچھ لوگ عامل بالحدیث بھی تھے،لیکن ان کا تناسب احناف سے بہت کم تھا۔اس کا ایک ثبوت جناب مولوی سید نصیر الدینؒ داماد شاہ اسحاق دہلویؒ کی امارت کے زمانے میں سامنے آتا ہے۔اس کی تفصیل یوں ہے کہ ۱۸۳۵ء میں سید نصیر الدینؒ نے دہلی اور اس کے گردونواح میں تبلیغ کا کام کر کے مجاہدین کی ایک جماعت فراہم کر لی تو دہلی میں ان کو جماعت کا امیر مقرر کر دیا گیا اسکے بعد جناب نصیر الدینؒ نے اندرون ہند کئی جگہ اپنے نائب مقرر کئے، اور کئی جگہ پرانے کارکنوں سے کام لیا اور جوش دلا کر انہیں دوبارہ جہاد کی سرگرمیوں میں مشغول کر دیا۔ پھر مجاہدین ہند کی ایک جماعت لے کر ذی الحج ۱۲۵۰ھ (اپریل ۱۸۳۵ء) کے مہینے میں مرکز مجاہدین سرحد کی طرف روانہ ہوئے اور شکار پور ہوتے ہوئے ۱۸۴۰ء کے شروع میں ستھانہ پہنچ گئے، جہاں اہل ستھانہ نے بھی آپ کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ چند ماہ بعد کسی نے دھوکہ سے انہیں زہر دے کر شہید کر دیا۔ ❷

سید نصیر الدینؒ نے جماعت مجاہدین کی تنظیم نو کے دوران سارے ہندوستان میں علماء و اکابرین کو تبلیغی و دعوتی خطوط لکھے، جنہیں اعلام نامے کہا جاتا ہے۔

---

❶ جناب عبدالحی بڈھانویؒ، شاہ محمد فصیحؒ وغیرہ) بھی حنفی تھے۔ان کی شہادت (۱۸۳۱ء)

❷ اسکے بعد سید عبدالرحیم امیر مقرر ہوئے جو جون ۱۸۴۱ء تک رہے۔ بالآخر وہاں عظیم آبادی خاندان کے جناب ولائت علیؒ نے تحریک کی زمام کار سنبھالی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان اعلام ناموں کے مدعووین کی تعداد ایک سو سے زائد ہے اور ان کے نام جناب غلام رسول مہرؒ نے سرگزشت مجاہدین ❶ میں درج کر دیئے ہیں جو ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

مولوی محمد سراج الدین اور دوسرے مخلص دین دار وساکنان اجمیر مولوی خلیل الرحمٰن، انکے فرزند اور بھائی، مولوی بہادر علی، سید حمید الدین ❷ سید محمد یعقوب ❸ سید زین العابدین سید ابوالقاسم ❹ اور دوسرے دین دار ساکنان ٹونک۔ شاہ اسحاق، شاہ یعقوب، مولوی کرامت علی، مولوی محبوب علی، مولوی نصیر الدین، مولوی مظفر حسین، مولوی شیخ محمد، حاجی محمد، حاجی مزمل، مولوی حافظ محمد حسین، مولوی کرم اللہ، مولوی الٰہی بخش، مولوی جمال الدین، حافظ عبد الرحمٰن، مولوی محمد وزیر علی، منشی ایزد بخش، امیر الدین، امین الدین، حافظ عبدالرزاق، مولوی عبداللہ، مولوی علی محمد، مولوی خرم علی بلہوری، مولوی محمود علی، مولوی الٰہی بخش، سید اولاد حسن، مولوی بہاء الدین، مولوی عبدالخالق، مولوی امام علی، حافظ اکرام الدین، مولوی شاہ علی، مولوی عبداللہ خان علوی، بشارت خان، مولوی عبدالمجید، قاری احمد زمان، حافظ چھجو بیگ، حافظ احمد خان، عظیم اللہ خان، میرزا ایوب بیگ، میاں احمد، میاں نجابت علی، قاضی عبدالرحمٰن عرب سرائے والے، میاں غلام محی الدین، حافظ ولی محمد، میان رکن الدین، میاں الٰہی بخش آئینہ ساز، مولوی امداد علی، مولوی نذیر حسین۔ ❺ نیز دوسرے علماء طلبا اور صلحاء ساکنان دہلی۔ مولوی بزرگ علی ❻ مولوی عنائت احمد ❼ مولوی محمد متقی، داروغہ راحم۔ ساکنان میرٹھ۔

---

❶ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ ص ۱۶۴۔۱۶۶

❷ خواہرزادہ سید احمد شہید ❸ برادرزادہ سید احمد

❹ ابناء سید احمد علی خواہرزادہ سید احمد

❺ شیخ الکل میاں سید نذیر حسین مرحوم محدث دہلوی

❻ علی گڈھ کی جامع مسجد کے مدرسہ کے استاد معقول ومنقول کے بہت بڑے عالم تھے)

❼ عنائت احمد کاکوروی جنہوں نے شاہ اسحاق سے حدیث کی سند لی۔ پھر بزرگ علی سے فیض حاصل کیا اور انہیں کے مدرسے میں ملازم ہو گئے آخر کار آگرہ میں صدر اعلی بن گئے تھے۔ غدر کے سلسلے میں ان پر مقدمہ چلا اور حبس دوام بہ عبور دریائے شور کی سزا ملی وہیں انہوں نے تاریخ حبیب اللہ لکھی۔ قید سے رہا ہو کر آئے اور حج کو روانہ ہوئے راستے میں جہاز چٹان سے ٹکرا کر غرق ہو گیا اور سمندر کی نذر ہوئے تاریخ وفات ۷۔ اپریل ۱۸۶۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مولوی وحید الدین، مولوی خدا بخش، مولوی تہور علی ❶ مولوی خیر الدین ❷ مولوی منیر الدین ساکنان پھلت نگینہ وغیرہ۔

مولوی رمضان علی، مولوی امانت علی، مولوی کریم اللہ، شیخ رحمان بخش، صوفی صاحب، شاہ غلام علی، میر ہدی، اور دوسرے اکابر ساکنان امروہہ۔ حافظ عبدالرحیم، میاں عثمان، میاں جی خلیفہ ساکنان مراد باد، حاجی صبغت اللہ، شیخ محمد حسین اور دوسرے دین دار ساکنان گڑھ مکتیشر۔ مولوی حیدر علی، مولوی نور الاسلام، اخوند غفران، اکبر علی خان، شاہ دل خان، حافظ احمد علی، مرتضی خان، اخوند امام الدین، قاری صاحب اور دوسرے ساکنان رامپور۔

میرزا حسن علی، ❸ مولوی محمود علی، مولوی مکارم خان، مولوی سخاوت علی (جون پوری) مولوی کرامت علی (جون پوری) ساکنان کان پور، فرخ آباد، باندہ، بریلی، قنوج، جون پور۔ مولوی احمد اللہ، مولوی رحمت اللہ، حافظ صدیق اور دوسرے علماء صلحاء بنارس۔ شیخ فرزند علی، مولوی محمد فصیح، اور دوسرے علماء ساکنان غازی پور، سہسرام، آرہ۔

شاہ محمد حسین، مولوی ولائت علی، مولوی الٰہی بخش اور دوسرے خلفاء سید صاحب ساکنان عظیم آباد، مظفر پور، چھپرہ، مونگیر۔ مولوی محمد علی، مولوی امام الدین، مولوی مراد، قاضی عبدالباری، صوفی نور محمد، منشی غلام رحمٰن، مولوی حراست اللہ، مولوی عبداللہ، مستری رجب علی اور دوسرے علاء وصلحاء کلکتہ ونواح۔ ❹

اس فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں اکثریت احناف کی ہے۔ ❺

---

❶ احمد اللہ میرٹھی کے والد

❷ غالباً خیر الدین شیر کوٹی مراد ہیں

❸ مرزا حسن علی محدث

❹ سرگزشت مجاہدین۔ ص ۱۶۴۔۱۶۶

❺ ۱۸۳۵ء میں جب یہ اعلام نامے جاری ہوئے اس وقت سید نذیر حسین بھی حنفی مقلد تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس فہرست کے نقل کرنے سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ حنفی وہابی کتنے تھے اور اہل حدیث کا وہابیوں میں کیا تناسب تھا؟ نیز یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ سید احمد شہیدؒ کی زندگی میں اور ان کے بعد کے عشرے میں حنفی بھی وہابیوں میں شامل تھے اور اہل حدیث بھی۔

احناف اور اہل حدیث کے علاوہ وہابیوں میں نیچری بھی شامل تھے۔ جناب سرسید احمد خان جو پیر نیچر کہلاتے تھے، سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیلؒ کے معتقد تھے اور اپنے آپ کو علی الاعلان وہابی کہتے تھے۔ جیسا کہ جناب الطاف حسین حالیؒ نے لکھا ہے:

سنا ہے کہ جن دنوں بنگال میں وہابیوں کی تحقیقات اور تلاش ہو رہی تھی ایک یورپئن معزز افسر سے، جو اسی کام پر مامور تھا، ریل میں سرسید سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ دونوں آگرہ جاتے تھے اور سرسید کو کسی ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ افسر وہابیوں کی تلاش پر مامور ہے۔ اس افسر نے ان سے پوچھا کہ آپ کا کیا مذہب ہے؟ انہوں نے کہا وہابی مسلمان ہوں۔ پھر اس نے سرسید کا سارا پتہ دریافت کیا، انہوں نے صحیح صحیح بیان کر دیا۔ ❶

جناب الطاف حسین حالی اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو جو انہوں نے ۱۸۷۱ء میں لکھا تھا..... سرسید کی ان جلیل القدر خدمات میں سے ہے جس کے شکر سے ہندوستان کے تمام مسلمان عموماً اور وہابی مسلمان خصوصاً کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ چوں کہ اس ریویو میں سرسید نے اپنے وہابی ہونے کا اقرار کیا تھا اس لئے انگریزوں کی بدگمانی وہابیوں سے بالکل جاتی رہی تھی۔ منشی غلام نبی مرحوم کہتے تھے کہ غالباً ۱۸۷۱ء میں جب مسٹر گریفن ڈپٹی کمشنر لاہور نے منشی قادر بخش خان تحصیل دار چونیاں کو ڈسٹرکٹ پولیس کی رپورٹ پر بجرم وہابیت زیر مواخذہ کر کے صاحب فنانشل کمشنر کے پاس بھیجا اور کرنل ڈیوڈ کو جو اس وقت کمشنر تھے، یہ معلوم ہوا کہ قادر بخش کا وہی مذہب ہے جو سید احمد خان کا ہے تو انہوں نے فنانشل کمشنر سے سفارش کر کے ان کی تبدیلی

❶ حیات جاوید۔ ص ۱۷۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قصور میں کروادی۔ ❶

یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دینا بھی نامناسب نہیں ہے کہ نہ تو ہندوستان کے سارے حنفی، جماعت مجاہدین یعنی سید احمد کی تحریک میں شامل تھے۔ ❷ اور نہ سارے عاملین بالحدیث اس میں شامل تھے ❸ اور نہ ہی سارے نیچری، وہابیوں میں شامل تھے۔

غرض ہندوستان کی کسی بھی مذہبی جماعت کے نہ تو سب لوگ وہابیوں میں شامل تھے اور نہ سب ان کے مخالف۔ احناف کا بھی ایک ہی طبقہ اس میں شامل ہوا اور دوسرا اس سے باہر رہا۔ عاملین بالحدیث کا بھی ایک ہی طبقہ اس میں شامل ہوا اور دوسرا اس سے الگ رہا۔ نیچریوں کا بھی ایک ہی طبقہ اس میں شامل رہا اور دوسرا الگ رہا۔

جب ۱۸۶۰ء کے عشرے میں حکومت نے وہابیوں کی پکڑ دھکڑ کا سلسلہ شروع کیا تو احناف کا وہ طبقہ بھی اس جماعت سے الگ ہو گیا جو پہلے اس میں شامل تھا۔ اور تحریک کا تقریباً سارا بوجھ ان لوگوں پر آ رہا، جو عامل بالحدیث تھے۔

جناب فضل رسول بدایونی نے ہند میں جب وہابی کا لفظ متعارف کرایا تھا تو وہ سید احمد شہید کے حنفی، اہل حدیث اور نیچری معتقدین کے لئے یکساں استعمال کیا جاتا تھا۔ جب احناف نے تحریک مجاہدین سے علیحدگی اختیار کر لی تو انہوں نے وہابیت کا لیبل بھی عاملین بالحدیث کے لئے مخصوص کر دیا۔

جب سوال پیدا ہوا کہ اگر تم وہابی نہیں ہو تو پھر ہم وہابیوں کو کہاں تلاش کریں؟ تو سادگی سے کہہ دیا کہ وہابیوں کی تلاش کون سا مشکل کام ہے۔ وہ سامنے مسجد میں چلے جاؤ، جس نمازی کو رفع یدین اور آمین بالجہر پر عامل دیکھو، پکڑ لو۔

یوں آمین بالجہر اور رفع یدین کے ہر عامل کو، قطع نظر اس بات کے کہ وہ سید احمد شہید کی جماعت میں شامل تھا یا نہیں، وہابی مشہور کر دیا گیا۔

---

❶ حیات جاوید۔ ص ۳۴۴

❷ جیسا کہ مفتی صدر الدین، نواب قطب الدین، جناب مملوک علی وغیرہ اسکے سایہ سے بھی دور تھے

❸ جیسا کہ شاہ مخصوص اللہ، شاہ ابو اسحاق لہراوی کا نام اس جماعت کے تذکروں میں نہیں ملتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہند کے اہلحدیث

برصغیر ہند میں اہل حدیث ایک مذہبی جماعت کا نام رہا ہے جس میں سیاسی طور پر مختلف الآراء لوگ شامل رہے ہیں اور آج کے دور میں بھی ان کی یہ روش برقرار ہے۔ تقسیم ہند کے بعد مسلم لیگ، نیشنل عوامی پارٹی، عوامی لیگ، تحریک استقلال، پاکستان جمہوری پارٹی، میں اہل حدیث جماعت کے افراد نے شامل ہو کر کام کیا ہے۔ جماعت اسلامی میں جا کر بھی بہت سے اہل حدیث گم ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان میں اہل حدیث نے کانگریس میں بھی شرکت کی اور دوسری سیاسی جماعتوں میں بھی۔

تقسیم ہند سے ماقبل زمانے میں اہلحدیث کے ارکان نے کانگریس، مسلم لیگ، احرار، جمعیت العلماء، تحریک خلافت وغیرہ جماعتوں میں شرکت کی۔

اسی طرح اہل حدیث کے بعض ارکان، وہابیوں میں شامل رہے اور بعض ارکان وہابیوں کے مخالف بھی رہے۔ ❶

اسی طرح اہل حدیث کے بعض ارکان نے سرسید احمد کی تعلیمی تحریک کی حمایت کی جن میں سید مہدی علی، اور جناب محمد اسماعیل علی گڈھی شامل ہیں۔ اور اہلحدیث کے بعض ارکان نے سرسید کی تحریک کی مخالفت بھی کی جن میں ڈپٹی امداد علی قابل ذکر ہیں۔

اہل حدیث کے بعض ارکان نے سرکاری ملازمتیں بھی کیں جب کہ دوسرے اس کی مخالفت کرتے رہے۔

---

❶ جناب محمد حسین نے لکھا ہے کہ میں امرتسر کے ایک بڑے اہل حدیث عالم کو جانتا ہوں جن کے نزدیک سید احمد شہید کی تحریک درست نہیں تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ندوہ کی تحریک سیاسی نہ تھی لیکن اس میں بھی اہل حدیث نہ صرف شامل رہے بلکہ اس کے بانیوں میں شامل ہیں، جن میں جناب محمد ابراہیم آرویؒ اور شیخ محمد حسینؒ بٹالوی ہیں، اور یہ بات شائد قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو کہ ندوہ کی سرگرمیوں میں شیخ محمد حسین بٹالویؒ کی شرکت و شمولیت سید نذیر حسین محدثؒ کی براہ راست ہدایات کے تحت تھی۔ جیسا کہ شیخ محمد حسینؒ نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۶ کے آخر میں لکھا ہے:

> خاکسار کو کان پور کے مدرسہ دار العلوم کے جلسہ دستار بندی میں شامل ہونے کا نوید پہنچا۔ اور اس کے ساتھ حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کا اس نوید پر تعمیل کرنے کا حکم پہنچ گیا۔ لہذا خاکسار نے عزم کانپور کیا۔ اس تقریب سے امید ہے الہ آباد، آرہ، رحیم آباد ضلع دربھنگہ وغیرہ بھی جانا ہوگا جو صاحب ریلوے لائن پر مسکن رکھتے ہوں اور وہ ملنا چاہیں تو وہ الہ آباد معرفت ڈاکٹر کرامت اللہ ملازم پلٹن نمبر ۵۔ اور آرہ معرفت مولوی ابو محمد ابراہیم ملیں۔

اس کے علاوہ اس کے نمایاں قائدین میں محمد یونس رئیس دتاولی، جناب ثناء اللہ امرتسری وغیرہ اس کے بانیوں میں سے ہیں۔ قاضی سلیمان منصور پوری ایک عرصہ تک اس کے رکن اور معاون رہے۔ اس ادارہ کے کئی شیوخ الحدیث اہل حدیث مسلک کے حامل تھے۔ اور جناب سید سلیمان ندویؒ بھی جناب اشرف علی تھانویؒ کے زیر اثر آنے سے پہلے اہلحدیث ہی سمجھے جاتے تھے جس کا شکوہ کرتے ہوئے جناب شبلی نعمانی نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ عجیب بات ہے کہ میں حنفی ہوں لیکن مجھ سے پڑھنے والے اہلحدیث ہو جاتے ہیں۔ ❶

دار العلوم دیوبند میں نہ تو اہل حدیث اساتذہ کو بغرض تعلیم و تدریس ملازم رکھا جاتا تھا اور نہ وہاں کسی اہل حدیث طالب علم کو داخلہ دیا جاتا تھا ❷ لیکن اس کے باوجود دار العلوم دیوبند کی تعمیر و ترقی میں اہل حدیث حصہ لیتے رہے ہیں۔ ❸

---

❶ ندوہ میں اہل حدیث کے کردار پر تفصیلی گزارشات کسی آئندہ موقع پر ہوں گی۔ انشاء اللہ
❷ جناب ثناء اللہ امرتسری جیسے چند افراد اس سے مستثنی ہیں
❸ اس کی دو مثالیں متفرقات میں نقل کی گئی ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الغرض جماعت اہل حدیث میں سیاسی طور پر کئی قسم کے لوگ شامل تھے کیونکہ جماعت اہل حدیث کوئی ایک سیاسی جماعت نہ تھی کہ سب کا موقف ایک ہی ہو۔ یہ ایک مذہبی جماعت تھی جس کا مقصد کتاب وسنت کی ترویج تھا۔ ۱۹۰۶ء میں قائم ہونے والی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بھی کوئی سیاسی جماعت نہ تھی اور نہ ہی اس میں سارے اہل حدیث شامل تھے۔ شیخ محمد حسین بٹالویؒ اور جناب عبدالجبار غزنویؒ وغیرہ اس میں شامل نہیں ہوئے۔ ❶

نیز جو لوگ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں شامل تھے ان کا سیاسی موقف بھی یکساں نہ تھا۔ مثلاً جناب ابوالقاسمؒ سیف متحدہ ہندوستان کے حامی تھے، اور سیاسی سرگرمیوں کے لئے انہوں نے اہلحدیث لیگ بنا رکھی تھی۔ ❷

نیز آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے علاوہ بھی متحدہ ہندوستان میں اہل حدیث کی تنظیمیں موجود رہیں جن میں غرباء اہلحدیث، موتمر اہلحدیث، انجمن اہل حدیث پنجاب شامل ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں سید محمد داؤد غزنویؒ کی قیادت میں مرکزی جمعیت اہل حدیث قائم ہوئی تو اسکے ساتھ مرکزی جماعت اہلحدیث بھی بن گئی جس کے سرپرست جناب حافظ محمد عبداللہ روپڑیؒ تھے۔ حافظ احسان الٰہی ظہیرؒ نے بھی ایک جمعیت کی داغ بیل ڈالی تھی جس کے صدر جناب عبداللہؒ شیخ الحدیث گوجرانولہ رہے۔ جماعت غرباء اہل حدیث بھی شروع ہی سے سرگرم رہی ہے۔

ان سب تنظیموں، اور اداروں کی چھتری، اہل حدیث کا لقب تھا۔

ہماری اس بات کی وضاحت یوں ہوسکتی ہے کہ فرنگی محلی بھی حنفی ہیں، دیوبندی بھی حنفی ہیں، بدایونی بھی حنفی ہیں، خیرآبادی بھی حنفی ہیں، گولڑوی بھی حنفی ہیں، مارہروی بھی حنفی ہیں، بریلوی بھی حنفی ہیں۔ اور ان سب کی چھتری، حنفی ہونا ہے۔

---

❶ جیسا کہ جناب حافظ عنائت اللہ لکھتے ہیں: اہل حدیث کانفرنس کو مولوی ثناء اللہ مرحوم نے بنایا اور مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ اور حافظ عبداللہ غازیپوریؒ جیسے بزرگوں نے اسکا ساتھ دیا غزنوی بزرگوں نے ساتھ نہیں دیا بلکہ ڈٹ کر مخالفت کی۔ جسر البلیغ۔ ص ۱۴۲۔۱۴۳

❷ اہل حدیث لیگ کے ایک اجلاس کی روداد متفرقات میں نقل کی گئی ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیوبندیوں میں مدنی گروپ بھی حنفی ہے، تھانوی گروپ بھی حنفی ہے، سندھی گروپ بھی حنفی ہے، تبلیغی جماعت والے بھی حنفی ہیں، قاری محمد طیب بھی دیوبندی حنفی تھے اور انہیں دیوبند سے بے دخل کرنیوالے بھی دیوبندی حنفی تھے۔ اور ان سب کی چھتری، دیوبندی حنفی ہونا ہے۔

یہی بات جناب محمد حسین بٹالویؒ نے حکومت کے نام اپنی درخواست میں کہی تھی کہ میں وہابی نہیں ہوں، عامل بالحدیث ہوں اور جن کی میں نمائندگی کرتا ہوں وہ بھی میری طرح عامل بالحدیث ہیں۔ اس لئے مجھے اور جن کی میں نمائندگی کرتا ہوں انہیں وہابی نہ کہا جائے۔ جو وہابی ہیں انہیں وہابی کہو، خواہ وہ اہل حدیث میں سے ہوں، خواہ احناف میں سے، خواہ نیچریوں میں سے۔ اور جو وہابی نہیں ہیں ان کو ایسا مت کہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہلحدیث کی تعریف

کہتے ہیں کہ ۱۳۲۲ھ میں اہلحدیث کے اعیان وارکان لاہور میں جمع ہوئے جن میں شیخ محمد حسین بٹالویؒ بھی شامل تھے۔ اس اجلاس میں اس امر پر بحث ہوئی کہ اہل حدیث کے نام سے کون شخص موسوم ہوسکتا ہے۔ بحث ومباحثہ کے بعد قرار دیا گیا:

اہل حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال، احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے اور جب اس کے نزدیک ثابت ومحقق ہو جائے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی معارض مساوی یا اس سے قوی نہیں پایا جاتا تو وہ ان احادیث وآثار پر عمل کرنے کو مستعد ہو جاوے اور اس عمل سے اس کو کسی امام یا مجتہد کا قول بلا دلیل مانع نہ ہو۔

یعنی اہل حدیث وہ ہے جو براہ راست کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو سرچشمہ ہدایت سمجھتا ہو اور ان ہر دو سے براہ راست استفادہ کرتا ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی ((ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ماتمسّکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنّۃ رسولہ)) پر یقین رکھتا ہو۔ ہر وہ شخص اہل حدیث ہے جو اس طریق پر گامزن ہو خواہ بعض جزئیات میں اہل حدیث کے معروف مسلک کے موافق نہ ہو۔ اسی طرح وہ شخص جو رفع الیدین آمین بالجہر وغیرہ پر کاربند ہو لیکن قرآن وسنت کو براہ راست سرچشمہ ہدایت نہ سمجھتا ہو وہ اہل حدیث نہیں جیسا کہ شوافع اور حنابلہ وغیرہ۔

اہل حدیث کا مسلک دلائل کو ماننا ہے، خواہ دلائل انہیں خود مل جائیں یا کسی اور کتاب سے مل جائیں۔ چاہے حنفی کتاب میں ہوں یا شافعیہ یا کسی اور کی کتاب میں۔ دلیل پر عمل کرنا یا اس کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کی تمیز کرنا یا دلالت ودال مدلول میں مطابقت معلوم کرنا مجتہد کا کام ہے نہ کہ مقلد کا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شیخ محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں:

جو قول کسی حدیث صحیح کے مطابق وموافق ہوگا، وہ مذہب اہل حدیث کہلائے گا اور جو قول جملہ احادیث صحیحہ کے مخالف ومتناقض ہوگا وہ مخالف مذہب اہل حدیث ہوگا اور منجملہ احادیث مختلف الصحت اور متضاد المفاد، جس حدیث کے جس معنے مختار سلف سے کوئی تمسک کرے گا وہ مذہب اہلحدیث ہوگا۔ اگر کوئی شخص کسی حدیث کی صحت میں متردد ہو یا اس کے مقابلہ میں کوئی اور حدیث دستاویز رکھتا ہو اور اس حدیث کی نظر سے وہ اس حدیث میں تاویل کرتا ہو، وہ منکر حدیث نہیں ہے۔ جو اہل حدیث عالم یا کوئی حنفی المذہب، سورۃ فاتحہ کو واجب نہ سمجھے اور اس پر کسی آیت مثلاً ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآن﴾ یا حدیث مثلاً ((من كان لـه امام))❶ یا حدیث ((اذا قرء فانصتوا))❷ سے اس کو صحیح سمجھ کر استدلال کرے وہ بھی اہلحدیث ہے۔ اور جو شخص سورہ فاتحہ کو واجب کہے اور اس پر حدیث ((لا صلوة لمن لم يقرء بامّ القرآن))❸ سے استدلال کرے وہ بھی اہلحدیث ہے۔

○..... جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

اہل حدیث لقب چوں کہ پسندیدہ ہے اس لئے ہمارے بھائی مقلدین اس لفظ کو سنتے ہی کہا کرتے ہیں کہ کیا ہم اہل حدیث نہیں؟ تم ہی اہل حدیث ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن معنی میں اہل حدیث اپنا نام اہل حدیث رکھتے ہیں، ان معنی سے مقلدین اہل حدیث نہیں ہیں۔ اہل حدیث اور مقلدین کے طریق عمل بالحدیث الگ الگ ہیں تو بموجب اصول مسلمہ حدیث کو دوم درجہ قرآن سے سمجھ کر، اور قرآن شریف کے بعد تلاش مسائل کے وقت پہلی نظر حدیث پر ڈالتے ہیں۔ اگر باقاعدہ حدیث سے وہ مسئلہ مل گیا تو پھر انہیں اس بات کی پروا نہیں رہتی کہ اس مسئلہ میں کسی کا کیا مذہب ہے، اور کسی کا کیا خیال؟ زید کیا کہتا ہے اور عمرو کیا فرماتا ہے؟ بلکہ وہ بے کھٹکا اس پر عمل کر لیتے ہیں۔

---

❶ سنن ابن ماجہ کتاب الصلوۃ، باب اذا قرء الامام فانصتوا، رقم الحدیث: ۸۵۰
❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب التشہد فی الصلوۃ، رقم الحدیث: ۶۳-۴۰۴
❸ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب وجوب قرائۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، رقم الحدیث: ۳۶-۳۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے فتووں میں مقدم قرآن اور حدیث لکھ کر کسی کا قول لکھتے ہیں تو بطور تائید کے لکھتے ہیں نہ کہ اثبات مدعا کے لئے۔ ان کے دلائل میں سوائے قرآن وحدیث کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور یہی طریقہ تمام سلف صالحین کا تھا۔ مگر ہمارے بھائیوں کا یہ طریق نہیں بلکہ وہ اپنی دلیل اپنے امام کا قول نقل کر کے اکثر تو اسی پر قانع ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی مخالف کا خوف ہو تو اس قول کی محض تائید کے لئے کسی حدیث کی تلاش کریں گے۔ ملی تو فبھا ورنہ اتنا ہی کافی ہے کہ ھی روایۃ عن الامام ''یہی روایت امام صاحب سے ہے'' اور اگر کوئی حدیث امام کے مذہب کے خلاف ملی، تو یہ تو ان سے ہو ہی نہیں سکے گا کہ امام کے قول کو بحسن ظن سردست چھوڑ دیں، اور حدیث مصطفیٰ فداہ ابی وامی ﷺ پر عمل کریں۔ نہیں، بلکہ سردست حدیث رسول ﷺ کو بایں تاویل چھوڑ دیں گے کہ خدا جانے یہ حدیث کیسی ہے؟ صحیح ہے یا غیر صحیح۔ پھر اگر صحیح ہے تو منسوخ ہے یا غیر منسوخ و غیر ذالك من العذرات الباردۃ ۔ مگر اہل حدیث کو ان باتوں کا خیال بھی نہ آئے گا۔ پس یہی وہ بناء ہے جس کی وجہ سے اہلحدیث تو اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں، مقلدین نہیں۔ اور غالباً یہ وجہ بالکل نمایاں ہے جس کی تسلیم میں کسی کو چون و چرا نہ ہوگی۔ میں نے ایک بڑے حنفی عالم سے، جو شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے، یہ اپنے کانوں سنا:

ہم لوگ تو حدیث اس لئے پڑھتے ہیں کہ تم لوگ جو ہمیں تنگ کرتے ہو جواب دے سکیں۔ ورنہ عمل کے لئے ہمیں کیا حاجت ہے۔

جب میں نے حیرانی سے ان کا یہ کلام سنا، تو فرمانے لگے:

آپ حیرانی سے سنتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب ہم مقلد ہیں تو ہمیں اپنے امام کی تحقیق سے کس کی تحقیق اچھی ہے؟ جو کچھ وہ تحقیق کر گئے ہیں ہمارے لئے تو وہی شاہراہ ہے۔

پس یہی وہ فرق ہے جس پر یہ پیارا نام مبنی ہے ورنہ یوں تو کون ہے جو یہ لقب اپنے حق میں نہ چاہتا ہو

و کل یدعی وصلا بلیلی ولیلی لاتقر لھم بذاکا

''ہر ایک لیلی کے وصال کا دعویدار ہے مگر لیلی کسی کے حق میں اقراری نہیں ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقلدین جب دیکھتے ہیں کہ ان کے امام کا کوئی قول کسی وجہ سے مخالف حدیث پڑ گیا ہے تو حدیث کی تاویل کر دیتے ہیں لیکن قول کی تائید سے باز نہیں آتے۔ نیز اگر کسی مقتدا و امام نے کسی ایسی روایت سے تمسک کیا ہے جو عند التحقیق ضعیف بلکہ منکر بلکہ باتفاق محدثین غیر ثابت و بے اصل یا غیر مرفوع ہے تو اس کا حال معلوم ہو جانے پر بھی اس امام کے مقلدین نے اس قول کو نہیں چھوڑا۔ یوں ان لوگوں نے عملاً حدیث کو مرجع شرع نہیں جانا گو اعتقاداً و لفظاً حدیث کے قائل ہو گئے ہیں۔ نیز ہر فرقے کے متاخرین نے احادیث نبویہ کو ملحوظ رکھے بغیر اپنے اپنے امام و مقتداء کے اقوال کو اصول قرار دے کر ان پر تخریجات و تفریعات کا دروازہ کھول دیا جس سے عام علماء اس وہم میں پڑ گئے کہ یہ تخریجات بھی امام کے قول ہیں۔ اور انہوں نے کتب فقہ کی ہر جزئی کو وحی آسمانی کی طرح سمجھ لیا۔ یوں انہوں نے آئمہ کے اقوال کو حدیث کی طرح اصول قرار دیا۔ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ باب حکایت حال الناس کی فصل مما یناسب ھذا المقام میں اس کا ذکر کیا ہے۔

لیکن اہلحدیث نے اعتقاداً و عملاً سر مو حدیث نبوی سے تجاوز نہیں کیا۔ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے نہ تو کسی امتی کی مخالفت کی پرواہ کی (خواہ وہ کتنا بڑا آدمی کیوں نہ ہو) اور نہ کسی ضعیف حدیث پر اپنے احتجاج کی بنیاد رکھی۔

اگر کوئی مقلد ایسا ہی سعید ہو کہ ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہے کہ کوئی مسئلہ بغیر ثبوت قرآن و حدیث کے نہ مانے اور ہر مسئلہ میں اہل حدیث کی طرح مقدم قرآن و حدیث ہی سے استدلال کرے، جس مسئلہ کی گواہی یہ دو عادل گواہ (قرآن و حدیث) دیں اسی کو واجب التسلیم جانے اور جس کی بابت یہ گواہی نہ دیں اسے متروک سمجھے، تو ایسے صاحب بھی اہل حدیث کے محاورے میں اہلحدیث ہی ہیں گو ان کے نام کے ساتھ حنفی شافعی وغیرہ پچھلوں کی طرف سے ملائے گئے ہوں لیکن قلیل ما ھم

اس بیان سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ اہل حدیث کی غرض و غائت گروہ بندی سے نہیں تھی، اور نہ ہے۔ بلکہ ان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک محقق کو شامل ہے جو شخص اپنی تحقیق کا مدار آزادانہ قرآن و حدیث پر رکھے، وہ اہل حدیث ہے گو اس کی تحقیق کسی مسئلہ میں کسی امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یا محدث کے رائے کے خلاف بھی کیوں نہ ہو۔ ❶

○.....شیخ محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں:

مذاہب اربعہ ان مجموعہ مسائل کا نام ہے جو کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ واجماع وقیاس سے ماخوذ ہیں، ان مذاہب کی حقیقت معلوم ہونے سے فوراً سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان میں سے جو حصہ حدیث سے ماخوذ ہے وہ جیسا کہ مذہب حنفی یا شافعی کہلاتا ہے، ویسا ہی وہ مذہب اہلحدیث بھی کہلاسکتا ہے۔ اور مذہب اہلحدیث میں اور ان مذاہب میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، نہ نسبت تضاد جو قسیموں میں ہوتی ہے۔ لہذا جو حصہ ان مذاہب کا حدیث سے ماخوذ ہے وہ مذہب حنفی شافعی بھی کہلائے گا اور مذہب اہلحدیث بھی، اور جو حصہ ان مذاہب کا قیاس سے ماخوذ ہے وہ مذہب حنفی وشافعی کہلائے گا، اس پر مذہب اہل حدیث کا لقب صادق نہیں آئے گا۔

اگر ان مذاہب اربعہ اور مذہب اہلحدیث کے اہل، یعنی انکے مضاف اور ان مذاہب کی طرف منسوب اشخاص کو دیکھا جاتا ہے تو ان میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت مشاہدہ میں آتی ہے جس میں ایک مادہ اجتماع ہوتا ہے دو مادہ افتراق۔ کیونکہ بعض تابعین مذاہب اربعہ تقلید اور پیروی آئمہ مذاہب کی نظر سے ایسے ہیں جو شافعی وحنفی وغیرہ بھی کہلاتے ہیں اور عموماً عمل و استدلال حدیث کی نظر سے اور خصوصاً بعض مسائل میں تقلید امام مذہب چھوڑ کر حدیث صحیح کی پیروی کرنے کی وجہ سے اہلحدیث کہلانے کے بھی مستحق ہیں اور کہلاتے ہیں۔ ان کی مثال آئمہ متقدمین میں سے امام ابوجعفر طحاویؒ ہیں جن کی حنفیت تو مسلمہ کل ہے اور اہلحدیث ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ جس جگہ وہ شرح معانی الآثار میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو موافق صحیح حدیث نہیں پاتے، وہاں ان کی تقلید وتائید سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اعتقاد تحقیق میں اور ہمارے شیخ، شیخ الکل (سید نذیر حسین محدثؒ) کی تحقیق اعتقاد میں فقہاء عراق سے اکثر ایسے ہی تھے۔ اور فقہاء ماوراء النہر میں ایسے کم تھے۔ اور متاخرین سے شاہ ولی اللہ اور ان کی اولاد امجاد ہیں، جن کا اہل حدیث اور حنفی ہونا ان کی تصانیف سے عیاں ہے۔

---

❶ منقول از اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسینؒ صاحب شمس العلماء دہلوی بھی ایسے ہی تھے کہ وہ اہلحدیث کے سردار بھی تھے اور حنفی بھی کہلاتے۔ اور حنفی مذہب کی کتب متون و شروح اور فتاوی پر فتوی دیتے۔ ان ہی کی یہ روش ایک مدت مشاہدہ کر کے..... خاکسار خود بھی اولاً حدیث پر عمل کرتا ہے اور اس کے مطابق فتوی دیتا ہے۔ پھر جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح نہ ملے اور اجتہاد کی ضرورت پڑے تو وہاں امام ابوحنیفہؒ کے اصول و فروع مذہب پر عمل و استدلال کرتا ہے۔

مذہب اہل حدیث، مذاہب اربعہ مشہورہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) وغیرہ کی طرح مدون نہیں۔ بس ایک رسالہ درر بہیہ اور اس کی شرح ذراری مضیہ قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کی تالیف ہے۔ ان میں کمی بیشی کر کے نواب صاحب بھوپال نے ہندی میں 'فقہ مغیث' اور عربی میں روضہ ندیہ نام رکھ کر چھپوایا ہے۔ لیکن جیسا کہ فقہ حنفی وغیرہ میں رسم المفتی لکھی گئی ہے چنانچہ درمختار اور اسکے حواشی میں مرقوم ہے، اس مذہب اہلحدیث کی رسم المفتی کوئی نہیں لکھی گئی۔ لہذا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی شخص کے قول کو مذہب اہل حدیث کے موافق یا مخالف ٹھہرانے کی کیا صورت ہوگی، اور اس موافقت یا مخالفت کی کسوٹی کیا ہوگی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اہل حدیث کا مذہب، حدیث صحیح ہے، جس کو اکابر مجتہدین نے اذا صحّ الحدیث فھو مذھبی کہہ کر اپنا مذہب بتایا ہے۔ خواہ وہ حدیث متعلق احکام ہو، خواہ متعلق اعتقاد، قصص و اخبار ماضیہ کے متعلق ہو، خواہ متعلق واقعات آئندہ دنیاویہ، برزخیہ، حشریہ، اخرویہ۔ تفسیر و تشریح احکام قرآن کرتی ہو خواہ نئے احکام شرعیہ کی مثبت ہو۔ پس جو قول کسی حدیث صحیح کے مطابق و موافق ہوگا وہ مذہب اہل حدیث کہلائے گا، گو اور مذاہب کے لوگ بھی اس کو اپنا مذہب بناویں، اور جو قول جملہ احادیث صحیحہ کے مخالف و متناقض ہوگا، وہ مخالف مذہب اہلحدیث ہوگا، خواہ کوئی شخص اس کو اپنا مذہب ٹھہرائے۔

○.....شیخ محمد حسین بٹالویؒ کہتے ہیں:

ہر چند مذہب ایک ادعائی امر ہے۔ ہر شخص جس مذہب کو چاہتا ہے، اس کا مدعی بن جاتا ہے جیسا مشرکین مکہ کا یہ ادعا تھا کہ ابراہیمی ملت پر ہم ہی ہیں، اور وہ آنحضرت ﷺ اور ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے پیرو مومنین کو صابی (یعنی دین ابراہیم سے خارج) کہتے تھے۔عصر نبوی کے اہل کتاب دعوی کرتے کہ مومن ہم ہی ہیں اور ہم ہی بہشت میں جاویں گے۔اور مومنین قرآن کو وہ لائق بہشت نہ جانتے تھے۔مسلمانوں میں سے فرقہ خوارج مدعی تھا کہ مسلمان ہم ہی ہیں اور دوسرے اسلامی فرقوں کو وہ خارج از اسلام سمجھتے.....

اس ادعا کے مقابلہ میں ہر مذہب کے حامیوں اور سچے پیروان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جس شخص کو اپنے مذہب کا حقیقی اور اصلی پیرو نہ جانیں اس کو مذہب سے خارج کریں، مگر اس میں شرط انصاف یہ ہے کہ جس مذہب سے وہ اس کو خارج کریں اس کے واقعی اور مسلمہ اصول کی عدم تسلیم کی شہادت سے خارج کریں۔

ہر چند یہ اصول مسلمہ ہے کہ لازم المذھب لیس بمذھب یعنی کسی مذہب سے ایک بات صرف مفہوم ہو اور لازم آتی ہو، تو وہ عین مذہب نہیں ہو جاتا۔مگر جب لزوم سے التزام تک نوبت پہنچ جائے تو اس وقت امر مستلزم کو مستلزم کا مذہب ٹھہرا دینا خلاف انصاف نہیں ہے۔

اسی لئے قرآن نے مشرکین مکہ کو ملت ابراہیمی سے خارج کیا، اور ان کا نام مشرک رکھا، اور دین اسلام کو ملت ابراہیمی بنایا، کیونکہ وہاں التزام شرک تھا، اس التزام کے ساتھ ان کا ابراہیمی کہلانا خلاف انصاف تھا، کیونکہ حضرت ابراہیمؑ مشرک نہ تھے:

﴿مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (آل عمران:٦٧)

اسی التزام کے سبب اہل کتاب کو مومنین سے خارج کیا اور مشرک بنایا (آیت مذکورہ بالا ملاحظہ ہو)۔

اسی التزام نے خوارج کو خارجی بنایا اور سنی مسلمانوں سے خارج کیا۔

اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار و تابعین ابرار و محدثین اخیار ہیں، جس مسئلہ اعتقادیہ و عملیہ میں صریح سنت نبوی کا علم نہ ہو، اس مسئلہ میں اہل حدیث کا متمسک آثار سلفیہ ہوتے ہیں اور وہی مذہب اہلحدیث کہلاتا ہے، جس کو متون و شروح کتب حدیث و فقہ وغیرہ میں اہلحدیث سے منسوب کیا گیا ہے، اور جس قول کا قائل بجز اہل بدعت معتزلہ وغیرہ یا فلاسفہ یا متکلمین کوئی معلوم نہ ہو، اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سلف صالحین صحابہ وتابعین اوران کے اتباع محدثین سے کسی ایک شخص سے بھی وہ قول مروی و منقول نہ ہو، وہ مذہب اہل حدیث نہ ہوگا۔

معیار اول کی نسبت اگر کوئی یہ کہے کہ احادیث صحیحہ کی صحت میں اختلاف ہوتا ہے، ایک امام ایک حدیث کو صحیح کہتا ہے، دوسرا اس کو ضعیف قرار دیتا ہے۔ اور بعد تسلیم صحت واتفاق ان احادیث صحیحہ میں تعارض وتخالف ہوتا ہے۔ ایک حدیث صحیح ایک امر کی مجوز ہوتی ہے، دوسری مانع۔ اور بصورت عدم تعارض احادیث ایک ہی حدیث صحیح کے معنی میں اختلاف ہوتا ہے۔ ایک عالم محدث ایک حدیث کے کچھ معنی کرتا ہے دوسرا کچھ اور۔ پس ان صورتوں میں مذہب اہل حدیث کون سا قبول ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ من جملہ احادیث مختلفۃ الصحۃ اور متضاد ومختلفۃ المفاد اور مختلف الوجوہ والمعانی، جس حدیث کے جس معنی مختار سلف سے کوئی تمسک کرے گا وہ مذہب اہل حدیث کہلائے گا۔ اسی نظر سے ہم نے تعریف مذہب اہل حدیث میں کسی حدیث کا لفظ اختیار کیا ہے۔

دوسرے معیار پر شائد یہ سوال ہو کہ اقوال اہل حدیث وآثار سلف میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک صحابی یا تابعی یا کوئی اہل حدیث کچھ کہتا ہے، دوسرا کچھ اور۔ بعض اوقات ایک ہی صحابی وتابعی واہل حدیث سے دو قول مختلف مروی ہوتے ہیں، پھر مذہب اہل حدیث کون سا قول قرار دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بصورت اختلاف اقوال قواعد رسم المفتی مقررہ مذاہب اربعہ کے مطابق قوت ماخذ اور رتبہ ناقل ان الفاظ روایت کو دیکھا جائے گا، اور جو شخص کہ قوت موازنہ نہیں رکھتا، اس کو اختیار ہوگا کہ وہ جس صحابی یا تابعی یا اہل حدیث کے قول کو چاہے، اخذ کرے۔ من تبع عالماً لقی اللّٰہ سالماً

اور ایسے قول سے بچے جس کا سلف صالحین اوران کے اتباع اہل حدیث سے کوئی قائل نہ ہو اور کبراء اہل حدیث سے منقول ہے:

ایّاك ان تقول قولاً لیس لك فیه من السّلف امام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس اصول کی دلیل یہ ارشاد ہے:

﴿ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ (مائدہ:٦٨)

لستم علی شیءٍ من الدّین ولا فی ایدیکم شیء من الحقّ والصّواب(تفسیر کبیر) علی شیء دین ۔ ویصح ان یسمی شیئا لانّه باطل ۔ من ربکم ومن اقامتها الایمان بمحمد ﷺ۔ ❶

''یعنی اے اہل کتاب تم کسی دین پر نہیں ہو، جب تک کہ تم توریت اور انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اترا ہے قائم نہ رکھو۔''

یہ آیت یہودیوں کے اس قول کے جواب میں نازل ہوئی تھی جو انہوں نے کہا تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ اقراری ہیں کہ توریت حق ہے۔ سو ہم اس کتاب کو مانتے ہیں۔ اس کے سوا اور کتاب (قرآن) کو نہیں مانتے۔ ایسا ہی تفسیر کبیر میں منقول ہے۔

روی عن ابن عباس انّه جاء جماعة من الیهود وقالوا یا محمّد انت تقر ان التوراة حق من اللّه تعالی، قال بلی، قالوا فانّا نؤمن بها ولا نؤمن بغیرها،فنزلت۔ ❷

اس مضمون کی ایک اور آیت یوں ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ (البقرہ:٢٠٨)

نزلت فی عبد اللّه بن سلام واصحابه لما عزوا السبت وکرهوا الابل بعد الاسلام۔ ❸

---

❶ بیضاوی۔ ج ا ص ۴۴

❷ تفسیر کبیر۔

❸ جلالین ومثله فی التفسیر الکبیر ج ۲ ص ۲۷۶ والبیضاوی ص ۱۰۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو)۔

یہ آیت ان مومنین اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد بعض احکام اسلام (اونٹ کو حلال جاننے) سے پرہیز کیا اور اس کے مقابلہ میں غیر اسلامی حکم (اونٹ کو مکروہ ماننے) پر عمل کرنے کا ارادہ کیا۔ ایسا ہی جلالین و بیضاوی وتفسیر کبیر میں کہا ہے۔

ان آیتوں میں ان کو ڈرایا اور فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو پورے مسلمان نہ ہوگے۔ ان دو آیتوں نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ جو شخص احکام یا اخبار یا عقائد اسلام میں سے کسی ایک حکم یا عقیدہ یا خبر کی تسلیم سے انکار کریگا اور ان کے مقابلہ میں غیر اسلامی احکام، اخبار عقائد کو پسند کرے گا، تو وہ مسلمان نہ ہوگا۔

ان ہی آیات کے مطابق احادیث نبویہ کا فیصلہ ہے۔ بہت سی احادیث صحیحہ میں قرارداد اسلام سے نفرت وانکار اور غیر اسلامی طریق وقرارداد کے ارتکاب پر لیس منّا (وہ شخص ہم میں نہیں) فرمایا گیا ہے۔ یہاں تین حدیثوں کے بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اول:

((فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی)) ❶

آں حضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص میری سنت سے نفرت کرے گا وہ مجھ سے نہ ہوگا۔ دوم: قال رسول اللّٰہ ﷺ

((لا یؤمن احدکم حتّی یکون ھواہ تبعاً لّما جئت بہ)) ❷

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہشیں ان کے تابع نہ ہوں جو میں لے کر آیا ہوں۔ سوم:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم الحدیث: ۵۰۶۳ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ، رقم الحدیث: ۵۔۱۰۴۱

❷ رواہ فی شرح السّنّۃ، ج ۱/ص ۲۱۲، ۲۱۳ والاربعین، رقم: ۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قال رسول اللّٰہ ﷺ:((ابغض النّاس الی اللّٰہ ثلاثۃ، ملحد فی الحرم ومبتغ فی الاسلام سنّۃ الجاھلیّۃ ومطلب دم امری مسلم بغیر حق لیھریقہ)) ❶

آنحضرت ﷺ نے فرمایا سب لوگوں سے ناخوش تر اللہ کے نزدیک تین شخص ہیں حرم میں رہ کر الحاد کرنے والا، مسلمان ہو کر غیر اسلامی طریق کی تلاش کرنے والا، مسلمان کی ناحق خون ریزی چاہنے والا۔

ان ہی احادیث کے فیصلہ کے مطابق فقہائے اسلام میں یہ مسئلہ مسلمہ چلا آتا ہے کہ جو شخص تمام انبیاء کو مانتا ہے مگر ایک نبی کو نہیں مانتا۔ یا وہ تمام احکام اسلام کو مانتا ہے مگر ایک حکم اسلامی (مثلاً نماز یا زکوۃ) کو یا ایک خبر شارع متعلق واقعات گزشتہ یا آئندہ حشر یہ، برزخیہ وغیرہ کو نہیں مانتا، وہ مسلمان نہیں ہے۔

اسی فیصلہ کتاب وسنت واتفاقیہ مسئلہ مسلمہ علمائے ملت کے مطابق (حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ عمل کتب سنت میں ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے بنی یربوع وغیرہ ☆ کو صرف ایک حکم زکوۃ سے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد قرار دیا اور ایک اسلامی انتظام میں خلل انداز قرار دے کر تہہ تیغ کیا۔ ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امرئ بغیر حق، رقم الحدیث:۶۸۸۲

❷ صحیح مسلم، کتاب الیمان، باب الامر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ، رقم الحدیث:۳۲-۲۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہلحدیث کے چند عقائد

عہد صحابہ وتابعین میں اسلام کی سادگی اس کا طرہ امتیاز تھا۔ بعد میں اسے اصطلاحی عقل اور عرفانی فلسفہ کے ساتھ آمیز کرنے کی کوشش کی گئی تو نتیجہ میں اعتزال اور جہمیت پیدا ہوئی۔ خلق قرآن اور صفات باری تعالی کی عینیت اور غیریت کے بے ضرورت مباحث پیدا ہوئے۔ اسلام کو نصوص اور عقل کی روشنی میں سمجھنے کی بجائے اسلام کے بعض اساسی اور بنیادی مسائل کا انکار کیا جانے لگا۔ توحید باری تعالی کے باب میں معتزلہ جہمیہ وغیرھم نے صفات باری تعالی کا انکار کر کے تعطیل کی راہ اختیار کی اور توحید باری تعالی کا سلبی تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ ان کے مقابل مجسمہ تشبیہہ کے قائل ہو گئے۔ اس دور میں متکلمین اہل سنت (اشاعرہ اور ماتریدیہ) نہ معتزلہ کا ساتھ دے سکے اور نہ ان کا توڑ پیش کر سکے۔ ابن قیم نے خوب کہا ہے: لالاسلام نصروا و لاللفلاسفة کسروا ''نہ اسلام کی کوئی خدمت کر سکے اور نہ فلاسفہ کا مقابلہ کر سکے۔'' مگر آئمہ اہل حدیث نے راہ اعتدال اختیار کر کے توحید کے مسئلہ میں ان کا رد کیا۔ صفات کی حقیقت کو تسلیم فرمایا اور تشبیہہ کی نفی فرمائی۔

امام ابوالحسن اشعریؒ (۲۶۰ھ۔۳۲۵ھ) سلف اہلحدیث کے عقائد یوں لکھتے ہیں:

اللہ کا اقرار کرنا، اس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو صحیح قرار دینا، اس کے رسولوں کو ماننا، فرشتوں پر ایمان، اللہ کی نازل شدہ کتابوں پر ایمان، جو احکام اللہ کی طرف سے نازل ہوئے اور احادیث کا جو ذخیرہ ثقہ راویوں نے نبی ﷺ سے روایت کیا اور پھر اسے امت تک پہنچایا، اس کی حقانیت کا اقرار کرنا اور ان میں سے کسی چیز کی بھی تردید نہ کرنا۔ تقدیر پر ایمان۔

ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ ایک ہے اور بے نیاز ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی بیٹا ہے، نہ بیوی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝﴾ (سورۃ الاخلاص)

اللہ ہمیشہ سے زندہ ہے۔ عالم، قادر، سمیع، بصیر، عزیز، عظیم، جلیل، کبیر، کریم، ارادہ کرنے والا، جواد ہے۔

اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ محمد ﷺ، اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں۔ وہ معراج نبوی کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک جنت برحق ہے، جہنم بھی برحق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیامت ضرور آئے گی اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

﴿وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝﴾ (الحج:۷)

وہ نبی ﷺ کی شفاعت کا اقرار کرتے ہیں، ان کے نزدیک عذاب قبر، حوض کوثر، پل صراط، موت کے بعد زندہ ہونا، اور حساب برحق ہے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ زمین میں خیر و شر وغیرہ جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوتا ہے اللہ کی مشیت سے ہوتا ہے اور تمام امور اللہ کی مشیت کے تابع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔ ہر شئے کا خالق صرف اللہ ہے۔ خیر و شر کے تمام معاملات اللہ کی قضا و قدر کے تابع ہیں۔ نفع و نقصان کا سلسلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک قرآن غیر مخلوق ہے۔ قیامت کے دن مومنوں کو اللہ کا دیدار ہوگا۔

وہ کہتے ہیں کہ ایمان انسان کے قول و عمل سے عبارت ہے اور ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ وہ کبائر کے مرتکبین کیلئے جہنمی ہونے کی گواہی نہیں دیتے اور نہ موحدین کے لئے جنت کو حتمی سمجھتے ہیں۔ بلکہ یہ سب معاملات اللہ کے سپرد ہیں۔

اہل حدیث، جبر و قدر کے معاملات میں بحث و تمحیص سے بچتے ہیں اور ہر اس بات کو مبنی برصحت کہتے ہیں جو صحیح احادیث میں ہے یا جس بات کا ثبوت ان آثار سے ملتا ہے جو ثقہ عادل راویوں کے ذریعہ ہم تک پہنچا۔

اہل حدیث، دینی مسائل میں کیوں ہوا؟ اور کیوں کر ہوا؟ کہنے کے عادی نہیں۔ وہ لم اور کیف کو صحیح نہیں قرار دیتے۔

اہل حدیث، صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں لیکن ان کے مشاجرات کے بیان سے دور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہتے ہیں۔ کتاب وسنت کو حجت تسلیم کرتے ہیں:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ (النساء:۵۹)

اہل حدیث دینی امور میں بدعات سے دور رہتے ہیں انہی باتوں کو لائق اتباع سمجھتے ہیں جن کا اللہ اور رسول نے حکم دیا ہے۔ ❶

ہندوستان میں ایک عرصہ تک مسلمانوں کے عقائد واعمال صحابہ اور تابعین کے نہج پر موجود رہے۔ پھر آہستہ آہستہ تقلید اور ہندو فلسفے کے زیر اثر معاملات بگڑنے لگے، ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کی بہت سی مذہبی رسوم کو علی الاعلان شرف قبولیت بخش دیا گیا۔ شرک و بدعت کا زور ہوا۔ توحید اور کتاب وسنت کو پس پشت ڈالا گیا۔ اہل حدیث نے ان فتنوں کا مقابلہ کیا۔ شاہ محمد فاخر زائرؒ نے نجاتیہ اور شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ نے تقویۃ الایمان لکھ کر اسلامی عقائد کو نکھارا اور شرک و بدعت کا رد کیا۔ اور شیخ محمد حسین بٹالویؒ اور جناب ثناء اللہ امرتسریؒ وغیرہ نے اپنی کتب اور رسائل میں ان عقائد کو آسان اور عام فہم انداز میں بیان کیا۔ ہم ہندوستان میں اہل حدیث کے بعض عقائد انہی کتابوں سے اقتباسات پیش کر کے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔

اللہ کی ذات وصفات

شاہ محمد فاخر زائرؒ نے رسالہ نجاتیہ میں لکھا ہے:

منجملہ دیگر صفات، اللہ تعالیٰ کے لئے ارادہ، مشیت، فعل، پیدا کرنا، رزق دینا، اور تکوین وغیرہ صفتیں بھی ثابت ہیں۔ کتاب وسنت میں رضا، غضب، لعن، سخط، تاسف، کرہ، مجی، مکر، کید، قرب وبعد، عزت، نظر، ضحک، فرح، بغض، تعجب، منع، عطا، معیت، عندیت، خلافت، صحبت، نفی ولد اور نفی شریک وغیرہ خدا کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ نیز اس کے لئے نفس، ذات، صوت، اصبع، یمین، شمال، ید، ساق، قدم، حقو، اور جنب کا اطلاق بھی آیا ہے۔ اللہ کی صفات میں متکلمین کا یہ قول کہ وہ جوہر، عرض، محدود، معدود، متبعض اور متحیز نہیں ہے، اور نہ ہی کسی مکان میں ہے، بدعت ہے۔

---

❶ مقالات الاسلامیین جلد دوم، منقول از برصغیر میں اہلحدیث کی آمد۔ ص ۱۴۹۔۱۵۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہاں اس کے لئے آٹھ صفات ثابت ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پس جن صفات کا اطلاق اللہ کیلئے قرآن وحدیث میں آیا ہے ان پر بلا چون وچرا اور بلا تاویل ایمان لانا فرض ہے۔ اس کیلئے ضد، ند، شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔ معاون ومددگار سے پاک ہے۔ غیر کے ساتھ کبھی متحد نہیں ہوتا۔ وحدت وجود باطل ہے اور استوی علی العرش کا مسئلہ وجودیوں کے مذہب کی تردید کے لئے برہان قاطع ہے۔

کتاب اللہ میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ صفات، خدا کی ذات کا عین ہیں یا اس سے کوئی شئے زائد ہیں۔ ہاں اس قدر موجود ہے کہ وہ جملہ صفات کمال سے متصف اور تمام اوصاف جمال وجلال کا حامل ہے۔ صفات کی نفی کرنے والے کے حق میں بڑا خطرہ ہے۔ جو لوگ صفات کو اللہ کی ذات کا عین کہتے ہیں، جو نہ عین اور نہ غیر کہتے ہیں، اور جو صفات کو ذات پر زائد اعتبار کرتے ہیں، یہ سب لوگ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں جن کے وہ مکلّف نہیں ہیں۔ اور اعتقادات میں وہ وہ چیزیں داخل کر رہے ہیں، جو ہرگز عقائد میں داخل نہیں ہیں۔

سلف صالحین صحابہ کرام، تابعین عظام، آئمہ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات اور اسکی صفات اسی طرح ہیں جس طرح کہ خود اس نے قرآن میں بیان فرمائی ہیں۔ اس نے قرآن میں اپنی جو صفت بیان کی ہے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسے اسی کے ساتھ موصوف سمجھیں، اور جس چیز سے اس نے اپنے آپ کو پاک کہا ہے، ہم اس کو اس سے پاک ومنزہ ہی خیال کریں۔ اس نے اپنے لئے جو صفات ثابت کی ہیں، وہ ثابت ہیں اور جن کی نفی کی ہے ان کو ہرگز اس کی طرف منسوب نہ کریں۔ غرض خداوند کریم کی صفات کے اثبات یا نفی میں کتاب وسنت کی اقتداء لازم ہے۔ وہ ایک ہے، ازل سے ابد تک موجود ہے۔ جملہ صفات کمال کے ساتھ متصف ہے۔ اسے کھانے پینے کی حاجت نہیں ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ ہی کسی کا بیٹا۔ ہمسر سے پاک ہے۔ حکیم ہے۔ ہر کام حکمت سے کرتا ہے، فعال ہے جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اسکے تمام کمالات بالفعل ہیں۔ قدیم سے ہے اور صفات ازلیہ حیات، علم، ارادہ، تکوین، کلام، سمع، بصر اور قدرت اسکے ساتھ قائم بالذات ہیں۔ قرآن کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کے علاوہ سمع اور بصر اللہ تعالی کی دو الگ مستقل صفات ہیں۔ اسلئے سمیع کا معنی علیم بالمسموعات، بصیر کا معنی علیم بالبصرات، کرنا قرآن وحدیث کی تحریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے، کیونکہ جس سے سمع و بصر کی نفی ہوگی اس کو سمیع و بصیر نہیں کہہ سکتے۔ اور اس معنی کی قباحت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

اللہ کی صفت کلام

شاہ فاخر زائرؒ کہتے ہیں:

یہ خیال کہ اللہ کے کلام کیلئے حرف اور آواز نہیں ہے، قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ اور اس کا بے حرف و آواز کلام کرنا سمجھ میں نہیں آتا، جس طرح انسان سے تمام اعضاء جدا کر دیئے جائیں تو اسے انسان نہیں سمجھا جاتا۔

قرآن کریم خدا کا کلام غیر مخلوق ہے، اسی کی طرف سے شروع ہوا اور اسی کی طرف لوٹے گا۔ اس کے لفظ اور معنی اللہ کی طرف سے ہیں۔ جبریل صرف ناقل ہیں اور محمد ﷺ اس کے مبلغ۔ اس مقدس کلام کا جو حرف یا جو جملہ مخلوق کی زبان پر جاری ہوتا ہے، وہ اللہ کا کلام ہے جو فی الواقع جبریل نے سنا ہے۔ اور بالیقین محمد ﷺ پر اتارا ہے۔ جو شخص اسے فرشتہ یا کسی انسان کا کلام کہے اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اپنے کلام کرنے کا طریقہ اللہ ہی جانتا ہے اور اس کی کیفیت اسی کے علم کے سپرد ہے۔

تعالی اللّٰہ ان یّکون شبیھاً بمخلوقاته فی شیء من ذاته و صفاته

کیا کلام کرنے کیلئے اللہ گلے اور زبان کا محتاج ہے؟ کلام کرنے کے طریقہ کو اسی طریقہ میں جو حیوانات میں جاری ہے، منحصر سمجھنا درست نہیں ہے۔ اس خیال محال نے بہت سے لوگوں کو تاویل پر مجبور کیا ہے، اور ساحل نجات سے دور لے جا کر گرداب اضطراب میں غرق کر دیا ہے۔ صحیح اور درست بات یہ ہے کہ جو کچھ کتاب وسنت میں آیا ہے، بلا چون وچرا اس پر ایمان لایا جائے۔ جب آنحضرت ﷺ کے معجزات میں کنکروں، پتھروں اور درختوں کے کلام کرنے اور تسبیح پڑھنے میں تکلم کا معروف طریقہ استعمال نہیں کیا گیا تو اگر اللہ تعالی، جو ہر چیز پر قادر ہے، اس طریقہ سے بے نیاز ہو کر کلام کرے تو اس میں کون سا استحالہ لازم آتا ہے اور جس کلام نفسی کا اشاعرہ کی کتابوں میں تذکرہ ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بو تک موجود نہیں ہے اور اس کے اور اللہ کی صفت علم کے مابین بجز فرق اعتباری کے تمیز کرنا مشکل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

استواء علی العرش

شاہ فاخر زائرؒ کے مطابق اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ

اللہ آسمانوں سے اوپر عرش بریں پر بلند ہے۔ عرش اور اس سے نیچے کی جملہ کائنات کو اللہ تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو رائی کے ایک دانہ کو ایک انسان سے ہوسکتی ہے جو اپنے ہاتھ میں لے لے، اس کا علم بلند اور پست ہر قسم کی موجودات کو محیط ہے، جو کچھ ہو چکا یا جو آئندہ ہو گا سب اس کے احاطہ میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طہ:۵)

''اللہ عرش پر بلند ہوا۔''

عرش پر خدا تعالیٰ کے استواء کا ذکر قرآن مجید میں سات جگہ آیا ہے۔

یہ بھی فرمایا:

﴿اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ (الطلاق:۱۲)

(اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کو گھیر لیا ہے)

اس مضمون کا بھی قرآن کریم میں کئی جگہ ذکر ہوا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس چیز کا ثبوت قرآن میں مل جائے اس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے اور اس کی تاویل کرنا، یا اسے اپنے ظاہری معنوں سے ہٹانا درست نہیں ہے۔

قرآن مجید کی درج ذیل آیات مسئلہ استواء پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں:

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ﴾ (فاطر:۱۰)

''عمل صالح اور کلمات طیبات اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔''

﴿وَرَافِعُكَ اِلَيَّ﴾ (آلعمران:۵۵)

''اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔''

﴿رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ﴾

''اللہ نے اس کو اپنے پاس اٹھالیا۔''

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ (المعارج:۴)

''فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ﴾ (السجدہ:۵)

''آسمان سے زمین تک جملہ کائنات کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر اس کی طرف چڑھ جاتا ہے۔''

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾ (النحل:۵۰)

''فرشتے اوپر کی جانب سے اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔''

﴿تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ (الزمر:۱)

''کتاب کا اتارنا اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہے۔''

﴿أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾ (الملک:۱۶)

''کیا تم آسمان کے رہنے والے سے امن میں ہو گئے ہو۔''

نیز اللہ کا فرعون سے موسیٰ کی اس بات پر کہ میرا خدا آسمان پر ہے، یہ اعتراض نقل کرنا

﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَى إِلَهِ مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا﴾ (المؤمن:۳۶،۳۷)

''اے ہامان میرے لئے ایک اونچا محل تعمیر کر، تاکہ میں آسمان کے راستوں میں پہنچ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں۔ میرے خیال میں وہ ایک جھوٹا انسان ہے۔''

اس پر شاہد ہے کہ اللہ کے لئے صفت علو کے ثبوت میں قرآن میں اس سے بھی زیادہ دلائل مل سکتے ہیں جو اس بات پر نص یا ظاہر ہیں کہ اللہ عرش پر اپنی تمام مخلوقات سے اس طرح جدا اور الگ ہے جس طرح اس کی ذات اقدس کے لائق ہے۔ ہاں اگر اس جیسی نص یا ظاہر اس کے خلاف آجائے تو تاویل سے انکار نہیں ہوسکتا و دونہ خرط القتاد ،اللہ کا فرمان ﴿لیس کمثلہ شیء﴾ اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ مماثلت یا تو جمیع وجوہ سے مراد ہے جس طرح اہل سنت کا مذہب ہے، یا اخص اوصاف میں جس طرح معتزلہ کا مذہب ہے، اور اس جگہ مماثلت کی یہ دونوں صورتیں ناپید ہیں، اور اس سے اللہ کے لئے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف متغیر ہونا بھی، جو حدوث کی علامت ہے لازم نہیں آتا ہے، کیونکہ جس طرح دنیا کو ایجاد کرنے اور اس کا موجد کہلانے سے اس کے لئے تغیر نہیں ہوا ہے، ٹھیک اسی طرح عرش کو پیدا کرنے اور اس پر مستوی ہونے سے بھی کوئی تغیر نہیں ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جس طرح قرآن میں وارد ہونے والی اللہ تعالیٰ کی ہر صفت پر ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح احادیث نبویہ میں آنے والی ہر ہر صفت پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ اس میں کسی طرح کی تحریف و تاویل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ صفات کے متعلق آپ ﷺ سے بے شمار احادیث ثابت ہیں، جن میں سے کچھ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے لوح محفوظ کے حق میں آیا ہے کہ اس پر لکھا ہے:

((سبقت رحمتی علی غضبی فهو عنده فوق العرش)) ❶

''میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے اور لوح محفوظ میں عرش پر اس کے پاس موجود ہے۔''

ایک روایت میں عندہ کی بجائے موضوع فوق العرش ❷ آیا ہے۔ دوسری روایت میں مکتوب عندہ ❸ کا لفظ وارد ہوا ہے۔

۲۔ معراج کے واقعہ میں انس رضی اللہ عنہ سے بخاری میں آیا ہے:

((دنی الجبّار ربّ العزّة وتدلی))

''اللہ رب العزت قریب ہو گیا، اور نیچے اتر آیا۔''

اس واقعہ میں یہ بھی ہے ((قال له موسی ارجع الی ربّك)) ''موسیٰؑ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اپنے رب کے پاس جاؤ'' یہ بھی ہے:

((فعلی به الی الجبّار تبارك وتعالی فقال وهو مكانه))

''فرشتہ آپ ﷺ کو اوپر اللہ کے پاس لے گیا اور اللہ نے اپنی جگہ سے فرمایا۔''

۳۔ بخاری و مسلم میں ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿بل هو قرآن مجید﴾، رقم الحدیث: ۷۵۵۳ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۱۴۔۲۷۵۱

❷ صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ، رقم الحدیث: ۱۶۔۲۷۵۱

❸ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿بل هو قرآن مجید﴾، رقم الحدیث: ۷۵۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((انا امین من فی السماء)) ❶

''میں آسمانوں میں رہنے والے خدا کا امین ہوں۔''

۴۔صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک لونڈی سے سوال کیا:

((این اللّٰہ ؟ فقالت فی السّماء۔ قال انّھا مؤمنة)) ❷

''اللہ کہاں ہے؟ کہنے لگی آسمانوں میں، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایمان دار ہے۔''

۵۔ام المؤمنین حضرت زینبؓ فرماتی ہیں:

((زوّجنی اللّٰہ من فوق سبع سماوات))

''اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے میرا نکاح کر دیا ہے۔''

۶۔ابوداؤد میں فضالہ سے مروی ہے:

((ربّنا الّذی فی السّماء تقدس اسمك)) ❸

''اے آسمانوں میں رہنے والے ہمارے خدا! تیرا نام پاک اور مقدس ہے۔''

۷۔عبداللہ بن عمرؓ سے ترمذی میں روایت ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے:

((ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّماء)) ❹

''تم زمین میں رہنے والوں پر رحم کرو تم پر آسمانوں میں رہنے والہ رحم کرے گا۔''

۸۔امام شافعیؒ اپنی مسند میں انس سے فضائل جمعہ میں یہ حدیث لائے ہیں:

((ھو الیوم الّذی استوی فیه ربّك تبارك و تعالی علی العرش))

''یہ وہ دن ہے جس میں تیرا رب عرش پر بلند ہوا۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث علی بن ابی طالب.....رقم الحدیث:۴۳۵۱

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب تحریم الکلام فی الصلوۃ.....رقم الحدیث:۳۳۔۵۳۷

❸ سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی، رقم الحدیث:۳۸۹۲

❹ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، رقم الحدیث:۱۹۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۹۔ابن ماجہ میں جابرؓ سے روایت ہے:

((فاذا الرب قد اشرف علیھم من فوقھم)) ❶

''ناگہاں اللہ نے اوپر سے ان پر نگاہ ڈالی۔''

۱۰۔شفاعت کے بارہ میں انسؓ سے بخاری میں آیا ہے:

((فادخل علی ربّی وھو علی عرشہ))

''میں اپنے رب پر داخل ہوں گا حالانکہ وہ اپنے عرش پر ہوگا۔''

بخاری میں بعض الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں:

((فاستاذن علی ربی فی دارہ)) ❷

''میں اپنے رب کے گھر جا کر ملاقات کیلئے اذن طلب کروں گا۔''

۱۱۔اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے ہر رات آسمان دنیا کی طرف نزول اجلال فرمانے کی حدیث بہت مشہور ہے۔ ❸ اور تقریباً حدیث کی ہر کتاب میں مسطور ہے۔

غرض اس مسئلہ میں اس قدر احادیث آئی ہیں کہ اس مختصر تحریر میں ان کا شمار کرنا بہت مشکل ہے۔ان احادیث کی بہت بڑی مقدار کتاب العلو امام ذہبیؒ، کتاب النزول و کتاب العرش امام ابن تیمیہؒ اور ان کے تلامذہ کی کتابوں میں آ گئی ہے۔صحابہ کرام، آئمہ مجتہدین اور ان کے شاگردوں کے اقوال اس بارہ میں ان گنت اور بے شمار ثابت ہیں۔مگر آیات قرآن و احادیث رسول اللہ کی موجودگی میں ان کے ذکر کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔بس اللہ کی کتاب اور محمد ﷺ کی احادیث پر ایمان لانے والوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اس عقیدہ سے سرمو انحراف نہ کریں۔بلکہ ایسا اعتقاد رکھنے والوں کے رنگ میں رنگ جائیں اور متاخرین اور دوسرے لوگوں کے اقوال و آراء کی طرف التفات نہ کریں۔

---

❶ سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، رقم الحدیث:۱۸۴

❷ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ، ﴿وجوہ یومئذ ناظرۃ﴾ رقم الحدیث:۷۴۴۰

❸ صحیح بخاری، کتاب التھجد، باب الدعاء والصلاۃ من آخر اللیل، رقم الحدیث:۱۱۴۵ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الترغیب فی الدعاء.....رقم الحدیث:۱۶۸۔۷۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قیامت کے روز خدا کا دیدار

شاہ محمد فاخر زائرؒ رسالہ نجاتیہ میں کہتے ہیں:

قیامت کے روز ان آنکھوں سے خدا کا دیدار برحق ہے، جس طرح چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رؤیت میں بھی کوئی چیز حائل نہ ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رؤیت کسی مکان اور جہت میں نہیں ہوگی۔ شعاع کے اتصال اور رائی و مرئی کے درمیان مسافت کے ذریعہ بھی حاصل نہیں ہوگی، مگر کتاب وسنت اس سے خاموش ہیں۔ رؤیت باری کی احادیث تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اور قرآن مجید کی آیت:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝﴾ (القیامۃ: ۲۲، ۲۳)

''اس روز بہت سے چہرے پر رونق، اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے۔''

اس پر نص صریح اور دلیل قطعی ہے۔ سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے۔ جہمیہ نے خدا کو ایسے صفات کے ساتھ موصوف گردانا ہے جو عدم محض کے سوا کہیں نہیں پائی جاتیں۔ رؤیت، استواء اور دیگر صفات کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن آئمہ حدیث اور سلف امت نے ہمیشہ اثبات حق اور تردید باطل میں کوشش بلیغ فرمائی ہے۔ جملہ اہل اسلام کے لئے ان کی اتباع لازمی ہے۔

فانّهم مركز الحقّ، وهم يدورون معه حيث دار۔

حدوث دنیا

شاہ محمد فاخر زائر رسالہ نجاتیہ میں کہتے ہیں:

دنیا اور اس کے تمام اجزاء حادث ہیں، جو موجود ہونے سے پہلے اپنا وجود نہیں رکھتے تھے۔ اس کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے اختیار سے کتم عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا ہے اور اس کے علم اور قدرت سے ہی خلعت وجود حاصل کی ہے۔ کسی چیز کے لئے اپنی مقررہ حد سے تجاوز کرنا ممکن نہیں، چناں چہ عمران بن حصین کی حدیث:

((كان اللّٰه ولم يكن شيء قبله وكان عرشه على الماء ثمّ خلق السّماوات

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

والارض و کتب فی الذکر کل شیء))❶

''اللہ تعالیٰ موجود تھا، اور اس سے پہلے کسی چیز کا وجود نہیں تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، پھر اس نے زمین اور آسمان پیدا کئے اور لوح محفوظ میں ہر ہونے والی چیز کو لکھ دیا) اس پر شاہد ہے۔ وہ ہر روز کسی نہ کسی کام میں لگا رہتا ہے ۔ اس کی ساحت کمال میں بے کاری کی گنجائش نہیں ہے۔''

معراج

آنحضرت ﷺ کا معراج روح اور جسم سمیت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک برحق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے علو، استواء اور تمام مخلوق سے الگ تھلگ رہنے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جانا نص قرآنی سے ثابت ہے اور وہاں سے آسمان، جنت، سدرۃ المنتہیٰ تک صحیح احادیث سے ثابت ہے، جو اپنا مدعا ثابت کرنے میں حجت ہیں۔

کمال ایمان یہ ہے کہ یہ خبر سنتے ہی اس کی تصدیق دل نشین ہو جائے اور شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔

بعثت انبیاء

رسولوں کا مبعوث فرمانا عین حکمت اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اتمام حجت ہے، ہمیشہ انسانوں کی طرف انسان ہی رسول بن کر آئے ہیں اور مومنوں کیلئے بشارت اور کفار کیلئے انذار کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے معجزات اور خرق عادات چیزوں سے ان کی تائید فرمائی ہے۔ سب سے اول آدمؑ ابوالبشر ہیں اور آخر میں حضرت محمد ﷺ ہیں، جیسا کہ آیت:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: ﴿وھوالذی یبدء الخلق ثم یعیدہ﴾ رقم الحدیث: ۳۱۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ﴾(الاحزاب:٤٠)
''لیکن آپ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔'' سورہ احزاب

اور حدیث:

((بعثت الی الخلق کافةً)) ❶

((جئت فختمت الانبیاء علیهم السلام)) ❷

''میں تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔''

میں تصریح کی گئی ہے۔

جملہ نبیوں اور رسولوں کے نام شمار کرنے کی کوشش نہ کرنا ہی بہتر ہے، کیونکہ اللہ نے بعض انبیا اور رسل کے نام بتائے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔

﴿مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ﴾(المؤمن:٧٨)

اس پر تمام امت کا اجماع ہے کہ انبیاء کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور صغائر کا مطلقاً قصد نہیں کرتے ہیں۔ اسی طرح احکام الٰہی کی تبلیغ میں بھی ان کی عصمت متحقق ہے۔ قرآن میں جو کچھ بعض انبیاء کرام کے حق میں بظاہر عصمت کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق بہتر یہ ہے کہ آیہ شریفہ:

﴿وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۚ﴾(الاحزاب:٣٨)
''اللہ تعالیٰ کا کل کام تقدیر کے مطابق ہوتا ہے جس کا اندازہ پہلے سے ہو چکا ہے۔''
کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی تحریف سے اجتناب کیا جائے۔

خدا کی معیت

اس موضوع پر شیخ محمد حسین بٹالویؒ نے اشاعۃ السنۃ کی آٹھویں جلد میں تفصیلی بحث کی تھی اور سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے اس کی تحسین فرمائی تھی۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلاۃ، باب قول النبی: جعلت لی الارض مسجدا وطهورا، رقم الحدیث: ۴۳۸
❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ذکر کونہ خاتم النبیین، رقم الحدیث: ۲۳۔۲۲۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہم اس تحریر کی تلخیص اہل حدیث کے عقیدے کے اس باب میں نقل کرتے ہیں۔ جناب بٹالویؒ رقم طراز ہیں:

سلف صالحین صحابہ تابعین اور ان کے اتباع متقدمین ومتاخرین کا صفت قرب ومعیت رب العالمین کی نسبت یہ اعتقاد ہے کہ جس طرح اس کو لائق ہے وہ ہمارے ساتھ ہے جیسا اس کو شایان ہے وہ ہم سے قریب ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اکثر حاملین شریعت وناقلین آثار و اقوال علماء ملت نے سلف صالحین صحابہ وتابعین وغیرہم سے عموماً صفت قرب ومعیت کے متعلق یہی نقل کیا ہے کہ یہ صفات جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہیں اس طرح بلاکم و کاست ان پر ایمان واجب ہے اور کسی صفت میں کوئی تاویل وتشبیہ وتعطیل جائز نہیں ہے اور بعض علماء نقل نے خصوصاً صفت قرب ومعیت کی نسبت بھی مذہب سلف سے نقل کیا ہے اور بہت سے علماء خصوصاً متاولین صفت قرب ومعیت نے یہ بھی کہا ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنی صفت میں یا اسکے رسول نے خدا کی صفات میں فرمایا ہے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔ ان مضامین کے اقوال کتب متقدمین ومتاخرین میں بکثرت ہیں اور کتب رسائل متاولین ومفوضین میں منقول ہیں۔ چند اقوال اس مقام میں نقل کئے جاتے ہیں:

○.....تفسیر اتقان میں آیات صفات کو متشابہات کے ضمن میں لاکر کہا ہے کہ جمہور اہل سنت جن میں سلف صالحین اور اہل حدیث ہیں، اس پر ہیں کہ ان صفات پر ایمان لائیں اور ان کے معانی کو جو خدا کی مراد ہیں خدا کے سپرد کریں۔ حقیقی معانی سے ان کی تفسیر (تاویل) نہ کریں اور کہا ہے:

فصل من المتشابه آيات الصّفات

وجمهور اهل السّنّة منهم السّلف الصّالح واهل الحديث على الايمان بها وتفويض معناها: المراد الى اللّٰه تعالى ولا نقرها مع تاويلها عن حقيقتها۔ اخرج الالكائى فى السنة من طريق قرة بن خالد عن الحسن عن ام سلمة فى قوله ﴿الرّحمن على العرش استوى﴾ غير مجهول، والاقرار به ايمان والجحود به كفر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واخرج عن ربیعة بن عبد الرحمن انّه سئل عن قو له﴿الرّحمن علی العرش استوی﴾فقال الایمان غیر مجهول، والکیف غیرمعقول ومن اللّه الرّسالة وعلی الرّسول البلاغ المبین وعلینا التّصدیق۔

واخرج ایضاً عن مالك سئل عن الآیة فقال: الکیف غیر معقول والاستواء غیرمجهول والایمان به واجب والسوال عنه بدعة۔

واخرج البهیقی((قال هو کما وصف نفسه ولا یقال کیف وکیف عنه مرفوع))

واخرج الالکائی عن محمد بن الحسن قال اتفق الفقهاء کلهم من الشرق الی المغرب علی الایمان بالصفات من غیر تفسیر ولاتشبه۔ قال الترمذی فی الکلام علی حدیث الروية: المذهب عند اهل العلم من الآئمة مثل سفیان الثوری ومالك وابن المبارك وابن عبید ووکیع وغیرهم انهم قالوا یروی هذه الاحادیث کما جاء ت ونؤمن بها ومذهب طائفة من اهل السّنّة الی ان تاولها علی مایلیق بجلاله تعالی وهذا مذهب الخلف وکان امام الحرمین یمیل الیه ثم رجع.

قال ابن الصّلاح وعلی هذه الطریق مضی صدر الامة وسادتها واياها اختار آئمة الحدیث.....ولااحد من المتکلمین واختارابن برهان مذهب التاویل، قال ومنشا الاختلاف الفریقین هل یجوز ان یکون فی القرآن شیء لایعرف معناه ولایعلمه الراسخون۔

وتوسط ابن دقیق العید فقال اذا کان التاویل قریبا من لسان العرب لم ینکر لوبعیداً توقفنا وندك بمعناه علی الوجه الذی اراد.....قال وماکان معناه من هذه الاشیاء ظاهراً مفهوماً من تخاطب العرب قلنا به من غیر.....قوله تعالی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿یا حسرتی علی مافرطت فی جنب اللّٰہ﴾.....❶

فمن فسر اليوم شيئا من ذالك فقد خرج عما كان عليه النبى ﷺ وفارق الجماعة فانهم لم يصيفوا ولم يفسروا ولكن افتوا بما فى الكتاب و السنة ثم سكتوا ۔❷

وروى البهيقى وغيره باسناد صحيح عن ابى عبيد القاسم بن سلام قال هذه الاحاديث التى يقول فيها ((ضحك ربنا.....))حق عندنا حملها الثقات بعضهم عن بعض غير انا اذا سئلنا عن تفسيرها لا نفسرها وما ادركنا احدا يفسرها ابوعبيد احد الأئمة الاربعة الذين هم الشا فعى واحمد واسحاق و ابوعبيد وله من المعرفة بالفقه واللغة والتاويل ما هو أشهر من ان يوصف و قدكان فى الزمان الذى ظهرت فيه الفتن والاهواء فقد اخبر أنه ما ادرك احداً من العلماء يفسرها تفسير الجهمية۔❸

ابوالقاسم لالکائی نے کتاب السنہ میں خدا کے عرش پر ہونے کی نسبت ام سلمہؓ سے نقل کیا کہ اس کی کیفیت نہ معلوم ہے اور اس صفت کا ہونا معلوم ہے اس کا اقرار ایمان ہے اور اس سے انکار کفر۔ اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ ان سے کسی نے اس صفت کی بابت سوال کیا تو انہوں نے بھی ایسا فرمایا۔ ایسا ہی مالکؒ سے نقل کیا اور لالکائی نے امام محمد بن حسن سے نقل کیا ہے کہ مشرق سے مغرب تک فقہاء بلاتفسیر وتشبیہ صفات پر ایمان لانے پر متفق ہیں اور ترمذی نے

---

❶ اتقان، ص ۲۵۰
❷ حمویہ ص ۵۹
❸ حمویہ ص ۵۹۔۶۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حدیث رؤیت خداوندی کے ذیل میں فرمایا ہے کہ سفیان ثوریؒ وامام مالکؒ وابن مبارکؒ وابن عینیہؒ، وکیعؒ وغیرہ علماء کی یہی رائے ہے کہ یہ احادیث صفات جیسی وارد ہیں ان پر ایمان لائیں ان کی نسبت نہ کیفیت کا سوال کرنا چاہیے نہ ان کی کوئی تفسیر یا تاویل نہ ان کے معانی کی نسبت جوئی وہم وخیال کرنا چاہیے۔

ایک جماعت اہل سنت ان صفات کی تاویل مناسب بجلال خداوندی کرتے ہیں اور یہی مذہب پچھلے علماء کا ہے۔ امام الحرمینؒ پہلے اسی مذہب پر تھے پھر اس سے انہوں نے رجوع کیا۔ اور رسالہ نظامیہ میں کہا کہ جس دین کو ہم پسند کرتے ہیں وہ آئمہ سلف کا اتباع ہے وہ ان صفات خدا تعالی سے تعرض نہ کرنے پر گزرے ہیں۔ ابن الصلاحؒ نے کہا ہے کہ اس طریق ترک تعرض تاویل وتفسیر صفات اس امت کے صدر اور سردار (صحابہ) گزرے ہیں۔ اسی کو آئمہ فقہاء وغیرہ متقدمین نے اختیار کیا۔ اسی کی طرف اکثر اہل حدیث نے لوگوں کو بلایا ہے۔ ہمارے متکلمین نے اس سے منہ نہیں پھیرا۔

ابن برہانؒ نے مذہب تاویل کو اختیار کیا ہے۔ اس اختلاف کا منشاء اس باب میں اختلاف ہے کہ قرآن میں ایسی چیز کا جس کو نہ جانیں، پایا جانا ممکن ہے یا نہیں۔ اور ابن دقیق العیدؒ نے تاویل وتفویض کے بیچ راہ اختیار کی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ اگر تاویل محاورہ عرب سے قریب ہوگی تو اس سے انکار نہ ہوگا۔ بعید ہوگی تو اس سے ہم توقف کریں گے اور اس کے معنی پر جو خدا کی مراد ہیں ایمان لاویں گے۔ اور جو معنی ظاہر طور پر محاورہ عرب سے مفہوم ہوں گے اس کے ہم بلا تعلیم شارع بھی قائل ہو جائیں گے جیسے جنب اللہ کے معنی حق اللہ کے ہیں۔

لالکائی کی کتاب السنہ سے امام محمدؒ کا یہ قول کہ مشرق سے مغرب تک فقہاء بلا تفسیر و تشبیہ خدا کی صفات پر ایمان لانے پر متفق ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے رسالہ حمویہ میں نقل کیا ہے کہ جو شخص آج منجملہ ان صفات کے جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں کسی صفت کی تفسیر کرے وہ اس طریق سے نکل گیا جس پر آنحضرت ﷺ تھے اور اس نے اس جماعت کو چھوڑ دیا کیونکہ انہوں نے اپنے پاس سے خدا کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کوئی صفت بیان نہیں کی۔ اور نہ کسی صفت باری کی تفسیر کی ہے بلکہ اس پر فتوی دیا ہے جو کتاب وسنت میں پایا پھر چپ ہو گئے۔ اس کی تفسیر میں کچھ نہیں کہا۔ پھر بروایت بیہقی امام ابوعبید قاسم ابن سلامؒ سے نقل کیا کہ یہ احادیث جن میں خدا کا ہنسنا مروی ہے..... ثقہ لوگوں نے ان کو روائت کیا ہے لیکن اگر ہم سے ان کی کوئی تفسیر پوچھے تو ہم ان کی تفسیر نہ کریں گے اور ہم نے کسی کو نہیں پایا۔

وقال الامام احمد بن حنبل لایوصف اللّٰہ الابماوصف اللّٰہ نفسه او وصفه به رسوله ولایتجاوز القرآن والحدیث ❶

اوائل رسالہ میں احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے کہ خدا کی صفت میں بجز اسکے جو خدا نے از خود بتایا ہے اور اسکے رسول نے بیان کیا ہے کچھ نہ کہیں اور قرآن وحدیث سے آگے نہ بڑھیں۔

○.....اسی رسالہ میں صفحہ ۵۲ پر خود امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

فما وصف اللّٰہ من نفسه فسمّاه علی لسان نبیّه ﷺ سمّیناه کما سمّاه ولانتکلف صفة ماسواء له هذا، ولانجحد ما وصف ولانتکلّف معرفة مالم یصف۔اعلم رحمك اللّٰہ ! انّ العصمة فی الدّین ان تنتهی فی الدّین حیث انتهی بك ولا تجاوز ما قد حدلك ۔

کہ خدا تعالی نے اپنی جس صفت کا اپنے رسول کی زبان پر نام لیا ہے ہم بھی اس کا ویسا ہی نام لیں گے اس کے علاوہ اور صفت کے نام لینے کا تکلف نہ کریں گے اور نہ اس صفت کا جس کا رسول نے نام لیا ہے، انکار کریں گے۔ دین میں بچاؤ کی یہی صورت ہے کہ اس حد پر پہنچ جائے جس حد تک تجھے دین پہونچائے اس حد سے آگے نہ بڑھے۔

---

❶ حمویہ ۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○.....اسی رسالہ میں ایک جگہ معمر بن احمد اصبہانی سے نقل کرتے ہیں:

وینزل کلّ لیلة الی السّماء الدّنیا کیف شاء فیقول هل من داعٍ فاستجیب له؟ هل من مستغفر فاغفرله؟ هل من تائب فاتوب علیه؟ حتی یطلع الفجر۔ ونزول الربّ الی السّماء بلاکیف ولاتشبیه ولاتاویل فمن انکر النّزول او تاول فهو مبتدع ضال۔ ❶

خدا تعالی ہر شب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جیسا وہ چاہتا ہے اور یہ نزول آسمان دنیا کی طرف بلا کیف وتشبیہ ہے جو اس نزول کا منکر یا مئول ہے وہ مبتدع وگمراہ ہے۔

○.....اسی رسالہ میں ایک جگہ امام ابوالحسن اشعریؒ کی کتاب اختلاف المصلین ومقالات الاسلامیین سے نقل کرتے ہیں:

ویقرون أن اللّٰه یجیئ یوم القیامة کماقال اللّٰه تعالی:﴿وجاء ربّك والملك صفّاً صفّاً﴾ (الفجر:۲۲) وان اللّٰه تعالی یقرب من خلقه کیف شاء کما قال:﴿ونحن اقرب الیه من حبل الورید﴾

اہل سنت معترف ہیں کہ خدا تعالی قیامت کے دن آئے گا چنانچہ خدا تعالی نے فرمایا ہے تیرا رب اور فرشتے صفیں باندھ کر آئیں گے، اور اس بات کے معترف ہیں کہ خدا تعالی مخلوق سے جس طرح اس نے چاہا قریب ہے چنانچہ اس نے فرمایا ہے ہم انسان سے اس کی رگ جان سے زیادہ نزدیک ہیں۔

○.....اسی رسالہ میں ایک جگہ امام اشعریؒ کے رسالہ ابانہ سے نقل کیا ہے:

ونصدق بجمیع الروایات الّتی اثبتها اهل النّقل من النّزول الی السّماء الدّنیا.....

ولانبتدع فی دین اللّٰه مالم یاذن لنا به، ولا نقول علی اللّٰه مالم نعلم، ونقول

---

❶ حمویہ ص ۶۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

إن اللّٰه يجيء يوم القيامة كما قال:﴿وجاء ربّك والملك صفّاً صفّاً﴾ وانّ اللّٰه يقرب من عباده كيف شاء كما قال:﴿ونحن اقرب اليه من حبل الوريد﴾ وكماقال:﴿ثمّ دنى فتدلّى۔فكان قاب قوسين او ادنى﴾ ❶

ہم اہل سنت واہل حدیث ان سب روایات کو جو نزول کے باب میں وارد ہیں، تصدیق کرتے ہیں اور اس کی تفسیر یا تاویل میں از خود کچھ بدعت نہیں نکالتے اور خدا کی نسبت وہ بات نہیں کہتے جس کا ہم کو خدا کی طرف سے اذن نہیں۔ یہی کہتے ہیں کہ خدا تعالی قیامت کے دن آئے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے تیرا رب اور فرشتے صفیں باندھ کر آئیں گے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی اپنے بندوں سے قریب ہے جیسا کہ اس نے چاہا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ہم انسان سے اس کی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں اور فرمایا پھر خدا تعالی اپنے رسول ❷ سے شب معراج میں قریب ہوا۔ پھر اور بھی قریب ہوا۔ پس بقدر دو کمانوں کے فرق رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک۔

○.....امام محمد بن علی شوکانیؒ رسالہ التحف فی الارشاد الی مذاھب السّلف میں خدا تعالی کا عرش پر ہونا سلف صالحین صحابہ وتابعین وغیرہ سے ثابت کر کے فرماتے ہیں:

وكما نقول هذا فى الاستواء والكون فى ذالك الجهة فكذا نقول فى مثل قوله تعالى:﴿وهو يعلم اينما كنتم﴾ وقوله سبحانه:﴿ومايكون من نجوى ثلاثة الّا هورابعهم ولا خمسة الّا هو سادسهم﴾وفى﴿انّ اللّٰه مع الصّابرين﴾ ﴿وانّ اللّٰه مع الّذين اتّقوا والّذين هم محسنون﴾الى مايشابه ذالك.....

---

❶ حموییہ۔ص ۸۷

❷ یہ اس آیت کے معنی میں ایک قول ہے دوسرا قول جو حضرت عائشہؓ وغیرہ سے ہے یہ ہے کہ اس آیت میں جبریل کا قریب ہونا آنحضرت ﷺ سے بیان ہوا ہے۔ محمد حسین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فنقول فی مثل هذه الآیات هکذا جاء فی القرآن انّ اللّٰه سبحانه مع هئولاء ولا نتکلف بتاویل ذالك کما یتکلّف غیرنا بانّ المراد بهذا الکون و المعیة هو کون العلم.....فان هذه شعبة من شعب التّاویل تخالف مذاهب السّلف وتبائن ماکان علیه الصحابة وتابعوهم رضوان اللّٰه علیهم اجمعین، واذانتهیت الی السّنّة.....فی.....فلا تجاوز۔ ❶

ہم جیسا کہ استواء اور جہت فوق کی نسبت سے اعتقاد رکھتے ہیں ویسا ہی ان اقوال خداوندی (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو، کہیں تین شخص چھپکے باتیں کرنے والے نہیں ہوتے جہاں خدا ان میں چوتھا نہ ہو، خدا تعالی صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے.....نیکوکاروں کے ساتھ ہے) کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کہ قرآن میں ایسا ہی آیا ہے کہ خدا تعالی ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ ہم اس کی تاویل سے کہ وہ علم کے ساتھ ہے یا نصرت سے، تکلف نہیں کرتے جیسا کہ اور لوگ یہ تکلف کرتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ ساتھ ہونے سے عالم ہونا اور علم سے ساتھ ہونا مراد ہے۔ یہ بھی تاویل کی ایک شاخ ہے جو مذاہب صحابہ وتابعین و سلف کے مخالف ہے، جب تو حد سلامت کو پہونچے تو اس سے آگے نہ بڑھ۔

○.....امام شوکانیؒ کے شاگرد شیخ محمد بن ناصر حازمیؒ نے اپنے رسالہ میں خدا کی صفات (ید، وجہ، سمع، بصر، قرب، معیت وغیرہ) شمار کرکے یہ کہا ہے:

فکل هذه الصّفات تساق ساقاً واحداً وقولنا فیها کما فی العلو والاستواء فیجب علینا الایمان بما نصّ به الکتاب والسّنّة سواء عرفنا معناه اولم نعرف۔

یہ سبھی صفات ایک ہی روش پر ہیں ان میں ہمارا وہی قول ہے جو صفت علو واستواء میں ہے کہ ان پر ایمان واجب ہے اگرچہ ہم ان کی معنے نہیں جانتے۔

---

❶ اتحف ص ۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان اقوال میں صاف تصریح ہے:

قرب ومعیت خدا تعالی کی نسبت سلف صالحین صحابہ وتابعین وغیرھم یہی اعتقاد رکھتے تھے کہ جس طرح خدا تعالی کو لائق ہے وہ بندوں کے ساتھ ہے جیسا اس کو شایان ہے وہ ان سے قریب ہے اور وہ اس قرب ومعیت کے علم یا نصرت سے تاویل نہ کرتے جیسا اور صفات خداوندی (وجہ، ید، استواء وغیرہ) کی تاویل نہ کرتے جو لفظ خدا تعالی کی صفت میں قرآن و حدیث میں وارد ہے اسی لفظ یا اس کے لفظی ترجمہ کے بیان پر اکتفا کرتے۔ اس سے علاوہ کوئی لفظ وہ اس کی تفسیر وتاویل میں اپنے پاس سے نہ کہتے اور نہ اس کو جائز کہتے بالجملہ صفت قرب و معیت اور بقیہ صفات خداوندی کو وہ یکساں سمجھتے۔ اب جو شخص خدا کی صفت قرب ومعیت کی نسبت یہی روش صحابہ وتابعین ودیگر سلف صالحین اختیار کرے، صرف لفظ قرب ومعیت کے استعمال پر اکتفا کرے اور اس کا ہندی (اردو) ترجمہ: وہ خدا ہم سے قریب ہے اور وہ ہمارے ساتھ ہے، کردے، اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہے، وہی راہ صواب پر معلوم ہوتا ہے۔

جبر وقدر

شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادیؒ رسالہ نجاتیہ میں فرماتے ہیں:

انسان اپنے اعمال میں خود مختار ہے اور اسی اختیار کی وجہ سے ثواب اور عقاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ نیک اعمال اللہ تعالی کی رضا مندی اور محبت سے ہوتے ہیں اور بداعمال اس کی رضا اور محبت سے نہیں ہیں، اس کے ارادہ سے ضرور ہوتے ہیں۔ نیکیوں پر ثواب اور بدیوں پر عذاب دینا اس کا عدل ہے، اور یہ اس پر کسی کی طرف سے واجب نہیں ہے۔ خود اپنے آپ پر واجب کرلے تو اس کی مرضی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ''اللہ نے اپنے آپ پر رحمت کو فرض کرلیا ہے'' اور دوسری متعدد آیات واحادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔

- تکلیف کا اعتبار عقل، تمیز اور بلوغ پر ہے بعض لوگوں کا یہ قول کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہے، قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ بندہ کو اللہ تعالی کی طرف سے اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔
- بندوں کے افعال خدا کے مخلوق ہیں اور فاعل خود انسان ہیں۔ قرآن کی آیت:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات:۹۶)
''تمہارا اور تمہارے اعمال کا اللہ خالق ہے۔''
سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے، اور عمل کو بندوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ کہنا کہ فعل اللہ کا اور کسب بندہ کا ہے سمجھ میں نہیں آتا، اور قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

- چیزوں کی حقیقت ثابت ہے۔ اور ان کا علم یقیناً حاصل ہے۔ مخلوق کے لئے حصول علم کے تین ذریعے ہیں: ۱۔ حواس خمسہ۔ ۲۔ خبر صادق۔ ۳۔ عقل۔

بداہۃً عقل سے ثابت ہونے والا علم ضروری ہے اور استدلال اور مقدمات کو ترتیب دینے سے حاصل ہونیوالا علم اکتسابی ہے، الہام کسی چیز کی صحت معلوم کرنے کا سبب نہیں ہے۔

- دنیا موجود ہونے کے بعد ضرور فنا ہونے والی ہے:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص:۸۸)
''اللہ کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونیوالی ہے۔''
مقتول اپنی ہی موت سے مرتا ہے۔ اور موت ایک ہی ہے:

﴿وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا﴾ (المنافقون:۱۱)
''اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو ڈھیل نہیں دیتا جب اس کی موت آجاتی ہے۔''
اور کئی دوسری آیات میں یہی حکم بیان کیا گیا ہے۔

- حلال یا حرام جو کچھ بھی لوگ کھاتے ہیں، رزق ہے، ہر شخص اپنا رزق پورا کر لیتا ہے۔ کوئی آدمی دوسرے کا رزق نہیں کھا سکتا:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا﴾ (ھود:۶)
''زمین پر ہر چلنے پھرنے والی چیز کا رزق خدا تعالیٰ کے ذمہ ہے۔''
میں اسی طرف اشارہ ہے۔

- چیزوں کے حسن وقبح کا فیصلہ عقل نہیں کر سکتی، یہ حکم لگانا اللہ کیلئے مخصوص ہے۔
- قبر میں کافروں اور گنہ گار مومنوں کیلئے عذاب، اہل اطاعت کے واسطے نعمتوں کا حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہونا، منکر نکیر کا سوال، مردوں کا قبر سے اٹھنا، اعمال کا وزن، عمل ناموں کا تقسیم ہونا، حساب ہونا، حوض پر جانا، صراط سے گزرنا، دوزخ و جنت میں جانا، اور اللہ تعالیٰ کی اجازت سے نیکوکاروں اور انبیاء کا سفارش کرنا، برحق ہے۔

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ (البقرة:٢٥٥)

''اللہ کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کون سفارش کرسکتا ہے۔'' اور

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ﴾ (السجدة:٤)

''اللہ کے بغیر نہ کوئی تمہارا دوست ہے اور نہ کوئی سفارشی ہے۔''

وغیرہ آیات اس پر شاہد ہیں۔

- حیرت ہے کہ یہ لوگ اللہ سے (جو ہر نزدیک سے زیادہ نزدیک ہے) کیوں اپنی حاجت طلب نہیں کرتے؟ اس کی رحمت کیوں نہیں چاہتے؟ اس سے بخشش کیوں نہیں مانگتے؟ اور اس سے ہی کسی شفیع کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟ جو اسکی اجازت سے اس کا کام سرانجام دیدے، یقیناً یہ باتیں آجکل کے قبر پرستوں اور پیر پرستوں کو سخت ناگوار گزریں گی۔ لیکن کیا کیا جائے کہ صرف حق ہی اس لائق ہے کہ اسکی اتباع کی جائے۔

اتباع سنت

جناب ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ہر مذہبی کام میں پیغمبر خدا ﷺ کا اتباع فرض ہے۔ جس کام کو رسول خدا نے نہ خود کیا ہو اور نہ کرنے کی اجازت فرمائی ہو، نہ اصولاً نہ فروعاً، وہ بدعت ہے، خواہ اس کا شیوع اس وقت تمام عالم میں ہو خواہ حرمین شریفین میں ہو۔ خواہ اس کے موجد ہندی ہوں یا حجازی، عربی ہوں یا عجمی۔

قرآن میں کئی ایک آیات ہیں جن کا صریح حکم ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ کا طریقہ اختیار کرو۔ بلکہ یوں کہیے کہ تمام قرآن اسی ہدائت سے بھرا پڑا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الاحزاب:۲۱)

''جو لوگ خدا پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے کاموں میں بہت عمدہ نمونہ ہے۔''

احادیث بھی ان معنی کی کثرت سے ہیں۔ایک متفق علیہ حدیث کا مضمون ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ: ((من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد)) ❶

پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی ہمارے دین میں ایسی کوئی نئی بات پیدا کرے جو اس میں نہیں تو وہ عمل خدا کی جناب میں مردود ہے۔

قرآن شریف کا صریح حکم ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ (النساء:٦٥)

''جب تک لوگ ہر مذہبی بات میں پیغمبر ﷺ کے تابع نہ ہوں گے کبھی مسلمان نہ بن سکیں گے۔''

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کو اتباع سنت کا اہتمام سب سے زیادہ تھا۔مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگ بھی یہی خواہش بلکہ آرزو کرتے تھے کہ اتباع سنت کی جاوے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

الحال آرزوئے نماندہ است الا آنکہ احیاء سنت از سنن مصطفویہ علی صاحبھا الصلوۃ والتسلیمات نمودہ آید۔ ❷

پھر اسی جلد کے مکتوب ۴۲ میں شیخ درویش کو ارقام فرماتے ہیں:

بہترین مصقلہا از برائے زدودن زنگ محبت ما دون حق سبحانہ از برائے حقیقت جامعہ قلبیہ متابعت سنت است

ایسا ہی شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اتباع سنت کی تاکید میں فرماتے ہیں:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم الحدیث: ۲۶۹۷ صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، رقم الحدیث: ۱۷۱۷۔۱۷۱۸

❷ مکتوبات۔ج ۱۔مکتوب ۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اجعل الكتاب والسّنّة امامك وانظر فيهما واعمل بهما ولاتغتر بالقال والقيل والهوس، قال اللّه تعالى: ﴿**ما آتاكم الرّسول فخذوه ومانهاكم عنه فانتهوا واتّقوا اللّه انّ اللّه شديد العقاب**﴾ واتّقوا اللّه ولاتخالفوه فتتركوا العمل بما جاء به وتخترعوا لانفسكم عملا وعبادة كما قال اللّه جلّ وعلا فى حق قوم ضلّوا عن سواء السّبيل: ﴿**و رهبانيّة ن ابتدعوها ماكتبناها عليهم**﴾ ثمّ انّه زكى نبيّه عليه السّلام ونزهه من الباطل فقال: ﴿**وما ينطق عن الهوى ان هو الّا وحى يّوحى**﴾ اى ما آتاكم به من عندى لا من هواه ونفسه فاتبعوه ثم قال: ﴿**قل ان كنتم تحبّون اللّه فاتّبعونى يحببكم اللّه**﴾ فبين ان طريق المحبة اتباعه ﷺ قولاً وفعلاً۔ ❶

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اپنا امام بنا اور اس پر غور وفکر کر اور ان کے مطابق عمل کیا کر اور ادھر ادھر کی قیل وقال، بے ہودہ ہوس سے دھوکہ نہ کھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو تم کو رسول دیوے وہ مظبوط پکڑو، اور جس سے منع فرماوے اس سے ہٹ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بڑے سخت عذاب والہ ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی مخالفت نہ کرو۔ ایسی کہ جو تعلیم اس کا رسول تمہارے پاس لایا ہے اسے چھوڑ کر اور قسم کی عبادتیں اپنی طرف سے نکالنے لگ جاؤ۔ جیسا کہ خدا نے گمراہ قوم عیسائیوں کے حق میں فرمایا ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی ہے جو ہم نے ان پر نہ لکھی تھی۔ پھر اپنے رسول ﷺ کی پاکی بیان کی اور باطل سے اس کا الگ ہونا بتلایا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہمارا رسول اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ اس کا بول ہماری وحی ہے یعنی جو کچھ وہ تمہارے پاس لایا ہے وہ میرے پاس سے لایا ہے نہ اپنی خواہش سے اس نے کہا ہے۔ پس اس کا اتباع کرو۔

---

❶ فتوح الغیب۔ مقالہ ۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر خدا نے فرمایا اے رسول تو ان سے کہہ کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ پس صاف بتلا دیا کہ اللہ کی محبت کا طریق اس کے رسول کا اتباع ہے قول اور فعل میں۔

حضرت موصوفؒ نے نہ صرف اتباع سنت کی تاکید فرمائی ہے بلکہ اس بات سے بھی ڈرایا ہے کہ کوئی کام از قسم عبادات ایسا نہ نکالنا چاہیے جو سنت نبویہ نہ ہو۔ ❶

نیز فرمایا:

لیس لنا نبیّ غیره فنتبعه و لا کتاب غیر القرآن فنعمل به فلا تخرج عنهما فتهلك فیضل هواك و الشیطان۔ ❷

سوائے محمد ﷺ کے ہمارا کوئی نبی نہیں جس کی ہم اتباع کریں۔ سوائے قرآن کے ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جس پر ہم عمل کریں۔ خبردار اگر تو نے قرآن اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کی طرف رخ کیا تو برباد اور ہلاک ہو جائے گا۔ خواہش نفس اور شیطان تجھے گمراہ کر دینگے۔

نیز فرمایا:

والسّلامة مع الکتاب والسّنة والهلاك مع غیرهما بهما یرتقی العبد الی حالة الولایة والبدلیة۔ ❸

(سلامتی صرف کتاب وسنت پر عمل کرنے میں ہے اور ان دونوں کے سوا کسی اور چیز پر عمل کرنے میں بربادی اور ہلاکت ہے۔ اولیاء اللہ اور ابدال بننے کے مرتبے صرف قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں)۔

---

❶ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۳۶۔۳۹
❷ فتوح الغیب
❸ فتوح الغیب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امارت وامامت

شیخ محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

امامت دو قسم کی ہے۔ ایک چھوٹی امامت جو نماز کے پیش امام میں پائی جاتی ہے دوسری بڑی امامت جو خلیفہ وقت اور امام زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ امام قسم ثانی کے لئے کتب فقہ وعقائد میں بہت سی شرطیں بیان ہوئی ہیں۔

- درمختار (صفحہ ۷۰) میں ہے:

باب الامامة: هی صغری و کبری، فالکبری استحقاق تصرف عام علی الانام و حقیقته فی علم الکلام و نصبه اهم الواجبات فلذا قدموه علی دفن صاحب المعجزات و یشترط کونه مسلماً حراً ذکراً عاقلاً بالغاً قادراً قرشیاً لا هاشمیاً علویاً معصوماً.....والصغری ربط صلوة المؤتم بالامام۔

امامت دو قسم ہے چھوٹی اور بڑی۔ بڑی امامت لوگوں پر عام تصرف واختیارات کے استحقاق کا نام ہے جس کی تفصیلات علم کلام میں ہے۔ ایسے امام کیلئے یہ شروط ہیں کہ وہ مسلمان ہو غلام نہ ہو۔ مرد ہو عورت اور بچہ نہ ہو۔ عقلمند صاحب قدرت ہو قریشی ہو۔ یہ شرط نہیں کہ وہ ہاشمی یا علوی ہو اور معصوم ہو۔ چھوٹی امامت کا تعلق نماز کے پیش امام کا مقتدیوں سے ہوتا ہے۔

- ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر (ص ۱۱۶۔۱۱۷) میں ہے:

انّ المسلمین لابدّلهم من امام یقوم بتنفیذ احکامهم واقامة حدودهم و سد ثغورهم و تجهیز جیوشهم واخذ صدقاتهم و قهرالمتغلبة والمتلصصة وقطاع الطریق واقامة الجمع والاعیاد و تزویج الصغار والضعایف الذین لا اولیاء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذالك من الواجبات الشّرعیّة الّتی لا یتولاها احاد الامة.....

ثمّ یشترط للامام ان یکون قرشیاً لقوله علیه السلام ((الآئمة من قریش))

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وهو حديث مشهور وليس المراد به الامامة فى الصلوة اتفاقاً فتعينت الامامة الكبرى خلافاً للخوارج.....ولا يشترط ان يّكون الامام هاشمياً او علوياً او معصوماً.....ويشترط ان يكون من اهل الولاية المطلقة الكاملة بان يكون مسلماً حراً ذكراً عاقلاً بالغاً سائساً بقوة رايه ورويته بالقدرة ومعونة باسه وشوكته قادراً بعلمه وعدالته وكفايته وشجاعته على تنفيذ الاحكام وحفظ حدودالاسلام وانصاف المظلوم من الظالم عندحدوث المظالم۔

مسلمانوں کیلئے ایسے امام کا ہونا ضروری ہے جو ان میں احکام اور حدود شرعی کو جاری کرے اور ان کی سرحدوں کو محفوظ رکھے اور انکے لشکر تیار کرے اور ان سے زکوۃ وغیرہ صدقات وصول کرے، اور ان پر غلبہ پانے والوں اور چوروں اور رہزنوں کو مغلوب کرے، اور ایسے ہی اور امور جن کو عام لوگ نہیں کر سکتے..... پھر امام کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ قریشی ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے آئمہ قریش سے ہوں ۔ یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں نماز کا پیش امام بالاتفاق مراد نہیں ہے۔ لہذا اس میں خلیفہ وقت کا مراد ہونا متعین و مسلم ہوا۔ اس کا ہاشمی یا علوی یا معصوم ہونا شرط نہیں ۔ اور اس میں یہ شرط ہے کہ وہ عام اور کامل اختیارات کے لائق ہو، یعنی مسلمان ہو، غلام نہ ہو، مرد ہو، بچہ یا عورت نہ ہو، صاحب سیاست و تدبیر وفکر وشوکت وقدرت ہو۔ اپنے علم وشجاعت وعدالت سے احکام جاری کرنے، حدود اسلام کے محفوظ رکھنے اور ظالم سے مظلوم کا حق دلانے پر قادر ہو۔

○ شرح مواقف (ص ۳۴۷) میں ہے:

المقصد الثّانى فى شروط الامامة: الجمهور على ان اهل الامامة ومستحقها من هو مجتهد فى الاصول والفروع ليقوم بامور الدين متمكناً من اقامة الحج وحل الشّبهة فى العقائد الدّينية مستقلاً بالفتوى فى النوازل والاحكام و الوقائع نصاً واستنباطاً لان اهم مقاصد الامامة حفظ العقائد وفصل المحكومات

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ورفع المحاکمات ولن یتم بدون هذا الشرط ذو رای وبصارة بتدبیر الحرب والسّلم وترتیب الجیوش وحفظ الثّغور لیقوم بامور الملك شجاع قوی القلب لیقوی علی الذب علی الحوزة والحفظ لبیضة الاسلام بالثبات فی المعارك کما روی انّه علیه الصلوة والسلام وقف بعد انهزام المسلمین فی الصف قائلاً :((انا النّبیّ لا کذب ، انا ابن عبدالمطلب)) ولاسهولة ایضاً فی اقامة الحدود وضرب الرّقاب وقیل لایشترط فی الامامة هذه الثلاث لانّها لا توجد الصّفات الآن مجتمعة واذا لم یوجد کذالك فامّا ان یجب نصب قائدها فیکون اشراطها عبثاً لتحقق الامامة بدونها اویجب نصب واجدها فیکون تکلیفاً بما لا یطاق.....

نعم یجب ان یکون عدلا فی الظّاهر لئلا یجوز فان الفاسق ربما یصرف الاموال فی اغراض نفسه فیضع الحقوق عاقلاً لیصلح للتصرفات الشرعیة والملکیة بالغاً لقصور عقل الصبی ذکرا، اذا النساء ناقصات العقل والدین، حرا لئلا یشغله خدمة السید عن وظائف الامامة ولئلا یحتقر فیعصی فان الاحرار یستهزئون العبید ویستنکفون عن طاعتها فهذه الصفات الثمانی او الخمس شروط معتبرة فی الامامة بالاجماع وفیه اشارة الی ان القول لعدم اشتراط الثلث الاول مما لا یلتفت الیه ۔

وههنا صفات اخری فی اشتراطها خلاف الاول ان یکون قرشیاً اشترطه الاشاعرة..... ومنعه الخوارج و بعض المعتزلة لنا قوله علیه السلام ((الآئمة من قریش ثم ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحدیث فان ابابکر استدل به یوم السقیفة علی الانصار حین نازعوا فی الامامة بمحضر من الصحابة

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فقبلوه واجمعوا عليه فصار دليلاً قاطعاً مفيداً ليقين باشتراطا لقريشية احتجوا الى المانعون من اشتراطها بقوله عليه السلام ((السمع والطاعة ولوعبداً حبشياً)) فانه يدل على ان الامام قد لايكون قريشاً ۔

قلنا ذالك الحديث فيمن امره الامام اى جعله اميراً على سرية او على غيرها كناحية ويجب حمله على هذا دفعاً للتعارض بينه وبين الاجماع۔ او نقول هو مبالغة على سبيل الفرض ويدل عليه انه لا يجوز كون الامام عبداً جماعاً الثانية من تلك الصفات ان يكون هاشمياً شرط الشيعه ۔ الثالثه ان يكون عالماً بجميع مسائل الدين اصولها وفروعها بالفعل لابالقوة وقد شرط الامامية۔ الرابعة ظهور المعجزة اذ به يعلم صدقه فى دعوى الامامة والعصمة وبه قال الغلاة ويبطل هذه الثلثه واشتراطها فى الامامة انا ندل عنقريب على خلافة ابى بكررضى الله عنه كونه اماماً حقاً ولايجب شيء مما ذكر من تلك الاوصاف فان كونه هاشمياً ممتنع والاخيران لايجبان اجماعاً، الخامسة ان يكون معصوماً شرط الامامية والاسماعيليه ويبطله ان ابابكر لايجب عصمته اتفاقاً مع ثبوت امامته

جمہور علماء اس پر ہیں کہ امامت کا مستحق وہ شخص ہے جس میں شروط ذیل پائی جاویں۔اول یہ کہ وہ مسائل اصول وفروع میں خود مجتہد ہو، جس سے وہ امور دین کو قائم رکھے اور دینی عقائد پر دلائل قائم کر سکے، اور شبہات جو لوگوں کو عقائد اسلام میں پیدا ہوں دور کر سکے اپنے آپ احکام وحوادث میں فتوی دے، نص قرآن وحدیث سے خواہ اپنے اجتہاد واستنباط سے کیونکہ عقائد اسلام کی محافظت اور فصل خصومات وانفصال مقدمات امام کے فرائض سے اہم (زیادہ تر مقصود) فرض ہے، جو بلا وجوب شرط اجتہاد پورا نہیں ہوسکتا۔ دوسری شرط یہ کہ وہ ملکی و پولیٹیکل معاملات میں صاحب رائے ہو۔اور لڑائی وصلح وآراستگی لشکر ومحافظت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حدود کی تدبیروں سے واقف ہو، جس سے وہ ملکی انتظام کر سکے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دل کا بہادر ہو جس سے وہ مما لک اسلام سے دشمن کو ہٹا سکے اور جماعت اسلام کی اپنی ثابت قدمی سے حفاظت کرے، جیسا کہ منقول ہے کہ میدان جنگ سے لوگوں کے بھاگ جانے کے بعد آپ ﷺ تنہا کھڑے رہے اور یہ فخریہ اور بہادرانہ کلمات فرماتے تھے: میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ اور نیز شرعی حدود (سزاؤں) کا قائم کرنا اور قصاص و مقابلہ میں مجرموں اور ظالموں کی گردن مارنا کوئی ہلکا کام نہیں جس کو بزدل کر سکے۔ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ امام میں ان تین شرائط کا وجود ضروری نہیں، کیونکہ یہ صفات اس وقت اکٹھی کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں۔ پھر اگر ان شرائط سے معرا امام کا تقرر کرنا واجب ٹھہرایا جائے تو ان شروط کا اعتبار عبث ہوتا ہے اور اگر ان شرائط کا جامع امام کا مقرر کرنا واجب ٹھہرایا جائے تو یہ ایک ایسے امر کو واجب ٹھہراتا ہے جو طاقت سے باہر ہے۔ ہاں بجائے ان شرائط کے، شرائط ذیل کا اعتبار ضرور ہے۔
۱۔ بحسب ظاہر عادل ہو کیونکہ فاسق (ظالم) لوگوں کے مال اغراض فاسدہ میں صرف کرتا ہے اور حقوق کو تلف کرتا ہے۔ ۲۔ وہ عاقل ہو جو شرعی اور ملکی تصرفات کی لیاقت رکھے۔ ۳۔ وہ حد بلوغت کو پہنچا ہو کیونکہ لڑکے کی عقل ناقص ہوتی ہے۔ ۴۔ وہ عورت نہ ہو کیونکہ عورتیں عموماً ناقص العقل ہوتی ہیں۔ ۵۔ وہ آزاد ہو کیونکہ غلام اپنے مالک کی خدمت سے فارغ نہیں ہوتا تو وہ خلافت کا کام کیوں کر کریگا۔ یہ صفتیں (پہلی تین ملا کر) آٹھ یا صرف آخری پانچ بالاتفاق امامت کی شرائط ہیں۔ مصنف کے اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ پہلی تین کو شروط نہ ٹھہرانا لائق التفات نہیں ہے۔

خلافت میں بعض صفات ایسی ہیں جنکے شرط ہونے میں بعض لوگوں کو اختلاف ہے۔ پہلی شرط خلیفہ کا قریشی ہونا۔ اشاعرہ اس کو شرط ٹھہراتے ہیں خارجی اور بعض معتزلی اس سے انکاری ہیں۔ ہماری دلیل شرط ہونے پر آنحضرت ﷺ کا یہ قول ہے کہ امام قریش سے ہونے چاہییں۔ پھر اس قول آنحضرت ﷺ پر آنحضرت ﷺ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اصحاب نے عمل کیا ہے جبکہ سقیفہ کے دن انصار نے امامت میں جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابوبکر نے اس قول سے تمسک کیا جس کو سب نے تسلیم کرلیا۔ اور اس پر اتفاق کیا۔ یہ اتفاق اس بات پر یقینی دلیل ہے کہ قریشی ہونا شرط خلافت ہے جو لوگ اس شرط کو نہیں مانتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ امیر یا حاکم کا حکم مانو، اگر چہ وہ حبشی غلام ہو، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی امام قریش سے نہیں بھی ہوتا۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں یہ حدیث اس حاکم یا امیر کی نسبت ہے جس کو قریشی امام وقت نے کسی لشکر یا کسی جگہ کا امیر بنا دیا ہو۔ اس حدیث کے یہی معنی کرنا چاہیے تا کہ اس حدیث میں اور ان احادیث میں جو قریش کو امامت کیلئے مخصوص کرتے ہیں تعارض نہ ہو یا یوں کہیں کہ یہ فرضی طور پر مبالغۃً کیا گیا ہے اس لئے کہ حقیقۃً غلام بالاتفاق امام نہیں ہوسکتا۔ دوسری شرط اختلافی امام کا ہاشمی ہونا ہے۔ اس کو شیعہ شرط ٹھہراتے ہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مسائل اصول وفروع کو دم نقد جانتا ہو نہ صرف ملکہ رکھتا ہو، امامیہ نے یہ چوتھی شرط کی ہے کہ امام صاحب معجزہ ہو جس سے اسکے دعوی کی تصدیق ہو ان شروط کے ناجائز ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم عنقریب صدیق اکبر کی خلافت بدلائل ثابت کریں گے جن میں یہ شرطیں پائی نہیں گئیں۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ امام معصوم ہو۔ یہ شرط امامیہ اسماعیلیہ نے لگائی ہے اور اس کا ابطال بھی اس سے ظاہر ہے کہ صدیق اکبر کی امامت بدلائل ہے اور وہ معصوم نہ تھے۔

- شرح مقاصد میں بھی ان شروط وصفات امامت کو تسلیم کر کے کہا ہے:

فان قيل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة فى اكثر الامصار على ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد انقضاء الدولة العباسية ..... واللازم منتف لانّ ترك الواجب معصيّة وضلا لة والامة لاتجتمع على الضلالة قلنا انّمايلزم الضّلالة لو تركوه عن قدرة واختيارلاعجز واضطرار۔

ایسی صفات کا امام تو ایک مدت سے (جب سے خلفاء عباسیہ کی خلافت تمام ہوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے) مفقود ہو چکا ہے ۔ پھر اگر ایسے امام کا مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے تو امت محمد یہ کا تارک واجب اور گناہ گار ہونا لازم آیا، پھر اس کا یہ جواب دیا ہے کہ امت کا گناہ گار یا تارک واجب ہونا تب لازم آتا ہے جبکہ وہ قدرت و اختیار کے ساتھ امام مقرر نہ کرتے ۔ جب وہ ایسے امام کے مقرر کرنے سے عاجز و ناچار ہیں تو وہ تارک واجب و گناہ گار کیوں کر ہو سکتے ہیں ۔

- ایک اہلحدیث عالم ابوحفص محمد بن ابی احمد المدینی الحسینی نے ایک کتاب، حسن المساعی الی نصح الرعیۃ و الراعی ، احکام امام ورعیت میں تالیف کی ہے جو ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء بھوپال یا آگرہ میں طبع ہو کر شائع ہوئی ہے اس میں بھی اسی تفصیل سے شروط امامت کو بیان کیا اور دلائل قرآن وحدیث سے ان کا ثبوت بہم پہنچایا ہے ۔
- ایسا ہی اور متکلمین ومحدثین متقدمین ومتاخرین نے ان شروط کو بیان کیا ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے اسکا ثبوت دیا ہے ۔ علی الخصوص قریش ہونے امام کی شرط کے اس کے ثبوت پر کتب حدیث میں بہت زور دیا گیا ہے ۔ لہذا ہم بھی اس کی تائید میں چند احادیث و اقوال محدثین کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((الأئمة من قريش)) ❶

امام قریش سے ہوں گے ۔

((الملك فی قريش)) ❷

ملک یعنی خلافت قریش کیلئے ہے ۔

((الخلافة فی قريش)) ❸

---

❶ امام احمد ۔ طبرانی ابویعلی

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فی فضل الیمن، رقم الحدیث: ۳۹۳۶

❸ مسند احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خلافت قریش میں ہے۔

((الامراء من قریش ابرارھا امراء أبرارھا وفجارھا امراء فجارھا)) ❶

آپ ﷺ نے فرمایا کہ امیر قریش میں سے ہیں (یا ہونے چاہییں) نیکوکار، نیکوکاروں کیلئے۔ بدکار، بدکاروں کے لئے۔

((النّاس تبع لقریش فی ھذا الشان مسلمھم تبع لمسلمھم و کافرھم تبع لکافرھم)) ❷

آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ اس (امر خلافت) میں قریش کے تابع ہیں، مسلمان، مسلمانوں کے۔ کافر، کافروں کے۔

((لا یزال ھذا الامر فی قریش مابقی من الناس اثنان)) ❸

(آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر (خلافت) ہمیشہ قریش کیلئے رہیگا، (یعنی) وہی اس کے مستحق ہونگے جب تک کہ دو آدمی بھی دنیا میں رہیں گے)

((ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبہ اللّٰہ علی وجھہ ما اقاموا الدین)) ❹

(اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ امر قریش میں رہیگا۔ جو کوئی ان سے دشمنی کریگا خدا اس کو منہ کے بل ڈالے گا، جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں گے)

---

❶ البزاز۔ تاریخ الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی

❷ صحیح بخاری کتاب المناقب، باب المناقب، رقم الحدیث:۳۴۹۵ صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب الناس تبع لقریش، رقم الحدیث:۲۔۱۸۱۸

❸ صحیح بخاری کتاب المناقب، باب مناقب قریش، رقم الحدیث:۳۵۰۱ صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب الناس تبع لقریش، رقم الحدیث:۴۔۱۸۲۰

❹ صحیح بخاری کتاب المناقب، باب مناقب قریش، رقم الحدیث:۳۵۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام نوویؒ ❶ نے فرمایا ہے:

هذه الاحاديث واشباهها دليل ظاهر ان الخلافة مختصة بقريش لايجوز عقدها لاحد من غيرهم وعلى هذا انعقد الاجماع فى زمن الصحابة وكذالك بعدهم ومن خالف فيه من اهل البدع او عرض بخلاف من غيرهم فهو محجوج باجماع الصحابة والتابعين فمن بعدهم، بالاحاديث الصحيحة۔ قال القاضى اشتراط كونه قريشياً هومذهب العلماء كافةً۔ قال وقد احتج به ابوبكر وعمر على الانصار يوم السقيفة فلم ينكره احد۔

قال القاضى (عياض) وقد عدها العلماء فى مسائل الاجماع ولم ينقل عن احد من السلف فيها قول ولافعل يخالف ماذكرنا وكذالك من بعدهم فى جميع الامصار وقال ولا اعتداد بقول النطام ومن وافقه من الخوارج واهل البدع انه يجوز كونه من غير قريش ولا بسخافة ضرار بن عمرو فى قوله: ان غير القرشى من النبط وغيرهم يقدم على القرشى لهو ان خلعه ان عوض منه امر وهذا الذى قاله من باطل القول وزخرفه مع ماهو عليه من مخالفة اجماع المسلمين ۔ و اللّٰه اعلم

یہ حدیثیں اور جو ان کی مثل ہیں اس بات پر دلیل ہیں کہ خلافت قریش سے مخصوص ہے۔ بجز قریش کسی کیلئے عقد خلافت جائز نہیں ہے۔ اس پر صحابہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد اجماع ہو چکا ہے۔ اور جس نے اہل بدعت سے اس میں اختلاف کیا ہے وہ باجماع صحابہ وتابعین احادیث صحیحہ سے مغلوب ہے۔

---

❶ شرح مسلم۔ ج ۳ ص ۱۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ امام کے قریش میں سے ہونے کی شرط تمام علماء کا مذہب ہے۔اس سے ابوبکرؓ صدیق نے سقیفہ کے دن استدلال کیا تو کسی نے اس کو رد نہیں کیا۔قاضی عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ اس مسئلہ کو علماء نے اجماعی مسائل سے شمار کیا ہے اور سلف وخلف سے اس کا مخالف کوئی قول یا فعل منقول نہیں ہوا۔ اور فرمایا ہے کہ نظام (معتزلی) اور اس کے ہم مذہب خارجیوں اور بدعتیوں کے اس قول کا کہ غیر قریش بھی امام ہوسکتا ہے کچھ اعتبار نہیں ہے۔اور نہ ضرار بن عمرو کی اس حماقت کا اعتبار ہے جو اس کے اس قول میں پائی جاتی ہے کہ غیر قریش امام ہو تو وہ قریش سے مقدم ہے کیونکہ اس کو خلافت سے برطرف کرنا آسان ہوتا ہے۔جب اس سے کوئی امر موجب برطرفی سرزد ہو۔اس کا یہ قول باطل ہے اور ملمع اور تمام مسلمانوں کے برخلاف ہے۔

عمدۃ القاری اور فتح الباری شروح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

قال القرطبی هذا الحدیث خبر عن المشروعیة ای لاینعقد الامامة الکبری الالقریش مهما وجد منهم احده فکانه جنح الی انّه خبر بمعنی الامر۔ ❶

قرطبیؒ نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ خلافت قریش میں رہے گی، حکم شرعی کا بیان ہے کہ بجز قریش خلافت کسی کیلئے صحیح نہ ہوگی جب تک کہ کوئی ایک ان میں سے موجود رہے گا۔ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خبر کے بمعنی امر ہونے کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

اس تفصیل سے بخوبی معلوم ہوگا کہ امام جس کو اس حدیث میں شرط جہاد ٹھہرایا گیا ہے، کس کو کہتے ہیں۔اور اس میں کن کن شرائط واوصاف کا ہونا ضروری ہے۔

مسلمانوں کے بحالت ناچاری بلا امام رہنے اور مع ہذا گناہ گار یا ناقص الایمان نہ ہونے پر دلیل یہ حدیث ہے جو امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں جب مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ رہے کے باب میں حذیفہؓ سے نقل کی ہے:

---

❶ عینی وفتح الباری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باب كيف الامر اذا لم تكن جماعة

حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا الوليد بن مسلم قال حدثنا ابن جابر قال حدثني بسر بن عبد اللّٰه الحضرمي انّه سمع حذيفة بن اليمان يقول كان الناس يسئلون رسول اللّٰه ﷺ عن الخير و كنت اسئله عن الشر مخافة ان يدركني فقلت يارسول اللّٰه ﷺ انا كنّا في جاهلية و شرفجاء نا الله بهذا الخير فهل بعد هذا الخير من شر؟ قال:((نعم)) قلت وهل بعد ذالك الشر من خير؟ قال:((نعم وفيه دخن)) قلت ومادخنه قال:((قوم يهدون بغير هديي، تعرف منهم وتنكر)) قال قلت فهل بعد ذالك الخير شر؟ قال:((نعم دعاة على ابواب جهنم من اجابهم اليها قذفوه فيها)) قلت يا رسول اللّٰه صفهم لنا، قال:((هم من جلدتنا ويتكلمون بالسنتنا)) قلت فما تامرني ان ادركني ذالك، قال:((تلزم جماعة المسلمين وامامهم)) قلت فان لم يكن لهم جماعة ولا امام، قال:((فاعتزل تلك الفرق كلها ولوان تعض باصل شجرة حتى يدركك الموت وانت على ذالك))[1]

انہوں نے فرمایا لوگ آنحضرت ﷺ سے بھلائی کا حال پوچھتے تھے، میں آپ ﷺ سے برائی کا حال پوچھتا رہتا، اس ڈر کے مارے کہ وہ برائی مجھے نہ آلگے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ہم ایک زمانہ جاہلیت (کفر) اور برائی میں رہے۔ پھر خدا تعالیٰ یہ خیر (اسلام) لایا۔ اس خیر کے بعد بھی برائی آنے والی ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا کیا اس برائی کے بعد بھی خیر آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، پر اس میں دھندلا پن ہوگا۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب کیف الامر اذا لم تکن جماعۃ، رقم الحدیث: ۷۰۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ایسی قوم پیدا ہوگی جو میری راہ کے بغیر اور راہ چلے گی۔ ان میں اچھی باتیں بھی پاؤ گے بری بھی۔ میں نے عرض کیا اس خیر کے بعد بھی برائی ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جہنم کے دروازہ پر بلانے والے لوگ ہوں گے، جس نے انکا کہنا مانا اس کو وہ جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان کا کچھ حال بیان فرمادیں آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے ہوں گے اور ہماری ہی بولی بولیں گے (یعنی کلمۃ الاسلام کہیں گے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہیں، اگر مجھ پر وہ دن آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کے ساتھ ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر سب فرقوں سے کنارہ ہو جاؤ، اگر چہ درخت کی جڑ دانت سے کاٹے (یعنی کھانے کے لئے بجز درخت کچھ نہ ملے) اسی پر رہیو یہاں تک کہ تجھے موت آپہنچے۔

جہاد کے لئے امام کے موجود ہونے کی شرط پر یہ حدیث دلیل ہے جو بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے:

عن ابی هريرة عن النّبیّ ﷺ قال:((انّما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به))❶

''امام ڈھال ہے اس کی آڑ میں لڑیں اور اس کو اپنا بچاؤ بنائیں۔''

اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے❷ کہا ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به، رقم الحدیث: ۲۹۵۷، صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب الامام جنة یقاتل من وراءہ ویتقی به، رقم الحدیث: ۴۳۔۱۸۴۱

❷ شرح مسلم ص ۱۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((انّما الامام جنّة ای کالسائر لانّه یمنع العدو من اذی المسلمین ویمنع النّاس بعضهم من بعض و یحمی بیضة الاسلام ویقیه الناس ویخافون سطوته ومعنی یقاتل من ورائه ای یقاتل معه الکفار والبغاة والخوارج وسائر اهل الفساد والظلم مطلقاً))

امام مسلمانوں کیلئے آڑ یا پردہ کی مثل ہوتا ہے، مسلمانوں کو دشمن کی تکلیف سے بچاتا ہے۔ اس کی آڑ میں لڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اسکے ساتھ ہوکر کافروں سے اور باغیوں اور خارجیوں وغیرہ اہل فساد وظلم سے لڑیں۔

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ میں اس حدیث کی شرح میں کہا ہے:

انّما الامام ای الخلیفة اوامیره جنة بضم الجیم کالترس فهو تشبیه بلیغ یقاتل بصیغه المجهول من ورائه بکسر المیم یاتی به بیان لکونه جنة ای یکون امیراً فی الحرب قدام القوم لیستظهروا به ویقاتلوا بقوته کالترس للمتترس والاولی ان یحمل علی جمیع الاحوال لان الامام یکون ملجاءً للمسلمین فی حوائجهم دائماً۔ ❶

امام سے مراد خلیفہ وقت ہے یا جو اسکا تجویز کیا ہوا امیر ہو، وہ سپر کی مانند ہوتا ہے جس کے آڑ میں لڑیں اور اس کو اپنا بچاؤ بناویں یہ اس کے سپر ہونے کا بیان ہے کیونکہ امام یا اس کا نائب امیر لڑائی میں قوم کے آگے ہوتا ہے، لوگ اسی کی مدد اور قوت سے لڑتے ہیں، اور اگر اسکو ہر حال میں سپر کہیں تو بہتر ہے کیونکہ امام مسلمانوں کا انکے سب کاموں میں جائے پناہ ہوتا ہے۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے۔

محمد اسماعیل دہلویؒ نے منصب امامت میں احکام خلیفہ راشد کے بیان میں کہا:

---

❶ مرقاۃ ملا علی قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

و ازانجملہ توقف عبادات شرعیہ برموافقت امراء یعنی چنانکہ عبادات دینیہ و طاعات شرعیہ اگر مطابق سنت نبویہ باشد مقبول است والا مردود وہمچناں صحت جمعہ واعیاد وجہاد وحدود وتعزیرات ہمہ متوقف است برامر امام، قال النّبیّ ﷺ انّما الامام جنّۃ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ۔ ❶

مسلمانوں کے لئے ایک قریشی امام کا ہونا ضروری ہے۔ جو آزاد، مسلمان، اور مکلّف ہو۔ مخفی اور منتظر نہ ہو۔ نیز احکام الٰہی حدود سلطنت میں نافذ کرسکتا ہو۔ امام وقت فسق و فجور کے ارتکاب سے معزول نہیں ہوسکتا، خواہ وہ کتنا بڑا ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ امامت اولاد ہاشم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، نبوت کے طریقہ پر خلافت صرف تیس سال رہی۔ پھر شہنشاہیت قائم ہوگئی ثمّ یکون ملکا عضوضاً (ایضاً) کا اسی طرف اشارہ ہے۔ امام وقت کیلئے نہ معصوم ہونا ضروری ہے، اور نہ ہی تمام اہل دنیا سے اعلی اور افضل ہونا واجب ہے۔ صرف کامل ولایت ہی کافی ہے کیونکہ امام مقرر کرنے سے شارع کے دو ہی مقصد ہیں:

اول: مسلمانوں کے لئے حصول منافع اور دفع مفاسد کی تدبیر سوچنا، خدا کا دیا ہوا مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا، جن کے ذمہ واجب ہے ان سے لے کر مستحقین کو دینا، دنیا سے ظلم و فساد دور کرنے کیلئے فوجیں تیار کرنا، اور ان کیلئے سامان حرب وضرب مہیا کرنا، اسلامی ملکوں پر کفار کی یورش کو روکنا، ساز وسامان اور فوجی طاقت کے ساتھ مشرکین سے جہاد کرنا، سیاسیات میں پوری بصیرت اور قدرت رکھنا، حدود اسلام کی نگہداشت کرنا، ظالم سے مظلوم کا انصاف لینا، لٹیروں اور ڈاکوؤں کو مغلوب کرنا، جمعہ جماعت اور عیدین کا قائم کرنا، مختلف گروہوں میں ہونے والے جھگڑوں کو نپٹانا، حق پر مبنی شہادات قائم کرنا، لڑکے لڑکیوں، بیواؤں اور لاوارثوں کی شادی کا انتظام کرنا اور غنائم کو تقسیم کرنا وغیرہ۔

دوم: جو پہلے سے زیادہ اہم اور افضل ہے، شعائر دین کو قائم رکھنا، بندگان خدا کو صراط مستقیم کا پابند بنانا اور ان کو شریعت کی مخالفت اور ارتکاب مناہی سے روکنا۔

---

❶ الاقتصاد فی مسائل الجہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہی وہ مقاصد ہیں جن کو پورا کرنے کیلئے شریعت نے امام کا تقرر لازم قرار دیا ہے۔ اور ایسے امام کی اطاعت بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آئے واجب ہے۔ نیکی کے کاموں میں اسکے اوامر ونواہی پر عمل کرنا ضروری ہے، اس سے جھگڑنا اور اسکی فرمانبرداری سے ہاتھ کھینچ لینا حرام ہے۔ ہاں اگر وہ صریح کفر کا ارتکاب کرے تو اس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا جائز ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضوں کو پورا کرے۔ رعیت سے فرائض الٰہی کی پابندی کرائے، تو ایسی صورت میں تمام مسلمانوں پر اس کی نصرت اور تائید لازم ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا نہ کرے، تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب کرنے والے تمام احکام کے مخاطب، اور فرائض الٰہیہ کو ادا کرنے کے مکلّف عام مسلمان ہوں گے، وہ شریعت کے حکم کے مطابق ان پر عمل کئے بغیر اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوں گے۔ ❶

مقام صحابہ

صحابہ کرام کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا لازم ہے۔ ان کی برائی بیان کرنا، یا انہیں گالی دینا نہ صرف حرام ہی ہے بلکہ کفر کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ (الفتح:۲۹)

''تاکہ ان کی وجہ سے کفار کو غصہ میں مبتلا کرے۔''

سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ اور سارے صحابہ قابل احترام ہیں۔

ذیل میں حضرت امیر معاویہؓ کے متعلق ایک تحریر درج کی جارہی ہے جو ایک سائل کے جواب میں جناب شاہ محمد فصیح غازی پوریؒ نے رقم فرمائی تھی اور اسکی تردید میں میاں نذیر حسین محدثؒ دہلوی نے قلم اٹھایا تھا تاکہ صحابہ کے متعلق اہلحدیث کا عقیدہ واضح ہو جائے۔ ملاحظہ فرمایئے:

سوال: چہ می فرمائند علمائے دین ومفتیان شرع متین اہل سنت والجماعت دریں صورت کہ بمقابلہ ذکر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ ومعاویہ کہ نیز صحابی آنحضرت ﷺ بود، معاویہ را خاطی باغی باید گفت یا امیر معاویہ وبغیر مقابلہ ذکر حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ

---

❶ الاقتصاد فی مسائل الجہاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

در دیگر جا ہا با مام معاویہ لفظ حضرت یا رضی اللہ ضرورا یا نہ و لفظ رضی اللہ عنہ یا نام مذکور در صحاح ستہ وغیرہ کتب مسطور است یا نہ وخطا وبغی کہ از امیر معاویہ با حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوقوع آمدہ بود باز بصلاح پیوست یا تا یوم الوفات بعداوت ماند۔ واگر شخصے بتعصب معاویہ گوید چہ حکم دارد فقط بیّنوا توجروا؟

ترجمہ سوال: کیا حضرت علیؓ کے مقابلے میں امیر معاویہؓ کو باغی یا خاطی کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اور علیؓ کے مقابلہ کے بغیر ان کو امیر یا رضی اللہ عنہ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور صحاح ستہ میں ان کے نام کے ساتھ ساتھ کہیں رضی اللہ عنہ کا لفظ آیا ہے یا نہیں؟ اور وہ غلطی یا بغاوت جو امیر معاویہ سے سرزد ہوئی، پھر اسکا اندمال ہو گیا تھا یا آخری دم تک قائم رہا؟ اگر کوئی تعصب کی بنا پر صرف معاویہ کہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بمقابلہ ذکر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ ہر گاہ تذکرہ در پیش شود، در آں مقام ذکر لفظ حضرت والفاظ دعائیہ تعظیمیہ مناسب نیست۔ زیرا کہ بمقابلہ خاتم الخلفاء حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ خطا و بغاوت او شان ثابت شدہ است لہذا خاطی و باغی باید دانست، زیادہ ازیں شناعت وزیادتی درست نیست، کف لسان ضرور است، چنانچہ ملا جامی علیہ الرحمۃ در عقائد منظومہ خود افادہ فرمودہ اند، بیت

آن خطائے کہ رفت منکر بود حق در آنجا بدست حیدر بود

چہ بلاغت نمودہ اند، کہ نام ہم نہ گرفتہ اند و داد بلاغت دادہ اند، جزاہ اللہ خیر الجزاء، نکتہ کف لسان را خوب فہمیدہ اند و تصریح ایں مضمون در کتب کلامیہ موجود است، و در کتب سیر ہم علما محققین فرمودہ اند، چنانچہ در مواہب و مدارج وشرح سفر السعادت موجود است، ہر کس بخواہد بہ بیند، و در صحاح ستہ لفظ رضی اللہ عنہ نیست، وآنچہ خطا وبغی واقع شدہ، اگر رفع می شد علمائے محققین خاطی باغی چرا می گفتند، ایں امر آنچناں نیس، کہ دران ایں قدر تفحص وتفتیش رود وبغیر مقابلہ ذکر حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ لفظ حضرت بگوئد، چنانکہ با خود ہا ہم ایں لفظ را استعمال می کنند، بایں مسبب کہ صحبت رسول اللہ ﷺ دریافتہ اند، وخود حضرت علی مرتضی کہ خاتم خلفاء بودند و باب مدینۃ العلم بودند بلفظ اخوان تعبیر فرمودہ اند، بہر کیف از ما مرد ما بہتر اند، مضائقہ ہم ندارد وچنداں جائے بحث نیست، زیرا کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ ہمیں فرمودہ اند، اخواننا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قد بغوا علینا دریں باب آداب حضرت خاتم الخلفاء را ملاحظہ باید کرد، کہ چہ قدر پاس صحبت رسالت ہماں است نمودہ اند، کہ باوجود بغی وخطا از برادری اسلامی خارج نہ فرمودند، سبحان اللّٰہ ثم سبحان اللّٰہ، پس مذہب اہل سنت والجماعت ہماں اس کہ عین مضمون ارشاد حضرت خاتم اخلفاء است، چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ در تحفہ اثنا عشریہ افادہ آں فرمودہ اند، ہر کس کہ خواہد بہ بیند وزیادہ تطویل کلام دریں مقام نماند کلمہ کف لسان وارد است و بہ ہمیں نکتہ دار سیدہ محققین کف لسان نمودہ اند۔ چناں چہ حافظ شیراز کہ لسان الغیب لقب دارند او شان ہم کف لسان نمودہ وفرمودہ اند۔

رموز سلطنت وملک خسروان دانند گدائے گوشہ نشینے تو حافظا مخروش

جزاہ اللہ خیر الجزاء ہمیں مسلک اہل سنت والجماعت است، بدگفتن وطعن نمودن ولعن گفتن را عبادت شمردن کار روافض وخوارج است، کہ از پایہ حق دور افتادہ اند وامر حق نصیب اہل سنت والجماعت شدہ، چنانچہ حافظ شیراز فرمودہ۔

جنگ ہفتاد ودو ملت ہمہ را عذر بنہ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

چہ بلاغت نمودند حافظ شیرازی دریں مقام کہ ہفتاد ودو ملت را ذکر نمودہ و یک ملت را گزشتہ ہماں ملت ملت سنت وجماعت است، کہ اہل حق اند، چنانچہ از حدیث معلوم می شود و تفصیل آن طول می خواہد، کہ این مقام مقام آن نیست وہمیں قدر برائے اہل انصاف کافی ووافی است، واہل تعصب را دفاتر ہم کفائت نمی کنند۔ فقط

حررہ العبد الضعیف محمد فصیح عفی عنہ۔ بمقام مظفر پور

جناب محمد فصیح کی جوابی تحریر کا ترجمہ:

حضرت علیؓ کے مقابلے میں جہاں امیر معاویہؓ کا تذکرہ ہو وہاں لفظ حضرت یا دعائیہ الفاظ کہنا درست نہیں کیونکہ انہوں نے آخری خلیفہ راشد کے خلاف بغاوت کی ہے، لہذا ان کو خطا کار اور باغی سمجھنا چاہیے اور اس سے آگے بڑھ کر ان کو برا بھلا کہنا درست نہیں ہے، اس سے زبان کو روکنا چاہیے۔ ملا جامی نے کیا خوب کہا ہے: جو غلطی ان سے سرزد ہوئی وہ بری تھی اور حق اس وقت حضرت علیؓ کی طرف تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیکھو کس طرح انہوں نے اپنی زبان کو روکا اور اس کی تصریح کتب کلامیہ میں موجود ہے مثلاً مواہب، مدارج، شرح سفر السعادۃ وغیرہ۔ صحاح ستہ میں امیر معاویہ کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے الفاظ نہیں آئے۔ خطا و بغاوت کا اگر ازالہ ہو جاتا تو علما ان کو خاطی اور باغی کیوں کہتے۔ اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کے مقابلہ کے بغیر انکے نام کے ساتھ حضرت کا لفظ کہنا چاہیے کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور خود حضرت علیؓ نے ان کو بھائی کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ بہر حال وہ ہم سے بہتر ہیں۔ اس معاملہ میں حضرت علی کی پیروی ہم پر لازم ہے کہ باوجودیکہ انکے خلاف بغاوت کی گئی لیکن پھر بھی انہوں نے صحابی ہونے کا پاس رکھا اور اسلامی برادری سے ان کو خارج نہ کیا۔ چناں چہ اہل سنت کا یہی مذہب ہے اور شاہ عبد العزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ میں یہی کچھ فرمایا ہے۔ اگر خواہش ہو تو اسکا مطالعہ فرمائیں اور اس حد سے آگے بڑھ کر ان کو برا بھلا کہنا روافض کا مذہب ہے، اہلسنت کا نہیں۔ اس کی تفصیل بڑی لمبی چوڑی ہے اہل انصاف کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور متعصب کے لئے کئی دفتر ہوں تو بھی کافی نہیں۔

تحریر سید محمد نذیر حسین در رد جواب شاہ محمد فصیح:

درصورت مرقومہ برارباب دیانت واصحاب فطانت پوشیدہ نیست کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ از جملہ صحابہ پیغمبر خدا ﷺ است۔ وروی ابن بطال باسناد صحیح

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ انّہ قال:(لا تسبّوا اصحاب محمد ﷺ فلمقام احدھم ساعۃ مع النّبی ﷺ خیر من عمل احدکم اربعین سنۃ) وفی روایۃ وکیع (خیر من عبادۃ احدکم عمرہ)

واسلام آوردہ بود وے رضی اللہ عنہ روز فتح مکہ، و یک صد وشصت وسہ حدیث از وے مروی است۔ چنانچہ در کتب صحاح ستہ وغیرہ از کتب احادیث اہل سنت و جماعت مذکور است، و از وے رضی اللہ چندے از صحابہ کبار مانند عبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وعبد اللہ بن زبیر و ابو الدرداء وجریر بن عبد اللہ البجلی ونعمان بن بشیر وغیرھم من الصحابۃ روائت حدیث کردہ اند،

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واز تابعین کبار مثل سعید بن المسیب وحمید بن عبدالرحمٰن وغیرھما، نیز از وے روائت حدیث کردہ اند، چنانکہ درتقریب وتہذیب الکمال ولسان المیزان وتہذیب الاسماء.....ابو یحی مزی واکمال وغیرہ من کتب اسماء الرجال کہ نقاد وصرف اسامی رواۃ حدیث، مستند مذکوراست، ونیز دراصابہ ابن حجر وشیخ جلال الدین سیوطی دربعض تصانیف تصریح بدان کردہ اند کما لا تخفی علی من تتبع کتب اسماء الرجال والسیر المعتبرہ من تواریخ الخلفاء۔

وحدیثے کہ مشتمل بر دعا خیر کردن آن سرور خیر البشر ﷺ برائے وے رضی اللہ عنہ دارد گشتہ در جامع ترمذی موجوداست وترمذی آن را حسن گفتہ،

اخرج التّرمذی وحسنه عن عبد اللّٰه بن ابی عمیرة الصحابی عن النّبیّ ﷺ انّه قال لمعاویه ((اللّٰهم اجعله هادیاً مهدیاً)) ❶

واخرج الامام احمد فی مسنده عن عرباض بن ساریة سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول:((اللّٰهم علّم معاویة الکتاب والحساب وقه العذاب)) ❷

واخرج ابن ابی شیبة فی المصنّف والطبرانی فی الکبیرعن عبد الملك بن عمیر قال معاویه مازلت اطمع فی خلافة منذ قال لی رسول اللّٰه ﷺ ((یامعاویة اذا ملکت فاحسن)) کذا فی تاریخ الخلفاء للسیوطی

ودرصحیح بخاری درذکرامیر معاویہ می نویسد

حدّثنا الحسن بن بشر ثنا المعافی عن عثمان بن الاسود عن ابن ابی ملیکة قال اوتر معاویه بعد العشاء برکعة وعنده مولی لابن عباس فاتی ابن عباس فقال دعه فانه قد صحب رسول اللّٰه ﷺ۔

حدّثنا ابن ابی مریم ثنا نافع بن عمر ثنا ابن ابی ملیکة قیل لابن عباس هل لك فی امیر المؤمنین معاویة فانّه ما اوتر الا بواحدة قال انه فقیه۔

---

❶ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان، رقم الحدیث:۳۸۴۲

❷ مسند احمد ۴/۱۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حدثنا عمرو بن عباس ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن ابی التیاح قال سمعت حمران بن ابان عن معاویة قال انکم لتصلون صلوة لقد صحبنا النبی ﷺ فما رأیناه یصلیها ولقد نهی عنهما یعنی الرکعتین بعد العصر۔ انتهی ❶

پس از صحیح البخاری کہ اصح کتب است در احادیث، چنانکہ علماء معتبرین بران تصریح کردہ اند، صحابی بودن امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ وعدالت وفقاہت وے از زبان ابن عباس رضی اللہ عنہ ثابت شدہ، وہرگاہ بودن امیر المؤمنین معاویہ صحابی آن حضرت ﷺ متحقق گردید پس ترضی وترحم برائے وے مستحب خواہد بود چہ وے صحابی است وبرائے ہر صحابی ترضی وترحم نزد اہل سنت وجماعت بالاجماع مستحب است، دریں صورت باعتبار نفس شرافت صحابیت امیر معاویہ را حضرت ورضی اللہ عنہ گفتن بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ عنہ نزد اہل سنت وجماعت درست ورواست وممنوع نیست، زیرا کہ مشاجرات باخود ہا از صحابیت خارج نمی کنند خلافاً لروافض، آرے درمیان بزرگی حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تفاوت بسیار بودن بعید نیست، چہ جناب علی مرتضی در عشرۂ مبشرہ بالجنۃ داخل اند وکثیر الصحبۃ ازان حضرت ﷺ وفضیلت دامادی وغیر میدارند۔

کما لا یخفی علی الماهر بالشریعة الغراء ویستحب الترضی للصحابة والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسه وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح ذکره الکرمانی وقال الزیلعی الاولی ان یدعوا الصحابة بالترضی والتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز کذا فی تنویر الابصار والدر المختار و الفتاوی العالمگیریة والغیاثیة وغیره من کتب الفقه الحنفیة وغیرها من کتب سائر المذاهب المتبوعة کما لایخفی علی الماهر بالکتب الشرعیة۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی، باب ذکر معاویۃ، رقم الحدیث: ۳۷۶۴، ۳۷۶۵، ۳۷۶۶، ۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وغیر صحابی از ادنی فی صحابی بدرجہ بزرگی صحابی نخواهد رسید

فهم احق ولا يبلغ غيرهم ادناهم ولو اتفق ملاء الارض ذهباً ۔ كذا فی الطحطاوی حاشية الدرالمختار وغيرها من كتب اهل السنة۔

ومناقب وفضائل صحابہ بردیگران بنابرشرف صحبت آن حضرت ﷺ کافی ووافی است

قال ﷺ فی حديث ابن مالك اذا ذكر اصحابی فامسكوا وفی لفظ ((واياكم والشجر بين اصحابی فلو انفق احدكم مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم و لا نصيفه)) الحديث وقال ﷺ فی حديث ابن مالك ((طوبی لمن رانی ومن رای من رانی)) و قال ﷺ ((لاتسبّوا اصحابی فمن سبهم فعليه لعنة الله))

کذا فی غنیۃ الطّالبین للشیخ الکامل المکمل عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ومشاجرات صحابہ منافی نیستند بودن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پس افضلیت شان بر غیر صحابہ درضمن عمومات نصوص لازم آمد اگرچہ فضیلت بافضیلت غیرے تفاوت ازعرش تا فرش واردھوالمقصود، پس آنہا کفّ اللّسان باید بود وتاویل نیک باید کرد وجہت صحابی بودن آنہا مقتضی ترک کینہ و عداوت است لقولہ تعالی ولاتجعل فی قلوبنا غلاللذین آمنوا۔ازیں جہت عداوت باکسے ازصحابہ نتوان کرد، کہ دلیل ضلالت است، امامحبت باہر یک ازآنہا بقدرمحبت ہر یک ازآنہا است بارسول خدا ﷺ وچوں درمقابلہ ومطاعن صحابہ ظاہرشدہ کہ منازعات ومشاجرات کہ درصحابہ واقع شدہ بنابرخطااجتہادی واقع شدہ بکفرنمیرساند، چنانچہ امیرالمئومنین علی مرتضیٰؓ گفتہ:

انّمااصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی ما دخل فيه من الزيغ والاعوجاج والشبهه والتاويل كذا فی نهج البلاغة۔

ورسول خدا ﷺ درحق امام حسن فرمودہ:

((ابنی هذا سيدولعلّ اللّه يصلح بين فئتين عظيمتين من المسلمين))

چنانچہ جناب قاضی ثناءاللہ صاحب تفسیر مظہری درسیف المسلول افادہ فرمودہ:

وهكذا يستفاد من نهج الازهر لملا علی القاری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ومولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ درتحفہ اثنا عشریہ می فرمانید کہ پس در کتب اما میہ متواتر رسیدہ کہ حضرت امیر از لعن از اہل شام منع فرمودہ ، و نیز اہل سنت گفتہ اند، کہ در نہج البلاغہ روائتے دیگر موجود است کہ شیعہ ازان چشم پوشی می کنند وآن روایت صریح دلالت دارد برآنکہ مانع بقاء شرکت اسلام واخوت ایمانی بود۔

وھو انّه لمّا سمع لمن اھل الشّام من اصحابه خطب وقال اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علی مادخل فیه من الزیغ والاعوجاج والشبهة و التاویل انتھی ما فی تحفة اثنا عشریة۔

و جناب مورد تجلیات سبحانی محبوب رحمانی حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ، درغنیۃ الطالبین درعقیدہ اہل سنت والجماعت افادہ می فرمایند وارشادمی نمایند،

اتّفق اھل السّنّة علی وجوب الکف عما شجر بینھم والامساك عن مساویھم واظھار فضائلھم ومحاسنھم وتسلیم امرھم الی اللّٰه عزوجل علی ماکانو جری من اختلاف علی وطلحة و زبیر وعائشة ومعاویة رضی اللّٰه عنھم علی ما قدمنا بیانه واعطاء کل ذی فضل فضله کما قال اللّٰه عزوجل ﴿**والّذین جائوا من بعدھم یقولون ربّنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم**﴾ وقال اللّٰه تعالی ﴿**تلک امة قد خلت لھا ماکسبت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون**﴾ انتھی ما فی غنیة الطالبین

ونیز دریں کتاب مسطوراست نبذی ازاں بقلم می آید

فخرج علی رضی اللّٰه الی المسجد فبایعه الناس فکان اماماً حقاً الی ان قتل خلاف ما قال الخوارج انه لم یکن اماماً تبالھم، واما قتاله بطلحة وزبیر و عائشة ومعاویة فقد نص الامام احمد علی الامساك عن ذالك وجمیع ما

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شجر بينهم من منازعة ومنافرة وخصومة لانّ اللّٰه تعالى يزيد ذلك من بينهم يوم القيامة كما قال عزوجل:﴿**ونزعنا ما فى صدورهم من غل اخواننا على سرر متقابلين**﴾ الآية۔ ومن قاتله من معاوية وطلحة والزبير وطلبوا ثارعثمان خليفه حق المقتول ظلماً والذين قتلوه كانوا فى عسكر على رضى الله فكل ذهب الى تاويل صحيح فاحسن احوالنا الامساك فى ذالك وردهم الى اللّٰه عزوجل وهو احكم الحاكمين وخير الفاصلين ۔ انتهى مافى غنية الطالبين ۔

پس از تقریر دلپذیر جناب محبوب سبحانی رحمہ اللہ علیہ ہم ہویدا گردید، کہ مشاجرات صحابہ آنہا را بر خطا اجتہادی حمل باید کرد، وایں معاملہ را سپرد خدا می شاید، چنانکہ از کلام در نظام شان مستفاد می شود، کما لایخفی علی العالم المنصف المتفطن بالکلام۔

و باغیان ومقتولان از مقابلین علی مرتضی برحکم اشتباہ حق وخطاء اجتہادی کہ ہر کس از فریقین خود را بر امر حق دانستہ مقاتلہ کرد واشتباہ حق و باطل دریں معرکہ رودادہ، اگر چہ در حقیقت یکے مصیب بود ودیگر مأ ول ومخطی گشتہ شدند وبعقیدہ ہر یکے از فریقین وطرفین شہید گشتند، بنابر اعتقاد حق ہر یک از آنا بجانب خویش چنانکہ از غنیۃ الطالبین وغیرہ مستفاد گردد، بلکہ از کلام امیر المؤمنین علیؓ صاف خطاء اجتہادی از مقابل وےؓ واضح می شود:

حيث قال اصبحنا نقاتل اخواننا فى الاسلام على مادخل فيه من الزيغ و الاعوجاج والشبهة والتاويل۔ كذا فى نهج البلاغة۔

ولہذا در کتب فقہ می نویسند:

وان قتل عادل باغياً ورثه مطلقاً وبالعكس اذا قال الباغى وقت قتله انا على باطل لايرثه اتفاقاً لعدم الشبهة وان قال انا على حق فى الخروج على الامام و اصر على دعواه ورثه۔كذا فى تنوير الابصار والدر المختار وغيرهما من كتب الفقه

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وفی الاختیار وما اصاب کل واحد من الفریقین من الاخر من دم او جراحة او استهلاك مال فهو موضوع لا دیة فیه ولاضمان وما کان قائماً فی ید کل واحد من الفریقین للآخر فهو لصاحب۔انتهی ما فی رد المحتار حاشیة درالمختار وغیره

وآنچہ درسوال مذکوراست، کہ کسے کہ خودرابمذہب اہل سنت وجماعت گوید ازتعصب بحق حضرت معاویہ لفظ رضی اللہ عنہ نہ گوید بلکہ بدگوید چہ حکم دارد، پس جوابش این است کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عن باعلی مرتضی کرم اللہ وجہہ مقابلہ ومقاتلہ کردہ مخطی بود وعلی رضی اللہ تعالی عنہ مصیب بود ومخطی دراجتہاد مورد لعن وسب وشتم نیست بر مذہب اہل سنت بلکہ فاسق معین ومرتکب کبیرہ رالعن کردن جائز نیست، برمسلک اہل سنت چہ جائے کہ مخطی دراجتہاد حاشا کہ لعن وسب درحق اواصلاً روانیست

لانّ النّبیّ ﷺ نهی عن لعن المصلین ومن کان من اهل القبلة کذا فی خلاصة الفتاوی وغیره من کتب الفقه والعقاید۔اما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة علی۔وخروج معه فی المحاربة طائفة منهم کما وقع فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولاتضلیل علی مخالفیه فی ولایته اذا لم یکن ذلك نزاع فی حقیقة امارته بل کان عن خطاء فی اجتهادهم حیث امکروا علیه ترك القود من قتلة عثمان رضی اللّٰه عنه بل زعم بعضهم انّه کان مائلاً الی قتله والخطی فی الاجتهاد لایضلّ ولا یفسق علی ماعلیه الاعتماد۔کذا فی نهج الازهر شرح فقه اکبر لملّا علی القاری الحنفی وغیره من کتب العقاید۔

پس ہر کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رااز راہ تعصب وبغض رضی اللہ عنہ نہ گوید اوخود در وعید حدیث گرفتار خواہد بود۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قال رسول الله ﷺ:((لا تسبّوا اصحابی فمن سبّهم فعلیه لعنة اللّٰه))

کذا فی غنیۃ الطالبین وغیرہ من کتب اہل السنۃ، وسب کنندہ و بدگوینده او در پردہ عقیدہ روافض می دارد گو بظاہر خود را از اہل سنت می شمارد، وہم چنیں ہر کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا را بدگوئد او موذی است ومن جملہ من یوذی اللّٰه و رسوله داخل است از گمان بدوسوء نفسانی خود تو بہ نماید، پس واجب است بر دکہ این عقیدہ بد کہ زوجہ مطہرہ آن حضرت ﷺ و صحابی پیغمبر خدا ﷺ را بدمی گوئد تو بہ کند، ومسلک اہل سنت اختیار نماید تا در دنیا و دین از مواخذہ نجات یابد وایں آیت کریمہ را ﴿کنتم خیر امّةٍ اخرجت للنّاس﴾ و ﴿رضی اللّٰه عنهم و رضوا عنه﴾ کہ در شان صحابہ درجہ بدرجہ بقدر استحقاق خیریت ہر یک از ایشاں مشعر و ناطق است تلاوت کردہ باشد (وعقیدة الصحابة انّ ترتیب الخلفاء الرّاشدین کترتیبهم فی الخلافة) پیش نظر دارد، وفضیلت ہر یک صحابی را حسب روایات کتب احادیث صحیحہ وموافق قرار دادہ مذہب متبوعہ اہل سنت و جماعت ملحوظ در عقیدہ خود بدارد تا خود را در زمرہ اہل سنت پندارد وتفصیل این اجمال را در شرح مواقف وشرح مقاصد وازالۃ الخفاء فی اثبات خلافۃ الخلفاء وغیرہ ملاحظہ نماید تا از انہا عبرت گیرد و مذہب ومسلک اہل سنت را معلوم کند واز جہالت و نادانی خود بیرون آید۔

وما علینا الّاالبلاغ ۔ واللّٰه اعلم بالصّواب ۔ فاعتبروا یا اولی الالباب ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العالمین ۔ سید محمد نذیرحسین ۔

میاں نذیر حسین محدثؒ کی فارسی تحریر کا اردو ترجمہ:

اہل عقل و دیانت پر مخفی نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو گالی نہ دو۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ان کا ایک ساعت بیٹھنا تمہارے چالیس سال کے اعمال سے بہتر ہے اور وکیع کی روایت میں عمر بھر کے اعمال سے بہتر ہے کے الفاظ ہیں۔

امیر معاویہؓ فتح مکہ کے دن ایمان لائے۔ آپ سے ۱۶۳، احادیث مروی ہیں۔ جو صحاح ستہ میں اور دوسری کتابوں میں مروی ہیں۔ ان سے بڑے بڑے صحابہ نے روایت کی مثلاً ابن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، ابوالدرداؓ، جریر بن عبداللہ بجلیؓ، نعمان بن بشیرؓ وغیرہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیبؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تصریح کتب اسماء الرجال اور سیرت میں ہے۔

ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے ہادی اور مہدی بنا دے۔ مسند احمد میں ہے کہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ معاویہؓ کو کتاب اور حساب کا علم سکھا اور اسے عذاب سے محفوظ رکھ۔ امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ جب سے نبی ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو احسان کرنا، مجھے اسی روز سے اپنے بادشاہ بننے کا یقین ہو گیا تھا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا۔ ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام پاس تھے، انہوں نے جا کر ابن عباسؓ سے کہا کہ امیر معاویہؓ نے ایک رکعت وتر پڑھا ہے تو انہوں نے فرمایا جانے دو، وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ٹھیک کیا وہ ایک فقیہ صحابی ہیں۔ ایک دفعہ امیر معاویہ نے کہا کہ تم ایسی نمازیں پڑھنے لگے ہو جو ہم نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا حالانکہ ہم ان کی صحبت میں رہے۔ آپ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں جو حدیث کی کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب ہے، آپ کا صحابی ہونا اور بزبان ابن عباسؓ عادل اور فقیہ ہونا ثابت ہو گیا تو آپ ترضی اور ترحم کے مستحق ہوں گے۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کے لئے رضی اللہ عنہ کہنا بالاتفاق مستحب ہے۔

صحابی ہونے کی حیثیت سے ان کے متعلق حضرت علیؓ کے مقابلہ میں بھی حضرت اور رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہنا مستحب ہے، ممنوع نہیں ہے۔ کیونکہ آپس کی لڑائی سے صحابہ، صحابیت کی بزرگی سے محروم نہیں ہو جاتے۔ ہاں رافضی کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

البتہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ میں درجے کا بہت فرق ہونا بھی بعید نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں کثیر الصحبت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے داماد ہیں۔

صحابہ کے لئے رضی اللہ اور تابعین اور ان کے بعد کے لوگوں کے لئے رحمہ اللہ کہنا مستحب ہے۔ فقہ اور عقائد کی کتابوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور غیر صحابی خواہ کتنے ہی مرتبے کا ہو، کسی ادنی صحابی کے درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرف صحبت کے بہت سے حقوق ہیں۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ہے جب میرے صحابہ کا تذکرہ کرو تو اپنی زبان کو تھام لو۔

اور فرمایا میرے صحابہ کے جھگڑوں کا تذکرہ مت کرو۔ کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے جتنا سونا بھی خرچ کرے تو ان کے ایک مد یا نصف مد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا مبارک ہے وہ جس نے مجھے دیکھا اور مبارک ہے وہ جس نے میرے صحابہ کو دیکھا۔ اور فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ جو ان کو گالی دے گا اس پر خدا کی لعنت پڑے گی۔

پس معاویہؓ چوں کہ صحابی ہیں لہذا تمام روئے زمین کے غیر صحابہ سے افضل ہیں۔ اگرچہ صحابہ، صحابہ میں عرش سے فرش تک سے بھی زیادہ فاصلہ ہو۔ لہذا ان کو دعائے خیر سے یاد کرنا چاہیے۔ اور ان کے متعلق دل میں کینہ اور عداوت نہ رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالی نے ایمان داروں کی کیفیت بیان فرمائی ہے کہ وہ دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ایمان داروں کے متعلق کینہ اور عداوت نہ رکھنا۔ اور ہمارے دلوں میں ہر صحابی کے لئے اتنی ہی محبت ہونی چاہیے جتنی کہ ان کی محبت رسول اللہ ﷺ سے تھی۔

جو جھگڑے صحابہ میں ہوئے وہ اجتہادی غلطی کی بنا پر سرزد ہوئے۔ اور اجتہادی غلطی سے کوئی آدمی کافر نہیں ہو جاتا۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے خود فرمایا تھا ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے لڑنے لگے کیونکہ شبہ اور تاویل سے ان کے دلوں میں کجی آ گئی ہے۔

شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ حضرت علیؓ نے شامیوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے اور نہج البلاغت میں یہ روایت موجود ہے کہ اس جنگ کی وجہ سے علیؓ نے ان کو ایمان اور اسلامی برادری سے خارج نہ کیا۔ اور وہ روایت یہ ہے کہ جب علیؓ نے اپنی فوج سے شامیوں کے متعلق سبّ وشتم سنا تو فرمایا ہماری اپنے بھائیوں سے لڑائی چھڑ گئی ہے کیونکہ شبہ اور تاویل کی وجہ سے ان کے دل ٹیڑھے ہو گئے ہیں۔

شیخ عبدالقادرؒ جیلانی غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے جھگڑوں اور ان کی بدگوئی سے اپنی زبان روک رکھنی چاہیے اور ان کے فضائل ومحاسن کو بیان کرنا چاہیے اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کرنا چاہیے۔ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عائشہ صدیقہؓ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور امیر معاویہؓ کی لڑائی کا تذکرہ نہ ہونا چاہیے۔ اور ہر ایک کی بزرگی کا اقرار کرنا چاہیے۔

غنیۃ الطالبین میں یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ مسجد کی طرف نکلے تو لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سو آپ شہید ہونے تک امام برحق تھے۔ لیکن خارجی ان کو امام برحق نہیں مانتے۔ خدا ان کو غارت کرے۔ اور حضرت علیؓ وطلحہؓ وزبیرؓ ومعاویہؓ وحضرت عائشہؓ کی جنگ سے اپنی زبان کو روکنا چاہیے کیونکہ مسند احمد میں نص ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے دلوں سے دشمنی اور کینہ وغیرہ نکال دیں گے۔

حضرت علیؓ خلیفہ برحق تھے، ان کے خلاف خروج ہوا۔ حضرت علیؓ اس حیثیت سے سچے تھے۔ اور ان سے لڑائی کرنے والے حضرت عثمانؓ خلیفہ برحق اور مظلوم خلیفہ کے خون کا مطالبہ کرتے تھے، اور جن سے مطالبہ تھا وہ حضرت علیؓ کی فوج میں شامل تھے۔ لہذا وہ اپنی جگہ پر سچے تھے۔ تو ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم اس معاملہ میں خاموش رہیں اور ان کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

طرفین کے جو آدمی ان جنگوں میں مرے ہیں وہ شہید ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔ اگرچہ فی الحقیقت ایک گروہ حق پر تھا اور دوسرا غلطی پر۔ اور وہ غلطی اجتہادی تھی جس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی ہے۔

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر عادل باغی کو قتل کر دے تو وہ اس کا وارث ہوگا اور اس کے برعکس بھی۔ اگر باغی اس کا اصرار کرے کہ میں اس خروج میں حق پر ہوں۔ اور اگر باغی قتل کے وقت اقرار کر لے کہ میں باطل پر تھا تو اس کا وارث نہیں ہوگا۔ اور ان جنگوں میں جو زخم فریقین کو آئے ان کی دیت نہیں ہے اور جو مال لوٹ لیا گیا اگر وہ ختم ہو چکا ہے تو اس کی ضمان نہیں اور اگر مال بعینہ ہو تو وہ مالک کو مل جائے گا۔

یہ جو لکھا ہے کہ اگر کوئی تعصب کی راہ سے امیر معاویہ کو رضی اللہ عنہ نہ کہے بلکہ برائی بیان کرے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ امیر معاویہ نے حضرت علی سے لڑائی کی۔ اور اس لڑائی میں حضرت علی حق پر تھے اور امیر معاویہ خطا پر۔ اور اجتہادی غلطی پر اہل سنت کے نزدیک سب وشتم اور بدگوئی کرنا درست نہیں ہے، بلکہ فاسق معین اور مرتکب کبیرہ کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اجتہادی غلطی پر اس کی بدگوئی کی جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا نمازی اور اہل قبلہ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لعنت نہ کیا کرو۔

جولوگ حضرت علیؓ کی مدد کرنے سے رک گئے یا جنہوں نے ان کے برخلاف جنگ کی، نہ تو وہ اس سے گمراہ ہوئے اور نہ حضرت علیؓ کی خلافت اس سے ناجائز ہوئی کیونکہ حضرت علیؓ کی خلافت کی حقانیت کے متعلق کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ بلکہ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ بلکہ بعض لوگ تو اس طرف تھے کہ حضرت علی خود قاتلین کی حمائت کرتے رہے ہیں۔

اب اگر کوئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہے تو وہ اس وعید کے لئے تیار رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ کو گالی نہ دو جو ان کو گالی دے گا اس پر اللہ کی لعنت برسے گی۔

ایسا آدمی جو ان کو گالی دے، وہ حقیقت میں شیعہ ہے اگر چہ بظاہر اپنے آپ کو اہل سنت کہلائے۔ اور جو حضرت عائشہؓ کی بدگوئی کرے حقیقت میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتا ہے۔ پس ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا لازمی ہے۔

صحابہ کرام کا عقیدہ یہ تھا کہ ان چاروں خلفاء کی خلافت جس ترتیب سے ہوئی ہے اسی ترتیب سے ان کا مرتبہ اور مقام تھا۔ اس اجمال کی تفصیل دیکھنا منظور ہو تو شرح مواقف، شرح مقاصد اور ازالۃ الخفا کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔ محمد نذیر حسین۔ ❶

بدعت حسنہ

اہل حدیث کا عقیدہ ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم غلط ہے، اور قرآن و حدیث میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے۔ اس موضوع پر ہم پہلے جناب مسعود عالم ندویؒ کی ایک تحریر نقل کرتے ہیں اور بعد ازاں ایک حنفی اہل علم، جناب ابوالحسن علی ندویؒ کی تحریر پیش کریں گے۔

○ جناب مسعود عالم ندویؒ، حضرت مجدد احمد سرہندیؒ کے ذکر خیر میں لکھتے ہیں:

---

❶ منقول از فتاوی نذیریہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عاجز کے نزدیک ان (احمد سرہندی) کا ایک بڑا تجدیدی کارنامہ، بدعت حسنہ، کی پردہ دری ہے۔ دوسری تیسری صدی ہجری ہی سے علماء سوء اور نام نہاد صوفیہ اپنی نت نئی بدعتوں کی پردہ پوشی بدعت حسنہ کے خوبصورت اور جاذب فقرہ سے کیا کرتے تھے، کسی منکر پر حرف گیری کرو، جواب ملے گا: بدعت حسنہ ہے، کسی بدعت پر متنبہ کرو فوراً حسنہ کی سپر سامنے آجائے گی۔ اللہ! اللہ!، رسول اللہ ﷺ کا تو ارشاد ہے:

((من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ)) ❶

لیکن علماء ہیں کہ دین کے اندر بدعات کا انبار لگاتے جارہے ہیں۔ اور پوچھو تو ایک جواب بدعت حسنہ۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کے اندر جو اضافہ کیا جائے وہ بدعت ہے اور اس لئے ضلالت بھی ہے۔ حسنہ، سیئہ کی کوئی تفریق نہیں۔ میں دین کے اندر کہہ رہا ہوں۔ رسول کریم فداہ ابی وامّی نے فی امرنا هذا فرمایا ہے۔ لباس طعام اٹھنے بیٹھنے کے آداب طور طریقوں کا سوال نہیں۔ بحث ان جدتوں اور نوتراشیدہ رسموں سے ہے جو دین اور دینی اعمال کے اندر پیدا کر لی گئی ہیں۔ وہ کسی حال میں حسنہ نہیں ہوسکتیں۔ مجدد صاحب کا احسان ہے کہ انہوں نے اس کفرزار میں پہلی مرتبہ اس بدعت کا راز فاش کیا۔ انہوں نے صاف صاف فرمایا:

النّصیحة هی الدّین و متابعة سیّد المرسلین علیه و علیهم الصلوة و السلام و اتیان السنّة السّنیّة و الاجتناب عن البدعة ..... و ان کانت البدعة تری مثل فلق الصبح لانّه فی الحقیقة لا نور فیها و لا ضیاء، و لا للعلیل منها شفاء و لا للدّاء منها دواء ۔ کیف و البدعة امّا رافعة للسنّة او ساکتة عنها و الساکتة لابد و ان تکون زائدة علی السنة فتکون ناسخة لها فی الحقیقة ایضاً لان الزیادة

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم الحدیث: ۲۶۹۷ صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، رقم الحدیث: ۱۷۱۸-۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علی النص نسخ له، فالبدعة کیف تکون رافعة للسنة تقیضة فلا خیر فیها و لا حسن فیها۔لیت شعری من این حکموا بحسن البدعة فی الدین الکامل..... ❶

سچ کہا حضرت مجددؒ نے، کہ معلوم نہیں ان لوگوں نے دین کامل کے اندر اختراع کردہ بدعتوں کی بہتری اور اچھائی کا حکم کہاں سے لگا دیا؟.....

صاف صاف کہتے ہوئے ڈر معلوم ہوتا ہے، پر موقع ایسا آ پڑا ہے کہ رہا بھی نہیں جاتا۔ نام نہاد فقراء اور صوفیا، فقر کی بساط بچھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، مدرسوں میں ابھی تک ارسطو کی سڑی ہوئی لاش سے علم وحکمت کا استفادہ جاری ہے، شمس بازغہ اور قاضی مبارک کی دھوم ہے۔قرآن کریم اور حدیث رسول کی کانوں میں بھنک پڑ جائے، تو خیر حرج نہیں، لیکن ان کی تحصیل میں عمر عزیز کے کچھ حصے نذر کئے جائیں، یہ ناممکن ہے۔ بڑے بڑے علماء کے خانوادے مشکوۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھانا کافی خیال کرتے تھے۔ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیر مجددؒ اور شیخ عبدالحقؒ کی ترغیب وتحریص کے فیض سے کوئی جماعت اگر یکسر محروم رہی ہے تو انہیں اہل مدرسہ کی.....آپ پوچھیں گے کہ اس بزم میں کتاب ربانی کا کیا حال تھا؟ تو سچی بات تو یہ ہے کہ آج تک سننے میں نہیں آیا کہ ان اہل مدرسہ کے ہاں کتاب عزیز کبھی جگہ پاتی تھی۔اور واقعی ان بے چاروں کو دوسرے علوم سے اتنی فرصت کہاں ملتی تھی کہ وہ کلام الٰہی کی طرف توجہ کرتے۔پورے درس نظامی میں اگر کوئی کتاب واقعی درس سے خارج تھی تو یہی کتاب ربانی، جسے قرآن مجید کہا جاتا ہے، جس پر ہم آپ ایمان رکھنے کا دعوی کرتے ہیں۔ ❷

○ جناب سید ابوالحسن علی ندویؒ کہتے ہیں:

لوگوں نے بدعت کی دو قسمیں بنا رکھی تھیں، بدعت سیئہ اور بدعت حسنہ۔وہ کہتے تھے کہ ہر بدعت سیئہ نہیں ہوتی، بہت سی بدعات، بدعات حسنہ ہیں جو حدیث کے اطلاق کلّ بدعةٍ ضلالة سے مستثنی ہیں۔

---

❶ مکتوب ۱۹۔حصہ ششم دفتر دوئم

❷ ماہنامہ الفرقان۔دسمبر ۲۰۰۱ء ص ۲۷، ۲۹۔۳۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کی سب سے بڑی دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے جو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنے والوں کو دیکھ کر فرمایا تھا نعمت البدعة هذه ۔''یہ بڑی اچھی بدعت ہے۔'' حالانکہ اس پر اتفاق ہے کہ یہاں محض لغوی حیثیت سے اس کو بدعت کہا گیا ہے ورنہ تراویح کا پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور متواتر ہے۔ بدعت کی تعریف کے لئے امام شاطبیؒ کی کتاب الاعتصام بالسنة اور مولانا اسماعیلؒ شہید کی کتاب ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح جو اس موضوع پر بہترین ہیں، پڑھنی چاہیے۔ مجدد صاحب نے اس تقسیم اور بدعت حسنہ کے خلاف جس زور سے علم جہاد بلند کیا اور جس اعتماد و قوت اور علمی استدلال کے ساتھ اس کا انکار کیا اس کی نظیر دور تک اور دیر تک نہیں ملتی۔ اس سلسلہ میں مکتوبات کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

سنن نبویہ کی ترویج و اشاعت کی تحریض اور بدعات کے انسداد کی ترغیب دیتے ہوئے اپنے مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

یہ وہ وقت ہے کہ حضرت خیر البشر ﷺ کی بعثت پر ہزار سال گزر چکے ہیں اور علامات قیامت ظاہر ہونا شروع ہوگئی ہیں، عہد نبوت کے بعد کی وجہ سے سنت مستور اور، چوں کہ زمانہ کذب و دروغ کا ہے، بدعت رائج و مقبول ہو رہی ہے، کسی شہباز کی ضرورت ہے جو سنت کی نصرت و حمائت کرے اور بدعت کو پسپا اور مغلوب کرے۔ بدعت کی ترویج دین کی تحریف کے مترادف ہے اور بدعتی کی تعظیم قصر اسلام کو منہدم کرنے کے ہم معنی۔ حدیث میں آتا ہے:

((من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام)) ❶

''جو کسی بدعت والے کی توقیر کرے گا اس نے اسلام کے منہدم کرنے میں حصہ لیا۔''

پورے عزم و ہمت کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ سنتوں میں سے کسی سنت کو رواج دیا جائے اور بدعتوں میں سے کسی بدعت کا ازالہ کیا جائے، یہ کام ہر وقت ضروری تھا، لیکن ضعف اسلام کے اس زمانہ میں کہ مراسم اسلام کا قیام سنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے اور بھی ضروری ہے۔

---

❶ شعب الایمان، للبیھقی، رقم الحدیث: ۹۴۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسکے بعد مجدد صاحب اسی مکتوب میں بدعت میں کسی قسم کے حسن و جمال ہونے اور بدعت حسنہ کی تعبیر و اصلاح کی مخالفت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

گزشتہ لوگوں میں سے بعض نے بدعت میں کچھ حسن دیکھا کہ بدعت کی بعض قسموں کو انہوں نے مستحسن قرار دیا، لیکن اس فقیر کو اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں، وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں اس کو سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ اور محسوس نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: کلّ بدعةٍ ضلالة ''ہر بدعت گمراہی ہے۔'' ❶

ایک مکتوب میں جو عربی میں میر محبّ اللہ کے نام ہے، تحریر فرماتے ہیں:

سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگوں نے کہاں سے کسی ایسے کام میں حسن ہونے کا فیصلہ کیا جو اسلام کے دین کامل اور خدا کے پسندیدہ و مقبول مذہب میں اتمام نعمت کے بعد ایجاد کیا گیا ہو، کیا ان کو یہ موٹی بات معلوم نہیں کہ اتمام و اکمال اور قبولیت کے بعد کسی دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جائے تو اس میں حسن نہیں ہوسکتا۔

﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ﴾ (یونس: ۳۲)

''حق کے بعد صرف ضلال ہی کا درجہ رہ جاتا ہے۔''

اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ دین کامل میں کسی نو پیدا شدہ چیز کے حسن کا فیصلہ کرنا اس کے عدم کمال کو مستلزم ہے اور اس بات کا اعلان کہ نعمت ابھی تمام نہیں ہوئی تو وہ کبھی اس کی جرئت نہ کرتے۔ ❷

ایک دوسرے مکتوب میں اسی استثنا پر کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جب (دین میں) ہر نو ایجاد چیز بدعت ہوگی اور ہر بدعت ضلالت تو کسی بدعت میں حسن پائے جانے کا کیا مطلب؟ اور جب احادیث سے صاف طریقہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر بدعت رافع سنت ہوتی ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر بدعت سیئہ ہے، حدیث میں آتا ہے:

---

❶ مکتوب ۲۳۔۲ بنام مخدوم زادہ خواجہ محمد عبداللہ

❷ مکتوب ۱۹۔۲ بنام میر محبّ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((ما احدث قوم بدعة الّا رفع مثلها من السّنّة فتمسك بسنة خير من احداث بدعة)) ❶

''جب کوئی قوم کوئی بدعت نکالتی ہے تو اسی کے بقدر سنت اٹھالی جاتی ہے۔ پس سنت سے وابستگی بدعت کی ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔''

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما ابتدع قوم بدعة فی دينهم الا نزع اللّٰه من سنتهم مثلها ثمّ لا يعيدها اليهم الى يوم القيامة)) ❷

''جب بھی کوئی قوم اپنے دین میں کوئی بدعت پیدا کریگی تو ضرور اللہ ان سنتوں میں سے جن پر وہ عمل پیرا ہیں کوئی سنت ضرور سلب کر لے گا پھر قیامت تک وہ ان کو واپس نہ کرے گا۔''

جاننا چاہیے کہ بعض بدعتیں جن کو مشائخ نے حسنہ سمجھا ہے جب ان پر اچھی طرح سے غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی رافع سنت ہیں۔ ❸

اسی مکتوب میں بدعت حسنہ کے وجود کا بالکل انکار کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ اس نیک عمل کو بدعت حسنہ کہتے ہیں جو عہد رسالت اور خلفاء راشدین کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو اور اس سے کوئی سنت نہ اٹھتی ہو۔ اور بدعت سیئہ وہ ہے جو رافع سنت ہو۔ اس فقیر کو ان بدعات میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت نظر نہیں آتی اور اس میں سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ فرض بھی کر لیا جائے کہ آج کسی عمل مبتدع میں ضعف بصارت کی وجہ سے تازگی اور صفائی نظر آتی ہے تو کل جب نظر تیز اور دور بین ہوگی تو خسارہ کے احساس اور ندامت کے سوا کچھ نتیجہ نہ نکلے گا:

---

❶ مسند احمد ۱۰۵/۴

❷ سنن دارمی، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۹۸

❸ مکتوب ۱۸۶۔ ابنام خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بوقت صبح شود ہم چو روز معلومت کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

سید البشر ﷺ فرماتے ہیں:

((من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ)) ❶

''جو ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز پیدا کریگا جو اس کے اصل میں نہیں ہے تو وہ رد ہے۔'' ❷

ان بدعات حسنہ میں جو اس زمانہ میں رواج پذیر ہو رہی تھیں ایک محفل میلاد بھی تھی۔ اس کے مقصد اور عالی انتساب کی وجہ سے اس کو بدعت کہنا اور اس کی مخالفت بڑا نازک اور دشوار کام تھا اور اس سے عوام میں غلط فہمی پیدا ہونے اور اس کو بے ادبی اور محبت کی کمی پر محمول کرنے کا خطرہ تھا۔ لیکن حضرت مجدد نے جن کو اس بارے میں کامل شرح صدر حاصل تھا کہ جس چیز کا ثبوت خیر القرون میں نہیں، اس میں دین کی ترقی اور امت کی فلاح نہیں ہے۔ اور اس میں مرور زمانہ کے ساتھ مختلف مفاسد کا اندیشہ ہے، آپ سے استفسار کیا گیا کہ اگر محفل میلاد محظورات سے خالی ہو تو اس میں کیا حرج ہے؟ جواب میں ارشاد ہوا:

مخدوما! اس فقیر کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ جب تک کہ اس کا دروازہ مطلقاً نہ بند کر دیا جائے گا، اہل ہوس اس سے باز نہیں رہیں گے۔ اگر ذرا بھی اس کے جواز کا فتوی دیا جائے گا تو رفتہ رفتہ بات کہیں سے کہیں پہونچ جائے گی :قلیله یفضی الی کثیره ❸

اس طرح حضرت مجدد کے اس مبصرانہ و جرئت مندانہ اقدام (بدعات کی عمومی مخالفت اور بدعت حسنہ کے وجود سے اختلاف) سے ایک بڑے خطرہ کا انسداد اور ایک بڑے دینی انتشار کا سد باب ہو گیا جو غیر محقق علما کی تائید، خانقاہوں کی سرپرستی اور خوش اعتقاد امراء و رؤساء کی دل چسپی اور حمائت کی وجہ سے اسلامی معاشرہ میں پھیلتا جا رہا تھا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، رقم الحدیث: ۲۶۹۷ صحیح مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، رقم الحدیث: ۱۷۱۸-۱۷

❷ مکتوب ۱۸۶-۱ بنام خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کابلی

❸ مکتوب ۲۷۲-۲ بنام خواجہ حسام الدین

❹ تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج ۴۔ ص ۲۵۶-۲۶۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کلمہ کی تشریح

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ تحریر فرماتے ہیں:

کلمہ طیبہ لا الــہ الا اللــہ کی تشریح دو طرح سے کی گئی ہے۔ایک تشریح عالمانہ ہے اور دوسری متصوفانہ۔

اس کی عالمانہ تشریح قریب الفہم ہونے کی وجہ سے عام فہم ہے جس کے الفاظ ہیں لامعبود الا اللہ یعنی اللہ کے سواء کوئی چیز قابل عبادت نہیں ہے۔مگر اس کی متصوفانہ تشریح ذرا غامض ہے (اور ایک رائے کے مطابق ،گمراہی کی جڑ) یا یوں کہیے کہ وہ عالمانہ تشریح کی بنا ہے۔صوفی لوگ اس تشریح کو ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں لامعبود الا اللہ یعنی دنیا میں اللہ کے سوا کوئی چیز اپنی ہستی سے موجود نہیں ہے۔چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی ایک رباعی انہی معنی کا اظہار کرتی ہے،جس کے الفاظ ہیں:

لا آدم فی الکون و لا ابلیس

لا ملك سلیمان و لا بلقیس

فالکل عبارة و انت المعنی

یا من هو للقلوب مقناطیس

یہ رباعی عارفانہ رنگ میں خالق اور کائنات کے درمیان نسبت بتا رہی ہے۔مطلب اس کا یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز حقیقی معنی میں موجود نہیں ہے، بلکہ یہ سب چیزیں خدا کی ہستی کی طرف رہنما ہیں اسی لئے انکے مجموعہ کو عالم کہا جاتا ہے جو اسم آلہ کا صیغہ ہے۔

مولانا رومیؒ نے بھی اس کلمہ کی تشریح کی طرف اشارہ کیا ہے۔ارشاد ہے:

تیغ لا برفرق غیر خود براند

در نگرزاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت

شاد باش اے عشق وحدت سوز رفت

یعنی خدا نے کلمہ کے لا کی تلوار کے ذریعہ سے سب اغیار کی گردنیں اڑا دیں۔اسکے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیکھو کہ لا کے بعد کیا رہ گیا؟ اللہ کے سوا باقی سب کچھ فنا ہو گیا۔ اے عشق تو حید تو خوش ہو کہ تیرے رقیب سارے فنا ہو گئے۔

یہ ہے متصوفانہ توحید، جس کا خلاصہ مرزا غالب کے الفاظ میں یہ ہے:

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں ❶

ایک دوسرے مقام پر جناب ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خداوند تعالیٰ سب چیزوں کا خالق ہے۔ سب مخلوق کیا چھوٹی کیا بڑی۔ کیا عزیز کیا ذلیل۔ اس کے سامنے سب سر تسلیم خم ہیں۔ کوئی بھی اس کے حکم کو پھیرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ سب دنیا کی اصل حکومت خاص اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴾ (الملك: ١)

''یعنی برکتوں والی وہ ذات ہے جس کے قبضہ قدرت میں تمام ملک کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت تام رکھتا ہے۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ﴾ (المؤمنون: ٨٨، ٨٩)

''یعنی اے رسول ﷺ تو ان مشرکوں سے پوچھ کہ کون ہے جس کے قبضہ قدرت میں سب چیزوں کی حکومت ہے اور وہ سب کو پناہ دیتا ہے اور اس سے بھاگ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ اگر تمہیں علم ہے تو بتاؤ؟ یہ بھی کہہ دیں گے کہ ایسی شان خدا ہی کی ہے۔''

قریب قریب تمام قرآن شریف اس مضمون سے پر ہے۔ بلکہ کلمہ شریف لا الہ الّا اللّٰہ ہی میں یہ بیان بالاجمال پایا جاتا ہے کیونکہ اس کے معنی ہیں خدا کے سوا اور کوئی حقیقی معبود نہیں۔

---

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۴ جون ۱۹۴۰ء۔ ص ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صرف خدا ہی معبود برحق ہے۔ باقی مخلوق اس کی عابد اور مملوک ہے۔ پس عابد کو معبود سے جو نسبت ہوتی ہے وہی تمام مخلوق کو (نبی ہو یا ولی۔ رسول ہو یا امتی۔ مومن ہو یا کافر) خالق سے ہے۔ پھر جس نے اس نسبت کو پورا نباہا۔ وہ تو خدا تعالی کے نزدیک معزز ہوا جیسے انبیاء اولیاء، اور جس نے اس نسبت کے حقوق ادا نہ کئے وہ ذلیل خوار مستوجب سزا ٹھہرا۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ (التین: ٤ تا ٦)

''ہم نے انسان کو سب سے اچھی قابلیت اور لیاقت کی حالت میں پیدا کیا، پھر اسکی بدکرداریوں کی وجہ سے اس کو ذلیل ترین کر دیا۔ لیکن جو لوگ ایمان دار ہیں اور عمل نیک کرتے ہیں۔''

مختصر یہ کہ اہل حدیث کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے:

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند
عالمے را در دمے ویراں کند

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضامین تقویۃ الایمان

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ کی تقویۃ الایمان معرکہ آراء کتاب ہے اس میں نہائت سادہ اور آسان زبان میں توحید وشرک کے ابواب میں اہل حدیث کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ اسلئے اس کتاب کے بعض حصے ذیل میں ملخصاً نقل کئے جاتے ہیں۔

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ ایمان کے دو جزو ہیں۔ اللہ کو اللہ جاننا اور رسول کو رسول سمجھنا۔ اللہ کو اللہ سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ کسی کو اس کا شریک نہ سمجھے اور رسول کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے۔

پہلی بات کو توحید کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو شرک، اور دوسری بات کو اتباع سنت کہتے ہیں اور اس کے خلاف کو بدعت۔

شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب ہے۔ لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور دعوی ایمان کا رکھتے ہیں، حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں۔ اس لئے اول معنی شرک وتوحید سمجھنا چاہیے۔

فرمایا اللہ تعالی نے:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُونَ﴾ (یوسف:۱۰۶)

''یعنی اکثر لوگ جو ایمان کا دعوی کرتے ہیں وہ شرک میں گرفتار ہیں۔''

پھر اگر کوئی سمجھانے والا ان لوگوں سے کہے کہ تم دعوی ایمان کا کرتے ہو اور افعال شرک کے کرتے ہو، یہ دونوں باتیں ایک ساتھ کیوں ملاتے ہو؟ اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو شرک نہیں کرتے بلکہ اپنا عقیدہ انبیاء واولیاء کی جناب میں ظاہر کرتے ہیں۔ شرک تو جب ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے کہ ہم ان انبیا واولیا پیروں اور شہیدوں کو اللہ کے برابر سمجھتے۔ ہم ایسا تو نہیں سمجھتے، بلکہ ہم ان کو اللہ کا بندہ جانتے ہیں اور اس کی مخلوق۔ اور یہ تصرف کی قدرت اللہ ہی نے ان کو بخشی ہے، وہ اس کی مرضی سے عالم میں تصرف کرتے ہیں۔ اور ان کا پکارنا عین اللہ ہی کا پکارنا ہے اور ان سے مدد مانگنی عین اسی سے مدد مانگنی ہے، وہ اللہ کے پیارے ہیں، جو چاہیں کریں اور اس کی جناب میں ہمارے سفارشی اور وکیل ہیں اور ان کو پکارنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

ان سب باتوں کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور رسول اکرم ﷺ کے کلام کو چھوڑ کر اپنی عقل کو دخل دیا اور جھوٹی کہانیوں کے پیچھے پڑے اور غلط رسموں کی سند پکڑی۔ اگر اللہ و رسول کا کلام تحقیق کر لیتے تو سمجھ لیتے کہ نبی ﷺ کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا بتایا۔ چنانچہ سورہ یونس میں فرمایا:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ (یونس: ۱۸)

''یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو اللہ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام آسمان و زمین میں کوئی ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو ماننے اور پکارنے سے کچھ فائدہ یا نقصان پہونچے۔ بلکہ انبیاء اور اولیا کی جو سفارش ہے وہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ ان کے پکارنے یا نہ پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴾ (الزمر: ۳)

''خبردار اللہ ہی کیلئے خالص عبادت کرنا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے سواء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اسلئے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ اللہ کریگا۔ جھوٹے اور ناشکرے لوگوں کو اللہ راہ نہیں دکھاتا۔''

یعنی جو سچی بات تھی کہ: اللہ، بندے کی طرف سب سے زیادہ قریب ہے، اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ بت ہمیں اللہ کے قریب کر دینگے اور ان کو حمایتی ٹھہرایا۔ اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی کہ وہ محض اپنے فضل سے بغیر کسی واسطے کے سب مرادیں پوری کرتا ہے اور سب بلائیں ٹال دیتا ہے اسکا حق نہ پہچانا اور اس کا شکر نہ ادا کیا۔ بلکہ یہ بات اوروں سے چاہنے لگے۔ پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں۔ اللہ ہرگز ان کو راہ نہیں دے گا۔ اور اس راہ سے ہرگز اس کی نزدیکی نہ پائیں گے بلکہ جوں جوں اس راہ پر چلیں گے وہ اس سے دور ہوتے جائیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو اپنا حمایتی سمجھے، خواہ یہی سمجھ کر کہ اس کے پوجنے کے سبب اللہ کی نزدیکی حاصل ہوتی ہے وہ بھی مشرک ہے اور جھوٹا اور اللہ کا ناشکرا ہے۔ اور اللہ تعالی نے سورہ مومنون میں فرمایا ہے:

﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون:۸۸،۸۹)

''پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگر تم جانتے ہو تو بتلادو۔ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور نہ ہی کوئی کسی کا حمایتی ہوسکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ انہیں اس کی مخلوق اور اسی کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے۔ مگر انہیں پکارنا، ان کی منتیں ماننا اور نذر و نیاز کرنا اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا ہی ان کا شرک تھا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ جو کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی سے ایسا ہی برتاؤ کرے، اگر چہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے، تو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں۔

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝﴾ (الجن: ۲۱، ۲۲)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگ اپنے پیروں شہیدوں کی حمایت پر بھروسہ کر کے اللہ تعالی کو بھول جاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعظیم نہیں کرتے، یہ سب محض گمراہ ہیں کہ تمام پیروں کے پیر رسول اللہ ﷺ رات دن اللہ سے ڈرتے تھے اس کی رحمت کے سوا کسی طرح اپنا بچاؤ نہیں سمجھتے تھے پھر اور کسی کا کیا ذکر ہے؟

﴿وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝﴾ (النحل: ۷۳)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عوام میں کچھ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء یا امام اور شہیدوں کو عالم میں تصرف کی قدرت تو ہے لیکن اللہ کی تقدیر پر وہ شاکر ہیں اور اس کے ادب سے دم نہیں مارتے۔ اگر چاہیں تو ایک دم میں الٹ پلٹ کر دیں، لیکن شرع کی تعظیم کر کے چپ بیٹھے ہیں۔ تو یہ سب بات غلط ہے

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝﴾ (یونس: ۱۰۶)

یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا جو کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہونچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسی بڑی ذات کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔

○.....شرک یہی نہیں ہے کہ کسی کو اللہ کے برابر یا اس کے مقابلے کا مانا جائے، بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ کے لئے خاص ہیں اور بندوں پر بندگی کی علامتیں قرار دی ہیں، انہیں غیروں کے آگے بجالانا۔ جیسے سجدہ کرنا، اس کے نام کی قربانی، اس کی منت ماننا اور مشکل کے وقت پکارنا، ہر جگہ حاضر سمجھنا اور تصرف کی قدرت ثابت کرنا۔ تو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سجدہ صرف اللہ ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔قربانی اسی کے لئے کی جاتی ہے۔ منت اسی کی مانی جاتی ہے۔مشکل کے وقت اسی کو پکارا جاتا ہے۔وہی ہر جگہ حاوی ونگران ہے اور ہر طرح کا تصرف واختیار اسی کے قبضے میں ہے۔اگر ان میں سے کوئی صفت غیر اللہ میں بھی مانی جائے تو شرک ہے گو اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھا جائے اور اسی کی مخلوق اور اسی کا بندہ مانا جائے۔اس معاملہ میں اولیا اور انبیاء جن وشیطان بھوت، پریت، سب برابر ہیں۔جس سے بھی یہ معاملہ کیا جائے گا شرک ہوگا اور کرنے والہ مشرک ہو جائے گا۔چنانچہ اللہ نے بت پرستوں کی طرح یہودیوں اور عیسائیوں پر بھی عتاب کیا ہے حالانکہ وہ بت پرست نہ تھے۔ البتہ انبیاء اور اولیاء سے ایسا ہی معاملہ رکھتے تھے۔فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾

(التوبۃ:۳۱)

''ان لوگوں نے اللہ تعالی کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔''

یعنی اللہ تعالی تن تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔سب اسکے بے بس بندے ہیں اور عجز میں برابر ہیں۔چنانچہ فرمایا:

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۭ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۭ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا﴾ (المریم:۹۳ تا ۹۵)

''جتنے لوگ آسمان وزمین میں ہیں وہ رحمٰن کے سامنے بندے ہو کر آنیوالے ہیں اور ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔اور ان میں سے ہر شخص قیامت کے دن اکیلا اکیلا اللہ کے پاس آنے والا ہے۔''

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ (النساء:۱۱۶)

شرک جلی اللہ تعالی کے خلاف بغاوت ہے جس سے غیرت الٰہی کو جوش آتا ہے اس آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شرک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔

﴿وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (لقمان:١٣)

''جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔''

﴿وَمَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا نُوْحِيْٓ إِلَيْهِ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الانبیاء:٢٥)

''یعنی جتنے پیغمبر آئے وہ سب اللہ تعالی کی طرف سے یہی حکم لائے کہ اللہ کو مانو اور اس کے سوا کسی کو نہ مانو۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے منع اور توحید کا حکم سب شریعتوں میں ہے۔ یہی راہ نجات ہے اس کے سوا سب راہیں غلط ہیں۔

اللہ صرف اپنے لئے خالص عمل کو قبول کرتا ہے۔

اخرج مسلم عن ابی هريرة قال قال رسول اللّٰه ﷺ :((قال اللّٰه تعالى انا اغنى الشركاء عن الشّرك من عمل عملاً اشرك فيه معى غيرى تركته و شركه وانا منه برىء)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا میں ساجھیوں میں ساجھے سے بے پروا ہوں۔ جو کوئی شخص عمل کرے اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو ساجھی مقرر کر دے تو میں اس کو چھوڑ دیتا ہوں اور اس کے ساجھے دار کو بھی۔ اور میں اس سے بے زار اور بری ہوں۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب من اشرک فی عمله غیر الله، رقم الحدیث:٤٦-٢٩٨٥ سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب الریاء والسمعة، رقم الحدیث:٤٢٠٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص ایک کام اللہ کے واسطے کرے پھر وہی کام کسی اور کے واسطے بھی کرے، تو اس سے شرک ثابت ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مشرک اللہ کیلئے جو عبادت کرتا ہے، اللہ کے یہاں وہ مقبول نہیں بلکہ اللہ اس سے بے زار ہے۔

عالم ارواح کا عہد و میثاق بھی اسی نوع کا ہے۔ جیسا کہ منقول ہے:

اخرج احمد عن ابی بن کعب فی تفسیر قول اللّٰہ تعالی ﴿**واذ اخذ ربّک من بنی آدم من ظھورھم ذرّیّتھم**﴾ قال جمعھم فجعلھم ازواجاً ثمّ صورھم فاستنطقھم فتکلموا ثمّ اخذ علیھم العھد والمیثاق و اشھدھم علی انفسھم ﴿**الست بربکم**﴾ قالوا بلی قال فانّی اشھد علیکم السّماوات السبّع والارضین السّبع واشھد علیکم اباکم آدم قالوا شھدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انّا کنّا عن ھذا غافلین لم نعلم بھذا ۔ اعلموا انّہ لا الہ غیری ولا ربّ غیری و لا تشرکوا بی شیئاً ۔ انی سارسل الیکم رسلی یذکرون عھدی ومیثاقی وانزل علیکم کتبی قالوا شھدنا بانّک ربنا والھنا ولا ربّ غیرك ولا الہ غیرك۔ ❶

''جب تیرے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کو ان پر گواہ بنایا اور کہا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا بے شک ہم نے اس کا اقرار کیا، یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس بات سے غافل تھے، یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک تو کیا تھا ہمارے باپ دادا نے ہم سے بہت پہلے اور ہم تو ان کے بعد ہوئے تھے تو کیا ان باطل پرستوں کے کرتوت کے عوض ہم کو ہلاک و برباد کرے گا۔''

یہ ترجمہ کلام اللہ کی آیت کا ہے۔ اس کی تفسیر میں ابی بن کعبؓ نے فرمایا:

اللہ نے ساری اولاد آدم کو ایک جگہ اکٹھا کیا اور ان کی جدا جدا مثلیں (گروہ) لگائیں

---

❶ مسند احمد ۱۳۵/۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جیسے پیغمبروں کی جدا مثل، نیک بختوں کی جدا مثل، حکم برداروں کی جدا مثل، اور بدکاروں کی جدا مثل اور اسی طرح کافروں کی مثلیں لگائیں جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس، ہندو وغیرہ۔ پھر ان سب کی صورتیں بنائیں یعنی کسی کو خوب صورت، کسی کو بدصورت، کسی کو بہرا، کسی کو گونگا، کسی کو کانا، کسی کو اندھا، علی ہذا القیاس۔ پھر ان کو بولنے کی طاقت دی پھر ان سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا کہ تو ہمارا رب ہے۔ پھر ان سے قول وقرار لیا کہ میرے سوا کسی کو حاکم و مالک نہ سمجھنا۔ ان سب نے ان تمام باتوں کا قول وقرار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس بات پر آسمان وزمین وآدم کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ اس قول وقرار کو یاد دلانے پیغمبر آئیں گے اور کتابیں لائیں گے۔ ہر کسی نے جدا جدا اللہ کی توحید کا اقرار کیا اور شرک کا انکار۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ شرک کی بات میں ایک دوسرے کی دلیل نہیں پکڑنی چاہیے، نہ پیر کی، نہ استاد کی، نہ باپ دادا کی، نہ کسی بادشاہ کی، نہ کسی عالم کی، نہ کسی بزرگ کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصل میں توحید کا حکم اور شرک کی ممانعت تو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں کردی ہے اور سارے پیغمبر اس کی تاکید کیلئے آئے ہیں اور ساری کتابیں اس کے بیان میں اتری ہیں۔

فتنہ وآزمائش کے وقت توحید پر پختہ یقین اور استقامت کی تلقین کی گئی ہے:

اخرج احمد عن معاذ بن جبل قال قال لی رسول اللّٰہ ﷺ ((لا تشرك باللّٰہ شیئاً وان قتلت او حرّقت)) ❶

''حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا خواہ تم قتل کردیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ)۔

اخرج الشّیخان عن ابن مسعود قال قال رجل یا رسول اللّٰہ ﷺ ایّ

---

❶ مسند احمد ۱۳۸/۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الذّنبِ اکبر عند اللّٰہ؟ قال:((ان تدعوا للّٰہ نِداً وھو خلقك)) ❶

(بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ، اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر بنا کر پکارے حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تجھ کو پیدا کیا ہے)۔

موحد اپنے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ اس کو معاف کرے گا

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ:((قال اللّٰہ تعالی یا بنی آدم انّك لو لقیتنی بقراب الارض خطایا ثمّ لقیتنی لاتشرك بی شیئاً لاتیتك بقرابھا مغفرة)) ❷

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ کا ارشاد ہے، اے ابن آدم اگر تو مجھ سے ملے دنیا بھر کی خطائیں لے کر۔ پھر تو ملے اس حالت میں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، تو میں تجھ سے ملوں گا دنیا بھر کی مغفرت کے ساتھ)

شاہ اسماعیلؒ دہلوی فرماتے ہیں:

اب یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کون کون سی چیزیں اپنے واسطے خاص کر رکھی ہیں۔ کہ اس میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

پہلی چیز یہ ہے کہ اللہ بحیثیت علم ہر جگہ حاضر ناظر ہے یعنی اس کا علم ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر چیز سے ہر وقت باخبر ہے۔ خواہ وہ چیز دور ہو یا نزدیک، چھپی ہو یا کھلی، اندھیرے میں ہو یا اجالے میں، آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہو یا سمندر کی تہہ میں۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یقتل مؤ منا.....﴾ رقم الحدیث: ۶۸۶۱ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب، رقم الحدیث: ۱۴۲۔۸۶

❷ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب الحدیث القدسی: ((یا ابن آدم انک مادعوتنی)) رقم الحدیث: ۳۵۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ اللہ ہی کی شان ہے اور کسی کی یہ شان نہیں۔ اگر کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے، یا دور و نزدیک سے اسے پکارا کرے کہ وہ اس کی مصیبت رفع کر دے یا دشمن پر اس کا نام پڑھ کر حملہ کرے یا اس کے نام کا ختم پڑھے یا اس کے نام کا ورد رکھے، یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں یا دل میں اس کا تصور آتا ہے یا اس کی صورت کا خیال کرتا ہوں یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں، تو اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہتی اور مجھ پر جو احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی فراخی و تنگی مرنا و جینا غم و خوشی سب کی اسے ہر وقت خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور میرے دل کے خیالات اور تصورات سے واقف رہتا ہے، تو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ یہ **شرک فی العلم** ہے۔ یعنی اللہ کی طرح کا علم کسی اور کے لئے ثابت کرنا۔ اس عقیدے سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ عقیدہ کسی بڑے سے بڑے انسان کے متعلق رکھے یا مقرب سے مقرب فرشتے کے بارے میں۔ چاہے ان کا یہ علم ذاتی سمجھا جائے یا اللہ کا عطا کیا ہوا، ہر صورت میں شرکیہ عقیدہ ہے۔

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ۝﴾ (الاحقاف:۵)

(ان سے بڑا گمراہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتے ہیں کہ اول تو وہ ان کا پکارنا سنتے ہی نہیں۔ اور دوسرے کچھ قدرت نہیں رکھتے۔ اگر کوئی قیامت تک ان کو پکارے تو وہ کچھ نہیں کر سکتے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی قدرت سے ہماری حاجت پوری کر دے اور پھر یوں سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی شرک نہیں کیا اس واسطے کہ ان سے حاجت نہیں مانگی بلکہ دعا کروائی ہے۔ یہ بات غلط ہے اس لئے کہ اس کے مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا، لیکن پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے کہ ان کو ایسا سمجھا کہ دور سے اور نزدیک سے برابر سن لیتے ہیں جب ہی ان کو اس طرح پکارا۔ حالانکہ اللہ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے سوا ہیں، یعنی مخلوق، وہ ان پکارنے والوں کے پکارنے سے غافل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○..... دوسری بات یہ ہے کہ عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا جلانا، روزی کی فراخی اور تنگی کرنا تندرست و بیمار کر دینا فتح وشکست دینا اقبال وامداد دینا، مرادیں پوری کرنا، حاجتیں برلانا، بلائیں ٹالنا، مشکل میں دستگیری کرنا، وقت پڑنے پر پہنچنا، یہ سب اللہ ہی کی شان ہے، کسی غیر اللہ کی یہ شان نہیں خواہ وہ کتنا ہی بڑا انسان یا فرشتہ کیوں نہ ہو۔

جو شخص اللہ کے بجائے کسی اور میں ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مراد مانگے اور اسی غرض سے اس کے نام کی منت مانے یا قربانی کرے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے کہ وہ اس کی بلائیں ٹال دے، ایسا شخص مشرک ہے۔ اور اس کو **شرک فی التصرف** کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف غیر اللہ میں مان لینا شرک ہے، خواہ وہ ذاتی مانا جائے یا اللہ کا دیا ہوا، ہر صورت میں یہ عقیدہ شرکیہ ہے۔

کسی نبی و لی کو جن وفرشتے کو پیر وشہید کو امام و امام زادہ کو بھوت و پری کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی ہے کہ جب وہ چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں، بلکہ اللہ تعالی اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر کر دیتا ہے اور یہ بھی نہ ان کے ارادے کے مطابق ہے نہ ان کی خواہش پر۔ چنانچہ حضرت پیغمبر ﷺ کو بارہا ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بعض باتوں کے دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی۔ پھر جب اللہ کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتا دی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی اور حضرت ﷺ کو اس سے بڑا رنج ہوا۔ کئی دن تک بہت تحقیق کی۔ پھر بھی کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی۔ بہت فکر وغم میں رہے۔ پھر جب اللہ تعالی کا ارادہ ہوا تو بتا دیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہے۔

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النمل:٦٥)

یعنی اللہ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہہ دیں کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ نہ فرشتے نہ آدمی نہ جن نہ کوئی اور۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○.....آئندہ کا حال قطعیت کے ساتھ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا:

﴿ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾ (لقمان:٣٤)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جوغیب دانی کا دعوی کرتے ہیں کوئی کشف کا دعوی کرتا ہے، کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے، کوئی رمل وقرعہ پھینکتا ہے، کوئی فالنامے لئے پھرتا ہے، یہ سب جھوٹے اور دغاباز ہیں ان کے جال میں ہرگز نہیں پھنسنا چاہیے۔لیکن جو شخص غیب دانی کا دعوی نہ رکھتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ تعالی کی طرف سے مجھ کو معلوم ہو جاتی ہے وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات میں چاہوں دریافت کرلوں تو ایسا ممکن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ سچا ہو، یا ہوسکتا ہے کہ جھوٹا مکار ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اللہ نے بعض کام اپنی عبادت کے لئے مخصوص فرمادیئے ہیں جن کو عبادت کہتے ہیں، جیسے سجدہ اور رکوع اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونا۔اللہ کے نام پر خیرات کرنا، اور اس کے نام کا روزہ رکھنا اور اس کے مقدس گھر کی زیارت کے لئے دور دور سے سفر کر کے آنا اور ایسی صورت بنا کر چلنا کہ ہر شخص جان لے کہ یہ لوگ اس گھر کی زیارت کو جارہے ہیں، اور راستے میں اللہ ہی کا نام پکارنا اور نامعقول باتوں سے اور شکار سے بچنا، پوری احتیاط سے جا کر اس کے گھر کا طواف کرنا، اور اس گھر کی طرف سجدہ کرنا، اور اس کی طرف قربانی کے جانور لے جانا، اور وہاں منتیں ماننا، کعبہ پر غلاف ڈالنا اور اسکی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنا اور دین و دنیا کی بھلائیاں طلب کرنا، اور حجر اسود کو بوسہ دینا اور کعبہ کی دیوار سے اپنا منہ اور چھاتی لگانا، اور اس کا غلاف پکڑ کر دعا کرنا اور اس کے گرد روشنی کرنی اور اس میں خادم بن کر رہنا، جھاڑو دینا، فرش بچھانا، حاجیوں کو پانی پلانا، وضو وغسل کا سامان لوگوں کے لئے درست کرنا، آب زمزم کو متبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا، آپس میں بانٹنا، عزیز واقارب کیلئے لے جانا، رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلنا اور اس کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھاس نہ اکھاڑنا، مویشی نہ چرانا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں۔ پھر جو کوئی کسی پیرو پیغمبر یا بھوت پری کو کسی سچی یا جھوٹی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلے کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا تابوت کو سجدہ کرے یا رکوع کرے یا اس کے نام کا روزہ رکھے یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو، یا جانور چڑھائے، یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جائے۔ یا وہاں روشنی کرے، غلاف ڈالے یا چادر چڑھائے، انکے نام کی چھڑی کھڑی کرے، رخصت ہوتے ہوئے الٹے پاؤں چلے، ان کی قبر کو بوسہ دے، مورچھل جھلے، اس پر شامیانہ کھڑا کرے، چوکھٹ کو بوسہ دے، ہاتھ باندھ کر التجا کرے، مراد مانگے، مجاور بن کر بیٹھ رہے، وہاں کے گردو پیش کا ادب کرے، تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس کو **شرک فی العبادت** کہتے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کی تعظیم اللہ کی سی کرنا۔ خواہ یہ سمجھ کر کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اسکی تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ ہر صورت میں یہ شرکیہ عقیدہ ہے۔

○..... ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ﴾ (ھود:۲۵۔۲۶)

یعنی مسلمانوں اور کافروں میں تقابل نوحؑ ہی کے وقت سے شروع ہوا ہے۔ جب ہی سے اس بات پر مقابلہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے یہی کہتے آئے ہیں کہ اللہ جیسی تعظیم کسی اور کی نہ کی جائے اور جو کام اس کی تعظیم کے ہیں وہ اوروں کے لئے نہ کئے جائیں۔

○..... ہر قسم کے سجدے صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے جائز ہیں۔

﴿لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾ (حم سجدہ:۳۷)

''یعنی جو آدمی چاہے کہ اللہ ہی کا بندہ بنے تو سجدہ اسی کو کرے اور کسی چاند سورج کو سجدہ نہ کرے۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ہمارے دین میں یوں ہی فرمایا ہے کہ سجدہ کرنا صرف خالق ہی کا حق ہے کسی بھی مخلوق کو سجدہ نہ کیا جائے اور مخلوق ہونے میں چاند، سورج، نبی، ولی برابر ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ کے صالح بندوں کے بارے میں معتقدین کا گمراہ کن عقیدہ۔

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝﴾

(الجن:۱۸۔۲۰)

یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اپنے پاک دل سے اس کو پکارتا ہے تو بے وقوف لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بڑا بزرگ ہوگیا۔ یہ جس کو جو چاہے دے، جس سے جو چاہے چھین لے۔ اس بات کی امید کر کے اس پر ہجوم کرتے ہیں۔ اس بندے کو چاہیے کہ سچی بات بیان کر دے کہ مشکل کے وقت اللہ ہی کو پکارنا حق ہے اور اسی سے نفع ونقصان کی امید رکھنی چاہیے۔ اسلئے کہ ایسا معاملہ کسی اور کے ساتھ کرنا شرک ہے۔ اور شریک وشرک سے اللہ بے زار ہے، جو شخص ایسا معاملہ کرے اور چاہے کہ اللہ اس سے راضی رہے تو یہ ہرگز ممکن نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ادب سے کھڑا ہونا اور اس کو پکارنا اور اس کا نام جپنا ان کاموں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالی نے اپنے لئے خاص کیا ہے۔ کسی اور سے یہ معاملہ کرنا شرک ہے۔

○.....ارکان حج اور انتہائی تعظیم کے اعمال بیت اللہ اور حرم کے ساتھ خاص ہیں:

﴿وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝﴾

(الحج:۲۷۔۲۹)

یعنی اللہ نے اپنی تعظیم کیلئے بعض جگہوں کو مقرر کیا ہے جیسے کعبہ، عرفات، مزدلفہ، منی، صفا مروہ، مقام ابراہیمؑ اور ساری مسجد الحرام بلکہ سارا مکہ سارا حرم اور لوگوں کے دلوں میں وہاں جانے کا شوق ڈال دیا ہے کہ ہر طرح سے خواہ سواری سے، خواہ پیدل دور دور سے قصد کرتے ہیں۔ رنج اور سفر کی تکلیف اٹھاتے ہیں، میلے کچیلے ہو کر وہاں پہونچتے ہیں اور اسی کے نام پر وہاں جانور ذبح کرتے ہیں اور اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مالک کی تعظیم جو دل میں بھری ہوئی ہے وہاں جا کر خوب نکالتے ہیں کوئی چوکھٹ چومتا ہے کوئی دروازے کے سامنے اعتکاف کی نیت سے بیٹھ کر رات دن اللہ کی یاد میں مشغول ہے، کوئی ادب سے کھڑا اس کو دیکھ ہی رہا ہے، غرض اس طرح کے کام اللہ کی تعظیم کیلئے کرتے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے اور انکو دین دنیا کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

خود تراشیدہ بتوں کی عبادت

اخرج الترّمذی عن ثوبان قال قال رسول اللّٰہ ﷺ:((لا تقوم السّاعة حتّی تلحق قبائل من امّتی بالمشرکین وحتّی تعبد قبائل من امّتی الاوثان)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے آنے تک میری امت کے بہت سے قبائل مشرکین میں مل جائیں گے اور میری امت کے بہت سے قبائل تھانوں کی پوجا کرنے لگیں گے۔''

یعنی شرک دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ کسی کے نام کی صورت بنا کر پوجے۔ اس کو عربی میں صنم کہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ کسی تھان کو مانے یعنی کسی مکان کو یا درخت کو یا کسی پتھر کو یا لکڑی کو یا کاغذ کو کسی کے نام کا ٹھہرا کر پوجے۔ اس کو عربی زبان میں وثن کہتے ہیں۔ اسی میں قبر اور کسی کا چلّہ اور لحد اور کسی کے نام کی چھڑی، تعزیہ، علم، امام قاسم اور پیر دستگیر کی مہندی، امام کا چبوترہ، استاد اور پیروں کے بیٹھنے کی جگہ بھی داخل ہے، کیونکہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور وہاں جا کر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ اور اسی طرح بعض مکان بعض امراض کے نام سے مشہور کرتے ہیں جیسے سیتلا کا تھان، یا مسان، یا بھوانی کا، یا کالی کا، یا کالکا کا، یا براہی کا، غرض یہ سب وثن ہیں۔

○..... بزرگوں کے نام پر جانور چھوڑنا اور ان کے احترام میں جانوروں کا ذبح کرنا انہیں ان کے نام نذر کرنا، سب حرام ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء لاتقوم الساعة حتی یخرج کذابون، رقم الحدیث: ۲۲۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دَمًا مَّسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ﴾

(الانعام:۱۴۵)

''کہہ دے مجھ پر جو اترا ہے (قرآن) اس میں سے کوئی چیز کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے حرام نہیں پاتا مگر یہ کہ مردار ہو یا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجس ہے یا گناہ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی جانور پر کسی دوسرے کا نام پکارا جائے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو جانور کسی مخلوق کے نام کا ٹھہرایا جائے وہ جانور حرام اور ناپاک ہے۔ اس آیت میں یہ ذکر نہیں کہ اس جانور کے ذبح کرتے وقت کسی مخلوق کا نام لیں تب ہی وہ حرام ہوگا۔ بلکہ اتنی ہی بات کا ذکر ہے کہ کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا مثلاً یہ کہا کہ یہ گائے سید احمد کبیر کی ہے۔ یہ بکرا شیخ سدّو کا ہے۔ وہ حرام ہو جاتا۔ پھر جو جانور مرغی یا اونٹ کسی مخلوق کے نام ذبح کر دیجئے خواہ ولی کا ہو، یا نبی کا، باپ کا ہو یا دادے کا، وہ سب حرام و ناپاک ہے اور کرنیوالے پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

تقرب اور تعظیم کے لئے جانور ذبح کرنا، اللہ تعالیٰ کا حق ہے

اخرج مسلم عن ابی الطّفیل ان علیّاً اخرج صحیفة فیها ((لعن اللّٰه من ذبح لغیر اللّٰه)) ❶

''ابوالطفیل نے نقل کیا کہ حضرت علیؓ نے ایک کتاب نکالی جس میں یوں لکھا تھا کہ اللہ لعنت کرے اس شخص پر جو غیر اللہ کیلئے ذبح کرے۔''

اخرج الشّیخان عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ:((لا تقوم السّاعة حتّی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصة)) ❷

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ ولعن فاعلہ، رقم الحدیث:۴۳۔۱۹۷۸

❷ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب تغیر الزمان حتی تعبدالاوثان، رقم الحدیث:۷۱۱۶ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لاتقوم الساعت حتی تعبددوس ذاالخلصۃ، رقم الحدیث:۵۱۔۲۹۰۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوس نام ہے عرب کی ایک قوم کا۔ ان کا ایک بت تھا جس کا نام ذی خلصہ تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے وقت توڑ ڈالا گیا تھا۔ مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب لوگ اس کو پھر ماننے لگیں گے اور عورتیں اس کے گرد طواف کریں گی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کے گھر کے سوا اور کسی کا طواف کرنا شرک کی بات ہے، اور کافروں کی رسم ہے۔ یہ ہرگز نہ کی جائے۔

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ (المائدۃ:۱۰۳)

یعنی جو جانور کسی کے نام کا مقرر کرتے تھے اس کا کان پھاڑ دیتے تھے اس کو بحیرہ کہتے تھے اور جو سانڈ کرتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے اور جو کسی کی منت مانتا کہ اگر فلاں جانور کا بچہ نر ہوگا تو ہم اس کی نیاز دینگے اگر دو بچے نر و مادہ ساتھ پیدا ہو جاتے ہیں تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے وہ نیاز نہیں ہوسکتا، اس مادہ کو وصیلہ کہتے تھے اور جس جانور کی پشت سے دس بچے ہو لیتے تو اس پر وزن لادنا اور سوار ہونا چھوڑ دیتے اس کو حامی کہتے تھے۔ فرمایا کہ یہ سب باتیں اللہ نے نہیں فرمائی ہیں۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کسی جانور کو کسی غیر اللہ کے نام کا مقرر کرنا اور اس کا کچھ نشان اس پر لگا دینا اور یہ خاص کر دینا کہ فلاں کی نیاز گائے ہی ہوتی ہے، فلاں کی بکری اور فلاں شخص کی مرغی ہی ہوتی ہے۔ یہ سب رسمیں بے وقوفی کی ہیں اور اللہ تعالی کے حکم کے خلاف ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ اللہ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ اپنے دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں، اور اس کی تعظیم کرتے رہیں تا کہ ایمان بھی سنور جائے اور ان کاموں میں بھی برکت ہو۔ جیسے مصیبت کے وقت اللہ کی نذر مان لینا اور مشکل کے وقت اسی کو پکارنا اور ہر کام کا شروع اس کے نام سے کرنا۔ اور جب اولاد ہو تو اس نعمت کے شکر میں اس کے نام پر جانور ذبح کرنا، اور اس کا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، الٰہی بخش، اللہ دیا، امۃ اللہ، اللہ دی رکھنا۔ اور کھیت اور باغ میں سے کچھ غلّہ اس کے نام کا نکالنا۔ پھلوں میں سے کچھ پھل اس کے نام کے نکالنا۔ جانوروں میں سے کچھ جانور اس کے نام کے مقرر کرنا اور جو جانور اسکے نام کے بیت اللہ کی طرف لے جائے ان کا ادب کرنا، یعنی نہ ان پر سوار ہونا، نہ لادنا، اور کھانے پینے پہننے میں اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے حکم پر چلنا۔ یعنی جس چیز کے برتنے کو اس نے فرمایا اس کو برتنا اور جو منع کیا اس سے دور رہنا، دنیا میں گرانی اور ارزانی، صحت و بیماری، فتح و شکست، اقبال و ادبار، غمی و خوشی، جو کچھ بھی پیش آتی ہے، سب کو اللہ کے اختیار میں سمجھنا، اور ہر کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا۔ مثلاً یوں کہنا کہ اگر اللہ چاہے تو ہم فلاں کام کرینگے، اور اللہ تعالی کے اسم گرامی کو اسی عظمت کے ساتھ لینا جس سے اس کی تعظیم نمایاں ہو اور اپنی غلامی کا اظہار ہوتا ہو جیسے یوں کہنا ہمارا رب، ہمارا مالک، ہمارا خالق ہمارا معبود۔ اور اگر کسی موقع پر قسم کھانے کی ضرورت پڑ جائے تو اسی کے نام کی قسم کھانا۔

یہ تمام باتیں اور اسی قسم کی دیگر باتیں اللہ تعالی نے اپنی تعظیم کے لئے بنائی ہیں۔ پھر جو کوئی اسی قسم کی تعظیم غیر اللہ کی کرے، مثلاً کام رکا ہوا ہو، یا بگڑ رہا ہو تو اس کو چلانے یا سنوارنے کے لئے غیر اللہ کی نذر مان لی۔ اولاد کا نام عبد النبی، امام بخش، پیر بخش رکھا جائے کھیت و باغ کی پیداوار میں ان کا حصہ رکھا جائے۔ جب پھل تیار ہو کر آئیں تو پہلے ان کے نام کا حصہ الگ کر دیا جائے تب اسے استعمال میں لایا جائے۔ جانوروں میں سے ان کے نام کے جانور مقرر کر دیئے جائیں، پھر ان جانوروں کا ادب کرے۔ اور کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں رسموں کا خیال رکھا جائے کہ فلاں لوگ فلاں کھانا نہ کھائیں، فلاں کپڑا نہ پہنیں۔ بی بی کی صحنک مرد نہ کھائیں، جس عورت نے دوسرا شوہر کیا ہو وہ نہ کھائے شاہ عبد الحق کا توشہ حقہ پینے والہ نہ کھائے۔ اور برائی و بھلائی جو دنیا میں پیش آتی ہے اس کو ان کی طرف نسبت کرے کہ فلاں ان کی پھٹکار میں آ کر پاگل ہو گیا ہے، اور فلاں کو انہوں نے اتنا رانداکہ محتاج ہو گیا اور فلاں کو نواز دیا کہ فتح و اقبال مل گیا۔ قحط فلاں ستارے کے سبب پڑا، فلاں کام فلاں ساعت میں فلاں دن شروع کیا تھا اس لئے پورا نہ ہوا۔ یا یوں کہے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا۔ یا پیر صاحب کی مرضی ہو گی تو یہ بات ہو جائے گی۔ یا گفتگو میں داتا، بے پرواہ، خداوند خدائیگاں، مالک الملک اور شہنشاہ جیسے الفاظ (غیر اللہ کے لئے) استعمال کئے جائیں۔ جب قسم کھانے کی ضرورت پڑے تو پیغمبر کی یا علی کی یا امام کی یا پیر کی یا ان کی قبروں کی یا اپنی جان کی قسم کھائے۔ ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اور اس کو **شرک فی العادت** کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نبی ﷺ کی تعظیم کے آداب

اخرج احمد عن عائشه انّ رسول اللّٰه ﷺ كان فی نفرٍ مّن المهاجرين و الانصار فجاء بعير فسجد له ـ فقال اصحابه يا رسول اللّٰه تسجد لك البهائم والشّجر فنحن احقّ ان نسجد لك۔ فقال:((اعبدوا ربّكم واكرموا اخاكم)) ❶

''رسول اللہ ﷺ مہاجرین وانصار کے ایک گروہ میں بیٹھے تھے کہ ایک اونٹ آیا۔ اور اس نے آپ ﷺ کو سجدہ کیا، تو آپ ﷺ کے اصحاب کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو درخت اور جانور سجدہ کرتے ہیں تو ہم تو زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیاء یعنی جتنے اللہ تعالی کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور اللہ تعالی کے عاجز بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر اللہ تعالی نے ان کو بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ ہم کو ان کی فرمان برداری کا حکم ہے۔ ہم ان کے چھوٹے ہیں، ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ اللہ تعالی کی طرح۔

عن قيس بن سعد قال اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فقلت لرسول اللّٰه ﷺ احقّ ان يّسجد له قال فاتيت رسول اللّٰه ﷺ فقلت انّی اتيت الحيرة فرأيتهم يسجدون لمرزبان لهم فانت يارسول الله ﷺ احقّ ان نسجد لك، فقال لی:((ارأيت لو مررت بقبری اكنت تسجد له)) قال فقلت لا ، فقال:((لا تفعلوا)) ❷

---

❶ مسند احمد ۶/۷۶

❷ سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی حق الزواج علی المرئۃ، رقم الحدیث: ۲۱۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''قیسؓ بن سعد نے روایت کیا کہ میں نے حیرہ شہر کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میں نے حیرہ شہر میں دیکھا کہ لوگ اپنے حاکم کو سجدہ کر رہے ہیں تو آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم میری قبر پر گزرو گے تو کیا اس کو سجدہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر مجھے سجدہ نہ کرو)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی فوت شدہ کو۔ نہ کسی قبر کو نہ کسی تھان کو۔ کیونکہ جو زندہ ہے ایک دن ضرور مرنے والا ہے اور جو مر گیا وہ کبھی زندہ تھا۔ اور بشریت کی قید میں گرفتار تھا، پھر مر کر خدا نہیں بن گیا۔ بندہ، بندہ ہی ہے۔

مسئلہ علم غیب:

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کو علم غیب حاصل نہ تھا۔ اور غیب کا علم صرف اللہ کو ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ﴾ (الانعام:۵۹)

اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

معلوم ہوا کہ غیب کے خزانے کی کنجی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ بس وہی اسے اپنے ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا جسکو چاہے بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ۬ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛ۬ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (الاعراف:۱۸۸)

آپ ﷺ نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ کچھ قدرت ہے نہ غیب دانی، بلکہ میری قدرت کا تو حال یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں، تو دوسرے کا کیا کر سکوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور غیب دانی اگر میرے قابو میں ہوتی تو پہلے ہر کام کا نتیجہ معلوم کر لیتا۔ اگر بھلا معلوم ہوتا تو اس میں ہاتھ ڈالتا اور اگر برا معلوم ہوتا تو کاہے کو اس میں قدم رکھتا۔

مشکوۃ شریف کے باب اعلان نکاح میں ہے:

عن الرّبیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النّبیّ ﷺ فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسك منّی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدن ویندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذ قالت احد هن و فینا نبی یعلم ما فی غدّ فقال:((دعی هذه و قولی با لّذی کنت تقو لین)) ❶

یعنی ربیع ایک انصاری خاتون تھیں۔ رسول اللہ ﷺ ان کی شادی کے موقع پر ان کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ ربیع کے گھر کی لڑکیاں کچھ گانے لگیں اس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں یہ بات کہی کہ اللہ نے ان کو ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آپ ﷺ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ بات مت کہو۔ باقی اور جو پہلے گاتی تھیں وہی گائے جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی نبی ولی یا امام وشہید کی جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔

عن عائشة قالت من اخبرك انّ محمدا لیعلم الخمس التی قال اللّٰه تعالی:

﴿انّ اللّٰه عنده علم السّاعة﴾ فقد اعظم الفریة۔ ❷

''عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان پانچ باتوں کے بارے میں جو سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہیں جو کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ وہ پانچ باتیں جانتے تھے وہ بڑا جھوٹا ہے۔''

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، رقم الحدیث: ۵۱۴۷
❷ صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم الباب: ۴، رقم الحدیث: ۷۳۸۰ بالمعنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عن ام العلاء قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ:((واللّٰہ لا ادری واللّٰہ لا ادری وانا رسول اللّٰہ ما یفعل بی و لابکم)) ❶

''بخاری نے روایت کیا کہ ام العلاءؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا اور قسم ہے اللہ کی کہ میں نہیں جانتا کیا معاملہ ہوگا مجھ سے اور تم سے۔''

مسئلہ شفاعت:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝﴾ (سبا:۲۲-۲۳)

''کہہ دو جن کو تم اللہ کے سوا اپنا حاجت روا سمجھتے ہو ذرا ان کو پکار کر دیکھ لو کہ وہ آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ کے برابر بھی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ زمین و آسمان میں ان کا کچھ ساجھا ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسی کی شفاعت کام آئیگی جس کو اللہ اجازت دے یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہوتی ہے ان کے دلوں سے تو کہتے ہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے، کہتے ہیں کہ حق، اور وہی بلند اور بڑا ہے۔''

یعنی جو کوئی کسی سے مراد مانگتا ہے اور مشکل کے وقت پکارتا ہے اور وہ اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے تو یہ بات اس طرح ہوتی ہے کہ یا تو وہ خود مالک ہو یا مالک کا ساجھی ہو یا مالک پر اس کا دباؤ ہو۔

---

❶ صحیح بخاری کتاب التعبیر، باب العین الجاریۃ فی المنام، رقم الحدیث:۷۰۱۸، ۱۲۴۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جیسے بڑے بڑے امیروں کا کہنا بادشاہ دب کر مان لیتا ہے کیونکہ وہ اس کے بازو ہیں اور اس کی سلطنت کے رکن۔ ان کے ناخوش ہونے سے سلطنت بگڑتی ہے، یا اس طرح کہ مالک سے سفارش کرے اور وہ اس کی سفارش خواہ مخواہ قبول کر لے۔ پھر دل سے خوش ہو یا ناخوش۔ جیسے بادشاہ زادی یا بیگمات، کہ بادشاہ ان کی محبت سے ان کی سفارش رد نہیں کر سکتا۔ چار و نا چار ان کی سفارش قبول کر لیتا ہے جن کو اللہ کے سوا یہ لوگ پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں نہ وہ آسمان و زمین میں ایک ذرہ کے مالک ہیں اور نہ کچھ ان کا ساجھا ہے اور نہ اللہ کی سلطنت کے رکن ہیں اور نہ اس کے بازو کہ ان سے دب کر ان کی بات مان لے اور نہ بغیر پروانگی سفارش کر سکتے ہیں کہ خواہ مخواہ اس سے دلوا دیں بلکہ اس کے دربار میں تو ان کا یہ حال ہے کہ جب وہ کچھ حکم فرماتا ہے تو وہ سب رعب میں آ کر بے حواس ہو جاتے ہیں اور ادب و دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں اور جب اس بات کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں تو سوائے آمنّا و صدقنا کے کچھ نہیں کہہ سکتے، پھر بات الٹنے کا تو ذکر کیا اور کسی کی وکالت اور حمایت کرنے کی کیا طاقت ہے۔

معلوم ہو کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو۔ اور دنیا میں سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے۔ جیسے دنیاوی بادشاہ کے ہاں کسی شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کو اپنی سفارش سے بچا لے۔

۞.....ایک صورت یہ ہے کہ بادشاہ چاہتا ہے کہ اس چور کو گرفتار کیا جائے اور بادشاہ کے قانون کے مطابق اس چور کو سزا پہنچتی ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے۔ بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصہ کو تھام لینا اور ایک چور سے درگزر کرنا اس سے بہتر ہے کہ اتنے بڑے امیر کو ناراض کر دیں۔ کہ جس سے بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں۔ اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے۔ ایسی شفاعت کو **شفاعت وجاہت** کہتے ہیں۔ یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی۔

اس قسم کی سفارش اللہ کے دربار میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور جو کوئی نبی یا ولی کو یا امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے، وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے کہ اس نے اللہ کے معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی کچھ بھی قدر نہیں پہچانی۔ اس شہنشاہ کی تو شان یہ ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتے جبرئیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کر دے کہ اسکے تو مخفی ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے۔ کسی بھی کام کے اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور اگر سب اگلے پچھلے لوگ جنات اور انسان بھی مل کر جبرئیل اور پیغمبر ہی جیسے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی۔ اور اگر سب شیطان و دجال جیسے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق نہیں گھٹے گی وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سنوار سکے۔

❁.....دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شہزادوں یا بیگمات میں سے کوئی بادشاہ کا محبوب اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جائے اور چوری کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر کو معاف کر دے تو اس کو **شفاعت محبت** کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں۔ اور جو کوئی کسی کو اس کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی ایسا ہی مشرک اور جاہل ہے جیسا کہ اول ذکر ہو چکا ہے۔ وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا، کسی کو خلیل کا، کسی کو کلیم کا، کسی کو روح اللہ، وجیہہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم، اور روح القدس اور روح الامین فرما دے۔ مگر پھر بھی مالک، مالک اور غلام، غلام۔ کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ جیسا کہ اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی ہیبت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

❁.....تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے اپنا پیشہ نہیں ٹھہرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا۔ اس پر شرمندہ ہے۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر آنکھوں پر رکھ کر اپنے کو قصوروار سمجھتا ہے اور سزا کے لائق جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتاتا اور رات دن اس کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرمادے۔ اس کا حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دل میں اس آئین کی قدر نہ گھٹ جائے۔ اور کوئی امیر و وزیر اسکی مرضی پا کر اس قصوروار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے کیلئے ظاہر میں سفارش کا نام کر کے اس چور کا قصور معاف کر دیتا ہے۔ اس امیر نے اس چور کی سفارش اسلئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا، یا اس نے اس کی حمایت کا ذمہ لیا ہے۔ بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر سفارش کی۔ کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ کہ چوروں کا۔ اور جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو خود بھی چور ہو جاتا ہے۔ اسکو **شفاعت بالاذن** کہتے ہیں یعنی یہ سفارش خود مالک کی اجازت سے ہوتی ہے۔ اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت کا قرآن مجید و حدیث میں ذکر ہے۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ ہر بندے کو چاہیے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی سے التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی۔ اور جہاں تک خیال دوڑائے اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے، کیونکہ وہ خود بڑا غفور و رحیم ہے۔ سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔

غرض یہ کہ جیسی اپنی ہر حاجت اسی کو سونپنا چاہیے اسی طرح ہر حاجت بھی اسی کے اختیار میں چھوڑ دیجئے۔ جس کو وہ چاہے ہمارا شفیع کرے۔ نہ یہ کہ کسی کی حمایت پر بھروسہ کیجئے اور اس کو اپنی حمایت کے واسطے پکاریئے اور اس کو اپنا حمایتی سمجھ کر اصل مالک کو بھول جایئے اور اس کے احکام یعنی شرع کو بے قدر کر دیجئے اور اپنے اسی حمایتی کی رسم و راہ کو مقدم سمجھئے کیونکہ یہ بڑی قباحت کی بات ہے اور سارے نبی اور ولی اس سے بے زار ہیں اور وہ ہرگز ایسے لوگوں کے شفیع نہیں بنتے بلکہ غصہ ہو جاتے ہیں اور اس لئے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کی بزرگی یہی تھی کہ اللہ کی خاطر و مرضی کو سب بیوی، بیٹی، مرید، شاگرد، نوکر کی خاطر و مرضی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقدم رکھتے تھے۔ پھر یہ پکارنے والے ایسے کیا ہیں کہ وہ بڑے بڑے لوگ ان کے حمایتی بن کر اس کی مرضی کے خلاف ان کی طرف سے اس کے حضور میں جھگڑنے بیٹھیں گے بلکہ بات تو یوں ہے کہ الحبّ للّٰہ و البغض للّٰہ ''اللہ ہی کیلئے محبت اور اللہ ہی کیلئے عداوت'' ان کی شان ہے۔ جس کے حق میں اللہ کی خوشی یوں ٹھہری کہ اس کو دوزخ ہی میں بھیجو تو وہ اسے اور دو چار دھکے دینے کو تیار ہیں۔ ❶

محسوس ہوتا ہے کہ شفاعت کے مسئلہ کو تقویۃ الایمان میں شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ نے اپنے دادا شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات سے فیض یاب ہو کر لکھا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ نے تحفۃ الموحدین میں یہ مسئلہ کم وبیش اسی انداز میں بیان کیا ہے۔ حتی کہ شاہ محمد اسماعیلؒ نے مسئلے کو سمجھانے کے لئے جو مثالیں دی ہیں وہ بھی بڑے شاہ صاحب کی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔

تحفۃ الموحدین میں شاہ ولی اللہؒ کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

اما حال شفاعت را باید کہ مرد ماں چنانکہ بدنیا اکثر حال شفاعت مے بیند بآخرت نیز ہمیں قسم گمان مے برند۔ مثلاً بادشاہ بدزدے اشارہ فرمود کہ دستش ببرند۔ وزیر یا دیگرے ازار کان دولتش شفاعت کرد۔ باللہ، بادشاہ اندیشہ نمود کہ اگر شفاعت شاں قبول نکنم خللے بسلطنت باہم مے رسد۔

ناچار ملک ارادہ خود را بسبب شفاعت آنہا باز گردانید۔ و باذن بادشاہ روبشفاعت مے آردہ باعث محبت آل محبوبہ ملک جبر بر خود اختیار مے نماید و دزرا اخلاص میفرماید پس باید اندیشید کہ دریں اقسام ردخواہش لازم مے آید و جبر پیدا می شود بروز آخرت بحضور آں مختار محض ایں معاملہ چگونہ واقع خواہد شد کہ میگویند لا رآد بقضاءٖ باز گرداننده نیست کسے خواہش اوتعالی را۔ یا مرد ماں معنی شفاعت ہمیں مے فہمند کہ شخصے قصداً انتقامے کند و بسبب مانع دیگر عمل خود را نمے تواند کرد پیش خدا تعالی ایں معنی ہرگز نیست شان او پاک است ازیں نقصان صریح و ہمیں مضمون را در قرآن رومیفرماید

---

❶ منقول از تقویۃ الایمان۔ ملخصاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (البقرة:٤٨)

بترسدازاں روز کہ جزا ندادہ خواہد شد شخصے از شخصے از ہیچ چیز وقبول نہ کردہ خواہد شد از کسے شخصے شفاعت وگرفتہ نخواہد شد از شخصے بدلہ ونہ ایشاں مدد کردہ خواہند شد۔

وبعضے مے گوئند کہ ایں آیت وامثال دیگراں درحق کافراں باوجودیکہ لفظ لانکرہ است کہ دلالت بہ عموم مے کند برائے دفع شبہ ایشاں خدا تعالیٰ خطاب بمومنین مے فرماید

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرة:٢٥٤)

اے مومناں نفقہ کنید از..رزق دادہ ام شما پیش ازانکہ بیاید روزے کہ نہ بیع است دراں روز یعنی فروختن گناہ وخریدن نیکی نخواہد شد وکسے بسبب دوستی نہ بخشندہ خواہد شد وکسے را شفاعت کسے نہ نفع نہ خواہد کرد۔ چرا کہ درقبول شفاعت مذکورہ جبر لازم مے آید ومعلوم شد کہ ایں آیت درحق مومناں فرمودہ اند چرا کہ خطاب بآنہا وشفاعت راقسمے است دیگر کہ دراں جبر لازم نمے آید۔مثالش آن کہ دزدے خوش نویس رابحضرت بادشاہ حاضر آوردند.....

اس مقام کی پوری عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

آدمی جس طرح دنیا میں اکثر اوقات شفاعت کا حال دیکھتے ہیں اسی طرح آخرت میں شفاعت کا گمان کرتے ہیں۔مثلاً بادشاہ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا اشارہ کیا۔وزیر یا ارکان دولت میں سے کسی اور شخص نے اس کی سفارش کی۔بادشاہ نے خیال کیا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہیں کرتا تو میری سلطنت کو خلل عظیم پہنچتا ہے۔ناچار بادشاہ نے ان کی سفارش کی وجہ سے اپنے قصد اور ارادے کو باز رکھا۔یا بادشاہ کی بیوی اس کی سفارش کرتی ہے۔اور بادشاہ اس محبوبہ کی محبت کے سبب سے اپنے پر جبر اختیار کر کے چور کی رہائی کرتا ہے۔

سوخیال کرنا چاہیے کہ ان باتوں میں خواہش کا رد کرنا لازم آتا ہے اور جبر پیدا ہوتا ہے قیامت کے دن اس قادر کی جناب میں اس قسم کا معاملہ کس طرح واقع ہونے لگا؟ کیوں کہ لا رآد لقضائہ اس کی خواہش وارادہ کوئی پھیر نہیں سکتا۔

یا آدمی شفاعت کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ایک شخص اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے مگر دوسرے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ممانعت کی وجہ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ سو خدا کے حضور میں یہ بات ہرگز متحقق نہیں ہے۔ اس کی شان تو اس قسم کے صریح نقصان سے پاک ہے ارشاد ہے:

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ (البقرة:٤٨)

''اے لوگو اس دن سے خوف کرو جس میں کوئی نفس کسی نفس سے کچھ بھی کفایت نہ کرے گا اور نہ اسکی سفارش قبول ہوگی۔ نہ کسی سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے۔''

مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اس جیسی دیگر آیتیں کافروں کے حق میں اتری ہیں حالانکہ یہاں لفظ لا نکرہ آیا ہے۔ جو عموم وشمول پر دلالت کیا کرتا ہے۔ پس اس شبہ کے دفعیہ میں خدا نے مومنوں کو خطاب کیا کہ اے ایمان والو! جو چیز ہم نے تم کو دی ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اور اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ بیع ہے یعنی نہ تو گناہ بیچ کر نیکی خریدی جائے گی اور نہ کوئی شخص کسی کی دوستی کی وجہ سے بخشا جائے گا اور نہ کسی کو کسی کی سفارش نفع دے گی کیونکہ اس قسم کی شفاعت کے قبول کرنے میں جبر لازم آتا ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ کس لئے کہ خطاب انہی سے ہوا ہے۔

شفاعت کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس میں جبر لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک خوش نویس چور کو بادشاہ کے دربار میں لوگوں نے حاضر کیا۔ بادشاہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ مگر ایک اور شخص نے بادشاہ کے حضور میں عرض کی کہ یہ گنہ گار خط خوب لکھتا ہے اگر اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے تو اس شہر میں خوش نویس کا وجود باقی رہے گا۔ اس خبر کے سننے سے بادشاہ کا ارادہ خود بخود بدون اس کے کہ کوئی اس پر جبر کرے، بدل جاتا ہے۔ اور کسی قسم کا جبر لازم نہیں آتا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ایک شخص مجرم کے وصفوں میں سے ایک ایسا وصف بیان کرتا ہے جس سے بادشاہ غافل تھا۔ خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہماری جناب میں اس قسم کی بھی سفارش واقع نہ ہوگی۔ چناں چہ فرمایا: اور خدا کے علاوہ ان کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ ضرر دیتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ اے محمد ﷺ تم کہہ دو، کیا آگاہ کرتے ہو خدا کو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چیز سے جسے وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا۔ خدا پاک اور بزرگ ہے اس چیز سے کہ جسے شریک کرتے ہیں۔

﴿وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (یونس:۱۸)

یعنی جو چیز زمین اور آسمان میں ہے خدا اسے خوب جانتا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور بندے اس کے مخلوق ہیں۔ نیز وہ ہر بندہ کی بھلائی برائی خود ہی خوب جانتا ہے۔ اس کے سامنے دوسروں کے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ پس اس قسم کی شفاعت میں ہر چند کہ جبر لازم نہیں آتا لیکن اس عالم الغیب و الشھادۃ کی بے علمی اور نادانی لازم آتی ہے۔ (اسکی شان اس سے برتر ہے)

شفاعت کا ایک اور طریقہ بھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ چار چور دفعۃً بادشاہ کے سامنے گرفتار ہو کر آئے۔ تین تو ان میں سے چوری اور عیاری کے فن میں نہایت ہشیار اور سلطانی غضب سے بے باک تھے۔ اور ایک ان میں پرہیزگار آدمی تھا جو اتفاقاً شیطان کے مکر و فریب میں آ کر اس برے فعل میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اب بادشاہ کے حضور میں آنکھوں سے آنسو بہاتا اور گناہ کی شرمندگی سے سر اوپر نہیں اٹھاتا ہے۔ جس سے بادشاہ نے معلوم کر لیا کہ یہ بے چارہ اس برے فعل میں ناگہاں گرفتار ہو گیا ہے۔ اس نے چوری کا پیشہ مقرر نہیں کیا۔ اس وقت بادشاہ کی مہربانی گو اس کی عفو تقصیر کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر سلطنت کا قانون اس بات کو نہیں چاہتا کہ ایک کو بخش دیں اور دوسروں کے ہاتھ کاٹیں۔ اس وقت بادشاہ خود کوئی سبب ڈھونڈتا ہے اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص کو خفیہ اشارہ کرتا ہے۔ کہ تو فلاں شخص کی سفارش کر، تاکہ میں اسے بخش دوں۔ اس اشارہ کے سمجھتے ہی مقربان مجلس میں وہ شخص شفاعت کی پیشانی زمین پر گھستا ہے کہ اس مجرم کا ہم سے تعلق ہے اگر آپ اسکی تقصیر کو معاف فرمائیں گے تو احسان پر احسان ہوگا۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ بدلہ لینے سے درگزر کرتا ہے۔ پس اس قسم کی شفاعت سے کوئی جبر لازم نہیں آتا بلکہ اس کی رضا اور خواہش اس میں تھی جو واقع ہوا۔ سو قیامت کے دن شفاعت کی یہ ہی صورت متحقق ہوگی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے یوں اشارہ فرمایا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرۃ:۲۵۵)

''کون شخص ہے جو اللہ کے پاس سفارش کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ۔''

پس جس شخص کے حق میں اجازت ہوگی اس کی سفارش جلوہ گر ہوگی اور اگر عیاذاً باللّٰہ ارادہء الٰہی کسی کے بدلہ لینے پر متعلق ہوگا تو کس کو طاقت ہوگی جو اس کے حضور میں شفاعت کا دم مارے۔ پس خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیے جس کے ہاتھ میں شفاعت کی باگ ہے اور درحقیقت سفارش کرنے والے بھی وہی پاک اور بے پرواہ ذات ہے۔ چنانچہ اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا﴾ (الزمر:۴۴)

''اے محمد ﷺ تم کہہ دو کہ خاص خدا ہی کے واسطے تمام سفارش ہے۔''

یعنی شفاعت بھی کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ❶

غیر اللہ کی حمایت وحفاظت

اللہ کے سوا کسی کی حمایت وحفاظت کی ضرورت نہیں۔ شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ نے اس مسئلہ کو سمجھانے کیلئے تقویۃ الایمان میں یہ حدیث نقل کی ہے:

عن ابن عباسؓ قال کنت خلف رسول الله یوماً فقال:((یاغلام احفظ اللّٰه یحفظك احفظ اللّٰه تجده تجاهك واذا سئالت فاسئل اللّٰه واذا استعنت فاستعن باللّٰه واعلم انّ الامّة لواجتمعت علی ان ینفعوك بشیء لم ینفعوك الّا بشیء قد کتبه اللّٰه لك ۔ ولواجتمعوا علی ان یضرّوك بشیءٍ لم یضرّوك الّا بشیء قد کتب اللّٰه علیك، رفعت الاقلام وجفت الصحف)) ❷

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی سواری کے پیچھے تھا کہ آپ نے فرمایا۔ اے بچے اللہ کو یاد رکھ، اللہ تجھے یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔

---

❶ تحفۃ الموحدین۔ شاہ ولی اللہؒ۔ ترجمہ رحیم بخشؒ دہلوی۔ ص۱۲۔۱۷

❷ سنن ترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب حدیث حنظلۃ، رقم الحدیث:۲۵۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب تم کچھ مانگو تو اللہ ہی سے مانگو۔ اور جب تم مدد چاہو تو اللہ ہی سے مدد چاہو۔ اور یقین رکھو کہ اگر سب لوگ اس بات پر متفق ہو جائیں کہ تم کو فائدہ پہنچائیں تو تم کو اتنا ہی فائدہ پہنچا سکیں گے جتنا اللہ نے تمہارے حق میں لکھ رکھا ہے، اور اگر سب لوگ اس بات پر اکھٹے ہو جائیں کہ تم کو کچھ نقصان پہونچائیں تو اتنا ہی نقصان پہونچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں لکھ رکھا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور کاغذ سوکھ گئے۔''

غیر اللہ کی قرابت کام نہیں دے سکتی

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ نے تقویۃ الایمان میں بتایا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو تنبیہ فرمائی کہ مجھ سے اپنی رشتہ داری پر بھروسہ مت رکھنا۔ عمل کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو گی۔ روایت ہے:

عن ابی هريرة قال لمّا نزلت: ﴿**وانذر عشيرتک الاقربين**﴾ دعا النّبیّ ﷺ قرابته فعم و خص فقال:((يا بنی كعب بن لوی انقذوا انفسكم من النّار)) ❶

عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ:((ليسئل احدكم ربّه حاجته كلّها حتّى يسأله الملح و حتّى يسئله ششع نعله اذا انقطع)) ❷

((فانّی لا املك لكم من اللّٰه شيئاً او قال فانّی لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئاً و يا بنی مرة بن كعب انقذوا انفسكم من النّار فانّی لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئاً ويابنی عبد الشّمس انقذوا انفسكم من النّار فانّی لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئاً ويا بنی عبد مناف انقذوا انفسكم من النّار فانّی لا اغنی عنكم من اللّٰه شيئاً

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب هل يدخل النساء والولد فی الاقارب، رقم الحدیث: ۲۷۵۳ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب فی قوله تعالیٰ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین﴾ رقم الحدیث: ۳۴۸۔۲۰۴، ۳۵۱۔۲۰۶

❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب لیسئل احدکم ربہ حاجتہ کلھا، رقم الحدیث: ۳۶۰۴ (۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ویا بنی عبدالمطلب انقذوا انفسکم من النّار فانّی لا اغنی عنکم من اللّٰہ شیئاً و یا فاطمة انقذی نفسك من النّار ۔ سلینی ما شئت من مالی فانّی لا اغنی عنك من اللّٰہ شیئاً)) ❶

''جب آیت و انذر عشیرتک نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے اپنے قرابت داروں کو بلایا اور اکٹھا کر کے عام کو مخاطب کر کے بھی کہا اور الگ الگ بھی کہا، اور سب کو بلکہ اپنی بیٹی تک کو سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے جو اپنے اختیار میں ہو جو میرا مال ہے اس میں مجھ کو بخل نہیں اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا۔ وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقط قرابت کسی بزرگ کی، اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آتی، جب تک سب کچھ معاملہ اللہ تعالیٰ ہی صاف نہ کرے تو کچھ کام نہیں نکلتا۔

اللہ تعالیٰ کا ادب

اللہ تعالیٰ کی شان میں جہالت اور بے ادبی کی بات پر چپ رہنا جائز نہیں:

عن جبیر بن مطعم قال اتی رسول اللّٰہ ﷺ اعرابی فقال جھدت الانفس وجاعت العیال وفھلکت الاموال وھلك الانعام فاستسق اللّٰہ لنا فانا نستشفع بك علی اللّٰہ و نستشفع باللّٰہ علیك ۔ وقال النّبیّ ﷺ:((ویحك اتدری ما تقول؟))وسبح رسول اللّٰہ ﷺ فما زال یسبّح حتّی عرف ذالك فی وجوہ اصحابہ ثمّ قال:((ویحك انّہ لا یستشفع باللّٰہ علی احد من خلقہ ، شان اللّٰہ اعظم من ذالك ۔ ویحك اتدری ما اللّٰہ؟ ان عرشہ علی سماواتہ)) لھکذا

---

❶ مشکوۃ باب الخلافۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقال باصبعه مثل القبة عليه ((وانّه ليئط به اطيط الرحل بالراكب)) ❶

''عرب میں قحط پڑا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا کہ آپ کی سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی سفارش آپ کے پاس چاہتے ہیں۔ یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ دہشت میں آ گئے اور اللہ کی بزرگی آپ کے منہ سے نکلنے لگی۔ ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے۔''

یہ کہنا کہ اللہ کو ہم نے پیغمبر کے پاس سفارشی ٹھہرایا تو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ اللہ کی شان بہت بڑی ہے۔ سب انبیاء اور اولیاء اس کے سامنے ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں اور اس کا عرش زمین و آسمان کو ایک قبہ کی طرح گھیر رہا ہے۔ اس کی وسعت کے باوجود اس شہنشاہ کی عظمت کو نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چرچراتا ہے، کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی بڑائی کا بیان کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے۔

پھر کسی کام میں دخل دینے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی کس کو قدرت ہے۔ وہ خود مالک الملک ہے، کسی لشکر اور فوج اور وزیر و مشیر کے بغیر ایک آن میں کروڑوں کام کرتا ہے۔ بھلا وہ کس کے سامنے سفارش کرے۔ اور کس کی ہمت ہے کہ اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کر بیٹھے۔

اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک دیہاتی کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک اللہ تعالیٰ کی جو عظمت بھری ہوئی ہے اسے بیان کرنے لگے لیکن ان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جائے جو اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی جیسا تعلق سمجھ کر اتنی بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں۔

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی الجہمیۃ، رقم الحدیث: ۴۷۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی میں مول لے لیا اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو سال بڑا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی دوسری صورت میں ظاہر ہو تو میں ہرگز نہ دیکھوں اور کوئی کہتا ہے:

دل از مہر محمد ریش دارم رقابت با خدائے خویش دارم

''میں محمد کی محبت سے دل زخمی رکھتا ہوں، میں اپنے خدا سے اس بارے میں رقابت رکھتا ہوں۔''

اور کسی نے یوں کہا:

با خدا دیوانہ باشد و با محمد ہوشیار

اللہ کے بارے میں کہنے سننے میں پاگلوں کی طرح آزاد و بے باک ہو لیکن محمد ﷺ کی شان میں انتہائی ہوش و عقل سے کچھ کہو۔

از خدا خواہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب

ہم اللہ سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں کیونکہ بے ادب اللہ کے فضل سے محروم ہوتا ہے۔

رسالت اور ولایت

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ تمام مخلوق میں سید البشر انبیاء علیہم السلام ہیں اور انبیاء میں سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ ہیں جو قیامت کے دن شفاعت کبری وصغری کریں گے۔ کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ﴾ (الحجرات:۱۳)

''جو لوگ زیادہ متقی اور پرہیزگار ہیں وہی اللہ کے نزدیک زیادہ معزز ہیں۔''

یہ تو ظاہر کہ انبیاء کے برابر کوئی شخص تقوی اختیار نہیں کر سکتا۔ نیز حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((انا سیّد ولد آدم و لا فخر)) ❶

---

❶ سنن ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ بنی اسرائیل، رقم الحدیث:۳۱۴۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز آیت بالا کے مطابق اولیاء اللہ عام امت سے افضل ہیں کیونکہ آیت موصوفہ نے ایک عام قاعدہ بتایا ہے کہ خدا کے نزدیک قرب اور اکرام کا مدار تقوی اور پرہیز گاری ہے۔ پس جو کوئی جس قدر تقوی شعار ہوگا اسی قدر خدا کے نزدیک مکرم ومحترم ہوگا۔

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء کی توہین کرنے والا کافر اور اولیاء کی (جن کا تقوی، طہارت معلوم اور ثابت ہو) توہین کرنے والا یا ان کی نسبت بدظنی یا تحقیر کرنے والا فاسق ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی توہین کرنے والوں کی نسبت خدا نے فرمایا ہے:

﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴾

(بنی اسرائیل:٤٨)

''جن لوگوں نے تیرے حق میں بری بری تمثیلیں دی ہیں وہ ایسے گمراہ ہوئے ہیں کہ ان کی ہدایت کی کوئی صورت ہی نہیں۔''

حدیث قدسی میں ہے:

((من عادی لی ولیّاً فقد آذنته بالحرب)) ❶

''خدا تعالی نے فرمایا کہ جو کوئی میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔''

پھر اس کی خیر کہاں؟ بلکہ عام مسلمانوں کی توہین اور تذلیل کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، خاص کر جو لوگ ہم سے پہلے ایمان دار ہوگزرے ہوں ان کی نسبت تو نیک دعا کا حکم ہے۔ قرآن شریف میں تعلیم ہے:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ (الحشر:١٠)

مختصر یہ کہ اہل حدیث کا مذہب توہین سلف کے حق میں وہی ہے جو مصنف ہدایہ نے لکھا ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، رقم الحدیث:٦٥٠٢

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(لا تقبل شهادة من يظهر سبّ السلف لظهور فسقه) ❶

یعنی جو سلف صالحین کو برا کہے اس کی شہادت معتبر نہیں۔ ❷

استمداد بالغیر

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خدا کے سوا کوئی بھی دافع بلا اور جالب نفع نہیں ہے یعنی کسی حالت اور کسی صورت میں بھی کسی مخلوق کو یہ قوت نہیں کہ ہمارے اڑے کام سنوار دے یا بگڑے کام بنا دے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝﴾ (الجن:۲۱)

''اے ہمارے رسول تو کہہ دے کہ میں تمہارے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔''

بلکہ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ (الاعراف:۱۸۸)

''مجھے اپنی جان کے لئے بھی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں۔''

جس طرح دوسروں کو مضرت اور تکلیف پہنچتی۔ آپ ﷺ کو بھی پہنچتی تھی۔ خیبر کے زہر کا قصہ مشہور ہے کہ ایک ہی لقمہ کھانے سے اخیر تک تکلیف رہی۔

﴿اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ (الکھف:۱۱۰)

''میں تمہاری طرح آدمی ہوں۔''

اسی معنی پر شاہد عدل ہے۔

اس میں ذرا شک نہیں کہ تمام مخلوق میں حضرت مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ افضل اکمل بلکہ سید الاکملین ہیں۔ پس افضل و اکمل کے حق میں جب خدا تعالیٰ نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ ان کو بھی ہمارے نفع و نقصان کا اختیار نہیں دیا گیا۔ باقی سب مخلوق تو ان سے پیچھے بلکہ انہی سے فیض یاب ہے۔

---

❶ کتاب الشہادت ❷ اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں جو وصف کمال نہ ہو وہ کسی دوسرے میں اعتقاد یا تلاش کرنا صریح بے ادبی اور سراسر گمراہی ہے۔ پس اسی ایک آیت سے مضمون صاف ہے کہ کسی مخلوق کو طاقت اور یہ قدرت نہیں (نہ ذاتی نہ وہبی) کہ وہ ہماری کسی طرح مشکل کشائی کر سکے یا ہم اس سے استمداد و استعانت کریں جیسا کہ لا املک لکم والی آیت سے ایک عام قاعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں بطور ایک قاعدہ کلیہ کے فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ (یونس:۱۰۶)

''تم کسی ایسی چیز کو مت پکارا کرو جو نہ تم کو نفع دے سکے اور نہ نقصان پر قادر ہو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم بھی ظالم ہو جاؤ گے۔''

پہلی آیت نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی بھی نہیں جو ہم کو نفع یا نقصان دے سکے کیونکہ جب سید الانبیاء کو اس امر پر قدرت نہیں جیسا کہ آیات مرقومہ کا صریح مطلب ہے تو پھر اور کسی کو کیا یارا؟

دوسری آیت نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ جو چیز ہم کو نفع یا نقصان دینے پر قادر نہ ہو اس سے دعا نہ کریں۔ نہ کسی اڑے کام میں اس کو پکاریں۔ نہ استمداد کریں۔ پس داناؤں کے لئے مضمون بالکل صاف ہے۔

قرآن کا تو کوئی پارہ بلکہ رکوع تک اس تعلیم سے خالی نہیں۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی غرض ہی یہی ہے کہ مخلوق کو مخلوق کے پکارنے سے روکا جائے۔ یہی معنی ہیں درج ذیل آیت کے:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحة:٤)

''اے ہمارے مولا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہر ایک کام کی انجام دہی میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔''

عرب کے لوگوں میں کئی ایک حضرت مسیح کو پکارتے تھے، کئی ایک حضرت عزیر کو۔ کئی ایک دیگر بزرگان سے دعائیں مانگتے تھے۔ ان سب کی تردید اور توحید کی تائید کرنے کو خدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تعالی نے اپنی صفات کاملہ کا بیان کر کے فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝﴾ (فاطر:۱۳،۱۴)

''اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کا سب ملک اور اختیار ہے اور اللہ تعالی کے سوا جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ ذرا بھی اختیار اور قدرت نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری دعا نہیں سنتے اور اگر سنیں تو تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتے اور قیامت کے روز تمہارے شرک سے انکار کریں گے) (کہ ہم نے ان سے نہ کہا تھا نہ یہ لوگ ہم کو پکارتے تھے بلکہ شیاطین کے بہکانے میں تھے۔''

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن بزرگوں کو لوگ پکارتے اور دعائیں مانگتے ہیں۔ ان کو ان دعاؤں کا علم بھی نہیں۔ چنانچہ دوسری آیت میں صاف مذکور ہے:

﴿وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝﴾ (الاحقاف:۵)

''جن لوگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی دعاؤں سے بے خبر ہیں۔''

پس اڑے وقت میں جو لوگ پیروں فقیروں سے امداد چاہتے ہیں یا دعا کرتے ہیں قرآن وحدیث کی رو سے ان کا یہ فعل شرک ہے جو صریح کلمہ توحید لا الـہ الّا اللّـہ اور آیت ایّـاک نستعین کے خلاف ہے۔ گویا ایسے صاف مضمون کیلئے جو کلمہ شریف لا الـہ الّا اللّٰہ ہی کا ترجمہ ہو کسی بیرونی شہادت یا تائید کی حاجت نہیں تاہم ہم اپنے بھائیوں کی مزید تشفی کیلئے سید عبدالقادرؒ جیلانی کے ملفوظات میں سے چند کلمات نقل کرتے ہیں۔ حضرت موصوف فتوح الغیب کے مقالہ نمبر ۴۲ میں فرماتے ہیں:

عن ابن عباس قال بينا انا رديف رسول اللّٰه ﷺ اذ قال:((يا غلام احفظ اللّٰه يحفظك احفظ اللّٰه تجده امامك فاذا سا لت فاسئل اللّٰه واذا استعنت فاستعن باللّٰه جف القلم بما هو كائن، ولو جهد العباد ان ينفعوك بشيء لم يقضه اللّٰه لك لم يقدروا عليه ولو جهد العباد ان يضرّوك بشيء لم يقضه اللّٰه عليك لم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

يقدروا فان استطعت ان تعمل للّٰه بالصّدق فی الیقین فاعمل وان لم تستطع فاصبر فان فی الصبر علی ماتکره خیرا کثیرا۔

واعلم انّ النّصر مع الصّبر والفرج من الکرب و ان مع العسر یسرا فینبغی لکل مؤمن ان یجعل هذ الحدیث مذة لقلبه و شعار ودثاره و وحدیثه فیعمل به فی جمیع حرکاته وسکناته حتّی یسلم فی الدّنیا والآخرة ویجد العزة فیها برحمة اللّٰه عزوجل۔ ❶

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک وقت میں جب کہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے سوار تھا مجھ سے مخاطب ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا اے بیٹا۔ تو خدا کے حقوق کی حفاظت کر خدا تیری حفاظت کرے گا تو خدا کے حقوق کو محفوظ رکھ تو خدا کو اپنے سامنے پاوے گا جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تو سوال کیا کرے تو اللہ ہی سے کیا کر۔ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ ہی سے چاہا کر۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اگر تمام مخلوق تجھے کچھ فائدہ پہنچانا چاہے جو خدا نے تیرے لئے مقدر نہ کیا ہو تو کبھی قدرت نہ پا سکیں گے اور اگر تمام مخلوق تجھے کسی قسم کا ضرر پہنچانے کا ارادہ کرے جو خدا نے تیرے حق میں مقدر نہ کیا ہو تو کبھی نہ پہنچا سکیں گے۔ پس اگر طاقت رکھے کہ سچائی اور یقین کے ساتھ اللہ کیلئے عمل کرے تو کر اور اگر عمل کی طاقت نہیں رکھتا تو تکلیفوں پر صبر کیا کر۔ کیونکہ صبر میں بھی بہت سی بھلائی ہے اور تو جان کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کے ساتھ ہے۔ اور آسانی تکلیف سے متصل اور تنگی کے ساتھ آسانی۔''

(اس حدیث کے بعد حضرت پیر صاحبؒ فرماتے ہیں) پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ اور اپنے جسم کا اندرونی اور بیرونی لباس بنائے اور اپنی ہر ایک بات میں اسی کو پیش نظر رکھے اور اپنی تمام حرکات وسکنات میں اسی پر عمل کرے (کہ خدا کے سوا کسی

---

❶ فتوح الغیب، مقالہ:۴۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مخلوق سے استمداد اور استعانت نہ کرے۔ نہ کسی سے امید نفع ونقصان کی رکھے) تاکہ دنیا وآخرت میں سلامتی سے رہے اور اللہ کی رحمت سے عزت پاوے)۔

غرض اس مسئلہ میں اہلحدیث کا مذہب وہی ہے جو فرید الدین عطارؒ نے فرمایا ہے:

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس زانکہ نبود جز خدا فریادرس

غیر حق را ہر کہ خواند اے پسر کیست در دنیا از دگمراہ تر

ہاں ہمارا یہ بھی مذہب ہے کہ نیک بندوں کی دعا سے فائدہ ہوسکتا ہے۔ احادیث تو اس بارے میں بہت سی وارد ہیں۔ جن کا مضمون صریح ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ سے دعا کے طالب ہوتے تھے اور آپ حسب منشاء ان کیلئے دعا فرماتے۔ قرآن میں بھی یہ اشارہ بالاجمال پایا جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نیک بندوں کی دعائیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے جلد تر قبول فرماتا ہے۔ مگر دعا کا قبول کرنا بھی خدا ہی کے اختیار میں ہے اور قبول کر کے فائدہ پہنچانا بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اسی لئے کسی بزرگ کو مخاطب کر کے یوں کہنا:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

ہمارا طریق نہیں کیونکہ قرآن وحدیث میں غیروں سے ایسی آرزو کرنے کو شرک کہا گیا ہے۔ ❶

خلافت راشدہ

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

خلافت راشدہ کے بارے میں اہل حدیث کا مذہب یہ ہے کہ خلافت راشدہ حق پر ہے یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ ذی النورین اور حضرت علیؓ مرتضی خلفاء راشدین تھے۔ ان کی اطاعت بموجب شریعت سب پر لازم تھی کیونکہ خلافت راشدہ کے معنی نیابت نبوت کے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کو حضور ﷺ نے اپنی زندگی ہی میں اپنا نائب بنایا تھا۔ مرض الموت میں حضرت صدیق اکبرؓ کو امام مقرر کیا۔

---

❶ منقول از: اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ حضرت ابوبکرؓ بڑے رقیق القلب ہیں وہ آپ کی جگہ امامت نہیں کرا سکیں گے، آپ عمر فاروقؓ کو امام بنا دیجئے۔ مگر آپ ﷺ نے ایک نہ سنی۔ بلکہ نہائت خفگی سے فرمایا:

((انتنّ صواحب یوسف))

''تم ویسی عورتیں ہو جو یوسفؑ کو بہکاتی تھیں۔''

یعنی جن عورتوں کو زلیخا نے دعوت میں بلایا تھا اور انہوں نے بھی یوسفؑ کو زلیخا کی طرف ناجائز میلان کرنے کی رغبت دی تھی اسی طرح مجھ کو ایک ناجائز کام کی طرف رغبت دیتی ہو۔ کہ میں ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو منصب امامت پر مامور کروں۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ برابر نماز پڑھاتے رہے۔ آخر سرور عالم ﷺ کے انتقال پر ملال کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو سب نے خلیفہ مان لیا۔ اتنا بالاجمال واقعہ تو سنی شیعہ دونوں گروہوں میں متفقہ ہے۔ ایک حدیث جو خاص سنیوں کی روایت سے ہے اس امر کا قطعی فیصلہ کرتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں حضرت عائشہؓ کو فرمایا تھا:

عن عائشة قالت قال لی رسول اللّٰہ ﷺ فی مرضه:((ادعی لی ابا بکر اباكِ واخاكِ حتّی اکتب کتاباً فانّی اخاف ان یّتمنی متمن ویقول قائل انا ولایابی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکر)) ❶

''رسول اللہ ﷺ نے عائشہؓ سے فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکرؓ اور بھائیؓ کو بلا کہ میں خلافت کا فیصلہ لکھ دوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے بعد کوئی کہنے لگے کہ میں خلافت کا حق دار ہوں حالانکہ خدا کو اور سب مومنوں کو ابوبکر کے سوا کوئی بھی منظور نہ ہوگا۔''

اس حدیث سے نہ صرف خلافت صدیقی کا فیصلہ ہوتا ہے بلکہ اس مشہور قرطاس کا بھی تصفیہ ہوتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے قلم دوات طلب کرنے پر صحابہ کے انکار و اقرار کا مشہور ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا تھا قلم دوات منگاؤ میں تم کو کچھ لکھ دوں میرے بعد جھگڑا نہ ہو۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل ابی بکر الصدیق، رقم الحدیث: ۱۱۔۲۳۸۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس پر صحابہ کا بایں خیال اختلاف رہا کہ حضور ﷺ کو بیماری میں تکلیف ہوگی۔ آخر آپ خلافت کی بابت ہی کچھ لکھوائیں گے۔ عرض کیا حسبنا کتاب اللّٰہ ''ہم کو شریعت الٰہیہ کافی ہے'' کیا ضرورت ہے کہ حضور کو ایسی تکلیف میں اور تکلیف بڑھاویں۔ اس دلیل کے پیش کرنے والے حضرت فاروقؓ تھے جن کی قوت استدلال سب کو مسلّم تھی چنانچہ اکثر نے ان سے اس رائے میں اتفاق کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کو ایسے وقت میں تکلیف دینی پسند نہ کی۔ آنحضرت ﷺ نے بھی معمولی اظہار رنج کر کے جیسے عموماً کسی ہمدرد بزرگ کو ایسے موقع پر ہوتا ہے، ان کو اٹھا دیا اور فرمایا کہ میں اس وقت جس شغل میں ہوں تمہارے شغل سے کہیں بہتر ہے۔

اس واقعہ پر فریقین (سنی۔ شیعہ) کی آراء اور توجیہیں مختلف ہیں۔ شیعہ کہتے ہیں مضمون اس کتاب کا جو آنحضرت ﷺ نے لکھنا چاہی تھی، خلافت علیؓ کی وصیت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عمرؓ نے اس باب میں مزاحمت کی۔ اہل سنت کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ اگر لکھتے تو ابوبکرؓ کی خلافت لکھتے، مگر آپ ﷺ نے لکھنے کو ضروری نہ سمجھا کیونکہ آپ پہلے ہی بطور پیشگی کے فرما چکے تھے کہ یابی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکرؓ ''خدا اور مومنوں کو سوا ابوبکر کے کوئی پسند ہی نہ ہوگا'' اسی وجہ سے اس وقت بھی سکوت اختیار کیا۔ یہ حدیث اہل سنت کے لئے قوی دلیل ہے کہ خلافت صدیقی منظور نبوی ہے۔ نیز مسئلہ قرطاس کی بابت صریح تصفیہ ہے کہ حضور ﷺ وہی بات لکھتے جس کے لکھنے کی خواہش پہلے ہی ظاہر فرما چکے تھے کہ ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانا۔

خاص شیعہ کی طرز بھی اس کا جواب ہوسکتا ہے کہ بقول ان کے آنحضرت ﷺ خلافت علیؓ کے پہنچانے پر مامور تھے۔ اور بقول ان کے آیت:

﴿بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط﴾ (المائدۃ:٦٧)

''جو کچھ تجھ کو خدا کی طرف سے حکم پہنچا ہے، وہ پہنچا دے۔''

انہی معنے کے لئے نازل ہوئی تھی کہ خلافت علی کی بابت جو تجھے حکم دیا گیا ہے وہ لوگوں کو پہنچا دے۔ اگر تو نے نہ پہنچایا تو گویا تو نے نبوت کی تبلیغ نہ کی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ عمرؓ کے روکنے سے حضور ﷺ ایسے ضروری کام سے جس کا ارشاد جناب باری تعالیٰ سے پہنچا ہوا تھا، جس کے نہ کرنے پر تمام نبوت کی تبلیغ کا لعدم ہونی تھی، آپ ﷺ نے لکھوانے سے تساہل فرمایا۔ اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس موقع پر عمرؓ کی مخالفت مانع تھی تو صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی تو عمرؓ ہی صلح کے مخالف تھے بلکہ بڑے زور سے اس مخالفت کو نیتی سے ظاہر کرتے تھے اور پھیلاتے تھے۔ مگر اس نازک موقع پر جہاں ایک طرف کفار کا ہجوم ہے اور دوسری طرف خود صحابی بھی رنجور دل بیٹھے ہیں، عمرؓ کی مخالفت کی کچھ پرواہ نہ ہوئی۔ تو اس موقع پر جب کہ تمام حاضرین خدام ہیں، اہل بیت سب حاضر ہیں۔ عمرؓ کا اس قدر اثر ہوا کہ حکم الٰہی کی تبلیغ سے خاموش ہو گئے۔ ہمارے خیال میں ایسا گمان شان نبوت میں بدگمانی پیدا کرنے کا موجب ہے۔

شیعوں کی طرف سے اس دعوی پر کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بابت حضور ﷺ نے خلافت کی وصیت فرمائی تھی ایک حدیث پیش کی جاتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

((من کنت مولاہ فعلی مولاہ)) ❶

''جس کا میں مولا ہوں علیؓ بھی اس کا مولا ہے۔''

چوں کہ آنحضرت ﷺ سب ایمان داروں کے مولا ہیں، اس لئے حضرت علیؓ بھی سب کے مولا ہیں اور مولا کے معنی حاکم اور امیر کے بتاتے ہیں۔ اسی حدیث کا تتمہ وہ الفاظ ہیں جو فاروق اعظم کی طرف سے روایت کئے جاتے ہیں کہ فرمان نبوی:

((من کنت مولاہ فعلیّ مولاہ))

سن کر انہوں نے کہا تھا:

((بخ بخ یا ابا الحسن اصبحت مولای و مولا کلّ مؤمن و مؤمنة))

''اے ابوالحسن! تجھے مبارک ہو کہ تو میرا اور ہر ایمان دار کا مولا ہو چکا۔''

لیکن بغور دیکھا جائے تو اس سے شیعوں کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کہ علیؓ ہی کو حق خلافت تھا۔ اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ وغیرہ نے خلافت علی کو معاذ اللہ ظلم سے غصب کیا جس کی وجہ سے وہ مورد عتاب الٰہی ہو گئے۔

---

❶ سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، رقم الحدیث: ۳۷۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیونکہ اس حدیث میں جو مولا کا لفظ ہے جس پر سارا مدار ہے اس کے معنی دوست اور خالص محبوب کے ہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے خاص اپنی ذات ستودہ صفات کی نسبت بھی فرمایا ہے:

((لایؤمن احدکم حتّی اکون احبّ الیه من والده وولده والنّاس اجمعین))

''جب تک میں سب چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور مجھے تم اپنی اولاد اور ماں باپ اور تمام جہاں کے لوگوں سے زیادہ پیارا نہ سمجھو گے، مسلمان نہ ہو گے۔''

نیز اسی حدیث میں من کنت مولاہ کے اخیر میں بروایت امام احمد، ابویعلی اور طبرانی کے یہ الفاظ بھی ہیں:

((اللّٰهم وال من والاه و عاد من عاداه)) ❶

یعنی حضور ﷺ نے بعد فرمانے من کنت مولاہ ..... یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ جو حضرت علیؓ سے محبت کرے اس سے تو محبت کر۔ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے دشمنی کر اور اس کو مبغوض رکھ۔

اس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خلافت کے متعلق وصیت نہ فرمائی تھی بلکہ اخلاص اور محبت کے متعلق تھی جو ہم کو بھی منظور ہے کیونکہ موالات کے مقابلہ میں آپ ﷺ نے معادات کا لفظ فرمایا ہے۔ پس جو اس مقابلے کا مفہوم ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ حضرت علیؓ سے عداوت رکھنے والے خدا تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہیں۔ جس پر ہمارا بھی صاد ہے۔

اس سے بڑھ کر قوی قرینہ بلکہ دلیل ان معنی کی کہ آنحضرت ﷺ کی مراد ان الفاظ سے صرف وصیت محبت تھی نہ وصیت خلافت، واقعہ بیعت ابوبکر صدیقؓ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ فداہ ابی وامّی کے انتقال فرماتے ہی انصار مدینہ نے ایک الگ مجلس منعقد کر کے امیر بنانے کی تجویز کی جس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ یہ خبر سنتے ہی مع حضرت ابوعبیدہؓ امین امت کے وہاں برسر موقع پہنچے۔

---

❶ مسند احمد ۲۸۱/۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیکھا کہ مباحثہ گرم ہے۔ انصار کا ارادہ ہے کہ اہل مدینہ میں سے امیر مقرر ہو۔ ان صاحبوں کے سوال جواب کرنے کرانے پر آخر انہوں نے یہ بھی کہا کہ منّا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔ جس پر حضرت ابوبکرؓ نے حدیث نبوی پیش کی کہ الآئمّة من القریش یعنی امارت اور امامت قریش ہی میں ہے۔ جب سب انصار کے رو برو حضرت ابوبکرؓ نے یہ دلیل پیش کی تو کسی کو اس سے انکار کی جرئت نہ ہوئی۔ آخر کار فیصلہ ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ مقرر ہو گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ جس طرح ابوبکر صدیقؓ نے انصار کے مقابلہ پر حدیث پیش کر کے ان کے دعوی کو توڑا۔ اسی طرح کسی صحابی نے انصار یا مہاجرین سے بلکہ اہل بیت میں سے یہ حدیث کیوں پیش نہ کی۔ کہ آپ یوں ہی خلیفہ بنائے گئے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ مرتضی کیلئے وصیت اور تاکید فرمائی ہوئی ہے۔ اور آپ دونوں (ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ) صاحبوں نے حضرت علیؓ سے بیعت خلافت حضرت ﷺ کی زندگی میں کی ہوئی ہے بلکہ مبارکبادیاں بھی دی ہوئی ہیں، پھر آپکا کیا منصب ہے کہ آپ خلافت کے مدعی ہوں۔ اور تو اور آئمہ اہل بیت اور خاندان بنی ہاشم نے بھی اس دلیل کو معلوم نہیں کیوں پیش نہ کیا؟ حالانکہ ایسی قوی دلیل تھی کہ اس دلیل کے سامنے کسی کی چون و چرا چل ہی نہ سکتی کیونکہ ہزاروں آدمی اس کے گواہ موجود تھے۔

جب حضرت علیؓ مرتضی اور دیگر آئمہ ہدی اور خاندان بنی ہاشم بلکہ مہاجرین و انصار میں سے کسی نے یہ حدیث اور واقعہ غدیر کو ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے خلاف بلکہ خلافت صدیقی کے بعد حضرت عمرؓ فاروق کی خلافت کے وقت بلکہ بعد ازاں حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے وقت بھی پیش نہ کیا۔ جب کہ کوئی امر مشکل نہ تھا۔ صرف حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی رائے پر فیصلہ موقوف تھا۔ اور بالکل الگ صرف تینوں بزرگ (عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عثمانؓ، علیؓ) بیٹھے ہوئے تھے اس حدیث کا پیش کرنا کیا مشکل تھا؟

پس جب کہ کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔ نہ کسی اپنے نے نہ بیگانے نے۔ مہاجرین نے نہ انصار نے، بلکہ نہ خود حضرت علی مرتضیؓ نے، تو معلوم ہوا کہ سب صحابہ نے معہ اہل بیعت اس حدیث من کنت مولاہ سے یہی معنی سمجھے تھے جو ہم نے بیان کئے۔ نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ جو شیعہ کا گمان ہے۔

اس بیان سے شیعوں کی کل روایتوں کا جواب ہوسکتا ہے جو اس مسئلہ کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں جن میں سے بعض میں حضرت علیؓ کی نسبت امیر المؤمنین کا لفظ بھی آتا ہے۔ کیونکہ اس دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو وہ روایات غلط ہیں یا ماٴول۔ اسی تقریر سے عمرؓ فاروق و عثمانؓ ذی النورین کی خلافت کا ثبوت ملتا ہے کیونکہ خلافت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ رعایا میں سے صلحاء لوگ خلیفہ کو منتخب کریں۔ یا خلیفہ خود اپنے نائب کو منتخب کر جائے اور بعد اس کے لوگ اس سے بیعت کر لیں۔ چنانچہ عمرؓ فاروق کو خلیفہ اول نے انتخاب کیا اور سب لوگوں نے منظور کیا تھا اور باقی دونوں رعایا کے انتخاب سے خلیفہ ہوئے مگر چوں کہ اصل بحث سنی شیعہ صرف اس امر پر ہے کہ حضرت علیؓ ہی کا حق خلافت تھا جو ابوبکرؓ وغیرہ نے معاذ اللّٰہ غصب کیا۔ یا ابوبکرؓ بھی خلیفہ برحق تھے۔ اس واسطے ہم نے اس جگہ مختصر طور سے اس امر پر بحث کی ہے کہ علیؓ خلیفہ بلافصل نہ تھے بلکہ جو کچھ ہوا یہی حق تھا۔

اس دعوی پر سنی دلائل کے علاوہ شیعوں کی روایات بھی مؤید ہیں۔ شیعوں کی مستند اور معتبر کتاب نہج البلاغۃ میں علی کرم اللہ وجہ کا قول منقول ہے جو شیعہ سنی کی نزاع میں قول فیصل ہے۔ حضرت ممدوح امیر معاویہؓ کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

انّه بايعنى القوم الّذين بايعوا ابابكر وعمر وعثمان على مابايعوا هم عليه فلم يكن للشّاهد ان يختار ولاللغائب ان يرد وانّما الشّورى للمهاجرين والانصار فان اجتمعا على رجل وسموه اماماً كان ذالك رضى فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الى ماخرج منه فان ابى قاتلوه على اتّباعه غير سبيل المؤمنين وولاه اللّه ما تولى ❶

(کہ مجھ سے اس قوم نے بیعت کی ہے جس نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے بیعت کی تھی، اسی شرط پر بیعت کی ہے جس شرط پر ان سے کی

---

❶ نہج البلاغۃ ص ۷ ج دوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تھی۔ پس اب کسی حاضر کو الگ رہنے اور کسی غائب کو رد کرنے کا اختیار نہیں۔ اور شوریٰ تو مہاجرین اور انصار کا ہے اگر یہ لوگ کسی شخص پر جمع ہو کر اس کو امام بنا دیں تو وہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ پھر اگر ان کے حکم سے کوئی شخص طعنے یا بدعت سے سرتابی کرے گا تو اس کو وہ اس طرف پھیریں گے جہاں سے وہ نکلا ہوگا (یعنی دین کی طرف) اگر وہ انکار کرے گا تو مسلمانوں کے خلاف روش چلنے پر اس سے لڑیں گے اور جدھر وہ جائے گا خدا بھی اس کو ادھر ہی پھیر دے گا)۔

یہ روایت صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت علیؓ خود بھی خلافت کا مسئلہ شوریٰ کے متعلق جانتے تھے اور اپنی خلافت کو اصحاب ثلاثہ (ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ) کی خلافت جیسی سمجھتے تھے۔ بغور دیکھا جائے تو یہ روایت اس مسئلہ کی بابت صاف فیصلہ دیتی ہے مگر دیکھنے کو چشم بینا اور سننے کو گوش وا ہونے چاہئیں۔ ❶

وراثت انبیاء

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ انبیاء کی وراثت ان کی اولاد اور دیگر ورثاء کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ مثل صدقہ اور وقف مال کے ہوتی ہے۔

یہ مسئلہ، خلافت کے مسئلہ کے بعد سنیوں اور شیعوں میں معرکہ آراء ہے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ شیعوں نے اپنی کتابوں اور روایتوں کی بھی پرواہ نہیں کی اور ناحق اس مسئلہ کی آڑ میں صحابہ کرامؓ سے بدگمان ہو گئے۔ اس مسئلہ میں ہم ایک روایت اہل سنت کی، اور ایک دو روایتیں شیعہ کی بیان کریں گے۔

اہل سنت کی روایت، اس دعوی کی صحیح بخاری کی حدیث ہے جس کا مضمون ہے:

قال ابوبکر سمعت رسول اللّٰہ ﷺ:((لا نورث ما ترکناہ صدقة)) ❷

---

❶ منقول از اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۲۲۔۳۱

❷ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم الحدیث: ۳۰۹۳ صحیح مسلم، کتاب المغازی، باب قول النبی ((لانورث ماترکناصدقة)) رقم الحدیث: ۵۲۔۱۷۵۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

شیعوں کی حدیث اس بارے میں اصول کلینی کی یہ روایت ہے:

عن ابی عبد اللّٰہ قال:انّ العلماء ورثة الانبیاء وذالك انّ الانبیاء لم یورثوا درهماً ولا دیناراً وانّما اورثوا احادیث من احادیثهم فمن اخذ بشیء منها اخذ حظاً وافراً۔ ❶

''اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اس لئے کہ انبیاء اپنی وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا کرتے بلکہ صرف علم کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شخص ان علمی باتوں سے کچھ لیتا ہے وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔''

شیعوں کی ایک مستند کتاب میں مرقوم ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے جب میراث طلب کی تو خلیفہ صدیق نے کہا۔ جو آپ کے مورث (باپ) کا حق تھا وہی آپ کو ملے گا۔ آنحضرت ﷺ کا دستور تھا کہ باغ فدک میں سے (جسے آپ وراثت میں مانگتی ہیں) تمہارا یعنی عیال کا گزارہ لے لیتے تھے اور باقی تقسیم کر دیتے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔ آپ کے سامنے میں عہد کرتا ہوں کہ میں بھی اسی طرح کروں گا جس طرح آنحضرت ﷺ خود کیا کرتے۔ (پس یہ سن کر فاطمہؓ) اس پر راضی ہوگئیں اور خلیفہ سے اس پر وعدہ پختہ لیا۔

لكِ ما لابیكِ، كان رسول اللّٰہ یأخذ من فدك قوتكم ویقسم الباقی وینفق منه فی سبیل اللّٰہ ولك علی ان اصنع بها كما كان یصنع فرضیت بذلك و اخذت العهد علیه به۔ ❷

---

❶ اصول کلینی، کتاب العلم

❷ شرح ابن ابی الحدید ص ۵۳۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چوں کہ یہ مضمون دونوں گروہوں کی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے جو سوال وارد ہوگا اس کے جواب دہ دونوں گروہ ہوں گے۔ پس اگر ہمارے جواب، سوالات آئندہ کے اٹھانے کو کافی نہ ہوں تو شیعہ ہی کوئی جواب دیں۔ کیونکہ بموجب روایت کلینی ان کا اور ہمارا مذہب اس مسئلہ میں ایک ہی ہے، یا ایک ہی ہونا چاہیے۔

ایک سوال اس پر یہ ہے کہ خدا نے قرآن میں تمام ایمان داروں کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ﴾ (النساء: ۱۱)

''خدا تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکی کی نسبت لڑکے کو دوگنا حصہ ہے۔''

یہ تو ظاہر ہے کہ اس قسم کے خطاب سرور عالم فداہ ابی وامی کو بھی شامل ہوتے ہیں۔ پس آیت قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد کو بھی تمام مسلمانوں کی طرح وراثت ملنی چاہیے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ آیت موصوف مخصوص البعض ہے یعنی جس قدر اس کا عموم ظاہر میں معلوم ہو رہا ہے، اتنا مراد نہیں بلکہ اس میں سے بعض اقسام دونوں گروہوں (سنی اور شیعہ) کے نزدیک اس حکم سے باوجود شمول آیت کے خارج ہیں۔ چناں چہ ذیل میں ہم دونوں گروہوں کی کتب سے عبارت نقل کرتے ہیں جو یہ ہے:

المانع من الارث اربعة الرق وافرا كان او ناقصا والقتل الّذى يتعلق به وجوب القصاص او الكفّارة واختلاف الدينين واختلاف الدارين اما حقيقة كالحربى او الذّمى او حكما كالمستامن اوالحربيين من دارين مختلفين ❶

غلام خواہ مسلمان ہو۔ اور باپ کا قاتل اور مسلمان باپ کا کافر بیٹا وغیرہ ذالک، باپ کے وارث نہ ہوں گے حالانکہ آیت مرقومہ میں عام حکم ہے۔ پس جس طرح یہ اقسام آیت سے باوجود شمول کے خارج از حکم ہیں اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ورثا بھی خارج ہیں کیونکہ انبیاء کی اولاد وارث مال نہیں ہوتی۔

---

❶ سراجی وشرائع الاسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوسرا شبہ اس مضمون پر اس آیت سے کیا جاتا ہے جس میں حضرت داؤدؑ کی وراثت سلیمانؑ تک پہنچنے کا ذکر ہے یعنی ورث سلیمان داؤد پس جب حضرت سلیمانؑ نے اپنے باپ حضرت داؤدؑ سے وراثت پائی تو آنحضرت ﷺ کے ورثاء (حضرت فاطمہؓ وغیرہ) کیوں وارث نہ سمجھے جائیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو وراثت علمی ملی تھی۔ یعنی نبوت اور حکمت میں سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے وارث ہوئے تھے۔ نہ کہ مال واسباب میں۔ علمی وراثت کے تو ہم بھی قائل ہیں۔ اختلاف تو مالی وراثت میں ہے۔ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو اس کا ذکر ہی کیا ضروری تھا۔ جب حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے تو ان کے وارث ہونے میں اشتباہ ہی کیا تھا جس کا بیان کرنا مناسب معلوم ہوا۔ نیز حضرت داؤدؑ کے اور بیٹے بھی تھے پھر بالخصوص حضرت سلیمانؑ کو وراثت مالی کیسے پہنچ گئی اور دوسرے محروم کئے گئے۔ ان وجوہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی علمی وراثت حضرت سلیمانؑ تک پہنچی تھی نہ کہ مالی۔

اسی دعوی پر ہمارے پاس شیعی روایت بھی موجود ہے جو فیصلہ کن ہے۔ امام ابوعبداللہ جعفر صادقؒ نے فرمایا:

ان داؤد ورث الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمداً ورث سلیمان وانّاورثنا محمد ❶

''حضرت داؤدؑ انبیاء کے وارث ہوئے، حضرت سلیمانؑ، داؤدؑ کے وارث بنے، اور حضرت محمد ﷺ حضرت سلیمانؑ کے وارث ہوئے اور ہم اہل بیت حضرت محمد ﷺ کے وارث بنے۔''

یہ روایت صاف بتلاتی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی وراثت علمی تھی جو آنحضرت ﷺ تک آئی اور آنحضرت ﷺ کے بعد آئمہ ہدی تک پہنچی۔ ❷

---

❶ اصول کلینی ص ۱۳۷

❷ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۳۱۔۳۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عرس.....مولود

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ اہل حدیث قبروں پر عرس کرنے کو بدعت جانتے ہیں (بشرطیکہ کسی قسم کی استمداد واستعانت اہل قبور سے نہ ہو۔ ورنہ شرک ہو جائے گا) اور آج کل کے رسمی مولود کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے۔ اور جس طریق سے کی جاتی ہیں نہ ان کو باعث ثواب یا مطابق سنت جانتے ہیں اس لئے کہ زمانہ پیغمبر خدا ﷺ میں اس ہیئت کی مجلسیں نہ ہوتی تھیں۔ نہ آنحضرت ﷺ نے اپنے تولد کے ذکر پر قیام کا حکم دیا اور نہ صحابہ کرام نے کیا۔ بلکہ آئمہ اربعہ کے زمانہ میں بھی اس کا رواج نہ ہوا.....ایسی مجالس کے انعقاد کی بابت ہم سے کہا جاتا ہے کہ مطلق ذکر اللہ جب شرع میں ثابت ہے تو مجلس مولود میں کیا قباحت ہے؟ یہ بھی ذکر اللہ کی مجلس ہے۔ قیام کی بابت خدا نے فرمایا ہے: لتعزروہ و توقروہ یعنی ''مسلمانو! تم رسول پاک کی تعظیم وتکریم کرو۔'' آنحضرت ﷺ کے تولد کے ذکر پر کھڑا ہونا حضرت کی تعظیم ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ جب کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ہر طرح ذکر الٰہی جائز ہے تو پھر کھڑے ہو کر صلوۃ وسلام پڑھنے میں کیا حرج ہے۔

ان سب امور کا جواب یہ ہے کہ گو (بالفرض) مجلس مولود میں تمام ذکر ہی ہوتا ہے مگر چوں کہ اس قسم کی مجلسیں نہ زمانہ رسول پاک میں اور نہ زمانہ صحابہ میں منعقد ہوتی تھیں، اس لئے سنت نہیں ہوسکتیں۔ اور نہ اس قسم کی تعظیم حضور نے سکھائی ہے اور نہ صحابہ نے کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیام، تعظیم کی قسم سے نہیں بلکہ بدعت ہے۔ نیز مجلس مولود کا سراسر ذکر الٰہی پر مشتمل ہونا بھی صحیح نہیں بلکہ اس کا جزو اعظم قیام ہے جسکی کوئی سند اور اصل شرع میں نہیں۔ بے شک کتاب اللہ میں کھڑے بیٹھے سب طرح ذکر کی اجازت بلکہ حکم ہے مگر یہ تو نہیں کہ ایک حالت پر ذکر کر رہے ہو تو ایک خاص موقع پر پہنچ کر اس حالت سے دوسری حالت کو انتقال کر جاؤ۔ اس انتقال کی اگر کوئی وجہ شرعی ہے تو بتلاؤ، ورنہ بلا وجہ شرعی کسی کام کو موجب ثواب جاننا ہی بدعت ہوتا ہے۔ یعنی جس کام کو شریعت نے ثواب نہ کہا ہو اسے ثواب سمجھنا، بس یہی بدعت ہے۔ پس بروقت ذکر ولادت سرور کائنات قیام میں دست بستہ ہو جانا کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ علاوہ اسکے جس نیت سے کھڑے ہوتے ہیں وہ بھی خاص غور طلب ہے۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقت کھڑے ہونے والوں کی نیت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح پرفتوح اس مجلس میں آئی ہیں۔ چناں چہ اس وقت سب کے سب درود بصیغہ مخاطب دست بستہ الصلوۃ و السلام علیك یا رسول الله پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ یہ نیت وخیال سراسر حاضر ناظر جاننے کے برابر ہے، یہ صریح شرک ہے۔

پس جب کہ مولود میں جز واعظم قیام ہے اور وہ بالکل بے ثبوت امر ہے جس کو ثواب سمجھا جاتا ہے تو مجموعہ مجلس میلاد جو ایسے جزو بے ثبوت بلکہ بدعت پر مشتمل ہے اگر اس میں اور کچھ بھی خرابی نہ ہو تو یہی خرابی بہت ہے کہ اس کا جز واعظم بدعت بلکہ بعض وجوہ اور فاعلین کی نیت سے شرک ہے۔ تعجب ہے کہ بعض علماء ❶ اس قیام کو بے ثبوت تو مانتے ہیں، پھر بھی بایں لحاظ کہ حرمین شریفین کے علماء کرتے ہیں ❷ اس کو بدعت کہنے سے خاموش رہتے ہیں بلکہ اس کے مستحسن ہونے کے قائل ہو جاتے ہیں حالانکہ خدا کی کتاب صاف ناطق ہے کہ مسائل شرعیہ میں کسی شخص کو منصب شریعت نہیں۔ ہر ایک امتی کا یہی منصب ہے کہ پیغمبر ﷺ کے طریق پر چلے۔ حرمین والے بھی اسی طرح شریعت کے مکلّف اور مخاطب ہیں جس طرح ہند والے۔ ایسے ہی موقع کیلئے ارشاد ہے:

﴿ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ﴾ (الاعراف:۳)

''خدا کی نازل کی ہوئی ہدائت پر چلو اور اس کے سوا اور دوستوں کی بات نہ مانو۔''

یہی وجہ ہے امام ابوحنیفہؒ نے حرمین شریفین کے علماء کا اجماع حجت نہیں مانا۔ چناں چہ اصول فقہ کی ہر ایک کتاب میں یہ مسئلہ مصرح ہے۔ پس اگر کسی متبرک مقام کے لوگ کوئی فعل کریں اور اس کا ثبوت شرع سے نہ دے سکیں تو وہ بھی ہمارے مخاطب ویسے ہی ہیں جیسے ہندی اور سندھی۔ ہم بہ تعلیم قرآن وحدیث کسی امتی شخص میں یہ قابلیت نہیں مانتے کہ اس کا قول و فعل بلا دلیل شرعی سند اور حجت ہو۔ یہی مذہب علماء سلف کا ہے کہ بغیر اجازت شرعی کے وہ کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

---

❶ جناب مولوی محمد عبداللہ ٹونکی۔ دیکھو فتوی مندرجہ کتاب رحمۃ للعالمین مطبوعہ چشمہ نور امرتسر

❷ حجاز میں سعودی حکومت کے قیام سے قبل کی بات ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیکھو تو درود شریف کا پڑھنا جو بموجب تعلیم قرآن وحدیث سراسر بموجب برکت ہے۔ بعض جگہ اسی درود کے پڑھنے سے علماء سلف نے منع فرمایا ہے۔ مثلاً نماز کے پہلے قعدہ (التحیات) میں اگر درود کا ایک جملہ بھی پڑھ لے گا تو سجدہ سہو لازم آجائے گا۔ حالانکہ قرآن و حدیث سے درود پڑھنے کی فضیلتیں بے انتہاء ثابت ہیں۔ پھر کیوں سجدہ سہو لازم آیا؟ صرف اسلئے کہ بے اجازت شرعی پڑھا گیا۔ سعدی کہتے ہیں:

نہ بے حکم شرع آب خوردن خطاست اگر خوں بقتوی بریزی رواست

یہی وجہ ہے کہ علماء محققین حنفیہ بھی مولود کی مجلسوں کو بدعت جانتے ہیں۔ من جملہ ان کے علماء گنگوہ، سہارنپور، دیوبند، مرادآباد، امروہہ، علماء دہلی، لکھنو، راولپنڈی[1] وغیرہ حنفیہ کرام میں سے اس کے بدعت ہونے کے قائل ہیں۔ غرض مختصر یہ کہ اہل حدیث کسی امر کو بغیر اطلاع شرعی کے موجب ثواب نہیں جانتے۔ ان کے خیال پر بعض سادہ لوحوں کی طرف سے ان گنت سوال ہوتے ہیں۔ گو دراصل وہ سوال ہی اپنے جواب ہیں۔ اور وہ سائل کی بے سمجھی اور لاعلمی پر بین دلالت کرتے ہیں، مگر بعض لوگ ایسے سائلوں سے بھی سادہ لوحی میں بڑھے ہوتے ہیں۔ ان کے سمجھانے کو ایسے سوالوں کے جوابات ہم ذکر کرتے ہیں۔

پہلا سوال۔ جس کو بہت ہی بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ہے کہ تم (اہل حدیث) قرآن شریف کا ترجمہ دیسی زبان میں کیوں کرتے اور پڑھتے ہو۔ کس حدیث میں آیا ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ اردو، فارسی، پنجابی زبانوں میں آنحضرت ﷺ نے کیا ہے۔ یا کوئی تفسیر عجمی زبان میں لکھی یا لکھائی؟ اس کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ

تو آشنائے حقیقت نہ ءخطا ایں جاست

اردو، فارسی وغیرہ میں قرآن شریف سمجھنے کی اجازت بلکہ حکم صاف خود قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (ص:۲۹)

---

[1] ضلع راولپنڈی کے علماء سے مراد حضرت دین محمد المعروف ملا صاحب تھے۔ علماء حنفیہ امرتسر جن کے خدام تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''ہم نے یہ بابرکت کتاب اسی لئے نازل کی ہے کہ لوگ اس کے حکموں پر غور کریں اور عقل منداس سے نصیحت پائیں۔''

پس جب قرآن مجید کا نزول ہی ہمارے تدبر اور سمجھنے کے لئے ہے تو دیسی زبان میں ترجمہ کئے بغیر ہم کیوں کر سمجھ یا سمجھا سکتے ہیں؟

اصل یہ ہے کہ بعض احکام شریعت میں بطور اصل مقصود کے قرار دیے گئے ہیں۔ان کے ذرائع پر نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ مناسب حال اور لائق مقام ذریعہ ان کے حصول کا بن سکے، بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً جہاد یا حج وغیرہ کے سفر کو جانا تو شرع میں ثابت ہے، مگر اس امر کی خصوصیت نہیں کہ کس سواری کے ذریعہ سفر ہو۔ اونٹوں کے ذریعہ، یا گھوڑوں کے ذریعہ، یکّے سے یا ریل سے، کیونکہ یہ سب اسباب ہیں جو مناسب حال ہو اسے برت لینا چاہیے۔ ایسا ہی شریعت میں کفار کے غلبہ اور مزاحمت فی الدین کے وقت جہاد کرنے کا حکم ہے۔ مگر اس امر کی کوئی خصوصیت نہیں کہ نیزوں سے ہو یا تلواروں سے، جو زمانہ پیغمبر ﷺ میں اسباب جنگ تھے، بلکہ مناسب حال جو ہتھیار ملے بندوق ہو یا توپ ہو یا تلوار۔ اسی طرح فہم مطالب قرآنی کو سمجھنا چاہیے۔ کہ اصل مطلب قرآن شریف کا سمجھنا ہے اس کے ذرائع کی تخصیص نہیں۔ علی ھذا القیاس ۔اور بھی جتنے اعتراضات ہیں، اسی قسم سے ہیں۔ پس ان سب کے جوابات اسی اصول سے مستنبط ہو سکتے ہیں۔

مجلس مولود اس قسم سے نہیں کیونکہ وہ (بقول حامیان مولود) ذکر ہے اور ذکر کی بابت خاص ارشاد ہے:

﴿وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

''خدا کا ذکر کرو۔ مگر اس طریق سے کرو جو طریق اس نے تم کو سکھایا ہے۔ اس سے پہلے ابھی تم گمراہ تھے۔''

پس جس طرح اور جس طریق سے شریعت مطہرہ نے ہمیں ذکر کرنا سکھایا ہے اسی طرح کریں گے تو ثواب کے مستحق ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔

قبور پر عرس وغیرہ کرنے سے تو صاف منع فرمایا ہے۔ فوت ہونے کے وقت آخری وصیت حضور ﷺ نے یہ فرمائی تھی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((لا تجعلوا قبری عیدا))……((لا تجعلوا قبری وثناً یعبد))

''میری قبر کو میلہ گاہ نہ بنانا۔''''میری قبر کو بت کی مانند نہ بنانا۔''

یہی وجہ ہے کہ حامیان عرس ایک واقعہ بھی ایسا نہیں بتلا سکتے کہ سرور کائنات ﷺ کے انتقال کے بعد صحابہ کرامؓ نے باوجود اس محبت خالصہ کے جس کا عشر عشیر تو کیا ہزارواں حصہ بھی حامیان عرس کو ان بزرگوں سے نہ ہوگا۔ جن کی قبروں پر عرس کرتے ہیں۔ کبھی ایک دفعہ بھی مزار مقدس پر عرس کیا ہو۔ پھر ہمارے لئے کیسی غور کی بات ہے کہ جو کام نہ تو رسول ﷺ نے اپنے حق میں فرمایا ہو، نہ صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے جو معاملہ کیا ہو، وہ ہم اولیاء اللہ اور ان کے مزاروں سے کریں۔

یہ تو ابھی سرسری نظر محض عرس کے اجتماع اور اژدہام پر ہے اور اگر وہاں کے تفصیلی حالات دیکھے یا سنے جائیں تو یوں معلوم ہوگا کہ مکہ شریف میں جس خرابی کی اصلاح کے لئے خدا نے سید الانبیاء ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا وہ اس خرابی سے زائد نہ ہوگی۔ عموماً قبروں پر طواف کئے جاتے ہیں، منتیں مانی جاتی ہیں، سجدے اور رکوع قبروں پر کئے جاتے ہیں۔ خاکسار راقم کو اپنا چشم دید واقعہ یاد ہے۔

''میں ایک دفعہ ایام طالب علمی میں بغرض تحقیق اس امر کے رڑکی کے پیران کلیر کے مزار پر گیا۔ مزار کے گنبد کے اندر جاتے ہی میں نے ایک شخص کو سربسجود دیکھا۔…… دریافت کیا تو جواب ملا کہ یہ شخص چراغ جلانے کیلئے ہر روز اسی طرح اجازت لیا کرتا ہے۔ میں نے کہا سبحان اللہ عذر گناہ بدتر از گناہ۔…… بعد نماز تمام خدام نے مزار کے گرد طواف کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک ایک پھیرے کے بعد ایک موقع پر پہنچ کر سب رکوع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات طواف پورے کئے، میں امام صاحب کی تاک میں تھا، وہ ایک خاص مقام پر دوزانو بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد کچھ مدت کے انہوں نے قبر کی طرف سجدہ کر دیا۔ میں نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر اپنی نماز کا تو اعادہ کیا۔ اور غضب الٰہی کے خوف سے راتوں رات وہاں سے چلا آیا۔

علاوہ اس کے قبروں کی عالی شان عمارتیں، ان کے غلاف، جھاڑ، قندیل وغیرہ سامان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عشرت کے کیا کہنے؟ حالاں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے علی مرتضیٰؓ کو خاص اسی کام کے لئے مامور فرمایا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے: ''جو اونچی قبر دیکھے اس کو برابر کردے جو تصویر دیکھے اس کو مٹا دے۔'' فقہائے حنفیہ نے بھی ایسی عمارات کو سخت ناپسند کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی، مالا بدمنہ میں فرماتے ہیں:

آنچہ بر قبور اولیاء عمارتہائے رفیع بنا می کنند و چراغان روشن می کند و ایں قبیل ہر چہ می کنند۔ حرام ست یا مکروہ۔

اسی طرح تمام فقہائے حنفیہ نے اس پر ناراضگی فرمائی ہے۔

اہل حدیث کے اس بیان کے مقابل حامیان عرس وغیرہ آیت، یا حدیث تو کیا ہی پیش کریں گے ولن یفعلوا البتہ کسی نہ کسی غیر مستند صوفی یا ملا کے اقوال وافعال کا ذکر کریں تو ممکن ہے۔ لیکن اہل حدیث و نیز کل علماء راسخین کے نزدیک ایسے استدلالات کے جوابات وہی ہیں جو شیخ سعدی نے ایک بیت میں ادا کر دیئے ہیں:

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نہ رہی

ایں ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

اہل حدیث کی یہی باتیں اور دلیلیں ہیں جن سے لاجواب ہو کر ہمارے بھائیوں کی طرف سے ان کے حق میں منکرین اولیا کے القاب بخشے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کو بزرگوں سے بے اعتقادی ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ایسی بے اعتقادی کے مقابلہ پر حامیان بدعت کی حسن اعتقادی بجوئے نیرزد۔ (کوڑی کے کام کی نہیں)

ذیل میں ایک فتوی مجلس مولود کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے جس پر اہلحدیث اور احناف کے اکابر علماء کے دستخط ہیں:

رحمۃ اللہ علیہ: زید دعوی کرتا ہے کہ حضرت ﷺ مجلس مولود شریف میں تشریف لے گئے اور آپ نے اجازت دی۔ اور آپ کے زمانہ میں یہ مجلس ہوئی۔ اور حضرت رسول اللہ ﷺ نے دودھ اور چھوارے پر فاتحہ اپنے فرزند ابراہیمؓ کی دی۔ اور عمرو کہتا ہے کہ یہ بات محض جھوٹ ہے۔ کسی کتاب حدیث اور فقہ معتبر سے ثابت نہیں۔ اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔ اگر یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ثابت ہو جاوے تو میں اپنے کہنے اور اعتقاد سے توبہ کروں گا۔ اور زید بھی یہی کہتا ہے کہ اگر یہ بات ثابت نہیں ہوئی تو میں اپنے عقیدہ اور قول سے توبہ کروں گا۔ اس واسطے علمائے دین سے سوال ہے کہ جو کچھ حق ہو اللہ سے ڈر کر کتب معتبرہ سے اس کا جواب لکھیں۔

رحمۃ اللہ علیہ: زید جھوٹا ہے اور یہ بات کسی معتبر کتاب میں نہیں لکھی۔ زید کو چاہیے کہ ایسی بات سے توبہ کرے۔ اور اگر کسی عالم بے دین سے ایسی بات سنی ہو تو اس کی صحبت میں نہ بیٹھے اور دوسری بات جو زید نے کہی وہ بھی جھوٹ ہے اور آنحضرت ﷺ پر افتراء۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے بے دین کو سمجھا دیں اور اگر پھر بھی توبہ نہ کرے تو اس کی ملاقات سے پرہیز کریں۔ اور کسی کتاب سے کہ قابل اعتبار ہو یہ بات ثابت نہیں۔ اور عمرو دونوں مسئلوں میں سچا ہے۔ اور اس کی بات بھی ٹھیک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

سید محمد نذیر حسین ..... حفیظ اللہ بس حسبنا اللہ ..... خواجہ فقیر ضیاء الدین ..... منصور علی ہست از احمد ..... قول المجیب حق، احق بالا تباع۔ فقیر محمد حسن ..... سید امیر حسین ..... سید امیر احمد نقوی ..... جواب صحیح ست و مہر ایں وقت دیگر جا بودہ لہذا بر دستخط اکتفا نمودہ شد۔ الراقم محمد اسد علی ..... الجواب صحیح، الراقم عنائت علی ..... الجواب صحیح، احمد علی عفی عنہ محدث سہارنپوری شاگرد شاہ محمد اسحاق صاحب ..... الجواب صحیح بندہ رشید احمد گنگوہی۔ ❶

نذر لغیر اللہ

جناب ثناء اللہؒ امرتسری بتاتے ہیں کہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ جو چیز غیر اللہ کے لئے نذر کی جائے وہ حرام ہے۔ اس مسئلہ میں چوں کہ اہل حدیث اپنے بھائیوں سے منفرد نہیں بلکہ حنفیہ کرام کا بھی یہی مذہب ہے۔ فرق صرف تھوڑا سا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس لئے ہم یہاں پر نذر لغیر اللہ کے معنی اور تفصیل علماء دہلی کی عبارات میں بتلاتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدثؒ تفسیر عزیزی میں زیر آیت ﴿وما اھلّ لغیر اللّٰہ﴾ فرماتے ہیں:

مگر وہ چیز کہ آواز دی گئی ہو حق اس جانور میں واسطے غیر خدا کے خواہ تو وہ غیر بت ہو یا روح خبیث، اور خواہ کسی جن کے نام خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں کہ یہ سب حرام

---

❶ فتاوی رشیدیہ۔ ص۔ ۱۱۸۔۱۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیر خدا کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے۔ اور وقت ذبح کے خدا کا نام لے یا نہ لے اس واسطے کہ جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلانے کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا اور اس میں پلیدی پیدا ہو گئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا ہے اور یہ جانور غیر خدا کے نام پر مارا گیا ہے۔ یہ عین شرک ہے اور جب کہ یہ خبث مئوثر ہوا تو ذکر نام خدا اس کو حلال نہیں کر سکتا جیسے کہ کتا اور سؤر کہ نام خدا لے کر بھی ذبح کئے جائیں حلال نہ ہوں گے۔

پھر شاہ عبدالعزیزؒ محدث دہلوی نے اس شبہ کا جواب دیا ہے جو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ﴿ماأهل لغير الله﴾ کے معنی ہیں کہ جو چیز غیر خدا کے نام سے ذبح کی جائے اس کے ذبح کرنے پر غیر خدا کا نام لیا جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اہل کو ذبح پر حمل کرنا خلاف لغت عرب اور عرف ہے۔ اہلال لغت عرب اور عرف اس ملک میں بمعنی ذبح کے نہیں آیا۔ کسی شعر اور کسی عبارت میں پایا نہیں جاتا بلکہ اہلال لغت عرب میں بمعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے جیسے آواز طفل نو اور شہرت چاند اور بمعنی آواز حج اور اس کے سوا معنوں میں مستعمل ہے۔ اگر کوئی کہے اهللت لله ہرگز بمعنی ذبحت لله نہ سمجھا جاوے گا۔

تفسیر نیشاپوری میں لکھا ہے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرّب الی غیر اللّٰہ رکھے تو وہ آدمی مرتد ہے اور اس کی ذبیحہ حرام ہے۔

نواب قطب الدینؒ نے مظاہر الحق جلد سوم، باب الایمان والنذور میں اس سے بھی کسی قدر وضاحت سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

حاصل یہ کہ جو کچھ لوگ نذر بزرگوں کی از راہ نزدیکی حاصل کرنے کے ان سے یا اوپر برآنے ایک کام کے متعلق کر کے کرتے ہیں۔ بموجب روایات مرقومۃ الصدر ❶ کے وہ نذر ناجائز اور کھانا اس کا ناروا ہے اور جو کچھ کہ نیاز ان کی نہ بطور نزدیکی حاصل کرنے کے ان سے

---

❶ اس سے پہلے منقول روایات حنفیہ کی طرف نواب قطب الدین کا اشارہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور نہ متعلق ساتھ کسی کام کے کرتے ہیں بلکہ اول اس چیز کو از راہ نزدیکی حاصل کرنے کے اللہ تعالیٰ سے دیتے ہیں اور ثواب اس کا کسی بزرگ کو بخشتے ہیں۔ کھانا اس کا اغنیاء کو در صورتیکہ نیت پہنچانے ثواب صدقہ ماکولی کی کسی بزرگ کو جائز نہیں۔

جناب ثناء اللہؒ امرتسری کہتے ہیں کہ جو کچھ ان دونوں بزرگوں کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے وہی اہل حدیث کا مذہب ہے۔ یعنی ان صدقات ونذرات کا دینے والا اگر اس خیال سے دیتا ہے کہ یہ بزرگ مجھے کچھ فائدہ پہنچائیں گے یا میری کوئی بلا ٹال دیں گے، تو ایسے صدقات کھانا حرام ہے اور اگر ان صدقات کو قبول کرنے والہ خدا کو سمجھے اور یہ نیت کرے کہ میں یہ کام فلاں بزرگ کی طرف سے کرتا ہوں تا کہ اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچے تو یہ جائز ہے۔ یہاں تک تو ہمارے بھائیوں کا اور ہمارا اتفاق ہے۔ لیکن تنقیح طلب بات صرف یہ ہے کہ آج کل جو صدقات خیرات اس قسم کے دیے جاتے ہیں جن میں بزرگوں کا نام آتا ہے، آیا وہ قسم اول سے ہیں یا دوم سے؟ پھر بعد تحقیق قرائن سے جو کچھ معلوم ہوگا فریقین کا اسی پر عمل ہوگا۔ اہل حدیث کی تحقیق میں (جو بالکل قرائن صحیحہ بلکہ دلائل قویہ پر مبنی ہے) کچھ شک نہیں کہ ایسے صدقات دینے والوں کی نیت عموماً یہی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ان کو قبول کر کے ہمیں کوئی فائدہ پہنچا دیں گے۔ یا ہم سے بلا ٹال دیں گے۔ اس کی قوی دلیل اور نشانی یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے صدقات اور خیرات دیتے وقت عموماً ایسے ختمات پڑھتے ہیں جن میں صاف اور صریح لفظوں میں ان بزرگوں سے دعائیں اور التجائیں کی جاتی ہیں چنانچہ ان میں سے بعض الفاظ یہ ہیں:

○.....ختم حضرت علیہ السلام

شیئاً للّٰہ یا حضرت سید العرب والعجم مشکل کشا بالخیر

فریاد یا حضرت احمدا شیئاً للہ۔ (اے حضرت خدا کے لئے کچھ دیجئے)۔

قطع نظر اس اجمال بلکہ اہمال کے کہ اس سوال سے کوئی معقول امر مفہوم نہیں ہوتا یعنی نہیں سمجھا جاتا کہ سائل کیا چیز مانگتا ہے۔ اس لفظ کی بابت درمختار باب المرتد میں لکھا ہے کہ بعض فقہاء نے اس کو کلمہ کفر کہا ہے کیونکہ اس میں خدا تعالیٰ کی ہتک ہے۔ علاوہ اس کے یہ حکم بھی صرف اس صورت میں ہے کہ زندے سے سوال ہو۔ لیکن جس صورت میں مخاطب فوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو، جو سنتا بھی نہیں، اس سے ایسا سوال کرنا تو دو وجہ سے کفر ہوگا۔ ایک وہ وجہ جو صاحب درمختار کی مراد ہے، دوسری وجہ جو خدا نے فرمائی ہے، یعنی:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ﴾ (الاعراف:۱۹٤)

''جن لوگوں سے تم دعا کرتے ہو وہ بھی تمہاری طرح کے آدمی ہیں۔''

﴿ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ﴾ (فاطر:۱٤)

''وہ تمہاری دعا بھی نہیں سن سکتے۔ اگر سنیں تو قبول نہیں کر سکتے۔''

○.....ختم حضرت پیر جیلانی رحمۃ اللہ

خذ یدی یا شاہ جیلان خذ یدی ۔ شیئاً للّٰہ انت نور احمد

خذ یدی شیئاً للّٰہ یا حضرت سلطان شیخ عبد القادر جیلانی محی الدّین

مشکل کشا بالخیر ۔

امداد کن امداد کن ۔ از بند غم آزاد کن ۔ در دین و دنیا شاد کن ۔ یا شیخ عبدالقادرا

○.....ختم حضرت نقش بند رحمۃ اللہ علیہ

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند المدد خواہم ز خواجہ نقش بند

○.....ختم حضرت مخدوم صاحب کشمیری

سلطان مرا خرم کند ۔ سلطان مرا بے غم کند

سلطان برآرد کار ما سلطان بداند حال ما

آسان کند دشوار ما یا شیخ حمزہ پیر ما

○.....ختم حضرت شیخ نورالدین مرحوم کشمیری

شیئاً للہ چوں گدائے دل حزین المدد خواہم ز شاہ نوردین

○.....ختم حضرت امیر کبیر مرحوم کشمیری

شیئاً للہ یا حضرت شہنشاہ ولی علی ثانی المدد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے علاوہ کئی ایک قسم کے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ سے اظہار مدعا کیا جاتا ہے ناظرین مشتے نمونہ از خروارے، انہی کو سمجھیں۔ یہ الفاظ اس بات کی صاف دلیل ہیں کہ ان قائلوں کا خیال ہے کہ ان بزرگوں کو نفع ونقصان رسانی پر قدرت ہے۔ پس یہی دلیل اس بات کی ہے کہ ایسے صدقات دینے سے ان کی نیت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ہماری حاجت روائی کردیں گے چنانچہ الفاظ مذکورہ بالا کا صریح مضمون ہے۔ گو ان ختمات میں خدا کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھی پڑھتے ہیں مگر صرف درود پڑھنے سے اس نیت کا عدم نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ انّما الاعمال بالنّیّات وانّما لکلّ امرء مانوی ❶ یعنی ہر عمل کا بدلہ نیت پر ہے اور ہر آدمی کے لئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔ پس جب کہ فاعلین کی نیت صاف اور صریح لفظ سے ظاہر ہورہی ہے تو اب کسی ملاں یا مولوی کی اصلاح کہاں چل سکتی ہے، بلکہ تاویل الکلام بما لایرضی به قائله کی مصداق ہے۔

افسوس کہ بعض بھائی صرف اس خیال سے کہ ایک تو اس قسم کی دعوتوں سے محروم رہیں گے۔ نیز ان کے چھوڑنے سے لوگوں میں وہابی مشہور ہوجائیں گے۔ باوجود ایسے کلمات کو ناجائز اور ایسے کھانوں کو حرام جاننے کے پرہیز نہیں کرتے۔ حالانکہ قرآن شریف ایسی استمدادوں کا صریح رد کرتا ہے بلکہ یوں سمجھئے کہ ایسی استمدادوں ہی کے رد کرنے کو قرآن نازل ہوا تھا۔ جو اس قسم کے کھانوں کو کھلے لفظوں میں حرام بتلاتا ہے اور تمام آئمہ دین اور علماء حنفیہ اعلام ان کی حرمت کے قائل ہیں مگر ہمارے بھائیوں کا یہ طریق کار ہے کہ ان کی مسجدوں میں ایک شخص تو سنت سمجھ کر آمین بالجہر کہہ دے اور دوسرا شخص بعد نماز گیارہ قدم مار کر پیر صاحب سے دعاء استمداد کرے جو صریح شرک ہے۔ بے چارے آمین کہنے والے کی تو گت ہوجائیگی مگر دوسرے کو کسی کی مجال نہیں کہ کچھ کہے، حالانکہ آمین حنفی مذہب میں سنت نہیں تو حرام یا مفسد صلوۃ بھی نہیں، خاص کر دوسرے شخص کے حق میں تو کچھ بھی حرج نہیں، اکثر مجتہدین اور آئمہ حدیث اس کی سنیت کے قائل ہیں۔ اور مخلوق سے دعا کرنی اور مسجد میں بیٹھ کر کرنا صریح قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن میں صاف حکم ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن:۱۸)

''مسجدیں اللہ کے ذکر کے لئے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو بھی مت پکارو۔''

یہ ہے دونوں کا حکم اور یہ ہے ہمارے بھائیوں کا طریق عمل۔ الی اللّٰہ المشتکی

اس کے بعد جناب ثناء اللہؒ نے اس مسئلہ پر احناف کا ایک فتوی درج کیا ہے:

رحمۃ اللہ علیہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ کسی بزرگ سے امداد طلب کرنا مثلاً وظیفہ پڑھنا:

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

یا کسی ولی کو مخاطب کر کے شیئاً للہ پڑھنا، مثلاً یوں کہنا

شیئاً للہ چوں گدائے مستمند المدد خواہم ز خواجہ نقش بند

یا یوں کہنا:

شیئاً للہ چوں گدائے دل حزیں المدد خواہم ز شاہ نوردین

یا یوں کہنا:

خذ یدی یا شاہ جیلان خذ یدی شیئاً للہ انت نور احمد

وغیرہ قسم کے وظائف اور ختمات پڑھنے جائز ہیں یا منع؟ بینوا و توجروا

رحمۃ اللہ علیہ: اس قسم کے ورد وظائف اگر ان بزرگوں کو حاظر ناظر جان کر اور قادر و متصرف اعتقاد کر کے پڑھے جائیں تو صریح کفر اور محض شرک ہیں۔ اور اگر اس اعتقاد سے نہ پڑھے جائیں، صرف ان الفاظ و کلمات کی تاثیر و خاصیت کا اعتقاد ہو، تب بھی گناہ ہے۔ فقط واللّٰہ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ..... الجواب صحیح، بندہ محمود عفی عنہ مدرس اعلی مدرسہ دیوبند..... الجواب صحیح، بندہ مسکین محمد یسین عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند..... الجواب صحیح، عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ..... الجواب صحیح، بندہ محمد مرتضی عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند..... الجواب صحیح، احقر الزمان گل محمد خان عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ عربیہ دیوبند۔ ❶

---

❶ منقول از اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسئلہ علم غیب

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کو نہیں۔ نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ﴾ (النمل:٦٥)

''تو اے رسول کہہ دے کہ آسمانوں اور زمین والوں میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔''

نیز ارشاد ہے:

﴿لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ﴾ (الاعراف:١٨٨)

''اے رسول اللہ (ﷺ) تو کہہ دے کہ اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو بہت سی بھلائی اپنے لئے جمع کر لیتا اور مجھے کسی طرح کی کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔''

اس نص قطعی کے علاوہ سینکڑوں واقعات آنحضرت ﷺ کے ایسے ہیں جن سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ حضور فداہ روحی کو غیب نہ تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے افک کا قصہ کہ حرم محترم پر بہتان لگنے سے آپ ﷺ کئی دنوں تک مغموم ومحزون رہے۔ مگر اصل حال معلوم نہ ہوسکا جب تک خدا نے اطلاع نہ دی۔ ایسے ہی دیگر انبیاء کے حالات شاہد عدل ہیں کہ کسی کو علم غیب نہ تھا حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کا مہمانوں کی شکل میں آنا اور حضرت ابراہیمؑ کا ان سے ڈر جانا، قرآن کی صریح آیات میں مذکور ہے۔ حضرت لوطؑ کے پاس ملائکہ کا لڑکوں کی شکل میں آنا اور حضرت لوطؑ کا اپنی قوم سے ان کو چھپانا وغیرہ صریح قرآن میں مذکور ہے جو عدم علم پر دلالت تام کرتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا بوجہ بے خبری اور عدم واقفیت اصل حال کے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارونؑ کو قصوروار سمجھ کر بے حرمت کرنا اور ان کا نہائیت عاجزانہ لہجے میں اصل حال بتلانا وغیرہ سب کے سب واقعات بتلا رہے ہیں کہ انبیاء کو علم غیب نہ تھا۔ یہ تو قرآن وحدیث کے صریح دلائل ہیں۔ فقہاء بھی انہی واقعات پر بنا کر کے انبیاء کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نسبت علم غیب کے عقیدے کو کفر لکھا ہے۔ ملا علیؒ قاری شرح فقہ اکبر ❶ میں فرماتے ہیں:

واعلم انّ الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الّا ما اعلمهم اللّٰه تعالی احیانا وذکر الحنفیة تصریحا بالتّکفیر باعتقاد انّ النّبیّ ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالی ﴿**قل لا یعلم من فی السّماوات والارض**.....﴾ الآیة

''جان لو کہ انبیا غیب نہیں جانتے تھے لیکن اتنا ہی جتنا کبھی کبھی خدا ان کو بتلا تا اور علماء حنفیہ نے صاف کہا ہے کہ جو کوئی پیغمبر ﷺ کی نسبت علم غیب کا اعتقاد کرے وہ کافر ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے اللہ کے سوا کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔''

ایسا ہی فتاوی قاضی خان میں ہے جو فقہ کی ایک مشہور اور معتبر کتاب ہے:

رجل تزوج بغیر شهود فقال الرجل والمرأة **خدا اور رسول گواہ کردیم**۔ قالوا یکون کفرا لانه اعتقد انّ رسول اللّٰه ﷺ یعلم الغیب وهو ماکان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ❷

''جو شخص اپنے نکاح میں خدا اور رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس کے گواہ کرنے سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں جب حضور زندگی میں غیب نہ جانتے تھے تو بعد انتقال کیوں کر جانتے ہیں۔''

ایسا ہی قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مالا بدمنہ میں فرماتے ہیں:

اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم۔ کافر شود۔

اسی مقام کے حاشیے پر اس کفر کی دلیل لکھی ہے:

---

❶ شرح فقہ اکبر، ص: ۱۸۵

❷ قاضی خان۔ ج ۴۔ باب ما یکون کفرا من المسلم ولا یکون

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چرا کہ آنکس اعتقاد کرد کہ رسول خدا ﷺ غیب مے داند و پیغمبر خدا در حالت حیات غیب را نمی دانست پس چگونہ بعد موت غیب داند ❶

جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہ ہوا تو آئمہ اہل بیت اور دیگر صلحا امت کو کیسے ہوسکتا ہے؟

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی بابت فرمایا ہے:

﴿عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ (النساء:۱۱۳)

''خدا نے تجھ کو وہ باتیں سکھائیں جو تو نہ جانتا تھا۔''

اور **مـــا** کا لفظ عام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کل چیزوں کا علم سکھایا گیا۔ پس علم غیب اسی کا نام ہے۔ ہم کہتے ہیں یہی لفظ **مـــا** مسلمانوں کے حق میں بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

﴿عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ (البقرة: ۲۳۹)

''جو تم نہ جانتے تھے وہ تم کو سکھایا۔''

تو کیا ہم سب مسلمان جن کو اس آیت میں خطاب ہے سب کو علم غیب حاصل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے علاوہ عام انسانوں کی بابت بھی یہی فرمایا:

﴿عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (العلق:۵)

(انسان جو نہ جانتا تھا خدا نے اس کو سکھا دیا)

کیا تمام کے تمام انسان عالم الغیب ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نسبت اس لفظ کا ورود ہوا ہے یعنی دینی باتیں جو تو نہ جانتا تھا وہ ہم نے تجھ کو سکھائیں اور تم مسلمان بھی جو دینی امور سے ناواقف تھے، وہ تم کو بتلائے۔ چنانچہ ایک آیت میں اس معنی کی تشریح بھی فرمادی ہے جہاں ارشاد ہے:

﴿مَا كُنتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِن جَعَلْنَاهُ نُورًا نَّهْدِي بِهِ مَنْ نَّشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا﴾ (الشوری:۵۲)

---

❶ کذا فی قاضی خان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

''تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے، لیکن ہم نے تیرے دل میں نور پیدا کیا۔ اس نور کے ساتھ اپنے بندوں میں سے ہم جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔''

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ قرآن شریف خدا نے آنحضرت ﷺ کو سکھایا ہے۔ یہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کو تو علم غیب نہیں کہتے۔ نہ اس کا کوئی منکر ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((اوتیت علم الاوّلین والآخرین))

(مجھ کو پہلوں اور پچھلوں کا علم عطا کیا گیا ہے)

اس سے آنحضرت ﷺ کا علم غیب ثابت ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے معنی بھی یہ ہیں کہ جو کچھ معرفت خداوندی کا علم پہلے نیک لوگوں کو حاصل تھا۔ یا میرے بعد لوگوں کو حاصل ہوگا۔ وہ سب علم مجھے حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کل اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اور سب سے زیادہ متقی۔ پس آپ کی معرفت اور علم سب سے زائد ہونے میں کس کو کلام ہے؟

اور واضح طور سے سنئے۔ حدیث مذکور میں علم کا لفظ مصدر مضاف ہے اولین کی طرف جو فاعل ہے۔ پس معنے یہ ہوں گے کہ جتنا علم پہلے اور پچھلے لوگوں کو تھا اور ہوگا وہ سب مجھے حاصل ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ بحکم

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ﴾ (النمل:٦٥)

(اے نبی تو کہہ کوئی بھی آسمان والوں میں اور زمین والوں میں علم غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے)

پہلے پچھلے کسی کو علم غیب نہیں ملا۔ پس علم الاولین والآخرین سے مراد یہی ہے کہ جتنا علم شریعت پہلے اور پچھلے لوگوں کا ہے وہ سب پیغمبر ﷺ کو دیا گیا۔ اگر اس حدیث میں آنحضرت ﷺ کی غیب دانی کا ثبوت ہو۔ تو قرآن کی آیات مذکورہ اور اہل سنت کے تمام فقہاء اور محدثین واولیاء کاملین کے صریح خلاف ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علاوہ اس کے قرآن پاک میں صاف ارشاد ہے کہ

﴿مَآ أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ﴾ (الاحقاف: ۹)

(یعنی اے رسول! تو ان سے کہہ دے کہ مجھے نہیں معلوم آئندہ کو مجھے کیا کیا امور پیش آنے والے ہیں اور تمہیں کیا)۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ علم الاوّلین والآخرین سے مراد وہ واقعات اور حادثات ہوں جو قرآن وحدیث میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے حضور ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ جن کو غیب دانی سے کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ جتنا کچھ خدا نے بتلایا اس کا تو کسی کو بھی انکار نہیں۔ انکار تو اس کا ہے کہ آنحضرت ﷺ یا کسی اور نبی یا ولی کو سب اشیاء کا علم تھا۔ جیسا کہ آج کل کہا جاتا ہے۔ اگر صرف اسی قدر تھا جو خدا کی طرف سے بتلائی گئی تھیں جن کا ذکر قرآن شریف اور احادیث شریفہ میں آتا ہے جیسے گزشتہ اور آئندہ واقعات، تو اسکا کوئی منکر نہیں۔

اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے اس امر کے ثابت کرنے کی ناکام سعی کی جاتی ہے۔ کہ حضور اقدس فداہ ابی وامی کو علم غیب تھا۔ مگر تعجب ہے کہ ایسے بدیہہ امر کے برخلاف کوشش کی جائے جس کے ثبوت کے لئے قرآن وحدیث بلکہ فقہاء کی مستند تصریحات بھی موجود ہوں۔ ❶

نیز جناب ثناء اللہ امرتسری بتاتے ہیں کہ ان کی تحریر: ''انبیاء کو نہ ذاتی علم غیب تھا، اور نہ وہبی اور کسبی'' پر ایک مرتبہ امرتسر کے علماء حنفیہ نے مجالس وعظ میں بڑی سختی سے اعتراضات کرنے شروع کئے۔ کبھی دعوی اور دلیل میں عدم مطابقت پر سوال، کبھی مستثنی پر کلام، کبھی کفر کا لزوم، غرض کبھی کچھ، کبھی کچھ۔ آخر بات بڑھتے بڑھتے مباحثہ کی ٹھہری۔ اور مولانا ابوعبید میر احمد اللہ امرتسریؒ اور مولانا ابومحمد عبدالحق حقانی دہلویؒ منصف قرار پائے۔ اور ۳ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ کو بموجودگی منصفان، احناف سے میرا (ثناء اللہ امرتسری) مباحثہ ہوا۔ فریقین کی تقریریں سن کر ہر دو منصفان نے بیک زبان فیصلہ کیا کہ عبارت مذکور صحیح ہے۔

---

❶ منقول از اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کے بعد احناف نے خفیہ طور پر ایک استفتاء علماء دیوبند کی خدمت میں بھیجا۔ جس کی نقل میرے ایک دوست مدرس مدرسہ دیوبند نے معہ دستخط مدرسین میرے پاس امرتسر بھیجی۔ جو یہ ہے:

رحمہ اللہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس شخص کے حق میں جس نے مندرجہ ذیل دو عبارتیں ایک رسالہ میں شائع کی ہوں۔

اولاً یہ کہ سوائے خدا کے کسی مخلوق کو علم غیب نہیں، نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی، کیونکہ خدا فرماتا ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ﴾ (النمل:٦٥)

دعوی دلیل میں تطابق اور آیت کریمہ سند منع ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص اس قسم کا دعوی کرے کہ حضرت رسول کریم ﷺ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو مطلقاً علم غیب نہ تھا، نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ پس وہ جناب رسول کریم ﷺ کے مخبر باخبار ماضیہ وحالیہ واستقبالیہ کے منکر ہونے سے کافر ہوا یا نہیں؟

ثانیاً۔ عابد کو معبود سے جو نسبت ہوتی ہے وہی عام مخلوق کو نبی ہو یا ولی رسول ہو یا امتی۔ مؤمن یا کافر، خالق سے ہے۔ اب اس عبارت میں لفظ عابد غور طلب ہے۔ لفظ عابد سے من حیث انہ مطیع وعابد مراد لیا جائے گا یا مخلوق من حیث ھو ھو؟ پس بر تقدیر اول بلحاظ عبادت واطاعت مساوات ومماثلت انبیاء علیہم السلام واولیا کرام کی کفار نا نجار سے ثابت کرنے والا کافر ہوا یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی اس کی غرض تنقیص شان حضرات اور ان حضرات کا بعد الارتحال توسل نہ ہونا اس سے ثابت ہوگا یا نہیں؟

رحمہ اللہ: اصطلاحاً عالم الغیب سے مراد ہے کہ جمیع مغیبات کلیتًا وجزئیتاً ازلاً وابداً عالم ہو۔ سو یہ شان باری تعالی ہے اور کوئی مخلوق میں سے شریک اس کا اس وصف میں نہیں۔ سو اگر مراد قائل کی یہ ہے کہ ایسا علم کسی کو نہیں نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی۔ پس دلیل مطابق دعوی ہے کما ھو ظاھر من الاطلاق ولا یشك فیه غیر اھل الشقاق اور جو غرض یہ ہے کہ بعض مغیبات کا علم کسی کو کسی طرح نہیں تو غلط ہے، کیونکہ بہت سے مغیبات کا علم انبیاء کرام کو خصوصاً افضل الرسل خاتم الانبیاء ﷺ کو سب سے زیادہ عطا ہوا ہے اور ان حضرات کی وساطت سے ان کی امتوں کو بھی بہت سی مغیبات کا علم حاصل ہوا ہے۔ خود قرآن شریف میں ﴿عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَداً اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَسُوْلٍ﴾ پس انکار اس کا خلاف منصوص ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے کہ قائل مذکور کی غرض قسم ثانی کا انکار نہیں بلکہ علم غیب علی الاطلاق کی نسبت یہ قول ہے سو معلوم ہوا کہ صحیح ہے اور عقیدہ اہل سنت والجماعت حسب نصوص قطعیہ یہی ہے کہ عالم الغیب علی الاطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کوئی نہیں۔ اور جو لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب کہتے ہیں سخت ضلالت میں ہیں اور مفتری اور کذاب ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے ایسا ہی فرمایا کما رواہ البخاری درحقیقت یہ شرک ہے۔ صفات خاصہ باری تعالیٰ میں امر ثانی کی نسبت یہ تفصیل ہے کہ درحقیقت جملہ مخلوقات بندہ و عاجز و مخلوق ہونے میں برابر ہیں۔ کسی کو خالق جل وعلی کے ساتھ شرکت نہیں ہے پس اس نسبت میں عابد و غیر عابد و انبیاء عظام اور اولیاء کرام جملہ مخلوق برابر ہیں۔ یہی مطلب قائل کا معلوم ہوتا ہے کیونکہ کوئی مسلمان اس امر کا منکر نہیں کہ جو قرب حق تعالیٰ کے خاص بندگان مقربین کو ہے وہ دوسروں کو نہیں اس نسبت قرب میں جملہ مومنین بھی برابر نہیں اور انبیاء عظام اور اولیاء کرام یکساں نہیں:

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

جناب رسول اللہ ﷺ آخر جملہ سے مراد ہیں۔ سو ان کے رفع درجات کی کوئی کیا تفصیل وتشریح کرسکتا ہے۔ سچ ہے:

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور صاحب بردہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

فانسب الی ذاته ما شئت من شرف
وانسب الی قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول اللّٰه لیس له
حد فیعرب عنه ناطق بقسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فمبلغ العلم فيه انّه بشر

وانه خير خلق اللّٰه كلّهم

الحاصل باوجود جملہ کمالات کے بشر، بشر اور مخلوق ہے۔کوئی جز ومعبودیت وخالقیت کا اس میں نہیں آتا۔پس یہی مطلب اس قائل کا معلوم ہوتا ہے۔ورنہ قرب خاص وعلو درجات و رفع مقامات بندگان خاص کا کوئی منکر ہوسکتا ہے؟ مسلمانوں پر حسن ظن لائق ہے اوران کے کلام کو محمل حسن پر حتی الوسع واقع کرنا چاہیے۔بے وجہ تفسیق وتضلیل مناسب نہیں۔بلکہ حرام و ممنوع ہے۔فقط۔واللّٰہ اعلم

کتبہ: عزیز الرحمان عفی عنہ دیوبندی مفتی مدرسہ.....الجواب صحیح، محمد حسن عفی عنہ..... الجواب صحیح، غلام رسول عفی عنہ.....الجواب صحیح، بندہ محمود عفی عنہ.....الجواب صحیح، بندہ مسکین محمد یسین عفی عنہ مدرس۔ ❶

---

❶ اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رفع الیدین

تنویر العینین

جناب شاہ محمد اسماعیلؒ دہلوی نے رفع الیدین عند الرکوع و بعد الرکوع کے مسئلہ پر ایک مختصر رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین کے نام سے لکھا تھا۔ جو اس مسئلے پر ہندی علماء اہل حدیث کی اولین تالیفات میں سے ہے۔ ذیل میں اس رسالہ سے اس مسئلہ کی بحث کے ضروری حصے نقل کئے جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

الحقّ انّ رفع الیدین عند الافتتاح والرّکوع والقیام منه والقیام الی الثّالثة سنّة غیر مئوکّدة من سنن الهدی فیثاب فاعله بقدر ما فعل، ان دائماً فبحسبه وان مرةً فبمثله، ولایلام تارکه وان ترك مدّة عمره واما الطّاعن العالم بالحدیث ای من ثبت عنده الاحادیث المتعلقة بهذه المسئلة فلا ادخاله الّا فی:﴿**من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی**﴾ ونرید بسنة الهدی ههنا فعل غیر فرض وغیر مختص بالنّبیّ ﷺ فعله هو والخلفاء الراشدون او امروا به او قرروا علیه قربةً ولم ینسخ ولم یترك بالاجماع و بغیر المؤکدة ما فعلوه مرةً وترکوه اخری۔

فبقولنا فعل خرج به عدم الرفع فان العدم لیس بفعل، نعم اذا کان العدم مستقراً فی زمان النبی ﷺ والخلفاء الراشدین فقطعه یکون بدعة ولیس فی مفهوم البدعة ازالة السنة حتی یلزم کون العدم سنة بل مفهومها فعل لم یفعل فی زمنهم۔

وبقولنا غیر فرض، خرجت الفرائض کلها۔

وبقولنا غیر مختص، خرجت النوافل المختصة به ﷺ کالوصال فی الصوم۔

وبقولنا لم ینسخ خرجت السنن منسوخة کالقیام للجنازة۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وبقولنا لم يترك بالاجماع، خرجت السنن المتركة به كالرفع بين السجدتين۔

ثمّ ههنا تسع مقامات بعد تمهيد مقدمة وهي ان الترجيح في تعارض الاحاديث اولاً بقوة السند وثانياً بشهرته وثالثاً بكثرة عمل الصحابة وان فهم الصحابي ليس بحجة۔

فالمقام الاول في اثبات انّ النّبي ﷺ رفع يديه في المواضع الاربعة، فنقول احاديثه اشهر من حديث الناصية الّذي بني عليه تعيين مسح ربع الرأس بالفرضية وجعل بياناً لمجمل الكتاب وكذا من بعض الاحاديث الّتي بني عليها سنية بعض الافعال كوضع اليمنى على اليسرى ورفع المسبحة وصلوة التّسبيح ونحن نذكر شيئاً منها۔

(١)فمنها ما اخرج البخاري والمسلم عن ابن عمر انّ رسول اللّه ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصّلوة واذا كبّر للرّكوع واذا رفع رأسه من الرّكوع رفعهما كذلك وقال سمع اللّه لمن حمده ربّنا ولك الحمد وكان لايفعل ذالك في السجود۔ ❶

(٢)واخرج البخاري عن نافع ان ابن عمر كان اذا دخل في الصلوة كبر ورفع يديه و اذا ركع رفع يديه واذا قال سمع الله لمن حمده ، رفع يديه واذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذالك ابن عمر الى النبي ﷺ۔ ❷

(٣)واخرج نحوه عنه مالك في المؤطا ۔

(٤)واخرج النّسائي ايضاً عن علقمة بن وائل حدثني ابي قال صلّيت خلف رسول اللّه ﷺ فرأيته يرفع يديه اذا افتتح الصلوة واذا ركع واذا قال سمع اللّه لمن حمده هكذا و اشار قيس الى نحو الاذنين۔ ❸

(٥)واخرج النّسائي ايضاً عن محمد بن عمرو بن عطاء عن ابي حميد الساعدي قال

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ مع الافتتاح سواء، رقم الحدیث:۷۳۵
صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین، رقم الحدیث:۲۱۔۳۹۰

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین، رقم الحدیث:۷۳۹

❸ سنن نسائی، کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین عند الرفع من الرکوع، رقم الحدیث:۱۰۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سمعته يحدث قال كان النّبيّ ﷺ اذا قام من السّجدتين كبّر ورفع يديه حتّى يحاذى بهما منكبيه كما صنع حين افتتح الصّلوة۔ ❶

(٦)واخرج البخارى والتّرمذى وابن ماجة وغيرهم والنّسائى نحوه عن سالم عن عبد اللّه ابن عمر قال رأيت رسول اللّه ﷺ اذا قام فى الصّلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه وكان يفعل ذالك حين يكبّر للرّكوع ويفعل ذالك اذا رفع رأسه من الرّكوع۔ ❷

(٧)واخرج البخارى والمسلم والتّرمذى وابن ماجة والنّسائى نحوه عن ابى قلابة انّه رأى مالك بن حويرث اذا صلّى كبّر ورفع يديه واذا اراد ان يركع رفع يديه وحدث ان رسول الله ﷺ صنع هكذا۔ ❸

(٨)واخرج مسلم عن ابن عمر قال رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذى منكبيه وقبل ان يركع واذا رفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما بين السجدتين۔

(٩)واخرج احمد وابو داؤد وابن ماجة عن محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعت ابا حميد الساعدى وهو فى عشرة من اصحاب رسول اللّه ﷺ احدهم ابو قتادة بن ربعى وذكر ابن ماجة فى موضع آخر ان منهم سهل بن سعد ومحمد بن مسلمة قال انا اعلمكم بصلوة رسول اللّه ﷺ كان اذا قام فى الصلوة اعتدل قائما ورفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه ثم قال الله اكبر واذا اراد ان يركع رفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه فاذا قال سمع الله لمن حمده رفع يديه فاعتدل فاذا قام من السجدتين كبر ورفع يديه حتى يحاذى بهما منكبيه كما صنع حين افتتح من الصّلوة۔

(١٠)واخرج الترمذى عن على بن ابى طالب عن رسول اللّه ﷺ انّه اذا قام الى الصلوة المكتوبة رفع يديه حذو منكبيه ويصنع ذالك اذا قضى قرأته واذا اراد ان يركع ويصنعه اذا

---

❶ سنن نسائی، کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین فی القیام الی الرکعتین الاخریین، رقم الحدیث:۱۱۸۲
❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، رقم الحدیث:۷۳۶
❸ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا کبر واذا رکع واذا رفع، رقم الحدیث:۷۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رفع رأسه من الركوع ولايرفع يديه في شيء من صلوته وهو قاعد، فاذا قام من السجدتين رفع يديه كذالك فذكر الحديث وقال الترمذى هذا حديث حسن صحيح۔

(۱۱)واخرج ابن ابى شيبة عن عبد ربه ابن زيتون قال ام الدرداء ترفع يديها حذو منكبيها حين تفتح الصلوة واذا قال الامام سمع اللّٰه لمن حمده ، ترفع يديها وقالت اللهم ربنا لك الحمد۔

(۱۲)واخرج احمد وابوداؤد وابن ماجة عن ابن عباس انّ رسول اللّٰه ﷺ كان يرفع يديه اذا دخل فى الصّلوة واذا ركع۔

(۱۳)واخرج ابوداؤد وابن ماجة عن وائل بن حجر قال قلت لانظرن الى رسول اللّٰه ﷺ كيف يصلّى فقام واستقبل القبلة فرفع يديه حتى حاذتا باذنيه فلمّا ركع رفعهما مثل ذالك فلمّا رفع رأسه من الرّكوع رفعهما مثل ذالك۔

(۱٤)واخرج ابن ماجة عن ابى الزّبير انّ جابر بن عبد اللّٰه كان اذا افتتح الصّلوة رفع يديه واذا ركع فعل مثل ذالك ويقول رأيت رسول اللّٰه ﷺ فعل مثل ذالك۔ ❶

(۱٥)واخرج ابوداؤد عن ميمون المكى انه رأى عبد الله بن الزبير وصلى بهم يشير بكفيه حين يقوم وحين يركع ويسجد وحين ينتهض للقيام فيقوم فيشير بيديه فانطلقت الى ابن عباس فقلت انّى رأيت ابن الزبير صلى صلوة لم ار احداً يصليها فوصفت له هذه الاشارة فقال ان احببت ان تنظر الى صلوة رسول اللّٰه ﷺ فاقتد بالصّلوة عبد اللّٰه بن زبير۔ ❷

(۱٦)واخرج النّسائى عن عاصم بن كليب قال حدثنى ابى ان وائل بن حجر اخبره قال قلت لانظرن الى صلوة رسول الله ﷺ كيف يصلى فنظرت اليه فقام وكبر ورفع يديه حتى حاذتا اذنيه ثم وضع يده اليمنى على كفه اليسرى والرسغ والساعد فلما اراد ان يركع

---

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوۃ، باب رفع الیدین اذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع، رقم الحدیث:۸٦۸

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الثلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، رقم الحدیث:۷۳۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رفع يديه مثلها قال ووضع يديه على ركبتيه ثم لما رفع رأسه رفع يديه مثلها ثم سجد فجعل كفيه بحذاء اذنيه ثم قعد وافترش رجله اليسرى ووضع كفه اليسرى على فخذه وركبته اليسرى وجعل حد مرفقه الايمن على فخذه اليمنى ثم قبض اثنين من اصابعه وحلق حلقةً ثم وضع اصبعه فرأيته يحركها يدعو بها۔ ❶

بالجملة قد وردت فى هذا الباب روايات لايسع لذكرها المقام بل نذكر اسامى الروات ايضاً قال مجد الدين الفيروز آبادى وهو من اجلة المحدثين واشهرهم فى سفر السعادة: "ان الاخبار والآثار التى رويت فى هذا الباب تبلغ الى اربع مائة" انتهى۔

ونحن نذكر اسامى بعضهم فمنهم العشرة المبشرة كما قال الحاكم ليس بسنة من السنن رواه العشرة المبشرة غير رفع اليدين۔ومنهم العشرة الذين روى ابو حميد الساعدى فى مجلسهم لما روى انهم بعد سماعهم من الساعدى قالوا نعم ومنهم حسن بن على و سهل وزيد وعقبة وابومسعود وعبد اللّٰه بن عمر وسلمان وابو موسى وابوسعيد وعائشة وبريدة وعمار وام الدرداء۔

قال ابوعيسى الترمذى فى الباب بعد ماذكر حديث بن عمر عن النبى ﷺ قال وفى الباب عن عمر وعلى ووائل بن حجر ومالك بن الحويرث وانس وابى هريرة وابى حميد وابى سعيد وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة وابى قتادة وابى موسى الاشعرى وجابر وعمير الليثى ، قال ابوعيسى حديث ابن عمر حديث حسن صحيح وبهذا يقول بعض اهل العلم من اصحاب النّبىّ ﷺ منهم ابن عمر وجابر وابوهريرة وانس وابن عباس وعبد الله ابن الزبير وغيرهم ، ومن التابعين الحسن البصرى وعطاء وطاؤس ومجاهد ونافع وسالم ابن عبد الله وسعيدبن جبير وغيرهم وبه يقول عبدالله بن المبارك والشافعى واحمد واسحاق۔ وقال ابن المبارك قدثبت حديث من يرفع وذكر حديث الزهرى عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبى ﷺ لم يرفع الا فى اول مرة۔حدثنا بذالك احمدبن عبدة الآملى حدثنا وهب بن زمعة عن سفيان بن عبد الملك عن عبد الله بن المبارك۔انتهى

---

❶ سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب موضع الیمین من الشمال فی الصلاۃ، رقم الحدیث: ۸۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

المقام الثالث انه لم یکن مختصاً به ﷺ ۔ وهو ظاهر لاتباع الناس فیه بحضرته ﷺ وبحضرة الخلفاء الراشدین ولم یمنعوا۔

المقام الرابع انه ﷺ لم یکن ملتزماً ایاه بل ترکه مرةً وفعله اخری۔

المقام الخامس عدم ثبوت النسخ ولیعلم اولاً ان المدعی هوالمثبت للنسخ والمتمسك بالظاهر هوالمنکر له لان الظاهر ان ما ثبت منه ﷺ یلزمنا اتباعه مالم یقم دلیل علی نسخه فیکفی لمنکر النسخ الجرح علی دلائله فاذا تم ثبت مدعاه واستدلوا علی النسخ بروایات:

منها ما اخرج الترمذی عن علقمة قال صلی ابن مسعود ولم یرفع یدیه الا اول مرة وقال صلیت بکم صلوة رسول الله ﷺ۔

ومنها ما اخرج ابوداؤد عن البراء بن عازب قال کان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذو منکبیه ثم لایعود وفی روایة ثم لا یرفعها حتی انصرف ❶

ومنها ما اخرج محمد فی المؤطا عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه ان علی بن طالب کان لایرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولی۔ ❷

واخرج ایضاً عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر لایرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولی۔ ❸

ومنها ما اخرج الطحاوی عن مجاهد قال صلّیت خلف ابن عمر فلا یرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولی ۔

وروی عن اسود انه قال رأیت عمر بن الخطاب لایرفع یدیه الا فی التکبیرة الاولی۔

ونقل ابن الهمام عن الدارقطنی وابن عدی عن محمد بن جابر عن حماد بن ابی سلیمان عن علقمة عن ابن مسعود قال صلیت مع رسول الله ﷺ وابی بکر وعمر لایرفعون ایدیهم الا عندالافتتاح۔

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع، رقم الحدیث: ۷۴۹، ۷۵۲

❷ موطا امام محمد کے ص ۹۴ میں الفاظ مختلف ہیں۔

❸ راوی مختلف فیہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقال فی النهایة شرح الهدایة ان عبد اللّٰه بن الزبیر رأی رجلاً یصلی فی المسجد الحرام ویرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع الرأس منه فقال لاتفعل انه امر فعله رسول اللّٰه ﷺ فی اول الاسلام ثمّ ترکه ونسخ۔

قال ایضاً انه قال ابن مسعود رفع رسول الله ﷺ فرفعنا وترك فترکنا ، ویروی عن ابن عباس ان العشرة المبشرة لایرفعون ایدیهم الا عند الافتتاح۔

واخرج ابوبکر بن ابی شیبة فی مصنفه عن ابن عباس موقوفاً لاترفع الایدی الا فی سبعة مواطن: التکبیرة الاولی واستقبال القبلة والموقف وجمرتین والمنی والمروة والصفا وذکرالحدیث صاحب الهدایة واستدل به ❶

فنقول:الکلام اولاً فی ثبوت النسخ منها:

فالاول اما حدیث عبد اللّٰه بن مسعود وان قال الترمذی انه حسن فقد قال ابوداؤد انه ضعیف وقد ردّه ابن المدینی واحمد والدارقطنی وضعفه البخاری علی مانقله الفاضل الاله آبادی ولهذا قال البخاری فی غیر صحیحه لاسانیده اصح من اسانید الرفع۔

واما حدیث براء بن العاذب انه لایعود ولایرفعهما۔ فلم یقل کلمة ثم لایعود غیرشریك عن یزید بن ابی زیاد، وشریك یضعف قد ضعفه الترمذی فی غیرموضع عن جامعه و قال ابوداؤد:رواه هشیم وخالد وابن ادریس عن یزید بن ابی زیاد ولم یذکروا فیه ثم لایعود۔

وحکی عن سفیان بن عیینة ان یزید حدثهم به قبل خروجه الی الکوفة فلم یذکر فیه ثم لایعود فلما انصرف زاد فیه، فیحمل ذالك علی الغلط والنسیان وما اول بعضهم تضعیف ابی داؤد بتضعیفه هذا باسناده الخاص فساقط لان شریکاً وابن ابی زیاد قد تفرد بروایته فاذا ضعف هذا الاسناد سقط الحدیث لانه لیس له اسناد سواه ولایتوهم التعارض بین القول الاول:اعنی تفرد شریك وبین قول ابی داؤد:اعنی روایة العدول الثلاثة عن یزید ابن ابی زیاد،لانه لما علم وهم یزید بن ابی زیاد فی هذه الروایة علی ماحکی ابن عیینة ترکوا الروایة عنه فصار شریك متفرداً۔

---

❶ مصنف ابن ابی شیبۃ، کتاب الصلاۃ، باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، ج:۱ص:۲۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واما حدیث محمد فی المؤطا فهو من عاصم بن کلیب وهوضعیف وان روی عنه العلماء۔ قد ضعفه ابن حبان حیث قال فی الروایة شك مع انه معارض بما عد محی السنة من القائلین بالرفع علی بن ابی طالب وذکر مثله الترمذی وابوداؤد واحمد وغیرهم وما روی عن عبد العزیز بن حکیم فیعارضه ماروی البخاری والمسلم وغیرهما عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوة کبر ورفع یدیه اذا رکع رفع یدیه واذا قال سمع اللّٰه لمن حمده رفع یدیه..... الخ۔وکذا ما اخرج الطحاوی عن مجاهد۔

واما روایة ابن مسعود فعل النبی ﷺ والشیخین فلم یثبت عند المحدثین بل ثبت عن عمرخلافه کما ذکره الترمذی وایضاً هکذا ذکره الحاکم فعل العشرة المبشرة و قدمرّ ان عبد اللّٰه بن المبارك قال لایثبت حدیث ابن مسعود ان النبی ﷺ لم یرفع یدیه الا فی اول مرة وهذه الروایة عن محمد بن جابر وقد قال ابن حبان ارفع یدیك عن حدیث ابن جابر وقال احمد وابن ثمیة وابن الجوزی بوضعه۔

وما ذکر من النهایة شرح الهدایة من قول ابن الزبیر فهولیس بحدیث مع انه معارض بالحدیث المذکور عن میمون المکی ولا یوجد له اسناد صحیح فی کتب المحدثین۔ وما اخرج ابوبکر بن ابی شیبة قول ابن عباس فهو قوله ولیس بحدیث مرفوع انه معارض بماسلف من حدیث میمون المکی وعده الترمذی ممن قال به ای بالرفع علی انه منقول بالرفع فی القنوت والعیدین فالظاهر ان الحصر لیس حقیقیاً بل اضافی مع ان فی النسخ المتداولة للمصنف مایتأدی بخلاف ذالك وهو ما رواه ابن عباس بلفظ ترفع الایدی فی سبعة مواطن اذا قام الی الصلوة واذا رأی البیت وعلی الصفا و المروة وفی جمع وعند الجمار وهو لایدل علی الحصر اصلاً کما تری۔

والثانی ای الکلام فی ثبوت النسخ من هذه الدلائل:

فنقول هذه الدلائل کلها سوای قول ابن الزبیر "انه کان فی اول الاسلام فنسخ" وسوی قول ابن مسعود "وترك فترکنا" انما تنتهض حجة علی من قال لوجوبه فان الترك مرةً ینافیه ولا تنتهض حجةً علی من یقول بکونه سنةً مؤکدةً فضلاً الی من ذهب الی کونه

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سنةً غیرمؤکدة لان السنة المؤکدة ایضاً ربما ترکه النبی ﷺ کیف و قد تقرر فی الاصول ان الاتیان بفعل بغیرترکه مرةً دلیل وجوبه فلابد من القول بترك السنة المؤکدة ایضاً لئلا یلزم الوجوب فلاتعارض بین احادیث الرفع والترك۔

واما الاستدلال بقول ابن مسعود "صلیت بکم صلوة رسول اللّٰہ ﷺ" علی عدم رفعه غیر قوی ههنا فانه ربما یشبه فعل مشتمل علی صفات بفعل آخر کذالك باعتبار اشتراك اکثر الصفات ولایلتفت الی عدم اشتراك بعض الصفات، سیماً الاعدام علی ما یشهدبه الوجدان السلیم، لکن الظاهر اشتراك الجمیع مالم یقم دلیل علی خلافه۔

فقول ابن مسعود ظاهر فی عدم رفع النبی ﷺ والاحادیث السابقة منصوص علی رفعه فلا یعارضها۔ قوله علی تقدیر فرض التعارض بینهما والا فلا وجه للتعارض فان قوله لایدلّ علی صلوة النّبی ﷺ لم یکن الاکذالك ۔

وکذا حدیث براء بن عاذب ان سلمنا صحة قوله "ثم لایعود" ، واعرضنا عن التاویل المشهور ان معنی لایعود عدم الرفع فی ابتداء الرکعة الثانیة کما کان فی الاولی کما ذکره صاحب الفتوحات ونظرنا الی استمرار المضارع المستفاد من قوله لا یعود بصیغة المضارع لایدل الا علی ان براء بن العاذب لم یر رفع النبی ﷺ ولایلزم منه عدم رفعه مطلقاً۔ والمدعی یثبت برفعه مرةً ایضاً وقدحکی بعض الضابطین لاسیما الرافعین من الصحابة وغیرهم ان براء بن العاذب من رواة الرفع ایضاً۔

والباقی کلها آثار الصحابة وقد سلف فی المقدمة ان فهم الصحابی لیس بحجة علی انه لم ینقل عن احد منهم النسخ الا عن ابن الزبیر صریحاً وابن مسعود التزاماً بل لاتدل هذه الروایات علی انهم لایرفعون ابداً بل المستفاد من هذه الروایات هو عدم الرفع فقط ای لا دوامه ولا عدم دوامه واذا ضمت هذه الروایات الی الروایات المعارضة لها الدالة علی رفعهم یثبت انهم رفعوا مرة وترکوا اخری وهو عین المدعی۔

واما قول ابن مسعود "وترك فترکنا" فالمستفاد منه هو ان النبی ﷺ ترك وفهمنا منه النسخ فالنسخ هو فهم ابن مسعود، وقد سلف انه لیس بحجة سیماً اذا خالفه فهم صحابی آخر۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واما مایفهم من قوله فترکنا من الاجماع علی الترك فقوله ظاهر فی الدلالة علی الاجماع والآثارالمعارضة له نصوص فلا یعارضها۔

واما قول ابن الزبیر ونسخ فهو نص فی النسخ علی ما تقرر فی الاصول لکن لم یوجد له اصل عندالمحدثین۔ والناسخ لا بدّله من مساواته للمنسوخ فی الشهرة والدلالة فکیف ینسخ بمثل قول ابن مسعود الذی هو قاصر فی الدلالة وبمثل هذا القول الذی لایعرفه احد من الثقات الاحادیث الصحیحة المشهورة رواها ثقات عن ثقات۔

والحاصل انّه لم ینقل فی باب الترك الا افعال النّبیّ ﷺ او افعال الصحابة والفعل لاعموم له فلایثبت الا ترکهم احیاناً واذا ضم الیها الاحادیث والآثار الدالة علی الرفع یفید عین المدعی، اذ ترك السنة الغیر المؤکدة لیس نسخاً له بل لابد من ترکها احیاناً حتی یثبت کونها غیر مؤکدة ثم ان من الصحابة من کان یترك السنن بحضرة النبی ﷺ کما یدل علیه قوله لهم عند قضاء صلوة الفجر:((من کان یصلی منکم الرکعتین قبل الفجر فلیصل)) فعلم من هذا انهم لم یکونوا کلّهم یصلون الرکعتین وهما اوکد السنن فکیف بالسنن الغیرالمؤکدة وکان من الصحابة من لایثبت عنده سنیته فلایفعلها ولایلزم من عدم فعله بطلان سنیته، کماقال ابوسلیمان الخطابی فقد یجوز ان یذهب ذالك ای رفع الیدین علیه ای علی ابن مسعود کما ذهب علیه الاخذ بالرکبة فی الرکوع وکان یطبق یدیه علی الامر الاول وخالف الصحابة کلهم فی ذالك

المقام السادس:بیان عدم الاجماع علی ترکه وهو غنی عن البیان فانه جدیر بان یدعی علی فعله الاجماع مبالغة ونحن نذکر اسماء بعض القائلین بالرفع لیکون انموذجاً لما بقی فنقول: عد محی السنة منهم ابابکر وعلیاً ۔والترمذی ابن عمر وجابر بن عبد الله وابا هریرة وعبدالله بن الزبیر ۔وعد الترمذی من التابعین الحسن البصری وعطاءً وطاؤساً ومجاهداً ونافعاً وسالم بن عبد الله وسعیدبن جبیر و محی السنة ابن سیرین وقتادة وقاسم ابن محمد ومکحولًا ۔ وعد الترمذی من الفقهاء عبدالله ابن المبارك والشافعی واحمد واسحاق ومحی السنة الاوزاعی ومالکاً وقال محی السنة وهذا قول مالك فی آخرامره

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قدذهب بعض العلماء الى ان رفع الايدى فى صلوة فى هذه المواضع واجب كما ذكره صاحب الفتوحات وغيره وعند اكثر اهل العلم سنة قال ابو عبدالله البخارى قال على بن المدينى حق على المسلمين ان يرفعوا ايديهم بحديث الزهرى عن سالم عن ابيه وغيرهم ممالايسعه المقام ذكرهم ـ

وقد تعارض عن بعضهم الآثار ولكن المعارضات لاتقوى مثل هذه الآثار التى ذكرناها مع انه لا ينافى المدعى كما سلف وقال ابن الحاجب فى مختصره فى الفقه لا اعرف رفع اليدين وقيل سنة لكن تقوى رواية كونه سنة بقول محى السنة ان مالكاً فى آخر امره ذهب الى سنيية كما يدل عليه حديث المؤطا ـ

والمقام السابع: ان الادامة على السنة الغير المؤكدة ممدوحة يثاب عليها الاجماع السلف والخلف على ان المديم على صلوة الضحى مثلاً والاشراق وار بع قبل العصر وقرائة الطوال من المفصل افضل من تاركها مع انها غيرمؤكدة وهذا المطلب اظهر من ان يشتغل باثباته ـ

والمقام الثامن: ان تارك السنة الغير المؤكدة غيرملام وهوايضاً بالاجماع على ان تارك تلك السنن غيرملام وما يتوهم من ان عدم الرفع ايضاً سنة فيثاب تارك الرفع ايضاً ـ فقد مر ذكره فى اول الكلام الا ان يراد بالسنة الطريقة المسلوكة فى عهد النبى ﷺ فمعنى كون العدم سنةً مع كون الفعل سنةً انه ﷺ كان يكتفى بعدمه ايضاً ولاشك ان مثل هذه السنة لايثاب فاعله فان مصلى الركعتين بعد الجمعة انما يثاب على الركعتين اللتين صلهما لا على ترك الاخريين ـ نعم يكفيه فى اتباع النبى ﷺ تلك الركعتان ومصلى الاربعة فثوابه اكمل من ثواب الاول ـ

المقام التاسع: فى رفع الاعتراضات الواردة على الرافعين ـ الاعتراضات الواردة عليهم اما اوردت عليهم عموماً اى على كل رافع او خصوصاً اى على الحنفية منهم اعنى الذين يرفعون ايديهم وهم من الحنفية فى اكثر الافعال:

فالاول قالوا اقوى الروايات التى استدل بها الرافعون حديث الزهرى عن سالم عن ابن عمر كما سلف فى قول ابن المدينى "حق على المسلمين ان يرفعوا ايديهم لحديث

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الزهری" وقد قال مجاهد انّه صلی مع ابن عمر فلم یرفع ای ابن عمر یدیه الا اول مرة وقد تقرر ان صحابیاً اذا روی حدیثاً ولم یعمل به سقط الحدیث من الحجة۔

فنجیبهم: انه انما ینتهض علینا لو قلنا ان ابن عمر روی وجوب الرفع ونحن لا نقول به لان مجاهداً انما حکی فعل ابن عمر ولاعموم له فانه لم یقل انه کان لایرفع یدیه ابداً بل انما حکی صلوةً مخصوصةً علی انه قد سبق حدیث سالم ونافع انه صلی ابن عمر فرفع یدیه الخ وهو حدیث مشهور فاذا جمعنا کلا الاثرین حصل مطلوبنا وهو انه رفع مرةً وترك اخری فصار دلیلکم حجةً لنا لاعلینا۔

وقالوا ایضاً انه لم یکن مشهوراً فی قرن الصحابة وکان لایفعل اکثرهم بل انما یفعله بعضهم احیاناً علی مایدل علیه قول میمون لابن عباس انی رئیت ابن الزبیر صلی صلوة لم ار احداً یصلیها ولو کان هذه السنة غیر منسوخة لاستبعد ان یترکها الاکثرون ۔

فنجیبهم: بمنع لزوم ذالك من عدم رؤیة میمون احداً یفعلها لان میموناً لم یرصحبة الکبار الصحابة ولم یثبت روایته عنهم غایة مافی الباب انه یثبت غرابة هذه الفعل فی قرن التابعین ولا استبعاد فی خفاء سنة فیه کماخفی التکبیر عندکل خفض ورفع فی الصلوة فی هذا القرن، کما یدل علیه ما اخرج البخاری عن عکرمة وهو اعلم من میمون انه قال لابن عباس حین رأی رجلاً یصلی ویکبر ثلثةً وعشرین تکبیرةً "انه احمق" علی هذا القول استأنس من کلام میمون وهو یعارض الروایات المذکورة الصریحة الدالة علی اتفاق جمع کثیر من الصحابة وجم غفیر من التابعین علیه۔

وقالوا ایضاً ان ابن مسعود مع وسعة علمه وعلو قدره ودوام صحبته مع النبی ﷺ وکثرة اجتهاده کان منکراً لسنیته وکذا یحکی عن علی فلو کان غیر منسوخ کیف ترکه مثل هذین الصحابیین؟

فنجیبهم: ان ما یحکی عن علی فلم یصح بل قد صح خلافه کما بیننا سابقاً۔واما ابن مسعود فلم یصح روایة انکاره عنه بل انما صح ترکه وهو لاینافی مطلوبنا،وعلی تقدیر التسلیم فقد خفی علی الاجلة من الصحابة اشیاء کثیرة قد خفی علی ابن مسعود الاخذ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بالركبة على ماسلف وخفى على على ايضاْ حرمة بيع امهات الاولاد و على عمر تطهير المتييمم من الجنابة ومثل هذا كثير على انه قد سبق اتفاق اكثر الكبار عليه كابى بكر وابن عمر وجابر وغير هم وهكذا من التابعين۔

وقالوا ايضاً ان اباحنيفة واصحابه والثورى وابن ابى ليلى وابراهيم مع وسعة علمهم و تفحصهم الروايات سيما الثورى فانه من آئمة الحديث لم يقولوا به فكيف يحكم بشهرتها؟

فنجيبهم: انه رب عالم وسيع العلم خفى عليه مسئلة يتفق عليها ويكون مشهورة قبله فان مالكاً مع كونه اعلم من الثورى على مايشهد به اقوال الفقهاء قد خفى عليه وضع اليد على الاخرى فى الصلوة ويحكى انه حكم بالارسال مع انه كان مشهوراً فى القرن الاول واتفق عليه اكثر العلماء فى القرون الاخر۔

وقالوا ايضاً ان هذا الفعل فى هذه البلاد تشبيه بالروافض حيث ترك شيوع مذهب الحنفية فلم يبق فاعلوه غير الشيعة۔ وقد قال النّبى ﷺ ((اتفوا مواضع التهم))

قلنا هذا من قصوركم حيث تركتموه فصار شعاراً لهم فعليكم بالاتفاق على فعله لئلا يبقى مختصاً به وترك السنة للتحرز عن التشبيه بالفرق الضالة غير مشروع كما اخرج الترمذى فى شمائله ان رسول اللّه ﷺ ((كان يسدل شعره وكان المشركون يفرقون رؤسهم وكان يحب موافقة اهل الكتاب فى مالم يؤمر فيه بشيء ثم فرق رسول الله ﷺ رأسه))

وروى غيره انه فرق لانه علم ان التفريق من سنن ابراهيم فقد احب رسول الله ﷺ تشبيه اهل الكتاب مع كونهم كفاراً فيما يظن كونه من سنن الانبياء السابقين مع انه لم يؤمر بتقليدهم فى جميع الافعال فكيف بالسنة التى علمت سنيتها لنبينا ﷺ فى حقنا مع انا لانتحرى تشبيه الفرق الضالة بل اتفقت الموافقة ثم انه ﷺ ترك موافقتهم ووافق المشركين مع انهم اسوء حالاً من اهل الكتاب لما علم كون التفريق من سنن ابراهيم۔

وقال بعض القاصرين منهم انه نسبح بقوله تعالى قوموا للّه قانتين اى بالتسكين والسكوت والحركة خلاف التسكين فلا يفعل شيء من الحركات الا مااشتهر ثبوته۔

هذا وان كان لايليق للجواب لكنا تعرضنا له قضاءً لحق المقام فنقول اولاً هذا ايضاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مما اشتهر وثانیاً ان القنوت هوترك الحركات العادية لاالعبادة والايلزم ان يدعى فى الصلوة بدعوة غيرمشهورة وهو باطل اجماعاً۔

واما الثانى:اى ما يورد على الرافعين من الحنفية فهو انهم قالوا الرافع اما ان يكون مجتهداً او مقلداً فعلى الاول لايكون حنفياً او يكون مخترءً لمذهب آخر غير الاربعة فانه يرفع والحنفية يمنعون ولايقنت مثلاً وغيرالحنفية يمنعون عدم القنوت فهذا المجموع اى الرفع وترك القنوت لم يذهب اليه احد من الاربعة فيكون خارقاً للاجماع المركب وايضاً المجتهد فى هذا الزمان اعز من الكبريت الاحمر فمدعيه كاذب ظاهراً وعلى الثانى يلزم رجوع المقلد عن قول من قلده وهو ايضاً خلاف الاجماع كما قال فى المسلم لايرجع المقلد عما عمل به اتفاقاً۔

جواب هذا المعترض:وقلنا لانسلم انه اذا كان مجتهداً فى مسئلة لم يكن حنفياً فان كثيراً من المجتهدين كالصاحبين وزفر والطحاوى والجصاص وغيرهم كانوا من الحنفية مع ان اجتهادهم اظهر من الشمس ، ولانسلم ايضاً ان ترجيح مجتهد فى بعض المسائل قول المجتهد وفى بعضها قول مجتهد آخر خرق الاجماع بل الخرق للاجماع هوان يذهب الى قول فى مسئلة واحدة يخالف لاقوال جميع من سلف فان تعدد المسئلتين يمنع الاجماع المركب كماهومذكور فى كتب القوم بل التفصيل فى مسئلة واحدة مشتملة على شرائط واركان اختلف فيها الى قولين فاثبات شرطيه بعض او ركنيته موافقةً بقول المثبت ونفى بعضها موافقة بقول الثانى ليس مما اتفق على كونه مخالفاً للاجماع لما هو مذكور فى المسلم وفى شرح المواقف۔ نعم الاتيان بفعل مشتمل على منافياته بالاجماع وان اختلف فى كل واحد منها خرق الاجماع۔

واما قولهم المجتهد اعز من الكبريت الاحمر فالمراد به المجتهد المطلق واماالمجتهد فى مسئلة واحدة فهو ليس كذالك اذ لانعنى به الا من اطلع على جميع الدلائل المتعلقة بهذه المسئلة مع العلم بطريق دلالة اللفظ على المعنى اللغوى والشرعى ولانريد بالعلم بها العلم بدقائقها مثل ابى حنيفة والشافعى بل بقدر يبنى عليه رجحان الظن فهو ليس بغريب بل مثل هذا يوجد كثيراً فى اكثر الازمان وهو يكفى للعمل وترك التقليد فى تلك المسئلة۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ولانسلم ایضاً ان عمل المقلد فی بعض المسائل بقول مجتهد وفی بعض آخر بقول مجتهد آخر رجوع عن قول امامه اذ معنی الرجوع عن قول امامه فی فعل هو خلافه فی ذالك الفعل بالشخص ای ابطاله بعد مافعل وان اصطلح علی مثل هذا بالرجوع فنمنع الاجماع علی منعه کما سنبین هذا۔

و قد غلا الناس فی التقلید وتعصبوا فی التزام تقلید شخص معین حتی منعوا الاجتهاد فی مسئلة ومنعوا تقلید غیر امامه فی بعض المسائل وهذا هی الداء العضال التی اهلکت الشیعة فهؤلاء ایضاً اشرفوا علی هلاك الا ان الشیعة قد بلغوا اقصاها فجوزوا النصوص بقول من یزعمون تقلیده و هؤلاء اخذوا فیها واولوا الروایات المشهورة الی قول امامهم والحق تاویل قول الامام الی الروایات ان قبل والا فالترك ونحن نثبتها ای تجزی الاجتهاد وتجزی التقلید۔اما الاول فلما ذاع وشاع فی الصحابة والتابعین واکثرالعلماء المجتهدین فی مالم یقدروا علیه بالاجتهاد والرجوع الی اعلم منهم قال فی المسلم اختلف فی تجزی الاجتهاد۔ فالاکثر نعم ومنهم الغزالی وابن الهمام وهو الاشبه واما الثانی فلانه لم ینقل عن عوام الصحابة والتابعین وغیرهم من السلف التزام شخص معین بل کان دابهم فی تحقیق المسئلة الاستفتاء عن الفقهاء فتارةً من هذا وتارة من ذالك قال فی المسلم لایرجع المقلد عما عمل به اتفاقاً وهل یقلد غیره فی غیره المختار نعم ونقول ایضاً ان بعد التزام تقلید شخص معین لم یجمع علی لزوم الاستمرار علیه کما قال فی المسلم ولو التزم مذهباً معیناً فهل یلزم الاستمرار علیه فقیل نعم وقیل لا اذ لا واجب الا ما اوجبه اللّٰه ایضاً وعلیه السبکی وفی التحریر وهو الغالب علی الظن انتهی۔

ویستفاد منه ان المراد بالرجوع هو ماذکرنا والا فان کان المراد بالرجوع فی فعل هو الرجوع فی نوع ذالك الفعل فکیف یمکن الاتفاق فی منعه والاختلاف فی الاستمرار بعد الالتزام فانه اذا التزم تقلید شخص معین فقد التزم فی جمیع الافعال فاذا خالفه فی فعل لزم الرجوع بل نقول ان فیما اشتهر من منع التقاط الرخص ایضاً خلاف اتباع رخص المذاهب۔ قال فی المسلم و یستخرج منه ای من قول السبکی المذکور جواز اتباعه رخص المذاهب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ولایمنع منه مانع شرعی اذ للانسان ان یسلك الاخف علیه الی آخر ما قال۔

ونقول ایضاً ان اتباع غیرالاربعة ایضاً مما لم یجمع علی منعه، قال صاحب المسلم فی آخر الکتاب وعلیه ای علی منع العوام من تقلید الصحابة ابتنی ابن الصلاح منع التقلید غیر الاربعة لان ذالك ای التنقیح والتیسیر لم یدر فی غیرهم وفیه ما فیه ثم بین وجه النظر فی المنهیة ناقلاً عن العراقی انه انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یّقلد من شاء من العلماء بغیر حجر واجمع الصحابة علی ان من یستفتی ابابکر وعمر و قلدهما فله ان یستفتی اباهریرة ومعاذ بن جبل وغیرهما ویعمل بقولهم من غیرنکیر فمن ادعی علی هذین الاجماعین فعلیه الدلیل۔

ونقول ان اتباع مذهب الحنفیة مثلاً لیس تقلید شخص معین فان المذهب الحنفی عبادة عن مجموع اقوال عمدة المجتهدین المطلقین کابی حنیفة وصاحبیه وزفر فان نسبة ابی یوسف مثلاً الی ابی حنیفة کنسبة احمد الی الشافعی علی مایظهر بالرجوع الی مواضع الاختلاف من الفروع والاصول فوحدة هذا المذهب اعتباریة (اختیاریة؟) فتقول وحدة المذاهب الاربعة ایضاً کذالك فلایلزم علی متبعه نقصان کما لایلزم علی متبع المذهب الحنفی۔

فعلم من هذا ان اتباع شخص معین بحیث یتمسك بقوله وان ثبت علی خلافه دلائل من السنة والکتاب ویاول الی قوله شوب من النصرانیة وحظ من الشرك والعجب من القوم لایخافون من مثل هذا الاتباع بل یحیفون ترکه فما احق هذه الآیة: ﴿**ما لم ینزل به علیکم سلطاناً فایّ الفریقین احقّ بالامن ان کنتم تعلمون**﴾ فتدبّر وانصف ولاتکن من الممترین۔ و نعوذ باللّٰه ان نکون من المتعصّبین۔

تذنیب:اعلم انّه لمّا ثبت رفع الیدین فی مواضع الاربعة المذکورة بروایات صحیحة ثابتة وآثار مرضیة راجحة ومذهب حقة صادقة عن النّبی ﷺ عن کبراء الصحابة و عظماء العلماء والفقهاء المجتهدین بحیث لایشوبها نسخ ولاتعارض حتی ادعی بعضهم التواتر ولا اقل من ان تکون مشهورة۔ ❶

---

❶ تنویرالعینین ۔مختصراً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ عبارت تنویر العینین

سچی بات یہ ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع جاتے وقت اور رکوع کے بعد قیام کرتے ہوئے اور تیسری رکعت کے شروع قیام میں رفع یدین کرنا سنن ہدائت میں سے غیر مئو کدہ سنت ہے۔ چناں چہ رفع یدین کرنے والے کو اسکے فعل کے مطابق ثواب ہوگا۔ اگر ہمیشہ یہ عمل کیا تو اس کے مطابق، اور اگر ایک مرتبہ کیا تو اس کے مطابق۔ اور کوئی شخص ساری عمر رفع یدین نہ کرے تو اسے ملامت نہ کرنی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص مسئلہ رفع الیدین کے متعلق احادیث کو جاننے کے باوجود اس سنت کے فاعل پر طعن کرتا ہے تو اس کو اس آیت میں داخل کئے جانے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء:۱۱۵)

''جو شخص راہ ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد بھی رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیتے ہیں جدھر وہ جانا چاہے اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔''

ہم سنت ہدایت سے مراد ہر اس فعل کو سمجھتے ہیں جو فرض نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص نہ ہو، بلکہ اسے آپ نے بھی کیا ہو اور خلفائے راشدین نے بھی کیا ہو، اور یا پھر اس کام کے کرنیکا حکم بھی کیا ہو، یا آنحضرت ﷺ کے سامنے کوئی کام کیا گیا تو آپ ﷺ نے اسکو برقرار رکھا ہو، اور پھر وہ فعل اجماعاً منسوخ ومتروک بھی نہ ہو، غیر مئو کدہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کام کو انہوں نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا ہو۔ اور فعل کی قید سے رفع یدین نہ کرنا سنت ہدی سے خارج ہو گیا کیونکہ عدم (نفی) کو فعل (ایجاب منع) کہا جا سکتا ہے۔ ❶

---

❶ اگر رسول اللہ ﷺ، اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں کبھی بھی کوئی کام نہ کیا گیا ہو اور آپ کے بعد وہ کام شروع کر دیا جائے تو اسے بدعت کہا جائے گا اور بدعت کے مفہوم میں سنت کا ازالہ داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ عدم رفع یدین کو کلمہ سنت ہونا ثابت نہ کیا جا سکے بلکہ بدعت سے مراد وہ فعل ہے جو نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں نہ کیا گیا ہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمارے غیر فرض کہنے سے تمام فرائض خارج ہو گئے۔ اور غیر مختص کہنے سے رسول اللہ ﷺ کے تمام خصوصی نوافل خارج ہو گئے، جیسے روزے کا وصال۔ ہمارے لم ینسخ کہنے سے تمام متروک سنتیں خارج ہو گئیں۔ جیسے جنازہ دیکھ کر کھڑا رہنا، اور لم یترک بالاجماع کہنے سے تمام متروک سنتیں خارج ہو گئیں جیسے دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا۔ چنانچہ یہاں ایک مقدمہ تمہید کے بعد نو مقامات کا بیان ہو گا۔

تمہید امور مرجحہ: دو متعارض حدیثوں میں سے ایک کو ترجیح دیتے وقت پہلے اس کی سند کی قوت کو دیکھیں گے۔ پھر اس کی شہرت اور پھر صحابہ کے عمل کی کثرت دیکھ کر ترجیح دینگے۔

○.....مقام اول میں نبی ﷺ کے چار جگہوں میں رفع الیدین کرنیکا ثبوت ہو گا۔

چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ رفع الیدین کی حدیثیں اس حدیث سے زیادہ مشہور ہیں جس میں سر کے چوتھے حصے کے مسح کی فرضیت کا ذکر ہے اور جسے ایک مجمل آیت کا بیان ظاہر کیا گیا ہے اور اسی طرح بعض حدیثوں سے بھی زیادہ مشہور ہیں جن میں بعض اعمال کے سنت ہونے کی بنا رکھی گئی ہے۔ جیسے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا اور تشہد میں انگلی کا اٹھانا اور نماز تسبیح۔ چنانچہ ہم یہاں رفع الیدین کی بعض احادیث ذکر کرتے ہیں۔

(۱).....ان احادیث میں بخاری و مسلم کی وہ روایت بھی ہے جو عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں تک اٹھایا کرتے تھے اور رکوع سے اٹھتے وقت یہ کلمات بھی فرماتے سمع اللّٰہ لمن حمدہ (کہ اللہ نے تعریف کرنے والے کی تعریف سن لی) اور آپ ﷺ سجدوں میں ایسا نہیں کرتے تھے۔

(۲).....امام بخاریؒ نے حضرت نافع سے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ بے شک عبداللہ بن عمرؓ جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کو جاتے اور جب رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو ان سب مقامات پر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ پھر عبداللہ بن عمرؓ اپنے اس فعل کو نبی ﷺ تک پہنچاتے۔

(۳).....اسی طرح امام مالک بھی مؤطا میں عبداللہ بن عمرؓ سے اس روایت کو لائے ہیں۔

(۴).....امام نسائیؒ نے بھی علقمہ بن وائلؓ سے ایک حدیث بیان کی ہے کہ علقمہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

باپ وائلؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس میں نے دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا اور جب رکوع گئے تب بھی، اور جب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہا پھر بھی اسی طرح کیا۔ اور قیس نے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کیا۔

(۵)..... نیز امام نسائی کہتے ہیں کہ محمد بن عمرو بن عطا کہتے ہیں کہ اس نے ابوحمید ساعدیؓ سے سنا وہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ نبی ﷺ جب دو رکعت نماز پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کندھوں کے برابر اٹھا کر ایسا ہی کرتے جیسے نماز شروع کرتے وقت کیا تھا۔

(۶).....امام بخاریؒ، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور دوسرے محدثین نے اور نسائیؒ نے اسی کی مثل حضرت سالم سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے۔ ابن عمر فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع جاتے ہوئے اللہ اکبر کہتے تو بھی اسی طرح کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے پھر بھی ایسا ہی کرتے۔

(۷)..... نیز بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت بیان کی ہے کہ ابوقلابہ نے مالکؓ بن حویرث کو دیکھا جب اس نے نماز شروع کی، اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا، اور جب رکوع کا ارادہ کیا، پھر بھی ایسا ہی کیا، اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو بھی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اور پھر حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔

(۸).....امام مسلمؒ نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت بیان کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے، اور رکوع سے پہلے بھی اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت بھی ایسا ہی کرتے، اور دو سجدوں کے درمیان ایسا نہ کرتے۔

(۹).....امام احمدؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ نے عمرو بن عطاء سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے ابوحمید ساعدی سے سنا جو نبی ﷺ کے اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں (ایک ان میں سے حضرت قتادہ بھی ہیں اور ابن ماجہ نے دوسری جگہ ذکر کیا ہے کہ ان میں سے سہل بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سعد اور محمد بن مسلمہ بھی ہیں) ابوحمید نے کہا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جاننے والا ہوں کہ آپ جب نماز میں کھڑے ہوئے تو سیدھے کھڑے ہو گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں تک اٹھایا ، پھر فرمایا اللہ اکبر اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اس وقت بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا، جیسا کہ شروع نماز میں کیا تھا۔

(۱۰).....امام ترمذیؒ نے علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے لئے کھڑے ہوتے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے ، اور جب قرأت پوری کرتے تو بھی ایسا کرتے ۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی ایسا ہی کرتے ۔ اور جب حالت نماز میں بیٹھتے تو کسی موقعہ پر بھی اپنے ہاتھ نہ اٹھاتے ۔ اور جب دو رکعت پڑھ کر اٹھتے تو پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے ، اسی طرح پوری حدیث بیان کر دی ۔ امام ترمذیؒ نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔

(۱۱).....ابن ابی شیبہ نے عبدربہ بن زیتون سے روایت کی ہے کہ عبدربہؒ نے کہا کہ ام درداء جب نماز شروع کرتی تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتی اور جب امام سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتا تو اس وقت بھی اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر ربّنا لك الحمد کہتی ۔

(۱۲).....امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے اور جب رکوع جاتے تو بھی ایسا ہی کرتے ۔

(۱۳).....امام ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ نے حضرت وائلؓ بن حجر سے روایت کی ہے، وائلؓ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت دیکھنا چاہی ، پس آپ ﷺ قبلہ رو کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کانوں کے برابر اٹھایا۔ پھر جب رکوع کیا تو اسی طرح کیا، پھر جب رکوع سے سر اٹھایا تو بھی ایسا ہی کیا۔

(۱۴).....امام ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کی ہے کہ بے شک جابر بن عبد اللہؓ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

(۱۵).....امام ابوداؤد نے میمون مکی سے روایت کی ہے کہ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نماز پڑھاتے دیکھا کہ بوقت قیام اور بوقت رکوع اور بوقت سجدہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے اور جب دوبارہ قیام کا ارادہ کیا تو بھی ایسا ہی کیا۔ چنانچہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا ہے کہ اور کسی کو اس طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ پھر میں نے اشاروں کا بیان کیا تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تو رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھنا پسند کرتا ہے تو عبداللہ بن زبیرؓ کی اقتداء میں نماز پڑھا کر۔

(۱۶).....امام نسائی نے عاصم بن کلیب سے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ بے شک انہیں وائلؓ بن حجر نے بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت دیکھنا چاہتا تھا، پس میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہہ کر اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کانوں کے برابر تک اٹھائے، پھر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے بند دست اور کلائی پر رکھا، پھر جب رکوع کا ارادہ فرمایا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو پھر اسی طرح اٹھایا۔ پھر وائلؓ نے کہا کہ اپنے دونوں پنجے اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے، پھر جب رکوع سے اپنے سر کو اٹھایا تو پھر اسی طرح ہاتھ اٹھائے پھر سجدہ میں جا کر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے کانوں کے برابر رکھا، پھر بیٹھ کر اپنے دائیں پاؤں کو بچھا لیا، پھر اپنی بائیں ہتھیلی کو اپنی ران اور بائیں گھٹنے پر رکھ لیا اور دائیں کہنی کی نوک کو اپنی دائیں ران پر رکھا۔ پھر اپنی دونوں انگلیاں بند کر کے حلقہ بنا لیا۔ پھر اپنی شہادت کی انگلی کو (اپنے گھٹنے پر) رکھ دیا پھر میں نے دیکھا کہ آپ دعا کر رہے ہیں اور اس انگلی کو حرکت بھی دے رہے ہیں۔

الغرض رفع الیدین کے موضوع پر اتنی احادیث ہیں کہ اس جگہ ان کے بیان کی گنجائش نہیں ہے، البتہ ہم ان کے راویوں کے نام یہاں ذکر کر دیں گے

مجد الدین فیروز آبادیؒ، سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں کہ بیشک مسئلہ رفع الیدین کے بارہ میں جو اخبار و آثار بیان کئے جاتے ہیں انکی تعداد چار سو تک پہنچ جاتی ہے۔ (انتہی)

ہم یہاں ان میں سے بعض کے اسماء گرامی پیش کرتے ہیں۔ پس ان میں دس وہ صحابی ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی خوشخبری سنا دی گئی تھی۔ حاکم کہتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ نے سوائے رفع الیدین کی سنت کے اور کسی سنت کو اس طرح اکھٹے بیان نہیں کیا۔

ان میں سے وہ دس صحابی بھی ہیں جن کے سامنے ابوحمید ساعدیؓ نے یہ روایت بیان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اورانہوں نے ابوحمید ساعدیؓ سے سننے کے بعد فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے۔

ان میں سے حسن بن علیؓ، سہلؓ، زیدؓ، عقبہؓ، ابومسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، سلمانؓ، ابوموسیٰؓ، ابو سعیدؓ، عائشہؓ، بریدہؓ، عمارؓ، اورام درداءؓ بھی ہیں۔

ابوعیسی ترمذیؒ مسئلہ رفع یدین میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت رسول اللہ ﷺ سے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، وائلؓ بن حجر، مالکؓ بن حویرث، انسؓ، ابی ہریرہؓ، ابوحمیدؓ، ابی سعیدؓ، سہلؓ بن سعد، محمدؒ بن مسلمہ، ابی قتادہؓ، ابی موسی اشعریؓ، جابرؓ، عمروالليثیؓ سے بھی روایات ہیں۔

ابوعیسیٰؒ نے کہا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث حسن صحیح ہے اور نبی ﷺ کے بعض اہل علم صحابہ بھی اس حدیث کے قائل ہیں۔ان میں سے عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ، ابو ہریرہؓ، انسؓ، ابن عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرھم ہیں۔تابعین میں سے حسن بصریؒ، عطاءؒ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، نافعؒ، سالمؒ بن عبداللہ، سعیدؒ بن جبیر وغیرھم ہیں۔عبداللہ بن مبارکؒ، شافعیؒ، احمدؒ اور اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔عبداللہ بن مبارکؒ، زھری عن سالم عن ابیہ کی روایت بیان کر کے فرماتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیث ثابت ہے۔لیکن ابن مسعود کی وہ حدیث، جس میں انہوں نے کہا ہے کہ بے شک نبی ﷺ نے صرف ایک ہی مرتبہ رفع یدین کی ہے، ثابت نہیں ہے۔ عبداللہ بن مبارک کا یہ قول ہمیں احمد بن اسحاق عبدۃ الآملی نے بتایا۔اس نے کہا کہ ہمیں یہ بات وہب بن زمعہ نے بتائی، انہوں نے کہا کہ سفیان بن عبدالملک نے عبداللہ بن مبارک سے یہ روایت بیان کی ہے۔

○.....مقام ثالث اس بات کی تحقیق کہ نبی ﷺ رفع یدین بطور عادت کے نہیں بلکہ قرب اور عبادت کے طور پر کرتے تھے۔بظاہر نماز کے سارے افعال عبادت میں داخل ہیں خصوصاً جب اس فعل کی نماز کے علاوہ بھی عادت نہ ہو۔نیز اگر یہ عادت کے طور پر ہوتا تو صحابہ اور فقہاء اسکی روایت کا اتنا اہتمام نہ فرماتے۔

○.....چوتھا مقام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض وقتوں میں اسے ترک بھی کیا ہے یانہیں۔رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے اوپر لازم نہیں کرلیا تھا۔بلکہ کبھی آپ ﷺ کر لیتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○.....پانچواں مقام یہ ہے کہ رفع یدین کی منسوخی ثابت نہیں ہے۔ اس بحث میں پہلے اس بات کو جاننا چاہیے کہ مدعی نسخ اس حکم کی منسوخی ثابت کرنے والا ہے اور اس کے ظاہر پر عمل کرنے والا اس بات کا منکر ہے کیونکہ ظاہر بات یہی ہے کہ جو بات رسول اللہ سے ثابت ہو جائے ہمارے ذمہ اس کی اتباع اس وقت تک لازم ہے جب تک اس کے نسخ کی دلیل نہ مل جائے۔ پس منکر نسخ کو نسخ کے دلائل پر جرح کرنا کافی ہے۔ پھر جب یہ بات پوری ہو جائے گی تو اسکا مدعا ثابت ہو جائے گا۔ چناں چہ نسخ کے قائل لوگوں نے بہت سی روایات سے نسخ پر استدلال کیا ہے۔

(۱).....ان میں وہ حدیث بھی ہے جسے ترمذیؒ نے علقمہؒ سے روایت کیا ہے: علقمہؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور سوائے پہلی بار کے رفع یدین نہ کی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھائی ہے۔

(۲).....ان میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابو داؤد نے براء بن عازب سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے اور پھر ایسا نہ کرتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو سلام پھیرنے تک نہ اٹھاتے تھے۔

(۳).....ان میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جو امام محمد نے مؤطا❶ میں عاصم بن کلیب جرمی سے، اس نے اپنے باپ کلیب سے، کہ میرے باپ نے کہا کہ بے شک حضرت علیؓ بن ابی طالب تکبیر اولی میں ہی اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(۴).....نیز امام محمد مؤطا میں ہی روایت کرتے ہیں کہ عبدالعزیز بن حکیم❷ نے کہا میں نے عبداللہ بن عمر کو دیکھا کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو سوائے تکبیر اولی کے نہیں اٹھاتے تھے۔

(۵).....انہی میں سے وہ روایت ہے جو طحاویؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی ہے کہ مجاہدؒ نے کہا میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ تکبیر اولی کے سوا کہیں بھی اپنے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

---

❶ مؤطا امام محمد کے ص ۹۴ میں الفاظ دوسرے ہیں

❷ راوی مختلف فیہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(۶).....اسودؒ سے بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ اس نے کہا کہ میں نے عمرؓ بن خطاب کو دیکھا کہ وہ تکبیر اولی کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(۷).....ابن ہمامؒ نے دار قطنیؒ اور ابن عدیؒ سے نقل کیا ہے۔ اس نے محمد بن جابر سے، اس نے حماد بن ابی سلیمان سے، اس نے علقمہؒ سے، اس نے ابن مسعودؓ سے، ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی وہ سوائے شروع نماز کے کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(۸).....نہایہ شرح ہدایہ میں ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو مسجد حرام میں نماز پڑھتے دیکھا، کہ وہ رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے، تو آپ نے فرمایا ایسا مت کر کیونکہ یہ ایسا کام ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے شروع میں کیا تھا پھر چھوڑ دیا اور منسوخ کر دیا گیا۔

(۹).....نہایہ میں یہ بھی ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کی، ہم نے بھی کی، آپ ﷺ نے چھوڑ دی، ہم نے بھی چھوڑ دی۔

(۱۰).....حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عشرہ مبشرہ نماز شروع کرتے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

(۱۱).....ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی مصنف میں ابن عباسؓ سے بسند موقوف روایت بیان کی ہے کہ ان سات جگہوں کے سوا کسی موقعہ پر رفع یدین نہ کرے (جن کی تفصیل یہ ہے) تکبیر اولی۔ استقبال قبلہ۔ مزدلفہ۔ جمرتین کے پاس۔ منی۔ مروہ۔ صفا۔ صاحب ہدایہ نے اس حدیث کو بیان کر کے اس سے عدم رفع یدین پر استدلال کیا ہے۔

پہلے ہم اس پر کلام کرتے ہیں کہ آیا یہ دلائل ثابت بھی ہیں یا نہیں؟ اور دوسری گفتگو رفع یدین کے دلائل پر ہوگی۔

ثبوت نسخ کے دلائل میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو اگرچہ امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے لیکن امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ ابن المدینیؒ اور دار قطنیؒ نے اسے مردود کہا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی دوسری کتاب میں اسے ضعیف کہا ہے جیسا کہ محمد فاخر زائر الہ آبادیؒ نے امام بخاریؒ کا وہ قول نقل کیا ہے (جس کا ترجمہ یہ ہے) کہ اسی وجہ سے امام بخاریؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے اپنی دوسری کتاب میں فرمایا ہے کہ اس حدیث کی سندوں سے رفع یدین والی احادیث کی سندیں زیادہ صحیح ہیں۔لیکن براءؓ بن عازب کی حدیث جس میں لایعود یا لایرفعھما کا کلمہ موجود ہے۔یہ ثمّ لایعود کا کلمہ سوائے شریک کے (جس نے یہ روایت یزید بن زیاد سے بیان کی ہے) کسی نے نہیں کہا۔اور شریک کو ضعیف گردانا جاتا ہے۔امام ترمذیؒ نے اپنی جامع کے سوا دوسری جگہوں میں اسے ضعیف کہا ہے۔امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ہیثم، خالد اور ابن ادریس نے بھی یزید بن ابی زیاد سے روایت کیا ہے لیکن انہوں نے ثمّ لایعود کا کلمہ ذکر ہی نہیں کیا۔سفیان بن عیینہ سے حکایت بیان کی گئی ہے کہ یزید نے جب یہ روایت کوفہ جانے سے پہلے ان سے بیان کی تو اس میں ثمّ لایعود کا کلمہ ذکر نہیں کیا۔پھر جب واپس آیا تو یہ کلمہ اس میں زیادہ کر دیا۔اسی وجہ سے اس روایت میں غلطی اور نسیان کا احتمال ہے۔ بعض لوگوں نے ابوداؤدؒ کی اس روایت کو اپنی سند خاص سے ضعیف کہنے کی جو تاویل کی ہے ان کی تاویل نا قابل اعتبار ہے کیونکہ شریک اور ابن ابی زیاد اس روایت کے بیان کرنے میں اکیلے ہیں۔پس جب سند ہی ضعیف ہے تو حدیث کیسے صحیح ہوگی؟ کیونکہ اس حدیث کی اس کے سوا اور کوئی سند ہی نہیں ہے۔اور اگر کسی شخص کے دل میں ابوداؤد کے اس قول کے بارے میں (جس میں تین عادل شخصوں کی روایت یزید بن ابی زیاد سے بیان کی گئی ہے) اور شریک کے منفرد ہونے کی وجہ سے تعارض کا وہم پیدا ہو جائے تو اس کا جواب وہ عیینہ والی حکایت ہے جس میں ہے کہ اس کے نسیان اور غلطی کی وجہ سے لوگوں نے اس سے روایت لینا ہی چھوڑ دی تھی۔لہذا اس وجہ سے شریک منفرد ہی رہ گیا۔

مؤطا امام محمد میں عاصم بن کلیب کی روایت بعض علماء کے روایت کرنے کے باوصف ضعیف ہے۔ابن حبانؒ نے اس روایت کو وہاں ضعیف کہا ہے جہاں اس نے کہا ہے کہ اس کی روایت میں شک ہے کیونکہ یہ روایت اس حدیث کی مخالف ہے جس میں محی السنہؒ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو قائلین رفع یدین میں شمار کیا ہے۔اور اسی کی مثل ترمذیؒ، ابوداؤدؒ اور احمدؒ وغیرھم نے بھی ذکر کیا ہے۔

عبدالعزیز بن حکیم کی وہ روایت بھی امام بخاریؒ و امام مسلمؒ وغیرھما کی اس روایت کے مخالف ہے جس میں نافع سے روایت ہے کہ بیشک جب عبداللہ بن عمرؓ نماز میں داخل ہوتے تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھاتے اور رکوع جاتے وقت بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہتے تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اسی طرح مجاہد سے طحاویؒ کی روایت ہے۔ لیکن ابن مسعودؓ کی روایت جس میں عدم رفع یدین کو نبی ﷺ اور شیخین کا فعل کہا گیا ہے محدثین کے نزدیک ثابت ہی نہیں ہے۔ بلکہ حضرت عمرؓ سے اس کے خلاف ثابت ہے جیسا کہ اسے امام ترمذی نے ذکر کیا ہے۔ نیز اسی طرح حاکم نے اسے عشرہ مبشرہ کا فعل ذکر کیا ہے۔ حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی وہ روایت ثابت ہی نہیں جس میں ذکر ہے کہ نبی ﷺ نے سوائے پہلی مرتبہ کے رفع یدین ہی نہیں کی۔ اور یہ روایت جابرؓ بن عبداللہ سے ہے۔ بے شک ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ کلمہ ارفع یدیك ابن جابر کی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ احمد ابن ثمیہ اور ابن جوزی نے جابر کی روایت کو موضوع کہا ہے۔ نہایہ شرح ہدایہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کا جو قول ذکر کیا گیا ہے وہ بھی میمون مکی والی مذکورہ حدیث کے مخالف ہے اور نہ ہی کتب محدثین میں اس کی صحیح سند پائی جاتی ہے۔ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے ابن عباسؓ کا جو قول نقل کیا ہے وہ عبداللہ بن عباسؓ کا اپنا قول ہے مرفوع حدیث نہیں ہے جیسا کہ میمون مکی کی روایت گزر چکی ہے۔

امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن عباسؓ کو قائلین رفع الیدین میں شمار کیا ہے کیونکہ عیدین اور قنوت میں رفع یدین سے یہ دلیل ٹوٹ جاتی ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ اس وجہ سے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ کے مشہور و متداول نسخوں میں جو عبارت ہے وہ اس عبارت کے خلاف ہے۔ وہ عبداللہ بن عباسؓ کی وہ روایت ہے جس میں یوں ہے کہ سات جگہوں میں رفع یدین کی جائے بوقت قیام نماز۔ اور جب بیت اللہ کو دیکھے۔ صفا، مروہ، مزدلفہ اور جمرتین کے نزدیک۔ تیسری دلیل کے مطابق۔ یہ عبارت حصر پر دلالت نہیں کرتی ہے۔

دوسری گفتگو رفع یدین کی منسوخی کے مذکورہ دلائل کے بارہ میں ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ یہ سارے دلائل عبداللہ بن زبیرؓ کے قول کے سوا جس میں وہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین ابتدائے اسلام میں تو تھی، پھر منسوخ کر دی گئی اور سوائے عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کے کہ آپ ﷺ نے چھوڑ دی، تو ہم نے بھی چھوڑ دی، اس شخص پر حجت نہیں ہو سکتے جو رفع یدین کے وجوب کا قائل ہے کیونکہ ایک دفعہ چھوڑنا بھی وجوب کے منافی ہے۔ اور نہ ہی یہ اس شخص پر حجت ہے جو اس کے سنت مئوکدہ ہونے کا قائل ہے۔ بوجہ اس شخص پر فضیلت کے جو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے سنت غیر مئوکدہ ہونے کا قائل ہے، کیونکہ نبی ﷺ کبھی سنت مئوکدہ بھی ترک کر دیا کرتے تھے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سنت مئوکدہ کے ترک کرنے کے بارے میں اصول بن چکا ہے کہ ایک مرتبہ بھی پیغمبر کا کسی فعل کو کرنا، بغیر اس فعل کے چھوڑنے کے، اس کے وجوب کی دلیل ہے، پھر تو سنت مئوکدہ کے ترک کا بھی ضرور قائل ہونا پڑے گا تاکہ وجوب لازم نہ آئے۔ پس رفع یدین اور ترک رفع یدین کی احادیث کے درمیان کسی قسم کا تعارض نہیں ہے اور عدم رفع یدین کے بارہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول سے (جس میں ہے کہ میں نے تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھائی ہے) استدلال اس جگہ غیر قوی ہے، کیونکہ بسا اوقات ایک فعل کو کسی دوسرے ایسے فعل کے ساتھ تشبیہ دے دی جاتی ہے جو کسی صفات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اسی طرح اکثر صفات میں اشتراک کے اعتبار سے اور بعض صفات میں عدم اشتراک کی طرف توجہ کی جائیگی۔ خصوصاً اس صفت کا نہ ہونا جس کی وجدان سلیم گواہی دیتا ہے، لیکن ظاہر عبادت سے تمام صفات کا مشترک ہونا سمجھا جاتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو۔

پس عبداللہؓ بن مسعود کا قول نبی ﷺ کے عدم رفع یدین پر ظاہر الدلالۃ ہے اور مذکورہ احادیث آنحضرت کے رفع یدین کرنے پر نص کا حکم رکھتی ہیں۔ پس ان دونوں صورتوں کے درمیان تعارض فرض کر لینے سے عبداللہؓ بن مسعود کا قول اس کے مخالف نہیں ہوگا۔ پس اس صورت میں تعارض کی کوئی وجہ ہی نہیں ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعودؓ کا قول اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ نبی ﷺ کی نماز اس طرح نہیں تھی۔ اور اسی جگہ اگر براء بن عازب کے قول ثمّ لایعود کی صحت کو ہم تسلیم کرلیں اور اس مشہور تاویل سے اعراض کرلیں (کہ لا یعود کا معنی یہ ہے کہ آپ دوسری رکعت کے شروع میں پہلی رکعت کی طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے جیسا کہ صاحب فتوحات نے ذکر کیا ہے) اور اگر لایعود کو مضارع کا صیغہ سمجھ کر اس سے ہمیشگی کا عمل مراد لیں تو پھر بھی یہی استدلال ہوسکتا ہے کہ براء بن عازب نے نبی ﷺ کے فعل رفع یدین کو نہیں دیکھا۔ اس سے مطلق عدم رفع تو لازم نہ آئے گی اور مدعا ایک دفعہ رفع یدین سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ اور بعض ضابطین حدیث نے نقل کیا ہے ❶ کہ براء بن عازب رفع یدین کے راویوں میں سے بھی ہیں۔

---

❶ خصوصاً رفع یدین کرنے والا صحابہ میں سے اور ان کے سوا بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عدم رفع یدین کی باقی دلیلیں آثار صحابہ ہیں۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ صحابی کا فہم حجت نہیں ہے۔ جب کہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عبداللہؓ بن مسعود کے سوا کسی ایک سے بھی رفع یدین کا نسخ نقل نہیں کیا گیا بلکہ یہ روایات ان کے ہمیشہ رفع یدین نہ کرنے پر دلالت ہی نہیں کرتیں بلکہ ان روایات سے دوام اور عدم دوام سے قطع نظر مطلق عدم رفع یدین سمجھا جاتا ہے۔ جب ان مخالف روایتوں کو رفع یدین پر دلالت کرنے والی روایات سے ملایا جائے گا تو اس سے یہی ثابت ہوگا کہ صحابہ نے کبھی رفع یدین کی اور کبھی چھوڑ دی، تو مدعی کو یہی بات مطلوب ہے، لیکن عبداللہ بن مسعود کا یہ قول (وترك فترکنا) آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑی تو ہم نے بھی چھوڑ دی۔ پس اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ نبی ﷺ کے ترک رفع یدین سے ہم نے نسخ سمجھ لیا۔

پس نسخ عبداللہ بن مسعود کا فہم ہے اور یہ بات بیان ہو چکی کہ صحابی کا فہم حجت نہیں ہوسکتا، خصوصاً جب کہ دوسرے صحابی کا فہم اس کے مخالف ہو۔ لیکن عبداللہ بن مسعودؓ کے قول فترکنا سے رفع کے ترک پر اجماع سمجھا جاتا ہے۔ بظاہر یہ قول اجماع پر دلالت کرتا ہے حالانکہ اس کے مخالف آثار نص کا حکم رکھتے ہیں، تو ایک شخص کا قول آثار کے معارض نہیں ہوسکتا۔ ہاں عبداللہ بن زبیرؓ کا قول نسخ اصولی طور پر نص ہوسکتا ہے، لیکن اس کا تو محدثین کے نزدیک وجود ہی نہیں ہے۔ اور ناسخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ شہرت اور دلالت کے لحاظ سے منسوخ کے برابر ہو، پھر عبداللہ بن مسعود کے اس قول سے جو دلیل سے قاصر ہے اور اس قول سے جسے ثقہ لوگوں میں سے کوئی نہیں جانتا آپ ﷺ کے فعل رفع یدین کو کیسے منسوخ سمجھا جا سکتا ہے جب کہ ثقہ محدثین نے ثقہ راویوں سے ان صحیح اور مشہور احادیث کو روایت کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ ترک رفع یدین میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے افعال کے سوا کچھ نقل ہی نہیں کیا جاتا اور فعل سے عموم ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نے ان افعال کو چھوڑ بھی دیا۔ اور جب رفع یدین پر دلالت کرنے والی احادیث اور آثار کو ان کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ چیز اصل مدعا کو فائدہ دینے والی ہے کیونکہ اس کے منسوخ ہونے پر سنت غیر مئوکدہ کا ترک دلیل نہیں بن سکتا بلکہ پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ سنت غیر مئوکدہ کو کبھی کبھی چھوڑ دے تاکہ اسکا غیر مئوکدہ ہونا ثابت ہو جائے۔ پھر بعض صحابہ نبی ﷺ کی موجودگی میں سنن کو چھوڑ دیتے جیسے کہ اس پر آپ ﷺ کا وہ قول دلیل ہے جس میں آپ ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صحابہ سے نماز فجر کو پورا کرنے کے بعد فرمایا تھا کہ جو شخص تم میں سے نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتا تھا، وہ بعد میں پڑھ لے۔

پس اس سے معلوم ہوا کہ سارے کے سارے صحابہ یہ دو رکعتیں فجر کی نماز سے پہلے نہیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہ دو سنتیں باقی سنن سے زیادہ مئوکدہ ہیں۔ اس دلیل سے صحابہ کا سنت غیر مئوکدہ پر دوام کیسے ثابت ہوگا جبکہ بعض صحابہ کے نزدیک اس کی سنیت بھی ثابت نہیں ہے، پس اسی وجہ سے وہ رفع یدین کی سنت ادا نہیں کرتے تھے اور صحابہ کے رفع یدین نہ کرنے سے اس کا سنت ہونا باطل نہیں ہوسکتا، جیسا کہ ابوسلیمان خطابی کا قول ہے کہ ممکن ہے عبداللہؓ بن مسعود پر رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی طرح رفع یدین والا مسئلہ بھی مخفی رہ گیا ہو، جیسا کہ وہ پہلے دستور کی طرح ہمیشہ اپنے دونوں ہاتھوں کو رکوع میں اپنی رانوں کے درمیان ملایا کرتے تھے، حالانکہ تمام صحابہ نے اس مسئلہ میں ان کا خلاف کیا ہے۔

○..... چھٹے مقام میں ترک رفع یدین پر اجماع نہ ہونے کا بیان ہے، اور یہ بات بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں کیونکہ مسئلہ رفع یدین تو اس لائق ہے کہ اس کے اجماع پر بلا مبالغہ دعوی کیا جائے۔ چنانچہ ہم یہاں قائلین رفع یدین کے اسماء گرامی ظاہر کرتے ہیں تاکہ باقی لوگوں کیلئے نمونہ ہو جائے۔

سو ہم کہتے ہیں کہ محی السنۃ (امام بغویؒ) نے جن لوگوں کو شمار کیا ہے ان میں ابوبکرؓ اور علیؓ ہیں۔ امام ترمذیؒ نے صحابہ میں سے عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ بن عبداللہ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن زبیرؓ کا نام لیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے تابعین میں سے حسن بصریؒ، عطاؒ، طاؤسؒ، مجاہدؒ، نافعؒ، سالمؒ بن عبداللہ، سعیدؒ بن جبیر کو شمار کیا ہے۔ محی السنہؒ نے تابعین میں سے ابن سیرینؒ، قتادہؒ، قاسمؒ بن محمد اور مکحولؒ کو شمار کیا ہے۔ فقہاء میں سے امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، اور اسحاقؒ کو شمار کیا ہے۔

محی السنہؒ نے فقہاء میں سے اوزاعیؒ اور مالکؒ کا ذکر کیا ہے۔ محی السنہ کا کہنا ہے کہ امام مالکؒ نے آخر وقت میں فرمایا کہ بعض علماء نماز کی بیان کردہ جگہوں میں رفع یدین کے واجب ہونے کی طرف گئے ہیں، جیسا کہ صاحب فتوحات وغیرہ نے اس کا ذکر کیا ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک یہ سنت ہے۔ جیسا کہ عبداللہؓ بن مسعود اور علی بن مدینیؒ کا قول ہے کہ مسلمانوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رفع یدین کرنا ضروری ہے۔ امام زہریؒ کی حدیث سالم بن عبداللہ سے اس کی دلیل ہے جو سالمؒ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے۔ اور سوائے انکے اس مقام پر انکے ذکر کی گنجائش نہیں ہے اور بعض لوگوں کے آثار انکے مخالف ہیں، لیکن وہ آثار ہمارے ذکر کردہ آثار سے کمزور ہیں، باوجود یکہ وہ معارضات بھی ہمارے دعوی کے منافی نہیں ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور (گو) ابن حاجب (مالکی) نے علم فقہ کے موضوع پر اپنی مختصر کتاب میں لکھا ہے کہ میں رفع الیدین کو نہیں جانتا، لیکن دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ رفع الیدین سنت ہے اور (مالکیوں کے ہاں) اس روایت کے قوی ہونے پر امام بغوی محی السنۃ کا یہ قول ہے کہ امام مالک اپنے آخری وقت میں اس کے سنت ہونے کے قائل ہو گئے تھے جیسا کہ اس پر مئوطا کی حدیث دلالت کرتی ہے۔

○.....ساتویں مقام میں یہ بیان ہے کہ کیا سنت غیر مئوکدہ پر دوام کرنا اچھی بات ہے؟ بات یہ ہے کہ سنت غیر مئوکدہ پر ہمیشگی کرنا اچھی بات ہے اور اس پر ثواب ملے گا کیونکہ سلف اور خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ چاشت کی نماز، نماز اشراق، عصر کی نماز سے پہلے کی چار رکعتیں اور طوال مفصل آیات کی تلاوت، ان امور پر ہمیشگی کرنا ان کے ترک سے بہتر ہیں حالانکہ یہ امور سنت غیر مئوکدہ ہیں اور یہ مضمون اتنا ظاہر ہے کہ اس کے دلائل تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

○.....آٹھواں مقام یہ ہے کہ سنت غیر مئوکدہ کے تارک کو ملامت نہ کی جائے اور یہ بات بھی اجماع سے ہے کہ ان سنتوں کے تارک پر ملامت نہ کرنا چاہیے اور عدم رفع یدین کے سنت ہونے کا جو وہم کیا جاتا ہے اور یہ جو سمجھا جاتا ہے کہ رفع یدین کے ترک پر بھی ثواب ملے گا تو اس کا جواب شروع کلام میں گزر چکا ہے۔ اگر سنت سے مراد وہ طریقہ ہو جس پر نبی ﷺ کے زمانے میں عمل رہا ہو تو اسکا معنی یہ ہوگا کہ ترک رفع یدین مع فعل رفع یدین سے مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ عدم رفع یدین کو بھی کافی سمجھتے تھے۔ اور بلاریب ایسی سنتوں پر عمل کرنے والا کوئی ثواب نہیں پاتا جیسا کہ جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھنے والے کو ان دو رکعتوں کا ہی ثواب ملے گا، آخری دو رکعتوں کے ترک کا ثواب نہیں ملے گا۔ ہاں اسے نبی ﷺ کی اتباع کے طور پر یہ دو رکعتیں کفایت کر جائیں گی، اور چار رکعت پڑھنے والے کا ثواب پہلے ثواب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے زیادہ مکمل ہوگا۔

○.....مقام نہم میں ان اعتراضات کا جواب ہے جو رفع یدین کرنے والوں پر وارد کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ رافعین پر جو اعتراضات وارد کئے جاتے ہیں یا تو وہ عام رفع یدین کرنے والے پر ہوں گے یا خصوصاً حنفی مذہب کے لوگوں پر ہوں گے جن سے ہماری مراد وہ لوگ ہیں جو اکثر افعال تو حنفی مذہب کے مطابق کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی رفع یدین بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلے اعتراضات یہ ہیں کہ جتنی روایات سے رفع یدین کرنے والے استدلال کرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ قوی امام زہری کی وہ حدیث ہے جو انہوں نے سالم سے روایت کی ہے، اور سالم نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روائت کی ہے۔

جیسا کہ امام ابن المدینی کے قول میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ امام زہری کی حدیث سے دلیل پکڑ کر رفع یدین کرنا شروع کر دیں۔ چنانچہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی تو عبداللہ بن عمرؓ نے سوائے پہلی مرتبہ کے رفع یدین نہیں کی۔ یہ اصول مقرر ہو چکا ہے کہ جب صحابی کوئی حدیث بیان کرے لیکن خود اس پر عمل نہ کرے تو وہ حدیث حجت سے ساقط ہو جائے گی۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر ہم وجوب رفع کے قائل ہوتے تو مجاہد کا قول ابن عمرؓ کی نماز کے بارے میں ہم پر حجت ہوسکتا تھا حالانکہ ہم وجوب کے قائل نہیں ہیں کیونکہ مجاہدؒ نے عبداللہ بن عمرؓ کے ایک فعل کا ذکر کیا ہے، یہ نہیں کہا کہ آپ کبھی بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ ایک خاص نماز کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس کے برخلاف سالم اور نافع کی روایت گزر چکی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے نماز پڑھی، پس آپ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ (آخر تک) اور یہ روایت مشہور حدیث ہے۔ پس ہم نے ان دونوں اثروں کو جمع کیا تو ہمارا مطلب حاصل ہو گیا اور وہ یہ کہ آپ نے کبھی رفع یدین کی اور کبھی چھوڑ دی۔ پس تمہاری دلیل ہمارے لئے حجت ہوئی، ہم پر حجت نہ ہوئی۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مسئلہ رفع یدین صحابہ کے زمانہ میں مشہور نہیں تھا، اکثر صحابہ رفع یدین نہیں کرتے تھے، بلکہ صحابہ کبھی کبھی کر لیا کرتے تھے جیسا کہ میمون کا عبداللہ بن عباسؓ کو کہنا اس پر دلیل ہے کہ میمون کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کو ایسی نماز پڑھتے دیکھا جس طرح اور کوئی نہیں پڑھتا تھا اگر یہ سنت غیر منسوخہ ہوتی تو یہ بات بعید از عقل ہے کہ اکثر صحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اسے چھوڑ دیتے۔

ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ میمون کے کسی کو رفع یدین کرتے نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آتا ہے کہ رفع یدین منسوخ ہوگئی، کیونکہ میمون نے بڑے بڑے صحابہ کی مجلس ہی نہیں دیکھی، اور نہ ہی میمون کی ان صحابہ سے ایسی روایت ثابت ہے جو ہمارا منتہائے مقصود ہے، کیونکہ اس فعل کا نادر ہونا تابعین کے زمانہ سے ثابت ہے اور تابعین کے زمانہ میں کسی سنت کا چھپ جانا بعید از عقل نہیں ہے، جیسا کہ نماز میں ہر خفض اور رفع کے موقع پر اللہ اکبر کہنا اسی زمانہ میں خفی ہوگیا، جیسا کہ امام بخاریؒ کی وہ روایت اس پر دلالت کرتی ہے جو انہوں نے عکرمہ سے روایت کی ہے اور عکرمہ میمون سے زیادہ عالم ہے۔ چنانچہ عکرمہ نے ایک ایسے شخص سے متعلق عبداللہ بن عباسؓ کو بتایا جو اپنی نماز میں تئیس تکبیریں کہتا ہے۔ انہوں نے کہا بے شک وہ شخص احمق ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات میمون کے قول سے پیدا ہوئی کہ یہ روایت ان مذکورہ روایات کے مخالف ہے جو اکثر صحابہ کے اجماع اور تابعین کی کثیر جماعت کے اتفاق پر صریح دلالت کرتی ہے۔

یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ وسعت علم بلند مرتبت اور ہمیشہ نبی ﷺ کے ساتھ مجلس کرنے اور کثرت اجتہاد کے باوجود رفع یدین کے سنت ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ اسی طرح کی روایت حضرت علیؓ سے بیان کی جاتی ہے پس اگر رفع یدین منسوخ نہ ہوتی تو یہ دونوں صحابی اسے کیوں چھوڑتے؟ اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جو حکایت بیان کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے، بلکہ ان کی روایت اس کے خلاف زیادہ صحیح ہے جیسے کہ ہم پہلے ظاہر کر چکے ہیں۔

رہے عبداللہ بن مسعودؓ تو ان سے رفع یدین کے انکار والی روایت صحیح نہیں بلکہ صرف ترک رفع یدین ہی صحیح ہے اور یہ بات ہمارے مطلوب کے منافی نہیں ہے۔ تسلیم کی صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ بڑے بڑے صحابہ پر کئی چیزیں پوشیدہ رہ گئیں، جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ پر رکوع میں گھٹنوں کا پکڑنا پوشیدہ رہ گیا، جیسا کہ گزر چکا۔ حضرت علیؓ پر امہات الاولاد کی بیع کی حرمت کا مسئلہ پوشیدہ رہا۔ حضرت عمرؓ پر جنبی مرد کیلئے تیمّم سے پاک ہونے کا مسئلہ پوشیدہ رہا۔ اور اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ علاوہ اس کے اکثر بڑے بڑے صحابہ کا اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اتفاق بیان ہو چکا ہے جیسے ابوبکرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، جابرؓ وغیرھم۔ اور اسی طرح تابعین سے۔

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ، آپ کے شاگرد، امام ثوریؒ، ابن ابی لیلیٰؒ، ابراہیمؒ اپنے وسعت علم اور روایات کی جستجو کے باوجود رفع یدین کے قائل نہیں ہیں۔ خصوصاً امام سفیان ثوریؒ (جو فن حدیث میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں) بھی اس کے قائل نہیں۔ پھر اس روایت پر مشہور کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

ہم اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ بعض اوقات وسیع علم والے عالم سے بھی کوئی مسئلہ پوشیدہ رہ جاتا ہے جو متفق علیہ ہوتا ہے اور اس سے پہلے مشہور بھی ہوتا ہے۔ چناں چہ امام مالکؒ (باوجود سفیان ثوریؒ سے زیادہ عالم ہونے کے جیسا کہ اس پر فقہاء کے اقوال شاہد ہیں) پر ایک ہاتھ کو نماز میں دوسرے ہاتھ پر باندھنے کا مسئلہ پوشیدہ ہی رہا۔ اور ان کی طرف سے یہی بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کی بجائے کھلے چھوڑنے کا حکم فرمایا، باوجودیکہ یہ پہلے زمانے کا مشہور مسئلہ ہے اور اکثر علماء نے دوسرے زمانوں میں بھی اس پر اتفاق کیا ہے۔

نیز ان علماء نے کہا ہے کہ ان شہروں میں ہاتھوں کو نماز میں چھوڑنے کا فعل روافض کے ساتھ مشابہت ہے۔ کیونکہ حنفی مذہب کی تمام شاخوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ شیعہ کے سوا نماز میں کوئی بھی ہاتھ چھوڑ کر نماز نہیں پڑھتا حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تہمت کی جگہوں سے بچو۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ تمہارا قصور فہم ہے کہ تم ایک فعل کو چھوڑ دو تو وہ دوسری قوم کا شعار بن جائے، بلکہ تمہیں چاہیے کہ تم رفع یدین کے مسئلہ پر اس طرح اتفاق کرو کہ وہ ان کے ساتھ خاص نہ رہے، اور گمراہ فرقوں کے ساتھ تشبیہ سے بچنے کی وجہ سے سنت ترک کر دینا ناجائز ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے شمائل میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بالوں کو کھلا چھوڑ دیا کرتے تھے اور مشرک اپنے سر کے بالوں کا چیر نکالا کرتے تھے۔ اور جس مسئلہ میں آپ ﷺ کو واضح حکم نہیں ہوتا تھا آپ ﷺ اس مسئلہ میں اہل کتاب سے مشابہت کو پسند فرماتے تھے۔ پھر نبی ﷺ نے بھی اپنے سر کے بالوں کا چیر نکالنا شروع کر دیا۔ اور ترمذیؒ کے سوا بھی کسی نے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت ابراہیمؑ کی سنت سمجھ کر اپنے سر کے بالوں کا چیر نکالنا شروع

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا۔ پس باوجود اہل کتاب کے کافر ہونے کے نبی ﷺ نے ان کے ساتھ تشبیہ کو پسند فرمایا، اس مسئلہ میں آپ ﷺ نے گمان کیا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اگلے نبیوں کی سنتوں سے ہوا سکے باوجود آپ کو سابق انبیاء کے جمیع افعال میں ان کی تقلید کا حکم نہیں دیا گیا۔ پس وہ سنت کیسی ہے جس کا ہمارے حق میں نبی ﷺ کی سنت ہونا معلوم ہو جائے باوجودیکہ ہم گمراہ فرقوں کے ساتھ مشابہت کو پسند ہی نہیں کرتے بلکہ اتفاقی موافقت ہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ ابراہیمؑ کی سنت پر عمل مشرکین کے ساتھ موافقت سے ہی ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے اہل کتاب کی موافقت چھوڑ کر مشرکین کی موافقت اختیار کر لی۔ باوجودیکہ مشرکین کا حال اہل کتاب سے بدتر تھا۔ اور بعض کم فہم لوگوں نے رفع یدین کے منسوخ ہونے پر آیت: ﴿قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہو جاؤ۔ یعنی تسکین اور سکوت کے ساتھ۔ اور حرکت کرنا تسکین کے خلاف ہے۔ چنانچہ جہاں حرکات ثابت ہیں، انکے سوا کوئی حرکت نہیں کی جاسکتی۔ اگرچہ یہ عذر جواب کے قابل نہیں ہے لیکن پھر بھی مقام حق کی تائید کے باعث ہم اس کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

پس پہلا جواب یہ ہے کہ حرکت تو بڑی مشہور ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ قنوت سے مراد عبادت والی حرکات کے علاوہ عادی حرکات کو ترک کرنا ہے، ورنہ نماز میں دعوت غیر مشہورہ سے دعا کرنا لازم آئے گا اور اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے۔

دوسری صورت جس میں رفع یدین کرنے والوں پر حنفیہ کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ رفع یدین کرنے والا یا مجتہد ہے یا مقلد۔ پس مجتہد ہونے کی صورت میں وہ حنفی نہیں رہے گا بلکہ وہ مذاہب اربعہ کے سوا کوئی اور مذہب اختراع کرے گا۔ اسلئے کہ وہ رفع یدین کرتا ہے اور حنفی اس سے روکتے ہیں۔ مثلاً وہ قنوت نہیں پڑھتا اور حنفی مذہب کے سوا دیگر مذاہب والے قنوت پڑھتے ہیں۔ پس رفع یدین اور ترک قنوت پر چار مذاہب میں سے کسی کا بھی عمل نہیں۔ پس یہ بات اجماع مرکب کے مخالف ہوگی۔ نیز اس زمانہ میں سرخ گندھک کی طرح مجتہد کا ملنا بڑا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص اجتہاد کا دعوی کرے تو وہ صاف جھوٹا ہے۔

دوسری صورت میں مقلد (تقلید کرنے والا) کا اپنے مقلد (جسکی تقلید کی جائے) کے قول سے رجوع لازم آئے گا اور یہ بات بھی اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ مسلّم الثبوت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقلد اپنے عمل سے ہرگز رجوع نہ کرے۔

خرق اجماع:

ہمارے نزدیک یہ اصول مسلّم نہیں ہے کہ جب کوئی شخص کسی مسئلہ میں اجتہاد کرے تو وہ حنفی نہیں رہے گا کیونکہ صاحبینؒ، امام زفرؒ، اور طحاویؒ وغیرہ باوجود حنفی ہونے کے مجتہد بھی تھے اور ان کا اجتہاد کرنا سورج سے بھی زیادہ روشن ہے۔

بعض مسائل میں اگر کوئی مجتہد کبھی ایک مجتہد کی بات کو ترجیح دے اور کبھی دوسرے مجتہد کی بات کو تو ہمارے نزدیک اسے خرق اجماع کا نام دینا ناقابل تسلیم ہے۔ بلکہ خرق اجماع کا مطلب یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں ایسی بات کو اختیار کرے جو سلف کے تمام اقوال کے خلاف ہو۔ اس لئے کہ دو مسئلوں کا تعدد اجماع مرکب کے منافی ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کی کتابوں میں یہ بات مذکور ہے۔ بلکہ کسی ایسے ایک مسئلہ کی تفصیل میں (جو بہت سے شرائط وارکان پر مشتمل ہو) ان رکنوں اور شرطوں میں دو قول کا اختلاف کیا گیا ہے۔ پس کسی مسئلہ کے شرائط وارکان کو ثابت کرنے سے مثبت قول کی موافقت ہو جائے گی۔ اور بعض کے شرائط وارکان کی نفی سے دوسرے قول کی موافقت ہو جائے گی۔ یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کے خلاف اجماع ہونے پر اتفاق ہو سکے، جیسا کہ مسلم الثبوت اور شرح مواقف میں مذکور ہے۔ ہاں کسی ایسے فعل کو کرنا جو اجماع کی رو سے بہت سارے مفسدات پر مشتمل ہو (اگرچہ ان چیزوں کے ایک ایک جزء میں اختلاف کیا گیا ہو) خلاف اجماع ہے۔

آئمہ اربعہ کے بعد اجتہاد

ان کے اس قول سے (کہ سرخ گندھک کی طرح مجتہد کا ملنا بھی مشکل ہے) مراد مجتہد مطلق ہے، لیکن کسی ایک مسئلہ میں اجتہاد کرنے والا نایاب نہیں ہے۔ ہماری مراد مجتہد سے وہ شخص ہے جو اس مسئلہ کے علم کے ساتھ اس سے متعلقہ تمام دلائل اور اس کے لغوی وشرعی معانی پر پوری نظر رکھتا ہو۔ ہمارے نزدیک علم سے مراد امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کی طرح اس مسئلہ کی باریکیوں کا علم نہیں ہے، بلکہ صرف اتنا علم ہے جس پر ظن کو ترجیح دی جا سکے، چنانچہ اتنا علم تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بہت سارے لوگوں میں اکثر زمانوں میں پایا جاتا رہا ہے، چناں چہ اس مسئلہ میں تقلید کو چھوڑ کر عمل کے لئے اتنا علم ہی کافی ہے۔

ہم یہ بھی تسلیم نہیں کرتے کہ کوئی مقلد بعض مسائل میں ایک مجتہد کے قول پر عمل کرے اور بعض مسائل میں دوسرے مجتہد کے قول پر، تو اس سے وہ اپنے امام کے قول سے پھر جائے گا۔ اسلئے کہ اپنے امام کے قول سے پھر جانے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس خاص فعل میں اس کے خلاف ہے۔ یعنی اس فعل کو کرنے کے بعد باطل قرار دے دیتا ہے۔ مگر اصطلاحی طور پر رجوع کا یہی معنی ہے تو ہم اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نہیں مانیں گے، جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

تقلید میں جمود وتعصب

لوگوں نے کسی معین شخص کی تقلید میں بڑا غلو کیا ہے اور تعصب کو لازم کر لیا ہے یہاں تک کہ بعض مسائل میں اجتہاد اور اپنے امام کے سوا کسی دوسرے امام کی تقلید سے بھی منع کر دیا ہے۔ یہی وہ لاعلاج مرض ہے جس نے شیعہ کو ہلاک کر دیا۔ پس یہ لوگ بھی ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ پس انہوں نے اپنے امام کے مطابق نصوص کو ڈھالنا شروع کر دیا اور ان لوگوں نے بھی انہی کی چال چلنا شروع کر دی۔ اپنے امام کے قول کے مقابلہ میں مشہور روایات کی تاویل شروع کر دی حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ اپنے امام کے قول کو روایات پر پیش کیا جاتا اگر وہ روایات کے مطابق ہوتا تو قبول کر لیا جاتا ورنہ چھوڑ دیا جاتا۔

ہم یہاں اجتہاد اور تقلید کی تجزی کو بیان کرتے ہیں۔ یہ بات کہ تجزی اجتہاد ❶ اس کا حکم تو یہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور اکثر علماء مجتہدین میں یہ بات مشہور ومعروف ہے کہ جس مسئلہ میں اجتہاد نہ ہو سکے اس میں اپنے سے زیادہ عالم کی طرف رجوع کر لے۔ مسلم الثبوت میں اجتہاد کی تجزی کا اختلاف بیان کیا گیا ہے۔ پس اکثر علماء کے نزدیک جائز ہے، مثلاً امام غزالی، ابن الہمام۔ اور یہی قول درست بھی ہونا چاہیے۔

رہی دوسری صورت (یعنی تجزی تقلید کا ثابت کرنا) سو وہ اس وجہ سے کہ کسی معین شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کرنا عوام صحابہ وتابعین اور سلف سے منقول نہیں ہے۔

---

❶ یعنی جزوی طور پر اجتہاد سے کام لے لیا جائے کہ بعض حصوں پر اجتہاد سے عمل ہو اور بعض پر تقلید سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کے برعکس ان کا دستور یہ تھا کہ ضرورت پیدا ہونے پر جس فقیہ اور مفتی سے موقع ملتا مسئلہ دریافت کرلیا جاتا۔ کبھی کسی سے اور کبھی کسی سے۔

نیز مسلّم الثبوت میں متفقہ اصولی مسئلہ لکھا ہے کہ مقلد جب کسی مسئلہ پر عمل کرلے تو اس سے رجوع نہ کرے۔

آیا کسی دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کے مسئلہ پر عمل کرسکتا ہے یا نہیں، تو راجح بات یہی ہے کہ عمل کرنا جائز ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ معین شخص کی تقلید کو لازم کر لینے کے بعد اس پر اجماع نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کی تقلید کرتا رہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی معین مذہب کی تقلید کا التزام کرلے تو کیا اس پر ہمیشگی لازم ہے؟ بعض نے کہا کہ لازم ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جس چیز کو اللہ نے واجب نہیں فرمایا وہ واجب نہیں ہوسکتی۔ علامہ سبکی یہی کہتے ہیں کہ (ابن العوام کی) کتاب تحریر میں ہے کہ جہاں ظن غالب ہے یہی صحیح ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رجوع سے مراد وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ورنہ اگر کسی فعل میں رجوع مراد ہو تو وہ اس فعل کی ایک نوع میں رجوع ہوگا۔ پس ایسی صورت میں اس کے ناجائز ہونے پر کیسے اتفاق ہوسکتا ہے، اختلاف تو تقلید کو اپنے اوپر لازم کر لینے کے بعد اس پر ہمیشگی کرنے میں ہے، جب کسی معین شخص کی تقلید کو اپنے اوپر لازم کرلے تو اس کے جمیع افعال میں اس کا التزام ضروری ہے۔ پس جب کسی ایک فعل میں بھی اس کی مخالفت کرے گا تو اس سے رجوع لازم آئے گا۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اس مشہور مسئلہ کی چیدہ چیدہ رخصتوں کے منع میں بھی اختلاف ہے۔

مختلف مذاہب کے آسان مسائل کا اتباع

مسلّم الثبوت میں علامہ سبکی کے مذکورہ قول سے تمام مذاہب کے آسان مسائل کی اتباع کا جائز ہونا نکالا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شرعی مانع بھی نہیں ہے کیونکہ انسان کو اپنے لئے آسان مسئلہ دیکھ کر چلنے کا اختیار ہے (انتہی)۔

ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے سوا کسی دوسرے مذہب کی اتباع کے منع پر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اجماع نہیں ہے۔ چنانچہ مسلم الثبوت کے آخر میں ہے کہ علامہ ابن الصلاحؒ نے لوگوں کو صحابہ کی تقلید سے منع کرنے سے چاروں اماموں کے سوا ہر کسی کی تقلید سے منع کی دلیل پکڑی ہے۔ کیونکہ مسائل کی چھان بین اور تقسیم ان کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی حالانکہ اس بات میں اعتراض ہے۔ پھر ابن الصلاح نے عراقی سے حاشیہ کتاب میں اس اعتراض کو نقل کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمان بلا روک ٹوک علماء میں سے جس کی چاہیں تقلید کریں۔

صحابہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے فتوی پوچھ کر ان کی تقلید کرتا ہے اسے ابو ہریرہؓ، معاذؓ بن جبل اور ان کے سوا دوسرے صحابہ سے فتوی پوچھ کر ان کی تقلید بھی جائز ہے، اور کسی شک وشبہ کے بغیر ان کے قول پر عمل کر سکتا ہے۔ پس جو شخص ان دو قسم کے اجماع کے رفع کا قائل ہے اسے چاہیے کہ وہ دلیل بیان کرے۔

ہم کہتے ہیں کہ حنفی مذہب کی اتباع کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں کسی خاص شخص کی تقلید کی جاتی ہے بلکہ حنفی مذہب تو مجتہدین مطلق (امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ) کے عمدہ اقوال کا مجموعہ ہے۔ چناں چہ امام ابو یوسفؒ کی نسبت امام ابوحنیفہؒ کی طرف ایسی ہے جیسی امام احمدؒ کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف ہے۔ چنانچہ یہ بات اصول وفروع کے اختلاف کی جگہوں کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔..... بلکہ ہم کہتے ہیں کہ چاروں مذاہب کی وحدت بھی اختیاری بات ہے۔ پس جس طرح حنفی مذہب کے متبع کو کوئی نقصان نہیں ہوگا اسی طرح دیگر مذاہب کے اتباع کرنے والے کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

حدیث کی طرف رجوع کی قدرت ہو تو لزوم تقلید ناجائز ہے

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ کسی شخص کو نبی ﷺ کی ایسی صریح مدلل روایات کی طرف رجوع کی قدرت ہو جائے جو روایات قول امام کے خلاف ہیں تو ایسے شخص کے لئے کسی معین شخص کی تقلید کا لازم پکڑنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ پس اگر اپنے امام کے قول کو اس صورت میں نہیں چھوڑے گا تو اس میں **شرک فی الرسالت** کا شائبہ ہے۔.....

جاننا چاہیے کہ جب ان مذکورہ چار جگہوں میں رفع یدین کرنا روایات صحیحہ ثابتہ آثار پسندیدہ راجحہ اور نبی ﷺ کے سچے پکے مذہب، بڑے بڑے صحابہ، علمائے کبار اور فقہاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مجتہدین سے ثابت ہے تو اس صورت میں اس کے نسخ اور تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بعض لوگ تو ان روایات کے تواتر کے قائل ہیں اور اگر متواتر نہ ہوں تو مشہور ضرور ہیں۔ ❶

رفع الیدین: ثنائی تحریر

شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ کے بعد بھی اہلحدیث کے بڑے علماء نے رفع الیدین کے مسئلہ پر داد تحقیق دی ہے۔ ذیل میں جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کے رشحات قلم نقل کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانے مستحب ہیں، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے:

عن ابن عمر انّ رسول اللّٰہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصّلوۃ واذا کبّر للرکوع واذا سجد من الرکوع فعلھما کذالك۔ ❷

"آنحضرت ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تب بھی ہاتھ اٹھاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے)۔

چوں کہ آنحضرت ﷺ کے رفع یدین کرنے میں کسی فریق کو اختلاف نہیں حنفیہ بھی مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین عند الرکوع کیا مگر منسوخ کہتے ہیں لہذا ہمیں اس سے زیادہ ثبوت دینے کی اس موقع پر حاجت نہیں بلکہ فریق ثانی کے ذمہ ہے کہ وہ نسخ کا ثبوت دیں۔ اس لئے بجائے مزید ثبوت دینے کے حنفیہ کرام کے دعوی نسخ کی پڑتال مناسب ہے۔

اس دعوی پر حنفیوں کی سر دفتر دو حدیثیں ہیں ان میں سے بھی ایک اول اور ایک دوم درجہ کی ہے۔ اول سر دفتر حدیث، روایت عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے جو ترمذی میں موجود ہے جس کے الفاظ معہ ترجمہ یہ ہیں:

---

❶ تنویر العینین۔ ملخصاً

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولیٰ مع الافتتاح سواء، رقم الحدیث: ۷۳۵
صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین، رقم الحدیث: ۲۱۔۳۹۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قال عبد اللّٰہ بن مسعود الا اصلّی بکم صلوۃ رسول اللّٰہ ﷺ فصلّی فلم یرفع یدیہ الّا فی اوّل مرّۃ۔ ❶

کہ عبداللہؓ بن مسعود نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم کو آنحضرت ﷺ کی نماز بتلاؤں؟ یہ کہہ کر انہوں نے نماز پڑھی تو سوائے اول مرتبہ کے رفع یدین نہ کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہے جب ہی تو ایسے بڑے جلیل القدر صحابی نے رفع یدین نہ کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے نسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ ممکن ہے ابن مسعودؓ کے نزدیک، جیسا کہ ہمارا مذہب ہے، رفع یدین ایک مستحب امر ہو جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ علاوہ اس کے یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ایک امر جو رسول اللہ ﷺ سے بروایات صحیحہ ثابت ہو وہ صرف کسی صحابی کے نہ کرنے سے منسوخ قرار دیا جائے حالانکہ وہ حدیث بقول عبداللہؒ بن مبارک ثابت بھی نہیں۔ اگر بہ تحقیق امام ترمذیؒ حسن ہے تو بھی صحیح کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی خصوصاً جس حال میں آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ کا اس پر عمل عام طور پر ثابت ہے تو دعوی نسخ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟ غور سے سنیے:

عن ابی حمید السّاعدی سمعتہ وھو فی عشرۃ من اصحاب النّبیّ ﷺ یقول انا اعلمکم بصلوۃ رسول اللّٰہ ﷺ.....الی ان قال.....:ثمّ یقرء ثمّ یکبر ویرفع یدیہ حتّی یحاذی بھما منکبیہ ثمّ یرکع.....الی.....ثمّ سلم۔ قالوا صدقت ھکذا کان یصلّی۔ رواہ ابوداؤد، دارمی، ترمذی وقال ھذا حدیث حسن صحیح ❷

''ابوحمید ساعدیؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد دس صحابہ کی مجلس میں دعوی کیا کہ میں آپ ﷺ کی نماز تم سے بہتر جانتا ہوں۔ ان کے کہنے پر اس نے بتلائی تو

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ، رقم الحدیث: ۲۵۷

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب افتتاح الصلاۃ، رقم الحدیث: ۷۳۰ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی وصف الصلاۃ، رقم الحدیث: ۳۰۴، ۳۰۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رکوع کرتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے دونوں وقت رفع یدین کی اور ان دس صحابہ کرام نے تصدیق کی کہ بے شک آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔''

یہ روایت اور دس صحابہ کی تصدیق لانے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ جن روایتوں میں آیا ہے کہ کسی ایک آدھ صحابی نے رفع یدین نہیں کی ان کو نماز کے ضروری ضروری ارکان خصوصاً قومہ، جلسہ اعتدال وغیرہ ❶ ان کی نسبت حاضرین کو تنبیہ کرنی مقصود ہوتی ہے نہ کہ امور مستحبہ کا بیان بھی۔

علاوہ اس کے اگر کسی امر میں جو سرور کائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوۃ سے ثابت ہو۔ کسی ایک آدھ صحابی کے نہ کرنے سے نسخ ہوسکتا ہے تو یہی ابن مسعودؓ رکوع کے وقت چوں کہ تطبیق ❷ کرتے تھے دونوں ہاتھوں کو زانوؤں پر نہ رکھتے تھے چناں چہ صحیح مسلم میں ان کا یہ مذہب ثابت ہے بلکہ اپنے شاگردوں کو اس فعل کی تاکید مزید کیا کرتے۔ تو لامحالہ اس وقت جب کہ انہوں نے رفع یدین نہ کی ہوگی زانوؤں پر ہاتھ بھی رکھے ہوں گے۔ کیونکہ دوسری روایتوں سے ان کا مذہب یہی ثابت ہوتا ہے تو پس چاہیے کہ رکوع کے وقت زانوؤں پر ہاتھ رکھنے بھی منع ہوں حالانکہ کسی کا مذہب نہیں، اور تو کسی کا کیا ہوتا خود حنفیہ کا بھی نہیں۔ بلکہ اگر اس قسم کی روایات خود آنحضرت ﷺ سے بھی ثابت ہوں کہ حضور نے سوائے اول دفعہ کے رفع یدین نہیں کی، تو بھی نسخ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سنت خاص کو مستحب امر کے لئے تو دوام فعل ضروری نہیں۔ دوام تو موجب وجوب ہے۔ سنت یا مستحب تو وہی ہوتا ہے کہ فعل مرّۃ و ترك اخرى، کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو۔ جس کو اہل عقول کی اصطلاح میں مطلقہ عامہ کہنا چاہیے اور یہ تو ظاہر ہے کہ مطلقہ عامہ، مطلقہ عامہ کی نقیض نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل نسخ پر جسے بڑے زور سے بیان کیا جاتا ہے صحیح مسلم کی حدیث ہے جس کے الفاظ مع مطلب یہ ہیں:

---

❶ جن میں عموماً لوگ سستی کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک حدیث سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی بعض لوگ ارکان صلوۃ میں سستی کرتے تھے۔

❷ رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کو بجائے اوپر رکھنے کے زانوؤں کے اندر دینا تطبیق کہلاتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((مالی اراکم رافعی ایدیکم کانّها اذناب خیل شمس)) ❶

رسول پاک ﷺ نے صحابہ کو نماز میں ہاتھ اٹھاتے دیکھا تو فرمایا: کیا سبب ہے کہ تم ایسی طرح ہاتھ اٹھاتے ہو گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے رفع یدین کا نسخ ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضور ﷺ نے نماز کے اندر ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا ہے تو ہر قسم کی رفع یدین جو نماز کے اندر ہو گی منع ہو گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت مجمل ہے، مفصل خود اس شبہ کا جواب دیتی ہے چنانچہ جابر بن سمرہ کہتے ہیں:

صلّیت مع رسول اللّٰہ ﷺ فکنا اذا سلمنا قلنا بایدینا السلام علیکم فنظر الینا رسول اللّٰہ ﷺ فقال:((ما شانکم تشیرون بایدیکم کانّها اذناب خیل شمس اذا سلم احدکم فلیلتفت الی صاحبیه و لا یؤمی بیده)) ❷

''میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ جب ہم اخیر نماز کے سلام پھیرتے تو اپنے ہاتھوں سے اشارہ کر کے السلام علیکم کہا کرتے۔ آنحضرت ﷺ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا تمہیں کیا ہوا کہ ہاتھوں سے ایسے اشارے کرتے ہو گویا وہ مست گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ جب کوئی سلام دیا کرے تو اپنے ساتھی کی طرف صرف دیکھا کرے اور اشارہ نہ کیا کرے۔''

پس یہ مفصل روایت ہی جواب کافی دے رہی ہے کہ بات کچھ اور ہے۔ حضور ﷺ نے اس بے محل رفع یدین سے منع فرمایا ہے جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، نہ کہ عندالرکوع والی رفع یدین سے۔ علاوہ اس کے نسخ میں تقدم تاخر قطعی ہونا چاہیے جو یہاں پر نہیں۔ بھلا اگر کوئی یوں کہہ دے کہ یہ روایت (بشرطیکہ اس کو رفع یدین عندالرکوع سے تعلق ہو) خود ابن عمرؓ کی روایت مذکورہ سے منسوخ ہے کیونکہ ابن عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام پر بعد انتقال آنحضرت ﷺ بھی عمل کرتے رہے تو اس کا جواب شائد قائلین نسخ پر ہم سے زیادہ مشکل ہو۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلاۃ والنھی عن الاشارۃ بالید، رقم الحدیث: ۱۱۹۔۴۳۰

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب الامر بالسکون فی الصلوۃ، رقم الحدیث: ۱۲۱۔۴۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اخیر میں اپنے بھائیوں کو شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنا کر بحث ختم کرتے ہیں۔شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے:

والّذی یرفع احبّ الیّ ممن لایرفع فانّ احادیث الرّفع اکثر واثبت ❶

یعنی جولوگ رکوع کو جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے ہیں وہ نہ کرنے والوں سے مجھے زیادہ پیارے ہیں کیونکہ رفع یدین کی حدیثیں تعداد میں زیادہ ہیں اور ثبوت میں بھی پختہ۔ ❷

رفع الیدین: شاہ ولی اللہ کی تحریر

ذیل میں حجۃ اللہ البالغہ سے شاہ ولی اللہؒ کی اس تحریر کا اردو ترجمہ نقل کیا جاتا جس کا حوالہ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے اپنی منقول بالا تحریر کے آخر میں دیا:

جب رکوع میں جاتا ہے تو اپنے دونوں ہاتھ مونڈھوں تک خواہ کانوں تک اٹھائے اور اسی طرح اس وقت جب رکوع سے سر اٹھا کر کھڑا ہو رفع یدین کرے اور سجدے میں ایسا نہ کرے۔میرے نزدیک اس میں یہ بھید ہے کہ رفع یدین ایک تنظیمی فعل ہے جس سے نفس کو ان اشغال کے چھوڑنے پر جو نماز کے منافی ہیں اور حیز مناجات میں داخل، تنبیہ ہو جاتی ہے۔ اس واسطے تعظیمات ثلاثہ میں سے ہر فعل کی ابتداء رفع یدین مقرر کی گئی تاکہ از سر نو ہر دفعہ نفس کو اس فعل کے ثمرہ یعنی تعظیم پر متنبہ ہوتا رہے اور یہ ان ہیئات کے قبیلہ سے ہے کہ کبھی تو آپ نے اس کو کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے مگر دونوں سنت ہیں اور ہر ایک کو صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔

رفع یدین کا مسئلہ منجملہ ان مسائل کے ہے جن میں اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا اختلاف ہے۔اور ہر ایک قول کے لئے دلیل ہے اور ایسے مسائل میں میرے نزدیک حق یہ ہے کہ سب سنت ہیں۔جیسے وتر کے اندر ایک رکعت پڑھنا یا تین رکعت پڑھنا۔

---

❶ حجۃ اللہ البالغہ اذکار وہیئات

❷ منقول از اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہیں کرتا اچھا ہے کیونکہ رفع یدین پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں وہ زیادہ بھی ہیں اور ثابت بھی خوب ہیں۔ مگر ایسی صورتوں میں مناسب نہیں ہے کہ تمام شہر والوں کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا ہے:

((لولا حدثان قومك بالكفر لنقضت الكعبة)) ❶

تیری قوم نومسلم نہ ہوتی تو میں کعبہ کو منہدم کر کے حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد کے موافق بناتا۔

کچھ بعید نہیں ہے کہ ابن مسعودؓ نے خیال کیا ہو کہ اخیر سنت متقررہ پر رفع یدین کا ترک کرنا ہے اس خیال سے کہ نماز کا مدار اعضا کے سکون پر ہے اور ان کو یہ بات نہ معلوم ہوئی ہو کہ رفع یدین ایک تعظیمی فعل ہے اور اسی وجہ سے نماز کی ابتداء اس سے کی گئی ہے، یا انہوں نے یہ سمجھا ہو کہ رفع یدین ایسا فعل ہے جس سے کسی چیز کا ترک کرنا معلوم ہوتا ہے اس واسطے نماز میں اس کا ہونا مناسب ہے اور یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی ہو کہ نماز کے اندر جتنے افعال مقصود بالذات ہیں ان سب کے شروع میں بار بار نفس کو ماسوا کے ترک پر متنبہ کرنا منظور ہے۔ واللہ اعلم۔

سجدے میں جاتے وقت رفع یدین نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قومہ اسی واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ رکوع اور سجدے میں فارق ہو جائے تو قومہ کے وقت رفع یدین کرنا فی الحقیقت وہ رفع یدین سجدے کے لئے ہے۔ پھر دوبارہ اس کا کرنا لاحاصل ہے۔ ❷

رفع الیدین: گنگوہی تحریر

جناب رشید احمد گنگوہیؒ سے ایک دفعہ سوال ہوا:

''تنویر العینین میں مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب نقض الکعبۃ وبنائھا، رقم الحدیث: ۳۹۸۔۱۳۳۳

❷ حجۃ اللہ البالغہ۔ مترجم عبدالحق حقانی۔ ص ۳۶۰۔۳۶۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

در باب رفع یدین فی الصّلوۃ سنة غیر مؤکدة من سنن الھدی فیثاب فاعلہ بقدر مافعل ان دائماً فحسبہ وان مرّة فبمثلہ ولایلام تارکہ وان ترکہ مدة عمرہ واما الطاعن العالم بالحدیث ای من ثبت عندہ الاحادیث المتعلقة بھذہ المسئلة فلا ادخالہ الا فی: ﴿من یّشاقق الرّسول من بعد ماتبیّن لہ الھدی﴾

''رفع یدین کے باب میں ہے کہ رفع یدین نماز میں سنت غیر مئوکدہ ہے۔اور وہ سنن ہدی سے ہے۔جس کے کرنے والے کو اس کے فعل کے کرنے کے مطابق ثواب ہوگا۔اگر ہمیشہ کرے گا تو اتنا اور جو ایک دفعہ کرے گا تو اتنا ہی۔اور اس کے چھوڑنے والے پر کوئی ملامت نہیں۔اگر چہ کہ اس نے مدۃ العمر چھوڑا ہو۔ لیکن احادیث جاننے والہ عالم یعنی جس کے نزدیک اس مسئلہ کی احادیث متعلقہ کا علم ہو اس کا طعن کرنا، تو میں اس کو ان ہی لوگوں میں سمجھتا ہوں جن کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النساء:۱۱۵)

اور جو شخص ہدایت ظاہر ہونے کے بعد رسول کی نافرمانی کرے.....)

مولانا شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

والّذی یرفع احبّ الیّ ممّن لایرفع فانّ احادیث الرّفع اکثر واثبت

اور جو شخص کہ رفع یدین کرتا ہے وہ میرے نزدیک اس سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔اس لئے کہ احادیث رفع کی بہت زیادہ ہیں اور ثابت تر)

لہذا یہ رفع یدین جیسا کہ حضرات مذکور الصدر سے ثابت و محقق ہوا آپ کے نزدیک بھی صحیح ہے یا نہیں، گو ترک اس کا بوجہ مختلف ہونے آئمہ کے احناف کو جائز اور اولی ہو۔لیکن غرض سائل کی یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ ثابت صحیح غیر منسوخ ہے یا نہیں اور عامل اس کا عامل سنت ہوگا یا نہیں۔جوامر صحیح آپ کے نزدیک ہو۔مفصل ارقام فرماویں۔

○.....اس سوال کے جواب میں جناب رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میرا مسلک عدم رفع کا ہے کہ عدم رفع میرے نزدیک مرجح ہے جیسا کہ قدماء حنفیہ نے فرمایا ہے اور طعن بندہ کے نزدیک دونوں پر روا نہیں کہ مسئلہ مختلف فیھا ہے۔ اور احادیث دونوں طرف موجود ہیں اور عمل صحابہ بھی اور قوت وضعف مختلف ہوتے ہیں۔ بالآخر دونوں معمول بہاء ہیں۔ دیکھو سبیل الرشاد۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ❶

اس جواب فتوی سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور جناب شاہ اسماعیل دہلویؒ کے مسلک کی مخالفت کرنے والے علماء احناف، محدثین دہلی کی فکر کے وارث کیوں کر ہو سکتے ہیں؟

رفع الیدین: مسلک مودودی

جناب محمد عبداللہ شیخ الحدیث گوجرانوالہ (سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان) بتاتے ہیں:

قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی پاکستان کا پہلا اجتماع گوالمنڈی ریلوے روڈ لاہور پر واقع تسنیم کے دفتر میں ہوا تھا۔ اس موقع پر چند ایک دیگر افراد کی معیت میں میری ملاقات جناب سید ابو الاعلی مودودیؒ سے ہوئی۔ ملاقات کے آخر میں جناب سید ابو الاعلی مودودیؒ نے ملاقاتیوں سے کہا کہ اگر کوئی سوال کرنا چاہتا ہے، تو کرے۔

میں (عبداللہ) نے کہا کہ آپ لوگ قرآن وسنت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ آپ کا نصب العین ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہے اور اسلام قرآن وسنت کا نام ہے اور حدیث میں صحیحین کا مقام سب کے نزدیک مسلّم ہے، جبکہ رفع یدین فی الصلوۃ کی احادیث صحیحین میں آئی ہیں اور آپ ان پر عمل نہیں کرتے۔

احادیث صحیحین کے ساتھ یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔

اس پر جناب مودودیؒ نے جواب دیا:

---

❶ فتاوی رشیدیہ۔ ص ۳۱۰۔۳۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رفع یدین سے لوگ متوحش ہوتے اور بدک جاتے ہیں۔اس لئے عام جگہوں پر جب نماز پڑھتا ہوں تو رفع یدین نہیں کرتا لیکن جب گھر میں تہجد کی نماز پڑھتا ہوں تو رفع یدین کر لیتا ہوں۔ ❶

یعنی وہ رفع الیدین کو سنت سمجھتے تھے، لیکن پنج وقتہ نمازوں میں اس سنت پر عمل کرنے سے اجتناب کرتے تھے۔

---

❶ تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان۔جلد دوم۔ص ۳۸۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فاتحہ خلف الامام

ثنائی تحریر

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر قرأت فاتحہ فرض ہے کیونکہ آیت قرآنی ﴿فَاقْرَؤُا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ دونوں (امام اور مقتدی) پر قرأت کا حکم لگاتی ہے چنانچہ نور الانوار میں ہے:

فان الاول (ای آیة فاقرئوا) بعمومه یوجب القرأة علی المقتدی ❶

یعنی یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے مقتدی پر بھی قرأت فرض بتاتی ہے۔

ہاں اس پر شبہ باقی ہے کہ اس آیت سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو عام قرأت ہے گو مقتدی پر بھی سہی۔ مگر فاتحہ کی تخصیص کا ذکر نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت موصوفہ مفروض کی تعیین میں مجمل ہے جس کا بیان حدیث نے کر کے مطلب کھول دیا ہے چنانچہ بخاری و مسلم کی متفقہ روایت میں ارشاد ہے:

((لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب)) ❷

یعنی جو کوئی سورت فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

بلکہ صحیح مسلم کی روایت میں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ان معنی کی حدیث سن کر لوگوں نے کہا:

---

❶ ص ۱۹۴، مطبوعہ انوار محمدی لکھنو۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها، رقم الحدیث: ۷۵۶ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة، رقم الحدیث: ۳۴-۳۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

((انانکون وراء الامام))
یعنی ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں؟
تو حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا:
((اقرء بها فی نفسك)) ❶
اس وقت بھی اس کو آہستہ آہستہ پڑھ لیا کرو۔
حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث ان تمام مضامین میں حکم اور قول فیصل ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبادة بن الصّامت قال كنّا خلف النّبیّ ﷺ فی صلوة الفجر فقرء فثقلت علیه القرأة فاذا فرغ قال:((لعلكم تقرؤن خلف امامكم قلنا نعم یارسول اللّٰه لاتفعلوا الّا بفاتحة الكتاب فانّه لاصلوة لمن لم یقرء بها)) ❷

''عبادہؓ کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے پیچھے ایک روز صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پڑھتے پڑھتے آپ قرأت سے رک گئے جب فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ تم امام کے پیچھے کچھ پڑھا کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا ہاں۔ ❸ آپ ﷺ نے فرمایا سوائے فاتحہ کے کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ جو فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں)۔

اس روایت پر جو سوالات کئے جاتے ہیں ان سب کا جواب اسی روایت کو دوسری سند سے دیکھنے سے مل جاتا ہے جو امام بیہقی نے کتاب القرأۃ خلف الامام میں اسی سند کے ساتھ اسی عبادہؓ بن صامت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، رقم الحدیث: ۳۸۔۳۹۵
❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث: ۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث: ۳۱۱)
❸ ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص نے سبح اسم اونچی آواز سے پڑھی تھی۔ بیہقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عن عبادة بن الصّامت قال قال رسول اللّٰه:((لاصلوة لمن لم يقرء بفاتحة الكتاب خلف الامام)) وهذا اسناد صحيح۔ ❶

''عبادہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اسکی نماز نہیں۔'' (بیہقی کہتے ہیں) اسکی سند صحیح ہے۔

اس حدیث سے نہ صرف اس امر کی تصریح ہوتی ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے بلکہ یہ بھی کہ جہری نمازوں میں بھی فاتحہ کا پڑھنا اسی طرح ضروری ہے جیسا سری میں، کیونکہ یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے۔ اس مسئلہ میں اہل حدیث پر بڑا بھاری معارضہ ایک آیت قرآنی اور ایک حدیث نبوی سے کیا جاتا ہے جس کا بیان مع مختصر جواب کے یہ ہے:

آیت موصوفہ

﴿ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾ (الاعراف:۲۰٤)

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو تم خاموش ہو کر سنا کرو تا کہ تم پر رحم ہو۔

چوں کہ جہری نماز میں امام بلند آواز سے پڑھتا ہے تو اس آیت کے بموجب مقتدی کو خاموش رہنا چاہیے اور حدیث میں ہے:

((من كان له امام فقرأة الامام له قرأة))

یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہو اس کے امام کی قرأت بس اس کی قرأت ہے۔

پھر مقتدی کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آیت کے خلاف باوجود قرآن سنے جانیکے بجائے خاموش رہنے کے پڑھنے سے حکم الٰہی کا خلاف کرے؟

یہ ہے معارضہ کی مختصر تقریر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ جس حالت میں قرآن بطور وعظ و نصیحت کے پڑھا جائے۔ اس وقت تم دل لگا کر سنو اور خاموش رہو۔ کیونکہ قرآن مجید کے دوسرے مقام پر مذکور ہے:

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام والماموم فی الصلوات کلها، رقم الحدیث:۷۵۶ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة فی کل رکعة، رقم الحدیث:۳۴-۳۹۴ سنن ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب من ترک القراءة فی صلاته بفاتحة الکتاب، رقم الحدیث:۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی القراءة خلف الامام، رقم الحدیث:۳۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ (حم سجدہ:۲۶)

(یعنی مشرک اپنے بھائیوں سے کہتے تھے کہ قرآن نہ سنا کرو بلکہ اس کے پڑھے جانے میں شور وشغب کیا کرو تا کہ تم اس کی آواز پر غالب آجاؤ)

جس کے جواب میں یہ ارشاد باری پہنچا کہ جب قرآن کا وعظ تم کو سنایا جائے تو تم خاموش ہو کر سنا کرو۔ ان معنی کا ثبوت خود حنفیہ کرام کی کتابوں سے ملتا ہے، ہدایہ میں صاف لکھا ہے کہ صبح کی جماعت ہوتے ہوئے مقتدی صبح کی سنتیں مسجد کے دروازہ پر پڑھ لیا کرے حالانکہ امام کے پڑھنے کی آواز اس کے کانوں تک آئیگی۔ علاوہ اس کے درس گاہوں میں ایک کے پڑھتے ہوئے دوسرا بھی پڑھتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا۔ اور نہ اس سے کوئی عالم منع کرتا ہے **اذا قرىء القرآن** صادق آتا ہے۔ نیز امام کے پڑھتے ہوئے مقتدی مسبوق آکر ملتا ہے تو تکبیر تحریمہ اللّٰہ اکبر کہتا ہے حالانکہ قرآن کے پڑھے جانے کے وقت بالکل خاموشی چاہیے جو اللہ اکبر کہنے سے کسی قدر فوت ہوگئی۔

پس ان اور ان جیسی کئی ایک مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئت موصوفہ کے معنی وہی صحیح ہیں جو ہم نے بتلائے ہیں۔ یعنی جس وقت قرآن بطور وعظ ونصیحت کے پڑھا جائے تو دل لگا کر سنا کرو۔ اور اس میں تو شک نہیں کہ نماز میں قرآن مجید کا پڑھنا بطور ذکر ہے نہ بطور وعظ و تذکیر۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت میں خواہ تمام مقتدی جاہل ہوں جو قرآن مجید کا ایک حرف نہ سمجھتے ہوں تو بھی ان کی نماز درست ہے اور کسی کے نزدیک بھی امام کو اپنی قرأت کا ترجمہ کر کے سمجھانا ضروری نہیں پس مدعا صاف ہے کہ امام بحالت امامت قرآن شریف بطور ذکر پڑھتا ہے نہ بطور وعظ۔ ایسے وقت میں مقتدی کو فاتحہ کا پڑھنا کسی طرح منع نہیں۔ خاص کر سری نمازوں میں (ظہر عصر) میں تو کسی طرح ممانعت نہیں۔

رہا حدیث مذکور من كان له امام کی بابت۔ سو یہ حدیث صحیح نہیں۔ امام بخاری نے جزء القرأۃ میں کہا ہے لم يثبت (ثابت نہیں) دوسرے محدثین بھی قریب قریب اسی کے حکم لگا گئے ہیں۔ ہدایہ کی تخریج میں حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کی تصحیح نہیں کی۔ اس لئے وہ احادیث صحیحہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور بر تقدیر ثبوت بھی وجوب فاتحہ کی منافی نہیں کیونکہ اس میں جو قرأت کا لفظ ہے اس سے سوائے فاتحہ کے باقی قرأت قرآن مراد ہے اس لئے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتب اصول میں صاف لکھا ہے کہ عام اور خاص میں مقابلہ کے وقت عام اتنے حصے میں مخصوص ہو جائے گا جتنے حصے کو عام اور خاص دونوں شامل ہیں۔

نورالانوار میں ہے:

اذا اوصی نجاتم للانسا ن ثم بالفص منه الاخران الحلقة للاول والفص بينهما بخلاف ما اذا اوصی بالفص بكلام موصول فانّه يكون بيانا لانّ المراد بالخاتم فيما سبق الحلقة فقط فتكون الحلقة للاول والفص للثانی۔ ❶

چوں کہ ادلہ شرعیہ کے حکم میں تقدم وتاخر معلوم نہیں ہوسکتا اس لئے لامحالہ اتصال پر حمل ہوں گی نتیجہ یہ ہوا کہ من كان له امام والی حدیث میں قرأت سے مراد سوائے فاتحہ کے ہے۔ یہ معنی امام بیہقی وغیرہ نے بھی کئے ہیں اور یہی راجح ہیں۔ جمعاً بين الادلة ۔اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ مقتدی پر فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے باقی میں امام کی قرأت کافی ہے۔

فاتحہ خلف الامام: گنگوہی تحریر

○..... جناب رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی کا الحمد شریف پڑھنا اور نہ پڑھنا کیسا ہے اور آمین بالجہر اور بالسر میں اولویت کس کو ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ قرأت کا پڑھنا مقتدی کو مختلف فیہ ہے۔علی ہذا آمین بالجہر میں بھی اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ قرأت فاتحہ خلف امام اور آمین بالجہر کو منع کرتے ہیں۔

○..... جناب گنگوہیؒ سے سوال ہوا کہ جو شخص خلف امام، الحمد پڑھتا اور آمین بالجہر کہتا ہو، اس کو ملامت کرنا اور منع کرنا کیسا ہے؟

تو انہوں نے فرمایا جو شخص فاتحہ پڑھتا ہو یا آمین بالجہر کہتا ہو اس کو ملامت نہ کرنا چاہیے بشرطیکہ وہ شخص نہ پڑھنے والوں کو نہ برا کہتا ہو اور نہ برا سمجھتا ہو۔ ورنہ وہ شخص عاصی ہوگا۔ فقط۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ ❷

---

❶ ص ۶۹ مطبوعہ انوار محمدی لکھنوی ❷ فتاوی رشیدیہ۔ص ۳۰۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

○.....جب ان سے سوال ہوا کہ صلوۃ جہری میں سکتات امام میں سورۃ فاتحہ پڑھنی مستحب ہے یا نہیں؟ بر تقدیر مستحب ہونے کے تو حالت سری میں بدرجہ اولی ہوگی۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مذہب قوی حنفیہ کا یہ ہے کہ مقتدی کو فاتحہ پڑھنا جہریہ سکتات میں اور سریہ میں مطلقاً مکروہ ہے۔ اور بندہ کے نزدیک بحسب دلیل یہی مذہب قوی ہے اگر چہ اس میں اختلاف آئمہ کا ہے۔ اگر سبیل الرشاد آپ دیکھیں تو لطف اس مسئلہ کا آپ کو معلوم ہو جاوے گا۔ فقط۔ واللہ تعالی اعلم۔ ❶

سوال یہ نہیں تھا کہ حنفیہ کا قوی مذہب کونسا ہے، سوال یہ تھا کہ سنت رسول اور آثار صحابہ کی روشنی میں صلوۃ جہری میں قرأت فاتحہ سکتات امام میں پڑھنا مستحب ہے کہ نہیں؟ گنگوہی مرحوم نے حنفیہ کا قوی مذہب بیان کرنا شروع کر دیا۔ جس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حنفیہ کا (کمزور ہی سہی) یہ مذہب بھی ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے۔

جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے رسالہ سبیل الرشاد پر جناب محمد حسین بٹالویؒ نے محققانہ تبصرہ کیا تھا جو اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ میں شائع ہوا۔ ہم کسی مناسب موقع پر یہ تبصرہ نذر قارئین کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی۔

فاتحہ خلف الامام: ابوالکلام کے خیالات

جناب ابوالکلام آزادؒ نے بھی مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر اظہار خیال کیا ہے۔ اور اپنے دور طالب علمی میں (جب کہ وہ حنفی المذہب تھے) اپنے والد گرامی سے (جو نہایت متشدد حنفی تھے) ہونے والی ایک بحث کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

والد مرحوم نے، مجھے یاد ہے، ایک مرتبہ بیضاوی پڑھاتے ہوئے ضمناً قرأۃ فاتحہ کی بحث چھیڑی اور ایک بہت مفصل تقریر کی۔ زیادہ تر وہی نظریے اور دلائل تھے..... بڑا زور وہی ابو ہریرہؓ کی مشہور روایت پر تھا۔ اقرء بها فی نفسك

فی نفسك سے استدلال یہ کیا جاتا کہ قرأت بالالفاظ والصوت سے منع کیا اور قرأۃ نفسی کا حکم دیا۔ پھر قرأۃ نفسی کے یہ معنی کئے جاتے تھے کہ نفس کا تخیل وتصور۔

---

❶ فتاوی رشیدیہ۔ ص ۳۰۹۔۳۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب ابوالکلام آزاد کہتے ہیں کہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت میرا ذہن یہاں تک پہنچ چکا تھا کہ صدر اول کی زبان فلسفہ ومنطق کی زبان نہ تھی۔ میں نے معترضین کی طرف منسوب کر کے (والد سے) عرض کیا کہ کہا جائے گا کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا یہ مطلب کہاں ہے؟ عربی میں نفس کا اطلاق ایسے موقعوں پر تو ذات خاص پر ہوتا ہے، جیسے خود آپ یا فارسی میں کہتے ہیں خود۔ چنانچہ نفسه وانفسکم وغیرہ کا مطلب، فلسفے کا مصطلحہ نفس نہ ہوگا، بلکہ یہی ہوگا کہ اس کی ذات، اور تمہاری ذوات، مثلاً کہیں گے جاء بنفسه تو یہ مطلب تو نہ ہوگا، جو اس حدیث میں بتلایا جاتا ہے۔ پس اقراء بها فی نفسك تو معترضین کیلئے مفید ہے، نہ کہ قائلین کیلئے۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ فی نفسک یعنی اپنے اندر پڑھ لے۔ مقصود یہ تھا کہ پکار کر نہیں پڑھنا چاہیے۔ اس طرح آہستہ آہستہ پڑھنا چاہیے، جیسے آدمی اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے۔

جناب ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:

والد مرحوم ایک لمحے کے لئے میری طرف دیکھنے لگے، اس لئے کہ جہاں تک میرا خیال ہے، یہ بالکل نیا اعتراض تھا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اب خود دیکھا تو معلوم ہوا کہ اتنی صاف اور قطعی بات، فریق ثانی کی کسی کتاب میں بھی موجود نہیں ہے۔ البتہ مولوی عبدالحی مرحوم نے آہستہ پڑھنے پر اس سے استدلال ضرور کیا ہے، مگر پھر بھی یہ اعتراض نہیں کیا، حالانکہ وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ عربی زبان میں قطعاً وہ معنی نہیں ہو سکتے، جو ابن ہمام وغیرہ کہتے ہیں۔

والد مرحوم نے کہا:

اپنے آپ سے کہنے کا کیا مطلب ہوا؟ یہی مطلب ہوا کہ اپنے ذہن میں تصور کرے۔

میں نے کہا: تصور کا تو یہاں کچھ بھی ذکر نہیں ہے۔ صرف اقرء موجود ہے، اور اعتراض یہ ہوگا کہ قرأۃ صوتی اور قرأۃ نفسی کی جو تقسیم اب کی جاتی ہے، یہ اس وقت کہاں تھی؟

مگر اس پر انہوں نے (یعنی والد صاحب نے) توجہ نہ کی، اور اسی پر زور دیتے رہے کہ مقصود یہ کہ ویسی قرأۃ نہ کی جائے، جیسی آہستہ یا پکار کے کی جاتی ہے۔ اور وہ تیسری چیز یہی ہے جو ہم کہتے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ (میرا) اعتراض دفع نہ ہوا، لیکن میں زیادہ اصرار بھی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرسکتا تھا۔ ❶

فاتحہ خلف الامام: بنارسی تحریر

بنارس میں ایک مرتبہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ بڑے زور شور سے اٹھا۔ احناف اور اہل حدیث کے علماء کے درمیان ایک عرصہ تک بحث چلتی رہی۔ اس سلسلے میں جناب نذیر احمدؒ رحمانی نے مسجد اہل حدیث مدن پورہ (معروف بہ مسجد طیب شاہ) بنارس میں (۱۹۶۱ء میں) ایک تقریر میں کہا:

سورۃ فاتحہ کے بارے میں احناف کے ساتھ اہل حدیث کا جھگڑا نہ امام کے بارے میں ہے نہ منفرد کے بارے میں، کیونکہ ان دونوں کے بارے میں تو احناف بھی مانتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ جھگڑا صرف مقتدی کی قرأت میں ہے اور وہ بھی خاص سورۃ فاتحہ کے بارے میں۔ سورۃ فاتحہ کے علاوہ کسی دوسری سورت یا سورت کی کسی آیت کے پڑھنے کے ہم بھی قائل نہیں۔ جب جھگڑا خاص سورۃ فاتحہ کے پڑھنے یا نہ پڑھنے کا ہے تو ہم کو دلیلیں بھی خاص سورہ فاتحہ ہی کے بارے میں تلاش کرنی چاہئیں۔

چنانچہ ہم کو ایسی بہت سی حدیثیں ملتی ہیں جن میں آنحضرت ﷺ نے سورۃ فاتحہ کا نام لے کر فرمایا ہے کہ جو شخص اس کو نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی۔ کبھی عام الفاظ میں فرمایا، جس میں منفرد، امام، مقتدی، مرد، عورت، چھوٹے، بڑے سب داخل ہیں۔ اور کبھی خاص مقتدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ مگر اس مضمون کی کوئی روایت ہم کو نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ نے خاص سورۃ فاتحہ کا نام لے کر مقتدیوں سے فرمایا ہو کہ تم لوگ اس کو بھی نہ پڑھا کرو۔ اگر کسی حنفی عالم میں ہمت ہو تو اس مضمون کی کوئی ایک ہی حدیث پیش کرے۔

جناب نذیر احمدؒ رحمانی کی اس تقریر کے دو ماہ بعد احناف کی انجمن اشاعۃ الحق بنارس نے پھر اس مسئلہ کو چھیڑا۔ تو اس کے جواب میں یکم جنوری ۱۹۶۲ء کے ترجمان دہلی میں اہل حدیث بنارس کی طرف سے درج ذیل تحریر شائع ہوئی۔

---

❶ آزاد کی کہانی، آزاد کی زبانی۔ از عبدالرزاق ملیح آبادی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فاتحہ کے بارے میں پہلی حدیث یوں ہے:

عن عبادة بن الصامت انّ رسو ل اللّٰہ ﷺ قال:((لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب)) ❶

''عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی نماز اس شخص کی نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی۔''

اس حدیث کے ذیل میں جناب احمد علی سہارن پوریؒ، بخاری کے حاشیہ میں بحوالہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

و اوجبنا الفاتحة بهذا الحديث

یعنی اسی حدیث سے ہم بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب کہتے ہیں۔

دیکھئے ایک بڑے حنفی عالم کو تسلیم ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔ مگر پھر حنفی مذہب کی پاس داری میں یہ تاویل کر دیتے ہیں کہ مقتدی اس سے مستثنیٰ اور خارج ہیں۔ حالانکہ اس حدیث میں نہ کسی نماز کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور نہ کسی نمازی کو۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے بالکل عام لفظ فرمایا کہ کسی نمازی کی کوئی نماز بغیر سورۃ فاتحہ کے نہیں ہوتی۔

دوسری حدیث یوں ہے:

عن عبادة بن الصّامت قال صلّى رسول اللّٰہ الصبح فثقلت علیه القرأة فلمّا انصرف قال:

((انّی اراکم تقرؤن وراء امامکم)) قال قلنا یارسول اللّٰہ ای واللّٰہ ۔ قال:((لاتفعلوا الّا

بامّ القرآن فانه لاصلوة لمن لم یقرء بها)) ❷

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلھا، رقم الحدیث:۷۵۶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، رقم الحدیث:۳۴۔۳۹۴ (سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث:۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۳۱۱

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث:۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۳۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(عبادہؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی تو آپ پر قرأت بھاری ہوئی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے مقتدیوں سے کہا میرا خیال ہوتا ہے کہ تم لوگ اپنے امام کے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول، خدا کی قسم ہم پڑھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ام القرآن (فاتحہ) کے سوا کچھ مت پڑھو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے)۔

تیسری حدیث یہ ہے:

عن انس انّ النّبیّ ﷺ صلّی باصحابه فلمّا قضی صلوته اقبل علیهم بوجهه فقال: ((اتقرؤن فی صلوتکم و الامام یقرء)) فسکتوا ۔ فقالها ثلاث مرات فقال قائل او قائلون انا لنفعل۔ قال:((فلا تفعلوا ولیقرء احدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه)) ❶

(انسؓ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم لوگ اپنی نماز میں پڑھتے ہو جب کہ امام پڑھتا ہے؟ سب صحابہ چپ رہے۔ آپ نے اس سوال کو تین بار دہرایا تب ایک شخص یا کئی اشخاص نے کہا کہ بیشک ہم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا مت کیا کرو ہاں سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھ لیا کرو)

ان تینوں حدیثوں میں خاص سورۃ فاتحہ کا نام لے کر آپ نے پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ ہاں پہلی حدیث اس لحاظ سے عام ہے کہ اس میں نہ کسی نماز کی تخصیص ہے اور نہ کسی نمازی کی۔ خواہ نماز سری ہو خواہ جہری، جنازہ کی ہو یا پنج وقتہ، سفر کی ہو یا حضر کی، رات کی ہو یا دن کی، فرض ہو یا سنت یا نفل۔ اسی طرح نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت، امام ہو یا منفرد یا مقتدی۔ سب کے لئے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

---

❶ جزء القرأۃ للبخاری ص ۶۳۔ ورواہ ابو یعلی والطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی فی مجمع الزائد ورجالہ ثقات ج ۲ ص ۱۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوسری اور تیسری حدیث میں خاص مقتدیوں کا ذکر ہے کہ ان کو مخاطب کر کے آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کے سوا دوسری سورت یا آیت پڑھنے سے منع فرمایا مگر فاتحہ کے پڑھنے سے منع نہیں کیا بلکہ اس کے برخلاف اس کے پڑھنے کا حکم دیا۔

جس طرح ہم نے خاص سورۃ فاتحہ اور مقتدی کے بارے میں صاف صاف اور واضح روائتیں پیش کی ہیں اسی طرح دنیا کا کوئی حنفی عالم اگر ایک بھی صحیح حدیث اس مضمون کی پیش کر دے کہ: رسول اللہ ﷺ نے خاص فاتحہ کے پڑھنے سے بھی منع فرمایا ہے اور مقتدیوں کو خطاب کر کے کہا ہے کہ تم لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ بھی مت پڑھا کرو تو ہم ایک ہزار روپئے نقد اس کو مجمع عام میں دینگے۔ کسی حنفی عالم میں ہمت ہو تو سامنے آئے اور ہم سے یہ انعام موعود حاصل کرے۔ ❶

اس اشتہار کے جواب میں کوئی انعام لینے کیلئے سامنے نہیں آیا۔ تاہم ۶ رجب ۱۳۸۱ھ۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء احناف کی انجمن اشاعۃ الحق بنارس کی طرف سے ایک اشتہار نکلا اور بتایا کہ اہل حدیث کا جواب اسی صورت میں قابل قبول ہوگا جب وہ اپنے موقف کے اثبات کے لئے ایسی حدیث پیش کریں جو صحیح، مرفوع، متصل، متواتر، واضح، اور صریح ہو۔ قیاسی اور تاویلی مضمون نہ ہو۔

اس کے جواب میں انجمن توحید باگڑ بلی (مدن پورہ) نے پوچھا کہ یہ آٹھ شرطیں (صحیح، مرفوع، متواتر، متصل، صریح وغیرہ) صرف اسی حدیث کے معتبر اور مقبول ہونے کے لئے ضروری ہیں جن کا مطالبہ اہلحدیث سے کیا گیا ہے؟ یا جن جن مسائل کے احناف قائل ہیں اور ان کے ثبوت کیلئے جو حدیثیں وہ پیش کرتے ہیں، ان کے معتبر اور مقبول ہونے کے لئے بھی ان آٹھ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے؟

اگر جواب اثبات میں ہے تو ہدایہ، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے:

انّ الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها فى الشّرع من كتب۔

---

❶ اراکین حلقۃ الخطابۃ جامعہ رحمانیہ بنارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(یعنی ہدایہ قرآن کی طرح ہے کہ اس نے ان تمام کتابوں کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے شرع میں تصنیف کی گئیں)۔

اس ہدایہ میں جتنے اختلافی مسئلے ہیں انہیں آپ لوگ اپنی مذکورہ بالا آٹھوں شرطوں کے مطابق حدیثوں سے ثابت کر دیں تو ہم آپ کو ہر ہر مسئلہ پر پانچ پانچ سو روپئہ انعام دیں گے۔ اور یہ چیلنج تمام علمائے احناف کو ہے۔ ❶

ہمیں معلوم نہیں ہو سکا کہ احناف نے یہ چیلنج قبول کیا تھا یا نہیں؟

---

❶ پندرہ روزہ ترجمان دہلی۔ یکم جنوری ۱۹۶۲ء ص ۵۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

هداية المعتدى فى القرأة للمقتدى

قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ پر احناف اور اہلحدیث کی جانب سے کئی رسائل اور کتابیں لکھی گئیں۔ سید نذیر حسینؒ کی زندگی میں دہلی کے احناف نے اس مسئلے پر تحقیق قرأۃ المقتدی کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا تو آپ نے اپنے عزیز شاگرد جناب عبدالعزیزؒ رحیم آبادی کو اس کا جواب لکھنے کے لئے کہا۔ جناب رحیم آبادیؒ نے هداية المعتدى فى القرأة للمقتدى کے نام سے اس کا جواب لکھا جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

بالفعل ایک رسالہ مطبع خادم الاسلام دہلی میں چھپ کر شائع ہوا ہے جس کو حنفیوں کے بڑے بڑے مولویوں نے مشورے کر کے چھپوایا ہے۔ نام اس رسالہ کا تحقیق قرأة المقتدى لکھا ہوا ہے۔ معنی متبادر اس نام کا تو اثبات قرأۃ مقتدی ہے مگر یہ رسالہ ابطال قرأۃ میں ہے۔ مضمون رسالہ کو دیکھ کر انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ برعکس نہند نام زنگی کافور۔ دعوی علم خود اور تجہیل دیگراں تو اس رسالہ میں بہت ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بایں زور وشور نام رکھنے کا سلیقہ بھی صاحب رسالہ کو نہیں ہے۔ اسکے جواب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسے مضامین اور اس سے بڑھ کر مولوی احمد علی سہارن پوری وغیرہ لکھ چکے ہیں اور ان کا ردکما حقہ اہل حق کی طرف سے ہو چکا، جس کا جواب حنفیوں کی طرف سے آج تک نہ ہو سکا۔ مگر ان حضرات کا قاعدہ یہ ہے کہ جواب تو ان سے اہل حق کی تحریروں کا ہو نہیں سکتا، مگر اتنا ہے کہ اسی پرانے گیت کو لئے بار بار گائے جاتے ہیں۔ اور اس کے بطلان بالادلة والبينات سے ان کے کان بھی نہیں کھڑے ہوتے ہیں۔

﴿ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ ﴾ (الاعراف:۱۷۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور روایات ضعاف وموضوعات علاوہ اپنی مفتریات اور اکاذیب ان کا سرمایہ قیل وقال ہے۔ مکالمت ومخاصمت کی جگہ میں تو یہ ان کا حصہ ہی ہے۔ غیر موقع خصومت میں بھی ان کی یہی روش ہے۔ مولوی شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النعمان کو کوئی دیکھے۔ بھلا سیر وتاریخ میں تعصب اور عناد کو ظاہر کرنا اور جھوٹی باتیں لکھنا اور جھوٹے حوالے دینا، کس کا کام ہے۔

((اذا حدث کذب ، واذا خاصم فجر)) ❶

میں اس رسالہ کا جواب نہ لکھتا، مگر ان حضرات کی لن ترانی اور عوام بے چاروں کی خاطر پریشانی مجھ کو محرک ہوئی۔

اس رسالہ کے صفحہ نمبر ایک اور صفحہ نمبر دو میں صرف کلمات زشت اور سخن ہائے درشت و نازیبا مخاطب کو سنائے گئے ہیں۔ اور اس پر حسرت ظاہر کی گئی ہے کہ شہر دہلی علماء سے ایک لخت خالی ہوگیا۔ میں یہاں صرف اتنا کہنا بے موقع نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ علم ویقین ہے تو آپ اپنے کو کس میں شمار کرتے ہیں۔ اور اپنی تحریر کے اعتبار کا خود کس قدر اندازہ فرماتے ہیں۔

رسالہ کے صفحہ نمبر ۳ میں آپ نے آغاز کلام میں خلاصہ کلام مفتی: مسئلہ مختلف فیھا میں قرآن وحدیث سے رجوع کرنا چاہیے، پر آپ کا یہ اعتراض ہے: مسئلہ مختلف فیہ مجتہدین میں جس پر ظنی دلائل ہر طرف سے قائم ہوئی ہے کیا کیا جاوے۔

میں (عبدالعزیز) کہتا ہوں کہ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ حسب تصریح اصول فقہاء و محدثین بنظر وجوہ ترجیح ایک جانب مرجح ہوتا ہے و الا تساقطا ہوتا ہے۔ کوئی کتاب اصول کی ایسی نہیں جس میں یہ مذکور نہ ہو۔ تعجب ہے کہ آپ اس صورت کو سوچ کر کیوں متحیر ہو کر کہنے لگے (کیا کیا جاوے؟)۔ اس پر بھی آپ کو تنبیہ نہ ہو تو کوئی صورت اسی مسئلہ کی خیال کر کے مجھ سے پوچھئے تو میں آپکو بتا دوں۔ خاص کر جس صورت میں آپ کو مزید تحیر ہو، اسی کو پوچھئے میں اس کو سمجھا دوں گا تو آپکی پوری تسکین ہو جائیگی بغیر اسکے غالبًا آپ نہ سمجھیں گے۔

اس رسالہ کے صفحہ نمبر تین میں مفتی کے قول: دار مدار احکام دین رسول اللہ کا صحاح ستہ ہی پر ہے، پر آپ کے دو اعتراض ہیں۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب خصال المنافق، رقم الحدیث: ۱۰۶۔۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نمبرا۔ بخاری ومسلم تو لکھتے ہیں کہ میں نے استیعاب احادیث صحیحہ کا نہیں کیا۔اور یہ تمام احکام دین کو ان میں منحصر سمجھیں۔نمبر۲۔اللہ رسول کا کلام جب کہ اختلاف سے مبرا ٹھہرا اور مدار دین کا صحاح ستہ ہی پر ہوا۔تو صحاح ستہ تو احادیث مختلفہ سے پر ہیں۔

اعتراض اول کے جواب میں اول یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسب نقل آپ ہی کے مفتی نے تو صحاح ستہ کی نسبت کہا اور آپ اپنے اعتراض میں صرف بخاری مسلم کو کیوں فرماتے ہیں شائد اس مقام کے لکھتے وقت حافظہ وخیال میں تغیر ہو گیا۔

اعتراض نمبر دو کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ وجوہ ترجیح سے اگر قطع نظر کیا جاوے تو یہ مشکل آپ کی فقہ میں کہیں زیادہ ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ مصفّی میں فرماتے ہیں:

آنچہ مسطور و مدون شدہ است غیر کافی و در آنہا اخنا بسیار وطرق آں تا مجتہدین غالباً منقطع۔

حیرت ہے کہ آپ ان کتابوں کو تو واجب العمل کہیں اور صحاح ستہ کے عمل والوں پر زبان دراز کریں۔اور ایسے اعتراض کریں۔..... یہاں پر موجب حیرت آپ کا یہ فقرہ ہے جو آپ اہل حدیث کے ذمہ لگاتے ہیں:

آپ کے نزدیک بجز ان چھ محدثین کے اور محدثین مجتہدین مفسرین وغیرہ سب بے کار ہیں۔

جناب من! یہ تو آپ ہی لوگوں کا دین وایمان ہے کہ سوائے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اجتہادات کے سارے آئمہ محدثین مجتہدین مفسرین اور کتب حدیث وتفسیر کو آپ نکما اور نا قابل تسلیم کہتے ہیں۔.....

آپ کے اس قسم کے مضامین کی طرف مزید توجہ نہیں کرتا کیونکہ ایسی فضول باتوں میں پڑنا بے فائدہ ہے۔نفس مسئلہ کے متعلق میں جواب لکھتا ہوں۔

رسالہ کے صفحہ نمبر۴ میں آپ لکھتے ہیں:

جو محدثین نے باب باندھ کر لکھ دیا وہ حکم ناطق ہے اور جو حدیث اس کے ذیل میں درج کر دی خواہ قریب المعنی ہو یا وہ بعید المعنی، یا وہ حدیث کسی درجہ کی ہو، دلیل کافی ہے۔

یہ لکھ کر آپ نے امام بخاریؒ کے ترجمہ باب:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وجوب القرأة للامام والماموم فی الصّلوة کلّها فی الحضر والسّفر وبالجهر فیها ومایخافت ❶

اس کے تحت میں جابر بن سمرہ والی حدیث نقل کرنے پر چوٹ کی ہے اور یوں فرماتے ہیں:

بخاری ایک باب لکھ کر جس میں سورہ فاتحہ کا ذکر بھی نہ ہو اور پھر اس میں وہ ایک قصہ لکھیں کہ جس میں الحمد کا نہ صراحۃً، نہ اشارۃً کچھ ذکر ہو، ایسی حدیث سے زبردستی ہے فرض فاتحہ اور پھر خلف الامام استدلال کرنا۔ الخ۔

جناب من! بات یہ ہے کہ امام بخاری کے وجہ استدلال کو سمجھنا ایک تو قابلیت پر موقوف ہے دوسرے معانی نصوص کے ادراک کے لئے شرط یہ ہے کہ انسان تقلید سے دور ہو کر دیکھے تو البتہ یہ دولت بفضلہٖ تعالیٰ نصیب ہو:

ایں دولت جاوید نہ آید بکف کسی بے سابقہ فضل خداوند تعالیٰ

اب سنئے امام بخاریؒ نے اس باب میں وجوب قرأت جمیع نماز میں لکھا ہے اور جمیع نماز کی چند صورتیں بیان کی ہیں۔ نماز امام۔ نماز مقتدی۔ نماز حضری۔ نماز سفری۔ نماز جہری۔ نماز سری۔ اور مجموع مضمون باب کے متعلق تین حدیثیں نقل کی ہیں۔ اول حدیث جابر بن سمرہ والی۔ اس حدیث کے مضمون ((ارکد فی الاولین واخف فی الآخرین)) سے قرأۃ ہر چار رکعت میں ثابت کیا جو حنفیہ کے خلاف ہے، کیونکہ ان کے یہاں پچھلی دو رکعتوں میں قرأۃ فرض نہیں۔ اور کنت اصلّی بهم صلوة رسول اللّٰه..... سے عموم وجوب قرأت فی الصلوۃ (جس کا، فرد صلوۃ مقتدی بھی ہے) پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ سعدؓ نے اس سے اشارہ کیا تھا طرف قول آنحضرت ﷺ ((صلّوا کما رأیتمونی اصلی)) ❷ کے اور اصول کا مسئلہ ہے کہ ظاہر امر وجوب کیلئے ہوتا ہے اور اس حکم عام کی تخصیص کسی امر میں بغیر مخصص مساوی کے نہیں ہو سکتی۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والماموم فی الصلوات کلها، رقم الحدیث: ۷۵۶
صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، رقم الحدیث: ۳۴۔۳۹۴

❷ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الاذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ، رقم الحدیث: ۶۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس جابر بن سمرہ والی حدیث سے مطلق قرأۃ جمیع نماز (جس کا، فرد نماز مقتدی ہے) میں صاف ثابت ہے اور یہی ترجمہ باب ہے بخاری کا۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں تحت لفظ حدیث ((ارکد فی الاولین)) لکھتے ہیں ای اطول فیھما القرأۃ یعنی پہلی دو رکعتوں میں قرأۃ کو طول کرتا ہوں۔ جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ حضرت سعد پہلی دو رکعتوں میں قرأت طول کرتے تھے اور پچھلی دو میں تخفیف قرأۃ کرتے تھے۔ کما قال اخف فی الآخرین۔ اور حنفیوں کے محدث مولوی احمد علی سہارنپوری جن کو صاحب رسالہ خواہ مخواہ مقبول الفریقین کہتے ہیں۔ وہ حاشیہ صحیح بخاری میں استشہاداً کرمانی سے نقل کرتے ہیں:

قولہ فارکد ای اقیمہ طویلاً اطول فیھما القرأۃ وفیہ المطابقۃ التّرجمۃ۔

باقی رہا آپ کا یہ فرمانا کہ جابر بن سمرہ والی حدیث میں سورۃ فاتحہ کا کہاں ذکر ہے؟ جناب من! مطلق قرأۃ مقتدی کے تو آپ لوگ قائل ہو جایئے۔ بعد میں اس کے مطلق کی تعیین میں کلام فرمایئے۔ اور مطلق کی تعیین سے آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ لوگ تو اس میں مشاق ہیں۔ مطلق اہل ذکر کی تعیین ساتھ امام ابوحنیفہؒ کے اپنے جی سے کر ڈالتے۔ اور یہاں تو سورۃ فاتحہ کی تعیین میں احادیث بکثرت وارد ہیں۔ اور آخر حنفیہ بھی یہاں تعیین کرتے ہیں۔ گو غیر مقتدی کے لئے سہی۔ اور قرأۃ فاتحہ کو واجب کہتے ہیں۔ پس اس باب کے تحت میں امام بخاری تین حدیثیں لائے ہیں۔ پہلی حدیث سے مطلق قرأۃ کا وجوب ثابت ہے۔ اور دوسری حدیث میں اس مطلق کی تعیین صریح ہے۔ یعنی عبادہؓ بن صامت والی روایت ((لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب)) سے سورۃ فاتحہ کا وجوب صریح ثابت ہے، چنانچہ مولوی احمد علی صاحب بھی حاشیہ بخاری میں لکھتے ہیں:

و اوجبنا الفاتحۃ بھذا الحدیث۔

یعنی ہم لوگ اسی حدیث سے سورۃ فاتحہ کو واجب کہتے ہیں۔

پس وجوب فاتحہ کے ثابت ہونے میں کلام نہیں رہا۔ باقی رہا مقتدی کو اس حکم سے نکالنا، اس کا جواب موقع پر آئے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تیسری حدیث اس باب میں ابو ہریرہؓ والی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے ((اقرء ماتیسّر معك من القرآن)) ہر چند اس حدیث میں ما تیسّر عام ہے مگر عبادہؓ والی روایت بیان کر دیتی ہے کہ ما تیسّر سے مراد فاتحہ ہے اور آیات وحدیث میں ایک کی تفسیر اور بیان دوسری سے ثابت وشائع ہے۔ اگر ناواقف حنفی اس سے انکار کرے تو ان سے پوچھنا چاہیے کہ قربانی کے بارہ میں قرآن میں تو ما تیسّر من الھدی ایسا ہی لفظ (جو آسان ہو) وارد ہے۔ پھر وہاں آپ لوگ مسنّہ وغیرہ کی قید کیوں لگاتے ہیں۔ آخر آپ لوگ یہی فرمائیں گے کہ مسنّہ وغیرہ قید احادیث سے ثابت ہے، تو یہاں ہم بھی وہی کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کی قید بھی احادیث صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے اور اس میں حنفیوں کو کلام بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بھی وجوب فاتحہ کے قائل ہیں۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے ﴿ربّک فکبّر﴾ سے تکبیر تحریمہ فی الصلوۃ مراد لیتے ہیں۔ ﴿قوموا للّٰہ قانتین﴾ سے قیام فی الصلوۃ مراد رکھتے ہیں۔ اور علی ہذا القیاس۔ اور اس کو تو آپ بھی مانتے ہیں چنانچہ اپنے رسالہ کے صفحہ ۵ میں فرماتے ہیں:

علی الرّأس والعین لیکن وہ مدعا جو خلف الامام کا ہے جب سمجھا جاتا جب منع قرأۃ خلف الامام میں آیات قرآن اور حدیثیں۔ الخ

یہ کلام آپ کا باعلان پکار رہا ہے کہ دلائل مذکورہ سے ثبوت قرأۃ خلف الامام میں آپ کو کلام نہیں۔ مگر بزعم آپ کے آیت وحدیث اس کی مخصص موجود ہے جو مقتدی کو اس حکم سے نکال دیتی ہے۔ اس صورت میں آپ کو استدلال پر چوٹ کرنا اور ایک حصہ اپنے رسالہ کا اس میں سیاہ کرنا اور کلمات زشت سے اپنی زبان وقلم کو آلودہ کرنا مناسب نہ تھا۔ اس کے بجائے صرف تحقیقات اس عموم کی پیش کرتے اور حدیث عبادۃ بن صامت کا معارضہ (اپنے زعم میں سہی) فرماتے۔

دوسری روایت عبادہؓ بن صامت والی۔ اس سے ثبوت فاتحہ خلف الامام میں آپ مقر ہیں۔ صرف مانع ثبوت منع قرأت خلف الامام میں آیات وحدیث آپ فرماتے ہیں۔ چناں چہ آپ کا یہ قول ہے:

علی الرأس والعین لیکن وہ مدعا جو خلف الامام کا ہے جب سمجھا جاتا جب منع قرأۃ خلف الامام میں آیات قرآن اور حدیثیں۔ الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور آپ فرماتے ہیں:

اس کی تصریح مع دلائل قرآن وحدیث حصہ دوم میں ہے۔

میں (عبدالعزیز) نے آپکے رسالہ کے حصہ دوم کو دیکھا۔اس میں آپ نے کوئی آیت یا حدیث اس مضمون کی نہیں لکھی ہے جس میں قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا منع ہو۔البتہ مطلق قرأت کی نفی مفہوم ہوتی ہے۔اور صیغہ عموم سے حکم خاص منطوق کی نفی نہیں ہوسکتی جیسا کہ واقف اصول پر پوشیدہ نہیں۔کیا آپ لوگ اپنے مذہب کے اصول فقہ کو نہیں مانتے۔ذرا اس کی تصریح فرمایئے تو میں کچھ عرض کروں۔اگر آپ ایسا کہیں گے تو آپ کو مسح علی الخفین کے مسئلہ میں عدم جواز مسح کا قائل ہونا پڑے گا کیونکہ جس طرح قرأت کے بارہ میں حکم عام وارد ہے ایسے ہی آیت وضو میں پیر دھونے کے بارے میں حکم عام وارد ہیں اور اس سے قرأت فاتحہ کی صورت خاص کی جاتی ہے اس جگہ آپ نے بے محل یہ لکڑی بھی لگا دی ہے۔

یہ بھی لحاظ رہے کہ اس جگہ مراد نہ ہونے سے کامل اور اچھے نہ ہونے سے ہے ذات مراد نہیں ہے، نفی کمال ہے۔الخ

کیوں جناب جو چیز دو اجزاء ہے، اس کا ایک جزء نہ ہو تو آپ اس کو پوری وہ چیز کہیں گے؟ لفظ خداج پکار رہا ہے کہ جس نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی گئی وہ نماز ناقص ہے یعنی ایک رکن اس کا کم ہے۔لفظ خداج میں یہ معنی کیوں کر پیدا ہو گیا کہ نماز بہ جمیع اجزاء ہوگئی صرف بعض صفات گھٹ گئے ہیں۔ھی کی ضمیر نماز کی طرف پھرتی ہے یا صفات نماز کی طرف پھرتی ہے۔اور وہ مرجع کہاں مذکور ہے۔نصوص شرعیہ میں ایسے مضامین زبردستی اپنی طرف سے ٹھونس دینا کیا مقتضائے دیانت وایمان ہے؟

۳۔دلیل حدیث ابو ہریرہ والی۔اس پر آپ کے تین اعتراض ہیں۔

نمبر اول، ما تیسّر معك من القرآن سے مراد فاتحہ کیونکر ہے، کون قرینہ اس پر دال ہے۔

نمبر دوم۔فاتحہ سے ﴿قل هو الله احد﴾ میں زیادہ تیسّر ہے اور تعیین سے تیسّر جاتا رہتا ہے۔

نمبر تین۔یہ حدیث منفرد کے حق میں ہے کیونکہ شخص مخاطب ایک ہی تھا۔

ان تینوں اعتراضوں کا جواب ملاحظہ فرمایئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اعتراض اول کا جواب تو مفتی کے کلام میں موجود ہے۔ نہ معلوم آپ کو کیوں نظر نہیں پڑا۔ مفتی کا کلام آپ خود نقل کرتے ہیں:

ابوداؤد میں اس حدیث میں بیان ہے۔ الخ

اس مضمون کو میں مکرر آپ کو سمجھاتا ہوں ابو ہریرہؓ والی روایت چند طرق سے مروی ہے بعض طرق میں ما تیسّر معك من القرآن اور بعض طرق میں ام القرآن صراحۃً مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراد ما تیسّر سے ام القرآن ہے لقاعدۃ: الاحادیث یفسّر بعضها بعضاً۔ چنانچہ مفتی صاحب نے اس قاعدہ کو بھی ذکر کر دیا ہے اور آپ نے اس کو نقل بھی کیا ہے۔

غور فرمائیے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر واقع ہوتی ہے اور یہاں تو ایک ہی حدیث کی ایک سند دوسری سند کی مفسر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شارع ﷺ نے ما تیسر اور ام القرآن دونوں لفظ بر سبیل تخصیص بعد تعمیم فرمائے تھے۔ کسی کو وہ یاد رہا اور کسی کو یہ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیث جیسے حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، رفاعہ سے بھی مروی ہے۔ اور رفاعہ والی سند میں ما تیسّر بھی وارد ہوا ہے اور ام القرآن بھی وارد ہوا ہے۔ دیکھو سنن ابوداؤد۔

جواب اعتراض نمبر۲: آپ کا یہ فرمانا کہ ﴿قل هو الله﴾ اور ﴿انّا اعطیناك﴾ میں زیادہ تیسر ہے۔ جناب من! وجود ایسریت غیر مانع تیسر شئے نہیں ہوتا۔ کلیات مشکلہ تو اپنے افراد پر یوں ہی صادق آیا کرتے ہیں۔ کیا ایک کپڑا زیادہ سیاہ ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ دوسرا کپڑا سیاہ نہیں ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر اعتراض فرمائیے۔ نیز تیسر اور ایسریت تو امور اضافیہ سے ہے۔ ایک ہی شئے باعتبار ایک کے یسر اور باعتبار دوسری کے عسر ہو سکتی ہے۔ ﴿قل هو الله﴾ اور ﴿انّا اعطیناك﴾ کو آپ خود ایسر فرماتے ہیں حالانکہ ﴿مدهامتان﴾ اس سے ایسر ہے۔

جواب نمبر۳۔ آپ کا یہ فرمانا کہ حدیث منفرد کے حق میں ہے کیونکہ مخاطب آنحضرت ﷺ کا ایک ہی شخص تھا۔ نہایت محل تعجب ہے۔ کیا وہ شخص جس کو آپ ﷺ نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی، ہمیشہ منفرد ہی رہتا، کبھی موقع اقتداء کا اس کو نہیں ملتا۔ آپ خود لکھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں:

یہ مقام تعلیم ہے اور پھر وہ بھی ایک اعرابی کو اور پھر حضرت ﷺ صاف اسکو فرمارہے ہیں۔

یہی تو میں کہتا ہوں کہ مقام تعلیم میں آنحضرت ﷺ صاف فرماتے ہیں کہ منفرد یا امام ہوتو قرأت کر اور مقتدی ہوتو مت پڑھ۔ بلکہ عموماً فرمارہے ہیں کہ جب نماز پڑھ تو قرأت کر جس سے ظاہر ہے کہ مقتدی اس سے مخصوص نہیں۔ لیجئے آپ ہی کی تقریر آپ کے مخاطب کو مفید ہوئی۔

۴۔ دلیل حدیث عبادہ بن صامت کی بروایت امام مسلم اس کی نسبت آپ صرف اس قدر فرماتے ہیں:

یہ وہی حدیث ہے جو بخاری میں آچکی اب چار اس جگہ ہوئیں۔

میں (عبدالعزیز) کہتا ہوں کہ اولاً مفتی نے یہ نہیں کہا کہ یہ چوتھی حدیث ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ امام مسلم بھی سورۃ فاتحہ خلف الامام کی حدیثیں لائے ہیں۔ اول حدیث عبادہؓ والی۔ اور وہ چار طرق سے لائے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ تعدد طرق کو تعدد کیونکر قرار دیا ہے۔ جب مفتی نے یہ کہا (گویا چار حدیثیں سمجھنی چاہئیں) تو آپ نے لفظ (گویا) کو لحاظ نہیں کیا۔ یا اس کے معنی نہیں سمجھے۔

۵۔ حدیث ابو ہریرہ والی بروایت مسلم۔ اسکی نسبت آپ چند امور فرماتے ہیں۔

نمبر ا۔ تو یہ کہ بغیر فاتحہ نماز ناقص ہوتی ہے، اس سے فرضیت جاتی رہی۔

اس کا جواب اولاً گزر چکا۔ علاوہ فرض و واجب کے تقسیم اور دونوں میں امتیاز کسی دلیل شرعی سے آپ ثابت تو کریں۔ فقہاء کی من گھڑت کون سنتا ہے۔

نمبر ۲۔ دریافت کرنا ابی السائب وغیرہ حضرت ابو ہریرہؓ سے صاف اس پر دلالت کرتا ہے کہ متن حدیث سے وہ بھی خلف الامام نہیں سمجھے۔

جواب۔ اس کا آپ بغور سنیں۔ یہ آپ کی غلط فہمی ہے۔ اگر ابوالسائب خلف الامام نہیں سمجھے تو باعث ان کے پوچھنے کا کیا تھا؟ یہی پوچھنا ان لوگوں کا دلیل صریح ہے اس پر کہ صلوۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقتدی کو عموم حدیث ابو ہریرہؓ کا شامل ہونا انہوں نے سمجھا۔

رہی یہ بات کہ یہ سوال ان لوگوں کا کس امر سے تھا؟ میں اس کو بتا دیتا ہوں۔ نفس قرأت مقتدی تو ان لوگوں نے عموم حدیث سے سمجھا، مگر کیفیت قرأت مقتدی نہیں سمجھا تھا کہ کس طرح مقتدی پڑھے، جسکو ابو ہریرہ نے بتا دیا کہ جی میں پڑھ، تاکہ نزاع فی القرآن نہ ہو۔

نمبر۳۔ قول ابو ہریرہ۔ اقرء بها فی نفسك کی نسبت آپ فرماتے ہیں:

یعنی دل میں پڑھ، تو زبان سے اس کی ممانعت ہوئی۔ الخ

کیا خوب قرأت کا معنی غور وفکر آپ نے کہاں سے تراشا ہے۔ کوئی سند اس کی پیش کیجئے۔ دوسرے حضرت ابو ہریرہؓ نے اس پر استدلال کیا ہے، حدیث:

((قال اللّٰه عزّوجل قسمت الصّلوة بيني وبين عبدي نصفين ۔ ولعبدي ما سأل فاذا قال الحمد للّٰه ربّ العالمين)) الحد يث ۔ ❶

پس اس حدیث میں جو لفظ (قال) وارد ہے، بنا بر زعم آپ کے اسکے معنی غور وفکر ہونگے ورنہ استدلال حضرت ابو ہریرہؓ کا غلط ہوگا۔ حالانکہ قول کے معنی غور وفکر، ذکر، تحریف معنوی صریح ہے۔ تیسرے، غور وفکر میں سورۃ فاتحہ کی تخصیص کیا ہے۔ کیا ماسوا سورۃ فاتحہ میں غور وفکر کی ضرورت نہیں۔ باقی رہا یہ کہ آپ کو یہ شبہ رہے گا کہ ابو ہریرہؓ نے فی نفسك کیوں کہا، بجائے اس کے سراً کیوں نہیں کہا۔ اگر سرّ مقصود تھا تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کا مقصد غایت تبرکاً بتا دینا تھا اس لئے کہا اقرء بها فی نفسك ۔ پڑھ فاتحہ اپنے نفس میں یعنی ایسا پڑھ کہ نفس تیرا سنے اور کوئی دوسرا نہ سنے، تاکہ موجب منازعت نہ ہو اور ابو ہریرہؓ نے یہ فرما کر حدیث قسمت الصلوة بیان کی، اس غرض سے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ لوگ سہل انگاری نہ کریں۔ بلکہ اس کو مہتم بالشان سمجھیں۔ کیونکہ اللہ پاک نے اس سورۃ فاتحہ کو صلوۃ فرمایا، جو دلیل ہے اس کی کہ رکن اعظم نماز کا اور مہتم بالشان سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ہے، اسے بیان عظمت قرأت فاتحہ کی غرض سے حدیث قسمت الصلوة حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا ورنہ مطلق رکنیت اس کی تو حدیث سابق سے ظاہر ہو چکی تھی۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، رقم الحدیث: ۳۸۔۳۹۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس سے آپ کا وہ شبہ بھی دور ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ ❶

نیز۔ یہ تو آپ نے عجب بات کہی کہ ایک دلیل کے بعد اگر کوئی دوسری دلیل بھی ذکر کر لے تو آپ کہہ دیں گے کہ پہلی دلیل سے استدلال نہیں ہے ورنہ دوسری دلیل کیوں ذکر کی۔ صاحب ہدایہ جو ہر جگہ دو قسم کی دلیل لکھتے ہیں تو آپ وہاں بھی فرمائیے کہ پہلی دلیل بے کار ہے اور اس سے استدلال نہیں ہے۔

ہاں یہاں پر آپ یہ بھی فرماتے ہیں:

ایسر کسی کا عمل نہیں، شافعیہ امام کے سکتوں میں پڑھتے ہیں۔

یہ محض غلط بات ہے۔ شافعیہ یہ نہیں کہتے کہ بغیر سکتہ امام کے پڑھنا نہیں چاہیے۔ بلکہ ان کے نزدیک سورۃ فاتحہ نماز میں فرض ہے، امام سکتہ کرے یا نہ کرے۔ البتہ بصورت سکتہ امام وہ یہ کہتے ہیں کہ بہتر ہے سکتوں کے وقت پڑھنا۔ اور اس غرض سے شافعیہ نے کہا ہے کہ موقعہ اختلاف سے بچنا اچھا ہے یعنی جو لوگ سورۃ فاتحہ پڑھتے وقت بھی سکوت و استماع کے قائل ہیں ان کے بھی خلاف نہ ہو۔ چنانچہ نیل الاوطار میں منقول ہے:

وفعلنا حال السكوت الامام ان امكن احوط لانّه يجوز عند اهل القول الاول فيكون فاعل ذالك اخذ بالاجماع۔

یعنی قرأت امام کے سکوت کے وقت اگر ممکن ہو تو بہتر ہے کیونکہ وہ پہلے قول والوں کے نزدیک بھی جائز ہوگا۔ پس یہ کرنا اتفاق کو اختیار کرنا ہے۔

اسکے یہ معنی نہیں کہ حدیث لا صلوۃ پر شافعیہ کا عمل نہیں اور احادیث وجوب فاتحہ سے ان کا استدلال نہیں اور امام جو سکتات کرتا ہے یہ من تلقاء نفس تکلف نہیں ہے جو آپ نے فرمایا (وہ اتنا تکلف نہیں کرتے)۔ باقی رہا اہل حدیث کی نسبت جو آپ نے یہ لکھا ہے:

یہ لوگ تو وہ دکھلانے کو دھڑلے سے پڑھتے ہیں۔

---

❶ خود ابو ہریرہؓ بھی نفس حدیث سے اس اپنے اجتہاد کو استدلال نہیں کرتے ہیں بلکہ آگے خود فرماتے ہیں۔ خالی سمعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کا جواب کیا دوں؟ بات یہ ہے کہ آپ کو اہل حدیث سے عداوت ہے۔ اس عداوت سے آپ ایسے فقرے ان کی نسبت لکھتے ہیں اور وجہ عداوت کوئی نہیں سوائے اس کے کہ یہ لوگ حدیث رسول پر عمل کرتے ہیں۔ اور اسی کی ترویج کیا کرتے ہیں۔ موقع تو یہ ہے کہ ﴿موتوا بغیظکم﴾ کہا جائے، مگر میں نہیں کہتا۔ اس مقام میں در بارہ ذکر قول نووی آپ نے لکھا ہے:

دعوی یہ کہ مسئلہ مختلف فیہ کو اللہ و رسول کی طرف پھیرے نہ غیر ھما۔

جناب من! یہاں پر ذکر قول امام نووی معنی حدیث وثبوت مدعا من الحدیث پر استشہاد ہے نہ استدلال۔ آپ یا دونوں میں فرق نہیں جانتے یا جان کر عناداً ایسے کلمات بولتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ترمذی کی روایتوں کی نسبت کلام شروع کیا۔ مفتی نے سائل کے سمجھانے کو قول ترمذی وفی الباب عن ابی ھریرۃ وعائشۃ وانس وقتادۃ وعبد اللہ بن عمر کا مطلب لکھ دیا تھا کہ در بارہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے علاوہ حدیث عبادہ کی ان پانچ صحابیوں سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور اس کو صاف کر دیا تھا کہ چھ حدیثیں یعنی چھ صحابیوں سے مروی ہونا امام ترمذی لکھتے ہیں، اس کو آپ جھٹلاتے ہیں اور لکھتے ہیں: اظہار کذب وافتراء۔

اچھا صاحب! عبارت ترمذی (وفی الباب۔الخ) کا مطلب آپ ہی کوئی سوا اس کے فرمایئے۔ کوئی دوسرا مطلب اگر آپ سمجھتے تو ضرور اس کو لکھتے مگر آپ نے نہیں لکھا۔

رہا کلام آپ کا حدیث عبادہ بن صامت پر اس حدیث کی آپ نے تضعیف کی ہے۔ اور ایک طریق میں محمد بن اسحاق راوی پر جرح کی ہے۔ اور دوسرے طریق میں نافع بن محمود راوی پر اور اس تضعیف میں استناد آپ دو کی طرف کرتے ہیں۔ ایک تو آپ کا بیان ہے کہ فتوی خاتم المحدثین والمفسرین حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین کا ہے۔

میں (عبد العزیز) سخت متعجب ہوں آپ کی اس دلیری پر، جناب ممدوح بفضلہ تعالی موجود ہیں اور میں تقریباً بیس برس سے مستفیض صحبت بابرکت ہوں [1] اور در بارہ قرأت فاتحہ خلف الامام کے آپ کا فتوی اور مقال مجھ کو کیا، اکثر افراد عوام وخواص کو معلوم ہے۔ مگر ساتھ اس کے آپ نے ایسے فتوی کی نسبت اس جناب کی طرف کرنے میں کچھ باک نہ کیا۔

---

[1] یہ تحریر اس وقت کی ہے جب میاں صاحب زندہ تھے۔ انکی وفات ۱۹۰۲ء میں ہوئی۔ بہاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مگر آپ سے یہ کچھ بعید نہیں۔ رسالہ جزء القرأۃ امام بخاری کا جس کا ذکر وحوالہ کتب دینیہ میں شائع ہے اس کو آپ نے بے دھڑک کہہ دیا کہ امام بخاری کا نہیں ہے۔ نہ معلوم کس کا ہے۔ تو صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح بتا دینا آپ سے کیا بعید ہے۔

دوسرا استناد آپ کا تضعیف حدیث عبادہ میں رسالہ الدلیل القوی مئولفہ مولوی احمد علی سہارن پوری پر ہے۔ اس کا جواب اہل حدیث کی طرف سے قبل ازیں بھی ہو چکا ہے۔ پھر آپ بگوش ہوش سنیے۔

محمد بن اسحاق راوی حدیث عبادہ کی نسبت جو مولوی صاحب سہارن پوری نے لکھا ہے کہ شیخ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں یوں لکھا صدوق یدلس رمی بالتشیع والقدر۔ یعنی مدلس اور مطعون تھا ساتھ رافضیہ اور قدریہ ہونے کے۔

اولاً ناقل کی حسن نیت اس سے ظاہر ہے کہ ترجمہ عبارت میں لفظ صدوق کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کلمہ تعدیل کا محمد بن اسحاق کے تھا۔ اب مولوی صاحب غفراللہ لہ کی جرح کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔

یہ جرح (رمی بالتشیع والقدر) بصیغہ مجہول ہے۔ جارح کا حال معلوم نہیں کہ کون ہے اور کیسا ہے؟ اور ایسی جرح مقبول نہیں۔ بحر العلوم حنفی شرح مسلّم الثبوت میں لکھتے ہیں:

لا یلیق بحال احد ان یقبل الجرح والتعدیل لمن لا معرفة له۔

اسی بنا پر خود شیخ ابن حجر نے اس جرح کا اعتبار نہ کیا۔ چنانچہ درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں بیہقی سے اس حدیث کی نسبت نقل کرتے ہیں۔

اخرجه ابوداؤد باسناد رجاله ثقات۔

یعنی ابوداؤد اس حدیث کو ایسی سند سے لائے ہیں کہ سارے راوی (جن میں محمد بن اسحاق بھی ہیں) ثقہ ہیں۔

محلی شرح مئوطا میں ہے:

قال الخطابی اسناده جید لاطعن فیه۔

کہا خطابی نے اسناد حدیث عبادہ کی جید ہے یعنی قوی ہے اور اچھی ہے، نہیں طعن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا جا سکتا اس میں۔

یہی حافظ ابن حجر اپنی کتاب التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں لکھتے ہیں۔ حدیث عبادۃ بن صامت

کنا خلف رسول اللّٰہ فی صلوۃ الفجر فثقلت علیہ القرأۃ فلمّا فرغ قال:((لعلکم تقرؤن خلفی)) قلنا نعم قال:((فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب.....لا صلوۃ لمن لم یقرء ھا)) احمد والبخاری فی جزء القرأۃ وصححہ ابوداؤد والترمذی والدارقطنی وابن حبان والحاکم والبیھقی من طریق ابن اسحاق حدثنی مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادۃ وتابعہ زید بن واقد وغیرہ عن مکحول۔ ❶

(ترجمہ۔ تھے ہم لوگ پیچھے رسول خدا ﷺ کے نماز فجر میں اور آپ پر گراں ہوئی قرأت۔ بعد نماز کے آپ نے فرمایا شائد تم لوگ میرے پیچھے پڑھتے ہو۔ ہم لوگوں نے عرض کی، ہاں۔ فرمایا، نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ کیونکہ جس نے اس کو نہیں پڑھا اس کی نماز نہ ہوئی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد نے اور بخاری نے جزء القرأۃ میں اور صحیح کہا اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی اور دار قطنی اور ابن حبان اور حاکم اور بیہقی نے ابن اسحاق کی سند سے۔ کہا انہوں نے حدیث بیان کی مجھ سے مکحول نے محمود بن ربیعہ سے اور محمود نے عبادہ سے اور اس حدیث کو مکحول سے روایت کرنے میں زید بن واقد وغیرہ بھی ابن اسحاق کے ساتھی ہیں)

اگر اس جرح مجہول کا اعتبار ہوتا تو اکابر محدثین اس روایت کی تصحیح نہیں کرتے۔ اور خود حافظ ابن حجرؒ جو اس جرح کے ناقل ہیں، اگر اس جرح کو معتبر سمجھتے تو اس روایت کو موقع استدلال میں نہیں لاتے۔ مولوی صاحب سہارن پوری، قطع نظر ان اقوال و تصریحات محدثین کے، اگر صرف کتب اصول پر نظر ڈالتے تو عبارت تقریب التہذیب کو جرح قادح شمار نہ کرتے۔

---

❶ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث:۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۳۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں ہے:

قال ابن عبد البرّ من صحت عدالته و ثبت فی العلم امامته و بانت همته فیه وعنایته لایلتفت فیه الی قول احد الا ان یاتی الجارح فی جرحه بینة عادلة یصح بها جرح۔

''کہا ابن عبدالبر نے جس شخص کی عدالت اور امامت علم میں ثابت ہو چکی اور اس کی توجہ اور ہمت اس میں ظاہر ہوئی، کسی کا قول اس کے بارہ میں نہیں سنا جائے گا جب تک جرح کرنے والہ دلیل ظاہر ایسی نہ لاوے جس سے جرح صریح ہو۔''

باقی رہا محمد بن اسحاق کا امام علم اور ثابت العدالت ہونا۔ یہ تو اولاً اسی عبارت سے ظاہر ہے جو مولوی صاحب نے تقریب التہذیب سے نقل کی ہے کیونکہ اس میں لفظ (صدوق) مذکور ہے۔ جو ترجمہ میں آپ نے چھوڑ دیا ہے۔ علاوہ ازیں حافظ صفی الدین بن احمد خلاصہ تہذیب التہذیب الکمال میں لکھتے ہیں:

محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی مولی قیس بن مخرمة ابو عبد الله المدنی احد الاعلام لا سیما فی المغازی والسیر رأی انساً عن ابیه عطاء والزهری وخلق وعند یحی الانصاری من شیوخه وعبد الله بن عون وشعبة والحماد ان وخلق عن ابن شهاب لا بذاله بالمدینة علم جم ما کان ابن اسحاق۔

(ملخص ترجمہ۔ محمد بن اسحاق مدنی آئمہ کبار میں سے ہیں۔ خصوصاً مغازی اور سیر میں۔ انہوں نے حضرت انس کو دیکھا تھا ان کے اساتذہ میں عطا اور زہری اور بہت لوگ ہیں۔ اسی طرح شاگردان میں یحی انصاری اور عبداللہ بن عوان اور شعبہ وغیرہ بہت لوگ ہیں۔ ابن شہاب سے منقول ہے وہ کہتے تھے کہ مدینہ میں علم کا جمگھٹا رہے گا جب تک ابن اسحاق یہاں ہیں)۔

محمد بن اسحاق المولی قیس بن مخرمة تابعی رأی انس بن مالك وسعید بن المسیب وسمع جماعة کثیرة من التابعین حدث عنه الائمة العلماء یحی بن سعید والثوری والنخعی وابن عینیة وخلق سواهم۔ کان عالماً بالسیر والمغازی ایام الناس واخبار المبدء وقصص الانبیاء وعلم الحدیث والقرآن وافقه۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(محمد بن اسحاق تابعی ہیں، انہوں نے انس کو دیکھا تھا، جماعت کثیر تابعیوں کے شاگرد ہیں اوران کے شاگرد بہت سے امام علماء ہیں۔ سیر ومغازی وقصص انبیاء وغیرہ اور حدیث وقرآن وفقہ کے عالم تھے)

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ امام مالک نے جرح کی ہے اس کا جواب سمجھئے۔

اہل اصول کے نزدیک جرح وہ مقبول ہے جو کسی عناد اور تعصب کی وجہ سے نہ ہو۔ فتح المغیث میں ہے:

اهل العلم لا يقبل الجرح فيهم الّا ببيان واضح فاذا انضم لذالك عداوة فهواولى بعدم القبول۔

(اہل علم کے بارہ میں بغیر بیان صاف کے جرح مقبول نہیں ہوسکتی۔ اوراس کے ساتھ اگر عداوت بھی ملی ہوئی ہوتو وہ بدرجہ اولی مقبول نہیں ہوسکتی)۔

امام مالک کا محمد بن اسحاق کو بکلمہ درشت یاد کرنا اولاً ثابت نہیں۔ اوراگر ثابت بھی ہوتو اسی طرح پر تھا۔ اس وجہ سے وہ نزدیک اہل علم کے مقبول نہیں۔ شیخ ابن الہمام فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں لکھتے ہیں:

توثيق ابن اسحاق وهوالحق الا يلج ومانقل عن كلام مالك فيه لايثبت ولوصح لم يقبله اهل العلم.....وقال شعبة فيه هو امير المؤمنين فى الحديث وروى عنه مثل الثورى وابن ادريس وحماد بن زيد ويزيد بن زريع وابن عيينة وعبدالوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معين وعامة اهل الحديث وقداطال البخارى فى توثيقه فى كتاب القرأة خلف الامام وذكره ابن حبان فى الثقات وان مالكاً رجع عن الكلام فى ابن اسحاق اصطلح معه وبعث اليه هدية وكدها۔

(توثیق ابن اسحاق کی نہائت حق ہے اورامام مالک کی جرح جوان کے بارہ میں منقول ہے، وہ ثابت نہیں۔ اوراگر ثابت بھی ہوتو اس کو اہل علم نے قبول نہیں کیا۔ دیکھوشعبہ نے محمد بن اسحاق کے بارہ میں کہا کہ وہ امیر المومنین ہے حدیث میں، اوران سے روایت کی ثوری نے اورشافعی وحماد بن زیداور یزید بن زریع اور ابن عیینہ اورعبدالوارث اور ابن المبارک جیسے لوگوں نے۔ اور امام احمد اور یحی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بن معین اور عامہ اہل حدیث نے محمد بن اسحاق کی روائت لی اور بخاری نے کتاب القرأۃ خلف الامام میں ان کی توثیق میں بڑی طویل تقریر کی ہے۔ اور ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ مالک نے ابن اسحاق کے بارہ میں اپنی جرح سے رجوع کیا اور ان سے صلح کی اور انکے پاس ہدیہ بھیجا)

مولوی (احمد علی) سہارنپوری اگر فتح القدیر حاشیہ ہدایہ اپنے مذہب کی کتاب ہی کو دیکھتے تو تضعیف محمد بن اسحاق پر جرئت نہ کرتے۔

فتح القدیر کی اس عبارت سے چند باتیں واضح ہوتی ہیں۔

۱۔امام مالکؒ کی جرح محمد بن اسحاقؒ کے بارہ میں ثابت نہ ہوئی۔

۲۔اگر ثابت بھی ہوتو وہ بنا بر کسی باہمی رنج کے تھا جس پر لفظ اصطلح معہ دلالت کرتا ہے۔ جو شیخ ابن الہمام رئیس الحنفیہ نے ابن حبان سے نقل کیا۔

۳۔محمد بن اسحاق پر جرح عامہ محدثین کے نزدیک مقبول نہیں۔

۴۔امام بخاری کی توثیق بمقابلہ جرح امام مالک کے شیخ ابن الہمام نے مقبول ٹھہرایا۔

۵۔کتاب القرأۃ خلف الامام بخاری کی تصنیف ہے جس کا مولوی صاحب نے انکار کیا تھا۔

مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی نے امام الکلام میں محمد بن اسحاق اور امام مالک کا قصہ ابن سید الناس سے یوں نقل کیا ہے:

لما صنف مالك المؤطا قال ابن اسحاق ايتوني به فانا يبطله۔ فنقل ذالك الى مالك۔ فقال هذا دجال من الدجاجلة.....وكان بينهما يكون من الناس حتى عزم ابن اسحاق الخروج الى العراق فتصلحا واعطاه عند الوداع خميس ديناراً ولم ينكر مالك عليه من اجل الحديث۔

(امام مالکؒ نے جب مئوطا تصنیف کی تو ابن اسحاقؒ نے کہا میرے پاس لاؤ میں اس کا پرکھنے والا ہوں۔ یہ خبر امام مالک کو پہنچی تو انہوں نے کہا وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے اور دونوں میں کچھ خلش تھی جیسی لوگوں میں ہوا کرتی ہے۔ جب ابن اسحاق عراق کو جانے لگے تو آپس میں صلح ہوگئی اور امام مالک نے رخصت کے وقت پچاس اشرفیاں ان کو دیں۔ اور امام مالک نے حدیث کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سبب سے ان پر انکار نہیں کیا)۔

علاوہ اس کے اور بھی خلاف کی وجہیں اس جگہ لکھی ہیں۔ میں (عبدالعزیز) حیران ہوں کہ مولوی صاحب سہارنپوری نے کہاں سے گھڑ کے یہ فقرہ لکھ دیا (الا بفاتحة الکتاب سند معتبر سے ثابت نہیں)۔ اس کی سند معتبر ہونا تو ہم درایہ حافظ ابن حجر اور تلخیص الحبیر اور محلی شرح مئوطا سے ثابت کر چکے ہیں کہ بیہقی، خطابی، امام احمد، بخاری، دارقطنی، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، حاکم ایسے ایسے اکابر محدثین نے اس کی سند کو معتبر اور صحیح کہا ہے اس کے مقابلہ میں مولوی صاحب سہارنپوری کے زبانی جمع خرچ کون سنتا ہے۔

نیز ہم آپ ہی کے گھر کی خبر دیتے ہیں۔ زیلعی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں حدیث عبادہ بن صامت کی نقل کر کے لکھا ہے:

قال البیهقی ورواه ابراهیم بن سعد عن محمد بن اسحاق فذکر فیه سماع ابن اسحاق من مکحول فصار الحدیث موصولاً فیها۔

(کہا بیہقی نے حدیث عبادۃ بن صامت والی کو روایت کیا ہے ابراہیم بن سعد نے محمد بن اسحاق سے اور اس میں محمد بن اسحاق کا مکحول سے سننا ذکر کیا تو حدیث متصل الاسناد صحیح ہوگئی)

دیکھئے زیلعی حنفی نے اس روایت کی صحت اور سند کا معتبر ہونا بیہقی سے نقل کیا ہے اور اس پر کچھ چون چرا نہ کیا۔ جو دلیل بین ہے اس کی کہ زیلعی حنفی نے قبول کیا اور مان لیا۔ ہاں اس روایت سے آپ کا وہ شبہ بھی دور ہوگیا جو آپ نے فرمایا ہے (المدلس .....) کیونکہ اس میں محمد بن اسحاق کا سماع مکحول سے مذکور ہے۔

ابن حجر (جن کا قول نسبت جرح ابن اسحاق کے آپ لائے ہیں) تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں بعد تصحیح روایت ابن اسحاق کے (جیسا کہ اوپر منقول ہوا) لکھتے ہیں:

ومن شواهده ماروا ه احمد من طریق خالد الحذاء عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجلٍ مّن اصحاب النّبیّ ﷺ قال قال رسول اللّٰه ﷺ:((لعلکم تقرؤن والامام یقرء)) قالوا انّا نفعل قال:((لا الا ان یقرء احدکم بفاتحة الکتاب)) اسناد حسن۔ ورواه ابن حبان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

من طریق ایوب عن ابی قلابة عن انس وزعم ان الطّریقین مخصوص ان خالفته البیهقی فقال ان طریق انس لیست محفوظة۔ ❶

(حدیث عبادہ کی شواہد میں سے امام احمد کی روایت ہے خالد حذاء کے طریق سے، انہوں نے ابو قلابہ سے انہوں نے محمد بن ابی عائشہ سے، انہوں نے ایک صحابی سے، کہا، فرمایا رسول خدا ﷺ نے شاید تم لوگ امام کے پڑھتے وقت پڑھتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا البتہ ہم لوگ کرتے ہیں۔ فرمایا نہ کرو۔ مگر سورۃ فاتحہ کوئی پڑھے۔ اسناد اس کی حسن ہے۔ اور روایت کیا اس کو ابن حبان نے بسند ایوب کے ابو قلابہ سے اور انہوں نے انس سے اور کہا دونوں طریق محفوظ ہے۔ اور مخالفت کی ہے بیہقی نے کہ ابو قلابہ کی سند انس سے محفوظ نہیں)۔

منتقی الاخبار میں ہے:

عن عبادة قال صلّی رسول اللّه ﷺ الصّبح فثقلت علیه القرأة فلمّا انصرف قال:((انّی اراکم تقرؤن وراء امامکم)) قال قلنا یارسول اللّه ای واللّه قال:((لا تفعلوا الّا بامّ القرآن فانّه لا صلوة لمن لم یقرء بهما)) رواه ابوداؤد والترمذی ۔ وفی لفظ:((فلا تقرء بشیء من القرآن اذا جهرت به الّا بام القرآن)) رواه ابوداؤد والترمذی والنسائی والدارمی قال کلّهم ثقات۔ وعن عبادة انّ النّبیّ ﷺ قال :((لا یقرئن احد منکم شیئاً من القرآن اذا جهرت بالقرأة الابام القرآن)) رواه الدارقطنی۔ وقال رجاله کلّهم ثقات۔ ❷

(روایت ہے عبادہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی اور ان پر قرأت گراں ہوئی۔ بعد فارغ ہونے کے فرمایا میں تم کو امام کے پیچھے پڑھتے دیکھتا ہوں۔ ہم لوگوں نے عرض کیا بیشک۔

---

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب من ترک القراءۃ فی صلاتہ بفاتحۃ الکتاب، رقم الحدیث:۸۲۳ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث:۳۱۱

❷ منتقی الاخبار، رقم الحدیث:۶۹۸ نیل الاوطار: ج:۴/ص:۱۷۴ طبع جدید سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: ۸۲۳، ۸۲۴ سنن ترمذی، رقم الحدیث:۳۱۱ سنن نسائی:۲/۱۴۱ سنن دار قطنی:۱/۳۱۹ رقم الحدیث:۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فرمایا، نہ کرو مگر سورۃ فاتحہ، کیونکہ جو اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد و ترمذی نے۔ اور دوسرے لفظ سے یوں مروی ہے جب میں زور سے پڑھوں تو کچھ قرآن نہ پڑھو مگر سورہ فاتحہ۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور نسائی اور دار قطنی نے اور کہا سارے رواۃ اس کے ثقہ ہیں اور عبادہ سے مروی ہے ہرگز نہ پڑھے کوئی تم میں سے کچھ قرآن جب میں زور سے پڑھوں مگر سورۃ فاتحہ۔ روایت کیا اس کو دار قطنی نے اور کہا سارے راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں)۔

محدث یمانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحديث اخرجه احمد والبخاری فی جزء القرأة وصححه ابن حبان والحاكم والبيهقی من طريق ابن اسحاق قال حدّثنی مكحول عن محمود بن ربيعة عن عبادة وتابعه ذيل بن واقد وغيره عن مكحول ومن شواهده مارواه احمد من طريق خالد الحذاء عن ابی قلابة عن محمد بن ابی عائشة عن رجل من اصحاب النّبیّ ﷺ قال قال رسول اللّٰه ﷺ: ((لعلكم تقرؤن والامام يقرء)) قالوا انا لنفعل ـ قال لا:((، الا ان يقرء احدكم بفاتحة الكتاب)) قال الحافظ اسناده حسن۔

ورواه ابن حبان من طريق ايوب عن ابی قلابة عن انس وزعم ان الطريقتين محفوظتان وخالفه البيهقی فقال ان طريق ابی قلابة عن انس ليست بمحفوظة ومحمد بن اسحاق قد صرح بالتحديث فذهب مظنة تدليسه ، وتابعه من تقدم۔ ❶

(اس حدیث کو امام احمد لائے ہیں اور بخاری بھی جزء القرأۃ میں، اور صحیح کہا اس کو ابن حبان اور حاکم اور بیہقی نے محمد بن اسحاق کی سند سے۔ روایت کیا انہوں نے محمود بن ربیعہ سے اور انہوں نے عبادۃ سے اور ساتھی ہیں محمد بن اسحاق کے مکحول سے روایت کرتے ہیں زید بن واقد وغیرہ۔ اور اس حدیث کی شاہد ہے وہ حدیث

---

❶ نیل الاوطار: ج:۳ص:۷۵ طبع جدید

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جو احمد نے روایت کی خالد حذاء سے اور انہوں نے ابی قلابہ سے اور انہوں نے محمد بن ابی عائشہ سے اور انہوں نے ایک صحابی سے۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے شاید تم لوگ امام کے پڑھتے وقت پڑھتے ہو۔ کہا لوگوں نے البتہ ہم لوگ ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا نہ کرو مگر یہ کہ کوئی سورۃ فاتحہ پڑھے۔ کہا حافظ نے اسناد اس حدیث کی حسن ہے اور روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان نے بطریق ایوب کے ابو قلابہ سے اور انہوں نے انس سے اور کہا دونوں طریق محفوظ ہیں۔ اور مخالفت کی ان کی بیہقی نے اور کہا کہ ابو قلابہ کی سند انس سے محفوظ نہیں ہے اور محمد بن اسحاق نے لفظ حدثنا کہا ہے تو گمان تدلیس کا ان کی جاتا رہا۔ علاوہ ساتھ ان کے اور بھی ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا)۔

بالجملہ حدیث عبادہؓ بن صامت کی صحت اور قوت اور انکی توثیق خوب اچھی طرح ثابت ہو چکی۔ قطع نظر تصریحات اکابر محدثین کے خود رؤساء حنفیہ شیخ ابن الہمام صاحب فتح القدیر و زیلعی صاحب نصب الرایہ و عبدالحی لکھنوی کے کلام سے میں نے ثابت کر دیا۔

اس روایت کی دوسری سند پر مولوی احمد علی سہارنپوری کا یہ اعتراض ہے کہ نافع بن محمود اس میں راوی مستور الحال ہے، جواب اسکا یہ ہے کہ منشاء اس اعتراض کا نہ رجوع کرنا طرف کتب اصول کے ہے۔ نافع بن محمود کا مستور الحال ہونا باعث قلت روایت کے ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال میں بیان احوال نافع مذکور ہے لا یعرف بغیر ھذا الحدیث اور اس قسم مجہول کی روایت نزدیک اہل اصول کے مقبول ہے، حسامی میں ہے:

وان کان الراوی مجھولاً لایعرف الالحدیث رواہ . بحدیثین مثل وابصة بن معبد و سلمة ابن اسحاق فان روی عنه السّلف وشھدوا بصحته او سکتوا عن الطعن صار حدیث مثل حدیث المعروف۔

(کہ اگر راوی مجہول ہو، صرف ایک یا دو حدیث کی روایت سے پہچانا جاتا ہو مثل وابصہ بن معبد و سلمۃ بن اسحاق، اگر اس سے سلف نے روایت کی اور اس حدیث کو صحیح کہا، یا طعن نہیں کیا، تو وہ حدیث مثل حدیث مشہور کے ہوگئی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شرح مسلّم الثبوت میں ہے:

وان کان غیرمعروف بالفقاهة ولا بالروایة بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلاه آئمة او سکتوا عنه عند ظهورالروایة واختلفوا کان کالمعروف۔

(اگر راوی فقاہت اور روایت میں مشہور نہ ہو بلکہ صرف ایک یا دو حدیث کی روایت سے پہچانا جاتا ہو اگر اس کو اماموں نے قبول کیا، یا اس کی نسبت وقت ظہور روایت کے ساکت رہے، یا مختلف ہوئے، ہر حال میں وہ راوی مثل راوی مشہور کے ہے)

مختصر جرجانی میں ہے:

واکتفوا من عدالته بان یکون مستوراً۔

محدثین نے راوی کی عدالت کے لئے اسی قدر کافی سمجھا ہے کہ وہ مستورالحال ہو۔

مقدمہ ابن صلاح میں ہے:

المجهول الّذی جهلت عدالته الباطنة وهو عدل فی الظّاهر وهو المستور فقد قال: بعض آئمتنا، المستور من یکون عدلاً فی الظاهر ولا نعرف عدالته باطنة فهذا المجهول یحی بروایته بعض من ردّ روایة الاول وهو قول بعض الشّافعیین وبل قطع منهم الامام سلیم بن ایوب الرازی قال لان امرا لاخبار مبنی علی حسن الظّن بالرّاوی ولان روایته الاخبار تکون عبد من یتعذر علیه معرفته العدالته فی الباطن فاق.....علی معرفته ذالك فی الظاهر ویفارق الشهادة فانّها تکون عند الحکام ولا یتعذر علیهم ذالك فاعتبر فیها العدالة فی الظاهر والباطن قلت ویشبه ان یکون العمل علی هذا فی کثیر من کتب الحدیث المشهورة فی غیرواحد من الرواة الذین تقادم العهد وتعذرت الخیرة الباطنة بهم۔

(کہ وہ مجہول جس کے باطن کی عدالت معلوم نہ ہو اور ظاہر میں عادل ہو وہی مستور ہے۔ ہمارے بعض اماموں نے کہا ہے کہ مستور وہ ہے جو ظاہر میں عادل ہو اور باطن کی عدالت معلوم نہ ہو۔ ایسے مجہول کی روایت کو حجت ٹھہرایا ہے بعض ان لوگوں نے جنہوں نے پہلے قسم کے مجہول کی روایت رد کی ہے۔ اور یہ قول ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بعض شافعیوں کا اور اسی پر یقین کیا ہے امام سلیم بن ایوب رازی نے۔ کہا انہوں نے یہ اس لئے ہے کہ اخبار کی بنا راوی کے ساتھ حسن ظن پر ہے اور اس وجہ سے کہ اخبار کی روایت ان کے پاس ہوتی ہے جن کو باطنی عدالت کی دریافت متعذر ہے۔ اس لئے ظاہر ہے عدالت کے علم پر کفایت کی گئی ہے خلاف شہادت کے کیونکہ وہ حکام کے پاس ہوتی ہے۔ لہذا اس میں عدالت ظاہری و باطنی دونوں معتبر ہے۔ میں (ابن صلاح) کہتا ہوں اسی پر عمل ہوتا ہے اکثر کتب مشہورہ میں حدیث کے بہتیرے راویوں کی نسبت جن کا زمانہ گزر گیا اور باطنی عدالت نہیں معلوم ہوسکتی)

مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری بایں دعوی حنفیت اس موقع میں امام ابوحنیفہؒ کو نہیں مانتے۔ دیکھو امام صاحبؒ کے نزدیک مستور الحال کی روایت مقبول ہے۔ نخبہ کی شرح الشرح میں ہے:

و قد قبل رواية جماعة منهم ابو حنيفة وتبعه ابن حبان اذا العدل هذه من لايعرف فيه الجرح قال والناس فى احوالهم على الصلاح والعدالة حتّى يظهر منهم مايوجب الجرح ولم يكلف النّاس بما غاب عنهم وانّما كلفوا بالحكم بالظاهر قال اللّه تعالى: ﴿لا تجسسوا﴾ ولان مبنى الاخبار على حسن الظّن۔

(البتہ قبول کی ہے روایت مستور الحال کی ایک جماعت نے جن میں سے ابوحنیفہ ہیں اور ان کے ساتھ ابن حبانؒ، کیونکہ ان کے نزدیک عادل وہ ہے جس کے بارہ میں جرح نہیں معلوم ہوئی ہے۔ اور کہا لوگ اپنے حال میں صالح اور عادل ہیں جب تک ان سے کوئی بات قابل جرح ظاہر نہ ہو۔ اور نہیں تکلیف دی گئی ہے انسان کو غائب کی البتہ اس کی تکالیف دی گئی ہے کہ ظاہر پر حکم کریں۔ فرمایا اللہ نے ﴿لا تجسسوا﴾ یعنی کسی کے کھوج میں نہ پڑو۔ اور یہ بھی وجہ ہے کہ بنا اخبار کی گمان نیک پر ہے)

نیز نافع بن محمود ایسے مستور الحال بھی نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال کی تعریف خود مولوی (احمد علی) صاحب سہارن پوری نے لکھی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جس کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے کا کچھ علم نہ ہو۔

نافع بن محمود کا ثقہ ہونا معلوم ہے، کیونکہ ابن حبانؒ نے ان کی توثیق کی ہے۔خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں ہے:

نافع بن محمود بن الرّبیع الانصاری عن عبادة بن صامت وعنه مکحول وثقه ابن حبان۔

(کہ نافع محمود بن ربیع انصاری روایت کرتا ہے۔عبادہ بن صامت سے اور اس سے مکحول نے روایت کی۔ثقہ کہا اس کو ابن حبان نے)۔

مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری نے رجال کی صرف ایک مختصر کتاب تقریب میں لفظ مستور دیکھ کر اس راوی پر جرح کر دی اور حدیث کو غیر صحیح کہہ دیا۔نہ اور کتب رجال کو دیکھا نہ کتب اصول پر نظر ڈالی۔قطع نظر اس سے اگر تصحیحات محدثین ہی سے واقف ہوتے کہ آئمہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے تو اس تضعیف و جرح پر ان کو جرئت نہ ہوتی۔ایک فقرہ مولوی صاحب کا یہاں پر اور تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔آپ لکھتے ہیں:

تصریح کی زیلعی نے کہ امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

نہ معلوم مولوی صاحب نے یہ فقرہ زیلعی کا کہاں دیکھا۔نصب الرایہ فی تخریج الاحادیث الہدایہ میں تو زیلعی نے اس حدیث کو موصول صحیح لکھا ہے۔جیسا کہ اوپر ہم نے نقل کیا۔

مولوی احمد علی صاحب سہارن پوری اس جگہ یہ بھی فرماتے ہیں:

باب وجوب القرأة للامام والماموم

بخاری میں موجود ہے اگر حدیث عبادہ بن صامت کی صحیح الاسناد ہوتی تو امام بخاری ضرور داخل کرتے۔

میں (عبدالعزیز) کہتا ہوں کہ یہ عجیب بات ہے۔امام بخاری نے جزء القرأۃ میں اس روایت کی، کس زور شور سے توثیق کی۔جس کو شیخ الحنفیہ ابن الہمامؒ وغیرہ بھی لکھتے ہیں، اس پر آپ کی نظر نہیں پڑی۔صحیح بخاری میں جو اس روایت کو ذکر نہ کیا۔اس کی وجہ آپ اپنے جی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ گھڑ لیتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے نزدیک روایت ضعیف تھی، جس موقع میں امام بخاریؒ کی ایسی لمبی چوڑی تصریح موجود ہے وہاں آپ کا یہ ذہنی احتمال کس قدر مناسب اور ٹھیک ہے۔ باقی رہا آپ کے دل کا یہ دغدغہ کہ امام بخاریؒ، صحیح بخاری میں اس روایت کو کیوں نہیں لائے۔ اس کو ذرا کان لگا کر سنئے اور اپنے جی کی تسکین کر لیجئے۔

امام بخاریؒ اور سارے محدثین کرام حدیث لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب کو وجوب قرأۃ خلف الامام کی دلیل کافی سمجھتے ہیں اور عموم حدیث کا صلوۃ مقتدی کو شامل ہونا ظاہر ہے۔ آپ کے نزدیک بھی یہی بات ہے ورنہ آپ کی پیش کردہ روایت میں استثنا (الا ان یکون وراء الامام) کی کیا ضرورت تھی اور کیا فائدہ۔ پس چوں کہ حدیث مذکور وجوب قرأۃ خلف الامام کی دلیل تام تھی، لہذا امام بخاریؒ نے تحت باب دوسری روایت کی ذکر کی ضرورت نہ سمجھی کیونکہ یہاں استیعاب دلیل مقصود نہ تھا۔ اور جزء القرأۃ میں چوں کہ وہ رسالہ خاص اس مسئلہ میں تھا، اور استیعاب دلائل کا موقع تھا، اس لئے وہاں اس روایت کو امام بخاریؒ لائے۔

نیز روایت محمد بن اسحاق کے متعلق امام بخاری کو بحث بھی کرنی تھی اور جروح غیر مقبولہ کا جواب بھی دینا تھا۔ اور صحیح بخاری میں تطویل فی غیر محلّہ ہوتی، اور امام بخاری کو اس بارہ میں رسالہ مستقل لکھنا تھا۔ لہذا اس روایت کا ذکر اور تصحیح اس رسالہ پر موقوف رکھا۔ اور صحیح بخاری میں مختصر روایت عبادہؓ بن صامت کو لا کر اس پوری روایت کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ، فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وقد اغنی البخاری بھذا المسئلۃ فصنّف فیھا جزءً مفرداً۔

یعنی بخاریؒ کو اس مسئلہ کی طرف خاص توجہ تھی لہذا انہوں نے اس بارہ میں رسالہ خاص لکھا۔

اور بھی حافظ ابن حجرؒ، صحیح بخاری میں مختصر روایت عبادہؓ کی لانے کی نسبت بعد ذکر روایت محمد بن اسحاق کے لکھتے ہیں:

والظّاھر ان حدیث الباب مختصر من ھذا و کان ھذا سببہ۔

ظاہر یہ ہے کہ صحیح بخاری کے باب کی حدیث اس روایت کی مختصر ہے اور گویا اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سبب ہے۔

ہاں مولوی صاحب سہارنپوری کا یہاں پر ایک مضمون قابل تامل ہے۔فرماتے ہیں:

جملہ استثنائیہ حدیث کا یعنی الّا بفاتحة الکتاب سند معتبر سے ثابت نہیں۔اسی واسطے ترمذی نے دوسری حدیث عبادہؓ کی کو جو بجز اس جملہ کے مروی ہے اصح لکھا ہے۔

میں اس کو غلط فہمی تو نہیں کہتا، مگر اس قدر ضرور کہونگا کہ مولوی صاحب نے ترمذی کا یہ مقام بتوجہ دیکھ کر یا سوچ کر نہیں لکھا۔جامع ترمذی میں تحت باب قرأة خلف الامام اولاً پوری حدیث عبادہؓ بن صامت والی مذکور ہے۔اور بعد اس کے اسی باب میں حدیث عبادہ کا صرف آخر جملہ (لاصلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب) بروایت زہری مذکور ہے۔اور ترمذی نے اول کو صحیح اور ثانی کو اصح کہا، جس کا مطلب صاف یہی ہے کہ ترمذیؒ نے روایت اول کو صحیح اور ثانی کو تائید میں اسی روایت کے ذکر کیا اور اس کو صحیح تر کہا۔

علاوہ ازیں ترمذیؒ نے بعد ذکر اس روایت کے جس کو اصح کہا ہے، لکھا ہے:

والعمل علی هذا الحدیثِ فی القرأة خلف الامام عند اکثرِ اهل العلم من اصحاب النّبیّ والتّابعین ۔وهو قول مالك بن انس وابن المبارك والشّافعی واحمد واسحاق یرون القرأة خلف الامام۔

(کہ اس حدیث پر عمل ہے اکثر اہل علم صحابہ اور تابعین کا۔اور یہی قول ہے مالک بن انس اور ابن المبارک اور شافعی اور احمد اور اسحاق کا۔سب لوگ قرأت خلف الامام کہتے ہیں)

بھلا فرمایئے تو اگر حدیث عبادہؓ بروایت زہریؒ سے ترک قرأة خلف الامام نکلتا تو یہ کلام ترمذی کا محض بے معنی ہو جاتا۔اور اگر مولوی صاحب سہارنپوری کے کلام کی کوئی یہ تاویل کرے کہ مولوی صاحب کی غرض صرف یہ ہے کہ حدیث عبادہؓ بروایت زہریؒ اصح، سے یہ نکلتا ہے کہ روایت اولی ضعیف ہے، تو یہ بھی وہی بات ہے۔اگر روایت زہریؒ سے تائید روایت اولی کے آپ قائل ہیں جیسا کہ مطلب ترمذی کا صاف ہے تو پھر اس کے کیا معنی جو آپ روایت اولی کی نسبت لکھتے ہیں:

سند معتبر سے ثابت نہیں اسی واسطے ترمذی میں۔الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کیا مؤید بالکسر کی اصحیت مؤید بالفتح کی ضعف اور عدم اعتبار کو موجب ہوتی ہے۔ کیا خوب یہ تائید کا ہے کو ہے بلکہ تضعیف ہے۔ علاوہ ازیں ایک روایت کی اصحیت سے ساتھ عدم تعارض کے دوسری روایت کا ضعف نہیں نکلتا، بلکہ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح ہے اور وہ صحیح تر جس کے معنی اس موقع میں یہ ہوئے کہ ایک مسئلہ کی دو دلیل ہے ایک صحیح اور دوسری صحیح تر۔

مولوی صاحب سہارنپوری کے سارے مضامین کا جواب ہو گیا۔ اب صاحب رسالہ کے دو اعتراض مفتی پر باقی رہ گئے۔ اول یہ کہ مفتی نے ایک حدیث متعدد کتب حدیث سے بار بار کیوں نقل کیا۔ جواب اس کا ملاحظہ ہو۔

آپ نے مفتی کی غرض نہیں سمجھی۔ آپ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ حدیث لا صلوۃ الّا بفاتحۃ الکتاب وغیرہ سے قرأت خلف الامام نہیں ثابت ہوتی ہے، اس لئے مفتی نے محدثین کا باب قرأت خلف الامام باندھنا اور اس باب میں احادیث مذکورہ کو لانا بصراحت ذکر کیا کہ یہ دلیل ہے اس کی کہ ان احادیث سے قرأت خلف الامام (جس کے آپ منکر ہیں) ثابت ہے۔ پس مفتی نے اظہار موافقت فی الفہم کی غرض سے اکابر محدثین کی تبویب اور اس کے تحت میں ان احادیث کا لانا بیان کیا ہے جس کو آپ تکرار غیر مرضی قرار دیتے ہیں۔

دوسرا اعتراض آپ کا یہ ہے کہ بعض احادیث مذکورہ میں الحمد کے ساتھ سورۃ پڑھنا بھی مذکور ہے، تو مقتدی سورۃ بھی پڑھے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث بے شک عام تھی، مگر مقتدی کے سورۃ نہ پڑھنے کی تخصیص حدیث عبادہ وغیرہ سے ہو گئی۔ جیسے موزہ پہننے والے کے لئے حدیث مسح علی الخفین سے عموم آیت وضو کی تخصیص پیر دھونے کے بارہ میں ہو گئی۔

ہاں آپ نے حدیث ابوالدرداء کی نسبت لکھا ہے:

مفتی کے سارے دعوے کو اس حدیث نے باطل کر دیا۔

میں (عبدالعزیز) آپ کی اس دلیری کو کیا کہوں۔

اولاً قول ابوالدرداء کو حدیث کہنا۔

دوسرے قول ابوالدرداء (ما اری الامام ان ام القوم الا قد کفاھم) کا ترجمہ بایں لفظ (ابوالدرداء نے لفظ ما اری کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ میرا یہ خیال ہے نہ کہ بے شک ایسا ہی ہے)۔ علاوہ حسب قاعدہ آپ کے ابوالدرداء نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی نسبت نہیں کہا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسالہ کے حصہ اول کا یہاں تک جواب ہوگیا۔کوئی مضمون اس کا باقی نہ رہا۔البتہ ترتیب پر، ہرعبارت کا لحاظ نہیں کیا گیا۔ کیونکہ اس میں طول فضول اور تکرار بے کار اور زشت گوئی اور بدزبانی اور گھر کے قصے وقضائے تھے۔لہذا میں نے مضامین میں قابل جواب چن کر ان کا جواب لکھا ہے۔

دوسرے حصہ کے صفحہ ایک میں آپ کا یہ مضمون ہے:

اکثر احکام فروعیہ اجتہادیہ میں باعتبار اخبار احادیث کے اختلاف ہے۔ پھر احادیث میں مدون ہونے تک بہ نسبت زمانہ دراز ڈھائی تین سو برس کے بیچ راویوں میں سوءفہمی یا سوء حفظ یا کسی اور وجہ سے اختلاف پڑ گیا۔

میں کہتا ہوں کہ آپ کو ورائے فضل وکمال کے تاریخ دانی میں بہت دخل ہے۔احادیث کی تدوین تو کتب فقہ سے پہلے شروع ہوئی۔ کتب فقہ کی ابتداء تو امام محمدؒ سے ہے۔انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسائل پھیلائے اور کتابیں فقہ کی تصنیف کیں، جیسا کہ تاریخ ابن خلکان میں بیان احوال میں لکھا ہے:

و نشر علم ابی حنیفة

(یعنی انہوں نے علم ابوحنیفہ کا پھیلایا)۔

حالانکہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ انہوں نے کم سنی میں پایا۔وقت انتقال امام ابوحنیفہؒ کے ان کا سن کل پندرہ برس کا تھا، کیونکہ ان کی ولادت ۱۳۵ھ میں ہے اور امام ابوحنیفہ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہے، جیسا کہ تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے۔اور اس وقت تک امام محمد کو علم میں ایسا شعور نہ تھا، اسی واسطے بعد امام ابوحنیفہؒ کے وہ امام مالکؒ کی خدمت میں گئے اور ان سے پڑھا جب امام کہلائے۔..... چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث، مصفی میں فرماتے ہیں:

امام محمد سرمایہ فقاہت در منسوط علم اوست۔

غرض امام محمدؒ جو بعد میں امام مالکؒ کے شاگرد ہوئے اور ان کی شاگردی سے سرمایہ فقاہت حاصل کیا، وہ ہی فقہ حنفی کے بانی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کا علم ان ہی نے بعد ان کے پھیلایا اور کتابیں فقہ کی تصنیف کیں۔ پھر ان کی کتابوں کی اور ان کی مرویات کی کبھی تہذیب و تنقیح نہیں کی، نہ اس کی سند کا سلسلہ رہا، نہ صحیح اور غیر صحیح کی تمیز رہی، ایک ہی مسئلہ میں کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتاب فقہ میں جائز اور کسی میں نا جائز لکھا ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، مصفی میں لکھتے ہیں:

آنچہ مسطور و مدون شدہ است غیر کافی و در آن ہا اختلاف بسیار و طرق آن مجتہدین غالبًا منقطع۔

لیجئے وہی شاہ صاحب جن کا قول آپ سند میں پیش کرتے ہیں آپ کی کتب فقہ کو کس قدر معتبر لکھتے ہیں۔ اب آپ کتب حدیث کے مدون ہونے کا حال بگوش ہوش سنیئے:

حافظ ابن حجرؒ، مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

اعلم علمنی اللّٰہ وایّاك ان آثار النّبیّ ﷺ لم تکن فی عصر اصحابه و کبار تبعهم مدونة فی الجوامع ولا مرتبة لامرین، احدهما انّهم کانوا فی ابتداء الحال قد نهوا عن ذالك کما ثبت فی صحیح مسلم خشیة ان یّختلط بعض ذالك بالقرآن العظیم وثانیهما بسعة حفظهم وسیلان اذهانهم ولان اکثرهم کانوا لایعرفون الکتابة۔

ثمّ حدث فی اواخر عصر التّابعین تدوین الآثار وتبویب الاخبار لما انتشر العلماء فی الامصار وکثر الابتداع من الخوارج والروافض ومنکری الاقدار فاوّل من جمع ذالك الربیع بن صبیح وسعید بن ابی عروبة وغیرهما وکانوا یصنفون کل باب علی حدة الی ان قام کبار اهل الطبقة الثانی مدونوا الاحکام۔

فصنف الامام مالك المؤطا وتوطا فیه القوی من حدیث اهل الحجاز ومزجه باقوال الصحابة وفتاوی التابعین ومن بعدهم و صنف ابومحمد عبدالملك بن عبدالعزیز جریج بمکة وابوعمرو عبد الرحمن بن عمرو الاوزاعی بالشّام وابوعبد اللّٰہ سفیان الثوری بالکوفة وابوسلمة حماد ابن سلمة بن دینار بالبصرة تم تلاهم من اهل عصرهم فی السنج علی منوالهم الی ان رئی بعض الآئمه منهم ان یفرد حدیث النّبیّ ﷺ خاصةً وذالك علی راس المأتین۔

فصنف عبید اللّٰہ بن موسی الکوفی مسنداً وصنف مسدد بن مسرهد البصری مسنداً وصنف اسد بن موسی الاموی مسنداً و صنف نعیم بن حماد الخزاعی نزیل مصرمسنداً ثم اقتفی الائمة بعد ذالك اثرهم فقل امام من الحفاظ الا وصنف حدیثه علی المسانید کالامام احمد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابن حنبل واسحاق بن راهويه وعثمان بن ابی شيبة وغيرهم من النبلاء ، ومنهم من صنف علی ابواب والمسانيد معاً كابی بكر بن ابی شيبة ۔

فلما رای البخاری عنه هذه التصانيف ورواها وانتشق رباها واستجلی محياها وجدها يحسب الوضع جامعة بين مايدخل تحت التصحيح والتحسين۔ والكثير منها يشمله الضعيف فلا يقال ..... فحرك همته لجمع الحديث الصحيح الذی لايرتاب فيه امين وتوی عزمه علی ذالك ما سمعه من استاذه امير المؤمنين فی الحديث والفقه اسحاق بن ابراهيم المعروف بابن راهويه وذالك فيما اخبرنا ابو العباس احمد بن عمر اللؤلؤی عن الحافظ ابی الحاج المزنی قال اخبرنا يوسف بن يعقوب اخبرنا ابو اليمن الكندی اخبرنا ابومنصور اتغزاز اخبرنا الحافظ ابوبكر الخطيب اخبرنی محمد بن احمد بن يعقوب اخبرنا محمد بن نعيم سمعت خلف بن محمد البخاری بها يقول سمعت ابراهيم بن معقل النسفی يقول قال ابوعبد اللّٰه محمد بن اسماعيل البخاری:

كنا عند اسحاق بن راهويه فقال:"لو جمعتم كتاباً مختصرا الصحيح سنة رسول اللّٰه ﷺ" قال فوقع ذالك فی قلبی فاخذت فی جمع الجامع الصحيح ۔

ورويناه بالاسناد والثابت عن محمد بن سليمان بن فارس قال سمعت البخاری يقول رأيت النّبیّ ﷺ وكانی واقف بين يديه وبيدی مروحة اذب بها عنه۔ فسالت بعض المعبرين فقال لی انت تذب عنه الكذب۔ فهو الذی حملنی علی اخراج الجامع الصحيح ۔

(ترجمہ۔احادیث رسول ﷺ کی صحابہ وکبار تابعین کے زمانہ میں جمع نہ تھیں اوراس کی دو وجہ تھیں۔ایک یہ کہ ابتداء میں یہ منع تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں قرآن کے ساتھ خلط نہ ہو جاوے۔اور دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ بڑے حافظہ اور ذہن والے تھے۔اوراس وجہ سے کہ اکثر وہ لوگ لکھنا نہیں جانتے تھے۔بعداس کے آخر زمانہ تابعین میں جب خوارج وروافض وغیرہ کی بدعتیں پیدا ہوئیں تو احادیث کا جمع کرنا اور ہر باب کی حدیث الگ کرنا شروع ہوا۔سب سے پہلے ربیع بن صبیح اورسعید بن ابی عروبہ وغیرہ نے حدیث جمع کی اور وہ لوگ ہر باب کو الگ تصنیف کرتے تھے یہاں تک کہ تیسرے طبقہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بڑے بڑے لوگ اس پر آمادہ ہوئے اور احکام جمع کئے۔ امام مالک نے مؤطا تصنیف کی اور اہل حجاز کی قوی حدیث چن ڈالی۔ صحابہ کے اقوال اور تابعین وغیرہ کے فتوے اس میں ملائے۔ مکہ میں ابو جریج نے تصنیف کی، اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں۔

پھر تو ان کے زمانے کے بہتیروں نے ان کی روش اختیار کی یہاں تک کہ بعض کا یہ خیال ہوا کہ صرف حدیث نبوی لکھیں۔ یہ دوسو ہجری کا زمانہ تھا۔ چناں چہ عبد اللہ بن موسیٰ نے ایک مسند تصنیف کی اور ایک مسند مسدد بن مسرہد نے اور ایک مسند اسد بن موسیٰ نے اور ایک مسند نعیم بن حماد نے۔ پھر بعد اس کے امام لوگ انہیں کی راہ چلے۔ اکثر آئمہ محدثین نے مسندیں تصنیف کیں۔ جیسے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ۔

بعضوں نے ابواب و مسانید دونوں پر تصنیف کیا جیسے ابو بکر بن ابی شیبہ۔ جب بخاری نے ان تصنیفات کو دیکھا اور پڑھا اور خوب اچھی طرح تحقیق کی، تو ان کتابوں کی حدیثوں کو تین قسم کی پایا۔ تصحیح میں بھی داخل ہیں اور تحسین میں بھی ہیں۔ اور بیشتر تضعیف کو بھی شامل ہیں۔ تو ان کے جی میں آیا کہ ایسی صحیح حدیثیں جمع کریں جس میں کسی صاحب علم کو شبہ نہ ہو اور ان کے ارادہ کو پکا کر دیا اس بات نے جو انہوں نے سنی تھی اپنے استاد اسحاق بن راہویہ سے جو امیر المؤمنین تھے حدیث وفقہ میں۔ حافظ ابن حجر اس بات کو بسند امام بخاری نقل کرتے ہیں۔

بخاری نے کہا کہ ہم لوگ اسحاق بن راہویہ کے پاس تھے۔ وہ بولے کہ اگر تم لوگ کوئی کتاب مختصر ایسی جمع کرتے کہ جس میں صحیح سنت رسول اللہ کی ہوتی تو خوب ہوتا۔ میرے دل میں یہ بات گڑ گئی، تو میں نے صحیح بخاری لکھنا شروع کیا۔ اور یہ بھی بخاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں ان کے سامنے ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے۔ اور میں آنحضرت ﷺ پر سے ہانک رہا ہوں اس خواب کو میں نے بعض تعبیر والوں سے پوچھا انہوں نے تعبیر کی کہ تم کذب کو آنحضرت پر سے ہانکو گے۔ اسی نے مجھ کو آمادہ کیا صحیح لکھنے پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہل ایمان اس کو تامل کریں کہ حدیث کی تدوین تابعین کے زمانے سے شروع ہوئی اور برابر آئمہ محدثین تابعین اور تبع تابعین اس طرف متوجہ رہے اور بہت کتابیں تصنیف ہوئیں۔ امام بخاریؒ نے ان سب کتابوں کو پڑھا اور اس وقت کے آئمہ نے خوب تحقیق کی پھر ان سب کتابوں سے چن چن کر نہایت صحیح حدیثیں جن کی صحت پر اتفاق تھا، ان کو جمع کیا اور صحیح بخاری تصنیف کی۔ پھر بعد تصنیف کے اس وقت کے اماموں کے سامنے پیش کیا، سبھوں نے اس کی صحت پر شہادت دی۔ ابن حجرؒ اسی مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

قال ابو جعفر محمود بن عمرو العقیلی لما الف البخاری کتاب الصحیح عرضه علی احمد بن حنبل ویحی بن معین وعلی بن المدینی وغیرهم فاستحسنوه وشهدوا بالصحة الا فی اربع احادیث قال العقیلی والقول فیها قول البخاری۔

(ابوجعفر محمد بن عقیلی نے کہا جب بخاری نے صحیح بخاری تصنیف کی تو اس کو امام احمد بن حنبل اور یحی بن معین اور علی بن المدینی وغیرھم کے سامنے پیش کیا۔ سبھوں نے اس کی توصیف کی اور صحت پر گواہی دی۔ صرف چار حدیثوں میں اختلاف ہوا مگر بخاری ہی کی بات ٹھیک رہی اور وہ حدیثیں صحیح ٹھہریں)

بلکہ صحیح بخاری کی تصنیف سے اگلی کتابوں کی ضرورت نہ رہی، اسی کتاب کو سب نے مانا۔ حنفیہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بعد قرآن کے صحیحین کا مرتبہ ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی، ظفر الامانی فی شرح مختصر جرجانی میں لکھتے ہیں:

وکتاباهما اصح الکتب بعد کتاب الله تعالی وهذا مما اتفق علیه المحدثون شرقاً وغرباً ان صحیح البخاری وصحیح مسلم لا نظیرلهما فی الکتب۔

(بخاری اور مسلم کی کتابیں بعد قرآن کے سب کتابوں سے صحیح تر ہیں اور یہ بات وہ ہے کہ سارے محدثین کا پورب، پچھم کے اس پر اتفاق ہے کہ کتابوں میں کوئی بخاری اور مسلم کے برابر نہیں ہے)

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۳ میں لکھتے ہیں:

وتلقی الامة انما افاد وجوب العمل بماینها من غیر توقف علی النظر فیه۔

(مان لینا امت محمدی ﷺ کا واجب کرنا ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے اس پر بے دھڑک عمل کیا جائے)۔

شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

من یھون امرھما فھو مبتدع متبع غیر سبیل المؤمنین۔

(جو شخص ان دونوں کی شان ہلکی کرے وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کی راہ کے خلاف چلنے والا ہے)۔

ہزار برس سے تو سارے علماء یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ صحیحین کا درجہ قرآن کے بعد ہے اور نہایت صحیح اور واجب العمل ہے۔ آج کے یہ لوگ ان کتابوں کو بے اعتبار اور ناقابل عمل بتاتے ہیں اور ایسی کتابوں کی نسبت لکھتے ہیں:

ان کی کتابیں مختلف احادیث سے بغیر تمیز کرنے معمول بہ اور غیر معمول بہ کے پڑھیں۔

جناب من! اولاً یہ بات عموماً غلط ہے۔ بخاری مسلم کا حال تو معلوم ہو چکا۔ اور کتابیں قطع نظر اس کے کہ سندیں حدیث کی مذکور ہیں اور کتب رجال موجود ہیں، اکابر محدثین نے خود روایت کا حال بھی بیان کر دیا ہے اور صحت و غیر صحت کو بیان کر دیا۔ ترمذی، ابوداؤد کے پڑھنے والوں کو یہ بات معلوم ہے۔ چنانچہ اسی واسطے کہ ان کتابوں میں احادیث کے قوت وضعف وغیرہ مصرح ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسی رسالہ انصاف میں جامع ترمذی کی نسبت لکھتے ہیں:

انّہ کاف للمجتھد مغن للمقلد

(یہ کتاب مجتہد کو کافی اور مقلد کو غنی کرنیوالی ہے)

سنن ابوداؤد کی نسبت لکھتے ہیں:

صرح الغزالی بان کتابہ کاف للمجتھد

(یعنی غزالیؒ نے تصریح کی ہے کہ ابوداؤد کی کتاب مجتہد کو کافی ہے)۔

ان دونوں عبارت کا مطلب صاف یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں اجتہاد کے لئے کافی اور مقلد کو تقلید سے بے پرواہ کرنے والی ہیں۔ ایسی کتابیں تو آپ کے نزدیک ناقابل عمل ہیں، اور فقہ کی کتابیں جن کی بنا یوں ہے کہ امام محمدؒ نے پندرہ برس کی عمر کے اندر جو مسائل امام ابوحنیفہؒ سے سنے تھے اور جنہیں سال ہائے دراز کے بعد امام محمدؒ نے جمع کیا تھا اور ان مسائل کی کتابیں لکھیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کتابوں کا نام بھی نہیں سنا۔ بعد ان (امام ابوحنیفہ) کے یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتابیں بنی ہیں۔ نہ علمائے زمانہ کے سامنے پیش کی گئیں اور نہ کسی نے ان کو قبول کیا۔ اوروں کو تو جانے دیجئے خود شاگردوں نے سارے مسائل تسلیم نہیں کئے۔ چنانچہ شاگردان امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف کتب فقہ میں شائع ہے۔ ایسی کتابیں مثل قرآن کے معتبر ہوگئیں۔ ان کو نہ ماننے والا بے دین ولا مذہب کہا جاتا ہے۔

یہ حال تو ان کتابوں کا ہے جو امام محمدؒ کی تصنیف ہیں، جواب کہیں نظر بھی نہیں آتیں۔ اور اب جو کتابیں فقہ کی متداول ہیں وہ تو محض بے سند ہیں۔..... یہاں پر آپ کا ایک فقرہ نہایت عجیب ہے۔ محدثین کی نسبت آپ لکھتے ہیں:

ان کے اعمال کی نسبت دریافت کرتے ہیں تو وہ خود اپنے مجتہد کے مقلد پاتے ہیں۔

عبارت کے جھول سے قطع نظر کر کے ہم اس قدر آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے یہ کس سے دریافت کیا اور کس نے آپ کو بتا دیا اور کس مجتہد کا مقلد ان کو پایا۔ اجی حضرت یہ لوگ تو وہ ہیں کہ ان کی کتابیں دوسروں کو مجتہد بنا دیتی ہیں اور تقلید کو چھڑا دیتی ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ اور غزالیؒ کے کلام سے ہم ثابت کر چکے، خود یہی لوگ کسی کے کیونکر مقلد ہو سکتے ہیں۔

تقلید کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے اس کی نسبت زیادہ نہیں لکھ سکتا کیونکہ اس کا ردو ابطال اہل حق کی طرف سے بہت ہو چکا اور یہ مسئلہ بہت شائع ہو چکا۔ مقلدوں کے بڑے بڑے نامی مولویوں کا رد ہو چکا اور کسی سے کچھ جواب نہ بن پڑا اور آپ کا دارومدار تو محمد شاہ پنجابی کے مدار الحق پر ہے: وزیرے چنیں شہر یارے چناں۔ ہاں بعض بعض عبارتیں جو آپ نے نقل کی ہیں اس کے متعلق کچھ لکھ دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ آپ نے یہاں پر طحطاوی فقہ حنفی کی عبارت نقل کر کے ترجمہ کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے:

فرقہ ناجیہ اس زمانے میں چار مذہب میں جمع ہو گیا اور وہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہیں۔ جو اس سے خارج ہے وہ بدعتی ہے۔

میں (عبدالعزیز) پوچھتا ہوں کہ اس عبارت میں (وھم الحنفیون۔ الخ) جس کا ترجمہ آپ (اور وہ حنفی۔ الخ) کرتے ہیں اس میں ضمیر (ھم) کس طرف پھرتی ہے۔ فرقہ ناجیہ کی طرف یا مذاہب کی طرف۔ اگر آپ کہیں کہ مذاہب کی طرف پھرتی ہے تو غلط ہے، کیونکہ اولاً مذاہب کی طرف ضمیر واحد مؤنث کی (ھی) پھرنا چاہیے۔ کما لایخفی علی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اھل العربیۃ دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب کا الحاد لازم آئے گا وھذا غلط فاحش ۔اور اگر فرقہ ناجیہ کی طرف ضمیر پھرتی ہے تو معنی اس کے یہ ہوئے کہ فرقہ ناجیہ کی روش چار مذہب کے اندر ہے، جو اس سے خارج ہے یعنی جس کا عمل اور عقیدہ ایسا ہے کہ چاروں میں سے کسی مذہب میں صحیح نہیں تو وہ بدعتی ہے۔اس عبارت کے یہ معنی نہیں کہ جمیع مسائل میں صرف حنفی یا صرف شافعی ہو اور یہ بھی باعتبار اغلب واکثر کے ہے ورنہ تحلیف شہود کے بارہ میں خود متاخرین حنفیہ نے چار مذہب کیخلاف فتوی دیا ہے۔

دیکھو شرح مسلم الثبوت وغیرہ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ طحطاوی نے فرقہ ناجیہ کے موقع ذکر میں محدثین کا نام نہیں لیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ صاحب رسالہ نے غالباً طحطاوی نہیں دیکھا ہے محمد شاہ پنجابی وغیرہ کی کتاب میں یہ عبارت دیکھی ہے ورنہ طحطاوی میں عبارت مذکورہ کے ساتھ لکھا ہے:

فان قلت ما وقوفك على انك على صراط المستقيم وكل واحد من هذه الفرق يدعى انه عليه قلت ليس ذالك بالادعاء بالنقل عن جهابذة هذه الصنعة وعلماء اهل حديث الذين جمعوا صحاح الاحاديث فى امور رسول اللّٰه ﷺ واقواله وادخاله وافعاله وحركاته وسكناته واقوال الصحابة مثل الامام البخارى ومسلم وغيرهما من الثقات المشهورين الذين اتفق اهل المشرق والمغرب على صحته مااوردوا فى كتبهم ثم بعد النقل بنظر الى الذى تمسك بهديهم واقتفى اثرهم واهتدى بسيرهم فى الاصول والفروع ۔ انتهى ملخصاً۔

(کہ اگر کہو کہ کیونکر تم کو معلوم ہوا کہ تم سیدھی راہ پر ہو۔ ہر شخص تو یہی دعوی کرتا ہے۔تو ہم کہیں گے کہ ہمارا یہ مجرد دعوی نہیں ہے بلکہ ثابت ہے اس فن کے اکابر اہل حدیث کے علماء کی نقل سے، جنہوں نے صحیح حدیثیں جمع کیں رسول اللہ ﷺ کی۔اور صحابہ کے اقوال جیسے امام بخاری ومسلم اور سوا ان کے معتبرین مشہورین کہ پورب پچھم کے لوگوں کا اتفاق ہے صحت پر اس کی جو وہ لوگ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے امور اپنی کتابوں میں لائے۔اب دیکھا جائے کہ کون ان کی کتابوں سے تمسک کرتا ہے اور ان کی پیروی کرتا ہے اصول وفروع میں)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لیجئے! محدثین کو اسی طحطاوی نے فرقہ ناجیہ کا پیشوا اور دلیل ناجیہ ہونے کی ٹھہرایا ہے۔ اگر چار مذہب والوں کو فرقہ ناجیہ کہا تو اہل حدیث کو ان کا پیشوا اور دلیل نجات کہا۔

دوسری عبارت یہاں پر آپ نے شاہ ولی اللہ کے انصاف سے نقل کر کے ترجمہ کیا ہے۔ شاہ صاحب کی عبارت یہ ہے:

بعد المأتین ظهر فیهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان لا یعتمد علی مذهب مجتهد بعینه وکان هوالواجب فی ذالك الزمان۔

(بعد دوسو برس کے ظاہر ہوا ان لوگوں میں خاص خاص مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا۔ اور کم رہ گئے ایسے لوگ جونہیں اعتماد رکھتے تھے کسی مجتہد معین کے مذہب پر اور یہ واجب تھا اس زمانہ میں)۔

یہی ترجمہ آپ نے بھی کیا ہے۔ بس اس قدر حرفت کی گئی ہے کان بذا هوالواجب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور بھی ہے تقلید مذہب معین واجب۔ اور یہ محض غلطی یا ابلہ فریبی ہے۔ بذا کا مشارالیہ تقلید مذہب معین آپ نے کہاں سے گھڑ لیا۔ بذا کا مشارالیہ عدم اعتماد ہے جو بضمن لایعتمد قریب مذکور ہے۔ شاہ صاحب کی عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ بعد دوسو برس کے تقلید معین پھیلی اور کم لوگ ایسے رہ گئے کہ مذہب معین پر نہیں اعتماد رکھتے تھے۔ اور یہ (نہیں اعتماد رکھنا مذہب معین پر) واجب تھا اس زمانہ میں۔ اور اسی معنی کی تصریح دوسری جگہ شاہ صاحب نے خود کردی ہے اور اس تقلید مذہب معین کو تحریف دین فرمایا۔ دیکھو: حجة الله البالغة صفحه ۱۲۷ باب احکام الدین من التحریف میں:

ومنها تقلید غیرالمعصوم اعنی غیر النّبیّ ثبت عصمته وحقیقته ان یجتهد واحد من علماء الامة فی مسألة، فیظن متبعوه انه علی الاصابة قطعاً او غالباً، فیردوا به حدیثاً صحیحا، وهذا التقلید غیرما اتفق علیه الامة المرحومة، فانهم اتفقوا علی جواز التقلید للمجتهدین مع العلم بان المجتهد یخطیء ویصیب، ومع الاستشراف لنص النّبیّ ﷺ فی المسألة والعزم علی انّه اذ ظهر حدیث صحیح خلاف ماقلد فیه ترك التقلید واتبع الحدیث، قال رسو ل اللّه ﷺ فی قوله تعالی: ﴿اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون اللّه﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(دین میں ایک تحریف غیر نبی کی تقلید ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ کسی عالم نے اجتہاد کیا تو اس کے پیروان کا خیال ہے کہ وہ ٹھیک راہ پر ہے اسلئے حدیث کو اس کے خلاف نہیں مانتے۔ ایسی تقلید امت مرحومہ کے خلاف ہے کیونکہ امت کا اتفاق ہے اس پر کہ مجتہدوں کی تقلید جائز ہے (واجب نہیں) مگر یہ جان کر کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور مصیب بھی ہوتا ہے اور حدیث رسول کی کھوج اور تلاش رکھے اور یہ قصد رکھے کہ اگر حدیث خلاف قول مجتہد کے ملے گی تو تقلید چھوڑ کر حدیث کی پیروی کریں گے)۔

شاہ صاحبؒ کی عبارت انصاف کا مطلب اگر حسب زعم آپ کے ہوتا تو یہ عبارت ان کی اس کے محض خلاف ہے کیونکہ شاہ صاحبؒ نے خود یہاں ایک مجتہد کے مذہب پر پورا اعتماد کرنے کو تحریف فی الدین اور خلاف امت مرحومہ کے فرمایا ہے اور تقلید کی صرف یہی صورت جائز (نہ واجب) بتائی کہ کسی مجتہد کے مذہب پر پورا اعتماد نہ کرے بلکہ حدیث کے کھوج میں رہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ اس عبارت شاہ صاحب کا مطلب یہی ہے کہ نہ اعتماد کرنا مجتہد معین کے مذہب پر واجب تھا۔ ورنہ شاہ صاحب کے کلام میں تعارض ہو جائے گا اور حسب قول شاہ صاحب کے وہ کلام ان کا خلاف امت مرحومہ کے ٹھہرے گا اور یہ کوئی عاقل بالغ نہیں کہہ سکتا۔ نیز شاہ صاحبؒ اپنی وصیت میں یہی فرماتے ہیں:

وصیت اول ایں فقیر چنگ زدن ست بکتاب وسنت و ہر روز پائیدار ہر دو خواندن واگر طاقت خواندن نباشد ترجمہ.....از. ہر دو شنیدن و دائماً تفریعات فقہہ را بر کتاب وسنت عرض نمودن آنکہ موافق افتد بجز قبول آوردن۔ والا کالائے بد بریش خاوند دادن۔ امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن مقشفہ فقہاء کہ تقلید اعالمے را دستاویز ساختہ از کلام شرع معصوم بے پرواہ شدہ باشند نشنیدن و بایشاں التفات نکردن وقرب خدا صحبتی بدوری ایناں۔

بھلا جس شخص کا کلام ایسا صاف صاف ہو اس کے کلام کا یہ مطلب زبردستی بیان کرنا کسی عاقل یا دیانت دار سے ہوسکتا ہے؟

یہاں پر آپ کا ایک سوال بھی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غیر مقلدین سے پوچھتا ہوں جب حدیث ایک راوی منقطع ہونے سے قابل حجت نہیں رہتی، تو اب گیارہ سو برس کے بعد یہ دعوی کہ اتباع سنت بغیر تقلید مجتہد کے کرینگے کیونکر درست ہوگا؟

جناب من! حدیث کی کتابیں تو ہزار برس گیارہ سو برس، کے قبل کی تصنیف موجود ہے جن کی سند ان کے مصنفین تک متواتر ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ میں صحیحین کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

انّھا متواتران الی صاحبیھما۔

یعنی یہ کتابیں اپنے اپنے مصنفوں تک متواتر ہیں۔

اوران کتابوں میں باتصال سند مذکور ہیں جن کی بدولت متصل اور منقطع آپ لوگ بھی جاننے لگے۔ ذرا آپ تو فرمایئے کہ آپ اتنے عرصے کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے قول پر کیونکر عمل کیجئے گا۔ نہ اس وقت کی کوئی کتاب آپ کے پاس ہے۔ متاخرین جو مسائل لکھتے ہیں ان کی سند ندارد ہے۔ اور وہ بھی کوئی کچھ کہتا ہے اور کچھ اور کہتا ہے۔ اور یہ بات قطع نظر اس کے کہ کتب فقہ کے دیکھنے والے پر خوب ظاہر و باہر ہے، عبارت مصفی سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔

یہاں پر آیت ﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ﴾ لاکر ترجمہ کیا ہے اور اس کا مصداق (آپ نے) امام ابوحنیفہؒ کو ٹھہرایا ہے۔ میں اس موقع میں صرف دو باتیں آپ سے پوچھتا ہوں ایک یہ کہ کسی مسئلہ میں آیات قرآن وحدیث کو آپ لوگ نہیں سمجھتے اور نہ اس کی تحقیق قابل عمل آپ کو ہوتی ہے۔ اسی واسطے تقلید معین کو واجب کہتے ہیں مگر تقلید امام ابوحنیفہؒ اور انکے فضائل آپ قرآن وحدیث سے خوب نکال لیتے ہیں۔ اچھا یہ تو فرمایئے کہ **انزل الیکم** کا ترجمہ (جو تم کو عطا کی گئی) تو خوب سچا ترجمہ آپ نے فرمایا۔ **انزل الیکم من ربکم** کا ترجمہ تو یہ ہے: جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے رب کے یہاں سے۔

تو آپ منزل من اللہ کس کو قرار دیتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کو یا ان کی فقہ کو۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کو فرمایئے تو معنی یہ ہوئے کہ امام ابوحنیفہؒ آسمان سے اتارے گئے۔ اور اگر فقہ حنفی کو فرمایئے تو فقہ وحی آسمانی ٹھہری۔ جس کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوسکتا۔ پھر آپ اس کو فقہ کیوں کہتے ہیں؟ وحی آسمانی کیوں نہیں کہتے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور ایک عجیب فقرہ آپ فرماتے ہیں:

ان چاروں اماموں میں جن کی حقیت پر اجماع۔الخ

کیوں جناب امام ابوحنیفہؒ کی حقیت پر اجماع ہو چکا، تو پھر تین مذہب والے ناحق ٹھہرے۔ پھر آپ کی عبارت منقولہ طحطاوی کی کہ چاروں مذہب والے حق پر ہیں، کیا ہوئی اور امام کے شاگرد، ان کا خلاف کرنے والے کیا ٹھہرے؟

پھر آپ لکھتے ہیں: ہم کو ان کی افضیلت اور اصابت کما حقہ ثابت ہو چکی۔

کیوں جناب! آپ کو یہ افضلیت اور اصابت قبل تقلید کے ثابت ہوئی یا بعد تقلید کے؟ اگر فرمائیے کہ قبل تقلید کے، تو صریح غلط ہے۔ اور اگر بعد تقلید فرمائیے تو معلوم ہوا کہ آپ کی تقلید بنا بر ثبوت افضلیت امام کے نہیں ہے۔

آپ روایت ابن عباس نقل کرتے ہیں جسے کوئی تعلق اس بحث سے نہیں ہے۔ خود آپکا ترجمہ حاشیہ پر اسکا مطلب ظاہر کرتا ہے کہ جو مسلمانوں کا حاکم ہوا اور وہ مسلمانوں پر کسی کو عامل مقرر کرے، حالانکہ اس عامل سے زیادہ قرآن وحدیث جاننے والا دوسرا موجود ہو تو وہ خائن ہے۔ بھلا آپ یہ تو فرمائیے کہ یہاں حاکم اور بادشاہ کون ہے اور عامل کون ہے؟

شائد آپ اپنے کو بادشاہ اسلام اور امام ابوحنیفہؒ کو عامل قرار دیتے ہیں اور یہ خبط صریح ہے۔ یہاں پر امام ابوحنیفہ کے فضائل میں یہ حدیث بھی پیش کی ہے:

لو کان الدّین عند الثّریّا ..... رجل من ابناء الفارس حتّی یتناولہٗ

اور اسکا ترجمہ بھی آپ نے فرمایا ہے۔ میں اس کی نسبت زیادہ لکھنا ضرورت نہیں دیکھتا، کیوں کہ اگر ایسی ہی زبردستی سے کسی حدیث کو امام ابوحنیفہؒ کے حق میں کہہ دینا ہے تو مناقب صحابہ میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو اسی طرف لگا دیجئے۔ میں یہاں پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت تفسیر مظہری سے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ تفسیر مظہری میں تحت آیت کریمہ: ﴿اِنْ یَّشَاۡ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ﴾ اس حدیث کو چند طرق سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

لعلّ فی هذه الاحادیث اشارة الی مشائخ ماوراء النّهر بهاء الدین نقش بند وامثاله فان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

هؤلاء الكرام من الاعاجم وطناً وان كان اكثرهم من آل النّبيّ واصحابه نسباً قداحيوا سنّة النّبيّ بعد ماامیتت ومارضوا بالبدعة وان كانت حسنة ونعمه ما قال الجامی۔

سکہ کہ در یثرب وبطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

وايضاً على علماء ماوراء النهر مثل ابی عبد اللّٰه البخاری امثاله من المحدثين والفقهاء و اللّٰه اعلم۔

کہ عجب نہیں کہ ان حدیثوں میں اشارہ ہو ماوراء النہر کے مشائخ کی طرف جیسے بہاء الدین، نقش بند اور ان کے برابر والے، کیونکہ یہ بزرگان عجمی بھی ہیں از روئے وطن کے، اگر چہ از روئے نسب کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی اولاد ہیں۔ ان حضرات نے زندہ کیا سنت رسول کو بعد مردہ ہو جانے کے اور کسی قسم کی بدعت کو پسند نہیں کیا۔ اور کیا خوب جامی نے کہا جو سکہ مکہ مدینہ میں چلا وہ دوسری بار بخارا میں چلا۔ اور بھی ان حدیثوں سے اشارہ معلوم ہوتا ہے طرف علماء ماوراء النہر کے جیسے امام بخاری اور ان کے برابر والے محدثین وفقہاء۔

لیجئے حضرت! آپ تو کہتے ہیں کہ: اجماع ہو چکا ہے کہ یہ ابوحنیفہؒ کے حق میں ہے۔ آپ کے یہاں اجماع کی بڑی ارزانی ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی تو اس کا وہم بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرف نہیں فرماتے اور کیونکر ہو سکتا ہے ان حدیثوں کا مصداق تو وہ ہوگا جس نے سنت رسول اللہ کو زندہ کیا اور امام صاحبؒ نے تو حدیث رسول اللہ پڑھی نہیں۔ اسی کتاب طحطاوی جلد اول مطبوعہ کلکتہ کے صفحہ ۳۵ میں تاریخ خطیب سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث ہی نہیں پڑھی۔ جس کی پوری عبارت معہ ترجمہ رسالہ الرق المنشور میں منقول ہے، اس کو دیکھو اور اسی رسالہ انصاف میں امام ابوحنیفہؒ کا حال لکھا ہے:

كان ابو حنيفة لزم بمذهب ابراهيم واقرانه لا يجاوزه الّا ماشاء اللّٰه مقبلاً على الفروع..... ملخصاً۔

(امام ابوحنیفہؒ نے ابراہیمؒ اور ان کے اقران کا مذہب لازم پکڑا تھا اس سے نہیں ٹلتے تھے۔ پوری توجہ ان کی فروع پر تھی)۔

مصفی میں امام ابوحنیفہؒ کے بیان میں لکھا ہے:

رسم روایت حدیث از وے بطریق ثقات جاری نشدہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(یعنی ثقہ لوگوں نے امام صاحب سے حدیث کی روایت نہیں کی)
پھر سنت رسول اللہ کا جاری کرنا امام صاحب سے کیونکر ہوا؟
یہاں پر آپ تقلید کے ثبوت میں احیاء العلوم کی ایک عبارت نقل کر کے اس کا ترجمہ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے:
مجتہد کو دوسرے مجتہد کے قول پر عمل جائز نہیں اور مقلد کو اپنے امام کے خلاف عمل جائز نہیں۔

جناب من! اس کا جواب اپنے امام سے پوچھئے کہ انہوں نے مجتہد ہو کر ابراہیم نخعیؒ کا مذہب کیوں لازم پکڑا تھا۔ اور ابو یوسفؒ سے پوچھئے کہ انہوں نے خلاف اپنے مذہب کے، پانی کے مسئلہ میں اہل مدینہ کے قول پر کیوں عمل کیا جب کہ شامی حاشیہ درمختار میں اور اسی رسالہ انصاف میں مذکور ہے۔
نیز مذہب کے خلاف ہارون رشید کی وجہ سے ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں عیدین میں بارہ تکبیر کیوں کہتے تھے۔ جیسا کہ اسی رسالہ انصاف میں ہے:

انّ ابایوسف و محمد کانا یکبّران فی العیدین بتکبیر ابن عباس لانّ ھارون الرّشید کان یحبّ تکبیر جدّہ۔

(ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں عیدوں میں ابن عباسؓ کی تکبیر (بارہ تکبیر) کہتے تھے کیونکہ ہارون کو اپنے دادا کی تکبیر محبوب تھی)

اس موقع میں مولوی صاحب سہارن پوری کا کلام آپ یہ لائے ہیں:
امام صاحب کی سند میں وہ راوی نہ ہو بسبب اس کے کہ زمانہ امام اعظم کا اس شخص سے مقدم ہو یا اسناد امام صاحب کی دوسرے طریق معتبر سے ہے۔

جناب من! یہ تو آپ یا مولوی صاحب سہارنپوری جب فرماتے کہ امام صاحب سے حدیث کی روایت ہوتی، یا امام صاحب کے مسائل حدیث ہی پر مبنی ہوتے۔ آپ پہلے یہ دونوں بات ثابت کرتے، بعد میں ایسی تو جیہوں کا موقع تھا۔ چیز تو ندارد ہے خالی مول پر زور وشور ہے۔ اور میں تو آپ سے حیران ہوں کہ پہلے تو آپ اپنے رسالہ کے صفحہ تین میں لکھ چکے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محدثین کی کتابیں مختلف احادیث سے بغیر تمیز کرنے معمول بہ اور غیر معمول بہ کے پڑھیں۔

اور یہاں صفحہ ۱۰ میں آپ اقرار کرتے ہیں:

صحاح ستہ کے سوا اور حدیث کی کتابیں بھی نہایت معتبر ہیں جن کی حدیثیں معمول بہ ہیں۔

اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ صحاح ستہ کے معتبر ہونیکا اور انکی حدیث کے معمول بہ ہونے کا آپ نے اقرار کیا ہے۔ باقی رہا سوائے صحاح ستہ کے اور کتابوں کا بھی معتبر اور معمول بہ ہونا، یہ مجھ کو مضر نہیں۔ بلکہ جہاں تک حدیث کی کتابیں ثابت وشائع ہوں گی، سنت کا بازار گرم ہوگا اور تقلید کی ظلمت دور ہوگی۔ ہاں صحیحین کے بعض روایت پر تکلم کی نسبت بھی آپ نے لکھا ہے۔ جناب من! اولاً ایسے راویوں سے روایت متابعات اور شواہد میں ہے جس سے کوئی نقصان نہیں۔ دوسرے ابن حجر مقدمہ فتح الباری میں لکھتے ہیں

ینبغی لکلّ منصف ان یعلم ان تخریج صاحب الصحیح لای راو کان مقتض لعدالته عنده وصحة ضبط وعدم غفلة ولاسیما مااضاف الی ذالك من اطباق جمهور ا لآئمه علی تسمیة الکتابین بالصحیحین وهذا معنی لم یحصل بغیر من خرج عنه فی غیرالصحیح فهوبشابته اطباق الجمهور علی تعدیل من ذکر فیها۔

(ہر صاحب انصاف کو چاہیے کہ جان لیوے یہ کہ بخاری کا کسی راوی کی حدیث کو لانا مقتضی اس کو ہے کہ وہ راوی ان کے نزدیک عادل ہے اور اس کا ضبط صحیح ہے اور اس میں غفلت نہیں ہے، خصوصاً جب اس پر اضافہ ہوا جمہور آئمہ کا اتفاق ان دونوں کتابوں کے صحیح کہنے پر اور یہ معنی غیر راوی صحیح بخاری میں حاصل نہیں۔ پس یہ تو اتفاق کرنا ہے جمہور کا اوپر تعدیل ان راویوں کے جو بخاری مسلم میں مذکور ہیں)۔

پھر بعد اس کے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

و حینئذ اذا وجدنا بغیره فی احد منهم طعنا لذاك الطعن مقابل لتعدیل هذه الامام فلا یقبل الامیین ..... مفسرا بقادح یقدح فی عدالته هذا الراوی وفی ضبطه مطلقاً او فی ضبط الخبر لعینه لان الاسباب الحاملة لائمة علی الجرح متفاوت عنها ما یقدح و قد کان الشیخ ابو الحسن المقدسی یقول فی الرّجل الّذی یخرج عنه فی الصحیح هذا جاز القنطرة۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(کہ اب اگر پاویں ہم بخاری کے کسی راوی میں کسی دوسرے کا طعن، تو یہ طعن اس امام کی تعدیل کے مقابلہ میں مقبول نہیں، جب تک کوئی سبب قادح صاف بیان نہ ہو۔ جس سے اسی راوی کی عدالت میں اور ضبط میں مطلقاً خواہ اسی حدیث کے ضبط میں بٹہ نہ لگے کیونکہ اماموں کی جرح کے اسباب متفاوت ہوتے ہیں۔ کوئی سبب موجب قدح ہے، کوئی نہیں۔ اور شیخ ابوالحسن مقدسی صحیح بخاری کے راوی کی نسبت کہتے تھے کہ یہ پل کے پار اتر گیا)۔

مقدمہ ابن صلاح میں بھی یہی مضمون مذکور ہے۔ اور پھر اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

قال الشّیخ ابو الفتح القشیری فی مختصر وھکذا نعتقد وبه نقول ولا یخرج عنه الا بحجة ظاھرة وبیان شاف یزید فی غلبة الظن علی المعنی الذی قدمناه من اتفاق الناس بعد الشیخین علی تسمیة کتابیھما بالصحیحین ومن لوازم ذالك تعدیل روایتھما۔

(قشیری نے اپنے مختصر میں کہا ہے کہ ایسے ہی ہم لوگوں کو اعتقاد ہے اور یہی ہم لوگ کہتے ہیں اور اس کو ہم لوگ نہیں چھوڑ سکتے جب تک دلیل ظاہر اور بیان شافی ایسا نہ ہو جو غلبہ گمان میں بڑھ جائے، اس معنی سے جو ہم نے پہلے کہا یعنی اتفاق لوگوں کا بعد بخاری مسلم کے دونوں کتاب کے صحیح کہنے پر۔ اور اس اتفاق کو لازم ہے دونوں کتابوں کے راویوں کی تعدیل)۔

و قال القسطلانی فی شرح البخاری واما تالیفه یعنی تالیف البخاری فانھا سارت سیر الشمس ودارت فی الدنیا فماحجة ۔..... الا الذی یتخبطه الشیطان من المس واجلھا واعظمھا الجامع الصحیح۔

(قسطلانی نے کہا بخاری کی شرح میں کہ بخاری کی تصنیفات پھریں آفتاب کے پھرنے کی جگہ تک، اور دائر ہے تمام دنیا میں، پس نہ انکار کرے گا ان کتابوں کی بزرگی کا مگر وہی جس کو شیطان نے چھو کر دیوانہ کر دیا ہے۔ اور سب سے بزرگ اور معظم صحیح بخاری ہے)۔

حافظ ابن کثیرؒ، بدایۃ والنہایہ میں لکھتے ہیں:

کتابه الصحیح ستسقی بقرئته الغمام واجمع علی قبوله وصحت ما فیه اھل الاسلام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(کہ امام بخاری کی کتاب صحیح بخاری کو پڑھ کر پانی مانگا جاتا ہے۔ اور اجماع کیا ہے اس کے مقبول ہونے اور صحیح ہونے پر تمام اہل اسلام نے)۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ اگر عموماً جرح موجب طعن ہو جائے تو آپکے اماموں پر بھی جرح موجود ہے۔ بخاری مسلم پر تو جمہور کا اتفاق ہے جو موجب تعدیل ہے، اور یہاں تو اتفاق بھی نہیں ہے۔ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں حدیث من کان له امام فقرأة الامام له قرأة پر حنفیوں کی جرح وتعدیل میں لکھا ہے:

قال الدارقطنی وهذا الحديث لم يسنده عن جابر بن عبيد اللّٰه غير ابی حنيفة والحسن ابن عمارة ضعيفان۔

(کہا دار قطنیؒ نے اس حدیث کی سند جابر بن عبداللہ سے کسی نہیں کہی سوائے ابوحنیفہؒ وحسن بن عمارہؒ کے وہ دونوں ضعیف ہیں)

زیلعی نے اس کو ذکر کر کے کچھ چون و چرا نہیں کیا۔ حافظ ذہبیؒ، میزان میں لکھتے ہیں:

اسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت الكوفی عن ابيه عن جده قال ابن عدی ثلاثتهم ضعفاء۔

(اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت کوفی، اسماعیل روایت کرتے ہیں اپنے باپ حماد سے اور وہ اپنے باپ سے اور تینوں ضعیف ہیں)۔

امام ابو یوسفؒ (جن کی روایت سے امام ابوحنیفہؒ کے مسائل جامع صغیر وغیرہ میں مذکور ہیں) کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے:

يعقوب بن ابراهيم القاضی عن عطاء بن السّائب هشام بن عروة قال الفلاس صدوق كثير الغلط وقال البخاری تركوه۔

(یعقوب بن ابراہیم قاضی روایت کرتے ہیں عطا بن سائب اور ہشام بن عروۃ سے کہا فلاس نے سچا ہے اور کثیر الغلط ہے۔ بخاری نے کہا کہ محدثین نے ان کو متروک کیا)۔

اسی میزان الاعتدال میں ہے:

قد روی عن ابن معين تلين ابی يوسف۔

(ابن معین سے مروی ہے تضعیف ابو یوسف کی)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام محمدؒ (جو فقہ حنفی کے راوی اور بانی ہیں۔امام ابوحنیفہؒ کے مسائل انہی نے جمع کئے اور کتابیں فقہ کی تصنیف کیں) کی نسبت میزان الاعتدال میں ہے:

محمد بن الحسن الشیبانی ابو عبد اللّٰہ احد الفقهاء لینه النسائی وغیره من قبل حفظه۔

(محمد بن حسن ایک فقیہہ ہیں۔امام نسائی وغیرہ نے ان کو از روئے حفظ کے ضعیف کہا ہے)۔

باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ ان کے فضائل کتابوں میں بہت مذکور ہیں۔میں (عبدالعزیز) کہتا ہوں کہ آئمہ رجال سے انکی توثیق اور مدح نقل کیجئے دوسرے ایسے فضائل کہ امام صاحب نے اتنی نمازیں پڑھیں، اور اس قدر قرآن ختم کئے، ایسے ذہین تھے، ایسے حاضر جواب تھے، فلاں حدیث ان کے حق میں ہے، فلاں آیت سے آپ ہی مراد ہیں۔اس سے کام نہیں چلتا۔البتہ یہ ثابت کیجئے کہ امام صاحبؒ بڑے محدث تھے، تلاش احادیث میں بہت صرف ہمت کی، بڑے بڑے محدث ان کے شاگرد ہیں۔کتب احادیث میں ان سے روایت بکثرت ہے۔محدثین میں ان کا بڑا پایہ ہے۔محدثین کے نزدیک مثل امام مالکؒ کے یا ان سے بڑھ کر ان کی سند اقوی الاسانید ہے، وغیرہ، تو البتہ کام چلے۔

اب آپ کے دلائل منع قرأۃ خلف الامام شروع ہوئے۔

دلائل منع قرأت خلف الامام

یہ سرخی لکھ کر آپ فرماتے ہیں:

ہر چند مسئلہ قرأت خلف الامام اجتہادیہ مختلف فیہ میں بحکم آیت ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ.....﴾ الآیۃ کے یہ کہنا کہ صرف قرآن اور حدیث سے صراحۃً ثبوت ہو، غلط ہے۔

میں (عبدالعزیز) کہتا ہوں کہ آپ نے اس عبارت میں دو امر کا اقرار کیا۔ایک یہ کہ مسئلہ قرأت خلف الامام اجتہادیہ ہے۔دوسرا یہ کہ اس مسئلہ کا ثبوت قرآن اور حدیث سے صراحۃً ہونا غلط ہے۔پھر جو کچھ اس بارہ میں آپ قرآن وحدیث اپنے زعم میں پیش کریں باقرار آپ کے صراحۃً ثبوت غلط ہے۔آپ ہی کے اقرار سے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔مگر اس خیال سے کہ کہیں آپ اپنے اقرار سے پلٹ جائیں، اس کے جواب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پہلی دلیل آپ کی آیت ﴿وَاِذَا قُرِیءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا.....﴾ ہے۔اوراس کے تحت میں بہ تقلید مولوی صاحب سہارنپوری تفسیروں کی عبارت نقل کی ہے کہ یہ آیت نماز کے بارہ میں اتری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انہیں کو تفسیروں کی عبارت کے کھوج کی کیا ضرورت پڑی؟ کیا اصول کا یہ مسئلہ ان کو نہیں معلوم تھا العبرة لعموم اللفظ لالخصوص المورد۔یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص مورد کا۔پس یہ آیت نماز اور غیر نماز سب کو شامل ہے۔جب قرآن پڑھا جائے تو استماع وانصات چاہیے۔ ہر چند اس آیت کے سبب نزول میں اختلاف ہے،مگر میں بنا بر اصح قول اہل اصول کے عموم لفظ کو دیکھتا ہوں اور نماز کو داخل عموم کر کے عموم آیت مان کر جواب دیتا ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ کا صبح کی نماز کی قرأت کے وقت سنت پڑھنا استماع اور انصات کو چھوڑ دینا ہے۔اور ایسے ہی امام ابوحنیفہؒ،مقتدی کو حالت قرأت امام میں ثنا پڑھنا جائز کہتے ہیں۔پس جو جواب امام صاحبؒ کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے ہوگا۔ چناں چہ بخاری نے جزء القرأۃ میں یہ اعتراض امام ابوحنیفہؒ پر کیا ہے جس کو زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں نقل کیا ہے اور کچھ جواب نہیں دیا،جس سے اس اعتراض کا تسلیم کرنا ثابت ہے۔

علاوہ ازیں حنفی تو کسی نماز میں قرأۃ فاتحہ خلف الامام جائز نہیں رکھتے۔ بھلا سری نمازوں میں استماع قرآن کہاں ہے؟ دعوی عام ہے اور دلیل خاص۔دوسرے، یہ آیت عام ہے نماز اور غیر نماز مقتدی اور غیر مقتدی سب کو شامل ہے اور مقتدی کا فاتحہ پڑھنا بمقتضاء حدیث عبادہؓ وغیرہ اس سے مخصوص ہے جیسا کہ وضو میں پیر دھونا آیت قرآن سے سب کو شامل ہے مگر موزے والا حسب حدیث مسح علی الخفّین اس سے مخصوص ہے:

قال الزيلعي في نصب الرّاية ملخص كلام البخاري في الجزء الّذي صنّفه في القرأة خلف الامام واحتجّ هذا القائل يعني اباحنيفة بقوله تعالى:﴿**فاستمعوا له وانصتوا**﴾ ثمّ قال هذا منصوص بالثناء مع انّه تطوع والقرأة فرض فاوجب عليه الانصات بترك فرض ولم يوجبه بترك السنة فيكون الغرض عنده اهون مالا من التطوع ..... منه ايضاً بفرع وهوانّ المصلي اذا جاء والامام في الركعة الاولى فانه يصلي ..... ركعتي الفجر وبترك الاستماع والانصات۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حاصل کلام بخاری کا رسالہ قرأت خلف الامام میں یہ ہے کہ حجت پکڑی ہے ابوحنیفہؒ نے فاستمعوا له وانصتوا..... سے۔ پھر کہا کہ یہ دلیل ان کی ٹوٹ جاتی ہے ثنا پڑھنے سے، حالانکہ وہ تطوع ہے اور قرأت فرض ہے۔ پس واجب کیا مقتدی پر انصات ساتھ ترک فرض کے۔ اور نہ واجب کیا اس کو ساتھ ترک سنت کے۔ اس صورت میں فرض کا درجہ انکے نزدیک سنت سے کم ٹھہرا۔ اور اس مسئلہ کا بھی اعتراض کیا ہے کہ اگر نمازی آیا اور امام پہلی رکعت میں فجر کے ہے تو وہ سنت فجر کی پڑھے اور استماع وانصات چھوڑ دے۔

دوسری دلیل۔ آپ کی حدیث ((من صلّی خلف الامام فان قرأة الامام له قرأة)) ہے۔ اس حدیث کا ایک جواب تو ہم اوپر زیلعیؒ سے نقل کر چکے ہیں اور سنیے۔ نصب الرایہ میں اس کا جواب امام بخاریؒ سے یوں نقل کیا ہے:

قال واحتجّ ایضاً بقوله علیه السلام:((من کان له امام فقرأة الامام له قرأة))وهذا حدیث لم یثبت عند اهل العلم من اهل الحجاز والعراق لازما له وانقطاعه اما ارساله فرواه عبد اللّٰه ابن شداد عن النّبیّ ﷺ واما انقطاع فرواه الحسن بن صالح عن ابی الجابر الجعفی عن ابی الزبیر عن جابر و لایدری اسمع جابر بن ابی الزبیر ام لا قال ولو ثبت فیکون الفاتحة مستثناة منه ای من کان له امام فقرأة الامام له قرأة بعد الفاتحة۔

(کہا امام بخاریؒ نے کہ دلیل لائے ہیں حدیث میں من کان له امام کو اور یہ حدیث نزدیک علماء حجاز وعراق کے ثابت نہیں۔ بسبب مرسل ومنقطع ہونے کے۔ مرسل ہونا یوں ہے کہ عبداللہ بن شداد نے نبی ﷺ سے روایت کی۔ اور منقطع ہونا یوں ہے کہ روایت کیا حسن بن صالح نے جابر جعفی سے اور وہ ابوزبیر سے اور وہ جابر سے۔ اور معلوم نہیں کہ جابر نے ابوزبیر سے سنا یا نہیں۔ کہا امام بخاریؒ نے اور اگر ثابت بھی ہو تو فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ یعنی جس کا امام ہو تو بعد سورۃ فاتحہ کے قرأت امام کی اس کی قرأت ہوگی)۔

حافظ ابن حجرؒ درایہ میں اس حدیث کی نسبت لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قال محمد بن الحسن فی الآثار اخبرنا ابو حنیفة حدثنا موسی بن ابی عائشة عن عبد اللّٰه ابن شداد عن جابر ..... قال الدارقطنی و ابن عدی لم یسنده غیر ابی حنیفة و تابعه الحسن بن عماره و هما ضعیفان۔

(کہا امام محمدؒ نے آثار میں کہ حدیث بیان کی مجھ سے ابوحنیفہؒ نے، کہ روایت کی مجھ سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے عبداللہ بن شداد سے، اور اس نے جابرؓ سے۔ کہا دارقطنی اور ابن عدی نے کہ نہیں سند کی کسی نے اس حدیث کی سوائے ابوحنیفہؒ کے اور ان کے ساتھ ہے حسنؒ بن عمارہ اور وہ دونوں ضعیف ہیں)۔

تلخیص الحبیر فی تخریج الاحادیث الرافعی الکبیر میں ہے:

حدیث من کان له امام فقرأة الامام له قرأة مشهور من حدیث جابر وله طرق عن جماعة الصّحابة و کلّها معلولة۔

(من کان له امام ..... مشہور حدیث ہے جابر کی اور اس حدیث کے چند طرق ہیں جماعت صحابہ سے اور سب معلول ہیں)

علاوہ ازیں یہ حدیث عام ہے اور سورۃ فاتحہ کی حدیثیں خاص ہیں اور عموم خصوص کی صورت میں اصول والے بھی کہتے ہیں کہ حکم خاص، حکم عام سے مستثنیٰ ہوگا۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے اس روایت کے جواب میں کہا اور زیلعیؒ نے اس کو نقل کیا ہے۔

تیسری دلیل۔ آپ کی حدیث صحیح مسلم کی ہے اور اس حدیث کے جملہ (اذا قرء فانصتوا) سے آپ کا استدلال ہے۔ ہر چند اس حدیث میں اس جملہ کی زیادت پر محدثین کو بہت کلام ہے مگر میں اس سے قطع نظر کر کے جواب لکھتا ہوں۔

اولاً اس جملہ میں بھی قرأت عام ہے اور سورۃ فاتحہ کی حدیثیں خاص ہیں۔ دوسرے انصات کے معنی یہ کہاں ہیں کہ آہستہ بھی نہ پڑھو۔ انصات کے معنی تو ترک الجہر کے ہیں، جس کے معنی یہ ہوئے کہ امام کی قرأت کے وقت تم زور سے نہ پڑھو جو موجب نزاع فی القرأت ہو۔ تفسیر کبیر میں ہے:

الانصات هو ترك الجهر والعرب یسمی تارك الجهر منصتا وان کان یقرء فی نفسه۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(انصات کے معنی ترک جہر کے ہیں۔عرب لوگ جہر نہ کرنے والے کو منصت کہتے ہیں اگر چہ وہ جی میں پڑھتا ہو)۔

آپ کی تیسری اور چوتھی حدیث تو یہی دوسری حدیث ہے، چنانچہ آپ نے خود ہی لکھا ہے: یہ حدیث مسلم کی حدیث کا ٹکڑا ہے۔

لہذا اس کے علیحدہ جواب کی ضرورت نہیں۔

پانچویں حدیث آپ کی ابو ہریرہؓ والی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث ہم کو مفید ہے آپ کو مفید نہیں۔ بلکہ آپ کو مضر ہے، کیونکہ اس حدیث کا جملہ:

فانتهى النّاس عن القرأة فيها جهر فيه رسول اللّه بالقرأة من الصّلوة حين سمعوا.....

دلیل بین ہے اس کی کہ قرأت سے مراد یہاں جہر ہے، کیونکہ بقول آپ ہی کے اس روایت میں ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کا کلام:

((مالی انازع القرآن))

سن کر جہری نماز میں قرأت سے باز رہے۔

مسلم کی روایت ہے اور اسی موطا محمد کے اسی صفحہ میں مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے سائل کو خود کہا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھا کر۔ جیسا کہ اوپر گزرا اور آپ کو بھی اس کا اقرار ہے۔ پس اگر اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام:

فانتهى النّاس عن القرأة

کا مطلب یہ ہوتا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے پیچھے آہستہ پڑھنے سے بھی باز رہے تو حضرت ابو ہریرہؓ خلاف اس کے فتوی نہ دیتے۔

علاوہ ازیں صریح حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بجہر پڑھنے سے باز رہے کیونکہ آپ ﷺ نے صرف اس قدر فرمایا تھا:

((مالی انازع القرآن))

(مجھ سے قرآن میں کیوں منازعت ہوتی ہے)۔

اس کلام سے صرف نزاع فی القرآن کا مفہوم ہوتا ہے۔ آہستہ پڑھنے کا (جو موجب نزاع نہیں ہے) منع اس قول آنحضرت ﷺ سے کسی طرح مفہوم نہیں ہوتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس مجرد اس قدر فرمانا آنحضرت ﷺ کا سن کر لوگ آہستہ پڑھنے سے کیوں باز رہے۔ اور اس روایت میں بقول آپ ہی کے ابو ہریرہؓ کا یہ کلام ہے کہ لوگوں نے یہی فرمان ((مالی انازع القرآن)) سن کر قرأت چھوڑ دی۔ پس ظاہر ہے کہ لوگوں نے قرأت موجب نزاع چھوڑ دی تھی۔ علاوہ اس میں قرأت عام ہے اور حدیث عبادہؓ میں قرأت فاتحہ خاص۔ پس معارضہ نہیں ہوسکتا۔

تعلیق الممجد شرح موطا امام محمد میں اس حدیث کے تحت میں ہے:

قال المجوزون لقرأة ام القرآن فی الجهرية ايضاً معناه عن الجهر بالقرأة او عن قرأت بالسورة لئلا يخالف حديث عبادة فانه صريح فی تجويز قرأت ام القرآن۔

(جو لوگ نماز جہری میں بھی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں انہوں نے کہا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ لوگ بجہر پڑھنے سے باز رہے، یا سورۃ پڑھنے سے باز رہے۔ تا کہ حدیث عبادہؓ کے خلاف نہ ہو کیونکہ اس میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا صریح ہے)۔

اس کے بعد آپ نے آثار موقوفہ نقل کئے ہیں اکثر ان میں سے ثابت نہیں ہیں اور ثابت بھی ہوں تو موقوف حجت نہیں۔ باقی رہا بتقلید مولوی صاحب سہارنپوری یہ کہنا کہ جو امور رائی اور اجتہادی نہیں ہیں اس میں موقوف حکم مرفوع کا رکھتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ قرأت خلف الامام کو آپ خود اجتہادیہ اسی رسالہ میں لکھتے ہیں۔ آپکے دلائل منع قرأت خلف الامام کی تمہید میں ہی پہلا فقرہ آپ کا یہی ہے:

ہر چند اس مسئلہ قرأت خلف الامام اجتہادیہ مختلف فیہ میں۔ الخ

پس باقرار آپ کے آثار موقوفہ حکم مرفوع کا نہیں رکھتے اور قابل اجتہاد نہیں ہیں۔ پس ان آثار کا نقل کرنا آپ کی زبان سے لغو اور بے کار ٹھہرا۔ اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ بایں ہمہ ان آثار کی نسبت میں امام بخاریؒ کے رسالہ قرأت خلف الامام کی عبارت زیلعی کی نصب الرایہ سے نقل کرتا ہوں:

واحتج ايضاً بخبر روى عن داؤد بن قيس عن ابن نجاد رجل من ولد سعد عن سعد قال

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فمه جمرة قال وهذا مرسل ۔ قال ابن نجاد لم یعرف و لاسمی قال واحتج ایضاً بحدیث رواه ابوحیان عن سلمة بن کهیل عن ابراهیم قال قال عبد اللّٰه وددت ان الذی یقرء خلف الامام ملیء قوة متنا قال وهذا مرسل لایحتج به۔ وخالفه ابن عون عن ابراهیم عن الاسود قال رضفاً وهذا محله لیس من کلام اهل العلم بوجهین احدهما قو ل النّبیّ ﷺ لاتلاعنوا بلعنة اللّٰه ولابالنّار ولاتعذّبوا بعذاب اللّٰه فکیف یجوز لاحد یقول فی الّذی یقرء خلف الامام جمرة ۔ والجمرة من عذاب اللّٰه ۔

الثانی لایحلّ لاحدٍ ان یتمنی ان تملأ افواه اصحاب رسو ل اللّٰه ﷺ مثل عمر بن خطاب وابی بن کعب وحذیفة وعلی بن ابی طالب وابی هریرة وعائشة وعبادة بن صامت وابی سعید الخدری وعبد اللّٰه بن عمرو فی جماعة آخرین ممن روی منهم القرأة خلف الامام نضفاً ولا متناولا تلا باتم روی احادیث هؤلاء فی مواضع متفرقة من الجزء المذکور قال من قرء خلف الامام فلا صلوة له قال ولایعرف بهذا الاسناد سماع بعضهم من بعض ولایصح مثلها ۔

(کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام کے منع کرنے والے کی دلیل ایک سعدؓ بن وقاص کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ بھر دی جائے۔ کہا یہ مرسل ہے اس میں ابن نجاد مجہول ہے اور نہ اس کا نام ہے۔ اور ایک دلیل ان کی یہ روایت ہے عبداللہؓ بن مسعود سے کہ انہوں نے کہا کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں گندگی بھر دی جائے۔ کہا یہ مرسل ہے قابل حجت نہیں ہے۔ اور یہ سب اہل علم کا کلام نہیں ہے دو وجہوں سے ایک اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لعنت خدا اور آگ کے ساتھ کسی کو لعنت نہ کرو اور نہ عذاب الٰہی سے عذاب کرو۔ پس کیونکر جائز ہوگا کسی کو قرأت خلف الامام والے کو ایسا کہنا۔ دوسرے کسی کو حلال نہیں کہ اصحاب رسول ﷺ، عمر فاروقؓ و ابیؓ بن کعب و علی مرتضیٰؓ و ابو ہریرہؓ و عائشہؓ و عبادہؓ بن صامت و ابوسعید الخدریؓ و عبداللہ بن عمرؓ وغیرھم (جن سے قرأت خلف الامام مروی ہے) کے حق میں یوں کہے کہ ان کے منہ میں آگ یا گندگی یا خاک بھر دی جائے)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر امام بخاریؒ نے رسالہ مذکور کے متفرق مقام میں ان صحابہ مذکورین سے روایتیں لکھیں وعلی ہذا القیاس۔ زید بن ثابت کو بھی لکھا ہے کہ اس سند میں سماع بعض کا بعض سے نہیں معلوم ہوا اور اس قسم کی روایت صحیح نہیں۔ اس سے وہ بھی باطل ہوا جو مولوی صاحب سہارنپوری نے عینیؒ سے نقل کیا ہے کہ خلفاء راشدین وغیرھم امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے، کیونکہ امام بخاریؒ، حضرت عمر فاروقؓ وحضرت علیؓ مرتضی ودیگر صحابہ کبار سے روایت امام کے پیچھے پڑھنے کی لائے ہیں۔ پس امام بخاریؒ امام المحدثین کے مقابلہ میں بے چارے عینی نویں صدی کے مقلد شخص کی کون سنتا ہے۔ جناب عینی کا امام بخاری کے سامنے کیا وزن ہے اور قطع نظر ان سب کے آپ نے کوئی حدیث یا کوئی اثر نہیں پیش کیا جس میں سورۃ فاتحہ کا ذکر ہو۔ البتہ عام قرأت قرآن کا ذکر ہے۔ اور عام قرأت تو محدثین بھی امام کے پیچھے منع کرتے ہیں۔ صرف سورۃ فاتحہ پڑھنا بمقتضائے احادیث صحیحہ محدثین کہتے ہیں اور اس کے خلاف آپ نے کوئی حدیث یا اثر پیش نہیں کیا۔ فثبت المدعا ❶

---

❶ ہدایۃ المعتدی فی القرأۃ للمقتدی۔ عبدالعزیز رحیم آبادی۔ قلمی نسخہ جناب عبدالوہاب انصاری کا سگنج منقول از نسخہ مطبوعہ آرمی پریس دہلی۔ طبع اغلباً ۱۳۴۶ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آمین بالجہر

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ آمین بالجہر کے مسئلہ میں کہتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ امام جب اونچی آواز سے پڑھے تو بعد ولا الضّالین کے مقتدی باآواز بلند آمین کہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

قال کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا تلا غیر المغضوب علیھم و لا الضّالین قال آمین حتّی یسمع من یلیہ من الصّفّ الاوّل..... ❶

وقال حتّی یسمعھا اھل الصّفّ الاول فیرتج بھا المسجد۔ ❷

حضرت رسول اللہ ﷺ جب ولا الضّالین کہتے تو آمین کہتے ایسی کہ پہلی صف والے سن لیتے پھر سب لوگ بیک آواز آمین کہتے تو تمام مسجد آواز سے گونج اٹھتی۔

اس مسئلہ نے اپنی قوت ثبوت کی وجہ سے بعض محققین علماء حنفیہ کو بھی اپنا قائل بنا لیا، چناں چہ مولانا عبدالحی لکھنویؒ شرح وقایہ صفحہ ۱۶۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

قد ثبت الجھر عن رسول اللّٰہ ﷺ باسانید متعددۃ یقوی بعضھا بعضاً فی سنن ابن ماجۃ والنسائی وابی داؤد وجامع الترمذی وصحیح ابن حبان وکتاب الام للشافعی وغیرھا وعن جمع من اصحابہ بروایت ابن حبان فی کتاب الثقات وغیرہ و لھذا اشار بعض اصحابنا کابن الھمام فی فتح القدیر وتلمیذہ ابن امیر الحاج فی حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی الی قولہ روایۃً۔

---

❶ سنن ابو داؤد، کتاب الصلاۃ، باب التامین وراء الامام، رقم الحدیث: ۹۳۴ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین، رقم الحدیث: ۲۴۸

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب الجہر بآمین، رقم الحدیث: ۸۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(آنحضرت ﷺ سے متعدد سندوں کے ساتھ آمین بالجہر کہنا ثابت ہے وہ ایسی سندیں ہیں کہ ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں۔ ابن ماجہ، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان، امام شافعی کی کتاب الام وغیرہ میں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ سے بھی ابن حبان کی روایت سے ثابت ہے اسی واسطے ہمارے بعض علماء ابن ہمام جیسوں نے فتح القدیر میں اور ان کے شاگرد ابن امیر الحاج نے حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آمین بالجہر کا ثبوت باعتبار روایات کے قوی ہے)

صاحب ہدایہ نے ہمارے مذہب کے خلاف، یا یوں کہیے کہ اپنے مذہب کے ثبوت کیلئے دو دلیلیں لکھی ہیں۔ ایک تو ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ چار چیزیں امام آہستہ کہے:

اربع یخفیھن الامام وذکر من جملتھا التّعوّذ والتّسمیۃ وآمین ❶

ان میں سے ایک آمین بھی ہے۔

اس کا جواب بھی یہ ہے کہ کوئی فعل جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہو، کسی صحابی کے عدم فعل سے رد یا منسوخ نہیں ہوسکتا۔ جب کہ آمین بالجہر آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے تو پھر کسی طرح کسی صحابی کے نہ کرنے یا منع کرنے سے منع نہیں ہوسکتا۔ البتہ صحابی کو معذور سمجھنے کیلئے کوئی تاویل کرنی پڑی گی۔ سو جو تاویل باقی مسائل میں حنفیہ کرام کریں گے وہی اس مسئلہ میں کریں گے کہ اس صحابی سے یہ فعل نبوی مخفی رہا۔ ہاں اگر کسی کو یہ تاویل پسند نہ ہو تو وہ انہی ابن مسعودؓ کی رکوع کے وقت تطبیق کرنے وغیرہ مسائل خلافیہ متعلق عبادات وغیرہ کی کوئی معقول توجیہہ بتا دیں تو ہم بھی اسی پر دستخط کر دیں گے۔

دوسری دلیل صاحب ہدایہ نے یہ دی ہے:

ولانّہ دعاء فیکون مبناہ علی الخفا۔

(آمین دعا ہے پس یہ مخفی ہونی چاہیے)

اس دلیل میں آیت قرآنی کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے:

---

❶ ہدایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ﴾ (الاعراف:۵۵)

اپنے رب کو عاجزی سے اور خفیہ پکارا کرو۔

لیکن آمین اصل دعا نہیں بلکہ استجابت دعا ہے جو اگر ہے تو حکماً دعا ہے، یعنی جو دعا امام نے کی ہے اسکی قبولیت کی درخواست ہے پس جب اصل دعا جو امام کر رہا ہے (یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ رہا ہے) بحکم روایت مذکورہ مانعین اسے آہستہ پڑھنے کا حکم نہیں دیتے اور جو اسی دعا کی استجابت (قبولیت) کی درخواست کرے، اس استجابت کو اس آیت سے منع کریں۔ لعمری ان هذا اعجب العجاب

پس امام اونچی آواز سے دعا کرے گا تو مقتدی بھی بلند آواز سے استجابت کرے گا اور جس وقت آہستہ دعا کرے گا مقتدی بھی آہستہ استجابت کرے گا۔ سارا مدار امام پر ہے پہلے امام کو روکنا چاہیے مقتدی خود رک جائے گا۔ ❶

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخیر میں محققین حنفیہ کا فیصلہ متعلق مسئلہ ہذا بتلا کر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

ابن الہمام شارح ہدایہ فتح القدیر میں مسئلہ ہذا (آمین بالجہر) میں بالکل اہلحدیث کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

لو كان الي في هذا شيء لوفقت بان رواية الخفض يراد بها عدم القرع العنيف ورواية الجهر بمعنى قولها في زير الصوت وذيله يدل على هذا ما في ابن ماجة كان رسول اللّٰه ﷺ اذا تلا غيرالمغضوب عليهم ولاالضّالين ، قال آمين حتّى يسمع من الصّف الاول فيرتج بها المسجد۔ ❷

اگر مجھے اس امر میں اختیار ہو (یعنی میری رائے کوئی سنے) تو میں اس میں موافقت کروں کہ جو روایت آہستہ والی ہے اس سے تو مراد ہے کہ بہت زور سے نہ چلاتے تھے اور جہر کی آواز سے مراد گونجتی ہوئی آواز ہے۔

---

❶ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۱۷۔۴۷

❷ جلد ا ص ۱۱۷ نولکشوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میری اس توجیہ پر ابن ماجہ کی روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب غیر المغضوب علیھم و لا الضّالین پڑھتے تھے تو آمین کہتے تھے ایسی کہ پہلی صف والے سن لیتے تھے (پھر دوسروں کی آواز ملنے سے) مسجد گونج جاتی تھی۔

اہل حدیث کو فخر ہے کہ ان کے مسائل قرآن وحدیث سے ثابت ہو کر آئمہ سلف کے معمول بہ ہونے کے علاوہ، صوفیاء میں سے شیخ عبدالقادرؒ جیلانی بھی ان کی تائید میں ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب غنیۃ الطالبین کے دیکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ آپ نے آمین اور رفع یدین کو کس وضاحت سے لکھا ہے زہے قسمت

گدایاں رااز یں معنی خبر نیست کہ سلطان جہاں باماست امروز

پس صوفیا کرام کی خدمت میں عموماً اور خاندان قادریہ کی جناب میں خصوصاً بڑے ادب سے عرض ہے کہ وہ ان دونوں سنتوں کے رواج دینے میں دل وجان سے سعی کریں اور اگر خود نہ کریں تو ان کے رواج دینے والے فرقہ اہل حدیث سے دلی محبت اور اخلاص رکھیں۔ ❶

آمین بالجہر: اثری تحریر

جناب عاشق علی اثری لکھتے ہیں:

بعض لوگ اپنے امام کے علاوہ دیگر مذاہب کی مؤید کوئی صحیح اور تعارض و نسخ سے محفوظ حدیث پاتے ہیں تو بعید از کار احتمالات کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور اس سے مکمل روگردانی کر لیتے ہیں اور اپنے امام کے مذہب کے لئے وجوہ ترجیح کی تلاش میں لگ جاتے ہیں باوجودیکہ ان کے امام کا مذہب صحابہ کرام، تابعین عظام اور نص صریح کے مخالف ہے۔ ایسے لوگوں میں اعلاء السنن اور آثار السنن کے مؤلفین ہیں کہ انہوں نے کہیں تو صحیح حدیثوں کی تاویل کی اور کہیں ان کی تضعیف کی۔

اس کی مثال آمین بالجہر کے مسئلہ میں ملتی ہے۔ جہاں ابن حجرؒ نے بلوغ المرام میں درج ذیل صحیح حدیث نقل کی اور اس کی شاہد یعنی ہم معنی حدیث کی طرف اشارہ کر دیا:

عن ابی ھریرۃ قال کان رسو ل اللّٰہ ﷺ اذا فرغ من قرأۃ ام القرآن ، رفع صوتہ وقال آمین۔

---

❶ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۷۴۔۷۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رواہ الدارقطنی وحسنہ والحاکم وصححہ ۔ ولابی داؤد والترمذی من حدیث وائل بن حجر نحوہ۔ ❶

(ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورۃ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے ۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا اور حسن کہا ۔ اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا ہے ۔ اور ابوداؤد اور ترمذی میں وائل بن حجر کی حدیث سے اسی طرح مروی ہے)۔

○.....اب سنیے کہ جناب ظہیر احسن نیمویؒ نے اپنی آثار السنن میں باب الجھر بالتامین کے تحت درج ذیل چار حدیثیں نقل کی ہیں:

۱ ۔ عن علقمة بن وائل عن وائل عن ابیه قال کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا قرأ ولا الضّالین قال آمین رفع بها صوته ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وآخرون ۔ وھوحدیث مضطرب۔ ❷

(علقمہ اپنے باپ وائل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جب ولا الضالین پڑھتے تو اونچی آواز سے آمین کہتے ۔ اسے ابوداؤد، ترمذی اور دوسرے آئمہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے)

۲ ۔ عن ابی ھریرة قال کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا فرغ من قرأة ام القرآن رفع صوته و قال آمین ۔ رواہ الدارقطنی والحاکم وفی اسنادہ لین۔ ❸

(ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورۃ فاتحہ پڑھنے سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد میں لین ہے)

---

❶ بلوغ المرام، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلوۃ ۔ کتب خانہ رشیدیہ دھلی ص ۲۱

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب التامین وراء الامام، رقم الحدیث:۹۳۴ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین، رقم الحدیث:۲۴۸

❸ سنن دارقطنی، کتاب الصلاۃ، باب التامین فی الصلاۃ، رقم الحدیث:۷، ج:۱، ص:۳۳۵ مستدرک للحاکم، کتاب الامامۃ، باب کان اذا فرغ من ام القرآن.....رقم الحدیث:۸۴۳، ج:۱، ص:۲۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

٣ ـ عن ابی عبد اللّٰہ بن عم ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ قال ترك الناس التامین ـ و کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا قال غیر المغضوب علیھم و لا الضّالین قال آمین ـ حتی یسمع اھل الصف الاول ، فیرتج المسجد۔ رواہ ابن ماجۃ و اسنادہ ضعیف۔ ❶

ابو ہریرہؓ کے چچازاد بھائی ابوعبداللہ سے مروی ہے وہ ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ جب غیر المغضوب علیھم و لا الضّالین پڑھتے تو آمین کہتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے اور مسجد گونج جاتی۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔

٤ ـ عن ام الحصین انّھا صلّت خلف رسول اللّٰہ ﷺ فلمّا قال و لا الضّالین ـ قال آمین ـ فسمعتہ وھی فی صفّ النّساء ـ رواہ ابن راھویہ فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر وفیہ اسماعیل بن مسلم المکی ، وھوضعیف ـ قال النیموی لم یثبت الجھر بالتّامین عن النّبیّ ﷺ ولا عن الخلفاء الاربعۃ۔ وما جاء فی الباب فھو لایخلو من شیء۔ ❷

(ام الحصینؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ جب آپ نے و لا الضّالین کہا تو آمین پکارا جسے انہوں نے عورتوں کی صف میں سنا۔ اسے ابن راہویہ نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے الکبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند میں اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف راوی ہے۔ نیموی کہتے ہیں۔ آمین بالجہر نہ تو نبی ﷺ سے ثابت ہے نہ خلفاء اربعہ سے۔ اس باب میں جو حدیثیں بھی مروی ہیں وہ عیب سے خالی نہیں ہیں)۔

○.....اسی طرح جناب ظفر احمد عثمانی نے اعلاء السنن میں باب ما جاء فی سنیۃ التامین والاخفاء بھا کے تحت درج ذیل چار حدیثیں نقل کی ہیں۔

---

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب الجہر بآمین، رقم الحدیث: ٨٥٣

❷ آثار السنن۔ ج ١۔ ص ٩٢۔٩٤

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱ ۔ عن ابی هریرة ان رسول اللّٰہ ﷺ قال:((اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین فقولوا آمین ۔ فانّه من وافق قوله قول الملائکة غفرله ماتقدم من ذنبه)) ❶

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب امام **غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین** کہے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوگا اس کے سابقہ گناہ سب بخش دیئے جائیں گے ۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

۲ ۔ عن ابی موسی الاشعری فی حدیث طویل ۔ قال انّ رسول اللّٰہ ﷺ خطبنا فبیّن لنا سنّتنا وعلمنا صلاتنا ۔ فقال:((اذا صلّیتم فاقیموا صفوفکم ثمّ لیئومکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولاالضالین فقولوا آمین،یحبکم الله)) ❷

(ابوموسی اشعریؓ ایک لمبی حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو آپ نے ہمارے لئے سنتیں بیان کیں اور ہمیں صلوۃ کی تعلیم دی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جب تم صلوۃ ادا کرو تو اپنی صفیں سیدھی کرلو۔ پھر تم میں سے کوئی تمہاری امامت کرائے اور جب امام اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور جب وہ **غیر المغضوب علیهم ولا الضالین** کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تمہاری مراد پوری کرے گا)۔

۳ ۔ عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ:((اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین فقولوا آمین،فان الملائکة تقول آمین وان الامام یقول آمین،فمن وافق تامینه تامین الملائکة غفرله ما تقدّم من ذنبه)) رواه احمد والنسائی والدارمی واسناده صحیح۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب جهر الماموم بالتامین، رقم الحدیث:۷۸۲

❷ صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب التشهد فی الصلاۃ، رقم الحدیث:۶۲-۴۰۴

❸ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب جهر الماموم بالتامین، رقم الحدیث:۷۸۲، آثار السّنن، ورواہ ابن حبان فی صحیحه، ذیلعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ابو ہریرہؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیهم ولا الضّالین کہے تو تم لوگ آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا آمین کہنا فرشتوں کے آمین کے موافق ہوگا، اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اسے احمد، نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے، آثار السنن، اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، ذیلعی)

٤ ۔ عن ابی هريرة ان رسول اللّٰه ﷺ قال:((اذا امّن الامام فامّنوا فانّه من وافق تامينه تامين الملائكة غفرله ماتقدّم من ذنبه)) رواه البخارى ۔ قال ابن شهاب و كان رسول اللّٰه ﷺ يقول آمين ۔ وهذا مرسل ۔ ❶

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم لوگ بھی آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کا آمین فرشتوں کے آمین کے موافق ہوگا اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں۔ اسے بخاریؒ نے روایت کیا ہے۔ ابن شہاب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

اس کے بعد جناب ظفر احمد نے کچھ آثار ذکر کر کے علقمہ بن وائل عن ابیہ والی حدیث بایں الفاظ نقل کی ہے:

انّه صلّى مع رسول اللّٰه ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولاالضالين قال آمين و اخفى بها صوته ۔ رواه احمد وابوداؤد الطيالسى ، وابويعلى الموصلى فى مسانيدهم، والدارقطنى فى سننه والحاكم فى المستدرك ، واخرجه فى كتاب القرأة ولفظه وخفض بهاصوته ۔ وقال حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ۔ زيلعى ۔ ❷

انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب آپ ﷺ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہونچے تو آہستہ سے آمین کہا۔ اسے احمد، ابوداؤد طیالسی، ابویعلی موصلی نے اپنے مسانید اور دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے۔

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب جهر الماموم بالتامین، رقم الحدیث: ۷۸۲

❷ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین، رقم الحدیث: ۲۴۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام حاکم نے کتاب القرأۃ میں اس کی تخریج بایں الفاظ کی ہے و خفض بها صوته ۔یعنی آواز پست رکھی اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔مگر بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

پھر ابوسکن حجر بن عنبس الشقفی کے واسطے سے وائل بن حجر کی حدیث نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر ہے۔مگر اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ❶

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ مئولف آثار السنن اور مئولف اعلاء السنن نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کتنا پاپڑ بیلا ہے۔آمین بالجہر کی تمام روایتوں کو ضعیف، لین، مضطرب وغیرہ کہہ کر ردّ کیا ہے۔جناب نیموی نے تو الگ سے باب ترك الجهر بالتامين کے تحت آیت:﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾ (الاعراف:۵۵) (یعنی تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑگڑا کر بھی اور چپکے چپکے بھی)۔اور ابو ہریرہؓ کی حدیث كان رسول الله يعلمنا يقول لاتبادروا الامام ، اذا كبر فكبروا واذا قال ولا الضالين فقولوا آمين ۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے تھے تو فرماتے تھے کہ امام سے جلدی نہ کرو۔جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو۔اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو) سے آمین بالجہر کے ترک پر استدلال کیا ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں: قال النيموي:يستفاد منه ان الامام لايجهر بآمين ۔ ❷ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام زور سے آمین نہ کہے۔

مؤلف اعلاء السنن نے ابو ہریرہ کی حدیث، جس کی تخریج امام بخاری نے کی، اور ابوموسی اشعری کی حدیث، جس کی تخریج امام مسلم نے کی ہے، سے اخفاء آمین پر استدلال کیا ہے۔ جب کہ امام بخاریؒ نے ابو ہریرہؓ کی حدیث اذا امن الامام فامنوا، اور بعض آثار سے امام کے آمین بالجہر کہنے پر استدلال کیا ہے۔

اسی طرح ابو ہریرہؓ کی حدیث اذا قال الامام غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين سے مقتدی کے آمین بالجہر کہنے پر استدلال کیا ہے۔

---

❶ اعلاء السنن۔ج ۲ ص ۲۱۱۔۲۱۷

❷ آثار السنن ج ۱ ص ۹۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آمین بالجہر کی جن حدیثوں کو جناب نیموی اور جناب ظفر احمد نے ضعیف، لین اور مضطرب قرار دیا ہے، ان کی نقاد حفاظ نے تصحیح کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے وائلؓ بن حجر کی حدیث کے بارے میں کہا ہے سندہ صحیح۔ اور دار قطنیؒ نے بھی صحیح کہا ہے۔ ❶

اسی طرح آمین بالجہر کی حدیث کی صحت کے بہت سے آئمہ احناف بھی قائل ہیں۔ ان میں ابن الترکمانی جہری اور سری دونوں حدیثوں کی صحت کے قائل ہیں۔ اور سراج احمد سرہندی، شیخ عبدالحق دہلوی حدیث جہر کو اصح قرار دیتے ہیں۔

ابن امیر الحاج آمین بالجہر کو راجح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

سنت میں وارد احادیث سے دونوں مذہبوں کی شہادت ملتی ہے اور ہمارے مشائخ نے جن احادیث سے اپنے مذہب کو راجح قرار دیا ہے وہ غور وفکر کرنے والے کیلئے ضعف سے خالی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ اگر میرے اختیار میں کوئی چیز ہوتی تو میں یہ تطبیق دیتا کہ خفض والی روایت سے مراد ہے کہ بہت زیادہ اونچی آواز میں نہ کہنا۔ اور جہر کی روایت کا معنی ہے اونچی آواز سے کہنا۔

جناب عبدالحی فرنگی محلی بھی آمین بالجہر کی ارجحیت کے ہم نوا ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

لقد طفنا كما طفتم سنينا بهذا البيت طرا اجمعينا فوجدنا بعدالتامل والامعان ان القول بالجهر آمين هو الاصح، لكونه مطابقاً لما روى عن سيد بنى عدنان ـ ورواية الخفض عنه ﷺ ضعيفة لا توازى روايات الجهر ـ ولوصحت وجب ان تحمل على عدم القرع النيف ـ كما اشار اليه ابن الهمام ـ واى ضرورية داعية الى حمل روايات الجهر على بعض الاحيان ـ اوالجهر للتعليم مع عدم ورود شيء من ذالك فى رواية ـ والقول بانه كان فى ابتداء الامر اضعف ـ لان الحاكم قد صححه من رواية وائل بن حجر ـ وهو انما اسلم فى اواخر الامر ـ كما ذكره ابن حجر فى فتح البارى ـ واما اثر ابراهيم النخعى ونحوه فلا توازى الروايات المرفوعة ـ

---

❶ ابکار المنن فی تنقید آثار السنن۔ ص ۵۹۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جس طرح آپ لوگوں نے اس گھر (آمین کہنے کے باب میں) کا چکر لگایا اسی طرح ہم نے بھی کئی سالوں تک اس مکمل گھر کا چکر لگایا۔ غور وفکر کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ آمین زور سے کہنا اصح ہے۔ کیونکہ یہ بنی عدنان کے سردار (رسول اللہ ﷺ) سے مروی حدیث کے موافق ہے۔ اور آپ ﷺ سے پست آواز سے آمین کہنے کی روایت ضعیف ہے۔ بلند آواز سے آمین کہنے کی روایات کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو اسے آواز کے بہت اونچی نہ ہونے پر محمول کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ اس کی طرف ابن الہمام نے اشارہ کیا ہے۔ اور جہر کی روایات کو بعض اوقات پر، یا تعلیم کے لئے محمول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ کسی روایت میں اس قسم کی بات مروی نہیں ہے اور یہ کہنا کہ بلند آواز سے آمین کہنا ابتداء اسلام میں تھا، ضعیف تر ہے۔ اس لئے کہ حاکم نے وائل بن حجر کی روایت سے اسے صحیح کہا ہے اور وہ آپ ﷺ کے آخری دور میں اسلام لائے ہیں جیسا کہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ رہا ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کا اثر تو وہ مرفوع روایات کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

جناب عبدالحی فرنگی محلی، التعلیق الممجد میں کہتے ہیں:

الانصاف انّ الجهر قوی من حیث الدّلیل۔ ❶

انصاف کی بات یہ ہے کہ اونچی آواز سے آمین کہنا دلیل کے اعتبار سے قوی ہے

حافظ ابن حجر، فتح الباری میں کہتے ہیں:

وروی البیهقی من وجه آخر عن عطاء قال ادرکت مأتین من اصحاب رسول اللّٰه ﷺ فی هذا المسجد ۔ اذا قال الامام ولا الضالین سمعت لهم رجة بآمین۔ ❷

بیہقی نے ایک دوسری سند سے عطاء سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس مسجد (نبوی) میں دوسو صحابہ کو پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو ان کے آمین کی گونج سنائی دیتی۔

---

❶ ابکار المنن ص ۶۲۳۔۶۲۵ ❷ فتح الباری ج ۲ کتاب الاذان باب جهر الماموم بالتامین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب نیموی نے خود اعتراف کیا ہے کہ رفع بھا صوتہ والی حدیث متعدد علماء کے نزدیک صحیح ہے۔ چنانچہ التعلیق الحسن میں لکھتے ہیں:

انّ هذا الحديث وان كان صحيحاً عند غير واحد من اهل العلم لكنّه عند التّحقيق ضعيف بالاضطراب۔

یہ حدیث اگر چہ متعدد علماء کے نزدیک صحیح ہے لیکن تحقیق کی رو سے مضطرب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ❶

❁.....❁❁.....❁

---

❶ علوم الحدیث۔ مطالعہ وتعارف۔ ص ۴۲۸۔۴۳۳ عاشق علی اثری کا مقالہ بلوغ المرام آثار السنن اور اعلاء السنن کا ایک تقابلی جائزہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسئلہ آمین بالجہر عدالت میں

شیخ محمد حسین بٹالویؒ، اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد ۸ میں لکھتے ہیں:

سنی مسلمانوں کے دو فریق اہل حدیث و اہل تقلید کے سال ہا سال سے جھگڑے چلے آتے ہیں۔ جو مختلف شہروں میں مختلف صورتوں اور عدالتوں (دیوانی فوجداری) میں پیش ہو چکے اور آئندہ ہونے کو ہیں۔

کسی عدالت سے ان مقدمات کی نسبت کبھی کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہوا جو قطعی اور حکم اخیر سمجھا جاتا اور وہ ان مقدمات کا دروازہ بند کر دیتا۔ بلکہ ان فیصلہ جات عدالت سے اس اختلاف کا دروازہ اور وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کا باہمی فساد و عناد یوماً فیوماً ترقی پر ہے۔ عدالتوں کو بھی نئے دن ان مقدمات میں نئے سرے تحقیقات کی تکلیف درپیش رہتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس مقدمہ کے قطعی انفصال کی ایسی تجویز آئی ہے کہ اگر مدعیان اہل اسلام اسکی طرف توجہ کریں تو اس اختلاف کا دروازہ قطعاً بند ہو اور اہل اسلام میں باہم اتفاق و اتحاد روز افزوں ہو اور عدالتوں کو بھی نئے سورج سے نئی تحقیقات کی تکالیف سے نجات ہو۔ اور اگر ہمارے برادران اہل اسلام اس کی طرف توجہ نہ کریں تو ایک تجویز ہم اور بتاتے ہیں جس کی طرف گورنمنٹ کو متوجہ ہونے سے یہ جھگڑے غالباً فیصلہ پا سکیں۔ اور اگر احیاناً کوئی جھگڑا پھر بھی پیش ہوا تو گورنمنٹ کو نئی تحقیقات کی تکلیفات سے امن رہے۔

تجویز لائق توجہ اہل اسلام

جہاں تک تفحص و تامل کیا گیا اس سے صاف اور یقینی طور پر سمجھ میں آیا ہے کہ یہ جھگڑے صرف آمین یا رفع یدین یا اسی قسم کے اور امور پر (جن کے مسنون و غیر مسنون ہونے میں فریقین کا باہم اختلاف ہے) ہرگز نہیں۔ ان جھگڑوں کا سبب و موجب کوئی اور ہی امر ہے۔ اس پر قطعی دلیل جس میں کسی کو مجال و مقال نہ ہو یہ ہے کہ آمین وغیرہ امور مذکورہ کو ہندوستان و عرب وغیرہ بلاد اسلامیہ کے موجودہ حنفیہ وغیرہ قائلین ان امور کے حق میں گناہ و حرام و مفسد نماز نہیں سمجھتے بلکہ موجب قرب و ثواب جانتے ہیں اور ان کو ان امور کے عمل میں لانے کے مجاز سمجھتے ہیں گو اپنے حق میں ان کا عمل میں لانا خلاف سنت یا مکروہ سمجھیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس پر خود انہی کی طرف سے ایسی علمی وعملی (یا یوں کہو کہ قولی وفعلی) شہادت پائی جاتی ہے جس کی تسلیم وصحت میں کسی منصف مزاج اہل علم کو انکار وتردد نہیں ہے۔

علمی یا قولی شہادت یہ ہے کہ حنفی مذہب کی مشہور ومعتبر کتب فقہ (ہدایہ، کنز الدقائق، بحر الرائق۔طحطاوی۔فتاوی عالم گیری وغیرہ) میں بتصریح بیان کیا گیا ہے:

فان قنت الامام فی صلوۃ الفجر یسکت من خلفه ۔ عند ابی حنیفة ومحمد وقال ابو یوسف یتبعه لانّه تبع لامامه والقنوت فی الفجر مجتهد فیه ..... ودلت المسئلة علی جواز الاقتداء بالشفعویة۔ ❶

وصحّ ا لاقتداء فیه ..... بشافعی یفصله بسلام ویأتی المأموم بقنوت الوتر ولو بشافعی قنت بعد الرکوع لانّه مجتهد فیه۔ ❷

ویتبع المأموم قانت الوتر لا الفجر ۔ ❸

دلّت المسئلة علی جواز الاقتداء بالشّفعویة۔ ❹

لا خصوصیة للشافعی بل الصلوۃ خلف کل مخالف لمذهب کذلك ۔ ❺

الاقتداء بشافعی المذهب انّما یصح اذا کان الامام یتخامی مواضع الخلاف ۔ ❻

ثمّ المواضع المهمة للمراعاة فی حتی المخالف ان یتوضأ من الفصد والحجامة وکذا وکذا ..... الی ان قال واما مراعاة بعض بالافعال التی هی سنة عند المخالف ومکروه عند غیره کرفع الیدین فی حالة الانتقال وکجهرالتسمیة واخفائها وبسط الیدین فی القنوت ونحوها فهذا وامثاله ممالایمکن الجمع بینهما ولا ..... الخروج عن عبدة خلافها لکل

---

❶ ھدایہ۔ص۱۱۲
❷ درمختار۔ص ۸۷
❸ کنز الدقائق
❹ بحر الرائق والطحطاوی
❺ بحر الرائق ❻ فتاوی عالم گیری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

متبع مذهب ولا يمنع مشربه۔ ❶

شافعی وغیرہ مخالفین مذہب حنفی کا نماز میں اقتداء جائز ہے گو وہ نماز میں ایسے افعال کریں جو ان کے مذہب میں مسنون اور حنفی مذہب میں صرف غیر مسنون ہوں، مفسد نماز نہ ہوں۔ ان امور کے مفسد نہ ہونے کی قید وشرط بھی صرف بعض متأخرین نے لگائی ہے۔ بعض متأخرین اور اکثر متقدمین نے یہ قید بھی اڑا دی ہے اور صاف تصریح کی ہے کہ اگر امام ان امور کا مرتکب ہو جو حنفی مقتدی کے مذہب میں مفسد نماز ہیں جیسے وضو کے بعد فصد..... یا وتر کی دو رکعت پر سلام پھیر دینا، تو اس کے پیچھے بھی نماز جائز ہے کیونکہ ان امور کا مفسد نماز ہونا ظنی و اجتہادی ہے، نہ قطعی ویقینی۔ ولہذا شافعیوں کی نماز ان امور کے ارتکاب سے حنفیوں کے نزدیک بھی فاسد نہیں ہوتی۔ گو ان امور کو اپنی نماز کا مفسد سمجھتے ہیں۔ جیسے نماز فجر میں دعا قنوت پڑھنا۔ یا وتروں میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنا یا بسم اللہ وآمین پکار کر کہنا یا رفع الیدین کرنا۔ اور اسی قسم کے امور۔ اور طرفہ یہ ہے کہ امام ابو یوسف نے حنفی المذہب مقتدی کو شافعی المذہب امام کی متابعت سے فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنے کی بھی اجازت دی ہے۔ جس کے پڑھنے کی حنفی المذہب کے لئے اجازت نہیں ہے۔ گو امام ابو حنیفہ اور امام محمد اس کو قنوت پڑھنے کا حکم نہیں دیتے۔ چپکے کھڑا رہنے کا حکم فرماتے ہیں۔

ان سب کے اقوال و مذہب سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ امور ان سب کے نزدیک (ان لوگوں کے حق میں جو ان کو مسنون جانتے ہیں) گناہ یا حرام یا مفسد نماز نہیں ہیں ایسے ہوتے تو وہ ان امور کے مرتکب امام کے پیچھے حنفی المذہب مقتدی کی نماز جائز نہ بتاتے۔

عملی (یا فعلی) شہادت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ۔ مدینہ مشرفہ۔ روم۔ شام۔ مصر وغیرہ قدیمی بلاد اسلامیہ میں اور جو ان کے قریب ہندوستان کے شہر ہیں (جیسے بمبئی وغیرہ) بلا انکار و مزاحمت شافعی حنبلی و مالکی لوگ نماز میں آمین پکار کر کہتے ہیں۔ اور حنفی علماء وعوام بلا شک وتردد ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ کبھی کسی مقام میں کسی شخص نے کسی شافعی یا حنبلی یا مالکی پر آمین کہنے کے سبب لے دے نہیں کی اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ظاہر کی ہے۔ یہ واقعات مسلم الثبوت ہیں ان پر نقل روایت کی شہادت ضروری نہیں ہے۔

---

❶ رسالہ ملا علی قاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس بیان سے جب ثابت ہے کہ وہ جھگڑے صرف آمین یا رفع یدین یا اسی قسم کے اور امور پر (جن کے مسنون وغیر مسنون ہونے میں فریقین کا اختلاف ہے) ہرگز نہیں تو اس سے یقیناً سمجھ میں آیا کہ ان جھگڑوں کا سبب وموجب کوئی اور ہی امر ہے۔

ہماری تحقیق وتنقیح میں ان جھگڑوں کے موجب دو امر ہیں۔

○.....امر اول۔اس زمانہ کے اہل حدیث کا کسی خاص مذہب حنفی یا شافعی کا مقلد نہ کہلانا بلکہ بلا واسطہ کسی خاص مجتہد کے عمل بالحدیث کا دعوی کرنا۔

○.....دوم۔مقلدین کے خیال میں ان لوگوں کا آئمہ مجتہدین کو برا کہنا۔

○ امر اول تو شہرہ آفاق ہے۔جو لوگ جہاں کہیں عاملین بالحدیث کو اپنی مسجدوں میں آمین کہنے سے منع کرتے ہیں وہ ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہتے ہیں [1] کہ یہ لوگ غیر مقلد یا لامذہب ہیں اسلئے ان کو ہم اپنی مسجدوں سے روکتے ہیں۔اور اگر یہ لوگ شافعی یا مالکی یا حنبلی کہلائیں تو بلا شک ہماری مسجدوں میں آئیں اور شوق سے نماز میں آمین پکار کر کہیں۔اس صورت میں یہ ہمارے بھائی ہیں۔اور بصورت غیر مقلدی یہ ہمارے مذہبی دشمن ہیں۔یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ حرمین وغیرہ بلاد میں شافعیوں، حنبلیوں اور مالکیوں کو آمین سے نہیں روکتے بلکہ انکے پیچھے خود نمازیں پڑھتے ہیں۔

○ امر دوم۔بعض لوگوں کی زبان یا قلم سے نکلا ہے۔مشیر قیصر لکھنؤ کے کسی پرچہ میں ہم نے دیکھا تھا کہ آمین، رفع یدین کی وجہ سے ہم (حنفیہ) ان اہل حدیث (یا غیر مقلدوں) کو مسجدوں سے کب روکتے ہیں؟ ہم تو ان کو اس لئے روکتے ہیں کہ یہ ہماری مسجدوں میں آکر ہمارے پیشواؤں کو برا کہتے ہیں۔گلابی چوورقہ مشہور وموسوم بہ جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد اور رسالہ انتظام المساجد باخراج اھل الفتن والمفاسد وغیرہ رسائل حنفیہ (جنہوں نے فریقین کے باہمی بغض وعناد وتفرقہ وفساد کی بنا کو ہندوستان میں قائم کیا ہے اور اہل حدیث کو مسجدوں سے نکالنے کا آرڈر جاری ومستحکم کر دیا ہے) سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث کو آئمہ مجتہدین وغیرہ آئمہ دین کے توہین کنندہ خیال

---

[1] دیکھو فیصلہ ہائی کورٹ الہ آباد جسکا ذکر آگے آتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کر کے ان کو مسجدوں میں داخل ہونے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ صرف آمین رفع یدین کے سبب نہیں روکتے۔ یہ امر ان رسالوں کے نام سے بھی سمجھ میں آتا ہے۔ ان کے مضامین پڑھنے کی اس امر کے ثبوت کے لئے ضرورت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک بھی امر اول تو واقعی ہے اور فریق ثانی کا مسلّم ہے وہ بر ملا تقلید مذہب معین سے انکاری ہیں اور بلا واسطہ کسی خاص مجتہد کے عمل بالحدیث کے مدعی ہیں۔

امر دوم سے ان لوگوں کو انکار ہے اور ان کے اکابر گروہ نے قلم و زبان سے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ آئمہ دین کی توہین پر لے سرے کی بے دینی ہے اور اس توہین کا مرتکب و معتقد فاسق ہے اور حدیث من عادی لی ولیاً فقد بارز اللّٰہ بالمحاربۃ کا مصداق ہے۔ مگر تاہم بحکم: تا نباشد چیز کے کردم نگویند چیز ہا، مقلدین کے اس ادعاء و خیال کے لئے بھی کچھ نہ کچھ منشاء و مأخذ پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ گروہ عاملین بالحدیث سے بعض عوام کالانعام بعض مجلسوں میں اپنے مزاحمین و مخالفین کے مقابلہ میں طیش میں آکر کچھ نہ کچھ آئمہ مجتہدین کی جناب میں بے باکانہ کہہ بیٹھتے ہیں جیسے نادان مسلمان موجودہ عیسائیوں کی ہٹ دھرمی و ضد کے مقابلہ میں حضرت عیسیٰؑ کی شان میں کچھ نہ کچھ کہہ بیٹھتے ہیں۔ اور بعض عوام بلکہ تھوڑے دنوں سے بعض خواص بھی اپنے بعض رسائل میں امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی نسبت ایسے الفاظ لکھتے ہیں جن سے مقلدین اپنے آئمہ مذہب کی توہین نکال سکتے ہیں۔

ان جھگڑوں کا اصلی سبب و منشاء معلوم ہوا تو اب ہم ان کے انفصال کی آخری تجویز بتاتے ہیں جس کی طرف ہمارے برادران اہل اسلام کی توجہ ضروری ہے۔ ہماری رائے میں ان امور سبب نزاع میں نصفا نصفی پر ڈگری یا فیصلہ ہونا چاہیے۔ امر اول میں تو فرقہ اہل تقلید، عاملین بالحدیث کو معذور سمجھیں اور معاف رکھیں اور امر دوم میں عاملین بالحدیث اہل تقلید کی بات مان لیں۔ ایسا کوئی کلمہ جس سے آئمہ دین اور ان کے مقلدین کی توہین مفہوم و مترشح ہو قلم یا زبان سے نہ نکالیں۔

۞ .....امر اول میں عاملین حدیث کو معذور سمجھنے اور آزادی دینے میں اہل تقلید کا کوئی حرج و ضرر نہیں۔ عمل بالحدیث بلا واسطہ مجتہدین اہل تقلید کے خیال میں گناہ ہے تو اس کا وزر انہی لوگوں پر ہے جو یہ عمل کرتے ہیں۔ اس کا ضرر و اثر اہل تقلید تک نہیں پہونچتا۔ اور اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کا کوئی مذہبی نقصان نہیں ہے۔

اس قسم کے آزاد لوگ مجتہدین کے وقت سے چلے آتے ہیں جو کسی کے مقلد نہ تھے ان سے مذہب مجتہدین کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچا۔ تو زمانہ حال کے آزادوں سے مذہب حنفی یا شافعی کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔

آخر اسلام میں حنفی شافعیوں کے مخالف اور فرقے بھی ہیں جن کو وہ برملا گمراہ کہتے ہیں اور رافضی خارجی وغیرہ خطاب دیتے ہیں، ومع ہذا وہ سنیوں کی مسجدوں خاص کر مسجد الحرام و مسجد نبوی میں اپنے طور پر نمازیں پڑھنے کے مجاز ہیں۔ ان لوگوں سے باوجود اس قدر مخالفت کلی اصول وفروع کے حنفی مذہب کو ضرر نہیں پہونچا تو اس عاملین بالحدیث سے (جو اصول میں حنفیہ کے موافق ہیں اور فروع میں کچھ مخالف کچھ موافق) کیا ضرر پہنچنے کا خوف ہے۔

اگر ان کی صحبت و اختلاط سے ضرر کا خوف و احتمال ہے (چنانچہ انتظام المساجد وغیرہ رسائل میں لکھا ہے) تو اس کو وہ علمی طور سے دفع کر سکتے ہیں اور اپنے گروہ کو ان لوگوں کے اتباع وموافقت سے تحریراً وتقریراً روک سکتے ہیں۔ عملی طور پر اس دفع کرنے اور ان لوگوں کو اپنی مسجدوں میں آنے سے روکنے اور مار پیٹ کرنے کی (جس کا ضرر اس ضرر موہوم سے بڑھ کر اور دم نقد موجود ہے) کیا حاجت ہے۔

دیوانی کے مقابلہ میں دیوانی اور فوجداری کے مقابلہ میں فوجداری مقدمات کرنے کو ہر ایک گروہ حاضر ہے..... اور سال ہا سال تک مقدمات دائر رہنے اور خرچہ عدالت اور وکیلوں کیلئے چندے جمع ہونے سے مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ ایسی حالت میں یہی مناسب ہے کہ اپنے مذہب کی محافظت اور ضرر اختلاط غیروں کی مدافعت علمی طور پر کریں اور تقریراً یا تحریراً ہر ایک گروہ کے مقتداء اپنے اتباع کو یہ کہتے رہیں کہ وہ اپنے مخالفین مذہب سے جو فلاں فلاں کام رفع یدین آمین بالجہر یا ان کا خلاف کریں ان سے وہ لوگ بچتے رہیں۔

اس سے زیادہ عملی کاروائی کسی کو مسجدوں سے نکالنا یا مار پیٹ کرنا ملتوی کر دیں۔ ہماری اس التماس کو ہمارے علاتی بھائی حنفیوں نے تسلیم اور ان کے اعیان واکابر مذہب علماء اور رؤساء نے اس التماس کی تسلیم سے بذریعہ خاص تحریرات یا عام اخبارات ہم کو مطلع فرمایا تو ہم امر دوم میں ان کو ڈگری دیں گے اور تمام اہل حدیث ہندوستان و پنجاب عوام وخاص کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے ذمہ لیں گے کہ وہ کبھی کوئی کلمہ جو آئمہ دین یا ان کے اتباع مقلدین کی توہین کا مشعر وموہوم ہو، قلم یا زبان سے نہ نکالیں گے۔ امور خلافیہ کا بیان اور اپنے خیالات کا اظہار واعلان وہ ایسے عمدہ اور مہذبانہ پیرایہ میں کریں گے جس میں علماء سلف اور ان کے خلف کرتے چلے آئے ہیں۔

❁.....امر دوم کی تسلیم سے گروہ اہل حدیث کو انکار نہیں۔ اور توہین آئمہ دین اور ان کے مقلدین کا ان کو اقبال اور اس پر اصرار نہیں۔ یہ توہین ان کے کلام کا مفہوم ہے نہ منطوق اس کلام سے اس کا لزوم ہے نہ ان کا التزام۔ اور اگر کوئی نادان عوام سے اس کا ملتزم بھی ہے تو اس کا روکنا مشکل نہیں ہے۔ اس گروہ سے جو نسبت ہم کو ہے وہ ہمارے علاتی بھائی حنفیوں کو معلوم ہے اور اس گروہ کے اکابر علماء و پیشواؤں کو ہماری رائے سے اتفاق ہے۔ پھر چند عوام یا بعض خواص تیز مزاجوں کا روکنا کیا مشکل ہے۔ ہم اس باب میں اپنے گروہ کے خواص سے پہلے بذریعہ تحریر اپنی تجویز کے انصرام میں مدد لیں گے پھر ایک خاص سفر کر کے اس تجویز کے انصرام کیلئے.....کمیٹیاں مقرر کریں گے۔ ان کمیٹیوں کے ذریعہ سے کئی عمدہ تجاویز انسداد فساد و تفرقہ وعناد نکالیں گے۔ اور مسلمانوں میں باہم اتفاق واتحاد قائم کریں گے۔

تجویز لائق توجہ گورنمنٹ

ہمارے اسلامی بھائی ہماری تجویز کی طرف توجہ نہ کریں تو مسلمانوں میں امن ومصالحت قائم کرنے کی نظر سے گورنمنٹ ہماری تجویز معروضہ ذیل کی طرف توجہ کرے۔

گورنمنٹ اول تو مختص المقام عہدہ داران چند مقام (لاہور، دہلی، لکھنو، کلکتہ وغیرہ) کے ذریعہ سے آفیشل طور پر امورات ذیل تحقیق کراوے جیسا کہ ۱۸۸۱ء میں کمشنر دہلی نے پرائیویٹ طور پر ازانجملہ بعض امور کو تحقیق کروا کر علماء دہلی کا اتفاق کروایا تھا جو آفشیل نہ ہونے کے سبب دیگر مقامات میں دستور العمل نہ ہوا۔ اور اگر یہ امر گورنمنٹ اپنے نیوٹرل (غیر جانب دار) ہونے کے مخالف سمجھے اور اس کو مذہبی دست اندازی خیال کرے تو موجودہ مقدمات دائرہ عدالت (جو میرٹھ، بنارس، تاجپورہ وغیرہ میں دائر ہیں) کی نسبت ان امور کی تحقیق وتنقیح کی ان عدالتوں کو یہ ہدائت کرے جن میں وہ مقدمات دائر ہیں۔

❍.....امر اول۔ آمین وغیرہ ان لوگوں کے نزدیک جو ان افعال کے قائل ہیں ان کا مذہبی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور اسلامی فرض ہے یا نہیں؟ اس امر کی تنقیح دو سوالوں کو حل کرنے سے ہو سکتی ہے۔

اول، اسلام کی مشہور و معتبر کتابوں میں ان افعال کا ثبوت و ذکر پایا جاتا ہے یا نہیں؟

دوم، اسلامی مذاہب سے جو سنی کہلاتے ہیں کوئی مذہب قدیم ان افعال کا قائل رہے یا نہیں؟

- .....امر دوم۔ جو کام کسی کا مذہبی فرض ہو وہ اس کے ادا کرنے میں اپنے مذہب کا پیرو متصور ہوگا یا اس شخص کا دل دکھانے والہ جو اس کو مذہبی فرض نہیں سمجھتا۔
- .....امر سوم۔ جس کا کوئی مذہبی فرض کسی دوسرے شخص کے مخالف ہو اور اس سے اس کی دل آزردگی مقصود ہو تو وہ اپنے فرض مذہبی ادا کرنے کا مجاز ہے یا بلحاظ دل آزردگی غیر کے ممنوع ہے؟
- .....امر چہارم۔ مسلمانوں کی مسجدیں عام مسلمانوں کے لئے وقف ہیں جن میں مختلف گروہ اہل اسلام اپنے فرائض مذہبی ادا کر سکتے ہیں، یا وہ خاص اسی گروہ کی ادائی فرض کے لئے مخصوص ہیں جس گروہ نے ان کو بنا کیا ہو۔

پس اگر ان امور کی تنقیح و تحقیق میں باتفاق رائے اکثر علمائے ہندوستان کے یہ جواب حاصل ہو کہ

- ۱۔ آمین و رفع یدین وغیرہ ان لوگوں کا مذہبی فرض ہے اور اسلام کی مشہور کتابوں میں ان کا ذکر پایا جاتا ہے اور اسلام کے پرانے سنی مذہب سے اکثر یا بعضے مذہب اس کے قائل ہیں۔
- ۲۔ جو امر کسی کا مذہبی فرض ہو وہ اسکے ادا کرنے میں اپنے مذہب کا پیرو متصور ہوتا ہے۔
- ۳۔ ہر شخص اپنے مذہبی فرض کے ادا کرنے کا مجاز و مختار ہے گو اس سے دوسرے کی دل آزردگی متصور ہو۔
- ۴۔ مسلمانوں کی مسجدیں عام مسلمانوں کے لئے وقف ہیں جن میں مختلف گروہ اہل اسلام اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکتے ہیں۔

تو گورنمنٹ گروہ اہل حدیث کو ان امور کے ادا کرنے کی آزادی کا حکم دے اور ان کے مانعین و مزاحمین کو قطعاً روک دے۔ اور اس حکم کو تمام ہندوستان میں سرکلیٹ کر دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اگر ان امور کی تنقیح کا جواب اس کے مخالف حاصل ہو تو گروہ اہل حدیث کو حنفیوں کی مسجدوں میں ان امور کے ادا کرنے سے قطعاً ممانعت کرے اور اس حکم کو تمام ہندوستان میں مشتہر کر دے۔

اس صورت میں اس حکم کی تعمیل کے ہم خود ذمہ دار ہیں..... ان دونوں صورتوں میں آئندہ جانبین کے جھگڑے موقوف ہوں گے اور مقدمات فیصل پائیں گے۔

چوں کہ ہم بھی بشمول دیگر علمائے ہندوستان کے اس باب میں رائے دینے کا استحقاق رکھتے ہیں لہذا ہم ان امور وسوالات کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ان سوالات کا وہی جواب ہے جو ہم پہلی شق میں بیان کر چکے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اکثر علمائے ہندوستان و پنجاب بھی جواب دیں گے۔ اس مقام میں ہم اس جواب اور اپنی رائے کی شرعی اور عقلی دلائل سے تائید کرتے ہیں۔ گورنمنٹ و دیگر اہل الرائے اس کو پیش نظر رکھیں۔

جواب تنقیح امر اول کی تائید: اس تنقیح کے متعلق پہلے سوال کا حل:

آمین بالجہر (وغیرہ امور مذکورہ) کا ذکر وثبوت عامہ کتب معتبرہ اسلام (فقہ وحدیث) میں اس زور شور سے پایا جاتا ہے کہ اس میں نہ کسی محدث یا مجتہد کو جرح وکلام ہے نہ کسی مقلد کو جائے کلام۔ اور طرفہ یہ کہ جو لوگ (حنفیہ) ان امور کے قائل نہیں۔ وہ خود اپنی کتابوں میں ان امور کا ذکر کرتے ہیں۔ اور کتب حدیث میں ان امور کی متضمن حدیثوں کے پائے جانے کے معترف ہیں (گو ان احادیث کی مخالفت کی عقلی یا فقہی وجوہات بھی پیش کرتے ہیں)

اس اجمال کی محدثانہ تفصیل ہمارے مضمون ریویو رسالہ قول المتین میں ہے۔

اس مقام میں چوں کہ گورنمنٹ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار مدنظر ہے لہذا اس جگہ ایسی نقل وحوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جس کو گورنمنٹ خود تصدیق کر سکے اور اس باب میں علماء وقت سے استفسار کی محتاج نہ رہے۔ اور یہی امر تائیدات وتنقیحات آئندہ میں بھی مرعی ہوگا۔

حدیث کی مشہور ومعتبر کتاب مشکوۃ کے ترجمہ انگریزی میں ❶ مرقوم ہے:

---

❶ جس کو کپتان ای این میتھیو زصاحب بہادر بنگال توپ خانہ نے تالیف کیا۔ اور وہ مطبع ہندوستانی کلکتہ میں طبع ہوا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

Wail Bin Hujur said I heard the Prophet repeat these words' not of those earned your anger nor of who go astry ' and then say amin, prolonging the sound of the last word.

وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو نماز میں سورۃ فاتحہ کے اخیر پر یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا۔ نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو غضب ناک ہوا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے۔ اور اس وقت آپ نے بآواز دراز (بلند) کہا آمین۔

اسی کتاب میں اس سے پہلے مرقوم ہے۔ انگریزی عبارت کا ترجمہ یوں ہے۔

جب امام آمین کہے تو تم بھی کہو، کیونکہ فرشتے بھی کہتے ہیں اور جو شخص ان کے ساتھ آمین کہے اس کے اگلے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

تنقیح اول کے متعلق سوال دوم کا حل

.....اہل سنت کے اکثر مذاہب شافعی، حنبلی اور مالکی اس آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ سنیوں کے چاروں مذاہب میں سے صرف ایک مذہب حنفی اس کا قائل نہیں ہے..... یہ امر بھی اکثر کتب اسلامیہ خصوصاً کتب حنفیہ سے ایسا ثابت ہے جیسا کہ جواب سوال اول۔

یہاں گورنمنٹ کے سامنے ایسی شہادت پیش کی جاتی ہے جس کو وہ بلا مراجعت و استفسار قبول کرسکتی ہے۔ جسٹس سید محمود جج ہائیکورٹ الہ آباد نے مارچ ۱۸۸۵ء کو یہ فیصلہ لکھا:

It is indisputable matter of the Mohammedan Eceslesiastical Law that the word amin should be pronounced in prayers after the sura-i-fateha, or the first chapter of the Kuran, and the only difference of opinion among the four Imams is, whether it should be pronounced aloud or in a low voice. The Hdaya,which is the most celebrated text-book of the Hanafi school of law, lays down the rule in the followingterms:- " When the imam (leader in prayer) has said, nor of those who go astry,' he should say amin, and so should those who are following him in the prayer, because the Porphet has said that when the Imam say amin you must say amin too. And it must be said in a low voice because such is the tradittion stated by Ibn -i-Masud, and also because the word is in prayer, and therefore be pronounced in a low voice." That

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

this doctrine is the result of weighing the authority of the conflicting traditions is apparent from the commentary on the above passage of the Hedaya by Ibn-i-Humam, a celebrated author of the Hanafi School. These traditions are collected in the celebrated collections of taditions (Sihah) of Bukhari and Muslim,both equally acknowledged as accurate by all traditionists by all the schools of Sunni Mohammedans. From the same traditions followers of Imam Shafai evolved the doctrine that amin should be pronounced aloud, and the views of that school are best stated by Nawawi, a commentator of Sahih Muslim. The followers of the other tow Imams, namely Malik and Hanbal, also maintain that the word amin should be pronounced aloud. But it is not necessary to cite authorities for this proposition, because their followers do not exist in British India. From what I have already said, it is clear that the doctrine of all four Imams are regarded by Sunni Mohammedans as orthodox, and that the difference of opinion which exist between them are pure matters of detail. Indeed, in the greatest mosque in the world, namely, the Ka'ba itself, the followers of all the four Imams are at full liberty to pray according to their own tenets. The Shafais, as is apparent from the texts which I have already quoted , pronounce the word Amin aloud in prayers, and to this no objection is or can be made on the ground that the practice is heterodox from sunni point of view. Indeed, the prosecutor in this very case, in his petition of the 20th September, 1884, after stating the orthodox Mohammedans are the followers of the four Imams, goes on to say that " if the defendantd had been the followers of any of the four Imams, the complainant, who is a Hanafi, and other Mohammedans, would not have shrunk from associating with them.", and the ground of the complaint is stated in the petition to be that the defendants " are not followers of any of the four Imams," that " they intend to set up a new form of worship for themselves," that " they are therefore no longer Mohammedans," and by saying the word amin aloud they "have been guilty of the offence of insulting the reliogin of Hanafia Musalmans." Now unless these allegations are substantiated, I am of opinin that there can be

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

no case against the accused under S. 296 of the Indian Penal Code

اس فیصلہ میں بتایا گیا ہے کہ مسٹر ہملٹن کی کتاب ترجمہ ہدایہ سے چاروں امام کا متدین مسلمان اور اہل سنت یا اہل حدیث ہونا اور اصول عقائد میں باہم متفق ہونا نقل کر کے کہا ہے کہ شرع اسلام میں یہ مسئلہ مسلّم ہے کہ لفظ آمین سورۃ فاتحہ کے اخیر میں پڑھنا چاہیے۔ ان چاروں اماموں میں اختلاف صرف اس امر میں ہے کہ یہ لفظ آمین آہستہ کہنا چاہیے یا بآواز بلند۔ ہدایہ میں جو حنفی مذہب کی سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے کہا ہے کہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکے تو جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہوں وہ آمین کہیں کیونکہ پیغمبر نے فرمایا کہ امام آمین کہے تو تم بھی کہو اور کہا ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا چاہیے کیونکہ ابن مسعود نے ایسا ہی نقل کیا ہے۔

ابن الہمام کے اس قول سے جو اس فقرہ ہدایہ کی شرح میں اس نے کہا ہے ظاہر ہوا ہے کہ یہ مسئلہ کہ آمین آہستہ کہی جاوے ان مختلف و باہم متضاد احادیث کا (جو صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں، جن کو اہل سنت کے سب فرقے مانتے ہیں جمع کی گئی ہے) موازنہ کرنے اور ان کو باہم متفق کرنے کا نتیجہ یہ ہے۔ انہی حدیثوں سے امام شافعی کے پیروؤں نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آمین بلند کہنی چاہیے۔ اس بات کو امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں نہائت عمدگی سے بیان کیا ہے۔ مالکی اور حنبلی مذاہب کے پیروؤں کے نزدیک بھی آمین بآواز بلند کہنا چاہیے۔ یہ فرق چوں کہ ہندوستان میں نہیں ہیں لہذا ان کی سند کا بیان ضروری نہیں ہے۔

جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ان اماموں کے مسائل درست ہیں اور صرف فروعات میں ان کا اختلاف ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی مسجد (کعبہ) میں چاروں اماموں کے پیروان کو کامل آزادی ہے کہ اپنے اپنے طریق کے موافق نماز پڑھیں۔ شافعی نماز میں فقط آمین بآواز بلند کہتے ہیں ان پر اس وجہ سے اعتراض نہیں ہوتا کہ یہ کام پکے سنیوں کے عمل میں ہے۔ مدعی نے اپنی عرضی مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۴ء میں یہ بات بیان کر کے کہ پکے دین دار مسلمان چار اماموں کے پیرو ہیں۔ لکھا ہے کہ اگر مدعا علیہ چار اماموں میں سے کسی کے پیرو ہوتے تو مدعی جو حنفی ہے ان سے ملنے سے قاصر نہ رہتا اور اس عرضی دعوی میں یہ وجہ شکایت بیان کی گئی ہے کہ مدعا علیہ کسی فرقہ کے پیرو نہیں اور وہ نیا طریق نماز پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس وجہ سے وہ اب مسلمان نہیں ہیں۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لفظ آمین کو بآواز بلند کہنے سے وہ حنفی مسلمانوں کی مذہبی توہین کے مرتکب و مجرم ہوئے۔ میری (سید محمود) رائے میں تاوقتیکہ یہ باتیں پایہ ثبوت کو نہ پہنچیں کوئی مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند قائم نہیں ہوسکتا۔

❁ اس فیصلہ میں جو جسٹس محمود نے بیان کیا ہے اور ایسا ہی ہم نے دعوی کیا ہے کہ حنبلی و مالکی مذہب میں بھی آمین بآواز بلند کہنا چاہیے، یہ مسئلہ بہت سی کتب معتبرہ میں منقول ہے، ازانجملہ ایک میزان کبری شعرانی کی عبارت اس مقام میں پیش کی جاتی ہے:

ومن ذالك قول الامام ابی حنيفة انه لا يجهر التامين سواء الامام والماموم مع قول احمد والشافعی فی ارجح القولين انّه لايجهر الامام والماموم ومع قول مالك يجهر به الماموم وفی الامام روايتان من غيرترجيح۔ ❶

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ منجملہ ان مسائل فرعیہ نماز کے جن میں چاروں امام کا باہم اختلاف ہے ایک مسئلہ آمین بالجہر ہے۔ اس میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ آمین بآواز بلند نہ امام کہے نہ مقتدی۔ اور امام احمدؒ و امام شافعیؒ کا (دو قولوں میں راجح) قول یہ ہے کہ امام و مقتدی دونوں بآواز بلند آمین کہیں اور امام مالک کا مقتدی کے حق میں تو یہی قول ہے کہ وہ آمین بآواز بلند کہے۔ امام کے حق میں ان سے دو قول مروی ہیں (بآواز بلند کہنا اور بآواز آہستہ کہنا) جن میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔

جواب تنقیح دوم وسوم کی تائید

جو کام کسی کا مذہبی فرض ہو اور وہ اس کو ٹھیک اپنے موقع پر اور اپنے دین و مذہب کی ہدایت کے مطابق عمل میں لاتا ہو، اس کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس کو دوسروں کا دل دکھانے کیلئے عمل میں لاتا ہے، کوئی وجہ نہیں رکھتا، اور نہ بلحاظ دل آزردگی اسکے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ ہے۔ بلا وجہ اس کو دوسرے کی دل آزاری ٹھہرا کر ناجائز قرار دیا جاوے گا تو دنیا میں کوئی مذہبی کام مذہبی نہ کہلائے گا ہر ایک مذہبی فرض بلحاظ دل آزاری غیر جرم متصور ہوگا۔

---

❶ میزان۔ ص ۱۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عیسائیوں کا صلیب کو اور ہندوؤں کا بتوں کو پوجنا، مسلمانوں کا اذان کہنا اور ہندوؤں کا سنکھ بجانا وغیرہ۔ کوئی کام مذہبی فرض نہ رہے گا۔ ہر ایک کام دل آزاری اقوام غیر قرار پا کرنا جائز متصور ہوگا۔ اور دنیا میں کسی کو مذہبی آزادی کا حق نہ رہے گا۔ ہر ایک کو اپنے مخالف پر توہین مذہب و دل آزاری کی نالش کرنے کا ہر وقت استحقاق پیدا ہوگا۔ اور عدالت کا دروازہ ان ہی مقدمات کے لئے کھلا رہے گا۔

ہمارے اس بیان کی تائید بھی اس فیصلہ الہ آباد ہائی کورٹ میں موجود ہے۔ اس میں جسٹس سید محمود نے مخالف کی اس بات کو کہ

ایک آدمی جائز کام کرنے سے بھی ملزم ہوسکتا ہے، اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ وہ کام اور لوگوں کو ناجائز کام کرنے پر باعث ہوگا۔

نقل کر کے کہا ہے:

Such a principle would place the minority at the mercey of the majority, and would, in a case like this, deprive them of the right of worship which the law distinctly confers upon them. Indeed, if such view were adopted, it would open the door for the wrongful prosecutions of innocent persons, who in the exercise of their lawful rights of worship, resort to mosques for devotion.

اس اصول سے تھوڑے لوگ اپنے مذہبی کام کرنے میں بہت لوگوں کے اختیار میں ہو جائیں گے۔ اور وہ اس حق عبادت سے جو قانون نے ان کو دیا ہے محروم رہیں گے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ اگر یہ رائے تسلیم کی جائے تو یہ ان لوگوں پر، جو اپنی شرعی استحقاق سے عبادت کے لئے مسجد میں جاتے ہیں، نالش کا دروازہ کھل جائے گا۔

جواب تنقیح چہارم کی تائید

یہ مسئلہ بھی کتب فقہ و حدیث میں بالاتفاق بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی مساجد وغیرہ اوقاف عام مسلمانوں کیلئے وقف ہیں۔ کسی شخص یا فرقہ سے (بانی کیوں نہ ہو) ان کو خصوصیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نہیں ہے۔ یہ امر بھی اس فیصلہ ہائیکورٹ میں بہ دستاویز کتاب ہدایہ (جو حنفی مذہب کی مشہور و معتبر کتاب ہے) بخوبی ثابت کیا گیا ہے۔ لہذا اس مقام میں اس کی نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

Now, it is fundamental principal of the Mohammedan Law of Wakf, too well known to require the citation of authorities, that when a mosque is built and conscrated by public worship, it ceases to be property of the builder and vests in God (to use the language of the Hidaya) " in such a manner as subjects to it the rules of Divine property, whence the appropriator's right in it is extinguished, and it becomes a property of God by the advantage of it resulting to his creatures. A mosque once so consecrated cannot in any case revert to the founder, and every Mohammedan has the legal right to enter it, and perform devotions according to his own tenets so long as the form of worship is in accord with the recognized rules of Mohammedan Ecclesiastical Law.

یہ قانون اسلام کا اصل اصول ہے اور ایسا مشہور ہے کہ اس پر شہادت (یا سند) ضرورت نہیں کہ جب ایک مسجد تیار ہو اور عام لوگوں کی عبادت سے مقدس ہو جائے تو پھر وہ بانی کی جائداد نہیں رہتی بلکہ ملک خدا ہو جاتی ہے۔ صاحب ہدایہ نے کہا ہے وہ اس طور پر ملک خدا.. ہو جاتی ہے کہ مالک کا حق خاص معدوم ہو جاتا ہے۔ وہ ملک خدا اسلئے کہلاتی ہے کہ خدا کے بندوں کو اس سے (عبادت کرنے کا) فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پس جو مسجد اس طرح مقدس ہو جائے وہ پھر کسی صورت سے بانی کی ملک نہیں ہو سکتی۔ ہر مسلمان اس میں جائز طور پر داخل ہونے اور اپنے طریق پر شعار مذہبی ادا کرنیکا مجاز ہے۔ بشرطیکہ وہ طریق اصول اسلام کے مخالف نہ ہو۔

مسلمان تو مسلمان ہیں خواہ کسی فرقہ اسلامی سے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے غیر مذہب کو بھی اپنی مسجد میں خدا کی عبادت سے نہیں روکا۔ ایک دفعہ خاص آپ کی مسجد میں نجران کے عیسائی آئے اور انہوں نے اپنے طریق سے نماز پڑھی تو آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ روکا۔ بلکہ جن مسلمانوں نے روکنا چاہا ان کو روکنے سے منع کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

القول المتین پر ریویو

جناب محمد علی وکیل عدالت مرزا پور نے آمین بالجہر کے مسئلہ پر القول المتین فی اخفاء آمین کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا اس میں آمین بالجہر کی مخالفت کی اور احادیث آمین بالجہر پر نکتہ چینی فرمائی۔ شیخ محمد حسین بٹالویؒ نے اس رسالہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ اس نکتہ چینی میں بعض راویوں اور بعض اسانید حدیث آمین بالجہر کے طعن و جرح میں تو بے شک جناب محمد علی صاحب مصیب ہیں مگر اس عام اور کلی دعوی میں کہ

سبھی احادیث آمین بالجہر ضعیف ہیں۔

یعنی یہ متن ہی ضعیف ہے اس کی کوئی سند یا طریق صحیح یا حسن نہیں ہے۔

وہ غلطی پر ہیں کیونکہ بعض احادیث آمین بالجہر کو آئمہ محدثین (جو فن تحقیق وتنقید و جرح و تعدیل میں امام تسلیم کئے گئے ہیں) صحیح وحسن کہہ چکے ہیں۔ ان احادیث کی نسبت وکیل صاحب یا کسی اور مقلد کو یہ ہرگز اختیار و منصب نہیں ہے کہ صرف بعض راویوں کی نظر سے ان کو ضعیف قرار دیں۔ بلکہ اس امر کا ان کو کسی حدیث کی نسبت (جس کو آئمہ محدثین صحیح یا حسن کہہ چکے ہوں) اختیار نہیں ہے۔ یہ منصب انہی آئمہ حدیث سے مخصوص ہے جو حدیث کو صحیح یا حسن کہنے والوں کے ہم سر ہوں۔ اور فن جرح وتعدیل میں مسلّم العصر۔

جناب بٹالویؒ کہتے ہیں کہ اس مقام میں ہم نے دو دعوی کئے ہیں:

- اول یہ کہ بعض احادیث آمین بالجہر کی آئمہ محدثین تصحیح وتحسین کر چکے ہیں۔
- دوسرا یہ کہ جس حدیث کو محدثین صحیح یا حسن کہہ دیں اس پر بعض رواۃ کی نظر سے مقلدین کو طعن و جرح کرنا جائز ومقبول نہیں۔

ان دونوں دعاوی کو ہم ایسے دلائل وشواہد سے ثابت کرتے ہیں جن میں وکیل صاحب اور ان کے علماء مذہب کو سر مو مقال کی مجال نہ ہو۔

دعوی اول کا ثبوت

قال ابوعیسی سمعت محمداً یقول حدیث سفیان اصح من حدیث شعبة فی هذا و اخطأ شعبة فی مواضع من هذا الحدیث فقال عن حجر ابی العنس وما هو حجر بن العنبس ویکنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابا السکن وزاد فیه عن علقمة بن وائل و لیس فیه عن علقمة وانّما هو هجر بن عنبس عن وائل بن حجر وقال خفض بها صوته وانما ..... مدبها صوته ـ قال ابو عیسی وسألت ابو زرعة عن هذا الحدیث فقال حدیث سفیان فی هذا اصح قال روی العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن کهیل نحو روایة سفیان ـ قال ابوعیسی حدثنا ابوبکر بن ابان نا عبد الله ..... عن العلاء بن صالح الاسدی عن سلمة بن کهیل عن حجر بن عنبس عن وائل بن حجر عن النبی ﷺ نحو حدیث سفیان عن سلمة بن کهیل ـ ❶

الحدیث اخرجه ایضاً الدارقطنی وابن حبان وزاد ابوداؤد ورفع بها صوته قال الحافظ وسنده صحیح وصححه الدارقطنی واعله ابن القطان بحجر بن عنس وقال انّه لایعرف وخطاه الحافظ وقال انّه ثقة معروف قیل له صحبة ووثقه یحی بن معین وغیره وروی الحدیث ابن ماجة واحمد والدارقطنی من طریق اخری بلفظ وخفض بها صوته و قداعلت باضطراب شعبة فی اسنادها ومتنها ورواها سفیان ولم یضطرب فی الاسناد ولا المتن قال ابن القطان اختلف شعبة وسفیان فقال شعبة خفض وقال الثوری رفع وقال شعبة حجر ابو عنبس وقال الثوری حجر بن عنبس وصوب البخاری ابوزرعة قول الثوری وقد جزم ابن حبان فی الثقات ان کنیته کاس صحابیه فیکون ماقالاه صوابا وقال البخاری ان کنیته ابو السکن ولا مانع من ان یکون له کنیتان وقد ورد الحدیث من طریق ینتفی بها اعلاله بالاضطراب من شعبة وسفیان وقد رجحت روایة سفیان بمتابعة اثنین له بخلاف شعبة فلذالك جزم النقاد بان روایته اصح کما روی ذلك عن البخاری وابی زرعة وقد حسن الحدیث الترمذی قال ابن سید الناس ینبغی ان یکون صحیحاً نیل الاوطار شوکانی ..... وفیه علة اخری ذکرها الترمذی فی علله الکبیر انّه سال البخاری هل سمع علقمة عن ابیه فقال انه ولد بعد موت ابیه بستة اشهر ـ انتهی ـ

غیر ان هذا انقطاع ان تم وقد رجح الدارقطنی وغیره روایة سفیان بانه احفظه و قد روی البیهقی عن شعبة فی هذا الحدیث رافعاً صوته ولما اختلف فی هذا الحدیث عدل المصنف

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی التامین، رقم الحدیث: ۲۴۸، ۲۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

الی ما عن ابن مسعود فانه یوید ان المعلوم منه علیه السلام لاخفاء لاکن تقدم ان الذی فیه ذکر آمین عن النخعی۔ ❶

حدیث آمین بالجہر کو (جس کو امام سفیان نے وائل بن حجر سے نقل کیا) امام ترمذیؒ نے حسن کہا ہے اور دار قطنیؒ نے صحیح۔ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ ابن سید الناسؒ شارح ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث اسی لائق ہے کہ اس کو صحیح کہا جائے۔ اور جو یحی بن سعید قطانؒ نے اس میں یہ علت (چھپی برائی) نکالی ہے کہ اس کا ایک راوی حجر بن ابی العنبس غیر معروف شخص ہے۔ اس کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے غلط قرار دیا۔ اور یہ کہا ہے کہ حجر بن عنبس مشہور و معروف ثقہ ہے۔ امام یحی بن معینؒ (ہم سر یحی بن سعید قطان) نے اس کو ثقہ بتایا ہے اور بعض آئمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کا صحابی تھا۔

جو اس حدیث سفیان کے مقابلہ میں شعبہ کی روایت اسی وائلؓ بن حجر سے منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز میں آہستہ آمین کہی ہے اس کو آئمہ محدثین (ابو زرعہ رازیؒ، امام بخاریؒ وغیرہ) نے خطا قرار دیا ہے۔ بعض آئمہ نے یہ بھی کہا ہے کہ شعبہ نے اس روایت کے متن (الفاظ حدیث) وسند (سلسلہ روات) دونوں میں اضطراب واختلاف کیا ہے۔ متن میں یہ اختلاف کہ کبھی آہستہ آمین کہنا روایت کیا ہے۔ کبھی آمین بالجہر۔ ایسا ہی اختلاف سند ہے۔ لہذا اس کی روائت لائق اعتماد نہیں۔

بعض محدثین نے سفیان وشعبہ دونوں کی روایات کو صحیح مان کر سفیان کو روایت شعبہ پر اس نظر سے ترجیح دی ہے کہ اس کی روایت آمین بالجہر کے دو شخص اور بھی مؤید ومصدق ہیں اور شعبہ کی روائت اخفاء کا کوئی مؤید نہیں ہے۔

یہ امام ابوعیسی ترمذی و امام شوکانی کے کلام کا خلاصہ ہے اور شیخ ابن الہمام حنفی نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں امام ترمذی کا کلام مذکور نقل کر کے اس پر اور طرہ چڑھایا۔ اور یہ فرمایا کہ ہے حدیث شعبہ میں (جس میں آمین آہستہ کہنے کا ذکر ہے) ایک علت اور ہے جس کو ترمذی نے علل کبیر میں ذکر کیا ہے۔

---

❶ فتح القدیر ج ا ص ۱۲۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ یہ ہے کہ آپ نے امام بخاریؒ سے پوچھا کیا علقمہ نے اپنے باپ سے کچھ سنا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو اپنے باپ سے چھ مہینہ بعد پیدا ہوا ہے۔ (کلام امام ترمذی ہو چکا)۔ اگر یہ کلام درست ہو تو اس سے صرف انقطاع حدیث ثابت ہوتا ہے (یعنی جو حنفی مذہب میں چنداں عیب نہیں)، اور دار قطنی وغیرہ نے روایت سفیان کو (جس میں آمین بالجہر کا ذکر ہے) ترجیح دی ہے۔ اس لئے کہ سفیان شعبہ سے یاد داشت میں بڑھ کر ہے۔ اور یہ روایت جہر آمین خود شعبہ سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ دار قطنی نے ان سے نقل کیا ہے۔ اور چوں کہ اس حدیث شعبہ میں اختلاف تھا (جو بیان ہوا کہ سفیان اس کا مخالف ہے بلکہ شعبہ خود اپنی روایت میں مختلف البیان ہے) لہذا مئولف ہدایہ نے حدیث شعبہ سے عدول کر کے حدیث ابن مسعودؓ کی طرف رجوع کیا اور مسئلہ اخفاء آمین پر اس کو دلیل ٹھہرایا۔ لیکن اس حدیث ابن مسعودؓ میں یہ بحث ہو چکی ہے کہ وہ ابن مسعودؓ سے ثابت نہیں وہ صرف ابراہیم کا قول ہے۔

اس بیان سے ہمارا پہلا دعوی ثابت ہوا۔ اور حدیث آمین بالجہر کو امام دار قطنی وغیرہ کا صحیح کہنا اور امام ترمذی کا حسن کہنا پایہ ثبوت کو پہنچا۔ وللہ الحمد

دوسرے دعوی کا ثبوت

ہمارا دوسرا دعوی:

جس حدیث کو آئمہ محدثین مسلم الاجتہاد صحیح یا حسن کہہ چکے ہوں اس پر مقلدین محض کا (جو جرح وتعدیل وتنقید واجتہاد کے اہل نہ ہوں) جرح وطعن جائز ومقبول نہیں۔

ایسا دعوی ہے کہ اس پر فقہاء ومحدثین متقدمین ومتاخرین سب کا اتفاق ہے۔ وہ سب کے سب تنقید (تصحیح وتنقید کے اہل نہ ہوں) اس منصب شریف کے لائق نہیں جانتے۔ محدثین وفقہاء میں کچھ اختلاف ہے تو اس منصب کے لائق اعیان واشخاص کی تعیین میں اختلاف ہے۔ محدثین اس منصب شریف کو آئمہ محدثین کا منصب سمجھتے ہیں۔ فقہاء اپنے مجتہدین کو بھی اس منصب میں آئمہ محدثین کا ہم سر بلکہ ان سے لائق تر خیال کرتے ہیں۔

متقدمین ومتاخرین کا اس باب میں اختلاف ہے تو یہ ہے۔

امام ابن الصلاح وغیرہ متقدمین اس منصب کو محدثین سلف پر ختم کرتے ہیں۔ امام نووی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وغیرہ متاخرین پچھلے زمانہ کے اہل تنقید واجتہاد کے لئے بھی اس منصب کو تجویز کرتے ہیں۔ بہر حال و بنا بر یہ ایک اختلاف و مقال مقلد محض و نا اہل بحث کو کوئی شخص فقہاء سے ہو خواہ محدثین سے، متقدمین سے ہو خواہ متاخرین سے، اس منصب کے لائق نہیں سمجھتا۔ اس مقام میں ان اختلافات کے متضمن اقوال علماء ومحدثین کو نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے ناظرین کو بخوبی روشن ومتیقن ہوگا کہ مقلد محض و نا اہل بحث کو کسی نے تنقید وتحقیق وتصحیح وتضعیف حدیث کا اہل تسلیم نہیں کیا۔ خصوصاً اس حدیث کی تضعیف کا جس کو آئمہ محدثین صحیح کہہ چکے ہوں۔ یا اس حدیث کی تصحیح کا جس کو انہوں نے ضعیف قرار دیا ہو۔

ابن الصلاحؒ نے کتاب علوم الحدیث کے نوع اول میں بضمن فائدہ دوم کہا ہے:

روایة اذا وجدنا فیما یروی من اجزاء الحدیث وغیرها حدیثاً صحیح الاسناد و لم نجده فی احد الصحیحین ولا منصوصاً علی صحته فی شیء من مصنفات آئمة الحدیث المعتمدة المشهورة ..... لانتجاسر علی جزم الحکم بصحته قد تعذر فی هذه الآثار الاستقلال دراك الصحیح بمجرد اعتبار الاسانید لانه ما من اسناد من ذالك الا وتجد فی رجاله من اعتمد فی روایة علی مافی کتابه عریاً عما یشترط فی الصحیح من الحفظ والضبط والاتقان قال الامر اذاً فی معرفة الصحیح والحسن الی الاعتماد علی مانص علیه آئمة الحدیث فی تصانیفهم المعتمدة التی یؤمن فیها الشهرتها من التغییر والتحریف وصار معظم المقصود بما یتداول من الاسانید خارجاً عن ذالك ابقاء سلسلة الاسناد التی خصت بها هذه الامة زادها الله شرفاً ۔ ❶

ہم کسی حدیث کو صرف اس کی سند دیکھ کر صحیح کہنے کی جرئت نہیں کر سکتے۔ اگر اس کو صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں نہ پائیں یا اور کتب آئمہ حدیث میں اس کی صحت پر کسی امام کی تصریح نہ دیکھ لیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں (اپنے زمانہ سا تویں صدی کی نسبت آپ یہ فرماتے ہیں۔ تو اس زمانہ چودھویں صدی کا کیا حال) صرف اسناد کو دیکھ کر خود بخود حدیث کو صحیح جان لینا مشکل ہو گیا ہے کیونکہ اس قسم کی

---

❶ مقدمہ ابن الصلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہر ایک سند میں کوئی نہ کوئی راوی ایسا ضرور ہوگا جو اس حفظ وضبط سے معری ہو جو صحیح حدیث میں مشروط ہے۔ لہذا صحیح وحسن حدیث کی پہچان کا رجوع انہی اقوال آئمہ حدیث کی طرف ہوا جو اپنی مشہور ومعتبر تصانیف میں انہوں نے بتصریح بیان کئے ہیں۔ اور اس وقت اسناد سے مقصود صرف اس سلسلہ سند کا (جو امت محمدیہ کا خاصہ ہے) باقی رکھنا ہوا۔ جو اس غرض سے تصحیح وتضعیف احادیث سے خارج امر ہے)

امام نوویؒ نے اپنی کتاب تقریب میں کہا ہے:

الاظهر عندی جوازه لمن تمكن وقويت معرفته۔ ❶

میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ تصحیح وغیرہ اب بھی جائز وممکن ہے اس شخص کے لئے جس کو قدرت اور قوی کی پہچان ہو۔

اس کی شرح تدریب راوی میں امام سیوطیؒ نے امام عراقیؒ سے نقل کیا ہے:

قال العراقی هو الذی علیه عمل اهل الحدیث فقد صحح جماعة من المتاخرین احادیث لمنجد عمن تقدمهم فیها تصحیها ا لی ان ذكر اسمائهم والاحادیث التی صححوها۔ ثم قال ولم یزل ذالك داب من بلغ اهلیة ذالك الی ان قال الحاصل ان ابن الصلاح سد باب التصحیح والتضعیف علی هذه الازمان لضعف اهلیتهم ۔ وان لم یوافق علی الاول۔ ❷

آئمہ حدیث کا جو ابن الصلاح کے ہم عصر اور ان کے پیچھے ہوئے ہیں اسی پر عمل چل رہا ہے پھر ان آئمہ کا نام لیا جنہوں نے از خود کئی حدیثوں کو صحیح کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہی طریق ان لوگوں کا رہا ہے جو اس امر کی اہلیت ولیاقت کو پہونچ چکے تھے اس کے بعد کہا ہے کہ حاصل مطلب یہ کہ ابن الصلاح نے تصحیح وتحسین و تضعیف کا دروازہ اس زمانہ کے لوگوں پر بند کر دیا ہے۔ اس نظر سے کہ ان کی لیاقت میں ضعف ہے اگر چہ ان سے پچھلے علماء نے ان کی اس بات سے اتفاق نہیں کیا۔

---

❶ تقریب نووی
❷ تدریب راوی شرح تقریب نووی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ابن جماعہؒ نے اپنے مختصر میں امام ابن الصلاح کا قول نقل کر کے فرمایا ہے:

فان بلغ واحد فی هذا الاعصار اهلية ذالك والتمكن من المعرفة احتمل استقلاله ۔ ❶

(اگر کوئی ان زمانوں میں اس لیاقت کو پہنچے اور حدیث کی پہچان پر قادر ہو تو وہ بذات خود یہ کام کر سکتا ہے)۔

شیخ زکریا انصاریؒ نے فتح الباقی شرح الفیہ عراقی میں کہا ہے:

من اراد الاحتجاج بحديث من السنن او من المسانيد ان كان متاهلاً لمعرفة ما يحتج به من غيره فلا يحتج به حتى ينظر فی اتصال اسناده واحوال رواته والا فان وجداحداً من الآئمة صححه او حسنه فله تقليده والافلايحتج به ۔ ❷

(جو شخص کسی حدیث سے (منجملہ احادیث کتب سنن ومسانید) تمسک کرنا چاہے وہ اگر خود حدیث لائق تمسک و نالائق پہچاننے کی لیاقت رکھتا ہے تو اس کے اتصال سند واحوال رواۃ کو دیکھ لے۔ اس امر کا اہل نہ ہو۔ تو حدیث کے اماموں سے کسی امام کا قول اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کی بابت پاوے تو اس باب میں اس کی تقلید کر لے اور وہ قول بھی نہ پاوے تو اس حدیث سے تمسک نہ کرے)۔

شیخ ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنۃ میں فرمایا ہے:

المنقولات فيها كثير من الصدق وكثير من الكذب والمرجع فی التمييز بين هذا و بين هذا الى اهل الحديث عما يرجع الى النحاة فی النحو ويرجع الى علماء اللغة فی ما هو من اللغة وكذالك علماء الشعر والطب وغير ذالك فلكل علم رجال يعرفون به والعلماء بالحديث اجل هولاء واعظم قدراً واعظم صدقاً واعلاهم منزلة واكثرهم ديناً ۔ ❸

---

❶ مختصر ابن جماعہ
❷ فتح الباقی شرح الفیہ عراقی
❸ منہاج السنۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(روایتوں میں بہتیرا سچ ہوتا ہے، بہتیرا جھوٹ۔اس میں تمیز کرنے کے لئے اہلحدیث کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔جیسا مسائل نحو میں علماء نحو کی طرف اور مسائل لغت وشعروطب میں علماء لغت وشعروطب کی طرف۔وعلی ہذا القیاس۔ہر ایک علم کیلئے خاص لوگ ہیں کہ وہ اس علم میں معروف ہیں ان سب میں بڑے جلیل القدر اور بڑے دیندار علماء اہل حدیث ہیں)۔

شیخ عبدالحق شرح سفر السعادۃ مطبوعہ لکھنو میں بصفحہ ۲۲ مجتہدین کے تنقید وتحقیق بیان کر کے فرماتے ہیں:

عوام مسلماناں بلکہ خواص ایشانرا دریں روزگار این قوت کجا است کہ این کار (تمیز صحیح وسقیم) از دست ایشاں آید ایشانرا متابعت مجتہدین کردن ❶ ودرپئے ایشاں رفتن سبیلے نبود والعبدۃ علیھم۔این کار متقدمین محدثین رامیسر بود۔

صاحب درمختار اس کتاب کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

وقد ذکروا ان المجتھد المطلق قد فقد اما المقید فعلی سبع مراتب مشھورۃ وانا نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ۔ ❷

مجتہد مطلق تو مفقود ہے۔مقید مجتہدوں کے سات طبقہ ہیں جو مشہور ہیں۔ولیکن ہم پر اسی بات کا اتباع لازم ہے جس کو انہوں نے صحیح یا راجح کہہ دیا۔(یعنی ہم تصحیح و ترجیح کے لائق نہیں)۔

ان اقوال وعبارات سے ہمارا دعوی دوم بھی ثابت ہوا۔اور یہ امر ثبوت کو پہنچا کہ تصحیح و تضعیف احادیث علی الخصوص بمقابلہ تصحیح وتضعیف آئمہ حدیث نا اہلوں اور محض مقلدوں کا کام نہیں ہے۔

اب حدیث سفیان کی نسبت جرح ونکتہ چینی مولوی محمد علی وکیل کی نسبت یہ امر بحث وتنقیح

---

❶ شیخ عبدالحق کے اس جز کلام سے ہم کو اتفاق نہیں ہے۔ہمارا تمسک اس کلام میں فقرہ اول وآخر سے ہے۔محمد حسین

❷ درمختار طبع دھلی ص ۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طلب رہا کہ وکیل صاحب نے (جو اس حدیث پر بمقابلہ امام بخاری و ترمذی و دار قطنی و ابوزرعہ رازی نکتہ چینی کی ہے) اس میں وہ خود مجتہد ہیں اور تنقید و اجتہاد کے وہ اہل اور آئمہ مذکورین کے وہ ہم سر یا ان سے قریب تر ہیں یا مقلد محض ہو کر صرف میزان ذہبی میں محض رواۃ کا جرح دیکھ کر نکتہ چینی سے لب کشائی اور خامہ فرسائی کئے ہیں۔

بشق دوم بحث ختم ہے، اور نکتہ چینی کی نسبت ہمارا ریویو صحیح ہے۔ اس صورت میں امید ہے کہ وکیل صاحب اپنی نکتہ چینی کو واپس لیں گے اور اس حدیث آمین بالجہر کا صحیح یا حسن ہونا بہ تقلید امام دار قطنی و امام ترمذی و بخاری وغیرہ کے بلا چون و چرا تسلیم کر لیں گے۔

وبشق اول ہم وکیل صاحب کی خدمت میں کتب حدیث سے جس کتاب کے جس باب یا فصل یا ورق سے وہ کہیں، دس حدیثیں نکال کر پیش کر کے ان احادیث کی تنقید (تصحیح یا تضعیف) کی درخواست کریں گے۔ وکیل صاحب نے اپنے اجتہاد سے ان احادیث کی تصحیح یا تضعیف کر دی اور جن امور کی تنقیح تصحیح حدیث کے لئے بے کار ہے۔ ان امور کی تنقیح ان احادیث میں کر کے دکھا دی تو ہم ان کو ہمسر بخاری و ابوزرعہ رازی تسلیم کر لیں گے اور ان کی نکتہ چینی کو دل سے مان کر اپنے اس ریویو کو واپس لے لیں گے۔

وکیل صاحب کو اجتہاد و انتقاد کا دعوی ہو تو اپنے اس دعوی سے ہم کو بذریعہ کسی اخبار یا مطبوعہ اشتہار کے اطلاع دیں اور جس کتاب کے جس باب یا ورق کی حدیثوں کی تنقید کے وہ مدعی ہوں اس سے بھی نشان دہی کریں۔ مگر قبل از ادعاء و اشتہار کتب اصول حدیث مقدمہ ابن الصلاح یا شرح نخبہ (وہ نہ ملیں تو مختصر رسالہ طیبی جو جامع ترمذی مطبوعہ احمدی کے پہلے ملحق ہے) ملاحظہ فرما کر شروط صحت و تصحیح کو دیکھ لیں اور اپنی نظر و علم کو ٹٹول کر یہ خیال فرمالیں کہ وہ ان شرطوں (خصوصاً راویوں کے باہمی لقاء و سماع اور نفی شذوذ و نفی علت و اتصال و انقطاع اسناد و مزید متصل اسانید وغیرہ مشکلات) کو ثابت کر سکیں گے۔

ہمارا تو یہ گمان ہے کہ وکیل صاحب تو کیا، ان کے ہم مذہب علماء ہندوستان و عرب، بلکہ ان کے مقابلہ میں گروہ اہل حدیث کے علماء میں بھی اس وقت کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تصحیح و تنقید احادیث میں ملکہ اجتہاد رکھتا ہو۔ ہمارا یہ گمان وکیل صاحب نے غلط کر دیا اور دس نہ سہی دو ہی چار حدیثوں کو از خود صحیح کر کے دکھا دیا تو ہم کو نہ صرف اپنا الزام واپس لینا پڑے گا بلکہ مرزا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پور میں پہونچ کران کا تلمذ اور شرف صحبت اختیار کرنا ضروری ہوگا۔

وکیل صاحب کی نکتہ چینی کے متعلق ہمارا ریویو تمام ہوا جس سے نہ صرف ان کے اعتراض متعلق حدیث آمین بالجہر کا حال کھلا بلکہ فرقہ مقلدین کے جملہ اعتراضات کا (جو حدیث آمین بالجہر پر وہ کرتے ہیں، جیسے میاں شاہ محمد پنجابی ساکن دہلی کا یہ اعتراض کہ آمین بالجہر کا راوی سفیان مدلس ہے اور اس حدیث کو وہ معنعن روایت کرتا ہے اور مدلس کی معنعن حدیث مقبول نہیں۔ یا حدیث قرأت فاتحہ خلف الامام وہ وارد کرتے ہیں، جیسے ان کا یہ اعتراض کہ اس حدیث کا راوی محمد بن اسحاق شیعہ اور مدلس) حال اس سے کھل گیا۔ اور ہر ایک اعتراض پر جو مقلدین احادیث پر وارد کرتے ہیں ایک عام ریویو بن گیا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی مقلد کا حدیث پر (جس کو آئمہ محدثین صحیح یا حسن کہہ چکے ہوں) کوئی اعتراض لائق التفات وسماع نہیں۔ اور مقلد کا یہ منصب ہی نہیں ہے کہ احادیث مصححہ یا محسنہ آئمہ حدیث پر وہ نکتہ چینی کر سکے۔ اس منصب کے لائق اشخاص اور ہی ہیں۔ جو حدیث کے امام کہلاتے ہیں وللحرب رجال یعرفون بها

ولیکن اس ریویو سے چند سوالات ایسے پیدا ہوتے ہیں جو مقلدین اور محدثین زمانہ حال کی تشویش کا موجب ہوں گے۔ لہذا ان سوالات کا ذکر کر کے ان کا جواب دینا ضروریات سے ہے۔

سوال اول:

بہت سے علماء محدثین (جو درجہ تقید و اجتہاد کو نہیں پہنچے) اپنے مذہب کے مخالف احادیث پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ اور صرف بعض راویوں کے مجروح ہونے کی نظر سے بلا استناد اقوال اہل انتقاد اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں جس کی تمثیلات تالیفات و رسائل اہل حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ پھر ان کی نکتہ چینی کیوں مقبول سمجھی جاتی ہے۔ اور اس میں اور نکتہ چینی مقلدین میں کیا فرق ہے۔

جواب سوال اول:

محدثین (جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچے) کی نکتہ چینی اگر ان احادیث (جن کو آئمہ محدثین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسلّم النقد والا اجتہاد نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے) کی نسبت ہو اور وہ کسی امام مقبول سے منقول نہ ہو تو وہ بھی اسی بحث کا محل ہے جو نکتہ چینی مقلدین کی نسبت ہو چکی ۔ ایسی نکتہ چینی مقلدین میں سر مو بھی فرق نہیں ہے اور غالباً علماء اہل حدیث (جن کو علم سے کچھ بھی تعلق ہے) اور ان کو نعتہً وعرفاً عالم کہا جا سکتا ہے اس قسم کی نکتہ چینی کسی حدیث پر نہیں کرتے ۔

آج کل عوام اہل حدیث جو محض ان پڑھ ہیں اور علوم دینی سے جاہل ہو کر اجتہاد کا دعوی کرتے ہیں اور بعض حدیثوں کے بعض رواۃ کا مجروح ہونا کسی مولوی سے سن کر یا کسی اردو کتاب میں دیکھ کر ان حدیثوں کو ضعیف کہہ دیتے ہیں اس قسم کی نکتہ چینی کرتے ہیں تو علماء اہل حدیث ان کے ذمہ دار نہیں ۔ وہ ان کو اور ان کی نکتہ چینی کو قیامت کبری کے آثار وعلامات سے خیال کرتے ہیں اور اس حدیث نبوی کا مصداق سمجھتے ہیں جس کو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے روایت کیا ہے:

عن عبد اللّٰہ بن عمر قال سمعت رسو ل اللّٰہ ﷺ یقول:((ان اللّٰہ لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعہ من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤساً جھالاً فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا)) ❶

آنحضرت ﷺ نے فرمایا خدا تعالی علم کو دنیا سے اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ لوگوں کے سینوں سے اس کو نکال لے گا ۔ اس کا اٹھانا یوں ہوگا کہ علماء کو اٹھا لیا جائے گا حتی کہ جب کوئی عالم نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار (مفتی وپیشوا) بنالیں گے وہ ان کو بے علمی سے فتوی دیں گے خود گمراہ ہوں گے، اور ونکو گمراہ کریں گے ۔

اگر ان کی نکتہ چینی ان احادیث کی نسبت ہے جن کو کسی محدث نے صحیح یا حسن نہیں کہا تو اس میں اور نکتہ چینی مقلدین میں صریح فرق ہے ۔ ومع ہذا وہ اس نکتہ چینی کو بے اعتبار و نا قابل عمل ہونے احادیث مخالف مذہب پر اصل ومستقل دلیل نہیں سمجھتے ۔ اصل ومستقل دلیل ان کی اس باب میں یہ ہوتی ہے کہ ان احادیث کو کسی امام نے صحیح یا حسن نہیں کہا اور جو اپنی طرف سے وہ ان احادیث پر نکتہ چینی کرتے ہیں اس کو اصل ومستقل دلیل کے شواہد ومؤیدات سے ٹھہراتے ہیں ۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، رقم الحدیث:۱۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لہذا ان کی نکتہ چینی درجہ اعتبار سے ساقط نہیں ہے۔ بخلاف نکتہ چینی مقلدین کے کہ وہ احادیث صحیحہ وحسنہ آئمہ حدیث پر ہوتی ہے۔ اور بے اعتباری ان احادیث پر اصل ومستقل دلیل سمجھی جاتی ہے۔ لہذا وہ درجہ اعتبار وقبول سے ساقط ہے۔

سوال دوم:

تمہارا یا ابن صلاح کا یہ کہنا کہ انتقاد احادیث کا دروازہ مدت سے بند ہے۔ بعینہ ویسا ہے جیسے مقلدین نے کہہ رکھا ہے کہ اجتہاد مطلق کا دروازہ آئمہ اربعہ پر بند ہو چکا ہے۔ اور اجتہاد فی الجملہ یا فی المذہب کا دروازہ علامہ نسفی پر مسدود ہے۔ پھر تم نے اپنی بعض تصانیف میں بڑے شدومد کے ساتھ ان کے قول کو کیوں رد کیا؟ اس میں اور تمہارے قول میں کیا فرق ہے؟

جواب سوال دوم:

اس میں صریح فرق ہے۔ اجتہاد (مطلق ہو خواہ فی الجملہ خواہ فی المذہب) عقل سلیم وفہم مستقیم سے ہوسکتا ہے۔ جس کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ قیامت تک بند ہوگا۔ بخلاف انتقاد حدیث کے کہ وہ نقل کے متعلق ہے۔ اور وسعت نظر اور کثرت معلومات نقلیہ پر موقوف ہے۔ اور ان میں منحصر جن میں مدت سے کمی چلی آتی ہے۔ اور دن بدن ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت کم سے کم ایک شخص بھی محدثین یا مقلدین سے ایسا نظر نہیں آتا جس کی نظر ایسی وسیع اور معلومات نقلیہ اس کثرت سے ہوں کہ وہ ان کے ذریعہ سے از خود ایک دو حدیثوں کو حسن یا صحیح کہہ سکے۔ ومع ہذا ہم اس امکان کے منکر نہیں صرف فعلیت سے انکاری ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس وقت کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ اور اس امر کو جائز وممکن الوقوع سمجھتے ہیں کہ اس وقت یا آئندہ زمانوں میں کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو بخاری اور مسلم سے بھی سبقت لے جائے۔ اور ان فقہاء کی طرح مدعی اجتہاد وانتقاد کو دین سے خارج اور سنگسار کرنے کے قابل نہیں سمجھتے۔

سوال سوم:

جو شخص حدیث کی صحت وسقم کو نہ جانتا ہوگا، وہ اس سے استنباط اور اس میں اجتہاد کیا کرے گا؟ صرف اپنی عقل اور فہم سے وہ کیا کام لے سکے گا؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جواب سوال سوم:

اجتہاد کے لئے علم صحت وسقم حدیث کا ضروری ہونا مسلم ہے ولیکن یہ علم دوسرے کے اتباع یا تقلید سے بھی ہوسکتا ہے۔اس میں استقلال.....اجتہادی شرط نہیں ہے۔لہذا جائز ہے کہ ایک شخص حدیث کی صحت وسقم کا علم آئمہ حدیث سے حاصل کرے اور اس سے استنباط مسائل واجتہاد خود کرے۔

سوال چہارم:

جب اس مجتہد کو تنقید وتصحیح وتضعیف احادیث میں اور محدثین کا مقلد ہونا پڑا۔تو وہ استنباط مسائل میں بھی کیوں مقلد نہیں ہوسکتا۔اور اس کو آدھا تیتر اور آدھا بٹیر بننا اور اپنے آڑھائی چاول کی کھچڑی علیحدہ پکانا کیا ضروری ہے؟ اور جو لوگ آئمہ مجتہدین کے مقلد ہیں اور نہ وہ انتقاد احادیث میں اجتہاد کا نام لیتے ہیں نہ استنباط مسائل میں ان پر اس مجتہد مرکب کو کیا فوقیت ہے۔

جواب سوال چہارم:

علماء کیلئے تقلید مردار کی مثل ہے جو بقدر ضرورت وبحالت اضطرار حلال ہوتا ہے۔یہ امر محققین حنفیہ نے خود تسلیم کیا ہوا ہے چنانچہ علامہ ہارون حنفی نے کتاب ناظورۃ الحق میں فرمایا ہے:

و مهما عجز المرء عن فقه الدليل واقامة الحجة فقد اضطر الى التقليد عند الحاجة بقدر الضرورة اسوة ساير الضرورات التى تبيح المحظورات كتناول الميتة عندالمخمصة۔ ❶

جب کبھی انسان دلیل سے مسئلہ سمجھنے اور اس پر دلیل قائم کرنے سے عاجز ہوتا ہے تو ناچار ہوکر وہ تقلید کا محتاج ہوتا ہے، سو بھی بقدر ضرورت اور ضرورتوں کی طرح جو ممنوعات کو حلال کر دیتے ہیں جیسے مخمصہ (مہلک بھوک) کی حالت میں مردار کھانے کی ضرورت ہے۔

---

❶ ناظورۃ الحق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لہذا اس مجتہد مرکب کو یہی لازم ہے کہ جس محل (انتقاد) میں وہ اپنا اجتہاد نہ کر سکے اس میں مجبور ہو کر مجتہدین محدثین کی تقلید کرے اور جہاں وہ اپنا اجتہاد کر سکتا ہے وہاں اپنا اجتہاد کرے اس میں ان کا مقلد نہ ہو رہے۔

جو لوگ اس خیال سے مقلد محض ہو رہے ہیں کہ

جب ہم تصحیح وتضعیف احادیث میں آئمہ حدیث کے مقلد بنتے ہیں۔ اور تحقیق معانی لغویہ میں آئمہ لغت کے اور فہم معانی شرعیہ میں قواعد اصول فقہ کے۔ وعلی ہذا القیاس۔ تو استنباط مسائل فرعیہ میں بھی کیوں نہ مقلد ہو رہیں۔

وہ اپنی خداداد جوہر عقل وقوت استنباط کو ضائع کر رہے ہیں۔ اور اپنے اصول مذہب کے سخت مخالف ہیں۔ اسی وجہ سے اس مرکب مجتہد کو (جو بعض امور میں مقلد ہے) ان مقلدوں پر ظاہر شرف اور صریح فوقیت ہے۔

یہ ہم نے علی التنزل اتباع محدثین کو تقلید مان کر جواب دیا ہے۔ اور ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ محدثین کا اتباع ان امور میں جو نقل اور واقعات کے متعلق ہیں تقلید نہیں ہے۔ اور نہ تسلیم معانی لغویہ میں اتباع اہل لغت کی تقلید ہے۔ اور نہ فہم معانی شرعیہ میں استمداد قواعد اصول فقہ سے تقلید ہے۔ یہ اتباع اتباع دلیل ہے اور شرعاً حجت ہے جیسا کہ قاضی مجتہد کا تسلیم واقعات میں گواہوں کا اتباع جس کو کوئی شخص محقق ہو خواہ مقلد، تقلید نہیں کہہ سکتا۔ اس جواب کے مؤید منہاج السنہ ابن تیمیہ کی وہ عبارت ہے جو دعوی دوم کی تائید میں گزری ہے۔ اسی قسم کے اور سوالات ہمارے اس جواب سے پیدا ہوں گے۔ پر صاحب فہم کو ان کے جوابات بھی ہمارے ان چار سوالوں کے جوابات سے سمجھ میں آجاویں گے۔ واللہ الموفق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں قیام کے دوران سینہ پر ہاتھ باندھنے چاہیں کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے:

عن وائل بن حجر قال صلّیت مع النّبیّ ﷺ فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ ❶

(وائلؓ بن حجر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز کے وقت سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے)

حضرت ابن عباسؓ نے تو یہ مسئلہ قرآن شریف ہی سے بتلایا ہے:

عن ابن عباس قال: ﴿**فصل لربّک وانحر**﴾ قال وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ عند النحر۔ ❷

(حضرت ممدوح و انحر کے معنی کرتے ہیں کہ دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر سینہ پر رکھو)۔

جو حدیث علیؓ والی مصنف ہدایہ نے ناف سے نیچے باندھنے کی نقل کی ہے وہ صحیح نہیں۔ دیکھو تخریجات ہدایہ۔ امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس حدیث کی بابت لکھا ہے کہ تمام حفاظ حدیث اس کے ضعف پر متفق ہیں۔ ❸

❀ جناب رشید احمد گنگوہیؒ سے سوال ہوا:

نماز میں فوق ناف ہاتھ باندھنا سنت سے ثابت ہے یا نہیں۔ باوجود ثبوت اس کے عامل کو برا جاننا و لامذہب کہنا کیسا ہے۔ حالانکہ خود اکابرین و محققین علمائے صوفیہ اس کے عامل و ترجیح و توسیع کے قائل ہیں۔ چناں چہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں شہید کے معمولات میں ہے:

---

❶ ابن خزیمہ ❷ معالم التنزیل ❸ اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ودست را برابر سینہ می بستند ومی فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایت زیر ناف اگر کسے گوید کہ در ایں صورت خلاف حنفیہ بلکہ انتقال از مذہب بمذہب لازم می آید گویم بموجب قول ابی حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ انہ ماثبت بالحدیث فھو مذھبی از انتقال درمسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمی آید بلکہ موافقت درموافقت است

(مظہر جان جاناں ہاتھ کو سینہ کے برابر باندھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ روایت زیر ناف کی روائت سے راجح تر ہے۔ یہ اعتراض کہ اس صورت میں حنفی مذہب کے خلاف بلکہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا لازم آتا ہے تو میں کہوں گا کہ بموجب قول ابوحنیفہ کے کہ جو حدیث سے ثابت ہو وہ میرا مذہب ہے۔ جزئی مسئلہ میں انتقال سے مذہب کے خلاف لازم نہیں آتا ہے، بلکہ موافقت درموافقت ہے)

امام ربانی عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بھی میزان میں اولویت کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وضع الیدین تحت صدرہ اولی وبذلك حصل الجمع بین الاقوال الآئمة رضی الله عنهم

ہاتھوں کو اپنے سینہ کے نیچے رکھنا اولی ہے اور اس سے اقوال آئمہ کے درمیان جمع حاصل ہوگا۔

شاہ ولی اللہ شرح مئوطا میں فرماتے ہیں:

مترجم گوئد رضی اللہ عنہ وارضاہ کہ جمہور علماء بوضع یمنی علی الیسری قائل اند بعض اختلاف کردند شافعی فوق ناف می نہد وابوحنیفہ زیر ناف وایں ہمہ واسع وجائز است

(مترجم (شاہ ولی اللہ) کہتا ہے کہ اللہ تعالی اس سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہو کہ جمہور علماء سیدھے ہاتھ کو بائیں پر رکھنے کے قائل ہیں۔ بعض نے اختلاف کیا ہے۔ شافعی ناف کے اوپر رکھتے ہیں اور ابوحنیفہ ناف کے نیچے۔ اور یہ تمام واسع اور جائز ہے)

مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بھی تنویر العینین میں فرماتے ہیں:

و الوضع تحت السرة وفوقها متساویان لان کلاهما مروی عن اصحاب النبی ﷺ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(رکھنا ناف کے نیچے یا ناف کے اوپر دونوں مساوی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک نبی ﷺ کے اصحاب سے مروی ہے)
شیخ عبدالحقؒ صاحب بھی توسیع کے قائل ہیں مدارج النبوت میں۔

❁ جناب رشید احمد گنگوہیؒ نے جواباً فرمایا:

فوق ناف وزیر ناف دونوں طرح ہاتھ باندھنا اگر از روئے دیانت ہے تو جائز ہے اور اگر ہوائے نفسانی سے کرے گا تو ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم ❶

رفع سبابہ

شاہ اسماعیل دہلویؒ تنویر العینین میں لکھتے ہیں:

ثبت رفع المسبحة فی اثناء التشهد عند اللفظ بكلمة التوحيد بدلائل واضحة وبراهين ظاهرة مذكورة فی محالها بحيث لا مردلها كما روی عن ابن عمر وعبد الله بن الزبير ونمير الخزاعی وابی هريرة وابی حميد ووائل بن حجر وسعد بن ابی وقاص وسهل بن سعد ومحمد ابن مسلمة ونحوهم وهكذا روی عن اعاظم الصحابة والتابعين انهم قدكانوا يفعلونه ويختارونه كما ذكره الترمذی فی جامعه واتفق عليه جميع فقهاء الاعصار والامصار لاسيماالمجتهدين الاربعة الذين هم اركان الدين واعمدة الاسلام وقد قال الامام محمد الشيبانی فی المؤطا بعد ما ذكر حديث ابن عمر ؓ بصنع رسول الله ﷺ ناخذ وهو قول ابی حنيفة انتهی وكذا قال ابو يوسف فی امالیه ذكره الشيخ ابن الهمام ولم يرو عن النبی ﷺ وعن اصحابه و تابعيه ماينافی ذالك غير ان شرذمة قليلة من علماء ماوراء النهر قد اضطروا وشددوا وبالغوا فی نفيه وليس لاحد منهم ما يوجب ما اقترحوا فی نفيه الابالتساوق الجدل والعناد وذلك من عدم توغلهم بكتب الاحاديث من الصحاح وغيرها وعدم اذعانهم بماجاء هم من ابی حنيفة واصحابه فوضح بما ذكرنا ان ما قالوا ليس بصواب لاينبغی لاحد ان يصغی اليه ولايصلح لامر من المؤمنين ان يعملوا ويعولوا عليه فاذا عرفت هذا فاعلم ان ذالك الرفع ايضاً صحيح ثابت فاش من السنة وتركه يوجب الاساءة وان شئت التفصيل فارجع الی كتب الاحاديث من الصحاح وغيرها وكذا الی الفقه المعتبرة و الله اعلم۔

---

❶ فتاوی رشیدیہ ص ۳۰۷۔۳۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمہ۔ اسی طرح تشہد کے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے انگشت شہادت کا اٹھانا واضح دلائل اور ظاہر حجتوں سے ثابت ہے اور وہ دلائل اپنے مقام پر اس طرح مذکور ہیں کہ انہیں رد نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، نمیر خزاعیؓ، ابو ہریرہؓ، ابوحمیدؓ، وائل بن حجرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سہل بن سعدؓ، محمد بن مسلمہؓ اور ان جیسے کئی بزرگوں سے مروی ہے۔ اسی طرح بڑے بڑے صحابہ تابعین بھی اس فعل پر عمل کرتے اور اسے پسند فرماتے تھے، جیسا کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں اسے ذکر کیا ہے اور اس پر اس زمانے کے تمام شہروں کے فقہاء نے اتفاق کیا ہے۔ خصوصاً آئمہ اربعہ نے جو دین کے رکن اور اسلام کے ستون ہیں۔ امام شیبانیؒ نے مؤطا میں عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کے کئے ہوئے کام کو ہی پکڑیں گے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔ (انتہی) اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب امالی میں بیان کیا ہے جسے ابن الہمام نے ذکر کیا ہے اور نبی ﷺ صحابہ اور تابعین سے کوئی ایسی روایت نہیں بیان کی جو اس مسئلہ کے منافی ہو۔ ہاں ماوراء النہر کے تھوڑے سے علماء نے اس انگلی اٹھانے کے منع پر بڑا جبر و تشدد اور مبالغہ کیا ہے، حالانکہ اس مسئلہ کے منع کو ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس جھگڑے اور عناد کے سوا کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کی وجہ صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر کتب کی طرف ان کی عدم توجہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھیوں کے دلائل پر عدم یقین ہے۔ ہمارے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ علمائے (ماوراء النہر) کے اقوال صحیح نہیں ہیں اور کسی مسلمان کو ان باتوں پر کان نہ دھرنا چاہیے اور نہ ہی ان کی باتوں پر عمل کریں اور نہ ہی اعتماد کریں۔ جب تمہیں اس بات کے صحیح ہونے کا پتہ چل گیا تو تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ رفع سبابہ کے صحیح ہونے کا منشاء بھی سنت رسول سے ثابت ہے اور اس کا ترک کرنا برائی کا موجب ہے۔

جناب نور الہیؒ (نور حسین) گھرجاکھی بتاتے ہیں:

امام محمد مؤطا میں (صفحہ ۱۰۸) لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

كان رسول اللّٰه ﷺ اذا جلس فی الصلوة وضع كفّه اليمنى على فخذه اليمنى وقبض اصابعه كلّها واشار باصبعه الّتی تلی الابهام وضع كفّه اليسرى على فخذه اليسرى قال محمد وبصنيع رسول اللّٰه ﷺ نأخذه وهو قول ابی حنيفة۔

(رسول اللہ ﷺ سب انگلیوں کو بند کر کے کلمہ کی انگلی سے اشارہ کیا کرتے تھے اور امام محمدؒ نے کہا کہ جس طرح رسول خدا نے کیا اس طرح ہم کرتے ہیں اور ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی ہے کہ رفع سبابہ مثل آنحضرت ﷺ کے کرنا چاہیے)

امام ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے بھی امام محمدؒ کی طرح کہا ہے:

فظهر ان اصحابنا الثلاثة اتفقوا على تجويز الاشارة لثبوتها عن النبی ﷺ واصحابه بروايات متعددة وطرق متكثره لا سبيل الى انكارها ولا الى ردها وقد قال به غيرهم من العلماء حتّى قال ابن عبد البر انه لا خلاف فی ذالك۔ ❶

(ہمارے تینوں امام رفع سبابہ پر متفق ہیں کیونکہ رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرام سے بروایات متعددہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ سب رفع سبابہ کیا کرتے تھے۔ اور اسی طرح کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے علاوہ دوسرے علماء نے۔ یہاں تک ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ اس مسئلہ میں کسی مسلمان نے اختلاف نہیں کیا)۔

نور الہدایۃ میں ابن ہمام کی عبارت بالانقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس مقام پر جو خلاصہ کیدانی میں ہے کہ انگلی اٹھانا محرمات میں سے ہے، محض غلط ہے۔

مجموعہ فتاوی میں جناب عبدالحی فرنگی محلی کہتے ہیں:

رفع سبابہ کی جو احادیث صحیح مسلم میں ہیں ان سب کے رواۃ کا حال تقریب التہذیب میں مذکور ہے۔ اور رفع سبابہ کی احادیث سوائے صحیح مسلم کے دیگر کتب حدیث میں بطرق متعددہ مروی ہیں۔ مثل سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن دارمی و جامع ترمذی و سنن بیہقی و مسند احمد و مؤطا مالک و مؤطا محمد و مصنف عبدالرزاق و مسند ابویعلی و مصنف ابن ابی شیبہ و معجم طبرانی و سنن سعید بن منصور وغیرہ۔

---

❶ تعلیق الممجد۔ ص ۱۰۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ بتحسین الاشارۃ میں بعد ذکر ان تمام روایات کے تحریر کیا ہے:

وبالجملة فهو مذكور في الصحاح الست وغيرهما مما كاد ان يكون متواتراً بل يصح ان يقال انه متواتر معنى فكيف يجوز لمؤمن بالله ورسوله ان يعدل عن العمل به ويأتي التعليل في معرض النص الجليل۔

بعد اس کے بہ تفصیل تمام سنیت اشارہ کو ثابت کیا ہے اور قول عدم رفع کو مردود کر دیا ہے۔ ❶

وجوب جمعہ وظہر احتیاطی

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ وجوب جمعہ اور ظہر احتیاطی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اہلحدیث کا مذہب ہے کہ جمعہ علی الاطلاق واجب ہے۔ حنفیہ اور دیگر علماء کے نزدیک بھی وجوب جمعہ مسلم ہے مگر وہ چند شرائط ایسی لگاتے ہیں جو اہل حدیث کے نزدیک ثابت نہیں اس لئے مناسب ہے کہ ثبوت فرضیت سے درگزر کر کے ان شرائط ہی پر بحث کی جائے۔

احناف کرام کا مذہب ہے کہ جمعہ کیلئے شہر اور قاضی کا ہونا ضروری ہے، ہدایہ میں ہے:

لا يصحّ الجمعة الّا في مصر جامع او في مصلّى المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام ((لاجمعة ولاتشريق ولافطر ولاضحى الا في مصرجامع والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود)) ❷

جمعہ صرف شہر یا اس کے مضافات (عیدگاہ وغیرہ) میں ہوگا کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے نماز جمعہ اور نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ سوائے شہر کے نہیں چاہیں۔ یہ روایت نقل کر کے مصنف ہدایہ شہر کی تعریف بتلاتے ہیں کہ جہاں حاکم ہو۔ جو احکام اور حدود قائم کرے۔

---

❶ مجموعہ فتاوی ج ا ص ۱۹۱ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۲ء)۔

❷ ھدایہ باب الجمعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس یہی ایک حدیث ہے جس سے اس امر کا ثبوت دیا جاتا ہے کہ جمعہ کے لئے شہر اور قاضی وغیرہ کا ہونا ضروری ہے لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع صحیح نہیں۔ امام نوویؒ نے کہا ہے متفق علی ضعفہ (یعنی سب محدث اس کے ضعف پر متفق ہیں)۔ بیہقی نے کہا ہے کہ اس مضمون کی کوئی حدیث صحیح نہیں آئی۔ تخریجات ہدایہ زیلعی اور عسقلانی میں اس کو ضعیف بتلایا ہے۔

ہاں حضرت علیؓ کا قول ہے سو بموجب اصول حدیث و فقہ مسائل اجتہادیہ میں صحابی کا قول حجت نہیں خاص کر ایسے مسائل میں جہاں اور صحابہ اس کے خلاف پر بھی ہوں۔

بیہقیؒ نے لیث بن سعدؒ سے روایت کی ہے کہ مصر اور اس کے مضافات والے جو دریا کے کنارے رہتے تھے۔ عمرؓ اور عثمانؓ کے حکم سے جہاں ہوتے جمعہ پڑھ لیتے۔

عبدالرزاقؒ نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کے لوگوں کو اپنے اپنے پانی کے جوہڑوں پر جمعہ پڑھتے دیکھتے تو منع نہ کرتے تھے۔

ابن ابی شیبہؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بحرین والوں کو حکم بھیجا تھا کہ تم جہاں ہو جمعہ پڑھ لیا کرو۔

علماء اصول فقہ حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال باہمی مختلف ہوں ان میں ہم کو اختیار ہے کسی کی پیروی کر لیں۔ ❶ جب تک کوئی مرفوع حدیث نہ ہو وجوب نہیں ہوتا۔

پس جب کسی حدیث صحیح یا آیت قرآنی سے شرطیت ثابت نہیں ہوتی تو بحکم حضور ﷺ:

((ذرونی ماترکتکم)) ❷

(جب تک میں تم کو حکم نہ دوں تم بھی کریدنہ کیا کرو)

---

❶ دیکھو نورالانوار بحث تقلید الصحابی

❷ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم الحدیث: ۷۲۸۸
صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فرض الحج مرۃ فی العمر، رقم الحدیث: ۱۳۳۷۔۴۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جمعہ بلا شرط فرض رہے گا۔ الا وہی شرط معتبر ہوگی جس کا ثبوت شرع میں ہو۔ اس لئے اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ہر ایک جگہ جمعہ واجب ہے شہر ہو یا گاؤں جہاں پر دو یا دو سے زیادہ آدمی ہوں گے بحکم الاثنان فما فوقها جماعة جمعہ پڑھیں گے۔ فمن ادعی غیر ذالك فعليه البيان والبرهان

اس مختصر سی گفتگو کے بعد طویل الذیل بحث ظہر احتیاطی کی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ فقہائے حنفیہ نے خود ہی فیصل کر دیا ہوا ہے۔ اصل وجہ اور بناء ظہر احتیاطی کی (جیسا کہ طحطاوی کی آئندہ عبارت سے معلوم ہوگی) یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز نہیں اس لئے جس جگہ متعدد مقامات پر جمعہ پڑھا جاوے گا اس بستی کے جمعہ پڑھنے والوں کو ایسے علماء نے ظہر احتیاطی کا حکم دیا ہے۔ گو اہل حدیث کے نزدیک تو کوئی مسئلہ بھی جو قرآن و حدیث سے مدلل نہ ہو۔ قابل قبول نہیں۔ اس لئے ان کو تو ایسے اقوال کیا ہی اثر کر سکتے ہیں مگر شکر ہے کہ محققین علماء حنفیہ نے بھی ایسی ویسی روایات سے صریح انکار کیا۔ درمختار میں صاف مرقوم ہے:

وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرة مطلقاً علی المذهب وعلیه الفتوی (درمختار) قوله مطلقاً سواء کان هنالك ضرورة ام لافصل بین جانبی البلد نهرام لا قوله علی المذهب لا طلاق الخیر وهو لاجمعة الا فی مصر فشرط المصر فقط۔ ❶

(ایک ہی شہر میں کئی جگہ جمعہ ادا ہوسکتا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اس میں طحطاوی حاشیہ لکھتے ہیں کہ بیشک ایک شہر میں متعدد جگہ ہوسکتا ہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔ شہر کے درمیان کسی نہر وغیرہ کا فاصلہ ہو یا نہ ہو۔ ہر صورت میں جائز ہے، کیونکہ حدیث میں صرف شہر کی شرط ہے اور بس)۔

ہمارے نزدیک تو شہر کی شرط بھی نہیں۔

---

❶ طحطاوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس فیصلہ کے بعد کہ ایک ہی بستی میں متعدد جگہ جمعہ جائز ہے۔ صاحب درمختار اور طحطاوی کا فیصلہ خاص در بارہ ظہر احتیاطی بتلاتے ہیں۔ مصنف درمختار صاحب بحر سے نقل کرتے ہیں:

قد افتیت مراراً بعدم صلوۃ الاربع بعدھا بنیۃ آخر الظھر خوف عدم فرضیتھا وھو بالاحتیاط فی زماننا۔ ❶

قولہ قد افتیت الخ ۔ ھذا کلام مرتبط بکلام قبلہ الکمال فانہ قال وانما اکثرنا فیہ ای فرض الجمعۃ نوعاً من الاکثار لما تسمع من بعض الجھلۃ انھم ینسبون الی مذھب الامام عدم افتراضھا قال صاحب البحر و قد کثر ذالك من جھلۃ زماننا ایضاً ومنشاء جھلھم صلوۃ الاربع بعد الجمعۃ بنیۃ الظھر وانما وضعھا بعض المتاخرین عند الشك فی صحۃ الجمعۃ بسبب روایۃ عدم تعددھا فی مصر واحد ولیست ھذا الروایۃبالمختار ولیس ھذا القول اعنی اختیار الاربع بعدھا مرویا عن الامام وصاحبیہ حتی وقع لی انی افتیت مراراً بعدم صلوتھا خوفا علی اعتقاد الجھلۃ انھا الفرض وان الجمعۃ لیست بفرض ۔ ❷

(میں نے کئی دفعہ ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کا فتوی دیا ہے کیونکہ خوف تھا کہ لوگ جمعہ کی فرضیت ہی نہ بھول جائیں اور ہمارے زمانہ میں مناسب اور احتیاط یہی ہے کہ ظہر احتیاطی نہ پڑھی جائے۔

اس پر علامہ طحطاوی نے بڑی لمبی چوڑی تقریر کی ہے۔ کہتے ہیں ہم نے اس لئے ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کے متعلق طول کلامی سے کام لیا ہے کہ بعض جاہلوں سے ہم نے سنا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ جمعہ فرض نہیں۔ صاحب البحر نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ کے جاہلوں میں بھی عام طور پر یہ خیال شائع ہوا ہے کہ جمعہ فرض نہیں اور ان کے اس خیال کی وجہ صرف ظہر احتیاطی ہے۔

---

❶ درمختار

❷ طحطاوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور بعض متاخرین علماء نے ظہر احتیاطی کو صرف اس لئے تجویز کیا تھا کہ ایک روائت کے مطابق ایک ہی شہر میں چند جگہ جمعہ جائز نہ تھا حالانکہ یہ روایت ہی ٹھیک نہیں اور نہ ہی یہ قول کہ ظہر احتیاطی کی چار رکعتیں پڑھنی چاہییں ۔ امام ابوحنیفہ اور نہ ہی صاحبین سے منقول ہے حتی کہ مجھے بھی کئی دفعہ اتفاق ہوا ہے کہ میں نے خود ظہر احتیاطی نہ پڑھنے کا فتوی دیا ہے کیونکہ جاہل لوگ اس کو فرض جان لیتے ہیں اور جمعہ کو فرض نہیں جانتے)۔

ان روایات فقہیہ معتبرہ نے ظہر احتیاطی کے مسئلہ کا جہاں فیصلہ کیا ہے اس کی بنا اور وجہ تجویز بھی بتلا دی کہ اصل وجہ ظہر احتیاطی کی یہ ہوئی ہے کہ بعض متاخرین نے (جن کا نام بھی شائد معلوم نہیں) ایک بستی میں متعدد جگہ جمعہ کا پڑھنا بعض روایات فقہیہ سے ناجائز سمجھا جس پر ظہر احتیاطی کا حکم لگایا۔ پھر اس بنیاد کا ابطال بھی صاف لفظوں میں کر دیا کہ یہ روایت کہ ایک مقام میں متعدد جگہ جمعہ نا جائز ہے پسندیدہ اور مختار نہیں بلکہ پسندیدہ اور قابل فتوی یہی بات ہے کہ ایک بستی میں متعدد جگہ بلا شبہ جمعہ جائز ہے۔ پس اب ظہر احتیاطی کا قائل ہونا صریح بناء فاسد علی الفاسد نہیں تو اور کیا ہے۔ افسوس کہ اہل حدیث پر تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ کتب فقہ کو نہیں مانتے حالانکہ وہ جس طریق سے مانتے ہیں سب سلف صالحین اسی طرح مانتے تھے مگر جب اپنے خلاف کوئی روایت ہو۔ تو باوجود تسلیم صحت اس کتاب کے ہمارے بھائی کانوں پر ہاتھ رکھ کر صاف نکل جاتے ہیں۔ ہمارے پاس موجودہ محققین علماء حنفیہ شکر اللہ سعیھم کے انکاری فتوی بھی اس امر میں موجود ہیں مگر ہم ان کو پیش کرنا نہیں چاہتے تا کہ کسی صاحب کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔ علاوہ اس کے موجودہ علماء محققین کی تحقیق کی بنا انہی متقدمین فقہاء کے اقوال پر ہے اس لئے بحکم الفضل للمتقدم انہی متقدمین کے اقوال کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ ❶

دیہات میں جمعہ

❀ جناب سلطان احمد اصلاحی ❷ کہتے ہیں:

---

❶ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۷۶۔۸۱ ❷ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڈھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دیہات میں جمعہ کے مسئلہ پر ماضی میں جتنی کچھ لے دے ہو چکی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ایک زمانہ تک ہمارے علمائے دیوبند اس مسئلہ میں غیر معمولی حد تک بے لچک اور سخت گیر تھے اور خال خال اور انتہائی منتخب گاؤں کو چھوڑ کر وہ کسی طرح کسی گاؤں میں جمعہ پڑھنے اور پڑھانے کو تیار نہ تھے۔اس معاملہ میں اب ان کا رویہ لچکدار ہے۔اب وہ نہ صرف یہ کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنے لگے ہیں بلکہ اس کی امامت اور خطابت کے فرائض بھی انجام دینے لگے ہیں۔لیکن ہنوز اس معاملے میں یکسانیت نہیں ہے۔ایک ہی آبادی اور ایک ہی حیثیت کے بعض گاؤں میں یہ حضرات جمعہ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں جب کہ دوسرے کے سلسلے میں اس جمعہ کے عدم جواز کا فتوی دے کر قریب کے چوراہے یا بازار میں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں۔

یہ صورت حال اصلاح طلب ہے۔دنیا کے دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی طرح ہندوستان میں بھی اب گاؤں کی حیثیت بالکل بدل چکی ہے۔جن لوگوں نے وہ دنیا دیکھی ہے ان کے مطابق یورپ کی حد تک شہری سہولیات کے لحاظ سے دیہات اور شہر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ہمارا ملک ہندوستان بھی اپنے آئین کے تقاضے کے طور پر اسی سمت میں آگے بڑھ چکا ہے۔.....اس کے لحاظ سے گاؤں کی ہر مرکزی اکائی میں مطلق جمعہ کے جواز کا فتوی دینا چاہیے۔اور گاؤں اور قصبے میں زیادہ سے زیادہ اولی اور غیر اولی کا فرق رکھنا چاہیے۔جس طرح کہ خود شہر کے اندر چھوٹی اور بڑی مسجد جامع کے حوالہ سے ایسا ہی سمجھا اور تسلیم کیا جاتا ہے۔انعقاد جمعہ کی شرائط میں شرط مدینہ کے حوالہ سے جو سختی فقہ حنفی میں ہے وہ دوسری کسی فقہ میں نہیں۔ہندوستان کے موجودہ حالات میں ان مسالک کی اس نرمی سے فائدہ اٹھانا ہر طرح سے قرین مصلحت اور اہل ایمان کی سہولت کا باعث ہے۔[1]

❀ جناب سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں:

ایسا ہی ایک مسئلہ جمع بین الصلاتین کا ہے۔جمع صوری ہی نہیں بعض شرائط کے ساتھ فقہ حنفی میں بھی سفر میں حقیقی جمع صلوتین کی گنجائش ہے۔لیکن اس گنجائش پر عمل نہیں ہے اور اکابر کا اس میں اختلاف ہے۔

---

[1] علوم الحدیث۔مطالعہ وتعارف۔ص ۲۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کسی مسلمان کو جو عام طور پر مسائل میں فقہ حنفی کا پابند ہو لیکن سفر میں اس کے لئے راحت اور سہولت کا باعث ہو کہ وہ ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو ایک ساتھ پڑھ لیا کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور کسی تحفظ اور تردد کے بغیر نبی رحمت ﷺ کی فراہم کردہ اس رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دور حاضر کے بعض اعتدال پسند بڑے علماء کا اس پر عمل رہا ہے (مثل سید سلیمان ندوی خلیفہ جناب اشرف علی تھانوی)۔ ❶

❁ جناب سلطان احمد اصلاحی لکھتے ہیں:

ایسا ہی ایک عام ضرورت کا مسئلہ مسح علی الخفین کا ہے۔ فقہ حنفی میں ہی اس کی جو تفصیلات ہیں اس کے مطابق چمڑے کے علاوہ دوسرے موزوں پر بھی مسح کی گنجائش ہے (دیکھئے قدوری) لیکن علمائے احناف کا فتوی اور عمل دونوں اس سے ہٹ کر ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ مسح صرف خاص طرح کے چمڑے کے موزے پر ہی جائز ہے۔ دبیز وغیر دبیز نائلان، کپڑے یا اونی کسی دوسرے موزے پر یہ مسح جائز نہیں ہے۔ یہ رائے مرجوح اور بحالات موجودہ مصلحت کے خلاف ہے۔ کسی تردد کے بغیر اس مسئلے میں علامہ ابن تیمیہ کی رائے پر فتوی دیدینا چاہیے جسکے مطابق کسی موزے کا صرف موزہ ہونا اس پر مسح کے جواز کے لئے کفایت کرتا ہے۔ یہ چمڑے کا ہو یا غیر چمڑے کا۔ دبیز ہو یا ہلکا۔ اس کی لاسٹک ڈھیلی ہو یا کسی ہوئی۔ نیز اس سے آگے خواہ اسکے اندر سوراخ ہو یا اس کا کچھ حصہ پھٹا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ امام ابن تیمیہ کا یہ فتوی لاجواب اور کمزوری کے اس دور کے لئے بہت غنیمت اور مطابق حال ہے۔

❁ جناب سلطان احمد اصلاحی فرماتے ہیں:

ظہر کی نماز سے پہلے کی سنتوں کا معاملہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ صحیح حدیث سے چار کی طرح ظہر سے پہلے دو سنتوں کا ثبوت ہے۔ بعض اوقات ضرورت اور مصلحت اس کی داعی اور متقاضی ہوتی ہے کہ چار کے بجائے آدمی دو سنتوں پر ہی اکتفا کرے۔ جب رحمۃ للعالمین کی طرف سے اس کی رخصت اور رعایت ہے تو ہر حال میں چار پر اصرار کر کے مصالح جاوبے جا کو بیچ میں لانے کی کیا ضرورت ہے۔

---

❶ علوم الحدیث، مطالعہ وتعارف۔ ص ۲۲۷۔۲۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمارے مراجع حنفیہ میں یہ زیادتی معلوم ہوتی ہے کہ اس مقام میں حاشیہ میں دو رکعت کی روایت کا بالکل تذکرہ ہی نہیں کیا جاتا ہے ❶ جب کہ اسکی روایت بخاری و مسلم کی ہے۔ چار کی روایت ان (بخاری مسلم) کے علاوہ صحاح کی دوسری کتابوں کی ہیں۔

مثلین کے بجائے مثل پر عصر کی نماز کا مسئلہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ اس وقت کی شہری اور ملازمت کی ضرورت اس کی داعی اور مقتضی ہیں کہ پیروان مسلک حنفی کے لئے حسب ضرورت و مصلحت بجائے مثلین کے مثل پر عمل کا دروازہ کھلا رہے۔ دریں حالانکہ خود فقہ حنفی میں اس کی اجازت موجود ہے۔ ❷

مقامی زبان میں خطبہ جمعہ

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ خطبہ میں خطیب قرآن شریف پڑھ کر اس کا مطلب دیسی زبان میں بتلاتا جائے اور مناسب مناسب موقع پر تفسیر یا تشریح آیات اور تذکیر حاضرین بھی کرے۔ اتنے مطلب کیلئے کسی آیت یا حدیث کے ثبوت دینے کی حاجت نہیں۔ خطیب کی ہیئت کذائی اور شکل ظاہری حاضرین کی طرف منہ کر کے بلند مکان پر کھڑا ہونا اور بصیغہ ہائے خطاب ان کو مخاطب کرنا اور ایھا الناس، ایھا الاخوان کہہ کہہ کر پکارنا، یہی دلیل کافی ہے کہ ایسی صورت میں اس کو کھڑا کرنے سے شریعت کو یہی مقصود ہے کہ لوگ اس کے کلام کو بغور سنیں اور مستفید ہوں۔

کچھ شک نہیں کہ خطبہ، خطاب سے ماخوذ ہے اور خطاب میں جب تک ہم زبانی نہ ہو خطاب حاصل نہیں ہوسکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ﴾ (ابراھیم: ٤)

یعنی جو رسول خدا کی طرف سے آتا رہا وہ اپنی قوم کے محاورہ ہی پر بولتا تھا تا کہ ان کو بیان کر کے سمجھاوے۔

---

❶ دیکھئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق اور اس کا حاشیہ ص ۳۴ کتب خانہ رشیدیہ دہلی

❷ صاحبین یعنی ابو یوسف اور محمد کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل ہے۔ امام ابو حنیفہ کے یہاں البتہ یہ مثلین ہے۔ قدوری ص ۲۰۔ طبع رشیدیہ، دہلی۔ (علوم الحدیث۔ مطالعہ وتعارف۔ ص ۲۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احادیث اس بارے میں کثرت سے آتی ہیں جن سے یہ مطلب بدیہی اور روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ خطبہ کی وضع شریعت میں اسی غرض کیلئے ہے کہ خطیب حاضرین کو اپنے مافی الضمیر سے اطلاع دے اور وہ بگوش دل اسکی باتوں کو سنیں چنانچہ ہر ایک حدیث کی کتاب میں یہ مضمون مل سکتا ہے کہ اصحاب کہتے ہیں فلاں کام پیش آیا تو آنحضرت ﷺ نے ہم کو خطبہ سنایا خطبنا رسول اللہ ﷺ اور وہ مطلب سمجھایا۔

نیز علاوہ خاص جمعہ میں خطبہ نبویہ کی کیفیت حدیثوں میں یوں آتی ہے:

كانت للنّبيّ ﷺ خطبتان يجلس بينهما يقرء القرآن ويذكر الناس۔ ❶

آنحضرت کے خطبے کے دو حصے ہوتے تھے، درمیان میں ان دونوں کے بیٹھتے تھے۔ قرآن ان میں پڑھتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔

یہ حدیث اپنا مضمون بتلانے میں بالکل صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے خطبہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ نہ صرف قرآن ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ یقرء القرآن کے ساتھ یذکر الناس بھی موجود ہے جس کو راوی نے اسی لئے ساتھ ملایا ہے کہ کوئی شخص یہ گمان نہ کرلے کہ صرف قرآن کا پڑھنا ہی آپکا وعظ تھا جیسا کہ آجکل کے مانعین کہتے ہیں۔

ایک حدیث کے الفاظ اور ترجمہ یہ ہے:

((فاطيلوا الصّلوة واقصروا الخطبة وانّ من البيان سحراً)) ❷

نماز کو لمبا اور خطبہ کو چھوٹا کیا کرو، کیوں کہ بعض بیان تاثیر کرنے میں جادو کی طرح ہوتے ہیں۔

اس حدیث میں حضور ﷺ نے خطبہ کو بیان فرمایا ہے جس میں اتحاد لسان یعنی خطیب اور سامعین کا ہم زبان اور ہم محاورہ ہونا بحکم عرف اور بمحوائے آیت مرقومہ ﴿الا بلسان قومه﴾ ضروری ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاۃ، رقم الحدیث: ۳۴-۸۶۲

❷ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، رقم الحدیث: ۴۷-۸۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک حدیث میں راوی، آپ ﷺ کے خطبہ کی کیفیت یوں بتلاتا ہے:

كان رسول اللّٰه ﷺ اذا خطب احمرت عيناه وعلا صوته واشتدّ غضبه حتّى كانّه منذر جيش ويقول ((صبحكم ومساكم)) ❶

آپ ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو آپکی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آواز بلند ہو جاتی اور غصہ سخت ہوتا گویا آپ کسی دشمن کی فوج سے ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ ابھی صبح، شام کو دشمن تم پر آنے والا ہے)

ایک حدیث یوں ہے:

عن جابر قال قال رسول اللّٰه ﷺ وهو يخطب:((اذا جاء احدكم يوم الجمعة والامام يخطب فليركع ركعتين وليتجوز فيهما)) ❷

آنحضرت ﷺ نے خطبہ پڑھتے ہوئے فرمایا کہ جو کوئی امام کے خطبہ پڑھتے ہوئے آئے وہ خفیف سی دو رکعتیں پڑھ لیا کرے۔

ایک روایت میں ہے:

بينما عمر بن الخطاب يخطب يوم الجمعة اذ دخل رجل من اصحاب النبى ﷺ فقال اية ساعة هذه فقال ما هو الا ان سمعت النداء وما زدت ان توضأت قال والوضوء ايضاً وقد علمت ان رسول اللّٰه امر بالغسل۔ ❸

(حضرت عمرؓ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی وقت ایک صحابی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عمرؓ نے خطبہ ہی میں کہا کہ یہ کون سا وقت آنے کا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو اذان سنتے ہی وضو کر کے آ گیا ہوں۔ عمر نے کہا کیا صرف وضو ہی پر تو نے قناعت کی ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نہانے کا حکم فرمایا ہوا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، رقم الحدیث:۴۳-۸۶۷

❷ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب التحیۃ والامام یخطب، رقم الحدیث:۵۹-۸۷۵

❸ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب کتاب الجمعۃ، رقم الحدیث:۳،۴-۸۴۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آنحضرت ﷺ کے خطبہ عید کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے:

فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی صفوفهم فیعظهم ویوصیهم ویامرهم وان کان یرید ان یقطع بعثا قطعه او یامر بشیء امر به ثم ینصرف۔ ❶

(بعد نماز عید آنحضرت ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ پس ان کو وعظ کرتے اور وصیت فرماتے اور حکم کرتے اور کسی فوج کو تیار کرنا ہوتا تو اسی خطبہ ہی میں تیار کرتے۔ یا کسی بات کا حکم کرنا ہوتا تو کر دیتے۔ پھر چلتے جاتے)۔

ان روایات سے اس شبہ کا جواب بھی آ جاتا ہے جو عموماً اس مسئلہ کے خلاف پر کیا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے غیر ملکوں میں جا کر عجمی زبانوں میں خطبہ کا ترجمہ نہیں سنایا، تو معلوم ہوا کہ سوائے عربی کے اور زبانوں میں ترجمہ نہ چاہیے۔

اس کا جواب ان روایات سے یوں پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عین خطبہ پڑھتے ہوئے جو یہ فرمایا ((اذا جاء احدکم یوم الجمعة)) یا حضرت عمرؓ نے اس صحابی کو دیر سے آنے پر ٹوکا۔ اب خطیب کو ایسی حاجت پیش آوے تو کیا عربی ہی میں کہے؟ اور بس کر دے یا ان الفاظ کا مطلب سامعین کو سمجھا بھی دے؟

کچھ شک نہیں کہ عربی ہی میں کہنے والا دنیا بھر میں کوئی نہ ہوگا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ایک شخص، جو عربی سے ناآشنا ہے، مسجد میں آئے تو امام اسے تنبیہ کرنے کو یوں کہے:

اية ساعة هذه؟ الوضوء ایضاً وقدعلمت ان رسول اللّٰه ﷺ امر بالغسل؟

یا اگر امیر نے فوج تیار کرنی ہو تو پنجابی یا ہندی حاضرین کو عربی میں فرما دے اور بغیر مطلب سمجھائے چل دے۔

میرے خیال میں دنیا بھر میں یہ بات کوئی نہ کہے گا حالانکہ آنحضرت اور صحابہ سے یہ سب امور خطبات میں ثابت ہیں۔ پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ صحابہ نے اس اصول (تفہیم) کو غیر ملکوں میں ملحوظ نہ رکھا ہو۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب الخروج الی المصلی بغیر منبر، رقم الحدیث: ۹۵۶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، باب کتاب صلاۃ العیدین، رقم الحدیث: ۹۔۸۸۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہاں یہ ممکن ہے کہ بوجہ اس کے کہ فتح کرتے ہی حاضرین صرف اپنی فوج ہوتی تھی یا جو نو مسلم ہوتے وہ بہت ہی قلیل ہوتے، اس لئے بحکم کثرت عربی ہی میں خطبہ سناتے ہوں گے اور خطیب کا عجمی زبان سے ناواقف ہونا بھی ایک سبب ہو تو اغلب ہے۔ علاوہ اس کے اس بات کی نسبت کیوں کر یقین ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام نے عجمی زبانوں میں خطبہ کا ترجمہ یا مطلب نہیں سنایا۔

غایت ما فی الباب اس کا عدم علم ہے۔ اور عدم علم مقتضی عدم شئے کو نہیں ہوتا۔ خاص کر اس صورت میں کہ جناب سرور کائنات ﷺ سے ایک فعل ثابت ہو پھر اس کے معمول بہ ہونے کیلئے کسی صحابی یا امام کی تائید کی ضرورت ہے، بلکہ اس فعل نبوی کے چھوڑنے پر ان کے حق میں عذر تلاش کرنا چاہیے نہ کہ فعل نبوی میں کسی طرح کا ضعف لانے کی کوشش۔ کتب فقہ میں بھی یہ مسئلہ (خطبہ میں وعظ کرنا) مصرح ملتا ہے

(ویبدء) قبل الخطبة الاولی بالتعوذ سراً ثم یحمد الله تعالی والثناء علیه والشهادتین والصلوة علی النبی ﷺ والعظة والتذکیر والقرأة۔ ❶

(ردالمختار میں ہے خطبہ سے پہلے آہستہ سے اعوذ پڑھے پھر حمد اور ثنا کرے اور کلمہ شہادت اور آنحضرت ﷺ پر درود پڑھے اور وعظ ونصیحت کرے اور قرآن پڑھے)

درمختار میں ہے:

و یکره تکلمه فیها الا الامر بمعروف لانه منها۔

(امام کو سوائے امر معروف کرنے اور بات کرنی منع ہے امر معروف اس لئے مکروہ نہیں کہ وہ خطبہ میں ہے)

ہدایہ میں ہے اگر خطیب بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ پڑھے تو جائز ہے:

و لو خطب قاعداً وعلی غیر طهارة جاز الحصول المقصود۔

کیونکہ مقصود بے وضو سے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

---

❶ ردالمختار ذکر جمعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مقصود کی تشریح کفایہ حاشیہ ہدایہ میں بھی ہے:

و هو الوعظ والتذكير۔

مقصود خطبہ جمعہ سے وعظ ونصیحت ہے۔

مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے کہا ہے:

ان لا يخلوا الاقتصار على هذا من الكراهة كما في الدر المختار وجامع الرموز لكونه خلاف السنّة فان النبي ﷺ كان يخطب خطبتين ويجلس بينهما جلسة خفيفة وكان يثني على الله فيها ويعظ ويذكر ويبين الاحكام المناسبة ويقرء آيات من القرآن۔ ❶

ایک دو تسبیح پر خطبہ میں کفایت کرنا مکروہ ہے جیسا کہ درمختار اور جامع رموز میں لکھا ہے کیونکہ یہ خلاف سنت ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دو خطبے پڑھتے تھے جن میں وعظ ونصیحت کرتے اور احکام مناسب فرماتے اور قرآن پڑھتے۔

مالابدّ منہ میں ہے:

نزد صاحبین فرض آنست کہ ذکر طویل باشد و دو خطبہ خواندن مشتمل بر حمد وصلوۃ و تلاوت قرآن وصیت مر مسلماناں را واستغفار برائے نفس خود و برائے مسلماناں نزد اکثر آئمہ فرض است ونزد امام سنت سنت ست ترک آن کردن مکروہ۔

بغرض اختصار انہی حوالہ جات پر قناعت کی جاتی ہے ورنہ فقہ کی ہر ایک کتاب میں مسئلہ صاف مل سکتا ہے۔ ان تمام حوالہ جات میں بتصریح مذکور ہے کہ خطیب وعظ وتذکیر خطبہ میں کرے اور دلیل ان سب کی وہی احادیث ہیں جو ہم نے نقل کی ہیں اور مولانا عبدالحیؒ نے حاشیہ شرح وقایہ کی منقولہ عبارت میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔

افسوس کہ اسلام کا ایک ایسا مسئلہ جو تمام کتب احادیث اور فقہ میں بتصریح تام ملتا ہے اس زمانہ میں ایسا متروک ہے کہ بعض لوگ خطیب کو وعظ کہتے ہوئے سنتے ہیں تو منتظر رہتے ہیں کہ اس وعظ کے بعد خطبہ ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک خطبہ اسی کا نام ہے جس میں وعظ وغیرہ کا نام نہ ہو۔ صرف عربی زبان میں چند کلمات پڑھ دیئے جائیں۔

---

❶ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس سے بڑھ کر افسوس اس طریق پر ہے جو بعض مانعین علماء کی ایجاد ہے کہ خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھ کر دیسی زبان میں وعظ کہتے رہتے ہیں جب لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو کھڑے ہو کر عربی زبان میں خطبہ سنا دیتے ہیں جس میں کوئی کلمہ دیسی زبان کا نہیں بولتے۔ نہیں معلوم وہ کس مطلب کے لئے ہوتا ہے۔ ❶

نماز تراویح

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ رمضان کے مہینے میں آٹھ رکعت مع وتر گیارہ رکعت تراویح باجماعت اول شب پڑھنی سنت ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے کئی روز پڑھی ہیں۔ چنانچہ حدیث مندرجہ ذیل اس امر پر صریح دلیل ہے

عن ابی ذر قال صمنا مع رسول اللّٰہ ﷺ فلم یقم بنا شیئاً من الشّھر حتّی بقی سبع من الشّھر فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسة لم یقم حتی ذھب شطر اللیل۔ ❷

(ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روزے رکھے تو کسی روز بھی تراویح پڑھنے کو ہمارے ساتھ کھڑے نہ ہوئے یہاں تک کہ سات روز ماہ رمضان کے باقی رہ گئے تو ایک رات یعنی چوبیسویں رات ہمیں تراویح کی نماز ثلث رات تک پڑھائی پھر پچیسویں رات پڑھائی پھر جب چھبیسویں رات آئی تو نصف شب تک تراویح پڑھائی)۔

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کے تراویح پڑھنے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں اس لئے اس امر کے ثبوت پیش کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ اس مسئلہ میں ایک اور طرز سے بحث پیدا ہو گئی ہے۔ جس طرح ہمارے حنفی بھائی رفع یدین کی نسبت مصر ہیں کہ حضور اقدس نے رفع یدین تو کی ہے مگر پھر منسوخ ہو گئی تھی، اس طرح آج کل ایک آدھ کا خیال ہے کہ تراویح تو حضور ﷺ

---

❶ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۸۱۔۸۸

❷ سنن ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب فی قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: ۱۳۷۵ سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاءفی قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: ۸۰۶ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: ۱۳۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نے پڑھی ہیں مگر جب لوگوں کو گھروں میں چلے جانے کا حکم صادر فرمایا تو نماز تراویح مسجد میں باجماعت پڑھنی منسوخ ہوگئی۔ ❶

ایسے صاحبوں سے فیصلہ کرنا آسان ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فعل تو ان کو بھی مسلم ہے۔ رہا منع کا دعوی۔ سو دلیل کا محتاج ہے۔ آپ اس مسئلہ پر اس حدیث کو دلیل لاتے ہیں جو خوش قسمتی سے ان کے مخالف لایا کرتے ہیں بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کا مضمون ہے کہ صحابہ نے چند روز حضور اقدس کی اقتداء میں نماز پڑھی تو آخر حضور ﷺ اپنے حجرہ سے باہر نہ نکلے اور فرمایا:

((خشیت ان یکتب علیکم و لو کتب علیکم ما قمتم به فصلوا ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلوة المرء فی بیته الا المکتوبة))

(یعنی مجھ کو یہ خوف ہے کہ تم پر یہ نماز فرض نہ ہو جائے اگر فرض ہوگئی تو تم اس کو نباہ نہ سکو گے پس تم گھروں میں نماز پڑھو)۔

معلوم ہوا کہ قیام لیل باجماعت مسجد میں منسوخ ہے۔

یہ حدیث نماز تہجد کے متعلق ہے چنانچہ صحیح بخاری میں صاف لفظ ہے:

خرج لیلة من جوف اللیل۔

یعنی آنحضرت ﷺ ایک روز نصف رات کو نکلے اور نماز پڑھی تو چند لوگوں نے آپ کے ساتھ اقتداء کیا۔ آہستہ آہستہ سب کو خبر ہوگئی کہ حضور ﷺ رات کو جماعت کراتے ہیں یہاں تک کہ لوگوں کا اتنا اژدہام ہوا کہ مسجد میں سما نہ سکتے تھے۔ چوتھی رات آپ تشریف نہ لائے تو صحابہ کی خواہش پر آپ نے وہ ارشاد فرمایا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اس حدیث سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو نماز تہجد کے باجماعت مسجد میں ادا کرنے سے منع فرمایا۔ جس کی وجہ بھی خود ہی بیان فرمادی کہ مجھے اس کی فرضیت کا خوف ہے جسے ہمارے دعوی سے کوئی تعلق نہیں۔

---

❶ دیکھو رسالہ البیان الصریح لاثبات کراہۃ التراویح مؤلفہ مولوی عبداللہ چکڑالوی۔ ص ۱۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہمارا دعوی تو اول شب کی جماعت کے سنت ہونے کا ہے جس کے ثبوت میں ہم نے حدیث بھی نقل کی ہے۔

پس ایسے ویسے احتمالات سے اگر نسخ ثابت ہوگا تو کوئی مسئلہ شریعت کا ثبوت نہ ہوگا۔ ایسے صاف اور صحیح جواب کو بھی قبول نہیں کیا گیا اور دعوی کیا گیا پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے، دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت پڑھی جاتی ہیں تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس دعوی پر بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی ہیں نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا۔ قاموس میں ہے تهجد استيقظ۔

حضرت عائشہ وعن ابیھا کی حدیث سے جو ذیل میں درج ہے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے بلکہ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ آنحضرت ﷺ گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على احدى عشر ركعة۔ ❶

رہی یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ نے اول شب پڑھی تھیں ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہوگی، یہ تو گیارہ رکعت سے زیادہ ہوگئیں اور اگر نہیں پڑھی ہوگی تو فرمان خداوندی فتهجّد کی تعمیل نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور نے ان دنوں میں نماز تہجد پڑھی ہو مگر چوں کہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی، اس لئے عائشہؓ نے عام طور پر نفی کر دی کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور ﷺ اسی اول شب کی نماز کو تہجد کے قائم مقام قرار دے کر پھر تہجد نہ پڑھی ہو لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو جمعہ ظہر کا قائم مقام ہے مگر دونوں ایک نہیں۔ جمعہ کے واسطے کئی ایک شرائط ایسی ہیں جو ظہر کے لئے نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ نے نماز تراویح اول رات تین روز پڑھی ہے جس سے اس فعل کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چوں کہ نسخ ثابت نہیں اسلئے تراویح کا اول شب پڑھنا بدستور سنت ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۲۵۔۷۳۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رہا تعداد رکعت کا سوال سو اس میں اہل حدیث کا کسی سے اختلاف نہیں، کیونکہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے تراویح مع وتر گیارہ رکعت پڑھی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ بیس آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

آج کل مشہور ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب تراویح کا باجماعت انتظام ہوا تو صحابہ بحکم امیر المؤمنین بیس رکعت پڑھتے تھے حالانکہ واقعہ اسکے برخلاف ہے۔ مؤطا امام مالک اور قیام اللیل مروزی میں روایت ہے:

مالك عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انّه قال امر عمر بن الخطاب ابى بن كعب و تميم الدرمى ان يقوما للناس باحد عشر ركعة۔ ❶

(حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم دارمی کو (تراویح کا امام بنا کر) حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں)

یہ روایت صاف بتا رہی ہے کہ حضرت عمرؓ نے وہی عدد بحال رکھا جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا تھا یعنی معہ وتر گیارہ رکعتیں۔ ہاں ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے:

عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب فى رمضان بثلاث وعشرين ركعةً ۔ ❷

(یزید بن رومان کہتے ہیں کہ لوگ (خود بخود) حضرت عمر کے زمانہ میں معہ وتر تئیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے)۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فعل لوگوں کا بطور خود تھا۔ امیر المؤمنین نے تو جماعت کے ساتھ گیارہ رکعتیں ہی مقرر کی تھیں۔

---

❶ مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: ۲۷۱

❷ مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ فی رمضان، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان، رقم الحدیث: ۲۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بعض لوگ شوقیہ الگ الگ نفل پڑھ لیا کرتے تھے چنانچہ بیس پر بھی قناعت نہ کرتے تھے بلکہ بعض چھتیس معہ وتر انتالیس اور بعض معہ وتر اکتالیس بھی پڑھا کرتے تھے ❶ یہ مزیت بطور نوافل کے تھی۔ نوافل پر کوئی اعتراض یا بحث نہیں۔ بحث صرف یہ ہے کہ تراویح سنت کتنی رکعتیں ہیں؟

اہل حدیث بلکہ بعض حنفیہ کا قول بھی یہی ہے کہ تراویح سنت مع وتر گیارہ رکعتیں ہیں۔ چنانچہ شیخ ابن الہمامؒ جو حنفیہ میں بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں:

فحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشر ركعة بالوتر فى جماعة فعله عليه السلام۔ ❷

رمضان کی سنت معہ وتروں کے گیارہ رکعت ہیں۔

مختصر یہ کہ سنت تراویح معہ وتر کے گیارہ رکعتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ اور حضرت عمر سے ثابت ہیں۔ ❸

کسی صحیح حدیث سے بیس رکعت تراویح پڑھنا حضور ﷺ سے ثابت نہیں۔ جابر کہتے ہیں:

صلى بنا رسول اللّٰه فى رمضان ثمان ركعات ثم اوتر۔ ❹

آپ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ تراویح پڑھائیں۔

حضور کے ﷺ زمانہ میں صحابہؓ نے اسی پر عمل کیا جیسے ابیؓ بن کعب ❺ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اسی پر عمل رہا کہ وتر سمیت گیارہ رکعت ابیؓ بن کعب اور تمیم داریؓ لوگوں کو پڑھاتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں بیس رکعت پڑھی جانے والی روایت ❻ منقطع ہے۔ ملاحظہ ہوں عمدۃ القاری، نصب الرایہ، فتح القدیر، وغیرہ۔

---

❶ قیام اللیل مروزی۔ ص ۹۱ ❷ فتح القدیر

❸ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۸۸۔۹۳

❹ ابن خزیمہ۔ ابن حبان۔ فتح الباری۔ قیام اللیل۔ تعلیق الممجد۔ عمدۃ القاری

❺ دیکھو مسند ابی یعلی۔ مجمع الزوائد ❻ مئوطا مالک کتاب الصلوۃ فی رمضان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طلاق ثلاثہ

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ایک دفعہ کی تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق ہوتی ہے۔ یعنی عورت مطلقہ خاوند پر حرام نہیں ہوتی بلکہ اگر رجوع کرے تو کرسکتا ہے کیوں کہ حدیث صحیح میں وارد ہے:

كان الطلاق على عهد رسول الله ﷺ و ابى بكر و سنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فى امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم ۔ ❶

(آنحضرت ﷺ اور ابوبکرؓ کے زمانہ میں بلکہ عمرؓ فاروق کی خلافت کے دو سال تک بھی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پھر عمر فاروقؓ نے لوگوں کی حالت دیکھ کر کہ ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں جو شرع میں ناپسند ہے، کہا کہ لوگوں نے ایک ایسے کام میں جلدی کی ہے جس میں ان کے لئے ڈھیل منظور رکھی گئی تھی۔ پس اگر ہم ان پر یہ حکم جاری کردیں تو مناسب ہے۔ پس انہوں نے جاری کردیا۔ (کہ جو کوئی ایک دفعہ کی تین طلاق دے گا وہ تین ہی شمار ہوں گی)

اہل حدیث کا کہنا ہے کہ یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں صحابہ کرام ایسے عظیم احکام اپنے پاس سے ایجاد نہ کرلیا کرتے تھے بلکہ حضرت ﷺ کے ارشاد سے کرتے تھے چنانچہ ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی یہ حکم بدستور رہا یہاں تک کہ عمر فاروق کی خلافت کے دو سال تک بھی یہی حکم تھا۔ پھر جو لوگوں نے ایک ہی دفعہ متعدد طلاقیں دینے کی عادت بنالی جو اگرچہ ایک ہی شمار ہوتی تھیں مگر شرع شریف میں متعدد طلاقیں ایک ہی دفعہ کی دینی ناپسند کی گئی تھیں۔ اس لئے عمر فاروقؓ نے لوگوں کو روکنے کیلئے یہ حکم جاری کردیا کہ جو کوئی تین دے، تین ہی شمار ہوں گی۔ جس سے یہ غرض تھی کہ لوگ یہ دھمکی سن کر ایسی ناشائستہ حرکت سے باز آجائیں اور یہ تو ظاہر ہے کہ عمر کیا، تمام دنیا میں سوائے پیغمبر ﷺ کے کسی کو منصب شریعت نہیں۔

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث، رقم الحدیث: ۱۵۔۱۴۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس اب دیکھنا یہ ہے کہ عمر فاروق کا یہ حکم شرعی ہے؟ کچھ شک نہیں کہ شرعی نہیں۔ یعنی ایسا نہیں کہ یہ حکم شریعت کا مسئلہ قرار دیا جائے بلکہ ایک سیاسی حکم ہے، جو حاکم وقت کسی مصلحت سے یا کسی بدنظمی کو بند کرنیکو جاری کر دے یا کوئی سزا بڑھا دے۔ جیسے حنفیوں کے نزدیک زانی کو جلاوطن کرنا حد زنا سے زائد سیاسی حکم ہے، شرعی نہیں۔ یعنی حاکم کی طرف سے بغرض دفع فساد ہے جو فساد عظیم اگر نہ ہو تو اسکا کرنا بھی چنداں ضروری نہیں۔

اسی حدیث کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

یعنی طلاق رجعی دو دفعہ ہے۔ پھر اس سے بعد یا تو خاوند روک لے یا احسان اور سلوک سے چھوڑ دے۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ دو طلاقوں کے بعد خاوند کو دو باتوں میں ایک کے کر لینے کا اختیار ہے یعنی وہ عورت کو روک بھی سکتا ہے اور چھوڑ بھی سکتا ہے لیکن درصورت تین طلاقوں کو تین کہنے کے یہ اختیار نہیں رکھ سکتا کیونکہ جب کسی شخص نے ایک ہی دفعہ انت طالق ثلاثا تجھے تین طلاق کہہ دیا، اور تینوں نے اس پر واقع ہو کر عورت کو مغلظہ یعنی حرام کر دیا، ایسا وقت تو کوئی نہ نکلا جس میں خاوند کو اختیار ہو کہ اس کو رکھ سکے، کیونکہ لفظ تو ایک ہی دفعہ منہ سے نکلا ہے۔

گو یہ تقریر اس صورت پر منطبق نہ ہو جس میں انت طالق، انت طالق، انت طالق الگ الگ کہے ہوں، مگر چوں کہ تین کے قائلین دونوں میں برابر حکم لگاتے ہیں۔ اس لئے یہ آیت فی الجملہ ہماری تائید اور ان کی تردید کرتی ہے۔ ❶

صحیح مسلم والی حدیث سے جس کو ہم نے نقل کیا ہے ان تمام حدیثوں اور روایتوں کا جواب ہو سکتا ہے جو تین کے ثبوت کے لئے پیش کی جاتی ہیں جن میں سے بعض تو امامان دین اور صحابہ کے قول ہیں جو مرفوع حدیث نبوی کے مقابلہ پر حجت تو کیا پیش کرنا بھی بے ادبی ہے۔ اور بعض مرفوع احادیث بھی ہیں لیکن نہ تو صحت میں اس حدیث کے برابر ہیں نہ دلالت میں۔ یہ حدیث صحت میں بھی ہے اور اس کی دلالت عبارت النص ہے جو تمام قسم کی دلالتوں سے مقدم ہے۔

---

❶ تفسیر کبیر ملاحظہ ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس حدیث پر اور تو جو کچھ سوالات تھے وہ تھے ہی۔ لیکن فاضل بہاری مصنف الغیاث نے جو سوال کیا ہے وہ بے شک اس قابل ہے کہ سارا نقل کیا جائے۔ وہ یہ ہے:

اس حدیث میں تو مطلقاً تین طلاق کو ایک شمار کرنے کا واقعہ مذکور ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تین طلاق بفم واحد یا بجلسہ واحد یا جلسات متفرق دینے کو لوگ ایک شمار کرتے تھے۔ تین برس خلافت تک حضرت عمرؓ کے تو طلاق مغلظ کی بیخ و بنیاد ہی کٹ جاتی ہے۔ طلاق مغلظہ کوئی باقی نہیں رہتی ہے اور جب تک اس حدیث مذکورہ سے صاف لفظوں میں لفظ بفم واحد یا بجلسہ واحد یا رجعی کا بتلایا نہیں جائے گا۔ دلیل دعوی کے ساتھ منطبق نہ ہوگی۔ دلیل عام سے دعوی خاص ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔ دعوی تو یہ ہے کہ تین طلاق بفم واحد یا بجلسہ واحد ایک رجعی ہوگی اور دلیل یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ ایک طلاق ہوتی تھی۔ ہرگز دلیل عام سے نتیجہ خاص نہیں نکلنے کا۔

ہاں اگر اس دلیل کو خاص کر دیجیے اور الفاظ محذوف و مقدر مان کر زبردستی نتیجہ خاص نکالنے پر کوئی آستین چڑھائے تو اس کا جواب کیا ہے۔ مگر اہل بصیرت کے نزدیک دلیل کافی نہ ہوگی۔ ❶

پورا مطلب اس عبارت کا تو مصنف ہی نے سمجھا ہوگا مگر جہاں تک ہماری سمجھ رہنمائی کرتی ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کو اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کون سی تین طلاقیں آپ ﷺ کے زمانہ میں ایک شمار ہوتی تھیں انت طالق ثلاثا والیں یا انت طالق، انت طالق، انت طالق والیں۔ یا تین طہروں والیں جو الگ الگ دی جاتی تھیں۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ تیسری شق چھوڑ کر باقی دونوں صورتوں میں ایک ہوتی۔ کیونکہ تیسری شق ایسی صورت میں تین طلاقیں جو الگ الگ طہروں میں دی جائیں۔ یہ تو قرآن کی صریح آیت سے سمجھ میں آتی ہیں۔ پھر ان کو بھی حدیث مذکور میں داخل کرنا یا داخل سمجھنا گویا صحابہ کی جناب میں بلکہ خود سرور کائنات ﷺ کے حضور میں بے ادبی ہے کیوں کہ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انہوں نے اس حکم قرآنی کو نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ تمام عمر اس کے خلاف کر کے طلاق مغلظہ کی بیخ و بنیاد ہی اٹھا دی تھی۔

---

❶ الغیاث۔ص ۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اگر عمر فاروق توجہ نہ کرتے تو شائد طلاق مغلظہ جو قرآن میں موجود تھی دنیا میں وجود پذیر ہی نہ ہوتی (چہ خوش) حالانکہ عمر فاروق خود قائل ہیں کہ لوگوں نے ایک ایسے امر میں جلدی کی ہے جس میں ان کیلئے ڈھیل مدنظر رکھی گئی تھی یعنی تین طلاقیں متفرق طور پر واقع کرنے کا انکو حکم تھا جو یہ ایک مجلس میں دے دیتے ہیں۔

علاوہ اس کے مصنف موصوف کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دلیل عام سے دعوی خاص ثابت نہیں ہوتا کیونکہ عام کے دو معنی ہیں۔ایک معقولی عام ہوتا جسے کلی کہتے ہیں۔ایک اصولی عام مستلزم خاص کو ہوتا ہے۔خاص کر حنفیوں کے مذہب میں جو عام اور خاص کو دلالت میں مساوی الاقدام مانتے ہیں۔یہاں اگر عام ہے تو اصولی عام ہے جو خاص مستلزم ہے جیسا کہ ﴿اقتلوا المشرکین﴾ زید مشرک کو بھی شامل ہے۔

اسی قسم کے اور بھی کئی ایک سوال ہیں جن کے جوابات معہ مزید تحقیق اس مسئلہ کے زادالمعاد اور نیل الاوطار وغیرہ میں مل سکتے ہیں۔

❁ جناب سلطان احمد اصلاحی ❶ کہتے ہیں:

ہندوستان کے موجودہ حالات میں مصلحت اس کی متقاضی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک ہی تسلیم کیا جائے۔ضرورت کے تقاضے سے اگر مفقود الخبر کے مسئلہ میں مالکیہ کے مسلک پر شرح صدر کے ساتھ عمل کیا جا رہا ہے تو اسی طرح کی ضرورت سے اگر اس مسئلہ میں مسلک اہل حدیث کو اختیار کر لیا جائے تو یہ کوئی گناہ اور کسی جرم کا ارتکاب نہیں ہوگا۔حلالہ کا حیلہ شرعی آج کے تقلیدی اور سوالیاتی دور میں اس دین کی بدنامی کا باعث ہے۔اس برائی کے ارتکاب سے بہت بہتر ہے کہ امت کے ایک معتبر فقہی دھارے کی رخصت اور رعایت سے فائدہ اٹھا لیا جائے۔اس حوالہ سے مرحوم مولانا عثمانی (مدیر تجلی دیوبند) کا ایک اشکال یہ تھا کہ مسلمان عورت کے لئے یہ رحمت کے بجائے زحمت کا باعث ہوگا۔جس ظالم شوہر سے اسے ایک جھٹکے میں نجات مل گئی تھی اس صورت میں اسے مزید دو طلاقوں کا حق حاصل ہو جائے گا۔اور وہ بدستور اس کے چنگل میں پھنسی رہے گی۔لیکن یہ اشکال کچھ جاندار نہیں۔

---

❶ ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڈھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس طرح کے ظلم کی شکار تو کوئی عورت طلاق کی زد میں آئے بغیر بھی ہوسکتی ہے۔ خلع کے جس اہتمام سے اس امکانی زیادتی کا سد باب ہوسکتا ہے ایک طلاق کی زد میں آئی عورت کے لئے بھی اس کا دروازہ اسی طرح کھلا ہوگا۔ امت کا قضاء اور افتاء کا نظام متحرک ہو تو وہ مسلمان معاشرے کی اس طرح کی خرابیوں پر قابو پانے کے لئے کافی ہے۔ حلالہ کے ایک نسخے پر ہی اصرار ضروری نہیں ہے۔ ❶

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ مفقود الخبر (جس کی کوئی خبر نہ ہو، کہاں ہے؟، زندہ ہے یا مردہ؟) کی بیوی چار سال کے بعد چار ماہ دس روز عدت گزار کر نکاح ثانی کر لے۔ یہی مذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ کا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہی حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے اس کو ان لفظوں میں روایت کیا ہے:

امرأة المفقود تربص اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر وعشراً۔ ❷

مفقود الخبر کی بیوی چار سال کے بعد چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح کر لے۔

حنفیہ اس کے خلاف ہیں۔ پھر ان میں کوئی تو اس کی میعاد نوے برس بتلاتا ہے کوئی ایک سو بیس برس۔ کوئی کہتا ہے کہ جب اس کے خاوند کے ہم عمر عموماً مر جائیں۔ تو نکاح کرنا جائز ہے۔ مگر اس مسئلہ کی قوت ثبوت اور عورت کی قابل رحم حالت نے بہت سے محققین حنفیہ کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ وہ اہل حدیث کے ہم صفیر اور متفق الرائے ہوں۔

صاحب ردالمختار جو فقہاء حنفیہ میں بڑے پائے کے متبحر فقیہ ہیں۔ باب المفقود میں صاف اقراری ہیں کہ بوقت ضرورت امام مالک کے مذہب پر فتوی دینا جائز ہے۔ ہندوستان کے علماء حنفیہ کے فخر مولوی عبدالحی لکھنوی نے تو بڑے ہی زور سے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ چوں کہ آپکی ساری تقریر دل پذیر ہے اسلئے شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایۃ سے نقل کی جاتی ہے۔ مولانا موصوف بعد ذکر کرنے دلائل فریقین کے اور قابل رد کو رد کر کے فرماتے ہیں:

---

❶ علوم الحدیث۔ طبع نومبر ۱۹۹۹ء ص ۲۲۶۔۲۲۷ ❷ مئوطا امام مالک

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

و بعد اللتیا والتی فقول قد صرح جمع من اصحابنا کصاحب جامع الرموز وصاحب الدر المنتقی شرح الملتقی وصاحب رد المختار وغیرهم بانه لوافتی حنفی فی هذه المسئلة بقول مالك عند الضرورة لاباس به وعلی هذا عملی حیث افتیت غیر مرة بقول مالك زعما منی انه اقوی من حیث الدلیل ومع قطع النظر عنه تقلید مذهب الغیر جائز عند الضرورة اتفاقا ولست بمتفرد فی ذالك بل وافقت فیه جمعا من الحنفیة ولقد عارضنی فیه جمع من افاضل عصری فدفعت شبهات بعضهم وسکت عن جواب بعضهم علماً منی انهم لم یصلوا الی ماوصلت فهم معذورون وفی بحارجمود التقلید والتعصب مغمورون۔ ❶

(ہمارے اصحاب (حنفیوں) میں سے ایک جماعت جیسے مصنف جامع الرموز اور مصنف درالمنتقی اور مصنف ردالمختار وغیرہ نے صاف لکھا ہے کہ اس مسئلہ (مفقود الخبر) میں اگر امام مالکؒ کے مذہب پر ضرورت کے وقت فتوی دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتے ہیں میرا عمل بھی اسی پر ہے۔ میں (عبدالحی) نے کئی دفعہ امام مالک کے قول پر فتوی دیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کی دلیل قوی ہے اور قطع نظر اس کے غیر امام کے مذہب کی تقلید ضرورت کے وقت سب کے نزدیک جائز ہے۔ پھر فرماتے ہیں میں اس میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ حنفیوں میں سے ایک جماعت میرے ساتھ موافق ہے۔ پھر فرمایا میرے زمانہ کے بعض علماء نے اس امر میں مجھ سے کچھ تکرار کی تو میں نے بعض کے شبہات تو رفع کر دیئے اور بعض سے میں خود ہی خاموش رہا کیونکہ میں جانتا تھا کہ ان کا مبلغ علم اتنا نہیں اور یہ وہاں تک نہیں پہنچے جہاں میں پہنچا ہوں۔ پس وہ معذور ہیں اور تقلید کے بھنور میں گرفتار)

اہل حدیث کے مسلک کے خلاف ایک حدیث اور ایک قول حضرت علیؓ کا نقل کیا جا سکتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

---

❶ عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امرأة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان ۔

یعنی مفقود الخبر کی عورت کو جب تک خاوند کی خبر نہ آئے اسی کی عورت ہے ۔ (یعنی نکاح ثانی نہیں کرسکتی)۔

مگر اس حدیث کو تمام محدثین نے ضعیف بلکہ اضعف لکھا ہے ❶ اور حضرت علیؓ کے قول کا جواب یہ ہے کہ اول تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں صحابی کا قول جو قیاس کے موافق ہو حجت نہیں۔ خاص کر ایسی صورت میں کہ خلیفہ دوم جیسے جلیل القدر صحابی کا فیصلہ اس کے خلاف ہو۔ دوم یہ کہ حضرت علیؓ نے خود اس قول سے رجوع کیا۔ اور حضرت عمر کے فیصلہ پر عمل کیا ہے۔ دیکھو زرقانی شرح مئوطا۔

علاوہ اس کے اصولی طور سے اس پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے جو مولانا عبدالحیؒ کے لفظوں میں لکھا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

و مما یرد فی هذا المقام علی اصحابنا ان قول الصحابی فیما لا یعقل بالرائی فی حکم المرفوع فیقدم علی غیره ومن المعلوم ان اثر عمر وغیره یخالف القیاس فیکون مرفوعاً حکماً فلابد ان یؤخذ به ویقدم علی اللآثار الموافقة للقیاس وعلی القیاس۔ ❷

ہمارے اصحاب (حنفیوں) پر یہ اعتراض ہے کہ صحابی کا قول کسی ایسے امر میں جو عقل اور اجتہاد سے نہ سمجھا جائے بلکہ شریعت کی تفہیم پر موقوف ہو، حکماً مرفوع ہوتا ہے یعنی اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ ہی نے فرمایا ہے پس وہ دوسرے اقوال پر (جو ایسے نہ ہوں یعنی قیاس کے موافق ہوں یا قیاس سمجھے جاسکتے ہوں) مقدم کیا جاوے گا۔ جب یہ اصول مقرر ہے تو اس میں شک نہیں کہ عمر وغیرہ کا قول (کہ مفقود الخبر کی عورت چار سال تک انتظار کرے) قیاس کے خلاف ہے جو یقیناً مرفوع کے حکم میں ہوگا۔ پس واجب ہے کہ اسی پر عمل کیا جاوے اور جو اقوال صحابہ کے اس بارے میں موافق ہوں (کہ عورت مذکورہ ہمیشہ تک اس کی بیوی ہے) ان کو بھی اور قیاس کو بھی چھوڑ دیا جائے۔

---

❶ دیکھو تخریجات۔ ہدایہ۔ زیلعی۔ عسقلانی وغیرہ ❷ حاشیہ شرح وقایۃ کتاب المفقود

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❁ جناب رشید احمد گنگوہی کا بھی یہی فتوی ہے جو درج ذیل ہے:

زوجہ مفقود الخبر کے بارے میں بے شک علماء حنفیہ نے بوجہ ضرورت امام مالک کے قول پر فتوی دیا ہے اور عمل بھی کیا ہے اور بندہ بھی بنا بر ضرورت اس مذہب پر عمل کرنا جائز جانتا ہے۔ فقط۔ واللہ تعالی اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی۔ ❶

یہی مذہب اہل حدیث کا ہے۔ ❷

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے یہی مسئلہ اپنے رسالے معقولات حنفیہ میں بھی بیان کیا ہے۔ اور احناف کا مسلک یوں بیان کیا ہے:

کوئی عورت قاضی وقت کی خدمت میں درخواست کرے کہ میرے گم شدہ خاوند کی عمر ۱۲۰ سال ہوگئی ہے۔ اور وہ ایک عرصہ سے گم ہے۔ میرا نکاح فسخ کیا جائے۔ تو اس پر بعد ثبوت دعوی مدعیہ اس کا نکاح نا کح مذکور سے فسخ کیا جاوے اور وہ تاریخ فیصلہ سے چار ماہ دس روز عدت وفات گزار کر جدید نا کح سے نکاح کر سکتی ہے۔ ہدایہ میں ہے

واذا تم له مأة وعشرون من يوم ولد حكمناه بموته هذا رواية الحسن عن ابى حنيفة۔ ❸

(یعنی مفقود کی عمر جب ۱۲۰ سال تک پہنچ جائے تو ہم اس کی موت کا حکم لگائیں گے)

واذا حكم بموته اعتدت امرأته عدة الوفات من ذالك الوقت۔ ❹

(جب اس کی موت کا حکم لگ جائے تو اس وقت سے اس کی عورت عدت وفات گزارے)

❁ جناب محمد اشرف علی تھانویؒ نے ایسی مظلومہ کی نجات کے لئے الحیلة الناجزہ لکھی۔ جس میں لکھا۔ حنفیہ کا مذہب از روئے دلیل قوی اور غایت احتیاط پر مبنی ہے۔ ❺

---

❶ فتاوی رشیدیہ ج ۲ ص ۱۶۰ ❷ اہل حدیث کا مذہب۔ ص ۹۸۔۱۰۱
❸ کتاب المفقود، ھدایہ ❹ کتاب المفقود، ھدایہ
❺ حیلہ ناجزہ۔ ص ۵۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اور ساتھ ہی لکھا:

فقہاء حنفیہ میں سے بعض متاخرین نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر کرتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فتوی دے دیا۔ ایک عرصہ سے ارباب فتوی اہل ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے اس قول پر فتوی دینا اختیار کر لیا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفیہ میں داخل ہو گیا۔ ❶

جناب امرتسریؒ کہتے ہیں کہ جناب تھانویؒ نے حکمت عملی سے فتوی مالکی کو فقہ حنفیہ میں داخل کر کے مظلوم عورت پر قدرے التفات فرمایا۔ مگر ایک طریق سے اس کو قید تنہائی میں بلا وجہ بند رکھنے کی عجیب تجویز فرمائی کہ عورت قاضی کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرے۔ قاضی مفقود خاوند کی تلاش کرائے۔

جب قاضی تلاش میں ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت چار سال تک مزید انتظار کرے ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہو گا۔ ❷

یعنی کسی عورت کا خاوند دس سال سے گم ہے، آج وہ قاضی کے پاس جا کر مرافعہ کرتی ہے۔ قاضی اس کے ناکح کا اور اس کے گم ہونے کا اور نان ونفقہ نہ چھوڑ جانے کا ثبوت لے کر اشتہار دے گا۔ اس سارے کام میں کم سے کم چھ ماہ تو لگیں گے۔ اس کے بعد مایوس ہو کر عورت کو چار سال بیٹھنے کا حکم ہو گا۔

پھر جناب تھانوی لکھتے ہیں:

یہ حکم مذکور (فتوی چار سال والہ) تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں زوجہ مفقود کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے، یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لئے اس کے نکاح سے جدا ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ❸

---

❶ ❷ حیلہ ناجزہ۔ ص ۵۰

❸ حیلہ ناجزہ۔ ص ۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

❀ ادھر حیدر آباد دکن میں بحکم سرکار، علماء کرام نے ایک مسودہ قانون شائع کیا جو بذریعہ رسالہ ترجمان القرآن حیدر آباد ہمارے (ثناء اللہ) کے پاس پہنچا۔ اس میں لکھا ہے:

جب شوہر اپنے مکان سے چلا جائے اور لا پتہ ہو اور اس نے اپنی زوجہ کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کیا ہو اور زوجہ کی طرف سے دعوی تفریق پیش ہو، تو محکمہ قضاء ثبوت فقدان وعدم کفالت نان ونفقہ وعدم نشوز کے متعلق مفقود الخبر کی زوجہ سے حلف لینے کے بعد حسب ذیل مضمون کے تین اشتہار تین ماہ تک شائع کرے گا۔

چوں کہ فلاں شخص اتنے عرصہ سے لا پتہ ہے اور اس نے اپنی زوجہ مسمات فلاں کی نہ خبر گیری کی اور نہ اس کے نان ونفقہ کا کچھ انتظام کیا، لہذا وہ جلد سے جلد اپنی قیام گاہ اور صحیح پتہ سے محکمہ ہذا کو اطلاع دے اور اپنی زوجہ مسماۃ فلاں کی شکایت رفع کر دینے کا مناسب انتظام کر دے ورنہ حسب احکام امام مالک اس کا نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔ ❶

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ جو وجہ امام مالکؒ کے مذہب کی مسودہ میں بیان کی گئی ہے، خود تشریح طلب ہے۔ چنانچہ اس قانون کے ماتحت کوئی عورت دو سال انتظار کر کے دعوی کرے اور کفالت (نان ونفقہ) نہ ہو تو قاضی فوراً فسخ نکاح کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت مذکور چند روز کے بعد آزاد ہو جائے گی اور اگر کفالت ہے تو گزشتہ مدت کے علاوہ چار سال آئندہ گزار کر آزاد ہوگی۔

ہمارے خیال میں جتنے اصحاب نے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے انہوں نے امام کے قول کا مبنی شائد ملاحظہ نہیں کیا۔ امام مالکؒ کے قول کی بنا امیر المؤمنین حضرت عمرؓ فاروق کے فیصلہ پر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مالك عن يحى بن سعيد عن سعيد بن المسيب ان عمر بن الخطاب قال ايما امرئة فقدت زوجها فلم تدر اين هو، فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتداربعة اشهر وعشراً ثم تحل۔ ❷

---

❶ ترجمان القرآن۔ حیدر آباد، ص ۴۳۰۔ جمادی الاخری ۱۳۵۴ھ

❷ مؤطا امام مالک، کتاب الطلاق، باب عدۃ التی تفقد زوجھا، رقم الحدیث: ۱۳۲۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(حضرت عمرؓ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ جس عورت کا خاوند گم ہو جائے یعنی کچھ معلوم نہ ہو کہ کہاں ہے، وہ چار سال انتظار کر کے چار ماہ دس روز عدت وفات پوری کر کے نکاح ثانی کر لے)۔

اس فاروقی سرکلر کی بنا دراصل قرآنی ارشاد ہے

﴿عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (النساء:۱۹)

﴿وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا﴾ (البقرة:۲۳۱)

ان دو آیتوں کے اندر ساری دنیا کے انتظامی دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں سے رپورٹ حاصل کی کہ عورت خاوند کے بغیر کتنی دیر صبر کر سکتی ہے۔ جواب ملا چار مہینے تک۔ پس آپ نے امراء فوج کو حکم بھیج دیا کہ کسی کو چار ماہ سے زیادہ گھر (بیوی) سے دور نہ رکھا جائے۔ یعنی حضرت عمرؓ نے چار ماہ سے زیادہ مدت کو موجب ضرر قرار دے کر مذکورہ سرکلر جاری کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کہ اس فاروقی سرکلر میں کفالت وعدم کفالت میں کوئی فرق نہیں۔ نہ ابتدائے فقدان زوج اور ارجاع مقدمہ میں فرق ہے۔ بلکہ صرف اتنا مذکور ہے کہ عورت کو حکم دیا ہے کہ تاریخ گم شدگی خاوند سے چار سال تک خاوند کی واپسی کا انتظار کرے۔ اس کے بعد اس کو مردہ سمجھ کر عدت وفات گزار کر نکاح کر لے۔ قاضی سے فیصلہ کرانے کی ضرورت ہی نہیں۔ پنچایت میں خاوند کی گم شدگی کا حال سنا کر وہ فسخ نکاح کا اعلان کر دے اور بہ ثبت تاریخ حاضرین مجلس دستخط کر دیں اور بس۔

استحسان فقاہت

قال الله سبحانه وتعالى:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ﴾ (التوبة:۱۲۲)

یعنی از ہر فرقہ یک طائفہ را باید کہ غور و تامل کنند در دین۔ ایں آیت نص است در امر فقاہت و ہم چنیں بسیارے از آیات و احادیث دریں باب وارد گشتہ ... و فقاہت در دین عبادت است از استخراج احکامے موافق رضائے پروردگار کہ در قرآن و حدیث مصرح واقع نشدہ مثل غلامے کہ از حضور باشی آقائے خود استماع احکام و انجام کار در مدتے مرضی دان و

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

طبیعت شناس گشتہ و پایہ اش بجائے رسیدہ کہ اگر مولا یش از پیش خود جدا مے کند و در غیبت آں کارے چنیں دارد میشود کہ حکم آں از زبان آقائے خود نشنیدہ ہر آئینہ بسبب طبیعت شناسی سر انجام آنکار موافق رضائے مولی تواند کرد و ایں چیز یست جلیل القدر و از ضروریات دین و آں مرضی دان بحضور خداوند گار قدر و وقار و عزت و اعتبار دارد...

واز فقاہت است فہمیدن مدارج اوامر و نواہی مثل فرض و واجب و سنن و نوافل و مستحب و مباح و حرام و مکروہ و غیرہ ذالک۔ و بغیر دریافت مدارج احتمال قوی است کہ سر رشتہ تابعداری حق جل وعلا بالکل از دست بعض اشخاص گسستہ شود کہ بر تمام اوامر و نواہی دست ہمت دراز کردن کار ہر شخص نیست۔ لا بد ضروری را از غیر ضروری تمیز دادہ بقدر تحمل نفس ضروریات را اختیار خواہد نمود و از فقاہت فی الدین عمدہ است دانستن حقائق و اسرار شرائع اما ایں طائفہ را فقہاء نمی نامند بلکہ علم حقائق و اسرار را باعث علو شانش فن جداگانہ قرار دادہ اند.....

واز فقاہت است تامل در محاورات کلمات مثل حقیقت و مجاز یا تشدید و تغلیط و ترغیب و ہمیں طور اکثر امور اند کہ ایں مقام تنگ گنجائش آن نمیدارد و آثار فقاہت فی الدین یافتہ میشوند در امام ابی حنیفہ و امام شافعی و ابن حنبل و مالک و اکثر اتباع شاں شکر اللّٰہ مساعیھم و اوائل زمانہ ہنوز تدوین احادیث نشدہ بود ایں بزرگان از جا بجا تحقیقات حدیث کردہ مسائل استخراج می نمودند و در جمع نمودن احادیث و اسانید آن کوشش بائے بلیغ مے فرمودند بایں وسیلہ وجاہت و مرتبت وافر بحضور مولائے خود پیدا نمودند لا بد محبت ایشاں در خاطر عقیدت مآثر خود باید داشت و پیروان ایشانرا از مقبولان بارگاہ الٰہی باید شمرد و مردمان چند بر آمدہ اند دل مردہ و از ظاہر پئے بمعنی ....اوقات عزیز خود را در تحصیل دنیا بر باد دادہ و پائے ہمت در میدان تامل نہ نہادہ بطور دزدان نظر ہر کیسہ ہر آشنا و نا آشنا مے اندازند و کورانہ دست بر شانہ ہر عاقل و دیوانہ مے گزارند دیدن قرآن و حدیث و تامل دراں بالکل موقوف نمودند و ہر سخنے کہ در کتاب نوشتہ می بینید خواہ موافق قرآن و حدیث باشد خواہ مخالف بی تکلف قائل آن میشوند بعضے از ایشاں قرآن و حدیث را مطلقاً نمی بینند و بعضے اگر می بینند بمعنی آں تامل نمی کنند و بعضے اگر تامل می کنند فکر در نصائح و اخبار قیامت و برزخ و ترک دنیا و مثل آں می کنند۔

اما استنباط احکام را مفروع عنہا شمردہ ہرگز قصد تامل دراں نمی نمایند و اگر احیاناً حکمے در

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرآن وحدیث خلاف کتب مقصد خود ہامے یابند بعضے قرآن وحدیث را تاویل کرد، موافق از کتب می نمایند ونے فہمند کہ مقصود اصلی اتباع قرآن وحدیث ست بعضے چشم پوشی وگریز نیز از آں مقام اختیار مے کنند از حال ایں چنیں فقہاء مخبر صادق خبر دادہ۔

((رب حامل فقه غير فقيه)) (مشكوة) معاذ اللّٰه عن كل ذالك عياذاً كثيراً ❶

(ترجمہ) اللہ سبحانہ وتعالی نے ارشاد فرمایا۔ کیوں نہیں نکلی ان سے ایک جماعت تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ پھر ہر فرقے میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں۔ یہ آیت فقاہت کے حکم پر واضح دلیل ہے۔ اس مضمون کے سلسلے میں اسی قسم کی اور بہت سی آیات واحادیث آئی ہیں۔ فقاہت سے مراد یہ کہ ایسے مسائل واحکام کا اللہ کی مرضی کے مطابق استنباط کرنا جن کا قرآن وحدیث میں صراحۃً ذکر نہیں ہے۔ اس کو ایک غلام کی مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہنے اور احکام سننے اور کام انجام دینے کی وجہ سے اپنے آقا کا طبیعت شناس اور مرضی دان ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اسے اپنے آقا کی عدم موجودگی میں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے متعلق اس نے اپنے آقا کی زبان سے کوئی حکم نہ سنا ہو تو بلاشبہ وہ اپنے آقا کا طبیعت شناس اور مرضی دان ہونے کے باعث اس معاملہ کو اپنے آقا کی پسند کے موافق انجام دے سکے گا۔

یہ چیز فقاہت ایک عظیم الشان اور اہم چیز ہے اور دین کی ضروریات میں داخل ہے۔ اور خدا اور رسول کا مرضی دان خدا تعالی کے حضور میں قدر اور وقار رکھتا ہے۔ اور اوامر ونواہی کے مراتب ومدارج کو سمجھنا بھی فقاہت میں شامل ہے جیسے فرض، واجب، سنن، نوافل، مستحب، مباح اور حرام ومکروہ وغیرہ۔ ان مراتب ومدارج کو معلوم کئے بغیر قوی احتمال اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کے ہاتھ سے اللہ تعالی کی فرماں برداری کا رشتہ بالکل ہی چھوٹ جائے، کیونکہ تمام اوامر ونواہی پر کاربند ہونے کیلئے عزم وہمت کی ضرورت ہے اور یہ ہر شخص کے بس میں نہیں ہے۔

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادق پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لا محالہ انسان ضروری کو غیر ضروری سے الگ کر کے نفس کی برداشت کے مطابق ضروریات کو اختیار کریگا۔ شرعی امور کے حقائق واسرار کو جاننا بھی بہترین فقاہت ہے۔ لیکن اس گروہ کو فقہاء نہیں کہا جاسکتا بلکہ حقائق واسرار کے علم کو اس کی جلالت شان کے پیش نظر ایک الگ فن قرار دیدیا گیا ہے۔ کلام عرب کے محاورات میں حقیقت ومجاز اور تشدید وتغلیظ اور ترغیب کے لحاظ سے غور وفکر کرنا بھی فقاہت کا حصہ ہے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے امور ہیں۔

فقاہت کی علامات امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور امام مالکؒ اور ان کے اکثر وبیشتر متبعین میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالی ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ شروع زمانہ میں جبکہ ابھی احادیث کی جمع وتدوین مکمل نہیں ہوئی تھی یہ بزرگ حدیثوں کی تحقیقات کر کے ان سے مسائل نکالتے تھے۔ حدیثوں اور ان کی اسناد کو جمع کرنے میں بڑی بڑی کوششیں فرمائی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے اللہ کے حضور میں قدر ومنزلت کا نام ومقام حاصل کرلیا۔ ان لوگوں سے محبت وشیفتگی دل میں ضرور رکھنی چاہیے اور ان کے متبعین کو بارگاہ الٰہی کے مقبول لوگوں میں شمار کرنا چاہیے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مردہ دل ہوتے ہیں جن کی نظر ظاہر سے تجاوز کر کے معنی تک نہیں پہنچتی۔ وہ اپنے قیمتی اوقات کو دنیا حاصل کرنے میں ضائع وبرباد کرتے ہیں۔ وہ غور وفکر کے میدان میں ہمت کا قدم نہیں رکھتے۔ چوروں کی طرح ہر آشنا وناآشنا کی جیب پر نظر رکھتے ہیں۔ ہر عقلمند اور دیوانے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ قرآن وحدیث کا مطالعہ اور ان میں غور وفکر بالکل ترک کردیتے ہیں اور جو بات کسی کتاب میں لکھی دیکھتے ہیں، وہ چاہے قرآن وحدیث کے موافق ہو یا مخالف، جھٹ اس کو مان لیتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں جو قرآن وحدیث کو دیکھتے تک نہیں۔ اور بعض جو دیکھنے کا تکلف کرتے ہیں ان کے معنی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور کچھ لوگ غور وفکر بھی کرتے ہیں تو نصائح میں یا پھر قیامت وبرزخ اور ترک دنیا وغیرہ کی روایات واحکام میں، لیکن شرعی احکام استنباط کو یہ سمجھ کر کہ اس سے فراغت حاصل ہوچکی ہے غور وفکر کے ساتھ قطعاً متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر کبھی قرآن وحدیث میں اپنی اعتقادی کتابوں کے خلاف حکم پاتے ہیں تو بعض لوگ قرآن وحدیث کے ظاہری معنی میں ہیر پھیر کر کے اپنی کتابوں کے موافق بنا لیتے ہیں۔ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اصلی مقصود تو قرآن وحدیث کی تابعداری ہے۔ بعض لوگ ایسے مقام پر گریز اور چشم پوشی کی راہ اختیار کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہیں۔ایسے ہی فقہاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رب حامل فقه غير فقيه)) ❶

تقلید کا محل جواز وعدم جواز

باید دانست کہ انسان اگر عامی باشد وبسبب مشاغل دیگر از نوشت وخواند دور اند واکتفا بر دریافت از علماء نماید برائے آں مناسب ایں ست کہ از علمائے محدثین ودیندار کہ در دیانت و خوف خدا ودانست قرآن وحدیث مشہور شدہ باشند سوال نماید بایں طور کہ مارا دریں مسئلہ طور محمدی تعلیم نمائید واگر مرد طالب علم ست وشوق تحصیل علوم در دل دارد مناسب ایں ست کہ اول قرآن وحدیث بخواند بعد ازاں بکتب دیگر نظر ہمت کمارد تا آئینہ دار ظاہر شود کہ رای کدام بزرگوار در کدام جا صواب یافتہ وکجا روئے قطار دیدہ بس ہر مسئلہ کہ مصرع بقرآن وحدیث یابد دراں تقلید نہج مجتہدن نکنند کہ در مصرحات اجتہاد را دخی نیست در حدیث است از سرور کائنات ﷺ کہ حضرت معاذ را میفر مودند کہ چہ خواہی کرد در آں وقت کہ کار ہا در غیبت من برتو حاضر خواہند شد عرض نمود کتاب اللہ را معائنہ خواہم نمود فرمود کہ اگر دران یافتہ نشود چہ تدبیر ست گفت سنت رسول اللہ ﷺ را تفحص خواہم نمود فرمود کہ اگر دران ہم نیابی عرض نمود کہ رائے خود را دخل دادہ اجتہاد خواہم کرد حضرت ﷺ دلشاد گشتہ تحسین وآفرین فرمود۔

معلوم شد کہ تا وقتیکہ حکم در قرآن وحدیث مصرح وظاہر یافتہ شود اجتہاد را دخل نباید داد خلاف آن اگر در کتب مجتہدین برآید ازاں چشم پوشی نمودہ دست آویز با قرآن وحدیث ضرور ست وگرنہ نسخ قرآن وحدیث از قول مجتہدین لازم خواہد آمد ابی حنیفہ کہ سرقافلہ راہرواں طریقہ اجتہاد بود ازاں دو قول مروی ہستند کہ خانہ دین را حکم دوستون اعظم دارند اول آنکہ اگر قول مرا مخالف حدیث بیابید بدیوار برنید صاف معلوم گشت کہ در مخالفت حدیث اقوال مجتہدین شنیدن راہ خروج از دائرہ تقلید آں امام پیمودن است ہرگز مرتکب ایں کار حنفی نیست۔

---

❶ مسند احمد ۱/۴۳۶ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم، رقم الحدیث ۳۶۶۰
(عمل بالحدیث۔ولایت علی صادقپوری۔ترجمہ ابوبکر صدیق)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوم آنکہ جائز نیست کسے راعمل نمودن بقول من تا آنکہ نداند کہ ایں سخن از کجا گفتہ ایم معلوم میشود کہ برقول آں امام بے محابا تمسک نمودن وفکر در دلائل و وجوہ قیاس ننمودن ہرگز مرضی آں امام نیست وآں امام در دنیا از فرمودن ہمیں دوقول بروز قیامت از مئواخذہ الٰہی نجات خواہد یافت:

﴿ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ ﴾ (المائدہ:۱۱۶)

ومقلدان بے معنی گرفتار خواہند ماند نمی بینی کہ شاگردان آئمہ راچوں از قول اساتذہ اطمینان قلب حاصل نگشتہ دامن خود ازاں مقام برداشتہ رفتند۔ امام محمد راایں قدر خلاف از امام اعظم ست کہ آنرا اگر مذہب علیحدہ گویند بجاست۔ ومتاخرین چہ قدر اقوال متقدمین راساقط نمودہ اند وغرض ایں است کہ درساقط نمودن قولے کہ مخالف حدیث وقرآن باشد باکے نہ کنند و علمائے بسیار بایں معنی تصریح وتاکید نمودہ اند جائے تنگ گنجائش بیان ہمہ ندارد وعلاوہ ازیں احادیث مستند ہستند واقوال مجتہدین غیر مستند یعنی تحقیق حال رواۃ وثقاہت واشتہار شاں از شرائط ذکرست واقوال مجتہدین کہ مذکور می کنند سند آں ذکر نمی کنند از آئمہ کدام شنید وازاں کدام روایت مے کند واحوال راویان چیست تا سند قول موافق شرائط مذکور نگردد آن قول چہ اعتبار دارد وچہ داند کس کہ ایں قول امام ست یا کسے دیگر بر بستہ چنانکہ بعض نادانان نقلہائے وسواس محض افتراء منسوب بامام اعظم مے کنند بگماں ایں کہ مرد ماں اوشانرا کمال متقی معلوم کنند بعضے برگان حال ایں چنیں مقلدان رابیان مے کنند۔

تقلید دوسہ مقلد بے معنی بدنام کند نام جوانمردان را واگر سند از امور ضروری نیست پس درسند احادیث چرا تکلیف بے فائدہ برداشتند؟ دیگر اینکہ علماء جملہ متفق اند کہ مجتہد گاہے رائے اوخطا مے کند وگاہے برصواب میباشد پس ظاہر گشت کہ در مقابلہ احادیث کہ مستند وکلام معصوم ست قولے کہ غیر مستند باشد واحتمال خطا دارد مسموع نخواہد شد۔

وجہ عدم اتفاق در بعضے احادیث واقوال مجتہدین است بگوش ہوش باید شنید مجملاً دریں مقام تنگ بیان مے کنم کہ بعد از جناب رسالت مآب ﷺ احادیث در اذہان وبر زبان ثقات بودند مردماں بخوف فراموشی ووضع وتحریف مصروف بجمع آں در کتب شدند چنانچہ ہر یک

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

از آئمہ مجتہدین حسب توفیق احادیث معدود از رواۃ ثقہ مستند نمودہ در کتب مستندات خود جمع کردہ آخر الامر چوں بزمانے کہ صحاح وغیرہ مدون گشت جمیعت علوم نبویہ کہ منتشر در آفاق بود ظاہر گشتہ وتخریج احادیث موقوف شد و جملہ احادیث مستخرج معدود گشتہ مقتضائے الفضل من تاخر بدست محدثین متاخرین درآمدند ہر چند دریں باب ثواب سعی درسند وجمع برائے متقدمین اکثر ست اما فضیلت زیادتی علم احادیث برائے محدثین متاخرین حاصل آمد مانند کسے کہ وارث گشت ترکہ پدر و مادر وخواہر وجد خود را پس البتہ وارث درغنا وکثرت اموال زیادہ خواہد شد از مورثاں اگر چہ آں اموال جملہ از کسب کردہ ہماں مورثاں باشد پس اکثر احادیث باشرائط سند بموجب مقضیات وقت باکثر مجتہدین نرسیدند و در آں مقام اسپ ہمت در میدان اجتہاد للہ فی اللہ دوانیدند و بمقتضائے بشری برزمین خطا فرد آمدند و با حدیث مخالف افتادند بعد از جمیعت احادیث ہماں اختلافست کہ ظاہر میشود پس درگزاشتن آں قول چہ باک ماند بعضے می فہمند کہ در خلائق حنفی مشہور شدن نیز از ضروریات دین ست پس اگر مخالفت قول ابی حنیفہ نمودیم حنفیت نخواہد ماند تفصیل جوابش باید فہمید کہ آنچہ بابی حنیفہ منسوب ست دو طور دارد یکی اقوال اندمردی از ابی حنیفہ کہ آں را در کتب فقہ عن ابی حنیفہ می نویسند و دیگر مسائل مستنبط کہ علمائے دیگر از اقوال ابی حنیفہ استنباط نمودہ مشتہر بمذہب ابی حنیفہ می کنند و آنرا در کتب فقہ می نویسند عند ابی حنیفہ وایں اجتہاد در اجتہاد دست اول آں اقوال خود از قرآن وحدیث مستنبط بودند و بار دیگر ازاں اقوال مسائل دیگر مستنبط شدند وایں مسائل احتمال دو خطا دارند کہ در ہر استخراج احتمال یک خطا است و ازہمیں اسباب تلامذہ و دیگر علماء در بعض مقام از مذہب ابی حنیفہ متخلف شدند وایں مقلداں ہم دراں مقام جانب علمائے دیگر اختیار کردہ اند وتقلید امام را گزاشتند پس در بعض جا حنفی میشوند و بعض جا ابو یوسفی ومحمدی و جائے دیگر زفری و جائے ابو اللیثی پس حنفیت ایشاں کے باقی ماند اگر گویند آنہا تلامذہ ابی حنیفہ بودند دیگرے خواہد گفت کہ بعضے مورخاں امام شافعی را نیز نسبت تلمیذ بآنجناب کردہ اند واگر فرض کردم تلمیذ بودند دو کس بودند ابو یوسف ومحمد دیگر ہمہ علماء ایں نسبت بداشتند وعلاوہ ازیں اگر شخصے از من مخالف باشد گوازتابعانم موافق آنرا سوائے مخالف دیگر نخواہم گفت پس کسے کہ تابع مخالف باشد دراں مسئلہ حنفی نماند بلکہ منسوب بہموں مخالف گشتہ پس ایں گفتگو برائے ہمیں ست تا ظاہر شود کہ محققین را مقصود اتباع حق میشود بانتساب بمردماں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وایجا سخنے ست دیگر کہ بر واقفاں کتب فقہ پوشیدہ نیست کہ از امام اعظم کتابے منقول نیست کہ براں بنائے مذہب شاں نمودہ آید اما اقوال چند در کتب متعارفہ مثل کنز و ہدایہ و عالمگیری و قاضی خاں وغیر ذالک کہ مسائل خارج از شمار یافتہ میشوند ہمہ از امام اعظم منقول نیست بلکہ مسائل چند بآں امام منسوب اند و اکثرے بصاحبین و بسیارے بعلمائے متقدمین دیگر و بے شمارے بمتاخرین مثل صاحب ہدایہ وفتاوی و وغیرہ کہ ایشاں از فراست خود دراں مسائل یجوز ولا یجوز می نویسند و پر ظاہر ست کہ اعتقاد دیانت وفراست از وجدان قلب و ملاحظہ مسائل وتواتر استماع تقوی کہ در دل خود از طرف امام اعظم بہم سانیدہ ایم آں اعتقاد بخدمت ہر علماء کہ خود را حنفی قرار دادہ اند نداریم پس اگر شخصے مسئلہ را ازیں کتب مشہورہ بسبب مخالفت قرآن وحدیث با استنباط ناپسندیدہ ساقط از نظر نمودہ در حقیقت آں نقصانے نیست۔ آمدم بقسم دیگر کہ در مسائل قیاسی چہ خواہی کرد باید دانست کہ بعض مردماں را بعد از مزاولت در قرآن وحدیث بسبب شدت نور ایمان وسلامت عقل وفطانت حق در مسائل قیاسی نیز اکثر منکشف میشود بوضعے کہ ہرگز شک وگماں را دراں دخلے باقی نماند وبعضے مردم را بعد از فہم دلائل در بعض مسائل ایں چنیں انکشاف حق پیدا می گردد پس در ہر مسئلہ کہ خود را ایں چنیں انکشاف رونمائد تقلید کسی روا ندارد چرا کہ انسان را پرسش بعقل خود خواہد شد نہ بر عقل دیگراں و دانستہ در مخالفت حق البتہ ماخوذ خواہد شد چنانکہ قول ثانی امام برہمیں معنی دلالت دارا گر خود بایں مرتبہ نرسیدہ است ضرور ست کہ تقلید یکی از مجتہدین کہ بگمان خود دیندار دانستہ باشد نماید چرا کہ تا انسان بپایہ تحقیق نرسیدہ است از تقلیدش ناگزیر است و چوں راہ تحقیق کشادہ شد از تقلید مناز لہا گریز کہ کور بے اختیار ست در دست اندازی بہر کس و ناکس و بینا نتواند کہ چشم را بند کردہ گرفتار بر در و دیوار شود ظاہر شد کہ تحصیل قرآن وحدیث برای ہر طالب حق ضرور افتاد لیکن دریں جزو زمان مردماں گراں میدانند و می گویند کہ علم قرآن وحدیث مشکل بسیار ست مردمان پیش لیاقت آں میدانشتند لہذا ضرور افتاد کہ فصل ثالث را مشتمل بر تسہیل راہ تحصیل نمائم تا حوصلہ مومنین در تحصیل ایں نعمت عظمی درتزاید درآید۔ ❶

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ترجمہ) یہ بات خوب ذہن نشین کر لے کہ جو شخص خود عامی ہو اور اپنے کاروبار میں مصروفیت کے باعث لکھنے پڑھنے سے محروم رہا ہو اور علماء سے مسئلہ دریافت کرنے کو کافی سمجھتا ہو تو ایسے شخص کے لئے مناسب ہے کہ وہ محدثین اور دیندار علماء سے جو دیانت اور خوف خدا میں اور قرآن وحدیث کے جاننے میں مشہور ہوں، اس طرح سوال کیا کرے کہ ہمیں اس مسئلہ میں بتائیں کہ خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟

اگر کوئی طالب علم ہو اور علوم کو حاصل کرنے کا پورا شوق دل میں رکھتا ہو تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ پہلے قرآن وحدیث پڑھے۔ اس کے بعد دوسری کتابوں کی تعلیم حاصل کرے تاکہ آئینہ کی مانند واضح ہو جائے کہ کون بزرگ کس جگہ صواب کو پہنچا اور کس جگہ خطا کی ہے۔ پس جو مسئلہ قرآن وحدیث میں صراحت کے ساتھ مل جائے اس میں کسی مجتہد کی تقلید نہ کرے کیونکہ واضح احکام میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے معاذ بن جبل سے پوچھا کہ جب میری عدم موجودگی میں تجھے شرعی امور سے واسطہ پڑے گا تو تو کیا کریگا؟ انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ میں مسئلہ تلاش کروں گا۔ آپ ﷺ فرمایا اگر اس میں نہ ملے تو پھر؟ معاذؓ نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت تلاش کروں گا۔ آپ ﷺ فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ معاذ نے عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر تعریف کی اور شاباش دی۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی حکم قرآن وحدیث میں صراحت سے مل جائے تو اجتہاد کی ضرورت نہیں۔ اگر مجتہدین کی کتابوں میں اس کے خلاف ہو تو اس سے چشم پوشی کر کے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھام لے ورنہ مجتہدین کے اقوال سے قرآن وحدیث کا منسوخ ہونا لازم آئے گا۔

امام ابوحنیفہؒ، جو اجتہاد کی راہ پر چلنے والوں کے سردار ہیں، سے دو اقوال مروی ہیں جو دین کی عمارت کے بڑے ستونوں کا حکم رکھتے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اگر میرا قول حدیث کے مخالف پاؤ تو اسے دیوار پر دے مارو۔ اس سے صاف صاف طور پر معلوم ہوا کہ حدیث کی مخالفت میں مجتہدین کے اقوال کو سننا امام صاحب کے دائرہ تقلید سے نکل جانے کی راہ اختیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کرنا ہے۔اور ایسا کرنے والا ہرگز حنفی نہیں ہے۔امام ابوحنیفہؒ کا دوسرا قول یہ ہے کہ میرے قول پر کسی کا عمل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ وہ یہ نہ جان لے کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے؟ پس معلوم ہوا کہ امام صاحب کے قول پر بے دھڑک اور بلا سوچے سمجھے جم جانا اور دلائل اور وجوہات قیاس پر غور وفکر نہ کرنا امام صاحب کو ہرگز پسند نہیں ہے اور امام صاحب اپنے ان دو ارشادات کے باعث قیامت کے روز مؤاخذہ الٰہی سے نجات پالیں گے۔

﴿ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴾ (المائدہ:۱۱۶)

(اگر میں نے کہا تھا تو تجھ کو معلوم ہے، تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بلاشبہ تو ہی پوشیدہ باتوں کو جاننے والا ہے)

ان کے جھوٹے مقلد مؤاخذہ الٰہی میں گرفتار ہوں گے۔کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ آئمہ کرام کے شاگردوں کو جس مقام پر اپنے استاد کی بات پر اطمینان نہ ہوتا تو وہاں سے اپنا دامن بچا کر گزر گئے۔امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اتنا زیادہ اختلاف کیا ہے کہ اگر اسے ایک الگ مذہب قرار دیا جائے تو بجا ہے۔اور متاخرین نے متقدمین کے کتنے ہی اقوال کو چھوڑ دیا ہے۔ غرض یہ کہ جو قول قرآن وحدیث کے مخالف ہو اس کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہت سے اہل علم نے اس بات کی خوب تصریح اور تاکید کی ہے۔

پھر خوبی کی بات یہ ہے کہ احادیث باسند ہیں اور مجتہدین کے اقوال بلا سند۔یعنی احادیث کے راویوں کے حالات کی تحقیق انکی شہرت وثقاہت شرائط کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔لیکن جو لوگ مجتہدین کے اقوال بیان کرتے ہیں وہ سند بیان نہیں کرتے کہ کس نے آئمہ سے سنا، اس سے کون روایت کرتا ہے اور راوی کیسے ہیں۔جب تک معتبر راویوں کی شرائط کے مطابق قول ثابت نہ ہو جائے اس پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟ کیا معلوم کہ امام صاحب کا قول ہے یا کسی نے اپنی طرف سے امام صاحب پر بہتان تراشا ہے جیسا کہ بعض نادان لوگ وساوس کی نقول جو خالص افتراء ہے، امام اعظمؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں، اس گمان پر کہ لوگ انہیں کمال متقی خیال کریں۔مقلدین کے متعلق کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے دو تین بے سمجھ مقلدوں کی تقلید جواں مردوں (یعنی اماموں) کو بدنام کرتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اگر سند ضروری نہ ہوتو حدیث کی سندوں میں کیوں بے فائدہ تکلیف اٹھائی جاتی ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ مجتہد کی رائے کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ حدیث جو معصوم ﷺ کی (باسند بات ہے) کے مقابلہ میں کوئی ایسی بات جو غیر مستند ہے اور اس میں خطا کا بھی احتمال برابر موجود ہے، قبول نہیں کی جاسکتی۔

بعض احادیث اور اقوال میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ پوری توجہ سے سنیں جو مختصر طور پر اس جگہ بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ جناب رسالت مآب ﷺ کی وفات کے بعد احادیث معتبر اور پرہیزگار لوگوں کی زبانوں اور ذہنوں میں تھیں۔ لوگ بھولنے، جھوٹی حدیث بنانے اور تحریف کے ڈر سے حدیث کو کتابوں میں جمع کرنے کے لئے مشغول ہوگئے۔ چناں چہ آئمہ مجتہدین نے بھی حسب توفیق کچھ احادیث معتبر اور پرہیزگار راویوں سے سن کر اپنی مستند کتابوں میں با سند جمع کر دیں۔ آخر کار جس زمانہ میں صحاح ستہ کی تدوین ہوئی علوم نبویہ جو سارے ممالک میں پھیل چکے تھے، حدیث کی کتابوں کی شکل میں مدون ہوگئے اور حدیثوں کی تخریج موقوف ہوگئی۔ اور سب تخریج کی ہوئی احادیث شمار ہوکر مشہور مقولے کے مطابق، یعنی فضیلت متاخرین کے لئے ہے، متاخر محدثین کے ہاتھ آئیں۔ اگر چہ یہ بالکل درست ہے کہ سند جمع کرنے کا ثواب پہلوں کو ہی زیادہ ملے گا لیکن علم حدیث زیادہ پانے کی فضیلت متاخر محدثین کے حصہ میں آئی۔ اسے اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ماں باپ اور دادا کا وارث ہوا۔ یقیناً ایسا شخص مال و دولت میں ان سے زیادہ ہوگا جن کا وہ وارث ہوا ہے، اگر چہ مال و دولت ان ہی کا کمایا ہوا ہے جن کا وہ وارث ہوا ہے۔ پس اکثر حدیثیں سند کی شرائط کے ساتھ زمانے اور وقت کے تقاضوں کی بنا پر اکثر مجتہدین کو نہ پہنچ سکیں۔ اس موقعہ پر انہوں نے اجتہاد کے میدان میں اللہ کی رضا کی خاطر ہمت کا گھوڑا دوڑایا۔ اور بشری تقاضے کی بنا پر صواب کو نہ پا سکے۔ اس طرح وہ نادانستہ طور پر حدیث کے مخالف ہوئے۔ احادیث جمع ہونے کے بعد جو اختلاف ظاہر ہوا وہ یہی ہے۔ اب حدیث کی مخالفت میں اس قول کو چھوڑ دینے میں کیا مضائقہ ہے؟

بعض یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں حنفی مشہور ہونا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔ اگر ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امام ابوحنیفہؒ کے قول کی مخالفت کریں گے تو حنفی نہ رہیں گے۔ اس کا مفصل جواب یہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے مسائل امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ اقوال ہیں جو امام صاحب سے مروی ہیں اور ان کو فقہ کی کتابوں میں عن ابی حنیفہ لکھتے ہیں۔ دوسرے وہ مسائل جو اہل علم نے امام صاحب کے اقوال سے نکالے ہیں اور ان کے مذہب کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ ایسے مسائل کو فقہ کی کتابوں میں عند ابی حنیفہ لکھتے ہیں۔ اور یہ اجتہاد در اجتہاد ہے۔ یعنی پہلے تو وہ اقوال خود قرآن وحدیث سے نکالے گئے ہیں، پھر دوسری بار ان اقوال سے اور مسائل نکالے گئے۔ لہذا ایسے مسائل دو خطاؤں کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ ہر بار مسئلہ نکالنے میں ایک غلطی کا احتمال ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر دوسرے علماء اور خود امام صاحب کے شاگردوں نے بعض مقامات پر اپنے امام کے مذہب کے خلاف کیا ہے۔ بلکہ خود ان مقلدین نے بھی ان مقامات پر امام صاحب کی تقلید چھوڑ کر دوسرے علماء کی بات قبول کی ہے۔ اس طرح وہ کسی جگہ حنفی، کسی جگہ ابو یوسفی، اور دوسری جگہ زفری، اور بعض جگہ ابو اللیثی ہوتے ہیں۔ اب ان کی حنفیت کہاں باقی رہی؟ اگر یہ کہا جائے کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے تو کہا جا سکتا ہے کہ بعض مورخین نے امام شافعیؒ کی شاگردی کی نسبت بھی امام صاحبؒ کی طرف کی ہے۔ اگر ہم مان لیں کہ وہ شاگرد تھے تو ان میں سے صرف دو شخص تھے ابو یوسفؒ اور محمدؒ، باقی علماء کو آپ سے تلمذ کا شرف حاصل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص میرا مخالف ہو چاہے میرے تابعداروں میں سے ہی کیوں نہ ہو تو اس کی موافقت کرنے والے کو مخالف کے سوا اور کچھ نہ کہوں گا۔ معلوم ہوا جو کوئی امام صاحب کے مخالف کا متبع ہوا، اس مسئلہ میں حنفی نہ رہا بلکہ اسی مخالف کی طرف منسوب ہو گیا۔

اس ساری گفتگو کا یہ نتیجہ ہوا کہ حق پرستوں کو حق کی پیروی مدنظر ہوتی ہے نہ کہ کسی کی طرف منسوب ہونا۔ یہ ایک اور بات یاد رکھنی چاہیے جیسا کہ فقہ کی کتابوں کے عالموں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ امام اعظم سے کوئی کتاب منقول نہیں ہے جس پر آپ کے مذہب کی بنیاد رکھی جائے۔ فقہ کی مشہور کتابوں مثلاً کنز، ہدایہ، عالمگیری، قاضی خان وغیرہ میں جو بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں سارے امام ابوحنیفہؒ سے منقول نہیں ہیں۔ ان میں سے صرف چند مسائل آپ کی طرف منسوب ہیں۔ اکثر مسائل صاحبین امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ اور متقدمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علماء کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور بے شمار مسائل علماء متاخرین جیسا کہ صاحب ہدایہ، فتاوی وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔ ان حضرات نے اپنی فراست سے ان مسائل میں یجوز اور لا یجوز یعنی جائز اور ناجائز لکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ امام صاحب کی دیانت وفراست اور مسائل پر عبور اور تقوی اور پرہیز گاری کے بارہ میں متواتر خبروں کا ہم اپنے دل میں جس قدر اعتقاد رکھتے ہیں ہمارا وہ اعتقاد ان علماء کے متعلق نہیں ہے جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر کسی شخص نے ان کتب مشہورہ کی مخالفت کی بنا پر یا ناسند استنباط کی وجہ سے قابل اعتبار نہ سمجھا تو حنفیت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

اب میں ایک دوسری بات بیان کرتا ہوں کہ آپ کو تمام قیاسی مسائل میں کیا کرنا چاہیے۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ بعض لوگوں کو قرآن وحدیث کے رات دن مطالعہ رکھنے کے بعد نور ایمان کی شدت اور عقل وفطانت کی سلامتی کی وجہ سے قیاسی مسائل میں بھی اکثر اوقات اس طرح حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس میں شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں کو دلائل سمجھ لینے کے بعد بالکل اس طرح حق کھل جاتا ہے۔ جس مسئلہ میں ایسا انکشاف ہو جائے اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ انسان سے اس کی اپنی عقل پر پرسش ہوگی، نہ کسی دوسرے کی عقل پر، جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے پر یقیناً مؤاخذہ ہوگا، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے دوسرے قول کا مطلب بھی یہی ہے۔ اگر اسے خود یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے تو کسی مجتہد کی تقلید کرنا ہوگی جسے وہ اپنے خیال میں دین دار سمجھتا ہو کیونکہ جب تک انسان کو تحقیق کا درجہ حاصل نہ ہو، اسے تقلید سے چارہ نہیں ہے۔ جب تحقیق کی راہ کھل جائے تو تقلید سے کوسوں دور بھاگنا چاہیے کیونکہ اندھا مجبور ہے کہ ہر کس وناکس پر ہاتھ ڈالے لیکن آنکھ والے سے یہ نہیں ہوسکتا کہ آنکھ بند کر کے ہر در و دیوار پر ہاتھ مارتا پھرے۔ ❶

تسہیل علم قرآن وحدیث

باید دانست کہ قرآن شریف بر آنحضرت ﷺ نازل شدہ است و آنحضرت امی بودند و مخاطب بالذات ہماں امی ہستند و باقیاں تابعی و طفیل و تمثیلات و محاورات ہمہ موافق عرف و عادات

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علی صادقپوری۔ ترجمہ ابوبکر صدیق

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امیاں عرب وارد وتفسیرے ہمراہ قرآن نازل نشدہ اگر فہم امیاں و ناخواندگان درادراک معنی قرآن کفایت نمی کند صحابہ چگونہ آنرا می فہمیدند و بجا آوری احکام می نمودند جا بجا رب العالمین مے فرماید درسورہ قمر ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر قرآن شریف رامشکل تر گفتن منگر ایں آیت شدن ست و خدا رحمت کند برقراء سابق کہ قرآن را معرب کردہ کہ حاجت از تحصیل صرف ونحو دراں ساقط گردانیدند وتحقیق الف و لام ومثل آں کہ درقرآن شریف مرد ماں بیان می کنند منشائے آن این ست کہ بعضی کسانرا از خواندن قرآن مقصود بجا آوری احکام می باشد پس نظر اوشاں بایں تدقیقات بے فائدہ نمیرود ومقصود بعضی کسان از دیدن قرآن انسلاک خویش ست درزمرہ علماء مدقق لابد بطبیعت آنہا بسوئے ایں موشگافیہا مائل میشود وصداقت ایں کلام از امثال دنیا میتواں فہمید کہ ہرگاہ از پیش حاکماں دنیا پروازمی آید آں پروانہ باوجودیکہ ہرلفظ او احتمال ہزاراں موشگافیہا دارد وقصد ہائی تدقیق علمی در ہرفقرہ اش می تواں کرد کسی از رعایا خواندہ باشد یا ناخواندہ سوائے دریافت احکام بطرف دیگر نظر نمی گرداند چرا کہ مقصود از ملاحظہ اش سرانجام کاری درذہن خود مستقر دارد بخلاف شعر وغزل کہ مقصود ازاں بجا آوردن کاری نیست لاجرم صاحب ذکا درحقائق عبارتش فکری کند و بیک کلمہ صدہا معنی پیدا می نماید۔ ❶

(ترجمہ) یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قرآن شریف آنحضرت ﷺ پر آپ کے صحابہ کے سامنے نازل ہوا تھا اور یہ سب ان پڑھ تھے۔ قرآن کے اصلی اور پہلے مخاطب یہی لوگ تھے، باقی لوگ ان کے بالتبع مخاطب ہیں۔ قرآن کی سب مثالیں اور محاورات عرب کے ان پڑھوں کے عرف وعادت کے موافق ہیں۔ قرآن کے ساتھ آسمان سے کوئی تفسیر نہیں اتری تھی۔ اب بتایا جائے کہ اگر ان پڑھوں کا فہم، قرآن کے سمجھنے میں کافی نہیں ہے تو صحابہ اس کو کس طرح سمجھتے تھے اور کس طرح اس کے احکام کی تعمیل کرتے تھے؟ سورۃ قمر میں رب العالمین جا بجا فرماتے ہیں:

ہم نے قرآن شریف کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والہ ہے؟

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادقپوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرآن مجید کو مشکل کہنا اس آیت کا انکار ہے۔ اللہ تعالی پہلے قاریوں پر رحمت کرے کہ انہوں نے قرآن مجید پر اعراب زبر زیر پیش وغیرہ لگا کر گرامر کی ضرورت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ جو لوگ قرآن مجید میں الف لام کی تحقیق بیان کرتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ بعض لوگوں کو قرآن مجید کے پڑھنے سے اس کے حکموں کو بجالانا مقصود ہوتا ہے، اس لئے ان کی نظر ایسی بے فائدہ باریکیوں کی طرف نہیں جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا مقصد قرآن مجید پڑھنے سے اپنے آپ کو باریکیاں نکالنے والے علماء کے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے، لہذا ان کی طبیعت ان میں موشگافیوں کے نکالنے کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اس گفتگو کی سچائی دنیا کی مثال سے سمجھی جاسکتی ہے کہ جب کبھی دنیا کے حاکموں کے پاس سے کوئی نوٹس پروانہ آتا ہے تو باوجودیکہ اس کے ہر لفظ میں ہزار ہا موشگافیاں اور بہت سی علمی باریکیاں تلاش کی جاسکتی ہیں لیکن رعایا میں کوئی ان پڑھ ہو یا پڑھا ہوا، احکام معلوم کرنے کے سوا اور طرف توجہ نہ کرے گا، کیونکہ انہوں نے اس کو پڑھنے کا مقصد اپنے ذہن میں تعمیل حکم ٹھہرایا ہوتا ہے، بخلاف شعر وغزل کے کہ اس سے کسی کام کو انجام دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ذہانت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ اسلئے ذہین لوگ اسکی عبارت کی باریکیوں میں غور وفکر کرتے ہیں اور ایک کلمہ میں سینکڑوں نکات پیدا کر لیتے ہیں۔

علم متن حدیث

وعلم احادیث دو فن دارد یکی علم المتن یعنی غرض دینی از الفاظ حدیث فہمیدن و دیگر رافن اسانیدمی نامند یعنی رتبہ احادیث وشناختن مدارج قوت وضعف را در یافتن علم المتن موقوف بر ایمان ست ہر قدر کہ ایمان قوی تر خواہد بود عزت احکام ولطافت کلام را از قرآن وحدیث زیادہ تر در یافت خواہد کرد وضعیف الایمان نیز اگر بقصد پیروی نظر براں کتب متبر کہ خواہد گماشت؟ از ادراک او ہرگز محروم نخواہد ماند احادیث رسول خدا ﷺ سخنان روزمرہ عرب بودند سہل وفصیح وقریب از فہم کہ بدویان را بمدعا میرسانیدند۔ وترجمہ قرآن واحادیث در اکثر زبان موجود ست کہ عجمی را مطلقاً تردد در لغات بہم نمیرسد حالا تامل باید نمود در احوال کتب دیگر مثل کافیہ وشافیہ ومطول وکفایۃ وقاموس وکشاف کہ چہ قدر عبارات متین واشارات دقیق دارد کہ در

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فہم یک کتاب کما ینبغی عمر یک آدمی صرف میشود چنانکہ بر علماء پوشیدہ نیست و بروز قیامت سوال از ہمیں قرآن و حدیث خواہد شد نہ از کتب دیگر باید فہمید کہ دیدن کتب دیگر منع ست یا خالی از منافع اما ضروری را از غیر ضروری جدا کردہ۔ اعلی را از ادنی تمیز دادہ۔ و ہر چہ ضرور و اعلی باشد آنرا اولاً اختیار کند بعد ازاں اگر فراغت وقت باید ہر کتب کہ طبیعتش مائل باشد بسیر آں مشغول شود عمرت قلیل آمد و علمت کثیر۔ آنچہ ضروریست جہاں پیش گیر۔ ❶

(ترجمہ) علم احادیث کا تعلق دو فنون سے ہے۔ پہلا علم المتن ہے یعنی حدیث کے الفاظ سے دینی غرض سمجھنا۔ اور دوسرے کو فن اسانید کہتے ہیں، یعنی حدیث کا مرتبہ اور اس کے ضعف وقوت کے مدارج کو پہچاننا۔

علم المتن کا دارومدار ایمان پر ہے جس قدر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی قرآن وحدیث سے کلام کی لطافت اور احکام کی عزت زیادہ معلوم ہوگی۔ ضعیف الایمان بھی اگر پیروی کی نیت سے ان متبرک کتابوں میں غور وفکر کرے گا تو اس کی فضیلت حاصل کرنے سے ہرگز محروم نہ رہے گا۔ رسول خدا ﷺ کی حدیثیں عرب کی روزمرہ کی بول چال میں آسان اور فصیح ہیں، اور اتنی جلدی سمجھ میں آنے والی ہیں کہ گنواروں کو بھی مطلب و مدعا تک پہنچا دیتی ہیں۔ قرآن و حدیث کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ غیر عربوں کو اب لغات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ اب ذرا دوسری کتابوں مثلاً کافیہ، شافیہ، مطول، ہدایہ، قاموس اور کشاف وغیرہ کے حالات میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عبارتیں کتنی مضبوط ہیں اور ان میں کتنے باریک اشارے موجود ہیں۔ ایک کتاب کو پورے طور پر سمجھنے میں ایک آدمی کی عمر صرف ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ علماء سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لیکن قیامت کے روز اسی قرآن وحدیث کے بارے میں سوال ہوگا نہ کہ دوسری کتابوں کے متعلق۔

مگر ضروری کو غیر ضروری سے علیحدہ کر کے اعلی کو ادنی سے امتیاز دے کر جو ضروری اور اعلی ہو پہلے اسے اختیار کریں، پھر اگر فرصت ملے تو جن کتابوں کی طرف طبیعت مائل ہو، مطالعہ کریں۔ یعنی عمر تھوڑی ہے اور علم زیادہ ہے۔ جو علم ضروری ہو اسے پہلے حاصل کرو۔

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادقپوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علم اسانید

فن اسانید عبارت است از دریافتن حال رواۃ ہر حدیث کما ینبغی و کثرت وقلت ایشاں چرا کہ قوت وضعف احادیث موقوف ست بر کثرت وقلت وضعف وقوت رواۃ وسند عبارتست ازشنیدن حدیث از استاذ ثقہ کہ سلسلہ سند خود تا رسول اللہ ﷺ مستحکم باشد و پر ظاہر ست کہ ایں طور سند در اوائل زمانہ کہ قریب از جناب رسالت مآب ﷺ آسان بود از زمانہ حال کہ بعید تر ست از زمانہ ہدایت نشانہ و چوں علمای متقدمین مثل جامع صحاح وغیرہ کہ خود ثقاہت ایشاں ثابت ست و ہر حدیث را با سلسلہ رواۃ در کتب خود مدون کردند ازاں کتب نقلی متواتر برداشتند کہ حالا دراں کتب تحریف مشکل ست واحوال رواۃ در کتب فن اسماء الرجال جمع نمودند۔ بعد از تدوین ایں چنیں کتب مضبوط احتیاج سند ساقط گشتہ من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ پس ہر کس کہ صحیح بخاری را بیند گویا از محمد بن اسماعیل سند مے کند واو سلسلہ سند خود تا رسول خدا ﷺ در کتاب خود ذکر کردہ است۔ پس کسے کہ حدیث را در صحیح بخاری یافت گویا از زبان رسول خدا ﷺ شنید چنانکہ صاحب مشکوۃ نیز در خطبہ اش ہم چنیں خبر میدہد کہ ما احادیث خود وقتے کہ در صحاح شاں دیدہ ایم گویا از رسول اللہ ﷺ سند نمودہ ایم چرا کہ جامع آنہا ما را مستغنی کردہ انداز سند نمودن۔ ❶

(ترجمہ) ہر حدیث کے راویوں کے پورے پورے حالات اور ان کی کثرت وقلت کے دریافت کرنے کو فن اسانید کہتے ہیں۔ کیونکہ احادیث کی قوت وضعف راویوں کی کثرت و قلت اور ضعف وقوت پر موقوف ہے۔ اور سند کہتے ہیں اس ثقہ اور قابل اعتبار اسناد سے حدیث سننے کو جس کا اپنا مضبوط سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو یہ بالکل واضح بات ہے کہ اس طرف کی سند شروع زمانہ میں جو جناب رسالت مآب ﷺ کے زمانہ کے قریب تھا زیادہ آسان تھی ہمارے موجودہ زمانے سے جو ہدایت کے زمانے سے بہت بعید ہے۔

جب صحاح وغیرہ کو جمع کرنے والے متقدمین جیسے بزرگوں نے جن کی اپنی فقاہت مسلّم ہے ہر حدیث کو راویوں کے سلسلہ سمیت اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے اور لوگوں نے ان کتابوں

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادقپوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سے اتنے تواتر سے احادیث نقل کی ہیں کہ اب ان میں ادل بدل بالکل ناممکن ہے۔ اور راویوں کے حالات فن اسماء الرجال کی کتابوں میں جمع کر دیئے گئے ہیں اس قدر معتبر اور نہائت عمدہ طریقہ سے جمع کی گئی کتابوں کی موجودگی میں سند کی ضروریات باقی نہیں رہی۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ آزمائی ہوئی چیز کو آزمانے سے سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ بات یقیناً درست ہے کہ جو شخص صحیح بخاری پڑھتا ہے وہ گویا محمد بن اسماعیل بخاریؒ سے سند فرماتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اپنی سند کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک اپنی کتاب صحیح بخاری میں بیان کر دیا ہے۔ اب جو شخص صحیح بخاری میں حدیث پالے، تو گویا اس نے رسول خدا ﷺ کی زبان مبارک سے سنا۔ چناں چہ صاحب مشکوۃ نے بھی اپنی کتاب کی ابتداء میں جو خطبہ لکھا ہے اس میں یہی بات بیان کی ہے کہ جب ہم اپنی حدیثیں محدثین کی صحیح کتابوں میں دیکھتے ہیں تو گویا ہم رسول اللہ ﷺ سے ان حدیثوں کی سند کرتے ہیں کیونکہ ان کتابوں کے مؤلفین نے ہمیں سند بیان کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے۔

❀ و دیگر بسیارے از محدثین تفصیل ایں معنی کردہ اند کہ سند دریں زمانہ بیش از رسم نماندہ و خدا غریق رحمت کند محدثین متقدمین را کہ موضوع از نا موضوع ممتاز کردہ وقوی را از ضعیف جدا نمودہ علی حسب مدارج در کتب خود ہا مدون کردند و برائے ہر مطلبے باب و فصل علیحدہ مقرر نمودہ اند و از ملاحظہ معلوم میشود کہ در احادیث مسائل جزئیات نیز بے شمار اند حالا فن حدیث در تسہیل مثل کتب فقہ شدہ ہر مسئلہ کہ پیش آید در باب آں ملاحظہ کنند مرضی رسول مقبول ﷺ ظاہر خواہد شد بلکہ از فقہ ہم آسان ترست چرا کہ کتب فقہ بے شمار اند و عالمان مصنف آں ہزار یک امر اگر در کتابے جائز یافتہ شود وظن غالب ست بکتابے دیگر ناجائز نوشتہ باشند پس بگفتہ کدام کس عمل نمودہ آید و ایں قدر کتب از کجا جمع شود و عمر و فراغت از کجا دست دہد تا انسان باحکام مطلع شود و احادیث کہ ایں قدر بے حد و بے شمار باسماعت کتابت در آمدہ اند موضوع ہستند آنچہ محدثین در کتب مسند خود جمع کردہ اند معدود اند جملہ احادیث غیر موضوع را شمار کردہ اند عدد آں در کتب خود محدثین خبر دادہ اند

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانچہ بر واقفان علم پوشیدہ نیست و در کتب احادیث ناسخ و منسوخ اکثر در یک باب بیان می کنند کہ طالبان را تشویشے نشود۔ و عمل بحدیثے ترک بناید کرد بگماں اینکہ شائد منسوخ باشد کہ ایں احتمال در جملہ احادیث موجود است چرا کہ تمام سخنان زندگی رسول خدا ﷺ جمع نہ شدہ بلکہ بسیارے فوت گشتہ پس عمل ہیچ حدیث احدے را از مجتہدین نیز سزاوار نباشد حقیقت ایں مکان آں ست کہ تا وقتیکہ حدیث ناسخ بشخصی نرسیدہ منسوخ بحق او منسوخ نیست اگر چہ بواقع نسخ شدہ باشد وقتیکہ حدیث ناسخ دریافت عمل بمنسوخ ہرگز روا نہ بود استعمال ختم و دمادر حق قوم ربیع منسوخ نباشد تا وقتیکہ حکم ناسخش بدیارشان نرسیدہ۔ پس متبع سنت را باید کہ اگر جز بیک حدیث در مدت العمرش ہا و نرسیدہ باشد ہموں حدیث را غنیمت بارد شمردہ باحتمال دور و دراز از دست نگزارد بلغوا عنی ولو آیۃ (برسانید از ما اگر چہ یک حدیث باشد) ایں حدیث ہمیں معنی دارد و از تتبع کتب معلوم میشود کہ علمائے سابق نیز عمل بحدیث منسوخ نمودہ اند بسبب اینکہ ناسخ باوشان نرسیدہ و احادیث متعارضہ نیز اکثر ہمیں طور یک جا نوشتہ میشوند تا اندک تامل تعارض از ظاہر برداشتہ شود و پیدا است کہ دو کلام رسول اللہ ﷺ بحقیقت متعارض نخواہد شد مگر بنظر کم فہماں متعارض معلوم میشوند و بحقیقت معنی ہر حدیث محمل آں جدا میباشد سخنے باقی ست در اقسام حدیث کہ علمائے اصول احادیث۔ ❶

(ترجمہ) دیگر بہت سے محدثین نے بھی اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں سند بیان کرنے کی حیثیت رسم سے زیادہ اور کچھ نہیں۔ اللہ تعالی متقدمین محدثین کو غریق رحمت کرے کہ انہوں نے موضوع احادیث کو غیر موضوع احادیث سے اور قوی کو ضعیف سے جدا کر کے حسب مدارج اپنی کتابوں میں جمع کر دیا اور ہر مسئلہ کے لئے علیحدہ علیحدہ باب اور فصلیں مقرر کر دی ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جزوی مسائل بھی بے شمار ہیں۔

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادق پوری

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اب تو فن حدیث فقہ کی کتابوں کی طرح بالکل آسان ہو گیا ہے۔ جو مسئلہ پیش آئے اس کے باب میں دیکھ لیں تو رسول اللہ ﷺ کی رضا معلوم ہو جائے گی۔ بلکہ علم حدیث تو علم فقہ سے بھی زیادہ آسان ہو گیا ہے کیونکہ فقہ کی کتابیں بے شمار ہیں اور انکے مصنف ہزار ہا ہیں، اگر ایک مسئلہ ایک کتاب میں جائز لکھا ہے تو گمان غالب ہے کہ دوسری کتابوں میں ناجائز لکھا ہو گا۔ تو اب کس کے کہنے پر عمل کیا جائے؟ اور اتنی کتابیں کہاں سے لی جائیں؟ اور اتنی فرصت و عمر کہاں سے آئے کہ جس میں انسان ان کتابوں سے احکام الٰہی معلوم کر سکے۔

محدثین کرام نے جتنی احادیث اپنی مستند کتب میں جمع فرمائی ہیں وہ گنی چنی ہیں۔ اور جس قدر غیر موضوع احادیث ہیں محدثین نے ان کو بھی اپنی کتابوں میں شمار کر دیا ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اور کتب حدیث کے جامعین عموماً ناسخ و منسوخ ایک باب میں بیان کر دیتے ہیں تا کہ تلاش کرنے والوں کو پریشانی نہ ہو۔ اور کسی حدیث پر عمل اس گمان سے ترک نہ کر دینا چاہیے کہ شائد منسوخ ہو، کیونکہ یہ احتمال تو تمام احادیث میں موجود ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سب باتیں جمع نہیں ہوئیں، بلکہ بہت سی رہ گئیں ہیں۔ اس طرح تو کسی مجتہد کو ایک حدیث پر بھی عمل کرنا مشکل ہو گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے کہ جب تک کسی شخص کو ناسخ حدیث نہیں پہنچی اس وقت تک منسوخ حدیث اس کے حق میں منسوخ نہیں ہے، اگر چہ فی الواقع منسوخ ہی ہو اور جب ناسخ معلوم ہو جائے تو منسوخ حدیث پر عمل جائز نہ ہو گا۔ اس کی مثال یہ ہے:

ختم ولاکھ کی ٹھلیا اور دبا (کدو کے برتن) کا استعمال قوم ربیع کے حق میں منسوخ نہیں تھا جب تک ان کے علاقے میں ناسخ کا حکم نہ پہنچا تھا۔ پس متبع سنت کو چاہیے اگر ساری عمر ایک حدیث کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہ پہنچے تو اسی کو نعمت عظمیٰ سمجھے اور اسے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ میری طرف سے پہنچا دو اگر چہ ایک ہی حدیث ہو۔ اس حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔ کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے علماء بھی ناسخ حدیث کے نہ ملنے کے زمانے میں منسوخ حدیث پر ہی عمل پیرا رہے ہیں۔

متعارض احادیث جو بظاہر ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہوتی ہیں وہ بھی اکثر اسی طرح ایک جگہ لکھی جاتی ہیں۔ تا کہ معمولی سوچ بچار سے ظاہری تعارض اٹھ جائے۔ ظاہر ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے دو ارشادات کے درمیان حقیقۃً تعارض نہیں ہوسکتا مگر کم فہم لوگوں کو دیکھنے میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت میں ہر حدیث کے معنی کا محل جدا جدا ہوتا ہے۔

اقسام حدیث

اقسام حدیث بسیار مے گویند مثل صحیح وحسن واحسن وغریب وموقوف ومرسل ومقطوع وغیرھا، پس ایں قدر مدارج جلد بذہن ہر کس نمے تواند شد کہ عمل بالحدیث باید فہمید کہ تعدد اقسام بحسب تعدد حیثیات است ہر قدر کہ قید وحیثیت زیادہ خواہند کرد اقسام زیادہ خواہد برآمد و ہر قدر کہ قید کم خواہند نمود اقسام کم خواہد برآمد مثلاً تمام انسان دو قسم ہم تواند شد سیاہ وغیر سیاہ ہزار قسم تواند بود سیاہ وسرخ وگندم گوں و دراز گردن ومثل آن اما در تزائد اقسام در احادیث برائے عاملاں تردد بسیار واقع میشود علمای اصول فقہ در اقسام حدیث طور خوب مختصر اختیار کردہ اند عاملاں حدیث نیز اگر طور سہل ومختصر پیش نظر خود دارند نفع بسیار خواہد شد وطور مختصر این سمت کہ جملہ احادیث غیر موضوع دو قسم اند قوی وضعیف ضعیف آنکہ سلسلہ رواۃ گم نشود لیکن حال آں رواۃ محفوظ نباشد از ثقاہت وغیر آں وقوی آنکہ رواۃ آں گم نشوند وثقاہت آنہا ثابت باشد و قوی را دو قسم تواں کرد اگر حدیث یا مضمون آں را از آنحضرت ﷺ چند کس مردماں ناقل اند متواتر ست وگرنہ غیر متواتر در کتب دیگر علماء عدد رواۃ متواتر بیان نمی کنند بسبب اینکہ حدے برائے تواتر بسبب اختلاف حال رواۃ معین نیست وقتیکہ فائدہ یقین کلی بخشیدہ ہماں وقت متواتر گشت اما پوشیدہ نیست کہ وقتیکہ رواۃ ثقہ وعدل وسلیم العقل باشند سہ رواۃ از آنہا فائدہ قطع می بخشد لہذا دریں مقام بسہ رواۃ محدود کردہ شدہ حدیث متواتر نص قطعی ست غیر متواتر مظنون الصدق بظن غالب وضعیف محتمل الصدق والکذب وحکم آں است کہ در اخبار قیامت وبرزخ و نار وجنت وتہدید وترغیب ومثل آں قبول نمودہ خواہد شد و در اوامر ونواہی نیز سوائے حدود و قصاص دیگر امور عظیمہ بشرطیکہ معارض از قوی نشود عمل نمودہ خواہد شد وگرنہ ترک باید کرد واگر بمضمون واحد سہ حدیث ضعیف یافتہ شود حکم حدیث قوی پیدا خواہد نمود واز متواتر غیر متواتر را نسخ جائز ست وآنچہ از قوی غیر متواتر ثابت شود عمل بداں واجب ست ومنکر آں کافر۔ ایں قدر اقسام واحکام آں دانستن برائے ہر عامل بقدر ضرورت ست وکفایت می کند۔ ❶

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علی صادق پوریؒ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ترجمہ) اقسام حدیث کے سلسلہ میں ایک بات باقی رہ گئی ہے اصول حدیث کے علماء حدیث کی بہت سی اقسام بیان کرتے ہیں، جیسے صحیح، حسن، غریب، موقوف، مرسل، مقطوع وغیرہ۔ ہر شخص کے ذہن میں حدیث کے اتنے درجات جلدی ضبط نہیں ہو سکتے تا کہ حدیث کا درجہ معلوم کر کے اس پر عمل ہو سکے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اقسام کی زیادتی مختلف حیثیات کے زیادہ ہونے کی بنا پر ہے جس قدر قیود وحیثیت زیادہ کریں گے اسی لحاظ سے قسمیں زیادہ ہوں گی، اور جس قدر قیود کم ہوں گی، اتنی ہی اقسام کم ہو جائیں گی۔ مثال کے طور پر سارے انسان دو قسم کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی سیاہ اور غیر سیاہ، اور ہزار قسم کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی سیاہ، سرخ، گندم گوں، دراز گردن۔ علی ہذا القیاس۔ لیکن حدیث کی زیادہ اقسام کے باعث عمل کرنے والوں کے لئے کافی تردد ہوتا ہے۔ علماء اصول فقہ نے حدیث کی اقسام کے سلسلے میں بہت ہی عمدہ مگر مختصر طریقہ اختیار کیا ہے۔ اگر عالمین حدیث بھی آسان اور مختصر طریقہ پیش نظر رکھیں تو بہت سا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ مختصر سا طریقہ یہ ہے کہ غیر موضوع احادیث ساری کی ساری دو قسم کی ہیں، قوی اور ضعیف۔ ضعیف حدیث وہ ہے جس کے راویوں کا سلسلہ تو مفقود نہیں ہے لیکن اس کے راویوں کی ثقاہت وغیرہ کا حال محفوظ نہیں ہے۔ قوی حدیث وہ ہے جس کے راویوں کا سلسلہ کہیں نہ ٹوٹے اور انکی ثقاہت بھی ثابت ہو۔ قوی کی بھی دو قسمیں کرتے ہیں۔ جس حدیث یا مضمون حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے چند لوگ نقل کرتے ہیں وہ متواتر ہے ورنہ غیر متواتر۔ راویوں کے حالات کی بنا پر حدیث متواتر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے، اس لئے علماء اپنی کتابوں میں متواتر حدیث کے راویوں کی تعداد بیان نہیں کرتے۔ جو حدیث یقین کلی کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔ لیکن یہ تو کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ جب راوی ثقہ، عادل اور سلیم العقل ہوں گے تو تین راویوں ہی سے قطعی یقین کا فائدہ حاصل ہو جایا کرتا ہے۔ لہذا اس جگہ متواتر حدیث کے لئے تین راویوں کی حد مقرر کر دی گئی ہے۔ متواتر حدیث نص قطعی ہے اور غیر متواتر میں صدق کا ظن غالب ہوتا ہے۔ اور ضعیف میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ ضعیف حدیث قیامت کی خبروں اور برزخ اور دوزخ و جنت اور ترغیب وترہیب کے سلسلے میں قبول کی جائے گی۔ اسی طرح حدود و قصاص اور دوسرے اہم امور کے علاوہ اوامر و نواہی میں بھی مقبول ہوگی، بشرطیکہ قوی حدیث سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معارض نہ ہو، ورنہ ترک کر دینی چاہیے۔ ایک مضمون کی اگر تین ضعیف حدیثیں ہوں تو ایک قوی حدیث کے حکم میں ہو جاتی ہیں اور متواتر سے غیر متواتر کا منسوخ ہونا جائز ہے اور جو مسئلہ قوی غیر متواتر سے ثابت ہو جائے اس پر عمل واجب ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ حدیث کی اتنی اقسام اور ان کے احکام کا جان لینا بقدر ضرورت ہر عمل کرنے والے کئے کافی ہے۔ ❶

اتباع سنت پر مرزا جانجاناں کے ارشادات

مرزا مظہر جانجاناںؒ اپنے ایک مرید کو لکھتے ہیں:

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت مجددؒ نے اپنے ایک خط میں رفع سبابہ سے منع کیا ہے اور آپ (یعنی مرزا مظہر) حضرت مجدد سے اتنی محبت کے باوجود رفع سبابہ کو جائز رکھتے ہیں اور محبت کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے محبوب کا اتباع کرے۔

مخدوما! اللہ نے کتاب اور سنت کی پیروی انسانوں کے لئے فرض کی ہے، چناں چہ فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ﴾ (الاحزاب:٣٦)

(جب اللہ اور اس کے رسول نے کسی امر کا حکم کر دیا تو پھر مومن مرد اور عورت کے لئے اس کے سوا کسی اور کام میں بھلائی نہیں)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((لا یؤمن احدکم حتّی یکون هواه تبعاً لما جئت به)) ❷

(تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا تا وقتے کہ اس کی خواہش ان امور کی پیروی کی نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں)

حضرت مجدد احمد سرہندیؒ، رسول اللہ ﷺ کے کامل نائب ہیں انہوں نے اپنے طریقے کی بنیاد کتاب اور سنت پر رکھی ہے اور علماء نے رفع سبابہ کے حق میں بہت اچھے رسالے لکھے ہیں جو حنفی فقیہوں کی روائتوں اور صحیح حدیثوں پر مشتمل ہیں۔

---

❶ عمل بالحدیث۔ ولایت علیؒ صادق پوری۔ ترجمہ ابوبکر صدیق

❷ شرح السنۃ للبغوی: ۲۱۲/۱، ۲۱۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہاں تک کہ حضرت مجددؒ کے چھوٹے فرزند حضرت شاہ یحی نے بھی اس سلسلے میں رسالہ لکھا ہے اور ایک بھی ایسی حدیث نہیں ملی جس سے نفی رفع (سبابہ) ہوتا ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی کا فتوی اجتہادی چیز ہے اور وہ سنت جو نسخ نہ ہوئی ہو مجتہد کے اجتہاد سے زیادہ مقدم ہے۔ اور سنت سے انگلی اٹھانے کا ثبوت مل جانے کے بعد اس وجہ سے ترک کرنا کہ حضرت مجدد نے ترک کر دیا تھا معقول بات نہیں ہے۔ خود حضرت مجدد بھی ترک سنت میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے اور وہ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا:

اذا ثبت الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بقول رسول اللّٰہ۔

(جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہ میرا مذہب ہے اور پیغمبر کے قول کے مقابلے میں میرا قول چھوڑ دو)۔

اس لئے امید ہے کہ حضرت مجدد اس امر اجتہادی کو ترک کرنے اور صحیح حدیثوں سے اخذ کرنے سے ناراض نہ ہوں گے۔

اگر لوگ کہتے ہیں کہ کیا حضرت مجددؒ کو اپنے وسیع علم کے باوصف یہ معلوم نہیں تھا کہ احادیث سے رفع سبابہ کا ثبوت ملتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ کے زمانے کے ہندوستان میں وہ کتابیں اور رسائل مشہور نہیں ہوئے تھے اس لئے آپ کی نظروں سے نہیں گزرے۔ آپ نے ترک کر دیا ورنہ ہرگز ترک نہ کرتے۔ کیونکہ آپ اتباع سنت کے معاملے میں اس امت کے اکابرین میں سب سے زیادہ خواہش مند تھے۔

اگر یہ کہا جائے کہ کشف کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کی رضامندی نہ پا کر آپ نے (رفع سبابہ) ترک کر دیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کشف طریقت کے معاملوں میں تو معتبر ہے لیکن احکام شریعت میں حجت نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اس خط میں حضرت مجدد نے کشف کا کوئی ادعا نہیں کیا۔ یہ جزوی مخالفت حضرت مجددؒ کے قاعدہ کلی یعنی ترغیب اتباع نبوی کے پیروی میں ہے اور بارآور ہوگی۔ والسلام

آپ نے حدیث کے مطابق عمل کرنے میں ایک مسلک سے دوسرے مسلک میں منتقل ہونے کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مخدوما! حدیث کے مطابق عمل کرنے کے سلسلے میں شیخ محمد حیات محدثؒ مدنی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کی تلخیص تحریر کی جاتی ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران: ۳۱)

اللہ نے فرمایا اے محمد آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا یؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ))

(تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش ان امور کی تابع نہ ہو جنہیں میں لایا ہوں)

یہ صحیح حدیث ہے۔ ابوالقاسم بن اسماعیل بن فضل اصفہانیؒ نے کتاب الحجہ میں اس کی روایت کی ہے۔ اور روضۃ العلم میں ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

اترکوا قولی بخبر رسول اللّٰہ و قول اصحابہ رسول اللّٰہ ﷺ۔

(صحابہ کے قول کے مقابلہ میں میرا قول ترک کردو)۔

امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول ہے:

اذا صحّ الحدیث فھو مذھبی۔

(حدیث صحیح میرا مذہب ہے)

اگر اطلاع کے باوجود کوئی حدیث صحیح پر عمل نہ کرے تو اس نے امام صاحب کے قول کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں میرے قول کو ترک کردو، کی مخالفت کی ہے۔ اور یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ کسی بھی عالم نے تمام حدیثوں کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ چناں چہ یہ قول کہ آنحضرت ﷺ کے قول کے مقابلے میں میرا قول ترک کردو، اس بات کا ثبوت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس تمام حدیثیں نہیں پہنچی تھیں۔ ان میں سے بعض تو رہ گئیں اور کیوں نہ رہتیں، اہل امت میں خلفائے راشدین جیسے عالم ہر وقت آنحضرت ﷺ کی صحبت میں رہتے تھے، ان سے بھی بعض حدیثیں فوت ہوگئیں۔ اس بات کو ہر شخص جانتا ہے جسے فن حدیث میں معرفت حاصل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ظاہر ہے کہ امت کے افراد پر اتباع پیغمبر واجب ہے اور ان آئمہ میں سے کسی کا اتباع واجب نہیں ہے۔ اس لئے ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ کسی بھی مجتہد کا مذہب اختیار کرے۔ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنے سے انسان امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے نکل جاتا ہے تو اس کے پاس اپنے دعوے کیلئے جو دلیل ہے وہ پیش کرے۔ البتہ ان مشہور مذاہب میں، ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا تفصیل چاہتا ہے۔ امام سیوطیؒ نے انتقال مذاہب پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا جائز ہے کہ مقلد ایک مذہب سے دوسرے میں چلا جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ مقلد پر لازم ہے کہ دونوں مذاہب کے مجتہدوں کے مطابق طلب علم کرے اور جب اسے یقین ہو جائے کہ دوسرا مجتہد زیادہ جانتا ہے تو جائز ہے بلکہ (انتقال مذہب) واجب ہے۔ اور اگر ہم اسے اختیار دے دیں تو یہ بھی جائز ہے۔ اور مقلد کی بھی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ عقل کا حصہ بھی چار چیزوں سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ مقلد جاہل یا عالم۔ ان دونوں کے انتقال مذاہب کی وجہ دینی ہے یا دنیوی۔ اس لئے اگر جاہل ہے اور فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب کے متعلق سوائے نام کے کچھ نہیں جانتا اور صرف مال و جاہ حاصل کرنے کیلئے مذہب بدلتا ہے تو اس کی یہ حرکت چھچھورپنہ ہے۔ اور اگر عالم وفقیہ ہو اور صرف دنیاوی مقصد کے لئے مذہب بدلتا ہے تو یہ بات بہت سخت ہے کیونکہ وہ دنیاوی غرض کے لئے مذہب سے کھیل کرتا ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔

اگر خود فقیہ ہے اور مذہب بدلنے کی وجہ دینی اسباب ہیں اور دوسرا مذہب اس کی نظر میں قوی دلیلوں کے ساتھ ترجیح رکھتا ہے تو ایسے شخص پر انتقال (مذہب) واجب ہے، اور ایک روائت کے مطابق جائز ہے۔ اور اگر فقہ سے واقف نہیں ہے اور اپنے مذہب میں منتقل کیا ہے اور جاہل رہا ہے اور دوسرے مذہب کو اپنے لئے زیادہ آسان اور جلد سمجھ میں آنے والا سمجھتا ہے اور دوسرے مذہب میں فقہ کی حیثیت حاصل کرنے کی امید رکھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے بھی انتقال واجب ہے۔ کیونکہ مذہب میں تفقہ جہل سے بہتر ہے کیونکہ کسی ایک مذہب میں مرتبہ تفقہ حاصل کرنا تمام مذاہب کے جہل سے بہتر ہے۔ غالباً جاہل کی عبادت بھی صحیح نہیں ہوتی۔ اور اگر انتقال (مذہب) کا کوئی دینی یا دنیوی مقصد نہیں ہے بلکہ محض عمل کی وجہ سے ہے تو عام آدمی کیلئے جائز ہے۔ لیکن فقیہہ کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ اس نے ایک طویل مدت میں اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مذہب کا فقہ حاصل کیا۔ اب اگر دوسرے مذہب میں جائے گا تو پھر ایک عمر چاہیے کہ اس مذہب کا فقہ حاصل کیا جائے۔ اور عمل جو اصل مقصد ہے نہ ہو سکے گا۔ اس لئے اس کے لئے مذہب تبدیل نہ کرنا سب سے بہتر ہے۔

یہ جو کہتے ہیں کہ ادھر کوئی غیر حنفی، حنفی مذہب میں آئے تو جائز ہے۔ اور حنفی مذہب کا دوسرے مذہب میں جائے تو ناجائز، یہ صرف تعصب کی وجہ سے ہے۔ اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں۔ کیونکہ حقیقت میں تو سب امام برابر ہیں اور اگر حنفی مذہب یا کسی اور مذہب کی تقدیم کے بارے میں کوئی آیت یا حدیث وارد ہوتی تو اس مذہب کی تقلید امت کے ہر فرد کے لئے واجب ہوتی۔ اور دوسرے مذاہب کی تقلید ناجائز ہوتی اور یہ بات اجماع کے خلاف ہے اور صاحب جامع الفتوی حنفی مذہب کے ماننے والے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کا شافعی مذہب سے حنفی مذہب میں جانا، یا حنفی مذہب سے شافعی مذہب میں جانا جائز ہے۔ لیکن یہ تبدیلی مذہب کلی طور پر اختیار کی جائے نہ کہ صرف چند مسائل میں۔ بزرگوں میں سے بہت سے حضرات نے انتقال مذہب کیا ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو وہ ایسا نہ کرتے اور جو کوئی اس کے خلاف کہے اس کا قول بے دلیل اور غیر معقول ہے۔ والسلام ❶

---

❶ مظہر جان جاناں کے خطوط۔ خلیق احمد نظامی
(منقول از۔ پاکوڑ کانفرنس یادگار مجلّہ۔ دہلی۔ ص ۸۲۔۸۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

متفرقات

رجال وحواشی وغیرہ

میاں صاحب کے درس حدیث کا اثر

جناب ابو یحیی محمد شاہجہانپوریؒ اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں:

میرے والد ماجد حضرت مولانا کفائت اللہ شاہ جہان پوریؒ نے جو ہمیشہ سے ایک عجیب زاہد اور دین دار آدمی ہیں، انہیں حضرت مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ کی نسبت ایک خواب نظر آیا (ہوا یوں کہ) جب وہ (یعنی کفایت اللہ) تمام فنون درسیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چوں کہ جناب میاں نذیر حسینؒ اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور تھے، لہذا انہی کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔ دہلی پہنچنے کے بعد بعض انکے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں اسلئے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں۔ اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی۔ کہے سنے سے ان (کفایت اللہ) کے ارادے میں بھی تزلزل ہوا اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔ پھر حضور پرنور کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے بعد انہوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور وہیں تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی۔ یہ ان کو میاں صاحب کا کمال اتباع اور سچی جانشینی دکھائی گئی۔ ❶

---

❶ الارشاد الی سبیل الرشاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب میاں نذیر حسینؒ محدث کے درس حدیث کی اثر آفرینی، جو اس روایت میں جناب کفائت اللہؒ کے حنفی دوستوں کی زبانی بتائی گئی ہے کہ ان سے پڑھنے کے بعد مقلد غیر مقلد ہو جاتے ہیں، کی تائید جناب عاشق الٰہی میرٹھیؒ کی کتاب تذکرۃ الخلیل میں جناب محمد یحیی کاندھلویؒ (ولادت ۱۲۸۸ھ۔۱۸۷۱ء) سے منسوب درج ذیل روائت سے بھی ہوتی ہے۔لکھا ہے:

منطق اور ادب کے علاوہ باقی کتابیں آپ نے دہلی مدرسہ حسین بخش میں پڑھیں، مگر حدیث پڑھنے کا خیال دل سے نکال دیا تھا کیونکہ یہ خیال دل میں بیٹھ گیا تھا کہ دہلی میں حدیث پڑھنے سے آدمی غیر مقلد ہو جاتا ہے۔ ❶

اس بات کا تذکرہ بار برا مٹکاف نے بایں الفاظ کیا ہے:

Muhammad Yahya Kandhlawi, when he was sent by his father to study at the Madrasah-yi Husain Baksh in Delhi during the 1880s, so feared the pervasive influence of the Ahl-i-Hadis in the city that he secreted himself in a cell at the tomb of Nizamu '-Din and finally went to Deoband . (Mufti Azizur Rahman, Tazkira-yi Masha'ikh Deoband , Bijnor, 1958, p 311. (Metcalf. P. 285)

میاں صاحب محدث دہلویؒ کے درس حدیث کے اثر سے حنفیوں کے غیر مقلد ہو جانے کی ایک مثال جناب مناظر احسن گیلانی نے نقل کی ہے۔لکھتے ہیں:

خاکسار کا خاندان چند پشتوں سے مولویوں کا خاندان ہے۔میرے جد امجد صوبہ بہار کے مشہور معقولی تھے۔.....میرے عم، حکیم سید ابو النصر گیلانی درس نظامیہ کے عالم تھے۔درس و تدریس ان کا مشغلہ تو کم تھا، لیکن مطالعہ میں مسلسل منہمک رہتے تھے۔اس زمانہ کے عام مولویوں کے اعتبار سے ان کے مطالعہ کا دائرہ وسیع تھا.....دادا مرحوم کے ایک پنجابی شاگرد ملا عبداللہ مرحوم میرے گاؤں میں توطن پذیر ہو گئے تھے اور مختلف مؤثرات کے تحت دہلی جا کر مولانا نذیر حسین مرحوم کے حلقہ میں پہنچ کر حنفی مسلک چھوڑ کر عمل بالحدیث یا غیر مقلدیت کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔

---

❶ تذکرۃ الخلیل۔ص ۲۰۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چچا مرحوم سخت غالی حنفی تھے۔ ملا عبداللہ سے حالانکہ انہوں نے کچھ پڑھا بھی تھا، لیکن مقلدیت غیر مقلدیت کی بحث میں الجھ کر دونوں میں مختلف کلی اور جزئی مسائل کے متعلق رات دن مباحثہ کا بازار گرم رہتا تھا۔ خصوصاً طلاق ثلاثہ مجلس واحد مغلظ ہے یا رجعی، اس نزاع میں تو رسالہ بازیوں کی نوبت آئی۔ طرفین سے متعدد رسالے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے شائع ہوتے رہتے تھے۔ ❶

شاہ ابو اسحاق لہراوی

شاہ ابو اسحاق بن شاہ ابو الغوث گرم دیوان محدث لہراوی بھیرا یا لہرا (نواح مبارک پور ضلع اعظم گڈھ) میں پیدا ہوئے۔ نسباً فاروقی تھے والد کا نام شاہ ابو الغوث ہے جو گرم دیوان کے نام سے مشہور تھے۔ آپ خاندانی طور پر ملتانی ہیں۔ جد اعلی ملتان سے دہلی میں منتقل ہوئے۔ پھر امیر تیمور کی غارت گری کے دور میں دہلی چھوڑ کر جونپور میں آباد ہو گئے۔ اس وقت جون پور میں ابراہیم شاہ کی حکومت تھی جو علم نواز آدمی تھا۔ اس نے شاہ ابو اسحاق کے جد اعلی شیخ خضر کی بڑی عزت کی اور پرگنہ محمد آباد میں ولید پور کی جاگیر عطا کی۔ جاگیر ملنے کے بعد یہ خاندان جونپور سے منتقل ہو کر بھیرا ❷ جو ولید پور سے متصل ایک چھوٹی بستی ہے آ کر آباد ہو گئے۔

شاہ ابو اسحاقؒ نے بھیرہ میں پرورش پائی۔ بالغ ہونے کے بعد جاگیر کے مالک ہوئے صرف چند ماہ جاگیر کو سنبھالا اس کے بعد چھوٹے بھائی شیخ احمد شاہ کو زمین داری کا نظم ونسق سپرد کر کے لہرا چلے گئے اور جنگل کے ایک گوشہ میں سکونت اختیار کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

شاہ ابو اسحاقؒ نے اپنے والد ماجد سے قرآن حکیم حفظ کر کے ان ہی سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ نزھۃ الخواطر (ج ۷۔ ص ۸) میں ہے:

و حفظ القرآن وقرء العلم على ابيه وعلى غيره من العلماء۔

(انہوں نے قرآن اور دیگر علوم اپنے والد اور دیگر علماء سے پڑھے)۔

---

❶ مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں۔ از محمد عمران ندوی۔ ص ۴۳۔۴۴

❷ چریا کوٹ سے جانب شمال شش دہ میل فاصلہ دارد۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے اساتذہ میں قاضی عبدالصمد بن ابوالحسن چڑیا کوٹی (ف ۱۱۷۱ھ) ❶ بھی ہیں، جیسا کہ تذکرہ علمائے ہند (ص ۱۲۱) میں قاضی صاحب کے ذکر میں ہے:

یگانہ آفاق حافظ ابواسحاق از تلامذہ اوست۔

شاہ ابواسحاق کے اساتذہ میں مولانا محمد ناصح کو بھی بعض اہل علم نے شمار کیا ہے جو مولانا محمد فاخر الہ آبادی کے تلامذہ میں سے تھے۔

ابواسحاق نے اپنے والد ماجد کی طرح آخر میں الہ آباد کا سفر کر کے براہ راست مولانا محمد فاخر (ف ۱۱۶۴ھ) سے تعلیم حاصل کی۔ اور ان ہی کے طریقہ پر عملی اور علمی زندگی بسر کی، مولانا فاخر الہ آبادی اپنے زمانہ کے زبردست محدث و بزرگ تھے، انہوں نے اپنے چچا شیخ محمد افضل اور بھائی شیخ محمد طاہر سے کتب درسیہ کی تکمیل کی اور اپنے والد مولانا محمد یحی سے روحانی فیض حاصل کر کے ۱۱۴۹ھ میں حرمین شریفین کی حاضری کے موقع پر شیخ محمد حیات سندھیؒ (ف ۱۱۶۳ھ) سے صحیحین وغیرہ پڑھ کر سند و اجازت لی تھی۔ مولانا فاخر فقہی مسائل میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ کتاب وسنت اور اجتہاد پر عمل کرتے تھے بالکل یہی رنگ مولانا شاہ ابواسحاق پر غالب تھا۔ سنت نبوی کے خلاف کسی عالم و مجتہد کی بات سننا گوارہ نہیں کرتے تھے زہد و تقوی اور جادہ شریعت ان کا شعار بن چکا تھا۔

تذکرہ علمائے ہند کے رحمان علی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مظہر محاسن اخلاق شاہ ابواسحاق کی ذات شریف نادرہء روزگار تھی۔ صحابہ کبار کی یاد تازہ کرتی تھی۔ زہد و تقوی ان کا شعار اور اسرار شریعت ان کا وثار تھے۔ احادیث کی تصحیح میں وہبی ملکہ رکھتے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی سے مزین تھے۔ سنت رسول کی پابندی میں ذرا بھی غفلت روا نہیں رکھتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملہ میں چھوٹے بڑے اور امیر و غریب کی تمیز نہیں کرتے تھے۔ قرآن حکیم کے بعد صحیح بخاری کو اصح الکتب قرار دے کر اس سے بہت زیادہ اعتناء کرتے تھے۔ ❷

---

❶ چڑیا کوٹی نے دہلی میں تعلیم پائی تھی۔ اور محمد شاہ بادشاہ نے ان کو چڑیا کوٹ اور اس کے نواح کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ❷ تذکرہ علمائے ہند ص ۵)۔ (نزہۃ الخواطر جلد ۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ ابو اسحاق کا سلسلہ تلمذ شاہ فاخرؒ کے واسطہ سے شیخ محمد حیات سندھی مدنی تک پہنچتا ہے۔اور آپ اپنی کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین میں لکھتے ہیں:

بلغنی عن شیخی محمد ناصح وھو یروی عن شیخه العالم محمد فاخر الزائر بیت اللّٰه وھو یروی عن شیخه العالم المحدث محمد حیات اللّٰه المدنی۔

شاہ فاخر الہ آبادی سے سند فراغت لے کر شاہ اسحاق لہرا میں آئے اور اپنے والد کے جانشین بنے اور مدت العمر یہیں رہ کر تعلیم و تلقین میں زندگی بسر کی۔لوگوں کو توحید و سنت کی دعوت دیتے۔آپ کی تبلیغ سے کئی لوگ عامل بالکتاب والسنہ ہو گئے۔

جناب عبدالسلام مبارکپوریؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے رسالہ رفع یدین سے پتہ چلتا ہے کہ علم بالحدیث اور ترک تقلید کا ذوق آپ کو فطری تھا۔اگر چہ یہ سلسلہ تلمذ (شاہ فاخر والہ) آپ کے عمل بالحدیث کے لئے اعلی درجہ کا معین ثابت ہوا۔جب آپ نے تقلید چھوڑ کر عمل بالحدیث شروع کیا تو معاندین نے بہت مخالفت کی اور ایذا رسانی پر اتر آئے،لیکن آپ نے اپنا مشن جاری رکھا۔اپنی کتاب نور العین میں لکھتے ہیں:

فلما سلکت منهج الحق والحق المطلق طفق بعض الفضلاء ونخبة الا خلایسئونی و یهجونی فی ذالك الامر زعما منهم ان هذا الامر غیر مرتضی لان امامنا وغایة مذهبنا لا یحکم بصحة هذه الاعمال وهو لیس ممن لایفقه بالافعال والاقوال۔

(یعنی جب میں نے حق راستی کو اختیار کیا اور حق مطلق کو مضبوطی سے تھام لیا تو بعض فضلاء اور بعض چیدہ احباب مجھے ایذا دینے و برا کہنے لگے۔اور ہجو گوئی پر اتر آئے۔یہ گمان کرتے ہوئے کہ جو مسلک میں نے اختیار کیا وہ غیر پسندیدہ ہے کیونکہ ہمارے امام اور ہمارے مذہب و مسلک کے علمائے کبار ان اعمال کی صحت کے قائل نہیں حالانکہ یہ لوگ ان میں سے نہ تھے جو ان اقوال و افعال کو نہ سمجھتے ہوں)۔

جب شاہ ابو اسحاقؒ نے دیکھا کہ حق واضح ہو جانے کے بعد بھی یہ مقلدین اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں تو آپ نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر کے تبلیغی سلسلہ جاری رکھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۲۳۴ھ (۱۸۱۸ء۔۱۸۱۹ء) میں موضع لہرا، غازی پور میں انتقال فرمایا اور موضع دھاوا غازی پور میں دفن کئے گئے۔ آپ کی قبر سے متصل مولوی فاروق چڑیا کوٹی کی قبر ہے۔ ❶

مسئلہ رفع الیدین پر ابتدائی تصنیفات

شاہ ابو اسحاق کی تصنیف میں عربی زبان میں ایک رسالہ نور العینین فی اثبات رفع الیدین بتایا گیا ہے اور اس سے حافظ صاحب کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے:

وقلت فی ذالك لما اتبعت رسول الله لم أبال نعمان والسفیان والزهری۔ ❷

بتایا جاتا ہے کہ یہ رسالہ بہار کے بعض کتب خانوں میں تھا۔ ❸

ایک خیال یہ ہے کہ یہ رسالہ حافظ ابو اسحاق کے استاد شاہ محمد فاخر الہ آبادی کا ہے اور حافظ ابو اسحاق کے پاس رہا ہے اور ممکن ہے انہوں نے اس میں اضافہ کیا ہو یا حواشی لکھے ہوں۔ یوں اس پر ان کا نام بھی آ گیا ہے کیونکہ شاہ محمد فاخر کی تصانیف میں ایک رسالہ قرۃ العینین فی رفع الیدین ❹ بھی ہے۔

جناب محمد مستقیم سلفی نے لکھا ہے کہ آپ (یعنی ابو اسحاقؒ) ہی کی کتاب نور العین فی اثبات رفع الیدین (عربی) ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ جناب عبید اللہ مبارکپوری کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ ❺

جناب محمد مستقیم سلفی کی کتاب کے صفحہ ۲۱۱ پر دو کتابوں کا ذکر ہے:

نور العینین فی اثبات رفع الیدین اردو مصنف شاہ ابو اسحاق بھیروی م ۱۲۳۴ھ

رسالہ مسألۃ رفع الیدین۔ عربی۔ مصنف ابو اسحاق لہراوی م ۱۳۲۴ھ۔

---

❶ تذکرہ مشائخ غازی پور۔ ص ۴۲۸۔۴۲۹

❷ حاشیہ سیرت البخاری ص ۳۸

❸ قاضی اطہر مبارک پوری

❹ نزھۃ الخواطر۔ ج ۶۔ ص ۳۴۱)

❺ جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ صفحہ۔ ک)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ دونوں مصنف (شاہ ابو اسحاق بھیروی اور ابو اسحاق لہراوی) ایک ہی فرد معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ لہراوی اور بھیروی ایک ہی ہیں، شائد سن وفات ایک جگہ غلط طبع ہو گیا۔ اور جس کتاب کے جناب عبید اللہ رحمانیؒ کے کتب خانے میں موجود ہونیکا ذکر ہے، شائد (معمولی ترمیم و اضافہ کے بعد) یہ وہی کتاب ہو جسکا ذکر اطہر مبارکپوری نے کیا ہے کہ بہار کے بعض کتب خانوں میں دیکھی گئی ہے اور جو انکے خیال کے مطابق دراصل شاہ فاخرؒ کی تصنیف ہے۔

رفع الیدین کے موضوع پر شاہ محمد اسماعیلؒ کا رسالہ تنویر العینین ۱۲۲۹ھ میں تالیف کیا گیا۔ اس میں رفع الیدین کے علاوہ ضمناً بعض دوسرے مسائل بھی زیر بحث آ گئے۔ مثلاً تقلید، نماز میں قرأت سورۃ فاتحہ، آمین بالجہر وغیرہ۔ اس رسالہ کو شاہ اسماعیل کے چچاؤں نے پسند فرمایا۔ ❶ اور یہ تقلید جامد کی فضا میں ارتعاش پیدا ہونے کا سبب بھی ہوا۔ بعض فقہاء حنفیہ نے اس کی تردید کی جس کا خود مولوی اسماعیلؒ دہلوی نے ۱۲۴۲ھ میں تنقید الجواب کے نام سے جواب تحریر فرمایا جس پر مولوی عبدالحی بڈھانویؒ نے بھی تصدیقی دستخط کئے۔ ❷

شاہ اسماعیلؒ کا یہ رسالہ سب سے پہلے غالباً ۱۲۵۶ھ میں مطبع رحمانی کلکتہ سے باہتمام جناب منصور الرحمٰنؒ بنگالی مع ترجمہ وحواشی شائع ہوا۔ اس پر جناب عطاء اللہ حنیفؒ نے توضیحی حواشی عربی میں لکھے، جناب محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ نے عربی میں بعنوان النهضة السلفيه في الهند والباكستان مقدمہ لکھا اور لاہور سے شائع ہوا پھر جناب محمد سلیمان انصاریؒ نے اسکا اردو ترجمہ کیا جو لاہور سے شائع ہوا یہ آخر الذکر نسخہ میرے سامنے ہے۔

جناب غلام رسول مہرؒ نے ❸ لکھا ہے کہ سید محمد علی مدراسیؒ کے بھائی جناب حیدر علیؒ رامپوری نے بھی ایک رسالہ رفع الیدین بزبان فارسی لکھا تھا۔

جناب حیدر علیؒ، دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائے عمر میں رامپور چلے گئے، عربیت میں سید غلام جیلانی رام پوریؒ، عبدالرحمان کوہستانیؒ، شیخ رستم علیؒ رامپوری کے شاگرد تھے۔

---

❶ سوانح احمدی۔ ص ۱۴۷

❷ اتحاف النبلاء۔ ص ۴۴

❸ جماعت مجاہدین، صفحہ ۲۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لکھنو میں ملا مبینؒ سے تعلیم حاصل کی پھر دہلی میں شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ سے استفادہ کیا۔ حکیم شریف خانؒ سے طب پڑھی۔ تذکرہ علمائے ہند میں مرقوم ہے کہ علم طب میں انہیں ید طولی حاصل تھا۔ سید ابوالحسن علیؒ ندوی فرماتے ہیں کہ ذکاوت، سرعت ادراک، جامعیت معقول ومنقول، کتاب وسنت اور اختلاف آئمہ سے واقف، تبحر علمی میں سرآمد روزگار اور علوم حکمیہ میں بحر ذخار تھے۔ ❶

جناب حیدر علی کلکتہ بھی گئے۔ احمد علی خاں فرمانروائے رامپور کے آخری زمانہ میں ٹونک پہنچ گئے، نواب احمد علی نے انہیں کے ہاتھ پر نیابتاً بیعت جہاد کی تھی وزیرالدولہ نے ربیع الاول ۱۲۶۰ھ (مارچ ۱۸۴۴ء) میں انہیں عہدہ دیوانی پر مامور کیا۔ ❷

جناب حیدر علی رامپوریؒ نے ۶ ذی الحج ۱۲۷۲ھ (۱۸۔ اگست ۱۸۵۶ء) ٹونک میں وفات پائی۔ سید صاحبؒ کے خلفاء میں تھے تذکرہ علمائے ہند میں انکی دو کتابوں کا ذکر ہے

صیانت الناس عن وسوسۃ الخناس۔ بزبان اردو۔

رسالہ رفع الیدین بزبان فارسی۔ ❸

ابوالکلام آزاد

اگست ۱۸۸۸ء (۱۳۰۵ھ) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام جناب خیرالدین ہے۔ والد نے آپ کا نام غلام محی الدین رکھا۔ اپنے بچپن ہی میں آپ نے اپنے والد سے چند مسائل میں اختلاف کرلیا۔ کلکتہ میں کچھ اساتذہ سے پڑھا۔ پھر بمبئی میں پڑھا۔ بزم ارجمنداں میں ڈاکٹر باقر سابق پرنسپل اورنٹل کالج لاہور کی روایت کے مطابق آپ نے سید نذیر حسین محدثؒ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ڈاکٹر باقر متحدہ ہندوستان کے آخری دنوں میں دہلی میں ملازم سرکار تھے اور ابوالکلام آزاد سے، جو ان دنوں مرکزی وزیر تھے، رابطہ میں رہتے تھے۔

---

❶ سیرت سید احمد شہید۔ طبع دوم۔ ص ۳۹۳

❷ حدیقہ راجستان۔ ص ۴۳

❸ نزہۃ الخواطر جلد ۷۔ جماعت مجاہدین۔ دیار پورب میں علم وعلماء۔ تذکرہ مشائخ غازی پور۔ جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔ محدث بنارس جولائی ۲۰۰۲ء۔ تنویرالعینین طبع لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ڈاکٹر باقر لکھتے ہیں:

فقیر اپنے تجسس کی خاطر غالب کے قدیم مکان اور محلّہ پھاٹک حبش خان کو دیکھنا چاہتا تھا۔ اسی دوران ایک مطبوعہ فہرست ایسی مل گئی جس سے یہ نشان دہی ہوئی کہ مولانا ابوالکلام آزاد پھاٹک حبش خان کے قریب مولانا سید نذیر حسین کی مسجد میں زیر تعلیم رہے ہیں اور مولانا نذیر حسین کے شاگرد..... قریب ہی مولانا نذیر حسین مرحوم کا رہائشی مکان تھا جس میں یادگار چیزیں محفوظ تھیں ان میں ایک جبہ اور دستار بھی تھا جو حکومت حجاز کی طرف سے بھجوائی گئی تھی۔ غالب کا رہائشی مکان اور مولانا نذیر حسین کی مسجد وغیرہ فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے نہایت پژمردہ حالت میں تھے۔ میں نے واپسی پر مولانا (ابوالکلام) سے ذکر کیا۔..... فرمایا۔ بھائی تم کہاں جا نکلے اور میرا ماضی ڈھونڈ نکالا۔

میں نے درخواست کی کہ غالب کے مکان اور مولانا نذیر حسین کی مسجد، مکان اور کتب خانے کو محفوظ کرنے کے لئے خصوصی فنڈز ملنے چاہییں۔ مولانا نے یہ درخواست منظور کرلی..... میں نے اگلے دن دفتر سے فائل چلادی۔ دوسرے دن چیک موصول ہوگیا جو منتظمین کے حوالے کردیا گیا۔

مولانا آزاد سے مولانا نذیر حسینؒ کی باتیں دیر تک ہوتی رہیں۔ کہنے لگے آج کل کے معجزات کا میں قائل نہیں، لیکن معروف ہے کہ اسی مسجد کے صحن میں مولانا نذیر حسین درس دیا کرتے تھے، جسے تم دیکھ آئے ہو۔ گلی تنگ ہے، سامنے کے مکان کی سب سے اوپر کی منزل سے ایک کناسہ روز میلا پھینک دیا کرتی تھی جس کا کچھ حصہ کبھی کبھی مسجد کے صحن میں بھی آگرتا۔ مولانا نذیر حسینؒ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا لیکن کناسہ باز نہ آئی۔ ایک دن مولانا نذیر حسینؒ درس دے رہے تھے کہ کناسہ نے یہی حرکت دہرائی۔ مولانا نذیر حسین نے مکان کی چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا:

ہم نے تمہیں روکا تھا لیکن تم باز نہیں آئیں۔

لوگوں کا بیان ہے کہ اسی روز کناسہ میلا پھینکتے ہوئے اس کے ساتھ ہی گلی میں آگری اور وہیں ڈھیر ہوگئی۔ واللّٰہ اعلم بالصّواب۔ ❶

---

❶ بزم ارجمنداں۔ ص ۹۰۔۹۱۔ بحوالہ ہفت روزہ نداء۔ لاہور۔ ۹۔ اکتوبر ۱۹۹۰ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مالک رام نے لکھا ہے:

ابوالکلام آزاد جس گھرانے میں پیدا ہوئے وہ پشتوں سے دینی درس وتدریس اور رشد و ہدایت کا مرکز چلا آرہا تھا۔ ان کے والد مولانا خیرالدین باقاعدہ پیری مریدی کے طریقے پر عمل پیرا تھے۔ بمبئی اور کلکتہ کے علاقہ میں ان کے مریدوں کی بڑی تعداد تھی۔ معتقدات کے لحاظ سے وہ اتنے سخت قدامت پرست اور بے لچک تھے کہ پرانے مفسرین اور علماء نے جو تحریری سرمایہ چھوڑا ہے وہ اس سے سرمو انحراف بھی کفر سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ خود ان کے زمانے میں جزیرۃ العرب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان میں سرسید احمد خان نے نئی نئی باتیں کہنا اور اسلام کی نئی تفسیر اور تعبیر کرنا شروع کردی۔ مولوی خیرالدین کے نزدیک یہ دونوں کافر اور ان کی تائید کرنیوالے اور ماننے والے اکفر سے کم نہیں تھے۔ آپ تعجب کریں گے کہ ان کے خیال میں ملک بھر میں صحیح معنوں میں صرف ڈھائی مسلمان تھے۔ ایک وہ خود، دوسرے مولوی فضل رسول بدایونی اور آدھے مولانا احمد رضا خاں۔ ❶

جناب ابوالکلام نے بمبئی سے ایک ماہوار رسالہ نکالا پھر لکھنؤ آگئے اور ندوہ کے الندوہ نامی رسالہ کے نگران ہوئے۔ پھر امرتسر آگئے وہاں الوکیل سے وابستہ رہے پھر کلکتہ آئے ۱۳۳۰ھ میں الہلال نکالا جسے بہت شہرت ملی۔ ۱۳۳۴ھ میں حکومت نے رانچی میں نظر بند کر دیا۔ نظر بندی کا وقت آپ نے تصنیف وتالیف میں گزارا۔ ۱۳۳۸ھ میں نظر بندی ختم ہوئی تو کلکتہ لوٹ آئے وہاں ایک مدرسہ بنایا۔ ملکی سیاست میں حصہ لیتے رہے۔ شعبان ۱۳۷۷ھ میں وفات پائی۔ جامع مسجد دہلی کے سامنے دفن ہوئے۔ عقیدہ کے پختہ، اور تارک تقلید تھے۔ والد کی تمام رسموں اور بدعتوں سے بے زار تھے۔ کانگریس اور جمعیت العلماء میں شامل رہے۔ کانگریس کے صدر بھی رہے۔ متحدہ ہندوستان کے آخری ایام سے لے کر اپنی وفات تک ہند کے مرکزی وزیر رہے۔ آپ ہی کے متعلق جناب محمود حسن کا وہ ارشاد مشہور ہے کہ ابوالکلام نے ہمیں جہاد کا سبق یاد کرایا۔

جناب ابوالکلام آزاد کی حیات وخدمات پر کسی آئندہ جلد میں تفصیل سے لکھا جائے گا۔ انشاءاللہ۔

---

❶ کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں ص ۱۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میاں صاحب کا حجازی جبہ

اوپر منقول ایک تحریر میں میاں نذیر حسین مرحوم کے مکان پر ڈاکٹر باقر نے اس جبہ و دستار کی موجودگی کا ذکر کیا ہے جو انہیں حکومت حجاز کی جانب سے بھیجے گئے تھے۔ مجھے اس جبہ و دستار کے حجازی ہونے میں شرح صدر نہیں ہے۔

میاں صاحب کی وفات ۱۹۰۲ء میں ہوئی اور اس وقت تک وہاں مکہ معظّمہ کے شریف اور ترک گورنر حکومت کرتے تھے۔ شریف اور ترکوں کے اقتدار کا خاتمہ پہلی جنگ عظیم کے بعد ہوا اور حجاز و نجد میں سعودی حکومت ۱۹۲۰ء کے عشرے میں قائم ہوئی۔ میاں صاحبؒ کے تعلقات اپنے دور کی حجازی حکومت کے ساتھ دوستانہ نہیں تھے اور اس دور کے حجاز میں ہندوستان کے اہل حدیث حضرات کو وہابی سمجھا جاتا تھا اور جب یہ لوگ حج کے لئے مکہ معظّمہ جاتے تو انہیں بہانے بہانے سے تنگ کیا جاتا تھا۔ حتی کہ جب میاں صاحبؒ ۱۸۸۰ء میں حج کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں انہیں گرفتار کر کے ان سے سنت یوسفی پر عمل کرایا گیا تھا۔ یہ واقعہ اشاعۃ السنۃ جلد ۶ میں موجود ہے جہاں بتایا گیا ہے کہ حاجی امداد اللہ اور جناب رحمت اللہ کیرانوی وغیرہ میاں صاحب کی ایذا دہی میں شریک تھے۔ تحقیقات کے بعد بمشکل ان کی رہائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی ہندوستان سے حجاز جانے والے اہل حدیث حضرات کو وہاں مشکلات پیش آتی رہیں۔ یوں حجاز کی ۱۹۰۲ء سے پہلے کی حکومت سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ میاں صاحب کو جبہ و دستار عطا کرتی۔ اگر سعودی حکومت میاں صاحبؒ کی زندگی میں موجود ہوتی تو اس جبے اور دستار کا حجازی ہونا قابل تسلیم ہوتا۔

جناب میاں صاحب کو ۱۸۹۷ء میں شمس العلماء کا خطاب حکومت ہند کی طرف سے ملا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ خطاب کے موقع پر حکومت ہند کی طرف سے جبہ و دستار قسم کی چیزیں دی جاتی تھیں یا نہیں؟ اگر دی جاتی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ جبہ اور دستار انہیں ۱۸۹۷ء میں خطاب کے ساتھ حکومت ہند کی طرف سے دیا گیا ہو۔ ❶

---

❶ بعد ازاں اخبار اہل حدیث امرتسر کے ایک شمارے سے معلوم ہوا کہ سید عبدالرؤف دہلوی مہتمم نذیریہ لائبریری و مرتب مکاتیب نذیریہ کو سعودی حکومت حجاز کی جانب بیسویں صدی کے چوتھے عشرے میں ایک جبہ دیا گیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر باقر کی تحریر میں مذکور جبہ وہی ہے جو سید عبدالرؤف کو عطا ہوا تھا۔ بہاء۔ یکم اگست ۲۰۱۰ء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سرسید احمد خان

آپ ۱۷۔اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کی عمر کا تیرہواں یا چودھواں برس ہوگا جس وقت سید احمد شہیدؒ نے اصلاح وحریت کا علم بلند کیا۔شاہ اسماعیل شہیدؒ کے وعظوں میں بھی انہوں نے شرکت کی تھی۔

آپ دلی کالج میں جناب مملوک علی کے شاگرد رہے۔یہ عجیب واقعہ ہے کہ غدر کے طوفان نے ہندوستان کے سماجی اور سیاسی زندگی کی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔اور ایسے وقت دو متضاد تحریکیں یا مکتب خیال ودبستان فکر وجود میں آئے تو ان کا سرچشمہ ایک ہی تھا۔دونوں تحریکوں کے بانی ایک درس گاہ، اور ایک استاد کے فیض یاب تھے۔دہلی اجڑی، دلی کالج بند ہوا تو اس کے عوض دیوبند اور علی گڈھ دو مرکز بن گئے۔بقول شخصے

جس طرح مولانا محمد قاسم دہلی کالج کے عربی حصے کو دیوبند لے گئے اسی طرح سرسید احمد خان نے دہلی کالج کے انگریزی حصہ کو علی گڈھ پہنچا دیا۔ ❶

سرسید احمد نے ۱۸۶۹ء میں انگلینڈ کا سفر کیا۔۱۸۔۱۹ ماہ قیام کے بعد اکتوبر ۱۸۷۰ء میں جب وہ ہندوستان واپس ہوئے تو انہوں نے رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔جس کا پہلا نمبر ان کی انگلستان سے واپسی کے دو مہینے بعد شائع ہوا۔تہذیب الاخلاق میں کئی ایسے مضامین ہوتے تھے جن کا ناخوشگوار اثر پڑتا تھا، اور یوں ان کی مخالفت شروع ہوئی۔ ❷

۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو ایم اے او ہائی سکول کا افتتاح سر ولیم میور نے کیا۔سرسید اس زمانے میں بنارس میں تھے۔جولائی ۱۸۷۶ء میں پنشن پاکر وہ علی گڈھ میں مقیم ہوئے اور ۸ جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن کے ہاتھوں کالج کا افتتاح ہوا.....سرسید کی وفات کے بعد نواب محسن الملک نے علی گڈھ کو یونیورسٹی بنانے کی کوشش شروع کی تھی۔۱۱ جنوری ۱۹۲۱ء سے علی گڈھ کالج مسلم یونیورسٹی میں تبدیل ہوگیا۔ ❸

---

❶ تاریخ ندوۃ العلماء۔ص ۴۵۔۴۶ تلخیص۔بحوالہ علی گڈھ میگزین۔۱۹۴۷ء ص ۶۷

❷ تاریخ ندوۃ العلماء۔ص ۴۷۔۴۸

❸ تاریخ ندوۃ العلماء۔ص ۵۰۔۵۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

علی گڈھ کالج کے افتتاح سے سات آٹھ سال پہلے سرسید کی طرف، انگریزی تعلیم کی ترویج سے نہیں، بلکہ اپنے معاشرتی اور مذہبی عقائد کی وجہ سے، مسلمانوں میں انگشت نمائی ہونے لگی اور ان کے عقائد ومسلک کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ جن لوگوں نے سرسید کے حالات بغور نہیں پڑھے وہ سمجھتے ہیں کہ سرسید کی مخالفت ان علماء نے کی جو.....سرکار انگلش اور انگریزی تعلیم کے مخالف تھے۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ مدرسۃ العلوم کے سب سے بڑے مخالف دو بزرگ تھے اور دونوں معزز سرکاری ملازم تھے۔ یعنی مولوی امداد علی ڈپٹی کلکٹر اور مولوی علی بخش صاحب۔ حالی لکھتے ہیں:

سرسید کے مدرسۃ العلوم کے سب سے بڑے مخالف دو بزرگ تھے جو باوجود ذی وجاہت اور ذی رعب ہونے کے علوم دینیہ سے بھی آشنا تھے۔ ایک مولوی امداد علی ڈپٹی کلکٹر کان پور اور دوسرے مولوی علی بخش سب جج گورکھپور۔ اگرچہ یہ دونوں صاحب مذہبی عقائد وخیال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ضد حقیقی تھے، یعنی پہلے سخت وہابی اور دوسرے سخت بدعتی۔ اور یہ ایسا اختلاف تھا کہ کسی بات پر دونوں کا اتفاق کرنا محال عادی معلوم ہوتا تھا۔ باوجود اس کے مدرسۃ العلوم کی مخالفت پر دونوں ہم زبان اور متفق الکلمہ تھے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں جس قدر مخالفتیں اطراف وجوانب سے ہوئیں ان کا منبع انہیں دونوں صاحبوں کی تحریریں تھیں۔ ❶

علی گڈھ تحریک اور سرسید پر سب سے زیادہ لطیف تنقید اکبر الہ آبادی نے کی جو انگریزی تعلیم یافتہ تھے اور خود ایک آئینی عہدے پر فائز تھے۔ ان کا کلام سرسید کی تردید تنقید اور طنز سے لبریز ہے۔ ❷

سرسید کے خیالات اور ان کی تحریرات کے برخلاف مستقل کتابیں اور رسالے لکھے جانے لگے۔ رسالہ طعام اہل کتاب کے رد میں مولوی امداد العلی نے امداد الاحتساب لکھی۔ مولوی محمد علی نے مزیل الاوہام کا نام ایک رسالہ شائع کیا۔ تہذیب الاخلاق کے توڑ پر خاص خاص اخبار اور رسالے جاری ہوئے۔ کان پور سے نور الآفاق اور نور الانوار اور مراد آباد سے لوح محفوظ نکلا۔ آگرہ سے تیرھویں صدی شائع ہوا۔

---

❶ حیات جاوید ص ۵۴۳۔۵۴۴

❷ تاریخ ندوۃ العلما۔ ص ۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

امداد الآفاق، شہاب ثاقب اور تائید الاسلام وغیرہ اضلاع شمال مغرب سے اور اشاعۃ السنہ پنجاب سے شائع ہوئے۔ ❶

مولوی امداد العلی نے جو تین استفتا ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر سرسید کے کفر وارتداد کے فتوی حاصل کئے تھے ان میں سے ایک اس مضمون کا تھا:

- جس شخص کے ایسے ایسے عقائد اور اقوال وافعال ہوں وہ مسلمان ہے یا نہیں؟
- دوسرا اس مضمون کا تھا کہ جو مدرسہ ایسا شخص فلاں فلاں اغراض سے قائم کرنا چاہے اس میں چندہ دینا اور اس کی اعانت کرنی مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں؟
- تیسرا اس تاریخ ہندوستان کے ترجمہ کرانے کی بابت تھا جس میں مصنف نے آنحضرت ﷺ کی نسبت اپنے عقیدہ کے موافق سخت اور ناملائم الفاظ لکھے تھے۔

یہ تمام فتوے اور استفتاء مولوی امداد علی نے اپنے ایک رسالہ کے آخر میں جس کا نام امداد الآفاق بر جم اہل النفاق بجواب پرچہ تہذیب الاخلاق ہے، چھاپ کر اس رسالہ کو تمام ہندوستان میں مفت تقسیم کیا تھا۔ ❷

ان فتووں پر جن کے دستخط ہیں ان میں مولوی کریم اللہ دہلوی اور مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی بھی شامل ہیں۔

حالی کہتے ہیں کہ مخالفت کے باوجود سرسید نے مخالفوں سے التجا کی کہ مدرسۃ العلوم کی مذہبی تعلیم جس میں میری مداخلت سے آپ کو اندیشہ ہے اس کا انتظام اور اہتمام آپ اپنے ہاتھ میں لیجئے، میں اس میں کسی طرح کی شرکت نہیں چاہتا۔ اس پر مولوی امداد علی نے ان کو لکھا:

تم اپنے افعال واقوال سے توبہ کرو اور ہم سے ہو جاؤ تو ہم شریک ہوتے ہیں..... مولوی محمد قاسم اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب دیا:

ہرگاہ اس مدرسہ میں شیعہ بھی ہوں اس لئے ہم شریک نہیں ہوتے۔

---

❶ حیات جاوید۔ ص ۵۴۴۔۵۴۵

❷ حیات جاوید۔ ص ۵۴۸۔۵۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان تمام واقعات کی طرف سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ایک مضمون میں اشارے کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

جناب حاجی مولوی سید امداد العلی صاحب نے لکھا:

تم اپنے افعال واقوال سے توبہ کرو اور ہم سے ہو جاؤ تو ہم شریک ہوتے ہیں۔

اگر چہ اس امر کو اس بات سے جو پیش کی تھی، کچھ تعلق نہ تھا۔ بایں ہمہ میں اس کو قبول کر لیتا مگر مجھے خیال ہوا کہ اگر ہمارے محبّ قلبی منشی چراغ علی صاحب (جو شیعہ مذہب رکھتے تھے) مجھ سے کہیں کہ تم ہم سے ہو جاؤ تو ہم شریک ہوتے ہیں، تو پھر میں کیا کروں گا؟ بقول شخصے گوری کا جوبن چٹکیوں ہی میں گیا۔ میرا تو یوں ہی تکا بوٹی ہو لے گا..... جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب (صدر مدرس دیوبند) صاحب نے جو متعصّبانہ جواب دیا اس سے ہر شخص جس کو خدا نے عقل اور محبت اور حب ایمانی دی ہوگی، نفرت کرتا ہوگا۔ ❶

❁ سرسید احمد خان کے مخالفین میں لدھیانہ کے علماء بھی تھے۔ ان کے فتاوی قادریہ میں ایک فتوی یوں ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین۔ اس مسئلہ میں کہ سید احمد خان نیچری نے جو ایک جماعت ایسوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلام مطبوعہ ۱۸ اگست ۱۸۸۸ میں یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ، جو کانگریس کے برخلاف ہیں، شامل ہیں۔ ہر شخص داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علی گڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور اس کی مدد کے واسطے جا بجا ایسوسی ایشنس انجمن اسلامیہ کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اسکے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں؟

از علی محمد، متوطن بمبئی

---

❶ حیات جاوید۔ ۵۵۹۔۵۶۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جواب: اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ اور رابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں۔ اصل میں یہ شخص شاگرد مولوی نذیر حسین وہابی بنگالی دہلوی غیر مقلد کا ہے۔ اور بنیاد اس فرقہ کی عبدالوہاب نجدی سے شروع ہوئی ہے۔ تخمیناً کچھ اوپر سو برس کا عرصہ ہوا کہ متبعین محمد بن عبدالوہاب نے سلطان سے باغی ہوکر مکہ معظّمہ اور مدینہ مطہرہ پر بھی قبضہ کرلیا اور اکثر علماء اسلام کو قتل کر ڈالا۔ آخر شکر ظفر پیکر سلطانی نے ۱۲۳۶ھ میں فتح پاکر ان کے شہروں کو برباد اور تاراج کیا اور یہ سب ردالمحتار معروف بشامی شرح درمختار میں مذکور ہے۔ اب تک یہ حال ہے کہ جس شخص میں کوئی علامت وہابیت کی حکام حرمین شریفین پاتے ہیں فوراً اس کو گرفتار کرلیتے ہیں۔ مولوی نذیر حسین مذکور جب حج کو گئے اسی وجہ سے حکام حرمین نے انکو قید کردیا آخر بش بہزار سفارش ومنت تائب ہوکر رہا ہوئے۔

چونکہ اس ملک کے وہابی یعنی جو غیر مقلد اور کبھی موحد اور گاہے محمدی اور اہلحدیث کے نام سے اپنے آپ کو نامزد کرتے ہیں مولوی نذیر حسین کے مقلد اور تابعدار ہیں پس ان کو نیچری کے جو ہم سبق ان کا ہے ضرور بضرور مدد کرنی پڑی اور عقائد اس کے بالکل شریعت کے برخلاف ہیں۔

محمد لدھیانوی۔ تائید عبدالعزیز لدھیانوی اور عبداللہ لدھیانوی۔ اسماعیل لودھیانوی۔ عبدالواحد لدھیانوی۔ محمد شفیع رامپوری۔ نظام الدین لدھیانوی۔ رکن الدین لدھیانوی۔ محمد اسحاق لدھیانوی۔ ❶

❁ مندجہ بالا فتوی میں لدھیانوی حضرات نے لکھا ہے:

سرسید احمد، جناب سید نذیر حسین کے شاگرد تھے۔

لدھیانوی علماء کی یہ بات بے بنیاد ہے۔ سرسید، جناب مملوک علیؒ کے شاگرد تھے جیسا کہ تاریخ ندوۃ العلماء کے حوالے سے اوپر لکھا گیا ہے۔ نیز وہ شاہ مخصوص اللہ سے فیض یافتہ تھے اور انہیں کی وجہ سے وہ نماز میں رفع الیدین اور آمین بالجہر کے قائل وعامل تھے کیونکہ شاہ مخصوص اللہ ان اعمال پر کاربند تھے۔

---

❶ فتاوی قادریہ۔ ص ۴۷۔۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب حالی نے حیات جاوید میں سرسید کے اساتذہ میں مولوی حمید الدین، سرسید کے ماموں نواب زین العابدین، حکیم غلام حیدر، کو شامل کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ سرسید، جناب صہبائی، غالب اور آزردہ کی مجلسوں میں بیٹھ کر فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے مولوی نوازش علی سے قدوری، شرح وقایہ، اصول شاشی، نور الانوار، مولوی فیض الحسن سے مقامات حریری کے چند مقامے اور سبعہ معلقہ کے چند قصیدے پڑھے، مولوی مخصوص اللہ سے حدیث پڑھنی شروع کی اور مشکوۃ، اور ایک حصہ جامع ترمذی کا اور کسی قدر اجزاء صحیح مسلم کے پڑھے اور پھر قرآن مجید کی سند لی۔ بس اس سے زیادہ جیسا کہ سرسید خود اقرار کرتے تھے استاد سے انہوں نے کچھ نہیں پڑھا۔ ❶

اس کے بعد حالی نے لکھا ہے کہ جب سرسید نے پڑھنا چھوڑا اس وقت ان کی عمر اٹھارہ، انیس برس کی تھی ❷ پھر ۱۸۴۶ء میں جب کہ وہ فتح پور سیکری سے بدل کر دلی کی منصفی پر آئے، انہوں نے کسی قدر تعلیم حاصل کی۔ اور اس دور کے اساتذہ میں مولوی نوازش علی، مولوی فیض الحسن اور مولوی مخصوص اللہ ہیں۔

اس دور میں وہ ۱۸۴۶ء سے ۱۸۵۴ء تک دہلی میں رہے۔ ان دنوں میاں صاحب اورنگ آبادی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اور اسی بات کا ذکر سرسید نے آثار الصنادید میں کیا ہے کہ مولوی عبدالخالق اور مولوی نذیر حسین اورنگ آبادی مسجد میں پڑھاتے ہیں۔

لیکن اس بات کا کہیں تذکرہ نہیں ملتا کہ سرسید نے اس دور میں یا کسی اور موقع پر میاں صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہو۔

ہاں وہ میاں صاحب سے دیگر طریقوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں جس طرح معاصر اہل علم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں۔ اس کی شہادت سرسید احمد خان کے ایک عزیز خواجہ مصلح الدین (جن کے مکان پر مولوی محمد اسحاق منطقی رام پوری مقیم رہ کر درس و تدریس فرماتے رہے) نے فراہم کی ہے۔ خواجہ مصلح الدین کو ایک مرتبہ سرسید احمد خان نے لکھا:

عزیزی خواجہ مصلح الدین

---

❶ حیات جاوید۔ ص ۵۵، ۶۴

❷ یعنی ۱۸۳۳ء کے گرد و پیش جب کہ سید نذیر حسین ابھی خود طالب علم تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک حدیث مستدرک حاکم کی علیحدہ کاغذ پر نقل کر کے ملفوف ہے۔ مستدرک حاکم ہمارے پاس نہیں ہے۔ تم مہربانی سے جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے سلام علیک کہو۔ ان کے پاس مستدرک حاکم کی ہو گی۔ اس کو دیکھ کر اسی کاغذ ملفوف پر لکھ دو کہ اس کے راوی کون کون ہیں۔ اور نیز جو عبارت کاغذ ملفوفہ میں ہے اس کا مقابلہ کر لو اس میں غلطی تو نہیں ہے۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو اس کاغذ کو میرے پاس واپس بھیج دو اور بیرنگ لفافہ میں بھیجنا، تاکہ احتمال تلف ہونے کا نہ ہو۔

والسلام خاکسار سید احمد، علی گڈھ۔ ۱۳۔ اگست۔ ۱۸۹۷ء

تقریباً تیس سال بعد خواجہ مصلح الدین نے مکتوبات نذیریہ کے مرتب و ناشر سید عبدالرؤف دہلوی کو یہ خط عنائت کرتے ہوئے فرمایا:

سرسید مرحوم کے خطوط تحقیق تفاسیر قرآن مجید و احادیث نبوی کے متعلق بکثرت حضرت میاں صاحب فردوس مکاں کے ملاحظہ انور میں پیش کرنے کی سعادت میرے سپرد تھی اور پانچ روپئہ کرایہ آمد و رفت علی گڈھ سے دہلی تک کا مجھے ملتا تھا۔ کبھی تو بہت جلد جواب مل جاتا تھا اور کبھی میاں صاحب جواب میں تاخیر فرماتے تو مجھے توقف کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز میں نے سرسید سے کہا کہ مجھے آپ کی ایسی دینی خدمت کے لئے کسی طرح کا عذر نہیں، بلکہ میرے لئے تو عین سعادت دارین اور باعث فخر ہے، لیکن آپ کبھی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں تشریف لے جانے کی تکلیف کیوں نہیں فرماتے؟ سرسید نے فرمایا، میں تو اپنے موجودہ حضرات علماء کے نزدیک نیچری مشہور ہوں لیکن حضرت میاں صاحب میری وجہ سے کیوں بدنام ہوں؟ میں اور حضرت میاں صاحب دو قالب اور ایک جان ہیں ان کے احسانات علمی کا میں ہمیشہ مشکور ہوں اور رہوں گا۔ ❶

❁ لدھیانوی حضرات کے فتاوی کی زد سے جناب رشید احمد گنگوہیؒ بھی محفوظ نہیں رہے۔ کتاب ہذا میں مسائل کے ضمن میں ہم نے نماز تراویح، اقامت جمعہ، ظہر احتیاطی وغیرہ پر اہل حدیث کا مسلک واضح کیا ہے۔ ان مسائل پر لدھیانوی حضرات نے بھی فتوی دیا تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

---

❶ مکاتیب نذیریہ۔ ص ۲۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ظہر کا ادا کرنا بعد جمعہ لازم ہے یانہیں اور تراویح بیس رکعت ہیں یا آٹھ۔

جواب: اس ملک ہند میں بسبب نہ نپائے جانے حکومت اسلام کے جمعہ امام اعظم کے نزدیک فرض نہیں ہوتا۔ اسی واسطے ظہر کا پڑھنا لازم ہے۔ اور تراویح چاروں اماموں کے نزدیک بیس رکعتیں ہیں۔ جو شخص ظہر بعد جمعہ کے ادا کرنے سے مانع ہو اور تراویح کو آٹھ رکعتیں قرار دے وہ شخص لامذہب ہے۔ ایسے شخص کو جماعت میں امام نہ ہونے دے۔

محمد لدھیانوی ❶

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت نماز بنیت فرض ظہر بعد جمعہ کے اس ملک ہند میں پڑھنی جائز ہے یانہیں اور جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کے عدم جواز کا فتوی لکھا ہے کہ، اسکے پڑھنے والا دین سے بے پرواہ ہے، مقبول ہے یا مردود؟

جواب۔ چوں کہ اس ملک ہند میں عموماً سلطان کا ہونا جو مذہب حنفیہ میں واسطے جمعہ کے شرط ہے، بالکل مفقود ہے اور مصر کی تعریف میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے، لہذا علماء احناف کے نزدیک فتوی اسی پر ہے کہ چار رکعت نماز بعد نماز جمعہ بنیت فرض ظہر پڑھی جاویں۔..... اس ملک ہند میں پڑھنا ظہر کا نزدیک علماء حنفیہ کے بعد جمعہ فرض ہوا کیونکہ شرط سلطان کی یہاں بالکل مفقود ہے اور ان چار رکعتوں کو بنیت نماز فرض ظہر ادا کرنا لازم ہے۔ نفل کی نیت سے ان کا پڑھنا ہرگز درست نہیں ..... پس فتوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا جو اس کے عدم جواز پر ہے، بالکل مردود ہے۔

راقم محمد لدھیانوی تائید عبداللہ لدھیانوی۔ عبدالعزیز لدھیانوی۔ ابومحمد عبدالحق مصنف تفسیر حقانی۔ ❷

انتظام المساجد والے فتوی میں اہل حدیث کو نشانہ بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

کتاب اشباہ نظائر میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا پہچاوے اس کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔

---

❶ فتاوی قادریہ۔ ص ۲۷

❷ فتاوی قادریہ ص ۱۳۷۔ ۱۴۱ مکتبہ قادریہ لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس جب کہ روکنا مسجد سے بسبب بوئے پیاز اور طواف سے بہ سبب علت جزام اور نکالنا واعظ کا بہ سبب عدم امتیاز ناسخ ومنسوخ اور زبانی ایذاء دینے والے کا نکالنا شرعاً درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں، نکالنا بطریق اولی درست ہوا۔ اور نیز بہ سبب لحوق اس مرض باطنی کے جو جزام سے بڑھ کر ہے اور مساجد میں ان کے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے، خدا تعالی مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔

قال الله تعالى ﴿واللّٰه لايحبّ المفسدين﴾

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو۔

پس اس فرقہ فسادی کا مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہوا۔ راقم۔ محمد لودھیانوی ❶

یہ فتوی (اور اس طرح کے دیگر فتوے) تاریخ اہل حدیث کا اہم باب ہیں۔ کیونکہ جب مساجد کے دروازے، اہل حدیث حضرات پر بند کر دیئے گئے تو ان بے چاروں نے گھروں اور کھلے میدانوں میں نیز چھپروں کے نیچے، اور جوہڑوں کے کناروں پر نماز پنج گانہ کی ادائیگی شروع کر دی۔ اور جوں جوں اللہ کی توفیق ارزانی ہوتی گئی، انہوں نے نئی مساجد بنا کر اقامت صلوۃ، ادائیگی جمعہ، اور تراویح وغیرہ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یوں یہ فتوی برصغیر ہند میں ایسی بیشتر مساجد کی تعمیر کا باعث ہوا جو احناف کے تسلط سے آزاد، سبھی مسلمانوں کے لئے بنائی گئیں۔

ڈپٹی امداد علی

جناب الطاف حسین حالی کی حیات جاوید سے منقول بالا عبارات میں ڈپٹی امداد علی مرحوم کا ذکر ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو سفر حج میں میاں سید نذیر حسینؒ محدث کے ہمراہ تھے اور میاں صاحب کے ساتھ مکہ میں مخالفین کی طرف سے دی جانی والی ایذاؤں کا نشانہ بنے تھے۔

ڈپٹی امداد علیؒ صاحب اشاعت سنت اور رد بدعت میں کوشاں رہتے تھے۔ قاضی احتشام الدین مرادآبادیؒ نے رد بدعت پر ایک کتاب لکھی جسے ڈپٹی صاحب کے مالی تعاون سے شائع کیا گیا تھا۔ یہ بات میاں نذیر حسینؒ محدث کے درج ذیل خط سے ظاہر ہوتی ہے:

---

❶ فتاوی قادریہ۔ ص ۵۳۔۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی محمد احتشام الدین

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے سامی باد کہ بحمد اللہ وتوفیقہ جواب باصواب بردش اولوالالباب بکمال صداقت وحذاقت نوشتند ونگایت دراظہار حق کوشیدند وداد حق کما حقہ دادند وبدعات دیرینہ راسراپا دور کردند جزاکم اللہ تعالی خیراً فی الدارین ۔

از دست گدائے بینوائے نا یدہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے کند۔

واجر بے پایاں از ایزد منان بجناب حسنات مآب سید امداد علی حصنہ اللہ الولی بلطفہ الخفی و الجلی بروز جزاء موفورہ باد کہ درطبع کنانیدن ان اشاعت سنت وحقائق حق از شرق تا غرب نمودند کہ حق حقیق شائع وذائع شد وہمہ عالم مستفید بداں گردد۔ والسلام خیر الختام۔

(ترجمہ اردو): از عاجز محمد نذیر حسین بخدمت مولوی محمد احتشام الدین

السلام علیکم کے بعد واضح رائے عالی ہو کہ بحمد اللہ وتوفیقہ جواب باصواب صاحبان فضل و کمال کی طرح سچائی اور عقلمندی سے آپ نے دیا اظہار حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور حق کی امداد پورے طور پر کی اور پرانی بدعات کا تم نے خوب قلع قمع کیا ہے۔ جزاک اللہ

از دست گدائے بینوائے نا یدہیچ جز آنکہ بصدق دل دعائے کند

دعا ہے کہ خداوند پاک کی جانب سے جناب حسنات مآب سید امداد علی کو قیامت کے دن اس کا بے انتہا ثواب مرحمت ہوگا اس لئے کہ موصوف نے اس کتاب کے چھپوانے اور احیائے سنت نبوی واثبات حق میں خوب کوشش کی اور مشرق سے مغرب تک حقانیت کو ظاہر کر دیا اور خدا کرے تمام دنیا اس سے مستفید ہو۔

میاں صاحبؒ کا یہ خط جس بزرگ (قاضی احتشام الدین) کے نام ہے وہ مراد آباد میں پیدا ہوئے اور کتب درسیہ قاضی بشیر الدین قنوجی سے مراد آباد میں اور سید امیر حسن سہسوانیؒ سے میرٹھ میں پڑھیں۔ پھر دہلی جا کر میاں نذیر حسینؒ محدث سے حدیث پڑھ کر سند واجازت سے حاصل کی۔ آپ نے مراد آباد میں درس وتدریس اور وعظ وارشاد کی مسند سجائی۔ حافظ عزیز الدین مراد آبادیؒ بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ اور اختیار الحق آپ کی تصنیف ہے جو میاں صاحب کی معیار الحق کے جواب، انتصار الحق کے جواب میں لکھی گئی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ احمد رضا خان

احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی ۱۲۷۲ھ بمقام بریلی پیدا ہوئے۔ ۱۴ سال کی عمر میں علوم رسمیہ سے فارغ ہوئے۔ احمد زینی دحلان سے بھی سند لی۔ مدت تک تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ سید آل رسول مارہروی سے بیعت تھے۔ ۱۳۱۱ھ میں فیض عام کان پور کے اجلاس میں شامل ہوئے جس میں ندوہ کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ بعد میں آپ ندوہ کے مخالف ہو گئے۔ بہت سے حنفی علماء سے مخالفت جاری رکھی، فتوے بھی دیئے۔ صفر ۱۳۴۰ھ میں فوت ہوئے۔ ❶

مولوی فضل رسول اور مولوی احمد رضا خان میں قدر مشترک دونوں کا مارہرہ کا آستانہ بیعت تھا۔ دونوں کو بزرگی اسی گدی سے ملی تھی۔ مولوی فضل رسول کو ۲۶۰ روپے ماہانہ وظیفہ ملتا تھا جو ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مولوی عبدالقادر کو ملتا رہا اور ان کے بعد ان کے بیٹے مولوی عبدالمقتدر بدایونی کو۔ ❷

بدایوں اور بریلی ایک مسئلے کی آڑ میں ایک دوسرے کے خلاف پوری قوت سے نبرد آزما ہو گئے (وہ یہ کہ) اذان جمعہ کے مسئلہ میں مولوی احمد رضا نے یہ موقف اختیار کیا کہ جمعہ کی اذان ثانی مسجد سے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں کا موقف یہ تھا کہ جمعہ کی اذان ثانی امام کے منبر پر آنے کے بعد منبر کے سامنے ہو۔ اس اختلاف میں مولوی احمد رضا نے علماء بدایوں کے خلاف خوب غصہ نکالا اور مختلف خطابات سے نوازا۔ حالات یہاں تک پہنچے کہ مفتی سخاوت حسین بدایونی نے مولوی احمد رضا کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا۔ مارہرہ کے جانشین اس کشمکش میں مولوی احمد رضا کے ساتھ تھے۔ اور مارہرہ کے میاں مہدی حسین نواب حامد علی خان والی رامپور سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ اور مہدی حسین نے نواب رامپور کے ذریعہ مقدمہ خارج کرالیا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی عبدالماجد بدایونی نے تحریک خلافت کی حمائت کا اعلان کر دیا جسکی احمد رضا مخالفت کر رہے تھے۔ ❸

---

❶ نزہۃ الخواطر ج ۸۔ ۹۶۔ ۹۹

❷ مطالعہ بریلویت۔ ج ۱۔ ص ۱۹۳

❸ مطالعہ بریلویت۔ جلد اول۔ ص ۱۹۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ احمد رضا کے سوانح نگار شاہ مانا میاں نے لکھا ہے:

اعلیٰ حضرت (احمد رضا) کے خسر شیخ فضل حسین مرحوم ریاست رامپور میں نواب کلب علی خان کے مشیروں میں ممتاز درجہ پر فائز تھے۔ نواب صاحب نے اعلیٰ حضرت کی شہرت سنی تو شیخ فضل حسین سے فرمائش کی اپنے نامور داماد سے ہم کو بھی ملایئے۔ ❶

ارشاد حسین رام پوری

جناب ارشاد حسین مجددی خلف مولوی حکیم احمد حسین بن غلام محی الدین۔ محدث، مفسر، فقیہ، درویش، مدبر تھے۔ آپ کے بزرگ سرہند پر سکھوں کی تعدی کے بعد بریلی آئے اور آپ کے دادا غلام محی الدین بریلی سے رامپور تشریف لائے۔ آپ کی ولادت رام پور میں ۱۴ صفر ۱۲۴۸ھ کو ہوئی۔ کتب فارسی اپنے والد اور شیخ احمد علی اور بھائی مولوی امداد حسین سے پڑھیں۔ لکھنو جا کر کتب منقول پڑھیں۔ رامپور آ کر ملا محمد نواب سے باقی کتب معقول کا درس لیا۔ آپ شاہ احمد سعید کے خلفاء میں سے تھے۔ نواب رامپور کی طرف سے ۴۰۰ روپیہ ماہانہ ملتا تھا۔ محلّہ کھاری کنویں میں مکان پختہ وخام بنوائے۔ پالکی میں آتے جاتے تھے۔ کہار نوکر تھے، خوش لباسی خوش اوقاتی اور خوش اخلاقی سے زندگی بسر کرتے۔ نواب کو آپ سے نہائت محبت تھی اور بہت ادب اور تعظیم کرتے تھے۔ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ اپنی مسجد میں وعظ فرماتے تھے اہل شہر پر آپکا خاص اثر تھا۔ اپنے ہم قوم مجددیوں کے معاملات میں ہمیشہ ساعی رہتے۔ شہر اور بیرون جات کے بہت سے لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ قتل جنرل اعظم الدین کے معاملہ میں بعض لوگوں نے آپکو بھی متہم کیا اخیر میں تنخواہ میں اضافہ ہوا اور دشمن سب شرمندہ ہوئے۔ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۱۱ھ کو انتقال ہوا اپنی مسجد کے متصل جانب مشرق دفن ہوئے۔

تصانیف میں ایک ضخیم کتاب انتصار الحق بزبان اردو بجواب معیار الحق مولانا نذیر حسین محدث دہلوی تصنیف کی ہے اور مطبوعہ ہے۔ ترجمہ کتاب الحیل عالم گیری اردو قلم ۱۳۶ صفحہ کی کتاب، کتب خانہ ریاست میں ہے۔ ایک کتاب ارشاد الصرف ہے جس کا تتمہ مولانا سلامت اللہ صاحب نے لکھ کر طبع کرایا۔ ❷

---

❶ المیزان ص ۳۳۲۔ مطالعہ بریلویت۔ ج ۱۔ ص ۱۹۶

❷ تذکرہ کاملان رام پور۔ ص ۳۰۔۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تذکرہ کاملان رام پور کی مندرجہ بالا عبارت میں جناب ارشاد حسینؒ رام پوری کی انتصار الحق کا ذکر ہے جو انہوں نے جناب میاں نذیر حسین کی معیار الحق کے جواب میں لکھی تھی۔ میاں صاحبؒ، جناب ارشاد حسینؒ یا کسی بھی مخالف اہل علم سے مناظرہ کے لئے تیار تھے۔ ایک مرتبہ مجوزہ مناظرہ کے فیصلہ کے لئے ثالث یا حکم کے تقرر کا مرحلہ آ پہنچا۔ میاں صاحبؒ نے مفتی محمد سعد اللہؒ سے درخواست کی کہ وہ حکم بننا قبول کر لیں تا کہ مناظرہ ہو سکے۔ مفتی سعد اللہؒ صاحب حکم بننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس سلسلے کے میاں صاحب کے دو خط مکاتیب نذیریہ میں موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

❀ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ از عاجز محمد نذیر حسین

بخدمت مولانا بالفضل اولنا مولوی محمد سعد اللہ صاحب دامت حسناتکم

بعد السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض باد کہ دریں ولا مردمان مقابلین ما میگویند کہ مولوی ارشاد حسین صاحب رامپوری جواب ناصواب معیار الحق بمدت شش سال تحریر کردہ اند و باز از طرف شما (یعنی ایں عاجز) جواش نوشتہ خواہد شد۔

پس درہمیں تسلسل جوابات مرۃ بعد اخری عمر ما مقضی شود اندریں معنی احسن واولی آنست کہ از مولوی صاحب موصوف محرر رسالہ در فرض و واجب بودن تقلید شخصے گفتگو نماید کہ ایں مسئلہ مبحوث عنہا طے شود و تصفیہ یابد۔

بنا براں گفتم مضائقہ نیست لیکن حکم منصف مزاج (کہ بر دلائل شرعیہ در مسئلہ متعلقہ یدطولی داشتہ باشد و نظر بر اقوال مجتہدین سابقین و علماء لاحقین دارد) پر ضرور است کہ دلائل متین قائلین بفرضیت و وجوب آنرا وسند بمنع مانعین را ملاحظہ فرمودہ کار تحکیم فرمایند واحد الطرفین را الزام دہند۔ لہذا بعد مشورہ چناں قرار یافتہ کہ عالم جامع العلوم جناب مفتی محمد سعد اللہ صاحب سلمہ ربہ ہستند ہمیں جامع کمالات را حکم و منصف قرار دادہ از وشاں التماس نمایند کہ درمیان فریقین منصف بودہ احقاق حق مطابق ادلہ شرعیہ فرمایند۔

لہذا مکلّف خدمت عالی میشوم کہ حسبۃً للّٰہ وشفقۃً علی خلق اللّٰہ ملتمس مرا مقرون با جابت فرمودہ قدم رنجہ فرمایند کہ خرچ سواری آمد و رفت ارسال داشتہ شود تا ایں جا تشریف آرند والا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اظہار حق ممکن نیست چہ دیگراں دریں باب مہارت تام ندارند کہ افراط وتفریط فریقین راہدایت فرمایند لہذا عرض رسان است کہ التماس مرا قبول فرمودہ از جواب باصواب مسرور وکامیاب خواہند فرمود۔ والسلام مع الاکرام خیر الختام

❁ (اردو ترجمہ) بخدمت جناب مولانا محمد سعد اللہ صاحب

السلام علیکم۔ واضح ہو کہ آج کل میرے مقابل کے لوگ کہتے ہیں:

مولوی ارشاد حسین رامپوری نے عرصہ چھ سال میں جواب غیر مناسب معیار الحق کا تحریر فرمایا۔ پھر اس عاجز کی طرف سے جواب لکھا جائے گا تو اسی تسلسل جوابات سے عمر تمام ہو جائیگی، اور مطلب حل نہ ہوگا۔ اس سے عمدہ صورت یہ ہے کہ مولوی صاحب سے خود مصنف معیار تقلید شخصی کے فرض وواجب ہونے میں گفتگو کریں تا کہ مسئلہ متنازعہ طے پا جائے۔

اس پر میں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ایک حکم منصف مزاج ہونا چاہیے کہ جس کو دلائل شرعیہ پر مہارت کامل اور اقوال مجتہدین اولین وعلمائے متاخرین پر نظر وسیع ہو کہ فرضیت اور وجوب کے ماننے والوں کی دلیل اور منع کرنے والوں کی سند پر اچھی طرح غور وفکر کر کے حکم کا کام انجام دے اور فریقین میں سے کسی ایک کو مورد الزام بنائے۔

اس لئے بعد مشورہ کے قرار پایا ہے کہ عالم جامع علوم جناب مفتی سعد اللہ صاحب ہیں۔ ایسے ہی شخص جامع کمالات کو حکم ومنصف بنا کر ان سے سائل ہوں کہ ہر دو فریق کے درمیان منصف بن کر مطابق ادلہ شرعیہ کے اظہار واثبات حق فرماویں۔

اس لئے مکلّف خدمت ہوں کہ اللہ کے واسطے اور خلق خدا پر ترحم کرتے ہوئے میرے التماس کو درجہ قبولیت کا دے کر یہاں قدم رنجہ فرماویں کہ خرچ آمد ورفت کا روانہ کیا جائے۔ جب تک آپ یہاں تشریف نہیں لائیں گے اظہار حق کا ممکن نہیں کیونکہ اور لوگوں میں ایسی قابلیت نہیں ہے کہ زیادتی فریقین پر نکتہ چینی کر کے راہ ہدایت کی بتائیں۔ اس لئے عرض ہے کہ میرے التماس کو قبول فرما کر جواب احسن سے محظوظ وشاد کریں۔

والسلام مع الاکرام خیر الختام۔ محمد نذیر حسین

جناب سعد اللہؒ صاحب کسی ریاست کے قاضی تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مصروفیات کا عذر کر کے حکم بننے سے انکار کا خط جناب میاں صاحب کو تحریر فرمایا جس کے جواب میں میاں صاحب نے انہیں لکھا۔

۞ بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم۔ از عاجز محمد نذیر حسین

بگرامی خدمت مولانا مفتی محمد سعد اللہ صاحب رام پوری۔

سلمہ اللّٰہ تعالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح باد نامہ گرامی رسیدہ انتظارم را رفع کرد فی الواقع از عدم ایراد محبت نامہ جات خلجانے بود۔ الحمد للہ کہ اطمینان شد بیشک منصب افتا وتعلق ریاست از بس نازک است فقدان فرصت بنگارش جواب نوشتہ اند بجاست۔ (مولنا) راہ سداور اتقلید میزند وخون تحقیق میریزد ماشاء اللہ دیدہ منصف دارید تبصرہ از بصیر مناسب می شود کور را در روز روشن از چراغہا سودے برنمی خیزد مرا کہ جل شانہ در اشاعت توحید واذاعت قرآن وحدیث مامور کردہ است از لوم لائم خوف نیست دیدہ بینا دارم حاجت عصا ورفیق (قائد) نیست۔ سر بکف ہستم اگر ندرم قبول شد عاقبت بخیر بود۔ علماء آں جوار ودیوبند وتمام ہند ہمگناں ساعی وتگاپو کردہ جواب تالیف بندہ نویسند بندہ فقیر آمادہ است کہ جواب مسکت ہر دفعہ خواہد دادان شاء اللہ تعالی پسپا نخواہم بود علماء کہ جواب معیار الحق متعدد نگاشتند مگر مفتی صاحب خوب پندارند کہ جواب کتاب من نیست فضول خامہ فرسائیہا ودماغ سوزیہا بکار بردند بعض احباب وتلامذہ فقیر قلم برداشتند ہمہ را تشفی دادم کہ نوشتن چہ سود وقتیکہ جواب معیار الحق خواہد رسید آگاہی دادہ خواہد شد امید کہ بحالت اطمینان گاہ گاہے از صحتوری مزاج مع عیال اطلاعے میدادہ باشند۔ والسلام

۞ (اردو ترجمہ) بگرامی خدمت مولانا مفتی سعد اللہ صاحب رام پوری

سلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ آپ کا خط ملا اور انتظار ختم ہوا۔ حقیقت میں جناب کے عدم وصولی خط سے تردد تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اطمینان ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قضاۃ کا منصب اور ریاست کا تعلق بہت نازک معاملہ ہے عذر عدیم الفرصتی کا جو آپ نے تحریر فرمایا ہے بالکل درست ہے۔ مولانا (یہ لوگ) سیدھی راہ کو موسوم تقلید سے کر کے تحقیق کا خون بہاتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ آنکھ انصاف کی رکھتے ہیں۔ جانچ وپرکھ آنکھ والوں سے صحیح ہوسکتی ہے۔ نابینا کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

روشنی سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اللہ نے مجھ کو توحید پھیلانے اور قرآن وحدیث کی اشاعت میں مامور کیا ہے۔ ملامت کرنے والے کی ملامت سے کچھ خوف نہیں کرتا۔ بینائی کی آنکھ رکھتا ہوں۔ کسی کی رفاقت وسہارے کی حاجت نہیں ہے۔ ہتھیلی پر سر رکھتا ہوں۔ اگر میری نذر قبول ہوگئی تو زہے نصیب۔ اس طرف (رام پور) اور دیوبند اور ہند کے عالموں نے دوڑ دھوپ کر کے میری تالیف کا جواب لکھا۔ بندہ فقیر تو مستعد ہے کہ ہر مرتبہ جواب مسکت دیا کرے۔ خدا نے چاہا تو پسپائی نہیں ہوگی۔ مولویوں نے متعدد جوابات معیار الحق کے تحریر کئے مگر آپ یقین کریں کہ میری کتاب کا جواب نہیں ہے۔ مخالفین نے بے کار تضیع اوقات اور دماغ سوزی کی۔ فقیر کے بعض دوست وتلامذہ نے قلم اٹھایا کہ جواب لکھیں۔ سب کو میں نے منع کیا کہ جواب لکھنے سے کیا فائدہ؟ جس وقت معیار الحق کا جواب آئے گا، خبر کردونگا امید کہ خالی وقت میں کبھی کبھی خیریت مزاج مبارک سے اپنے متعلقین کے مطلع فرماتے رہیں گے۔

والسلام خیر الختام۔ محمد نذیر حسین

میاں صاحب اور علماء احناف کے مجوزہ مناظرے کے لئے قاضی سعد اللہؒ کا نام تجویز ہوا تھا۔ اس لئے ان کے علمی مقام ومرتبے کی وضاحت کے لئے ان کا ترجمہ تذکرہ کاملان رام پور سے نقل کیا جاتا ہے۔

مفتی سعد اللہ

سعد اللہ بن مولوی نظام الدین مراد آباد میں ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی عبدالرحمٰن قہستانی سے شرح جامی اور دیگر کتب پڑھیں۔ بزمانہ اکبر شاہ ثانی دہلی میں شاہ عبدالعزیز، مولانا اسحاق محدث، اخوند شیر محمد ولایتی، مولوی صدرالدین سے اکثر درسیات پڑھیں۔ نیز مولوی ظہور اللہ، مرزا محمد ہاشم علی محدث لکھنوی تلمیذ شاہ ولی اللہ۔ ملا حسن لکھنوی شیخ جمال مکی مولوی محمد حیات پنجابی دہلوی، مرزا حسن علی محدث لکھنو سے بھی پڑھا۔

لکھنؤ کے مدرسہ شاہی میں مدرس ہوئے پھر تاج اللغات ترجمہ قاموس کے دفتر میں ملازم رہے، کچہری کوتوالی میں مفتی ہوئے۔ ۲۹ سال لکھنؤ میں ملازمت کی۔ ۱۲۶۰ھ میں لکھنؤ میں آپ کا مولوی محبوب علی مراد آبادی سے شاہ پیر محمد کے ٹیلہ والی مسجد میں توحد جمعہ پر مناظرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہوا۔ مفصل کیفیت مفتی صاحب کے فتوی اشاعۃ الجمعہ مطبوعہ مطبع محمدی لکھنو ۱۲۶۰ کے ساتھ طبع ہوئی۔ مولوی شاہ علی ولد مولوی محبوب علی نے اس مناظرہ کو اپنی کتاب ازاۃ الفرقہ درردا شاعۃ الجمعہ مطبع زبدۃ الاخبار آگرہ ۱۲۶۰ میں دوسرے الفاظ سے شائع کیا۔

۱۲۷۰ھ میں حج کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ سے پہلے یوسف علی خان والی رام پور نے رام پور بلا کر عہدہ قضا وافتا دیا اور حاکم مرافعہ کیا۔ انتقال تک اسی عہدہ پر رہے۔ آپ کے شاگرد بہت ہوئے۔ جن میں نواب یوسف علی خان، مولوی رحمت اللہ مہاجر مکہ۔ ملا نواب مہاجر۔ ملا محمد نجف ولایتی شامل ہیں۔ فارسی عربی علوم وفنون میں بے مثل تھے۔ فارسی میں آشفتہ تخلص تھا۔ تصانیف کثیر ہیں جن میں فتاوی سعدیہ۔ قول المانوس فی صفات القاموس عربی۔ حاشیہ صدرا شرح فصول اکبری۔ زادالسبیل الی دارالخلیل۔ عقود الاجیاد۔ نوادر البیان فی علوم القرآن۔ رسالہ تناخ حاشیہ شرح سلم۔ اشاعۃ الجمعۃ بزبان فارسی شامل ہیں۔

اخیر عمر میں رام پور کی ملازمت ترک کر کے بھوپال جانے کا ارادہ تھا، رئیسہ بھوپال نے عہدہ قضا کے لئے طلب کیا تھا۔ تیاری ہو رہی تھی کہ ۱۴ رمضان ۱۲۹۴ھ کو رام پور میں فوت ہو گئے۔ ❶

سید حسن شاہ محدث

رام پور کے سید حسن شاہ محدثؒ، جناب ارشاد حسینؒ رام پوری کے ملنے والوں میں سے تھے۔ وہ رام پور میں غالباً ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ مفتی شرف الدین مولوی غفران اور مفتی سعد اللہ سے کتابیں پڑھیں۔ حدیث پڑھنے کے لئے دہلی کا ارادہ کیا مگر اسی زمانہ میں مولوی عالم علی مراد آباد میں دہلی سے پڑھ کر آئے، تو آپ نے مراد آباد میں چھ سال رہ کر صحاح ستہ، مؤطا، تصانیف شاہ ولی اللہ کی سند مولوی عالم علی سے حاصل کی۔ پھر ٹونک گئے اور نواب سے ملاقات رہی انہوں نے وہاں رکھنا چاہا۔ آپ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے مکان پر حدیث پڑھاؤں۔ وظیفہ مقرر ہوا اور پڑھاتے تھے۔ ان کے شاگرد مولوی حکیم عبدالرشید اپنے استاد سے بیان کرتے ہیں۔

---

❶ تذکرہ کاملان رام پور۔ ص ۱۵۱۔۱۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نواب رام پور نے ابو داؤد کا نسخہ نہائت خوش خط اور مطلا و مذہّب لکھوایا۔ اور مجھے (حسن شاہ) اور مولوی ارشاد حسین صاحب کو حکم دیا کہ تم دونوں اس کی تصحیح کرو۔ مولوی (ارشاد حسین) صاحب تو بڑے تنخواہ دار تھے وہ کیوں تکلیف کرتے، میں ہی ان کے مکان پر جاتا تھا اور خود ہی اس کی تصحیح کرتا تھا۔ مولانا صاحب کو حدیث کی تکمیل نہ تھی۔ مجھے ایک روز شوخی سوجھی۔ ایک حدیث پر میں نے کہا مولوی صاحب اس کا ترجمہ کیجئے۔ انہوں نے ترجمہ کیا۔ وہ ترجمہ غلط تھا۔ میں نے کہا یہ ترجمہ درست نہیں ہے اس پر وہ اصرار کرنے لگے۔ پھر فرمایا تم ترجمہ کرو۔ میں نے ترجمہ کیا تو فرمایا جائز ہے کہ یہ غلط ہو۔ میں نے کہا مولوی صاحب یہاں جواز اور عدم جواز کی بحث نہیں ہے۔ بلکہ یہ حدیث ہے۔ ابو داؤد کی شرح منگوا کر دیکھ لیجئے۔ غرض کہ میں خود ہی اپنے مکان سے شرح لایا۔ تو میرے موافق ترجمہ اور مطلب تھا۔ پھر ساکت ہو گئے۔ ❶

ترک تقلید کی جانب ابوالکلام کا سفر

چوں کہ ان صفحات میں معیار الحق کے جواب، اور اس سے متعلق رجال کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معیار کی اثر آفرینی کا ذکر بھی ہو جائے۔ یہ وہ کتاب ہے جس نے ہند میں جامد تقلید کی بنیادوں کو متزلزل کیا۔ بڑے بڑے علماء نے اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی اور منہ کی کھائی۔ جناب ارشاد حسینؒ کی انتصار الحق کے علاوہ جناب محمد قاسم نانوتویؒ اور جناب محمود حسن دیوبندیؒ نے بھی قلم اٹھایا۔ پہلے ادلہ کاملہ یعنی اظہار الحق لکھی گئی۔ پھر چند سال بعد اسی ادلہ کاملہ کی وضاحت میں ایضاح الادلہ لکھی گئی جس میں قرآن پاک میں تحریف کرنے کی جسارت کی گئی۔ ادھر معیار الحق بڑے بڑے محققین کو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی رہی۔ جس کی مثال جناب ابوالکلام آزاد کے علمی سوانح کے مطالعہ سے ہوتی ہے۔ وہ حنفی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد بڑے متشدد حنفی مقلد تھے۔ جب کہ وہ خود ابتدائے عمر ہی سے تلاش حقیقت کرتے رہے۔ وہ ترک تقلید کے سفر کی داستان خود بیان کرتے ہیں۔

---

❶ تذکرہ کاملان رام پور۔ص ۱۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آزاد کہتے ہیں: میری پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو مذہبی ریاست و پیشوائی رکھتا تھا۔علم اور طریقت نسلاً بعد نسلٍ اس کی وراثت چلی آتی تھی۔

ایک چیز چپکے چپکے میرے اندر کام کر رہی تھی۔یعنی وہابیت اور وہابیوں سے عدم نفرت اور پھر ہمدردی و میلان، میں نے عدم نفرت اور ہمدردی کہا، اس لئے کہ ابتداء میں میرے احساسات یہی تھے۔عدم نفرت اس لئے کہ میرے لئے یہ سوال نہ تھا کہ وہابیت پسند کی جائے یا نہ کی جائے؟ سوال تو یہ تھا کہ نفرت کی جائے یا نہ کی جائے؟ اس لئے کہ وہابیت کے بارے میں میری خاندانی دنیا میں اصل، اباحت نہ تھی بلکہ حذر، یعنی نفرت..... تکفیر اور انسان جس قدر بھی مذہبی اور غیر مذہبی برائیوں کا تصور کرسکتا ہے، ان سب کا پیکر و مجسمہ وہابیت تھی۔بس میری ابتدائی اور بسیط حالت اس بارے میں نفرت و بغض کی تھی نہ کہ محبت و عدم محبت کی۔میں خالی الذہن نہ تھا کہ میلان و عدم میلان کی صورت پیش آتی۔میرے تو ذہن کے معمور ہونے کا بہتر سے بہتر سامان موجود تھا، اور وہ انتہا درجے کی نفرت تھی۔اس لئے اس بارے میں، میں جو کچھ بھی سوچ سکتا تھا، وہ اس درجے کے بعد کا تھا، نہ کہ اس سے پیشتر کا۔

حقیقتاً میں سوچتا ہوں تو اس بارے میں والد مرحوم کا تعصب، حد درجے تک پہنچا ہوا تھا۔اور میں حیران ہوں کہ اسے کیوں کر کسی لفظ و جملے میں محدود کروں، یہ پہلے بتفصیل کہہ چکا ہوں کہ کس طرح اوائل عمر سے یہ عصبیت ان میں جاگزیں ہوئی اور کس طرح مدت العمر ان کی تمام تصنیف و تالیف، وعظ و مباحث کا تنہا مرکز و محطح رہی ہے۔مجھے اپنے بچپن کی پرانی سے پرانی مسموعات جو یاد آتی ہیں، ان میں وہابیت کا ذکر موجود پاتا ہوں۔شب و روز اس کا چرچا گھر میں بھی رہتا تھا اور باہر بھی۔والد مرحوم کے جو خدام اور مرید تھے، وہ بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور یہ قدرتی تھا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں میرا تخیل یہ تھا کہ وہابی کوئی خاص طرح کا ایک بڑا ہی مکروہ اور قابل نفرت مخلوق ہے۔میں اپنے ذہن میں اس کا تصور یوں کرتا تھا کہ ایک قبیح صورت کا انسان جس کا آدھا چہرہ کالا ہے اور پیشانی پر بہت بڑا گھٹا ہے۔یہ اسلئے کہ حافظ صاحب کی زبانی سنتے تھے کہ دل کے کفر اور بغض رسول کی وجہ سے وہابیوں کا آدھا منہ کالا ہو جاتا ہے، اور ان کی ایک علامت یہ ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے پیشانی پر ایک بہت بڑا گھٹا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بنا لیتے ہیں۔ ہمارے دیوان خانے میں اس بارے میں خاص مصطلحات اور اسماء تھے۔ اور دنیا کی ہر مکروہ اور خبیث چیز اسی لقب سے پکاری جاتی تھی۔ مثلاً حافظ جی کہتے تھے کہ شب کو اس قدر وہابی تھے کہ نیند نہ آئی۔ یعنی مچھر بہت تھے۔ دیوان خانے میں کتابوں کے صندوق پڑے تھے۔ ان کے نیچے وہابی چلے جاتے تھے اور پیندے میں سوراخ کر دیتے تھے۔ یعنی چوہے۔ چنانچہ بڑی جدوجہد کے ساتھ وہابیوں کو پکڑا جاتا تھا اور ہم لوگ یوں حساب کرتے تھے آج دو وہابی مارے گئے۔ ایک بہت بڑا وہابی بھاگ گیا۔

نہیں معلوم کون غریب تھا، لیکن بڑا ہی بدصورت آدمی تھا۔ ایک آنکھ سے کانا، دوسری میں بھی جالا۔ چہرے پر شائد فالج بھی گرا تھا۔ ایک طرف سے لب ٹیڑھے تھے۔ رنگ سیاہ۔ رستے میں کبھی کبھی ہم حافظ صاحب کے ساتھ سڑک پر جاتے، تو اس غریب کی طرف اشارہ کر کے وہ کہتے دیکھو وہ خبیث وہابی کھڑا ہے۔ مجھ پر اس کی خوفناک صورت کا واقعی بڑا ہی دہشت انگیز اثر پڑتا۔ مجھے یاد ہے، کئی مرتبہ میں نیند میں ایسے ہی خوفناک وہابی کو دیکھا اور ڈر کے رونے لگا۔

ایک دن مجھے یاد ہے جمعہ کے دن وعظ سے آ کے والد مرحوم، حسب معمول دیوان خانے میں بیٹھے تھے۔ قاعدہ تھا کہ وعظ کے بعد آدھ گھنٹہ وہاں بیٹھ کے پھر زنانخانے میں آتے تھے، زور زور سے باتوں کی آواز آنے لگی۔ میں دوڑا ہوا گیا۔ ایک شخص پگڑی باندھے، بڑی ڈاڑھی، دوزانو بیٹھا بڑے ادب سے باتیں کر رہا تھا، لیکن والد مرحوم اس پر گرج رہے تھے، اور تمام لوگ اس طرح خوں ریز نظروں سے اسے گھور رہے تھے کہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کا خون پی جانا چاہتے تھے۔ اس نے بھی خطرہ محسوس کر لیا تھا، اسی لئے ڈرتا اور کانپتا بھی جاتا تھا، دروازے کے قریب فضل کریم ایک پنجابی مرید بیٹھے ہوئے تھے، میں نے ان سے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے کہا وہابی ہے۔ اب میں بڑے تعجب سے دیکھنے لگا۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ آدھا منہ کالا نہیں ہے۔ لب بھی ٹیڑھے نہیں ہیں۔ آنکھیں بھی دونوں ہیں چہرہ بھی بھیانک نہیں ہے۔ معاملہ میری نظر میں اتنا اہم اور سنجیدہ تھا کہ جوں ہی والد اپنے کمرے میں آ کر بیٹھے، میں نے کہا، یہ وہابی تھا؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں نے کہا مگر اس کا چہرہ کالا نہیں تھا۔ انہوں نے کہا یہ کالک ایک ہی مرتبہ نہیں آ جاتی۔ جب کبھی آدمی بگڑتا ہے، تو دل پر ایک سیاہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نقطہ لگ جاتا ہے۔ پھر جب وہ اور بگڑ جاتا ہے تو دوسرا نقطہ لگتا ہے، یہاں تک کہ پورا دل کالے نقطوں سے بھر جاتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ باز نہ آئے، تو تمام نقطے مل جاتے ہیں اور دل کالا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کالک منہ پر آجاتی ہے۔ ﴿کلا بل ران علی قلوبھم﴾ اب تک یہ پوری بات ان کی یاد ہے۔

جب ذرا اور بڑے ہوئے تو والد مرحوم کے وعظ اور گھر کی باتوں کو بھی خوب سمجھنے لگے۔ ہمیشہ وہابیوں کے عقائد کا رد رہتا تھا۔ کوئی بات کہی جائے، وہ فوراً یاد آجاتے تھے۔ گریز یوں ہوتا تھا کہ..... مگر وہابی یوں کہتے ہیں..... پھر ان کا رد نکالا جاتا تھا۔ رد ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا جس کے صاف معنی ان پر طعن اور انکی تکفیر کے تھے۔ ہم نے سینکڑوں مرتبہ والد مرحوم سے سنا کہ ان کا کفر، یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی اشد ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی اپنے پیشواؤں کے منکر نہیں۔ یہ خبیث تو خود اپنے پیغمبر کے منکر ہیں۔ ہم ابھی بہت ہی چھوٹے تھے، اتنے کہ اردو کی مبادیات پڑھتے تھے، لیکن مولوی اسماعیل، سید احمد بریلوی، تقویۃ الایمان وغیرہ ناموں سے خوب واقف ہو گئے تھے۔ کیونکہ ہمیشہ سامنے آتے تھے۔ سینکڑوں مرتبہ ہمارے سامنے والد مرحوم ان لوگوں کے حالات بیان کرتے اور ہم سن سن کر اچھی طرح شناسا ہو گئے تھے۔ تقویۃ الایمان کو وہ تقریر و تحریر میں تقویۃ الایمان کہتے تھے۔ ان کا جو نسخہ ہے اس کی لوح پر انہوں نے چاقو سے ایک نقطہ چھیل دیا ہے۔ ❶

بچپن میں جو تاریخ وہابیت کی ہمارے دل پر نقش ہو گئی تھی وہ یہی تھی۔ وہابیوں کا دشمن اسلام ہونا، خاصۃً آنحضرت ﷺ سے ان کا بغض۔ آنحضرت ﷺ کی تحقیر، اولیاء اللہ سے دشمنی، تمام عقائد اسلامیہ سے انکار، اور اس طرح کی صدہا باتیں تھیں جو بطور یقینیات کے کہی جاتی تھیں اور ہمیں ان میں کوئی شک نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ بات کہ وہابی، رسول اللہ ﷺ کے منکر ہیں، ایک ایسا مسلم واقعہ تھا، جو بلا کسی تمہید و استدلال کے ہمیشہ بولا جاتا تھا، گویا اس بارے میں کسی رد و کد کی گنجائش نہیں ہے۔

ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی ﷺ کی فضیلت کے قائل ہی نہیں، اگر قائل ہیں بھی، تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لئے بڑا بھائی۔

---

❶ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ ص ۲۲۶۔۲۲۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معجزات کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت ﷺ سے تو ان کو خاص بغض ہے۔ جہاں کوئی بات ان کی فضیلت ومنقبت کی آئی اور انہیں مرچیں لگیں۔ مجلس میلاد کے اسلئے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی تعظیم ہے۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مت کہو، کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی۔ جہاں کوئی بات رسول اللہ ﷺ کی فضیلت، اولیاء اللہ کی منقبت، بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے، فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں، اسلئے کہ انہیں ان سب سے بغض و کینہ ہے، اور ان کی توہین وتذلیل ان کو خوش آتی ہے، بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے، کافر ہونے، کافروں میں بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی ردوکد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی۔ وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی، جس میں، میں نے پرورش پائی۔ ❶

(جناب آزاد فرماتے ہیں) یہ پہلا موقعہ ہے کہ ذہن کے سامنے وہابیوں کے بارے میں سوالات آئے، اور وہ جو ایک یقین کی حالت تھی، اس میں حرکت ہوئی۔ اب خود بخود آہستہ آہستہ جیسے میں ایک نئے راستے میں بڑھ رہا ہوں، مگر رکاوٹ کے ساتھ، قدم رک رک کر اور ڈرتے ڈرتے اٹھتے ہیں، میں سوچنے لگا کہ اگر وہابیوں کے ایسے ہی خیالات ہیں، تو وہ کیوں اتنے برے ہیں؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں انکی ٹھیک بھی ہیں۔

اس حالت کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ تفتیش وجستجو کا شوق پیدا ہوا اور اس طرح میں پہلی مرتبہ اپنی ذاتی رائے وفکر سے ایک معاملہ پر غور کرنے لگا۔ میں نے تقویۃ الایمان دیکھی..... پھر مجھے ایک اور رسالہ بمبئی کا چھپا ہوا نصیحۃ المسلمین مولوی خرم علیؒ کا ملا۔ اس کے آخر میں ایک نظم بھی تھی۔ اسی وقت کی پڑھی ہوئی، مجھے اب تک یاد ہے:

خدا فرما چکا قرآں کے اندر مرے محتاج ہیں پیر و پیمبر
جو خود محتاج ہووے دوسروں کا بھلا اس سے مدد کا مانگنا کیا

---

❶ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ ص ۲۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مجھے اس سے بڑی دل چسپی ہوئی۔اب وہ وقت آتا جاتا تھا کہ آنکھیں کھلتی جاتی تھیں۔ مطالعے کا دائرہ بھی وسیع ہوتا جاتا تھا۔گھر سے باہر بھی درس کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔رفتہ رفتہ میں بہت سی کتابیں دیکھ گیا، اور اب وہابیوں کے رد کے رسالے بھی، جو مکان پر موجود تھے، میں دیکھنے لگا، اور گو اچانک رائے میں انقلاب ہو جانا دشوار تھا، خصوصاً ایسی انتہائی سلبی حالت جو پہلے تھی، تاہم سلب سے ایجاب تک آنے تک اگر مختلف ٹکڑے کر کے اس کی ڈگریاں قرار دی جائیں، تو میں اب اس ڈگری پر تھا کہ نفرو وحشت بالکل جا چکی تھی۔وہ بھیانک اور ہولناک تصور جو عجیب المخلوق وہابیوں کا دل پر نقش ہوا تھا، اب مٹ چکا تھا، اور ایسی حالت پیدا ہوگئی تھی، جس کو ہمدردی اور میلان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ❶

سال بھر کے بعد میں ایک مستقل ذاتی فکر و رائے کے قریب پہنچ چکا تھا اور علانیہ بحث و گفتگو میں اپنے خیالات ظاہر کرنے لگا۔والد مرحوم کے علاوہ اور جن اساتذہ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا، وہ بھی تقریباً اس بارے میں بہت ہی سخت تعصب رکھتے تھے، تاہم ایسا ہوا کہ درس کی صحبتوں میں ہمیشہ میرے اعتراضات وسوالات کا میلان اسی طرح رہنے لگا۔خصوصاً درس فقہ وحدیث میں۔

مباحث خلافیہ میں ان لوگوں کے بحث واستدلال کا ایک خاص اسلوب ہے۔اور ایک خاص مقدار ہے، اور وہ مدتوں سے درس وتدریس میں برابر چلی آتی ہے۔نہ گھٹتی ہے نہ بڑھتی ہے احادیث مابہ النزاع اور مباحث فقہیہ ومباحث اصول، ان سب میں چند بندھی ہوئی بحثیں ہیں اور وہی ہمیشہ دہرائی جاتی ہیں لیکن اب جبکہ فکر ونظر کی راہ مجھ پر کھل چکی تھی اور ذہن تقلیدی بندشوں سے روز بروز آزاد ہوتا جاتا تھا، یہ بحثیں میری کیا تشفی کر سکتی تھیں۔

مسئلہ تقلید آئمہ، تعیین والتزام، انحصار در آئمہ اربعہ، ادعائے اجماع مرکب، سد باب ومنع نظر واحتجاج علی الاطلاق، مسئلہ اجماع، شرائط اجماع، توسیع مصالح مرسلہ، شرائط روائت درائت، ترجیح قیاس، انکار ترجیح صحاح وصحیحین، مسئلہ قرئت فاتحہ خلف الامام، تامین، رفع الیدین، قضاء قاضی ظاہراً و باطناً، نقض طہارت از قہقہہ وغیرہ مباحث ومسائل پر اساتذہ سے بڑی گرم بحثیں رہنے لگیں۔

---

❶ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ص ۲۳۳۔۲۳۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مولوی نذیر الحسن بڑی گویا اور قواعد منطقیہ سے خوب تقریر میں کام لینے والے آدمی تھے۔ درس کی تقریریں خوب منجھی ہوئی تھیں، لیکن انہیں بار ہا تقریباً ہار ماننا پڑی۔ نور الانوار میں..... مذاہب اربعہ اور اجماع مرکب کی بحث ایک ہفتے تک جاری رہی۔ تین اساتذہ اکھٹے ہو گئے تھے اور بڑی بڑی تیاریاں کر کے صبح کو آتے تھے، لیکن میری تشفی نہیں کر سکتے تھے۔

مولوی محمد ابراہیم جو بڑے مستعد مدرس تھے اور ان کو استحضار بلاء کا تھا، صفحوں کے صفحے کتابوں کے برزبان یاد تھے، انہوں نے، مجھے یاد ہے، مسئلہ اجماع اور ایک مرتبہ قراۃ فاتحہ میں بڑا زور لگایا اور خاص طور پر مطالعہ کیا ہمارے ہی یہاں سے فتح القدیر اور دیگر شروح ہدایہ..... نکلوا کر دیکھتے رہے۔ مولوی عبدالحی مرحوم فرنگی محلی کا امام الکلام بھی لائے لیکن میرے (اعتراضات؟) بند نہ کر سکے۔

ان فرعی مسائل میں تو واقعی میں محض اپنی قوت بیانیہ کی مشق کیا کرتا تھا، یا قواعد مناظرہ کی، لیکن اصول میں تو واقعی تشفی وطمانیت نفس چاہتا تھا، مگر نہیں ملتی تھی۔ حقیقت اجماع، التزام و تعیین تقلید، سد باب اجتہاد مطلق، بلکہ اجتہاد فی المذہب اور اجتہاد منتسب اور قواعد ترجیحات ..... قیاس جلی، یا تعارض، یا عدم فقہ راوی، یا ترجیح مذہب راوی بروائت، وغیرہ باتوں میں میرا دل شکوک واضطراب سے لبریز تھا، اور میں واقعی برہان ویقین کے لئے تشنہ تھا۔ مگر کوئی بات دل میں اٹکنے والی نہیں ملتی تھی۔

میں نے درس میں محدود نہ رہ کر بطور خود اس باب میں بھی مطالعہ جاری رکھا۔ اور جن جن باتوں پر اساتذہ نے زور دیا، ان کو تو خاص طور پر محنت سے پڑھا۔ والد مرحوم نے ہمیں ..... اشباہ والنظائر بھی پڑھائی تھی، گو پوری نہ ہوئی۔ اس نے تو اور طرح طرح کے دروازے شکوک واضطرابات کے کھول دیئے۔ فتح القدیر عینی شرح ہدایہ بحر الرائق شرح سفر السعادۃ... علی الکنز، جواہر نیرہ شرح قدوری، شرح معانی الآثار۔ مختصر مشکل الآثار (اسی وقت حیدر آباد سے چھپ کر آئی تھی) منار کی تمام شرحیں جو مل سکیں، تفسیر احمدی ملا جیون، اور بہت سی شرحیں وغیرہ دیکھتا اور مشکلات جو پیش آجاتی اساتذہ سے حل کراتا، اور مسائل کا درس، درسیات کی جگہ عام وسعت اختیار کر لیتا، تاہم مجھے یاد نہیں کہ ان تمام مسائل میں اس وقت دل کو اطمینان حاصل ہوا ہو۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ حقیقت کچھ اور ہے اور جو کچھ ہے، محض بحث ورائے کا ایک طلسم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے، جس میں الجھ کر بسا اوقات رہ جاتے ہیں اور مجبور ہو کر قدم روک لینا پڑتا ہے، لیکن حقیقت سامنے نہیں آتی۔ ❶

اب ان کتابوں کا بھی پوری طرح شوق ہوا، جو ان مسائل پر بطریق مباحثہ ومناظرہ لکھی گئی ہیں۔ بڑا ذخیرہ گھر میں موجود تھا بعض اردو کتب جدل و بحث، جو نہیں تھیں، حاصل کر کے دیکھنے لگا۔ ظفر المبین کے رد میں فتح المبین اور نصرۃ المجتہدین لکھی گئی ہے پھر اسکا جواب کلام المتین یا کسی ایسے ہی نام سے دیا گیا ہے اور اسی سلسلے میں فریقین کی متعدد کتابیں نکلی ہیں اسی زمانے میں منگوا کر دیکھیں اور فتح المبین کے حاشیہ پر جا بجا اعتراضات لکھے۔ اسی زمانے میں معیار الحق دیکھی اور اسکا جواب ارشاد الحق (انتصار الحق) مولانا ارشاد الحق (ارشاد حسین) رامپوری کا اور مجھ پر معیار کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا۔ اور صاحب ارشاد الحق (انتصار الحق) کا علمی ضعف صاف نظر آنے لگا۔ ❷

شاہ محمد اسماعیلؒ

شاہ اسماعیلؒ بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ ۱۲۰۳ھ میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالقادرؒ سے تعلیم حاصل کی اور تکمیل شاہ عبدالعزیزؒ سے کی۔ علمی اور عملی کمالات اور خاندانی فضائل سے متصف ہوئے۔ ذکی الطبع تھے۔ اتباع سنت اور اجتناب از بدعت میں سرگرم رہے۔ شرک و بدعت کی کئی رسوم کا خاتمہ کیا۔ علوم سنت کا چرچا کیا۔ سید احمد بریلویؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے ساتھ حج اور جہاد میں شرکت فرمائی اور راہ خدا میں ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) بالاکوٹ (ہزارہ) میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

سر سید احمد خان نے آثار الصنادید میں آپ کا والہانہ ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

شاہ کشور شریعت گستری، ملک الملوک دیار دین پروری
قامع بنیان شرک وطغیان، حادی موجبات علم وایقان
موسس اساس کمال، مہذب اوضاع حال وقال

---

❶ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ ص ۲۳۵۔ ۲۳۷
❷ آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ ص ۲۳۷۔ ۲۳۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سالک مسالک ہدایت وارشاد، مجلی آئینہ صافی اعتقاد
مرکز دائرہ منطقہ آسمان، فہوم مرتقی مدارج درجات عالی
دقیقہ باب معالم تقدیرات ربانی۔
جامع کمالات صوری ومعنوی، نکتہ سنج کلام الٰہی وحدیث نبوی
قدوۃ اہالی پیش گاہ قبول، جلال غوامص معقول ومنقول
بانی مبانی فضل وافضال، ممہد قواعد تکمیل واکمال
جاہد حق ویقین، ثبت دلائل دین
مولائی مخدومی مخدوم الانامی مولوی محمد اسماعیل قدس سرہ ❶

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی خدمات پر ہم انشاء اللہ آئندہ جلد میں تفصیل سے لکھیں گے۔ یہاں چند گزارشات ان کی تقویۃ الایمان کے بارے میں کی جاتی ہیں:

شاہ اسماعیل دہلوی کی مشہور ترین کتاب ہے جو انہوں نے سفر حج کے بعد اوائل ۱۲۴۱ھ میں لکھی تھی۔ اس کا ایک نسخہ میرٹھ کے ایک قدیم کتب خانے میں آپ کی زندگی کا لکھا ہوا ملا تھا۔ جو ۱۲۴۳ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے سرورق پر یہ الفاظ موجود تھے:

ردالاشراک فی علم الحدیث

تالیف

مولوی اسماعیل برادرزادہ حضرت شاہ عبدالعزیز مرحوم دہلوی المحدث

اور کتاب کے آخر میں آپ کا یہ شعر بھی لکھا ہے:

گویدایں بندہ ضعیف ورذیل نام اوہست عاجز اسماعیل

تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۱۸۲۶۔۱۸۲۷ء) شائع ہوئی۔ اس کا انگریزی ترجمہ از میر شہامت علی ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا۔ اس کا فارسی ترجمہ بھی انہی دنوں ہو گیا تھا۔ جیسا کہ جناب غلام رسول مہرؒ نے ملا حبیب اللہ قندھاریؒ کے حالات میں لکھا ہے:

---

❶ آثار الصنادید۔ ص ۵۶۔ چوتھا باب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

افغانستان کے علماء میں یہ پہلے شخص ہیں جن میں حدیث کا صحیح ذوق پیدا ہوا اور ان سے یہ ذوق افغانستان بھر میں پھیلا۔ موصوف نے اس زمانے میں سید احمد سے استفادہ کیا تھا جب آپ بہ سلسلہ ہجرت قندھار پہنچے۔ مولانا سید عبداللہ غزنویؒ نے بھی مولوی حبیب اللہ قندھاری ہی سے مختلف مسائل حل کئے اور غالباً انہیں کے ذریعہ سے تقویۃ الایمان کا فارسی ترجمہ مولانا عبداللہ کی نظر سے گزرا۔ ❶

تقویۃ الایمان ابتداء ہی سے اڈیٹروں کا تختہ مشق بنی رہی ہے، بہت سے لوگوں نے مختلف اوقات میں اس کی زبان و بیان کو بزعم خود جدید بنانے کے لئے اس کے متن پر مشق ستم کی ہے جس کی وجہ سے اس کے نسخے عام طور پر روایت بالمعنی کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ میرے سامنے اس کے بمبئی اور لاہور میں شائع ہونے والے نسخے ہیں۔ اور ان میں کئی جگہ الفاظ مختلف ہیں (اگر چہ معانی عام طور پر ایک جیسے ہیں)۔ جناب سید نذیر حسین محدثؒ نے اپنی زندگی میں شکائت کی تھی کہ اس کا صحیح نسخہ نہیں ملتا جیسا کہ وہ اپنے بھائی میر توسل حسینؒ کو ایک خط میں (جو مکاتیب نذیریہ میں موجود ہے) میں لکھتے ہیں:

از عاجز سید محمد نذیر حسین

بہ مطالعہ گرامی برادرم میر توسل حسین صاحب سلمہ اللہ تعالی

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مشہود باد کہ ایں جا خیریت است و خیر و عافیت شما مطلوب۔.....

بھائی بعض کرم فرمائے مہربان مولانا محمد اسماعیلؒ مرحوم کی تقویۃ الایمان کو طبع کرنے کا قصد کر رہے ہیں، لیکن نسخہ صحیح ملتا نہیں ہے۔ اس لئے لکھتا ہوں کہ میں پہلی بار ماہ شوال میں وہاں (موضع مولانگر ضلع مونگیر) آیا اور اپنا قلمی نسخہ تقویۃ الایمان آپ کو دے آیا تھا کہ مطالعہ میں رکھیں۔ چوں کہ تصحیح چھپائی کے واسطے اس کتاب کی ضرورت ہے، امید ہے کہ اس جلد کتاب کے دونوں پٹھے الگ کر کے بطور پارسل باندھ کر کے دونوں طرف کتاب کو کھلا رکھیں اور بیرنگ یا ٹکٹ لگا کر جلد روانہ کریں انشاء اللہ تعالی بعد مقابلہ و تصحیح کے آپ کے پاس کتاب واپس کر دی جائے گی۔

---

❶ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۸۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

روانگی میں بالکل توقف نہ کریں اور جواب باصواب حالات سے وہاں کے مسرور کریں۔زیادہ والسلام۔

تقویۃ الایمان کے رد میں جناب فضل رسول بدایونی نے درج ذیل کتابیں لکھیں:

البوارق المحمدیہ لرجم الشیاطین النجدیہ ملقب بہ سوط الرحمان علی قرن الشیطان

سیف الجبار المسلول علی الاعداء۔

احقاق الحق وابطال الباطل

جناب بدایونی نے ان کتابوں میں شاہ اسماعیل، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ اسحاق پر تنقید کی۔

جناب بشیر الدین قنوجی، جناب محمد تقی خان دہلوی، جناب حیدر علی ٹونکی نے ان کے جواب دیئے۔تقویۃ الایمان کی تردید میں جناب نعیم الدین مرادآبادی نے اطیب البیان کے نام سے کتاب لکھی۔اس کا جواب جناب عزیز الدین مرادآبادی نے اکمل البیان کے نام سے لکھا جو تقسیم ہند سے قبل، اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوتا رہا۔۱۹۵۵ء میں جناب عطاء اللہ حنیفؒ ہندوستان گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اکمل البیان کا مسودہ جناب عزیز الدین مرحوم کے بیٹے جمیل الدین کے پاس محفوظ ہے۔آپ نے کوشش کر کے مسودہ حاصل کر لیا اور ۱۹۶۵ء میں جناب محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ کے تعاون سے شائع کر دیا۔

تقویۃ الایمان پر اعتراضات کے جواب میں جناب میاں نذیر حسینؒ محدث نے بھی قلم اٹھایا تھا۔ان سے سوال ہوا:

مولانا محمد اسماعیل شہید ومولوی خرم علی بآوردن کلمات توہین انبیاء واولیاء کہ در تقویۃ الایمان اند کافر وکتاب اوشان لائق خرق بچند وجہ:

وجہ اول در باب مذمت شرک وترجمہ آیت ان الشرک لظلم عظیم گفتہ کہ جاننا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

اور اسی طرح کے الفاظ۔

وکسے از مفسران در تفاسیر قدیمہ وجدیدہ بایں طور معنے وفائدہ نیاوردہ،

از ادلہ اربعہ شرعی جواب فرمائند۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(ترجمہ اردو۔ مولوی خرم علی اور مولانا اسماعیل شہید نے جو اپنی کتابوں میں انبیاء واولیاء کی شان میں توہین آمیز کلمات لائے ہیں۔ چنانچہ شرک کی مذمت کے باب میں آیت: ﴿انّ الشّرک لظلم عظیم﴾ کے تحت فائدہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ

ہر مخلوق بڑا ہو کہ چھوٹا، اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ اور اس طرح کے اور بھی چند ایک اقوال ہیں۔

مفسرین میں سے کسی نے بھی اپنی تفسیر میں اس طرح کا فائدہ نہیں لکھا ہے۔ کیا ایسے کلمات کی وجہ سے مولانا کافر ہیں؟ اور کیا ان کی کتاب پھاڑ دینے کے لائق ہے؟ ادلہ اربعہ شرعیہ سے جواب دیں۔

جواب: در پردہ مباد کہ منشائے اعتراض معترض بر صاحب تقویۃ الایمان عدم تدبر است وراں یا تعصب وعناد۔ پس درصورت اولی اگر طرز سوق کلام مصنف آن را از اول تا آخر کتاب مذکور بتدبر تام وامعان نظر از راہ انصاف دیدے بلا تامل برورجماً بالغیب کلوخ انداز حرف گیری نہ پسندیدے۔ زیرا کہ او رب العالمین بنا بر عدم غور وتدبر قرآن مشرکان واہل کتاب را بار بار الزام دادہ ﴿افلا یتدبّرون القرآن .....﴾ کما لا یخفی علی الماھر بالقرآن المجید ودرصورت ثانیہ لن یصلح العطار ما یفسد الدھر

بے بصیرت چہ شناسد سخن صائب را
تلخ وشیریں بمذاق دل رنجور یکے است

بر دل دانشمنداں شرع شریف مخفی نیست کہ مقصود اصلی جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب مغفور ومرحوم بیان احکام الٰہیہ وپند ونصیحت وتنبیہ وتخویف عوام کالانعام از فرقہ مسلماناں بد کیش ناعاقبت اندیش است لان الامور بمقاصدھا کہ قاعدہ کلیہ فقہاء است، کاربندشدہ اند۔ چہ عوام بزعم باطل واعتقاد فاسد خود می دانند۔ کہ اولیاء اللہ از جناب باری مختاراند۔ ہر چہ خواہند می کنند۔ وہر کرا خواہند اولاد ومال ومنصب وجاہ می دہند۔ وہر کرا خواہند ذلیل وخوار کنند وبنا بر ہمیں اعتقاد شرک درنذر ونیاز ووظائف باسماء ایشاں۔

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للّٰہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

و یا علی یا علی۔ یا حسین یا حسین؛ یا خواجہ جی یا خواجہ جی

بتقرب تام و تذلل تمام اہتمام می کنند و در ورطہ گور پرستی و پیر پرستی شب و روز مستغرق می مانند و از اخام شرعیہ محض غافل و بے باک اند و از اولیاء اللہ چنداں می ترسند کہ از خالق بے نیاز و رازق کارساز عشر عشیر نمی ترسند و شعار مسلمانان جہال در شرک و بدعت ہم چو شعار کفار سابق زمان گردیدہ است پس اعتقاد ایں چنین کسانرا رد کردہ اند۔

واز بخاری در تفسیر کبیر در سورۃ یونس تحت آیت کریمہ

﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ﴾ (یونس:۱۸)

می نویسند

و رابعها انّهم وضعوا هذه الاصنام والاوثان على صور انبياء هم واكابرهم وزعموا انهم متى اشتغلوا بعبادة هذه التماثيل فان اولئك الاكابر على اعتقادهم انهم اذعظموا قبورهم فانهم يكونون شفعاء هم لهم عند الله تعالى۔

ومولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ تحت آیت کریمہ

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا﴾

می فرمایند چہارم پیر پرستاں گویند کہ چوں مرد بزرگے کہ بسبب کمال ریاضت و مجاہدہ مستجاب الدعوات و مقبول الشفاعت عند اللہ بود ازیں جہاں می گزرد و روح او را قوتے عظیم و وسعتے فہم بہم میرسد ہر کہ صورت او را برزخ سازد یا مکان نشست و برخاست او یا بر گور او بسجود تذلل تمام نماید روح بسبب وسعت و اطلاق بر آن مطلع شود و در دنیا و آخرت در حق او شفاعت نمایند۔ انتہی مافی تفسیر العزیزی مختصراً۔

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ۝﴾ (الاحقاف:۵)

لانهم اما جماد واما عباد مسحرون مشتغلون باحوالهم كذا فى البيضاوى۔

ولے کز نور الٰہی نیست روشن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مخوانش دل کہ آں سنگ است و آہن

ولے کز گرد غفلت زنگ دارد

ازاں دل سنگ و آہن تنگ دارد

واو واحد قہار بہمیں عظمت شان سر شار خود در بارہ مقربان مخلصان در بار خود بنا بر زعم فاسد مشرکان بد شعار بتہدید تمام فی فرماید:

لو اشرکوا ای لو اشرك هؤلاء الانبياء مع فضلهم وعلو شانهم لحبط عنهم ماكانوا يعملون لكانوا كغيرهم فی حبوط اعمالهم بسقوط ثوابهم۔

پس جملہ لکا نوا کغیرھم عبارت بیضاوی راملحوظ باید داشت کہ بچہ نکتہ گفتم

نزدیک عزتش نہ نشیند غبار شرک

با وحدتش کسے دم شرکت چہ سان زند

ہر طرح کا فگند بوصفتش خیال ووہم

دست کمال آتش غیرت دران زند

برایں معنی اوتعالی شانہ در رد اعتقاد فاسد معتقدان حضرت عیسی کہ از مرتبہ نبوت بمرتبہ الوہیت رسانید بود ارشاد می فرماید:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ ﴾

(المائدہ:۱۷)

عاقلاں میدانند کہ حضرت عیسی و مادر وے قابل شائبہ ہلاکت نبودند صرف بابطال زعم معتقدان ایشان تنبیہہ وزجر فرمودہ کہ معتقدان شان از ین عقیدہ باطلہ توبہ نمایند وبحکم خداوند قہار و جبار فرمانبردار شوند

صرصر قہر تو از ممکن وحدت بوزد

خس وخاشاک وساوس ہمی را باد برد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہر چہ در عرصہ موجود پدید آمدہ بود

سیل غیرت ہمہ را تا عدم آباد برد

پس ازیں جہت صاحب تقویۃ الایمان علیہ الرحمہ والرضوان ہر دو ابطال زعم مذموم عوام کہ درحق بزرگان دین از اولیاء اللہ میدارند کہ ہر چہ خواہند بکنند نوشتہ کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے

بدانکہ دریں جا بیان امتیاز فیما بین دو نسبت است یکے نسبت مخلوق با خالق دیگرے نسبت مخلوقے با مخلوق دیگر پس مقصود تمام مقصود تمام و کشف مرام صاحب تقویۃ الایمان دریں مقام صرف شق اول است یعنی نسبت مراتب ہمہ مخلوقات بہ نسبت مراتب خالق کائنات بمنزلہ ھباءً منثوراً ست و بمرتبہ ذرہ ہیچ گونہ معتد بہ نیست زیرا کہ حادث مفتقر را با قدیم موجد مقتدر چہ مناسبت و مشابہت

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝﴾ (الشوری:۱۱)

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝﴾ (یس:۸۲،۸۳)

عالی شان اوست نعم ماقیل

حرفے است کاف کن زطوامیر صنع او

از قاف تا بقاف بدیں حرف گشتہ دال

بایں دلیل قول صاحب تقویۃ الایمان کہ

اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

راست و بجاست ۔ چہ ہر موحد ہوشمند اعتقاد میدارد کہ بمقابلہ عزت عظیم او عزیز ذو انتقام ہر مخلوق ذلیل یعنی بغائت ضعیف و عاجز بے سروسامان ذرہ مثال است بلکہ کمتر ازاں در معرض فنا و زوال است ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

واز یں زیادہ تر ذلیل خواہد بود کہ

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ﴾ (القصص:۸۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شان اوست ومراد از دلیل بغائت ضعیف و بے چارہ است درعبارت تقویۃ الایمان چہ نقیض ذلت عزت است واوتعالی بعزت ذاتیہ قدیمی مختص است از ذلت منزہ ومبرا تمام است چنانکہ خود میفرمائید:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ (بنی اسرائیل:۱۱۱)

ای لم یذل فیحتاج الی ناصرہ و کبرہ وتکبیرۃ ای عظمہ تامۃ عن اتخاذ الولد و الشریك والذل وکلما لایلیق بہ۔

روی الامام احمد فی مسندہ عن معاذ الجهنی عنه صلی اللّٰه علیه وسلم انه کان یقول آیة العز الحمد للّٰه الذی ..... (الجلالین)

﴿فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (النساء:۱۳۹)

﴿اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ (البقرۃ:۱۶۵)

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (الذاریات:۵۸)

کیوان غلام بارگہ کبریائے تست
گردوں غلام گردش دولت سرائے تست

پس شان ہر مخلوق از اعلی وادنی بہ نسبت شان عظمت نشان او خالق کائنات کہ متصف بصفات غیر متناہیہ ومستجمع جمیع کمالات ذاتیہ است۔ مثل ذرہ ہم نیست بخلاف شان چمار بہ نسبت شان بادشاہ دنیا امر اضافی است یعنی در وجود وبقا وافتقار بشری ہر دو برابر اند۔ ودر و جاہت وعزت وشوکت ظاہری عارضی ہر چند بالفعل برابر نیستند۔ مگر درمحل تغیر وزوال اند چہ شائع است کہ اوما لک الملک گاہے بادشاہ صاحب شوکت راازسریرعزت برحصیر ذلت می نشاند وگاہے چمار بےنوارااز بستر ذلت حصیر برعزت سریر میرساند۔ قادرا

قدرت بے عجز نہ دادی بکس　　قدرت بے عجز تو داری وبس

چنانکہ میفرماید

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(آل عمران:۲۶)

نعم ما قیل: سیہ روگر چہ اوج چرخ کردد کجا گردد در ہا از مخلب باز

چہ خالق خالق است ومخلوق مخلوق، مرغہا را دامگستر داست امواج نسیم ماہیاں را نیش قلاب ست موج چشمہ سا

اینا زشمہ قدرت ونمونہ صنعت او پروردگار است

کہ ہمہ مخلوق ازیں صنعت وقدرت ذلیل وخوار

جامہ درخون شہیداں کش وبخرام بناز

بتوا ے شاخ گل این رنگ قبا می زیبد

﴿لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ﴾ (الانبیاء:۲۳)

ازعلوشان اوست

ثناہا ہم ایزد پاک را ثر یادہ تارک تاک را

کہ خورشید یک صورت جام از دست

شراب شفق وزخمر شام از وست

ازصنائع بدائع بوقلموں اوست

﴿فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار:۸)

طراز قدرت اوست

غنچہ گل عطردان سنبل موئے تو است

آفتاب از دور گردان سر کوئی تو است

پیش ایں نقش نگار ہمہ از عہدہ آن لا چار وذلیل وخوار اند واین امر از امور حقہ عقائد اہل اسلام والا تبار است کہ منکر آن مشرک شقی بد اطوار

متاع صبر ونقد آرمیدن نیاز غارت وزدیدہ دیدن

ازصفات محبوبی اوست

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ﴾ (العنکبوت:٦٩)

اشارہ از وست

دلم زخوف تو خون است ندانم چون است
دردلم شوق جمالت زبیان بیرون است
آہ صد آہ تو ہر روز فزوں مے گردد
دل شوریدہ من بین کہ چہ روز افزوں است

آئندہ بگوش ہوش باید شنید کہ اورب العالمین بذات مقدس خود واجب الوجود است وتمام مخلوقات علویہ وسفلیہ بایجاد اوتعالی موجود اند ودر وجود وبقا بوے محتاج ہر آن اند

گہ بلطفم مے نواز وگہ بنازم مے کشد
زندہ می سازد مرآن شوخ بازل می کشد

قولہ تعالی: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرۃ:٢٨)

شان اوجل شانہ است

﴿خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات:٩٦)

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُۨ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ (الملک:١،٢)

شان اوست

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام:١٨)

شان اوست

پس بمقابلہ چنیں شانہائے اورب العالمین واحسن الخالقین ہمہ مخلوقات لاچار وذلیل و ذرہ بے مقدار وضعیف وخوار وبدست قدرت کاملہ او مجبور وگرفتار و چمار چنداں بہ نسبت بادشاہ لاچار نیست زیرا کہ ہر دو در وجود وبقا ولوازم بشری مساوی اند بخلاف نسبت مخلوق با خالق ہیچ گو نہ مشابہت ومناسبت نیست وہمیں معنی صاحب تقویۃ الایمان است نزد ارباب عقل ونقل..

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وقوله:والقاهر ـ يفيد الحصر ومعناه انه لاموصوف بكمال القدرة وكمال العلم الا الحق سبحانه وعند هذا يظهر انه لاكامل الاهو ـ وكل من سواه فهو ناقص اذاعرفت هذا فنقول اما دلالة كونه قاهراً على القدرة فلانا بينا ان ما عدا الحق سبحانه ممكن بالوجود لذاته لايترجح وجوده على عدمه ولا عدمه على وجوده ا لابترجيحه وتكوينه و ايجاده وابداعه فيكون فى الحقيقة (قهر؟) فهو الممكنات تارة فى طرف ترجيح الوجود على العدم وتارة فى طرف ترجيح العدم على الوجود ويدخل فى هذا الباب كونه قاهرالهم بالموت والفقر والاذلال ويدخل فيه كل ماذكره الله تعالى:﴿قل اللهم مالك الملك﴾ ❶

برمعترض غافل نہاد واجب است کہ تلاوت سورہ اخلاص بکند کہ رفعت شان اوخلاق علیم و قہار حکیم دردلش جا گیرو چہ دریں سورہ دو چیز مذکوراست۔

یکے احدیت دوم صمدیت و باقی متفرع بریں ہر دواند چہ شرکت گاہے درعدد مے ماشد۔ وآن را بلفظ احد نفی فرمودوگا ہے درمرتبہ و جاہ ومنصب می باشد وآن را بلفظ صمد نفی فرمودوگا ہے درنسب مے باشد وآن را بہ لم یلد ولم یولد نفی فرمودوگا ہے درکار وتاثیت مے باشد وآن را بہ لم یکن لہ کفواً احد نفی فرمود ومعنی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمودہ اند، کہ صمد آن ست کہ محتاج کس نہ بود و ہمہ محتاج او باشند و درسلسل وجود از ذاتے کہ موصوف بصمدیت باشد چارہ نیست زیرا کہ درعالم سراسر احتیاج مشاہدہ میشود و چون ہر چیز محتاج شد لا بد ذاتے می باید کہ احتیاج بآن منتہی شود وامحتاج دیگرے نہ باشد والا سلسلہ احتیاج منقطع نہ شود

این از افادات بعض اہل علم از اہل تفسیر است آیت کریمہ لیس کمثلہ شیء وھو السمیع العلیم بران ذات صمدیت صفات منطبق ومرتب می شود و ہمہ مخلوق این صفات فرسنگہا دور و عاری محض ہستند ۔ وہمیں معنی است کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے یعنی محض ضعیف ولا چاراست ۔ ہیچ از ہست ونیست کردن نمی تواند وخود ہر آن ز ہر حوادث چشان است ودر دائرہ افتقار بے کس و بے سروسامان دردکشان است

---

❶ تفسیر کبیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خداوندمائی و ما بندہ ایم بہ نیروئے تو یک بیک زندہ ایم
ہمہ زیر دستیم وفرمان پذیر توئی یاوری دہ توئی دست گیر
چو در لشکر دشمن آری رحیل زمرغان کشی فیل واصحاب فیل

پس درمیان خالق غنی و بے نیاز ومخلوق متصف بآز و نیاز مناسبت ومشارکت ومقادمت و مزاحمت ومنازعت ومبارعت اصلاً نیست چہ او خالق مطلق رازق برحق ازلاً وابداً عزیز وقوی و مالک الملک وقاہر وغالب است ﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الجاثیہ:۳۷) الآیۃ، وحدیث قدس الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری شان عزیز السلطان است

مراورارسد کبریا ومنی کہ ملکش قدیم است وذاتش غنی
بخلاف مخلوق چہ کبیر چہ صغیر پیش او جبار قدیر ضعیف فانی وذلیل وحقیر جبلی است

ہر کہ ہست آفریدہ او بندہ است
بندہ در بند آفریندہ است
پس کجا بندہ ء کہ در بند است
لائق شرکت خداوند است

چنانچہ اورب العزت بمقتضائے شان عزت وجلالت خود می فرماید
﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾ (المریم:۹۳)
ذلیلاً خاضعاً کذا فی معالم التنزیل الا آتی الرحمن عبدا ذلیلا خاضعاً یوم القیامۃ
منہم عزیر وعیسی کذا فی الجلالین۔
پس درجلالین منہم عزیر وعیسی راصراحۃ ذکر کردہ وذلیل شمردہ چہ بے ادبی کردہ وحبذا ماقیل

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد
حسد بحاسد طبعی فضیح تر باشد

آتی الرحمن عبداً۔ حال ای خاضعاً ذلیلاً منقاداً انتہی ما فی المدارک ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عبداً مطیعاً خاشعاً کذا فی التفسیر الکبیر ۔

الخشوع ضراعة وضرع الرجل ضراعة ضعف وذل کذا فی مفردات القرآن ۔

آن خداوند جہان دار کہ از ہیبت او

باد بر غنچہ نیارد کہ کند پردہ دری

معترض غافل نہاد را کاش سیر سکندر نامہ نظامی علیہ الرحمۃ میسر بودے تا بر صاحب تقویۃ الایمان سخن بے ہودہ ولچر نہ نمودے ۔

زتعظیم تو پیش تو ہست ونیست

اگر باشد وگر نباشد یکے است

تعنی در جنب جلال ذات والا صفات تو موجودات ومعدومات اگر باشند واگر نباشند برابر است چرا کہ تو قادر ہستی مطلقاً بر ہست کردن معدومات ونیست نمودن موجودات

پس نزد این شان کلام نشان تو ہمہ موجودات از بس ذلیل وضعیف اند وہمیں مراد صاحب تقویۃ الایمان است کہ چمار سے بھی ذلیل ہے ۔آہ

بارہا گفتم باردگر مے گوئم من

گم گشتہ نہ این راہ زخود مے پویم

در بر آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند

آنچہ استاد ازل گفت بتو مے گوئم

بریں معنی تصرف وتسلط بادشاہ بر چمار ذلیل ذرہ ایست موہوم بہ نسبت تصرف تام و قدرت تمام او خالق منعام وعزیز علام بر کافہ انام از خواص وعوام کہ علی الدوام است

آن جہانوارے کہ ہرگز طاعتش سر بر کشید

روزگارش خط خذران تا ابد بر سر کشید

واین جا ملا علی قاری ہروی کہ از اعاظم حنفیہ است انبیاء واولیاء وفجرہ وکفرہ را زیر تسخیر و

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تصرف وانگشت از اصابع الرحمٰن شامل کردہ نبق واحد ہمہ را ذکر نمودہ چنانکہ در مرقاۃ شرح مشکوۃ در باب قدر زیر حدیث عبداللہ بن عمرو می نویسد:

عن عبد اللّٰہ بن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ:((ان قلوب بنی آدم ای ذا الجنس وخص الخصوصیة قابلیة التقلیب وبه اکد بقوله کلها یشمل الانبیاء والاولیا والفجرة والکفرة من الاشقیاء بین اصبعین من اصابع الرحمن بقلب واحد ویصرف کیف یشاء)) ثم قال رسول اللّٰہ ﷺ:((اللّٰھمّ مصرف القلوب صرّف قلوبنا علی طاعتك)) والظّاھر ان کل واحد من العباد کما یفتقر الیه تعالی فی الایجاد لایستغنی عنه ساعة من الامداد۔ کمارواہ مسلم ❶

دیگران را این تصرف کے رواست
اختیار این تصرف را ترا ست
واز جملہ علوشان بے نیازی او این است کہ

((لو انّ اللّٰہ عزّوجل عذب اھل سمواته واھل ارضه عذبھم وھو غیرظالم لھم))

این حدیث بہ سبیل اختصار نقل کردہ شد و روائت کردہ ایں را احمد وابوداؤد وابن ماجہ از ابی بن کعب وابن مسعود وحذیفہ وزید بن ثابت چنانکہ در مشکوۃ وغیرہ بوجہ بسط مرقوم است

کسے زچون وچرادم نمی نتواند زدکہ
نقش بند حوادث درائے چون وچرا است
چرا مگو کہ چرا دست بستہ قدرت است
زچون ملاف کہ چون نیز پائمال قضا است

واز ین جا قول مولوی صاحب مرحوم مطابق واقع است ومسلم نیز

و عقلاً خلافاً للسفھاء:﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ وھو العلی الکبیر﴾ المتعال وھو شدید المحال۔

---

❶ مشکوۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اولاً معترض غافل نہاد تکفیر ملا علی قاری ہروی کند کہ انبیاء و فجرہ و کفرہ را در یک مرتبہ زیر تسخیر و تصرف خداوند قدیر آوردہ و حفظ مراتب شان نمودہ۔

ثانیاً تکفیر صاحب تقویۃ الایمان کند نعوذ باللہ من سوء الظن

منکراں چون دیدہ شرم و حیا بر ہم نہند

تہمت آلودگی بر دامن مریم نہند

حاشا و کلا کہ در کلام ہر دو بزرگان تحقیر و توہین اکابر اعلام اصلاً نیست ۔ بلکہ قصد بیان احکام شرعیہ حسب مرام کلام عزیز علام و سنت آن خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام است ۔ چنانکہ سید احمد طحطاوی محشی درمختار در باب نذر للہ ولغیر اللہ می نویسند

اعلم ان بیان الاحکام الشرعیة مما یجب علی العلماء ولیس فی ذالك تنقیص الولی کما یظنه بعض من الاخلاق له بل هذا مما یرضی به الولی ولو کان حیاً وسئل عنه ذالك اجاب بالحق واغضبه نسبة التاثیرله وتامل قوله تعالی فی حق السید عیسی علیه السلام: ﴿**ان هوالا عبداً انعمنا علیه**﴾ انتهی ما فی الطحطاوی قال الله تعالی ان هوالا عبداً انعمنا علیه یعنی ما عیسی الا عبد کسائر العبید۔

پس درین جا غور باید کہ برائے چہ این چنین نوشتہ اگر بقصد استخفاف و اہانت نوشتہ کافر خواہد بود حاشا کہ این مقصود امام ہمام نیست بلکہ بنظر تنزیہ ذات باری از لوث شرک در رد بد عقیدگان نوشتہ

وصاحب تفسیر نیشاپوری تحت آیت کریمہ

﴿**للّٰه ما فی السموات وما فی الارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللّٰه غفور رحیم**﴾ افاده فرموده ثمّ ذالك لازم الملك والحكم فقال یغفر لمن یشاء تعمیم فضله وان كان من الابالسة والفراعنة ویعذب من یشاء بحكم الالهیة والقدرة وان كان من الملائكة المقربین والمصدقین۔ انتهی كلامه مختصراً۔

ودرحق حضرت عیسی و مریم علیہما السلام فرمائد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

﴿ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقة﴾ کسائرالنساء اللاتی یلازمن الصدق او یصدقن الانبیاء ﴿کانا یاکلان الطعام﴾ و یفتقران الیه افتقار الحیوانات۔ انتهی ما فی البیضاوی مختصراً۔

ودرجلالین مذکوراست

کانا یاکلان الطعام کغیرهما من الحیوانات۔ انتهی مافی الجلالین ۔

پس صاحب تفسیر بیضاوی وجلالین حضرت عیسی ومریم علیهما السلام راماننددیگرحیوانات بنابرافتقاروضعف وعدم اختیارتشبیه دادندن بقصد حقارت وعدم تفاوت درجات ایشان ذکرکردند نعوذ بالله من سوء الفهم

وشیخ سعدی علیه الرحمه نیزبجلالت شان اوخالق قهاروعزیز جبارمے فرمایند

اگربحشرخطاب قهرکند انبیاء راچه جائے معذرت است

پرده ازروئے لطف گربردارد اشقیاراامیدمغفرت است

ہم چنین قول صاحب تقویۃ الایمان کہ چمار سے بھی ذلیل ہے باید فہمید ذلیل یعنی ضعیف و عاجز ولاچاروبے اختیاراست ۔زیراکہ اوجل شانہ مالک الملک وعزیز ذوسلطان وقادرمختارمطلق است وہمہ مخلوق چہ اعلی چہ ادنی درجنب عزت وقدرت کاملہ اوذرہ وارذلیل و خوار بلاریب درعقیدہ اہل اسلام است

الملك هو القدرة والمالك هو القادر فقوله مالك الملك معناه القادر على القدرة و المعنى ان قدرة الخلق على كل مايقدرون عليه ليست الا باقدار الله تعالى فهو الذى يقدر كل قادر على مقدوره ويملك كمالك على مملوكه ۔ ❶

درمدارک تحت آیت ﴿وهو القاهر فوق عباده﴾ می نویسندال قهر المراد بمنع غیره عن بلوغه وہمین معنی مراداز ذلیل است یعنی ذلیل وضعیف است از مقاومت ومصادمت در کارخانہ الٰہی چہ ادعاسراپااست کہ برجلب منافع ودفع مضاروموت وحیات وصحت ومرض و رفع حاجات خودہیچ قدرتیک ذرہ ندارد۔

---

❶ تفسیر کبیر مختصراً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چنانکہ عقل وشرح بدان ناطق است وقول صاحب تقویۃ الایمان برآن صادق چناں چہ اوما لک الملک بابطال زعم مشرکان درسورہ فرقان می فرماید

﴿اتَّخَذُوا مِن دُونِهِ آلِهَةً﴾ (الکھف:۱۵)

﴿لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ﴾ (النحل:۲۰)

﴿لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾ (الفرقان:۳)

حسن غیور او نہ پسند دشریک را

آئینہ را بدست نگیر دنگار ما

اکنون معنی ذل وذلت باید دانست کہ چیست ذل بضم خواری ضدعزت ۔ذلت کذالك فی الصراح وامام راغب درمفردات القرآن می نویسند

الذل کما کان عن قهر و یقال الذل القل الذلة القلة انتهی کلامه فی الجملہ معنی ذل و ذلت ضعف و نا توانی و بے سروسامانی است از مقاومت با دیگرے وضد ونقیض آن عزاست بمعنی قوت وغلبہ چنانکہ فخر الدین رازی زیرآیت لقد نصرکم اللّٰہ ببد روانتم اذلۃ درتفسیر کبیر می نویسد معنی الذل الضعف عن المقا ومة و نقیضه العز هو القوة والغلبه۔

پرظاہر کہ ہرمخلوق بمقابلہ قوت وغلبہ خالق ﴿بدیع السموات والارض﴾ بلاریب ذلیل است یعنی ضعیف ذرہ دارخوار ناپائیدار در بندحوادث گوناگوں گرفتار ومنکرین ذیوانہ مضحکہ الصبیان خواہد بود وتلاوت ﴿سبحان ربک رب العزة عما یصفون﴾ درحق منکران می باید وتوقیع رفیع ﴿ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون﴾ حسب حال ایشان می شاید درتفسیر ابوالسعود نوشتہ

اذلة جمع ذلیل وانما جمع قلة للایذان باتصافهم حینئذ بوصفی القلة والذلة اذکانوا ثلثمائة وبضعة عشر وکان ضعف حالهم فی الغایة ۔

ودرتفسیر بیضاوی مرقوم است

وانما قال اذلة ولم یقل ذلائل لیدل علی قلتهم وذلتهم بضعف الحال وقلة المراکب والسلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پس از قرآن مجید و تفاسیر صاف واضح شد کہ او ما لک الملک صحابہ کرام رضی اللہ عنھم را بسبب ضعف وقلت مال ومثال کہ از مقاومت با کفار ضعیف و بے سرمایہ بودند ذلیل فرمودہ چہ جا کہ بمقابلہ عزت کاملہ وسلطنت قاہرہ وقوت باہرہ او ما لک الملک کے رسند۔ وچہ گونہ ذلیل و ضعیف ونحیف ثمردہ نہ شوند ذلت وضعف وافتقار شان انسان است وفرمان عالی شان ﴿خلق الانسان ضعیفا﴾ برآن برہان است

اگر نہیب دہد چرخ واژگون گردد
دگر عتاب کند آفتاب خون گردد

﴿وھو القاھر فوق عبادہ﴾ شان عزیز السلطان اوست القھر ھو الغلبۃ والتذلیل معاد یستعمل فی کل واحد منھما۔
کذا فی مفردات القرآن للامام راغب

پس معنی آئت کریمہ این است کہ آن غالب و مذلل وتزلیل کنندہ بندگان خود است

ہر کرا قہر تو راند کہ تواند خواندن
وآنکہ را لطف تو خواند کہ تواند راندن

وبطش ودار گیر بادشاہ صاحب شوکت بر چمار ذلیل وضعیف بمقابلہ ودار گیر خداوند قدیر ذوالجلال لایزال بذرہ نیرزد

ہر کہ منصف بود دہد انصاف
وصف تو نیست قدرت وصاف

﴿انّ بطش ربّک لشدید﴾ ہر آئینہ دست برد پروردگار تو بسیار سخت است۔ زیرا کہ از دست برد دیگران خلاص شدن بمقابلہ وگریہ وزاری وصبر وشفاعت ممکن است واز عذاب او تعالی بہیچ وجہ خلاصی امکان نہ دارد و نیز دست برد دیگران را نہائتش آن ست کہ منجر بموت و ہلاک شود و بعد از موت و ہلاک نمی توانند کہ ایذائے رسانند زیرا کہ قدرت بر اعادہ معدوم ندارند پس عذاب ابدی نمی توانند کرد۔ بخلاف او تعالی کہ بمردن وخاک شدن نیز از دست برد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اوخلاصی ممکن نیست می تواند کہ زندہ گرداند و باز عذاب کند تا ابدالآباد زیرا کہ

﴿انّه هو يبدیء ویعید﴾ الی آخر مافی العزیزی

وآیت کریمہ

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۙ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝﴾ (الفجر:۲۵،۲۶)

نیز برعزت وقدرت کاملہ اوعزیز ناطق کہ ہرمخلوق بمقابلہ ومشابہہ آن ذرہ وار ذلیل و خوار سرشار است

ہیچ میدانی چہا اے سروقامت می کنی
می کشی وزندہ میسازی قیامت می کنی

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝﴾ (الرحمن:۲۹)

ای امر یظهره فی العالم علی ماقدره فی الازل من احیاء واماتة واعزاز واذلال واعدام واعطاء وغیر ذالك صفات۔

عزت سمات غیر متناہیہ مختصہ باوجل شانہ است وانسان اگر چہ کامل واکمل باشد کے صفات خدائے تعالیٰ مختص ومشابہ شدن می تواند چنانکہ برعقلاء اظہر من الشّمس است

کل یوم ہوفی شان چہ شان ست چہ شان
یعنی اوصاف کمال تو نہ دارد پایان
جلوہ قدرت تراغائت وپایانے نیست
ہرزمان جلوہء دیگرشود از پردہ عیان

فی الجملہ اوخداوندخلاق ومالک علی الاطلاق بشان عزت خالقیت وشان عزت الوہیت و شان عزت قومیت وشان عزت قہاریت موصوف سرمدی است وہرمخلوق بشان ذلت عبدیت وشان ذلت عبودیت وشان ذلت مقہوریت وشان ذلت افتقاریت مجبور و پابند محصور ابدی است پس مخلوق بمقابلہ شانہائے رنگارنگ اوخالق غنی وبے نیاز سراپا در ذلتہائے گوناگوں سر افگندہ باعجز ونیاز است

شکر فیض تو چمن چون کند اے ابر بہار

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کہ اگر خار و اگر گل ہمہ پروردہ ہی تست

پس شرح و بیان عبارت تقویۃ الایمان حسب عنوان کلام ایزد منان و رسول مقبول آخر زمان وطرز تبیان علمائے ذی شان نگارش یافتہ اکنون صاحبان انصاف پرور را لازم است کہ بمقتضائے مکارم اخلاق غور فرمایند و بر صاحب تقویۃ الایمان غیظ وغضب نہ نمایند

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم

کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

سید محمد نذیر حسین

فتوی کا مختصر اردو ترجمہ:

یہ بات واضح ہے مولانا اسماعیل شہیدؒ کی عبارت پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں:

یا تو اس عبارت کے سیاق وسباق پر غور نہیں کیا گیا۔ یا پھر تعصب اور ہٹ دھرمی ہے۔

اگر معترض آپ کی عبارت پر اچھی طرح غور کرتا تو اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے کی کبھی جرئت نہ کرتا۔ اللہ تعالی نے کفار کو قرآن مجید میں کئی جگہ الزام دیا ہے کہ وہ قرآن پاک سمجھنے کے لئے غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ اگر معترض اچھی طرح غور کرتا تو اس کو صحیح سمجھ آ جاتی۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

واقفان شریعت اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا اسماعیل کا اصل مقصود ان عوام کا لانعام کے عقیدہ کی اصلاح ہے جن کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ جناب باری تعالی کے مختار کل ہیں، جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ کسی کو ذلیل کریں کسی کو عزت بخشیں، کسی کو اولاد دیں یا نہ دیں۔ کسی کا رزق تنگ کریں یا فراخ، سب ان کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان کے نام کی نذر نیاز دیتے ہیں ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں۔ مثلاً یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یا، یا علی، یا حسین یا خواجہ جی وغیرہ۔ پھر انکے سامنے پوری عاجزی کا اظہار کرتے ہیں، ان کی قبروں پر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور ان سے اتنا ڈرتے ہیں کہ خدا سے اس کا سوواں حصہ بھی نہیں ڈرتے۔ پہلے زمانے کے کافروں کے بھی ایسے ہی عقیدے تھے چنانچہ مولانا اسماعیلؒ کا مقصد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ تھا کہ ایسے عقائد باطلہ کی تردید کر کے صحیح عقیدہ ان کے سامنے پیش کیا جائے۔

امام رازی تفسیر کبیر میں سورہ یونس کی تفسیر میں آیت: ﴿هؤلاء شفعاؤنا عند الله﴾ کے تحت لکھتے ہیں کہ ان لوگوں نے اپنے نبیوں اور ولیوں کی شکل کے بت بنا رکھے تھے ان کا خیال تھا کہ جب ہم ان کے سامنے سجدہ کرتے ہیں تو ان کی روحیں خوش ہو کر اللہ کے پاس ہماری سفارش کرتی ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں ﴿فلا تجعلوا لله انداداً﴾ کے تحت فرماتے ہیں کہ چوتھا طبقہ قبر پرستوں کا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ جب کوئی بزرگ آدمی اپنے مجاہدہ اور ریاضت کی وجہ سے مستجاب الدعوات بن جاتا ہے تو مرنے کے بعد اسکی روح کو بہت طاقت اور وسعت نصیب ہو جاتی ہے پھر اگر کوئی شخص انکی قبر یا ان کی نشست و برخاست کی جگہ یا انکی تصویر کے سامنے سجدہ کرے تو وہ بزرگان اس سے مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں اور انکی سفارش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس آدمی سے گمراہ تر کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ان کو پکارے جو قیامت تک بھی ان کو جواب نہ دے سکیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کو پکارنے سے محض بے خبر ہیں کیونکہ یا تو وہ پتھر ہیں جو سن ہی نہیں سکتے اور یا پھر خدا کے نیک بندے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہیں۔ اور شرک ایسی بری بلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اٹھارہ پیغمبروں کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو انکے عمل بھی ضائع ہو جاتے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان بدشعار مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے یہ سخت لفظ بھی فرمائے:

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم ہی خدا ہے۔ آپ فرمائیں اگر خدا، مسیح ابن مریم اور ان کی ماں اور تمام اہل زمین کو برباد کر دیں تو خدا کو کون روک سکتا ہے۔

عقل مند لوگ جانتے ہیں کہ مسیح اور ان کی والدہ تو برباد کر دینے کے لائق نہیں ہیں لیکن ان مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنے کیلئے اللہ نے ایسا فرمایا ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں دو نسبتیں الگ الگ ہیں۔ ایک خالق سے مخلوق کی نسبت۔ اور دوسری مخلوق کی مخلوق سے نسبت۔ اور مولانا اسماعیلؒ یہاں پہلی نسبت کے متعلق گفتگو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کررہے ہیں کہ خالق کے ساتھ مخلوق کو کوئی ذرہ بھر کی بھی نسبت نہیں ہے۔ کجا حادث محتاج اور کجا قدیم، موجد اور مقتدر؟ ان میں آخر کیا نسبت ہے؟ کجا ایک ذرہ بے مقدار اور کجا صحرائے ناپیدا کنار۔ وہ باقی یہ فانی۔ وہ ازلی ابدی اور اس کی ہستی ایک آنی۔ تو اس صورت میں مخلوق کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو خدا تعالی سے وہ نسبت کبھی نہیں ہوسکتی جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے وہ اصلی اور ذاتی ہے اور چمار اور بادشاہ میں جو فرق ہے وہ صرف اضافی ہے، حقیقی نہیں۔ کیونکہ زندگی موت صحت بیماری پریشانی اور خوش حالی غمی اور خوشی میں بادشاہ اور چمار بہر حال برابر ہیں۔ جیسے ایک چمار محل حوادث ہے ویسے ہی بادشاہ بھی محل حوادث ہے۔ فرق ہے تو صرف حالی ہے کہ وہ ظاہری طور پر دنیاوی بادشاہ ہے اور یہ غریب اور نادار ہے۔

پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بادشاہ تخت شاہی سے معزول ہوکر ذلت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور کبھی کوئی غریب آدمی تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوجاتا ہے۔ لیکن خداوند تعالی کی حکومت ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے۔ اس میں کبھی زوال نہیں۔ اور مخلوق اس کے مقابلہ میں ہمیشہ محتاج ہے اس کو کبھی قرار ذاتی نصیب ہی نہیں ہوسکتا۔ پھر مخلوق کو خالق سے وہ نسبت کب میسر ہوسکتی ہے جو ایک چمار کو بادشاہ سے ہے۔ اور تقویۃ الایمان والے کا مدعا بھی یہی بیان کرنا ہے۔

معترض کو چاہیے کہ سورہ اخلاص کی تلاوت بڑے غور سے کرے۔ اس میں خدا تعالی کی دو صفتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک احدیت اور دوسری صمدیت۔ باقی تمام صفات انہی کی شاخیں ہیں۔ کیونکہ شرکت کبھی تعداد میں ہوتی ہے اس کی نفی صفت احد سے فرمائی گئی ہے۔ اور کبھی شرکت صفات جاہ و مرتبہ و منصب میں ہوتی ہے۔ اس کی نفی لفظ صمد سے فرمائی گئی۔ اور صمد وہ ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور سب مخلوق اس کی محتاج ہو۔ اور کوئی ایسی ہستی ضرور ہونی چاہیے جہاں احتیاج ختم ہوجائے ورنہ تسلسل اور دور لازم آئے گا۔

جب باقی تمام مخلوقات اس کی محتاج ہوئی تو پھر اس کے ساتھ برابری کیسے ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ زمین اور آسمانوں میں جو کوئی بھی ہے وہ اللہ کے پاس غلامی کی حالت میں آنے والا ہے۔ جلالین میں لکھا ہے کہ عبداً کا معنی ذلیل اور خاضع

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے۔ پھر فرماتے ہیں تمام مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہے۔ عزیر اور عیسی بھی۔

ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو کی حدیث باب القدر کے تحت لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمام بنی آدم کے دل اللہ تعالی کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جس طرح چاہے ان کو پھیرتا ہے اور تمام بنی آدم کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ نبیوں اور ولیوں، کافروں، فاسقوں، فاجروں اور تمام بدبختوں کے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں۔

علامہ طحطاوی شارح درمختار باب نذر للہ و لغیر اللہ میں لکھتے ہیں کہ علماء پر احکام شریعت کا بیان کرنا ضروری ہے اور اس میں کسی کی تنقیص نہیں ہوئی۔ جیسا کہ بے سمجھ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اگر بالفرض وہ ولی زندہ ہوتے تو وہ بھی یہی کچھ بیان کرتے۔ اور اس پر خوش ہوتے۔ اللہ تعالی کے قول پر غور فرماؤ کہ وہ عیسیؑ کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ تو صرف ایک بندہ تھا جس پر ہم نے احسان فرمایا یعنی عیسی بھی دوسرے بندوں کی طرح ایک بندے ہیں۔ غور فرمانا چاہیے کہ علامہ طحطاوی، عیسیؑ کو دوسرے بندوں کی طرح ایک بندہ قرار دے رہے ہیں۔ اگر بنظر حقارت ایسا کہا جائے تو آدمی کافر ہو جائے۔ حقیقت میں یہاں مشرکوں کے عقیدہ کی تردید کرنا مقصود ہے۔

صاحب تفسیر نیشاپوری آیت: ﴿للہ ما فی السموات﴾ کے تحت لکھتے ہیں کہ یہاں تعمیم ہے۔ اگر وہ بخشنا چاہے تو ابلیس اور فرعون کو بھی بخش دے اور اگر سزا دینا چاہے تو مقربین ملائکہ اور صدیقین کو سزا دے دے۔

بیضاوی حضرت عیسیؑ اور انکی والدہ کے متعلق فرماتے ہیں ﴿کانا یاکلان الطعام﴾ کہ وہ بھی کھانے کے ایسے ہی محتاج تھے جیسے دوسرے حیوانات محتاج ہوتے ہیں۔ جلالین میں بھی بالکل یہی لفظ ہیں۔ دیکھئے صاحب تفسیر بیضاوی و جلالین عیسیؑ اور انکی والدہ کو حیوانوں سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حاشا وکلا ان کا مقصود انکی توہین کرنا نہیں بلکہ انکی محتاجی کو بیان کرنا مقصود ہے۔

تفسیر مدارک میں آیت: ﴿وھو القاھر فوق عبادہ﴾ کے تحت لکھا ہے کہ قہر کا معنی ہے اپنی مرضی پوری کر لینا اور دوسرے کو اپنی مرضی پورا کرنے سے روک دینا۔ اور یہی ذلیل کا معنی ہے کہ کوئی بھی اس کا رخانہ قدرت میں دم نہیں مار سکتا، کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ سب کے سب سراپا عاجز ہیں۔

پھر ایک اور طرح بھی اس پر غور کرنا چاہیے کہ بادشاہ اگر ایک ذلیل چمار پر گرفت کرے اور اس کو سزا دے تو اس کی سزا بالکل محدود ہے کیونکہ موت کے بعد وہ اس کو کچھ سزا نہیں دے سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اگر کسی بندے کو سزا دینا چاہے تو اس کی سزا غیر محدود ہوگی۔ کیونکہ موت کے بعد بھی وہ اس کو بار بار زندہ کرنے پر قادر ہے اور سزا دے سکتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ کے صفات لامتناہی ہیں اور بندہ اس کے مقابلہ میں سراپا عجز و نیاز ہے۔

پس تقویۃ الایمان کی عبارت کی شرح خدا تعالیٰ کی توفیق سے قرآن مجید اور حدیث شریف اور علماء ذی شان کے بیان کے مطابق ہو چکی ہے۔ اب انصاف پرور حضرات سے توقع ہے کہ مکارم اخلاق کے مطابق اس پر غور فرمائیں گے اور صاحب تقویۃ الایمان پر خواہ مخواہ ناراض نہ ہوں گے۔ سید محمد نذیر حسین۔ ❶

الطاف حسین حالی

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد پانی پت (جو دہلی سے جانب شمال ۵۳ میل ہے) میں ایک محلّہ میں آباد تھی جو انصاریوں کا محلّہ کہلاتا تھا۔ اس محلّہ میں جناب حالی کی ولادت ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۸ء میں ہوئی۔ باپ کی طرف سے انصاری تھے، اور ان کی والدہ سادات شہدا پور کے گھرانے کی سید زادی تھیں۔

۱۹۰۱ء میں مولوی سید حسین بلگرامی عماد الملک حیدر آبادی کی فرمائش پر حالی کی خودنوشت سوانح معرض وجود میں آئی۔ جو درج ذیل ہے:

اول قرآن حفظ کیا۔ پھر باقاعدہ اور مسلسل تعلیم کا کبھی موقع نہیں ملا سید جعفر علی سے جو میر ممنون دہلوی کے بھتیجے اور داماد تھے، فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر عربی کا شوق ہوا اور مولوی ابراہیم حسین انصاری، جو لکھنو سے امامت کی سند لے کر آئے تھے، سے صرف و نحو پڑھی۔ سترہ سال کی عمر میں تلاش روزگار میں دہلی آئے۔

---

❶ فتاوی نذیریہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ڈیڑھ برس وہاں مولوی نوازش علی سے، جو مشہور واعظ و مدرس تھے، کچھ صرف ونحو اور منطق کی ابتدائی کتابیں پڑھیں اس دور میں انگریزی مدرسوں کو ہمارے علما مچھلے (جہالت کدہ) کہتے تھے۔ دلی میں جس مدرسے میں مجھ کو شب و روز رہنا پڑا۔ وہاں مدرس اور طلبہ، کالج کے تعلیم یافتہ لوگوں کو محض جاہل سمجھتے تھے۔ غرض کبھی بھول کر بھی انگریزی تعلیم کا خیال دل میں نہ گزرتا تھا ڈیڑھ برس دہلی میں رہنا ہوا۔ اس عرصے میں کبھی کالج کو جا کر آنکھ سے دیکھا تک نہیں اور نہ ان لوگوں سے (اس زمانے میں) کبھی ملنے کا اتفاق ہوا جو اس وقت کالج میں تعلیم پاتے تھے جیسے مولوی ذکاء اللہ، مولوی نذیر احمد، مولوی محمد حسین آزاد وغیرہ۔

میں نے دہلی میں شرح سلم، ملا حسن اور میبذی پڑھنی شروع کی کہ.....دہلی چھوڑنا پڑا اور پانی پت واپس آیا۔ یہ ۱۸۵۵ء کا ذکر ہے ڈیڑھ برس پانی پت میں رہا۔ ۱۸۵۶ میں ضلع حصار میں قلیل تنخواہ پر کلکٹر کے دفتر میں نوکری ملی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد واپس پانی پت آیا اور چار سال بیکاری میں گزرے اس دوران مولوی عبدالرحمٰن پانی پتی، مولوی محبّ اللہ مولوی قلندر علی سے بغیر کسی نظم و ترتیب کے منطق فلسفہ حدیث تفسیر پڑھتا رہا۔ کبھی دلی جانا ہوتا تو مرزا غالب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ پھر نواب مصطفیٰ خان شیفتہ رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر ضلع بلند شہر سے شناسائی ہوئی اور سات آٹھ سال ان کی مصاحبت میں رہا۔ نواب شیفتہ کی وفات کے بعد پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو لاہور میں ملازم ہوا۔ جو ترجمے انگریزی سے اردو میں ہوتے ان کی اردو عبارت کی اصلاح کا کام چار سال لاہور میں رہ کر کیا اور یوں انگریزی لٹریچر سے واقفیت بھی ہوئی لاہور میں کرنل ہالرائڈ ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب کے ایما سے مولوی محمد حسین آزاد نے ۱۸۷۴ میں ایک مشاعرے کی بنیاد ڈالی اس میں بھی حصہ لیتا رہا۔ پھر لاہور سے دہلی میں اینگلو عربک اسکول کے مدرس ہو کر آ گیا۔

ایک عربی کتاب جو جیولوجی میں تھی اور جو فرنچ سے عربی میں کسی مصری نے ترجمہ کی تھی میں نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اس کا کاپی رائٹ بلا معاوضہ پنجاب یونیورسٹی کو دیا چنانچہ ڈاکٹر لائیٹنر کے زمانہ میں یونیورسٹی نے اس کو چھاپ دیا۔ لاہور میں ہی ایک کتاب مجالس النساء لکھی جس پر کرنل ہالرائڈ نے ایک ایجوکیشنل دربار بمقام دہلی مجھے لارڈ نارتھ بروک کے ہاتھ سے ۴۰۰ روپئے انعام دلوایا۔ پھر دہلی میں سعدی شیرازی کی سوانح لکھی۔ پھر شاعری پر ایک مبسوط

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مضمون لکھ کر بطور مقدمے کے اپنے دیوان کے ساتھ شائع کیا۔ اسکے بعد مرزا غالب کی سوانح لکھی۔ اب سرسید کی سوانح حیات جاوید کے نام سے لکھ رہا ہوں جو تقریبا ۱۰۰۰ صفحے کی کتاب ہے۔ (جو ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی)۔

۱۳۰۵ھ میں جب میں انگلو عربک اسکول دہلی میں مدرس تھا، نواب سے آسمان جاہ مدار المہام سرکار اعلی نظام ایک دفعہ سرسید کے ہاں علی گڈھ تشریف لائے۔ میں بھی اس وقت علی گڈھ میں تھا۔ نواب صاحب نے بہ صیغہ امداد مصنفین ۷۵ روپئے میرا وظیفہ ماہوار مقرر کر دیا۔ اور ۱۳۰۹ھ میں سرسید کے ہمراہ حیدر آباد گیا تو یہ وظیفہ ۱۰۰ روپئہ ماہوار کر دیا۔ اسی وقت سے میں نے انگلو عربک ہائی سکول دہلی سے قطع تعلق کر لیا۔ ❶

جناب ابو یحی امام خان مرتب تراجم علماء اہلحدیث ہند کا کہنا ہے کہ جناب ثناء اللہ امرتسری کی رائے یہ تھی کہ جناب حالی کو اہل حدیث علماء میں شمار کیا جانا چاہیے۔ اور جناب محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں کسی جگہ لکھا ہے کہ ان کے قیام دہلی کے دوران جناب حالی نے ان سے استفادہ کیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب حالیؒ، جناب بٹالویؒ کے شاگرد اور جناب میاں نذیر حسین محدثؒ کے پوتے شاگرد ہیں۔ بنا بریں یوں حالی کی خدمات، اہل حدیث کی خدمات ہیں۔ اس لئے ہم ذرا تفصیل سے ان کے حالات وخدمات جناب شیخ محمد اکرام کی زبانی بیان کرتے ہیں۔

حالی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے قوم کی روحانی ادبی اور اخلاقی اصلاح میں بڑا حصہ لیا لیکن اپنی کوششوں کا ذکر اس کسر نفسی سے کیا کہ لوگ ان کے کارناموں کو کسی اور کی کوششوں کا ثمر سمجھ لیتے ہیں۔ اردو شاعری کی اصلاح میں حالی کا دخل سب سے زیادہ ہے۔ انہوں نے دیوان حالی کے مقدمہ (شعر و شاعری) میں پرانی شاعری کے نقائص اور جدید شاعری کے اصول اس عقل سمجھ اور قابلیت سے سمجھائے اور شاعرانہ تنقید کا ایسا دستور العمل مرتب کیا، جس کا جواب اردو تو کیا مغرب کی بہت کم زبانوں میں ملے گا۔ اس کے علاوہ آپ نے جدید شاعری کے جسم بے جان میں قومی شاعری کی روح پھونکی اور اس میں کئی مضامین اس پر اثر طریقے سے ادا کئے کہ جدید شاعری کو قومی ادب میں ایک ممتاز جگہ مل گئی۔

---

❶ ارمغان حالی۔ صفحہ ۱ تا ۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جدید اردو شاعری کا اصل بانی اور سب سے بڑا محسن حالی کے سوا کوئی نہیں ۔..... حالی نے اردو نثر میں بھی بے بہا اضافہ کیا۔ اردو زبان میں علمی تنقید کی بنیاد بھی انہی نے ڈالی، سیرت نگاری کا نیا رنگ سب سے پہلے انہوں نے اختیار کیا۔ حیات سعدی، حیات جاوید، اور یادگار غالب انہی کے قلم سے نکلیں ..... اہل بصیرت جانتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی بیداری میں مسدس حالی نے بھی علی گڈھ کالج کے قیام سے کچھ کام نہیں کیا۔ سرسید خود اس کتاب کی اہمیت سے واقف تھے۔ مسدس ان کے ایماء سے لکھی گئی اور وہ کہتے تھے: بے شک میں اس کا محرک ہوا ہوں اور اس کو میں اپنے ان اعمال حسنہ میں سے سمجھتا ہوں کہ جب خدا پوچھے گا تو دنیا سے کیا لایا۔ میں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا لایا ہوں اور کچھ نہیں۔

آج قوم اس گڑھے سے کسی حد تک نکل چکی ہے جس کی پستی اور ذلت مسدس حالی کا موضوع تھی ..... آج مسدس کے مضامین کو پوری طرح سمجھنا اور اس انقلاب کا اندازہ کرنا جو اس کتاب نے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی میں پیدا کر دیا تھا بہت آسان نہیں ..... لیکن جب حالی نے اپنا مسیحائی کا صور پھونکا تھا تو اس کی آواز سے قوم میں نئی زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے ایک مضمون میں ایک دعوت کا ذکر کیا ہے جو ان کے ماموں زاد بھائی کے ختنے پر پنجاب کے ایک گاؤں میں ہوئی تھی۔ اس میں انہوں نے اس ساحرانہ اثر کی تصویر کھینچی ہے۔ جو مسدس کے سننے والے ان پڑھ اجڈ گنواروں پر ہوتا تھا۔ وہ لکھتے ہیں ..... صبح کا وقت تھا۔ میدان میں بہت بڑا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ اور اس میں لوگ کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے بلکہ شامیانے سے بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس میں زیادہ تر اس گاؤں اور آس پاس کے گاؤں کے کسان مزدور تھے۔ اتنے میں ایک طوائف اٹھی ..... اس نے کھڑے ہو کر مجمع پر ایک نظر ڈالی اور یک بارگی مسدس حالی کو گانا شروع کیا:

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

جب تک وہ گاتی رہی، سناٹے کا عالم رہا۔ کچھ لوگ جھوم رہے تھے اور کچھ آبدیدہ تھے۔ وہ سماں اب تک میری نظروں کے سامنے ہے وہ گانا اب تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مسدس کی مقبولیت فوری تھی اور قوم کے کسی خاص طبقے تک محدود نہ تھی۔ اس کا پہلا اڈیشن ۱۸۷۹ء میں چھپا۔ اس کے سات سال بعد حالی لکھتے ہیں:

اگرچہ اس نظم کی اشاعت سے شائد کوئی معتد بہ فائدہ سوسائٹی کو نہیں پہنچا ❶ مگر چھ برس میں جس قدر مقبولیت اور شہرت اس نظم کو اطراف ہندوستان میں ہوئی وہ فی الواقع تعجب انگیز ہے..... اس تھوڑی سی مدت میں یہ نظم ملک کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی۔ ہندوستان کے مختلف اضلاع میں اس کے سات اڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ بعض قومی مدرسوں میں جا بجا اس کے بند پڑھے جاتے ہیں، اکثر لوگ اس کو پڑھ کر بے اختیار روتے اور آنسو بہاتے ہیں، اس کے بند ہمارے واعظوں کی زبان پر جاری ہیں۔

مسدس نے قوم کی بیداری کا پیغام اس حلقے تک پہنچایا جہاں علی گڈھ کالج یا ایجوکیشنل کانفرنس کی رسائی نہ تھی۔ ان دونوں کا حلقہ تعلیم یافتہ طبقے تک محدود تھا، لیکن مسدس کی سادہ زبان اور سیدھے سادھے خیالات جتنے خواص کو مرغوب تھے اتنے ہی عوام کو عزیز تھے۔ بہت سے لوگ علی گڈھ کے مخالف تھے لیکن مسدس کی مخالفت کون کرتا یہ کسی نئے مذہب کا پرچار نہ تھا۔ اس میں شہد میں سرکہ نہ ملایا گیا تھا۔ حالی کے آنسو، خالص آب حیات کے چھینٹے تھے دل سے نکلے ہوئے درد سے بھرے ہوئے۔

مسدس کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نظم نے سات کروڑ آدمیوں ❷ کی قسمت بدل دی ہو اس کی اہمیت کس قدر ہو گی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسدس دنیا کی چند طویل ترین نظموں میں سے ہے۔ حالی اگر قوم کا یہ مرثیہ لکھ دیتے اس کے علاوہ کچھ نہ کرتے، تب بھی قوم کے محسنوں میں انکا شمار سرسید اور محسن الملک کے ساتھ ساتھ ہوتا۔ لیکن مسدس لکھنے کے علاوہ حالی نے بہت کچھ کیا۔ اردو شاعری کی تو انہوں نے تاریخ ہی بدل ڈالی، آج تک اردو و فارسی شاعری میں شعر کی خوبی، الفاظ کے انتخاب، تشبیہوں کی جدت اور مضمون کی شگفتگی پر منحصر تھی۔ حالی نے شعر کی بنیاد خالص جذبات پر رکھی۔ فنی خوبیوں اور لفظی تراش خراش پر نہیں.....، لیکن خلوص جوش اور سچائی نے سیدھے سادھے الفاظ میں جان ڈال دی ہے اور انہیں الہامی درجہ دے دیا ہے۔

---

❶ حالی کی کسر نفسی ہے ❷ یعنی اس دور کے ہندی مسلمانوں کی کل تعداد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کلام حالی کا درد اور اس کی سچائی کسی ادبی اصول کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ شاعر کی اپنی بلند اور پاکیزہ سیرت کا عکس تھا۔ وہ ایک غریب خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ لیکن سید محمود بن سرسید کہتا ہے۔ اگر خدا مجھ سے کبھی یہ سوال کرے کہ میرے جتنے بندوں سے تو ملا ہے، ان میں سے کون ایسا ہے کہ جس کی پرستش کے لئے تیرا دل تیار ہو جائے، تو میرا جواب حاضر ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ شخص الطاف حسین حالی ہے۔ فنا فی القوم ہونے کا جو درجہ حالی کو ملا وہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ حالی میں سرسید کی سی وجاہت اور انتظامی قابلیت نہ تھی لیکن قومی درد اور بے غرضی میں وہ سرسید سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ حالی قوم کا ایک خادم تھا، جس نے ہمیشہ کٹھن کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اپنے طبعی جوہر اور خلوص سے اس میں کمال پیدا کیا، لیکن حق الخدمت لینے سے بھاگتا رہا۔ ❶

سید اولاد حسن قنوجی

آپ ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۵ء) میں قنوج میں پیدا ہوئے۔ باپ کے سایہ عاطفت سے بچپن ہی میں محروم ہو گئے تھے۔ خاندان میں کوئی دوسرا ایسا بزرگ بھی موجود نہ تھا جو ان کی تعلیم و تربیت پر اپنی خصوصی توجہ مبذول کرتا۔ خود بخود اپنے ذوق اور شوق فطری سے اکتساب علم کی طرف متوجہ ہوئے۔

ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کی۔ پھر لکھنو پہنچے اور مولوی نور محمدؒ اور مرزا حسن علی محدثؒ کے حلقہ درس میں داخل ہوئے جو اس وقت اہل علم کے طبقہ میں سرآمد روزگار تھے۔ کچھ زمانے تک اکتساب علم کے بعد دہلی کا سفر کیا، جہاں شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ اور شاہ عبدالقادرؒ سے تفسیر حدیث فقہ اور دوسرے علوم پڑھے۔ ان بزرگوں کے فیض صحبت سے اپنے خاندانی مذہب شیعیت سے تائب ہو کر اہلسنت کا مسلک اختیار کیا۔ تمام اہل خاندان سے جو ارباب تشیع میں سے تھے اپنے تعلقات منقطع کر لئے۔ ❷

تحصیل علم کے بعد سید احمدؒ بریلوی کی خدمت میں حاضر ہو کر خدمت قوم وملت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔

---

❶ موج کوثر۔ ص ۱۲۳۔۱۲۷ ❷ مآثر صدیقی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ ان لوگوں میں تھے جو سید احمدؒ کے ساتھ جہاد کے لئے سرحد پار گئے تھے۔ کچھ مدت بعد سید صاحب نے ان کو سند خلافت دے کر دعوت وتبلیغ کی غرض سے وطن واپس بھیج دیا۔

جناب سید صدیق حسنؒ ان کے حالات میں لکھتے ہیں

وجاهد معه فی سبیل اللّٰه وصار خلیفة له فی دعوة الحق الی دین اللّٰه تعالی فرجع الی الوطن۔ ❶

مراجعت وطن کے بعد کامل بیس برس تک یعنی اپنی زندگی کے آخر تک وہ اسلام کی تبلیغ اور قوم کی اصلاح میں سرگرم رہے جناب سید صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

وباجازت وخلافت مستعد گشتہ از ولائت بقنوج آمدند۔ اشتغال بوعظ وہدائت خلق و تحریص ایشاں بر جہاد واتباع خیر العباد فرمودند تا آنکہ در قلیل مدت نفع کثیر بخلق رسید وزیادہ از دہ ہزار کس سکنہ اطراف قنوج مسلمان ومومن شدند ومومناں در تادیہء احکام اسلام سرگرمگر دیدند مسجد آباد گردید صوم وصلوۃ رونق دیگر گرفت امام باڑہ ہا با خابر بر شد تعزیہا را نام ونشان باقی نماند سنتہائے بسیار زندہ گشت بدعتہائے بیشمار بمرد۔ ❷

(سید احمد شہید سے اجازت وخلافت کی سعادت حاصل کر کے وہ قنوج واپس آ گئے۔ ہدائت خلق اور وعظ وارشاد میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی اتباع پر آمادہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تھوڑی ہی مدت میں ان کی ذات سے مخلوق خدا کو بڑا فیض پہنچا۔ اطراف قنوج کے دس ہزار سے زیادہ غیر مسلم ان کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔ اور جو مسلمان غافل تھے وہ احکام اسلام کی پابندی میں سرگرم ہو گئے مسجدیں آباد ہو گئیں، صوم و صلوۃ کی رونق بڑھ گئی۔ امام باڑے خاک میں مل گئے اور تعزیوں کا نام ونشان مٹ گیا بہت سی سنتیں زندہ ہوئیں اور بے شمار بدعتیں ختم ہوئیں)

خود سید احمد بریلویؒ ایک مکتوب میں، انہیں لکھتے ہیں:

---

❶ ابجد العلوم۔ ص ۹۳۵
❷ اتحاف النبلاء ص ۴۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آنچہ از مصروفیت خود در تبلیغ احکام رب العالمین نوشتہ اید موجب فرحت بسیار شد۔ جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء بر ہر یکے از مومنین خصوصاً علماء اعلام و مشائخ کرام لازم است کہ احکام اسلام را بر بندگان او تعالیٰ شائع و ذائع گردانند و بر راہ مستقیم و رضائے رب کریم مستعد سازند۔ وایں جانباز دعوت اہل سوات و بنیر فارغ شدہ برائے ازالہ کفر و فساد تا بہ پنجتار رسیدہ است ان شاء اللہ تعالیٰ عنقرے ابواب نصرت و فتح دین بر مجاہدین ابرار مفتوح خواہد شد۔ ❶

(آپ نے رب العالمین کے احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں اپنی مصروفیت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی نیک جزا دے۔ تمام مسلمانوں خصوصاً بڑے بڑے علماء و مشائخ پر لازم ہے کہ اسلام کے احکام کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچائیں۔ میں اہل سوات و بنیر کی اصلاح و دعوت سے فارغ ہو کر کفر و فساد کے ازالہ کے لئے پنجتار تک پہنچا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب فتح و نصرت کے دروازے مجاہدین پر کھل جائیں گے)۔

سید اولاد حسنؒ نے دعوت و ارشاد کے سلسلے میں کتابیں بھی لکھیں ایک رسالہ راہ سنت کے نام سے نظم میں تالیف کیا۔ سید صدیق حسنؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے باپ (اولاد حسن) کو سنی خالص محمدی بنایا تھا۔ ❷

۱۲۵۳ھ (۱۸۳۸ء) میں فوت ہوئے اور قنوج میں مدفون ہوئے۔ سید احمد حسن عرشیؒ اور سید صدیق حسنؒ آپ کے صاحبزادگان ہیں۔

جناب غلام رسول مہر نے لکھا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب امام علی نقی سے ملتا ہے۔ اوچ (ریاست بہاولپور) کے مشہور شیخ سید جلال الدین گل سرخ بخاریؒ اور مخدوم جہانیاںؒ جہان گشت بھی آپ کے اجداد میں سے تھے۔ آپ کے والد سید اولاد علی، حیدر آباد میں نواب شمس الامراء کی سرکار سے وابستہ ہو گئے تھے۔ اور انہی کی سفارش سے نظام علی خان والی دولت آصفیہ نے انور جنگ بہادر کا خطاب عطا کیا اور گولکنڈہ کا قلعہ دار بنایا۔ پانچ لاکھ روپے سالانہ کی جاگیر ملی۔ جناب اولاد علی، نواب سکندر جاہ آصف ثالث کے عہد میں فوت ہوئے۔

---

❶ اتحاف النبلاء ص ۲۳۶
❷ ابقاء المنن

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سید اولاد حسن کا خاندان چند پشتوں سے شیعیت کا پابند چلا آ رہا تھا۔ خود انہوں نے طریق اہل سنت اختیار کیا۔ سید اولاد حسن کو ان کے والد کی وفات کے بعد حیدر آباد بلایا گیا تھا۔ لیکن وہ نہ گئے اور والد کا ترکہ چھوڑ دیا۔

جناب غلام رسول مہرؒ کہتے ہیں کہ حیدر آباد کے نظام جاگیرداری میں بھی اسی طریقے پر عمل ہوتا تھا جو مغلوں کے زمانے میں رائج تھا، یعنی امراء کی وفات کے بعد ان کا پورا مال اسباب سرکاری خزانے میں داخل ہو جاتا تھا، البتہ اولاد کے لئے حسب استعداد ملازمت کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ انور جنگ یعنی سید اولاد علی کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ سید اولاد حسن ملازمت کے لئے تیار نہ ہوئے لہذا انہیں حیدر آباد سے کچھ ملنے کی امید نہ ہو سکتی تھی۔ ❶

آل انڈیا اہل حدیث لیگ

قبل ازیں یہ بتایا جا چکا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں سارے اہل حدیث نہ کسی ایک مذہبی تنظیم میں شامل ہوئے اور نہ کسی ایک سیاسی تنظیم میں۔ انہوں نے متفرق مذہبی اور سیاسی تنظیموں میں شامل ہو کر یا از خود بنا کر کام کیا۔ اس سلسلے میں بتایا گیا تھا کہ متحدہ ہندوستان کے اہل حدیث حضرات نے جن سیاسی تنظیموں میں کام کیا ان میں اہل حدیث لیگ بھی شامل تھی۔ اس تنظیم کے ایک سالانہ اجلاس کی روداد ہمیں دست یاب ہوئی ہے جس میں اس کے ارکان کے نام بھی موجود ہیں۔ روداد یوں ہے:

آل انڈیا اہل حدیث کا دوسرا اجلاس ۱۰ دسمبر ۱۹۳۳ء۔ ۲۱ شعبان ۱۳۵۲ھ کو چھپرہ میں زیر صدارت ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر جیلانی آف مدراس منعقد ہوا، شرکت کرنے والوں میں ثناء اللہ امرتسری، ابوالقاسم بنارسی، محمد دہلوی، عبدالنور مظفر پوری، عبدالتواب غزنوی، قمر بنارسی، محمد یونس دہلوی، احمد مئوی، شاہ احمد حبیب پھلواروی، عبدالحلیم اڈیٹر محدث دہلی، عبداللہ رحیم آبادی (متبنی عبدالعزیز رحیم آبادی) محمد ہارون پھلواروی، حکیم عبدالرحمٰن ڈمراؤں، موسیٰ علی گڈھی، محمد احمد سرائے میر، اسماعیل خان پریوائی، محمد شاہ کلکتہ، سخاوت حسین کیتھوی۔

---

❶ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۵۵۔۲۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محمد سعید مروت پوری، سید عبدالغفار رضوی لکھنوی، خلیل احمد مرزا پوری، محمد ابراہیم گیان پوری، عبدالرحمٰن خان بنارسی، قاری احمد سعید بنارسی، عبدالوہاب دربھنگوی، حاجی شفیع کتھوریہ دہلوی، ڈاکٹر احسان الٰہی میرٹھی، حاجی بشیر الدین دہلوی، ڈاکٹر سید محمد عبدالقادر جیلانی مدراسی، عبداللہ کڑپہ۔ سلیمان مئوی، عبیداللہ دربھنگوی، عبیدالرحمٰن دربھنگوی، حاجی صبغت اللہ مدراسی، نعمت اللہ مئوی شامل ہوئے۔

جناب ابوالقاسم بنارسی کو صدر، جناب ایم کے احمد سعید بنارسی کو سکرٹری، اور تاج کمپنی آف بنارس کو خازن چنا گیا۔

مجلس منتظمہ کے لئے یہ لوگ چنے گئے۔ ❶ سرحد سے عبدالرحمٰن آزاد امام اہل حدیث پشاور، پنجاب سے ثناء اللہ امرتسر، محمد حسن لائل پور، محمد اسماعیل گوجرانوالہ، حکیم نوردین لائل پور، داؤد غزنوی لاہور، صوبہ دہلی سے احمد اللہ، محمد جونا گڈھی، محمد یونس، حکیم عبدالحنان اڈیٹر مسلم اہل حدیث گزٹ، عبدالحلیم اڈیٹر محدث، یوپی سے یوسف شمس فیض آباد، ادریس خان لودی بدایوں، ابومسعود قمر بنارسی، سید عبدالغفار رضوی، عبدالمجید وکیل بنارس۔ بہار سے عبدالنور مظفر پور، ڈاکٹر سید فرید دربھنگہ، شاہ احمد حبیب پھلواروی، عبدالخبیر پٹنہ، عبدالوہاب آرہ۔ بنگال سے منیر الدین انوری کلکتہ۔ خیر الانام کلکتہ۔ محمد یحی کلکتہ۔ حاجی محمد یوسف کلکتہ۔ عبدالجبار ڈھاکہ۔ صوبہ مدراس سے ڈاکٹر جیلانی مدراس۔ سی عبدالحکیم مدراس۔ سید نعمت اللہ واچ مرچنٹ مدراس۔ صوبہ متوسط سے منشی عبدالصبور ناگ پور، قاضی محمد خان منڈلہ۔ صوبہ بمبئی سے سیٹھ عبدالرحمٰن کورلا۔ عبدالصمد بمبئی۔ صوبہ سندھ سے دین محمد وفائی۔ صوبہ آسام سے ناگی صاحب گوہاٹی۔ ❷

اہل حدیث لیگ سے متعلق یہ عبارت ہم نے اس لئے نقل کی ہے کہ ہم نے عرض مئولف میں لکھا تھا کہ اہل حدیث ایک گروہ کا نام تھا جس میں مختلف الخیال سیاسی عناصر تھے۔ جو مصلحت وقت کے تحت مختلف سیاسی جماعتوں میں شامل ہوتے یا ان سے تعاون کرتے۔ اور وہابی بھی ایک سیاسی جماعت تھی، اس میں کچھ لوگ شامل تھے، کچھ تعاون کرتے تھے۔ سبھی اہلحدیث نہ اس میں شامل تھے نہ تعاون کرتے تھے۔

---

❶ جو موجود نہ تھے ان سے بذریعہ خط وکتابت منظوری لینے کا کہا گیا

❷ مسلم اہل حدیث گزٹ۔ ج ۱۔ شمارہ ۶۔ ص ۴۔ فروری ۱۹۳۴ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوسری جماعتوں کے اس طرح کے عمل کی مثال ہمیں درج ذیل تحریر سے ملتی ہے۔

چند روز ہوئے گوجرانوالہ مسلم لیگ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں حضرت علامہ میر محمد ابراہیم سیالکوٹی نے یہ انکشاف فرمایا تھا کہ احرار جن احمدیوں کی مخالفت کا ڈھول پیٹا کرتے تھے۔ اب ان کے سامنے ووٹوں کے حصول کے لئے نک گھسنیاں کر رہے ہیں اور ماتھے رگڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق روزنامہ الفضل قادیان کی تازہ ترین اشاعت کی مندرجہ ذیل خبر سے ہوتی ہے:

ایک ضروری اعلان:

تحصیل ڈسکہ کی تمام جماعتوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تمام احمدی ووٹ نیز ان کے زیر اثر ووٹ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار کے حق میں گزاریں۔ ناظر امور عامہ ❶

اب صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ مجلس احرار نے مرزائیوں کی مخالفت کا ڈھونگ بعض مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کے لئے رچایا ہوا ہے۔ وگرنہ وہ اندرون طور پر مرزائیوں سے شیر و شکر ہیں۔ ❷

یہ خبر اصلاً اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ لکھا تھا:

پنجاب کے ضلع سیالکوٹ میں ایک احراری لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن ہے۔ پنجاب اسمبلی کیلئے امیدوار کھڑا ہوا۔ جسکی بابت اخبار الفضل (قادیان) میں اس نواح کے قادیانیوں کو یہ ہدائت شائع ہوئی تھی۔ تحصیل ڈسکہ کی تمام جماعتوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تمام احمدی ووٹ نیز ان کے زیر اثر ووٹ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار کے حق میں گزارے جائیں۔ الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۱۲ ❸

نہ احراری، مرزائی تھے۔ نہ مرزائی، احراری تھے۔ نہ ان دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ تھا۔ لیکن مصلحت وقت سے سیالکوٹ کے احراری، مرزائیوں سے تعاون مانگ رہے تھے اور مرزائی بھی اپنی مصلحتوں کے باعث اپنے ان دشمنوں کو ووٹ دے رہے تھے۔

---

❶ روزنامہ الفضل صفحہ ۱۲ کالم ۱۔ مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۴۶ء

❷ سیاسی اتار چڑھاؤ۔ ص ۲۷۷

❸ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء ص ۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محمد بشیر شہید

۱۸۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ اصل نام عبدالرحیم تھا۔ جناب غلام رسول مہر (ف ۱۹۷۱ء) نے اپنے ذاتی تعلقات اور معلومات کی بنا پر یہ شہادت دی ہے کہ وہ عظیم انسانوں میں سے تھے جو قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔ میں نے ان جیسا مخلص دین دار با حمیت غیور اور آزاد و اسلامیت کا شیدائی کوئی نہ دیکھا۔ استقامت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔ ❶

جناب محمد بشیرؒ کے والد مولوی رحیم بخشؒ اوائل حیات میں سید احمد شہیدؒ کی جاری کردہ تحریک اصلاح و جہاد سے متعارف ہوئے تھے۔ اس تحریک کے ایک کارکن حیدر علی نامی سے انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ بعد ازاں میاں سید نذیر حسینؒ سے سند حدیث حاصل کی۔ پھر اپنے آبائی قصبے ماہلووال ضلع فیروز پور سے لاہور آ گئے اور چینیا نوالی مسجد کے امام بنا دیئے گئے۔ مولوی رحیم بخش نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں ان کا سلسلہ اسلام کی پہلی کتاب تا دسویں کتاب بہت مقبول ہوا۔ جناب محمد بشیرؒ نے ۱۹۱۵ء میں لاہور سے قبائلی علاقے میں ہجرت کی تھی۔ اس سے پہلے کتابوں کی اشاعت و تجارت انکا ذریعہ روزگار تھا۔ عبدالرحیم و عبدالرحمٰن پسران مولوی رحیم بخش تاجران کتب لاہور نام کے اشاعتی ادارے سے انہوں نے اپنے والد کی کتابیں شائع کیں اور بعض نادر کتابوں کے اردو تراجم پیش کئے۔ ۱۹۱۴ء میں انہوں نے ایک نادر عربی کتاب منتخب مختار الکونین کا ترجمہ شائع ہوا۔ ❷

محمد بشیرؒ ۱۹۳۴ء میں دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ، جناب محمد بشیر کو اپنے دور کا شاہ محمد اسماعیل کہتے تھے۔ جناب امرتسریؒ کی تحریر اور جناب محمد بشیرؒ کے سوانح اور خدمات ہم کسی آئندہ جلد میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

محمد بشیر الدین قنوجی

جناب سید عبدالحی لکھنویؒ نے جناب بشیر الدینؒ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

الشیخ الفاضل العلامة بشیر الدین بن کریم الدین العثمانی القنوجی احد العلماء المشهورین۔

---

❶ سرگزشت مجاہدین۔ لاہور۔ ۱۹۶۱ء ص ۵۶۳

❷ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۱۳ جون ۲۰۰۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

..... اقام مدة من الزمان ببلدة طوك ـ ومراد آباد ، ودهلی وعلی گڈھ و کان پور وکان یدرس ویفیدبها ـ ثمّ ذهب الی بهوپال سنة خمس وتسعین و ولی القضاء بها ـ اخذ عنه الشیخ شمس الحق الدیانوی،والسیدامیر علی المليح آبادی، والسید امیر حسن السهسوانی والشیخ وحیدالزمان الکهنوی والشیخ علیم الدین شاه جهان پوری والسید امداد علی الاکبرآبادی وخلق کثیر من العلماء ـ

ومن مصنفاته: حاشیة علی "شرح السلم" لحمد الله، وحاشیة ولی" میرزاهد شرح المواقف"، وله حل ابیات "المطول"ـ وحل شواهد الکتب الدرسیة فی النحو والصرف وشرح جزء من اجزاء "المؤطا" وتخریج احادیث " شرح عقائد"، و"کشف المبهم" شرح علی"مسلم الثبوت" وله " تفهیم المسائل" و" صواعق الالهیة" و"غایة الکلام فی ابطال عمل المولد والقیام" و"احسن المقال فی شرح حدیث لا تشدالرحال"، و "بصارةالعینین فی منع تقبیل الابهامین" مات فی ذی الحجة سنة ست وتسعین ومأتین والف بمدینة بهوپال کما فی تذکرة النبلاء۔ ❶

سید عبدالحی لکھنویؒ نے جناب محمد بشیر الدین قنوجی کے جو حالات نقل کئے ہیں وہ دراصل شمس الحق ڈیانوی کے مرتب کردہ ہیں ۔ جناب شمس الحق نے تذکرۃ النبلاء کے نام سے تراجم علماء جمع کرنے کا کام شروع کیا تھا ۔ پھر جب سید عبدالحیؒ نے نزہۃ الخواطر لکھنا شروع کی تو انہوں نے اپنا زیر ترتیب مسودہ جناب عبدالحی کے حوالے کر دیا ۔ اور کما فی تذکرۃ النبلاء کے الفاظ سے سید عبدالحی لکھنوی نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔

جناب محمد عبدالحلیم چشتی نے حیات وحیدالزمان میں ایک جگہ محمد بشیر الدین قنوجی کے مختصر حالات لکھے ہیں ۔ ان کے مطابق آپ ۱۲۳۴ھ ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے ..... شاہ عبدالجلیل شہید سے عربی صرف نحو کی کتابیں پڑھیں ، پھر دہلی آ کر حکیم نیاز احمد سہسوانی کے مطب میں ملازمت کر لی ، مگر حکیم صاحب کے فرزند کے ساتھ عربی تعلیم جاری رکھی اور حدیث کی بیشتر کتابیں حکیم نیاز احمد ہی سے پڑھیں ۔

---

❶ نزھۃ الخواطر ۔ ج ۷ ص ۱۰۰ ۔ ۱۰۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر شاہ محمد اسحاق کے حلقہ درس میں شریک ہو کر میاں نذیر حسین کے ساتھ حدیث کی سند لی اور دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ پھر ڈپٹی امداد علی نے اپنے مدرسہ میں مراد آباد بلا لیا۔ آخر میں بھوپال کے قاضی القضاۃ ہوئے۔ جناب بشیر الدین اپنے دور کے نہائت بلند پایہ متکلم اور اصولی تھے۔ ۱۲۸۲ھ۔۱۸۶۵ء میں نواب وحید الزمان نے آپ سے حدیث وتفسیر کا درس لیا۔

مولانا بشیر الدین سنت کے شیدا اور بدعت کے سخت مخالف تھے۔ چنانچہ یہ جو رواج ہو گیا تھا کہ حفاظ تراویح میں قرآن مجید ختم کرتے تو قل ھو اللّٰہ احد تین مرتبہ پڑھتے جب کہ قرآن وحدیث میں کہیں اس کی صراحت نہیں ہے، اس لئے آپ ایسے موقع پر حافظ سے نہائت بے باکانہ طور پر فرما دیتے تھے کہ یہ بدعت ہے۔ ❶

جناب وحید الزمان، وحید اللغات میں مادہ ثلث میں لکھتے ہیں:

مولانا بشیر الدین قنوجی جو میرے شیخ تھے، حافظ سے کہہ دیتے تھے کہ ختم کے وقت قل ھو اللّٰہ احد کو بھی ایک ہی بار پڑھو اور تین بار پڑھنے کو بدعت کہتے تھے۔ ❷

البدر البصیر فی سوانح مولانا محمد بشیر مئولفہ بدر الحسن سہسوانی منشی محمد عبد الرحیم خاطر جے پوری ف ۱۳۷۲ھ ❸ کی متروکہ کتابوں میں سے عبد الحلیم چشتی کے پاس موجود تھی۔ ❹

درج بالا اقتباسات میں بتایا گیا ہے کہ جناب بشیر الدین، جناب نذیر حسینؒ کے ہم درس تھے اور دونوں نے اکٹھے جناب شاہ محمد اسحاقؒ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جناب محمد بشیر قنوجی، بھوپال میں منصب قضاۃ پر فائز رہے۔

جب محمد بشیر الدین قنوجیؒ کا انتقال ہو گیا تو جناب میاں نذیر حسین محدث نے کوشش فرمائی کہ ان کے ہم مکتب دوست کے اہل وعیال کے لئے بھوپال سے کچھ رقم بطور وظیفہ مقرر ہو جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر انہوں نے جناب صدیق حسنؒ سے خط وکتابت کی۔ اس سلسلے کا ایک خط مکاتیب نذیریہ سے نقل کیا جاتا ہے:

---

❶ حیات وحید الزمان۔ص ۱۹ حاشیہ
❷ حیات وحید الزمان۔ حاشیہ ص ۱۹۔۲۰
❸ حیات وحید الزمان ص ۲۰ حاشیہ
❹ والد محمد عبد الحلیم چشتی مصنف حیات وحید الزمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بخدمت عالی جناب نواب صاحب مجمع فضائل ومنبع فواضل جامع الحسنات والکمالات جناب نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب سلمہ اللہ ذوالمنن عن الفتن والمحن ۔ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح رائے خدام والا ہو کہ سابق ۱۳۰۱ھ میں گزارش کی تھی کی حسبۃً للہ وشفقۃً علی خلق اللہ تعالی سرکار سے وظیفہ اہل خانہ جناب مولوی قاضی محمد بشیر الدین صاحب مرحوم کا مقرر فرمایا جاوے ۔ چنانچہ آپ نے بمزید عنائت ومہربانی مجھ کو تحریر فرمایا تھا کہ مجھ کو پس ماندگان قاضی صاحب مرحوم کا خود بہت خیال ہے، ہر امر وقت پر موقوف ہے آئندہ خیال رکھوں گا ۔

پس گزارش یہ ہے کہ آپ نے جس قدر پس ماندگان قاضی صاحب مرحوم کی پرورش فرمائی اس کے وہ لوگ شکر گزار ہیں اور یہ لوگ آپ کے خیر خواہ اور دعا گو ہیں جو کہ سرکار والا سے اکثر دعا کو یہ تنخواہ مناسب بلا اخذ خدمت وبلا استحقاق فیض یاب ہیں، اسی طرح وظیفہ بقدر سی روپیہ (۳۰) ماہواری زوجہ قاضی صاحب مرحوم ومغفور مقرر فرمایا جائے تو البتہ حیات مستعار بوجہ احسن بسر ہوگی اور آپ کے لئے اور سرکار عالیہ کے حق میں دعا دیں گے، مناسب کہ بمقتضائے کریمانہ غور اور کوشش وسفارش در بارہ تقرر وظیفہ سرکار سے فرمائیں، آپ کو موجب وباعث اجر عظیم عند اللہ الکریم ہوگا ۔ قطع نظر اس کے وہ مستحق بھی معلوم ہوتی ہیں، کیونکہ اکثر ملازموں کے ساتھ رعایت بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ اہلیہ مولوی عبد الباری مرحوم کے پندرہ روپیہ ماہوار مقرر ہوئے ہیں، پس گزارش میری یہ ہے اور امید ہے کہ آپ ضرور خیال فرما کے بندوبست وظیفہ مناسب اہلیہ جناب مولوی صاحب مرحوم کا سرکار عالیہ سے یا اپنی ڈیوڑھی خاص سے فرمادیں گے، اس کی پذیرائی میں رعائت خاص میرے حال پر ہوگی اور آپ کو اجر عظیم ہوگا اور مولوی شمس الدین سلمہ قرضداری آٹھ نو سو روپیہ کی وجہ سے نہایت زیر بار ہیں، اس وجہ سے وہ تنخواہ مقرر اخراجات روزمرہ ان کے کافی نہیں ہوتے ہیں ۔ فقط زیادہ والسلام خیر الختام ۔

تاریخ اہل حدیث ابراہیمی

کتاب ہذا کے مقدمہ میں اس فقیر نے جناب محمد ابراہیم میر کی گراں قدر تصنیف، تاریخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اہل حدیث نامکمل کہا ہے تو اسلئے کہ اس میں ماضی قریب کے ہندوستان اکثر و بیشتر رجال کار کی خدمات وسوانح موجود نہیں ہیں۔مثلاً

شاہ فاخر زائر، شاہ ابو اسحاق لہراوی، جناب ولائت علی صادق پوری، جناب عنائت علی صادق پوری، جناب یحی علی صادق پوری، جناب محمد عبداللہ صادق پوری وغیرہ اساطین اہل حدیث کی خدمات کا ذکر تو ایک طرف، شائدان کا نام بھی اس کتاب میں مذکور نہیں ہوا۔

علاوہ ازیں جناب عبدالحق بنارسی، سید صدیق حسن کی حیات وخدمات پر بھی کچھ موجود نہیں۔ جناب محمد حسین بٹالوی اوران کے اشاعۃ السنہ کی خدمات کا کچھ ذکر نہیں ہے۔اس میں سید محمد علی مدراسی، جناب شمس الحق ڈیانوی، عبدالعزیز رحیم آبادی، محمد شاہ جہان پوری، جناب محمد سعید بنارسی، ابوعبداللہ غلام العلی قصوری امرتسری، حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر، ڈپٹی امداد علی، قاضی احتشام الدین مرادآبادی، جناب عزیز الدین مرادآبادی، جناب حمید اللہ سراوہ والے، جناب احمد حسن شوکت، جناب عبدالحلیم شرر، سید امیر علی ملیح آبادی، وحید الزمان حیدرآبادی، جناب بدیع الزمان، سید احمد حسن، جناب عبدالوہاب صدری دہلوی، حافظ حمید اللہ دہلوی، جناب ابوالکلام آزاد، جناب محمد ابراہیم آروی، جناب رحیم بخش لاہوری وغیرہ کی خدمات کا ذکر نہیں ہے۔لکھوی اور غزنوی بزرگوں کی خدمات کا کوئی ذکر نہیں۔ ❶ اسکے علاوہ مدرسہ احمدیہ آرہ، مدرسہ رحمانیہ دہلی، مدرسہ غزنویہ امرتسر، مدرسہ محمدیہ لکھو کے وغیرہ کی خدمات کا کوئی ذکر نہیں۔

اور بھی بہت سی چیزیں اس کتاب میں شامل نہ ہوسکیں۔اور کتاب کے نامکمل رہ جانے کی وجہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس دور کے اہل حدیث ادارے ان کی مناسب حوصلہ افزائی نہ کر سکے۔اور مولانا ابتداء میں چند برس اس موضوع پر کام کر کے عدم حوصلہ افزائی کے باعث دل برداشتہ ہوگئے تھے۔

○ یادگار کتابوں اور بڑے منصوبوں کے لئے مالیات ہمیشہ سے ایک مسئلہ رہا ہے اور ہم نے عرض مئولف میں بھی ذکر کیا ہے کہ ہند میں ایسے منصوبے بنتے تھے پھر مالیات کے

---

❶ کتاب کے آخر میں چار صفحات پر جناب عبداللہ غزنوی، اور جناب غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ کے حالات مختصراً لکھے گئے ہیں، لیکن وہ بقلم ناشر ہیں جسے بعض اوقات غلطی سے جناب ابراہیم میر کے تحریر کردہ سمجھ لیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حصول کے لئے امراء اور نوابوں سے رابطے کئے جاتے تھے۔ اور چوں کہ منصوبے طویل ہوتے تھے اس لئے مدد دینے والے کبھی طویل مدت تک وظیفے جاری رکھ سکتے تھے اور کبھی نہیں۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا کہ منصوبوں پر کام کرنے والوں کے حاسدین یہ سمجھتے کہ یہ بڑی مدد حاصل کر رہا ہے، کیوں نہ اس کا سلسلہ بند کرایا جائے۔ یوں وہ زیر تصنیف وتالیف کتابوں کے مندرجات پر تنقید کر کے مدد دینے والوں کو بدگمان کرنے کی کوشش کرتے۔ جناب شبلی نعمانی کی سیرۃ النبی ﷺ کے منصوبے کی سرگزشت میں یہ ساری باتیں (خوبیاں، خامیاں) موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

شبلی نعمانی نے جنوری ۱۹۱۲ء کے الندوہ میں سیرت نبوی تحریر کرنے کا اعلان کیا تو قوم سے اس کے ماہانہ مصارف کے لئے ڈھائی سو ماہوار اور خرید کتب کے لئے کچھ اور نقد روپیہ کی درخواست کی۔ اس بارے میں ایک مجلس تالیف سیرت نبوی قائم کی۔ مربی کے لئے ایک ہزار یکمشت یا دس روپئے ماہوار، عام اراکین کے لئے ایک روپیہ ماہوار۔

اس پر محمد امین زبیری نے، جو نواب سلطان جہاں بیگم فرمانروائے بھوپال کے لٹریری سکرٹری تھے، سرکار سے عرض کیا کہ حضور آج کونین کی دولت لٹ رہی ہے۔ آپ اس کو بڑھ کر اٹھا کیوں نہیں لیتیں۔ یعنی ایک عاشق رسول مصنف گلے میں جھولی ڈال کر سیرۃ نبوی کی تصنیف کے لئے قوم سے بھیک مانگنے نکلا ہے۔ یہ عزت حضور کیوں نہیں حاصل کر لیتیں اور اس فقیر کی جھولی میں ڈھائی سو ماہوار ڈال دیں کہ وہ دل جمعی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہو جائے۔

۱۴۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو بھوپال کی اس فرمانروا نے دو سال کیلئے دو سو روپئے ماہوار کا وظیفہ مقرر کر دیا..... کتابوں کی خریداری کے لئے بیگم بھوپال کے صاحبزادے نواب حمید اللہ خان نے، جو بعد میں والی بھوپال ہوئے، دو ہزار روپئے عنائت کئے۔

سرکار عالیہ نے ۲۳ دسمبر ۱۹۱۳ء کو وظیفہ کی معیاد سیرت کی تکمیل تک بڑھا دی۔ پھر یہی امداد مولانا اور سرکار عالیہ کی وفات کے بعد نواب حمید اللہ خان نے مستقل کر دی اور ایک عرصہ تک دارالمصنفین اعظم گڈھ کو ملتی رہی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب شبلی کی بھوپال سے اس پذیرائی پر اس زمانے کے حاسدوں کو جنہیں بزعم خویش علم و ادب کا ٹھیکہ بھی تھا، تکلیف ہوئی۔ جوں ہی الہلال میں سیرت نبوی کا مقدمہ چھپا، اعتراضات کی بوچھاڑ ہوگئی۔ اختلاف علمی تو کیا ہوتا، حسد کا جو شعار ہے وہی ہوا۔ مخالفین نے شخصی تنقیص پر قلم اٹھایا۔ مولوی عبدالشکور اڈیٹر الانجم نے مقدمہ پر نہایت سخت تنقید لکھی۔ ان مخالفوں میں دیوبند کے کچھ لوگ بھی شامل ہوگئے۔ چناں چہ اس تنقید کو دستاویز بنا کر ہر جگہ تقسیم کیا۔ حتی کہ بیگم بھوپال کو پہنچائی گئی۔ بیگم بھوپال نے دریافت کیا، بلکہ مولانا کو بھوپال آنے کا اشارہ کیا تو علامہ نے منشی محمد امین کو لکھا: نہایت مہمل اور معاندانہ اعتراضات ہیں۔

جواب کے متعلق لکھا کہ وہ لکھ دیا جائے گا لیکن میرے نام سے نہیں چھپے گا۔ غرض اظہار حقیقت ہے نہ اظہار نام۔ وہ یا تو رسالہ کی صورت میں چھپے گا یا الہلال میں بھیج دیا جائے گا۔ اور آخر میں لکھا میں بارش کے قبل نہیں آسکتا۔ بہت ضرورت ہو تو ایک دو دن کے لئے آجاؤں گا لیکن اگر اسی درجہ کے لوگوں کے لکھنے پر میری دار و گیر ہوتی رہے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ اعانت سے مستعفی ہو جاؤں۔

اور سرکاری مراسلہ کے جواب میں جناب شبلی نے لکھا کہ

سرکار عالیہ کسی مستند عالم کو تجویز فرمائیں تا کہ مسودہ اس کے پاس بھیج دیا جائے۔ اپنی طرف سے شیخ الہند مولانا محمود حسن کا نام تجویز کیا۔

جناب عبید اللہ سندھی کے ذریعے اپنی خواہش پیش کی اور ساتھ ہی مسودہ بھی جناب سندھی کے پاس بھیج دیا کہ وہ اس کو لے کر مولانا محمود حسن صاحب کی خدمت میں جائیں۔ لیکن اس تجویز کا جو حشر ہوا وہ شبلی نعمانی ہی کے الفاظ میں سنیے کہ

دیوبند پارٹی کو بھوپال سے اطلاع مل چکی تھی۔ ان لوگوں نے مولانا محمود حسن کو باز رکھا کہ وہ مسودہ کا سرے سے دیکھنا ہی منظور نہ کریں دیوبند کے خیالات سے مولوی محمود حسن صاحب فی نفسہ الگ ہیں چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی کو ان لوگوں نے کافر بنا دیا لیکن مولوی محمود حسن کے تعلقات اب تک وہی ہیں۔ بہر حال اب غور کرنا چاہیے کہ کیا کیا جائے ..... چوں کہ مولویوں نے ایک جتھا بنا لیا ہے اس لئے سردست اور کوئی مولوی مسودہ دیکھنے کی ذمہ داری اپنے سر نہ لے گا ورنہ برادری سے خارج ہونا پڑے گا۔ ..... اب اگر معاملہ اس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

موقوف ہے تو مجھ کو وظیفہ بھوپال سے خود دست بردار ہو جانا چاہیے۔ اخبارات میں تو یہ پہلے ہی شائع ہو چکا ہے۔ کوئی نئی بات نہیں میں بھی کشمکش سے نجات پا جاؤں گا۔

میں جانتا ہوں کہ سرکار کو بھی مولویوں کے بدنام کرنے کا لحاظ ہوگا اور ہونا چاہیے۔ اب اگر سرکار چاہیں تو یا تو سرے سے اس رقم کو بند کر دیں یا دارالمصنفین کی طرف منتقل کر دیں۔ یا جو ان کی مرضی ہو مجھ کو بہر حال ان کی رضامندی منظور ہے۔ یہ معلوم ہے کہ میرا کام رک نہیں سکتا۔ میں خود مصارف کا متکفل ہو سکتا ہوں۔ اسکے علاوہ جس ریاست سے خواہش کروں اعانت کیلئے تیار ہوگی جواب جلد عنائت ہو ورنہ سٹاف کا خرچ ابھی سے کم کرنا دینا ہوگا۔ ❶

جناب شبلی اس معاملے پر ایک صاحب کے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

آج کل ریاکاروں نے دوسروں سے بدگمان کرنے کیلئے بہت سے الفاظ تراشے ہیں۔ ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فلاں شخص میں روحانیت نہیں۔ فلاں شخص عالم ہے لیکن دیندار نہیں۔ لیکن انہی دینداروں کو مہینوں دیکھا ہے کہ نماز فجر کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ باوجود اس کے ان کی دینداری اور روحانیت میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ ❷

ابوالوفاء ثناء اللہ

جناب ثناء اللہؒ کی یہ خودنوشت اہل حدیث ۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء میں شائع ہوئی۔

عمر کے چودھویں سال میں مجھے پڑھنے کا شوق ہوا۔ ابتدائی کتب فارسی پڑھ کر مولانا مولوی احمد اللہ مرحوم رئیس امرتسر کے پاس پہنچا۔ دست کاری کا کام بھی کرتا رہا اور مرحوم سے سبق بھی پڑھا کرتا۔ شرح جامی اور قطبی تک مولوی صاحب مرحوم سے پڑھیں۔ اس کے بعد بغرض تحصیل علم حدیث استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہاں کتب درسیہ پڑھ کر سند حاصل کی۔ یہ واقعہ ۱۳۰۷ھ۔ ۱۸۸۹ء کا ہے۔ اس کے بعد شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سند مذکور دکھا کر آپ سے اجازت تدریس حاصل کی۔ پھر سہارن پور چند روز قیام کر کے دیوبند پہنچا۔ وہاں کتب درسیہ معقول و منقول ہر قسم پڑھیں۔

---

❶ حیات شبلی ص ۷۱۷۔۷۱۹ ❷ حیات شبلی ص ۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتب معقول میں قاضی مبارک، میر زاہد، امور عامہ۔ صدرا۔ شمس بازغہ، وغیرہ اور منقولات میں ہدایہ، توضیح تلویح، مسلم الثبوت وغیرہ ریاضی میں شرح چغمینی وغیرہ بھی پڑھیں۔ دورہ حدیث میں شریک ہوا۔ استاد پنجاب کا درس حدیث اور اساتذہ کا درس حدیث۔ ان دو میں جو فرق ہے اس سے فائدہ اٹھایا۔ دیوبند کی سند میرے لئے باعث افتخار میرے پاس موجود ہے۔ دیوبند سے مدرسہ فیض عام کانپور گیا کیونکہ ان دنوں مولانا احمد حسن مرحوم کے متعلق درس کا شہرہ بہت زیادہ تھا اور مجھے بھی علوم معقول ومنقول سے خاص شغف تھا۔ اس لئے میں مدرسہ فیض عام کان پور میں جا کر داخل ہو گیا۔ وہاں جا کر میں کتب مقررہ میں شریک ہوا اور قند مکرر کا لطف پایا۔ انہی دنوں مولانا مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق ہوا تھا۔ میں ان کے درس حدث میں شریک ہوا۔ پنجاب میں مولانا حافظ عبد المنان میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود حسین صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن استاد العلوم والحدیث میرے شیخ الحدیث تھے اس لئے میں حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرز تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔ شعبان ۱۳۱۰ھ فیض عام کان پور کا جلسہ ہوا جس میں آٹھ طلبا کو دستار فضیلت اور سند تکمیل دی گئی ان میں میں بھی تھا۔ فراغت کے بعد وطن آیا اور مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب درسیہ پڑھانے لگا۔ طبیعت میں تجسس کا مادہ تھا اس لئے دیگر مذاہب کے حالات دریافت کرنے میں مشغول رہا۔ انہی دنوں قادیانیت بھی سامنے آچکی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علم بردار مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم تھے۔ میری طبیعت طالب علمی ہی کے زمانہ سے مناظرات کی طرف راغب تھی اس لئے عیسائی آریہ قادیانی کے علم کلام اور کتب مذہبی کی طرف متوجہ رہا اور کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ان تینوں مخاطبوں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا شائد اس لئے کہ قدرت کو منظور تھا کہ مولانا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہوگی۔ جس کی بابت مولانا مرحوم کو علم ہوا ہوتا شاید یہ شعر پڑھتے ہوں

آ کے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد ❶

---

❶ منقول از اہل حدیث کا مذہب

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شیخ محمد اکرام نے کہا ہے:

اہل حدیث کی مرکزی جماعت اہل حدیث کانفرنس تھی اور اس کے سرگرم کارکن مولوی ابوالوفا ثناء اللہؒ امرتسری تھے۔ جنہوں نے آریہ سماج اور قادیانی جماعت کے ساتھ مباحثوں میں بڑا حصہ لیا۔ اہل حدیث تقلید فقہا کے قائل نہیں، لیکن احایث کے مطالعہ میں وہ بعض دفعہ قوت تنقید کو پوری طرح عمل میں نہیں لاتے اور ضعیف اور موضوع روایات کے رد کرنے میں بھی بڑا تامل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن اور احادیث کی ترجمانی میں وہ لفظی معانی پر اتنا زور دیتے ہیں کہ ان کے معانی کبھی سمجھ اور قرآن کے دوسرے بدیہی الفاظ سے دور جا پڑتے ہیں۔ وہ تصوف کو بھی بدعت سمجھتے ہیں۔ اور اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ اسلامی روایات کو برقرار رکھنے، دوسرے مذاہب کا مقابلہ کرنے اور رد شرک و بدعت میں یہ جماعت سب سے آگے ہے۔ مسلمانوں کو فضول رسموں سے بچانے، ختنے اور تجہیز و تکفین کی فضول خرچیوں سے روکنے اور پیر پرستی و قبر پرستی کے نقائص دور کرنے میں اس جماعت نے بڑا کام کیا ہے۔ ❶

جناب ثناء اللہؒ ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں فوت ہوئے۔

جمال الدین دہلوی

جناب سید عبدالحی لکھنویؒ نے نزہۃ الخواطر میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

جمال الدين بن وحيد الدين بن محى الدين بن حسام الدين الصديقى الكوتانوى الدهلوى ترجمان الحديث والقرآن وحسنة من حسنات الزمان ..... ولد بكوتانه على ثلاثين ميلاً من دهلى سنة سبع عشرة ومأتين والف ونشأبها ثم سافر الى دهلى و قرأ العلم على مولانا مملوك على النانوتوى والشيخ يعقوب بن افضل الدهلوى و صنوه الكبير اسحاق بن افضل واستفاض عن العلامه رفيع الدين وصنوه الكبير عبد العزيز والشيخ غلام على فيوضاً كثيرة ..... ثم ساقه سائق القدر الى بهوپال المحروسه وله ثلاثون سنة فتزوجت سكندر بيگم

---

❶ موج کوثر۔ ص ۲۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملكه بهوپال وجعلته مداراً لمهمات الدولة سنة ثلاث وستين ومأتين والف فثاب عنها وعن ابنتها شاهجهان بيگم مدة عمره۔

وكان حليماً جواداً متواضعاً كثير العبادة والخير والحظ ذا صدق واخلاص وتوجه وعرفان۔ لم يزل مشتغلاً بتدريس القرآن والامر بالمعروف والنهى عن المنكر وتربية الايتام والضعفاء وتزويج الايامى وتجهيز البنات واشاعة السنة ونشر القرآن۔يتلو ويدرس ويأخذ المصاحف بألوف من النقود ويقسمها على مستحقيها۔

ومن آثاره الباقية : انه امر بطبع التفسير الرحمانى فى اربع مجلدات للشيخ على بن احمد المهائمى وحجة الله البالغة وازالة الخفاء كلاهما للشيخ ولى الله بن عبد الرحيم الدهلوى وكتبا اخرى بنفقته فى مصر القاهرة والهند وقسمها على مستحقيها۔ ومن آثاره : انه صرف مالاً خطيراً على تصنيف تفسير القرآن فى اللغة التركية وتفسير فى اللغة الافغانية ثم امر بطبعهما على نفقته ثم نشرهما فى تركستان وافغانستان والبلاد الرومية۔ ومن آثاره : المدارس العظيمة والمساجد الرفيعة فى بلدة بهوپال وماترى فى بهوپال من كثرة المساجد وعمرانها بالصلاة والجماعة وتلاوة القرآن و دروس الحديث والتشرع والتورع فانها من آثاره الباقية ۔ وكان اجمل الناس صورة وسيرة كأنه ملك على زى البشر يأتى المسجد فى اوقات الصلوة ويصلى بجماعة وفى كل وقت من اوقات الصلوة يروح و يغدو الى المساجد وحده ويرفع نعليه بيده الكريمة وما كانت الحجاب والبواب فى قصر الامارة له۔ يدخل عليه كل من اراد الدخول عليه فى اى وقت شاء ويعرض عليه ماشاء ، وبالجملة فانه كان على قدم الصحابة رضوان الله عليهم اجمعين ۔ مات سنة تسع و تسعين ومأتين والف ۔ كما فى روز روشن ۔ ❶

محترمہ رضیہ حامد نے نواب سید صدیق حسنؒ پر اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں جناب جمال الدینؒ کے متعلق لکھا ہے:

---

❶ نزهة الخواطر۔ ج ۷۔ ص ۱۲۲۔۱۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

انہوں نے دہلی میں مولوی مملوک علیؒ، شاہ اسحاقؒ، شاہ یعقوبؒ، شاہ غلام علیؒ سے پڑھا۔ شیخ محمد آفاق نقش بندیؒ سے بیعت ہوئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے اعتقاد کے پختہ، اور متبع سنت تھے۔ شاہ ولی اللہؒ کے خاندان سے خاص ارادت تھی۔ حجۃ اللہ اور ازالۃ الخفا انہی کی فیاضی سے پہلی بار ۱۲۸۶ھ میں طبع ہوئیں۔ شیخ علی بن احمد مہائمی کی تفسیر رحمانی چار جلدوں میں طبع کروائی۔ اہم دینی کتب کی طبع وتقسیم ان کی زندگی کا دلچسپ مشغلہ تھا۔ وعظ ونصیحت اور قرآن کریم کے ترجمہ سے ان کو بہت فرحت حاصل ہوتی۔ قرآن کی نشر و اشاعت میں سرگرم رہتے۔ آپ نے ایک فرہنگ قرآن لکھی تھی جس کا نام کوکب دری تھا۔ خود طلبا کو قرآن وحدیث پڑھاتے ایک مستقل مدرسہ بطور وقف موتی محل میں قائم ہوگیا تھا جہاں جہاں بھی رہتے تھے ضرورت مند طلبا کے تمام اخراجات خود اٹھاتے۔

نواب سکندر بیگم والیہ بھوپال سے ان کی شادی ہوگئی تھی۔ ۳۰ سال تک مدارالمہام رہے جس میں سترہ سال کا عرصہ سکندر بیگم کے زمانہ میں گزرا۔ پھر آخر عمر تک شاہ جہان بیگم کے دور میں مدارالمہام رہے۔ مومن کے مشورہ سے گم نام تخلص رکھا تھا فارسی اردو میں شعر کہتے تھے۔ ۲۰ دسمبر ۱۸۸۱، ۲۷ محرم ۱۲۹۹ھ کو انتقال ہوا۔ ❶

منشی جمال الدین نے مجاہدین کے سربراہ سید احمد کے حالات مرتب کئے تھے جسے سیرت سید احمد کی ابتدائی شکل کہا جا سکتا ہے۔ جناب غلام رسول مہر منظورۃ السعداء کے مصنف سید جعفر علی نقوی کی ایک روایت بیان کرتے ہیں:

ایک دوست مولانا جمال الدین کا ایک رسالہ میرے پاس لائے جو سید صاحب کے حالات پر مشتمل تھا اور کہا کہ اس کی روایتیں دیکھ کر درست کر دیجئے۔ اسے دیکھا تو عبارت خوب تھی لیکن مطالب میں غلطیاں تھیں اس لئے کہ حالات لوگوں سے سن کر لکھے تھے۔ نواب وزیرالدولہ نے ٹونک سے کئی قاصد میرے پاس بھیجے، حالانکہ میرا وطن ٹونک سے ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔ آخر میں ٹونک گیا وہاں اور لوگ بھی تھے جنہوں نے سید صاحب کو دیکھا تھا۔ سید صاحب کے خاص رفیقوں میں سے اکثر شربت شہادت پی چکے تھے۔ بعض کا پیمانہ حیات طبعی طور پر پر ہو چکا تھا۔ خطرہ تھا کہ ثقات کی وفات کے بعد حالات لکھنے والا کوئی نہ ہوگا۔

---

❶ نواب صدیق حسن۔ از رضیہ حامد۔ ص ۳۶۲۔ ۳۶۶ ملخصاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لہذا جلد سے جلد جو کچھ کسی کو یاد ہے قلم بند کر لینا چاہیے۔ میں نے وہی حالات لکھے جو خود دیکھے یا سید صاحب کی زبان سے سنے، یا شاہ اسماعیل اور دوسرے معتمد علیہ بزرگوں نے حکایتاً میرے سامنے بیان کئے۔ ❶

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ منشی جمال الدین مجاہدین سے محبت کرتے تھے اور سید احمد شہید کے معتقد تھے اور انہوں نے سید احمد کی سوانح سے متعلق کچھ واقعات بھی ترتیب دیے تھے جنہیں سیرت سید احمد شہید کی ابتدائی شکل کہا جا سکتا ہے۔

منشی صاحب نے تدریس قرآن کے سلسلے میں قابل قدر کام کیا تھا جس کا ذکر سید نذیر حسین نے ان کے نام اپنے درج ذیل خط میں کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عاجز سید محمد نذیر حسین بخدمت گرامی معین الفقراء حامی سنن خادم کتاب ذوالمنن حاجی مولوی محمد جمال الدین خاں عثمانی صاحب سلمہ ربہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح باد کہ طرز تعلیم ترجمہ قرآن مجید (مخترعہ آنصاحب) موحدان را دل پسند افتاد خدایا دراشاعتش رونق بخشا و در باب اعانت مدرسہ مرا کہ نوشتہ اند کہ تحریرے بجناب سرکار عالیہ والیہ ملک باید نوشت تا معاملہ رو با صلاح گیرد مرا از ہمچوں لغو تحریکہا ہمیشہ اجتناب است بر در خداوند تعالی نشستہ درس میدہم وے تعالی شانہ از خزانہ غیب اعانت مدرسہ و متعلمین خواہد کرد چہ کہ مرا از رجوع خدمت اغنیاء کراہتے بخشیدہ است بندہ فقیر برائے خود نمی خواہد ہر کہ دریں جا آوردہ مرا و طالبان را روزی کافی وافی مے رساند پس مایہ قناعت خود فروختن کار ابلہاں است۔ خدایا آنصاحب را بمراتب اعلی دنیوی و دینی رساند۔ والسلام خیر الختام ❷

از عاجز محمد نذیر حسین بہ خدمت گرامی معین الفقراء حامی سنن خادم کتاب ذوالمنن جناب حاجی مولوی جمال الدین خاں صاحب عثمانی اللہ تعالی سلامت رکھے۔

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ آپ کا ایجاد کیا ہوا طریقہ تعلیم قرآن مجید کا موحدوں کو بہت پسند ہوا۔ اللہ تعالی اس کی اشاعت میں ترقی فرماوے۔

---

❶ جماعت مجاہدین۔ص ۲۰۹ ❷ مکاتیب نذیریہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ نے جو میرے مدرسہ کی امداد کے متعلق فقیر کو تحریر فرمایا ہے کہ جناب سرکار عالیہ والیہ ریاست کو لکھنا چاہیے تاکہ معاملہ درست ہو جائے۔ عاجز کو ایسی بے کار تحریکوں سے ہمیشہ پرہیز رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں۔ وہی اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے مدرس و متعلم کی مدد کرے گا۔ مجھے اللہ نے امیروں کے دروازہ پر جانے سے کراہت عطا فرمائی ہے۔ بندہ فقیر اپنے واسطے خواستگار نہ ہوگا۔ جو یہاں لایا ہے وہی مجھ کو اور میرے طالبان علم کو روزی بقدر حاجت دیتا ہے۔ ایسی صورت میں صبر و قناعت کی پونجی فروخت کرنا نادانی کا کام ہے۔ اللہ آپکو دین و دنیا کے اعلیٰ مرتبہ پر پہونچاوے۔

حسن علی صغیر محدث

جناب سید عبدالحی لکھنوی نے نزھۃ الخواطر میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

الشیخ العالم المحدث حسن علی بن عبد العلی..... احد العلماء المبرزین فی الفقه و الحدیث۔ ولد و نشأ ببلدة لکهنؤ۔ وقرأ العلم علی حیدر علی بن حمد الله السندیلوی۔ ثم سافر الی دهلی و اخذ عن الشیخ رفیع الدین والشیخ عبدالقادر و حصلت له الاجازة عن صنوهما الشیخ عبدالعزیز۔ وکان فی بدائة حاله حنفیاً ثم سار شافعیاً و کان یدعی انه من زوایا بنی هاشم ولذالك یرسم اسمه هکذا ..... میرك جمال الدین حسن علی الهاشمی..... والمشهور علی افواه الرجال انه کان من المغول و کان اسم والده مرزا بنده علی بیگ فبدله بعبد العلی۔اخبر نی بهاشیخنا محمد نعیم بن عبد الحکیم اللکهنوی۔

قال محسن بن یحی الترهتی فی الیانع الجنی انه کان متبحراً فی الحدیث ومتقنا لعلومه۔ قد اشتهر بین الناس انه کان یتعبد علی مذهب الشافعی وقیل غیر ذالك۔انتهی۔

ومن مصنفاته: تحفة المشتاق فی النکاح والصداق ، وبرهان الخلاف ورسالة فی تحریم النجوم والرمل والجفر ، مات صفر فی سنة خمس وخمسین ومأتین والف کما فی قسطاس البلاغة۔ ❶

جناب تنزیل حسینی اصحاب علم و عمل میں بتاتے ہیں:

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ ج ۷ ص ۱۳۶۔۱۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے دم سے اودھ میں عمل بالحدیث کا چرچا ہوا۔ اس نام کے دو آدمی ہیں ایک یحییٰ گنج اور دوسرے محمد نگر میں مقیم تھے۔ پہلے کو صغیر اور دوسرے کو کبیر کہا جاتا تھا۔ پہلے عامل بالحدیث تھے اور دوسرے تشیع کی طرف میلان رکھتے تھے۔ صغیر ۱۱۶۵ھ میں پیدا ہوئے، اصل نام جمال الدین محمد تھا، لیکن مرزا حسن علی صغیر کے نام سے مشہور ہوئے۔ والد کا نام مرزا بندہ علی بیگ تھا جسے تبدیل کر کے عبدالعلی کر دیا تھا۔ حسن علی نے کتب درسیہ ملا حیدر علی سندیلوی (۱۲۲۵ھ) سے پڑھیں۔ شاہ عبدالقادر دہلوی سے بھی پڑھا۔ علم حدیث شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین سے حاصل کیا۔ پھر پوری زندگی اشاعت علم حدیث میں گزاری۔ حدیث میں پایا اتنا اونچا تھا کہ علمائے فرنگی محل نے بھی آپ سے رجوع کیا۔ اپنے زمانے میں سند المحدثین وفخر المحدثین کہلاتے تھے۔ شیخ محسن ترہتی لکھتے ہیں وہ حدیث میں بحر ذخار تھے اور باقی علوم میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ ❶ جب سید احمد لکھنو آئے تو آپ نے ان کی از حد تعظیم کی۔ اپنے مکان پر دو مرتبہ سید احمد کی ضیافت کی۔ چند اشیا نذر کیں۔ ۱۲۴۲ھ۔۱۸۲۶ء میں آپ نے حج کیا۔ مولوی عبدالقادر خانی رام پوری لکھتے ہیں: مرزا حسن علی نے جو سفر حج بھی کر چکے ہیں کلکتہ میں مخلوق کو وعظ وتذکیر سے نفع پہنچایا کچھ عرصہ باندہ میں بھی بزم ارشاد آراستہ کی ہے۔ جو کچھ بھی سلسلہ عزیزیہ میں بس وہی ہیں۔ ان کا دل ودماغ ملفوظات عزیزیہ ورفیعیہ کی بیاض سمجھنا چاہیے۔ اس زمانے میں ایسے بزرگوار کا وجود غنیمت ہے۔ ❷

مرزا حسن علی کا ایک کارنامہ تردید شیعیت بھی ہے۔ لکھنو کے اکثر امراء شیعیت سے وابستہ تھے۔ مولانا دلدار علی مجتہد شیعہ کی مساعی سے بکثرت شرفا اور متعدد خانوادے شیعہ مذہب اختیار کر چکے تھے۔ مرزا حسن علی کے دور میں آپ کی ذات سے مسلک اہل سنت کو استحکام ملا۔ آپ نے وعظ وتذکیر سے خلق عام کو مستفید کیا، مسند درس بھی آراستہ کی تلامذہ میں محمد علی صدر پوری ملیح آبادی، حسین احمد ملیح آبادی، سید اولاد حسن قنوجی شاہ محمد سعید حسرت نمو ہیاوی، عبدالرزاق فرنگی محلی، خادم علی سندیلوی، سعد اللہ مراد آبادی، نصیر الحق پھلواری سجادہ نشین خانقاہ عمادیہ پٹنہ سفیر الحق پھلواری، عبدالحکیم فرنگی محلی، ابوالخیر معین الدین مشہدی، مسیح الدین کاکوروی، ریاض الدین کاکوروی، سید ظہور محمد کان پوری، حافظ علیم اللہ نگرامی شامل ہیں۔

---

❶ الیانع الجنی۔ ص ۷۷ ❷ اصحاب علم وعمل جلد ا ص ۲۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ عبدالعزیز بھی آپ پر فخر کرتے تھے۔ انکی تصانیف میں حاشیہ سنن ابی داؤد، حواشی جامع ترمذی، رسالہ قوس قزح، تحفۃ المشتاق فی النکاح والصداق، برہان الخلافہ (مجموعہ فتاوی) رسالہ فی تحریم النجوم والرمل والجفر۔ ۲۶ صفر ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) کو وفات پائی۔ ❶

حسین بن محسن انصاری

حسین بن محسن بن محمد بن مہدی خزرجی انصاری الحدیدہ میں جمادی الاول ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے تیرہ سال کے تھے کہ والد فوت ہو گئے۔ صرف نحو کے بعد فقہ شافعی کی طرف متوجہ ہوئے پوری مہارت حاصل کی پھر علم حدیث کی قرئت علی الترتیب شروع کی۔ پہلے ابن ماجہ پھر نسائی پھر ابو داؤد پھر ترمذی پھر بخاری اور مسلم۔ یہ ساری کتابیں حسن بن عبدالباری الاہدل سے پڑھیں۔ اس کے بعد یمن کے شہر زبید کے مفتی کی طرف متوجہ ہوئے پھر ان کے بیٹے سلیمان بن محمد بن عبدالرحمٰن الاہدلی کی طرف گئے اور ان سے صحاح ستہ کی اجازت لی۔ لحیہ (شام) علاقہ میں قاضی مقرر ہوئے چار سال اس عہدہ پر رہے۔ پھر استعفی دیا کیونکہ ان سے ایک غلط فتوی مانگا گیا تھا جو آپ نے نہیں دیا۔ ہندوستان آئے۔ سکندر بیگم کے عہد میں بھوپال میں دو سال رہے اور چلے گئے۔ پھر پانچ سال بعد شاہ جہان بیگم کے عہد میں آئے۔ چار سال رہے اور چلے گئے۔ پانچ سال بعد پھر آئے اور یہیں کے ہو رہے۔ بہت فیض پھیلایا۔ شاگردوں میں جناب صدیق حسنؒ، جناب محمد بشیر سہسوانیؒ، جناب شمس الحق ڈیانویؒ، جناب حافظ عبداللہ غازی پوریؒ، جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، جناب سلامت اللہؒ جے راج پوری، جناب وحیدالزمانؒ حیدرآبادی، جناب طیبؒ بن صالح مکی، عبدالحی لکھنوی ندویؒ شامل ہیں۔

شیخ حسین بن محسن کو تالیف کتب سے زیادہ شغل نہیں تھا۔ آخری عمر میں لکھنو میں آمدو رفت کافی تھی۔ ۱۳۲۷ھ میں وفات ہوئی۔ ❷

خرم علی بلہوری

الشیخ العالم الصالح خرم علی البلھوری احد العلماء المشھورین ولد ونشأ ببلھور قریة من اعمال کان پور وسافر للعلم وقرأ الکتب الدرسیة ثم اخذ الطریقة عن السید الامام

---

❶ ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۷ دسمبر ۲۰۰۱ء ❷ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸ ص ۱۷۷ تا ۱۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

احمد بن عرفان الشهيد البريلوی ولازمه زماناً ثم سافر الی باندا فقربه اليه نواب ذوالفقار خان وولاه الترجمة والتصنيف۔

له غاية الاوطار ترجمه الدرالمختار فی الفقه الحنفی بالهندی۔ شرع اولاً من كتاب النكاح فأتمها ثم شرع كتاب الحج منها ثم شرع فی الترجمة والشرح من اولها فبلغ الی باب الاذان ولم يمهله الاجل لاتمامها۔ وله ترجمة مشارق الانوار للصنعانی فی الحديث وشرحه بالهندی وله شفاء العليل ترجمه القول الجميل وله نصيحةالمسلمين رساله مشهورة فی نصرالتوحيد والسنة وله رسالة فی قرأة الفاتحة خلف الامام فی الصلاة۔ توفی سنة احدی وسبعين وقيل ست وسبعين ومأتين والف۔ ❶

مناسب پر مقام پر ان کے حالات ذرا تفصیل سے بیان کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

دارالعلوم دیوبند کی مالی خدمت

کتاب ہذا میں کسی جگہ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اگر چہ دارالعلوم دیوبند میں اہل حدیث اساتذہ اور طلبا کو خوش آمدید نہیں کہا جاتا تھا لیکن اہل حدیث پھر بھی اس مدرسہ کی حسب استطاعت مالی مدد کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے کے دو واقعات ہمارے علم میں آئے ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

- جناب حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ کا مدرسہ بہت مشہور ہے اور وہاں انہوں نے ایک طویل عرصہ تک درس حدیث دیا اور ان گنت لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین جناب عمرالدینؒ ہوئے جو ٹانگوں سے معذور تھے۔ وہ مدرسے میں بلا معاوضہ پڑھاتے تھے اور اپنی گزراوقات کے لئے چاندی کے ورق کو کاٹنے کا کام کرتے تھے۔ دست کاری سے ہونے والی آمدنی سے اپنا گزارا کرتے اور طلبا پر حسب ضرورت خرچ کرتے۔ اسی آمدنی سے بچا بچا کر انہوں نے ایک ہزار روپیہ جمع کیا تھا جو جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کے پاس بطور امانت رکھا ہوا تھا۔ جناب عمرالدینؒ کی وفات کے وقت یہ روپیہ

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ ج ۷ ص ۱۵۸۔۱۵۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ ہی کے پاس تھا۔ جسے انہوں نے مدارس میں تقسیم کر دیا۔ اور اہل حدیث امرتسر کے ۸ مارچ ۱۹۴۶ء کے شمارے میں درج ذیل نوٹ شائع ہوا۔

مولوی عمر الدین مرحوم وزیر آبادی کی رقم ایک ہزار روپیہ میں سے ۹۷۵ روپے ۱۰ آنے ۳ پیسے ان کی حسب وصیت طلبا پر خرچ ہو چکے ہیں۔ مدرسہ غزنویہ امرتسر، مدرسہ قدس امرت سر، مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر، مدرسہ گوجرانوالہ، مدرسہ وزیر آباد، مدرسہ دیوبند، مدرسہ جھنڈے نگر وغیرہ۔

حساب رجسٹر میں درج ہے۔ ہر مسلمان دیکھ سکتا ہے۔ ابوالوفا۔

○ دوسرا واقعہ ملک حسن علی جامعی شرقپوریؒ کی روایت سے یوں بیان کیا گیا ہے:

مولانا شہاب الدین فاضل دیوبند خطیب جامع مسجد گورنمنٹ کوارٹرز چوبرجی گارڈنز لاہور نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ میں جب دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو ایک دفعہ دارالعلوم ایک ماہ کی رخصتوں کے لئے بند ہو گیا۔ مہتمم دارالعلوم نے طلبہ کو اپیل کی کہ واپسی کے وقت اپنے اپنے علاقوں سے دارالعلوم کے لئے امدادی رقوم فراہم کر کے لائیں۔ میں امرتسر کے سٹیشن پر اترا اور رات گزارنے غزنویوں کی مسجد میں جا ٹھہرا۔..... صبح میں ان (جناب عبدالجبار غزنوی) کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا کہ حضرت میں دیوبند سے آیا ہوں۔ طالب علم ہوں اپنے دارالعلوم کے لئے کچھ امداد کا طالب ہوں۔ حضرت مولانا عبدالجبار نے جمعہ کے خطبہ میں چندہ کے لئے اپیل کی۔ چندہ جمع ہوا اور میرے حوالے کیا۔ ❶

رباعیات کا قصہ

عمل بالحدیث بلا واسطہ مجتہد کی بحث میں قصہ رباعیات کا ذکر ہوا تھا اور ہم نے لکھا تھا کہ اس قصہ کی تفصیل متفرقات میں بیان کی جائے گی۔ وہ قصہ یوں ہے:

قال عبد العزیز الدمشقی حدثنا ابو عصمة نوح بن الفرغانی قال سمعت ابا المظفر عبد الله ابن محمد بن عبد الله بن قت الخزرجی وابابکر محمد بن عیسی البخاری قال سمعت باذر

---

❶ سوانح مولانا داؤد غزنوی۔ ص ۱۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عمار بن محمد بن مخلد التميمي يقول سمعت اباالمظفر محمد بن حامد بن الفضل يقول لما عزل ابو العباس بن الوليد بن ابراهيم بن زيد الهمداني عن قضاء الرى ورد بخارى سنةثمان عشرة وثلاثه مأة ..... مودة كانت بينه وبين ابى الفضل البلعمي فنزل فى جوارنا فحملني معلمي ابو ابراهيم اسحاق بن ابراهيم الختلي اليه فقال اسألك ان يحدث هذا الصبي عن مشائخك فقال مالي سماع قال فكيف و انت فقيه ..... هذا قال لاني لما بلغت مبلغ الرجال تاقت نفسي الى معرفة الحديث و رواية الاخبار وسماعه قصدت محمد بن اسماعيل البخارى صاحب التاريخ والمتطوف اليه فى علم الحديث و اعلمته مرادى و سألته الا ..... فقال لي يابني لا تدخل فى امر الا بعد معرفة حدوده والوقوف على مقاديره فقلت عرفني رحمك الله حدود ما قصدتك له ومقادير ماسالتك عنه فقال لي:

اعلم ان الرجل لايصير محدثاً كاملاً فى حديثه الا بعدان يكتب اربعا مع اربع ـ كاربع مثل اربعه فى اربع عند اربع ـ باربع على اربع عن اربع لاربع و كل هذه الرباعيات لاتتم الا باربع مع اربع فاذا تمت له كلها هان عليه اربع وابتلى باربع فاما وصبرعلى ذالك اكرمه الله تعالى فى الدنيا باربع اثانه فى الآخرة باربع قلت له فسر لي رحمك الله ما ذكرت من احوال هذه الرباعيات من قلب صاف بشرح كاف وبيان شاف طلباً للاجر الوافي، فقال نعم:

الاربعة التى يحتاج الى كتبها هى اخبار الرسول ﷺ وشرايعه والصحابة رضى الله عنهم ومقاديرهم والتابعين وآحوالهم وسائرالعلماء وتواريخهم من اسماء رجالهم وكناهم وامكنهم وزمنهم كالتحميد مع الخطب والدعاء مع التوسل والبسملة مع السورة والتكبير مع الصلوة مثل المسندات والمرسلات والموقوفات والمقطوعات فى ..... وفى ادراكه وفى شبابه وفى كهوليه عند فراغه وعندشغله وعند فقره وعندغناه بالجبال والبحار والبلدان والبرارى على الاحجاب والاحراف والجلود والاكتاف الى الوقت الذى يمكنه نقلها الى الاوراق عمن هوفوقه وعمن مثله وعمن دونه وعمن كتاب ابيه يتيقن انه بخط ابيه دون غيره لوجه الله تعالى طلبا لمرضاته والعمل بما وافق كتاب الله عزوجل منها ونشرها بين طالبيها ومجيبها ـ والتاليف فى احياء .....

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ثم لانتم له هذه الاشباه الا باربع من كسب العبد معرفة الكتابة واللغة والصرف والنحو۔ مع اربع هی من اعطاه الله تعالی اعنی القدرة والصحة والحرص والحفظ فاذا قمت له هذه الاشياء كلها ماعليه اربع الاهل والمال والولد والوطن وابتلی باربع شماتة الاعداء وملامة الاصدقاء وطعن الجهلاء وحسد العلماء فاذا صبرا علی هذاه المحن اكرمه الله عزوجل فی الدنيا باربع بعز القناعة وهيبة النفس وبلذه العلم و وبحياة الابد واثابه فی الاخرة باربع باشفاعة لمن يراد من اخوانه وبظل العرش يوم لاظل الا ظله يسقی من اراد من حوض نبيه ﷺ وبمجاورة النبيين فی اعلی عليين فی الجنة فقد اعلمتك يابنی مجملاً ولجميع ماسمعت من مشائخی متفرقاً فی هذا الباب فاقبل الآن الی ماقصدت اليه اودع نهالنی قوله فسكت متفكراً واطرقت منا وبا فلما رئی ذالك منی قال وان لم تطق حمل هذة المشاق كلها فعليك بالفقه وبالفقه يمكنك تعلمه وانت فی بيتك قدساكن لاتحتاج الی بعد الاسفار وطئی الديار وركوب البحار وهو مع ذاثمره الحديث وليس ثواب الفقيه دون ثواب المحدث فی الآخرة ولاعزه باقل من عزالمحدث فلما سمعت ذالك نقص عزمی فی طلب الحديث واقبلت علی دراسة الفقه۔ ❶

(راوی کہتا ہے کہ ابوالعباس ولید بن ابراہیم ہمدانی رے کی قضا سے معزول ہوئے تو شہر بخارا میں ہمارے پڑوس میں اترے۔ میرا استاد ابوالمظفر مجھے ان کے پاس لے گیا اور ان سے اس امر کا طالب ہوا کہ وہ مجھے احادیث سناویں جو اپنے استادوں سے سن چکے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے حدیث کی سماع نہیں ہے۔ میرے استاد نے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں پھر حدیث کی سماع کیوں حاصل نہیں کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا سبب یہ ہے مجھے حدیث کا شوق ہوا تو میں امام بخاری کے پاس پہنچا اور اپنے شوق و ارادہ سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹا کسی امر میں مداخلت کا قصد نہ کرنا چاہیے جب تک کہ اس کی حدوں اور مقداروں کی معرفت نہ ہو۔

---

❶ قسطلانی۔ ج ۱۔ ص ۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میں نے سوال کیا آپ مجھے علم حدیث کی حدوں اور مقداروں سے واقف کریں تو آپ نے فرمایا انسان کامل محدث تب ہی بنتا ہے جبکہ چار قسم کی حدیثیں (احادیث نبوی، آثار صحابہ، آثار تابعین، اقوال علماء) قلم بند کرے۔ معہ چار قسم کے اوصاف (ان کے نام، کنیت، مکان، زمانہ) جیسے چار چیزوں کے ساتھ چار چیزیں ہیں (خطبہ کے ساتھ جمعہ، دعا کے ساتھ توسل، سورۃ کے ساتھ بسم اللہ، نماز کے ساتھ تکبیر)۔ چار اقسام کی مثل (مسند، مرسل، موقوف، منقطع) پر اپنے چاروں زمانوں (صغرسنی، بلوغت، جوانی، ادھیڑ عمر) میں چاروں وقت (فراغت، مصروفیت، فقیری، تونگری) چاروں موقعوں (پہاڑوں دریاؤں۔ شہروں۔ جنگلوں) میں رہ کر چاروں لکھنے کی چیزوں (پتھروں، ٹھیکریوں چمڑوں، بکری کے شانوں) پر اس وقت تک کہ ان احادیث کو کاغذوں پر نقل کر سکے۔ چاروں قسم کے اشخاص (اپنے سے بڑوں، برابر کے لوگوں، اپنے سے نیچے والوں، اپنے باپوں کی کتابوں) سے چاروں غرضوں (ثواب آخرت، عمل، اشاعت و تالیف) سے پھر یہ سب چوکڑیاں چار شرطوں سے پوری ہوتی ہیں جو بندے کے اختیار میں ہیں۔ (کتابت کا علم، لغت کا علم، صرف کا علم، نحو کا علم)، معہ چار شرطوں کے جو خدا کے اختیار میں ہیں (قدرت، صحت، فرصت، حافظہ)۔ جب یہ چوکڑیاں پوری ہوں تو اس شخص کو چار چیزوں کا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے (بیوی، مال، اولاد، وطن) اور چار بلاؤں میں مبتلا ہونا پڑتا ہے (دشمنوں کی خوشی، دوستوں کی ملامت، جاہلوں کا طعن، علماء کا حسد) جب وہ ان مشقتوں پر صبر کرتا ہے تو خدا دنیا میں اسے چار چیزیں انعام فرماتا ہے (قناعت کی عزت، ہیبت نفس، علم کی لذت، ابدی حیات) اور چار ثواب آخرت عطا فرماتا ہے (اپنے بھائیوں میں سے جس کے لئے چاہے شفاعت، عرش کا سایہ جس دن بجز اس کے کسی کا سایہ نہ ہوگا، حوض کوثر سے جس کو چاہے پانی پلانا، اعلیٰ علیین میں نبیوں کا قرب) یہ کہہ کر انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھے سبھی کچھ اکٹھا سنا دیا جو اپنے مشائخ سے متفرق طور سے سنا تھا۔ اب تو یہ مشکلات سوچ کر اپنے مقصود (طلب حدیث) کی طرف توجہ کر یا اس کو چھوڑ۔

مجھے ان کی بات نے ڈرا دیا۔ پس میں فکر میں چپ ہو رہا اور ادب سے سر جھکا دیا۔ جب انہوں نے میری یہ حالت دیکھی تو کہا تجھ سے ان مشقتوں کا تحمل نہ ہو سکے تو فقہ کو تھام لے اس کا سیکھنا تجھے آسان ہوگا۔ اور سفروں میں جانا نہ پڑے گا اور مع ہذا وہ (فقہ) حدیث کا پھل

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہے۔اور فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں اور نہ فقیہہ کی عزت محدث کی عزت سے کم ہے۔ یہ سن کر میں نے طلب حدیث کا عزم فسخ کیا اور فقہ کی طرف متوجہ ہوا)

رشید احمد گنگوہی

رشید احمدؒ بن ہدایت احمد بن پیر بخش انصاری حنفی ۔۲۴ ذی قعد ۱۲۴۴ کو پیدا ہوئے ماموں محمد تقی سے پڑھا۔ پھر دہلی میں قاضی احمد دین جہلمیؒ اور جناب مملوک علیؒ سے پڑھا۔اور جناب مفتی صدر الدینؒ سے بھی پڑھتے رہے۔ حدیث وتفسیر شیخ عبدالغنیؒ اور جناب احمد سعید دہلویؒ سے پڑھیں جناب امداد اللہ تھانویؒ سے بیعت ہوئے ۔ ۱۲۷۶ھ میں چھ ماہ نظر بند رہے۔ ۱۲۸۰ھ، ۱۲۹۴ھ اور ۱۲۹۹ھ میں حج کیا۔ دعوت وارشاد اور تدریس میں مشغول رہے۔مریدوں اور شاگردوں میں جناب خلیل احمدؒ سہارنپوری، جناب محمود حسنؒ دیوبندی، جناب عبدالرحیم رائے پوریؒ، جناب حسین احمدؒ مدنی، جناب محمد یحی کاندہلویؒ وغیرہ شامل ہیں۔ جمادی الآخر ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی۔ ❶

جناب رشید احمد گنگوہیؒ نے فرضیت جمعہ کے متعلق کہ گاؤں میں جمعہ فرض ہے کہ نہیں؟ ایک مفصل رسالہ اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القری، تحریر فرمایا۔اس میں تمام اعتراضات کا رد فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ الحاصل محقق ہو گیا کہ فرضیت جمعہ مکہ معظّمہ میں ہو چکی تھی اور مکہ میں اقامت جمعہ سے تعذر تھا۔ اور مدینہ میں کہ مصر تھا، اور مسلمانوں کو تمکن اقامت جمعہ کا تھا جمعہ بامر رسول اللہ جاری رہا۔اور مواقع ومحل اقامت جمعہ نہ تھے۔ مثل حوالی وقبا وغیرہ وہاں جمعہ جاری نہیں ہوا حالانکہ وہاں بہت سے مسلمان مقیم تھے اور نہ کبھی وہاں جمعہ پڑھا گیا۔ ❷

۱۲۸۷ھ میں جناب محمد قاسم نانوتویؒ کا انتقال ہوا تو آپ مدرسہ (دیوبند) کے سرپرست قرار دیئے گئے .....آپ ۱۸۸۰ سے ۱۹۰۵ء تک سرپرست رہے۔ دار العلوم کے فتووں کے جوابات خود ہی تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جلسہ دستار بندی میں شریک ہوتے۔ ❸

---

❶ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸ ص ۲۲۲۔۲۲۶

❷ اوثق العری۔ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ص ۹) (الرشید دیوبند نمبر۔ ص ۲۷۴۔۲۷۵

❸ ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ۲۷۱۔۲۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محمد سعید بنارسی

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

عالم محدث مشہور علماء میں سے تھے۔ ۱۲۷۴ھ میں پیدا ہوئے۔ بیس برس کے قریب عمر میں اسلام لائے۔ دیوبند میں نحو، فقہ، منطق، فلسفہ پڑھا۔ پھر دہلی میں محدث نذیر حسین دہلویؒ سے حدیث پڑھی۔ مکہ میں شیخ معمر عباس بن عبدالرحمٰن شہابی یمانی سے حدیث کی سند لی۔ بنارس میں رہائش اختیار کی، ایک مطبع قائم کیا، ایک ماہوار رسالہ نکالا جسکا نام نصرۃ السنۃ رکھا۔ مباحثہ سے بہت زیادہ دل چسپی لیتے اپنے مخالفین پر سخت اعتراضات کرتے۔ اس سلسلہ میں آپ کے کئی رسالے بھی ہیں۔ آپ نے ۱۸ رمضان ۱۳۲۳ھ کو وفات پائی۔ ❶

جناب محمد سعید بنارسیؒ کے مفصل حالات ہم انشاء اللہ مناسب مقام پر درج کتاب کریں گے۔ یہاں میاں نذیر حسین کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے ہیں جو انہوں نے جناب محمد سعیدؒ کو لکھا تھا۔ اس خط میں اہل حدیث بمقابلہ احناف عدالتی مقدمات کا ذکر ہے۔ اور اس کا وعدہ ہم نے عرض مئولف میں کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از عاجز محمد نذیر حسین

بمطالعہ گرامی مولوی محمد سعید صاحب سلمہ ربہ بالخیر والعافیت

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح باد کہ

نامہ نامی وصحیفہ گرامی رسیدہ کاشف مدعا گردیدہ وپیشتر از خط مولوی تلطف حسین صاحب حال مقدمہ (الہ آباد) بوضوح پیوستہ بود چنانچہ مولوی تلطف حسین صاحب را بہزار دل جوئی بدرخواست نقل میرٹھ اٹاوہ روانہ کردہ برائے نقل گرفتن در روزہ ماہ رمضان برگماشتم بفضلہٖ تعالیٰ نقل میرٹھ میرسد منصف کما حقہ دادحق دادہ است وآنچہ در نقل فیصلہ آں خرچ شد از حاجی احمد اللہ صاحب سلمہ ربہ گرفتہ خواہد شد ونقل کاغذہائے دہلی وغیرہ بمولوی عبداللہ صاحب

---

❶ نزھۃ الخواطر جلد ۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غازی پوری فرستادہ شد و نیز بحاجی صاحب ممدوح پیشتر روانہ کردہ شد از وشاں طلب نمائید مگر دریں باب زر درکار والا عملگان کچہری ہیچگو نہ التفات نمی کنند خصوصاً در جہر آمین ورفع یدین (کہ از ہمہ مسلماناں ہمہ مخالف اند) بہزار دشواری حاصل میشود ومقدمہ بنارس را از اہم مہمات شمارند خدانخواستہ اگر درالہ آباد سرسبز نشدہ مخالفین آں دیار ودہلی ہمہ دلیر ومانع در مسائل مذکور خواہند بود واگر جستجو وتگاپو قرار واقعی منظور باشد تا تنخواہ مولوی تلطف حسین صاحب پنجاہ رو پئہ سواء زاد سفر جمع نمایند کہ مشارالیہ را در امضاء آں روانہ کنم چرا کہ مشارالیہ از سہ و چہار سال درمقدمہ دہلی وگورگانواں ونصیرآباد ومیرٹھ سرگردان می ماند وسعی وکوشش مقدمہ بنارس سرالہ آباد بجز موما الیہ شدن نمی تواند وبایں وعدہ کہ آنچہ خرچ خواہند بگیرند قابل گفت وشنود نخواہد بود تاوقتیکہ تعیین وتشخیص تنخواہ اواز موحدین مقرر نکنانند رفتن شاں متعذر است ومولوی صاحب در مقدمات مرجوعہ ہر جا جان بازی وسخن پردازی کردہ اند کہ از دیگراں عشر عشیر نخواہد بود وبفہم ناقص من درمعرکہ الہ آباد بجز وے کسے دیگر بنظر نمی آید جلد تر تدبیر کردہ زر فراہم آرند تا مشارالیہ را روانہ سازم وماعلینا الا البلاغ المبین۔ واز جواب خط بعد مشورہ موحدین زود تر آگاہ سازند زیادہ۔ والسلام خیر الختام۔ نہم رمضان۔ منمقام دہلی روانہ شد۔ ❶

(از عاجز محمد نذیر حسین

بگرامی مطالعہ مولوی محمد سعید صاحب السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ خط آپ کا ملا، مضامین سے آگاہ ہوا۔ اس کے قبل مولوی تلطف حسین کے خط سے حال مقدمہ (معلومہ) کا معلوم ہوا تھا چنانچہ مولوی تلطف حسین کی ہزاروں دلجوئی کر کے واسطے درخواست دست یابی نقل میرٹھ واٹاوہ باوجود روزے ماہ رمضان کے روانہ کیا گیا۔ خدا کے فضل سے نقل مقدمہ میرٹھ عنقریب موصول ہوگی۔ منصف نے کما ینبغی فیصلہ حق کیا ہے۔ جو کچھ فیصلہ کی نقل میں خرچ ہوگا وہ حاجی احمد اللہ صاحب سے لیا جاوے گا۔ نقل کاغذات دہلی وغیرہ مولوی عبد اللہ صاحب غازی پوری کے پاس روانہ کیا گیا اور حاجی صاحب ممدوح کے پاس قبل حافظ صاحب کے روانہ کیا گیا ہے۔ آپ ان سے طلب کریں۔

---

❶ مکاتیب نذیریہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نقل نقولات میں زر کثیر درکار ہے ورنہ عملگان کچہری کچھ توجہ نہیں کرتے ہیں خصوصاً آمین جہری ورفع یدین میں ❶ مشکل سے حاصل ہوتا ہے۔

بنارس کا مقدمہ سب سے بڑا کارنامہ سمجھیں اگر الہ آباد میں کامیابی نہ ہوئی تو وہاں کے مخالفین اور دہلی والے سب دلیر اور مانع مسائل مذکورہ سے ہوں گے۔

اگر جستجو و دوڑ دھوپ قرار واقعی منظور ہو تو تنخواہ مولوی تلطف حسین کی مبلغ پچاس روپئہ علاوہ خرچ سفر (بھتہ) کے جمع کریں تا کہ مشار الیہ کو انجام میں اس کے روانہ کروں کیونکہ ممدوح الیہ تین چار سال سے مقدمہ دہلی اور گوڑ گانواں ونصیر آباد و میرٹھ میں وہ حیران و پریشان رہے اور پیروی بنارس کے مقدمہ کی الہ آباد میں سوائے ممدوح الیہ کے کوئی کر نہیں سکتا ہے اور اس وعدہ پر ان کا جانا کہ جو کچھ خرچ چاہیں لیں قابل گفت وشنید کے نہ ہوگا جب تک تعین تنخواہ کی موحدین سے مقرر نہ کرائیں ان کا جانا مشکل ہے مولوی صاحب ہر جگہ مقدمات مرجوعہ میں کوشش جان توڑ سخن سازی عمل میں لائے ہیں کہ دوسرے شخص سے دسواں حصہ بھی نہ ہوگا میری رائے کے مطابق الہ آباد کے معاملہ میں سوائے مولوی صاحب کے دوسرا شخص اس ہمت کا دکھائی نہیں دیتا۔

جلد تدبیر کر کے ان کے لئے روپئہ مہیا کریں تا کہ مولوی صاحب ممدوح کو میں روانہ کروں مجھے صرف سمجھا دینا ہے۔ خط کے جواب سے مجھ کو بعد صلاح ومشورہ موحدین کے آگاہ کریں۔ زیادہ والسلام خیر الختام۔ ۴ رمضان دہلی سے روانہ کیا گیا۔ ❷

مفتی صدر الدین آزردہ

مولوی لطف اللہ کشمیری کے بیٹے تھے۔ ۱۲۰۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ والد سے پڑھا۔ پھر شاہ عبدالعزیز محدثؒ سے ادب، معانی، بیان، فقہ واصول، کلام وتفسیر پڑھی۔

---

❶ کیونکہ سارے کا سارا عملہ مخالف ہیں

❷ جناب تلطف حسینؒ، جناب میاں صاحبؒ کے شاگرد اور خدمت گار تھے۔ دہلی میں کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام کرتے تھے، حج میں میاں صاحب کے رفیق سفر تھے اور وہاں میاں صاحب کے مصائب میں ان کے ساتھ رہے۔ اس کی تفصیل کسی اور موقع پر ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ سے حدیث و اصول حدیث، رجال و سیر کی کتابیں پڑھیں۔ شاہ محمد اسحاقؒ سے بھی استفادہ کیا۔ منطق، فلسفہ، وغیرہ فضل امام خیرآبادیؒ سے پڑھا جو اس وقت صدر الصدور تھے۔

مفتی صدر الدینؒ صاحب کو انگریزی حکومت نے ۱۸۲۷ء میں صدر الصدور اور مفتی دہلی مقرر کیا اور اس حیثیت سے وہ مغربی بلکہ مشرقی و شمالی دہلی میں فتوی دیتے تھے اور امتحان مدارس وصدارت حکومت دیوانی بھی ان کے سپرد تھی۔ تیس سال تک وہ اس عہدے پر فائز رہے۔ ❶

محترمہ رضیہ حامد نے لکھا ہے:

جناب صدر الدینؒ کا تدریسی لحاظ سے دہلی کے سربرآوردہ علماء میں شمار ہوتا تھا۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد طلبہ کو اپنے گھر پر پڑھایا کرتے تھے نیز طلبہ کی مدد لباس وظائف وغیرہ کی شکل میں کیا کرتے تھے..... کچھ لوگ بطور برکت اور آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کی وجہ سے چند اسباق پڑھ کر سند حاصل کرتے تھے۔ سید صدیق حسنؒ نے ایک سال آٹھ ماہ کی مدت میں نصاب نظامیہ کی اعلی اور دشوار کتب ان سے پڑھ لی تھیں۔ دہلی کالج سے جناب صدر الدین آزردہ کا خصوصی تعلق تھا۔ عربی و فارسی کے امتحان آپ لیتے تھے۔

جناب صدر الدینؒ نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا تھا جس کی پاداش میں جیل بھی گئے تھے۔ ایام غدر میں مفتی صاحب کا کتب خانہ ضبط ہو کر نیلام ہو گیا تھا جس میں موروثی کتب موجود تھیں یہ کتب خانہ تقریباً تین لاکھ کا تھا مفتی صاحب کو اس کا بہت صدمہ پہونچا۔ سید صدیق حسنؒ نے لکھا ہے کہ برسوں کی ملازمت سے جو جائیداد بنائی تھی وہ:

جملہ جائداد و معاش کہ دریں سی سال ملازمت بہم رسانیدہ بودند، در سرکار ضبط گردید دہمبہ تہمت افتاد بجہاد با حکام مقید شدہ چند ماہ در زنداں گزرانیدند۔ آخر الامر کہ عدم قصور ایشاں ثابت شد رہائی یافتہ۔ اتحاف النبلا۔

آخر عمر معاشی حالت کی کمزوری کی وجہ سے طلبہ کی زیادہ مدد نہیں کر پاتے تھے لیکن جہاں تک ممکن ہوتا معاونت فرماتے۔ والی رام پور نواب یوسف خان آپ کے شاگرد تھے، ان کی ریاست سے تاحیات آپ کو وظیفہ ملتا رہا۔

---

❶ اتحاف النبلاء المتقین۔ ص ۲۶۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ کے شاگردوں میں مفتی سعد اللہ مراد آبادی، یوسف خان والی رام پور، فیض الحسن سہارنپوری، جناب مظہر نانوتوی، جناب امیر حسن سہسوانی، سید نذیر احمد شاہ سہسوانی، جناب محمد منیر نانوتوی، جناب محمد قاسم نانوتوی، جناب صدیق حسن، جناب ذوالفقار علی دیوبندی، جناب رشید احمد گنگوہی، جناب سمیع اللہ خان وغیرہ شامل ہیں۔

مفتی صاحب ۸۱ سال کی عمر میں ۲۴ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۶ جولائی ۱۸۶۸ء کو فوت ہوئے۔ قادر الکلام شاعر تھے۔ ❶

محترمہ رضیہ حامد کے مقالے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ کے دوران انگریزوں سے جہاد کرنے کا فتویٰ دیا تھا، اور جناب صدیق حسنؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی مخالفت کی وجہ سے ان کی جائیداد ضبط ہوئی۔ اس کے علاوہ اور کئی کتابوں میں بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ جناب مفتی صاحب کو مجاہد آزادی، انگریزوں کا مخالف، اور ان سے جہاد کا حامی بتایا جاتا ہے۔

مجھے اس بات پر کوئی بحث نہیں کرنا ہے بس اتنا بتانا ہے کہ حال ہی میں غداروں کے خطوط نامی ایک مختصر سی کتاب سامنے آئی ہے جس کی روشنی میں جناب مفتی صاحب کی شخصیت کا ایک ایسا سیاسی پہلو سامنے آتا ہے جو متنازعہ ہو سکتا ہے۔ اس کتاب میں ۱۸۵۷ء کی جنگ کے دوران دہلی میں انگریزوں کے کئی جاسوسوں کے خطوط انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ سے نقل کئے گئے ہیں جن میں ان جاسوسوں نے دہلی سے باہر انگریز افسروں کو دہلی کے حالات کی خبریں پہنچائی ہیں۔

- ایک خط ۴ تا ۸۔ اگست ۱۸۵۷ء کی خبروں پر مشتمل ہے جو ایک خاص مخبر کے ذریعہ انگریزوں کو پہنچیں۔ اس خط میں بتایا گیا ہے
  مفتی صدر الدین نے لکھنؤ سے آکر (بہادر شاہ کے) دربار میں حاضری دی۔ ❷
- ایک خط تراب علی جاسوس کا ہے جو انگریز افسروں کو ۲۴۔۲۵ اگست۔ ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا۔ اس میں لکھا ہے۔

---

❶ نواب صدیق حسن۔ ص ۳۴۹۔۳۵۰۔۳۵۱ ❷ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپکے ایماء بموجب میں نے مرزا الٰہی بخش اور مفتی صدرالدین سے عرض کر کے سکھوں کو ہر پلٹن سے نکلوا کر علیحدہ پلٹن سکھوں کی بنوائی تھی۔ چوں کہ جواب خط مفتی صاحب اور مرزا (الٰہی بخش) صاحب کا نہیں آیا، میری عرضی کو محمول بر خود غرضی کیا اور اس کام کے انجام دینے میں کم توجہ کیا۔ اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔ ❶

○ تراب علی جاسوس کا ایک خط ۳۰۔ اگست ۱۸۵۷ء کا ہے، اس میں لکھا ہے:
حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدرالدین، مرزا الٰہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں۔ یہاں پر ریگولر فوج کے تقریباً ۴ ہزار سپاہی موجود ہیں۔ اگر آپ ان کی جان بخشی کا اعلان کر دیں تو یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لئے تیار ہیں..... انفنٹری کو بھی اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا افراد میں کوئی بھی باغیوں کو پناہ دینے کیلئے تیار نہیں اسکے برعکس ان کی خواہش ہے کہ جن باغیوں نے قتل و غارت کیا ہے انکو سخت سزا ملنی چاہیے۔ انہوں نے بادشاہ سلامت دہلی کے امراء اور شہر کے لاچار اور بے قصور باشندوں کی جان بخشی کی درخواست کی ہے۔ ❷

○ فتح محمد خان نامی جاسوس کا یکم ستمبر ۱۸۵۷ء کا خط یوں ہے:
(دہلی میں ہندوستانی) فوج کے پاس کھانے پینے کے لئے بھی کوئی رقم نہیں۔ خزانے میں کوئی کھوٹا سکہ بھی باقی نہیں رہا۔ فوج ہر روز اپنی تنخواہ کا مطالبہ کرتی ہے..... مفتی صدرالدین کو رقم کی فراہمی کے لئے دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت سے غازیوں کو چوبیس روپئے روزانہ کی تنخواہ کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اس نے نہ صرف بادشاہ کو کوئی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ دھمکی دی ہے کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا

---

❶ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۵۳ ❷ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

گیا تو وہ شاہی فوج کے خلاف لڑ کر مرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ انگریزی فوج کی نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو ترجیح دے گا۔ ❶

کتاب کے مصنف نے اس خط کے بارے میں ایک نوٹ لکھا ہے، جو یوں ہے:

اس سے پہلے ذکر ہے کہ مفتی صدرالدین نے انگریزوں کو خط لکھا تھا۔ اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صدرالدین کی انگریزوں سے ساز باز مکمل ہوگئی ہے جو بادشاہ کی طلبی پر جانے سے انکار کیا گیا ہے۔ ❷

○ تراب علی جاسوس کا ۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کا خط یوں ہے:

مفتی صدرالدین کے گھر پر کل رات بارہ بجے تک جلسہ ہوتا رہا۔ ان کا ایک وفد آج صبح بادشاہ سے ملنے گیا۔ منشی آغا جان اور وارث علی نے ۳۱۔ اگست کو (بادشاہ کو فوج کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے لئے) ایک ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے یہ رقم ادا نہیں کی۔ باغیوں نے تنگ آ کر سلاخیں گرم کر کے ان کے جسموں کو داغنے کی دھمکی دی۔ تب جا کر انہوں نے یہ رقم ادا کی ..... منشی آغا جان نے تو پھر بھی رقم دینے سے انکار کر دیا تھا مگر اس کے رشتہ داروں نے اس کی جان بچانے کے لئے یہ رقم ادا کر دی۔ ❸

○ فتح محمد خان جاسوس۔ ۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کا خط یوں ہے:

بادشاہ نے مجبور ہو کر (فوج کو) چالیس ہزار روپے دیئے اور بقیہ کی ادائیگی کے لئے ۱۵ دن کا وعدہ کیا۔ اب جو رقم ملی ہے اس کو فوج میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا۔ رسالدار ۱۲ روپے۔ نائب رسالدار ۸ روپے۔ جمعدار ۶ روپے۔ دفعدار ۵ روپے۔ سوار تین روپے۔ سپاہی ۲ روپے۔ کاری گر مزدور ایک روپیہ

افواج کی تنخواہ کا بندوبست کرنے کے لئے اب جو انتظامات کئے جا رہے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

---

❶ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۶۸
❷ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۶۸ ❸ غداروں کے خطوط۔ ص ۱۷۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دہلی کے شہریوں سے ایک لاکھ روپئہ چندہ جمع کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے مسلمانوں کی ذمہ داری مفتی صدرالدین کو اور ہندوؤں کی ذمہ داری لالہ مکند لال کو دی گئی ہے۔ ان دونوں نے پندرہ دن کے اندر یہ رقم جمع کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ انہیں پوری امید ہے کہ اس وقت تک انگریز دہلی فتح کر چکے ہوں گے۔ ❶
یہ تو معلوم ہی ہے اس خط کے دو ہفتے بعد دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔

عبدالحق بنارسی

جناب عبدالحی لکھنویؒ نے جناب عبدالحق بنارسیؒ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

الشيخ العالم المحدث المعمر عبد الحق بن فضل الله العثمانی النيوتينی ثم البنارسی احد العلماء المشهورين ، ولد بقرية نيوتينی من اعمال موهان سنة ست ومأتين وألف وقرأ العلم على ابيه وعلى غيره من العلماء ثم سافر الى دهلی وقرأ بعض كتب الحديث على الشيخ اسماعيل بن عبد الغنی الدهلوی والشيخ عبد الحی بن هبة الله البرهانوی وأخذ بعضها عن الشيخ عبدالقادر بن ولی الله العمری الدهلوی سماعاً عليه۔ ثم سافر الى مكة المباركة فحج وصدر عنه بمكة بعض مالايليق بشأن الائمة المجتهدين فحبسه الولاة ثم أطلقوه فرجع الى الهند وأقام بها زماناً ثم سافر الى الحجاز فی ركب السيد الامام احمد بن عرفان الشهيد البريلوی فلما وصل الى المدينة المنورة بعد الحج تكلم فی بعض المسائل الخلافية على عادته وتفوه فی حق المجتهدين ورمی بالضلال اصحاب المذاهب الأخر من الاحناف والشافعية وكان اذ ذاك الشيخ محمد سعيد الأسلمی المدراسی بالمدينة المنورة فوشی به الى القاضی فلما علم ذالك عبد الحق خرج من المدينة مختفياً وذهب الى جريده واقام بها حتى قفل الركب الى تلك القرية فلحق به ثم انحاز عنه فی جده ورحل الى صنعاء اليمن ولقی بها القاضی محمد بن علی الشوكانی والقاضی عبد الرحمن بن احمد الحسن البهكلی والشيخ عبد الله بن محمد بن اسماعيل الاميرالیمانی والشيخ محمد عابد بن احمد علی السندی

---

❶ غداروں کے خطوط۔ص ۱۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وكلهم اجازوه اجازة عامة سنة ثمان وثلاثين ثم لحق بالقفل المذكور بمدينة مخا ورجع الى الهند وسافر الى الحجاز سبع مرات۔ وكان السفر السابع سفره من الدنيا الى الآخرة۔

قال محمد بن عبد العزيز الزينبى فى ثبته : هو شيخى على الحقيقة وقائدى الى هذه الطريقة ولم ار بعينى افضل منه ، سمعت منه الحديث المسلسل بالأولية عند قدومى عليه من لفظه وذالك فى ربيع الأول سنة سبع وسبعين ومأتين وألف وقرأت عليه الكثير واجازنى بجميع مروياته وكتب لى الاجازات اكثر من عشرمرات وكلها موجودة عندى ۔

وكان ولادته سنه ست ومأتين والف كما سمعت ذالك منه ۔ وتوفى بمنى محرماً فى ثانى ذى الحجة عام ست وسبعين ومأتين والف يوم الخميس ودفن على باب مسجد الخيف ليلة الجمعة وكنت حاضراً اذ ذاك۔ وكان ارتحل الى اليمن وسمع و ادرك منهم : السيد عبد الله بن الامير والشيخ محمد بن على الشوكانى والشيخ عبد العزيز والشيخ عبد القادر واضرابهما من اهل الهند ۔ انتهى ۔

وللشيخ عبد الحق رسالة فى قصة سفره الى صنعاء اليمن ورجوعه منها الى بلاد الهند ..... وكان عبد الحق بن فضل الله لا يتقيد بمذهب ولا يقلد احداً فى شيء من امور دينية بل يعمل بنصوص الكتاب والسنة ويجتهد برأيه ولذلك جرت بينه وبين الاحناف مباحثات كثيرة فى الاجتهاد والتقليد ۔ ومن مصنفاته الدر الفريد فى المنع عن التقليد۔

توفى محرما بمنى فى ثانى ذى الحجة عام ست وسبعين ومأتين وألف يوم الخميس ودفن على باب مسجد الخيف ليلة الجمعة ۔ ❶

جناب محمد عبدالحلیم چشتی نے حیات وحید الزمان میں ایک جگہ جناب عبدالحق بنارسیؒ کے حالات یوں لکھے ہیں:

عبدالحق بن فضل اللہ نیوتنوی بنارسی کی ولادت ۱۷۹۱ء۔۱۲۰۶ھ میں ہوئی۔ بچپن ہی میں حدیث سے لگاؤ پیدا ہو گیا اور اس کی تحصیل کے لئے سفر کی صعوبتیں برداشت کیں دہلی جا کر شاہ اسماعیلؒ کے ساتھ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ سے حدیث پڑھی سید احمد شہیدؒ کی معیت میں حج کیا۔

---

❶ نزھۃ الخواطر ج ۷ ص ۲۶۶-۲۷۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۸۲۲ء میں صنعا چلے گئے اور قاضی شوکانیؒ سے حدیث کی سند لیکر ہندوستان آئے۔ علامہ عابد سندھیؒ اور عبداللہ بن محمد اسماعیل الامیرؒ سے بھی روایت حدیث کی اجازت ہے۔ سنت کے متبع اور توحید کے بڑے دلدادہ تھے مزاج کے بھی تیز تھے۔ تقلید اور عدم تقلید کے مسائل میں بڑے متشدد تھے مگر اسکے باوجود بعض مسائل میں احناف کے ہم نوا بھی تھے۔ فجر کی نماز میں اسفار کے قائل تھے۔ سات مرتبہ حج کیا۔ مولوی رحمان علی کا بیان ہے ۸ ذی الحج ۱۲۸۶۔۱۸۶۹ء حج کی نیت سے روانہ ہوئے، بمبئی میں انتقال ہوا اور مسجد الخیر میں دفن ہوئے لیکن صدیق حسنؒ نے لکھا ہے ۱۲۸۷ھ۔۱۸۷۰ء میں قیام عرفات و مزدلفہ کے بعد منی میں انتقال فرمایا چوں کہ نواب صاحب، موصوف کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اس لئے نواب صاحب کا بیان زیادہ معتبر ہے..... ہمارے خیال میں یہاں تصحیف ہوئی۔ مسجد الخیف کو مسجد الخیر اور منی کو بمبئی پڑھا گیا جس سے یہ تضاد نظر آتا ہے۔ عبدالحق صاحب نے رد تقلید میں الدر الفرید فی المنع عن التقلید نامی رسالہ لکھا تھا جس کا رد سواء الطریق کے نام سے مولوی تراب علی لکھنوی نے عبدالقادر سندیلوی کے نام سے لکھا تھا۔ ❶

جناب غلام رسول مہرؒ نے ❷ لکھا ہے:

ان کے والد شیخ فضل اللہ کا اصل وطن نیوتنہ ضلع اناؤ تھا لیکن انہوں نے بنارس میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ اس وجہ سے مولوی عبدالحق دونوں نسبتوں سے مشہور ہوئے۔ سید صاحب کے ساتھ سفر حج میں جب کلکتہ پہنچے تو بعض آدمیوں سے مذہبی جھگڑا ہو گیا۔ حجاز کی فضا اس زمانے میں اہل نجد کے لئے بڑی ناسازگار تھی کوئی شخص غیر شرعی مراسم یا بدعات کے رد و ابطال میں ذرا سرگرمی دکھاتا تو سمجھ لیا جاتا، کہ نجدی یا وہابی ہے، چنانچہ مولوی عبدالحق بھی مورد عتاب بنے اور ان پر مقدمہ قائم ہو گیا۔ مولانا عبدالحیؒ نے ضمانت دے کر چھڑایا۔ پھر خود ہی جواب دہی کی اس طرح مولوی عبدالحق رہا ہوئے۔ پھر وہ مکہ معظّمہ سے صنعاء چلے گئے اور قاضی شوکانی سے حدیث کی سند لے کر ہندوستان آئے۔

---

❶ حیات وحید الزمان ص ۲۱ حاشیہ

❷ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۷۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب مہر نے جناب عبدالحق کے بھائی حافظ عبداللطیف کے حالات بھی لکھے ہیں جو یوں ہیں:

مولوی عبدالحقؒ کے بھائی حافظ عبداللطیفؒ تھے۔ ان کے مزاج میں بھی خاصی تیزی تھی۔ سید احمدؒ صاحب کے قیام چارسدہ کے دوران ایک شخص پکڑا آیا تھا جس پر جاسوس ہونے کا شبہ تھا۔ حافظ عبداللطیفؒ نے اسے قتل کر دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ سید صاحبؒ نے اسے چھوڑ دیا۔ سرحد میں اسقاط رائج تھا۔ یعنی جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو اس کے وارث علماء کی مجلس بٹھاتے۔ اور اس کے گناہوں کی بخشائش کیلئے قرآن دیتے۔ دستور یہ تھا کہ ایک عالم قرآن ہاتھ میں لے کر دوسرے کو دیتا، دوسرا تیسرے کو۔ اسی طرح دور پورا کر کے قرآن پہلے عالم کے پاس آجاتا۔ سمجھا جاتا کہ یوں متوفی کے گناہ ساقط ہو گئے۔ حافظ عبداللطیف بھی ایک مرتبہ ایسی مجلس میں جا بیٹھے۔ قرآن ان کے پاس آیا تو لے کر چل دیئے ..... ان کا مقصود یہ تھا کہ رسم اسقاط کی غیر شرعی حیثیت واضح ہو جائے۔ ❶

عبدالحکیم سیالکوٹی

شاہ جہان نامہ میں لکھا ہے کہ بادشاہ کا سولہواں سن جلوس جو یکم جمادی الثانی ۔ ۲۷، ۱۰۵۲ء۔ اگست ۱۶۴۲ء کو شروع ہوا، اس سال جمادی الثانی (ستمبر). جامع الکمالات عالم بے نظیر ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو حضرت (شاہجہان) نے چاندی میں تلوادیا۔ چھ ہزار روپے چڑھے، جو اسے عطا فرمائے۔ ❷

عبدالحق حقانی دہلوی

عالم فقیہ عبدالحقؒ بن محمد امیر حنفی دہلوی مشہور مفسر قرآن انبالہ کے دیہات گمتھلہ میں رجب ۱۲۶۷ھ میں پیدا ہوئے۔ کانپور میں مولوی عبدالحق بن غلام رسول کان پوری سے کچھ درسی کتابیں پڑھیں۔ بڑی کتابیں مولوی لطف اللہ علی گڈھی سے پڑھیں۔ پھر مراد آباد جا کر مولوی عالم علی نگینوی سے صحاح کی کچھ کتابیں پڑھیں پھر دہلی گئے اور وہاں سید نذیر حسین محدثؒ سے درس حدیث لیا اور مدرسہ فتح پوری میں مدرس ہوئے ایک مدت تک پڑھایا۔

---

❶ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۷۷ ❷ شاہ جہان نامہ۔ ص ۳۵۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دہلی میں سکونت اختیار کر لی، وہیں شادی کی۔ مدرسہ کو چھوڑ کر تصنیف کے شغل میں لگ گئے۔ حیدر آباد سے وظیفہ مقرر ہوا کتابیں تصنیف کرتے رہے۔ مباحثہ میں سرگرم رہتے۔ شمس العلماء کا خطاب ملا۔ تصانیف میں التعلیق النامی علی الحسامی، اصول الدین، البیان فی علوم القرآن اردو۔ فتح المنان اردو تفسیر جو تفسیر حقانی کے نام سے مشہور ہے۔ انتقال ۱۳۳۵ھ میں ہوا۔ ❶

جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے مقابل مرشد آباد کے مشہور مناظرہ میں احناف کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ اس مناظرے میں احناف کو شکست ہوئی تھی اور اس کی وجہ سے اس دیار کے بہت سے لوگ عامل بالحدیث ہو گئے تھے۔

جناب عبدالحق حقانیؒ ردقادیانیت میں سرگرم رہے ہیں اور اس کا حال ہم تحریک ختم نبوت میں بیان کر چکے ہیں۔

آپ نے شاہ ولی اللہؒ کے حجۃ اللہ البالغہ کا اردو ترجمہ کیا تھا جو ہمارے زیر استعمال ہے اور ہم نے کئی جگہ ان کی ترجمہ شدہ عبارات نقل کی ہیں۔

عبدالحلیم شرر

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

عبدالحلیم بن تفضّل حسین بن محمد بن نظام الدین، فنون ادبیہ کے مشہور علماء میں سے تھے ۱۲۷۶ھ میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ میں کلکتہ گئے اور اپنے والد سے کچھ پڑھا پھر مرزا محمد علی شیعی کی صحبت میں رہے اور ان سے درسی کتابیں شرح سلم حمد اللہ تک پڑھ کر لکھنو واپس آئے۔ بقیہ کتابیں عبدالحی بن عبدالحلیم سے پڑھیں اور ادبی فنون مفتی عباس بن علی شیعی تستری سے حاصل کئے پھر دہلی گئے اور سید نذیر حسین دہلوی سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کی صحبت میں دو سال رہے۔ لکھنو آئے ایک زمانہ تک ہفتہ وار اودھ میں مضمون لکھتے رہے پھر اپنے پیسے سے ہفتہ وار محشر نکالا اور ایک رسالہ روایہ غرامیہ لکھا جو بہت مقبول ہوا پھر اور تصنیفات کیں۔

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ ج ۸۔ ص ۳۱۴۔۳۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ نے روایات (احادیث) کو ترجیح دینے کو مقدم رکھا۔ ایک اور رسالہ بھی نکالا جس کا نام مہذب رکھا ایک ماہوار رسالہ دل گداز نکالا جو صرف ادبی مباحث کے لئے تھا، کئی بار حیدرآباد دکن گئے وہاں کے ایک نواب کے بیٹے کے ساتھ انگلینڈ گئے اور دو سال وہاں رہے انگریزی سیکھی، سندھ کی تاریخ لکھی، پھر ارض مقدسہ کی تاریخ لکھی۔ ۱۳۲۳ھ میں لکھنو واپس آئے تین برس بعد پھر مولوی عزیز مرزا کے بلانے پر حیدرآباد گئے۔ ایک سال رہے، پھر لکھنو آ گئے۔ ۱۳۳۶ھ میں حیدرآباد کے نظام نے بلا بھیجا اور تاریخ اسلام کی تصنیف کا ارشاد فرمایا۔ ۵۰۰ روپیہ ماہوار مقرر کیا اور لکھنو آ کر اس کام میں مصروف ہو گئے۔ تصانیف میں سیرت جنید، سیرت شبلی، سیرت معین الدین چشتی، وغیرہ ہیں۔ تاریخ سندھ دو جلدوں میں ہے اور تاریخ ارض مقدس پانچ حصوں میں، جن میں سے پانچواں حصہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت ہے۔ آپ کی وفات ۱۳۴۵ھ میں ہوئی۔ ❶

شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کی کتاب التوحید کا پہلا اردو ترجمہ آپ نے کیا۔ میاں نذیر حسین محدثؒ کے ایک عرب شاگرد سے یہ کتاب حاصل کی اور اسے اردو میں منتقل کر دیا۔ جسے جناب تلطف حسین بہاریؒ نے شائع کیا۔

اس ترجمہ کے ذریعے جناب شررؒ نے نجد کی اس جماعت کے بارے میں شکوک وشبہات کا ازالہ کیا اور برصغیر کے مسلمانوں کے سامنے یہ بات خوب اچھی طرح واضح کر دی کہ اہل نجد کا عقیدہ، وہی عقیدہ ہے جو دین اسلام کی بنیاد اور تمام انبیاء کی دعوت کا خلاصہ ہے۔ یاد رہے کہ اس وقت موجودہ سعودی حکومت کا کہیں نام ونشان بھی موجود نہ تھا کہ انہیں کہیں سے مادی صلے کی توقع ہو اور ان دنوں اس کتاب کا ترجمہ کر کے ہندی مسلمانوں میں متعارف کرانا ان کی ایک بڑی بے لوث اسلامی خدمت تھی۔

جناب شررؒ مورخ، سوانح نگار، صحافی، ناول نگار، ڈرامہ نگار، شاعر، نقاد، اور مصلح تھے۔ ۱۰ جنوری ۱۸۶۰ء کو لکھنو کے محلّہ جھوائی ٹولہ میں پیدا ہوئے۔ ۵ سال کے ہوئے تو اپنے نانا قمر الدین کے بڑے بھائی مولوی حفیظ الدین سے پڑھنا شروع کیا۔

---

❶ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸۔ ص ۳۰۶۔ ۳۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

والد ان دنوں کلکتہ تھے انہوں نے آپ کو ۱۸۶۷ء یا ۱۸۶۹ء کو کلکتہ بغرض تعلیم بلا لیا۔ وہاں ابتدائی کتابیں والد سے شروع کیں۔ اور حافظ الٰہی بخش سے مکمل قرآن پڑھا۔ اور ملا باقر سے صرف نحو اور منشی عبداللطیف سے فقہ کی کتابیں۔

ان ایام میں مٹیا برج میں مولانا سید حیدر علی نظم طباطبائی بعض شاہزادوں کی تعلیم پر متعین تھے آپ نے ان سے قطبی اور میبذی پڑھی۔ وہیں مٹیا برج میں مولانا محمد حیدر سے انگریزی اور حکیم محمد مسیح سے علم طب حاصل کیا۔ اس دوران لکھنو بھی آتے جاتے رہے اور وہاں مولانا محمد یحی اور مولانا عبدالباری صاحبان سے ملا حسن، نور الانوار اور ہدایہ پڑھی۔ اس وقت پندرہ سال عمر ہوگئی تو شاہی ملازمین میں شامل ہو گئے۔ یہ پہلی ملازمت تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ مرزا محمد علی مجتہد العصر سے پڑھتے بھی رہے۔ اور ایک ایرانی عالم مرزا ہدائت اللہ شیرازی سے ملا حسن اور شرح ہدایۃ الحکمۃ پڑھی اور سید جمال الدین سے مثنوی رومی اور مولانا تقی الدین سے شرح سلم، ملا حمد اللہ، قاضی مبارک پڑھیں۔ پھر آپ نے ۱۸۷۶ء میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی کے حلقہ درس میں شرکت کی۔

ان کے قیام کلکتہ کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کا انکی آئندہ زندگی پر اثر پڑا۔ اہل حدیث اور حنفی حضرات کا ایک مناظرہ تھا جس میں آپ ایک دوست کے ساتھ شریک تھے۔ مناظرہ یوں ہوا کہ دونوں فریقوں نے آمنے سامنے بیٹھ کر رو در روز زبانی بحث کی۔ احناف کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد تحریری سوال و جواب ہوئے جس کے بارے میں شرر لکھتے ہیں:

اہل حدیث نے خوشی کے نعرے بلند کرنا شروع کئے اور حنفی اپنی ناکامی پر نہائت پریشان ہوئے۔ چنانچہ حنفیوں کی طرف سے مولوی عبدالحکیم نام کے ایک بنگالی طالب علم جو مجھ سے ہدیہ سعیدیہ پڑھتے تھے جوش میں بھرے ہوئے میرے پاس آئے اور کہنے لگے اگر آپ مدد دینے کا وعدہ کریں تو میں ان لوگوں سے تحریری مناظرے کا وعدہ لے لوں۔ میں نے کہا کہ ضرور وعدہ لے لیجئے اور انہوں نے فوراً مولوی رحیم بخش کے پاس جا کر کہا کہ اگر آپ کو دعوی ہے تو مجھ سے تحریری مناظرہ کیجئے اور انہوں نے قبول کر لیا۔ بس اس کے بعد ہم سب اس رزم گاہ سے اپنے گھروں کو واپس آئے۔

تین چار روز کے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب میرے پاس مولوی رحیم بخش کی ایک تحریر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

لئے ہوئے آئے جو عربی میں تھی اور اس میں لکھا تھا:

اے عبدالحکیم اگر تو اپنے باپ کے نطفے سے ہے تو نماز میں مردوں کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینے کے اوپر ہاتھ باندھنا ثابت کر دے۔

جواب لکھنے کا بار میرے سر تھا اور میں حدیث سے نا آشنا محض تھا۔ ہاں ادب میں تھوڑی بہت قابلیت رکھتا تھا..... اس تحریر کی عبارت ایسی ہی تھی جیسی کہ مولوی رحیم بخش صاحب سے امید کی جاسکتی تھی۔ اس لئے کہ اس میں کوئی جملہ نہ تھا جس میں چھ سات غلطیاں نہ ہوں، مگر نفس مسئلہ کے جواب کے لئے کتب حدیث کے مطالعہ کی ضرورت تھی۔ میں قبلہ وکعبہ مرزا محمد تقی کے یہاں سے بخاری و مسلم مع نووی لے آیا اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ساتھ مولوی عبدالحکیم نے مجھے مدرسہ فتح پوری دہلی کے ایک مدرس مولوی محمد شاہ کی ایک کتاب لا دی جس میں فقہ حنفیہ کے مختلف مسائل حدیثوں سے ثابت کئے گئے ہیں۔ اب میں نے غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ مولوی محمد شاہ کو اس مسئلہ کے ثابت کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی اور بخاری و مسلم میں تو کوئی ایسی حدیث نظر نہ آئی جس کو پیش کر کے مولوی رحیم بخش کی تردید کی جاسکے۔

مگر جواب لکھنا ضروری تھا چنانچہ میں نے تردید میں عربی میں ایک رسالہ لکھ دیا جس میں سینکڑوں ادبی غلطیاں بتائیں اور نفس مسئلہ میں محض قیاسی اجتہاد سے کام لیا۔ مولوی رحیم بخش صاحب اپنی بے انتہا غلطیوں کے باعث پھر کوئی جواب نہ دے سکے۔ فقط زبانی کہلا بھیجا کہ آپ نے کوئی حدیث نہیں پیش کی۔ اور مولوی عبدالحکیم اپنی جگہ پر بہت خوش ہوئے کہ پالا میرے ہاتھ رہا۔ مگر میری یہ حالت ہوئی کہ بخاری و مسلم کا مطالعہ شروع کیا اور جس قدر پڑھا اسی قدر نظر آتا گیا کہ حدیثیں ہمارے مسلک حنفیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ چنانچہ اسی وقت سے آمین ورفع یدین کو شروع کر دیا۔ ❶

ابھی مولانا شرر کی تعلیم کا سلسلہ جاری تھا کہ ۱۸۷۹ء میں ان کی شادی ہوگئی۔ اس سے ان کے ذوق علم میں کمی نہیں آئی بلکہ حدیث کی تعلیم کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ اسی سال دلی جا پہنچے اور سید نذیر حسین کی خدمت میں حاضر رہ کر صحاح ستہ کی تعلیم مکمل کر لی۔ ❷

---

❶ عبدالحلیم شرر۔ من آنم کہ من دانم۔ اخبار دلگداز جولائی ۱۹۳۳ء

❷ شرر۔ آپ بیتی۔ اخبار دلگداز لکھنو۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میاں صاحب کی صحبت میں گزرے ہوئے دو برسوں نے ان کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ یہاں مختلف ممالک کے طلباء سے انکا تعارف اور رابطہ ہوا۔ یہاں نجد کے دو طالب علم بھی تھے دونوں کا نام علی تھا اور وہ علیین کے نام سے مشہور تھے۔ ان سے دوستی ہوگئی۔ ان میں سے چھوٹے علی کے پاس شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب التوحید تھی جو شرر کے ہاتھ لگ گئی۔ اس زمانہ میں مولوی فضل رسول بدایونی، شاہ اسماعیل شہید پر کیچڑ اچھالا کرتے تھے کہ ان کی تقویۃ الایمان شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے جو حج کے موقع پر شاہ اسماعیل کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ اور بدایونی صاحب نے ایک جعلی کتاب التوحید لکھ کر اسے شیخ محمد بن عبد الوہاب کی طرف منسوب کر کے پروپیگنڈہ کر رکھا تھا کہ یہی اصل کتاب التوحید ہے اور مزید یہ کہ اس جعلی کتاب کا جواب بھی رجم الشہاب کے نام سے شائع کرا کر اس کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔ مولانا شرر، جناب بدایونی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کے پروپیگنڈے سے متاثر تھے اور محمد بن عبدالوہاب اور انکی تعلیمات کو برا سمجھتے تھے۔ اب انہوں نے اصل کتاب التوحید کا مطالعہ کیا تو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے گرویدہ ہو گئے اور مولوی فضل رسول وغیرہ کے پروپیگنڈے کی قلعی کھولنے کے لئے سید تلطف حسین بہاری کی ایماء پر اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر ڈالا جو ماہ صفر ۱۳۰۰ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہو گیا۔ بقول شرر میں نے ترجمہ کیا اور وہ چھپ گئی اور یہی میری پہلی کتاب ہے جو شائع ہوئی۔ ❶

تکمیل تعلیم کے بعد ۱۲۹۹ھ میں دہلی سے لکھنو آ گئے اور چھ سات ماہ منشی احمد علی کسمنڈوی کی صحبت میں رہے اور انہیں کی تحریک پر اخبار تمنائی میں مضامین کا سلسلہ شروع کیا جو پورن چند عاجز کی نگرانی میں لکھنو کے ایک محلّہ نوبستہ سے ہفتہ وار شائع ہوتا تھا اور انہی کے مشورہ پر اپنا تخلص شرر اختیار کیا۔

۱۸۸۱ء میں منشی نول کشور کے ہاں ملازمت اختیار کر لی اور تھوڑے دنوں بعد تیس روپئے ماہور تنخواہ مقرر ہوگئی اور انکے اودھ اخبار کے نائب مدیر مقرر ہو گئے۔ یوں صحافتی زندگی کا آغاز ہو گیا۔ انہی ایام میں آپ کا ایک مضمون بعنوان روح اودھ اخبار میں شائع ہوا۔

---

❶ شرر۔ آب بیتی۔ اخبار دلگداز نومبر ۱۹۳۳ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سر سید احمد کو پسند آیا تو انہوں نے منشی نول کشور کو لکھا کہ اودھ اخبار میں روح پر جو مضمون چھپا ہے بہت اعلی درجہ کا ہے میں اپنی تفسیر میں اس کے چند خیالات کو لینا چاہتا ہوں۔ لہذا ان صاحب سے جن کا وہ مضمون ہے مجھے اخذ کرنے کی اجازت دلوا دیجئے۔ ❶

اس کے بعد شرر نے ۱۸۸۲ء میں اپنے ایک دوست مولانا عبدالباسط محشر کے نام سے ایک ہفت روزہ رسالہ محشر نکالا۔ اس کا ایڈیٹر اپنے دوست کو ظاہر کیا۔ اس میں اول تا آخر مولانا شرر ہی کے مضامین ہوتے۔ صاحب سیر المصنفین لکھتے ہیں:

محشر رنگین اور شاعرانہ مذاق کا پرچہ تھا جس میں بہت ہی نازک قسم کی خیال آرائیاں ہوتی تھیں۔ ایک زمانہ تک اس میں زمانہ کا جائزہ کے عنوان سے ایک نرالے مضمون کا سلسلہ جاری رہا۔ سب لوگوں نے عموماً اور انگریزی خوانوں نے خصوصاً ان مضامین کو بہت پسند کیا۔ ❷

جب رسالہ محشر ترقی کرنے لگا تو اس نے اودھ پر اثر ڈالا اس پر منشی نولکشور نے جناب شرر کو ۱۸۸۴ء میں اودھ کا نامہ نگار بنا کر حیدر آباد روانہ کر دیا۔ اس پر محشر بند ہو گیا۔

چند مہینے آپ حیدر آباد رہے۔ پھر واپس لکھنو آ گئے۔ اودھ سے مستعفی ہو گئے اور ناول نگاری شروع کی۔ پھر جنوری ۱۸۸۷ء سے اخبار دلگداز شروع کیا جو ۳۸ سال آب و تاب سے نکلتا رہا۔ اسی دوران ۱۸۹۰ء میں ایک ہفتہ وار اخبار مہذب بھی نکالا۔ اس میں علمی ادبی سیاسی تاریخی معاشرتی اور دینی ہر قسم کے مضامین شائع ہوتے۔ ۱۹۰۴ء میں ایک پندرہ روزہ رسالہ اتحاد نام کا جاری کیا لیکن ڈیڑھ سال بعد یہ بند ہو گیا۔ اس کے بعد العرفان مولوی سعید الحق کے نام سے جاری کیا وہ بھی ایک سال کے اندر بند ہو گیا۔ آپ کی وفات ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ہوئی آپ نے گراں قدر تصنیفات بھی چھوڑیں جن کی تعداد اسی سے زیادہ ہے۔ ❸

انیسوں صدی کا اخبار مہذب ۱۸۹۰ء میں مولوی عبدالحلیم شرر نے لکھنو سے ہفت روزہ جاری کیا۔ جو مواد اور خیالات کے لحاظ سے ایک اعلی پائے کا اخبار تھا۔

---

❶ محمد یحیی تنہا۔ سیر المصنفین۔ ج ۲۔ ص ۵۸۸
❷ سیر المصنفین۔ ج ۲۔ ص ۵۸۸
❸ ماہنامہ محدث۔ بنارس۔ مارچ ۲۰۰۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کا غالب حصہ اداریوں اور مضامین پر مشتمل ہوتا تھا اور قومی اور بین الاقوامی خبریں مختصر انداز میں دی جاتی تھیں۔ ملکی سیاسیات کے بارے میں ان کی پالیسی یہی تھی کہ مسلمانوں کو کانگریس سے الگ رکھا جائے ..... ہندو مسلم چپقلش پر شرر نے شذرات وقتاً فوقتاً لکھے ان میں واضح طور پر دوقومی نظریہ کی طرف بھی بعض اشارات ملتے ہیں۔ مہذب میں ادبی علمی تاریخی سیاسی معاشرتی اور دینی ہر قسم کے مضامین چھپتے تھے اور پرچہ سولہ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا۔

شرر کی ادبی زندگی کا آغاز بھی صحافت سے ہوا تھا اور منشی احمد علی کسمنڈوی کی صحبت میں انہوں نے اخبارات میں مضامین بھیجنا شروع کئے تھے۔ اسی زمانے میں منشی نول کشور نے انہیں اودھ اخبار کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں لے لیا تھا۔ شرر زمانے اور پبلک کے ذوق کے بڑے نباض تھے۔ انہوں نے لطیف خیال آرائی کو سادہ اور دل کش اسلوب بیان کے ساتھ کچھ ایسے انداز میں سمویا کہ پورے ملک میں ان کی مضمون نگاری کی دھوم مچ گئی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا ہفتہ وار اخبار محشر جاری کیا جو مقبول ہوا۔ ۱۸۸۷ء میں رسالہ دلگداز جاری کیا جس نے اردو کی تاریخی خدمت انجام دی۔ ان کی شہرت اور قسمت کی یاوری نے انہیں حیدر آباد پہنچا دیا۔ شرر بڑے ذہین اور محنتی انسان تھے۔ قلم کی روانی کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں صفحات پر مضمون نگاری کے دریا بہا دیئے۔ تاریخ سوانح مذہب اور اصلاح علمی و ادبی مسائل ادب لطیف اور ناول غرض کہ ان کی جولانیوں کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ مطالعہ وافر حافظہ قوی اور قوت ادراک بہت تیز تھی بے تکلف لکھتے تھے اور خوب لکھتے تھے۔ شرر کو شعر گوئی کا بھی شوق تھا۔ نظم طبا طبائی کے شاگرد تھے۔ ۱۸۹۵ء میں وقار الامرا کے لڑکوں کے اتالیق کی حیثیت سے انگلستان گئے جہاں انہوں نے فرنچ زبان سیکھی۔ ۱۹۰۲ء میں شرر حیدر آباد سے لکھنو آ گئے اور باقی پوری زندگی علم وادب کی خدمت میں صرف کی۔ وفات ۱۹۲۶ء میں ہوئی۔ ❶

عبدالحی بڈھانوی

جناب بڈھانویؒ، شاہ عبدالعزیز محدثؒ کے شاگرد اور داماد ہیں۔ بڑے مناظر تھے۔ مدت تک درس وتدریس میں مصروف رہے۔

---

❶ مولانا ظفر علی خان بحیثیت صحافی۔ نظیر حسین زیدی۔ ص ۴۱۔۴۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سید احمد بریلویؒ سے بیعت ہوئے پھر کبھی ان سے علیحدہ نہ ہوئے۔ ان کے ساتھ حج کیا۔ ان کے ساتھ وعظ کہتے رہے۔ سید احمد بریلویؒ کے ساتھ سرحد گئے اور وہیں وفات پائی۔ ❶

جناب غلام رسول مہرؒ نے لکھا ہے کہ آپ بڈھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی آپ کے پھوپھا بھی تھے اور سسر بھی۔ نسباً صدیقی تھے۔ تعلیم دہلی میں خود شاہ عبدالعزیز سے پائی۔ انگریزوں نے شمالی ہند میں کوشش کی تھی کہ بڑے علماء افتاء و صدارت کے مناصب قبول کریں۔ میرٹھ میں مفتی عدالت کا عہدہ خالی ہوا تو شاہ عبدالعزیز کی اجازت سے آپ کچھ عرصہ میرٹھ میں مفتی عدالت رہے۔

جب سید احمد بریلوی، نواب امیر خان کا ساتھ چھوڑ کر دہلی آ گئے تو آپ بھی ان سے بیعت ہوئے۔ سید صاحب کے ساتھ حج کیا اور حجاز میں تھے جب یمن کے مشہور محدث قاضی محمد بن علی شوکانی سے مکاتباً حدیث کی سند لی، اور ان کی کتاب موضوعات، آپ ہی ہندوستان لائے۔ رد بدعات، احیائے سنن اور ترغیب جہاد میں وعظ کرتے رہے۔ مولوی رشید الدین سے بدعات و محدثات کے متعلق آپ کا اور شاہ اسماعیل کا ایک مناظرہ بھی ہوا تھا۔ سید احمد کے سفر سرحد کے بعد آپ نے بھی سفر سرحد کیا۔ وہاں ۵ ماہ سید صاحب کے ساتھ رہے اور کچھ عرصہ علیل رہ کر ۲۴ فروری ۱۸۲۸ء کو فوت ہوئے۔ آپ سید احمد شہید کی کتاب، صراط مستقیم کی ترتیب میں بھی شامل رہے۔ کتاب کا ایک حصہ شاہ اسماعیل کا مرتب کردہ ہے اور دوسرا آپ کا۔ قیام حرمین کے زمانے میں جناب عبدالحی نے صراط مستقیم کا ترجمہ عربی میں کر دیا تھا۔ ❷

جناب مہر نے لکھا ہے کہ سفر حج میں قیام حجاز کے دوران سید احمد نے تجویز پیش کی کہ یہ متبرک مقام ہے، وقت فرصت غنیمت ہے، کوئی درس شروع کر دینا چاہیے۔ چناں چہ مولانا عبدالحیؒ نے مشکوۃ کا درس شروع کر دیا اور شاہ اسماعیلؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کا۔ حج کے بعد بھی یہ درس بدستور جاری رہے۔

---

❶ آثار الصنادید۔ ص ۵۵

❷ جماعت مجاہدین۔ ص ۱۱۱۔۱۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مولانا عبدالحیؒ کو سفر ہجرت میں بڑی مشکلات پیش آئی تھیں۔ خاصا وقت بہاولپور میں گزرا۔ ۱۳ روز بلوچستان کے بھاگ میں رہے ۲۵ روز حاجی میں گزارے۔ دو مہینے مٹھڑی میں قیام کیا۔ ۸ رجب کو قندھار گئے۔ ۱۶ رمضان کو وہاں سے چل کر ۵ شوال کو کابل اور پھر جلال آباد، سوات کے راستے میں سید صاحب سے ملاقی ہوئے۔ ❶

عبدالحی فرنگی محلی

آپ حنفی المسلک تھے لیکن متعصب نہ تھے۔ ہر حال میں دلیل تلاش کرتے جب اپنے مذہب کے خلاف کوئی دلیل صریح پا لیتے تو تقلید کو چھوڑ دیتے۔ آپ نے اپنی کتاب نافع کبیر میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فن حدیث یا فقہ حدیث میں کسی مسئلہ کی طرف توفیق بخشی۔ اور کسی بھی ایسے مسئلہ میں جس کی اصل کسی حدیث یا آیت میں نہ پائی گئی ہو اور حدیث صریح کے خلاف ہو تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور میں یہ گمان کرتا ہوں کہ مجتہد نے جو کچھ کہا اس میں وہ معذور ہے بلکہ اس فیصلہ پر اجرت بھی اللہ کی طرف سے ملی ہے لیکن میں تو عوام کو کسی بھی قسم کی تشویش میں نہیں ڈالتا۔ وہ تو جانوروں کی طرح ناسمجھ ہیں، بلکہ میں ان کی عقل کے مطابق ہی باتیں کرتا ہوں۔

جناب عبدالحیؒ نے فوائد بہیہ میں عصام بن یوسفؒ کے حالات میں لکھا ہے:

اگر کوئی حنفی اگر کسی قوی دلیل کی بنا پر اپنے امام کے مسلک کے خلاف کرتا ہو تو اس کی وجہ سے وہ تقلید کا مخالف نہیں ہوسکتا ہے بلکہ وہ ترک تقلید کی صورت میں عین تقلید کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ عصام بن یوسفؒ نے ابوحنیفہؒ کے مذہب کو عدم رفع کے معاملہ میں چھوڑ دیا ہے (یعنی رفع یدین کر لیا) اس کے باوجود وہ حنفی ہی شمار ہوتے ہیں اور اس کی تائید میں وہ واقعہ ہے جو ہمارے قابل لوگوں میں قابل اعتماد اصحاب فتوی نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے ایک دن امام شافعیؒ کی دو قلہ پانی کو پاک کہا ہے (جب کہ اس میں پیشاب مل گیا تھا)۔

آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔ عمر انتالیس برس ہوئی۔ ❷

---

❶ جماعت مجاہدین۔ ص ۳۰۸

❷ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸۔ ص ۳۱۸۔۳۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

صاحب نزھۃ الخواطر نے بتایا ہے کہ جناب عبدالحی فرنگی محلی کو دلیل پا لینے کے بعد حنفی مسلک کی پرواہ نہیں ہے، ان کے اس طرز عمل کی مثالیں بہت ہیں، مثلاً انہوں نے عمدۃ الرعایہ (جلد ا ص ۲۵۳) میں جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کے مسلک کو دلیل کے اعتبار سے قوی قرار دیا ہے۔ اور موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھا ہے فاتحہ پڑھنا ہی اولی ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ سے ثابت ہے:

انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ متاخرین علماء احناف نے جو جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے تو علامہ حسن الشرنبلالی نے اس کی تردید میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے النظم المستطاب بحکم القرأۃ فی صلوۃ الجنازۃ ام الکتاب۔ ❶

جن علماء احناف نے فاتحہ پڑھنے کی تاویل یوں کی ہے کہ بطور ثنا فاتحہ پڑھی جائے۔ ان کی تردید میں مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

اگر اس قسم کی تاویلات کا دروازہ کھول دیا جائے تو بہت سی مسنون قرأت بھی ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ پھر یہ دعوی فی نفسہ باطل ہے کیونکہ نیت کا تعلق تو باطن سے ہے جس پر نیت کرنے والے کے بتلائے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں۔ ❷

جناب ارشاد الحق اثری نے مسلک احناف اور مولانا عبدالحی لکھنوی کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس پر جناب محمد اسحاق بھٹی نے تبصرہ کیا جو الاعتصام لاہور میں شائع ہوا۔ اس تبصرے کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

جناب ارشاد الحق اثری نیکی اور صالحیت کے اوصاف سے متصف ہیں اور انہیں بارگاہ خداوندی سے تحقیق و کاوش کی نعمت سے بھی بہرہ ور کیا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں انہوں نے وضاحت کے ساتھ ان مسائل کا ذکر کیا ہے جو اہل حدیث اور احناف کے درمیان اختلاف کا موضوع ہیں۔ جنہیں مولانا لکھنوی نے اپنی تصنیفات میں ہدف بحث ٹھہرایا ہے اور ان میں اہلحدیث کے نقطہ نظر کو قرین صواب قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ نقطہ نظر نبی ﷺ کی احادیث مبارکہ اور آپ کے عمل و ارشاد کے عین مطابق ہے۔

---

❶ التعلیق الممجد ص ۱۶۵

❷ غیث الغمام۔ ص ۳۱۸) (محدث۔ لاہور۔ مئی ۲۰۰۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مولانا لکھنوی ۱۲۶۴ھ میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔ آپ نے والد مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی لکھنوی اور بعض دوسرے اکابر سے تحصیل علم کیا دو دفعہ حج کیا دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ میں حج کیا تو وہاں کے علما سے حصول فیض کیا اور سندات حاصل کیں۔ جوانی کے ابتدائی دور ہی میں تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ عربی، فارسی، اردو میں لکھا اور ایک سو سات یا ایک سو دس کتابیں تصنیف کیں۔ ۱۳۰۴ھ میں ۴۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ فقہی اعتبار سے حنفی تھے لیکن انہوں نے تمام مسائل پر حدیث کی روشنی میں غور فرمایا۔ یہ مسائل جن میں آپ نے اقوال آئمہ حنفیہ پر حدیث کو ترجیح دی یا جن میں ضعیف احادیث کے مقابلے میں صحیح احادیث بیان فرمائی ہیں، تعداد میں سو کے قریب ہیں۔ ارشاد الحق اثری نے نہائت محنت کر کے مولانا لکھنوی کی تصانیف سے تلاش کر کے اپنی زیر نظر کتاب میں درج کئے ہیں ان میں چند مسائل یہ ہیں۔

پانی کی طہارت۔ گردن کا الٹے ہاتھ سے مسح کرنا۔ تیمّم کا طریقہ۔ نبیذ سے وضو۔ ترجیع اذان۔ بارش میں اذان دیتے وقت الا صلوا فی الرحال کہنا۔ دو نمازوں کا جمع کرنا۔ فجر کی سنتوں کے بعد دائیں پہلو پر لیٹنا۔ فجر کی سنتیں نماز کے بعد پڑھنا۔ زبان سے نماز کی نیت۔ نماز میں ہاتھ کہاں باندھے جائیں۔ فاتحہ خلف الامام۔ آمین بالجہر۔ جلسہ استراحت۔ نماز میں آیات ترغیب وترہیب کا جواب۔ دو سجدوں کے درمیان دعا۔ تشہد میں اشارہ سبابہ۔ جمعہ فی القریہ۔ جمعہ کے لئے شہر کی شرط۔ قضا نماز میں ترتیب۔ نماز استسقاء۔ چادر بدلنا۔ تکبیرات عید۔ نماز کسوف کا طریقہ۔ طلاق ثلاثہ۔ مفقود الخبر شوہر کی بیوی کے بارے میں حکم۔ کم سے کم مہر کی تعیین وغیرہ۔

جناب ارشاد الحق اثری نے تمام مسائل میں مولانا لکھنوی کے رقم فرمودہ الفاظ نقل کئے ہیں اور انکا پورا پورا حوالہ دیا ہے۔ عربی اور فارسی عبارتوں کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے۔ ❶

عبدالرحمٰن پانی پتی

عبدالرحمٰنؒ بن محمد نے فن قرأت امام الدین امروہی سے سیکھا۔ والد سے نحو وغیرہ پڑھی۔

---

❶ ہفت روزہ الاعتصام۔ لاہور۔ یکم ستمبر ۲۰۰۰ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کچھ رشید الدین دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔ کتب معقول ومنقول جناب مملوک علی سے پڑھیں۔ جناب شاہ اسحاق بھی آپکے استاد ہیں۔ ۱۲۷۳ھ تک ریاست باندہ میں رہے۔ پھر پانی پت لوٹ آئے۔ ۱۳۱۴ھ میں وفات پائی۔ ❶

جناب حبیب الرحمٰن شروانی، قاری عبدالرحمٰن سے پانی پت میں اپنی ایک ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

اثنائے گفتگو میں شاہ عبدالعزیز کا ذکر فرمایا کہ شباب میں بینائی بالکل جاتی رہی تھی۔ اکثر تصانیف حالت نابینائی کی ہیں۔ میں نے شاہ صاحب کے کتب خانہ کا حال پوچھا تو فرمایا کہ جو بہت پسندیدہ کتابیں تھیں وہ شاہ اسحاق مرحوم بوقت ہجرت اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اور وہ وزن میں نو من تھیں، باقی کتابیں میں نے اور نواب قطب الدین خان صاحب نے ہراج (نیلام) کردی تھیں۔ اپنے تلمذ کے متعلق فرمایا کہ میں نے صحاح ستہ شاہ اسحاق صاحب سے پڑھیں۔ اور پھر سال ہا سال تک مدرسہ میں صبح سے عشاء تک حاضر رہا۔ اس حاضری میں بہت سی کتابیں سماع میں آئیں۔ کلام مجید کی تفسیر تمام وکمال جناب میاں صاحب موصوف (شاہ اسحاق) کی زبان سے وعظ میں سنی۔

(شروانی بتاتے ہیں).....قاری صاحب کو اجازت حدیث مشائخ عرب سے بھی حاصل تھی جن میں سے بعض کی سند کا سلسلہ شیخ ابراہیم کردی سے تھا اور بعض کا شیخ ابوطاہر سے..... ملاقات کے وقت قاری صاحب کا سن نوے برس تھا۔ قصبہ (پانی پت) میں کچھ املاک تھیں اس سے بفراغت بسر ہوتی تھی۔ ❷

سید عبدالحی نے آپ کو فقہ میں افضل عصر کہا ہے اور لکھا ہے:

مولانا مملوک علی نانوتوی سے تمام کتب درسیہ کی تحصیل کی پھر شاہ اسحاق صاحب کی مخصوص توجہ حاصل کی۔ پھر باندہ میں ۱۲۷۳ھ تک مقیم رہے۔

---

❶ نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۳۲۹۔۳۳۰

❷ یہ یاداشت ملاقات کے تیسرے روز ۱۱ رجب ۱۳۱۱ھ کو کتاب پر قلم بند کی گئی۔ شروانی۔ مقالات شروانی ص ۲۷۹۔۲۸۲۔ (صدر یار جنگ۔ ص ۵۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نواب ذوالفقار الدولہ نے وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ پھر اپنے وطن میں آ کر مقیم ہو رہے اور فقہ حنفی کا مرجع بن گئے۔ آپ نہائت متقی اور قانع تھے۔ آپ کا تمام وقت کتاب وسنت کے لئے وقف تھا۔ آپ کے وقت علمائے احناف میں سے شائد ہی کوئی ہو جس نے آپ سے استفادہ نہ کیا ہو..... مذہب حنفی اور اختلافی مسائل میں ان کے کچھ رسالے بھی ہیں۔ آپ کی وفات ۵ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو پانی پت میں ہوئی۔ ❶

○ جناب پانی پتی بڑے متشدد حنفی تھے۔ اور عاملین بالحدیث پر بہت سخت تھے۔ ان کی سختی کی وجہ سے سید نذیر حسین دہلوی نے ایک مرتبہ انہیں ایک خط لکھا جو درج ذیل ہے۔

از عاجز محمد نذیر حسین

بمطالعہ گرامی مولوی قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی وفقہ اللہ تعالی بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ

واضح باد کہ آنصاحب درحق معتقدین مولانا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کہ در رفع الیدین و جہر بالتامین میکنند، حکم فاسق وحکم تکفیر برایشاں می نمایند ومی گویند کہ نماز جنازہ برایشاں نباید خواند یا ایں سخن حق است یا دروغ لہذا دو سہ طالب علم مستور جامع علوم را روانہ میکنم لازم کہ حسب دل خواہ ودعوی خود فرستادگان را از قرآن وحدیث واجماع امت وقول آئمہ اربعہ تفہیم خواہد ساخت وطریق مولانا مرحوم ومولانا محمد اسحاق علیہ الرحمۃ ہمیں بود چنانکہ آنصاحب درحق رفع یدین وآمین بالجہر کنندگان ولعن وطعن وتفسیق وتکفیر می کنند لازم کہ مطابق آیت کریمہ: یا اھل الکتاب لاتغلوا فی دینکم۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوی۔ ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا۔ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر۔ ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

کار بندشوند وتعصب وعناد دور کنند وغیظ وغضب برطرف کردہ بدلائل اربعہ ہر سہ کس را ارشاد وہدایت فرمایند کہ شان علماء راسخین منفعین ہمین است واگر فرستادگان من بدلائل اربعہ غالب آیند قبول نمایند غیظ وغضب برایشاں رالئیم نمایند والا مصدقا ایں بیت خواہند بود دہن

---

❶ صدر یار جنگ ص ۵۴۔ بحوالہ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۲۴۵۔۲۴۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خویش بدشنام و نیز لازم کہ بمقتضاء کلام عزیز العلام ادفع بالتی ھی احسن گفتگو در ہر علم کہ خواہند بکنید و آداب و مناظرہ را نگاہ دارند دلائل بکار ست نہ شور و شغب در کار کہ آئین جہلہ بداطوار است۔ ❶

(از عاجز محمد نذیر حسین بمطالعہ گرامی مولوی قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی۔ السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ جناب والا حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید کے معتقدین کو، (کہ وہ رفع الیدین و آمین بالجہر کہتے ہیں) فاسق بلکہ کافر تک کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اور ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھنی چاہئے۔ یہ بات صحیح ہے یا غلط ہے؟

اس سلسلہ میں دو تین فارغ التحصیل صاحبان ذی استعداد طالب علموں کو آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ لازم ہے کہ اپنا دعوی ان حضرات کو قرآن و حدیث اجماع امت اور اقوال آئمہ کی روشنی میں بخوبی سمجھا دیں۔ مولانا مرحوم حضرت مولانا شاہ اسحاق کا طریقہ یہی تھا چوں کہ آپ رفع یدین و آمین بالجہر کرنے والوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور ان کو فاسق و کافر کہتے ہیں لازم ہے کہ (خط میں مذکور آیتوں) پر کاربند رہیں، تعصب عناد اور غیظ و غضب کو چھوڑ کر چاروں دلائل سے ان تینوں طالب علموں کو سمجھا دیں کہ علماء محققین کی یہی شان ہے اور اگر میرے بھیجے ہوئے لوگ چاروں دلائل سے غالب آجائیں تو آپ تسلیم کرلیں غضب و غصہ ان پر نہ کریں ورنہ اس شعر کا مصداق ہوں گے دہن خویش بدشنام اور نیز لازم ہے کہ آئت کریمہ ادفع بالتی ھی احسن کے مطابق جس علم میں آپ کا جی چاہے گفتگو کرلیں اور آداب مناظرہ کا خیال رکھیں دلائل کی ضرورت ہے نہ کہ شور و غل کی)۔

عبداللہ صادق پوری

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

عالم، محدث، عبداللہ بن ولائت علی نیک علما (اورنڈر مجاہدین) میں سے تھے۔ ۱۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے۔ عبدالحمید صادق پوری اور فیاض علی سے کتابیں پڑھیں پھر والد کی خدمت میں رہے۔

---

❶ مکاتیب نذیریہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کے ساتھ افغانستان کا سفر کیا اور جہاد میں ان کا ساتھ دیا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد مسلسل تین سال اپنے چچا عنائت علی کی صحبت میں رہے۔ پھر عظیم آباد آ گئے اور چچا فرحت حسین کی خدمت میں لگ گئے۔ جب چچا کا انتقال ہوا تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کیا۔ اور پھر علاقہ سوات کا سفر کیا اور ۱۲۷۶ھ میں مجاہدین کے مرکز ملکانہ پہونچ گئے۔ مولوی مقصود علی دانا پوری امیر المجاہدین کے انتقال کے بعد آپ امیر ہوئے۔ ۴۰ سال جہادی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ نے سوات کے علاقہ بمقام تلوائی میں شعبان ۱۳۲۳ھ میں وفات پائی وہیں دفن ہوئے۔ ❶

○ جناب شیخ محمد اکرام نے جناب عبداللہ صادق پوریؒ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

انگریزوں نے مجاہدین کے خلاف جو اقدامات شروع کئے تھے وہ (عنائت علی کی وفات کے بعد) اور تیز ہو گئے۔ اور میجر جنرل سر سڈنی کاٹن کی زیر قیادت پانچ ہزار فوج کا ایک لشکر اس مقصد کے لئے تیار ہوا کہ مجاہدین کے تمام مرکزوں کو تباہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپریل ۱۸۵۸ء کے آخری ہفتے میں پنجتار اور منگل تھانہ کو تباہ و برباد کیا۔ ۴ مئی کو یہ فوج ستھانہ کی طرف بڑھی۔ جہاں کے سادات نے شروع سے مجاہدین کا ساتھ دیا تھا۔ انگریزی فوج کی آمد سے پہلے سادات بال بچوں اور بعض مجاہدین کے ساتھ ملکانہ چلے گئے۔ جو شہادت کے متوالے باقی رہ گئے تھے انہوں نے انگریزوں اور ان کے اتمان زئی ساتھیوں کا مقابلہ کیا اور شہادت پائی۔ انگریزوں نے ستھانہ کو بری طرح تباہ کیا۔ توپیں لگا کر گاؤں مسمار کر ڈالا۔ ہاتھیوں سے مجاہدین کا قلعہ تڑوایا۔ سایہ دار درختوں کو بھی کاٹ دیا۔

ستھانہ کی تباہی کے بعد جنگ امبیلہ (ستمبر ۱۸۶۳ء) تک مجاہدین کا مرکز ملکا رہا۔ اس دوران میں مجاہدین کی قیادت مولوی ولائت علی کے بڑے صاحبزادے مولوی عبداللہ کے ہاتھ چلی گئی۔ جو اپنی وفات (۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء) تک چالیس سال کے قریب امیر المجاہدین رہے۔ ان کا عہد امارت بقول مہر مجاہدین کی سرگزشت کا سب سے زیادہ شاندار باب ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اس جنگ کے بعض سپاہی اور ان کے رہنما (مثلاً شہزادہ فیروز شاہ) آزاد علاقے میں مجاہدین سے جا ملے۔

---

❶ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸ ص ۳۸۴۔۳۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سادات ستھانہ تو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔ جنگ امبیلہ کے وقت انہیں اخوند سوات کی بھی قیمتی مدد حاصل تھی۔ اکثر بڑی لڑائیوں کے موقع پر جری قبائلی لشکر جمع ہو جاتا، چنانچہ انگریزوں کو متعدد مرتبہ بڑی بڑی فوجیں مجاہدین اور قبائل کیخلاف بھیجنی پڑیں اور کئی اہم لڑائیاں وقوع پذیر ہوئیں۔ ❶

عبدالعزیز رحیم آبادی

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

عبدالعزیز بن احمد اللہ مشہور علماء میں سے ہیں۔ رحیم آباد میں ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مولوی محمود عالم رام پوری، حکیم عبدالسلام دہلوی عظیم آبادی، مولوی محمد یحی بن منور حسین ہرنی عظیم آبادی سے علم حاصل کیا۔ پھر دہلی جا کر فقہ وحدیث کا علم شیخ محدث نذیر حسین سے حاصل کیا۔ پھر وطن لوٹ آئے بحث ومناظرہ میں طاق تھے۔ حسن البیان آپ کی تصنیف ہے۔ ۱۳۳۰ھ میں رحیم آباد میں فوت ہوئے۔ ❷

آپ کے والد شیخ احمد اللہ رئیس موضع رحیم آباد بڑے جواد، کریم النفس محبّ علم واہل علم، متقی، عابد، متبع سنت بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے مناقب واوصاف میں جناب عبداللہ محدث غازیپوری فرمایا کرتے تھے کہ بڑے لوگوں میں سید صدیق حسنؒ اور چھوٹے رئیسوں میں جناب شیخ احمد اللہؒ نے توحید وسنت کی اشاعت میں جس مالی انفاق وایثار سے کام لیا اس میں یہ حضرات اپنی نظیر آپ ہیں۔

جناب شیخ احمد اللہ کے چار لڑکے جناب عبدالرحیم، جناب عبدالوہاب وکیل ہائی کورٹ، جناب عبدالعزیز، اور جناب حافظ محمد یسین تھے۔

جناب عبدالعزیز ذہین اور فطین اور قوی الحافظہ تھے۔ ایک برس میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر مولوی عظمت اللہ ساکن بھپورہ متصل منیر ضلع عظیم آباد جناب محمود عالم رام پوری، جناب محمد یحی بہاری سے فارسی اور عربی کی تعلیم پائی۔ گھوڑ سواری اور بندوق کے شکار کا بھی بے حد شوق تھا۔ اور بندوق کے نشانے میں کمال تھا۔ کا شتکاری اور زمین داری کے فن میں بھی یہی حال تھا۔

---

❶ موج کوثر۔ ص ۵۲۔۵۳ ❷ نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۳۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۲۹۰ھ میں تکمیل کی غرض سے جناب سید نذیر حسین محدثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ۲ برس تک حاضر رہ کر صحاح ستہ، موطا امام مالک، دارمی، جامع صغیر، ہدایہ، جلالین اور اصول حدیث پڑھا۔ میاں صاحبؒ کے مدرسہ میں آپ لائق اور مستعد اور بالغ الاستعداد اور اعلی درجہ کے ذہین و ذکی اور مناظر طالب علم سمجھے جاتے تھے۔ اہل علم اس وقت سے آپکی عزت کرتے تھے۔ جناب عبدالحق حقانی مفسر تفسیر حقانی (جو آپ کے ہم درس تھے) سے اکثر آپ کا مناظرہ ہوتا تھا۔ میاں صاحب آپ کو بہت محبت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور آپکی قدر کرتے۔ ایک مرتبہ میاں صاحبؒ نے آپ کو وعظ کہنے کیلئے فرمایا۔ آپ نے سورۃ قلم کا وعظ شروع کیا۔ اثنائے وعظ میں میاں صاحب خود بھی فرمانے لگے۔ جب آپ نے دیکھا کہ خود میاں صاحب بھی بیان فرما رہے ہیں تو آپ خاموش ہو گئے پھر میاں صاحب نے فرمایا کہ چلو صاحب بیان کرو، آپ نے پھر بیان شروع کیا اور چند منٹ بعد میاں صاحب نے پھر بیان فرمانا شروع کر دیا تب آپ خاموش ہو گئے اور ممبر سے اتر آئے۔

جب کوئی طالب علم کسی عبارت کے مطلب میں یا کسی مسئلہ میں کج بحثی یا ضد کرتا تو میاں صاحب فرماتے، یہ نہیں سمجھے گا اس کو بلاؤ۔ (عبدالعزیز کو پیار سے اسکو فرماتے)

۱۲۹۳ھ میں فارغ ہوئے اور سند تکمیل حاصل کر کے وطن آئے۔ آپ کے والد نے اعلان کیا کہ ہم ۵۰ طلبہ کو کھانا کپڑا دیں گے، رحیم آباد آ کر مولوی عبدالعزیز صاحب سے عربی پڑھیں۔ طلبہ تو آپ کی شہرت کی وجہ سے جوق در جوق پہنچے اور تعلیم و تدریس، وعظ و تذکیر، تحقیق مسائل، افتاء، مناظرہ اور مخالفین کے رسالوں کے جواب دینے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے علم، تقریر، تحریر، مناظرہ، زہد، تقوی اور اتباع سنت کی ایسی شہرت ہوئی کہ اطراف و اکناف و مضافات کے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

۱۳۰۵ھ میں اہل حدیث اور احناف کے مابین مسئلہ وجوب تقلید پر مرشد آباد میں ایسا قابل دید مناظرہ ہوا کہ بنگال تو کیا شائد تمام ہندوستان میں بھی ایسا مناظرہ نہیں ہوا ہوگا۔ فریقین کے نامی گرامی علماء کرام بلائے گئے۔ غیر مذہب کے نامی وکلاء ثالث مقرر ہوئے۔ مناظرہ میں اہل حدیث کی طرف سے باتفاق آراء حضرات علما کرام آپ ہی مناظر قرار پائے اور کئی روز تک مناظرہ ہوتا رہا اور آخر تک آپ ہی مناظر رہے۔ اس مناظرہ میں علماء احناف

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

خصوصا جناب ہدائت اللہ منطقی جونپوری اور جناب عبدالحق حقانی کے مقابلہ میں اللہ نے آپ کو نمایاں فتح عطا فرمائی۔ آپ نے خود روداد مناظرہ شائع کرائی اور بنگلہ زبان میں اس روداد کا ترجمہ صمصام الموحدین کے نام سے ہوا۔ اس مناظرہ کا یہ اثر ہوا کہ مرشد آباد کے قرب و جوار میں بے شمار لوگ اہل حدیث ہو گئے۔

مظفر پور میں آپ کو دس بارہ سال تک قیام کرنا پڑا۔ اس دور میں آپ نے وعظ و تذکیر اور تبلیغ اور مناظروں کا خوب کام کیا۔ مخالفین کی مخالفت بھی دن بدن بڑھتی رہی یہاں تک کہ احناف اور اہل حدیث کے درمیان فوجداری اور منصفی کے مقدمات کی نوبت آ گئی۔ اور تقریباً پچیس تیس برس تک ان مقدمات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ تاج پور، دربھنگہ، مدھوبنی، سیتا مڑی، مظفر پور، موتی ہاری، حاجی پور، مٹنہ، ڈمراؤں، آرہ جمال پور، مونگیر، کلکتہ وغیرہ مقامات کے مذہبی مقدمات اس کے شواہد عادلہ ہیں۔ ان مقدمات میں لاکھوں روپئے صرف ہوئے اور خاص سیتا مڑھی کیس میں تقریباً ستر، اسی ہزار روپئے صرف ہوئے۔ ان اخراجات میں آپ کے خاندان نے بہت مالی تعاون کیا۔

ذہن ایسا رسا پایا تھا کہ جناب شاہ عین الحق فرمایا کرتے تھے کہ کوئی بھی عبارت ہو، مطلب آپ کا ہوتا ہے۔ جناب عبدالسلام، سیرت بخاری لکھ رہے تھے۔ ایک عبارت کا مطلب معلوم نہ ہوتا تھا۔ حافظ عبداللہ غازی پوری، شاہ عین الحق وغیرہ علما کی خدمت میں وہ عبارت پیش کی گئی لیکن اس میں کچھ ایسی الجھن تھی کہ کوئی مطلب متعین نہ ہو سکا۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی جملہ یا لفظ حذف ہو گیا جس سے مطلب صاف نہیں ہوتا۔ جب جناب عبدالعزیز پٹنہ تشریف لے گئے اور وہ عبارت آپ کے سامنے پیش کی گئی، تو آپ نے فرمایا مطلب بہت صاف ہے کوئی لفظ اس میں سے حذف نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ جب آپ نے اس عبارت کا مطلب بیان فرمایا تو سارا عقدہ حل ہو گیا۔ جناب عبدالسلام اس میں بہت پریشان تھے کہ امام بخاری نے بخاری شریف میں حمد کیوں نہیں لکھی اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے؟ آپ کے سامنے یہ بات پیش ہوئی تو آپ نے فرمایا:

الحمد لله هو الثناء باللسان لا بالكتابة۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب شمس الحقؒ جب ابو داؤد کی شرح لکھ رہے تھے، ایک حدیث کا مطلب حل نہ ہوتا تھا۔ حافظ عبداللہؒ، جناب شمس الحقؒ، اور جناب عین الحقؒ سے مطلب صاف نہ ہو سکا۔ جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا ایسا واضح جواب دیا اور ایسی تقریر فرمائی کہ شاہ عین الحق اور جناب شمس الحق کی پوری تشفی ہوگئی اور فرمایا کہ بیشک یہی مطلب ہے۔ حافظ عبداللہؒ نے بھی اس مطلب اور ترجمہ پر داد دی۔

آپ بڑے مقرر تھے اور آپ کی تقریر جلسہ کی روح ہوا کرتی تھی۔ قرآن وحدیث کے وہ معارف اور نکات بیان فرماتے کہ علماء آپ کو مولانا اسماعیل ثانی کہا کرتے تھے۔ مشکل سے مشکل مضمون کو نہائت صاف انداز میں بیان فرما دیا کرتے تھے جس سے علما اور عوام کو یکساں فائدہ پہنچتا تھا۔ اکثر آپ کے بیان میں علماء ضرور مخاطب ہوتے تھے اور ان کی اصلاح کی خاطر ضرور روئے سخن خصوصیت کے ساتھ ان کی طرف ہوتا تھا۔ جس سے علماء اچھا سبق لیتے تھے۔

عابد وزاہد تھے۔ آپ کی تہجد کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی۔ صحت، علالت، سفر حضر حتی کہ ریل گاڑی کے سفر میں بھی اس کا التزام رہا۔ جب مجبور ہو گئے تو اپنے بستر پر تہجد کی نماز ادا فرماتے اور دو تین پارے پڑھ جاتے۔

یوں تو آپ کی ہر وقت کی نماز کمال خشوع وخضوع کے ساتھ ادا ہوتی تھی اور آپ فرمان نبوی ﷺ ان تعبد اللّٰہ کانّك تراہ کے مطابق نماز ادا فرماتے تھے خصوصاً اس وقت جب آپ پر کیفیت طاری ہوتی تھی، دیکھنے والے بھی اس کی حلاوت محسوس کرتے تھے۔

جناب ابو محمد ابراہیمؒ آروی جب حج کے لئے گئے تو مدرسہ احمدیہ آرہ کا اہتمام آپ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سے تادم رحلت مدرسہ احمدیہ اور جلسہ مذاکرہ علمیہ کا کام نہائت خوبی کے ساتھ آپ ہی انجام دیتے رہے۔

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بانیوں میں سے تھے۔ کانفرنس کو منظم کرنے کی غرض سے جناب ثناء اللہ امرتسری کی درخواست پر بنگال سے پنجاب اور پشاور تک تشریف لے گئے اور سفر کی صعوبت اور تکلیف برداشت فرمائی۔ آپ اردو فارسی عربی ہر سہ زبان میں برجستہ شعر کہتے تھے۔ آپ کے اردو فارسی اور عربی کے کلام بہت ہیں۔ آپ فارسی نثر بھی برجستہ لکھتے تھے۔ بلا تکلف عربی بولتے تھے۔ یوں معلوم ہوتا کہ عربی آپ کی مادری زبان ہے۔ چنانچہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

غازی پور کے مقدمہ مسجد میں جب مخالف نے ایک عرب کو اس خیال سے گواہ بنا کر پیش کیا کہ اہل حدیث علماء عربی میں اس سے جرح نہیں کر سکیں گے تو ان کی سبکی ہوگی اور مضحکہ اڑانے کا موقع ملے گا۔ اس گواہ سے منصف صاحب کی اجازت سے جو خود بھی عربی دان تھے، عربی میں آپ ہی نے جرح کی اور ایسی جرح کی کہ گواہ مجبور ہو کر اردو میں کہنے لگا، ہم کچھ نہیں جانتا، مجھ کو ان لوگوں نے گواہ بنا کر پیش کیا ہے۔

اساتذہ کے کلام سے آپ کو ہزاروں شعر یاد تھے۔ ساری مسدس زبانی یاد تھی۔ جس کتاب کو ایک دو مرتبہ دیکھتے، یاد ہو جاتی۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں۔

- سواء الطریق۔ اس میں مشکوۃ شریف سے صحیحین کی حدیثوں کو جمع کیا گیا ہے۔
- حسن البیان فی مافی سیرۃ النعمان۔ شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کا جواب ہے۔ اس کتاب کے شائع ہونے پر جناب شبلی نے بہت سی باتیں سیرۃ النعمان سے نکال دیں جن میں ان سے سخت غلطی واقع ہوئی تھی۔ ❶
- ہدایۃ المعتدی فی القرآۃ للمقتدی۔ قرأت سورۃ فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر جناب سید نذیر حسینؒ محدث کے حکم سے لکھی گئی تھی۔
- الرق المنشور۔ یہ کتاب عبدالشکور ٹانڈوی کے رسالہ فتح الشکور کا جواب ہے۔
- ایک شیعہ کے رسالہ الوضو کا جواب لکھا۔ اس میں آپ نے آیت کریمہ

﴿یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ﴾

کے تحت جر جوار اور فصل بین المعطوفین کی لا جواب بحث کی ہے۔

- رمی الجمرہ۔ رسالہ الجمرۃ کا جواب ہے۔
- روداد مناظرہ مرشد آباد۔ اس کو آپ نے خود لکھا ہے۔

---

❶ جو صاحب حسن البیان کا مطالعہ کریں وہ سیرۃ النعمان کے پہلے ایڈیشن کو سامنے رکھیں، کیونکہ بعد کے ایڈیشنوں میں وہ باتیں نہ ملیں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

چھ سات برس آپ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا رہے۔ مرض ترقی کر گیا اور دن بدن ضعف بڑھتا گیا۔ دو تین مرتبہ حکیم محمد اجمل خان سے علاج کرانے کی غرض سے دہلی تشریف لے گئے۔ جب تک وہاں قیام رہتا، افاقہ رہتا۔ اور جب مکان پر تشریف لاتے تو چند روز کے بعد پھر وہی کیفیت ہو جاتی۔ جب اخیر مرتبہ، اشتداد مرض اپنے کمال پر پہنچ گیا تو اخبار اہل حدیث کے ذریعہ یہ بات شائع کر دی گئی اور تقریباً تین ماہ تک دور و نزدیک کے عیادت کرنے والے حضرات کا اس قدر ہجوم رہا کہ بالکل جلسہ کی کیفیت رہی۔ اس دوران قرآن مجید اور حدیث شریف کے معارف و مطالب بیان کرتے رہتے۔ آخر، ماہ جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ ❶

عبید اللہ پائلی

آپ ہندو خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد کا نام گوٹی مل تھا۔ آپ مسلمان ہو گئے اور ۱۲۶۴ھ میں مالیر کوٹلہ میں اپنے اسلام کا اظہار کیا اور عید الفطر کے دن سب کے ساتھ عید پڑھی۔ آپ میں اسلام اور عقیدہ توحید بہت گہرا تھا۔ اتباع سنت کے حریص اور آثار نبویہ اور طریقہ مرضیہ کے پیچھے چلنے والے تھے آپ کو کفر و شرک اور بدعت سے سخت نفرت تھی۔ آپ کی کتاب، تحفۃ الہند سے اللہ نے بہت مخلوق کو ہدائت بخشی۔ جناب سندھی کے قبول اسلام میں بھی تحفۃ الہند کا بڑا حصہ ہے۔

جناب محمد اسحاق بھٹی نے بتایا ہے کہ ان کا نام اصل نام انت رام تھا اور ریاست پٹیالہ کے ایک گاؤں پایل کے رہنے والے تھے۔ اس گاؤں میں شرک اور بت پرستی اس قدر زوروں پر تھی کہ اسے بنارس ثانی کہا جاتا تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہاں کے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ انت رام نے اسلام قبول کر کے اپنا نام عبید اللہ رکھا۔ ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں انہوں نے تحفۃ الہند کے نام سے کتاب تصنیف کی جس میں اسلامی تعلیمات، اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ اور ہندو مذہب سے متعلق ضروری تفصیلات بیان کی گئیں اور ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اس دور میں ہندو مذہب ترک کر کے مسلمان ہوئے تھے۔

---

❶ اہل حدیث۔ امرتسر ۱۹۔ ۲۶ مارچ ۱۹۲۰ء۔ محمد صدیق مرولی، مظفر پور کا مضمون

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے موضوع پر یہ نہایت دلچسپ کتاب ہے۔ جناب پائلی نے ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) میں وفات پائی۔ ❶

آپ میاں نذیر حسین محدثؒ کے شاگرد تھے۔ جب سید صدیق حسنؒ پر ابتلاء کا دور آیا، تو اس زمانہ میں جن لوگوں نے ان کی دلداری کی ان میں آپ بھی شامل تھے۔ جیسا کہ محترمہ رضیہ حامد نے لکھا ہے۔

اسی زمانہ میں مولانا مولوی عبید اللہ صاحب مئولف کتاب تحفۃ الہند کا ایک نہایت شفقت آمیز اور پر اثر خط نواب صدیق حسن خانؒ کے نام موصول ہوا جس میں زوال حشمت و جاہ سے طبیعت کو مکدر نہ کرنے کی تلقین کی گئی تھی اور بدستور خدمت خدا و رسول میں مشغول رہنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ ❷❸

---

❶ نقوش عظمت رفتہ۔ ص ۳۳۵

❷ نواب صدیق حسن۔ رضیہ حامد۔ ص ۱۲۳

❸ سید صدیق حسن کے دور ابتلاء میں ان کی دلداری کرنے والوں میں جناب محمد حسین بٹالوی بھی شامل ہیں۔ آپ نے ان سے ربط برقرار رکھا، اور اشاعۃ السنہ میں ان کے حق میں آواز بلند کر کے ان کا دفاع کیا۔ جناب محمد نذیر حسین محدث بھی سید صدیق حسنؒ کی دلداری کرنے والوں میں شامل ہیں۔ ان کا درج ذیل خط بنام جناب سید صدیق حسنؒ مکاتیب نذیریہ میں موجود ہے۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

از عاجز محمد نذیر حسین

بخدمت گرامی نواب صاحب معین المساکین سلمہ ربہ

بعد السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

واضح بادنامہ رسید۔ از مطالبش آگہی گردید۔ ایزد تعالی در معاملات آنصاحب فضل فرماید۔ از توبہ وانابت تغافل نورزند۔ روزمرہ یک منزل قرآن مجید و چند اجزاء صحیح بخاری ضرور باید خواند۔ انشاء اللہ تعالی دشمن پامال خواہد شد۔ از ہجوم اعداء ہرگز خوفے وہیبتے را در مزاج شریف جانباید داد۔ زود فتح الباب خواہد بود ان شاء اللہ تعالی۔ چرا کہ الفرج بعد الشدۃ را خوب میدانند۔ فقیر را ہموارہ نیک سگال خود باید تصور ید۔ مرا رسانیدہ اند کہ انتزاع مناصب خواہد بود و بجایش ترقی مدارج اخروی نصیب آنصاحب است چہ کہ اشاعت کتب اسلام بذات بابرکات آنصاحب متعلق شدہ است۔ والسلام خیر الختام (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

عنایت علی عظیم آبادی

الشیخ العالم المجاهد عنائت علی بن فتح علی بن وارث علی الهاشمی الصادق پوری العظیم آبادی احد العلماء الربانیین ، و لد ونشأ بصادق پور وقرأ العلم علی من بها من العلماء ثم لازم السید الامام احمد بن عرفان الشهید البریلوی وأخذ عنه الطریقة وسافر معه الی خراسان وأعانه فی الجهاد والغزو ۔ ولما استشهد الامام لازم اخاه الشیخ ولایة علی واعانه فی ذالك ۔ ولما توفی اخوه المذکور تولی الامارة ولم یرجع الی الهند منذ خرج منها ۔ وکان رحمه الله عالماً محدثاً شجاعاً عارفاً بالفنون الحربیة ،کانت له حروب ووقائع مع الانکلیز ومات سنة ثلاث وسبعین ومأتین والف کما فی الدرالمنثور۔ ❶

شیخ محمد اکرام نے موج کوثر میں جناب عنایت علیؒ کے تذکرے میں لکھا ہے:

مولوی ولایت علیؒ کی وفات کے بعد مجاہدین سرحد کی قیادت ان کے وارثوں میں محدود ہو گئی ۔ اور بدقسمتی سے آخری عمر میں دونوں بھائیوں (ولایت علیؒ ،عنایت علیؒ) میں سخت اختلافات پیدا ہو گئے تھے اور بالآخر مولوی عنایت علیؒ اپنے ساتھیوں کو لے کر بڑے بھائی سے علیحدہ ہو گئے ۔

(گزشتہ سے پیوستہ) (مکتوب کا اردو ترجمہ)

از عاجز محمد نذیر حسین

بخدمت گرامی نواب صاحب معین المساکین سلمہ ربہ

السلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ خط آپ کا ملا ۔مضمون خط سے آگاہی ہوئی ۔خدا تعالی آپ کے معاملات میں فضل فرمائے ۔توبہ واستغفار ورجوع درگاہ باری سے غفلت نہ فرماویں ۔روزانہ ایک منزل قرآن مجید و چند پارے صحیح بخاری کے ضرور پڑھ لیا کریں انشاء اللہ تعالی دشمن برباد ہوگا ۔اور دشمنوں کی کثرت سے ہرگز خوف زدہ نہ ہونا چاہیے ۔ان شاء اللہ جلد کامیاب ہوں گے کیونکہ الفرج بعد الشدہ سے آپ بخوبی آگاہ ہیں فقیر کو ہمیشہ اپنا بہی خواہ تصور فرماویں ۔مجھ کو خبر ملی ہے کہ آپکی تنزلی مراتب و مدارج ہونیوالی ہے اور اسکے بدلہ میں انشاء اللہ تعالی ترقی مراتب اخروی آپکی قسمت میں ہوگی کیونکہ کتب اسلام کی اشاعت آپکی ذات بابرکات سے وابستہ ہے ۔ والسلام خیر الختام) ۔

❶ نزهة الخواطر ۔ج ۷ص ۳۷۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ولایت علیؒ کے فرزند ارجمند مولانا عبداللہؒ (وفات ۱۹۰۲ء) جو چالیس سال تک مجاہدین سرحد کے امیر رہے، اور جن کی شادی الدرر المنثور (تذکرہ صادقہ) کے مصنف مولوی عبدالرحیم کی ہمشیرہ محترمہ سے ہوئی تھی، ان کا بھی اپنے چچا سے اختلاف ہو گیا تھا اور مولوی عنایت علی کے زمانے میں وہ سرحد سے پٹنہ واپس چلے گئے تھے۔ ان خاندانی اختلافات کا خاندانی تذکرہ نگاری پر کچھ اثر پڑا ہے اور بعض کتابوں مثلاً تذکرہ صادقہ اور سوانح احمدی میں مولوی عنایت علی کی حیثیت بالکل ضمنی دکھائی دیتی ہے۔ ❶

مولوی عنایت علی کے حالات صحیح طور پر جمع نہیں ہوئے۔ لیکن جو کچھ ملتا ہے، اگر اسی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ٹھوس کاموں میں آپ کا مرتبہ بڑے بھائی سے کسی طرح کم نہ تھا۔ دینی محبت اور استقامت میں تو دونوں بلند مرتبہ بھائی اپنی نظیر آپ تھے۔ ذاتی ایثار اور ترک تمول میں شائد بڑے بھائی کا مرتبہ بلند تھا۔ لیکن مولوی عنایت علی سے اللہ تعالی نے دو کام ایسے لئے کہ انکی عملی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور انکے حالات میں مزید تفتیش وتلاش کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ❷

---

❶ مولانا مہر نے اس کی کچھ تلافی کی ہے اور تذکرہ صادقہ کے بعض اندراجات کی تردید کی ہے مثلاً تذکرہ صادقہ کا یہ بیان سید صاحب کی شہادت کے بعد تحریک کا بار عظیم مولوی ولایت علی پر پڑا۔ اور آپ نے وطن پہنچ کر دعوت وتبلیغ کا منظم سلسلہ قائم کیا جس کی تفصیل مہر صاحب نے سرگزشت مجاہدین کے صفحہ ۲۲۸ پر دی ہے۔ محل نظر ہے۔ جو چار نام مہر صاحب نے درج کئے ہیں ان میں سے شاہ محمد حسین اور مولوی عنایت علی کو خود سید صاحب نے بالترتیب پٹنہ اور بنگال کا کام سپرد کیا تھا۔ اور جہاں تک مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس کا تعلق ہے وہ اس وقت الہ آباد اور اڑیسہ میں متعین نہیں ہوئے بلکہ اس کے کئی سال بعد، جب نواب مبارز الدولہ اور ان کے بھائی نظام دکن میں ان بن ہوئی تو مبارز الدولہ قید کر لئے گئے اور مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس حیدر آبادی مع اور چند علماء کے بھاگ کر عظیم آباد پہنچے۔ تو مولانا ولائت علی نے ان کی خاطر داری کی اور اڑیسہ اور الہ آباد بھیج دیا)۔

❷ عنایت علیؒ کے بعض کارناموں کو ان کے بیٹے عبدالمجید نے اجمالی طور پر بیان کیا تھا۔ ان تحریروں کے متفرق اجزاء مولانا غلام رسول مہر نے مرکز مجاہدین اسمست میں دیکھے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کا پہلا اور شائد سب سے اہم کام بنگال میں تبلیغ اور بنگالی مسلمانوں کی تنظیم تھا جس میں ان کی عمر گرامی کا ایک حصہ صرف ہوا۔ انہیں سید صاحب نے خود بنگال کیلئے منتخب کیا تھا۔ مولانا مہر وقائع کی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں کہ سید صاحب نے مولوی صاحب ممدوح کو بلا کر فرمایا، آپ کو واسطے ترغیب جہاد کے بنگال بھیجتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ یہاں کا بھی کوئی واقعہ دیکھ لیتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں آپ کے ہاتھوں سے اللہ تعالی کا بہت کام نکلے گا۔ اور آپکا وہاں رہنا واسطے کوشش کار خدا کے گویا ہمارے ساتھ یہاں رہنا ہے۔ سید صاحب نے اپنا عمامہ اور کرتا عنایت کیا اور ان کے رفیقوں میں سے چھ آدمی ہمراہ کر دیئے۔

افسوس کہ بنگال میں مولوی صاحب نے جو کام کیا، اس کی تفاصیل تاریخی ترتیب سے نہیں ملتیں۔ بالجملہ مولانا مہر لکھتے ہیں:

مشرقی بنگال میں آج جو دینی روح نظر آتی ہے وہ مولوی صاحب ہی کی سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ❶

تذکرہ صادقہ میں لکھا ہے:

آپ نے بار اول مسلسل سات برس اس خطہ بنجری میں قریہ بقریہ نہائت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا۔ لاکھوں خلقت کو قعر ظلمت سے نکال کر شمع ہدائت کا گرویدہ کر دیا۔ جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد آج تک خطہ بنگال میں محمدی کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اس کے بعد آپ سرحد پر بغرض جہاد چلے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہونا پڑا تو آپ نے پھر بنگال کا رخ کیا اور دو تین سال اسی محنت اور مستعدی سے تبلیغی کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے اپنا مرکز ضلع جسور کا موضع حاکم پور قرار دیا تھا۔ زیادہ تر قریبی اضلاع میں دورے پر رہتے، لیکن جب سفر کی صعوبتوں سے خستہ ہو جاتے تو دو ایک ماہ کیلئے حاکم پور لوٹ آتے۔ آپ کا خاص طریق کار یہ تھا کہ آپ جس مقام پر پہنچتے، اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو مسجد تعمیر کرا دیتے اور اگر مسجد ہوتی تو اس لئے ایک موزوں شخص کو امام مقرر کر دیتے۔

---

❶ مولوی عنایت علی کا اصل دائرہ عمل مرکزی بنگال تھا۔ مشرقی بنگال میں زیادہ کام مولوی کرامت علی جون پوری، صوفی نور محمد چاٹگامی اور مولوی امام الدین نے کیا۔ شیخ اکرام۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہ امام فقط نماز پڑھانے ہی پر مامور نہ تھا بلکہ تعلیم دین کے علاوہ علاقے کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی وہی کرتا۔ اور لوگوں کی عام اصلاح حال کا انتظام کرتا۔

بنگال کی تبلیغی کوششوں (اور جہاد) میں آپ کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کی پہلی بیوی شادی کے تھوڑا عرصہ بعد وفات پا گئیں تو بقول تذکرہ صادقہ چوں کہ آپ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے لہذا پندرہ برس تک دوسرا نکاح نہ کر سکے۔ اس کے بعد مولانا ولائت علی نے شاہ محمد حسین کی بیوہ صاحبزادی سے آپ کا رشتہ تجویز کیا۔ لیکن آپ اپنی تبلیغی مصروفیتوں کی وجہ سے شادی کے لئے عظیم آباد نہ جا سکے۔ مولانا ولائت علی نے وکالتاً یہ عقد ثانی پڑھوایا اور اہلیہ محترمہ کو حاکم پور بھیج دیا۔ ❶

آپ کی کوششوں کا دوسرا مرکز کارزار جہاد تھا..... سکھوں سے انگریزوں کی پہلی لڑائی کے بعد گلاب سنگھ کو کشمیر اور بالائی ہزارہ کا علاقہ مل گیا، لیکن ہزارے میں اس کی حکومت مستحکم نہ تھی۔ ہزارہ اور کاغان کے غیرت مند مسلمانوں نے سوچا کہ آزادی حاصل کرنے کا یہ اچھا موقع ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کوششیں شروع کیں اور ساتھ ہی عظیم آباد میں مولانا ولایت علی سے مدد کی درخواست کی اور اس مقصد کے لئے مجاہدین سرحد کی مختصر جماعت کے امیر، میر اولاد علی سورج گڑھی بھی عظیم آباد پہنچے۔

مولانا ولایت علی نے مولانا عنایت علی کو بھیجنے کی تجویز کی۔ انہیں بنگال میں یہ پیغام ملا تو وہ دو ہزار مجاہدین ساتھ لے کر عظیم آباد پہنچے..... لیکن بنظر احتیاط اس جمعیت کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بانٹ دیا گیا اور علیحدہ علیحدہ سرحد پر جانے کا انتظام کیا گیا۔ بالآخر یہ ساری جماعت تو میدان جہاد تک نہ پہنچ سکی۔ لیکن جب ۱۸۴۴ء میں عنایت علیؒ سرحد پر پہنچے تو مجاہدین کی خاصی تعداد وہاں پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے مقامی حریت پسندوں کے ساتھ مل کر عملی کوششیں شروع کیں۔ ہزارہ گزیٹر کے مطابق انہوں نے شنکیاری، بیر کھنڈ، گڑھی حبیب اللہ اور اگرور کے قلعوں پر حملہ کر کے (سکھ) محافظ دستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سلسلے میں مولانا عنایت علی کو جو خاص کامیابی حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ مقامی معاونین کی مدد سے انہوں نے دسمبر ۱۸۴۵ء میں بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا۔

---

❶ موج کوثر۔ ص ۴۷۔۵۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اب انہیں باقاعدہ امیر جہاد تسلیم کیا گیا۔ سید ضامن شاہ کاغانی نے جو گلاب سنگھ کے خلاف جنگ حریت میں پیش پیش تھے، ان کی اطاعت قبول کی اور اردگرد کے علاقوں کو سکھوں سے آزاد کرانے کیلئے زبردست کوششیں شروع کیں۔ گڑھی حبیب اللہ خان محرم ۱۲۶۲ھ میں فتح ہوئی۔ اس کے چند ماہ بعد فتح گڈھ پر، جو سکھوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا، قبضہ ہوا۔ اس کا اثر علاقے پر بہت ہوا اور سکھوں کے کئی قلعہ داروں نے قلعے خالی کر دیئے۔ وسط ۱۸۴۶ء میں مظفر آباد پر بھی قبضہ ہو گیا، سکھوں نے اب مانسہرہ میں قدم جمانے کی کوشش کی، لیکن شکست کھائی۔ چنانچہ مجاہدین نے تھوڑے وقت میں ایک وسیع خطے پر قبضہ جما لیا۔ اس تمام علاقے میں مولانا عنایت علی نے اسلامی طرز حکومت قائم کی اور شرعی احتساب وحدود کا سلسلہ جاری کیا۔

۱۹ اکتوبر ۱۸۴۶ء اچانک مولانا ولایت علی علاقہ مجاہدین میں پہنچ گئے ۱۶۔ اکتوبر کو مولانا عنایت علی نے امارت جہاد ان کے حوالے کی۔ لیکن اب انگریزی افسر اور فوج اس علاقے میں پہنچ گئے تھے جنہوں نے مجاہدین کو شکست دی اور مولانا ولایت علیؒ اور مولانا عنایت علی کو فوجی پہرے میں عظیم آباد جانا پڑا۔ یہاں پہنچتے ہی مولانا عنایت علیؒ پھر بنگال چلے گئے۔ اور وہاں دو تین سال مصروف کار رہے۔ ❶

جناب عنایت علیؒ کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں۔ جناب غلام رسول مہرؒ کا خیال ہے کہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۸ء کے ایک دو روز بعد انتقال کیا۔ ❷

مناظرہ رنگ پور

اہل سنت اور شیعہ کے درمیان ۵ تا ۷ مارچ ۱۹۴۰ء بمقام رنگ پور ضلع مظفر گڑھ (پنجاب) ایک مناظرہ ہوا تھا جس میں اہل سنت کی طرف سے جناب ملک عبدالعزیزؒ ملتانی مناظر تھے جو آل انڈیا آل حدیث کانفرنس کے آنریری واعظ تھے۔ شیعہ کی طرف سے ان کے مشہور عالم مرزا احمد علی لاہوری مناظر تھے۔ اس مناظرے میں درج ذیل چار مبحث تھے:

۱۔ حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل۔

---

❶ موج کوثر ص ۵۰۔۵۱ ❷ موج کوثر۔ ص ۵۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۲۔ حدیث قرطاس میں حضرت عمرؓ کا قصوروار ہونا۔
۳۔ قضیہ فدک میں ابوبکرؓ صدیق کا حق پر نہ ہونا۔
۴۔ گریہ وماتم حسین بطریق مروجہ۔

ان باتوں کا اثبات بذمہ شیعہ تھا اور تردید بذمہ اہل سنت۔ ہر مبحث کے لئے تین تین گھنٹے وقت مقرر تھا۔ فریقین کی پہلی تقریر آدھا گھنٹہ اور بعد کی تقریریں دس منٹ کی تھیں۔

شیعہ مناظر، مطاعن صحابہ کی فہرست پڑھتے رہے اور خلافت بلافصل پر باوجود تقاضا کوئی آیت یا معقول دلیل نہ پیش کر سکے۔ حتی کہ شیعہ صدر اجلاس نے مان لیا کہ مرزا احمد علی قرآن شریف کی کوئی آیت جو خلافت بلافصل حضرت علیؓ پر نص ہو پیش نہیں کر سکتے۔

اس کے برخلاف جناب عبدالعزیز ملتانی نے سورہ نور کی آیت

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ﴾ (النور:۵۵)

پڑھ کر خلفاء ثلاثہ کا موعود لھم بالخلافت ومومن صالح اور ان کے دین کا پسندیدہ ہونا صراحت سے بیان کیا۔ اور تفاسیر شیعہ مثل صافی۔ خلاصۃ المنہج۔ قمی اور مجمع البیان سے نبی ﷺ کے بعد اس وعدہ کا ❶ پورا ہونا ثابت کیا۔

نہج البلاغۃ سے حضرت علیؓ کا مطیع ہونا اور اپنی خلافت بلافصل کو بے محل قرار دینا بلکہ کافی کلینی سے حضرت علیؓ کا بیعت کرنا واضح کیا۔

نیز حضرت علیؓ کا بغیر کسی شورش کے ۲۳۔۲۴ سال تک ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہنا اور ہر مشورہ میں شامل ہونا، بلکہ اپنی لخت جگر ام کلثومؓ کا جو فاطمہ الزہراءؓ کے بطن سے تھیں، حضرت عمرؓ کے ساتھ نکاح کر دینا، ان کے مومن کامل ہونے کی دلیل کتب شیعہ سے اس خوبی کے ساتھ بیان کی کہ مناظر شیعہ بمع شیعی مجمع کے ششدر اور مبہوت ہو گیا۔ اور جواب سے عہدہ برانہ ہو سکا۔

---

❶ انہیں مومنین کے ساتھ جنہوں نے قریباً تیس سال میں تمام عرب اور فارس اور شام مصر وغیرہ فتح کر کے تمکین دین اور امن قائم کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

دوسرے روز مبحث فدک میں شیعہ مناظر نے فدک کا مال فئے ہونا تسلیم کیا۔ اور باوجود بار بار تقاضا کے فدک کا میراث ہونا ثابت نہ کر سکا۔ اس کے برخلاف جناب عبدالعزیز ملتانی نے آیت ﴿ما آفاء اللّٰه﴾ تلاوت کر کے

- فدک کا مال فئے ہونا، جس کی تقسیم خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے، جو قابل میراث نہیں ہے۔ اور حکم الٰہی کے موافق نبی ﷺ اپنی زندگی میں تقسیم کرتے رہے۔
- فاطمہ زہراءؓ نے نبی ﷺ سے طلب کیا تھا، جو نہیں دیا گیا۔
- اسی طرح حضرت ابوبکرؓ نے کیا۔ اور سیدہ فاطمہؓ نے بھی پھر دوبارہ اس بارہ میں کلام نہ کی اور راضی ہوگئیں۔
- اور حضرت علیؓ بھی اپنی خلافت میں خلفاء ثلاثہ کے طریق پر تقسیم کرتے رہے۔ حضرت فاطمہؓ کے وارثوں کو نہیں دیا۔

کتب اہل سنت اور کتب اہل شیعہ نہج البلاغۃ اور کافی وغیرہ سے ثابت کیا۔ جس کا شیعہ مناظر کوئی جواب نہ دے سکا۔

اسی طرح تیسرے مبحث میں شیعہ مناظر حدیث قرطاس پڑھ کر گویا ہوئے کہ ایسی چیز جس پر اسلام کا دارومدار ہو حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر نہ لکھنے دی۔ اور عمر نے لفظ ہذیان کہا۔ وغیرہ۔

اس کے جواب میں جناب ملک عبدالعزیز نے آیت: ﴿یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک.....﴾ پڑھ کر بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ، حضرت عمرؓ کیا ساری دنیا کی مخالفت اور روکنے سے بھی تبلیغ حق سے باز نہ رہ سکتے تھے۔ شیعہ کا حضرت عمرؓ کی مخالفت میں نبی ﷺ کی ذات پر حملہ ہے کہ ایسی ضروری چیز نہ لکھوائی۔ بلکہ حضرت علیؓ اور تمام اہل بیت پر الزام ہے کہ انہوں نے قلم دوات کاغذ وغیرہ لکھنے کا سامان مہیا نہ کیا۔ کیونکہ حدیث میں لفظ اہل بیت بھی ہے، جس میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں۔

ہذیان کا لفظ حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کرنا نہائت بے انصافی اور شیعہ کی بناوٹ ہے۔ اہل سنت کی کتب صحاح میں کہیں ثابت نہیں۔ نیز ھجر یھجر کا معنی اس جگہ ہذیان کے نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہو سکتے۔جیسا کہ:﴿ واھجرھم ھجراً جمیلاً﴾﴿ واھجروھن فی المضاجع ﴾ ﴿والرجز فاھجر﴾ میں سوائے جدائی کے کوئی معنی نہیں۔اور نبی ﷺ عمرؓ کا جواب سن کر راضی ہو گئے۔لکھوانے کی ضرورت نہ سمجھی۔شیعہ مناظر اس کا جواب نہ دے سکا۔

اسی طرح چوتھے مبحث میں شیعہ مناظر بری طرح پھنسا۔کہ مروجہ ماتم کا موجد یزید کو کہہ بیٹھا۔جلاء العیون کی ایک عبارت پیش کی جس میں یزید نے ماتم کرنے کی اجازت دی۔جس پر ملک عبدالعزیزؒ ملتانی نے سخت گرفت کی کہ شیعہ اہل سنت کو الزام دیتے ہیں کہ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں،آج مرزا احمد علی نے اقرار کر لیا کہ رسم ماتم میں یزید ہی ان کا پیشوا اور امام ہے۔اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ کوفی شیعہ ہی امام حسینؓ کو بلا کر شہید کرانے والے اور پھر ماتم کی رسم قائم کر کے اپنا عیب چھپانے والے ہیں جس کی تصریح نہایت وضاحت سے کتب شیعہ میں ملتی ہے۔جس سے شیعہ بہت تلملائے۔

مناظرہ کے فیصلہ کے لئے مہاشہ چرنجی لال لاہوری مقرر تھے جس کی اطلاع آئی کہ میں نہیں پہنچ سکتا۔صرف پبلک ہی پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا تھا جو مناظرہ کے بعد شیعوں کی حقیقت سے واقف ہو گئے۔ ❶

غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ

آپ اعوان خاندان سے تھے۔والد کا نام رحیم بخش ہے اور آپ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں ۱۲۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ابتداء میں بازار حکیماں لاہور کی لال مسجد میں جناب غلام محی الدین سے تعلیم حاصل کی پھر جناب عبداللہ غزنویؒ کے ساتھ سید نذیر حسینؒ محدث کے پاس دہلی جا کر حدیث پڑھی۔حج کو گئے تو وہاں شاہ عبدالغنی مجددی سے سند حدیث حاصل کی۔آپ سحر طراز واعظ تھے آپ کا وعظ سن کے بہت سے ہندو سکھ مسلمان ہوئے۔سید احمد شہید کی جماعت کے مالی معاونین میں سے تھے۔۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد کچھ عرصہ لاہور کے قلعہ میں محبوس رہے۔رہائی پر زبان بندی برقرار رہی۔عربی فارسی میں مہارت تامہ تھی۔قادر الکلام شاعر تھے۔پنجابی میں کئی منظوم کتابیں لکھیں ابتدا میں سسی پنوں کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

---

❶ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مئی ۱۹۴۰ء۔ص ۱۰۔۱۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قرآن وحدیث کی تعلیم کے بعد اس کتاب پر ندامت کا اظہار کرتے رہے۔ پھر آپ نے سی حرفی اور حلیہ مبارک وغیرہ لکھیں۔

دلا غافل نہ ہو یک دم یہ دنیا چھوڑ جانا ہے
باغیچے چھوڑ کر خالی زمین اندر سمانا ہے

بھی انہی کا شعر ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ ❶

جناب غلام رسولؒ، سید میرؒ آف کوٹھا ضلع مردان سے فیض یاب تھے۔ جناب بٹالویؒ نے اشاعۃ السنہ میں نواب صدیق حسنؒ کا دفاع کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ سکندر بیگم کے وقت سے بھوپال وہابیوں کی ریاست سمجھی جاتی تھی اور کوٹھا ضلع مردان میں سید میر، وہابی پیر سمجھے جاتے تھے۔ اور جناب غلام رسول مہر نے لکھا ہے:

اکابر ہند میں سے دو بزرگوں کو ملا صاحب کوٹھا سے خاص تعلق پیدا ہوا۔ ایک مولانا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والے، دوسرے سید عبداللہ غزنوی۔ مولانا غلام رسول خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں پہلے اخوند صاحب سوات کے پاس پہنچا جو بڑے زاہد عابد اور متقی تھے، لیکن سنت سے واقف نہ تھے۔ واپسی پر تربیلہ کے ایک نمبردار سے ملا صاحب کوٹھا کا ذکر سنا۔ وہاں پہنچتے ہی تسکین ہوگئی۔ میں نے سلسلہ بیعت دریافت کیا۔ فرمایا، میں بیعت شدہ سید احمد بریلوی مرشد مولوی اسماعیل صاحب شہید کا ہوں۔ ❷

جناب عبداللہ غزنویؒ سے جناب غلام رسول کی ملاقات سید میر ہی کے ہاں ہوئی تھی۔ وہ بھی ان دنوں افغانستان سے جلاوطن ہو کر ادھر ادھر سرگرداں تھے اور سید امیر کے ہاں تھے۔ دونوں کی ملاقات ہوئی اور جلد ہی ان کی دوستی بہت پختہ ہوگئی۔ دونوں نے بعد میں اکٹھے (براستہ سرہند) دہلی کا سفر کیا جہاں جناب سید نذیر حسینؒ سے کسب فیض کیا۔

جناب مہر نے لکھا ہے:

---

❶ اہل حدیث۔ لاہور۔ ۵ دسمبر ۱۹۹۷ء
❷ جماعت مجاہدین بحوالہ سوانح حیات مولانا غلام رسول۔ ص ۴۰۔۴۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ملا صاحب کوٹھا کا نام اخوند سید میر ہے۔ ملا صاحب کوٹھا کے نام سے مشہور ہیں جو تحصیل صوابی ضلع مردان کا ایک مشہور مقام ہے، آپ سید احمد شہید کے مخلص ارادت مند تھے۔ بیعت اقامت شریعت کے بعد انہیں قریہ کوٹھا کا قاضی بنادیا۔ اور ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ کو انکے نام باقاعدہ قضا نامہ جاری ہوا۔ سید احمد سے تعلق کی بنا پر ملا صاحب گونا گوں آلام ومصائب کا ہدف بنے۔ ایک موقع پر انہیں وہابیت سے متہم کیا گیا اور ان کی زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ لیکن وہ بہر حال صحیح اسلامی مسلک پر مستقیم رہے۔ انکے نرینہ اولاد نہ تھی۔ حقیقی بھانجے صاحبزادہ عبداللطیف کو خانہ داماد بنالیا تھا۔ وہ بھی اجل فاضل تھے جوانی کی حالت میں انہیں شہید کر ڈالا گیا۔ ان کے صاحبزادے (سید میر کے نواسہ) صاحبزادہ سر عبدالقیوم تھے جنہوں نے برصغیر کی سیاست میں بھی ناموری حاصل کی اور تعلیمی خدمات کے اعتبار سے بھی وہ صوبہ سرحد کے سرسید کہلاتے تھے۔ ❶

شاہ غلام علی

جناب سرسید احمد خان نے آثار الصنادید میں آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وطن اصلی آپکا موضع وتالہ (بٹالہ) ہے جو پنجاب کے ملک انبر سر (امرتسر) کے پاس واقع ہے۔ آپ سادات علوی سے ہیں۔ آپ کا اصلی نام عبداللہ اور عرف غلام علی تھا۔ ۱۱۵۶ھ میں آپ نے اس عالم میں قدم فیض توام رکھا۔ سولہ برس کی عمر تک اسی نواحی میں بسر کی۔ ۱۱۷۴ھ آپ کے والد نے آپ کو دہلی بلایا۔ ۱۱۷۸ھ میں آپ نے مرزا جان جاناں سے بیعت کی..... اور اپنے پیر ومرشد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے اور حقیقت میں میرے اعتقاد بموجب اپنے پیر پر بھی فوق لے گئے۔ سبحان اللہ کیا آزادی تھی کہ مطلق دنیا کا لگاؤ نہ تھا۔ اللہ اللہ کیا اطاعت سنت تھی کہ سرمو بھی فرق نہ تھا۔ توکل اس درجہ پر تھا کہ کبھی کسی طرح کا خیال دل میں نہ آتا۔ ایک دفعہ والی ٹونک نے بہت التجا سے درخواست تقرر وظیفہ کی۔ اس کے جواب میں آپ نے صرف یہ شعر لکھ بھیجا:

---

❶ جماعت مجاہدین۔ ص ۲۷۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ما آبروئے فقر وقناعت نمی بریم با میر خان بگوئی کہ روزی مقرر است

نماز صبح بہت اول وقت ادا فرما کر دس سپارہ کلام اللہ ختم فرماتے۔ بعد اس کے حلقہ مریدین جمع ہوتا اور تا نماز اشراق سلسلہ توجہ اور استغراق جاری رہتا۔ بعد ادا کرنے کے نماز اشراق کے تدریس حدیث اور تفسیر شروع ہوتی۔..... اول وقت ظہر نماز ظہر ادا فرما کر پھر درس و تدریس حدیث و تفسیر و فقہ اور کتب تصوف میں مشغول ہو جاتے..... باوجود اتنی آزادی اور از خود رفتگی کے سر مو احکام شریعت سے تجاوز نہ تھا۔ اور جو کام تھا وہ با تباع سنت تھا..... جو شخص خلاف شرع اور سنت ہوتا اس سے نہایت خفا ہوتے اور اپنے پاس اس کا آنا گوارا نہ کرتے۔ ..... میرے والد ماجد کو اپنے فرزند سے کم نہیں سمجھتے تھے۔.. میں ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور آپ اپنی شفقت اور محبت سے مجھ کو اپنے پاس مصلے پر بٹھا لیتے..... میں نے اپنے دادا کو تو نہیں دیکھا، آپ ہی کو دادا حضرت کہا کرتا تھا..... صفر کی بائیسویں ۱۲۴۰ھ میں اس جہاں سے انتقال کیا۔ ❶

فاخر زائر الہ آبادی

آپ کے والد کا نام شیخ محمد یحی تھا اور آپ ۱۱۲۰ھ میں الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ والد سے اور اپنے بڑے بھائی شیخ محمد طاہر سے تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ خود پڑھانے لگے۔ حجاز گئے تو وہاں مدینہ کے محدث محمد حیات سندھی ف ۱۱۶۳ھ سے علم حدیث حاصل کیا اور غالباً وہیں مسلک اہل حدیث کا فیض پایا۔ حجاز سے واپسی پر صحیح مسلم کا ایک نسخہ ساتھ لائے۔ طبیعت کے فیاض تھے۔ اکثر سفر میں رہتے، اور مسافروں کی بڑی تعداد ساتھ ہو جاتی۔ آپ ان کے طعام و لباس کے بھی کفیل ہوتے۔ حرمین سے شیفتگی تھی۔ دو دفعہ حج کیا اور کئی سال تک وہاں قیام رہا۔ دوسرے حج سے ۱۱۵۹ھ میں واپس آئے تو تیسرے کے لئے تیار ہو گئے لیکن نہ جا سکے۔ چوتھی مرتبہ پھر تیار ہوئے اور گھر سے چل پڑے، شہر برہان پور میں تھے کہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۶۴ھ کو چل بسے۔ چوں کہ مسلکاً پختہ اہل حدیث تھے اس لئے گور پرستی وغیرہ بدعات ناپسند تھیں، اس لئے انتقال سے پہلے وصیت کی کہ مجھے شیخ عبداللطیف کے جوار میں دفن کیا جائے۔

---

❶ آثار الصنادید۔ ص ۱۲۔۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وجہ یہ بیان کی کہ برہان پورہ کے بزرگوں میں وہ بڑے پابند شرع تھے اور صرف انہی کی قبر پر گور پرستی وغیرہ بدرسمیں عمل میں نہیں لائی جاتیں لہٰذا مجھے یہی جگہ مرغوب ہے۔ چنانچہ وصیت پر عمل کیا گیا۔ مولانا آزاد بلگرامی نے ان کی موت پر لکھا:

واحسرتا! کہ ایں چنیں صاحب کمال در ایام شباب از یں عالم رحلت کرد و داغ مفارقت بر دل یاراں گزاشت، سپہر دوار اگر عمرہا چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات قدسی صفات بہم رساند۔ ❶

آپ کو سفر حج میں تحصیل علم حدیث کے بعد عمل بالحدیث سے اتنی رغبت ہوگئی تھی کہ عمل بالحدیث کے بغیر ہر چیز سے نفرت ہوگئی۔ سنت میں جو اسوہ رسول کا نظر آیا اس پر عمل کر دکھایا، اور مخالف کی مخالفت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔

مرزا مظہر جان جاناں نے کہا

بسیارے از کبرائے دین را مشاہدہ نمودم، بعد از یازدہ صد سال یک شخص کہ عبارت از شیخ محمد فاخر است موافق کتاب وسنت در یافتم۔ ❷

کہ بڑے بڑے اکابر دیکھنے کا اتفاق ہوا مگر گیارہ سو سال بعد صرف ایک شخص محمد فاخر کو صحیح معنی میں کتاب وسنت کے موافق پایا ہے۔

جناب سید صدیق حسنؒ نے اتحاف النبلاء میں لکھا:

شیخ محمد فاخر اگر چہ در جمیع فنون و تمام علوم ید بیضا داشت وعلم سبقت بر سابقین مے افراشت لیکن علم حدیث بروے بحدے غالب آمدہ کہ گویا غیر آں را آشنا نہ بودہ است

کہ شیخ محمد فاخرؒ کو تمام علوم میں کامل دسترس تھی علوم عقلیہ ونقلیہ پڑھنے پڑھانے میں اکثر متقدمین پر گوئے سبقت رکھتے تھے، لیکن علم حدیث آپ پر اس طرح غالب آ گیا تھا گویا اس کے بغیر دوسرا علم جانتے ہی نہیں۔

سید صدیق حسنؒ نے تقصار میں لکھا:

وے رحمہ اللہ تعالی امام آئمہ متبعین سرزمین ہند و شیخ الشیوخ اکابر علمائے ارجمند ظاہرش محدث بود و باطنش صوفی۔ ❸

---

❶ مآثر الکرام۔ ج ۲۔ ص ۲۱۸ ❷ سرو آزاد۔ ج ۲۔ ص ۲۱۸ ❸ تقصار، ص ۱۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

نیز لکھا ہے کہ شاہ غلام علیؒ نے حالات مظہریہ میں آپ کو کبار علمائے حدیث سے شمار کیا ہے۔
بقول مولانا آزاد بلگرامی تصوف میں
تشرع بدرجہ کمال داشت و ہمیشہ ہمت بتعدیل شریعت می گماشت۔
اس میں کمال درجہ کے متشرع اور جادہ اعتدال پر گامزن تھے۔
مرزا مظہر جان جاناںؒ دینی اور دنیاوی وجاہت کے باوجود بار باران کی صحبت میں بیٹھنے کو اکثر جایا کرتے تھے اور فرماتے:
بہت سے ارباب کمال سے ملا مگر جتنا شیخ محمد فاخر کے پاس اپنے آپ کو ہلکا پایا کہیں دوسری جگہ ایسا نہیں ہوا۔ یعنی لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں اور میں شیخ کی ملاقات کو جاتا ہوں۔
شاہ فاخر کے دولڑکے تھے۔ شاہ قطب الدین جن کا انتقال مکہ میں ۱۱۸۷ھ میں ہوا۔ دوسرے شاہ محمد اجمل جو الہ آباد میں سکونت پذیر تھے یہاں ان کا دائرہ بہت مشہور تھا۔ ان کی ۱۲۳۶ھ میں وفات ہوئی۔ شاہ فاخر کے بہت سے تلامذہ اور مرید ہوئے۔
آپکی تصانیف میں قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین، نظم سفر السعادۃ، رسالہ نجاتیہ۔ مثنوی در تعریف علم حدیث، فارسی دیوان جس میں حدیث کو رائے و قیاس پر ترجیح دی گئی ہے اور بدعت کی بجائے سنت کو اختیار کرنے پر زور دیا ہے۔ عقائد میں متکلمین اور معقولیوں کی روش پر چلنے سے منع فرمایا ہے اور کتاب وسنت سے ماخوذ عقائد کو قبول کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ شاعرانہ نقطہ نگاہ سے بھی آپکا کلام بلند مرتبہ ہے فرماتے ہیں:

زائر ہمہ علم وعمل اوز حدیث است بیچارہ جزیں خانہ ہیچ ندارد
(زائر کا تمام علم وعمل حدیث رسول سے ماخوذ ہے۔ بے چارے کے پاس اس کے سوا اور رکھا ہی کیا ہے)

بدل از رائے ایں مرداں تبرا کردہ ام زائر ازاں روزے کہ با سنت زدم نقش تولا را
(اے زائر جس دن سے رسول کریم ﷺ کی حدیث سے تعلق اور لگاؤ پیدا ہوا ہے، لوگوں کی رائے اور قیاس سے میرا دل بے زار ہو گیا ہے)

از سنت آنکہ بروں رفتہ زائر از پئے را خدا گواہ کہ نشناختہ است ایمان را

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

(جو حدیث رسول اللہ کو چھوڑ کر رائے و قیاس کے پیچھے دوڑا، خدا گواہ ہے کہ وہ ایمان سے بے خبر ہے)

زائر بجز سنن نشناسیم راہ راست از راہ اہل رائے حذر کنیم ما

(سنت رسول کے بغیر کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے، اہل رائے کے طریقہ سے ہمیں سخت پرہیز ہے)

بخدا ہر کہ بہ آرای کند رد حدیث بدل بیہدہ اش بہرہ از ایمان نیست

(جو رائے اور قیاس کے مقابلہ میں حدیث کو رد کر دیتا ہے، اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان نہیں ہے)

ما اہل حدیثیم دغا را نشناسیم صد شکر کہ در مذہب ما حیلہ و فن نیست

(ہم اہل حدیث ہیں، دغا بازی اور دھوکہ و فریب دہی سے واقف نہیں ہیں۔ ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمارے مذہب میں مکر و فریب کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے)

ہمیں بود بدل زائر از حدیث امید کہ دستگیر مرا وقت انتقال شود

(دل میں یہی امید ہے کہ انتقال کے وقت سنت رسول ہی میری دست گیر ہوگی۔ قیامت کے دن حدیث ہی کام آئے گی)

بروز حشر نپرسند زائر از رائے ہمیں حدیث در آنجا ترا بکار آید

(قیامت کے دن رائے و قیاس کے متعلق سوال نہیں ہوگا، یہی حدیث وہاں کام آئے گی)

خاطر زائر نساز و شاد جز سفر حدیث خط یاراں از کتاب رائہا گر بودہ است

(اگر دوسرے لوگوں کے حصہ میں رائے و قیاس سے بھری ہوئی کتابیں آئی ہیں تو زائر کا دل تو کتب حدیث کے بغیر کسی چیز میں محبت محسوس نہیں کرتا۔

بقول سرور عالم عمل بکن زائر ز دیگراں بکنارا کہ عین ایمان ست

(اے زائر سرور عالم ﷺ کے فرمان پر عمل کر، اور دوسروں سے الگ ہو جا، کیونکہ یہی عین ایمان ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ فاخر فرماتے تھے:

احادیث رسول آوردہ ام اسرار دیں نیست غیر از گوہر شہوار در دکان ما

از عقائد این وآں زائر عقائد را نجست در پناہ سنت سرور بود ایمان ما

شاہ فاخر کو شاہ ولی اللہ سے معاصرت کا تعلق ہے اور بڑی حد تک دونوں کے خیالات میں بھی توافق ہے۔ شاہ فاخر کا واقعہ ہے کہ ایک بار انہوں نے ایک مسجد میں آمین بالجہر کہہ دی۔ جاہل ان کے درپئے آزار ہوئے۔ انہوں نے سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ میں نے حکم حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایسا کیا ہے لیکن کوئی مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر شاہ فاخر نے کہا کہ تم مجھے اپنے کسی بڑے عالم کے پاس لے چلو وہاں فیصلہ ہو جائے گا۔ چناں چہ وہ آپ کو شاہ ولی اللہ کے پاس لے آئے۔ انہوں نے سن کر فرمایا کہ ہاں حدیثوں میں ایسا بھی مذکور ہے۔ شاہ صاحب کی بات سن کر لوگ چلے گئے۔ تب شاہ فاخر نے کہا کہ حضرت آپ حدیث سے واقف ہیں تو کھلتے کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا کھل چکا ہوتا تو آپ کو کیسے بچاتا۔ یعنی شاہ صاحب جیسے عالم بھی اس خدشہ سے مصئون نہیں تھے کہ اگر انہوں نے حدیث پر عمل کیا تو وہ مشکلات میں پھنس جائیں گے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بایں جلالت وقدر ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ حق کی آواز بلند کرسکیں۔ جو کچھ ان کی کتابوں میں لکھا تھا وہ ان کی زندگی میں خواص تک محدود رہا، یا شاگردوں نے اسے پڑھا۔ اس کی عام اشاعت نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس وقت چھاپہ خانے ہی موجود نہ تھے۔ حجۃ اللہ البالغہ سب سے پہلے بھوپال کے مدار المہام مولانا جمال الدین (ف ۱۲۹۹ھ) کے ایماء اور ہدائت پر انہیں کے مصارف سے محمد احسن صدیقی (م ۱۳۱۲ھ) کے اہتمام میں مطبع صدیقی بریلی میں ۱۲۸۶ھ میں طبع ہوئی۔ دوسری مرتبہ سید صدیق حسن (م ۱۳۰۷ھ) کے حکم سے ۱۲۹۶ھ میں مطبع بولاق مصر سے اس کی اشاعت ہوئی۔ مصر سے اس کے دو ایڈیشن نکلے اور ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۸ء) میں مولانا عطاء اللہ حنیفؒ کے اہتمام میں المکتبہ السلفیہ لاہور نے اس کا ایک ایڈیشن نکالا جو مصری ایڈیشن کا آفسٹ ہے۔ مصر سے ہی اس کا چوتھا ایڈیشن نکلا جو مشہور مصری عالم اور اخوانی رہنما سید سابق کی تحقیق ومراجعت مفصل، مقدمہ اور مصنف علام

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کے تعارف اور سوانح کے ساتھ دار الکتب الحدیثیہ قاہرہ اور مکتبۃ المثنی بغداد کی طرف سے شائع ہوا لیکن کتاب کی تصحیح وتحشیہ تخریج احادیث اور اشارات کی توضیح کے ذریعہ جو خدمت ہونی چاہیے تھی ابھی نہیں ہوئی۔ اردو میں اسکے دو ترجمے شائع ہوئے پہلا ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی کے قلم سے نعمۃ اللہ السابغہ کے نام سے دو حصوں میں مکمل ہوا اور یہ ترجمہ ۱۳۰۲ھ میں مکمل ہوا تھا اور ۱۳۱۲ھ میں مطبع احمدی پٹنہ سے شائع ہوا۔ بعد میں نور محمد اصح المطابع کراچی سے دوبارہ شائع ہوا۔ دوسرا ترجمہ مولانا خلیل احمد اسرائیلی کے قلم سے آیات اللہ الکاملہ کے نام سے مطبع اسلامی کی طرف سے شائع ہوا۔ ❶

ازالۃ الخفا پہلی مرتبہ مولوی محمد احسن صدیقی کے اہتمام میں منشی جمال الدین صاحب مدار المہام بھوپال کے حکم و ہدائت پر ۱۲۸۶ھ بریلی میں مطبع صدیقی میں چھپی۔ اس وقت تین نسخے فراہم ہو سکے۔ جن سے تصحیح و مقابلہ کا کام کیا گیا۔ ایک منشی صاحب کا بھوپال کا نسخہ دوسرا احمد حسن امروہی کا نسخہ تیسرا انور الحسن کاندھلوی کا نسخہ۔ قرینہ ہے کہ مصنف علام کتاب پر نظر ثانی نہیں فرما سکے۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن سہیل اکیڈیمی لاہور سے ۱۳۹۶ھ۔ ۱۹۷۶ء کو شائع ہوا جو پہلے ایڈیشن کا آفسٹ ہے۔ کتاب کا عربی ترجمہ مجلس العلمی ڈابھیل کے اہتمام میں تیار ہوا لیکن اسکی کما حقہ مما لک عربیہ میں اشاعت نہیں ہوسکی مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے کتاب کا اردو ترجمہ کیا جو کتاب کی فصل اول سے فصل پنجم تک ہے۔ اس کا نام کشف الغطا عن السنۃ البیضاء رکھا۔ اس مطبوعہ حصہ کی ضخامت ۳۳۶ صفحات ہے ۱۳۲۹ھ میں عمدۃ المطابع لکھنو سے شائع ہوا۔ ❷

جناب ولائت علی صادقپوری نے اپنے مرید جناب بدیع الزمان بردوانی کے ذریعہ ترجمہ قرآن از شاہ عبدالقادر کو پہلی مرتبہ شائع کروایا۔ کیونکہ مطبع حسینی لکھنو نے اسے شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ❸

---

❶ تاریخ دعوت وعزیمت۔ جلد ۵ ص ۲۲۱۔ حاشیہ
❷ تاریخ دعوت وعزیمت۔ جلد ۵۔ ص ۲۷۳۔ ۲۷۴
❸ علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ ج ۳ ص ۲۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ محمد فصیح

تذکرہ فصیح میں لکھا ہے:

شاہ محمد فصیح بن شیخ غلام رضا ربیع الاول ۱۲۲۲ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب شاہ محمد افضل عباسی ثم الہ آبادی سے ملتا ہے۔ پہلوانی کرتے رہے اور اس فن میں طاق ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں شادی ہوئی۔ ۱۹ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا۔ دو سال میں فراغت حاصل کر لی۔ اسی زمانے میں سید احمد اور شاہ اسماعیل کی تحریک چل رہی تھی۔ وہ بنارس آئے تو آپ کے والد شیخ غلام رضا نے ان کی دعوت کی اور بیعت بھی کی۔ جناب محمد فصیح نے سید احمد سے ملاقات کی اور سید احمد نے انہیں دعا دی اور فرمایا ہمارے خلفاء میں یہ اکمل و افضل ہوں گے اور لاکھوں بندگان خدا کو کوچہ ضلالت سے راہ راست پر ہدائت پہنچائیں گے اور دور دور تک ان کی ذات سے دین اسلام کی رونق ہوگی اور وقت کے شیر کہلائیں گے۔ ❶

شاہ محمد فصیح کا مناظرہ میں وہ شہرہ ہوا کہ کوئی عالم آپ سے سبقت حاصل نہ کر سکا اور لوگوں نے آپ کو مولانا شیر کے خطاب سے نوازا۔ ❷

تحصیل علم کے بعد آپ شاہ کبیر الدین احمد سجادہ نشین سہسرام کے اصرار پر ان کے مدرسہ میں درس و تدریس فرماتے رہے۔ اسی دوران آپ پر اسرار باطنی کا زور ہوا تو تدریس سے الگ ہو کر وعظ و نصائح اور بندگان خدا کی ہدایت میں مصروف ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ جب سید احمد پر جناب محمد فصیح کے احوال منکشف ہوئے تو انہوں نے اپنے خلیفہ مولانا محمد علی کو حکم دیا کہ تم جا کر ہماری طرف سے محمد فصیح کو خلافت تفویض کر آؤ۔ چناں چہ وہ اجازت بیعت اور خرقہ و دستار دے کر واپس گئے۔ اسکے بعد یہ حال ہوا کہ دور دور آپکا فیض پہنچنے لگا۔ غازی پور، سہسرام، صوبہ بنگال وغیرہ میں جوق در جوق لوگ داخل بیعت ہوئے۔ اس وقت آرہ میں شرک و بدعات اور ہندوانہ رسوم مسلمانوں میں بہت رائج تھیں آپکے وعظ سے لوگوں میں اصلاح ہونے لگی۔ جامع مسجد میں تمبا کو سکھایا جاتا تھا اور تعزیہ رکھا جاتا ان سب مکروہات سے مسجد پاک ہو گئی۔ ❸

---

❶ تذکرہ مشائخ غازی پور ص ۴۱۴ بحوالہ مصنفہ شیخ شجاعت علی آروی مطبوعہ مسلم پریس سیوان ۱۳۵۲ھ ص ۱۷

❷ تذکرہ مشائخ غازی پور ص ۴۱۴ ❸ تذکرہ مشاہیر غازیپور ص ۲۷۷۔۲۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ کا انتقال ۲۹ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ کو ہوا۔ آپ کے فرزند شاہ امانت اللہ کا شمار بھی برصغیر کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ ❶

شاہ محمد فصیح کا ایک مناظرہ صادق پوری علماء سے ہوا تھا جس کی قدرے تفصیل ہم نے جناب ولایت علی کے ترجمہ میں بیان کی ہے۔ اس کی روداد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ متعصب نہ تھے۔ بلکہ دلیل کو مان لیتے تھے۔ آپ کا ایک اور مناظرہ دہلی کی جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ جناب میاں نذیر حسین محدثؒ سے ہوا تھا۔ اس مناظرے کی روداد حکیم فضل حسین بہاری نے الحیاۃ بعد المماۃ میں نقل کی ہے۔ اس روداد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حق تسلیم کرنے سے انہیں عار نہ تھا۔ دلیل کو مان لیتے تھے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے والوں میں سے نہ تھے۔

فضل رسول بدایونی

آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے شاہ ولی اللہؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور شاہ اسحاقؒ کی مخالفت میں قلم اٹھایا۔ مولانا اسماعیلؒ اور شیخ محمدؒ بن عبدالوہاب کے درمیان فرضی رابطے بتلائے اور اس نسبت سے ان پر وہابی کا نام اور الزام قائم کیا۔ ہندوستان میں لفظ وہابی کا یہ پہلا تعارف تھا۔ ❷

جناب فضل رسول بدایونی کے خاندان کے ایک مرید محمد یعقوب القادری اکمل التاریخ کے دوسرے حصے میں آپ کے سوانح حیات لکھتے ہوئے کہتے ہیں:

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولہ نے یہ خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو۔ آخر اس جستجو پر (فضل رسول نے) ریاست گوالیار کے لئے گھر سے قصد سفر کیا۔ ❸

آپ کی خداداد قابلیت نے وطن کی چار دیواری سے نکل کر شہرت و ناموری کے علمی سبزہ زاروں کی گلگشت شروع کی۔ حکام وقت اور والیان ریاست نے قدردانی اور مرتبہ شناسی کیلئے دست طلب بڑھانا شروع کر دیئے۔ اور آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کیلئے مانگنا چاہا۔

---

❶ تذکرہ مشائخ غازی پور۔ ص ۴۱۹ ❷ مطالعہ بریلویت۔ ج ۱۔ ص ۱۸۷
❸ اکمل التاریخ ج ۲ ص ۳۸۔ (مطالعہ بریلویت۔ ج ۱ ص ۱۸۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

آپ نے کچھ دنوں محکمہ افتاء جو اس وقت گورنمنٹ میں قائم تھا اور بطور مفتی کے علماء کو عہدے دیئے جاتے تھے کو اپنے مسلک انصاف کی روشنی میں فروغ بخشا۔ ❶

جناب یعقوب حسین قادری بتاتے ہیں:

نواب محی الدولہ نے کوشش کر کے سترہ روپئے یومیہ مقرر کرا دئے۔ اس وقت سے اب تک گیارہ روپئے روازانہ کے حساب سے..... جاری رہا۔ جس کی تعداد سرکاری سکہ سے دوسو ساٹھ روپئے ماہوار کے قریب ہوتی تھی۔ ❷

جناب محمد علی قصوریؒ نے لکھا ہے:

انگریز اس جماعت (مجاہدین) سے اس قدر خائف تھا کہ جب وہ سیاسی ہتھیاروں سے ان پر قابو نہ پا سکا تو اس نے وہابیت کا ڈھونگ کھڑا کیا اور اس جماعت کو وہابی کہہ کر بدنام کرنا شروع کیا تا کہ لوگوں کو اس جماعت کے ساتھ لگاؤ نہ رہے۔ چنانچہ بریلی کے ایک مولوی کو (غالباً انکا نام غلام رسول تھا) ۵۰۰ روپئہ ماہوار پر ملازم رکھا اور انہیں اختیار دیا کہ جتنے مولوی چاہیں ملازم رکھ لیں۔ چنانچہ ان سرکاری تنخواہ دار مولویوں کا ایک پورا گروہ ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گیا اور مسجدوں میں پبلک مقامات میں انہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کی تکفیر اور انکی وہابیت کی تشہیر شروع کی۔ ان کے خلاف جھوٹے الزام تراشے گئے۔ روس نے سرمایہ دار ممالک کے خلاف اور سرمایہ دار ممالک نے روس کے خلاف اتنا جھوٹا اور اتنا زہریلا پروپیگنڈہ کیا، کیا ہوگا، جتنا اس جماعت کے خلاف انگریز کے تنخواہ دار اجیروں نے کیا۔ اسکے ساتھ ساتھ انگریز نے وہابی تحریک کو کچلنے کیلئے ہر قسم کا تشدد اور دباؤ بھی استعمال کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو کسی شخص کے خلاف دشمنی ہو تو وہ جا کر جھوٹ موٹ بھی کلکٹر سے کہہ دیتا کہ فلاں شخص وہابی ہے تو اسکو پھانسی پر لٹکا دینے کیلئے یہ کافی تھا۔ ❸

---

❶ اکمل التاریخ ج ۲ ص ۵۱ (مطالعہ بریلویت۔ ج ۱ ص ۱۸۸

❷ مطالعہ بریلویت ج ۔۱۔ص ۱۸۹

❸ مشاہدات کابل و یاغستان ص ۹۰۔۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

قطب الدین الدہلوی

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

الفقیہ المحدث قطب الدین بن محی الدین الحنفی احد کبار الفقهاء ..... اخذ الفقه والحدیث عن الشیخ اسحاق بن افضل العمری الدهلوی وکان..... شدید الرغبة فی المباحثه فی العلم والمذاکرة به شدید التعصب علی من خالفه فی المذهب له مصنفات فی الرد علی السید نذیرحسین الحسینی الدهلوی فیماخالفه من المذهب الحنفی وله مصنفات غیرذالك فی الفقه والحدیث منها مظاهر الحق شرح المشکاة بالهندیه فی اربعة مجلدات ومنها الظفرالجلیل شرح حصن الحصین بالهندیه ، ومنها جامع التفسیر ، تفسیرالقرآن الکریم بالهندیه ، ومنها معدن الجواهر وآداب الصالحین والطب النبوی وتوفیرالحق وتنویرالحق۔ سافر الی الحرمین الشریفین فی آخر عمره فمات بمکة المبارکة سنة تسع وثمانین ومأتین والف وله خمس وستون سنة کما فی حدائق الحنفیه ۔ ❶

نواب قطب الدین دہلویؒ، میاں نذیر حسینؒ کے ہم مکتب اور دوست تھے، لیکن مسلک کا اختلاف موجود تھا۔ تنویر الحق شائع ہوئی تو میاں صاحبؒ کا خیال تھا کہ یہ کتاب دراصل محمد شاہ پاک پٹنی کی مرتب کردہ ہے جسے مناسب اڈیٹنگ کے بعد نواب قطب الدین کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ تنویر الحق کا جواب معیار الحق کے نام سے نکلا۔ اس کی تفصیلات کسی مناسب مقام پر انشاء اللہ بیان ہوں گی۔ اس مقام پر نواب قطب الدین کی مظاہر حق سے جنم لینے والا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو تاریخ اہل حدیث سے متعلق ہے۔ واقعہ کے راوی حافظ یوسف ہیں جو مظفر نگر کے رہنے والے تھے اور ضلعدار نہر ہونے سے پہلے امرتسر میں کتب فروشی کرتے تھے۔ حنفی المسلک تھے لیکن ۱۸۶۰ء میں اپنے مطالعہ کی بنا پر عامل بالحدیث ہوئے۔ بعدازاں سید عبداللہ غزنویؒ نے جب امرتسر میں قیام فرمایا تو حافظ صاحب ان کے اخص مریدوں میں شامل ہو کر ان کے معاون و مددگار رہے۔

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ ج ۷ ص ۳۸۷۔۳۸۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

حافظ محمد یوسفؒ کہتے ہیں:

۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے کہ میری عمر تخمیناً ۲۰ برس کی تھی، میں امرتسر میں کتب فروشی کرتا تھا کہ میرے پاس مظاہر حق (ترجمہ مشکوٰۃ از نواب قطب الدین دہلوی) بھی آئی۔ میں نے اس میں رفع یدین کی حدیث دیکھی تو اپنے استاد مولوی ابوعبداللہ غلام علی امرتسریؒ کی خدمت میں پیش کی۔ مولوی صاحب چوں کہ ان دنوں حنفی تھے اس لئے انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث شافعیوں کی ہے۔ امام شافعیؒ نے اس کو لیا ہے ہمارے امام اعظمؒ نے اسے قبول نہیں کیا۔ میں نے کہا حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہے یا نہیں؟.....اور میں مولوی غلام رسول (امرتسری) کی مسجد میں رفع یدین کرتا رہا، ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو اپنی مسجد سے نکال دیا .....(چند روز بعد) میں دہلی گیا۔ وہاں بھی آمین بالجہر کہنے پر شور بپا ہوا۔ میں نے نواب قطب الدین کی مسجد میں جا کر عمل بالحدیث کیا، تو نواب صاحب خفا ہوئے۔ میں نے کہا آپ کی کتاب مظاہر حق سے تو مجھے ہدایت ہوئی اور آپ ہی منع کرتے ہیں۔ مگر نواب صاحب یہی فرماتے رہے کہ یہاں مت آیا کرو.....حضرت میاں صاحب مرحوم بھی ان دنوں عمل بالحدیث نہ کرتے تھے۔ اس لئے (مولوی سید عبدالخالق کے بیٹے، دہلی کے مشہور واعظ اور میاں نذیر حسین کے برادر نسبتی) مولوی عبدالرب نے بڑی سختی سے میری تردید کی اور بطور طعنے کے کہا کہ اگر یہ سنت ہے تو مولوی نذیر حسین کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر میں حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا، یا تو یہ فرمائیے کہ یہ فعل سنت نہیں یا خود کیجئے۔ علماء ہم کو طعن دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب نے فرمایا، اچھا ہم بھی کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا؟ حضرت میاں صاحب کا سلسلہ شاگردی تو بہت وسیع تھا، اس لئے دور دور تک اثر پہنچ گیا..... (بعد ازاں) میں امرتسر ملازمت کے طبقے میں داخل ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ امرتسر تشریف لائے، جن کے اثر صحبت سے عمل بالحدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ ❶

---

❶ نقوش ابوالوفا۔ امام خان ص ۳۹۔۴۲۔ بحوالہ اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۱۱ء۔ منقول از دیباچہ رسائل اہل حدیث جلد دوم۔ لاہور طبع ۱۹۹۱ء ص۔ ۲۱۔۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محبوب علی الدہلوی

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

الشیخ العالم المحدث محبوب علی بن مصاحب علی بن حسن علی بن روشن علی الحسینی الدھلوی احد العلماء المشھورین ، ولد بدارالملك دھلی فی غرۃ محرم سنۃ مأتین والف وقرأ العلم علی الشیخ عبد القادر بن ولی اللّٰہ الدھلوی وحصلت له الاجازۃ عن الشیخ عبد العزیز بلاواسطه وشارك العلامۃ اسماعیل بن عبدالغنی الدھلوی فی السماع والقرأۃ للترمذی علی الشیخ عبدالقادر المذکور وبایع السید المجاھد احمد بن عرفان البریلوی بیعۃ الجھاد وسافر الی یاغستان مع اصحابه لینصره فی الجھاد ولکن الشیطان وسوس فی صدره فتأخر ورجع الی الھند ۔ وکان یدرس ویفید ، اخذ عنه القاضی محمد بن عبد العزیز المچھلی شھری ..... مات فی عاشر ذی الحجۃ سنۃ ثمانین ومأتین والف ببلدۃ دھلی فدفن بھا کما فی یادگاردھلی۔ ❶

آپ نے سید احمد شہید بریلویؒ سے بیعت کی تھی اور ان کے ساتھ سرحد کی جانب ہجرت بھی کی تھی ۔ دوران قیام سرحد جناب سید احمد کے نظریات سے آپ کو اختلاف ہو گیا اور آپ واپس دہلی آ گئے ۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی واپسی کا مجاہدین کی رسد پر بہت برا اثر ہوا اور شاہ اسحاق وغیرہ کو مجاہدین کی حمایت میں زیادہ سرگرمی سے کام کرنا پڑا تھا ۔ یہ تفصیلات کسی اور موقع پر بیان ہوں گی انشاء اللہ ۔ فی الحال جناب وحید الدین خان کی ایک تحریر پیش خدمت کی جاتی ہے ۔ لکھا ہے:

سید احمد شہید بریلوی کی فوج میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو ان سے بیعت کئے ہوئے تھے انہی میں سے ایک مولانا میر محبوب علی الدہلوی (ف ۱۲۸۰ھ) تھے ۔ وہ اپنے وقت کے ایک مشہور عالم تھے ۔ وہ سید احمد شہید بریلوی کی فوج میں شریک ہو کر روانہ ہوئے ۔ چارسدہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا گیا ۔

---

❶ نزھۃ الخواطر ۔ ج ۔ ۷ ص ۴۰۶ ۔ ۴۰۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

یہاں پہنچ کر مولانا میر محبوب علی کو سید صاحب سے اختلاف ہو گیا۔ میر محبوب علی نے اپنے اس اختلاف کی روداد اپنی عربی کتاب تاریخ الآئمة فی خلفاء الامة میں درج کی ہے یہ کتاب دہلی میں جامعہ ہمدرد (تغلق آباد) کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میر محبوب علی نے چارسدہ کے مقام پر سید احمد شہید بریلوی سے خلوت میں ملاقات کی۔ انہوں نے سید صاحب سے پوچھا کہ آپ نے سکھوں کے خلاف جہاد کا یہ اقدام کس بنیاد پر کیا ہے۔ سید صاحب نے بتایا کہ کشف اور خواب کی بنیاد پر۔ میر محبوب علی نے کہا کہ جہاد کا فیصلہ کشف اور خواب کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن میں ہے کہ ﴿ وامرهم شورى بينهم ﴾ (شوریٰ۔ ۳۸)۔ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ جہاد کا فیصلہ مشورہ کے ذریعہ کیا کرتے تھے۔ آپ کو بھی مشورہ کرنا چاہیے اور اقدام سے پہلے اس معاملہ کی پوری تحقیق کرنا چاہیے۔

مگر سید احمد شہید بریلوی نے میر محبوب علی کی اس بات کو نہیں مانا۔ انہوں نے کہا تم اپنی اس تنقید سے میرے کام میں خلل ڈال رہے ہو۔ تمہاری اطاعت خاموشی کے ساتھ سننے کی ہونی چاہیے۔ ایسی خاموشی جیسی اس سامنے والے پہاڑ کی ہے۔

سید صاحب سے میر محبوب علی صاحب کی یہ گفتگو ناکام رہی۔ چنانچہ وہ واپس دہلی آ گئے۔ سید صاحب نے اس پر سخت ردعمل ظاہر کیا.....

اس واقعہ کو بعض کتابوں میں میر محبوب علی صاحب کی گمراہی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ❶

اس کے بعد جناب وحید الدین نے نزہۃ الخواطر کی درج بالا عبارت نقل کی ہے۔

محمد بن عبد العزیز مچھلی شہری

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ یوں رقم فرمایا ہے:

عالم محدث شمس الدین ابو عبداللہ قاضی محمد بن عبد العزیز جعفری مچھلی شہری ہندوستان کے مشہور علماء میں سے تھے۔ شوال ۱۲۵۲ھ میں ولادت ہوئی۔ مولوی سخاوت علی عمری جون پوری سے علم حاصل کر کے کئی دیگر شیوخ سے پڑھا جن میں معمر عبد الحق بن فضل اللہ نیوتنی بھی ہیں۔ اور شیخ مکی ہیں جن سے سنن ابی داؤد کے کئی ابواب پڑھے۔

---

❶ الرسالہ۔ دہلی جولائی ۲۰۰۱ء۔ ص ۳۸۔۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

معمر سلیمان مراد تھے جو مسجد حرام کے امام بھی تھے۔ سید محبوب علی جعفری بھی ہیں جن سے حدیث اولیت بشرط مسلسل سنی ہے۔ آپکے اساتذہ میں شاہ یعقوب بن محمد افضل دہلوی بھی شامل ہیں۔

آپ بہت بڑے عالم تھے۔ فن حدیث میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ کتاب وسنت کے نصوص ظاہرہ پر عمل کرتے اور اس کا اعتقاد رکھتے (بالفاظ دیگر عامل بالحدیث تھے)۔ احناف کے لئے بہت سخت تھے۔ پرہیز گار اور بڑے دین دار تھے۔ ۱۲۸۷ھ اور ۱۲۹۵ھ میں حج کئے۔ آخر میں آپ نے بھوپال میں عہدہ قضا بھی قبول کر لیا اس عہدہ پر ایک مدت تک رہے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں۔ آپ نے ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۲۰ھ کو ۶۷ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ❶

محمد حسین بٹالوی

محمد حسین بن شیخ رحیم بخش بن ذوق محمد بڑے علماء میں سے تھے ۱۷ محرم ۱۲۵۶ھ کو ولادت ہوئی کچھ عرصہ اپنے شہر میں پڑھا۔ پھر دہلی، علی گڈھ، لکھنو وغیرہ گئے۔ مفتی صدر الدین دہلوی، جناب نور الحسن کاندہلوی اور دوسرے علماء سے پڑھا۔ سید نذیر حسینؒ محدث کے پاس رہ کر مئوطا مشکوۃ اور صحاح ستہ پڑھی۔ پھر اپنے شہر لوٹ آئے۔ تصنیف و تدریس اور تذکیر میں مشغول رہے۔ لاہور میں پہلے بھاٹی گیٹ کی مسجد میں رہے پھر چینا نوالی مسجد میں۔ ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو فوت ہوئے۔

جناب محمد حسین بٹالویؒ نے عمل بالحدیث کی ترویج میں بہت کوشش کی۔ لاہور میں اہل حدیث کا پہلا مرکز، مسجد چینیا نوالی کی شکل میں آپ ہی کی کوشش سے قائم ہوا۔ یہ قدیم اور تاریخی مسجد آپ کی کوشش سے حکومت سے واگزار کرائی گئی۔ اور اسے آباد کر کے آپ نے اسے اہل حدیث کا نہ صرف لاہور بلکہ آج کے پورے پنجاب کا مرکز بنا دیا۔ آپ ۱۸۵۴۔۱۸۶۵ء میں اس مسجد سے اذان حق بلند کرنے لگے۔ یاد رہے کہ وہی مسجد ہے جس میں بعد ازاں جناب رحیم بخشؒ، جناب عبدالواحد غزنویؒ، جناب داؤد غزنویؒ، جناب محمد علی لکھویؒ، جناب محمد اسحاق رحمانیؒ،

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ ج ۸۔ ص ۵۰۱۔۵۰۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جناب احسان الٰہی ظہیرؒ خطیب و امام رہے۔ اور جناب ابوبکر غزنویؒ بھی اسی مسجد کے خطیب ہونے کی آرزو رکھتے تھے۔

اس مسجد نے لاہور اور پنجاب کے اہل حدیث حضرات کو ایک مرکز مہیا کیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ پنجاب میں مساجد و مدارس اہل حدیث کا جال بچھا۔

جناب بٹالوی نے پنجاب کے اہل حدیث کو آواز عطا کی۔ چھپے ہوئے اہل حدیث ان کی کوشش سے منظر عام پر آئے۔ آپ چینیا نوالی مسجد میں درس قرآن و حدیث دیتے رہے۔ جہاں سے پورے پنجاب اور کشمیر اور بلتستان تک آپ کا فیض پہنچا۔ آپ جناب میاں نذیر حسینؒ کے سب سے ممتاز شاگرد سمجھے جاتے ہیں۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادیؒ جیسے اکابر آپ کے شاگرد ہیں جن کے شاگردوں میں جناب ثناء اللہ امرتسریؒ اور جناب محمد ابراہیم میرؒ شامل ہیں۔

آپ نے اہل حدیث حضرات کا پہلا ماہانہ رسالہ اشاعت السنہ جاری فرمایا جو کم از کم تیس سال تک جاری رہا۔ اور اس کی تمام جلدیں علمی، تحقیقی مضامین پر مشتمل ہیں اور اندازاً ۹۵ فی صد آپ ہی کی تحریروں پر مشتمل ہیں۔ اس رسالے کو اگرچہ ایک انجمن چلاتی تھی لیکن درحقیقت یہ ون مین شو تھا۔ آپ کی نقل و حرکت کے ساتھ اس کا دفتر اور مقام اشاعت بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے اشاعۃ السنہ لاہور سے بھی نکلتا رہا۔ بٹالہ سے بھی نکلتا رہا کبھی لدھیانہ سے نکلتا رہا۔ آپ خود ہی مضامین لکھتے جو تحقیق کا شاہکار ہوتے۔ خود ہی رسالے کے اڈیٹر، ناشر وغیرہ تھے۔ اس میں اشتہارات وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے اس کی اشاعت و ترسیل کے اخراجات زیادہ تر خود ہی برداشت کرتے۔ اور جو شائقین خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے انہیں بلا قیمت رسالہ بھیج دیتے۔ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ۴۰۰ صفحات کی پوری جلد ڈاک خرچ ارسال کرنے پر قاری کو اس وعدہ پر روانہ کردی جاتی کہ وہ استفادہ کے بعد جلد واپس ارسال کردے گا۔

اشاعۃ السنہ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے لگ بھگ ضخامت کی دستاویز ہے ❶ میرا خیال ہے کہ ماضی قریب کے برصغیر کی تاریخ میں کسی ایک شخص نے تن تنہا مختلف النوع عنوانات پر اشاعۃ السنہ کی سی ضخامت کا تحریری ورثہ نہیں چھوڑا۔

---

❶ جو سینکڑوں علماء و فضلاء کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اپنے دور کے سیاسی معاملات میں بھی حصہ لیتے تھے اور ہندوستان میں اہل حدیث کو مٹ جانے سے بچانے میں آپ کا حصہ کسی بھی دوسرے اہل حدیث قائد یا کارکن سے زیادہ ہے۔ جب رفع یدین اور آمین بالجہر کے عاملین کو وہابی قرار دے کر پھانسی یا کالے پانی کی سزا ہونا معمول کی بات تھی، اس نازک وقت میں جناب بٹالویؒ نے اپنی مخلصانہ مساعی سے عاملین بالحدیث کو پناہ گاہوں سے نکال کر اس قابل بنا دیا کہ وہ علی الاعلان اپنے عقیدہ وعمل کا اظہار کرنے اور اپنی تنظیمیں قائم کرنے کے قابل ہو گئے۔

محمد شاہ جہان پوری

آپ نے دینی تعلیم اپنے جناب والد کفایت اللہ شاہ جہان پوری (ف ۱۳۳۱ھ) سے حاصل کی۔ پھر منطق پڑھنے رام پور چلے گئے اور جناب ارشاد حسین (ف ۱۳۱۱ھ) سے منطق میں مہارت پیدا کی۔ یہ رام پوری بزرگ وہی ہیں جنہوں نے جناب میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی مشہور کتاب معیار الحق کا جواب انتصار الحق لکھا۔ اثنائے تعلیم میں شاگرد نے استاد کا اثر لیا اور مقلد ہو کر غیر مقلدوں سے مناظرے شروع کر دیئے تا آنکہ ایک جید اہل حدیث عالم جناب بدر الحسنؒ سہسوانی سے تقلید شخصی پر مناظرہ ہوا جس کے نتیجہ میں تقلید کے دائرے سے نکل آئے اور اہل حدیث ہو گئے اور پھر جناب بدر الحسن سے شفاء قاضی عیاض اور شرح عقائد بھی پڑھی اور صحیح بخاری کی سند بھی ان سے لی۔ پھر میاں نذیر حسین محدثؒ کی خدمت میں دہلی حاضر ہو کر دوسری بار حدیث پڑھی۔ سند و اجازہ شیخ حسین بن محسن انصاریؒ سے بھی حاصل ہوا۔ پھر کچھ مدت دہلی میں تدریس کی اور ان کی تالیفات بھی منظر عام پر آئیں۔ جن میں الارشاد الی سبیل الرشاد شامل ہے نیز آپ نے جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے رسالہ الشمس اللامعہ فی کراھۃ الجماعۃ الثانیۃ کا جواب ۵۲ صفحات کے رسالہ میں دیا جو ۱۸۹۹ء (۱۳۱۷ھ) میں مطبع سعیدی کلکتہ سے باہتمام جناب ضیاء الرحمٰن شائع ہوا۔ اس کا نام عین المتانۃ فی تحقیق تکرار الجماعۃ ہے اس میں جناب گنگوہیؒ کے ایک ایک تمسک کو توڑ کے رکھ دیا ہے۔

شاہجہانپور میں دار الحدیث قائم کیا اور ایک عرصہ تک وہاں کتب حدیث پڑھاتے رہے۔ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کا خیال ہے کہ وہ ترجمہ قرآن جوڈپٹی نذیر احمد سے منسوب ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

وہ دراصل محمد شاہ جہان پوری کا ہے۔اور ڈپٹی صاحب کا اس میں اصلاح زبان کا تھوڑا سا کام ہے۔ ❶

عربی کے ادیب شہیر قاضی یوسف حسین خانپوری (ف ۱۳۵۲ھ) نے آپ سے استفادہ کیا۔آپ کی اہم ترین تصنیف الارشاد الی سبیل الرشاد ہے جسے بقول ابو یحی امام خاں ان کے زمانہ ماسبق کا ردعمل کہیے۔ یہ کتاب امر اجتہاد وتقلید میں لکھی گئی اس میں گاہے گاہے علامہ شبلی کی سیرۃ النعمان کے طرز مقلدانہ پر گرفت کی گئی ہے۔قوت دلیل سے معمور یہ شاہکار پہلی بار ۱۳۱۹ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا۔دوسری مرتبہ ۱۳۵۲ھ میں دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع ہوا تیسری مرتبہ لاہور سے شائع ہوا۔

مطبع انصاری دہلی کے زیر اہتمام ابوعبدالرحمٰن محمد پنجابی دہلوی (ف ۱۳۱۵ھ) نے سنن نسائی کی تصحیح اور تحشیہ کا کام شروع کیا تھا۔کتاب عشرۃ النسا تک پہنچے تھے کہ قضا نے آلیا۔اس کی تکمیل مولانا شاہجہان پوری نے کی۔ یہ تکملہ حواشی جدیدہ علی سنن النسائی اپنی خوبیوں کے لحاظ سے سنن نسائی کی یہ اشاعت بے نظیر ہے۔بقول مولانا عطاء اللہ حنیف دنیا بھر میں حتی کہ مصر تک میں اس کی نظیر نہیں۔

اعلام۔ یہ کتاب آپ نے اہل حدیث علماء کے حالات پر لکھنی شروع کی۔دو تین سو تراجم فراہم کر لئے تھے۔لیکن مسودہ تلف ہو چکا ہے۔کتاب فی اصول الفقہ و بیان سبب اختلاف الفقہا۔اس کا ذکر مولانا عزیر شمس نے حیاۃ المحدث شمس الحق۔حیاتہ واعمالہ صفحہ ۳۰۵ میں کیا ہے اس کے علاوہ آپ نے مولوی وصی احمد سورتی کی جامع الشواہد کا جواب لکھنا شروع کیا مگر بعد ازاں ضرورت نہ سمجھ کر کام ختم کر دیا۔امام خان نے آپ کو عون المعبود کے ادارہ تالیف میں جناب شمس الحق کا معاون بتایا ہے۔ ❷

---

❶ اہل حدیث امرتسر۔۲۳ فروری ۱۹۴۰ء۔ص ۹۔۱۰

❷ ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۳ مارچ ۲۰۰۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محمود حسن دیوبندی

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

جناب محمود حسنؒ ۱۸۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ دیوبند میں حصول تعلیم کے بعد پہلے (اپنی مادر علمی میں) مدرس ہوئے اور ۱۸۸۸ء میں صدر مدرس ہو گئے اور تینتیس سال تک اس عہدے پر نامزد رہے۔ آپ کے زمانے کی ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ علی گڈھ اور دیوبند کے درمیان جو کشیدگی تھی وہ بڑی حد تک رفع ہو گئی ..... مولوی محمود حسن کو بھی علی گڈھ سے کم اختلافات نہ تھے۔ انہیں سرسید سے پیر بھائی یا استاد بھائی ہونے کا بھی وہ ربط حاصل نہ تھا جو سرسید اور بعض بزرگان دیوبند کے درمیان تھا، لیکن خدا کی قدرت ہے کہ ان کے زمانے میں علی گڈھ اور دیوبند کے درمیان خلیج پر ہونے کا سامان ہوا۔

شائد مولوی محمود حسن دیکھتے ہوں گے کہ خواہ سرسید اپنی تفسیر میں کچھ لکھیں، لیکن علی گڈھ میں مذہب اور دینیات کا شعبہ ارباب دیوبند کے سپرد ہے۔ جو بزرگ اس زمانے میں وہاں ناظم دینیات تھے وہ داماد تھے مولوی محمد قاسم کے اور نواسے تھے مولوی مملوک علی کے (یعنی مولوی عبداللہ بن مولوی انصار علی) اور فی الحقیقت ان کا شمار بزرگان دیوبند ہی میں ہوتا تھا، اسی طرح جہاد کے متعلق جو اختلاف علی گڈھ اور دیوبند میں تھا اس میں بھی علی گڈھ پارٹی کے شبہات بے بنیاد نہ تھے..... مولوی محمود حسن کو اعتراف تھا کہ اس مسئلے میں ارباب علی گڈھ کے شبہات بے بنیاد نہیں۔ ❶

جناب محمود حسن دیوبند کے بہت محترم استاد تھے اور ان کے سبھی شاگرد اپنے استاد کی علمی قابلیت کے معترف تھے۔ حکیم سید عبدالحی ندوی، شعبان ۱۳۱۲ھ میں دیوبند گئے اور اساتذہ، منتظمین، اور طلباء سے ملے۔ اپنے اس سفرنامے میں لکھتے ہیں:

اس وقت مدرسہ میں سات مدرس عربی کے ہیں جن کو تنخواہ ملتی ہے اور ایک مدرس بلا تنخواہ بطور اعانت کے پڑھاتے ہیں۔ مدرسین عربی میں مدرس اول مولانا محمود حسن ہیں .. ان کی استعداد ہر فن میں خصوصاً دینیات میں اعلیٰ درجہ کی ہے۔

---

❶ موج کوثر۔ ص ۲۰۱۔۲۰۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سب طالب علم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ دوسرے مولوی خلیل احمد ہیں، جو مدرس دوم ہیں۔ یہ مولانا مملوک علی کے نواسے اور مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) کے بھانجے ہیں۔ یہ بھی فاضل مستعد ہیں۔ تیسرے مولوی غلام رسول ہیں، یہ ولائتی ہیں۔ عقلیات میں ان کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اور اکثر فلسفہ بھی پڑھاتے ہیں۔ چوتھے مولوی حافظ احمد، مولانا محمد قاسم کے صاحبزادے ہیں۔ پانچویں مولوی عزیز الرحمٰن ہیں، یہ مفتی مدرسہ ہیں۔ کار افتاء کا انہی کے متعلق ہے۔ اسی طور پر اور مدرس ہیں۔ دو مدرس فارسی کے ہیں۔ ایک مہتمم مدرسہ ہے۔ آج کل مولوی محمد منیر ہیں، یہ مولوی محمد مظہر اور مولوی محمد احسن نانوتوی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ دفتر انہی کے متعلق ہے۔ ❶

اس کے بعد ایک مقام پر جناب عبدالحی لکھتے ہیں:

۱۴ شعبان (۱۳۱۲ھ) کو سہارن پور سے نگینہ کیلئے ٹرین کا سفر کیا۔.....جس وقت گاڑی پر سوار ہونے کو چلا تو ایک صاحب گاڑی پر بیٹھے تھے۔ انہوں نے آواز دی کہ یہاں آ کر بیٹھئے۔ میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی طالب العلم ہیں اس رفاقت سے میری طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ وہیں جا کر بیٹھا۔ اور راستہ نہائت لطف کے ساتھ کٹا۔ یہ مدرسہ دیوبند میں پڑھتے ہیں۔ اس مرتبہ صحاح ختم کر کے جاتے ہیں۔ نام ان کا مولوی مشیت اللہ، برم پور کے سواد میں رہتے ہیں۔ ان سے بھی میں نے دیوبند کی کیفیت پوچھی۔ پہلا میرا سوال یہ تھا کہ اساتذہ میں کون کون کس استعداد کے ہیں اور کتابیں کیسی پڑھاتے ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ سب میرے استاد ہیں، اور آدمی اپنے استاد کی تعریف کرتا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ سارے مدرسہ میں ایک مولوی محمود حسن شیخ الہند صاحب تو ایسے ہیں کہ سب کتابیں اچھی طرح پڑھا سکتے ہیں۔ خصوصاً دینیات میں تو ان کا ایسا پایہء عالی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں کم لوگ ہوں گے۔ باقی مدرسین برائے نام ہیں مجبوراً طلبہ ان کے سامنے کتاب کھولتے ہیں۔

---

❶ دہلی اور اسکے اطراف۔ ص ۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پھر میں نے خاصۃً مولوی خلیل احمد (سہارن پوری) کی نسبت سوال کیا۔ انہوں نے کہا، میں کیا کہوں وہ کیسے ہیں؟ بڑے متقی، بڑے زاہد ہیں۔ میں نے کہا یہ سب صحیح، پڑھانے میں کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے کہہ دیا کہ مولوی محمود حسن کے سوا وہاں اس کام کا کوئی نہیں۔ تاہم مولوی خلیل احمد ہوں، یا حافظ احمد دینیات پڑھا لیتے ہیں، معقولات سے بالکل واسطہ نہیں مولوی غلام رسول ولائتی معقولات پڑھاتے ہیں، لیکن اجنبیت زبان کی وجہ سے طلبہ کو معتد بہ فائدہ نہیں ہوتا۔ میرے خیال میں معقولات اس مدرسہ میں پڑھنا بے کار ہے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ دوبارہ پڑھنی پڑھتی ہے۔ ❶

جناب عبدالحی کہتے ہیں کہ اس رفیق سفر (مشیت اللہ) سے دوسرا سوال یہ تھا:

مدرسہ کے بارے میں نزاع اہل شہر کی کیا وجہ ہے؟

انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ بجائے خود لوگوں نے جو کچھ خیال کی ہو، مگر اصل یہ ہے کہ حاجی محمد عابد صاحب کی رائے یہ ہے کہ مدرسہ کی حالت درست کی جائے۔ دس بارہ مدرس جو اس وقت ہیں، ان کو چھانٹ کر دو تین لائق فائق مدرس بلا کر رکھے جائیں۔ جتنا بار مدرسہ پر ان لوگوں کی تنخواہوں کا ہے، اس میں دو بڑے لائق فائق مدرس مل سکتے ہیں۔ اور مولوی محمود حسن صاحب بجائے خود رہیں۔ لیکن مولوی محمود حسن کہتے ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی موقوف کیا گیا، تو پہلے میرا استعفیٰ ہے۔

گو حاجی محمد عابد صاحب ارباب شوریٰ میں داخل ہیں، مگر ایک نہیں چلتی۔ اس واسطے اہل شہر نے در پردہ منشی فضل حق کے خلاف شورش مچا رکھی ہے۔ بلکہ طالب علموں میں خود شورش ہو رہی ہے اسی امتحان ❷ کے دوران دو طالب العلم مدرسہ سے نکالے گئے ہیں، ایک اس جرم میں کہ اس نے کچھ گستاخی کی تھی، مہتمم جب پرچوں کی نگرانی کے واسطے اس کی طرف کئی بار آئے گئے، تو اس نے کہا، امتحان کے وقت تو یہ نگرانی کرتے ہو، پڑھاتے وقت کبھی نگرانی کو نہیں آئے کہ مدرسین کیسا پڑھا رہے ہیں؟ دوسرے نے پرچہ امتحان میں بڑی بیہودہ گوئی کی تھی۔

---

❶ دہلی اور اسکے اطراف۔ ص ۱۰۹۔۱۰۰

❷ جو اس گفتگو سے چند روز پہلے دیوبند میں منعقد ہوئے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بہر حال اس قسم کی شورشیں ہیں، حالانکہ اب جو بنائے فساد قرار دی گئی ہے، یعنی منشی فضل حق کی حمائت، وہ بڑی پوچ اور لچر ہے، منشی فضل حق مہتمم سابق نہائت خائن تھا۔ اب تک باون روپئے کئی آنے اس کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ مگر حیلہ جو را بہانہ بسیار۔ شورش تو پہلے ہی سے تھی، موقع کے منتظر تھے، موقع بھی ہاتھ آ گیا۔ ❶

امتحان اور طریقہ امتحان، اور تدریس اور مدرسین کی استعداد کے معاملات کو چھوڑ کر ہم جناب محمود حسنؒ کے ذکر کی طرف لوٹتے ہیں۔ عاملین بالحدیث کے حلقے میں ان کا تعارف اس وقت ہوا جب جناب محمد حسین بٹالویؒ نے مسائل عشر والہ اشتہار شائع کیا ❷ تو اس کے جواب میں دوسروں کے علاوہ ایک تحریر جناب محمود حسنؒ کے نام سے بھی شائع ہوئی جوان دنوں تازہ تازہ درس نظامی سے فارغ ہوئے تھے۔ اس تحریر کا نام ادلہ کاملہ رکھا گیا تھا اور اس میں جناب بٹالویؒ کو مخاطب کر کے کہا گیا تھا:

اب تک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش رہے آپ نے میدان سنسان پا کر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے۔ اب آپ کی چھیڑ کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ اشتہار جاری ہو کر آنے جانے والوں کی معرفت دیوبند میں بھی آنے لگے۔ اس فتنہ انگیزی پر کوئی کہاں تک خاموش رہے۔ اس لئے سردست کچھ کچھ ہم بھی عرض کرتے ہیں اس کے بعد بھی اگر آپ ہاتھ پاؤں ماریں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہاتھ دکھلائیں گے۔ ❸

پھر کچھ عرصہ بعد جب جناب محمود حسنؒ نے ایضاح الادلہ رقم فرمائی (یعنی بقول خود، ہاتھ دکھلائے) تو اس میں لکھا:

اطاعت انبیاء کرام و جملہ اولی الامر بعینہ اطاعت خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی.....

یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا:

---

❶ دہلی اور اس کے اطراف ص ۱۱۰۔۱۱۱

❷ اشتہار اور اس سے جنم لینے والی بحث وتمحیص کی تفصیل ہماری اس کتاب کی تیسری یا چوتھی جلد میں بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ

❸ ادلہ کاملہ ص ۲ طبع دیوبند، اعزازیہ یکم فروری ۱۹۳۹ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ والرّسول والی اولی الامر منکم۔

اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام اور کوئی ہیں۔ سو دیکھئے آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں آپ نے آیت:

﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ﴾ (النساء:۵۹)

تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے۔ عجب نہیں کہ آپ تو دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسرے کے منسوخ ہونے کا فتوی لگانے لگیں۔ ❶

یوں جناب محمود حسنؒ نے اولی الامر کی اطاعت کو منصوص بنا دیا تو ان شاگردوں نے ان کی زندگی میں، ان کے سامنے، اس کام کو یوں آگے بڑھایا کہ برطانوی حکمرانوں کو اولی الامر بنا دیا۔ لاٹوش نائب گورنر یوپی کو ۱۹۰۵ء میں ❷ دیوبند میں جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس کے عربی اور اردو تراجم سے ذیل میں چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں:

الی الجناب المعی الالقاب ہزآنر سرجیمس ڈکس لاطوش کے سی ایس آئی

طلع الصباح مهينا ومبشرا	بقدوم سرجيمس دكس حصن الورى
لاطوش ذى الفضل المبين	وسطوة خضعت لهاالاعناق وانقاد البرى
الماجد الشهم الذكى محنكا	صعد المعارج والعلى اقصى الذرى
جمع الرياسة والسياسة بعد ما	حاز الفضائل والعلوم بلامرى
من لم يذق طعم العلوم وبردها	لم يدر ما طيب الحيوة ولادرى
قلدتنا منناجسا مالم نكن	ان نستطيع لحملها او نشكرا
لازلت تستبق المعالى كلها	حتى ترى فوق النجوم و ازهرا

حضرة الجناب العالی!

---

❶ ایضاح الادلہ۔ طبع دیوبند۔ ۱۳۳۰ھ ص ۹۷

❷ جب جناب محمود حسن وہاں صدر مدرس اور شیخ الحدیث تھے، اور مہتمم وغیرہ ان کے شاگرد تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

يعرض اركان المدرسة الاسلامية العربية الديوبندية وخدامها على جنابكم بكمال الادب والاحترام!

ان هذا اليوم الذى تجلت انواره وغابت شوائبه واكداره يوم تحسده الايام وتغبطه الدهور والاعوام ـ

لم يرله فى هذه المدرسة نظير ولامثال ـ

ولم نشاهد مثله فى الابهة والسطوة والجلال ـ

يوم هبت فيه نسائم المجد والاقبال ـ

وحفت حوائم السعادة تبشرنا بنجح المساعى ونضارة الاحوال ـ

فقد شرفنا فيه بقدومه ذاك الجناب الكبير مالك ازمة الامور ومديرها ومعتمد الدولة ومشيرها سرجيمس دكس لاتوش لازال فى سرور غض وعيش خفض ـ

ان قدوم الجناب العالى فى المدرسة لملاحظة سيونها ومعاينة ماتكبدها المسلمون من مشاق الاعمال فى جميع الاموال وبث الآمال وتمهيد القواعد وتنقيح المقاصد وايقاظ المسلمين فى اقطار الارض وانحاء الرفع والخفض والحفظ ناموس الاسلام وحماية قواعد المذهب والاحكام لنعمة عظيمة ومنة جسيمة لانتخلص عن اداء واجب شكرها لاسيما وان قدوم جنابكم ليس على ما يعهد فى الاسفار الرسمية من شان الحكومة والرياسة وقواعد النظام والسياسة و لامن حيث ان جنابكم على المنصب العالى من شان الحكومة وسلطنة الممالك المتحدة عدلا وقهرا ـ وكسرا وجبرا بل لان جنابكم من حماة العلوم عامة وكماتها ـ ووعاة الفنون وروواتها ومالكى الفضائل وسراتها ـ وحافظى المكارم ووعاتها ولان ظل رافتكم مظل على العلوم العربية خاصة كما يظهر من جعلكم للعلوم العربية فى المدارس الرسمية السلطانية نصيباً كافياً وحظاً وافراً وان ذالك من علو الشان و سمو المكان مما خص به جنابكم من بين الاقران ـ

ذى المعالى فليعلون من تعالى هكذا هكذا والا فلالا

شرف ينطح النجوم بروقية وعز يقلقل الا جبالا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان هذه المدرسة قد تم لها الآن اربعون سنة وهی علی مایری محکمة الاصول مخضرة الفروع مظلة الاغصان ملتفة الافنان وکان حقاً علینا ان نعقد لاتمام هذه المدة مجالس السرور کما هو المعهود فی هذه الزمان وکاننا قد عقدنا هذا المجلس وشرفه جنابکم العالی قدومکم وتزیین کرسی الصدارة لکن اذا حققنا النظر فیها سیحصل لها فی الزمن المقبل من الفوائد قلنا ان هذا اول سنة من سنین اقبالها و اثمار آمالها .....

ان الطلبة فی هذه المدرسة مع تدربهم فی العلوم الدینیة المروجة وتخلفهم بالآداب الشرعیة یربون علی ملکات نفیسة هی اعلی اصول الاحکام التی بها یتمیز عن سائر الادیان من التوکل و الرضا والصبر والقناعة والاستقلال واطاعة اولی الامر وسلطان الوقت فترسخ هذه الملکات فی طباعهم کانها من ذاتیاتهم فیتخرج المتعلمون وهم متصفون بالآداب الشرعیة متحلون بالاخلاق الحمیدة الطاهرة تهتدی بهم الناس فی کلتا الحالتین العلمیة والعملیة فیتعلمون منهم بان اطاعة اولی من اهم الفرائض فی الشریعة ولذالك لم یسمع بهم انهم اخذوا حظا فی المجالس السیاسیة التی لایرضاها اولوا الامر .....

هذه خلاصة احوال المدرسة عرضناها علی جنابکم اجمالاً وکل النعم والبرکات من ثمرة الحریة التی اعطتنا الحکومة العلیة البریطانیة فی اشاعة المذهب فنحن بلسان صدق وخلوص قلب داعون لبقاء الدولة العلیة مظلة بظلال رافتها علی المتمسکین بذیل امنها وحریتها ودوام عهد سلطاننا الاعظم والملك الافخم ناشر العدل والحریة الملك ادورد السابع وبطول عهد نائب السلطنة فی الهند و والیها العمومی لورڈ کرزن ووالی الولایة الکبری الممالك المتحدة جنابکم السامی۔

ویختم خدام المدرسة الکلام علی اداء الشکر والامتنان لهذه النعمة الجلیلة التی قلدها جنابکم اعناق المسلمین من القدوم فی هذه المدرسة التی من ثمرة مساعی الفقراء وبقبول عرض هذا التشکر نامه۔ ونقول ان هذا یوم اعز یفخر علی ایام المدرسة الی آخر الدهر۔ وهذه اول شرافة حصلت لها بقدوم الجناب العالی ستکتب فی تاریخ المدرسة علی الواح الفضة بماء الذهب وعلی دعاء دوام الدولة والاقبال لجنابکم۔ فلا یزال لك الایام ممتعة

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

بالمال والاهل والعيال والعمر۔

نحن المقادون لجنابكم

خدام المدرسة الاسلاميه الديوبنديه

فضل الرحمن ، ممبر مدرسه اسلاميه ديوبند

احمد حسن ، ممبر مدرسه اسلاميه ديوبند

ظهور الدين احمد ، ممبر مدرسه اسلاميه ديوبند

محمد احمد ، مهتمم مدرسه اسلاميه ديوبند ٦ جنوری ١٩٠٥ء

یہ سپاسنامہ اردو زبان میں بایں الفاظ شائع ہوا تھا:

بحضور معلیٰ القاب ہز آنر سر جیمس ڈگس لاٹوش کے سی ایس آئی لیفٹیننٹ گورنر بہادر ممالک متحدہ آگرہ واودھ

لا خيل عندك تهديها ولاما فليسعد النطق ان لم يسعد الحال

حضور والا!

ممبران وخادمان مدرسہ العلوم دیوبند بکمال ادب وانکسار حسب ذیل گزارش کرتے ہیں:

آج کا دن مدرسہ اسلامیہ دیوبند کیلئے ایسا مبارک اور موجب فخر ہے جس کا مثل اس سے پہلے اس مدرسہ کو نصیب نہیں ہوا۔ حضور والا کا محض مسلمانوں کے اس دار العلوم اور ان کی ناچیز کوششوں کے نتیجہ کو ملاحظہ فرمانے کے واسطے قدم رنجہ فرمانا اور پھر نہ صرف صوبہ کے اعلی فرمان روا اور گورنمنٹ کے نائب ہونے کی حیثیت سے بلکہ علوم مشرقیہ خصوصاً علوم عربیہ اسلامیہ کے ماہر، حامی وسرپرست ہونے کی وجہ سے جس کی روشن دلیل یہ ہے کہ حضور والا نے سرکاری مدارس میں بھی عربی تعلیم کو داخل فرمادیا۔ ایسا بڑا احسان ہے جسکے ادائے شکر سے ہم بالکل قاصر ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضور والا کی عدل گستری، رعایا پروری، ہمدردی وسرپرستی کے اعتبار سے یہ کوئی نئی بات نہیں کہ غریب مسلمانوں کے مذہبی مدرسہ میں قدم رنجہ فرما کر ان کو شرف ملازمت عطا فرمائیں۔ لیکن مسلمانوں اور ان کے دار العلوم کے لئے یہ پہلا مرتبہ (موقع) ہے کہ یہ نعمت عظمی حاصل ہوئی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

زقدروشوکت سلطان نگشت چیزے
کہ زالتفات بہ مہمان سرائے دہقانے
کلاہ گوشہ دہقان بآفتاب رسید
کہ سایہ برسرش افگند چونتو سلطانے

حضور والا اس مدرسہ کو جاری ہوئے چالیس برس ہو گئے ہیں اور گویا یہ خوش قسمتی اور حسن اتفاق ہے کہ اس وقت مدرسہ کے چالیس سال کا جشن ہے جو حضور والا کی رونق افروزی میں انجام پذیر ہوا۔لیکن اگر بنظر غور خیال کیا جاوے تو مدرسہ کے اقبال کا یہ پہلا ہی سال ہے.....

طلبہ کو علوم مروجہ کی تعلیم کے ساتھ مسلمانوں کے اعلی اور پاکیزہ اصول ۔صبر وقناعت، راست بازی، استقلال، توکل، دیانت داری، اطاعت وفرمان برداری اولی الامر وفرمان روائے وقت کی عملی تعلیم بھی اس طرح دی جاتی ہے کہ یہ اخلاق ان میں راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ اور جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔ جو طالب علم اس مدرسہ سے پوری تعلیم حاصل کر کے نکلتا ہے وہ اپنی علمی، عملی، اخلاقی حالت سے ایسا رہنما ہوتا ہے کہ جہاں جاتا ہے علوم مذہب کے ساتھ ان اوصاف کو بھی پھیلاتا ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ یہاں کے تعلیم یافتہ باوجود مذہب کے نہائت پابند، بلکہ ہادی اور پیشوا ہونے کے اپنی گورنمنٹ کی وفادری اور اطاعت میں ایسے ثابت قدم ہوتے ہیں کہ آج تک کسی ایسے پولیٹیکل معاملہ میں جس میں کچھ بھی بوخلاف منشاء گورنمنٹ کے پائی جاتی ہو شریک نہیں سنے گئے.....

یہ خلاصہ احوال مدرسہ کا ہے جو عرض کیا گیا۔لیکن یہ جو کچھ ہوا یا آئندہ جو کچھ ہوگا۔ مدرسہ نے جو کچھ ترقی کی یا آئندہ کرے، ہماری مہربان اور عدل گستر گورنمنٹ کے پاکیزہ اصول کا ثمرہ ہے کہ ہر قوم ہر گروہ گورنمنٹ کے دائرہ اطاعت وانقیاد میں رہ کر آزادانہ طور سے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں اور اصول واحکام مذہب کی نہائت آزادی کے ساتھ جس قدر چاہیں، کوشش کر سکتے ہیں۔ہم خادمان مدرسہ اور کافہ مسلمانان ایسی نعمت عظمی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہماری اور جملہ مسلمانوں کی دعا ہے کہ خداوند عالم اس عادل گورنمنٹ اور ہمارے شہنشاہ عالم پناہ ایڈورڈ ہفتم کا سایہ عدل وداد اپنی مطیع وفرمان بردار رعایا پر قائم اور ظل گستر

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رکھے اور شہنشاہ عالم پناہ کے نائب وفرمان روا حضور وائسرائے ہند لارڈ کرزن اور صوبہ کے عادل فرمان روا حضور والا تا دیر مسند آرائے حکومت ہندوستان وکامران وکارروائے رعایا مطیع و منقاد رہیں۔

خادمان مدرسہ نہائت عاجزی وادب سے حضور والا کی تشریف آوری اور اڈریس پیش کرنے کی اجازت دینے کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور حضور والا کا بیش قیمت وقت ضائع کرنے کی معافی چاہ کر اس قدر اور عرض کرنے کی جرئت کرتے ہیں کہ اس مدرسہ کی تاریخ میں یہ سب سے بڑی عزت ہے جو حضور والا کی تشریف آوری سے ہم خادمان مدرسہ کو حاصل ہوئی ہے۔ آخر میں حضور والا کیلئے دعاء بقائے جاہ وجلال و دولت واقبال پر اس عاجزانہ گزارش کو ختم کرتے ہیں:

ایں دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

حضور والا کے تابعدار۔ خادمان وممبران مدرسہ اسلامیہ دیوبند

فضل الرحمٰن۔ ممبر مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ احمد حسن۔ ممبر مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ ظہور الدین احمد۔ ممبر مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ محمد احمد۔ مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ ۶ جنوری ۱۹۰۵ء

انگریز گورنر کو پیش کئے جانے والے اس سپاسنامے کی عربی اور اردو عبارتوں میں انگریز حکمرانوں کو اولوالامر قرار دیا گیا ہے۔ اور اہلحدیث کی تحریروں کا جواب دیتے ہوئے جناب محمود حسنؒ کہہ چکے تھے کہ اس کی اطاعت اسی طرح فرض ہے جس طرح اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرض ہے۔

اس سپاسنامے میں علمائے دیوبند نے ۱۹۰۵ء میں گورنر کو یہ بھی یقین دلایا تھا کہ ان کے ادارے کے طالب علم کبھی کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لیتے۔ اور اس پر اپنے مدرسہ کی چالیس سالہ تاریخ کو گواہ کے طور پر پیش کیا تھا۔ ان کی یہ پالیسی اتنی پختہ تھی کہ سپاسنامے کے ۲۵ سال بعد بھی وہ اسی پر عمل پیرا نظر آتے ہیں جس کی شہادت علمائے دیوبند کی اپنے طلبا کو اس ہدایت سے ہوتی ہے جو بصورت اشتہار ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں بھی شائع ہوئی تھی۔ ملاحظہ فرمائیے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اعلان عام برائے طلباء دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم کی تعلیمی ضروریات اور اس کے مصالح کی بنا پر بمشورہ وتائید حضرات اساتذہ و کارپردازان طلباء دارالعلوم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ آج سے کوئی طالب علم تحریکات حاضرہ کے کسی جلوس اور جلسہ میں شہر میں شریک نہ ہو۔ خواہ اس میں کوئی استاد موجود ہو یا نہ ہو اگر کسی طالب علم کے متعلق یہ امر معلوم ہوا تو اس کو مخالفت قوانین ومصالح مدرسہ کے جرم کا مرتکب اور مستوجب سزا سمجھا جائے گا۔ طلبا کو چاہیے کہ وہ نہائت سکون واطمینان کے ساتھ سالانہ امتحان کی تیاری میں کامل طور پر منہمک ہو جائیں اور اپنی علمی استعداد کے مضبوط ومستحکم بنانے کی شبانہ روز کوشش کریں۔

احقر: محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند مورخہ ۶ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ۔

المشتہر: خاکسار محمد طاہر بن احمد القاسمی کان اللہ لہ۔ مدیر رسالہ القاسم وقائم مقام ناظم شعبہ تبلیغ دارالعلوم دیوبند ۷ جمادی الاول ۱۳۴۹ھ۔

اس اعلان پر جناب ثناء اللہ امرتسری تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس طرح ملکی تحریک پر دیسی ریاستوں میں انگریزی علاقہ سے زیادہ سختی ہے اسی طرح مدرسہ دیوبند میں سرکاری مدارس سے زیادہ پابندی ہے ﴿کلّ یومٍ ھو فی شان﴾ ❶

مخصوص اللہ دہلوی

جناب سرسید احمد خان نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

عالم باعمل، مبرا از حرص وامل، زبدہ فقہائے زمان اسوہ صلحائے جہاں فرزند رشید مولانا (شاہ رفیع الدین)، علم وفضل میں گوئے سبقت اقران وامثال سے لے گئے ہیں۔ ایک مدت دراز تک تدریس وتعلیم طالبان کمال میں مصروف تھے، حدیث وتفسیر میں ایسا مایہ کمال بہم پہنچایا کہ اس دونوں فن کے نکات جوان حضرت کے سینہ بے کینہ میں ہیں اور کہیں نہیں۔ ایک عرصہ سے سررشتہ تدریس کو ہاتھ سے دے کر گوشہ گزیں ہیں۔ ❷

---

❶ ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء۔ یکم جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ

❷ آثار الصنادید۔ ص ۵۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

شاہ مخصوص اللہؒ شب زندہ دار تھے۔ تعلیم و تدریس کرتے رہے۔ روشن الدولہ کی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ عامل رفع یدین و آمین تھے۔ سرسید احمد آپ کے شاگردوں میں سے تھے اور اسی وجہ سے وہ بھی ان سنتوں پر عامل رہے۔ بقول حیات ولی آپ نے تمام علوم کی تحصیل شاہ عبدالعزیز سے کی۔ فارغ ہونے کے بعد ایک زمانہ پڑھاتے رہے۔ حدیث و تفسیر میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و عقائد وغیرہ میں مجتہدانہ کمال رہتے تھے۔ چوں کہ طبیعت میں زہد و عبادت کی طرف بہت رغبت تھی اس لئے آخر عمر میں تدریس چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی تلامذہ میں مولوی عبدالرشید برادر شاہ عبدالغنی مجددی کا نام ملتا ہے۔ وفات ۱۲۷۳ھ۔ ۱۸۵۷ء میں ہوئی۔ ❶

خاندان شاہ ولی اللہ میں شاہ اسماعیلؒ کے علاوہ شائد یہ اکیلے شخص ہیں جو رفع الیدین، آمین بالجہر والی سنتوں پر علی الاعلان عامل تھے۔

مسعود عالم ندوی

جناب مسعود عالم ندویؒ اہل حدیث علماء میں نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ ندوہ میں پڑھے اور زندگی کے آخری دور میں جماعت اسلامی میں جا کر گم ہوئے۔ درمیانی عرصے میں انہوں نے جو علمی ادبی اور تحقیقی کام کیا وہ جماعت اہل حدیث کی خدمات کا ایک درخشاں باب ہے۔ جناب ابوالحسن علی ندویؒ نے چراغ راہ کراچی کے مسعود عالم ندوی نمبر کیلئے ایک مضمون لکھا تھا جو پرانے چراغ میں نقل ہوا۔ اس مضمون میں جناب مسعود عالم کی حیات و خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے اسلئے ہم چند اقتباسات ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

جناب ابوالحسن علی، ندوہ میں اپنے زمانہ تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس زمانہ کا ایک اہم واقعہ جس نے ہم سب کی زندگی پر خاص اثر ڈالا، یہ تھا کہ شیخ تقی الدین الہلالی المراکشی ہمارے دارالعلوم میں استاذ ادب ہو کر آئے۔ موصوف عالم عربی کے ممتاز ترین محقق و ادیب اور صرف و نحو میں سند و حجت کا درجہ رکھتے تھے۔

---

❶ تراجم علماء حدیث ہند۔ از امام خان

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ان کی بول چال اور عام تحریر کی زبان پوری عربی دنیا میں اپنی صحت سلاست برجستگی اور عربی محاورات میں بے نظیر ہے۔ شیخ کے آنے کے بعد دار العلوم میں ایک نئی ادبی زندگی اور چہل پہل پیدا ہوگئی۔ مسعود عالم ندوی اگر چہ دار العلوم سے فارغ ہو گئے تھے اور صاحب قلم ادیب تھے لیکن شیخ کی ملاقات کے بعد انہوں نے اندازہ کرلیا کہ ان کی طالب علمانہ زندگی کا اختتام نہیں بلکہ اس کا ایک نیا دور شروع ہو رہا ہے، یوں تو ہم سب شیخ کے تلامذہ خاص اور مریدان بااختصاص تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ انکی ذات سے سب سے زیادہ فائدہ مسعود صاحب نے اٹھایا اور پھر اس فائدہ کو اپنے قلم اور اخلاص سے چمکایا.....

عقائد میں وہ (مسعود عالم ندوی) ہمیشہ سے سلفی تھے۔ توحید و اتباع سنت میں ان کو تصلب تھا۔ اس بارہ میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ کچھ تو خاندانی اثر تھا، ان کے ننہالی بزرگ اہل حدیث علماء اور مولانا عبداللہ صاحب غازی پوریؒ کے شاگرد تھے۔ شیخ تقی الدین الہلالیؒ (جو سخت اہلحدیث تھے) کی صحبت نے اس رنگ کو اور شوخ کر دیا۔ ان کے استاد حدیث مولانا حیدر حسنؒ صدر مدرس دار العلوم ندوہ اگر چہ اتنے ہی سخت حنفی تھے، لیکن ان کے فیض تعلیم نے اس رجحان میں کوئی کمی پیدا نہیں کی۔ کچھ اہل صادق پور کے تعلق وطنیت کچھ خاندانی روایات واثرات اور زیادہ تر مطالعہ نے ان کے دل میں حضرت سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور انکی پاکباز جماعت سے ایک والہانہ تعلق اور عاشقانہ ارادت پیدا کر دی تھی.....

رسالہ الضیاء کا حلقہ اشاعت محدود اور مضمون نگاروں کا حلقہ محدود تر رہا۔ وہ عرب ممالک میں جس قدر وقعت اور قبولیت رکھتا تھا، ہندوستان میں اسی قدر غیر معروف اور نامعلوم تھا۔ اشاعت کی کمی اور مصارف کی زیادتی نے اسکے منتظمین کو اس کے التواء پر مجبور کر دیا۔ اور رسالہ چار سال نکلنے کے بعد بند ہو گیا۔ اب مسعود صاحب دار العلوم ندوہ میں ایک استاد اور معلم ادب تھے لیکن اس رسالہ کے ذریعے ان کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی تھی۔ اور وہ ممالک عربیہ کے ادبی حلقوں میں روشناس ہو چکے تھے۔ الضیاء کے علاوہ وہ مصر کے الفتح میں بھی اکثر لکھتے رہتے تھے۔ اسی رسالہ میں ان کی سب سے عزیز تصنیف حاضر مسلمی الھند وغابرھم بالاقساط چھپنی شروع ہوئی۔.....

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

۱۹۳۷ء میں دارلعلوم ندوہ چھوڑ کر مولانا مسعود عالم مدینہ بجنور کی مجلس ادارت میں شریک ہوکر چلے گئے اور وہاں اپنے فرائض خوش اسلوبی اور لیاقت سے انجام دیئے۔..... چھ سات مہینے ان کا قیام بجنور میں رہا اور پھر دارالعلوم آ گئے لیکن یہاں شائد دو ہی ماہ قیام کیا تھا اور پھر پٹنہ خدا بخش خان مرحوم کے مشہور کتب خانہ کے مرتب فہرست ہوکر چلے گئے، وطن اور مولانا حکیم عبدالشکور سے قرب اور کتب خانہ کی پرسکون فضا کی وجہ سے ان کو وہاں راحت زیادہ تھی۔

وہ اپنے خصوصی تعلیمی خیالات وافکار میں، جن کے مجموعہ کا نام ندویت ہے، نیز مذہبی خیالات وعقائد جن کے مجموعہ کا مشہور عوامی نام وہابیت ہے، نیز خاص اپنے علمی وادبی ذوق میں جس کا عنوان عربیت ہے، خاصے متصلب تھے اور جہاں رہتے اس کی دعوت وتبلیغ سے باز نہ رہتے۔ وہابیت میں وہ سخت سے سخت ہو گئے خصوصاً جب انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کی سیرت لکھنی شروع کی تو یہ نشہ دوآتشہ ہوگیا۔

مسعود صاحب کمال اتاترک کی لادینیت ..... پر اس سے سخت بے زار اور ناقد تھے۔ اس بارہ میں وہ ہندوستان کے عام علماء کے جو کمال اتاترک کے عقیدت مند اور قصیدہ خوان تھے.....سخت شاکی تھے.....صرف کمال اتاترک کی حد تک نہیں، اہل قلم ادباء اور اہل فن میں بھی وہ جس میں لادینی رجحان اور دین وعقیدہ کی گمراہی پاتے اس کو معاف کرنے کیلئے تیار نہیں تھے اور اس کا اعزاز پسند نہیں کرتے تھے۔ مصر کے مشہور ادیب ڈاکٹر طہ حسین کے اسلوب نگارش اور زبان سے ایک دنیا مسحور ہے لیکن مسعود صاحب اسے بے ادب کہتے تھے.....

شیخ محمد بن عبدالوہاب ہمارے دینی حلقوں میں جس قدر بدنام ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں، انگریزوں اور ترکوں نے اپنی اپنی مصلحت سے ان کے متعلق جو کچھ مشہور کر دیا ہمارے علماء نے بلاتحقیق وتفتیش تسلیم کرلیا اور کسی نے براہ راست انکی تصانیف اور انکے حالات کے صحیح ماخذ کے مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی مرد حق شناس ان کے صحیح حالات وخیالات پیش کرتا، تاکہ اہل علم وطالبین حق کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع ملتا۔ علماء نجد اور شیخ کے جانشینوں نے تو متعدد کتابیں لکھیں اور وہ حجاز ومصر میں شائع ہو چکی ہیں لیکن اردو میں کوئی کتاب نہ تھی۔ مسعود صاحب نے اس بدنام مصلح کی سیرت نگاری کا بیڑا اٹھایا اور خاص مورخانہ اور محققانہ حیثیت سے ان کی سوانح، ان کی تحریک دعوت کی تاریخ مرتب کرنی شروع کی۔.....

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

اس کتاب سے پہلے مسعود صاحب سید احمد شہید کی شہادت کے بعد کی تاریخ اور ان کی جماعت کی مجاہدانہ کوششوں کی روداد لکھنا چاہتے تھے۔ دارالعلوم (ندوہ) کے قیام کے زمانہ ہی میں کام اس طرح تقسیم کیا گیا تھا کہ یہ ناچیز (علی میاں) سید احمد کی سیرت لکھے اور مسعود صاحب اپنا سفر بالاکوٹ سے شروع کریں۔ اس دوران میں مسعود صاحب کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کی سیرت وتاریخ لکھنے کا خیال پیدا ہوا اور انہوں نے اس کام کو مکمل کرلیا۔ مگر ان کو اس پہلے کام کا خیال برابر رہا..... بالآخر انہوں نے یہ کتاب ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک کے نام سے مکمل کردی اور وہ شائع ہوکر مقبول ہوئی۔.....

اسی عرصہ میں مولانا عبیداللہ سندھی کی کتاب شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک نکلی۔ اس کتاب میں بعض ایسے، نئے، حقائق وانکشافات تاریخی رنگ میں پیش کئے گئے تھے جو ہم سب لوگوں کیلئے موجب حیرت بھی تھے اور باعث تکلیف بھی، اس کتاب میں سید احمد شہید کی بے تکلف تحریک وتنظیم کو ایک خیالی اسٹیٹ کے رنگ میں پیش کیا گیا تھا جس کے سید احمد شہید محض، فوجی افسر اور آلہ کار، تھے اور حضرت شاہ اسحاق صاحب جن کو الصدر الحمید کے نام سے یاد کرتے ہیں صدر ریاست اور نگران اعلی۔ نیز اس میں اہل مغرب یا مرکزی بورڈ (حضرات دہلی) اور اہل مشرق (اہل صادقپور) کے درمیان ایسی رقابت دکھائی گئی تھی جو کبھی سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان میں تھی۔ اور اسی رقابت اور اہل صادقپور کی خودرائی کو تحریک کی ناکامی کا سبب گردانا گیا تھا۔ اس بارہ میں خود سید احمد شہید کے متعلق فاضل مصنف کے قلم سے ایسے جملے نکل گئے کہ گویا وہ بھی دہلی کے مرکز کے مشوروں اور ہدایتوں کے پابند نہ رہے اور اس سے نقصان پہنچا۔

یہ محض ایک خیالی ریاست کا نقشہ تھا جس میں تاریخی تحقیق سے زیادہ مولانا (سندھی) کی ذہانت قوت تخیل اور تنظیمی دماغ کام کر رہا تھا اور واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، بالخصوص اس جماعت کی حق تلفی ہوئی جو ہندوستان کی سب سے بڑی مجاہد اور سرفروش جماعت اور سید احمد شہید کے حقیقی جانشین اور فدائی تھے۔ میں نے مسعود صاحب کو اس کتاب کی طرف توجہ دلائی اور ان سے خواہش کی کہ وہ اس کا جواب لکھیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے وہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جی ہاں مولانا سندھی کا رسالہ ایک ہفتہ ہوا میں نے دیکھا اور مطالعہ کے دوران یہ ارادہ کرتا جاتا تھا، اب ارادہ ہوتا ہے کہ اسے لکھ ڈالوں۔ انشاء اللہ مفصل اور طویل مضمون ہوگا۔ جی چاہتا ہے کہ یہ نوٹ آپ کے پاس بھیج دوں اور آپ اسے دیکھ کر فوراً واپس کر دیں مگر شرط یہ ہے کہ جلد.....

اور پھر لکھتے ہیں:

ہاں تو میں آپ سے بے حد خفا تھا۔ خط پر خط لکھے مگر جواب ندارد آخر یہ کہاں کی مولویت ہے۔ آپ نے تو مجھے مولانا سندھی سے بھڑا دیا اور خود الگ جا بیٹھے۔ خیر خاکسار نے اس سلسلہ کے دو مضمون لکھ لئے ہیں۔ پہلا مضمون فروری کے معارف میں چھپ گیا اس میں صرف سید مظلوم (سید احمد شہید) کی مدافعت کی گئی ہے۔ ضمنی طور پر ان کے ثناخوانوں اور منقبت نگاروں کی بھی مدافعت ہوگئی ہے۔ پہلا مضمون صرف سید (احمد) صاحب کے متعلق ہے۔ معارف کے ۳۵ صفحوں میں آیا ہے۔ دوسرا اس کا جواب لکھوں گا، صرف تامل اس بات سے تھا کہ کہیں اہل دیوبند اس تنقید کو، مدرسہ، اور دبستان کے اختلاف پر محمول نہ کریں۔ بہرحال لکھنا ضرور ہے۔ آپ آجائیں تو مشورہ کر کے لکھ ہی ڈالوں۔ مولانا داؤد غزنوی صاحب سے بعض چیزیں دریافت کی ہیں۔ آج کل میں مولوی عبدالمجید (حریری) صاحب ❶ صاحب کو بھی لکھتا ہوں۔

یہ بنارس میں شوکانی کے شاگرد کون تھے؟ ❷ بہرحال اس کتاب کے مفروضات اور مفروضاتی ہفوات کا جواب دینا ضروری ہے۔ حیرت ہے کہ ایسا ذی علم (عبیداللہ سندھی) اب تک ایک مشرب اور اسکول کے چاہ زمزم سے نہیں نکل سکا۔.....

۱۱/رمضان کے خط میں لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک مولوی عبدالغفار صاحب ❸ کے یہاں گئی۔ انہوں نے اس

---

❶ سابق کونسل حکومت ہند متعینہ جدہ جو ایک صاحب نظر اور صاحب ذوق اہل حدیث فاضل تھے۔

❷ یہ مولانا عبدالحق نیوتنوی بنارسی تھے جو سید احمد کے قافلہ میں تھے اور جنہوں نے یمن جا کر امام شوکانی سے حدیث پڑھی تھی۔

❸ خاندان صادق پور کے ایک باخبر اور ذی علم فرد

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

پر ایک طویل مضمون اہل حدیث اور اہل صادق پور سے متعلق لکھا، عقیدہ غیبو بت وغیرہ کی بحث بھی آئی ہے، یہ مضمون اغلب ہے کہ مارچ کے معارف میں پورا چھپ جائے گا۔ تیسرا حصہ زیر قلم ہے۔ اس میں شوکانی زیدیت نجد ویمن پر بحث کرنا چاہتا ہوں شوکانی اور زیدیت پر گویا لکھ چکا ہوں اب نجد پر گفتگو ہوگی.....

۱۹۴۱ء میں سید ابوالاعلی مودودی لکھنو آئے اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہمانخانہ میں قیام کیا۔ انہوں نے مجھ (علی میاں) سے عربی رسالہ کے اجراء کی تجویز کا تذکرہ کیا اور یہ خیال ظاہر کیا کہ میں اس کی ادارت کی ذمہ داری قبول کرلوں۔ میں نے بے تکلف عرض کیا کہ اس کام کیلئے موزوں ترین شخص مولانا مسعود عالم ندوی ہو سکتے ہیں اور اپنے خصوصی تعلق کی بنا پر اس کا ذمہ لیا کہ میں ان کو اس خدمت کیلئے راضی کرلوں گا۔ اس سلسلہ میں مولانا سے میری خط وکتابت بھی ہوئی اور وہ اس پر راضی ہو گئے۔ انتظامی مشکلات کی بنا پر رسالہ کا اجراء تو نہیں ہوسکا لیکن ۱۹۴۲ء میں مسعود صاحب جماعت کے عربی نشر واشاعت کے شعبہ کے انچارج اور کلیۃً اس کام کو انجام دینے کیلئے جالندھر منتقل ہو گئے جہاں انہوں نے دار العروبہ للدعوۃ الاسلامیہ کے نام سے نشر واشاعت اور دعوت کا مرکز قائم کیا.....

۱۹۴۷ء میں وہ پاکستان آ گئے۔ انکا دار العروبہ بھی پاکستان منتقل ہو گیا اور اس نقل مکانی میں مولانا کا اچھا خاصا کتابی ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ پاکستان میں از سر نو دار العروبہ کی بنیاد ڈالی اور کچھ عرصہ گوجرانوالہ، کچھ عرصہ حیدر آباد سندھ قیام کرنے کے بعد انہوں نے راولپنڈی کو اپنا مستقر بنالیا۔ ۱۹۴۹ء میں انہوں نے عراق کا سفر کیا۔.....

جماعت اسلامی میں شامل ہونے اور سالہا سال اس کی ترجمانی کرنے کے باوجود ان کا دینی فکر اور ذہنی سانچہ کلیۃً تبدیل نہیں ہوا تھا۔ وہ جماعت کے ارکان کا دینی معیار اتباع سنت کا اہتمام اور عبادت کا ذوق اس سے زیادہ بلند دیکھنا چاہتے تھے جتنا عام طور پر نظر آتا تھا۔ ان کے ذہن نے کام کرنا اور ان کے قلب نے محسوس کرنا ترک نہیں کیا تھا جن دوستوں نے ان سے ان کی زندگی کے آخری دور میں ملاقات کی اور جن سے وہ اپنے احساسات کا اظہار کر سکتے تھے انہوں نے بیان کیا کہ وہ تنہائی کی گفتگو میں اپنے دل کی اس خلش کو چھپا نہیں سکے۔ ❶

---

❶ پرانے چراغ۔ ص ۳۲۰۔ ۳۴۹ ملخصاً

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

تحریک ختم نبوت (۱۹۵۳ء) کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا اور اس زار ونزار مریض کو جس کو ہمیشہ راحت و احتیاط کی ضرورت رہتی تھی راولپنڈی جیل میں اسیری اور نظر بندی کے دن گزارنے پڑے..... چار مہینے کی اسیری کے بعد ۲ راگست ۱۹۵۳ء کو جب وہ رہا ہوئے تو میں (علی میاں) نے مسرت وتہنیت کا خط لکھا۔ اس کا انہوں نے جو جواب دیا وہ ان کے صحیفہ اعمال میں ان شاء اللہ ہمیشہ درخشاں رہے گا اور کیا عجب ہے کہ وہ میزان قیامت میں بھی وزنی ثابت ہو۔ لکھتے ہیں:

آپ کے عنائت نامے رہائی کے بعد نظر سے گزرے۔ محبت واخلاص کے نقوش اور گہرے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمت دین کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا کرے۔ مجھ فقیر کے لئے یہ بس ہے کہ ایک پاک باز نوجوان سید کے دامن الفت سے وابستہ ہے، دوسرا خط بھی مل گیا۔ شکریہ پر شکریہ۔ کیا گرفتاری کیا رہائی؟ سیرت نگاری کرتا رہا، مولوی جعفر تھانیسریؒ اور مولانا یحیٰ علیؒ کی مشقتوں کے مقابلہ میں یہ میٹھی میٹھی اور بی کلاس کی آسائشیں کس شمار میں ہیں؟ حاشا کہ ابتلاء کو دعوت نہیں دیتا، اور نہ اس مریض ناتواں میں برداشت کی طاقت ہے۔ پر یہ مہمانی جچی نہیں۔ بس سیاسی زبان میں زیارت (یاترا) ہوگئی۔ جھجک تو الحمد للہ کبھی نہیں تھی، اور کچھ چھپی چھپائی ہوگی تو وہ بھی دور ہوگئی۔ اس تنہائی میں کچھ حدیث پڑھ لی۔ اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔

مسعود عالم ندوی کا ۴۴ سال عمر پا کر ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ ❶

جناب مسعود عالم ندویؒ نے بتایا ہے کہ سید صدیق حسن دل سے اہل صادقپور کے ساتھ تھے لیکن رقیبوں کے ڈر سے اظہار اس کے برعکس کرتے تھے۔ ❷

تقریباً یہی بات اقبال اور بھوپال میں یوں لکھی گئی ہے۔

علامہ جمال الدین افغانی، مصر کے مفتی محمد عبدہ اور سید احمد شہید کے رفقائے کار سے آپکا قریبی ربط اور تعلق تھا اور آپ پان اسلام ازم کی تحریک کے بڑے حامی تھے چنانچہ اسی بنا پر برطانوی حکومت نے آپ کا نوابی کا خطاب واپس لے لیا اور آپ کو کچھ عرصے تک بند رکھا۔ ❸

---

❶ پرانے چراغ۔ ص ۳۵۳۔۳۵۶

❷ مولانا سندھی اور ان کے افکار وخیالات پر ایک نظر ص ۸۳ طبع اول پٹنہ ۱۳۶۳ھ

❸ اقبال اور بھوپال ص ۵۷۔ اقبال اکیڈمی لاہور (الاعتصام ۲۷ اپریل ۲۰۰۱ء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مہدی علی محسن الملک

مہدی علی بن ضامن علی حسینی ۱۲۵۳ھ میں اٹاوہ میں پیدا ہوئے مولوی عنائت حسین سے پڑھا۔ دس روپئے ماہوار سے ملازمت شروع کی اور ترقی کرتے کرتے اعلی عہدوں پر پہنچے۔ منیر نواز جنگ محسن الدولہ محسن الملک کا حیدرآبادی خطاب پایا۔ سرسید احمد کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ۱۳۱۵ء میں سرسید احمد کی وفات کے بعد آپ کالج کے معتمد ہوئے۔ آپ نے کالج کی بہت خدمت کی۔ ذہین لوگوں میں سے تھے۔ شیعہ خاندان سے تھے۔ خود تحقیق کر کے شیعیت سے تائب ہوئے شیعیت کے رد میں دو جلدوں میں ایک کتاب آیات بینات لکھی۔ رمضان ۱۳۲۵ھ میں علی گڈھ میں انتقال ہوا۔ ❶

سید مہدی علی شیعیت سے تائب ہو کر عامل بالحدیث ہو گئے تھے۔ رد شیعیت میں انہوں نے آیات بینات لکھی اور رد تقلید میں انہوں نے تقلید اور عمل بالحدیث لکھی جو نہایت عمدہ کتاب ہے۔ سرسید کی تعلیمی تحریک کے حامی تھے اسلئے علیگڈھ کالج کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیتے رہے لیکن سرسید کے ان عقائد سے متفق نہیں تھے جن کی وجہ سے وہ عامۃ المسلمین میں مغضوب تھے۔ مہدی علی کھل کر سرسید پر علمی تنقید کرتے تھے جیسا کہ سرسید کی تفسیری جدتوں پر تنقید کرتے ہوئے ۱۹ ستمبر ۱۸۹۲ء کو حیدرآباد دکن سے ایک خط میں سرسید احمد کو لکھتے ہیں:

میرے نزدیک آپ دو مصیبتوں میں سے ایک میں سے بھی نہ نکل سکے۔ کہیں قرآن کے معنی سمجھنے میں غلطی کی، اور کہیں نیچر اور لاء آف نیچر کے ثابت کرنے میں۔ بعض جگہ تو آپ قرآن کا وہ مطلب سمجھے جو نہ خدا سمجھا، نہ جبریل، نہ محمد ﷺ، نہ صحابہ، نہ اہل بیت، نہ عامہ مسلمین اور کہیں نیچر کے دائرہ سے نکل گئے اور مذہبی آدمیوں کی طرح پرانے خیالات اور پرانی دلیلوں اور پرانی باتوں کا گیت گانے لگے۔ چنانچہ آپکی تفسیر میں دونوں باتوں کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ❷

شیخ اکرام نے موج کوثر میں مناسب تفصیل کے ساتھ مہدی علی کی تعلیمی خدمات کا ذکر کیا ہے اور چوں کہ مہدی علی عامل بالحدیث تھے اس لئے انکی خدمات، دراصل اہلحدیث کی خدمات ہیں اس لئے ہم شیخ محمد اکرام کی تحریر نقل کرتے ہیں، لکھا ہے:

---

❶ نزہۃ الخواطر۔ ج ۸۔ ص ۶۰۶۔ ۶۰۸
❷ تعارف تفسیر القرآن مع تحریر فی اصول التفسیر۔ ص ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

جب سرسید کی وفات ہوئی تو کالج (علی گڈھ) کی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی۔ کالج پر اس وقت پچاس ہزار روپئے کا قرض تھا۔ اور آمدنی روزمرہ کے اخراجات کیلئے بھی کفیل نہ تھی۔ چندہ غبن کے واقعہ کے بعد ہی آنا بند ہو گیا تھا۔ اب طلبا نے بھی کالج چھوڑنا شروع کر دیا۔..... پھر ٹرسٹیوں نے اتفاق رائے سے نواب محسن الملک کو سرسید کا جانشین چنا اور ٹرسٹی بورڈ کا معتمد بنایا۔ نواب محسن الملک کی کامیاب سکرٹری شپ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کالج کی سالانہ آمدنی جو ۱۸۹۸ء میں ۷۶ ہزار روپئے تھے، نو سال میں ڈیڑھ لاکھ ہوگئی۔ پانچ چھ سال میں مسلم یونیورسٹی کیلئے چھ لاکھ کا چندہ جمع ہو گیا۔

اس کے علاوہ کالج کے طلبہ کی شہرت عروج پر تھی اور علی گڈھ کا طالب علم ہونا بڑی خوبی سمجھا جاتا تھا۔ سرسید کی زندگی میں علماء ان کے مخالف رہے۔ لیکن نواب محسن الملک کے شفیقانہ طرز عمل نے ان سب کی شکائتیں دور کر دیں.....

قوم کے جس محسن نے آٹھ نو سال میں کالج کو نئی زندگی اور نیا وقار دیا، اس کا نام سید مہدی علی تھا۔ سید صاحب ۹ دسمبر ۱۸۳۷ء کو بمقام اٹاوہ پیدا ہوئے۔ ان کی تعلیم بھی سرسید، حالی، شبلی وغیرہ کی طرح قدیم طرز کے اسلامی مدرسہ ہی میں ہوئی تھی اسکے بعد وہ دس روپئے ماہوار پر بطور ایک کلرک کے ملازم ہوئے۔ لیکن خداداد استعداد موجود تھی۔ ترقی کرتے کرتے تحصیل دار ہو گئے اور جب ۱۸۶۷ء میں ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں شریک ہوئے تو سب امیدواروں میں اول آئے۔ وہ یو پی میں ڈپٹی کلکٹر تھے کہ سالار جنگ کی ان پر نظر پڑی اور ۱۸۷۱ء میں انسپکٹر آف ریونیو ہو کر وہ حیدرآباد دکن چلے گئے۔ یہاں انہوں نے محنت اور فرض شناسی سے کام کیا..... ریاست میں مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ منیر نواز جنگ محسن الدولہ محسن الملک کے خطاب سے شرف یاب ہوئے، لیکن چند اسباب کی بنا پر حیدرآباد چھوڑنا پڑا۔ اور ۱۸۹۳ء میں پنشن پا کر علی گڈھ آ مقیم ہوئے، یہاں انہوں نے سرسید کی بہت مدد کی.....

سرسید سے عام مسلمانوں بلکہ ان کے ساتھیوں کو بھی شکایت تھی کہ ان کا طرز عمل تحکمانہ ہے..... ان کے مذہبی عقائد سے بھی ان کے شرکائے کار کو اختلاف تھا، اس لئے ان کے ساتھ مل کر کام کرنا آسان نہ تھا..... سرسید کے زیر قیادت بعضوں کو کام کرنا بار خاطر تھا..... نواب محسن الملک کے ساتھ کام کرتے ہوئے یہ دشواری نہ پیدا ہوتی تھی۔ وہ ہر ایک کا دل ہاتھ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

رکھتے تھے۔طبعاً حلیم تھے اور انہیں لوگوں کے مل کر کام کرنے اور انہیں خوش رکھنے کا سلیقہ خوب آتا تھا۔.....انہوں نے عام مسلمانوں کے دلوں میں علی گڈھ کے متعلق اختلاف بہت کم کر دیئے اور چوں کہ سارے مسلمان علیگڈھ کالج کو اپنی انسٹی ٹیوشن سمجھنے لگے، اسلئے انہوں نے اس کی ترقی میں اتنی کوشش کی کہ سرسید کے رفقاء خود حیران رہ گئے اور بقول ایک ظریف کے اگر سرسید کو معلوم ہوتا کہ میری موت کے بعد میرے کاموں میں لوگ اتنی کوشش کریں گے تو وہ بن آئی مرجاتے۔.....

اسکے بعد نواب محسن الملک ایک پولیٹکل ایسوسی ایشن کے قیام میں کوشاں ہوئے چنانچہ ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو بمقام ڈھاکہ مسلمانوں کا ایک نمائندہ جلسہ ہوا جس میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔اور نواب محسن الملک اور نواب وقار الملک اس کے سکرٹری منتخب ہوئے .....محسن الملک کا زمانہ قیادت ٹھوس قومی کاموں کیلئے ممتاز ہے.....وہ عملی آدمی تھے اور جانتے تھے کہ خیر کثیر کی خاطر اکثر شر قلیل گوارا کرنا پڑتا ہے.....وہ کمزوری کے طعنوں سے نہ ڈرے اور انہوں نے ہمیشہ وہی کیا جسے قوم کے صحیح مفاد کیلئے ضروری سمجھتے تھے.....نواب محسن الملک کی وفات ۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۷ء بمقام شملہ ہوئی اور علی گڈھ میں دفن ہوئے۔ ❶

محسن الملک ریاستی پالیٹکس کے مرد میدان تھے۔جوڑ توڑ، خم و پیچ، ان باتوں میں ان کا دل خوب لگتا تھا۔وہ قفل مراد کھولنے کیلئے سرسید اور وقار الملک کی طرح ہمیشہ ہتھوڑے کی ضرب لگانا ضروری نہ سمجھتے تھے بلکہ بعض اوقات تالے میں ذرا سا تیل ڈال کر اپنا کام نکال لیتے تھے۔ اسکے علاوہ انہیں ضرورت کے وقت حریف کے پاؤں پر پگڑی ڈالنے سے گریز نہ تھا۔انکا تحمل خوفناک حد تک پہنچا ہوا تھا۔اپنے خانگی ملازموں کی جس طرح وہ ناز برداری کرتے تھے، لوگ اپنے آقاؤں کی نہیں کرتے بعض بزرگان قوم تھے جو محسن الملک سے فیض پاتے تھے۔جب سمجھتے تھے کہ ان کی ضرورت نہیں رہی تو ان کے منہ پر تھوک دیتے تھے، بلکہ اس کے بعد بھی جب کبھی ان بزرگوں کی خدمت کا کوئی اور موقع آتا تو ذرا دریغ نہ کرتے۔وہ بچے کا دل ہاتھ میں رکھنا چاہتے تھے۔ہر ایک کے تالیف قلب کی کوشش کرتے۔ان کا اپنا دل بے حد نازک اور حساس تھا، لیکن وہ سب کے سامنے حاضر تھا، جو چاہے اسے ٹھکراتا پھرے.....

---

❶ موج کوثر۔ص ۱۱۱۔۱۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

واقعہ یہ ہے کہ محسن الملک کی طبیعت میں کچھ اس طرح کا نشیب وفراز تھا کہ اگر ان کی کمزوریاں ان کے ذاتی فائدے کیلئے ہوتیں تو وہ انگشت نمائی کے مستحق تھے۔لیکن انہوں نے اپنے دشمنوں مثلاً سر انٹونی میکڈانل اور دوسرے انگریزوں سے جس طرح تحمل کیا اس کا باعث کوئی ذاتی خودغرضی نہ تھی۔انہیں قومی خدمت یا حکومت سے تعاون کا جو صلہ ملا وہ سب کو معلوم ہے۔سرسید تو پھر بھی خیر سے، کے سی آئی ای، ہوئے۔ان کے بیٹوں، پوتوں کو وظیفے اور پنشنیں ملیں لیکن نواب محسن الملک نے کیا پایا؟ یہی کہ ان کا حیدرآبادی خطاب محسن الملک جسے خوش اخلاقی سے حکام انگریزی استعمال کرتے آئے تھے، سر انتھونی میکڈانل نے ایک طرح سے منسوخ کر دیا اور سرکاری مراسلوں میں استعمال بند کر دیا۔ ❶

جناب شیخ محمد اکرام کی اس تحریر سے دوسری کئی باتوں کے علاوہ، یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی تنظیم مسلم لیگ کے بانی مہدی علی تھے۔اور یہ تو ہم بتا چکے ہیں کہ سید مہدی علی اہلحدیث تھے، اور اتفاق کی بات ہے کہ اہلحدیث کی مذہبی تنظیم آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس بھی ۱۹۰۶ء ہی میں معرض وجود آئی جس سال مسلم لیگ قائم ہوئی تھی۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

نذیر احمد بن سعادت علی بن نجابت علی اعظم پوری بجنوری دہلوی مشہور ادیب تھے ۱۲۴۷ھ میں بجنور میں پیدا ہوئے۔چھوٹی کتابیں مولوی نصراللہ خویشگی خورجوی سے بجنور میں پڑھیں۔۱۲۵۸ھ میں دہلی آئے۔دہلی کالج کے اساتذہ سے پڑھا۔۱۲۷۱ھ میں کنجاہ (گجرات، پنجاب) میں استاد مقرر ہوئے دو برس بعد کان پور میں تقرری ہوئی۔تعزیرات ہند کا انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے میں حکام کی مدد کی حیدرآباد دکن میں کسی علاقے کے حاکم ہوئے۔وہاں سے پنشن پائی۔تمام علوم میں مہارت تھی خاص کر ادبی فنون میں۔قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا۔اس ترجمہ پر آپ کو فخر تھا۔سرسید احمد اور نواب محسن الملک کے مددگار رہے۔آپکی تصانیف میں الحقوق والفرائض، مرأۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح، ابن الوقت وغیرہ بہت مشہور ہوئیں۔ ❷

---

❶ موج کوثر۔ص ۱۳۱۔۱۳۲ ❷ نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۶۱۷۔۶۲۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

میاں نذیر حسین محدثؒ کی سوانح، الحیاۃ بعد المماۃ میں حکیم فضل حسین بہاریؒ نے آپ کو میاں صاحبؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

آپ کا ترجمہ قرآن مشہور ہے اور کئی بار شائع ہوا ہے۔ جناب ثناء اللہ امرتسری کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ دراصل جناب ابو یحی محمد شاہجہانپوری صاحب الارشاد الی سبیل الرشاد کا ہے۔ لکھا ہے:

''معلوم ہونا چاہیے کہ ترجمہ اور حواشی (قرآن) جو مولوی نذیر احمد صاحب کے نام سے مشہور ہے وہ دراصل مولوی ابو یحی صاحب شاہ جہان پوری مصنف الارشاد کا کیا ہوا ہے۔ ڈپٹی صاحب کا اس میں صرف اصلاح زبان کا تھوڑا سا کام ہے۔''❶

آپ کی کئی تصنیفات نے قبول عام حاصل کیا، لیکن آپ نے امہات الامۃ کے نام سے جو کتاب لکھی تھی اسے امت اسلامیہ نے پسند نہیں کیا۔ اخبار اہل حدیث امرتسر میں جماعت اہلحدیث کی طرف سے شائع ہونیوالی ایک احتجاجی قرارداد درج ذیل ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کی کتاب امہات الامہ جو دہلی میں ایک دفعہ جلائی گئی تھی اب اس کو ان کے پوتے نے خلاف منشاء سب مسلمانوں کے مکرر چھاپ کر شائع کیا ہے اس کتاب میں خود ذات رسالت اور اہل بیت کرام کی رنگیلا رسول سے بڑھ کر بازاری لہجے میں سخت توہین پائی جاتی ہے۔ انجمن اہل حدیث امرتسر گورنمنٹ سے درخواست کرتی ہے کہ اس کتاب کو جلد از جلد ضبط کر کے مسلمانوں کو شکریہ کا موقع دے۔

دوسری انجمن ہائے اسلام سے خصوصاً صوبہ پنجاب کی بڑی انجمن اسلامیہ لاہور اور انجمن حمائت اسلام لاہور اور انجمن اسلامیہ امرتسر سے استدعا کرتی ہے کہ وہ بھی بلند آواز سے احتجاج کریں اور دیگر انجمن ہائے اہل حدیث وہ بھی اندریں بارہ توجہ کریں۔ عبدالرحمٰن سکرٹری انجمن اہلحدیث امرتسر۔❷

---

❶ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء۔ ص ۹۔۱۰

❷ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء۔ ص ۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ولایت علی صادقپوری

صادقپور پٹنہ کے رہنے والے جناب ولایت علیؒ تحریک مجاہدین کے قائدین میں شامل ہیں۔علم وعمل میں ممتاز تھے۔اورعمل بالحدیث کی تحریک کے نمایاں ترین افراد میں شامل ہیں۔ سید عبدالحی ندویؒ نے جناب ولایت علیؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

كان حريصاً على اتّباع السّنّة السنية متبعاً للسّنن فى كتب الحديث والسير عاملاً بها جامعاً بين العلم والعبادة والفتوة عالى الهمّة بعيد النّظر رابط الجيش زاهداً فى الدّنيا مقبلاً الى اللّه بقلبه وقالبه قوى التاثير كثير الابتهال والدّعا۔ ❶

جناب ولایت علی کوعمل بالحدیث سے والہانہ شغف تھا۔صحیح،صریح،غیرمنسوخ حدیث کے مقابلے میں وہ کسی مذہب کی پرواہ نہ کرتے تھے۔آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ مسائل پر عامل تھے۔ایک بار احناف کے ایک جید عالم جناب محمد فصیح غازی پوری (۱۲۸۵ھ) کو اہل حدیث سے متذکرہ مسائل اور تقلید پر مناظرہ کیلئے بلایا گیا۔اہل حدیث کی طرف سے جناب ولایت علیؒ نے مناظرہ کیا جس میں خاص خاص لوگ ہی موجود تھے۔ولائت علیؒ نے اثنائے گفتگو میں (جو الگ کمرے میں ہو رہی تھی) فرمایا۔یہ متفقہ اصول ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیرمنسوخ کو دیکھ کر خلاف مذہب امام ابوحنیفہؒ اس پر عمل کرے تو مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا۔بجوائے قول امام اترکوا قولی بخبر الرّسول (میرا قول،حدیث کے مقابلے میں ترک کردو) یہ رفع یدین اور آمین بالجہر سنت ہیں جن کا سنت ہونا بعض حنفیہ کے نزدیک بھی ثابت ہے،اور بعد اطمینان مولوی محمد فصیحؒ نے عام لوگوں میں اعلان کیا کہ یہ لوگ حق پر ہیں۔ ❷

تذکرہ صادقہ میں مناظرے کا یہ واقعہ ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے۔لکھا ہے:

اس ملت حقہ (عاملین بالحدیث) کی روز افزوں ترقی اور اشاعت قرآن واحادیث دیکھ کر کوتاہ بین لوگوں نے مولوی محمد فصیح غازی پوری کو دو ہزار انعام کے وعدے پر علماء حق سے مناظرہ کرنے کیلئے مدعو کیا۔

---

❶ نزھۃ الخواطر۔ج ۷ص ۵۲۵ ❷ سوانح احمدی۔ص ۲۱۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مناظرہ کے دن مولوی ولایت علی نے مولوی محمد فصیح کی مع ہمراہیوں کے دعوت کی۔ بہت سے فضلاء اور علماء اور خاص و عام جمع ہوئے۔ مگر مولانا ولایت علی نے مولوی محمد فصیح کو علیحدہ کمرے میں لے جا کر بحاضری چند اشخاص ان سے فرمایا کہ میں حنفی المذہب ہوں اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیر منسوخ کو دیکھ کر کسی فقہی مسئلہ کے خلاف عمل کرے، تو وہ مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا۔ بفحوائے قول امام:

اترکوا قولی بخبر رسول اللّٰہ ﷺ۔

یہ کلیہ مناظر صاحب کے فہم عالی میں آ گیا اور انہوں نے حق کی طرف داری کرتے ہوئے مجمع عام میں بآواز بلند فرمایا کہ یہ جماعت حق پر ہے۔ احادیث الرسول پر عامل ہونے سے کوئی شخص حنفیت سے خارج نہیں ہوتا۔ ہمارا اور ان کا مسلک ایک ہے۔

اس روز جلسہ برخواست ہو گیا۔ مگر جب مناظر صاحب اپنے قیام گاہ محلّہ لودیکڑہ واپس گئے تو ان کے مریدوں نے اور جن لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی سخت خجل اور شرمندہ کیا اور آپ کو دوبارہ برسر عام بحث کرنے پر مجبور کیا اور چند دیگر علماء خصوصاً مولوی واعظ الحق صاحب کو انکی تائید کے لئے مقرر کیا۔ چنانچہ مولوی محمد فصیح صاحب مع معاونین بحث کیلئے مولوی الٰہی بخش کے مکان پر تشریف لائے۔ مولانا ولایت علیؒ نے بحث کیلئے مولوی فیاض علیؒ کو اور ان کی اعانت کیلئے مولوی حکیم ارادت حسین کو بھیج دیا۔ حکیم صاحب کتابیں کھول کھول کر مقامات مبحوث عنہ دکھاتے جاتے۔ اس مرتبہ بھی مولوی محمد فصیح نے اعتراف حق کیا۔ مگر اس بار ضرورۃً مباحثہ بالاختصار قلم بند کر کے مولوی محمد فصیح غازی پوریؒ سے اقراری دستخطی کرا لئے گئے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ پابند مذہب حنفی اگر بوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح غیر منسوخ پر مثل رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ کے عمل کرے تو وہ اپنے امام کے اتباع سے خارج نہیں ہوتا۔ ❶

جناب ولایت علیؒ جناب سید احمد بریلویؒ کے خلیفہ تھے۔ اور شاہ اسماعیلؒ دہلویؒ سے فیضیاب تھے۔ آپ نے خالص اسلام کی طرف دعوت اپنی مجالس تذکیر و موعظت کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی پھیلائی۔

---

❶ تذکرہ صادقہ۔ ص ۱۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایک طرف جناب اسماعیل دہلویؒ کی متعدد دعوتی تالیفات شائع کرائیں تو دوسری طرف احوال وظروف کے مطابق خود بھی چھوٹے چھوٹے رسالے تالیف اور شائع کئے۔اسی سلسلہ کی ایک کڑی رسالہ عمل بالحدیث بھی ہے جس میں مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث کو بہت معتدل طریقے اور ولی اللہی فکر کی روشنی میں پیش کیا ہے۔یہ رسالہ مئولف کی زندگی میں کئی بار شائع ہوا۔اس کے بعد بھی شائع ہوتا رہا اور باترجمہ بھی کیونکہ یہ فارسی میں ہے۔آپکے بھتیجے جناب عبدالرحیمؒ صادقپوری نے ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء) میں مجموعہ رسائل تسعہ کے نام سے مطبع فاروقی دہلی سے جو رسائل طبع کرائے تھا،عمل بالحدیث ان میں شامل تھا۔لاہور کے جناب ابوبکر صدیق سلفی نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو ۱۹۶۶ء میں مکتبہ سلفیہ لاہور سے شائع ہوا ہم نے اپنی کتاب میں اس رسالے سے کافی استفادہ کیا ہے۔

جناب ولایت علیؒ، جماعت مجاہدین کے امیر ہوگئے تھے۔اورانہوں نے سرحد میں کچھ وقت گزارا۔سرحد ہی میں فوت ہوئے۔ہم انکے حالات وخدمات کا مناسب مقام پر مفصل تذکرہ کریں گے۔انشاءاللہ۔

یحی علی صادقپوری

سیدعبدالحی لکھنویؒ نے آپ کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

الشیخ العالم المحدث یحی علی بن الهی بخش احد العلماء الربّانیّن المجاهدین.....

وکان آیة مّن آیات اللّٰه سبحانه فی الصبر علی البلاء والرضاء بالقضاء والشجاعة، والسماحة سافر الی الحدود مع شیخه ولایت علی واعانه فی الغزو والجهاد ثمّ عاد معه الی الهند واشتغل بالتّدریس والتّذکیر مدّة ثمّ سافرمعه مرّة اخری ولمّا توفّی شیخه عاد الی الهند وعکف علی التّدریس والتّذکیر زماناً طویلاً ثمّ قبض علیه الانکلیز بسبب الاعانة لم کانوا من غزاة الهند من اصحاب السیّد احمد سنة ثمانین ومأتین والف والقوا علیه من المصائب مالایحصیها البیان وکان یتجمل ذالك وینشد:

ولست ابالی حین اقتل مسلماً

علی ای شق کان لله مصرعی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

وذالك فی ذات الاله وان یشأ

یبارك علی اوصال شلو ممزع

ثم اصدرت المحكمة حكمها بالشنق فابدی سروره وفرحه بذالك۔ وحكم علیه بالنفی المؤبد الی جزیرة اندمن وتوفی هناك سنة اربع وثمانین ومأتین والف۔ كما فی الدرر المنثور❶

و الصّلوة والسّلام علی سیّدالمرسلین وعلی آله واصحابه

واهل بیته اجمعین ۔ والحمد للّٰه ربّ العالمین

❁.....❁❁.....❁

---

❶ نزہۃ الخواطر۔ ج ۷۔ ص ۵۳۲۔۵۳۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

کتابیات

قرآن پاک، صحاح ستہ، مشکوۃ المصابیح، دارمی، تفسیر کبیر رازی، مقدمہ ابن خلدون وغیرہ کے علاوہ درج ذیل کتب ورسائل سے جلد ہذا کی تیاری میں مدد لی گئی ہے۔

ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اور کتاب کے نام کے بعد، مصنف، مترجم، مرتب، اڈیٹر کا نام دیا گیا ہے اور اس کے بعد ناشر یا مقام طباعت اور جہاں تک ممکن ہوسکا، سال طباعت نقل کیا گیا ہے۔

ابوالکلام آزاد	عبدالکریم شورش	لاہور	۱۹۹۴ء
ارمغان حالی	حمید احمد خان	ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور	طبع اول، ۱۹۷۱ء
آثار الحدیث	خالد محمود	دار المعارف لاہور	۱۹۸۸ء
آثار الصنادید	سرسید احمد خان	مطبع نامی نولکشور	اکتوبر ۱۹۰۰ء ۱۳۱۸ھ طبع سوم

آزاد کی کہانی،

خود آزاد کی زبانی	عبدالرزاق ملیح آبادی	مکتبہ خلیل	اردو بازار لاہور
ادلہ کاملہ	محمود حسن	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند	یکم فروری ۱۹۳۹ء
اسیر مالٹا	حسین احمد مدنی	مکی دار الکتب	لاہور
اصحاب علم وفضل	محمد تنزیل صدیقی حسینی	اصلاح المسلمین پبلشرز کراچی	۲۰۰۵ء
اشرف السوانح	مرتبہ عزیز الحسن	تالیفات اشرفیہ ملتان	۱۹۸۵ء
اقتصاد فی مسائل الجہاد	محمد حسین بٹالوی	وکٹوریہ پریس لاہور	
الارشاد الی سبیل الرشاد	ابو یحیی محمد شاہجہان پوری	اہلحدیث اکادمی لاہور	۱۹۶۶ء
الجسر البلیغ	حافظ عنائت اللہ گجراتی		۱۹۶۳ء، ۱۹۹۱ء
اہل حدیث اور سیاست	نذیر احمد رحمانی	جامعہ سلفیہ بنارس	طبع دوم ۱۹۸۶ء
اہل حدیث کا مذہب	ثناء اللہ امرتسری	جمیعت اہل حدیث لاہور	۱۹۵۵ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ایضاح الادلہ	محمود حسن دیوبندی	طبع دیوبند	۱۳۳۰ھ
برصغیر میں اہلحدیث کی آمد	محمد اسحاق بھٹی	مکتبہ قدوسیہ لاہور	
بزم ارجمنداں	محمد اسحاق بھٹی	مکتبہ قدوسیہ لاہور	۱۹۹۹ء
بیس بڑے مسلمان	مرتبہ عبدالرشید ارشد	مکتبہ رشیدیہ، لاہور	
تاریخ اہل حدیث	محمد ابراہیم میر	اسلامی پبلشنگ کمپنی، لاہور	۱۹۵۳ء
تاریخ دعوت وعزیمت	ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی	۱۹۸۴ء
تاریخ سندھ	اعجاز الحق قدوسی	اردو سائنس بورڈ۔ لاہور	
تاریخ ندوۃ العلماء(۱)	محمد اسحاق جلیس	مجلس صحافت ونشریات، لکھنؤ	۲۰۰۳ء
تاریخ ندوۃ العلماء(۲)	شمس تبریز خان	مجلس صحافت ونشریات، لکھنؤ	۲۰۰۳ء
تبرکات آزاد	مرتبہ: محی الدین احمد قصوری		
تحریک شیخ الہند	سید محمد میاں	کراچی	۱۹۸۸ء
تحفۃ الموحدین فارسی	شاہ ولی اللہ، ترجمہ اردو رحیم بخش دہلوی	لاہور	۱۹۶۲ء
تفسیر القرآن مع تحریفی اصول التفسیر.....	سرسید احمد	دوست ایسوسی ایٹس، لاہور.....	۱۹۹۴ء
تذکرۃ الخلیل	عاشق الٰہی میرٹھی	مکتبۃ الشیخ، بہادر آباد کراچی	
تذکرہ علمائے اہلحدیث پاکستان، جلد دوم،	محمد یوسف سجاد	سیالکوٹ	۱۹۸۹ء
تذکرہ علمائے خان پور	قاضی محمد عبداللہ خان پوری	مکتبہ سلفیہ لاہور	۱۹۸۵ء
تذکرہ الرشید	عاشق الٰہی میرٹھی	لاہور	۱۹۸۶ء
تذکرۃ المناظرین، دوجلد	محمد مقتدی اثری عمری	ادارہ تحقیقات اسلامی، مئو	۲۰۰۴ء
تذکرہ کاملان رام پور	حافظ احمد علی خان شوق	ہم درد پریس دہلی	مارچ ۱۹۲۹ء
تذکرۃ النبلاء	عبدالرشید عراقی	بیت الحکمت لاہور	۲۰۰۴ء
تذکرہ مشاہیر غازی پور	عزیز الحسن صدیقی غازی پوری	بیت الحسن غازی پور	سن ندارد
تذکرہ مشائخ غازی پور	عبیدالرحمٰن صدیقی	انیس پبلی کیشنز غازی پور	۲۰۰۱ء
تراجم علماء حدیث ہند	امام خان نوشہروی	مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی	۱۴۱۳ھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ترجمان وہابیہ	سید صدیق حسن	مطبع محمدی لاہور	
تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسماعیل دہلوی	نعمانی کتب خانہ لاہور	جولائی ۱۹۹۲ء
تنویر العینین عربی	شاہ محمد اسماعیل دہلوی اردو ترجمہ محمد سلیمان انصاری		لاہور
پرانے چراغ	ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام کراچی	۱۹۷۵ء
ثناء اللہ امرتسری	فضل الرحمٰن	دار الدعوۃ السلفیہ لاہور	۱۹۸۷ء
جماعت اہل حدیث کی تدریسی خدمات ..... عابد حسن، عزیز الرحمٰن			بنارس، ۱۹۸۰ء
جماعت اہلحدیث کی تصنیفی خدمات ..... محمد مستقیم سلفی		جامعہ سلفیہ بنارس	۱۹۹۲ء
جماعت مجاہدین	غلام رسول مہر	غلام علی اینڈ سنز لاہور	
جنگ آزادی ۱۸۵۷ء	محمد ایوب قادری		
حجۃ اللہ البالغہ مترجم	اردو عبدالحق حقانی	قرآن محل، کراچی	
حیاۃ العلماء	سید عبدالباقی سہسوانی	مطبع نولکشور لکھنؤ	۱۹۲۲ء
حیات سید سلیمان ندوی	معین الدین احمد ندوی	دار المصنفین اعظم گڈھ	
حیات شبلی	سید سلیمان ندوی	اعظم گڈھ	طبع چہارم ۱۹۸۳ء
الحیاۃ بعد المماۃ	حکیم فضل حسین بہاری		طبع اول
حیات جاوید	الطاف حسین حالی	قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی، ۱۹۹۹ء	
حیات عبدالحی	ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی	۱۹۸۵ء
حیات وحید الزمان	محمد عبدالحلیم چشتی	نور محمد، اصح المطابع، کراچی	
محمد داؤد غزنوی	مرتبہ ابوبکر غزنوی		لاہور، ۱۹۷۴ء
درر المنثورفی تراجم اہل صادق فور ..... عبدالرحیم		اہل حدیث ٹرسٹ، کراچی	۱۹۹۶ء
دہلی اور اس کے اطراف	سید عبدالحی ندوی	اردو اکادمی دہلی	۲۰۰۱ء
دیار پورب میں علم وعلماء	قاضی اطہر مبارک پوری	ندوۃ المصنفین، دہلی	فروری ۱۹۷۹ء
سب سے پہلا فتوی تکفیر	حبیب الرحمٰن لدھیانوی	فیصل آباد	جولائی ۱۹۹۷ء
سرگزشت مجاہدین	غلام رسول مہر	غلام علی اینڈ سنز، لاہور	

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

سوانح محمد ابراہیم میر	مرتبہ قاضی محمد اسلم سیف	ماموں کانجن	۱۹۹۴ء
سوانح عمری عبداللہ غزنوی.....از غلام رسول وعبدالجبار، مرتبہ: احمد دین			منڈی بہاءالدین
سوانح قاسمی	مناظر احسن گیلانی	مکتبہ رحمانیہ، لاہور	
سیرۃ ثنائی	عبدالمجید سوہدروی	مکتبہ قدوسیہ، لاہور	
شاہ اسماعیل شہید	مرتبہ عبداللہ بٹ	قومی کتب خانہ لاہور	۱۹۷۴ء
شاہجہان نامہ	ملا محمد صالح کمبوہ، تلخیص وتہذیب: ممتاز لیاقت		لاہور، ۱۹۸۸ء
شرف اصحاب الحدیث	ابوبکر خطیب بغدادی، اردو ترجمہ		طبع گوجرانوالہ
شمائم امدادیہ	مرتبہ: محمد اشرف علی تھانوی	مدنی کتب خانہ ملتان	۱۴۰۵ھ
صدر یار جنگ	از شمس تبریز خان	مجلس نشریات اسلام	کراچی، ۱۹۸۱ء
ظفر علی خان بحیثیت صحافی.....ڈاکٹر نظیر حسین زیدی		مکتبہ اسلوب، کراچی	۱۹۸۵ء
عقد الجید.....مترجم اردو از ساجد الرحمٰن کاندھلوی		ناشر قرآن محل کراچی	(اغلباً ۱۳۷۹ھ)
علماء اہل حدیث میوات	بدرالزمان نیپالی	ندوۃ المحدثین، گوجرانوالہ	
علمائے ہند کا شاندار ماضی.....سید محمد میاں		مکتبہ محمودیہ، لاہور	۱۹۷۷ء
علوم الحدیث	مرتبہ: رفیق احمد رئیس سلفی	جمعیت اہل حدیث، علی گڈھ، نومبر ۱۹۹۹ء	
عمل بالحدیث	ولایت علی، ترجمہ: ابوبکر صدیق	مکتبہ سلفیہ، لاہور	۱۹۶۶ء
غداروں کے خطوط	تحقیق وترجمہ سلیم قریشی	نگارشات، ٹمپل روڈ لاہور	۱۹۹۴ء
فتاوی رشیدیہ	رشید احمد گنگوہی	سعید اینڈ کمپنی، کراچی	۱۹۸۵ء
فتاوی قادریہ	محمد لدھیانوی	مکتبہ قادریہ، لاہور	
فتاوی نذیریہ	سید محمد نذیر حسین	مکتبہ معارف الاسلامیہ، گوجرانوالہ، بار سوم ۱۹۸۸ء	
فضل الٰہی	خالد گھرجاکھی	جمعیت مجاہدین پاکستان	اشرف پریس لاہور
الفیوض المحمدیہ بتذکار سلالۃ لکویہ .....محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری			حجرہ شاہ مقیم، ۱۴۰۶ھ
کالا پانی	محمد جعفر تھانیسری	فیصل آباد	
کچھ ابوالکلام آزاد کے بارے میں..... مالک رام		مکتبہ قدوسیہ، لاہور	۱۹۹۲ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء مابین بٹالوی وقادیانی دراشاعۃ السنہ

محمد احسن نانوتوی	محمد ایوب قادری	مکتبہ عثمانیہ، کراچی	۱۹۶۶ء
مشاہدات کابل و یاغستان	محمد علی قصوری	انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی	
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں	محمد عمران ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی،	۱۹۷۹ء
مطالعہ بریلویت	خالد محمود	دارالمعارف لاہور	۱۹۸۶ء
مہر منیر	فیض احمد	گولڑہ	طبع پنجم، ۱۹۸۷ء
معقولات حنفیہ	ثناء اللہ امرتسری	نور اکیڈمی مکتبہ ثنائیہ، سرگودھا	
معیار الحق	سید نذیر حسین محدث	مکتبہ نذیریہ، قصور	۱۹۶۵ء
مکاتیب نذیریہ	مرتبہ عبدالعزیز وعبدالرؤف	محبوب المطابع دہلی	(اغلباً ۱۹۴۰ء)
موج کوثر	شیخ محمد اکرام	طبع لاہور	۱۹۹۲ء
مولانا عبیداللہ سندھی، افادات وملفوظات	مرتبہ محمد سرور		لاہور، ۱۹۶۶ء
مولانا عبیداللہ سندھی اوران کے چند معاصر	ابوسلمان شاہجہانپوری		کراچی، ۲۰۰۰ء
النبراس	حافظ محمد گوندلوی	ادارہ اشاعۃ السنہ لاہور	طبع اشرف پریس لاہور
نجاتیہ فارسی	شاہ فاخر زائر، اردو ترجمہ حافظ محمد اسحاق		لاہور، مارچ ۱۹۵۶ء
ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج	منور سلطان ندوی	حیدرآباد، ہند	جولائی ۲۰۰۴ء
نزھۃ الخواطر عربی (۷)	سید عبدالحی لکھنوی		
نزھۃ الخواطر (۸)	عبدالحی، علی میاں، مترجم انوارالحق قاسمی		کراچی ۲۰۰۴ء
نقش حیات	حسین احمد مدنی	اسلامی اکیڈمی، لاہور	
نقش دوام	انظر شاہ	لاہور	۱۹۸۹ء
نقوش عظمت رفتہ	محمد اسحاق بھٹی	مکتبہ قدوسیہ، لاہور	۱۹۹۶ء
نواب صدیق حسن خان	رضیہ حامد	باب العلم پبلی کیشنز	باردوم، ۱۹۹۸ء
ہدایۃ المعتدی فی القرأۃ للمقتدی	عبدالعزیز رحیم آبادی		آرمی پریس دہلی
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں	قاضی اطہر مبارک پوری		مکتبہ عارفین، کراچی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ہندوستان میں وہابی تحریک ..... قیام الدین، ترجمہ محمد مسلم کراچی۔۱۹۸۰ء

یادرفتگان سید سلیمان ندوی کراچی ۱۹۸۳ء

Barbra Metcalf, Islamic Revival in British India, Princeton Univ. Press, New Jersey, 1982

اخبارات و رسائل

ماہنامہ الرسالہ دہلی ..... اڈیٹر وحید الدین خان ..... جولائی ۲۰۰۱ء

ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر ..... فروری، مارچ ۱۹۷۶ء

ماہنامہ اشاعۃ السنہ ..... محمد حسین بٹالوی ..... جلد ۶۔ جلد ۸۔ جلد ۱۲۔ جلد ۱۳۔ جلد ۱۶۔ جلد ۲۰

ترجمان دہلی ..... نوگڈھ کانفرنس نمبر ..... دہلی ریکم جنوری ۱۹۶۲ء

پاکوڑ کانفرنس یادگار نمبر ..... مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند ..... دہلی ۲۰۰۴ء

الفرقان، لکھنؤ ..... جولائی ۲۰۰۱ء ..... دسمبر ۲۰۰۱ء

ہفت روزہ الاعتصام، لاہور ..... یکم ستمبر ۲۰۰۰ء ..... ۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۰ء ..... ۲۷/ اپریل ۲۰۰۱ء ..... ۷/ دسمبر ۲۰۰۱ء

ہفت روزہ اہل حدیث، امرتسر ..... ۳۔ ۱۰/ دسمبر ۱۹۳۷ء ..... ۲۸/ جون ۱۹۰۸ء ..... ۱۹۔ ۲۶/ مارچ ۱۹۲۰ء .....

۱۹/ اگست ۱۹۲۱ء ..... ۲۸/ جون ۱۹۲۹ء ..... ۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۰ء ..... ۴/ نومبر ۱۹۳۲ء ..... ۸/ دسمبر ۱۹۳۳ء .....

۲۰/ اپریل ۱۹۳۴ء ..... ۲۰/ ستمبر ۱۹۳۵ء ..... ۲۳/ فروری ۱۹۴۰ء ..... ۱۹/ اپریل ۱۹۴۰ء ..... ۱۴/ جون ۱۹۴۰ء .....

۱۲/ اپریل ۱۹۴۰ء ..... ۲۲/ فروری ۱۹۴۶ء

ہفت روزہ چٹان، لاہور ..... ج ۲۴ شمارہ ۲۸۔ ۱۲/ جولائی ۱۹۷۱ء

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور ..... ۵/ دسمبر ۱۹۹۷ء

مسلم اہل حدیث گزٹ، دہلی ..... ۶/ فروری ۱۹۳۴ء

ماہنامہ محدث، بنارس ..... اگست ۱۹۹۷ء ..... مارچ ۲۰۰۱ء ..... جولائی ۲۰۰۲ء

ماہنامہ محدث، لاہور ..... مئی ۲۰۰۱ء

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

ضروری یادداشت

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.kitabosunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تاریخ اہلِ حدیث

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انّه من سلیمان و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تاریخ اہلحدیث

جلد دوم

تالیف

محمد بہاء الدین

مکتبہ ترجمان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب : تاریخ اہل حدیث (جلد دوم)
صفحات : ۶۵۵
مؤلف : محمد بہاء الدین
ناشر : مکتبہ ترجمان، اہلحدیث منزل، ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔۶
طبع اول : ۲۰۰۸ء
تعداد
مطبع :

ملنے کا پتہ
مکتبہ ترجمان۔اہلحدیث منزل۔۴۱۱۶۔اردو بازار
جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

پیش لفظ: مولانا اصغر علی سلفی	۸
تاثرات: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری	۱۰
اہلحدیث تاریخ کے آئینے میں: مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی	۱۴
تاثرات: ڈاکٹر عبدالعلی ازہری	۱۷
محبانِ جماعت کی خدمت میں: شیر خان جمیل احمد عمری	۲۰
پیش لفظ	۲۳
سندھ اور ہند	۲۹
دور فاروقی میں برصغیر کے اہلحدیث	۳۲
دور عثمانی میں برصغیر کے اہلحدیث	۳۶
دور مرتضوی میں برصغیر کے اہلحدیث	۳۸
دور امیر معاویہ میں برصغیر کے اہلحدیث	۳۹
دور حجاج میں برصغیر کے اہلحدیث	۴۱
محمد بن قاسم اور اس کے اہلحدیث ہمراہی	۴۵
بنی امیہ کے آخری دور میں برصغیر کے اہلحدیث	۴۹
ابتدائی عباسی دور میں برصغیر کے اہلحدیث	۵۳
منصورہ کے اہلحدیث	۶۱
دولت ہباریہ کے اہلحدیث	۶۵
ہند میں بیرون سندھ اہلحدیث	۷۷
برصغیر میں تبلیغ اسلام	۸۱
فقہ: حقیقت و حجیت	۸۸
تقلید: حقیقت و حجیت	۱۱۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقہی مذاہب کی ترویج ۱۲۵
ہند میں اہلحدیث کی نشاۃ ثانیہ ۱۴۰
ہندوستان میں فقہ حنفی ۱۵۱

ظلماتٍ بعضها فوق بعض

فقہی جمود ۱۵۴
ارکان اسلام پر ہندی فقہاء کی مشق ستم ۱۶۴
عائلی زندگی پر ہندی فقہاء کی نظر کرم ۱۷۰
ہندی احناف میں سجدہ لغیر اللہ کا رواج ۱۷۹
ہندی احناف میں حفظ مراتب کا فقدان ۱۸۵
ہندی احناف کی شراب نوشی ۱۹۲
فقہاء ہند کی قرآن وحدیث سے بے اعتنائی ۱۹۵

مصابیح اللیل

امام حسن صنعانی ۲۱۵
خواجہ نظام الدین اولیاء ۲۱۷
شیخ شمس الدین ترک ۲۲۰
شیخ احمد بن یحی منیری ۲۲۲
شیخ محمد طاہر پٹنی ۲۲۵
شیخ عبدالحق محدث ۲۲۷
شیخ احمد سرہندی ۲۳۰
مرزا مظہر جانجاناں ۲۳۷
میر مرتضی واعظ ۲۳۹
شیخ ابوالحسن سندھی کبیر ۲۴۱
شیخ محمد معین سندھی ۲۴۳
شیخ محمد حیات سندھی ۲۴۴
شاہ ولی اللہ دہلوی ۲۴۸

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالعزیز واخوانہ	۲۷۹
قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۲۸۲
شاہ اسحاق دہلوی	۲۸۳
شاہ محمد اسماعیل دہلوی	۲۸۵

افنجعل المسلمین کا لمجرمین. مالکم، کیف تحکمون.

ام لکم کتاب فیه تدرسون

تکفیری مہم	۲۹۰
باب تاویل	۳۱۲
تحریف درسنن ابوداؤد	۳۱۶
تحریف درمشکوۃ المصابیح	۳۲۶
تحریف درقرآن مجید	۳۲۷
تحریف درمسند ابوعوانہ	۳۳۷

کم من فئةٍ قلیلةٍ غلبت فئةً کثیرةً با ذن الله

مبا حثات

مباحثہ بٹالہ ۱۹۶۸ء	۳۴۶
مباحثہ دیوبند	۳۴۷
مباحثہ امرتسر	۳۵۶
مباحثہ لدھیانہ اور اشتہار مسائل عشرہ	۳۵۷
مباحثہ فریدکوٹ ۱۸۸۳ء	۳۵۹
مباحثہ مرشدآباد ۱۳۰۵ھ	۳۶۴
مباحثہ داراپور، جہلم	۳۸۷
مباحثہ سرائے صالح، ہزارہ	۳۸۸
مباحثہ لاہور	۳۹۰

فلا وربّک لا یؤمنون حتّی یحکّموک فیما شجربینهم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثمّ لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مّمّا قضیت و یسلّموا تسلیماً

مقد مات

امرتسر ۱۸۷۰ء، ۱۸۷۵ء (مجسٹریٹ و چیف کورٹ)	۳۹۵
علومسجد، مدن پورہ، بنارس (ہائی کورٹ)	۳۹۸
میرٹھ ۱۸۸۵ء (ہائی کورٹ)	۴۱۶
جلالی پورہ بنارس ۱۸۸۵ء (ہائیکورٹ)	۴۲۸
تاج پورہ۔ترہت (پریوی کونسل)	۴۴۱
اوٹاوہ ۱۸۹۲ء (منصف)	۴۶۱
میرٹھ ۱۸۹۲ء (مجسٹریٹ)	۴۶۷
میرٹھ ۱۸۹۲ء (مجسٹریٹ)	۴۷۳
مسجد بندھانیاں ۱۹۰۲ء (ہائی کورٹ)	۴۷۶
باڑہ، دربھنگہ ۱۹۰۴ء (ہائی کورٹ)	۴۸۱
امرتسر ۱۹۱۲ء (منصف)	۴۸۲
سری نگر ۱۹۲۲ء (منصف)	۴۸۶
کاسگنج ۱۹۲۹ء (منصف)	۴۸۷
کیکڑی۔اجمیر ۱۹۳۵۔۱۹۲۲ء	۴۸۸
سملی ضلع پٹنہ (امارت شرعیہ پھلواری)	۴۸۹
گیا۔۱۹۳۶ء (منصف)	۴۹۰
امرتسر ۱۹۴۲ء (مجسٹریٹ)	۴۹۱
متفرق مقدمات	۴۹۲
چند عدالتی فیصلوں کا انگریزی متن	۴۹۴

حواشی

۱۔فقہی مذاہب	۵۵۵
۲۔اسماء البلاد	۵۵۷
۳۔فتح سندھ کا پس منظر	۵۶۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔سندھی ترجمہ قرآن	۵۶۵
۵۔پیرومل، سر باتک، رتن	۵۶۹
۶۔سید علی ہجویری	۵۷۱
۷۔امیر کبیر سید علی ہمدانی	۵۷۲
۸۔صوفیاء اور تبلیغ اسلام	۵۷۳
۹۔باب اجتہاد کی بندش	۵۷۹
۱۰۔ اوّل من قاس..	۵۸۲
۱۱۔محمود غزنوی اور قفال مروزی	۵۸۴
۱۲۔ ہند کے مسلم حکمران	۵۹۰
۱۳۔فقہی جمود اور تقلیدی غلو	۵۹۵
۱۴۔اجارہ فاسد	۵۹۷
۱۵۔قضاء قاضی	۵۹۸
۱۶۔شبلی کا درس بخاری	۶۰۲
۱۷۔آٹھویں صدی کی تحریک عمل بالحدیث	۶۰۳
۱۸۔شاہ ولی اللہ کے کندھے	۶۰۴
۱۹۔ایضاح الحق الصریح	۶۰۶
۲۰۔ جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد	۶۰۸
۲۱۔فتوی موسومہ انتظام المساجد	۶۲۸
۲۲۔لدھیانہ بمقابلہ گنگوہ	۶۲۹
۲۳۔عالم فاضل اور مقلد؟	۶۳۱
۲۴۔اشتہار مسائل عشرہ اور ادلہ کاملہ	۶۳۶
۲۵۔ مباحثہ فریدکوٹ سے متعلق غلط بیانی	۶۴۴
۲۶۔ایک جعلی دستاویز	۶۴۷
کتابیات	۶۵۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد لله رب العا لمین و الصلاۃ و السلا م علی انبی الکر یم و علی آ لہ و صحبہ ا جمعین و من تبعھم با حسا ن الی یوم الدین

عقیدہ واصول ومنہج اورافکار ونظریات جسے انسان اپنا تا ہے اوراس روشنی میں زندگی گذار کراس دنیا کو خیر باد کہہ دیتا ہے، اس کے اثرات ضرور پائے جاتے ہیں جیسا منہج وفکر اورعقیدہ ہوتا ہے اعمال اسی طرح صادر ہوتے ہیں۔ ہر دور میں اہل حدیثوں نے اپنا عقیدہ توحید خالص پر استوار کیا اور اپنا منہج حیات اور دستور زندگی نبی آخر الزمان محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ اور سنت ثابتہ وصحیحہ کو اسلاف کے فہم وفقہ کے مطابق بنایا جو ساری انسانیت کے للئے رحمت اور سب کیلئے اللہ تعالی کا ابدی واصلی پیغا مفلاح ونجات لے کر آئے تھے۔ ظاہر بات ہے اس کے نقوش واثرات اور خدمات انسانیت کے لئے عظیم سرمایہ اور خود اہل حدیثوں کے لئے سرمایہ افتخا راورورثہ عظیم ہیں لہذا اس کے حفظ وبقا کے لئے جوجتن ہو سکے اسے کرنا چاہیے۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے اور فریضہ بھی جس کو ادا کئے بغیر وہ عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ خوشی کا مقام ہے کہ اہل حدیث کی خدمات جلیلہ کی تدوین کا کام کسی نہ کسی شکل میں ہو رہا ہے دیر سہی بکھرے ہوئے اوراق اور منتشر معلومات کو یک جا کرنے کا کام ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی نشر واشاعت کا کام بھی انجام پا رہا ہے۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ پچھلے دنوں تاریخ اہل حدیث مرتبہ ومؤلفہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کا جلد اول منظر عام پر آ کر اہل علم واحباب جماعت سے خراج تحسین وتبریک حاصل کر چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب جس طرح پیرانہ سالی اور علامت مستمرہ (شفاہ اللہ وعافاہ) کے باوجود اس کام میں پیہم جٹے ہوئے ہیں اور سب کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں، علمی حلقوں اور کتب خانوں لائبریریوں اور مکتبات میں اس گراں قدر اضافہ کو نظر تحسین سے دیکھا جا رہا ہے نیز جماعتی تاریخ کے اس عظیم الشان باب کے اضافہ سے جہاں تشنگی بجھ رہی ہے وہیں اسلاف کے کارناموں پر مشتمل تاریخ کی دانستہ گم کردی جانے والی کڑیاں پھر سے ملنے لگی ہیں اور تاریخ سازیوں کی پاداش میں جو خلا نظر آتا تھا وہ پر ہوتا نظر آ رہا ہے مصنوعی وملمع ساز کڑیوں کے بجائے اصل اور سنہری کڑیاں جڑ گئی ہیں جسے دانستہ گم کرنے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔

آج ہم تاریخ کے اس تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے تاریخ اہل حدیث کی دوسری جلد شائع کر رہے ہیں اور یہی امید رکھتے ہیں کہ جلد اول کی طرح یہ جلد ثانی بھی علمی وجماعتی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔ قارئین مستفید ہوں گے اور اسلامی اور علمی لائبریریوں میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔ یہاں یہ بات لائق ذکر اور تنبیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ جلد اول میں عقاید اہلحدیث کے باب میں بعض علمائے کرام کے اقتباسات کے ضمن میں کچھ ایسی عبارتیں درآئی ہیں جس میں غموض وخفا ہے، اور صفات کے باب میں تفویض کا شبہ گزرتا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلک اہل حدیث واضح ہے کہ اسماء وصفات باری تعالی قرآن وحدیث میں ثابت شدہ ہیں ان کو اسی طرح مانا جاوے اور جس طرح وارد ہوئے ہیں ویسے ہی بلا کیفیت اور بغیر تشبیہ و بلاتعطیل اور بلا تاویل کے تسلیم کیا جائے۔

تاریخ اہل حدیث جلد ثانی کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ متعدد اہل علم کے تقریظات وتاثرات شامل اشاعت کئے جارہے ہیں جو تاریخ دان بھی ہیں، ذی علم بھی اور گوہر شناس علوم ومعارف و سیر سوانح بھی ہیں۔ نیز یہ کتاب مستطاب قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے وہ خود اس کے مشتملات سے مستفید ومحظوظ ہوں گے۔

سپردم بتو مایہء (خویش) را تو دانی حساب کم وبیش را

میں اس مناسبت سے ڈاکٹر صاحب موصوف کا مکرر، سہ کرر شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اس اہم تاریخی سفر کو رواں دواں رکھا ہے اور ہمیں اس کا اہل سمجھا ہے کہ ہم اس کی نشر واشاعت کا کام انجام دیں۔ اس موقع پر ہمیں بے حد مسرت ہورہی ہے کہ ہم محترم جناب ڈاکٹر عبدالعلی ازہری، مکرمی جناب مولانا ثناء اللہ سیالکوٹی امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ، محترم جناب ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، محترم شیخ عبدالمعید، عزیز گرامی قدر شیخ محترم مولانا شیر خان جمیل احمد صاحبان کا شکریہ ادا کریں جنہوں نے اس کتاب پر تاثرات ثبت فرمائے ہیں۔ خصوصاً برادرم شیخ جمیل احمد صاحب کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے جو ڈاکٹر صاحب موصوف سے مسلسل رابطے میں رہتے ہیں اور حتی الامکان تعاون بھی فرماتے ہیں۔ میں امیر محترم جناب حافظ محمد یحی بن حافظ حمید اللہ دہلوی حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں جو سخت حالات میں بھی مختلف و متعدد وہمہ جہت کاموں کو جاری رکھتے اور نئے پروگراموں اور کاموں کے انجام دیتے رہنے کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں اور اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھتے ہیں بلکہ بعض ہمت شکن حالات میں بھی اللہ تعالی پر بھروسہ اور توکل کے ساتھ کام شروع کردینے کا مشورہ دیتے ہیں اور اس کی تلقین کرتے ہیں۔ محترم ناظم مالیات ونائب ناظم اور دیگر تمام موقر اخوان کا شکر گزار ہوں جو اس طرح کے کاموں کو انجام دینے میں اپنا بھرپور تعاون پیش فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی اس سلسلہ کو مفید بنائے آمین۔

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

۱۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ء۔ مطابق ۲۵ مارچ ۲۰۰۸ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم احمدہ واصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی تصنیف، تاریخ اہل حدیث، کی جلد اول جب باصرہ نواز ہوئی تھی تو اسی وقت یہ علم ہو گیا تھا کہ جلد دوم بھی تیار ہے۔ اشتیاق تھا کہ جلد شائع ہو کر آئے تو استفادہ کا سلسلہ شروع ہو۔ اسی دوران ایک سمپوزیم میں شرکت کے لئے سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض جانے کا اتفاق ہوا۔ اس سفر میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم اعلی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ بھی ساتھ تھے۔ سمپوزیم کے اختتام کے بعد موصوف ہندوستان واپس آ گئے اور خاکسار چند روز کے لئے سعودیہ ہی میں ٹھہر گیا۔ ایک روز ان کا فون موصول ہوا کہ تاریخ اہل حدیث جلد دوم پریس کے لئے تیار ہے اور اس پر عاجز کو چند سطور لکھنا ہے۔ پہلی جلد منظر عام پر آئی تھی تو جماعتی حلقوں کی طرف سے جس طرح اس کا خیر مقدم کیا گیا، ہر طرف سے مسرت وانبساط کا جو اظہار کیا گیا اور پر جوش لوگوں نے جس طرح اس کی اشاعت پر تازگی محسوس کی اس سے جلد دوم پر کچھ لکھنے کے لئے مجھے حوصلہ ملا کیوں کہ اس طرح قارئین کو خوش خبری دینے اور مصنف محترم کو مبارک باد پیش کرنے میں آسانی تھی۔

ناظم اعلی کے (دہلی) آفس سے جلد دوم پر تاثرات قلم بند کرنے کے لئے مجھے اس کے پچاس صفحات ملے تھے جن میں بعض احباب کے تاثرات، فہرست مضامین اور بعض دیگر مباحث تھے۔ خاکسار سے کتاب پر تاثر لکھنے کا مطالبہ تھا لیکن پہلے میں احباب کے تاثرات ہی میں الجھ گیا۔ مجھے امید ہے کہ مرکزی جمعیت کے ذمہ دار مجھے اس، تجاوز، پر معذور تصور فرمائینگے۔ سب سے پہلے میں جلد اول سے ناظم اعلی صاحب کا یہ جملہ نقل کرنا چاہتا ہوں جو تاریخ کی اس کتاب کے عین مطابق ہے:

چنانچہ ہر دور میں اہل حدیثان عالم اور اسلاف کرام نے ان نقوش وآثار کو ثبت برقرطاس کرنے کی ہمہ جہت کوشش صرف کی، اور اسلام اور مسلمانوں کے ورثے میں ایک عظیم علمی وتاریخی سرمایہ افتخار جمع ہو گیا جس کی نظیر تاریخ انسانی میں ملنی مشکل ہے، جسے دنیا تاریخ اسلام، تاریخ اسماء الرجال، اور طبقات وشذرات وغیرہ ناموں سے جانتی ہے۔،

برطانیہ کی جمعیت اہلحدیث کے امیر مولانا ثناء اللہ نے جلد دوم کی ایک خصوصیت نمایاں کرتے ہوئے عدالت میں جماعت کے دفاع کی راہ میں افراد جماعت کی قربانیوں کی جانب اشارہ کیا ہے۔ لکھتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں: ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے زیرنظر جلد میں ان بہت سے مقدمات کا سراغ لگایا ہے جو اہل حدیث علماء وزعما پر قائم کئے گئے، پھر ان اصحاب کا ذکر کیا ہے جنہوں نے سوا سو سال پہلے ہزاروں روپے خرچ کر کے ان مقدمات میں دفاع کیا۔

اس مختصر اقتباس میں ایک طرف مؤلف باتمکین کی دیدہ ریزی کی جانب اور دوسری طرف جماعت اہل حدیث کے اہل خیر حضرات کی مالی قربانیوں کی جانب اشارہ ہے اور یہی دو بنیادی امر ہیں جن سے جماعتی تاریخ میں تابندگی آتی ہے۔

جلد دوم کے لئے محترم ڈاکٹر عبدالعلی ازہری صاحب کے تاثرات بھی بہت قیمتی ہیں۔ ان کے پرمغز اور حقیقت نما تاثر کے بعد میرا تاثر نہ بھی ہوتا تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن ایک تحقیقی و جماعتی خدمت میں اندراج کی خواہش دامن کش ہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی ازہری صاحب نے اپنے تاثر میں جماعتی اجتماع میں اپنے اور محترم بہاء الدین کے بیان پر ایک تیکھے تبصرہ بعد تاریخ نویسی سے متعلق ایک قیمتی اصول کا ذکر فرمایا ہے جس کی ہر دور میں بے حد اہمیت ہے، اور جس کا خود موصوف کو اپنی علمی زندگی میں تجربہ ہے۔ لکھتے ہیں:

تاریخ نویسی یا سیرت نگاری درحقیقت اصحاب حدیث کا کام ہے، حدیث کے شیوخ نے اس فن کو ترقی دی، اس میں کتابیں تحریر کیں۔

اصحاب حدیث کی بعض مجالس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ایک بڑی خوبی امام ذہبی یا دوسرے مورخین رجال میں یہ تھی کہ وہ حقائق کو چھپاتے نہیں تھے، جو بات صحیح ہوتی تھی اسے بیان کر دیتے۔ نہ کسی کے اچھے کام کو چھپایا، نہ ہی کسی کی غلط تعریف کی۔

محدثین کے منہج کا یہ تعارف اصل میں آج کے اور آئندہ زمانہ کے مورخین کے لئے بیش قیمت رہنمائی ہے۔ مسلمانوں کے جدلیاتی لٹریچر اور زبانی بیانات پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ مذکورہ منہج سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور اسی لئے احقاق حق وابطال باطل کی مشکلات میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

تاریخ اہل حدیث کے وقیع کام کو پڑھ کر یا اس سے متعلق سن کر ہر شخص غیر معمولی انبساط محسوس کرتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعلی صاحب اپنی امید وخوشی کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ کتاب درحقیقت برصغیر میں صرف اہل حدیث کی تاریخ نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی داستان ہے جو ان شاء اللہ تاریخ کے میدان میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔

مولانا شیر خان جمیل احمد عمری نے جلد دوم میں اپنی تحریر میں جماعتی تاریخ سے متعلق دستاویزات کے بارے میں لکھا ہے کہ دیمک کی نذر ہونے سے پہلے انہیں جماعتی تاریخ کا حصہ بنا کر محفوظ کر دینا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مناسب ہے ۔اس سلسلہ میں خاکسار کا ایک تجربہ یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں چھوٹے چھوٹے ذاتی کتب خانوں پر بھی نظر ڈالنا مناسب ہے کبھی کبھی ان میں قیمتی چیزیں ملتی ہیں اگر ان پر توجہ نہ ہو تو وہ یقیناً ضائع ہو جائیں گی ۔ جامعہ سلفیہ (بنارس) کے علمی منصوبوں کی تکمیل کے سلسلہ میں نوادر کتب کی دریافت کا جو تجربہ ہے اس سے عزیز موصوف کی بات کی تائید ہوتی ہے لہذا جماعتی حلقوں کو اس پہلو پر توجہ کی ضرورت ہے ۔مئو سے مولانا ابوالمکارم محمد علیؒ کے کتب خانہ کا ایک حصہ دبئی کے مرکز جمعہ الماجد کو منتقل ہوا اور ایک حصہ جامعہ عالیہ عربیہ میں آیا تو علم دوست حضرات نے اس پر طمانیت کا اظہار کیا کہ اس طرح یہ ذخیرہ بہتر طور پر محفوظ ہو جائے گا بالخصوص مرکز جمعہ الماجد میں مخطوطات اور قدیم مطبوعات کی صیانت وحفاظت کا اچھا انتظام ہے ۔کتبخانوں کی تاسیس وتحفظ کے سلسلہ میں ہندی مسلمانوں کی ایک تاریخ ہے اور جماعت کے یہاں یہ تاریخ زیادہ روشن ہے ہمیں اسی کا اعادہ کرنے کی ضرورت ہے ۔ ماضی میں بعض جماعتی کتب خانوں سے متعلق جو المیہ پیش آیا اس سے آج بھی دل میں کسک پیدا ہوتی ہے ۔

اب تک کی گفتگو میں ، ہم دیکھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں ، والا معاملہ تھا ۔لیکن حدیث غیر ، سے ہٹ کر اب حدیث خویش کی طرف آنا چاہیے ۔ کیونکہ کسی تصنیف کے منہج ومقصد کی بابت اس کے مصنف سے بہتر کسی کا بیان نہیں ہوسکتا ۔ کتاب کا مصنف ہی ان محرکات وعوامل پر صحیح روشنی ڈال سکتا ہے جو تصنیف کا سبب بنے ۔ اس نوعیت کے بیان کا اصل مقام تو کتاب کی جلد اول ہے لیکن مطول تصنیف کا ہر حصہ اپنے مشمولات کے لحاظ سے اپنے محرکات رکھتا ہے ۔محترم ڈاکٹر بہاء الدین کا جلد دوم کا پیش لفظ بھی انکے عظیم منصوبہ کے متعدد اہم محرکات ومقاصد پر روشنی ڈالتا ہے میں اسی تعلق سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں

ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ کا پیش لفظ صفحہ ۲۳ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۸ پر ختم ہوا ہے اور اس کے آغاز ہی میں موصوف نے تاریخ اہل حدیث کے اس منصوبہ کا تذکرہ کیا ہے جسے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس نے ۱۹۱۳ء میں منظور کیا تھا ۔ اور ذیلی عناوین وحصص کی تعیین کے بعد اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کا اسم گرامی تجویز کیا گیا ، اور موصوف نے اسے منظور فرما کر تقریباً چار سال میں مکمل فرما دیا لیکن طباعت کی نوبت ۱۹۵۳ء میں آئی ۔

میں خطائے بزرگان گرفتن خطاست ، کی معنویت کا قائل ہوں لیکن احتساب کا عمل اسی وقت موثر ہوگا جب ہم اپنے سابقہ سفر کی رکاوٹوں کو سمجھ کر انہیں دوبارہ موثر ہونے سے روکیں غور کا مقام ہے کہ ۱۹۰۶ء میں اہل حدیث کانفرنس کی تشکیل ہوئی اور ۱۹۱۳ء میں تاریخ اہل حدیث کی ترتیب کا منصوبہ منظور ہوا اور ۱۹۱۶ء تک اس کی ایک حد تک تکمیل بھی ہوگئی لیکن اشاعت کا کام ۱۹۵۳ء میں مکمل ہوا ۔غور طلب ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے بزرگ تاریخ اہل حدیث کے علمی منصوبہ کے خط وخال تقریباً ۹۵ سال پہلے طے کر چکے تھے، یہ ان کی بصیرت اخلاص اور بیش بینی کا واضح ثبوت ہے، افسوس اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے سازگار حالات پیدا نہ ہوئے ورنہ (بقول محترم بہاء الدین):

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس مصنف علام کی حوصلہ افزائی کرتی تو جس شخصیت نے ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء کے چار برسوں میں تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی ایک کتاب اس موضوع پر تیار کر دی تھی وہ ۱۹۱۶ء کے بعد اپنی زندگی کے چار عشروں میں تاریخ اہل حدیث پر معلومات اور مجلدات کا انبار لگا دیتی۔ لیکن بوجوہ ایسا نہ ہو سکا اور تاریخ اہل حدیث کا وہ پروجیکٹ جس کی داغ بیل ۱۹۱۳ء میں ڈالی گئی تھے انکی وفات تک تشنہ تکمیل رہا۔

کسی عملی منصوبہ کا اتنی لمبی مدت تک ملتوی رہنا کوئی خوش گوار امر نہیں، لیکن یہ تلخ داستان اس لئے نوک قلم پر آ گئی کہ کبھی کبھی ہم سے بے چارگی یا جھلاہٹ کا اظہار ہو جاتا ہے کیونکہ انگریزی سامراج کے عہد میں یا آزادی کے بعد جن لوگوں نے ہندوستان کی اسلامی تاریخ مرتب کی ہے وہ اپنا فرض ادا نہیں کر سکے ہیں، ان سے کھلے طور پر زیادتی ہوئی ہے۔ تاریخ نویسی کا عمل جس غیر جانبداری، انصاف پسندی اور موضوعیت کا متقاضی ہے اس کی تکمیل نہیں ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل نیت ومنہج کی نا استواری کا غماز ہے، لیکن اس طرح کی روش پر ہمیں توازن کھونا نہ چاہیے، جن کو اپنی تاریخ مرتب کرنا تھی انہوں نے کی، ہمیں اپنی تاریخ مرتب کرنا چاہیے اور واقعات وحقائق کی شرح وتوجیہہ میں اپنے اصولوں سے کام لینا چاہیے۔ متکلم جماعت مولانا نذیر احمد املویؒ نے اپنی معروف ومفید تصنیف، اہل حدیث اور سیاست، میں اس نقطہ پر بہت اچھی روشنی ڈالی ہے۔ ہم انصاف کے تقاضوں کی بات تو کر سکتے ہیں، لیکن اپنی ستائش وتمجید میں چلنے والے قلم کو روک نہیں سکتے، اس کا سب سے عمدہ حل یہی ہے کہ ہم خود اپنے ہاتھ میں قلم لیں اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی تحریروں کا مطالعہ کرنے والے حضرات تالیف وتحقیق کے میدان مین ان کی ژرف نگاہی کے ساتھ ساتھ ان کی بلیغ ادبی تعبیرات سے بھی بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ جلد دوم کے پیش لفظ میں اس سلسلہ کی ایک چیز قابل توجہ ہے۔ بدیع کے باب میں قرآن کریم سے اقتباس کی خوبی مخفی نہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے بعض مباحث کی طرف آیات قرآنی کے بعض جملوں سے اشارہ کیا ہے جس نے تعبیر کے حسن ومعنویت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا ہے۔ قرآن وسنت سے بے اعتنائی کے لئے ظلمات بعضها فوق بعض کا جملہ، خالص اسلام کی اشاعت کیلئے مصابیح اللیل کی ترکیب، تقلید میں غلو سے باز آنے والوں کے لئے یخرج الحی من المیت کا جملہ اور مباحثات میں جماعت اہل حدیث کی سرخروئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیلئے کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة با ذن الله کا جملہ مصنف باتمکین کے اعلی ادبی ذوق کی شہادت ہے۔ایک ادب شناس مصنف جب کسی موضوع میں ڈوب کر کچھ لکھتا ہے تو اس طرح کے نمونے اس کے کلام میں بکثرت نظر آتے ہیں۔

ان سطور کے اختتام پر مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کے امیر محترم حافظ محمد یحی صاحب، ناظم اعلی محترم مولانا اصغر علی صاحب اور دوسرے تمام عہدہ داران وارا کین حفظهم الله کو خراج تحسین وتہنیت پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی محنت توجہ اور دعاؤں سے اس کام کی تکمیل ہو رہی ہے جس کی بنیاد ۱۹۱۳ء میں رکھی گئی تھی، اور جو تمام افراد جماعت اور جملہ علم دوست حضرات کا محبوب ومقصود تھا۔اس مقام پر مصنف علام کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ وتعبیرات کا دامن بے حد تنگ ہے لہذا اس کی جگہ اللہ رب العزت سے ان کی ہر طرح کی صحت وسربلندی کے لئے، آخرت میں اجر جزیل کے لئے، اور اس عظیم ومفید علمی منصوبہ کی تکمیل کے لئے بصد تضرع وخلوص دعا ہے: اللهم احسن له الجزاء۔ و اسبغ عليه نعمة الصحة و العافية، و اكرمه فى الدنيا و الآخرة۔ فانك سميع مجيب۔

درحقیقت محترم ڈاکٹر صاحب کی محنت ہمت وحوصلہ اور جماعت کے لئے ان کے اخلاص و فدائیت ہی کی یہ تاثیر ہے کہ ہر طرف سے ان کے کام پر صدائے تحسین وآفرین بلند ہو رہی ہے اور لوگ دست بدعاء ہیں کہ، کتاب تحریک ختم نبوت، کی طرح یہ منصوبہ بھی بحسن وخوبی انجام پذیر ہو جائے۔اللہ تعالی کی کارسازی سے قوی امید ہے کہ تاریخ اہل حدیث کی تمام جلدیں مصنف کے منصوبہ کے مطابق مکمل ہوں گی اور ان کی اشاعت کا شرف مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کو حاصل ہوگا۔ بعون الله و توفيقه۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس، ۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں

الحمد للّٰه و الصّلوة و السّلام على سيّد الانبياء خير خلقه محمّد خاتم الانبياء وعلى آله واصحابه۔ اما بعد

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ایک گروہ ایسا رہے گا جو حق پر ہوگا اور اس گروہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ امام بخاری کے استاد امام علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اہلحدیث ہیں۔ اہل حدیث حضرات نے وہی دعوت دی جو کوہ صفا پر آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ صحابہ کرام، آئمہ عظام کی دعوت بھی یہی تھی، انہوں نے دعوت حق کی خاطر وقت کے حکمرانوں سے ٹکر بھی لی، قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔ ان پر طعن و تشنیع کے نشتر بھی چلائے گئے۔ یہ اپنے موقف پر ایک مضبوط چٹان کی طرح جمے رہے۔ طوفانوں اور آندھیوں نے اپنے رخ موڑ لئے لیکن ان کو راستہ سے نہیں ہٹا سکے۔

تاریخ کی ستم ظریفی بھی دیکھئے جو لوگ ہوا کا رخ دیکھ کر اپنے نظریات بدل لیتے ہیں جن کی جبینیں حکمرانوں کے دروں پر جھکانے کی وجہ سے خاک آلودہ ہیں، جنہوں نے ہمیشہ حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملائی، اور ان سے مفادات اٹھائے، وہی آج اہل حدیث حضرات کو طعنے دیتے ہیں کہ یہ کل کی پیداوار ہیں، ان کا نام انگریزوں نے رکھا تھا۔ انہیں اتنا بدنام کیا گیا، غیر ملکی حکمرانوں کے سامنے انہیں اس انداز سے پیش کیا گیا، ملک میں جو کچھ ہوتا ہے، آپکے خلاف جو بھی قدم اٹھاتا ہے اس میں سرفہرست یہی حضرات ہیں۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب، جنہیں تاریخ اہل حدیث پر عبور حاصل ہے، نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ تمام اعتراضات جو اہل حدیث پر لگائے جاتے ہیں ان کا جواب علمی اور تاریخی حوالوں سے دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے ہندوستان و پاکستان کے پرانے لٹریچر کا سراغ لگا کر ان دستاویزات اور مقدمات کو نکالا اور لوگوں کے سامنے رکھا کہ دیکھئے اصل حقیقت کیا تھی؟ ڈاکٹر صاحب نے جلد اول میں قدامت اہل حدیث بیان کی، پھر بتایا کہ انہوں نے ہندوستان میں اپنی دعوت کیسے پھیلائی۔ یہ تذکرہ سات سو صفحات کو محیط ہے۔ جس آدمی نے بھی پہلی جلد دیکھی وہ حیران رہ گیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کس طرح برطانیہ میں رہ کر یہ کام کیا۔ دوسری جلد کا جب مسودہ مجھے ملا میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بلکہ کئی دن اس میں صرف کر دیے کہ اس پر لکھوں تو کیا لکھوں۔ انہوں نے یہ کام کیسے کیا؟

ڈاکٹر صاحب نے اس میں واضح کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ کے ادوار میں جو مجاہدین ہندوستان آئے وہ تمام کے تمام اہلحدیث تھے۔ انہوں نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ سندھ میں سب سے پہلے جو مسلمان لشکر آیا وہ اہل حدیث تھے۔ سندھ (منصورہ) کے اکثر مسلمان اہل حدیث تھے۔ پھر ان حالات کا ذکر کیا جب یہاں اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے اسلام کے نام پر رسوم و رواج، بدعات کا ایک عجیب و غریب آمیزہ تیار کیا گیا۔ اسے ظلمات بعضھا فوق بعض کے عنوان سے مناسب تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھران علماء وصلحاء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے نا مساعد حالات میں کتاب وسنت کی طرف دعوت کے عمل کو زندہ رکھا اور آگے بڑھانے کی کوشش کی۔انہیں مصا بیح اللیل (رات کے چراغ اور فانوس) سے تعبیر کیا۔ان بزرگوں نے کفر وشرک کے اندھیروں میں کتاب وسنت کے دیئے جلائے اور یہ بیابانوں کی شبہائے تاریک میں قندیل رہنمائی کا کردار ادا کرتے رہے۔

تو لج اللیل فی النھار و تو لج النھار فی ا للیل و تخر ج الحی من المیت و تخر ج المیت من الحی و تر ز ق من تشاء بغیر حسا ب(آ ل عمران ۔ ۲۷) کی تفسیر میں سندھ کے اہل حدیث معاشرہ کا صفحۂ ہستی سے گم ہو جانا،اوران کی جگہ ہندوستان کے بیشتر حصوں میں فقہی جمود کا دور دورہ ہو جانا۔اور پھرانہیں جامد فقہاء کے بطون ومتون سے عمل بالحدیث کے داعیوں کا جنم لینا، بیان کیا ہے

پھران لوگوں کا ذکر کیا جنہوں نے اپنی ہی صفوں سے فقہی جمود کے خلاف احتجاج وانقلاب کا بیڑہ اٹھانے والوں کوظم وجور کے تمام حربے استعمال کرتے ہوئے انہیں خاموش کر دینے کی کوشش کی۔ان کے خلاف مقدمات قائم کئے، ان کے خلاف فتوی جاری کئے اور کرائے۔مساجد کے دروازے ان پر بند کرائے، ان کے معاشرتی بائیکاٹ کئے،انہیں عدالتوں میں گھسیٹا۔ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے زیر نظر جلد میں ان بہت سے مقدمات کا سراغ لگایا ہے جو اہل حدیث علماء وزعماء پر قائم کئے گئے۔پھران اصحاب کا ذکر کیا ہے جنہوں نے سوا سو سال قبل ہزاروں روپئے خرچ کر کے ان مقدمات میں دفاع کیا۔اگر ایسا نہ کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ مساجد میں ان کا داخلہ ممنوع ہو جاتا۔پھرانہوں نے ان دستاویزات اور عدالتی فیصلوں کی عبارتیں نقل کی ہیں جو اہل حدیث حضرات کے خلاف تحریر کئے گئے تھے۔انگریزی فیصلوں کے اردو تراجم میں جو غلطیاں ایک سو سال سے چلی آ رہی تھیں انہیں انگریزی متن کو سامنے رکھ کر دور کر دیا ہے اور بعض فیصلوں کا انگریزی متن بھی شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔ان مباحث کا ذکر کیا ہے جو اہل حدیث علماء اور دیگر حضرات میں انیسویں صدی اور بیسویں کے نصف اول میں چلتی رہیں اور انیسویں صدی کے ربع آخر میں ہونے والے چند یادگار مباحثوں کو مناقب اور حشو وزوائد حذف کر کے شامل اشاعت کیا ہے۔مقدمات و مباحثات کی یہ داستان کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ کی ایک تعبیر ہے،قرآن وحدیث کے الفاظ میں ان کی سرخیاں لگا کر ایک اچھوتا انداز اپنایا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس علمی کاوش کو ہر اہل حدیث نے بنظر استحسان دیکھ رہا ہے جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کہ تاریخ اہل حدیث کی جلد اول کو شائع کرنے کا اعزاز ہندوستان کی جماعت کو حاصل ہوا اور دوسری جلد بھی اسی جماعت کے زیر اہتمام شائع ہونے جا رہی ہے۔اگر دیکھا جائے تو تنظیمی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے ہندوستان میں ۱۹۰۶ء میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی تو سو سال بعد ڈاکٹر صاحب نے اسے تاریخ اہلحدیث جلد اول کا تہنیتی تحفہ دیا تھا۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب سے جب دوسری جلد کے بارے میں بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اس قسم کی مزید جلدیں تیار کر کے شائع کرنے کا پروگرام ہے جن میں ماضی قریب کے اہل حدیث کا تاریخی اور تاریخ سے متعلق بیشتر ضروری لٹریچر آجائے۔ ڈاکٹر صاحب کے کام کی رفتار کا اندازہ اس سے لگائیے کہ تاریخ اہل حدیث کی ایک ضخیم جلد منظر عام پر آنے سے قبل دوسری ضخیم جلد انہوں نے برائے طباعت تیار کر لی ہے۔ اور اسی دوران انہوں نے تحریک ختم نبوت کی پانچویں جلد تیار کر کے ناشرین کے حوالے کر دی ہے اور زیر طبع ہے، جبکہ تحریک ختم نبوت کی جلد ششم قریب التکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو وافر توفیق اور کامل صحت عطا فرمائے تاکہ جو کام انہوں نے شروع کر رکھے ہیں، وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جائیں۔ جماعت کے کرنے کے یہ عظیم کام اللہ کا یہ بندہ اکیلا کر رہا ہے۔ نہ صلے کی پرواہ، نہ ستائش کا خواہاں۔ ایک سچی لگن ہے جس پر عمل پیرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس دوست کی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے اور امت کیلئے نفع بخش بنائے۔ جزاه الله عنا و عن جميع المسلمين فى الدارين خيراً ۔علامہ اقبال کے شعر پر اپنی گذارشات کو ختم کرتا ہوں:

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

ثناء اللہ سیالکوٹی (امیر جمعیت اہل حدیث برطانیہ) ۲۵ نومبر ۲۰۰۷ء

تاثرات

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحمن۔ نحمده و نصلّی علی رسوله الكريم

ڈاکٹر محمد سلیمان صاحب حفظہ اللہ سے پہلی ملاقات صراط مستقیم (برمنگھم) کے صفحات پر ہوئی جن میں انہوں نے فتنہ قادیانیت کے خلاف علمائے اہل حدیث کی جدوجہد اور جہاد کو پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا اور اس بات کو واضح کیا تھا کہ کس طرح کچھ لوگ اپنے علماء کے نام اس جدوجہد کا سہرا باندھنے کے لئے تاریخ کو مسخ کر کے پیش کر رہے ہیں۔ اس کے بعد دو تین جگہوں پر جمعیت اہل حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برطانیہ کے اجتماعات میں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کا شرف حاصل رہا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں بھی چاق و چوبند تھا اور دور دراز علاقوں میں بھی بغیر بلائے ہوئے جمعیت کے اجتماعات میں اپنے علاقے کے لوگوں کے ساتھ شرکت کے لئے سفر کر لیتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی صحت بھی ٹھیک تھی اور وہ بھی آ جاتے تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم لوگوں کو سٹیج پر دعوت دینے کی ضرورت اس وقت محسوس کی جاتی تھی جب خوش بیان اور لوگوں کو لطیفے اور قصے سنا کر دل موہ لینے والے مقررین کسی وجہ سے اجتماع میں نہیں پہنچ پاتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا بیان تاریخی ہوتا تھا اور سامعین میں سے وہی لوگ استفادہ کر سکتے تھے جن کو تاریخ سے یا اپنے اسلاف کے کارناموں کو جاننے سے دلچسپی ہوتی تھی۔ میری تقریر بھی سادہ ہوتی تھی اور وہ بہت سے لوگوں کے حلق سے اسلئے نہیں اتر پاتی تھی کہ اس میں مسلمانوں کے موجودہ حالات پر بے لاگ تبصرہ ہوتا تھا۔

ڈاکٹر صاحب ماشاء اللہ بہت باہمت عالم دین ہیں، انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تاریخ اہلحدیث مرتب کی جائے اور اس طرح ایک عظیم کام کو اس اکیلے آدمی نے انجام دیا۔ پتہ نہیں کیوں انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ میں ان کی کتاب میں چند سطریں لکھوں۔ انہوں نے یہ پیغام عزیزم شیر خان جمیل احمد عمری کے ذریعہ پہنچایا۔ میں ڈاکٹر صاحب کی علمی صلاحیت کا معترف ہوں، میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ کچھ لکھوں لیکن ان کے کام کی قدر کرنا بھی ضروری ہے۔ پہلی جلد میں جماعت اہلحدیث کے مخلص علماء کے تاثرات درج ہیں۔ میرے محترم ساتھی ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری نے کتاب کے بارے میں اپنے تاثر کا اظہار کیا ہے۔

تاریخ نویسی یا سیرت نگاری درحقیقت اصحاب حدیث کا کام ہے۔ حدیث کے شیوخ نے اس فن کو ترقی دی اور اس میں کتابیں تحریر کیں۔ چونکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا دارومدار راویوں کی صداقت، دیانت اور حفظ پر ہوتا تھا اسلئے یہ معلوم کرنا ضروری تھا کہ ایک حدیث کے راویوں میں کون ثقہ اور قابل اعتبار ہے۔ کس کی یادداشت کمزور تھی یا آخری عمر میں کمزور ہوگئی تھی اور کون غلط گو اور جھوٹا تھا۔ اس سلسلے میں ان مورخوں کو ہر راوی کے حالات کا تتبع کرنا پڑتا تھا اور جہاں سے بھی کوئی بات ان کو مل جاتی تھی اسے اپنی کتاب میں درج کر دیتے۔ اس سلسلے کی سب سے پہلی کتاب طبقات ابن سعد (متوفی ۲۴۷ء) ہے، پھر چند سالوں کے بعد امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر تصنیف کی اور یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ ساتویں صدی ہجری میں امام ذہبی نے رجال پر مختلف کتابیں تصنیف کر کے علم اور معرفت کے میدان میں زبردست کارنامہ انجام دیا۔ ان کی سیر اعلام النبلاء، جو ۲۳ جلدوں پر مشتمل ہے، اور تاریخ الاسلام جو ۱۵ جلدوں پر مشتمل ہے اور جس میں ۲۹ ہزار سے زائد تراجم ہیں، ہم لوگوں کو ماضی سے جوڑتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

ایک بڑی خوبی امام ذہبی یا دوسرے مورخین رجال میں یہ تھی کہ وہ حقائق کو چھپاتے نہیں تھے۔ جو بات صحیح ہوتی تھی اسے بیان کر دیتے۔ نہ کسی کے اچھے کام کو چھپایا، نہ ہی کسی کی غلط تعریف کی۔ جس آدمی کی صداقت مسلّم تھی اس کی حدیثوں کو صحیح قرار دیا، جس کی صداقت پر اعتراض تھا، یا جس کو حدیث میں کوئی درک نہیں تھا، وہ بھی آشکارا کر دیا۔

جب تاریخ نویسی محدثین کرام کے دائرے سے نکل کر مسلکی گروہوں کے علماء کے پاس آئی، تو غلط بیانیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ کوئی اپنے امام کو تابعی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، کوئی اپنے امام کو حدیث کا سب سے بڑا عالم شمار کرنے میں لگا ہوا ہے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور موجودہ دور میں بھی بہت سے علماء اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ جیسے بھی ہو، اپنے گروپ اور اپنی مسلکی جماعت کی فضیلت اور برتری ثابت کی جائے۔ اس لئے وہ دوسروں کے کارنامے اپنے علماء کے نام منسوب کرنے میں ذرا بھی شرم وحیا سے کام نہیں لیتے۔ اس کی بہترین مثالیں ڈاکٹر سلیمان صاحب نے قادیانیت سے متعلق اپنے مقالات میں دی ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جلد اول میں عرض مؤلف میں تھوڑا سا نقشہ ان کوششوں کا کھینچا ہے جو اہل حدیث کے مخالفین نے اپنے علماء کے کارناموں کو اجاگر کرنے میں صرف کی ہیں اور اس سلسلے میں اس بات کو بھی جائز سمجھا ہے کہ دوسروں کے کام کو اپنے نام منسوب کر دیا جائے۔ مولانا عبدالمعید مدنی نے بھی اپنے تاثرات میں دور حاضر کے بہت سے نامی گرامی علمائے کرام کی ذہنی پریشانیوں کا ذکر کیا ہے جن کو اس بات کا یقین ہے کہ اہل حدیث ایک حق جماعت ہے اور اس کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات پر ہے لیکن وہ برملا اس کا اعلان اس لئے نہیں کر سکے کہ انہیں اپنے مریدوں کا ساتھ چھوٹ جانے کا خطرہ تھا۔

ڈاکٹر صاحب نے تاریخ اہل حدیث مرتب کرنے کا جو بیڑہ اٹھایا ہے، اس کی یہ دوسری جلد ہے جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ صرف فہرست عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ڈاکٹر صاحب کی معلومات اور طرز تحریر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف برصغیر میں اہل حدیث علماء کی ان خدمتوں کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے یہاں کے جاہل عوام کے اندر اسلام کی صحیح تعلیمات پیش کرنے کے لئے کیں، بلکہ ان تمام مصائب اور تکالیف کا بھی ذکر کیا ہے جو انہیں اس راہ میں ان لوگوں کی طرف سے پیش آئیں جو مسلمان کہلاتے تھے۔ انہیں کافر کہا گیا، حکومت وقت کے ساتھ ساز باز کر کے ان کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالا گیا۔ لیکن پھر بھی انکے پائے ثبات میں لغزش نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ کے ان نام نہاد بندوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے حدیثوں کے اندر تحریف کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، بلکہ اپنا مسلک ثابت کرنے کے لئے قرآن کی آیتوں میں بھی اضافہ کرنے سے باز نہیں آئے۔

ڈاکٹر صاحب نے نہایت تفصیل کے ساتھ ان سب چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ کتاب درحقیقت برصغیر میں صرف اہل حدیث کی تاریخ نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی داستان ہے جو انشاء اللہ تاریخ کے میدان میں ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔

اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کو صحت و عافیت عطا کرے تاکہ وہ اپنے منصوبے پر عمل درآمد کر سکیں اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک تاریخی دستاویز دے جائیں جس سے ان کو اپنے دین کے بارے میں صحیح معلومات مل سکیں۔

ڈاکٹر عبدالعلی حامد ازھری۔ پروفیسر دی مسلم کالج لندن (۸ دسمبر ۲۰۰۷ء)

محبانِ جماعت کی خدمت میں ....

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

تاریخ اہل حدیث کی جلد اول کے تقریباً ایک سال بعد جلد دوم قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ اس میں بہت سی دیگر باتوں کے علاوہ چند مباحثات و مناظرات کا تذکرہ ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ جوں جوں کام آگے بڑھے گا، مزید مباحثات نقل کئے جائیں گے، اسی طرح جلد ہذا میں کچھ عدالتی مقدمات کا ذکر ہے جو زیادہ تر ابتدائی دور کے ہیں، اور مناسب وقت پر مزید اندراج ہوں گے بشرطیکہ اس موضوع سے متعلق ثقہ روایات اور دستاویزات دست یاب ہو جائیں۔ جماعت کے کارکنوں اور اکابرین نے تحریک عمل بالحدیث کو آگے بڑھانے میں جن مشکلات و مصائب کا سامنا کیا ہے اس کا ذکر بھی جلد ہذا میں آیا ہے، انشاء اللہ مزید بھی آئیگا کیونکہ یہ ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ اور احباب جماعت سے گذارش ہے کہ اس سلسلے میں کوئی دستاویزات، تحریریں، معلومات کہیں موجود ہوں تو ان کی جانب رہنمائی فرمائی جائے۔

ناظرین یہ خیال رکھیں کہ تاریخ اہل حدیث کا یہ کام کسی جگہ پہلے سے موجود ذخیرہ معلومات کی کتابی تشکیل و تقسیم نہیں ہے بلکہ معاملہ اس کا الٹ ہے کہ ادھر ادھر بکھری ہوئی معلومات کو اکٹھا کر کے ایک ذخیرہ بنانے کی کوشش ہو رہی ہے اور جتنا جمع ہو جاتا ہے اسے چینالائز channelise کیا جارہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ مواد کی خیرات کیلئے ان کی درخواست عموماً صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے یا دیواروں سے ٹکرا کے واپس چلی آتی ہے۔ تاہم جب سننے والے کانوں میں جا گھسے تو فقیروں کی جھولی میں خیرات آ گرتی ہے اور کچھ کام نکل جاتا ہے۔ یہ فلسفے، سائنس، معاشیات یا سیاسیات کی کتاب نہیں ہے کہ ہم اپنا فلسفہ بکھارنے لگیں یا اپنے تجربات کرنے لگیں، یا اپنے نظریات بیان کرنے لگیں، یہ تاریخ کا بیان ہے اور تاریخ ماضی کا نام، اور گذرے ہوئے کی داستان ہے، اور اتنی ہی بیان ہو سکے گی جتنی معلوم ہو سکے گی، اور اتنی ہی مستند ہو گی جتنے راوی، اور دستاویزات مستند ہوں گی۔ ہمارا یہ کام . جتنا گڑ ڈالو، اتنا ہی میٹھا ہو گا . کی مثال ہو گا۔ جس قدر ہمیں مواد ملے گا ہم اسے ضیاع سے بچا کر بہتر صورت میں (بشرط صحت و زندگی) جماعت کو لوٹا دیں گے۔ ان شاء اللّٰہ

تاریخ اہل حدیث کا ایک مخزن حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کا اشاعۃ السنّہ ہے جس کی سوا سو سال قدیم چند جلدوں کو مجھے حال ہی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ مسلک اہل حدیث کے دفاع اور عمل بالحدیث کی ترویج کے لئے، تحریری، تقریری، تحریکی کام جس قدر مولانا بٹالویؒ نے کیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ عدالتی اور صحافتی محاذ پر بھی انہوں نے بلا خوف لوئمۃ لائم اہلحدیث کے دفاع کا کام کیا ہے۔ وہ شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے چہیتے شاگرد اور عارف باللہ حضرت مولانا سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید خاص ہونے کی وجہ سے مجمع البحرین تھے۔ شاید اسی لئے انہوں نے جس قدر کام عمل بالحدیث کے فروغ کیلئے کیا، اتنا ہی اہل حدیث حضرات میں پیری مریدی یعنی خانقاہی نظام کے سدباب کے لئے بھی کیا۔

نیز انہوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کے تحفظ، بقاء کی خاطر بھی بے پناہ کام کیا عیسائی پادریوں کی یلغار روکنے میں ان کا حصہ انتہائی قابل قدر ہے۔ جناب سرسید احمد خان کے نظریات کے رد میں سب سے زیادہ وقیع کام انہی کا ہے۔ قادیانیت کے رد میں ان کی خدمات بے مثال ہیں۔ فتنہ انکار حدیث کے رد میں انہوں نے بے پناہ کام کیا ہے۔

مولانا بٹالوی کا علمی ورثہ بوجوہ طاق نسیاں میں پڑا رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ان کے اشاعۃ السنہ کی چند جلدیں کچھ عرصہ قبل فیصل آباد پاکستان سے فوٹو کاپی کی صورت میں جناب محمد اشرف جاوید لائبریرین جامعہ سلفیہ سے منگوائیں۔ پھر ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری اور مولانا عبداللہ سعود سلفی کی مہربانی سے جامعہ سلفیہ بنارس سے چند جلدیں بصورت سی ڈی موصول ہوئیں۔ پھر تقریباً دس جلدیں جامعہ فیض عام مئو ناتھ بھنجن کے شیخ الجامعہ مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی نے عاریتاً ارسال فرما دیں۔ نتیجتاً اہل حدیث کا یہ اولین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ، تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے صفحات میں پھر سے قارئین کی خدمت میں پیش ہو رہا ہے۔ اللہ تعالی ان بزرگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

پچھلے دنوں مجھے ڈاکٹر صاحب کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا جہاں ایسی دستاویزات بھی دیکھنے کو ملیں جنہیں دیمک کھائے جا رہی ہے اور جنہیں ہاتھ لگانے سے کاغذ ٹوٹ پھوٹ کر بکھر جاتا ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب ہیں کہ اپنی خرابی صحت کے باوجود ایسی کتابوں اور دستاویزات کو کھولے بیٹھے ہیں جن کی باس سے ہی زکام، فلو اور کھانسی کا دورہ پڑ جاتا ہے اور پھر ہفتے عشرے تک آدمی سنبھل ہی نہیں پاتا۔ قربان جایئے ڈاکٹر صاحب کے کہ انہوں نے جماعتی تاریخ کو اکٹھا کرنے کا جو عزم کر رکھا ہے، مشکلات و مصائب کے علی الرغم دن رات اسی کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔

میں نے سوچا کہ اگر یہ دستاویزات یہاں نہ پہنچ پاتیں تو ان میں موجود معلومات کچھ عرصہ بعد عنقا ہو جاتیں۔ پاکستان اور ہندوستان میں نہ معلوم کہاں کہاں دیمک ہماری تاریخ کی دشمن جان بنی ہوئی ہو گی۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ وہ وقت آنے سے پہلے کہ جب خستہ ہو جانیکے باعث ان دستاویزات کا پڑھا جانا ممکن نہ رہے، یا وہ ویسے ہی دیمک کے پیٹ میں منتقل جائیں، انہیں تاریخ اہلحدیث کا حصہ بنا کر آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ کر دیا جائے۔

میری تمام محبان جماعت سے استدعا ہے کہ اس تاریخی نوعیت کے کام پر تنقید بھی کریں کہ تنقید سے کتاب کا رخ سنورتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ تاریخ اہل حدیث سے متعلق معلومات کی طرف رہنمائی بھی فرمائیں اور جن بزرگوں کے پاس دستاویزی معلومات ہیں وہ اخبارات و رسائل، اور کتب قدیمہ کی جھلک ڈاکٹر صاحب کو دکھا دیں۔

اسی طرح اس موقع پر میں تمام قارئین سے یہ درخواست بھی کرونگا کہ محسنِ جماعت ڈاکٹر محمد بہاء الدین صاحب کے حق میں خصوصی دعائیں فرمائیں کہ اللہ تعالی صحت و عافیت کے ساتھ ان کے سائے کو جماعت پر تادیر قائم رکھے تاکہ تاریخ اہل حدیث کا بقیہ کام بھی بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

و ما ذلك على اللّٰه بعزيز

شیر خان جمیل احمد عمری۔ ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد للّٰہ و الصّلوۃ و السّلام علی سیّد الانبیاء محمّد رّسول اللّٰہ و علی آ لہ واصحا بہ اجمعین

مارچ ۱۹۱۳ء میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا اجلاس امرتسر میں ہوا جس میں اس دور کے اکابر اہلحدیث علماء مثل حافظ عبداللہ غازیپوری، جناب ثناء اللہ امرتسری، جناب شمس الحق محدث شارح ابوداؤد، حافظ عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی، جناب شاہ عین الحق پھلواری، حافظ عبدالجبار عمرپوری، حاجی عبدالغفار، علی جان والے، حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہم شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں حافظ محمد ابراہیم میر نے اہلحدیث اور مذہب اہلحدیث کے عنوان پر تقریر فرمائی جسے سارے جلسے کی زینت اور جلسہ کی جان کہا گیا۔ بعد ازاں اس اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ ایک بسیط تاریخ اہلحدیث لکھی جائے اور یہ کام جناب محمد ابراہیم سیالکوٹی کے سپرد کر کے تجویز کیا گیا کہ تاریخ اہل حدیث کے حصص یہ ہوں گے:۔

☆ اہلحدیث کی ابتدا ☆ اہلحدیث کا مذہب ☆ اہلحدیث کا ذکر کس کس کتاب میں ہے ☆ اہلحدیث کا دوسرے فرقوں کے ساتھ کیا تعلق رہا ☆ اہلحدیث میں باہمی اختلاف کیا کیا ہوا ☆ اہلحدیث کے امام اور اس مسلک کو ترقی دینے والے حضرات کون کون ہوئے ☆ مسلک اہلحدیث کی اشاعت مختلف بلاد میں کس طرح ہوئی ☆ اہلحدیث کی ترقی و اشاعت ملک ہندوستان میں کس طرح اور کب اور کس سے ہوئی ☆ اہلحدیث کے امتیازی نشان، اور دیگر فرقوں سے اختلافی امور، طرز استدلال، طریق استنباط ☆ شیخ محمد بن عبدالوہاب کا اہلحدیث کے ساتھ کیا تعلق۔

اہل علم سے درخواست کی گئی کہ چونکہ یہ قومی کام ہے اس لئے وہ تاریخ اہلحدیث کے متعلق اپنے معلومات سے حافظ ابراہیم میر کو مطلع فرماویں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۱۲)

جناب محمد ابراہیم میر لکھتے ہیں کہ

اعیان اہل حدیث نے یہ خدمت میرے ذمہ ڈالی تو میں نے خدا کا نام لے کر تعمیل ارشاد کرتے ہوئے اسے شروع کر دیا۔ اور ساتھ ساتھ اخبار اہل حدیث امرتسر میں اس کی اشاعت جاری کر دی کہ علمائے باوقار کو پہلے ہی اس پر نظر کرنے کا موقع مل جائے اور دوبارہ محو و اثبات کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ اور دوسرے سال آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا جلسہ پشاور میں منعقد ہوا اور میں نے مسودہ کا کچھ حصہ علمائے اہلحدیث کی ایک خاص مجلس میں سنایا جس میں حافظ عبداللہ غازیپوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی اور دیگر اعیان اہلحدیث موجود تھے۔ حافظ غازیپوری نے اس پر اظہار مسرت کیا اور خاکسار کو دعائیں دیں.... پہلے حصے کے اختتام کے بعد سوا دو سال تک تصنیف کا کام میری علالت کے باعث رکا رہا۔ خدا نے شفا بخشی تو دوسرا حصہ بھی اختتام کو پہنچ گیا جو تدوین علم حدیث کے متعلق ہے ..اس کے بعد مدت تک مسودہ میرے پاس پڑا رہا اور کانفرنس کو بوجہ دیگر اشتغال کے اس کی طباعت کی طرف رخ کرنے کا موقع نہ ملا۔ آخر مولانا ثناء اللہ کی تحریک سے ۱۹۳۲ء میں دہلی میں ایک سب کمیٹی مقرر ہوئی جس میں حاجی عبدالغفار علی جان والے صدر اہلحدیث کانفرنس، نواب ضمیر مرزا، مولانا احمد اللہ پرتاپ گڈھی، مولانا محمد جونا گڈھی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری شامل تھے۔ اس کے بعد کوئی دو سال تک کتاب کے مصارف اور مصنف کے حق محنت کا معاملہ معرض التواء میں پڑا رہا۔ ۱۹۳۴ء میں اپنی برادر زادی کے علاج کیلئے میں دہلی میں مقیم تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بعض احباب کو کوٹھی حاجی علی جان پر بلا کر پھر اس سلسلہ کو ہلایا لیکن اس مجلس نے مصارف طباعت اور مصنف کے حق محنت کی ادائیگی کی نسبت عذر کیا کہ کانفرنس کے خزانے میں اتنے مصارف کی گنجائش نہیں .. یوں میں تاریخ اہلحدیث کا مسودہ بغل میں دبا کر مجلس سے واپس (سیالکوٹ) لوٹ آیا۔... (پھر) جب خدا کے علم میں اس کی طباعت کا وقت قریب آ پہنچا تو جولائی ۱۹۵۱ء ایک صاحب میرے پاس آئے انہوں نے کتاب کے طبع کرانے کی خواہش ظاہر کی اور پانچ منٹ میں معاملہ طے ہو گیا۔ (تاریخ اہل حدیث طبع لاہور۔ ۱۹۵۳ء ص ۲۔۴)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابراہیم میر کی تاریخ اہل حدیث جو لاہور سے ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی، معمولی ترامیم واضافات کے سوا، بنیادی طور پر وہی مسودہ ہے جو ۱۹۱۶ء کے گردوپیش مرتب ہو چکا تھا، جسے اب ۹۲ سال گذر چکے ہیں۔ اس لئے اس کتاب میں بیسویں صدی کی تاریخ اہل حدیث کے متعلق مواد نہ ہونے کے برابر ہے اور انیسویں صدی کی تاریخ اہل حدیث بھی مناسب تفصیل وبسط کے ساتھ موجود نہیں ہے۔ تاہم میرا پختہ یقین ہے کہ آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس (جس نے تاریخ اہل حدیث کی تدوین کا کام شروع کرایا تھا) مصنف علام کی حوصلہ افزائی کرتی تو جس شخصیت نے ۱۹۱۳ء سے ۱۹۱۶ء کے چار برسوں میں تقریباً ساڑھے چار سو صفحات کی ایک کتاب اس موضوع پر تیار کر دی تھی وہ ۱۹۱۶ء کے بعد اپنی زندگی کے چار عشروں میں تاریخ اہلحدیث پر معلومات اور مجلدات کا انبار لگا دیتی۔ لیکن بوجوہ ایسا نہ ہوسکا اور تاریخ اہلحدیث کا وہ پروجیکٹ جس کی داغ بیل ۱۹۱۳ء میں ڈالی گئی تھی، ان کی وفات تک تشنہ تکمیل رہا۔

میں نے کتاب ہذا کے لئے اسی خاکے کو بنیاد بنایا ہے جسے ۱۹۱۳ء میں اہل حدیث بزرگوں نے تشکیل دیا تھا، اور حالات وضروریات کے تحت اس میں مناسب ردوبدل کر کے اہل حدیث کی تاریخ پر مواد مرتب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ کچھ کام جلد اول میں ہو گیا ہے اور اب دوسری جلد میں اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ہندوستان کے اہل حدیث کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ قرون خیر میں یہاں کے اہل حدیث اکابرین کے اسماء گرامی کا احصاء کیا گیا ہے۔ یہ لوگ یہاں تبلیغ، جہاد، سیاحت، تدریس وغیرہ میں مشغول رہے۔ انتظامیہ اور عدلیہ کے عہدوں پر فائز رہے۔ یہاں کے ولاۃ۔ عمال، اور حکمران رہے۔ ایک انسانی معاشرے کے افراد میں آپس میں مودۃ، خلفشار، دوستی دشمنی، اکھاڑ پچھاڑ، نوک جھونک۔ غرض کئی قسم کے انسانی حالات سے متصف ہیں لیکن ہمیں ان باتوں سے اس مقام پر کوئی غرض نہیں کیونکہ ہمارا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ وہ لوگ اہل حدیث تھے جن میں ہر معاشرے کی طرح اچھے لوگ بھی موجود ہونے چاہئیں اور ایسے بھی جو معاشرے کے لئے قابل فخر نہیں تھے۔ قرون خیر میں جن لوگوں کا ہم نے نام بنام احصاء کیا ہے ان کی تعداد سینکڑوں ہے، اور جن کا اجمالی ذکر ہے ان کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں میں ہے۔ یہ لوگ اہل حدیث تھے، اور قرون خیر کے معاً بعد کے زمانے میں ہندوستان کے علاقہ سندھ میں جو ہباریوں کی سلطنت قائم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمان افراد بستے تھے وہ اس کے راعی اور رعایا کی اکثریت اہل حدیث پر مشتمل تھی۔

اس کے بعد ہندوستان میں تبلیغ اسلام کا ذکر ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس میں علماء، صوفیا، تاجروں، حکام، عوام سب کا کچھ نہ کچھ حصہ ہے۔ پھر فقہ کو زیر بحث لایا گیا ہے، فقہی مذاہب کی ترویج کا ذکر ہوا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جب ہندوستان میں اسلام کی آمد درہ خیبر کے راستے ہوئی تو اس کے ساتھ عجم سے یہاں فقہ حنفی بھی چلی آئی جس نے بوجوہ یہاں کے مسلم معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور رفتہ رفتہ یہاں تقلید شخصی کے جمود کا دور شروع ہو گیا اور چونکہ تقلید شخصی میں صرف اپنے امام ہی کے اقوال وتعلیمات پر انحصار کیا جاتا ہے اس لئے قرآن وسنت سے بے اعتنائی کا دور شروع ہو گیا جسے ظلماتٍ بعضها فوق بعض کے عنوان سے ہم نے بیان کیا۔ یہ دور کئی صدیوں کو محیط ہے۔ اس دور میں تاویلات وحیل کی وادیوں میں سرگرداں ہو کر فقہائے ہند نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کیا، تحریفات کی مدد سے مذہب حقہ اسلامیہ کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ قرآن وسنت میں موجود اصل اسلام کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ خدا ورسول کا نام لینے والوں کو تھانوں میں بند کرا دیا۔ اہل حدیث کے سندھی اسلام میں تازگی تھی، عوام توحید وسنت کے خالص چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔ احناف کے ہند میں خواص کو بھی یہ کہہ دیا گیا کہ ہمارے عہد میں فقہ کا رواج حدیث سے مقدم ہے۔ تم مقلد ہو ہمیں حدیث مت سناؤ، ہاں قول امام پیش کرو تو سر آنکھوں پر۔ حدیث سننے سے انکار کا مطلب شارع ﷺ کا حکم سننے سے انکار کے مترادف ہے۔ اور اس طرح کا مذہب جن لوگوں کے نزدیک اسلام قرار پایا انہوں نے موقع دیکھ کر پہلے تو ایک مقامی شخص کو امام عادل کے منصب پر فائز کیا پھر اس کی زیر نگرانی مغلئ ایرانی ہندی عناصر کا ایک آمیزہ تیار کر کے مکی مدنی عربی اسلام ہی کو خیر باد کہہ دیا۔

ظلمات کے اس طویل دور میں کہیں کہیں خالص اسلام کے (تھوڑی یا زیادہ روشنی والے) چراغ بھی جلتے رہے جنہیں ہم نے مصابیح اللیل سے تعبیر کر کے کتاب ہذا کے ایک حصہ کو ان کے ذکر سے منور کیا ہے۔ گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری میں تاریکی اپنی آخری حدوں کو چھو کر چھٹنے لگیں، طلوع سحر کے آثار نظر آنے لگے۔ چند مقلد بزرگ تقلید شخصی پر غلو سے باز آئے اور یخرج الحیّ من المیّت والا معاملہ ہوا۔ ان بزرگوں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زیر اثر عوام میں بھی کتاب وسنت پر عمل کی اہمیت واضح ہونے لگی تو غالی حضرات نے چراغوں کو بجھانے اور لوگوں کو ان سے دور رکھنے کی بے پناہ کوشش کی۔ قرآن وسنت کی تعلیمات سے ناآشنا اور تقلید شخصی پر کاربند رکھنے کی غرض سے تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں تعلیم وترویج حدیث اور عمل بالسنّت کے خلاف وسیع الذیل مہم چلائی گئی۔ جس میں جھوٹا پروپیگنڈہ، مار پیٹ اور معاشرتی بائیکاٹ وغیرہ شامل تھے۔ تقلید شخصی کی بندشوں سے آزاد ہونے والوں پر مساجد کے دروازے بند کئے گئے، مدارس سے اخراج ہوئے، تکفیر وتضلیل کے فتوے دیئے گئے۔ بے توفیق فقیہان ہند نے نصوص کو تحریفات کا تختہ مشق بنایا۔ عاملین سنت کو عدالتوں میں گھسیٹ کر ان کے جان ومال کی حرمت کو پامال کیا۔ دعوت وعزیمت کی اس داستان کو ہم نے حقائق کی زبان میں بیان کیا ہے۔ چند فتوے نقل کئے ہیں جو فقہاء احناف نے عمل بالحدیث کی تحریک کے آگے بند باندھنے کے لئے صادر کئے۔ چند تحریفات کا بیان کیا ہے جو علماء احناف نے اپنے مسلک کے دفاع اور عمل بالحدیث کے ردّ کیلئے نصوص میں کی ہیں۔ عاملین حدیث کی مار پیٹ اور بائیکاٹ کے چند واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ چند مباحثات کا ذکر کیا ہے جو عاملین بالحدیث نے تقلید شخصی کے متوالوں سے کئے۔ اور جب سرور کائنات ﷺ کے ارشادات وفرامین پر عمل کرنے کی پاداش میں محمدیوں کو تھانوں، کچہریوں اور جیلوں میں ذلیل کروایا گیا تو احناف کی اس مشق ستم کے نتیجے میں سامنے آنے والے چند عدالتی فیصلے (اردو اور انگریزی میں) نقل کئے گئے ہیں۔ کتاب کا آخری حصہ حواشی پر مشتمل ہے جن کے نمبر متن میں لگا دیئے گئے ہیں۔ اس حصہ میں کئی ضروری عنوانات پر گذارشات پیش کی گئی ہیں۔

صدیوں پر محیط برصغیر میں اہل حدیث کی تاریخ کی ترتیب وتسوید جماعتی کام ہے اور جماعت ہی کے کرنے کا ہے، لیکن جیسا کہ ہمارے مخدوم جناب محمد اسحاق بھٹی نے کاروان سلف کے حرفے چند میں لکھا ہے کہ جماعت اہلحدیث (پاکستان) اس دور میں جن حالات سے گذر رہی ہے اور جو راہ اس کے اکابر نے اختیار کر رکھی ہے، وہ نہ علم کی راہ ہے، نہ سیاست کی۔ اس کے پیش نظر مجھے توقع نہیں کہ جماعتی طور پر تصنیف وتالیف کا کوئی اہم کام ہو سکے گا۔ لوگ انفرادی طور پر کچھ کام کر رہے ہیں۔

سو زیر نظر کام بھی انفرادی نوعیت کا ہے اس لئے اس میں وہ تمام خامیاں موجود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو انفرادی طور پر کئے گئے کاموں کا لازمہ ہیں۔ نیز اسے ایسی جگہ بیٹھ کر کیا جا رہا ہے جو اہل حدیث کی تاریخ اور ورثے کے لحاظ سے ایک صحرا کی مانند ہے۔ جہاں پانی کی ایک ایک بوند کے لئے ترسنا پڑتا ہے۔ بہتر ہوتا کہ اسے اہل حدیث کے کسی علمی مرکز میں بیٹھ کر کیا جاتا جہاں ضروری ماخذ اور مراجع تک رسائی ممکن ہوتی۔ اپنی خرابی صحت کے باعث میں سفر سے بھی معذور ہوں اس لئے قارئین اس کام میں جن خامیوں کی نشان دہی کریں اسے میری ہمت کی پستی اور آرزو کی ناتمامی پر محمول کر کے ضروری لٹریچر تک میری رہنمائی فرماویں تاکہ آئندہ مواقع پر الحاقات، استدراکات کی صورت میں اس کمی کو دور کر دیا جائے۔

جن بزرگوں کا شکریہ جلد اول کے شروع میں کیا گیا تھا، ان کا تعاون جاری ہے۔ اور جناب محفوظ الرحمٰن فیضی مئوناتھ بھنجن، جناب رمضان یوسف سلفی فیصل آباد، جناب رفیق احمد رئیس سلفی علی گڈھ، جناب محمد مقتدی اثری مئو، جماعت اہل حدیث گنج ڈنڈواڑہ، کو بھی اللہ نے فہرست معاونین میں شامل کر دیا ہے۔ جناب عبدالوہاب انصاری (کاسگنج) کا تعاون گراں قدر ہے اور جناب اصغر علی امام مہدی سلفی کی عنایات بے پناہ ہیں۔ جناب ثناء اللہ سیالکوٹی کی نوازشہائے کریمانہ ان مول ہیں۔ لٹریچر کی فراہمی، مسودے کی ترتیب وتہذیب اور پروف ریڈنگ میں اپنے دوست جناب شیر خان جمیل احمد عمری سے اس بندہ عاجز کو بے مثال تعاون مل رہا ہے۔ اور ہجوم یاس میں ان کے ڈھارس بندھانے کا کوئی جواب نہیں ہے۔

والسلام خیر الختام۔

دعائے خیر کا طالب **محمد بهاء الدين** ۔۱۶ دسمبر ۲۰۰۷ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سندھ اور ہند

جس خطہ زمین میں اہلحدیث کے وجود کی ہم بات کر رہے ہیں، قدیم زمانے میں بطور ملک اس کا کوئی نام نہ تھا۔ یہ ایک وسیع وعریض قطعہ زمین ہے جس میں مختلف اقوام بستی چلی آئی ہیں اور بیک وقت یہاں کئی زبانیں بولی جاتی رہی ہیں اور تاحال بولی جاتی ہیں۔ اس خطے کے مختلف علاقوں میں لوگوں کا الگ الگ طرز بود و باش رہا ہے۔ یہاں کئی مذاہب کا دور دورہ رہا ہے اور کئی ریاستیں قائم رہی ہیں جن میں سے کئی ایک کا نام ان کی راج دھانیوں کے نام سے مشہور رہا ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے گرد و پیش زمانے میں بکرماجیت، کنشک چندر گپت (سکندر کا معاصر) اشوک (ف ۲۳۲ق۔م) سمدر گپت۔ چندر گپت ثانی، ہرش وغیرہ اس برصغیر میں بڑے حکمران ہوئے۔ اشوک اور چندر گپت کے بعد کوئی مرکزیت باقی نہیں رہی۔ ہندو ریاستیں وسطی مشرقی اور جنوبی ہند میں بکھری ہوئی تھیں۔ اور نہ ایسی طاقت اور با اثر شخصیت کا ہندوؤں میں ظہور ہوا جو ان منتشر طاقتوں کو یک جا کر سکتی یہ چھوٹی بڑی متعدد ریاستیں تھیں جن پر راجپوت اور دوسرے ہندو خاندان حکمران تھے۔ ان میں باہمی رقابت کا جذبہ بھی بہت شدید تھا۔ اس ہندو دنیا کا بیشتر حصہ برہمن مت کا پیرو تھا۔

محمد بن قاسم سے پہلے بھی یہی حال تھا کہ یہ خطہ زمین مختلف ریاستوں میں منقسم رہا اس کے بعد مسلمانوں کے دور میں بھی سارا برصغیر کبھی کسی ایک بادشاہ کے زیر حکومت ایک ملک نہیں رہا۔ سلاطین دہلی کے ادوار میں بھی یہ خطہ زمین مختلف ریاستوں میں منقسم رہا، کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھوٹی کوئی بڑی۔اور دہلی کی سلطنت کو بڑی ریاست سمجھا جاتا رہا۔مغل سلطنت ہندوستان میں مسلمانوں کی وسیع ترین سلطنت تھی اور کچھ عرصہ اس میں افغانستان بھی شامل رہا،لیکن اس دور میں بھی پورا ہندوستان اس کی قلم رو میں شامل نہیں رہا۔

ہند میں انگریزوں کی سلطنت بہت وسیع سلطنت تھی لیکن پورا برصغیر اس میں بھی شامل نہیں تھا۔گوا وغیرہ الگ کالونیاں تھیں اور دکن،کشمیر،بھوپال،بہاولپور،قلات وغیرہ الگ سے خودمختار اور نیم خودمختار حکومتیں بھی موجود تھیں۔بلوچستان کا کچھ ساحلی علاقہ عربوں کے ماتحت بھی تھا۔الغرض انگریزی دور میں برصغیر کا دو تہائی حصہ انگریزوں کے ماتحت تھا، اور ایک تہائی ہندوستان راجاؤں اور نوابوں کے،جن کی کل تعداد ۵۶۵ بتائی جاتی ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد یہ علاقہ، پاکستان اور ہندوستان کی صورت میں دو بڑے ممالک کی شکل میں سامنے آیا اور ۱۹۷۱ء کے بعد بنگلہ دیش بھی وجود میں آ گیا، جب کہ نیپال،سکم، بھوٹان وغیرہ پہلے سے موجود تھے۔

آریہ قوم نے جب سندھ کی وادی میں قدم رکھا تو اس کا نام سندھو رکھا کیونکہ سندھو ان کی زبان میں دریا کو کہتے تھے اور اسی دریائے سندھ کی مناسبت سے وہ پورے ملک کو سندھو، پھر سندھ کہنے لگے۔پنجاب کی سرحد سے آگے بڑھ کر بھی نام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔(جب گنگا تک پہنچ کر رک گئے تو اس کا نام آریہ ورت رکھا مگر ہندوستان سے باہر اس نام سے شہرت حاصل نہیں ہوئی)۔

بتایا جاتا ہے کہ پرانی ایرانی زبان اور سنسکرت میں س اور ھ آپس میں بدلا کرتے ہیں،اس لئے اہل فارس نے جب برصغیر کے اس علاقے پر قبضہ کیا تو اس دریا کو ہند کہہ کر پکارا اور اس سے اس علاقے کا نام بھی ہند پڑ گیا جس میں یہ دریا بہتا تھا۔یونانیوں نے اس کو قریب المخرج حرف ہمزہ سے تبدیل کر کے اندکر دیا۔رومن اور فرنچ میں ہ کا حرف الف ہو کر اند اور اندیا اور اس کی مختلف صورتیں ہو کر تمام دنیا میں مشہور ہو گیا۔انگریزی زبان میں چونکہ دال نہیں ہے اس لئے اندیا، انڈیا بن گیا۔

عرب لوگ (جن کی زبان میں دریائے سندھ کا نام مہران ہے) سندھ کے علاوہ اس برصغیر کے دوسرے علاقوں سے واقف تھے انہوں نے سندھ کو سندھ ہی کہا،لیکن اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ہندوستان کے دوسرے شہروں پر مشتمل علاقے کو ہند قرار دیا۔ خیبر سے آنے والی قوموں نے اس کا نام ہندو استھان رکھا، جو فارسی تلفظ میں ہندوستان بولا جاتا ہے۔

سندھ کے حدود مختلف زمانوں میں مختلف رہے۔ (عربوں سے پہلے ایک دور میں) سندھ کی حدود سلطنت کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ شمال میں دریائے جہلم کا منبع، جس میں کشمیر کے نشیبی اضلاع شامل تھے، اور کوہ کابل کا سلسلہ اسکی حد بندی کرتا تھا۔ پھر شمال مغرب تک دریائے ہلمند پر جا کر وہ ختم ہوتا ہے اور جنوب مغرب میں ایران اور سندھ کی سرحد اس مقام پر تھی جہاں ساحل کے سامنے مکران کا جزیرہ منشور واقع ہے۔ جنوب کی طرف بحر عرب اور جنوب مشرق میں خلیج کچھ، مشرق میں راجپوتانہ اور جیسلمیر کی سرحدیں آ کر ملتی تھیں۔ غرض اس وقت صوبہ سرحد، پنجاب کا علاقہ، افغانستان کا وہ علاقہ جو دریائے ہلمند تک ہے، بلوچستان، موجودہ سندھ (جودھ پور کی سرحد تک) کا نام صوبہ سندھ تھا۔ اور سید سلیمان ندوی کی تحقیق کے مطابق . اہل عرب بلوچستان کے بعد سے لے کر گجرات تک سب کو سندھ سمجھتے تھے۔ (تاریخ سندھ، دسنوی۔ص۲؛ عرب و ہند کے تعلقات۔ص۲۴)

اس کتاب کا مقصد برصغیر میں کسی کی فتح وشکست کی داستان بیان کرنا نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے ان گرامی قدر بزرگوں کے اسماء گرامی کا احصاء ہے جو اسلام کے ابتدائی دور میں ہند آئے۔ ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جتنے صحابہ یہاں تشریف لائے وہ تمام کے تمام اہلحدیث تھے، اور جتنے تابعی یہاں تشریف لائے وہ بھی اہلحدیث تھے کیونکہ اس وقت مذاہب اربعہ میں سے کوئی فقہی مذہب موجود نہ تھا۔ اسی طرح ہند و سندھ تشریف لانے والے تبع تابعین کی غالب اکثریت بھی اہل حدیث تھی کیونکہ اگرچہ ان کے دور میں خوارج اور روافض کے علاوہ معتزلی بھی موجود تھے لیکن فقہی مذاہب اربعہ وجود میں نہیں آئے تھے۔ (۱)

ہند و سندھ تشریف لانے والے صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین وغیرھم کی تعداد اور بعض کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں:۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور فاروقی میں برصغیر کے اہلحدیث

ہند وسندھ پر اسلام کی یلغار کی ابتداء ۱۵ھ میں ہوئی جب حضرت عمرؓ کے گورنر بحرین وعمان حضرت عثمان بن ابوالعاصؓ ثقفی نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاصؓ کو بمبئی کے قریب ایک بندرگاہ پر حملہ کے لئے بھیجا۔ لشکر واپس آیا تو عثمانؓ بن ابوالعاص نے حضرت عمرؓ فاروق کو اطلاع دی۔ دربار خلافت سے لکھا گیا کہ

یا اخاثقیف حملت دوداً علی عود ، و انی احلف باللّٰہ ان لّو اصیبوا لاخذ ت من قو مک مثلھم ۔ (فتوح البلدان۔ص ۴۲۰)

ایک روایت کے مطابق عثمانؓ بن ابوالعاص نے اپنے بھائی حکمؓ بن ابوالعاص کو تھانہ اور بہرائچ (۲) کی طرف بھیجا، اور دوسرے بھائی مغیرہؓ بن ابوالعاص کو فوج دے کر دیبل پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ یہ تینوں صحابی تھے اور عثمان بن ابوالعاص خیار صحابہ میں سے تھے۔ اسی عثمانؓ کو آنحضرت ﷺ نے طائف کا گورنر مقرر کیا تھا۔ فارس میں بھی انہوں نے جہاد کیا۔ نیز ان کی کوشش سے عساکر اسلام نے ہندوستان کی طرف بھی رخ کیا اور تھانہ، بہرائچ اور دیبل پر حملے کئے جو اس زمانے میں بلاد ہند کے تین اہم مقام تھے۔ (جمہرۃ انساب العرب، ابن حزم۔طبع مصر۔ص ۲۲۶۔منقول از فقہائے ہند۔جلد اول ص ۵)

فتوح البلدان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حملہ مرکزی حکومت سے مشورہ کے بغیر کیا گیا تھا، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی پالیسی ہند پر چڑھائی کی نہ تھی۔

عثمان بن ابوالعاص ثقفی بلند مرتبہ صحابہ میں سے تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں رمضان ۹ھ میں وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ قیام مدینہ کے دوران قرآن مجید کی چند صورتیں یاد کیں اور دین کے ضروری مسائل سیکھے، اس لئے آپ ﷺ نے انہیں طائف کا امیر وامام مقرر فرمایا۔ ۱۴ھ میں عمر فاروقؓ نے ان کو بصرے کا معلم بنایا ایک سال وہاں پڑھایا۔ ۱۵ھ میں انہیں عمان اور بحرین کا والی بنایا۔ ایک خیال کے مطابق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان پر پہلے بحری حملے کی قیادت خود آپ نے کی تھی۔آخری عمر بصرہ میں گزری اور عہد امیر معاویہ میں فوت ہوئے۔

ابن حزم اندلسیؒ (ف ۴۵۶ھ) نے جمہرۃ انساب العرب (دار المعارف مصر ص ۲۶۶) میں لکھا ہے:۔ وعثمان منهم من خيار الصحابة ، ولّاه رسول الله ﷺ الطائف و غزا فارس، و ثلاثه من بلاد الهند وله فتوح ۔(ابو العاص ثقفی کی اولاد میں حضرت عثمانؓ خیار صحابہ میں سے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے انہیں طائف کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔بعد میں انہوں نے ایران اور ہندوستان کے تین شہروں میں جہاد کیا اور ان کے ہاتھ کئی فتوحات ہوئیں)۔

حکمؓ بن ابو العاص۔عثمانؓ کے چھوٹے بھائی اور صحابی تھے۔جب عمر فاروقؓ نے عثمان کو بصرے بھیجا تو انہوں نے اپنی جگہ حکم کو طائف کا امیر و امام مقرر کیا۔کچھ عرصہ بعد آپ بڑے بھائی کے پاس چلے گئے اور بحرین کے امیر مقرر ہوئے۔ تھانہ، بھڑوچ، دیبل، مکران وغیرہ پر یلغار کی۔آخری دور میں بصرہ میں مقیم ہوئے جہاں ۴۵ھ میں وفات پائی۔

مغیرہؓ بن ابو العاص ثقفی۔ بلاذری کے مطابق مغیرہ کو ان کے بھائی عثمان ثقفیؓ نے عمان سے دیبل پر حملہ کے لئے بھیجا تھا۔ جہاں آپ نے لڑائی کی۔ فارس کی جنگوں میں بھی حصہ لیا۔ بصرہ میں فوت ہوئے۔

ابن حزمؒ نے ہندی فتوحات شائد اس لئے عثمان ثقفیؓ سے منسوب کی ہیں کہ انہوں نے اپنی ولایت بحرین سے بحری بیڑہ ہند روانہ کیا، یا پھر ابن حزم کی تحقیق کے مطابق وہ خود بھی یہاں تشریف لائے تھے اور تینوں بھائی تینوں مقامات پر حملہ آور ہوئے تھے۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵)۔

ہمارے مورخین یہ بحث کرتے رہے ہیں کہ ثقفی برادران میں سے ایک بھائی ہند آیا ہے یا تینوں آئے ہیں؟ اور اگر ایک ہی آیا ہے تو وہ کون ہے؟ ہمارے نقطہ نظر سے ایک اور بات بھی اہم ہے۔ وہ یہ کہ یہ بحری مہم سینکڑوں میل دور سے علاقہ گجرات (ہند) کی طرف روانہ کی گئی تھی۔اس میں بادبانی جہاز ہوں گے اور یہ مہم ایک دو افراد کی بجائے ہزاروں یا سینکڑوں افراد پر مشتمل ہوگی (اس سے کم افراد کو دور دراز علاقے میں فوجی کاروائیوں کیلئے بھیجنا خودکشی ہوتا)۔ بنابریں اگر ہم فرض کر لیں کہ اس مہم کے شرکاء کی (کم از کم) تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ۱۵ھ میں ایک سو مسلمان ہند تشریف لائے جن کی قیادت ایک صحابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ہاتھ میں تھی جس کی صحبت کے باعث باقی سارے شرکاء تابعی ہو جاتے ہیں۔یعنی اس مہم میں ایک صحابی اور ۹۹ تابعی تھے۔اور چونکہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت کے آخر تک خوارج اور روافض کا ظہور نہیں ہوا تھا اور نہ ہی مذاہب اربعہ یا کوئی اور فقہی مذہب وجود میں آیا تھا،اس لئے یہ ایک صحابی اور ۹۹ تابعی، اہل حدیث کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔

اس مہم میں شریک صحابہ اور تابعین کا تناسب ایک اور ننانوے کے علاوہ کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔ابھی آنحضرت ﷺ کی وفات کو پانچ ہی سال گذرے تھے اور مسلمانوں میں صحابہ کی کثیر تعداد موجود تھی۔اس مہم میں ۵۰ صحابی اور ۵۰ تابعی ہو سکتے ہیں، یا ۴۰ صحابی اور ۶۰ تابعی ہو سکتے ہیں، یا ۳۰ صحابی اور ۷۰ تابعی ہو سکتے ہیں یا ۲۰ صحابی اور ۸۰ تابعی ہو سکتے ہیں، یا ۱۰ صحابی اور ۹۰ تابعی ہو سکتے ہیں۔بہر حال تابعی جتنے بھی ہوں وہ بھی اکابرین میں شامل تھے۔اور سب کے سب اہل حدیث تھے۔

☆ ۱۶ ہجری میں جنگ فارس کے دوران اہل ہند سے کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔یہ وہ ہندی تھے جو فارس میں مقیم تھے اور جنگ میں اہل فارس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑے تھے۔پھر ان میں کچھ لوگوں کو قیدی کی حیثیت سے بصرہ لے جایا گیا تھا۔حضرت ابو موسیٰؓ اشعری نے بصرہ میں ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ اس سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے (العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین۔اطہر مبارکپوری بحوالہ فتوح البلدان ص ۳۶۶ تا ۳۶۸)۔(فقہائے ہند۔ج۔۱۔ص ۴)

حضرت ربیع بن زیاد حارثی صحابی تھے۔۱۷ھ ابوموسیٰ اشعریؓ نے آپ کو مختلف محاذوں پر بھیجا، یوں انہوں نے عہد فاروقی میں مکران، سیوستان کی جنگوں میں حصہ لیا کچھ عرصہ اس علاقہ میں انتظامی عہدوں پر بھی فائز رہے۔عہد معاویہؓ میں وفات پائی۔

جب حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ امیر بصرہ کو حکم دیا کہ وہ بلا دفارس پر حملہ آور ہوں، تو اس کیلئے سات لواء اور سات امیر مقرر کئے گئے اور سب کا امیر سہیل بن عدی کو بنایا گیا۔اصطخر کا لواء عثمانؓ بن ابی العاص کو، کرمان کا لواء سہیل بن عدی کو، مکران کا لواء حکم بن عمرو تغلبیؓ کو عطا ہوا۔۲۳ھ میں حکم بن عمرو تغلبی نے مکران کا رخ کیا۔ان کی مدد کیلئے شہاب بن مخارق اور عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان اپنی جمعیتوں کے ساتھ آئے، سب نے مل کر حملہ کیا۔والی مکران نے نہر مکران کے کنارے مقابلہ کیا۔مسلمانوں کو فتح ہوئی جس کی خبر اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مال غنیمت کے ساتھ حضرت صحار عبدیؓ، مدینہ گئے۔ حضرت عمرؓ نے صحارؓ سے ہند کے حالات دریافت کئے انہوں نے بتایا:

ارض سهلها جبل و ماء ها وشل و تمرها دقل و عدوها بطل وخيرها قليل و شرها طويل و الكثير بها قليل (اس کی نرم و ہموار زمین پہاڑ ہے، پانی کم، کھجوریں ردی اور دشمن بے باک ہے...)

جس پر آپ نے سہیل بن عدی وغیرہ کو لکھا کہ تمہاری فوج کا کوئی سپاہی مکران سے آگے نہ بڑھے۔ (تاریخ ابن خلدون۔ مترجم۔ حصہ اول۔ص ۳۸۳۔۳۸۴)۔

(صحار بن عباس عبدی وفد عبدالقیس میں ۵ھ کے اردگرد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے۔ آپ ماہر انساب تھے۔ شہاب بن مخارق بن شہاب، بنوتمیم یا بنو مازن سے تھے۔ مدرک صحابی تھے۔ سہیل بن عدی خزرجی انصاری، بدری تھے)

ان کے علاوہ اس دور میں سندھ آنے والوں میں عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ قرشی ہیں جو فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے پھر جنگ تبوک میں شرکت کی۔ عراق اور فارس کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ ۲۳ھ میں سجستان کے والی ہوئے۔ کابل وخراسان کی جنگوں میں حصہ لیا۔ رن کچھ (گجرات کاٹھیاواڑ اور راجستھان کی سرحد پر) کو فتح کیا۔ آخر میں بصرے میں مقیم ہوئے اور ۵۰ھ کے گردوپیش وفات پائی۔ ان کے علاوہ نسیر بن دیسم بن ثور ہیں جو بنوعجل سے تھے، ۲۳ھ میں سہل بن عدی کے ساتھ موجودہ بلوچستان کے کچھ حصہ کی فتح میں شامل اور ایک دستے کے کماندار تھے۔

دور فاروقی میں سندھ میں جو فوجی کاروائیاں ہوئیں ان کے شرکاء کی تعداد اور اس میں صحابہ اور تابعین کے تناسب سے متعلق ہماری مذکورہ بالا توضیح کو پیش نظر رکھا جائے۔ ان کاروائیوں میں کئی ہزار سپاہی موجود ہوں گے اور شرکاء کم از کم اکا برتابعین، جبکہ صحابہ کی بھی معتدبہ تعداد اس میں موجود ہونا چاہیے جن میں سے چند ایک کے نام اوپر درج ہوئے ہیں۔ یہ ہزاروں سپاہی مسلک اہلحدیث کے حامل تھے اور ان کی تبلیغ و جہاد کے نتیجے میں جس قدر اہل سندھ کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ہوئی ہوگی وہ بھی اہلحدیث ہوں گے اس لئے کہ نہ ابھی خارجی پیدا ہوئے تھے نہ رافضی۔ اور نہ ہی کسی فقہی مسلک کے امام کی ولادت ہوئی تھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دورِ عثمانی میں برصغیر کے اہلحدیث

خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ بن عفان کے عہد میں جن عامل بالحدیث مسلمانوں نے ہندوستان تشریف لاکر جہاد اور تبلیغ کا فریضہ انجام دیا، یا کسی اور سلسلے میں یہاں مقیم رہے ان میں سے جن بزرگوں کے اسماء گرامی تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں اور مجھے معلوم ہو سکے ہیں، درج ذیل ہیں:۔

حکیمؓ بن جبلہ عبدی۔ بنو عبدالقیس میں سے مدرک صحابی تھے (یعنی آپ ﷺ کا زمانہ پایا لیکن یہ معلوم نہیں کہ اسلام آپ ﷺ کی زندگی میں قبول کیا یا بعد میں)۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے عبداللہؓ بن عامر کو عراق کا والی بنایا تو اسے ہدایت فرمائی کہ کسی کو بھیج کر ہند کے حالات معلوم کئے جائیں۔ چنانچہ حکیم بن جبلہ عبدی کو بھیجا گیا پھر وہ دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور ہند کے بارے میں اپنی رپورٹ بایں الفاظ بیان کی:

ماء ها وشل، وتمرها دقل، و ارضها جبل، و لصّها بطل ان قلّ الجيش فيها ضاعوا وان كثروا جاعوا۔ (یعنی وہاں کا پانی میلا، پھل ردّی، زمین پتھریلی، باشندے بہادر اور چور بے باک ہیں۔ لشکر کم ہو تو ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، زیادہ ہو تو بھوک سے مرجانے کا خطرہ)۔

عبیداللہؓ بن معمر تیمی۔ عثمانی دور میں ایک فوجی دستہ کے ساتھ مکران بھیجے گئے جہاں آپ نے جہاد کیا اور کچھ مفتوحہ علاقوں کے امیر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اصطخر کے ایک معرکہ میں شہادت پائی۔

عمیرؓ بن عثمان بن سعد۔ ۲۹ھ میں حضرت عثمانؓ نے انہیں مکران میں ایک انتظامی عہدہ دیا، جہاں آپ کافی عرصہ مقیم رہے۔

مجاشع بن مسعود۔ مجاشع نے کابل کے علاقے میں مسلمانوں کے ایک دستے کی کمان کرتے ہوئے جہاد کیا۔ بلوچستان اور سجستان کے علاقے میں بھی جہاد کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سعید بن کندیر قشیری۔ عہد عثمانی کے ولاۃ میں سے تھے۔ شہادت عثمانؓ کے وقت مکران میں انتظامی عہدہ پر فائز تھے۔

راشد بن عمرو بن قیس ازدی۔ تابعی تھے۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں قلات اور المید کی جنگوں میں شرکت کی۔ امیر معاویہؓ نے انہیں سندھ میں کسی جگہ کا امیر مقرر کیا اور یہیں مقیم رہے۔

صفی بن فسیل شیبانی، تابعی ہیں اور طبقات ابن سعد میں ان کا تذکرہ ان کی اہلیہ سبیہ بنت عمیر شیبانیہ کے ضمن کیا گیا ہے۔ وہ تابعیہ تھیں اور بصرہ میں مقیم تھیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں صفی بسلسلہ جہاد قندابیل (سندھ) گئے۔ وہاں سے سبیہ کو اطلاع ملی کہ آپ وفات پا گئے ہیں تو سبیہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔ آپ واپس آئے تو معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا لیکن آپ دوسرے شوہر کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ آپ کی وفات ۵۱ یا ۵۲ھ میں ہوئی۔

(برصغیر میں اہل حدیث کی آمد۔ ص ۱۱۱)

مجاشع اور عبیداللہ بن معمر تیمی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ مہمات کا حصہ تھے یا قائد تھے۔ دونوں صورتوں میں ان کے ساتھ اور سپاہی بھی ہوں گے۔ اس لئے ان مہمات کے بارے میں ہماری درج بالا توضیح کی جانب رجوع کیا جائے کہ یہ سینکڑوں سپاہی جو ان مہمات میں شریک تھے کم از کم تابعی ہیں اور ان میں صحابہ کی معتد بہ تعداد کے موجود ہونے کے امکان بھی ہیں کیونکہ دور عثمانی میں صحابہ کافی تعداد میں موجود اور تبلیغی اور جہادی میدان میں سرگرم تھے۔ بہرنوع یہ سینکڑوں صحابی یا تابعی جو دور عثمانی کی مختلف مہمات میں شریک ہو کر سندھ آئے اور یہاں تبلیغ و جہاد کا کام کیا وہ سب کے سب اہل حدیث تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دورِ مرتضویؓ میں برصغیر کے اہلحدیث

خلیفہ راشد حضرت علیؓ بن ابی طالب کے عہد میں جن اہلحدیث مسلمانوں نے ہند وسندھ میں تبلیغ و جہاد کا فریضہ انجام دیا، یا کسی اور سلسلے میں برصغیر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا، ان میں سے جن بزرگوں کے اسماء گرامی تاریخ میں محفوظ ہیں، اور مجھے معلوم ہو سکے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:۔

خریت بن راشد ناجی سامی ۔ حضرت عمرؓ کے دور میں کچھ عرصہ فارس کے ایک علاقہ کے والی رہے۔ ۳۷ھ میں حضرت علیؓ کے دور میں وارد مکران ہوئے۔

عبداللہ بن سوید تمیمی ۔ مخضرم صحابی تھے (یعنی زمانہ جاہلیت بھی پایا اور عصر رسالت بھی دیکھا لیکن کسی سبب سے زیارت نہ کر سکے، اگرچہ عہد رسالت میں مسلمان ہو چکے تھے) ۔ سندھ کے علاقہ میں عہد علی مرتضیٰؓ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے۔

کلیبؓ ابو وائل ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ حضرت علیؓ کے دور میں ہند آئے تھے۔

حارث بن مرّہ عبدی ۔ تابعی ہیں اور ایک خیال کے مطابق مدرک صحابی ہیں ۔ حضرت علیؓ کے ساتھی اور معاون تھے۔ ان کے دور خلافت میں ۳۸ھ میں وارد ہند ہوئے ۔ ۴۲ھ میں دور معاویہؓ میں شہید ہوئے ۔

تاغر بن ذعر ۔ تابعی ہیں، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں انہیں ایک اسلامی لشکر کا امیر بنا کر سندھ بھیجا گیا تھا۔

ابوسلمہ زطی ۔ ہند کے ان جاٹوں سے تھے جو عرب میں آباد تھے ۔ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بصرے کے سرکاری خزانہ کے جاٹ اور سیابجہ پہریداروں کے سردار تھے۔ بلاذری کے مطابق وکان علی السیابجة یو مئذ ابو سالمه الزطی و کان ر جلاً صالحاً ۔ (فقہائے ہند۔ ج ا؛ برصغیر میں اہلحدیث کی آمد)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور امیر معاویہؓ میں برصغیر کے اہلحدیث

حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے بیٹے کے عہد میں جن اہلحدیث مسلمانوں نے بغرض جہاد، تبلیغ یا کسی دیگر سلسلے میں برصغیر کی فضا میں سانس لیا، ان میں سے جن بزرگوں کے اسماء گرامی تاریخ نے محفوظ رکھے ہیں اور مجھے معلوم ہو سکے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:۔

عبداللہؓ بن سوار عبدی ۔ بنی مرّہ بن ہمام سے تھے اور مدرک صحابی ۔امیر معاویہؓ نے ۴۳ھ میں چار ہزار فوج کے ساتھ ہند کی طرف روانہ کیا۔ رن کچھ اور قلات کے علاقہ میں بھی جہاد کیا۔ ۴۷ھ میں قلات میں شہید ہوئے ۔

یاسر بن سوار عبدی۔عبداللہ بن سوار کے بھائی تھے۔انہی کے ہم رکاب دور معاویہ میں ہند آئے اور جہاد کیا۔

مہلبؓ بن ابوصفرہ ازدی عتکی ۔صغار صحابہ میں سے تھے ۔ایک روایت کے مطابق مدرک صحابی تھے ۔عرصہ تک خراسان کے امیر رہے ۔ بہت جہاد کیا۔عہد معاویہ میں ۴۴ھ میں حدود ہند میں داخل ہوئے اور کئی علاقے فتح کئے ۔۸۳ھ میں مرو (ایران) میں فوت ہوئے ۔دریائے سندھ پر اٹک کے اوپر تربیلہ کے پاس لوہور نامی ایک گھاٹ تھا جس پر مہلبؓ بن ابی صفرہ نے حملہ کیا تھا، اور ملتان بھی ان کی آمد ہوئی تھی۔ (۳)

سنان بن سلمہ ہذلی۔بعض انہیں صحابی گردانتے ہیں، بعض تابعی ۔ دور امیر معاویہؓ میں زیاد بن ابوسفیان نے ۵۰ھ میں ان کو ایک فوج کا امیر بنا کر ہند بھیجا۔ وہاں انہوں نے کافی فتوحات حاصل کیں ۔حجاج بن یوسف کے دور میں ۹۴۔۹۵ھ میں فوت ہوئے ۔

سنان کی وفات کے بعد جب مقامی باشندوں نے خروج کیا تو زیاد بن ابی سفیان نے منذر بن جارود عبدی کو یہاں کا حاکم بنایا جنہوں نے بوقان ، قیقان فتح کرنے کے بعد قصدار دوبارہ فتح کیا اور سنان کی یاد تازہ کر دی ۔

عمر بن عبیداللہ قرشی تیمی ۔کنیت ابوالحفص ، بڑے سخی اور عابد تھے۔عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ہم رکاب کابل کی فتح میں شامل تھے۔حضرت معاویہؓ نے آپ کو ارمائیل میں جہاد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیلئے بھیجا تھا جو سندھ کا شہر تھا۔ نواح دمشق میں ساٹھ سال کی عمر میں مقتول ہوئے۔

حری بن حری باہلی۔ عبید اللہ بن زیاد نے سنان بن سلمہ ہذلی کی قیادت میں ایک فوج ہند بھیجی جس کے ایک دستے کی کمان حری کے پاس تھی۔

کرز بن ابوکرز عبدی۔ اصلاً کوفے کے رہنے والے تھے، وہاں سے جرجان چلے گئے۔ نعیم بن ابی ہند، ربیعہ بن زیاد سے حدیث روایت کی۔ سفیان ثوری ابن شبرمہ فضل بن غزوان، ورقاء بن عمر اور عبید اللہ وصافی نے آپ سے حدیث پڑھی۔ ثقہ راویان حدیث سے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں جو فوج قلات کی طرف آئی، اس میں شامل تھے۔ کامیاب واپسی ہوئی تو حضرت معاویہؓ نے پھر قلات بھیج دیا۔ ذہبی کے نزدیک تابعی ہیں اور ابن حجر کے نزدیک تبع تابعی ہیں۔

ابوالیمان معلّٰی بن راشد نبال ہذلی بصری۔ تبع تابعی تھے۔ حضرت معاویہؓ کے دور میں ۵۰ھ میں قلات کی جنگ میں حصہ لیا۔ ثقہ راویان حدیث میں سے تھے۔ اپنی دادی ام عاصم کے علاوہ میمون بن سیاہ، حسن بصری اور زیاد بن میمون ثقفی سے روایت کی۔ ان سے یزید بن ہارون، عبداللہ بن صالح عجلی، روح بن عبدالمومن، ابو بشر بن بکر خلف اور نصر بن علی وغیرہ نے حدیث سنی۔

منذر جارود عبدی۔ حضرت علیؓ کے دور میں اصطخر کے والی تھے ان کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ بعد میں یزید بن معاویہ کے دور میں ابن زیاد کی تجویز پر منذر کو سرحد ہند کی طرف روانہ کیا گیا۔ بوقان، قلات اور خضدار کے علاقوں میں جہاد کیا۔ وفات کے وقت عمر ۶۰ سال تھی۔ قلات یا سندھ میں وفات ہوئی۔ کچھ عرصہ شائد یہاں ایک انتظامی عہدہ پر بھی رہے۔ (برصغیر میں اہل حدیث کی آمد)۔

اس دور میں خوارج اور روافض کا ظہور ہو چکا تھا تاہم ایسے لوگ حزب مخالف میں تھے اور سرکاری مہمات میں شریک نہیں ہوتے تھے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس دور کی مہمات میں شامل جن ہزاروں مسلمانوں نے ہندوستان آ کر تبلیغ و جہاد کا کام کیا وہ اہلحدیث تھے اور ان بزرگوں کے زیر اثر جن سندھیوں نے اسلام قبول کیا وہ بھی اہل حدیث تھے (کیونکہ ابھی تک کسی فقہی مذہب کے امام کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور حجاج میں برصغیر کے اہلحدیث

(عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک کا دور)

اموی گورنر کوفہ و بصرہ حجاج بن یوسف ثقفی کے دور میں برصغیر ہند میں ہزاروں کی تعداد میں عاملین بالحدیث کا ورود ہوا۔ انہوں نے یہاں جہاد کیا، مساجد بنائیں، مدارس قائم کئے، علوم اسلامیہ پڑھائے، عوام میں تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا، اوران کی کاوشوں سے یہاں کے مقامی لوگوں کی خاصی تعداد اسلام کے دامن سے وابستہ ہوئی۔ اور چونکہ اس وقت کسی فقہی مذہب کا وجود نہ تھا لہذا یہ ماننا پڑتا ہے کہ جس طرح عرب سے آنے والے مسلمان عامل بالحدیث تھے اسی طرح ان کی تبلیغ سے مسلمان ہونے والے مقامی لوگ بھی اہل حدیث تھے۔ اس دور کے جن بزرگوں کے اسماء گرامی کو تاریخ نے محفوظ رکھا ہے اور جو مجھے معلوم ہو سکے ہیں، حسب ذیل ہیں:۔

ابن اسید بن اخنس۔ ثقفی تھے، عبدالملک (زمانہ حکومت ۷۲ھ تا ۸۵ھ) نے سندھ کے کسی علاقے میں انتظامی عہدہ دیا تھا، کافی عرصہ وہاں رہے اور اس دوران وہاں حدیث بھی پڑھاتے رہے۔

عبدالرحمٰن بن ابوزید بیلمانی مولی عمر بن خطاب، یہ یمنی ہیں، نجران میں مستقل قیام تھا، رواۃ حدیث میں سے ہیں عبداللہ ابن عباسؓ ابن عمرؓ نافعؒ ابن جبیرؒ سے روایت کی ہے ثقات تابعین میں سے ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے دور میں فوت ہوئے۔

ابوعثمان یزید بن مفرغ حمیری۔ تابعی تھے۔ اموی دور کے معروف شاعر تھے۔ ہند وقندھار کی جنگوں میں یزید بن مفرغ کے ہم رکاب تھے۔ رن کچھ میں بھی جہاد کیا۔ ۶۹ھ میں وفات پائی۔

مجاعہ بن سعر تمیمی۔ آپ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے اوران سے علی بن زید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن جدعان نے روایت کی۔ عبدالملک کے دور میں عمان کے امیر ہوئے پھر ہند و سندھ کے بعض علاقوں کے امیر ہوئے، مکران میں فوجی کاروائیوں میں حصہ لیا اور وہیں وفات پائی۔

سعید بن اسلم کلابی۔ ابن اثیر نے ۷۵ھ کے واقعات میں لکھا ہے

فی هذه السنه استعمل عبد الملک علی السند سعید بن اسلم بن زرعة۔ فخرج علیه معاویة و محمد ابنا الحارث العلافیان فقتلاه و غلبا علی البلاد۔ فارسل الحجاج مجّاعة بن سعّر التمیمی الی السند فغلب علی ذلک الثغر وغزا وفتح اماکن من قندابیل۔ ومات مجّاعة بعد سنة بمکران فقیل فیه

ما من مشاهدك التی شاهدتها الّا یزید ك ذکرها مجّاعا

(کامل۔ ج ۴۔ص ۳۸۰)

یہ سعید بن اسلم تابعی ہیں، بنو کلاب کے ان موالی سے روایت حدیث کی جو بنو غفار سے تھے اور صحابی تھے۔ ان کا تقرر سندھ کے بعض علاقوں کی ولایت پر ہوا۔ مکران میں رہائش تھی۔ فرزدق نے ان کی شہادت پر اشعار کہے تھے۔ ان کے بیٹے کا تقرر خراسان کی ولایت پر ہوا تھا۔ قاضی اطہر مبارکپوری بتاتے ہیں کہ حجاج نے عراق کی گورنری سنبھالتے ہی سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو مکران اور اس کے اطراف کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہاں آئے تو معاویہ بن حارث علافی اور محمد بن حارث علافی دو بھائیوں نے مل کر ان کے خلاف خروج کیا جس کے نتیجہ میں ان کی موت واقع ہوئی۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵۶)۔

ابوغیلان حکم بن منذر عبدی۔ آپ تابعی تھے۔ آپ نے سندھ اور نواح سندھ میں جہاد کیا وہیں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ۔ آپ کے دادا صحابی تھے۔ آپ نے ابو ہریرہؓ سے حدیث سنی اور ۸۲۔۸۳ھ میں سندھ آ کر فوجی خدمات انجام دیں اور یہیں فوت ہوئے۔

عبدالرحمٰن سندھی۔ حضرت انسؓ بن مالک کے شاگرد تھے۔

عبدالرحمٰن بن السندی۔ سندھ سے حصول علم کے لئے دمشق گئے۔ ان کی نسبت ابوت ان کا وطن (سندھ) قرار پائی۔ ان کا ذکر تہذیب التہذیب میں عراک بن خالد بن یزید کے ذیل میں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سعد بن ہشام انصاری ۔ تابعی تھے اور انسؓ بن مالک کے چچا زاد تھے ۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے روایت کی اور حضرت عائشہؓ سے حدیث کا سماع کیا۔ ثقات میں شمار ہوتے ہیں ۔ ارض مکران میں شہادت پائی ۔

عبدالرحمٰن بن عبداللہ کوفی، تابعی تھے اور شعرائے بنوامیہ سے تھے ۔ مکران کی جنگ میں شریک ہوئے ۔

حارث بیلمانی ۔ تابعی ہیں ۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ۔ ان کا تعلق بیلمان سے تھا۔

ایوب بن زید ہلالی (ف ۸۴ھ) ۔ کنیت ابوسلیمان بنی ہلال بن ربیعہ سے تھے ۔ عرب کے فصیح خطیبوں میں سے تھے ۔ سندھ مکران اور بامیان میں حجاج کے عہد میں بغرض جہاد و سیاحت آئے تھے ۔ واپسی پر حجاج نے ہند اور اہل ہند کا حال پوچھا تو کہا

بحرها در ، وجبلها یاقوت ، و شجرها عود ، و ورقها عطر و اهلها طغام کقطع الحما م (اس کے دریا موتی اگلنے والے، پہاڑ لعل و یاقوت کی کانیں، درخت عود و صندل کے حامل، پتوں میں خوشبو، اس کے باشندے کم عقل فاختاؤں کی طرح ٹکڑیوں میں بکھرے ہوئے)

حجاج نے مکران کا پوچھا تو بتایا:

ماء ها وشل، و تمرهادقل، وسهلهاجبل، ولصّهابطل، ان کثر الجیش فیها جاعوا و ان قلّوا ضاعوا (مکران میں پانی کم ۔ کھجوریں ردی، میدان پہاڑوں کی مانند، چور بے باک، فوج زیادہ ہو تو بھوک کا خطرہ، کم ہو تو ضائع ہو جانے کا اندیشہ)۔

۸۲ھ میں عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث نے قرّاء و عبّاد کی ایک جماعت لے کر حجاج کے مظالم کے خلاف خروج کیا۔ ان کو ناکامی ہوئی تو یہ لوگ مختلف بلاد و امصار میں جا کر پناہ گزین ہو گئے ۔ محمد بن حارث علافی بھی ابن اشعث کی تحریک میں شامل تھا وہ عمان ہوتا ہوا سندھ آ گیا اور راجہ داہر کی پناہ میں رہنے لگا ۔ جب سعید بن اسلم مکران کا عامل بن کر آیا تو کسی وجہ ان کی لڑائی ہوئی جس میں سعید مارا گیا اور محمد اور معاویہ دونوں بھائی مکران پر قابض ہوئے ۔ جب حجاج کو اطلاع ملی تو اس نے مجاعہ بن سعر تمیمی کو یہاں کا عامل بنا کر بھیجا مجاعہ نے دونوں بھائیوں کو شکست دی ۔ یہ واقعہ ۸۵ھ کا ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجاعہ نے مکران اور نواح میں فتوحات کا دائرہ وسیع کیا کھوئی ہوئی مرکزیت کو بحال کیا اور سنان بن سلمہ بن محبق کے دور کی یاد تازہ ہوئی۔ مجاعہ سندھ آنے کے ایک سال بعد فوت ہو گئے۔ان کے بعد حجاج نے محمد بن ہارون بن ذراع نمری کو مکران روانہ کیا جس نے فتوحات کیں۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵۶۔۲۵۸)

محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے:

حجاج نے سب سے پہلے ۸۶ھ کے شروع میں محمد ہارون کو ایک لشکر کے ساتھ مکران کی طرف روانہ کیا۔محمد ہارون نے مکران پہنچ کر اس شہر کو فتح کر لیا اور یہاں کے باشندے، جن میں بلوچیوں کا بھی ایک قبیلہ شامل تھا، مشرف باسلام ہو گئے۔ اسی زمانے سے سندھ میں اسلام کی اشاعت شروع ہوتی ہے ان دنوں مکران میں جا بجا مسجدیں تعمیر کی گئیں اور شریعت اسلامی کے احکامات جاری کئے گئے۔ (یعنی بلوچوں کا یہ قبیلہ تبع تابعی معلوم ہوتا ہے)۔...(اور قیدیوں اور سامان کی واپسی کے مطالبے پر راجہ داہر کا انکاری جواب سن کر) حجاج بن یوسف نے ولید بن عبدالملک سے اہل ہند سے جہاد کرنے کی اجازت لی اور بدمن نامی ایک شخص کو تین ہزار سواروں کے ساتھ محمد ہارون کے پاس بھیجا۔محمد ہارون کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایک ہزار تجربہ کار سپاہیوں کو بدمن کے ساتھ دیبل والوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کرے۔ بدمن ان سپاہیوں کو لے کر دیبل پہنچا اور وہاں اس نے اہل دیبل سے جنگ کی اس جنگ میں اسے شہادت نصیب ہوئی۔ بدمن کی شہادت کی خبر جب حجاج کو ملی تو وہ بہت پریشان ہوا اس نے اس ناکامی کی تلافی کے لئے ....محمد بن قاسم کو ۹۳ھ میں سندھ کی طرف روانہ کیا۔محمد بن قاسم چھ ہزار تجربہ کار شامی سپاہیوں کے ساتھ شیراز کے راستے سے دیبل کے سرحدی شہروں دیون اور درسنہ میں پہنچا۔ (تاریخ فرشتہ مترجم۔ج ۲۔ص ۷۸۵۔۸۸۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن قاسمؒ اور ان کے ہمراہی

حضرت محمد بن قاسم ثقفی ۶۵ھ کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے تھے جہاں حضرت انسؓ بن مالک نے ۹۰ھ کے بعد وفات پائی۔ ان کے علاوہ وہاں دیگر صحابہ بھی موجود تھے اور خیال ہے کہ آپ کی ان سے ملاقات ہوئی ہوگی۔ بایں صورت آپ تابعی معلوم ہوتے ہیں۔

ولید بن عبدالملک کے دور میں حجاج بن یوسف ثقفی کی زیرنگرانی محمد بن قاسم کی زیرکمان جس فوج نے راجہ داہر کے سندھ پر حملہ کیا اس میں ساڑھے پندرہ ہزار فوجی تھے (دیبل رجب ۹۳ھ میں فتح ہوا۔ راجہ داہر رمضان ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء میں مارا گیا۔ ملتان ۹۵ھ میں فتح ہوا۔ یوں ۷۱۱۔۱۳ء میں محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کو فتح کیا)۔ محمد بن قاسم ملتان کے انتظام میں تھا کہ حجاج کے مرنے کی خبر ملی (اس کی موت رمضان ۹۵ھ میں ہوئی)۔ اس کے بعد محمد بن قاسم الور (الرور) اور بغرور چلے آئے۔ محمد بن قاسم نے مفتوحہ علاقوں میں مسجدیں بنوائیں اور تدریس کے حلقے قائم کئے۔ کنز، قدوری اور ہدایہ وغیرہ کا تو ابھی دور دور تک نشان نہ تھا، اس لئے یہ حلقے اور مدارس قرآن و حدیث ہی کی تعلیم کے تھے۔ جیسا کہ چچ نامہ اور فتوح البلدان سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن قاسم نے فتح سندھ کے بعد پنجاب میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی کو درس حدیث پر متعین کیا تھا۔ نیز مشہور تبع تابعی اسرائیل بن موسیٰ بصری نے (جو امام حسن بصری تابعی کے شاگرد ہیں اور صحیح بخاری میں ان سے روایت موجود ہے) ہند میں درس حدیث دیا کرتے تھے، اسی لئے ان کو نزیل الہند کہا جاتا ہے۔ (سواء الطریق مع ایضاح الطریق بحوالہ تقریب وتہذیب و میزان و تاریخ الخلفاء وابجد العلوم)۔

محمد بن قاسم کے ساتھیوں میں:

مصعب بن زبیر کے زیرکمان ۴ ہزار سپاہی تھے۔

محمد ثقفی کے زیرکمان ۴۰۰۰، سپاہی تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلیمان قریشی کے زیر کمان ۶۰۰ سوار تھے۔
عطیہ طفلی کے زیر کمان ۵۰۰ سوار تھے۔
ذکوان بکری کے زیر کمان ۱۵۰۰ سوار تھے۔
نبانہ بن حنظلہ کے زیر کمان ۱۰۰۰۔ افراد تھے۔
۹۰۰ نفت انداز تھے اور
موکا بن بسایا کی فوج میں ۳۰۰۰ ہزار تھے۔

ان میں سے جتنے سپاہی مسلمان تھے وہ سب تابعی یا تبع تابعی اہل حدیث تھے۔ جناب ابوظفر دسنوی کی تاریخ سندھ میں بعض افراد کا نام بنام ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً

محرز بن ثابت، جہم جعفی ذکوان بکری، عطا بن مالک قیسی، نبانہ بن حنظلہ ۹ رمضان ۹۳ھ کے روز داہر کے خلاف مسلمان فوج کے افسران تھے۔ محرز شہید ہوئے، حسن بکری کا انگوٹھا کٹا۔ ۱۰ رمضان کے روز حنظلہ کلابی، ذکوان بن علوان بکری، ابوصابر ہمدانی، ہذیل بن سلیمان، زیاد ازدی، مسعود کلبی، محارق راسی، محمد بن زیاد عبدی، بشر بن عطیہ، مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی، خریم بن عروہ مدنی، ابو فضہ قشیری۔ مروان بن اسحم یمنی، تمیم بن زید قیسی افسران فوج تھے۔ سعید تھرڈ ان کمانڈ تھے۔ سیکنڈ ان کمانڈ محرز بن ثابت تھے۔

کعب بن مخارق (یا قیس) جو داہر کا سر حجاج کے پاس لے گیا

نبانہ بن حنظلہ کلابی، عطیہ ثعلبی، صارم بن ابوصارم ہمدانی، عبدالملک مدائنی، جذیم بن عمر الدیبھی (جذیم بن عمر الموسی)۔ بعد میں کسی جگہ افسران محمد بن قاسم تھے۔ محمد علانی، حمیم بن سامہ سامی۔

ہذیل بن سلیمان ازدی، قیس بن عبدالملک بن قیس المدینی، خالد انصاری، مسعود تمیم، ابن شیبہ جدیدی، فراسی، صابر یشکری، عبدالملک بن عبداللہ خزاعی، محرم بن علہ، علوفہ بن عبدالرحمٰن

ملیک (غلام) علوان بکری، قیس بن ثعلبہ، سلیمان بن نبہان، ابوفضہ قشوری، برجند بن عمر، عمرو بن مختار الکبری حنفی، رواح بن اسد (احنف بن قیس کا نواسہ)، موسی بن یعقوب بن محمد بن شیبان بن عمان ثقفی جو قاضی القضاہ اور مقرر ہوئے۔

زائدہ بن عمیر الطائی، عتبہ بن سلمی تمیمی، ابوحکیم شیبانی۔ زید بن عمرو کلابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زائدہ بن عمیر طائی کوفی ۔ تابعی ہیں، عبداللہ بن عمر، ابن عباس، ابن عمرو اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے۔ فتح سندھ وملتان کے وقت محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔

زیاد (یا زید) بن حواری عمی (یا عبدی)، تابعی ہیں محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔ انس بن مالک، معاویہ بن قرّہ، عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔ اپنا سلسلہ درس حدیث قائم کیا ابن حبان نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

عطیہ بن سعد عوفی۔ آپ نے ابو ہریرہ، ابوسعید خدری، ابن عباس، ابن عمر، زید بن ارقم، عکرمہ بن ثابت، عبدالرحمٰن بن جندب سے روایت کی ہے۔ ان سے حجاج بن ارطاۃ، عمرو بن قیس ملائی، محمد بن ابی لیلی وغیرہ نے روایت کی۔ سلسلہ جہاد میں محمد بن قاسم کے ساتھ وارد سندھ ہوئے۔ ایک موقع پر میمنہ پر متعین رہے۔ فتح ملتان کے وقت محمد بن قاسم کے ساتھ تھے۔ کچھ عرصہ بعد کوفہ چلے گئے جہاں ۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

ابوقیس زیاد بن رباح قیسی بصری۔ تابعی تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد۔ ان کی مرویات میں من خرج من الطاعة و فارق الجماعة فمات ميتة جاهلية (جو شخص دائرہ اطاعت سے باہر نکلا اور جماعت سے الگ ہوا، وہ جاہلیت کی موت مرا) محمد بن قاسم کے ساتھ تھے اور سندھ میں جہاد کیا۔

حکم بن عوانہ کلبی، تابعی تھے سیاسی اور انتظامی امور کے ماہر۔ دو مرتبہ سندھ آئے۔ پہلی مرتبہ محمد ابن قاسم کے ساتھ بطور مجاہد۔ دوسری مرتبہ ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) کے دور حکومت میں جب انہیں تمیم بن زید کے بعد امیر سندھ مقرر کیا گیا۔ سندھ میں شہادت پائی۔ قرآن وحدیث کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

قطن بن مدرک کلابی۔ تابعی تھے اور ولید بن عبدالملک کے عمال سے تھے۔ محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ آئے فوجی خدمات انجام دیں کافی عرصہ یہاں رہ کر اسلام کی تبلیغ کی۔

قیس بن ثعلبہ۔ مجاہد تھے اور حدیث کا درس بھی دیا۔ محمد بن قاسم کی فوج میں شامل ہو کر سندھ آئے۔ عبداللہ بن مسعود کے شاگرد تھے۔

کہمس بن حسن بصری۔ عابد وزاہد تھے۔ محمد بن قاسم کی فوج میں تھے۔ ثقہ راوی حدیث شمار ہوتے ہیں۔ ۱۴۹ھ میں وفات پائی۔ حسن بصری کے بیٹے تھے۔

موسیٰ بن یعقوب ثقفی۔ محمد بن قاسم کے فتح ارور کے بعد انہیں وہاں کا قاضی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطیب مقرر کیا۔ بعد میں پورے سندھ کے قاضی القضاۃ ہوئے۔قرآن وحدیث پر عبور تھا۔ ان کا خاندان سندھ میں عرصہ تک مشہور اور قابل احترام رہا۔

جنید بن عمرو العدوانی المکی ۔ اہل مکہ کے مشہور قاری تھے۔ ثقہ اور کثیر الحدیث راوی۔آل زبیر بن العوام کے آزاد کردہ غلام تھے۔حمید بن قیس سے روایت کی اور خود ان سے محمد بن عبداللہ بن قاسم نے حدیث پڑھی۔جنید بن عمرو تبع تابعی تھے محمد بن قاسم کے ساتھ وارد سندھ ہوئے ۔ جب محمد ابن قاسم نے ہراور میں قیام کیا تو وہاں سے جنید کو ایک دستے کا کماندار بنا کر جہاد کے لئے بھڑوچ روانہ کیا۔

محمد بن زید (یا زیاد) عبدی۔ زیاد، محمد بن قاسم کے امراء ومعاونین میں سے تھے آپ نے ابوشریح، سعد بن جبیر، ابراہیم نخعی اور ابوالاعین سے حدیث روایت کی۔ایک خیال کے مطابق یہ محمد بن زید نہیں، بلکہ محمد بن زیاد ہیں۔

راجہ داہر کا قاتل ابن الکلبی کی روایت کے مطابق قاسم بن ثعلبہ بن عبداللہ بن حصن طائی تھا۔(فتوح البلدان ص ۴۲۶)۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۶۵)

ابومحمد ہندی بغدادی ۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں راجہ داہر کے قتل کے بعد محمد بن قاسم کے پورے سندھ پر قابض ہونے کی روایت ان سے کی ہے، انہوں نے ابوالفرج سے روایت کی ہے اور ان سے علی بن محمد مدائنی نے روایت کی ہے۔ ہندی کی نسبت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے اسلامی ہند سے ان کا تعلق تھا۔

محمد بن قاسم اور ان کے ساتھ آنے والے تمام مسلمان، اہل حدیث تھے اور ان کی کاوشوں اور تبلیغ سے ہند وسندھ میں جتنے لوگ مشرف باسلام ہوئے، وہ بھی اہل حدیث تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنی امیہ کے آخری دور میں برصغیر کے اہلحدیث

یزید بن ابو کبشہ سکسکی دمشقی تابعی حجاج کے زمانے میں ایک فوجی عہدے پر تھے۔حجاج کی وفات کے بعد ولید بن عبدالملک نے انہیں بصرہ کا والی مقرر کیا۔سلیمان بن عبدالملک کے دور میں آپ محمد بن قاسم کی جگہ والی سندھ مقرر ہوئے اور آپ ہی نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے معاویہ بن مہلب کے ساتھ عراق روانہ کیا تھا (مات الولید بن عبدالملک و ولّی سلیمان بن عبد الملک۔ فولّی یزید بن ابی کبشه السکسکی السّند۔ فاخذ محمداً و قیده و حمله الی العراق (کامل۔ص ۵۸۸ ج ۴) خود یہاں آنے کے ۱۸ دن بعد ۹۶ھ میں فوت ہوئے۔آپ نے شرحبیلؓ بن اوس، اور ابو الدرداء سے روایت حدیث کی۔اپنے والد اور مروان سے بھی حدیث کا سماع کیا۔ان کے شاگرد کافی ہیں۔امام بخاری ان کے متعلق کہتے ہیں کان عریف السکا سک کہ یہ سکسکیوں کے سرکردہ آدمی تھے۔ان کی روایت سے احادیث بھی مروی ہیں۔مستدرک حاکم میں بطریق ابی بشر ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

سمعت یزید بن ابی کبشه یخطب بالشام، یقول سمعت رجلاً من اصحاب رسول الله ﷺ یحدث عبد الملک بن مروان، ان رسول الله ﷺ قال اذا شرب الخمر فاجلدوه۔ابوالبشر کہتے ہیں، میں نے شام میں یزید بن ابو کبشہ سے خطبہ دیتے ہوئے یہ الفاظ سنے، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ میں سے ایک صحابی سے سنا ہے، وہ عبدالملک کو بتا رہے تھے کہ کوئی شراب نوشی کرے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔(امام حاکم کے مطابق یہ صحابی شرحبیل بن اوس ہیں) (فقہائے ہند ج ۱۔ص ۶۵۔۶۶)

ایک روایت یزید بن ابی کبشہ عن ابی الدرداء، امام محمد کی کتاب الآثار میں بھی درج ہے۔

اس دور میں حبیب بن مہلب بھی سندھ آئے جیسا کہ ابن اثیر نے لکھا ہے:

واستعمل سلیمان بن عبد الملک علی السند حبیب بن المهلب، فقدمها و قد رجع ملوك السند الی ممالکهم و رجع جیشبه بن داهر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی برهمنا باذ ۔ فنزل حبیب علی شاطی مهران، فاعطاه اهل الرور الطاعة۔ وحارب قوماً فظفربهم ۔ (کامل ج۴ص ۵۸۹)۔ کہ سلیمان عبدالملک کے دور میں حبیب بن مہلب والی سندھ ہوا۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے حبیب بن مہلب کو معزول کیا اور فاتح ترکستان قتیبہ بن مسلم کے بھائی عمر بن مسلم باہلی کو سندھ کا والی مقرر کیا اور ۱۰۰ھ میں

کتب الی ملوك السند یدعوهم الی الاسلام علی ان یملکهم بلاد هم و لهم ما للمسلمین وعلیهم ماعلی المسلمین ۔ و قد کانت سیرته بلغتهم ۔ فاسلم جیشبه بن داهر ۔ و الملوك تسموا له باسماء العرب۔ وکان عمر قد استعمل علی ذلک الثغر عمرو بن مسلم (باهلی) اخا قتیبة بن مسلم ۔ فغزا بعض الهند ۔ فظفر و بقی ملوك السّند مسلمین علی بلادهم ایّام عمر و یز ید بن عبد الملک ۔ فلمّا کان ایّام هشام ارتدّوا عن الاسلام (کامل ۔ ۵ ۔ص ۵۴۔۵۵) سندھ کے راجوں کو دعوت اسلام دی۔ جس کے جواب میں کئی راجوں نے اسلام قبول کرلیا۔

ان نومسلموں راجوں کے نام سوائے جیشبہ بن داہر کے ہمیں معلوم نہیں ہوسکے تاہم اتنی بات کہی جاسکتی ہے کہ یہ نومسلم راجے اہل حدیث تھے۔

ہشام بن عبدالملک کے دور کے واقعات میں ابن اثیر نے بتایا ہے:

ثم انّ الجنید بن عبد الرحمن ولی السّند ایّام هشام بن عبدالملک ۔ فاتی شطّ مهران .... وغزا الجنید الکیرج .. و وجه العمال الی المرمد و المندل و دهنج و بر ونج .. و وجه جیشاً الی ازین فاغاروا علیها وفتح البیلمان و ولی الجنید تمیم بن زید القینیّ، فضعف و وهن و مات قر یباً من الدیبل ... ثم ولی الحکم بن عوام الکلبی،وقدکفر اهل الهندالااهل قصّة۔ فبنی مدینة سمّاها المحفوظة وجعلها مأوی للمسلمین۔ وکان معه عمرو بن محمد بن القاسم، وکان یفوض الیه عظیم الامور۔ فاغزاه من المحفوظة ۔ فلما قدم علیه وقد ظفر امره فبنی مد ینة و سمّاها المنصورة۔ فهی التی ینزلها الامراء ۔(کامل ۔ ج

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴ص ۵۸۹۔۵۹۰) کہ جنید بن عبدالرحمٰن والی سندھ ہوئے..اور جنید نے تمیم بن زید قینی کو ایک جگہ کا امیر مقرر کیا.... پھر حکم بن عوانہ کلبی والی ہوا جس نے محفوظہ نامی شہر بسایا۔حکم بن عوانہ کے ساتھ عمر بن محمد بن قاسم بھی تھا جس نے منصورہ نامی شہر بسایا (مختصراً)۔

اور ۱۰۷ھ کے واقعات میں ابن اثیر(کامل ج ۵ ص ۱۳۵) نے بتایا ہے: فی هذه السنه استعمل خالدالقسری الجنید بن عبد الرحمن علی السّند ..

بعد کے اموی خلفاء کے دور میں وداع بن حمید ازدی سندھ کا والی ہو کر آیا، ہلال بن احوز تمیمی بھی یہاں آیا، پھر عمر بن مسلم کے بعد ۱۰۷ھ میں جنید بن عبدالرحمٰن الری سندھ کا حاکم ہو کر آیا۔۱۱۱ھ میں جنید کے بعد سندھ کا والی تمیم بن زید عتبی ہوا۔ یہ محمد بن قاسمؒ کے ساتھ آیا تھا اور اس وقت سے یہیں تھا۔ایک سپاہی خنیس یربوعی تھا۔پھر حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ ہوا۔عمر بن محمد بن قاسم بھی اس دور میں سندھ آیا اور کئی امور اس کے سپرد ہوئے۔

اسی حکم بن عوانہ کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری آیا جس کا پوتا عمر بن عبدالعزیز ہباری بعد ازاں حجازی لوگوں کا سردار بن کر سندھ کا حکمران ہوا۔

محمد بن قاسم کا بیٹا عمر سواروں کا سردار تھا اور بعد میں یوسف بن عمارہ کے ساتھ اس کا نام حاکم سندھ کے لئے خلیفہ ہشام کے سامنے پیش ہوا۔اور حکم بن عوانہ بن عیاض بن وزر کلبی کے مرنے پر عمر بن محمد ثقفی کو والی سندھ ہوا اور ۵ سال اس منصب پر فائز رہا، پھر ہشام بن عبدالملک نے اسے معزول کیا۔اس کے بعد ۱۲۵ھ میں یزید بن عرار سندھ کا حاکم ہوا۔

حاتم بن قبیصہ بن مہلب بن ابوصفرہ ازدی نے ایک عرصہ تک سندھ میں جہاد کیا۔ ان کے بیٹے یزید سندھ میں انتظامی عہدے پر رہے۔ یزید کے بیٹے مغیرہ اور داؤد اور پوتے ابراہیم بھی سندھ میں انتظامی عہدیدار رہے۔

معاویہ بن قرّہ مزنی بصری تابعی تھے، کئی صحابہ سے حدیث پڑھی جن میں ان کے والد قرّہ بن ایاس، معقل بن یسار مزنی، ابوایوب انصاری، عبداللہ بن مغفل وغیرہ ہیں۔خود بھی حلقہ درس جاری کیا، کئی شاگرد ہوئے۔عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں بصرے کے قاضی تھے۔دو مرتبہ سندھ آئے۔۱۲۲ھ میں وفات پائی۔

مکحول بن عبداللہ سندھی۔علوم قرآن و حدیث میں مہارت کے باعث امام السّند والشّام کہلاتے تھے۔سندھ اور شام میں طویل قیام کیا۔۱۱۲ یا ۱۱۳ھ میں انتقال ہوا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن غزان کلبی ۔طبری نے ۱۲۶ھ کے واقعات میں ان کا ذکر کیا ہے ۔محمد بن قاسم کے بیٹے عمر کے زمانے میں یہ سندھ میں تھے۔ بعد میں انہیں والی سندھ بنایا گیا۔

عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ نام عبدالعزیز تھا، بعد میں اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیا اسی نام سے شہرت پائی۔ تبع تابعی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ کے مطابق کان من سبی السند، اسیران سندھ میں سے تھے۔ ملک شام گئے تو ان کی رہائش اوزاع نامی قصبہ میں رہی اس لئے اوزاعی کہلائے۔عطابن رباح، زہری وغیرہ سے روایت کی ۔محمد بن سیرین سے بھی سماع کیا۔ حافظ الحدیث اور بلند مقام امام ہیں۔ان سے ابن مبارک، شعبہ بن سعید القطان، ولید بن مسلم، یحی بن سعید القطان، ابو عاصم، ابوالمغیرہ، محمد بن یوسف فریابی وغیرہ نے پڑھا۔امام الہند والشام کہلائے۔ وفات ۱۵۷ھ میں بیروت میں ہوئی۔

سعد بن ہشام بن عامر انصاری تابعی ۔آپ انس بن مالک کے چچازاد بھائی اور اجلہ تابعی ہیں ۔اپنے والد ہشامؒ،انسؓ، عائشہؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ، سمرہؓ بن جندب سے روایت کی اور ان سے حمید بن ہلال، زرارہ بن ابی اوفی، حمید بن عبدالرحمٰن حمیری، اور حسن بصری نے روایت کی۔صحاح ستہ میں ان کی روایات موجود ہیں۔امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر میں ان کے تذکرہ میں لکھا قتل سعد فی ارض مکران، علی احسن حالٍ (سعد کی حیات دنیوی کا اختتام مکران میں ہوا)۔تقریب التہذیب میں لکھا ہے استشھد بارض الھند۔

ابو اسحاق ابراہیم بن سندی بن علی بن بہرام اصفہانی ۔آپ نے محمد بن ابوعبد الرحمٰن مقری اور محمد بن زیاد زیادی سے روایت کی ہے اور ابراہیم بن محمد حمزہ اور عبداللہ بن محمد بن جعفر، محمد بن یوسف اور سلیم بن احمد نے آپ سے روایت کی ہے۔امام ابونعیم اصفہانی نے ایک واسطہ سے آپ سے روایت کی ہے۔

اسماعیل بن موسی بن انت سندی اصفہانی ۔آپ نے امام مالک اور امام شریک سے روایت کی ۔آپ سے عمر بن شاکر نے روایت کی ۱۴۵ھ میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

موسی سیلانی ۔ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں اور ابن اثیر نے لباب میں آپ کا ذکر کیا ہے۔انسؓ بن مالک سے حدیث سنی۔شعبہ نے آپ سے روایت کی یحی بن معین نے ان کی توثیق فرمائی ہے۔ابن صلاح نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے۔جزیرہ سیلون کی نسبت سے سیلانی کہلائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی عباسی دور میں برصغیر کے اہلحدیث

تاریخ الکامل میں ۱۳۴ھ کے واقعات میں ذکر ہے:

و فی هذه السنةوجّه السفاح موسی بن کعب الی السند لقتال منصور بن جمهور۔ فسار واستخلف مکانه علی شر ط السفاح المسیّب بن زهیر ۔ وقدم موسی السند فلقی منصوراً فی اثنی عشر الفاً۔ فانهزم منصور و من معمه ومضی فمات عطشاً فی الرمال، و قد قیل اصابه بطنه فما ت۔ (کامل ج ۵ ص ۴۵۳)

اور تاریخ ابن خلدون (حصہ سوم ص ۳۴۔۳۵ مترجم) میں ذکر ہے کہ

۱۳۴ھ میں ابو داؤد خالد بن ابراہیم نے اہل کش پر جہاد کیا.....جب سفاح کو سندھ میں منصور بن جمہور کی عہد شکنی و بغاوت کی خبر پہنچی تو اپنے افسر پولیس موسی بن کعب کو اس مہم پر بھیج دیا اور بجائے اس کے اس عہدہ پر مسیّب بن زہیر کو مامور کیا اور منصور سے سرحد ہند پر مقابلہ ہوا۔ منصور کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی... بایں ہمہ شکست کھا کر بھاگا اور ریگستان میں شدت تشنگی سے مر گیا۔ منصور کے گورنر نے جو سندھ میں تھا یہ حال سن کر مع اہل وعیال واسباب کے بلاد خزر چلا گیا۔

۱۴۱ھ میں موسی بن کعب والی سندھ نے انتقال کیا، تب بجائے اس کے اس کا لڑکا عینیہ گورنر سندھ بنایا گیا۔ ۱۴۲ھ میں اس نے بغاوت کی تو المنصور نے عمر بن حفص بن ابی صفرہ کو سندھ پر مامور کیا۔ (تاریخ ابن خلدون ۔ حصہ سوم ص ۸۰)

۱۴۲ھ میں عینیہ بن موسی عامل سندھ تھا.. پھر منصور عباسی نے بصرہ سبیع عمر بن حفص بن ابی صفرۃ عتکی کو سندھ و ہند کی گورنری دے کر بھیجا۔ (ابن خلدون ۔ حصہ سوم ۔ ص ۵۰)

عہد خلافت منصور میں سندھ کا گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیطہ بن ابی صفرہ ملقب بہ ہزارمرد تھا۔ ۱۵۱ھ میں المنصور نے عمر بن حفص کو سندھ کی گورنری سے تبدیل کر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افریقیہ کی گورنری پر بھیج دیا اور بجائے اس کے سندھ میں ہشام بن عمرو تغلبی کو مقرر کیا۔
(تاریخ ابن خلدون مترجم۔حصہ سوم۔ص ۸۱)

قاضی اطہر مبارک پوری بتاتے ہیں:

خلیفہ منصور (۱۳۶ تا ۱۵۸ھ) نے ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ پر مامور کیا جس نے فتوحات کیں اور عمرو بن جمل کو بحری بیڑے کے ساتھ بھڑوچ (گجرات) وغیرہ روانہ کیا ابن جمل نے سب سے اہم کام یہ کیا کہ قندابیل پر جن عرب خاندانوں نے قبضہ کر رکھا تھا ان کو وہاں سے نکال کر مرکز خلافت بغداد سے وابستہ کر دیا۔ بلاذری کا بیان ہے وکان بقندابیل متغلبة من العرب فأجلاهم عنها (فتوح البلدان۔ص ۴۳۱) کہ قندابیل پر کچھ عربوں نے قبضہ کر لیا۔عمرو بن جمل ان سب کو نکال باہر کیا۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۸۰۔۲۸۱)

اور شاہ معین الدین احمد ندوی نے ان واقعات کو یوں بیان کیا ہے:

سفاح کے دور میں منصور بن جمہور عجلی کے ہاتھوں سے سندھ کو موسیٰ بن کعب تمیمی نے چھڑایا تھا۔ ۱۴۱ھ میں اس کا انتقال ہو گیا۔اس کے بعد اس کا لڑکا عینیہ اس کا جانشین ہوا۔اس کی نا اہلی کی وجہ سے سندھ میں عدنانی اور قحطانی قبائل کی عصبیت، جس نے بنی امیہ کا خاتمہ کیا تھا، ابھر آئی اور بارگاہ خلافت سے بھی عینیہ کا رویہ باغیانہ ہو گیا۔اس لئے منصور نے عمر بن حفص عتکی کو اس کی تادیب کے لئے روانہ کیا۔عینیہ دیبل کے قلعہ میں محصور ہو گیا۔ ابن حفص نے حملہ کر دیا، عینیہ نے اپنے طرز عمل سے اپنے ساتھیوں کو بھی برہم کر دیا تھا، اس لئے وہ سب ابن حفص سے مل گئے اور عینیہ کو مجبور ہو کر اپنے کو ابن حفص کے حوالہ کر دینا پڑا۔اس نے اسے منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ راستہ میں وہ موقع پا کر بھاگ نکلا لیکن رخج میں قحطانیوں کے ہاتھ پڑ گیا انہوں نے اسے قتل کر دیا... یعقوبی کا بیان ہے کہ سندھ آنے کے دو سال بعد ۱۴۳ھ میں منصور نے ابن حفص کو معزول کر کے ہشام بن عمرو تغلبی کو والی بنایا، لیکن ابن اثیر کے بیان کے مطابق ۱۵۱ھ تک وہ سندھ میں رہا... بعد ازاں ابن حفص کو افریقہ تبادلہ کر دیا گیا اور اس کی جگہ ہشام بن عمر تغلبی کا تقرر ہوا۔جس کے بھائی سفیح کا عبداللہ الاشتر سے سامنا ہوا جس میں اشتر مارے گئے..اور ہشام نے اس راجہ پر جس کے یہاں اشتر پناہ گزین تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فوج کشی کر کے اس کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اشتر کی طرف سے اطمینان حاصل ہو جانے کے بعد ہشام نے سندھ کے مختلف حصوں میں فوجیں روانہ کیں اور خود ملتان کی طرف بڑھا۔ حاکم ملتان نے شجاعت سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور شہر پر ہشام کا قبضہ ہو گیا۔ عینیہ کے زمانہ میں قندابیل پر بعض عرب قابض ہو گئے تھے، ملتان کے بعد ہشام نے ان کو یہاں سے نکالا اور ہردوح کی بندرگاہ گندھار پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا اور یہاں ایک مسجد تعمیر کی جو اس سرزمین کی پہلی مسجد ہے... ہشام کے دور میں سندھ کی فارغ البالی اور سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہوا۔ یہاں کے باشندے اسے بابرکت سمجھنے لگے۔ (تاریخ اسلام۔ جلد سوم۔ ص ۶۵۔۶۷)

قاضی اطہر مبارک پوری نے لکھا ہے عباسی دور میں ابوجعفر منصور نے ہشام بن عمر تغلبی کو سندھ کا گورنر مقرر کیا اس نے حالات کو درست کیا اور گجرات کے ایک مرکزی مقام بار بد (بھاڑ بھوت ضلع بھڑوچ) کی طرف بحری مہم روانہ کی اور یہاں کی بندرگاہ قندھار (گندھارا ضلع بھروچ) پر قبضہ کیا۔ اموی حاکم سندھ جنید بن عبدالرحمٰن کے حملہ گجرات کے ۲۵ سال بعد عباسی حاکم ہشام بن عمرو تغلبی کا حملہ زیادہ کامیاب رہا۔

قدیم و جدید مورخین کی تصنیفات کے ان اقتباسات میں مذکور سیاسی اور انتظامی اکھاڑ پچھاڑ سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے، نہ ہی عدنانی قحطانی چپقلش اور عباسی علوی سیاست سے کوئی غرض ہے۔ ان اقتباسات کو پیش کرنے سے ہمارا مقصد ان مسلمانوں کے نام قارئین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرنا ہے جو ان میں ذکر ہوئے ہیں، کیونکہ یہ سارے لوگ فقہی مذاہب اربعہ میں سے کسی کے پیروکار نہیں تھے، بلکہ ان میں جو اہل سنت تھے (اور انہی کی غالب اکثریت ہے) وہ اہل حدیث تھے۔

اس کے علاوہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابوزید یلمانی کا ذکر بھی ہم اسی دور میں کئے دیتے ہیں۔ یہ اپنے والد کی طرح مولی عمر کی نسبت سے مشہور ہیں۔ اپنے والد سے روایت کی اور ان سے سعید بن بشیر بخاری، عبداللہ بن عباس بن ربیع حارثی، محمد ابن حارث بن زیاد حارثی، محمد ابن کثیر عبدی، ابوسلمی موسیٰ بن اسماعیل وغیرہ نے روایت کی۔ امام ابن معین اور دوسرے علمائے جرح وتعدیل نے ان کو منکر الحدیث قرار دے کر ان کی روایات کو غیر معتبر بتایا ہے۔ ۱۴۰ اور ۱۵۰ھ کے درمیان کسی وقت فوت ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہدی عباسی نے تخت نشینی کے بعد کے اکثر حکمرانوں کے نام تبلیغی خطوط بھیجے۔ یہ سب حکومت اسلامیہ کے ماتحت تھے۔ ان میں سے پندرہ راجوں نے اسلام قبول کیا۔ ان ہی میں ایک سندھ کا راجہ تھا جس کو رائے کہتے تھے اور ایک ہندوستان (سرحدی علاقہ پشاور) کا تھا جسکو مہراج کہتے تھے اور یہ پورس کے خاندان سے تھا۔ (تاریخ سندھ، دسنوی۔ص ۱۶۱)۔

قاضی اطہر مبارک پوری نے بھی لکھا ہے کہ مہدی عباسی کی دعوت اسلام پر یہاں کے کئی راجے مسلمان ہوئے جن میں پورس خاندان کا ایک راجہ بھی شامل تھا۔

یہ نومسلم اصحاب الحدیث تھے کیونکہ نہ تو ابھی تک تقلید شروع ہوئی تھی نہ مذاہب اربعہ قائم ہوئے تھے۔

۱۵۹ھ میں خلیفہ المہدی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ، جس میں رضا کار بھی تھے، بلاد ہند کی طرف روانہ کیا۔ یہ فارس سے کشتیوں پر سوار ہو گئے اور سرزمین ہند میں پہنچ کر بار بد پر لڑائی ہوئی ...مسلمانوں کی طرف سے تقریباً بیس آدمی شہید ہوئے۔ (فتح کے بعد مسلمان) دریا کا جوش فرو ہونے کے انتظار میں چند روز ٹھہرے۔ اتفاق سے ایک بیماری وبائی پیدا ہوگئی جس میں ایک ہزار آدمی مر گئے، ازانجملہ ابراہیم بن صبیح تھے۔ (تاریخ ابن خلدون مترجم۔حصہ سوم۔ ص ۹۳)۔

اور بعد کے مورخین نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے:

> ۱۵۹ھ میں غالباً پھر عرب تاجروں کو گجراتیوں سے شکایت پیدا ہوئی۔ اس لئے خلیفہ مہدی نے جہازوں کا ایک بڑا بیڑہ عبدالملک بن شہاب مسمعی کے زیر کمان بھیجا تاکہ ان کی شکایات دور کی جائیں۔ یہ بیڑا ۱۶۰ھ میں بھاڑ بھوت پہنچا جو بھڑوچ سے سات میل مغرب کی جانب ایک کچی بندرگاہ تھی، جہاں جہاز سمندر کے مد و جذر کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ اس فوج میں والنٹیر بھی بہت تھے اور غالباً ان کے افسر ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی بصری تھے جن کو تابعی ہونے کا فخر حاصل تھا۔ اور ایک روایت کے مطابق اسی مہم کے دوران ربیع بن صبیح کی ایک بیماری سے شہادت ہوئی۔ (تاریخ اسلام ندوی ج ۳ ص ۸۸؛ دسنوی۔ص ۱۶۱۔۱۶۲؛ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۹۔۳۱)

یعنی کم وبیش دس ہزار افراد عبدالملک بن شہاب مسمعی کے ساتھ ۱۶۰ھ میں سندھ تشریف لائے۔ ربیع بن صبیح تابعی تھے۔ حسن بصری، یزید رقاشی، حمید الطّویل، ابوالزبیر،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثابت بنانی، مجاہد بن جبیر وغیرہ کے شاگرد حدیث ہیں۔ ان سے سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، وکیع، ابن مہدی اور عاصم بن علی نے حدیث کی سماعت و روایت کی۔ شیخ محمد اکرام (آب کوثر۔ حاشیہ ص ۳۵) کے مطابق سب سے پہلے جس اہل تصنیف بزرگ کے سندھ میں آنے کا بالوضاحت نام ملتا ہے وہ ربیع بن صبیح ہیں جو ۱۵۹ھ میں فوج کے ہمراہ یہاں تشریف لائے۔ کشف الظنون کے مطابق آپ نے تدوین حدیث میں حصہ لیا اور بعض کا خیال ہے کہ آپ ہی اسلام میں پہلے مصنف و مرتب تھے۔ آپ تابعی تھے۔ طبقات ابن سعد کے مطابق آپ نے ۱۶۰ھ میں وفات پائی اور سندھ میں مدفون ہوئے۔

۱۵۹۔۱۶۰ھ والی مہم میں ان کی شمولیت اس مہم میں شامل دیگر مسلمانوں کو تبع تابعی کے مرتبہ پر فائز کر دیتی ہے۔ اور یہ سب عاملین بالحدیث تھے کہ ابھی فقہی مذاہب اربعہ قائم ہی نہیں ہوئے تھے۔

ان کے علاوہ اس دور میں ایک سندھی اہلحدیث ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن کا نام ملتا ہے جو سندھ سے جنگی قیدیوں کے ساتھ دوسری صدی میں حجاز لائے گئے۔ متعدد خاندانوں کے غلام رہے لیکن ہر جگہ علمی سرچشمہ سے سیراب ہوتے رہے اور آخر علم حدیث مغازی اور فقہ میں باکمال ہوئے۔ مشہور محدث اور تبع تابعی تھے۔ سعید بن مسیّب، محمد بن المنکدر وغیرہ سے روایت کی۔ ان کی روایت ترمذی میں بھی ہے۔ مدینہ میں قیام رہتا تھا خلیفہ مہدی عباسی ان کا قدردان تھا۔ ۱۶۱ھ میں آپ کو بغداد لے آیا اور درس حدیث کا کام سپرد کر دیا۔ آپ کی وفات رمضان ۱۷۰ھ میں ہوئی۔ ہارون الرشید نے جنازہ پڑھایا، بغداد میں دفن ہوئے۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ قاضی عبدالکریم سمعانی (ف ۵۶۲ھ) نے (اپنی کتاب الانساب میں) ان محدثین کا ذکر کیا ہے جو دیبل میں گذرے ہیں۔۔ اور سندھ دیبل منصورہ اور لاہور کے کئی بزرگوں کے مختصر حالات درج کئے ہیں مثلاً ابومعشر نجیح سندھی جو نومسلم تھے اور مدینہ منورہ میں مدت تک رہنے کی وجہ سے مدنی کہے جاتے تھے۔ اپنے زمانے میں فن مغازی وسیر کے امام تھے بلکہ مورخین آپ کو ان بزرگوں کی فہرست میں شامل کرتے ہیں جو فن سیر و مغازی کو اولاً قید تحریر میں لائے۔

ان کے بعد ان کے لڑکے ابوعبدالملک محمد بن ابی معشر نجیح بن عبدالرحمٰن بھی علم حدیث میں بڑے پایہ کے عالم ہوئے۔ بغداد ہی میں قیام رہا۔ اپنے والد کی کتاب المغازی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے راوی ہیں۔ ابو یعلی موصلی نے ان سے روایت کی ہے۔ ۹۹ برس کی عمر میں ۲۴۴ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ سندھ، دسنوی۔ص ۳۷۲)

۱۶۱ھ میں المہدی نے سندھ کی گورنری بصر بن محمد بن اشعث کو دی۔ (تاریخ ابن خلدون مترجم۔حصہ سوم۔ص ۹۱)

ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ بصری تبع تابعی تھے بصرہ کے رہنے والے تھے۔ حسن بصری، ابو حازم اشجعی، محمد بن سیرین، اور وہب بن منبہ سے روایت حدیث کی۔ ان سے سفیان ثوری، ابن عینیہ، یحیٰ بن سعید قطان وغیرہ نے حدیث پڑھی۔ ثقہ راویوں میں شمار ہوتے تھے اور ابن حبان نے لکھا ہے کان یسافر الی الھند۔ بخاری میں ان کی سلسلہ سند کی ایک حدیث چار مقامات پر درج ہے۔ چونکہ سندھ آنا جانا رہتا تھا اسلئے ہند کی طرف منسوب ہوئے جیسا کہ سمعانی نے انساب میں لکھا ہے کان ینزل الھند فنسب الیھا۔

ہارون الرشید عباسی نے ۱۸۴ھ میں سندھ کی گورنری داؤد بن یزید بن حاتم کو دی

(تاریخ ابن خلدون۔حصہ سوم۔ص ۱۳۵)

ہارون کے دور میں سندھ میں یمنی اور مضری قبائل میں جنگ شروع ہوئی ہارون نے یکے بعد دیگرے کئی عامل بھیجے لیکن وہ ناکام رہے، پھر ۱۸۴ھ میں داؤد بن حاتم مہلبی کو بھیجا گیا اس نے اپنے بھائی مغیرہ کو مامور کیا وہ منصورہ پہنچا تو مضری (جنہوں نے یمنیوں کو نکال رکھا تھا) مزاحم ہوئے لیکن پھر اس شرط پر داخلہ کی اجازت دی کہ وہ کوئی تعصب نہ برتے گا، جو نکلنا چاہے اسے نکلنے دے گا۔ اس طرح کئی مضری منصورہ چھوڑ کر چلے گئے مغیرہ معاہدہ پر کاربند نہ رہا تو مضریوں نے مقابلہ کیا اور مغیرہ کو شکست کھا کر منصورہ چھوڑنا پڑا۔ داؤد بن یزید کو خبر ہوئی تو خود آیا اور مضریوں کو شکست دے کر منصورہ پر قبضہ کیا پھر دیگر شہروں سے بھی ان کا زور توڑ دیا (تاریخ اسلام۔ندوی۔ج ۳ص ۱۱۴۔۱۱۵)

ابو عینیہ بن محمد بن ابو عینیہ بن مہذب بن ابوصفرہ ازدی۔ سندھ میں مقیم تھے۔ اعمش سے روایت کی ہے۔ بیٹے کا نام محمد تھا جس نے آپ سے حدیث پڑھی۔

سندی بن شماس السمان بصری۔ ان کا ذکر امام بخاری نے تاریخ کبیر میں کیا ہے سندھی تھے لیکن بصرہ چلے گئے تھے۔ عطا بن رباح اور محمد بن سیرین سے روایت حدیث کی۔ اور ان سے موسیٰ بن اسماعیل اور موثرہ بن الاشرس نے روایت کی۔ تبع تابعی تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحیم دیبلی سندھی۔ثقفی تھے لیکن شائد ان کے آباء میں سے کوئی سندھ میں آباد ہو گیا تھا۔آپ کی ولادت دیبل میں ہوئی۔ تبع تابعی آئمہ حدیث میں سے تھے۔ابن حجر نے میزان میں لکھا ہے:

قال العقیلی قال جدّی قدم علینامن السند شیخ کبیرکان یحدث عن الاعمش ۔عقیلی کہتے ہیں میرے دادا نے بتایا کہ ہمارے پاس بصرہ میں سندھ کے ایک بڑے شیخ آئے جو اعمش سے روایت کرتے تھے۔

محمد بن حارث بیلمانی ۔آپ نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور ان کے والد نے محمد بن عبدالرحمٰن بیلمانی سے روایت کی ۔

فضل بن احمد اصفہانی ہاشمی نے منصورہ سے بغداد جا کر حدیث کی روایت کی ، ہدبہ بن خالد سے حدیث کی تعلیم پائی۔فضل بن صالح منصوری کے نام سے بھی مشہور ہیں ۔

ابوحمزہ ہریم بن عبدالاعلی بن فرات سندی اصفہانی، آپ نے محمد بن راشد صاحب ابی داؤد اور اسماعیل بن عبداللہ سے روایت کی اور آپ سے عبدان، ابویعلی اور ابن رستہ نے روایت کی آپ نے ۲۲۰ھ میں اصفہان میں حدیث کی روایت کی۔

امام عبد بن حمید بن نصر کسّی ۔ حافظ حدیث اور مسند کسّی کے مصنف ہیں اور ان کا نام عبدالحمید ہے مگر تخفیف کر کے صرف عبد حمید بولا جاتا ہے ۔ جوانی میں علمی اسفار کر کے یزید بن ہارون، محمد بن بشر عبدی، علی بن عاصم، ابن ابی فدیک، حسین بن علی جعفی، ابواسامہ اور امام عبدالرزاق وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا اور ان سے امام مسلم، امام ترمذی وغیرہ نے روایت کی ۔امام بخاری نے بخاری میں تعلیقاً ایک روایت درج کی ہے ۔ ۲۴۹ھ میں وصال فرمایا۔علمائے طبقات ورجال آپ کو سمرقند کے قریب ایک شہر کش یا کس کی طرف منسوب کیا ہے مگر یاقوت حموی نے معجم البلدان میں کسّ کے بیان میں آپ کو ہندوستان کے ساحلی شہر کچھ کی طرف منسوب کیا اور لکھا :۔ وکسّ ایضاً مدینۃ بارض الھند مشھورۃ ذکرت فی المغازی و ممّن ینسب الیھا عبد بن حمید بن نصر (نیز کس ہندوستان میں ایک مشہور شہر ہے جس کا تذکرہ مغازی کی کتابوں میں ہے اور اس کی طرف منسوب علما میں عبد بن حمید بن نسر کسّی ہیں)

عبدالرحمٰن بیلمانی ۔حضرت عمر کے موالی تھے کنیت ابو حاتم تھی۔عثمان ،عبداللہ بن عمر، سعید بن زید، معاویہ وغیرہ سے احادیث روایت کیں۔اور تابعین میں عبدالرحمٰن بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعرج اور نافع بن جبیر بن مطعم سے روایات کیں۔ کسی نے ثقہ اور کسی نے ضعیف کہا ہے۔
بیلمانی تھے جو گجرات کاٹھیاواڑ اور مارواڑ کے درمیان ایک قصبہ ہے جو جنید بن عبدالرحمٰن مری کے ہاتھوں ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت میں فتح ہوا۔

فتح بن عبداللہ سندھی۔ کنیت ابونصر ہے پہلے آل حسن بن الحکم کے غلام تھے پھر آزاد ہوئے۔ دیار سندھ و ہند میں دوسری صدی ہجری کے عالی قدروں میں سے تھے۔

قیس بن بسر سندی البصری۔ آپ کے دادا عبداللہ صحابی بتائے جاتے ہیں۔ قیس کا تعلق سندھ سے تھا۔ تبع تابعی تھے۔

محمد بن ابراہیم، بیلمان کے تھے ان سے عبیداللہ بن ربیع نجرانی نے روایت کی ہے

محمد بن حارث بیلمانی۔ بیلمان کے تھے۔ اپنے والد حارث بیلمانی سے روایت کی ، پھر ان سے محمد بن حارث حارثی نے روایت کی۔

شیخ محمد اکرام بتاتے ہیں:۔

> موجودہ سندھ میں عہد اسلامی کی سب سے قدیم زیارت گاہ شیخ ابوتراب کا مزار ہے۔ تحفۃ الکرام کے مصنف کا بیان ہے کہ شیخ ایک بزرگ تبع تابعی تھے اور عباسی خلفاء کے عہد حکومت میں ضلع ساکورہ اور اس علاقے کے مضبوط قلعہ (بھکر) اور مغربی سندھ کے بعض مواضعات پر قابض تھے۔ (تحفۃ الکرام جلد ۳ ص ۲۶) ابوظفر ندوی کا خیال ہے کہ شیخ ابوتراب غالباً والیء سندھ کی طرف سے قلعہ دار ہوں۔ سندھ گزیٹر میں لکھا ہے کہ شیخ ابوتراب نے بھکر کا قلعہ فتح کیا۔ آپ کا مقبرہ ٹھٹھہ سے کوئی دس میل کے فاصلے پر میر پور ساکرو میں موضع گوجو کے قریب ہے۔ اس پر ۱۷۱ھ یعنی ۷۸۸ء کی تاریخ درج ہے۔ (آب کوثر۔ ص ۳۹۔۴۰)

شیخ ابوتراب جو تبع تابعی بتائے جاتے ہیں عامل بالحدیث ہیں کیونکہ ان کے حین حیات فقہی مذاہب اربعہ وجود میں نہیں آئے تھے اور نہ ہی تقلید شخصی کا رواج ہوا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منصورہ کے اہل حدیث

جناب اعجاز الحق قدوسی کا کہنا ہے کہ

عمر بن محمد بن قاسم نے (جب وہ دریائے سندھ کے شمال مشرق کے علاقے جس پر دشمنوں نے قبضہ کرلیا تھا اور جن میں برہمن آباد بھی شامل تھا، واپس لے کر لوٹا تو) برہمن آباد سے چھ میل مغربی جانب ایک شہر آباد کیا جس کا نام منصورہ رکھا۔ چند سال ہی میں یہ شہر ترقی کرتے کرتے سندھ کا پایہ تخت بن گیا۔ (تاریخ سندھ۔قدوسی۔ص ۳۱۰۔۳۱۲)

جناب ابوظفر دسنوی نے لکھا ہے:

حیدرآباد (سندھ) سے جنوب کی طرف خشکی کی سمت میں ایک جگہ دریا سندھ کی ایک نئی شاخ نکلتی ہے جو گھوم پھر کر پھر اسی دریا میں مل جاتی ہے۔ اس طرح ایک جزیرہ نما بن گیا ہے۔ اسی میں یہ شہر (منصورہ) آباد ہوا تھا، جو ہر طرف سے پانی سے گھرے ہونے کی وجہ سے ناگہانی حملہ آوروں سے بہت محفوظ تھا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسا کہ میسور میں کاویری ندی کے گھوم جانے سے سرنگا پٹم کا مقام نکل آیا ہے۔ ... یہ شہر برہمن آباد سے دوفرسخ پر تھا۔ (تاریخ سندھ۔دسنوی۔ص ۱۹۴)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

شمس الدین محمد بن احمد بشاری، بیت المقدس کا رہنے والا تھا۔ اس نے اپنی کتاب ۳۷۵ھ میں ختم کی ہے۔ اس نے اپنے زمانے کی دنیائے اسلام کا سفر کیا۔ ہندوستان بھی آیا مگر سندھ سے آگے نہیں بڑھا۔..اس کی کتاب کا نام احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ہے۔ کتاب کا آخری باب سندھ پر ہے۔ ہمارے سامنے اس کا وہ نسخہ ہے جو دوسری دفعہ لیڈن میں ۱۹۰۶ء میں چھپا ہے۔...سندھ کا حال اس نے ۱۴ صفحوں میں لکھا ہے۔ اور منصورہ کے متعلق بشاری مقدسی لکھتا ہے: ۔ یہاں کے باشندے لائق اور بامروت ہیں، ان کے ہاں اسلام کی تازگی پائی جاتی ہے۔ اور علم اور اہل علم یہاں بہت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان میں ذہانت و ذکاوت ہے اور نیکی اور خیرات کرتے ہیں۔(مروج الذہب ج ۱،ص ۳۷۹، احسن التقاسیم ص ۴۷۹)۔ مسلمانوں میں واعظوں کا وجود نہیں، مسلمانوں میں اکثر اہل حدیث ہیں۔میں نے یہاں قاضی ابومحمد منصوری کو دیکھا، جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام تھے اور ان کا حلقہ درس تھا اور ان کی بہت سی اچھی تصنیفات ہیں .. بڑے بڑے شہروں میں حنفی فقہا بھی پائے جاتے ہیں لیکن یہاں مالکی اور حنبلی نہیں، اور نہ معتزلی ہیں۔سیدھے اور صحیح مسلک پر ہیں اور نیکی اور پاک دامنی ہے (احسن التقاسیم ص ۴۸۱)۔ اس قدیم عہد میں یہاں اہل حدیث کا ہونا حیرت انگیز بات ہے۔داؤدی فرقہ سے مراد داؤدی بوہرے نہیں بلکہ امام داؤد ظاہری کے پیرو مراد ہیں، جو ایک قسم کے اہل حدیث ہی تھے۔ (عرب و ہند کے تعلقات۔ص ۴۰ و ۳۴۷۔۳۴۸)

قاضی اطہر مبارکپوری کہتے ہیں:

سندھ میں ہباریوں کی حکومت کا دور تھا اور بغداد و بصرہ کی طرح سندھ و منصورہ اور دیبل وغیرہ بھی اسلامی علوم وفنون کے مرکز تھے جگہ جگہ دینی علوم وفنون کی بساطیں بچھی ہوئی تھیں۔گھر گھر دار العلوم بنا ہوا تھا.اس دور میں سندھ میں اسلامی زندگی اپنے پورے شباب پر تھی۔ ہباری حکمران علم دوست تھے انہوں نے دینی علوم و رجال کی سرپرستی کی۔ ان کا مسلک اگر چہ امام داؤد ظاہری کا تھا اور وہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے.....دیبل علماء وفقہاء کا مرکز تھا اور منصورہ تو گویا دار الاسلام والمسلمین بن کر بغداد کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ پورے اقلیم سندھ کا مذہبی اور دینی حال مقدسی (احسن التقاسیم۔ص ۴۸۱) نے یوں بیان کیا ہے :مذاهبهم،اكثرهم اصحاب الحديث ولا تخلو القصبات من فقهاء على مذهب ابى حنيفه وليس به مالكيه ولا معتزله ولاعمل للحنابلة. انهم على طريقة مستقيم ومذاهب محمودة وصلاح وعفة قد ارا حهم الله من الغلوّ والعصبية والفتنة (سندھ کے اکثر مسلمان حدیث پر عامل ہیں اور مرکزی شہر حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں۔ یہاں نہ مالکی ہیں نہ معتزلی اور نہ ہی حنبلی مسلک پر عمل ہے۔ یہاں کے لوگ صراط مستقیم اور اچھے مسلک پر ہیں اور صلاحیت و پرہیز گاری رکھتے ہیں اللہ نے ان کو مذہبی غلو تعصب اور فتنہ وفساد سے امان میں رکھا ہے) اور منصورہ کے بارے میں مقدسی لکھتا ہے: و للاسلام هرائة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والعلم راهلة كثير ... و الرسوم تقارب العراق مع وطاء وحسن اخلاق ۔احسن التقاسيم ص ۴۷۹ ، یہاں اسلام تروتازہ ہے اور علم اور اہل علم کثرت سے ہیں ان کے اخلاق و عادات اہل عراق سے ملتے جلتے ہیں ان میں بردباری اور حسن اخلاق ہے۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۴۹۔۱۵۱)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

معلوم ہوتا ہے کہ سندھ میں علم حدیث سے دلچسپی شروع سے تھی۔ چنانچہ بیت المقدس کے عرب سیاح عالم ابوالقاسم، جو سلطان محمود کی فتوحات سے ۲۵ سال پہلے سندھ میں آئے تھے، اہل سندھ کی نسبت لکھتے ہیں واکثرهم اصحاب الحديث ۔علامہ سمعانی نے متعدد محدثین اور علماء کا ذکر کیا ہے جو سندھ کے مختلف شہروں میں رہتے تھے ...عرب سیاح مقدسی نے اپنے سفرنامہ میں منصورہ کے متعلق لکھا تھا ۔. میں نے یہاں قاضی ابومحمد منصوری کو دیکھا جو داؤدی تھے اور اپنے مذہب کے امام ہیں اور انکی بہت اچھی تصنیفات ہیں ۔مقدسی نے سندھی مسلمانوں کی تعریف کی ہے .ان کے ہاں اسلام کو تازگی حاصل ہے اور علم اور اہل علم یہاں بہت ہیں .(آب کوثر۔ص ۳۵۔۳۷)

جناب قدوسی کہتے ہیں :

عربوں کی آمد کے بعد سندھ نے علوم وفنون کے اعتبار سے بھی بڑی ترقی کی ۔ عرب کے بڑے بڑے علماء وفضلاء نے سندھ میں آکر مستقل طور پر سکونت اختیار کی ۔ان ہی کی بدولت سندھ میں اسلامی علوم وفنون کے سرچشمے جاری ہوئے ۔ وہ اکابر علماء جنہوں نے سندھ میں مستقل سکونت اختیار کرلی ان میں موسیٰ بن یعقوب ثقفی قاضی ارور ۔محمد بن ابی الشوارب قاضی منصورہ ۔ ہارون بن عبداللہ ملتانی شاعر ۔ قاضی ابومحمد منصوری قاضی منصورہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ...(تاریخ سندھ ۔جلد اول۔ص ۳۱۴۔۳۱۵)

جناب ابوظفر دسنوی بتاتے ہیں :

موسیٰ بن یعقوب ثقفی قاضی ارور ان لوگوں میں سے ہیں کہ باوجود عرب ہونے کے بھی ان کو سندھی کہا جاسکتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی پوری زندگی سندھ ہی میں بسر کی بہت بڑے عالم اور فقیہہ تھے، ارور کے قاضی اور سندھ کے قاضی القضاۃ ۔ان کا خاندان ایلتمش کے دور تک موجود تھا ۔ ....اور محمد بن ابی الشوارب قاضی منصورہ ان لوگوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ہیں جو عراق سے ۲۸۳ ء میں آ کر آباد ہو گئے بہت بڑے عالم تھے عراق میں عموماً اور خاص کر بغداد میں ان کی بڑی قدر تھی ۔ خلیفہ بغداد اور عباسی شہزادے ان کی صحبت سے فائدہ اٹھاتے تھے ۔ یہاں منصورہ میں ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن محمد بن ابی الشوارب قاضی ہوئے ۔ ان کا خاندان بھی چوتھی صدی کے ابتدائی برسوں تک رہا ۔... (اور) چوتھی صدی کے آخر میں (۳۷۵ھ) ایک اور خاندان اہل علم کا منصورہ میں موجود تھا ۔ یہ ابو محمد منصوری کا تھا جو خود بڑے عالم اور اپنے مذہب ظاہری کے امام تھے اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے ۔ ان کا پایہ علم میں بہت بلند تھا اسی لئے منصورہ کا قضاء کا عہدہ ان کے سپرد کر دیا گیا تھا ۔..(نیز) ایک اور خاندان اہل علم کا الور (ارور) میں آباد تھا ۔ یہ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کا قبیلہ تھا جو دوسری صدی ہجری میں سندھ میں آ کر آباد ہو گیا ۔ آپ کا قبیلہ ہباری اسدی تھا ... پانچویں صدی کی ابتداء میں ملتان چلا آیا ۔ ....(نیز) حافظ ابو محمد خلف بن سالم حدیث کے مشہور حافظ تھے ۔ غلاموں کے سلسلہ میں آل مہلب سندھ سے عراق کوفہ آئے ، یہاں حدیث کی تعلیم پا کر نامور ہوئے پھر بغداد چلے گئے اور محلّہ مخرم میں مقیم ہوئے تلامذہ میں حاتم ، ابوالقاسم بغوی ، احمد بن علی آبار اور عثمان دارمی وغیرہ ہیں ۔ نسائی نے ان کی روایت اپنی کتاب میں درج کی ہے ۔ رمضان ۲۳۱ ھ میں ۶۹ سال کی عمر میں فوت ہوئے ۔... (نیز) ابونصر سندھی نام فتح بن عبداللہ ۔ آل حکم کے غلاموں میں تھے ، آزادی کے بعد حدیث فقہ اور علم کلام کی تعلیم حاصل کی ۔ ان کا لقب فقیہہ اور متکلم تھا ۔ (تاریخ سندھ ۔ ص ۳۶۹ ۔ ۳۷۳ ملخصاً)

جن بزرگوں کا ان اقتباسات میں ذکر ہوا ہے ان کی غالب اکثریت اہل حدیث تھی اور منصورہ کے ہزاروں باشندے نسل در نسل عمل بالحدیث پر کاربند رہے ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دولت ہباریہ کے اہلحدیث

سندھ میں دولت ہباریہ کے بانی کا نام عمر بن عبدالعزیز ہے جو ہبار بن الاسود کی نسل سے ہیں۔ قاضی اطہر مبارکپوری بتاتے ہیں:

ہشام بن عبدالملک اموی کے دور میں ۱۰۵ھ میں والی عراق خالد بن عبداللہ قسری کے فرمان پر حکم بن عوانہ کلبی سندھ کے حاکم بنائے گئے تو ان کے ساتھ منذر بن زبیر ہباری سندھ آیا۔ بلاذری نے لکھا ہے وکان جدّعمر هذا ممّن قدم السند مع الحكم بن عوانه الكلبي (مروج الذہب مسعودی۔ ج ا ص ۱۴۲ طبع مصر) کہ عمر بن عبدالعزیز (بانی دولت ہباریہ سندھ) کا دادا منذر بن زبیر، حکم بن عوانہ کے ساتھ سندھ آیا اور منصورہ کے جنوب میں یہ ہباری خاندان سندھ کے ایک چھوٹے سے قصبے بانیہ میں آباد ہوا، اور کئی نسلیں یہیں آباد رہا۔ منذر بن زبیر ۱۳۲ھ میں بیرون سندھ قرقیسیا میں مارا گیا تھا۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۸۲۔۸۳ ملخصاً)

بعد میں عربوں کی اندرونی لڑائیوں کے نتیجے میں ۲۴۰ھ میں جب سندھ کا عباسی حاکم ہارون بن ابو خالد مروزی مارا گیا تو عمر بن عبدالعزیز ہباری نے منصورہ پر قبضہ کر لیا جو بانیہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔ یہ خلیفہ متوکل کا زمانہ تھا جس نے اس کی ولایت و حکومت کو تسلیم کر لیا یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

و توفّی هارون بن ابی خالد عامل السند سنة ۲۴۰ و كتب عمر بن عبد العزيز ... صاحب البلد بانه بان ولی البلد فأقا م به ضبطه۔ فاجابه الی ذلک فاقام طول ایام المتوكل (جب ۲۴۰ھ میں سندھ کا والی ہارون بن ابو خالد مر گیا تو عمر بن عبدالعزیز ہباری نے خلیفہ متوکل کو لکھا کہ اگر مجھے شہر کا باقاعدہ حاکم بنا دیا جائے تو میں یہاں کے معاملات ٹھیک کر دوں گا چنانچہ خلیفہ نے اسے منظور کر لیا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمر بن عبدالعزیز، خلیفہ متوکل کے پورے دور میں حاکم رہا)

۲۴۷ھ میں متوکل کے قتل پر خلافت کے نظام میں ابتری ہوئی تو ان ایام میں عمر بن عبدالعزیز ہباری نے سندھ میں منصورہ کو پایہ تخت قرار دے کر ایک خودمختار حکومت قائم کی ابن حزم نے جمہرۃ الانساب (ص ۱۱۸) میں لکھا ہے:

عمر بن عبد العزيز بن منذر بن الزبير بن عبد الرحمن بن هبار بن الاسود صا حب السند وليها ابتداء الفتنة اثر قتل المتوكل (عمر بن عبدالعزیز بن منذر بن زبیر بن عبدالرحمٰن بن ہبار بن اسود حاکم سندھ، خلیفہ متوکل کے قتل ہونے کے بعد فتنہ کے ابتدائی دور میں سندھ کا حاکم بنا)

اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ہباری وارث ہوا۔ اس نے آبائی علاقے بانہ سے نکل کر منصورہ میں رہائش کی۔ ۲۷۰ھ میں حکمران تھا۔ اس نے کم وبیش پورے سندھ پر حکمرانی کی۔ دین داری اور دینی خدمات میں مشہور تھا۔ (۴)

ہباری حکمرانوں میں عبداللہ بن عمر کے بعد اس کے بھائی موسیٰ بن عمر کے حکمران ہونے کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ

قاضی رشید بن زبیر نے کتاب الذخائر والتحف (طبع کویت ص ۳۷) میں لکھا ہے و أهدى موسى بن عمر بن عبد العزيز الهبارى صاحب السند الى المعتمد على الله فى سنة احدى و سبعين و مائتين هدية۔ کہ سندھ کے حاکم موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز نے ۲۷۱ھ میں خلیفہ معتمد کی خدمت میں ہدیہ بھیجا (پھر اس ہدیہ کی تفصیل میں لکھا ہے کہ یہ عظیم الجثہ ہاتھی تھا اور عمدہ نسل کے اونٹ اور گائے مانند ہرن، سونے کے تین مجسمے وغیرہ شامل تھیں)۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۹۳۔۹۴)

اس کے بعد ابوالمنذر عمر بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ہباری حکمران ہوا۔ اس کے دو بیٹوں محمد اور علی کا ذکر ملتا ہے۔ معلوم نہیں یہ حکمران ہوئے یا نہیں۔ ان دونوں کو مسعودی (صاحب مروج الذہب) نے ۳۰۳ھ میں منصورہ میں دیکھا تھا۔ پھر یحیٰ بن محمد صاحب منصورہ کا ذکر ملتا ہے، اس کا تذکرہ سیاح ابودلف مسعر بن مہلہل ینبوعی بغدادی (موجود ۳۷۷ھ) نے اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔ ۴۱۶۔۴۱۷ھ میں سلطان محمود غزنوی نے دولت ہباریہ کا خاتمہ کیا جیسا کہ ابن حزم متوفی ۴۵۶ھ نے جمہرۃ الانساب میں لکھا و تدا ول اولاده ملكها فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زما ننا هذاء أيا م محمود بن سبكتگين صاحب ما دون النهر من خرا سان (جمهرة۔ ص ۱۱۸) عمر بن عبدالعزیز ہباری کی اولاد سندھ پر حکمران رہی یہاں تک کہ بعہد سلطان محمود غزنوی ان کی حکومت ختم ہوگئی۔

قاضی اطہر مبارک پوری نے لکھا ہے:۔

. ملوک منصورہ انتہائی دیندار اہل سنت والجماعت تھے اور امام داؤد ظاہری کے طریقہ پر شدت سے عامل تھے۔ بڑے بڑے ظاہری علماء فقہاء اور قضاۃ تھے۔ دولت ہباریہ کا سرکاری مذہب ظاہری تھا۔ ہباری حکمرانوں نے خالص دینی اور اسلامی کام کئے ...اور بنوعمر بن عبدالعزیز خالص سنی مذہب کے پیرو تھے اور عاملین بالحدیث میں اصحاب ظواہر کے مسلک پر تھے۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۰۱و ۱۰۶)

اور قاضی اطہر لکھتے ہیں:

منصورہ کے ہباری حکمرانوں نے جس حکمت عملی اور حسن تدبیر سے امن وامان بحال رکھا یہ ان کا امتیازی کارنامہ ہے حالانکہ یہ لوگ اہل سنت والجماعت کے ظاہریہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے جو حنابلہ کی طرح بہت ہی متصلّب اور سخت ہوتے تھے۔ ان کے ایک جانب طوران اور قزدار کے تشدد پسند خوارج تھے اور دوسری جانب ملتان میں بنوسامہ کے بعد باطنی شیعہ تھے، خود منصورہ میں علویوں کی بہت بڑی تعداد آباد تھی۔ لیکن پورے ہباری دور حکومت میں ان مذکورہ فتنوں (داخلی، خارجی فتنوں، قبائلی عصبیت وآویزش شورشوں بغاوتوں) میں سے کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کی اس امتیازی حیثیت میں کوئی معاصر حکومت ہمسری کا دعوی نہیں کرسکتی۔ اور کوئی مورخ ہباریوں کی وسیع المشربی، حسن سیاست، امن پروری، تدبیر مملکت، دوراندیشی اور حسن کارکردگی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔..... ہباریوں کا پورا دور حکومت دینی اور مذہبی اعتبار سے بہت شاندار تھا۔ وہ خود پکے سنّی اور خلافت عباسیہ کے طرفدار ومطیع تھے۔ خلافت عباسیہ کے قاضی القضاۃ ابن ابی الشوارب کے خاندان (جو عتابؓ بن اسید کا خاندان ہے) سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے۔ یہ بجائے خود ہباریوں کے مذہبی ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے فقہی مسلک کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی مگر قوی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام داؤد ظاہری متوفی ۲۷۰ھ کے مسلک پر رہ کر عامل بالحدیث تھے۔ چوتھی صدی ہجری میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشرقی عالم اسلام میں ظاہری مسلک کو بہت زیادہ فروغ ہوا اور اس نے حنبلی مسلک کی جگہ لے لی۔ چنانچہ مقدسی نے اس زمانہ کے اہل سنت کے چار فقہی مذاہب میں حنفیہ مالکیہ شافعیہ اور داؤودیہ کو بتایا ہے اور حنبلیہ کا نام نہیں لیا۔ (احسن التقاسیم۔ص ۳۰)۔

سندھ کے مذہبی حال میں لکھا ہے کہ ان میں اکثر اصحاب حدیث ہیں، اور میں نے قاضی ابو محمد منصوری سے ملاقات کی ہے جو داؤدی المذہب ہیں اور اپنے مذہب کے امام ہیں، ان کا حلقہ درس جاری ہے اور انہوں نے کئی اچھی اچھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ملتان والے شیعہ ہیں اور یہاں کے بڑے بڑے شہر حنفی فقہاء سے خالی نہیں ہیں، یہاں پر مالکیہ اور معتزلہ نہیں ہیں اور نہ ہی حنابلہ کے مسلک پر عمل ہوتا ہے۔ یہاں کے مسلمان نہایت اچھے مسلک پر ہیں ان کا مذہبی حال بہت ہی قابل تعریف ہے، صلاح و پرہیز گاری ہے۔ اللہ تعالی نے ان کو مذہبی غلو عصبیت اور فتنہ و فساد سے بچا کر امن و عافیت میں رکھا ہے۔ (احسن التقاسیم۔ص ۴۸۱).....سندھ میں عہدہ قضا پر داؤدی علماء قابض تھے مقدسی نے اپنے زمانہ میں امام ابو محمد داؤدی کو منصورہ کا قاضی بتایا ہے جو اس وقت داؤدی مذہب کے امام تھے اور اس میں ان کی متعدد عمدہ تصانیف تھیں۔ اسی طرح قاضی ابو العباس احمد بن محمد تمیمی منصوری بھی کئی کتابوں کے مصنف اور منصورہ کے قاضی تھے۔..... سندھ کی عام رعایا غیر مسلم اور بت پرست تھی مگر ہباریوں کی دینداری اور حسن سیاست کی وجہ سے سب خوش تھے ان کو اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں تھیں دور ہو گئیں بلکہ اسلام سے ایک گونہ محبت پیدا ہو گئی۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۱۴؛ ۱۱۹۔۱۲۰؛ ۱۲۱ ملخصاً)

قاضی مبارک پوری اقلیم سندھ کے علماء و محدثین کے تحت دولت ہباریہ (۲۴۷ھ تا ۴۱۶ھ) کے چند مشہور علماء وفقہاء اور محدثین وشیوخ کے مختصر حالات بیان کئے ہیں۔ ان میں سے جو بزرگ حدیث سے خاص ہیں، ان کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

ابو بکر احمد بن سندی بن حسن بن بحر حداد سندی بغدادی متوفی ۲۵۹ھ بڑے محدث اور مستجاب الدعوات عابد و زاہد تھے۔ بغداد کے محلّہ قطیف الحداد میں مستقل قیام تھا؛ احمد بن سندی بن فروخ مطرز بغدادی (موجود ۳۰۰ھ) مستقل قیام بغداد میں تھا، بصرہ میں بھی حدیث کی روایت کی؛ احمد بن سندی رازی تیسری صدی کے علمائے حدیث میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔خراسان کے شہر رے میں رہتے تھے؛ ابوبکر احمد بن قاسم سیمابیؒ معدّل بغدادی چوتھی صدی کے رواۃ حدیث میں ہیں، ابن السندی کی کنیت سے مشہور ہیں۔بیّع تھے یعنی تجارتی مال کی دلالی کرتے تھے۔معدّل تھے یعنی عدالت وقضا میں گواہوں کی تعدیل و توثیق کرتے تھے؛ ابوالفوارس احمد بن محمد بن حسین بن سندی مصری متوفی ۲۴۹ھ مسند دیارمصر کے لقب سے مشہور ہیں،علم حدیث میں ان کا مقام بلند ہے؛ ابراہیم بن علی سندی بغدادی، آپ نے محمد بن عبداللہ بن یزید معرّی سے روایت کی ہے؛ اسلم بن سندی، آپ سے ابوالحسن بن علی بن حسن سیازی بخاری نے روایت کی ہے؛ ابوابراہیم اسماعیل سندی الخلال بغدادی تیسری صدی کے کبار محدثین سے ہیں۔خل یعنی سرکہ بناتے اورفروخت کرتے بغداد کے محلّہ باب الشام میں رہتے تھے؛ اسماعیل بن عیسی بن فرخ سندی مولا بن لقیلین، اور اسماعیل بن محمد بن رجاء سندی نیساپوری، اورحمیش بن سندی بغدادی۔ یہ تینوں امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں ان سے حدیث پڑھی؛ ابومحمد خلف بن سالم سندی بغدادی متوفی ۳۳۱ھ حافظ حدیث اور بغداد کے اعیان سے تھے؛ ابو رجاء بن سندی نیسا پوری تیسری صدی کے محدثین نیساپور سے ہیں؛ ابوبکر سندی خواتیمی بغدادی، یہ امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں؛ سندی بن ابوہارون تیسری صدی کے محدث ہیں؛ ابونصر سندی بن ابان بغدادی متوفی ۲۸۱ھ بغداد کے قدماء محدثین اور مشہور رواۃ حدیث میں ہیں؛ سندی بن عبدویہ کلبی رازی تیسری صدی کے محدث ہیں، مستقل قیام رے میں تھا، ہمدان اورقزوین کے قاضی رہے اصل نام سہل بن عبدالرحمٰن ہے؛علی بن بنان سندی بغدادی تیسری صدی میں بغداد کے رواۃ حدیث میں ہیں؛ ابو العباس فضل بن سکین بن سمیت سندی بغدادی،بغداد کے رواۃ حدیث میں ہیں؛ ابو عبداللہ محمد بن رجاء سندی نیسا پوری ، اسفرائن میں رہتے تھے، بغداد میں حدیث کی روایت کی، انکے والد رجاء سندی،ان کے لڑکے ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء سندی اور ابوبکر ثقہ علماء ہیں،سندھ کا یہ گھرانا خراسان میں بیت العلم ومعدن الحدیث تھا؛ابوالحسن محمد بن عبداللہ سندی بصری تیسری صدی کے محدث ہیں، بصرہ میں رہتے تھے؛ ابوبکر محمد بن محمد بن رجا سندھی جرجانی متوفی ۲۸۶ھ حافظ حدیث ہیں صحیح مسلم کے انداز پرحدیث کی کتاب مستخرج علی صحیح مسلم لکھی ؛ ابوالقاسم منصور بن محمد سندی اصفہانی چوتھی صدی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشہور مقری ہیں، قیام اصفہان میں رہا؛ ابومحمد موسی بن سندی جرجانی بکرا بادی تیسری صدی میں جرجان کے مشہور رواۃ حدیث میں ہیں؛ ابومحسن نصر اللہ بن احمد بن قاسم بن سیما سندی بغدادی متوفی ۴۲۳ھ، بغداد کے آئمہ حدیث میں ہیں؛ ہبۃ اللہ بن سہل سندی اصفہانی محدث ہیں؛ ابوجعفر سندھی تیسری صدی کے رواۃ میں سے ہیں؛ علی بن عبداللہ سندی چوتھی صدی کے مشہور محدث تھے؛ محمد بن عیسی عبدالکریم تمیمی طرطوسی نے بغداد میں علی بن عبداللہ سندی سے مجموعہ فضائل طرطوس کی روایت کی، یہ نہیں معلوم کہ کتاب فضائل طرطوس خود ان کی تصنیف تھی یا ان کے کسی شیخ کی۔

(سندھ میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۵۳۔۱۵۶)

نیز قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:۔

تیسری اور چوتھی صدی کا زمانہ کتاب وسنت اور دینی علوم کی ترویج واشاعت کے حق میں گویا بہار کے شباب کا زمانہ تھا، پورا عالم اسلام دارالعلم بنا ہوا تھا، جس میں حاملین علوم گھوم گھوم کر تعلیم وتعلم میں مصروف تھے ان کے علمی اسفار نے گویا زمین کی مسافتیں ختم کر دی تھیں۔ اس زمانہ تک باقاعدہ مدارس اسلامیہ کا رواج نہیں ہوا، اور جوامع اور مساجد اور علماء کے کاشانے دینی درس گاہ ہوا کرتے تھے اور ہر مرکزی شہر علماء وفضلاء کی سرگرمیوں کا محور ومرکز بنا رہتا تھا۔ چنانچہ ہباریوں کا دارالسلطنت منصورہ بھی ان ہی دینی وعلمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہاں بھی اس قسم کی درس گاہیں تھیں جن میں علماء و محدثین باقاعدہ کتاب وسنت کا درس دیتے، احادیث کی روایت کرتے اور فقہ کی تعلیم دیتے، یہاں پر دوسرے علوم کے مقابلہ میں علوم شرعیہ کا رواج زیادہ تھا۔ مقدسی نے منصورہ میں قاضی ابومحمد منصوری کی تعلیمی وتدریسی اور تصنیفی کارگذاری کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے و له تدريس وتصانيف، قد صنّف كتباً عدةً حسنةً (ان کے درس کی مجلس ہے اور وہ کئی اچھی کتابوں کے مصنف ہیں) (احسن التقاسیم ص ۴۸۱)۔

قاضی ابومحمد منصوری داؤدی مسلک کے امام تھے منصورہ میں مستقل قیام پذیر تھے۔

اسی طرح قاضی ابوالعباس احمد بن محمد منصوری یہاں کے قاضی تھے۔ وہ بھی داؤدی مسلک کے فضلاء میں سے تھے اور اس میں ان کی جلیل القدر تصنیفات تھیں۔...

ابوبکر احمد بن محمد منصوری بکرآبادی تھے جنہوں نے حدیث کی روایت امام ابوبکر اسماعیلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور حافظ ابن عدی سے کی ۔ وطن منصورہ تھا مگر جرجان کے شہر بکر آباد میں مقیم تھے۔ ۴۲۲ھ میں فوت ہوئے آپ کا تذکرہ حافظ ابوالقاسم نے تاریخ جرجان میں کیا ہے۔

قاضی ابوالعباس احمد بن محمد بن صالح تمیمی منصوری تھے جو منصورہ شہر کے قاضی اور داؤدی مسلک کے امام تھے، آپ نے اس مسلک میں جلیل اور ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ ابتداء میں اپنے آزاد کردہ غلام سے تعلیم حاصل کی پھر بغداد جا کر وہاں کے علماء و محدثین سے احادیث کی روایت کی اور منصورہ واپس ہو کر عہدہ قضا پر مامور ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں کتاب المصباح، کتاب الہادی اور کتاب النیر بہت اہم اور مشہور ہیں، آپکا تذکرہ ابن ندیم، ابواسحاق شیرازی اور سمعانی نے کیا ہے۔

ابوعبداللہ بن جعفر بن مرّہ منصوری تھے جو قرآن کے مستند قاری ہیں احادیث کا سماع حسن بن مکرم اور ان کے معاصرین سے کیا اور ان سے امام ابوعبداللہ حاکم نے روایت کی۔ آپ کا تذکرہ سمعانی نے کیا ہے (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۵۷۔۱۵۹)

دیبل بھی ہباری سلطنت کا حصہ تھا۔ چونکہ وہاں علوم اسلامیہ کا سلسلہ ہباریوں سے پہلے بھی جاری تھا اور یہ باب ہباریوں سے مخصوص ہے، اس لئے یہاں صرف وہ نام درج ہوتے ہیں جو ہباری دور کے علماء کے ہیں۔

ابوالعباس احمد بن عبداللہ دیبلی نیساپوری۔ آپ محدث وفقیہہ اور زاہد و عابد تھے طالب علمی کا دور غربت اور مسافرت میں گزرا۔ امام ابن خزیمہ کی علمی شہرت سن کر دیبل سے نیساپور گئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے کہ حسن بن یعقوب حداد کی خانقاہ میں سکونت اختیار کی نیساپور ہی میں شادی کی۔ وہاں پڑھایا مکہ مصر دمشق بیروت حران تستر عسکر کا سفر کر کے علماء محدثین سے روایت کی۔ تلامذہ میں امام ابوعبداللہ حاکم ہیں۔ آپ رجب ۲۴۳ھ میں نیساپور میں فوت ہوئے۔ سمعانی نے آپ کا تذکرہ کیا ہے۔

ابوبکر احمد بن محمد ہارون دیبلی رازی ۲۷۵ھ میں دیبل میں پیدا ہوئے۔ امام جعفر بن محمد فریائی اور ابراہیم بن شریک کوفی سے روایت کی اور قرآن کی تعلیم حسنون بن ہشیم دوریری اور امام عاصم کوفی کی قرأت سے حاصل کی۔ ۳۷۰ھ میں بغداد میں فوت ہوئے

ابراہیم بن محمد بن ابراہیم دیبلی بغدادی چوتھی صدی کے مشاہیر علمائے حدیث سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔آپ نے موسیٰ بن ہارون اور محمد بن علی الصانع الکبیر سے حدیث کی روایت کی۔ اعیان بغداد میں سے تھے۔

ابو محمد حسن بن حامد دیبلی بغدادی محدث ادیب شاعر تھے اور بغداد کے بڑے تاجر، بغداد میں درب زعفرانی کی سرائے خان ابن حامد آپ ہی کی طرف منسوب ہے، حدیث کا سماع علی بن محمد بن سعید موصلی وغیرہ سے کیا اور محمد بن علی صوری نے مصر میں آپ سے روایت کی۔ عربی کے اچھے شاعر تھے۔متنبّی جب بغداد آیا تو آپ کے ہاں قیام کیا۔آپ نے خوب خدمت کی اس نے کہا اگر میں کسی تاجر کی مدح کرتا تو آپ کی مدح میں اشعار ضرور کہتا۔مصر میں ۴۰۷ھ میں وفات پائی۔

ابوالقاسم حسین بن محمد بن اسد دیبلی دمشقی۔آپ نے دمشق میں امام ابویعلی موصلی سے احادیث کی روایت کی ہے۔۳۴۰ھ میں دمشق میں زندہ تھے۔

خلف بن محمد موازینی دیبلی بغدادی۔ دیبل سے بغداد گئے اور وہیں پر ہم وطن امام حدیث علی بن موسیٰ دیبلی سے حدیث کی روایت کی۔اس سے پہلے یا بعد دیبل میں علی بن موسیٰ سے روایت کی ہے۔آپ سے ابوالحسین بن جندی نے روایت کی ہے۔آپ چوتھی صدی کے محدثین میں سے تھے۔

ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی، آپ ابن ابی قطعان دیبلی کی کنیت سے مشہور ہیں، دیبل سے مصر جا کر احادیث کا درس لیا، ابوسعید بن یونس نے وہیں آپ سے حدیث کا املاء کیا، قدماء محدثین سے ہیں۔

علی بن احمد بن محمد دیبلی، آپ غالباً مقرری ءشام ابوعبداللہ دیبلی کے نواسے ہیں، ابو العباس الاصم اور ابوعبد اللہ بن احمد بن موسیٰ دیبلی سے روایت کی ہے، آپ کی تصانیف میں کتاب ادب القضاء ہے جو قضا کے مسائل پر اہم کتاب ہے۔تیسری صدی کے مشاہیر شوافع میں سے تھے۔

علی بن موسیٰ دیبلی بغدادی چوتھی صدی کے محدثین سے اپنے شہر دیبل میں حدیث کا درس دیتے تھے خلف بن محمد دیبلی نے دیبل ہی میں آپ سے روایت کی ہے، بغداد میں بھی حدیث کی روایت کی۔

ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی مکی آپ محدث مکہ کے لقب سے مشہور ہیں دیبل سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکہ جا کر مقیم ہو گئے تھے اور مجاور مکہ کہلائے ۔ آپ کے بیٹے ابراہیم بن محمد دیبلی بھی محدث ہوئے۔ ابوعبداللہ سعید بن عبدالرحمٰن مخزومی، ابوعبداللہ حسین بن حسن مروزی، عبدالحمید بن صبیح، ابوالحسن احمد بن ابراہیم مکی اور ابومحمد بن ابراہیم مقری وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ۔ جمادی الاول ۳۲۲ھ میں مکہ میں فوت ہوئے۔

ابوبکر محمد بن حسین دیبلی شامی چوتھی صدی کے مشہور قاری و مقری تھے۔ امام ہارون اخفش کے تلامذہ ابن ابی حمزہ اور ابن ابی داؤد سے قرأت کی تعلیم حاصل کی اور ان سے حافظ ابوالحسن بن عمر دارقطنی اور عبدالباقی بن حسن نے روایت کی ۔ شام میں مقیم رہے۔

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی شامی زاہد و عابد اور قاری و مقری تھے، تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن کی تعلیم جعفر بن محمد سقیط، عبدالرزاق بن حسن اور سکن بن بکر ویہ سے حاصل کی ۔ ابن جوزی نے صفۃ الصلوۃ میں آپ کا حال لکھا ہے، مستقل سکونت شام میں تھی، تیسری صدی میں تھے۔

ابوالعباس محمد بن محمد بن عبداللہ دیبلی، عابد و زاہد عالم تھے ذریعہ معاش تجارت کتب تھا، ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، جعفر بن محمد بن حسن فریابی، عبدان بن احمد بن موسیٰ سکری، محمد بن عثمان بن ابی سوید بصری سے حدیث روایت کی، امام ابوعبداللہ حاکم آپ کے شاگرد ہیں ۔ ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے ۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ۔ص ۱۵۹۔۱۶۳ ملخصاً)

قاضی اطہر مبارک پوری بتاتے ہیں کہ ہماری دور میں بوقان کے علاقہ میں کئی علماء محدثین اٹھے جنہوں نے بوقان اور دیگر م بلاد میں جا کر دینی علوم پھیلائے ان میں:

ابوالمکارم فضل اللہ بن محمد بوقانی سندی ہیں۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور امام بغوی نے مصابیح کے حال میں کیا ہے اور لکھا ہے ابوالمکارم فضل اللہ بن محمد بوقانی امام بغوی کے آخری شاگرد ہیں انہوں نے ان سے روایت بالاجازہ کی ہے۔

محمد بن احمد بن محمد بن خلیل بن احمد بوقانی ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اور محرم ۵۴۸ھ میں بوقان میں فوت ہوئے۔ آپ نے امام ابوبکر بن خلف شیرازی سے احادیث کا سماع کیا اور آپ سے عبدالرحیم بن سمعانی نے روایت کی۔ آپ کا تذکرہ امام سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں کیا ہے۔

محمد بن احمد بن منصور بوقانی، آپ نے امام ابوحاتم بن محمد بن حیان بستی متوفی ۳۵۴ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے روایت کی ہے جیسا کہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام ابن حبان بستی کے ذکر میں کہا ہے۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۶۳۔۱۶۴)

ابوحسن علی بن عمرو بن حکم لاہوری۔ آپ محدث ہونے کے ساتھ زبردست ادیب وشاعر تھے۔ انداز گفتگو بڑا پیارا تھا، حافظہ قوی تھا۔ حدیث کی روایت حافظ ابوعلی مظفر بن الیاس بن سعید سے کی تھی اور ان سے حافظ ابوالفضل محمد بن ناظر اسلامی بغدادی نے روایت کی۔ سمعانی نے (کتاب الانساب میں) آپ کا تذکرہ لکھا ہے۔..

عمرو بن سعید لاہوری۔ آپ حافظ ابوموسیٰ مدنی اصبہانی کے شیوخ میں سے ہیں۔ متعدد علماء حدیث سے روایت کی ہے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵۳)

علاقہ مکران کے قدیم علمائے اسلام سے ایک عالم کا تذکرہ سمعانی نے کتاب الانساب میں کیا ہے۔ یہ ابوحفص عمر بن محمد بن سلیمان مکرانی ہیں۔ انہوں نے عراق کا علمی سفر کیا، پھر وہاں سے حجاز جا کر ابوالحسن محمد بن احمد بزاز سے حدیث کی تعلیم حاصل کی، اور ان سے ابوالقاسم شیرازی نے روایت کی۔ کتاب الانساب طبع یورپ۔ ورق ۴۵۱۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۷۷)

ابوداؤد سیبویہ بن اسماعیل قزواری واحدی مکی، بڑے پایہ کے محدث تھے۔ انہوں نے قصدار سے نکل کر مکہ مکرمہ کی سکونت ومجاورت اختیار کی اور وہیں حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ حدیث کا سماع ابوالقاسم علی بن محمد بن عبداللہ بن یحی طاہر حسینی اور ابوالفتح رجاء بن عبدالواحد اصبہانی اور حافظ ابوالحسین یحی بن ابی الحسن روّاسی جیسے فضلاء سے کیا۔ ۴۶۰ھ یا اس کے بعد مکہ میں انتقال فرمایا۔ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں آپ کا ذکر کیا ہے

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۲۹۹۔۳۰۰)۔

ایک نومسلم محدث رجاء السندھی تھے جو اصفرائنی کہلانے لگے۔ انہیں بعض بزرگوں نے رکن من ارکان الحدیث لکھا ہے۔ ۳۲۱ھ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے بھی بڑے ممتاز محدث تھے اور بغداد میں درس دیا کرتے تھے۔ بقول شیخ محمد اکرام ان کا ذکر سمعانی نے انساب میں کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں:۔

یہاں (ہند میں) ایسے گھرانے پیدا ہوئے جو صدیوں تک بیت العلم رہے اور ان کے خاندان میں علم دین کی وراثت چلتی رہی۔ آل ابی معشر سندھی نے دوسری صدی سے چوتھی صدی تک مدینہ اور بغداد میں حدیث اور سیر و مغازی میں اپنی امامت کا سکّہ چلایا۔ ابومعشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی مدنی نے مدینۃ الرسول میں احادیث و اخبار کی روایت کی۔ محمد بن معشر نجیح سندی متوفی ۲۴۴ھ کو خلیفہ مہدی مدینہ سے بغداد لایا اور حدیث رسول کا یہ سرچشمہ بغداد میں جاری ہوا۔ ابوسلیمان داؤد بن محمد بن ابومعشر اور ابوبکر حسین بن محمد بن ابومعشر نجیح سندی بغدادی ف ۲۷۵ھ نے سیر و مغازی اور حدیث وتفسیر میں بلند مقام پایا۔ سندھ کا ایک اور علمی خاندان خراسان میں جا کر آباد ہوا جس نے نسل در نسل علم حدیث میں امامت و سیادت پائی۔ حافظ ابومحمد رجاء بن سندی نیساپوری، ان کے بیٹے امام ابوعبداللہ محمد بن رجاء سندی نیساپوری اور ان کے دو بیٹے امام حافظ ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء سندی جرجانی حنظلی متوفی ۲۸۶ھ اور اسماعیل بن محمد بن رجاء سندی اساطین حدیث ہیں۔ ان میں سے پہلے تینوں کی ثقاہت پر محدثین کا اتفاق ہے۔ ان میں امام ابوبکر محمد بن محمد بن رجاء سندی نے صحیح مسلم کے طرز پر حدیث میں ایک کتاب المستخرج علی صحیح مسلم لکھی تھی۔ اسی طرح دیبل کا ایک علمی خاندان مدتوں بیت العلم رہا۔ امام ابوجعفر محمد بن ابراہیم دیبلی محدث مکہ متوفی ۳۲۲ھ اور ان کے بیٹے ابراہیم بن محمد دیبلی بغدادی نے احادیث کی ترویج و روایت میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اسی طرح ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ دیبلی زاہد اہل شام کے مقری تھے اور ان کے پوتے علی بن محمد بن محمد دیبلی شافعی اپنے زمانہ کے بڑے فقیہہ اور محدث تھے ان کی کتاب ادب القضاء مشہور ہے۔ ابوبکر احمد بن قاسم بن سیمابیج سندی بغدادی کا خاندان بھی بغداد میں مدتوں علم حدیث کا گہوارہ رہا۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۳۲۲۔۳۲۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ سید بدیع الدین راشدی کے مطابق خلف بن سالم ابومحمد (م ۲۳۱ھ) ابوالعباس احمد بن عبداللہ الدیبلی (م ۴۴۳ھ) امام ابوالفوارس الصابونی (م ۳۵۹ھ) ابونصر سجزی (م ۴۴۴ھ) امام ابوعثمان الصابونی (م ۴۴۹ھ) جنہوں نے کتاب عقیدۃ السلف اصحاب الحدیث تصنیف کر کے عقائد اہل حدیث کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح احمد بن السندی۔ امام ابونعیم اصفہانی کے استاد عبدالحمید سندی (م ۲۵۳ھ) عبداللہ بن حسین السندی (م ۳۳۵ھ) محمد بن احمد سندی امام ابن حبان کے استاد وغیرھم، سندھی اہلحدیث گذرے ہیں۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء)

اوپر مذکور بعض روایات میں منصوریوں کو ظاہری کہا گیا ہے۔ منصورہ کی تعمیر ۱۱۵ھ کے گردو پیش ہوئی جب کہ امام داؤد ظاہری، جن کے مذہب کو ظاہری کہا جاتا ہے، ۲۷۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے مسلک کا مقبول ہوکر سندھ پہنچ جانا ان کی وفات کے معاً بعد بھی سمجھ لیا جائے تو ۲۷۰ھ تک کہ منصوریوں اور ہباریوں میں کوئی شخص ظاہری نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک ظاہری اکا دکا ہی ہوں گے۔ ویسے بھی ظاہری مذہب اہل حدیث سے بہت قریب ہے یہاں تک کہ اہل حدیث کو بھی ان کے مخالفین ظاہری کہہ دیا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارا خیال ہے کہ تیسری صدی ہجری کے وسط تک تو سندھ میں کوئی ظاہری نہیں تھا۔ اور اس کے بعد اہل حدیث اور ظاہری دونوں موجود تھے اور کہیں کہیں احناف بھی نظر آجاتے تھے۔

اس دور میں سندھ میں اسلام اور مسلمانوں کی حالت کے بارے میں مورخین کی تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں سادگی تھی، شادابی تھی، لوگوں میں حسن اخلاق تھا، لڑائی جھگڑے نہیں تھے، علوم اسلامیہ عام تھے، مدارس تھے، تصانیف تھیں، رواداری تھی، حسن اخلاق تھا، وغیرہ۔ فقہی وکلامی بحثیں نہیں تھیں۔ خالص اسلام پر عمل تھا۔ مسجدیں آباد تھیں۔ غرض یہ اہل حدیث کا سندھ تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہند میں بیرون سندھ اہلحدیث

قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے بتایا ہے کہ

قریش کا قدیم العہد سے پیشہ تجارت تھا۔ امیر المؤمنین عمر فاروق نے دو نئی منڈیوں کا قیام فرمایا کوفہ اور بصرہ۔ بصرہ کی اہمیت یوں واضح ہوتی ہے کہ اگر اس زمانے کا کوئی اعلیٰ ترین مدبر ہندوستان کے لئے عرب سے کوئی ایسا سیدھا راستہ نکالنا چاہتا جس میں سمندر کا چھوٹے سے چھوٹا راستہ پڑتا ہو، اور اس آباد منڈی سے لے کر حرمین تک سارا راستہ ایک ہی قوم ایک ہی مذہب اور ایک ہی زبان بولنے والوں کے قبضے میں ہو تو بصرہ کے سوا اور کسی مقام کا انتخاب نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہی خصوصیات کے پیش نظر بصرہ کو اس مقام پر آباد کیا اور اس طرح سمندر کو عبور کئے بغیر بصرہ کو منڈی قرار دیتے ہوئے مسلمانوں نے مشرقی سائبیر یا تک کو اپنی جولانگاہ بنانے میں خاصی کامیابی حاصل کر لی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی خلافت کے دوران بحری بیڑہ بنانے کی ضرورت محسوس کی۔ مکہ کا سابق بندرگاہ سعیدہ تھا وہ تنگ اور جدید بیڑہ کے لئے غیر مکتفی تھا اس لئے جدہ کو بندرگاہ بنایا۔ پھر مدینہ کیلئے بھی جدہ اور مصر کے درمیان ایک جدید بندرگاہ تجویز کی جو ینبوع کے نام سے نامزد ہے۔ عثمانی بیڑہ تین سال کے اندر ایک زبردست بحری بیڑہ بن گیا اس نے کریٹ اور مالٹا اور طرابلس مغربی کو فتح کر لیا۔ بیڑہ کی کامیابی نے بحری سفائن پر دجلہ و فرات کا راستہ کھول دیا اور قریش کے بڑھے ہوئے ارادوں نے بصرہ سے سواحل ہندوستان کی طرف جوار کالاعلام کا سلسلہ قائم کر دیا یہ لوگ بصرہ سے کراچی، سورت ہوتے ہوئے اپنے جہاز ملیبار لایا کرتے تھے لہذا بہت سے مقام ان کے قیام و آرام کا نشیمن بن گئے اور ان کے تعلقات روز افزوں ترقی کے ساتھ بڑھ رہے تھے۔ ان جہاز رانوں کی تعداد آہستہ آہستہ بڑھتی رہی اور ان کی دولت تمول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی داستان بھی مبالغہ کے ساتھ ملک میں پھیلنے لگی حتی کی حکمران سندھ نے ان کو دق کرنا شروع کر دیا اور ان پر بھاری ٹیکس لگائے اور ان کی کھلی تجارت پر بے جا قیود کا اضافہ کیا پھر کئی دفعہ جہازوں کو لوٹا گیا۔ تاجروں کو مزید جرمانہ و تاوان و جرمانہ کیلئے محبوس رکھا۔ یہ واقعات عبدالملک اموی کے عہد سلطنت کے ہیں۔ عبدالملک قریشی تھا وہ تجارت کی قدر و قیمت کو سمجھتا تھا ...لہذا اس نے اپنے گورنر بصرہ حجاج کو تادیبی کاروائی کا حکم دیا۔ حجاج اگر چہ ظلم کا پتلا تھا لیکن امور خارجہ میں وہ زبردست مدبر تھا اس نے محمد بن قاسم کو لشکر کے ساتھ سندھ روانہ کیا... عمر بن عبدالعزیز نے جو نیک اور صالح حکمران تھے اپنی خلافت کے ایام میں حکمرانان سندھ کو دعوت اسلام دی۔ ...اور سینکڑوں اشخاص کو ایمان اور عمل صالح کا آشنا بنایا۔

یہ جملہ واقعات پہلی اسلامی صدی کے ہیں۔ بحری تجارت کے کھل جانے کے بعد عرب تجار کی آمد و رفت جنوبی ہندوستان تک بکثرت ہوگئی تھی۔ انہوں نے مالابار کو تجارت نیز اشاعت اسلام کا مرکز بنایا اور جزائر لکا دیپ و مالدیپ تک اسلام ایسی خوبی سے پہنچایا کہ وہاں کا راجہ بھی مسلمان ہوگیا۔ عرب تاجر نو مسلمہ عورتوں کو اپنے خاندان کی خواتین کا درجہ دے کر ان سے ازدواج کر لیتے تھے۔ اور خویشی و قرابت کے نتائج اشاعت دین میں بھی ممد و معاون بن جاتے تھے۔ ان مسلمان تجار سے ہندو راجگان عموماً خوش رہتے تھے اس لئے کہ ان کی تجارت بہبودی ملک اور ترقی ملک کا سبب تھی۔ یہ تجار ملک کے اندرونی انتظام یا مراسم میں ذرا بھی مداخلت نہ کرتے تھے۔ طرفین کی یہ سلامت روی اسلام کو اس نواح میں زیادہ روشناس کر رہی تھی۔

دوسری صدی ہجری میں اسلام جزیرہ سیلون تک اسلامی سیاحوں کے دم قدم سے پہنچ گیا ایسے سیاحین میں شیخ شریف بن ملک اور ان کے برادر خورد ملک بن دینار ممتاز ہیں۔ انہی کی ہدایت سے کرانگا فور کا راجہ مسلمان ہوا اور مسلمان ہوتے ہی حج کو روانہ ہوگیا اور عرب ہی میں واصل بحق ہوا۔ اس کی وصیت کی تعمیل اس کے جانشینوں نے کی اور مسلمان مبلغین کو منگلور، بانگور، کنجر کوٹ وغیرہ میں تبلیغ کرنے اور مساجد بنانے کی اجازت دی۔ یہی وہ زمانہ ہے جب موپلا قوم کے باشندے بھی داخل اسلام ہوئے تھے

(قاضی سلیمان، خطبہ انجمن اہل حدیث لاہور ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور سید سلیمان ندوی بتاتے ہیں:

اسلام اور عربوں کا ہندوستان میں ایک مرکز وہ آخری کنارہ ہے جس کو ہندوؤں کے پرانے زمانہ میں کیرالا کہتے تھے اور بعد کو ملی پار (ملی، پہاڑ اور بار، ملک)۔ اس کی حد عربی جغرافیہ نویسوں نے گجرات کے خاتمہ سے کولم واقع ٹراونکور تک بتائی ہے۔

ملی بار کے مسلمان عرب تاجر اور تارکین وطن، موپلہ اور نائت کے ناموں سے ہندوستان میں مشہور ہیں اور جن کے ہاتھوں میں پرتگیزوں سے پہلے تک سمندر کی باگ تھی۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہو گئے ہیں جو دیسی باشندوں میں سے مسلمان ہو گئے ہیں یا شادی بیاہ کے ذریعہ سے ان کی برادری میں آ گئے ہیں۔

(عرب و ہند کے تعلقات۔ص ۲۶۵؛۲۶۹)

اور نظام الملک خافی خان لکھتا ہے:۔

نوائتہ، دکن میں ان لوگوں کا نام پڑ گیا تھا جو عرب سے حجاج بن یوسف کے مظالم سے بھاگ کر آ گئے تھے اور جن کا تعلق عرب کے شرفاء میں ہوتا تھا ان میں سے بیشتر شافعی مذہب اور عالم و فاضل تھے ملا احمد نوایتہؒ بھی بڑا صاحب علم اور باکمال آدمی تھا (حاشیہ ص ۳۷۳ منتخب اللباب ج ۳) (یہ نوایت جب حجاج کے دور میں ہند آئے تو ظاہر ہے کہ اس وقت اہل حدیث تھے۔ شافعی نہ تھے کہ امام شافعی تو ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔ بہاء)۔

قاضی اطہر مبارکپوری بتاتے ہیں:

مسعودی نے ۳۰۴ھ میں بمبئی کے قریب شہر چیمبور میں دس ہزار کے قریب ایسے عربوں کو دیکھا تھا جو عرب ممالک سے آ کر یہاں آباد ہو گئے تھے جن میں بڑے بڑے تاجر تھے جیسے گوا کا رہنے والہ موسیٰ بن اسحاق صندا پوری، راجہ بلہرا کی طرف سے ان مسلمانوں کے لئے مسلمان حاکم ابوسعید معروف بن زکریا تھا جو ہنرمن کہلاتا تھا۔ ان عربوں کو بیسرہ یا بیاسرہ کہتے تھے۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۳۳۳) (۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دور اول میں جو مسلمان ہندوستان میں پیدا ہوئے انہیں بیا سرہ کہا جا تا تھا، اس کا واحد بیسر ہے اور اس کی نسبت بیسری ہے۔ ایک بیا سری ابو خالد یزید بن عبداللہ قرشی سندی ہیں۔ آپ کا تذکرہ ابن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے عمر بن محمد عمری سے حدیث روایت کی ہے اور ان سے علی بن ابی ہاشم طبراخ نے روایت کی ہے۔ آپ کی ولادت چونکہ سندھ میں ہوئی اس لئے سندھی بھی کہلائے اور بیسری بھی۔ آپ نے سفیان ثوری، ابن جریج سے احادیث روایت کیں۔ اور ان سے علی بن ابو ہاشم، ابو داؤد طیالسی وغیرہ نے سماع کیا۔ ثقہ راوی شمار ہوتے ہیں۔

ان کے علاوہ درج ذیل بزرگ غیر سندھی مسلمان (اور اہل حدیث) ہیں:۔

ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن سلیمان کلبی بغدادی عودی۔ سمعانی نے کلہ کی نسبت آپ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے بغداد جا کر ابو المہلب سلیمان بن محمد بن حسن عنسی سے امام اعمش کی مرویات روایت کیں اور ان سے ابو بکر محمد بن ابراہیم بن حسن شاداں نے روایت کی۔ آپ جنوبی ہند کی قدیمی بندرگاہ کلہ کے رہنے والے تھے، عود کی تجارت کرتے تھے۔

عبدالرحیم بن یحی دیبلی۔ آپ نے ولید بن مسلم دمشقی سے اور آپ سے ابو القاسم شعیب بن احمد دیبلی سے روایت کی۔ امام ابو نعیم اصفہانی نے دو واسطوں سے آپ سے روایت کی ہے اور تاریخ اصفہان میں ابو القاسم شعیب بن محمد بن احمد دیبلی کے تذکرہ میں آپ کا ذکر کیا ہے (قاضی اطہر نے تاریخ اصفہان قلمی، کتب خانہ شیخ الاسلام مدینہ سے ۱۳۵۶ھ میں نقل کیا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں تبلیغ اسلام

برصغیر میں تبلیغ اسلام تاجروں کی وجہ سے شروع ہوئی۔ ان کی تجارت، حسن معاملت، مقامی خواتین سے شادیاں، مقامی راجاؤں سے تعلقات، اور قرآن وسنت کے علوم کی اشاعت ان کے ذرائع تبلیغ بنے۔ پھر یہاں اسلام کی تبلیغ ابتدائی دور کے مجاہدین کے ذریعے ہوئی۔ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے:۔

> وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے سپین تک پہنچ چکے تھے اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک وایران وترکستان کو طے کر کے ایک سمت سے کاشغر اور دوسری سمت سے سندھ تک فتح کر چکے تھے، وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں۔ اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا۔ کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی صحبت اٹھائی تھی اور ایسے تو بکثرت تھے جنہوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا۔۔۔ وہ عرب فاتح جو ایک صدی کے اندر اندر ایک طرف شام کی سرحد عبور کر کے مصر اور شمالی افریقہ کے راستہ سے سپین تک پہنچ چکے تھے اور دوسری طرف عراق کے راستہ سے خراسان تک وایران وترکستان کو طے کر کے ایک سمت سے کاشغر اور دوسری سمت سے سندھ تک فتح کر چکے تھے، وہ لوگ تھے جن میں اسلام کی تعلیمات زندہ تھیں۔ اسلام کا قانون جنگ عمل میں تھا۔ کہیں کہیں افسروں میں بعض ایسے بزرگوار بھی تھے جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی صحبت اٹھائی تھی اور ایسے تو بکثرت تھے جنہوں نے صحابہ کا فیض پایا تھا۔ (عرب وہند کے تعلقات۔ص۱۹۰)

چونکہ ابتدائی ادوار میں کسی فقہی مذہب کا وجود نہیں تھا اس لئے ان ادوار کے تجار اور مجاہد کسی بھی فقہی مذہب کی تقلید ولزوم سے بے نیاز، براہ راست کتاب وسنت کے عامل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے اور یہ وہی مذہب ہے جسے مذہب اہل حدیث کا نام دیا جاتا ہے۔یعنی حضرت عمرؓ، حضرت ابوموسی اشعریؓ، حضرت عثمانؓ بن ابوالعاص، حکمؓ بن ابوالعاص، محمدؒ بن قاسم، عمرؒ بن محمد بن قاسم وغیرہ میں سے نہ کوئی حنفی تھا، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی،، نہ اشعری، نہ مرجئ، نہ قدری تھا، نہ جہمی، نہ ظاہری، نہ خارجی، نہ شیعہ، نہ معتزلی، نہ جعفری، نہ زیدی، نہ اثنا عشری۔ بلکہ یہ سب بزرگ اہل حدیث تھے۔اور ہندوسندھ سے رابطہ اور یہاں تبلیغ اسلام کی ابتداء انہی اہلحدیث کی حسنات میں سے ہے اور ان کی تبلیغ اور اثر ورسوخ سے جو لوگ ہند میں مسلمان ہوئے وہ بھی درج بالا فرقوں میں سے کسی سے متعلق نہ تھے بلکہ صرف اور صرف اہلحدیث تھے، یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قدیم ترین مسلک اہلحدیث ہے۔

بعد کے زمانوں میں ہند میں تبلیغ اسلام کئی طبقات کے ذریعہ ہوئی۔اس میں حکام ولاۃ کا بھی حصہ ہے، علماء اور صوفی حضرات کا بھی اس میں حصہ ہے۔تاجروں اور سپاہیوں نے بھی یہ فریضہ انجام دیا ہے،اور مسلمان معاشرے کے عام افراد نے بھی اس میں حصہ لیا ہے۔نیز تالیف قلوب کے ذریعہ بھی اسلام کی اشاعت ہوئی ہے۔

قاضی سلیمان منصور پوری بتاتے ہیں کہ چند بزرگ جو داعیان اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ ہیں:۔

مخدوم علی ہجویری (۶) لاہور میں پانچویں صدی میں پہنچ گئے تھے اور ان کی تبلیغ سے پنجاب کے نومسلموں کا سلسلہ دامان کوہ شوالک اور ملتان تک پہنچ گیا تھا۔

سید اسماعیل بخاری، شہاب الدین غوری کے حملہ اول سے پیشتر سے آئے ہوئے تھے اور انہوں نے لاہور میں ٹھہر کر تبلیغ کو بہت وسعت دی تھی۔

شیخ بہاء الدین ملتانی بدعات قرامطہ کے زائل کرنے اور اسلام حقہ کی اشاعت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

خواجہ معین الدین اجمیری (ف ۶۳۲ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے یوپی، راجپوتانہ، دکن، بہار میں تنظیم کے ساتھ سلسلہ تبلیغ کو شروع کیا۔ان کے مرید وخلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلی میں اور خود خواجہ صاحب اجمیر میں اس تنظیم کی نگرانی کرتے تھے۔

قطب صاحب کے خلیفہ بابا فرید شکر گنج (ف ۶۶۸ھ) (بابا فرید کے جد امجد شیخ شعیب عالم دین تھے علاقہ ملتان کے مقام کھتوال کے قاضی تھے اسی جگہ شیخ مسعود بابا فرید ۵۶۹ھ یا ۵۸۴ھ میں پیدا ہوئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن حفظ کیا، علوم دینیہ پڑھے۔ قطب الدین بختیار کاکی کے مرید ہوئے۔ پھر ہانسی میں بارہ سال مقیم رہے، پھر کھتوال میں مقیم رہے پھر پاکپٹن آ گئے۔ آپ . کی تبلیغ اور کوششوں سے ایک طرف تو بے شمار مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی گرفت مضبو ط ہو ئی اور دوسری طرف غیر مسلموں کی بہت بڑی تعداد مشرّف باسلام ہوگئی۔ قیام اجودھن کے ابتدائی دنوں میں ایک ہندو جوگی شمھو ناتھ، بابا کی خدمت میں آیا اور آپ کے حالات دیکھ کر اپنے چیلوں اور ساتھیوں کے ہمراہ مسلمان ہوگیا۔ تذکروں میں مرقوم ہے کہ پاک پٹن کے اطراف و جوانب میں جو نومسلم آباد ہیں وہ زیادہ تر باباصاحب کی تبلیغی مساعی سے مسلمان ہوئے۔ ۵محرم ۶۶۴ھ کو وفات پائی۔ فقہائے ہند ج ا ص ۱۶۶۔۱۷۰) نے پاک پٹن کو اپنا مرکز بنایا اور اپنے تین مشہور خلفاء کو تین مقامات میں ٹھہرا کر خواجہ بزرگ کے طریق کو محکم اور مضبو ط کیا۔ حضرت نظام الدین اولیاء کو دہلی میں، مخدوم علی صابر رڑکی میں، قطب جلال الدین صوبہ آگرہ میں۔

سلسلہ نظامیہ میں سید محمد گیسو دراز وہ بزرگ ہیں جنہوں نے دکن میں ٹھہر کر پونا کو اسلام سے روشناس کرایا۔

اور سید یحی منیری نے اودھ کو اسلام کا پیرو بنایا۔

مخدوم جہان جہانیاں گشت کے کارنامے سکھر میں معروف ہیں۔ (شیخ حسین بن احمد جہانیاں جہاں گشت شعبان ۷۰۷ ہمقام اوچ پیدا ہوئے۔ قاضی بہاء الدین اوچی سے پڑھا۔ پھر شیخ موسیٰ اور شیخ مجدالدین سے ملتان میں پڑھا۔ پھر حج کو گئے مدینہ میں دوسال رہے پھر مصر و عراق کا سفر کیا۔ محدث اور فقیہہ تھے۔ حنفی مسلک تھا مگر بعض مسلکی مختارات تھے۔ مثلاً امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اسی طرح غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے تھے۔ ۷۸۵ھ میں اوچ میں وفات پائی۔ فقہائے ہند۔ ج ا ص ۲۰۷۔۲۰۸)

کشمیر میں اشاعت اسلام سید علی ہمدانی اور درویش بلبل شاہ کی خدمات کا نتیجہ ہیں۔

(متاخرین میں شیخ عبداللہ نومسلم ولد دیوان کوٹی مل اپنی ذاتی تحقیقات سے مسلمان ہوئے اور ہزاروں روپیہ کے مکانات واراضیات زرعی وسکنی اور حقوق کو جو ریاست نابھہ اور پٹیالہ میں ان کو حاصل تھے، ترک کیا، پھر اشاعت اسلام میں کمربستہ ہوگئے۔ مسلکاً اہل حدیث تھے ان کے کام میں بدعتی لوگ بھی حارج تھے۔ تاہم ۴۶ سال متواتر تبلیغ کرتے ہوئے یکم رمضان ۱۳۱۰ھ کو انتقال فرمایا۔ رحلت سے پیشتر قریباً ۳۷۵ خاندانوں کو مشرف باسلام کر چکے تھے)

ہندوستان کی چند شریف اقوام جو داخل اسلام ہوئیں ان میں راجپوت بھی ہیں۔ یہ خیال کہ لالچ یا دھمکی یا دباؤ اس قوم سے ان کا پہلا مذہب ترک کرا سکتا تھا، بالکل لغو ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ بہادر ہیں، جان باز ہیں، بات کے پکے، مضبوط اور انجام سے لا پرواہ۔ ان کے لئے کسی لالچ یا دھمکی سے کسی بات کو قبول کرنا عار ہے۔ نیز برہمن ہیں، جن کا بچہ بچہ.. روز پیدائش سے ایسے ممتاز حقوق کا مالک ہوتا ہے جو کسی دوسری قوم کو اس ملک میں کسی طرح حاصل ہی نہیں ہو سکتے۔ کسی برہمن کا ان جملہ حقوق اور امتیازات کو خیر باد کہہ دینا اور قبول اسلام کے ساتھ عامۃ المسلمین کی سطح مساوی پر کھڑے ہو جانا ایک زبردست دلیل ہے (اسلام کے دین فطرت ہونے کی)۔ نیز کھشتری ہیں جو ہمیشہ راستی کیلئے لڑتے رہے ہیں۔ مہابھارت کی لڑائی صرف مظلوم پانڈوؤں کی امداد اور حق رسی کیلئے تھی۔ اس قوم کو بزدلی کا الزام نہیں دیا جا سکتا۔ بایں ہمہ انکی تعداد اسلام میں ہزاروں لاکھوں ہے

صوبہ مدراس و بنگال میں خصوصاً اور سارے ہند میں عموماً جو قابل نفرت سلوک اچھوت اقوام کے ساتھ مرعی تھا، اس کے مقابلہ میں اسلام نے اخوت کو پیش کیا اور ہر ایک نومسلم کو قدیم الاسلام کے برابر بٹھلا دیا لہذا اسلام بہت جلد مقبول ہو گیا۔

ستی بنائے جانے کا طریقہ اور بیوہ رانڈ عورتوں کو دوسرے بیاہ سے محرومی قریباً نصف آبادی کی طرف سے زبردست استغاثہ پیش کر رہی تھی۔ اسلام ہی نے دادرسی کی۔

پتھر کی مورتیوں کے ساتھ سینکڑوں نوجوان لڑکیوں کا بیاہا جانا ان کی انسانی زندگی کو تباہ کرنے والا تھا اور ان کے لئے اس تباہی سے بچانے کا ذریعہ صرف اسلام ہی تھا۔

چنڈال، داس، شودر، ہدایات و فیوض مذہب سے بے خبر اور شاستروں سے ناآشنا تھے۔ ان کے امراض قلب کی دوا اسلام ہی تھا، اسلام ہی نے ان کے لئے جملہ مدارج انسانی میں ارتقا کا دروازہ کھول دیا۔

برہمن کا نرگ و سورگ پر قبضہ تھا وہ مرنے والے کی روح کو نرگ میں دھکیل دینے یا سورگ میں پہنچا دینے کا واحد مالک بنا ہوا تھا۔ اس طاقت کو نقد و جنس، عورت و جائیداد کے عوض میں فروخت کیا جاتا تھا۔ لہذا لاکھوں اشخاص کی حمیت و غیرت اس کے خلاف تھی، اسلام ہی نے ان کی غم گساری کی (قاضی سلیمان، خطبہ انجمن اہلحدیث لاہور ۳۰ مارچ ۱۹۲۹ء)

جناب یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں:

سلاطین و امراء ہند نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے کوئی منظم اور باقاعدہ کوشش نہیں کی۔ اس فرض کی بجا آوری کے لئے کوئی محکمہ قائم نہیں کیا۔ اسلام جس قدر پھیلا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے؛
حضرات صوفیائے کرام اور خصوصاً خواجگان چشت کی توجہ اور ان کے فیض روحانی سے؛
یا بعض مسلمانوں کی انفرادی کوششوں سے۔
جن بادشاہوں نے تبلیغ اسلام کے لئے ذاتی اور انفرادی طور پر کوشش کی ان میں
سلطان فیروز شاہ تغلق نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا
جس میں مبلغین تیار کئے جاتے تھے؛
اورنگ زیب نے تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے اگر چہ کوئی خاص مدرسہ یا نظام یا محکمہ
قائم نہیں کیا، تاہم اس کی اسلامی زندگی کی بدولت اسلام کو فروغ حاصل ہوا؛
حاکم گجرات، سلطان محمود بھیگڑ نے بھی تبلیغ اسلام میں سرگرمی دکھائی؛
سلطان محمود ٹیپو کو بھی تبلیغ اسلام کا خاص خیال تھا۔ (شاہ اسماعیل شہید۔ص ۱۵۴۔۱۵۵)

مبلغین اسلام میں سید علی ہمدانی کا نام بھی آتا ہے۔ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:۔
امیر کبیر سید ہمدانی بمقام ہمدان پیدا ہوئے۔ مدتوں اسلامی ممالک کی سیاحت کی
..۱۳۶۹ء میں آپ ایران چھوڑ کر سات سو سیدوں کے ساتھ کشمیر تشریف لائے۔ بادشاہ
وقت آپ کے ساتھ بڑی عزت سے پیش آیا۔ اور آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ بڑی
سرگرمی سے اشاعت اسلام شروع کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی کوششوں سے ۳۷ ہزار
کشمیری دائرہ اسلام میں آئے۔ آپ نے کئی ایک کتابیں لکھی ہیں مثلاً مجمع الاحادیث،
شرح اسمائے حسنی، شرح فصوص الحکم، مرأۃ التائبین، ذخرۃ الملوک۔ آپ کی آخری
تصنیف امور ملکی اور سیاسی مصلحتوں کے متعلق ہے۔ آپ اور آپ کے رفقاء کی کوششوں
سے اسلام کشمیر میں مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گیا۔ آپ کی وفات ۱۳۸۴ء میں ضلع ہزارہ
اور بقول بعض کافرستان کے علاقے میں ہوئی لیکن نعش مبارک ترکستان کے شہر ختلان
لے جا کر دفن کی گئی... آپ تین مرتبہ کشمیر آئے۔ آخری دفعہ وفات سے تھوڑا عرصہ پہلے
۷۷۶ھ میں تشریف لائے تھے۔ جب آپ پہلی مرتبہ ۷۷۱ھ میں تشریف لائے تھے تو
... آپ کے ساتھ سات سو سادات عظام تھے کشمیر پہنچ کر آپ نے محلّہ علاء الدین پورہ
میں قیام کیا۔ پانچ وقت کی نماز دریا کے کنارے (جہاں اب آپ کی خانقاہ ہے) ادا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرماتے اور خلقت کو ارشاد و ہدائت سے فیض یاب کرتے ... آپ کی خانقاہ کشمیر میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا مرکز بن گئی۔ (آب کوثر۔ص ۳۷۷۔۳۷۸)۔ (۷)

حضرت امیر کبیر کی تبلیغ اسلام کی شہادتیں موجود ہیں۔ تاہم یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح شیخ اسماعیل لاہوری کا محدث ہونا ان کی وجہ شہرت ہے اسی طرح امیر کبیر کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ شافعی تھے۔ (یاد رہے کہ ہند کے مورخین لفظ عامل بالحدیث کی اصطلاح سے شرماتے ہیں اور ایسے لوگوں کو عموماً شافعی کہہ دیتے ہیں) یعنی تبلیغ اسلام کی یہ خدمت بھی احناف کے حصے میں نہیں آتی۔

طبقہ صوفیاء میں تین قسم کے لوگ تھے۔ ایک وہ جنہوں نے اسلام کی تبلیغ کی، جن میں سے بعض کا ذکر اوپر ہو چکا ہے (۸)۔ دوسرے وہ جنہوں نے غیر مسلم حلقوں میں جانے سے اجتناب کیا اور اپنی اور اپنے مریدوں کی اصلاح کی طرف توجہ مرکوز رکھی۔ جیسا کہ مولانا ظہیر الدین بھکری اور شیخ الاسلام فرید الدین شافعی کے شاگرد شیخ شمس الدین محمد بن یحی اودھی کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ

انہوں نے ساری عمر درس و تدریس میں گذاری۔ دلی کے اصحاب علم ان کے درس میں شامل ہونا باعث فخر سمجھتے تھے۔ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی بھی ان کے شاگرد ہیں۔ جناب اودھی نے ۷۲۴ھ میں خواجہ نظام الدین اولیاء سے خرقہ خلافت حاصل کیا سلطان تغلق نے دربار میں ان سے کہا

مثل تو دانشمندیایں جا چہ کند، تو در کشمیر برو و در بت خانہائے آں دیار بنشیں، وخلق خدا را باسلام دعوت کن۔ کہ آپ جیسے عالم اور بزرگ کا یہاں کیا کام؟ کشمیر جایئے اور اس دیار کے بت خانوں میں بیٹھ جایئے اور لوگوں کو دعوت اسلام دیجئے۔ ...

یہ گھر آئے اور لوگوں سے کہا کہ میں نے اپنے شیخ کو خواب میں دیکھا ہے، وہ مجھے اپنے پاس بلاتے ہیں، میں بادشاہ کے کہنے سے کشمیر کیونکر جا سکتا ہوں؟ میں تو اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ اس سے اگلے روز بیمار ہو گئے محمد تغلق نے سمجھا کہ کشمیر نہ جانے کا بہانہ ہے۔ بلا بھیجا، اسی دوران ۷۴۷ھ۔۱۳۴۶ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ تصانیف ہیں لیکن شرح مشارق الانوار کے علاوہ باقی کم یاب ہیں۔

(حواشی تذکرہ ص ۴۷۱۔۴۷۲: فقہائے ہند ج ۱ ص ۲۸۹۔۲۹۰ بحوالہ اخبار الاخیار ص ۹۷؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ علمائے ہند ص ۸۶؛ نزھۃ الخواطر ج ۲ ص ۱۴۷)

اور تیسرے وہ صوفی حضرات جنہوں نے فائدے کی بجائے نقصان پہنچایا۔ جیسا کہ حکیم مومن خان مومن کے شاگرد آقا محمود بیگ راحت نے زوال سلطنت کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے اٹھارویں صدی کے حالات کی تصویر کشی یوں کی ہے:۔

ایک روز ابونصر محمد اکبر شاہ ثانی کے دربار میں ذکر زوال سلطنت آ گیا۔ بخشی محمود نے عرض کی، چار آدمیوں نے مملکت کو تباہ کر دیا، اول حکیموں نے کہ فرمانروایان بیدار مغز کو وہ مقویات کھلائیں کہ تاب تحمل نہ ہوسکی، مزاج عشرت طلب ہو گیا؛ دوسرے کلاونتوں نے، کہ ان کے گھر میں جو نو خیز ہوئی اس کو پیش کیا اور اس میں اپنا افتخار پیدا کیا۔ سلاطین کو رقص و سرود میں مائل رکھا۔ ڈوم ڈھاڑی مدار المہام ہوئے۔ انتظام فرمانروائی میں خلل واقع ہوا۔ دشمنوں نے سر اٹھایا، بدخواہوں نے پیر پھیلائے۔ جا بجا خود سر ہو گئے شرفاء کو دربار میں مداخلت نہ ہوئی۔ ان کی بات کسی نے نہ سنی۔ وقت پر ان لوگوں نے طرح دی۔ غنیم کی بن آئی؛ تیسرے کثرت عیال نے۔ ادھر ازواج کی کثرت ہوئی ادھر اولاد کی ترقی ہوئی۔ نزاع خانگی سے خلش ہوئی؛ چوتھے مشائخ و پیرزادوں نے۔ جب کبھی حاضر ہوئے اور کچھ ذکر سلطنت آیا، اپنے تئیں عرش پر پہنچایا۔ مسائل تصوف بیان کرنے لگے۔ کنج عزلت کی خوبیاں عرض کرنے لگے، خون بندگان خدا سے ڈرانے لگے۔ جب شیخ جی شیخی بگھار چکے، پھر اپنی کرامت جتانے لگے، ہم دعا کرتے ہیں، دعاؤں کا لشکر حضور کی فتح و نصرت کو کافی ہے دشمن ادھر کا منہ بھی نہیں کرے گا۔ خود پامال سم سمندان لشکر دعا سے دولت و اقبال ہوگا۔ فرمانروا ان کے دام میں آ گئے۔ پیر جی کی دعا پر تکیہ کیا۔ چار بالش عشرت پر تکیہ نشین ہوئے۔ ارا کین گوشہ گزین ہوئے۔ غنیم نے قابو پایا، اقلیم پر زور لگایا۔ دعا کی فوج آتی رہی، حکومت جاتی رہی۔

(رود کوثر ص ۶۰۲۔۶۰۳ بحوالہ نتائج المعانی ص ۱۷۵۔۱۷۶؛ فقہائے ہند ج ۵ ص ۳۳۔۳۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقہ: حقیقت و حجیت

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ کے بارے میں کچھ گزارشات پیش کردی جائیں۔ قرآن مجید میں لفظ فقہ کے متعدد مشتقات وارد ہوئے ہیں۔ مثلاً فرمایا:

فمال هئولاء القوم لا يكادون يفقهون حد يثاً ۔ نساء۔ ۷۸۔ (پھر ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات نہیں سمجھتے)؛ و جعلنا على قلوبهم اكنّة ان يفقهوه وفى آذا نهم وقراً۔ انعام۔ ۲۵ (اور ہم نے ان کے دلوں پر غفلت ڈال رکھی ہے اور ان کے کانوں میں بوجھ کہ نہ سمجھیں)؛ انظر كيف نصرّف ا لآيات لعلّهم يفقهون ۔ انعام۔ ۶۵۔ (تو دیکھ ہم کس طرح کے دلائل ان کو بتلاتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں)؛ قد فصّلنا الآيات لقوم يّفقهون ۔ انعام۔ ۹۸ (جو لوگ سمجھتے ہیں ان کیلئے ہم نے کھلے کھلے نشان بتلا دیئے ہیں)؛ لهم قلوب لا يفقهون بها ۔ و لهم اعين لّا يبصرون بها۔ اعراف۔ ۱۷۹۔ (ان کے دل ہیں پر ان سے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں پر وہ ان سے دیکھتے نہیں)؛ وان يكن منكم مئة يّغلبوا الفاً من الذين كفروا بانهم قوم لا يفقهون ۔ انفال۔ ۶۵ (اور اگر ایک سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آویں گے کیونکہ یہ کافر سمجھتے نہیں)؛ و قالوا لا تنفروا فى الحرّ ۔ قل نار جهنم اشدّ حرّا ۔ لو كانوا يفقهون۔ توبہ۔ ۸۰ (اور کہتے رہے گرمی میں مت جاؤ۔ تو کہہ جہنم کی آگ سخت گرم ہے، کاش ان کو سمجھ ہوتی)؛ رضوا بان يّكونوا مع الخوا لف و طبع على قلوبهم فهم لا يفقهون۔ توبہ۔ ۸۷ (یہ راضی ہیں کہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ بیٹھ رہیں اور ان کے دلوں پر مہر لگائی گئی ہے، پس اب نہیں سمجھیں گے)؛ فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقّهوا فى الدّين وليندروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلّهم يحذرون ۔ توبہ۔ ۱۲۲ (پس ایسا کیوں نہ کریں کہ ہر ایک قوم میں سے چند آدمی آئیں تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور جب اپنی قوم میں جائیں تو ان کو سمجھائیں تاکہ وہ بھی بچتے رہیں)؛ صرف الله قلو بهم بانّهم قوم لا يفقهون۔ توبہ۔ ۱۲۷ (خدا نے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے دلوں کو پھیر دیا ہے کیونکہ دانستہ نہیں سمجھتے)؛قالوا یا شعیب ما نفقه کثیراً ممّا تقول و انّا لنراك۔ فینا ضعیفاً۔ ھود۔۹۱(وہ بولے اے شعیب تو جو کچھ کہتا ہے اس میں سے بہت سا حصہ ہم نہیں سمجھتے۔ ہم تجھے اپنی قوم میں بہت ہی کمزور سمجھتے ہیں)؛وان مّن شیءٍ الّا یسبّح بحمده ولکن لّا تفقهون تسبیحهم۔ بنی اسرائیل۔۴۴ (دنیا میں جتنی چیزیں ہیں سب اس کی تعریف کے گیت گاتی ہیں،مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھ سکتے)؛و جعلنا علی قلوبهم اکنّةً ان یفقهوه وفی آ ذا نهم وقراً۔ بنی اسرائیل۔۴۶ (اور ہم ان کے دلوں پر غلاف اور ان کے کانوں پر ایک قسم کا بوجھ ڈال دیتے ہیں تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھیں)؛انّا جعلنا علی قلو بهم اکنّةً ان یفقهوه و فی آ ذا نهم وقراً۔ کہف۔۵۷ (ہم نے ان کے دلوں پر سمجھنے سے پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں بندش پیدا کر دی ہے)؛ حتی اذا بلغ بین السّدّین و جد من دونهما قوماً لّایکادو ن یفقهون قولاً۔ کہف۔۹۳ (یہاں تک کہ جب وہ دو گھاٹیوں کے بیچ میں پہنچا اس نے ان سے ورے ایک قوم پائی جو کوئی بات نہ سمجھتے تھے)؛ یفقهوا قولی۔ طه۔۲۸ (تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں)؛بل کانوا لا یفقهون ا لّا قلیلاً۔ فتح۔۱۵۔ (بلکہ وہ لوگ بات بھی کم سمجھتے ہیں)؛ لانتم اشدّ رهبةً فی صدورهم مّن الله۔ ذلک بانّهم قوم لّا یفقهون۔ حشر۔۱۳(تم مسلمانوں کا خوف ان کے دلوں میں اللہ کے خوف سے زیادہ ہے۔ یہ ان کا خیال اسلئے ہے کہ یہ لوگ سمجھتے نہیں)؛ذلک بانّهم آمنوا ثمّ کفروا فطبع علی قلوبهم فهم لا یفقهون۔منافقون۔۳ (یہ اس لئے کہ یہ لوگ پہلے ایمان لائے تھے پھر منکر ہو گئے پس ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی وہ سمجھتے نہیں)؛و للّه العزّة ولرسوله وللمؤمنین ولکنّ المنافقین لایفقهون۔ منافقون۔۷ (اصل عزت اللہ تعالی کی ہے اور رسول کی اور ایمان داروں کی،مگر منافق لوگ جانتے نہیں)

قرآن مجید کی ان آیات میں فقہ کے جتنے مشتقات وارد ہوئے ہیں ان کے معانی سمجھ بوجھ عقل وشعور کے ہیں۔

احادیث میں بھی یہ لفظ وارد ہوا جیسا صحیح بخاری میں حضرت معاویہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من یّرد اللّه به خیراً یفقّهه فی الدّین کہ اللہ جسے بھلائی عطا کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ سے مروی ہے خیارهم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا (مسلم) جو جاہلیت میں اچھے تھے وہ زمانہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جب وہ علم و ادراک کی نعمت سے بہرہ یاب ہو جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تفقّھوا قبل ان تسودوا۔ (بخاری) کسی منصب پر فائز کئے جانے سے پہلے علم و دانائی حاصل کرو۔

احناف قرآن و حدیث میں لفظ فقہ یا اس کے مشتقات کا ترجمہ فقہ حنفیہ (کنز، قدوری، منیہ اور وقایہ) مراد لینے لگتے ہیں۔ جیسا کہ

قاری محمد طیب دیو بندی اپنے خطبہ (درتحقیق اہل حدیث از مولوی حبیب الرحمٰن حنفی اعظمی) میں حدیث ربّ حامل فقہ غیرفقیھہ و ربّ حامل فقہ الی من افقہ منہ (مشکوۃ) کا ترجمہ یوں کرتے ہیں . بعض پہنچانے والے علم کے خود فہیم (سمجھدار) نہیں ہوتے اور بعض ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں۔

یہاں فقہ کے معنی علم اور فقیہہ کے معنی فہیم (سمجھدار) کئے ہیں، اور کہتے ہیں:۔ مجتہد کے تلامذہ اس کے اجتہادات کو ایک جگہ جمع کر لیں ایسے اجتہادی مسائل کے ایک جگہ جمع شدہ مجموعہ کا نام فقہ ہے۔ یہ نام کوئی اختراعی نام نہیں بلکہ حدیث نبوی سے ثابت شدہ اور اللہ اور اس کے رسول کا تجویز فرمودہ نام ہے۔ حدیث ربّ حامل فقہ اور حدیث مثل من فقہ فی دین اللہ اور حدیث من یرد اللّٰہ بہ خیرا یفقھہ فی الدّین.... اور پھر لکھا ہے کہ اس کے دستور العمل کا لقب فقہ منصوص ہے اختراعی نہیں۔ گویا حدیث مذکور کے معنی فقہ احناف ہدایہ اور شرح وقایہ ہو گئے۔ اور صاحب درمختار لکھتے ہیں:۔ انّ الفقھاء علموا ارادۃ تعالی بھم بحدیث الصادق المصدوق من یّرد اللّٰہ بہ خیراً یفقّھہ فی الدین یعنی فقہاء احناف کے ساتھ باری تعالی کا جو ارادہ ہے اسے فقہاء نے حدیث نبوی من یّر د اللّٰہ .الخ.. سے جان لیا ہے کہ خدا کا ارادہ ان حنفی فقیہوں کے ساتھ خیر کا ہے۔

اسی لئے درمختار نولکشوری کے ٹائٹل صفحہ پر یہ حدیث لکھی ہے فقیہ واحد اشدّ علی الشّیطان من الف عابد اور مختصر وقایہ نولکشوری کے ٹائٹل صفحہ پر حدیث من یّر د اللّٰہ بہ خیراً یفقّھہ فی الدّین مرقوم ہے اور یہی حدیث شرح وقایہ طبع انوار محمدی کے ٹائٹل صفحہ پر ہے اور شرح وقایہ چلپی نولکشوری کے ٹائٹل والے صفحہ پر یہ آیت قرآنی ثبت ہے فلولا نفر من کل فرقۃٍ مّنھم طائفۃ لیتفقّھوا فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الدّین ۔غرض قرآن وحدیث میں جہاں فقہ کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے وہاں احناف کے نزدیک کنز قدوری وغیرہ مراد ہیں ۔ (منقول از تحفظ سنت کانفرنس دہلی ۲۰۰۱ء کا جائزہ، از محمد رئیس ندوی)

جناب محمد اسماعیل سلفیؒ (گوجرانوالہ) لکھتے ہیں:

لغت میں فقہ کے معنی علم اور فطانت ہے اور عرف شرع میں ایک فن کا نام ہے جس میں فرعی مسائل کی جزئیات مذکور ہوتی ہیں اور علم دین کو بھی فقہ کہتے ہیں ۔

الفقه بالكسر العلم بالشيء و الفهم له و الفطنة وغلب على علم الدين بشرفه ۔ (قاموس۔ ج ۴)

الفقه فهم الشيء ، قال ابن فارس : و كل علم لشيء فهو فقه و الفقه على لسا ن حملة الشرع علم خاص ، و فقه فقهاً ،من با ب تعب اذا علم ، و فقه بالضم مثله ، و قيل بالضم اذا صار الفقه له سجية (المصبا ح المنير ج ۲)

الفقه هو التوصّل الى علم غائب بعلم شاهد ، فهو اخصّ من العلم قال اللّه تعالى (فما لهؤلا ء القو م لا يكادون يفقهو ن حديثاً) (ولكن لايفقهون) الى غير ذ لک من ا لآيا ت ، و الفقه العلم باحكام الشريعة يقال فقه الر جل فقاهة ، اذا سار فقيها ۔(را غب ۔ص ۲۹۱)

(فقہ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں ...احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کو فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کوئی فقیہہ ہو جائے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اس علم کو سمجھ لیا۔

اس کے قریب اقرب الموارد، مجمع البحار میں مرقوم ہے:۔

فقه بالكسر اذا فهم وعلم بالضم اذا صارفقيهاعالما، وجعله العرب خا صا بعلم الشريعة و تخصيصها بعلم الفروع منها (مجمع البحار۔ ج ۳)

باقی معانی کے علاوہ مطلقاً علم اور علم الفروع کو بھی فقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ تعبیریں متاخرین نے فرمائیں، جب مروجہ فقہ مدون ہوئی۔

لغت سے ظاہر ہے کہ فقہ کسی خاص فن میں محصور نہیں بلکہ اس لفظ کے معانی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمل متعدد ہیں، ہر علم فقہ کہلا سکتا ہے اور اس تفقہ کے مراتب مختلف ہیں۔

اصطلاح میں فقہ کا لفظ مختلف مقامات پر بولا گیا ہے، ہشام بن عبداللہ کہتے ہیں:

من لم یعرف اختلاف الفقهاء فلیس بفقیهٍ ۔ جامع بیان العلم لابن عبدالبرص ۴۶ ج ۲۔ یعنی جو علماء کے اختلافات کو نہیں جانتا، وہ فقیہہ نہیں کہلا سکتا۔

قتادہؒ فرماتے ہیں: من لم یعلم الاختلاف لم یشم الفقه بانفه (ایضاً۔ ج ۲۔ص ۴۶) یعنی جو علماء کے اختلافات کو نہیں جانتا اس نے فقہ کو سونگھا بھی نہیں۔

حارثؒ بن یعقوب فرماتے ہیں: ان الفقیه کل الفقیه من فقه فی القرآن وعرف مکیدة الشیطان (ایضاً ج ۲ ص ۴۷) فقیہہ وہ ہے جو قرآن کو سمجھے اور شیطان کے فریبوں کو پہچانے۔

امام مالکؒ سے پوچھا گیا، کیا علماء کے اختلافات سے اہل الرائے کے اختلافات مراد ہیں؟ فرمایا صحابہ کے اختلافات مراد ہیں۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں الفقیه من خاف الله ۔ (ایضاً۔ج ۲۔ص ۴۹)

آنحضرت ﷺ سے بروایت حضرت علیؓ منقول ہے الا انبئکم بالفقیه کل الفقیه؟ قالوا بلی ، قال من لم یقنط الناس من رحمة الله، ولم یؤسیهم من روح الله و لم یؤمنهم من مکر الله ، و لا یدع القرآن رغبة عنه الی ما سواه، الا لاخیر فی عبادة لیس فیها تفقه ۔ الخ ۔ (ایضاً۔ ج ۲۔ص ۴۴) ۔ فرمایا میں تمہیں بتادوں سب سے بڑا فقیہہ کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتایئے ۔فرمایا ۔ جو آدمی لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے، اور اللہ کی تدبیر سے عوام کو بے خوف نہ کرے، قرآن سے نفرت اور ماسوا کی طرف توجہ نہ کرے، خبردار عبادت بلا تفقہ عبث ہے۔

آنحضرت ﷺ کا دوسرا ارشاد گرامی ہے ۔ ربّ حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه ۔(جامع بیان العلم ۔ ج ۲ ص ۴۴)۔(بسا اوقات فقہ کا مبلغ خود فقیہہ نہیں ہوتا اور بسا اوقات جسے تلقین کی جا رہی ہو، وہ تلقین کرنے والے سے زیادہ فقیہہ ہوتا ہے)

پھر ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں فسمی الحدیث فقهاً مطلقاً وعلما (جامع بیان العلم۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ج ۲۔ ص ۲۷) کہ حدیث اور علم کو فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے

امام مالکؒ کہتے ہیں لیس الفقه بكثرة المسائل ولكنّ الفقه يؤتيه اللّه من يّشاء من خلقه (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۴۵) یعنی فقہ زیادہ مسائل جاننے کا نام نہیں، بلکہ فقہ اللہ کی عطا ہے، جسے چاہے وہ دیدے۔

اور امام ابوحنیفہ سے منسوب فقہ اکبر میں ہے الفقه معرفة النفس مالها وما عليها ۔ (فقہ اکبر۔ص ۱۰) یعنی نفس کی ذمہ داریوں کے سمجھنے کا نام فقہ ہے۔

یونانی علوم کی اشاعت کے بعد جب متکلمین نے مناظرات کا آغاز کیا اور تاویلات کی گرم بازاری ہوئی تو علم الکلام کو بھی فقہ سے تعبیر کیا گیا، فقہ اکبر جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے اسی دور کی کتاب ہے اسی لئے اس کا یہ نام رکھا گیا۔

فقہ الاجتہاد ۔ آئمہ اجتہاد کے اجتہادات جب رائج ہوئے، تو ان کے اتباع نے ان اصولوں کی روشنی میں مزید فروع کی تخریج فرمائی، اور یہ اثرات اساتذہ سے تلامذہ تک اپنی طبعی افتاد سے پہونچے۔ اور آئمہ اربعہ کے ساتھ اور بہت سے آئمہ اجتہاد کی فقہیں بھی مروج ہوئیں اور ان پر عمل ہوتا رہا، اور ان کا نام فقہ قرار پایا، اور تلامذہ، اساتذہ سے اسے وراثۃً لیتے رہے۔ بتدریج اسی تعلق نے جمود کی صورت اختیار کی، تو اس فقہ کی دو صورتیں ہوگئیں، فقہ المجتہدین یعنی آئمہ اجتہاد کی مجتہدانہ مساعی جو کتاب و سنت سے براہ راست پیش آمدہ مسائل کا استنباط فرماتے تھے۔ ادلہ شرعیہ کی روشنی میں ان پر غور ہوتا اور وقت کے مسائل کو حل فرمایا جاتا۔ اس میں باہم اختلاف بھی ہوتا، اساتذہ، تلامذہ بحث ونظر کے بعد کسی ایک دوسرے کی رائے کو قبول فرماتے، کبھی اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے، لیکن حسن ظن اور محبت کے تعلق بدستور قائم رہتے، اس مجتہدانہ فقہ کی عمر آئمہ اجتہاد کے بعد بڑی مختصر رہی۔ جلد ہی اس پر جمود طاری ہوگیا۔ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے چوتھی صدی ہجری کے آخر تک اس کا اندازہ فرمایا ہے اس کے بعد جمود کا دور آگیا اور تحقیق عیب شمار ہونے لگی اذہان کے خمیر میں احساس کہتری سمو دیا گیا۔ لوگ اپنی لاعلمی وکم فہمی کا فخر یہ اقرار کرنے لگے۔ اور آئمہ اجتہاد کی طرح نصوص سے براہ راست استنباط ختم کردیا گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقہ التقلید :۔

قریباً چوتھی صدی کے بعد ادلہ تفصیلیہ سے استدلال بتدریج متروک ہو گیا۔ فقہ کے مروجہ متون کو من وعن قبول کر لیا گیا۔ عام طور پر شروح میں اصل ادلہ سے بہت کم تعرض کیا گیا، پہلے بزرگوں سے جو کچھ منقول تھا اس پر اکتفا کر لیا گیا۔ استدلال اور استنباط راہ ترک کر دی گئی۔ یہی متقدمین کی استنباط شدہ فروع کافی سمجھے گئے، اور جزوی تعبیر کو جو کسی امام نے فرمائی شریعت سمجھ لیا گیا اصل ادلہ یعنی قرآن وسنت اجماع اور قیاس ان سے تعرض صرف مجتہد کا وظیفہ طے پایا اور اجتہاد کے دروازوں پر چوتھی صدی کے بعد تالا لگا دیا گیا۔ رسالہ حمیدیہ میں ہے:۔

لکن من عصر اربع مأة من الهجرة النبوية على صاحبها ازكى الصلوة والسلام قال بعض العلماء الاعلام كما ينقل من علماء الحنفية ان باب الاجتهاد و قد انسد من ذلک التاريخ ۔ (ص۳۲۸) یعنی ۴۰۰ ہجری کے بعد بعض علماء حنفیہ سے منقول ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا یعنی یکم محرم ۴۰۰ سے فکر واجتہاد کے دروازہ پر تالا پڑ گیا۔

یہ رسالہ ایک بڑے ترکی عالم شیخ حسین آفندی الجسری نے سلطان عبدالحمید کے دور میں ان کے لئے لکھا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ فقہ الاجتہاد جو مجتہدین کا وظیفہ تھا، ختم ہو گئی علماء حدیث میں تو تفقہ کا امکان باقی رہا لیکن احناف نے تفقہ کا دروازہ بند کر دیا۔ جو حضرات اہل حدیث پر فہم وتفقہ کا دروازہ بند فرماتے ہیں وہ اپنے لئے محرم ۴۰۰ھ سے فقہ الاجتہاد کی راہیں مسدود کر چکے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کے ہاں فقہ التقلید باقی ہو گی، یعنی پہلے بزرگوں کی مظنون مساعی پر قناعت کر لینا، لیکن یہ فقہ قطعی قابل فخر نہیں۔ یہ فقہ جوان کے مدارس میں سال ہا سال تک پڑھی جاتی ہے انتہائی سطحی ہے اور اس کے اکثر مسائل ظاہریت اور حشویت پر مبنی ہیں پہلے بزرگوں کے بعض قواعد اس فقہ کی بنیاد قرار پا گئے ہیں۔

اب جو فقیہہ سمجھے جاتے ہیں وہ ان فروع سے آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ کنز، قدوری، ہدایہ، مختصر الوقایہ، شرح الوقایہ وغیرہ کتب فقہ میں جس طرح کی جزئیات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرقوم ہیں، انہیں من وعن قبول کرلیا گیا ہے۔ ان کی صحت یا سقم سے بحث کا کسی کو حق نہیں دیا گیا۔ ابن حزم اور ان کے رفقاء نے جو طرز عمل حدیث کے ظاہر الفاظ سے روا رکھا، وہی ہمارے ان متاخرین فقہاء نے ان متون اور شروع کے ظواہر سے برتا، دوسروں کو حشوی اور ظاہری کہنے والے، خود آراء رجال اور متقدمین اور متاخرین کے فہم پر قانع ہوگئے، فقہ کی ان دونوں قسموں کا تذکرہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہے

واعلم ان الفقیه عندالاصولیین هو المجتهد فقط لاغیر کما یشهد به تعاریفهم للفقه و عند الفقهاء الحافظ الفروع ، و اقلهاثلث (القول الماموں فی فن الاصول ،ص ۷) یعنی فقیہ صرف مجتہد کو کہا جاتا ہے لیکن فقہاء کے نزدیک جو کم از کم تین جزئیات جانتا ہو فقیہہ ہوسکتا ہے۔

البحر الرائق میں ہے:۔

فالحاصل ان الفقه فی الاصول من علم الاحکام من دلائلها، فلیس الفقیه الا المجتهد عندهم و اطلاقه علی المقلد الحافظ للمسائل مجاز ۔ وهو حقیقة فی عرف الفقهاء بدلیل انصراف الوقف و الوصیة للفقهاء الیهم ۔ خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ اصول کے نزدیک فقیہہ مجتہد کا دوسرا نام ہے۔ مقلد پر جسے فقہ کے کچھ مسائل حفظ ہوں فقیہ کا لفظ مجازاً بولا جاتا ہے، جیسے اگر فقہاء کے لئے وصیت کی جائے، تو دونوں پر صادق آئے گی۔

اس صراحت کے بعد جو لوگ فقہ کے مروجہ متون اور شروح پڑھتے ہیں اور ادلہ شرعیہ سے ان اجتہادات کی صحت کا موازنہ نہیں فرماتے، یہ سب حضرات ظاہری اور حشوی ہیں، یہ مروجہ متون اور شروح، حروف پر اعتماد اور یقین رکھتے ہیں۔ ادلہ تفصیلیہ سے فہم استدلال کا ان پر تالا بند ہے جب تک مروجہ تقلید سے برأت کا اعلان نہ فرمائیں۔ مقلدین نے خود ہی تالا بند کر دیا ہے۔ تالا کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

صاحب مسلّم الثبوت فقہ کی تعریف میں فرماتے ہیں الفقه حکمة فرعیة شرعیة فلا یقال علی المقلد لتقصیره عن الطاقة (ج ۱۔ص ۵ طبع مصر) فقہ فروع شرعیہ حقیقیہ کا نام ہے، پس مقلد کو فقیہہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اسے حقیقت تک رسائی کی ہمت ہی نہیں نہ اسے اجازت ہے کہ ادلہ تفصیلیہ میں فقہ و درایت کی روشنی میں غور کرے۔ (۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلّم الثبوت کے مصنف منہیات میں فرماتے ہیں:۔

اعلم انّ الفقه فی القدیم کان متناولاً لعلم الحقیقة وهی علم الالهیات وعلم الطریقة وهی مباحث المهلکات و المنجیات وعلم الشریعة الطاهرة ومن ثم عرفه ابوحنیفه بمعرفة النّفس مالها وماعلیها و سمّی کتابه فی العقائد بالفقه الاکبر ۔ وقال الله تعالی ۔ لیتفقّهوا فی الدّین ، ثمّ لمّا تصدی قوم بالبحث عن العقائدوسمّوا العلم الکافل بذلک بالکلام اختصّ الفقه بالمطلب العلمیه الشاملة للتصوّف ایضاً ۔ وهوعلم الاخلا ق ، ومن ثم قال بعض المحقّقین فی شرح المنهاج ان تحریم الرّیاء والحسد من الفقه، وصار هذا عرفاً، واستمرّ علیه زمان جدید، ثم حدث فی زمان لاحق اختصاص الفقه بالاحکام الظاهرة ، ومن ثم تری کتب الفقه للمتاخرین خالیة من علم الطریقة ۔ (مسلّم ۔ منهیۃ ۔طبع مصر۔ص ۵) یعنی فقہ کا لفظ ابتداء میں الہیات اور علم طریقت پر بولا جاتا تھا اسی لئے امام ابوحنیفہ نے فرمایا یہ نفس کی ذمہ داریوں کی معرفت کا نام ہے۔امام صاحب نے اپنی کتاب کا نام فقہ اکبر رکھا۔علم کلام کے بعد یہ لفظ تصوف اور اخلاق پر بھی بولا جانے لگا۔اسی لئے ریا اور حسد کی حرمت کو فقہ کہا گیا۔ مدت تک یہی عرف رہا۔پھر عرصہ کے بعد یہ فقہ الفروع پر بولا جانے لگا۔

فقہ کا یہ مفہوم گو یا مدتوں بعد مشہور ہوا اور متاخرین نے اسے بطور اصطلاح استعمال فرمایا اور اب اس کی اس قدر شہرت ہوئی کہ قرون خیر اور متقدمین کے مفاہیم کا عرف عام میں استعمال متروک ہوگیا۔ امام غزالی کہتے ہیں ۔

اعلم انّ منشاء التباس العلوم المذمومة بالعلوم الشرعیة، تحریف الاسامی المحمودة و تبدیلها و نقلها بالاغراض الفاسدة الی معان غیر ما اراده السلف الصالح و القرون ا لاولی و هی خمسة الفاظ ۔ الفقه ، والعلم ، والتوحید ، والتذ کیر و الحکمة ۔ فهذه الاسامی محمودة والمتصفو ن بها ارباب المنا صب فی الدین ، ولکن تقلب الآن الی معان مذ مومة۔ فصارت القلو ب تنفرعن مذمة من یتصف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بمعانيها الشيو ع اطلاق هذه المعانى عليهم (اللفظ ا الاول ۔ الفقه) فقد تصر فوا فيه بالتخصيص لا بالنقل والتحو يل ، اذ خصصوه بمعرفة الفروع الغر يبة فى الفتاوى و الوقوف على دقائق عللها واستكثار الكلام فيها فمن كان اشد تعمقاً فيها واكثر اشتغالاً بها يقال هو الافقه ۔ لقد كان اسم الفقه فى العصر الاول عن علم طر يق الآخرة و معرفة دقائق آ فات النفوس (اليان قال) و يدل عليه قوله تعالى ليتفقهوا فى الدين و ليندزوا قو مهم اذا ر جعوا اليهم ۔ وما يحصل به الانذار والتخو يف هوهذا الفقه دون تفريع الطلاق و العتقا و ا للعان و السلم والاجارة فذ لک لا يحصل به انذار ولا تخويف بل التجر د له على الدوا م يقسى القلب و ينزع الخشية ۔

یعنی شرعی علوم میں مذموم اور ناپسند علوم کا اختلا ط اور التباس اس لئے ہوا کہ علوم کے اچھے نام جو زمانہ سلف میں بولے جاتے تھے اپنی فاسد اغراض کے لئے بدل دیئے گئے اور ان کو ایسے مطالب پر بولا گیا جن پر قرون خیر میں ان کا اطلاق نہیں ہوتا تھا، نہ ہی آئمہ سلف ان الفاظ سے یہ مطالب مراد لیتے تھے ۔ یہ پانچ نام ہیں فقہ،علم،توحید،تذکیر،حکمت ، یہ بہت اچھے نام ہیں، ان کے جاننے والوں کا دین میں بہت بلند منصب تھا لیکن اب ان کو مذموم معانی پر بولا جانے لگا ۔ اب ان سے اور ان کے جاننے والوں سے دل نفرت کرتا ہے کیونکہ ان ناپسندیدہ معانی پر ان کا اطلاق عام ہوگیا ہے ۔ فقہ کے مفہوم میں نقل اور تحویل کے بجائے ان لوگوں نے تخصیص پیدا کردی ہے ۔ اب سے فتووں میں فقہ غیر معروف اور تعجب انگیز فروع پر بولا جاتا ہے ۔ اس پر طویل گفتگو اور بال کی کھال اتارنے اور ان کے علل اور وجوہ میں تعمق کا نام فقہ رکھ دیا گیا ہے جو ان میں زیادہ وقت ضائع کرے، اسے افقہ کہا جاتا ہے حالانکہ قرون اولی میں یہ لفظ نفس کے امراض کی پہچان اور علوم آخرت کی معرفت پر بولا جاتا تھا ۔ امام فرماتے ہیں کہ آیت ليتفقهوا فى الدين و ليندزوا قومهم اذا رجعوا اليهم سے ظاہر ہے، دین کے فہم سے جو انذار اور خوف پیدا ہوتا ہے اسے فقہ سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ طلاق، عتاق، لعان، سلم، اجارہ وغیرہ مسائل کے جاننے سے نہ انذار ہوتا ہے نہ خوف بلکہ صرف ان مسائل میں مشغولیت سے دل سخت ہوجاتا ہے اور خشیت الٰہی اس سے مفقود ہوجاتی ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح حکمت سے فلسفہ، توحید سے صفات باری کی نفی، علم سے یونانی علوم یا علم کلام، تذکیر سے قصہ گوئی کا پیشہ مراد لیا گیا۔ اور اصل مفہوم بالکل ہی نظر انداز ہو گیا۔

امام غزالی کے اس ارشاد کا تذکرہ کاتب چلپی (۱۰۶۷ھ) نے کشف الظنون جلد ۲ ص ۹۱، نواب صدیق حسن نے ابجد العلوم ج ۲ ص ۵۶۰، علامہ سید محمد علی الپشاوری نے القول الماموں فی فن الاصول صفحہ ۷ اور طامش کبری زادہ (۹۶۲ھ) نے مفتاح السعادۃ ج ۲ ص ۶ وغیرہ میں اجمال اور تفصیل سے کیا ہے اور غزالی کی اس رائے پر کوئی تنقید نہیں فرمائی بلکہ اسے پسند کیا ہے اور اسے حقیقت پسندی کی نگاہ سے ذکر فرمایا ہے۔

(حجیت حدیث۔ طبع بنارس ملخصاً)

☆ جناب وحید الدین خان، صاحب الرسالہ دہلی لکھتے ہیں:۔

فقہ اپنے پہلے مرحلہ میں مختلف روایات کے درمیان ترجیح تلاش کرنے کا نام تھی.. پھر معلوم احکام کی بنیاد پر مزید استخراج کا طریقہ جاری ہوا اس طرح فقہ دور ترجیح سے دور تخریج میں داخل ہو گئی.. تخریج کے قاعدہ پر فقہ کی تدوین، معاملات اور قانونی مسائل کی حد تک صحیح تھی کیونکہ قانونی اور معاملاتی امور میں ہمیشہ نئے نئے سوالات پیدا ہوتے ہیں اور ان میں قیاس و اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں۔ مگر عباداتی امور تک اس کی توسیع بلاشبہ ایک اجتہادی غلطی تھی جس نے عبادت کو ایک فن بنا دیا... اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبادات میں ایسی بحثیں ہونے لگیں جن کا صحابہ کے زمانہ میں کوئی وجود نہ تھا... اور فقہ اسلامی کے نام سے ایک ایسا فن وجود میں آ گیا جس سے اصحاب رسول بھی ناواقف تھے۔ کس صحابی کو خبر تھی کہ وضو میں مثلاً چار فرض ہیں، ۱۳ سنتیں ہیں اور ۸ مستحبات۔ علم دین کے بارے میں فقہ کے ایجاد کردہ اس فنی معیار نے بعض اوقات بڑی ناپسندیدہ چیزیں پیدا کر دیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ (ف ۱۵۷ھ) سے کہا تھا

لولا فضل الصحبة لقلت ان علقمة افقه من عبد الله بن عمر

(حجۃ اللہ البالغہ۔ ص ۳۲۷)۔ اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ بن عمرؓ میں نہ ہوتی تو میں کہتا کہ علقمہؒ، عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ فقیہہ ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے ذہن میں یہ بات اسی لئے آئی کہ فقہ ان کے زمانے میں جس فن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا نام بن گیا تھا اس فن میں انہیں عبداللہ بن عمرؓ، علقمہ سے پیچھے نظر آتے تھے۔بعض اوقات یہ ذہن اور بھی زیادہ ناپسندیدہ شکل میں ظاہر ہوا۔ضحاک مشک کو مکروہ سمجھتے تھے۔لوگوں نے کہا: مگر اصحاب محمد ﷺ تو مشک کا استعمال کرتے تھے۔

ضحاک نے جواب دیا:

.ہم اصحاب محمد ﷺ سے زیادہ جانتے ہیں (نحن اعلم منهم)۔(جزء ثانی ص ۱۵۵)

(تجدید دین۔ص ۲۸۔۳۱)...

اب ہم جناب ثناء اللہ امرتسری کی ایک تحریر ملخصاً نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے فقہ کے لغوی اور اصطلاحی معانی پر بحث کر کے مروجہ فقہ کی حجیت و ماہیت پر بحث کی ہے اور احناف کی بعض تحریوں کے جواب دیتے ہوئے تقلید شخصی کے مسئلہ پر اہل حدیث کا موقف واضح کیا ہے۔ یہ تحریر تقسیم ہند سے قبل امرتسر کے رسالہ الفیض میں احناف کی طرف سے شائع ہونے والے ایک طویل مضمون کے جواب میں اہل حدیث امرتسر میں ۱۳ جون سے ۱۲ ستمبر ۱۹۲۴ء تک شائع ہوتی رہی جسے بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع کیا گیا تھا۔

جناب ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:۔

توضیح (جو درسی کتب اصول میں چوٹی کی کتاب ہے) میں فقہ کی تعریف بایں الفاظ مذکور ہے:۔ معرفة النفس مالها وما عليها (ص ۱۱)۔یعنی فقہ اس فن کا نام ہے جس سے انسانی فرائض کا علم اور معرفت حاصل ہو۔

اسی کتاب میں دوسری تعریف واضح لفظوں میں یوں لکھی ہے:۔

العلم بالاحكام الشرعية العملية من ادلتهاالتفصيلية یعنی احکام شرعیہ واجب العمل کو بادلیل جاننے کا نام علم فقہ ہے۔

اس سے ملتی جلتی تعریف اصول فقہ کی کتاب مسلّم الثبوت میں یوں لکھی ہے:۔

انه العلم بالاحكام الشرعية عن ادلتها التفصيلية ۔

ان دونوں تعریفوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی علم فقہ وہ علم ہے جس سے شرعی احکام کی پوری معرفت دلائل کے ساتھ حاصل ہو۔یعنی ہر مسئلہ کو ادلہ شرعیہ (قرآن و حدیث وغیرہ) کے ساتھ جاننے کا نام علم فقہ ہے۔

شرح عقائد میں فقہ کی تعریف یوں ہے:۔ سمّوا ما يفيد معرفة الاحكام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العملية عن ادلتها التفصيلية بالفقه یعنی جس علم میں عملی احکام نماز روزہ کا علم بادلیل حاصل ہو اس کا نام علم فقہ ہے۔

ان تینوں بلکہ چاروں تعریفوں کا نتیجہ ہم علمائے اصول ہی کے الفاظ میں سناتے ہیں۔صاحب مسلّم الثبوت کے الفاظ یہ ہیں:۔

لا یقال علی المقلد لتقصیرہ عن الطاقۃ(ص۳) یعنی فقیہہ کا معزز لقب مقلد پر نہیں بولا جائے گا،اس کی کم لیاقتی کی وجہ سے۔

صاحب توضیح کے الفاظ یہ ہیں:

فالمعرفۃ ادراك الجزئیات عن دلیل فخرج التقلید(ص۱۱) یعنی توضیح کی عبارت میں جو معرفت کا لفظ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مسائل جزئیہ کو اچھی طرح (قرآن وحدیث وغیرہ کی) دلیل سے سمجھا جائے۔پس تقلید اس علم (فقہ) سے نکل گئی۔ کیونکہ مقلد کو مسائل کا علم ہو تو ہو لیکن اس کو ان مسائل کے دلائل کا علم نہیں۔

امام غزالی فرماتے ہیں:۔

لیس ذلک (التقلید) طریقاً الی العلم فی الاصول والفروع (المستصفی ج ۲ص ۳۴۷ بحث تقلید) یعنی تقلید علم کا ذریعہ نہیں، نہ اصول میں نہ فروع میں۔ کیونکہ تقلید کی تعریف میں دلیل کے علم کی نفی ہے۔

علماء اصول کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ فقیہہ اور مقلد قسمین مقابلین ہیں۔ایک عالم ہے دوسرا مقلد، یا بالفاظ دیگر غیر عالم۔

پہلے نتیجہ کی فرع یہ ہے کہ مقلدین علماء جو قرآن وحدیث سے اپنے مسائل کے دلائل جانتے ہیں، وہ اس تعریف کے تحت اپنا نام مقلد نہ رکھیں۔اگر وہ اس لقب سے بہت زیادہ مانوس ہیں تو اس خداداد نعمت (علم) کا انکار کر دیں تاکہ تقلید کی تعریف ان پر چسپاں ہو سکے۔یہ تو ٹھیک نہیں کہ دعوی علم بھی کئے جائیں اور مقلد بھی بنے رہیں۔نیز یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فقہ جو فتووں کی شکل میں محض مسائل پر حاوی ہوتی ہیں اور دلائل قرآن و حدیث ان میں مذکور نہیں ہوتے، جیسے کنز قدوری وغیرہ، یہ کتب فقہ نہیں الا مجازاً

نیز علماء اصول کہتے ہیں لا عبرۃ بالکافر ولا بوفاق من سیو جد اجماعاً و اما المقلد فالاکثر علی انہ کذلک وان کان عالماً (مسلّم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الثبوت۔ص ۲۱۶) ۔یعنی اجماع کے مسئلہ میں کافر کا اعتبار نہیں، متفق ہو یا نہ ہو۔ اجماع کے بعد جو پیدا ہوں، انکا بھی نہیں، اور اکثر علماء کے نزدیک مقلد کا بھی اجماع میں شمار نہیں، چاہے عالم ہو۔

ہم کو بتایا جاتا ہے کہ دیکھو تقلید پر اجماع ہے پھر تم کیوں انکار کرتے ہو؟ کیا اجماع سے منکر ہو؟ کیا اجماع دلیل شرعی نہیں؟ حالانکہ جملہ مقلدین جن کا تقلید پر اجماع بتایا جاتا ہے ان کو اجماع میں رائے دینے کا اسی طرح حق نہیں جس طرح کمیٹیوں اور کونسلوں میں وزیٹروں کو رائے دہی کا حق نہیں ہوتا۔

مختصر یہ ہے کہ فقہ کی مذکورہ تعریف ایسی صحیح ہے کہ اس کے مطابق کوئی مسلمان بھی علم فقہ سے انکار نہیں کرسکتا الّا من سفه نفسه۔ اس قسم کی فقہ کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہدایہ اور صحیح بخاری دیکھئے۔دیکھو کہ امام بخاری کس دماغ سوزی سے مسائل شرعیہ قرآن وحدیث سے استنباط کرتے ہیں۔

فاضل مضمون نگار فیض کی تعریف کے الفاظ یہ ہیں:

فقہ وہ فیصلہ جات نبویہ و فیصلہ جات صحابہ کا مجموعہ ہے کہ جس میں بتلایا گیا کہ آئندہ نسلوں کے لئے اعمال اسلام کا دستور العمل صحیح صحیح کیا ہے کہ جس پر رسول خدا ﷺ کا آخری طرز عمل قرار پایا تھا۔ (الفیض۔رجب ۱۳۴۲ھ ص ۲۰)۔

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:۔

ہماری تعریفات میں سے پہلی تعریف معرفة النفس مالها وماعليها خود امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے (توضیح)۔دوسری تعریف خود علماء اصول کی ہے۔نہیں معلوم اس تیسری تعریف کرنے کی۔ فیض کو کیا ضرورت پیش آئی۔اصول فقہ کی کس کتاب میں یہ تعریف درج ہے؟ ہم نے اس میں جو نقص پائے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ یہ تعریف جامع نہیں۔ احکام اربعہ صلوۃ صیام حج زکوۃ اس سے خارج ہیں کیونکہ یہ فیصلہ جات نہیں بلکہ احکام تعبدی ہیں۔ پس اس تعریف کے مطابق کتب فقہ میں ان احکام کا اندراج غلط ہے۔

۲۔ یہ تعریف مانع بھی نہیں، کیونکہ اس میں فیصلہ جات صحابہ کو داخل کیا گیا، حالانکہ علماء فقہ نے ادلہ صرف چار لکھی ہیں، قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ چنانچہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب توضیح کہتے ہیں اصول الفقہ الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس ۔اقوال اور فیصلہ جات صحابہ ان چاروں میں نہیں ہیں ۔لہذا یہ تعریف مانع نہیں۔
علاوہ اس کے اس تعریف میں اس لفظ کو ہم نہیں سمجھ سکے کہ . جس پر رسول خدا ﷺ کا آخری طرز عمل قرار پایا تھا. ۔
یہ سوال تو خیر بے کار سہی کہ عمل قرار پایا تھا یا طرز عمل ،مگر یہ سوال تو معقول ہے کہ آخری طرز عمل اگر فقہ ہے تو اول اول زمانہ کی اتری ہوئی آیات اور فرمودہ احادیث کس مد میں شمار ہوں گی؟ اس سے صاف پایا گیا کہ مکی زندگی کے احکام اور احادیث فقہ یا اصول فقہ میں داخل نہ ہوں گی (و لم یقل بہ احد) ۔
اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ علمائے اصول نے جو فقہ کی تعریف میں یہ کہا ہے کہ دلائل سے احکام شرعیہ کا علم حاصل کرنے کا نام علم فقہ ہے،اس کا طریق کیا ہے؟ یعنی قرآن وحدیث وغیرہ سے شرعی احکام کا حصول کیوں کر ہوتا ہے۔
علمائے اصول نے قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے بہت سی تقسیمیں کی ہیں۔یعنی بتایا ہے کہ کبھی الفاظ کے معنی حقیقی ہوتے ہیں جیسے شیر کے معنی جنگلی درندہ اور کبھی مجازی ہوتے ہیں یعنی شیر کے معنی بہادر۔کبھی لفظ کے معنی کھلے ہوتے ہیں کبھی ان میں تھوڑا سا خفا ہوتا ہے ۔ان کے علاوہ بھی کئی ایک تقسیمیں ہیں ۔سب سے بڑی تقسیم یہ ہے جو صاحب نورالانوار کے الفاظ میں معروض ہے:

التقسیم الرابع فی معرفۃ طرق وقوف المجتہد علی مراد النظم
یعنی چوتھی تقسیم یہ ہے کہ مجتہد خدا و رسول کی مراد کس طرح پا سکتا ہے ۔ و ھی الاربع الاستدلال بعبارۃ النص وباشارتہ بد لالتہ و اقتضائہ ۔(نورالانوارص ۱۳) ۔یعنی مجتہد کبھی صاف صاف عبارت سے استدلال کرتا ہے کبھی اشارۃً سے کبھی اقتضاء سے،کبھی دلالت سے ۔مثلاً کوئی شخص یوں کہے، میں کل آپ کے پاس آیا تھا جب زید آپ کے پاس بیٹھا تھا۔
اس کا آنا عبارت النص ہے اور اس وقت زید کا موجود ہونا اشارۃ النص ہے۔اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمانا کہ ماں باپ کو اف مت کہو ۔ اف کے منع کے لئے عبارت النص ہے، اور اس سے زیادہ نتیجہ نکالنا کہ جب اف کہنا منع ہے تو کچھ اور بطریق اولی منع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوگا، یہ دلالت النص ہے۔کوئی شخص کسی کو کہے کھڑا رہ۔ یہ قیام کے بارے میں عبارت النص ہے اور نہ لیٹنے، نہ بیٹھنے میں اقتضاء النص ہے۔

غرض اسی قسم کی کئی ایک تقسیمیں ہیں جو علمائے اصول نے قرآن وحدیث کے سمجھنے کیلئے اصول اجتہاد مقرر کئے ہیں اور کتب اصول میں یہ سب تقسیمات خوب سمجھا بجھا کر پڑھائی جاتی ہیں۔ان سب ادلہ کو بخوبی سمجھا بجھا کر یہ اصول بتایا جاتا ہے کہ فالادلة الاربعة انما يتوصل بها المجتهد لا المقلد (توضیح۔تعریف اصول فقہ) کہ قرآن وحدیث، اجماع و قیاس سے احکام تک پہنچنا مجتہد کا کام ہے، مقلد کا نہیں۔

یوں علماء اصول کی تصریحات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مقلد کو احکام شرعیہ کا علم نہیں ہوتا۔علم سے مراد ان کی یہ ہے کہ علی وجہ البصیرت (بادلیل) نہیں جانتا۔کسی حکم کا جاننا اور شئے ہے اور بادلیل جاننا اور چیز ہے۔بادلیل جاننے کا نام علم الفقہ ہے اور بے دلیل حکم کو جاننے کا نام تقلید ہے۔

علماء اصول نے مجتہد اور مقلد کا طریق عمل جدا جدا لکھا ہے۔چنانچہ صاحب توضیح کے الفاظ میں ہم عرض کرتے ہیں: فان المتوصل الى الفقه ليس الا المجتهد فان الفقه هو العلم بالاحكام من الادلة التى ليس دليل المقلد منها۔ یعنی فقہ تک پہنچنا مجتہد ہی کا کام ہے۔اس لئے کہ فقہ احکام شرعیہ کو بادلیل جاننے کا نام ہے اور دلیل کے ساتھ جاننا مقلد کا کام نہیں۔

کیوں؟ اس لئے فالمقلد يقول هذه الحكم واقع عندى لانه ادى اليه رأى ابى حنيفه وكل ما ادى اليه رأى ابى حنيفه فهو واقع عندى (توضیح۔تعریف علم اصول فقہ)۔یعنی مقلد کا طریق استدلال یوں ہے کہ یہ حکم میرے نزدیک صحیح ہے کیونکہ اس تک امام ابو حنیفہ کی رائے پہنچی، اور جس امر تک امام ابوحنیفہ کی رائے پہنچے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

مختصراً یہ کہ مسئلہ ایک ہی ہے جو شخص اس کو قرآن یا حدیث سے بادلیل جانتا ہے یا جان سکتا ہے وہ مجتہد ہے اور جو امام کے فرمودہ کے مطابق جانتا ہے اور اسے یہ علم نہیں کہ میرے امام نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے، وہ مقلد ہے۔

مثلاً دو شخص یہ جانتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ کچھ بھی نہ پڑھنا چاہیے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیوں؟ ایک تو اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ میرے امام کا یہی قول ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ فلاں آیت اور فلاں حدیث اس کی دلیل ہے۔ علماء اصول کی تقسیم کے مطابق پہلا شخص مقلد ہے اور دوسرا مجتہد۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اصول کے نزدیک مجتہد کا رتبہ کوئی آسمانی یا الہامی یا نبوت کی طرح موہوبی نہیں ہے بلکہ علمی اور کسبی ہے۔ اس کے لئے جو شروط ہیں وہ بھی کتب اصول فقہ میں مندرج ہیں۔

فاضل مضمون نگار الفیض نے اپنے منصب اور مدعا کا صاف لفظوں میں اظہار کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :۔ ہم حنفی ابوحنیفہ کو امام سمجھتے ہیں اور ہماری کوشش صرف اس میں ہے کہ اس طرز پر قرآن وحدیث سمجھیں جس طریق پر ابوحنیفہؒ یا آپ کے شاگردوں نے سمجھا ہے۔ (فیض۔ بابت شوال ۱۳۴۲ھ۔ ص ۲۰)

آپ بے شک اس طرز پر قرآن وحدیث کو سمجھیں جس طرز پر امام ابوحنیفہؒ نے سمجھا، مگر ایسا کرنے سے آپ دائرہ تقلید سے باہر ہو جائیں گے کیونکہ مقلد کا یہ منصب نہیں کہ وہ امام کی طرح یا امام کی طرز پر قرآن وحدیث سمجھے۔ بلکہ اس کا منصب تو صرف یہ ہے کہ جو امام نے سمجھا وہی سمجھے۔ چنانچہ مسلّم الثبوت کا فتوی ہے اما المقلد فمستنده قول مجتهده لا ظنه (ص ۶) یعنی مقلد کا سہارا صرف اپنے امام کے قول پر ہے اپنے ظن پر نہیں

ان دو باتوں میں فرق ہے: امام کی طرز پر سمجھنا اور امام کا سمجھا ہوا سمجھنا۔

اس سے کون انکار کرتا ہے کہ آپ ان اصول کے ماتحت قرآن وحدیث کو سمجھیں جن کے ماتحت امام ممدوح سمجھتے تھے۔ ہاں انکار اس سے ہے کہ امام کے سمجھے ہوئے پر سمجھ کو ختم کر دیں۔

جو مقلد علماء ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً فاتحہ خلف الامام کے منع پر یا مسئلہ رفع الیدین اور آمین بالجہر کے منع پر قرآن وحدیث وغیرہ سے علی وجہ البصیرت دلائل پیش کرتے ہیں وہ بتا دیں کہ ہم ان کو مجتہد کہیں یا مقلد؟ مجتہد کہلانا تو خود انہیں پسند نہیں، مقلد کہنا علماء اصول کی تصریحات کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ وہ اپنے عقائد اور مسائل پر قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہیں جو مقلد کی شان نہیں۔ اور اگر مقلد کہیں جیسا کہ وہ خود بھی کہتے ہیں تو اس کا جواب وہی دیں کہ ان کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقلد کہلانا کس اصطلاح سے ہے؟ کیا علم اصول میں ان کے لئے یہ اصطلاح ملتی ہے کہ مسائل کو قرآن وحدیث سے جاننے والا بھی مقلد ہوسکتا ہے۔

اجماع

علماء اصول کی اصطلاح میں اجماع کو دلیل شرعی کہا جاتا ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ اتفاق المجتهدين من امة محمديه عليه السلام فی عصر علی حكم شرعی (توضیح) کہ امت محمدیہ کے ایک وقت کے سارے مجتہدین کا ایک زمانہ میں کسی شرعی کام پر اتفاق کرنے کا نام اجماع ہے۔اس تعریف ہی سے اجماع کی مشکلات معلوم ہوسکتی ہیں کیونکہ اس کے مفہوم میں یہ کتنی بڑی مشکل داخل ہے کہ ایک وقت کے سارے مجتہدین ایک مسئلہ پر جمع ہوں جو ناممکن نہیں تو مشکل نا قابل وقوع ضرور ہے۔ اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے من ادعی الاجماع فهوكاذب (مسلّم الثبوت) جو اجماع کے وقوع کا دعوی کرے وہ کاذب ہے۔اجماع کے شرعی دلیل ہونے پر چند آیات واحادیث علماء اصول نے لکھی ہیں۔مگر وہ قائل ہیں کہ یہ دلائل قوی اور مثبت مدعا نہیں (ملاحظہ ہو توضیح)۔

علامہ شوکانی کو اجماع کی حجت پر تعجب ہے۔چنانچہ لکھتے ہیں:

والعجب عن الفقهاء انهم اثبتوا الاجماع بعمومات الآيات والاخبار واجمعوا على ان المنكر لما تدل عليه العمومات لا يكفر ولا يفسق اذا كان ذلك الا نكار لتاويل ثم يقولون الحكم الذى دل عليه الاجماع مقطوع مخالفه كافر و فاسق فكانهم جعلوا الفرع اقوى من الاصل و ذلك غفلة عظيمة (ارشاد الفحول ص۷۴) کہ فقہاء سے تعجب ہے کہ انہوں نے اجماع کا ثبوت آیات اور احادیث کے عموم سے دیا ہے اور خود اس پر متفق ہیں کہ جو بات عموم سے ثابت ہو اس کا منکر کافر یا فاسق نہیں ہوتا، جب اس کا انکار تاویل سے ہو پھر وہ کہتے ہیں کہ جو حکم اجماع سے ثابت ہو وہ یقینی ہے۔اس کا مخالف کافر اور فاسق ہے۔ گویا انہوں نے فرع کو اصل سے زیادہ قوی بنا دیا، یہ بڑی غفلت ہے۔

منکرین اجماع نے اپنے انکار پر جو دلائل دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کل واحد من الآئمة جاز الخطا علیه فوجب جوازه علی الکل کما انه لما کان کل واحد من الزنج اسود کان الکل اسود (ارشاد الفحول۔ص۷۲) کہ امت کے ہر فرد سے خطا ممکن ہے تو سب پر خطا کا حکم ضروری ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ ہر ایک حبشی کالا ہے تو سب کالے ہوں گے۔

کسی بشر کا قول دوسرے پر سند اور حجت شرعی نہیں سوائے اس کے کہ اس کا تعلق خدا سے ہو۔ اسی لئے نبی کی بھی وہ باتیں اور وہ افعال جو نبوت سے پہلے کے ہوتے ہیں دلیل شرعی نہیں ہوتے۔ بعد رسالت ان کو دلائل شرعیہ میں گنا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے ان الحکم الّا للّٰہ (حکم دراصل خدا ہی کا ہے)۔ نبی کا حکم اس لئے نافذ ہے کہ اس کو خدا کی ذات سے ایک منصبی تعلق ہے۔ جب یہ اصول ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو یہ تعلق نہیں، لہذا کسی ایک کا، یا کئی ایک کا، یا سب کا قول حجت شرعی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ جس طرح ایک فرد پر غلطی کا امکان ہے، سب پر بھی ہے۔

یہ ہے منکرین اجماع کی دلیل کی تفہیم۔ اس دلیل اور دیگر دلائل منکرین کا قائلین نے بہتر جواب یہ دیا کہ اجماع فی نفسہ حجت نہیں بلکہ اجماع خود سند کا محتاج ہے۔ چنانچہ صاحب تلویح فرماتے ہیں و الجمهور علی انه لا یجوز الاجماع الا عن سند من دلیل اوامارة لان عدم السند یستلزم الخطا (تلویح، بحث اجماع) کہ جمہور اس خیال پر ہیں کہ اجماع کسی سند پر ہوتا ہے کیونکہ عدم سند سے غلطی لازم آئے گی

یعنی کسی آیت کے مفہوم یا کسی حدیث ضعیف وغیرہ پر علماء متفق ہو جائیں تو صحیح معنی میں اجماع ہے۔ یہ مختصر سی تشریح ہم نے صرف واقعات بتلانے کے لئے نقل کی ہے ورنہ ہمارے اصل مدعا میں کوئی خلل نہیں آسکتا۔ ہم بے سند اجماع کو بھی حجت تسلیم کرلیں تو ہمارے اس مضمون کو بجائے ضعف کے قوت ہوتی ہے۔ مگر اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عام طور پر اجماع اور جمہوریت بلکہ قلیلیت میں بھی فرق نہیں کیا جاتا۔ جہاں چند آراء متفق ہوئیں قائل نے اس کو اجماع کہہ کر مخاطب پر زور ڈالا۔ آج ہی نہیں بہت عرصہ پہلے سے یہی طریق عمل چلا آیا ہے۔ چنانچہ ترک فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں صاحب ہدایہ جیسے مصنف نے یہی طریق برتا ہے جو لکھا ہے علیه اجماع الصحابه (یعنی ترک فاتحہ خلف الامام پر صحابہ کا اجماع ہے)۔ چونکہ یہ دعوی واقعہ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے کیونکہ بہت سے صحابہ سے فاتحہ خلف امام پڑھنے کا ثبوت آیا ہے، لہذا محشی ہدایہ کو اس کی توجیہہ میں کہنا پڑا سمّاہ اجماعاً باعتبار الاکثر (عینی حاشیہ سنبلی ج ا ص ۱۱۱) یعنی اجماع سے مراد اکثریت ہے، حقیقی اجماع نہیں۔ حالانکہ بروائت ترمذی اکثریت بھی نہیں بلکہ منع پر اقلیت ہے۔ اس قسم کے دعاوی درحقیقت اپنی دلیل کو قوت دینے کے لئے ہوتے ہیں، حقیقت ان میں نہیں ہوتی۔ مختصر یہ کہ فقہی اصطلاح میں اجماع بھی ایک شرعی دلیل ہے۔ جس کا مطلب یہ کہ جس امر پر اجماع (حقیقی) ہو جائے وہ حکم شرعی ہو جاتا ہے اور وہ مسئلہ علم فقہ میں داخل ہے۔

فاضل مضمون نگار الفیض نے اجماع کی بابت جو شروط لکھی ہیں بالکل صحیح ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:

۱۔ اجماع امت پر نظر ڈالنے کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ وہ نقل کر دے کہ اس پر اجماع امت ہو گیا بلکہ جس شخص نے اس پر فیصلہ دیا ہے اس کو یہ ضروری معلوم ہونا چاہیے کہ کن لوگوں کا اجماع ہے؟ صحابہ کا یا تابعین کا؟ یا کہ پچھلے لوگوں میں سے کسی ایسی قوم یا جماعت کا اجماع ہے جو خود ہی اسلام سے بے زار ہیں؟ ورنہ یاد رکھو کہ آج کل کے متفقہ فیصلہ بھی اجماع امت میں ہو جائیں گے۔ اور اپنی نیرنگیاں اور تبدیلیاں دکھا دکھا کر ہنسی مخول کا سبب بنیں گے۔

۲۔ کن وجوہ پر اجماع ہوا؟ اور کون سی ضرورتیں تھیں جن کی بنیاد پر امت محمدیہ مجبور ہوئی کہ اس طرح کا فیصلہ کرے۔ آیا وہ ضرورت شرعی تھی یا غیر شرعی؟ یا وہ مجبوری اسلامی طور پر حقانیت پر مبنی تھی یا کسی کی مطلب براری کا نتیجہ تھی؟ پس اگر یہ اصلیت دریافت نہ ہوگی تو حضرت محدث (مقلد کہنا چاہیے تھا جو اجماع کو دلیل جانتا ہے۔ ثناء) معلوم نہیں کیا غضب ڈھائیں گے اور عوام الناس کو کس کس مصیبت کا پالا پڑے گا۔

۳۔ تاریخ اجماع اور موقع اجماع کی تشریح خوب کر سکے۔ ورنہ خالی یہ کہہ دینا کافی نہ ہوگا کہ اس پر اجماع امت ہے کیونکہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے، اور اسلامی کاروبار کی کفالت کا بوجھ ہے جو یوں ہی باتوں ہی باتوں میں غت ربود کر لیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ سوائے عقوبت وندامت کے کچھ نہیں ہو سکتا۔

یہ مختصر امور ہیں جو اجماع کے متعلق مسئلہ دریافت آنے والے کو ضروری حاصل ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے چاہئیں۔ان کے علاوہ اور بہت سی ضروری باتیں ہیں جو اصول فقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتی ہیں (الفیض۔جنوری ۱۹۲۴ء۔ص ۱۵،۱۶)۔

جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ ہمارے خیال میں مضمون نگار نے ان بے خبروں کو خوب تنبیہ کی ہے جو ہر ایک بدعی امر پر بھی اجماع کا دعوی کر لیتے ہیں۔ جزاہ اللہ۔

مگر ان کا یہ فقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا جو آپ لکھتے ہیں:

. رہی یہ بات کہ اجماع امت حجت ہے یا نہیں؟ یہ کہ کسی مسئلہ پر اجماع ہوا ہے یا نہیں؟ ہم اس بحث کو چھیڑنا نہیں چاہتے۔کیونکہ اس وقت اجماع سے کم از کم ایک مجلس اسلامی کا متفقہ فیصلہ مراد ہے کہ جس کے نظائر کتب فقہ میں بکثرت ملتے ہیں اور ان کو موافق مخالف تسلیم کر رہے ہیں .

اجماع کو رکن ثالث ماننا اور اس کی حجیت اور وقوع سے بحث نہ کرنا حیرت انگیز ہے۔ ہم نے سمجھا کہ فاضل مضمون نگار کے نزدیک جو مسائل کتب فقہ میں اجماعیہ صورت میں لکھے جاتے ہیں وہ دراصل اجماعی نہیں ہوتے بلکہ ایک فرقے کے مسلمہ ہوتے ہیں۔بہت خوب! ہم کہتے تو آپ کے ہم خیال منکر ہوتے۔..

جتنی دلیلیں اجماع کی بیان کی جاتی ہیں ان سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ امت محمد یہ جس بات پر سب جمع ہو جائے وہ خدا کے ہاں قابل مواخذہ نہ ہوگی۔علمائے اصول نے امت محمد یہ کے وسیع دریا اور ناپیدا کنار سمندر کو یوں تنگ کیا کہ تعریف میں خاص مجتہدین کا اتفاق معتبر رکھا۔باقی سب امت کو حتی کہ مجتہدین کے مقلدین کو بھی بے اعتبار کر کے خارج کر دیا۔ملاحظہ ہو مسلّم الثبوت جو ایک معنی سے حصرت واسعاً (وسیع کو تنگ کر دیا) کی تصدیق ہے۔گو علماء اصول نے وسیع کو تنگ کیا تاہم کچھ اس میں معقولیت تھی لیکن آج کل بعض حضرات نے اس تنگی میں وہ کمال کیا کہ بائد وشاید .....

قیاس

قیاس کے متعلق قدیم الایام سے ایک گروہ مخالف چلا آیا ہے۔ان کا قول ہے کہ قیاس ایک مذموم طریقہ ہے۔حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بہت سے اکابر سلف کے اقوال قیاس کی مذمت میں نقل کئے ہیں، منجملہ طحاوی کی روائت سے ایک قول یوں منقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے قال الطحاوی حد ثنی داؤد بن ابی ھند قال سمعت محمد ابن سیرین یقول القیاس شوم و اول من قاس ابلیس ۔ یعنی امام ابن سیرین نے کہا ہے کہ قیاس ایک مذموم فعل ہے اور سب سے پہلے قیاس شیطان نے کیا تھا ۔

یہ بھی لکھا ہے انّ الامام جعفر بن محمد بن علی بن حسین قال لا بی حنیفه اتق الله ولا تقس الدین برأیک فان اول من قاس ابلیس (اعلام الموقعین ج ا ص ۹۳) جعفر صادقؒ نے ابوحنیفہؒ سے کہا کہ اللہ سے ڈر، دین میں اپنی رائے سے قیاس نہ کر کیونکہ سب سے پہلے شیطان نے قیاس کیا تھا ۔ (۱۰)

رسالہ الفیض کے فاضل مضمون نگار اس پر بہت خفا ہیں چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

. جو شخص آج یہ فتوی دے کہ اوّل من قاس الشیطان اس لئے فقہ کی تعلیم شیطانی ہے وہ خود شیطان سے کم نہیں (الفیض نمبر ۵۔ص ۲۱)

غالباً آپ کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ مقولہ (اوّل من قاس) آج کل کے کسی فرد بشر کا نہیں بلکہ سلف صالحین میں سے بڑے بڑے اماموں کا ہے ۔ اس لئے یہ خفگی آج کل کے کسی فرد پر نہیں بلکہ درحقیقت من جھل شیئاً عاداہ (جو کسی چیز کو نہ جانتا ہو وہ اس کا دشمن ہے) کی تصدیق ہے ۔ خیر بحمد اللہ ہم تو اس مقولہ کے قائل نہیں ۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ قیاس ان شرائط کے ساتھ جو کتب اصول میں مذکور ہیں جائز ہے ۔ جس کی تعریف یہ ہے

ھو تقدیر الفرع بالاصل فی الحکم و العلّة ۔ (نور الانوار۔ص ۲۲۴) مساوات المسکوت با لنصوص فی علت الحکم (مسلم الثبوت ص ۲۲۵)۔ فرع (یعنی جس کو قیاس سے ثابت کیا جاتا ہے اس) کو اصل کے ساتھ حکم اور علت میں برابر کرنا قیاس ہے ۔

امام بخاری کی صحیح بخاری پڑھنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ امام ممدوح مختلف پیرایوں میں مسائل قیاسیہ کا ثبوت دیتے ہیں ۔ یہاں تک کہ آپ نے ایک باب خاص اس مطلب (اثبات قیاس) کا مقرر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں من شبه اصلاً معلوماً باصل مبین ۔ یہ باب دراصل اثبات قیاس کے لئے منعقد کیا ہے چنانچہ اس کے حاشیہ پر محشی لکھتے ہیں وضع هذا الباب للدلالة علی ان القیاس علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نوعین صحیح مشتمل علی شرائط المذکورة فی اصول الفقه و فاسد بخلاف ذلک یعنی امام بخاری نے یہ باب اس لئے تجویز کیا ہے تا کہ ثابت کریں کہ قیاس دو قسم پر ہے ایک صحیح اور ایک فاسد۔

شروط قیاس

قیاس کی تعریف کے بعد اس کے شروط کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے جو علمائے اصول نے لکھی ہیں۔نورالانوار میں مذکور ہے:

فشرطه الّا یکون الاصل مخصوصاً بحکمه بنص ۔ والّایکون معدولاً به عن القیاس وان یتعدی الحکم الشرعی الی فرع هو نظیره ولا نص فیه وان یبقی حکم النص بعد التعلیل علی ما کان قبله (ص ۲۲۸۔۲۳۱)۔ یعنی قیاس کی شروط یہ ہیں کہ اصل (مقیس علیہ) اپنے حکم میں کسی نص کی وجہ سے مخصوص نہ ہو ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اصل میں ایسا حکم نہ ہو جو خود خلاف قیاس محض شرعی امر سے قابل تسلیم ہو ۔تیسری شرط یہ ہے کہ جس حکم کو یہاں سے وہاں لے جایا جائے وہ شرعی حکم ہو اور اس فرع میں کوئی نص (نفیاً یا اثباتاً) نہ ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ حکم جاری کرنے کے بعد اصل میں حکم بحال رہے۔

علماء اصول نے قیاس کو یوں ہی بے قید اور بے شرط نہیں چھوڑا کہ جو چاہے اسے ادھر سے ادھر لے جائے ۔ بلکہ اس کی بڑی پابندیاں ہیں ۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے یا محمد، یا رسول اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب کر کے پکارنا جائز ہے، کیونکہ التحیات میں آیا ہے السلام علیک ایّها النبی ۔ یعنی علیک ایّها النبی پر قیاس کر کے یا رسول اللہ ﷺ وغیرہ کہنا جائز ہے، کیونکہ ایها النبی مخاطب ہے اور یا رسول اللّٰہ بھی مخاطب ہے ۔مگر ان قیاس کنندوں کو معلوم نہیں کہ قیاس کی شروط میں شرط نمبر دوم یہ ہے کہ قیاس اس صورت میں جائز ہوگا جس میں وہ اصلی حکم خود خلاف قیاس نہ ہو، بلکہ معقول ہو۔ چونکہ السلام علیک ایها النبی خود خلاف قیاس ہے، اس لئے اس کا نتیجہ اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ بحکم شرع اسی کو بحال رکھا جائے نہ یہ کہ کسی دوسرے مقام میں بھی اس کو حکم پہنچایا جائے کیونکہ ایسا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا خود علم اصول کے خلاف ہے۔ اور اس کے خلاف قیاس ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد ہم نے علیک ایھا النبی کہنا چھوڑ دیا تھا، بلکہ السلام علی النبی کہتے تھے۔ (بخاری پارہ ۲۵)

اسی قسم کے بعض احکام شرع میں آتے ہیں۔ ان کی عزت یہی ہے کہ بحکم شریعت ان پر عمل کیا جائے، مگر یہ نہیں کہ ان پر قیاس کر کے اور جگہ بھی وہ حکم جاری کیا جائے۔ ایسا کرنے والے علوم شرعیہ خصوصاً علم فقہ اور اصول فقہ سے ناواقف ہیں۔

مقام شکر ہے کہ ہم نے جو کچھ علم اصول کے حوالہ سے لکھا ہے نامہ نگار الفیض کو بھی وہ مسلّم ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔

قیاس شرعی سے یہ مراد نہیں کہ کسی اسلامیہ مسئلہ کو رواج، ضرورت یا قوانین سلطنت کی رو سے پیش کیا جائے۔ بلکہ فقہائے اسلام کے نزدیک کم از کم قیاس کرنے والے کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ

۱۔ جس مسئلہ کو وہ ثابت کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق کوئی اسلامی حکم پہلے سے تو موجود نہیں؟ ورنہ قیاس کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور اگر وہ پھر بھی ضروری سمجھتا ہے تو صاف نتیجہ نکلے گا کہ اس شخص کی اتنی ردوقدح صرف کسی ذاتی مفاد پر مبنی ہے۔ خوف خدا اس پر غالب نہیں اور نہ وقعت اسلام اس کے دل میں ہے۔

۲۔ جن وجوہ پر دوسرا مسئلہ پیدا کرنا چاہتا ہے وہ وجوہ اس قابل ہیں کہ کسی دوسری جگہ قائم ہوسکیں؟ اگر نہیں تو قیاس غلط ہوگا اور سوائے گمراہی کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔

۳۔ کیا وہ قرآن یا حدیث کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیونکہ قرآن و حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا گمراہ ہوگا اور اس کے پیرو جاہل اور دین و دنیا میں رسوا ہوں گے۔ اور یہ بھی معلوم رہے کہ جو شخص کتاب اللہ یا احادیث نبویہ کے خلاف کوئی مسئلہ تجویز کرے گا، اس کا اصل مقصد یا تو یہ ہوگا کہ امت محمدیہ کو اپنے دام تزویر میں لا کر شکم پروری کرے، یا چونکہ وہ خود اسلام کی وقعت نہیں رکھتا، اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اسلام کی توہین سے وقعت اسلام پر دست برد کرے اور اگر یہ دونوں مقصد نہیں تو ایسا شخص قرآن و حدیث سے واقف نہیں ہے پھر کس لئے اس کی پیروی درست ہوگی۔

(الفیض نمبر ۱۔ ص ۱۶) الحمد للہ نعم الوفاق و حبذ الاتفاق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفریع

فقہ کی تعریف میں چونکہ ادلہ شرعیہ داخل ہیں۔یعنی جو مسائل ادلہ شرعیہ (قرآن حدیث، اجماع وقیاس) سے ثابت ہوں وہی مسائل فقہیہ ہیں۔اس تعریف کے مطابق یہ تفریع بالکل صاف ہے کہ جو مسئلہ ادلہ شرعیہ سے ثابت نہ ہو وہ فقہ کا نہیں۔

یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ مذاہب اربعہ پر اجماع ہے اور اہل سنت وہی ہے جو ان مذاہب میں سے کسی نہ کسی مذہب کا مقلد اور متبع ہو۔حالانکہ فقہ کی تعریف سے یہ بات بالکل ثابت ہے کہ ان مذاہب کے کل مسائل علم فقہ نہیں ہیں کیونکہ درصورت اختلاف ادلہ شرعیہ سے ثابت ایک ہی مذہب ہوگا۔اس لئے طحطاوی حنفی نے لکھا ہے کہ جس مذہب کا مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت ہو، وہی صحیح ہوگا ، دوسرا نہیں ۔ چنانچہ طحطاوی کے الفاظ یہ ہیں:

فان قلت ما دفوفک علی انک علی صراط مستقیم وکل واحد من هذه الفرق یدعی انه علیه ۔ قلت لیس ذا لک بالادعاء و التثبث باستعمالهم الوهم القاصر والقول الزاعم بل بالنقل عن جهابذة هذه الصنعة و علماء اهل الحدیث الذی جمعوا صحاح الاحادیث فی امور رسول الله ﷺ واحواله وافعاله وحرکاته سکناته واحوال الصحابة والمهاجرین والانصار و الذین اتبعوهم باحسان مثل الامام بخاری و مسلم وغیرهما من الثقا ت المشهورین الذین اتفق اهل المشرق والمغر ب علی صحة ما اورده فی کتبهم من امورالنبی ﷺ واصحابه ثم بعدالنقل ینظرالی الذی تمسک بهدیهم و اقتفی اثرهم و اهتدی بسیرهم فی الاصول و الفروع فیحکم بانه من الذین هم هم ۔ وهذا هوالفارق بین الحق و الباطل والممیز من هو علی صراط مستقیم وبین من هوعلی السبیل الذی علی یمینه و شماله۔ انتہی (۔طحطاوی مطبوعہ مصر ج ۴ ص ۱۵۳) ۔یعنی اگر تو سوال کرے کہ تو نے کس طرح جان لیا کہ تو ہی راہ راست پر ہے، حالانکہ ہر فرقہ ان مختلف فرقوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے دعوی رکھتا ہے کہ میں راہ راست پر ہوں؟ تو میں اس سوال کا یہ جواب دونگا کہ کسی فرقہ کا راہ راست پر ہونا محض ادعا سے اور اپنے وہم قاصر اور خیالی کلام کے استعمال کے ساتھ چنگل مارنے سے نہیں ہوتا۔ بلکہ راہ راست پر ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاً اس فن کے نقاد اور اہل حدیث کے ان علماء سے احادیث نقل کی جائیں جنہوں نے صحیح حدیثیں رسول اللہ ﷺ کے امور واحوال اور افعال و حرکات وسکنات میں و نیز صحابہ مہاجروں وانصار کے احوال میں و نیز ان لوگوں کے حال میں جمع کی ہیں جنہوں نے ان کے (یعنی رسول اللہ ﷺ و صحابہ کے) قول کے ساتھ پیروی کی۔ جیسے امام بخاری ومسلم اور ان کے سوا اور ثقہ لوگ جو مشہور ہیں جن کی ان احادیث کی صحت پر اہل مشرق و مغرب کا اتفاق ہے اور جو انہوں نے اپنی کتابوں میں در بارہ امور رسول اللہ ﷺ و در بارہ امور صحابہ کے چال چلن کے ساتھ تمسک کرتا اور ان کے پیچھے چلتا اور اصول وفروع دونوں میں ان کی سیرتوں کے موافق راہ یافتہ ہے۔ تب حکم کیا جائے کہ شخص موصوف اس فرقہ میں سے ہے جو راہ راست پر ہے۔ یہی بات (مذکورہ بالا) وہ کسوٹی ہے جو حق و باطل میں فرق کرنیوالی اور ان لوگوں کے درمیان جو راہ راست پر ہیں، اور ان لوگوں کے درمیان جو راہ راست سے ادھر ادھر ہیں، تمیز کرنے والی ہے۔

یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ مذاہب اربعہ بجمیع اجزا ہا صحیح نہیں۔ بلکہ ان میں سے وہی صحیح ہوگا جس کی شہادت قرآن وحدیث اور علماء حدیث دیں گے۔ نتیجہ صاف ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے کل مسائل مدونہ عنداللہ صحیح نہیں۔ ہاں مذہب اہل حدیث کے متعلق اگر یہ دعوی کیا جائے کہ اس مذہب کے کل مسائل (جو دراصل مسائل ہیں ، نہ کہ کسی کے ذاتی خیالات) صحیح ہیں ، تو غالباً صحیح ہوگا۔ پس مذہب اہل حدیث قطعاً یقینی ہے ، اور مذہب غیر ، غیر یقینی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید: حقیقت و حجیت

شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (ج ا ص ۱۵۲) میں فرماتے ہیں:

اعلم ان الناس کا نوا قبل المأة الرا بعة غیر مجمعین علی التقلید الخا لص لمذ هب واحد بعینه۔ کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی ایک خاص مذہب کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

پھر بقول خطیب بغدادی:

اطراحهم السّنن من ورائهم و تحکّمهم فی الدّین بآرائهم ... یسعی الی الفقیه یستفتیه و یعمل علی ما یقو له و یرویه راجعا الی التقلید ... فکیف استحلّ التّقلید بعد تحریمه و هوّن ا لا ثم فیه بعد تعظیمه (شرف اصحاب الحدیث ص ۳۰۲) لوگوں نے حدیثیں پس پشت ڈال دی ہیں اور دین میں رائے و قیاس کو داخل کرلیا ہے، فقہ والوں سے فتوے پوچھ کر عمل کرتے اور اسے نقل کرتے ہیں ان کی تقلید کر کے۔ پس تقلید کو تحریم کے بعد کیسے حلال سمجھ لیا اور کیوں کر بڑے گناہ کو ہلکا سمجھ لیا۔

اور امام ذہبی لکھتے ہیں:

اعرضوا عما سلف من التّمسّک بالآثار النّبویة و ظهر فی الفقهاء التّقلید (تذکرۃ الفقہاء ج ۲ ص ۲۰۲ کہ احادیث نبویہ سے تمسک لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں اور فقیہوں میں تقلید کا ظہور ہو چکا ہے۔ اور فرماتے ہیں لقد تفا نوا اصحاب الحدیث.... و صار علماء العصر فی العصر فی الغالب عاکفین علی التقلید ...ایضاً ج ۲ ص ۱۱۱۔ یعنی اہل حدیث اب ختم ہو گئے اور زمانہ حال کے (یعنی ذہبی کے دور کے) اکثر مولوی تقلید پر معتکف ہو گئے۔

عنوان ہذا پر مفصل گذارشات سید نذیر حسین محدث کی معیار الحق کی صورت میں کسی آئندہ جلد میں پیش کی جائیں گی۔ یہاں اختصار کے پیش نظر فی الحال میاں صاحب کے تلمیذ رشید جناب ثناء اللہ امرتسری کی نگارشات پیش کی جاتی ہیں۔ انہوں نے اپنے ایک معاصر جریدے الفیض امرتسر میں شائع ہونے والی احناف کی نگارشات کے جواب میں لکھا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب ثناء اللہ بتاتے ہیں کہ علامہ حجت اللہ مسلّم الثبوت میں لکھتے ہیں:۔

التّقلید، العمل بقول الغیر من غیر حجة ۔(ص ۲۸۹)۔ یعنی تقلید یہ ہے کہ کسی غیر کی بات پر عمل کیا جائے ، دلیل کے بغیر ۔ (اور مختصر ابن حاجب ص ۲۳۱ میں ہے التقلید، العمل بقول غیرك من غیر حجةٍ۔تقلید وہ عمل ہے جو تم کسی غیر کے قول پر بلا دلیل عمل کرو۔ اور خضری کی اصول فقہ ص ۲۵۷ میں ہے التقلید، ھو قبول قول بلا حجة ولیس من طریق العلم لا فی الاصو ل ولا فی الفروع کہ تقلید یہ ہے کہ کسی کا قول بلا دلیل قبول کر لیا جائے، وہ قول اصول وفروع میں طریق علم سے نہ ہو۔ اور ابن حزم کی احکام کے ص ۴۰ میں ہے التقلید، اعتقاد الشیء لان فلاناً قالہ مما لم یقم علی صحة قولہ برھان ۔تقلید یہ ہے کہ کسی بات کو محض اس لئے مان لینا کہ یہ فلاں شخص کا فرمان ہے، جب کہ اس کی صحت کی بنیاد کوئی دلیل نہ ہو۔منقول از برصغیر میں اہلحدیث کی آمد ص ۲۷۵۔۲۷۶) یعنی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس کی بات شرع نے سند اور دلیل نہیں بنائی اس کی بات پر عمل کیا جائے، بغیر اس کے کہ اس سے قرآنی یا حدیثی دلیل طلب ہو۔اس تعریف کو واضح لفظوں میں یوں تبدیل کیا جاتا ہے جو رسالہ حنفیہ امرتسر میں اس کے نامہ نگار نے جناب اشرف علی تھانوی اور جناب انوار اللہ حیدر آبادی کی تحریروں سے اخذ کر کے لکھے ہیں، جو یہ ہیں:

. کسی شخص کو معتبر سمجھ کر اس کے اقوال و افعال کی پیروی بغیر طلب دلیل کر لینے کو تقلید کہتے ہیں ۔ (الفیض امرتسر، محرم ص ۳۸)۔

یہ تو تقلید عام کی تعریف ہوئی ۔اب تقلید خاص (جس کو تقلید شخصی کہتے ہیں اس) کی تعریف بھی صاف ہو جانی چاہیے ، جو یہ ہے کہ کسی خاص عالم یا امام (مثلاً امام ابوحنیفہ) کو معتبر جان کر انہی کے اقوال و افعال کی پیروی کرنا تقلید شخصی ہے۔

اب اس کا حکم یعنی اثر کیا ہے؟ ہمارے مقلد برادران کہتے ہیں تقلید شخصی فرض ہے ۔اور یہ تو علم اصول کا مسئلہ ہے کہ الامر بالشیء یقتضی کراھة ضدہ (تو ضیح) یعنی کسی کام کرنے کا حکم دینے سے اس کی ضد ممنوع ہو جاتی ہے ۔مثلاً کسی کو کہا جائے کہ تو کھڑا رہ ۔اس حکم سے اس کا بیٹھنا یا لیٹ جانا ممنوع ثابت ہوگا ۔پس معنی یہ ہوئے کہ ہمیشہ تا حین حیات کسی ایک ہی عالم سے مسائل پوچھے اور مسائل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پوچھنے میں دلیل ہرگز نہ پوچھے۔یعنی یہ کبھی نہ کہے کہ فلاں مسئلہ کا ثبوت کسی آیت یا حدیث میں کس طرح آیا ہے؟ اگر ایسا کرے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا، کیونکہ اس کو اس معین امام کی تقلید کرنے کا حکم ہے۔اور تقلید میں یہ داخل ہے کہ دلیل طلب نہ کرے۔

اب اس بے چارے مقلد کو دو مشکلات کا سامنا ہوا۔

۱۔ دلیل طلب کرے تو مقلد سے غیر مقلد بنے کیونکہ تقلید میں عدم علم داخل ہے۔

۲، دلیل طلب کرنا تقاضاءِ طبیعت ہے۔اگر طلب نہ کرے تو اپنے ضمیر کا مخالف بنے۔

اہل علم کو متوجہ ہونا چاہیے کہ تقلید کی تعریف کے مطابق مسئلہ تقلید درجہ جہل کا ہوا یا علم کا؟ اگر جہل کا ہے تو جسے جہل منظور ہے وہ بے شک قبول کرے، اور اگر علم کا ہے تو علم کہاں سے آئے۔محض تقلید سے تو علم حاصل نہیں ہوگا۔علم تو نام ہے دلیل کا، اور دلیل کا مطالبہ منافی ہے تقلید کے۔پس نتیجہ صاف ہے کہ تقلید اور علم باہم متضاد ہیں (ضدّان مفترقان ای تفرق)۔

تقلید کے متعلق امام غزالی نے علم اصول کی کتاب المستصفی میں اصول فقہ کے ضمن میں مسئلہ تقلید بھی لکھا ہے۔یہاں مسئلہ وجوب تقلید کی نسبت ان کے الفاظ مع ترجمہ نقل ہیں

نقول (للقائلین با لتقلید) اتحیلون الخطاء علی مقلدکم (ای امامکم) او تجزئونه ۔ فان جوزتموه فانکم شاکون فی صحة مذهبکم وان احلتموه فیهم عرفتم استحالتة بالضرورة ام بنظر او تقلید ولا ضرورة ولا دلیل فان قلد تموه فی قوله ان مذهبه حق فبم تفرقون بین سکون نفوسکم وسکون نفوس النصاری والیهود و بم تفرقون بین مقلدکم الی صادق محق و بین قول مخالفکم ۔ ویقال لهم ایضاً فی ایجاب التقلید هل تعلمون وجوب التقلید ام لا فان لم تعلموه فلم قلد تم و ان علمتم فبضرورة ام بنظر او تقلید و یعود علیهم السوال فی التقلید ولا سبیل لهم الی النظر و الدلیل فلا یبقی الا ایجا ب التقلید با لتحکم (المستصفی فی الاصول جز۲ص ۳۸۷)

ہم تقلید کے قائلین کو کہتے ہیں کیا تم اپنے امام سے خطا کا ہونا محال جانتے ہو یا جائز سمجھتے ہو۔اگر جائز سمجھتے ہو تو تم لوگ خود ہی اپنے مذہب میں شکی ہو۔اور اگر تم اپنے امام سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطا کا صدور محال جانتے ہو تو تم بتاؤ تم کو اس کا محال ہونا کیسے معلوم ہوا۔ بداہت سے یا دلیل سے یا کسی کی تقلید سے۔ بداہت اور دلیل تو ہے نہیں پھر اگر تم محض اپنے امام کے اس کہنے سے اطمینان پا کر اس کی تقلید کرتے ہو جو وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے تو تم اپنے اس اطمینان اور نصاری اور یہود کے سکون قلب میں کس چیز کے ساتھ فرق کر سکتے ہو (کیونکہ وہ بھی تو بغیر دلیل محض اطمینان قلب سے کرتے ہیں) نیز کس چیز سے تم فرق کر سکتے ہو اپنے امام کے قول میں اور مخالف امام کے قول میں (جب کہ وہ دونوں اپنے قول کو صحیح کہتے ہیں۔ مثلاً تم کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ کا قول صحیح ہے کیونکہ امام صاحب نے کہا ہے کہ یہ قول صحیح ہے تو شافعیہ بھی امام شافعی کے حق میں یہی کہتے ہیں کہ ان کا قول صحیح ہے کیونکہ امام شافعی نے خود کہا ہے کہ میرا یہ قول صحیح ہے) نیز ان کو تقلید کے واجب کرنے کے متعلق یہ کہا جائے گا کیا تم لوگ تقلید کو واجب جانتے ہو یا نہیں؟ اگر واجب نہیں جانتے تو تقلید کیوں کرتے ہو۔ اور اگر واجب جانتے ہو تو بداہت سے واجب جانتے ہو یا دلیل سے یا کسی کی تقلید سے جانتے ہو۔ تقلید سے تقلید کا وجوب جانتے ہو تو وہی سوال ہوگا جو پہلے تقلید کی نسبت ہم کر آئے ہیں۔ اور دلیل کی طرف تو ان (اصحاب التقلید) راہ ہی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تقلید کو واجب کہنا بجز زبانی زور کے کسی دلیل سے ثابت نہیں۔ (فقہ اور فقیہہ)

جناب ثناء اللہ امرتسری کے معاصر ایڈیٹر العدل نے ایک مرتبہ لکھا:

تقلید کے یہ معنی نہیں کہ مقلد ہر مسئلہ پر محض اس لئے عمل کرے کہ یہ امام کا قول ہے کیونکہ یہ عمل امت میں آج تک کسی نے بھی نہیں کیا۔ بلکہ تقلید کا مطلب یہ ہے کسی مسئلہ پر جب قرآن و حدیث میں کوئی صریح دلیل نہ ہو اور انسان کو استنباط کا ملکہ بھی حاصل نہ ہو تو وہ امام کے قول پر عمل کرے، کیونکہ آئمہ دین کو اسلام کی رعائت ہم سے زیادہ تھی۔ لہذا ان کے اقوال کتاب وسنت سے مستنبط ہیں۔ اگر ہمیں ان اقوال کا ماخذ معلوم نہیں تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ امام کے نزدیک بھی ان کا کوئی ماخذ نہیں۔

دوسری صورت تقلید کی یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں چند مختلف احادیث وارد ہیں اور امام اپنے ملکہ خداداد سے ان میں سے ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ پس مقلد امام کی اس ترجیح دی ہوئی حدیث پر عمل کرتا ہے، گو اس کو اپنی کم علمی کی وجہ سے ترجیح معلوم نہ ہو۔

الحاصل مقلد کو جب کسی مسئلہ میں قرآن اور حدیث سے دلیل نہ ملے اور اس مسئلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں قول مل جائے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ امام کی اپنے اس قول پر کیا دلیل ہے تو مقلد امام پر اعتماد کر کے اور اس کے قول کو اپنے لئے حجت تسلیم کر کے اس پر عمل کرے تو اس کا نام تقلید ہے۔ تقلید کا یہ مطلب نہیں کہ مقلد کسی ایک مسئلہ کی دلیل بھی نہ جانے، بلکہ تقلید کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں امام کے کسی ایسے قول پر عمل کرے جس کی دلیل مقلد کو معلوم نہ ہو۔

ہمارے خیال میں شائد صحابہ کے بعد امت میں کوئی بھی ایسا انسان ملے جو یہ عمل نہ کرتا ہو خود مجتہد اہل حدیث کئی دفعہ مسئلہ بتا کر فقہ کی کسی کتاب کا حوالہ دے دیتے ہیں یہی بعینہ وہ تقلید ہے جس پر احناف عامل ہیں۔ ہم اپنے اس دعوی پر (کہ ہمارے نزدیک تقلید کا یہ معنی ہے کہ بعض ایسے مسائل میں جن میں قرآن وحدیث نہ ملے وہاں امام کا قول مانا جائے) کئی دلائل پیش کر سکتے ہیں۔ جن میں سے ایک احناف کا تعامل ہے۔ کیا مجتہد پنجاب نے کبھی اپنے مقابلہ میں کسی کو کہتے سنا ہے کہ ہم قرأت فاتحہ کو اس لئے ضروری نہیں سمجھتے کہ ابوحنیفہ نے ایسا کہا ہے بلکہ احناف تو اپنے دعوے کے لئے آیت اذا قرىء القرآن پیش کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مسائل میں بھی احناف حدیث اور قرآن پیش کرتے ہیں۔ ہاں بعض ایسے مسائل ہیں جہاں قرآن اور حدیث نہیں ملتے وہاں امام کے قول پر عمل کرتے ہیں اور اس طرح اہل حدیث جماعت بھی ہمیشہ کرتی ہے۔ (العدل گوجرانوالہ ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء ص ۹)۔

اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہم تھوڑی سی اس کیفیت کی تشریح کریں پھر اس کی تحسین کریں گے۔ تشریح یہ ہے کہ

۱۔ ابتداء کسی شخص پر تقلید واجب نہیں۔ بلکہ نصوص شرعیہ کی تلاش واجب ہے

۲۔ جس مسئلہ میں آیت یا حدیث مل جائے کسی امام کے قول کا اتباع جائز نہیں

۳۔ آیت یا حدیث کے ساتھ کسی امام کا قول مخالف ہو تو عمل نصوص شرعیہ پر ہوگا اور قول امام متروک۔

۴۔ مسائل اختلافیہ آمین بالجہر، رفع یدین، قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ میں ہمارے مخاطب باوجود حنفی ہونے کے مقلد نہیں بلکہ عامل بالحدیث ہیں۔ ہم اس ساری تقریر کی تحسین کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب ایک سوال باقی رہ گیا ہے امید ہے وہ بھی حل ہو جائے گا وہ کہ فاضل اڈیٹر العدل کا قول ہے:۔

تقلید کا مطلب یہ ہے کسی مسئلہ میں جب قرآن وحدیث میں کوئی صریح دلیل نہ ہو اور انسان کو استنباط کا ملکہ حاصل نہ ہو تو وہ امام کے قول پر عمل کرے۔

جس شخص کو قرآن وحدیث کا علم نہ ہوگا اسے امام کے قول کا علم کیسے ہوگا؟ وہ بھی تو کسی عالم کے بتانے سے ہی ہوگا کہ یہ امام کا قول ہے۔ کیا مہربانی کر کے ہمارے مقلد برادران ان عالم صاحب کو ہدائت فرمائیں گے کہ وہ خدا و رسول کا حکم اس عامی کو بتادیں جس میں ان کی خلاصی ہو اور اس کی بھی نجات۔

یہاں تک تو تقلید کا مرحلہ طے ہو گیا۔ اب رہی ایک صورت کہ جس عالم سے اس عامی (غیر عالم) نے مسئلہ پوچھا ہے وہ بھی اس مسئلہ کی دلیل قرآن یا حدیث میں نہیں پاتے اور نہ ان کو ملکہ استنباط ہے تو وہ امام کا قول اس عامی کو بتادیں تو (گو اس صورت کے وقوع میں ہم کو کلام ہے مگر) اس کی صحت میں کلام نہیں۔ لیکن یہ شرط ہے کہ وہ عالم صاحب بھی تلاش اور جستجو میں رہیں کہ میرے بتائے ہوئے مسئلہ کے خلاف کوئی آیت یا حدیث ہوگی تو میں اس فتوی سے رجوع کرلوں گا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ گو صورت مفروضہ میں ساری عمر ایک ہی امام کے قول پر فتوی دے مگر اس تعیین کو شرعی وجوب نہ جانے۔

پس ان دو شرطوں کے ساتھ ہمارا بھی صاد (تسلیم) اور مصالحت ہے.... سید محمد نذیر حسین نے بھی یہی رائے معیار الحق صفحہ ۴۱ پر دی ہے اور اسی مضمون کی تشریح جناب رشید احمد گنگوہی نے سبیل الرشاد میں فرمائی ہے۔

آخری بات یہ ہے کہ فاضل اڈیٹر العدل نے کہا ہے کہ جس مسئلہ میں آیت یا حدیث نہ ملے اور استنباط بھی نہ کر سکے تو امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ اس کے متعلق ہماری رائے یہ ہے کہ ہمیں تو کوئی ایسا حکم شرعی نہیں ملتا جو مسئلہ شرعی ہو مگر اس کے لئے ثبوت شرعی نہ ہو۔ اس لئے ہم ایسے مسائل کی فہرست سننے کے منتظر ہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۶ ستمبر ۱۹۲۷ء ص ۱۔۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے موقع پر جناب ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:۔

جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی جماعت میں ایک بزرگ عالم دین ہیں۔آپ کا ایک مضمون اخبار العدل ۱۶ اپریل ۱۹۲۹ء میں نکلا تھا جو مسئلہ تقلید میں فیصلہ کن جان کر اہل حدیث ۳ مئی ۱۹۲۹ء میں نقل کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

میرے دل میں تو تقلید کی تفسیر یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث و ارشادات پر عمل کرتے ہیں۔اس تفسیر پر جو امام ابوحنیفہؒ نے بیان کی ہے کیونکہ وہ ہمارے نزدیک درائت وفقہ حدیث میں اعلیٰ پایہ پر ہیں۔اور اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا، کیونکہ امام صاحب کا فقیہہ الامت ہونا تمام امت کو تسلیم ہے۔اور ان کے علوم اس پر شاہد عادل ہیں۔اب بتایئے اس تفسیر کی بنا پر تقلید میں شرک فی النبوت کیونکر ہوگیا۔اس لئے کہ جس کے نزدیک تقلید کا یہ درجہ ہوگا اس کے نزدیک اتباع حدیث مقصود بالذات ہوگا۔ اور امام ابوحنیفہ محض واسطہ فی التفہیم ہوں گے۔جو شخص بلا واسطہ عمل بالحدیث کا دعویٰ کرتا ہو وہ حدیث کا اتباع اپنی فہم کے ذریعہ سے کرتا ہے۔اور جو شخص کسی امام مسلّم کا مقلد ہے وہ ایک بڑے شخص کی فہم کے واسطے سے حدیث کا اتباع کرتا ہے۔اور یقیناً سلف صالحین کی فہم وعقل وورع وتقوی ودیانت وامانت وخشیت واحتیاط ہمارے اور آپ سے زیادہ تھے،تو بتلایئے عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا؟ آپ کا جو اپنی فہم کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتے ہیں یا مقلد کا جو سلف کے ذریعہ سے حدیث پر عمل کرتا ہے۔اس کا فیصلہ اہل انصاف خود کرلیں گے بہرحال تقلید کی جو تفسیر میں نے بیان کی ہے یہ علم عظیم ہے اس کو یاد رکھئے۔(العدل ۱۶ اپریل ۱۹۲۹ء ص ۳)

جناب ثناءاللہ کہتے ہیں کہ اس معقول تقریر پر ہم نے مذکورہ پرچہ اہل حدیث میں العدل پارٹی یا بالفاظ دیگر دیوبندی جماعت سے سوال کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

سوال یہ ہے کہ کتب صحاح درسیہ بلکہ جملہ کتب حدیث کی شرح میں امام ابوحنیفہ صاحب نے کوئی کتاب یا مجموعہ لکھا ہے جو جناب اشرف علی اور دیگر علماء دیوبند کے پاس ہے جس کے مطابق وہ درس دیتے ہیں۔اگر کوئی مجموعہ ہے تو بڑی مہربانی ہوگی اگر اس کو طبع کرا کر شائع کر دیا جائے۔پھر ہم شافعی مذہب کے علماء سے بھی عرض کریں گے کہ وہ بھی اپنے امام کی تشریحات اور تطبیقات شائع کر دیں۔دونوں کو دیکھ کر لوگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسب منشا عمل کرلیں گے۔

عرصہ تک ہم منتظر رہے کہ ہمارے اس سوال کا جواب العدل میں نکلے گا مگر ہماری نظر سے نہ گذرا۔ ہاں عرصہ بعد العدل کے بڑے بھائی اخبار الفقیہہ میں اسی اشرفی اصول کی تائید کا ایک مضمون نکلا جس کا اقتباس یہ ہے:۔

بہر حال اتنا بلا اختلاف ثابت ہے کہ ہر فریق اپنے دلائل قرآن وحدیث سے لاتا ہے۔ ہاں صرف اتنا فرق ہے کہ کوئی بالواسطہ نصوص پیش کرتا ہے اور کوئی بلا واسطہ۔ بس یہی ایک چیز ہے جو مقلدین وغیر مقلدین میں مابہ الامتیاز ہے۔

الفقیہ کے ۷۔ اگست ۱۹۲۹ء کے شمارے میں جب یہ مضمون نکلا تو اہل حدیث مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۲۹ء میں ان حضرات کے حسب حال چند سوال کئے تھے، جو یہ ہیں:۔

۱۔ پختہ قبریں بنانا ۲۔ مردگان سے امداد مانگنا ۳۔ شیئاً للہ پڑھنا ۴۔ مروجہ مولود کرنا ۵۔ پیر صاحب کی گیارھویں دینا، وغیرہ کی بابت امام اعظم کی بتائی ہوئی حدیثیں بتایئے۔

الفقیہہ کے معزز نامہ نگار (مصطفیٰ علی حیدر آبادی) نے جواب میں فرمایا ہے:۔

. مولانا (اہل حدیث) نے چھ سوال کئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے، پختہ قبریں، قبے، مردگان، صلحا سے امداد، شیئاً للہ، وغیرہ اور داد وطائف مروجہ مجلس مولود پیر صاحب کی گیارھویں، نذر نیاز بزرگان دین اور مسئلہ تقلید شخصی میں احناف جو آیات وحدیث پیش کرتے ہیں ان کی تشریحات جن کے واسطہ سے حدیثوں کو ماننے کے مدعی ہیں یعنی امام اعظم سے پیش کریں۔ اس کے متعلق صرف اس قدر کہدینا کافی ہے کہ پہلے کسی حنفی کا ایسا دعوی پیش کریں کہ امام ابوحنیفہؒ نے آج کل کی موجودہ تمام احادیث کی تشریح بیان فرمائی ہے۔ یا کسی حنفی کا ایسا دعوی پیش کریں جس نے یہ دعوی کیا ہو کہ ہمارا ہر ایک فعل جس کو ہم کرتے ہیں وہ ان احادیث سے ثابت ہے جن کی تشریح امام اعظم نے بیان فرمائی ہے۔ اگر کسی حنفی نے ایسا دعوی نہیں کیا ہے تو یہ زبردستی اپنے نزدیک ایک چیز ٹھہرا کر اسی پر سوال کرنا کون سی عقل مندی ہے۔ ہمارا دعوی تو یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی احادیث وارشادات پر عمل کرتے ہیں، اس تفسیر پر جو امام اعظم نے بیان فرمائی ہے۔ یہ دعوی تو نہیں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے کل احادیث وارشادات پر جو آج پائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں امام اعظم کے واسطہ سے عمل کرتے ہیں۔ اگر ہمارا یہ دعوی ہوتا تو بے شک مذکورہ سوالات کا جواب آپ کے حسب منشا دیتے۔ جب ہمارا دعوی ہی نہیں تو جواب دینا کیا معنی؟ کیا اب بھی آپ اپنے مطالبہ کی نامعقولیت کو سمجھے یا نہیں؟

(الفقیہہ ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء ص ۳)

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ آپ کے جواب کے دو حصے ہیں:۔

الف۔ امام ابوحنیفہ صاحب نے آج کل کی مروجہ حدیثوں کی تشریح نہیں فرمائی۔

ب۔ مذکورہ بالا مسائل ان مروجہ حدیثوں پر مبنی ہیں جن کی امام صاحب سے نہ روائت آئی ہے نہ تشریح۔

اب ہمارا نتیجہ سنیئے۔

۱۔ علم حدیث میں آپ امام صاحب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔ جن حدیثوں کی تشریح امام صاحب سے آپ کو نہیں ملی اور آپ خود ان کی تشریح کر کے عمل کرتے ہیں ان احادیث کے اعتبار سے آپ کو غیر مقلد سمجھنے والا حق بجانب ہے۔

۳۔ کیا شک ہے کہ اتنی اتنی حدیثوں پر عمل کرنے سے بقول خود آپ غیر مقلد ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ علم اور تقلید ضدان مفترقان اس لئے اس کے ثابت کرنے میں اصحاب تقلید کو بڑی تکلیف ہوتی ہے لہذا وہ اس تکلیف کی پریشانی میں کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں چنانچہ انہی صاحب نے ایک شعر یوں لکھا ہے

آنکہ قال است قال الرسول فضل بود فضل مخواں اے فضول

اس میں شک نہیں کہ قال اول کی ضمیر خدا کی طرف اور قال ثانی کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔ مگر مولانا ان دونوں کے مقولہ کو فضلہ کہہ کر پڑھنے سے منع فرماتے ہیں

(اہل حدیث امرتسر ۸ نومبر ۱۹۲۹ء۔ ص ۱۔۳)

جناب ثناء اللہ امرتسری اور جناب مرتضی حسن چاندپوری کے مابین ایک دفعہ تقلید شخصی کے موضوع پر تحریری بحث ہوئی۔ اس میں جناب ثناء اللہ نے لکھا:

تقلید کی تعریف ہے بے دلیل جانے مجتہد کی بات کو ماننا۔ معلوم ہوا کی تقلید کی ذات میں بے علمی داخل ہے۔ تو پھر مدارس عربیہ حنفیہ میں فقہ (مثل ہدایہ وغیرہ) کو با دلیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیوں پڑھایا جاتا ہے؟ کیا اس قسم کی تعلیم سے متعلمین کو غیر مقلد بنانا مقصود ہے۔

جناب مرتضیٰ حسن چاند پوری نے بذریعہ العدل اس کا جواب یوں دیا:۔

طالب علم جس جس مسئلہ کی دلیل پڑھتا جائے گا، اس مسئلہ میں بجائے مقلد کے مجتہد یا غیر مقلد ہوگا۔ (العدل ۷ جون ۱۹۲۷ء ص ۶)۔

جناب ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

.کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں کہ ہدایہ جیسی مدلل کتاب پڑھ کر جملہ متعلمین، تارک تقلید ہو جاتے ہیں اور معلم تو پہلے ہی سے غیر مقلد ہیں کیونکہ وہ تو زمانہ تعلیم ہی سے غیر مقلد یا مجتہد بن چکے ہیں۔

اب ہم اگر ایک سوال کریں تو بے جا نہیں کہ سرگروہ دیوبندیہ مولانا اشرف علی تھانوی مع جملہ اساتذہ دیوبند اور گوجرانوالہ کے علما کرام جن پر العدل ... بڑا فخر کرتا ہے یعنی مولوی عبدالعزیز، مولوی محمد چراغ، مولوی احمد علی وغیرہ صاحبان اپنے مسائل مستعملہ بادلیل کتب (ہدایہ وغیرہ) پڑھ کر صحیح سمجھے ہوئے ہیں یا بیدلیل کتب ہی پڑھے ہوئے ہیں۔ جیسے کنز، قدوری وغیرہ۔ ہمارا گمان بلکہ یقین ہے کہ العدل کبھی دوسری شق اختیار نہ کرے گا اور واقعہ بھی یہی ہے، کیونکہ اگر وہ دلائل نہ جانتے ہوں تو مباحثہ میں سامنے کس طرح آسکتے ہیں؟ بھلا جو شخص مسئلہ کی دلیل نہ جانتا ہو وہ اثبات کیا کرے گا۔ اس لئے صورت اول ہی صحیح ہے کہ یہ حضرات بلکہ جملہ مناظرین حنفیہ خرد و کلاں مسائل کو بادلیل جانتے ہیں۔ پس کیا فرماتے ہیں جناب مرتضیٰ حسن اور مدیر العدل کہ ایسے لوگ مقلد ہیں یا غیر مقلد بینوا توجروا

اور فاضل مدیر العدل فرماتے ہیں:

ہم تقلید کی کیفیت ظاہر کرنا چاہتے ہیں، توجہ فرمائیں! تقلید کے یہ معنی نہیں کہ مقلد ہر مسئلہ میں محض اس لئے عمل کرے کہ یہ امام کا قول ہے کیونکہ یہ عمل امت میں آج تک کسی نے بھی نہیں کیا۔ بلکہ تقلید کا یہ مطلب ہے کہ کسی مسئلہ پر جب قرآن اور حدیث میں کوئی صریح دلیل نہ ہو اور انسان کو استنباط کا ملکہ بھی حاصل نہ ہو تو وہ امام کے قول پر عمل کرے۔ (العدل ۱۷۔ اگست ۱۹۲۷ء ص ۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں:۔

اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تقلید درجہ ثانیہ ہے، اولیٰ نہیں۔یعنی اصل حقیقت یہی ہے کہ مسلمان قرآن وحدیث کی تلاش کرے۔اگر کوئی مسئلہ ان میں نہ ملے تو پھر کسی امام کے مستنبط مسئلہ پر عمل کرے۔اس اصل الاصول پر ہمارا بھی استنباط سنیئے:۔

۱۔مسئلہ ترک فاتحہ خلف الامام جیسا کہ آپ حنفیہ کہتے ہیں قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ لہذا اس میں آپ لوگ مقلد نہیں۔

۲۔ بقول آپ کے مسئلہ ترک رفع یدین بھی احادیث سے ثابت ہے۔لہذا اس میں بھی آپ مقلد نہیں۔

۳۔ بقول آپ کے مسئلہ آمین بھی احادیث سے ثابت ہے۔اس میں بھی آپ مقلد نہیں

۴۔ نیز مسئلہ گیارھویں، مسئلہ عرس، مسئلہ طواف قبور، مسئلہ میلاد، وغیرہ جن کے ہاں قرآن وحدیث سے ثابت ہیں وہ بھی ان مسائل میں مقلد نہیں بلکہ خالص غیر مقلد (غلطی خوردہ) ہیں۔

۵۔خود تقلید شخصی بھی (بقول آپکے) قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو پھر تقلید بھی تقلید نہ رہی

ہمیں تو باوجود تلاش کے کوئی ایسا مسئلہ نہیں ملتا جس میں ہمارے مخاطب دلیل نہ پیش کرتے ہوں تو پھر تقلید کا محل کہاں ہے؟ (اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۳۴ء۔ص ۳۔۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقہی مذاہب کی ترویج

ابن خلکان لکھتے ہیں:

مذهبان انتشرا فی مبدء امرهما بالرّیاسة و السلطان مذ هب ابی حنیفه من اقصی الشر ق الی اقصی افریقه و مذهب مالک فی بلاد اند لس (وفیات الاعیان۔ ج ۲ ص ۲۱۶) یعنی شروع میں دو مذہب بزور سلطنت پھیلے، حنفی مذہب مشرق سے افریقہ تک اور مالکی مذہب اندلس میں مصر میں۔

مقریزی نے کتاب الخطط میں عبداللہ بن فروج (ولادت خراسان ۱۱۵ھ۔ بعد میں ۱۴۷ھ میں مصر گئے پھر قیروان مقیم رہے) کے متعلق لکھا ہے کہ

افریقہ میں پہلے کسی خاص مسلک کے لوگ پابند نہ تھے، بلکہ حدیث وقرآن پر عامل تھے، عبداللہ بن فروج نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کو افریقہ میں پھیلایا۔ اور ان کے بعد اسد بن فرات امام کی کتابیں افریقہ لے گئے ... ہارون نے قضا کا محکمہ ابو یوسفؒ کے سپرد کر دیا۔ یہ ۱۷۰ھ کا واقعہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق خرسان شام مصر میں قاضیوں کا تقرر ابو یوسف کی رائے کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ ان تمام علاقوں میں وہی قاضی مقرر ہوسکتا تھا جس کے تقرر کی منظوری ابو یوسفؒ دیتے تھے۔ اسی طرح اندلس میں الحکم المرتضی بن ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان اپنے باپ کے بعد حاکم ہوا اور اپنا لقب منتصر رکھا۔ اسی نے ۱۸۰ھ میں یحییٰؒ بن یحی بن کثیر الاندلسی سے خصوصی تعلقات قائم کئے۔ یحی نے حج بھی کیا تھا اور امام مالکؒ سے موطا بھی سنی تھی بجز چند ابواب کے۔ پھر مالکؒ کے تلامذہ وھبؒ اور ابن القاسمؒ سے بھی پڑھا۔ اندلس میں ان کو ایسا اقتدار حاصل ہوا جو آج تک کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوا تھا حکومت اور عوام دونوں ہی کا مرکز و مرجع۔ ملجا و ماوی یحی کا دروازہ تھا، سارے اختیارات ان ہی کو دے دیئے گئے تھے۔ اندلس میں کوئی قاضی ان کی منظوری کے بغیر مقرر نہیں ہوسکتا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقریزی ج ۴ ص ۱۸۱۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ حاشیہ ص ۴۲۲؛ و ۵۴۷۔۵۴۸)

جناب ابوالقاسم سیف بنارسی بتاتے ہیں کہ

جب سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی کا تسلّط ہوا تو اس نے صدر الدین مارانی شافعی کے ہاتھ میں عہدہ قضا کی باگ ڈور دے دی۔ اس وقت سے مصر کا قاضی شافعی مذہب کا عالم ہونے لگا۔ اس طرح سے مصر میں شافعیت کو بہت کچھ فروغ ہوا (افتراق الامم۔ طبع جوائب۔ ص ۲۳۳)۔

اور الفوائد البہیہ کے صفحہ ۱۰ میں یوں مرقوم ہے:

امام احمدؒ کا مذہب نواح بغداد میں پھیلا اور امام مالکؒ کا مذہب بلاد مغرب اور بعض بلاد حجاز میں شائع ہوا اور امام شافعیؒ کا مذہب اکثر بلاد حجاز و یمن اور بعض اطراف خراسان و توران اور بعض بلاد ہند میں اشاعت پذیر ہوا۔ باقی تمام ملکوں میں حنفیت کو عروج ہوا۔

اسی کتاب کی تعلیقات کے صفحہ ۱۰۳ میں مرقوم ہے کہ

قفال کبیر شافعی المتوفی ۳۶۵ھ نے ماوراء النہر میں شافعیت پھیلائی۔

یہ امر سخاوی نے بھی رسالہ الاعلان بالتوبیخ ص ۹۹ میں تحریر کیا ہے اور لکھا ہے کہ دمشق (شام) میں شافعیت ابوزرعہ محمد بن عثمان دمشقی کے ذریعہ سے پہنچی اور عبدان مروزی کی سعی سے مرو میں اور ابوعوانہ اسفرائینی کی کوشش سے اسفرائن میں شافعیت نے قدم جمائے (کتاب مذکور۔ طبع دمشق۔ ص ۹۹)

کتاب اصول الدین کے حوالہ سے بتایا گیا کہ (خلافت عثمان ذوالنورین کا مفتوحہ افریقہ اور اس کی) سرحدوں کے مسلمان اہلحدیث کے مذہب پر قائم تھے۔ لیکن جیسا کہ مقریزی لکھتے ہیں وکانت الافریقیة الغالب علیها السنن والآثار الی ان قام عبدالله الفاسی بمذهب الحنفی ثم غلب اسد بن الفرات قاضی افریقیة بمذهب الحنفی (کتاب الخطط۔ ج ۲ ص ۳۳۳)۔ یعنی افریقہ والوں پر اتباع سنت و اثر کا ولولہ غالب رہا یہاں تک کہ عبداللہ فاسی وہاں حنفی مذہب لے کر پہنچا اور قاضی اسد حاکم افریقہ نے سارے ملک پر حنفی مذہب کو غالب کر دیا۔

فلمّا تولّی علیهاالمعزّ بن بادیس سنة ۴۰۷ حمل اهلها واهل ما ولّاهامن بلاد المغرب علی المذ هب المالکی۔ مقریزی و ابن خلکان ج

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔ص ۱۰۵۔معز بن بادیس والی افریقہ نے پانچویں صدی کے شروع میں سارے ملک افریقہ کو مالکی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

پھر بلاد مغرب (شمالی افریقہ) میں موحدین کی حکومت قائم ہوگئی۔ یوسف بن عبدالمؤمن، پھر اس کے بیٹے یعقوب بن یوسف نے حکومت کی۔ ان دونوں نے مذہب اہل حدیث کی پوری حمایت اور نصرۃ کی۔ ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر بن جدانہ نے کہا میں امیر یوسف سے ملنے گیا تو دیکھا کہ ان کے سامنے قرآن مجید، سنن ابی داؤد اور تلوار رکھی ہے۔ امیر نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا سوائے ان تین (قرآن و حدیث اور تلوار) کے باقی سب بے سود ہے۔ اسی کتاب میں امیر یعقوب کے حال میں لکھا ہے کہ اس کے زمانہ میں افریقہ سے فقہ کا علم اٹھ گیا تھا۔ اس نے کتب فقہ میں اشتغال سے منع کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ لوگ صحاح ستہ اور کتب سنن و مسانید پڑھیں پڑھائیں۔ امیر خود بھی حدیث پڑھاتا تھا اور حدیث یاد کرنے والوں کو انعام دیتا تھا۔

ابن خلکان نے اس امیر کے حال میں لکھا ہے:

امر برفض الفقه ولا يفتون الّا بالكتاب والسّنّة ولا يقلّدون احداً من الا مّة۔ الخ۔ (ج ۲ ص ۳۲۸)۔ کہ اس نے حکم دیا تھا کہ فقہ چھوڑ دو قرآن و حدیث سے فتوی دو اور کسی امام کی تقلید نہ کرو، اس کے بعد وہاں سے مذہبی جھگڑے یکسر ختم ہوگئے۔

افریقہ سے نکلے ہوئے علماء نے مشرق میں ڈیرے جمائے اور حجاز و عراق نیز دیگر مقامات میں تقلیدی مذہب تشدد اور غلو سے جاری کیا اور یہ کہہ دیا کہ مذاہب کی تقلید واجب ہے اور ان سے خروج حرام۔ (مقریزی۔ ج ۳ ص ۳۴۴)۔

ساتویں صدی ہجری میں ظاہر بیبرس نے چاروں مذہبوں کے قاضی اور مدرسے الگ الگ بنا دیئے (مقریزی۔ ج ۲۔ص ۳۴۴) اور نویں صدی کے اوائل میں ناصر فرج بن برقوق نے خانہ کعبہ کے حرم مسجد میں مصلے بھی چار علیحدہ علیحدہ بنا دیئے (البدر الطالع ج ۲۔ص ۲۶)۔ (سواء الطریق مع ایضاح الطریق۔ ملخصاً)

جب ۱۴۷۴ء میں احمد آباد کے حاکم سلطان محمود بیگڑہ نے سندھ پر حملہ کیا تو اس وقت بھی کئی سندھی مسلمان برائے نام مسلمان تھے۔ چنانچہ بادشاہ ان کے کئی سرداروں کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جونا گڈھ لے گیا اور انہیں مسلمانوں کے سپرد کیا تا کہ وہ انہیں مذہب حنفیہ کے مطابق سنت نبوی کا طریقہ سکھائیں ۔(تاریخ فرشتہ مترجم جلد دوم ص ۱۹۹؛ آب کوثر۔ص ۳۹)

درج بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف علاقوں میں مختلف فقہی مذاہب کی ترویج واشاعت میں حکام اور قضاۃ کا ہاتھ رہا ہے۔ اور ذیل کے اقتباسات سے معلوم ہوگا کہ قضاۃ کا محکمہ کئی علاقوں میں حنفی فقہاء کے پاس رہا ہے اور عباسی خلافت کے دوران امام ابو یوسفؒ سے شروع ہو کر قضاۃ کے محکمہ پر تو احناف کا تقریباً مکمل کنٹرول رہا ہے۔ جناب سید مناظر احسن گیلانی نے لکھا ہے:

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں تقریباً ۵۰۔ آدمی ایسے تھے جنہوں نے حکومت عباسیہ کے مختلف علاقوں میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد قضا کی خدمت انجام دی ہے۔ لیکن یہ غلط فہمی ہوگی اگر سمجھا جائے کہ امام کے تلامذہ میں قاضیوں کی تعداد اسی حد تک محدود ہے بلکہ یہ تو ان قاضیوں کی ہے جن کا رجال اور تاریخ کی کتابوں میں تذکرہ ملتا ہے۔ عموماً صحاح کی کتابوں میں ان سے چونکہ حدیثیں مروی ہیں اسی لئے آئمہ نقد نے اسماء الرجال کی جو فہرستیں بنائی ہیں ان میں ان کے نام کو داخل کر دیا گیا ہے، ورنہ امام کے بعد ان کے شاگردوں میں جو قاضی ہوئے ہیں ان کی حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مثالاً میں قاضی توبہ بن سعد مروزی کو پیش کرتا ہوں ۔ رجال کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن امام ابوحنیفہ کے سوانح نگاروں نے ان کو ان قاضیوں میں شمار کیا ہے۔

(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ۔ص ۴۱۹۔۴۲۰)

قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں . مہدی جو اس وقت خلیفہ تھا، وزیر وقت نے مجھے اس پر پیش کیا، صلوۃ خوف کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس کے بعد مہدی نے بغداد کے مشرقی حصہ کا قاضی مجھے مقرر کیا اور دس ہزار درہم عطا کئے ۔ مہدی کی وفات کے بعد میں ہادی کے ساتھ رہا۔ ہادی کے بعد ہارون کا زمانہ جب آیا تو فولّانی قضاء البلاد کلّھا ۔موفق ج ۲ ص ۲۳۹۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۴۹۵۔۴۹۶)

امام ابو یوسف کہتے ہیں . مہدی (جو منصور کے بعد ۱۵۹ء میں خلیفہ ہوا) نے مجھے بغداد کے مشرقی حصے کا قاضی مقرر کیا۔ پھر مہدی کا انتقال ہو گیا اور میں ہادی (جو ۱۶۹ھ میں خلیفہ ہوا) کی طرف سے قاضی رہا۔ پھر رشید (جو ۱۷۰ھ میں خلیفہ ہوا) نے بھی مجھے قضا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر بحال رکھا۔ (کردری ج ۲ ص ۱۴۲)۔

جناب مناظر احسن گیلانی کہتے ہیں کہ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع میں امام ابو یوسفؒ ایک عام قاضی ہوئے۔ بعد ازاں بروایت مقریزی فلما قام هارون الرشيد الخلافة ولى القضا ابا يوسف يعقوب بن ابرا هيم احد اصحاب ابى حنيفه بعد سنة سبعين و مأة فلم يقلّد بلاد العراق و خراسان و الشّام و مصرالا من اشار به القاضى ابو يوسف۔ (مقریزی۔ ج ۴ ص ۱۸۱) کہ ہارون نے ۱۷۰ کے بعد ابو یوسف کے سپرد قضا کو کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عراق خراسان شام مصر میں کوئی قاضی مقرر نہیں ہوسکتا تھا لیکن وہی جس کے متعلق ابو یوسف رائے دیتے تھے۔ حافظ ابن عبد البر کے حوالہ سے قرشی نے بھی نقل کیا ہے كان اليه تولية القضا فى الآفاق من الشرق الى الغرب ۔ جواہر ج ۲ ص ۲۲۱۔ کہ ابو یوسف ہی کے اختیار میں تھا کہ مشرق سے مغرب تک قاضیوں کا تقرر کریں۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۹۲۔۴۹۶ ملخصاً)

محکمہ عدلیہ کی مطلق العنانی قاضی ابو یوسف کے حوالے کی گئی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے زمانہ میں لوگ قاضی القضاۃ کے ساتھ کبھی کبھی ان کو وزیر بھی کہہ دیتے۔ ابو الولید الطیالسی کے حوالہ سے ایک روایت موفق وغیرہ نے نقل کی ہے جس کے آخر میں ہے کہ ابو الولید نے کہا هذا هو الوزير و قا ضى القضاة یہی شخص وزیر اور قاضی القضاۃ ہے، موفق ج ۲ ص ۲۲۵۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ ص ۴۹۷)

جناب گیلانی نے ایک مصری کتاب تاریخ القضاء فی الاسلام سے نقل کیا ہے:

اچانک بنی عباس کے زمانہ میں قاضی القضاۃ کا عہدہ نظر آتا ہے اور کتابوں میں اس کے اختیارات کی تفصیل کی جاتی ہے، بتایا جاتا ہے کہ قاضی القضاۃ ہی کو دوسرے قاضیوں کے تقرر کا بھی اور عزل و موقوف کرنے کا بھی اختیار ہوتا ہے۔ نیز قاضی القضاۃ کے فرائض میں یہ بھی ہے کہ ملک کے تمام قاضیوں کی نگرانی کرتا رہے ان کے حالات سے باخبر رہے ان کے فیصلوں کی جانچ پڑتال کرتا رہے اور ان کے چال چلن طرز و روش سے واقفیت حاصل کرتا رہے لوگوں کے ساتھ کس قسم کے معاملات وہ کر رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، ان کی خبر لیتا رہے۔ ہر علاقے کے قاضیوں کے متعلق اس علاقے کی معتبر شخصیتوں سے ان کے حالات دریافت کرتا رہے۔ .(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ص ۴۴۱)

قاضی ابو یوسف نے قدرتی طور پر سارے ممالک عباسیہ کی عدالتوں کو اپنے ہم مشرب علماء یعنی حنفی فقہاء سے بھر دیا تھا۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ص ۵۱۴)

اور جب قاضی ابو یوسف کا جانشین قاضی القضاۃ وہب بن وہب فوت ہو گیا تو ہارون نے امام محمد کو قاضی القضاۃ بنا دیا۔ ان کے شاگرد ابن سماعہ کے حوالہ سے منقول ہے ثم قرب الرشید محمد بن الحسن بعد ذلک و تقدم عنده و ولاۃ قضاء القضاه ۔ بلوغ الامانی للفاضل الکوثری ص ۱۳۔ پھر ہارون نے محمد بن الحسن کو قرب عطا کیا دربار میں ان کو برتری حاصل ہوئی ہارون نے قضاء القضاۃ کا عہدہ ان کے سپرد کیا۔

امام محمد بن حسن شیبانی نے بھی زندگی کے آخر دنوں میں ہارون کے محبوب و پسندیدہ شہر رقہ کی قضاۃ کا عہدہ قبول کر لیا تھا...رقہ، فرات کے کنارے ایک شامی شہر ہے حلب سے چار دن کی راہ پر طبری نے لکھا ہے کہ ہارون کی طبیعت بغداد میں اچھی نہیں رہتی تھی۔ اس لئے زیادہ تر وہ رقہ میں رہتا تھا..اس شہر کا قاضی بھی ہارون نے ایک ایسے شخص کو مقرر کیا جن کا درجہ علم وفضل میں قاضی ابو یوسف کے بعد امام کے شاگردوں میں دوسرے درجہ پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہارون نے آپ کو رقہ کی قضاۃ پر مقرر کرنا چاہا تو آپ نے انکار کیا۔ لیکن پھر مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ص ۵۱۸۔ملخصاً)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد کی عمر نے وفا نہ کی اور قاضی القضاۃ ہونے کے بعد ہارون کے ساتھ پہلے سفر میں جو اس نے خراسان کا کیا تھا بہ مقام رے ان کی وفات ہو گئی، اسی لئے امام محمد کے قاضی القضاۃ ہونے کے واقعہ نے زیادہ شہرت حاصل نہ کی (امام ابو حنیفہ سیاسی زندگی ص ۵۲۴۔۵۲۵) امام محمد کی وفات ۵۸ سال کی عمر میں رے کے شاہی کیمپ میں ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ص ۵۳۰۔۵۳۱)

جناب گیلانی فرماتے ہیں:

میرا خیال ہے کہ گو چار پانچ سو سال کے اس طویل عرصے میں دوسروں کا بھی عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر تقرر ہوا ہے لیکن غالب اکثریت ان ہی لوگوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تھی جو امام ابوحنیفہ کے تفقہ و اجتہاد سے خصوصی تعلق رکھتے تھے خواہ صراحتاً اپنے آپ کو حنفی نہ کہتے ہوں۔ الیافعی نے ۳۲۰ھ کے حوادث و واقعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں شافعی عالم ابوعلی بن خیران کے سامنے بغداد کے قضا کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ پھر ابن خیران کا یہ فقرہ نقل کیا ہے هذا الامر لم یکن فیما و انما کان فی اصحاب ابی حنیفه (یافعی ج ۲ ص ۲۸۰)۔ کہ قضا کا عہدہ ہم میں نہیں رہا یہ اصحاب ابی حنیفہ میں رہا ہے۔

۳۹۳ھ میں مشہور شافعی عالم ابو حامد اسفرائینی کی کوشش سے خلیفہ قادر باللہ نے حنفی قاضی ابومحمد بن الاکفانی کی جگہ ایک شافعی عالم احمد بن محمد مازری کا قاضی القضاۃ کے عہدہ پر تقرر کر دیا۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ نہ صرف بغداد بلکہ سارے مشرقی علاقے جو عباسیوں کے زیر اقتدار تھے ان میں ہلچل مچ گئی آخر نیشا پور سے قاضی ابوالعلاء صاعد بن محمد بغداد آئے طویل جھگڑوں کے بعد خلیفہ کو شافعی قاضی کے عزل پر اور ان کی جگہ الاکفانی کو مقرر کرنا پڑا اس موقع پر جو بیان ایوان خلافت سے شورش عام کو دبانے کیلئے شائع ہوا تھا یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ بعض غلط فہمیوں اور بد اندیشوں کی دراندازیوں کی وجہ سے یہ غلط انتخاب عمل میں آیا۔ لیکن

. اب خلافت کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین اپنے اسلاف کی روش پر حنفیوں کے ساتھ جو ترجیحی سلوک قضاء القضاء کے سلسلہ میں کیا جاتا تھا، اسی کو آئندہ جاری رکھیں گے اور آئندہ احناف ہی کا اس عہدے پر تقرر ہوا کرے گا۔ المازری کو اسی بنیاد پر معزول کیا جاتا ہے اور جس کا یہ حق ہے اس کو واپس دلایا جاتا ہے جیسا کہ ہمیشہ سے دستور چلا آتا ہے۔ اعلان کیا جاتا ہے کہ حنفیوں کے احترام اور اعزاز کا خیال حکومت جیسے اب تک کرتی چلی آئی ہے آئندہ بھی کرتی رہے گی۔ (مقریزی۔ ج ۴ ص ۱۸۱)۔... یہ رنگ روز بروز پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا گیا تو عباسیوں کی حکومت میں بحیثیت قاضی ہونے کے دوسروں کے داخل ہونے کی صورت ہی کیا باقی رہی ہوگی۔ الاّ یہ کہ خود علماء احناف ہی ان کے تقرر پر جب کبھی راضی ہو جاتے تھے تو کبھی کبھی دوسروں کو بھی موقعہ مل جاتا تھا۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ ص ۵۴۱۔۵۴۲)

واقعہ یہ ہے کہ عباسیوں کو تقریباً پانچ صدیوں تک حکومت کرنے کا موقعہ جو ملا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس طویل و دراز مدت میں ان کے قاضیوں خصوصاً قاضی القضاۃ کے عہدے پر سرفراز ہونے والوں میں عموماً حنفی مسلک ہی کے پابند فقہاء تھے۔ اس تفصیل کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ عباسیوں کی وسیع و عریض سلطنت میں عدلیہ کا محکمہ صدیوں تک احناف کے کنٹرول میں ہے۔ قاضی حنفی ہوتے تھے اور وہ حنفی فقہ کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قانون کے مطابق فیصلے ہوں وہی قانون مدارس میں پڑھایا جاتا ہے، اسی کے مفتی ہوتے ہیں، اسی کے پڑھنے سے عدلیہ اور اس متعلق شعبوں (افتاء) میں ملازمتیں ملتی ہیں، اور اسی کے مطابق کئے ہوئے فیصلوں پر عوام کو کاربند رہنا پڑتا ہے۔ سوان علاقوں میں جہاں عباسی حکومت تھی، یا ان کے اثرات تھے حنفیت کے فروغ اور استحکام کی یہی وجہ ہوئی ہے (بطور مثال ہند، جہاں کے حکمران عباسی خلفاء سے پروانہ حکومت حاصل کرتے تھے)۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ قاضی ابو یوسف یا ان کے جلد ہی بعد سلطنت عباسیہ میں ہر طرف حنفیت کا دورہ دورہ ہو گیا تھا یا یہ کہ حنفیت سلطنت کا سرکاری مذہب ہو گیا تھا۔ جناب ابوالکلام آزاد کہتے ہیں :

جب تک حکومت عربوں کے ہاتھ میں رہی جو علوم اسلامیہ سے براہ راست واقف ہوتے تھے اس وقت تک فقہ حنفی کو عروج نہیں ہوا۔ جب عربی حکومت کا تنزل شروع ہوا اور ترکوں کا دور شروع ہوا جو محض جاہل و وحشی تھے اس وقت سے فقہ حنفی عموماً سلاطین کا مذہب قرار دیا گیا اور اسی وقت سے تعیین و تذہب و تعصب و جدال و خلاف کی بنیاد پڑی۔ (حواشی ابو الکلام آزاد۔ ص ۲۷۴۔ منقول از التوعیہ دہلی)۔

پھر تقلید شخصی میں اتنا غلو کیا جانے لگا کہ چار فقہی مذاہب میں حق دائر ماننے کے باوجود ایک مذہب کے التزام پر بھی زور دیا جانے لگا۔ اگر ایک مذہب کا مقلد دوسرے مذہب میں چلا جاتا تو وہ سزا کا مستحق ہوتا تھا۔

> سراجیہ میں ہے ارتحل الی مذھب الشافعی یعزّر ۔ (درمختار نولکشوری ص ۱۶۰ و شامی مجتبائی ج ۳ ص ۱۹۰) پس حنفی کے لئے جب شافعی ہونا منع تھا تو اہل حدیث ہو جانا کب برداشت ہو سکتا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی مقلد پر حق ظاہر ہو جاتا اور وہ اہلحدیث کے طریقہ پر عمل کرنے لگتا تو اسے دھمکایا جاتا، توبہ کرائی جاتی، ورنہ قید کر دیا جاتا تھا کیونکہ اس نے تقلید سے رجوع کیا جو مقلدوں کے یہاں بالاتفاق حرام تھا لا یرجع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمّا قلّد فیه اتفافاً (تحریر لابن الہمام حنفی)

تاتارخانیہ وفتاوی حمادیہ قلمی ورق ۱۲۳ و جواہر الفتاوی قلمی ورق ۲۴۳ میں مرقوم ہے :

.ایک شخص حنفی مذہب چھوڑ کر نماز میں قرأت فاتحہ خلف امام اور رفع یدین کرنے لگا۔ وہاں کے ایک بڑے حنفی عالم کو خبر ہوئی تو سخت ناراض ہوئے، جا کر حاکم شہر سے اس کی رپورٹ کی۔ کوتوال نے اس شخص کو بلا کر دریافت کیا۔ پھر جلاد سے کہا کہ اسے سر بازار کوڑے لگائے۔ کچھ لوگوں کو اس غریب عامل بالحدیث پر رحم آ گیا انہوں نے دوڑ دھوپ کی۔ آخر اس سے توبہ کرائی گئی اور آئندہ کے لئے اس سے عہد و پیمان لیا گیا تو اسے رہائی نصیب ہوئی۔ (انتصار الحق۔ص ۲۵۰)۔ (یہ واقعہ امام محمد کے شاگرد ابوحفص کبیر کا ہے اور تیسری صدی ہجری کا ہے)

حافظ عبدالغنی مقدسی، اہل حدیث تھے، چھٹی صدی کے فقہاء نے ان کا خون مباح کر دیا تھا۔ پھر بعض صاحب اثر حضرات کی سعی سے ان کے قتل کا حکم منسوخ ہوا لیکن دمشق سے نکال دیے گئے۔ مصر میں گم نامی میں فوت ہوئے (تذکرۃ الحفاظ۔ ج ۴۔ص ۱۶۶)

سید محمد بن اسماعیل صنعانی کو بجرم انکار تقلید، اور عمل برفع الیدین وغیرہ قید خانہ میں ڈال دیا گیا تھا۔ (البدر الطالع۔ ج ۲ ص ۱۳۴)۔ (سواء الطریق مع ایضاح الطریق۔ ملخصاً)

اس کے باوجود دنیائے اسلام سے اہل حدیث مٹ نہیں گئے تھے اور جیسا کہ ہم قبل ازیں بتا چکے ہیں کہ ہر قسم کے نامساعد حالات کے باوجود وہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں، اقلیت ہی میں سہی لیکن، موجود رہے ہیں۔ کہیں وہ اہل حدیث کے نام سے آوازہ حق بلند کرتے رہے ہیں، کہیں ان کی شناخت شافعیوں کے بھیس میں چھپی رہی ہے اور کہیں انہیں ظواہر کے طور پر نشان زد کیا گیا ہے۔ جیسا کہ:

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف المزّی الدمشقی اہل حدیث ہیں۔ انہیں بعض لوگ شافعی کہتے ہیں۔ اگر یہ شافعی ہوتے تو شافعی مذہب کے لوگ ان کے دشمن نہ ہوتے اور نہ شافعی مذہب کا قاضی انہیں سزا دیتا۔ درر کامنہ میں ہے

قرء المزّی فصلاً من کتاب افعال العباد للبخاری فی الجامع فسمعه بعض الشافعیة فغضب ... و رفعوه الی القاضی الشافعی فامر بحبسه (ج ۱ ص ۱۴۶) یعنی امام مزی نے دمشق کی جامع مسجد میں امام بخاری کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب خلق افعال العباد کی صرف ایک ہی فصل پڑھی تھی کہ بعض شافعی لوگ سن کر غصہ میں آ گئے۔ قاضی شافعی کے پاس اس مقدمہ کو لے گئے تو اس قاضی نے امام مزی کو قید کر دیا۔

تقی الدین سبکی نے امام مزّی کے بارے میں لکھا ہے الامام العلامة الحافظ الناقد حجة اهل الحد يث فر يد دهره ۔(ج ۶۔ص ۲۵۵)

فقال مروزی اہل حدیث ہیں، ان کے متعلق جناب عبدالحی لکھنوی نے النافع الکبیر ص ۱۰۰ میں لکھا ہے و قد نقل عن ابی بکر القفال وفلان و فلان انهم قالوا لسنا مقلدين للشا فعی بل وافق رأينا رأيه۔ كذا فی التقرير و التحبير ص ۳۴۰ ج ۳۔ یعنی فقال مروزی وغیرہ نے کہا ہے کہ ہم امام شافعی کے مقلد نہیں صرف ہماری رائے ان کی رائے کے موافق ہوگئی ہے۔ فقال مروزی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو سائل سے دریافت کرتے تسأل عن مذ هب الشافعی ام ما عندی (تقریر تحبیر صفحہ مذکور) یعنی تو امام شافعی کا مذہب پوچھتا ہے یا میرا؟

صاف ظاہر ہے کہ شافعی کے مقلد نہ تھے بلکہ خود مجتہد تھے۔ یہی فقال ہیں جو محمود غزنوی سے متعلق ایک واقعہ میں مذکور ہیں۔ (۱۱)

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ کتابوں میں اہل حدیث لکھا ہوتا ہے وہاں شافعیہ مراد ہوتے ہیں جیسا کہ طبقات سبکی سے حوالہ دیا جاتا ہے اذا اطلق اهل الحد يث لا يراد غير الشا فعية، کہ اطلاق اہل حدیث سے شافعیہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ یہ بات درست نہیں اس لئے کہ شافعیہ تو امام شافعی کے مقلدوں کو کہا جاتا ہے اور امام شافعی نے خود فرمایا اذا رأيت رجلاً من اصحاب الحد يث فكانّی رأيت النبی ﷺ حياً (شرف اصحاب الحدیث ص ۴۷۔۴۸) (جب میں کسی اہل حدیث کو دیکھتا ہوں تو گویا آنحضرت ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں) یہ بات امام شافعی کس کی شان میں فرما رہے ہیں۔ کیا اپنے مقلدوں کی شان میں؟ (سواء الطریق مع ایضاح الطریق۔ ملخصاً)

جناب بٹالوی لکھتے ہیں:

اہلحدیث کا خطاب (اہلحدیث) پرانا خطاب ہے۔ جو لوگ بلا واسطہ مجتہدین حدیث پر عمل کرتے اور اہلحدیث کہلاتے ہیں ان کا قدیم سے چلا آنا اور ان کے اس عمل کا زمانہ قدیم میں پایا جانا ہم اپنے مضمون اہل حدیث قدیم ہیں یا جدید بضمن رسالہ نمبر ۱۲ جلد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۸ میں ثابت کر چکے ہیں۔ اس مضمون میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ان کا یہ خطاب بھی ویسا ہی قدیم ہے جیسا کہ ان کا وجود و عمل قدیم ہے۔

فتاوی حمادیہ میں بذیل کتاب الحدود اور ردالمحتار مطبوعہ مصر کی جلد ۳ میں بصفحہ ۱۹۰ لڑکی کے رشتے والہ واقعہ نقل کیا ہے (جسے ہم کسی اور مقام پر درج کر چکے ہیں)۔

اور ردالمحتار جلد ۳ بصفحہ ۲۴۴ کہا ہے

و فی شرح اصول البزدوی للعلا مہ ا لا کمل قال اکثر ا صحابنا و اکثر اصحاب الشافعی ان الاشیاء التی یجوز ان یرد الشرع باجتھاد و حرمتھا قبل ورده علی الاباحة وھی الاصل فیھا حتی ابیح لمن لم یبلغه الشرع ان یا کل ما شاء والیه اشار محمد فی الاکراہ حیث قال اکل المیته وشرب الخمر لم یحرما الا بالنھی فجعل الاباحة اصلاً و الحر مة بعارض النھی وھو قو ل الجبائی و ابی ھاشم و اصحا ب الظاھر و قال بعض اصحا بناو بعض اصحا ب الشا فعی و معتز له بغداد انھا علی الخطر و قالت ا لاشعریة و عامة اھل الحد یث انھا علی الوقف حتی ان من لم یبلغه الشرع یتو قف و لا یتنا وله شیئاً۔

کہ علامہ اکمل کی شرح بزدوی میں ہے کہ ہمارے اکثر ہم مذہب (حنفیہ) اور امام شافعی کے اکثر پیرو اس امر کے قایل ہیں کہ جن چیزوں کی جواز یا ممانعت کی نسبت شرع کا کوئی حکم وارد نہ ہو، وہ مباح الاصل ہیں۔ ان کے نزدیک اس شخص کو جس کو شریعت نہ پہنچے سب کچھ کھا لینا مباح ہے اسی کی طرف امام محمد کے اس قول کا کہ مردار اور خنزیر کو شرع ہی نے حرام کیا ہے، اشارہ پایا جاتا ہے۔ انہوں نے سب چیزوں کو مباح الاصل قرار دیا ہے اور حرمت اشیاء کو نہی شارع کے سبب سے عارضی ٹھہرایا ہے۔ یہی جبائی اور ابو ہاشم اور ظاہریہ کا قول ہے اور ہمارے بعض اہل مذہب اور امام شافعی کے بعض پیرو اور بغداد کے معتزلہ قائل ہیں کہ اصل حکم تمام چیزوں میں ممانعت ہے۔ اشعریہ اور اکثر اہل حدیث کا مذہب توقف ہے وہ کہتے ہیں جس کو کسی چیز کی نسبت شرع سے جواز کا حکم نہ پہونچے وہ اس کے کھانے سے توقف کرے۔

ایسا ہی مسلّم الثبوت کے متن اور حاشیہ منہیہ اور ملا مبین کے حاشیہ مسلّم میں تمام چیزوں کے اصلی حکم حرمت یا اباحت کی نسبت علماء کا اختلاف بیان کیا اور اس میں مذہب اہل حدیث کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب حنفیہ وشافعیہ کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔اس مقام پر ملامبین کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

و اما الخلاف المنقول عن اهل السنة ان الاصل فی الاحکام الاباحة ای لیس فی الفعل ثواب ولا فی الترك عقاب کما هو ای الاصل الاباحة مختاراکثر الحنفیه والشافعیة قال الحاشیة منهم العراقیون قالوا والیه اشار محمد فیمن حدد بالقتل علی اکل المیته و شرب الخمر فلم یفعل حتی قتل بقوله خفت ان یکون آثماً لا ن اکل المیته و شرب الخمر لم یحرما الا با لنهی فجعل ا لا با حة اصلاً و الحرمة بعارض النهی کذا فی التقریر انتهی۔ او ا لاصل الخطر کما ذهب الیه ای الی الخطر غیر هم ای غیر اکثر الحنفیة و الشا فعیة قا ل فی الحا شیة منهم ابو منصور الما تر یدی و صا حب الهدا یة و عا مة اهل الحد یث ۔ حا شیه مسلّم ، لملا مبین

اہل سنت کا یہ اختلاف کہ اصلی حکم اباحت ہے جس کے عمل پر نہ ثواب ہو نہ عذاب جیسے اکثر حنفیہ وشافعیہ کا مذہب ہے۔مصنف نے حاشیہ میں کہا ہے کہ عراقی فقہاء حنفیہ اسی مذہب والوں میں ہیں۔وہ کہتے ہیں اسی مذہب اباحت کی طرف امام محمد نے بھی اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ جس کو مردار کھانے یا شراب پینے پر قتل سے کوئی ڈراوے اور وہ مردار نہ کھائے اور شراب نہ پئے تو مجھے خوف ہے کہ وہ گناہ گار ہوگا۔کیونکہ مردار وشراب تو صرف حکم شرع سے حرام ہوئے ہیں۔اس قول میں انہوں نے اباحت کو اصلی ٹھہرایا ہے اور حرمت کو عارضی۔یا وہ اصل حکم ممانعت چنانچہ اکثر حنفیہ وشافعیہ کے سوا اور لوگ قائل ہیں۔ان کی تمثیل میں مصنف نے حاشیہ منیہ میں کہا ہے کہ ازانجملہ امام ابومنصور ماتریدی اور صاحب ہدایہ ہیں اور اکثر اہلحدیث

اشباہ والنظائر اور حموی شرح اشباہ والنظائر مطبوعہ کلکتہ میں بصفحہ ۱۰۰ کہا ہے کہ بعض اہل حدیث نے کہا ہے کہ اصل حکم اشیاء کا حرمت ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ ملک غیر میں بلا اذن اس کے تصرف جائز نہیں۔

و قال بعض اهل الحدیث ا لاصل فیها الخطر و دلیله ان التصرف من ملک الغیر بغیر اذنه لا یجوز۔

اور طحطاوی مطبوعہ مصر کی کتاب الذبائح میں بصفحہ ۱۵۳ کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فان قلت ما وقوفک علی انک علی صراط مستقیم و کل واحدٍ من هذه الفر ق یدعی انه علیه قلت لیس ذ لک با لادعاء و التشبث باستعما لهم الوهم القا صر و القول الزا عم بل بالنقل عن جهابذة هذه الصنعة وعلماء اهل الحد یث الذ ین جمعوا صحاح ا لاحادیث فی امور رسول الله ﷺ واحوا له وافعاله وحرکا ته وسکناته واحوال الصحا بة و المهاجرین والانصار الذین اتبعوهم باحسان مثل امام البخاری و مسلم وغیرهما من الثقات المشهورین الذ ین اتفق اهل المشرق والمغرب علی صحة ما اورده فی کتبهم من امور النبی ﷺ و اصحا به ر ضی الله عنهم ۔(طحطاوی ص۱۵۳)

کہ اگر کوئی معترض کہے کہ تم کو اپنا (اہل سنت حنفیہ شافعیہ وغیرہ کا) سیدھے راہ پر ہونا کیونکر معلوم ہوا حالانکہ ہر ایک اسلامی فرقہ شیعہ خارجی وغیرہ یہی دعوی کرتے ہیں، اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ یہ بات صرف دعوی اور وہم کے ساتھ تمسک کرنے سے نہیں ہے بلکہ اس امر کے پرکھنے والوں اور اہل حدیث کی نقل کی شہادت سے ہے جنہوں نے آنحضرت ﷺ وصحابہ و تابعین کے احوال وافعال واقوال میں حدیثیں جمع کی ہیں۔

اور ملاعلی کی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ ازانجملہ ایک یہ مسئلہ ہے کہ مقلد کا (جو خدا کو بلا دلیل مانے) ایمان معتبر و درست ہے امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری و مالک واوزاعی و شافعی و احمد اور اکثر فقہاء اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ اس کا ایمان صحیح ہے مگر وہ مقلد تمسک بدلیل کے ترک کرنے سے گناہگار ہے

منها ان ایمان المقلد الذی لا دلیل معه صحیح قال ابوحنیفه و سفیان الثوری ومالک والاوزاعی والشافعی و احمد و عامة الفقهاء و اهل الحد یث صحّ ایما نه ولکنه عامل بترك ا لاستدلال (شرح فقہ اکبر)

اور ردالمحتار ج ۳ میں بصفحہ ۲۹۳ وصفحہ ۳۰۹ فتح القدیر سے نقل کیا ہے کہ خوارج جو مسلمانوں کی خون ریزی اور مالوں کو حلال سمجھتے ہیں اور صحابہ کو کافر بتاتے ہیں، اکثر فقہاء اور اہل حدیث کے نزدیک باغیوں کے حکم میں ہیں۔ بعض اہل حدیث کہتے ہیں کہ وہ مرتد ہیں۔ امام ابن المنذر فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ ان اہل حدیث کا اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکفیر خوارج میں کوئی اور موافق وہم خیال گذرا ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء کا عدم تکفیر پر اجماع ہے

و ذکر فی فتح القدیر ان الخوا ر ج الذ ین یستحلو ن دماء المسلمین و اموا لھم و یکفرون الصحا بة حکمھم عند جمھور الفقھاء و اھل الحد یث حکم البغاة و ذھب بعض اھل الحد یث الی انھم مر تدون قال ابن المنذر ولا اعلم احداً وافق اھل الحد یث علی تکفیرھم وھذا یقتضی نقل اجماع الفقھاء

اور فتح القدیر جلد اول مطبوعہ لکھنو میں بصفحہ ۱۸۸ کہا ہے کہ حوا د ث کے وقت نمازوں میں دعا قنوت پڑ ھنا برا بر جاری رہا ہے، منسوخ نہیں ہوا اور اسی امر کی ایک جماعت اہل حدیث قائل ہے اور انہوں نے حدیث انس کو کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ قنوت پڑھتے رہے، یہاں تک دنیا سے جدا ہوئے، اس قنوت حوادث پر محمول کیا ہے

لنا ان القنو ت للنا ز لة مستمرّ لم ینسخ و به قا ل جماعة من اہل الحد یث و حملوا علیه حد یث ابی جعفر عن انس ما زا ل یقنت حتی فارق الد نیا ای عند النوازل ۔

اور بحر الرائق کی جلد اول میں بصفحہ ۶۴ کہا ہے کہ شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ بیان کیا ہے کہ اگر مسلمانوں پر کوئی حادثہ واقع ہو تو امام جہری نمازوں میں دعا قنوت پڑھے اور یہی سفیان ثوری اور احمد بن حنبل کا قول ہے اور اکثر اہل حدیث کا یہ مذہب ہے کہ حوادث کے وقت سبھی نمازوں میں سری ہوں، خواہ جہری دعاء قنوت مشروع ہے۔

فی شر ح النقا یه مغر یا الی الغا یه و ان نز ل بالمسلمین نا زلة قنت الامام فی صلوة الجھر و ھو قول الثوری و احمد و قال جمھور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوة کلھااو یحمل علی قنوت النوازل کمااختاره بعض اھل الحدیث انه علیه الصلوة و السلام لم یزل یقنت فی النوازل (مستملی ص ۲۲۷ جلد اول) ۔ مستملی جلد اول میں حنفی مذہب میں بجز وتر دعاء قنوت مسنون نہ ہونا بیان کر کے کہا ہے کہ جس قنوت کا ذکر حدیث میں ہے اس سے وہ قنوت مراد ہے جو حوا د ث کے وقت پڑ ھا جا تا ہے چنا نچہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہلحدیث کا مذہب ہے۔

اور ردالمحتار مطبوعہ مصر جلد اول بصفحہ ۴۵۱۔ اور طحطاوی مطبوعہ مصر جلد اول بصفحہ ۴۴۷ کہا ہے کہ یہ جو درمختار میں کہا ہے کہ بقول بعض سبھی نمازوں میں (سری ہوں یا جہری) قنوت پڑھے اس سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول بھی حنفی مذہب میں ہے مگر یہ تو جان چکا ہے کہ اس مسئلہ کا بجز شافعی کوئی امام قائل نہیں۔ اس صورت میں صاحب درمختار کو مناسب تھا کہ اس مسئلہ کو امام شافعی اور اہلحدیث کی طرف منسوب کرتا تاکہ اس کے کلام سے یہ وہم نہ ہوتا کہ یہ حنفی مذہب میں ایک قول ہے:

وقیل فی الکل قد علمت ان هذالم یقل به الاالشافعی وعزاه فی البحرالی جمهوراهل الحد یث فکان ینبغی عزوه الیهم لئلا یوهم انه قول فی المذ هب۔

اور خلاصہ کیدانی میں ہے نماز میں دسواں فعل حرام (حنفی مذہب میں) انگلی سے اشارہ کرنا ہے جیسے اہل حدیث کرتے ہیں:

العاشرة الا شارة بالسبا بة کا هل الحد یث۔

تفتازانی کی شرح خلاصہ کیدانی میں ہے رفع یدین اس محل میں جہاں شرع کا حکم نہیں اس سے رکوع کے بعد قومہ میں رفع یدین کرنے کی جیسا کہ شافعی اور اہل حدیث کرتے ہیں، نفی کرنا مراد ہے کیونکہ وہی لوگ قومہ میں سینہ تک قبلہ کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسے دعا میں اٹھائے جاتے ہیں:

و رفع الیدین فی غیر ما شرع اراد به نفی الرفع بعد الرکوع فی القومه الی الصدر نحو القبلة کما یر فع للد عاء

یہ سولہ کتابوں کی شہادتیں ہیں جن میں متوفی علماء حنفیہ متقدمین ومتاخرین کی اس امر پر شہادتیں پائی جاتی ہیں کہ ان علماء نے ایک خاص فرقہ کو جو نہ حنفی کہلاتا تھا نہ شافعی، اہل حدیث کہا ہے اور حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ اہل مذاہب کے مقابلہ میں ان کا ذکر کیا ہے

(اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۴ ص ۱۲۱۔۱۲۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہند میں اہلحدیث کی نشأۃ ثانیہ

جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

اس ملک و دیار (ہندوستان) میں ابتداء سلطنت مغلیہ سے زمانہ ظہور مذہب اہل حدیث تک حنفیہ ہی کا مذہب معمول و مروج رہا۔ مذہب اہل حدیث گو قدیم ہے اور عرب وغیرہ بلاد اسلام میں وہ ابتداء سے معمول و مروج چلا آیا ہے۔ مگر اس کا ظہور ہندوستان میں شاہ ولی اللہ کے زمانہ میں ہوا۔ پھر مولانا محمد اسماعیل اور مولانا محمد اسحاق سے کچھ اس کا نشو ونما ہوا۔ اب اس زمانہ میں وجود باجود شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی سے تمام ہندوستان میں اس کا شیوع تام وقوع میں آیا۔ لہذا جب کوئی مسئلہ مذہب اہل حدیث کا مذہب حنفیہ کے مخالف ظاہر ہوا اس ملک کے اکثر حنفی باشندگان کو جو عوام ہیں (رہے خواص، اس میں بعض جو حق گو تھے وہ اہل حدیث کے مؤید اور ان کے مسائل مذہبی کے مصدق رہے۔ مگر چونکہ وہ کم تھے، ان کی بات نقارخانہ میں طوطی کی آواز کی مانند نہ سنی گئی، اور بعض دیدہ دانستہ حلوے و مانڈے کے فوت ہو جانے کے خوف سے ساکت رہے وہ البتہ معذور نہیں ہیں) اور علوم و مسائل سے محض بے خبر، نیا اور ناگوار معلوم ہوا اور ان کی وحشت و نفرت کا سبب بنا پس بحکم مثل مشہور کے من جھل شیئاً اعداہ (یعنی جو کسی چیز سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن ہو جاتا ہے) جو عادت اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے، اس مسئلہ اور اس کے مجوز کو انہوں نے برا کہنا شروع کیا۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۱۱ ص ۳۴۴۔۳۴۵)

اہل حدیث کے قدیم خطاب کے علی الرغم ہندوستان کے اہل حدیث کو وہابی کہے جانے پر جناب محمد حسین بٹالوی نے آواز اٹھائی۔ وہ بتاتے ہیں کہ:

اضلاع مغرب و شمال و اودھ کی انتظامی رپورٹ سالانہ ۱۸۸۰۔۱۸۸۱ میں دیسی اخباروں کے ذیل میں اشاعۃ السنہ اور اس کے مہتمم کو بایں الفاظ یاد کیا گیا:

اخبار اشاعۃ السنہ ایک مذہبی اخبار ہے جس کا مہتمم ایک وہابی مسلمان ہے اور خاص کر سید احمد خان کے مذہبی مسائل کی نسبت نکتہ چینی اور ان کی تردید کیا کرتا ہے۔

مولانا بٹالوی کہتے ہیں کہ میں نے گورنمنٹ رپورٹر کو شکایت بھیجی۔ اس نے میرا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خط گورنمنٹ مما لک مغرب وشمال واودھ کے سامنے پیش کر دیا اس کے جواب میں سکرٹری گورنمنٹ کی طرف سے اس لفظ (وہابی) کے لکھے جانے پر کمال افسوس ظاہر کر کے عذر کیا گیا اور آئندہ کے لئے وعدہ کیا کہ ایسا لفظ مہتمم اشاعۃ السنہ کے حق میں آئندہ نہیں لکھا جائے گا۔
(اشاعۃ السنہ جلد۴ نمبر۱۱ بابت ذی الحج ۱۲۹۸ھ مطابق نومبر ۱۸۸۱ء ص ۳۲۱)

No 279 of 1882

General Department of the N.W. Provinces and Ovdh

Dated - Camp Luknnow January 28, 1882

Office Memo

The Proprietor and manager of the Isha'atul Sunnah newspaper, Lahore, is informed in reply to his letter of the 11th January 1882 to the address of the Govt Reporter on the 'Vernacular Press of Upper India, that undersigned regrets that the religious position of the proprieter and manager was 'described in annual administration report of these provinces for the years 1880-81 by a name that is offensive to him. The use of the term to which he objects was not intended to cast any slees whatever upon him, and it will in future be carefully avoided.

C Robertson

Secretry to the Govt of the N.W. Provinces and Ovdh

(اشاعۃ السنہ جلد۴ نمبر۱۱ بابت ذی الحج ۱۲۹۸ھ مطابق نومبر ۱۸۸۱ء ص ۳۲۲

اس کے بعد انہوں نے باقاعدہ حکومت کو درخواست دے کر لفظ وہابی کے استعمال کے انسداد کا فیصلہ حاصل کیا۔ آپ بتاتے ہیں کہ حکم ممانعت استعمال لفظ وہابی کے ساتھ یہ بھی احتمال تھا کہ اس فرقہ کو بجائے لفظ وہابی کے لفظ غیر مقلد سے مخاطب کیا جاتا۔ اس احتمال کی مدافعت کے لئے انہوں نے مقام شملہ سے ایک استشہاد جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا:

جو لوگ ہماری درخواست مندرجہ نمبر ۹ جلد ۸ سے متفق ہیں اور وہ اپنا مذہبی خطاب اہل حدیث پسند کرتے ہیں اور بجائے اہل حدیث، وہابی یا غیر مقلد کہلانے کو برا جانتے ہیں، وہ اس مضمون کی ایک سطر اس استشہاد پر تحریر کر کے اس پر اپنا دستخط ثبت کریں.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس استشہاد پر اہل حدیث مختلف صوبہ جات ہندوستان پنجاب، ممالک مغرب و شمال واودھ، بمبئی، مدراس، بنگال، ممالک متوسط کے تین ہزار ایک سو چھتیس اعیان اشخاص نے یہ ظاہر کیا کہ ہم لفظ غیر مقلد کو بھی ویسا ہی برا جانتے ہیں جیسا کہ لفظ وہابی کو۔ گورنمنٹ ہم کو اس لفظ کے ساتھ مخاطب کرنے سے بھی معاف رکھے اور ہم کو بجز اہل حدیث کسی لفظ سے مخاطب نہ کرے۔

اس استشہاد کو اس درخواست کی تائید میں گورنمنٹ میں پیش کیا گیا۔ اور اشاعۃ السنہ کی پچھلی جلدوں اور تصانیف آنریبل سید احمد خان سے تہذیب الاخلاق اور جواب رسالہ ڈاکٹر ہنٹر کو جن میں یہ بیان ہے کہ اہل حدیث لفظ غیر مقلد کو بھی ویسا ہی برا سمجھتے ہیں جیسا کہ لفظ وہابی کو، اور اس گروہ کا قدیمی خطاب اہلحدیث ہے۔ اور ایک فتوی علماء حنفیہ زمانہ حال کو جس میں بحوالہ معتبرات مذہب حنفیہ یہ تصریح ہے کہ اہل حدیث قدیم ہیں اور یہ خطاب ان کے لئے ہمارے فقہاء نے تسلیم کیا ہے اور اپنی پرانی کتب مذاہب میں ان کے حق میں استعمال کیا ہے؛ گورنمنٹ میں پیش کیا جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ گورنمنٹ کے نزدیک لفظ غیر مقلد بھی ویسا ہی دل آزار سمجھا گیا جیسا کہ لفظ وہابی اور اس گروہ کو اس کے استعمال سے بھی معاف کیا گیا۔

جناب بٹالوی بتاتے ہیں کہ حکومت نے فرقہ کا خطاب اہل حدیث کیوں مقرر نہ کیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اس امر کو مذہبی معاملہ سمجھا اور اس کا تصفیہ خود اہلاسلام کے سپرد کیا۔ چنانچہ اے پی مگڈانل سکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ اپنی نیم سرکاری چٹھی مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۸۸۶ء موسومہ اڈیٹر اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں:

جس معاملہ سے آپ کو تعلق ہے اس میں کامل غور و تعمق کرنے کے بعد گورنمنٹ ہند نے باتفاق رائے گورنمنٹ پنجاب یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ آئندہ لفظ وہابی کا استعمال موقوف کیا جائے ... گورنر جنرل باجلاس کونسل لفظ اہل حدیث، یا غیر مقلد مقرر نہیں کر سکتے ... چونکہ گورنمنٹ مذہبی معاملات میں بالکل خاموش رہتی ہے لہذا اس پالیسی کے لحاظ سے گورنمنٹ اور کچھ نہیں کر سکتی ... اگر کوئی مناسب خطاب عام طور پر قبول کر لیا جائے گا تو گورنمنٹ ایسے منظور شدہ خطاب کے استعمال کے متعلق اہل اسلام کی خواہشوں پر تائیدی نظر سے غور کرے گی۔ (اشاعۃ السنہ ص ۲۰۱ جلد ۹ نمبر ۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب مرکزی حکومت ہنداور پنجاب (جو اس وقت دہلی سے پشاور تک تھا) سے ممانعت ہوگئی تو مولانا بٹالوی فرماتے ہیں:

اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۹ کے مضمون کو جس میں گورنمنٹ ہنداور پنجاب کے خطوط اور علماء و اڈیٹرز کی تحریریں .انگریزی میں ترجمہ کرا کے چھپوایا اور پمفلٹ کی صورت میں اس کو پبلک میں شائع کیا۔ اور اس کی کاپی اپنی درخواست کے ساتھ ہر لوکل (صوبائی) گورنمنٹ ہندوستان کو پیش کی .. ان گورنمنٹوں نے درخواست قبول کر کے اپنے اپنے صوبہ جات میں پالیسی گورنمنٹ ہند و پنجاب کے مطابق ممانعت استعمال لفظ وہابی کا حکم نافذ کیا۔ ذیل میں چند خطوط اردو میں نقل کئے جاتے ہیں:

☆ ترجمہ جواب گورنمنٹ ممالک مغربی وشمالی واودھ

نمبر ۳۷۶۔ ۱۸۸۸ء ۶۔۳۷۰۔آئی وی

پولیٹکل ڈپارٹمنٹ صوبہ ممالک مغربی وشمالی واودھ

مورخہ نینی تال ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء

یادداشت دفتر

ایک درخواست مورخہ ۲۶ مئی ۱۸۸۸ منجانب ابوسعید محمد حسین از لاہور بدیں استدعا پڑھی گئی کہ استعمال لفظ وہابی کو صوبجات ہذا کی سرکاری خط وکتابت میں منع کیا جائے۔ حکم ہوا کہ درخواست دہندہ کو اطلاع دی جائے کہ لفٹنٹ گورنر و چیف کمشنر نے واسطے موقوفی استعمال لفظ وہابی کے سرکاری خط وکتابت میں ہدایات جاری فرمادی ہیں۔

دستخط ایل۔ایچ۔بی۔امپی انڈر سکرٹری گورنمنٹ ممالک مغربی وشمالی واودھ

☆ ترجمہ جواب گورنمنٹ ممالک متوسط ناگپور وغیرہ

نمبر ۴۰۸۵۔ ۲۰۷، مورخہ ۱۴ جولائی ۱۸۸۸ء

بنام ابوسعید محمد حسین اڈیٹر اشاعۃ السنہ

راقم کو ہدایت ہوئی کہ ابوسعید محمد حسین کو بجواب ان کی چٹھی نمبری ۳۰۳ مورخہ ۳۱ مئی ۱۸۸۸ء مطلع کرے کہ ان صوبہ جات میں ہدایات جاری ہوگئی ہیں کہ استعمال لفظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہابی کا، جس پر اعتراض ہے، سرکاری خط وکتابت میں ترک کیا جاوے۔
مطبوعہ کاغذات جوان کی چٹھی موصولہ کے ساتھ آئے تھے وہ واپس جاتے ہیں۔
دستخط جے۔آر۔انڈرڈ۔قائم مقام سکرٹری چیف کمشنر صوبجات وسطی

☆ ترجمہ جواب گورنمنٹ مدراس

۱۵۔اگست ۱۸۸۸ء نمبر ۱۷۲۷ جوڈیشیل
گورنمنٹ مدراس۔جوڈیشیل ڈیپارٹمنٹ
مندرجہ ذیل کاغذ پڑھا گیا:
چٹھی منجانب انڈر سکرٹری گورنمنٹ ہند ہوم ڈیپارٹمنٹ (جوڈیشیل) موخہ شملہ ۲۸ جولائی ۱۸۸۸ء نمبر ۱۲۳۷۔
حکم مورخہ ۱۵۔اگست ۱۸۸۸ء نمبر ۱۷۲۷ جوڈیشیل
گورنر باجلاس کونسل ہدایت فرماتے ہیں کہ استعمال لفظ وہابی آئندہ کے لئے سرکاری تحریرات میں موقوف کیا جائے اور بموجب خواہش اظہار کردہ کے یہ فرقہ مسلمانوں کا بلقب اہل حدیث ملقب کیا جائے۔
دستخط پی ایف پرائس قائم مقام چیف سکرٹری
بنام جملہ محکمہ جات سکرٹریٹ۔وبنام اڈیٹر اشاعۃ السنہ

☆ ترجمہ جواب گورنمنٹ بمبئی

نمبر ۵۷۲۲۔ ۱۸۸۸ء
پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ۔بمبئی کیسل۔۲۴۔اگست ۱۸۸۸ء
منجانب ڈبلیو لی وانر، سکرٹری گورنمنٹ بمبئی پولیٹکل ڈپارٹمنٹ
بخدمت ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر اشاعۃ السنہ لاہور
صاحب من! مجھ کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی چٹھی نمبری ۲۹۴ مورخہ ۲۶ مئی ۱۸۸۸ء کی رسید کا اظہار کروں جس میں گورنمنٹ سے درخواست کی گئی ہے کہ سرکاری خط وکتابت میں لفظ وہابی کا استعمال گروہ اہل حدیث کی نسبت موقوف کئے جانے کا حکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صادر کرے، جیسا کہ پنجاب گورنمنٹ نے کیا ہے۔

جواب میں، میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ گورنر باجلاس کونسل خوشی سے آپ کی درخواست منظور کرتے ہیں۔تمام دفاتر کے سر دفتروں کے نام ہدایات جاری ہوگئی ہیں کہ لفظ وہابی سرکاری خط وکتابت سے اور رپورٹوں میں ترک کیا جائے اور اس فرقہ کو لفظ اہل حدیث کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

مجھے اے صاحب! آپ کا نہایت فرمان بردار خادم ہونے کی عزت حاصل ہے۔

ڈبلیو لی وارنر سکرٹری گورنمنٹ بمبئی۔ (اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد ۱۱ص ۳۶۔۳۹)

☆ گورنمنٹ بنگال (یعنی متحدہ بنگال جس میں بنگلہ دیش اور مغربی بنگال کلکتہ والہ دونوں شامل ہیں) نے درخواست کو منظور کیا اور اس کی منظوری سے (جو فروری ۱۸۸۹ء میں ہو چکی تھی) مارچ ۱۸۹۰ء میں بذریعہ یادداشت دفتر خاکسار کو مطلع کیا۔نقل دا داشت یہ ہے:

صیغہ جوڈیشیل و پولیٹکل وتقرریات۔جوڈیشیل نمبر ۵۶۔ایس بی۔کلکتہ ۴ مارچ ۱۸۹۰ء

یاداشت: بجواب ابوسعید محمد حسین صاحب پبلشر اشاعۃ السنہ کی چٹھی نمبری ۸۲۸ مورخہ ...اکتوبر ۱۸۸۹ء کے راقم کو حکم ہوا ہے کہ وہ مولوی صاحب کو اس دفتر کی چٹھی نمبر ۱۳۹ جے، مورخہ ۷ فروری ۱۸۸۹ء کی طرف توجہ دلائے جس میں یہ لکھا ہے: وہابی کا لفظ آئندہ کسی ایسے اشخاص کی جماعت کی نسبت استعمال نہ کیا جائے جو باضابطہ اس کے استعمال کی نسبت اعتراض کریں؛

ایک نقل چٹھی مذکورہ کی برائے اطلاع ملفوف ہے

بحکم لفٹنٹ گورنر بنگال۔ دستخط۔ ای۔ارل۔قائم مقام انڈر سکرٹری گورنمنٹ بنگال

بخدمت ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

(اشاعۃ السنہ ج ۱۲ نمبر ۱ تا ۵ مطابق ۱۸۸۹ء ص ۲)

☆ نقل چٹھی متضمن حکم ممانعت

نمبر ۱۳۹ جے کلکتہ مورخہ ۷ فروری ۱۸۸۹ء

از: ای ارل قائم مقام انڈر سکرٹری گورنمنٹ بنگال محکمہ جوڈیشیل و پولیٹکل وتقرریات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بخدمت : ابوسعید محمد حسین صاحب اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ

بجواب آپ کی چٹھی نمبری ۹۶۴ مورخہ ۷ دسمبر اور اس سے پہلی تاریخ کے خطوط کے، مجھے اس امر کے لکھنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ لفٹنٹ گورنر نے کمال احتیاط سے اس معاملہ میں تحقیقات اور غور کامل کی ہے۔ لفٹنٹ گورنر کو معلوم ہوا ہے کہ وہابی کا لقب بنگال کے انتظامی اور جوڈیشیل کاغذات میں اس قدر کثرت سے استعمال ہوا ہے اور خصوصاً گذشتہ ۲۵ سال میں اس قدر لکھا جاتا رہا ہے کہ کوئی حکم جو اس کے گذشتہ استعمال کی ممانعت کے بارہ میں ہو، وہ بالکل عمل درآمد نہ ہوگا۔ تو بھی سر سٹوآرٹ بیلی اس حکم کے صادر کرنے پر رضامند ہیں کہ آئندہ کے لئے یہ لفظ کسی ایسے شخص یا کسی فرقہ کے اشخاص کی نسبت استعمال نہ کیا جاوے جو باضابطہ اس لفظ کے استعمال کی نسبت اعتراض کریں۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۲ ص ۳۔۴)

انسداد لفظ وہابیت کی خبر ہندوستان بھر کے اخبارات میں شائع ہوئی تھی، جناب بٹالوی نے اپنے اشاعۃ السنہ ج ۹ کے صفحات ۲۱۱ تا ۲۲۴ پر رفیق ہند لاہور ۲۲ جنوری ۱۸۸۷ء؛ رفیق ہند لاہور ۱۵ جنوری ۱۸۸۷ء۔ رہبر ہند لاہور ۲۷ جنوری ۱۸۸۷ء، پنجابی اخبار لاہور ۲۹ جنوری ۱۸۸۷ء، پٹیالہ اخبار یکم فروری ۱۸۸۷ء۔ آفتاب پنجاب لاہور ۴ فروری ۱۸۸۷ء، آفتاب پنجاب لاہور ۲۱ فروری ۱۸۸۷ء، وزیر الملک ۲ فروری ۱۸۸۷ء، شحنہ ہند میرٹھ یکم فروری ۱۸۸۷ء۔ ترجمان ناگپور ۳۱ جنوری ۱۸۸۷ء، خیرخواہ عالم دہلی یکم فروری ۱۸۸۷ء، سراج الاخبار جہلم ۳۱ جنوری ۱۸۸۷ء، جریدہ روزگار مدراس ۱۹ فروری ۱۸۸۷ء، پٹنہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۲۷ فروری ۱۸۸۷ء، اخبار چنار یکم مارچ ۱۸۸۷، کوہ نور لاہور ۲۷ جنوری ۱۸۸۷ء، سول ملٹری گزٹ لاہور ۱۸۸۷ء سے اقتباس درج کئے ہیں۔

آفتاب پنجاب لاہور ۴ فروری ۱۸۸۷ء سے اقتباس یوں ہے:

اعلم العلماء وافضل الفضلاء جناب رشد مآب مولانا مولوی محمد حسین صاحب علامہ بٹالوی ثم اللاہوری مالک و اڈیٹر رسالہ اشاعت السنہ لاہور کی درخواست سکرٹری گورنمنٹ پنجاب نے بمنظوری گورنمنٹ ہند جو چٹھی جواباً بنام مولوی صاحب موصوف ارسال فرمائی ہے (اس کا خلاصہ درج کر کے آفتاب پنجاب نے لکھا ہے) ہمارے واجب التعظیم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیشوایان دین یعنی آئمہ گروہ مقلدین کو اس چٹھی پر ذرا غور سے نگاہ فرمانی چاہیے کہ آیا گورنمنٹ کو (جس کا دین و مذہب تم سے مخالف ہے) کہاں تک نگہداشت عزت وحرمت تمہارے دین کی مدنظر ہے جس نے اسی دین محمدی کے پیروؤں اور اسی پیغمبر کی امت کہلانے والوں کی ایک جماعت کی (جس کے پیرو اور توابع میں سے تم بھی ہو) یہاں تک عزت افزائی فرمائی کہ جو اپنے ہی حقیقی بھائیوں کی نورانی پیشانیوں پر تم نے حقارت کا ٹیکہ لگایا تھا اس نے اپنے مراحم خسروانہ سے دور کر دیا۔ کیا اگر ذرا بھی غور سے نگاہ کر کے دیکھو تو یہ حکم تمہارے لئے سبق عبرت نہیں ہوسکتا کہ غیر قوم مذہب والے تو تمہارے دین کی اس حد تک عزت کریں اور تم اپنے باہم ایک دوسرے کے حق میں کفر والحاد کے فتوے صادر کرو اور تحقیر کی نگاہ سے دیکھو اور ہتک انگیز اور توہین آمیز خطابوں سے ایک دوسرے کو یاد کرو۔ (اشاعۃ السنہ ج ۹ ص ۲۱۸۔۲۱۹)

سول ملٹری گزٹ ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء سے اقتباس یوں ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری کا شکریہ ہے کہ صرف انہی کی مساعی جمیلہ سے گورنمنٹ آف انڈیا نے پنجاب اور تمام ہندوستان میں سرکاری خط وکتابت سے لفظ وہابی کا استعمال آئندہ کے لئے متروک فرمایا ہے۔ گو وہابی کے لفظی معنی یہ ہیں کہ خدا کے احکام ماننے والہ مگر چند ایسی وجوہات سے (جن کا بیان ذکر کرنا نہ تو کچھ عمدہ ہے اور نہ مفید ہے) اس لفظ کو اچھے معنوں میں نہیں لیا جاتا۔ اس فرقہ کے لوگ عام مسلمانوں سے اپنا امتیاز نہیں چاہتے، لہذا ان کی درخواست ہے کہ آئندہ اس لفظ کے استعمال کو ان کی نسبت متروک کیا جائے۔ گورنمنٹ کا اس درخواست کو منظور کرنا منصفانہ اور مناسب ہے۔ (اشاعۃ السنہ ج ۹۔ص ۲۲۴۔۲۲۵)

شحنہ ہند میرٹھ، نمبر ۱۶ مطبوعہ ۲۴۔اپریل ۱۸۸۷ء نے لکھا:

قوم کے سچے ہمدرد مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کی مدبرانہ، حکیمانہ، مصلحانہ، ہمدردانہ کاروائیوں کا تمام اہل حدیث کو ممنون ہونا چاہیے جنہوں نے اہل حدیث کے دامن سے الزام اور اتہام کا ایک بہت بڑا دھبہ اٹھا دیا۔ انہوں نے اپنی خالص ہمدردی کا اثر ڈال کر ایک سوسائٹی قائم کر لی۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گورنمنٹ پنجاب سے ایک سرکلر جاری کرا دیا کہ وہابی کہنا لائیبل (مزیل حیثیت) ہے۔ ..اخبار مسلم ہرلڈ مدراس، شمس الاخبار مدراس، علیم الاخبار کلکتہ، عالم تصویر کان پور، انگریزی اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور۔ پایونیئر الہ آباد، اودھ اخبار لکھنو۔ سراج الاخبار جہلم، اخبار چنار وغیرہ کو جنہوں نے اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کو وہابی لکھا، متنبہ کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کو نوٹس دیا گیا ہے کہ یا تو معافی مانگو، ورنہ ان پر نالشیں دائر کی جائیں گی اور اس قسم کے ضروری مصارف کے لئے فنڈ بھی فراہم ہو گیا ہے۔ (بعض) اہلحدیث نے ایک ایک ماہ کی تنخواہ یا آمدنی اس فنڈ میں دیدی ہے۔ یہ وہ صائب تدبیر ہے جس سے پنجاب کے اہلحدیث پر سے موجودہ اور آنے والے الزام اور حوادث رک گئے اور سچی ہمدردی اور فارمیشن اس کا نام ہے۔ اس کاروائی کے پہلوؤں کو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں جو پولیٹکل امور کے سمجھنے کا دماغ رکھتے ہیں اور اپنی حالت سے واقف ہیں۔ اب ممالک مغربی وشمالی وممالک متوسط میں بھی ایسی ہی سوسائٹی کے قائم ہونے اور ایسی ہی کاروائیوں کی ضرورت ہے۔ (اشاعۃ السنہ ص ۱۰۔۱۱ حاشیہ۔ ج ۱۰ نمبر ۱)

لفظ وہابی کا استعمال سرکاری کاغذات میں گورنمنٹ کے حکم سے مسدود ہوا، پبلک نے اس حکم سے رضا و اتفاق آراء کا اظہار کیا۔ اس لفظ کا دل آزار ہونا گورنمنٹ اور پبلک کے اتفاق سے قرار پا گیا.... (لیکن بعض لوگوں کو یہ بات پسند نہیں آئی اور وہ اس پر تنقید کرتے ہیں کہ وہابی کا لفظ کیوں مسدود کیا گیا) مولانا نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۰ نمبر اول مطابق ۱۸۸۷ء، ۱۳۰۴ھ کے ص ۱۰... پر لکھا:

یہ قصور جو ہم سے ہوا ہے کہ ہم نے ایک مقدس ومعزز خطاب (وہابی) کو گروہ اہلحدیث سے اٹھوا دیا ہے، اس پر مجھے پہلے محمدن نیشنل ڈیفنس کمیٹی نے (جس کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۱۰ جلد ۸ کے صفحہ ۲۸۹ میں ہے، اور اس کی تائید و توصیف ضمیمہ شحنہ ہند نمبر ۱۶ ج ۴ مطبوعہ ۱۴۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں ہے)، مامور کیا۔ پھر دوران مقدمہ کے عین اثنا میں گروہ اہلحدیث مختلف صوبہ جات ہند (پنجاب ممالک مغرب وشمال ممالک متوسط۔ مدراس، بمبئی، بنگال) کے تین ہزار سے زائد اعیان واشخاص نے اپنے دستخطوں اور مہروں کے ذریعہ سے خاکسار کی درخواست سے اتفاق ظاہر کیا اور اس لفظ وہابی سے جس کو اب مقدس بنایا گیا ہے تنفر وانکار کا اظہار فرمایا۔ وہ دستخط گورنمنٹ میں پیش ہوئے اور وہاں سے بعد ملاحظہ وحکم اخیر خاکسار کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واپس ملے ہیں۔ وہ دستخط گورنمنٹ میں پیش نہ ہوتے تو خاکسار کی درخواست پر کچھ توجہ نہ ہوتی۔ (اشاعۃ السنہ ج ۱۰ نمبر ا ص ۱۰۔۱۱)

۲۴۔ جولائی ۱۸۸۷ء کے شحنہ ہند میں جناب محمد یونس رئیس دتا ولی کا طویل مراسلہ شائع ہوا، جو اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۱۰ کے ص ۲۱ تا ۳۴ پر منقول ہوا ہے۔ لکھتے ہیں: ....

حقیقت میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب اہل حدیث کے فرقہ میں پہلے وہ شخص ہیں جو زمانہ کی رفتار سے واقف ہوئے ہیں ... اور ٹھیٹھ اسلام کی رو سے ہمارے اور گورنمنٹ ملکہ معظّمہ کے تعلقات کو سمجھے ہیں اور ان کو ظاہر کیا ہے.. محمد یونس خان افغان شروانی از دتاولی ضلع علی گڈھ مورخہ ۸ شوال ۱۳۰۴ھ

جناب حاجی احمد اللہ رحیم آبادی نے شحنہ ہند میں ایک مکتوب لکھا:

شحنہ ہند مورخہ ۸۔ جون میں جن صاحب نے نسبت اشاعۃ السنہ کے اعتراض کیا ہے کہ وہابی کہنے سے کچھ نقصان کسی کو نہ تھا، پس یہ فعل مہتمم اشاعۃ السنہ نے فضول کیا۔ یہ سمجھ ان صاحب کی بباعث عدم واقفیت ہے ان کو اصلیت اس کی معلوم نہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر نے ایک کتاب انگریزی میں بطور دستاویز العمل کے لکھی ہے کہ جمیع حکام کو یہ کتاب دیکھنا چاہیے اور اس پر معمل ہونا چاہیے اور جن اشخاص کی یہ صفت معلوم ہو ان کو باغی سرکار سمجھنا اور ان کا قلع قمع کرنا چاہیے اور نشانی ان کی یہ ہے کہ وہ لوگ تقلید کسی امام کی نہیں کرتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں اور کرتہ و پائجامہ ٹخنہ سے اوپر پہنتے ہیں اور داڑھی ان کی لمبی ہوتی ہے، مونچھ مونڈی ہوتی ہے۔ اس قسم کے لوگ وہابی ہیں اور سرکار سے جہاد کرنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور جب کتاب ہنٹر کی کل حکام کے پاس پہنچی تب کل حکام اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں ہوئے۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ جب میاں صاحب (سید نذیر حسین) دہلی سے کسی طرف تشریف لے جاتے، تمام اضلاع میں چٹھی خانگی کل حکام کے نام جاری ہوتی کہ مولوی نذیر حسین کہاں کہاں جاتے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں، حتی کہ جب ہمارے یہاں (رحیم آباد) آئے، یہاں کے حکام کے نام چٹھی اس امر کی آئی اور تحقیقات یہاں کے حکام نے کی۔ علی ہذا، حافظ ابراہیم صاحب آروی وغیرہ پر نگرانی ہوتی رہی۔ بلکہ اکثر ہم کو خود اتفاق ہوا ہے کہ جب کسی حکام کی ملاقات کو گئے اور انہوں نے شکل ولباس ہمارا دیکھا تب یہی کہا کہ آپ وہابی ہیں۔.. تمام اخبار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والے اسی کتاب ہنٹر کی کل بنیاد پر اہل حدیث کو وہابی لکھتے ہیں چنانچہ بہت سے لوگوں سے اپنے کو اہل حدیث ظاہر کرنا چھوڑ دیا...ڈاکٹر ہنٹر نے جو اہلحدیث کو وہابی لکھا اور مقلدین جو اہل حدیث کو وہابی کہتے تھے ان کی اصل غرض یہ تھی کہ سرکار کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ (محمد بن) عبدالوہاب اپنے کو اہل حدیث کہتا تھا اور اس نے باوجود رعایا ہونے کے بادشاہ سے جہاد کیا۔ پس یہ لوگ بھی اسی (محمد بن) عبدالوہاب کے ہم عقیدہ ہیں..مہتمم اشاعۃ السنہ اکثر اپنے پرچہ میں عرصہ چار پانچ سال سے اس امر کو لکھتے آئے کہ اہل حدیث ہم عقیدہ (محمد بن) عبدالوہاب نہیں ہیں...پس چونکہ سرکار اور مقلدین کسی شخص کو ہم عقیدہ (محمد بن) عبدالوہاب سمجھ کر وہابی کہتے تھے اور باغی سرکار سمجھتے تھے پس اس لفظ کو اہل حدیث کی ذات سے چھڑانا ضرور تھا۔ کوئی شخص جس پر مصیبت نہیں پڑی اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے کسی امر کو بے فائدہ سمجھے وہ قابل اعتبار نہیں بلکہ دل شکنی و نفاق ڈالنا باخود ہاہے۔ بلکہ میاں صاحب سے اگر مقتضائے رائے ہو تو اس خط کو بھیج کر استصواب رائے کیجئے گا۔ راقم ..حاجی احمد اللہ رئیس رحیم آباد ضلع دربھنگہ

(اشاعۃ السنہ ج ۱۰ نمبر ۲ ص ۳۵۔۳۷)

منشی محمد حسین تاجر دہلوی نے شحنہ ہند ۱۶۔ اگست ۱۸۸۷ء میں لکھا:

اشاعۃ السنہ کی کارروائی کو بازیچہ اطفال خیال نہ فرمائیں، بلکہ قومی خیر خواہی میں جو اشاعۃ السنہ کامیاب ہوا ہے دل سے حسد و بغض نکال کر اس کی داد تحسین فرمائیں...صاحب رسالہ اشاعۃ السنہ نے گورنمنٹ میں اہل حدیث کی وقعت کو جما دیا ہے ...اور لفظ وہابی کے استعمال کو حکماً موقوف کرا دیا جس پر نہ صرف ہزار ہا اہل حدیث بلکہ اشخاص و اعیان دیگر فرقہ ہائے اسلام بلکہ ارکان مذاہب غیر اسلام نے اس کی ثناء و تحسین کی ....میرے اس مضمون سے اخی المکرّم ڈاکٹر فیض محمد خان افسر الاطبا ریاست نابھہ کو بھی اتفاق ہے ۔....راقم عاجز محمد حسین عافاہ اللہ فی الدارین۔ دہلی بازار فتح پوری ۱۲۔ اگست ۱۸۸۷ء

(اشاعۃ السنہ ج ۱۰ نمبر ۲ ص ۳۷۔۴۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں فقہ حنفی

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

اس حقیقت سے ہم سب کو واقف ہونا چاہیے تھا کہ ترک فاتح جو ہندوستان آئے، خاص خاص افسروں یا عہدہ داروں کو چھوڑ کر قوم کی مجموعی حیثیت سے وہ اسلام کے نمائندے نہ تھے.. انکے ترک افسر زیادہ تر نومسلم غلام تھے...

غزنویہ سلطنت جس ملک میں آ کر قائم ہوئی وہ اسلامی حدود سلطنت کا سب سے آخری گوشہ تھا۔ وہاں اسلام نے ابھی پورا قدم بھی نہیں جمایا تھا۔ سلطان محمود کی فوج میں جو سپاہی بھرتی ہو کر آئے، وہ غزنی خلجی ترکوں اور افغانوں کے مختلف قبائل تھے۔ ہندو بھی اس کی فوج میں داخل تھے (کامل ابن اثیر ج ۹ ص ۱۳۵۔ لیڈن ۱۸۶۲ء)۔ ترک قبائل کا یہ حال تھا کہ وہ بیشتر مسلمان نہ تھے۔ وہ غلاموں کی حیثیت سے ہزار ہا کی تعداد میں فروخت ہوتے تھے اور سلاطین اور امراء ان کو خرید کر اور مسلمان بنا کر فوج میں بھرتی کر دیا کرتے تھے۔ یا وہ خود لوٹ مار کے شوق میں وسط ایشیاء سے نکل کر اسلامی ممالک میں آتے تھے اور مسلمان ہو کر مختلف بادشاہوں اور امیروں کی فوج میں بھرتی ہوتے تھے اور آگے چل کر بڑے بڑے افسر ہو جاتے تھے یہاں تک کہ بادشاہ بن جاتے تھے۔ الپ تگین اور سبک تگین جو اس غزنوی سلطنت کے بانی تھے، اسی قسم کے ترک غلام تھے سلطان غوری کے جانشین ایلتمش وغیرہ بھی ایسے ہی تھے۔ سلجوقی ترک جو چند برسوں کے بعد عظیم الشان سلجوقی سلطنت کے بانی ہوئے، اسی زمانہ میں اسلامی ملک میں آ کر مسلمان ہوئے۔ یہی حال سلطان محمود کی فوج کا بھی تھا۔ ترکستان اور ماوراء النہر کے ترک رضا کار (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۹، ۳۲، نولکشور) اس کی فوج میں داخل ہو گئے تھے جو زیادہ تر اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے (تاریخ فرشتہ ج ۱ ص ۲۴ نولکشور) مغل ابھی مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے، وہ ساتویں صدی ہجری تک کافر سمجھے جاتے تھے۔ علاء الدین خلجی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ف ۷۱۶ھ) تک فوج میں مغل مسلمان کر کے نوکر رکھے جاتے تھے۔

افغانوں کے بڑے بڑے شہروں میں گو اسلام تھا، مگر خود افغان اب تک مسلمان نہ تھے، کافر ہی سمجھے جاتے تھے (کامل ابن اثیر۔ ج ۹ ص ۲۱۸) گو خاص کابل کے بادشاہ نے تیسری صدی کے شروع میں، یعنی غزنویوں سے سو برس پہلے، اسلام اختیار کیا تھا لیکن افغانوں کے اکثر قبائل محمود غزنوی ہی کے زمانہ میں مسلمان ہونے شروع ہوئے تھے (کامل ابن اثیر۔ ج ۹ ص ۲۱۸)۔ اس کے علاوہ غوری قبائل چوتھی صدی کے وسط تک یعنی غزنویوں کی پیدائش کے بعد تک مسلمان نہیں تھے (سفرنامہ ابن حوقل۔ ص ۳۶۳، کامل، ابن اثیر ج ۹ ص ۱۵۶)۔ (عرب و ہند کے تعلقات۔ ص ۱۸۷۔۱۹۰)

اور جناب ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ ہندوستان

. شروع سے ان فاتحین اور بانیان سلطنت کے زیر نگین رہا جو یا تو ترکی النسل تھے یا افغانی النسل۔ اور یہ دونوں قومیں تقریباً اپنے اسلام قبول کرنے کے وقت سے مذہب حنفی کی حلقہ بگوش بلکہ اس کی حمائت اور نشر و اشاعت میں سرگرم اور پر جوش رہیں، یہاں اسلام کی تقریباً آٹھ سو سال کی تاریخ میں مذہب مالکی اور مذہب حنبلی کو تو قدم بھی رکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ شافعی مذہب سواحل تک محدود رہا یا جنوبی ہند مدراس اور شمالی کنارے (کرناٹک) کے بعض حصوں بھٹکل وغیرہ اور کیرالا میں محدود رہا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت ج ۵۔ ص ۱۹۸)

فوج میں حکم ماننا ضروری ہوتا ہے۔ نہ سوچنے کی اجازت ہوتی ہے نہ کسی دوسرے سے پوچھنے کی کہ میں اس حکم پر عمل کروں یا نہ کروں؟ اور نہ اجتہاد و استنباط کی اجازت ہے۔ اگر فوج میں رہنا ہو تو اوپر والے کا حکم (غلط یا صحیح، مناسب لگے یا غیر مناسب، اپنی تحقیق کے مطابق ہو یا الٹ) آنکھیں بند کر کے ماننا پڑتا ہے۔ ہند کے افغان فاتحین نے اپنے فوجیوں کو (جو بنیادی طور پر ان پڑھ اور بے علم و عمل مسلمان تھے اور بہت سے ان میں مسلمان بھی نہ تھے)، فوجی ڈیوٹیوں میں مصروف رکھنے کے لئے یہ تربیت دی کہ جس طرح دنیاوی فوجی معاملات میں تمہیں سوچنے سمجھنے کی اجازت نہیں، اسی طرح مذہبی دینی معاملات میں سوچنے سمجھنے کی بھی اجازت نہیں۔ نہ بڑی بڑی کتابوں کی تحصیل کی ضرورت ہے، نہ مدارس میں وقت صرف کر کے علم حاصل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی۔ اگر تم ایسے کاموں میں پڑ گئے تو فوج کا کام کیسے کر سکو گے۔ تم مذہب کے معاملات میں اوپر والے (شیخ الاسلام، قاضی القضاۃ وغیرہ) کا حکم سنو اور آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرو۔ یہ اوپر والے کون تھے؟ اس کا جواب ایک بڑے حنفی عالم جناب اسعد ابن حسین احمد مدنی یوں دیتے ہیں:

> ہندوستان پر محمد بن قاسم کی فوجی کاروائی سے لے کر آج تک ہمیشہ سندھ عراقی مدرسہ فکر اور فقہ حنفی کا گہوارا رہا ہے۔ اس کے بعد چوتھی صدی ہجری یعنی ۳۹۲ھ میں محمود غزنوی نے لاہور اور اس کے مضافات اپنی قلم رو میں داخل کر کے اسلامی حکومت کو سندھ سے لاہور تک وسیع کر دیا سلطان محمود غزنوی بھی فقہ حنفی ہی سے وابستہ تھے۔ بعد ازاں ۵۸۹ھ میں سلطان غوری کے زمانہ میں اسلامی سلطنت دہلی تک وسیع ہوگئی۔ اس وقت سے ۱۲۷۳ھ تک پورے برصغیر میں حنفی حکمران کے علاوہ کوئی حکمران آپ کو نہیں ملے گا۔ (خطبہ صدارت، تحفظ سنت کانفرنس، دہلی ۲۰۰۱ء) (۱۲)

ہم بتا چکے ہیں کہ محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والوں میں فقہ حنفی کا وجود نہیں تھا۔ اور سلطان محمود غزنوی نے شافعیت اختیار کر لی تھی (اور شہاب الدین غوری کے بڑے بھائی غیاث الدین نے بھی شافعیت اختیار کر لی تھی)۔ اور حواشی میں یہ بھی بتا رہے ہیں کہ ہندوستان میں حنفی ہی حکمران نہیں رہے بلکہ شیعہ بھی حکمران رہے ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان کے حکمرانوں میں سے کئی ایک لادین تھے (مثل علاء الدین خلجی)، لیکن ان کے قضاۃ وعمال عام طور پر حنفی تھے، کئی ایک علم سے تہی دست تھے (مثل اکبر بادشاہ) اور ان کے قضاۃ وعمال بھی عام طور پر حنفی ہی تھے، کئی حکمران حنفی تھے اور ان کے قضاۃ وعمال بھی عام طور پر حنفی تھے۔ یوں ملک کے تعلیمی نظام اور عدلیہ وانتظامیہ میں عام طور پر احناف کی اکثریت رہی ہے اور انہی وجوہ سے ہندوستان کے مسلمانوں پر فقہ حنفی کی گرفت مضبوط ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظلماتٍ بعضها فوق بعض

فقہی جمود

جناب وحیدالدین خان لکھتے ہیں:۔

فقہ کا لفظ اپنے موجودہ اصطلاحی مفہوم میں قرآن وحدیث میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ بحیثیت فن اس کی تدوین کا آغاز قرن اول کے بعد ہوا...اس وقت حدیثیں مدون نہ ہوئی تھیں، اس لئے کسی فقیہ کے پاس سارا ذخیرہ حدیث اس طرح موجود نہ تھا جیسے وہ آج ہم کو اپنے کتب خانہ میں رکھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی فقہاء کے یہاں کثرت سے اپنی سابق رایوں سے رجوع ملتا ہے۔ فقہ کی کتابیں اس قسم کے اندراجات سے بھری ہوئی ہیں هذا رأی ابی حنیفة الاول؛ و انّه رجع عنه ؛ هذا مذ هب الشا فعی القدیم و هو فی العراق وهذا مذ هبه الجد ید فی مصر؛ هذا احدی الروا یا ت عن مالک (او عن احمد بن حنبل) و ان هناك روا یات ا خری.(تجدید دین۔ ص۲۳)

لیکن مرورایام کے ساتھ جمود طاری ہوتا گیا اور دو چیزیں نہایت عجیب پیدا ہوئیں۔جن میں سے ایک (بقول جناب وحیدالدین خان) معاملات کے باب میں اجتہاد کا دروازہ بند کرنا، دوسرے عبادات کے باب میں اجتہاد کا دروازہ کھولنا۔ حالانکہ شریعت کے حقیقی منشاء کے اعتبار سے معاملہ اس کے برعکس تھا۔ معاملات کے بارے میں صریح طور پر اجازت دی گئی کہ نئے پیش آمدہ امور پر اسلام کی اصولی تعلیمات کی روشنی میں غور کرکے حکم لگایا جائے۔ ابتدائی دور کے فقہاء نے اسی پر عمل کرتے ہوئے اجتہادات کئے تھے، مگر بعد کے لوگوں کیلئے کہہ دیا گیا کہ انّ الاوائل لم یترکوا للاواخر شیئاً۔ پچھلے لوگوں نے بعد والوں کیلئے کچھ نہیں چھوڑا، حالانکہ میں یہ دین میں حیرت انگیز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حد تک ایک اندوہ ناک جسارت ہے۔ جب خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کے باوجود دوسری صدی ہجری کے آئمہ فقہ کے لئے یہ گنجائش تھی کہ وہ اجتہاد کریں تو کیا ان آئمہ کے فتاوی خدا کی کتاب اور رسول کی سنت سے بھی زیادہ جامعیت کے حامل ہیں کہ ان کے بعد، خواہ حالات کتنے ہی بدل جائیں، کسی کو اجتہاد کی ضرورت نہ ہوگی۔

(تجدید دین۔ص ۵۱۔۵۲) (۱۳)

حکیم سید عبدالحی اپنی کتاب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں کہتے ہیں:۔

جب سندھ میں عربوں کی حکومت ختم ہوگئی اور ان کی بجائے غزنوی اور غوری سلاطین سندھ پر قابض ہوئے اور خراسان ماوراء النہر سے سندھ میں علماء آئے تب علم حدیث اس علاقہ میں کم ہوتا گیا یہاں تک کہ معدوم ہوگیا۔ اور لوگوں میں شعر و شاعری فن نجوم فن ریاضی اور علوم دینیہ میں فقہ و اصول فقہ کا رواج زیادہ ہوگیا۔ یہ صورت حال عرصہ تک قائم رہی، یہاں تک کہ علمائے ہند کا خاص مشغلہ یونانی فلسفہ رہ گیا اور علم تفسیر و حدیث سے غفلت بڑھ گئی، مسائل فقہیہ کے سلسلہ سے جو تھوڑا سا تذکرہ کتاب و سنت میں آجاتا تھا بس اسی مقدار پر قانع تھے۔ فن حدیث میں مشارق الانوار کا رواج تھا، اگر کوئی شخص اس فن میں زیادہ ترقی کرتا تھا تو مصابیح السنہ یا مشکوہ پڑھ لیتا تھا اور ایسے شخص کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ محدث ہوگیا۔ اور یہ سب محض اس لئے تھا کہ لوگ عام طور پر ہندوستان میں اس فن کی اہمیت و مرتبت سے ناواقف تھے، وہ لوگ اس علم کی طرف سے بالکل غافل تھے، نہ اس علم کے آئمہ کے حال سے واقف تھے اور نہ اس علم کا ان کے درمیان کوئی چرچا تھا، محض تبرکاً مشکوۃ شریف پڑھا کرتے تھے، ان کے لئے سب سے زیادہ سرمایہ علم فقہ کی تحصیل تھا اور وہ بھی تقلید کے طور پر تحقیق کے طور پر نہیں۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں فتاوی اور روایات فقہیہ کا رواج بڑھ گیا تھا، نصوص و محکمات متروک ہوگئی تھیں۔ مسائل فقہیہ کی صحت کو کتاب و سنت سے جانچنا اور فقہی اجتہادات کو احادیث نبویہ سے تطبیق دینے کا طریقہ متروک ہوگیا تھا۔

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:۔

سندھ میں عربوں کی آمد پر محمد بن قاسم اور دمشق کے مفتیوں نے فقہی معاملات میں اجتہاد سے کام لیا اور بت پرست ہندوؤں کو وہ حقوق دیئے جو اہل کتاب کے لئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخصوص تھے۔لیکن اس کے پانچ سو سال بعد جب دہلی میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تو باب اجتہاد بند ہو چکا تھا۔اب علماء وفقہاء کی نظر کتابوں سے آگے نہ جاتی تھی اور ان کی ترجمانی میں بھی مغز کو چھوڑ کر استخوان کے پیچھے پڑتے ..(اور) ہمیں اس بات پر تعجب نہ کرنا چاہیے کہ اسلام کی حکومت کی سات آٹھ صدیوں میں ایک بھی صاحب اجتہاد فقیہ ہندوستان میں پیدا نہ ہوا۔جو بزرگ شیخ عبدالحق کی طرح قابل سمجھ دار اور اسلامی مذہب وشریعت کی گہرائیاں سمجھنے والے تھے یا مجدد الف ثانی کی طرح اسلام کا درد اور اعلی درجے کی اخلاقی جرأت رکھتے تھے وہ قاضی یا مفتی بننے سے کوسوں بھاگتے تھے۔شریعت کی عام ترویج جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی وہ زیادہ سے زیادہ اسی کے اہل تھے کہ فقہ کی کتابیں دیکھ کر حلال وحرام کے مسئلے بتادیں۔(رود کوثر۔ص۴۶۲۔۴۶۳)

شائد انہی حالات کے پیش نظر جناب وحیدالدین خان لکھتے ہیں:

آج اسلام کی نئی تاریخ بنانے کے لئے مجتہدانہ صلاحیت رکھنے والے افراد درکار ہیں۔مگر موجودہ اسلامی اداروں میں اکابر پرستی اور تقلید شخصی کا ماحول اتنی گہرائی کے ساتھ چھایا ہوا ہے کہ وہاں صرف تنگ نظر اور مقلد انسان ہی بن سکتے ہیں۔ان اداروں سے مجتہدانہ اوصاف والی شخصیت کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔ان اداروں سے کسی اعلی انسان کا ابھرنا ویسا ہی عجوبہ ہوگا جیسا کسی قبرستان سے ایک زندہ انسان کا نکل آنا۔

(الرسالہ۔فروری ۱۹۹۱ء ص ۳۹)

ہندوستان میں اسلام پہلی صدی ہجری میں اگرچہ مکمل حیثیت میں آیا تھا لیکن جب یہ خطہ تقلیدی جمود کے شکنجے میں آیا تو آہستہ آہستہ ارکان اسلام سے غفلت اور احکام میں تاویلات اور فقہ میں تخریجات اور حیل کا سلسلہ چل نکلا اور اسلام کی شکل مسخ ہو کر رہ گئی۔

ابوالکلام آزاد نے بھی فقہاء احناف کا مرثیہ لکھا ہے جس کی تلخیص نذر قارئین ہے:

حیلہ بازیوں کا فساد عظیم اس درجہ پھیلا کہ اصحاب حیل کے نزدیک حلال وحرام کی تمیز بکلی اٹھ گئی، محارم شرعیہ حلال ہو گئے، عقود فاسدہ کو جائز بنالیا گیا، حدود شرعیہ ساقط کر دیئے گئے ...رفتہ رفتہ فقہائے دنیا کے لئے صرف ذہانت ونمائش فقاہت واظہار علم ودرایت، وتسابق عقول وتنافس افکار، وتقابل قوت افتاء وقضا کا سب سے بڑا دل چسپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجالب قلوب میدان یہی حیلہ بازی قرار پائی...کتنی ہی زنا کاریاں ہیں جو حیلے نکال کر نکاح شرعی بنائی گئیں! کتنے ہی غصب وظلم اور اکل اموال بالباطل کے رذائل ہیں جن کو ایک شرعی معاملہ بنا کر جائز کیا گیا! کتنے ہی عقود فاسدہ ہیں جن کو اسی شیطان حیل نے جائز کرا کے بندگان الٰہی کے حقوق تلف کرائے! کتنے ہی حج ہیں جو ساقط ہوئے! کتنی ہی زکاتیں ہیں جو کبھی ادا نہیں کی گئیں! کتنے ہی شارب الخمر اور زانی محصن ہیں جو حدود شرعیہ سے صاف بچا لئے گئے! پھر یہی تخم حیل ہے جس کی شاخیں دور دور تک پھیلیں۔متعدد تفریعات ہیں جو بظاہر اس سے الگ معلوم ہوتی ہیں مگر فی الحقیقت اسی عائلہ فساد کے اخوان واخوات میں داخل ہیں۔ازاں جملہ اجیرہ زانیہ کے اجر مثل کا جزئیہ ہے،جس کی ابتداء شاید ایک اصولی اور قانونی بحث سے ہوئی تھی،یعنی جس عقد کا معقود علیہ کوئی فعل مباح اور ساتھ ہی زنا بھی ہو،تو اس صورت میں زنا معقود علیہ میں داخل ہوگا یا ایک شرط زائد اور سبب بعید؟ اور اس کا شمار عقد باطل میں ہوگا یا فاسد میں؟ لیکن آگے چل کر ایک سچ مچ عملی ذریعہ حلت مہر بغی و وسیلہ توسیع کاروبار زنا بن گیا۔تم نے بعض شروح میں پڑھا ہوگا

مااخذ ته الزانیه ان کان بعقد الاجارة فحلال لان اجر المثل طیب!

زانیہ نے اگر عقد اجارہ کے بعد اپنی اجرت لی،تو وہ حلال ہے،کیونکہ اجر مثل کے طیب ہونے میں کوئی کلام نہیں۔..جب اس پر لوگوں نے اپنا سر پیٹ لیا کہ جس چیز کو اللہ کے رسول نے خبیث فرمایا،اس کے حلال وطیب ہونے کی کون سی نئی وحی اتر آئی ہے؟ مسلم وترمذی کی حدیث رافع بن خدیج میں ہے مهر البغی خبیث اور بخاری کی روایت میں ہے نهی رسول الله ﷺ ثمن الكلب و مهر البغی۔تو اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ وہ تو ایک خاص حالت تھی

هو ان یواجر امته علی الزنا وماخذه من المهر۔

لیکن ان استاجرها لیزنی بها ثم اعطاها مهرها اوما شرط لها فلا بأس بأخذه،لانه فی اجارة فاسدة فیطیب له وان کان السبب حراماً

یعنی اگر ایک عورت کو زنا کے لئے اجارے پر رکھا اور اس کے بعد عورت نے وہ اجرت لی تو اس کے لینے میں کوئی حرج نہیں۔یہاں تک تو مسئلہ کی اصلی صورت تھی،لیکن جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس پر بھی لوگوں نے ماتم کیا کہ یہ کیا شریعت کی تباہی اور انسانیت کی ہلاکت ہے کہ محض عقد اجارہ کی ایک اصل باطل کی بنا پر اجرت خبث و خباثت کو کھلے بندوں حلال وطیب بنایا جارہا ہے؟ تو پھر یہ حیلہ سکھلایا جاتا ہے

ان یستاجرھا لکنس بتیه او لطی ثیابه او طبخ طعا مه او لنقل متاع من مکان الی مکان و یشترط بھا الزنا ثم یزنی۔ یعنی صورت اس کی یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے گھر کا کام کاج کرنے کے لئے یا کھانا پکانے کے لئے یا کسی اور فعل مباح کے لئے ایک عورت سے عقد اجارہ کیا کہ اتنی مزدوری پر میرا کام کردینا، اور ساتھ ہی شرط بھی ٹھہرالی کہ تجھ سے زنا بھی کروں گا، تو چونکہ یہ مشروع باصلہ و غیر مشروع بو صفہ ہے، اس لئے اجارہ فاسد ہوا لیکن اجرت حلال ٹھہری۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کسی فقیہہ حیل نے ذرا چشم و ابرو دیکھ کر کسی اچھی سی ماما کو کام کاج کے لئے مزدوری پر رکھ لیا اور ساتھ ہی یہ شرط بھی ٹھہرالی کہ گاہ گاہ کچھ اور مشغلہ بھی جاری رہے گا، تو ایسی اجرت اس ماما کے لئے جائز وحلال وطیب ہے

لانّ اجر المثل طیب (تعالی الله و شریعته عما یقولو ن و یفعلون علوا کبیرا)۔

لطف یہ کہ ان اخذہ (ای المھر) بغیر عقد بان زنی بامة ثم اعطاھا شیئاً فھو حرام لا نه ا خذہ بغیر حق بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شکل مہر بغی کی حرام بھی ہوسکتی ہے، تو اس لئے نہیں کہ وہ زنا کی اجرت ہے اور ہر اجرت جو فعل خبیث کی ہو خبیث ہے اور ہر عقد جس کا معقود علیہ حرام ہو وہ عقد باطل، بلکہ صرف اس لئے کہ باضابطہ طریق اجارہ کے مطابق عقد اجاہ نہیں ہوا جس سے شبہ پڑ جاتا، اور جو کچھ اس کو دیا گیا، وہ اس کا حسب شرط حق نہیں تھا۔ پس گویا ان کے نزدیک اس معاملہ کی حلت وحرمت کا سارا دار و مدار صرف اس ایک اصل معاملات پر ہے کہ عقد اجارہ ہوا یا نہیں؟ اور اس کی شرائط صحیحہ ومتعینہ ہیں یا نہیں؟ اس کے سوا اور کچھ نہیں! یہی وہ قیاس صالح ہے جس کو شریعت نے رائے اور ہوائے نفس سے تعبیر کیا، نہ کہ قیاس صالح وحکمت نبویہ جو عین شریعت بلکہ منتہائے مرتبہ علم حق وبصیرت ربانی ہے، اور جس قیاس آرائی کا نتیجہ صرف ایک ہی اصل وعلت کا استغراق واستہلاک واقناع، اور دیگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصول وعلل ومقاصد سے بکلی اعراض، حالانکہ اکثر احکام شرعیہ معلل بعلل شتّی، اور اصل امر ونہی متعدد مقاصد ومصالح پر مبنی؛ صرف تمثیل وتقسیم اور حمل نظیر علی النظیر بلامراعات مقاصد اخری ومہمہ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ اس آفت سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ تھی کہ ہر موقعہ اور جزئیہ وتفریع پر تقدیم کتاب وسنت اور بہ تعمیل فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول، ہر اصل اور ہر فرع کے لئے اہتداء بہ مشکوۃ نبوت۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا اور صرف اپنے چند ساختہ پرداختہ اصول اور کلیات پر قناعت کر لی گئی۔ اس چیز نے نہیں معلوم اس کارخانے کے کتنے کیل پرزے درہم برہم کر دیئے ... لطف یہ کہ لا تصح الاجارۃ لاجل المعاصی مثل الغنا و النوح و الملامی بھی کہتے ہیں، یعنی گانے بجانے کیلئے اجارہ صحیح نہیں۔ فیا للہ و یا للعقول۔ غنا اور ملاہی کی اجرت کا مال تو طیب نہ ہوا حالانکہ اس کی حرمت محتاج دلیل، مگر زنا کی اجرت طیب ہوسکتی ہے لانّ اجر المثل طیّب و ان کان السبب حراماً (۱۴)

اسی طرح سقوط حد بصورت محرمات ابدیہ کا مسئلہ ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک دوسری اصل پر مبنی تھا۔ غالباً ترمذی کی حدیث براء بن عازب قدمائے مخالفین حد تک نہ پہنچی ہوگی، اگرچہ بعد کے لوگوں تک پہنچی اور متشبّث بکشیش تاویل ومتمسک بطریق ردسنت بمجرد قیاس ورائے ہوئی۔ اور پھر جن فقہاء نے حد کو بوجہ شبہ ساقط کہا، ان کو بھی تعزیر سے انکار نہیں و الحدّ یدرع بالشبہات والتعزیر یجب مع الشبہات ان کا قاعدہ مقرر ہے اور اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تعزیر اتنا لیس کوڑے سے زیادہ نہیں (کما صرح بہ الھدایہ) لیکن درمختار وغیرہ میں یہ بھی تو ہے کہ و یکون التعزیر بالقتل بایں ہمہ نے اس مسئلے سے بھی جو کام لیا اور جس طرح چند در چند تفریعات پیدا کی گئیں وہ بھی اس وادی حیل ہی کے معاملات ہیں۔ اور اسی طرح مسئلہ نفاذ قضا قاضی ظاہراً و باطناً اگرچہ بظاہر اس سے بے تعلق نظر آتا ہے، مگر اس کے نتائج وثمرات پر غور کیا جائے، تو وہ بھی اسی میدان کا ایک گوشہ بعید ہے۔ کسی نہ کسی طرح عدالت اور قاضی کے یہاں بات بنالی جائے، پھر اس کے بعد کوئی کھٹکا نہیں۔ گویا شریعت کے امر ونہی کا سارا دارومدار اور مواخذہ آخرت کی بنا صرف دنیا کے احکام وظواہر ہیں۔ حسن وقبح اشیاء وتفریق سیاہ وسفید وتصحیح نیت وبطون وجلب محاسن وفضائل، فی الاصل وعند اللہ کوئی چیز نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس پر طرہ یہ کہ ہمارے زمانے کے بعض اصحاب درایت وعقول نے اس کی تائید میں یوں داد تحقیق وفقاہت دی ہے کہ بحکم خلق لکم ما فی الارض جمیعاً تمام بنات آدم محل نکاح ہیں اور نکاح نظیر ومثیل عقد بیع کے ہے۔ مہر بمنزلہ ثمن اور ایجاب و قبول اور خلوت تملیک وتصرف کے لئے ،اور جب قاضی نے جھوٹے گواہوں سے دھوکہ کھا کر یا کسی اور وجہ سے پرائی عورت کو کسی کی منکوحہ قرار دے دیا اور وہ لے کر چلتا بنا، تو اس سے بھی یہ ساری باتیں بدرجہ اتم حاصل ہوگئیں۔ پس وہ عورت گو قضائے قاضی سے پہلے جھوٹے مدعی کے لئے حرام تھی، لیکن اس کے بعد ضرور حلال ہوگئی، عنداللہ بھی کوئی مواخذہ نہیں ہونا چاہیے۔ سبحان اللہ! خلق لکم ما فی الارض جمیعاً کی کیا عمدہ تفسیر ہے اور تحلیل زن اجنبیہ اور جواز مکر وخدیعت کے لئے کیسی عاقلانہ وفلسفیانہ فقاہت۔ لطف یہ کہ ان بزرگوں کو اس عجیب المخلوقات استدلال پر بڑا ہی فخر وناز ہے اور اس کو منجملہ ثمرات حسنہ من یرد اللہ به خیراً یفقه فی الدین کے قرار دیتے ہیں۔ انا للہ و انا الیه راجعون۔ اگر یہی تفقہ فی الدین ہے تو نہیں معلوم اس کے ضد ومقابل کو کس جگہ ڈھونڈنا چاہیے؟ (تذکرہ۔ص۹۰۔۹۵) (۱۵)

اور ذیل کا اقتباس بھی تذکرہ ہی سے ہے:

سلف اہل سنت میں ایک امام وفقیہہ بھی نہیں جس نے دانستہ نص رسول سے اعراض کرنا چاہا ہو، الّا یہ کہ احادیث اس تک نہ پہونچیں یا پہنچیں مگر ان کی صحت وقوت پر مطلع نہ ہوا۔ ایسا یقیناً ہوا اور اس میں معذور۔ اور وہ بھی جو پہلی بات کے مدعی ہوں اور وہ بھی جو آخری حقیقت سے انکار کریں، دونوں عقل وفہم سے عاری اور نور بصیرت وحق سے محروم وداخل مجانین تعصب وجمود اور لائق خطاب نہیں۔

اسی طرح کتب فقہ وواقعات وفتاوی وحوادث کی بے شمار تفریعات ومحدثات فقیہہ میں، جن سے قدماء وآئمہ کو کوئی تعلق نہیں، مگر بے تکان لکھ دیا جاتا ہے کہ

کذا عند ابی حنیفه و کذا عند فلان۔

اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کسی قرار دادہ اصل کی بنا پر تفریع ہے اور فلاں اصل جو ہم نے ان کی ٹھہرالی ہے، اس کی بنا پر یہ جزئیہ متفرع ہوتا ہے، حالانکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفریع خود ان کی ساختہ و پرداختہ ہے اور امام کو اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ یہی تخریج درتخریج، وتفریع درتفریع، وقیاس درقیاس، و استنباطات رائیہ چند در چند، واقناع بر مجرد قواعد منطقیہ جزئیات وکلیات وتمثیل وتقسیم، و ابعد بعد و اهجر هجر اصلین اساسین کتاب وسنت کی مصیبت عظمی و رزیت کبری ہے جس کی وجہ سے قرناً بعد قرنٍ و نسلاً بعد نسلٍ سخت وشید غلطیاں بلکہ گمراہیاں واقع ہوتی رہیں اور کارخانہ شرع میں فساد عظیم رونما ہوا۔ ازاں جملہ یہ کہ ناواقف عند ابی حنیفه دیکھ کر دھوکہ کھا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ فرع امام ابوحنیفہ کا بعینہ مذہب ہے۔ جب مسئلہ عشر فی العشر اور تحریم اشارہ فی التشہد وکراہت رفع الیدین عند الرکوع، وکراہت آمین بالجہر، واقتدائے خلف مخالف، وعدم وجوب طمانیہ، و وجوب لزوم وتعیّن وغیرھا کی نسبت صاف دیکھ رہے ہیں کہ صریح تصریحات کتب اصول (کتب اصول سے مقصود اصول فقہ نہیں بلکہ ظاہر الروایت وغیرہ کتب امہات واصل فقہ حنفی) ومؤطا وجامع وغیرہ کے خلاف لکھا جارہا ہے حتی کہ بعض کوتہ آستینان فقاہت کی دراز دستیاں یہاں تک بڑھیں کہ رفع الیدین عند الرکوع اور اشارہ فی التشہد کو فعل کثیر کہتے ہوئے بھی نہ شرمائے، تو پھر اور باتوں کے لئے ان کا ہاتھ پکڑنے والہ کون تھا۔

اور یہ تو فروعات کا حال ہے، لیکن کاش معاملہ اس سے آگے نہ بڑھتا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جوں جوں نصوص سنت کے معارضات بڑھتے گئے اور بحث ومناظرہ کا میدان وسیع ہوتا گیا، ساتھ ساتھ نئے نئے اصول وقواعد بھی بنتے گئے کہ اگر قاعدہ بن گیا تو ایک ہی ڈھال پر سارے وار روک لئے جائیں گے۔ حالانکہ امام ابوحنیفہؒ و صاحبین کو ان اختراعی اصول وقواعد کا وہم وخیال بھی نہ گذرا ہوگا۔ بلکہ ان کی تصریحات بیّنہ ان کے خلاف موجود۔ یہ جو مسلّمہ قواعد ٹھہرالئے گئے ہیں کہ

الخاص مبين فلا يلحقه البيان (ردوا بها فرضية قرأة الفاتحه فى الصلوة وفرضية الاطمينان و غير ذلک ۔ قالوا لفظ اقرؤا واسجدوا خاص مبين فلو لحقها المبين لكان الخاص يلحقه البيان)۔ الزيادة على الكتاب نسخ فلا يكو ن ا لّا بآية ناصة او حديث مشهور ناص ۔ لا ترجيح بكثرة الرواة وانما هو بفقه الراوى ۔ كل حد يث لم يروا لا من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیس فقیھا فان انسد فیه باب الرا ئے لا یجب قبوله ۔ العام قطعی کالخاص۔ المر سل کالمسند وغیر ذلک من القواعد المصنوعة التی یر دون بھا جمیع ما یحتج به علیھم من الاحا دیث الصحیحة

تو ان میں سے کونسا قاعدہ ہے جو حضرت امام ابوحنیفہ یا صاحبین کا ٹھہرایا ہوا ہے؟ لیکن اب یہ سب کچھ انہی کی طرف منسوب ہے اور ہزاروں مدعیان تفقہ وعلم، ومشغولین درس وتدریس منار و ہدایہ ہیں جن کو اس کی خبر بھی نہیں۔ حتی کہ بعض دانشمندوں نے تو ایک ہی قاعدہ بنا کر سارے جھگڑے چکا دیئے

اذا کان فی المسئلة قول لابی حنیفه و صاحبیه و حد یث یحکمون بصحته، وجب اتباع قولھم دون الحدیث، لانّا نظن بابی حنیفه و صاحبیه انھم عارضوا الحدیث مع صحته و صحة الاستنباط منه

یعنی اگر کسی مسئلہ میں حدیث صحیح ایک طرف ہو اور دوسری طرف اس کے خلاف امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول، تو واجب ہے کہ حدیث کو چھوڑ دیا جائے اور قول امام ہی کی پیروی کی جائے، کیونکہ آخر کوئی بات تو ہوگی جس کی وجہ سے انہوں نے ایسا کیا۔ تو کیا یہ قاعدہ بھی اس وجود گرامی کا قرار دادہ ہوسکتا ہے، جس نے اپنی ساری عمر مقدس اس صدائے حق کے اعلان وتکرار میں بسر کر دی اترکوا قولی لخبر الر سول ؟ اور کیا اس طرح کے قواعد کا ان لوگوں کو گمان بھی گذر سکتا تھا جن کا عقیدہ یہ تھا:

اذا صحّ الحد یث فھو مذھبی اور فا ضر بوا بقو لی الحا ئط؟

یہی وجہ ہے کہ محققین اہل سنت وآئمہ سلفیہ اس پر متفق ہوئے کہ تمام آئمہ سلف کا دامن علم وعمل بدعت حیل سے پاک ہے اور جتنی باتیں ان کی نسبت کہی جاتی ہیں، یا تو اس کی بنا یہ ہے کہ ان آئمہ کی کسی اصل کو لے کر اس پر خود غلط در غلط ظلمات بعضھا فوق بعض متاخرین نے تفریعات کی ہیں، اور یا بندگان الٰہی کو گمراہ کرنے کے لئے از راہ مکر وتلبیس اپنی حیلہ تراشیوں کو ان کی جانب منسوب کر دیا ہے۔ جب یہ بندگان نفس خدا کو دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے کہ یہی حقیقت بدعت حیل کی ہے تو ظاہر ہے انسانوں کو دھوکہ دینے اور ان پر افتراء کرنے میں ان کو کیا باک ہوسکتا ہے؟

ابن قیم نے اعلام الموقعین میں ابن تیمیہ کا قول نقل کیا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و المتاخرون احدثوا حيلا لم يصح القول بها عن ا حد من الآئمة و نسبو ها الى الآئمة و هم مخطئون فى نسبته اليهم و لهم مع الآئمة مو قف بين يدى الله

زکوۃ کا اصل مقصد شارع تو یہ بتلائے کہ یؤخذ من اغنیائهم و یرد علی فقرائهم ۔جس سے معلوم ہوا کہ محض کوئی ظاہری رسم اور بات پوری کر دینا مطلوب نہیں، بلکہ اغنیاء سے فقراء کو مال دلانا مقصود ہے تاکہ قوم کا کوئی طبقہ محتاج نہ رہے ۔مگر یہ دین باز اس کا یہ مطلب بنالیں کہ اگر صرف دکھلاوے کی بات پوری کردی تو حکم زکوۃ ساقط ہو گیا۔..یہ لوگ بھی فی الحقیقت ملحد ہیں لیکن ان کا الحاد اعتقادی نہیں بلکہ عملی، اور دنیا میں ہمیشہ الحاد فی العمل ہی زیادہ رہا ہے ...ایک صاحب نے مجھ سے ایک مولوی صاحب کی نسبت کہ مدرس بھی ہیں، واعظ بھی ہیں، اور جدل ومکابرات کے رسائل کے مصنف بھی، بیان کیا کہ وہ ہر سال اپنا اندوختہ بیوی کے نام ہبہ کر دیتے ہیں اور پھر وہ نیک بخت اسی کا ردعمل کرتی ہے ۔ان کے استاد جناب مولانا محمود حسن دیوبندی نے یہ سنا تو ایسا کرنے سے روکا کہ تقوی کے خلاف ہے ۔میں نے یہ سن کر کہا کہ تقوی تو ایک مزید درجہ عمل وفضیلت ہے، اس کا یہاں ذکر ہی کیا، یاں کہنا چاہیے کہ سرے سے دین و شریعت کے ہی خلاف ہے۔ (تذکرہ۔ص ۹۹۔۱۰۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی فقہاء کی ارکان اسلام پر مشق ستم

برصغیر کے فقہاء (جو ان دس گیارہ صدیوں میں یہاں عام طور پر موجود تھے، اور ظاہر ہے کہ وہ احناف تھے) نے حج کے ساقط ہونے کا نظریہ ایجاد کیا ہوا تھا اور ان کے زیر اثر حج تقریباً متروک ہو چکا تھا۔ اسلام کے اس عالمگیر سالانہ اجتماع میں ہندی مسلمانوں کا تناسب ایک فی صد سے بھی کم ہوتا تھا اور شائد کوئی تناسب ہوتا ہی نہیں تھا۔ سوائے تارکین وطن کے یا کسی طالب علم کے، یا سفیر اور صاحب ہدایاء کے حجاز میں کوئی ہندی شخص شائد ہی نظر آتا ہو۔ اکا دکا لوگوں کا وہاں بغرض تعلیم جانا مذکور ہے جہاں وہ حج بھی کر لیتے تھے۔ کبھی کبھار بادشاہوں کی حکایات میں ملتا ہے کہ اس نے فلاں شخص کو اہل حضار (مدینہ و مکہ) کے عوام کیلئے عطیات و ہدایاء اور مشاہد کیلئے ہدایا دے کر فلاں شخص کو بھیجا۔ یا بادشاہ کسی سے ناراض ہو کر اسے جلاوطن کرنے کی غرض سے حج پر بھیج دیتے جیسا کہ لکھا ہے:

> پے در پے ناکامیوں کے بعد کامران نے ہمایوں سے معافی کی درخواست کی، ہمایوں نے اسے معاف کر دیا.. اس نے پھر سرکشی کی.. مگر جلد ہی ہمایوں کے آدمیوں نے اسے گرفتار کر کے خدمت میں پیش کر دیا۔ اس بار ہمایوں نے اسے اندھا کر کے ۹۶۰ھ میں کعبۃ اللہ بھیج دیا۔.. مرزا کامران طواف کعبہ سے فیض یاب ہوا لیکن بہت جلد وہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ (منتخب اللباب مترجم ج ا ص ۱۵۲۔۱۵۳)

اکبر اور خان خاناں بیرم کی باہم چپقلش شروع ہوئی تو ایک موقع پر بیرم خان نے حج بیت اللہ کا عزم کر لیا اور بادشاہ سے اجازت چاہی... اکبر نے اسے پیغام بھیجا:

> تم نے کعبۃ اللہ کا احرام باندھ لیا ہے اور کئی حیثیتوں سے تم پر حج کا فریضہ واجب اور لازم بھی ہے اس لئے اب تم کو علائق دنیا سے دست کش ہو جانا چاہیے ...(لیکن بیرم کو مجوزہ سفر حج میں دشمنوں کی سازش کا وسوسہ ایسا دامن گیر ہوا کہ) دار الخلافہ سے تیس کوس کی منزل سے لوٹ آیا.. یہ بات اس کی مزید بدنامی کا سبب بنی کہ دیکھو دنیا کی محبت میں حج بیت اللہ کا ارادہ فسخ کر دیا.... (کچھ عرصہ بعد) بیرم خان نے دوبارہ حج بیت اللہ کا ارادہ کیا.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.(لیکن بادشاہ کے ایک عامل) پیر محمد خان نے اس کا راستہ روک لیا، پھر وہ بادشاہ کے حضور حاضر ہوا۔ معافی مانگی۔ بادشاہ نے کہا: .اگر تم بیت اللہ جانا چاہو تو تم کو عزت و آبرو کے ساتھ روانہ کر دیں گے.. پھر اکبر نے ۵۰ ہزار روپیہ سفر خرچ کیلئے دیا اور سفر کے لوازمات مہیا کر کے رخصت کر دیا.. (لیکن) سفر حج کے دوران ۹۷۴ھ میں کھنبایت میں قتل ہو گیا (منتخب اللباب مترجم ج ا ص ۱۷۶۔۱۸۱ ملخصاً)

اور شیخ اکرام نے لکھا ہے کہ اکبر کے دور میں:

مخدوم الملک اور صدر الصدور کو ۱۵۸۰ء کے شروع میں حج اور خیراتی کاموں کے بہانے حجاز جلاوطن کر دیا گیا اور حکم ہوا کہ بلا اجازت نہ آئیں۔ انہیں جانا ناگوار تھا۔ جب ملک میں بادشاہ کے خلاف عام برہمی اور اضلاع شرقی میں بغاوت پھیلی تو وہ غلط امیدوں کے نشے میں سرشار بلا اجازت واپس آ گئے۔ لیکن ان کے یہاں پہنچنے تک مخالفت دبا دی گئی تھی۔ مخدوم الملک تو واپسی پر ڈر سے ہی احمد آباد گجرات میں وفات پا گئے (۱۵۸۲ء) شیخ عبدالنبی کا انجام زیادہ حسرت ناک ہوا۔ انہیں گرفتار کر کے فتح پور سیکری لایا۔ دیر تک بندی خانے میں قید رکھا گیا۔ وقت رخصت خیرات کے لئے جو ستر ہزار روپیہ دیا گیا تھا اس کا حساب کتاب ہوتا رہا۔ اسی دوران میں انہیں گلا گھونٹ کر ختم کر دیا گیا۔ (رود کوثر۔ص ۱۰۶)

جناب مناظر احسن گیلانی بتاتے ہیں؛

ملا عبداللہ سلطان پوری، جن کا عہدہ مخدوم الملک کا تھا، نے محض اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے، فریضہ حج کے اسقاط کا فتوی دے دیا۔ زکوۃ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ شش ماہی تقسیم والے حیلہ سے کام لیا کرتے تھے اور آخر میں جب ہزار ہا ذلت وخواری کے بعد انتقال ہوا تو بادشاہی حکم سے ان کے مکان کا جو لاہور میں تھا جائزہ لیا گیا.. اتنے خزانے اور دفینے ظاہر ہوئے کہ ان خزانوں کے تالوں کو دہم کی کنجیوں سے بھی کھولنا ناممکن ہے۔ منجملہ ان کے سونے سے بھرے ہوئے چند صندوق مخدوم الملک کے گورخانہ سے برآمد ہوئے جنہیں مردوں (اموات) کے بہانہ سے اس نے دفن کیا تھا.

(تذکرہ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۸۱)

جناب علی میاں نے بھی اپنے اس حنفی بزرگ کے طریق عمل کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملاّ عبداللہ سلطانپوری کا عہدہ اور خطاب مخدوم الملک تھا انہوں نے محض اس لئے کہ حج نہ کرنا پڑے فریضہ حج کے اسقاط کا فتوی دیا تھا۔ اور زکوۃ کے سلسلہ میں حیلہ شرعی (یعنی حولان حول ہونے، ایک سال گزر جانے، سے پہلے وہ رقم جس پر زکوۃ فرض ہورہی تھی، اہلیہ یا کسی دوسرے عزیز کو دے دیتے، وہ لینے کے بعد واپس کر دیتا۔ اس طرح وہ اس سال زکوۃ سے بچ جاتے کہ حولان حول کی شرط ہے۔ اگلے سال بھی یہی عمل کرتے) سے کام لیتے تھے اور اس کی فرضیت سے بچ جاتے تھے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ جلد۴۔ص ۸۸۔۸۹)

اور شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے کہ مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری کو:

ہمایوں نے مخدوم الملک کا خطاب دیا۔ شیخ الاسلام کا خطاب انہوں نے شیر شاہ سے حاصل کیا۔ مخدوم الملک نے اپنے اختیار واقتدار دوکاموں کے لئے استعمال کیا۔ ایک تو کسب زر کے لئے اور دوسرے فساد مملکت کا خطرہ دکھا کر ہر اس عالم اور درویش کو اذیت پہچانے کے لئے جو ان سے کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتا تھا۔ جمع اموال کا یہ عالم تھا کہ جب وہ مرے تو تین کروڑ روپئے نقد ان کے گھر سے نکلے۔ ان کے گورخانے میں سے چند صندوق ملے جن میں سونے کی اینٹیں چنی ہوئی تھیں جو مردوں کے بہانے دفن کئے ہوئے تھے۔ ان کی طبیعت کا رنگ بالکل ظاہر پرستی کا تھا اور اگر وہ شرعی حیلوں سے شارع کا اصل مقصد ضائع کر دیتے تو انہیں ذرا تامل نہ ہوتا۔ زکوۃ اور حج جیسے اہم ارکان مذہبی کی نسبت ان کا عمل یہ تھا کہ سال کے اخیر میں تمام مال بی بی کو ہبہ کر دیتے اور وہ نیک بخت سال کے اندر پھر انہیں واپس کر دیتی تا کہ اس حیلہ شرعی سے زکوۃ سے بچ جائیں۔ اس طرح جب حج کے متعلق کوئی ان سے لئے پوچھتا کہ برشمار حج فرض شدہ، تو جواب ملتا نے (نہیں)۔ وجہ یہ بتاتے کہ خشکی سے جائیں تو رافضیوں کے ملک سے گزرنا پڑتا ہے۔ تری کی راہ سے جائیں تو فرنگیوں سے عہد و پیمان کرنا پڑتا ہے، وہ بھی ذلت ہے۔ پس دونوں طرح ناجائز ہے۔ اس خیال کی تائید میں سو سے زیادہ روائتیں نکال رکھی تھیں۔ (گلزار ابرار)۔ (رود کوثر۔ص ۹۴۔۹۵)

اور نظام الملک خافی نے بتایا ہے کہ شاہجہان کا قاضی القضاۃ بھی حج کے معاملے میں کتاب الحیل پر عامل تھا۔ لکھا ہے:

شاہ جہان کے ملاحظہ میں گھوڑے پیش کئے جارہے تھے۔ اس وقت گھوڑوں کے قریب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے قاضی القضاۃ محمد سلیم گذر رہا تھا ایک گھوڑے کے بد کنے سے قاضی گر پڑا اور اس کا پاؤں سخت زخمی ہو گیا اور وہ دو تین ماہ تک صاحب فراش رہا جن دنوں اسے صحت ہوئی فراست خان ناظر محل نے کعبۃ اللہ جانے کی اجازت طلب کی تھی، بادشاہ کے اس کے ذریعہ شریف کعبہ اور وہاں کے مستحقوں کے لئے ڈیڑھ لاکھ روپیہ بھیجنے کا ارادہ کر لیا تھا جب قاضی سلیم صحت یاب ہو گیا تو اسے بھی فراست خان کے ساتھ مامور کر دیا گیا مگر قاضی سلیم کعبۃ اللہ جانے پر آمادہ نہیں تھا۔ دنیا نے ایسا گھیرا تھا کہ اللہ کے گھر جانے کیلئے حیلے حوالے کرنے لگا بادشاہ کو جب معلوم ہوا تو اسے ہزاری منصب اور خدمت سے معزول کر دیا اور سالانہ دس ہزار روپیہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اس کی جگہ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر قاضی خوش حال کا تقرر کر دیا گیا۔ (منتخب اللباب مترجم ج ۲۔ص ۲۶۳)

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کہتے ہیں:۔

آنکہ انتظار باید کشید کہ اشخاصان معلوم درعرصہ قریب فتوی معافی صوم وصلوۃ برائے ہندوستانیاں خواہند نوشت بدلیل ایں کہ پیغمبر ﷺ در ہند تشریف فرما نہ شدہ اند و برائے زکوۃ برجہ اولی۔ منتظر رہنا چاہیے کہ یہ حضرات جنہوں نے آج حج کی عدم فرضیت کا فتوی دیا ہے کل ہندوستانیوں کے لئے نماز روزے کی معافی کا فتوی لکھ دیں گے اس دلیل سے کہ پیغمبر ﷺ کی ہندوستان میں بعثت نہیں ہوئی اور زکوۃ کو بدرجہ اولی ساقط کر دیں گے (سیرت سید احمد۔ ج ۱۔ص ۲۶۱)

جناب ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے:

حج علماء کی تاویلوں اور اس فقہی عذر کی وجہ سے کہ راستے میں امن نہیں ہے اور سمندر بھی مانع شرعی اور من استطاع الیہ سبیلاً کے منافی ہے، اسلئے فرض نہیں ہے۔ اور اس حالت میں حج کرنا فرمان خداوندی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ کی مخالفت ہے۔ (سیرت سید احمد شہید ج ۱۔ص ۲۵۷۔۲۵۸؛ حصہ دوم۔ص ۵۴۰۔۵۴۱)

قصبہ گنتی میں سنا گیا کہ گڑھ کے رہنے والے مولوی یادعلی صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کے لئے سفر حج حرام ہے، اس لئے کہ درمیان سمندر حائل ہے۔ اگر جہاز ٹوٹ گیا تو نجات مشکل ہے، حضرت (سید احمد) مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا اسماعیل سے فرمایا کہ چالیس آدمیوں کے ساتھ قصبہ گڑھ تشریف لے جائیں اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کر کے ہندوستان اور تمام اسلامی ملکوں کے مسلمانوں پر قرآن و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی رو سے حج کی فرضیت اور فضیلت بیان کریں.. چنانچہ دونوں حضرات چالیس آدمیوں کے ساتھ گنگا پار کر کے قصبے میں تشریف لے گئے اور شاہ ابراہیم علی کی مسجد میں وہاں کے تمام رؤساء اور باشندوں کے سامنے قرآن وحدیث کے قوی اور واضح دلائل کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے حج کی فرضیت اور فضیلت ثابت کی... مولوی یاد علی کا بھیجا ہوا آدمی ہندوستانیوں کے لئے سفر حج کی حرمت کے بارے میں چند ضعیف ضعیف روائتیں، جو بعض فتاوی کی کتابوں سے نقل کی گئی تھیں، لے کر آیا۔ اور اس پر فریقین کے درمیان کچھ بحث مباحثہ ہوا اور بات بڑھی۔ کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر نزاع کو رفع دفع کیا۔ مکتوب سید حمید الدین (سیرت سید احمد شہید۔ ج ا ص ۲۷۸۔۲۷۹)

☆ نماز کی ادائیگی سے بچنے کیلئے ہندی فقہاء نے قضا عمری کا حیلہ نکال رکھا تھا اور روزوں سے بچنے کے حیلے بھی تلاش کر لئے تھے۔ بغرا خان (بنگال کے حکمران) نے اپنے بیٹے کیقباد بادشاہ دہلی (بلبن کے بیٹے بغرا خان کا بیٹا کیقباد تھا جو بلبن کی وفات کے بعد اپنے دادا کے تخت پر بیٹھا کیونکہ بغرا خان کو بنگال اتنا پسند آ گیا کہ وہ وہاں کی حکومت پر مطمئن ہو کر لکھنوتی میں رہ پڑا تھا) کو لکھا:

میں نے سنا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتے اور ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھتے اور ایک حیلہ گر عالم (حیلہ گرے از دانشمندان بے دیانت نامسلمان) نے درہم و دینار کے طمع میں تم کو روزے ناغہ کرنے کی اجازت دے دی ہے اور تم سے کہہ رکھا ہے کہ اگر تم ایک روزے کے بدلے ایک غلام آزاد کر دو، یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو تو تم کو روزے کا ثواب پہنچ جائے گا۔ تم نے یہ بات مان لی ہے۔ (آب کوثر۔ ص ۱۱۱)

ملا شاہ بدخشی (ف ۱۰۶۹ھ) نے تو بروایت جناب محمد میاں یا ایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصّلوۃ و انتم سکاری کی ایسی تفسیر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نماز ہی معاف کر دی۔ تفسیر کے الفاظ یہ ہیں:

ای کسانیکہ ایمان حقیقی آوردہ آید، نزدیک نماز نشوید در حالات سکر و مستی۔ مقید سکر حالت بلند تر ست از نماز گزاراں ... اگر مستی مجازی ست قرب نماز ممنوع ست تا نماز ملوّث نشود دریں صورت عزت نماز ست و اگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع ست۔ دریں صورت عزت سکر ست مصلی نماند نماز کے خواند (علمائے ہند کا شاندار ماضی، ج ا ص ۳۸۸ بحوالہ حسنات العارفین ص ۳۲ بحوالہ مقدمہ ص ۳۷۳ (حاشیہ میں لکھا ہے. ممنوع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہنا صحیح نہیں کیونکہ سکر حقیقی کی حالت میں اگر مجزوبانہ کیفیت پیدا ہوگئی تو اس بنا پر کہ عقل وحواس ظاہری معطل ہوگئے ہیں، نماز ساقط ہو جائے گی۔ مگر اس بنا پر نہیں کہ سکر حقیقی کا احترام ہے بلکہ اس بنا پر کہ نظر شریعت میں جنون کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے)

جناب علی میاں (سیرت سید احمد شہید ج ا۔ص ۱۹۵) بتاتے ہیں:

بنارس میں سید احمد کے پاس ایک مقامی پیر آئے ..اور کہا ہماری تو وجہ معاش یہ ہے کہ تمام مریدوں کے یاں ششماہی مقرر ہے۔ کوئی ایک روپیہ کوئی دو روپیہ، کوئی کم زیادہ دیتا ہے۔ اور یہ لوگ پیشہ ور ہیں، ان سے پنج وقتی نماز کہاں ہوسکتی ہے؟ اسی کی معافی میں یہ ہم کو چھٹے مہینے مقدور کے موافق کچھ زر نقد نذر کرتے ہیں۔ مگر رمضان کے روزوں کی ہم ان کو بہت تاکید کرتے ہیں، اس میں جو کوئی عذر کرتا ہے کہ ہم حقہ پیتے ہیں یا کوئی اور نشہ کھاتے ہیں، ہم سے روزہ نہیں رکھا جاتا تو ہم ان سے اس ششماہی کے سوا کچھ اور نقدی یا دو چار دعوتیں وغیرہ ٹھیرا کر ان کو معاف کر دیتے ہیں۔

مساجد موجود تھیں لیکن کئی ایک نمازیوں سے محروم بھی تھیں، جیسا کہ جناب فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے جس مسجد میں رہنا شروع کیا تو اولاً وہاں کوئی نمازی نہیں تھا۔ ایک مؤذن البتہ دو روپیہ معاش، وقف شدہ سے یا ورثۂ اہل مقبرہ سے پاتا تھا، فقط اذان دے کر چلا جاتا تھا، نماز نہیں پڑھتا تھا (سوانح فضل رحمٰن گنج مراد آبادی)

اور لاہور کی ایک مسجد میں تو ایک ہندو جوگی رہتا تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ میاں اسماعیل المعروف میاں وڈا گیارھویں صدی ہجری میں جب لاہور تشریف لائے تو

اولاً چالیس روز تک پیر علی مخدوم گنج بخش کی خانقاہ میں معتکف رہے۔ پھر اقامت گاہ (محلّہ تیل پورہ) میں تشریف لائے ...ان دنوں لاہور کے محلّہ گنج پور میں ایک پرانی مسجد تھی۔ ایک ہندو جوگی اس مسجد میں رہا کرتا تھا۔ چونکہ یہ جوگی باکمال تھا کسی مسلمان کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ اس کو مسجد سے نکالے۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ حصہ اول ص ۳۹۰)

جمعہ اتنی شرائط سے بندھا ہوا تھا کہ پورے برصغیر میں چند گنے چنے مقامات پر ہی قائم ہوسکتا تھا۔ ملک کی بیشتر آبادی دیہاتوں میں آباد تھی اور دیہات میں جمعہ پڑھنے کے احناف قائل ہی نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عائلی زندگی پر ہندی فقہاء کی نظر کرم

☆ شیخ محمد اکرام بتاتے ہیں کہ اکبر کے دور میں:

ایک عالم ایک چیز کو حرام کہتا تھا دوسرا اس کے حلال ہونے کا فتوی دیتا تھا۔ بادشاہ نہ صرف دونوں سے بدظن ہو گیا بلکہ حرام اور حلال کی تعیین ہی اس کے دماغ میں نہ رہی۔ اس منزل میں پہلا قدم ملّا عبدالقادر بدایونی نے دکھایا اور وہ بھی ایک نازک ذاتی مسئلے پر۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ بادشاہ کی چار سے زیادہ بیویاں تھیں۔ عبادت خانہ کے مباحثوں میں تعدد ازدواج پر گفتگو ہوئی۔ بادشاہ کو بھی خیال ہوا کہ کسی حرم کو رخصت کئے بغیر کسی طرح شرع کی پابندی ہو جائے۔ دو ایک نے متعہ کا راستہ دکھایا۔ دوسروں نے اس کی حنفی فقہ کی رو سے مخالفت کی۔ اس پر بدایونی نے کہا کہ اگر ایک مالکی قاضی اس کے حق میں اپنے اصول کی رو سے فتوی دیدے تو ایک حنفی کے لئے بھی متعہ جائز ہے۔ بادشاہ کو اور کیا چاہیے تھا؟ دربار سے حنفی قاضی کو رخصت کیا اور اس کی جگہ مالکی قاضی حسین عرب مکی کی تعیناتی ہوئی جس نے فوراً حسب الطلب فتوی دیدیا۔ یہ واقعہ ۹۸۴ھ (۱۵۷۶ء۔۱۵۷۷ء) کا ہے۔ بدایونی اسے بیان کر کے لکھتا ہے

و پیراں را از صدر تا مخدوم الملک و قاضی و غیر ایشاں ازیں کار و بار حالتے عجیب روئے داد۔ و ابتدائے خزاں در عہد خریف ایشاں شد (منتخب التواریخ۔ ج ۲ ص ۲۰۹)۔

(رود کوثر۔ص ۹۰۔۹۱)۔

(ابوالکلام فرماتے ہیں کہ مذہب مالکی میں متعہ اصلاً جائز نہیں وقول هدا یه قال مالک هو جائز عند الشارحین غلط ہے کما فی الفتح والعینی (حواشی ابوالکلام آزاد۔ص ۳۶۴)

جناب مناظر احسن گیلانی بتاتے ہیں کہ نکاح کے قوانین میں..

بعض علماء نے فقہ حنفی کی رو سے جواز متعہ کا بھی فتوی صادر کیا تھا جس کا قصہ طویل ہے۔ بعضوں نے تو اکبر کے الحاد کا نقطہ آغاز اسی مسئلہ کو قرار دیا ہے۔ بعض مولویوں نے بجائے چار کے اکبر کے کانوں تک یہ بھی پہنچایا تھا کہ بعض آئمہ مجتہدین ۹، اور بعض اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے بھی زیادہ بیویوں کے قائل ہیں۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۶۹)

جناب گیلانی ہی نے لکھا ہے کہ

ملا عبدالقادر بدایونی کا بیان ہے کہ کوئی صاحب حاجی ابراہیم سرہندی تھے، مولوی آدمی تھے، اکبر کے زمانہ میں صوبہ گجرات کی صدارت پر سرفراز تھے۔ آپ نے بادشاہ کو گجرات سے ایک تحفہ یہ بھیجا:

عبارت جعلی از شیخ ابن عربی در کتابے کہنہ کرم خوردہ بخط مجہول نوشت کہ صاحب زمان زنان بسیار خواہد داشت و ریش تراش خواہد بود صفتے چند کہ در خلیفہ الزمان بود درج کرد۔ (منتخب التواریخ۔ ج ۲ ص ۲۷۸)۔ ایک جعلی عبارت شیخ ابن عربی کی ایک پرانی کرم خوردہ کتاب سے نامانوس حروف میں نقل کر کے بھیجی جس کا مطلب یہ تھا کہ صاحب زمان کے پاس بہت سی عورتیں ہوں گی اور ڈھ منڈا ہوگا۔ اسی طرح کے چند صفات جو خلیفۃ الزمان میں تھے، اس میں درج تھے (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۴۴)۔

(شائد ایسے ہی فقہاء احناف کے دیئے ہوئے لائسنس کے تحت . دکن کے مشہور بادشاہ فیروز شاہ بہمنی نے مختلف ممالک واقوام کی آٹھ سو عورتوں سے بوقت واحد عقد متعہ کیا تھا۔ (امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ۔حاشیہ ص ۵۳۴)

غسل جنابت کا حال بھی دگرگوں تھا۔ اکبر نے، جسے حنفی فقہاء نے ترقی دے کر امام عادل کے منصب پر فائز کیا تھا، غسل جنابت منسوخ کر دیا تھا۔ لکھا ہے:

فرضیت غسل جنابت مطلقاً ساقط شد کہ تخم آفرینش نیکان است۔ بلکہ مناسب آں ست کہ اول غسل کنند بعد ازاں جماع۔ (غسل جنابت کے فرض ہونے کا مسئلہ منسوخ کر دیا گیا اسلئے کہ (منی) نیک لوگوں کی پیدائش کا تخم ہے۔ بلکہ مناسب یہ ہے کہ پہلے غسل کیا جائے اس کے بعد ہم بستری)۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۶۷)۔

اور پھر جہانگیر کے عہد تک نوبتہا یں رسید کہ خافی خان نے لکھا ہے:

جہانگیر ہر سال کشمیر کی سیر کے لئے جاتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ کشمیر ہماری قلم رو میں جنت ارضی ہے۔ ایک مرتبہ کشمیر کے کسی بازار میں اس کی سواری جا رہی تھی راستہ میں دونوں طرف عورتیں کھڑی ہوئی ہاتھ اٹھا کر بادشاہ کو دعا دے رہی تھیں ان کے کپڑوں کی بو بادشاہ تک پہنچی تو بڑی کراہیت ہوئی اور دریافت کیا یہ کیسی بو آرہی ہے۔ بادشاہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت ہاتھی پر سوار تھا۔ پیچھے ایک امیر جو بے تکلف اور گستاخ تھا، مگس رانی کر رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ جواب دیا یہ اس جنت ارضی کی حوروں کی مہک ہے.... عورتیں برسوں تک ایک ہی کرتہ برہمنوں کے زنار کی طرح گلے میں ڈالے رہتی ہیں۔ کشمیر میں پانی کی کوئی کمی نہیں ہے ہر محلّہ میں پانی کی نہر جاری ہے مگر وہاں کی عورتوں اور مردوں کو شاید ہی کبھی غسل جنابت کا اتفاق پیش آتا ہو۔ وہاں کی عورتوں کے کپڑے بڑے گندے اور بدبودار ہوتے ہیں باہر سے آنے والے جب ان کے پاس سے گذرتے ہیں تو ان کو کراہت اور نفرت ہونے لگتی ہے۔ (منتخب اللباب مترجم ج اول۔ص ۳۰۳)

اور نکاح وطلاق کے ضابطے بے ضابطہ ہو چکے تھے۔ خافی خان بتاتے ہیں کہ کشمیر کی سیر کے بعد آخر ربیع الاول (۱۰۴۳ھ) میں (شاہجہان) بادشاہ لاہور کی طرف واپس ہوئے۔ جب بھنبر (آزاد کشمیر میں ہے اور گجرات سے بہت دور نہیں) کی منزل پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس سرزمین کے مسلمان کلمہ توحید تو پڑھ لیتے ہیں مگر نہ اس کا مطلب سمجھتے ہیں اور نہ اسلام کے طور طریق سے واقف ہیں۔ یہاں تک کہ کافروں تک کو اپنی بیٹیاں نکاح میں دے دیتے ہیں اور دونوں طرف سے رشتہ داریاں اور نسبتیں رکھتے ہیں ایسی رشتہ داریوں کی ممانعت کے لئے سخت احکام نافذ کئے گئے۔ پنجاب کی سرحد میں سواری پہنچی تو ایک جماعت نے آکر استغاثہ کیا کہ اس علاقہ کے کافروں نے مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو جبراً اپنے گھر میں ڈال لیا ہے اور وہ مسجدوں کو بھی برباد کرتے رہتے ہیں۔ حکم ہوا کہ ان کو قید کر دیا جائے اگر وہ توبہ کر کے اسلام قبول کر لیں تو ان عورتوں سے ان کا از سر نو عقد پڑھوا دیا جائے ورنہ ان کو قتل کر کے ان کے گھر مال وغیرہ ضبط کر لیں۔ (منتخب اللباب مترجم۔ ج ۲۔ص ۹۹)

اور یہی واقعہ شیخ اکرام یوں بتاتے ہیں کہ شاہجہان کے دور میں ایک دفعہ:

خدمت شاہی میں عرض ہوا کہ علاقہ بھنبر کے مسلمان اپنی جہالت کی بنا پر ہنود کو بیٹیاں دیتے اور ان سے بیٹیاں لیتے ہیں۔ اور یہ طے کر لیا ہے کہ جو ہندو لڑکی مسلمان سسرال میں مرے وہ دفن کی جائے اور جو مسلمان لڑکی ہندوؤں کے گھر فوت ہو، وہ جلائی جائے دربار شاہی سے حکم ہوا کہ جس ہندو کے گھر میں مسلمان لڑکی ہو اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا نکاح دوسری بار پڑھا جائے ورنہ مسلمان عورت کو اس سے جدا کیا جائے۔.....

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب بادشاہ کی سواری پنجاب کے قصبہ گجرات پہنچی تو وہاں کے سادات ومشائخ نے عرض کیا کہ وہاں کے بعض ہندوؤں نے مسلمان عورتیں گھروں میں ڈال رکھی ہیں (حرائر و امائے مومنہ درتصرف دارند) اوران میں سے بعض نے تو مسجدوں پر قبضہ کرلیا ہے ۔ اس پر شیخ محمد گجراتی کو جوعلوم رسمی سے واقف تھا اورنومسلموں کا داروغہ مقرر ہوا تھا، حکم ملا کہ ثبوت کے بعد مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے نکالے اور مسجدوں اور غیرمسلموں کی عمارتوں کو علیحدہ علیحدہ کرے ۔ چنانچہ شیخ نے ستّر مسلمان عورتوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکالا ۔ (رودکوثر۔ص۴۲۳)

اورخافی خان ۱۶۲۹ء کے واقعات کے ضمن میں لکھتا ہے:

صوبہ کابل کی خبروں اور وہاں کے گورنرلشکر خان کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ افغان آئین شرعی کی بالکل پیروی نہیں کرتے ۔ بلکہ انہوں نے ایک گمراہ پیر کے احکام کو آیت وحدیث کا درجہ دے کرملحدوں کے طریقے اختیار کررکھے ہیں ۔ وہ بیویوں سے شرعی طور پرنکاح نہیں کرتے بلکہ ایک گائے یا بیل ذبح کرکے اپنے ہم مشربوں کی ضیافت کرتے ہیں اوراس کے بعد بغیرکسی عقدونکاح کے تعلقات ازدواجی شروع کردیتے ہیں ۔طلاق کے لئے وہ تین سنگریزے عورت کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اوراسے گھر سے باہرنکال دیتے ہیں ۔ بیوہ عورتیں ان کے رواج کے مطابق ترکے میں داخل ہیں اورمیت کے وارث کوحق ہوتا ہے خواہ وہ ان سے نکاح کرے یا کسی کے پاس ہبہ یا فروخت کردے ۔ جو بدنصیب مسافراس سرزمین میں جا پہنچتا ہے اسے یہ لوگ شکارحلال سمجھتے ہیں اور اسے بیچ کرآمدنی کا ذریعہ بناتے ہیں ۔ یہ لوگ میت کے ورثہ میں سے بیٹیوں کو کوئی حصہ نہیں دیتے ۔ (منتخب اللباب مترجم، ج۲۔ص۳۶۔۳۷)

سیدابوالحسن علی ندوی نے بتایا ہے کہ

بہت سے لوگ نکاح میں کسی تعداد کے، بلکہ نکاح کے بھی پابند نہ تھے، مسلمانوں سے فاتح اورزندہ قوموں کے خصائص رخصت ہورہے تھے، اوراس درخت کوگھن لگ چکا تھا... انیسویں صدی کے آغاز میں کہ انگریزوں کے قدم میں حاکمانہ طور پر ابھی ہندوستان میں جمے نہیں تھے اوران کا وہ رعب و دبدبہ جو۱۸۵۷ء کے بعد قائم ہوا ہے، ابھی ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پرنہیں تھا متعدد مسلمان عورتیں یورپیئن تاجروں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکام کے گھروں میں تھیں۔ (سیرت سید احمد شہید۔جلد اول ص ۷۰۔۷۱)۔

جیسا کہ ڈاکٹر مبارک علی نے بتایا ہے:

ابتداء میں انگریزوں کی پالیسی یہ تھی کہ ان کے ملازمین ایسٹ انڈیا کمپنی شادی انگریز خواتین سے کریں اور اس کیلئے انگلستان سے عورتیں آتی تھیں .لیکن بعد میں انہیں یہ بہت مہنگا پڑا کیونکہ اس صورت میں سفر کا خرچ بہت ہوتا تھا۔ اسلئے کمپنی نے ہندوستان کے حکام کو لکھا کہ کمپنی کے ملازمین کو چاہیے کہ وہ مقامی عورتوں سے شادی کریں ۔

اس کے بعد سے کمپنی کے ملازمین نے مقامی مسلمان اور ہندو عورتوں سے شادیاں کیں ۔خصوصیت کے ساتھ کمپنی کے اعلی افسران نے مسلمان امراء کے خاندان میں شادیاں کیں تا کہ معاشرہ میں انہیں اثر ورسوخ بھی ملے اور ان کا سماجی رتبہ بھی بڑھے ۔فینی پارکس (Fany Parks) جو انیسویں صدی میں ہندوستان آئی لکھتی ہے کہ اس وقت تک ہندوستانی معاشرے میں مسلمان لڑکی اور عیسائی لڑکے کی شادی کو قبول کر لیا جاتا تھا۔ کرنل گارڈنر جس نے خود ایک مسلمان عورت سے شادی کی تھی ، اس نے ایک خط میں لکھا کہ .ایک مسلمان خاتون اور عیسائی کی شادی جو قاضی کے ذریعہ ہوتی ہے، وہ اس ملک میں اسی قدر قانونی ہے جس قدر یہ رسم کلکتہ کے بشپ کے ذریعہ ادا کی جائے ۔فینی پارکس نے خاص طور سے کرنل گارڈنر اور اس کے خاندان کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے ہندوستان کے مسلمان امراء کے طبقہ میں شادیاں کی تھیں ۔کرنل گارڈنر کی شادی کھمبایت کے کسی شاہی خاندان کی شہزادی سے ہوئی تھی جس کا نام ظہور النساء تھا، اور اس کی بہن کی شادی بھی ایک انگریز حیدر ہیرسے (Hyder Hersey) سے ہوئی تھی ۔ظہور النساء شادی کے بعد اپنے مذہب پر قائم رہی اور اپنی لڑکیوں کی تربیت اسلامی طریقہ پر کی اور ان کی شادیاں مغلیہ شاہی خاندان میں ہوئیں ۔کرنل گارڈنر کے لڑکوں کی شادیاں بھی مسلمان لڑکیوں سے ہوئیں ۔ایلن گارڈنر کی بیوی ، بی بی صاحب انگا تھی ۔اس کے دوسرے لڑکے جیمس گارڈنر کی شادی مغل شہزادے مرزا سلیمان شکوہ کی لڑکی ملکہ ہمانی بیگم سے ہوئی ۔اس کا قصہ یہ ہے کہ اودھ کے حکمران نصیر الدین حیدر کی شادی اس کی بہن سے ہوئی تھی ۔ جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس سے بھی شادی کے خواہش مند ہوئے ۔اس پر ان کا جھگڑا شہزادہ سلیمان شکوہ سے ہوا۔ کرنل گارڈنر نے اس قصہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہزادہ کا ساتھ دیا، اور انہیں لکھنو سے اپنے ساتھ لے کر چلے ۔ تو شہزادی جمیس گارڈنر کے ساتھ بھاگ گئی اور بعد میں اس سے شادی کر لی ۔ کرنل گارڈنر کی لڑکیوں کی شادی شاہی خاندان میں ہوئی ۔ سوسن گارڈنر کی شادی، مرزا انجم شکوہ سے ہوئی جو سلیمان شکوہ کا لڑکا تھا ۔ گارڈنر کو اس بات پر فخر تھا کہ اس کی رشتہ داری مغل شاہی خاندان سے ہے۔

مشہور کرایہ کے سپاہی رائن ہارڈٹ (Rhein Hardt) نے پہلے ایک مسلمان عورت سے شادی کی جو سرد ھنہ کی رہنے والی تھی اس سے جولڑکا ہوا، اسے مغل بادشاہ نے ظفر یاب کا خطاب دیا۔ اس کی دوسری شادی مشہور بیگم، بیگم سمرو سے ہوئی ۔ جو مسلمان تھی اور بعد میں عیسائی ہوگئی ۔

انگریزوں نے عیسائی مذہب کا پابند ہوتے ہوئے، ایک سے زیادہ داشتائیں بھی رکھیں ۔ ۱۶۸۰ء میں ہروے (Hervey) نامی ایک شخص نے چھ مقامی عورتیں رکھ رکھی تھیں۔ چنانچہ حرم رکھنے کی جو روایت ہندوستان کے طبقہ امراء میں تھی، اسے انگریزوں نے اختیار کیا۔ اس وقت امراء میں حرم رکھنا ایک طبقاتی اور سماجی علامت تھی .. اکرلونی جو ہندوستان میں اختر لونی کے نام سے مشہور تھا، شاندار حرم رکھتا تھا اس کے تیرہ بیویاں تھیں جو شام کو تیرہ ہاتھیوں پر سوار ہوا خوری کو نکلتی تھیں ۔ اور ایک مشہور انگریز اسکنر جو ایک راجپوت کے بطن سے تھا اور سکندر صاحب کے نام سے مشہور تھا اس کے حرم میں ۱۴ عورتیں تھیں ۔ ۱۸ ویں صدی کے آخر میں ہند میں انگریز عورتوں کی تعداد بڑھ گئی جس کی وجہ سے ہندوستانی عورتوں سے شادی کرنا اور انہیں بطور داشتہ رکھنا کم ہوتا چلا گیا۔

(آخری عہد مغلیہ کا ہندوستان ۔ ص ۱۱۹۔۱۳۴)

عیسائیوں سے شادی کرنے والی مسلم خواتین، کا اسلام کہاں رہا؟ ان کے ولیوں کا اسلام کہاں رہا؟ قاضیوں کو کس نے اجازت دی کہ ایسے نکاح پڑھائیں ۔ اور یہ قاضی کس مسلک کے ہوتے تھے؟ احناف مصنفین کا یہ خیال ہے کہ ہر طرف فقہ حنفی کا دور دورہ تھا تو گویا یہ نکاح پڑھانے والے قضاۃ اور مولوی اسی طبقے سے ہوں گے۔

بیوہ کا نکاح ثانی مسلمانوں کے اس دینی اور اخلاقی انحطاط کے دور میں جس میں مسلمان شرفاء ہندوانہ رسم و رواج سے پورے طور پر متاثر ہو چکے تھے، اور بہت جگہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شریعت کے بجائے نفس اور عرف و عادات کا دور دورہ تھا، بڑے ننگ و عار کی بات اور خلاف دائب شرفا سمجھا جاتا تھا۔ خافی خان نے اپنے زمانہ عہد محمد شاہی کے متعلق شہادت دی ہے در ہندوستان میان شرفائے اسلام کہ مراد از اصل مشائخ عرب است، ایں عمل (عقد بیوگان) در ہندوستان قبیح وعیب دانستہ ترک رویہء آباء واجداد را کہ موافق حکم خدا ومطابق شرع محمدی است، نمودہ اند۔ تیرھویں صدی کی ابتدا تک یہ کراہت وحقارت قلوب میں اس طرح جاگزیں ہوچکی تھی کہ یہ مسلمان ہند کا ایک عرف اور رواج بن چکا تھا۔...بعض علماء اس رواج کی حمائت میں تھے، اور اس کے ثبوت میں فقہی دلائل ونظائر پیش کرتے تھے۔ (سیرت سید احمد شہید۔ ج ا۔ص ۲۳۹۔۲۴۰)

. احمد خاں کا کا نے سید احمد بریلوی سے عرض کیا کہ ہمارے اس ملک میں یہ رسم ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق لڑکے والوں سے زر نقد لئے بغیر کوئی اپنی بیٹی کا نکاح کسی کے بیٹے کے ساتھ نہیں کرتا۔ کوئی لڑکے سے سو روپئے کوئی چار پانچ سو کوئی ہزار لیتا ہے۔ لڑکے والے غریب روپئے کی تلاش میں حیران سرگردان رہتے ہیں۔ ان کی بیٹیاں بچاری بیٹھی رہتی ہیں اور نکاح نہیں ہوتا۔ اس بستی کی عورتیں آپ سے دادخواہ اور انصاف طلب ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ سید بادشاہ کو اللہ تعالی نے ہمارا امام بنایا ہے۔ وہ خدا کے لئے اپنی بیٹیوں کا انتظام کریں اور ہم کو عذاب سے نجات دیں۔...

جن لڑکیوں کا نکاح ہو جایا کرتا تھا وہ بھی اس انتظار میں کہ پٹھانوں کی رسوم کے مطابق رخصتی کا سامان ہو، برسوں بیٹھی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض سن رسیدہ ہو جاتیں اور اس سے بہت سی قباحتیں پیدا ہوتیں۔ منظورہ میں ہے کہ اسی زمانے میں تاکید ہوئی کہ جن لوگوں نے اپنی بیٹیوں کا نکاح کر دیا ہے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ چکی ہیں ان کو ان کے شوہروں کے گھر رخصت کیا جائے۔ حکم جاری ہوا کہ جن بالغ لڑکیوں کو نکاح کے باوجود ان کے شوہروں کے گھر رخصت نہیں کیا جاتا ان کی اطلاع دی جائے۔ اس کے لئے کارندے مقرر ہو جائے۔ حافظ عبداللطیف صاحب اور خضر خان کابلی اپنی جماعت کے ساتھ اس خدمت پر مامور ہوئے۔ دیہاتوں میں شوہروں کے اظہار و بیان کے مطابق ان لڑکیوں کو رخصت کرایا گیا۔ اس کی عملی صورت یہ تھی جب شوہر حاکم کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں نالش کرتا کہ فلاں دیہات یا موضع میں میری منکوحہ بالغہ ہے اور اس کو رخصت نہیں کیا جاتا تو لڑکی کے باپ کو دوسرے اولیاء (شرع) کے ساتھ طلب کیا جاتا اور اس کو فہمائش بلیغ کی جاتی کہ اپنی لڑکی کو رخصت کرے۔ اگر وہ قبول کر لیتا تو ایک دن اس کے لئے معین کر لیتا ورنہ حاکم کی طرف سے ایک دن اس کے لئے معین ہو جاتا اس روز اس کا شوہر حافظ عبداللطیف یا خضر خان کو اپنے ساتھ لے کر اپنی بیوی کو رخصت کرا لاتا ۔منظورۃ السعداء۔ ۲۳۶۔ (سیرت سید احمد شہید جلد دوم ۔ص ۱۳۲۔۳۱۳)

سفر حج کے دوران جب سید احمد بریلوی بنگال کے علاقے سے گذرے تو دیکھا کہ:

اس وقت بنگال میں کثرت سے رواج تھا کہ پہلا نکاح تو ماں باپ کر دیتے، اس کے بعد جس کا جی چاہتا، کسی عورت کو اپنے گھر ڈال لیتا اور اس سے بغیر عقد و نکاح کے ازدواجی تعلقات قائم کر لیتا۔ (سید احمد کی جانب سے) چند متدین علماء اس خدمت کے لئے مقرر ہوئے کہ بیعت کے بعد سو سو پچاس پچاس آدمیوں کو الگ بٹھا کر ان کے حالات دریافت کرتے۔ جس عورت یا مرد کے تعلقات بغیر نکاح کے ہوتے اور وہ دونوں وہاں موجود ہوتے تو ان کا نکاح پڑھا دیا جاتا۔ اگر دونوں میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا، اس کو طلب کیا جاتا اور نکاح پڑھایا جاتا۔ اگر اس کی حاضری ممکن نہ ہوتی تو سخت تاکید کر دی جاتی کہ جلد اس فرض کو ادا کیا جائے۔ مخزن احمدی۔ص ۷۵۔۷۶۔

(سیرت سید احمد شہید ج ۱۔ص ۳۲۶۔۳۲۷)

افغانستان ایک عرصہ تک برصغیر ہی کا حصہ شمار ہوتا رہا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں وہاں کے حالات کے متعلق جناب محمد علی قصوری لکھتے ہیں:

افغانستان میں امیر (حبیب اللہ) صاحب مطلق العنان بادشاہ کی حیثیت سے حکمران تھے .. بظاہر ایک قاضی القضاۃ بھی تھے جو شرعی احکام کے نافذ سمجھے جاتے تھے۔ مگر ان کی اصل حیثیت اعلیٰ حضرت کی مرضی کے مطابق شریعت اسلامی کی توجیہہ و تنفیذ کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ اعلیٰ حضرت کے ذاتی مشاغل میں مداخلت تو انہیں عین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطابق شریعت ثابت کرنا قاضی القضاۃ کے وظائف میں داخل تھا۔ مثلاً اعلی حضرت کو بدقسمتی سے عورتوں کی طرف کمال استغراق تھا اور ہر روز ان کیلئے لڑکیاں تلاش کی جاتی تھیں۔ اور بیش قرار قیمت پر حاصل کی جاتی تھیں۔ چنانچہ ہمارے اعلی حضرت کے حرم میں شائد نو سو اور ہزار کے درمیان عورتیں تھیں۔ اور بعض لڑکیاں افغانستان کے بڑے بڑے خاندانوں کی چشم و چراغ تھیں، یا نورستان کی تھیں ان لڑکیوں کو سورتی کہا جاتا تھا اور اعلی حضرت انہیں بیویاں یا کنیزوں کے طور پر رکھتے تھے۔ میں نے قاضی القضاۃ سے اس لفظ کی وجہ تسمیہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ سورتی وہ کنیز ہے جسے اعلی حضرت اپنی ذات کیلئے پسند فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ عورتیں کیوں کر لونڈیاں کہلا سکتی ہیں۔ کہنے لگے کہ نورستان کو اعلی حضرت کی فوجوں نے فتح کیا تھا وہاں کی سب عورتیں لونڈیوں کے حکم میں آ گئیں، اس لئے اعلی حضرت نے حکم دیا کہ وہاں کوئی لڑکی شادی نہیں کر سکتی جب تک اعلی حضرت ان کے ولی کی حیثیت سے اجازت نکاح نہ دیں۔ چنانچہ ہر سال وہاں کی تمام لڑکیاں اعلی حضرت کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔ اب جن پر اعلی حضرت کی نگہ انتخاب پڑ جاتی ہے وہ تو داخل حرم کر لی جاتی ہیں اور باقی ماندہ کو واپس بھیج دیا جاتا ہے اور انہیں نکاح کی اجازت دی جاتی ہے۔ اب رہیں دوسری لڑکیاں تو ان کے ماں باپ ان لڑکیوں کو خود امیر کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اعلی حضرت خوش ہو کر ان کو قبول فرماتے ہیں اور باپ کو انعام دیتے ہیں۔

(مشاہدات کابل و یاغستان۔ ص ۲۰۔۲۱)

افغانستان احناف کا گڑھ رہا ہے اور انیسویں صدی کے اواخر سے تو وہاں دار العلوم دیو بند کا بہت اثر رہا ہے۔ وہاں امیر حبیب اللہ کو درج بالا قسم کے فتوی دینے والے احناف فقہاء تھے جنہوں نے اسلام کے عائلی نظام کو تختۂ مشق بنا رکھا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی احناف میں سجدہ لغیر اللہ کا رواج

ہند کے فقہاء احناف نے بادشاہوں اور پیروں کو سجدہ جائز قرار دیا اور تاریخ کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جواز عطا کرنے والے خود بھی اس مسلک پر کاربند تھے جیسا کہ بتایا جاتا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء (جو ایک صوفی ہونے کے علاوہ اپنے دور کے نامور فقیہ، مناظر اور بحّاث تھے) کے ہاں سجدہ تعظیمی ہوتا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ ان کے پیر بابا فرید شکر گنج کے ہاں بھی ہوتا تھا۔ فوائد الفواد میں مذکور ہے:

.آپ (نظام الدین) نے فرمایا کہ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور تعظیماً سرزمین پر رکھتے ہیں، چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین (گنج شکر) اور شیخ قطب الدین اس سے منع نہیں کرتے تھے، اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا۔ (فوائد الفواد۔ص ۳۱۴)

خواجہ صاحب کی ایک اور مجلس کے حال میں یوں مرقوم ہے:

اس بارے میں گفتگو رہی کہ مرید حضرت مخدوم کی خدمت میں آتے ہیں اور آپ کے سامنے سرزمین پر رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ (نظام الدین) نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو اس سے منع کروں، لیکن چونکہ میں نے خود اپنے شیخ (شیخ الاسلام فرید الدین) کے سامنے اسی طرح کیا ہے، اس لئے میں منع نہیں کرتا۔ (فوائد الفواد۔ص ۴۰۴)

فوائد الفواد ہی میں مذکور ہے کہ حضرت خواجہ (نظام الدین) نے فرمایا:۔

پچھلے دنوں ایک شخص آیا، وہ کوئی بزرگ زادہ تھا۔ اس نے بڑی سیاحت کی تھی اور شام اور روم (ترکی) کے ملک دیکھے تھے۔ وہ آیا اور آکر بیٹھ گیا۔ اسی دوران میں وحید الدین قریشی آیا اور جیسے کہ خدمت گاروں کا دستور ہے، وہ تعظیم بجالایا اور اپنا سرزمین پر رکھ دیا اس شخص نے جو پاس بیٹھا ہوا تھا، آواز دی اور کہا کہ ایسا نہ کرو۔ اس طرح کے سجدوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت مروی نہیں۔ اس نے اس بارے میں ایسی درشتی اور بدخلقی برتی کہ میں نے اسے جواب دینا پسند نہ کیا۔ جب بات بہت طول کھینچ گئی اور اس معاملے میں اس نے بڑا غلو کیا تو میں نے اس سے صرف اتنا کہا کہ سنو، شور نہ کرو۔ ہر وہ چیز جو فرض ہوتی ہے، جب اس کی فرضیت نہ رہے تو اس کا مستحب ہونا باقی رہتا ہے۔ چنانچہ ایام بیض اور ایام عاشوراء کے روزے پہلی امتوں پر فرض تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے، ایام بیض اور ایام عاشوراء کے روزوں کی فرضیت نہ رہی۔ البتہ ان کا مستحب ہونا باقی رہا۔ اب ہم سجدہ کے مسئلہ پر آتے ہیں۔ اس طرح سجدہ کرنا پہلی امتوں کے ہاں مستحب تھا۔ چنانچہ رعیت بادشاہ کو، شاگرد استاد کو اور امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ آیا تو یہ سجدہ منسوخ ہو گیا۔ اب اگر اس سجدے کا مستحب ہونا جاتا رہا ہے تو اس کا مباح ہونا تو باقی ہے۔ اگر یہ سجدہ مستحب نہیں رہا تو یہ مباح تو ہے۔ امر مباح کی نفی اور ممانعت کہاں آئی ہے؟ مجھے کچھ بتاؤ کہ اس طرح بالکل انکار کرنے میں کیا فائدہ ہے؟ جب میں نے اتنا کہا وہ چپ ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ (فوائد الفواد۔ ص ۳۱۴۔۳۱۵)

یعنی شریعت میں اگرچہ اس سجدے کی ممانعت ہے لیکن ان کے نزدیک استحباب باقی ہے۔ اور اگرچہ وہ اسے پسند نہیں کرتے لیکن چونکہ انہوں نے اپنے مرشد کے ہاں یہ دستور دیکھا ہے اس لئے کسی کو منع نہیں کرتے۔ یعنی خواجہ صاحب کے نزدیک شریعت کے احکام کے مقابلے میں طریقت کے دستور زیادہ اہم اور قابل قبول تھے۔ اور جس دلیل سے خواجہ صاحب سجدے کو جائز قرار دیتے ہیں اس کے متعلق جناب اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اگر شرائع سابقہ میں جائز ہونے کا دعوی ہے تو اول تو خود اسی میں کلام ہے۔ اور قصہ حضرت آدمؑ اور حضرت یوسفؑ میں جو لفظ سجود آیا ہے اس میں احتمال ہے کہ محض انحنا مراد ہو۔ چنانچہ بہت سے مفسرین مثل جلال سیوطی و جلال محلی وغیرھما اس طرف گئے ہیں۔ اور اگر شرائع سابقہ میں اس کا جائز ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہمارے لئے بھی جائز ہو کیونکہ شرائع سابقہ کے بہت سے احکام منسوخ ہو چکے ہیں جیسا کہ حضرت آدمؑ کی شریعت میں بھائی بہن کا نکاح درست تھا اور اب حرام ہے۔ علی ہذا۔ بہت امور اس قسم کے ہیں بلکہ خود ہماری شریعت میں بعض امور اولاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز تھے پھر حرام ہو گئے جیسا کہ شراب پینا پہلے حلال تھا پھر حرام ہو گیا۔ بہر حال شرائع سابقہ میں جائز ہونے سے ہماری شریعت میں جائز ہونا لازم نہیں۔

(حفظ الایمان مع بسط البنان۔ص۲)

تاہم کمزور دلائل سے سجدے کو جائز قرار دے رکھا تھا۔ پیروں کو بھی سجدہ ہوتا اور بادشاہوں کو بھی سجدہ تعظیمی ہوتا تھا۔ بادشاہ سجدہ کرواتے تھے، ان کے فقہاء اور مفتی اس کے جائز ہونے کا فتوی دیتے تھے۔اور بڑے بڑے درباری، امراء، قضاۃ، علماء، شیوخ الاسلام یہ کام کرتے تھے۔ جیسا کہ بتایا جاتا ہے:

تاج العارفین جو مولانا ذکریا اجودھنی کے صاحبزادے تھے اور نزھۃ الارواح جو تصوف کی مشہور کتاب ہے اس پر شرح لکھی ہے، آپ ہی نے بادشاہ کے لئے سجدہ جائز قرار دیا اور اس کا نام زمین بوس رکھا گیا۔ (منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی ص ۲۵۹ منقول از تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی۔ص۶۴)

اور جناب ابوالکلام آزاد بتاتے ہیں:

میر عبدالحی کل ممالک محروسہ اکبری کی شیخ الاسلامی اور صدارت پر سرفراز ہوئے تھے۔ ابتداء میں دربار اکبری کی بدعات اور بے قیدیوں کے سخت مخالف رہے۔ جب علمائے دربار نے فتوی دیا کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے، تو پوری طرح مخالفت کی، لیکن جب دیکھا کہ حمام میں سبھی ننگے ہیں، تو خود بھی کپڑے اتار دیئے۔ بدایونی لکھتے ہیں: اب مفتی کل بھی سجدہ طاعت بجالا کر مقربان خاص میں داخل ہو گئے ہیں۔

پھر ۹۹۰ھ کے حالات میں لکھتے ہیں:

مفتی ممالک محروسہ کو دیکھا۔ سرتاپا ریشمیں کپڑوں میں ملبوس، پرسیدم کہ مگر روایتے دریں باب بنظر آمدہ (شائد کوئی روایت اس کے جواز میں بھی نکل آئی ہے؟) فرمایا؛ ہاں، جہاں لباس حریر عام ہو گیا ہو، وہاں مضائقہ نہیں۔ گویا یہ بھی ما یعم به البلوی میں داخل ہے۔ (تذکرہ۔ص ۲۹۶ حاشیہ)

بادشاہ ہی کو نہیں بلکہ اس کی جوتیوں کو بھی سجدہ ہوتا تھا۔ لکھا ہے:

. سلطان سلیم شاہ (یا اسلام شاہ) کے زمانہ حکومت میں ہر ولائت (یا سرکار) کے مستقر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر جمعہ کے روز تمام شاہی عہدیدار امراء (ظاہر ہے کہ ان میں قاضی، صدر الصدور، شیخ الاسلام وغیرہ بھی ہوتے تھے ۔بہاء) جمع ہوتے تھے اور ایک بلند شامیانہ میں کرسی پر سلطان سلیم شاہ کی جوتی رکھ کر اس کے روبرو سر جھکاتے تھے اور مجموعہ قوانین شاہی پڑھا جاتا تھا۔ تاریخ ہند۔ سید ہاشمی فرید آبادی ج ۳ ص ۴۰۔

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۴۔ص ۵۸ حاشیہ)

. اکبری عہد میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص علماء بھی اس مشرکانہ فعل (بادشاہ کو سجدہ) کے مرتکب ہوتے تھے۔ ملا (عبدالقادر بدایونی) صاحب نے ایک عالم کی تصویر زمین بوس کے وقت کی کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہ مولوی دربار میں جس وقت حاضر ہوا تو گردن ٹیڑھی کر کے کورنش بجالایا اور دیر تک ہاتھ جوڑے اور آنکھیں بند کئے کھڑا رہا۔ دیر کے بعد جب اس کو بیٹھنے کا حکم ملا تو فوراً سجدہ میں چلا گیا اور بے کینڈے اونٹ کی مانند بیٹھ گیا . (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۶۴ بحوالہ منتخب التواریخ)

شیخ محمد اکرام بتاتے ہیں:

بدایونی ان سب سے زیادہ شیخ تاج الدین ولد شیخ زکریا اجودھنی کی شکائت کرتا ہے۔ جو کئی کتابوں کے مصنف تھے ممتاز صوفی تھے۔ تاج العارفین کہلاتے تھے۔ اور بقول بدایونی علم توحید میں دوسرے شیخ ابن عربی تھے (درعلم توحید ثانی شیخ ابن عربی بود) ...انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کی ایسی تاویل وترجمانی کی کہ بادشاہ حیران رہ گیا۔ انہوں نے خلیفۃ الزمان کو انسان کامل کہا اور بادشاہ کو اس لقب کا مستحق قرار دیا اور بادشاہ کے لئے سجدہ تجویز کیا اور اس کی تائید میں بعض روایات اور ان ہندوستانی صوفیانہ طریقوں کی مثال جن میں مرید اپنے مرشدوں کو سجدہ تعظیمی کرتے ہیں پیش کی .... بادشاہ بقول بدایونی ...اہل بدع واہوا کی ان ترجمانیوں سے جو باطل کو بصورت حق اور حق کو بصورت باطل پیش کرتی تھیں وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور حق و باطل کی تمیز سے عاری ہو گیا۔ (رود کوثر۔ ص ۹۲۔۹۳)

اور خافی خان نظام الملک نے لکھا ہے:

خان اعظم کوکلتاش کا اصل نام مرزا عزیز تھا۔ نظم ونثر اور اکثر علوم میں وہ اپنے زمانے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑا دانش ور اور صاحب کمال سمجھا جاتا تھا.. وہ اکبر کا رضاعی بھائی تھا .. دربار کے دوسرے امراء بادشاہ کی تقلید میں داڑھی منڈاتے تھے اور اس کو سجدہ کرتے تھے لیکن وہ اس کا روادار نہ تھا اور دوسرے امیروں کے برعکس اس نے لانبی داڑھی رکھ چھوڑی تھی اور ہمیشہ دربار کے مقربوں خاص طور پر شیخ ابوالفضل اور شیخ فیضی سے دینی مباحثے کرتا رہتا تھا..وہ احمد آباد کا صوبہ دار ہوا۔ ... چند سال بعد اس کی والدہ کی درخواست پر اکبر نے اس کو حاضر ہونے کا فرمان لکھا..اس نے لیت ولعل کی ...اس پر اکبر نے سختی سے لکھا تمہاری داڑھی اتنی بوجھل ہوگئی ہے کہ اپنے قبلہ گاہ کی خدمت میں حاضری سے تم کو روک رہی ہے...(وہ پھر بھی نہیں آیا اپنے اہل وعیال کے ساتھ حج کے ارادے سے کھنبایت کی بندرگاہ کی طرف چل پڑا)۔ جب اکبر کو حج کے لئے اس کی روانگی کے ارادے کا علم ہوا تو اس نے لکھا: اپنے کعبہ دل (بادشاہ) کی اجازت کے بغیر سنگ وگل کے کعبہ کی زیارت کے لئے جانا عقل کے خلاف بھی ہے اور اسلام کے خلاف بھی۔ ..خان اعظم نے جواب میں بادشاہ کو نبوت کے دعوی کا الزام دیا تھا اور لکھا تم کو بدخواہوں نے راہ راست سے بھٹکا دیا ہے اور دنیا بھر میں بدنام کردیا ہے۔ یہ تو سوچا ہوتا کہ کبھی کسی بادشاہ نے نبوت کا دعوی کیا ہے؟ کیا کوئی چیز کلام اللہ کی طرح تم پر بھی نازل ہوئی ہے؟ آیا کوئی معجزہ شق القمر کی طرح تم سے واقع ہوا ہے؟....تاریخ بداؤنی ہی کی روایت ہے کہ خان اعظم سے شریف مکہ کا سلوک اچھا نہ رہا۔ اس لئے واپس آیا۔ داڑھی منڈانے، سجدہ کرنے اور دوسری تمام باتوں میں پوری پوری متابعت کرنے لگا۔

(منتخب اللباب مترجم ج اول۔ص ۲۲۲۔۲۲۴)

المختصر بابا فریدالدین مسعود شکر گنج اور خواجہ نظام الدین سے شیخ احمد سرہندی کے دور تک یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ عمومی طور پر اس کام کو کرتے رہے۔ پیروں کو بھی سجدہ ہوتا رہا اور بادشاہوں کو بھی۔ تا آنکہ شیخ احمد سرہندی نے اس سے انکار کیا اور گرفتار ہوئے۔ ان کے گرفتار کئے جانے کا مطلب یہ بھی ہے کہ باقی تمام علماء صوفیاء قضاۃ وغیرہ، جن کو بادشاہ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا تھا، بدستور اس پر عامل وکاربند تھے۔

بعد ازاں شیخ احمد کی رہائی کے بعد بتایا جاتا ہے کہ جہانگیر نے اپنے حضور سجدہ بند کروادیا تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیروں کو بھی سجدہ بند ہوگیا تھا۔ نیز جہانگیر کی بندش

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی عارضی معلوم ہوتی ہے کیونکہ شاہجہان کے دور میں بادشاہ کو اسے پھر منسوخ کرنا پڑا جیسا کہ لکھا ہے کہ شاہجہان نے ۱۰۳۷ھ میں:

تخت نشینی کے بعد پہلے ہی دربار میں غیر شرعی مراسم اور بدعتوں کی ممانعت کے احکام دیئے مثلاً بادشاہ کی کسی عنایت پر یا بادشاہ کے پانی پیتے وقت سجدہ کرنے کا رواج تھا، اسے منسوخ کر دیا گیا۔ سجدہ زمین بوس کی جگہ صرف چار مرتبہ تسلیمات کا حکم دیا گیا۔ علماء فضلاء اور فقیروں کے لئے سلام کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ وہ دعاء مسنون سے پہلے سلام علیک کہیں اور رخصت کے وقت سورۃ فاتحہ پڑھیں (منتخب اللباب مترجم۔ ج ۲ ص ۱۹)

شاہجہان کی اس بندش کے بعد بھی پیروں فقیروں کو سجدے کا معاملہ چلتا ہی رہا جیسا کہ فرخ سیر کے تیسرے سال جلوس کے واقعات میں خافی خان نے لکھا ہے:۔

خان دوراں بخشی کے بھائی خواجہ محمد جعفر کے ہاں معمول تھا کہ قوال حضرت خاتم النبیین کی نعت اور آئمہ طاہرین کی منقبت میں اشعار پڑھتے تھے۔ خواجہ آئمہ کے مناقب بڑی رغبت اور شوق سے سنتے تھے .. انہی دنوں شیخ عبداللہ نامی واعظ، جو ملتان سے آئے ہوئے تھے اور جامع مسجد میں وعظ کہتے تھے، خواجہ محمد جعفر سے ملنے ان کے گھر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ خواجہ کی مجلس میں ان کے بعض مرید اور معتقد سلام کے بجائے زمین بوس ہو کر آداب کرتے ہیں۔ اور اکثر قوال بارہ اماموں کی منقبت میں قوالی گا رہے ہیں تو شیخ عبداللہ نے نصیحت کے طور پر کہا. سجدہ بجز معبود برحق کے کسی کو سزاوار نہیں اور گانا سننا ویسے بھی شریعت کے خلاف ہے، پھر اس اہتمام سے کہ قوالی میں حمد اور اہل بیت کی تو منقبت اور صحابہ کبار کا نام تک نہ لیا جائے، اسلام کے طریقہ کے خلاف ہے ۔۔

خواجہ نے جواب دیا ہم فقراء ذات پاک حق کے سوا کسی کو موجود ہی نہیں جانتے پھر کس طرح ہم غیر حق کو سجدہ کرنے پر راضی ہو سکتے ہیں۔ یہ لوگ فرط اخلاص سے ہر جگہ اپنے معبود کو حاضر جان کر زمین بوسی کرتے ہیں اور رکے نہیں رکتے، ہمارا اس میں کیا قصور

آن را کہ بکو چہ حقیقت راہ است از سر وجود از لی آگاہ است
میدا ند اگر ذرہ بود یا خورشید در دیدہء عاشقاں جمال اللہ است

(منتخب اللباب مترجم۔ ج ۴۔ ص ۲۰۶۔۲۰۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی احناف میں حفظ مراتب کا فقدان

احناف کے ہندوستان میں حفظ مراتب پر توجہ نہیں دی جاتی تھی۔خواجہ الطاف حسین حالی نے اپنی مشہور عالم مسدّس میں اس کا نقشہ بایں الفاظ کھینچا ہے:

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں　　اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے　　نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں　　ہوا جلوہ گر حق زمین و زمان میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گمان میں　　وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں　　وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

سید ابوالحسن علی ندوی بتاتے ہیں:۔

ایک عرصہ دراز سے تصوف کے بعض حلقوں میں اس خیال کی اشاعت ہو رہی تھی کہ ولائت کا مقام نبوت کے مقام سے افضل ہے، اور یہ کہ ولائت تمام تر توجہ الی الحق اور انقطاع عن الخلق کا نام ہے اور نبوت کا موضوع دعوت ہے جس کا تعلق خلائق سے ہے اس لئے کہ ولی روبحق ہوتا ہے اور نبی روبخلق۔اور روبحق ہونے کی حالت روبخلق ہونے کی حالت سے اعلی اور افضل ہے۔بعض لوگوں نے اس میں اتنی احتیاط کی تھی کہ انہوں نے یہ کہا کہ ولائت عام طور پر نبوت سے افضل نہیں، بلکہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ولائت اسکی نبوت سے افضل ہے اور نبی جب مشغول بالخالق ہوتا ہے تو اس کی یہ حالت اس حالت سے افضل ہوتی ہے جب وہ دعوت کے سلسلہ میں مشغول بالخلق ہوتا ہے۔

لیکن اس کی جو بھی تاویل کیجائے اس عقیدہ و خیال سے نبوت کی تحقیر کا پہلو نکلتا تھا اس کی اہمیت وعظمت کم ہوتی تھی اور الحاد و زندقہ کا ایک دروازہ کھلتا تھا۔شیخ شرف الدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احمد بن یحی منیری (۷۸۲ھ) نے اس عقیدہ کی پر زور تر دید فرمائی اور بڑی قوت و وضاحت سے ثابت فرمایا کہ نبوت کا مقام ولائت سے کہیں اعلی وارفع ہے۔ نبی کے تمام احوال و اوقات ولی کے احوال و اوقات سے افضل ہیں، بلکہ انبیاء کی ایک سانس ،اولیاء کی تمام عمر سے افضل ہے۔..ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

برادر عزیز شمس الدین کو معلوم ہو کہ باتفاق جملہ مشائخ طریقت رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام اوقات و احوال میں اولیاء پیغمبروں کے تابع ہیں۔ اور انبیاء اولیاء سے افضل ہیں جو ولائت کی نیابت ہے، وہ نبوت کی ہدائت ہے، تمام انبیاء ولی ہوتے ہیں لیکن اولیاء میں سے کوئی نبی نہیں ہوتا۔ علماء اہل سنت والجماعت اور اس طریق کے محققین میں اس مسئلہ کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں ملحدین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اولیا انبیاء سے افضل ہیں۔ اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ اولیا تمام اوقات میں مشغول بحق ہوتے ہیں اور انبیاء اکثر اوقات دعوت خلق میں مشغول رہتے ہیں۔ پس جو شخص مشغول بحق ہو وہ افضل ہوا اس سے جو کسی وقت مشغول بحق ہوتا ہے۔ اگر وہ (جس کو صوفیہ سے محبت کا دعوی ہے اور وہ ان سے نیک گمان رکھتا ہے اور ان کی پیروی کا دم بھرتا ہے) اس کا قائل ہے کہ مقام ولائت مقام نبوت سے برتر ہے، نبی کو علم وحی سے ہوتا ہے اور ولی کو علم اسرار، ولی کو ایسے اسرار معلوم ہوتے ہیں جن سے انبیاء بے خبر ہوتے ہیں، انہوں نے اولیاء کے لئے علم لدنی ثابت کیا اور اسکا استنباط حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے قصہ سے کیا، انہوں نے کہا کہ خضرؑ ولی تھے اور حضرت موسیٰؑ نبی، حضرت موسی پر وحی ظاہر آتی تھی، جب تک وحی نہ آتی، انکو کسی واقعہ کا راز اور بھید معلوم نہ ہوتا۔ حضرت خضر کو علم لدنی حاصل تھا، اس کی وجہ سے وہ بغیر وحی کے غیب تک جان لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت موسی کو ان کا شاگرد بننے کی ضرورت پیش آئی۔ اور سب کو معلوم ہے کہ استاد شاگرد سے افضل ہوتا ہے...لیکن یہ یاد رہے کہ اس طریق کے پیشوا جن کے دین پر اعتماد کیا جا سکتا ہے، وہ ایسے اقوال وعقائد سے بے زار ہیں اور اس کو ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ کسی کا مرتبہ انبیاء سے بلند ہوسکتا ہے۔ یا ان کے برابر بھی ہوسکتا ہے۔ باقی موسی وخضر کے قصہ کا جواب یہ ہے کہ خضر کو فضیلت جزئی حاصل تھی اور وہ خاص واقعات کا علم لدنی ہے اور حضرت موسی کو مطلق فضیلت حاصل تھی۔ فضیلت جزئی فضیلت مطلق کو منسوخ نہیں کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تی .. یاد رکھو اگر تمام اولیا کے تمام احوال و اعمال ، انفاس و زندگی کو نبی کے ایک قدم کے مقابلہ میں تصور کیا جائے تو وہ ہیچ اور معدوم نظر آئیں گے ۔ اولیاء جس چیز کے طالب ہیں اور جس چیز کے لئے سفر طے کرتے ہیں، اور محنتیں کرتے ہیں انبیاء اس مقام پر پہنچ چکے ہیں، اور اس کو پا چکے ہیں۔ انبیاء دعوت کا کام بحکم الٰہی انجام دیتے ہیں اور ہزاروں لاکھوں بندگان خدا کو خدا رسیدہ اور واصل بناتے ہیں .. پس انبیاء کی ایک سانس تمام اولیاء کی تمام زندگی اور عمر سے افضل ہے، اس لئے کہ جب اولیاء نہایت کو پہنچتے ہیں تو مشاہدہ کی خبر دیتے ہیں اور حجاب بشریت سے خلاصی پاتے ہیں۔ اگر چہ وہ اس حالت میں بھی بشر ہی رہتے ہیں۔ پیغمبر پہلے قدم میں ہی مقام مشاہدہ پر فائز ہوتے ہیں جو اولیاء کی انتہا ہوتی ہے وہ انبیاء کی ابتداء۔ انبیاء کو اولیاء پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خواجہ بایزید بسطامی سے کسی نے پوچھا کہ انبیاء کے حالات کے بارہ میں آپکا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا تو بہ تو بہ ہمارا اس عالم میں کوئی دخل نہیں (تاریخ دعوت وعزیمت ۔ ج ۳۔ ص ۲۹۹۔۳۰۲)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

بعض لوگ اولیاء کے احترام میں اتنا غلو کرتے کہ منصب رسالت کے احترام کی حدود کو دھچکا لگتا۔ حضور سرور کائنات ﷺ سے جناب گیسو دراز کا موازنہ کیا گیا ۔ شیخ اکرام نے لکھا ہے سید محمد گیسو دراز کی تعریف میں اتنا غلو کیا جاتا ہے کہ عقل اور شریعت افسوس کرتی ہے ۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے:

شخصے از مرد دکنی پرسید ۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ بزرگتر است یا سید محمد گیسو دراز ۔ او جواب داد کہ حضرت محمد رسول اللہ اگر چہ پیغمبر خداست ۔ ما سبحان اللہ مخدوم ما سید محمد گیسو دراز چیزے دیگر است ۔ (آب کوثر ۔ ص ۳۷۲۔۳۷۳)

شیخ گدائی نے شاہ محمد غوث گوالیاری کی تصنیف رسالہ معراجیہ کے اندراجات کی طرف بیرم خان کی توجہ مبذول کرائی کہ شاہ محمد غوث نے دعوی کیا ہے کہ اپنی روحانی ترقی میں جاگتے ہوئے انہوں نے خدا سے ملاقات کی اور بات کی ہے اور بس بیرم خان پر ثابت کیا کہ شاہ محمد غوث بر حضرت رسالت پناہی ﷺ تقدیم کردند (اقبال نامہ جہانگیری ج ۲ ص ۱۴۹ ۔ بدایونی ج ۲ ص ۳۴۔۳۵ ، اکبر نامہ ج ۲ ص ۱۳۵) ۔ لہذا ان سے باز پرس کی جائے کہ یہ کہاں تک جائز ہے؟ (تذکرہ مشائخ غازی پور ۔ ص ۲۸۹) ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب مناظر احسن گیلانی بتاتے ہیں کہ

اکبری دور کے مصنفین خطبہ کتاب میں آنحضرت ﷺ کی نعت لکھنے سے گریز کرنے لگے۔ علماء در تصنیفات از خطبہ تبرا می آوردند اکتفا بہ توحید کردند و القاب پادشاہی می نوشتند۔ ومجال نہ بود کہ نام آنحضرت ﷺ علی رغم المکذبین بہ برند (منتخب التواریخ۔ بدایونی ص ۲۶۹)۔ (علماء اپنی تصنیفوں میں خطبہ لکھنے سے بچنے لگے۔ صرف توحید اور بادشاہی القاب کے ذکر پر قناعت کرتے تھے۔ ان کی مجال نہ تھی کہ بے ایمان جھٹلانے والوں کے علی الرغم آنحضرت ﷺ کا اسم مبارک زبان وقلم پر لاتے) (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۳۶)۔ اور ملا بدایونی فرماتے ہیں۔ بد بختے چند از ہندواں ومسلماناں ہندومزاج قدح صریح بر نبوت می کردند (چند بدبخت ہندو اور ہندومزاج مسلمان آنحضرت ﷺ کی نبوت پر صراحتاً اعتراضات کرتے تھے۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۳۷)

مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں کہ

. محمد شاہ رنگیلے کا دور انتہا درجہ کا ملکی اور مذہبی پہلو سے تاریک تر اور ناپاک تھا، شریعت محمدی پر مضحکہ خیز نکتہ چینیاں عین دربار میں ہوا کرتی تھی اور مے نوشوں کی لذتوں اور سرخوشانہ اور بے خودانہ حالتوں کے آگے احادیث نبوی پر قہقہے لگائے جاتے تھے.... وہ ڈوم دہاری جو محمد شاہ کے ارکان دولت تھے، روز مذہبی نقلیں کرتے تھے اور ان نقلوں میں خدا اور اس کے پاک نبی کی توہین کی جاتی تھی۔ (حیات طیبہ۔ ص ۱۵)

جناب اشرف علی تھانوی نے نقل کیا ہے کہ حاجی (امداد اللہ) صاحب کے روحانی کمالات سے متعلق ایک خواب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ

. دیکھا کہ زوجہ شیخ فدا حسین والدہ حافظ احمد حسین مہاجر وامین حجاج مقیم معظّمہ زاد ہا اللہ شرفاً و کرامۃً برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کھانا پکا رہی ہیں۔ آنحضرت ﷺ ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اٹھ تاکہ میں مہمانان امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ ان کے مہمان علماء ہیں (شمائم امدادیہ حصہ اول ص ۱۵)

یہ واقعہ ایک انگریزی کتاب میں بھی نقل ہوا ہے۔ باربرا میٹکاف نے لکھا ہے:

Imdadullah, had many visitors, and his sister-in-law would prepare food for them, no matter how many there were or at what hour they arrived. Once Imdadullah dreamed

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

that the Prophet came to her and said, 'Why should you cook for his guests? They are ulama, hence my guests, and I will cook for them myself.' (Muhammad Husainur Rashid, ed, Shama'im Imdadiyyah, Shahkot, p 11) (Metcalf, p 80)

یہی بات جناب محمد زکریا کاندھلوی یوں نقل فرماتے ہیں:۔

ابھی چند ہی آدمی حضرت (امداد اللہ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے کہ حضرت کی بھاوجہ کے اس خواب کی تعبیر کا وقت آیا کہ انہوں نے آنحضرت فخر الموجودات ﷺ کو خواب میں یہ ارشاد فرماتے دیکھا تھا کہ اٹھ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ ان کے مہمان علماء ہیں۔ علماء کی جماعت میں سب سے اول مولانا رشید احمد گنگوہی نے غالبًا ۱۲۶۳ھ میں بیعت کی تھی اور اس کے کچھ دنوں بعد مولانا محمد قاسم نانوتوی نے بیعت کی

(تاریخ مشائخ چشت۔ص ۲۴۸)

اور جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ مولوی یار محمد بریلوی (ریاست بہاولپور) نے ملتان میں پیر صدر الدین کے حق میں مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے:

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان بشکل صدر دین خود رحمۃ للعالمین آمد

یعنی مدینہ شریف سے آنحضرت ﷺ پیر صدر دین کی شکل میں ملتان آ گئے ہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۹ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶ حاشیہ)۔

احناف کی درسی کتابوں میں آئمہ کی بے ادبی کی جاتی تھی جیسا کہ جناب سید محمد داؤد غزنوی کہتے ہیں:

ملاں جیون نے اپنی مشہور درسی کتاب نور الانوار میں جہالت کے تین اقسام بیان کئے ہیں۔ قسم اول لکھتے: جہل باطل ہے اور اس کا حکم یہ ہے لا یصلح عذرا فی الآخرۃ۔ یہ جہالت قابل عفو نہیں۔ آخرت میں یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ جہالت اور بے خبری سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے۔ اس کی مثال میں فرماتے ہیں کجھل الکافر، جیسا کہ کافر، دلائل توحید و رسالت کے واضح ہونے کے باوجود اگر اس سے جاہل رہے تو آخرت میں یہ جہالت قابل عفو نہیں

اس کی دوسری مثال انہوں نے یہ دی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كجهل صاحب الهوى فى صفات الله و احكام الآخرة كجهل المعتزله ۔یعنی صفات الہیہ اور احکام آخرت میں معتزلہ کا جہل بھی جہل باطل ہے اور آخرت میں یہ عذر نہیں بن سکے گا یعنی اس پر مواخذہ ہوگا اور یہ جہل قابل سزا ہے۔

اس کی تیسری مثال ملا جیون نے یہ بیان کی ہے و جهل الباغى باطاعة الامام الحق ۔یعنی امام برحق سے بغاوت کرنے والے کی جہالت بھی جہل باطل ہے۔

اس کی چوتھی مثال میں امام شافعی کو پیش کیا گیا ہے۔فرماتے ہیں:

وجهل من خالف فى اجتهاده الكتاب كجهل الشافعى فى حل متروك التسمية عامداً قياساً على متروك التسمية ناسياً ۔ و السنة المشهورة كجهل الشافعى فى جوازالقضاء بشاهد ويمين (بحث الاحکام ۔نورالانوار۔مطبع مصطفائی ص ۲۵۴)۔یعنی جس مجتہد کا اجتہاد کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ جہل باطل ہے جیسا کہ امام شافعی کا جہل کہ انہوں نے اس ذبیحہ کو بھی حلال کہہ دیا ہے جسے مسلمان ذبح کرے اور عمداً بسم اللہ، اللہ اکبر نہ کہے اور اسے قیاس کیا ہے انہوں نے اس پر کہ اگر کوئی مسلمان ذبح کے وقت بھول کر تسمیہ نہ کہے تو وہ حلال ہوتا ہے۔اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ بھی جہل باطل میں داخل ہے کہ مجتہد کسی مشہور حدیث کے خلاف فتوے دے جیسا کہ امام شافعی کی جہالت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ مدعی کے حق میں فیصلہ ہوسکتا ہے۔

(جناب محمد داؤد غزنوی کہتے ہیں) . اس تحریر کے بعد مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ۔ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ ملا جیون جیسے مقتدر عالم نے امام شافعی کے مسئلہ اجتہادی اور ایک مسئلہ منصوصہ کو جہل باطل قرار دے کر جہل کا فر، جہل معتزلہ اور جہل باغی کے ساتھ ملا دیا ہے۔..خود ملا جیون کو بھی اس سوء ادب کا احساس ہوا۔افسوس کہ اس احساس کے بعد انہوں نے دوسرا ظلم یہ کیا کہ کہا . میں تنہاء اس سوء ادب کا ذمہ دار نہیں ہوں ۔ ہمارے اسلاف بھی اس سوء ادب میں میرے ساتھ شریک ہیں ۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :۔ و قد نقلنا كل هذا على نحو ما قال اسلافنا و ان كنا لم نجترء عليه ۔(ہم نے امام شافعی کے متعلق جو کچھ نقل کیا ہے یہ ہمارے اسلاف کے کہنے کی بنا پر ہے ورنہ ہم اس قدر جرأت نہ کر سکتے تھے)۔

مولانا عبدالحلیم لکھنوی حاشیئے پر لکھتے ہیں:لا نّ فى هذا البيا ن سوء الادب ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے جرأت نہ کرتے کہ اس بیان میں امام شافعی کی بے ادبی ہے۔
نور الانوار درسی کتاب ہے اور تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ کیا اس کا یہ معنی سمجھا جائے کہ تمام حنفی مدارس میں امام شافعی کیلئے سوء ادب کی سبقاً و درساً تعلیم دی جاتی ہے؟
(جناب غزنوی مزید لکھتے ہیں) ...مجھ سے یہ واقعہ مفتی محمد حسن خلیفہ جناب اشرف علی تھانوی نے بیان فرمایا کہ جناب محمود حسن نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ امام شافعی برہنہ تلوار لئے مدرسہ دیوبند میں بڑے غصہ کی حالت میں گھوم رہے ہیں۔ جناب محمود حسن اس خواب سے بہت پریشان ہوئے اور صبح ہوتے ہی جناب انور شاہ سے ذکر کیا اور فرمایا کہ کسی نے امام شافعی کی شان میں گستاخی کی ہے۔ شاہ صاحب نے تحقیقات کے بعد عرض کیا کہ سوائے اس کے اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ ایک شافعی طالب علم نے حنفی مسلک اختیار کر لیا ہے۔

(جناب داؤد غزنوی کہتے ہیں) اس عاجز کی رائے میں اتنی سی بات کے لئے امام شافعی کا شمشیر بکف ہو کر مدرسہ دیوبند میں غصہ کی حالت میں پھرنا کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ حنفی اور شافعی سے اختلافی مسائل کے بیان کرنے میں بالعموم ادب کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور طلباء اس بارے میں زیادہ بے احتیاط ہوتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوبند اس بارے میں زیادہ بدنام ہے۔ اس لئے مثالی طور پر جناب محمود حسن کو خواب میں سمجھایا گیا۔ (سوانح سید داؤد غزنوی۔ ص ۳۸۱۔۳۸۴)
غزنوی مرحوم کی اس تحریر میں آئمہ کی بے ادبی کی بات ہوئی ہے لیکن خود احناف کو اقرار ہے کہ انہوں نے آئمہ کی تکفیر بھی کی ہے۔ شاہ محمد اسماعیل شہید کی تنویر العینین کا پس منظر بتاتے ہوئے ایک حنفی اہل قلم لکھتے ہیں:

اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی کہ جب حدیثوں میں حضور ﷺ کا یہ فعل موجود ہے گو ہماری تحقیق میں منسوخ ہے، اس پر عمل کرنے والوں کو کافر کہنا کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور ان کے تمام پیروؤں کو کافر کہنا معمولی بات نہ تھی۔ (تذکرۃ الخلیل۔ حاشیہ ص ۱۳۲۔۱۳۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی احناف کی شراب نوشی

حنفی فقہاء نے وسیع پیمانے پر شراب کے پرمٹ جاری کئے۔جیسا کہ لکھا ہے:

والحلال منها اربعة انواع نبيذ التمر والزبيب ان طبخ اد نى طبخة يحلّ شربه وان اشتد وهذا اذا شرب منه بلا لهو وطرب ما لم يسكر۔ و الثّانى الغليطان۔ والثّالثه نبيذ العسل والتّين والبرّ والشّعير طبخ اولاً ۔ والرا بع المثلث ۔(الدرالمختارص ۴۳۸ نولکشور)۔ چار قسم کی شراب حلال ہے۔ کھجور اور منقی کا نبیذ جب اسے تھوڑا سا پکایا جائے ۔ دوسرا مخلوط نبیذ۔ تیسرا شہد اور انجیر وغیرہ کا نبیذ اور چوتھا مثلث انگور کا شیرہ جس کا دو تہائی حصہ جل چکا ہو۔ یہ قسمیں حلال ہیں بشرطیکہ قوت کی نیت سے استعمال کی جائیں لہو ولعب کا ارادہ نہ ہو۔

یعنی حنفی مذہب میں اتنی وسعت ہے کہ نیک نیتی سے بقدر ضرورت پی بھی لی جائے تو حرج نہیں۔

جناب محمد اسماعیل سلفیؒ لکھتے ہیں:

سنن نسائی کے آخری ابواب پڑھیئے اور سوچئے کہ اہل علم نے اس امّ الخبائث کے استعمال میں کس قدر کمزوریاں کی ہیں۔ لفظ نبیذ کی وضاحت میں وقت ضائع کرنا روا نہیں کہ غلیان اور اشتداد کے بعد خمار عقل تو ضرور ہوگا، اسے نبیذ مخمر کہیے یا خمر النبیذ۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی کہ یسمّونه بغير اسمه (نسائی) تو درست اور حق ہے، الفاظ کی ہیرا پھیری سے حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، علماء نے اسے شراب ہی سے تعبیر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات الحنابلہ لابی یعلی، صفحہ ۱۱۳۔ امام خلف بن ہشام بن ثعلب(ف ۲۲۹ھ) اعدت صلوة اربعين سنة كنت اتناول فيما الشراب على مذهب الكوفيين۔ میں نے چالیس سال کی نماز کا اعادہ کیا کیونکہ میں اصحاب کوفہ کے مسلک کے مطابق شراب پیتا رہا۔ جمہور صحابہ اور تابعین کا مسلک یہ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر مست کرنے والی چیز تھوڑی ہو یا زیادہ حرام ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت اس کی مؤید ہے۔ امام محمدؒ اور مشائخ سے ایک گروہ نے یہی مسلک پسند فرمایا ہے امام شعبیؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے ایک دوسرا مسلک بھی منقول ہے کہ انگور اور کھجور کے سوا گیہوں وغیرہ کی شراب درست ہے بشرطیکہ حد سکر کو نہ پہنچے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کلّ مسکر خمر۔ جو مست کرے وہ خمر ہے ما اسکر کثیرة فقلیله حرام مسکر کم ہو یا زیادہ حرام ہے۔ اس لئے پہلا مسلک صحیح ہے دوسرا مسلک اجتہادی غلطی پر مبنی ہے۔ (فتاوی سلفیہ۔ص ۱۲۳۔۱۲۴)

جناب گیلانی نے لکھا ہے کہ اکبر کے دور میں شراب کی حلت کا فتوی دیا گیا کہ:

شراب اگر بحیثیت رفاہیت بدنی بطریق اہل حکمت بخورند وفتنہ فسادے ازاں نزائد مباح باشد بخلاف مستی مفرط واجتماع وغوغاء کہ اگر ایں چنیں یافتند سیاست بلیغ نمودند (شراب بدن کی اصلاح کے لئے طبی طور پر استعمال کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے پینے سے کوئی فتنہ وفساد نہ پیدا ہو، اس طرح شراب پینا جائز۔ البتہ حد سے گذرا ہوا نشہ اور اس کی وجہ سے لوگوں کا جمع ہوکر شور وغوغا مچانا، بادشاہ کو اس کی خبر ہو جاتی تو سخت داروگیر کرتے تھے)۔

(تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۶۵)

اس وجہ سے ہندوستان میں بہت مسلمان مع علماء فقہاء اور قضاۃ بھی شراب نوشی کرنے لگے۔ جیسا کہ ملّا عبدالقادر بدایونی نے ۹۹۰ھ کے وقائع میں لکھا ہے:۔

اب معاملہ یہاں تک پہنچ چکا کہ جشن نوروزی میں علماء، صلحاء، قاضی، مفتی، سب وادی قدح نوشی میں آ گئے۔ بھر بھر کر جام اٹھاتے اور یہ کہہ کر تلچھٹ تک صاف کر جاتے کہ۔ بہ کوری فقہاء مے خوریم۔ (تذکرہ۔ص ۲۹۶ حاشیہ)

اور لکھا ہے: درجشن ایں ماہ بادہء ہوش فزا می پیمودند میر صدر جہاں مفتی، میر عدل، میر عبدالحی، نیز ساغرے درکشیدگیتی خدیورا ایں بیت برزبان رفتہ

در دور پادشاہ خطا بخش وجرم پوش قاضی قرابہ کش شد ومفتی پیالہ نوش

(آئین اکبری اردو۔ ج ۲ ص ۶۰۶)۔ (اس ماہ کے جشن میں بادہ ہوش افزا نوش فرماتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میر صدر جہاں مفتی، میر عدل اور میر عبدالحی نے بھی بادہ پیمائی کی)۔
(تاریخ دعوت وعزیمت۔جلد۴۔ص۱۲۰۔۱۲۱)

اورنو بت بایں جا رسد کہ ہندوستان کے سب سے بڑے حنفی بادشاہ عالمگیر کا خیال تھا کہ پورے ملک میں دو افراد کے سوا سبھی شراب پیتے ہیں۔جیسا کہ اورنگ زیب کے قاضی القضاۃ، قاضی عبدالوہاب کے تذکرے میں منوچی لکھتا ہے:

. اورنگ زیب نے ایک دن کہا کہ ہندوستان میں صرف دو آدمی ہیں جو شراب نوشی سے بالکل مبرا ہیں۔ایک میں اور ایک قاضی عبدالوہاب . لیکن عبدالوہاب کے متعلقہ وہ (اورنگ زیب) دھوکے میں تھا کیونکہ میں (منوچی) اسے خود ہر روز شراب بھیجا کرتا تھا .
(شیخ محمد اکرام کہتے ہیں) ہمارے خیال میں یہ قصہ جسے زمانہ حال کے اکثر مؤرخین نے صحیح تسلیم کر لیا ہے، محض بہتان ہے اور ہم منوچی کو قابل اعتماد راوی نہیں سمجھتے۔البتہ اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ جب قاضی عبدالوہاب ۱۶۷۵ء میں فوت ہوئے تو انہوں نے ایک لاکھ اشرفیاں اور پانچ لاکھ روپیہ نقد علاوہ جواہرات اور اثاث البیت کے چھوڑا (یادایام۔ازمولانا عبدالحی۔ص۶۸)۔ (رودکوثر۔ص۴۶۱)

مرزا حیرت دہلوی، دور زوال کے مغل ہندوستان کے حالات میں لکھتے ہیں:
. کوئی امیر ایسا نہ تھا جس کے گھر میں شراب کی کشید نہ ہوتی ہو اور صوفیوں کی کوئی مجلس نہ تھی جہاں خم کے خم شراب کے نہ لہنڈھتے ہوں۔شراب ان کی گھٹی میں پڑ گئی تھی اور زنا کاری گویا ان کا روزمرہ ہو گیا تھا.....روزہ شراب اور بھنگ کے پیالے سے کھولا جاتا تھا اور نماز حالت مخموری میں پڑھنا برا کام نہ تھا۔ (حیات طیبہ۔ص۱۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقہاء ہند کی قرآن وحدیث سے بے اعتنائی

جناب وحیدالدین خان نے لکھا ہے:

تاریخ کا تجربہ ہے کہ جب طویل مدت گزر جائے تو ماضی کی ہر چیز مقدس بن جاتی ہے چنانچہ وقت گذرنے کے ساتھ...اب کوئی شخص یہ سوچ نہیں سکتا کہ فقہ کی کتابوں میں کوئی مسئلہ ایسا بھی ہوسکتا ہے جو قرآن وسنت کی منشاء کے مطابق نہ ہو۔صوفیاء کے ملفوظات اور قصوں میں کسی غلطی کا بھی امکان ہے۔یا مروجہ معقولات میں بھی کوئی ایسی چیز ہوسکتی ہے جس کو غیر معقول کہا جائے۔ اس کے بعد قرآن کو جہاں جگہ مل سکتی تھی، وہ صرف برکت کا خانہ تھا۔وہ برکت کی حیثیت سے کتاب تلاوت بن کر رہ گیا۔حتی کہ جن لوگوں نے قرآن کی تفسیریں لکھیں، ان کے سامنے بھی یا تو ثواب حاصل کرنا تھا یا یہ تھا کہ فقہ، تصوف یا معقولات میں اپنے مخصوص نقطہ نظر کو خدا کی کتاب سے ثابت کر دکھائیں۔الّا ما شاء اللہ۔

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ فقہ اور تصوف اور علم کلام کی شکل میں جو اضافے اسلام میں ہوئے، ان کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ قرآن کا سرا امت کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ان اضافوں نے دین کو ایک قسم کا فن بنا دیا۔

قرآن اس لئے اتارا گیا تھا کہ لوگ اس میں تدبر کر کے اپنے لئے رہنمائی حاصل کریں۔مگر قرآنی تعلیمات کو فن بنانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن، کتاب تدبر نہ رہا، کتاب تلاوت بن گیا..لوگ اپنے دین کو اپنے احبار ورہبان سے اخذ کرنے لگے اور قرآن کو برکت کی چیز کی حیثیت سے جزدان میں لپیٹ کر رکھ دیا گیا۔ایسا ہونا بالکل فطری تھا کیونکہ جن نکتوں اور موشگافیوں کو انہوں نے دین سمجھ رکھا تھا، وہ قرآن کے اندر موجود ہی نہ تھے۔... خدا کا دین قرآن وحدیث میں ایک سادہ اور فطری چیز نظر آتا ہے وہ دلوں کو گرماتا ہے اور عقل میں جلا پیدا کرتا ہے۔مگر یہی الٰہی علوم جب انسانی کتابوں میں مدون ہوکر ہمارے سامنے آتے ہیں تو اچانک وہ ایک ایسی شکل اختیار کر لیتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں خشک بحثوں کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ ان میں نہ دلوں کے لئے گرمی ہے اور نہ عقل کے لئے روشنی۔ قرآن میں بھی فقہ ہے مگر وہ کنز الدقائق (ابوالبرکات نسفی) کی فقہ سے مختلف ہے۔ قرآن میں بھی تصوف ہے۔ مگر ضیاء القلوب (ضیاء القلوب، فارسی رسالہ ہے جسے حاجی امداد اللہ نے حافظ ضامن کے بیٹے حافظ محمد یوسف کی درخواست پر ۱۲۸۲ھ میں مکہ میں تحریر فرمایا۔ جناب اشرف علی تھانوی کے ملفوظات میں تحریر ہے کہ حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دو ثلث ضیاء القلوب کے میں نے ضائع کر دیئے، اس میں اشغال کے ثمرات درج تھے، کیونکہ مجھ کو الہام ہوا تھا کہ ان کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ حاجی صاحب ۱۳۱۷، مطابق ۱۸۹۹ء کو فوت ہوئے۔ تاریخ مشائخ چشت ص ۲۵۱۔۲۵۲۔۲۵۳) کے تصوف سے اس کو کوئی مشابہت نہیں۔ اسی طرح قرآن میں بھی معقولات ہیں مگر شمس بازغہ (ملا جیون جون پوری) کی معقولات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ (تجدید دین۔ص ۷۰۔۷۳)

جناب سید ابوالحسن علی ندوی حنفی لکھتے ہیں:۔

جن ملکوں میں اسلام عربوں کے ذریعہ پہونچا وہاں حدیث کا علم بھی اسلام کے ساتھ ساتھ پھیلا ..وہ جہاں گئے اپنے ساتھ علم حدیث بھی لیتے گئے .....لیکن جن ملکوں میں اہل عجم کے ذریعے اسلام پہنچا وہاں کا یہ حال نہیں۔ ہندوستان میں ترکی النسل یا افغانی النسل خاندانوں نے حکومتیں قائم کیں اور ان مشائخ اور داعیان اسلام کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہوئی جن میں بیشتر عجمی نژاد اور ایران و ترکستان کے باشندے تھے۔ پھر جب ہندوستان میں درس و تدریس مدارس کے قیام اور نصاب کی ترتیب کا زمانہ آیا تو اس پر عجمی فضلاء اور دانشمندان ایران کا پورا اثر پڑ چکا تھا..اس لئے اس کے ذریعے ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت اور اس کی اہمیت وعظمت قائم ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس کے برعکس جس قدر اس کا اثر ہندوستان کے علمی حلقوں پر گہرا ہوتا جاتا تھا حدیث سے بے اعتنائی بڑھتی جاتی تھی (تاریخ دعوت وعزیمت، ج ۵، ص ۱۷۶۔۱۷۷)

بارھویں صدی ہجری کے ہندوستان کے بارے میں سید سلیمان ندوی نے لکھا:

مغلیہ سلطنت کا آفتاب لب بام تھا۔ مسلمانوں میں رسوم و بدعات کا زور تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جھوٹے فقرا اور مشائخ اپنے بزرگوں کی خانقاہوں میں مسندیں بچھائے اور اپنے بزرگوں کے مزاروں پر چراغ جلائے بیٹھے تھے، مدرسوں کا گوشہ گوشہ منطق وحکمت کے ہنگاموں سے پرشور تھا۔ فقہ فتاوی کی لفظی پرستش ہر مفتی کے پیش نظر تھی مسائل فقہ میں تحقیق وتدقیق مذہب کا سب سے بڑا جرم تھا۔ عوام تو عوام خواص تک قرآن پاک کے معانی ومطالب اور احادیث کے احکامات وارشادات اور فقہ کے اسرار ومصالح سے بے خبر تھے۔ مقالات سلیمانی ص ۴۴۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج ۵۔ ص ۶۴)

علوم اسلامیہ سے بے اعتنائی کی ایک واقعاتی مثال خواجہ نظام الدین اولیاء کا وہ مناظرہ ہے جو انہوں نے اپنے عہد کے نامور علماء سے مسئلہ سماع پر کیا تھا۔ اس مناظرے کی روداد میں سامان عبرت وموعظت بھی ہے اور احناف کے ہندوستان میں شریعت کے بنیادی ماخذوں سے بے اعتنائی اور علماء، قضاۃ، صوفیاء کی علمی اور عملی حالت کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اس میں تقلیدی جمود، احادیث سے بے اعتنائی، علم حدیث سے تہدستی، علماء کا مبلغ علم، قضاۃ کا نامناسب طریق عمل، غرض بہت کچھ موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

جناب محمد ذکریا کاندھلوی ((صحبتے با اولیا۔ ص ۱۳۴) بتاتے ہیں:۔

حضرت نظام الدین اولیاء کے قائل تھے.. قاضی ضیاء الدین، جو اس زمانے میں دلی کے مفتی اعظم تھے، کو جب اس کا علم ہوا تو اس پر شدت سے نکیر کی۔ سلطان جی نے فرمایا میں معذور ہوں، سماع بعض امراض کا علاج ہے۔ جب قاضی صاحب کی مخالفت بڑھی تو سلطان جی نے فرمایا کہ اگر حضور سے اجازت دلوادوں کہ میں معذور ہوں تب تو مانئے گا؟ قاضی جی نے کہا پھر ہمیں کیا ضرورت؟ چنانچہ خواب میں حضور نے آکر فرمایا کہ یہ معذور ہیں۔ قاضی نے خواب ہی میں عرض کیا کہ حضور ظاہر شریعت پر عمل کروں یا خواب پر؟ صبح ہوئی تو سلطان جی نے پوچھا کہ اب تو پیچھا چھوڑو گے؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ حضور کی طرف سے جواب نہیں ملا۔ جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سلطان جی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ آخر عمر میں کسی بدعتی کا منہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ سلطان جی نے کہا کہ بدعتی اپنے بدعت سے توبہ کر کے آیا ہے۔ تب قاضی صاحب نے اپنا عمامہ بھیجا کہ اس پر قدم رکھ کر آئیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلطان جی عمامہ سر پر رکھے ہوئے قاضی کے پاس پہنچے تو انہوں شیخ المشائخ سلطان جی کے سامنے مندرجہ ذیل شعر پڑھا

آناں کہ خاک را بنظر کیما کنند آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

شیخ محمد اکرام بتاتے ہیں:۔

بعض اہل طریقت پر ذوق و جذبہ غالب تھا۔ وہ بالعموم وجدانی مشاہدات کو شریعت کے تابع کرنے کی کوئی خاص کوشش نہ کرتے تھے۔ بالخصوص سماع کے مسئلے پر ...اسے اہل شرع پسند نہ کرتے تھے لیکن اسلامی حکومت کے باوجود اہل شرع انہیں (ایسے صوفیا کو جو سماع وغیرہ کو پسند کرتے تھے) اپنے خیالات کا پابند نہ بنا سکے۔ جسکی .. ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ابتدائی اسلامی حکومت میں علوم اسلامی صحیح طور پر عام نہ ہوئے تھے، کوئی بلند پایہ عالم نہ تھا.. جب رفتہ رفتہ اسلام کو اس ملک میں زیادہ استحکام ہوا، اسلامی علوم بھی نسبتاً عام ہوئے اور جب بادشاہ بھی اسی رنگ کے برسر اقتدار آئے (جیسے غیاث الدین تغلق) تو مشائخ کے طریقوں پر کڑی نظریں پڑنے لگیں ...ان نئے رجحانات کی اہم مثال وہ محضر شرعی تھا جو سلطان غیاث الدین تغلق نے سماع کے متعلق شرعی فیصلہ سننے کے متعلق منعقد کیا تھا۔ (آب کوثر۔ص ۴۱۸)

. بعض لوگوں نے جو سماع کے خلاف تھے بادشاہ سے شکائت کی کہ شیخ نظام الدین مع جمیع مریدوں کے سماع سنتے ہیں۔ بادشاہ کو واجب ہے کہ علماء کو طلب کر کے ایک محضر منعقد کرائے اور انہیں اس فعل نامشروع سے باز رکھے۔ چنانچہ غیاث الدین تغلق نے قلعہ تغلق آباد میں سلطان المشائخ اور سلطنت کے مشہور و معروف علماء کو بلایا اور سماع کے مسئلے پر بحث شروع ہوئی۔ کہتے ہیں ۲۵۳ علماء تھے۔ قاضی جلال الدین اور شیخ زادہ جام سماع پر اعتراض کرنے والوں میں پیش پیش تھے اور معلوم ہوتا ہے بحث میں بڑی گرمی پیدا ہوگئی، چنانچہ کئی بار ایسا ہوا کہ سلطان المشائخ کے مخالفین نے زور شور سے اعتراض کئے تو بادشاہ نے کہا کہ اس قدر جوش وخروش نہ کرو، سنو کہ شیخ کیا فرماتے ہیں۔ معترضین نے اپنے اعتراضات کی بنا امام ابو حنیفہؒ کے ارشادات پر رکھی اور سلطان المشائخ نے سماع کے جواز کے حق میں بعض روایات نبوی سے مدد لینی چاہی۔ اس دوران میں بادشاہ نے شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نواسے شیخ علم الدین سے، جو عالم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی تھے اور اسلامی ممالک کا سفر بھی کر چکے تھے، استفسار کیا۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ سماع دل سے سنتے ہیں ان کے لئے مباح ہے اور جو از روئے نفس سنتے ہیں، ان کے لئے حرام ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ بغداد، شام، روم (ترکی) میں مشائخ سماع سنتے ہیں، بعض دف اور شہانہ سے بھی اور انہیں کوئی منع نہیں کرتا۔ بادشاہ نے یہ سنا تو خاموش ہو گیا۔ اس پر مولانا جلال الدین نے پھر کہا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ سماع کی حرمت کا حکم دے اور اس بارے میں امام اعظم کے مذہب کو ملحوظ رکھے۔ لیکن سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بارے میں کوئی حکم نہ دیں۔

یہ بحث دس بجے سے ظہر کے وقت تک جاری رہی۔ نتیجہ بحث کی نسبت سیر الاولیاء میں دو رائیں درج ہیں۔ ایک تو یہ کہ بادشاہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ یعنی سلطان المشائخ کا مشورہ قبول کر لیا۔ دوسری روائت یہ ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت سلطان المشائخ سماع سنیں اور انہیں کوئی منع نہ کرے لیکن دوسرے فرقوں مثلاً قلندروں اور حیدریوں کو سماع سنے سے منع کریں کیونکہ وہ حظ نفسانی کی خاطر سنتے ہیں۔ سیر الاولیا کے مصنف نے پہلی روائت کو ترجیح دی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مجلس سے فارغ ہو کر بادشاہ نے حضرت سلطان المشائخ کو بڑی تعظیم و تکریم سے رخصت کیا بلکہ محضر کے ۱۲ روز بعد ان کے مخالف قاضی جلال الدین کو عہدہ قضا سے معزول کیا۔ (آب کوثر۔ ص ۲۳۷۔۲۴۱)

اور شیخ محمد اکرام ہی نے لکھا ہے:۔

یہ تفصیلات سیر الاولیاء سے ماخوذ ہیں۔ فرشتہ، جس نے کئی جزئیات اس پر اضافہ کی ہیں، لکھتا ہے کہ سلطان المشائخ نے حدیث نبوی السماع لاھلہ کو اپنے نقطہ نظر کی حمائت میں پیش کیا۔ اس پر ماہنامہ الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں مولانا مسعود عالم ندوی لکھتے ہیں: یہ حدیث نہیں بلکہ امام غزالی کا قول ہے جو احیاء العلوم میں فتوی کے طور پر منقول ہے۔ غالباً فرشتہ نے اسے حدیث کہنے میں غلطی کی ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ حضرت مستدل کو غلط فہمی ہوئی ہو۔

اس پر مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

. خدا جانے بیجاپور میں بیٹھے بیٹھے ہندو شاہ کے بیٹے قاسم فرشتہ نے اپنی تاریخ میں کہاں سے یہ بات اڑائی کہ امام غزالی کا قول یجوز لاھلہ ولا یجوز لغیر اھلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو حدیث قرار دے کر سلطان جی نے پیش کیا۔ کیا تماشا ہے دو ہزار سے اوپر حدیثوں کے حافظ پر یہ الزام ہے ۔۔ (اور .ان الفاظ کے بارے میں جو شیخ نظام الدین اولیاء نے بطور حدیث رسول بیان کئے ، سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں . اس فقرہ کو حدیث کہنا شائد فرشتہ کی غلطی ہو، یہ فقرہ امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں بطور فتوی نقل کیا ہے، مقالات سلیمان، حصہ دوم مرتبہ شاہ معین الدین ندوی ص ۷ے منقول از فقہائے ہند۔ ج ا ص ۲۷۸)

سیر الاولیا میں یہ اندراج موجود نہیں لیکن وہاں دو اور کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں جن میں اس واقعہ کی تفصیلات درج ہیں۔ یعنی مولانا فخر الدین رازی کی کشف المفتاح من وجوہ السماع اور ضیاء الدین برنی کا حیرت نامہ۔ مورخ فرشتہ نے اپنی کتاب میں کئی تفصیلات سیر الاولیاء سے زائد دی ہیں اس کے علاوہ خود سیر الاولیا سے واضح ہوتا ہے کہ بحث میں سلطان المشائخ نے انحصار حدیثوں پر کیا ہے اور مخالفین نے فقہی فتاوی پر زور دیا ہے۔ بقول سیر الاولیاء، سلطان المشائخ نے فرمایا:

اس بحث میں مجھے ایک بات نہائت عجیب معلوم ہوئی ۔ وہ یہ کہ معرض حجت میں وہ صحیح احادیث نبوی نہیں سنتے اور یہی کہتے جاتے ہیں کہ ہمارے شہر میں فقہ کا رواج مقدم ہے ... جب کوئی صحیح حدیث بیان کی جاتی وہ منع کرتے اور کہتے کہ اس حدیث کی آڑ شافعی نے لی ہے اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں اسلئے ہم اس حدیث کو نہیں سنتے ۔

اب اگر فرشتہ کے بیان کو ٹھکرا دیں تو آخر وہ کون سی صحیح حدیث ہے جس سے سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ سلطان المشائخ کے دوسرے کمالات روحانی ہی نہیں، علمی مرتبہ بھی ہمارے احترام کے لائق ہے، لیکن پرانے زمانے میں طباعت کی عدم موجودگی کی وجہ سے کتابوں کی کمی تھی۔ اور سلطان المشائخ تو اپنے علمی ذوق وشوق کے باوجود ایک زمانے میں کتابیں خرید نے کے خاص طور پر خلاف ہو گئے تھے (دیکھو سیر الاولیاء) ۔ اس کے علاوہ کڑا تنقیدی نقطہ نظر بھی عام نہ تھا۔ کسی ایک آدھ حوالہ میں سہو ہو جانا خلاف قیاس نہیں ۔ سیر الاولیاء میں تو حضرت سلطان المشائخ کا یہ بیان نقل ہوا ہے:

وعجیے امروز معائنہ شد کہ معرض حجت احادیث صحیح حضرت مصطفیٰ ﷺ نمے شنوند۔ ہمیں مے گوئند کہ در شہر ما عمل بروائت فقہ مقدم است بر حدیث واین چنیں سخنے کسانے گوئند...

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن سیر العارفین کے مطالعہ سے خیال ہوتا ہے کہ معاملہ ذرا زیادہ پیچیدہ تھا اور بحث کی تہ میں اجتہاد شخصی کا مسئلہ تھا جس نے بعد میں اہل حدیث اور حنفیوں کے درمیان خاص اہمیت اختیار کر لی تھی۔ شیخ جمالی لکھتے ہیں:

حضرت شیخ تمسک بہ حدیث مصطفیٰ ﷺ مے نمود۔ قاضی مذکور گفت تو مجتہد نیستی کہ تمسک بہ حدیث نمائی۔ تو مردی مقلد روائتے از ابوحنیفہ بیار تا قول تو بمعرض قبول افتد۔ شیخ فرمود سبحان اللہ! کہ باوجود قول مصطفوی ازمن قول ابوحنیفہ مے خواہند (آب کوثر ص ۲۳۸۔۲۴۰ حاشیہ)

جناب سید ابوالحسن علی ندوی نے یہ واقعہ بایں الفاظ بیان کیا ہے:۔

خواجہ (نظام الدین اولیاء) سماع سنتے تھے۔ ان کی وجہ سے دہلی میں اس کا عام ذوق اور رواج ہو گیا تھا۔ ایک شخص شیخ زادہ حسام الدین فرجام نامی جو ایک عرصہ تک حضرت خواجہ کے سایہ عاطفت میں رہا تھا اور باوجود مجاہدوں کے ذوق وشوق اور عشق کی دولت سے فیض یاب نہیں ہو سکا تھا۔ نیز قاضی جلال الدین الولوالجی نائب حاکم مملکت کو بھی اہل درد ومحبت سے ایک طرح کی کد تھی۔ قاضی صاحب اور دوسرے علماء نے شیخ زادہ حسام کو آمادہ کیا اور اس نے بادشاہ (غیاث الدین) کو متوجہ کیا کہ خواجہ نظام الدین مقتدائے زمانہ ہیں اور وہ سماع سنتے ہیں جو امام اعظم کے مذہب میں حرام ہے اور ان کی وجہ سے ہزار ہا مخلوق اس فعل ممنوع کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سلطان اس مسئلہ سے بے خبر تھا۔ اس کو تعجب ہوا کہ ایسے بزرگ جو مقتدائے عالم ہیں ایسا نا مشروع کام کیسے کرتے ہیں؟ لوگوں نے سماع کی حلت کے فتوے اور کتب شرعیہ کی روایات بادشاہ کے سامنے پیش کیں، بادشاہ نے کہا کہ چونکہ علمائے دین نے سماع کی حرمت کا فتوی دیا ہے اور وہ اس کو منع کرتے ہیں اس لئے حضرت خواجہ اور تمام علما شہر اور صدور کو طلب کیا جائے اور ایک مجلس منعقد کی جائے تا کہ یہ تحقیق ہو جائے کہ حق کیا ہے۔ میر خورد کی زبان سے اس کی تفصیل سنئے:

قصر شاہی میں حضرت خواجہ (نظام الدین اولیاء) کی طلبی ہوئی۔ حضرت خواجہ، قاضی محی الدین کاشانی اور مولانا فخر الدین زرادی کی معیت میں، کہ دونوں سرآمد علماء اور اساتذہ وقت تھے، محل میں تشریف لے گئے۔ پہلے قاضی جلال الدین نائب حاکم نے حضرت خواجہ کو وعظ ونصیحت شروع کی اور نا مناسب طریقے پر آپ سے خطاب کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں تک کہا کہ اگر اس کے بعد آپ نے سماع کی حلت کا دعوی کیا اور سماع سنا تو میں حاکم شرع ہوں، میں آپ کو سزا دوں گا۔ یہ سن کر حضرت خواجہ (نظام الدین) کو جلال آ گیا اور فرمایا کہ جس منصب کے بھروسہ پر تم یہ بات کہہ رہے ہو اس سے معزول ہو جاؤ گے۔ خلاصہ یہ کہ اس مجلس مباحثہ میں تمام علماء و اکابر، صدور، امراء اور ارکان سلطنت حاضر تھے۔ بادشاہ اور سب حاضرین مجلس کی توجہ حضرت خواجہ کی طرف تھی اور سب آپ کی تعظیم کرتے تھے۔

شیخ زادہ حسام نے کہا کہ آپ کی مجلس میں سماع ہوتا ہے، لوگ رقص کرتے ہیں، آہ و نعرہ لگاتے ہیں، اسی طرح اور بہت سی باتیں کہیں۔

حضرت خواجہ نے شیخ زادہ کی طرف دیکھا اور فرمایا شور مت کرو، زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں، پہلے یہ بتلاؤ سماع کی تعریف کیا ہے؟

شیخ زادہ حسام نے کہا کہ میں نہیں جانتا، البتہ اتنا جانتا ہوں کہ علماء سماع کو حرام کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جب تم کو سماع کے معنی ہی نہیں معلوم تو مجھے تم سے کچھ کہنا نہیں ہے، اور نہ کہنا چاہیے۔

شیخ زادہ حسام شرمندہ ہوا۔ بادشاہ پوری توجہ سے آپ کی تقریر سن رہا تھا۔ جب کوئی زور سے بات کرتا تو کہتا شور مت کرو، سنو کہ شیخ کیا فرماتے ہیں۔

حاضر الوقت علماء میں مولانا حمید الدین اور مولانا شہاب الدین ملتانی خاموش تھے۔ مولانا حمید الدین نے اتنا فرمایا کہ یہ مدعی حضرت خواجہ کی مجلس کا جو حال بیان کرتے ہیں، یہ واقعہ کے خلاف ہے۔ میں نے خود دیکھا ہے اور بہت سے مشائخ اور درویشوں کو بھی میں نے بھی دیکھا ہے۔

اسی دوران میں شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے نواسے مولانا علم الدین آ گئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ آپ بھی عالم ہیں اور سیاح بھی۔ اس وقت سماع کی بحث درپیش ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ سماع سننا حرام ہے یا حلال؟ مولانا علم الدین نے کہا کہ میں نے اس باب میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے، اس میں اس کی حلت و حرمت کے دلائل نقل کئے ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ جو دل سے سنتے ہیں ان کے لئے حلال ہے اور جو نفس سے سنتے ہیں ان کے لئے حرام (کیا خوب! جو دل سے گناہ کرتے ہیں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لئے حلال اور جونفسانی خواہش سے گناہ کرتے ہیں ان کے لئے ممنوع۔بہا) ۔اس کے بعد بادشاہ نے مولانا علم الدین سے پوچھا کہ آپ بغداد وشام وروم ہر جگہ پھر چکے ہیں ، وہاں کے مشائخ سماع سنتے ہیں یانہیں؟ اور وہاں کوئی منع کرتا ہے؟ مولانا علم الدین نے فرمایا کہ ان سب شہروں میں بزرگ ومشائخ سماع سنتے ہیں اور بعض دف وشبانہ کے ساتھ بھی ، کوئی مانع نہیں ہوتا اور سماع مشائخ کے درمیان حضرت جنید وشبلی کے وقت سے مروج چلا آرہا ہے ۔

بادشاہ مولانا علم الدین کی زبان سے یہ سن کر خاموش ہوگیا اور اس نے کچھ نہیں کہا ۔ مولانا جلال الدین نے عرض کیا کہ بادشاہ سماع کی حرمت کا فرمان صادر کریں اور امام اعظم کے مذہب کی پاسداری فرمائیں۔اس پر حضرت خواجہ نے بادشاہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بارے میں کوئی فرمان جاری نہ کریں۔بادشاہ نے آپ کا یہ مشورہ قبول کیا اور اس بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں کیا۔

مولانا فخر الدین (جو مجلس میں حاضر تھے) کا بیان ہے کہ ابتدائے چاشت سے زوال تک یہ بحث جاری رہی ۔اہل مجلس تحریم کی کوئی دلیل نہیں دے سکے اور آخر میں اس پر بحث آکر ختم ہوگئی کہ اس کا ترک اولی ہے یا اس کا فعل۔دوسری روائت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ حضرت خواجہ (نظام الدین) سماع سن سکتے ہیں اور کسی کو ان کے منع کرنے کی اجازت نہیں۔لیکن یہ روائت مرجوح ہے ۔

. انہیں دنوں میں کسی نے حضرت خواجہ سے کہا کہ اب تو سماع کے لئے فرمان سلطانی ہو گیا ہے کہ آپ جس وقت چاہیں سماع سنیں ، وہ حلال ہے ۔حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اگر وہ حرام ہے تو کسی کے کہنے سے حلال نہیں ہوسکتا اور اگر حلال ہے تو کسی کے کہنے سے حرام نہیں ہوسکتا۔

مجلس کے اختتام پر بادشاہ نے خواجہ کو بڑی تعظیم وتکریم کے ساتھ رخصت کیا ۔ (سیر الاولیاء باختصار ص ۵۲۷ تا ۵۳۲) ۔.....

قاضی ضیاء الدین برنی اپنی کتاب حسرت نامہ میں لکھتے ہیں کہ

جب حضرت خواجہ اس مجلس سے فارغ ہوکر مکان پر تشریف لائے تو آپ نے نماز ظہر کے وقت مولانا محی الدین کاشانی اور امیر خسرو کو طلب فرمایا ، ارشاد ہوا کہ دہلی کے علماء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عداوت و حسد سے بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے وسیع میدان پایا اور دشمنی کی بہت باتیں کیں۔ عجائب بات یہ دیکھی کہ صحیح احادیث نبویہ کا سننا ان کو گوارا نہیں۔ ان کے جواب میں یہی کہتے تھے کہ ہمارے شہر میں فقہ پر عمل حدیث پر مقدم ہے، یہ باتیں وہی کہہ سکتے ہیں جن کا احایث نبویہ پر اعتقاد نہ ہو۔ میں جب کوئی حدیث صحیح پڑھتا تو وہ ناراض ہوتے اور کہتے کہ اس حدیث سے شافعی نے استدلال کیا ہے، اور وہ ہمارے علماء کے دشمن ہیں، ہم نہیں سنیں گے۔ معلوم نہیں کہ یہ با اعتقاد ہیں یا نہیں۔ اولو الامر کے سامنے ایسی زبردستی سے کام لیتے تھے اور احادیث صحیح کو روکتے تھے۔ میں نے کوئی عالم ایسا دیکھا نہ سنا کہ اس کے سامنے احادیث صحیح پڑھی جائیں اور وہ کہے کہ میں نہیں سنتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کیا قصہ ہے اور وہ شہر جہاں ایسی جرأت اور زبردستی کی جاتی ہے وہ کیسے آباد رہ سکتا ہے، تعجب نہیں کہ اگر اس کی اینٹ سے اینٹ نہ بج جائے۔ اس کے بعد بادشاہ اور امراء اور عوام جب قاضی شہر اور علماء سے سنیں گے کہ اس شہر میں حدیث پر عمل نہیں ہوتا تو ان کا حدیث نبوی پر اعتقاد کیسے رہے گا۔ مجھے ڈر ہے کہ علماء شہر کی اس بدعقیدگی کی نحوست سے آسمان سے بلاء، جلاء و قحط و وبا نہ برسے۔ سیر الاولیاء ص ۵۲۷۔ ۵۳۲۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ جلد ۳ ص ۸۹۔۹۳)

اکبر شاہ خان نے لکھا ہے:

غیاث الدین تغلق نے ۵۳ مولویوں کو جمع کیا ان سب مولویوں نے آپ (خواجہ صاحب) کو مجرم و گنہ گار قرار دیا۔ رکن الدین، قاضی شہر جو آپ کا سخت مخالف تھا، ان ۵۳ مولویوں کی طرف سے آپ کے ساتھ گفتگو اور مباحثہ کیلئے منتخب ہوا۔ آپ نے اپنے طرز عمل میں حدیث نبوی پیش کی قاضی رکن الدین نے کہا کہ تم جب مقلد ہو تو حدیث کیوں پیش کرتے ہو؟ امام ابوحنیفہ کا کوئی قول پیش کرو۔ خواجہ صاحب نے کہا او نادان! تو قول مصطفیٰ سن کر بھی مجھ سے قول ابوحنیفہ کا مطالبہ کرتا ہے۔ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں:

الغرض پادشاہ قاضی رکن الدین را کہ حاکم شہر بود و بعداوت شیخ (نظام الدین) تفاخر داشت بہ بحث اشارت کرد و او رد بہ شیخ کردہ۔ گفت بابت سرود وسماع چہ حجت داری۔ شیخ بحدیث نبوی السماع لاھلہ متمسک گشت۔ قاضی گفت ترا با حدیث چہ کار، تو مرد مقلدی روایتے از ابوحنیفہ بیار، تا بمعرض قبول افتد۔ شیخ گفت سبحان اللہ من حدیث صحیح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصطفوی نقل می کنم وتو از من روایت ابوحنیفہ می خواہی، شاید کہ ترا رعونت حکومت بریں می دارد۔ و پادشاہ چوں حدیث پیغمبر شنید متفکر شدہ، ہیچ نہ گفت۔

(آئینہ حقیقت نما۔ص ۴۳۳۔۴۳۴)

مناظرے کے بعد کے حالات میں بتایا جاتا ہے:

نزھۃ الخواطر میں ہے کہ آپ کہتے ہیں انی عجبت الیوم من جرأۃ الفقہاء کیف انکروا الاحادیث و قالوا ان الروایۃ الفقھیۃ مقدمۃ علیھا و بعضھم قالوا ان ذلک الحدیث متمسک للشافعی وھو عدو لعلمائنا فلا نستمعھا ولانعتقد ھا (ص ۱۲۵۔۱۲۶ طبع دائرۃ المعارف دکن نزھۃ الخواطر (ذیل درکامنہ)۔یعنی مجھے آج ان حنفیوں کی جرئت سے تعجب ہوا کہ انہوں نے احادیث نبویہ کا انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ مسائل فقہیہ مقدم ہیں ان حدیثوں پر۔ اور بعض نے کہا کہ یہ حدیث تو امام شافعی کی دلیل ہے اور امام شافعی ہمارے حنفی علماء کے دشمن ہیں لہذا یہ حدیث نہ ہم سنیں گے نہ مانیں گے۔

جناب عبدالشکور ندوی لکھتے ہیں:۔

ہندوستان میں اسلامی حکومت کا تخت جس قوم نے بچھایا وہ غزنی اور غور سے آئی۔ یہ وہ بلاد ہیں جہاں فقہ واصول فقہ کا ماہر ہونا علم وفن کا طغرائے امتیاز تھا۔ یہی سبب ہے کہ فقہی روایات کا پایہ بلند تھا، علم حدیث کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ غیاث الدین تغلق کے دربار حکومت میں مسئلہ سماع کی نسبت مناظرہ پیش آیا، ایک طرف شیخ نظام الدین اولیاء تھے اور دوسری طرف تمام علمائے دہلی تھے، شیخ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی حدیث استدلالاً پیش کرتا تھا تو وہ لوگ بڑی جرأت سے کہتے تھے کہ اس شہر میں حدیث پر فقہی روایات مقدم سمجھی جاتی ہیں، کبھی کہتے تھے کہ یہ حدیث شافعی کی متمسک بہ ہے، اور وہ ہمارے علماء کا دشمن ہے، ہم ایسی حدیثیں نہیں سننا چاہتے۔ (ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ص ۹۴۔۹۵)

مناظرہ سے متعلق یہ تحریریں احناف کی ہیں اور احناف ہی کے دو گروہوں کے باہمی مناظرے سے متعلق ہیں جس میں ان کے سرآمد روزگار فقہاء وعلماء نے حصہ لیا۔ ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ان کے لئے ایک اجنبی فن تھا۔ فریقین ایک صوفی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فلسفی کے فقرے کو حدیث صحیح تسلیم کرتے ہیں، کسی نے اس حدیث کا حوالہ پیش کیا نہ استفسار کیا کہ یہ کس کتاب میں، کس امام حدیث نے روایت کی ہے۔

اور قرآن میں تو حکم ہے کہ نبی ﷺ سے اونچے لہجے میں بات نہ کرو اور ان کی بات سن کر سر تسلیم خم کردو۔ ادھر اس مناظرے میں احناف کے زبدۃ الاعیان . صحیح حدیث .کو سن کر اسے پس پشت ڈالتے ہیں اور اس کے حکم کو رد کرتے ہوئے (یعنی قرآنی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے) اماموں کے اقوال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہمیں یہاں اس بات سے غرض نہیں کہ سماع کے بارے میں امام ابوحنیفہ کا مسلک درست تھا یا نہیں، اور نہ ہی اس بات سے غرض ہے کہ السماع لا هله حدیث صحیح ہے یا نہیں۔ ہم صرف اتنی بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جب کسی بات کو حدیث صحیح مان لیا جائے (جیسا کہ اس مناظرے میں فریقین نے تسلیم کیا ہے)، اس کے منسوخ ہونے کا دعوی بھی نہ کیا جائے، اس کا متعارض بھی پیش نہ کیا جائے، تو پھر اس کے حکم کو رد کرنا، قرآن کے اس حکم کی خلاف ورزی ہے کہ جب رسول ﷺ کوئی فیصلہ فرمادیں تو اسے بلا چون و چرا تسلیم کرلو۔ اور قرآن کے اس حکم کی بھی خلاف ورزی ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے اونچا نہ بولو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں معلوم ہی نہ ہو کہ قرآن میں بارگاہ نبوت کے کیا آداب بتائے گئے ہیں۔ اس دور کے مذہبی مدارس کے تعلیمی نصاب میں قرآن کی تعلیم عموماً ناظرہ تک ہی محدود تھی۔ ترجمہ وتفسیر کی نوبت کم ہی آتی تھی۔ اس لئے انہیں كلام الملوك ملوك الكلام (بادشاہوں کی کلام، کلاموں کی بادشاہ ہوتی ہے) سے آگے معلوم ہی نہ تھا کہ قرآن میں ملوک الکلام، اللہ و رسول کی کلام کو قرار دیا گیا ہے کسی غیر معصوم انسان کی کلام کو اس منصب پر فائز نہیں کیا گیا۔

پھر جو کہا جاتا ہے کہ ان ادوار میں منطق، فلسفہ، تصوف کی تعلیم وتحصیل پر زیادہ زور دیا جاتا تھا، اس کی قلعی بھی کھل جاتی ہے کہ اس مناظرہ کے فریقین (جو اپنے دور کے زبدۃ الاصفیاء اور زبدۃ الاحناف تھے) کو تصوف کے لٹریچر پر بھی عبور نہ تھا۔ امام غزالی جیسے مشہور صوفی فلسفی کی مشہور عالم تصنیف احیاء العلوم بھی ان میں سے کسی کی نظر سے نہ گذری تھی۔ کسی نے دیکھی سنی ہوتی تو بادشاہ سلامت کو بتا دیتا کہ السماع لا هله حدیث نہیں بلکہ امام غزالی کا فتوی ہے جو ان کی احیاء العلوم میں دیکھا جاسکتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیز اس مناظرے کی روداد سے پتہ چلتا ہے کہ تقلید شخصی میں کس قدر غلو کیا جاتا تھا۔ مذہبی تعلیمات کا ماخذ پیغمبر ﷺ کو نہیں بلکہ اپنے امام کو سمجھا جاتا تھا۔ اور پیغمبر ﷺ کی انہی باتوں کی طرف توجہ دی جاتی تھی جو ان کے امام کے اقوال کی تائید میں ہوتی تھیں۔

اس مناظرے کی بات یہاں چھوڑ کر ہم آگے چلتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے فخر احناف اورنگ زیب عالمگیر کی ذاتی نگرانی میں تیار ہونے والی کتاب فتاوی عالمگیری جلد ۵ ص ۲۷۷ میں لکھدیا گیا طلب الاحادیث حرفة المفالیس ۔ حدیث کی طلب اور حدیثوں کو سیکھنا مفلسوں کا کام ہے۔ اور فتاوی قاضی خان (صفحہ ۴۹۷) میں لکھ دیا گیا و تعلم الفقه اولی من تعلم تمام القرآن یعنی سارا قرآن سیکھنے سے فقہ کا سیکھنا زیادہ بہتر ہے۔

اس لئے قرآن اور حدیث کو پس پشت ڈالا ہوا تھا۔ قرآن صرف حصول برکت و شفا کے لئے تھا یا قسمیں اٹھانے کے لئے۔ پڑھنے پڑھانے، سمجھنے سمجھانے اور عمل کرنے کے لئے نہیں تھا۔

قرآن وسنت سے بے اعتنائی کا مظہر متاخرین احناف کی وہ تحریر ہے جو رسالہ تجلی دیوبند جلد ۱۹ شمارہ ۱۱ جنوری فروری ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۷ پر اس کے اڈیٹر عامر عثمانی ایک مسئلہ کی بابت سوال کا جواب دینے کے بعد لکھی: فرماتے ہیں:

> یہ تو جواب ہوا، اب چند الفاظ اس فقرے کے بارے میں بھی کہہ دیں جو آپ (سائل) نے سوال کے اختتام پر سپرد قلم کیا ہے یعنی
>
> . حدیث رسول سے جواب دیں .۔
>
> اس نوع کا مطالبہ اکثر سائلین کرتے رہتے ہیں۔ یہ دراصل اس قاعدے سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ مقلدین کے لئے حدیث وقرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ آئمہ و فقہاء کے فیصلوں اور فتووں کی ضرورت ہے .

اسی لئے درس نظامی (اور اس سے پہلے ہندی نصابوں) میں قرآن اور حدیث کو نظر انداز کیا گیا۔ اور جیسا کہ شیخ اکرام نے بتایا ہے

> اس نصاب میں بڑا نقص یہی ہے کہ ان میں تفسیر وحدیث پر پوری توجہ نہیں دی جاتی اور منطق حکمت صرف نحو پر بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت درس نظامی مذہبی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روحانی تعلیم کا نظام نہ تھا بلکہ دنیوی نظام تعلیم تھا جس میں فقہ وغیرہ پر اس لئے توجہ ہوگئی تھی کہ اس کی طلبا کو اسلامی حکومت کے دوران میں قاضی مفتی اور محتسب بننے کے لئے ضرورت تھی۔ (رود کوثر۔ص ۶۰۷)

قرآن وسنت سے بے اعتنائی درس نظامی ہی کا خاصہ نہیں بلکہ یہ طرز عمل قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے:

دسویں صدی ہجری کی ابتدا میں اسماعیل صفوی (۹۰۵۔۹۳۰ھ) نے ایران میں عظیم الشان صفوی حکومت قائم کی اور پہلی مرتبہ شیعیت کو ملکی مذہب بنایا اور سنی مذہب کو تقریباً ایران سے مٹا کر رکھ دیا۔ ایران جس نے امام مسلم، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ جیسے مسلم امام فن اور ایوان حدیث کے چار ستون، دوسری طرف بلند پایہ فقیہہ اور متبحر عالم ابواسحاق شیرازی، امام الحرمین عبدالملک جوینی اور ابوحامد محمد الغزالی جیسی سرآمد روزگار شخصیتیں پیدا کیں، تقریباً سوا دوسو برس کی باجبروت سلطنت میں اس کا رابطہ حدیث وفقہ اور علوم نافعہ سے منقطع ہوکر رہ گیا۔ شاہان ایران کا رجحان فلسفہ نوحکمت کی طرف زیادہ تھا کہ شیعیت کو شروع ہی سے اعتزال وعقلیت اور فلسفہ سے مناسبت رہی ہے۔ مشہور حکیم وریاضی دان خواجہ نصیرالدین طوسی (ف۶۷۲ھ) مصنف شرح اشارات ابن سینا جو خود شیعہ اور معتزلی تھے، ہلاکو کے خاص معتمد اور مشیر تھے۔ اس شاہی تقرب واعتماد کی وجہ سے پوری تاتاری قلم رو میں (جس میں ترکستان، ایران، عراق شامل تھے) فلسفہ وحکمت وریاضیات کا رجحان غالب آ گیا۔ صفوی سلطنت کے دوسرے ہی حکمران شاہ طہماسپ (ف۹۸۴ھ) کے زمانہ ہی میں میرغیاث الدین منصور (ف ۹۴۸ھ) کا ستارہ اقبال بلند ہوا، جو ایک اشراقی حکیم اور فلسفی اور شیراز کے مدرسہ منصوریہ کے بانی تھے، شاہ طہماسپ صفوی کے زمانہ میں ان کو عرصہ تک منصب صدارت تفویض رہا۔ ہندوستان تک ان کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ پھیل گئے۔ انہیں کے شاگرد امیر فتح اللہ شیرازی (ف ۹۹۷ھ) دسویں صدی کے آخر میں ہندوستان آئے۔ اکبر نے ان کو صدارت کا منصب دیا۔ انہوں نے ہندوستان کے نصاب درس اور طریق تعلیم پر عقلیت کی ایسی گہری چھاپ لگادی جو تیرھویں صدی ہجری تک باقی رہی۔ مولانا آزاد بلگرامی کے بقول وہی صدرالدین شیرازی، میرغیاث الدین منصور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور قاضی مرزا جان (ف ۹۴۴ھ) کی تصنیفات ہندوستان لائے اور ان کو داخل نصاب کیا (تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج ۵۔ص ۳۵۔۳۶)

اور دہلی یونیورسٹی کے جناب اشرف نے لکھا ہے:

علماء (خاص طور پر سنی اور ابوحنیفہ کے فرقے سے تعلق رکھنے والے) روایتاً مغلیہ سلطنت کا لازمی حصہ تھے۔ بالعموم تعلیمی اداروں کا اہتمام انہیں کے سپرد تھا۔ یہی عدالت کے منصبوں پر فائز ہوتے تھے اور اوقاف کے نگران ہوتے تھے۔ جب فتاوی عالمگیری (جو اورنگ زیب کے عہد میں قانون شریعت کا خلاصہ تھی) مرتب ہوکر نافذ ہوئی تو علماء کو حکومت کے معاملات میں کافی عمل دخل حاصل ہوگیا۔ اس کی وفات کے بعد یہ اور بھی بڑھ گیا کیونکہ جلد ہی مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ تیموریوں کی بحالی کا مسئلہ نہ صرف مغل حکمرانوں کے لئے بلکہ علماء کے لئے شدید اہمیت اختیار کر گیا کیونکہ انہیں پر علماء کا انحصار تھا۔ (انقلاب ۱۸۵۷ء)

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں برصغیر کے اسلامی مدارس میں پڑھائے جانے والے نصاب کا کچھ ذکر ہو جائے جس سے پتہ چلے گا کہ کس دور میں کون سے علوم وفنون پڑھائے جاتے تھے اور کن پر زور دیا جاتا تھا اور کن کو نظر انداز کیا جاتا تھا۔ یہ تفصیلات، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، مؤلفہ ابوالحسنات عبدالشکور ندوی (ف ۱۹۲۴ء) سے نقل کرتے ہیں۔ اس میں لکھا ہے:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم سہولت کے لحاظ سے نصاب درس کے چار دور قائم کریں اور جو کتابیں ہر دور میں مروج تھیں ان کی تفصیل .....یکجا کر دیں۔

دور اول کا آغاز ساتویں صدی ہجری سے سمجھنا چاہیے اور انجام دسویں صدی پر اس وقت ہوا جب کہ دوسرا دور شروع ہوگیا تھا۔ کم وبیش دوسو برس تک مندرجہ ذیل فنون کی تحصیل معیار فضیلت سمجھی جاتی تھی۔

صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، کلام، تصوف، تفسیر، حدیث۔

اور علم نحو میں مصباح، کافیہ، لب الالباب، مصنفہ قاضی ناصر الدین بیضاوی، اور کچھ دنوں بعد ارشاد مصنفہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی؛ فقہ میں ہدایہ؛ اصول فقہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں منار، اوراس کے شروح، اوراصول بزودی؛ تفسیر میں مدارک، بیضاوی، اورکشاف ؛ تصوف میں عوارف ،فصل الحکم، اور ایک زمانہ کے بعد نقد النصوص و لمعات بھی ان مدارس میں رائج ہوگئی تھے جو خانقاہوں سے متعلق تھے؛ حدیث میں مشارق الانوار، مصباح السنہ (مشکوۃ المصابیح کا متن) ؛ ادب میں مقامات حریری؛ منطق میں شرح شمسیہ؛فن کلام میں شرح صحائف اوربعض بعض مقامات پرتمہید (ابوشکورسالمی) ۔

(پھر جناب ابوالحسنات یا بالفاظ دیگر جناب عبدالحی نے لکھا ہے)

اس طبقہ کے علمائے کرام کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہمارے زمانہ میں منطق وفلسفہ معیارفضیلت ہے، ویسا ہی اس زمانہ میں فقہ اوراصول فقہ معیارفضیلت تھا، حدیث میں مشارق الانوار کا پڑھ لینا کافی سمجھا جاتا تھا۔اورجس خوش نصیب کومصابیح ہاتھ آجاتی تھی ، وہ امام الدنیافی الحدیث کے لقب کا مستحق ہوجاتا تھا۔

دور دوم نویں صدی ہجری کے آخر میں شیخ عبداللہ اورشیخ عزیزاللہ ملتان سے آئے۔ اول الذکر دہلی اورثانی الذکر سنبھل میں فروکش ہوئے ۔ یہ سکندرلودھی کا عہدحکومت تھا اس نے ان دونوں بزرگوں کا بڑے تزک واحتشام سے خیرمقدم کیا، کچھ ان دونوں کے فضل وکمال اور کچھ بادشاہ کی قدرشناسی سے بہت جلد ان کی علمی عظمت ہندوستان میں ہرچہارطرف قائم ہوگئی ۔انہوں نے سابق معیارفضیلت کوکسی قدر بلند کردیا۔قاضی عضد کی تصانیف مطالع ومواقف اور سکا کی کی مفتاح العلوم داخل نصاب کیں اور بہت جلد یہ کتابیں مقبول عام ہوگئیں ۔ بدایونی کہتا ہے:

ایں ہردوعزیزان ہنگام خرابی ملتان بہندوستان آمدہ علم معقول را دراں دیار رواج دادندوقبل ازیں بغیرازشرح شمسیہ و شرح صحائف ازعلم منطق وکلام در ہندشائع نہ بود

اسی دور میں میرسیدشریف کے تلامذہ نے شرح مطالع اورشرح مواقف کورواج دیا اور علامہ تفتازانی کے شاگردوں نے مطول اورمختصر کی بنیاد ڈالی اورتلویح وشرح عقائدنسفی کورواج دیا، اسی زمانہ میں شرح وقایہ اورشرح جامی بھی رفتہ رفتہ داخل نصاب ہوگئیں

دورسوم ۔ دور دوم میں جوتغیرنصاب درس میں ہوا اس سے لوگوں کی امنگیں بڑھ گئی تھیں، اوروہ معیارفضیلت کو پہلے سے بھی زیادہ بلند کرنے کے متمنی تھے۔شاہ فتح اللہ شیرازی ہندوستان آئے..انہوں نے سابق نصاب درس میں کچھ جدید اضافے کئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس کو علماء نے فوراً قبول کر لیا، اور اب مدارس میں نئی قسم کی چہل پہل نظر آنے لگی۔
مآثر الکرام میں میر غلام علی آزاد نے مندرجہ ذیل عبارت میں اس کا اعتراف کیا ہے
تصانیف علمائے متاخرین و لائت مثل محقق دوانی و میر صدر الدین و میر غیاث الدین منصور و مرزا جان میر، بہ ہندوستان آورد، و در حلقہ درس انداخت و جم غفیر از حاشیہ عقل استفادہ کردند و ازاں عہد معقولات را رواجی دیگر پیدا شد۔

شاہ ولی اللہ نے جو اس دور کے سب سے اخیر مگر سب سے زیادہ نامور عالم تھے الجزء اللطیف میں اپنی درسیات کو اس ترتیب سے لکھا ہے۔
نحو میں کافیہ، شرح جامی، منطق میں شرح شمسیہ، شرح مطالع، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ، کلام میں شرح عقائد نسفی مع حاشیہ خیالی، شرح مواقف، فقہ میں شرح وقایہ، ہدایہ (کامل)، اصول فقہ میں حسامی اور کسی قدر توضیح و تلویح، بلاغت میں مختصر و مطول، ہیئت و حساب میں بعض رسائل مختصرہ، طب میں موجز القانون، حدیث میں مشکوۃ المصابیح کل، شمائل ترمذی کل، کسی قدر صحیح بخاری، تفسیر میں مدارک بیضاوی، تصوف و سلوک میں عوارف و رسائل نقشبندیہ، شرح رباعیات جامی، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص۔

اس قدر پڑھنے کے بعد شاہ صاحب عرب چلے گئے وہاں کئی برس رہ کر شیخ ابو طاہر مدنی سے فن حدیث کی تکمیل کی ....اور اپنی عمر عزیز کا بیشتر حصہ اس کی اشاعت پر صرف کر دیا۔
شاہ صاحب نے ایک نیا نصاب درس مرتب کیا تھا، مگر چونکہ اس زمانہ میں علم کا مرکز ثقل دہلی سے لکھنؤ کو منتقل ہو چکا تھا اور تمام درس گاہوں میں منطق و حکمت کی چاشنی سے لوگوں کے کام و زبان آشنا ہو رہے تھے، اس لئے اس کو مقبول عام ہونا نصیب نہ ہوا۔ (ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ص ۹۴۔۹۸)

چوتھا دور بارھویں صدی ہجری میں شروع ہوا۔ اس کے بانی ملّا نظام الدین تھے جنہوں نے اس کی بنیاد ایسے زبردست ہاتھوں سے رکھی کہ باوجود امتداد زمانہ آج تک (یعنی ۱۹۰۹ء تک جس وقت حکیم سید عبدالحی نے یہ مضمون لکھا) اس میں کوئی کمی نہیں واقع ہوئی۔ ...ملّا نظام الدین کے نصاب کی یہ صورت ہوئی:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صرف میں میزان، منشعب ،صرف میر، پنج گنج ، زبدہ ، فصول اکبری ، شافیہ؛ نحو میں نحو میر ،شرح ماۃ عامل ، ہدایۃ النحو ، کافیہ ،شرح جامی؛ منطق میں صغری ، کبری ، ایساغوجی ، تہذیب ،شرح تہذیب ،قطبی مع میر ،سلم العلوم ؛حکمت میں میبذی ،صدرا ،شمس بازغہ؛ ، فرائض میں خلاصۃ الحساب ،تحریر اقلیدس مقالہ اولی ،تشریح الافلاک ، رسالہ قوشجیہ ،شرح چغمینی باب اول؛ بلاغت میں مختصر معانی ،مطول تا ماانا قلت ؛فقہ میں شرح وقایہ اولین ، ہدایہ آخرین؛ اصول فقہ میں نورالانوار ،توضیح تلویح ،مسلّم الثبوت (مبادی کلامیہ) ؛ کلام میں شرح عقائد نسفی ،شرح عقائد جلالی ، میر زاہد ،شرح مواقف ؛تفسیر میں جلالین بیضاوی؛ حدیث میں مشکوۃ المصابیح

(ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ص ۹۹۔۱۰۰؛ رودکوثر۔ص ۶۰۵۔۶۰۶)

دور پنجم ۔اس دور میں جو نصاب تعلیم متعین ہوا وہ دراصل پچھلے درس نظامی کی بگڑی ہوئی صورت ہے اور وہی آج (۱۹۰۹ء) تک عام اسلامی تعلیم گاہوں میں رائج وشائع ہے ۔اس نصاب میں (دوسرے فنون اور کتب کے علاوہ) اصول حدیث میں شرح نخبۃ الفکر اور حدیث میں بخاری مسلم مئوطا ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ شامل ہیں ۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس نصاب میں منطق کی جتنی (یعنی ۱۵) کتابیں داخل ہیں وہ علی العموم ہر درس گاہ میں پڑھائی جاتی ہیں ۔ بخلاف اس کے ادب و حدیث کی جو کتابیں مندرج ہیں وہ ہر جگہ نہیں پڑھائی جاتیں ۔جس کسی کو ادب پڑھنے کا شوق ہوتا ہے وہ کتب درسیہ کے علاوہ خارج اوقات میں ادب کی مذکورہ ءنصاب کی کتابیں (یعنی نفحۃ الیمن ،سبعہ معلقہ ، دیوان متنبّی ، مقامات حریری ،حماسہ) پڑھتا ہے ۔ بشرطیکہ اس کو کوئی معلم ادب بھی مل جائے ، جو عموماً مدارس میں ناپید ہوتے ہیں ۔حدیث کے لئے دیگر کتب درسیہ پڑھ چکنے کے بعد ایسے مقامات کا سفر کرنا پڑتا ہے ، جہاں حدیث کے پڑھانے والے مل سکیں ،اس بنا پر میرے (عبدالحی وعبدالشکور دونوں کے) خیال میں اس نصاب درس سے جو عموماً مدارس عربی میں رائج ہے ،عملاً حدیث وادب کی مذکورہ بالا کتابوں کو خارج ہی سمجھنا چاہیے ۔(ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں ۔ص ۱۰۱۔۱۰۲) (۱۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان نصاب ہائے تدریس کے فضلاء دینی علماء نہیں، بلکہ ہیئت، منطق، فلسفہ، ادب، انشاء کے عالم ہوتے تھے۔ مہندس، انجنئر، سول سرونٹس، منشی، محرر، قاضی، تحصیل دار، وقائع نویس، مخبر، محکمہ ڈاک، عام دنیاوی تعلیم کے معلموں کی نوکریاں حاصل کرتے۔ ہماری پرانے تذکروں اور تاریخوں میں ہمیں جو علماء کی ریل پیل نظر آتی ہے وہ یہی انشا پرداز، منشی، متصدی، تحصیل دار اور قاضی وغیرہ ہوتے تھے جنہیں قرآن وحدیث سے کما حقہ واقفیت نہیں ہوتی تھی۔ حتی کہ مساجد کے اماموں اور مؤذنوں کے لئے اذان اور قرآن کی چند صورتوں کا یاد ہو جانا کافی سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ چند بڑے مقامات کو چھوڑ کر ہندوستان میں خطبہ جمعہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی تھی اور جہاں ہوتی تھی وہاں خطبہ عربی زبان میں ہوتا تھا اور عربی میں لکھا ہوا مل جاتا تھا۔ شریعت کے بنیادی ماخذوں کی تعلیم کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے عمومی طور پر وہ پڑھائے بھی نہیں جاتے تھے۔

جن مدارس میں قرآن پڑھایا جاتا تھا وہ عام طور پر ناظرے اور حفظ تک محدود تھا۔ بیسویں صدی کے شروع میں افغانستان (جو حنفی اکثریت کا ملک ہے اور جہاں دارالعلوم دیوبند کے اثرات کافی گہرے ہیں، اور جو ایک عرصہ تک مغل سلطنت کا حصہ رہا ہے) میں تعلیمی نصاب کی تیاری کا کام جناب محمد علی قصوری کو تفویض کیا گیا۔ وہ بتاتے ہیں:۔

> مجھے جب حکم ملا کہ نصاب تعلیم تیار کر کے (امیر افغانستان کے) حضور میں پیش کیا جائے تو میں نے نہائت محنت سے نصاب تعلیم مرتب کیا۔ اس میں کابل میں ایک اول درجہ کی یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ پیش کیا۔ اس کی تین نقلیں کروائیں ہر ایک ۸۰ فل سکیپ کاغذوں پر تھی۔ اعلی حضرت (امیر حبیب اللہ) کے حضور پیش ہوئی انہوں نے مجھے کھانے پر مدعو کیا اور نقل پر حکم لکھوایا کہ قاضی القضاۃ مذہبی نقطہ نظر سے معائنہ کر کے ہمارے حضور پیش کریں۔...
>
> ڈنر کے دوسرے روز قاضی القضاۃ نے مجھے یاد فرمایا اور کہا مولوی صاحب یہ آپ نے کیا ستم ڈھایا ہے کہ نصاب تعلیم میں قرآن شریف کا ترجمہ رکھ دیا ہے۔ بچے قرآن شریف جیسی پر حکمت کتاب کو نہیں سمجھ سکتے اس لئے وہ وہابی ہو جائیں گے۔ اس پر میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے عرض کیا کہ جناب قاضی صاحب اللہ تعالی نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم قرآن شریف خود پڑھیں اور دوسروں کو پڑھائیں، لیکن آپ لوگ اس پر تالے لگاتے ہیں۔ اس پر قاضی صاحب سے بہت دیر تک بحث ہوتی رہی۔ جب وہ بالکل لاجواب ہو گئے تو انہوں نے کہا مولوی صاحب میرا یہ فیصلہ ہے کہ جب تک آپ اس نصاب میں سے قرآن شریف کے ترجمہ کو نہ نکالیں گے میں اس کے اجراء کی اجازت نہیں دونگا۔ میں نے کہا قاضی صاحب میرا بھی فیصلہ ہے کہ قرآن شریف اس نصاب میں رہے گا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ پیشتر اس کے کہ میں اپنے قلم سے کاٹوں خدا کرے کہ میرے دونوں ہاتھ شل ہو جائیں۔ اور اگر آپ اسے خارج کریں گے تو میں یقیناً ایک لمحے کے لئے بھی افغانستان کی نوکری نہیں کروں گا۔ انہوں نے کہا میں قاضی القضاۃ ہوں اور میرے ایک فتوی سے تم کل ہی توپ سے اڑا دیئے جاؤ گے۔ میں نے کہا اچھی بات ہے جو کچھ آپ کے اختیار میں ہے آپ کر لیجئے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ مومن پر موت دو دفعہ طاری نہیں ہوتی اور میں اٹھ کر چلا آیا۔.. دوسرے دن معین السلطنت نے نظارۃ المعارف کا جلسہ طلب کیا اس میں سپہ سالار اور قاضی القضاۃ بھی موجود تھے۔ معین السلطنت نے کہا کہ آج ہم صرف مولوی محمد علی کے مجوزہ نصاب پر بحث کریں گے.. چنانچہ قاضی القضاۃ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں اس نصاب کا مخالف ہوں۔ اور جب تک قرآن شریف کے ترجمہ کو اس میں سے نکال نہ دیا جائے، میں اسے جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھانے سے بچے بدعقیدہ ہو جائیں گے۔ (مشاہدات کابل و یاغستان۔ص ۲۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مصابیح اللیل

تاریک دور میں جن لوگوں نے اسلامی تعلیمات کی شمعیں روشن رکھی، ان میں سے چند ایک کا ذکر ہم اختصار کے ساتھ جلد اول میں کر چکے ہیں۔ ان میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی، شاہ فاخر زائر، شاہ ابو اسحاق لہراوی، سید اولاد حسن قنوجی، خرم علی بلہوری، شاہ مخصوص اللہ، جناب ولایت علی صادقپوری وغیرھم شامل ہیں۔ یہاں مزید بزرگوں کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے اسلامی ہند کے مختلف ادوار میں سے تقلید شخصی کی بندشوں کو ڈھیلا کرنے اور عمل بالحدیث کے چراغ جلانے کی کوشش کی ہے۔ یہ شمعیں کیفیت وکمیت کے لحاظ سے مختلف مراتب کی حامل ہیں۔ کسی نے زیادہ روشنی دی، کسی نے کم۔ کسی کی روشنی دور تک پہنچی، کسی کی محدود رہی، کسی نے زیادہ دیر تک ماحول کو منور کیا، کسی کی مدت حیات مختصر رہی۔ ان چراغوں کے جلانے والوں میں اکثر و بیشتر حنفی تھے لیکن تحقیق وجستجو کے سبب اہل حدیث فکر کی جانب مائل تھے۔

☆ امام حسن صنعانی

لاہور میں ۵۷۷ھ (۱۱۸۱ء) میں پیدا ہوئے۔ یہیں نشو ونما پائی (خواجہ نظام الدین اولیاء کے مطابق آپ بدایوں کے تھے، بعد میں کول (علی گڈھ) گئے اور وہاں نائب مشرف ہو گئے۔ فوائد الفواد۔ص ۲۲۶۔۲۲۷)۔ مولانا عبدالحی نزھۃ الخواطر میں لکھتے ہیں کہ قطب الدین ایبک نے ان کو لاہور کی قضاۃ پیش کی لیکن انہوں نے قبول نہ کی۔ اور مزید علوم کی تحصیل کے لئے وطن سے باہر نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے غزنی آئے پھر عراق پہنچے جہاں علوم وفنون کی تکمیل کی۔ اور لغت وحدیث کے امام قرار پائے۔ بغداد میں آپ نے خلیفہ مستنصر عباسی کے لئے اپنی مشہور ومعروف کتاب مشارق الانوار (جس میں بخاری اور مسلم کی ۲۲۴۶، احادیث بحذف اسناد منتخب کی گئی ہیں) لکھی۔ پھر مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔ جب بغداد واپس آئے تو خلیفہ وقت (ناصر) نے انہیں وہ اہم فرمان دے کر سلطان التتمش کے پاس بھیجا جس میں مؤخر الذکر کی مستقل حکومت اور خود مختاری تسلیم کی گئی تھی۔ آپ ایک عرصہ ہندوستان میں رہے۔ پھر (۶۲۴ھ) حج کے لئے مکہ معظّمہ گئے۔ وہاں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بغداد آ کر پھر درس و تدریس شروع کیا۔ خلیفہ بغداد کی طرف سے سفیر بن کر وہ سلطانہ رضیہ کے عہد میں ہندوستان آئے اور یہاں کچھ عرصہ قیام کر کے بغداد چلے گئے جہاں ۶۵۰ھ۔۱۲۵۲ء میں وفات پائی۔ آپ کا جسد خاکی حسب وصیت مکہ معظّمہ منتقل کیا گیا۔

آپ نے لغت حدیث اور فقہ میں متعدد کتابیں لکھیں۔ بعض کتابیں نہائت طویل اور مفصل تھیں۔ مثلاً فن لغت میں ایک کتاب ۲۰ جلدوں میں تھی اور دوسری بارہ جلدوں میں۔ لیکن شائد سب سے زیادہ مقبولیت مشارق الانوار کو حاصل ہوئی جس میں احادیث کی ترتیب ابتدائی الفاظ کی بنا پر تھی۔ اس کتاب کو ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ ایک عرصے تک ہندوستان میں علم حدیث کی فقط یہی کتاب را ئج تھی۔ (آب کوثر۔ص ۸۱۔۸۲؛ فوائد الفواد۔ص ۱۹۷ حاشیہ۔ص ۲۲۶ حاشیہ)

علمائے حدیث نے آپ کی مشارق الانوار کی متعدد مختصر اور مبسوط شرحیں لکھی ہیں مثلاً صاحب قاموس نے شوارق الاسرار العلیہ چار جلدوں میں اور عز الدین ابن ملک نے مبارق الا زہار (مطبوعہ انقرہ ۱۳۲۸ھ) دو جلدوں میں۔ مشارق الانوار کا ترجمہ مولانا خرم علی نے اردو میں کیا تھا جو ہندوستان میں چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ حدیث میں شرح بخاری اور مصباح الدجی والشمس المنیرہ و درالسحابہ اور اس کی شرح۔ علم لغت میں کتاب شوارد وعباب و شرح القلادہ السمطیہ فی توضیح الدرر الدریہ۔ نیز کتاب الفرائض اور کتاب العروض آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔

شیخ برہان الدین محمود بن ابو الخیر السعد بلخی آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں جنہیں علم فقہ کی تعلیم و تدریس کی بنیاد اور ہندوستان میں فقہ حنفی کی سب سے زیادہ رائج کتاب ہدایہ کو فروغ دینے کا شرف حاصل ہوا۔ جناب برہان الدین بلخی نے ہدایہ کے مصنف شیخ برہان الدین مرغینانی سے فقہ پڑھی اور حدیث امام حسن صنعانی لاہوری سے پڑھ کر ان سے مشارق الانوار کی سند حاصل کی۔ پھر ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مشارق الانوار کا درس شروع کیا جس سے اس کتاب کو درس حدیث میں ایک مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔

...حدیث میں آپ کے سب سے مشہور شاگرد علامہ کمال الدین زاہد تھے جنہوں نے مشارق الانوار کی تحصیل آپ سے کی اور پھر اس کا درس شروع کیا۔ ان کے شاگرد حضرت نظام الدین اولیاء تھے جنہوں نے آپ سے مشارق الانوار پڑھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ خواجہ نظام الدین اولیاء

آپ کا اسم گرامی محمد بن احمد بن علی البخاری اور لقب سلطان المشائخ ومحبوب الٰہی و نظام اولیاء ہے۔ آپ کے اجداد بخارا سے آئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام کیا پھر بدایوں چلے گئے۔ آپ کی ولادت بدایوں میں صاحب سیر الاولیاء کی تحقیق کے مطابق ۶۳۶ھ میں ہوئی۔ پانچ سال کے تھے کہ والد فوت ہو گئے۔ والدہ نے بدایوں میں ابتدائی تعلیم دلوائی پھر دہلی لے آئیں اور اس شہر کے مشہور عالم مولانا علاء الدین اصولی آپ کے فقہ کے استاد تھے۔ اور خواجہ شمس الدین خوارزمی سے مقامات حریری اور مولانا کمال الدین محدث سے، جو علم حدیث میں استاد وقت تھے، مشارق الانوار کی سند لی اور تین چار برس پڑھتے رہے۔ بیس سال کی عمر میں اجودھن گئے اور بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ تکمیل کے بعد خلعت خلافت سے نوازے گئے۔ پھر آپ دہلی اور بعد میں غیاث پور منتقل ہو گئے اسی جگہ آپ کی خانقاہ ہے جو بستی نظام الدین کہلاتی ہے۔ آپ نے ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو رحلت فرمائی۔ سلطان المشائخ کی . شروع میں یہ خواہش تھی کہ کہیں کا قاضی ہو جاؤں (سیر الاولیاء۔ص ۱۵۰) اور علوم شرعی وفقہی کو آپ نے بڑی محنت سے حاصل کیا۔ اپنے ہم درسوں میں سب سے تیز طبع اور دانشمند مشہور تھے۔ اور بحث مباحثوں میں اتنا حصہ لیتے تھے کہ اس زمانے میں آپ کو مولانا نظام الدین بحّاث اور محفل شکن کا خطاب ملا ہوا تھا۔ (سیر الاولیاء ص ۹۰) (آب کوثر۔ص ۲۴۵)

بروایت سید عبدالحی لکھنوی، خواجہ نظام الدین لوگوں سے فرمایا کرتے تھے:

اذا سمعتم بالحديث ولم تجدوه فى الصحاح فلا تقولوا انه مردود بل قولوا انا ما وجد ناه فى الكتب المتلقاة بالقبول۔ یعنی جب تم آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث سنو اور اسے صحاح ستہ میں نہ پاؤ تو یہ نہ کہا کرو کہ یہ حدیث مردود ہے، بلکہ یوں کہا کرو کہ ہم نے یہ حدیث ان کتابوں میں نہیں پائی جنہیں امت نے قبول کے ہاتھوں سے لیا ہے۔ (نزھۃ الخواطر، دائرۃ المعارف دکن، ص ۱۲۶، ۱۲۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب علی میاں لکھتے ہیں:۔

. خواجہ نظام الدین کے ملفوظات اور سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسی بہت سی بے اصل روایات (جو زبان زد خلائق ہیں) سے استدلال نہیں فرماتے تھے اور آپ کی اس پر نظر تھی کہ احادیث صحیحہ کا سب سے مستند مجموعہ صحیحین ہیں ۔فوائد الفواد میں ہے کہ کسی نے دریافت کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے السخی حبیب الله وان کان کافراً ۔ فرمایا کسی کا مقولہ ہے ۔ایک شخص نے عرض کیا کہ . یہ اربعین (چہل حدیث) کی حدیث ہے ۔فرمایا جو کچھ صحیحین میں ہے وہ صحیح ہے ،فوائد الفواد۔ص ۱۰۳ ۔(محشی نے لکھا ہے کہ باوجود اس کے کہ آپ صحیحین کے مرتبہ سے واقف تھے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحاح ستہ کے عام طور پر اور صحیحین کے خاص طور پر ہندوستان میں متداول نہ ہونے کی وجہ سے ان علماء و مشائخ کا اشتغال نہیں تھا ۔خود آپ نے بھی مجلس مناظرہ میں جن حدیثوں کو حلت سماع کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے وہ صحاح کی احادیث نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک انکا پایہ کچھ بلند نہیں ہے ۔فریق مقابل کے علماء نے بھی جو اکابر علماء اور اعیان قضاۃ میں سے تھے جس طرح گفتگو اور استدلال کیا ہے اس سے علم حدیث سے نہ صرف ان کی بے رخی کا ثبوت ملتا ہے بلکہ ایک عالم دین کو اس کے بارے میں جو رویہ اختیار کرنا چاہیے اس کی کمی کا بھی احساس ہوتا ہے ۔ کتب صحاح اور نقد حدیث اور جرح و تعدیل کے فن کے شائع نہ ہونے کی وجہ سے خانقاہوں میں بہت سی ایسی رسوم یہاں تک کہ سجدہ تعظیمی رائج تھیں ، اور بہت سے ایسے اوقات و ایام کے فضائل کی روایات مشہور تھیں ۔اور مشائخ کے ملفوظات میں انکا بڑی آب و تاب سے ذکر آتا ہے جن کا احادیث کے صحیح مجموعوں میں کوئی وجود نہیں اور محدثین ان پر سخت کلام کرتے ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت جلد۳ص ۱۲۷۔۱۲۸)

اور خواجہ نظام الدین، نماز میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے تھے:

کان یجوز القرأة بالفاتحة خلف الامام فی الصلوة وکان یقرء ها فی نفسه ... و قال قد صحّ عنه ﷺ لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب

امام کے پیچھے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا درست سمجھتے تھے اور خود بھی پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت ﷺ سے بسند صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے سورۃ فاتحہ نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ (سواء الطریق مع ایضاح الطریق ص ۱۰۸)

بعض حضرات نے خواجہ صاحب کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھتا ہے تو اس کے منہ میں انگارا ڈالا جائے گا، تو شیخ نے فرمایا:۔

ایک طرف تو یہ وعید ہے اور دوسری طرف صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ جو شخص سورہ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی لا صلوۃ لمن لم یقرء بفاتحہ الکتا ب (جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں ہے۔ یہ حدیث عبادہ سے مروی ہے اور بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں موجود ہے)۔ یہ حدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کی صورت میں بطلان نماز پر دلالت کناں ہے۔ میں وعید کا متحمل تو ہوسکتا ہوں کہ اللہ قیامت کے روز اس کی سزا دے گا لیکن یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ میری نماز اللہ کے نزدیک باطل قرار پا جائے، جبکہ اصول کا یہ مسئلہ بالکل واضح ہے کہ اولی یہ ہے کہ احوط پر عمل کی دیواریں استوار کی جائیں اور خلاف سے دامن کشاں رہا جائے۔ (جناب عبدالحی فرنگی محلی نے امام الکلام کے صفحہ ۱۳۲ میں بتایا ہے کہ انگارے والی حدیث کا لا اثرلہ فی کتب المحدثین الثقات ولا طریق لرفعہ عند الاثبا ت کہ کتب محدثین ثقات میں اس حدیث کا کہیں کچھ نام ونشان نہیں ہے اور اثبات کے نزدیک اس کا کوئی طریق مرفوع نہیں ہے)

خواجہ نظام الدین، صلوۃ الجنائز علی الغائب کے جواز کے بھی قائل تھے۔ اس ضمن میں وہ اس مشہور حدیث سے استدلال کرتے تھے جو اس ضمن میں کتب احادیث میں موجود ہے (کہ رسول اللہ ﷺ نے نجاشی، شاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا فرمائی۔ مشکوۃ باب المشی بالجنازہ و الصلوۃ علیھا)۔ (فقہائے ہند۔ ج ا حصہ دوم ص ۲۸۰)

خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنے روزنامچے میں لکھا ہے:۔

خواجہ نظام الدین اولیاء بھی حنفی مقلد تھے مگر بعض معاملات میں غیر مقلد تھے۔ یعنی امام کے پیچھے الحمد پڑھا کرتے تھے حالانکہ امام ابوحنیفہ نے اس کی ممانعت کی ہے۔ مگر اس معاملہ میں ان کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا۔ (روزنامچہ ۸ اکتوبر ۱۹۳۳ء ص ۱۲)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ شمس الدین ترک

۱۳۰۸ء میں آپ سلطان علاء الدین خلجی کے دور میں مصر سے ہند آئے اور حدیث کی چار سو کتابیں بھی اپنے ساتھ لائے۔ ملتان آئے تو پتہ چلا کہ سلطان نہ نماز پڑھتا ہے نہ جمعہ کیلئے مسجد میں جاتا ہے، اس لئے انہوں نے سلطان کے پاس دہلی جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ملتان میں شیخ الاسلام صدر الدین کے بیٹے شیخ فضل اللہ کے پاس مقیم ہو گئے وہاں انہوں نے حدیث کی ایک کتاب کی شرح لکھی۔ اس کے علاوہ فارسی میں ایک رسالہ سلطان کے لئے تحریر کیا جس میں لکھا:

من از مصر قصد خدمت پادشاہ وشہر دہلی کردہ بودم وتاز برائے خدا تعالیٰ ومصطفیٰ راند ہب علم حدیث در دہلی ثابت کنم ومسلماناں را از عمل کردن روایت دانشمنداں بے دیانت برہانم ولیکن چون شنیدم کہ پادشاہ نماز نمی گزارد و جمعہ حاضر نمی شود ہم از ملتان باز گشتم ...شنیدہ ام کہ در شہر تو احادیث مصطفیٰ ترک می آرند ونمی دانم کہ دراں شہر کہ باوجود حدیث عمل بروائت کنند آن شہر چگونہ خشت نشود و بلائے آسمانی دراں شہر نیارد وشنیدہ ام کہ در شہر تو دانشمنداں بد بخت سیاہ روئے کتابہا وفتاواہائے شقاوت در مسجد ہا پیش نہادہ نشستہ اند وچیتل می ستانند وبتاویل وتزویر وحیلہ ہائے گوناگوں حق مسلماں باطل می کنند وخود ہم غرق می شوند۔ (تاریخ فیروز شاہی۔ص ۲۹۷) میرا ارادہ تھا کہ خدا اور رسول کے احکام عام کرنے کے لئے دہلی میں علم حدیث کا درس جاری کروں اور مسلمانوں کو بد دیانت فقیہوں کی روایت پر عمل کرنے سے نجات دلاؤں۔ لیکن جب میں نے سنا کہ بادشاہ نماز نہیں پڑھتا اور جمعہ میں نہیں جاتا تو اب میں ملتان ہی سے واپس جا رہا ہوں۔ (اس رسالے میں آپ نے یہ بھی لکھا)

. اب وہ باتیں سنو جو میرے علم میں اس نوعیت کی آئی ہیں کہ جن کو نہ خدا پسند کرتا ہے، نہ انبیاء نہ اولیاء، اور نہ کوئی موحد۔

ا۔ تم نے عہدہ قضا حمید ملتانی کے سپرد کر رکھا ہے، جو دنیا دار آدمی ہے اور وہ شخص ہے کہ جس کے باپ دادا نے بھی سود کے سوا کبھی کچھ نہیں کھایا۔ تو قاضی کے دین کے بارے میں بھی احتیاط سے کام نہیں لیتا اور احکام شرع سے تعلق رکھنے والے معاملات تم نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حریصوں لالچیوں اور دنیا داروں کے حوالے کر دیئے ہیں۔

۲۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں احادیث رسول کو نظر انداز کیا جاتا ہے اور فقیہوں کی روایت پر عمل کی دیواریں استوار کی جاتی ہیں۔ تعجب ہے کہ جس شہر میں لوگ حدیث کی موجودگی میں فقہ کی روایت پر عمل کریں، وہ شہر تباہ کیوں نہیں ہو جاتا اور اس پر آسمانی مصائب کیوں نہیں ٹوٹنے لگتے۔

۳۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں دانشمند بد بخت سیاہ رو، مسجدوں میں بیٹھتے ہیں اور رشوت لے کر فتوے دیتے ہیں اور یہ خبریں قاضی کی وجہ سے تم تک نہیں پہنچتیں۔

قاضی ضیاء الدین برنی نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اور رسالہ دونوں اس ترک محدث سے بہاء الدین دبیر کے پاس پہنچے۔ اس نے کتاب تو سلطان کی خدمت میں پیش کر دی لیکن رسالہ اس کو نہیں پہنچایا اور قاضی حمید الدین ملتانی کے ڈر سے اس کو چھپا لیا۔ سعد منطقی نے سلطان کو اس رسالہ کی اطلاع دی تو وہ بہاء الدین دبیر پر بہت خفا ہوا اور مولانا شمس الدین ترک کے واپس تشریف لے جانے پر سخت افسوس کا اظہار کیا۔ (تاریخ فیروز شاہی۔ برنی۔ ص ۲۹۷۔۲۹۹)۔ (آئینہ حقیقت نما ص ۴۳۱۔۴۳۲؛ فقہائے ہند ج ۱۔ ص ۲۲۱۔ ۲۲۳؛ ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ ص ۹۵)

اکبر شاہ خان نے (آئینہ حقیقت نما۔ ص ۴۳۱ میں) وضاحت کی ہے کہ

یہ محدث عالم اصل میں مولانا شمس الدین ابن الحویری تھے جو مصر کے حنفی قاضی اور حضرت امام ابن تیمیہ کی حمائت کے سبب سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ ۷۰۸ھ میں بعہد سلطان علاء الدین خلجی ہندوستان آئے اور حدیث کی چار سو کتابیں ساتھ لائے ... غالباً یہ سب سے پہلا قابل ذکر ذخیرہ ء احادیث تھا جو ہندوستان میں آیا.. وہ یہاں مولانا شمس الدین ترک کے نام سے مشہور ہوئے۔ (آب کوثر۔ ص ۱۶۸)

جناب اکبر شاہ خان کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ آٹھویں صدی ہجری کے ہندوستان میں تحریک عمل بالحدیث کا ایک اہم کردار تھے، اس لئے ان کی تحریر کی تلخیص ہم حواشی میں نقل کر رہے ہیں۔ (۱۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ شرف الدین احمد بن یحی منیریؒ

شیخ شرف الدین احمد بن یحی منیری مخدوم الملک بہاری، پٹنہ کے قصبہ منیر میں ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہاشمی ہیں۔ مولانا شرف الدین ابوتوامہ سے پڑھا۔ ۶۹۰۔۶۹۱ھ میں دہلی گئے۔ خواجہ نظام الدین سے ملاقات ہوئی (بیعت نہیں کی)۔ سلسلہ کبرویہ کے شیخ نجیب الدین فردوسی سے بیعت ہوئے۔ بہار میں نصف صدی سے زائد کا زمانہ خلق خدا کی ہدایت میں گذرا۔ متعدد ہندو فقیروں اور مرتاض جوگیوں کے قبول اسلام اور آپ کے ہاتھوں تکمیل و تحقیق تک پہنچنے کے واقعات کتابوں میں منقول ہیں۔ ارشاد و تربیت کا بڑا ذریعہ آپ کی مجالس تھیں جن میں ہر شخص کو آنے کی اجازت ہوتی اور لوگ جو چاہتے دریافت کرتے۔ دوسرا ذریعہ آپ کے مکتوبات ہیں جن کے مجموعے علوم و معارف کا عمدہ ذخیرہ ہیں۔ مناقب الاصفیا میں ہے کہ ایک مرتبہ چند آدمی مری ہوئی مکھیاں لیکر آپ کے پاس آئے اور کہا کہ مشہور مقولہ ہے کہ الشیخ یحیی و یمیت۔ آپ حکم دیجئے کہ یہ زندہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں خود درماندہ ہوں دوسرے کو کیا زندہ کرونگا۔

۷ شوال ۷۸۲ھ کو انتقال فرمایا۔ قبر کچی ہے اور اس پر کوئی گنبد نہیں۔ سوریوں کے عہد میں اس کے گرد و پیش مکانات مسجد اور حوض و فوارہ بنا، لیکن بخیال اتباع شریعت جس کا حضرت مخدوم کو بڑا خیال تھا، قبر اپنی حالت پر چھوڑ دی گئی۔ آپ کثیر التصانیف ہیں۔ مکتوبات بہت مشہور ہیں، اسلامی کتب خانہ میں مکتوبات مخدوم اور مکتوبات مجدد کی نظیر نظر نہیں آتی۔ (تاریخ دعوت و عزیمت۔ ج ۳۔ ملخصاً)

یہاں شیخ کے ملفوظات سے چند سطور نقل کی جاتی ہیں:

شیخ معز الدین عرض داشت کہ ہر یکے بمذہب خود عمل کردہ است پس ہر کہ مذہبے را التزام نمود ہماں را خواہد کرد کہ در مذہب اوست (شیخ معز الدین نے پوچھا کہ جو شخص ایک خاص مذہب کی تقلید کر چکا وہ دوسرے مذہب کی پیروی کیوں کرنے لگا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمود کہ اکثر صاحب مذہب ہم بریں قائل اند کہ احتیاط در باب عبادت واجب است و دیگر حق واحد است چنانکہ اعتقاد کردہ است کہ مذہب ما صواب است واحتمال خطا نیز میداند ہم چنیں مذہب دیگر را میداند کہ خطا است احتمال صواب پس احتیاط واجب باشد بداں وجہ آتی شود تا میان اقوال جمع آید زیرا کہ ہم دریں مسئلہ افرفرد احکم بر قول امام مالک صواب شود وآنچہ امام اعظم میفرماید خطا پیدا شود از عہدہ خارج نہ باشد علی الاطلاق پس خروج از عہدہ علی التحقیق آنگاہ بلند کہ فردا از روئے شرع بروے حجتے نباشد وزین آنگاہ شود کہ در باب عبادات بداں وجہ آتی شود کہ درعمل بر جملہ اقوال آید (فرمایا کہ اکثر صاحب مذہب عبادات میں واجبیت احتیاط کے قائل ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا مذہب برصواب ہے تو یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس میں خطا کا احتمال ہے بعینہ اگر دوسرے کا مذہب خطا پر ہے تو اس میں احتمال صواب بھی جانتے ہیں۔ فرض کرو کہ مسئلہ مسح میں اگر امام اعظم کی رائے کل کو غلط ٹھہرے اور امام مالک کی صحیح نکلے تو جو شخص صرف امام اعظم کے فتوی پر عمل پیرا ہے وہ گھاٹے میں رہا حالانکہ عمل وہ بہتر ہے کہ کل کو اس کی کوئی حجت باقی نہ رہ جائے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن ہے کہ عمل میں دونوں کے اقوال کو شامل کیا جائے)

باز عرض داشت کہ علمائے دنیا چہ سبب ایں ہمہ ترک آوردہ اند و ہیچ برگردایں نہ گشتند (پھر پوچھا کہ علمائے دنیا کیوں ان باتوں کو یک قلم ترک کر بیٹھے)

فرمود کہ علماء ظاہر را اگر غم کار دین باشد ایں غم از ایشاں رفتہ است وغم جاہ ومنزلت فرد گرفتہ ۔ اما مشائخ وعلماء آخرت را ایں غم ہمہ وقت است کہ چہ کردم و چگونہ کردم و این حکم نزدیک مشائخ است کہ براں طریق کار کند کہ میان جملہ اقوال جمع آید تا نزدیک مشائخ آمدہ است کہ متوضی اگر مس ذکر کند وضو بشکند داعادت وضو کند (فرمایا علماء ظاہر کے دلوں میں غم دین نہیں رہا اور ان میں دنیا پرستی آ گئی ۔ برعکس ان کے مشائخ کو آخرت کا خوف لگا رہتا ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں خوب سوچ سمجھ کر اور ڈر ڈر کر کرتے ہیں، اس لئے مشائخ کے نزدیک یہ مسئلہ ہے کہ اس طرح عمل کرو کہ جملہ اقوال پر عمل ہو جائے چنانچہ مشائخ سے ثابت ہے کہ متوضی اگر مسّ ذکر کرے تو اعادہ وضو کرے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باز بیچارہ عرض داشت کہ قرأت فاتحہ خلف الامام مقتدی را وعید است اینجا چہ کند (پھر پوچھا کہ مقتدی کے لئے قرأت فاتحہ خلف الامام ممنوع ہے۔ مقتدی کیا کرے)

فرمود قرأت فاتحہ بکند و مشائخ ہم می خوانند و آنکہ دریں باب وعید آمدہ است کہ من قرأ خلف الامام ففی فمہ الکشک یحتمل کہ ازیں قرأت ضم سورہ مراد باشد اما علی الیقین از کجا آید کہ مطلق قرأت مراد باشد (کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ کرے اور جملہ مشائخ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مقتدی کیلئے اس طور پر قرأت کرنی منع ہے کہ جس سے ضم سورۃ کا احتمال ہو، ورنہ مطلق قرأت کی ممنوعیت تو بالکل بے سند ہے)

بعد ازاں فرمود کہ ہر مجتہدے را کار بر اجتہاد خود کردن فرض است و ما در باب اجتہاد مجتہد را نیز باشد کہ جمع کند میان اجتہاد خود و اجتہاد و مجتہدے دیگر و از ایں جا نگویند کہ از اجتہاد خود رجوع کرد و تقلید اجتہاد دیگرے کرد زیرا کہ او را نظر بر آنست کہ حکم شرع ایں است کہ اجتہاد دیگر در باب عبادات واجب است بدیں نظر جمع کردہ است نہ آنکہ رجوع از اجتہاد خود کردہ است تا تقلید اجتہاد مجتہدے دیگر کرد است در عمل مجتہد و غیر مجتہد برابر اند (فرمایا کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد پر قائم رہنا فرض ہے لیکن عبادات میں دوسرے مجتہد کے اجتہاد سے مطابقت کا لحاظ رکھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مجتہد اپنے اجتہاد سے درگذرا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ بحکم شرعی عبادات میں احتیاط واجب ہے۔ بعینہ عمل میں مجتہد و غیر مجتہد برابر ہیں)۔ (اہل حدیث امرتسر۔ ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء ص ۴۔۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ محمد طاہر پٹنی

۹۱۲ھ یا ۹۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔قوم بوہرہ سے پٹن گجرات کے رہنے والے تھے مقامی علماء سے تحصیل علم کے بعد سفر حرمین اختیار کیا اور وہاں کے مشائخ حدیث سے فن حدیث کی تکمیل کی۔خصوصاً شیخ علی متقی جون پوری سے استفادہ کیا۔تکمیل کے بعد ہندوستان واپس آئے اور اجرائے سنت اور رد بدعت کا کام نہائت سرگرمی سے کرنے لگے۔آپ کے ہم قوم بوہرے مدعی مہدویت سید محمد جون پوری کے مقلد تھے۔ آپ نے ان کی اصلاح و تردید کے لئے کمر ہمت کسی اور عہد کیا کہ جب تک اپنی قوم کی پیشانی سے بدعت کا داغ نہ دھولوں گا، دستار سر پر نہ رکھوں گا۔۹۸۰ھ میں جب اکبر بادشاہ نے گجرات کو مسخر کیا تو پٹن میں اپنے ہاتھوں سے دستار شیخ کے سر پر رکھی اور کہا آپ کے دستار ترک کر دینے کا باعث ہمیں معلوم ہوا۔دین اسلام کی نصرت آپکے ارادے کے موافق ہماری عدالت کا فرض ہے۔

اسی سال گجرات کی حکومت میرزا عزیز کوکلتاش کے سپرد کی گئی جس کی اعانت و توجہ سے بہت سی رسوم وبدعات کی بیخ کنی ہوگئی۔لیکن ان کے تھوڑی دیر بعد حکومت خانخاناں عبدالرحیم کو سونپ دی گئی جس کی حمائت میں سید محمد جونپوری مدعی مہدویت کے پیرو پھر جاگ اٹھے۔شیخ صاحب ممدوح نے پھر دستار اتار دی اور دارالحکومت کا قصد کیا تا کہ سارا ماجرا خود بادشاہ کے کانوں تک پہنچائیں۔مخالفین کی بھی ایک جماعت پیچھے ہو لی اور انہوں نے آپ کو اوجین اور سارنگپور کے درمیان شہید کر دیا۔یہ واقعہ ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء) میں ہوا۔

آپ نے علم حدیث کی قابل قدر خدمت کی۔راویان حدیث کے اسماء کی حرکات کا ضبط نہائت ضروری ہے اس کے متعلق ایک کتاب مغنی لکھی۔اسی طرح علم حدیث کی حل لغات میں مجمع بحارالانوار لکھی جو نہائت مشہور کتاب ہے اور فائق زمخشری اور نہایہ ابن اثیر کی جامع ہے۔مجمع بحارالانوار، تذکرۃ الموضوعات، قانون الموضوعات، المغنی فی اسماء الرجال شائع شدہ ہیں۔

مجمع بحارالانوار سے ان کی طبیعت میں تقلید و جمود کے برعکس تحقیق اور اتباع سنت کا رجحان عیاں ہوتا ہے۔مثلاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حنفی مسلک کے برعکس وہ وضو میں پگڑی پر مسح کے قائل ہیں، بلکہ پگڑی اتارنے کو محض وسوسہ پر محمول کرتے ہوئے فرماتے ہیں و فیه ابقاء العمامة حال الو ضوء و هو یرد علی کثیر من الموسوسین ینزعون عمائمهم عند الوضوء وهومن التعمق المهی عنه وکل خیرفی الاتباع وکل شرّ فی الابتداع (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۱۵۶ مادہ قطر) کہ تمام تر بھلائی اتباع میں ہے اور تمام شر بدعت میں ہے۔

اسی طرح مادہ بطل کے تحت مشہور حدیث کہ جس عورت نے ولی کے بغیر نکاح کیا اس کا نکاح باطل ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں قد اضطرّ الحنفیة فتارة یتجاسرون بالطعن فی سنده من غیر مطعن ...(مجمع البحار ج ا ص ۹۹) کہ اس حدیث کے بارے میں حنفیہ بڑے مجبور ہوئے ہیں۔ کبھی بلا وجہ اس حدیث کی سند پر طعن کی جسارت کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اسی جسارت پر مبنی مطاعن کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح آپ مغرب سے پہلے دو رکعت کو مستحب قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں علیه السلف کہ سلف کا عمل یہی ہے (تکملہ مجمع البحار۔ ص ۱۰۶)۔

صبح کی نماز اسفار میں پڑھی جائے یا منہ اندھیرے۔ شیخ طاہر نے اس بارے میں طحاوی کی تردید کی ہے اور کہا ہے فقد ثبت انه ﷺ وا ظب علی التغلیس حتی فارق الدنیا (تکملہ مجمع البحار ص ۹۰) کہ یہ ثابت شدہ ہے کہ نبی ﷺ نے صبح کی نماز ہمیشہ منہ اندھیرے میں پڑھی تا آنکہ آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔

مال غنیمت میں تقسیم کے وقت فارس کو دوگنا ملے گا۔ شیخ طاہر پٹنی نے اس بارے میں بھی احناف سے اختلاف کیا اور فرمایا کہ امام ابوحنیفہ کے موقف کی مشاہیر آئمہ میں سے کسی نے بھی موافقت نہیں کی (ص ۱۴۶ ج ۳ مجمع بحار الانوار)۔ (ارشاد الحق اثری در ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، خدمات اہل حدیث نمبر۔ ص ۱۷۶۔۱۷۷)

جناب ابوظفر ندوی بتاتے ہیں:

نہروالہ پٹن میں ایک مدرسہ تھا جس میں ہر قسم کے علوم پڑھائے جاتے تھے۔ مگر حدیث کی تعلیم کے لئے زیادہ مشہور تھا۔ شیخ محمد طاہر پٹنی اس کے مدرس اعلی تھے۔ ان کے بعد ان کے لڑکے اور پوتے کے زیر اہتمام یہ مدرسہ عرصہ دراز تک چلتا رہا۔ عہد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالمگیر میں نہر والہ پٹن میں جب نیا مدرسہ عالیہ قائم ہوا (جس کا نام فیض صفا تھا۔ اس میں ہر قسم کے علوم وفنون کی تعلیم ہوتی تھی اس کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کی گئی ...اس کے ساتھ دارالاقامہ بھی تھا) تو یہ اسی میں ضم ہو گیا (تذکرہ محمد بن طاہر پٹنی قلمی مصنفہ قاضی عبدالوہاب)۔...

شیخ محمد بن طاہر کے بیٹے اور پوتے حکومت میں بڑے بڑے منصب پر فائز تھے۔ ان کے پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں انہوں نے عرب وعجم سے کتابیں منگوا کر جمع کی تھیں۔ جب تک اس خاندان میں علم رہا، کتابیں محفوظ رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ ضائع ہوگئیں۔ (گجرات کی تمدنی تاریخ۔ص ۱۹۸۔۲۰۱، ۲۲۳۔۲۲۴)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

آپ کا خاندان علاء الدین خلجی کے عہد میں بخارا سے ہند آیا۔ آپ کے والد شیخ سیف الدین بن سعد اللہ تھے۔ آپ محرم ۹۵۸ھ جنوری ۱۵۵۱ء میں دلی میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۔۲۲ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے، چندے درس وتدریس کا مشغلہ رکھا۔ ۹۹۶ھ (۱۵۸۷۔۱۵۸۸ء) میں حجاز چلے گئے اور تین برس وہاں کے علماء سے پڑھا۔

قیام حجاز کے دوران فقہ حنفی کے متعلق شیخ عبدالحق دہلوی کے خیالات بدل گئے اور وہ شافعی مذہب اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ شیخ عبدالوہاب متقی کو اس کا علم ہوا تو فضائل امام ابوحنیفہ پر ایک پرتاثیر تقریر کی جس کی وجہ سے شیخ کے خیالات میں پھر تبدیلی آ گئی اور فقہ حنفی کی عظمت ان کے دل میں قائم ہوگئی۔

(فقہائے ہند جلد ۴ حصہ اول ص ۲۳۲ بحوالہ حیات شیخ عبدالحق محدث ص ۱۱۱)

اس کے بعد ہند آ کر دہلی میں تدریس کا آغاز کیا۔ ہندوستان میں یہ پہلا مدرسہ تھا، جس میں قرآن وحدیث دونوں کی تعلیم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ان کے ایک معاصر میر عبدالاول ان کی نسبت لکھتے ہیں:

: جہت حفظ امن وعافیت ودفع مرض فتنہ اشتغال بہ علوم حدیث واجب دید وضرر سموم حوادث رابایں تریاق فاروق مندفع گردانید۔ کہ شیخ عبدالحق نے اپنے زمانے کے فتنوں کا تریاق علم حدیث کی ترویج میں دیکھا اور اسی میں مشغول رہے۔ (رود کوثر۔۳۶۹۔۳۷۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ علمائے علماء ہند میں لکھا ہے:

علم حدیث بہ محروسہ ہندوستان از وشیوع یافتہ

میر غلام علی آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں نقل کرتے ہیں:

بہ نشر علوم سیما علم حدیث شریف پرداختہ بہ نہجے کہ در دیار عجم احدے را از علماء متقدمین و متاخرین دست ندادہ است۔ ممتاز و مستثنی گردید۔ و در فنون علمیہ خاصۃً فن حدیث کتب معتبرہ تصنیف کرد۔ چنانکہ علماء زمان اعتنا بآں ورزیدہ دستور العمل خود دارند۔

شیخ محدث نے نہ صرف درس و تدریس کے ذریعے علم حدیث کی اشاعت کی بلکہ اس موضوع پر کئی کتابیں لکھیں جن کا علمی پایہ اب تک مسلم ہے۔ عربی میں ان کی مشہور کتاب لمعات ہے جو مشکوۃ کی شرح ہے جسے چھ سال کی محنت کے بعد انہوں نے ۱۶۱۶ء میں مکمل کیا۔ اس کے دیباچے میں انہوں نے حدیث کی مختلف قسموں اور علم حدیث پر تبصرہ کیا ہے۔ اور طویل اقتباسات دے کر فقہ حنفی کو حدیث کے مطابق ثابت کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے حدیث کے اسناد اور اسماء الرجال پر بھی ایک کتاب لکھی۔ لیکن شائد ان کتابوں سے بھی زیادہ مفید کتاب اشعۃ اللمعات تھی جو فارسی میں مشکوۃ کی شرح ہے اور لمعات سے زیادہ مفصل ہے۔ اس کتاب کا آغاز انہوں نے لمعات کے ساتھ کیا تھا لیکن اس کی تکمیل میں دیر لگی۔ (رود کوثر۔ شیخ اکرام۔ ص ۳۸۳۔۳۸۴)

سفر السعادۃ علامہ مجد الدین فیروز آبادی کی حدیث کے موضوع پر ایک شاندار تصنیف ہے جس میں آپ ﷺ کی وہ احادیث جو عبادات اور زندگی کے ضروری مسائل سے متعلق ہیں، جمع کی گئی ہیں۔ شیخ عبدالحق نے کتاب کی گوناگوں افادیتوں کے پیش نظر اس کی شرح لکھنا شروع کی تھی۔ لیکن چونکہ علامہ فیروز آبادی خالص محدثانہ نقطہ فکر کے حامل ہیں اور صرف رسول اکرم ﷺ کے اقوال و افعال و فرامین اقدس کو مشعل راہ اور مرکز دلیل ٹھہرانے کے حامی ہیں اس کے مقابلے میں وہ آئمہ مجتہدین سے متعدد مسائل میں اختلاف بھی کرتے ہیں اس لئے شیخ عبدالحق ان سے مختلف رجحان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علامہ فیروز آبادی

در مبالغہ و افراط از حد اعتدال و جادہ انصاف بیرون رفتہ است۔

شیخ عبدالحق سفر السعادۃ کے بارے میں یہ تو مانتے ہیں کہ اس کے مصنف کا مقصد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اکرم ﷺ کے اعمال مبارکہ کو حدیث کی روشنی میں ثابت کرنا ہے:

مقصد وے دریں کتاب آنست کہ اعمال شریفہ حضرت نبو یہ را از عبادات و عادات با حدیث اثبات کردہ، و تصحیح نمودہ و ہر دو انکار بر آنچہ مخالف آں از مذاہب اربعہ واقع شدہ تصریح کردہ است۔

لیکن ساتھ ہی رقم طراز ہیں: پس در شرح تائید مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفی و معارضہ کلام مصنف ادعائے صحت احادیث موافق مدعائے خود نمودہ، رقم رد و بطلان برخلاف آں کشیدہ است، کردہ باشد (فقہائے ہند ج ۴ حصہ اول، ص ۲۵۵)

جناب محمد ابراہیم میر کہتے ہیں:

اگر چہ ان تصانیف میں عموماً اپنے مذہب حنفی کی تائید کی ہے اور شان محدثیت کے لائق فتح الباری وغیرہ کتب کی تحقیقات سے اپنی کتب کو مزین نہیں کیا لیکن پھر بھی بہت سے مسائل میں فقہائے حنفیہ کے مقابلے میں اہل حدیث کی جانب کو ترجیح دی ہے۔ آپ کی تحقیقات حدیثیہ کا ماخذ زیادہ تر ابن ہمام کی فتح القدیر اور علامہ عینی کی شرح بخاری ہے جو خود مذہب حنفی کی تقلید کے ملتزم تھے۔ اور شرح مشکوۃ میں زیادہ تر طیبی اور مرقاۃ مصنفہ ملا علی قاری وغیرہما سے لیا ہے۔ (تاریخ اہل حدیث۔ میر۔ ص ۳۹۶۔۳۹۸)

جناب علی میاں لکھتے ہیں:

شیخ عبدالحق کے صدق و اخلاص اور برکت انفاس سے حدیث کی طرف توجہ شروع ہوئی اور انہوں نے اس کے درس و مطالعہ تدریس اور شرح و تحشیہ کا ایک نیا ذوق اور ایک نئی تحریک پیدا کر دی۔ امید تھی کہ ان کے جانشین... اس سلسلہ کو جاری رکھیں گے کہ اس فن شریف کو ہندوستان کے نظام تعلیم نصاب درس اور علمی و تصنیفی سرگرمیوں میں شایان شان مقام حاصل ہوگا، خود ان کے صاحبزادہ مفتی نور الحق دہلوی (ف ۱۰۷۳ھ) جنہوں نے صحیح بخاری کی فارسی شرح چھ جلدوں میں لکھی اور شمائل ترمذی پر بھی انکی شرح ہے، اس سلسلہ میں ان کے شروع کئے ہوئے کام کی تکمیل فرما سکتے تھے، لیکن غالباً عہدہ قضا کی وجہ سے جس پر وہ اکبر آباد (آگرہ) جیسے مرکزی شہر میں فائز تھے، ان کو زیادہ درس و تدریس و اشاعت علم حدیث کا موقع نہیں مل سکا، ان کے نبیرہ شیخ الاسلام دہلوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی بڑے محدث تھے جن کی صحیح بخاری پر فارسی میں مبسوط شرح ہے۔لیکن بعض معلوم اور بعض نا معلوم اسباب کی بنا پر ان حضرات کی انفرادی مساعی سے ہندوستان میں حدیث کی طرف وہ رجوع عام اور اس کی اشاعت و درس و تدریس میں وہ جوش و سرگرمی نہیں پیدا ہوئی جس کی توقع تھی۔شائد اس وجہ سے بھی کہ ان حضرات پر حدیث کے ذریعہ مذہب حنفی کی تائید کا جذبہ و رجحان غالب تھا۔ دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ بارھویں صدی کے وسط ہی میں تعلیم وتعلم کا مرکز ثقل دہلی سے لکھنو منتقل ہو رہا تھا۔اور وہاں استاد العلماء نظام الدین سہالوی (م ۱۱۶۱ھ) کے بابرکت اور طاقتور ہاتھوں سے نئے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی۔اس نصاب کے واضعین و مصنفین کا علمی رابطہ حرمین شریفین اور ان مقامات سے قائم نہیں ہو سکا تھا جو حدیث کے درس و تدریس و خدمت و اشاعت کے مرکز تھے اور ان پر (جیسا کہ درس نظامی کی تاریخ اور کتب سوانح و تذکرہ سے ظاہر ہوتا ہے) علوم حکمت اور علوم دینیہ میں سے اصول فقہ کا غلبہ تھا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت۔ج ۵۔ص ۱۸۱۔۱۸۲)

☆ شیخ احمد سرہندیؒ

آپ کی ولادت شوال ۹۷۱ھ (جون ۱۵۶۴ء) میں سرہند ضلع انبالہ میں ہوئی۔ سلسلہ نسب فاروق اعظم سے جا ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مخدوم عبدالاحد سے حاصل کر کے سیالکوٹ میں ملا کمال کشمیری سے بعض علوم عقلیہ اور ملا یعقوب کشمیری سے حدیث پڑھی۔حرمین میں اکابر محدثین کی صحبت سے فیض اٹھایا اور سند حدیث حاصل کی۔ حدیث رحمت الراحمون یرحم الرحمن (رواہ الترمذی فی نوادرہ) کو مسلسلاً ابن فہد سے جو اکابر محدثین سے تھے، روائت کیا اور انہی سے کتب تفسیر اور صحاح ستہ اور دوسری کتابوں کی اجازت حاصل کی (ابجد العلوم جلد ۴ ص ۸۹۸)۔ ۱۷ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر تدریس میں مشغول ہو گئے۔آپ نے عربی و فارسی میں کئی رسالے لکھے۔آپ کے مکتوبات تین جلدوں میں ہیں جو آپ کے تبحر علمی پر حجت ہیں۔

آپ کے والد نے ۱۰۰۷ھ میں وفات پائی۔ ۱۰۰۸ھ میں آپ دہلی پہنچے اور اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوست خواجہ حسن کشمیری کی وساطت سے خواجہ محمد عبد الباقی (باقی باللہ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں بزرگوں کے دلوں میں بوجہ صفائی قلب ایسا جذب پیدا ہوا کہ خواجہ صاحب نے ان کے آنے کو غنیمت سمجھا اور انہوں نے ان کی صحبت کو اکسیر سمجھا۔

عام قبولیت کے سبب آصف خان وزیر اعظم نے (جو شیعہ تھا) جہانگیر کے گوش گذار کیا کہ ان کا شہرہ اور لوگوں کی ان سے عقیدت خطرہ سے خالی نہیں۔ بادشاہ نے حاکم سرہند کو حکم بھیجا کہ آپ کو عزت کے ساتھ دربار بھیج دے۔ دربار میں آپ نے سجدہ سلام ادا نہیں کیا جو دربار میں مروج تھا اور نہ دیگر آداب و کورنشات شاہی بجالائے۔ ندیموں نے طریق معتادہ پر سجدہ کرنے کا اشارہ کیا تو آپ نے فرمایا یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہ کبھی جھکی ہے نہ جھکے گی۔ اس جرأت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہانگیر نے آپ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا۔ آپ تین سال قید رہے، پھر رہا ہو کر لشکر کے ساتھ رہے۔ آپ نے گیارہ خلاف شرع رسوم جو سلطنت میں رائج ہو چکی تھیں کی اصلاح کے لئے فرمایا۔ جہانگیر نے سب قبول کیا۔ آٹھ سال بعد سرہند آ گئے۔ اور یہیں ۲۷ صفر ۱۰۳۴ھ۔ یکم نومبر ۱۶۲۴ء کو رحلت فرمائی۔ آپ نے مسئلہ وحدت الوجود کی اصلاح کر کے وحدت الشہود کے نظریئے کا اثبات کیا۔

(تاریخ اہلحدیث۔ میر۔ ص ۳۹۸۔۴۰۰؛ حواشی تذکرہ۔ ص ۳۶۴، ۴۵۵ ملخصاً)

شیخ احمد سرہندی نے عقاید اور تصوف کی اصلاح کے لئے انتہائی گراں قدر کام کیا ہے جو ان کے مکتوبات کی صورت میں کافی حد تک محفوظ ہے۔ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

اے برادر! محمد رسول اللہ ﷺ باآں علوشان بشر بود۔ و بداغ حدوث و امکان متسم۔ بشر از خالق بشر جلّ سلطانہ چہ در یابد و ممکن از واجب تعالی شانہ چہ فراگیرد، و حادث قدیم را جلّت عظمتہ چہ طور احاطہ نماید۔ مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب ۶۳

اے برادر! حضرت محمد ﷺ باوجود اس علوشان کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے وصف سے متسم۔ بھلا بشر، خالق بشر کی حقیقت و کنہ کو کس طرح پا سکتا ہے؟ اور ممکن، واجب کا احاطہ کیوں کر کر سکتا ہے؟ اور حادث، قدیم کو اپنے دائرہ ادراک و معرفت میں کیسے لا سکتا ہے۔

(فقہائے ہند ج ۴ حصہ اول ص ۱۰۲)

اور مکتوبات دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۲۲ میں فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ با علوشان و باآں جاہ و جلال ہمیشہ ممکن است، او ہرگز از امکان نخواہد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برآمد و بوجوب نخواہد پیوست، ومستلزم تحقیق است بالوہیت ۔تعا لی اللہ ان یکو ن لہ ندّ و شر یک۔ دع ما ادعتہ النصا ری فی نبیّھم

رسول اللہ ﷺ باوجود اس قدر علوشان اور جاہ جلال کے ہمیشہ ممکن ہی ہیں اور ہرگز دائرہ امکان سے نکل کر وجوب کے ساتھ پیوست نہیں ہو سکتے، کیونکہ یہ امر وجوب کے ساتھ متحقق ہونے کا موجب ہے۔ اللہ ہم سر وشریک سے برتر واعلی ہے، جو دعوی نصاری نے اپنے نبی کے حق میں کیا ہے، وہ اہل اسلام کو چھوڑ دینا چاہیے ۔ (فقہائے ہند ج ۴ حصہ اول ص ۱۰۳)

سجدہ لغیر اللہ کی تردید کرتے ہوئے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

بعضے خلفاء را مریدان ایشاں سجدہ می کنند ... شناعت ایں فعل اظہر من الشّمس است، منع شاں بکنید و تاکید در منع نماید ۔(مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۹ ۔) بعض خلیفوں کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں ... اس فعل کی شناعت ومکروہیت سورج سے زیادہ روشن ہے۔ انہیں روکنا چاہیے اور پوری سختی اور تاکید سے منع کرنا چاہیے۔ (فقہائے ہند ج ۴۔ حصہ اول۔ ص ۱۰۸)

مکتوبات جلد اول، مکتوب بست وسوم میں فرماتے ہیں:۔

وما وقع من بعض المشا ئخ فی السکر من مد ح الکفر فمصروف عن الظاھر و انھم معذورون و غیر السکا ری غیر معذور فی تقلید ھم لا عند ھم و لا عند اھل الشرع انتہی ۔ایضاً درمکتوبات جلد ۲ (مکتوب نمبر ۱۰۰ دفتر اول حصہ دوم بنام ملاحسن کشمیری) نوشتہ بودند کہ شیخ عبدالکریم یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ تعالی عالم الغیب نیست۔ مخدو ما! فقیر را تاب استماع امثال ایں سخنان ہرگز نیست۔ بے اختیار رگ فاروقیم درحرکت می آید وفرصت تاویل وتوجیہہ آن نمید ہد۔ قائل آن شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی کلام محمد عربی درکار است نہ کہ کلام محی الدین عربی وصدر الدین قونوی وعبدالرزاق کاشی، مارا بہ نص کار است نہ بہ فص ،فتوحات مدینہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔ حق تعالی درقرآن مجید خود را بعلم غیب خودمی ستاید نفی علم غیب کردن از وسبحانہ بسیار مستھجن ومستکرہ است و فی الحقیقت تکذیب است مرحق سبحانہ غیب را معنی دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد کبر ت کلمة تخرج من افواھھم فیالیت شعری ما حملھم علی التفوہ بامثال ھذہ الکلمات الصریحة فی خلاف ا لشریعة منصور اگر انا الحق گوید و بسطامی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبحانی معذورند ومغلوب درغلبات احوال اما ایں قسم کلام مبنی بر احوال نیست تعلق بعلم دارد ومستند بتاویل است عبدرانمی شاید وہیچ تاویلے دریں مقام مقبول نیست فان کلام السکاری یحمل و یصرف عن الظاھر لا غیر واگر متکلم ایں کلام مقصود از اظہور ایں کلام ملامت خلق داشتہ باشد ونفرت اینہا آن نیز مستکرہ است ومستہجن از برائے تحصیل ملامت راہ ہا بسیار است بچہ ضرورت کسی را تا بسرحد کفر رساند۔ انتہی ۔

(فتاوی قادریہ ص۔۱۴؛ تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۲۱۵۔۲۱۶)

(یعنی لکھا گیا ہے کہ شیخ عبدالکبیر یمنی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس بات سے میری رگ فاروقی بے اختیار حرکت میں آ گئی اور اس نے تعبیر وتوجیہہ کا کوئی موقع باقی نہ رہنے دیا۔ اس قسم کی باتیں کہنے والہ شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی، ہمارے نزدیک اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ہمیں صرف حضرت محمد ﷺ کے کلام سے تعلق ہے۔ محی الدین عربی، صدرالدین قونوی اور عبدالرزاق کاشی کے کلام کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ ہمیں نص سے غرض ہے، نہ کہ فص (فصوص الحکم) سے۔ ہم کو فتوحات مدینہ نے فتوحات مکیہ سے قطعی بے نیاز کر دیا ہے)

آپ حنفی المسلک تھے مگر متشدد نہ تھے جیسا کہ خواجہ محمد ہاشم کشمیری لکھتے ہیں:

اس حقیر نے جب یہ دیکھا کہ مجدد صاحب فرائض امامت خود انجام دیتے ہیں تو ایک روز دل میں خیال گذرا کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا سوال پوچھا۔ جواب میں فرمایا، شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک سورت فاتحہ کے بغیر نماز درست نہیں ہے لہذا وہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور صحیح احادیث بھی اس پر دلالت کناں ہیں۔ لیکن ہمارے امام ابوحنیفہ امام کی فاتحہ کو مقتدی کی فاتحہ قرار دیتے ہیں اور امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے اور جمہور فقہائے حنفیہ بھی اس پر عامل ہیں۔ مگر احناف سے بعض مرجوحہ روایات فاتحہ خلف الامام کے جواز کے متعلق بھی موجود ہیں۔ تاہم جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم ممکن حد تک تمام مذاہب فقہیہ میں عملی تطابق کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے اس معاملے میں ہمارے نزدیک جمع وتطابق کی یہی صورت ہے کہ خود فریضہ امامت انجام دیں۔ (زبدۃ المقامات ص ۱۹۷۔۱۹۸) ۔ آگے چل کر خواجہ ہاشم لکھتے ہیں : وفاتحہ خلف الامام ہمی خواند وآں را مستحسن شمردند (ایضاً ۔ص ۲۰۹) کہ آپ فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے اور اسے مستحسن شمار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ (پاک و ہند میں اہلحدیث کی خدمات حدیث ص۲۲۔۲۳ حاشیہ)

بعض لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو زبان سے نیت کے الفاظ کہتے ہیں۔شیخ احمد سرہندی اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔فرماتے ہیں:

وہم چنیں است آنچہ علماء درنیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادہ قلب بزبان نیز باید گفت۔ وحال آن کہ ازاں سرور ﷺ ثابت نہ شدہ است، نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف، و نہ ازاصحاب کرام وتابعین عظام کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چوں اقامت می گفتند تکبیر تحریمہ می فرمودند۔ پس نیت بزبان بدعت باشد۔ وایں بدعت را حسنہ گفتہ اند، وایں فقیر می داند کہ ایں بدعت چہ جائے رفع سنت کہ رفع فرض می نماید، چہ درتجویز آں اکثر مردم بزبان اکتفا می نمایند واز غفلت قلبی باک ندارند۔ پس دریں ضمن فرضے از فرائض نماز کہ نیت قلبی باشد متروک می گردد و بفساد نماز می رساند۔ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ۱۸۶)۔اسی طرح وہ امر ہے جسے علماء نے نماز کی نیت کے بارے میں مستحسن سمجھا ہے کہ باوجود ارادہ قلبی کے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا چاہیے۔ حالانکہ یہ رسول اللہ ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں، نہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو۔ بلکہ جب وہ اقامت کہتے تھے تو صرف تکبیر تحریمہ ہی کہتے تھے۔سو زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔بعض لوگ اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ وہ بدعت ہے جو رفع سنت تو رہا ایک طرف، سرے سے فرض ہی کو رفع کر دیتی ہے کیونکہ اس میں اکثر لوگ محض زبانی الفاظ پر اکتفا کرتے ہیں اور دل کی غفلت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے فرائض نماز میں کا ایک فرض جو نیت قلب ہے، متروک ہو جاتا ہے اور یہ معاملے کو نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔

(فقہائے ہند ج ۴ حصہ اول۔ص ۱۱۰)

مکتوب ۲۷ جلد دوم بنام خواجہ حسام الدین میں تحریر فرماتے ہیں:

مولود خوانی کے متعلق آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن شریف، نعتیہ قصائد اور مناقب وفضائل پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے..حرفوں کا بدلنا، اس طرح گانا یا پڑھنا جس سے حروف میں تبدیلی ہو جائے، نیز نغمہ کے طرز پر زیر و بم، آواز کا اتار چڑھاؤ وغیرہ بے شک ممنوع ہے، یہ شعر میں بھی جائز نہیں، لیکن اگر یہ قباحتیں نہ ہوں تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا خرابی ہے؟

(مجدد صاحب جواباً لکھا) .مخدو ما بخاطر فقیرے رسد ایں باب مطلق نہ کنند، بوالہوساں ممنوع را میکر دند۔ اگر اندک تجویز کر دند بہ بسیار خواہد شد۔ قلیلہ یفضی الی کثیرہ قول مشہور است۔ کہ فقیر کا دل تو یہی کہتا ہے کہ ہرگز یہ سلسلہ نہ قائم کریں۔ بوالہوس جائز کو بھی ناجائز کرا دیتے ہیں۔ اگر اجازت کچھ بھی مل جائے، نتیجہ میں بہت کچھ ہو جائے گی (علمائے ہند کا شاندار ماضی، حصہ اول۔ص ۱۴۸)

جناب محمد میاں کے بقول مجدد صاحب کٹر حنفی ہیں۔ مکتوب ۳۱۲ جلد اول میں رفع سبابہ کے متعلق بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ما مقلداں را نمیرسد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرأت در اشارت نمائیم۔ص ۴۴۹ مکتوب ۳۱۲۔ ہم مقلدوں کو حق نہیں کہ ظاہر احادیث پر عمل کرتے ہوئے اشارہ کی جرأت کریں۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ حصہ اول۔ص ۱۴۵)

شیخ احمد سرہندی فوت ہوئے تو نماز جنازہ ان کے بیٹے خواجہ محمد سعید نے پڑھائی۔ زبدۃ المقامات (شیخ کی سوانح عمری جو خواجہ محمد کشمی نے ان کی وفات کے تین سال بعد یعنی ۱۰۳۷ھ میں مکمل کی) میں لکھا ہے:

حضرت مخدوم زادہ بزرگ خواجہ محمد سعید نماز جنازہ پیر و پدر بزرگوار خود نمودند و بعد از نماز جنازہ برائے دعا توقف نفرمودند کہ مقتضی سنت چنیں نیست و در کتب فقہ معتبرہ مرقوم است کہ بعد از نماز جنازہ ایستادہ دعا کردن مکروہ است، ہر چند کہ عمل بعضے امام دریں ایام چنیں ست (زبدۃ المقامات ص ۲۹۴) کہ خواجہ محمد سعید نے اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھائی اور نماز کے بعد دعا کے لئے نہیں ٹھہرے کیونکہ یہ دعا خلاف سنت ہے، اور فقہ کی مستند کتابوں میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔ تاہم بعض امام ان دنوں بھی اس فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۴ حصہ اول ص ۱۱۹۔۱۲۰)

جناب ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:۔

ہندوستان میں سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ تمام عوام و خواص پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ بحدّ ے کہ اس کے سوا علماً و عملاً کوئی بات مقبول نہیں۔ لیکن تصوف صالح کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو ہر پاک جہل و بدعت کی آمیزش سے یکسر مکدر ہو چکا تھا بلکہ ایک طرح کی اباحت و مطلق العنانی تھی جس کو طریق باطن و اسرار سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ ملک کا ملک شریعت و علوم شریعت سے بے گانہ محض اور اصل حقیقت یک قلم معدوم۔ صرف خانقاہوں اور سجادہ نشینی کے سلسلوں کے جال میں پوری اقلیم جکڑ بند تھی، دوسری طرف عہد اکبری کی بدعات تخت و تاج حکومت کے زور سے ہر طرف پھیل چکی تھی اور علمائے سوء و مشائخ دنیا پرست خود ان کے احداث و اشاعت کے نقیب تھے۔ خود حضرت موصوف (مجدد) ایک مکتوب میں اپنے فرزند کو لکھتے ہیں اے فرزند! ایں وقت آن ست کہ درامم سابقہ دریں طور وقتی کہ پر از ظلمت ست، پیغمبر اولوالعزم مبعوث می گشت، و بنائے شریعت جدیدہ می کرد .... کچھ شک نہیں کہ توفیق الٰہی نے حضرت ممدوح کے وجود گرامی ہی کے لئے یہ مرتبہ خاص کر دیا تھا .... باقی جس قدر تھے، یا تو مدرسوں میں پڑھاتے رہے، یا موٹی موٹی کتابیں اور شرحیں اور حاشیے لکھتے رہے، یا پھر ان کی تذلیل و تکفیر کے فتووں پر دستخط کرتے رہے۔ وقت کا جو اصلی کام تھا اس کو کوئی ہاتھ نہ لگا سکا۔

(تذکرہ۔ ص ۲۶۶۔۲۶۷)

شیخ احمد سرہندی نے اصلاح احوال کے لئے اگرچہ بے پناہ کام کیا، تاہم وہ تصوف کے اثرات سے کلیۃً دامن کش نہ تھے، جیسا کہ بتایا گیا ہے:

۱۶۲۲ء میں بادشاہی لشکر کے ساتھ (شیخ احمد کا) اجمیر جانا ہوا جہاں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ (معین الدین) کے مزار کی زیارت کی۔ دیر تک وہاں مراقبہ کیا اور بڑا فیض حاصل کیا۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ خواجہ صاحب نے حق مہمانی ادا کیا۔ طرح طرح کی ضیافتیں کیں اور بہت سی اسرار کی باتوں کا ذکر ہوا۔ اسی جگہ مزار کے خادموں نے حاضر ہو کر حضرت خواجہ کے مزار کا قبر پوش آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے ادب کے ہاتھوں سے لے لیا۔ اور فرمایا کہ چونکہ یہ لباس حضرت خواجہ سے بہت نزدیک رہا ہے اس لئے اسے میرے کفن کے لئے سنبھال کر رکھا جائے۔ (رود کوثر۔ ص ۲۷۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مرزا مظہر جان جاناں

شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جانان دہلوی کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے۔ والد کا نام مرزا جان تھا، اسی وجہ سے آپ کے نام کا جزو بنا ہوا ہے۔ ۱۱۱۰ھ میں ولادت ہوئی۔ خود بتاتے ہیں کہ

میری ظاہری نشو ونما آگرہ میں ہوئی اور باطنی تربیت دہلی میں سید محمد بدایونی نقشبندی سے حاصل کی۔ جداعلی امیر کمال الدین نویں صدی میں طائف سے ترکستان چلے گئے۔ انکی اولاد سے امیر مجنون اور امیر بابا، ہمایوں کے عہد میں ہند وارد ہوئے۔ میرزا جان نے عالمگیر کے زمانہ میں ایک عالی منصب سے ترک دنیا کی۔ بچپن سے اس خاکسار کو مال و جاہ کی خواہش نہیں تھی۔ (دفتر ثانی مآثر الکرام بہ سرد آزاد ص ۲۳۲)۔

اتباع سنت کا شوق آپ کی طبیعت میں بہت تھا چنانچہ شاہ غلام علی اپنی مقامات مظہری کے صفحہ ۱۶ پر آپ سے نقل کرتے ہیں:

اللہ تعالی نے میری طبیعت نہائت اعتدال پر بنائی ہے اور میری طینت میں میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی رغبت ودیعت کی ہوئی ہے۔

آپ نے اپنے مریدوں کو وصیت فرمائی:

مخلصان مراہمین وصیت جامعہ کافی ست کہ تادم اخیر دراتباع سنت کوشند ومقصود حقیقی غیر ازحق تعالی ومتبوع واجب الاتباع غیر از رسول خدا ﷺ ندانند۔ یعنی میرے مخلصوں کو یہ جامع وصیت کافی ہے کہ آخردم تک اتباع سنت میں کوشاں رہیں اور سوا اللہ تعالی کے کسی کو مقصود حقیقی اور سوا آنحضرت ﷺ کے کسی شخص کو متبوع واجب الاتباع نہ جانیں۔ (وصیت نامہ مظہر جانجاناں)

آپ نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھتے اور امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کے خلیفہ شاہ غلام علی نے کہا ہے کہ از انتقال درمسئلہ جزئی خلاف مذہب لازم نمی آید۔ لیکن ابن الہمام نے کہا ہے المنتقل من مذھب الی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذ هبِ آ ثم یستو جب التعزیر (فتح القدیر ج ۳ ص ۲۴۷) یعنی کسی جزئی مسئلہ میں ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے والہ گناہ گار مستحق سزا ہے .. لان الانتقال یو جب ان یظهر عنده بطلان المذ هب السا بق (تفسیر احمدی۔ ص ۵۲۴) اس لئے کہ جزئی مسئلہ میں انتقال اس امر کا موجب ہے کہ اس کے نزدیک پہلے مذہب کا باطل ہونا ظاہر ہوگیا ہے، پس شاہ غلام علی کی تاویل کیونکر درست ہوسکتی ہے۔ پھر بعض لوگ کہتے ہیں کہ مظہر جان جاناں کی یہ ذاتی تحقیق تھی کہ سرّی نمازوں میں فاتحہ پڑھنا اچھا ہے۔ اس تاویل سے معلوم ہوتا ہے کہ مظہر جان جاناں مقلد نہ تھے بلکہ محقق تھے۔ رہ گئی قید سرّی نمازوں کی، تو غلط ہے کیونکہ ان کے حالات میں صاف مرقوم ہے دست در نماز برابر سینہ می بست و فاتحہ خلف امام می خواند و رفع سبابہ می کرد (تقصار۔ص ۱۱۳) ۔ اور ملا جیون لکھتے ہیں ۔فان رأیت الطائفة الصوفیة والمشائخین الحنفیة یستحسنو ن قرأة الفا تحه للمو تم (تفسیر احمدی ص ۴۲۷)۔

(سواء الطریق مع ایضاح الطریق ۔ص ۱۱۰)

مرزا مظہر حنفی تھے مگر مسائل حنفیہ کے خلاف صحیح حدیث مل جاتی تو امام کے قول کو ترک کر دیتے تھے اور جو لوگ حدیث چھوڑ کر روایات فقہیہ پر عمل کرتے ان پر اظہار تعجب کرتے ۔ حکیم سید عبدالحی (نزھۃ الخواطر ج ۶ ص ۵۲ میں) نقل کرتے ہیں:

بڑے تعجب کی بات ہے کہ صحیح اور غیر منسوخ احادیث پر تو عمل نہ کیا جائے جو اللہ کے معصوم عن الخطا پیغمبر سے چند ثقہ راویوں سے مروی ہیں، اور اس کے برعکس ان فقہی روایات کو معمول بہاء ٹھہرایا جائے جو امام غیر معصوم سے قضات اور ارباب فتوی نے ایسے متعدد واسطوں سے نقل کی ہیں جن کا عدل وضبط بھی معلوم نہیں۔

(پاک و ہند میں اہلحدیث کی خدمات حدیث۔ص ۶۵ حاشیہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ میر مرتضی واعظ

ملتان کے رہنے والے، بڑے صالح اور متقی آدمی تھے۔ متکلمین کے عقیدہ پر شرع محمدی کے سختی سے پابند تھے جہاں بھی مجلس سماع ہوتی اور گانا بجانا ہوتا ہرگز نہیں جاتے تھے بلکہ تا بمقدور اس کو روکنے کی کوشش کرتے، جس محلّہ میں رہتے تھے وہاں کسی کو گانے بجانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی...

جو لوگ مرید ہونے آتے ان سے پوچھتے:

اگر اللہ تجھے فرزند عطا کر دے اور تیری بیوی رواج کے مطابق رقص و سرود کی فرمائش کرے تو تو اس کو قبول کرے گا یا نہیں؟

اگر وہ جواب دیتا کہ . جیسا حضرت فرمائیں گے .۔ تو اس سے کہتے: میرے کہنے کا کیا اعتبار، یہ کہہ کہ جو کچھ خدا اور خدا کے رسول کا فرمودہ ہے اسی پر عمل کروں گا۔

ملتان اور لاہور سے لے کر دکن تک تین چار ہزار آدمی ان کے عقیدت مند اور گرویدہ تھے...اکثر روزہ رکھتے تلاوت قرآن میں مشغول رہتے۔ وعظ کرتے تو ظالم حاکموں ریاکار عالموں اور ان فقیروں پر بڑی سختی سے تنقید کرتے جو معاش کی ترقی کے لئے حاکموں کے مصاحب بنے رہتے ہیں اور حاکموں دولت مندوں کی مجلس میں گانا بجانا سنتے ہیں اور بزرگوں کی قبروں پر رقص و سماع کراتے ہیں۔ اپنے وعظ میں وہ ان لوگوں کی بھی سخت مذمت کرتے تھے جو کتاب وسنت کے خلاف غیر مشروع کاموں اور بدعتوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور جن کا رواج شب برات عاشورہ اور عیدین میں بہت زیادہ ہے وہ میت کے نام پر کھانا پکا کر مستحقوں کی بجائے ایک دوسرے کے گھر حصے بھیجنے پر بھی اعتراض کرتے تھے۔

آپ تمباکو کے حرام ہونے پر بھی بہت زور دیتے تھے...ایک دفعہ اورنگ آباد کی جامع مسجد میں قاضی اکرم نے (جو بعد میں دربار کا قاضی القضاۃ ہو گیا تھا) تمام عدالت کے عہدہ داروں کو جمع کیا اور میر مرتضی کی طلبی کا اعلامیہ جاری کر دیا... مجمع میں قاضی نے سوال کیا کہ تم تمباکو کو حرام ٹھہراتے ہو اور لوگوں کو اس کے استعمال سے روکتے ہو آخر یہ حکم کس کتاب میں ہے اور کس مجتہد کے اقوال میں تمہاری نظر سے گذرا ہے۔ میر مرتضی نے انکار کیا کہ میرے الفاظ یہ نہیں ہوتے۔..

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ایک کتاب حق گو کے نام سے لکھی گئی تھی ۔ جب اورنگزیب پونا میں تھا، اس نے دیکھی اوردو تین ورق پڑھنے کے بعد کتاب الٹا کر اپنے زانو پر رکھ دی اور دو نوں ہاتھ بلند کر کے کہا، الحمدللہ، ثم الحمدللہ کہ درعہد ما چناں مردم حق گو ہستند

اورشاہزاہ کام بخش کو بادشاہ نے ہدایت کی کہ تم سید کو اپنے پاس ٹھہراؤ وہ جوارشاد کریں اس کے مطابق عمل کرو ۔ پھر بادشاہ نے ان کے لئے مدد معاش کی تجویز رکھی انہوں نے انکار کیا ۔ چند دن بادشاہ نے ان سے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شہر میں جہاں کی آب وہوا بہتر ہو احتساب کی خدمت آپ کو تفویض کریں ۔ آپ نے کہا کہ مجھے قبول ہے لیکن اکثر شہروں کے عوام تو پہلے ہی میری بات مانتے ہیں، میں خواص کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں ۔ بادشاہ نے کہ ہم خاص و عام کا مطلب نہیں سمجھے ۔ قاضی اکرم موقع کی تاک میں تھا، کہنے لگا سید کی مراد اصل میں بزرگوں کے مقبروں اور مزارات سے ہے کیونکہ وہ وعظ کے وقت منبر پر فرماتے ہیں : جس بزرگ کی قبر پر طنبورے ڈھول بجتے اور سرود وسماع ہوتا ہو، اس بزرگ کی ہڈیاں نکال کر جلا دینا چاہیے ۔ .

بادشاہ نے کہا .ہم اس حدتک جانے کو تیار نہیں ہیں ،.

سید نے اس بات سے بہت انکار کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا ...آخر میر مرتضی نے بادشاہ کی مجلس میں جانا ترک کر دیا اور پھر رخصت لئے بغیر ہی برہان پور چلے گئے ۔ ..

میر مرتضی نے برہان پور میں ایک روز نشہ کرنے کے خلاف آیات واحادیث پڑھتے ہوئے بھنگ کے حرام ہونے پر گفتگو کی اور ایک تہدید آمیز حدیث پڑھی ۔ ایک کشمیری عالم اٹھ کھڑا ہوا اوران کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگا :

حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھنگ کہاں تھی ؟ یہ تو حضور کے پانچ سو سال بعد دریافت ہوئی ،اس لئے تو جعلی حدیث پڑھ رہا ہے، تجھے اس کی سزا ملنی چاہیے ۔

اس بات پر بعض شر پسندوں نے سید کو بہت تنگ کیا ۔ خاص طور سے عیاش لوگ اور دنیا پرست عالم ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے ۔ اس واقعہ کے بعد سید مرتضی مسجد سے جو گھر گئے تو پھر باہر نہیں نکلے اوراسی حال میں ان کا انتقال ہوا ۔

(منتخب اللباب ج ۳ ص ۴۸۵: فقہائے ہند، جلد پنجم، حصہ دوم ۔ص ۲۶۰۔۲۶۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ شیخ ابوالحسن سندھی کبیرؒ

آپ ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے، اصل نام محمد والد کا نام عبد الہادی کنیت ابو الحسن۔ ابتدائی تعلیم ٹھٹھہ میں ہوئی، وہیں سے فارغ ہوئے اور پڑھانے لگے۔ پھر اسلامی ملکوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے تستر گئے۔ وہاں علماء سے استفادہ کیا۔ پھر حجاز گئے اور مکہ شریف میں قیام کیا پھر مدینہ منورہ گئے اور وہاں سید محمد برزنجی اور شیخ ابراہیم کردی، شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے استفادہ کیا۔ پھر مدینہ ہی میں سکونت اختیار کر لی مسجد نبوی میں سلسلہ درس شروع کیا تو بہت لوگ آئے، حلقہ درس ہر ملک کے طلبا کا مرکز بن گیا۔ شاگردوں شیخ حیات بھی شامل ہیں جو آپ کے بعد مدینہ میں آپ کی مسند پر بیٹھے۔

شیخ ابوالحسن قرآن و حدیث اور فقہ پر عمیق نگاہ رکھتے تھے۔ کئی کتابوں کے مفید حواشی لکھے۔ تفسیر بیضاوی، تفسیر جلالین پر بھی حواشی لکھے۔ قرآن کی ایک مستقل تفسیر لکھی۔ علم حدیث کے بہت ماہر تھے۔ صحاح ستہ پر حواشی لکھے۔ صحیح بخاری اور ابن ماجہ کا حاشیہ مصر میں طبع ہوا، نسائی کا حاشیہ ہند میں طبع ہوا۔ صحیح مسلم کا حاشیہ مولانا عبدالتواب ملتانی نے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا۔ ابوداؤد کا غیر مطبوعہ حاشیہ سید احسان اللہ شاہ پیر جھنڈا کے کتب خانے میں موجود تھا، اس کے علاوہ مسند احمد پر بھی حاشیہ لکھا۔ آپ نے مسند امام ابوحنیفہ، ہدایہ اور فتح القدیر پر بھی حواشی لکھے۔ ترمذی کا حاشیہ غالباً مکمل نہ ہوا۔

جناب ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے:

فن حدیث میں بارھویں صدی میں علامہ ابوالحسن السندی الکبیر (م ۱۱۳۸ھ) جیسے محدث نظر آتے ہیں۔ جنہوں نے مدت تک حرم شریف میں حدیث کا درس دیا۔ صحاح ستہ پر انکے حواشی الہوامش الستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ جلد ۵)

شیخ محمد حیات سندھی کا کہنا ہے کان زاھداً متورعاً کثیر الاتباع لکتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ ﷺ یعنی آپ عابد و زاہد اور متبع کتاب وسنت تھے۔

اور مولانا عابد سندھی لکھتے ہیں: کان الشیخ عاملاً بالحدیث لا یعدل عنہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی مذہب کہ آپ حدیث پر عمل پیرا تھے حدیث کے علاوہ کسی مذہب کو قابل اعتنا قرار نہیں دیتے تھے۔

اس دور میں ان کے ایک ہم وطن سندھی عالم شیخ ابو الطیب بھی وہاں مقیم تھے وہ مذہباً حنفی اور طریقتاً نقش بندی تھے اور آپ کے ساتھ مقابلہ کرتے رہتے۔ ان کی وجہ سے آپ کو شدید مصائب سے دو چار ہونا پڑا۔ شیخ عابد سندھی بتاتے ہیں:

شیخ ابو الحسن عامل بالحدیث تھے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرتے اور سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ ان کے زمانے میں شیخ ابو الطیب سندھی جو حنفی المذہب تھے اس قسم کے مسائل میں شیخ ابو الحسن سے مناظروں کا سلسلہ جاری رکھتے۔ ایک دفعہ ترکی سے قضاۃ احناف سے ایک شخص قاضی ہو کر مدینہ آیا، ابو الطیب نے اس کے پاس جا کر آپ کی شکایت کی کہ ان کے مسائل آئمہ احناف کے مخالف ہیں۔ قاضی نے اپنے طور پر تحقیق کی تو لوگوں کو ان کا معتقد پایا اور معلوم ہوا کہ وہ علوم متداولہ میں درجہ امامت پر فائز ہیں اور بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہیں۔ قاضی شیخ سے احترام سے پیش آیا اور دعا کی درخواست کی۔

اس کے بعد جو بھی قاضی مدینہ آتا ابو الطیب اس کے پاس شکائتیں کرتا لیکن اسے کامیابی نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ ایک متعصب قاضی آیا اس نے شکایت پر آپ کو حکم دیا کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں اور پہلی تکبیر کے سوا رفع یدین نہ کریں۔ آپ نے جواب دیا میں تمہاری بات نہ مانوں گا، اور وہی کروں گا جو حدیث میں مذکور ہے۔ قاضی نے شیخ کو جیل میں ڈال دیا۔۔ اہل مدینہ نے قاضی سے آپ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ اس نے کہا اگر میں نے ان کو نماز میں سینے پر ہاتھ باندھے دیکھ لیا تو پھر جیل بھیج دونگا۔ اہل مدینہ نے شیخ سے کہا کہ ایک کپڑا لے کر پشت پر اوڑھ لیں اور اس کو دونوں طرف سے دونوں کندھوں پر ڈال لیں۔ اس سے نیچے سینے پر بھی ہاتھ باندھ لیا کریں اور رفع یدین بھی کر لیا کریں۔ شیخ نے یہ تجویز منظور کر لی۔ کچھ عرصہ دیر بعد قاضی فوت ہو گیا اور شیخ نے پھر دوبارہ کھلے بندوں سینے پر ہاتھ باندھنا اور رفع یدین کرنا شروع کر دیا۔

شیخ نے مدینہ میں مدرسۃ الشفاء کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ اس میں قاضی عیاض کی الشفاء فی تعریف حقوق المصطفی کا درس لازمی طور پر اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاص اہتمام سے دیا جاتا تھا۔ دوسری روایت یہ ہے اس زمانے میں ایک سالار فوج بیمار پڑا، اس نے شیخ سے دعا کے لئے رابطہ کیا اور نذر مانی کہ شفا ہوگئی تو شیخ کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرائیں گے۔ پھر اس نے نذر پوری کی۔ اس مدرسے میں اچھا خاصا کتب خانہ بھی تھا، اور مخطوطات کا ایک ذخیرہ بھی۔ ۱۱۳۶ھ سے ۱۱۴۱ھ کے دوران انتقال مدینہ میں ہوا۔ (فقہائے ہند۔ ج ۵۔ ص ۱۷۰۔ ۱۷۹ ملخصاً)

☆ شیخ محمد معین سندھی

ان کے والد مولوی محمد امین اور دادا شیخ طالب اللہ تھے۔ سبھی عالم تھے۔ محمد معین ٹھٹھہ میں پیدا ہوئے۔ والد سے پڑھا۔ پھر شیخ عنایت اللہ بن فضل اللہ ٹھٹھوی (ف ۱۱۱۴ھ) سے پڑھا۔ بعد ازاں دہلی جا کر شاہ ولی اللہ سے پڑھا۔ پھر وطن واپس آئے، تصوف کی طرف مائل ہوئے شیخ ابو القاسم نقشبندی سے مستفیض ہوئے پھر شیخ عبد اللطیف بھٹائی (ف ۱۱۶۵ھ) سے مستفیض ہوئے۔ شیخ معین اپنے عصر اور علاقے میں قرآن و حدیث کے فہم میں یکتا، فقہ و اصول پر عبور میں منفرد تھے۔ علوم مروجہ میں مہارت تھی۔ ذہین اور نکتہ رس تھے۔ سلسلہ تدریس جاری کیا اور بہت لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

شیخ محمد معین علم حدیث میں خاص طور سے درک و مہارت رکھتے تھے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ جہاں اقوال فقہاء حدیث سے ہم آہنگ نہ ہوں، وہاں اقوال فقہاء کو ترک کر دیا جائے گا۔ وہ فرماتے تھے کہ اہل علم کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے۔ اور ہر زمانے کے علماء کو جن میں اجتہاد کی شرائط پائی جائیں حق اجتہاد حاصل ہے۔ وہ تقلید کے سخت مخالف تھے۔ ان مسائل میں ان کے اور ان کے معاصر محمد ہاشم ٹھٹھوی (ف ۱۱۶۴ھ) کے درمیان مناظرات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

شیخ معین کی دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ بالحبیب مشہور کتاب ہے۔ یہ کتاب بارہ دراسات کو محیط ہے اور رد تقلید میں ہے۔ اس میں بتایا ہے کہ مسائل شرعیہ میں بنیادی حیثیت صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو حاصل ہے، اگر کہیں حدیث اور قول امام میں تصادم ہو تو حدیث کو ترجیح ہوگی۔ اور قول امام ترک کر دیا جائے گا۔ جن حضرات نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں جہاں حدیث کے مقابلے میں قول امام کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کو ہدف تنقید بنایا ہے۔ نواب صدیق حسن نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے کہ یہ کتاب عمل بالحدیث اور مخالف حدیث مذہب کے ترک کے بارے میں نہایت عمدہ ہے اس کے مشمولات مبنی بر تحقیق ہیں۔

دراسات اللبیب سب سے پہلے لاہور سے ۱۲۸۴ھ میں طبع ہوئی۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ میں لجنہ احیاء الادب السندی (سندھی ادبی بورڈ کراچی) کی طرف سے شائع ہوئی اس میں فقہی مسائل میں ان کا نقطہ نظر وہی ہے جو اہل حدیث کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بعض ہم عصر حنفی علماء نے انکی تردیدیں کیں۔

ملا محمد معین سندھی نماز میں رفع یدین کے قائل تھے۔ اس کے اثبات میں انہوں نے دو رسالے لکھے، ایک عربی میں دوسرا فارسی میں۔ ان دونوں میں احادیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں رفعیدین کا ثبوت دیا۔ وہ حضرت علی کو حضرات ثلاثہ پر فوقیت دیتے تھے۔ عمل اہل بیت کو عمل اہل مدینہ پر ترجیح دیتے تھے وجد وسماع کو صحیح قرار دیتے تھے۔ فارسی اور اردو کے شاعر تھے۔ ۱۱۶۱ھ میں ٹھٹھہ میں وفات پائی، وہیں مدفون ہوئے۔

(فقہائے ہند۔ ج ۵۔ ص ۲۳۲۔ ۲۴۱ ملخصاً)

☆ شیخ محمد حیات سندھیؒ

آپ کے والد کا نام ابراہیم (یا فلاریہ) ہے۔ محمد حیات موضع عادل پور علاقہ بھکر سندھ میں پیدا ہوئے (اب یہ سکھر کے تعلقہ گھوٹکی میں ہے)۔ آپ سندھ کے چاچر قبیلے سے تھے۔ تاریخ ولادت نا معلوم۔ سن شعور کو پہنچے تو ٹھٹھہ چلے گئے اور ملا محمد معین سندھی (ف ۱۱۶۱ھ) کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے۔ پھر حجاز گئے حج کیا پھر مدینہ پہنچے وہاں شیخ عبد اللہ بن سالم بصری مکی (ف ۱۱۳۴ھ) شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی (ف ۱۱۴۵ھ) شیخ حسن علی العجیمی وغیرہ سے فیض یاب ہوئے۔ انہی دنوں وہاں ان کے ہم وطن شیخ ابوالحسن محمد بن عبد الہادی سندھی مدنی (ف ۱۱۳۸ھ) مسند درس آراستہ تھی۔ محمد حیات نے ان سے پڑھا اور انہی کے فیض صحبت سے علم حدیث اور اس کے متعلقات میں تبحر حاصل کیا۔ شیخ موصوف تمام علوم میں ماہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے لیکن حدیث میں بالخصوص مہارت رکھتے تھے۔

شیخ محمد حیات کے شاگرد میر سید غلام علی آزاد بلگرامی (ف ۱۲۰۰ھ) نے اپنے استاد کا بڑی عقیدت سے ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ ممدوح آغاز جوانی ہی میں حجاز تشریف لے گئے اور مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ تحصیل کے بعد اور اپنے استاد ابوالحسن سندھی کی وفات کے بعد ان کی مسند تدریس کو رونق بخشی اور پھر ۲۴ سال وہاں حدیث کا درس دیا۔ انہیں علمائے ربانیین وعظمائے محدثین میں قرار دیا گیا۔ (مآثر الکرام۔ص ۱۴۴)۔

اور سبحۃ المرجان (ص ۹۵۔۹۶) میں غلام علی آزاد بلگرامی کہتے ہیں۔

(مفہوم)۔ شیخ درس حدیث کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور ارشادات پیغمبر ﷺ کی خدمت میں عمر صرف کر دی۔ نماز فجر سے پہلے مسجد نبوی میں وعظ فرماتے۔ سعادت مند لوگ ایک ہجوم کی شکل میں ارشادات سننے آتے عرب وعجم کے باشندے وسیع تعداد میں مستفید ہوتے۔ مکہ مدینہ بصرہ شام، ترکی اور ہندوستان کے مختلف گوشوں سے لوگ آکر ان کی برکات علوم سے متمتع ہوتے۔

جناب سید عبدالحی لکھنوی نے لکھا ہے:

الشیخ الامام الکبیر المحدث محمد حیات بن ابرا ہیم السندی المد نی احد العلماء المشھورین (نزھۃ الخواطر۔ ج ۶ ص ۳۰۱)

جناب ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے:۔

اکثر مشاہیر علم وارشاد، جیسے شیخ ابراہیم کورانی، محمد بن احمد سفارینی النجدی، سید عبدالقادر کوکبانی، شیخ عمر فاسی تیونسی، شیخ سالم بصری، امیر محمد بن اسماعیل یمانی، سید عبدالخالق زبیدی، علامی خانی صاحب الیقاظ، شیخ محمد حیات سندھی وغیرھم کہ شاہ راہ عام سے اپنی راہ الگ رکھتے تھے اور حقیقت مستورہ سے شناسا وحق آگاہ تھے۔ (تذکرہ۔ص ۳۹۷)

شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

آپ کا شمار اپنے زمانے کے سب سے نامور محدثوں میں ہوتا تھا۔ (رود کوثر۔ص ۶۱۵)۔

جناب محمد اسحاق بھٹی بتاتے ہیں:

شیخ محمد حیات کی تصانیف میں:

☆ الایقاف علی سبب الاختلاف نامی ایک رسالہ ہے جو تقلید اور عمل بالحدیث کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موضوع پر ہے۔اس میں آپ نے صراحت کی ہے کہ صحابہ، تابعین آئمہ مجتہدین اوران کے تلامذہ کے درمیان فقہی نوعیت کے اختلافات کیوں کر ابھرے۔ان اختلافات کی اصل حقیقت کیا ہے اور کن وجوہ واسباب کی بنا پر بعض مسائل میں وہ مختلف الرائے ہوئے۔نیز اس رسالے میں صحابہ کے طریق استدلال اسلوب استنباط اور تخریج مسائل کی بھی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ کتاب وسنت ہی کو مدار عمل ٹھہراتے تھے اگر انہیں اپنے قول وعمل کے خلاف کوئی حدیث پہنچ جاتی تو اسی وقت اس سے رجوع فرمالیتے تھے۔اس رسالے سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ محمد حیات تقلید کے قائل نہ تھے بلکہ براہ راست کتاب وسنت کو بنیاد عمل قرار دیتے تھے۔

اس مفید رسالے کی طباعت کی طرف سب سے پہلے برصغیر کے مشہور عالم محقق مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم (ف جنوری ۱۹۲۰ء) نے عنان توجہ منعطف کی۔اس کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا اور ضروری حواشی لکھے، پھر اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کی جلد اول (بابت ماہ رجب ۱۲۹۸ھ۔جنوری ۱۸۸۱ء ضمیمہ نمبر ۴ ص ۲۴ تا ۴۳ میں شائع کیا۔اس کے بعد یہی ترجمہ زبان کی کچھ اصلاح اور صحت الفاظ کے ساتھ جناب عطاء اللہ حنیف نے ۱۹۵۹ء میں مکتبہ سلفیہ لاہور کی طرف سے شائع کیا اور ابتداء میں شیخ محمد حیات اور مولانا بٹالوی کے مختصر حالات بھی تحریر فرمادیئے۔تیسری مرتبہ ہندوستان میں مولانا عبدالجلیل سامرودی کی سعی سے دہلی سے شائع ہوا۔

☆ تحفۃ الانام فی العمل بحدیث النبی علیہ الصلوۃ والسلام۔حدیث وسنت کو مدار عمل ٹھہرانے کے موضوع سے متعلق یہ بڑا اہم رسالہ ہے۔علامہ صالح فلانی کی کتاب ایقاظ ھمم اولی الابصار کے بہت سے مندرجات اسی سے ماخوذ ہیں۔نواب صدیق حسن نے بھی الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ میں اس رسالے سے بہت استفادہ کیا ہے، اسی طرح صاحب سبل السلام امیر محمد بن اسماعیل یمانی کی تصنیف ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتہاد کے بہت سے مشمولات اسی رسالے سے مقتبس ہیں۔اس رسالے کی اہمیت کے پیش نظر شیخ حیات کے شاگرد مرزا مظہر جانجاناں (ف ۱۱۹۵ھ) نے اپنے ایک فارسی مکتوب میں تلخیص بھی کردی ہے۔

☆ تحفۃ الانام میں شیخ حیات نے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حال میں ضروری ہے۔ آپ کے سوا کسی اور کی اتباع کرنا اور اس کے قول وعمل کو صحیح قرار دینا گمراہی اور جہالت کی دلیل ہے۔ پھر اس میں اس اہم مسئلے پر بحث کی گئی ہے کہ بعض لوگ کسی ایک خاص امام کی تقلید کرتے ہیں اور اسی کے قول کو صحیح سمجھتے ہیں جو ان کے امام سے منقول ہو۔ وہ اپنے امام کے مقابلے میں بسا اوقات رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، قول صحابہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں اور باقی آئمہ دین کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ شیخ نے اس قسم کے حضرات کی مخالفت کی ہے اور اس طرز عمل کو خلاف شرع قرار دیا ہے۔ عبدالجلیل سامرودی کی کوشش سے دہلی سے شائع ہوا تھا۔

☆ فتح الغفور فی وضع الایدی فی الصلوۃ علی الصدور۔ شیخ حیات سینے پر ہاتھ باندھنے کے حق میں ہیں اور اسی کو احادیث وآثار سے ثابت کیا اور تحت السرّہ والی حدیث پر کھل کر بحث کر کے لکھا ہے و بما تقدم ان الوضع الایدی علی الصدور فی الصلوۃ اصلا اصیلا و دلیلا جلیلاً فلا ینبغی لاھل الایمان الاستنکاف عنه (فتح الغفور۔ص ۸) کہ گذشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا بنیادی اور صحیح ترین دلائل سے ثابت ہے۔ پس اہل ایمان کو اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ رسالہ فتح الغفور سب سے پہلے مع ترجمہ طبع ہوا پھر جناب عبدالتواب ملتانی کی کوشش سے ۱۳۶۱ھ میں طبع ہوا۔

☆ تحفۃ المجیبن فی شرح الاربعین النوویہ۔ ۳۵ ورق کا قلمی نسخہ سید محبّ اللہ شاہ کے مکتبہ میں موجود تھا جو ۱۳۰۲ھ کا مکتوبہ ہے۔

شیخ عقیدے کے بارے میں بہت محتاط تھے۔ امور بدعت سے نفور اور شائبہ شرک سے دامن کشاں رہتے تھے۔ شاہ فاخر نے لکھا ہے

رستہ از حبس ربقہ تقلید　　بستہ بر اجتہاد رائے مزید

(یعنی شیخ تقلید سے آزاد تھے اور اجتہاد کے قائل تھے)

اسی طرح نواب صدیق حسن نے لکھا: در وقت خود شیخ محمد حیات مرتبہ اجتہاد داشت، تقلید ہیچکس نمے کرد۔ (اتحاف النبلاء ص ۴۰۴) (شیخ اپنے دور میں مرتبہ اجتہاد پر فائز تھے کسی کے مقلد نہ تھے)۔ اور تقصار (ص ۲۲۴) میں نواب صاحب نے لکھا ہے تمام عمر درخدمت حدیث شریف صرف ساخت، وتبحر عظیم در ین فن اشرف اندوخت و بمرتبہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد برآمدہ، وقلادہ تقلید از گلو افگند۔ کہ شیخ نے تمام عمر علم حدیث کی خدمت میں صرف کردی۔ اس فن میں تبحر حاصل کیا اور قلادہ تقلید کو گلے سے اتار کر مرتبہ اجتہاد کو پہنچے۔

اس صراحت کے باوجود بعض علمائے احناف نے انہیں حنفی شمار کیا ہے۔ ممکن ہے ابتداء میں ان کا تعلق حنفیت سے رہا ہو، لیکن بعد میں وہ بالکل بدل گئے تھے جیسا کہ ان کی درج بالا کتابوں کے مضامین سے ظاہر ہے۔

شیخ کے شاگردوں میں میر غلام علی آزاد بلگرامی (ف ۱۲۰۰ھ)، شیخ محمد صادق سندھی (ف ۱۱۸۷ھ)، شیخ محمد فاخر زائر (ف ۱۱۶۴ھ)، شیخ محمد بن عبدالوہاب (ف ۱۲۰۶ھ)، امیر محمد بن اسماعیل یمانی سبل السلام وغیرہ کے مصنف، سید حاجی فقیر اللہ علوی شکار پوری، شیخ ابوالحسن ٹھٹھوی صغیر (ف ۱۱۸۷ھ) انکے شاگرد ہیں۔ آپ کی وفات ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں (فقہائے ہند، ج ۵۔ ص ۱۳۷۔۱۷۰ ملخصاً)

شیخ کے شاگردوں میں ایک بزرگ جناب خیر الدین محمد زاہد سورتی ہیں جو ابتداء مولوی محمد بن عبدالرزاق سورتی کے شاگرد تھے، حج کو گئے تو شیخ حیات سندھی سے حدیث کی سند حاصل کی۔ واپس آکر مدرسہ خیریہ قائم کیا اور ۱۱۵۶ھ (۱۷۴۳ء) سے اس مدرسہ میں تعلیم دینے لگے۔ اس مدرسہ میں حدیث کی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر ہوتی تھی۔ ۱۲۰۶ھ (۱۷۹۱ء) میں ان کا انتقال ہوا۔ (گجرات کی تمدنی تاریخ۔ ص ۲۱۴۔۲۱۵)

☆ شاہ ولی اللہ دہلویؒ

شاہ صاحب ۱۱۱۴ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان مغلوں کی ملازمت میں رہا لیکن آپ کے والد شاہ عبدالرحیم نے علم وتعلم پر توجہ دی تحصیل علم کے بعد انہوں نے دہلی میں مدرسہ رحیمیہ بنایا جو ایک چھوٹی سی عمارت میں تھا۔

(بتایا جاتا ہے کہ جب شاہ ولی اللہ کے دور میں ان کے گرد طلباء کا ہجوم ہوا اور محمد شاہ، بادشاہ دہلی کو معلوم ہوا کہ مدرسہ رحیمیہ کی پرانی جگہ ان کے حلقہ درس کے لئے کافی نہیں رہی تو اس نے بقول مولوی بشیر الدین احمد دہلوی (واقعات دارالحکومت دہلی ج ۲ ص ۵۸۶، ۱۷۳) انکو نئی جگہ عطا کی۔ چنانچہ لکھا ہے:

روشن اختر محمد شاہ کا زمانہ تھا، اس نے مولانا کو بلا کر شہر میں ایک عالی شان مکان دے کر آپ کو اندرون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہر رکھا۔ قدیم جگہ غیر آباد ہوگئی ... نیا مدرسہ کسی زمانے میں نہایت عالیشان اور خوبصورت تھا اور بڑا دارالعلوم سمجھا جاتا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵ حصہ ۲ ص ۳۱)

شاہ عبدالرحیم تقلید جامد سے نفور تھے۔ جیسا کہ انفاس العارفین میں شاہ ولی اللہ اپنے والد کے طریق عمل کی نسبت فرماتے ہیں:

مخفی نماند کہ حضرت ایشاں در اکثر امور موافق مذہب حنفی عمل میکر دند۔ الا بعض چیز ہا کہ بحسب حدیث یا وجدان بمذ ھب دیگر ترجیح می یافتند از انجملہ آنست کہ در اقتداء سورۃ فاتحہ می خواندند و در جنازہ نیز (انفاس العارفین۔ ص ۶۹)

اور جناب ابوالحسن علی ندوی بتاتے ہیں کہ

شاہ (ولی اللہ) صاحب فرماتے ہیں والد صاحب کا عمل اکثر امور میں مذہب حنفی کے موافق تھا لیکن بعض مسائل میں حدیث کے مطابق یا اپنے وجدان سے کسی دوسرے مذہب فقہی کو بھی ترجیح دیتے تھے۔ ان تفردات یا استثناءات میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا۔ جنازہ میں بھی سورۃ فاتحہ پڑھنا تھا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ پنجم ص ۸۳)

شاہ ولی اللہ نے ۱۵ سال کی عمر میں اس ملک کے علوم متعارفہ سے فراغت پائی۔ جب آپ کی عمر سترہ سال ہوئی تو آپ کے والد شیخ عبدالرحیم بیمار ہوئے۔ اس بیماری میں انہوں نے آپ کو بیعت وارشاد کی اجازت دی۔ اس کے بعد تقریباً بارہ برس آپ کتب دینیہ کی تدریس میں لگے رہے۔ علم حدیث کی طرف توجہ منعطف ہوئی اور حاجی محمد افضل سیالکوٹی سے استفادہ کیا اور اس کے بعد حجاز میں حدیث پڑھی۔ جیسا کہ آپ کی کتاب ازالۃ الخفا کی لوح کے اندر کے صفحے پر لکھا ہے:

باز اجازت عامہ روائت حدیث از مولانا محمد افضل معروف بحاجی سیالکوٹی گرفتند، و بریں ہم قانع نگردید در مدینہ منورہ تشریف بردن وتجدید اجازت از عمدہ شیوخ خود ابو طاہر بن ابراہیم الکردی المدنی نمودند۔ (تاریخ اہل حدیث۔ میر۔ ص ۴۱۲)

تیس سال کی عمر میں حج کے لئے گئے اور حجاز میں ایک سال قیام کیا۔ دوران قیام انہوں نے علم حدیث کا وسیع اور گہرا مطالعہ کیا اور حجاز کے شیوخ سے خوب استفادہ کیا۔ جناب محمد اسحاق بھٹی نے لکھا ہے۔ خاندان ولی اللہ کے اکابر کے ذہن پر وحدت الوجود کا تصور نمایاں تھا۔ خود شاہ ولی اللہ پر بھی اس کا اثر تھا لیکن مشائخ حجاز کی صحبت ورفاقت سے اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اثرات زائل ہو گئے (فقہائے ہند، ج ۵، حصہ دوم، ص ۳۲۱)

اور مذاہب اربعہ کی کتب اور ان کی فقاہت کے اصول اور ان احادیث کو جو ان کی دستاویز ہیں ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کے دل کا قرار فقہائے محدثین کی روش پر ہوا چنانچہ شاہ صاحب اپنے ایک رسالہ الجزء اللطیف میں فرماتے ہیں:

بعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ واصول فقہ ایشاں واحادیثے کہ متمسک ایشاں استقرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہائے محدثین افتاد (الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف ملحقہ برسالہ انفاس العارفین، مطبع احمدی دہلی ص ۱۹۵)۔

شاہ ولی اللہ سے پیشتر اس ملک میں علم حدیث کی بنیاد تو پڑ چکی تھی لیکن تقلید کے عام رواج کی وجہ سے عمل بالحدیث کا ڈھنگ نہیں پڑا تھا۔ آپ نے نہائت حکیمانہ طرز سے اپنی تصانیف میں تقلید وعمل بالحدیث کی بحثیں لکھیں۔ حجۃ اللہ البالغہ میں کئی ایک باب اور انصاف اور عقد الجید خاص اسی امر کے لئے تحریر کیں۔ نیز مئوطا امام مالک کا ترجمہ فارسی میں کیا جس سے لوگوں میں علم وعمل ہر دو کا شوق پیدا ہوا۔ اس میں جا بجا محدثین کی تعریف ہے اور ان کے مذہب کو ترجیح دی۔ چنانچہ مصفی ترجمہ مئوطا (ص ۴) کے دیباچے میں فرماتے ہیں:

بائد دانست کہ سلف در استنباط مسائل وفتاوی بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع میکر دد از انجا استنباط مے نمودند وایں طریقہ اصل راہ محدثین است ودیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از آئمہ تنقیح وتہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ دارد می شد جواب آں از قواعد طلب می کر دند واین طریقہ اصل راہ فقہاء است

آپ کی تصانیف سے ہند کی علمی دنیا میں انقلاب پیدا ہوا اور قرآن وحدیث سے ناواقفی کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں میں جو یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ قرآن و حدیث کا علم نہائت مشکل ہے اور ان کو سوائے مجتہد کے کوئی سمجھ نہیں سکتا اور زمانہ اجتہاد مدت سے ختم ہو چکا ہے یہ بات شاہ صاحب کے تراجم وشروح سے اور تشویق وترغیب سے کم ہوئی اور لوگ شوق سے قرآن وحدیث سیکھنے میں لگ گئے۔

شاہ صاحب سے پہلے قرآن کی خدمت کی طرف بہت کم توجہ ہوئی۔ قرآن کا ترجمہ نصاب درسیات میں شامل نہیں تھا۔ اللہ نے شاہ ولی اللہ کو قرآن فہمی کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ الفوز الکبیر اور فتح الخبیر اور ترجمۃ القرآن الموسوم بفتح الرحمٰن اور تاویل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء وغیرہ تصانیف اس کی شاہد موجود ہیں۔ خود الفوز الکبیر میں فرماتے ہیں:

من العلوم الوهبيه فى علم التفسير التى اشرنا اليها تاويل قصص الانبياء عليهم السلام و للفقير فى هذا الفن رساله مسماة بتاويل الاحاديث .. ومن العلوم الوهبية تنقيح العلوم الخمسة التى هى منطوق القرآن العظيم مر من ذلک الباب جملة فى اول الرسالة فراجعه ومن العلوم الوهبية ترجمه باللسان الفارسى على وجهه مشابه للعربى فى قدرالكلام و التخصيص و التتعميم وغيرها اثبتناها فى فتح الرحمن فى ترجمة القرآن (الفوز الکبیر ص ۱۲۸ بر حاشیہ سفر السعادۃ مطبوعہ مصر)۔ علم تفسیر میں اللہ کی طرف سے جو علوم مجھے بخشے گئے ہیں اور جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے انبیاء کرام کے قصوں کی تاویل ہے اور اس فقیر نے اس فن میں ایک رسالہ بہ نام تاویل الا حادیث لکھا ہے .. نیز علوم وہبیہ میں سے ان پانچ علوم کی تنقیح ہے جن کے متعلق قرآن میں مستقل بحث مذکور ہے۔ اس باب میں سے کچھ بیان شروع کتاب میں گذر چکا ہے وہاں پر دیکھیں۔ نیز علوم وہبیہ میں سے قرآن کا فارسی ترجمہ ہے۔ جو تخصیص اور تعمیم وغیرہ کی جنس سے انداز کلام میں عربی عبارت کے مشابہ ہے جس کو ہم نے فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن میں درج کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے فتح الرحمٰن کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ انہوں نے ترجمہ قرآن کا کام ۱۰ ذی الحج ۱۱۵۰ھ کو شروع کیا اور ۱۱۵۱ھ میں اس کی تکمیل ہوئی جس سے صاف طریقہ پر ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا یہ مبارک اقدام سفر حجاز سے واپسی کے بھی چار پانچ سال بعد کا ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۵۔ص ۱۴۱ حاشیہ) (۱۸)

شاہ ولی اللہ کہتے ہیں:۔

بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی سمجھ سکتا ہے جو بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هو الذى بعث فى الاميين رسولاًمنهم يتلوا عليهم آياته و يزكيهم و يعلّمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبین ۔ (سورہ جمعہ) یعنی رسول خدا ﷺ بھی ان پڑھ اور ان کے اصحاب بزگوار بھی ان پڑھ تھے مگر جب رسول خدا نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں تو وہ ان کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے ۔ پس اگر نا خواندہ آدمی قرآن و حدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے؟ اس قوم پر صد افسوس ہے جو صدرہ سمجھنے اور قاموس جاننے کا تو دعوی کرتے ہیں مگر قرآن و حدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں۔ اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی برکت اور صحابہ کے دل کی سلامت کہاں سے لائیں جو قرآن و حدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں ۔ ان کے جواب میں خدا فرماتا ہے وآخرین منهم لمّا یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم (جمعہ) یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے ہوں یا ان پڑھ مگر جب کہ وہ مسلمان ہوں اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن و حدیث کو سنیں تو انہیں بھی پاک کرنے کیلئے یہی قرآن و حدیث کافی ہو سکتی ہیں اور فرماتا ہے و لقد یسّرنا القرآن للذکر فهل من مدّکر البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے واسطے آسان کر دیا۔ پس کیا کوئی نصیحت لینے والہ ہے؟ یہ کیونکر آسانی ہو سکتی کہ کافیہ پڑھنے والے اور شافیہ جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے ہیں اور عرب کے جنگلی لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے

افلا یتد بّرون القرآن (محمد) قرآن میں کیوں نہیں فکر کرتے ۔ پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہو تو اس میں فکر کیوں کر کیا جائے ۔ ام علی قلوب اقفالها (محمد) یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں ۔ یعنی باوجودیکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں پھر بھی کیسی گمراہی ہے قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے ۔ (تاریخ دعوت وعزیمت ۔ جلد ۵ ص ۱۴۳۔۱۴۴ بحوالہ تحفۃ الموحدین، مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۵۔۷)

جناب علی میاں بتاتے ہیں:

شاہ صاحب کیلئے ہندوستان میں علم حدیث کے احیا اور اشاعت وترویج کا دوسرا محرک یہ ہوا کہ دینی حلقوں میں بدعات رسوم جاہلیت غیر مسلموں کی تقلید اور غیر اسلامی شعائر اختیار کرنے کا دھواں چھایا ہوا تھا جس کے اندر سے اصل اسلام کی صورت زیبا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھنی مشکل تھی ۔علمی و درسی حلقوں پر یونان سے ہوئے یونانی علوم جن کو وہ فنون دانشمندی کہتے تھے اور علوم آلیہ اور فنون بلاغت اور علم کلام کا غلبہ تھا۔ اور دونوں حلقوں میں علوم شرعیہ بالخصوص علم حدیث بارنہیں پاتا تھا۔ اگر علوم دینیہ کی طرف توجہ بھی ہوتی تھی تو معاملہ فقہ اور اصول فقہ اور اس کی موشگافیوں سے آگے نہیں بڑھنے پاتا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر شاہ ولی اللہ فرط تاثر اور شدت تاسف میں لکھتے ہیں:

میں ان طالبان علم سے کہتا ہوں جو اپنے آپ کو علماء کہتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! تم یونانیوں کے علوم کے طلسم اور صرف ونحو ومعانی کے دلدل میں پھنس کر رہ گئے ۔ تم نے سمجھ لیا کہ علم اسی کا نام ہے ۔ حالانکہ علم یا تو کتاب اللہ کی آیت محکم ہے یا رسول اللہ ﷺ کی سنت ثابتہ۔ تمہیں چاہیے تھا کہ تمہیں یہ یاد رہتا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کیسے پڑھی۔ آپ کیسے وضو فرماتے تھے، قضائے حاجت کے لئے کس طرح جاتے تھے ۔ کیسے روزہ رکھتے تھے کیسے حج کرتے تھے، کیسے جہاد کرتے تھے، آپ کا انداز گفتگو کیا تھا ۔ حفظ لسان کا طریقہ کیا تھا اور آپ کے اخلاق عالیہ کیا تھے؟ تم آپ کے اسوہ پر چلو اور آپ کی سنت پر عمل کرو۔ اس بنا پر کہ وہ آپ کا طریق زندگی اور سنت نبوی ہے ، اس بنا پر نہیں کہ وہ فرض وواجب ہے، تمہیں چاہیے تھا کہ تم دین کے احکام ومسائل سیکھو۔ باقی سیر وسوانح اور صحابہ اور تابعین کی وہ حکایات جو آخرت کا شوق پیدا کریں تو وہ ایک تکمیلی چیز اور امر زائد ہے، اس کے مقابلہ میں تمہارے مشاغل اور جن باتوں پر تم پوری توجہ صرف کرتے ہو وہ آخرت کے علوم نہیں دنیاوی علوم ہیں ۔

تم اپنے سے پہلے کے فقہا کے استحسانات اور انکی تفریعات میں غوطہ لگاتے ہو اور یہ نہیں جانتے کہ حکم وہ ہے جو اللہ اور اس کا رسول دے ۔ تم میں کتنے آدمی ہیں جب ان کو رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پہونچتی ہے تو اس پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارا عمل تو فلاں کے مذہب پر ہے ، پھر تم نے یہ خیال کر رکھا کہ حدیث کا فہم اور اس کے مطابق فیصلہ کا ملین اور ماہرین کا کام ہے ۔ حضرات آئمہ سے یہ حدیث مخفی نہیں ہو سکتی ، پھر انہوں نے جو اس کو چھوڑا تو کسی وجہ سے جو ان پر منکشف ہوئی، مثلاً نسخ یا مرجوحیت ۔ یاد رکھو کہ اس کا دین سے کچھ تعلق نہیں ، اگر تمہارا اپنے نبی پر ایمان ہے تو اس کی پیروی کرو وہ تمہارے مذہب کے موافق ہو یا مخالف ۔ (تاریخ دعوت وعزیمت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جلد ۵ ص ۱۸۷۔۱۸۸ بحوالہ تفہیمات الہیہ مطبوعہ ڈابھیل ۱۹۳۶ء حصہ اول ص ۲۱۴۔۲۱۵)

جناب منور سلطان ندوی لکھتے ہیں:

شاہ ولی اللہ کا ایک مشہور نظریہ حدیث وفقہ کے درمیان جمع وتطبیق کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مذہب میں اگر فقہ حنفی میں کئی اقوال ملتے ہیں تو جو قول حدیث کے مطابق ہو، اس کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان اقوال کو قبل کرنا چاہیے جسے فقہائے محدثین نے اختیار کیا ہے۔ چوں کہ بہت سے مسائل میں فقہاء احناف ثلاثہ خاموش ہیں جب کہ اس سلسلہ میں حدیث کی روایتیں موجود ہیں اس لئے اس کا اختیار ضروری ہے اور یہ سب فقہ حنفی میں داخل ہیں۔ فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذھب الحنفی طریقة انیقة، ھی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت ونقحت فی زمان البخاری و اصحابہ۔ و ذلک ان یؤخذ من اقوال الثلاثة قول اقربھم بھا فی المسئلة۔ ثم بعد ذلک یتبع اختیارات الفقھاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فربّ شیء سکت عنہ الثلاثة فی الاصول وما تعرضوا لنفیہ و دلت الاحادیث علیہ فلیس بد من اثباتہ و الکل مذھب حنفی۔ فیوض الحرمین عربی ص ۴۸۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک عمدہ طریقہ ہے جو امام بخاری اور ان کے معاصرین کے زمانہ میں پائے جانے والے مشہور ومعروف طریقوں میں سب سے زیادہ سنت کے موافق ہے۔ اور وہ اس طرح کہ امام ابو حنیفہ امام محمد اور امام ابو یوسف میں سے جن کا قول سنت سے زیادہ قریب ہو اس کو قبول کیا جائے۔ اس کے بعد فقہاء احناف میں سے محدثین فقہا کے اقوال کو لیا جائے۔ بسا اوقات کسی مسئلہ میں تینوں حضرات سے کوئی اصولی بات مروی نہیں ہوتی اور نہ ان سے اس کی نفی ثابت ہوتی ہے، جب کہ اس مسئلہ سے متعلق حدیث موجود ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اس مسئلہ کا ثابت کرنا (حدیث کی روشنی میں) ضروری ہے، اور سب (طریقہ) مذہب حنفی ہے۔

و نحن نأخذ من الفروع ما اتفق علیہ العلماء لا سیما ھاتان الفرقتان العظیمتان الحنفیة و الشافعیة و خصوصاً فی الطھارة والصلاة۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فان لم یتیسر الاتفاق فناخذ بما یشهد له ظاهر الحد یث و معروفه و نحن لا نز دری احداً من العلماء فا لکل طالب الحق ، ولا نعتقد العصمة فی احد غیر النبی ﷺ (تفہیما ت الہیہ ۲ ۔ ص ۲۰۲) ۔ فروعی اور جزئی مسائل میں ہم ان مسائل کو اختیار کریں گے جن پر علماء احناف اور شوافع کا اتفاق ہو ۔ خاص طور سے طہارت اور ناز کے مسائل میں ۔ اگر (کسی مسئلہ میں) متفق علیہ قول نہ ملے تو جو حدیث سے قریب تر ہو، اس کو قبول کریں گے ، اور ہم کسی کی تحقیر و تذلیل نہیں کریں گے ۔ ہر ایک حق کا متلاشی ہے ۔ البتہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا کوئی معصوم نہیں ہے ۔ ..

لیکن بعد میں دو کا دائرہ مذاہب اربعہ تک بڑھا دیا ۔

وثانیها الوصاة با لتقید بهذه المذا ہب ا لاربعة لا ا خر ج منها و التوفیق ما استطعت ۔ و جبلی تابی التقلید و تانف منه راساً ولکن شیء طلب منی التعبد به بخلاف نفسی (فیوض الحرمین ص ۶۴) دوسری بات یہ وصیت فرمائی کہ ان ہی چاروں مذاہب کے دائرہ میں رہوں ۔ اس سے خروج نہ کروں ۔ البتہ حسب استطاعت جمع و توفیق کی کوشش کروں ۔ تقلید میری فطرت کے خلاف ہے اور اسے قطعاً ناپسند کرتی ہے لیکن نفس کے برخلاف اس کو اختیار کیا ہے، اس لئے کہ اس کے بغیر عمل ممکن نہیں ۔ (ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابناء ندوہ کی فقہی خدمات ۔ ص ۱۲۰۔۱۲۲)

تقسیم ہند سے قبل ایک دفعہ شاہ ولی اللہ کے مقلد یا غیر مقلد ہونے کی تحریری بحث چلی جس میں جناب ثناء اللہ امرتسری نے اہلحدیث کی طرف سے اور جناب عبید اللہ سندھی، جناب خیر محمد جالندھری، جناب محمد یوسف بنوری وغیرہ نے احناف کی طرف سے ماہنامہ الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں مضامین لکھے، جن کے جواب میں جناب ثناء اللہ امرتسری نے ہفت روزہ اہل حدیث میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

ہم نے (اہل حدیث کے) گذشتہ نمبروں میں علمائے اصول کی تصریحات پیش کر کے بتایا ہے کہ تقلید کرنا کسی عالم کا کام نہیں ۔ عالم وہی ہے جو ہر مسئلہ کو دلیل سے سمجھے، چاہے وہ حنفی کے موافق جائے یا شافعی کے ۔ صاحب جلالین کو عام طور پر شافعی کہا جاتا ہے بلکہ بعض من چلے ترقی کر کے امام بخاری کو بھی شافعی کہتے ہیں، حالانکہ تفسیر جلالین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور صحیح بخاری میں یہ دونوں حضرات کئی ایک مسائل میں امام شافعی کے خلاف گئے ہیں۔ امام بخاری تو امام شافعی کا نام بھی ابن ادریس سے زیادہ نہیں لیتے۔ بایں ہمہ تقلید پسندوں نے اتنے بڑے جلیل القدر عالم کو بھی امام شافعی کا مقلد لکھ دیا ہے۔ اسی طرح ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم سنتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ جیسے جلیل القدر بزرگ کو بھی مقلد کہا گیا اور کہا جاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار (محمد یوسف) بنوری صاحب کے قلم سے یہ فقرہ بھی نکل گیا:

.آپ کو اپنے طبعی رجحان یا میلان کے خلاف ان مذاہب کی تقلید پر مامور کیا گیا (الفرقان ولی اللہ نمبر۔ ص ۳۶۸)۔

یہ فقرہ اگر سہو قلم سے نہیں نکلا تو بڑا پر معنی ہے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا رجحان اور میلان تقلید کے خلاف تھا، کیوں تھا؟ اس لئے تھا کہ حسب تصریح بنوری، شاہ صاحب خدا تعالیٰ کی ایک حجت قاطعہ تھی۔ (الفرقان ولی اللہ نمبر ص ۳۶۰)۔ جو شخص اس درجہ کمال کو پہنچا ہو اس کو خواب میں یا کشف میں تقلید کا حکم دیا جائے تو یہ خواب یا کشف تعبیر طلب ہوگا۔ بس تعبیر اس کی یہی ہے کہ شاہ صاحب کو ارشاد ہوا کہ اپنے خداداد علم سے کام لے کر مذاہب اربعہ بلکہ مذاہب شتّی کے جس مسئلہ کو قرآن و حدیث کے موافق پائیں، اس پر عمل کر لیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کا یہی طرز عمل رہا، آپ ہر مسئلہ کو قرآن و حدیث سے جانچتے تھے۔ یہ کہنا بھی واقعات کے خلاف ہے کہ آپ آئمہ اربعہ کے دائرے میں مقید تھے۔ ہماری ناقص نظر میں چند مصنف ایسے باکمال تارک تقلید ہیں کہ وہ اپنی تحقیق کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے، چاہے ان کی رائے ساری دنیا کے خلاف ہو۔ ان حضرات میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں: حافظ ابن حزم اندلسی، داؤد ظاہری، شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی شاہ ولی اللہ وغیرھم۔ ان بزرگوں کے طرز کلام سے یہ امر صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو اپنا مطاع نہیں سمجھتے۔ یعنی کسی کے محض قول کو اس کی دلیل معلوم کئے بغیر حجت شرعی یا واجب الاتباع نہیں جانتے تھے۔

چونکہ اس وقت شاہ ولی اللہ کا مسلک زیر بحث ہے، اس لئے ہم ان کی حریت ضمیر کے ثبوت میں یہاں ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ آیت وعلی الذین یطیقونه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فدیة طعام مسکین میں جملہ اسلاف و اخلاف سے دو قول مروی ہیں۔ بعض تو یطیقونہ پر لا محذوف مانتے ہیں، جیسے جلالین میں لکھا ہے۔ دوسرے علماء کہتے ہیں کہ لا محذوف نہیں ہے بلکہ یہ آیت ہی منسوخ ہے جیسے صحیح بخاری میں بعض صحابہ سے منقول ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ حکم ہوا تھا کہ روزہ کی طاقت رکھنے والہ اگر روزہ نہ رکھے تو اس کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ شاہ صاحب ان ہر دو اقوال کو ناپسند کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مترجم گوئد ہمیں دو توجیہ از سلف منقول است۔ وقلق خاطر از ہر دو نمے رود زیرا کہ حذف لا جائز دراں جاست کہ معنی مشتبہ نشود وایں جا معنی مشتبہ مے شود ولہذا جمع عظیم از سلف قائل شدہ اند بوجہ ثانی وفرود آوردن آیت بایں معنی با وجود ابا لفظ گویا برہم کردن.... ہست دامن از معانی قرآن بر مے خیزد وآنانکہ قائل برنسخ شدہ اند زیادہ از مفہوم آیت وعمل مستمر مسلمین شاہد ایشاں نیست و وجوب قول بہ نسخ دیں صورت اگرچہ از صحابی منقول شود (اس لفظ پر غور کریں) محل نظر است۔ زیرا کہ امر اجتہادیست پس وجہ دیگر بر خاطر ایں فقیر ریختند کہ قلق ازاں برخاست واللہ اعلم یعنی و واجباست فدیہ نفس خود بانفس ولد ومملوک خود وآں فدیہ طعام یک مسکین یعنی فراخور یک مسکین است با اہل او باشد برآنانکہ طاقت دادن۔ آں فدیہ دارند۔ پس مراد صدقۃ الفطر است کہ در ہر سال یکبار وز روز فطر از خود ومملوک خود مے باید داد (مصفی شرح موطا۔ص ۲۲۲)۔

یعنی شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے لئے سلف کے دونوں قول تسلی بخش نہیں ہیں۔ میرے دل میں خدا کی طرف سے جو ڈالا گیا ہے، جس سے میری تسلی ہوگئی ہے، وہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر جو فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہوں روزہ رکھنے کے علاوہ ایک مسکین کو اس کے عیال سمیت کھانا دینا واجب ہے جس سے مراد صدقہ فطر ہے۔

یہاں شاہ صاحب نے دو تفرد اختیار کئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے اس آیت کو حکم صیام سے الگ کر دیا ہے حالانکہ صحیح بخاری میں بعض صحابہ سے منقول ہے کہ وہ اس کو رمضان کے روزوں سے متعلق سمجھتے تھے۔ دوسرے یطیقونہ میں ضمیر منصوب فدیہ کی طرف پھیری ہے جو اضمار قبل الذکر ہے۔ جس کا قائل سلف میں سے کوئی نہیں ہے۔

کس قدر حریت ضمیر ہے کہ کچھ پرواہ نہیں کہ میرا قول سب کے خلاف ہے۔ بایں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمہ ایسے ذی شان حریت پسند بزرگ کو بھی تقلید پسند حضرات اگر تقلید کی چار دیواری میں مقید کرنے کی کوشش کریں تو کہا جائے گا فیا للعجب و ضیعۃ الادب

فاضل بنوری نے شاہ ولی اللہ کا مسلک بطور اختصار یوں لکھا ہے۔

۱۔ آئمہ اربعہ کے اختلافات کے بارہ میں آپ کی پوری تشفی ہوگئی ہے اور اس کا صحیح منشا بھی سمجھ گئے ہیں۔

۲۔ نبی کرم ﷺ نے آپ کو وصیت فرمائی ہے کہ مذاہب اربعہ کے دائرے سے باہر نہ نکلیں اور جہاں تک ممکن ہو ان میں تطبیق کریں۔

۳۔ آپ کو اپنے طبعی رجحان یا میلان کے خلاف تقلید پر مامور کیا گیا۔

۴۔ آپ کو حکم دیا گیا کہ فروعی مسائل میں بھی حنفیہ کے خلاف نہ کریں جب تک صراحۃً کسی حدیث کی مخالفت نہ ہو۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے علم وفہم سے نوازا جس کے ذریعے ہندوستان میں رائج حنفیت کی اصلاح کرسکیں۔ عام حنفی علماء کے غلو سے جو اس کے حقیقی خدوخال چھپ گئے ہیں اس کو واضح کرسکیں۔

۶۔ حنفیہ اور شافعیہ جس پر متفق ہوں اس پر آپ ضرور عمل کرتے ہیں۔ اگر ان میں اختلاف ہو تو اس جانب کو اختیار کرتے ہیں جس کی تائید حدیث سے ہوتی ہو۔

۷۔ آپ مجتہدین امت کی اتباع ضرور کرتے ہیں۔ متاخرین کی تخریجات جو وہ قدماء کے کلام سے کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ اسے بھی آپ قبول کریں۔

ان نتائج پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب ایک فقیہ النفس حنفی محدث ہیں۔ (الفرقان۔ شاہ ولی اللہ نمبر۔ ص ۳۶۸)

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:۔

اگر ہم ان سب فقرات کو صحیح تسلیم کرلیں تو بھی شاہ صاحب کو مقلد کہنا صحیح نہیں ہوسکتا کیونکہ مقلد کی تعریف میں دلیل کا عدم علم داخل ہے اور حسب تصریح امام غزالی تقلید علم کے کسی درجے میں نہیں ہے (مستصفی) اس لئے ہم ان فقرات کو صحیح مان کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاہ صاحب جس قول کو پسند کرتے تھے اپنی تحقیق سے کرتے تھے۔

ان فقرات میں سے چوتھا فقرہ قائلین تقلید کے لئے کیسا دل خوش کن ہے کہ شاہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب کو حکم دیا گیا کہ فروعی مسائل میں بھی حنفیہ کا خلاف نہ کریں جب تک کہ صراحۃً کسی حدیث کی مخالفت نہ ہو۔

یہ فقرہ عجیب ذو معنی ہے جو بہت دور اندیشی سے لکھا گیا ہے۔لیکن با وجود ذو معنی ہونے کے قائلین تقلید کو مضر ہے اور منکرین کو مفید۔مثلاً شاہ صاحب کا فرمانا والذی یرفع احب الیّ ممّن لا یرفع (حجۃ اللہ البالغہ)۔حنفی مذہب میں رفع یدین سنت یا مستحب نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ فعل افعال صلوۃ میں نہیں ہے۔شاہ صاحب نے اپنے اس کلام میں حنفی مذہب کے خلاف ارشاد فرمایا ہے۔یقیناً کسی حدیث کی بنا پر آپ نے اختلاف کیا ہوگا۔ وہ حدیث حضرت ابن عمر کی ہو یا ابوحمید ساعدی کی۔ پھر کیا نامہ نگاران الفرقان بریلی یا بالفاظ دیگر متبعین تقلید تسلیم کریں گے کہ حنفیہ کا یہ مسئلہ حدیث کے خلاف ہے؟ صحیح جواب ہماری خوشی کا موجب ہوگا۔

فاضل بنوری کے مقالہ کی تشریح جناب خیر محمد جالندھری کے قلم سے اسی رسالہ میں شائع ہوئی ہے موصوف نے لکھا ہے کہ.مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تقلید کی حقیقت کے متعلق مختصراً کچھ عرض کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے تقلید کی تعریف یوں نقل کی ہے

التّقلید اتّباع الا نسان غیرہ فیھا یقول او یفعل معتقداً للحقیّۃ من غیر نظر الی الدلیل۔اس کا ترجمہ آپ (جالندھری) نے یوں کیا ہے:

تقلید (اصطلاح میں کہتے ہیں) کسی آدمی کا کسی دوسرے کے قول یا فعل کی محض حسن ظن یا عقیدت سے اتباع کرنا، ایسی اتباع جو ابتداء (یہ لفظ کسی قابل فرض کے لئے مترجم کی طرف سے ایزاد کیا گیا ہے ورنہ کسی لفظ کا ترجمہ نہیں ہے) دلیل میں غور کرنے پر مبنی نہیں (الفرقان۔ص۳۵۲ ولی اللہ نمبر)۔

آپ کی اس تعریف سے بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ تقلید کی ماہیّت میں مسئلے کی دلیل سے بے علمی داخل ہے۔منطقی اصطلاح میں اس کو قضیہ مشروطہ عامہ بنا کر یوں کہا جائے تو بالکل صحیح ہے کہ زید مقلّد ما دام جاھلاً بالدّلیل یعنی زید مقلد ہے جب تک وہ دلیل سے جاہل ہے۔

مقلد کی اس جہالت اور بے علمی کو ملحوظ رکھ کر شاہ صاحب کے ان الفاظ پر غور کیجئے جو فاضل بنوری نے نقل کئے ہیں۔شاہ صاحب پر سوال ہوا تھا جس کا جواب حسب بیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنوری انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے

. سوال ۔آنکہ عمل تو درمسائل فقہیہ برکدام مذہب است؟ گفتم بقدرامکان جمع می کنم درمذاہب مشہورہ مثلاً صوم وصلاۃ و وضو وغسل وحج بوضعے واقع می شود کہ ہمہ از اہل مذاہب صحیح دانند وعندتعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیث عمل می نمائم وخدائے رعالی ایں قدرعلم دادہ است کہ فرق میان ضعیف وقوی کردہ شود۔ (الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر۔ص ۳۷۰)

جناب ثناء اللہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحب کا یہ قول حضرت ممدوح کی ذات خاص کے متعلق فیصلہ کن ہے ۔ فاضل بنوری وقابل جالندھری ہر دو صاحب تقلید کی منقولہ تعریف اور شاہ صاحب کے قول کو ملحوظ رکھ کر بتائیں کہ ایسا شخص جو دلیل سے کسی بات کو اختیار کرتا ہے جیسا کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ازروئے دلیل عمل کرتا ہوں، مقلد ہوسکتا ہے؟ علماء محصلین کسی شئے کی تعریف اسی غرض سے کرتے ہیں کہ اس کے مصادیق معلوم ہو سکیں۔ اسی لئے وہ تعریف کو معرف کہا کرتے ہیں یعنی معرفت کرانے والی چیز۔ چنانچہ اہل منطق کا قول ہے معرف الشیء ما یقال علیہ لافادۃ تصورہ ۔ پس اس مسلمہ قانون کے ماتحت تقلید کی تعریف کو ملحوظ رکھ کر شاہ صاحب کے مسلک کو جانچا جائے مطلع بالکل صاف ہے۔ کہ تقلید آپ کے خواب وخیال میں بھی نہ آئی تھی ۔ یہاں تک تو بحث شاہ صاحب کی ذات خاص کے بارے میں تھی۔ باقی رہی یہ بات کہ تقلید شخصی جو ملک میں رائج ہے، اس کی ابتدا کب سے ہے؟ اس کا صحیح جواب بالاتفاق یہ ہے کہ حسب تسلیم جناب خیر محمد جالندھری دوسری صدی ہجری کے بعد شروع ہوئی (الفرقان۔شاہ ولی اللہ نمبر۔ص ۳۷۶) ۔

بہت خوب! اس سے پہلے مسلمانوں میں کیا رواج تھا؟ اسی تقلید غیر شخصی کا (الفرقان ص ۳۷۳ ولی اللہ نمبر) ۔تقلید غیر شخصی کس کو کہتے ہیں؟ بقول شاہ صاحب اور حسب تسلیم جالندھری صاحب کوئی شخص جس عالم سے چاہتا فتوی پوچھ کر عمل کر لیتا۔ مثلاً جالندھر کے لوگ جناب خیر محمد سے پوچھ لیتے اور دہلی والے علماء دہلی سے پوچھ لیتے ۔غرض جو جس سے چاہتا مسئلہ پوچھ کر عمل کر لیتا اور مفتی کی جو تحقیق ہوتی وہی بتا دیتا۔

فاضل جالندھری اور ان کے ہم نوا دوسرے علماء للہ ہمارے اس سوال کا جواب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیں کہ یہ دو مسلک جن میں سے پہلا مسلک وہ ہے جو پہلی صدی ہجری میں رائج تھا، دوسرا مسلک وہ جو دوسری صدی کے بعد جاری ہوا، ان دونوں میں سے سلف صالحین کا مسلک کس کو کہا جائے گا؟ بس گفتگو کا مدار اسی سوال کے جواب پر ہے۔

جناب خیر محمد نے تقلید کے مضمون پر ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس میں بڑی بات ہم نے یہ دیکھی ہے کہ آپ نے تقلید کا محل بتایا ہے، یعنی کن امور میں تقلید جائز ہے اور کن امور میں ناجائز؟ آپ نے صرف مسائل اجتہادیہ کو محل تقلید قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

مسائل فرعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا ثبوت ایسی آیات اور ایسی احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہے کہ جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا اور وہ کئی وجوہ کو بھی متحمل نہیں بلکہ ان مسائل پر ان کی دلالت قطعی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں مجتہد اجتہاد نہیں کیا کرتا کیونکہ اجتہاد کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ حکم صراحۃً منصوص نہ ہو۔ جب یہ محل اجتہاد ہی نہ ہوئے تو ایسے مسائل میں کسی کی تقلید کی حاجت نہ رہی۔ دوسری قسم وہ مسائل ہیں کہ جن کا ثبوت صراحۃً کسی آیت یا حدیث صحیح سے نہیں پایا جاتا، یا ثبوت تو پایا جاتا ہے مگر وہ آیت یا حدیث کئی وجوہ کی محتمل ہے۔ یعنی ایک معنی پر دلالت کرنے میں قطعی نہیں۔ یا وہ کسی دوسری آیت و حدیث سے بظاہر متعارض ہے۔ ایسے مسائل کو اجتہادیہ اور غیر منصوصہ کہتے ہیں۔ ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد سے معلوم ہوسکتا ہے۔ چونکہ تمام جزئیات اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناکس بلا تکلف ان کا معنی و حکم سمجھ سکے اور ان میں اجتہاد کو دخل نہ ہو بلکہ بہت سے مسائل اجتہادیہ ہیں کہ جن میں اجتہاد کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا امت کے بعض افراد کو ایسی قوت استنباط اور اجتہاد کا عطا کیا جانا ضروری تھا کہ جن کے ذریعے وہ نصوص میں غور و فکر کر کے مسائل جزئیہ اجتہادیہ غیر منصوصہ کے احکام نکال کر عامہ امت کیلئے عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیں۔ (خیر التنقید فی سیر التقلید ص ۷۔۸)

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ جناب خیر محمد کے ان الفاظ سے تقلید کا مسئلہ بہت کچھ حل ہو گیا کیونکہ جتنے احکام اور نواہی قرآن و حدیث میں منصوص ہیں اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص مسئلہ رفع یدین کو حدیث میں مصرح پا کر عمل کرتا ہے وہ غیر مقلد ہے۔ دوسرا شخص اسی فعل کو غیر مثبت پا کر عمل نہیں کرتا وہ بھی غیر مقلد ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح آمین بالجہر اور قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ ان کے علاوہ زکوۃ صیام اور حج وغیرہ کے متعلق جتنے احکام بھی منصوص ہیں ان پر عمل کرنیوالہ مقلد نہیں، غیر مقلد ہے۔

اب موصوف مہربانی کر کے ہم کو ان مسائل کی فہرست دیدیں جو منصوص نہیں ہیں اور ان میں تقلید ضروری ہے تا کہ ہم بھی ان پر غور کریں۔ ہم شکر گذار ہیں کہ موصوف کی سعی سے تقلید کی نزاع بڑی حد تک ختم ہوگئی اور جو باقی رہ گئی وہ شائد اتنی کم ہو کہ اس کی ضرورت بھی نہ پڑے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء۔ ص ۳۔ ۶)

الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں جناب مناظر احسن گیلانی کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں انہوں نے شاہ صاحب کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: جبلتی تا بی التقلید و تانف منه رأ ساً (فیوض الحرمین)۔ اور ترجمہ یوں کیا: تقلید سے میری جبلت انکار کرتی ہے اور بالکلیہ اس سے بھڑکتی ہے۔ (الفرقان مذکور۔ ص ۱۸۸)۔

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:

شاہ صاحب کی اس قلبی شہادت حقہ کو ملحوظ رکھ کر آپ کا مندرجہ ذیل فقرہ پڑھئے تو مطلب صاف ذہن میں آتا ہے۔ اگر صرف لا تقربوا الصلوۃ پر اکتفا کریں تو سراسر گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ شاہ صاحب کا دوسرا قول جو الفرقان (ص ۱۸۸) میں نقل کیا گیا ہے یوں ہے ولکن طلب منی التعبد به بخلاف نفسی لیکن میں کیا کروں کہ میرے اقتضائے نفسی کے خلاف ان مذاہب اربعہ کی پابندی ہی کا مجھ سے مطالبہ ہے اور اس بارہ میں مجھے سر نیاز جھکا دینے ہی کا حکم ہے۔

جناب ثناء اللہ کہتے ہیں کہ ان دونوں حوالوں میں تطبیق دینا ہمارا فرض ہے۔ علم اصول اور علم معانی کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی کلام کے معنی متکلم کے خلاف منشاء نہیں لینے چاہییں۔ پس اس اصول کے ماتحت ہم سوچتے ہیں تو مطلع صاف ہو جاتا ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں میرا دل تقلید سے سخت متنفر ہے باوجود اس کے مجھے مذاہب کی تقلید کرنے کا حکم دیا گیا۔ اچھا تو آپ نے ان مذاہب کی تقلید کس طرح کی؟ اس کا جواب ہم شاہ ولی اللہ ہی کے الفاظ میں پہلے بتا چکے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

باقوی مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیث عمل می نمائم (ولی اللہ نمبر ص ۳۷۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارباب تقلید شاہ ولی اللہ کے اس ارشاد پر غور کر کے ہمیں اطلاع دیں کہ کیا آپ لوگ بھی اسی طرز کی تقلید کرتے ہیں۔ اگر آپ کی تقلید بھی ایسی ہی ہے تو پھر نزاع ختم۔ مگر کتب اصول کی اصطلاح میں اس کو تقلید شخصی، بلکہ مطلق تقلید بھی نہیں کہتے کیونکہ تقلید کی تعریف میں دلیل کا عدم علم داخل ہے۔

مزید یہ کہ مسئلہ تقلید کے متعلق شاہ صاحب کے ارشادات تین حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں

۱۔ دوسو سال تک تقلید شخصی وجود میں نہ آئی تھی۔

۲۔ میری طبیعت تقلید سے نفرت کرتی ہے۔

۳۔ مجھے خواب میں آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان مذاہب اربعہ سے خروج نہ کروں۔

تیسرا فقرہ ارباب تقلید کے نزدیک مدار کار ہے، لہذا ہم اس کے متعلق اہل علم سے ایک بات پوچھتے ہیں کہ آپ حضرات خوب جانتے ہیں کہ ادلہ شرعیہ چار ہیں: قرآن حدیث اجماع اور قیاس۔ یہ بحث الگ رہی کہ اجماع اور قیاس حجت بالذات ہیں یا حجت بالغیر۔ سر دست ہم اس کو زیر بحث نہیں لاتے بلکہ یہ تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ادلہ شرعیہ چاروں چیزیں ہیں۔ کسی بزرگ کا خواب یا کشف ان میں داخل نہیں ہے۔ اگر اس کو بھی دلیل بنایا جائے گا تو ادلہ شرعیہ چار نہ رہیں، پانچ ہو جائیں گی۔ حالانکہ چار ہی ہیں۔ اور یہ تو کھلی بات ہے کہ خواب یا کشف اگر کچھ ہو بھی، تو نصوص کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں۔ اور یہ بات بھی بدیہی ہے کہ جس امر کا رواج دوسو سال تک نہیں ہوا حالانکہ خیر القرون بھی اسی عرصہ میں داخل ہے تو وہ امر شریعت کی طرف سے مامور بہ کیسے ہو سکتا ہے؟ پھر اس کو دوسری صدی کے بعد مامور بہ بنانا علم شرعیات کے صریح خلاف ہے۔ ورنہ ہر اہل بدعت اپنی بدعت اسی اصول سے صحیح ثابت کر لے گا۔ تعزیہ ہو یا مجلس مولود، ہر بدعت جائز ٹھہر جائے گی۔

تقلید اور عدم تقلید کے مسئلہ پر بحث میں ہم دونوں گروہ اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں کہ دوسو سال تک یعنی صحابہ تابعین بلکہ تبع تابعین کے زمانہ تک تقلید شخصی نہ تھی۔ آج جو فریق تقلید شخصی کا منکر ہے وہ زمانہ سلف صالحین کا متبع ہے اور جو شخص تقلید شخصی کا قائل ہے وہ بقول خود تیسری چوتھی صدی ہجری کے مسلمانوں میں شمار ہوتا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۸، اپریل ۱۹۴۱ء ص ۳۔۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الفرقان کے شاہ ولی اللہ نمبر میں جناب عبید اللہ سندھی کا بھی ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ جناب ثناء اللہ امرتسری اس مضمون کے مندرجات پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

. الفرقان کے باقی نامہ نگاروں نے تو شاہ ولی اللہ کو مقلد لکھنے سے بھی نہیں گریز کیا..مگر جناب سندھی نے تھوڑی سی ترقی کر کے آپ کو مجتہد منتسب لکھا ہے. ہمارے خیال میں برادران دیو بندیہ اس خاص موضوع پر علوم مدونہ کی پابندی میں گفتگو کریں تو مطلع صاف نظر آ جاتا ہے ۔مگر ہمیں گلہ ہے کہ وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے ۔علوم مدونہ سے ہماری مراد فقہ اور اصول فقہ وغیرہ ہیں ۔

مجتہد ومنتسب کس کو کہتے ہیں؟ اس کی تعریف کیا ہے؟ وہ کس حکم میں ہوتا ہے؟ ہماری تحقیق یہ ہے کہ وہ دنیا میں عنقا کے حکم میں ہے، یعنی کوئی وجود پذیر شیء نہیں ہے۔ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ اصول میں اپنے امام کا متبع ہو کر فروع میں اجتہاد کرے اس کی مثال میں سب سے پہلے امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کو پیش کیا جاتا ہے ۔حالانکہ بقول علامہ سبکیؒ اور امام غزالیؒ وہ بہت سے اصولوں میں اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے مذہب سے اختلاف کرتے تھے۔قاضی دبوسی نے خاص اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ان اصولوں کی تفصیل بتائی ہے جن میں صاحبین اپنے استاد سے مختلف تھے شاہ ولی اللہ نے کہیں اپنے لئے اس منصب کا اظہار نہیں کیا، نہ قولاً، نہ فعلاً ۔ بلکہ آپ نے ہمیشہ اپنا طریق عمل وہی ظاہر کیا جو ایک مجتہد مستقل کی شان ہے ۔آپ کے الفاظ الفرقان میں یوں منقول ہیں:

بقدر امکان جمع مے کنم در مذاہب مشہورہ..و عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل وموافقت صریح حدیث عمل مے نمائیم وخدا تعالی ایں قدر علم دادہ است کہ فرق میان ضعیف وقوی کردہ شود۔ (الفرقان مذکور۔ص ۳۷۰)

تعجب ہے کہ مقالہ نویس فاضل بنوری نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ

شاہ صاحب مجتہد مطلق نہ تھے بلکہ ان محدثین وفقہائے امت میں سے تھے جو مذاہب کے احکام وادلہ سامنے رکھ کر قوی وضعیف کا فیصلہ بخوبی کر سکتے ہیں ۔ ورنہ جو شخص درجہ اجتہاد مطلق کو پہنچ جائے اس پر دوسرے کی تقلید حرام ہو جاتی ہے (اس موقع پر تقلید کا ذکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا سوائے محبت تقلید کے کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ ورنہ یہاں اس کے ذکر کا کوئی موقع نہیں تھا۔ کیونکہ شاہ ولی اللہ نے کسی امام کی تقلید نہیں کی کہ اس کے نفی کرنے کی ضرورت ہوتی، بلکہ تقلید کے خلاف اظہار فرماتے ہیں کہ میں جس بات کو لیتا ہوں دلیل کے ساتھ لیتا ہوں۔ ایسا کہنا دراصل اس مقولے کی طرف اشارہ ہے جو امام احمد سے منقول، ہے آپ نے فرمایا تھا لا تقلدنی ولا تقلدن ما لکاً خذوا عما اخذوا۔ (عقد الجید) یعنی نہ میری تقلید کرو، نہ مالک وغیرہ کی بلکہ وہاں سے احکام لیا کرو جہاں سے انہوں نے لئے، یعنی قرآن و حدیث سے۔ نکتہ رس اصحاب غور کریں تو ان دو فقروں میں ایک منفی ہے دوسرا مثبت۔ منفی تقلید ہے اور مثبت اتباع قرآن و حدیث۔ یعنی قرآن و حدیث سے احکام اخذ کرنا۔ دیکھنا یہ ہے کہ شاہ صاحب کا عمل منفی پر ہے یا مثبت پر؟ لاریب مثبت پر اور مثبت مرادف نقیض تقلید ہے۔ ثناء اللہ) پس یہ جامعیت کا مسلک ہی ہمیں بتا رہا ہے کہ آپ مجتہد نہ تھے۔ ورنہ جواب میں صاف فرما دیتے کہ میں اپنے عصر کا مجتہد ہوں۔ کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہوں۔ (الفرقان مذکور۔ ص ۳۷۰)۔

(جناب ثناء اللہ کہتے ہیں) یا للعجب! اپنے معاصرین اور سابقین کے اقوال سامنے رکھ کر اس قول کو اختیار کرنا جو قرآن و حدیث کی دلائل سے مدلل ہو، مجتہد کی شان کے خلاف ہے؟ ہرگز نہیں۔ امام محمدؒ کی کتاب الآثار دیکھنے والا کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ شاہ ولی اللہ صاف لکھتے ہیں کہ خدا نے مجھے اتنا علم دیا ہے کہ میں ہر ایک مسئلہ کو قرآن و حدیث کی دلیل سے سمجھ سکتا ہوں۔ اسی لئے آپ اس امر میں کسی امام کی موافقت کا التزام نہیں فرماتے۔

مختصر یہ کہ باصطلاح علمائے اصول امت کی تین قسمیں ہیں۔

عوام مقلدین۔ مجتہد منتسب۔ مجتہد مطلق۔

الفرقان کے کئی نامہ نگاروں نے شاہ صاحب کو مقلد کے درجے میں رکھا ہے ان میں ایک جناب خیر محمد جالندھری ہیں جنہوں نے شاہ صاحب کو حنفی المذہب مقلد لکھا ہے (الفرقان مذکور۔ ص ۳۷۷)۔ ایسا کہنا شاہ صاحب کی توہین ہے کیونکہ علماء کا قول ہے کہ مقلد عالم نہیں ہوتا (اعلام الموقعین لابن قیم۔ المستصفی للغزالی) مگر اس کے برعکس جناب سندھی نے ترقی کر کے آپ کو دوسرے درجے کا ٹکٹ دیا ہے۔ یعنی آپ کو مجتہد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منتسب قرار دیا ہے۔مگر ہم شاہ ولی اللہ کو مجتہد مطلق سے کم تجویز کرنا ان کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ممدوح نے جو فرمایا ہے کہ مجھے ہر مسئلے کو دلیل کے ساتھ جاننے کا علم دیا گیا ہے یہی شان اجتہاد ہے۔

حضرات! آپ سے مخفی نہ ہوگا کہ حسب تصریح علماء اصول ادلہ شرعیہ چار ہیں۔قرآن حدیث، اجماع اور قیاس۔کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ فیوض الحرمین، جس کے حوالے آپ لوگ اکثر دیتے رہتے ہیں، اصولی طور پر ان ادلہ اربعہ میں سے کس دلیل کے درجہ میں ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث نہیں ہے۔اسی طرح اجماع اور قیاس بھی نہیں ہے۔آخر اس کے لئے پانچواں درجہ کون سا ہے؟ اس سوال سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں جو ذکر ہے کہ شاہ صاحب کو آنحضرت ﷺ نے وصیت فرمائی کہ اپنے زمانے کے عوام کی مخالفت نہ کرو اور نہ مذاہب اربعہ سے خروج کرو، یہ قول نبوی حدیث مرفوع کے حکم ہے یا موقوف کے حکم میں؟ حسب تصریح علماء اصول یہ حدیث کیسی ہے؟ استدلال سے پہلے اس کا نام تجویز فرمائیں۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا، اب ہم اصل بات پر آتے ہیں۔

ان دونوں بزرگوں (امام ابو یوسف۔امام محمد، جن کو مجتہد منتسب کہا جاتا ہے) کی بابت علامہ سبکی کی رائے یہ ہے فانهما يخالفان اصول صاحبهما (ای ابی حنیفه) یہ دونوں صاحب اصولوں میں بھی اپنے استاد کی مخالفت کرتے تھے۔جناب عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں کہ علماء طبقات نے امام ابو یوسف اور امام محمد کو مجتہد فی المذاہب میں شمار کیا ہے جو اپنے اصول مقررہ میں اختلاف نہیں کرتے تھے۔حالانکہ یہ بات صحیح نہیں کیونکہ ان دونوں کی اپنے امام سے اصول میں جو مخالفت ہے وہ بہت زیادہ ہے، یہاں تک کہ امام غزالی نے کتاب منخول میں کہا ہے کہ ان دونوں نے اپنے امام سے دو ثلث مذہب میں اختلاف کیا ہے (مقدمہ شرح وقایہ۔ ص ۸) ان دو شہادتوں کے علاوہ کئی ایک اور شہادتیں ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں صاحب مجتہد منتسب نہیں تھے بلکہ مجتہد مطلق تھے۔جناب سندھی کی مراد مجتہد منتسب سے اگر ایسے ہی مجتہد ہیں جو اپنے امام کی اصول میں بھی مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں بھی اس سے اختلاف نہیں ہے۔ لا مشاحة فی الا صطلاح۔ہمیں پورا یقین ہے کہ مجتہد منتسب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محض ایک اصطلاحی لفظ ہے جس کے کوئی معنی نہیں ہیں ۔ یہ اصطلاح دراصل اس خیالی قلعے کو مضبوط بنانے کے لئے وضع کی گئی ہے کہ اس زمانے میں ان چار مشہور مجتہدین کے سوا کوئی اور مستقل مجتہد پیدا نہیں ہوا بلکہ سب انہی کی تقلید کرتے رہے ہیں ۔ اس لئے جو شخص ایسے اوصاف سے موصوف نظر آتا ہے جو مجتہد کی شان سے مخصوص ہیں اس کو مجتہد منتسب بنا دیتے ہیں ۔ افسوس، جناب سندھی نے اسی ہوائی قلعے کی پشتیبانی کرنے کی کوشش کی ہے مگر کتب فن سے اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا ۔ ہم اس بارے میں شاہ صاحب کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس میں آپ محدثین اور فقہاء کے طریق افتاء کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

باید دانست کہ سلف در استنباط مسائل و فتاوی بر دو وجہ بودند ۔ یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع مے کردند و از آنجا استنباط مے نمودند و ایں طریقہ اصل راہ محدثین است ۔ و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمع از آئمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا پس ہر مسئلہ کہ دارد مے شد جواب آں از ہماں قواعد طلب مے کردند و ایں طریقہ اصل راہ فقہا است ۔ (مصفی شرح مؤطا ۔ ص ۴) ۔

اس صریح عبارت کے ساتھ شاہ ولی اللہ کے وہ الفاظ بھی منضم کیجئے جو ہم نے ابھی الفرقان سے نقل کئے ہیں تو مطلع صاف ہو جاتا ہے ۔ چونکہ وہ الفاظ اس مصرع کے مصداق ہیں ھو المسک ما کررتہ یتوضوع اس لئے ہم ان کو اس جگہ مکرر نقل کر دیتے ہیں ۔ سنئے شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں : عند تعذر الجمع باقوی مذاہب از روئے دلیل و موافقت صریح حدیث عمل مے نمائم (الفرقان مذکور ۔ ص ۳۷۰) ۔

یہ عبارت شاہ ولی اللہ کا جو طریق عمل بتا رہی ہے وہ بالکل محدثین کے موافق ہے اہل علم شاہ صاحب کے دونوں مقولوں کو سامنے رکھ کر ارشاد خداوندی اعد لوا ھو اقرب للتقوی پر عمل پیرا ہوں تو مضمون بالکل صاف ہے کہ شاہ صاحب اجلّہ مجتہدین میں سے تھے ۔ اس موقع پر مجھے حضرت مولانا سید نذیر حسین معروف میاں صاحب کا مقولہ یاد آتا ہے جو میں نے خود سنا تھا ۔ آپ فرماتے تھے کہ

حضرت شاہ صاحب کی قوت استدلالیہ امام غزالی کی قوت استدلالیہ سے زیادہ تھی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب عبید اللہ سندھی فقہ حنفی اور ہند کی سرخی کے تحت لکھتے ہیں :۔

ہندوستان جب سے فتح ہوا اس میں حنفی فقہ برسر اقتدار رہی ۔ہم ہندوستان میں اسی لئے فقہ حنفی کے خصوصی واجب ہونے کا فتوی دیتے ہیں کہ شروع اسلام سے یہاں سوائے فقہ حنفی کے اور کوئی فقہ معلوم ہی نہیں ہوتی۔ایران کے اثر سے شیعہ کی حکومت یہاں قائم ہوئی مگر وہ اسکول ہی علیحدہ ہے، اس سے ہماری بحث نہیں ۔مسلمانان ہند کی اکثریت حنفی مذہب کی پابند ہے۔ ہند میں جب اسلام آیا تو یہاں کے ایک بڑے حصے نے اس کو اجنبی چیز سمجھا مگر کافی زمانے کے تامل وتعاون اور بڑی بڑی سلطنتوں اور بڑے حکماء اور صوفیاء کی محنتوں سے ہندوستانی قوم نے اسلام کو اپنی چیز بنالیا۔ یہ اسلام ان کے قلوب واذہان میں حنفی صورت میں آیا۔اس لئے حنفیت ہندوستانی قوم کا قومی مذہب ہے ۔اب یہاں کوئی مصلح ومجدد اس طرح کبھی کام نہیں کرے گا کہ جہاں حنفیت کی رعائت ممکن ہو وہاں بھی اس کی پرواہ نہ کرے ۔اس مذہب نے ہندوستان میں اتنا توسع پیدا کرلیا ہے کہ ہر محقق کے لئے حنفیت سے باہر جانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔اس کو شاہ صاحب نے فیوض الحرمین میں ضبط کردیا ہے اور کئی بار لکھا ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لا تخالف عوام بلادك اسی بنا پر ہم نے شاہ صاحب سے تعلق رکھنے والے ایسے لوگوں کو جو حنفی بننا نہیں چاہتے ہندوستانیت سے خارج کردیا ہے۔انہیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہندوستانی معاملات میں دخل دیں ۔

(الفرقان ولی اللہ نمبر۔ص ۳۰۸)۔

(جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں)

بہت اچھا صاحب، مگر اتنی اجازت تو دیجئے کہ یہ لوگ (تارکین حنفیت) مسلم لیگ کے ممبر تو بن سکیں ۔ جناب (سندھی) چونکہ لیگی نہیں، بلکہ کانگریسی ہیں اس لئے شائد آپ لیگی بننے کی اجازت نہ دیں ۔لہذا جناب سندھی کو چاہیے کہ ایسے مسلمانوں کو کانگریس میں داخل ہونے کی اجازت فرمادیں۔اگر ان کو اس کی بھی اجازت نہیں ہے تو غور کریں کہ گاندھی جی، مسٹر بھولا بھائی ڈیسائی، اور پنڈت جواہر لال نہرو وغیرہ جو نہ مسلم ہیں نہ حنفی، وہ تو آپ کے اصول پر ہندوستانیت سے بالکل خارج ہونے کے لائق ٹھہریں گے ۔اور سنیئے! جناب ابوالکلام آزاد کانگریس کی صدارت تو کیا کانگریس کی ممبری کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی قابل نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ بھی اسی فعل ترک حنفیت کے مرتکب ہیں۔ اس بنا پر ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ آئندہ کانگریس کا نام انڈین نیشنل حنفی کانگریس رکھا جائے گا۔

لطف یہ کہ خود مولانا سندھی لکھتے ہیں کہ مسلمانان ہند کی اکثریت حنفی مذہب کی پابند ہے، اگر یہ بات مان لی جائے تو اقلیت کو ہندوستانیت میں دخل دینے کے حق سے کیوں محروم کیا جائے۔

جناب سندھی کا فتوی تو بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ڈاکٹر مونجے نے کہا تھا کہ ہندوستان میں مسلمان چونکہ اقلیت میں اس لئے انہیں نظر انداز کر دینا چاہیے۔

اب ہم جناب سندھی کی مندرجہ بالا عبارت پر ذرا تفصیل سے نظر ڈالتے ہیں۔ سب سے پہلے جو مسلمان فاتحانہ حیثیت سے ہندوستان میں آئے تھے ان کا مذہب کیا تھا؟ یعنی محمد بن قاسم فاتح سندھ اور اس کی جماعت کا کیا مذہب تھا؟ یہ بھی فرمائیے کہ اس زمانے میں حنفیت کسی ملک میں پائی جاتی تھی یا ابھی معرض وجود میں بھی نہ آئی تھی؟

سب سے پہلے جو جماعت اس ملک میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئی تھی وہ حنفی المذہب نہ تھی، بلکہ حنفیت کے نام سے بھی واقف نہ تھی۔ اگر آپ کے نزدیک قاعدہ الفضل للمتقدم کے خلاف پچھلے فاتحین مراد ہیں تو فرمائیے کہ ہمایوں اور اکبر کس مذہب کے فرمانروا تھے؟ بابر کو بھی نہ بھول جائیے، جس کا قول ہے بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ ہاں یہ بھی فرمائیے کہ اس زمانہ میں حنفیت کی کیا صورت تھی؟ یقیناً وہی تھی جو آج اجمیر اور پاک پٹن میں نظر آ رہی ہے۔ جس کے حق میں آپ غالباً فرمائیں گے کہ وہ حنفیت دراصل حنفیت نہ تھی بلکہ رسوم قبیحہ کا مجموعہ تھی۔ تو ہمیں ان فاتحین میں اس حنفیت کا نشان بتائیے جو آپ کی مراد ہے۔ پھر آپ کو اس حنفیت کی تنقیح کرنے کا کیا حق ہے۔ اگر علمائے دیوبند کو سابقہ حنفیت کی تنقیح کرنے کا حق حاصل ہے تو منکرین حنفیت کو اسلام کی تنقیح کرنے کا حق کیوں نہیں؟ بلکہ منکرین حنفیت کا حق زیادہ ہے کیونکہ بقول شاہ ولی اللہ حنفیت چوتھی صدی ہجری میں اسلام کے ساتھ منضم ہوئی۔ مولانا آپ کو منطق کا یہ قاعدہ یاد ہوگا: لازم الشیء لا ینفک عنہ (کسی شے کا لازم اس سے جدا نہیں ہوتا)۔ جو مفہوم کسی چیز سے تین سو سال تک جدا رہا ہو، اس کو لازم غیر منفک کہنا آپ جیسے محقق کا کام نہیں ہوسکتا۔ اب میں ایک دو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثالیں ایسی پیش کرتا ہوں جن میں شاہ ولی اللہ دہلوی، حنفیہ سے بالکل الگ ہو گئے ہیں رفع الیدین عندالرکوع کی ترجیح کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں

و الذی یرفع احب الی ممن لا یرفع (رفع یدین کرنے والہ میرے نزدیک نہ کرنے والے سے محبوب ہے) اس کی تائید میں شاہ صاحب احادیث کے علاوہ حضرت عمر کا فعل نقل کرتے ہیں کہ آپ عندالرکوع رفع الیدین کیا کرتے تھے (ازالۃ الخفا)۔

جناب سندھی نے زیر بحث رسالہ کے صفحہ ۳۱۰ پر فیوض الحرمین کے حوالے سے لکھا ہے کہ حنفی مذہب تینوں اصحاب (امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد) کے اقوال کا مجموعہ ہے یعنی ان میں سے جو قول سنت نبوی کے موافق ہو، وہی حنفی مذہب ہے۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو ان تینوں کی فقہ سے باہر جو مسئلہ ہوگا وہ یقیناً حنفی مذہب نہ ہوگا۔ کیا جناب سندھی اور ان کے ہم نوا حضرات از راہ مہربانی بتا سکتے ہیں رفع الیدین عندالرکوع کے متعلق ان تنوں بزرگوں میں کسی کا قول ملتا ہے جو شاہ صاحب نے پسند فرمایا ہے۔ اگر اس بارے میں کسی کا قول نہیں ہے تو بلاشبہ یہ مسئلہ حنفیت سے خارج ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ شاہ صاحب حنفی مذہب کا التزام نہ رکھتے تھے۔

نصاب شہادت کو پورا کرنے کے لئے میں دوسرا گواہ پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ شاہ صاحب حنفی مذہب کے ملتزم نہ تھے بلکہ آپ کامل محقق اور متبع کتاب و سنت تھے۔ وہ مسئلہ یہ ہے:

جن حدیثوں میں جمع صلوتین کا ذکر آیا ہے حنفیہ ان کو جمع صوری پر محمول کر کے جمع حقیقی کا انکار کرتے ہیں۔ جمع صوری کے معنی ہیں پہلی نماز کا آخری وقت اور دوسری نماز کا اول وقت ملا کر دونوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔ مثلاً نماز ظہر کو اتنا مؤخر کر کے پڑھنا کہ عصر کا وقت شروع ہو جانے کے قریب ہو۔ اس کو جمع صوری کہتے ہیں۔ حنفیہ صرف اسی جمع کے قائل ہیں مگر شاہ صاحب ایسی جمع کی بابت فرماتے ہیں:

حمل بر جمع صوری تکلف است (فارسی ترجمہ مؤطا امام مالک۔ ص ۱۴۷۔۱۴۸) یعنی جمع صوری مراد لینا تکلف (تعصب) ہے۔

کیا جناب سندھی یا ان کے ہم نوا علماء اصحاب ثلاثہ میں سے کسی کا قول دکھا سکتے ہیں جن کی بنا پر شاہ صاحب نے ایسا فرمایا ہو۔ کلّا (ہرگز نہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے کئی ایک مسائل ہیں جن میں شاہ ولی اللہ نے حنفیہ کے آئمہ ثلاثہ بلکہ سب آئمہ حنفیہ سے تفرد اختیار کیا ہے۔ اس قسم کے مسائل کو وہ حضرات توجہ سے سنیں جن کا دعوی ہے کہ حنفی مذہب کا کوئی مسئلہ کتاب وسنت کے خلاف نہیں ہے۔ اسی دعوی کو نبھانے کے لئے انہوں نے یہ اصول مقرر کیا کہ حنفی مذہب سے مراد صرف امام ابوحنیفہ کے اقوال نہیں بلکہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال بھی حنفی مذہب میں داخل ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری پیش کردہ مثالیں ان تینوں حضرات کے خلاف ہیں۔

جناب سندھی نے شاہ ولی اللہ کا ایک عجیب فقرہ نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ۔ لا تخالف عوام بلادك ۔یعنی آنحضرت ﷺ نے شاہ ولی اللہ کو خواب میں حکم دیا کہ اپنے ملک کے عام لوگوں کی مخالفت نہ کریو۔

مولانا! اس زمانہ کے عوام کس خیال کے تھے؟ وہی نہ تھے جنہوں نے شاہ صاحب پر فارسی میں ترجمہ قرآن کرنے کی وجہ سے قاتلانہ حملہ کیا تھا؟ یا وہی نہ تھے جو گھر گھر مجالس مولود رچایا کرتے تھے؟ یا وہی نہ تھے جو ہر مہینے میں گیارھویں کی نیاز دیا کرتے تھے؟ آخر وہ کون لوگ تھے جن کی مخالفت نہ کرنے کا حکم آپ کو دیا گیا تھا پھر کیا شاہ صاحب نے اس پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟

مولانا! آپ حضرات (علمائے دیوبند) کو تو حکم ہوا کہ عوام کی پرواہ نہ کریں۔ اسی لئے آپ لوگ مسئلہ امکان کذب اور حلت زاغ کے اظہار سے بھی خاموش نہیں رہے۔ بلکہ رسمی مولود اور گیارھویں وغیرہ بدعات کی پوری تردید کرتے آئے ہیں۔ اس کے خلاف شاہ صاحب کو حکم ہوا کہ عوام کی مخالفت نہ کرنا (شاہ صاحب کے زمانے کے عوام کا حال دیکھنا ہو تو اپنی جماعت کی تصنیف کردہ کتاب علماء ہند کا شاندار ماضی. حصہ دوم ص ۲۸ تا ۶۰ ملاحظہ فرمائیں) مہربانی کر کے اس فقرہ کی تشریح کیجئے تاکہ آپ کے اور شاہ صاحب کے افعال میں ے تضاد وتباین اٹھ جائے۔ نیز یہ فقرہ قرآن مجید کے اس ارشاد کے مخالف نہ رہے لا تتبعان سبيل الذين لا يعلمون (پ ۱۱۔ رکوع ۱۴)

دیوبندی حضرات کے نزدیک شاہ صاحب کے لائق اعلی مرتبہ صرف اتنا تھا کہ وہ ایک مذہب کے مقلد نہ تھے بلکہ چاروں مذاہب میں پھر سکتے تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اس امر میں شاہ صاحب جیسے بے بدل عالم کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی۔ بلکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بقول صاحب ردالمحتار (حاشیہ درمختار) ایک عامی بھی ایسا کرسکتا ہے کہ ایک روز حنفی طریق پر نماز پڑھے، دوسرے روز شافعی طریق پر۔ چاروں مذاہب میں پھرنے والے کے حق میں فرمایا فلا یمنع یعنی اس کو منع نہ کیا جاوے (ج ا ص ۵۳۔ مطبوعہ مصر) جناب سندھی نے شاہ صاحب کو معمولی درجے کا مقلد رکھنا پسند نہیں کیا اسی لئے ان کو مجتہد منتسب کا درجہ دے دیا ہے جو حقیقت میں مقلد ہی کی ایک دوسری قسم ہے۔ ہمارے نزدیک مجتہد مطلق سے کم کوئی درجہ شاہ صاحب کی شان کے لائق نہیں۔ جماعت دیوبند سے التماس ہے کہ آپ اہل علم کی جماعت ہیں، آپ سے اس امر کی توقع رکھنا بیجا نہیں ہے کہ اہم مسائل شرعیہ کے اثبات میں (جن میں تقلید حنفیت بھی ہے) ان دلائل شرعیہ سے کام لیا کریں جو فریق مخالف کے نزدیک بھی برہان اور حجت ہوں۔ نہ ایسے کمزور ملفوظات سے جن سے رسوم پسند احناف (بریلوی) کام لیتے ہیں۔ مسئلہ تقلید اتنا اہم ہے کہ اس سے شاہ صاحب کی طبیعت نفرت کرتی ہے۔ (ملاحظہ ہو الفرقان مذکور ص ۳۱۰ کا حاشیہ)۔ اس پر دلائل ایسے کمزور جن کو کلام شعری کہنا بالکل بجا ہے۔ ایسے دلائل سے دعوی کا ثبوت تو کیا ہوسکتا ہے الٹا آپ کے علمی وقار پر دھبہ لگنے کا اندیشہ ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء ص ۳۔۵؛ و ۶ جون ۱۹۴۱ء۔ ص ۳۔۵)

ذیل میں شاہ ولی اللہ کی حریت فکر کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن میں انہوں نے احناف کے مسلک کو رد کر کے اہل حدیث کا مسلک اختیار کیا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب، فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھتے ہیں:

و ان کان ماموماً وجب علیه الانصات والاستماع، فان جهر الامام لم یقرأ الّا عند الاسکاته و ان خافت فله الخیرة فان قرأ فلیقرأ الفاتحة قرأة لا یشوش علی الامام ۔ وهذا اولی الاقوال عندی و به یجمع بین احا دیث البا ب (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۹) (مقتدی پر واجب ہے کہ چپ کھڑا رہے اور قرآن کو سنتا رہے۔ پھر اگر امام جہر سے پڑھتا ہے تو جب وہ سکوت کیا کرے اس وقت وہ پڑھ لیا کرے اور اگر آہستہ پڑھ رہا ہے تو مقتدی کو اختیار ہے۔ اگر مقتدی پڑھے تو سورۃ فاتحہ کو پڑھے مگر اس طرح سے پڑھے کہ امام اس کے پڑھنے سے اپنا پڑھنا نہ بھول جائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔اور میرے نزدیک سب سے بہتر یہ قول ہے اور تمام احادیث کی تطبیق اس کے موافق ہوسکتی ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ۔مترجم حقانی۔ص ۳۵۹)

اور رفع یدین کے بارے میں شاہ صاحب کہتے ہیں و الحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنة و نظیره الوتر برکعة وا حدة او بثلاث ۔ و الذی یرفع احب الیّ ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت ، غیر انه لا ینبغی لانسان فی مثل هذه الصور ان یثیر علی نفسه فتنة عوام بلده (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰) (جو شخص رفع یدین کرتا ہے میرے نزدیک اس شخص سے جو رفع یدین نہیں کرتا، اچھا ہے کیونکہ رفع یدین پر جو حدیثیں دلالت کرتی ہیں وہ زیادہ بھی ہیں اور ثابت بھی خوب ہیں۔ مگر ایسی صورتوں میں مناسب نہیں ہے کہ تمام شہر والوں کا فتنہ اور شور اپنے اوپر لیا جائے۔ حجۃ اللہ مترجم۔ص ۳۶۱)

وتر کو احناف واجب کہتے ہیں اور اہل حدیث اسے سنت کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ بھی اسے سنت کہتے ہیں و الحق انّ الوتر سنة هو اوکد السنن، بینه علی و ابن عمر و عبادة بن الصا مت ۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۷)۔ (حق یہ ہے کہ وتر سنت ہیں مگر سب سنتوں سے زیادہ مؤکد ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ مترجم۔ص ۳۷۲)

جمع بین الصلوتین۔ کسی عذر کی بنا پر دو نمازیں جمع کرنے کے بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے فقہائے حنفیہ نہ جمع تقدیم کے قائل ہیں نہ جمع تاخیر کے، لیکن اہلحدیث کی طرح شاہ ولی اللہ جمع تقدیم کو بھی جائز سمجھتے ہیں اور جمع تاخیر کو بھی۔ فرماتے ہیں و منها الجمع بین الظهر والعصر والمغرب والعشاء (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۲۴) ایک مسئلہ نماز ظہر اور نماز عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع کرنے کا (جو فقہائے احناف اور محدثین کے درمیان باعث اختلاف) ہے۔

فشرع لهم جمع التقدیم و التاخیر لکنه لم یوا ظب علیه ولم یعزم علیه مثل ما فعل فی القصر (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۴)۔ (رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا شروع کیا مگر آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی اور نہ اس کا حکم دیا جس طرح قصر کا حکم دیا ہے حجۃ اللہ البالغہ مترجم۔ص ۳۸۲)

تکبیرات عیدین میں احناف اور اہل حدیث کا اختلاف ہے۔ اہل حدیث پہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے ہیں۔ اور دو رکعتیں پڑھنے کے بعد خطبہ دیتے ہیں۔ شاہ صاحب اسی طریق کو ترجیح دیتے ہیں، فرماتے ہیں یکبّر فی الاولی سبعاً قبل القرأة وفی الثانی خمساً قبل القرأة، وعمل الکوفیین ان یکبّر اربعاً کتکبیر الجنائز فی الاولی قبل القرأة ،و فی الثانیة بعدها وهما سنتان، و عمل الحرمین ارجح، ثم یخطب یامر بتقوی الله و یعظ و یذکر (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۳۱)(پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری میں بھی قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں کہے اور اہل کوفہ کے نزدیک مثل نماز جنازہ کے قرأت سے پہلے، پہلی رکعت میں چار تکبیریں اور دوسری میں قرأت کے بعد چار تکبیریں کہے۔ مگر دونوں طور سے سنت ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ جس پر اہل حرمین کا عمل ہے (یعنی اول الذکر) اس کو ترجیح ہے۔ نماز کے بعد پھر خطبہ پڑھے۔ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم۔ ص ۳۹۵)

ماء کثیر اور قلتین کا مسئلہ احناف اور شافعیہ میں مختلف فیہ ہے کہ ماء کثیر کیا ہے اور پانی کی کتنی مقدار ہو تو نجس ہو جاتا ہے اور کتنی مقدار میں ہو تو نجاست سے آلودہ نہیں ہوتا۔ شوافع کا کہنا ہے کہ پانی قلتین ہو تو نجاست سے محفوظ رہتا ہے اور احناف عشر فی العشر (یعنی دہ در دہ) کی مقدار کے پانی کو نجاست کی آلودگی سے مبرا گردانتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر کنویں میں کتا، بلی، چوہا وغیرہ گر جائے تو احناف کے نزدیک پانی کے ڈولوں کی ایک خاص مقدار مقرر ہے، جن کا کنویں سے نکالنا واجب ہے۔ اگر اس تعداد میں ڈول نہ نکالے جائیں تو پانی نجس ہی رہتا ہے۔

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس پر بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کنویں میں جانوروں کے مرنے سے پانی کی نجاست اور طہارت کے بارے میں جو تفصیلات بیان کی جاتی ہیں ان کا نبی ﷺ کے فرمان یا احادیث سے کوئی تعلق نہیں۔ اس بحث کو فقہاء نے خواہ مخواہ طول دیا ہے و قد اطال القوم فی فروع موت الحیوان فی البئر ۔ و العشر فی العشر، والماء الجاری ولیس فی کل ذلک حدیث عن النبی ﷺ البته (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۸۵)۔ کنویں میں مختلف قسم کے حیوانات کے مرنے اور دہ در دہ اور ماء جاری سے متعلق مسائل میں فقہاء نے جو طویل بحثیں کی ہیں، ان میں سے کسی مسئلے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث مروی نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد شاہ ولی اللہ کہتے ہیں:۔

و بالجملة فليس فى هذاالباب شيء يعتد به ويجب العمل عليه وحديث القلتين اثبت من ذلک كله بغير شبهة (حجۃ اللہ البالغہ۔ ج ا ص ۱۸۵) (حقانی کا ترجمہ۔ لوگوں نے بہت سے فروع کنویں کے اندر جاندار چیز کے مرجانے اور دہ دردہ اور جاری کے متعلق نکال لئے اور آنحضرت ﷺ سے ان سب مسائل میں احادیث مروی نہیں ہیں ۔ ...الحاصل اس باب میں کوئی معتدبہ اور واجب العمل حدیث نہیں ہے اور بلاشبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ ثابت ہے۔(حجۃ اللہ البالغہ مترجم۔ص ۳۲۸)

احناف دیہات میں اقامت جمعہ کے قائل نہیں جب کہ حدیث کی روشنی میں دیہات میں جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ شاہ ولی اللہ بھی دیہات میں جمعہ کے قائل ہیں لکھتے ہیں وقال رسول الله ﷺ الجمعة واجبة على كل قرية۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۳۰) کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جمعہ ہر گاؤں میں پڑھنا واجب ہے اس کے معاً بعد فرماتے ہیں و من تخلف عنها فهو الآ ثم۔ اور جو شخص جمعہ ترک کردے وہ گناہ گار ہے

جناب عبدالحق حقانی حجۃ اللہ البالغہ کے اس مقام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں

صحیح تر قول میرے نزدیک یہ ہے کہ کم از کم جس پر قریہ کا اطلاق آتا ہو جمعہ کے لئے کافی ہے کیونکہ مختلف طریقوں سے جو بعض بعض کی تائید کرتے ہیں آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں ہے، اہل بادیہ کو بھی آپ نے انہیں میں شمار کیا ہے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الجمعة على خمسين رجلاً جمعہ پچاس لوگوں پر واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پچاس آدمیوں سے قریہ بن جاتا ہے اور آپ نے فرمایا ہے الجمعة واجبة على كل قرية ہر گاؤں والوں پر جمعہ واجب ہے اور کم سے کم جس کو جماعت کہہ سکیں میرے نزدیک جمعہ کی صحت کے لئے کافی ہے ... جب ابتداء جماعت کے لوگ موجود ہوں تو جمعہ واجب ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ نہ ہونے سے عاصی نہ ہوگا اور چالیس آدمیوں کی تعداد شرط نہیں ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ اردو ترجمہ ص ۲۹۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درج بالا قسم کے مسائل کا ذکر کر کے جناب محمد منظور نعمانی (الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۴۰۱ میں) لکھتے ہیں:

آپ (شاہ ولی اللہ) نے دیگر آئمہ کے بعض اقوال کو از روئے ادلّہ زیادہ قوی سمجھ کر اختیار بھی فرمایا ہے، اور یہ ذکر، نادر قسم کے مسائل ہی کا نہیں ہے بلکہ جن مسائل کو آج کل حنفیوں اور غیر حنفیوں میں مابہ الامتیاز سمجھا جاتا ہے، بعض ایسے مسائل میں بھی شاہ صاحب نے کسی دوسرے امام کے قول کو قوت دلائل کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ مثلاً قلتین، رفع یدین، الترجیع فی الاذان والایتار فی الاقامہ، اقامۃ الجمعۃ فی القری التی فیھا اربعون رجلاً حراً وغیرہ..... میرا خیال ہے کہ اگر آج کوئی فاضل دیانت داری سے اس روش پر چلے اور شاہ صاحب ہی کی طرح اس کو حنفیت کے مناقض نہ سمجھتا ہو، بلکہ اس کو بھی حنفیت ہی کا ایک طریقہ سمجھتا ہو، اور اسی بنا پر اپنا رشتہ حنفیت سے بھی رکھنا چاہتا ہو، تو ہمارے زمانے کے ٹکسالی قسم کے حنفی حضرات کبھی بھی اس کو حنفی تسلیم نہیں کریں گے۔ (فقہائے ہند جلد ۵ حصہ ۲۔ ص ۳۵۹۔۳۶۴؛ حجۃ اللہ البالغہ مترجم حقانی)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

بانکی پور کے مشہور کتب خانہ میں صحیح بخاری کا ایک قلمی نسخہ ہے جس پر شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ہاتھ کی ایک تحریر ہے جس میں انہوں نے اپنے آپ کو عملاً حنفی اور علماً و تدریساً حنفی و شافعی لکھا ہے۔ اور اپنی بعض تالیفات میں قرأت فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین کو ترجیح دی ہے جو فقہ حنفی کے خلاف ہے۔ (حیاۃ شبلی۔ ص ۴۵)۔ یعنی آپ تقلید شخصی کے قائل و عامل نہیں تھے۔

تفہیمات میں شاہ ولی اللہ نے اپنا وصیت نامہ یوں لکھا ہے:

. فروعی مسائل میں علماء کبار محدثین کی جو کہ فقہ و حدیث دونوں کے جامع ہیں پیروی کریں۔ اور فقہ کی جزئیات و تفریعات کو ہمیشہ کتاب و سنت کے روبرو پیش کریں جو ان کے موافق ہو اسے قبول کریں اور جو نہ ہو اسے مسترد کر دیں۔ امت کے لئے کوئی بھی ایسا زمانہ نہیں جس میں وہ اجتہادی مسائل کو کتاب و سنت پر پیش کرنے سے مستغنی ہو سکیں۔ خشک مزاج فقہاء کی بات جنہوں نے کہ ایک مخصوص عالم کی تقلید اختیار کر کے سنت کا تتبع ترک کر دیا ہو نہ سنیں اور نہ ان کی طرف التفات کریں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان سے دور رہ کر خدا تعالی کا قرب چاہیں۔

(ارمغان شاہ ولی اللہ۔محمد سرور۔لاہور۔۱۹۸۶ء ص ۵۱۱)

شاہ ولی اللہ نے تصوف کو بھی اپنا میدان عمل بنایا۔اور اصلاح احوال کی اپنی سی کوشش فرمائی۔جناب محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں:

شاہ ولی اللہ تصوف جدید کے بہت بڑے ماہر اور ترجمان ہیں ان کے ابناء کرام اور تلامذہ پر بھی یہ ذوق غالب ہے اس کے باوجود وہ تصوف جدید کے رسوم سے متنفر اور خائف ہیں اپنے وصیت نامہ میں وصیت نمبر ۳ کے آخر میں فرماتے ہیں

نسبتہائے صوفیہ غنیمت کبری است و رسوم ایشاں ہیچ نے ارزد و ایں سخن گراں خواہد بود امامرا کارے فرمودہ اند برحسب حال آں مے باید گفت و بر گفتہ زید وعمر تعریض نمے باید کرد ص ۱۱۶ ملحقہ عقد الجید۔(صوفیا کی نسبتیں غنیمت کبری ہیں لیکن ان کی رسم ورواج کی کوئی قیمت نہیں۔میری یہ تصریح گراں ضرور گذرے گی مگر جس کام پر مقرر ہوں اس کے مطابق گفتگو کرنا لازم ہے۔زید وعمرو کی بات کا کچھ اعتبار نہیں)۔

اسی وصیت نمبر ۳ کے شروع میں فرماتے ہیں

وصیت دیگر آن سے کہ دست در دست مشائخ ایں زمان کہ با نواع بدعت مبتلا ہستند ہرگز نباید داد و بیعت ایشاں نباید کرد بغلو عام مغرور نباید بود و نہ بکرامات زیرا کہ اکثر غلو عام سبب رسم است و امور رسمیہ را بحقیقت اعتبارے نیست و کرامات فروشان ایں زمان ہمہ الا ماشاء اللہ طلسمات و نیرنجات را کرامات دانستہ اند (ص ۱۱۴)۔(اس زمانہ کے مشائخ کی بیعت نہیں کرنا چاہیے۔یہ لوگ مختلف قسم کی بدعات سے ملوث ہیں اور ان کے عام غلو سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔نہ ان کی کرامات پر توجہ دینی چاہیے۔یہ غلو رسوم کا نتیجہ ہے اور رسمی چیزوں کی بمقابلہ حقیقت کوئی قیمت نہیں۔اس زمانے کے کرامت فروش طلسمات اور شعبدہ بازیوں کو کرامت سمجھتے ہیں)۔(فتاوی سلفیہ ص ۲۲۔۲۴)

اور جناب خلیق انجم بتاتے ہیں:

اٹھارویں صدی نے نصف اول میں شاہ ولی اللہ نے کوشش کی کہ عوام وخواص کو تصوف کی پیچیدہ بھول بھلیوں سے نکال کر فضا میں لے آئیں اور کتاب اللہ کو سمجھنے سمجھانے پر مائل کریں۔انہوں نے ہر طرح کی مخالفت کے باوجود پہلی بار قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے فرنگی محل اور اضلاع پورب میں فلسفہ و منطق کا جو سیلاب آیا ہوا تھا اس پر بند باندھنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اپنے زمانے کے کرامت فروشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور تقلید جامد کے علمبرداروں پر بھی ضرب لگائے۔ انہوں نے اجتہاد کے مقفل دروازے کو کھول دیا اور مذہبی و فقہی فرقہ بندی کی مخالفت کی۔ انہوں نے اپنے زمانے کے صوفیا کو خبردار کیا جو توہم پرستی میں قوم کو مبتلا کر رہے تھے اور اس دور کی بے عملی و افسردگی میں اضافہ کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا

کرامات فروشاں ایں زمانہ ہمہ الا ماشاء اللہ طلسمات و نیرنگیات را کرامات دانستہ اند

شاہ صاحب نے تصوف کے ان منفی اثرات کو محسوس کیا جن کے نتیجے میں لوگ اجتماعی و سیاسی زندگی کی اہل ذمہ داریوں سے غافل ہوتے جا رہے تھے اور خطر پسندی و خود اعتمادی کے اوصاف سے محروم ہو گئے تھے۔ انہوں نے (تفہیمات الہیہ) انتہائی نفی خودی کو فرد کے لئے مضر قرار دیا اور صوفیہ کے اس رویہ پر تنقید کی

ہم چنیں جماعتے از متصوفہ کہ در زماں ما پیدا شدہ اند تکلیف شرائع را سہل گرفت اند و بعضے تصوف را بر مقاصد فاسد گرفتہ اند۔

انہوں نے اسلام کی ابتدائی سادگی کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا اور رسوم عجم اور توہمات اہل ہنود سے خبردار کیا۔

عادات و رسوم عرب اول کہ منشاء آنحضرت ﷺ از وست ندیہم و رسوم عجم و عادات ہنود را از درمیان خود بگذاریم۔

شاہ صاحب نے ان رسموں پر جو اہل ہنود سے مسلمانوں میں آ گئی تھیں مثلاً نکاح بیوگان سے پرہیز، بڑے بڑے مہر باندھنا اور خوشی و غمی کے موقع پر اسراف پر سخت تنقید کی۔ (شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات مقدمہ از پروفیسر خلیق انجم مطبوعہ دارالمصنفین دہلی ص ۹)

ان حالات میں شاہ ولی اللہ نے قرآن کی تعلیمات کو عقل کی روشنی میں پیش کیا اور تشکیک و بے یقینی سے نجات دلانے کے لئے علم و حکمت کی شمع جلائی۔ حجۃ اللہ البالغہ کی تصنیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا کہ مصطفوی شریعت کے لئے وقت آ گیا کہ اسے برہان و دلیل کے پیراہنوں میں ملبوس کر کے میدان میں لایا جائے۔ لیکن شاہ صاحب کے ہمہ گیر اثرات اس دور پر نہ پڑ سکے۔ وہ گوشہ نشین صوفیا کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میدان عمل میں نہ اتار سکے اور نہ توہمات وتعیّشات کے سیلاب کو روک سکے۔اس لئے کہ اس معاشرہ کے رستے ہوئے ناسوروں نے پوری ہیئت اجتماعی کو اس حد تک بگاڑ دیا تھا کہ اس میں کسی پیوندکاری اور جزوی اصلاح کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

ڈاکٹر محمد حسین (دلی میں اردو شاعری کا تہذیبی وفکری پس منظر۔ص۹۰).

شاہ ولی اللہ کی وفات ۱۱۷۶ھ ہوئی اور آپ دہلی میں مدفون ہیں۔

☆ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ

آپ شاہ ولی اللہ کے فرزند ہیں۔۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔اپنے زمانہ میں مرجع علماء ومشائخ تھے۔علوم متداولہ میں آپ کا پایہ بلند ہے۔حافظہ کی پختگی۔تعبیر رؤیا۔وعظ و انشاء کے سلیقہ۔علوم کی تحقیقات اور مخالفین کے مذاکرہ ومباحثہ میں اپنے ہم عصروں میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔تمام عمر تعلیم و تدریس،فصل خصومات، وعظ، مریدوں کی تربیت اور شاگردوں کی تکمیل میں گذری۔سید احمد بریلوی آپ کے مرید تھے۔آپ کی تصنیفات میں تفسیر فتح العزیز دو جلدوں میں کوئی سوا تین پارے کی ہے ہندوستان میں متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔اس کے علاوہ تحفہ اثنا عشر ردشیعہ میں ہے۔ اور بستان المحدثین، سیر الشہادتین، عجالہ نافعہ اور بہت سے فتاوی ہیں۔آپ نے شوال ۱۲۳۹ھ میں وفات پائی۔

جناب ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:۔

شاہ عبدالعزیز کو شہرت وقبولیت کی عالمگیر سند ملی۔ بنگال سے بخارا وسمرقند تک ان کی عظمت واستادی کا سکہ چلنے لگا۔نتیجہ یہ نکلا کہ مقبولیت عام کی راہوں سے بے پرواہ ہوکر کام نہ کر سکے اور شاہراہ عام پر چلتے رہنے کے سوا چارہ کار نہ دیکھا۔اوائل میں ان کا قلم بے اختیار اپنے والد کے مسلک پر چلنے لگا تھا۔ پھر رک گئے اور احتیاط کے ساتھ قدم اٹھانے لگے۔اور تفسیر میں بہ ضمن تفسیر و اتّخذوا من مقام ابرا ھیم مصلّی ، تقلید مذاہب کے باب میں کیا واشگاف لکھ گئے ہیں (تقلید کے خلاف شاہ صاحب کے ارشادات تفسیر عزیزی میں جا بجا پائے جاتے ہیں،جس کی تفصیل اکمل البیان ص ۱۳ تا ۱۶ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے) لیکن پھر جب مولوی عبدالرحمٰن لکھنوی نے استفسار کیا تو گول مول لکھ گئے۔قرأت فاتحہ خلف امام کے بارے میں ان کا فتوی موجود ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن جب شور و ہنگامہ ہوا تو اس پر اصرار چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ والے خواب والے معاملے میں صاف صاف لکھ گئے ہیں کہ میں نے پوچھا مذاہب اربعہ میں کونسا مذہب پسندیدہ ہے؟ فرمایا کوئی نہیں..

حضرت علیؓ نے یہ فرمایا ہو یا نہ فرمایا ہو، لیکن یہ خود شاہ صاحب کی ذہنی معنویت کی صدا ضرور تھی، مگر جب لوگ اس پر پریشان خاطر ہوئے تو اس کی تاویلیں کرنے لگے۔ تفسیر ما اهل لغير الله پر جو فتنہ اٹھا تھا، اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ وقت کی حقیقت فراموشیوں کا کیا حال تھا۔ اگر اپنے والد کے مسلک پر رہتے تو قبولیت عوام سے دست بردار ہونا پڑتا۔ افسوس یہی قبولیت عوام ہمیشہ علماء کے لئے سب سے بڑا فتنہ رہی۔ والد مرحوم (مولوی خیر الدین) فرماتے تھے جب شاہ ولی اللہ کا انتقال ہوا اور شاہ عبدالعزیز مسند درس وارشاد پر بیٹھے تو مولانا فخر الدین نے ان کے سر پر دستار فضیلت باندھی تھی۔ جب پگڑی باندھ چکے تو کانوں میں کہا تمہارے والد بزرگوار کے دامن پر ایک دھبہ لگ چکا ہے، تمہارا کام یہ ہے کہ اسے صاف کر دو۔ دھبے سے مقصود شاہ صاحب کا مجتہدانہ مسلک اور تقلید مذاہب سے انکار تھا، اس وقت تک وہابیت وغیرہ کے تلقب تو پیدا نہیں ہوئے تھے نہ کوئی خاص جماعت اس مسلک کی ملک میں موجود تھی، اس لئے عامہ علماء مختلف طریقوں سے اسے تعبیر کرتے تھے۔ عام طور پر اعتزال کا تلقب اختیار کر لیا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ ولی اللہ اعتزال کی طرف میلان رکھتے تھے۔ حالانکہ کجا معتزلہ و اعتزال اور کجا مشرب اصحاب سلف و حدیث۔ بينهما مفاوز تنقطع فيها اعناق المطی۔ بہر حال شاہ عبدالعزیز سے یہ درخواست کی گئی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے پوری کر دی۔ (نقش آزاد۔ ص ۳۱۸۔۳۱۹)

مولانا آزاد نے شاہ عبدالعزیز کے جس خواب کا ذکر کیا وہ ان کے فتاوی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

عرض نمود کہ از مذاہب فقہاء کدام یک مختار و پسند جناب است۔ فرمودند کہ ہیچ مذہب پسند ما نیست۔ (فتاوی عزیزی۔ ص ۸۰)

اسی طرح شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۶۰ میں حدیث کو رد کرنے کے جو تقلیدی اصول ذکر کئے ہیں شاہ عبدالعزیز کے فتاوی کے صفحہ ۶۶ میں ان کی تفصیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھی جاسکتی ہے۔مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں ان کی رائے والد سے بھی آگے بڑھ کر یہ تھی نزدفقیر ہم قول شافعی راجح است واولی۔کہ میرے نزدیک امام شافعی کا قول راجح اوراولی ہے....

مگر جیسا کہ آزاد نے فرمایا دستار باندھتے وقت ان سے جو درخواست کی گئی تھی وہ انہوں نے پوری کردی اورقبولیت عوام کے فتنہ میں پھنس کرشاہراہ عام پر چلنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ((پاک وہند میں اہلحدیث کی خدمات حدیث ص ۲۸۔۳۰)

عمل بالحدیث کے لئے شاہ عبدالعزیز کی خدمات بڑی گراں قدر ہیں۔ ہندوستان میں انہوں نے علم حدیث کو عام کرنے کے لئے بہت کام کیا۔ بڑے بڑے اساطین ان کے شاگرد ہوئے۔ وہ تقلید جامد سے نفور حنفی تھے اوراپنے دور کے بڑے صوفی۔ اصلاح تصوف کی کوششوں کے ساتھ،ان کے طرزعمل میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جو نا مناسب ہیں۔مثلاً بتایا جاتا ہے کہ سیداحمد بریلوی جب ان سے بیعت ہوئے تو

تعلیم سلوک کے ضمن میں شاہ عبدالعزیز نے سیداحمد بریلوی کوحسب معمول تصورشیخ کی تعلیم کی۔سید صاحب نے نہائت ادب سے عرض کیا .حضرت اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اس میں صورت سنگی اورقرطاسی ہوتی ہے اوراس میں صورت خیالی جو دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے۔اوراس کی طرف توجہ اوراس سے استعانت ہوتی ہے۔شاہ صاحب نے حافظ کا یہ شعر پڑھا

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوئد کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

سیدصاحب نے فرمایا .شرک کی کسی طرح ہمت نہیں ہوسکتی۔ہاں کتاب وسنت و اجماع امت سے کوئی سند لائیں اوراچھی طرح سے اطمینان ہوجائے کہ دونوں ایک چیزنہیں تو خطرہ دور ہوسکتا ہے۔ (سیرت سیداحمد شہید۔جلداول۔ص ۱۲۱)

شاہ رفیع الدینؒ

شاہ ولی اللہ کے فرزنداورشاہ عبدالعزیز کے بھائی۔ جملہ علوم کی تکمیل اپنے والد سے کی۔علوم دینیہ اورفنون عقلیہ میں مرجع ارباب استعداد تھے۔ قرآن شریف کالفظی ترجمہ کرکے عامہ خلائق کومستفیض فرمایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالقادرؒ

شاہ ولی اللہ کے بیٹے اور شاہ رفیع الدین کے چھوٹے بھائی تھے۔تمام کتب دینیہ اپنے والد سے پڑھیں۔آپ کے زہد و اتقاء خلق اور تواضع کی شہرت سارے ہندوستان میں تھی۔آپ نے قرآن کریم کا با محاورہ اردو ترجمہ کیا اور موضح القرآن کے نام سے تفسیری حواشی لکھے۔اس کام میں تفسیر جلالین اور تفسیر بیضاوی سے خوب استفادہ کیا۔ترجمے اور حواشی میں اختصار، سلاست زبان اور جامعیت ہے تاہم حواشی میں ضعیف قصوں اور اسرائیلی روایات سے احتراز نہیں کیا۔

☆ قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی

آپ ۱۷۳۰ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی (ف ۷۶۵ھ) ان کے اجداد میں ہیں۔آپ نے شاہ ولی اللہ سے پڑھا۔پھر شیخ محمد عابد سنامی سے طریقت کی تعلیم پائی۔ان کے انتقال کے بعد مرزا مظہر جانجاناں سے فیض حاصل کیا۔ مرزا مظہر آپ کو علم الہدی کہتے تھے۔تفسیر، حدیث و فقہ میں صاحب کمال تھے۔تفسیر مظہری کے مصنف ہیں۔فقہ میں ان کی مشہور کتاب مالا بدمنہ بہت سے مدارس میں شامل نصاب ہے دلیل کی بنیاد پر انتقال مذہب کے قائل تھے۔..تفسیر مظہری ج ۲ صفحہ ۶۴ میں لکھتے ہیں:

اذا صحّ عند احد حد یث مرفوع عن النّبی ﷺ سا لماً عن المعارضة و لم یظهر له ناسخ و کان فتوی ابی حنیفهؒ مثلاً خلافه و قد ذهب علی وفق الحدیث احد من ا لآئمة الاربعة یجب علیه اتباع الحدیث الثابت ولا یمنعه الجمود علی مذهبه من ذلک کیلا یلز م اتخاذ بعضنا بعضاً ار با باً من دو ن الله ۔ جب رسول اللہ ﷺ کی کوئی مرفوع اور تعارض و نسخ سے محفوظ حدیث مل جائے، اگر امام ابوحنیفہ کا فتوی اس کے خلاف ہو اور دوسرے آئمہ میں میں سے کسی ایک امام کا رجحان اس حدیث کے موافق ہو، تو ایسی صورت میں اپنے مذہب پر اڑے نہیں رہنا چاہیے بلکہ حدیث کا اتباع واجب ہے تاکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے اس ارشاد کے انطباق سے بچا جائے کہ بعض لوگوں نے بعض لوگوں کو رب بنالیا ہے۔.

تفسیر مظہری (ج۳ص۳۴) ہی میں لکھتے ہیں :

امام ابوحنیفہؒ نے جو یہ فرمایا ہے کہ الضب ، حشرات الارض میں سے ہے تو یہ نص صریح کے مخالف ہے، ہدایہ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے میں نے اسے کہیں نہیں دیکھا۔

قاضی ثناء اللہ نے مختلف مقامات پر قرآن کی آیات سے استدلال کرتے ہوئے تفسیر مظہری میں فقہی مسائل بھی بیان کئے ہیں۔مثلاً عورتوں کے قبروں پر جانے اوران پر چراغ جلانے کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی الحا کم و صححه عن ابن عباس لعن الله زائرا ت القبور و المتخذین علیها المسا جد و السر ج ۔(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۶۵) یعنی حاکم میں ایک حدیث ہے، جسے وہ صحیح قرار دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے، نیز قبروں کو سجدہ گاہ بنانے اوران پر چراغ جلانے والوں کو ملعون گردانا ہے۔

انہوں نے آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ

بعد تکبیر اولی سورۃ فاتحہ ہم خوانند کہ میرے جنازہ میں تکبیر اولی کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی جائے (وصیت نامہ مطبوعہ در مجموعہ وصایا اربعہ ص ۱۴۶)۔

آپ کی وفات رجب ۱۲۲۵ھ۔(مطابق اگست ۱۸۱۰ء) میں ہوئی۔..

(پاک وہند میں اہلحدیث کی خدمات حدیث ص ۶۵ تا ۶۷ حاشیہ: برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن۔ص ۱۱۵)

☆ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ

کنیت ابوسلیمان ہے اور آپ کے والد کا نام محمد افضل فاروقی ہے جو لاہور کے رہنے والے تھے۔آپ شاہ عبدالعزیز کے نواسے تھے اور آپ نے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین سے تحصیل علم کی ۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز کی نرینہ اولاد نہ تھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ان کی مسند کے وارث آپ ہوئے۔ ۱۲۴۰ھ میں حج کرنے گئے وہاں ۱۲۴۱ھ میں شیخ عمر بن عبد الکریم مکی (ف ۱۲۴۷ھ) نے بھی آپ کو اپنے طریقہ کی روائت حدیث کی اجازت دی۔ شیخ موصوف علم حدیث اور رجال میں آپ کے کمال کے قائل تھے۔ شاہ عبدالعزیز آپ کو دیکھ کر خوش ہوتے اور فرماتے الحمد لله الذی و هب لی علی الکبر اسماعیل و اسحق نیز فرماتے کہ میری تقریر تو لی اسماعیل نے تحریر رشید الدین نے (شاگرد شاہ عبدالعزیز، صاحب لیاقت اور خاص کر فن تحریر میں ماہر تھے رد روافض میں شوکت عمریہ نامی مفید کتاب لکھی) اور تقوی محمد اسحاق نے۔ میاں نذیر حسین دہلوی بتاتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز کے وقت میں نماز پنجگانہ کی امامت شاہ محمد اسحاق ہی کرایا کرتے تھے۔

چونکہ آپ کو تدریس اور فتاوی نگاری سے فرصت نہ ملتی تھی اس لئے سوائے مسائل اربعین، مایۃ مسائل، اور تذکرۃ الصیام کے آپ کی کوئی اور تصنیف یادگار نہیں پائی جاتی۔ استفتا کا جواب عموماً سید نذیر حسین سے لکھوایا کرتے تھے۔ آپ نے شوال ۱۲۵۸ھ میں ہند سے مکہ مکرمہ ہجرت کی۔ جب دہلی سے روانہ ہوئے تو پہلی منزل بستی نظام الدین میں کی اور تین روز قیام فرمایا۔ مشایعت کیلئے سینکڑوں آدمی دلی سے وہاں تک گئے۔ آپ نے ستر برس کی عمر میں مکہ میں وفات پائی۔ اور حضرت خدیجہؓ کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں مولوی محمد یعقوب، مولوی عمر بن شاہ اسماعیل، شیخ محمد انصاری سہارنپوری، مولوی عبدالخالق، سید نذیر حسین، مولوی صفۃ اللہ پانی پتی، مولوی محمد ابراہیم عظیم آبادی، شیخ محمد تھانوی، شاہ عبدالغنی مہاجر، مولوی احمد علی نزیل ٹونک، نواب قطب الدین، شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولوی سبحان بخش شکارپوری، مولوی گل کابلی، مولوی عبداللہ سندھی، حافظ محمد فاضل سورتی، حافظ محمد جونپوری دہلوی، مولوی بہاالدین دکھنی، مولوی نورالحسن کاندھلی، مولوی عبدالقیوم بھوپالی، مولوی نوازش علی دہلوی، حافظ احمد علی سہارنپوری وغیرہ شامل ہیں۔ (تاریخ اہلحدیث۔ میر۔ ص ۴۲۳۔۴۲۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ

آپ شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ کے فرزند ہیں۔ شاہ عبدالقادر سے تعلیم حاصل کی اور تکمیل شاہ عبدالعزیز سے کی۔ علمی اور عملی کمالات اور خاندانی فضائل سے متصف ہوئے۔ ذکی الطبع تھے، شرک و بدعت کی کئی رسوم کا خاتمہ کیا۔ اپنے گھر میں اصلاحی کام کیا۔ ڈاکٹر محمد باقر نے لکھا ہے کہ

> شاہ محمد اسماعیل کے خاندان کی عورتوں میں سال کے سال صحنک ادا کرنے کا رواج تھا۔ اس موقع پر مٹھائیاں بنائی جاتیں اور صرف ان عورتوں کو مدعو کیا جاتا جن کی شادی صرف ایک بار ہی ہوئی ہو۔ وہ عورتیں جو طلاق یا اپنے خاوند کی موت کے بعد دوبارہ شادی کرلیتیں، اس تقریب میں شریک نہیں ہوسکتی تھیں۔ نیز کھانے کی مٹھائیاں وغیرہ مردوں سے پوشیدہ رکھی جاتی تھیں۔۔۔ شاہ اسماعیل نے (سید احمد سے ملاقات کے بعد) جب اپنے گھر میں ایسی دعوت دیکھی تو آپ نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور لوگوں سے کہا کہ یہ چیز خالص بدعت ہے۔ ان کی رائے میں ہر شخص دعوت میں شرکت کا حق رکھتا تھا اور صحنک کی رسم صرف ایسی عورتوں کے لئے وقف نہیں ہونی چاہیے تھی جن کی ایک بار شادی ہوئی ہو۔ عورتوں نے شاہ عبدالقادر سے اپیل کی۔ شاہ عبدالقادر نے عورتوں کے احترام کی غرض سے ان کے حق میں فیصلہ کیا لیکن شاہ محمد اسماعیل نے خالص اسلامی نقطہ نظر پر اصرار کیا اور متعلقین کی خواہشات کے خلاف تمام کھانا غرباء میں تقسیم کردیا۔
>
> (شاہ اسماعیل شہید۔ ص ۵۴)

آپ اسلام کے ان اولوالعزم عالی ہمت، ذکی، جری اور غیر معمولی افراد میں سے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ علوم معقول و منقول میں آپ نے پہلوں کی یاد تازہ کر دی۔ اصول فقہ آپ کو نوک زبان تھے۔ قرآن و حدیث سینے میں محفوظ تھے۔ فقہ اور منقول کی آپ کو دیرینہ مشق تھی۔ دوسرے علماء کی طرح بوجہ اپنی جہادی مساعی کے تدریس و تعلیم میں مشغول نہ ہوئے۔ آپ کو اہل زمانہ کے حسد کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ کبھی ترک حنفیت کی تہمت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لگتی، کبھی وہابیت کا الزام لگتا، اور کبھی آپ کو معتزلی اور خارجی کہا جاتا۔ ڈاکٹر باقر لکھتے ہیں

مولویوں کی مخالفت سے شاہ محمد اسماعیل کے عزم آہنی میں کوئی زوال نہیں آیا۔ ان کے پیروؤں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی ...ان کے بڑھتے ہوئے اثر ورسوخ سے مقامی حکام کو تشویش ہوئی۔ ڈسٹرکٹ آفیس کے ناظر مولوی فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان میں شاہ اسماعیل کی اس رائے پر شدید اعتراض کیا کہ خدا تعالیٰ کو اس امر پر قدرت حاصل ہے کہ وہ محمد ﷺ جیسا ایک اور نبی پیدا کر دے۔ مولوی فضل حق کے خیال میں یہ ایک بہت بڑا بہتان ہے۔ شاہ اسماعیل نے اس اعتراض کا جواب دیا، قرآن کی یہ آیت پیش کر دی۔ الیس الّذی خلق السماوات و الارض بقادر علی ان یّخلق مثلھم بلی و ھو الخلّاق العلیم۔ (سورہ یس۔۸۱) کیا جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اسے اس بات کی قدرت نہیں کہ وہ ان جیسے لوگ پیدا کر دے، بے شک، وہ بڑا پیدا کرنے والا، بڑے علم والا ہے۔

اس مسئلے کی یہ تشریح سن کر مولوی فضل حق بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنے اثر ورسوخ سے کام لیتے ہوئے اور حکام کا تعاون حاصل کر کے مساجد میں عام جلسے ممنوع کرا دیئے۔ (شاہ اسماعیل شہید۔ص ۴۳۔۴۴)

اللہ نے آپ کو جرأت مند بنایا تھا۔ آوازہ حق بلند کرنے سے کسی کا ڈر خوف آپ کو روک نہیں سکتا تھا۔ جناب نصر اللہ عزیز نے لکھا ہے کہ

لکھنو میں اہل تشیع کا غلبہ تھا اور شاہ اسماعیل تشیع کے سخت مخالف تھے۔ ایک مجمعے میں جہاں شیعوں کا غلبہ تھا، اہل سنت واعظ ومقرر، جان پر کھیل کر تقریر کر سکتے تھے۔ شاہ اسماعیل نے فضائل صحابہ اور تردید شیعیت کے متعلق بڑی بے باکی اور جرأت کے ساتھ تقریر کرنی شروع کی۔ موقع ومحل ایسا تھا کہ شاہ صاحب کی جان تک کو خطرہ تھا مگر تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر وعظ کہتے رہے۔ ان کی بہادری اور جرأت ایمانی کو دیکھ کر ایک نوجوان شیعہ رئیس سے نہ رہا گیا۔ اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ: اگر یہ سنّی مولوی اعلان حق میں اتنا بے باک ہے تو ناممکن ہے کہ شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ تقیّہ کریں۔

یہ عملی منطق کی دلیل اتنی قوی تھی کہ اس کا بھائی لاجواب ہو گیا اور دونوں بھائیوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے وہیں اعلان توبہ کر کے اپنے سابقہ عقاید سے علیحدگی اختیار کر لی۔
(شاہ اسماعیل شہید۔ص ۷۵)

شاہ اسماعیل کا سفر حج بھی ہند کی تاریخ اسلام کا اہم واقعہ ہے۔آپ اپنے مرشد حضرت سید احمد بریلوی کی معیت میں یکم شوال ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۰ء کو چار سو افراد کی معیت میں بریلی میں نماز عید ادا کر کے کلکتہ روانہ ہوئے۔کلکتہ میں یہ گروہ تین مہینے تک رہا۔وعظ کئے۔۲۸ شعبان ۱۸۲۱ء کو مکہ پہنچے۔فریضہ حج کے بعد مدینہ گئے اور یکم ذی قعد ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء جدہ واپس پہنچے۔سمندری سفر کے بعد دو ماہ کلکتہ میں گزارے اور ۲۹ شعبان ۱۸۲۳ء کو شاہ صاحب واپس دہلی پہنچے۔ (شاہ اسماعیل شہید۔ص ۴۰۔۴۱)

جناب علی میاں بتاتے ہیں:

شاہ اسماعیل کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے علماء اہل درس اور اہل ذکاوت کے اس دائرہ سے باہر قدم نکالا، جو برسوں بلکہ صدیوں سے اس گروہ کے لے مقرر ہو چکا تھا، اور اصلاح وارشاد عام اور جہاد وعزیمت کے دائرہ میں نہ صرف قدم رکھا، بلکہ اس میں قیادت کا فرض انجام دیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ ج ۵۔ص ۳۷۸)

جناب ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:

شاہ ولی اللہ کا مقام ہر رنگ میں کس درجہ جامع وکامل ہے! بایں ہمہ یہاں جو کچھ ہوا، تجدید وتدوین علوم ومعارف اور تعلیم وتربیت اصحاب استعداد تک محدود رہا، اس سے آگے نہ بڑھ سکا۔فعلاً عمل ونفاذ اور ظہور وشیوع کا پورا کام تو کسی دوسرے ہی مرد میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ صرف حضرت علامہ (اسماعیل) شہید کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔خود شاہ (ولی اللہ) صاحب کا بھی اس میں حصہ نہ تھا..اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے.... شاہ ولی اللہ نے مزاج وقت کے عدم تحمل واستعداد سے مجبور ہو کر دعوت واصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے تھے، اب اس سلطان وقت واسکندر عزم کی بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب سر بازار کی جارہی تھیں...

پھر کیا اس وقت ہندوستان علم و عمل سے خالی ہو گیا تھا؟ یا حق پر چلنے والے اور حق کا درد رکھنے والے معدوم ہو گئے تھے؟ کون ہے، جو ایسا کہہ سکتا ہے ... بایں ہمہ یہ کیا معاملہ ہے کہ وہ جو وقت کا ایک سب سے بڑا کام تھا، اس کے لئے کسی کے قدم کو جنبش نہ ہوئی۔ سب دوسرے دوسرے کاموں میں رہ گئے۔ یا حجروں کا کام یا مدرسوں کا کام، لیکن میدان والہ معاملہ کسی سے بھی بن نہ آیا۔ وہ گویا ایک خاص پہناوا تھا، جو صرف ایک ہی جسم کے لئے تھا، اور ایک ہی پر چست آیا۔ (تذکرہ۔ص ۲۷۰۔۲۷۱ ملخصاً)

آپ کی تصانیف آپ کے مجتہدانہ دماغ کی آئینہ دار ہیں۔ ان میں ردالاشراک، تقویۃ الایمان، تنویرالعینین فی اثبات رفع الیدین، اصول فقہ، رسالہ منصب امامت، ایضاح الحق الصریح (۱۹)، مثنوی سلک نور (ناتمام) تنقید الجواب در اثبات رفع الیدین، عقبات مشہور ہیں۔

ملک ہندوستان میں سب سے پہلے کھلم کھلا طور پر شائد جناب محمد اسماعیل شہید ہی نے خود کو محمدی کہلایا ہے اور حنفی شافعی کہلانے پر اس کو ترجیح دی ہے۔ ایضاح الحق الصریح میں آپ تقلید کی تردید اور محمدیت کی ترغیب میں فرماتے ہیں:

ہر کس را تحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرور نیست وارادہ وتقلید شخصی معین از مجتہدین ومشائخ درارکان دین لازم نے بلکہ ہمیں قدر کافیست کہ وقتی کہ حاجتے پیش آید از کسی از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ تقلید ہم مثل ایمان بالانبیاء از ارکان شمردہ شود، ولقب حنفی وقادری بمشابہ لقب مسلمان و سنی اظہار کردہ شود وامتیاز از شافعیان وچشتیان مثل امتیاز از کفار وروافض از لوازم تدین شمردہ شود، وانتقال را از مذہبی بمذہبے یا طریقہ بطریقہ بمثل ارتداد وابتداع وبغی موجب قتل وھتک معدود کردہ شود یا دعوی اجتہاد وولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی بر امام حق باعث قتال واہانت قرار دادہ شود، آیا نمی بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن میرسد نہ براطاعت مجتہد کہ رد حکم قاضی واحد قاضی دیگر را ہم نمیرسد چہ جائے احاد رعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ بر ہر کسی قبول آن واجب نیست، لاسیما وقتیکہ آنکس خود مجتہد باشد کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوراتقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست وبنی برامام حق اگر چہ آن باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اصلاً جائز نیست بہ خلاف دعوی اجتہاد کہ وقتیکہ ملکہ اجتہاد حاصل شود لابد دعوی اجتہاد باید کرد وتقلید را از گردن خود دور باید انداخت ۔ بالجملہ غرض ایں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب وسنت وتعلم وتعلیم آن خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین آن و سعی در اشاعت آن از جنس اکل وشرب ولباس سے کہ مدار زندگانی بر آنست واشتغال باحکام فقہیہ معتبرہ واشغال صوفیہ نافعہ از قبیل عادۃ ومعالجہ است کہ عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند وبعد از آن بکار اصلی خود مشغول باشند وعنوان وشعار خود محمدیہ خالصہ و تسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب وطرق رامثل دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکان جند محمدی پس چنانکہ سپاہیان راعنوان سپہ گری شعار ست واعلاء کلمہء سلطانی کاروبار ووقتی کہ بردوائے محتاج میشوند از ہر دکانے کہ بدست آید میگیرند وبقدر حاجت بعمل مے آرند وباقی را برائے وقت ضرورت نگاہ میدارند وکاروبار خود مشغول میباشند ہم چنیں محمدیت خالصہ راشعار خود باید کرد واقامت ظاہر سنت را کاروبار خود باید داشت واحکام فقہیہ صحیحہ راواشغال صوفیہ معتبرہ راکہ خالی از شوب فساد وبدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد وزاید از حاجت بآن توغل نباید کرد۔ (اشاعۃ السنہ نمبر۲ ج۶ ص۳۰؛ ۳۲۔۳۳)

۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ (ہزارہ) میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور جناب ڈاکٹر محمد باقر نے لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل شہید کی تحریک بھی صوفیت کے اثرات سے پاک نہ تھی ۔ اگر چہ شاہ اسماعیل ساری عمر پیروں اور مرشدوں کے خلاف وعظ کرتے رہے لیکن خود سید احمد بریلوی کی مریدی میں مرنے پر فخر کرتے رہے۔ اگر چہ وہ مرشد اور مرید کے تعلقات کی حدود سے واقف تھے لیکن عوام اس سے نا آشنا تھے۔ (شاہ اسماعیل شہید۔ ص ۶۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افنجعل المسلمين كالمجرمين۔ مالكم، كيف تحكمون۔ام لكم كتاب فيه تدرسون

تکفیری مہم

جناب محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں:۔

اہل حدیث کا مسلک آئمہ اربعہ سے بھی پہلے کا ہے۔لیکن زمانہ کے انقلابات، سیاسی مصالح اور عروج وزوال کے مختلف مراحل سے گزرنے کی وجہ سے عددی قلت اور کثرت سے متاثر ہوتا رہا۔قرون خیر کے بعد عموماً حکومت سے بے تعلق رہنے کی وجہ سے اہل حدیث اقلیت ہی میں رہے لیکن خود دار زندگی اور خدمت حدیث کی وجہ سے علمی حلقوں میں آئمہ حدیث ہمیشہ عزت کی نظر سے دیکھے جاتے رہے۔شاہ ولی اللہ فروعی عملیات میں حنفی تھے لیکن نظریات میں اہل حدیث سے بہت زیادہ قریب تھے۔ دسویں صدی کے بعد ہندوستان میں مسلک اہل حدیث کے شیوع کے دو سبب ہیں۔

ا۔ فقہ حنفی اور اس کے متوسلین کا انتہائی جمود اور تصلّب۔۲۔حضرت مجدد الف ثانی سے لے کر حضرت شاہ اسماعیل شہید تک اس جمود وتصلّب پر محقق اہل علم کی تنقید۔

یہ حضرات عموماً اپنے متعلق اظہار فرماتے تھے کہ وہ حضرت امام ابوحنیفہ کو اپنا مقتداء اور امام سمجھتے ہیں لیکن فقہ مروجہ اور اس کی جزئیات پر ان کی محققانہ تنقید کی شہادت ان کی تصانیف سے ملتی ہے۔بدعات کے خلاف ان کی تصانیف میں بھرپور حملے موجود ہیں۔ آج کے علمائے دیوبند اور بریلوی حملہ آوروں کی روش کو دیکھنے والا حضرت مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، مرزا مظہر جانجاناں، شاہ عبدالعزیز کو غیر مقلد سمجھے گا، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات حنفی تھے لیکن ان میں جمود نہیں تھا۔وہ محقق تھے، ان میں تقلیدی تصلّب نہیں تھا۔شاہ اسماعیل اسی حرکت کا نچوڑ تھے جس کی ابتداء مجدّد الف ثانی سے ہوئی۔انہوں نے ان تمام نظریات کو عمل کی صورت عطا فرمائی جو اس سے پہلے واقعی علم و نظر کی حدوں سے آگے نہیں بڑھ سکے تھے۔..انہوں نے صراط مستقیم کے بعض مقامات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

،تذکیر الاخوان اور اس سے پہلے حجۃ اللہ کے بعض اجزاء عقد الجید اور انصاف میں یقیناً تحقیق وتعمق کی دعوت دی ہے اور تقلید و جمود کے خلاف جذبات کو اس سے خاصی اعانت ملتی ہے... یوں اس دور انحطاط میں مسلک اہل حدیث کے احیاء کا شرف ان حنفی بزرگوں کو حاصل ہے جن کو تقلید و جمود سے نفرت تھی وہ حنفیت کو محض تقلیدی مسلک نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ (فتاوی سلفیہ۔ص ۱۴۸)

لیکن احناف کے جو لوگ تقلید و جمود کے عادی تھے انہیں اپنے منصف مزاج اور محقق حنفی بھائیوں کی وہ تحریک ایک آنکھ نہ بھاتی تھی جس کے ذریعے وہ تقلیدی بندشوں کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کر رہے تھے، کیونکہ اس سے عمل بالحدیث کی راہیں کھلتی تھیں جو انہیں کسی صورت گوارا نہ تھا۔ اس لئے تقلید شخصی کے متوالوں نے اپنے ہی محقق حنفی بھائیوں کو کافر کہا، ان کے خلاف کفر کے فتوے لگائے۔ مساجد کے دروازے ان پر بند کئے۔ شاہ اسماعیل اور ان کے مریدوں کو جب کافر کہا گیا اس وقت وہ حنفی تھے۔ جیسا کہ تذکرۃ الخلیل کے محشی ایک حنفی اہل علم نے شاہ محمد اسماعیل کی تنویر العینین کا پس منظر بتاتے ہوئے لکھا ہے:

اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی بڑی گمراہی تھی کہ جب حدیثوں میں حضور ﷺ کا یہ فعل موجود ہے گو ہماری تحقیق میں منسوخ ہے اس پر عمل کرنے والوں کو کافر کہنا کیسے حلال ہوسکتا ہے۔ امام شافعی امام احمد امام مالک اور ان کے تمام پیروؤں کو کافر کہنا معمولی بات نہ تھی۔ آئمہ مجتہدین میں سے سب کا استدلال قرآن وحدیث سے اپنی تحقیق میں قوی طریقہ سے ہے۔ اختلاف راجح اور مرجوح کا ہے اگر حنفی کبھی رفع یدین کرلے گا تو کوئی اس کی نماز کو فاسد نہیں کہہ سکتا۔ اگر شافعی ترک رفع سے نماز ادا کرلے گا تو کوئی شافعی اس کو فاسد نہیں کہہ سکتا۔ یہ اختلاف حق و باطل کا اختلاف نہیں ہے، ترجیح کا اختلاف ہے۔ اس لئے اصلاح کامل کے لئے شاہ (اسماعیل) صاحب نے علمی طور سے تو رسالہ رفع یدین لکھا اور عملی طور سے گاہ گاہ رفع یدین بھی کیا۔

(تذکرۃ الخلیل۔حاشیہ ص ۱۳۲۔۱۳۳)

اس تکفیری مہم میں احناف کے نامور لوگوں نے حصہ لیا۔ جناب ابوالکلام آزاد کی سوانح آزاد کی کہانی آزاد کی زبانی میں اس سلسلے میں کافی مواد موجود ہے۔ جناب محمد حسین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بٹالوی نے بھی اشاعۃ السنہ میں کچھ تفصیلات دی ہیں۔ یہ بزرگ متشدد حنفی مقلد تھے اور تقلید کی بندشوں کو ٹوٹتے ہوئے دیکھنا انہیں کسی صورت گوارا نہ تھا۔ ان بزرگوں نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں عمل بالحدیث کے خلاف مہم چلائی اور جوں جوں مہم میں شدت آتی گئی عاملین بالحدیث احیاء سنت کے مقصد میں پختہ تر ہوتے ہو گئے۔ ان کی عزیمت میں ترقی ہوتی رہی، دعوت کا میدان وسیع ہوتا رہا۔ جناب محمد علی مونگیری نے اپنے مکتوب بنام جناب احمد رضا خان میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے:

> ہماری سختی اور تشدد نے ہمارے فرقے اہل سنت اور بالخصوص احناف کو کیسا سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ ہندوستان میں تقریباً تمام اہل سنت حنفی تھے، غیر مقلد کا شائد نشان بھی نہ ہو ابتداء میں ایک دو شخصوں کی رائے نے غلطی کی۔ انہوں نے بعض مسائل میں اختلاف کیا، ہمارے حضرات نے بنظر حمایت حق انہیں مخاطب بنایا اور انہیں روکا، اگر چہ ان کی نیت خیر تھی اور اس کا ثواب وہ پائیں گے۔ مگر اتنی مدت کے تجربہ نے یہ معلوم کرا دیا کہ یہ حمایت خلاف مصلحت ہوئی۔ اب اخراج عن المساجد کا فتوی مشتہر ہوا۔ جب سے ہمارے گروہ کو ذلت کا سامنا ہوا۔ غیر مسلم حاکموں کے روبرو ہم مجرموں کی طرح پکڑے ہوئے جاتے ہیں۔ ہمارے دین وایمان کی کتابیں ان کے پیروں پر رکھی ہوتی ہیں، ہم اور ہمارے علماء کھڑے ہو کر دیکھتے ہیں، اور ہمارے مخالفین کو ڈگریاں ملتی ہیں۔

الغرض متشدد علماء احناف کے زیر ہدایت ہندوستان میں عاملین بالحدیث کا (جو اکثر و بیشتر احناف ہی کی صفوں سے علیحدہ ہو کر جادہء سنت پر گامزن ہوئے تھے) کے بائیکاٹ اور انہیں ایذائیں پہنچانے کا عمل شروع ہوا۔ ان کی مار پیٹ ہوئی، ان کا معاشرتی مقاطعہ ہوا۔ مدارس میں داخلہ روک کر ان پر تعلیم کے دروازے بند کئے گئے۔ مساجد سے اخراج کے فتوے جاری کئے گئے۔ حنفیت اور تقلید شخصی کے دفاع میں جارحانہ کتابیں لکھی گئیں۔ حدیث کی شروح فقہ حنفی کی تائید کا مقصد پیش نظر رکھ کر لکھی گئیں، فقہ حنفی کی تائید میں حدیث کی کتابیں مرتب کی گئیں۔ اور جہاں موقع ملا، احادیث اور قرآن میں تحریفات کر کے حنفی مسلک کی تائید کی گئی۔ مساجد میں داخلہ روکنے، اور عمل بالحدیث سے روکنے کیلئے عدالتوں میں مقدمات قائم کئے گئے۔ تحریری اور تقریری مناظرات کا طویل سلسلہ شروع کیا۔ عوام کو عاملین بالحدیث کی کتابیں پڑھنے سے روکا گیا۔ کتب فروشوں کو عاملین بالحدیث کی کتابیں فروخت کرنے سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روکا گیا۔ حج پر جانے والے اہل حدیث کو تنگ کیا گیا۔ بقول مصنف تاریخ ندوۃ العلماء:

جماعتی عصبیت اور فروعی اختلافات کی کثرت نے جسم ملت کو داغ دار اور مسلمانوں کی تاریخ کو بدنما بنا دیا تھا۔ ہندوستان کے باوقار علماء اور نامور شخصیتوں پر کفر کے فتوی لگانے کا رواج عام تھا۔ ہندی امت مسلمہ مقلدین اور غیر مقلدین، اہلحدیث اور اہل فقہ میں تقسیم ہوگئی تھی۔ اور یہ تمام گروہ باہم اس طرح برسر پیکار تھے کہ گویا وہ مختلف مذاہب کے پیرو ہوں۔ ملت کی ساری قوت آمین بالجہر، رفع یدین، اور قرأت خلف الامام کے اثبات یا تردید میں صرف ہو رہی تھی۔ فقہ کی جزئیات اور اختلافی مسائل میں ضخیم ضخیم مناظرانہ کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ مناظرہ، طنز وتعریض، سب وشتم اور اس سے بڑھ کر جبر وتشدد ہر جگہ عام تھا۔ (تاریخ ندوۃ العلماء۔ص ۸۷۔۸۸) (۲۰)

مناظروں، دشنام طرازی سے آگے بڑھ کر بات مقدمہ بازی اور فوج داری تک جا پہونچی تھی۔ اور مسلمانوں کے مقدمات غیر مسلموں کی عدالتوں میں پیش ہونے لگے تھے۔ جس پر غیر مسلموں کو ہنسنے کا موقع ملتا تھا۔ دہلی میں کوٹلا والی مسجد میں صرف آمین بالجہر پر جھگڑا اتنا بڑھا کہ دو الگ الگ پارٹیاں بن گئیں۔ ایک پارٹی چاہتی تھی کہ آمین زور سے کہا جائے اور دوسری چاہتی تھی کہ چپکے سے۔ اس پر سخت لڑائی ہوئی، متعدد آدمی زخمی ہوئے۔ پھر مقدمہ چلا اور اس پر ہزاروں روپئہ برباد ہوا۔ اسی طرح میرٹھ میں مقلدین اور غیر مقلدین کی کشمکش اتنی بڑھ گئی کہ ہائی کورٹ تک مقدمہ پہنچا۔

(تاریخ ندوۃ العلماء۔ص ۹۰)

جناب محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

جناب سید شریف حسین، جناب سید محمود امام جامع مسجد دہلی، جناب عبدالمجید اور جناب مرزا عبدالعزیز کی طرف سے جناب ولایت علی فرخ آبادی مدرس کے نام ایک چھٹی لکھی گئی۔ اسے چھپوانے کی بجائے بذریعہ نقول اس کی اشاعت کی گئی (تاکہ قانون کی زد سے بچا جائے) اور فتنہ بھی ابھر سکے۔ یہ فتنہ ۱۲۹۸ھ میں بپا ہوا۔ یہ چھٹی بعینہ طبع شدہ میرے پاس موجود ہے جو اہل حدیث کی طرف سے مع تردید کلام سلیم لدفع بہتان عظیم کے نام سے ۱۳۰۰ھ میں جناب عبدالحق یکے از رفقاء سید نذیر حسین طبع کرائی گئی۔ اصل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چٹھی میں (جو ۱۲۹۸ھ میں لکھی گئی ہے) اہل حدیث کی طرف بہت سے بے ہودہ مضامین منسوب کئے گئے۔ جناب عبدالحق تلمیذ میاں صاحب نے تحقیق فرمائی اور سید شریف حسین، سید محمود، جناب عبدالمجید کے نام خط لکھ کر دریافت کیا کہ یہ چٹھی کیا آپ حضرات کی طرف سے ہے، تینوں حضرات نے تردیدی جواب بھیج دیئے (عبدالعزیز کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون ہیں) کلام سلیم میں ان حضرات کے مکاتیب نقل کر دیئے گئے ان حضرات نے صراحۃً اکثر الزامات سے برأت کا اظہار فرمایا جو مختلف فیہ مسائل تھے ان پر علمی طور پر گفتگو کی ہے اور اپنے موقف کی وضاحت فرمائی، بعض جگہ مناظرانہ انداز میں مخالفین سے الزامی گفتگو کی ہے۔ اسی رسالہ کے شروع میں ایک واقعہ مرقوم ہے۔ اس وقت کو صاحب مولوی عبدالغفور موحدانہ خیالات رکھتے تھے ان کے نام سے چند مسائل مطبع حنفی دہلی سے طبع کرا کر شائع کر دیئے گئے۔... یہ واقعہ ذی قعد ۱۲۹۸ھ کا ہے۔ اس سے شہر دہلی میں کہرام سا مچ گیا۔..سرکاری اور غیر سرکاری طور پر تحقیق کی گئی تو میاں عبدالرشید مالک حنفی پریس نے بیان کیا کہ یہ اشتہار میرے پاس حنفی پریس میں چھپے ہیں۔ میرے پاس مولوی محمد شاہ (مصنف مدارالحق، پیر سکندرہ ضلع پاکپتن کے رہنے والے تھے۔ جامع الشواہد پر بھی ان کے دستخط ہیں) اور ان کے شاگرد عبدالغفور آئے اور اس فتوی کو بصورت اشتہار شائع کرنے کی فرمائش کی۔ یہ اشتہارات ایوان حکومت تک بھی پہنچے۔ کمشنر دہلی نے بھی اس کذب نوازی کو ناپسند کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی جائے لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ اہل حدیث بحیثیت مدعی استغاثہ کریں۔ میاں صاحب اور ان کے رفقاء اس پر آمادہ نہ ہوئے..پھر کمشنر نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو جمع کر کے ایک معاہدہ مرتب کیا جس میں ہر فریق نے ان مختلف فیہ مسائل میں رواداری اور ایک دوسرے کی اقتداء کے جواز کا عہد کیا۔

معاہدہ یوں ہے:

چونکہ دہلی و دیگر امصار میں اکثر نافہم لوگوں نے مسائل فروعیہ میں تنازعات بے معنی برپا کر کے طرح طرح کے اشتہارات و رسائل مشتہر کئے ہیں، بار بار وہ اشتہار و رسائل ہماری نظر سے گذرے، ہر چند بطور خود اس کا انتظام و امتناع چاہا، مگر نادان لوگ باز نہ آئے اور خفیف امور پر نوبت بہ عدالت پہنچائی، ہر فریق، اپنے مخالف فریق کو گمراہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خارج از اہل سنت والجماعت تقریراً وتحریراً کہنے لگا، اور باہم فساد وعناد بڑھتا گیا اور یہاں کے فساد سے اور بلاد اور قصبات میں یہی نزاع وتکرار بین المسلمین واقع ہوئی، اور نوبت بہ فوجداری پہنچی۔ حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آیا ہے اور صحابہ کرام اور مجتہدین عظام میں فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے۔ لیکن باوجود اختلاف کے، ان حضرات میں بغض وعناد نہ تھا۔ ایک، دوسرے کو خارج از اہل سنت والجماعت نہ سمجھتا تھا، اور آپس میں محبت واتحاد تھا۔ اور آج کل لوگ انہیں فروعی مسائل کے اختلاف کے سبب اتفاقی حرمتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ضد اور کینہ اور غیبت اور عداوت اور فساد بالاتفاق حرام ہے۔ جن مسائل مختلف فیہ میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں۔ نجاست آب آمین بالجہر فی الصلوۃ۔ رفع الیدین فی الصلوۃ۔ رفع سبابہ ودیگر مسائل اختلافیہ۔ بعض نے ان کو حرام سمجھا۔ اور بعض نے مثل منکرہ۔ غرض یہ کہ جادہ اعتدال سے گذر گئے۔ ایک فریق دوسرے فریق کے افعال نماز میں طعن وتوہین سے پیش نہ آوے۔ اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے بشرط رعائت عدم مفسدات جائز ہے۔ پس جو شخص کرے اس کو منع نہ کیا جاوے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے اور جو نہ کرے اس پر اعتراض نہ ہو۔ اور فاعل افعال مذکورہ، اس کے پیچھے نماز پڑھے۔ اور آپس میں محبت اور اتحاد رکھیں۔ کوئی کسی کو برا اور بدمذہب نہ جانے۔ مساجد میں کسی فریق کا کوئی فریق، فریقین میں سے مانع ومزاحم نہ ہو۔ جیسا کہ طریقہ سلف کا تھا اور عمل درآمد متقدمین کا رہا ہے۔ عامل بالحدیث اپنے طور پر عمل کرے، اور عامل بالفقہ اپنے طور پر۔ ہر ایک مسجد میں، ہر ایک اپنے عمل بجالانے کا مجاز ومختار ہے۔ پس ہم سب اس بات کو اشتہار دیتے ہیں کہ ہر واعظ اپنے وعظ میں دلائل تکراری ومسائل اجتہادی وغیرہ بیان نہ فرماویں۔ البتہ وقت تدریس حدیث شریف کے اس کے دلائل اور کتب فقہ کی تدریس کے وقت اس کے دلائل بیان کئے جاویں۔ اور طعن وتشنیع نہ کیا جاوے۔ علی ہذا القیاس۔ ہر موقع تحریر پر سوائے دلائل کتب کوئی بات خلاف تہذیب نہ لکھی جاوے۔ اور اب جو شخص کوئی اشتہار یا کتاب ایسے مضمون کا شائع کرے جس میں مذہب آئمہ اربعہ یا محدثین علیہم الرضوان کی توہین شرعی ہو، اس کی تدارک کی حکام سے استدعا کی جاوے غرض کہ جو آفات وافساد اشتہارات ورسائل اور تکرار امامت واقتدا سے ہو رہے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انکا انسداد بخوبی ہونا چاہیے کہ آئندہ ایسے تنازعات پیدا نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کے قلب سے کینہ وعداوت بالکل جاتا رہے اور جس شخص کو کسی مسئلہ کا دریافت کرنا منظور ہو اس کو اختیار ہے کہ خلاف وقت وعظ جس مولوی صاحب سے اس کو عقیدت ہو دریافت کرلے۔ اور یہ بھی اختیار ہے کہ کسی دوسرے مولوی سے بھی دریافت کرے، لیکن منازعت وتکرار نہ کرے۔ فقط تحریر بتاریخ بست وششم ذی قعدروز جمعہ ۱۲۹۸ھ

دستخط۔ انہ کان منصوراً (سید ابوالمنصور امام فن مناظرہ)۔ ابوخیرات محمد حبیب اللہ۔ ابو محمد زین العابدین۔ محمد یعقوب۔ محمد عبدالحق مدرس مدرسہ فتح پوری، محمد زین العابدین احمد، سید محمد نذیر حسین، حفیظ اللہ، ابوالخیر محمد یونس، عاشق علی، حسن علی، محمد اسحاق، محمد جمیل، محمد عبدالرب واعظ مدرس مدرسہ عبدالرب، محمد شاہ (مصنف مدارالحق، بلاغ المبین، عروۃ الوثقی مدرس مدرسہ فتح پوری)، محمد یوسف، محمد عبدالقادر جانشین مولوی قطب الدین خان دہلوی، محمد عبداللہ، ابومحمد، قادربخش، محمد عبدالمجید مہتمم مدرسۃ القرآن، ابونعیم محمد عبدالحلیم لکھنوی، عبدالجبار، جنگ علی خان بہادر روشن رقم حافظ امیرالدین علی منیرالدولہ ولد مولوی کریم اللہ دہلوی (برادر امام مسجد جامع دہلی)، سید شریف حسین، محمد غلام اکبر خان محمدی السنی، محمد ابراہیم قاضی القضاۃ، محمد تلطف حسین، محمد عبدالرشید ولد مولوی عبدالحکیم، محمد علاء الدین، سید محمد امام مسجد جہاں نما، امام جامع مسجد دہلی، محمد یعقوب عفی عنہ، سید محمد اسماعیل عظیم آبادی بہاری، قادربخش، محمد حمائت اللہ محمدی جلیسری، سید لطف حسین، محمد سلیم اللہ بدایونی، محمد رحیم بخش امام مسجد فتح پوری دہلی

جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

یہ تقریر سراپا تنویر، تریاق الاثر، ان مردہ دلوں پر جو حسد وعناد وشر وفساد پلائے گئے ہیں، زہر ہلاہل بن کر گری، یا زہر آلودہ خنجر ہو کر لگی۔ اور وہ صلح جو اس تحریر کی تاثیر سے پیدا ہوئی تھی ان کو موت سے بھی بدتر معلوم ہوئی۔ پس وہ اس عہد کے توڑنے اور اس صلح کے فسخ کرانے کی تدابیر کے درپے ہو گئے۔

ایک مدت کے بعد پہلے تو انہوں نے یہ تدبیر فساد اور باہمی جنگ وجدال کی نکالی کہ ایک تحریر من جانب مولوی سید شریف حسین خلف الرشید مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی بنام مولوی ولایت علی حنفی فرخ آبادی مدرس مدرسہ جناب مولوی محمد سعید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عظیم آبادی بمقام پٹنہ اس مضمون کی روانہ کی جس کی تفصیل نقل سے باوجود یکہ، نقل کفر کفر نباشد، مسئلہ مشہور ہے، ہمارے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں۔ اور قلم و زبان کو مارے شرم وحیا کے طاقت بیان نہیں ہے۔ اور اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ تمہارے اکابر مذہب ومشائخ طریقت کے فلاں وفلاں (جن کے نام نامی کا ذکر بھی اس مقام میں گستاخی و بے ادبی سے خالی نہیں) سب کے سب کافر ومرتد وجہنمی گذرے ہیں اور ہمارے علماء مذہب فلاں فلاں ایسے اور ایسے عالم اور مجتہد ہیں۔ اسی قسم کے اور کفریات واکاذیب اس تحریر میں درج ہیں (جن کا صدور مسلمان کی شان سے بعید ہے)۔

اس خط کو دیگر مفسدوں نے خود ہی دہلی، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ، لودہیانہ، لاہور وغیرہ بلاد ہندوستان و پنجاب میں پھیلایا۔ اور عام لوگوں کو جوش دلایا کہ گروہ عاملین بالحدیث، عاملین بالفقہ کو ایسا برا سمجھتے ہیں، لہذا ان سے دشمنی وعناد عاملین بالفقہ کا مذہبی فرض ہے۔ ہر چند اس خط اور اس کی اشاعت نے بعض سادہ مسلمانان ضلع سہارن پور و لودہانہ پر کچھ اثر کیا، انہوں نے بلاتحقیق اس پر اعتماد کر کے عاملین بالحدیث کو مسجدوں سے نکالنا شروع کر دیا اور اپنا دشمن ومخالف سمجھا، مگر اکثر بلاد کے علماء وصلحاء وعقلاء اور رؤساء نے اس کو دروغ بے فروغ سمجھ کر اس کی طرف اعتناء نہ کیا۔ الغرض اس جعلی خط کا اثر پورا پورا نہ ہوا۔

یہ دیکھ کر ان ہی حضرات نے، یا ان کے اور ہم خیال بھائیوں نے انہی دہلی کے مفسدوں کے مشورہ ومعاونت سے ایک اور فتوی بطور رسالہ اس مضمون کا تیار کیا کہ گروہ عاملین بالحدیث، اہل سنت والجماعت سے خارج وگمراہ ہیں۔ ان میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو بعض موجب کفر ہیں، بعض موجب فساد، ونماز کی مفسد (جن کی تفصیل ہم پہلے کر چکے ہیں)، لہذا ان کے ساتھ ملنا بیٹھنا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا، درست نہیں۔ اور اس کی ذیل میں اس تحریر معاہدہ مصدقہ کمشنری دہلی کی بے اعتباری یوں بیان کی کہ کمشنر دہلی نے ان دونوں فریق کا باہم ملاپ واتفاق کرایا تھا، وہ فتوی نہیں اور لائق اعتبار نہیں ہے۔ اور اس پر تین دلائل پیش کئے:

اول یہ کہ کمشنر کو مذہبی امور میں دخل اور فتوی پر مہر کرنے سے کیا کام؟

دوم یہ کہ اس میں سوال (چہ فرمائید علماء دین) و جواب (بحوالہ کتب) کہاں ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوم یہ کہ اس پر دستخط کرنے والے سب علماء نہیں، بعض طرفین کے مولوی ہیں۔

اس رسالہ پر انہوں نے جھوٹی سچی مہریں کرا کر ایک مولوی صاحب کے (جن کے اسم ورسم سے ہم واقف نہیں، لہٰذا ہم ان کی نسبت کسی قسم کی رائے قائم نہیں کر سکتے کہ وہ دیدہ دانستہ اس فساد و غلط بیانی کے متصدی و پیش امام ہوئے یا وہ کسی مفسد کے دھوکہ میں آ گئے، یا وہ اس رسالہ کے مضامین ہی سے بے خبر محض ہیں) نام زد کر کے ایک گلابی رنگ کے چورقہ پر مطبع فیض محمدی لکھنو میں چھپوایا۔

وہ چورقہ رسالہ ہندوستان و پنجاب کے اکثر شہروں میں مشتہر ہو رہا ہے اور اس کی دستاویز سے (کہ یہ دہلی کا مہری فتوی ہے) ناواقف لوگوں کو دن رات بہکایا اور جوش دلایا جاتا ہے کہ گروہ عاملین بالحدیث، کافر و مرتد و خارج از ملت ہیں، ان کے ساتھ ملنا، بیٹھنا، کسی کام میں شریک ہونا مسجدوں میں ان کو آنے دینا، جائز نہیں۔

اس کاروائی تفرقہ کا نتیجہ بقرینہ واقعات اور بحکم مشاہدہ وفراست یہ ہونے والہ ہے کہ جماعت عاملین بالحدیث عموماً مسجدوں سے نکالی جائیں گی۔ وہ نہ نکلے تو فریق مخالف کے ہاتھ سے مار پیٹ کھائے یا عدالت کے دروازوں پر ڈیرہ لگاویں گے، یا گورنمنٹ پنجاب میں ڈیپوٹیشن یا میموریل پیش کریں گے، جس میں نہ صرف ان کو نقصان پہنچے گا، بلکہ گورنمنٹ اور اس کے افسروں کا وقت بھی صرف ہوگا۔

یہ ان بیماروں کی کیفیت مرض ہے۔ اب جو اس کا علاج لائق توجہ معززین اہل اسلام و گورنمنٹ، خاکسار (محمد حسین) کے فکر و خیال میں آیا ہے وہ عرض خدمت ہوتا ہے۔

اہل اسلام سے جو صاحب علم و انصاف ہیں وہ خود جانتے ہیں کہ گروہ عاملین بالحدیث کو عاملین بالفقہ سے اصول اعتقاد و امہات مسائل میں (بجز چند مسائل فرعیہ عملیہ کے جن میں کسی جانب صواب یا خطا کا یقین نہیں ہوسکتا) اختلاف نہیں ہے۔ دونوں اکثر مسائل و اصول میں ایک ہیں۔ اور جن کو کسی مسئلہ میں کچھ اشتباہ یا قلت اطلاع ہو وہ بشرط استطاعت اس گروہ کے معمولہ و متمسکہ کتب حدیث (صحاح ستہ وغیرہ) کو (جن پر ان کا عملاً و اعتقاداً اعتماد اور استناد ہے) مطالعہ کر کے دیکھیں کہ آیا ان کتب میں ان باتوں کا، جو ان کے ذمہ لگائی جاتی ہیں، کہیں اثر و نشان ہے۔ جس کو یہ بھی استطاعت نہ ہو وہ اسی فیصلہ و قرارداد فریقین کو جو عدالت کمشنری دہلی میں گویا رجسٹری ہو چکا ہے ملاحظہ فرماویں، جس میں باتفاق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علماء فریقین صاف تسلیم کیا گیا ہے کہ ان کا، ان کا، اختلاف صحابہ کی مانند صرف بعض مسائل فرعیہ میں ہے، اصول میں نہیں ہے۔ اصول میں یہ سب اہل سنت و جماعت ہیں۔ ایک کی دوسرے کے پیچھے نماز درست ہے۔ اور جو اس فیصلہ کی بے اعتباری پر اس تحریر، سراپا تزویر میں تین دلائل قائم کئے ہیں ان کو وہ محض مغالطات و دھوکہ سمجھتے ہیں۔

دلیل اول کو اس لئے کہ کمشنر نے اس میں تصدیق مسائل کے لئے دستخط نہیں کئے، بلکہ بغرض شہادت واقعہ۔ گویا اس فیصلہ کو رجسٹری کر دیا ہے تا کہ مفسدین کو اس میں انکار کی گنجائش نہ رہے اور ظاہر ہے کہ کوئی امر شرعی بیع یا نکاح یا ہبہ یا طلاق عدالت میں رجسٹری کرانے سے غیر شرعی اور باطل نہیں ہو جاتا۔

دلیل دوم کو اس لئے کہ دینی مسائل وفتاوی کے صیغہ و پیرایہ کا سوال و جواب پر انحصار نہیں۔ دیکھو قرآن مجید یا صحیح بخاری یا ہدایہ میں کہیں چہ می فرمائید علماء دین کا لفظ نہیں ہے۔ پھر کیا وہ مسائل جو ان کتابوں میں ہیں، شرعی مسائل متصور نہ ہوں گے؟

دلیل سوم کو اس لئے کہ اس فیصلہ پر جن لوگوں کی مہریں ہیں وہ سبھی علماء نہیں ہیں، تو بعض تو بلا اختلاف علماء ہیں، جن کے نام نامی ہم نے اس مقام میں اسی بات کے بتانے کے لئے نقل کئے ہیں اور ان کا علماء ہونا اس تحریر پر تزویر میں بھی تسلیم کیا گیا ہے بلکہ انہی علماء کی مواہیر سے اپنی تحریر کو علماء دہلی کا مہری فتوی بنایا ہے اور عام لوگوں میں جو دہلی کے فتوی پر اعتماد کرتے ہیں، معتبر کیا ہے۔ اور تصدیق مسئلہ کے لئے بعض مصدقین کا علماء ہونا کافی ہے اور اس کو غیر علماء کا مان لینا اور اس کی تصدیق کرنا اس کو شرعی ہونے سے خارج و بے اعتبار نہیں کرتا۔

اس تدبیر سے کس و ناکس کو، عالم ہو خواہ عامی، ان باتوں کے کذب ہونے کا یقین ہو سکتا ہے۔

اور معزز خیر خواہان اسلام و اتفاق جو یان اہل اسلام خصوصاً اسلامی انجمنوں کے اعیان کی توجہ سے اس یقین کے اظہار اور ان اکاذیب کی بے اعتباری کے اشتہار سے وہ اس مرض فرقہ وفساد و بغض وعناد اہل اسلام سے دور ہو سکتا ہے۔ اور جن کے دل میں پھر بھی یہ مرض رہے ان کے لئے دو نسخہ اور تیار ہے۔

اول ہزار روپیہ کا اشتہار۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم جھوٹی باتوں کے قائل پر لعنت کی بوچھاڑ۔

اشتہار یہ ہے:

خاکسار بذریعہ اشتہار یک ہزار روپیہ نقد سکہ رائج الوقت کا اس شخص کو وعدہ انعام دیتا ہے جو ان مفتریات و بہتانات کا جو اہل حدیث کے ذمہ لگائے جاتے ہیں (اور وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۶ بصفحہ ۱۲۹ منقول ہیں) ان کی ان کتب معمولہ و متمسکہ سے (جو شرقاً و غرباً و سلفاً و خلفاً ان کی متمسک بھا ہیں) ثابت کرے یا ان کا داخل مذہب اہل حدیث ہونا اس اصول وقانون سے جو انتباہ، حضرت شاہ ولی اللہ و میزان، شعرانی و ایقاف، ملا حیات سندھی اور اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۸۴ بیان ہوا ہے، ثابت کرے۔ المشتھر ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ التماس۔ اڈیٹران اخبار اس اشتہار کو اپنے اپنے اخبار میں بنظر رفاہ عام، واصلاح نظام، و دفع اختلاف، واصول اتفاق درج کریں۔

(اشاعۃ السنہ نمبر ۵ و ۶ جلد ششم بابت رجب ۱۳۰۰ھ مطابق مئی ۱۸۸۳ء۔ ص ۱۲۵ ہے)۔

جس کو اہل حدیث میں ان باتوں کے پائے جانے کا دعوی ہو وہ اس اشتہار کا جواب دے یا کسی سے دلوائے اور ہزار روپیہ انعام پائے۔

اور لعنت، ہر دم حاضر ہے۔ جہاں اور جس وقت چاہو اہل حدیث کہنے کو حاضر ہیں کہ جو ان باتوں کا قائل ہو اس پر ہزار لعنت ہے۔ اور جو ناحق کسی پر بہتان باندھے، اس پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ پانچ سو کی آپ کو رعایت کی گئی۔ ان کے مخالف اپنے دعوی و یقین میں سچے ہیں تو اس پر (بالجہر نہ سہی آہستہ ہی) آمین کہیں۔

بالفعل تو ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں، ہمارے اشتہار کا جواب ملا تو اس کے جواب میں ہم دلائل کے ساتھ اور کتابی بحث کریں گے۔ ان باتوں کا افتراء ہونا محدثین کی کتب معمولہ سے ثابت کر دیں گے اور جن عبارات کتب جھاؤ و چھجو وغیرہ سے ان حضرات نے ان باتوں کو اختراع کیا ہے ان کا جواب بھی دیں گے (اشاعۃ السنہ جلد ۶ ص ۱۳۲۔۱۳۶)

بالفعل تو ہم گورنمنٹ کی خدمت میں یہی نسخہ عرض کرتے ہیں کہ اگر مسلمانان اپنا علاج خود نہ کریں تو گورنمنٹ اس معاملہ میں، جس کو انتظام عامہ سے تعلق ہے، نیوٹرل نہ ہو کر بذریعہ کمشنر دہلی وہاں کے علماء سے (جنہوں نے تفرقہ انداز تحریر پر دستخط کئے ہیں اور ان کی مہریں اس فیصلہ مدخلہ کمشنری پر بھی موجود ہیں) دستخط کرنے کی وجہ دریافت کرے۔ اگر وہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے انکاری ہوں تو اس امر کا اشتہار اس فساد کے انسداد کے لئے کافی ہے۔ اور اگر وہ اقراری ہوں تو جرم عہد شکنی اور اختلاف ورزی پر ان کو سزا نہ سہی، اتنی فہمائش تو کرے کہ وہ اپنے اول معاہدہ پر کاربند رہیں۔ اس ذرہ سے اشارہ گورنمنٹ پر ان علماء کا اس تحریر تفرقہ انداز سے علیحدہ ہو جانا عام صلح و اتفاق کا موجب ہوگا اور گورنمنٹ کو اس فساد کے نتائج، مقدمات و شکایات، سننے میں اپنا قیمتی وقت صرف کرنے سے امن رہے گا۔ اس اجمالی التماس پر گورنمنٹ کی توجہ ہوئی تو اس مضمون کے نمبر دوم میں کچھ اور تفصیلی گزارش ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۶ ص ۱۳۶)

دہلی میں ہونے والے معاہدے کے باوجود بہانوں بہانوں سے حنفی فقہاء اپنے معتقدین کو اہل حدیث سے دور رکھنے کی کوشش کرتے رہے جیسا کہ جناب اشرف علی تھانوی سے سوال ہوا:

ایک اشتہار غیر مقلدوں کا مقام چاند میں آیا وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اس کا مضمون صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ جواب میں انہوں نے فرمایا: نقل معاہدہ اہل حدیث وفقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی نظر سے گذرا۔ مضمون معلوم ہوا۔ ان جھگڑوں میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا، ناحق وقت ضائع ہوتا ہے، مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے، ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے، مگر حقیقت میں دھوکہ دیا ہے، کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی، لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا، بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہوگیا ہے، کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظمؒ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں، اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں، اور تقلید آئمہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیه آباءنا۔ معاذ الله استغفر الله، خدا کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں، اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں، اور ہمیشہ جو یائے فساد و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتنہ انگیزی رہتے ہیں علی هذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں، بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے، خاص کر جو صاحب ان کی تصانیف کو ملاحظہ فرماویں ان پر یہ امر اظہر من الشمس ہوگا۔ پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے، موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں۔ پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے (البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کی ہے) باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہیں کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہیں ہوتا، اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہیں آتا تو پھر تکرار بے فائدہ سے کیا حاصل۔ قال اللہ تعالی یا ایها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرّکم من ضلّ اذا هتدتم۔ الآیہ۔

محمد اشرف علی۔ ۸ محرم ۱۳۰۱ھ امداد ج ۳ ص ۱۵۰۔ (امداد الفتاوی۔ ج ۴۔ ص ۵۶۲)

اور جامع الشواہد نامی فتوی جاری ہوا جس میں دہلی کے معاہدے کی اہمیت سے انکار کیا گیا۔ اس میں ان لوگوں کے دستخط اور مہریں بھی ہیں جو کمشنر کے سامنے ایسی خرافات سے اجتناب کا عہد کر چکے تھے۔ محمد شاہ کے دستخط بھی اس پر موجود ہیں۔ یہ فتوی چند اوراق کا ہے جو مولوی وصی احمد نے مدراس سے شائع کیا۔ یہ غالباً زرد رنگ کے کاغذ پر طبع ہوا تھا۔ اور گلابی چودرقہ (جو زرد رو ہو کر ۲۰ صفحہ میں مطبع فیض عام دہلی میں دوبارہ چھپا ہے اور اس پر لودہانہ پانی پت دیوبند گنگوہ رام پور وغیرہ کے علماء کی مہریں زیادہ کی گئی ہیں) والے بھی ان (لودہانہ والوں) سے کچھ کم نہیں ہیں انہوں نے بھی اس زرد رو رسالہ کے صفحہ ۱۹ میں صاف لکھ دیا کہ جس قدر شمشیر دست و زبان کے ذریعہ سے ان کا مقابلہ کیا جاوے، تھوڑا ہے۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۶ ص ۲۹۱۔ ۲۹۲)۔ اس کے بعد محمد عارف تاجر نے مطبع گلزار محمدی لاہور سے اسے شائع کیا، اس فتوی کے مفتی حضرات نے اکیس وجوہ کی بنا پر ثابت فرمایا ہے کہ اہل حدیث کو مساجد سے نکالنا درست بلکہ ضروری ہے ...۱۳۰۰ھ کے پس و پیش اس کتاب کی مدراس سے پشاور تک اشاعت ہوئی اور اس پر کافی ہنگامہ ہوا۔

مولوی وصی احمد بریلوی ہیں اور یہ فتوی بھی بریلوی حضرات کی طرف سے شائع کیا گیا۔ معلوم ہے کہ اس میں امکان کذب باری کو سب سے پہلے کہا گیا ہے۔ یہ مسئلہ حضرات دیوبند کا امتیازی مسئلہ ہے۔ اہلحدیث میں سے بعض حضرات کا رجحان بھی اسی طرف ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیکن ہمارے ہاں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں، نہ سنت اور بدعت میں یہ مسئلہ کوئی امتیازی حیثیت ہی رکھتا ہے۔ ہمارے ہاں صرف اس قدر کافی ہے کہ ذات حق سے کبھی کذب اور ظلم کا ظہور نہیں ہوگا اور بس، جل جلالہ وعم نوالہ۔ (فتاوی سلفیہ۔ص ۱۵۰۔۱۵۵)

جامع الشواہد والافتوی یوں ہے:

جامع الشواهد فی اخراج الوها بیین عن المساجد

تمام گمراہوں کو اہل سنت والجماعت کی مسجدوں سے نکال دینے کا فتوی

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت والجماعت اس امر میں کہ

۱۔ یہ گروہ غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں داخل ہے یا مثل اور فرق ضالہ کے اہل سنت سے خارج ہیں؟

۲۔ انکے ساتھ مخالطت اور مجالست اور انکو اپنی مسجدوں میں آنے دینا درست ہے یا نہیں

۳۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

جواب۔ سوال اول کا یہ ہے کہ فرقہ غیر مقلدین جن کی علامت ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر ...اور رفع الیدین اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے، اہل سنت سے خارج ہیں اور مثل دیگر فرق ضالہ رافضی خارجی وغیرھا کے ہیں کیونکہ ان کے بہت سے عقائد اور مسائل اہل سنت کے مخالف ہیں۔.....

جواب سوال دوم۔ غیر مقلدوں سے مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے اپنی مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے کیونکہ مسائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ وہ اہل بدعت ہیں نہ کہ اہل سنت، اور مجالست ومخالطت اہل بدعت سے شرعاً ممنوع ہے قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اختارنی و اختارلی اصحابی فجعلهم انصاری و اصهاری و انه سیجی ... آخر الزمان قوم ینقصونهم فلا تواکلوا هم و لا تشاربوهم ولا تناکحوهم و لا تصلو معهم ولا تصلوا علیهم۔ انتہی اور شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی میں اس آیت ...فید هنون کی تفسیر میں فرمایا ہے درحقائق تنزیل مذکور است کہ سہل بن عبداللہ تستری فرمودہ اند کہ من صح ایمانه و اخلص توحیده فانه لا یاض الی المبتعد و لا یجالسه ولا یواکله و لا یشاربه و یظهر من نفسه العباده و من داہن بمبتدع فصلبه اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حلاوة الایمان ... الی مبتد ع نز ع الله تعا لی نور ایما نه من قلبه یعنی مرد صحیح الایمان را با بدعتیان انس نگیرد و ہم مجلس و ہم کاسہ و ہم نوالہ بایشاں نشود و ہر کہ بہ بدعتیاں دوستی پیدا کند نور ایمان و حلاوت آن از وی بر گیرند انتہی کلام شاہ عبد العزیز۔ اور طحطاوی نے حاشیہ درمختار کی کتاب الذبائح میں فرمایا ہے

و ھذہ الطافیة النا جیة قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعة وھم الحنفیو ن و المالکیو ن و الشافعیون و الحنبلیون و من کان خارجاً من ھذہ المذا ھب ا لاربعة فی ذا لک الز مان فھو من اھل البدعة و النار افتوی، اور یہی مضمون اور بہت سی کتب دینیہ میں موجود ہے۔ ضرورۃً اسی قدر قلیل پر اختصار کیا گیا۔

جواب سوال سوم ۔ مسائل مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے کیونکہ مسائل مذکورہ اور عقائد مسکورہ بعض موجب کفر اور بعض مفسد نماز ہیں۔

واضح ہو کہ شہر دہلی میں باہم ہر دو فریق نزاع یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ عدالت دیوانی اور فوجداری میں مقدمات دائر کر رکھے تھے۔ کمشنر دہلی نے فریقین کے بعض لوگوں کو اپنی کوٹھی پر بلا کر باہم ملاپ کرانا اور دفع فساد کرانا چاہا۔ چنانچہ ..ذی قعد ۱۲۹۸ھ میں ایک کاغذ لکھا گیا کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے معترض نہ ہو اور بشرط رعایت رکھے ۔عدم مفسدات نماز کے ایک دوسرے کے پیچھے نماز بھی پڑھ لے سو وہ ایک فیصلہ باہمی تھا نہ فتوی شرعی بچند وجوہ، اول یہ کہ حکام والا شان کو دینی امور میں کچھ مداخلت نہیں، نہ وہ فتووں پر دستخط کرتے ہیں۔ دوم نہ اس میں سوال علماء دین سے ہے نہ بحوالہ کتب دینیہ اس کا جواب رقم ہے ۔ سوم اس پر مواہیر اور دستخط کرنے والے سب علماء نہیں ۔ بلکہ اکثر طلبا مولوی نذیر حسین اور بعض عوام سکنائے شہر ہیں، گو ان کے نام بڑے لمبے چوڑے لکھے گئے ہیں تا کہ مولوی معلوم ہوں اور بعض طرفین کے مولوی بھی ہیں ۔مگر ظاہر ہے کہ اگر وہ فتوی ہوتا تو ان عوام کی مہر اس پر کیوں نہ ہوتی ،مگر غیر مقلدین نے اس کو فتوی سمجھ کر بڑی شہرت دی تا کہ عام لوگ دھوکے میں آ جائیں ۔ بالفرض اگر یہ فتوی ہو بھی تو اس سے ان کی وہ کتابیں جن میں کہ حضرات مقلدین کو کافر و مشرک لکھا ہے سب باطل ہو گئیں ۔آخر الامر ان کے منہ سے حق نکل گیا، کہ مقلدین کے پیچھے نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز رکھی ۔ و اللہ اعلم با لصواب ۔ وصی احمد السنی الحنفی السورتی ۔ (جامع الشواہد فی اخراج الو ہابیین عن المساجد ۔ مصنفہ مولوی وصی احمد محدث سورتی ۔ مکتبہ نبویہ ۔ جامع سٹی کوتوالی میلا روڈ لاہور طبع ۱۹۵۸ ترتیب وتہذیب مولوی باغ علی نسیم ۔ اس نسخہ کے ساتھ اخراج المنافقین من المساجد المسلمین کے نام سے صفحہ ۱۶ سے ۳۲ تک مولوی نبی بخش حلوائی حنفی مجددی (مئولف تفسیر نبوی) کی تعلیقات وتفہیمات بھی ہیں ۔ اور جامع الشواہد والافتوی ص ۳ سے ۱۵ تک ہے)

جامع الشواہد فی اخراج الو ہابیین عن المساجد، دار المصنفین اعظم گڈھ کی لائبریری میں موجود ہے.. مفتی وصی احمد حنفی سورتی ہیں ...اس رسالہ میں بہت سے علماء احناف کے فتوے ان کی مہر اور دستخط کے ساتھ موجود ہیں ۔ صفحہ ۹ پر جلی سرخی قائم کی گئی ہے .مواہیر ودستخط علماء لودھیانہ و دیو بند . اس کے ذیل میں دیو بند اور لودھیانہ کے علماء کے فتوے درج ہیں ، علماء دیو بند نے مذکورہ سوال کا جو جواب لکھا ہے اور جس عبارت پر دستخط کئے ہیں وہ یہ ہے :

عقائد اس جماعت کے جب خلاف جمہور ہیں بدعتی ہونا ظاہر اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازواج کے اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر، تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحہ میں ان کی احتیاط لازم ہے، جیسے روافض کے ساتھ احتیاط چاہیے ۔ حررہ محمد یعقوب النانوتوی، رشید احمد گنگوہی، محمد محمود دیو بندی، محمود حسن، ابوالخیرات سید احمد ۔ (جامع الشواھد ۔ ص ۱۱)

یہ اکابر دیو بند کا فتوی ہے ۔ کسی حوالے اور ثبوت کے بغیر چند عقائد اور مسائل کو پوری جماعت اہل حدیث کی طرف منسوب کر کے کہہ دیا کہ یہ بدعتی ہیں، فاسق یا کافر ہیں، مثل روافض کے ہیں، ان کے ساتھ نماز پڑھنا، نکاح کرنا، ان کا ذبیحہ کھانا، ان سب باتوں میں احتیاط کرنا چاہیے ۔ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریئے)

جناب محمد اسماعیل سلفی بتاتے ہیں :

۱۳۰۰ھ میں جناب میاں نذیر حسین حج کیلئے تشریف لے گئے ۔ وہاں انہیں قتل یا قید کرانے کی سرتوڑ کوشش کی گئی ۔ بیت اللہ میں ترکی مندوب کے سامنے جب میاں صاحب کو پیش کیا گیا تو جامع الشواہد کو آپ کی تصنیف ظاہر کیا گیا ۔ ترکی مندوب اردو سے نابلد تھا ۔ بڑی مشکل سے اسے سمجھایا گیا کہ یہ میاں صاحب کی تصنیف نہیں ۔ میاں صاحب نے اپنا عقیدہ بیان کیا اور بتایا کہ ہم آئمہ اربعہ کو اپنا مقتداء سمجھتے ہیں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تنقیص اور بے ادبی کو گناہ سمجھتے ہیں اور یہ عقائد ہمارے نہیں جن کا ذکر جامع الشواہد میں کیا گیا ہے۔ تب تر کی مندوب نے معذرت چاہی اور دعا کی درخواست کی۔ تعجب ہے کہ یہاں کوششیں کرنے والے چار بزرگ جناب خیر الدین، جناب عبد القادر بدایونی، جناب رحمت اللہ کیرانوی، اور حاجی امداد اللہ تھے۔ پہلے دونوں بزرگ بریلوی تھے اور ایسے سخت بریلوی کہ ان کی نگاہ میں جناب احمد رضا خان کا عقیدہ بھی درست نہ تھا بلکہ اس میں بھی کچھ وہابیت کی رمق تھی۔ جناب رحمت اللہ ۱۸۵۷ء کے بعد..ہجرت فرما کر حجاز میں آباد ہو گئے، دیوبندی حلقوں میں ان کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر صوفی منش بزرگ ہیں۔ جناب قاسم نانوتوی، جناب محمود حسن، جناب حسین احمد کے شیخ طریقت تھے۔ حیرانی ہے کہ سید نذیر حسین ایسے مرنجاں مرنج اور علوم حدیث کے بے نظیر خادم سفر حج میں ان بزرگوں کی ایذاء سے نہ بچ سکے۔.. عقل حیران ہے کہ ایسے اتقیاء کو یہ جرأت کیوں کر ہوئی، میاں صاحب عالم ہیں، فن حدیث میں ان کی مہارت مسلّم ہے، ان کی شرافت تقوی دقت نظر اور ذکا علمی حلقوں میں حدیث محفل ہے۔ ملک میں ان کی آبرو ہے، خدمت حدیث میں عرب وعجم پر ان کا احسان معلوم، پھر وہ مسافر ہیں، ہم وطن ہیں، ایک فریضہ شرعی کی ادائیگی کے لئے اس سفر پر ہیں وہ ہر لحاظ سے مواسات کے مستحق ہیں۔ اختلافات درست بھی ہو سکتے ہیں غلط بھی لیکن اس کے انتقام میں موت تک کی بازی لگا دینا کسی دانش مند کے لئے مناسب نہیں۔ پھر جامع الشواہد کو میاں صاحب کی تصنیف ظاہر کرنا ان اکابر کے لئے کیونکر موزوں ہو سکتا تھا؟ (فتاوی سلفیہ۔ص ۱۵۵۔۱۵۷)

اور لودہیانہ کے چند حضرات نے تو اہل حدیث کی نسبت واجب القتل ہونے کا صاف فتوی دیا ہے۔ چنانچہ رسالہ انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد میں لکھ دیا ہے

. حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ ان کو قتل کریں اور وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ کریں. (اشاعۃ السنہ۔ ج ۶۔ص ۲۹۱)

جناب بٹالوی بتاتے ہیں کہ

اس رسالہ انتظام المساجد کا مولف مولوی محمد پسر مولوی عبد القادر لدھیانوی ہے۔ ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اس رسالہ کا ذکر اس سے پہلے دو دفعہ کیا۔ اولاً ۱۸۸۱ میں بضمن ضمیمہ نمبر ۱۰ جلد ۳۔ ثانیاً ۱۸۸۳ میں بضمن رسالہ نمبر ۵ جلد ۶ میں۔ مگر اس کے مئولف کا نام اس خیال سے نہ لیا کہ شاید یہ لوگ بحکم العاقل تکفیہ الا شارہ ہمارے اجمالی اشتہاروں کو سمجھ جائیں اور اپنے تشدد سے باز آئیں مگر جب ان اجمالی اشتہاروں نے ان پر اثر نہ کیا اور ان کا تشدد روز بروز بڑھتا نظر آیا تو ناچار ہم کو ان کا نام لینا پڑا۔ تاکہ کوئی ملک یا قوم کا خیر خواہ ان کو اتنا تو پوچھے کہ تمہارا اپنے مخالفین مذہب پر حکم قتل کیا اثر پیدا کرے گا ؟

(جناب بٹالوی بتاتے ہیں کہ)..

.رسالہ انتظام المساجد میں تو ان کا تحریری حکم قتل ناظرین نے دیکھ لیا۔ ایک اور رسالہ انتصار الاسلام میں جو ان سب بھائیوں، محمد، عبدالعزیز، عبداللہ لدھیانوی، نے مل کر تالیف کیا اس قتل و جہد کا جا بجا نہ صرف ذکر بلکہ اس پر فخر موجود ہے۔ دیکھو دیباچہ اس رسالہ کا صفحہ ۲۔ اور رسالہ کا صفحہ ۳، و ۱۹ و ۲۰ وغیرہ۔ ...

جناب محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

جامع الشواہد بریلوی حضرات کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ اسی انداز کی ایک کتاب دیوبندی حضرات کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس کا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد تھا۔ یہ لدھیانہ سے شائع ہوئی۔ (۲۱)

لدھیانہ میں ایک بزرگ جناب عبدالقادر تھے، ان کے چار بیٹے تھے جناب عبداللہ، جناب عبدالعزیز، جناب محمد، جناب محمد سیف اللہ۔ اس خاندان کا رجحان عقیدہ دیوبندی مکتب فکر کی طرف معلوم ہوتا ہے لیکن ان کی حقیقت برزخ کی ہے، وہ بریلوی اور دیوبندی دونوں حضرات سے ملتے جلتے معلوم ہوتے ہیں۔ اہلحدیث کی مخالفت میں دیوبند اور بریلوی مکاتب کو ملانے میں ان حضرات نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے مراسم بھی دونوں مکاتب سے ہیں.. جناب بٹالوی ایک دفعہ لدھیانہ گئے انہوں نے کسی مسجد میں نماز ادا فرمائی ان حضرات نے مسجد دھونے کا حکم دیا اور مسجد دھوئی گئی۔ (فتاوی سلفیہ۔ ص ۱۵۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:

لدھیانوی خاندان کی دانشمندی اور وقت شناسی کا ایک واقعہ سن لیجئے۔ جن ایام میں اہل حدیث اور اس مسلک کے اکابرین سے ان حضرات کی ٹھن رہی تھی ان دنوں سرسید احمد خان نے ایک ایسوسی ایشن کی بنیاد رکھی جس میں راجہ صاحب بنارس بھی شامل تھے۔ سرسید کا مقصد کانگریس کی مخالفت تھی اور کانگریس کا مقصد ہندو قومیت کی حفاظت تھی اور عام ملکی معاملات میں ہندو مسلم اتحاد کی دعوت دونوں میں تھی لیکن اس وقت یہ دونوں جماعتیں آزادی کی خواہش مند نہیں تھیں اور نہ انگریز کو ہندوستان سے نکالنا ان کے مقاصد میں شامل تھا۔ اس وقت دونوں کا مقصد انگریزوں سے مانگنا تھا۔ کانگریس ہشیاری اور چالاکی سے مانگتی تھی سرسید منت اور لجاجت سے۔ ہمارے لدھیانوی بزرگ کانگریس کی راہ پسند کرتے تھے اور غالباً کانگریس میں شامل تھے۔

سرسید احمد خان ایک طرف راجہ بنارس کو اپنی جماعت میں شامل کیا دوسری طرف کانگریس کے بارے میں کہا کہ یہ ہندو جماعت ہے۔ کانگریس نے لدھیانوی برادران کو اس محاذ پر کھڑا کیا تاکہ یہ سرسید کی اسلام نوازی کو ننگا کریں اور علماء سے فتوی حاصل کریں کہ کانگریس میں شمولیت مستحسن ہے اور سرسید کی جماعت میں شمولیت گناہ ہے۔ ایسوسی ایشن دراصل اسلامی جماعت نہیں بلکہ یہ سرسید کے سیاسی اور مذہبی نظریات کی ترجمان تھی۔ لدھیانوی برادران نے یہ فریضہ بڑی دانش مندی سے ادا کیا اور ایک فتوی نصرت الابرار کے نام سے شائع کیا۔ خوبی یہ ہے کہ ان حضرات کا رجحان بظاہر دیوبندی افکار کی طرف تھا لیکن اس فتوی پر بریلوی حضرات کے دستخط موجود ہیں۔ جناب احمد رضا خان نے کانگریس میں شمولیت اور سرسید احمد سے الگ رہنے کے متعلق بڑا مفصل فتوی لکھا ہے۔ پھر اس فتوی کی اشاعت مولوی خیر شاہ نے کی ہے جو کٹر قسم کے بریلوی تھے۔ انہوں نے جناب عبدالقادر اور ان کے خاندان کی بڑی مبالغہ آمیز تعریف کی ہے۔ جناب احمد رضا خان کا تشدد اور تصلّب اہل توحید کے خلاف معلوم ہے۔ ان سے دیوبندی تحریر کی تصدیق اور پھر کانگریس میں شمولیت اور پھر اس کی اشاعت ایک بریلوی کی طرف سے۔ یہ سب کچھ ہو گیا اور ان حضرات کی دیوبندیت پر کوئی اثر نہ پڑا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اس وقت کے اکابر دیو بند نے یہ سب کچھ دیکھا، انہیں ان حضرات کے متعلق کوئی شبہ نہ ہوا۔ (حالانکہ وہ دیو بندی حضرات کے خلاف بھی کھل کر لکھتے تھے۔ دیکھو حاشیہ نمبر ۲۲)
یہ اصل فتوی جناب عبدالعزیز بن عبدالقادر لدھیانوی کی ایک تقریر ہے جسے ان کے بڑے بھائی مولوی محمد نے مرتب فرمایا اور مولوی خیر شاہ امرتسری نے اسے شائع کیا (فتوی جلد اول میں نقل کیا جا چکا ہے) دانشمندی یہ ہے کہ بریلوی حضرات سے فتوی لینے کے لئے سرسید احمد کو میاں نذیر حسین کا شاگرد ظاہر کیا گیا۔ پھر میاں صاحب اور ان کے شاگردوں کا تعلق عبدالوہاب سے جوڑا گیا۔ پھر عبدالوہاب کو وہابیت کا بانی بتایا۔۔۔ سرسید کو کبھی غیر مقلد بتایا کبھی میاں صاحب کا مقلد ظاہر کیا۔

اس نصرت الابرار میں ان لدھیانوی اکابر کا ایک فتوی درج ہے۔ فرماتے ہیں:
سلطنت انگلشیہ میں ہم کو اپنے امور دینیہ پر عمل کرنے سے روک نہیں، بہتر ہے یا حکومت روس جو سخت متعصب اور دشمن قدیمی سلطان روم کی ہے۔
جواب۔ سلطنت انگلشیہ بہتر ہے کیونکہ سرکار دولت مدار مثل روس کے متعصب نہیں اور سلطان روم (جو ایک بڑا بادشاہ ذی اقتدار اہل اسلام، خادم حرمین شریفین اور حافظ بیت المقدس اور کربلا معلیٰ ہے) اور سرکار دولت مدار میں برخلاف روس کے اتحاد چلا آتا ہے اگر بالفرض والتقدیر سرکاری عمل داری مملکت روس وغیرہ سے بہتر نہ سمجھی جائے تب بھی رعایا اہل اسلام کو شرعاً حرام ہے کہ سرکار کے خلاف روس یا سلطان روم وغیرہ سے درپردہ رابطہ واتحاد پیدا کرے۔ (نصرت الابرار۔ص ۹) (ہمارے بزرگوں سے جناب محمد حسین بٹالوی انگریز کی حمایت کے لئے بدنام تھے۔ حالانکہ انہوں نے اشاعۃ السنہ میں بالکل یہی فرمایا ہے جو اس فتوی میں مرقوم ہے)
سرسید کے خلاف سب سے زیادہ اور تحقیقی طور پر جناب محمد حسین نے لکھا۔ اہل حدیث نے کبھی سرسید سے تعلق نہیں رکھا... لیکن نصرت الابرار میں جناب احمد رضا نے صراحۃً فتوی دیا کہ ہندوستان انگریزی حکومت کے وقت دارالاسلام ہے (ص ۲۹) جناب احمد رضا نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے اعلام الاعلام بانّ ہندوستان دارالاسلام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصرت الا برار کا پہلا اڈیشن کافی ضخیم کئی سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں تمام فتوے مفصل درج ہیں۔ دوسرا اڈیشن متوسط ہے جس میں جناب محمد لدھیانوی اور جناب احمد رضا خان کے فتوے مفصل ہیں، باقی مختصر۔ ۱۹۴۷ء میں ہند تقسیم ہوا اور لدھیانوی خاندان بھی تقسیم ہو گیا۔ جناب حبیب الرحمٰن ہندوستان چلے گئے۔ مفتی نعیم وغیرہ پاکستان تشریف لائے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں میونسپل کمشنر ہو گئے .... جو حضرات ہندوستان چلے گئے انہوں نے حکومت ہند پر اپنی اہمیت جتانے اور اپنی پرانی خدمات کے صلہ کے لئے نصرت الا برار کا ایک نہایت مختصر (یعنی تیسرا) اڈیشن شائع کیا جس میں انگریز کی انصاف پسندی اور مذہبی آزادی، اس کے ساتھ جنگ کی حرمت کا حصہ اور سرسید اور میاں صاحب کی شاگردی، نیز میاں صاحب کی حجاز میں گرفتاری کا حصہ نکال دیا۔ غالباً جناب احمد رضا کا مفصل فتوی بھی حذف کر دیا۔ ہوش مندی سے صرف اتنا حصہ شائع فرمایا جو حکومت ہند کو اپیل کر سکے۔ دونوں جگہ آبرومندی سے گزر کرنا اس خاندان کی ہوش مندانہ روایات کا حصہ ہے۔ سچ ہے یک من علم را دہ من عقل باید

پھر اس عالمانہ روش پر غور فرمایئے۔ ہندو انگریز سے ہاتھ جوڑ کر مانگے اور اس مانگنے میں بقدر ضرورت کچھ حضرات علماء کو بھی شامل کرے تو بارگاہ علم و دانش سے اسے ابرار کا نام عطا کیا جائے۔ ایک شخص مروجہ تقلید کی پابندیوں سے آزاد ہو کر براہ راست کتاب وسنت کی طرف سلف کے طریقہ پر دعوت دے اور اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اپنی الگ تنظیم بنائے (جیسے سرحد میں مجاہدین نے بنائی) اور انگریز کی مخالفت میں جان تک دے دے اور اقامت دین کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دے تو اسے مفسد اور فتنہ انگیز قرار دیا جائے۔ جو کتاب اس وقت کی کانگریس کے ساتھ اشتراک کے لئے لکھی گئی اس کا نام نصرت الا برار رکھا گیا اور جو کتاب اہل حدیث متبعین سنت کو مساجد سے نکالنے کے لئے لکھی گئی اس کا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد رکھا گیا۔ ہندو ابرار قرار پا گئے اور متبعین سنت فتنہ انگیز اور مفسد ٹھہرائے گئے۔ (فتاوی سلفیہ۔ص ۱۶۰۔۱۶۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ اور دیوبند سے ایک فتوی یوں جاری ہوا:

سوال: جو شخص آئمہ اربعہ سے کسی کا مقلد نہ ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ ایسے شخص کی امامت فی نفسہ تو جائز ہے مگر چونکہ اس زمانہ میں جو لوگ آئمہ مجتہدین کی تقلید نہیں کرتے اور بزعم خود حدیث پر عمل کرنے کے مدعی ہیں، ان کے بعض افعال ایسے ہیں جو مفسد صلوۃ ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ ڈھیلے سے استنجا نہیں کرتے اور اس زمانہ میں قطرہ کا آنا یقینی ہو گیا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کے پائجامے اکثر ناپاک ہوتے ہیں بایں وجہ اس کی امامت سے احتراز کرنا چاہیے۔

فقط۔ محمد شفیع مدرس دارالعلوم دیوبند۔ ۱۳۳۵ھ

جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس (فتوی) کے اندر مفتی صاحب نے بہتان بازی اور تعصب و افتراء سے کام لیا ہے۔ زمانہ طالب علمی میں، میں نے ایک واقعہ سنا تھا کہ جناب اشرف علی تھانوی کے ایک مرید جناب احمد رضا خاں بریلی کی مسجد میں جا پہنچے۔ وہ لوگ اس کو جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارے ساتھ صف میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ وہ بولا کیوں؟ کہنے لگے اس لئے کہ تیری صلوۃ گویا لا صلوۃ ہے لہذا تیرا وجود بھی گویا لا وجود ہے اس لئے باوجود تیرے موجود ہونے کے صف میں خلل لازم آئے گا۔ وہ بے چارہ حیران ہو کر چلا گیا۔ یہ ہے آج کل کی فقہ جس پر ناز کیا جاتا ہے۔ کیا اچھی تقریر ہے کہ قطرہ آنا یقینی ہے اسلئے غیر مقلدوں کی نماز جائز نہیں ہوتی۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء ص ۵۔۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب تاویل

جناب ابوالکلام آزاد کہتے ہیں:۔

. کیا خوب فرمایا ہے ابن قیم نے اعلام میں، اور گویا ایک ایسا اصل الاصول بتلا دیا جس کے بعد اس راہ کی ساری مشکلات معدوم ہو جاتی ہیں کہ لا بدّ من امر ین، احدھما اعظم من الآخر وھو النّصیحۃ للّٰہ و لرسولہ و کتابہ (و دینہ) و تنز یھہ عن الاقوال الباطلۃ النّاقضۃ .... و الثّانی معرفۃ آئمۃ الاسلام و مقادیرھم و حقوقھم و مراتبھم، وان فضلھم(وعلمھم و نصحھم للّٰہ و رسولہ) لا یو جب قبول کل ما قالوہ .... ولا یوجب اطراح اقوالھم (جملۃ) ... الخ

یعنی صحیح راہ حق واعتدال کی یہ ہے کہ دو اصل ہیں اور دونوں کا لحاظ رکھنا ضروری۔ ایک یہ کہ ہر حال میں کتاب وسنت ونصوص شرعیہ کو مقدم رکھنا چاہیے اور اسی پر حکم وعمل کرنا چاہیے۔ دوسری یہ کہ تمام آئمہ اسلام اور علمائے حق سے حسن ظن اور محبت وارادت رکھنی چاہیے اور ان کے مراتب وحقوق کی رعایت سے کبھی غافل نہ ہونا چاہیے۔ یہی دو اصل ہیں جن کے توازن وتناسب کو باعتدال ملحوظ نہ رکھنے سے ساری مصیبتیں پیش آتی ہیں۔ بدبختانہ لوگوں نے ہمیشہ انہی میں افراط تفریط کی ہے، یا دونوں میں سے صرف کسی ایک کے ہو رہے ہیں، ایک جماعت احکام ونصوص شرعیہ کے اتباع وتقدیم کا یہ مطلب سمجھتی ہے کہ جہاں کہیں کسی اہل علم وحال کا کوئی قول بظاہر کسی حکم ونص کے خلاف نظر آیا، بلا تامل تضلیل وتکفیر پر آمادہ ہو گئے اور جھٹ حکم لگا دیا کہ وہ منکر شریعت ہے، اگرچہ اس نے اپنی ساری زندگی شریعت کے علم وعمل میں بسر کر دی ہو۔ دوسری جماعت نے آئمہ واکابر دین کی پیروی اور محبت واعتقاد کے یہ معنی سمجھے کہ احکام ونصوص کو ان کا تابع ومحکوم بنا دیا، اور چند غیر معصوم انسانوں کی خاطر کتاب وسنت ترک کر کے اتّخذوا احبارھم و رھبانھم اربابأ من دون اللہ کی سرحد کے قریب ہو گئے ۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسری جماعت کا عجیب حال ہے۔ یہ کبھی اپنے پیشواؤں کے کسی قول کو احکام ونصوص شرعیہ کے خلاف دیکھتی ہے، تو اس کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتی کہ قرآن وسنت کو مقدم رکھ کر اس قول مخالف کی تاویل کرے اور اس طرح شریعت الٰہی کو بھی اپنی جگہ چھوڑنے کی زحمت نہ دے اور پیشوا یا ان اسلام کے دامن کو بھی مخالفت شریعت کے دھبے سے بچالے، بلکہ برعکس اس کے کوشش کرتی ہے کہ اپنے پیشواؤں کی باتوں اور رایوں کو مقدم رکھ کر کسی نہ کسی طرح قرآن وحدیث کو ان کے مطابق کر دکھائے، اگر چہ ایسا کرنے میں تاویل نصوص، تحریف نصوص تک پہنچ جائے۔ پہلی راہ بہ اعتبار اصل کے راہ یہود ہے اور دوسری راہ نصاری۔ اور اسلام نے دونوں کو بند کرنا چاہا غیر المغضوب علیهم ولا الضّالّین۔... پہلی جماعت کو گمراہی نے بغض وانکار کا چہرہ دکھلا کر بھٹکایا اور دوسری کو محبت واتباع کے نقاب میں آکر، اور دنیا میں جس وقت سے نوع انسانی آباد ہوئی ہے ہمیشہ گمراہی کے یہی دو بھیس رہے ہیں، یا افراط بغض نے لوگوں کو گمراہ کیا یا افراط محبت نے، لیکن اہل حق ہر حال میں احکام شریعت اور ظواہر کتاب وسنت کو مقدم رکھتے ہیں اور اس تمام کائنات میں صرف انہی کو واجب الاطاعت یقین کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی ساتھ تمام اہل علم وآئمہ اسلام سے حسن عقیدت بھی رکھتے ہیں اور ان کے جو اقوال وآراء یا احوال وسوانح بظاہر نصوص کتاب وسنت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں ان کی وجہ سے یکا یک سرگرم انکار وتضلیل نہیں ہو جاتے بلکہ حتی الوسع ان کی تاویل کرتے ہیں اور ایسی راہ ڈھونڈتے ہیں جو نصوص شریعت کے مطابق ہو، اور اگر دیکھتے ہیں کہ کسی طرح اختلاف دور نہیں ہوسکتا، تو ان کی خاطر نصوص شرعیہ کو اپنی جگہ چھوڑ کر مؤوّل ہونے کی زحمت نہیں دیتے کہ یہی بنیاد تحریف ہے، بلکہ یا تو ان عذرات کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس اختلاف پر مجبور ہوئے (یہ عذرات اصحاب علم واحوال دونوں کو پیش آتے ہیں۔ اصحاب علم کے لئے یہ کہ مثلاً کسی وجہ سے نص ان تک نہ پہنچی جیسا کہ بعض اجلہ صحابہ تک کو پیش آیا، اور اصحاب احوال کے لئے یہ کہ مثلاً غلبہ سکر، یا فریب سوانح وخواطر...) اور یا پھر ان کے اقوال وآراء سے چشم پوشی کر کے ان کا معاملہ عالم السرائر کے حوالے کر دیتے ہیں، مگر نہ تو ان کی پیروی وحمایت کرتے ہیں اور نہ ان کی وجہ سے صاحب قول وحال کے حقوق اسلامی ومراتب فضیلت علم وعمل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نظر انداز کر کے آمادہ انکار و تضلیل ہو جاتے ہیں، کیونکہ کسی غیر معصوم کا قابل احترام و اتباع ہونا اس کے لئے مستلزم نہیں کہ اس کا ہر قول و حال حجت ہو اور نہ کسی غیر معصوم کے کسی ایک قول و اجتہاد کا غلط ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کے تمام محاسن اقوال و اعمال کو ترک کر دیا جائے قرآن حکیم نے سچے مومنوں کی جو شان بتلائی ہے وہ ان کی اس طلب و دعا سے ظاہر ہے لا تجعل فی قلو بنا غلاً للذین آ منوا پس جب عام مومنوں کی نسبت یہ حکم ہے تو اصحاب علم و فضلیت کی طرف سے دل میں غل و بغض کا ہونا کب جائز ہو سکتا ہے۔

البتہ اصل مرکز حق و یقین کتاب و سنت ہے، یہ مرکز اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، سب کو اس کی خاطر اپنی جگہ سے ہل جانا پڑے گا۔ اس چوکھٹ کو کسی کی خاطر نہیں چھوڑا جا سکتا، سب کی چوکھٹیں اس کی خاطر چھوڑ دینی پڑیں گی لا یؤمن احد کم حتّی اکون احبّ الیه من وّا لده و ولده و النّاس اجمعین۔ جب نص رسول کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کی پاسداری کی، تو رسول احبّ کب باقی رہا؟ ارباب افراط و غلو کی ساری غلطی یہ ہے کہ وہ اپنے غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال و احوال کو بمنزلہ اصل مرکز بنا لیتے ہیں، جس کو کسی حال میں اس کی جگہ نہیں ہلایا جا سکتا، اور پھر چاہتے ہیں کہ وحی الٰہی و صاحب وحی کی نص کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اپنے خود ساختہ مرکز تک لے جائیں اور نہ جا سکے تو زبردستی کھینچ کر لے جائیں، اس پر ستم یہ کہ اس طریق کو طریق توفیق و تطبیق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر یہ تطبیق ہے تو و الذی نفسی بیده کہ پھر دنیا میں تحریف کا وجود باقی نہ رہا اور نہ کبھی اہل کتاب نے اس دنیا میں تحریف کی۔ یہ اصول جو ہمارے رگ و پے میں سرایت کر گئے ہیں اور ان کا اس اسراف کے ساتھ استعمال ہو چکا ہے اور ہو رہا کہ قریب ہے کہ اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہو جائے کہ الاصل ان کلّ آیة تخالف قول اصحابنا فانّها تحمل علی النّسخ او علی التّر جیح والاولی ان تحمل علی التّا ویل۔ والاصل ان کل خبر یجیء بخلاف قول اصحابنا فانّه یحمل علی النّسخ اوعلی انّه معارض بمثلها او یحمل علی التاویل (ای لا بدّ من تصحیح قول اصحا بهم و العمل به علی کل حال)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو گو ابتداء میں اس کا مقصد دوسرا تھا، مگر بالآخر بات وہی ہوگئی کہ اصل مرکز حق و یقین غیر معصوم پیشواؤں کے اقوال و آراء ہو گئے اور ہر حال میں معصوم کے نصوص کو ان کی خاطر ماّوّل و مصروف ہو کر متروک ہونا پڑا، یا نسخ ہے یا ترجیح ہے، یا تعارض ہے، یا ماوّل ہے، یا چناں ہے یا چنیں ہے، یہ سب کچھ کہا جائے گا، مگر ایک بات نہیں کہی جائے گی کہ اصل میں وہ قول ہی ماوّل ہے، یا غلط ہے، اگر ایسا ہو گیا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

تعارض سے تو کتاب وسنت پاک ہے اور جس کو تعارض قرار دیا گیا، وہ تعارض نہیں۔ ترجیح اسی حال میں ہوگی جب عدم تساوی قوت ہو، لفظاً یا معناً۔ اور قوی کے سامنے ضعیف کا حکماً وجود ہی نہیں۔ پس جب نص وہی خبر ہے جو مرجح ثابت ہوئی۔ رہا نسخ اور حقیقت ومجاز وتقیید وغیرہ ذالک، تو اس سے انکار نہیں۔ لیکن کتاب وسنت کی منسوخات بہت قلیل اور گنی ہوئی ہیں۔ قرآن کی منسوخ آیتیں (مصطلحہ متاخرین) گھٹتے گھٹتے اتقان میں بیس تک پہنچیں اور فوز الکبیر میں پانچ تک۔ حدیث کی منسوخات ابن جوزی کی تحقیق میں اکیس، ابن تیمیہ کے نزدیک دس اور ابن قیم کہتے ہیں کہ اس سے بھی کم، و ہنوز مجال سخن باقی۔ پھر اس کی کیا ضرورت ہے کہ قواعد واساسات کی شکل میں یہ اصول ٹھہرا لئے جائیں کہ ہر آیت وحدیث جو ہمارے اصحاب ومشائخ کے قول کے خلاف ہوگی ضرور ہے کہ یا منسوخ ہو یا مرجوح ہو یا ماوّل؟ یعنی وہ قول ماوّل نہیں ہوسکتا مگر کتاب وسنت اس کی خاطر ضرور ماوّل ہوں گے! تو معلوم ہوا کہ اصل مرکز حق قول فقہاء ومشائخ ہے، وہ کسی حال میں نہیں چھوڑا جا سکتا، کسی نہ کسی طرح کتاب وسنت کو اس کا ساتھ دینا ہی پڑے گا! فیا للمصیبة و یا للرّزیّة! صاف صاف بات تو یہی تھی کہ فقہاء واعلام کا جو قول کسی آیت غیر منسوخ یا خبر صحیح کے خلاف ہوگا تو یا اس کی تاویل کی جائے گی، یا ایسے اقوال میں سے سمجھا جائے گا جن کو ترجیح نہیں، کہ کتاب و سنت کے منسوخات سے علماء کے اقوال مرجوعہ کہیں زیادہ ہیں، اور یا متروک قرار پائے گا، کیونکہ اصل کتاب وسنت ہے، اور فقہاء وعلماء کا قول انہی کی نسبت سے فرعاً مقبول، پس جب اصل وفرع میں تعارض ہوا، تو فرع کو اصل کی خاطر چھوڑ دیا گیا۔ اور مطلوب شارع اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ہے اور بس۔ (تذکرہ۔ص۵۴۔۵۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمل بالحدیث کو روکنے کی مہم کے دوران وہ سب کچھ ہوا جس کا ذکر جناب ابو الکلام کی درج بالا تحریر میں ہے۔ نصوص سامنے آئے تو ان پر عمل کرنے کی بجائے انہیں اقوال آئمہ کے مطابق کرنے کی کوشش کی گئی۔ جہاں مطابق نہ ہو سکے وہاں تحریف کر دی گئی۔ یہ ستم قرآنی نصوص پر بھی روا رکھا گیا اور حدیث رسول بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ذیل میں تقلید شخصی کے خوگروں کے ناصواب طرز عمل کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

☆ سنن ابی داؤد میں تحریف

ابو داؤد مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور کی پہلی جلد کے صفحہ ۵۳۱ پر یوں تحریر ہے

حدّ ثنا شجاع بن مخلد ، حد ثنا هشيم ، اخبرنا يو نس بن عبيد عن الحسن ان عمر بن الخطابؓ جمع النا س على ابى بن كعب كان يصلّى لهم عشرين ركعةً ولا يقنت بهم الّا فى النّصف الباقى ۔

حالانکہ اسی حدیث میں ابو داؤد طبع مصر جلد ۲ ص ۶۵ میں عشرین لیلة ہے اور مشکوۃ طبع لاہور میں لیلة ہی ہے اور مظاہر حق طبع لکھنو میں بھی لیلة ہی ہے۔ (دارالسلام ریاض کے نسخہ میں ص ۱۳۲۹۔۱۳۳۰ پر بھی لیلة ہی ہے۔ بہاء)۔ جناب سلطان محمود محدث جلال پور پیروالہ نے اس تحریف کا جائزہ لیا جو نعم الشهود على تحريف الغا لين فى سنن ابى دا ؤد کے نام سے پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوا۔ جناب سلطان محمود لکھتے ہیں:

ایک پانچ ورقی رسالہ بعنوان غیر مقلدین کے سفید جھوٹ کی حقیقت نظر سے گذرا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں، آٹھ نہیں۔ جس میں مصنف نے بہت سی غیر ذمہ داری کی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن ان کے جواب کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ صدیوں سے علماء کے مابین موضوع بحث رہ چکا ہے اس پر فریقین کی طرف سے اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنا بحث برائے بحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ البتہ صرف ایک بات ایسی نظر سے گذری جو نئی ہے اور خطرہ ہے کہ اس سے نئے فتنے جنم لیں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء اسلام کو اس پر توجہ دلائی جائے تا کہ آئندہ کے لئے اس طرح کی ناپاک تحریفوں کو دینی دفاتر میں راہ پانے سے روکا جا سکے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۵ پر ابو داؤد کے حوالہ سے ایک حدیث کے الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں

عن الحسن ان عمربن الخطاب جمع النّاس علی ابی بن کعب فکان یصلّی لھم عشرین رکعۃً ۔ (ابوداؤد) ۔یعنی حضرت عمر نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء پر جمع کیا تو ابی لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

یہ ہے مصنف رسالہ کی عبارت اس میں لفظ رکعۃ غلط ہے، صحیح لفظ لیلۃ ہے۔یعنی ابوداؤد کی حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں

عن الحسن ان عمرابن الخطابؓ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلّی لھم عشرین لیلۃ و لا یقنت بھم الّا فی النّصف الباقی فاذا کانت العشر الاواخر تخلف فصلی فی بیتہ فکا نوا یقولون ابق ابیّ ۔ ترجمہ۔حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کیا تھا تب ابی بن کعب انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتا رہتا اور قنوت صرف پہلے پندرہ دن گذرنے کے بعد شروع کرتا۔ پھر جب آخری دس راتیں آتیں تو امامت سے ہٹ جاتا اور اپنے گھر میں نماز پڑھتا، تب لوگ کہتے کہ ابی بن کعب بھاگ گیا۔

یہ ہیں حدیث کے الفاظ جس میں بیس راتوں کا ذکر ہے نہ کہ بیس رکعتوں کا۔ اور ظاہر ہے کہ لیلۃ کے بجائے رکعۃ کا لفظ لانا اور اسے بیس رکعت تراویح کے لئے مستدل بنانا ایک اہم دینی کتاب میں شرمناک تحریف ہے۔ اگر سوال پیدا ہو کہ جب لفظ لیلۃ کی بجائے رکعۃ بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے تو پھر اسے تحریف کیوں کہا جائے، تو جواباً عرض ہے کہ جن نسخوں میں لفظ رکعۃً موجود ہے ان کی حقیقت بعد میں بیان کی جائیگی اس سے پہلے وہ شواہد دیکھ لیجئے جو تحریف پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کئی امور ہیں:

پہلی شہادت ۔ ۱۳۱۸ھ تک ابو داؤد کے جتنے نسخے ہندوستان میں طبع ہوئے ان سب میں لیلۃ ہی کا لفظ مطبوع ہے۔ کہیں بھی رکعۃ والے نسخے کا اشارہ نہیں۔ اور اسی طرح بیرون ہند آج تک جہاں بھی یہ کتاب طبع ہوئی، ان تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیلۃ ہی مرقوم ہے کہیں بھی رکعۃ کا اشارہ تک نہیں ہے۔سوائے ان دو تین نسخوں کے جن کو دیوبندی ناشرین نے طبع کرایا، جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

دوسری شہادت۔ جن اسلاف وآئمہ وعلماء نے سنن ابی داؤد کے حوالہ سے یہی حدیث نقل فرمائی ہے ان سب نے لیلۃ کا لفظ نقل کیا۔کسی نے بھی رکعۃ کے نسخہ کا صراحۃً یا اشارۃً ذکر نہیں کیا۔ملاحظہ ہو مشکوۃ المصابیح باب القنوت ،فصل ثالث کی پہلی حدیث جس کو صاحب مشکوۃ نے یوں نقل کیا ہے:

عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلّی بھم عشرین لیلۃ ولا یقنت بھم الّافی النّصف الباقی فاذا کا ن العشر الاواخر یتخلف فصلی فی بیتہ فکانوا یقولون ابق ابی (رواہ ابو دا ؤد)

اسی طرح نصب الرایہ للامام الزیلعی الحنفی میں ہے:

و للشّافعۃ فی تخصیصھم القنوت بالنّصف الاخیر من رمضان حدیثان الاوّل اخرجہ ابو دا ؤد عن الحسن ان عمر بن الخطاب جمع النّاس علی ابی بن کعب فکا ن یصلّی بھم عشرین لیلۃ ۔ الحد یث ۔ (نصب الرا یۃ جلد ثا نی ص ۱۶۶)

نیز مختصر سنن ابی داؤد للحافظ منذری ((جلد ثا نی ص ۱۲۵) میں ہے

و عن الحسن وھو البصری ان عمر بن الخطابؓ جمع النّاس علی ابی بن کعب فکان یصلّی لھم عشرین لیلۃ .. الخ ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مختصر سنن ابی داؤد امام منذری کی کتاب ہے جس میں امام موصوف نے سنن ابی داؤد کی تلخیص فرمائی ہے۔یعنی ابوداؤد کے متون حدیث کو بحذف اسانید ذکر فرمایا ہے

ان تینوں بزرگوں کی کتب سے منقولہ عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل حدیث لیلۃ ہی ہے اور انہوں نے یا ان کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ نے کہیں بھی لفظ رکعۃ کا اشارہ نہیں کیا۔اس قسم کے حوالے بہت سے دیئے جا سکتے ہیں لیکن اختصار کے لئے انہی پر اکتفا جاتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تیسری شہادت ۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو امام ابوداؤد ہی کے واسطہ سے اپنی کتاب سنن الکبری (جلد ثانی ۔ص ۴۹۸) میں مسنداً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

انبانا ابو علی الروذباری انا ابو بکر بن راسه ثنا ابو داؤد ثنا شجاع بن مخلد ثنا هشیم انا یونس بن عبید عن الحسن ان عمر بن الخطابؓ عنه جمع النّاس علی ابی بن کعب فکان یصلّی بهم عشرین لیلةً ولا یقنت بهم الّا فی النّصف الباقی فاذا کا نت العشر الاوا خر تخلف فصلی فی بیته فکا نوا یقو لون ابق ابی۔

چوتھی شہادت ۔ روایت مذکورہ کے چوتھے جملے فاذا کانت العشر الاواخر تخلف کا آغاز فائے تفریع وترتیب سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ دوسرے جملے یعنی فکان یصلّی بهم عشرین لیلةً پر مرتب ہے اور یہ ترتیب اس وقت صحیح ہوسکتی ہے، جب اس جملہ میں لفظ لیلۃ ہی ہو۔ اگر اس جملے میں لفظ رکعۃ ہوتو پھر ترتیب اور تفریع صحیح نہیں رہتے ۔ اور باوجود فائے تفریعیہ کے یہ عبارت بے جوڑ سی بن جاتی ہے کما لا یخفی علی من له ادنی مما رسة با لعر بیة

پانچویں شہادت ۔ جناب خلیل احمد سہارنپوری حنفی نے اپنی مشہور کتاب بذل المجہود فی حل ابی داؤد میں اس حدیث کو جب بغرض شرح لکھا ہے تو لفظ لیلۃ ہی کو ذکر کیا ہے اور اس پر اپنی شرح کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے

فکان ابیّ یصلی لهم عشرین لیلة ولا یقنت بهم الّا فی النّصف الباقی الظاهر ان المراد من الباقی العشرة الاوسط لانّه لا یقنت الّا فی العشرة الثّانیة و امّا العشرة الثّالثه فیتخلف فیها فی بیته و یتفرد من الناس فاذا کانت العشر الاواخر تخلف ابی عن المسجد فصلی فی بیته وکانوا ای النا س یقولون ابق ای فرّ و هرب ابیّ ۔(پس ابی بن کعب نماز پڑھاتا ان کو بیس راتیں اور نہیں قنوت پڑھتا مگر نصف باقی میں ۔ ظاہر یہ ہے کہ نصف باقی سے مراد درمیانی عشرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے عشرہ میں قنوت نہ پڑھتا تھا اور دوسرے عشرہ میں قنوت پڑھتا تھا۔ رہا تیسرا عشرہ تو اس میں مسجد آنے سے رک جاتا اور لوگوں سے الگ اپنے گھر میں ہی رہتا اور جب یہ عشرہ آتا تو مسجد میں نہ آتا اور گھر میں ہی نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھتا۔تب لوگ کہتے کہ ابی بن کعب بھاگ گیا)۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ جناب خلیل احمد نے دوسرے علماء کے خلاف نصف باقی سے بیس راتوں کا آخری نصف یعنی درمیانی عشرہ مراد لیا ہے۔حالانکہ باقی علماء نے بالخصوص شوافع نے النّصف الباقی سے رمضان کا آخری نصف مراد لیا ہے اور مولانا کا یہ مراد لینا تب صحیح ہوسکتا ہے کہ جب لفظ عشرین لیلۃ کا ہو۔اگر لفظ عشرین رکعۃ کا ہوتو پھر اس کا نصف باقی تو آخری دس رکعتیں ہوں گی نہ کہ رمضان کا درمیانہ عشرہ۔اور غالباً مولانا نے یہ توجیہہ اس لئے کی ہے کہ شوافع کا مذہب ہے کہ قنوت الوتر رمضان کے نصف آخر کے ساتھ خاص ہے۔اور وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔اب اس توجیہہ سے یہ حدیث ان کا مستدل نہیں بن سکے گی۔ بہرحال اس کی توجیہہ کچھ بھی کیوں نہ ہو،جناب خلیل احمد نے اس لفظ کو عشرین لیلۃ ہی قرار دیا ہے، رکعۃ نہیں۔

پھر یہ بات بھی زیرغور رہنا چاہیے کہ امام ابوداؤد کی سنن کے نسخہ جات جو آپ کے شاگردوں نے آپ سے نقل کئے ہیں،متعدد ہیں۔جن میں سے زیادہ متعارف تین ہیں ابوعلی لولوی کا نسخہ جو ہمارے بلاد میں مطبوع ہے،اور ابن داسہ کا،اور ابن الاعرابی کا۔ ان نسخوں میں اختلافات ہیں۔کہیں اختلافات لفظی اور کہیں الفاظ کی کمی بیشی یا روات کی کمی زیادتی۔اور ان اختلافات نسخ کو بالعموم شراح نے بیان کردیا ہے اور خصوصاً جناب خلیل احمد نے بھی جیسا کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی حدیث تحت السرّہ والی کو ابن الاعرابی کے نسخہ سے نقل فرمادیا ہے۔ان کی عبارت یہ ہے

واعلم انه كتب ههنا على الحاشية احاديث من رواية الاعرابى فيناسب لنا ان تذكرها ثنا محمد بن محبوب البناتى بنو يمن ابو عبدالله البصرى قال ثنا حفص بن غياث عن عبد الرحمن بن اسحاق الواسطى ابو شيبة ضعيف عن زياد بن زيد السّموائى الاعم بمهلتين الكوفى مجهول عن ابى جحيفه وهب بن عبد الله السمرائى بضم المهملة والمد بكنية صحابى معروف صحب علياً رضى الله عنه ان علياً قال من السنة و ضع الكف على الكف فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصلوة تحت السرّة رواه احمد و ابو داؤد وقال الشوكانی الحديث ثا بت فی بعض نسخ ابی دا ؤد و هی نسخة ابن الاعرا بی و لم يوجد فی غيرها ۔ الخ ۔ (بذل المجہود ۔ ج ۲ ص ۲۳)

ملاحظہ ہو کہ کس طرح جناب خلیل احمد نے اس مقام پر دوسرے نسخے کی روایت اس جگہ بیان فرما کر اس کی شرح بھی کر دی اور اپنے دلائل متعلقہ تحت السرّہ میں اس کو بھی پیش کر دیا۔ اب اگر حضرت ابی بن کعب کی حدیث میں بھی نسخوں کا اختلاف ہوتا اور کہیں بھی لفظ رکعة کا وجود ہوتا تو مولانا اپنے استدلال کی خاطر اس کا ذکر فرماتے اور اپنے مستدلات میں ایک دلیل بڑھا لیتے۔ حالانکہ بیس ثابت کرنے کے لئے انہوں نے علامہ نیموی کی کتاب آثار السنن میں سے وہ روایتیں نقل کر دی جن کے جوابات کئی بار علماء حدیث دے چکے ہیں لیکن اس روایت کے بارے میں اشارہ تک نہیں فرمایا۔

ان مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل لفظ عشرین لیلة ہی ہے اور اس کو عشرین رکعة بنانا تحریف ہے۔

☆ تحریف کب ہوئی، کس نے کی اور کیوں کی؟

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ہند میں ۱۳۱۸ھ تک جتنے نسخے سنن کے مطبوع ہوئے ان سب کے سب میں عشرین لیلة ہی مطبوع ہے اور کسی قسم کا کوئی اشارہ نسخوں کے اختلافات کا نہیں ہے۔ البتہ جب مولانا محمود حسن کے حواشی کے ساتھ سنن کو چھپوایا گیا تو ناشرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں لیلة اور اس کے اوپر ن کا نشان دے کر حاشیہ پر رکعة لکھ دیا۔ (سنن ابی داؤد کا جو نسخہ درس کے دوران جناب محمود حسن کے سامنے رہتا تھا، اس میں آپ کتابت اور دیگر قسم کی اغلاط کی تصحیح فرما دیتے تھے۔ بعد میں جناب عبدالاحد نے یہ نسخہ حاصل کر لیا اور حضرت کی تصحیحات کے مطابق اپنے مطبع مجتبائی دہلی سے اسے چھاپ دیا۔ اس کا سال اشاعت ۱۳۱۸ھ ہے۔ شیخ الہند محمود حسن دیوبندی، ایک سیاسی مطالعہ۔ ابوسلمان شاہجہان پوری۔ کراچی ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۴) اس کے بعد جب مولانا فخر الحسن کے حواشی کے ساتھ طبع کرایا گیا تو اس کے متن میں رکعة لکھا اور اس کے اوپر ن کا نشان دے کر حاشیہ پر لیلة لکھ دیا تاکہ یہ تاثر عام ہو جائے کہ یہاں نسخوں کا اختلاف ہے۔ اس طرح بذل المجہود کے ساتھ سنن ابی داؤد کی طبع کے وقت متن میں لیلة لکھا اور اوپر ن کا نشان دے کر حاشیہ پر رکعة لکھا اور اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ یہ عبارت لکھ دی کہ کذا فی نسخة مقروء ة علی الشیخ مولانا محمد اسحاقؒ۔ بغیر اس وضاحت کے کہ یہ عبارت کس کی ہے؟ اس نسخہ کو کس نے دیکھا تھا اور کہاں دیکھا تھا اور اب وہ نسخہ کہاں ہے؟ یہ یاد رہے کہ یہ عبارت مولانا خلیل احمد کی شرح کی عبارت نہیں ہے بلکہ اصل کتاب یعنی سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ پس یہ عبارت مجہول القائل ہونے کی بنا پر نا قابل اعتماد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس پوری کی پوری کارروائی سے یہ تأثر دینا مقصود تھا کہ سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں عشرین رکعة موجود ہے تا کہ اس حدیث کو بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔ لیکن شواہد کے ہوتے ہوئے اس کارروائی کو ایک قسم کی تدلیس اور تلبیس نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے اگر کم فہم یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایسے علماء کے نام پر اور ان کے حواشی کے ساتھ کتابیں چھپوائی جائیں اور ان کتابوں میں ایسی تحریف کی جائے اور وہ خود یا ان کے شاگرد جو بڑے بڑے علماء ہیں اس پر خاموش رہیں۔... یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ممکن اور ناممکن کی بحث بے فائدہ ہے۔ دنیا میں اس سے بڑی ان ہونی باتیں ہو چکی ہیں اور آج تک موجود ہیں اور کسی کو بھی سوائے زبانی باتوں کے ان کی اصلاح کی توفیق نہیں ملی۔ جناب محمود حسن سے کون واقف نہیں اور ان کی کتاب ایضاح الادلہ کو کون نہیں جانتا جو آپ نے ایک اہل حدیث عالم کے جواب میں لکھی جب کہ اس عالم نے ردتقلید پر آیت فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ و الیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلاً (جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ اس آیت کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے ماتحت اولوالامر کی اطاعت امور جائزہ میں واجب ہے۔ اولوالامر لفظ مرکب ہے جس کے معنی صاحب امر کے ہیں جس کو دوسرے لفظوں میں امیر یا حاکم کہتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیت موصوفہ کا شان نزول اسی طرح آیا ہے۔.. اس حدیث سے اس آیت کے معنی بالکل صاف ہیں کہ اولوالامر سے مسلمانوں کے امیر یا حاکم مراد ہیں۔ رہی یہ بحث کہ علماء مجتہدین کے قیاسات واستنباطات کا اتباع واجب ہے یا نہیں؟ یہ بحث سلف امت میں نہ تھی، اس لئے کہ علماء کی عصمت کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اصول فقہ میں صاف مذکور ہے کہ مجتہد کی بات بعض دفعہ صحیح ہوتی ہے اور بعض دفعہ غلط بھی ہو جایا کرتی ہے (المجتھد قد یصیب و قد یخطی)۔ پس اگر اس کے قیاسات قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوں گے جس کو دوسرے لفظوں میں فہم قرآن وحدیث کہنا چاہیے، تو ان کے ماننے اور تسلیم کرنے سے کون مسلمان انکار کرے گا اور اگر بتقاضائے انسانیت اور بمقتضائے بشریت ان سے کچھ خلاف ہو گیا تو اس کے ماننے کی اسے کون ہدایت کرے گا۔ پس مولانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالحق صاحب تفسیر حقانی کا فرمانا:

.آج کل ایک فرقہ نیا پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو غیر مقلد اور اہل حدیث سے ملقب کرتا ہے اس (قیاس) کا منکر ہے اور اس کے جواب میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں جن سے کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تاکید اور قیاس مخالف کتاب وسنت کی برائی پائی جاتی ہے لیکن جمہور کو اس سے کب انکار ہے بلکہ کتب اصول فقہ میں احناف و شوافع کے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ اول کتاب اللہ، پھر سنت رسول اللہ ﷺ پھر اجماع امت پھر قیاس، اور جو قیاس حدیث کے برخلاف ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں نہ وہ قیاس درست ہے، بلکہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ نے تو صحابہ کے قیاس کے مقابلہ میں بھی اپنے قیاس کو معتبر نہ سمجھا، چہ جائیکہ حدیث واجماع کے خلاف ہو۔ تفسیر حقانی ج ۲ ص ۲۳۲۔

حیرت افزا ہے کہ کس زور شور سے مولوی عبدالحق صاحب نے فرقہ غیر مقلدین اہل حدیث کا ذکر کیا اور کیسے حقارت آمیز الفاظ میں ان کا نام خدا خدا کر کے قلم سے نکالا، مگر آخر بات نکلی تو یہ کہ ان کی دلیل کو مع دعوی مولانا صاحب نے تسلیم فرما لیا اور بجز ظاہری خفگی کے اندرونی اتفاق سے اطلاع بخشی۔ فنعم الوفاق۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس دعوی پر (کہ غیر نبی کا قول وفعل، نبی کے قول وفعل کے مقابل سند نہیں) عملی ثبوت دکھاویں، ورنہ زبانی لفاظی پر جو خدا نے خفگی فرمائی ہے کسی سے مخفی نہیں۔ صاف فرمایا ہے لم تقولون ما لا تفعلون، کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ کیوں وہ باتیں منہ پر لاتے ہو جو کر کے نہیں دکھاتے۔ یہ تو اللہ کے ہاں بڑے غضب کی بات ہے کہ کہے پر عمل نہ کرو۔ (تفسیر ثنائی ص ۱۰۵۔۱۰۶)

سے استدلال کیا تو جناب محمود حسن نے اس کا جواب دیا اور اپنے خیال میں اس کے جواب میں ایک آیت بھی لکھ دی اور اسی اپنی پیش کردہ روائت کو مستدل بنایا لیکن اس آیت کا موجودہ کلام مجید میں کہیں وجود نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ فی الحقیقت حکم تو حکم خداوندی ہے اور منصب حکومت انبیائے کرام علیہم السلام وامام وقاضی وآئمہ مجتہد یا دیگر اولوالامر عطائے خداوند متعال بعینہ اس طرح پر ہوگا۔ جیسے منصب حکم حکام ماتحت کے حق میں عطائے حکام بالا دست ہوتا ہے اور جیسے اطاعت حکام ماتحت سراسر اطاعت حکام بالا دست سمجھی جاتی ہے اس طرح پر اطاعت انبیاء کرام علیہم السلام و جملہ اولی الامر بعینہ اطاعت خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی اور متبعین انبیائے کرام اور دیگر اولی الامر کو خارج از اطاعت خداوندی سمجھنا ایسا ہوگا جیسا متبعین احکام، حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعت حکام بالا دست کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا فان تنازعتم فی شیء فردّوہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی اللّٰہ و الرّسول و الی اولی ا لامر منکم ۔ اور ظاہر کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں ۔ سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت انبیاء و جملہ اولوالامر واجب الاتباع ہیں ۔ آپ نے آیت فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ان کنتم تؤمنو ن با للّٰہ و الیوم ا لآخر تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں.....یہ آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر بھی موجود ہے ۔ عجب نہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسری کے منسوخ ہونے کا فتوی لگانے لگیں ۔ انتہی ۔ (ایضاح الادلہ ۔ص ۹۷)

دیکھئے جناب محمود حسن کس طرح اہل حدیث عالم کی پیش کردہ آئت فر دوہ الی اللہ و الرسول ان کنتم تؤمنو ن باللہ و الیو م ا لآخر کے مقابلہ میں ایک دوسری آیت پیش کر رہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول و الی اولی الامر منکم ۔ اور کس طرح اس عالم اہل حدیث پر پھبتی کستے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ آیت تو دیکھ لی لیکن یہ دوسری آیت معروضہ احقر کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چلا؟ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوسری آیت جس کا تعارف مولانا محمود حسن آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر کے الفاظ سے کرا رہے ہیں ، قرآن مجید کے کس پارہ میں ہے؟

یہ کتاب مولانا محمود حسن کے نام پر چھپی اور غالبًا آپ کی زندگی میں چھپی اور آپ کے شاگردوں نے جو بڑے بڑے علماء تھے دیکھی ۔ کیا کسی کو توفیق ملی کہ اس کی اصلاح کرے ۔ اگر یہ ناممکن سی بات وجود میں آسکتی ہے تو پھر کسی بھی اس قسم کی کوتاہی کو جو کسی سے بھی سرزد ہو، ناممکن نہیں کہا جا سکتا اور اس قسم کی کوتاہیوں کی کوئی توجیہہ نہیں ہوسکتی ۔ سوائے اس کہ العصمۃ للہ و لرسو لہ خا صۃً ۔ اس قسم کی سنگین حرکات پر ایک مومن کا دل یقیناً کڑھتا ہے اور یہ دیکھ کر کہ امت مسلمہ کو جو قدرت کی طرف سے یہ خصوصیت دی گئی تھی کہ اس کے دینی مآثر تحریف و تبدل سے محفوظ رہیں گے ، اس خصوصیت کو بھی کچھ لوگ پامال کرنے کے درپئے ہیں ایک باغیرت مسلمان کو غصہ آتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی کی صداقت کے کمال میں کمی رہتی جو آنحضرت ﷺ فرما گئے ہیں جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری نے کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال رسول اللّٰہ ﷺ لتتّبعنّ سنن من قبلکم شبراً بشبرٍ و ذراعاً بذراعٍ حتی لو دخلوا جحر ضبّ تبعتموھم قلنا یارسول اللہ ﷺ الیھود و النّصاری قال فمن ؟ (بخاری ومسلم) یعنی تم اپنے سے پہلے گزرنے والوں کے پیچھے چلو گے بالشت بہ بالشت، ہاتھ بہ ہاتھ۔ حتی کہ اگر وہ سانڈہ کے بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ان گزرنے والوں سے یہود و نصاری مراد ہیں تو آپ نے فرمایا، یہ نہ ہوں تو اور کون؟

اسی طرح اس واقعہ کو حضرت ابو ہریرہؓ نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان فرمایا۔ ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ باب افتراق الامم اور اسی طرح اس بات کو حضرت ابو واقد لیثی نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ملاحظہ ہو جامع ترمذی لترکبن سنن من کان قبلکم۔ اور اس طرح اس واقعے کو حضرت عبداللہ بن عمرو نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان کیا۔ ملاحظہ ہو المستدرک للحاکم ص ۱۲۹۔ بلکہ اس میں تو ایک اور لفظ کا اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا حتّی لو کان فیھم من نکح امہ اعلانیّۃ کان فی امّتی مثلہ۔ یعنی ان میں اگر اپنی ماں سے اعلانیہ نکاح کرنے والے ہوں گے تو میری امت میں بھی ایسے ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام وہ قباحتیں جو یہود و نصاری میں موجود ہیں وہ امت محمدیہ میں سے بعض رذیلوں میں بھی پائی جائیں گی۔ چونکہ التحریف فی کتب الدین کی بدعات ان میں موجود تھی۔ اب اگر مدعیان اسلام میں سے ایسا کرنے والہ کوئی پیدا نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک نیا نشان سامنے نہ آتا۔ ان حرکات پر مطلع ہونے سے ایک مومن کا ایمان یقیناً بڑھ جاتا ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے صدق اللہ ورسولہ وصلی اللہ علی رسولہ الصادق المصدوق۔

(جریدہ ترجمان دہلی۔ ۲۵۔ اکتوبر۔ یکم و ۸ دسمبر۔ ۱۹۹۶ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشکوۃ شریف میں تحریف

☆ قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیو بند ۶ ۔ اپریل ۱۹۵۵ء کو سیالکوٹ تشریف لے گئے جہاں مدرسہ شہابیہ میں ان کے اعزاز میں تقریب منعقد کی گئی۔ مہتمم مدرسہ شہابیہ نے جناب محمد صادق سیالکوٹی کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ دعوت عصرانہ میں تقریباً ڈیڑھ سو افراد حاضر ہوئے ۔ قاری صاحب نے تقریر فرمائی جس میں مشکوۃ سے کتاب العلم کی ایک حدیث بایں الفاظ پڑھی

لا یبقی من الاسلام الّا اسمه ولا یبقی من العلم الّا رسمه مساجدهم عامرة و هی خراب من الهدی (حضور ﷺ نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ اسلام کا نام رہ جائے گا۔ اور علم کی فقط رسم)۔

حکیم صادق سیالکوٹی نے عرض کیا ولا یبقی من القرآن الّا رسمه (اور قرآن کی فقط رسم) یعنی من العلم کی جگہ من القرآن پڑھئے ۔ رسول خدا کے الفاظ حدیث میں من القرآن ہیں، من العلم نہیں۔ قاری محمد طیب نے فرمایا کہ ایک روایت میں من العلم بھی آیا ہے۔ جناب صادق نے استفسار کیا کہ فی ایّ روایة؟ (کس روایت میں) قاری صاحب نے فرمایا فی روایة اخری (روایت اخری میں) ۔ یوں انہوں نے بات کو ٹال دیا۔ مجلس ختم ہوگئی ۔ بعد میں جناب محمد صادق نے ایک کھلی چٹھی کے ذریعے قاری صاحب سے کہا کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی حدیث کی کتاب ایسی نہیں جس میں حدیث مذکور کے اندر من العلم ،الفاظ رسول موجود ہوں ۔ روایت اخری کتم عدم میں ہے مہربانی کر کے پہلی فرصت میں اپنے الفاظ من العلم (جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کئے ہیں) واپس لے لیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوأ مقعده من النّار اگر قاری صاحب حدیث فوق الذکر میں من العلم رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ثابت کر دیں تو میں از حد سپاس گذار ہونگا۔ (احسان لاہور، ملت لاہور ۱۳۔ اپریل ۱۹۵۵ء)

قاری محمد طیب غالباً ان دنوں راولپنڈی میں تھے۔ ان کی طرف سے کوئی جواب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں آیا۔ جناب صادق سیالکوٹی نے دارالعلوم دیوبند ایک چٹھی ارسال کی جو مع جواب درج ذیل ہے۔

سوال۔ حضرت مولانا مفتی دارالعلوم دیوبند مدظلھم۔ السلام علیکم۔ بڑے ادب سے عرض ہے کہ تحریر فرمائیں کہ مشکوۃ کتاب العلم میں جو حدیث ہے لا یبقی من الاسلام الأ اسمه ولا یبقی من القرآن الّا رسمکیا کسی روایت میں من القرآن کی جگہ من العلم بھی آیا ہے؟ اگر آیا ہے تو وہ روایت حدیث کی کس کتاب میں اور اس کا راوی کون ہے۔

الجواب۔ باوجود تتبع اور تلاش کے من القرآن کی جگہ من العلم کے لفظ کے ساتھ کوئی روایت ہم کو نہیں ملی۔ واللہ اعلم۔ سید احمد علی سعید قائم مقام صدر مفتی دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، مسعود احمد نائب مفتی دارالعلوم دیوبند۔ (اس کے نیچے دارالعلوم دیوبند کی مہر ہے)

(صحیفہ اہل حدیث کراچی۔ یکم محرم ۱۳۷۵ھ ص ۱۹۔۲۰)

(جس جلسے میں قاری صاحب نے یہ الفاظ کہے تھے اس میں ان کے ایک حواری نے کہا تھا کہ مرقاۃ کے نوٹ (شرح) کے اندر من العلم بھی لکھا ہوا ہے۔ اس کے جواب میں جناب محمد صادق نے کہا تھا کہ قاری صاحب متن حدیث پڑھ رہے تھے، نوٹ نہیں۔ اور وہ من العلم کو الفاظ رسول کہہ رہے تھے، کیا آپ مرقاۃ میں حدیث کے الفاظ میں من العلم دکھا سکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں من العلم کے الفاظ دکھانے کے ذمہ دار ہیں)

☆ قرآن مجید میں تحریف لفظی

جناب سلطان محمود محدث کی مذکوہ بالا تحریر میں قرآن مجید پر جس مشق ستم کا ذکر کیا گیا ہے، ماہنامہ الفرقان لکھنو اپریل مئی ۲۰۰۰ء کے شمارے میں ایک اہل علم نے ایضاح الادلہ کے مصنف کی غلطی تسلیم کر کے فرمایا تھا کہ یہ غلطی جان بوجھ کر نہیں ہوئی۔ اور یہ کہ جس وقت یہ غلطی ہوئی اس وقت مصنف یعنی مولانا محمود حسن دارالعلوم دیوبند کے ایک نوعمر مدرس تھے اور شیخ الہند کے مرتبے پر ابھی فائز نہیں ہوئے تھے۔ اور کہا کہ ایک نوعمر مدرس سے لاشعوری طور پر ہو جانے والی غلطی کا ذکر کرنا بجز بدنام کرنے میں دلچسپی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ الفرقان مذکور کے مضمون نگار لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلفی حضرات کی تین کتابیں نظر سے گذریں۔ ہر ایک میں اس آیت کا قصہ ضرور ہے ...اور وہ یہ ہے کہ دیوبندیوں کے شیخ الہند جناب محمود الحسن نے جناب محمد حسین بٹالوی کی طرف سے بعض مسائل میں دیئے گئے ایک چیلنج کے جواب میں قرآن پاک کی ایک آیت پیش کرتے ہوئے اس میں تحریف کا ارتکاب کیا۔ وہ آیت (بقول ان حضرات کے تحریفی شکل میں) یہ ہے فان تنازعتم فی شی فردوہ الی اللہ و الرسول والی اولی الامر منکم۔ اس کے آخر الفاظ ..اصل آیت سے زائد ہیں۔ اور کون ہے جو ان کو زائد نہ کہنے کی ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہوسکتا ہے؟ مگر جب ہم چند موٹی موٹی باتیں سامنے رکھتے ہیں، مثلاً یہ کہ

۱۔ یہ وہ آیت قرآنی ہے جو اسلامی احکام اور اطاعت خدا اور رسول پر گفتگو کے سلسلے میں علماء کے نوک زبان وقلم رہتی ہے؛

۲۔ جناب محمود حسن صاحب ایک بڑے عالم کے چیلنج کا جواب دے رہے تھے؛

۳۔ یہ اس کتاب کی آیت ہے جس کے حفاظ ہر شہر اور قریہ میں بکثرت پائیجاتے ہیں۔

تو اس شبہے کی گنجائش بھی نہیں نظر آتی یہ اضافہ جان بوجھ کر ہوا ہوگا۔ مگر شاباش ہے ہمارے ان بھائیوں کو، ان کے یہاں روز اول سے آج تک یہی اصرار ہے کہ دیوبندیوں کے شیخ الہند نے 'تحریف قرآن کی جسارت کی تھی'۔ 'اپنی حاجت براری کے لئے الفاظ بڑھائے تھے'۔ اسے بجز بدنام کرنے میں دلچسپی کے اور کیا کہا جائے (حاشیہ۔ یہاں یاد رہے کہ جس وقت کی تحریر سے اس غلطی کا تعلق ہے وہ اس وقت کی ہے جب شیخ الہند 'شیخ الہند' نہ تھے۔ دیوبند کے صرف ایک نوعمر مدرس تھے)'

(رسالہ مذکور۔ شمارہ اپریل مئی ۲۰۰۰ء ص ۳۳۔۳۲)

اس معاملے کو سمجھنے کے لئے جناب محمود حسن کے علمی سوانح سامنے رکھنا مناسب ہے۔ جناب عبدالرشید ارشد لکھتے ہیں کہ جناب محمود حسن نے

'۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح اور بعض دوسری کتب مولانا محمد قاسم نانوتوی سے پڑھیں۔ ...۱۲۸۹ھ میں صحاح ستہ اور دیگر فنون کی اعلیٰ کتابیں مولانا (نانوتوی) کی خدمت میں ختم فرما کر بطور معین مدرس پڑھانے لگے ...۱۲۹۲ھ میں بمشاہرہ پندرہ روپئے ماہوار مدرس چہارم مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۳ھ ہی میں آپ صحاح ستہ کی نہائت مشکل اور اہم کتاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترمذی، مشکوۃ اور ہدایہ وغیرہ جیسی نو کتابوں کے اسباق روزانہ بلاتکلف پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۲۹۵ھ میں تو صحاح ستہ کی دوسری کتابوں کے علاوہ سب سے بڑی اور افضل کتاب بخاری بھی آپ نے پڑھائی ...۱۲۹۴ھ میں بزرگان ہندوستان نے بیت اللہ کا قصد کیا۔ اس قافلے میں جناب قاسم، جناب رشید احمد، جناب رفیع الدین مہتمم دار العلوم، جناب محمد یعقوب (نانوتوی) ...شامل تھے .. جناب شیخ الہند بھی ...ساتھ شامل ہوئے .. ربیع الاول ۱۲۹۵ھ میں دیوبند واپس آئے ... کچھ عرصہ بعد حضرت (قاسم نانوتوی نے بھی دیوبند قیام فرما لیا۔ اس لئے استفادہ کمالات استاذ کیلئے شیخ الہند کے مشاغل علمیہ میں دلچسپی اور زیادہ ہوگئی۔ نو نو دس دس اسباق روزانہ پڑھاتے۔ اپنی مشہور کتاب ایضاح الادلہ تحریر فرماتے اور حضرت استاذ (مولانا قاسم) کو سنا کر خوشنودی حاصل کرتے... انہی دنوں جناب اشرف علی تحصیل علم کیلئے دیوبند تشریف لائے اور منجملہ اور اسباق کے ملاحسن اور مختصر المعانی حضرت (محمود حسن) سے پڑھیں ...ناگاہ ۱۲۹۷ھ میں واقعہ ہائلہ اور صدمہ جانفزا حضرت نانوتوی کی وفات کا پیش آیا۔

(بیس بڑے مسلمان۔ لاہور۔ ص ۲۳۳۔۲۳۱)

(یہ بھی لکھا ہے کہ جناب محمود حسن ۱۲۹۰ھ۔۱۸۷۴ء میں فارغ ہوئے اور ۱۲۹۱ھ۔۱۸۷۵ء میں بلا تنخواہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۰ھ میں ۴ طالب علم دیوبند سے فارغ ہوئے تھے ان میں ایک محمود حسن تھے۔ الرشید۔ دیوبند نمبر ص ۱۹۵)

اور ایضاح الادلہ نامی کتاب کی تاریخ بیان کرتے ہوئے خود جناب محمود حسن لکھتے ہیں:

کئی برس کا عرصہ گذرا کہ جناب اجتہاد مآب گل سرسبد محدثین پنجاب مولوی محمد حسین بٹالوی نے ایک اشتہار متضمن سوالات عشرہ بمقابلہ مقلدین بالخصوص مقلدان حنفی المذہب کے مشتہر کیا تھا۔ اس کے جواب میں ایک رسالہ مختصر مسمی بہ ادلہ کاملہ ہم نے بھی طبع کرایا تھا' (ایضاح الادلہ۔ ص ۲)

یہ رسالہ بڑی تقطیع کے ۳۶ صفحات پر ۱۲۹۳ھ میں شائع ہوا (مولانا محمود حسن از ابو سلیمان شاہجہانپوری۔ کراچی ص ۱۲)۔ اس رسالے کا جواب آیا تو اس کے جواب میں جناب محمود حسن نے پھر قلم اٹھایا اور ایضاح الادلہ کے عنوان سے جناب محمد قاسم نانوتوی کی زندگی میں لکھنا شروع کیا۔ ابھی کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ۱۲۹۷ھ میں جناب قاسم کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثے نے جناب محمود حسن پر اس قدر اثر کیا کہ وہ خود لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

’ بوجہ کثرت حیرانی و پریشانی مشغلہ کتب بینی کچھ عرصہ تک یک لخت چھوٹ گیا۔ بلکہ درس و تدریس کے نام سے نفرت اور کتاب کے خیال سے وحشت ہوتی تھی ...اور تحریر مسطور (ایضاح الادلہ) کے پورا کرنے کا سوسوکوس بھی خیال نہ تھا..اسی طرح جب ایک عرصہ گذر گیا تو مخدوم زادہ عالم مطاع ومکرم جناب مولوی حافظ محمد احمد ... نے بعض وجوہ سے تحریر مذکور کی تکمیل کے لئے فرمایا۔ ہر چند بوجہ تن آسانی و پریشانی احقر نے انکار کیا مگر ان کا اصرار احقر کے انکار سے بڑھا رہا۔ اس لئے ناچار اوراق مسطورہ نکال کر بنام خدا ان کو پورا کیا اور جملہ دفعات باقیہ کا جواب لکھ کر تعمیلاً للحکم مولوی (محمد احمد) صاحب موصوف کے حوالے کیا۔ ‘ (ایضاح الادلہ۔ ص ۵)

جناب محمود حسن کی ولادت ۱۲۶۸ھ میں ہوئی تھی اور ایضاح الادلہ پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئی یعنی اس وقت ان کی عمر تیس سال تھی۔ وہ گذشتہ دس سال سے دیوبند میں پڑھا رہے تھے اور چھ سال قبل ترمذی شریف اور چار سال قبل بخاری شریف پڑھا چکے تھے۔ اس عمر کے، اتنے تدریسی تجربے اور اتنی اہم کتابیں پڑھا چکنے والے استاد کو اگر ’صرف ایک نوعمر مدرس‘ قرار دیا جائے جو ’ایک بڑے عالم (مولانا بٹالوی) کے چیلنج کا جواب دے رہے ہیں‘ (اور شائد حواس باختگی کے عالم میں لاشعوری طور پر غلطی کرتے ہوئے ایک نئی آیت گھڑ کر اپنی دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں) تو تجربہ کار مدرس اور پختہ کار عالم کسے کہا جا سکتا ہے۔ کیا اس دور کے احناف میں علمی معیار اس قدر گر گیا تھا کہ اس طرح کے ایک نوعمر مدرس کو دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ (جب کہ جناب قاسم اور جناب رشید گنگوہی موجود تھے) صحیح بخاری جیسی اہم کتاب پڑھانے پر متعین فرما دیتی تھی۔ اور کیا اس وقت علماء دیوبند میں کوئی ایسا پختہ کار عالم موجود نہیں تھا جو جناب بٹالوی کے چیلنج کا جواب دیتا جو ایک نو آموز کو سامنے کر کے اس سے حواس باختگی کے عالم میں تحریف کی غلطی کا ارتکاب کروایا گیا۔

اور ایضاح الادلّہ ایک نوعمر مدرس کی انفرادی کوشش نہیں لگتی کیونکہ کتاب کا معتدبہ حصہ جناب قاسم کی زندگی میں لکھا گیا تھا جیسا کہ جناب محمود حسن کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ۱۲۹۵ھ سے ۱۲۹۷ھ کے عرصہ میں

’ اپنی مشہور کتاب ایضاح الادلہ تحریر فرماتے اور حضرت استاذ (جناب قاسم) کو سنا کر خوشنودی حاصل کرتے تھے‘۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور جناب نانوتوی حافظ قرآن تھے، انہوں نے وہ حصہ بھی سنا ہوگا جہاں اس تحریف شدہ یا وضعی آیت کا ذکر ہوا ہے۔ (یاد رہے کہ وہ آیت ۳۹۵ صفحات پر مشتمل کتاب کے صفحہ ۹۷ پر یعنی کتاب کے ربع اول میں ہے) ۔کتاب کا باقی حصہ جناب قاسم کے صاحبزادے جناب محمد احمد کے اصرار پر لکھا گیا اور لکھ کر انہی کے حوالے کیا گیا۔ وہ بھی حافظ قرآن تھے۔ یہ کتاب جو ۱۲۹۹ھ میں حافظ محمد احمد کی کوششوں سے بار اول شائع ہوئی۔ کتابت، پروف ریڈنگ، طباعت کے مراحل سے گذرتے ہوئے اور بھی کئی اصحاب کی نظر سے گذری ہوگی، اور یہ سب دیوبند کے بڑے بزرگوں میں سے ہوں گے۔ اتنی نظروں سے گذرنے کے باوجود جب کتاب طبع ہوئی تو تحریف شدہ یا وضعی آیت اس میں موجود تھی۔ (شائد کسی کو نظر نہیں آئی تھی، یا ایک نوعمر مدرس کی کتاب کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی تھی کہ کوئی اسے غور سے دیکھ لیتا۔ یا جناب محمود کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنا سوئے ادب خیال کرتے ہوئے ان کے ہم عصروں اور شاگردوں نے مناسب نہیں سمجھا تھا)

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں شائع ہوئی۔ اگر ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی ہو تو شائد ایک ہزار لوگوں نے تو اسے پڑھا ہوگا اور ان میں بہت سے دیوبندی مسلک کے لوگ بھی ہوں گے۔ ان میں دیوبند کے اس وقت کے اساتذہ اور طلبا بھی ہوں گے جنہوں نے کتاب کو خود خرید کر یا لائبریری یا دوست احباب سے عاریتاً لے کر پڑھا ہوگا۔ ان میں حفاظ بھی ہوں گے۔ چونکہ یہ کتاب اس وقت کے سب سے مشہور علمی مباحثے سے تعلق رکھتی تھی اس لئے یہ کتاب جناب گنگوہی کی خدمت میں بھی جناب محمود حسن نے پیش کی ہوگی اور انہوں نے اسے خود پڑھا ہوگا یا کسی سے پڑھوا کر سنا ہوگا۔ جناب رفیع الدین مہتمم دارالعلوم، حافظ محمد احمد، جناب حسین احمد مدنی، جناب اشرف علی تھانوی وغیرھم کی نظروں سے بھی یہ کتاب شائع ہونے کے بعد گذری ہوگی۔ ان میں سے بعض نے اپنے محبوب استاد کے علم و فضل کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے پڑھا ہوگا اور بعض نے غیر مقلدین سے بحث و تمحیص کے دوران خود کو دلائل علمیہ سے لیس کرنے کے لئے اس معرکہ آراء کتاب کا مطالعہ کیا ہوگا۔

کتاب کو پڑھنے اور اس سے استفادہ کرنے کا سلسلہ ۱۲۹۹ھ کے بعد تیس سال تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں ہزاروں دیوبندیوں نے اسے پڑھا ہوگا۔ ان میں سینکڑوں علماء اور حفاظ بھی ہوں گے۔ خود شیخ الہند نے بھی کسی فارغ وقت میں اپنی اس تصنیف لطیف کو پڑھا ہوگا۔ اور پھر جب دیوبند کا 'ایک نوعمر مدرس' ۶۰ سال کی عمر میں شیخ الہند ہو چکا تھا تو اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب کو دوبارہ شائع کیا گیا۔ یہ کام جناب اصغر حسین کی کاوشوں سے ہوا۔ جناب اصغر حسین کو ' بیس بڑے مسلمان' میں قاری محمد طیب مہتمم دیوبند نے دارالعلوم دیوبند کے مشہور و معروف مصنفین کی فہرست میں جو ۲۲ علماء پر مشتمل ہے دسویں نمبر پر بحیثیت فقیہ و مورخ درج فرمایا ہے۔ یاد رہے اس فہرست میں پہلے نمبر پر جناب قاسم کا نام ہے اور ۲۲ پر خود قاری طیب کا۔ اور جناب اعزاز علی، جناب شبیر احمد عثمانی، سید مناظر احسن گیلانی، مفتی محمد شفیع، جناب ادریس کاندھلوی، جناب بدر عالم، جناب یوسف بنوری وغیرہم کے اسماء گرامی جناب اصغر حسین کے بعد درج کئے گئے ہیں، جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جناب اصغر حسین کا مقام علماء دیوبند میں کتنا اونچا ہے۔ پھر جناب اصغر حسین وہ شخصیت ہیں جنہوں نے شیخ الہند کی سوانح عمری بعنوان حیات شیخ الہند مرتب فرمائی تھی۔ یہ سوانح حضرت (شیخ الہند) کی وفات کے چند ماہ بعد منصۂ شہود پر آ گئی تھی۔ فاضل مصنف حضرت (شیخ الہند) کے شاگرد رشید تھے اور حضرت سے بہت قریبی و قلبی تعلق رکھتے تھے۔ جب ۱۹۱۳ء (۱۳۳۱ھ) میں دیوبند سے ماہنامہ الرشید جاری ہوا تو حضرت شیخ الہند کی ہدایت پر آپ اس کے مدیر ہوئے تھے۔ شیخ الہند سے قلبی اور قریبی تعلق رکھنے والے میاں اصغر حسین نے ۱۳۳۰ھ میں ایضاح الادلہ کو دوبارہ شائع کیا تو اس کے ٹائیٹل صفحہ کو اس عبارت سے مزین کیا:

ارشاد نبوی ﷺ من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین کے سچے مصداق عمدۃ المحققین خاتم المحدثین والمفسرین تاج العلماء قدوۃ الاولیاء حضرت مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس ومحدث مدرسہ اسلامیہ دیوبند دامت برکاتھم کی ایک نہائت محققانہ علمی تصنیف مسمی بہ ایضاح الادلہ جو نہائت قابل قدر بیش بہا عالمانہ بیانات پر مشتمل ہے بہت سے اہل علم اور طلبہ کے اصرار پر تقریباً تیس سال بعد دوسری مرتبہ فقیر خاکسار سید اصغر حسین حسنی حنفی دیوبندی کی ناچیز سعی وانتظام سے ماہ ربیع الاول ۱۳۳۰ میں مطبع قاسمی مدرسہ اسلامیہ دیوبند میں باہتمام مولانا حبیب الرحمان صاحب طبع ہوئی '

اور جناب اصغر حسین نے اس کتاب کے صفحہ ۳۹۶ پر بعنوان التماس لکھا ہے:

' یہ کتاب مستطاب جس کی قدر کچھ اہل علم ہی جانتے ہیں صرف ایک مرتبہ ۱۲۹۹ھ میں میرٹھ میں طبع ہوئی تھی اور اگرچہ نہائت ہی کم درجہ بودے کاغذ اور بہت غلط بعض جگہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے بالکل مسخ شدہ چھپی تھی، پھر بھی اپنے حسن ذاتی اور مولف مدظلہم کے نام نامی کی برکت سے ہاتھوں ہاتھ چلی گئی۔ اور اب تیس برس کے عرصہ میں تو کمیاب کیا نایاب ہو گئی ...بعض صاحبوں نے احقر سے اسکی واقعی ضرورت کا اظہار فرمایا اور ثواب اشاعت یاد دلایا۔ اور بندہ نے بھی حضرت استاد (مولانا محمود حسن) مدظلہم کے فیوض علمیہ کی اشاعت کو سرمایہ سعادت سمجھا اور قدیم نسخے کو بہت ہی محنت اور غور سے صحیح کیا جس کا پڑھنا بھی اہل مطابع کی عنائت سے دشوار تھا اور باوجود غور وفکر کے جس جگہ عبارت و مطالب فہم ناقص میں نہ آئے خود حضرت مؤلف (مولانا محمود حسن) سے استفادہ کر کے صحیح کیا۔ اور جہاں تک ضعف بصر نے اجازت دی کاپیوں کو بھی خود نہائت غور سے صحیح کیا۔ اور باقی اوصاف زائدہ معتمد اہل علم سے صحیح کرایا۔ اور کاغذ و کتابت وصحت میں نہائت اہتمام کیا .... ' فقیر سید اصغر حسین عفی عنہ مدرسہ اسلامیہ دیوبند۔ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ ' (ایضاح الادلہ۔ دیوبند۔ ۱۳۳۰ص ۳۹۶)

یعنی جناب اصغر حسین صاحب نے کتاب کو دوبارہ شائع کرنے سے قبل بقول خود ' قدیم نسخے (مطبوعہ ۱۲۹۹ھ) کو بہت ہی محنت اور غور سے صحیح کیا... اور باوجود غور وفکر جس جگہ عبارت ومطالب (ان کے) فہم ناقص میں نہ آئے خود حضرت مؤلف (جناب محمود حسن، جن کی عمر اب ساٹھ سال تھی اور جو اس وقت شیخ الہند ہو چکے تھے) سے استفادہ کر کے صحیح کیا۔ اور جہاں تک ضعف بصارت نے اجازت دی، کاپیوں کو بھی خود نہائت غور سے صحیح کیا '

اور اس کے بعد جس طرح طبع اول کے موقع پر جناب محمود حسن نے کتاب تیار کر کے برائے اشاعت جناب محمد احمد (جو بعد میں دیوبند کے مہتمم ہوئے) کے سپرد کر دی تھی، اسی طرح سید اصغر حسین نے اپنے استاد کی کتاب کو تیار کر کے بغرض اشاعت جناب حبیب الرحمان (جو اس وقت دیوبند کے نائب مہتمم تھے اور بعد میں مہتمم ہوئے) کے حوالے فرمادی جنہوں نے مطبع قاسمی دیوبند سے اپنے اہتمام میں ۱۳۳۰ھ میں یہ کتاب شائع فرمائی۔

۱۳۳۰ھ والے اس ایڈیشن (جسے بعد میں ملتان سے بھی شائع کیا گیا) میں یہ موضوع آیت موجود ہے۔ یہ ایڈیشن ایک تیس سالہ نوعمر مدرس کی کاوش نہیں تھی۔ اسے ایک ساٹھ سالہ شیخ الہند سے استفادہ کر کے، پرانا ایڈیشن انہیں سنا سنا کر اور اس میں موجود غلطیوں کی اصلاح کروا کر جناب سید اصغر حسین نے تیار کیا اور دیوبند کے نائب مہتمم (اور ہونے والے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہتمم) نے دیوبند سے شائع کیا تھا۔ اس ایڈیشن میں اس موضوع آیت کا پایا جانا ایک نوعمر کی لاشعوری غلطی نہیں کہلا سکتا۔ اگر پہلے ایڈیشن میں لاشعوری غلطی ہوگئی تھی تو تیس برس بعد شائع ہونے والے اس دوسرے ایڈیشن میں اس غلطی کا اعتراف کرکے اصلاح کر دی گئی ہوتی۔ کیا ایسا ہوا؟۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ

کیا جناب قاسم نے اپنے شاگرد جناب محمود حسن کو ان کی غلطی پر متنبہ کیا تھا؟

کیا ملا محمود اول مدرس دیوبند نے اپنے شاگرد محمود حسن کو ایضاح الادلہ کی تصنیف کے دوران یا اس کی اشاعت اول کے بعد ایک نئی آیت وضع کرنے کی غلطی سے آگاہ کیا؟

کیا جناب محمود حسن کو ان کے دیگر بزرگوں مثل جناب گنگوہی، جناب یعقوب نانوتوی، جناب رفیع الدین نے کتاب کی تصنیف کے دوران یا اشاعت اول کے بعد اس غلطی سے آگاہ کیا؟

کیا جناب محمود حسن کو ان کے معاصر علماء دیوبند مثل جناب خلیل احمد سہارنپوری، جناب احمد حسن امروہوی، جناب سید احمد دہلوی مدرس دارالعلوم دیوبند، شاہ عبد الرحیم رائپوری وغیرہ نے اس غلطی سے آگاہ فرمایا؟

کیا جناب محمود حسن کو ان کے شاگردوں مثل جناب محمد یحی کاندھلوی، جناب اشرف علی تھانوی، مفتی کفائت اللہ دہلوی، سید حسین احمد مدنی، جناب انور شاہ کشمیری وغیرہ نے اس غلطی سے آگاہ فرمایا تھا؟

یہ عجیب معمہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء وحفاظ موجود ہیں۔ کتاب میں ایک گھمبیر غلطی بھی موجود ہے، مصنف کتاب بھی زندہ ہے، تیس سال تک کوئی شخص اصلاح کی طرف قدم تک نہیں اٹھاتا۔ تیس سال بعد کتاب دوبارہ شائع ہوتی ہے۔ کسی فرد واحد کی طرف سے نہیں، دیوبند کے مرکزی ادارے کے اہتمام سے شائع ہوتی ہے اور وہ موضوع آیت پھر سے کتاب میں موجود ہوتی ہے۔ اس کے باوجود کوئی کہے:

اس شبہے کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی یہ اضافہ جان بوجھ کر ہوا ہوگا۔

تو یہی کہا جا سکتا ہے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دراصل یہ تحریف ایک مشترکہ مقصد کے لئے کی گئی تھی، کہ تقلید شخصی کو قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ اگر یہ موضوع آیت ایضاح الادلہ کے اس مقام سے ہٹادی جائے تو مصنف کی دلیل هباءً منثوراً ہو جاتی ہے۔ اسی لئے احناف اس موضوع پر مناظرے بھی کرتے رہے ہیں جیسا کہ سید بدیع الدین شاہ راشدیؒ اپنے بھائی سید محبّ اللہ شاہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں مولوی محمد جمیل مدرس تھے۔ جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد بدیع الدین شاہ نے جناب محمود حسن کی کتاب ایضاح الادلہ کا حوالہ پیش کیا جس میں انہوں نے قرآن کی ایک آیت اس طرح بنائی ہے فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول و الی اولی الامر اس پر مولوی محمد جمیل نے شام کے وقت آپ کو ایک چٹھی بھیجی کہ آپ نے شیخ الہند پر بہتان باندھا ہے، لہذا آپ تیار رہیں کل سید محبّ اللہ کے سامنے آپ سے مناظرہ ہوگا۔ آپ نے جواب لکھ بھیجا کہ میں تیار ہوں۔ دوسرے دن تقریباً دس بجے محبّ اللہ شاہ کے سامنے مناظرہ شروع ہوا۔ آپ نے مولوی صاحب سے کہا کہ جو کچھ آپ نے کہنا ہے کہہ ڈالیں۔ مولوی جمیل نے کہا کہ پہلے میں کچھ مقدمات پیش کرتا ہوں اول یہ کہ انسان سے غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ دوم یہ کہ طباعت اور کتابت کی غلطی بھی ہوسکتی ہے۔ اور سوم یہ کہ جب تک عبارت کا صحیح محمل نہ ہو سکے تب تک کسی کی بات کو غلط کہنا درست نہیں۔ سید بدیع الدین نے کہا کہ یہ کتاب تین مرتبہ طبع ہو چکی ہے اور سب سے پہلے خود مصنف کی زندگی میں شائع ہوئی۔ دوسری اشاعت میں بھی اس کی اصلاح نہ کی گئی۔ اور نہ ہی کوئی معذرت کی گئی۔ لہذا طباعتی یا کتابتی غلطی کا عذر کرنا درست نہیں۔ دوم یہ کہ یہ انتہائی غلو ہے۔ اس لئے کہ یہی حرکت غلام احمد قادیانی کرتا ہے تو آپ فوری طور پر فتوی کفر صادر کرتے ہیں اور یہاں خاموشی ہے۔ سوم یہ کہ پوری عبارت یوں ہے:

> فان تنا زعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول و الی اولی الامر منکم اور ظاہر ہے اولو الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء علیہم السلام کرام کے ... اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ واجب الاتباع حضرات انبیاء و جملہ اولی الامر ہیں۔ آپ نے آیت فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ و الیوم الآخر تو دیکھ لی اور آپ کو اب تک یہ معلوم نہ ہوا کہ جس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں یہ آیت ہے اس قرآن مذکورہ بالا معارض آیت بھی موجود ہے تو تعجب نہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ ہونے کا فتوی لگاتے ہیں (ایضاح الادلہ ص ۹۷۔۹۸ مطبع قاسمی دیوبند اور طبع جمال پرنٹنگ پریس ورکس دہلی شائع کنندہ کتب خانہ فخریہ امروتی ۔ادارہ دیوبند)۔

یہ عبارت پیش کر کے سید بدیع الدین نے کہا کہ

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہاں کوئی خطا وغیرہ نہیں اور نہ ہی کتابت کی غلطی ہے بلکہ مصنف قرآن مجید میں دو مستقل آیتیں ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ رہی تیسری چیز جو آپ نے بیان کی وہ ہے محمل ۔سو آپ اس کو بھی پیش کر دیں تا کہ اسے بھی دیکھا جا سکے مولوی صاحب محمل بتانے کی بجائے جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ کیا ہم غیر مذہب ہیں اور کیا تمہارے محدثین نے غلطیاں نہیں کیں، تم ان کی تشہیر کیوں نہیں کرتے ؟ شاہ صاحب نے کہا ہم کسی غیر نبی کو معصوم نہیں مانتے۔ محدثین سے غلطیاں ہوئی ہیں لیکن قرآن و حدیث میں کمی بیشی کرنا ایک ایسی حرکت ہے جسے آپ کسی محدث کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ اس پر وہ برہم ہوئے اور کہنے لگے کیا اہل حدیث غلطیاں نہیں کرتے تم ان پر گرفت کیوں نہیں کرتے ؟ آپ نے کہا جناب آپ اہل حدیث کی کوئی غلطی بتائیں کہ انہوں نے قرآن و حدیث میں کمی بیشی کی ہو۔ یہ آپ لوگ ہی ہیں کہ اپنے مسلک کے دفاع کے لئے قرآن و حدیث میں تحریف سے بھی باز نہیں آتے اور پھر ان کو چھپاتے ہو اور اعتراض کرنے والوں کو برا کہتے ہو۔ اگر ہم میں سے کوئی غلطی کرتا ہے تو ہم اس کو ہرگز نہیں چھپاتے ۔محدث علی بن مدینی سے بھرے مجمع میں جب وہ راویوں پر جرح و تعدیل کر رہے تھے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کا اپنے باپ کے بارے میں کیا خیال ہے ۔تو انہوں نے جواب دیا ابی ضعیف ۔ اس پر مولوی صاحب خاموش ہو کر چلے گئے ۔ (تذکرہ علمائے اہل حدیث پاکستان، جلد دوم ۔ص ۱۸۶۔۱۸۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مسند ابوعوانہ میں تحریف

دیوبندی احناف کہتے ہیں کہ مسند ابوعوانہ میں ہے:

حدّ ثنا عبد الله بن ايوب المخرمی و سعدا ن بن نصر و شعيب بن عمرو فی آ خرين قا لوا حدثنا سفيا ن بن عينيه عن الزهری عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله و اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتی يحاذی بهما و قال بعضهم حذو منكبيه و اذا اراد ان يرکع و بعد ما يرفع رأسه من الرکوع لا يرفعهما و قال بعضهم لا يرفع بين السجدتين و المعنی وا حد (صحیح ابن عوانہ ج ۲ ص ۹۰) کہ آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے مگر رکوع جانے اور اٹھنے کے وقت نہ کرتے، بعض رواہ نے کہا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی نہیں کیا (تحقیق مسئلہ رفع الیدین از حبیب الرحمٰن اعظمی استاد حدیث دیوبند۔ص ۳۸۔۳۹)۔(منقول از رئیس ندوی، ص ۴۴۳۔۴۴۴)۔

جناب احسن جمیل بتاتے ہیں:۔

مسند ابوعوانہ، دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کے حنفی تصحیح کنندگان نے اس حدیث میں تحریف کر رکھی ہے۔ ہم ذیل میں مسند ابوعوانہ کے قلمی نسخہ کا فوٹو پیش کر رہے ہیں۔ یہ قلمی نسخہ دار الکتب المصر یہ نمبر ۹۰۱۲ میں محفوظ ہے اس کی مائیکروفلم مدینہ یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانہ کے شعبہ مخطوطات میں ۱۱۰۱ کے تحت موجود ہے۔ یہ فوٹو اسی مائیکروفلم سے لیا گیا ہے۔ (پھر اپنی کتاب القول الجمیل کے ص ۱۱۳ پر یہ فوٹو شائع کیا ہے) یہاں حدیث نقل کی جاتی ہے:

حد ثنا عبد الله بن ايو ب المخر مي و سعدان بن نصر و شعيب بن عمرو فی آ خرين قالوا اخبرنا سفيان بن عينيه عن الز هری عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتی يحاذی بهما و قال بعضهم حذو منكبيه و اذا اراد ان يرکع و بعد ما يرفع رأسه من الرکوع و لا يرفعهما و قا ل بعضهم لا يرفع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بین السجدتین و المعنی وا حد۔ حد ثنا الر بیع بن سلیما ن عن الشافعی عن بن عینیه بنحوه و لا یفعل ذا لک بین السجد تین۔ حد ثنا ابو دا ؤد اخبر نا.. اخبر نا سفیا ن قا ل اخبر نا الز ہری .....)

اورلکھا ہے کہ اس کی کتابت اتنی واضح ہے کہ خود قارئین دسویں سطر میں لا یر فعهما سے پہلے اس وَ کو پڑھ سکتے ہیں جسے مطبوعہ مسند ابوعوانہ سے ساقط کر دیا گیا ہے ..حدیث کے الفاظ پر غور کیا جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ لا یرفعهما کا تعلق کس جملہ سے ہے، پچھلے جملہ سے یا آگے کے جملہ سے۔ دراصل امام ابوعوانہ نے جس طرح رفع یدین کی کیفیت کے بارے میں راویوں کے اختلاف کو بیان کیا ہے کہ بعض نے حتی یحا ذی بهما کہا ہے اور بعض نے حذ و منکبیه ۔ اسی طرح بعد میں بھی یہی مقصود ہے کہ بعض نے لا یر فعهما اور بعض نے لا یر فع کہا ہے، اور اسی بات کو بیان کرنے کے لئے امام ابوعوانہ نے اخیر میں فرمایا و المعنی وا حد ۔ دونوں کا معنی ایک ہے ۔ یعنی لا یرفعهما کہا جائے یا لا یر فع ، معنی کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ اور اگر لا یر فعهما کو پچھلے جملہ سے جوڑ دیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں کون سے دو لفظ ہیں کہ فرمایا جا رہا ہے .دونوں کا ایک معنی ہے ۔۔ اب اس تفصیل کے مطابق اس حدیث کا ترجمہ یوں ہے ..حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ اور رکوع سے سر اٹھاتے (تو ایسا ہی کرتے) اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے اور بعض راویوں نے کہا کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، اور حدیث کے دونوں الفاظ کا معنی ایک ہے ۔۔ وَ کو حذف کر دینے سے اس حدیث کے وہ معنی کئے جاتے ہیں جو نہ صاحب کتاب (ابوعوانہ) کے مقصود ہیں اور نہ ہی سیاق وسباق اس پر دلالت کرتا ہے۔ لہذا اس حدیث میں دونوں مواقع پر رفع یدین کا اثبات ہے نہ کہ انکار۔۔ نیز اگر اس حدیث کے سیاق وسباق اور اس کے ان شواہد ومتابعات پر غور کیا جائے جنہیں امام ابوعوانہ نے خود اسی جگہ ذکر کیا ہے تو بھی واضح ہو جائے گا کہ اس حدیث میں تحریف کی گئی ہے۔ تفصیل یوں ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ا۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث مسند ابوعوانہ میں جس باب کے تحت ذکر کی گئی ہے وہ خود اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس حدیث میں رکوع میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کا اثبات ہے نہ کہ انکار۔ امام ابوعوانہ نے اس حدیث پر یہ باب قائم کیا ہے باب بیان رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ قبل التکبیر بحذاء منکبیہ و للر کوع و لر فع رأسہ من الرکوع و انہ لا یر فع بین السجدتین (مسند ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۹ جس کا فوٹو دیا گیا ہے)۔

اب قارئین غور فرمائیں کہ اس باب کے تحت جو حدیث ذکر ہوگی اس میں قبل رکوع اور بعد رکوع رفع یدین کا اثبات ہوگا یا انکار خصوصاً جب کہ یہ حدیث اس باب میں سب سے پہلے ذکر کی گئی ہے۔

ب۔ امام ابوعوانہ اس حدیث کی سند میں اپنے تین اساتذہ عبداللہ بن ایوب، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمر کا حوالہ دیا ہے اور تینوں کی سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تینوں سفیان بن عیینہ سے اس روایت کو ایک جیسے الفاظ کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ دوسری کتب حدیث میں ان کے واسطہ سے جو روایت آئی ہے اس کے الفاظ کیا ہیں، اور آیا اس میں زیر بحث مواقع پر رفع یدین کا اثبات ہے یا انکار۔ چنانچہ سنن بیہقی ج ۲ ص ۶۹ میں یہی روایت سعدان عن سفیان کے واسطہ سے موجود ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔

انّ رسول اللہ اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الر کو ع ولا یرفع بین السجدتین

اور دوسرے استاد شعیب بن عمرو کی روایت انہی الفاظ سے بخاری شریف میں موجود ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۲)۔

ان دونوں روایتوں کو مسند ابوعوانہ کی روایت کے بالمقابل رکھنے سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ اس روایت میں زیر بحث مواقع پر رفع یدین کا اثبات ہی ہے ورنہ خود ابو عوانہ کے بیان میں تضاد لازم آئے گا کہ وہ کس طرح ایک ہی روایت کو تین اساتذہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں جب کہ ان اساتذہ کے بیان میں آپس میں ٹکراؤ ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ج۔ پھر امام ابوعوانہ نے اس حدیث کے شواہد ومتابعات کا ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں اپنی مزید تین سندیں پیش کی ہیں۔ان میں پہلی روایت امام شافعی کی ہے دوسری امام ابو داؤد کی اور تیسری امام حمیدی کی ۔ ابوعوانہ نے ان شواہد ومتابعات کی صرف سند کو ذکر کیا اور پھر بمثلہ یا بنحوہ کہہ کر یہ اشارہ کیا کہ ان کا متن بھی عبداللہ بن عمر کی مذکورہ روایت کی طرح ہے۔پس اگر عبداللہ بن عمر کی روایت سے قبل رکوع اور بعد رکوع رفع یدین کی نفی ہے تو ان شواہد میں بھی اس کی نفی ہے ورنہ انکو بطور شواہد ومتابعات کے ذکر کرنا درست ہی نہیں ۔آیئے ان روایتوں کو ان اصل مصدر میں دیکھا جائے۔امام شافعی کی روایت کتاب الام میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے

اخبر نا الر بیع اخبرنا الشافعی عن سفیان بن عینیه عن الزهری عن سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله و اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الر کو ع و لا یر فع بین السجدتین ۔الام ۔ ج ۱ ص ۱۰۳۔ مسند الشافعی ص ۲۵)۔امام ابو داؤد نے بھی یہ روایت ان کی سند سے انہی الفاظ کے ساتھ سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۰۴ میں نقل کی ہے۔امام حمیدی نے بھی اپنی روایت میں ان تینوں مواقع پر رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔اب دیکھئے کہ ابوعوانہ کا شافعی وغیرہ کی روایت بیان کرتے ہوئے بنحوہ یا بمثلہ کہنے کا کیا مطلب ہے جب دوسری روایت پہلی کے خلاف ہوتو وہاں بنحوہ یا بمثلہ نہیں کہا جاتا۔

د۔ اسی روایت کو امام سفیان بن عیینہ سے عبداللہ بن ایوب، سعدان بن نصر، اور امام شافعی کے علاوہ کے کئی محدثین نے نقل کیا ہے اور ان سب کی روایت میں تینوں مواقع پر رفع یدین کا ذکر ہے دیکھئے سنن ابن ماجہ ص ۶۲، ترمذی ج ۱ ص ۳۵، صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۴، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، سنن بیہقی ج ۱ ص ۶۹، مسند احمد ج ۲ ص ۸۔ (القول الجمیل ص ۱۱۱۔ ۱۱۸) (اس کے بعد القول الجمیل میں مسند حمیدی کی روایت پر بحث ہے اس کے قلمی نسخے کے فوٹو کی روشنی میں)۔

جناب ابوالخیر حسان اعظمی بتاتے ہیں :

جناب جمیل احمد نذیری مفتی احیاء العلوم مبارک پور نے رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے عنوان سے ۴۰۰ صفحات کی کتاب لکھی جس میں انہوں نے مسند ابوعوانہ والی حدیث کو صفحہ ۱۸۴ پر نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں:

سالم اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں قال: ر أیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصّلوۃ رفع ید یہ حتی یحاذی بھما ... منکبیہ ، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الرکوع لا یرفعھما و قال بعضھم، و لا یرفع بین السجد تین۔ والمعنی وا حد ۔(صحیح ابن عوانہ ج ۲ ص ۹۰، اور مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷،)

مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ میں جو علامہ اعظمی کی تعلیق، تحشیہ استدراکات وغیرہ کے ساتھ متعدد بار شائع ہوئی ہے، اور اس کا ایک اڈیشن دار الافتاء ریاض سے شائع کیا گیا، اس میں ابن عمرؓ کی یہ حدیث اس طرح منقول ہے:

حدّ ثنا الحمیدی قال ثنا الزھری قال ا خبرنی سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال: رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصّلوۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السّجد تین۔(مسند حمیدی مطبوعہ دار الافتاء۔ ج ۲ ص ۲۷۷)

لیکن مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کے اندر اس حدیث میں تحریف عیاں اور واضح ہے۔ چنانچہ یہی حدیث بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، ابوداؤد، ج ۱ ص ۱۰۴ رشیدیہ دہلی، سنن کبری ج ۲ ص ۶۹، مسند احمد، ج ۲ ص ۱۸ اور خود مسند حمیدی کے قلمی نسخہ میں اس طرح ہے:

حدّ ثنا الحمیدی، ثنا سفیان نا الزھری، ا خبرنی سالم بن عبد اللہ عن ابیہ ، قال رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصّلوۃ رفع یدیہ حذ و منکبیہ واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الرکوع، و لا یرفع بین السّجد تین۔

اور صحاح میں عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث اس طرح منقول ہے:

عن سالم بن عبداللہ عن ابیہ انّ رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح الصّلوۃ واذا کبّر للرکوع واذارفع رأسہ من الرکوع رفعھما کذلک ... وکان لا یفعل ذ لک فی السجود (مسلم ج ۱ ص ۱۶۸؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترمذی، نسائی نمبر۱۷۲؛ ابن ماجہ۶۲؛ ابن خزیمہ۲۹۴؛ موطا مالک؛ موطا محمد ۸۹؛ مسند شافعی ۱۲، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۳۴)

اب اگر مسند حمیدی میں الفاظ حدیث وہی اور اسی نہج پر ہوتے جیسے ان کو مفتی مبارکپوری نے نقل کیا ہے، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ صحیحین کی حدیثوں کے مقابل میں ان کتابوں کی مرویات کا کوئی وزن نہیں، چہ جائیکہ مسند حمیدی کے اصل مخطوطہ نسخہ میں وہی مرقوم ہے جو صحیحین وغیرہ میں مذکور ہے (دیکھو محدث بنارس۔فروری ۱۹۸۶ء)۔

نیز مسند حمیدی کے اس مطبوعہ نسخہ کی غلطی کی طرف مفتی مبارکپوری کے جناب اعظمی نے بھی تعلیق میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ تعلیق نمبر۶ میں لکھتے ہیں:

اخرج البخاری اصل الحدیث من طریق یونس عن الزهری واما روایة سفیان عنه فاخرجها احمد فی مسنده وابو داؤد عن احمد فی سننه۔ لکن روایة احمد عن سفیان تخالف روایة المصنّف عنه، نفی مسند احمد: رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع، ولا یرفع بین السّجدتین (۲۔۸) نفیه کما تری اثبات الرفع عند الرکوع و الرّفع منه، ونفیه بین السّجدتین۔ و فی روایة الحمیدی نفیه فی الرکوع والرفع منه وفیما بین السّجدتین جمیعاً۔ و لم یتعرض احد من المحدّثین لروایة الحمیدی هذه۔ (۲۔۲۷۸)

یہاں مخطوطہ پڑھنے میں شاید ان سے فروگزاشت ہوئی ہے ورنہ مخطوطہ میں بھی وہی ہے جو صحیحین میں ہے۔ اس لئے محدثین کے اس سے تعرض کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔

مسند ابوعوانہ والی روایت اگر اسی طرح ہے جس طرح مفتی مبارکپوری نے نقل کی ہے، تب بھی حضرت ابن عمر کی اس حدیث پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ رکوع جاتے، رکوع سے اٹھتے رفع یدین کیا کرتے تھے۔ ابن عوانہ والی روایت کی اہمیت و برتری ظاہر کرنے کے لئے مفتی صاحب مبارکپوری نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۴ پر لکھا ہے:

امام ابوعوانہ نے سفیان بن عیینہ تک اس حدیث کی کل چار سندیں ذکر کی ہیں، جن میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوتھی سند امام بخاری کے استاد امام حمیدی کی ہے۔

یہاں آٹھ سندوں والی روایت بھی دیکھ لیجئے۔ امام مسلم اپنی صحیح جلد اول، ص ۱۶۸ میں فرماتے ہیں:

حد ثنا یحی بن یحی التمیمی وسعید بن منصور وابو بکر بن ابی شیبه و عمر والنا قد و زهیر بن خرت وابن لمیر، کلّهم عن سفیان بن عینیه. و اللّفظ لیحی ، قال : نا سفیان بن عینیه عن الزّ هری عن سالم عن ابیه قال : رأیت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصّلوة رفع یدیه حتی یحاذی منکبیه و قبل ان یرکع واذا رفع من الرکوع، ولا یرفعهما بین السّجدتین۔

و حدّ ثنی محمد بن را فع قال ، نا عبد الرزاق قال۔ نا ابن جر یج قال حدّ ثنی ابن شهاب عن سالم بن عبد الله، انّ ابن عمر قال : کان رسول الله ﷺ اذا قا م للصلوة رفع یدیه حتی تکو نا بحذو منکبیه ثم کبّر، فا ذا اراد ان یرکع فعل مثل ذ لک واذا رفع من الرکوع فعل مثل ذ لک ۔ ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجدة ۔

اس حدیث کے متن وسند پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کی چار کی بجائے چھ سندیں ذکر کی ہیں جس میں امام سعید بن منصور اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ جیسے اکابر شامل ہیں۔ پھر ان چھ سندوں کے علاوہ ایک اور سند ذکر کی ہے جس میں امام سفیان بن عینیہ کی متابعت امام عبدالرزاق کے استاد ابن جریج کر رہے ہیں۔ اس طرح امام زہری سے روایت کرنے والوں کی تعداد سات ہو جاتی ہے۔ اور اگر مؤطا وغیرہ کی سندوں کو شامل کر لیا جائے تو تعداد اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ سب حضرات متفق البیان ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کیا کرتے تھے۔ پس اگر مسند ابن عوانہ کے الفاظ اس حدیث کے قدرے خلاف بھی ہوں تو ان تمام روایتوں کو سامنے رکھ کر مفہوم متعین کیا جائے گا، نہ کہ مسند ابو عوانہ کی حدیث اس حدیث کے معارض مفہوم پر محمول کی جائے گی، حالانکہ نہ تو ابوعوانہ کی حدیث صحاح کی منقولہ حدیثوں کے خلاف ہے، نہ ہی حمیدی کی حدیث۔ بلکہ ساری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کا مفہوم یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کیا کرتے تھے۔

مسند ابوعوانہ اور مسند حمیدی کی احادیث اگر ترک رفع پر دال ہوتیں تو ادوار گذشتہ کے احناف اکابران کو اپنے استدلال میں لاتے۔ بات یہ ہے کہ یہ احادیث بعینہ وہی ہیں جو بخاری و مسلم، موطا وغیرہ میں بطریق زہری وغیرہ ابن عمر سے مروی ہیں۔ موطا امام محمد میں ہے:

ا خبرنا مالک حد ثنا الزهری عن سالم بن عبد الله بن عمر ان عبد الله بن عمر قال: کان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذاء منکبیه، واذا کبّر للرکوع رفع ید یه، و اذا رفع رأسه من الرّکوع رفع ید یه ۔(موطا امام محمد۔ص ۸۹)

و مالک عن ابن شهاب عن سالم بن عبدالله عن عبد الله بن عمر، انّ رسول الله ﷺ کان اذا افتتح الصّلوة رفع یدیه حذو منکبیه، و اذا اراده رفع رأسه عن الرکوع ر فعهما کذلک ایضاً ۔ و قال سمع الله لمن حمده، ربنا لک الحمد، وکا ن لا یفعل ذلک فی السجود ۔(موطا مالک)۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسند حمیدی اور ابوعوانہ کی حدیثوں کا بھی مفہوم وہی ہے جو بخاری و مسلم کی حدیثوں کا ہے۔

(علماء دیوبند کی حدیث رسول میں شرمناک خیانت۔ص ۱۴۔۱۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كم من فئةٍ قليلةٍ غلبت فئةً كثيرةً باذن الله

مباحثات

جناب محمد مقتدی اثری عمری نے تذکرۃ المناظرین کے عنوان سے دو جلدوں میں سینکڑوں مناظروں اور مباحثوں کی داستان بیان کر دی ہے اس لئے مجھے کتاب ہذا کے اس حصہ میں تطویل کی ضرورت نہیں۔ میں چند مناظرات و مباحثات کے بیان پر اکتفا کرونگا جن میں عاملین بالحدیث کو اپنے مسلک کی حقیت ثابت کرنے کے لئے حصہ لینا پڑا۔ اس سلسلے کی ایک اہم کتاب تنویر العینین جسے جلد اول میں ملخصاً نقل کیا جا چکا ہے۔ بقول احناف یہ کتاب اس دور کے احناف کے اس پروپیگنڈے کے جواب میں لکھی گئی تھی کہ رفع الیدین کرنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ جناب خلیل احمد سہارنپوری کی سوانح تذکرۃ کے حنفی محشی کی اس مفہوم کی ایک عبارت ہم کسی جگہ نقل کر چکے ہیں۔ گویا تنویر العینین ایک مباحثے کی کتاب ہے۔ اسی طرح شاہ محمد اسماعیل کی ایضاح الحق بھی ایک مباحثے کی کتاب ہے جس پر تنقید کرتے ہوئے جناب محمد شاہ پاکپٹنی (ثم دہلوی) مناظر احناف نے ۱۸۶۰ء کے عشرے کے آغاز میں نواب قطب الدین دہلوی کی آڑ میں تنویر الحق لکھی۔ میاں نذیر حسین محدث نے تنویر کے جواب میں معیار الحق لکھی۔ گویا معیار بھی احناف اور عاملین بالحدیث کے درمیان جاری رہنے والے مباحثے کا ایک پرچہ ہے۔ اس کے جواب میں جناب ارشاد حسین رام پوری نے ۶ برسوں کی محنت سے انتصار الحق لکھی۔ جناب میاں نذیر حسین نے اسے ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ یہ ہمارے پرچے کا جواب نہیں ہے اور اس طرح کے غیر متعلق پرچوں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ فریقین کسی ثالث کی موجودگی میں بالمشافہ مباحثہ کر لیں۔ پھر آپ نے مجوزہ ثالث (قاضی سعد اللہ رامپوری) سے درخواست کی کہ وہ اس مباحثہ کی صدارت کے لئے وقت نکالیں۔ لیکن ثالث نے معذرت کر دی اور یوں یہ مباحثہ نہ ہو سکا۔ اس سلسلے میں لکھے جانے والے میاں نذیر حسین محدث کے خطوط ہم جلد اول میں نقل کر چکے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایضاح الحق الصریح ہی پر اعتراضات میاں نذیر حسین کے سفر حج کے موقع پر اخبار مشیر قیصر بمبئی نے کئے تھے جن کا جواب جناب محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں دیا تھا ۔ یہ اعتراضات اور ان کے جوابات بھی اسی تحریری مباحثے کے پرچے ہیں جو شاہ اسماعیل کے زمانہ حیات دنیوی میں شروع ہوا تھا۔

مباحثہ بٹالہ ۱۸۶۸ء

جناب محمد حسین بٹالوی اپنے استاد سید نذیر حسین سے سند فراغ حاصل کر کے اپنے وطن بٹالہ آئے تو انہیں احناف نے گھیر لیا اور ۱۸۶۸ء میں مباحثہ کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو (جن کی شہرت ان دنوں حنفی عالم ہونے کی تھی) ان کے سامنے لا کھڑا کیا۔ عبدالقادر نامی ایک مرزائی نے لکھا ہے کہ

> مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے نئے نئے تحصیل علم کر کے واپس بٹالہ آئے تھے۔ عوام مسلمانوں میں ان کے خلاف شدید جذبات پائے جاتے تھے۔ مرزا غلام احمد کسی کام کے سلسلہ میں بٹالہ گئے تو ایک شخص اصرار کے ساتھ ان کو تبادلہ خیالات کے لئے مولوی محمد حسین صاحب کے مکان پر لے گیا۔ وہاں ان کے والد صاحب بھی موجود تھے اور سامعین کا ایک ہجوم مباحثہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ مرزا صاحب مولوی صاحب کے سامنے بیٹھ گئے اور مولوی صاحب سے پوچھا کہ آپ کا دعوی کیا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ میرا دعوی یہ ہے کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے اور اس کے بعد اقوال رسول کا درجہ ہے۔ اور میرے نزدیک کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے مقابل کسی انسان کی بات قابل حجت نہیں۔ مرزا صاحب نے یہ سن کر بے ساختہ کہا کہ آپ کا یہ اعتقاد معقول اور نا قابل اعتراض ہے، لہذا میں آپ کے ساتھ بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان کا یہ مرزا تھا کہ لوگوں نے یہ شور مچا دیا کہ ہار گئے ہار گئے۔ (حیاۃ طیبہ۔ لاہور ۔۱۹۵۹ء ص ۴۰۔۴۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ دیوبند

بتایا جاتا ہے کہ جناب محمد حسین بٹالوی اور جناب محمد قاسم نانوتوی کا دیوبند میں ایک مباحثہ ہوا تھا جیسا کہ جناب مناظر احسن گیلانی نے سوانح قاسمی میں بیان کیا ہے:

یہ سننے میں آیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے (حضرت والا قاسم نانوتوی) کو لکھا کہ مجھے تنہائی میں آپ سے بعض مسائل میں گفتگو کرنی ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کا کوئی شاگرد بھی وہاں موجود نہ ہو۔ حضرت (نانوتوی) نے منظور فرما کر جواب تحریر فرمایا کہ تشریف لے آئیں۔ (محمد طیب)۔ چنانچہ مولانا موصوف، حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر وہی عرض کیا کہ تنہائی میں آپ سے کچھ باتیں کرنی چاہتا ہوں، اجازت دے دی گئی۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے، شیخ الہند مولوی محمود حسن ہی سے یہ بات فقیر نے سنی تھی، فرماتے تھے کہ حجرہ بند کر دیا گیا، ہم طلبہ باہر تھے دونوں میں گفتگو ہونے لگی، ہماری طالب علمی کا زمانہ تھا (جناب محمود حسن ۱۲۹۰ھ۔۱۸۷۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ الرشید۔ دیوبند نمبر ص ۱۹۵۔ گویا یہ واقعہ ۱۸۷۴ء یا اس سے قبل کا ہے۔ بہاء)۔ بے اختیار جی چاہا کہ اس گفتگو کو کسی طرح سننا چاہیے (میں اسی دروازہ سے لگ کر بیٹھ گیا جس کے متصل ہی اندر یہ حضرات بیٹھے تھے)، حضرت والا نے مولانا سے فرمایا کہ دیکھئے جس مسئلہ میں بھی گفتگو فرمانی ہو، اس میں دو باتوں کا خیال رکھئے۔ ایک یہ کہ مسئلہ زیر بحث میں حنفیہ کا مذہب بیان فرمانا آپ کا کام ہوگا اور دلائل بیان کرنا میرا کام ہوگا۔ دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں، اس لئے میرے مقابلے میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہیے یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے میں ان کا مقلد نہیں ہوں۔ چنانچہ فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر وغیرہ بہت سے مختلف فیہ مسائل زیر گفتگو آئے اور حسب شرائط طے شدہ مولانا محمد حسین صاحب مذہب احناف بیان فرماتے اور حضرت والا دلائل سے اسے ثابت کرتے۔ حضرت کی تقریروں کے دوران مولانا محمد حسین صاحب جھوم جھوم جاتے اور بعض اوقات تو جوش

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے کہتے کھڑے ہو نے کے قریب ہو جاتے ۔ جب گفتگو ختم ہو چکی تو (محمد طیب) مولوی محمد حسین صاحب کی زبان سے بے ساختہ یہ فقرہ نکلا کہ . مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص اور مقلد ہو .(۲۳) جواب میں حضرت شیخ الہند کہتے تھے میں نے سنا حضرت والا ارشاد فرما رہے ہیں . اور مجھے تعجب ہے کہ آپ جیسا شخص اور غیر مقلد ہو ۔ (سوانح قاسمی ۔ ج ۲ ۔ ص ۲۲ ۔ ۲۳) ۔

اور اسی واقعہ سے متعلق دیو بندی حضرات کی ایک روایت یوں ہے :

حاجی امیر شاہ خان سے سنا کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی سے گفتگو کرتے ہوئے (جناب نانوتوی نے) فرمایا تھا کہ میں ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوں، صاحب ہدایہ اور درمختار کا مقلد نہیں ہوں ۔ اس لئے میرے مقابلہ میں بطور معارضہ جو قول بھی آپ پیش کریں وہ ابو حنیفہ کا ہونا چاہیے، دوسروں کے اقوال کا میں جواب دہ نہیں ہوں گا ۔ (حاشیہ ۔ غالباً مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا مذاکرہ حضرت نانوتوی سے فاتحہ خلف الامام پر ہوا تھا ۔ حضرت نانوتوی نے مشہور حدیث سے جو فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کے بارے میں اہل حدیث حضرات پیش فرماتے ہیں، مولانا محمد حسین مرحوم کے پیش فرمانے پر اسی حدیث کے جملہ طرق اور مباحث و معانی پر بحث فرماتے ہوئے ایسی تقریر کی کہ مولانا بٹالوی دنگ رہ گئے اور حیران ہو کر کہنے لگے کہ مولانا مجھے ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ آپ جیسا محقق، فقیہہ اور صاحب علم و نظر انسان جو خود مجتہدانہ بصیرت رکھتا ہے، وہ امام اعظم کی تقلید کیوں کرتا ہے؟ اس پر حضرت نانوتوی نے فرمایا کہ مجھے بھی ایک اشکال ہے یہ کہ آپ کے فرمان کے مطابق جب میں باوجود اس علم و نظر کے امام اعظم کی تقلید کو ضروری خیال کرتا ہوں تو آپ جیسے لوگ تقلید کیوں نہیں کرتے ۔ (بیس بڑے مسلمان ۔ ۳۸۵)

بار برا مٹکاف نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے :

The Deobandis, secure and confident in their own position, seem, however, at times to have taken at least some of the Ahl-i-Hadis rather lightly. They found Maulawi Muhammad Hussain Batalawi, the newspaper editor in Lahore, at best amusing. He once wrote to Muhammad Qasim to lament that he had no one, not even a Deobandi student, to contest with; the Deobandis suggested that he should be told to talk to

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

himself. But when he and Muhammad Qasim met and heatedly debated points about the performance of prayer, they concluded in mutual protestations of respect: "How can a man like you be muqallid?" " How can a man like you be ghair Muqallid?" (Manazir Ahsan Gilana, Sawanih Qasmi, Deoband, 1375/1955, v.2 , 22-23. (Metcalf. Islamic Revival in British India, 1982, p 285)

جناب محمود حسن کے ان الفاظ سے کہ ہم طالب علم دروازے سے لگ کر بیٹھ گئے، معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ ۱۸۶۷ء سے ۱۸۷۴ء کے برسوں میں کسی وقت ہوا ہے جب محمود حسن وہاں طالب علم تھے۔

مولانا بٹالوی کے دنگ رہ جانے، اور جناب نانوتوی کی مفصل و بسیط تقریر کے نکات و معارف کا ذکر ان دیوبندی روایات میں بایں انداز ہوا ہے جیسا کہ راوی اس مجلس مباحثہ میں موجود ہو اور بٹالوی صاحب کے تاثرات کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ جناب محمود حسن جو ایک روایت میں اصل راوی بتائے گئے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ مباحثہ بند کمرے میں ہوا تھا، ہم طلبا بند دروازے کے باہر بیٹھے تھے۔ اندر کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ پھر اتنی جزئیات (حیرانی کا اظہار، دنگ رہ جانا، اٹھ کر کھڑے ہو جانا وغیرہ) کا جو مشاہدے سے تعلق رکھتی ہیں، راوی کون ہے؟ لطیفہ یہ ہے کہ واقعہ بیان کرنے والے ایک شخص کو یہ تو معلوم ہے کہ جناب بٹالوی نے کس مسئلہ پر کون سی حدیث پیش کی اور جواب میں جناب نانوتوی نے کون سے معارف پیش کئے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ مذاکرہ کس موضوع پر ہوا تھا؟ جبھی تو وہ لفظ غالباً سے بات شروع کرتا ہے۔

اور اگر ان مسائل اختلافیہ پر جناب قاسم نانوتوی کے بیان کردہ نکات و معارف اتنے ہی خیر کن تھے، جتنے کہ بیان ہوئے ہیں، تو بعد میں مسائل عشر والے اشتہار کے جواب میں جناب نانوتوی اور ان کے متبعین نے وہی علوم و معارف بیان کر کے بٹالوی صاحب کو کیوں خاموش نہ کر دیا؟

حقیقت یہ ہے کہ دیوبند میں ہونے والہ مباحثہ دو بڑوں کے درمیان تنہائی میں ہونے والہ علمی مذاکرہ تھا جس کے آغاز ہی میں جناب نانوتوی نے فقہ حنفی کے دو تہائی حصے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی مدافعت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

اس مباحثے کے علاوہ جناب قاسم نانوتوی سے جناب بٹالوی کے ایک مباحثہ کا ذکر اشاعۃ السنہ جلد۲ نمبر۳ بابت ربیع الاول ۱۲۹۶ مطابق مارچ ۱۸۷۹ء میں بھی ملتا ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے کہ وہ مباحثہ ۱۸۷۰ء کے گرد و پیش کسی وقت ہوا ہے۔ جناب بٹالوی، جناب قاسم نانوتوی کے خطاب میں لکھتے ہیں:

ایک دن بمقام دہلی پھاٹک حبش خان مکان پر حاجی محمد حسین صاحب کے (جو شیخ فضل الدین سوداگر کے پاس کرایہ پر تھا) آپ میری ملاقات کے لئے تشریف لائے، اور بعض مسائل میں مجھ سے ہم کلام ہوئے، تو رفتہ رفتہ آپ کے رسالہ تراویح کے متعلق بھی گفتگو چل نکلی۔ اس رسالہ میں آپ کا ایک یہ دعوی تھا کہ

جو خصوصیات اذکار، رکوع و سجود و استفتاح نماز آپ ﷺ سے مختلف احوال میں مروی ہیں یہ کلّ یومٍ ھو فی شان کے مقتضیات سے ناشی ہیں، ان خصوصیات کا پابند وہ شخص ہوسکتا ہے جو جملہ شیون الٰہی سے واقف ہو۔ چونکہ یہ بات آنحضرت ﷺ میں متحقق تھی اس لئے پابندی ان خصوصیات کی آنحضرت ﷺ کے خواص سے تھی۔

اس دعوی کی تکذیب وفہم جناب کے تخطیہ کے لئے میں نے بعض آئمہ تلامذہ ابوحنیفہؒ (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کا قول پیش کیا، تو آپ نے اس پر ناک چڑھائی اور یہ بات فرمائی کہ میں اس کا مقلد نہیں، امام ابوحنیفہ کا مقلد ہوں۔

اس وقت تقریر سے جناب کی یہ مترشح ہو رہا تھا کہ آپ سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی کے علم وفہم کے قائل نہیں، اور ان کے سوائے اور آئمہ مذاہب کے علم وفہم کو اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

اگر وہ مذاکرہ آپ کو یاد ہوگا تو اس کلمہ سے انکار آپ کی قلم یا زبان پر نہ آئے گا اس لئے کہ اگرچہ ایک مدت سے مجھے آپ کے علم وفہم کی نسبت سوءظنی پیدا ہوگئی ولیکن اب تک آپ کی دیانت و پارسائی کی نسبت بدگمانی نہیں ہوئی۔ (نہیں نہیں، میں بھول گیا، کچھ کچھ اس میں بھی خلل واقع ہوگیا ہے کیونکہ رسالہ ادلہ کاملہ آپ نے خود بنایا اور محمود حسن صاحب کے نام سے مشتہر کرایا۔ شائد اسی طرح اس قول سے بھی انکار کر جائیں، خود نہ سہی محمود حسن ہی کی طرف سے اس انکار کو مشتہر کرائیں۔ ایسا کریں گے تو پھر میں آپ کو قسم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونگا اور اس طرح اپنے بیان کا ثبوت بہم پہنچاؤنگا)۔

میں نے بمقام دہلی اسی جلسہ میں آپ سے کہا کہ آپ کی تصنیفات میں یہ کیا بات ہے کہ نقل کتاب سے کہیں تعرض نہیں ہوتا، فقط تو جیہات عقلیہ سے کام نکالا جاتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ نقل کتاب تو وہ شخص لاوے جو کتابیں دیکھے، یا اپنے پاس رکھے۔ میں تو بے ہتھیار سپاہی ہوں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۲ نمبر ۳۔ ص ۶۳۔۶۴۔۶۵)

(اس مذاکرے سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نانوتوی نقل سے زیادہ عقل پر انحصار کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں ان کے موقف سے ملتی ہے۔ جناب ثناء اللہ امرتسری فاتحہ خلف الامام کی بحث میں لکھتے ہیں:

مولوی محمد قاسم نانوتوی حسب مذاق خود اور ہی طرز پر چلے ہیں کہ امام و مقتدی کی نماز درحقیقت صلوۃ واحد ہے، یعنی امام مقتدی کے واسطے واسطہ فی العروض ہے۔ چونکہ واسطہ فی العروض میں حرکت ایک ہی ہوتی ہے اس لئے جماعت کے وقت دونوں کی نماز میں ایک ہی فاتحہ ہوگی جو امام پڑھتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے لا صلوۃ الّا بفاتحہ الکتاب والی حدیث بھی بحال رہی اور قرأۃ الامام قرأۃ لہ کے معنی بھی واضح ہو گئے۔

(جناب ثناء اللہ کہتے ہیں) یہ سب کچھ تو ہوا لیکن ہمیں ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ اگر امام واسطہ فی العروض ہوتا تو جیسی بحکم حرکت واحدہ مقتدی سے قرأۃ ساقط ہوئی تھی دیگر ارکان رکوع، سجود، قعدہ وغیرہ بھی ساقط ہوتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ تسبیحات وغیرہ سنن بھی ساقط نہیں ہوتیں۔ نیز چونکہ واسطہ فی العروض میں اصل حرکت سے موصوف واسطہ ہوتا ہے اور ذی واسطہ نہیں بلکہ ذی واسطہ سے حرکت حقیقتاً مسلوب ہوتی ہے جیسی سفینہ اور سوار کی تمثیل سے ظاہر ہے کہ السفینۃ متحرکۃ و الراکب لیس بمتحرك۔ پس حسب مقتضائے واسطہ فی العروض ہم کہہ سکتے ہیں کہ الامام مصلّی حقیقۃ والمقتدی لیس بمصلّی حقیقۃ جس کا نتیجہ صریح ہے کہ مقتدی نے فرمان واجب الاذعان اقیموا الصلوۃ پر عمل ہی نہیں کیا بلکہ من ترك الصلوۃ متعمداً فقد کفر کی ذیل میں آ گیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ مقتدی حقیقتاً موصوف بالصلوۃ نہیں مگر حکماً تو ہے، اتنا ہی اس کے لئے کافی ہے، تو کہا جائے گا کہ اقیموا الصلوۃ میں جو سب اہل ایمان کو حکم ہے حقیقی صلوۃ کا ہے یا حکمی کا۔ اگر سب کو حقیقی کا ہے تو ایراد وارد ہے اور اگر سب کو حکمی کا تو امام صاحب غیر مطیع اور اگر حقیقی اور حکمی دونوں کا ہے تو جمع بین الحقیقۃ والمجاز، و ھو کما تری۔ ہاں اگر امام کو واسطہ فی الثبوت قسم ثانی کہا جائے تو البتہ صحیح ہے کیونکہ واسطہ فی الثبوت میں ذی واسطہ سے حرکت مسلوب نہیں ہوتی کما تری فی حرکۃ الید و المفتاح۔ (تفسیر ثنائی ص ۷۹۶۔۷۹۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دہلی میں جناب محمد قاسم نانوتوی سے جناب بٹالوی کے مباحثہ کی بات کے ضمن میں دہلی ہی سے جناب بٹالوی کو ملنے والی ایک دعوت مباحثہ کا ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جناب بٹالوی بتاتے ہیں:

۷۔اپریل (۱۸۸۰ء) کو بارہ بجے دن کے میں دہلی پہنچا۔چونکہ ورود دہلی سے صرف حضرت شیخنا وشیخ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی زیارت اور جناب ممدوح سے بعض مسائل دینی کا استفادہ مطلوب تھا،اس لئے انہی کی خدمت میں ٹھہرا رہا۔اور بسبب قلت فرصت اور جلدی سفر کے اور کسی دوست سے نہ مل سکا۔اسی دن شام کی ٹرین سے الہ آباد وغیرہ کی طرف روانہ ہوا۔

میری روانگی سے دوسرے دن ہمارے قدیمی حریفوں مقلدین دہلی نے باوجود علم اس بات کے کہ وہ شخص دہلی سے روانہ الہ آباد ہو گیا ہے،ایک اشتہار چھپوا دیا،جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

مولوی محمد حسین بٹالوی ثم اللاہوری جو وارد حال دہلی ہیں،تقریری مناظرہ کے لئے کوئی جگہ اور تاریخ مقرر فرماویں اور اپنی معتقدات خلافیہ کو،کہ جن کو لاہور میں خلاف اہل حق چھاپ کر شائع فرماتے اور ھل من مناظر کا نقارہ بجاتے ہیں ہمارے روبرو دلائل سے ثابت کر دیں۔اور ہمارے اعتراضات کو اٹھا دیں تاکہ سب اہل مجلس حق وناحق جان لیویں۔

اب اگر یہ اشتہار سن کر مولوی صاحب کوئی بہانہ بنا کر چلے جاویں تو ہم سے خرچ ریل طلب فرما کر پھر لاہور سے دہلی تشریف لاویں۔یا ہم کو خرچ ریل بھیج کر لاہور میں بلائیں۔

المشتہر محمد عبداللہ مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب ،ومحمد عبدالحق مدرس مدرسہ فتح پوری (دہلی)

اور جب میں سفر سے واپس ہوا تو جبل پور سے لاہور تک کا ٹکٹ لیا۔راستہ میں گاڑی کو حرج پہنچ کر وقفہ ہو گیا تو غازی آباد میں بعد روانگی میل ٹرین پنجاب کے پہنچا، وہاں مکسڈ ٹرین کیلئے پانچ گھنٹہ انتظار کرنا پڑا،اس لئے پھر ایک دفعہ شیخنا المجدد وغیرہ احباب کی زیارت کو دل چاہا۔وہاں سے ایک پنجاب لوکل ٹرین پر سوار ہو کر ٹھیک دس بجے دہلی پہنچا اور وہاں سے پھر ایک بجے سوار ہو کر غازی آباد واپس آیا۔اس تین گھنٹہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں کئی دوستوں سے ملا اور کئی جگہ پھرا۔غرض آدھا گھنٹہ کسی جگہ نہیں ٹھہرا۔اس اثنا میں میرے عین سوار ہونے کے وقت پھر حضرات مقلدین کا پیغام پہنچا کہ ہم سے گفتگو کر کے جاؤ۔اس وقت میں نے یہ جواب دیا کہ آپ کے اشتہار میں صاف مندرج ہے کہ اگر چلے جاویں تو ہم سے خرچ ریل طلب فرما کر پھر لاہور سے دہلی میں تشریف لاویں، یا ہم کو خرچ ریل بھیج کر لاہور میں بلائیں۔ بالفعل میں اس پر عمل کرتا ہوں اور سر دست ٹھہر نہیں سکتا۔ پھر ان حضرات نے اپنے اس مضمون کو بھی قبول نہ فرمایا اور دہلی میں یہ مشہور کر دیا کہ وہ شخص مباحثہ سے گریز کر کے لاہور چلا گیا ہے۔اور اس بات کو اکمل الاخبار دہلی میں بھی درج کرادیا۔اب میں ان کے اشتہار کا جواب بدفعات ذیل دیتا ہوں:۔

اولاً۔جس حالت میں کہ عرصہ ایک سال سے میں نے مقلدین سے خطاب چھوڑ کر حضرات نیچریہ کا معارضہ شروع کر رکھا ہے، جس میں ہمارے اور مقلدین دونوں فریق کے مسائل مسلّمہ کی نصرت وحمایت متحقق ہے، مقلدین کو مجھ سے الجھنا مناسب نہیں۔ہم اور مقلدین باوجود کہ مسائل فرعیہ عملیات میں باہم مختلف ہیں، تاہم اصول اعتقادیہ میں متفق ہیں۔اور نیچریہ اصول وفروع دونوں میں ہم دونوں فریق کے مخالف ہیں۔ایسی حالت میں ہم دونوں فریق کو مناسب ہے کہ باہمی فروعی جھگڑے چھوڑ کر ان مخالفین کی تحریراً وتقریراً خبر لیں۔ نہ یہ کہ آپس میں خانہ جنگی کریں۔ افسوس ان حضرات نے مضمون صفحہ ۳۷ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۳ ملاحظہ نہیں کیا، یا دیدہ دانستہ اس کا خلاف کیا ہے۔ اور اگر بہر حال آپس ہی میں لڑنا جھگڑنا مناسب ہے اور تقلید مذاہب فرعیہ کا یہی خاصہ ہے، تو پھر یہ سوچنا چاہیے کہ گفتگو کا یہ کونسا موقع ہے کہ ایک شخص کسی اشد ضرورت میں اپنے راستہ چلا جاتا ہے اور دوسرا آستین چڑھا کر یہ دعوی کرتا ہے کہ اپنے ضروری کام چھوڑ دو اور مجھ سے بحث کرنے کو جھونپڑی لگا بیٹھو۔اس میں میں منصفین ومہذبین حنفیہ سے ہی داد چاہتا ہوں۔

۲۔اس اشتہار میں یہ بھی مندرج ہے کہ ہم کو خرچ ریل بھیج کر لاہور میں بلاویں۔ پس میں اس کے موافق عمل کرتا ہوں اور آپ کو مباحثہ کرنے کیلئے لاہور میں تشریف لانے کی دعوت دیتا ہوں۔خرچ آپ دونوں صاحبوں کا معہ ایک دو خادموں کے میرے ذمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔جس تاریخ روانگی کا ارادہ کریں اس تاریخ سے مجھے اطلاع دیں تا کہ میں اس تاریخ لاہور میں حاضر رہوں اور آپ کیلئے خرچ روانہ کروں۔اور اگر آپ کو کمال استعجال ہو اور تاریخ مقرر کرنے کی فرصت نہ ہو، تو جس دن چاہیں چار آدمی کا سفر خرچ میرے معزز دوست میاں محمد عبدالعزیز خلف رشید حاجی علی جان علاقہ بند ساکن دہلی سے وصول فرماویں اور میری اس تحریر کو بمنزلہ ہنڈوی یا پرامیسری نوٹ کے تصور فرماویں۔مگر جب لاہور میں آویں تو میرے ہی مہمان رہیں اور میرے ہی مکان پر جتنے روز چاہیں دوستانہ گفتگو کرتے رہیں۔اور اگر یہ امر پسند خاطر نہ ہو، اور مخاصمانہ بحث مدنظر ہو اور لاہور میں پہنچ کر دوسری جگہ اکھاڑا لگا کر نقارہ ھل من مبارز کا بجانا منظور ہو تو ان شرائط کی پابندی کرنی پڑے گی جن کی تفصیل تتمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر مطبوعہ ۲۷۔اکتوبر ۱۸۷۷ء میں مندرج ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ان کا خلاصہ یہ ہے جو دفعہ سوم میں آتا ہے۔

۳۔شروط مناظرہ یہ ہیں:۔

الف۔حضرات مخاطبین مدعیان مباحثہ ڈپٹی کمشنر ضلع سے درخواست کریں کہ ہم عام مجلس میں گفتگو مذہبی کرنا چاہتے ہیں۔ہم کو پولیس کی مدد دے اور شور و فساد سے مجلس میں امن رہے۔جب تک یہ انتظام مجلس کا نہ ہوگا، عام مجلس میں مباحثہ نہ کیا جاوے گا۔

ب۔اس عام مجلس کے حاضرین کی بھی فہرست لکھی جاوے، تا کہ وہ لوگ جو ثقہ نہیں، نہ عزت کا خوف رکھتے ہیں نہ مواخذہ پولیس سے ڈرتے ہیں اور سخت کلامی سے رہ نہیں سکتے، جلسہ میں شامل نہ ہونے پائیں۔

ج۔فریقین سے ایک ایک شخص گفتگو کے واسطے مقرر ہو اور اس کے سکوت کو سب اپنا سکوت و الزام مان لیں۔اور جب وہ ساکت ہو کر رہ جائے تو پھر دوسرے شخص کو اس شرط سے پیش کریں۔

د۔کوئی شخص جانبین سے کلام مناظرین میں دخل نہ دے۔نہ شہادۃً، نہ اعانۃً، نہ صراحۃً، نہ اشارۃً۔

د۔کوئی شخص مناظرین و حاضرین مجلس کی نسبت سخت کلامی و توہین نہ کرے، نہ زبان سے نہ کسی فعل یا اشارہ سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

د۔ جو کچھ فریقین بیان کرنا چاہیں وہ پہلے تحریر میں آوے پھر تقریر میں۔ تا اختتام کلام ایک فریق کے دوسرا شخص لب نہ ہلائے۔

ر۔ اثناء گفتگو میں مبحث مقصود سے خروج نہ ہو اور اگر کوئی اجنبی امر مقصود کا موقوف علیہ ہو تو اس کو قبل از بحث طے کر لیا جائے۔

س۔ مسائل مجوثہ مقرر کئے جاویں۔ پھر قبل اختتام بحث ان مسائل کے فریقین دوسری طرف نہ جاویں۔

ط۔ جب کسی فریق کے نزدیک بحث اختتام کو پہنچے تو تحریرات طرفین کسی منصف مسلّم الطرفین کے پاس ارسال کی جاویں۔ پھر وہ منصف صاحب حسب روئداد تحریرات (نہ اپنی خیالی تحقیقات) کے فیصلہ کرے وہ فیصلہ طرفین تسلیم کر لیں۔

ا۔ جو شروط مذکورہ خصوصاً شرط چہارم و پنجم کا خلاف کرے وہ مجرم قرار دیا جائے اور پانچ سو روپیہ جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہو۔ اور یہ بات بطور اقرار نامہ فریقین سے لکھوائی جائے۔

ان شروط میں جو شروط بے جا ہوں اس کو ناظرین منصفین نکال دیں اور اگر سب صحیح ہوں تو فریق ثانی کو ان شروط کا پابند کریں، ہم ان شروط خصوصاً شرط انتظام کو نہایت ضروری سمجھتے ہیں اور شور و فساد سے امن کا لحاظ نہایت ضروری سمجھتے ہیں.. ہم بخوف فتنہ وفساد کبھی کسی عام مجلس میں مباحثہ کرنے کو مستعد نہیں ہوئے اور نہ اس امر کو دل سے پسند کرتے ہیں۔

۴۔ اس جواب کے جواب میں جو کچھ مخاطبین کہنا چاہیں وہ بذریعہ تحریر ہمارے پاس ارسال فرماویں یا کسی نامی اخبار میں درج کرا کر اس کی ایک کاپی ہمارے پاس بھیج دیں۔ (اشاعۃ السنہ ج ۳ نمبر ۴ ص ۱۲۴۔۱۲۷)

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے جناب بٹالوی کی اس تحریر کے جواب میں فریق مخالف خاموش رہا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ امرتسر

جناب ثناء اللہ امرتسری ۱۸۷۰ء کے عشرے میں امرتسر میں ہونے والے ایک مباحثے کا ذکر بایں الفاظ کرتے ہیں:

امرتسر کے جس محلّہ میں حضرات غزنویہ نے افغانستان اور پھر خیر دی سے آ کر قیام کیا تھا وہاں ایک گھر تھا جس میں باپ بیٹے کا اختلاف تھا۔ باپ محمد بخش حنفی تھا، بیٹا شیر محمد اہلحدیث۔ دونوں نے مشورہ کیا کہ آپس میں کیوں لڑیں جھگڑیں، آؤ اپنے اپنے علماء کو بلا کر گفتگو کرالیں ان دنوں حنفی علماء میں سے مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری مقیم امرت سر اور مولوی عبدالعلی قاری بڑے ذی علم علماء تھے۔ باپ نے ان کو بلایا، اور بیٹے نے مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ ثانی غزنوی کو بلایا۔ اور خاص مکان میں گفتگو کرائی۔ گفتگو کا علم عوام کو نہیں ہوا مگر نتیجہ یہ ہوا کہ باپ نے حنفی مذہب چھوڑ کر بیٹے سے اتفاق کیا اور دونوں مسجد غزنویہ میں نماز پڑھنے لگے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۱۔۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ لدھیانہ اور اشتہار مسائل عشرہ

۱۸۷۰ء کے عشرے میں ایک دفعہ جناب محمد حسین بٹالوی اور لدھیانہ کے چند مولوی مباحثے کے لئے لدھیانہ میں اکٹھے ہوئے۔ پنجاب میں مولانا بٹالوی کا وہ ابتدائی دور تھا اور لدھیانوی حضرات نے انہیں مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ فریقین آمنے سامنے ہوئے لیکن بوجوہ مناظرہ نہ ہوسکا۔ اس پر جناب بٹالوی نے تحریری گفتگو کی طرح ڈالی اور دس مسائل پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا جس میں مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز اور مولوی اسماعیل اور ان کے بعض ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ کے پاس ان مسائل پر قطعی دلائل ہیں تو پیش کریں اور ہر دلیل کے عوض دس روپے انعام لیں۔

ادلہ کاملہ سے یہ اشتہار نقل کیا جاتا ہے:

میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اسماعیل صاحب ساکنان بلیہ وال اور جوان کے ساتھ طالب علم ہیں، جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ حنفیان پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو، اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو، پیش کریں تو، فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپیہ بطور انعام کے دوں گا:۔

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔
ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔
ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رابعاً۔آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کوسورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔
خامساً۔آنحضرت ﷺ یا باری تعالی کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔
سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔
سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا (ایمان) مساوی ہونا۔
ثامناً۔(ادلہ کاملہ کے اس نسخے میں مسئلہ نمبر آٹھ درج نہیں ہے، تاہم اس کی تشریح بایں الفاظ درج ہے):
مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعوی کیا ہے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے، تو وہ عورت حسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا اس کو حلال ہے۔ اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قضاء قاضی کا ہے۔
تاسعاً۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لے، تو اس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے، نہ لگانا۔
ص۴۔ عاشراً۔تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو دہ دردہ سے کرنا۔

تنبیہ۔ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے میں ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں۔ المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری
(ادلہ کاملہ معروف بہ اظہار الحق۔ مولانا محمود حسن، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، یکم فروری ۱۹۳۹ء)۔ (۲۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ فریدکوٹ ۱۸۸۳ء

ریاست فریدکوٹ میں یکم جنوری سے ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء تک راجہ فریدکوٹ کے زیرانتظام احناف اوراہل حدیث کا مباحثہ ہوا۔ جناب نوراحمد لکھوی نے لکھا :

راجہ فریدکوٹ نے مولوی صاحبان مندرجہ ذیل کو بہ تقرری تا ریخ ۲ جنوری ۱۸۸۳ء کے طلب فرمایا اورکل اخراجات رسدات وغیرہ ضروریات کی ریاست کفیل تھی اورنہائت انتظام سے یہ کام ہوا۔

عاملین بالحدیث کی طرف سے درج ذیل علماء پیش ہوئے۔
مولوی محی الدین لکھوکے مناظر موحدین، مولوی عبدالقادر لکھوکے، مولوی عبدالرزاق لکھوکے، مولوی نوراحمد لکھوکے، مولوی محمد ساکن بکن والہ ضلع گجرات، مولوی محمد حیدر لاہوری، مولوی غلام نبی ساکن صدر فیروز پور، مولوی قمرالدین ساکن روڈے، مولوی محمد حسین ساکن موگی، مولوی عبدالعزیز ساکن بگے تحصیل زیرہ، مولوی نورالدین ساکن وٹوتحصیل زیرہ۔ مولوی نظام الدین ساکن اوڑمڑ ٹانڈہ، مولوی عبداللہ ساکن (دہان سو) لودھیانہ، مولوی سید احمد حموی عربی ملک شام۔

مناظرین فریق مقلدین
مولوی ولی محمد (عرف احمد حسن) فاضل جالندھری مناظر مقلدین، مولوی عبدالعزیز ساکن لودہیانہ، مولوی عبداللہ لدھیانہ، مولوی موسیٰ نورواں، مولوی عبدالقادر لدھیانہ، مولوی شاہ دین چک مغلانی ضلع جالندھر، ساکن لودیانہ۔ مولوی محمد سلیم عربی ساکن لودہیانہ، مولوی اسماعیل ساکن بلیہ وال، مولوی محمد حسین خان ساکن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھاچہ، مولوی محمد اسماعیل ساکن ناڑی (، فیروز پور ناڑہ تحصیل زیرہ) (ان کے علاوہ مولوی جمال دین کیمپ فیروز پور، مولوی غلام رسول مکتسر، مولوی محمد اسحاق بٹھنڈہ، مولوی عبدالرحمٰن خاں ضلع حصار کے نام راجہ فرید کوٹ کے اشتہار میں ہیں)

یکم جنوری (۱۸۸۳ء) کو علمائے جانبین فرید کوٹ میں جمع ہوئے اور حسب تجویز راجہ صاحب بہادر شرائط مباحثہ قائم کئے۔ اور ۲ جنوری کو اصول مباحثہ لکھے اور مسائل مختلفہ پانچ قرار دیئے۔ مسئلہ بے نماز۔ مسئلہ تقلید شخصی۔ مسئلہ آمین بالجہر۔ مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام۔ رفع یدین۔

۳ جنوری کو موحدین نے بے نماز کی تکفیر پر دعوی کیا اور استدلال میں حدیث العهد الذی بیننا و بینهم الصلوة فمن ترکها فقد کفر۔ رواہ الترمذی وغیرہ (ترجمہ۔ وہ عہد کہ درمیان ہمارے اور کفار کے ہے، نماز ہے۔ جو شخص چھوڑ دے نماز کو پس تحقیق کافر ہوا) پیش کی۔

مقلدین نے بعد تحریر وتقریر طول کے ایک سوال تحریری پیش کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ جب بے نماز کافر ٹھہرا تو اس کی عورتوں کا نکاح فاسد ہوا، اور اس کا مال بھی لوٹ لینا جائز ہے، اور اس کو ورثہ سے محروم کیا جائے۔ تب راجہ صاحب بہادر نے اس کا جواب دوسرے دن پر ملتوی رکھا اور جلسہ برخواست کیا۔

۴ جنوری کو جب ۸ بجے صبح کے جانبین میدان تقریر میں آموجود ہوئے تو میر منشی نے ایک روبکار اجلاسی راجہ صاحب بہادر اس مضمون کی سنائی کہ کل کے روز موحدین نے بے نماز کی تکفیر پر حدیث کو استدلالاً پیش کیا جس سے بے نماز پر آنحضرت ﷺ کا لفظ کافر مانا ثابت ہے۔ تب مقلدین کو لازم تھا کہ کوئی حدیث یا آیت دکھاتے جس سے بے نماز کی عدم تکفیر ثابت ہوتی مگر انہوں نے ایک سوال جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، پیش کیا جو خارج از امور متعلقہ ہے اور ہم اس کو باعث تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔

لہذا حکم ہوا کہ جانبین کو ہدایت کی جاوے کہ آئندہ ایسے امور غیر متعلقہ کو درمیان میں نہ لاویں۔ اور نیچے جانبین کی العبدین کرائی جاویں (یعنی دونوں کے دستخط کروائے جاویں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

) چنانچہ موحدین نے دستخط کر دیئے۔ مقلدین کو تامل ہوا اور سرکار میں جا کر عرض کیا کہ ہماری صلح کرائی جاوے۔ تب مولوی محی الدین لکھوی کو راجہ صاحب نے بالا خانہ میں بلایا اور صلح کے پیغام سنائے اور ایک فتوی تحریر کرایا کہ جو شخص کلمہ گو ہو، مگر کلمہ کے معنی پر یقین کامل نہ رکھے اور ترک نماز پر افسوس نہ کرے تو وہ شخص منافق ہے، اس کا جنازہ نہ پڑھنا چاہیے۔ اور جو شخص کلمہ کے معنی پر یقین رکھتا ہے اور کبھی کسی عذر سے نماز چھوٹ جاتی ہے تو افسوس کرتا ہے، اور شب و روز شرمندہ ہوتا ہے تو وہ شخص ایسا کافر نہیں ہے جو احاطہ اسلام سے خارج سمجھا جاوے۔ بلکہ اس کو تنبیہاً و سیاستاً کافر کہیں گے۔ اس کا جنازہ جائز ہے۔ الاّ علماء نہ پڑھیں عوام الناس پڑھ لیویں۔ اس پر جانبین کے دستخط کرائے گئے اور صلح قرار پائی۔

ازاں بعد ۵ جنوری کو تقلید شخصی کے وجوب پر مقلدین مدعی ہوئے اور استدلال میں آیت سیپارہ آٹھ انّ ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا لسبل (تحقیق یہ راستہ میرا سیدھا ہے اس کی تابعداری کرو اور نہ تابعداری کرو بہت راستوں کی) پیش کی اور اس سے تقلید شخصی ثابت کرنے کے واسطے بجز حدیث کسی غیر معتبر مفسر کا قول مقلدین نے پیش کیا۔ موحدین نے اس کی تفسیر میں حدیث بروائت عبداللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ ﷺ ثم خط خطوطاً عن یمینہ و عن شمالہ ... (عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ خط کھینچا ہمارے واسطے آنحضرت ﷺ نے، پھر کئی خط کھینچے اسکے دائیں بائیں) دکھائی تو بموجب اصل مقبولہ جانبین ینبغی ان یلزم الاستدلال بالکتاب و السنۃ کے یہ استدلال مقلدین کا موحدین نے توڑ دیا

دوسرا استدلال آیت شریف یوم ندعوا کل اناس بامامھم (اس دن پکاریں گے ہم سب لوگوں کو ساتھ ان کے اماموں) سے واسطے ثبوت تقلید شخصی کے پیش کیا اور چونکہ مفسرین نے اس آیت شریفہ کے معنی مختلف و محتمل بیان کئے ہیں، موحدین نے بموجب اصل مقبولہ اذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال کے یہ استدلال بھی توڑ دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غرض ۱۷ روز تک تحریر وتقریر تقلید کی رہی ۔ آخر راجہ نے ایک سوال تجویز فرمایا اور جانبین سے جواب لیا ۔ وہ سوال یہ ہے کہ ہر چہار مذہب کے علماء تقلید شخصی کو واجب جانتے ہیں یا نہیں؟ اور وجوب کے معتقد ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں مقلدین نے لکھا یا کہ ہر چہار مذاہب کے علماء حسب رائے متاخرین کے تقلید شخصی کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ تب اس کے نیچے مولوی ولی محمد مناظر مقلدین کے دستخط کرائے گئے ۔ اور موحدین نے لکھا یا کہ منجملہ علمائے محققین ہر چہار مذاہب کے کوئی شخص تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتا اور نہ وجوب کا معتقد ہے ۔ اس کے نیچے مولوی محی الدین مناظر موحدین کے دستخط کرائے گئے ۔

سبحان اللہ! کیا مقلدین کی باریک بینی ہے کہ کبھی وہ وقت تھا کہ آیات واحادیث سے (وجوب تقلید پر) استدلال پکڑتے تھے ، اور اب متقدمین کی رائے تک بھی شمول نہ کیا ۔ کجا آیات واحادیث واقوال صحابہ کرام واقوال آئمہ اربعہ؟ اور کہاں رائے متاخرین، وہ بھی ضروری ہونے پر ۔ ضرورت کے وقت تو مردار بھی کھا لینا جائز ہے ۔

ازاں بعد ایک ہفتہ کمشنر کی آمد کی وجہ سے تعطیل میں گذرا ۔ ۲۹ جنوری کو رفع یدین کا مسئلہ شروع ہوا تو موحدین نے رفع الیدین کے سنت ہونے پر دعوی کیا اور استدلال سے اول ہی مولوی عبدالعزیز مقلد نے کہا کہ موحد ہم کو رفع الیدین کے ثبوت میں اگر ایک حدیث بھی قولی دکھا دیویں تو ہم اسی وقت رفع الیدین کو مان لیں گے ۔ چنانچہ مولوی محی الدین لکھوی نے بروایت مالک بن حویرث حدیث شریف صلّوا کما رأیتمونی اصلّی رواہ البخاری ، دکھائی تو مولوی ولی محمد نے کہا کہ یہ حکم تو چند اصحابی کے حق میں ہے جو یمن سے بمعیت مالک بن حویرث کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دین سیکھنے آئے تھے ۔ آخر میں انہوں نے مانا کہ مورد خاص اور حکم عام ہے، اور کہا کہ اگر ان میں سے کوئی صحابی کہہ دیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا ہے تو دونوں احادیث کی تطبیق سے قولی ثابت ہو جائے گی ۔ تب مولوی محی الدین لکھوی نے کہا کہ اگر ان میں سے کوئی صحابی کہہ دیوے کہ میں نے آنحضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا ہے، تو مان لو گے؟ تب سب مقلدین موجودین یک زبان بولے کہ ہاں مان لیں گے۔ اسی وقت مولوی محی الدین نے بخاری صفحہ ۲۰۴ میں بروائت اسی مالک بن حویرث کے حدیث رفع الیدین نکالی اور سنائی۔ تب راجہ صاحب نے مولوی صاحبان مقلدین کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ اب مان لو اور ضد نہ کرو۔ مولوی صاحبان کو سکوت ہوا اور رات پڑ گئی اور مباحثہ ختم ہوا۔

آمین بالجہر وقرأت فاتحہ خلف الامام کے مسائل کے دلائل تحریری ہوئے۔ مباحثہ میں تقریر نہیں ہوئی۔ ۳۰ جنوری کو التواء ہوا۔ اور ۳۱ جنوری کو ۱۰ بجے دن کے سب مولوی صاحبان کو رخصتانہ دے کر رخصت کیا گیا مولوی محی الدین اور مولوی ولی محمد کو دوشالے بھی دیئے گئے۔

جناب نور احمد لکھوی لکھتے ہیں کہ

. اگر اس خلاصہ مضمون مباحثہ پر شک ہو تو کاغذات دستخط شدہ جانبین موجودین ریاست ونقل پروانہ اجلاسی حضور نمبری ۹۲۶ و پروانہ مشیر مال نمبری ۴۵۹۰ سے تصدیق فرمالیں تو بہت راست پاویں گے۔ زیادہ حدّ ادب۔

رقیمہ۔ راجی الی اللہ۔ نور احمد بن محمد صالح ابن بارک اللہ۔ ساکن موضع لکھو کے تحصیل وضلع فیروز پور سابق نائب میر منشی ریاست فرید کوٹ۔ مورخہ ۱۱۔ اپریل ۱۸۸۳ء۔ مطبوعہ دھرم سہا یک پریس لدھیانہ

(اس مباحثہ کی کاروائی جناب غلام دستگیر قصوری نے تصریح ابحاث فرید کوٹ کے عنوان سے دوصد صفحات پر مطبع محمدی لاہور سے ۱۳۰۳ھ میں شائع کرائی تھی جس میں پلڑا مقلدین کی جانب جھکایا گیا تھا۔ اور بعد میں ایک موقع پر اس مباحثہ کے بڑے مناظر احناف جناب ولی محمد نے بلند باگ دعوے بھی کئے تھے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے حاشیہ نمبر ۲۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ مرشد آباد

جناب عبدالعزیز رحیم آبادی بتاتے ہیں کہ

جمادی الاول ۱۳۰۵ھ میں مرشد آباد بنگال میں ایک مناظرہ درمیان مقلدین و اہلحدیث ہوا جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ مولوی عبدالحق نامی ایک حنفی المذہب اور مولوی محمد ابراہیم نامی ایک اہل حدیث، باشندگان ضلع مذکور کے مابین اولاً مسئلہ تقلید شخصی کے بارے میں مناظرہ ہوا تھا جس میں مولوی عبدالحق مغلوب ہوئے اور انصاف پسندی سے سر مجلس کھڑے ہو کر اقرار اپنی مغلوبیت کا کر دیا، اور کہا کہ ابھی اس مسئلہ کو میں اس وجہ سے تسلیم نہیں کر سکتا کہ مجھ سے بڑھ کر بڑے بڑے علماء ہیں ۔ اس کے لئے میں اہتمام کرونگا اور تمام علماء کو اکٹھا کر کے مناظرہ کراؤں گا۔ اس وقت جو محقق ہوگا، تسلیم کروں گا۔ چنانچہ حسب وعدہ انہوں نے تمام رؤساء اور اکابر اس دیار کو آمادہ کیا اور ہزاروں روپئے اکٹھے کئے، اور علماء دیار و امصار کو طلب کیا اور اہل حدیث کو بھی اپنے اہتمام کی خبر دی، تاکہ وہ لوگ بھی آمادہ رہیں ۔ چنانچہ مقلدین کی طرف سے ملا محمد عارف، مولوی کریم بخش، مولوی لطف الرحمٰن، مولوی سعد الدین اور چند علمائے ولائتی و بنگال تشریف لائے۔ اہل حدیث کی طرف سے خاکسار عبدالعزیز رحیم آبادی، مولوی عبداللہ غازی پوری، مولوی محمد سعید بنارسی، مولوی ابراہیم آروی، مولوی محمد منگل کوٹی آئے۔ قبل یوم مباحثہ کے ایک خط منجانب مقلدین مشتمل برمضمون استدعاء مناظرہ آیا۔ اس کے جواب میں اہل حدیث کی طرف سے شروط مناظرہ لکھ کر بھیجے گئے جن کا ماحصل یہی ہے کہ پولیس کا انسداد ہو، جانبین سے ایک ایک آدمی کلام کرے، غیر اہل مذہب فریقین ثالث ہوں، جانبین سے شخص معتبر صدر انجمن ہو، جو مغلوب ہو اپنے مذہب سے رجوع کرے۔ علی ھذا القیاس ۔ ان میں سے بعض شرطیں غیر مقلدین کو نامنظور ہوئیں جیسے جانبین میں سے ایک ایک شخص کا کلام کرنا وغیرہ۔

مباحثہ سننے کے لئے جانبین کے ہزاروں آدمی جمع ہوئے ، اول شروط نامنظور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شدہ میں کلام ہوا، آخر بہ تجویز رؤساء منجانب مقلدین نو اشخاص وکلائے معززین محکمہ ججی مرشد آباد ثالث مقرر کئے گئے اور اہلحدیث نے بھی قبول کرلیا اور اس شرط کو کہ جو مغلوب ہوا پنے مذہب سے رجوع کرے، ثالثوں نے نامناسب سمجھ کر نامنظور کردیا۔

اہلحدیث کی طرف سے اس عاجز عبدالعزیز کو مناظر قرار دیا گیا، اور مقلدین کی طرف سے پہلے مولوی کریم بخش مناظر ہوئے، پھر یکے بعد دیگرے بدلتے گئے۔

اولاً مبحث وجوب تقلید شخصی ٹھہرا، اور اس میں کلام شروع ہوا کہ مدعی کون ہے اور بار ثبوت کس پر ہے؟ پہلے جانبین کا قول اس مسئلہ میں لکھوایا گیا۔ منجانب مقلدین یہ لکھا گیا کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید شخصی واجب ہے۔ من جانب اہل حدیث یہ لکھا گیا کہ ہم لوگ تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتے کیونکہ شریعت یعنی قرآن و حدیث میں اس کا ذکر اور ثبوت نہیں پاتے۔ علمائے مقلدین نے کہا کہ اگر یہ لوگ واجب نہیں جانتے، تو اقسام ستہ احکام شرعیہ میں سے کون قسم جانتے ہیں؟ میں نے کہا، کہ ہم لوگ کہہ چکے ہیں کہ شریعت میں اس کا ذکر اور ثبوت نہیں پاتے، پھر یہ پوچھنا کہ کون قسم کا حکم شرعی ہے، اس کے کیا معنی؟ غرض اسی میں مباحثہ رہا۔ منجانب مقلدین ملا محمد عارف و مولوی کریم بخش و مولوی لطف الرحمٰن اور مولوی سعد الدین کلام کرتے رہے اور اہل حدیث کی طرف سے محرر سطور عبدالعزیز۔ اس روز اسی بحث و تعیین مدعی میں وقت خرچ ہوگیا اور بہ تجویز ثالثین مقلدین مدعی وجوب تقلید شخصی قرار دیئے گئے۔

اس کے بعد یہ امر قرار پایا کہ اولاً علمائے مقلدین اپنے دعوے کو یعنی وجوب تقلید شخصی کو قرآن و حدیث سے ثابت کریں کیونکہ اہل حدیث اس کے منکر ہیں، یعنی کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ہے۔ پس اول دلیل جو منجانب مقلدین پیش ہوئی، فا سئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ الآیہ۔ آیت پڑھ کر ابھی اس کا ترجمہ ہی کیا تھا کہ ثالثین نے کہا، گیارہ بج گئے اب مجلس برخواست ہونا چاہیے۔ اس روز مجلس اسی پر تمام ہوئی اور مناظرہ دوسرے دن پر موقوف رہا۔ اتنے میں منجانب مقلدین ایک مولوی صاحب نے کھڑے ہوکر عوام تماشائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ صاحبو! ہم نے جو دعوی کیا تھا کہ تقلید شخصی واجب ہے، اس کو قرآن سے ثابت کردیا۔ (عبدالعزیز نے ثالثوں کی طرف مخاطب ہوکر) کیا فریق مدعی نے اپنے دعوی کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن سے ثابت کر دیا؟ ثالثین نے کہا نہیں نہیں۔عبدالعزیز نے کہا کہ فریق مدعی کی طرف سے جو بات پکار کر کہی گئی ہے اس کو آپ لوگوں نے سنا؟ ثالثوں نے کہا کہ ہاں سنا۔ پھر بیکٹھ بابو سر آمد ثالثین نے اٹھ کر بآواز بلند فرمایا:۔آج صرف اسی قدر بحث ہوئی ہے کہ منجانب مقلدین تقلید شخصی کے وجوب کا دعوی کیا گیا اور اس دعوے کے ثبوت میں ایک آیت قرآن کی انہوں نے پیش کی ، اور اس کا ترجمہ کیا، لیکن ابھی یہ نہیں دکھایا ہے کہ اس آیت سے یہ دعوی کیوں کر ثابت ہوا۔اب باقی بحث دوسرے دن ہوگی۔

دوسرے روز ملا محمد عارف نے کھڑے ہو کر وعظ کے طور پر ایک تقریر فرمائی ،جس کا حاصل اسی قدر تھا کہ ایسی مجلس اور ایسا اہتمام کبھی نہیں ہوا تھا۔ چاہیے کہ سب لوگ اس کا لحاظ کریں اور زیادہ دن بھی لگیں تو شریک مناظرہ رہیں ۔ادھر سے مولوی ابو محمد ابراہیم نے بھی ایک تقریر دل پذیر اسی مضمون کی تائید میں بیان فرمائی ۔ پھر ملا محمد عارف نے تقریر شروع کی اور فرمایا کہ قرآن میں حرمین کی عظمت وارد ہے اور وہاں کے لوگ مقلد ہیں ۔ جواب میں عبدالعزیز نے کہا امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں رہتے تھے اور ان کے زمانے میں امام مالک مدینہ طیبہ کے امام تھے کیونکہ وہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے ،تھوڑے دن امام ابوحنیفہ سے چھوٹے تھے، اور تمام اہل مدینہ کے امام تھے۔انہوں نے امام ابوحنیفہ کا خلاف کیا اور امام ابوحنیفہ نے ان کا۔اور ۱۵۰ھ میں امام ابوحنیفہ نے انتقال کیا۔امام شافعی پیدا ہوئے ، اور وہ تمام اہل مکہ کے امام تھے ، انہوں نے بھی امام ابوحنیفہ کا خلاف کیا۔پس پیروی کرنا اور حنفی مذہب اختیار کرنا حرمین کے خلاف کرنا ہے۔

اس کے بعد دو دن مباحثہ ملتوی رہا۔اس اثنا میں حنفیوں نے مولوی ہدایت اللہ رامپوری مدرس جون پور کو بذریعہ تار کے طلب کیا۔اور وہ مجلس سوم میں شریک ہوئے ۔اس روز مولوی کریم بخش دلائل تقلید کے بیان کرنے کو کھڑے ہوئے اور آیت فاسئلوا اھل الذکر..الخ ... پڑھ کر اس کا بیان شروع کیا۔تھوڑی دیر کے بعد مولوی ہدائت اللہ خاں نے ان کی تقریر کو ناپسند کر کے ان کو بٹھا دیا ، اور اپنے ایک شاگرد مولوی شیر علی نام کو کھڑا کیا اور ان کی جو تقریر ناتمام رہتی تھی اس کو خود پیچھے بیٹھے بیٹھے پوری کرتے تھے۔صورت یہ تھی کہ گویا شاگرد ماتن تھے اور استاد شارح۔ بلکہ انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دو پر موقوف نہیں، چند صاحبان مولوی وغیرہ بولتے جاتے تھے اور باوجود روکنے، ثالثین کے، باز نہ آتے تھے۔ (جن کی تقریروں کا ماحصل میں نے ترتیب دلائل میں لکھ دیا) ۔ پھر آیت مذکورہ کے بیان کے بعد اہل حدیث سے جواب طلب کیا، اور کہا کہ دلائل تو سینکڑوں ہیں، ایک اس کا جواب تو دے دیں۔

میں نے کہا کہ ساری دلیلیں اس طرف کی تمام ہولیں، تب میں ایک دفعہ اس کا جوب دونگا۔ ورنہ میں جواب دیتا جاؤں گا، اور یہ آئندہ دلیل دینے کا وعدہ کرتے جائیں گے ۔ میں نے مانا سینکڑوں دلیلیں سہی، مگر ان میں سے جن جن پر زیادہ اعتماد ہو، انہیں کو ذکر کریں ۔ ثالثین نے پہلے ان کو سمجھا یا، پھر ان کی التجا پر کہا کہ اس ایک دلیل (فاسئلوا .. الآ یہ) کا جواب ہم لوگ بھی سننا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد بقیہ دلائل وہ سب ایک دفعہ کہہ لیں گے ۔ تب آپ ایک دفعہ جواب دیجئے گا۔ چنانچہ میں نے اس کا جواب دیا، جو ترتیب جواب میں مذکور ہے ۔ بالجملہ تقریر جانبین کی بہ ترتیب لکھتا ہوں ۔

دعوی مقلدین اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید شخصی واجب ہے ۔

قول اہل حدیث ۔ ہم لوگ تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتے کیونکہ قرآن وحدیث میں اس کا ثبوت نہیں پاتے ۔

دلائل من جانب مقلدین ۔

۱ ۔ قرآن میں سورۃ نحل میں آیت کریمہ ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون جسکا ترجمہ یہ ہوا۔ پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ اہل ذکر سے پوچھنا چاہیے اور اس کو ماننا چاہیے، ورنہ پوچھنے سے کیا فائدہ؟ اور اہل ذکر امام لوگ ہیں کیونکہ انہوں نے تحقیق کر کے شریعت کو ٹھیک کر دیا۔ اور اس میں مزید صرف ہمت کی اور چند شخص کے قول پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے، تو ایک ہی اہل ذکر کے قول پر چلنا واجب ہوا، اور یہی تقلید شخصی کے معنی ہیں ۔

۲ ۔ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ فرمایا پیغمبر ﷺ نے اتبعوا السواد الاعظم یعنی تابعداری کرو بڑے گروہ کی ۔ اور مقلدین کی جماعت بہت بڑی ہے ۔ تمام ملک اسلام مکہ مدینہ جو اصل دین کی جگہ ہے، روم شام تمام کے لوگ مقلد ہیں ، پس موافق اس حدیث کے مقلد ہونا چاہیے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد دوسرے روز قبل مناظرہ مولوی ہدائت اللہ خاں نے کہا چند باتیں بیان کر دینا ضروری ہیں۔ اس واسطے میں اول چند باتوں کو کہوں گا کہ قرآن کس کو کہتے ہیں اور کیوں کر اترا؟ اور کس طرح پہلے تھا اور کب جمع کیا گیا؟ اور حدیث کس کو کہتے ہیں اور اس کے کتنے درجے ہیں؟ پھر نورالانوار نکلوا کر قرآن کی تعریف بیان کی اور کہا کہ حسب ضرورت حادثہ کے وقت اترتا تھا اور سعید بن ابی وقاص اس کے کاتب تھے۔ متفرق کاغذوں پر لکھ لیا کرتے۔ بعد ازاں ان سب کو ایک جگہ خلیفہ ثالث عثمان نے جمع کیا۔ پھر ترجمہ اردو شرح وقایہ کا مقدمہ نکال کر حدیث کی تعریف کی اور اس کی تینوں قسمیں قولی، فعلی، تقریری بیان کی۔ پھر حدیث کی اقسام باعتبار صحت کے بیان کی، صحیح، حسن، ضعیف۔ صحیح اس کو کہتے ہیں کہ جس کے راوی سچے پکے عادل ضابط ہوں، اور حسن اس درجے سے کچھ کم ہے، اور ضعیف اس کو کہتے ہیں جس کے راوی میں کچھ عیب بیان کیا گیا ہو۔ اور راویوں کے احوال کی کتابیں خاص خاص موجود ہیں، جیسے تقریب التہذیب اور میزان الاعتدال۔ جب اختلاف ہونے لگا اور حدیثیں جھوٹی جھوٹی بننے لگیں، تب بڑے بڑے محدث لوگوں نے نہائت کوشش کر کے صحیح حدیثوں کو جمع کیا اور احوال رواۃ کی کتابیں لکھیں، تاکہ صحیح اور ضعیف میں تمیز ہو جائے۔ اور اس کام کے کرنے والے سب سے بڑے محدث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہیں پھر ابوالحسین مسلم۔ پھر ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی ہیں۔

(خاکسار عبدالعزیز نے کہا کہ امور تاریخی کی نسبت ہر چند بہت سی باتیں غلط کہی گئی ہیں جیسے سعید بن ابی وقاص کو کاتب وحی کہنا، حالانکہ کاتب زید بن ثابت تھے۔ اور جامع قرآن خلیفہ ثالث کو قرار دینا، حالانکہ ابوبکر صدیق خلیفہ اول جامع اول ہیں۔ مگر چونکہ اس کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے اپنے ثالثوں کا قیمتی وقت اس میں خرچ نہیں کراتے، مگر ایک امر محل تعجب ہے کہ موقع بیان جمع وتنقیح احادیث وتمیز بین الصحیح وغیرہ میں مخاطب نے کہیں امام اعظم کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ جب کسی وصف اور منصب کا ذکر ہوتا ہے تو پہلے خیال اس شخص کی طرف جاتا ہے جو اس منصب میں سب سے بڑا ہو۔ اور اس جگہ بیان مذہب محدثین میں باوجودیکہ یہ لوگ مقلد امام کے ہیں، ان لوگوں کا خیال، امام ابوحنیفہ کی طرف نہیں گیا۔ اور باوجود اس کے سابقاً کہا ہے کہ جب اختلاف شروع ہوا تو امام نے تحقیق کر کے امور شرعیہ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنقیح قرآن واحادیث سے کردی، اور موقع بیان آئمہ حدیث میں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ حضرات ارباب صحاح ستہ کا ذکر کیا، اس سے وہ دعوی کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ کیا اور وہ کیا، خلاف واقع ثابت ہوتا ہے اور اگر صحیح ہے تو اب بھی دکھا دیں اور اس کو ثابت کریں (مولوی ہدائت اللہ، مولوی شیر علی، مولوی ہادی حسن صاحبان نے کہا امام صاحب کا ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی تصنیف نہ ہو اور انہوں نے تنقیح احادیث نہ کیا ہو)۔

نمبر۳۔ قرآن میں آیت ہے لا تفسدوا فی الارض جس کا ترجمہ ہے دنیا میں فساد مت کرو۔ اور اہل حدیث کہتے ہیں کہ ہم تقلید کو واجب نہیں جانتے، تو جائز جانتے ہوں گے۔ پس ایک امر جائز کہ سب سے اگر فساد قائم ہوتا تو حسب آیہ کریمہ اس کام کا کرنا حرام ہے تو ترک تقلید حرام ہوا، کیونکہ تقلید چھوڑ دینے سے بڑا فساد ہوتا ہے۔ لاٹھی سونٹا چلتا ہے، پس جب ترک تقلید حرام ہوا، تو تقلید واجب ہوئی۔

نمبر۴۔ صحیح بخاری میں روائت ہے لا یحلّ دم امرء مسلم..الخ۔ یعنی حلال نہیں ہے خون کسی مسلمان کا مگر تین وجہ سے، خون کے بدلے، یا زنا کے سبب سے، یا جماعت سے نکل جانے کے سبب سے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جماعت سے نہیں نکلنا چاہیے بلکہ جو نکلے اس کو مار ڈالنا چاہیے اور تقلید کو چھوڑنا جماعت سے نکل جانا ہے، تو تقلید چھوڑنے والے کو شریعت کی رو سے مار ڈالنا چاہیے۔ پس تقلید واجب ہوئی۔

نمبر ۵۔ حدیث میں ہے ید اللہ علی الجماعۃ، من شذّ شذّ فی النّار یعنی اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے جو اکیلا ہوا، وہ جہنم میں بھی اکیلا ہی رہے گا۔ یعنی وہاں بھی اس کا کوئی مانوس نہ ہوگا۔ اس سے بھی نکلتا ہے کہ بڑے گروہ سے نہیں نکلنا چاہیے۔

نمبر۶۔ یہ حدیث ہے من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ و من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصا امیری فقد عصانی۔ یعنی میری اطاعت خدا کی اطاعت ہے، اور میرے امیر کی نافرمانی میری نافرمانی ہے، میرے امیر کے معنی جس کو میں نے امیر بنایا۔ پس مجتہد لوگ بھی دین کے امیر ہیں، تو ان کی نافرمانی رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔ اس وقت لوگ امیر ہوتے تھے اور امیر المومنین کہلاتے تھے۔

نمبر۷۔ تفسیر کبیر کی جلد۲ صفحہ۱۱۷ میں ہے قداختلف النّاس یعنی مختلف ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ بیچ جواز تقلید کرنے مجتہد کے بعض نے کہا کہ جائز ہے۔ پس جب مجتہد کو تقلید کرنا جائز ہے تو غیر مجتہد پر تقلید بدرجہ اولی واجب ہوگی۔

نمبر۸۔ بیضاوی میں ہے یجب علی العوام اتباع العلماء یعنی عوام پر واجب ہے پیروی علماء کی۔

(اس کے بعد مولوی عبدالحق دہلی سے تار دے کر بلائے گئے اور انہوں نے مباحثہ شروع کیا)

نمبر۹۔ قرآن میں ہے و نزّلنا علیک الکتاب تبیا ناً لکل شیء۔ یعنی اتارا ہم نے اوپر تیرے کتاب بیان کرنے والی ہر چیز کو۔ اور ایسا ہی دوسری آیت میں ہے تفصیلاً لکل شیء یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔ قرآن میں ہر بات تفصیل کے ساتھ نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کہ قرآن میں اجمالاً سب چیز کا بیان ہے۔ پس اس اجمال کی تفصیل کرنیوالہ کوئی شخص ہونا ضرور ہے۔ اور یہی کام مجتہدوں کا ہے۔ پس اگر ان کی تقلید نہ کی جاوے تو قرآن مجمل کا مطلب کیوں کر معلوم ہوگا۔

نمبر۱۰۔ جب تقلید کے معنی ہیں کسی کی بات بلا دلیل ماننا، تو قرآن وحدیث کو ماننا بھی تقلید ہے۔ کیونکہ وہ بھی واسطہ راویوں کے معلوم ہوتے ہیں، تو اگر تقلید واجب نہ ہو تو قرآن وحدیث بھی چھوڑ دیا جائے اور آدمی بالکل بے دین وآزاد ہو جاوے، جس کو چاہے حلال جانے، اور جس کو چاہے حرام۔ پس راویوں کا قول ماننے پر جو دلیل ہے وہی تقلید کی بھی دلیل ہے (اس دلیل کے بیان میں مولوی ہدایت اللہ بھی شریک تھے)

نمبر۱۱۔ جانب مخالف نے خود کہا ہے کہ ہم لوگ صحیحین کو مانتے ہیں۔ تو ان دونوں کتابوں کے ماننے پر کیا دلیل ہے؟ جو اس کی دلیل ہے، وہی تقلید کی بھی دلیل ہے۔ تمام مولوی لوگ وعظ کہتے پھرتے ہیں اور احکام شریعت کی تعلیم کرتے ہیں تو ان کی بات ماننے پر کیا دلیل ہے؟ اسکے جواب کے واسطے غیر مقلدوں کو ہم تمام عمر کی مہلت دیتے ہیں۔ سارے مقلدین عمر بھر سر ماریں گے، تو بھی اسکا جواب نہ دے سکیں گے۔ اگر تقلید نہ مانی جاویگی تو سارے علوم جغرافیہ حساب تاریخ لغت وغیرہ سب باطل ہو جائینگے۔

نمبر۱۲۔ بخاری شریف میں حدیث ہے بلّغوا عنّی ولو آیۃ فلیبلّغ الشاھد الغا ئب یعنی پہنچاؤ ہماری طرف سے اگر چہ ایک ہی بات ہو، اور چاہیے کہ پہنچاوے حاضر غائب کو۔ پس اگر کسی کی بات نہیں مانی جاوے تو تبلیغ کا کیا فائدہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نمبر۱۳۔قرآن میں ہے اطیعوا اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم یعنی تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور انکی جو تم میں اختیار والے ہیں۔اور امام لوگ بھی دین میں اختیار والے ہیں کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا تو حسب آیت ان کی تابعداری واجب ہوئی۔

نمبر۱۴۔ قرآن میں ہے و اذا جائھم امر من الامن او الخوف یعنی جب کوئی خبر بھلی یا بری انکے پاس آئی تو مشہور کر دیا اس کو اور اگر پھیرتے اس کو طرف رسول کے اور طرف ان کے جو اختیار والے ہیں ان میں سے، تو سمجھتے اس کو وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں۔ اس آیت سے استنباط ثابت ہوا اور اجتہاد اسی کو کہتے ہیں۔مجتہد کے پاس بات لے جانا، اور ان کی بات نہ ماننا۔

نمبر۱۵۔ یہ فرقہ جو اپنے کو اہل حدیث کہلاتا ہے فرقہ جدید ہے، چند روز سے پیدا ہوا ہے۔ان سے پہلے تمام علماء شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز بلکہ صحاح ستہ والے بخاری، ابوداؤد، وغیرہ سب مقلد تھے۔

نمبر ۱۶۔ ان لوگوں کے استاد مولوی نذیر حسین مکہ معظّمہ میں جا کر توبہ کر آئے ہیں، بیان ان کا توبہ نامہ چھپا ہوا ہے (اور اس جعلی توبہ نامہ کو پڑھ کر سنایا)۔

جوابات منجانب اہل حدیث:

ہمارے مخاطبین معززین کا دعوی بایں الفاظ ہے:

. اہل سنت و جماعت کے نزدیک تقلید شخصی واجب ہے .

اس دعوی میں ان لوگوں نے اپنا لقب (مذہبی نام) اہلسنت و جماعت کہا ہے۔ یہ نام، یہ لقب، تین لفظ سے مرکب ہے اہل، سنت، جماعت۔ اہل کا ترجمہ ہوا، والا، جیسے اہل عزت، عزت والا، اہل مال، مال والہ، اہل حکومت، حکومت والہ۔ سنت کے معنی طریقہ رسول۔ یہ مشہور لفظ ہے۔سب لوگ جانتے ہیں۔ تو اہل سنت کے معنی ہوئے، رسول کے طریقے والی اور جماعت کے معنی گروہ۔ یہ بھی سب لوگ جانتے ہیں۔ باقی رہا گروہ سے کون گروہ مراد ہے تو سنت کے ساتھ ہونے سے معلوم ہوتا ہے، کہ مراد اس سے وہ گروہ ہے جو سنت کے ساتھ تھا۔یعنی جس وقت سنت (طریقہ رسول)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قائم ہوا، اس وقت جو گروہ تھے اور یہ ظاہر ہے کہ اس وقت اصحاب رسول اللہ ﷺ کی جماعت تھی، اور نہ کسی امام کا وجود تھا نہ ان کے مقلدوں کا وجود تھا۔ پس جماعت کے معنی صحابہ رسول اللہ ﷺ کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا، تو اہل سنت و جماعت کے معنی ہوئے، طریقہ رسول وطریقہ صحابہ رسول والا۔

ہر چند یہ معنی صاف طور پر ظاہر ہے، پھر بھی مزید اطمینان کے واسطے کتاب غنیۃ الطالبین تصنیف حضرت پیران پیر بھی دکھلاتے ہیں السنّۃ ما سنّہ رسول اللہ ﷺ و الجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ ﷺ یعنی سنت طریقہ رسول کو کہتے ہیں اور جماعت اس کو جس پر اصحاب رسول متفق ہوئے۔ پھر اس جماعت کو چھوڑ کر ایک شخص غیر یعنی امام ابوحنیفہ (جن کا وجود بھی اس وقت نہ تھا) کی تقلید کرنا اور اپنے آپ کو اہل سنت و جماعت کہنا، نہائت خلاف عقل، بالکل برعکس مضمون ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص وہ بھی غیر کی پیروی کرنے والہ جماعت صحابہ کی پیروی کرنے والہ کہا جائے۔..... پس یہ لقب سچا وصحیح ہے، تو تقلید شخصی باطل ہے اور اگر تقلید شخصی صحیح اور سچ ہے تو یہ لقب غلط اور جھوٹا ہے۔

اس تقریر سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تقلید کرنے والہ اہل سنت و جماعت نہیں ہوسکتا، اس کو اہل سنت و جماعت ہونا گویا ایسا ہے برعکس نہند نام زنگی کافور۔ ہم لوگوں نے اسی واسطے تقلید کی نسبت اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا کہ ان کی زبان سے بطلان ثابت ہوجائے تو ہمارے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔

اب ان کی دلیل فاسئلوا اھل الذکر..الخ کا جواب دیتا ہوں:

آیت فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون جو اس طرف سے پیش ہوئی ہے۔ شروع میں اس کے فا ہے جس کا ترجمہ فارسی میں پس اور ہندی میں تب ہے۔ پس کا مقتضی ہے کہ اس کے پہلے چوں ہو اور تب کا مقتضی ہے کہ اس کے قبل جب ہو۔ تو اس کے پہلے کوئی کلام ہونا چاہیے، یعنی یوں ہونا چاہیے کہ جب ایسا ہو تب ایسا ہو۔ اس کو مخاطب نے کیوں چھوڑ دیا۔ فاسئلوا کے معنی ہیں، تب پوچھ لو۔ یعنی کیا پوچھ لو؟ کس بات کو پوچھ لو؟ اس آئت سے مفہوم ہوتا ہے یا نہیں اور اس جگہ اس کا ذکر ہے یا نہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثالثین نے مولوی ہدائت اللہ خان سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ ہاں صاحب اس آیت کے آگے پیچھے پڑھئے اور بتایئے کہ اس کا ذکر ہے یا نہیں۔ مولوی ہدائت اللہ خاں نے قرآن نکال کر پوری آئت کا ترجمہ پڑھا اور مطلب بیان کیا۔ عبدالعزیز نے کہا اہل الذکر کے معنی خود بیان کرتے ہیں یاد والے، کس چیز کی یاد والے؟ کس کتاب کی یاد والے؟ کس کلام کے یاد والے؟ اس کو بیان کرنا تھا کہ قرآن کے یاد والے، یا مذہب کے یاد والے، یا کسی واقعہ کسی قصہ کسی کتاب کے یاد والے۔ پھر اس کو ثابت کرنا تھا کہ فلاں امام اس کے یاد والے تھے۔ لفظ یاد والے سے نکلتا ہے کسی خبر کو، کسی کتاب کو، کسی قول کو یاد رکھنے والے، نہ یہ کہ اپنی تجویز سے یا اپنی عقل سے اپنی طرف سے کوئی بات کہنے والے۔ اپنی رائے اپنی تجویز اپنی عقل سے کہنے والہ، یاد والہ نہیں کہلاتا، بلکہ اس کو عقلمند، ذہین فطین کہتے ہیں۔ یاد والہ اسی کو کہتے ہیں جو دوسروں کے مضامین دوسروں کی کتابیں، دوسروں کے اقوال، یاد رکھتا ہے۔ اور خود امام صاحب کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے کہا تھا اور وہ ان کی اپنی بات تھی نہ دوسرے کا قول۔ اور دوسرے کی خبر۔ کیونکہ امام صاحب نے کہا اترکوا قولی بخبر الرّسول یعنی ہمارا قول، حدیث پاکر چھوڑ دیجیو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اپنی بات تھی نہ دوسرے کی خبر۔ ورنہ یہ کیوں کہتے۔ پس امام صاحب یاد والے نہیں ہوئے اور ان کو اہل الذکر نہیں کہہ سکتے اور اسی سے وہ دعوی مقلدین کا باطل ہوا کہ امام صاحب نے سب باتیں قرآن وحدیث سے کہی ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو امام صاحب کا یوں قول نہ ہوتا۔ حسب قاعدہ علمائے مقلدین کو چاہیے تھا کہ پہلے امام صاحب کا اہل الذکر ہونا ثابت کرتے، پیچھے یہ آئت پیش کرتے، جس وقت یہ آئت اتری تھی اس وقت کوئی اہل الذکر تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کو اس کی جگہ قائم کرنے کی کیا وجہ؟ جو اہل الذکر اس وقت موجود تھا وہ کس جرم کے سبب سے معزول ہوا۔ اور امام ابوحنیفہ کس سرٹیفکیٹ کے ذریعہ اس کی جگہ پر مقرر ہوئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اہل الذکر جب مرگئے، تب امام ابوحنیفہ اس کی جگہ مقرر ہوئے۔ تو اس کا مقتضی یہ ہے کہ جب امام صاحب نے انتقال کیا، تو آپ کی جگہ دوسرا شخص مقرر ہونا چاہیے۔ اور اگر یہ کہیں کہ جب آیت نازل ہوئی تھی اس وقت اور اس کے بعد امام صاحب کے وقت تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی اہل الذکر نہیں ہوا تھا تو قطع نظر اور سب باتوں کے یہ بات قابل خیال ہے کہ اللہ تعالی نے اس وقت کے لوگوں کو ایسی بات کا حکم کیا، جو ہو نہیں سکتا۔ اہل الذکر سے پوچھنے کو فرمایا اور اہل الذکر کوئی تھا ہی نہیں۔ یہ کون کہہ سکتا ہے۔ ان کنتم لا تعلمون یعنی اگر تم نہیں جانتے ہو تو پوچھو اس سے۔ ثابت ہوا کہ خدا و رسول کا حکم یعنی قرآن و حدیث کے جانتے ہوئے مت پوچھو۔ (پوچھو) کے معنی تقلید کرو یعنی بے دلیل مان لو۔ کیوں کر ہوئے؟ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دلیل پوچھو، یعنی بے دلیل پوچھے ہوئے مت مانو پس تقلید اس آئت سے ثابت نہیں ہوئی ء بلکہ سراسر باطل ہوئی۔ علاوہ ان کے سب اگر مان بھی لیویں کہ امام صاحب سے پوچھنا کیونکر ممکن ہے۔ کیا اللہ نے حکم کیا ہے کہ پوچھ لو اس شخص سے جو ساڑھے گیارہ سو سال پہلے انتقال کر چکا ہے۔ ایسی بات کوئی عقلمند نہیں کہہ سکتا۔ پورے مضمون آیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ان لوگوں کے حق میں صادر ہوا تھا جو پیغمبر ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے تھے کیونکہ پورا مضمون آیت کا یہ ہے

. نہیں بھیجا میں نے تم سے پہلے رسول مگر مردوں کو کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف ان کے۔ پس پوچھ لو یاد والوں۔ اگر تم نہیں جانتے۔

یعنی جب کفار مکہ نے کہا کہ یہ محمد ﷺ تو آدمی ہیں، پیغمبر کیوں کر ہوئے، تب یہ آیت اتری۔ جیسا کہ ہمارے مخاطبین نے خود کہا ہے۔ علاوہ براں اس مطلب کے ثبوت میں یہ سیل صاحب کا انگریزی ترجمہ بہ نشان صفحہ وسطر (ملاحظہ ثالثین کے لئے) حاضر ہے۔ پھر اس آیت کا مخاطب اپنے آپ کو سمجھنا گویا اپنے کو منکر رسالت سمجھنا ہے۔

اور مولوی ہدائت اللہ خاں کا کہنا ہے کہ دو شخص کے قول پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ دو شخص مخالف کے اقوال پر عمل ایک وقت میں ایک ہی مسئلہ میں نہیں ہو سکتا لیکن دو مسئلہ میں یا دو وقتوں میں ایک ہی مسئلہ میں کیوں نہیں ہو سکتا؟

مولوی عبدالحق دہلوی نے بھی اپنی تقریر کے پر زور بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا، ... بالجملہ ایک دلیل (آئت فا سئلوا ...الخ) کا جواب دے چکا ہوں دوسری دلیل کا جواب شروع کرتا ہوں۔

نمبر۲۔ اتبعوا السواد الاعظم جو اس طرف سے پیش ہوئی ہے اور کتاب ابن ماجہ میں اس روایت کو بتایا ہے۔ کتاب مذکور موجود ہے اور اتنے مولوی ہمارے مقابل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ہیں ۔ ذرا اس روائت کو بایں الفاظ ابن ماجہ میں نکال دیں (اس روز باوجود مزید اصرار کے روائت مذکور ابن ماجہ میں نہیں نکال سکے)۔

حدیث کی قسمیں باعتبار صحت کہ مولوی ہدائت اللہ نے لکھوائی میں کہا ہے کہ راویوں کی تو ثیق سے روائت صحیح ہوتی ہے اور اسی واسطے اسماء الرجال کی کتابیں بنی ہیں ۔ ذرا ہمارے مقابلین اس حدیث کو سند سے صحیح کر دیں ، تو میں آپ لوگوں کی حدیث دانی کا اقرار کروں ۔ اس حدیث کا راوی ابو خلف اعمی ہے اور اس کو متروک اور کاذب لکھا ہے (تقریب التہذیب ص ۲۹۶) اور میزان الاعتدال اور دونوں کتابوں کا نام ہمارے مخالفین نے خود لکھوایا ہے ۔ (دونوں کتابیں نکال کر حوالہ دکھایا گیا) ۔ بقول ان کے اس حدیث کا لفظ ہے اتبعوا السواد ا لاعظم ۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا تابعداری کرو تم سب سے بڑے گروہ کی ۔ (جب کہ ابن ماجہ میں یہ ہے ان امتی لا تجتمع علی الضلا لۃ فاذا رأیتم اختلافاً فعلیکم بالسوا ا لاعظم ۔ ص ۲۹۲) پس موافق اس کے دو جماعت کا وجود ہونا چاہیے ۔ ایک تابعداری کرنیوالوں کی جماعت ، دوسری وہ جماعت جن کی تابعداری کیجاوے ، اور دوسری جماعت کو بڑا گروہ ہونا چاہیے ۔ حالانکہ ہمارے مخاطبین کے بیان کی رو سے دو جماعت کا وجود نہیں ٹھہرتا کیونکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ مقلد ہیں کیونکہ ہم لوگ بڑے گروہ ہیں ۔ اور یہ صاف طور پر باطل ہے کیونکہ تابع متبوع ایک ہی ٹھہرتے ہیں ۔ جو بڑا گروہ ہے وہی مقلد ہے ۔

جس وقت پیغمبر ﷺ نے یہ کہا تھا اس وقت کوئی بڑا گروہ تھا یا نہیں ، ضرور کہنا ہوگا کہ صحابہ کی جماعت عظیمہ موجود تھی پھر اس جماعت کی پیروی چھوڑ کر ایک شخص غیر کے جو ۸۰ برس بعد پیدا ہوا ۔ تقلید کرنا صریح حکم پیغمبر کے خلاف ہے ۔ اور اسی مطلب کی تائید کرتا ہے قول ہمارے پرانے دوست مولوی عبدالحق کا جو ہمارے آخر مقابل ہیں وہ اپنے اس کتاب میں لکھتے ہیں پیغمبر ﷺ نے فرمایا جو ہمارے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا ۔ پس اس وقت ہمارے طریقہ اور ہمارے خلفاء کے طریقہ کو پکڑنا ۔ (مولوی عبدالحق کی کتاب نکال کر دکھایا)۔

پس طریقہ رسول وخلفائے رسول کو چھوڑ کر ایک شخص غیر کی تقلید کرنا صریح حدیث کے اور اس کے جو ہمارے آخری مقابل مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب میں لکھا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف ہے اور یہیں سے لفظ اہل سنت والجماعت کا مطلب جو ابتدائے تقریر میں ہم نے کہا ہے، کھل گیا۔ پس تقلید کرنے والہ اہل سنت و جماعت نہیں ٹھیرا۔ تمام اہل مدینہ نے امام ابوحنیفہ کے خلاف کیا، کیونکہ وہاں کے امام، امام مالک تھے، اسی طرح سارے محدثین، ارباب صحاح ستہ وغیرہ نے ان کے خلاف کیا بلکہ ان کے شاگرد لوگ ان کے خلاف ہوئے۔ پھر امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنا سواد اعظم، مکہ و مدینہ وغیرہ کے خلاف کرنا ہے۔ پس بنا بر قول علمائے مخاطبین کے حرمین کی پیروی ضرور ہے، تقلید امام (ابوحنیفہؒ) کی چھوڑنا ضرور ہوگا۔

حسب قول مولوی عبدالحق مناظر کے جو اس کتاب میں ان کے ہے کہ صحیح بخاری کو سارے اہل اسلام نے قبول کیا اور نوے ہزار علماء نے اس کو مصنف سے پڑھا (مولوی عبدالحق کی وہ کتاب نکال کر دکھائی گئی) صحیح بخاری کو چھوڑ کر امام ابوحنیفہ کی تقلید کرنا سواد اعظم کے خلاف ہے۔

بڑے گروہ سے مراد اگر یہی ہے جو اس طرف سے بیان کیا گیا ہے تو قرآن کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن میں ہے الذین آمنوا وعملوا الصالحات وقلیل مّا ھم ۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایماندار و نیکوکار لوگ تھوڑے ہیں۔ اور دوسری آیت میں و قلیل من عبادی الشکور یعنی بندے شکرگذار ہمارے تھوڑے ہیں۔ جس کے ثبوت میں سیل صاحب کا ترجمہ حاضر ہے۔ بڑے گروہ کے معنی حسب بیان اس طرف کے اگر یہی ہوں کہ جہاں جس وقت آدمی زیادہ پاوے، اس طرف ہو جاوے، تو بنا بر اس کے انسان دہلی میں رہے، تو سنی رہے۔ اور اگر لکھنو میں آوے تو شیعہ ہو جاوے۔ کیونکہ وہاں شیعہ زیادہ ہیں۔ ایسا ہی مرشد آباد میں آکر شیعہ ہو جاوے کیونکہ یہاں شیعوں کی جماعت بڑی ہے۔

تیسری دلیل اس طرف سے آیت لا تفسدوا فی الارض ... پیش ہوئی ہے، جس کا مطلب اسی قدر ہے کہ مت فساد کرو زمین میں۔ اس کو ترک تقلید سے کیا تعلق۔ باقی رہا یہ کہنا کہ چونکہ ترک تقلید سے لوگ فساد کرتے ہیں اس واسطے یہ بھی فساد ہے، محض نافہمی کی بات ہے۔ اگر کوئی شخص اچھا کام کرتا ہو اور اس کے سبب سے دوسرا شرارت وفساد کرے، تو مفسد فساد کرنے والہ کہلائے گا نہ کہ وہ اچھے کام والہ۔ اور یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقریر مولانا ہدائت اللہ خاں کی کہ جب غیر مقلدین تقلید کو واجب نہیں کہتے ، تو جائز کہتے ہوں گے اور امر جائز اگر موجب فساد ہو تو اس کا ترک ضروری ہے ۔ میں کہتا ہوں کہ درمیان عدم قول بالوجوب اور قول بالجواز کے لزوم سمجھنا ، اس کا جواب سوا اس کے کہ میں جناب مولانا کے علم وفضل اور معقولی ہونے کی داد دوں اور کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ میں نے جو تقلید کی نسبت اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں لگایا ۔ اسلئے کہ ان کے دلائل سے خود اس کا بطلان اور حرمت نکل آوے تو میرے کہنے کی کیا ضرورت ۔

اس آیت کے صرف دو لفظ ہمارے مخاطبین نے پڑھے ہیں، اور استدلال کیا ہے پورا جملہ نہیں پڑھا ۔ اس میں کلمہ بعد اصلاحھا بھی ہے ، اسے مخاطبین نے کیوں چھوڑ دیا؟ پورے جملے کا مطلب یہ ہے کہ بعد درست ہو جانے زمین کے اس میں فساد مت کرو ۔ یعنی بعد ٹھیک ہو جانے کے مت بگاڑو ۔ تو میں کہتا ہوں کہ بنا بر اس آیت کے ٹھیک اور درست ہو جانے کا زمین کے ایک زمانہ معین ہونا چاہیے ۔ جس کے بعد بگاڑنا ناجائز ٹھہرے ۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ زمانہ رسالت و زمانہ صحابہ میں زمین ٹھیک و درست ہو چکی تھی یا نہیں؟ ٹھیک و درست نہ ہونا اس زمانے میں تو کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا ۔ پس اس درستگی کو اول کس نے بگاڑا ۔ دیکھنا چاہیے کہ کارخانہ دین اس وقت کس طرح تھا ، اور پھر بدلا یا نہیں ۔ اور کس نے بدلا ۔ پس واضح ہو کہ پیغمبر نے مثلاً وضو کرنا لوگوں کو سکھایا ۔ اور ہر روز پانچ دفعہ وضو کر کے بتایا ، ہزاروں لاکھوں آدمی سے آپ نے وضو کرا کر طریقہ وضو ٹھیک کیا ۔ پھر مدت دراز تک ہزاروں لاکھوں ان کے اصحاب اسی طرح وضو کرتے رہے ، اور لوگوں کو بتاتے رہے کہ پہلے گٹوں تک ہاتھ دھوتے ، پھر کلی کرتے ناک میں پانی دیتے ، پھر منہ دھوتے ، پھر ہاتھ کہنیوں تک دھوتے ، پھر سارے سر کا مسح کرتے ، پھر دونوں پیر دھوتے ۔ امام ابوحنیفہؒ نے جو ۸۰ برس پیچھے پیدا ہوئے یہ بات نکالی کہ پیغمبر نے جس طرح وضو کیا اور لوگوں کو بتایا اس طرح ضرور نہیں ۔ بلکہ صرف منہ دھونا اور ہاتھ کہنیوں تک اور چوتھائی سر کا مسح اور پیر دھونا اور وہ بھی ایک ہی دفعہ یعنی لگاتار دھونا ضروری نہیں ۔ بلکہ پہلے منہ دھولیں ، اور گھنٹہ بعد ہاتھ دھو دیں ، اور اسی طرح مسح اور پیر دھونا کافی ہے ۔ یا پہلے پیر دھوویں پیچھے منہ دھوویں ۔ اسی طرح نماز میں بھی بتایا کہ جس طرح پیغمبر نے نماز پڑھی اور بتائی ضرور نہیں ، بلکہ صرف چند

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باتیں اس میں سے کر لینا کافی ہے۔خود مولوی عبدالحق نے کہا ہے کہ قرآن میں ہے کہ شراب حرام ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر چیز نشہ والی حرام ہے۔امام ابوحنیفہؒ نے ۸۰ برس پیچھے آ کر یہ کہا کہ صرف چار قسم کی شراب حرام ہے۔برانڈی شوق سے پیو۔پوٹ شوق سے پیو۔جس کے لئے ہم کو ثبوت دینا ضرور نہیں۔ہدایہ کا انگریزی ترجمہ ہمارے ثالثوں کے پاس موجود ہے۔اگر یہ لوگ انکار کریں تو وہ لوگ دیکھ سکتے ہیں۔غرض امام ابوحنیفہؒ نے جمیع امور دینیہ میں ضروری وغیر ضروری نکال کر عنوان سابق کو بدل دیا۔اور ہر عبادت کی تقسیم چار حصوں پر کر دی۔فرض، واجب، سنت، مستحب، حالانکہ یہ تقسیم زمانہ رسالت وصحابہ میں کبھی نہ تھی۔پس کاروبار عبادت کو بعد درست ہونے کے کس نے بگاڑا۔ہمارے مخاطبین معززین اس کو بتا دیں کہ امام صاحب نے کس اختیار سے اپنی رائے لگا کر ارکان عبادت کی تقسیم چار پر کر دی، اور خود ان ہی کے قول سے وہ کیوں مورد اس آیت کے نہ ہوں گے۔

چوتھی دلیل اس طرف سے یہ پیش ہوئی کہ صحیح بخاری میں مروی ہے لا یحل دم امرء مسلم... اس حدیث میں ہمارے مخاطبین معززین نے لفظ التارك لدینه چھوڑ کر صرف المفارق للجماعة پڑھ کر مطلب بیان کیا ہے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس لفظ کے ذکر کرنے سے مطلب حدیث کا کھل جاتا اور ان کو اپنا مطلب نکالنے کا موقع نہیں رہتا تھا۔ یہاں سے ہمارے مخاطبین کی دیانت وعلم دونوں کا اندازہ کرنا چاہیے، حدیث کا مطلب واضح ہے کہ جو شخص اپنا دین چھوڑ کر جماعت سے نکل جاوے، یعنی مرتد ہو کر جماعت اہل اسلام سے نکل جاوے۔

کہاں یہ مضمون، کہاں تقلید چھوڑ دینے والہ۔اور اگر ٹھیک یہی فرض کر لیویں تو اس کا جواب دلیل دو کے جواب سے واضح ہے جس کے موافق مورد اس کے مقلدین ہی ٹھہرتے ہیں نہ اہل حدیث۔

پانچویں دلیل اس طرف کی من اطاعنی فقد اطاع الله جس سے امیر کی اطاعت نکلتی ہے۔میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو اول یہ ثابت کرنا چاہیے تھا کہ امام صاحب ان کے امیر تھے، اس کے بعد یہ حدیث پیش کرتے۔

مخاطبین خصوصاً مولانا ہدایت اللہ نے لفظ امیری کے معنی خود بیان کئے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کو میں (حضور ﷺ) نے امیر بنایا۔ پس ان کے امام جو ۸۰ برس کے بعد پیدا ہوئے کیونکر اس کے مصداق ہو سکتے ہیں۔ کیا ان کو رسول ﷺ نے امیر بنایا تھا؟ رسول ﷺ کے وقت کوئی آنحضرت ﷺ کا امیر بنایا ہوا تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کو مطاع ہونے کے منصب سے معزول ہونے اور امام ابوحنیفہ کو اس کی جگہ منصوب ہونے کی کیا وجہ؟ اور اگر نہیں تھا تو اس وقت کے لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کیونکر کی؟ زمانہ رسالت میں پیغمبر ﷺ جس کو سالار بنا کر بھیجتے تھے اس شخص کا لقب کیا ہوتا تھا؟ اگر امیر ہی اس کا لقب تھا تو امام ابوحنیفہ جو کبھی کسی فوج کے سالار نہیں بنے، کیونکر اس لقب سے ملقب ہو گئے؟ امام ابوحنیفہ کا لقب امیر اگر کسی کتاب میں لکھا ہے تو دکھا دیں۔

مولوی ہدائت اللہ نے اس دلیل کو بیان کرتے وقت فرمایا تھا کہ لوگ امیر ہوتے تھے اور ان کا لقب امیر المؤمنین ہوتا تھا۔ اگر یہ فرمانا ان کا صحیح بھی ہو جاوے تو امام ابو حنیفہ تو کبھی امیر المؤمنین نہیں کہلائے۔ بلکہ ان کے وقت کے امیر المؤمنین دوسرے تھے جنہوں نے ان کو کوڑے مارے، اور قید بھی کیا۔

علاوہ ان سب کے امیر کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دونوں اس حدیث میں مذکور ہے۔ اطاعت رسول مقدم ہے، کہ انکی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔ پس اگر حکم امیر و حکم رسول ﷺ میں اختلاف ہو تو اس وقت انسان کیا کرے گا۔ ضرور اس وقت رسول ﷺ کا حکم مقدم ہوگا ورنہ خدا کی نافرمانی لازم آئے گی جیسے بلا تشبیہہ مثلاً منصف اور جج دونوں کی عدول حکمی قانوناً ناجائز ہے مگر دونوں میں اختلاف ہو تو جج کا حکم مقدم ہوتا ہے اور منصف کا حکم مسترد ہوتا ہے۔

چھٹی دلیل اس طرف کی ید اللہ علی الجماعۃ ہے۔ اول اس حدیث کو بسند صحیح بیان کریں ورنہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ دوسرے اس کا جواب دلائل گذشتہ کے جواب سے عیاں ہے۔ اس حدیث میں شذ فی النار کا مطلب مولانا ہدائت اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ جہنم بھی اکیلا ہی رہے گا، یعنی وہاں بھی کوئی اس کا مانوس نہیں ہوگا۔ اس مطلب کے بیان پر سوا اس کے کہ جناب مولانا کے علم و فضل اور خوش فہمی کی داد دوں اور کیا کہوں۔

ساتویں دلیل۔ عبارت تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ کی پیش ہوئی ہے جس کا مطلب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صرف اسی قدر ہے کہ جواز تقلید مجتہد میں اختلاف ہے۔بعض نے جائز کہا اور بعض نے ناجائز، اور یہ تحت آیت کریمہ فاسئلوا اھل الذکر کے مرقوم ہے۔ اور اسی کتاب کی جلد ۶ ص ۱۲۸ میں بذیل بحث اسی آیت کے لکھا ہے کہ استدلال بعض مولویوں کا اس آیت سے تقلید پر محض واہی ہے، کیونکہ آیت تو خاص یہود ونصاری کے بارے میں اتری ہے۔ چنانچہ یہ عبارت اس کی ہے اور ایسا ہی جلد۲ ص ۱۱۷ اور جلد ا صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے۔(چنانچہ دونوں جلدوں میں وہ مقام دکھلایا گیا)۔ دوسری اسی عبارت پیش کردہ میں ہے کہ تقلید کے جواز اور غیر جواز میں اختلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے واجب نہیں کہا، اور دعوی وجوب کا تھا۔ اور وہ مطلق تقلید نہیں، بلکہ تقلید شخصی، حالانکہ اس کتاب میں اس کا ذکر تک نہیں ہے۔

آٹھویں دلیل اس طرف سے بیضاوی کی عبارت پیش ہوئی ہے جس کا مطلب یہ بیان ہوا ہے کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے۔ یہاں تقلید کا لفظ بھی مذکور نہیں، اور تقلید اور اتباع کو ایک معنی میں سمجھنا خوش فہمی ہے۔تقلید کے معنی اور ہیں، اور اتباع کے معنی اور۔قرآن میں رسول کی اتباع کا حکم ہے حالانکہ وہ تقلید نہیں ہے۔ نیز یہاں پر عوام کی قید لگی ہوئی ہے جس سے صاف نکلتا ہے کہ خواص پر واجب نہیں۔ نیز علماء صیغہ جمع سے ظاہر ہے کہ ایک شخص کی تقلید نہیں۔ پس تقلید شخصی اس سے باطل ہوئی نہ ثابت۔ مزید براں یہاں پر صریح لفظ تقلید کا مذکور نہیں اور صفحہ... میں بیضاوی کے دیکھئے تقلید کی صریح حرمت موجود ہے۔ نیز اگر علماء اور مجتہدین گذشتہ ایک ہی ہیں تو ہمارے مخاطبین کس گنتی میں ہیں جو ان کے کہنے پر عوام چل رہے ہیں، اور جب ان کے کہنے پر چلنا ان کی تقلید ہے، تو پھر وہ لوگ حنفی کیوں کر ہوئے۔ بس اسی سے صاف طور پر امام کی تقلید باطل ہوئی کیونکہ مولوی عبدالحق کے کہنے پر بقول ان کے لوگ چلتے ہیں اور وہ ان کے مقلد نہیں ہوئے۔عبدالحقی مذہب ان کا نہیں کہلاتا، اسی سے ظاہر ہے کہ تقلید اور چیز ہے اور اتباع اور۔

یہاں تک تمام ہوا جواب ان استدلالات کا جو مولوی ہدائت اللہ اور ان کے اعوان نے پیش کئے تھے اور یہاں سے اپنے پرانے دوست مولوی عبدالحق کے گفتار قلعی دار کا جواب شروع کرتا ہوں۔ میں نے ان کی گفتار کو قلعی دار اس وجہ سے کہا کہ جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چیز قلعی دار ہوتی ہے، بادی النظر میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے مگر ذرا سا کھرچ دینے کے بعد ساری قلعی اس کی جاتی رہتی ہے۔ اسی طرح ہمارے دوست نے بڑے زور شور کی تقریر سے اپنے وجوہ استدلال پر قلعی کی ہے، اور بڑے دعوی کے ساتھ کہا ہے کہ اس کا جواب غیر مقلدین سے عمر بھر نہیں ہونے کا۔

ہمارے دوست نے اولاً روایت پیش کر کے ظاہر کیا ہے کہ قرآن میں احکام مجملاً مذکور ہیں، اور اس اجمال کی تفصیل کی ضرورت ہے، اور یہی کام مجتہدوں کا ہے۔ اگر ان کی تقلید نہ کی جاوے تو قرآن کے اجمال کی تفصیل کیوں کر معلوم ہو۔ پس میں پوچھتا ہوں کہ پیغمبر ﷺ جو ۲۳ برس تک احکام الٰہی لوگوں کو پہنچاتے رہے، انہوں نے قرآن کے اجمال کی تفصیل اور احکام الٰہی کا بیان صاف طور پر کیا، یا نہیں؟ اور پیغمبر ﷺ کے وقت اور ان کے اصحاب کے وقت احکام الٰہی ظاہر ہوئے اور ان پر عمل ہوا، یا نہیں؟ اس وقت میں احکام الٰہی کا ظاہر نہ ہونا اور ان پر عمل نہ ہونا، کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ پھر جب یہ سب کام اس وقت میں ہو ہی چکے تھے پھر مجتہد کا کیا کام۔ اور ان کی اصلاح کی کیا ضرورت باقی رہی؟

ہمارے دوست جناب عبدالحق حقانی نے تقلید کے معنی (بے دلیل کسی بات کو مان لینا) بیان کر کے بڑے شد و مد سے تقریر کی ہے کہ

اگر تقلید نہ کی جاوے تو قرآن نہیں مانا جاوے کیونکہ وہ بھی بواسطہ راویوں کے پہنچا اور اسی طرح احادیث کیونکہ بخاری کے حدثنا کو ماننے پر کیا دلیل ہے۔ بلکہ سارے علوم جغرافیہ و حساب وغیرہ کے ماننے پر کیا دلیل۔

میں اس تقریر کی اولاً ایک مثال دیتا ہوں، جس سے اس کی خوبی ظاہر ہو جاوے گی اور اس کا تار و پود کھل جائے گا۔

مثلاً جج صاحب کے ہاں ایک مقدمہ پیش ہوا، جس میں منجانب مدعی، منصف صاحب گواہ تھے۔ جج صاحب نے عند المباحثہ یہ کہا کہ دعوی مدعی سچا ہے کیونکہ منصف صاحب نے اس میں گواہی دی ہے۔ اور ان کی گواہی بے شک قابل اعتبار ہے۔ وکیل مدعا علیہ نے (جو ہمارے دوست کے ہم فہم تھے) جواب دیا کہ منصف صاحب کی گواہی کو آپ معتبر نہیں کہہ سکتے اور اس کو نہیں مان سکتے، کیونکہ آپ ان کا فیصلہ مسترد کرتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جو فیصلہ نہیں ماننے کی وجہ ہے، وہی گواہی کے بھی نہ ماننے کی وجہ ہے۔ جج صاحب ایسی بحث کرنے والے وکیل کو سوائے بیوقوف کے اور کیا کہیں گے کہ استرداد فیصلہ منصف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم ان کو جھوٹا اور غیر معتبر آدمی جانتے ہیں۔ بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی رائے میں غلطی واقع ہوئی ہے۔ رائے و تجویز کی غلطی سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس امر کا دیکھنا یا سننا وہ بیان کریں، وہ غلط اور جھوٹ سمجھا جاوے۔

اسی طرح اماموں کی رائے نہ ماننے سے یہ لازم نہیں آتا۔ نزول قرآن کی شہادت یا قول و فعل پیغمبر ﷺ کی شہادت بھی نہیں مانی جاوے کیونکہ رائے کی بنا سمجھ پر ہے اور شہادت کی بنا دیکھنے اور سننے پر ہے۔ باقی رہا یہ کہ امام صاحب نے اپنی رائے سے کہا، اس پر خود ان کا قول اترکوا قولی (جس کا بیان ہم پہلے کر چکے ہیں) دلیل ہے اور یہ قول ہمارے دوست کا کہ معنی تقلید (کسی کی بات بے دلیل مان لینا) قبول روایت پر بھی صادق آتا ہے، محض نافہمی کی بات ہے۔ اگر کسی وکیل نے کوئی دفعہ کسی قانون کا بیان کیا، وہ قانونی دفعہ کہلائے گا یا قول اس وکیل کا، چپراسی نے جو حکم حاکم پہنچایا، وہ حاکم کا حکم کہلائے گا یا اس چپراسی کا؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو یہ لوگ اپنے کو مقلد امام ابوحنیفہ کا کیوں کہتے ہیں کیونکہ ان سے تو ان کا قول نہیں سنا۔ اور نہ ان کی کوئی کتاب دیکھی۔ بس حسب فہم ہمارے دوست کے اپنے کو مقلد، اس مولوی کا کہنا تھا جس سے سنا نہ امام کا۔ پس ان کی تقریر سے خود ان کا جواب نکلتا ہے (کہ مولوی لوگ تمام وعظ کہتے پھرتے ہیں اور احکام شریعت پہنچاتے ہیں) مگر ساتھ اس کے کوئی اپنے کو ان مولویوں کا مقلد نہیں کہتا، کیونکہ مولوی لوگ اپنی بات نہیں کہتے بلکہ امام ابوحنیفہ کی بات کہتے ہیں، بنابراں یہ لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ ایسی پوچ و لچر بات پر اس قدر زور دکھانا کہ عمر بھر غیر مقلدوں سے اس کا جواب نہیں ہوسکتا، دو حال سے خالی نہیں۔ یا خود رائے و روایت میں یعنی تجویز اور شہادت میں کوئی فرق نہیں سمجھا، یا سمجھ کر اپنے لوگوں کو خوش کرنے کو ایک قلعی دار مضمون کہہ دیا۔

ہمارے دوست نے دو حدیثیں اپنی دلیل میں پیش کی ہیں، ایک بلغوا عنی ولو آیۃ یعنی پہنچاؤ ہماری طرف سے اگرچہ ایک ہی آئت ہو۔ دوسری حدیث فلیبلغ الشاھد الغائب یعنی حاضر غائب کو پہنچا دے۔ اس دلیل کو دعوی سے کیا تعلق ہے؟ دعوی تو یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ سارے مسائل میں ایک ہی امام کی تقلید (یعنی بے دلیل ان کی بات مان لینی واجب ہے) اور دلیل یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ جس کو ہماری ایک بات بھی معلوم ہو وہ پہنچا دے۔ سبحان اللہ دعوی و دلیل میں کس قدر مطابقت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بخاری و مسلم وغیرہ کے ماننے پر جو دلیل طلب کی ہے یہی دونوں حدیثیں پیش کردہ ان کی کتب حدیث کے ماننے پر دلیل ہیں، کیونکہ کتب حدیث کی تدوین اور تبلیغ حسب حکم پیغمبر ﷺ کے ہے، جیسا کہ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہے۔ اور رائے قیاس کی کتابوں کا بطلان بھی ثابت ہو گیا۔ کیونکہ پیغمبر ﷺ نے اپنی باتوں کے پہنچانے کا حکم دیا تھا، نہ یہ کہ کوئی امام اپنی رائے و تجویز سے مسئلہ نکال کر پہنچا دے۔ باقی رہا یہ امر کہ امام نے اپنی رائے سے کہا، اس کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ اس کے اگر دونوں (یعنی حنفی مذہب کی کتاب اور بخاری و مسلم وغیرہ کی کتابیں) ایک ہی قسم کی چیز تھیں، تو اس کا نام فقہ اور اس کا نام حدیث کیوں ہوا؟ فقہ کے معنی لغت میں فہم اور سمجھ کے ہیں اور حدیث کے معنی حکائت اور بات کے، پس دونوں کے نام ہی سے دونوں کا فرق معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل ہمارے دوست نے یہ آیت پیش کی ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرّسول و اولی الامر منکم یعنی تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور اختیار والوں کی اپنے میں سے۔ اور امام کو مصداق اولی الامر کا ٹھہرایا ہے۔ قطع نظر اور سب امور کے اس آیت سے صریح طور پر تقلید شخصی باطل ہو گئی کیونکہ اس لفظ اولی الامر سے جس کے معنی خود کہتے ہیں (اختیار والوں کی) نہ صرف ایک کی۔ دوسرے وقت نزول اس آیت کے جو لوگ اس لفظ کے مصداق تھے ان سب کو معزول ہو کر امام ابوحنیفہ کو ان کی جگہ منصوب ہونے کی کیا وجہ۔ تیسرے لفظ اختیار کے معنی اجتہاد کیوں کر ہوئے۔ چوتھے اس آیت میں اطاعت خدا و رسول و اولی الامر سب کی مذکور ہے۔ پس اگر رسول و اولی الامر میں اختلاف ہو تو کس کو ترجیح ہو گی۔ پانچویں آگے اس آیت کے موجود ہے فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول یعنی جب جھگڑو تم لوگ کسی بات میں تو اس کو خدا اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی اختلاف کے وقت صرف خدا و رسول ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، نہ غیر کی طرف۔ پس اس وقت میں کہ جھگڑا و اختلاف درپیش ہے، خدا و رسول کی کتاب قرآن و سنت کی طرف رجوع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے، نہ امام کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ پس اس سے تقلید باطل ہوئی نہ ثابت

پانچویں دلیل یہ آیت اذا جاء هم امر من الامن اوالخوف پیش ہوئی ہے جس کا حاصل اسی قدر ہے کہ بھلی بری خبر سن کر اس کو مشہور نہیں کر دینا چاہیے، بلکہ اس کو طرف رسول کے واولی الامر کے پیش کرنا چاہیے تاکہ وہ لوگ دیکھیں کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی، اس کو اس دعوی سے کہ (تقلید شخصی واجب ہے) کیا تعلق؟ ہم کہتے ہیں کہ اس سے تقلید شخصی مطلق باطل ہوگئی کیونکہ موافق اس آیت کے کسی کی کوئی بات سن کر یوں ہی مان نہیں لینا چاہیے، بلکہ رسول کی کتاب اور اختیار والوں کے اقوال ملا لینا چاہیے۔ علاوہ ان سب کے میں کہتا ہوں کہ تقلید شخصی کے معنی جب یہ ٹھہر چکے (ہر مسئلہ میں ایک ہی امام کی تقلید کرنا) تو میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ وجوب تقلید شخصی (جس کے سبب سے اتنا بڑا اختلاف پڑا ہوا ہے) میں یہ لوگ اپنے امام کے مقلد ہیں یا نہیں؟ اگر مقلد ہیں تو امام کا قول اس بارہ میں دکھلا دیں اور اگر اس مسئلہ میں امام کے مقلد نہیں ہیں تو دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ان کے امام نے اس مسئلہ میں کچھ کہا یا نہیں کہا؟ تو اولاً تقلید شخصی نہیں رہی، کیونکہ اس مسئلہ میں دوسرے کی جانب مائل ہونا ہوگا۔ دوسرے وہ قول ملا محمد عارف ومولوی ہدائت اللہ خاں کا (کہ امام نے سارے مسائل تحقیق کر کے واسطے عمل لوگوں کے ٹھیک کر دیا) لغو ہوگیا۔ کیونکہ امام صاحب نے ایسا مسئلہ جس کے سبب سے مسلمانوں میں اس قدر خلاف پڑا ہوا ہے، بالکل چھوڑ دیا۔

اب میں دکھاتا ہوں کہ ان کے امام نے اس مسئلہ میں کیا کہا۔ یہ مسلّم الثبوت ان کی کتاب معتبر (جسکو ہمارے مخاطبین تسلیم کر چکے ہیں) میں لکھا ہے عن آئمّتنا لا یحل لاحد ان یقول بقولنا لم یعرف من این قلنا یعنی ہمارے اماموں نے کہا کہ حلال نہیں کسی کو ہم لوگوں کی بات بولنا جب تک یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے کہا۔

جس کا حاصل یہ ہوا کہ اماموں نے اپنے قول کو بے دلیل سمجھے ہوئے زبان پر لانا حرام بتایا ہے۔ پس جس کا زبان سے نکالنا جائز نہیں، اس پر عمل کرنا کہاں تک جائز ہوگا؟ پس اس مسئلہ میں یہ لوگ اپنے امام کے مخالف ہیں اور ان کا دعوی تقلید شخصی کا بالکل غلط اور ان کے امام کے خلاف ثابت ہوگیا۔ پس تقلید شخصی ان لوگوں پر باطل ہوگئی۔

نمبر ۶۔ ہمارے دوست نے فرقہ اہل حدیث کو فرقہ جدید قرار دے کر شاہ ولی اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ بہت سے علما کا نام لے کر بتایا ہے کہ سب لوگ مقلد تھے، ہر چند اس کے جواب کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس کی کوئی دلیل ہی نہیں دی ہے۔ دوسرے مبحث یعنی وجوب تقلید شخصی کو اس سے کوئی تعلق نہیں، تاہم ان علماء میں سے دو ایک کے اقوال دکھا تا ہوں۔ یہ کتاب مصفی تصنیف شاہ ولی اللہ کی ہے، اس میں مرقوم ہے:

فقیر را مدتے بسبب اختلاف مذاہب فقہا و کثرت اخزاب علماء کشیدن ہر کسے بجانبے تشویشی رودداد کہ تعین طریقہ برائے عمل ضروری است و تعیین بغیر ترجیح سفسطہ و وجوہ ترجیح بسیار و اقوام را در تقریر و جوہ ترجیح اجمالا و تفصیلاً اختلاف فاحش پس ہر جانب دست و پازد و فائدہ ندید، واز ہر کسے استعانتے نمودہ حاصلے بدست نہ آمد بعد ازاں بتضرع تمام بحضرت باری جل مجدہ متوجہ شدہ وگفت لئن لّم یھدنی ربّی لاکوننّ من القوم الضّالین انّی و جھت و جھی للّذی فطر السّموات والارض حنیفاً وما انا من المشرکین پس اشارت بکتاب مئوطا کہ تالیف امام ہمام حجۃ الاسلام مالک بن انس واقع شد،

شاہ صاحب کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ تقلید کو باطل جانتے تھے کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ تعیین بغیر ترجیح دلائل سفسطہ یعنی باطل ہے۔ دوسری دعاء مانگی ہے جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اگر اللہ ہدایت نہ کرے گا تو ہم گمراہوں سے ہو جاویں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ترجیح دلائل کے عمل کرنے والوں کو وہ گمراہ سمجھتے تھے۔ تیسرے یہ لکھا ہے کہ بعد دعا کے مجھ کو اللہ تعالی نے کتاب موطا کی طرف ہدائت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے ان کو حدیث پر عمل کرنے کی ہدائت کی نہ فقہ پر۔

پھر یہ وصیت نامہ ان کا ہے، اس میں شاہ صاحب فرماتے ہیں

وصیت اول اں فقیر چنگ زدن ست بکتاب وسنت و ہر روز پارہ از ہر دو خواندن و اگر طاقت خواندن بدارد ترجمہ ورقی از ہر دو شنیدن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض کردن انچہ موافق افتد بخیر قبول آوردن والا کالا رے بد بریش خاندن دادن است را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استفاد حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا کہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ از کام شارع معصوم بے پروا شدہ باشند نشنیدن و بدیشاں التفات نہ کرنو قربت خدا جستن بدوری (ایناں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے یہ وصیت شاہ ولی اللہ کی کہ قرآن وحدیث مضبوط پکڑنا اور ہر روز تھوڑا ان دونوں کو پڑھنا، اور جو نہ پڑھ سکے اس کو ترجمہ دونوں کا سننا، اور فقہا کے مسائل کو قرآن و حدیث سے ملانا، جو موافق ہو اس کو قبول کرنا، نہیں تو اس کو چھوڑ دینا، اور مقلد عالموں کی بات نہ سننا اور ان کی طرف توجہ نہ کرنا، اور کہا کہ ان سے دور رہنے میں خدا کو ڈھونڈنا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ علمائے مقلدین کی صحبت میں انسان خدا سے دور، یعنی دین سے بے بہرہ ہو جاتا ہے۔ جس شخص (شاہ ولی اللہ) کا یہ مقولہ ہو کیا اس کو مقلد کہنا ہمارے مخاطب کی سچائی کی دلیل ہو سکتی ہے؟

ہمارے مخاطب نے یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کے استاد (جو ان کے بھی استاد ہیں) مولانا سید محمد نذیر حسین نے مکہ میں توبہ کی ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ دلیل دینے و مباحثہ کرنے میں جب یہ لوگ برنہیں آتے تو جھوٹ بول کر بازی لے جانا چاہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ رسول ﷺ کی عظمت نہیں کرتے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں جانتے۔ سور کی چربی حلال کہتے، خالہ پھوپھی سے نکاح جائز سمجھتے۔ حالانکہ ہم ایسے عقیدہ و مذہب والے کو کافر جانتے ہیں۔ پہلے مشہور کر دیا۔ اخباروں میں چھاپ دیا کہ مولانا نذیر حسین قتل کئے گئے۔ پھر مشتہر کیا کہ وہ مکہ معظّمہ میں قید ہیں۔ جب جناب مولانا سفر حج سے واپس آ گئے اور یہ لوگ صاف طور سے جھوٹے بن گئے، تو یہ تو بہ نامہ جعلی بنا کر مشتہر کیا ہے، جس کی عربی تک صحیح نہیں اور دفتر وہاں کا ترکی زبان میں ہے، اور یہ عربی، اس پر مہر ندارد۔ اس کی تکذیب کے واسطے اہل حدیث نے خاص دفتر سے وہاں کے پروانہ حاکم جو مزین بہ مہر و دستخط ہے، اس کا فوٹو منگوا کر ثابت کر دیا۔ وہ فوٹو بعینہ موجود ہے (ثالثین کے سامنے پیش کیا گیا) مگر ساتھ اس کے ان لوگوں کو جھوٹ بولتے شرم نہیں آتی۔ شائد سمجھا ہوگا کہ وہ فوٹو یہاں کہاں سے آئے گا ہمارا جھوٹ چل جائے گا۔ (۲۶)

اس کے بعد جو آئتیں دلیل میں پیش ہوئی تھیں، سیل صاحب کا ترجمہ انگریزی میں نشان دیکر حوالہ ثالثین کیا۔ (مناظرہ مرشد آباد۔ ملخصاً)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ دارا پور جہلم
(۱۸۸۰ء کے عشرے میں)

جناب نور محمد میانوی ۱۹۲۲ء میں لکھتے ہیں:

جہلم شہر میں کوئی ایسا اہل علم عرصہ دراز سے نہ تھا کہ جس کو اہل علم کہا جائے اگر کوئی برائے نام مولوی تھا تو کتاب انواع مولوی عبداللہ صاحب کو پڑھ کر عالم فاضل کہلاتا تھا۔ شہر کے باہر نواح کے بعض دیہات میں رسمی حنفی مولوی خال خال نظر آتے تھے۔ علم حدیث کی طرف تو کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی۔ ضلع بھر میں ایک بھی اہل حدیث عالم نہ تھا۔ پھر یہ ہوا کہ موضع بور یا نوالی متصل کھاریاں ضلع گجرات کے ایک نوجوان جہلم میں وارد ہوئے جو معمولی حیثیت کے تھے لیکن اللہ نے ان سے بڑا کام لینا تھا۔ وہ مولوی محمد نعمان حنفی تھے۔ موضع بور یا نوالی سے گمنامی کی صورت میں جہلم آئے تو پکے رسمی حنفی تھے۔... لیکن منبہات ابن حجر عسقلانی، اور بلوغ المرام پڑھ کر عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ شہر میں شور مچ گیا اور مرتد ہو گیا، دیوانہ ہو گیا، کے آوازے کسے جاتے خدا نے آپ کو ایک دوست میاں فضل موچی کی صورت میں دے دیا جس پر نہ جانے کہاں سے توحید کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پھر ایک ترکھان ان کا حمایتی ہوا۔ تھوڑے عرصہ میں ان تینوں کی کوشش سے چند افراد اہل حدیث ہو گئے۔ شہر کے لوگ شرارت سے آپ کی مسجد کے کنویں میں چوہے پھینک جاتے۔ تھوڑا عرصہ بعد آپ کا بھائی مولوی برہان الدین دہلی سے سند حدیث حاصل کر کے وارد جہلم ہوا تو دونوں نے حدیث کی دھوم مچا دی۔ لوگوں نے مخالفت کی۔ پھر جہلم کے چند متمول افراد اہل حدیث ہوئے، مخالفین نے مناظرے اور مباحثے کئے۔ من جملہ ایک عظیم الشان مباحثہ موضع دارا پور میں ہوا، اس موضع کے رئیس ملک خیر مہدی خان نے فریقین کا مباحثہ کرایا۔ احناف کے ۳۲ عالم آئے جن میں جہلم گجرات کے نامور مفتی تھے۔ ادھر یہ دونوں بھائی تھے۔ میدان اہل حدیث کے ہاتھ رہا۔ رئیس مذکور مع دو بیٹوں کے اہل حدیث ہو گیا۔

(اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۸۔۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ سرائے صالح (ہزارہ)
(۱۸۸۵ء کے گردوپیش)

قاضی عبداللہ خانپوری (ایم اے ایل ایل بی علیگ) بتاتے ہیں کہ (امرتسر اور دہلی سے) بعد تحصیل علم جب ان کے والد قاضی محمد ہمراہ برادر کلاں وطن آئے تو ان دنوں ہزارہ میں جمعہ کا مسئلہ زوروں پر تھا۔ جمعہ پڑھنا جرم عظیم سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ خان پور میں جمعہ جاری ہو چکا تھا اس لئے آئے دن ملاؤں کی یورش ہوتی رہتی تھی۔ جمعہ ہزارہ میں پہلے خان پور ہی میں جاری ہوا۔ (شائد سکندر پور مضافات ہری پور میں اس سے پہلے ہوا ہو کیونکہ مولوی محمد حسین ہزاروی شارح نخبۃ الفکر و محشی الفیہ عراقی وہاں قاضی میر عالم کے پاس مقیم تھے اور ان کا ایک رسالہ فرضیت جمعہ کی نسبت موسومہ اشاعۃ اللمعہ فی فرضیۃ الجمعہ بھی مطبوع ہے)

خان پور میں جمعہ کے مخالفین آتے اور مناظرے کر کے شکست کھاتے۔ شرائط مناظرہ قاضی عبدالاحد طے کرتے اور مناظرہ قاضی محمد کرتے۔ خان پور میں ایک خاندان پیروں کا آباد تھا جو اصل میں وزیرآباد پنجاب کے تھے۔ ان کے بزرگ میر حیدر تھے جو اکثر مناظروں میں موجود ہوتے۔ انہوں نے بالآخر اعلان کیا

> میں نے ان مناظروں سے یہ بات اخذ کی ہے اور باوجود علم نہ رکھنے کے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قاضی محمد سیدھی وصاف بات کرتے ہیں۔ قرآن کی آیت یا حدیث صاف سنا دیتے ہیں لیکن ان کے مخالف کے پاس نہ تو آیت ہوتی ہے نہ حدیث۔ وہ ایچ پیچ کرتے اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لئے میں قاضی صاحب کے ساتھ ہوں اور فرضیت جمعہ کا قائل ہو گیا ہوں۔

چنانچہ خان پور میں جس مسجد میں سب سے پہلے جمعہ قائم ہوا وہ مسجد پیرانوالی کے نام سے موسوم تھی۔ خان پور میں میدان صاف ہوا اور جو ملاؤں کو بلا کر مناظرے کرایا کرتے تھے بعد میں ان کی مسجدوں میں بھی جمعہ جاری ہو گیا۔

خان پور سے ۱۸ میل دور سرائے صالح کے خوانین میں ایک غلام محمد خان تھے جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جمعہ کی فرضیت کے قائل تھے اوران کی مسجد میں جو قصبہ کے غربی جانب تھی جمعہ ہوتا تھا۔ ان کے بھائی خان الٰہی بخش کی علیحدہ مسجد تھی جو قصبہ کے شرقی جانب تھے۔ حافظ محمد رمضان پشاوری (تلمیذ میاں نذیر حسین دہلوی) جو ایک متبحر عالم اور واعظ شیریں بیاں تھے، غلام محمد خان کی دعوت پر سرائے صالح آیا کرتے۔ الٰہی بخش نے بھائی سے کہا کہ جمعہ کے مسئلہ نے ہم بھائیوں کو جدا کر رکھا ہے، تم اپنے علماء بلاؤ میں بھی بلاتا ہوں مناظرہ کروالو۔ پھر مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ خان پور بھی خبر پہنچی تو قاضی محمد حسن دونوں بیٹوں (قاضی محمد، و قاضی عبد الاحد) کے ساتھ پہنچ گئے۔ مخالفین کے تقریباً ۸۰ عالم سارے ہزارہ سے جمع ہوئے۔

مناظرہ میں قاضی عبدالاحد نے شرائط طے کیں اور مناظرہ قاضی محمد کے ذمہ ہوا مولوی مظہر جمیل ساکن کھلابٹ مخالف مناظر ہوئے۔ حفظ امن کا سرکاری انتظام ہوا۔

مناظرہ شروع ہوا تو مظہر صاحب نے کہا اللہ قرآن میں فرماتا ہے وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ اور عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں و انا منھم (یعنی میں بھی ان قلیل العلم لوگوں میں سے ہوں)۔ اس لئے ہم قرآن نہیں سمجھتے۔

قاضی محمد نے کہا کہ آپ نے تو تقلید شخصی پر کلہاڑا چلا دیا۔ جب عبداللہ بن عباسؓ جس کے حق میں آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ عبداللہ بن عباس کو دین کی سمجھ عطا کر۔ وہ بھی قرآن نہ سمجھ سکے تو پھر امام ابو حنیفہؒ کیسے سمجھ گئے؟ جن کے آپ مقلد بن گئے۔ اور مولانا! یہ تو فرمایئے یہ آیت قرآن میں کس جگہ ہے؟

مولوی مظہر جمیل قرآن میں نشان دہی نہ کر سکے۔

قاضی صاحب نے بتایا کہ پوری آیت یوں ہے:

یسئلو نک عن الرّوح۔ قل الرّوح من امر ربّی و ما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً کہ روح امر ربی ہے، تم اس کی حقیقت نہیں جان سکتے۔

مولوی مظہر حیرانی کے عالم میں تھے۔ اس پر آوازیں بلند ہوئیں کہ یہ نوک جھونک ختم کر کے اس مسئلہ پر بحث کریں جس کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ پھر

دوران مناظرہ مظہر صاحب نے فقہ کی کسی کتاب کی ایک عبارت پڑھی اور اپنا مدعا ثابت کرنا چاہا۔ عبارت نامکمل پڑھی تھی، قاضی صاحب نے کہا ہمیں کتاب دکھائیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مظہر جمیل انکاری ہو گئے۔

قاضی صاحب نے ایک کتاب نکالی جس کے حاشیے پر وہی عبارت موجود تھی اور پڑھ کر سنادی اور بتایا کہ مظہر جمیل صاحب نے خیانت کی تھی۔ پوری عبارت پڑھیں تو ہمارے حق میں ہوتی ہے۔ اس عبارت کا پڑھنا تھا کہ فریق مخالف پر سناٹا چھا گیا اور میدان اہل حدیث کے ہاتھ رہا۔

اس مناظرے کے علاوہ قاضی محمد خان پوری نے سرائے صالح میں دو اور مناظرے کئے۔ ایک مولوی عبدالقادر ساکن سرائے صالح سے دوسرا مولوی محمد دین بدھو والے سے۔ اس کے علاوہ قاضی محمد نے ایک مناظرہ ایبٹ آباد میں حسب درخواست قاضی محمد میر عالم رئیس سکندر پور (ای۔اے۔سی)، مولوی عبداللہ ساکن جبوڑی تحصیل مانسہرہ سے کیا۔ مولوی عبداللہ بڑے منطقی مشہور تھے لیکن ایک دو باتوں ہی میں لاجواب ہو گئے تھے۔۔

(منقول از تذکرہ علمائے خان پور)

مباحثہ لاہور

(۱۹۰۰ء کے گردوپیش)

جناب محمد حسین بٹالوی بتاتے ہیں:

انجمن نعمانیہ (لاہور) کے بعض اعاظم ارکان جو اس انجمن کے چلتے پرزے کہلاتے ہیں، حنفیوں کے علاوہ اشخاص کو اپنی انجمن کا ممبر کب بنا سکتے ہیں، وہ تو ان کو فرقہ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھتے ہیں جو لوگ اہل حدیث کہلاتے ہیں (آج کل کے اہل حدیث کا ذکر نہیں امام بخاری و امام مسلم جیسے آئمہ حدیث بھی ان حضرات کے زیر عتاب ہیں) ان کو وہ حضرات اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھتے ہیں ان کو یہ کہتے ہوئے ہم نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ بخاری مسلم وغیرہ اہل حدیث، اہل سنت و جماعت سے نہ تھے۔ اس پر خاکسار نے ان پر یہ امر ظاہر و ثابت کرنے کو کہ اشاعرہ، ماتریدیہ، حنابلہ، اہل حدیث سب کے سب اہل سنت تھے بلکہ اہل حدیث ان سب سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑھ کر اس تسمیہ کے مستحق ہیں، چند اصول بغرض تسلیم یا رد، تحریر کر کے پیش کئے۔ ان حضرات نے نہ ان اصول کو تسلیم کیا نہ رد کیا اور میری تحریر کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ آپ ہم کو پھنسانا یا بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ اس دن سے خاکسار ان سے مایوس ہوا اور میل جول کم کر دیا۔ اس انجمن کے گذشتہ سالانہ جلسہ میں ایک مولوی صاحب، جن کو جامع معقول ومنقول وحاوی فروع واصول سمجھا جاتا ہے، اثنائے وعظ میں نئے فرقہ چکڑالوی کا، جو اپنے آپ کو اہل قرآن کے لقب سے ملقب کرتا ہے اور اسلامی وسنی اصول اربعہ سے اصل دوم سنت نبوی یا حدیث نبوی سے برملا منکر ہے، ذکر فرمایا تو اسی شمار وقطار میں اہل حدیث کو بھی شامل کر دیا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ شروع زمانہ سے، جس میں اسلامی عمارت کا بنیادی پتھر رکھا گیا تھا، اس ۱۴ ویں صدی تک کسی اسلامی فرقہ نے خصوصیت کے ساتھ اپنا لقب اہل القرآن مقرر نہیں کیا۔ اور لقب اہل حدیث تو پرانا لقب ہے جس کو فقہائے مذہب حنفی نے اس جماعت اہل سنت کیلئے جو حدیث کی خدمت کرتے چلے آئے، اور بلا واسطہ تقلید مجتہدین حدیث پر عمل کرتے رہے ہیں، مسلّم رکھا ہے اور اپنے مقابلہ میں ان کے حق میں یہ لقب استعمال کیا ہے۔ پھر ہم اس نئے فرقہ اہل قرآن کے ساتھ ان کو کیوں ملاتے ہیں، اور ان کو اہل سنت کا مقابل کیوں ٹھہراتے ہیں۔ مولوی صاحب پر تو ان فقہاء کے اقوال مخفی نہ ہوں گے ان ناواقف ممبران انجمن نعمانیہ کی، جو محدثین سلف امثال بخاری ومسلم کو اہل سنت سے خارج سمجھتے ہیں، آگاہی کے لئے چند اقوال فقہاء واصولین کتب فقہ واصول حنفیہ سے نقل کرتے ہیں:۔

فی شرح النقایة معزیاً الی الغایة و ان نزل بالمسلمین نازلته قنت الامام فی صلوة الجهر وهو قول الثوری و احمد وقال جمهور اهل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوة کلها (البحرالرائق ومثله فی الطحطاوی)۔ شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ کہا ہے کہ مسلمانوں پر کوئی حادثہ آپڑے تو امام جہری نمازوں میں دعا قنوت پڑھے۔ یہی قول ہے امام ثوری وامام احمد کا۔ جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ حوادث کے وقت سبھی نمازوں میں دعا قنوت مشروع ہے۔ بحرالرائق وطحطاوی۔

فی فتح القدیر ان مشروعیة القنوت للنازلة مستمر ولم ننسخ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و به قال جماعة من اهل الحد یث (الاشباہ و النظا ئر) ۔ فتح القدیر میں ہے دعا قنوت کا مشروع ہونا برابر جاری رہا اور چلا آیا۔منسوخ نہیں ہوا۔اسی کے قائل جماعت اہل حدیث ہیں۔(اشباہ والنظائر)۔

قال جمهور اهل الحديث القنو ت عند النوازل مشروع فی الصلوة كلها ، شر ح نقا یه شمنی ۔ جمہور اہل حدیث کہتے ہیں کہ حوادث کے وقت سب ہی نمازوں میں قنوت مشروع ہے۔(شمنی شرح نقایہ)

و یحمل علی قنو ت النوازل كما اختاره بعض اهل الحديث انه عليه الصلوة و السلام لم يز ل يقنت فی النوازل ۔ للمستملی دعائے قنوت حوادث کی حالت پر محمول ہے جیسا کہ بعض اہل حدیث قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ حوادث میں دعا قنوت پڑھا کرتے۔ مستملی۔

و العا شر، الاشارة بالسّبا به كاهل الحد يث ۔ دسویں بات نماز میں اشارہ ہے جیسا کہ اہل حدیث کرتے ہیں،

قوله الحنفی ۔ الخ، و ان جماعة من اهل الحد يث منهم ابو الفضل محمد بن طاهر المقدسی يفرقون بينهما بز يادة ياء فی النسبة للمذهب و يقولون حنيفی و انه قال ابن الصلاح لم اجد ذلک من احمد عن .... الا من ابی بكر الانباری (ردالمحتار حاشیہ درالمختار)

اہل حدیث کی ایک جماعت کہ ازانجملہ حافظ ابوالفضل مقدسی ہیں، یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ لفظ حنفی مذہب کی طرف منسوب ہو تو اس میں حرف (ی) بڑھا کر حنیفی کہا جاوے ۔

قوله وقيل فی الكل قد علمت ان هذا لم يقل به الشافعی و غراه فی البحر الی جمهور اهل الحد يث وكان ينبغی غروة اليهم لئلا يوهم انه قول فی المذ هب ۔ رد المختار

حوادث کے وقت کل نمازوں میں دعا قنوت پڑھنا صرف شافعی کا قول ہے۔اور بحرالرائق میں اس کو جمہور اہل حدیث کی طرف منسوب کیا ہے۔لہذا اس کو انہیں کی طرف منسوب کرنا مناسب ہے تاکہ یہ نہ سمجھا جاوے کہ وہ حنفی مذہب کا ہی قول ہے۔ردالمختار۔

حكی ان رجلًا من اصحاب ابی حنيفه خطب الی ر جل من اصحاب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحد یث ابنته فی عهد الشیخ الجوزجا نی فا بی الرجل ان یز و جه ا لا ان یترك مذ هبه لمذهب اهل الحد یث ۔ فقال الشیخ بعد ما سئل عنه النکاح جا ئز ولا کن اخاف علیه ان یذهب ایمانه وقت النز ع لا نه استخف مذهبه الذی هو حق عنده لاجل جیفة منیة ۔ (ردالمحتار)۔ حکایت ہے کہ ایک حنفی المذ ہب نے ایک اہل حدیث سے اس کی بیٹی کا نکاح چاہا تو اہلحدیث نے یہ شرط کی کہ وہ حنفی مذب ترک کر کے اہل حدیث ہو جائے ۔ جس پر امام جو زجانی نے فتوی دیا کہ نکاح تو ہو گیا مگر یہ خوف ہے کہ اس شخص کا خاتمہ اچھا نہ ہو کیونکہ اس نے ایک مذہب کو جس کو حق جانتا تھا صرف ایک بدبو والی چیز کی خاطر ترک کر دیا

ا ما الخلا ف المنقول عن اهل السنة ان الاصل فی الاحکام الاباحة کما هو ممتاز اکثر الحنفیة والشا فعیة....کما ذهب الیه غیرهم منهم ابوالمنصور والترمذی وصاحب الهدا یة وعامة اهل الحد یث ۔(مسلم الثبوت)۔ مسلم الثبوت کے حاشیہ احکام میں اباحت یا حرمت کے اصل ہونے میں اہل سنت کا باہمی اختلاف ذکر کر کے اہل حدیث کا مذہب حرمت بیان کیا اور تلویح میں بصفحہ ۳۵۴، اجماع کے متعلق اہل حدیث کا مذہب اور حاشیہ نورالانوار میں بصفحہ ۱۵۰ خبر واحد کے متعلق مذہب اہل حدیث کو ذکر کیا ۔ بخوف طوالت اصل عبارات نقل نہیں ہوئیں ۔

شیخ عبدالحق نے شرح سفرالسعادت میں کہا ہے ۔ کسے از امام احمد پرسید وگفت بعض از اہل حدیث روایت مے کنند باسناد کہ پیغمبر ﷺ درنماز ملا حظہ میکرد ۔ امام احمد بجہت عدم صحت ایں اسناد بروے انکار عظیم میکرد ۔

طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں اہل سنت کا ناجی ہونا اہلحدیث کی شہادت سے ثابت کیا ۔

الغرض اس قسم کی عبارات فقہا حنفیہ اور بہت ہیں جن کا نقل کرنا موجب تطویل ہے ۔

اب ہم ان ممبران انجمن نعمانیہ سے ان اقوال وعبارات کی نسبت چار سوال کرتے ہیں

اول ۔ یہ کہ یہ اقوال آپ کے مقتدایان فقہاء مذہب کے آپ کی مسلمہ کتب فقہ واصول میں منقول ہیں یا نہیں؟

دوم ۔ اگر ہیں تو ان کے مصداق کون لوگ ہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوم ۔ اگر یہی لوگ ہیں جن کو اہل حدیث کہا جاتا ہے (زمانہ سلف کے یا زمانہ حال کے) تو پھر یہ فرقہ نیا کیوں کر ہوا؟

چہارم ۔ یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں تو ان کے خلاف کو اقوال اپنے علماء مذہب اہل سنت کے ساتھ کیوں ذکر کیا گیا؟

ان سوالات کا جواب وہ حضرات انجمن کے رسالہ میں یا کسی اسلامی اخبار میں شائع کر دیں اگر ہمارے مضمون کو پڑھ کر اپنے خیال سابق میں جمے رہیں۔

بعض حضرات نے ان ارکان انجمن نعمانیہ سے امام بخاری وغیرہ اہل حدیث سلف پر مہربانی فرما کر یہ کہا ہے کہ وہ مقلد امام شافعی ہیں اس لئے وہ اہل سنت تھے۔ اور کہا کہ جو شخص ایک مذہب کا مقلد نہ ہو وہ اہل سنت نہیں ہوسکتا، اور اپنے قول کے ثبوت میں مولوی احمد رضا خان بریلوی کا حوالہ دیا۔ خاکسار مولوی احمد رضا خاں کے علم وکمال سے واقف ہے اور نہ ان کا رسالہ دیکھنے میں آیا ہے، مگر یہ بات ہر مدعی مقلد ہونے امام بخاری وغیرہ محدثین سلف کے حق میں بلا دھڑک اور بڑے زور سے کہتا ہے کہ جو شخص امام بخاری وغیرہ محدثین آئمہ کو امام شافعی کا مقلد کہتا ہے، وہ علم حدیث سے اور معنی اجتہاد وتقلید سے نابلد اور بالکل بے بہرہ ہے۔ اور امام بخاری کی کتاب جامع صحیح سے محض ناآشنا ہے۔ جو شخص اس بات کو سن کو چونک پڑے وہ صحیح بخاری کے صفحات ۲۹ و۴۳ و ۵۰ و ۷۶ و ۹۹ و ۹۴ و ۲۰۲ و ۲۴۸ وغیرہ ملاحظہ کرے جن میں امام بخاری نے مذہب امام شافعی کا خلاف کیا ہے اور اگر حوصلہ ہو تو اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۸ ملاحظہ کرے۔ مولوی احمد رضا خان اشاعۃ السنہ کا نمبر ۱۱ جلد ۸، اور وہ نمبر جس میں تقلید واجتہاد کی بحث ہے، ملاحظہ کرنا چاہیں تو ان کی خدمت میں وہ نمبر بلا قیمت روانہ کئے جاویں۔ وہ بھی براہ مہربانی اپنا وہ رسالہ جس میں انہوں نے غیر مقلد کو اہل سنت و جماعت سے خارج کیا ہے بطور عاریت یا قیمتاً ارسال کریں تو اس پر منصفانہ ریویو کیا جائے۔

(اشاعۃ السنہ جلد ۲۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمات

مقدمات امرتسر ۱۸۷۰ء و ۱۸۷۵ء

جناب ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر میں دو مقدمات کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں:۔

مولوی غلام رسول اور مولوی غلام علی دو بھائی قصور سے سرکاری سکول میں مدرس عربی ہو کر امرت سر آئے۔ دونوں صاحب ذی علم اور حنفی مذہب کے پیرو تھے۔ مولوی غلام رسول پہلے فوت ہو گئے۔ مولوی غلام علی نے سکول چھوڑ کر مسجد میں علوم دینیہ کا درس دینا شروع کیا۔ درس و تدریس کے شغل میں توحید و شرک اور سنت و بدعت میں مولوی صاحب کو خود ہی بتائید ایزدی تمیز ہو گئی... فتوی وغیرہ سب حنفی مذہب پر دیتے مگر حدیث کی تعلیم کا شوق تھا۔ حافظ محمد یوسف مرحوم ایک بزرگ ضلع مظفر نگر کے امرت سر میں محکمہ نہر میں ملازم تھے (اس وقت کتب فروش تھے۔ بہا) جنہوں نے حضرت مولوی عبداللہ غزنوی اور ان کے خاندان کیلئے مسجد کی تحریک کی اور اپنے بھائی بندوں کی مدد سے بنوائی۔ ان کا بیان تھا کہ میں مولوی غلام علی کے پاس پڑھا کرتا تھا۔ میں آمین بالجہر کہتا تو مولوی صاحب مجھ پر خفا ہوتے، مگر میں اپنی جوانی کی عمر کی ترنگ میں مولوی صاحب کو آمین بالجہر کہنے پر آمادہ کرتا رہتا، یہاں تک کہ خدا نے ان کے دل میں ڈالا کہ واقعی یہ فعل سنت ہے۔ پس دل میں آتے ہی آمین بالجہر شروع کر کے مقلدیت سے نکل کر اہل حدیث کے لباس میں آ گئے۔ صبح کو ترجمہ قرآن کا درس دینا شروع کیا تو شائقین ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آنے لگے۔ ادھر مخالفت کی ہوا بھی تیز ہو گئی۔ بس پھر کیا تھا شہر میں ایک شور مچ گیا۔ آخر مخالفوں نے سوچ بچار کر کے ۱۸۷۰ء میں مولوی صاحب کی مسجد (جھنڈے والی مسجد) میں فساد کرا کر بلوے کا مقدمہ کرا دیا۔ مولوی صاحب اس وقت اپنے گھر میں تھے جو ایک محلّہ کے فاصلہ پر تھا، تاہم آپ کا نام بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درج ملزمین کرایا گیا اور آپ کے ساتھ کئی ایک آپ کے مخلصین کے نام بھی تھے۔

مولوی غلام علی صاحب ان جھگڑوں اور مقدموں سے طبعاً متنفر تھے۔ آپ کی شرکت کا ثبوت تو نہ گذرا لیکن معززین شہر نے جو حکام کے کان بھرے ہوئے تھے کہ یہ لوگ فسادی ہیں، اس لئے مولوی صاحب پر مبلغ سو روپیہ اور باقی پر حسب مراتب جرمانہ کی سزا ہوئی، جو مخلصین نے فوراً ادا کر دی۔ باوجود گنجائش اپیل کے مولوی صاحب نے حکام مجازی کے پاس اپیل کرنے کی بجائے حاکم حقیقی کے حضور میں اپنی التجا کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اللہ کی مدد سے آپ کے شاگردوں میں مولوی احمد اللہ جو ایک رئیس خاندان کے نوجوان تھے، تیار ہو گئے (یہ مولوی احمد اللہ وہی ہیں جو مسجد غزنویہ میں جمعہ کے امام اور خطیب تھے) اب بجائے ایک کے دو ہو گئے۔ ادھر خدا کی مدد سے ایک صاحب حافظ محمود امام مسجد باغ والی بھی مؤید سنت ہو گئے، اب تو خوب اشاعت کا سلسلہ قائم ہوا اس ترقی کو دبانے کیلئے مخالفین نے پھر ایک مقدمہ قائم کر دیا جس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جہاں آج کل (یعنی ۱۹۲۲ء میں) کپڑے کی بڑی مارکیٹ ہے وہاں ایک بازار تھا جہاں پشمینہ پر ٹھپہ کرنے والے بیٹھتے تھے۔ اسی بازار میں دو شخص سالا بہنوئی عبدالمجید اور محمد اسماعیل بھی بیٹھتے تھے یہ دونوں مولوی احمد اللہ کے صحبت یافتہ اور موحد تھے۔ محمد اسماعیل کا چچا عبدالغفار، جو کہ پکا حنفی تھا اس کے پاس بچے پڑھا کرتے تھے۔ بچوں کے پڑھنے کے قواعد بغدادی اور کچھ متفرق اوراق پھٹے ہوئے بہت سے جمع تھے۔ اس نے بنیت نیک ان کاغذوں کو جلا دیا۔ جونہی بازار میں خبر ہوئی تو شور مچ گیا کہ ان وہابیوں نے قرآن جلا دیا۔ ایک زیادہ جوشیلا مخالف تھا، اس نے جھٹ اپنی نئی حمائل جلا کر لوگوں کو اشتعال دلایا۔ پھر ایک وفد رئیسان شہر کے پاس گئے۔ ان رئیسوں نے فوراً حکام تک بات پہنچائی اور ان دو (عبدالمجید، اسماعیل) بے گناہوں کو جون ۱۸۷۵ء میں گرفتار کرا دیا۔ پھر کیا تھا، پولیس کی حراست میں جدھر سے گذرتے عوام ان پر اینٹ پتھر برساتے۔ مقدمہ عدالت میں گیا، دونوں کو دو دو سال قید اور سو سو روپیہ جرمانہ کی سزا ہوئی۔

اس حکم کی اپیل ڈپٹی کمشنر کے پاس گئی۔ اس نے لکھا ملزم بے گناہ ہیں لیکن تمام اہالیان امرتسر ان کے سخت مخالف ہیں، ان کو اگر چھوڑا گیا، تو ایک تو ان کی جان کا خطرہ ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوم شہر میں بلوہ ہو جائے گا۔ اس لئے سزا بحال۔

اس کی اپیل چیف کورٹ پنجاب میں کی گئی جہاں کے فاضل ججوں نے لکھا:۔

افسوس ہے کہ بے گناہوں کی سزا اہل شہر کے خوف سے بحال رکھی گئی حالانکہ امرتسر میں ان کے مخالف زیادہ ہیں تو پولیس بھی زیادہ ہے۔ لہذا اپیل منظور۔

اسی تگ و دو میں ساڑھے چار مہینے ملزموں کو جیل میں گذارنے پڑے جہاں ان بے گناہوں پر کافی سے زیادہ سختی کی جاتی تھی۔

خدا خدا کر کے مقدمہ بھی ختم ہوا۔

اسی کے قریب قریب حضرت مولوی عبداللہ بھی غزنی سے امرت سر وارد ہوئے۔ بس پھر مخالفین کو ایک شوشہ ملا۔ حکام کے کان بھرے کہ مجاہدین کا پیر ہے، اس کا شہر میں رہنا حکومت کے حق میں مضر نتیجہ پیدا کریگا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر نے اس نورالہی کو شہر سے باہر خیر دی گاؤں میں نکال کر شہر کو بے نور کر دیا۔ مگر جماعت اہلحدیث بھی باوجود قلیل التعداد ہونے کے بسر کردگی مولوی احمد اللہ اس کوشش میں رہے کہ حضرت عبد اللہ صاحب کو شہر میں لائیں۔ چنانچہ بفضل خدا اس میں کامیابی ہوئی اور حضرت ممدوح مسجد داروغہ محمد معروف مسجد غزنویہ میں مقیم رہے۔ اس وقت شہر کی عجیب حالت تھی، رئیس جماعت عموماً حنفی تھے جو بڑے مالدار تھے، اہلحدیث عموماً غریب مگر بے خوف۔ علماء احناف میں بھی بڑے بڑے زوردار علماء تھے مگر اہل حدیث میں بھی کافی جماعت تیار ہوگئی۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں مولوی غلام علی، حضرت عبداللہ غزنوی مع اپنی اولاد کے، مولوی احمد اللہ، مولوی حافظ محمد شفیع عم زاد برادر مولوی احمداللہ، مولوی عبدالعزیز، حافظ محمود امام مسجد باغوالی اور مولوی حمایت اللہ کشمیری۔ یہ ایک بڑی جماعت تھی جس کا رعب سب مخالفوں پر تھا۔ مولوی غلام علی صاحب بحث مباحثہ نہیں کرتے تھے اور بوجہ عارضہ اختلاج قلب کر بھی نہیں سکتے تھے اس لئے گفتگو کا کام ان کے شاگرد خاص کر مولوی احمداللہ کیا کرتے تھے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۱۔۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علّو مسجد، مدن پورہ ۔ بنارس

فل بینچ الہ آباد ہائی کورٹ

سر ڈبلیو کومر پیتھرم چیف جسٹس، جسٹس اسٹریٹ، جسٹس اولڈ فیلڈ، جسٹس براڈ ہرسٹ، جسٹس محمود (بن سر سید احمد خان)

ملکہ معظّمہ قیصر ہند بنام رمضان وغیرہ۔

۷ مارچ ۱۸۸۵ء۔

ایکٹ ۴۵، آف ۱۸۶۰ء مجموعہ تعزیرات ۔ دفعات ۷۹، ۲۹۶ مجمع مذہبی کو ایذا پہنچانا شرع محمدی طریقہ حنفیہ اور شافعی استحقاق کہنے آمین بآواز بلند اثنائے عبادت میں ایکٹ ۶ آف ۱۸۷۱ء (ایکٹ عدالت ہائے دیوانی بنگالہ) دفعہ ۲۴ ایکٹ آف ۱۸۷۲ اکٹ شہادت دفعہ ۵۷ (۱) مسلمانوں کا قانون دینی لحاظ عدالتی ۔

اشخاص فرقہ مسلمانان جو حنفی کہلاتے ہیں جن کے عقائد کی رو سے لفظ آمین کو ہلکی آواز سے بولنا چاہیے ایک مسجد کو کام میں لائے درحالیکہ حنفی نماز میں تھے، رمضان ایک دوسرے فرقہ کا مسلمان مسجد میں داخل ہوا اور اثنائے نماز میں بموجب عقائد اپنے فرقہ کے اس نے لفظ آمین بآواز بلند کہا۔ اس فعل کی بابت نامبردہ کی نسبت تجویز ثبوت جرم بالارادہ ایذاء پہنچانے کے ایک ایسے مجمع کو جو مذہبی عبادت میں مصروف تھا ہوئی، کہ یہ ایک جرم قابل سزا حسب دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات کے ہے۔ فل بینچ (جسٹس محمود مختلف الرائے) سے حکم از سر نو تجویز ہونے مقدمہ کا صادر ہوا اور یہہ حکم ہوا کہ تجویز مکرر میں مجسٹریٹ کو لحاظ امور ذیل کا ہونا چاہیے ۔یعنی

(اول) کیا کوئی مجمع ایسا تھا جو مذہبی عبادت کرنے میں جواز اً مصروف تھا۔

(دوم) ایسے مجمع کو فی الواقع ملزم نے ایذا پہنچائی یا کیا۔

(سوم) یہ ایذاء بذریعہ ایسے افعال اور طریق عمل کے من جانب ملزم پہنچائی گئی جن کے ذریعہ سے وہ ایذاء پہنچانا چاہتا تھا۔ یا جن افعال اور طریق عمل کو بوقت افعال و طریق عمل مذکور نامبردہ جانتا تھا یا باور کرتا تھا کہ ان سے ایذاء کا پہنچنا قرین قیاس تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسٹس محمود نے یہ تجویز کی کہ مباحثہ بوجہ فعل ملزم کے غالباً اس وقفہ میں ہوا کہ جب کہ نماز نہیں ہوتی تھی لہذا اس وقت جماعت عبادت مذہبی کرنے میں مصروف نہ تھی اور حسب معنی دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات کے اس کو ایذاء نہیں پہنچی اور بلحاظ احکام دفعہ ۳۹ مجموعہ مذکور کے ملزم نے مجمع کو ایذاء بالارادہ نہیں پہونچائی اور بموجب قانون دینی مسلمانوں کے نام بردہ مجاز تھا کہ مسجد میں داخل ہوکر شریک جماعت لفظ آمین بآواز بلند کہنے میں اگر وہ مناسب سمجھتا تھا ہووے۔ پس اس کا طریق عمل داخل منشاء دفعہ ۷۹ مجموعہ تعزیرات کے تھا اور اسی لئے کوئی جرم حسب دفعہ ۲۹۶ کے نہیں تھا۔ مقدمہ بیٹی بنام گلنبکس کا حوالہ دیا گیا جسٹس محمود نے یہ بھی تجویز کی کہ بلحاظ اس وعدہ کے جو اضعان قانون نے دفعہ ۲۴ ایکٹ ۱۸۷۱ء (ایکٹ عدالت ہائے دیوانی بنگالہ) میں کیا ہے کہ جملہ امور متعلقہ رواج یا قاعدہ مذہبی شرع محمدی پر عمل کیا جائے گا، عدالت کو حسب دفعہ ۵۷ (۱) ایکٹ ۱۸۷۲ء (ایکٹ شہادت) لازم تھا کہ قانون دینی مسلمانان پر لحاظ عدالتی کرے اور قواعد قوانین مذکورہ کا ثابت کرنا بذریعہ کسی شہادت خاص کے ضرور نہیں ہے۔

اور یہ درخواست ہائی کورٹ میں واسطے استعمال اختیارات نگرانی حسب دفعہ ۴۳۹ مجموعہ ضابطہ فوجداری کے گذری۔ واضح ہوا کہ سائلان رمضان ومحمد حسین وعبدالرحمٰن کی نسبت مجسٹریٹ چھاؤنی بنارس میجر آر اینسلی نے بذریعہ حکم مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۸۸۴ء مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۸۸۴ء تجویز ثبوت جرم حسب دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند کے صادر کی تجویز کی۔ تجویز مجسٹریٹ چھاؤنی حسب ذیل ہے۔

حالات مقدمہ ہذا حسب ذیل ہیں۔ ایک بڑی مسجد جو عموماً تعمیر کنندہ کے نام سے مسجد علّو معروف ہے محلّہ مدن پورہ شہر بنارس میں واقعہ ہے چند سال گذرے کہ بعد وفات علو کے عبداللہ مستغیث کے اہتمام میں یہ مسجد تھی۔ اور رمضان ملزم علو کے بھائی کا ایک پوتہ اور اس کا داماد بھی ہے۔ رمضان جو کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد میں چند سال نہیں آیا تھا، ماہ اگست ۱۸۸۴ء میں یکا یک پھر آیا۔ اس کے ہمراہ محمد حسین ملزم وعبدالرحمٰن ملزم تھے اور ان تینوں اشخاص نے اس جماعت کو جو کہ مسجد میں نماز میں مصروف تھی فوراً ایذا پہنچانی شروع کی۔ قریب قریب کل اشخاص جو مسجد مذکور کو استعمال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں ایک فرقہ موسوم بہ حنفی ہے اور رمضان بھی قبل ازیں اسی فرقہ میں تھا مگر تھوڑے عرصہ سے وہ وہابی ہوگیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حنفی لوگ لفظ آمین کو نماز میں استعمال کرتے ہیں مگر اس کو ایسے آہستہ سے کہتے ہیں کہ وہ صرف اس شخص کے جو بہت نزدیک کھڑا ہو، گوش گزار ہوسکتا ہے۔ برخلاف اس کے وہابی لوگ آمین کو خوب بلند آواز سے کہتے ہیں۔ اور مسجد علو میں ایسا کرنے سے تینوں ملزمان مذکور نے حنفیوں کو جو نماز میں مصروف تھے، واقعی ایذا پہنچائی۔ شہادت منجانب ثبوت سے ظاہر ہے۔ اول نسبت اس امر کے کہ تینوں ملزمان مذکور مسجد میں ماہ اگست اور ستمبر ۱۸۸۴ء میں چار متواتر جمعوں میں داخل ہوئے تھے۔

دوم نسبت اس کے کہ نام بردگان کے طریق عمل سے جماعت کو جو نماز میں مصروف تھی ایذا پہنچائی۔

سوم نسبت اس امر کے کہ تاریخ ۲۲۔ اگست ۱۸۸۴ء کو واسطے بند کرنے اس ہنگامہ کے جو من جانب ملزمان کے ہوا تھا اور جس کے سنگین ہو جانے کا خوف تھا، مداخلت پولیس ضروری ہوئی تھی۔

گواہان معزز اشخاص ہیں اور ان کے خیالات جو کہ انہوں نے گواہی دیتے وقت ظاہر کئے تھے اوسط درجہ کے تھے۔ رمضان اور اس کے ساتھیوں کا مسجد میں موجود رہنا پسند نہیں کرتے ہیں مگر ان کے عبادت کنندگان میں شریک ہونے کی نسبت جب تک کہ وہ کوئی ایذا نہ پہونچائیں، کچھ عذر نہیں کرتے۔ رمضان بیان کرتا ہے کہ مابین میرے اور عبداللہ کے نسبت حسابات مسجد کے مخاصمت ہے اور نامبردہ اسی سبب سے اپنے لفظ آمین کو بلند آواز کہنے کے حیلہ سے جو کہ حنفیوں کے نزدیک قابل عذر نہیں ہے مسجد سے باہر نکال دیا گیا تھا اصل سبب اس کا یہ ہے کہ عبداللہ نامبردہ کو مسجد کی آمدنی کا حساب نہیں دیتا اور یہ بھی بیان کیا کہ وہ مسجد مذکور میں ہمیشہ نماز پڑھتا رہا ہے۔ دیگر دونوں ملزمان یہ بیان کرتے ہیں کہ بتاریخ ۲۲ اگست ۱۸۸۴ء انہوں نے دیکھا کہ رمضان پیٹا گیا اور اس کے ساتھ دست اندازی کی گئی جس پر عبداللہ اور اس کے فریق نے ان کو اسی جرم میں جو بمقابلہ رمضان لگایا گیا ہے شریک کیا ہے۔ گواہان مدعا علیہ صرف یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رائے میں آمین کا بآواز بلند کہا جانا ایک جماعت کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جونماز میں مصروف ہے ایذا نہیں پہنچاتا ہے۔مگر وہ سب یہ بھی کرتے ہیں کہ وے خودصر ف اس لفظ کو بہت آہستہ آواز سے بولتے ہیں۔ وہ اس نزاع کو بھی جو مرمت مسجد کے روپئے کی بابت ہوئی تھی بیان کرتے ہیں اور نیز کہ تینوں ملزمان مذکور مسجد ہذا میں سال ہا سال سے آتے جاتے رہے ہیں۔مگر ایک بات قابل لحاظ ہے کہ بےتعلق گواہ صرف ایک ہندو مسمی ہر پال جو کہ مسجد کے نیچے دکان رکھتا ہے بیان کرتا ہے کہ وہ اس جگہ پانچ سال سے ہے،صرف آخر ماہ سے رمضان مسجد میں آتا ہے اور پیشتر اس کے کبھی نہیں آتا تھا۔ یہ بات چاہے جس طور پر ہو رمضان اور اس کے ہمراہیان یعنی دیگر دوملزمان مسجد میں لوگوں کو ایذا پہنچانے کا کچھ بھی حیلہ نہیں رکھتے ہیں۔

اس امر کی نسبت تحقیقات کرنا کہ آیا لفظ آمین استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں، بے فائدہ ہے درحالے کہ ملزمان نے اپنی ایسی کارروائی سے جماعت کو ایذا پہنچائی۔ نامبردگان نے اپنے کو قابل سزا حسب منشاء دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے کر دیا۔ اگر یہ امر صحیح ہو کہ مخاصمت مابین رمضان اور عبداللہ کے نزاع متعلقہ آمدنی مسجد سے پیدا ہوئی ہے تو طریق عمل نامبردہ کا اور بھی قابل اعتراض ہے کیونکہ نامبردہ نے ایک جماعت کثیر کو جو کہ نماز میں مصروف تھی، محض اس نظر سے ایذا پہنچائی کہ اپنا غبار بمقابلہ ایک خاص شخص کے نکالے۔ عدالت ہائے قانون نزاعات زر کے تصفیہ کے لئے مقام مناسب ہیں نہ مقام واسطے عبادت مذہبی کے۔ اور یہ امر گوارا نہیں ہوسکتا کہ ملزم کی مانند اشخاص کو ایک عام کو ایذا پہنچانے کی اجازت دی جائے۔ عدالت کی یہ رائے ہے کہ رمضان ولد مدار و محمد حسین ولد الہ دین اور عبدالرحمٰن بن عبدالکریم اس جرم کے مرتکب ہوئے ہیں جو ان پر لگایا گیا ہے، یعنی نامبردگان نے ایک مجمع کو جو کہ مذہبی عبادت میں مصروف تھا بالارادہ ایذا پہنچائی اور ایسی کارروائی سے انہوں نے جرم قابل سزا از روئے دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کا ارتکاب کیا اور عدالت یہ حکم صادر کرتی ہے کہ رمضان و محمد حسین و عبدالرحمٰن مذکور ہر ایک مبلغ ۲۵ روپئے جرمانہ ادا کریں اور بصورت عدم ادائیگی جرمانہ، ان کو ایک ایک ماہ قید سخت ہووے۔

اس درخواست نگرانی کی بناء یہ تھی کہ لفظ آمین کا بوقت نماز بالجہر کہنا جرم قابل سزا از روئے دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درخواست جسٹس براڈ ہرسٹ کے روبرو سماعت کے لئے پیش ہوئی جنہوں نے اس کو ڈویژن بنچ کے سپرد کیا۔ جب درخواست جسٹس اولڈ فیلڈ اور جسٹس محمود کے روبرو پیش ہوئی تو انہوں نے فل بینچ سے استصواب کیا کہ واقعات مشتبہ اس مقدمہ میں جرم متذکرہ دفعہ ۲۹۶ مجموعی تعزیرات ہند کی حد تک پہنچتے ہیں یا نہیں؟

مسٹر امیر الدین منجانب سائلان۔ پبلک پراسیکیوٹر مسٹر سی ایچ اہل، منجانب سرکار

۲۱ فروری ۱۸۸۵ء کو مفصلہ ذیل آراء صادر ہوئیں:۔

چیف جسٹس پیتھرم۔ میں خاص اپنی رائے ظاہر کرتا ہوں کہ حکم جو کہ اس مقدمہ میں صادر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ مجسٹریٹ مقدمہ کی از سر نو تجویز کرے اور تجویز جدید میں مجسٹریٹ کو امور ذیل کا لحاظ ہونا چاہیے۔

اول۔ کیا کوئی مجمع ایسا تھا جو مذہبی عبادت میں جوازاً مصروف تھا؟

دوم۔ ایسے مجمع کو فی الواقع رمضان نے ایذا پہنچائی یا کیا؟

سوم۔ یہ ایذا بذریعہ ایسے افعال اور طریق عمل کے من جانب رمضان پہنچائی گئی جن کے ذریعہ وہ ایذا پہنچانا چاہتا تھا یا جن افعال اور طریق عمل کو بوقت عمل مذکور کے نامبردہ جانتا تھا یا باور کرتا تھا کہ ان سے ایذاء کا پہنچنا قرین قیاس تھا؟

جسٹس سٹریٹ:۔

میں حکم مجوزہ کی نسبت رضامندی ظاہر کرتا ہوں اگرچہ فی نفسہ بلحاظ اپنی رائے کے میں یہ بات کہنے پر آمادہ نہیں ہوں کہ مسل میں کافی ثبوت واسطے جواز تجویز ثبوت جرم کے نہیں ہے۔

جسٹس اولڈ فیلڈ:۔ میری بھی یہی رائے ہے۔

جسٹس براڈ ہرسٹ:۔ میری بھی یہی رائے ہے۔

جسٹس محمود:۔ مجھے افسوس ہے کہ میں مقدمہ ہذا میں حکم مجوزہ سے نہ متفق ہوسکتا ہوں نہ اختلاف رائے کرسکتا ہوں کیونکہ ابھی تک کوئی ٹھیک رائے قائم نہیں کرسکا ہوں۔ ایسے حالات میں اور بلحاظ اس مرکے کہ میں اس بینچ کا ایک جج ہوں مجھ کو یہ خیال تھا کہ تجویز یا حکم عدالت بموجب عام عدالتی دستور اور ضابطہ کے ملتوی رکھا جائے گا جب تک کہ مجھے موقع مقدمہ ہذا میں رائے قائم کرنے اور اپنی تجویز کو اپنے معزز شرکاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجلاس کے روبرو پیش کرنے کا ملے ۔مگر نسبت اس امر کے کہ مجھ کو چیف جسٹس اور برادر ججوں نے مغلوب کر دیا۔ میں ان کی رائے کا احترام کرتا ہوں اگر چہ میں اقرار کرتا ہوں کہ حکم کثرت رائے عدالت مجھ کو بنظر حالات قانوناً مشتبہ معلوم ہوتا ہے ۔ایک مقدمہ جدید یعنی روہیلکھنڈ کمایوں بنک بنام راؤ میں مجھے اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع ملا تھا جس میں باقی حکام اجلاس متفق الرائے ہوئے کہ افعال عدالتی کا ایک خاص اصول یہ ہے کہ جب ایک عدالت جس میں چند جج ہوں، کسی مقدمہ کی سماعت کرے تو کوئی تجویز یا حکم جواز اً صادر نہیں ہوسکتا تا وقتیکہ کل ججوں نے باہم گفتگو نہ کر لی ہو اور متفق الرائے نہ ہو گئے ہوں۔ مگر اس موقع پر مجھے اجلاس کی کثرت رائے قبول کرنا چاہیے لیکن میں افسوس کرتا ہوں جیسا کہ میں پیشتر کہہ چکا ہوں کہ مقدمہ ہذا میں کوئی حکم صادر نہیں کرسکتا ۔اور ضروری ہے کہ اپنا فیصلہ یا حکم ملتوی رکھوں تا وقتیکہ ضرورت ہائے کار عدالت سے مجھ کو ایک ٹھیک رائے قائم کرنے کا وقت اس مقدمہ کی نسبت ملے جس کے ملزمان میں سے کوئی شخص سزائے قید برداشت نہیں کر رہا ہے۔

تاریخ ۱۴ مارچ کو جسٹس محمود نے مندرجہ ذیل رائے اس امر پر صادر کی جس کا استصواب فل بینچ سے کیا گیا تھا۔

جسٹس محمود۔ مقدمہ ہذا ابتداء سماعت کے لئے میرے برادر جسٹس براڈ ہرسٹ کے روبرو پیش ہوا تھا ۔اور بلحاظ خصوصیت بحث متعلقہ حق عبادت مسجدوں کے جو کہ مسلمانوں کو حاصل ہے میرے ذی علم برادر نے مقدمہ کو ڈویژن بنچ کے سپرد کیا جس میں بموجب تحریران کے اور بمنظوری چیف جسٹس مجھے شریک کیا گیا ۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت ایک اجلاس میں ہوئی جس میں جسٹس اولڈ فیلڈ اور میں شریک تھا اور بلحاظ اس امر کے کہ خاص غرض درخواست نگرانی کی ظاہرا یہ تھی کہ ایک تجویز مستند نسبت امر مابہ النجث کے حاصل کی جاوے اور نیز بدیں وجہ کہ وکیل سائل نے ہم کو اطلاع دی تھی کہ سائلان نے وہ جرمانے ادا کر دیئے ہیں جو ان پر عائد ہوئے تھے اور اس لئے سزائے قید جو درصورت نہ ادا کرنے جرمانہ نے ان کو ملتی، برداشت نہیں کر رہے ہیں ہم نے فل بینچ میں مقدمہ کو ارسال کیا جس کے روبرو مقدمہ میں مسٹر امیر الدین نے من جانب سائلان اور پبلک پراسیکیوٹر نے منجانب ملکہ معظّمہ قیصر ہند کے از سر نو گفتگو کی۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت بعد سماعت کلی دلائل فریقین کے میں کوئی ایسی رائے قائم نہیں کر سکا جو کہ بنا بر کسی حکم کے مقدمہ ہذا میں ہو سکے۔ اور اصلی مسائل شرع محمدی کے دیکھنے کا خواہش مند ہو کر میں نے اپنے حکم کو اس نظر سے ملتوی کرنا چاہا کہ ایک تجویز تحریری تیار کروں کیونکہ بحث جو استصواب سے پیدا ہوئی تھی کچھ آسان معلوم نہ ہوتی تھی۔ خاص کر جب میری رائے میں وہ مسلمانوں کے مذہبی اصول کے ایک باریک امر پر موقوف تھی مگر چیف جسٹس اور دوسرے برادر جج اس وقت مقدمہ ہذا میں رائے قائم کر سکتے تھے اور انہوں نے حکم واپسی مقدمہ کا واسطے تجویز جدید نسبت چند امور تنقیح طلب کے صادر فرمایا۔ میرے برادر جسٹس سٹریٹ نے اگر چہ حکم تجویز سے رضامندی ظاہر کی لیکن اس رائے کی طرف مائل تھے کہ مسل میں کافی شہادت واسطے جواز تجویز ثبوت جرم کے ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میں حکم مذکور سے اتفاق یا اختلاف نہ کر سکا۔ صرف اس وجہ سے کہ اسناد متعلقہ شرع محمدی موجود نہ تھیں میں نے کوئی ٹھیک رائے قائم نہیں کی تھی جن کا فریقین میں سے کسی نے حوالہ نہیں دیا تھا۔

ایسے حالات میں مجھے اب اپنی تجویز کا صادر کرنا مقدمہ ہذا میں لازم آیا اور میں افسوس کرتا ہوں کہ نتیجہ جو میں نے نکالا ہے اس نتیجہ سے مختلف ہے جو کہ چیف جسٹس اور دیگر حکام عدالت نے نکالا ہے۔ بلحاظ اس امر کے اور نیز چونکہ بر بنائے واقعات متشابہ ان واقعات کے جو مقدمہ ہذا میں موجود ہیں اس سے پیشتر استغاثہ فوجداری کے ان مقدموں میں ہوئے ہیں جو آخر کار عدالت میں واسطے نگرانی کے پیش ہوتے ہیں۔ میں اپنے دلائل کی تصریح کامل طور پر کرنا چاہتا ہوں:۔

فی نفسہ مقدمہ کے حالات بہت صاف ہیں۔ مسجد متنازعہ مقدمہ ہذا محلّہ مدن پورہ شہر بنارس میں واقع ہے اور اس کو ایک شخص مسمی علی محمد عرف علو نے بنوایا تھا۔ جو امام ابوحنیفہ کے عقائد کا پیرو منجانب سرکار بیان کیا گیا ہے۔ پس وہ حنفی تھا۔ عبداللہ مستغیث خسرپورہ بانی مسجد کا ہے اور اس کی ہمشیرہ سے علو کی شادی ہوئی تھی اور خاص ملزم رمضان علو کا داماد اور اس کا کچھ اور رشتہ دار بھی ہے۔ دیگر دو ملزمان محمد حسین و عبدالرحمٰن ایسے اشخاص ہیں جن کے مذہبی عقائد مانند رمضان کے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۲۲۔ اگست ۱۸۸۴ء کو تینوں ملزمان مسجد میں شریک جماعت ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورنماز میں لفظ آمین بآواز بلند کہا۔اس سے ظاہرا یہ مباحثہ پیدا ہوا کہ آیا لفظ مذکور کو نماز میں بآواز بلند کہنا درست ہے؟ اور ایک پر جوش بحث واقع ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملزمان بمدد پولیس مسجد سے باہر نکال دیئے گئے اور مستغیث نے نامبرگان کو منع کیا کہ پھر مسجد میں نہ آویں تاوقتیکہ وہ آمین کو بآواز بلند کہنے کی رسم کو ترک نہ کر دیں۔

یکم ستمبر ۱۸۸۴ء کو عبداللہ اور چند دیگر اشخاص نے ایک درخواست مجسٹریٹ کے روبرو متضمن حالات واقعہ ۲۲۔اگست واستدعا دست اندازی صاحبان مجسٹریٹ کے اس بنا پر گذرانی کہ ملزمان کے لفظ آمین نماز میں بآواز بلند کہنے کی قصد سے نقض امن کا واقع ہونا قرین قیاس تھا۔ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مجسٹریٹ نے اس درخواست پر کوئی خاص کاروائی نہیں کی بجز اس کے کہ درخواست کو توال شہر کو تحقیقات کے لئے بھیج دی۔

اندریں حالات ۲۰ ستمبر ۱۸۸۴ء کو عبداللہ نے خود درخواست دے کر شکایت ملزمان کی گذرانی اور ان پر جرم مذمت کرنے مذہب حنفی مسلمانوں کا بموجب دفعات ۲۹۷، ۲۹۸، ۳۵۲ مجموعہ تعزیرات ہند کے قائم کیا۔مجسٹریٹ نے بعد لینے اظہار مستغیث اور گواہان مستغیث کے الزام ملزمان پر از روئے دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے قائم کئے اور بعد لینے شہادت من جانب مدعا علیہم کے ان کو مجرم بموجب دفعہ مذکور کے قرار دیا اور ہر ایک کی نسبت حکم سزا ادا کرنے مبلغ ۲۵ روپئے جرمانہ کا اور بصورت نہ ادا کرنے کے قید سخت ایک ماہ کا صادر کیا

ملزمان نے عدالت ہذا میں واسطے نگرانی کے بموجب دفعہ ۴۳۹ مجموعہ ضابطہ فوجداری کے درخواست اس بنا پر گذرانی ہے کہ لفظ آمین کا نماز میں بآواز بلند بولنا جرم قابل سزا بموجب دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے نہیں ہے۔

بحث جو اس طرح پیدا ہوئی ہے اس میں بدانست میرے مجموعہ تعزیرات ہند اور قانون مذہبی مسلمانوں کے معنی پر مشتر کاً لحاظ کرنا لازم ہے کیونکہ میری رائے میں شئے اول الذکر کا استعمال اس مقدمہ میں شئے آخر الذکر کی تعبیر پر موقوف ہے۔مگر پیشتر اس کے کہ اس امر پر مباحثہ کیا جائے میں اپنی رائے کو بلحاظ اس امر کے جو اثنائے بحث میں بیان ہوا تھا ظاہر کرنا چاہتا ہوں، یعنی یہ کہ اس عدالت کو قانون مذہبی مسلمانوں پر ایسے مقدمات میں لحاظ رکھنا لازم نہیں ہے بغیر اس کے کہ قواعد قانون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بذریعہ شہادت خاص مسل کسی اور واقعہ کے اثنا منازعت میں ثابت کئے جاویں ۔ میں اس رائے کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ فیصلہ مقدمہ ہذا (جیسا کہ میں ابھی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ اس پر منحصر ہے) تعبیر قانون مذہبی مسلمانوں پر منحصر ہے تو میری رائے میں عدالت ہذا اور کل عدالت ہائے ماتحت کو لازم ہے کہ ایسے قانون پر لحاظ عدالتی کریں ۔ میری یہ رائے ہے کہ ضمن (اول) دفعہ ۵۷ ۔ ایکٹ شہادت (نمبر ۱، آف ۱۸۷۲ء) ایسی صورتوں میں قانون مذہبی مسلمانوں پر بخوبی حاوی ہے کیونکہ جب کبھی بحث سول یا جواز کسی فعل کی کاروائی عدالتی میں پیدا ہوئی ہے تو عدالت فوجداری کو بھی قانون محکمہ دیوانی کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے اور ایسے مقدمہ میں جیسا کہ یہ ہے جس میں کہ بحث استحقاق ایک مسلمان کی نسبت پڑھنے نماز بموجب اپنے عقائد کے مسجد میں ہے ، امر جواز یا ناجوازی کا داخل منشا اس وعدہ صریح کے ہوگا جو واضعان قانون نے دفعہ ۲۴ ۔ ایکٹ عدالت ہائے دیوانی بنگالہ نمبر ۶ ، ۱۸۷۱ء میں کیا ہے کہ جملہ امور متعلقہ رواج یا قاعدہ مذہبی میں شرع محمدی پر عمل کیا جاوے ۔ میری رائے میں اس امر کی نسبت کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ مجموعہ تعزیرات ہند کی بعض دفعات کا استعمال تقریباً مکمل طور پر قواعد قانون دیوانی کے صحیح معنی پر منحصر ہے ۔ اور اگر یہ صورت ہے تو مقدمہ ہذا اس اصول کی ایک مثال ہے ، بلکہ میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ اصول نہ ہوتا تو قواعد مجموعہ تعزیرات سے اکثر صورتوں میں بڑی بے انصافی ہوتی اور ایسے افعال جو قانون دیوانی کی رو سے بخوبی جائز ہیں بموجب اس مجموعہ کے بمنزلہ جرائم کے ہوں گے ۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ ایک مقدمہ مثل مقدمہ ہذا میں بموجب احکام دفعہ ۵۶ ۔ ایکٹ شہادت کے فریقین کو قانون مذہبی مسلمانوں کا نسبت اس امر کے ثابت کرنا کچھ ضرور نہیں ہے اور نسبت اس معاملہ کے قانون مذکور بمنزلہ کسی قانون ملک غیر کے متصور نہیں ہوسکتا ۔ جس کا کہ عدالت ہائے برٹش انڈیا لحاظ عدالتی نہیں کرسکتی ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ واسطے اغراض اس مقدمہ کے میں قانون مذہبی مسلمانوں کا باوجود مسل میں موجود نہ ہونے خاص شہادت نسبت اس کے قواعد کے حوالے سے دے سکتا ہوں

اب قبل تذکرہ اور کسی امر کے میں یہ تحریر کرنا چاہتا ہوں کہ خاص بیانات منجانب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرکار مندرجہ عرضی ہائے مورخہ یکم ستمبر ۱۸۸۴ء و ۲۰ ستمبر ۱۸۸۴ء طریق عمل ملزمان سے یعنی لفظ آمین کو بآواز بلند اثنائے نماز مسجد میں کہنے سے تعلق رکھتے ہیں اور خود شہادت منجانب سرکار میں لفظ مذکور کا بآواز بلند کہنا اہم جزو الزام کا ہے۔ اور مجسٹریٹ نے جرائم از روئے دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند بلحاظ صرف اس معاملہ کے قائم کئے اور دیگر دفعات مجموعہ تعزیرات ہند محولہ منجانب سرکار کا لحاظ نہیں کیا اور مومی الیہ کی تجویز بالکل اس رائے پر مبنی ہے کہ لفظ آمین کا بآواز بلند کہا جانا بوقت نماز واقعات مقدمہ ہذا میں بمنزلہ جرم کے ہے۔ یہ صحیح ہے کہ شہادت منجانب سرکار میں بیانات مبہم نسبت دیگر واقعات کے تھے جو واسطے قائم کرنے جرم ملزمان پر بموجب دیگر دفعات مجموعہ تعزیرات ہند کے کافی ہوتے مگر اصل میں مجسٹریٹ نے ملزمان پر از روئے کسی اور دفعہ کے جرم نہیں قائم کیا نہ تجویز کی اور بہرحال ہم کو فل بینچ میں کل مقدمہ سے تعلق نہیں ہے۔

چونکہ میری رائے یہ ہے اس لئے مجھ پر لازم آیا کہ بحیثیت جج فل بینچ، جس سے استصواب صرف نسبت دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے کیا گیا ہے مقدمہ پر بغرض جواب دینے استصواب کے، صرف اسی پہلو پر غور کروں اور تصفیہ ان امور کا جو غالباً مقدمہ میں امر محولہ کی حد سے کافی پیدا ہوں اجلاس استصواب کنندہ پر چھوڑ دوں۔

مگر قبل مباحثہ کرنے مختلف اجزائے جرم مندرجہ دفعہ مذکور پر میں اس امر پر غور کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آیا لفظ آمین کا نماز میں بآواز بلند کہنا ایک ایسا فعل نہیں ہے جو داخل منشاء دفعہ ۷۹ مجموعہ تعزیرات ہند کے ہو۔ جس میں ابتدائی مسئلہ قانون نظامت کا مندرج ہے کہ کوئی امر جرم نہیں جس کو کوئی ایسا شخص کرے جس کو اس کا ایسا کرنا قانوناً جائز ہو یا وہ شخص کرے جو کسی امر وقوعی کی غلط فہمی نہ قانون کی غلط فہمی کے سبب سے نیک نیتی کے ساتھ اپنے تئیں اس امر کے کرنے کا قانوناً مجاز باور کرتا ہے۔

لفظ آمین سیمیٹک ہے اور عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ اور نماز میں اہل اسلام اور عیسائیوں نے داخل کرلیا ہے۔ یہ لفظ قرآن میں نہیں آیا ہے مگر بموجب سنت یعنی دستور پیغمبر کے اس کو اہل اسلام نماز کا ایک ضروری جزو خیال کرتے ہیں کیونکہ وہ ایک ایسا لفظ ہے جو عبادت میں شوق یا جوش ظاہر کرتا ہے۔ یہ لفظ قرآن کی پہلی سورت (فاتحہ) کے اخیر میں جو کہ نماز میں پڑھی جاتی ہے، بولا جاتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ الحمد لله رب العا لمين ۔ الر حمن الر حيم ۔ ما لک يوم الدين ۔ ايا ك نعبد و ايا ك نستعين ۔ اهدنا الصرا ط المستقيم ، صرا ط الذين انعمت عليهم غير المغضو ب عليهم و لا الضا لين ۔

واسطے سمجھنے خاص اس وقت کے جو مقدمہ ہذا میں نسبت آمین کے پیدا ہوئی ہے اس امر کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ مذہب اسلام مانند دیگر مذہبوں کے مختلف فرقوں یعنی طریقہ عقائد میں منقسم ہے جو یا تو معاملات اصول یا معاملات تفصیل متعلقہ امور صغیرہ رسوم میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

مسلمان جو اپنے آپ کو راسخ الاعتقاد سمجھتے ہیں، ایسے ہوتے ہیں جو قرآن کی نہائت صریح تعبیر اور لازمی وقعت روایات کو بمقابلہ اختراعات اہالی فرقہ کے مانتے ہیں اور اسی نظر سے ان کو سنی یعنی روائت والہ کہتے ہیں اور یہ صرف انہی کی رائے ہے جو علم اصول قانون کی تجاویز میں کچھ وقعت مسلماً رکھتی ہے ۔

ان چار فرقوں کے جن کا یہ مختصر حال مسٹر ہملٹن نے ترجمہ ہدایہ کے بیان تمہیدی میں لکھا ہے یہ چار دین دار امام موجد تھے یعنی ابوحنیفہ و مالک وشافعی و (احمد بن) حنبل ۔ کہ یہ سب سنہ ہجری کی اول دو صدیوں میں سنہ عیسوی کی آٹھویں صدی میں پیدا ہوئے تھے ۔ مسٹر ہملٹن کی عبارت یہاں پھر استعمال کی جاتی ہے

. لفظ ایمان داری سے جو اس مقام پر مستعمل ہوا ہے محض صحیح خیال کرنے معاملات روحانی پر محدود ہے کہ جس کی نسبت آراء ہر چہار فرقہ ہائے مذکور کلیۃً متفق ہیں اور ان میں اختلاف صرف در باب ان کی تشریحات قانون دنیاوی کے ہیں ۔

یہ تمام میں نے اس نظر سے بیان کیا ہے کہ جو کچھ میں نسبت قانون دینی اہل اسلام درباره کہنے لفظ آمین بوقت نماز کے ذکر کرنا چاہتا ہوں، سمجھنا آسان ہو جائے ۔ تمام اشخاص متعلقہ مقدمہ ہذا مسلمان سنی مذہب میں داخل ہیں اور مسجد متنازعہ بھی آبادی مسلمانان کے سنی فرقہ کی ہے یہ قانون دینی اہل اسلام کا ایک امر غیر نزاعی ہے کہ لفظ آمین نماز میں بعد سورہ فاتحہ یعنی باب اول قرآن کے کہنا چاہیے اور چاروں آئمہ میں صرف فرق رائے کا یہ ہے کہ آیا اس کو بآواز بلند کہنا چاہیے یا آہستہ ۔ ہدایہ میں جو نہائت مستند کتاب فقہ حنفی کی ہے قاعدہ بعبارت مندرجہ ذیل ہے:۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.جب کہ امام (پیشوائے نماز) یہ الفاظ کہے و لا الضا لین تو اس کو آمین کہنا چاہیے اور اسی طرح مقتدیوں کو بھی کہنا چاہیے کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے جب امام آمین کہے تو تم کو بھی آمین کہنا ضرور ہے اور اس کو آہستہ سے کہنا چاہیے۔ کیونکہ روائت مذکور کو ابومسعود نے اس طور سے تحریر کیا ہے اور کیونکہ لفظ مذکور بھی خود نماز ہے اور اسی لئے آہستہ آواز سے کہا جانا چاہیے ۔ ۔

یہ امر کہ مسئلہ ہذا سند روایات متناقض جانچ کرنے کا نتیجہ ہے شرح فقرہ مذکور ہدایہ مصنفہ ابن الہمام سے جو احناف کا ایک مشہور مصنف تھا، صاف ظاہر ہے۔ یہ روایات بخاری اور مسلم کی مشہور کتابوں میں مندرج ہیں جنہیں سنیوں کے تمام فرقے قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔ انہی روایات سے پیروان امام شافعی نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ آمین بآواز بلند کہا جانا چاہیے اور اس مکتب فکر کی آراء امام نووی نے، جو صحیح مسلم کا ایک شارح تھا، نہائت عمدہ طریق سے بیان کی ہیں۔ امام مالک اور (احمد بن) حنبل کے پیروکار بھی یہی قرار دیتے ہیں کہ لفظ آمین بآواز بلند کہنا چاہیے۔ مگر اس مسئلہ کے اسناد کا حوالہ دینا ضروری نہیں ہے کیونکہ مالک اور احمد کے پیروکار برٹش انڈیا میں موجود نہیں ہیں۔

جو کچھ میں نے ابھی بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ مسائل چاروں اماموں کے سنی لوگ درست خیال کرتے ہیں اور اختلاف رائے جو مابین ان کے پائے جاتے ہیں صرف معاملات متعلق بہ تفصیل ہیں۔ فی الحقیقت دنیا کی سب سے بڑی مسجد یعنی خود کعبہ میں پیروان چاروں اماموں کو مطابق اپنے عقائد کے نماز پڑھنے کا اختیار کامل ہے۔ شافعی لوگ جیسا کہ اقوال محولہ بالا سے ظاہر ہے لفظ آمین کو نماز میں بآواز کہتے ہیں اور نسبت اس کے کوئی عذر اس بنا پر کہ یہ دستور حنفیوں کی نظر میں خلاف راستی ہے نہ تو ہوتا ہے نہ ہوسکتا ہے۔ دراصل مستغیث مقدمہ ہذا ہی نے اپنی درخواست مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۸۴ء میں بعد بیان کرنے اس امر کے کہ دین دار مسلمانان پیروان چار آئمہ کے ہیں بیان کرتا ہے کہ اگر مدعا علیھم من جملہ چار اماموں کے کسی ایک کے پیرو ہوتے تو مستغیث جو کہ ایک حنفی ہے اور دیگر مسلمانوں کو ان کے ساتھ شریک ہونے میں کچھ پس و پیش نہ ہوتا اور بنائے نالش کی درخواست مذکور میں یہ بیان کی گئی ہے کہ مدعا علیھم من جملہ ان چار اماموں کے کسی کے پیرو نہیں ہیں اور ان کا ارادہ ایک جدید قسم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت اپنے واسطے قائم کرنے کا ہے اور وہ اس لئے مسلمان نہیں ہیں اور لفظ آمین کو بلند آواز سے کہنے نامبردگان مرتکب جرم کرنے توہین مذہب حنفی مسلمانوں کے ہوئے ہیں۔ اب تاوقتیکہ یہ بیانات ثابت نہ کئے جائیں، میری یہ رائے ہے کہ بمقابلہ ملزمان از روئے دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کوئی مقدمہ دائر نہیں ہوسکتا۔

مدعی اپنے آپ کو اور تعمیر کنندہ مسجد کو حنفی یعنی امام ابوحنیفہ کے مسلک کا پیروکار بتاتا ہے۔ اس مسلک کی سب سے اونچی اسناد میں سے ایک درمختار ہے جس میں کہ نہائت مستحکم قول برخلاف آمین کو بآواز بلند کہنے کے پایا جاتا ہے، مگر وہ قول بھی قواعد قانون دینی کے ثابت کرنے کو کافی نہیں ہے جس کے ثابت کرنے پر دعوی مستغیث میری رائے میں منحصر ہے وہ قول حسب ذیل ہے :

لفظ آمین کو بآواز خفی کہنا دستور پیغمبر کے مطابق ہے۔ لیکن اس دستور کے برخلاف کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز ناجائز یا غلط سمجھی جاوے۔ مگر یہ صرف ایک قسم کا نقص ہے۔

اس جملہ میں بھی ذکر صرف نسبت جواز نماز اس شخص کے ہے جو آمین بآواز جہر یا خفی کہتا ہے۔ درحقیقت حنفی یا کسی دیگر من جملہ تینوں طریق قانون دینی مسلمان میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جو اس تجویز کو قائم رکھے کہ اگر کوئی شخص جماعت میں لفظ آمین کو بآواز بلند سورۃ فاتحہ کے آخر میں کہتا ہے تو اس لفظ کا کہنا نہائت کم ایذا بہ لحاظ معنی مذہبی کے نماز کسی دیگر شخص مجمع کو پہنچاتا ہے جو مطابق اپنے عقائد کے لفظ مذکور کو بآواز بلند نہیں کہتا ہے۔ یہ ایک امر مشہور ہے کہ تمام ملک ہائے اہل اسلام میں مانند ترکی و مصر و خاص عرب میں حنفی و شافعی ایک ہی مسجد میں جاتے ہیں اور ایک ہی جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور حنفی آہستہ آواز میں آمین کہتے ہیں اور شافعی اونچی آواز میں۔ یوں کہنا کہ لفظ آمین کو بآواز بلند کہنا بعد اس کے جب کہ امام سورہ فاتحہ پڑھ چکا ہو ایک جماعت کی نماز میں ایذا پہنچانا ہے جس میں سے چند یا اکثر اشخاص آہستہ آواز سے کہتے ہیں، احکام صریحی قانون دینی مسلمانان جیسا کہ چاروں دین دار اماموں نے بیان کیا ہے برخلاف ہے۔

میں اب مقدمہ کی اگلی بات کی طرف چلتا ہوں، یعنی یہ کہ آیا ملزمان مقدمہ ہذا کو مسجد میں جانے اور جماعت کے ساتھ مطابق اپنے عقائد کے عبادت کرنے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استحقاق قانونی تھا یا نہیں؟

مقدمہ میں کوئی شہادت مطلق نہیں ہے جس سے الزام مرجوعہ منجانب مدعی بمقابلہ نامبردگان کے کہ . وہ اب مسلمان نہیں ہیں . ثابت ہو۔ وہ خود کو محمدی (جو کہ عربی لفظ واسطے مسلمان کے ہے) کہتے ہیں اور اگرچہ مدعی نامبردگان کو وہابی کہتا ہے مگر نسبت اس امر کے کوئی ثبوت نہیں کہ وہ کسی فرقہ خلاف مذہب میں داخل ہیں۔ فی الحقیقت وہ وجہ جس پر کہ مدعی نامبردگان کی مسجد میں عبادت کرنے کی نسبت عذر رکھتا ہے اور ان کو وہابی کہتا ہے، محض یہ ہے کہ وہ آمین کو بآواز بلند کہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا دستور ہے (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) جس کی چار میں سے تین سنی اماموں نے تعریف کی ہے اور جس سے بموجب مسئلہ خود امام ابوحنیفہ کے نماز میں نقص نہیں پہنچتا ہے۔ چنانچہ قانون وقف مسلماناں کا یہ ایک اصلی اصول ایسا مشہور ومعروف ہے کہ جس کے واسطے اسناد کا حوالہ دینا ضروری نہیں کہ جب ایک مسجد بنوائی جاتی ہے اور عبادت عام سے مقدس ہوتی ہے تو وہ جائداد تعمیر کنندہ کی نہیں رہتی اور (مطابق عبارت ہدایہ کے) خدا کی ہو جاتی ہے اس طور سے کہ سب کے سب وہ تابع قواعد جائداد سے ہوتی ہے جس سے استحقاق تعمیر کنندہ اس میں زائل ہو جاتا ہے اور وہ بہ سبب اس فائدہ کے جو اس کی مخلوق کو پیدا ہوتا ہے جائداد الٰہی ہو جاتی ہے۔

جب مسجد کا استعمال اس طرح پر ایک دفعہ ہو جاوے تو پھر کسی صورت میں وہ تعمیر کنندہ کی طرف عود نہیں کر سکتی اور ہر مسلمان کو اس میں داخل ہونے اور عبادت مطابق اپنے عقائد کے کرنے کا، تاوقتیکہ طریقہ عبادت بموجب قواعد مسلمہ قانون دینی مسلمانان کے ہے، استحقاق قانونی حاصل ہے۔ پس مدعا علیہم مذکور قانوناً مسجد متنازعہ میں داخل ہونے اور شریک جماعت ہونے کے کلیتاً مستحق تھے اور نامبردگان لفظ آمین کو بآواز بلند کہنے میں اپنے حقوق قانونی سے بموجب قاعدہ دین داری قانون مذہبی اسلام کے متجاوز نہیں ہوئے

اب مجھ کو اس امر کی نسبت غور کرنا چاہیے کہ آیا حالات مقدمہ ہذا میں مدعی جرم مندرجہ دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟

مجھے امور ذیل، جرم کے اجزائے مرکب معلوم ہوتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول۔ یہ کہ مجمع جواز اً عبادت مذہبی ادا کرنے میں مصروف تھا۔

دوم۔ یہ کہ ملزمان نے مجمع مذکور کو ایذاء پہنچائی۔

سوم۔ یہ کہ ملزمان نے یہ ایذاء بالارادہ پہنچائی۔

نسبت امر اول کے کچھ شک نہیں ہوسکتا بلکہ کچھ بحث نہیں ہے کہ چونکہ مسجد عام تھی مجمع اس جگہ پر جواز اً بغرض عبادت مذہبی کے جمع ہوا تھا۔

امر دوم ایسا آسان نہیں ہے کیونکہ لفظ ایذاء کی مجموعہ تعزیرات ہند میں تعریف نہیں کی گئی ہے۔مگر میں خیال کرتا ہوں کہ میں عبارت چیف جسٹس شا جوانہوں نے ایک مقدمہ امریکہ میں تحریر فرمائی تھی جس کا حوالہ مسٹر بشپ نے اپنی کتاب قانون فوجداری میں دیا ہے، استعمال کرسکتا ہوں۔

امر جو مجمع عام میں مزاحمت وایذاء قرار دیا جائے گا اس کی تعریف بآسانی اس طور پر نہیں ہوسکتی کہ وہ سب صورتوں سے متعلق ہو۔ وہ ہر خاص قسم کے مجموعہ کی نوعیت اور حیثیت پر و نیز ان اغراض کی قدر پر جن کے لئے وہ مجمع منعقد ہو موقوف ہے اور نیز زیادہ تر دستور ضابطہ متعلقہ جماعت ہائے مذکور پر موقوف تھا۔ چونکہ قانون میں مداخلت اور ایذاء کی تعریف نہیں کی گئی ہے اس کو ہر خاص مقدمہ میں بطور ایک امر واقعہ کے فیصل کرنا چاہیے۔اور گو کہ پیشتر سے اس کی تعریف کرنا آسان نہ ہو لیکن اکثر اس امر کے کرنے میں کچھ زیادہ مشکل نہیں ہوتی ہے کہ ایک مقدمہ معلومہ میں ایذاء بالارادہ کیا شئے ہے۔(قانون فوجداری مصنفہ بشپ طبع ششم ج ۲ ص ۳۰۸)۔

اس بات کی تشریح کرنے میں مصنف، بعد دینے چند تمثیلات اس امر کے جو کہ داخل ایذا دہی ہیں، بیان کرتا ہے:۔

علاوہ بریں مذہب والوں کے ایک فرقہ میں آمین صاف جائز ہے۔گو دوسرے فرقہ میں نہ ہو (ص ۳۱۰ کتاب مذکور)

مقدمہ ہذا میں میں نے کافی طور پر اس امر کے ثابت کرنے کے لئے بیان کیا ہے کہ درحالے کہ حنفی، جن کی مسجد ہذا میں واضح طور پر اکثریت ہوتی ہے، آمین کو آہستہ آواز سے کہنا پسند کرتے ہیں مگر چونکہ ان کے عقائد میں ایسا کوئی امر نہیں ہے کہ کوئی شخص مجمع میں دیگر کسی دوسرے سنی مسلک پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لفظ مذکور کو بآواز بلند کہنا پسند

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے تو ان کی نماز ناقص ہو جائے۔ منجانب مدعی کوئی بیان اس امر کی نسبت نہیں ہے کہ ملزمان نے اس لفظ کو غیر مئودبانہ یا نماز کے غیر مناسب موقع پر کہا یا کسی اور طرح پر بجز انجام دینے اپنی عبادت کے ساتھ ایمان داری کے۔ نہ کوئی بیان اس مضمون کا ہے کہ ملزمان نے لفظ آمین بآواز بلند بارادہ ایذاء پہنچانے مجمع کے کہا۔

باقی شہادت من جانب مدعی سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ملزمان نے چونکہ وہ لفظ آمین بآواز بلند کہنے کے مسئلہ کو کامل طور سے یقین کرتے تھے لہذا انہوں نے دیگر عبادت کنندگان کے ساتھ کسی قدر پر جوش بحث شروع کی اور لفظ کا فرنسبت ان اشخاص کے استعمال کیا جو ان کے مسئلہ کو نسبت اس امر کے قبول نہیں کرتے تھے۔ بلحاظ اس امر کہ وہ ایک امر متعلق بوقت شہادت تھا، میں یہ خیال کرتا ہوں کہ نماز میں ایک ایسی بحث پیدا نہیں ہوسکتی تھی، کیونکہ رسم اہل اسلام بالکل مانع اس بات کی ہے کہ الفاظ دیگر بجز الفاظ نماز کے اثنائے نماز میں کہے جائیں۔ خود مدعی کوئی ایسا بیان نہیں کرتا۔ اور اگر بحث قبل یا بعد نماز کے پیدا ہوئی ہو، گو خود مسجد ہی میں ہوئی ہو، تو میری رائے ہے کہ اگر بحث بمنزلہ ایذاء کے سمجھی جائے تب بھی وہ داخل منشاء دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے نہیں ہوسکتی۔ یہ رائے قانونی مطابق رائے ایبٹ چیف جسٹس کے ہے جو انہوں نے بمقدمہ ولیمس بنام گلینسٹر کے اختیار کی تھی جس کا حوالہ رسل نے اپنی کتاب جرائم جلد اول صفحہ ۴۱۷ میں دیا ہے۔ مقدمہ مذکور میں جس شخص کو الزام ایذاء پہنچانے ایک مجمع مذہبی کا گرجا میں لگایا گیا تھا اس نے باوجود امتناع پادری کے اپنے مقام نشست سے اٹھ کر ایک اطلاع نامہ بعد اس کے پڑھا کہ عقیدہ منعقدہ شہر نائیس پڑھا جا چکا تھا اور جب کہ پادری منبر عشاء ربانی سے کمرے پشت کو جاتا تھا اور جب کہ درحقیقت عبادت کا کوئی جزو نہیں ہو رہا تھا، یہ تجویز ہوئی تھی کہ فعل مذکور کا ایسے وقفہ میں ارتکاب ہوا تھا جب کہ کوئی جزو عبادت کا نہیں ہو رہا تھا اور چونکہ اس شخص نے بظاہر یہ خیال کیا کہ اس کو اشتہار دینے کا استحقاق تھا اس لئے اس پر مئواخذہ فوجداری کا نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر مقدمہ مذکور چونکہ ایک قانون پر مبنی تھا، تشبیہاً مقدمہ ہذا سے متعلق ہوسکتا ہے اور میں نے اس کا حوالہ صرف اس نظیر سے دیا ہے کہ میں اپنی تعبیر نسبت اس فقرہ کے کروں . عبادت مذہبی کے کرنے میں مصروف . مندرجہ دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نسبت روئداد مقدمہ ہذا بابت اس امر کے مجھے یہ کہنا ہے کہ مسلمانوں کی مسجد، جہاں تک کہ مجھے واقفیت ہے، ایک عمومی عیسائی گرجے سے بہت سی باتوں میں مختلف ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف ایک جگہ واسطے عبادت مذہبی کے ہی نہیں ہے بلکہ واسطے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے اور بحث کے لئے بھی مقصود ہے، اور یہ خلاف معمول نہیں ہے کہ ایسے مقامات پر جہاں اہل اسلام ابھی تک خوش وخرم ہیں، ایک کتب خانہ اور ایک مدرسہ مسجد میں شامل ہوتا ہے لہذا میں یہ تجویز نہیں کرسکتا کہ مسجد میں مذہبی بحث کا کرنا گو اشخاص کثیر موجودالوقت ایسی بحث کو پسند نہ کریں بمنزلہ جرم صیغہ فوجداری کے ہے۔ ایسے حالات ہو سکتے ہیں جن کے سبب سے بحث مذکورہ باعث نقض امن کے ہو، لیکن اس صورت میں قانون میں دیگر چارہ جوئیاں موجود ہیں اور چونکہ مجھ کو فل بینچ میں صرف دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند سے تعلق ہے، میں صرف یہ کہوں گا کہ یہ چارہ جوئی منشائے دفعہ مذکور میں شامل نہیں ہوتی۔

تیسرا امر متعلق معنے لفظ بالارادہ مستعملہ دفعہ ۲۲۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے ہے اور نسبت اس امر کے کہ دفعہ ۳۹ مجموعہ مذکور میں تشریح بعبارت صاف مندرج ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ شہادت مقدمہ ہذا سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملزمان نے لفظ آمین کو بآواز بلند بارادہ ایذاء پہنچانے باقی جماعت کے کہا، گو بعد واقعہ ۲۲۔ اگست ۱۸۸۴ء کے نامبردگان کو یہ معلوم ہوگیا کہ مدعی اور ان کے دوستوں کو ان کے لفظ مذکور بآواز بلند کہنے میں عذر ہوگا۔ مگر یہ امر بموجب میری رائے مقدمہ ہذا کے کچھ زیادہ اہم نہیں ہے کیونکہ ملزمان کو قانوناً مسجد میں داخل ہونے اور جماعت میں شریک ہوکر لفظ آمین بآواز بلند کہنے کا استحقاق تھا اس لئے نامبردگان قانوناً مجاز استعمال کرنے اپنے حق عبادت کے حسب مراد دفعہ ۷۹ مجموعہ تعزیرات ہند کے تھے۔

وقت سماعت مقدمہ ہذا روبرو فل بینچ کے پبلک پراسیکیوٹر نے اس دلیل پر زیادہ زور ڈالا تھا کہ واسطے جواز ثبوت جرم بموجب دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے یہ امر غیر اہم ہے کہ آیا فعل جس کے سبب سے ایذاء پہنچتی ہے خود جائز ہے یا ناجائز۔ اور صرف مجمع مذہبی کو ایذاء پہنچانا جرم قائم کرنے کے لئے کافی ہے، بالخصوص جب کہ ملزمان مقدمہ ہذا کو وجہ باور کرنے اس امر کے تھی کہ لفظ آمین کا کہا جانا مدعی اور اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے گروہ کے نزدیک قابل اعتراض اور باعث نقض امن کا ہو۔ میں اس رائے قانونی کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ بموجب الفاظ جسٹس فیلڈ، مقدمہ بی ٹی بنام گل بینکس (لاء رپورٹس کوئینز بینچ ڈویژن ج ۹ ص ۳۰۸) کے بمنزلہ اس کے ہے کہ ایک شخص مجرم بابت ایک فعل جائز کے قرار پاسکتا ہے اگر وہ یہ جانتا ہو کہ اس کا وہ فعل کرنا ایک شخص دیگر کے فعل ناجائز کرنے کا باعث ہوگا، کوئی سند بابت اس مسئلہ کے نہیں ہے۔

میں صرف یہی تجویز نہیں کرتا بلکہ دفعہ ۹۷ مجموعہ مذکور سے اس دلیل کا پورا جواب حاصل ہوتا ہے بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ ایسے اصول سے اشخاص قلیل التعداد، اشخاص کثیر التعداد کی مرضی پر رہیں گے، اور ایسی صورت میں نامبردگان کا حق عبادت جوان کو از روئے قانون صریحاً بخشا گیا ہے زائل ہوجائے گا۔ دراصل اگر ایسی رائے اختیار کی جاوے تو بے گناہ اشخاص پر بے جا استغاثہ قائم ہونے کا دروازہ کھل جائے گا جو باستعمال اپنے استحقاق قانونی عبادت کے مسجدوں میں واسطے نماز کے جاتے ہیں۔ دراصل ایسی صورت یہاں ہوگی کیونکہ شہادت من جانب مدعا علیہم میں اس امر کے لئے کافی مادہ موجود ہے جو یہ شک پیدا کرتا ہے کہ یہ آمین کا بآواز بلند کہنا ایک حیلہ واسطے قائم کرنے استغاثہ کے اس غرض سے بنایا گیا ہے کہ ملزمان کو مسجد میں واسطے عبادت کے جانے اور اس طور سے نامبردگان کو مدعی سے حسابات خرچ وآمدنی جائداد مسجد طلب کرنے سے، جس کا وہ اپنے کو متولی بیان کرتا ہے، باز رکھے۔ گواہان مدعا علیہم نے جو کہ خود حنفی ہیں باقرار صالح بیان کیا ہے کہ ان کو نسبت آمین کے بآواز بلند نماز میں کہے جانے کے عذر نہیں ہے اور ان کے بیان کو بسبب ہونے مطابق عقائد امام ابوحنیفہ کے قابل وقعت سمجھنا چاہیے۔

چونکہ میری رائے نسبت مقدمہ کے یہ ہے لہذا میں افسوس کرتا ہوں کہ میں حکم تجویز جدید مصدرہ چیف جسٹس و شرکائے اجلاس سے متفق رائے نہیں ہوسکتا اور مقدمہ کو اجلاس استصواب کنندہ میں مع بجواب منفی نسبت امر محولہ کے واپس کروں گا۔

(منقول از فتوحات اہل حدیث)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ میرٹھ

فل بینچ۔الہ آباد ہائی کورٹ

سرجان ایج چیف جسٹس۔جسٹس سٹریٹ، جسٹس براڈ ہرسٹ،جسٹس ٹیرل،جسٹس محمود

جنگو وغیرہ مدعا علیھم بنام احمداللہ وغیرہ مدعیان (۴ نومبر ۱۸۸۹ء)

(شرع محمدی۔مسجد عام جملہ مسلمانان کا بلاکسی تفریق فرقہ کی نسبت استعمال مسجد مذکور کے اغراض پرستش کے واسطے حق آمین بآواز بلند کہنے کا اثنائے پرستش میں۔

جب کہ کوئی ایک مسجد عام جملہ مسلمانان کے استعمال کے واسطے بلاتفریق فرقہ کے کھلی ہوئی ہے تو وہ اہل اسلام جو نیک نیتی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو مسجد مذکور میں ادا کرنے میں لفظ آمین بآواز بلند بموجب اصول اپنے فرقہ کے کہے،کوئی ایسا فعل نہیں کرتا جو خلاف قانون پرستش اہل اسلام کے ہو، یا کوئی جرم یا فعل بے جا قابل سماعت عدالت دیوانی ہو۔گو طریق عمل مذکور ان اشخاص کو ناگوار ہو جو اس کے ساتھ وہاں پرستش کرتے ہوں لیکن وہ شخص مسلمان یا غیر مسلمان جو کسی مسجد میں بہ نیک نیتی اغراض مذہبی کے واسطے نہیں بلکہ بدنیتی خلل اندازی کے واسطے جاوے اور معمولی آئندگان مسجد کی پرستش میں مخل ہو اپنے آپ کو مستوجب سزائے فوجداری کا کرتا ہے)۔

مدعیان مقدمہ ہذا نے جو کہ مسلمانوں کے ایک فرقہ کے ممبر ہیں جو اپنے آپ کو موحد یا غیر مقلد کہتے ہیں، مدعا علیھم پر جو ایک دوسرے فرقہ موسومہ حنفی یا مقلدین میں سے ہیں، نالش بغرض استقرار اس امر کے دائر کی کہ وہ مستحق پرستش کے ایک خاص مسجد میں ہیں اور اثنائے پرستش میں ان کو اختیار ہے کہ لفظ آمین کو بآواز بلند کہیں مدعا علیھم نے یہ حجت کی کہ نالش قابل سماعت عدالت دیوانی نہیں ہے اور یہ کہ مدعیان کو کوئی تعلق مسجد سے نہیں جسکو حنفی لوگوں نے بنایا ہے اور اس میں ان کو بہ حیثیت حنفی اختیار پرستش کا باخراج دیگر فرقہ جات حاصل ہے۔عدالت مرافعہ اولی (منصف میرٹھ) نے یہ تجویز کی کہ نالش قابل سماعت عدالت دیوانی ہے۔اور مدعیان کو ڈگری بالفاظ ذیل دی:۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس یہ حکم دیا جاتا ہے کہ مدعیان مستحق ہیں کہ لفظ آمین کو بآواز بلند کہیں، لیکن نہائت زور سے نہیں اور نہ اس طور پر کہ انکے ساتھ پرستش کرنیوالے کے کانوں کو تکلیف ہو۔

برطبق اپیل منجانب مدعا علیھم سہارڈی نیٹ جج نے باتفاق عدالت مرافعہ اولی کہ نالش قابل سماعت دیوانی ہے یہ تجویز کی کہ مسجد مذکور ایک عام مسجد ہے جو چار سو برس پیشتر کسی ایسے شخص نے بنائی تھی جس کے فرقہ کا حال معلوم نہیں اور یہ کہ کسی فریق نے امتداد زمانہ یا دیگر نہج پر حق پرستش کا مسجد مذکور میں بلاشرکت غیرے ثابت نہیں کیا بلکہ دونوں فریق کو بحیثیت ممبران جماعت اسلام کے حق مساوی نماز پڑھنے اور پرستش کرنے کا اس میں بموجب دستورات ورسوم اپنے اپنے فرقہ کے حاصل ہے پس جج ماتحت نے ڈگری منصف کو اس قدر ترمیم کیا کہ

ڈگری مذکور میں بلندی آواز کو جس کے ساتھ مدعیان لفظ آمین کہیں، محدود کیا تھا۔

اور مدعیان کو ڈگری حسب استدعا دی۔

نیز یہ حکم امتناعی بخلاف مدعا علیھم عطا کیا کہ وہ مدعیان کے مسجد کے اندر جانے اور حسب دستورات اپنے فرقہ کے پرستش کرنے میں مخل ہونے سے باز رہیں۔

اس کے بعد مدعا علیھم نے ہائی کورٹ میں اپیل کیا۔ یہ اپیل واسطے سماعت کے روبرو جسٹس محمود اور جسٹس براڈ ہرسٹ کے پیش ہوا جنہوں نے اپنے حکم مورخہ ۸ جون ۱۸۸۷ء سے فل بینچ سے بغرض تصفیہ اس امر کے استصواب کیا۔

پنڈت سندر لال منجانب اپیلانٹان۔ مسٹر کاتلن ومسٹر امیر الدین منجانب رسپانڈنٹان

چیف جسٹس ایج:۔

مدعیان نے یہ نالش بغرض استقرار اپنے حق کے دائر کی۔ لفظ مذکور بآواز بلند مسجد میں کہیں اور مدعا علیھم ان کے فرائض مذہبی کے انجام میں مداخلت کرنے سے باز رکھے جاویں۔ ایک اور بحث بھی تھی یعنی نسبت رفع یدین کے جو کہ ہمارے روبرو اپیل ہذا میں پیدا نہیں ہوتی۔

مدعیان عدالت منصف میں کامیاب ہوئے جس نے یہ تجویز کی کہ وہ مستحق ہیں کہ لفظ آمین بآواز بلند کہیں، لیکن نہائت زور سے نہیں اور نہ اس طور پر کہ ان کے ساتھ پرستش کرنے والوں کے کانوں کو تکلیف ہو۔ اس فیصلہ کا منشاء غالباً اچھا تھا لیکن اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قدر مبہم تھا کہ فریقین کی حالت وہی رہی جو کہ پیشتر تھی۔ علاوہ اس کے مدعیان کو یہ حق دیا گیا کہ لفظ آمین بآواز بلند کہیں۔

مدعا علیھم کی طرف سے بنا راضی ڈگری منصف اپیل ہوا اور اس جزو ڈگری منصف کی نسبت اعتراضات پیش کئے گئے جس کی رو سے اس بلندی آواز کی حد مقرر کی گئی تھی کہ جس کے ساتھ آمین کہا جا سکتا تھا۔ اپیل اول میں سبارڈی نیٹ جج میرٹھ نے بطور امر واقعہ کے تجویز کی کہ مسجد زیر بحث ایک مسجد عام ہے جس میں جملہ اہل اسلام کو حق اپنی نماز پڑھنے کا ہے، مدعا علیھم یہاں پر بحث کرتے ہیں کہ مذکورہ مسجد ایک ایسی مسجد تھی جسکا استعمال ان مسلمانوں کے واسطے محدود تھا جو مسائل یا رسوم ابوحنیفہ کے پیرو ہیں۔

تجویز سبارڈی نیٹ جج سے یہ بحث طے ہوگئی اور تجویز مذکور بعبارت ذیل ہے:۔

وہ نتیجہ جو میں نکالتا ہوں یہ ہے کہ ابتداء کوئی چار سو برس ہوئے کسی مسلمان نے یہ مسجد بنائی تھی جس کا نام کوئی نہیں بتا سکتا۔ نہ یہ معلوم ہے کہ کس خاص فرقہ میں وہ شخص تھا اور یہ کہ اس وقت سے مسجد مذکور بطور ایک عام پرستش گاہ کے بلا کسی فرق کے جملہ مسلمانان کے کام میں آتی ہے جو وہاں جانا چاہیں۔

واضح ہو کہ تجویز مذکور یہ ہے کہ وہ ایک عام مسجد مسلمانوں کی ہے۔ بیان تحریری مدعا علیھم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیان نہیں کیا گیا ہے کہ مدعیان نے بدنیتی سے اپنی نماز میں لفظ آمین کو بآواز بلند کہا۔ صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ مدعیان نے طریقہ مروجہ سے اختلاف کیا۔ بطور امر واقعہ کے یہ تجویز ہوا ہے کہ مدعیان مسلمان ہیں اور یہ نہیں تجویز ہوا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا کام مسجد میں کیا یا کرنا چاہا جو خلاف قانون پرستش اسلام کے ہو۔ پس میری یہ رائے ہے کہ اپیل ساقط ہونا چاہیے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ کوئی مسلمان یا کوئی شخص جو مسجد میں بہ نیک نیتی مذہبی اغراض کے واسطے نہیں بلکہ بہ بدنیتی خلل پیدا کرنے کے واسطے جاوے اور معمولی آئندگان مسجد کی پرستش میں مخل ہو وہ اپنے آپ کو حیطہ اقتدار قانون فوجداری میں داخل کرتا ہے۔

جو حکم میں اس موقع پر صادر کرتا ہوں صرف یہ ہے کہ اپیل مع خرچہ ڈسمس ہو۔

جسٹس سٹریٹ اور جسٹس براڈہرسٹ اور جسٹس ٹیرل نے اتفاق کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسٹس محمود:۔

جو کچھ کہ چیف جسٹس نے فرمایا مجھ کو اس سے بالکل اتفاق ہے اور میں کوئی بات اضافہ نہ کرتا اگر یہ وجوہ موجود نہ ہوتے کہ میں حکم استصواب میں شریک تھا اور نیز اس وجہ سے کہ یہ مقدمہ ایسے امر کی نسبت ہے جس کی بابت پیشتر اس سے میں سوء اتفاق سے سابق چیف جسٹس عدالت ہذا اور ان کے ہم جلیسوں سے اتفاق نہیں کر سکا۔ انہوں نے اپنی تجاویز بمقدمہ ملکہ قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) بغیر اس کے کہ ان کو ان آراء پر غور کرنے کا موقع حاصل ہو جو میں نے اپنی تجویز میں ظاہر کی تھیں، صادر کی تھیں۔ میں نے اس مقدمہ کا حوالہ، گو وہ عدالت ہذا میں بصیغہ فوجداری پیش ہوا تھا، اس وجہ سے دیا کہ وہ امر جو اس مقدمہ میں پیدا ہوا تھا بالکل وہی ہے جو اس وقت بہ شکل ایک نالش دیوانی کے پیدا ہوا ہے اور جس کے تصفیہ کی درخواست ہم سے فل بینچ میں اب کی گئی ہے لیکن اصول تصفیہ امر مذکور ہر دو مقدمات ایک ہی ہونا چاہیے۔

اصل غرض نالش کی یہ ہے کہ استقرار اس امر کا حاصل کیا جاوے کہ مدعیان مستحق پرستش کے مسجد میں ہیں اس طرح پر کہ لفظ آمین کو بآواز بلند اثنائے نماز میں کہیں۔ اور نیز یہ غرض ہے کہ ایک حکم امتناعی صادر ہو جس کی رو سے مدعا علیھم مدعیان کی پرستش میں جو وہ مسجد مذکورہ میں بموجب اپنے طریقہ کے کیا کریں، خلل انداز ہونے سے باز رکھے جائیں.

جواب دہی نالش کی من جانب مدعا علیھم خاص کر اس بنا پر کی گئی کہ نالش قابل سماعت عدالت دیوانی نہیں ہے اور یہ کہ مدعیان گمراہ ہیں اور ان کو استحقاق مسجد میں لفظ آمین بآواز بلند کہنے کا نہیں ہے۔

وہ تکرار جو اس طور پر مابین فریقین کے پیدا ہوئی بالکل اسی قسم کی ہے کہ جس پر مجھ کو بمقدمہ ملکہ قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) غور کرنا پڑا۔ لیکن اصل اسناد بزبان عربی جن کا حوالہ بوقت صدور اپنی تجویز کے میں نے مقدمہ مذکور میں دیا، رپورٹ شائع شدہ میں موجود نہیں ہیں۔ مگر اصل تجویز معہ اصل اسناد کے میرے روبرو ہے اور میں ان کو اس موقع پر معہ فقرات بیانیہ مندرجہ اپنی تجویز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے پھر تحریر کرنا چاہتا ہوں جو مقدمہ ہذا سے مساوی طور پر متعلق ہیں۔

اسناد مذکور کے ذکر کرنے میں میں نے یہ کہا تھا کہ لفظ آمین کا ماخذ زبان سام ہے اور یہ لفظ عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں استعمال ہوا ہے۔ اہل اسلام اور عیسائیوں نے مساوی طور پر اس کو دعاؤں میں داخل کیا ہے۔

لفظ مذکور قرآن میں واقع نہیں ہوا ہے لیکن بموجب سنت یعنی عمل درآمد رسول اللہ (ﷺ) کے اہل اسلام اس کو دعاؤں کا ایک ضروری جزو سمجھتے ہیں۔ گویا وہ ایک ایسا لفظ ہے جس سے پرستش میں سرگرمی پائی جاتی ہے۔ یہ لفظ قرآن کے اول جزء کے بعد کہا جاتا ہے جس میں یہ دعا ہے:

حمد ہے خدا کو جو مالک ہے کل مخلوق کا۔ رحیم اور بادشاہ روز قیامت کا۔ تیری ہم پرستش کرتے ہیں اور تجھ سے ہم مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو راہ راست کی ہدایت کر۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو مہربان ہے، نہ ان لوگوں کے راستہ پر جن سے تو ناراض ہے اور نہ ان لوگوں کے راستہ پر جو گمراہ ہیں۔

بعد اس کے میں نے یہ بیان کیا تھا کہ اہل سنت یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کی روایات کے پیرو ہیں، چار اصل امام یعنی بانیان طریقہ شرع محمدی کو بڑا ہادی مسائل اصلی کا خیال کرتے ہیں، یعنی ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل۔ یہ سب اثنائے اول دو صدی سنہ محمدی میں گذرے ہیں اور ان کے مسائل اکثر اہل اسلام باشندگان دنیا اس کو قبول کرتے ہیں۔

مسائل ان اماموں کے ایک ہی اصول پر مبنی ہیں اور اختلاف رائے صرف جزئیات پر محدود ہے، مثلاً شکل یا طریقہ انجام رسوم مذہبی۔

بمقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں نے تجویز کیا، جیسا کہ میں اب بھی تجویز کرتا ہوں، کہ قانون پرستش اہل اسلام میں لفظ آمین نماز میں بعد سورہ فاتحہ یعنی بعد باب اول قرآن کے کہنے پر اعتراض نہیں ہے، مابین چہار اماموں کے صرف یہ اختلاف رائے ہے کہ آیا وہ بآواز بلند کہا جاوے یا ہلکی آواز سے۔ ہدایہ میں جو مشہور کتاب قانون طریقہ حنفی کی ہے قاعدہ مذکور بالفاظ ذیل درج ہے:۔

جب کہ امام (پیشوائے نماز) کہے۔ ولا الضّالین

تو اس کو کہنا چاہیے آمین۔ اور ان کو بھی جو نماز میں اس کے پیرو ہیں کیونکہ رسول اللہ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم کو بھی آمین کہنا چاہیے کیونکہ اس قول رسول اللہ سے نسبت فرق کے (درمیان آمین کو بآواز بلند کہنے اور اس کو آہستہ سے کہنے کے) تائید امام مالک کی نہیں ہوتی کیونکہ رسول اللہ نے بعد یہ کہنے کے کہ

جب امام کہے و لا الضّالین تو تم کو آمین کہنا چاہیے ،

یہ بھی کہا ہے کہ امام کو چاہیے کہ لفظ مذکور کو کہے اور ان کو (یعنی اس کے پیروان نماز کو) چاہیے کہ لفظ کو اس طرح پر کہیں کہ سنائی نہ دے۔ یہی روائت ابن مسعود نے بیان کی ہے۔ اور علاوہ اس کے لفظ مذکور دعا ہے اور اس وجہ سے اس کو آہستگی سے کہنا چاہیے

(و اذا قال الامام ولا الضالین قال آمین و یقولہا المئوتم لقولہ علیہ السلام اذا امن الامام فامنوا ولا متمسلک لمالک فی قولہ علیہ السلام اذا قال الامام و لا الضالین فقولوا آ مین من حیث القسمة لانہ قال فی آخرہ فان ا لامام یقولہا و یخفہا لما روینا من حدیث ابن مسعود لا نہ دعاء فیکو ن مبناہ علی الاخفاء۔(ہدایہ جلداول)

یہ امر کہ یہ مسئلہ سند روایات متناقضہ کے موازنہ کا نتیجہ ہے، تشریح ابن ہمام سے، جو ایک مشہور مصنف طریقہ حنفی کا ہے، ظاہر ہے۔ تشریح مذکور اس عبارت ہدایہ کی ہے جس کا حوالہ میں اوپر دے چکا ہوں اور میں تشریح مذکور کی بھی نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ ظاہر ہو کہ کس طریقہ پر قانون پرستش اہل اسلام میں اس قسم کے امورات کی نسبت بحث کی گئی ہے۔ تشریح مذکور حسب ذیل ہے:۔

وہ (مصنف ہدایہ) کہتا ہے کہ پیروان نماز کو بھی وہ لفظ (یعنی آمین) کہنا چاہیے۔ یہ مسئلہ ان نمازوں کی نسبت مشترک ہے کہ جو بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں اور ان نمازوں کے لئے جو جبکہ وہ مسموع ہوسکیں آہستگی سے پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن نسبت قسم دوم نمازوں کے بعض اشخاص نے یہ تجویز کیا ہے کہ وہ لفظ آمین نہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ بلندی آواز کی ان سے متعلق نہیں ہے (قولہ یقولہا المئوتم ھذا اعم من کونہ فی السّریة اذا سمعہ او فی الجھریة وفی السریة منھم من قال لا لانّ الجھر لا عبرة بہ ۔ابن ہمام حاشیہ ھدایہ جلد اول)

شارح مذکور اس کے بعد اسماء ان مختلف راویوں کے تحریر کرتا ہے جنہوں نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نسبت اس امر کے اختلاف رائے کیا ہے کہ لفظ آمین بآواز بلند کہنا چاہیے یا نہیں اور آخر میں یہ بیان کیا ہے کہ مصنف ہدایہ نے صرف اس روایت کو پسند کیا ہے جو نسبت اس کے آہستگی کہے جانے کے ہے۔لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیگر روایات نا قابل اعتبار ہیں یا قطعی طور پر رد ہونی چاہییں۔ درحقیقت وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ یہ روایات نہائت مستند اور مشہور مجموعہ روایات صحیح بخاری و مسلم میں پائی جاتی ہیں جو کہ دونوں مساوی طور پر جملہ فرقہ ہائے مسلمانان سنت جماعت میں راویان صحیح سمجھے جاتے ہیں۔

اول ان میں سے باب متعلقہ قرأت لفظ آمین میں حسب ذیل تحریر کرتا ہے:۔

عطا نے کہا کہ لفظ آمین ایک دعا ہے اور اس کو ابن زبیر نے اور ان لوگوں نے جو نماز میں اس کے پیچھے تھے،اس قدر زور سے کہا کہ مسجد گونجنے لگی۔ابو ہریرہ امام سے بآواز بلند کہتا تھا کہ اس کو آمین کہنے میں نہ چھوڑ دینا۔نافع نے کہا کہ ابن عمر کبھی آمین کو نہیں چھوڑتے تھے اور دوسروں کو اس کے کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور یہ کہ اس نے ان سے اس کی تعریف سنی ہے کہ وہ بہت سودمند ہے (باب جہر الامام بالتّامین۔ قال عطاء آمین دعاء، امّن ابن الزبیر ومن ورائه حتی انّ للمسجد للجةً ،وکان ابو هریره ینادی الامام لا تفتنی بآمین، و قال نافع کان ابن عمر لا یدعه و یحضّهم، و سمعت منه فی ذالک خیراً۔صحیح بخاری)

صاحب مسلم نے روایت مندرجہ ذیل نسبت آمین کے لکھی ہے

حرملہ بن یحی نے ہم سے بیان کیا کہ ابن وہب نے اس سے یہ بیان کیا کہ عمرو نے اس کو یہ اطلاع دی کہ ابو یونس نے اس سے یہ کہا کہ اس نے ابو ہریرہ سے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جب کبھی کوئی شخص تم میں سے نماز میں آمین اس وقت کہے کہ جب فرشتے آسمان پر آمین کہہ رہے ہوں۔اور ان دونوں میں باہم اتفاق ہو جاوے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے (حدّ ثنی حرمله بن یحی قال حدّ ثنی وهب قال اخبرنی عمروانّ ابا یونس حد ثه عن ابی هریره انّ رسول الله ﷺ قال اذا قال احدکم فی الصلوة آمین ویقول الملائکة فی السماء آمین فوافق احداهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه۔ مسلم۔ج ا)

اس عبارت مسلم کی پوری تشریح اس کی مشہور شرح نووی میں درج ہے جو اس لائق ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کی نقل اس جگہ کی جائے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانون پرستش اسلام نسبت کہنے آمین کے نماز میں ٹھیک کس طور پر ہے ۔

فی هذه الاحادیث استجاب التامین عقب الفاتحه للامام والماموم والمنفرد و انه ینبغی ان یکون تامین الماموم مع تامین الامام لا قبله ولا بعده بقوله علیه السلام اذا قال ولا الضّالین فقولوا آ مین ۔ و اما روایة اذا امّن فامّنوا فمعناهااذا ارادالتّامین ولیس للامام والمنفرد الجهر بالتامین وکذا للماموم علی المذهب الصحیح هذا تفصیل من هنا وقد اجتمعت الامة علی ان المنفرد یئومن وکذلک ا لامام و الماموم فی الصلوة السریة وکذلک قال الجمهور فی الجهریة وقال مالک فی روایته لا یئومن الامام فی الجهریة و قال ابو حنیفه و الکوفیون و مالک فی روا یة لا یجهر بالتامین وقال الاکثرون یجهر ۔نووی شرح مسلم جلداول۔

ان روایات (حدیث) میں سورۃ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کا حکم امام کے واسطے اور نیز ان لوگوں کے واسطے ہے جو اس کے پیرو ہوں۔ اور نیز اس شخص کے واسطے جو تنہا نماز پڑھتا ہو واجب ہے کہ پیرو لوگ آمین امام کے ساتھ کہیں یعنی نہ پیشتر اور نہ بعد، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جبکہ وہ امام کہے ۔ نہ وہ لوگ جو گمراہ ہیں (و لا الضا لین) ۔ تو تم کو کہنا چاہیے آمین ۔

اس کہنے سے کہ جب امام آمین کہے تو تم کو بھی یہی کہنا چاہیے، یہ مراد ہے کہ جب وہ کہنے کے قریب ہو ۔سنت یعنی ہدائت رسول اللہ میں امام اور اس شخص کے واسطے جو تنہا نماز پڑھتا ہو دونوں کے واسطے لکھا ہے کہ آمین بآواز بلند کہیں اور یہی امر پیروان نماز سے بموجب اصول صحیح کے متعلق ہے ۔ یہ تشریح ہمارے مسئلہ کی ہے اور امت کا اتفاق رائے نسبت اس امر کے ہے کہ وہ شخص جو تنہا نماز پڑھتا ہو اور نیز امام اور پیروان اس نماز کو جو آہستہ پڑھی جاوے، چاہیے کہ لفظ آمین کہیں ۔ اور بہت سے لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہی قاعدہ ان نمازوں کے واسطے ہے جو بآواز بلند پڑھی جاتی ہیں ۔ رائے مالک کی ایک جگہ اس طرح پر بیان کی گئی ہے کہ امام کو آمین اس نماز میں نہیں کہنا چاہیے جو بآواز بلند پڑھی جاوے ابوحنیفہ اور کوفیوں اور مالک کی ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روایت کے بموجب یہ رائے ہے کہ آمین بآواز بلند نہیں کہنا چاہیے لیکن اکثر اشخاص کی یہ رائے ہے کہ بلند آواز سے کہنا چاہیے ۔

یہ شرح صحیح مسلم کی بموجب طریقہ شافعی کے ہے لیکن اس کو جملہ مسلمانان سنی ، کہ فریقین اس مقدمہ کے سنی ہیں، صحیح اور مستند خیال کرتے ہیں۔ مدعا علیھم خود کو فرقہ حنفی سے بیان کرتے ہیں اور صرف اسی وجہ پر وہ مدعیان کو مسجد میں عبادت کرنے سے روکتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ یہ خیال کیا جاوے کہ آیا ان کو کوئی واقعی یا انصافاً وجہ شکائت کی بخلاف مدعیان کے حاصل ہے یا نہیں؟ اس امر کے متعلق میں اس بات کو پھر کہتا ہوں جو میں نے مقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں کہی تھی ۔ کیونکہ جو رائے میں نے اس مقدمہ میں ظاہر کی وہ مساوی طور پر حالات اس مقدمہ سے متعلق ہے ۔

مقدمہ مذکور میں میں نے یہ کہا تھا:۔

مدعی اپنے کو اور تعمیر کنندہ مسجد کو حنفی یعنی پیرو عقائد امام ابوحنیفہ کا بیان کرتا ہے۔ طریقہ مذکور کی ایک نہایت مستند کتاب درمختار ہے جس میں نہائت مستحکم قول برخلاف آمین کے بآواز بلند کہنے کے پایا جاتا ہے مگر وہ قول خود قواعد قانون دینی کو ثابت کرنے کو کافی نہیں ہے جس کے ثابت کرنے پر دعوی مستغیث میری رائے میں منحصر ہے ۔ قول حسب ذیل ہے سها الآمين سراً ترك السنة لا يوجب فساداً ولا سهواً بل اسا نتة لفظ آمین کو بآواز خفی کہنا دستور پیغمبر کے مطابق ہے لیکن اس دستور کے خلاف کہنے سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ نماز ناجائز یا غلط سمجھی جائے مگر یہ صرف ایک قسم کا نقص ہے

اس جملہ میں بھی ذکر صرف نسبت جواز اس شخص کے ہے جو آمین بآواز جہر یا خفی کہتا ہے در حقیقت حنفی یا کسی دیگر من جملہ تینوں طریق قانون دینی مسلمانان میں کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے یہ بات قائم ہو کہ اگر کوئی شخص جماعت میں لفظ آمین کو بآواز بلند سورۃ فاتحہ کے اخیر میں کہتا ہے تو اس لفظ کا کہنا ذرا سا بھی نقصان بلحاظ معنی مذہبی کے نماز میں کسی دیگر شخص مجمع کو پہنچاتا ہے جو مطابق اپنے عقائد کے لفظ مذکور کو بآواز بلند نہیں کہتا ہے ۔ یہ ایک امر مشہور ہے کہ تمام ملک ہائے اسلام میں مانند ترکی و مصر و خاص عرب میں حنفی و شافعی ایک ہی مسجد میں جاتے ہیں اور ایک ہی جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور درحالے کہ حنفی لفظ آمین کو آہستہ آواز سے کہتے ہیں شافعی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کو بلند آواز سے کہتے ہیں ۔ یہ کہنا کہ لفظ آمین کا بآواز بلند کہنا ، بعد اس کے جبکہ امام سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہو، ایک جماعت کی نماز میں ایذا پہنچاتا ہے جس میں سے چند یا اکثر اشخاص آہستہ آواز سے کہتے ہیں ، احکام صریحی قانون دینی مسلمانان کے جیسا کہ چاروں اماموں نے بیان کیا ہے، برخلاف ہے ۔

میں اب مقدمہ کی اگلی بات کا ذکر کرتا ہوں ، یعنی یہ کہ آیا ملزمان مقدمہ ہذا کو مسجد میں جانے اور جماعت کے ساتھ مطابق خود اپنے عقائد کے عبادت کرنے کا استحقاق قانونی تھا یا نہیں ؟ مقدمہ میں کوئی شہادت مطلق نہیں ہے کہ جس سے الزام مرجوعہ من جانب مدعی بمقابلہ نامبردگان کے کہ وہ اب مسلمان نہیں ہیں، ثابت ہووے ۔ وہ اپنے کو محمدی، جو کہ عربی لفظ واسطے مسلمان کے ہے ، کہتے ہیں ۔ اگرچہ مدعی نامبردگان کو وہابی کہتا ہے مگر نسبت اس امر کے کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ کسی فرقہ خلاف مذہب میں داخل ہیں ۔ فی الحقیقت وہ وجہ معقول جس پر مدعی نامبردگان کے مسجد میں عبادت کرنے کی نسبت عذر کرتا ہے اور ان کو وہابی کہتا ہے محض یہ ہے کہ وہ آمین بآواز بلند کہتے ہیں ۔ یہ ایک دستور ہے کہ حسب متذکرہ بالا جس کی تین من جملہ چار دیندار امام فرقہ سنی نے تعریف کی ہے اور جس سے بموجب مسئلہ خود امام ابوحنیفہ کے نماز میں نقص نہیں پہنچتا ہے ۔ چنانچہ قانون وقف مسلمانان کا یہ ایک اصلی اصول ایسا مشہور ومعروف ہے جس کے واسطے اسناد کا حوالہ دینا ضروری نہیں کہ جب کوئی مسجد بنوائی جاتی ہے اور عبادت عام سے مقدس ہوتی ہے تو وہ جائداد تعمیر کنندہ کی نہیں رہتی ہے اور (مطابق عبارت ہدایہ) خدا کی ہو جاتی ہے ، اس طور سے کہ جس کے سبب سے وہ تابع قواعد جائداد الٰہی کے ہوتی ہے جس سے کہ استحقاق تعمیر کنندہ اس میں زائل ہو جاتا ہے اور وہ بہ سبب اس فائدہ کے جو اس سے مخلوق کو ہوتا ہے جائداد الٰہی ہو جاتی ہے ۔ جب مسجد کا استعمال اس طرح پر ایک دفعہ ہو جائے تو پھر کسی صورت میں وہ تعمیر کنندہ کی طرف عود نہیں کر سکتی اور ہر مسلمان کو اس میں داخل ہونے اور عبادت مطابق اپنے عقائد کے کرنے کا ، تا وقتیکہ عبادت بموجب قواعد مسلمہ قانون دینی مسلمانوں کے ہو، استحقاق قانونی حاصل ہے ۔ پس مدعا علیہم مذکور قانوناً مسجد متنازعہ میں داخل ہونے اور شریک جماعت ہونے کے کلیۃً مستحق تھے اور نامبردگان لفظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آمین کو بلند آواز کہنے میں اپنے حقوق قانونی بموجب دینداری قانون مذہبی اہل اسلام کے متجاوز نہیں ہوئے۔

بلحاظ ان اسناد کے جن کا میں نے حوالہ دیا ہے اور ذکر کیا ہے مجھ کو کوئی شبہ نہیں ہے کہ بموجب شرع محمدی متعلقہ وقف اور قانون پرستش اہل اسلام کے جس پر عمل کرنا ایسے مقدمات میں بموجب دفعہ ۲۴، ایکٹ عدالت ہائے دیوانی کے جس کے احکام دفعہ ۳۷۔ ایکٹ ۱۲ (۱۸۷۱ء) میں نقل کئے گئے ہیں، ہم پر فرض ہے۔ مسجد جب کہ وہ عام ہو جائداد کسی خاص شخص یا نیز کسی جماعت یا کارپوریشن یا کسی ایسے گروہ انسانی کی نہیں ہوسکتی جس کا قانوناً کوئی وجود ہو۔ از روئے شرع محمدی کے مسجد جائداد خدا ہے اور وہ ایسی متصور ہونی چاہیے اور تابع صرف ان شرائط کے ہے جو خود قانون پرستش اسلامیہ میں ہیں۔ وہ ملکیت عام ہے کیونکہ وہ جائداد خدا کے واسطے استعمال اس کے بندگان کے ہے اور ہر انسان وہاں جانے اور عبادت کرنے کا مستحق ہے جب تک کہ وہ قواعد رسم پرستش اسلامیہ کی پابندی کرے۔

اندریں حالات جب مدعیان مقدمہ ہذا مسلمان ہیں اور جن کی نسبت پنڈت سندر لال نے بھی از جانب اپلانٹان یہ حجت پیش نہیں کی کہ وہ مسلمان نہیں ہیں، مسجد میں جانے اور اس کو پرستش خدا کے لئے استعمال کرنے اور اثنائے نماز میں لفظ آمین بآواز بلند یا بآواز آہستہ کہنے کا حق حاصل ہے کیونکہ قانون پرستش اسلامیہ کے بموجب ان کو اجازت ہے کہ اس آواز کو خود پسند کر لیویں کہ جس میں لفظ مذکور کہا جاوے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بحث متعلقہ صحیح بلندی آواز یا وزن موسیقی آواز انسانی کسی جگہ شرع محمدی متعلقہ رسوم پرستش میں واقع نہیں ہوئی اور پنڈت سندر لال نے من جانب اپیلانٹان اس امر کو تسلیم کیا کہ کوئی حد یا بیان اس بارہ میں روایات متبرکہ حدیث یا اقوال قانونی مسند میں پایا نہیں جاتا اور یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ معاملہ اس شخص کے کان پر جو لفظ آمین بآواز بلند کہتا ہے اور ان لوگوں کی قوت سامعہ پر چھوڑنا چاہیے جو اس کے قریب یا اس سے فاصلہ پر ہوں۔

لیکن جیسا کہ چیف جسٹس نے بیان کیا ہے تجویز عدالت مرافع اولی میں ایک بیان سے مراد ہے کہ وہ ڈگری جواز روئے تجویز صادر ہوگی، اس قسم کی ڈگری ہوگی کہ جس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے بموجب مدعیان کو ضروری ہوگا کہ لفظ آمین بآواز بلند کہیں، لیکن نہائت زور سے نہیں اور نہ اس طرح پر کہ ان لوگوں کے کانوں کو تکلیف پہنچے جو جماعت کے ساتھ پرستش کرتے ہیں۔ لیکن یہ امر ان لوگوں کی قوت سامعہ پر منحصر ہے جو وہاں ان کے ساتھ عبادت کرتے ہیں، اور مستوجب کسی قید یا شرط حق ڈگری شدہ کا نہیں ہوسکتا۔

دریں صورت مجھے امید تھی کہ کوئی دلیل ہمارے روبرو بخلاف اس کے پیش کی جاوے گی جو میں نے بمقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) کہا تھا کہ بموجب مسائل امام اعظم یعنی خود امام ابوحنیفہ کے کوئی ایسا قاعدہ قانون پرستش اسلامیہ میں نہیں ہے جس کی رو سے لفظ آمین کا انتہائی آواز سے یا کسی اور وزن موسیقی آواز انسانی سے کہنا خلاف قانون ہو، میں کوئی اس قسم کی دلیل سننا چاہتا تھا کیونکہ اگر یہ امر صحیح ہوتا کہ بموجب مسائل امام ابوحنیفہ کے لفظ آمین کا ایسی آواز سے کہنا کہ جو کسی ساتھ کے پرستش کرنے والے کو سنائی دے، ایک ایسا امر ہے جو روحانی یا مذہبی معنی میں نہ صرف اس شخص کی نماز کو مکروہ کرتا ہے جنہوں نے اس کو سنا، تو میں یہ تجویز کرنے پر مائل ہوتا کہ کوئی ڈگری محدود اس قسم کی صادر کی جاوے کہ جیسی عدالت مرافعہ اولی نے صادر کی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں ظاہر کر چکا ہوں کوئی اس قسم کی شرائط بہ نسبت بلندی یا وزن آواز کے قانون پرستش اسلامیہ کی رو سے ضرور نہیں ہے اور میں خوش ہوں کہ یہ رائے چیف جسٹس اور ساتھی ججوں کو پسند ہے۔

میں صرف اتنی بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ آغاز مقدمہ میں مجھ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ شائد یہ بحث بہت مشکل ہو کہ آیا نالش قابل سماعت ہے یا نہیں؟ لیکن پنڈت سندر لال نے من جانب اپیلانٹان صریحاً جملہ دلائل متعلقہ امر مذکور کو متروک کیا ہے اور میری رائے میں ان کا ایسا کرنا صحیح تھا۔

میں چیف جسٹس سے اس ڈگری کے صدور کی نسبت اتفاق کرتا ہوں جو انہوں نے صادر کی۔ اپیل ڈسمس ہوا۔

(منقول از فتوحات اہل حدیث)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جلالی پورہ بنارس

فل بینچ ہائی کورٹ الہ آباد

سرجان ایج، چیف جسٹس۔جسٹس سٹریٹ۔جسٹس ٹیرل۔جسٹس براڈ ہرسٹ،جسٹس محمود
عطاءاللہ و یک کس دیگر مدعیان۔ بنام عظیم اللہ و یک کس دیگر مدعا علیھم (۵ نومبر ۱۸۸۹ء)

(شرع محمدی میں مسجد کسی خاص فرقہ کیلئے وقف یا مخصوص نہیں کی جاسکتی ہے۔مسلمان فرقہ محمدی یا وہابی جماعت مذہبی کو ایذاء پہنچانا استحقاق کہنے لفظ آمین کا بآواز بلند اثنائے نماز میں۔

بموجب شرع محمدی کے مسجد کسی خاص جماعت یا فرقہ سنی مسلمانوں کے لئے وقف یا مخصوص نہیں کی جاسکتی۔ یہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں کل مسلمانوں کو جانے اور بموجب اپنے عقیدہ کے منصب عبادت کرنے کا استحقاقاً حاصل ہے۔کوئی ایک فرقہ یا حصہ جماعت مسلمانوں کا کسی دوسرے فرقہ کو اس حق کے استعمال سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اشخاص فرقہ محمدی یا وہابی،مسلمان ہیں اور اس وجہ سے مستحق عبادت کے مسجد میں ہیں۔ اگرچہ باہم ان کے اور اکثر سنی مسلمانوں کے بابت خاص امور کے اختلاف ہو لیکن کوئی مسلمان جو نیک نیتی سے بجا آوری اپنے فرائض میں نہیں بلکہ بدنیتی سے بغرض ایذا رسانی دیگر اشخاص کے جو عبادت میں مشغول ہوں کوئی اظہار زبانی یا دیگر نہج پر مسجد میں کرے اور نتیجہ اس کا ایذا رسانی ہو تو وہ مرتکب جرم فوجداری کا ہوگا۔

یہی تجویز اجلاس کامل سے ہوئی۔ ملکہ معظّمہ قیصر ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) کا حوالہ دیا گیا از جسٹس محمود بموجب فقہ کے لفظ آمین بوقت اختتام سورۃ فاتحہ دوران نماز ہوتی ہے، کہا جاتا ہے لیکن اس میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جس کی رو سے یہ قرار دیا جائے کہ لفظ مذکور بآواز بلند یا آہستہ کہا جاوے اور (بشرطیکہ) کوئی خلل امن عامہ خلائق میں نہ ہو ہر مسلمان جو لفظ آمین بآواز بلند مطابق عقیدہ کے نیک نیتی سے کہے مرتکب کسی جرم یا فعل بے جا کا نہیں ہوتا)

مدعیان مقدمہ ہذا نے بغرض استقرار اس امر کے نالش کی کہ ایک مسجد واقع محلّہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جلالی پورہ شہر بنارس عبادت گاہ عام تھی جس میں وہ بحیثیت مسلمانان مستحق پڑھنے نماز اور بجالانے دیگر عبادات مذہبی کے تھے۔ یہ واضح ہو کہ بہت عرصہ سے اختلاف رائے مابین مدعیان و مدعا علیھم بتعلق طریق عبادت مسجد مذکور تھا۔ مدعیان اپنے آپ کو محمدی بتلاتے تھے اور جس لقب سے ان کے مخالفین ان کو نامزد کرتے تھے وہابی تھا۔ گو ان کو اس کی نسبت عذر تھا۔ مدعا علیھم فرقہ حنفی سے تھے۔ اس اختلاف باہمی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مقدمہ بعدالت مجسٹریٹ ضلع بنارس رجوع کیا گیا جس نے بذریعہ حکم مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۸۸۴ء کے یہ تجویز کی کہ فرقہ حنفی جس میں مدعا علیھم داخل تھے مسجد مذکور پر قابض تھا اور یہ ہدائت کی کہ وہ مستحق قائم رکھنے قبضہ مذکور کے اس وقت تک ہیں کہ کوئی مجاز عدالت خلاف اس کے فیصلہ کرے۔ یہ حکم بموجب باب ۱۲ مجموعہ ضابطہ فوجداری کے صادر ہوا تھا، اور نالش ہذا بغرض منسوخی حکم مذکور رجوع کی گئی۔

نالش مذکور کی جواب دہی خاص کر اس بنا پر کی گئی کہ مسجد مذکور کو فرقہ حنفی مسلمانان نے تعمیر کیا تھا۔ اور وہ اس وقت سے اس کو بطور اپنی عبادت گاہ کے استعمال کرتے رہے ہیں اور مدعیان فرقہ مذکور میں داخل نہیں ہیں اور مذہب اہل قدیم اسلام کے مطلقاً قائل نہیں ہیں اور اس وجہ سے ان کو مسجد مذکور کے بطور عبادت گاہ استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ خاص اختلاف رائے مابین فرقہ محمدی یا وہابی کے جسمیں مدعیان داخل ہیں اور فرقہ حنفی کے جس میں مدعا علیھم داخل ہیں، حسب ذیل معلوم ہوتا ہے۔

بموجب رائے ماتحت عدالت اپیل کے محمدی لوگ اجماع، یعنی مجتہدین کے اتفاق رائے، اور قیاس، یعنی ان نتائج تشبیہی کو جو بعض علماء نے نکالے ہیں، بطور اقوال واجب التعمیل کے نہیں سمجھتے ہیں۔ بخلاف اس کے حنفی اجماع و قیاس کو ایسا سمجھتے ہیں کہ ان کی نسبت بحث یا اعتراض نہیں ہوسکتا۔ مزید براں محمدی لوگ مسئلہ تقلید کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، یعنی وہ معمولاً چار امام مجتہدین میں سے کسی کے مسائل کو نہیں مانتے مگر حنفی اقوال ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی پیروی کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے محمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسجدوں میں لکڑی کے ممبر ہونے چاہییں نہ پختہ یا پتھر کے۔ مگر جس اختلاف کی وجہ سے نہائت درجہ کی دشمنی باہم ان دونوں فرقوں کے ہوگئی وہ یہ تھا کہ محمدی لوگ بوقت نماز لفظ آمین کو بآواز بلند کہتے ہیں۔ اور اثنائے رکوع میں اپنے ہاتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اٹھاتے ہیں جس کو رفعیدین کہتے ہیں۔حنفی لفظ آمین کو آہستہ سے بولتے ہیں اور اثنائے رکوع میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے ۔نوعیت اس بحث کی جس کی وجہ سے یہ اختلاف رائے مابین محمدیوں اور اس کے مخالفوں کے پیدا ہوا مفصل تجویز جسٹس محمود مصدورہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں بیان کی گئی ہے

خاص امر تنقیح طلب جو عدالت اپیل اول (سبارڈی نیٹ جج بنارس) نے قائم کیا یہ تھا .آیا محض سنی فرقہ حنفی مستحق پڑھنے نماز کے ہیں؟ کیا اس قسم کی قیود لگائی جاسکتی ہیں؟

اس امر تنقیح طلب کی نسبت سبارڈی نیٹ جج نے یہ تحریر کیا:

نسبت اس امر کے کہ مدعیان مستحق پڑھنے نماز اور بجالانے فرائض مذہبی کے مسجد میں ہیں، میری یہ رائے ہے کہ دعوی مذکور (جیسا کہ مدعیان کا عبارت ان کی عرضی دعوی سے خیال کرنا ظاہر ہوتا ہے) نہ تو اس بنا پر کہ مدعیان نے تعمیر مسجد کے لئے روپیہ دیا تھا اور نہ بر بنائے شد آمد قدیم کے ہوسکتا ہے، لیکن انہوں نے ایک اس سے بھی اعلی تر وجہ بیان کی ہے اور وجہ مذکور میری دانست میں ناممکن التر دید ہے۔ وہ بلا شبہ مسلمانوں کے ایک ایسے فرقے میں داخل ہیں جو قدیم مذہب کے قائل ہیں اور بحیثیت مذکور مدعیان کو مسجد مذکور کے عام طور پر عبادت اور دیگر اغراض مذہبی کے لئے جن کے واسطے مسجد استعمال کی جاسکتی ہے، استعمال کرنے کا اسی قدر استحقاق ہے جس قدر کہ مدعا علیھم کو ہے۔ مدعا علیھم کو کوئی استحقاق نہیں کہ بجز خاص اپنے فرقہ یعنی حنفیوں کے دوسروں کو اس کے اندر جانے کی ممانعت کریں ۔ یہ امر غیر اہم ہے کہ مدعیان نے فرقہ حنفی کو ترک کر دیا یا وہ شروع ہی سے محمدی یا اہل حدیث یا محدثین ہیں، یا جیسا کہ مدعا علیھم اس کو نامزد کرنا چاہتے ہیں وہابی ہیں۔ چاہے جس نام سے وہ نامزد کئے جاویں وہ سنی مسلمان متصور ہوں گے اور قطع نظر اس سے کہ انہوں نے فرقہ حنفی کو ترک کیا یا نہیں، ان کے صحیح قدیم مذہب کے قائل ہونے یا ان کے سنی ہونے میں (یعنی ایسے شخص جو نہائت صریح معنی قرآن کے قائم کرتے ہیں اور حدیث کو بمقابلہ بدعت فرقہائے مخالف کے واجب التعمیل جانتے ہیں) ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔صرف وہ اختلاف رائے جو مابین مدعیان بحیثیت محمدی اور مدعا علیھم کے بحیثیت حنفی ہے یہ ہے کہ بوقت نماز محمدی لوگ لفظ آمین کو بآواز بلند کہتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو ہر مرتبہ قبل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکوع اٹھاتے ہیں جس کو رفع الیدین کہتے ہیں ۔ اور حنفی لفظ آمین کو آہستہ آواز سے کہتے ہیں اور بوقت رکوع اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے ہیں۔ یہ محض جزئیات چھوٹے امور متعلقہ مراسم کے ہیں اور ان سے اس اصول میں کچھ فرق نہیں آتا جو خاص ارکان ان کے اعتقادات مذہبی کے ہیں جیسا کہ

جسٹس محمود نے اپنی عالمانہ توضیح شرع محمدی میں ظاہر کیا ہے جو انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ صفحات ۶۵ ۴۔ ۴۶۷ درج رپورٹ ہے۔

ان چار فرقوں میں سے جو چار قدیم اماموں نے قائم کئے ہیں تین یعنی شافعی و مالک و احمد بن حنبل نے مسئلہ بآواز بلند کہنے لفظ آمین کا انہیں حدیثوں سے نکالا ہے کہ جن سے چوتھے فرقہ نے کہ جس کو امام ابوحنیفہ نے قائم کیا، یہ نتیجہ نکالا ہے کہ لفظ آمین آہستہ آواز سے کہا جانا چاہیے۔ من جملہ اعلی ترین اسناد فرقہ حنفی کے، جس میں مدعا علیھم ہیں، درمختار ہے جس میں نہائت مستحکم قول لفظ آمین کے بآواز بلند کہنے کے خلاف پایا جاتا ہے لیکن خود قول مذکور سے کوئی ایسا قاعدہ متعلقہ شرع ثابت نہیں ہوتا کہ محض جس کی رو سے مدعا علیھم یہ دعوی کرسکیں کہ مدعیان بر بنائے ترک مذہب یا خلاف ورزی اصولی اصلی مذہب کے قابل خارج کئے جانے کے ہیں۔ قاعدہ مذکور حسب ذیل ہے:۔

لفظ آمین کو آہستہ آواز سے کہنا مطابق دستور رسول کے ہے لیکن دستور مذکور سے انحراف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز ناجائز یا غلط سمجھی جاوے۔ مگر یہ صرف مکروہ ہے۔

جیسا کہ نہائت صحیح طور پر جسٹس محمود نے تحریر کیا ہے یہ فقرہ بھی صرف متعلق اثر نماز اس شخص کے ہے جو لفظ آمین کو بآواز بلند یا آہستہ کہے۔ قطعاً کوئی سند طریقہ حنفی شرع محمدی میں نہیں ہے جس سے یہ مسئلہ قائم ہو کہ اگر کوئی شخص جماعت میں اختتام سورہ فاتحہ پر لفظ آمین کو بآواز بلند کہے تو بخیال مذہبی لفظ مذکور کے کہنے سے جماعت میں سے کسی دوسرے شخص کی نماز میں ذرا بھی خلل واقع ہو جو مطابق اپنے عقیدہ کے لفظ مذکور کو بآواز بلند نہیں کہتا ہے۔ یہ ایک مشہور امر ہے کہ تمام ممالک اہل اسلام مثلاً ترکی ومصر وخود عرب میں پیروان طریقہ حنفی وشافعی ایک ہی مسجد میں جاتے ہیں اور ایک ہی جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور جب کہ حنفی لفظ آمین کو آہستہ سے کہتے ہیں، شافعی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کو بآواز بلند کہتے ہیں ۔ مقدمہ ہذا میں شہادت بہ ثبوت اس امر کی ہے اور اس کی تردید نہیں کی گئی ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ تردید نہیں کی جاسکتی ہے کہ اس دستور کی پیروی اس خاص مسجد میں اس وقت تک کی گئی کہ نزاع مابین فریقین بابت کسی معاملہ خانگی یا معاملات متعلقہ ان کی برادری کے پیدا ہوا۔

مزید براں نسبت رفع یدین کے مجھ کو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کی اجازت صریح (باستعمال الفاظ جسٹس محمود) مشہور مجموعہ روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے (دیکھو صحیح بخاری ص ۱۰۲ و صحیح مسلم ص ۱۶۸) ۔ان دونوں (بخاری و مسلم) کو کل فرقہ ہائے سنی مسلمانوں نے یکساں طور پر راوی صحیح تسلیم کیا ہے۔

میں ایک اور عبارت تجویز جسٹس محمود سے نقل کرنے کے بعد اپنی تجویز ختم کردونگا

جب مسجد ایک دفعہ اس طرح پر وقف ہو جائے، یعنی بذریعہ عبادت عام کے، تو وہ پھر کسی صورت میں بانی مسجد کی جانب عود نہیں کرسکتی اور ہر مسلمان کو اس میں جانے اور مطابق اپنے عقائد کے عبادت کرنے کا، جب تک کہ طریق عبادت بموجب قواعد مسلمہ شرع محمدی کے ہو، استحقاق قانونی حاصل ہے۔

کوئی امر من جانب ان اشخاص کے جو نسبت حق قانونی مدعیان کے مزاحمت کرتے ہیں ایسا ثابت نہیں کیا گیا کہ جس سے طریق عبادت جو مدعیان نے اختیار کیا خلاف یا متناقض قواعد مسلمہ قدیم مذہب سنیوں کے ہو۔ لہذا میں یہ ڈگری کرتا ہوں کہ مسجد عبادتگاہ عام ہے اور اس میں کل سنی جاسکتے ہیں اور مدعیان کو اختیار کامل مسجد مذکور میں نماز پڑھنے اور اپنے فرائض مذہبی کے بجالانے کا ہے۔ پورا خرچہ دلایا جاتا ہے۔

اس فیصلہ کے خلاف مدعا علیھم نے ڈسٹرکٹ جج بنارس سے اپیل کیا۔ ڈسٹرکٹ جج نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مسجد مذکور ابتداء واسطے فرقہ حنفی کے تھی اور وہی لوگ اس کو عرصہ سے بطور عبادت گاہ استعمال کرتے تھے اور یہ قرار دیا کہ یہ نہائت نامناسب ہے کہ محمدی ایک ایسی مسجد میں جماعت حنفیوں میں شریک ہونے کے مستحق قرار دیئے جائیں جو واسطے عبادت عام کے مطابق مراسم حنفیوں کے تعمیر کی گئی ہو اور جو عرصہ سے واسطے عبادت مذکور کے استعمال کی گئی ہو، بجز اس کے کہ وہ مطابق خیالات فرقہ حنفیہ کے عمل کریں تاکہ ان کی موجودگی ناگوار نہ ہو۔ اگر کسی جماعت قلیل کو حقوق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہیں تو جماعت کثیر کو بھی حاصل ہیں اور فرقہ حنفی کو یہ ناگوار ہوگا کہ ان کی مذہبی آزادی میں فرق آوے اگر وہ اپنی خاص مسجد میں بلاخطر تکلیف پہنچنے یا ایذاء کے نماز اس طرح نہ پڑھ سکیں کہ جس طرح پر پڑھنے کے وہ عادی ہیں یا وہ پڑھنا چاہتے ہیں ڈسٹرکٹ جج نے ان امور کی نسبت (جن کو اس نے خاص امور تنقیح طلب قرار دیا) یہ بحث کی :۔

۱۔ آیا محمدی یا وہابی من جملہ چار خاص فرقہ سنیوں کے کسی فرقہ میں داخل ہیں؟ آیا وہ مطلقاً سنی ہیں یا نہیں؟

۲۔ آیا ان میں اور فرقہ حنفی میں مذہبی خیالات اور مراسم میں اس قدر اختلاف ہے کہ عدالت کو یہ تجویز کرنا چاہیے کہ وہ مستحق اس شئے کے نہیں ہیں جس کا دعوی وہ بتعلق مسجد متنازعہ کے کرتے ہیں۔

من جملہ ان امور کے جج نے امر اول کی نسبت یہ تجویز کی کہ مدعیان چار امام میں سے کسی ایک کے پیرو نہیں ہیں لیکن سنیوں میں ایسے فرقے ہیں جو چار اماموں کے پیرو نہیں ہیں، اور مدعیان ایسے ہی فرقہ کے سنی ہیں۔

امر دوم کی نسبت جج نے اس اختلاف رائے کا ذکر کیا جس کا ذکر پیشتر ہو چکا ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جس شئے کو حنفی نہایت اعلی درجہ کی سند سمجھتے ہیں اس کی محمدی لوگ کچھ وقعت اصلی نہیں سمجھتے اور جج نے اس امر کو اثبات میں فیصلہ کیا۔ جج موصوف نے محمدی یا وہابی فرقہ کی نسبت یہ بیان کیا کہ وہ قدیم جماعت سنیوں سے منحرف ہو گیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مدعیان مجاز اس کے نہیں ہیں کہ مسجد کو استحقاقاً خلاف مرضی مدعا علیہم اور جماعت حنفی کے جس کے وہ قائم مقام ہیں، استعمال کریں چنانچہ جج موصوف نے اپیل کو ڈگری اور نالش کو ڈسمس کیا۔

مدعیان نے ہائی کورٹ میں اپیل کیا۔ خاص وجوہ اپیل حسب ذیل ہیں :۔

۱۔ یہ خیال کہ مسجد واسطے عبادت عام مطابق مراسم حنفیوں کے تعمیر کی گئی تھی خلاف شرع محمدی ہے۔

۲۔ مدعیان اپیلانٹان کو حق استعمال کرنے مسجد کا بطور عبادت گاہ کے ہے، خواہ وہ اختیار مذہبی چار خاص اصحاب نبی کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔

۳۔ کوئی شخص اس وجہ سے کہ وہ اختیار مذہبی چار اماموں کو تسلیم نہ کرے، اسلام سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خارج نہیں ہوتا۔

۴۔ عدالت اپیل ماتحت نے یہ صاف تجویز کی ہے کہ مدعیان اپیلا نٹان سنی ہیں مگر عدالت ان کا یہ حق تسلیم نہیں کرتی کہ وہ مسجد میں اس طریق پر عبادت کرنے کو جاویں جو سنیوں پر بلحاظ ان کے عقیدہ کے قابل پابندی ہے۔

۵۔ دستور بآواز بلند کہنے آمین کا اور اثنائے نماز میں ہاتھ اٹھانے کا ایسے مراسم نہیں ہیں جو مسلمانوں کے اسی فرقہ میں رائج ہوں جس میں مدعیان اپیلا نٹان داخل ہیں۔ لہذا ان کی موجودگی کسی معبد اسلام میں بے موقع اور بے جا نہیں خیال کی جاسکتی۔

۶۔ شرع محمدی میں کوئی ایسی تفریق اہل اسلام کی تسلیم نہیں ہوئی ہے کہ جیسی عدالت اپیل ماتحت نے بیان کی ہے اور خود مدعا علیھم رسپانڈنٹان اس قسم کی تفریق کے ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

۷۔ مدعا علیھم رسپانڈنٹان کو تسلیم ہے کہ یہ کبھی مقصود نہ تھا کہ مسجد مذکور تنہا واسطے عبادت فرقہ حنفی کے استعمال کی جائے۔

اپیل واسطے تصفیہ کے فل بینچ کے سپرد کے کیا گیا۔

مسٹر امیر الدین منجانب اپیلا نٹان

آنریبل پنڈت اجودھیا ناتھ و پنڈٹ سندر لال و منشی رام پرشاد منجانب رسپانڈنٹان

چیف جسٹس ایج:۔

نالش ہذا واسطے تجویز اس امر کے رجوع کی گئی تھی کہ آیا مدعیان مستحق عبادت کرنے کے مسجد واقع جلالی پورہ شہر بنارس میں مطابق اپنی رائے متعلقہ مراسم کے ہیں یا نہیں؟ ان کا یہ بیان ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد ان کو یہ استحقاق ہے کہ وہ بوقت اختتام سورہ مذکور کے لفظ آمین کو بآواز بلند کہیں اور ان کو یہ بھی استحقاق ہے کہ وہ اثنائے نماز میں بعض مواقع پر اپنے ہاتھ اٹھاویں۔ اور مدعا علیھم نے یہ حجت کی کہ اگر ٹھیک ٹھیک کہا جاوے تو مدعیان مسلمان نہیں اور وہ دراصل مقلدین مذہب امام ابوحنیفہ سے اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ ان کو یعنی مدعا علیھم کو یہ استحقاق ہے کہ وہ مدعیان کو مسجد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متنازعہ میں آنے دیں۔ سبارڈی نیٹ جج بنارس نے نالش کی سماعت کی۔ اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مدعیان مسلمان ہیں اور بحیثیت مسلمان وہ مستحق استعمال کرنے مسجد متنازعہ کے واسطے اغراض عبادت کے ہیں۔ برطبق اپیل دسٹرکٹ جج بنارس نے (اگر چہ انہوں نے یہ تجویز کی کہ مدعیان سنی مسلمان ہیں) ان کی نالش کو خاص کر بر بنائے دو وجوہ کے ڈسمس کیا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ حسب تجویز جج موصوف مسجد متنازعہ کو صرف مسلمان پیروان امام ابوحنیفہ استعمال کرتے رہے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مدعیان گو سنی ہیں مگر بوجوہ بعض خاص اپنے عقائد کے جج موصوف کی رائے میں وہ چار امام میں سے کسی کے پیرو نہیں ہیں۔ مجھ کو یہ واضح ہوتا ہے کہ اس بیان سے دو امر پیدا ہوتے ہیں:۔

اول۔ یہ کہ آیا مسجد جو نام خدا وقف کی گئی ہے اس کا وقف کسی خاص ملت یا فرقہ سنی مسلمانوں پر محدود ہوسکتا ہے یا نہیں؟

دوسرا امر یہ کہ آیا مقدمہ ہذا میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدعیان دراصل مسلمانان سنت جماعت نہیں ہیں۔

گو ممکن ہے کہ ان کے بعض خاص عقائد نسبت مراسم کے ہوں اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ ایک خدا کو مانتے ہیں اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ محمد (ﷺ) خدا کا پیغمبر ہے۔

نسبت امر اول کے واضح ہو کہ کسی سند کا حوالہ ہمارے رو برو بہ ثبوت اس امر کے نہیں دیا گیا کہ کوئی مسجد جو نام خدا وقف کی گئی ہو وہ کسی خاص فرقہ یا جماعت سنی مسلمانوں کے لئے مخصوص کی جاسکتی ہے اور بلا نہائت قوی سند بابت اس امر کے میں بطور امر قانونی کے یہ تجویز نہیں کرسکتا کہ کوئی اس قسم کی خصوصیت ہوسکتی ہے۔ میری دانست میں مسجد اسی صورت میں مسجد کہلاسکتی ہے کہ وہ عمارت وقف نام خدا ہو، اور نہ وہ عمارت ہو جو وقف نام خدا اس قید کے ساتھ کی گئی ہو کہ اس کو صرف خاص اشخاص جن کے خاص عقائد بسبب مراسم کے ہوں استعمال کریں۔ میری دانست میں مسجد ایک ایسا مقام ہے جہاں کل مسلمان استحقاقاً جانے اور مطابق اپنے عقیدہ کے عبادت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے مستحق ہیں۔

واضح ہو کہ نسبت امر دوم کے میں یہ کہہ چکا ہوں کہ بطور امر واقعہ یہ تجویز ہو چکا ہے کہ مدعی سنی مسلمان ہیں اور واقعتاً بعض درمیانی کاروائیوں میں قبل سماعت مقدمہ کے امر مذکور سے باصرار انکار نہیں کیا گیا۔ جہاں تک کہ میں تحقیق کر سکا ہوں کوئی شہادت نسبت اس کے نہیں ہے کہ یہ اشخاص ٹھیک ٹھیک مسلمان نہیں ہیں، گو ان میں اکثر سنی مسلمانوں سے خاص امور میں اختلاف ہو۔ ہمارے روبرو کسی سند کا حوالہ بہ ثبوت اس امر کے نہیں دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان مذہب قدیم کا ان اشخاص کو بوجہ کسی عقیدہ کے جو ان کا نسبت مراسم کے ہو بجز متبع نبی کے اور کچھ سمجھ سکتا ہے۔ انہیں وجوہ سے میری یہ رائے ہے کہ اپیل منظور ہونا چاہیے اور تجویز اور ڈگری عدالت مرافعہ اولی کی بحال رہنی چاہیے۔

میں صرف اس قدر اور کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ میں اپنی رائے متعلقہ قانون ظاہر کر چکا ہوں، میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ان اشخاص کی جن کی باہم امور مراسم میں اختلاف ہے، مسجدیں علیحدہ ہوں۔ لیکن یہ وہ امر نہیں ہے جو ہم کو فیصل کرنا ہے۔ یہ بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ مجھ کو نسبت اس کے کچھ شبہ نہیں ہے کہ کوئی مسلمان جو نیک نیتی سے بجا آوری عبادت میں نہیں، بلکہ بدنیتی سے بغرض ایذا رسانی دیگر اشخاص کے جو عبادت میں مشغول ہوں کوئی اظہار زبانی یا دیگر نہج پر مسجد میں کرے اور نتیجہ اس کا ایذا رسانی ہو تو اس پر موا خذہ جرم فوجداری کا پہنچے گا۔ میری یہ رائے ہے کہ اپیل مع خرچہ منظور اور ڈگری عدالت مرافعہ اولی کی بحال ہونی چاہیے۔

جسٹس سٹریٹ:۔

میری وہی رائے ہے جو چیف جسٹس کی اس خاص مقدمہ کی نسبت ہے جواب ہمارے روبرو پیش ہے۔ میری دانست میں یہ امر قابل افسوس ہے کہ جج بنارس نے اس نہائت معقول تجویز میں جو مسٹر کاشی ناتھ بسواس سبارڈی نیٹ جج نے صادر کی تھی، اور جس سے مجھ کو مکمل اتفاق ہے، دست اندازی کی۔ اس سے ٹھیک وہ رائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہوتی ہے جو میں نے نسبت مقدمہ کے قائم کی ہے ۔لیکن میں اس کو اپنا کار منصبی سمجھتا ہوں (کیونکہ میں منجملہ ان حکام کے ایک حاکم ہوں جو مقدمہ اجلاس کامل ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) کی تجویز میں شریک تھے جس کا میرے ہم جلیس جسٹس محمود نے حوالہ دیا ہے کہ ایک یا دو بات نسبت اس تجویز کے اس غرض سے کہوں کہ جہاں تک میرا تعلق ہے کوئی غلط فہمی اس بارہ میں نہ ہو کہ اس مقدمہ میں میری رائے کیا تھی ۔اور کیا قاعدہ میں نے نسبت ایسے معاملات کے ہونا قرار دیا تھا۔ چیف جسٹس نے بلا تامل یہ ظاہر کیا ہے کہ ان کی کیا رائے نسبت امر مذکور ہے اور جو رائے کہ انہوں نے ظاہر کی ہے ٹھیک وہی رائے ہے جو فل بینچ کے ججوں نے مقدمہ مذکور میں قائم کی تھی ۔ بمقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان معاملہ مذکور روبرو عدالت ہذا کے بطور مقدمہ نظر ثانی فوج داری کے پیش ہوا تھا، اور ہمارا یہ کار منصبی تھا (بجز اس کے کہ کوئی واقعات ایسے نہ پائے جائیں کہ جن سے اخذ شدہ نتائج جائز ثابت ہوں) کہ تجاویز واقعات کو جو عدالت ماتحت نے قلم بند کیں تسلیم کرتے ۔ اس امر کی نسبت کہ وہ رائے جو میں نے نسبت تجاویز مذکور کے قائم کی صحیح تھی یا غلط؟ مجھ کو بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ میں نے اس وقت یہ تجویز کی تھی اور اب بھی تجویز کرتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان مسجد میں جائے ، نہ اس غرض سے کہ وہ وہاں اپنے خاص فرائض مذہبی ایمان داری سے ادا کرے، بلکہ دیدہ و دانستہ اس غرض اور ارادہ سے جائے کہ ان دیگر اشخاص کے امن میں عبادت کرنے میں جو مسجد مذکور میں نماز میں مشغول ہوں خلل ڈالے اور اس کے اس طرح عمل کرنے کا نتیجہ لازمی یہ ہو کہ جماعت کو ایذا پہنچے تو اس کا یہ فعل داخل منشاء دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کے ہوگا ۔جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں میں اس امر کی تحقیقات کرنا نہیں چاہتا کہ وہ رائے صحیح تھی یا غلط میں نے نسبت تجاویز مقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان کے قائم کی تھی ۔لیکن میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے مقدمہ مذکور میں یہ سمجھا تھا کہ یہ تجویز ہوئی تھی کہ رمضان مسجد میں دیدہ و دانستہ بغرض اور بہ نیت بطور مسلمان عبادت کرنے کے نہیں بلکہ بغرض خلل اندازی اور دیگر اشخاص کو نماز پڑھنے سے باز رکھنے کے گیا تھا۔ اس نے لفظ آمین کو چلّا کر غل مچانے اور فساد کی راہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کہا اور اس کا یہ طریق عمل منتج بہ فساد ہوا ۔ میں باور کرتا ہوں کہ بعد اس کے کہ مقدمہ مجسٹریٹ کے پاس واپس آیا اکثر حکام نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

مجھ کو اتفاق ہے کہ اپیل ہذا بمعہ خرچہ منظور اور ڈگری جج بنارس کی منسوخ ہو کر ڈگری سبارڈی نیٹ جج کی بحال ہونی چاہیے۔

جسٹس براڈہرسٹ:۔ مجھ کو چیف جسٹس اور جسٹس سٹریٹ سے اتفاق ہے

جسٹس ٹیرل:۔ مجھ کو بھی اتفاق ہے۔

جسٹس محمود:۔

خود میں بوقت صدور تجویز مقدمہ ہذا کے صرف دو الفاظ کہنے پر قانع ہوتا۔یعنی یہ کہ مجھ کو بھی تجویز چیف جسٹس اور اس کے حکم سے اتفاق ہے جو اس مقدمہ میں صادر ہونے والا ہے لیکن چونکہ میرے ساتھی جسٹس سٹریٹ نے تحریر کیا ہے کہ بعض امور جن کے فیصل کرنے کی ہم سے کل اور آج استدعا کی گئی ہے ایسے امور ہیں جن کی بابت تجویز بذریعہ عدالت قانونی کے ضروری نہیں ہے میرے نزدیک مجھ کو اپنے وجوہ نسبت اس امر کے تحریر کرنے ضروری ہیں کہ کیوں حکم مصدرہ چیف جسٹس جس سے میرے ساتھی ججوں کو اتفاق ہے صرف وہ حکم ہے جو اس مقدمہ میں صادر ہوسکتا ہے مقدمہ ہذا میں چیف جسٹس نے ٹھیک کیفیت بیانات اور جواب نالش کی جو داخل کیا گیا نہائت صراحت سے اسے بیان حالات مقدمہ میں تحریر کی ہے اور مجھ کو حاکم موصوف سے کلیۃً اتفاق ہے ۔مقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں بلا شبہ جیسا کہ رپورٹ سے واضح ہوتا ہے کافی طور پر اظہار اس بات کا ہے کہ میری تجویز رو برو عدالت موصوف کے موجود نہ تھی اور یہ خاص امور جو نہ صرف متعلق شرع اہل اسلام کے ہیں بلکہ امور متعلق قانون فوجداری کے بھی ہیں ،فل بینچ کے رو برو نہ تھے ۔ بتذکرہ مقدمہ مذکور میں نہیں چاہتا کہ بجز اس کے کوئی بات کہوں کہ بطور ایک امر متعلقہ قانون فوجداری کے بھی میں نے جسٹس فیلڈ کی رائے بہ نسبت ان صورتوں کے بیان کی جن میں فعل جائز کسی شخص کا باعث نقض امن کا ہو۔اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی بابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنے فعل جائز کے مجرم قرار پا سکتا ہے اگر وہ یہ جانتا ہو کہ اس کا وہ فعل کرنا شخص دیگر سے فعل ناجائز کے کرانے کا باعث ہوگا۔ کوئی سند بابت اس مسئلہ کے نہیں ہے۔

پنڈت سندر لال نے جو یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ مدعیان حال مطلقاً مسلمان نہیں ہیں، تسلیم کرنے میں دشواری محسوس کرتا ہوں۔ مجھے امید تھی کہ بلحاظ اظہار میری رائے کے بمقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان، اور نیز بلحاظ اہم ہونے اس امر کے وکلائے ذی علم بغرض قطع کرنے تجویز اختلاف رائے مصدورہ مقدمہ مذکور کے مضبوط اسناد پیش کریں گے، لیکن کوئی کوشش اس قسم کی نہیں کی گئی۔

واسطے اغراض مقدمہ ہذا کے مجھ کو یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹھیک تعریف مسلمان پر غور کروں لیکن میں نے بمقدمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں کافی طور پر ظاہر کیا ہے کہ جب تک مسجد ایک مسجد ہے اور جب تک مدعیان اپنے آپ کو مسلمان اور مستحق عبادت کہتے ہیں تب تک کوئی سند مطلقاً یہ کہنے کے لئے نہیں ہے کہ کوئی فرقہ یا کوئی مذہب یا کوئی جزو جماعت ان دیگر اشخاص کو جو دعوی اس حق کا رکھتی ہوں جو بہ استعمال عبادت شرع محمدی خدا اور رسول نے ان کو دیا استعمال حق مذکور سے باز رکھتا ہے۔

پس یہ بخوبی ظاہر ہے کہ پنڈت سندر لال نے اپنی عمدہ بحث میں اور طریق میں جس میں انہوں نے یہ مقدمہ پیش کیا ہے صاف طور پر اس دلیل سے دست برداری کی ہے کہ مدعیان مسلمان نہیں ہیں اور اب ان کو اس دلیل پر استدلال نہیں ہے کہ مسجد متنازعہ بمعنی صحیح شرع اسلام کے، جس پر عدالت ہذا کو ایسے مقدمات میں از روئے الفاظ صریح قانون کے عمل کرنا لازم ہے، مسجد نہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ مدعیان مسلمان ہیں تو کوئی سند یہ کہنے کیلئے نہیں ہے کہ اس وجہ سے کہ وہ اشخاص اتفاقاً باعث رنجدلی اور تکلیف اس جماعت کے ہوئے، وہ مسجد مذکور میں عبادت کرنے کے مستحق نہیں ہیں

نسبت بحث کہنے آمین کے، میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ لفظ آمین اختتام دعا پر جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سورہ فاتحہ کے اختتام پر ہوتی ہے، کہنا ضروری ہے۔ میں یہ بھی قرار دیتا ہوں کہ اس کو زبان سے کہنا چاہیے۔ میں یہ بھی تجویز کرتا ہوں کہ کوئی سند اس بارے میں نہیں ہے کہ آواز کس سر میں نکالنی چاہیے۔ اس بارے میں کوئی سند نہیں ہے کہ لفظ آمین ایک سر میں یا دوسرے سر میں بولا جانا چاہیے۔ پنڈت سندر لال نے اس بات کا ثابت کرنا اپنے ذمہ نہیں لیا کہ ایسی صورت ہے۔

میں ایسی صورت خیال کرسکتا ہوں کہ کوئی آدمی بغرض عبادت خدا مسجد میں جائے بہ نیک نیتی باستعمال اپنے عقیدہ کے لفظ آمین ایک ایسی آواز سے کہے جو ایک شخص کے کان میں بلند اور دوسرے کے کان میں آہستہ معلوم ہو۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ لفظ آمین کا بآواز بلند کہنا بوجہ خیال عبادت ضروری ہے اور ان کی دعا کے لئے ضروری ہے۔ لہذا میں تجویز کرتا ہوں کہ شرع اہل اسلام میں کوئی سند در بارہ محدود کرنے اس آواز کے نہیں ہے جس سے لفظ آمین کہا جائے۔ جب تک کہ مدعیان اپیلانٹان مسلمان ہیں جیسا کہ ہم نے ان کو تجویز کیا ہے وہ مستحق مسجد میں جانے اور عبادت کرنے اور کہنے لفظ آمین کے ہیں، بلا اس قید کے کہ کس طرح کی آواز یا سر میں کہیں۔ لیکن اگر لفظ آمین کہنے کا نتیجہ نقض امن ہو تو بلا شبہ اس کی نسبت موجب قانون فوجداری کے عمل کیا جائے گا۔ لیکن صورت معاملہ یہ باقی رہتی ہے کہ جب لفظ آمین نیک نیتی سے باستعمال اس عقیدہ کے کہا جاوے کہ اس کو اس طرح پر کہنا چاہیے تو اس صورت میں نہ کوئی جرم بموجب قانون فوجداری ہوسکتا ہے اور نہ کوئی فعل بیجا بموجب قانونی دیوانی کے۔ اپیل منظور ہوا۔

(منقول از فتوحات اہل حدیث)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ تاج پور

تاج پور ضلع ترہت کا مقدمہ پریوی کونسل میں جا کر فیصل ہوا، اس کے مدعی حافظ مولا بخش مسجد تاج پور کے امام ومؤذن تھے۔ عبدالرحیم (ان کے بیٹے جوان کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام ہوئے) اس مقدمہ کا پس منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تاج پور اور اس کے نواح میں عمل بالحدیث کا کوئی صریح معاند نہ تھا، بلکہ سب لوگ مولوی عبدالرحیم ومولوی عبدالعزیز فرزندان رئیس الموحدین شیخ احمد اللہ رحیم آبادی کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ مولوی محمد یحی نامی ایک شخص عرصہ تک شیخ احمد اللہ کے ملازم رہے اور اس عرصہ میں قانون پڑھ کر اور امتحان دے کر منصفی تاجپور کے وکیل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد شیخ احمد اللہ کے ہاں مذہبی چھیڑ چھاڑ میں یحی نے نامناسب باتیں کیں تو شیخ احمد اللہ نے برا منایا۔ پھر ایک مرتبہ رحیم آباد کے قریب موضع بگھونی میں مولوی محمد حنیف موحد کے یہاں ایک تقریب تھی جس میں شیخ احمد اللہ بھی موجود تھے۔ وہاں مولوی عبدالعزیز اور محمد یحی وکیل کے مابین گفتگو ہوگئی جس میں وکیل کو سخت رسوائی ہوئی اور انہیں بدلہ لینے کی فکر ہوئی۔ اتفاقاً امید علی درزی اور حافظ مولا بخش سے بباعث چرائی کھیت کے (جو قریب مسجد کے حافظ مولا بخش کا ہے)، کچھ تکرار ہوئی۔ یہ خبر وکیل کو پہنچی تو انہوں نے اسی کو غنیمت سمجھ کر امید علی درزی کو بلا کر فساد کیلئے ورغلایا اور یہ سبز باغ دکھایا کہ مسجد سے اہل حدیث کو بے دخل کر دیں اور اس کے امام کو نکال دیں تو اراضی موقوفہ متعلق مسجد تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ (چنانچہ عدالت میں بھی اراضی کی نسبت لکھا ہے کہ اس متولی سے یہ اراضی منتزع ہونا چاہیے اور ہم کو ملنا چاہیے)۔

تب مسجد میں اس طرح فساد شروع کیا کہ جمعہ کے روز دوسرے شخص کو بغل میں کھڑا کر کے خطبہ پڑھوانا شروع کیا۔ خطبہ ہو رہا ہے اور مصلے پر ایک امام کو کھڑا کر کے نماز شروع کر دی۔ کہیں مسجد کے سامان کو نقصان پہنچایا، کہیں نماز کے اندر دوسری جماعت بغل میں قائم کر دی۔ اکیلے پا کر امام کو مار پیٹ کر دیا۔ آپس میں ایک دوسرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو مار کر امام اور دوسرے اہل حدیث پر فوجداری میں مقدمہ قائم کر دیا۔ آخر حاجی شیخ احمد اللہ نے امام ومتولی کی طرف سے مولوی نورالحسن منصف کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ محمد یحی وکیل نے سوچا کہ تاج پورہ کے منصف تو ہم لوگوں کی شرارتوں سے واقف ہیں، نیز اگرچہ حنفی ہیں مگر ذی علم اور غیر متعصب ہیں، ان کے یہاں ہمیں کامیابی نہ ہوگی، ایک درخواست بدیں مضمون دی کہ چونکہ مولوی نورالحسن منصف تاج پور کو ہم اس مقدمہ میں گواہ قرار دیں گے لہذا یہ مقدمہ مظفر پور منصفی ضلع میں ہونا چاہیے۔ چنانچہ بدیں حیلہ مقدمہ مظفر پور میں ایک ہندو منصف کے یہاں منتقل کرایا۔ وہاں منشی ابوالقاسم سررشتہ دار صدر اعلی، ولال میاں ناظر وحکیم عبدالجلیل ومولوی عبدالحی وکیل منصفی مظفر پور وشاہ عبدالعزیز پسر شاہ احمد اللہ وغیرہ مولوی یحی مذکور کے شریک ہوئے اور ایک بلوہ عظیم پیدا ہوا اور ان لوگوں نے ضلع تر ہت سے ہزاروں روپیہ وصول کیا۔ چنانچہ وقت پیشی مقدمہ یہ ہجوم ہوتا تھا کہ اجلاس میں آمد ورفت بمشکل ہوتی تھی۔ نورالحسن منصف تاج پور جب حسب طلب عدالت واسطے دینے اظہار کے حاضر عدالت مظفر پور ہوئے تب ان کو شہادت سے بری کر دیا۔ آخر اہل حدیث نے بذریعہ درخواست گواہ قرار دے کر ان کا اظہار کرایا۔ یہ مقدمہ ولایت تک لڑا گیا۔ اہل حدیث کی طرف سے شیخ احمد اللہ ساعی رہے۔ اور ۱۵ ہزار روپیہ ان کا خرچ ہوا۔ فیصلہ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

پریوی کونسل

فضل کریم ویک کس (مدعیان) بنام مولا بخش وغیرہ (مدعا علیہم) برطبق اپیل از ہائی کورٹ کلکتہ (بنگال)۔ (۲۱ فروری ۱۸۹۱ء)

(شرع محمدی، رواج، پرستش عام مسجد میں حکم امتناعی جس ذریعہ سے مدعا علیہم مسجد میں رسوم مذہبی میں حارج ہونے سے منع کئے گئے۔ حق امام ومتولی کا اپنی خدمات میں محفوظ کئے جانے کا اختلاف رائے مابین امام اور چند پرستش کنندگان کے نسبت ادائے فرض وقت نماز کے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی سنی مسلمانوں میں نہ تو کسی عام وصریح قاعدہ شرع محمدی کی بنا پر اور نہ بر بنائے جاری ہو جانے ایسے رواج کے جس کی رو سے مختلف طریق ہائے مذہبی ایسے صریح طور پر علیحدہ ہو گئے ہوں کہ ایک طریقہ کے ماننے والے دوسرے طریق والوں کے ساتھ صحیح طور پر پرستش نہ کر سکیں۔ اس امر سے کہ امام نے (الف) بآواز بلند آمین (ب) رفع یدین کرنا شروع کیا، ایسی تبدیلی عقائد کی ظاہر ہوتی ہے اور نہ یہ امر خود ہر ایک ایسا اہم اختلاف سنیوں کے رواج سے ہے کہ جس سے ایک مسجد میں جس میں پہلے یہ رسوم جاری نہ تھیں، کام کرنے کے لائق نہ رہے۔ اور نہ (الف) اور (ب) کے جاری کرنے سے چند پرستش کنندگان کو یہ جائز ہے کہ جس وقت باضابطہ مقرر کیا ہوا امام نماز پڑھاتا ہو اسی وقت ایک اور شخص نماز پڑھوانے والا مقرر کریں۔ از روئے تجاویز واقعاتی عدالت اپیل ماتحت کے رواج مسجد میں کوئی امر ایسا نہیں پایا گیا کہ جس سے رسوم الف اور ب کا اختیار کرنا ممنوع ہو۔ اور وہ تجاویز حتمی ہیں مگر اور طرح پر مقدمہ پر غور کرنے کی نظر سے حکام نے کل شہادت کو دیکھا اور جج ماتحت کی اس تجویز سے اتفاق کیا کہ کوئی شہادت اس بات کی نہ تھی کہ اس مسجد میں تمام سنیوں یا تمام مسلمانوں کا پرستش کرنا مقصود نہ تھا۔ اور نہ کوئی یہ قاعدہ قانونی تھا کہ جب بیس سال سے ایک خاص طریقہ پر پرستش عام ہوتی رہی ہو تو اس طریقہ سے کوئی اختلاف گو وہ کیسا ہی خفیف ہو، نہیں کر سکتا۔ ہر صورت نزاع میں بحث یہ ہونی چاہیے کہ اختلاف مظہرہ کس قدر بڑا اور کس قدر اہم ہے۔ کوئی قول بہ ثبوت اس امر کے پیش نہیں کیا گیا کہ مقلد ابوحنیفہ اگر کسی ایسے طریقے کو اختیار کرے جو چار امام میں سے کسی اور نے بتایا ہو تو گنہ گار ہوگا اور نہ علماء اسلام کی شہادت سے اور نہ ان کے واقعی عمل درآمد کے ثبوت سے کوئی رواج جو سنت جماعت میں وقعت قانون کی رکھتا ہو ایسا نہیں پایا گیا کہ جس کی رو سے رسوم (الف و ب) کا رسوم نماز میں داخل کرنا ممنوع ہو۔ تجاویز مقدمات قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) وعطاء اللہ بنام عظیم اللہ (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۱۲ ص ۴۹۴) کا ذکر کیا گیا ہے۔ عدالت کو یہ قرار نہیں دینا چاہیے کہ امام یا متولیوں کو یہ اختیار ہے کہ اختلاف رائے والوں کو اگر وہ مزاحمت کریں تو جب مزاحمت کریں نکال دیں۔ مدعیان کو حکم ممانعت یا امتناعی پر استدلال کرنا چاہیے کہ جو حسب قانون جب کبھی ضرورت ہو، نافذ کیا جا سکتا ہے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپیل بناراضی ڈگری (۶ دسمبر ۱۸۸۷ء) ہائیکورٹ مشعر منسوخی ڈگری (۱۵ مارچ ۱۸۸۶ء) ایڈیشنل سبارڈی نیٹ جج ترہت و بحالی ڈگری (۲۷ دسمبر ۱۸۸۴ء) منصف دوم مظفر پور

اپیل ہذا میں بحث متعلق مزاحمت پرستش ایک مسجد واقع تاج پور ضلع ترہت کے پیش کی گئی کہ جس مسجد کی جائداد وقف کا اہتمام قاضی رمیض الدین کے سپرد بطور متولی کے کیا گیا تھا اور اس کے وقت میں یہ مسجد اسی کی اراضی پر ۱۸۵۸ء میں از سرنو تعمیر کی گئی تھی۔ نامبردہ کی وفات پر اس کے دو پسران بطور متولیان جانشین اس کے ہوئے۔ اور نالش ہذا میں وہ شریک امام کے کہ جس کو ان کے پدر نے ۱۸۶۲ء میں مقرر کیا تھا اس دعوی میں ہوئے کہ امام کا حق مسجد میں نماز پڑھانے کا قرار دیا جائے۔ اور نیز یہ چارہ کار عطا کیا جائے کہ بذریعہ اجرائے حکم کے مدعا علیھم کو، جو ابتدا میں بارہ اشخاص تھے، یہ ممانعت کی جاوے کہ وہ مزاحم امام کے اس کام کے کرنے پر جس طرح پر کہ ہوئے تھے، نہ ہوں۔

امام مذکور قبل فیصلہ ہائی کورٹ کے فوت ہوگیا۔ اجازت اپیل کی متولیوں کو دی گئی کہ جن کا کام نامبردہ کا جانشین مقرر کرنے کا تھا۔ یہ اجازت اس وجہ سے دی گئی کہ تجویز ان کے حقوق پر مؤثر تھی، گو خود ان کا استحقاق بحیثیت متولیان جملہ عدالتوں نے بحال رکھا تھا۔ اس اثنا میں بعض مدعا علیھم نے متولیوں کی مخالفت ترک کردی۔

جب یہ نالش اول مرتبہ داخل ہوئی تو اس بنا پر ڈسمس کی گئی کہ یہ نزاع بطور ایک بحث حق دیوانی کے قابل نہ تھی۔ مگر سبارڈی نیٹ جج کے یہاں اپیل ہونے پر وہ حکم بتاریخ ۵ جولائی ۱۸۸۴ء منسوخ ہوا اور مقدمہ واسطے تجویز بر بنائے روداد کے واپس کیا گیا۔ حکم واپسی ہائی کورٹ سے بحال رہا۔ تب ایک اور منصف نے مقدمہ کو بر بنائے روداد فیصل کیا۔

منصف موصوف نے یہ تجویز کی کہ مسجد گو حنفی مذہب کے لوگوں نے از سرنو تعمیر کی تھی اور اپیلانٹان ہذا جن کا استحقاق بحیثیت متولیان حاکم موصوف نے قائم کیا ایک فرقہ سنی کے ہیں۔ اور یہ تجویز کی کہ مسجد باہتمام مولوی عبدالواسع منصف، جو خود حنفی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب کا تھا، بذریعہ چندہ کے جو اسی مسلک کے پرستش کنندگان سے لیا گیا تھا تعمیر ہوئی تھی اور منصف موصوف نے یہ بھی تجویز کی کہ صرف اس قدر بیانات ثابت ہوئے کہ مدعا علیھم خود اذان دیتے تھے اور بطور ایک علیحدہ جماعت کے اپنا امام خود منتخب کر کے اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اور منصف موصوف نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ مدعیان نے اپنا قدیم مذہب حنفی چھوڑ دیا تھا لہذا مدعا علیھم کو جائز تھا کہ خود اپنے امام کی اقتداء میں مسجد میں نماز پڑھیں۔

اس لئے اس نے یہ قرار دیا کہ اپیلانٹان ہذا متولی تھے، مگر مدعی نمبر ایک مدعا علیھم مجیب کا امام نہیں ہوسکتا تھا، اور مدعا علیھم کو یہ منصب حاصل تھا کہ حسب دستور اپنی نماز اپنے منتخب کئے ہوئے امام کے پیچھے پڑھیں۔

برطبق اپیل اڈیشنل سبارڈی نیٹ جج نے اس فیصلہ کو منسوخ کیا اور اپنے فیصلہ میں نوتجاویز، جو حکام عالی مقام کی تجویز میں درج ہیں، تحریر کیں۔ جج موصوف کی یہ رائے ہوئی کہ بوجہ بآواز بلند آمین کہنے اور رفع یدین کرنے کے جس کو مدعا علیھم نے واسطے جواز اپنے طریق عمل کے ظاہر کیا، مدعی اول یعنی امام مرتکب ایسے افعال کا نہیں ہوا جو ممنوع تھے اور نہ وہ اس سے ناقابل اپنے کام کے ہوگیا۔ سبارڈی نیٹ جج نے ڈگری استقراری مستدعیہ اور حکم امتناعی اس مضمون کا کہ مدعا علیھم حارج نہ ہوں، عطا کیا۔

اس تجویز کو پھر ایک ڈویژن بنچ ہائیکورٹ (جسٹس اوکینلی، وجسٹس میکفرسن) نے منسوخ کیا اور یہ تجویز کی کہ عدالت اپیل ماتحت کا ڈگری عدالت مرافعہ اولی کا منسوخ کرنا درست نہ تھا۔ پس ہائیکورٹ نے اپیل کو ڈگری کیا اور ڈگری منصف کو معہ خرچہ پھر بحال کیا۔

برطبق اپیل ہذا جو مدعیان دوم وسوم نے دائر کیا مسٹر آر، وی، ڈائن اور مسٹر سی ڈبلیو آرتھون نے من جانب اپیلانٹان یہ بحث کی کہ فیصلہ ہائی کورٹ غلط ہے اور منسوخ ہونا چاہیے اور ڈگری اڈیشنل سبارڈی نیٹ جج پھر بحال ہونی چاہیے۔ تجاویز واقعاتی عدالت اپیل اول بحق اپیلانٹان تھیں اور وہ منظور ہونی چاہیے۔ صرف بر بنائے کسی امر قانونی یا رواج کے جو وقعت قانون کی رکھتا ہو، ہائی کورٹ مجاز منسوخی کی بصیغہ اپیل دوم ہوسکتی تھی۔ مگر تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ ہائی کورٹ نے تجویز عدالت اپیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول بوجوہ ذیل منسوخ کی :۔

امام کو رسوم قدیم میں کوئی بات جدید نہیں کرنی چاہیے تھی اور جب تبدیل کی گئی تو امام کو چاہیے تھا کہ اس کو جائز ثابت کرے۔

اور ہائی کورٹ کا کہنا یہ تھا کہ وہ (امام) اس کو جائز نہیں ثابت کرسکا، اور اس میں ہائی کورٹ نے واقعات پر نظر کی۔

عدالت اپیل ماتحت نے یہ تجویز کی تھی کہ بلند آواز سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا خلاف اس رسم کے نہ تھا جو سنیوں کے رواج کے بموجب ہونی چاہیے اور اس کی بنا پر مدعا علیہم حافظ مولا بخش کی امامت پر اعتراض نہیں کرسکتے تھے۔

سبارڈی نیٹ جج نے یہ بھی تجویز کی ہے کہ یہ نہیں ثابت ہوا کہ مسجد صرف اسی قسم کی پرستش کے لئے تھی جس طرح مقلدان امام ابوحنیفہ کرتے ہیں۔ اور اگر ہوتی، تو بھی اس سے کوئی وجہ اس بات کی حاصل نہ ہوتی کہ سنیوں کے رواج کے مطابق پرستش کرنا منع کیا جاوے۔ رواج مسجد اور نوعیت اور تاثیر انحراف کی اگر کوئی انحراف رواج سے ہوا ہو سب امور واقعاتی ہیں اور ان سب کی نسبت عدالت اپیل اول نے تجویز تحریر کی تھی، مقدمات قیصر ہند بنام رمضان وعطاء اللہ بنام عظیم اللہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

ثابت نہیں ہوا کہ کسی ایسے رواج کی خلاف ورزی ہوئی ہو قانون کی وقعت رکھتا ہو، اور نہ کوئی ایسا اختلاف ثابت کیا گیا کہ جس سے مدعا علیہم اسبات کے مجاز ہوسکیں کہ دوسرا امام، بجائے اس کے جو بوجہ ہونے سنی کے چاروں اماموں کا ماننے والا پایا گیا (کہ جو سب کو یکساں خدا کے ماننے والے تھے) گو طریقہ پرستش جس کی انہوں نے ہدائت کی تھی، باعتبار کل جزئیات کے ٹھیک ٹھیک یکساں نہ تھا، مقرر کریں

ہائی کورٹ نے بصیغہ اپیل تجاویز واقعاتی کے منسوخ کرنے میں دفعہ ۵۸۴ مجموعہ ضابطہ دیوانی سے تجاوز کیا ان تجاویز کی تائید بھی شہادت سے بخوبی ہوتی ہے۔ رسپانڈنٹان حاضر نہیں ہوئے۔

بتاریخ ۲۱ فروری حکام عالی مقام کا فیصلہ لارڈ ہابہوس نے سنایا۔

لارڈ ہابہوس:۔

جب عرضی دعوی نالش ہذا داخل ہوئی اس وقت مدعیان ہردو اپیلانٹان حال اور ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شخص حافظ مولا بخش تھے۔ مئوخر الذکر امام ومئوذن ایک مسجد واقع تاجپور کا تھا۔ اور دیگر دو مدعیان متولی اسی مسجد کے تھے۔ مدعا علیھم بارہ اشخاص تھے جو مسجد میں پرستش کرتے تھے۔ عرضی دعوی میں یہ بیان کیا گیا کہ مدعا علیھم نے چند تبدیلیوں سے ناراض ہوکر جو امام نے رسمیات میں کئے تھے اس کی انجام دہی خدمت میں دست اندازی کی اور خود اپنے طریقہ پر خدمت انجام دلانے کا دعوی کیا اور طرح پر بداعمالی کی۔

چارہ کار مستدعیہ حسب ذیل تھا:۔

الف۔ عدالت قرار دے کہ مدعی نمبر ایک امام اور مئوذن مسجد تاجپور پرگنہ سریسا کا ہے اور مدعیان نمبر ۲، ۳ متولی اس کے ہیں۔ اور بحیثیت امام اور متولیان اور مدعیان کا ہمیشہ سے یہ حق چلا آتا ہے اور اب بھی حاصل ہے کہ جماعت کے سامنے منبر اور مصلے سے جمعہ کے روز وعظ کہیں اور نماز پنجگانہ پڑھائیں۔

ب۔ مدعا علیھم کو اس میں دست اندازی کرنے کا منصب نہیں اور نہ کسی کو افعال متذکرہ دفعہ ۵ عرضی دعوی کے کرنے کا حق ہے۔

ج۔ یہ قرار دیا جائے کہ مدعا علیھم کو، کہ وہ ایک فرقہ مسلمان ہیں، محض یہ حق حاصل ہے کہ صرف نماز کے وقت مسجد میں آویں اور نماز پڑھیں اور مدعی نمبر ایک ان سے نماز پڑھوائے۔ بجز اس کے کسی اور ارادہ سے ان کو مسجد میں آنے کا حق نہیں ہے۔

د۔ عدالت قرار دے کہ درحالیکہ مدعا علیھم مدعیان کے حقوق میں جو ان کو بحیثیت امام متولیان حاصل ہیں دست اندازی کریں اور افعال متذکرہ دفعہ ۵ عرضی دعوی کے مرتکب ہوں تو مدعیان کو اختیار ہے کہ جملہ مدعا علیھم کو یا جو کوئی افعال مذکور کا مرتکب ہو، اس کو مسجد سے نکال دیں۔

پس نالش ابتداء ایک نالش استقراری تھی لیکن عرضی دعوی میں ترمیم کی گئی اور اس میں استدعائے ذیل واسطے چارہ کار واقعی کے اضافہ کی گئی۔

مدعا علیھم کو ممانعت کی جاوے کہ وہ حق موذن اور حق امام میں جو مدعی نمبر ایک کو حاصل ہے اور حق تولیت مدعیان نمبر دو اور تین میں کسی طرح دست اندازی نہ کریں اور حکم امتناعی بنام مدعا علیھم اس مضمون کا جاری کیا جاوے کہ وہ کوئی فعل متذکرہ دفعات ۴ اور ۵ عرضی دعوی مدعی کی مسجد کے اندر نہ کریں اور نہ اس غرض سے مدعیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی مسجد میں آویں۔

اپنے بیان تحریری میں مدعا علیھم نے اس امر سے انکار نہیں کیا کہ حافظ مولا بخش ۲۵ سال سے مؤذن اور امام ہے اور نہ اس امر سے انکار کیا کہ دیگر مدعیان بطور متولیان کام کرتے ہیں مگر انہوں نے درحقیقت یہ جواب دہی کی کہ مدعیان مستحق اپنے عہدہ کے بوجہ کفر کے نہیں رہے۔ دو عذرات یہ ہیں:۔

قبل ازیں کے مدعی نمبر ایک مؤذن تھا اور لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا۔ لیکن اس نے اپنا مذہب حنفی چھوڑ دیا اور مذہب وہابی اختیار کیا۔ اس صورت میں اب مدعی نمبر ایک موجب شرع محمدی اور قاعدہ کے ہرگز امام اور مؤذن ہونے کا دعوی نہیں کرسکتا۔ پس اس کو منصب نالش کا نہیں۔

مدعیان نمبر دو اور تین بموجب خود اپنے بیان کے متولی نہیں ہیں۔ وہ بے شک پسران متولی قاضی رمیض الدین کے ہیں لیکن ان کو بموجب شرع محمدی کے محض اس وجہ سے کہ وہ پسران متولی متوفی کے ہیں، حق متولی ہونے کا نہیں ہے۔ نیز مدعیان نمبر ۲ اور تین نے اپنا قدیم مذہب پدری چھوڑ دیا ہے اور فرقہ وہابی میں شامل ہو گئے ہیں۔ اس صورت میں ان کو کوئی منصب اہتمام مسجد متنازعہ کا نہیں ہے۔

مدعیان نے جو تردید بیانات مدعا علیھم کی داخل کی وہ مثل میں نہیں ہے اور غالبًا غیر اہم ہے بجز اس کے کہ اس میں عام انکار بیانات مندرجہ جواب دعوی سے ہے۔

اگست، ستمبر، نومبر ۱۸۸۴ء میں منجملہ مدعا علیھم کے آٹھ اشخاص نے تین درخواستیں پیش کیں جن میں انہوں نے افسوس ظاہر کیا کہ ان کو مدعیان کا مقابلہ کرنے کی ترغیب دی گئی تھی، اور اپنی یہ خواہش ظاہر کی کہ مدعیان ڈگری اپنے حسب استدعا حاصل کریں۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کوئی حکم واسطے التوائے کاروائی بمقابلہ ان منحرف مدعا علیھم کے صادر ہوا تھا یا نہیں، لیکن جب مقدمہ ہائی کورٹ میں پہنچا ان آٹھ افراد کے نام مسل (مقدمے کی فائل) میں باقی نہ تھے۔

شہادت لینے میں یہ ظاہر ہو گیا کہ اصل جھگڑا فریقین میں کیا تھا۔ عام الزام وہابی ہو جانے کا جو مدعیان پر تھا (مدعا علیھم کی اس سے جو کچھ مراد تھی ہو) وہ اس قدر رہ گیا کہ مدعیان نے دو رسمیں اختیار کی تھیں جن کو مدعا علیھم ناجائز سمجھتے ہیں۔ ایک لفظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آمین کا بلند آواز سے کہنا بجائے آہستہ کہنے کے، اور دوسرے رفع یدین کرنا جس میں ایک خاص موقع نماز پر ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں۔

کل فریق سنی مسلمان ہیں یا ایسا ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ حافظ مولا بخش کہتا ہے کہ میں چاروں اماموں کو یکساں مانتا ہوں کہ یہ علامت طریقہ سنی کی ہے۔ امید علی مدعا علیہ اول کہتا ہے کہ میں بھی مولا بخش کی امامت میں نماز پڑھوں گا اگر وہ صرف آمین بلند آواز سے کہنا اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا چھوڑ دے۔ میں اس کو وہابی اس وجہ سے کہتا ہوں کہ وہ آمین کہتا ہے اور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے۔ اور نماز پڑھنے میں دونوں پیر چوڑے رکھ کر کھڑا ہوتا ہے اور ہاتھ چھاتی پر رکھتا ہے۔

یہ عیاں ہے کہ مدعا علیھم کوئی الزام جھوٹے یا کفر آمیز عقیدہ کا نہیں لگاتے بجز اس کے کہ جو کچھ اس رسم سے جس سے کہ ناراضی ہے اخذ ہو۔ اور پہلے دو امور (آمین بالجہر اور رفع الیدین) کے متعلق جو امید علی نے بیان کئے کل شہادت اور تقریر ہے۔ آخری دو افعال (پیر چوڑے رکھنا اور چھاتی پر ہاتھ رکھنا) پھر بیان نہیں کئے گئے۔

بحث یہ ہے کہ آیا بلند آواز سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا خلاف اس امر کے ہے کہ حافظ مولا بخش عہدہ امام ومئوذن پر قائم رہے۔

ظاہر ہے کہ یہ امر مطابق اس امر کے ہے کہ وہ پکا سنی ہے کیونکہ یہ دونوں طریقے من جملہ چار امام کے جن کو سنی مانتے ہیں ایک یا زیادہ اماموں کے بتائے ہوئے ہیں۔ لیکن مدعا علیھم یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مسجد ابوحنیفہ کے طریقہ کے سنیوں نے تعمیر کی تھی کہ جس نے، وہ بیان کرتے ہیں کہ، آہستہ سے آمین کہنے اور رفع یدین نہ کرنے کی ہدائت کی ہے۔ اس سے مدعا علیھم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اولاً جو شخص کہ حنفی نہ ہو، وہ صحیح طور پر امام یا مئوذن یا متولی اس مسجد کا نہیں ہوسکتا۔ اور ثانیاً بلند آواز سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا خلاف حنفی ہونے کے ہے۔

مدعیان ان دونوں نتائج سے انکار کرتے ہیں۔

حکام عالی مقام نے نالش کی ٹھیک ترتیب اور نوعیت بیان کرنے کی احتیاط کی ہے کیونکہ حکام عالی مقام کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ (قبل ازیں) بخوبی ذہن میں نہیں رکھی گئی۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ عدالتوں نے اس کی نسبت کس طرح پر عمل کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد اس فیصلہ منصف کے کہ اس کو اس معاملہ کی تجویز کرنے کا اختیار حاصل نہ تھا (کہ وہ فیصلہ اپیل سے منسوخ ہو گیا) مقدمہ کو اس وقت جو منصف تھا اس نے دسمبر ۱۸۸۴ء میں سماعت کیا۔ نسبت عہدہ امام ومئوذن کے منصف موصوف نے رائے مدعا علیھم کی اختیار کی لیکن یہ رائے منصف موصوف کی نہیں ہوئی کہ متولیان ناقابل ہو گئے۔ ڈگری مصدرہ منصف موصوف حسب ذیل ہے:۔

مدعیان نمبر۲، ۳ متولی اس مسجد کے بدستور ہیں۔ مدعی نمبر ا بمقابلہ مدعا علیھم معترض کے امام وموذن نہیں سمجھا جا سکتا اور نہ مدعا علیھم پر واجب ہے کہ نماز پڑھنے میں اس کو اپنا پیشوا قبول کریں۔ مدعا علیھم کو ہر طرح پر یہ منصب حاصل ہے کہ مسجد میں اپنے طریقہ پر خود اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھیں۔

برطبق اپیل منجانب مدعیان مقدمہ کو اڈیشنل سبارڈی نیٹ جج نے مارچ ۱۸۸۶ء میں سماعت کیا۔ ٹھیک ٹھیک یہ دیکھنا ضروری ہے کہ تجاویز اس سبارڈی نیٹ جج کی کیا ہیں کیونکہ جہاں تک کہ وہ متعلق معاملات واقعاتی کے ہیں، اپیل ان کا ہائی کورٹ میں نہیں ہے۔ وہ تجاویز ہمیں حسب ذیل معلوم ہوتی ہیں:۔

ا۔ مدعیان اس فرقہ کے ہیں جو عامل بالحدیث یا اہل حدیث کہلاتا ہے۔

ب۔ عامل بالحدیث سنی مسلمان ہیں اور سنت جماعت کے ممبر ہیں۔

ج۔ کوئی سند اس بات کے کہنے کے لئے نہیں کہ عامل بالحدیث کسی حنفی کا نماز میں پیشوا نہیں ہوسکتا۔

د۔ فرق صرف یہ ہے کہ عامل بالحدیث رفعیدین کرتے ہیں اور بلند آواز سے آمین کہتے ہیں

ہ۔ اس فرق کی بنا پر کوئی شخص حنفی یہ اعتراض مذہبی نہیں کرسکتا کہ وہ عامل بالحدیث کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

و۔ عامل بالحدیث قیاس اور اجماع کو سند مانتے ہیں اگر وہ خلاف قرآن اور حدیث کے نہ ہو کہ جس کو وہ اسی طرح پر مانتے ہیں جیسے کہ ہر مسلمان کو ماننا چاہیے۔

ز۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ مسجد احناف کی ہے۔

ح۔ بالفرض مسجد کا بانی حنفی بھی ہو، یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے عامل بالحدیث کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں نماز پڑھنے اور اس میں بطور امام کے کام کرنے کی ممانعت کی تھی۔

ط۔ مدعا علیھم مستحق اس کے نہیں کہ اپنے ہی منتخب کئے ہوئے امام کے پیچھے نماز پڑھیں

ان تجاویز سے لازمی نتائج یہ نکلتے ہیں کہ حافظ مولا بخش نا قابل امام ہونے کے نہ تھا اور وہ بمقابلہ مدعا علیھم کے مستحق حفاظت تھا، اور ڈگری منصف کی منسوخ ہونی چاہیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور ڈگری بحق مدعیان حسب استدعائے عرضی دعوی معہ خرچ نالش کے صادر کی گئی۔

اس پر مدعا علیھم نے ہائی کورٹ میں اپیل کیا اور مقدمہ کو ایک ڈویژن بنچ (جج اوکینلی و میکفرسن) نے دسمبر ۱۸۸۷ء میں سماعت کیا۔ عدالت موصوف نے سبارڈی نیٹ جج کی ڈگری منسوخ کر کے منصف کی ڈگری کو بحال کر دیا۔ ہائی کورٹ کے ججوں کی یہ رائے ہوئی کہ سبارڈی نیٹ جج نے ایسے معاملات پر نظر کی تھی جو بالکل غیر متعلق تھے اور جن کو کچھ تعلق مقدمہ سے نہ تھا۔ یعنی یہ کہ

آیا حنفیوں کو یہ جائز تھا کہ عامل بالحدیث کے پیچھے نماز پڑھیں، اور

آیا عامل بالحدیث سوسائٹی کے معزز ممبر ہیں، اور

آیا ان کو یہ جائز ہے کہ خدمات امام کی انجام دیں۔

ہائی کورٹ کے فیصلہ کی وجہ یوں بیان کی ہے۔

جن امور کا فیصلہ ہم کو کرنا ہے وہ صرف یہ ہیں کہ آیا یہ مدعیان جن کو اشخاص فرقہ حنفی نے مقرر کیا تھا اور جنہوں نے خدمات مسجد کی اس فرقہ کے طریقوں اور رسوم کے بموجب بیس سال تک انجام دیں، اب منحرف ہو کر یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ ان کو اپنی خدمات کے ایک مختلف طور پر انجام دینے کا حق حاصل ہے کہ کوئی سند بتائید اس بات کے ہمارے روبرو ظاہر نہیں کی گئی۔ فاضل وکیل جس نے مدعیان کی طرف سے بحث میں کی، اس معاملہ کی نسبت بحث کرنے سے انکار کیا اس وجہ سے کہ وہ بہت وقت طلب ہے۔ بادی النظر میں ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام یا متولی کو اپنی خدمات کو طریقہ قدیم پر انجام دینا چاہیے تھا تبدیل کا جائز ثابت کرنا مدعیان کا کام ہے اور وہ نہیں ثابت کر سکے۔

اس ڈگری کی ناراضی سے اپیل ہذا دائر ہوا ہے۔ مولا بخش قبل فیصلہ ہائی کورٹ کے مر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا لیکن اجازت اپیل کی پیروی کرنے کی اس کے شریک دو مدعیان کو دی گئی گو خود ان کا استحقاق بحیثیت متولیان جملہ عدالتوں نے بحال رکھا تھا۔ بہر حال نا مبردگان کو کافی تعلق اس امر سے ہے کہ اپنے فرقہ یا گروہ کی رائے مسجد میں قائم رکھیں۔ خاص کر اس وجہ سے کہ شہادت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہی امام مقرر کرتے ہیں۔ حکام کو لازم ہے کہ تصفیہ ان امور کا جو اس نالش میں پیدا ہوئے ہیں اسی طرح پر کریں کہ گویا حافظ مولا بخش اپیلانٹ ہے۔ یہ امر نہائت قابل افسوس ہے کہ ایسا مقدمہ یک طرفہ بحث پر فیصل کیا جاوے

تجویز ہائی کورٹ سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ ہائی کورٹ نے کس بنا پر تصور کیا کہ اپیل دوم ہوسکتا تھا یعنی وہ کون سا قانون یعنی رواج جو وقعت قانون کی رکھتا ہو، تھا کہ جس کی نسبت سبارڈی نیٹ جج نے فیصلہ غلط کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ ہائی کورٹ کی تجویز مختصر کے معنی، جو بالکل عیاں ہیں، یہ ہیں کہ فیصلہ ہائی کورٹ کا کلیتہ اوپر خاص رواج یا ٹرسٹ (امانت ہائے) متعلقہ مسجد تاج پورہ کے مبنی ہے۔ لیکن یہ بحث اس مقدمہ میں کہ جس میں کوئی شہادت تحریری موجود نہیں ہے محض واقعاتی ہے اور تجاویز سبارڈی نیٹ جج کی ہائی کورٹ میں اور نیز عدالت ہذا میں بنظر اس کے کہ مدعا علیھم نے سبارڈی نیٹ جج کی ڈگری کی ناراضی سے بحضور ملکہ معظّمہ با جلاس کونسل اپیل کرنے کی اجازت حاصل نہیں کی ہے، حتمی ہیں۔ تجاویز حاکم موصوف نسبت اس امر کے جو اوپر بیان کی گئی ہیں یعنی تجاویز (ز) اور (ح) قاطع مقدمہ مدعا علیھم ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہائی کورٹ نے ان پر کچھ لحاظ نہیں کیا۔

گو اس اپیل میں حکام عالی مقام کو یہ جائز نہیں ہے کہ سبارڈی نیٹ جج کی تجاویز واقعاتی سے تجاوز کر کے کسی امر پر نظر کریں مگر حکام ممدوح پر یہ فرض ہے کہ کل شہادت کو ملاحظہ کریں اور حکام ممدوح کو سبارڈی نیٹ جج کی اس رائے سے کلیتہً اتفاق ہے کہ کوئی شہادت مطلقاً اس بات کی نہیں ہے کہ یہ مسجد کل سنیوں یا کل مسلمانوں کے واسطے نہیں بلکہ صرف حنفیوں کے لئے تھی، اور عامل بالحدیث از روئے رواج مسجد کے اس کا امام نہیں ہوسکتا۔

مگر تجویز مذکور کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ کوئی قاعدہ قانونی اس مضمون کا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب پرستش عام ایک خاص طور پر ۲۰ سال سے ہوتی آئی ہو تو اس سے کسی طرح پر اختلاف نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ امام جو ایسے اختلافات کا مرتکب ہو، فی الواقع ناقابل اپنے عہدہ کے ہو جاتا ہے۔ اگر یہ مطلب تجویز مذکور کا ہو تو وہ حکام ممدوح کی رائے میں قانوناً معقول نہیں ہے بلکہ باعتبار واقعات کے بھی معقول نہیں ہے۔ کیونکہ اس مسجد میں بالکل ایک طور پر پرستش ہونا نہ تو ثابت کیا گیا ہے نہ بیان کیا گیا ہے گو جن خاص طریقوں کی نسبت اب اعتراض کیا گیا ہے وہ زیادہ تر حال کے ہیں لیکن قطع نظر اس کے یہ نہیں ہو سکتا کہ امام خود اپنے یا اپنے پیش رو کے طریقہ پرستش کا ایسا پابند ہو کہ وہ ذرا بھی اختلاف اس اشارے یا آواز میں یا اور طرح پر بلا اس کے کہ وہ مجرم سمجھا جاوے، نہ کر سکے۔ مجموعہ رسوم بھی ایسا مفصل نہیں ہو سکتا کہ جس سے کل خصوصیت ذاتی یا استعمال عقل ذاتی مطلقاً باقی نہ رہے اور اس مقدمہ میں تو کوئی مجموعہ رسوم ہے ہی نہیں۔

اگر اصول مندرجہ بالا منظور کیا جاوے تو یہ لازم آئے گا کہ ایک امام واحد کا طریقہ (کیونکہ مولا بخش قبل شروع ہونے اس نزاع کے ۲۰ سال سے اس عہدہ پر تھا) ایسا یکساں ہو سکتا ہے کہ وہ قاعدہ مسجد کا ہو جاوے اور کوئی شخص جماعت کا خلاف خواہش دیگر اشخاص کے اس امر پر اصرار کر سکتا ہے کہ کوئی اختلاف گو وہ کیسا ہی بے نقص اور کیسا ہی خفیف ہو، نہ کیا جاوے۔ ہر صورت نزاع میں یہ بحث ہونی چاہیے کہ اختلاف مظہرہ کس قدر بڑا اور اہم ہے۔ اس بحث پر سبارڈی نیٹ جج نے نہائت مناسب طور پر غور کیا ہے لیکن ہائی کورٹ نے اس کی کل تجاویز کو غیر متعلق قرار دے کر منسوخ کیا ہے اور ان امور کی تحقیقات کرنے سے انکار کیا ہے جن کے متعلق بالخصوص تقریر وشہادت وتجاویز پہلی دو عدالتوں کی ہیں۔

حکام یہ طریقہ اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ تجویز بحق مدعا علیہم زیادہ تر عام وجوہ پر بہ نسبت خاص رواج اس مسجد یا ان ذمہ داریوں کے جو دستور مجریہ مسجد سے پیدا ہوتی ہیں، مبنی ہو سکتی تھی جیسا کہ منصف نے اس کو فی الواقع مبنی کیا اور ان وجوہ کو دیکھنا لازم ہے۔

قبل ختم کرنے اس بحث کے ایک مقدمہ عطاء اللہ بنام عظیم اللہ (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۱۲ ص ۴۹۴) کا ذکر کر دینا چاہیے کہ جن میں ہائی کورٹ ممالک مغربی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شمالی نے یہ تجویز کی تھی کہ مسجد جو خدا کے واسطے بنائی جاتی ہے کل مسلمانوں کے واسطے ہے اور جائز طور پر کسی ایک خاص فرقہ کے کام نہیں آ سکتی ۔ اگر یہ اصول منظور کیا جاوے تو اس سے مقدمہ حال ، جہاں تک کہ تجویز ہائی کورٹ پر مبنی ہے، فیصل ہو جاتا ہے ۔لیکن مسٹر ڈائن نے یہ اصول بیان نہیں کیا اور نہ واقعات مقدمہ ہذا سے یہ بحث پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ نہیں پایا جاتا کہ یہ مسجد کبھی کسی خاص فرقہ کے کام میں آنی مقصود ہو۔ پس حکام عالی مقام اس کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کرتے ۔

جب اس امر پر توجہ کی جاتی ہے کہ جس کی نسبت سب سے زیادہ بحث ہر دو عدالت ماتحت میں کی گئی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ امر مذکور یہ ہے کہ آیا بآواز بلند آمین کہنے اور رفع یدین کرنے کی رسم جاری کرنے سے (کہ اسی جرم کا الزام حافظ مولا بخش پر لگایا گیا ہے اور اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہتا ہے اور اس کے مخالفین اس کو وہابی کہتے ہیں) ایسی تبدیلی عقائد کی ظاہر ہوتی ہے یا وہ خود ایک ایسا اہم اختلاف رواج سے ہے کہ جس سے امام ایک مسجد میں جس میں پہلے سے یہ رسوم جاری نہ تھیں کام کرنے کے لائق نہ رہے ۔ اگر اس بحث کا جواب اثبات میں دیا جائے تو وہ یا تو بر بنائے عام قاعدہ صریح شرع محمدی کے یا بر بنائے جاری ہو جانے ایسے رواج کے ہو جانا چاہیے کہ جس کی رو سے مختلف طریقہ ہائے مذہبی ایسے صحیح طور پر علیحدہ ہو گئے ہوں کہ ایک طریقہ کے ماننے والے دوسرے طریقہ والوں کے ساتھ صحیح طور پر پرستش نہ کر سکیں ۔

نسبت قانون عام کے حکام عالی مقام کے روبرو سنیوں کے کسی مستند مجموعہ رسوم مذہبی کا، جیسا کہ انگلستان کے گرجے کا روبرک rubric ہے، حوالہ نہیں دیا گیا ہے ۔ ہدایہ میں ایک بڑا باب یا فصل نماز کے متعلق ہے جس سے غالباً آرائے ابوحنیفہ اور اس کے خاص دو شاگردوں ابو یوسف اور امام محمد کی جس طرح پر کہ سن ہجری کی چھٹی صدی میں سمجھی گئی تھیں، ظاہر ہوں گی ۔لیکن مسٹر ہملٹن نے، جس کو وارن ہیسٹنگز نے ہدایہ کا ترجمہ کرنے کے لئے مقرر کیا تھا، نماز کے باب کا ترجمہ نہیں کیا کیونکہ مسٹر ہملٹن کی رائے میں اس سے کسی قسم کی مدد معاملات متعلق جائداد کے فیصلہ جات میں حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور جہاں تک حکام کو معلوم ہوا ہے کوئی ترجمہ اس کا اصل عربی سے کیا ہوا نہیں ہے ۔ اور انگریزی میں تو یقیناً نہیں ہے ۔ اور نہ کوئی قول کہیں کا بہ ثبوت اس امر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے پیش کیا گیا ہے کہ ابوحنیفہ کو ماننے والہ اگر ایسی رسوم بجالاوے کہ جن کی دیگر سنی اماموں نے ہدائت کی ہو تو گنہ گار ہوگا، اور ابوحنیفہ کے ماننے والوں کی جماعت سے علیحدہ ہو جائے گا۔ ہائی کورٹ الہ آباد میں دو مقدمے ایسے ہوئے ہیں جن میں نزاع بابت اس امر کے پیدا ہوئی تھی کہ لفظ آمین کس قدر آواز سے بولنا چاہیے۔ ایک کا تو اوپر ایک اور امر کی نسبت ذکر ہو چکا ہے، دوسرا مقدمہ ملکہ قیصرہ ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ سلسلہ الہ آباد ج ۷ ص ۴۶۱) ایک فوجداری مقدمہ تھا اور فیصلہ اس بحث پر منحصر تھا کہ آیا ان لوگوں نے، جنہوں نے آمین بلند آواز سے کہا، نامناسب طور سے اور دوسروں کو رنج پہنچانے کی غرض سے کہا۔ دونوں مقدموں میں جسٹس محمود نے بصراحت تمام اس امر کی نسبت بحث کی ہے کہ آمین کس طرح پر کہنا چاہیے۔ جج موصوف نے بیان کیا ہے کہ ابوحنیفہ نے آہستہ سے آمین کہنے کی ہدائت کی ہے مگر باقی تینوں اماموں نے بلند آواز سے کہنے کی ہدائت کی ہے۔ اور اپنی رائے جج موصوف نے یہ ظاہر کی ہے کہ حکم آمین کہنے کا ہے مگر کوئی سند اس بارہ میں نہیں ہے کہ کس قدر آواز سے کہنا چاہیے۔ من جملہ دو مقدمات مذکور کے پچھلے مقدمہ میں عدالت اولی نے یہ تصور کیا کہ بلند آواز سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا دونوں تمام سنیوں میں جائز ہیں، حکام کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی قاعدہ اس بارہ میں مسلمانوں یا سنیوں کیلئے ہے حکام ممدوح کو یہ تجویز کرنا لازم ہے کہ کوئی ایسا قاعدہ نہیں ہے۔

اب حکام اس امر کی تحقیقات کرتے ہیں کہ سنی جماعتوں میں کیا رواج ہے۔ اس بات کی نسبت تجاویز کامل سبارڈی نیٹ جج کی ہیں جو اوپر بیان کی گئیں اور اگر یہ امور واقعاتی ہوں تو تجاویز جج موصوف حتمی ہیں۔ لیکن حکام عالی مقام یک طرفہ بحث پر بمقابلہ مدعا علیھم کے اس امر کو مثبتہ تصور نہیں کریں گے کہ ممکن ہے اس تحقیقات میں ایسے رواج کا جو وقعت قانون کی رکھتا ہو، دخل نہ ہو۔ لہذا حکام نے شہادت پر لحاظ کرنا مناسب سمجھا اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ حکام، سبارڈی نیٹ جج سے اتفاق کرتے ہیں۔

سنی چار اماموں کو مانتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ چاروں نے اپنے قانون کا مخرج بترتیب ذیل قرار دیا ہے۔

اول قرآن، دوم حدیث یعنی روایات زبانی جو نبی کے وقت سے چلی آتی ہیں۔ سوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجماع یعنی پیروکاروں کا اتفاق اور چہارم قیاس یعنی تجویز ذاتی۔

سوائے اس کے چاروں اماموں کا بہت ہی جزئیات میں باہم اختلاف ہے جس میں بلند آواز سے آمین کہنا اور رفع یدین کرنا داخل ہے۔ کوئی امام (مسجد) ہر بات میں چاروں کی پیروی نہیں کرسکتا لیکن ہر امام کے ماننے والے سب پکے سنی ہیں۔

یہ بیان جو تمام کتب مذہبی میں ہے اور جس کی تائید نورالحسن کی شہادت سے بھی ہوتی ہے، اس کی تشریح دہلی کے علماء، جنہوں نے شہادت دی ہے، نے بھی بخوبی کی ہے۔ تیس سے زائد علماء نے ۱۸۸۰ء میں ایک فتوی تیار کیا تھا جس میں انہوں نے اپنے مذہب کے لوگوں سے واقعی یہ درخواست کی تھی کہ چھوٹے چھوٹے امور اختلاف کی بابت کہ جن میں آمین کہنے کی آواز بلند اور رفع یدین داخل تھے، جھگڑا نہ کریں، ان میں سے پانچ اشخاص کا بیان ہوا۔ ایک کہتا ہے کہ وہ مسلّمہ اماموں میں سے کسی کو بالخصوص نہیں مانتا۔ اس کے صریح معنی یہ ہیں کہ وہ مجاز اس کا ہے کہ اماموں میں سے چاہے جس امام کی پیروی کرے۔ دوسرا کہتا ہے کہ وہ چاروں اماموں کو مانتا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اصول میں مانتا ہے کیونکہ وہ بہت سی جزئیات میں جن میں امور زیر تجویز مقدمہ ہذا داخل ہیں، ایسا نہیں کرسکتا۔ تیسرا کہتا ہے کہ وہ چاروں اماموں کو اور حدیث کو مانتا ہے۔ چوتھا کہتا ہے کہ وہ ابوحنیفہ کو مانتا ہے حالانکہ وہ شریک فتوی مذکور کا ہے جس میں آمین کہنے کی آواز اور رفع یدین ایسے امور سمجھے گئے ہیں کہ جن کی بابت مختلف طریقے یکساں صحت کے ساتھ اختیار کئے جاسکتے ہیں۔

نورالحسن وہ منصف ہے جس کے روبرو مقدمہ نوبت ابتدائی میں پیش ہوا تھا اور وہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتا اگر مدعیان یہ درخواست نہ کرتے کہ مقدمہ کسی اور حاکم کے یہاں منتقل کردیا جائے کیونکہ وہ منصف مذکور کی شہادت دلانا چاہتے تھے۔ وہ ایک عالم شخص ہے اور عربی جانتا ہے وہ فرقہ یا مذہب حنفی میں ہے آمین آہستہ سے کہتا ہے اور رفع یدین نہیں کرتا۔ اس کو فتوی مذکور سے اتفاق ہے اور جنہوں نے اس پر دستخط کئے ہیں ان میں بعض اشخاص کی وہ بہت تعریف کرتا ہے۔ اس کا یہ بیان ہے کہ جو لوگ آمین نہیں کہتے اور اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے وہ اپنی نماز ان لوگوں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جو ایسا کرتے ہیں اور اپنی رائے کی تائید میں اس نے بہت سی اسناد کا حوالہ دیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ احمد اللہ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے مسجد کی تعمیر کے لئے چندہ دیا تھا۔ وہ اول گواہ مدعا علیھم کی طرف سے ہے لیکن وہ بیان کرتا ہے کہ وہ خود عامل بالحدیث ہے اور نیز حنفی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ اور مکہ ہو آیا ہے اور یہ بیان کرتا ہے کہ وہاں چاروں اماموں کے ماننے والوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ تاج پورہ میں اس کے قرب و جوار میں حنفی، عامل بالحدیث کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔

اس گواہ نے جو مکہ کا ذکر کیا ہے وہ جسٹس محمود کے بیان سے جو مقدمہ قیصرہ ہند بنام رمضان میں مندرج ہے، مطابقت رکھتا ہے۔ جسٹس محمود نے یہ بیان کیا ہے کہ کسی مسجد میں چاروں طبقے کے لوگ نماز پڑھنے کے مجاز ہیں اور اس سے انہوں نے یہ نتیجہ صحیح طور پر نکالا ہے کہ کسی کی نماز مکروہ نہیں ہوتی اور جو کچھ گواہ مذکور نے تاج پور کی نسبت بیان کیا ہے اس کی تائید اس تحریر سے ہوتی ہے کہ اسی مسجد میں، جس میں یہ بیان کیا جاتا ہے حنفی مذہب کے لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں، یہ نہیں پایا جاتا کہ سوائے مدعا علیھم کے کہ جنہوں نے ہائی کورٹ میں اپیل کیا، عبادت کنندگان میں سے کسی ایک نے بھی نسبت اس طریقے کے کہ جس طریقے پر حافظ مولا بخش عبادت کراتا تھا، اعتراض کیا ہو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ بمقابلہ صاحب علم و عمل مسلمانوں کی اس شہادت، اور عبادت گذار مسلمانوں کے دستور واقعی کے دوسری طرف سے کیا ثبوت ہے؟ شہادت مطلقاً نہیں ہے، نہ کسی کتاب کا اور نہ کسی رائے کا اور نہ کسی جماعت پرستش کنندگان کے دستور کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اور نہ کوئی وجہ سبارڈی نیٹ جج کی تجاویز سے اختلاف کرنے کی بیان کی گئی ہے اور نہ حاکم موصوف کی اس رائے سے اختلاف کرنے کی بیان کی گئی ہے کہ مدعیان مستحق چارہ کار کے ہیں۔ ایک امر میں سبارڈی نیٹ جج نے استدعائے عرضی دعوی کو ضرورت سے زیادہ قبول کیا ہے یعنی فقرہ (و) میں استدعا اس استقرار کی ہے کہ مدعیان، مدعا علیھم کو جب کہ وہ دست اندازی کریں نکال دینے کے مجاز ہیں۔ عدالت کو ایسا استقرار نہیں کرنا چاہیے۔ مدعیان کو چاہیے کہ اس حکم ممانعت یا امتناعی پر کہ جس کے وہ مستدعی ہیں استدلال کریں اور اس کو ہر صورت میں، جو پیدا ہو، جس طرح کہ ان کو مشورہ دیا جائے نافذ کرادیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہائی کورٹ کو چاہیے تھا کہ وہ ڈگری ماتحت کو اس طرح پر ترمیم کرتی کہ استقرار مستدعیہ فقرہ (و) کے عطا سے انکار کرتی اور ساتھ اس ترمیم کے مدعا علیھم کا اپیل مع خرچہ ڈسمس کرتی۔ حکام، ملکہ معظّمہ کو بجز یہ مشورہ دیں گے کہ یہی ڈگری اب بجائے ڈگری ہائی کورٹ کے، جو منسوخ ہونی چاہیے، صادر کی جاوے۔ رسپانڈنٹان کو لازم ہے کہ خرچہ اس اپیل کا ادا کریں۔ اپیل منظور ہوا۔

سالیسٹرز منجانب اپیلانٹان۔ ٹی ایل ولسن وکمپنی۔

(منقول از فتوحات اہل حدیث)

ڈگری پریوی کونسل لندن

مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۹۱ء اجلاس ملکہ معظّمہ قیصر ہند

حاضرین اجلاس۔ آرچ بشپ ولارڈ پریسیڈنٹ وغیرھم

آج رپورٹ مندرجہ ذیل مورخہ ۲۱ فروری مرسلہ پریوی کونسل روبرو ملکہ پڑھی گئی۔

(مضمون رپورٹ پریوی کونسل)

حسب الحکم ملکہ معظّمہ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۸۸۸ء مقدمہ اپیل بنا راضی فیصلہ ہائی کورٹ بنگال فضل کریم وفضل رحیم اپیلانٹان بنام حاجی مولا بخش پریوی کونسل میں پیش ہوا۔ اس مقدمہ میں استدعاء مدعیان مندرجہ ذیل ہے:۔

الف۔ نمبر (۱) قرار دیا جائے کہ مدعی نمبر ایک امام ومؤذن مسجد واقع تاجپور پرگنہ سریشا کا ہے اور مدعیان نمبر ۲ اور ۳ متولی مسجد مذکور کے ہیں۔ اور یہ کہ بحیثیت امامت وتولیت کے مدعیان کو حق ہے کہ حسب شدآمد قدیم مسجد مذکور میں خطبہ ونماز جمعہ اور نیز نماز یومیہ مسجد کے منبر اور مصلے پر نمازیوں کو پڑھائیں۔

ب۔ نمبر ۲۔ مدعا علیھم کو حق نہیں کہ مدعیان کے حقوق امامت وتولیت میں مزاحمت کریں۔ یا کہ افعال مندرجہ دفعہ ۵ عرضی دعوی کے مرتکب ہوں۔

ج۔ نمبر ۳۔ عدالت یہ قرار دے کہ مدعا علیھم کو بحیثیت مسلمان ہونے کے صرف اس قدر حق ہے کہ بوقت نماز مسجد میں جا کر باقتداء مدعی نمبر ایک نماز پڑھیں۔ ان کو کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حق مسجد میں بغرض دیگر جانے کا نہیں ہے۔

د۔ نمبر۴۔ عدالت یہ قرار دے کہ اگر مدعا علیھم بحقوق مدعیان بحیثیت امامت وتولیت کے دست اندازی کریں، یا افعال مندرجہ دفعہ ۵ عرضی دعوی کے مرتکب ہوں تو مدعیان کو حق ہے کہ مدعا علیھم کو یا کسی دوسرے شخص کو جو ایسا کرے، مسجد سے نکال دیں۔

س۔ نمبر ۵۔ خرچہ دلایا جائے۔

بعد اس کے کل مدعا علیھم نے ماسوائے نور احمد مدعا علیہ کے بیان تحریری داخل کیا وفریقین نے ثبوت داخل کیا۔ اور باجلاس منصف مظفر پور بتاریخ ۲۳ فروری پیش ہوا جس میں یہ حکم ہوا کہ دعوی مدعی مع خرچہ ڈسمس ہوا۔ اور مدعا علیھم نصف خرچہ معہ سود بشرح چھ روپئہ سینکڑہ سالانہ مدعیان سے پاویں۔ لیکن اس حکم سے حقوق عہدہ میں مدعیان کے کوئی ضرر نہ ہوگا اور مبلغ ۲۷ روپئہ خرچہ مدعا علیھم کو دیویں۔

بنا راضی اس حکم کے ۴۳ مدعیان نے سب جج کے یہاں اپیل کیا اور سب جج نے بتاریخ ۱۵ جولائی ۱۸۸۳ء یہ فیصلہ کیا کہ مقدمہ واسطے تجویز ثانی کے منصف کے یہاں واپس جاوے اور فیصلہ منصف مسترد ہو۔

تب مدعا علیھم نے ماسوائے نور احمد مدعا علیہ کے ہائی کورٹ بنگال میں اپیل دائر کیا اور ہائی کورٹ نے بتاریخ ۲۲ فروری ۱۸۸۴ء اپیل مع خرچہ ڈسمس کیا۔ تب ثبوت دوبارہ منجانب فریقین گزرا اور منصف دوم مقام مظفر پور نے بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۴ء یہ فیصلہ صادر کیا کہ مدعیان نمبر ۲ اور ۳ متولی مسجد کے قائم رہیں لیکن مدعی نمبر ایک امام ومئوذن مسجد تاچبورہ کا بمقابلہ مدعا علیھم معترض کے قرار نہیں پا سکتا۔ اور نہ مدعا علیھم پابند ہیں کہ پیچھے مدعی نمبر ایک کے نماز پڑھیں۔ اور استدعائے حکم امتناعی نامنظور ہوئی اور فریقین خرچہ اپنا اپنا ذمہ اپنے اپنے جانیں۔

تب مدعیان نے سب جج کے روبرو اپیل کیا۔ اور سب جج نے بتاریخ ۱۵ مارچ ۱۸۸۶ء یہ فیصلہ صادر کیا کہ اپیل ڈگری ہو۔ اور کل استدعائے مدعیان منظور کی گئی۔ اور مدعیان خرچہ کل عدالت کا مدعا علیھم معترض سے معہ سود بشرح چھ روپئے سینکڑہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سالانہ پاویں۔ تب امید علی ومولا بخش و رحیم وفضلو نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کیا اور بتاریخ ۶ دسمبر ۱۸۸۷ء ہائی کورٹ نے فیصلہ صادر کیا اور فیصلہ سب جج مسترد کیا اور فیصلہ منصف بحال کیا۔ اور بہ نسبت خرچہ کے بھی کچھ حکم صادر کیا۔ تب اپیلا نٹان نے اجازت اپیل پریوی کونسل کے لئے استدعا کی۔ اور ہائی کورٹ نے بتاریخ ۱۳ جولائی ۱۸۸۸ء استدعائے اپیل پریوی کونسل منظور کی۔

پریوی کونسل نے حسب الحکم ملکہ معظّمہ کے اپیل کی سماعت کی، مگر من جانب رسپانڈنٹ کوئی حاضر نہ تھا۔ اب پریوی کونسل رپورٹ ہذا حضور ملکہ معظّمہ میں ارسال کر کے مشورہ دیتی ہے کہ فیصلہ و ڈگری ہائی کورٹ مورخہ ۶ دسمبر ۱۸۸۷ء مسترد ہونا چاہیے۔ اور ڈگری و فیصلہ سب جج مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۶ء باستثنائے استدعاء نمبر ۴ عرضی دعوی بحال کیا جانا چاہیے۔ اور اگر ملکہ معظّمہ رپورٹ ہذا کو پسند کرے تو پریوی کونسل حکم کرتی ہے کہ رسپانڈنٹ خرچہ اپیل ہذا کا جو ہائی کورٹ میں ہوا ہو اور علاوہ ۲۳۶ پونڈ و دو شلنگ و ۴ پنس خرچہ ملک انگلستان کا اپیلا نٹان کو ادا کرے۔

ملکہ معظّمہ بعد ملاحظہ رپورٹ وحسب مشورہ پریوی کونسل کے پریوی کونسل کی رپورٹ کو پسند کرتی ہے اور یہ ڈگری صادر کرتی ہے کہ فیصلہ و ڈگری ہائی کورٹ مورخہ ۶ دسمبر ۱۸۸۷ء مسترد ہوا اور فیصلہ و ڈگری اڈیشنل سب جج مظفر پور مورخہ ۱۵ مارچ ۱۸۸۶ء باستثنائے استدعائے دفعہ ۴ عرضی دعوی کے بحال ہوا۔ اور اپیل جو بنا راضی فیصلہ سب جج بعدالت ہائی کورٹ ہوا تھا مع خرچہ ڈسمس ہوا۔ اور اپیلا نٹان خرچہ اپیل ہذا جو ہائی کورٹ میں ہوا اور بھی ۲۳۶ پونڈ ۲ شلنگ ۴ پنس جو انگلستان میں خرچ ہوا، وہ رسپانڈنٹان سے پاویں۔

حکام ہائی کورٹ و دیگر اشخاص متعلقہ واقف وآگاہ ہوں۔

(مجموعہ فیصلہ جات مقدمات آمین بالجہر۔ منقول از ضمیمہ شحنۂ ہند مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ آمین بالجہر ۔ اوٹاوہ (۲۳ جون ۱۸۹۲ء)

نمبر ۲۲۵ ۔ ۱۸۹۱ء

محمد یوسف ورحیم بخش مدعیان ۔

بنام امیر علی، عبدالرحمٰن، نجو، محبوب، رحیم مدعا علیھم

تجویز ۔ مدعیوں کا بیان ہے کہ ہم لوگ محمدی مسلمان اہل حدیث ہیں ۔ اور مدعا علیھم حنفی المذہب ہیں ۔ ہم مدعیان اور مدعا علیھم مسجد محلّہ بیدواڑہ اٹاوہ میں نماز پڑھتے ہیں ۔ بعد اختتام سورہ فاتحہ کے ہم نے نیک نیتی کے ساتھ آمین بآواز بلند کہی مگر مدعا علیھم نے روکا ۔ مدعیوں کی استدعا یہ ہے کہ عدالت یہ قرار دیوے کہ مدعیان کو حق ہے کہ بعد سورۃ فاتحہ کے بآواز بلند آمین کہیں اور مدعا علیھم پر حکم امتناعی صادر فرماوے کہ عبادت میں مدعیان کے مزاحمت نہ کریں۔

مدعا علیھم کا جواب یہ ہے کہ مسجد زیر بحث کی قیمت ہزار روپئہ سے زیادہ ہے اس واسطے یہ مقدمہ اختیار سماعت سے باہر ہے اور یہ مدعیان اہل سنت جماعت نہیں ہیں اور ان کو حق نہیں ہے کہ خلاف رواج و دستور مسجد کے جہاں ہمیشہ آمین آہستہ کہنے کا رواج و دستور ہے، نماز پڑھیں ۔ اور یہ کہ وہ مسجد شخص حنفی کی تعمیر کی ہوئی ہے۔

مدعیان علیحدہ جماعت کر کے نماز نہیں پڑھتے بلکہ ہم لوگوں کی جماعت میں آ کر شریک ہوتے ہیں اور آمین کہتے وقت اس زور سے آمین کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کو تکلیف ہوتی ہے ۔ اور یہ کہ اس مسجد کو ایک شخص مقلد نے تعمیر کیا تھا اور مدعیان غیر مقلد ہیں، مقلد نہیں ہیں۔ مدعیان پہلے حنفی المذہب تھے لیکن چند سال سے انہوں نے اپنا مذہب تبدیل کر دیا ہے اور از روئے مذہب حنفی بآواز بلند آمین کہنا ممنوع ہے اس واسطے ہم لوگوں نے مدعیان کو آمین کہنے سے روکا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایشو ہائے ذیل قائم کئے گئے:۔

نمبر ا۔ آیا مالیت مقدمہ صحیح طور سے قائم ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر صحیح مالیت قائم نہیں کی گئی تو صحیح مالیت کیا ہے اور عدالت کو اختیار سماعت کا ہے یا نہیں؟

۲۔ مسجد متنازعہ جس میں مدعیان بآواز بلند آمین کہنا چاہتے ہیں، کس کی تعمیر کی ہوئی ہے اور کب تعمیر ہوئی ہے اور کس نے اس مسجد کو وقف کیا اور واقف مسجد ہذا کا امام ابو حنیفہ کا مقلد تھا یا سہ امام دیگر کا۔

۳۔ آیا مدعیان سنت جماعت ہیں یا نہیں؟ اگر سنت جماعت نہیں ہیں تو اس سے مقدمہ ہذا میں کیا اثر پیدا ہوتا ہے؟

۴۔ ہر مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے کا حق ہے یا نہیں؟ کوئی خاص فرقہ دوسرے فرقہ کے مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اس بارہ میں رواج کیا ہے؟ اور رواج جو کہ خلاف شرع ہو قابل لحاظ ہے یا نہیں؟

نمبر ۵۔ آیا مدعیان کو یہ حق ہے یا نہیں کہ مدعا علیہم کی جماعت میں آمین بآواز بلند بعد سورۃ فاتحہ کے کہیں؟ یہ امر قائم کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یعنی کوئی آواز خاص قائم کی جا سکتی ہے یا نہیں کہ آمین اس قدر آواز کے ساتھ کہی جاوے اور اس بارہ میں حکم شرع محمدی کیا ہے؟

یہ نالش واسطے تجویز کسی حقیت متعلق خاص عمارت کے نہیں ہے بلکہ در بارہ انجام ایک رسم مذہبی اندر مسجد کے ہے۔ نالش ہذا سے قیمت مسجد کو کوئی تعلق نہیں اور ہم تجویز کرتے ہیں کہ مالیت مقدمہ صحیح طور سے قائم کی گئی ہے اور عدالت کو اختیار سماعت کا ہے۔

اظہار گواہان فریقین سے یہ امر بخوبی ثابت کیا گیا ہے کہ ۲۵ برس ہوئے کہ مسجد متنازعہ بحکم کلکٹر بجائے ایک مسجد سابق کے تعمیر ہوئی کہ وہ مسجد سابق سڑک میں لے لی گئی تھی اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ مسجد سابق کو ایک شخص عظیم الدین نے تعمیر کیا تھا۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ عظیم الدین شیعہ تھا یا سنی۔ لیکن اس قدر ایک گواہ مدعی یعنی غوث خان نے قبول کیا ہے کہ اٹھارہ بیس سال قبل آمین بآواز بلند کبھی کوئی نہیں کہتا تھا اور یہ امر صاف ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ مسجد کب وقف کی گئی۔ لیکن یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجرد تعمیر ہونے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مسجد زیر بحث وقف کی گئی تھی ۔پس امر تکراری مندرجہ ایشو نمبر ایک کا تصفیہ ہو گیا۔

لفظ سنت کے معنی طریقہ کے ہیں اور جماعت کے معنی مجمع کے۔ اس بارہ میں فریقین کو اتفاق ہے۔ اختلاف اس بارہ میں ہے کہ لفظ جماعت سے کیا مطلب لیا جانا چاہیے ۔جن علماء کا اظہار منجانب مدعی ہوا ان کے اظہار اور نیز کتب پیش کردہ مدعیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ جماعت سے مطلب صحابہ نبی ﷺ ہیں۔مگر وہ علماء جنہوں نے اظہار من جانب مدعا علیہ دیا ہے اس کے اظہار اور نیز کتب پیش کردہ مدعا علیھم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لفظ جماعت سے تین قسم کے لوگ مراد ہیں ۔نمبر ایک تابعین ،یعنی وہ لوگ جنہوں نے صحابہ کو دیکھا۔۲۔ تبع تابعین ۔یعنی وہ لوگ جنہوں نے تابعین کو دیکھا ۔۳۔سلف صالحین یعنی علماء زمانہ سلف

بلحاظ معنی لفظ جماعت کے جو حسب صراحت بالا فریقین بیان کرتے ہیں مدعیان یہ کہتے ہیں کہ سنت جماعت وہ لوگ ہیں :

جو قول و فعل نبی صاحب (ﷺ) کی پیروی کریں ۔اور فعل صحابہ کی پیروی کریں کہ جو فعل صحابہ کا نبی صاحب نے بذریعہ خاموش رہنے کے پسند کیا ہو۔ پس حسب بیان مدعیان کے سنت جماعت وہ لوگ ہیں کہ جو پیروی قرآن و حدیث کرتے ہوں۔

مدعا علیھم کہتے ہیں کہ سنت جماعت وہ لوگ ہیں جو قول و فعل نبی صاحب کی پیروی کرتے ہوں اور قول و فعل صحابہ و تابعین تبع تابعین اور سلف صالحین کی کرتے ہو ں ۔ از روئے بیان مدعا علیھم کے ہر شخص کو ضروری ہے کہ من جملہ چار امام کے کسی ایک امام کی پیروی کرے۔

فریقین نے جو کتب مذہبی پیش کی ہیں اس کے انگریزی اور اردو ترجمہ سے جس قدر مطلب ہم دریافت کر سکے ،ہم سمجھتے ہیں کہ فریقین نے جو مطلب لفظ سنت و جماعت کا ظاہر کیا ہے اس کے لئے ہر ایک کے پاس دلیل ہے ۔لیکن ہم کو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی کہ کیوں ایک فریق دوسرے فریق پر یہ جبر دے گا کہ جو مطلب ہم نے سمجھا ہے وہی مطلب تم کو بھی ضرور سمجھنا چاہیے ۔حسب بیان مدعیان کے مدعیان کو تقلید کسی خاص امام کی ضرور نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم کہیں زیادہ دور چلے گئے ہیں کیونکہ واسطے تصفیہ اس مقدمہ کے اس بات کا تصفیہ کرنا ضرور نہیں ہے کہ آیا مدعیان سنت جماعت ہیں یا نہیں۔ صرف اس قدر تجویز کرنا کافی ہے کہ مدعیان مسلمان ہیں یا نہیں؟ واسطے اسلام کے ضروری امر ہے کہ خدا اور نبی صاحب کی رسالت پر ایمان رکھتا ہو اور مدعیان کو خدا اور رسالت نبی پر ایمان ہے۔ وہ لوگ قرآن اور قول وفعل نبی کے پیرو ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ پس مدعیان پورے طور پر مسلمان ہیں۔ اور از روئے قانون اسلام کے ہر مسلمان کو حق ہے کہ ہر مسجد میں نماز پڑھے۔ بجز اس بات کے کہ مسجد تیار ہوئی اور ایک مسلمان نے اس میں نماز پڑھی وہ مسجد خانہ خدا ہوگئی۔ یہ شرط حسب قانون ہبہ کے ہے کہ جس میں عطا کرنا اور قبول کرنا لازمی ہے۔ پس تعمیر مسجد گویا عطا کرنا ہے اور کسی مسلمان کا نماز پڑھنا گویا من جانب اللہ قبول کرنا ہے۔ پس جب مسجد خانہ خدا ہوئی تو کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ دوسرے مسلمان کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے روکے۔ کتب مذہبی پیش کردہ مدعیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صاحب نے غیر مسلم کو بھی اپنی مسجد میں اپنی جماعت میں نماز پڑھنے دی۔ اور قرآن میں مضمون ذیل درج ہے:۔

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون شخص ہے کہ جو مسجد میں خدا کا نام ذکر کرنے سے روکے

یہ جملہ قرآن کا ہماری رائے میں بمقدمہ ہذا قطعی فیصلہ کر دیتا ہے۔ مدعا علیہم نے اپنے گواہوں سے یہ اظہار کرایا ہے کہ مکہ شریف میں چار مصلے ہیں جو شخص کسی امام کا مقلد نہیں اس کو کسی مصلے پر نماز پڑھنے کا حکم نہیں اور ایک فتوی بھی بہ ثبوت اس بیان کے داخل کیا گیا ہے لیکن ہم کو اصلیت میں اس فتوے کے شک ہے اور اگر یہ فتوی صحیح بھی ہو تو بھی فتوی کسی ایسے شخص کے اظہار سے ثابت نہیں ہوا جو بے علاقہ وغیر جانبدار ہو۔ ہماری دانست میں اس قسم کے فتوے سے قانون مذہبی تبدیل اور منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعض جگہ شیعہ کی اپنی مسجد علیحدہ ہے اور ہم بھی یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ فریقین مقدمہ ہذا بھی اگر اپنی اپنی مسجد علیحدہ رکھیں تو بہتر ہوگا لیکن از روئے شرع محمدی کے کسی خاص فرقہ کے مسلمان کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی دوسرے فرقہ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کو مسجد میں نماز پڑھنے سے روکے ۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان کو یہ حق ہے کہ ہر مسجد میں نماز پڑھے ۔

اب ہم ایشوئے اخیر کی جو بہت ضروری ہے تجویز کرتے ہیں ۔فریقین نے اپنے اپنے مذہب کے علماء کا اظہار کرایا ہے اور کتب مذہبی پیش کی ہیں ۔مختلف روایات اور ترجمہ سب پر ہم نے غور کیا ۔اکثر ترجمہ غلط بھی پایا گیا۔ جو روایات من جانب مدعیان پیش کی گئیں من جملہ ان کے حدیث مندرجہ صحیح بخاری ہے جس میں لکھا ہے کہ ابن زبیر اور ابو ہریرہ آمین زور سے کہتے تھے کہ مسجد گونج جاتی تھی ، اور جو روایات کہ منجانب مدعا علیھم پیش کی گئی ہیں من جملہ اس کے حدیث مندرجہ صحیح مسلم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صاحب(ﷺ) نے فرمایا کہ جب امام لفظ ولا الضا لین پر پہنچے تب تم لوگ آمین کہو ۔ وکلاء مدعا علیھم یہ بحث کرتے ہیں کہ اگر آمین بآواز بلند لوگ کہتے تھے تب یہ حکم دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سننے سے معلوم ہوسکتا تھا کہ کس وقت آمین کہنا چاہیے اور ایک جملہ قرآن شریف کا اس مضمون کا دکھلایا گیا کہ عبادت نہ بآواز بلند کہو اور نہ بہت آہستہ کہو، بلکہ اوسط آواز میں عبادت کرو ۔ اور بلحاظ جملہ قرآن شریف کے یہ بحث کی گئی ہے کہ آمین ایک عبادت ہے، تب اس کو بآواز کہنا چاہیے بلکہ اوسط آواز میں کہنا چاہیے ۔ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اس مضمون قرآن شریف سے کہاں تک اثر پیدا ہوگا ۔کیونکہ یہ امر مقبولہ فریقین میں ہے کہ نماز میں بعض مضامین بآواز بلند اور بعض چیزیں بآواز آہستہ پڑھی جاتی ہیں ۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آمین بآواز کہنے کا طریقہ بہت قدیم نہیں ہے ۔حسب بیان غوث خان گواہ مدعی کے مقام اٹاوہ میں آمین بآواز بلند عرصہ بیس سال سے جاری ہے ۔ یہ ممکن ہے کہ بآواز بلند آمین کہنے کا طریقہ ایک یا دو صدی سے جاری ہو مگر زیادہ تر قی اس کو انگریزی صدی کے آخر سے ہے ۔اور یہ ایک تعجب کی بات ہے کہ پیروان امام شافعی جب آمین بآواز بلند کہتے ہیں تو ان کے ساتھ مزاحمت نہیں ہوتی ہے مگر وہی فعل جب اہل حدیث کرتے ہیں تب مزاحمت ہوتی ہے ۔اس بارہ میں مدعا علیھم یہ جواب دیتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شافعی لوگ جب حنفی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو وہ حنفی کی عظمت کرتے ہیں اور آمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آہستہ کہتے ہیں۔ مدعا علیھم ایک روائت یہ بھی دکھاتے ہیں کہ جب ایک دفعہ امام شافعی خود قبر پر امام ابوحنیفہ کے نماز پڑھنے لگے تو براہ تعظیم امام ابوحنیفہ کے انہوں نے آمین آہستہ کہی۔ مدعا علیھم کا مقصود یہ ہے کہ چونکہ مدعیان آمین بآواز بلند کہنے کو ایک ضروری مذہبی امر تصور کرتے ہیں اس واسطے ہم ان کے آمین بآواز بلند کہنے پر راضی نہیں ہیں اور مدعیان کی یہ خواہش معلوم ہوتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ آمین بآواز بلند کہیں تا کہ ظاہر ہو کہ ان کو فتح حاصل ہوئی۔ تکرار اور اختلاف بہت سخت ہے اور تعداد اہل حدیث کم ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی فریق دوسرے فریق کے طریقہ کو کسی طرح سے بھی جائز رکھنا گوارا نہیں کرتا۔

ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم یہ مشورہ فریقین کو دیں کہ آمین اوسط آواز میں کہی جائے چنانچہ اس بارہ میں مضمون قرآن شریف مندرجہ بالا بھی موجود ہے لیکن ہم کو مذہب اسلام کا علم بہت کم ہے اور جس قدر ہے وہ بھی صرف بعض ترجمہ انگریزی کے ذریعہ سے۔ اس واسطے ہم نہائت عاجزی کے ساتھ پیروی نظیر مندرجہ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۳ صفحہ ۴۴۲ کی کرتے ہیں۔ خصوصاً پیروی فیصلہ جسٹس محمود کی کرتے ہیں کہ جن کا فیصلہ امور شرع محمدی میں سارے ہندوستان میں فرد (منفرد) ہوتا ہے۔ پس یہ حکم کرتے ہیں کہ مدعیان مستحق ہیں کہ مسجد میں آمین بآواز بلند کہیں اور مدعا علیھم کو کوئی حق نہیں کہ مدعیان کو اس بارہ میں روکیں۔ پس ہم مدعیان کو یہ ڈگری دیتے ہیں کہ ان کو حق ہے کہ بعد سورۃ فاتحہ کے آمین بآواز بلند کہیں اور ہم بحق مدعیان اوپر مدعا علیھم کے حکم امتناعی صادر کرتے ہیں کہ مدعا علیھم نماز پڑھنے میں اور آمین بآواز بلند کہنے میں مدعیان کے ساتھ مزاحمت نہ کریں اور یہ کہ مدعا علیھم مدعیان کا خرچہ دیں۔ ۲۳ جون ۱۸۹۲۔

دستخط مادھوداس، منصف۔

(مجموعہ فیصلہ جات مقدمات آمین بالجہر۔ منقول از ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ آمین بالجہر میرٹھ

فیصلہ مسٹر رائٹ مجسٹریٹ میرٹھ۔ ۱۸۹۲ء

(غلام محمد پنجابی نے جو حاجی محمد حسین اہل حدیث پر جامع مسجد میرٹھ میں آمین بالجہر کہنے پر حملہ کیا تھا اور پولیس نے حسب دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند ملزم کو چالان کیا تھا۔ اس میں مجسٹریٹ نے ملزم پر ۲۵ روپئے جرمانہ کیا۔ اور سو روپئہ کا مچلکہ اور سو روپئہ کی دو ضمانتیں میعادی چھ ماہ بابت نیک چلنی لی گئیں۔ ذیل میں اس مقدمہ کا فیصلہ نقل کیا جاتا ہے جو احناف نے انیس اہل حدیث پر بدیں مضمون دائر کیا تھا کہ یہ لوگ ساڑھے بارہ بجے مسجد خندق میں نماز جمعہ ادا کر کے بغرض فساد و بدنیتی جامع مسجد میں آ کر نماز میں مکرر شریک ہوئے، اور اس زور سے آمین کہی کہ ہم (حنفی) لوگ پریشان ہو گئے۔ اور جب پوچھا گیا تو ہمارے امام اعظم کو برا کہا، وغیرہ۔ جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے مجسٹریٹ نے حنفیوں کا دعوی خارج کر دیا)

نصیب خان مدعی بنام عبدالمجید، عبداللطیف، حسینی (حاجی محمد حسن)، حافظ کریم بخش، حافظ نتھو، نجم الدین، مولوی حمید اللہ، کریم بخش، محمد یوسف، خلیل الدین، محبّ رسول، مولوی احمد حسن (مدیر شحنہ ہند) حافظ عبدالکریم، منگلا، بلاقی، شمس الدین، مولوی منصور الرحمٰن، رحیم بخش، عبدالہادی مدعا علیہم۔

دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند

فیصلہ :۔

مقدمہ ہذا حسب دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند نصیب خان نے انیس اشخاص پر دائر کیا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واقعات مقدمہ حسب ذیل ہیں:۔

بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۸۹۲ء بوقت نماز دو پہر جامع مسجد میں چند مسلمان فرقہ غیر مقلد کے و نیز دیگر مسلمان موجود تھے۔ اہل اسلام فرقہ غیر مقلد کسی امام کے منجملہ چار امام کے پیرو کار نہیں ہیں۔ فرقہ ہذا میں یہ دستور ہے کہ لفظ آمین بآواز بلند بعد ختم کرنے الحمد دونوں رکعت میں کہتے ہیں۔ جامع مسجد شہر میں سب سے بڑی ہے، امام مقلد حنفی ہے۔ اور دیگر فریق صرف حنفی ہیں۔ جب غیر مقلد مذکور مسجد میں آنے لگے اور ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے سال ہذا (۱۸۹۲ء) کی ماہ جولائی سے آنا شروع کیا ہے تو مقلدوں کو ان کا آنا ناگوار گذرا اور متواتر جمعوں کو اس غرض سے پولیس بھیجی گئی کہ تکرار نہ ہو بتاریخ ۲۹ جولائی بعد ختم ہونے نماز کے فساد واقع ہوا۔ من جملہ مدعا علیہم ہذا کے ایک مدعا علیہ کو غلام محمد نے جوتوں سے مارا۔ پولیس درمیان میں آ گئی۔ غلام محمد کو بجرم دفعہ ۲۹۶ عدالت ہذا میں چالان کیا اس پر مقلدوں نے عدالت ہذا میں مدعا علیہم پر ایک استغاثہ دائر کیا اس بیان پر کہ مدعا علیہم مذکور نے جماعت مذہبی میں لفظ آمین بآواز بلند کہنے سے عمداً دست اندازی کی۔ مقدمہ ہذا میں نصیب خان مقلدوں کا قائم مقام سمجھا جا سکتا ہے۔ جرم دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند کی تائید کے واسطے یہ ثابت کرنا ضروری ہے:۔

اول۔ ایک جماعت عبادت مذہبی میں قانوناً مشغول تھی۔

دوم۔ جماعت مذکور میں ملزمان مخل ہوئے۔

سوم۔ یہ فساد قصداً کیا گیا۔

امور ہذا بالترتیب ثابت کرنے چاہئیں۔

نسبت امر اول میں کوئی شک نہیں ہے۔ نسبت امر دوم جسٹس محمود نے تحریر کیا ہے، بحوالہ الفاظ چیف جسٹس کے، قانون میں یہ نہیں درج ہے کہ کس امر کو فساد تصور کرنا چاہیے ہر ایک خاص مقدمہ میں یہ امر بطور بحث واقع فیصل ہونا چاہیے۔

تحریر مذکور جسٹس محمود، بمقدمہ سرکار بنام رمضان وغیرہ کی ہے۔ مقدمہ ہذا کے واقعات سے ملتے ہیں۔ مقدمہ مذکور میں امور ذیل ثابت کئے گئے تھے۔

اول یہ کہ ملزمان برابر چاروں جمعہ کو مسجد میں گئے۔ دوم یہ کہ انہوں نے لفظ آمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بآواز بلند کہنے سے جماعت میں، جونماز پڑھ رہی تھی، فساد پیدا کیا۔سوم یہ کہ پولیس نے اس فساد کو جوملزمان نے پیدا کیا، رفع کرنے کے واسطے دست اندازی کی۔

مقدمہ مذکور میں ہائی کورٹ نے مدعا علیہم کو جرم سے بری کیا تھا، مقدمہ ہذا میں بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ ملزمان برابر تین یا چار متواتر جمعوں کو ماہ جولائی میں آئے اورانہوں نے لفظ آمین بآواز بلند کہنے سے فساد کیا او جماعت میں، جونماز پڑھ رہے تھے، مخل ہونے کا ارادہ کیا۔مقدمہ ہذا میں بھی پولیس نے اسی فساد میں جو ملزمان کے لفظ آمین کہنے سے پیدا ہوا دست اندازی کی۔

بمقدمہ جنگو بنام احمد اللہ وغیرہ بطور نظیر فیصل ہو چکا ہے کہ غیر مقلد جو مسلمان ہیں مسجد میں جانے کا اور نماز پڑھنے کا اور لفظ آمین بآواز کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں اور نیز یہ طے ہو چکا ہے کہ کوئی حد آواز کی از روئے قانون اہل اسلام مقرر نہیں ہے۔مقدمہ مذکور میں چیف جسٹس نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ کوئی مسلمان یا اور شخص مسجد میں نماز پڑھنے کے واسطے نہ جائے، بلکہ بدنیتی سے فساد برپا کرنے کے لئے جاوے اور مسجد کے دیگر اشخاص کی عبادت میں دست اندازی کرے تو اس پر فوجداری مقدمہ قائم کیا جاوے گا۔مقدمہ ہذا میں بیان ہوا ہے کہ ملزمان مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے نیک نیتی سے نہیں گئے۔اس امر کی تائید میں مستغیث بیان کرتا ہے کہ عدالت دیوانی میں ایک نالش مابین مقلد وغیر مقلد نسبت کہنے آمین بآواز بلند زیر تجویز ہے اور جب تک نالش مذکور فیصل نہ ہو جاوے تب تک استحقاق کی بابت جس کی نسبت دعوی کیا گیا ہے کچھ کاروائی نہ ہونی چاہیے۔

دوم یہ کہ آواز، جس قدر اجازت ہے اس سے، بہت زیادہ بلند تھی۔بروئے نظیرات محولہ بالا وعدم موجودگی شہادت نسبت اس امر کے کہ آواز مسجد سے باہر گئی جیسا کہ لفظ آمین معمولی آواز میں ۱۸، ۱۹ اشخاص کے کہنے سے آواز بلند پیدا کرے گا، دلیل مذکور قابل لحاظ نہیں ہے۔

سوم یہ کہ غیر مقلدوں کے واسطے ایک مسجد جداگانہ موجود ہے۔اور جمعہ کی نماز بارہ بجے مسجد مذکور میں پڑھی جاتی ہے۔علاوہ بریں ملزمان جمعہ کی نماز خاص اپنی مسجد میں پڑھنے کے بعد جامع مسجد میں آئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ امر تسلیم ہوا کہ محلّہ خندق میں ایک خاص مسجد غیر مقلدوں کی ہے۔ من جملہ گواہان ثبوت کے ایک گواہ مسمی محمد عمر نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ جو مسلمان جمعہ کی نماز جامع مسجد میں پڑھے اسے ستر نماز کا ثواب ہوتا ہے۔ اس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ ہر ایک مسلمان خواہ کسی فرقہ کا ہو، جامع مسجد میں جانے کی ایک وجہ رکھتا ہے۔ دلیل ہذا کا دوسرا جزو میری تسلی کے لائق پورے طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ جزو مذکور کا پیش کرنے والہ مسمی نصیب خان مستغیث محمود خان و محمد عمر ہیں۔ نصیب خان کا بیان ہے کہ جملہ ملزمان سے میں واقف ہوں، میں مسجد خندق کے سامنے رہتا ہوں۔ میں نے ان سب کو مسجد مذکور میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان سب کو جامع مسجد میں دیکھا ایسا بیان مشکل سے یقین ہوسکتا ہے۔

مستغیث کے طریقہ بیان سے اور اس امر سے کہ اس کا بیان دوسرے اظہار سے جو اس نے تحقیقات ابتدائی میں کیا، ساقط ہوا۔ میں اس کے بیان پر یقین نہیں کرتا۔ واقعات ہذا علاوہ بریں اس کے اول درخواست میں نہیں درج تھے۔ نہ نصیب خان نے پولیس کے روبرو نہ میرے روبرو تحقیقات ابتدائی میں اس قسم کا بیان کیا کہ بیان مذکور کی تائید بھی نہائت کمزور نوعیت کی ہے۔ محمود خان، جس نے حلفیہ یہ بیان کیا ہے کہ مسجد خندق میں جملہ ملزمان تھے نیز جامع مسجد میں موجود تھے، مظفر نگر سے میرٹھ میں خاص اس روز جمعہ کو آیا تھا۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ جملہ ملزمان کو جان جاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ تین اشخاص سے زیادہ کی شناخت نہیں کر سکا۔ اور اس نے یہ بھی تسلیم کیا کہ میں عدالت میں بہ تلاش روزگار آیا ہوں۔ تیسرے گواہ محمد خان کا بیان اسی طرح غیر قرین قیاس ہے کہ میں مسجد خندق کی طرف گیا تھا اور جملہ ملزمان کو مسجد خندق سے نکلتے ہوئے دیکھا تھا۔ اور ان سے یہ دریافت کیا تھا کہ کہاں جاتے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس نے سب کو مسجد میں دیکھا تھا اور ان میں سے چار اس کے سامنے تھے۔ باقی کی نسبت وہ یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے باہر جا کر دیکھے تھے۔ اس امر میں بہت شبہ ہوتا ہے۔ جس کے یہ وجوہات ہیں کہ دو ہزار اشخاص وہاں موجود تھے اور گواہ مذکور اس فساد کے دیکھنے کے واسطے جو بعد نماز واقع ہوا ان میں ٹھہرا رہا۔ اس موقع پر میری رائے میں دو تین گواہ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شہادت جو بدیں مضمون کے ہے کہ ہم نے مولوی حمید اللہ و دیگر اشخاص سے جو من جملہ ملزمان ہیں گفتگو کی تھی اور یہ کہ مولوی حمید اللہ نے کہا تھا کہ ہم اپنا مذہبی استحقاق رکھتے ہیں اور مقلدوں کے امام (ابوحنیفہ) کو گالی دی تھی، قابل یقین نہیں ہے۔ اس طریقہ سے جس میں ہر ایک گواہ نے اپنا اظہار دیا، یہ امر ظاہر ہوا کہ وہ سب سکھائے ہوئے ہیں۔ میری رائے میں یہ شہادت اس لئے پیش کی گئی تا کہ ملزمان کی شناخت کا ثبوت پختہ ہو۔

چہارم۔ دلیل مستغیث کی یہ ہے کہ ملزمان اس سے قبل تین جمعہ کو مسجد میں آئے تھے، مگر اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہی ملزمان آئے تھے اور نہ یہ بیان ہوا کہ کون آئے تھے۔ میں تمام بیان کو بمقابلہ ملزمان بطور ثبوت کے متصور نہیں کر سکتا۔

پنجم۔ مستغیث نے اخبار شحنہ ہند میں بھی ایک مضمون، جو احمد حسن شوکت نے جو من جملہ مدعا علیہم ہے تحریر وطبع کیا تھا، پیش کیا ہے۔ مضمون مذکور میں غیر مقلدوں کو اس امر کی بابت کہ وہ اپنے استحقاق ثابت ہونے کے واسطے عدالت دیوانی میں نہیں گئے جو ہائی کورٹ نے پیشتر تجویز کر دی ہیں، ملامت کرتا ہے۔ مضمون مذکور میں یہ نصیحت ہے کہ وہ اپنی نماز جامع مسجد میں پڑھیں اگر وہاں پیٹے جائیں تو عدالت میں جاویں۔ اس سے غیر مقلدوں کو یہ نصیحت ہوتی ہے کہ وہ، وہ کام کریں جن کے کرنے کا ان کو حق حاصل ہے۔ یعنی جامع مسجد میں جاویں اور لفظ آمین زور سے کہیں، صرف استحقاق کا قائم کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ نیز اگرچہ دیگر اشخاص کو اس امر سے کہ استحقاق موجود ہے اور اس پر عمل کیا جاتا ہے، ناخوشی پیدا ہووے۔ لہذا اخبار میں ایسے حق کا ذکر کرنا دیگر اشخاص کو فساد کرنے کا جوش دلانا نہیں کہا جا سکتا۔ میں یہ امر قطعی نہیں یقین کرتا کہ جامع مسجد میں لفظ آمین بآواز بلند پڑھنے کے لئے جانے سے کوئی ذاتی عداوت پیدا ہو۔ لیکن صرف ایک حرکت سے کہ غیر مقلد اپنی نماز کی رسم پورا کرنے کے لئے کسی ایسی مسجد میں جہاں بہ نسبت دیگر مساجد کے زیادہ ثواب ہوتا ہے، روکے گئے۔ و نیز اس وجہ سے کہ غیر مقلد یہ بات چاہتے ہیں کہ ہمارا استحقاق مسجد مذکور میں نماز پڑھنے کی نسبت واضح ہو جائے، ایسا کوئی بیان نہیں ہے کہ انہوں نے کسی اور طریقے میں کوئی بے ضابطگی کی ہو یا انہوں نے لفظ آمین بے موقع پڑھا ہو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی رشید احمد نے جو فرقہ حنفی کے سردار ہیں یہ تجویز کی ہے کہ لفظ آمین بآواز بلند کہنے سے کسی کی نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا بجز اوس شخص کی نماز کے جو لفظ آمین بآواز بلند پڑھے۔ منجملہ چار کے تین امام کے پیروکار لفظ آمین بالجہر کہتے ہیں۔ اور کتاب درمختار میں جو جامع مسجد کے قاضی نے، جو گواہ ثبوت ہے، منظور کی ہے، لفظ جہر کی بابت تحریر ہے کہ ہر ایک شخص مسجد میں سن سکتا ہے، صورت مذکور میں لفظ آمین بآواز بلند کہنے سے کسی اہل اسلام کی نماز میں خلل نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت اس سے صرف یہ خلل پیدا ہوتا ہے کہ پرستش کنندگان کے خیالات خدا کی طرف سے بدل جاتے ہیں اور بعد الحمد کہنے (سورہ فاتحہ ختم کرنے کے بعد) کے قاضی جو کہ امام ہے بہ نسبت معمول کے زیادہ عرصہ تک ٹھہرا رہا اور بموجب ان کی غیر تائید شہادت کے وہ اصل فقرہ قرآن کا، جس کے پڑھنے کا ارادہ تھا، بھول گیا۔ گواہ ہذا کے مرتبہ پر غور کرنے سے میری یہ رائے ہے کہ آپس کی رنجش کی وجہ سے ان کی جماعت کے لوگوں نے ان کو ایسے بیان کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اس موقع پر میں تجویز کرتا ہوں کہ مقدمہ ہذا میں گواہان علاوہ قاضی عبدالباری کے ایسی حیثیت کے نہیں ہیں جیسے ایسے شدید مقدمہ میں ہونے چاہییں جو کہ دو ہزار اہل اسلام میں سے منتخب کئے گئے تھے۔ فی الحقیقت مجھ کو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ استغاثہ ہذا صرف مقدمہ سرکار بنام محمد کا بدلا ہے جس کا تجویز ہذا میں اوپر جواب دیا ہے۔ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ملزمان جامع مسجد میں متواتر تین جمعوں کو گئے تھے۔ مگر اول جمعہ کو، نہ دوم جمعہ کو نہ اس تیسرے موقع پر مقلدوں نے لفظ آمین بآواز بلند کہنے کے مقابلہ میں کوئی کاروائی کی۔ انہوں نے استغاثہ اس وقت دائر کیا جب کہ ان میں سے ایک پر یہ الزام لگایا گیا کہ فریق مقابل ایک شخص کو بوجہ لفظ آمین بآواز بلند پڑھنے کے جوتوں سے مارا۔ میری رائے میں بروئے واقعات جو بموجب شہادت ثابت ہوئے ہیں، کوئی فساد متعلقہ دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند واقع نہیں ہوا۔ اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ملزمان جامع مسجد میں فساد پیدا کرنے کے لئے گئے۔ لہذا حسب دفعہ ۲۵۳ ضابطہ فوجداری استغاثہ ڈسمس کیا گیا اور ملزمان رہا کئے گئے۔ ۱۸۔ اگست ۱۸۹۲ء دستخط مسٹر رائٹ (بحروف انگریزی)۔

(مجموعہ فیصلہ جات مقدمات آمین بالجہر۔ منقول از ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ آمین بالجہر ۱۸۹۲ء

باجلاس مسٹر رائٹ مجسٹریٹ میرٹھ

سرکار بنام غلام محمد۔ دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند

فیصلہ:۔

واقعات متذکرہ مقدمہ ہذا بروز جمعہ ۲۹ جولائی ۱۸۹۲ء بوقت نماز دو پہر جامع مسجد میں واقع ہوئے۔ مسجد مذکور میں تین جمعہ گزشتہ کو چند آدمی اہل حدیث کے آئے۔ مسجد مذکور اس وقت تک اہل اسلام متعلقہ فرقہ حنفیہ کے جداگانہ استعمال میں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فریقین میں تنازعہ برپا ہوا چونکہ فرقہ اہل حدیث دونوں رکعت میں لفظ آمین بآواز بلند پڑھتے ہیں اور فرقہ حنفی اس لفظ کو آہستہ کہتے ہیں، پس فساد روکنے کیلئے مسجد مذکور میں پولیس بھی موجود تھی۔ تاریخ تنازع کو نماز حسب معمول شروع ہوئی اور دونوں رکعت میں بعد پڑھنے الحمد کے لفظ آمین بآواز بلند پڑھا گیا۔ نماز کے ختم ہونے پر بروقت دعا مانگنے غلام محمد اٹھ کر حسینی (حاجی محمد حسین) کی طرف گیا جس نے لفظ آمین زور سے پڑھا تھا اور اس کو جوتے مارے۔ پولیس نے فوراً دست اندازی کی۔ اور ملزم پر یہ الزام لگایا گیا وہ ایک جماعت میں جو نماز پڑھ رہے تھے، مخل ہوا۔ مقدمہ ہذا میں حملہ تسلیم کیا گیا۔ حالانکہ ملزم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی اور گواہ پیش کئے کہ حملہ اس زبانی تکرار کی وجہ سے لفظ آمین پر واقع ہوا جس میں حسینی نے ملزم اور اس کے امام کو گالی دی۔ برخلاف اس کے حسینی کا یہ بیان ہے کہ بلا کچھ کہنے کے جوتے مارے اور میں خاموش رہا۔ سب انسپکٹر جو نماز پڑھ رہا تھا (حالانکہ وہ مقلد ہے) حسینی کے بیان کی تائید کرتا ہے اور میں کوئی وجہ بیان مذکور پر یقین نہ کرنے کی نہیں دیکھتا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثبوت کا نہائت معزز گواہ مسمی قاضی عبدالباری یہ نہیں بیان کرتا کہ مارنے سے پہلے جوش کی کوئی گفتگو ہوئی تھی۔ اور جن گواہوں نے ملزم کی تائید کی ہے میں انکے بیانات پر یقین نہیں کرتا۔ میں بلا توقف تحریر کرتا ہوں کہ غلام محمد نے ازخود حملہ کیا۔

اب یہ امر فیصلہ طلب ہے کہ جو فعل صادر ہوا وہ ایسا ہے کہ حسینی ایک جماعت میں جو نماز پڑھنے میں قانوناً مشغول تھے، خلل پیدا کیا۔ اس موقع پر میں مقدمہ سرکار بنام رمضان وغیرہ کا حوالہ دیتا ہوں جس میں جسٹس محمود نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں:۔

اگر بحث نماز میں یا بعد میں واقع ہو حالانکہ وہ مسجد میں ہو، میرے یقین میں گو بحث مذکور فساد تصور کی جاوے تاہم وہ منشا دفعہ ۲۹۶ میں نہیں ہوسکتی۔

جسٹس محمود نے انگریزی مقدمہ ولیم بنام کلکٹر کا بھی حوالہ دیا جس میں یہ قرار پایا ہے کہ مدعا علیہ پر جس نے ایک نوٹس پادری کمرہ میں جاتا تھا جب کہ عبادت نہیں ہو رہی تھی، پڑھا، مقدمہ فوجداری قائم نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ مسجد گرجا سے ہر صورت میں مطابق نہیں ہوسکتی۔ تاہم میری رائے میں مقدمہ مذکور میں جو فعل مدعا علیہ نے کیا وہ اس فعل سے مقدمہ ہذا میں واقع ہوا، مطابق ہے۔ میری رائے میں دعا مانگنا اس نماز سے جو انگریزی نماز کے ختم ہونے پر خاموشی سے پڑھی جاتی ہے، مطابق ہے۔ قاضی کی شہادت سے واضح ہوتا ہے کہ دعا مانگنا عموماً اس وقت تک جاری رہتا ہے جب کہ امام ازخود نماز ختم کر لیتا ہے جیسا کہ انگریزی نماز میں پادری کی نماز ختم کرنے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جملہ حاضرین رخصت ہوں۔ تاہم کسی صورت میں نماز کی کوئی ظاہرا حد نہیں۔ اور نہ کسی صورت میں دعا بطور ایسی چیز کے ہے کہ بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔ دعا مانگنے کی نسبت یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ مکان پر مانگی جاوے۔ اکثر وہ قطعی نہیں مانگی جاتی۔ وہ نماز کا کوئی ضروری جزو نہیں، کوئی فرض نہیں مگر اس کے مانگنے سے فائدہ ہے۔ اگر نہ مانگی جائے تو کوئی گناہ نہیں۔ مستغیث نے تسلیم کیا ہے کہ حملہ امام کے دعا مانگنے میں واقع ہوا۔ جس امر کی نسبت تفاوت پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ غیر مقلدوں کا یہ بیان ہے کہ دعا نماز کا ضروری جزو ہے۔ اور مقلدوں کا یہ بیان ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ ضروری جزو نہیں۔فریقین نے اپنے اپنے بیانات کی تائید میں منتخب حدیثیں پیش کی ہیں۔مگر میری رائے میں وزن شہادت مدعا علیہ کے دلائل کی جانب ہے۔اہل اسلام میرٹھ کے مذہبی سردار نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ نماز کا ضروری جزو نہیں۔لہذا میری رائے میں نماز کا کوئی ایسا جزو جس کا ادا کرنا فرض ہے اور جس کے پڑھنے سے خاص ثواب حاصل ہوتا ہے، بروقت ارتکاب حملہ جاری نہ تھا۔اس موقع پر یہ تحریر کرنا پچھلی بات کی تائید کے واسطے ضروری ہے کہ حملہ فوراً ان الفاظ کے بعد، جن سے فساد پیدا ہوا، واقع نہ ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹھہرنے سے ملزم کی کوئی خاص غرض تھی۔ یہ قیاس ہوتا ہے کہ اس کا ارادہ نماز ختم ہو جانے کے بعد تک ٹھہرے رہنے کا تھا۔اگر اس کا ارادہ یہ ہوتا تو وہ لفظ آمین پر جو زور سے پڑھا گیا فوراً کھڑا ہو جاتا۔اس صورت میں اشتعال شدید دفعتاً ہوتا اور ایسی کاروائی کرنے کا اس کو زیادہ استحقاق قانوناً حاصل ہوتا۔مگر ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا منشا دیگر اشخاص کی نماز میں دست اندازی کرنے کا نہ تھا اور نہ وہ خاص اپنی نماز چھوڑنا چاہتا تھا۔اس لئے وہ نماز ختم ہونے تک ٹھہرا رہا۔لہذا میری رائے میں بموجب دفعہ ۲۹۶ تعزیرات ہند کوئی جرم واقع نہیں ہوا مگر غلام محمد بلاشک بموجب دفعہ ۳۲۳ تعزیرات ہند آتا ہے، اس نے از خود ضرب پہونچائی۔میری رائے میں اس قدر جوش نہ تھا جس کی بنا پر اس کو کاروائی کرنے کا استحقاق حاصل ہوتا۔میں غلام محمد پر دفعہ ۳۲۳ تعزیرات ہند قائم کرتا ہوں اور مبلغ ۲۵ روپئے جرمانہ کرتا ہوں۔اگر جرمانہ ادا نہ کرے تو دو ہفتہ قید سخت رہے اور حسب دفعہ ۱۰۶ ضابطہ فوجداری میری رائے ہے کہ غلام محمد سے مچلکہ تعدادی سو روپئہ معہ دو ضمانت تعدادی سو سو روپئہ میعادی چھ ماہ لیا جائے۔اگر مچلکہ وضمانت داخل نہ کرے تو چھ ماہ قید محض رہے۔چنانچہ یہ حکم دیا جاتا ہے۔۲۰۔اگست ۱۸۹۲ء (دستخط مجسٹریٹ)

(مجموعہ فیصلہ جات مقدمات آمین بالجہر۔منقول از ضمیمہ شحنہ ہند مطبوعہ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ مسجد بندھانیاں

۱۹۰۲ء۔ باجلاس جسٹس ریڈ چیف جسٹس ، جسٹس چیٹر جی وجسٹس کنگلٹن
خدا بخش سائل بنام قیصر ہند رسپانڈنٹ ۔ بصیغہ نگرانی ۔ مقدمہ
نگرانی فوجداری نمبر ۱۳۳۲ بابت ۱۹۰۱ء
خلاصہ مقدمہ ضمانت حفظ امن، مجموعہ ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء دفعہ ۱۰۷۔
مسجد عام ۔عبادت کے وقت لفظ آمین کو زور سے بولنے کا استحقاق ۔فعل بے جا
چونکہ دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی رو سے کسی مجسٹریٹ کو یہ اختیار نہیں دیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اپنے جائز حقوق کے استعمال میں لانے سے منع کرے ۔لہذا جس صورت میں ایک شخص پر یہ الزام لگایا گیا کہ غالباً نقض امن کا باعث ہوگا یا آسائش عامہ میں خلل انداز ہوگا اس طرح سے کہ اس محلّہ کی مسجد میں جس میں وہ رہتا تھا، نماز میں شامل ہونے کے وقت لفظ آمین کا زور سے استعمال کرتا تھا ۔ اور وہ محلّہ کسی خاص فرقہ کے لئے قطعی مخصوص نہیں کیا گیا تھا ۔اور نامبردہ سے ضمانت حفظ امن برائے شش ماہ حسب دفعہ ۱۰۷ لی گئی، تو یہ قرار دیا گیا کہ حکم خلاف قانون تھا کیونکہ وہ فعل جس کی شکائت کی گئی، ایک فعل بے جا نہ تھا۔ اور اس امر سے کہ شائد دیگر عبادت کنندگان اس کے طریق عبادت پر اعتراض کریں مجسٹریٹ کی یہ کارروائی جائز نہیں ٹھہرتی کہ نامبردہ کو بموجب دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری ضمانت داخل کرنے کا حکم دے ۔

مقدمات ذیل بطور نظیر پیش کئے گئے ۔

کاشی چندر داس بنام ہرکشور داس (جلد نوز دہم ویکلی رپورٹ ص ۴۷ فوجداری) ۔
بمعاملہ شیوسرن لال (جلد سوم کلکتہ لاء رپورٹ ص ۲۸۰)
قیصر ہند بنام شمبھو ناتھ (نمبر ۲۱ پنجاب ریکارڈ ۱۸۸۸ء فوجداری) ۔
گنگو بنام احمد اللہ ؛ فضل کریم بنام مولا بخش ؛
قیصر ہند بنام رمضان ؛ اور عطاء اللہ بنام عظیم اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درخواست نگرانی بابت حکم کپتان ایم ڈبلیوڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔ دہلی

مورخہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء

مسٹر محمد شفیع منجانب سائل اور گورنمنٹ ایڈوکیٹ منجانب رسپانڈنٹ حاضر ہیں۔

مقدمہ اجلاس بنچ میں بذریعہ حکم ذیل حاکم باجلاس کمرہ واحد کے مرسل کیا گیا تھا۔

۱۳ جنوری ۱۹۰۲ء۔ ریڈ، چیف جسٹس:۔

سائل سے بموجب دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری ضمانت حفظ امن برائے شش ماہ لی گئی ہے۔ وہ فعل جس کا الزام اس طرح پر لگایا گیا ہے کہ اس سے غالباً نقض امن واقع ہوگا یا آسائش عامہ میں خلل ہوگا، یہ ہے کہ اس محلّہ کی مسجد میں جس میں سائل رہتا ہے نماز میں شامل ہونے کے وقت لفظ آمین زور سے بولا گیا۔ یہ مسجد بندھانیاں مسجد ہے اور سائل غیر مقلد۔ یہ تجویز نہیں کیا گیا ہے کہ سائل غالباً نقض امن کا مرتکب ہوگا یا آسائش عامہ میں خلل ڈالے گا۔ تجویز یہ ہے کہ اس کے فعل سے غالباً دیگر اشخاص نقض امن کا باعث ہوں گے، یا آسائش عامہ میں خلل انداز ہوں گے۔

اس تجویز کی رو سے دفعہ ۱۰۷ (۱) کے بموجب ضرور ہے کہ وہ فعل جس کا الزام لگایا گیا ایک بے جا فعل ہو، اور ایسے فعل سے جو بے جا نہیں ہے حکم حسب دفعہ مذکور جائز نہیں ٹھہرتا جیسا کہ بمقدمہ کاشی چندر داس بنام ہرکشور داس تحریر کیا گیا تھا۔ یہ منشا نہیں ہے کہ کسی شخص کو کوئی مجسٹریٹ اپنے حقوق کے استعمال سے بایں وجہ منع کرے کہ اگر وہ ایسا کریگا تو ایک اور شخص غالباً نقض امن کا مرتکب ہوگا۔ معاملہ شیوسرن لال اور مقدمہ قیصر ہند بنام شمبھو ناتھ اسی مضمون کے ہیں۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی ترمیم فیصلہ مندرجہ ویکلی رپورٹر کے اصولوں کی بنا پر ہوئی ہے۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے لفظ آمین حسب گفتہ ملزم کے جواز پر غور کرنے سے انکار کیا اور اپیل سائل کا تصفیہ سرسری طور سے کیا۔

بمقدمہ جنگو (گنگو) بنام احمد اللہ (انڈین لاء رپورٹ جلد سیز دہم الہ آباد ص ۴۱۹) چیف جسٹس نے نصف سے زیادہ حکام اجلاس کامل کے فیصلہ کو صادر کرتے وقت یہ لکھا:۔

یہ ایما نہیں کیا گیا ہے کہ مدعیان نے بروقت عبادت خود آمین کو زور سے بدنیتی کے ساتھ بولا، صرف یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مدعیان اس رسم سے، جو ادا کی گئی، ناراض تھے۔ یہ بطور امر واقعہ کے تجویز کیا گیا ہے، کہ مدعیان مسلمان ہیں اور یہ تجویز نہیں کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے کہ انہوں نے مسجد میں کوئی ایسی چیز کری یا کرنی چاہی جو مسلمانوں کی شریعت کے خلاف تھی۔

مقدمہ فضل کریم بنام مولا بخش (انڈین لاء رپورٹ جلد سیزدہم کلکتہ ص ۴۴۸ و پریوی کونسل) بھی یہ قرار دینے کے لئے سند ہے کہ سائل نے اس وقت کوئی فعل بے جا نہیں کیا کہ جب مسجد میں نماز میں شامل ہونے کے وقت اس نے لفظ آمین بآواز بلند کہا۔ بمقدمہ قیصر ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ جلد ہفتم الہ آباد ص ۴۶۱۔ اجلاس کامل) سوال زیر غور یہ تھا کہ آیا سائلان نے جرم حسب دفعہ ۲۹۶ مجموعہ تعزیرات ہند کا ارتکاب کیا ہے، یعنی مسجد میں لفظ آمین بآواز بلند کہہ کر عبادت کنندگان کو خلل پہنچایا۔ جسٹس محمود نے ایک طویل اور باحتیاط غور کئے ہوئے فیصلہ میں فل بینچ کی کثرت رائے سے اختلاف کیا جنہوں نے یہ قرار دیا کہ مکرر تجویز بروئے ان تنقیحات کے عمل میں آنی چاہیے کہ آیا عبادت کنندگان کو سائلان نے خلل مچایا اور آیا وہ خلل بباعث افعال و روئداد سائلان کے ہوا تھا جس سے ان کا ارادہ خلل مذکور پہنچانے کا تھا جس کی نسبت وہ جانتے تھے یا باور کرتے تھے کہ اس سے غالباً خلل مذکور واقع ہوگا۔ جس نتیجہ پر جسٹس محمود پہنچے یعنی یہ کہ جرم حسب دفعہ ۲۹۶ بروئے واقعات مجوزہ ثابت نہیں ہوا تھا۔ اس سے دفعہ ۱۰۷ کی تعلق پذیری کا سوال غیر تصفیہ شدہ چھوڑا گیا بلحاظ اس امر کے کہ سوال جو اٹھایا گیا ہے جماعت مسلمانوں کے واسطے بہت اہم ہے اس لئے ہم درخواست ہذا کو اجلاس ڈویژن بنچ میں مرسل کرتے ہیں، نہائت جلد کی تاریخ مقرر کی جائے سرکار کی طرف سے حاضری ہونی چاہیے اور ہم کو قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ درخواست کی سماعت ایسے بنچ سے کی جائے جس میں ہم شامل ہوں۔

قانونی امر متعلقہ کا استصواب فل بینچ سے بذریعہ حکم ذیل ڈویژن بنچ (ریڈ اور کنتگٹن) کے کیا گیا تھا۔ (۲۶۔ اپریل ۱۹۰۲ء)

وکیل سرکار بروئے ان سندات کے جن کا حوالہ حکم استصواب میں دیا گیا ہے کہ سائل اس وقت تک کوئی بے جا فعل نہیں کر رہا تھا جب اس نے نماز کے وقت لفظ آمین بآواز بلند ایک مسجد میں کہا جس میں ایسی جماعت تھی جس میں سب مقلد تھے اور سائل غیر مقلد ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ سوال کہ آیا کسی شخص کی نسبت یہ قرار دیا جا سکتا ہے کہ وہ غالباً آسائش عامہ میں خلل انداز ہوگا اس وجہ سے کہ وہ غالباً ایسا فعل کرے گا جو بے جا نہیں ہے گو اس سے غالباً دیگر اشخاص کو رنج پہنچے گا اور اس کے باعث وہ ہنگامہ کریں گے یا نقض امن کے مرتکب ہوں گے نئی قسم کا سوال ہے اور ہم حکام کی رائے میں اس قدر اہم ہے کہ اس پر اجلاس کامل میں غور ہونی چاہیے ۔علاہ ازیں بلحاظ اس امر کے بھی کہ سوال مذکور مقدمہ ہذا میں بہ تعلق مذہبی حقوق مسلمانوں کے اہم ہے درخواست اجلاس کامل (فل بینچ) میں مرسل کی جاتی ہے ۔ان فاضل حکام کے فیصلہ کو جن سے فل بینچ قائل ہوا تھا جسٹس ریڈ نے صادر کیا۔

ریڈ ۔ چیف جسٹس :۔یہ درخواست نگرانی فل بینچ میں مرسل کی گئی ہے ۔حکام استصواب مورخہ ۳۱ جنوری اور ۲۶ جنوری کو فیصلہ ہذا کے ساتھ پڑھنا چاہیے ۔

.ہم حکام کا یہ قرار دینے میں اتفاق ہے کہ سائل نے اس وقت بے جا فعل نہیں کیا جب اس نے مسجد میں جہاں عموماً اشخاص مقلد آیا کرتے ہیں لفظ آمین بآواز بلند کہا اور کہ غالباً وہ نقض امن کا مرتکب نہ ہوگا ۔جن سندات کا حوالہ اول حکم استصواب میں دیا گیا ہے ان کے یہاں مکرر حوالہ دینے کی حاجت نہیں ہے .

یہ سوال باقی رہتا ہے کہ آیا سائل کا لفظ آمین کو حسب متذکرہ صدر کہنے سے آسائش عامہ میں غالباً خلل انداز ہوگا ۔

برائے اغراض بحث مذکور ہم مانتے ہیں کہ مسجد زیر غور ایک مقام عام ہے ۔میکسول کی کتاب بابت تعبیر قوانین طبع سوم صفحہ ۳۶۹ میں برائے سندات محولہ قرار دیا گیا ہے کہ کسی ایکٹ کی تعبیر کے وقت ٹھیک تعبیر کے قاعدہ کی رو سے یہ مطلوب ہے کہ عبارت کی تعبیر اس طرح کی جائے کہ ایسی کسی صورتوں کا اس کے اندر آنا قرار نہ دیا جائیگا جو اس کے الفاظ کے معقول معنے کے اندر اور قانون کی منشاء اور حیطہ کے اندر نہیں آتے ۔

بمقدمہ قیصر ہند بنام رمضان (انڈین لاء رپورٹ جلد ہفتم الہ آباد ص ۴۶۱ ۔فل بینچ) جسٹس محمود نے جملہ ذیل کا اقتباس بشپ کی کتاب قانون فوجداری طبع ششم جلد دوم ص ۳۰۸ سے کیا تھا۔

. یہ امر کہ کسی جلسہ یا مجمع عام میں خلل اندازی یا ہنگامہ کس چیز سے قائم ہوگا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

،ایک تعریف کے اندر جو تمام صورتوں کے مناسب حال ہو آسانی سے نہیں لایا جا سکتا۔ ضرور اس کا حصر ہر ایک خاص قسم کے جلسہ کی نوعیت اور خاصیت پر اور ان اغراض پر ہو گا جن کے واسطے جلسہ کیا گیا ہو ۔ اور نیز بہت کچھ اس قاعدہ اور دستور پر جس کا اطلاق ایسے جلسوں پر ہو چونکہ قانون کی رو سے یہ تعریف نہیں کی گئی ہے کہ کیا شئے خلل انداز اور ہنگامہ متصور ہو گی ۔ پس ضرور ہے کہ اس کا فیصلہ ہر ایک خاص صورت میں بطور سوال امر واقعہ کے کیا جائے ۔

سائل اس نماز میں شامل ہوا تھا جو مسجد مذکور میں پڑھی گئی اور یہ تجویز نہیں کیا گیا ہے کہ اس کا منشاء یہ تھا کہ دیگر عبادت کنندوں کو خلل پہنچائے یا کہ اس نے فقط آمین بآواز بلند کسی اور طرح پر کہا بجز اپنی عبادت کی نیک نیتی کے ساتھ بجا آوری میں ،جیسا کہ ایج چیف جسٹس نے مقدمہ عطاء اللہ بنام عظیم اللہ ((انڈین لاء رپورٹ جلد دواز دہم الہ آباد صفحہ ۴۹۴ ۔فل بینچ) تحریر کیا تھا ۔ نا مبردہ کو مسجد مذکور میں عبادت کرنے کا استحقاق حاصل تھا کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ مسجد خاص فرقہ کے مسلمانوں کے لئے قطعی مخصوص کی گئی تھی ۔

اندریں حالات ہم قرار دیتے ہیں کہ سائل کی نسبت یہ احتمال نہ تھا کہ اپنی اس عادت سے کہ مسجد مذکور میں عبادت کیا کرتا تھا آسائش عامہ میں خلل پہنچائے گا اور اس امر سے کہ شاید دیگر عبادت کنندگان اس کی طرز عبادت پر اعتراض کریں حکم مصدرہ جائز نہیں ٹھہرتا ۔ یہ بات کہ وہ عبادت کنندگان غالباً کیا کریں گے سائل کی غالب فعل کے سوال سے بے تعلق ہے۔

ہم تحریر کرتے ہیں کہ درخواست گذرانیدہ بخدمت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو بطور اپیل کے پیش اور بیان کی گئی تھی مگر اس کا تصفیہ بطور درخواست نگرانی کے کیا گیا ۔ جیسا کہ ایک اور اردو یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کوئی اپیل بنا راضی حکم حسب دفعہ ۱۰۷ نہیں پہنچتا ۔ ہم حکام اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں جس کی رو سے سائل کو ضمانت داخل کرنے کی ہدائت کی گئی ۔ درخواست منظور کی گئی ۔

(منقول از فتوحات اہلحدیث)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہائی کورٹ بنگال در بارہ مقدمہ مابین اہل حدیث ومقلدین واقع موضع باڑہ ضلع دربھنگہ

جسٹس رابرٹ فلٹن ریم پینی ،جسٹس چارلس پیٹرکس پرز

اپیل بنا راضی ڈگری عدالت اپیل نمبر ۴۵۵، ۱۹۰۴ء

اپیل بنا راضی ڈگری بابو پرسنوں کمار بوس سب جج دوم مقام ترہت مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۰۳ء بابت بحالی فیصلہ بابو ہیم چندر مکر جی منصف مقام دربھنگہ مرقومہ ۲۵ جولائی ۱۹۰۲ء شیخ فرزند وغیرہ مدعا علیھم ازنمبرا تا ۹ ونمبر ۱۸ ونمبر ۱۹ ۔ اپیلانٹان بنام شیخ محمد اسماعیل وغیرہ مدعیان رسپانڈنٹان

وکیل اپیلانٹان ۔ سوغات علی۔۔۔۔وکیل رسپانڈنٹان سید شمس الہدی وعبدالجواد

اپیل ہذا متعلق ایک ایسے مقدمے کے ہے جس کو مدعیان نے بغرض استقرار اس امر کے دائر کیا تھا کہ ان لوگوں کو حق نماز پڑھنے اور امامت کرنے کا اس مسجد میں حاصل ہے جو موضع باڑھ پرگنہ پنڈارج ضلع دربھنگہ میں واقع ہے ۔ ہر دو عدالت ہائے ماتحت نے مدعیان کو ڈگری دیا ہے اور مدعا علیھم ازنمبر ۷ ونمبر ۱۸ و نمبر ۱۹ نے اس عدالت میں اپیل ہذا دائر کیا گیا اور ان لوگوں کی طرف سے دو وجوہ اپیل کے ہم لوگوں کے یہاں پیش کئے گئے ہیں ۔

یعنی اولاً یہ کہ دفعہ ۳۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی کی رو سے مقدمہ ہذا قابل چلنے کے نہیں ہے ۔

و ثانیاً یہ کہ چونکہ مدعیان سنی نہیں اسلئے وہ لوگ مسجد متنازعہ میں نماز پڑھنے کے مستحق نہیں ہیں منجملہ ان عذرات کے پہلا عذر لا طائل و بیکار ہے ۔ دفعہ ۳۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی کا اطلاق صریحاً مقدمہ ہذا پر نہیں ہے ، اس وجہ سے کہ مدعیان نے خاص اپنے لئے مقدمہ دائر کیا ہے اور ان لوگوں نے کسی جماعت عام اشخاص کیلئے مقدمہ دائر نہیں کیا ہے ۔ دوسرے عذر کی نسبت ہماری یہ رائے ہے کہ چونکہ مدعیان اپنے کو سنی یا مسلمان بہرنوع قرار دیتے ہیں اسلئے ان لوگوں کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ مسجد میں جائیں اور اس میں اپنی نماز پڑھیں ۔

بمقدمہ فل بنچ عطاء اللہ بنام عظیم اللہ مندرجہ انڈین لاء رپورٹ جلد ۱۲ مطبوعہ الہ آباد صفحہ ۴۹۴ بھی اس عدالت کے اس فیصلہ میں جو بمقدمہ آدم شیخ بنام عیسی شیخ صادر ہوا اور جو مندرجہ کلکتہ ویکلی نوٹ جلد اول ص ۷۶ ہے یہی رائے قائم ہو چکی ہے ۔ اسلئے اپیل ہذا کیلئے کوئی وجہ نہیں اور ہم اس اپیل کو معہ خرچہ ڈسمس کرتے ہیں ۔ (منقول از فتوحات اہل حدیث)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمات امرتسر ۱۹۱۲ء

۷ جون ۱۹۱۲ء کی شب کو محلّہ بھنگیاں امرتسر کے اہلحدیث نے مولانا ثناء اللہ کا وعظ سننے کا انتظام کیا چنانچہ مولانا موصوف تشریف لے گئے۔ جونہی کرسی پر بیٹھے چند افراد، جو حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے مرید تھے، نے مزاحمت کی اور سامنے رکھی ہوئی میز کو الٹ دیا۔ ایک شخص اہل حدیث غلام محمد المعروف گاماں کو بہت مارا۔ اس پر مقدمات کی بنا ہوئی۔ ایک مقدمہ گاماں مضروب کا، دوسرا مولانا ابوالوفاء کا استغاثہ۔ تیسرا جو اسی ضمن میں اخبار اہل فقہ کے اڈیٹر نے مولوی حکیم محمد الدین مرحوم کی نسبت خلاف شان الفاظ لکھے تھے۔ ان الفاظ ہتک آمیز کی بنا پر حکیم صاحب کے فرزند محمد اسحاق نے استغاثہ ازالہ حیثیت زیر دفعہ ۵۰۰۔ اڈیٹر اہل فقہ پر دائر کیا۔

درج بالا تین مقدمات تو اہل حدیث کی طرف سے تھے، ان کے علاوہ دو مقدمے احناف کی طرف سے دائر ہوئے جن میں سے ایک مقدمہ مریدان حافظ جماعت علی کی طرف سے بعنوان بلوا تھا، جس کا بیان تھا کہ مولوی ثناء اللہ، مولوی نور محمد، خواجہ حبیب اللہ وغیرہ ۲۱۔ افراد ڈانگیں لے کر ہمارے مکان پر آئے اور بلوا کیا۔ مکان بند تھا دروازہ کو ڈانگیں مار کر فحش گالیاں دے کر چلے گئے۔ دوسرا مقدمہ حنفی جماعت کی طرف سے تھا کہ کٹڑہ حکیماں کے ایک شخص کی اپنے داماد سے کچھ ان بن تھی۔ داماد کی طرف سے لوگ لڑکی کو لینے آئے۔ نامعلوم کیا واقعہ پیش آیا، لڑکی والے نے استغاثہ دائر کر دیا کہ یہ لوگ میری لڑکی کو جبراً اٹھا کر لینے آئے تھے۔ ان لوگوں میں ایک نوجوان لڑکے (محمد یعقوب) اہل حدیث کی جماعت کا نام بھی کسی وجہ سے لکھوا دیا۔

احناف کے پہلے مقدمے میں اکیس ملزمین سے ۱۴۔ اشخاص کو حاکم نے سرسری بیان سن کر ہی نکال دیا اور دفعہ جو استغاثہ میں سخت (۱۴۷) لگائی تھی نرم کر کے ۳۵۲ مقرر کی مگر ابھی تک نہ تو باقاعدہ مستغیثوں کے بیان ہوئے نہ گواہوں کی باقاعدہ شہادت اور جرح ہوئی۔ جو ہوا صرف سرسری بیان پر ہوا۔ فریق ثانی نے اس فیصلہ کی اپیل کی۔ تیسرا مقدمہ اس اپیل کا ہوا۔ اس لئے کل چھ مقدمات دائر عدالت ہوئے۔

ٹھاکر مہان چند، جن کی عدالت میں مقدمات تھے، نے کئی دفعہ برسر اجلاس فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ امرتسر کی انجمن اسلامیہ کو دخیل ہو کر مصالحت کرانی چاہیے۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر امرت سر کے ایماء سے شیخ نجم الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرتسر نے اہل حدیث کو حاجی فتح محمد سوداگر چرم ممبر میونسپل کمیٹی (اہل حدیث)، اور احناف کو سید بڈھے شاہ (حنفی) کے ذریعے بلایا۔ اور سب مقدمات کے فیصلہ کے لئے شیخ نجم الدین منصف مقرر ہوئے۔

شیخ نجم الدین کا فیصلہ آگے درج ہوتا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اہل حدیث کے تینوں مقدمات میں فیصلہ مثبت کی صورت میں ہوا اور حنفیوں کے مقدمات کا نفی کی صورت میں۔ یعنی اہل حدیث کے اس مقدمہ میں مولانا ابوالوفاء کا استغاثہ تھا، عزیز ملزم کو منصف نے معافی مانگنے کا حکم دیا چنانچہ اس نے معافی مانگی اور مولانا نے معافی دے دی۔ جس مقدمہ میں گاما مضروب کا استغاثہ تھا، منصف نے گاماں کو فریقین سے مبلغ ...روپیہ دلوائے۔ اس مقدمہ میں جو محمد اسحاق خلف حکیم محمد الدین مرحوم کا اڈیٹر اہل فقہ پر تھا منصف نے اڈیٹر مذکور اخبار اہل فقہ میں افسوس شائع کرنے کا حکم دیا۔

فریق ثانی کے اس مقدمہ میں جو اکیس افراد پر بلوا کا تھا، منصف نے بوجہ بے ثبوت ہونے کے چھوا ہی نہیں، بلکہ صاف فرما دیا کہ یہ مقابلہ میں بنایا ہے۔ لڑکی اٹھانے کے مقدمہ کو بھی اسی اصول سے فیصلہ میں ذکر نہیں کیا۔ تیسرا مقدمہ اپیل کا تھا وہ چونکہ بلوا والے مقدمہ کی فرع ہے۔ جب اصل میں فیصلہ راضی نامہ سے ہوا تو اس میں بھی یہی فیصلہ ہے لہٰذا اس کا ذکر بھی فیصلہ میں نہیں کیا۔

فیصلہ: امرت سر کے اہل حدیث اور اہل فقہ (حنفی گروہ) کی طرف سے بالمقابل ایک دوسرے کے خلاف کل چھ مقدمات فوجداری مختلف عدالت ہائے فوجداری امرت سر میں زیر تجویز ہیں۔ ان مقدمات کے فریقین نے تنازعات کے لئے مجھے منصف بنایا ہے اور مجھے اختیار دیا ہے کہ جو کچھ فیصلہ میں کردوں اس کو فریقین منازعت منظور کریں گے۔ میں نے فریقین کے عذرات اور بحث کو سنا اور ضروری امور کے متعلق نوٹ بھی کئے اور جہاں تک ہو سکا میں نے اس منازعت کے متعلق بذریعہ تحقیقات صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے میں اپنا فیصلہ یہ دیتا ہوں کہ شش مقدمات کے مستغیث اپنا اپنا مقدمہ بذریعہ ادخال راضی نامہ یا دست برداری عدالت متعلقہ سے وڈڈراء withdraw کریں۔ اور اس میں یہ لکھ دیں کہ بموجب فیصلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منصف ہم اس مقدمہ کو ودڈراء withdraw کرتے ہیں ۔اس کے بعد میں مفصل فیصلہ سناؤں گا کہ اس نزاع میں کون کون شخص یا اشخاص قانوناً یا اخلاقاً قصوروار ہیں ۔اوران کو فریق ثانی سے کس کس طرح پر اپنی تقصیرات کی معذرت یا تلافی کرنی چاہیے اور آئندہ کے واسطے اس کا رویہ یا لہجہ کیسا ہونا چاہیے ۔چنانچہ جملہ مقدمات میں راضی نامہ جات یا دست برداری داخل ہوچکی ہیں ۔اب میں مفصلہ ذیل امور کا فیصلہ کرتا ہوں:۔

اول ۔اخبار اہل حدیث نے خواہ بتحریک خود یا بنا برنقل مضامین اخبار بنگلور موسومہ برق سخن حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب صوفی کی شان میں جو فقرے یا الفاظ درج کر کے حافظ صاحب پر رکیک حملے کئے ہیں ان سے حافظ جماعت علی شاہ صاحب کے پیرو و مریدان یا معتقدان کو ضرور رنج پہونچا ہے اور چونکہ ان متخاصمین کے درمیان صلح ہوگئی ہے اس واسطے اڈیٹر اخبار اہل حدیث کا فرض ہے کہ ان تحریرات کی نسبت اپنے آئندہ پرچہ اہل حدیث میں اظہار افسوس کریں (حافظ جماعت علی کا معاملہ مقدمات متدائرہ میں نہیں ہے لہذا منصف صاحب کا یہ فرمانا فیصلہ میں نہیں آسکتا بلکہ نیک نیتی سے مشورہ ہے اس لئے میں حسب مشورہ منصف ، جناب ثناء اللہ امرتسری نے اظہار افسوس کیا)

دوئم ۔اخبار اہل فقہ نے مولوی ثناء اللہ کی شان میں خواہ صریحاً یا معناً نامناسب اور غیر مہذب الفاظ یا فقرات کو اپنے اخبار یا اشتہارات میں درج کرنے سے جو رکیک حملہ مولوی ثناء اللہ پر برخلاف اخلاق اور خلاف تہذیب کیا ہے اس کی نسبت اڈیٹر اخبار اہل فقہ آئندہ پرچہ اہل فقہ میں اظہار افسوس شائع کریں ۔اور نیز حکیم محمد الدین پدر محمد اسحاق مشتغیث استغاثہ دفعہ ۵۰۰ کی نسبت جو الفاظ بدمعاشانہ لہجہ یا خس کم جہاں پاک درج کئے ہیں ان کی نسبت بھی اسی اخبار اہل فقہ میں اظہار افسوس کریں ۔

سوم ۔ چونکہ گاماں مضروب جس کو خفیف ضرب لگی ہے ضرور زخمی ہوا ہے مگر یہ تحقیق نہیں ہوسکا کہ کس کے ہاتھ سے اس کو چوٹ لگی لیکن بہرحال میں اہل فقہ (حنفی گروہ) کی طرف سے عبدالعزیز اور اہل حدیث کی طرف سے محمد یعقوب دونوں ایسے نوجوان ہیں جو بے شک جوشیلے ہیں اور غالباً زیادہ ذمہ داری ے جون کے تنازعہ کی انہی دونوں پر ہے کیونکہ اہل حدیث کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ گاماں کو ضرب عبدالعزیز سے لگا ہے اور حنفی کہتے ہیں کہ محمد یعقوب نے ماری اور ہنوز یہ معاملہ ٹھیک طور پر روشنی میں نہیں لایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا کہ دراصل کس کی چوٹ لگی لیکن چونکہ اب فریقین میں صفائی ہوگئی ہے اور مقتضائے یگانگت اور انسانی ہمدردی یہ ہے کہ ایک غریب مضروب کو کچھ معاوضہ دیا جائے۔ اس لئے میں تجویز کرتا ہوں کہ ۲۵ روپئہ عبدالعزیز اور ۲۵ روپئہ محمد یعقوب مسمی گاماں مضروب کو معاوضہ دیں اور اگر وہ ایسا معاوضہ نقد لینا پسند نہ کرے تو دونوں اشخاص محمد یعقوب وعبدالعزیز گاماں مضروب کی معذرت باظہار افسوس آج ہی میرے روبرو اس موجودہ مجلس میں کریں۔

چہارم۔ برائے آئندہ ہر دو فریق کے علماء آزادی سے وعظ کر سکتے ہیں اور مذہبی مسائل کے اختلافات کا اظہار زبانی یا تحریری کر سکتے ہیں لیکن ہر حال میں ہر ایک شخص کو اپنا لہجہ ایسا اختیار کرنا چاہیے کہ نہ تو خلاف قانون ہو اور نہ ہی خلاف اخلاق اور نہایت شریفانہ اور مہذب ہونا چاہیے اور اس امر کو ہر وقت وعظ میں ملحوظ رکھنا ہوگا کہ کوئی فعل منجر بہ نقض امن نہ ہو۔ اور واضح رہے کہ کسی محلّہ میں کسی فریق کو دوسرے فریق کے علماء کے وعظ کو روکنے کا حق نہیں ہے۔

پنجم۔ عزیز میر نے جن الفاظ میں مولوی ثناء اللہ کو وعظ سے منع کیا ان الفاظ سے ثابت ہے کہ اس نے ان کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی، البتہ عبدالعزیز نے مولوی ثناء اللہ کو وعظ کرنے سے نہ صرف روکا بلکہ کسی قدر گستاخی بھی کری۔ اس واسطے عبدالعزیز اس مجلس میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے معافی مانگے اور وہ معافی دے دیں گے۔

ششم۔ محمد یعقوب نے عزیز میر اور عبدالاحد وغیرہ کی خانہ تلاشیاں بلا وجہ کرائیں اور ان کو رنج پہنچایا ہے اس واسطے محمد یعقوب کا فرض ہے کہ وہ ان دونوں سے سر مجلس موجودہ معافی مانگے اور وہ معافی دے دیں گے۔ فیصلہ سنایا گیا۔

ایک ایک نقل فریقین کو دے دی جاوے اور حسب مندرجہ فیصلہ ہذا میرے روبرو جس جس کو دوسرے سے معافی مانگنی چاہیے تھی مانگی گئی اور تعمیل فیصلہ ہو چکی ہے۔

دستخط انگریزی۔ شیخ نجم الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر امرت سر

(اہل فقہ کے اڈیٹر نے یہ فیصلہ ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں بطور ضمیمہ درج کر کے گزشتہ رنج دہ الفاظ پر حکماً اظہار افسوس کیا ہے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سری نگر کشمیر

جناب ثناء اللہ امرتسری بتاتے ہیں:

سری نگر نے رسمی حنفی علماء نے اہل حدیث کی عیدگاہ میں نماز عید کے لئے آنے سے رکوا دیا اور ایک اشتہار شائع کیا جس کا مضمون یہ تھا کہ فرقہ وہابیہ مفسد ہیں بغرض انسداد فساد ان کو مسجدوں میں نہ آنے دینا چاہیے۔ اس پر میں نے اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے گورنر کشمیر کو تار دیا کہ ہندوستان کی ہائی کورٹوں کے علاوہ پریوی کونسل لندن نے بھی اہلحدیث کو ہر مسجد میں نماز پڑھنے کا حق دیا ہے اس لئے ہم اپنے کشمیری بھائیوں کے حق میں انصاف کی امید رکھتے ہیں۔ چنانچہ گورنر نے اپنے حکم کو صرف ایک دفعہ تک محدود فرما دیا اور مقدمہ ایک ذی علم مسلمان منصف کے سپرد ہوا۔ اہل حدیثان کشمیر نے (مجھے) کہا کہ پیروی کے لئے خود آؤ یا مولانا سیالکوٹی کو بھیجو۔ ہم عذر کرتے رہے یہاں تک کہ خط آیا کہ اگر یہ مقدمہ خراب ہو گیا تو ہمارے رہنے کے لئے کوئی جگہ تجویز کرنی ہوگی، تو ہم دونوں ۳ ستمبر ۱۹۲۲ء کشمیر میں وارد ہوئے۔ ۴ ستمبر کو میری شہادت شروع ہوئی ۸ کو ختم ہوئی۔ فریق مخالف نے اتنے سوال کئے کہ شمار سے باہر ہیں۔ شہادت کا خلاصہ مذہب اہل حدیث کی حقیقت اور ماہیت کا اظہار تھا۔ اور مخالفین کے اتہامات کی تردید اور مساجد میں سب کلمہ گو مسلمانوں کے حقوق ادائے نماز مساوات فریق ثانی کو ہر قسم کی جرح کا حق تھا جس کا افسوس نہیں لیکن انہوں نے بعض سوالات ایسے بھی کئے جو ایک حنفی کے منہ سے نہیں بلکہ اہل قرآن و منکر حدیث کے منہ سے زیبا تھے۔ خیر ہم نے سب سوالوں کے جواب دیئے۔ مولانا سیالکوٹی کی شہادت بھی ہوئی۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ ستمبر ۱۹۲۲ء۔ ۲۲ محرم ۱۳۴۱ھ ص ۱۔۳)

مولانا میر سیالکوٹی کی شہادت بھی ہوئی مگر بہت مختصر۔ یہی پوچھا گیا کہ مکہ معظّمہ مصر اور بیت المقدس میں آپ نے اہل حدیث کے افراد دیکھے؟ فرمایا۔ ہاں دیکھے۔ وہ بھی بامن و عافیت اپنے طریق پر نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی فرمایا کہ میں شریف مکہ کے حکم سے حرم کعبہ میں وعظ بھی کہتا تھا۔ ثناء اللہ (اہل حدیث امرتسر ۲۲ ستمبر ۱۹۲۲ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کاسگنج ضلع ایٹہ۔ ۱۹۲۹ء

عدالت منصفی مقام کاسگنج ۔نمبر ابتدائی ۔۹۷ بابت ۱۹۲۹ء تاریخ یکم مارچ ۱۹۲۹ء

مرزا امام بیگ ولد حسین علی بیگ، کریم اللہ ولد فیضو سکنہ کاسگنج پرگنہ بلرام، کاسگنج ضلع ایٹہ۔ مدعیان۔

آٹھ کس مدعا علیھم۔

درخواست:۔

الف: مدعا علیھم کو بذریعہ حکم امتناعی دوامی ممانعت کی جاوے کہ وہ مدعیان کی عبادت نماز میں رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں مسجد حلوائیاں واقع محلّہ ناتھورام واقع کاسگنج میں کسی قسم کی مزاحمت باجماعت یا جداگانہ ادا کرنے میں نہ کریں۔

ب: خرچہ نالش ہذا دلایا جائے۔

۳۱ جولائی ۱۹۲۹ء ۔ یہ مقدمہ آج واسطے انفصال قطعی کے روبرو بابو رکیشوری پرشاد ایم اے بی ایس سی ایل ایل بی منصف (بحاضری وکلاء فریقین) پیش ہوا۔

یہ ڈگری وحکم ہوا کہ

. مدعا علیھم کو بذریعہ حکم امتناعی دوامی ممانعت کی جاتی ہے کہ مدعیان کی عبادت نماز میں رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے اور سینہ پر ہاتھ باندھنے میں مسجد حلوائیاں واقعہ محلّہ ناتھورام قصبہ کاسگنج میں کسی قسم کی مزاحمت باجماعت یا جداگانہ ادا کرنے میں نہ کریں خرچہ فریقین ذمہ فریقین رہے۔

آج بتاریخ ۳۱ ماہ جولائی ۱۹۲۹ء بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری ہوا۔

(منشی رکیشوری پرشاد منصف)

(نقل فیصلہ موصولہ از جناب عبدالوہاب انصاری کاسگنج)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیکڑی ضلع اجمیر

کیکڑی میں ایک خاندان کے چند ممبر اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ ان کو محلے کی خاندانی مسجد میں نماز پڑھنے سے حنفی بھائی روکتے اور کہتے کہ پڑھو تو ہماری طرح پڑھو۔ حکام تک نوبت پہنچی۔ چیف کمشنر اجمیر نے حکم دیا کہ اہل حدیث بعدالت دیوانی اپنا استحقاق ثابت کریں اور تا فیصلہ مسجد میں نہ جائیں۔ اہل حدیث نے عدالت دیوانی میں دعوی دائر کیا۔ پہلی عدالت میں ان کی فتح ہوئی، دعوی استحقاق ثابت ہوا۔ فریق ثانی نے اپیل کی تو اپیل خارج ہوگئی۔ چاہیے تھا کہ قضیہ ختم ہو جاتا مگر جب اہلحدیث نے چیف کمشنر کو منسوخی حکم کی درخواست دی تو اس نے افسران کیکڑی سے رپورٹ طلب کی۔ مقامی افسر نے فریقین کو بلایا۔ فریق حنفی نے بجائے نرم رویہ کے تیزی اختیار کیا تو مقامی افسر نے لکھ دیا کہ اہل حدیث کو مسجد مذکور میں جانے کی اجازت دینے سے فساد کا خطرہ ہے۔

قانونی دفعہ کا منشا یہ ہے کہ جس شخص یا فریق سے فساد کا خطرہ ہو اس سے حفظ امن کی ضمانت لی جائے۔ اس قانون کے لحاظ سے چاہیے تو یہ تھا کہ جس فریق سے مخل امن ہونے کا اندیشہ تھا اس سے ضمانت لے کر فریق مستحق کو اجازت دی جاتی۔ مگر مسلمانوں کو چیف کمشنر کا حکم پہونچا کہ پہلا نوٹس منسوخ نہیں ہوسکتا۔ یعنی چیف کمشنر نے دیوانی عدالت میں استحقاق ثابت کرنے کا حکم دیا۔ جب اہل حدیث نے ایسا کر دیا تو اپنی ہی عدالت کے فیصلہ کو پس انداز کر دیا۔

یہ ۱۹۲۲ء کے گرد و پیش کی بات ہے اور ایک عرصہ تک جب حالات درست ہونے میں نہ آئے تو ۱۹۳۴ء میں اہل حدیث لیگ نے اجمیر کی انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ عدلیہ کے فیصلہ پر عمل درآمد کرواتے ہوئے اہل حدیث حضرات کو مذکورہ مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا ایک وفد مشتمل بر حاجی عبدالغفار آف حاجی علی جان، حاجی بشیر الدین سوداگر، اور مولوی ثناء اللہ امرتسری شملہ گیا اور سر شفیع کی وساطت سے راجپوتانہ کے اعلی افسر سے ملا۔ نواب لوہارو نے بھی وفد کی تائید فرمائی۔ وفد نے اچھی طرح اپنا سارا حال سنایا۔ افسر مذکور نے بڑی توجہ سے سب کچھ سن کر ہمدردی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ وہاں کے چیف کمشنر سے دریافت حال کروں گا کہ باوجود فیصلہ عدالت عالیہ کیوں اہل حدیث کو اجازت نہیں دی جاتی۔ صاحب موصوف کے دریافت کرنے پر وہاں کے اعلی حاکم نے جواب دیا کہ فیصلہ عدالتی بے شک ایسا ہی ہے لیکن چونکہ فساد کا خطرہ ہے اس لئے تا قیام امن اہل حدیث کو روک دیا گیا ہے (اہلحدیث ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۲ء ص ۲۔۳؛ ۱۹ جنوری ۱۹۳۴ء ص ۱۱؛ ۶ ستمبر ؟؟۔ ص ۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سملی ضلع پٹنہ

موضع سملی ضلع پٹنہ میں ایک پختہ جامع مسجد میں اہلحدیث اور حنفی مل کر زمانہ دراز سے نماز پڑھتے چلے آئے اور امام ہمیشہ اہل حدیث رہے۔ پھر کسی نے احناف کو سمجھایا کہ اہلحدیث کے پیچھے نماز ناجائز ہے لہذا ان لوگوں نے دوسری مسجد میں جمعہ قائم کیا اور قطعی ہر نماز میں احتراز کرنے لگے۔ پھر اس پر یہ اضافہ ہوا کہ چند لوگوں نے یہ تجویز کی کہ ہماری تعداد زیادہ ہے، اس پختہ مسجد سے بزوران (اہل حدیث) کو نکال دیا جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جمعہ کے روز ۱۵ مارچ ۱۹۲۹ء کو بڑی جمیعت سے حملہ کیا جس کا نتیجہ خوں ریزی تک پہنچا۔ مقدمہ فوجداری میں گیا۔ اور ایک برس تک مجسٹریٹ دانا پور کے ہاں رہا۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ مسجد کا مقدمہ ہے اس کو کوئی قابل مسلمان فیصل کرے، میں اسلامی قانون سے ناواقف ہوں۔ چنانچہ دونوں فریق کی رائے سے مقدمہ دار القضا پھلواری شریف امیر شریعت کے پاس گیا۔ امیر شریعت نے طرفین سے اظہار لے کر فیصل کیا کہ

دعوی حنفی بالکل غلط ہے، مسجد میں دونوں فریق کو مل کر نماز پڑھنی چاہیے۔ جو سب سے زیادہ قابل ہے وہ امام ہو بلا تخصیص حنفی اور اہل حدیث کے۔ اور تحقیقات کر کے مولوی محمد محسن صاحب کو امامت کی سند دی جو اہل حدیث ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں مولوی ابراہیم صاحب کو قائم کیا، جو حنفی ہیں۔ نقل سند حسب ذیل ہے۔

اما بعد۔ پختہ مسجد سملی ضلع پٹنہ کی امامت کے لئے مولانا محمد محسن (اہل حدیث) ساکن موضع مذکور کو مقرر کرتا ہوں۔ وہ برابر جمعہ وعیدین میں امامت کریں اور مسائل مختلف فیہ میں احتیاط برتیں۔ اور مولانا محمد ابراہیم صاحب کو ان کا قائم مقام مقرر کرتا ہوں کہ بصورت عدم موجودگی ومعذوری مولانا محمد محسن صاحب مذکور کے امامت جمعہ وعیدین میں کریں۔ یہ سند لکھ دی ہے کہ وقت پر کام آوے۔ دستخط امیر شریعت، محمد محی الدین پھلواری ۱۷ رجب ۱۳۴۱ھ۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا

گیا (بہار) میں موحدین متبعین سنت پر بہت ظلم کئے گئے حتی کہ مولوی فرخ حسین ناظم انجمن اہل حدیث کو حالت نماز میں آمین کہنے پر مار پیٹ کیا گیا۔ اس کے بعد مزید مار پیٹ کی دھمکیاں دی گئیں اور اہل حدیث خاموشی سے صبر کے ساتھ حسب دستور نماز پڑھتے رہے۔ ایک روز بعد نماز مغرب اعلان کر دیا گیا کہ کوئی غیر مقلد آمین رفع یدین کرنے والہ مسجد میں نماز نہ پڑھے، اگر پڑھے گا تو مار کٹائی ہوگی۔ یہ لوگ آمین رفع یدین والے اچھوت قوم ہیں جیسے ہندوؤں میں ڈوم چمار اور دوسادھ ہیں۔ حنفی خیال کے جتنے لوگ تھے سب نے اس اعلان کی تائید کی۔ پھر سختیاں بڑھتی رہیں۔ یہاں تک اہل حدیث مسجد چھوڑ دینے پر مجبور کر دیئے گئے ... پھر بمشورہ وکلا ومعززین گیا ۱۸ مئی ۱۹۳۵ء مقدمہ من جانب اہل حدیث بغرض استقرار حق عبادت بعدالت منصفی دائر کیا گیا جس کا فیصلہ اہل حدیث کے حق میں ہوا۔

(اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۳۵ء۔ص ۱۶: ۱۴ جون ۱۹۳۵ء۔ص ۱۶؛ ۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک معافی نامہ

(بعدالت مجسٹریٹ امرتسر ۱۹۴۲ء)

امرتسر سے اہل حدیث کا اخبار اہل حدیث نکلتا تھا اور احناف کا اخبار الفقیہہ نکلتا تھا۔ اہل حدیث کی مجلس ادارت میں جناب عبداللہ ثانی شامل تھے جو جناب ابراہیم سیالکوٹی کے شاگرد اور جناب ثناء اللہ امرتسری کے تربیت یافتہ تھے۔ ان کے خلاف اڈیٹر الفقیہہ نے اپنے اخبار میں توہین آمیز مضامین شائع کئے۔ عدالت تک بات پہنچی تو اڈیٹر الفقیہ نے جن لفظوں میں عدالت میں معافی نامہ داخل کیا اور اخبار الفقیہ میں خود شائع کیا، درج ذیل ہے

بعدالت سردار دیواندر سنگھ اے ڈی ایم امرتسر

مولوی محمد عبداللہ بنام الہہ بخش وغیرہ۔

جرم زیر دفعہ ۵۰۰۔۵۰۱۔

میں معراج الدین ولد حکیم محمد ابراہیم صاحب اخبار الفقیہ امرتسر کا اڈیٹر و پبلشر ہوں۔ عنوان مقدمہ میں ملزم ہوں۔ میرے اخبار میں مولوی عبداللہ صاحب ثانی مستغیث کے متعلق جو مختلف مضامین ..ستمبر ۱۹۴۱ء...اکتوبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئے ہیں۔ نیز پمفلٹ ایک مولوی کا کرشمہ بھی شائع ہوا ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو الزامات مضامین متذکرہ بالا میں مستغیث کے خلاف شائع ہوئے ہیں وہ محض افترا ہیں ان کی اشاعت سے جو مستغیث کی توہین ہوئی ہے میں ان سے معافی چاہتا ہوں۔ اور آئندہ بھی اس کے متعلق کوئی توہین آمیز مضمون شائع نہ کروں گا۔ اور مقدمہ ہذا میں ملزمین کی کسی طرح اعانت بھی نہ کروں گا۔ ۲۹ جون ۱۹۴۲ء معراج الدین احمد بقلم خود الفقیہ ۷ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۱۲۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متفرق مقدمات

درج ذیل مقدمات مختلف مقامات پر دائر ہوکر اہلحدیث کے حق میں فیصل ہوئے :۔

دہلی ۔ عدالت کمشنری ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۸۳ء ۔ منجانب اہل حدیث دائر ہوا۔
دہلی ۔ عدالت دیوانی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۸۳ء ۔ منجانب احناف دائر ہوا۔
نصیر آباد ضلع اجمیر ۔ عدالت فوجداری ۔ سن فیصلہ ۱۸۸۴ء منجانب اہل حدیث دائر ہوا۔
میرٹھ ۔ عدالت منصفی ۔ سن فیصلہ ۱۸۸۶ء ۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
علی گڈھ، کول ۔ عدالت ججی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۹ء منجانب اہل حدیث دائر ہوا۔
آرہ ۔ عدالت ججی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۳ء منجانب اہل حدیث دائر ہوا۔
شہر غازی پور ۔ عدالت فوجداری ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۴ء من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
ضلع غازی پور ۔ عدالت منصفی ۔ سنہ ۱۸۹۵ء ۔ منجانب اہل حدیث دائر ہوا۔
ایلور مدراس، عدالت منصفی ۔ ۱۸۹۵ء من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
بلہاری مدراس ۔ عدالت فوجداری ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۶ء من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
بنارس ۔ عدالت منصفی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۶ء ۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
مادھو پور، جے پور ۔ عدالت فوجداری ۔ سنہ ۱۸۹۶ء من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
شہر پٹنہ ۔ عدالت ججی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۷ء من جانب احناف دائر ہوا۔
دو مراؤ ضلع آرہ ۔ عدالت منصفی ۔ سنہ فیصلہ ۱۸۹۷ء ۔ من جانب احناف دائر ہوا۔
کیکڑی ضلع اجمیر ۔ عدالت فوجداری ۔ سنہ فیصلہ ۱۹۰۵ء ۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
جودہپور مارواڑ ۔ محکمہ عالیہ خاص ۔ سنہ فیصلہ ۱۹۰۲ء ۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
جودہپور مارواڑ ۔ عدالت فوجداری ۔ سنہ فیصلہ ۱۹۰۳ء ۔ من جانب احناف دائر ہوا۔
ریاست جے پور ۔ محکمہ اپیل ۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۰ء ۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مادھو پور علاقہ جے پور۔ عدالت اپیل سنہ فیصلہ ۱۹۱۱ء۔ من جانب احناف دائر ہوا۔
کھنڈیلہ علاقہ جے پور۔ عدالت اپیل۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۱ء۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
ریاست جے پور محکمہ عالیہ کونسل جے پور خاص۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء من جانب احناف دائر ہوا۔
کڈپہ، مدراس۔ عدالت فوجداری۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء۔ من جانب احناف دائر ہوا
چھاؤنی انبالہ۔ محکمہ اپیل۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
رتن پور ضلع مرادآباد۔ عدالت دیوانی۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء۔ من جانب احناف دائر ہوا۔
کوٹہ راجپوتانہ۔ محکمہ عالیہ خاص۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
سرواڑ علاقہ کشن گڈھ۔ محکمہ عالیہ خاص۔ سنہ فیصلہ ۱۹۱۲ء۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا۔
آگرہ۔ عدالت منصفی۔ سنہ فیصلہ ۱۹۰۴ء۔ من جانب اہل حدیث دائر ہوا

یہ فہرست جناب عبدالمجید (مدرسہ اسلامیہ چوراہہ نائی منڈی شہر آگرہ) نے شائع کی تھی۔ پھر مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی ج ۱ شمارہ ۸۔ اپریل ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۷ پر نقل ہوئی جہاں سے مناسب ترمیم کے بعد یہاں نقل کی گئی ہے۔

(صفحات ذیل میں بعض مقدمات کے عدالتی فیصلہ جات کا اصل انگریزی متن انڈین لاء رپورٹس سے نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Full Bench

Present: Sir W. Comer Petheram, Kt., Chief Justice, Mr. Justice Straight, Mr Justice Oldfield, Mr. Justice Brodhurst, and Mr Justice Mahmood

Queen-Empress v. Ramzan and Others

7th March 1885

Ramzan, Muhammad Husain and Abdul Rahman were convicted by Cantonment Magistrate of Benares, of an offence under S. 296 Indian Penal Code. His judgment was as follows:-

" The particulars of this case are as follows:-

In muhalla Maddanpura, City Benares, a large masjid exists, generally called Allu's masjid, after the builder. Abdullah, the complainant, was left in charge of this masjid after Allu's death, some years ago, and Ramzan, accused, is a grand-nephew of Allu's, and is also his son-in-law. During the month of August 1884, Ramzan, who it seems, had not frequented this mosque for many years, suddenly returned to it. He was accompanied by Muhammad Husain, accused, and Abdul Rahman, accused, and these three men at once began a series of annoyances to the assembly engaged in prayer in the masjid. The men who use the masjid nearly all belong to a sect called Hanafis, and Ramzan also formerly belonged to it, but has lately become a Wahabi. It appears the Hanafis use the word amin in their prayers, but say it so low that only a person standing very close can hear it. The Wahabis, on the contrary, call out amin at the top of their voices, and by doing so in the Allu's masjid the three accused naturally disturbed the Hanafis engaged in prayer. The evidence for the prosecution is perfectly clear, first as to the fact of the three accused having entered the masjid on four successive Fridays during August and September; secondly, as to having by their behaviour disturbed the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

assembly at prayers; and thirdly, as to police intervention being necessary, on the 22nd August 1884, to quell a disturbance occasioned by the accused, and which threatened to become serious. The witnesses are respectable persons, and most moderate in the views they express when giving evidence. They consider the presence of Ramzan and his companions not desirable in the masjid, but raise no objection to their joining the worshippers as long as they cause no disturbance. Ramzan states that there is enmity between him and Abdullah on account of the masjid accounts, and that therefore he was turned out of it on pretence of his saying amin loudly, which is not objectionable to the Hanafis, the real reason being that Abdullah will not give him a statement of the masjid's income, also that he has always prayed at the masjid. The other two accused say, that on 22nd August 1884, they saw Ramzan being beaten and interfered with, on which Abdullah and his party have included them in the charge brought against Ramzan. The witness for the defence merely state that they consider that calling out amin loudly does not disturb an assembly at prayers, and yet they all state that they only speak the word very low themselves. They also speak to the quarrel having originated in money matters about repair to the masjid, and further, that the three accused have frequented this mosque for years. I note, however, that the only independent witness, a Hindu named Harpal, who keeps a shop under the masjid, states that he has been there for five years, and that only within the last month has Ramzan come to the masjid, never before. Be that as it may, Ramzan and his companions, the two other accused, have not a shadow of an excuse for disturbing the people in the masjid. It is useless to inquire whether it is lawful or not to use the word amin. As long as by doing so the accused disturbed the assembly, they rendered themselves liable to punishment under S. 296, Indian Penal Code. If it be true that the enmilty between Ramzan and Abdullah originated in a quarrel about the income of the masjid, his conduct is all the more

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

resprehensible, for he has disturbed a large number of persons engaged in prayer, merely to gratify his spite against an individual. The Courts of Law are the proper places to settle money quarrels, and not places of religious worship, and it is intolerable that men like the accused should be allowed to cause annoyance to a whole community.

"The Court is of opinion that Ramzan, son of Maddar, Muhammad Husain, son of Allahdin, and Abdul Rahman, son of Abdul Karim, are guilty of the charge preferred against them, viz., that they voluntarily disturbed an assembly engaged in religious worship, thereby committing an offence punishable under S. 296, Indian Penal Code; and the court directs that the said Ramzan, Muhammad Husain, and Abdul Rahman, pay a fine of twenty-five rupees each, or in default, be rigorously imprisoned for one month."

Hence this application to the High Court for revision.

Reference to the Full Bench

The following question was referred to the Full Bench:-

" Whether the facts proved in this case amount to an offence under S. 296 of the Indian Penal Code? "

Judgement of the Full Bench

Petheram, C.J-

Speaking for myself only, the order which I propose to pass in this case, that the case be re-tried by the Magistrate, and that in retrying it he should have regard to the following questions:-

1. Was there an assembly lawfully engaged in performance of religious worship?
2. Was such assembly in fact disturbed by Ramzan?
3. Was such disturbance caused by acts and conduct on the part of Ramzan by which

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

he intended to cause such disturbance, or which acts and conduct, at the time of such acts and conduct, he knew or believed to be likely to cause such disturbance?

Straight, J. -

I consent to the proposed order, though speaking for myself alone, I am not prepared to say that there is not upon the record sufficient evidence to justify a conviction.

Oldfield, J. -

I am of the same opinion.

Brodhurst, J. -

I am of the same opinion.

Mahmood, J -

In this case I regret I am not able to concur in, or dissent from, the proposed order, because I have not yet been able to form any definite opinion. Under such circumstances, and considering that I am one of the Judges constituting this Bench, I should have thought that the judgement or order of the Court would, according to the ordinary judicial usage and practice, be reserved till I had an opportunity of forming an opinion in the case, and of placing my views before my honourable colleagues. But upon this point I have been overruled by the learned Chief Justice and my learned brethren, and I must therefore defer to their view, though I confess- and I say this with profound respect- that the order of the majority of the Court seems to me to be, under circumstances, one of the doubtful legality. In a recent case- The Rohilkhand and Kumaun Bank v. Row - I had the opportunity of expressing my views, in which the rest of the Bench concurred, to the effect that it is an essential principle of judicial acts, that when a Court, consisting of several judges, hears a case, no judgement or order can be legally passed until all those Judges have conferred with each other and made up their

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

minds together. Upon this occasion, however, I must submit to the view of the majority of the Bench; but I regret, as I said before, that I am not in a position to make any order in this case, and must, ex necessitate, reserve my judgement or order till the exigencies of the business of the Court leave me time to form a definite opinion on this case, which, considering that none of the accused is undergoing the sentence of imprisonment, does not seem to me to be one of any especially emergent urgency.

On the 14th March the following opinion was delivered by Mahmood, J. on the question referred to the Full Bench.

Mahmood, J. -

This case originally came on for hearing in the single Bench before my brother Brodhurst, and, in view of the peculiarities of the question with regard to the right of worshipping in mosques possessed by Muhammadan, my learned brother referred the case to a Division Bench, of which, at his suggestion, and with the approval of the learned Chief justice, I was to be a member. The case was accordingly heard by a Bench consisting of my brother Oldfield and myself, and, in consideration of the fact that the main object of the application for revision was to obtain an authoritative ruling upon the question, and also because the applicant's counsel informed us that the applicantsts, having paid the fine inflicted upon them, were not undergoing the alternative sentence of imprisonment, we referred the case to the Full Bench before which the case was re-arranged by Mr Amir-ud-Din on behalf of the applicants, and the learned Public Prosecutor on behalf of the Crown. Upon that occasion, after having fully heard the arguments on either side, I was unable to form any opinion such as could be made the basis of any order in the case, and being desirous of consulting the original authorities of Muhammadan law, I wished to reserve my order to enable me to prepare a judgment in writing, as the question raised by the refeerence seemed to me to be far from simple,

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

specially, as in my opinion it turned upon a very minute point of the Muhammadan Ecclesiastical law. The learned Chief Justice and my learned brethren, however, were able on that occasion to form an opinion in the case, and make an order remanding the case for re-trial on certain issues. My brother Straight, whilst consenting to the order of re-trial, was inclined to the opinion that the evidence on the record was sufficient to justify the conviction. I was, however, unfortunately not able to concur in, or dissent from, the order for single reason that I had formed no definite opinion in the absence of the authorities of the Muhammadan Law, which had not been cited on either side. Under these circumstances, it has devolved upon me now to deliver my judgement in the case, and I regret that the conclusion at which I have arrived is different from that at which the learned Chief Justice and the rest of the Court have done. In view of this circumstance and also because facts similar to those that exist in this case have before now been made the subject of a criminal prosecutions in cases which have ultimately come up to this court in revision, I wish to explain my reasons fully.

The facts of the case itself are very simple. The mosque in question in this case is situate in muhalla Maddanpura, in the city of Benares, and it was built by one Ali Muhammad alis Allu, who is stated by the prosecution to have followed the doctrine of Imam Abu Hanifa, and was therefore a Hanafi. The prosecutor, Abdullah, is a brother-in-law of the founder of the mosque, his sister having been married to Allu, and principal accused, Ramzan, is the son-in-law of Allu, and also otherwise related to him. The other two accused, Muhammad Husain and Abdul Rahman, are persons holding religious views similar to those held by Ramzan.

It appears that on the 22nd of August, 1884, the three accused joined the congregation in the mosque, and during the prayer said the word amin aloud. This appears to have led to a discussion as to whether it was right to say the word aloud in prayer, and a heated

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

argument took place, resulting in the accused being turned out of the mosque with the help of the police, and the prosecutor prohibiting them from coming to the mosque again unless they renounced the rite of saying amin aloud in mosque.

On the 1st of September 1884, Abdullah and some other persons presented an application to the Magistrate, describing the occurrences of the 22nd August, and asking for interference of the Magisterial authorities on the ground that breach of peace was likely to take place by reason of the accused insisting upon saying the word amin aloud in prayers. No definite action appears to have been taken by the magisterial authorities on that application beyond sending it for inquiry to the City Inspector of Police, and matters seemed to have stood thus, when, on 20th of September 1884, Abdullah by himself filed another petition, complaining of the accused, and charging them with "the offence of insulting the religion of the Hanafia Musalmans" under S. 297, 298, 352 of the Indian Penal Code. The Magistrate, after having examined the prosecutor and the witnesses for the prosecution, framed charges against the accused under S. 296 of the Indian Penal Code, and after having taken the evidence on behalf of the defence, convicted them under that section, and sentenced them to pay a fine of Rs. 25 each, and in default, to undergo rigorous imprisonment for one month.

The accused have applied for revision to this Court under S. 439 of the Criminal Procedure Code, on the ground that "to pronounce the word amin in a loud tone during the prayers is not an offence punishable under S. 296 of the Indian Penal Code."

The question so raised seems to me to involve mixed consideration of the meaning of the Indian Penal Code and Muhammadan Ecclesiastical Law; for according to my view, the application of the former depends upon the interpretation of the latter in connection with this case. But before discussing this question, I wish to express my views with reference to the observation which was made in the course of the argument, that this

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Court is not bound to consider the Muhammadan Ecclesiastical Law in such cases without having the rules of the law proved by specific evidence like any other facts in Litigation. I am unable to accept this view, because, it is conceded that the decision of this case depends (as I shall presently endeavour to show it does depend) upon the interpretation of the Muhammadan Ecclesiastical Law, it is to my mind the duty of this Court and of all Courts subordinate to it, to take judicial notice of such law. I hold that Cl (1) of S. 37 of the Evidence Act (1 of 1872) fully covers the Muhammadan Ecclesiastical law in such cases, because, whenever a question of civil right or the lawfulness of an act arises in a judicial proceedings, even a Criminal Court is bound, ex necessitate, to resort to the civil branch of the law; and, in a case like the present, the question being the right of a Muhammadan to pray in a mosque according to his tenets, the question of legality or illegality would fall under the purview of the express guarantee given by the Legislature in S. 24 of the Bengal Civil Courts Act (V1 of 1871), that the Muhammadan Law shall be administered with reference to all questions regarding "any religious usage or institution". That the application of some of the sections of the Indian Penal Code depend almost entirely upon the correct interpretation of the rules of the civil law, cannot, in my opinion, be doubted; and if it is so, the present case is only another illustration of this principle. Indeed, I am prepared to go the length of saying that, but for this principle, the rules of the Penal Code would in many cases operate as a great injustice, and acts fully justified by the civil law would constitute offences under that Code. I hold therefore that in a case like the present, the provisions of S. 36 of the Evidence Act fully relieve the parties from the necessity of proving the Muhammadan Ecclesiastical Law upon the subject, that law is not to be placed upon the same footing with reference to this matter as any foreign law of which judicial notice cannot be taken by the Courts in British India; and it follows that I can

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

refer to the Muhammadan Ecclesiastical Law for the purpose of this case, notwithstanding the absence of any specific evidence on the record regarding its rules.

Now before going further, I wish to observe that the main allegations on behalf of the prosecution, contained in the petition of the 14th September 1884, and in that of 24th September 1884 relate to the conduct of the accused in saying the word amin aloud during prayers in the mosque; that in the evidence for the prosecution itself the loud utterance of that word is the graramen of the accusation; that the Magistrate framed charges under S. 296, Indian Penal Code, with reference to that matter alone, disregarding the other section of the Indian Penal Code cited on behalf of the prosecution; and that his judgement entirely proceeds upon the view that the loud utterance of the word amin during prayers constitutes a criminal offence under the circumstances of this case. It is true that in the evidence for the prosecution there were vague allegations as to other facts which might possibly have furnished basis for charging the accused under some other sections of the Indian penal Code; but as a matter of fact, the Magistrate did not charge or try the accused under any other section, and at all events we in the Full Bench are not concerned with the whole case.

Holding these views, I feel myself called upon, sitting as a Judge in the Full Bench to which the reference has been made solely as to S. 296 of the Indian Penal Code, to consider the case for the purpose of answering the reference only in that aspect, leaving it to the referring Bench to decide questions which may possibly arise in the case beyond the scope of the question referred.

But before discussing the various elements of the offence described in the section, I think it necessary to consider whether the saying of amin aloud in prayers is not an act which falls within the purview of S. 79 of the Indian Penal Code, which lays down the elementary proposition of the criminal law that "nothing is an offence which is done by

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

any person who is justified by law, or who by reason of a mistake of the fact and not by reason of a mistake of law in good faith, believes himself to be justified by law in doing it."

The word amin is of Semitic origin, being used both in Arabic and Hebrew, and has been adopted in prayers by Muhammadans as much as by Christians. The word does not occur in the Koran, but, in conformity with the Sunna, or the practice of the Prophet, it is regarded by Muhammadans as an essential part of the prayers, as a word representing earnestness in devotion. The word is pronounced at the end of the first chapter of the Kuran, which consists the following prayers:-

"Praise be to God, the Lord of all creatures; the most Merciful; the king of the day of Judgement. Thee do we worship, and of Thee do we beg assistance. Direct us in the right way, in the way of those to whom Thou hast been gracious, not those against whom Thou art incensed, nor of those who go astray."

In order to understand the exact difficulty which has arisen in this case with reference to the word amin, it is necessary to bear in mind that Muhammadanism, like other religions, is divided into various sects or schools of doctrines, differing from each other in matters of principle or in matters of detail as to the minor points of ritual. " The Musalmans who assume to themselves the distinction of orthodox, are such as maintain the most obvious interpretation of the Kuran and the obligatory force of tradition in opposition to the innovations of the sectaries, whence they are termed Sunnis or traditionists ..... and it is their opinion alone which is admitted to have any weight in the determination of jurisprudence." These four schools or sects, of which this concise account has been given by Mr Hamilton in the Preliminary Discourse of his translation of the Hedaya, were founded by the four orthodox Imams, namely, Abu Hanifa, Malik, Shafai, and (Ahmad bin) Hanbal, all of whom flourished within the first two centuries

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

of the Muhammadan era, or eighth century of the Christian era. To use the language of Mr. Hamilton again:-

" The word orthodox as here used is confined purely to a justness of thinking in spiritual matters, concerning which opinions of those four sects perfectly coincide, the differences among them relating solely to their exposition of the temporal law."

I have mentioned all this in order to render intelligible what I am going to say presently regarding the Muhammadan Ecclesiastical law with reference to pronouncing the word amin in prayers. All parties concerned in this case admittedly belong to Sunni persuasion, and the mosque in question belongs also to the Sunni section of the Muhammadan population.

It is indisputable matter of the Mohammedan Eceslesiastical Law that the word amin should be pronounced in prayers after the Sura-i-Fateha, or the first chapter of the Kuran, and the only difference of opinion among the four Imams is, whether it should be pronounced aloud or in a low voice. The Hedaya, which is the most celebrated text-book of the Hanafi school of law, lays down the rule in the following terms:-

" When the imam (leader in prayer) has said, nor of those who go astry,' he should say amin, and so should those who are following him in the prayer, because the Porphet has said that when the Imam say amin you must say amin too. And it must be said in a low voice because such is the tradittion stated by Ibn-i-Masud, and also because the word is in prayer, and therefore be pronounced in a low voice."

That this doctrine is the result of weighing the authority of the conflicting traditions is apparent from the commentary on the above passage of the Hedaya by Ibn-i-Humam, a celebrated author of the Hanafi School. These traditions are collected in the celebrated collections of taditions (Sihah) of Bukhari and Muslim, both equally acknowledged as accurate by all traditionists by all the schools of Sunni Mohammadans. From the same

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

traditions followers of Imam Shafai evolved the doctrine that amin should be pronounced aloud, and the views of that school are best stated by Nawawi, a commentator of Sahih Muslim. The followers of the other two Imams, namely Malik and (Ahmad ibn) Hanbal, also maintain that the word amin should be pronounced aloud. But it is not necessary to cite authorities for this proposition, because their followers do not exist in British India.

From what I have already said, it is clear that the doctrine of all four Imams are regarded by Sunni Mohammedans as orthodox, and that the difference of opinion which exist between them are pure matters of detail. Indeed, in the greatest mosque in the world, namely, the Ka'ba itself, the followers of all the four Imams are at full liberty to pray according to their own tenets. The Shafais, as is apparent from the texts which I have already quoted, pronounce the word Amin aloud in prayers, and to this no objection is or can be made on the ground that the practice is heterodox from Sunni point of view. Indeed, the prosecutor in this very case, in his petition of the 20th September, 1884, after stating the orthodox Mohammedans are the followers of the four Imams, goes on to say that " if the defendants had been the followers of any of the four Imams, the complainant, who is a Hanafi, and other Mohammedans, would not have shrunk from associating with them.", and the ground of the complaint is stated in the petition to be that the defendants "are not followers of any of the four Imams," that " they intend to set up a new form of worship for themselves," that " they are therefore no longer Mohammedans," and by saying the word amin aloud they "have been guilty of the offence of insulting the religion of Hanafia Musalmans."

Now unless these allegations are substantiated, I am of opinin that there can be no case against the accused under S. 296 of the Indian Penal Code

The prosecutor states himself and the founder of the mosque to be a Hanafi, that is, the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

follower of Imam Abu Hanifa's doctrines. One of the highest authorities of the school is the Durr-i-Mukhtar, in which the strongest text is to be found against saying amin aloud; but the text itself fallas short of substantiating the rule of Ecclesiastical law, upon establishing which the case for prosecution in my opinion depends. The text is as followes:-

It is in accord with the practice of the Prophet to say amin in a low voice, but the departure from such practice does not necessitate invalidity (of the prayer), nor a mistake, but it is only a detriment."

Even this passage only relates to the efficacy or validity of the prayer of the person who says amin aloud or in a low tone. There is absolutely no authority in the Hanafia or any other of the three orthodox schools of the Muhammadan Ecclesiastical law which goes to maintain the proposition that if any person in the congregation says the word amin aloud at the end of the Sura-i-Fateha, " the utterance of the word causes the smallest injury, in the religious sense to the prayers of any person in the congregation who, according to his tenet, does not say the word aloud. It is matter of notoriety that in all the Muhammadan countries like Turkey, Egypt, and Arabia itself, Hanafia and Shafia go to the same mosque, and form members of the same congregation, and, whilst the Hanafis say the word amin in a low voice, the Shafais pronounce it aloud. To say that the utterance of the word amin aloud, after the Imam has recited the Sura-i-Fateha causes a disturbance in the prayers of the congregation, some or many of whom say the word in a low tone, is to contradict the express provisions of the Muhammadan Ecclesiastical law as explained by all the four orthodox Imams.

I now pass to the next step in the case, namely, whether the accused in this case had the legal right to enter into and worship in the mosque with the congregation according to their own tenets. There is absolutely no evidence in the case to substantiate the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

accusation brought by the prosecutor against them that they are "no longer Muhammadans". They call themselves "Muhammadi", which is Arabic for "Muhammadan", and although the prosecutor brands them as Wahabis, there is nothing to prove that they belong to any heterodox sect. Indeed the only tangible ground upon which the prosecutor objects to their worship in the mosque and calls them Wahabi is their saying the amin aloud- a practice which, as I said before, is commended by three out of the four orthodox Imams of the Sunni persuasion, and which, according to the doctrine of Imam Abu Hanifa himself, does not vitiate the prayers.

Now, it is the fundamental principle of the Mohammedan Law of Wakf, too well known to require the citation of authorities, that when a mosque is built and consecrated by public worship, it ceases to be property of the builder and vests in God (to use the language of the Hidaya) " in such a manner as subjects to it the rules of Divine property, whence the appropriator's right in it is extinguished, and it becomes a property of God by the advantage of it resulting to his creatures.' A mosque once so consecrated cannot in any case revert to the founder, and every Mohammedan has the legal right to enter it, and perform devotions according to his own tenets so long as the form of worship is in accord with the recognized rules of Mohammedan Ecclesiastical Law.

The defendants therefore were fully justified by law in entering the mosque in question and in joining the congregation and they were strictly within their legal rights according to the orthodox rule of the Muhammadan Ecclesiastical Law, in saying the word amin aloud.

I now proceed to consider whether, under the circumstances of this case, the prosecution has succeeded in substantiating an offence under S. 296 of the Indian Penal Code.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

The following seems to me to be the constituents of the corpus delicti:-

1. That the assembly was lawfully 'engaged in the performance of the religious worship'.

2. That the accused caused a 'disturbance' to such assembly.

3. That they caused such disturbance 'voluntarily'.

In regard to the first point, there can be no doubt, and indeed there is no question, that the mosque being public, the congregation was lawfully assembled there for the purpose of religious worship.

The second question is no simple, because the word, disturbance, is not defined in the Indian Penal Code. But I think I may adopt the language of Shaw, C.J. in an American case cited by Mr. Bishop in his treatise on Criminal Law:-

" What shall constitute an interruption and disturbance of a public meeting or assembly cannot be brought within a definite applicable to all cases; it must depend somewhat on the nature and character of each particular kind of meeting and the purpose for which it is held, and much also on the usage and practice governing such meeting. As the law has not defined what shall be deemed an interruption and disturbance, it must be decided as a question of fact in each particular case; and, although it may not be easy to define it beforehand, there is commonly no great difficulty in ascertaining what is willful disturbance in a given case". (Bishp on Criminal Law, 6th Edition. Vol 2, p 308).

In illustrating this, the learned author goes on to say:-

" Again, among one class of religionists a solemn amin would be permissible, where among another class it would be not ". P 310.

In the present case I have already said enough to show that whilst the Hanafis, who evidently form the majority of the congregation of this mosque, prefer to say amin in a low voice, there is nothing in their tenets which would vitiate their prayers if any person

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

among the congregation prefers the other equally orthodox tenet of pronouncing the word aloud. There is no allegation on behalf of the prosecution that the accused either uttered the word irreverently or at an improper juncture of the prayers, or otherwise than in the conscientious performane of the devotion. Nor is there any allegation to the effect that the accused pronounced the word amin in a loud tone with any intention of disturbing the assebmly. The rest of the evidence for the prosecution only goes to show that the accused, being earnest believers in the doctrine of saying amin aloud, entered into somewhat heated discussion with the other worshippers and employed the word kafir (unbeliever) to those who did not accept their doctrine upon the point. Purely as a question of weight of evidence, I hold that such a discussion could not have taken place during the prayer, because the Muhammadan ritual absolutely prohibts the utterance of any words other than those of the prayer during the namaz or divine service. the prosecution itself makes no such allegation, and if the discussion took place before or after the service, though in the mosque itself, I hold that even if the discussion be regarded as a disturbance, it would not fall under the purview of S. 296 Indian Penal Code. This view of the law is in accord with that adopted by Abbot, C.J. in William V. Glenister, cited in Russell on Crimes, Vol. 1. p 417. In that case the person accused of having molested a religious assembly in a church, notwithstanding the prohibitions of the minister, stood up in his pew and read a notice after the Nicene creed had been read, and whilst the minster was walking from the communion table to the vestry room, and whilst no part of the service was actually going on." It was held that such act, having been done during an interval when no part of the service was in the course of being performed, and the party appeared supposing that he had a right to give notice, he was not criminally liable. The case, however, being based upon a statute is only analogically applicable to the present case, and I cite it simply to put my interpretation upon the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

phrase 'engaged in the performane of religious worship' as used in S. 296 of the Indian Penal code. As to the merits of the present case itself upon this particular point, I have to observe that a Muhammadan mosque is in many respects different so far as I know from an ordinary Christian church, because it is not only a place for divine worship, but also intended for religious and moral teachings and discussions, and it is not unusual that in places where the Muhammadan community is still flourishing, a library and a school form part of the mosque. I cannot therefore hold that to carry on religious discussion in a mosque, even though the majority of the people present at the time do not approve of such discussion, constitutes a criminal offence. There may indeed be circumstances which may render such discussion liable to cause breach of the peace; but in that case the law has provided other remedies, and, concerned as I am in the Full Bench only with S. 296 of the Indian Penal Code, I will simply say that the remedy does not fall under the section.

The third point relates to the meaning of the word 'voluntarily' as used in S. 296 of the Indian Penal Code, and upon this point S. 39 of the Code provides an explanation in express language. I am of opinion that the evidence in this case does not prove that the accused uttered the word amin aloud with intention of disturbing the rest of the congregation, though after the occurrence of the 22nd August, 1884, they might have known that the prosecutor and his friends would object to their saying the word aloud. But the question is not of any great consequence under my view of the case, because the accused being fully entitled by law to enter the mosque, to join the congregation, and to say the word amin aloud, they were justified by law to exercise their right of worship within the meaning of S.79 of the Indian Penal Code.

At the hearing of the case before the Full Bench, the learned Public Prosecutor laid considerable stress upon the argument that to justify a conviction under S. 296, Indian

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Penal Code, it is of no consequence whether the act which causes the disturbance is in itself lawful or unlawful, that the mere fact of the disturbance being caused to the religious assembly is sufficient to constitute the offence, especially as the accused in this case had reason to believe that saying the word amin might be objectionable to the prosecutor and his party, and might cause breach of peace. I am unable to accept this view of the Law, for, to use the words of Field. J., in Beatty V. Gilbanks " it amounts to this, that a man may be convicted for doing a lawful act if he knows that his doing it may cause another to do an unlawful act. There is no authority for proposition." Not only do I hold that S. 79 of the Code furnishes a full answer to the argument; but that such a principle would place the minority at the mercy of the majority, and would, in case like this, deprive them of the right of worship which the law distinctly confers upon them. Indeed, if such a view were adopted, it would open the door for wrongful prosecution of innocent persons, who in the exercise of their lawful rights of worship, resort to mosques for devotion. Such indeed may be the case here, because there is enough in the evidence for the defence to raise a suspicion that the saying of amin aloud has been made a pretext for the prosecution with object of preventing the accused from resorting to the mosque for worship, and thus to debar them from asking the prosecutor to render accounts of the disbursement of the income of the property belonging to the mosque, of which he states himself to be the mutawalli or superintendent. The witnesses for the defence, who are themselves Hanafis, have solemnly deposed that they do not object to amin being pronounced aloud in prayers, and their statements deserve weight, being in perfect accord with the doctrines of Imam Abu Hanifa himself.

Having taken this view of the case, I regret I am unable to concur in the order of re-trial passed by the learned Chief Justice and my learned brethren, and I would return the case to the referring bench with a negative answer to the question referred.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Full Bench

Before Sir John Edge, Kt, Chief Justice, Mr. Justice Straight, Mr Justice Brodhurst, Mr Justice Tyrrell, and Mr Justice Mahmood.

Jagnu and Others (Defendants) v. Ahmad Ullah and Others (plaintiffs) (4 November 1889)

(Muhammadan Law - Public mosque - Right of all Muhammadans without distinction of sect to use the mosque for the purposes of worship - Right to say amin loudly during worship.

Where a mosque is a public mosque open to the use of all Muhammadans without distinction of sect, a Muhammadan who, in the bona fide exercise of his religious duties in such mosque, pronounces the word amin in a loud tone of voice, according to the tenets of his sect, does nothing which is contrary to the Muhammadan Ecclesiastical Law "" is either an offence or civil wrong though he may by such conduct cause annoyance to his fellow worshippers in that mosque. But any person, Muhammadan or otherwise, who goes into a mosque not bonafide for religious purposes, but mala fide to create a disturbance there and interferes with the devotion of the ordinary frequenters of the mosque, will render himself criminally liable.)

The plaintiffs in this case, members of a sect of Muhammadans calling themselves Mowahhids or Gair Mokallids, sued the defendants who were of another sect, called Hanafis or Mokallids for a declaration that they were entitled to worship in a certain mosque, and, in the course of prayers in such mosque, to pronounce the word amin audibly. The defendants pleaded that the suit was not cognizable by a civil Court, that the plaintiffs had no concern with the mosque, which had been built by Hanafis, and in

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

which they have, as Hanafis, had a right to worship to the exclusion of other sects. The court of the first instance (the Munsif of Meerut) found that the suit was cognizable by a Civil Court, and gave the plaintiffs a decree in the following terms:-

"It is therefore ordered that the plaintiffs are entitled to say the word amin loudly, but not at the top of their voices, nor so as to trouble the ears of a fellow worshipper.".

On appeal by the defendants, the Subordinate Judge, agreeing with the Court of first instance that the suit was cognizable by a Civil Court, found that the mosque was a public mosque, built about 400 years ago by a person whose sect was unknown, and that neither party had established an exclusive right, by proscription or in any other way, to worship in it; but both parties as members of the Muhammadan community had an equal right to perform their prayers and worship there according to the rites and ceremonies of their respective sects. The Subordinate Judge accordingly modified the decree of the Munsif in so far as that decree restricted the tone of voice in which the plaintiffs were entitled to say amin and gave the plaintiffs the decree which they prayed for also granting an injunction against the defendants restraining them from interfering with plaintiffs going into the mosque and worshipping there according to the usage of their sect. The defendants then appealed to the High court.

The appeal came on for hearing before Mahmood and Brodhurst JJ., who, by their order of 8th June 1887, referred it to the Full Bench for disposal.

Pandit Sunder Lal for the appellants.

The Hon'ble Mr. Conlon and Mr Amir-ud-din for the respondents.

Judgment

Chief Justice Edge;

This was a suit which originated in an order passed by the Magistrate of Meert in 1884,

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

by which he bound the parties before him over to keep the peace, and prohibited the plaintiffs from repeating aloud, in a certain mosque the word amin at the end of the prayer.

The plaintiffs brought this suit for a declaration of their right to repeat the word aloud in the mosque, and to restrain the defendants from interfering with them in the performance of their religious duties. There was another question, namely, as to raising the hands, which does not arise in the appeal before us. The plaintiffs succeeded in the Munsif's Court, which decided that they were entitled to say the word amin loudly, but not at the top of their voice, nor so as to trouble the ears of their fellow worshippers - a decision probably right enough in intention, but so vague as to leave the parties very much where they were before, beyond giving the plaintiffs a right to repeat the word amin aloud. There was an appeal by the defendants from decree of the Munsif, and objections were filed to the portion of the Munsif's decree, which limited apparently the tone of the voice in which the word amin might be repeated. In first appeal the Subordinate Judge of Meerut found as a fact that the mosque in question was public mosque, in which all the Muhammadans were entitled to say their prayers. The defendants here contended that the mosque was one the use of which had been restricted to those Muhammadans who followed doctrines of ritual of Imam Abu Hanifa. The finding of the Subordinate Judge disposed of this contention, and that finding is in the following terms:-

" The conclusion I arrived at is that mosque was originally built some 400 years ago by some Muhammadan, whose name no one is able to give, nor is it known to which particlar sect he belonged, and that it has been since used as a public place of worship without distinction by all the Muhammadans who cared to go there".

Now this is a finding that it is a public Muhammadan mosque, as I read the written

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

statement of the defendants, it is not suggested that the plaintiffs mala fide repeat aloud during their devotions the word amin. It is only alleged that the plaintiffs dissented from the ritual which had been observed. It is found as a fact that the plaintiffs are Muhammadans, and it is not found that they either did or desired to do anything in the mosque which was contrary to the Muhammadan Ecclesiastical Law. I am of opinion, therefore, that the appeal must fail. There can be no doubt that a Muhammadan or any one else who went into a mosque not bona fide for religious purposes, but mala fide to create disturbance there, and interfered with the devotion of the ordinary frequenters of the mosque, would bring himself within the reach of the criminal law. The only order which we pass here is that the appeal be dimissed with costs.

Straight, Broadhusrt, and Tyrrell, JJ. concurred.

Mahmood, J.

I entirely agree in what has fallen from the leaned Chief Justice, and should not have added any thing but for the circumstances that I was party to the order of reference and also because the case relates to a subject upon which, on a former occasion, I was unfortunately unable to agree with the late learned Chief Justice of this Court and his honorable colleagues, who delivered their judgment in Queen-Empress v. Ramzan without having had an opportunity of considering the views which I expressed in my judgment in the same case. I have referred to that case, though it came before this Court in its criminal Jurisdiction, because the point there arose was identical with the one which has arisen here in the form of a civil suit, and which we in the Full Bench are now called upon to determine. The principle of deciding the question must, however, be the same in both cases.

The main objectof the suit is to obtain a declaration that the plaintiffs are entitled to worship in the mosque pronouncing the word amin audibly in the course of the prayers,

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

and also an injunction restraining the defendants from obstructing the plaintiffs in performing worship in the mosque according to their tenets.

The suit was resisted by the defendants mainly upon the ground that the suit was not cognizable by the Civil court, that the plaintiffs were heretics and were not entitled to say amin aloud in the mosque.

The controversy thus raised between the parties is exactly of the same nature as that which I had to consider in the case Queen-Empress v. Ramzan; but the original Arabic authorities which I quoted in delivering my judgment in that case are not to be founded in the published report. The original judgment, however, is now before me, with the original authorities, and I wish to repeat them here, with such introductory passges from my judgment as are equally pertinent to this case.

In introducing those texts, I said that the word amin is of Semitic origin, being used both in Arabic and Hebrew, and has been adopted in prayers by Muhammadans as much as by Christians.

The word does not appear in the Kuran, but, in conformity with the Sunna, or the practice of the Prophet, it is regarded by Muhammadans as an essential part of the prayers, as a word representing earnestness in devotion. The word is pronounced at the end of the first chapter of the Kuran, which consists of the following prayer:-

" Praise be to God, the Lord of all creatures; the most merciful, the king of the Day of judgment. Thee do we worship, and of thee do we beg assistance. Direct us in the right way, in the way of those to whom thou hast been gracious, not those against whom Thou art incensed, nor of those who go astray."

I then went on to point out that the Sunnis, or followers of the Prophet's traditions, recognize as great exponents of the orthodox doctrines four principal Imams or founders of the schools of Jurisprudence namely, Abu Hanifa, Shafai, Malik, and

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(Ahmad bin) Hanbal, all of whom flourished within the first two centuries of the Muhammadan era, and whose doctrines have been accepted by the bulk of the Muhammadan population of the world.

The doctrines of those Imams proceed upon the same principles, and the differences of opinion are limited only to matters of detail, such as the form or manner of the performance of the religious rituals.

In the case of Queen-Empress v. Ramzan I held, what I hold now, that it is an indisputable matter of the Muhammadan Ecclesiastical Law that the word amin should be pronounced in prayers after the Sura-i-Fateha or the first chapter of the Kuran, and that the only difference of opinion among the four Imams is, whether it should be pronounced aloud or in a low voice. The Hedaya, which is the most celebrated text-book of the Hanafi school of law, lays down the rule in the following terms;-

" When the Imam (leader in prayer) has said 'nor of those who go astray', he should say amin, and so should those who are following him in the prayers, because the Prophet has said that when the Imam says amin you must say amin too. But this saying of the Prophet does not support Malik as to the distinction (between saying amin aloud and saying amin in a low voice) because the Prophet after saying 'when the Imam says- nor of those who go astry- you should say 'amin' also added that the Imam should pronounce it, and they (i.e., followers in the prayer) should repeat it inaudibly. Such is the tradition which has been related by Ibn-i-Masud; and moreover, the word is a prayer; and should therefore be pronounced in a low voice."

(واذا قال الامام ولا الضالين قال آمين ويقولها المئوتم لقوله عليه السلام اذا امن الامام فامنوا ولا متمسلک لما لک فی قوله عليه السلام اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا آمين من حيث القسمة لانه قال فی آخره فان الامام يقولها ويخفيها لما روينا من حديث ابن مسعود لانه دعاء فيكون مبناه على الاخفاء - ہدایہ جلداول)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

That this doctrine is the result of weighing the authority of conflicting traditions is apparent from the commentary of Ibn-al-Humam, a celebrated author of the Hanafi school, on the passage of the Hedaya which I have quoted above, and I wish to quote the commentary also in order to show the manner in which such questions are dealt with in the Muhammadan Ecclesiastical law. The commentary runs as follows:-

" He (author of the Hedaya) says that the followers in the prayer should also say it (i.e., amin); this doctrine is common to prayers which are repeated aloud and prayers which are repeated in a low voice when audible; but as to the latter class of prayers some have maintained that it (amin) should not be said, since loudness of voice is not applicable to them."

(قوله يقو لها المئو تم هذا اعم من كو نه فى السرية اذا سمعه او فى الجهرية و فى السرية منهم من قا ل لا لان الجهر لا عبرة به ۔ابن ہمام حا شيه ہدا يه جلد اول)

The commentator then mentions the name of various traditionsts who have differed as to whether the word amin should be pronounced aloud, and finally points out that the author of the Hedaya has only preferred the traditions as to its being pronounced in a low voice. He does not, however, say that the other traditions are untrustworthy or should be absolutely rejected. Indeed he could not say so, as these traditions are to be found in the most authoritative and celebrated collections of traditions of Bukhari and Muslim, both equally acknowledged as accurate traditionists by all the schools of Sunni Muhammadans. The former of these in the chapter relating to the pronouncing of amin has the following:-

" Ata has said that amin is a prayer, and it was pronounced by Ibn-i-Zubair and those who were behind him (in prayers), so much so that the mosque resounded. Abu Huraira used to ask the Imam aloud not to forsake him in pronouncing amin. Nafe has said that Ibn-i-Umar never omitted amin and used to induce others to say it; and that he had

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

heard favourably about it from him as to its being beneficial."

(باب جہر الامام بالتامین ۔ قال عطاء آمین دعاء من ابن الزبیر و من ورائه حتی ان المسجد للجۃ و کان ابو ہریرہ ینادی الامام لا تفتنی بآمین و قال نافع کان ابن عمر لا یدعه و یحضهم و سمعت منه فی ذالک خیراً ۔ صحیح بخاری)

Sahih Muslim has the following tradition in regard to sayning amin:-

Harmala bin Yahya related to us that it was related to him by Ibn-i-Wahab, who said that he had been informed by Amr, that he had been told by Abu Yunus, who had heard from Abu Huraira, that the Prophet has said: 'Whenever any one among you says amin in prayers whilst the angels in heaven are saying it, and the two coincide with each other, then his past sins will be forgiven'.

(حدثنی حرمله بن یحی قال حدثنی وہب قال اخبرنی عمرو ان ابا یونس حدثه عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا قال احدکم فی الصلوۃ آمین و یقول الملائکۃ فی السماء آمین فوافق احداهما الاخری غفرله ما تقدم من ذنبه ۔ صحیح مسلم جلد اول)

This passage of Sahih Muslim is fully explained in the celebrated commentry of Nawawi, which deservs quotation here, as it explain exactly how Muhammadan Ecclesiastical Law stands as to the pronouncing of amin in prayer:-

" In those traditions (hadith) is enjoined the pronouncing of amin after the Sura-i-Fateha (first chapter of the Kuran) both for the leader in prayer as well as those who follow him, and also for him who may be praying singly. It is proper that the pronouncing of amin by the followers should be simultaneous with that of the leader in prayer, that is, neither before nor after, because the Prophet has said:- " When he (imam) says 'nor of those who go astray' you should say amin'. By saying when the Imam says amin, you should also say it, is meant when he is about to say it. It is the Sunna or the Prophet's precept both for the Imam and the person praying singly to say amin loud, and the same applies to the follower in the prayer according to the correct doctrine. This is an

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

explanation to our doctrine; and there is a general consensus of opinion among the faithful that for the person praying singly, as well as for the Imam and the followers in prayer which are repeated in a low voice, the word amin should be pronounced: and a vast number have maintained that the same is the rule for prayers which are repeated aloud. There is statement of opinion of Malik that Imam should not say amin in prayers which are repeated aloud. Abu Hanifa, and the Kufis and Malik in one of his statements of opinin maintain that amin should not be pronounced aloud; but there is a vast number who hold that it should be pronounced in a loud voice".

(فی ہذہ الا حا دیث استجا ب التا مین عقب الفا تحہ للا مام و الما موم و المنفرد و انہ ینبغی ان یکون تامین الما موم مع تا مین ا لامام لا قبلہ ولا بعدہ بقو لہ علیہ السلام اذا قا ل و لا الضا لین فقو لوا آ مین۔ و اما رو ایت اذا امن فا منوا فمعناھا اذا اراد التامین و لیس للامام و المنفرد الجہر بالتامین و کذا للما موم علی المذھب الصحیح ھذا تفصیل من ھنا وقد اجتمعت ا لا مۃ علی ان المنفرد یئومن وکذلک ا لامام الماموم فی الصلوۃ السریۃ وکذ لک قا ل الجمہور فی الجہریۃ و قال مالک فی روا یتہ لا یئومن ا لامام فی الجہریۃ و قال ابو حنیفہ و الکوفیون و مالک فی روا یتہ لا یجہر با لتا مین و قال ا لاکثرون یجہر۔ نووی شرح مسلم جلد اول)

This commentary on the Sahih Muslm is according to the Shafai school; but nonetheless is it considered orthodox and authoritative by all Sunni Muhammadans, which the parties to this case are. The defendants state themselves as belonging to the Hanafi School, and it is only upon this ground that they obstruct from worshipping in the mosque.

It is therefore necessary to consider whether they have any real or just cause of complaint against the plaintiffs. Upon this point I may repeat what I said in Queen-Empress v. Ramzan, as the observations which I then made are equally applicable to the circumstance of the present case. In that case I said:-

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" The prosecutor states himself and the founder of the mosque to be a Hanafi, that is, the follower of Imam Abu Hanifa's doctrines. One of the highest authorities of the school is the Durr-i-Mukhtar, in which the strongest text is to be found against saying amin aloud; but the text itself falls short of substantiating the rule of Ecclesiastical law, upon establishing which the case for prosecution in my opinion depends. The text is as followes:-

It is in accord with the practice of the Prophet to say amin in a low voice, but the departure from such practice does not necessitate invalidity (of the prayer), nor a mistake, but it is only a detriment."

(سهاالآمین سراً ترك السنة لا یوجب فساداً و لا سهواً بل اسا ننتة ۔درمختار)

Even this passage only relates to the efficacy or validity of the prayer of the person who says amin aloud or in a low tone. There is absolutely no authority in the Hanafia or any other of the three orthodox schools of the Muhammadan Ecclesiastical law which goes to maintain the proposition that if any person in the congregation says the word amin aloud at the end of the Sura-i-Fateha, " the utterance of the word causes the smallest injury, in the religious sense to the prayers of any person in the congregation who, according to his tenet, does not say the word aloud. It is a matter of notoriety that in all the Muhammadan countries like Turkey, Egypt, and Arabia itself, Hanafia and Shafia go to the same mosque, and form members of the same congregation, and, whilst the Hanafis say the word amin in a low voice, the Shafais pronounce it aloud. To say that the utterance of the word amin aloud, after the Imam has recited the Sura-i-Fateha causes a disturbance in the prayers of the congregation, some or many of whom say the word in a low tone, is to contradict the express provisions of the Muhammadan Ecclesiastical law as explained by all the four orthodox Imams.

I now pass to the next step in the case, namely, whether the accused in this case had the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

legal right to enter into and worship in the mosque with the congregation according to their own tenets. There is absolutely no evidence in the case to substantiate the accusation brought by the prosecutor against them that they are "no longer Muhammadans". They call themselves "Muhammadi", which is Arabic for "Muhammadan", and although the prosecutor brands them as Wahabi, there is nothing to prove that they belong to any heterodox sect. Indeed the only tangible ground upon which the prosecutor objects to their worship in the mosque and calls them Wahabi is their saying the amin aloud- a practice which, as I said before, is commended by three out of the four orthodox Imams of the Sunni persuasion, and which, according to the doctrine of Imam Abu Hanifa himself, does not vitiate the prayers.

Now, it is the fundamental principal of the Mohammedan Law of Wakf, too well known to require the citation of authorities, that when a mosque is built and consecrated by public worship, it ceases to be property of the builder and vests in God (to use the language of the Hidaya) " in such a manner as subjects it to the rules of Divine property, whence the appropriator's right in it is extinguished, and it becomes a property of God by the advantage of it resulting to his creatures'. A mosque once so consecrated cannot in any case revert to the founder, and every Mohammedan has the legal right to enter it, and perform devotions according to his own tenets so long as the form of worship is in accord with the recognized rules of Mohammedan Ecclesiastical Law. The defendants therefore were fully justified by law in entering the mosque in question and in joining the congregation and they were strictly within their legal rights according to the orthodox rule of the Muhammadan Ecclesiastical Law, in saying the word amin aloud."

Viewing the authorites which I have quoted and referred to, I have no doubt that under the Muhammadan Law of Wakf, and the Muhammadan Ecclesiastical law, which we

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

are bound to adminster in such cases under S. 24 of the Civil Courts Act (VI of 1871), the provisions of which have been reproduced in S. 37 of Act XII of 1887, a mosque when public is not the property of any particular individual or even a body or corporation or any other human organization which in law has a personalty. In the eye of the Muhammadan Law a mosque is the property of God, it must be recognized as such, and subject only to such limitations as the Muhammadan Ecclesiastical Law itself provides, it is public property being the property of God for the use of His servants, and every human being is entitled to go and worship there so long as he conforms to the rules of the Muhammadan Ecclesiastical ritual worship.

This being so, the plaintiffs in this case, who are obviously Muhammadans, and as to whom even Pandit Sunder Lal for the appellants, has foregone the contention that they are not Muhammadan, have a right to enter the mosque and to use it for Divine worship and to say the word amin aloud or a low voice in their prayers, since the Muhammadan Ecclesiastical Law permits them to have their choice as to the tone of voice in whom the word is to be pronounced.

I am anxious to point out that the question as to the exact vocal scale or note of the octave of the human voice is nowhere dealt with in the Muhammadan law of ecclestical ritual, and Pandit Sunder Lal for the appellants has conceded that no definition or statement in this respect is to be found in the sacred traditions Hadis or authoritative legal texts, and it follows that the matter must necessarily be left to the ear of the person who pronounces the word amin aloud, and the powers of hearing which those who may be close or at a distance from him may happen to possess.

There is, however, as the learned Chief Justice has mentioned, a statement in the judgment of the Court of first Instance, to the effect that the decree which was to follow upon the judgment was a decree requiring that the plaintiffs should pronounce the word

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

amin loudly, but not at the top of their voices, nor in such a manner as to trouble the ears of the fellow worshippers in the congregation. But this is a matter which depends upon the powers of hearing possessed by the fellow worshipper, and cannot form the subject of a restriction or limitation of the right decreed.

This being so, I expected that some argument would be addressed to us in opposition to what I said in the case of Queen-Empress v. Ramzan, that according to the tenets of Imam Azam, that is, Imam Abu Hanifa himself, there is no such rule in the Muhammadan Ecclesiastical Law as would render it illegal to pronounce the word amin at the top of the voice in any other note in the octave of the human voice. I was anxious to hear some such argument, because if it was true that according to the doctrines of Imam Abu Hanifa the pronouncing of the word amin in a voice audible to any fellow worshippers is a matter which in the spiritual or religious sense, not only vitiates the prayers of the person who pronounces it aloud, but also of those who hear it, I should have been inclined to hold that some such limited decree should be passed as that passed by the Court of first instance. But, as I have shown, no such limitations as to the tone or note of the voice are required by the Muhammadan Ecclesiastical Law of ritual, and I am glad that this view recommends itself to the approval of the learned Chief Justice and my learned brethren.

I only wish to add that on the opening of the case, I felt that it might possibly be a difficult question whether the action was maintainable or not; but Pandit Sunder Lal, on behalf of the appellants, has expressly religuished all arguments upon this point, and I think that he was right in do so.

I agree with the learned Chief Justice in passing the decree which has been pronounced.

Appeal dismissed.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Full Bench

Before John Edge, Kt, Chief Justice, Mr Justice Straight, Mr Justice Tyrrell, Mr Justice Broadhurst, Mr Justice Mahmood

Ata-Ullah and Another (plaintiffs) v. Azim-Ullah and Another (defendants) (5th November 1889)

The plaintiffs in this case sued for a declaration that a certain mosque situate in Jalalipura, Benares, was a place of public worship in which they, as Muhammadans, were entitled to pray and perform other religious devotions. It appeared that there had, for a considerable period, been differences of opinion between the plaintiffs and the defendants, in connection with the conduct of worship at the mosque. The plaintiffs described themselves as 'Muhammadis', and the name applied to them (though they objected to it) by their opponents was 'Wahabis'. The defendants belonged to the Hanafi sect of Muhammadans. The differences between the parties led to proceedings being taken in the Court of the District Magistrate of Benares, who, by an order dated the 15th December 1884, found that the Hanafi party, to which the defendants belonged, were in possession of the mosque, and directed that they should be entitled to retain such possession until a competent Court should otherwise determine. This order was passed under Chapter XII of the Criminal Procedure Code, and the present suit was instituted for the purpose of setting it aside.

The suit was resisted principally on the ground that the mosque was built by Hanafi sect of Muhammadans, and used by them ever since as their place of worship; that the plaintiffs were not members of that sect, and were not orthodox Muhammadans at all, and had consequently no right to use the mosque as a place of worship. The chief

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

differences between the Muhammadi or Wahabi sect, to which the plaintiffs belonged, and the Hanafi persuasion, of which the defendants were members, appeared to be the following. according to the lower appellate Court,

" the Muhammadis do not look upon Ijmaa, or the consensus of opinion of what we may call the fathers of the Church, or Kiyas, analogical deductions by certain expounders of the law, as of obligatory authority, while on the other hand, the Hanafis consider the authority of Ijmaa and Kiyas as beyond question or dispute,". Again, " the Muhammadis reject the principle of taklid, i.e., refuse to addict themselves to the doctrines of any of the four Imam Mujtahids, while the Hanafi follow Abu Hanifa and his disciples." Further, " the Muhammadis believe that the minbars or pulpit in the mosque should be of wood, and not of masonry or stone."

The differences, however, which exited most animosity between the two parties was that while the Muhammadis when at prayer pronounced the word Amin in a loud voice, and raised hands every time when bending or, as it was termed, making the Rafaulyadain, the Hanafis pronounced the Amin in a low voice, and did not raise their hands in bending. The nature of the controversy to which this difference of opinion has given rise between the Muhammadis and their opponents is discussed at length in the judgment of Mahmood, J., in Queen-Empress v. Ramzan.

The main issue by the Court of first instance (Subordinate Judge of Benares) was:-

" Are the Hanafi Sunnis alone entitled to read the namaz or other prayers? Can such restrictions be imposed?

Upon this issue, the Subordinate judge observed:-

" As to the question of the plaintiffs' right to offer prayers and perform religious duties in the mosques, I think the claim cannot be based, as the plaintiffs seem to think from the wording of their plaint, on the ground either of contribution to the building or of

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

prescription. But they have taken also a higher ground and that ground is, I think incontrovertible. They belong undoubtedly to the orthodox class of Muhammadan, and as such, they have a right, as much as the defendants, to use the mosque for public worship and for other religious purposes for which a mosque can be used. The defendants have no right to close its doors against every other class except their own, the Hanafis. It is immaterial whether the plaintiffs have seceded from the sect of Hanafis or they have been from the first Muhammadis, Ahl Hadis, Mohaddasins, or if as the defendants prefer to call them Wahabis. Call them by whatever name you please, they are and must be regarded as Sunni Muhammadans, and whether they are secedes from the Hanafis, or not, their true orthodoxy, or the fact of their being Sunnis or those " who maintain the most obvious interpretation of the Kuran and the obligatory force of the traditions in opposition to the innovations of the sectaries, cannot for a moment be doubted. The only difference of opinion which exists between the plaintiffs as Muhammadis, and the defendants as Hanafis are, that in prayers the former pronounce the word Amin aloud, and raise their hands every time before they bend or make what is called the Rafaulyadain, and the later pronounce Amin in a low voice, and do not raise their hands in bending. These are pure matters of detail as to minor points of ritual, and make no difference in principle involving the very essence of their religious belief. as shown by Mr Justice Mahmood in his learned exposition of the Muhammadan Law, reported in I.L.R. 7 All., 465-467, three out of four schools founded by the four orthodox Imams, viz., Shafai, Malik, and Hanbal, evolve the doctrine of pronouncing Amin aloud from the same traditions from which the fourth or that founded by Abu Hanifa draw that the word should be pronounced in a low voice. One of the highest authorities of the Hanafi School, to which the defendants belong, is the Durri Mukhtar, " in which the strongest text is to be found against saying Amin aloud; but the text itself

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

falls far short of substantiating any rule of the Ecclesiastical Law by which alone the defendants can claim the exclusion of the plaintiffs on the ground of apostasy or breach of the essential principles of religion." The rule is as follows:-

It is in accord with the practice of the Prophet to say Amin in a low voice, but the departure from such practice does not necessitate invalidity (of the prayer), nor a mistake, but it is only a detriment."

As very justly remarked by Mr Justice Mahmood, " even this passage only relates to the efficacy or validity of the prayer of person who says Amin aloud or in a low tone. There is absolutely no authority in the Hanafi School of Muhammadan Ecclesiastical Law which goes to maintain the preposition that if any person in the congregation says the word amin aloud at the end of the Sura-e-Fateha,' the utterance of the word causes the smallest injury, in the religious sense, to the prayers of another person in the congregation, who according to his tenets, does not say that word aloud. It is a matter of notoriety that all Muhammadan countries, like Turkey, Egypt and Arabia itself, Hanafis and Shafis go to the same mosque and form members of the same congregation, and whilst the Hanafis say the word Amin in a low voice, the Shafis pronounce it aloud'. In this case, there is evidence to prove and it has not been rebutted, and I believe cannot be rebutted, that the same practice was followed in the very Masjid till a quarrel ensued between the parties about some family matters or matters connected with their brotherhood.

Then again to the Rafaulyadain, or raising of hands, it appears to me to be expressly (to quote from the words of Mr Justice Mahmood) sanctioned by " the celebrated collections of traditions of Bukhari and Muslim, both equally acknowledged as accurate traditionists by all the Schools of Sunni Muhammadans." vide Sahih-ul-Bukhari, page 102 and Sahih Muslim page 168."

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

" I conclude with another quotation from the decision of Mr Justice Mahmood, " A mosque once so consecrated (i.e., by public worship) cannot in any case revert to the founder, and every Muhammadan has a legal right to enter it, and perform devotions according to his own tenets, as long as the form of worship is in accord with the recognised rules of Muhammadan Ecclesiastical Law". Nothing has been shown on the part of those who resist the legal claim of the paintiffs, that the form of worship adopted by the plaintiffs is contrary to or inconsistent with the recognised rules of the orthodox Sunnis. I therefore decree that the mosque is a public place of worship and open to all Sunnis, and that the plaintiffs have full liberty to exercise their religious rites and offer prayers in the mosque.

Costs in full."

The defendants appealed from this decision to the District Judge of Benares. The Judge came to the conclusion that the mosque was originally intended for and had been long used as a " place for Hanafi worship," and held that it was " most undesirable that Muhammadis should be held entitled to enter into a congregation of Hanafis in a mosque constructed for public worship according to the Hanafi ritual and long used for such worship, unless they choose to conform so far to Hanafi feelings as to make their presence tolerable. If a minority has rights, so has a majority, and the Hanafis' ideas of religious liberty may well be hurt if they cannot say their prayers in their mosque as they have been accustomed and desire to say them, without risk of annoyance or disturbance."

The Judge proceeded to discuss the following questions as " the main issues to be considered".

1. Do the Muhammadis or Wahabis belong to any of the four principal divisions of Sunnis? Are they Sunnis at all?

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

2. Do they so far differ from the Hanafis in religious opinions and observances that the Court should hold them not entitled to what they claim in connection with the mosque concerned?

Upon the first of these issues, the Judge held that the plaintiffs did not follow any of the four Imams, but that they were apparently "classes of Sunnis outside the followers of the Four Imamas," and that the plaintiffs were Sunnis of this kind. Upon the second issue, the Judge referred to the differences of opinion already mentioned, and drew from them the inference that " the Muhammadis regard as of no intrinsic value what the Hanafis regard as of supreme authority", and he decided this issue in the affirmative. He described the Muhammadis or Wahabi sect as seceders from the orthodox body of Sunnis, and concluded that the plaintiffs " should not be regarded as competent to use the mosque as of right against the wishes of the defendants and the Hanafi party they represent."

He accordingly decreed the appeal and dismissed the suit.

The plaintiffs appealed to the High court, the principal grounds of appeal being as follows:-

1. The theory that the "mosque was constructed for public worship according to the Hanafi ritual " is opposed to the Ecclesiastical Law of the Muhammadan community.

2. The plaintiffs-appellants have the right to use the mosque as a place of worship, whether or not they acknowledge the spiritual authority of the four principal disciples of their Prophet.

3. A man does not cease to be a Muhammadan by reason of his refusal to recognize the spiritual authority of the four Imams.

4. The lower appellate Court records a distinct finding that the plaintiffs-appellants are Sunni, and yet the Court refuses to recognize their right to go to the mosque for the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

purpose of performing worship in the form binding upon Conscience of the Sunnis.

5. The observances of saying the word Amin aloud and raising the hands in prayer are not ceremonies exclusively in fashion among the Muhammadan of the class to which plaintiffs-appellants belong, and they cannot therefore, be regarded as out of place and improper in any place of Muhammadan worship.

6. The Muhammadan Ecclesiastical Law recognises no such division of the Muhammadan Church as is referred to by the lower appellate Court, and the defendants-respondents themselves repudiate the idea of such a division.

7. The defendants-respondents admit that the mosque in question was never designed to be exclusively used for the worship of the Hanafis.

The appeal was referred to the Full Bench for disposal.

Mr Amiruddin for the appellants

The Hon Pandit Ajwadhia Nath, Pandit Sunder Lal and Munshi Ram Prasad for the respondents.

Judgments

Edge, C.J.

This suit was instituted in order to determine whether the plaintiffs were or were not entitled to perform their devotion in mosque at Jalalipura in Benares according to thier view of ritual. Their case was that, when the first chapter of the Kuran was repeated, they were entitled at the conclusion of the chapter to say the word Amin aloud and that they were also entitled to raise their hands at certain periods of the service. The defendants contended that the plaintiffs were not Muhammadans, strictly speaking, and that they so essentially differed from the followers of the School of Imam Abu Hanifa that they, the defendants, were entitled to exclude the plaintiffs from the mosque in

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

question. The learned Subordinate Judge of Benares tried the suit. He came to the conclusion that the plaintiffs were Muhammadans, and as Muhammadans they were entitled to use the mosque in question for devotional purposes. On appeal the learned District Judge of Benares, although finding that the plaintiffs were Sunni Muhammadans, dismissed their suit mainly upon two grounds, one being that the mosque in question had been, as found by him, used exclusively by the school of Muhammadans who followed Imam (Abu) Hanifa. The other ground being that the plaintiffs, although Sunnis, were by reason of some peculiarity in the tenets, not strictly in his opinion the followers of any one of the four Imams.

It appears to me that the case raises two questions, the first being whether a mosque which is dedicated to God can be limited in its dedication to any particular school or sect of the Sunni persuasion of the Muhammadans. The second question being whether it is shown here that the plaintiffs are not in fact Muhammadans of the Sunni persuasion, although they may have some peculiar views as to the ritual. That they are believers in one God and believe that Muhammad is His prophet, there is no question. Now as to the first question, no authority has been brought to our notice to show that a mosque which has been dedicated to God can be appropriated exclusively to or by any particular sect or denomination of Sunni Muhammadans, and without very strong authority for such a proposition, I for one could not find as a matter of the law that there could be any such exclusive appropriation. As I understand, a mosque to be a mosque at all must be a building dedicated to God and not a building dedicated to God with a reservation that it should be used only by particular persons holding particular views of the ritual. As I understand it, a mosque is a place where all Muhammadans are entitled to go and perform their devotion as a right according to their conscience.

Now on a second point, I have said that it has been found as a fact that the plaintiffs are

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Sunni Muhammadans, and in fact in some interlocutory proceedings before the case was heard, the point was not seriously contested. There is, as far as I can ascertain, no evidence that these persons are not strictly Muhammadans, although they may differ from the majority of the Sunni Muhammadans on particular points. No authority has been brought before us to show that these persons by reason of any views which they may entertain as to the ritual, could be treated by any orthodox Muhammadan as persons other than followers of the Prophet. For these reasons I think the appeal must succeed and the judgment and decree of the first court must be restored.

I have only further to say that, although I have expressed my view of the law, I think it better that persons who differ in matters of ritual should have separate mosques, but this is not the question we have got to decide. It must be distinctly understood that I entertain no doubt that a Muhammadan would bring himself within the grasp of the criminal law who, not in the bona fide performance of his devotions, but mala fide for purposes of disturbing others engaged in their devotion, makes any demonstration, oral or otherwise, in a mosque, and disturbance is the result. I am of the opinion that the appeal must be allowed with costs and the decree of the first Court restored.

Straight, J.

I am of the same opinion as the learned Chief Justice with regard to the particular case that is now before us. I think it is unfortunate that the learned Judge of Benares disturbed the extremely sensible judgment which has been passed by the Subordinate Judge, Mr Kashi Nath Biswas, and with which I entirely concur. It represents exactly the view that I take of the litigation. But I think it my duty, having been one of the Judges who took part in the Full Bench case of Queen-Empress v. Ramzan to which my brother Mahmood has referred, to make one or two observations in reference to that ruling, in order that there may be no misunderstanding, so far as I am concerned, as to

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

what my view in that case was and what I held to be the law in such matters. The learned Chief Justice has expressed with no uncertain sound what his view is upon the question, and the view that he has enunciated is precisely the view that the Full Bench took in that case. In Queen-Empress V Ramzan, the matter came before this court as a case of criminal revision and it was our duty, unless there were no facts found to justify the conclusions, to accept the findings of fact recorded by the lower Court. Whether the view that I took with regard to those findings was right or wrong, I need not discuss, but I held then, and I hold now, that, if a Muhammadan goes to a mosque, not with the object of honestly performing his own religious duties, but with the deliberate purpose and intention of disturbing the quiet devotions of others who are engaged in prayers in that mosque, and he acts in such a way that necessary consequence is that the congregation is disturbed, he has brought himself within the meaning of S. 296 of the Indian Penal Code. As I have said, whether I was right or wrong in the view I took of the findings in the Queen-Empress V. Ramzan I am not going to enquire. But I may say this much, that what I understood was found in that case was that Ramzan having gone into the mosque with deliberate purpose and intention, not of performing his devotion as a Muhammadan, but for the purpose of creating disturbance and preventing other people from performing their prayers, bawled out the Amin in a noisy and disorderly fashion, and disturbance was the result of his conduct. I believe that subsequently when the case came back from the Magistrates, this was the conclusion at which the majority arrived.

I agree that this appeal should be allowed with costs, and that, the learned Judge's decree being reversed, that of the Subordinate Judge should be restored.

Brodhurst, J.

I concur with the learned Chief Justice and my brother Straight.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Tyrrell, J.

I also concur.

Mahmood, J.

I should myself have been perfectly willing to say not more that two words in delivering my judgment in the case, namely, that I also concur in the judgment of the learned Chief Justice and the order which is to be made in the case. but, as my brother Straight has said that some of the questions which we have been called upon to consider yesterday and today are questions that do not require adjudication by a tribunal of law, I think it is necessary for me to state my reasons why the order passed by the learned Chief Justice and concurred in by my learned brethren is the only one which can be passed in the case.

In the present case the exact state of pleadings and the defence to the actions have been put very clearly by the learned Chief Justice in his statement of the case, and I wholly concur with him. In the case of Queen-Empress V. Ramzan, there is of course, as the report shows, enough indication that my judgment was not present before the Court, and that these very points not only of the Muhammadan Ecclesiastical Law but also the points of the criminal law were not before the Full Bench. Speaking of the case, I do not wish to refer to it further than by saying that even as a question of criminal law, I stated the view held by Field, J. as to cases where the lawful act of any person may cause a breach of peace. " It amounted to this, that a man may be convicted for doing a lawful act if he knows that his doing it may cause another to do an unlawful act. There is no authority for such a proposition."

I am far from being able to concede what Pandit Sunder Lal endeavored to represent, that the present plaintiffs are not Muhammadans at all. I should have expected that, considering the expression of my views in Queen-Empress v. Ramzan, and considering

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

also the importance of the question, the learned gentlemen at the Bar would produce stronger authorities to shake the authority of the dissentient judgment in that case, but no such attempt was made. For the purpose of the case it is not necessary for me to consider the exact definition of the word Muhammadan. But I said enough in Queen-Empress v. Ramzan to show that so long as a mosque is a mosque that so long as the plaintiffs are persons who call themselves Muhammadans and entitled to worship, there is absolutely no authority to say that any sect or any creed or any person of the community can restrain others who claim to have the right which, to use the language of Muhammadan law, God and His Prophet gave them from putting such right into exercise.

It is clear then that Pandit Sunder Lal, in his able argument and in the manner in which he has considered the case, has frankly given up the proposition that the plaintiffs are not Muhammadans, and that he no longer maintains the argument that the mosque to which the litigation relates is not a mosque in the full sense of the Muhammadan Ecclesiastical Law, which law this Bench is bound by express terms of the state to administer in such cases. And if it is true that the plaintiffs are Muhammadans, then there is no authority for saying that, because of the circumstances that those persons happen to annoy or disturb the peace of mind of the assembly, they are not to be entitled to worship in the mosque.

As to the question of pronouncing the word Amin, I hold that the word Amin must be said at the end of the prayer ending with Sura-i-Fateha. I hold also that it should be pronounced. I hold also that there is difference as to the exact note in which it should be pronounced, and I hold that there is no authority to say at what note of the voice octave the voice should emanate. There is no authority to say that the word Amin should be pronounced in one note or in another. Pandit Sunder Lal did not undertake to show that

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

it was so. I can imagine the case of a man going to a mosque for the purpose of worshipping God, and in the honest exercise of his conscience pronouncing the word Amin in a voice which appears to one ear as loud and to another ear as low. There are some who think that speaking of the word Amin aloud required by devotional feeling and is necessary for their prayer. I hold therefore that there is no authority in the Muhammadan Ecclesiastical Law to limit the tone of voice in which the word Amin is to be pronounced; that so long as the plaintiffs-appellants are Muhammadans, as we have found they are, so long they are entitled to enter a mosque and perform the worship and say the word Amin without anything to restrain their tone of note of octave. But if the pronouncing of the word Amin results in the disturbance of peace, that of course will have to be dealt with under the criminal law. But the matter remains that where the word Amin is pronounced aloud in the honest exercise of conscience that it should be so pronounced, there can be neither any offence under the criminal law nor any wrong in the civil law.

Appeal allowed.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

PRIVY COUNCIL

Present: Lords Watson, Hobhouse and Morris and Sir R. Couch

(On appeal from the High Court at Calcutta)

FAZAL KARIM AND ANOTHER (Plaintiffs) v MAULA BAKSH AND OTHERS (Defendants) (29th and 30th January and 21 February 1891)

Appeal from a deceree (6th December 1887) of the High Court reserving a decree (15th March 1886) of the Additional Subordinate Judge of Tirhoot, and restoring a decree (27th December 1884) of the 2nd Munsif of Mozaufforpur.

The prsent appeal raised questions relating to the interruption of worship conducted in a musjid at Tajpore in the Tirhoot districtict of which the property forming its endowment was entrusted to the management of the late Kazi Ramizuddin as matwali, in whose name, in ....the musjid was rebuilt on land belonging to him. His two sons succeeded him as matwalis on his death and in this suit they joined the Imam- whom their father appointed in 1862- .in claiming a declaration of Imam's right to conduct the prayer in the musjid; also relief by the issue of an order prohibiting the defendants, originally twelve in number from interfering with Imam, as they have done, in the discharge of his office.

The Imam died before the decision of the High Court. Leave to appeal was granted to the matwalis, who had the duty of appointing his successor. It was granted because their rights were affected by the judgment, although their own titles as matwalis was upheld by all the Courts.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

When first filed this suit was dismissed on the ground that the dispute was not cognizable as a question of civil right. This, however, was reversed (5th July 1884) on appeal to the Subordinate Judge, and the suit remanded for trial on the merits. The High Court affirmed the order of remand. Another Munsif then decided the suit on the merits. He found that the mosque had been rebuilt by men of the sect termed Hanifi, and that those appellants, whose title as matwalis he affirmed, belonged to a class of Sunnis. He found that the musjid had been erected under the supervision of Munsif Maulvi Abdul Wasi'. who was of the Hanifi sect, by subsriptions from worshippers of the same school. He also found that the only allegations borne out were that the defendants themselves gave azans, and prayed as separate congregation under an Imam of their own selection, and he decided that, as the plaintiffs had given up their old faith, or Hanifi mezhab, or creed, the defendants were justified in acting under their own Imam in the mosque.

He therefore declared that these appellants were the matwalis, but that plaintiff No 1 could not be the Imam of the contending defendants, and that these had a right to pray according to their own practice under an Imam of their selection.

On appeal the Additional Subordinate Judge reversed the above, stating in his judgment the nine findings set forth in their Lordships' judgment. And he was of opinion that by the uttering of the loud Amen and performing the Rafayadain, alleged by the defendants to justify their conduct, the first plaintiff, the Imam had not done acts that were forbidden, or that disqualified him for this office. He granted the declaratory decree applied for, and the injunction to restrain the defendants from causing interruption. This judgment in its turn was reversed by the High Court, a Division Bench (O'Kinealy and Macpherson, JJ) holding that the lower appellate Court was wrong in setting aside the decree of the first Court. They therefore decreeing the appeal, restored the decree of the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Munsif with costs.

On this appeal, which was preferred by the second and third plaintiffs Mr R.V. Doyne and Mr C.W. Arathoon, for the appellants, argued that the decision of the High Court was wrong, and should be reversed, and that the decree of the Subordinate Judge should be restored. The findings of the fact in the first appellate Court were in favour of the appellants, and must be accepted. It could only have been on a point of law, or usage having the force of law, that the High Court would have had authority to reverse on second appeal. However, it appeared from the judgment that the following had been the reasons for the reversal by the High Court of the juggement of the first appellate Court., vis that that the Imam should have made no innovations upon the customery ritual, and that, change having been introduced, it was for the Imam to justify it. According to the judgment, he had failed to justify it. In this the High Court had entered upon facts. The lower appellate Court had found that the utterance of the loud Amen and the performing Rafayadain were not contrary to the ritual ordained by the custom of the Sunnis, and were no grounds for the objection on the part of the defendants to the leadership of Hafiz Maula Baksh. The Subordinate Judge had also found that it was not proved that the mosque was exclusively devoted to worship as approved by the followers of the Imam Abu Hanifa: and that, even if it had been so devoted, still there would have been no reason for prohibition upon worship according to Sunni customs. The constitution of the mosque, the nature and effect of the deviation. if deviation from custom there had been- were all questions of fact, and upon these the first alppellate Court had given findings. Reference was made to the Empress v. Ramzan and Ata-ulla v. Azim-ulla. There had been no usage having the force of law established as having been contravened, nor had any departure been shown sufficient to authorise the defendants in setting up another Imam in place of one who had been shown as a Sunni to have

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

followed four Imamas, all equally orthodox, though not precisely agreeing upon all details of worship recommended by them.

The High Court in reversing on second appeal findings of fact had not been within S. 584 of the Code of Civil Procedure. These also were well borne out by the evidence.

The respondents did not appear.

Judgment

Afterwards, on 21st February, their Lordships' judgment was delivered by

Lord Hobhouse:-

When the plaint in the suit was filed, the plaintiffs were the two present appelants and one Hafiz Maula Baksh. The last named plaintiff was the Imam and Moazzin of a mosque in Tajpore, and the two others were matwalis of the same mosque. The defendants were 12 persons who worshipped at the mosque. The plaint alleged that the defendants, being dissatisfied with certain variations in the ceremonial which the Imam had introduced, interfered with his performance of the service, and claimed to conduct the service in their own way, and otherwise misbehaved themselves.

The relief prayed was as follows:-

a . That it be declared by the Court that the plaintiff No 1 is Imam and Moazzin of the musjid at Tajpore pergunnah Sarcesa, and that plaintiff 2 and 3 are matwalis thereof; and that, as Imam and matwalis, the plaintiffs have a right, as they have all along hitherto had, to deliver the Friday oration and perform the daily prayers before the congregation from the pulpit and mosalla.

b . That the defendants have no right to interfere therewith, nor any to do the acts referred to in paragraph 5 of the plaint.

c. That it be declared that the defendants, as a sect of Musalmans, have simply the right

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

to visit the musjid at the time of prayer only, and to say prayers, led by plaintiff No 1; otherwise they have no right to visit the masjid with any other intention.

d. That it be declared by the Court that in case the defendants interfere with rights of the plaintiffs as Imam and matwalis, and do the acts referred to in paragraph 5 of the plaint, the plaintiffs have the authority to turn out all the defendants - or any one who may do such acts from the musjid.

The suit was therefore in the first instance a declaratory suit, but the plaint was amended by adding a prayer for substantive relief as follows:-

" That the defendants may be prevented from interferring in any way in the Moazzin's right and the Imam's right enjoyed by the plaintiff No 1 and in the towliat right of the plaintiffs No 2 and 3, and that a prohibitory order may be issued to the defendants, to the effect that the defendants must not do any act mentioned in paragraphs 4 and 5 of the plaint within the mosque of plaintiff, nor should the defendants enter the mosque of the plaintiffs with that object.

In their written statement, the defendants diid not deny that Hafiz Maula Baksh has been Imam and Moazzin for 25 years, nor that the other plaintiffs acted as matwalis: but they defended themselves by alleging in effect that the plaintiffs had forfeited their offices by reason of heresy. The two material pleas are as follows:-

" Prior to this, the plaintiff No 1 was Moazzin, and led people to prayer. But he has renounced his Hanifi religion and embraced the Wahabi religion. That being so, the plaintiff No 1 can by no means now, according to Mahomedan Law and rule, claim to be Imam and Moazzin, and therefore he has no right to bring the suit.

The Plaintiff Nos 2 and 3 are, on their own showing, not matwalis. They are certainly sons of the deceased matwali Kazi Ramizuddin. But they can have, in Mahomedan law, no right to the matwaliship simply because they are sons (of the deceased matwali).

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Besides this, the plaintiff Nos 2 and 3 have renounced their previous and paternal religion, and joined the Wahabi sect. That being so, they have no right whatever to the management of the disputed musjid."

The plaintiffs filed what is called 'a refutation' of the defendants' statements. It is not in the record, and is probably immaterial except as a general denial of the matter urged in defence.

In the months of August, September and November 1884, three petitions were presented by eight of the defendants, stating their regret at having been persuaded to take part against the plaintiffs, and their wish that the plaintiffs might obtain the decree they prayed for. It does not appear that any order was made for stay of proceedings against these converted defendants: but by the time the suit reached the High Court the eight names had disappeared from the proceedings.

In the course of taking the evidence, it became clear what was the real quarrel between the parties. The general charge against the plaintiffs of having become Wahabis (whatever the defendants may have meant by it) resolved itself into this, that they had adopted two observances which the defendants think to be wrong - one being the pronunciation of the word Amen, in a loud instead of a low voice, and the other the performance of Rafayadain, which is a ceremonial gesture of raising the hands to the ears at a particular point of the service.

All the parties are, or claim to be, Sunni Mahomedans. Hafiz Maula Baksh says: " I obey equally all the four Imams, " which is the mark of the Sunni school. Omed Ali, the first defendant, says: " Even now I would say prayers under the leadership of Maula Baksh, if he only gave up uttering Amen loudly and raising his hands to his ears.... I call him a Wahabi because he utters Amen and raises his hands, and says prayers standing with the two legs apart, and he crosses the hands on the breast." It is clear that the

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

defendants make no charge of false or heretical doctrine, except so far as it is to be inferred from the offending ceremonial; and it is the two first acts of worship mentioned by Omed Ali to which the whole evidence and argument has been addressed. The two last are not mentioned again. The question is whether the use of the loud Amen and of Rafayadain is inconsistent with Hafiz Maula Baksh's retention of the office of Imam and Moazzin

That it is consistent with his being sound Sunni is clear, for both practices are prescribed by one or more of the four Imamas whom the Sunnis follow. But the defendants allege that the mosque was built by Sunnis of the school of Abu Hanifa, who they say prescribes the low-toned Amen and omission of Rafayadain. Thence they infer, first, that no person who is not a Hanafi can properly be imam, Moazzin or matwali of the mosque; and secondly, that to use the loud Amen and Rafayadain is inconsistent with being Hanafi. The plaintiffs deny both these interferences.

Their Lordships have been careful to state the precise constitution and nature of the suit, because it appears to them that it has not always been sufficiently borne in mind. The next step is to see how it has been judicially dealt with.

After a decision by the Munsif that he had no jurisdiction to deal with the matter- which was reversed on appeal- the case was heard by the then Munsif in December 1884. He took the views of the defendants as regards the office of Imam and Moazzin, but he did not think that matwalis were disqualified. The decree passed by him is as follows:-

" That the plaintiffs No 2 and 3 do continue to remain matwalis of the musjid; that the plaintiff No 1 cannot be considered as Imam and Moazzin as against the contending defendants, nor are the defendants bound to follow his leadership in prayer; that the defendants have every right to say prayers in musjid in their own way behind their own Imam."

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

On appeal by the plaintiffs, the case was heard by the Additional Subordinate Judge in March 1886. It is important to see precisely what his findings are, because, so far as they relate to matters of fact, no appeal from them lay to High Court. The material findings appear to their Lordships to be in substance as follows:-

A. The plaintiffs belong to a school known as Amil-bil-Hadith or Ahil-Hadis.

B. The Amil-bil-Hadis are Mahomedans, Sunnis, and members of Sunni Jamiat.

C. There is no authority to say that Amil-bil-Hadith cannot lead the prayer of an Hanafi.

D. The only difference is that the Amil-bil-Hadis perform Rafayadain and say Amen in a loud tone.

E. The difference is no ground for a religious objection on the part of a Hanafi to pray behind an Amil-bil-Hadis.

F. The Amil-bil-Hadis follow the authority of the kias and ijmaa, if not inconsistent with Kuran and Hadis, in which they do what every Mahomedan should do.

G. It is doubtful whether the mosque is an Hanafi mosque.

H. Granting that the founder was a Hanafi, still there is nothing to show that he prohibited an Amil-bil-Hadis from praying in the mosque or acting as imam therein.

I. The defendants are not entitled to pray behind an Imam of their own selection.

From these findings the necessary conclusions were that Hafiz Maula Baksh was not disqualified to be Imam; that he was entitled to protection against the defendants, and that the Munsif's decree must be reversed. This was done, and a decree made for the plaintiffs according to the prayer of the plaint, with costs of suit.

The defendants then appealed to the High Court, and the case was heard before a Division Bench (O'Kinealy and Macpherson, JJ) in December 1887. The Court discharged the decree of the Subordinate Judge and restored that of the Munsif. They considered that the Subordinate Judge addressed himself to matters which were

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

altogether irrelevant and had nothing to do with the suit viz., whether it was lawful for Hanafis to pray behind Amil-bil-Hadis, whether Amil-bil-Hadis are respectable members of society, and whether it is lawful for them to perform the duties of an Imam. Their ground of decision is thus stated:-

" The only questions we had to decide are, whether those plaintiffs, who were appointed by members of the Hanafi sect, and who performed the duties of the mosque in accordance with the observances and ceremonies of that sect for twenty years, can now turn round and claim to have the right to discharge their duties in a different manner. No authority for any such proposition has been brought to our knowledge. The learned Counsel who argued the case on behalf of the plaintiffs declined to enter into the matter, being one of great difficulty. Prima facia, it appears to us that the Imam or matwali should have performed his duties in the customary manner. It is for them to justify the change, and they have been unable to do so.

From that deceree the present appeal is brought. Hafiz Maula Baksh died before the decision by the high Court; but leave was given to his two co-plaintiffs to prosecute the appeal, though their own title as matwalis was affirmed by all the Courts. They have, however, a sufficient interest in maintaining the views of their school or party in the mosque, especially as it is stated in evidence that they appoint the Imam. Their Lordships must decide the points raised in the suit as if Hafiz Moula Baksh were the appellant. The defendants, now three in number, have not appeared. It is very unfortunate that such a case should be decided on an ex-parte argument.

It is not apparent from the judgment of the High Court on what ground they considered that a second appeal was sustainable, or, in other words, what was the law, or usage having the force of the law, which the Subordinate Judge had decided erroneously, or had failed to decide. The most obvious meaning of their judgment is that their decision

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

is rested entirely on the peculiar constitution or trusts of the Tajpore mosque. but this is a question of pure fact, at least in this case, where no written evidence is forthcoming; and the findings of the Subordinate Judge are conclusive in the High Court, and also in this tribunal, seeing; that the defendants have not obtained any leave to appeal to Her Majesty in Council from his decree. His findings on this point, as stated above (G) and (H) are fatal to the defendants' case, but the High Court appear to have paid no attentiom to them.

Though it is not competent to their lordships on this appeal to go 'behind the Subordinate Judge's findings of fact, they think it right to say that, for the purpose of examining the case from other points of views, it has been their duty to study the whole of the evidence, and that they entirely agree with the Subordinate Judge that there is no evidence whatever that the mosque was intended for Hanafis only, and not for all Sunnis or for all Mahomedans, or that an Amil-bil-Hadis is prohibited by its constitution from being its Imam.

The judgment, however, may mean that there is some rule of law to the effect that when public worship has been performed in a certain way for 20 years, there cannot be any variance from that way, insomuch that the officiating minister who is guilty of a variance is ipso facto disqualified for his office. If that is the meaning of the judgment, their lordships hold that it is not well founded in law. Indeed it is not well founded in fact, because general uniformity of practice in the worship at this mosque is neither proved nor alleged, though the practices now objected to be comparatively recent. But passing that by, it cannot be that an Imam should be so bound by his own or his predecessors's previous practice in worship that he cannot make the slightest variation from it in gesture, intonation, or otherwise, without committing an offence. even a code of ritual can hardly be so minute as absolutely to exclude all individual peculiarity or

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

discretion; and here there is no code of ritual at all. If the principle above stated were allowed, it would follow that the practice of a single Imam (for Hafiz Maula Baksh had been in office for 20 years before the dispute began) might be so stereotyped as to become the constitution of the mosque and that a single member of the congregation might, against the wishes of the rest, insist that no variance, however innocent or however minute, should be made. The question in each case of dispute is as to the magnitude and importance of the alleged departure. To that question the Subordinate Judge has very properly adrressed himself, but the High Court have set aside all his findings as irrelevant, and have declined to examine the points to which the pleadings, the evidence, and the judgment of the two first Courts are mainly addressed.

Their Lordships cannot follow this course, because the judgement in favour of the defendants might be rested as the Munsif did in fact rest it, on more general grounds than the private constitution of this mosque, or the obligations resulting from the practice which has prevailed in it, and those grounds must be examined.

Before quitting this point, mention should be made of a case Ata-ullah v. Azim-ulla in which the High court of the North-Western Provinces held that a mosque, being dedicated to God, is for the use of all Mahomedans, and cannot lawfully be appropriated to the use of any particular sect. If that principle were accepted, it would be decisive of the present case, so far as it rests on the judgment of the High Court. But it has not been propounded by Mr. Dayne, nor do the facts of this case properly raise the question, because it does not appear that this mosque ever was intended to be appropriated to any particular sect. Their Lordships therefore express no opinion upon it.

Turning to the question most discussed in two lower Courts, it appears to be this, whether the introduction of the loud Amen and Rafayadain (which is the offence

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

charged against Hafiz Maula Baksh and which is the reason why he calls himself Amil-bil-Hadis and his opponents call him Wahabi) shows such a change of tenets, or is in itself such an important departure from custom, as to disqualify the Imam from acting in a mosque where those ceremonies had not previously been used. If this question is to be answered in the affirmative, it must be on the ground either of general express rule of Mahomedan Law, or of the growth of customs separating different schools in so marked a way that the followers of one school cannot properly worship with those of another.

As regards general law, their Lordships have not been referred to any authoritative code of ritual for Sunnis, such as is the statutory rubric of the Church of England. In the Hedaya, there appears to be a long chapter or book on prayer, which would probably expound the views of Abu Hanifa and those of his two principal disciples, Abu Yusuf and (Imam) Mahommad, as they were understood in the sixth century of the Hegira. But Mr Hamilton, who was employed by Warren Hastings to translate the Hedaya, did not translate the book on prayer, because it seemed to him that it could not afford any manner of assistance in decisions concerning matters of property. And so far as their Lordships have been informed, there is no translation of it from the original Arabic; certainly there is none into English. Nor has any text been produced from any source to show that one who follows Abu Hanifa does any wrong in performing ceremonies recommended by other Sunni Imamas, or thereby cuts himself off from communion with other followers of (Abu) Hanifa. There have been two cases in the High court of Allahabad in which disputes have arisen about the intonation of the word; amen'. One has has already been referred to on an other point. The, Queen v. Ramzan was a criminal case, and the decision turned on the question whether those who said Amen aloud said it in an indecent way, and with intention to annoy others. In both cases Mr

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Justice Mahmood entered at length into the question how Amen should be pronounced. He states that though Abu Hanifa recommended a low tone, the other three Imams recommended a loud tone, and gives it as his opinion that though it is imperative to say Amen there is no authority to regulate the tone of the vioce. In the later of the two cases the first Court treated both the loud Amen and Rafayadain as open to all Sunnis to practice. Their Lordships cannot find that there is any general law on the point for Mahomedans, or for Sunnis, and must hold that there is none.

There Lordships then come to inquire what usage among Sunni communities is. That ground is completely covered by the findings of the Subordinate Judge, as above set forth, and if the questions are questions of fact, his findings are conclusive. But their Lordships will not on an ex-parte argument take it as concluded against the defendants that this inquiry may not involve usage having the force of law. They have therefore thought it right to go into evidence, with the result that they agree with the Subordinate Judge.

The Sunnis follow the four Imams, who appear to agree in placing the sources of their law in the following order:- 1.The Koran; 2. The Hadith, or traditions handed down from the Prophet; 3. Ijmaa, or concordance among the followers; and 4. kias, or private judgement. Beyond that, four differ in many details, including the loud Amen and Rafayadain. No one can follow all four in every thing. But followers of any are equally orthodox Sunnis.

This statement, which is common in the text-books, and is supported by the evidence of Nurul Hasan, is also illustrated strongly by the learned men of Delhi who have given evidence. A number of them, upwards of 30, framed a Fatwa in the year 1880 in which they appealed solemnly to their co-religionists not to quarrel about minor matters of differences, the tone of Amen and Rafayadain being among them. Five of them were

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

examined. One says he does not follow any of the admitted Imams particularly, evidently meaning that he is at liberty to follow oclectic process among them. Another says he follows all four, which must mean in essentials, for he cannot do so in many details, including those now under consideration. A third says he follows all four and the Hadis. A fourth says he follows Abu Hanifa, and yet he is a party to the fatwa, which treats the tone of Amen and Rafayadain as matters on which different courses may be followed with equal propriety.

Nurul Hasan is the Munsif before whom this case came in some of the earlier stages, and who would have tried it if the plaintiffs had not prayed that it might be transferred to another Judge because they wished to have his testimony. He is a learned man, who knows Arabic. He is one of the Hanafi sect or school, uses the low Amen and does not use Rafayadain. He agrees with Fatwa, and speaks highly of some of its signatories. He states; those who do not say the word Amen, and do not raise their hands, can say their prayer behind those who do the same'. And quotes a number of authorites to support his opinion.

Sheikh Ahmedullah was one of the subscribers to the building of the mosque. He was the first witness called to support the defendants. But he says that he himself prays behind an Amil-bil-Hadis and behind an Hanafi also. And having been to Mecca, he says that there ' the followers of all four Imams say prayers behind an Amil-bil-Hadis, and the Amil-bil-Hadis says prayers behind the followers of all four Imams'. Also that ' at Tajpore, and in its neighbourhood, the Hanafis say prayers behind an Amil-bil-Hadis'.

What this witness says of Mecca accords with the statement of Mr Justice Mahmood in Empress v. Ramzan. He says that in the Kaaba all the four schools are at liberty to pray, from which he justly infers that the prayers of none are hetrodox. And what the same

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

witness says of the Tajpore would seem to be confirmed by the observation that in this very mosque, where the congregation is said to be largely Hanafi, it does not appear that a single one of the worshippers, except the defendants who appealed to the High Court, objects to the way in which Hafiz Maula Baksh conducted the service.

Against all this evidence of the opinions of learned and devout Mahomedans, and of the actual practice of Mahomedan worshippers, what is there on the other side? The evidence is an absolute blank. No book, no opinion, no practice of any community of worshippers is cited. There is no ground given to dissent from the findings of the Subordinate Judge, nor from his conclusion that the plaintiffs were entitled to relief. In one point he has followed too closely the prayer of the plaint. Paragraph (d) asks for a declaration that the plaintiffs have the authority to turn out the defendants when they interfere. The Court ought not to make such a declaration. The plaintiffs must rely on the prohibitory order or injunction for which they pray, and must enforce it, as they may be advised, in each case that arises. The High Court should have varied the Subordinate Judge's deceree by refusing to grant the declaration asked by paragraph (d), and subject to that, should have dismissed the defendants' appeal with costs. That is the decree which their Lordships will humbly advise Her Majesty to make now, in lieu of the decree of the High Court, which should be discharged. The respondents must pay the costs of this appeal.

Appeal Allowed

Solicitors for the appellants: Messers. T.L. Wilson & Co

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بابرامیٹکاف نے میں مسلمان فرقوں کی باہمی مقدمہ بازی اورآمین بالجہر وغیرہ کے مسائل پر عدالتی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ابتدائی عدالتوں کے حکام (جن کا مقصد امن عامہ برقرار رکھنا ہوتا تھا)عام طور پر احناف کے حق میں فیصلہ دے دیتے تھے جب کہ اعلی عدالتوں میں اہل حدیث کے نقطہ نظر کی فتح ہوتی تھی ۔ اس نے لکھا ہے:۔

Three decisions handed down by the Privy Council in the late nineteenth century to adjucate disputes over the usage of mosques were- although hailed as examplry decisions of neutrality-triumphs for Ahl-i-Hadis (The Indian decisions (N.s); Being a reprint of all the decisions of the Privy Council on appeal from India" (Madras, 1915) vol IV, 1885, 319-30, Vol VI, 1888, 1059-63; Vol VII, 1891-1893. 269-80). The issue in all three cases was whether members of the Ahl-i-Hadis could be banned from mosques. All three decisions took the precedent of Justice Mahmud of the Allahabad High Court, son of Sir Sayyid Ahmad Khan, who was perhaps influenced by such close assiciates at Aligarh as Muhsinl Mulk. In the Ramzan case of Benares, he had held that mosques must be open to all. His decision of 1889 argued that a "mosque cannot be dedicated or appropriated exclusively to any particular school or sect of Sunni Muhammadans. Members of the Muhammadi or Wahabi sect are Muhammadans and as such entitled to perform their devotions in a mosque. But any Muhammadi would commit criminal offence who, not the bona fide performance of his duties, but mala fide, for the purpose of disturbing others engaged in their devotions, made any demonstrations, oral or otherwise". Amin must be said but there is no rule on whether it is to be said aloud or low (Ibid.,Vol VI, p 1060). The warning about criminal liability for mala-fide, hardly susceptible to proof, did not modify the thrust of the decision.

The position of Privi Council was more clearly a victory for the Ahl-i-Hadis because the lower levels of the judicial system, presumably motivated by the nervousness of those who were likely to see the results of their decisions, tended to intervene actively to prevent disorder. They usually took the precedent of previous practice and thus ruled for the Hanfis. in the cases that came

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

before the Privy Council, in every instance the first decision had been to fine or exclude those who had caused the disturbance, that is, those who had said amin aloud. In two of the cases when the Privy Council reversed that initial decision, there was the suspicion that the technique of reading prayer was a pretext for excluding people with whom there was a dispute over control of the finances of the mosque; there was thus a particular reason for not making a ruling on the practice of prayer.

To reach a decision could be a long process, and the very length of time and the number of levels involved were no doubt a further factor in intensifying competition. In the Jabalpura (Jalalipur) Benares case of 1884, for example, the District Magistrate had awarded the mosque to the Hanafis, but the Subordinate Judge, ruling on behalf of the Ahl-i-Hadis, declared that the mosque could not be closed to anyone; the District Judge and the High court successively ruled in favour of the Hanafis; and, finally, the Privy Council again declared the mosque open to Hanafi and Muhammadi alike. (Metclaf p 286-87)

Local official, much like the lower courts, tended to ignore the governmental policy of non interference and intervened to prevent riots and disorder. In Meerut in 1892, for example the magistrate simply divided the mosques of the city: five were turned over to Ahl-i-Hadis; the rest were left fo Hanafis. (Government of India, Selections, Najm al Akhbar (Etawah) September 19, 1892, p. 319). In Etawah, much the same arrangement was made after the sessions judge and High Court had declined the request of the Ahl-i-Hadis to make a decision. The action was interpreted as a victory for the Hanafis, since the Ahl-i-Hadis preferred to have all mosques open to themselves. (Ibid, March 31, 1893, p.137). In 1889 in Agra, a similar victory transpired when a quarrel arose at the Shahi Masjid over the pronouncement of amin. On that occasion the Ahl-i-Hadis turned to the district magistrate, who deferred to deputy collector, who ruled that amin was not to be pronounced aloud. The Ahl-i-Hadis then ceased to use the mosque (Ibid , Sarmaya Rozgar, Agra, July 8، 1889, p. 441) (Metcalf. Pp. 287-88)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی

(۱) فقہی مذاہب اربعہ

امام ابوحنیفہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں پیدا ہوئے تھے اور امام احمدؒ بن حنبل ۲۴۱ھ۔ ۸۵۵ء) میں فوت ہوئے۔ جو صحابی اور تابعی کسی بھی سلسلے (سیاحت، قتال، اخبار، تبلیغ) میں ہندوستان تشریف لائے وہ نہ حنفی ہو سکتے تھے، نہ مالکی یا شافعی یا حنبلی کیونکہ یہ امام تابعین کے دور میں یا تو موجود ہی نہ تھے یا ان میں کچھ ابھی طالب علمی کے دور سے گذر رہے تھے۔ اسی طرح کوئی بھی تبع تابعی، حنفی شافعی مالکی حنبلی مقلد کیوں کر ہو سکتا ہے کہ تبع تابعین کا دور ختم ہو گیا لیکن ان میں سے کچھ امام تو ابھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے اور جو پیدا ہو چکے تھے وہ یا تو طالب علمی کے دور سے گذر رہے تھے یا ابھی نو آموز تھے اور اساتذہ کی نگرانی میں تدریس و افتاء کا آغاز کر رہے تھے۔ یوں کوئی صحابی، کوئی تابعی، کوئی تبع تابعی، حنفی شافعی مالکی حنبلی نہیں تھا اور تمام مسلمان (جو خارجی، رافضی، معتزلی نہیں تھے) جو اسلام کے اس ابتدائی دور میں سندھ اور ہند میں وارد ہوئے وہ اہل حدیث تھے۔ ایسے لوگ سینکڑوں نہیں، ہزاروں بلکہ شائد لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ ان بزرگوں کی تبلیغ و جہاد کے نتیجے میں جن ہزاروں لاکھوں سندھیوں اور ہندیوں نے اسلام قبول کیا وہ بھی اہل حدیث تھے۔ ثانی الذکر لوگوں میں بہت سے افراد نے حصول علم کیلئے عرب ملکوں کا رخ بھی کیا اور بہت سے افراد نے بعد میں خارج از ہند و سندھ بلاد اسلامی کو اپنا مستقر بنایا۔ ان میں بعض صاحب سیف تھے، بعض صاحب قلم، بعض صاحب مسند تدریس۔ بعض تاجر، بعض دیگر پیشوں سے وابستہ تھے۔

مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرہؓ نے خود کو اہل حدیث کہا، (اصابہ ج ۴ ص ۲۰۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۹، تاریخ بغداد ج ۹ س ۴۶۷: حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اہل حدیث کہا گیا۔ تاریخ بغداد للخطیب ج ۳ ص ۲۲۷، ج ۹ ص ۱۵۴؛ حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا انکم خلو فنا و اهل الحد یث بعد نا، شرف اصحاب الحدیث، خطیب، ص ۲۱۔ کہ ہمارے بعد تم (تابعی) اہل حدیث ہو: امام شعبی نے پانچ سو صحابہ کو دیکھا اور ۴۸ صحابیوں سے حدیثیں پڑھی تھیں، تمام صحابہ کو اہل حدیث کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۴)۔ خود امام شعبی تابعی کا اہلحدیث ہونا تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۷، ج ۹ ص ۱۵۴ میں بایں الفاظ مرقوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔وکان ابن شهاب اعلم عند اهل الحديث بالمدينة من غيره مدینہ میں جو اہلحدیث ہوئے ان میں سب سے بڑے عالم زہری تھے۔(موطا امام محمد۔کارخانہ نور محمد اصح المطابع۔ص۳۶۳)؛سفیان ثوری تبع تابعی کا اہل حدیث ہونا تاریخ بغداد ج ۳ ص ۲۲۷، و ج ۹ ص ۱۵۴ میں موجود ہے، نیز ان کا ارشاد ہے کہ اہل حدیث روئے زمین کے نگہبان ہیں۔مفتاح الجنۃ للسیوطی ص ۴۹ وشرف اصحاب الحدیث ص ۴۵؛

اور امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بھی کتاب اصول الدین میں لکھا ہے اصل ابی حنيفة فی الكلام كاصو ل اصحا ب الحد يث ۔ ج ا ص ۳۱۲۔کہ امام صاحب کے اصول (عقائد و ذم تقلید میں) اہل حدیث کے اصول ہیں؛ سفیانؒ بن عیینہ کہتے ہیں کہ مجھے پہلے پہل امام ابوحنیفہؒ نے اہل حدیث بنایا ہے (یہ الفاظ مولوی فقیر محمد جہلمی حنفی کی کتاب حدائق الحنفیہ ص ۱۳۴ طبع نولکشور کے ہیں)؛ غایۃ الاوطار میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ جب بغداد آئے تو اہلحدیث نے سوال کیا کہ رطب کی بیع تمر سے جائز ہے یا نہیں؟ (ترجمہ درمختار مطبوعہ نولکشور ج ۳ ص ۱۳۰)۔

حضرۃ الامام ابوحنیفہ کا فرمان اذا صحّ الحد يث فهو مذ هبی ان کے بعض مقلدین کو ہضم نہیں ہوتا اور وہ الٹا اہل حدیث پر تنقید کرتے ہیں کہ یہ فرمان پیش کیوں کیا جاتا ہے۔جیسا کہ کسی نے لکھا ہے:

> فتنہ پرور غیر مقلدین عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ارشاد امام ابی حنیفہؒ بڑے زور شور سے پیش کرتے ہیں اذا صح الحد يث فهو مذهبی یعنی جب صحیح حدیث سامنے آجائے تو وہی میرا مذہب ہے۔مگر مقلدین ابی حنیفہ اپنے امام کی اس بات کو نظر انداز کر کے قیاس و رائے ابی حنیفہ کو حدیث صحیح کے بالمقابل اپنا مذہب بنائے ہوئے ہیں حالانکہ غیر مقلدین کی بات محض تلبیس اور حقیقت سے قصداً روگردانی ہے۔اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جہاں بھی صحیح حدیث نظر آجائے اس پر عمل کر لیں۔یہ کسی کا بھی مذہب نہیں اس لئے کہ بہت سی احادیث صحیحہ متعارض ہیں ان میں تطبیق یا ترجیح یا تنسیخ کا پتہ مجتہد ہی لگا سکتا ہے ذخیرہ حدیث کا ادنی سا مطالعہ کرنے والا بھی اسے جانتا ہے (تحریک لامذہبیت غیر مقلدیت، سلفیت دور حاضر میں افتراق بین المسلمین کی سب سے خطرناک عالم گیر مہم۔از مفتی سید محمد سلمان منصور پوری استاد مدرسہ شاہی مراد آباد۔ص ۱۱۔۱۲ ملخصاً۔(جائزہ تحفظ سنت کانفرنس۔رئیس ندوی۔ص ۶۱۴)

امام مالکؒ (جو تبع تابعی ہیں) بھی اہل حدیث تھے۔امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے مقدمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں صفحہ ۲۳ پر آپ کو آئمہ اہل حدیث میں شمار کیا ہے اور وہیب نے آپ کو امام اہل الحدیث کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ۔ ج ا ص ۱۸۸)

تبع تابعین کے بعد کے آئمہ میں سے امام شافعیؒ کے متعلق منہاج السنۃ میں ہے اخذ مذ هب اهل الحد يث و اختار لنفسه ۔ ج ۴ ص ۱۴۳۔ کہ انہوں نے اپنے لئے اہل حدیث کا مذہب پسند کیا تھا۔ تہذیب نووی میں ہے نشر علم الحد يث و اقام مذهب اهله (ج ا ص ۴۷) کہ آپ نے علم حدیث کو پھیلایا اور مذہب اہل حدیث قائم کیا۔ آپ لوگوں سے کہتے عليكم با صحاب الحد يث فانهم اكثر صوا باً من غيرهم (توالی التاسیس مصری ص ۶۴)۔ کہ تم اہل حدیثوں کے پاس جاؤ، یہ لوگ دوسروں سے زیادہ صواب پر ہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل کو قتیبہؒ بن سعید نے اہل حدیث کہا ہے۔ (شرف اصحاب الحدیث ص ۴۷) اور منہاج السنہ میں ہے كان على مذ هب اهل الحديث ۔ اور طبقات الحنابلہ میں ہے احمد رجل من اهل الحد يث (ص ۸ طبع دمشق)۔ ایک دفعہ آپ سے فرقہ ناجیہ کا پوچھا گیا تو فرمایا ان لم يكو نوا اصحاب الحد يث فلا ادرى من هم ۔ (شرف اصحاب الحدیث۔ ص ۲۴)۔

امام ابو یوسف کو ابن معین نے صاحب حدیث اور صاحب سنت کہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ۔ ج ا ص ۲۶۷)؛ تاریخ بغداد میں ہے يحب اصحاب الحد يث و يميل اليهم (ج ۱۴ ص ۲۵۵) کہ آپ اہل حدیث سے محبت رکھتے تھے اور انہیں کی طرف مائل تھے۔؛ آپ نے اہلحدیثوں کو اپنے دروازے پر جمع دیکھ کر فرمایا تھا۔؛ ما على الارض خير منكم ۔ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب ۔ ص ۵۱) کہ روئے زمین پر تم اہل حدیثوں سے بہتر اور کوئی نہیں۔

(۲) اسماء البلاد

سندھ و ہند کے وہ بلاد و امصار جن کے نام اسلام کی ابتدائی تاریخ سندھ سے متعلق لٹریچر میں وارد ہوئے ہیں وہ شہر قصبات یا علاقے عام طور پر اب اپنے پرانے ناموں سے پہچانے نہیں جاتے۔ ان میں سے کئی ایک تو ویسے ہی نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں۔ کئی ایک اب مختلف ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہاں چند اسماء البلاد کی وضاحت کر کے بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ آج کے قاری انہیں کن ناموں سے پہچان سکتے ہیں۔

☆ ارمائیل۔ بلوچستان میں مکران اور دیبل کے وسط میں سمندر سے کچھ دور ہے اب اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارمن بیلہ کہتے ہیں، قلات میں ضلع لس بیلہ کا صدر مقام ہے، کراچی سے تقریباً ۷۰ میل شمال میں۔

☆ **الور**، سندھی زبان میں آج کل اس کو اڑوڑ کہتے ہیں۔ روہڑی سٹیشن سے ۴ میل جنوب میں واقع ہے کھنڈرات دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں اور یہاں ایک جدید العہد گاؤں آباد ہے۔ (الرور، الور، سندھ کا قدیم شہر تھا یہاں پر رائے خاندان کی حکومت تھی عرب اس کو عام طور پر الرور لکھتے ہیں۔ یہ شہر دریائے سندھ کے ساحل پر باغات اور چشموں کے درمیان بڑے پرفضا مقام پر واقع تھا۔ الور کی حکومت قدیم زمانے میں بہت بڑی تھی مشرق میں کشمیر وقنوج تک، مغرب میں دیبل اور ساحل سمندر تک، جنوب میں گجرات اور سورت تک اور شمال میں قندھار کرمان جبل سلیمان اور گیگان (قلات) تک اس کی عمل داری تھی۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ص ۱۳۱) ہباری دور میں الور کی آبادی ملتان کے برابر تھی شہر کے گرد دو پناہ گاہیں تھیں بحری تجارت کا مرکز تھا۔ دریائے سندھ سامنے تھا، تاجر یہاں تجارت کے لئے ٹھہرتے تھے۔ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ الور تجارت کی جگہ اور اطراف کے شہروں کی بندرگاہ ہے۔ الور بہت بڑا شہر تھا وہاں مسلمانوں کی بہت زیادہ آبادی تھی، الور کے ایک راجہ کا نام قرآن کریم کے تراجم کے سلسلے میں آتا ہے۔

☆ **بھاڑ بھوت**، بھڑوچ سے سات میل مغرب کی جانب ایک کچی بندرگاہ تھی۔ جہاں جہاز سمندر کے مدوجذر کے ساتھ آتے جاتے تھے۔

☆ **برہمن آباد**۔ سندھ میں ایک چھوٹا سا گاؤں بامنّا بھی ہے شاید برہمن آباد کی بگڑی شکل ہو۔ سندھ میں بہنوا نامی ایک قدیم شہر تھا جسے عرب سیاح اور جغرافیہ نویس بر ہمنا آباد لکھتے ہیں۔ آخر میں یہ شہر بالکل ویران ہوگیا تھا۔ اس ویرانہ سے دو فرسخ دور منصورہ شہر آباد کیا گیا۔

☆ **بوقان**۔ قاضی مبارک پوری بتاتے ہیں کہ بوقان، سندھ کے ان شہروں میں سے تھا جہاں قدیم زمانہ سے مسلمان آباد تھے بلاذری نے تیسری ہجری کے وسط میں لکھا اھل البوقان الیوم مسلمون (بوقان کے باشندے ہمارے زمانہ میں مسلمان ہیں۔ فتوح البلدان ص ۴۲۳)۔ اسی کے آس پاس عباسی گورنر عمران بن موسیٰ نے بیضاء نامی شہر آباد کیا تھا۔

☆ **بیرون یا نیرون**۔ سندھ کے بڑے شہروں میں دیبل اور منصورہ کے درمیان واقع تھا تجارتی بندرگاہ تھا شہر دیبل سے چار مرحلہ اور منصورہ سے پندرہ فرسخ پر تھا۔ محمد بن قاسم کے ہاتھوں صلحاً فتح ہوا۔ یہ شہر موجودہ حیدرآباد کے پاس تھا (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۱۳۳) سمندر سے نکلی ہوئی کھاری پانی کی خلیج اس کے آس پاس سے گذرتی تھی۔ بیرون کی اصل شکل نیرون ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور حیدر آباد (سندھ) اس کا جدید نام ہے۔

☆ بیضاء۔ اس شہر کو عمران برمکی نے بوقان کے قریب ضلع بودھیہ میں آباد کیا تھا۔ یہ علاقہ دریائے سندھ کے مغربی جانب واقع تھا۔ اس علاقے میں زیادہ تر جاٹ آباد تھے۔ یہ شہر عمران برمکی نے ۲۲۰ھ (۸۳۵ء۔۸۳۶ء) میں اس وقت آباد کیا تھا جب کہ اس نواح کے جاٹوں نے بغاوت کی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے فوج لے کر ان کے مقابلے کے لئے قیقان (قلات) پہنچا اور ان کو شکست دے کر حفاظتی نقطہ نظر سے یہ شہر آباد کیا اور اس میں مستقل چھاؤنی قائم کی تاکہ ہر وقت فوج تیار رہے۔ اس شہر کا تذکرہ صرف بلاذری کی فتوح البلدان میں ملتا ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ اس شہر نے کوئی ترقی نہیں کی اور اس کی حیثیت صرف ایک چھاؤنی کی رہی۔ (تاریخ سندھ۔ قدوسی۔ ص ۳۱۱)

☆ بیلمان، بھیلمان کا معرب ہے، گجرات میں بھیل اور گوجر قوم کا دار الحکومت تھا۔

☆ دیبل۔ بکری نے معجم ما استعجم میں لکھا ہے دیبل سندھ کا مشہور شہر ہے، اسے دیبلان بھی کہتے ہیں۔ دیبل میں زلزلے آتے رہے، کئی مرتبہ تباہ ہوا۔ دیبل کو آج کل بھمبور کہتے ہیں، یہ لب ساحل ٹیلہ ہے۔ کچھ عرصہ قبل اس کی کھدائی ہوئی تو ایک مسجد نکلی جس پر ایک کتبہ ۱۰۹ ہجری کا ہے۔ کراچی سے ۳۲ میل جنوب میں واقع ہے۔ بلاذری کے مطابق ۱۵ھ میں عمان اور بحرین کے حاکم مغیرہ بن ابو العاص ثقفی نے اپنے بھائی عثمان کو خلیج دیبل پر چڑھائی کے لئے بھیجا تھا۔ الہند فی العھد الاسلامی کے صفحہ ۱۳۴ پر ہے کہ۔ محمد بن قاسم نے دیبل فتح کرنے کے بعد وہاں ایک مسجد تعمیر کی جسے چار ہزار بچوں کی تعلیم کا مرکز کہا جاتا ہے۔ اور وہ پنڈت جو اس سے قبل قیدیوں کی نگرانی کرتا تھا محمد بن قاسم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا۔ اسے دیبل کا نائب مقرر کیا گیا۔ قاضی مبارکپوری لکھتے ہیں کہ دیبل کا شہر سندھ میں محدثین اور رواۃ حدیث کا سب سے پہلا اور اہم مرکز تھا۔ یاقوت حموی کے مطابق شہر دیبل کی جانب حدیث کے راویوں کی ایک جماعت منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر حدیث کی تعلیم و روایت عام تھی۔ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں امام خلف بن محمد موازینی دیبلی کے ذکر میں امام علی بن موسیٰ دیبلی کی درس گاہ کی نشان دہی کی ہے جو دیبل میں تھی جس میں امام خلف بن محمد دیبلی نے اپنے شیخ امام علی بن موسیٰ سے حدیث پڑھی۔ خلف بن محمد کا بیان ہے حد ثنا علی بن موسی الدیبلی با لدیبل (علی بن موسیٰ دیبلی نے ہم کو دیبل میں حدیث کی تعلیم دی)۔ دیبل ساحلی شہر تھا اور ہند و عرب کی تجارت کا اہم مرکز تھا اس لئے یہاں کے بعض محدثین تاجر بھی تھے چنانچہ ابو محمد حسن بن حامد دیبلی بغدادی جو علم حدیث میں اہم مقام کے مالک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے بغداد کے بڑے تاجروں میں سے تھے۔خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں لکھا ہے و کان صدوقاً و کان تاجراً ممولاً (وہ حدیث میں صدوق اور مالدار تاجر تھے) بغداد میں ان کی سرائے خان حامد کے نام سے مشہور تھی۔

☆ **رن کچھ**۔گجرات کاٹھیاواڑ اور راجستھان کی سرحد پر

☆ **سیوستان**،سیوہن ضلع دادو میں لعل شہباز کے مزار کی وجہ سے مشہور ہے۔

☆ **مکران**۔ کسی خاص شہر یا مقام کا نہیں بلکہ پورے ساحلی علاقے کا نام ہے جس کے دو واضح حصے ہیں،ایک بلاد وامصار کا حصہ جو اپنے علاقائی ناموں سے مشہور ہے مثلاً کیز، تیز،قنز پور، بند،قصر قند، درک،فلہفرہ، ارمائیل،قنبلی۔ نیز مکران میں بڑے علاقے بھی ہیں مثلاً خروج،جس کا مرکزی شہر راسک ہے، دوسرے علاقے کا نام جدران، تیسرے کا مشکی جو کرمان کی سمت ہے۔ یہ نام اصطخری نے ۳۴۰ھ کے بتائے ہیں۔مقدسی نے ۳۷۵ھ کے یہ بتائے ہیں بنجپور جو یہاں کا صدر مقام ہے،اور مشکہ، کیج، سرائے شہر، بربور، خواش، ومندان، جالک، دزک، دشت علی اور تیز۔

☆ **قندابیل** سندھ کا بڑا شہر تھا خارجیوں کا مرکز رہا۔

☆ **قندھار** کو ہندی میں گندھار کہتے ہیں اور یہ پشاور اور راولپنڈی کے علاقوں کی ریاست کا پرانا نام تھا یہاں بدھ مت کو فروغ ہوا تھا یہاں کی گندھارا تہذیب مشہور ہے۔افغانستان میں بھی ایک شہر کا نام قندھار ہے عربوں کے حملوں میں وہی مقصود ہے۔ گجرات کے ضلع میں بھڑوچ میں بھی گندھارا نام کی ایک قدیم بندرگاہ اور بستی ہے۔ بروص (بھڑوچ) اور بار بد (بھاربھوت) کی فتوحات کے سلسلے میں بلاذری نے اسی گندھارا کو قندھار لکھا ہے۔

☆ **قیقان** قدیم زمانے میں قلات کا کوئی مقام تھا،اب قلات ڈویژن میں واقع ہے اس کو گنڈاوہ کہتے ہیں۔ضلع ہے، درہ بولان اسی میں واقع ہے۔

☆ **قصدار** یا قزوار طوران کا مرکزی شہر تھا اسے امیر معاویہؓ کے دور میں سنان بن سلمہ ہذلی نے فتح کیا تھا۔چھوٹا قلعہ چھوٹے باغات،لیکن نفع بخش تجارتی شہر تھا۔خوارج کا مرکز رہ چکا ہے۔ دارالبیضاء اسکے پاس ہی آباد تھا۔آج کل اس کو خضدار کہتے ہیں یہ قلات ڈویژن کا جدید مرکز ہے۔

☆ **ملتان**۔اصطخری نے لکھا ہے کہ ملتان اپنی آبادی اور عمارت کے اعتبار سے منصورہ کا نصف ہے۔مقدسی بشاری نے لکھا ہے کہ ملتان منصورہ کے مانند ہے البتہ منصورہ زیادہ آباد ہے، یہاں میوے اور پھل زیادہ نہیں ہیں،البتہ ارزانی بہت ہے (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۴۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ منصورہ ۔ سندھ کے ضلع سانگھڑ کے شہر شہداد پور سے ۹ میل مشرق میں جمڑاؤ نہر ہے۔ اس نہر سے ۲ میل پر منصورہ کے وسیع وعریض کھنڈر ہیں ۱۹۶۵ء میں یہاں کھدائی ہوئی۔ اب اس کو دلور کہتے ہیں ۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ۔ص ۷۵۔۷۶) ۔ سندھ کا پایہ تخت پہلے ارور تھا لیکن حکم بن عوانہ کلبی والی سندھ (ف ۱۲۱ھ) نے سندھ ندی کے مشرقی جانب ایک شہر محفوظہ کے نام سے آباد کر کے پایہ تخت بنایا۔ تقریباً اسی سال محمد بن قاسم کے لڑکے عمر بن محمد نے جو حکم بن عوانہ کے ماتحت رسالوں کا افسر تھا، ایک اور مقام پر اس نے ایک شہر کی بنیاد رکھی جس کا نام بطور فال نیک کے اس نے منصورہ رکھا کیونکہ وہ دشمنوں پر فتح پا کر واپس آیا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شہر بڑا بارونق بن گیا اور آخر میں یہی دار السلطنت قرار پایا۔ (دسنوی ۔ص ۱۹۴)۔

دیبل کے بعد بحری تجارت کا دوسرا مرکز منصورہ تھا جو دریائے سندھ سے نکلی ہوئی ایک خلیج کے درمیان جزیرہ نما کی شکل میں تھا۔ یاقوت کا بیان ہے کہ خلیج منصورہ دریائے سندھ سے نکلی ہے جو شہر کے اطراف سے بہتی ہے سمندر سے آنے والے تجارتی سامان دریائے سندھ میں لائے جاتے ہیں پھر وہاں سے کشتیوں کے ذریعہ خلیج منصورہ پہنچائے جاتے ہیں ۔ دریا سندھ دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ مغرب میں منصورہ کی پشت سے ہو کر گذرتا تھا دوسرا شمال مغرب کی طرف منصورہ کے پیچھے بارہ میل پر بہتا تھا۔

ایک روایت کے مطابق ابو جعفر منصور کے زمانہ میں سندھ کے عامل عمرو بن حفص ہزار مرد نے یہ شہر آباد کر کے خلیفہ منصور کے نام پر اس کا نام منصورہ رکھا مگر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ مسعودی کا بیان ہے کہ سندھ کے اموی عامل منصور بن جمہور کے نام پر اس کا نام منصورہ رکھا گیا، مگر منصور بن جمہور کی آمد سے پہلے منصورہ آباد ہو چکا تھا، چنانچہ اس نے منصورہ ہی میں رہ کر عباسی خلافت کے خلاف سرکشی کی تو ۱۳۴ھ میں ابو العباس سفاح نے اس کی سرکوبی کے لئے موسیٰ بن کعب تمیمی کو سندھ کا مستقل حاکم بنایا اس نے سب سے پہلے منصورہ کی مرمت کرائی اور یہاں کی مسجد کو وسیع کیا۔ (فتوح البلدان ۔ج ۳ ۔ص ۴۳۱)

مقدسی بشاری کے مطابق (جو ہباریوں کے زوال سے تقریباً ۴۰ سال پہلے منصورہ آیا) منصورہ اقلیم سندھ کا سب سے بڑا شہر ہے اس کی وسعت دمشق کے برابر ہے۔ مکانات لکڑی اور مٹی کے ہیں ۔ جامع مسجد بازاروں کے وسط میں واقع ہے جو پتھر اور اینٹ سے بنی ہے ۔ اس کے ستون ساگوان کے ہیں اور لمبائی چوڑائی میں عمان کی جامع مسجد کے برابر ہے ۔ شہر منصورہ کے چاروں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف چار دروازے ہیں۔ باب البحر، باب طوران، باب سندان، باب ملتان (احسن التقاسیم)۔ منصورہ کسی نہ کسی شکل میں ۶۴۳ھ تک باقی رہا۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۱۲۵۔۱۲۸)

(۳) فتح سندھ کا پس منظر

اس مقام پر اکبر شاہ نجیب آبادی کے آئینہ حقیقت نما سے ایک طویل تحریر ملخصاً نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں فتح سندھ کا پس منظر، ان مہمات میں حصہ لینے والے افراد اور مہلب بن ابی صفرہ کی فتح ملتان بھی ذکر ہے۔ لکھتے ہیں:

جس زمانے میں ایرانیوں اور مسلمانوں کی لڑائیاں شروع ہوئیں اس زمانے میں سندھ اور ایران کے درمیان صلح تھی مگر اس سے پہلے ایرانی سلطنت کے صوبہ حصیر کا گورنر ہرمز سندھ کے ساحل پر بار بار حملہ آور ہوتا رہا اور یہاں سے بہت سے آدمیوں کو پکڑ کر لے گیا۔ یہ لوگ جاٹ تھے.. ہرمز کے پاس ایک بڑی فوج انہی اسیران جنگ کی فراہم کردہ تھی... جنگ ذات السلاسل میں جو ۱۲ھ میں (عہد صدیقی میں ہوئی) پہلی مرتبہ ہند کے جاٹ مسلمانوں کے قیدی بنے، پھر بخوشی مسلمان ہوئے۔

جنگ ذات السلاسل کے دو برس بعد جنگ قادسیہ ہوئی جس میں ایرانیوں کی طرف سے سندھ کے راجہ کی فوج نے بھی حصہ لیا جس میں ہاتھی بھی شامل تھے۔ جنگ قادسیہ کے بعد جنگ نہاوند کا واقعہ ہوا۔ ایرانی گورنر ہرمزان نے جاٹوں کو بھی اپنی فوج میں بھرتی کیا، اور سندھ کے راجہ سے بھی مدد لی لیکن شکست کھا کر تستر پہنچا۔ وہاں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس کا محاصرہ کیا اور سندھی فوج یعنی جاٹوں سے مذاکرات کئے اور خلیفہ کی منظوری سے ان کی شرائط مان کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ (بعد میں ہرمزان گرفتار ہوا اور اس نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا)۔ یہ جاٹ ان جاٹوں کے ساتھ مل کر جو ۱۲ھ میں مسلمان ہو چکے تھے، عراق میں مقیم ہو گئے (اور عرب قبائل کے ساتھ دوستی اور مواخاۃ قائم کر لی یہ لوگ قوم زط کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت علیؓ کے دور میں بصرہ کے خزانہ کا محافظ دستہ اسی قوم زط سے تھا)۔

بعد میں کسریٰ کی سلطنت ختم ہوگئی اور سندھیوں نے چونکہ نہاوند، ذات السلاسل، قادسیہ، اور مکران میں مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا اس لئے ان پر حملے کا جواز پیدا ہو چکا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاہم حضرت عمرؓ نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامر نے عبدالرحمٰن بن سمرہ عامل مکران کو اجازت دی کہ سندھی فوج کو جو راجہ چچ کے سبب سرحد مکران پر جمع ہو کر حملہ کی دھمکی دے رہی تھی، نکال دے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن سمرہ نے سندھی فوجوں کو بھگا دیا اور مکران سے سرحد کیکان تک کا تمام علاقہ چھین لیا۔ پھر اسی مفتوحہ علاقے میں (جسکی مشرقی سرحد بلوچستان کے مشرقی پہاڑوں پر ختم ہوتی تھی) ایک بغاوت برپا ہوئی جس کو سندھ کے راجہ نے امداد پہنچائی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے ۳۸ھ میں حارث بن مرّہ نامی سردار نے عامل مکران کے حکم سے ایک ہزار سواروں سے حملہ کیا اور دشمن کو شکست دے کر امن و امان بحال کیا۔ ۴۱ھ۔۴۲ھ میں پھر اس علاقے میں سرکشی کے آثار نظر آئے تو حضرت امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن سوار عبدیؓ کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ بطور سرحدی محافظ دستہ کے مشرقی سرحد پر قیام کا حکم دیا۔ یہاں باغیوں نے انہیں شہید کر دیا۔ اس کے بعد سنان بن سلمہ مقرر ہوئے کچھ دنوں بعد راشد بن عمر مقرر ہوئے۔ راشد ایک معرکہ میں شہید ہوئے اور سنان دوبارہ مامور ہوئے۔

کابل اور قندھار کے باغیوں نے سندھ کے راجہ کی عمل داری میں پناہ لی تو ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ کابل سے دریائے سندھ کے کنارے تک آئے اور ان کا تعاقب ملتان (جو سلطنت سندھ کا حصہ تھا) تک کیا، پھر ان کو حکم بن عمرو غفاری کی طلب پر یہاں واپس جا کر بلخ اور ماوراء النہر کی مہموں میں شریک ہونا پڑا۔ یوں مہلب والہ حملہ سندھ مؤثر نہ ہو سکا، تاہم مسلمانوں نے بلوچستان کے اس حصہ کو جو مکران سے کیکان تک وسیع تھا اپنے قبضہ میں رکھا اور چونکہ کچھ دنوں یہ علاقہ سندھ کے راجہ چچ کی حکومت میں رہ چکا تھا اس لئے وہ اس علاقہ کو ملک سندھ کے نام سے تعبیر کرتے اور یہاں کے عاملوں کو ملک سندھ کا عامل کہتے رہے۔ راجہ چچ ۵۵ھ میں فوت ہوا۔ اس کا جانشین راجہ چندر مسلمانوں کے ساتھ مصالحانہ رویہ رکھتا تھا اس لئے اس کے دور میں (یعنی ۶۳ھ تک) مسلمانوں نے سندھ پر کوئی حملہ نہیں کیا۔ (۶۳ھ میں راجہ داہر حکمران ہوا)۔

عبدالملک کے گورنر کوفہ و بصرہ، حجاج نے ۷۵ھ میں سعید بن اسلم کلابی کو مکران کا عامل مقرر کر کے بھیجا۔ اس سے چند روز پیشتر بعض فوجی سردار حجاج سے ناراض ہو کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سرکشی اختیار کر چکے تھے۔ سعید بن اسلم نے مکران پہنچ کر سرکشوں کے سردار کو گرفتار اور قتل کیا۔ ادھر قبیلہ بنی سامہ کے دو شخص حقیقی بھائی محمد بن حارث اور معاویہ بن حارث علافی، سعید بن اسلم سے رشتہ داری رکھتے تھے لیکن مقتول سردار کے بھی رشتہ دار تھے۔ انہوں نے مخالفین کو جمع کیا اور علاقہ مکران کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا۔ سعید بن اسلم مقابلے پر آیا اور قتل ہوا۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے عبدالرحمٰن بن عشا کو علافیوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ علافیوں نے اسے بھی شکست دے کر قتل کر دیا۔ اس کے بعد حجاج نے مجاعہ بن سعید تمیمی کو بھیجا۔ تب علافیوں نے پہاڑوں میں پناہ لی۔ مجاعہ ایک سال بعد فوت ہو گیا۔ پھر حجاج نے محمد بن ہارون کو مکران اور سرحد ہند کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے پانچ سال تک علافیوں کا پہاڑوں اور صحراؤں میں تعاقب کیا۔ بالآخر محمد بن حارث ۵۰۰ کی جمعیت کے ساتھ سلطنت اسلامیہ کی حدود سے نکل کر ۸۵ھ میں راجہ داہر کے پاس چلا گیا۔ اس پر حجاج نے عبدالملک سے داہر کے خلاف کاروائی کی اجازت مانگی۔ عبدالملک نے اسے منظور کرنے میں تامل کیا۔ ادھر محمد بن حارث علافی نے اپنی شجاعت کے جوہر دکھا کر راجہ داہر کے دارالسلطنت الور کو اس کے ایک قوی دشمن کے پنجے سے بچا کر وزارت کا عہدہ حاصل کر لیا۔

ادھر جزیرہ سراندیپ اور علاقہ مالابار میں کافی مسلمان آباد تھے۔ سراندیپ کے راجہ نے حجاج کی عنایات کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے آٹھ جہازوں کا بیڑہ تیار کیا، ان میں کئی قیمتی تحائف بار کئے گئے۔ وہاں کے رہنے والے کئی مسلمان تجارت اور حج کیلئے ان جہازوں میں سوار تھے۔ بعض سوداگر جو فوت ہو گئے تھے ان کے پس ماندگان بھی ملک عرب واپس جانے کیلئے ان جہازوں میں سوار ہوئے۔ جب بیڑہ بحر عمان میں داخل ہونے لگا تو بادمخالف نے ان کو ساحل دیبل پر پہنچا دیا جو داہر کا ایک شہر تھا۔ یہاں جہازوں کو لوٹا گیا اور عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔ حجاج کو خبر پہنچی تو اس نے مطالبہ کیا کہ جہاز مع سامان واپس کئے جائیں؛ قیدیوں کو آزاد کر کے ہمارے پاس بھیجا جائے؛ اور ذمہ داروں کو سزا دی جائے۔

داہر نے جواب دیا کہ جہاز لوٹنے والوں پر میرا بس نہیں چلتا، تم خود ان سے قیدی چھڑا لو اور سامان واپس لے لو۔ اس پر حجاج نے ولید سے لڑائی کی اجازت لی اور پہلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن نا بہان اسلمی کو مختصر فوج دے کر روانہ کیا کہ دیبل پر قبضہ کر لے۔ عبداللہ اسلمی ابھی دیبل نہیں پہنچا تھا کہ راستے ہی میں داہر کے بیٹے کیشب (جے سیہ) نے جنوبی بلوچستان میں پیش قدمی کر کے اس کا مقابلہ کیا جس میں عبداللہ اسلمی مارا گیا اور اسلامی فوج کو شکست ہوئی۔ اس پر حجاج نے بدیل مجائی کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا اور محمد بن ہارون عامل مکران کو اس کی حسب ضرورت مدد کا لکھا۔ بدیل ابھی دیبل نہیں پہنچا تھا کہ کیشب بن داہر نے زبردست فوج اور ہاتھیوں کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا۔ بدیل مع کثیر لشکریوں کے شہید ہوا۔ پھر حجاج نے دوبارہ دربار خلافت میں لکھ کر بڑے پیمانے پر کاروائی کی منظوری لی اور محمد بن قاسم کو بھیجا۔ اس کے ساتھ ملک شام کے چھ ہزار تجربہ کار سپاہی تھے۔ یہ لشکر شیراز سے مکران پہنچا جہاں محمد بن ہارون نے اس کا استقبال کیا اور اپنی تین ہزار فوج کے ساتھ شامل لشکر ہوا۔ مکران سے لشکر ارمن بیلہ پہنچا جہاں داہر کا لشکر موجود تھا جو شکست کھا کر فرار ہوا۔ اسی جگہ محمد بن ہارون فوت ہوا... پھر دیبل کا محاصرہ کیا وہاں کیشب نے بہادری سے مقابلہ کیا اور شکست کھائی (جو شخص سب سے پہلے فصیل دیبل پر چڑھا وہ خزیمہ کوفی اور اس کے بعد دوسرا عجل بن عبدالملک بصری تھا)... دیبل فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے وہاں کا حاکم ایک پنڈت کو مقرر کیا جس نے کما حقہ اسلام سے واقف ہونے کے بعد اسلام قبول کر لیا اور مولائے اسلام یا مولانا اسلامی کا خطاب پایا، محمد بن قاسم نے اسے سفارت کیلئے منتخب کیا اور ان کے ہمراہ ایک شامی سردار کو داہر کے پاس روانہ کیا... (آئینہ حقیقت نما۔ ص ۱۱۴-۱۱۸ ملخصاً)

(۴) سندھی ترجمہ قرآن

چوتھی صدی ہجری کے مشہور سیاح اور جہاز ران بزرگ بن شہریار ناخدا رامہرمزی نے اپنی کتاب عجائب میں عبداللہ بن عمر (ہباری) کے زمانے کا درج ذیل واقعہ لکھا ہے:

مجھ سے ابومحمد حسن بن عمرو بجیرمی نے بصرہ میں بیان کیا کہ جب میں ۲۸۰ھ میں منصورہ میں تھا تو وہاں کے بعض معتبر شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ کشمیر کے اطراف میں الور کا راجہ مہروق بن رائق ہند کے نامی بادشاہوں میں سے تھا۔ اس نے ۲۷۰ھ میں حاکم منصورہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ وہ راجہ کے لئے اسلامی شریعت اور احکام کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی زبان میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کرے۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز (ہباری) نے ایک عالم فاضل کو بلایا جو منصورہ میں رہتا تھا۔ اس کا خاندان عراق کا تھا۔ یہ عالم ذہین و طباع اور معاملہ فہم ہونے کے ساتھ عربی زبان کا اچھا شاعر بھی تھا، اس کی نشو ونما ہند میں ہوئی تھی اور وہ یہاں کی مختلف زبانوں سے واقف تھا۔ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے الور کے مہاراجہ مہروق بن رائق کی بات اس کے سامنے رکھی اس نے راجہ کی خدمت میں حاضری سے پہلے ایک قصیدہ لکھ کر بھیج دیا۔ اس نے قصیدہ میں اپنی ان ضروریات کا تذکرہ کیا تھا جو مہاراجہ کے پاس جانے کے لئے درکار تھیں۔ جب یہ قصیدہ راجہ کو سنایا گیا تو وہ بہت خوش ہوا اور عبداللہ بن عمر کو لکھا کہ اس قصیدہ لکھنے والے عالم کو فوراً بھیج دیا جائے، چنانچہ عبداللہ بن عمر نے اس عالم کو راجہ کے پاس الور بھیج دیا جہاں وہ تین سال تک مقیم رہا۔ جب منصورہ واپس آیا تو عبداللہ بن عمر نے راجہ کے بارے میں دریافت کیا۔ عالم نے پوری تفصیل بیان کی اور کہا میں نے راجہ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ قلب و زبان سے تو وہ مسلمان ہو گیا ہے مگر حالات کی نزاکت اور سلطنت کے خیال سے اپنے اسلام کا اظہار نہیں کر سکا ہے۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ راجہ نے مجھ سے قرآن کی تفسیر ہندی زبان میں بیان کرنے کی فرمائش کی تو میں نے یہ کام بھی کیا ... راجہ نے اپنے لئے ایک مخصوص کمرہ بھی بنوایا تھا جس میں وہ تنہا داخل ہو کر نماز پڑھتا تھا اور کسی دوسرے کو اس کی اطلاع نہیں ہوتی تھی۔ ارکان دولت سمجھتے تھے کہ راجہ مہمات سلطنت اور ذاتی معاملات میں غور و فکر کے لئے اس کمرے میں جایا کرتا ہے۔ اس درمیان میں راجہ نے مجھے تین بار ہدیہ میں سونا دیا جس کی مجموعی تعداد چھ سو سیر تھی۔ (عجائب الہند طبع یورپ)۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد قاضی اطہر مبارک پوری نے لکھا ہے:

واضح ہو کہ اس زمانہ میں مہاراجگان الور سلاطین منصورہ کی ماتحتی میں ان کے باج گزار بن کر حکومت کرتے تھے اور الور میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد تھی اور اسلامی شان و شوکت برپا تھی۔ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ص ۹۱۔۹۳)

جناب ابوظفر دسنوی نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے:

۲۷۰ھ میں یہاں (الور) کے ایک ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں نے مہروک بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رائک لکھا ہے ، منصورہ کے حاکم عبد اللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی کہ سندھی (ہندی) زبان میں مذہب اسلام کی تعلیمات لکھ کر بھیج دے ۔عبداللہ ہباری نے یہ کام ایک شخص کو دیا جو درحقیقت عراقی تھا مگر اس کی پرورش منصورہ میں ہوئی ۔ وہ بڑا ذہین اور سمجھ دار تھا اور اس ملک کی متعدد زبانوں سے واقفیت رکھتا تھا۔اس نے ایک قصیدہ تیار کیا جس میں وہ تمام امور بیان کئے جو راجہ چاہتا تھا ۔عبداللہ ہباری نے اس قصیدہ کو راجہ مہروک کے پاس بھیج دیا ۔ راجہ نے سن کر پسند کیا اور عبداللہ سے کہا کہ شاعر کو اس کے دربار میں بھیج دیا جائے ۔ چنانچہ عبداللہ نے اسے بھیج دیا جو وہاں تین سال رہا ۔ واپسی تک راجہ اس سے خوش رہا۔ ۲۷۳ھ میں جب وہ عبداللہ ہباری سے ملا تو راجہ کے متعلق سوال کرنے پر اس نے کہا کہ جس وقت میں وہاں سے واپس آ رہا تھا تو راجہ سچے دل سے مسلمان تھا لیکن سلطنت چھن جانے کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرسکتا تھا ۔اس نے مزید بتایا کہ راجہ نے اس سے سندھی زبان میں قرآن کی تفسیر لکھنے کی بھی فرمائش کی ، وہ روزانہ تھوڑی تھوڑی تفسیر لکھتا اور راجہ کو سناتا ....سندھی شاعر کا بیان ہے کہ راجہ نے تین دفعہ کر کے چھ سو من سونا اسے دیا۔ (تاریخ سندھ۔دسنوی۔ص ۱۹۵۔۱۹۶)

جناب سید سلیمان ندوی بتاتے ہیں:

قرآن پاک کا پہلا ہندی ترجمہ... ہندی میں یا سندھی میں ایک ہندو راجہ کے حکم پر کیا گیا۔۲۷۰ھ میں الرا کے راجہ مہروگ نے جس کا راج کشمیر بالا (کشمیر) اور کشمیر زیریں (پنجاب) کے بیچ میں ہے اور جو ہندوستان کے بڑے راجاؤں میں ہے ۔ اس نے منصورہ کے امیر عبداللہ بن عمر کو لکھ بھیجا کہ کسی ایسے شخص کو میرے پاس بھیجئے جو ہندی میں ہم کو اسلام کا مذہب سمجھا جا سکے ۔منصورہ میں عراق کا ایک مسلمان تھا جو بہت تیز طبیعت سمجھ دار اور شاعر تھا ۔ چونکہ ہندوستان میں پلا تھا اس لئے یہاں کی مختلف زبانیں وہ جانتا تھا۔امیر نے اس سے راجہ کی خواہش کا اظہار کیا ۔ وہ تیار ہوا....وہ راجہ کے دربار میں تین سال رہا اور اس خواہش سے اس نے قرآن کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ۔ راجہ روزانہ ترجمہ سنتا تھا اور اس سے بے حد متاثر ہوتا تھا (عجائب الہند ص ۴)

(عرب و ہند کے تعلقات ۔ص ۲۴۱۔۲۴۲)

جناب اعجاز الحق قدوسی نے لکھا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک عراقی عالم نے جو منصورہ میں رہتے تھے اور سندھی زبان پر بھی عبور رکھتے تھے سندھ کے راجا کے لئے عقائد اسلام کو منظوم کیا تھا۔ پھر جب اس کے دربار میں پہنچے تو اس کو قرآن مجید کا ترجمہ باقاعدہ سندھی زبان میں پڑھایا۔ اور اس کی فرمائش پر قرآن مجید کا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ یہ قرآن مجید کا پہلا ترجمہ تھا جو سندھی زبان میں ہوا۔

(تاریخ سندھ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۴۔۳۱۵)

جناب محمد اسحاق بھٹی بتاتے ہیں:

اصل روایت ابو محمد حسن بن حمویہ بن حرام بن حمویہ نجیدی سے ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ۲۸۸ھ میں سندھ کے شہر منصورہ میں مقیم تھا وہاں کے بعض ثقہ لوگوں نے مجھے بتایا کہ ۲۷۰ھ میں سندھ کا والی عبداللہ بن عمر ہباری مقرر ہوا۔ ۲۷۰ھ ہی میں سندھ کے ایک شہر، ارور کے ہندو راجہ نے جس کا نام عربوں کے نزدیک مہروک بن رائک تھا، عبداللہ بن عمر ہباری سے درخواست کی ..... الخ۔ (فقہائے ہند ج ۱۔ ص ۸۹۔۹۱ بحوالہ عجائب الہند۔ بزرگ بن شہریار (مع فرانسیسی ترجمہ) ص ۲ تا ۴ طبع ۱۸۸۶ء)

اور مترجم کے بارے میں لکھتے ہیں:

سندھ کا یہ ایک گم نام عالم اور مفسر تھا اور جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے غیر عربی زبانوں میں سندھی وہ پہلی زبان ہے جس کو قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر کرنے اور اسلامی تعلیمات کو اشعار کے قالب میں ڈھالنے کا فخر حاصل ہوا (فقہائے ہند۔ ج اول۔ ص ۹۱)

ہمیں معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ مکمل تھا یا نامکمل، اور یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ ترجمہ لکھا گیا یا زبانی درس کی صورت میں ہی رہا۔ اگر لکھا گیا تو کہاں گیا؟ اور ہمیں اس مترجم قرآن کا نام بھی معلوم نہیں۔ نیز سونے کی مقدار میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ عجائب الہند سے نقل کرتے ہوئے جناب مبارک پوری چھ سو سیر سونا کہتے ہیں اور اور اسی کتاب سے دسنوی نقل کرتے ہوئے سونے کو چھ سو من بتاتے ہیں۔ ویسے من کا مطلب ۴۰ سیر یا ۴۰ کلوگرام نہیں ہے بلکہ اس دور میں ۴۶ تولے وزن کو عربی من کہتے تھے۔ اور یوں تین من تقریباً دو سیر انگریزی کے برابر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ سندھ۔ دسنوی۔ کے صفحہ ۲۴۳ میں وضاحت موجود ہے۔

۲۷۱ھ میں جب مترجم راجہ کے پاس بھیجا گیا، اس وقت عبداللہ بن عمر ہباری کو منصورہ کا حکمران بتایا جاتا ہے، مترجم تین سال بعد واپس آئے تو اس کی ملاقات موسیٰ بن عمر سے ہوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیے نہ کہ عبداللہ بن عمر ہباری سے کیونکہ اس وقت موسیٰ بن عمر ہباری حکمران تھا۔ جیسا کہ روایت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے:

أهدى موسى بن عمر بن عبدالعزيزالهبارى صاحب السند الى المعتمد على الله فى سنة احدى وسبعين و مأتين هدية ۔ کہ سندھ کے حاکم موسیٰ بن عمر بن عبدالعزیز نے ۲۷۱ھ میں خلیفہ معتمد کی خدمت میں ہدیہ بھیجا)

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں ۔ص ۹۳۔۹۴)

اور مزید یہ کہ اس ترجمہ کو کسی مسلمان نے دیکھا، نہ سنا، نہ نقل کیا۔ الور ہباریوں کی باجگذار ریاست تھی اور منصورہ سے شائد دو فرسخ کی مسافت پر۔ وہاں کے حالات معلوم کرنے کے لئے کسی دور دراز سفر کی ضرورت نہ تھی اور ویسے بھی بتایا جاتا ہے کہ اس ریاست میں مسلمان بھی کافی تعداد میں مقیم تھے، اس لئے مسلمانوں کی باہم آمد و رفت بھی رہتی ہوگی۔ اس ماحول میں اس ترجمے اور اس کے مترجم کا مجہول رہ جانا عجیب سی بات ہے۔

نیز ہباری دور کی ریاست الور ایک مختصر سی ریاست تھی، کسی زمانہ گذشتہ کی بہت بڑی ریاست نہ تھی جس کا راجہ چھ سو سیر یا چھ سو من سونا اس خدمت پر مترجم کو دے سکتا۔

(۵) پیرومل، سر باتک، رتن

راجہ پیرومل:

قاضی اطہر مبارکپوری لکھتے ہیں دوسری صدی کے خاتمہ پر مالا بار کے راجہ پیرومال نے اسلام قبول کیا جسے عربی میں سامری کہا جاتا ہے۔ اس واقعہ نے ملیبار، کوچین اور کیرالا وغیرہ میں اشاعت اسلام میں مدد دی۔ سامری کی شخصیت جنوبی ہند کی قدیم اسلامی تاریخ میں بڑی پرکشش ہے اور اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں مشہور ہیں۔ زین الدین عبدالعزیز معبری ملیباری نے تحفۃ المجاھدین فی بعض اخبار البرتکالیین میں سامری کے اسلام لانے اور جنوبی ہند میں اسلام کے پھیلنے کا حال تفصیل سے لکھا ہے یہ کتاب ۹۹۳ھ میں لکھی گئی، اس نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ادھر آئی، ساحلی شہر کدنگلور (کرن گنور) (کوچی سے کوئی ۵۰ کلومیٹر دور) سے گذری تو راجہ سامری نے انہیں دربار میں بلایا۔ اسلام کی باتیں سنیں اور خفیہ طور پر مسلمان ہوگیا، لیکن فقیروں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کہا کہ اسے خفیہ رکھو۔ پھر کچھ دنوں بعد ان کے ساتھ عرب روانہ ہوا۔ فندرینہ (پنڈ رانی) اور درفتن (دھرم پٹن) ہوتا ہوا عمان کے مقام شحر میں پہنچا۔ یہاں کچھ عرصہ رہ کر جماعت تیار کی جو ملیبار چل کر اسلام کی تبلیغ کرے، جس میں شرف بن مالک، مالک بن دینار اور مالک بن حبیب مشہور ہیں۔ چلنے سے پہلے راجہ بیمار ہو گیا اور شحر میں فوت ہو گیا۔ تینوں حضرات مالا بار آئے۔ راجہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کی آؤ بھگت کی۔ ان لوگوں نے اسلام کی تبلیغ کی، ہر جگہ مسجد بنائی۔ معبری کا کہنا ہے کہ ہمیں اس راجہ کی تاریخ کا پتہ نہیں مگر گمان یہ ہے کہ یہ راجہ دوسری صدی کے بعد تھا اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ راجہ عہد رسالت میں معجزہ شق القمر دیکھ کر مسلمان ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپسی پر مبلغین کی ایک جماعت لے کر چلا مگر شحر پہونچ کر فوت ہو گیا، تو یہ بات صحیح نہیں۔ آج کل (یعنی دسویں صدی) میں عوام میں مشہور ہے کہ یہ راجہ ظفار میں مدفون ہے نہ کہ شحر میں۔ تاریخ فرشتہ میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ عہد رسالت میں مسلمان ہوا۔ بعض مستشرقین بھی اسی کے قائل ہیں مگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ راجہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع میں تھا۔ بعض مغربی محققین نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ سامری (پیرو مال) ۲۵ اگست ۸۲۵ء (۲۱۰ھ) کو مالا بار سے نکلا اور ۸۲۷ء (۲۱۲ھ) کو ساحل عرب پر پہنچا اور ۸۳۱ء (۲۱۶ھ) میں فوت ہوا۔ اس کی موت کے دو سال بعد اس کے رفقاء ۸۳۳ء (۲۱۹ھ) میں نواح ملیبار پہنچے۔ تفصیل کیلئے دیکھو تحفۃ المجاہدین۔ ص ۱۲ تا ۱۷ (ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ۵۳)۔ راجہ سامری کے مسلمان ہونے اور اس کے عرب رفقاء کے مالا بار میں تبلیغ اسلام اور تعمیر مساجد کا زمانہ خلیفہ مامون کا دور ہے۔

راجہ سر باتک

مسعودی نے بتایا ہے کہ ۳۰۳ھ میں قنوج کی حکومت ملتان میں شامل ہو گئی اور یوں اس کا شمار عالم اسلام کی حدود میں ہونے لگا... قنوج کے راجوں نے مسلمانوں کی دل جوئی اور تالیف قلب کے واسطے اسلام اور مسلمانوں سے خصوصی تعلق ثابت کرنے کی کوشش کی... چنانچہ قنوج کے راجہ سر باتک نے جو ۳۳۳ھ میں فوت ہوا دعوی کیا کہ میری عمر بہت زیادہ ہے اور میں نے دو مرتبہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی ہے اور آپ ﷺ نے حذیفہ، اسامہ اور صہیب کو دعوت اسلام دینے کے لئے قنوج بھیجا جس پر میں نے لبیک کہہ کر اسلام قبول کیا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کے مکتوب گرامی کو بوسہ دیا، جیسا کہ اسحاق بن ابراہیم طوسی اور ابوسعید مظفر بن اسد حنفی طبیب و غیرہ نے خود سربا تک راجہ قنوج کی زبانی یہ بات سن کر بیان کی ہے۔

سربا تک راجہ قنوج کے دعوی صحابیت اور دعوت اسلام وغیرہ کی روایات کو حافظ ابن حجر نے الاصابہ میں نقل کر کے حافظ ذہبی کی تجرید اسماء الصحابہ کے حوالے سے اس واقعہ کی تکذیب کی ہے اور اس راجہ کے بیان کو کذب قرار دیا ہے۔

بابا رتن ہندی

چھٹی صدی ہجری میں بٹھنڈہ میں رتن ہندی نامی ایک معمر شخص نے صحابی رسول ہونے کا دعوی کیا اور آپ ﷺ کی طرف نسبت کر کے کچھ روایات بیان کیں جن کے مجموعہ کو رتنیات کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اور حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس کے دعوی کا ذکر کر کے اس کی تکذیب کی ہے۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵۰۔۲۵۱)

(۶) سید علی ہجویریؒ

۴۰۰ ہجری کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ قریباً پانچ سو سال بعد گنج بخش کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہ کہنا کہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے انہیں گنج بخش کہا، درست نہیں۔ قدیم تذکروں اور ملفوظات خواجگان چشت سے ہرگز اس کی تائید نہیں ہوتی۔

فوائد الفواد کی ایک روایت میں بتایا گیا ہے کہ

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے وقت کے قطب تھے۔ شیخ حسین زنجانی (سید علی ہجویری سے) پہلے سے لاہور میں مقیم تھے۔ کچھ مدت بعد ان کے پیر نے سید علی ہجویری سے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور وہیں مقیم ہو جاؤ۔ سید علی نے کہا کہ وہاں حسین زنجانی مقیم ہیں۔ پیر صاحب نے کہا تم جاؤ۔ جب علی ہجویری لاہور پہنچے تو رات کا وقت تھا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ لوگ حسین زنجانی کا جنازہ باہر لا رہے (فوائد الفواد فارسی طبع لاہور ص ۵۷)۔

جناب محمد اسحاق بھٹی نے بھی نقل کیا ہے کہ مشہور ہے کہ حسین زنجانی کی وفات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس روز ہوئی جب علی ہجویری لاہور آئے۔ (فقہائے ہند ج ا ص ۱۰۱)۔

فوائد الفواد کی یہ روایت نادرست معلوم ہوتی ہے۔ شیخ حسین زنجانی (مدفون چاہ میراں لاہور) کا سال وفات خزینۃ الاصفیاء میں ۶۰۰ھ اور تحقیقات چشتی میں ۶۰۶ھ ہے۔ ان کی لاہور آمد کے متعلق لکھا ہے کہ وہ سید یعقوب زنجانی کے ہمراہ آئے اور یعقوب زنجانی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ۵۲۵ھ میں وارد لاہور ہوئے۔ شیخ زنجانی کی قبر کا ایک کتبہ بھی بتایا جاتا ہے جس پر سن وفات ۶۰۰ھ کندہ تھا، جو مرمت کے وقت اتار دیا گیا۔ یوں شیخ حسین زنجانی مدفون چاہ میراں سید علی ہجویری سے قریباً ۱۳۰ سال بعد واصل بحق ہوئے اور ان سے خواجہ معین الدین اجمیری (م ۶۳۳ھ) نے لاہور میں ملاقات کی تھی۔ ان دونوں بزرگوں کی ملاقات کا ذکر معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ (کشف المحجوب مترجم دیباچہ از حکیم محمد موسیٰ۔ ص ۵۱۔۵۲)۔ سید علی ہجویری کی لاہور آمد ۴۶۰ھ کے بعد زیادہ قرین قیاس ہے۔ اور ان کا سال وفات ۴۶۵ھ سے ۴۶۹ھ ہے۔

(۷) امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ

شاہ ہمدان کا نام علی تھا۔ وہ بترجیح روایات ۷۱۳ھ (۱۳۱۳ء) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام شہاب الدین تھا جو ہمدان کے گورنر تھے۔ اپنے استاد شیخ محمود مزدقانی کی ہدایت پر آپ نے خوب سیاحت کی۔ ان اسفار میں مقربان خدا سے استفادہ اور اشاعت دین ہوتی رہی۔ کشمیر بھی آئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس وجہ امیر تیمور کی تہدید ہے۔ چنانچہ مرزا اکمل الدین محمد کامل بدخشی کشمیری ف ۱۱۳۱ھ نے لکھا

گر نہ تیمور شور و شر کردی کسے امیر این طرف گزر کردی

(بحر العرفان قلمی بحوالہ کشمیر میں اسلام کی اشاعت ص ۷۳۔ ڈاکٹر محمد فاروق بخاری۔ ص ۷۳)

مگر واقعات اس کے خلاف ہیں کیونکہ تیمور ۷۸۸ھ یا ۷۸۹ھ میں ایران و عراق کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا (یزدی۔ ظفر نامہ۔ جلد ا۔ ص ۲۸۷) جب کہ شاہ ہمدان ۷۸۶ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ لہٰذا امیر تیمور کی تہدید کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

شاہ ہمدان کے قریب العہد مورخ اور تذکرہ ان کی ایک ہی سیاحت کشمیر کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ سیاحت سلطان قطب الدین (۱۳۷۳ء۔ ۱۳۸۹ء) کے دور حکومت میں ہوئی ان کا سال قدوم بترجیح روایات ۷۸۵ھ ہے۔ سلطان قطب الدین اور اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے وزراء شاہ ہمدان اور ان کے رفقاء کو عزت و احترام کے ساتھ شہر لائے۔ سری نگر میں آپ نے موجودہ خانقاہ معلّٰی کے پاس قیام فرمایا اور وہاں ایک صفہ قائم کیا جہاں پہلی بار نماز با جماعت اور نماز جمعہ قائم کی۔ سلطان قطب الدین بھی یہیں پر حاضر خدمت ہوتے تھے۔ اس دور میں کشمیر میں مسلمان اقلیت میں تھے۔ لباس، رہن سہن، اطوار میں ہندوؤں سے کوئی فرق نہ تھا۔ قطب الدین نے.. دو سگی بہنوں سے شادی کر رکھی تھی۔ شاہ ہمدان نے کڑی نکتہ چینی کی تو ایک کو طلاق دی۔

شاہ ہمدان نے اپنے ساتھیوں کو تبلیغ کے لئے کشمیر کے گوشوں میں بھیجا اور مراکز تعمیر کرائے۔ ان کے علم و فضل، زہد و ورع، تہذیب و اخلاق کا اثر ہوا اور بہت لوگ مسلمان ہوئے۔ شاہ ہمدان نے کشمیر کا تعلق ان ممالک سے قائم کیا جو اسلام اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھے۔ خود کتابیں لکھیں، رفقاء نے بھی لکھیں اور وسط ایشیاء سے بھی ساتھ لائے۔ وہ خود مسلکاً شافعی تھے۔ اگر چاہتے تو یہاں بھی بغیر کسی ادنی مشکل اس مسلک کو پھیلاتے، مگر چونکہ ان کے پیش رو مبلغ سید شرف الدین عبدالرحمٰن بلبل نے حنفی ہونے کی وجہ سے یہاں اسی مسلک کی تبلیغ کی تھی اس لئے سید ہمدانی نے اسی مسلک کو برقرار رکھا اور اسی کے مطابق لوگوں کو عبادت و عقائد کی تعلیم دی (کشمیر میں اسلام کی اشاعت۔ ڈاکٹر محمد فاروق خان بخاری۔ ص ۱۲۳)۔

شاہ ہمدان ۷۸۶ھ میں واپس ہوئے ۶ ذی الحج ۷۸۶۔ ۱۹ جنوری ۱۳۸۵ء کو انتقال فرمایا۔ میت ختلان لے جائی گئی اور ۲۵ جمادی الاول ۷۸۷۔ ۱۲ جولائی ۱۳۸۵ء کو وہاں سپرد خاک ہوئی۔ (المعارف، لاہور۔ جولائی اگست ۱۹۸۸ء)۔

(۸) صوفیاء اور تبلیغ اسلام

ہندوستان میں صوفیاء کی تبلیغ اسلام کے ضمن میں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس سلسلے کی بعض روایات مبالغہ آمیز ہیں۔ مثلاً

۱۔ شیخ محمد اکرام نے بحوالہ جناب رحمان علی لکھا ہے:

تاریخی کتابوں میں سب سے پہلے جس مبلغ اسلام کا نام آتا ہے وہ شیخ اسماعیل لاہوری تھے جو یہاں اس زمانے میں آئے جب ابھی لاہور میں ایک ہندو راجا حکمران تھا۔ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شائد سلطان محمود غزنوی کو خراج دیتا تھا لیکن سلطان نے ابھی لاہور میں اپنا نائب نہیں مقرر کیا تھا۔ شیخ اسماعیل بخاری سید تھے اور علوم ظاہری اور باطنی دونوں میں دسترس رکھتے تھے۔ ان کی نسبت لکھا ہے کہ واعظین اسلام میں وہ سب سے پہلے بزرگ تھے جنہوں نے لاہور شہر میں، جہاں وہ ۱۰۰۵ء میں آئے تھے، وعظ کیا۔ ان کی مجلس وعظ میں سامعین کا ہجوم ہوتا تھا اور ہر روز صدہا لوگ خلعت اسلام سے مشرف ہوتے تھے۔

تذکرہ علمائے ہند میں لکھا ہے:

ازعظمائے محدثین ومفسرین بود۔ اول کسے است کہ علم تفسیر وحدیث بہ لاہور آوردہ۔ ہزار ہا مردم در مجلس وعظ وے مشرف باسلام شدند۔ در سال چہارصد وہشت ہجری در لاہور درگذشت۔ (آب کوثر۔ص ۷۵)

ہر روز صدہا مسلمان ہوں تو ایک سال میں کم وبیش تیس ہزار ہندو مسلمان ہونے چاہئیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس دور میں لاہور کی کل آبادی بھی شائد اتنی ہی ہوگی۔ ویسے بھی یہ محدث ہیں، صوفیاء میں سے نہیں۔ جیسا جناب اطہر مبارکپوری نے لکھا ہے کہ

آپ کو حدیث وتفسیر میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ حدیث وتفسیر کے علوم پہلی بار آپ کے ذریعہ لاہور میں عام ہوئے۔ لاہور ہی میں ۴۴۸ھ میں فوت ہوئے۔

(ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ص ۲۵۳)

۲۔ جناب محمد زکریا کاندھلویؒ نے خواجہ معین الدینؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ

وہ باتفاق اہل تواریخ ۵۳۷ھ ایران کے علاقہ سیستان .. میں پیدا ہوئے۔ آپ ہندوستان کے امام الطریق تھے۔ آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا اور سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ ہی سے پھیلا اور ہندوستان میں نوے لاکھ آدمی آپ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ دس محرم ۵۶۱ھ کو اجمیر رونق افروز ہوئے۔ حضرت کثیر المجاہدہ تھے۔ ستر (۷۰) سال رات کو نہیں سوئے۔ (تاریخ مشائخ چشت۔ص ۱۶۶۔۱۶۹)

خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے ہاتھ پر ۹۰ لاکھ افراد کے مسلمان ہونے کی بات بعض دیگر بزرگوں نے بھی لکھی ہے، لیکن اس کے بے بنیاد ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ ان کی وفات کے وقت پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی کل آبادی بھی ۹۰ لاکھ نہیں تھی۔ اور یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ اگر ساتویں صدی کے نصف اول میں صرف خواجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجمیری کے ہاتھوں مسلمان ہونے والوں کی تعداد ۹۰ لاکھ ہو چکی تھی تو اس کے سات صدی بعد یعنی چودھویں صدی کے نصف میں ان کی تعداد ۲۱ مرتبہ دوگنا ہو جانی چاہیے۔ اور یہ تعداد اتنی ہو جاتی ہے کہ پوری دنیا کی آبادی سے بھی زیادہ ہے۔

یہ تو بعض روایات کا حال ہے، دوسری طرف جب ہم صوفیا کے مستند تذکروں کو دیکھتے ہیں تو ان مبالغہ آرائیوں کے لئے کوئی وجہ جواز نظر نہیں آتی۔ فوائد الفواد خواجہ نظام الدین دہلوی کے ملفوظات اور ان کی مجالس کی کاروائیاں ایک شریک مجلس کی زبانی بیان ہوئی ہیں لیکن آپ کی کسی مجلس میں کسی غیر مسلم کے مسلمان ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ ایک مجلس کے حال میں لکھا ہے:۔

حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ ایک ہندو ہے وہ کلمہ پڑھتا ہے خدا کی وحدانیت اور رسول ﷺ کی رسالت کو مانتا ہے۔ لیکن مسلمان آتے ہیں تو خاموش ہو جاتا ہے اس کا انجام کیسے ہوگا؟ حضرت خواجہ (نظام الدین) نے فرمایا اس کا معاملہ حق تعالیٰ سے ہے۔ حق تعالیٰ جو چاہے اس سے کرے۔ اگر چاہے تو اسے بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔ اس معنی ومفہوم کی مناسبت سے آپ نے فرمایا کہ بعض ہندو جانتے ہیں کہ اسلام حق ہے لیکن وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ (فوائد الفواد۔ ص ۲۷۸۔۲۷۹)۔

ایک اور مجلس کے حال میں لکھا ہے:۔

ایک غلام جو آپ کے مریدوں میں سے تھا وہ اپنے ساتھ ایک ہندو کو بھی لایا اور کہا یہ میرا بھائی ہے۔ جب وہ دونوں بیٹھ گئے حضرت خواجہ (نظام الدین) نے اس غلام سے پوچھا کیا تمہارے اس بھائی کا اسلام کی طرف بالکل میلان نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ میں اسے حضرت مخدوم کی خدمت میں اسی لئے لایا ہوں کہ وہ آپ کی نظر کی برکت سے مسلمان ہو جائے۔ حضرت خواجہ (نظام الدین) یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ ان لوگوں کا دل کسی کے قول سے متاثر نہیں ہوتا لیکن اگر انہیں صحبت صالح مل جائے تو امید ہو سکتی ہے کہ اس صحبت کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائیں۔ (فوائد الفواد۔ ص ۳۴۷)

جو مسلمان ہو جاتے تھے، ان کی تعلیم وتربیت کا بھی کوئی مناسب انتظام نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے بہت سے نومسلم نام ہی کے مسلمان ہوتے تھے جیسا کہ جناب یوسف سلیم چشتی نے بتایا ہے کہ بعض اوقات ہزاروں کی تعداد میں ہندوؤں نے اسلام قبول کیا ہوگا، مسلمان علماء نے انہیں کلمہ پڑھا دیا اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برائے نام مسلمان ہوگئے لیکن شرک وتوہم پرستی سے نہ نکل سکے۔ جہانگیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کشمیر جارہا تھا۔ دریائے جہلم کے کنارے قیام کیا۔ دوران قیام مجھے معلوم ہوا کہ یہاں کے مسلمان اپنے مردوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ چتا پر جلاتے ہیں اور اپنی مسلمان لڑکیوں کی شادی ہندوؤں کے ساتھ بھی کر دیتے ہیں۔ (اور) ...۱۹۱۱ء کی رپورٹ مردم شماری میں لکھا ہے: ملکانہ راجپوتوں میں جو بظاہر مسلمان ہیں، ابھی تک بہت سی رسوم ہندو مذہب کی موجود ہیں۔ یہ لوگ ہنود کے سے نام رکھتے ہیں، مندروں میں جاتے ہیں، دیوتاؤں سے استمداد کرتے ہیں۔ سلام کی جگہ وہی رام رام بولتے ہیں، بس مردوں کو دفن کر دیتے ہیں (شاہ اسماعیل شہید۔ص ۱۵۶۔۱۵۷)

جناب ڈاکٹر مبارک علی نے ہند میں اشاعت اسلام کے اسباب و ذرائع پر بحث کر کے اپنی رائے یوں بیان کی ہے:

ہندوستان میں اشاعت اسلام کے بارے میں ایک بات بڑے وثوق سے کہی جاتی ہے اور اسے اسی طرح بغیر سوچے سمجھے تسلیم کرلیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام صوفیاء کے ذریعہ پھیلا..حالانکہ..ہندوستان میں اسلام اول جنوبی ہندوستان میں تاجروں کے ذریعہ پھیلا، پھر سندھ میں عربوں کی فتح کے بعد اور آخر میں ترکوں کی فتح کے بعد شمالی ہندوستان میں آیا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل یہاں جو مذہبی سیاسی سماجی اور اقتصادی حالت تھی اس کی بنیاد ذات پات تھی۔ معاشرے کے مختلف طبقے مختلف ذاتوں اور طبقوں میں تقسیم تھے۔ ذات پات کی تقسیم میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں تھی کہ کوئی شخص اپنی صلاحیت کے ذریعے معاشرے میں کوئی اعلیٰ مقام حاصل کر سکے۔ یہاں انسان کی پیدائش ہمیشہ کے لئے اسے ایک نہ تبدیل ہونے والا سماجی مقام اور مرتبہ دیتی تھی جس سے چھٹکارا پانا یا تبدیل کرنا اس کے لئے ایک ناممکن امر تھا... جب اسلام ان کے معاشرے میں آیا تو ان کے لئے ایک راستہ نکل آیا... جب اعلیٰ ذات کے ہندوؤں سے رسم ورواج کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو بدنامی سے بچنے کے لئے اسلام قبول کر لیتے۔ محمود بنگلوری نے ملی بار کے حوالے سے یہ بات لکھی ہے کہ. رسم ورواج کے خلاف نائر جب کسی فعل کے مرتکب ہوتے تو اس بدنامی سے بچنے کے لئے یا تو وطن چھوڑ کر ایسی جگہ چلے جاتے جہاں ان سے کوئی واقف نہیں یا اسلام قبول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر لیتے ۔ پولیوں کے لئے بھی اس ذلت سے بچنے کا طریقہ صرف قبول اسلام ہے ۔ (محمود بنگلوری ۔ تاریخ جنوبی ہند ۔ لاہور ۔ ۱۹۴۷ء ص ۵۸)...

جنوبی ہند میں نائر اعلی ذات والے تھے جب کہ پولی ادنی ذات کے تھے ۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام سے پہلے اس رسم ورواج سے چھٹکارا پانے کی ایک ہی صورت جلا وطنی تھی ۔ اسلام کے بعد جلا وطنی کے ساتھ عقیدہ کی تبدیلی کی بھی آزادی ملی ۔ چونکہ وطن چھوڑ کر جانا ہر ایک کے لئے مشکل ہوتا ہے اس لئے جب مسلم تاجر وہاں آئے اور انہوں نے اپنی بستیاں علیحدہ سے بسائیں تو اس صورت میں ان کے لئے یہ آسان طریقہ تھا کہ اسلام قبول کر کے ان کے معاشرے کا حصہ بن جائیں ۔

اس کے علاوہ جنوبی ہند میں تاجروں کی آمد، رہائش، میل جول شادی بیاہ کنیزوں کی خریداری اور ان سے اولاد کا ہونا، وہ ذرائع تھے جن کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ان حقائق اور شواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جنوبی ہند میں اسلام کی اشاعت کا سہرا تاجروں کے سر ہے، صوفیا کے نہیں ۔

جنوبی ہند کے بعد مسلمانوں کی آمد سندھ میں بحیثیت فاتح ہوئی ۔ محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والوں میں اگر چہ ہر طبقے کے لوگ تھے لیکن اکثریت بہر حال فوجیوں کی تھی ۔ اور سندھ میں اسلام اس وقت پھیلا جب یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوگئی ۔ اس قسم کے بہت سے واقعات ملتے ہیں کہ سندھ کے سردار یکے بعد دیگرے محمد بن قاسم کے پاس آئے اور اس لئے مسلمان ہوئے تا کہ ان کی قدیم حیثیت باقی رہے اور وہ معاشرے میں اپنی قدیم مراعات کو برقرار رکھ سکیں ۔ اس لئے جب حکمران طبقہ مسلمان ہوا تو عام لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی اور اس کے مذہب میں شامل ہو گئے ۔

شمالی ہندوستان میں اگر چہ مسلمان بحیثیت فاتح آئے اس کے باوجود یہاں کی اکثریت کو مسلمان نہیں کر سکے، کیونکہ اس علاقے میں برہمن ازم کی جڑیں انتہائی مضبوط تھیں، اور اس نے اسلام کا مقابلہ قوت کے ساتھ کیا ۔ دوسرے شمالی ہندوستان میں برہمن مراعات طبقہ تھا، جس کی مراعات کی بنیاد مذہب پر تھی، اس لئے اس نے اپنی مراعات اور اپنی حیثیت کے تحفظ کے لئے اپنے پیروکاروں کو مذہب پر برقرار رکھا اس لئے یہاں جو تبدیلی مذہب ہوئی وہ ادنی ذات کے لوگوں میں ہوئی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر ہندوستان میں اشاعت اسلام کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ملتی ہیں:

ہندوستان میں مسلمانوں کا سیاسی اقتدار قائم ہونے کے بعد ایک طبقہ ان لوگوں کا تھا جو اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر مسلمان حکومت سے تعاون کرنا چاہتے تھے تاکہ انہیں حکومت کی ملازمتیں، عہدے اور مناصب ملیں۔ دوسرے جاگیرداروں اور زمین داروں کا طبقہ تھا جو اپنی جاگیروں کا تحفظ چاہتے تھے اور یہ تحفظ تب ہی مل سکتا تھا جب وہ مسلمان ہو جاتے۔ نچلی ذات کے لوگ اس امید پر مسلمان ہوئے کہ اس صورت میں ان کا سماجی مرتبہ بڑھ جائے گا اور مسلمان معاشرے میں انہیں کوئی باعزت مقام مل سکے گا۔ وہ لوگ جو اپنی ذات و برادری سے خارج کر دیئے گئے تھے انہوں نے اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں پناہ لی۔ وہ لوگ بھی مسلمان ہوئے جن پر آپس کے میل جول اور خیالات کے تبادلے کا اثر ہوا۔

ایسے بھی تھے جو اسلام کا مطالعہ کرنیکے بعد خالص دینی جذبے کے تحت مسلمان ہوئے۔ اورنگ زیب کے زمانہ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ سردار، زمین دار یا جاگیردار زمین و جائیداد کے تحفظ کی خاطر مسلمان ہوئے۔ کان پور ڈسٹرکٹ کے کئی راجپوت زمین دار اسی طرح مسلمان ہوئے (ٹامس آرنلڈ، پریچنگ آف اسلام، لاہور، ص ۲۶۶) پنجاب کے گکھڑ، معزالدین غوری کے زیر اثر مسلمان ہوئے۔ ان کا سردار جب گرفتار ہو کر آیا تو اس سے کہا گیا کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کا علاقہ اور جائیداد اسے واپس مل جائیں گی۔ اسے یہ ترغیب بھی دی گئی کہ وہ اپنے قبیلے کو بھی مسلمان کرے۔ (آرنلڈ۔ص ۲۵۵)...

ہندوستان میں صوفیاء کو ہم دو طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ جو مذہبی لحاظ سے تنگ نظر تھے اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ایسے صوفیاء کا ہندوؤں کو اپنے اخلاق سے متاثر کرنا ایک مشکل کام تھا... دوسرے وہ صوفی تھے جو وحدت الوجود کے ماننے والے تھے اور جن کی نظر میں مذہب وعقیدے کی عزت تھی۔ یہ صوفی ذہنی لحاظ سے وسیع المشرب تھے.. ان کے نزدیک ہندو، مسلمان، بدھ، عیسائی سب برحق تھے۔ ان صوفیاء نے ہندوستان میں ہندو مسلم اشتراک کی تحریک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چلائی ۔ چشتیہ، قادریہ، امدادیہ، اورغوثیہ سلسلوں کے صوفیاء نے اس بات کی کوشش کی کہ تمام مذہبوں میں یک جہتی کے اصول تلاش کر کے ان میں ہم آہنگی پیدا کی جائے ۔ انہوں نے اس قسم کی کوئی تحریک نہیں چلائی کہ لوگوں کو ان کے مذہب سے چھڑا کر انہیں مسلمان کیا جائے ۔

ہندوستان میں بہت سے قبائل اور برادریاں اس بات کا دعوی کرتی ہیں کہ وہ کسی خاص بزرگ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس قسم کی روایات ایک خاص مقصد کے تحت وضع کی گئی ہیں ۔ اس ذریعہ سے وہ شائد اس بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہوں کہ وہ کسی لالچ اور جبر کے تحت مسلمان ہوئے، یا خود کو ان بزرگ سے منسوب کر کے مسلمان معاشرے میں بہتر مقام پیدا کرنا چاہتے ہوں ۔ مثلاً الور کے خانزادے اس بات کا دعوی کرتے ہیں کہ ان کے جد امجد ناھر بہادر فیروز شاہ تغلق کے عہد میں قطب الدین بختیار کاکی کے ہاتھوں مسلمان ہوا جب کہ دونوں شخصیتوں کے عہد میں تقریباً دوسو برس کا فرق ہے (محمد مخدوم تھانوی ۔ مرقع الور ۔ آگرہ ۱۸۷۶ء ص ۱۷۔۱۸)

.اسلام میں جب ملوکیت قائم ہوئی تو بادشاہوں اور حکمرانوں نے علماء صوفیا اور مشائخ کے اثرات کو کم کر دیا۔ انہیں یا تو مراعات دے کر اپنا ہم نوا بنا لیا، یا اقتدار سے محروم کر کے بے کار کر دیا۔ اقتدار سے محرومی کے بعد ردعمل کے طور پر اس طبقہ نے اپنی ایک علیحدہ اور آزادانہ حیثیت قائم کی اور خود کو بادشاہوں پر فوقیت دینے کیلئے مختلف ذرائع استعمال کئے اور اس بات کی کوشش کی کہ عوام کے ذہنوں میں اس بات کو راسخ کیا جائے کہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے ذمہ دار، لوگوں کے اخلاق کی تربیت کرنے والے اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلانے والے صرف وہ ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو معاشرے میں مذہب کو قائم کئے ہوئے ہیں ۔ (المیہ تاریخ ۔ ۵۸۔۶۵ ملخصاً)

(۹) باب اجتہاد کی بندش

جناب محمد لدھیانوی حنفی ایک فتوی میں کہتے ہیں:

ہم لوگ ان فقہاء میں سے نہیں ہیں جو مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے ذریعہ دخل دے سکیں، مثل حصاف اور طحاوی کے جو مجتہد فی المسائل فقہاء کے طبقہ ثالثہ سے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہم مثل امام رازی وغیرہ کے طبقہ رابعہ اصحاب تخریج سے ہیں جو ایک مسئلہ کو دوسرے کا نظیر خیال کر کے حکم لگاتے تھے۔ اور نہ ہم اصحاب ترجیح سے ہیں مثل صاحب ہدایہ کے جو ایک روایت کو دوسرے پر ترجیح دیں۔ ہمارا کام صرف یہی ہے کہ جو مقدمین سے منقول ہے اس کی تابعداری کریں جیسا کہ صاحب درمختار نے لکھا ہے

وامانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوافتوا فی حیوتھم ۔اور صاحب طبقات مذکورہ مجتہدین کے اقوال اور دلائل پر غور کر کے اپنا فرض منصبی ادا کرتے تھے عبارات کتب مصنفہ سے استنباط کرنے کا نام فقہ نہیں۔ غرض اس زمانہ میں بلکہ صدہا سال سے زمانہ استنباط احکام مفقود ہے۔

(فتاوی قادریہ۔ص۔۱۱۵)

ہندی فقہائے احناف، بندش اجتہاد کے باوجود بکار خویش ہشیار ہیں، جب نظریہ ضرورت کارفرما ہوا تو ان فقہاء نے ایک ان پڑھ کو مجتہد سے اوپر امام عادل کے منصب پر بھی فائز کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا:

..بعد از تدبر وافی وتامل کافی درغوامض معانی اطیعوا للہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم واحادیث صحیح انّ احبّ النّاس الی اللہ یوم القیامۃ امام عادل من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی وغیر ذلک من الشواہد العقلیۃ والدلائل النقلیۃ ۔قرار دادہ حکم نمودند کہ مرتبہ سلطان عادل عند اللہ زیادہ از مرتبہ مجتہد است۔ وحضرت ..جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی..اعدل و اعقل واعلم باللہ اند بنابریں اگر در مسائل دین کہ بین المجتہدین مختلف فیھا است بذہن ثاقب وفکر صائب خود یک جانب را۔ از اختلاف بہ جہت تسہیل معیشت بنی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نمودہ بان جانب حکم فرمانید متفق علیہ شود و اتباع آں برعموم برایا لازم ومتحم است اگر بموجب رائے صواب نمائے خود حکمے را از احکام قرار دہند کہ مخالف نصے نہ باشد وسبب ترفیہ عالمیاں بودہ باشد عمل براں نمودن برہمہ کس لازم ومتحتم است و مخالفت آں موجب مخط اخروی وخسران دینی ودنیوی است۔

(منتخب التواریخ، ملا عبدالقادر بدایونی، ج ۲ص ۲۷۲ مطبوعہ کلکتہ)

ترجمہ۔قرآن کی آیت اطیعوا للہ و اطیعوا لرسول و اولی الامر منکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(یعنی اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحبان امر ہیں) اور صحیح حدیثیں مثلاً یہ کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ محبوب امیر وہ ہو گا جو عادل ہے۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ ان کے سوا اور دوسرے دلائل عقلی ونقلی کی بنیاد پر یہ قرار دیتے ہیں اور فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ خدا کے نزدک سلطان عادل کا درجہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ اور بادشاہ جلال الدین محمد اکبر چونکہ سب سے زیادہ عدل والے، عقل والے اور علم والے ہیں، اس بنیاد پر ایسے دینی مسائل میں جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں اگر وہ (یعنی اکبر بادشاہ) اپنے ذہن ثاقب اور صائب رائے کی روشنی میں بنی آدم کی معاشی سہولتوں اور دنیاوی انتظام کی آسانیوں کے مدنظر کسی ایک پہلو کو ترجیح دے کر اسی کو مسلک قرار دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا یہ فیصلہ اتفاقی سمجھا جائے گا اور عام مخلوق رعایا و برایا کے لئے اس کی پابندی لازمی و لابدی ہوگی۔ (اسی طرح) اگر کوئی ایسی بات جو قطعی نصوص کے مخالف نہ ہو اور دنیاوالوں کو اس سے مدد ملتی ہو، بادشاہ اگر اس کے متعلق کوئی حکم صادر فرمائیں تو اس کا ماننا اور اس پر بھی عمل کرنا ہر شخص کے لئے ضروری اور لازم ہوگا اور اس کی مخالفت دینی اور دنیوی بربادی اور اخروی مواخذہ کی مستوجب ہوگی۔

(تذکرہ مجدد الف ثانی۔ص ۳۱۔۳۲)۔

اور داڑھی تراشنے کے لئے اجتہاد یوں کیا گیا:

فقہ کی کسی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ داڑھی کو اس طرح نہیں ترشوانا چاہیے جس طرح عراق کے اوباش کرتے ہیں۔ اوباش کا ترجمہ عربی میں عصاۃ سے کیا گیا تھا۔۔ایک مولوی صاحب نے ع کو ق بنادیا اور شاہی دربار میں انہوں نے عبارت اس شکل میں پیش کی کما یفعلہ قضاۃ العراق (جس طرح عراق کے قاضی منڈایا کرتے ہیں)۔ دلیل یہ تھی کہ جب عراق کے قاضی داڑھی منڈاتے تھے تو ہند کے کیوں نہ منڈائیں۔ ملّا ابوسعید پانی پتی جو ملّا امان کے بھتیجے تھے، ان کے پرانے مسودوں سے ایک حدیث بھی بارگاہ شاہی میں گزرالی گئی جس کا ترجمہ ملا (بدایونی) صاحب نے درج کیا ہے پسر صحابی مترش درنظراں حضرت ﷺ آمد فرمودند کہ اہل بہشت بایں ہیئت خواہند بود (ایک صحابی کے بیٹے داڑھی منڈائے ہوئے آنحضرت ﷺ کے سامنے سے گذرے۔ آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا بہشت والوں کی یہی صورت ہوگی) (تذکرہ مجدد الف ثانی ۔ص ۶۶ ۔ ۶۷) ۔

اور پھر یوں ہوا کہ بتایا گیا ہے:

. دربار اکبری کے بڑے بڑے فضلاء وعلماء روزمرہ اپنی داڑھیاں (تراش کر) بادشاہ کے قدموں پر نثار کرتے تھے ۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ۔ص ۶۷)

۱۰۔ اوّل من قاس....

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں جناب محمد علی جے پوری کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں امام جعفر صادق سے منسوب یہ فقرہ حیاۃ الحیوان سے بھی نقل کیا گیا ہے ۔ یہ مضمون ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں: جناب محمد علی لکھتے ہیں:

جناب اشرف علی تھانوی کی تصانیف سے ایک رسالہ الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتہاد ہے ۔ اس رسالہ میں آپ نے فضائل امام ابوحنیفہؒ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام جعفر صادق کی گود میں پرورش پائی ۔ اصل عبارت یوں ہے . برکات اہل بیت نبوت مفتاح السعادۃ میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت جعفر صادقؑ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفر کی گود میں پرورش پائی ۔ (الاقتصاد ۔ مطبوعہ دہلی ۔ص ۵۵)

احقر (محمد علی جے پوری) کی نظر جب اقتصاد کے اس مقام پر پڑی تو تعجب ہوا کہ اتنے بڑے عالم سے ایسی غلطی ۔ ہر دو بزرگ کا سن ولادت ۸۰ ہجری ہے ۔ دونوں بزرگ ایک ہی سال میں پیدا ہوئے ۔ چھوٹی سی کتاب اکمال فی اسماء الرجال صاحب مشکوۃ کی ہے اس میں دونوں اماموں کا سن ولادت ۸۰ ہجری لکھا ہے ۔ احقر نے بذریعہ معروضہ حضرت ممدوح (اشرف علی تھانوی) کو توجہ دلائی تو جواب آیا:۔

. میں شبہ کی یہ تقریر سمجھا کہ جب امام ابوحنیفہ اور امام جعفر صادق ہم عمر ہیں اور والدہ کا ولد سے بڑا ہونا لازم ہے تو امام صاحب کی والدہ حضرت جعفر صادق سے بھی اتنی ہی بڑی ہوں گی ، پھر نکاح کیسے کیا گیا؟

اگر یہی تقریر مراد ہے تو اس میں کوئی وجہ اشکال کی سمجھ میں نہیں آتی ۔ کیا اپنے سے بڑی عمر کی عورت سے نکاح معتاد نہیں ۔ اگر امام صاحب اپنی والدہ سے پندرہ یا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیس سال کی عمر میں بھی پیدا ہوئے ہیں تو وہ حضرت جعفر صادق سے بھی پندرہ بیس سال بڑی ہوں گی تو منکوحہ کا نا کح سے اتنا بڑا ہونا بکثرت شائع و واقع ہے۔ البتہ اس صورت میں لفظ گود پر شبہ ہوسکتا ہے۔ سو جہاں سے یہ روائت نقل کی گئی ہے اس کی عبارت عربی ہے۔ اس میں لفظ حجر ہے جس کا مشہور ترجمہ گود ہے۔ نقل کے وقت دونوں حضرات کا ہم سن ہونا ذہن میں نہ تھا۔ اس لئے یہ ترجمہ کر دیا گیا۔ اب یہ کہا جاوے گا کہ حجر کے معنی مجازی ہیں یعنی رعائت وعنائت جیسے بزرگوں سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنی آغوش رحمت میں لے لیجئے۔ اس مضمون کی نقل کے وقت جو کتابیں سامنے تھیں ان میں بعض اس وقت نہیں ملیں ورنہ شائد اس سے کچھ زیادہ لکھتا۔ ۸ شوال ۱۳۵۶ھ

ماہ رجب سنہ رواں (۱۹۴۱ء) میں احقر نے پھر حضرت (اشرف علی تھانوی) کو توجہ دلائی کہ آپ اس عبارت پر کتب تاریخ سے روشنی ڈال کر صاف کر دیں اور بذریعہ تحریر شائع کرادیں تاکہ ناظرین الاقتصاد کو مغالطہ نہ لگے۔ اس کا جواب یہ آیا

.اب طبع کتب وغیرہ مشقت کا کام نہیں ہوسکتا۔ آپ تحقیق کر کے شائع کر دیجئے میں رد نہ کروں گا .(اشرف علی)

یعنی حضرت ممدوح نے یہ کام مجھ ناچیز کے سپرد کیا۔ (صورت یہ ہے) کہ ہر دو حضرات (امام جعفر صادقؒ اور امام ابوحنیفہؒ) کا ہم سن ہونا تو مسلّم ہے۔ امام جعفر صادق کے حالات اردو میں جہاں تک نظر سے گذرے ان میں کہیں یہ نہیں دیکھا کہ امام ابوحنیفہ کی والدہ سے امام جعفر نے نکاح کر لیا تھا۔ و اللہ اعلم۔ ایک حکائت علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان کبری میں ابن شبرمہ سے نقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت امام ابوحنیفہ مدینہ گئے اور امام جعفر صادق سے ملے، ہر دو بزرگ باہم متعارف نہ تھے۔ اگر امام ابوحنیفہ کی والدہ امام جعفر کے نکاح میں ہوتیں تو امام جعفر ضرور واقف ہوتے۔ وہ حکائت یہ ہے:

قال ابن شبرمه دخلت انا وابوحنيفه على جعفر بن محمد الصادق فقلت هذا الر جل فقيه العراق فقال لعله يقيس الدين برأيه وهونعمان بن ثابت ولم اعرف اسمه الا ذلک اليوم ۔ فقال جعفر الصادق اتق الله ولا تقيس الدين برأيک فان اول من قاس ابليس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذ قال انا خیرمنه خلقتنی من نار وخلقته من طین فأخطاء بقیاسه و ضلّ.... الی ان قال.... فانا نقف نحن و من خالفنا فنقول قال الله و قال رسول الله ﷺ و تقول انت و اصحابک سمعنا وربنا فیفعل الله بنا وبکم ما شاء۔ (ابن شبرمہ نے کہا کہ ہم اور ابوحنیفہ امام جعفر کے ہاں گئے میں نے عرض کیا کہ یہ شخص عراق کا فقیہہ ہے۔ امام جعفر نے فرمایا کہ شائد یہ وہی شخص ہے جو دین کو رائے سے قیاس کرتا ہے یعنی نعمان بن ثابت۔ ابن شبرمہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی دن ابوحنیفہ کا نام سنا۔ امام ابوحنیفہ بولے کہ میں وہی شخص ہوں۔ امام جعفر نے کہا کہ اللہ سے ڈر اور دین میں اپنی رائے سے قیاس مت کر۔ پہلا قیاس کرنے والہ ابلیس ہے جو اس نے کہا تھا کہ میں آدم سے اچھا ہوں مجھ کو تو نے آگ سے بنایا اور آدم کو مٹی سے۔ ابلیس اپنے قیاس سے چوکا اور گمراہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ اور ہمارے مخالفین کھڑے ہوں گے۔ ہم کہیں گے قال الله و قال رسول الله ﷺ اور تم اور تمہارے لوگ کہیں گے کہ ہم نے سنا اور ہماری رائے یہ ہوئی۔ پھر اللہ جو چاہے گا ہمارے تمہارے ساتھ کرے گا)۔

امام جعفر صادق کا یہ فرمانا کہ شائد یہ وہی شخص ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہ کہنا کہ ہاں میں وہی شخص ہوں، ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل اس کے ہر دو بزرگوں کا آپس میں تعارف نہ تھا۔ اگر امام ابوحنیفہ کی والدہ امام جعفر کے گھر میں ہوتیں تو اس طرح کی گفتگو نہ ہوتی۔ (اہل حدیث امرتسر۔۱۴ فروری ۱۹۴۱ء۔ص ۱۱۔۱۲)

(۱۱) محمود غزنوی اور قفال مروزی

سلطان محمود غزنوی کے متعلق علامہ تاج الدین سبکی نے تاریخ الیمینی میں، ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں، ابن کثیر نے تاریخ الکامل میں، اور امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک جوینی نے مغیث الخلق فی ترجیح القول الحق میں لکھا ہے کہ وہ پہلے حنفی تھے پھر شافعی ہو گئے۔ بعض حضرات نے اس کے شافعی ہونے کی وجہ لکھی ہے کہ اس کے دربار میں قفال مروزی نے علماء حنفیہ اور شافعیہ کی موجودگی میں پہلے شافعی مسلک اور پھر حنفی مسلک کے مطابق نماز پڑھی جس سے متاثر ہو کر اس نے حنفیت ترک کر دی اور شافعیت قبول کر لی۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں ابن خلکان کے حوالے سے لکھا ہے لما رأی ان المذهب الشافعی اوفق لظواهرالحدیث تشفع بعد ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جمع علماء المذ ھبین یعنی شافعی اور حنفی دونوں مکاتب فقہ کے مجمع علماء میں جب اس نے سمجھا کہ مذہب شافعی ظواہر حدیث کے زیادہ موافق ہے تو شافعی مذہب اختیار کر لیا۔ طبقات شافعیہ میں اس کا ذکرا کابر شوافع میں کیا گیا ہے۔

جناب ابوالقاسم سیف نے محمود غزنوی سے متعلق اس واقعہ پر بحث کی ہے، لکھتے ہیں :۔

میں امام الحرمین عبد الملک بن ابی محمد عبد اللہ الجوینی (جو فن حدیث میں حافظ ابونعیم اصبہانی کے شاگرد ہیں) کی مشہور کتاب مغیث الخلق (مطبوعہ مصر) سے اس قصہ کو مختصراً اپنے لفظوں میں نقل کرتا ہوں:۔

سلطان محمود بن سبکتگین مذہباً حنفی تھا لیکن فن حدیث کا بڑا شائق تھا۔ فقال وغیرہ محدثین اسے حدیثیں سناتے تو زیادہ تر حدیثوں کو وہ اپنے مذہب (حنفی) کے خلاف پاتا تھا۔ ایک روز سلطان نے علماء کو بغرض تحقیق مذہب جمع کیا تو قرار پایا کہ قفال اس کے سامنے دو رکعتیں حدیث کے مطابق اور دو رکعتیں فقہ کے موافق پڑھیں۔ اس نے حدیث کے مطابق نماز دکھا کر حنفی مذہب کی نماز یوں دکھائی کہ کتّے کی کھال دباغت دی ہوئی پہنی اور چوتھائی کھال پر گندگی مل دی، پھر شربت کھجور سے الٹا پلٹا وضو کیا، سارے اعضا پر مکھیاں بھن بھنانے لگیں۔ پھر قبلہ رخ ہو کر اللہ بزرگ و برتر است کہہ کر تحریمہ باندھا۔ اس کے بعد یوں قرأت کی , دو برگ سبز ۔ پھر مرغ کی طرح ٹھونگیں لگائیں۔ آخر میں تشہد پڑھ کر زور سے ریح ماری اور بغیر سلام پھیرے کھڑے ہو گئے ۔ بعد ازاں کتب فقہ سے تمام باتیں دکھلا دیں جس کے باعث سلطان محمود نے حنفی مذہب سے توبہ کی۔

اس واقعہ کو کتاب مذکور سے ابن خلکان نے اپنی تاریخ (جلد۲ص ۸۶) میں نقل کیا ہے۔ اور شیخ کمال الدین دمیری نے حیوۃ الحیوان ج ۲ص ۲۱۴ میں۔ نیز امام یافعی نے مرأۃ الجنان جلد سوم ص ۲۴، ۲۵، اور ۳۰، میں اس قصہ کو درج کیا ہے۔ ملا عبد النبی گنگوہی کو اس قصہ کا پتہ امام یافعی کی کتاب مذکور سے ہی ہوا تھا جس پر انہوں حنفیت کے دفاع میں ایک رسالہ لکھا جس کے دیباچہ میں فرمایا:۔

لمّا وقع الی الاطلاع علی القصة المسطورة فی کتاب مرأة الجنان نقلاًعن الامام ابی المعالی المعروف بامام الحرمین ۔ الخ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جناب کوثری نے بات یوں بنائی انّ القفال صور تلک الصلوۃ فی فتاواہ و لم یصلّھا بحضرۃ السلطان (تانیب الخطیب ص ۹) یعنی قفال نے محمود کے سامنے نماز پڑھ کر نہیں دکھائی تھی صرف اپنے فتاوی میں فقہی نماز کی شکل دکھائی ہے۔

ملاّ علی قاری نے اپنے رسالہ تشیع الفقہاء الحنفیۃ بتشنیع السفہاء الشافعیۃ میں قفال کی نماز کا انکار محض استبعاد اور تلفیق کی بنا پر کیا ہے، کوئی قوی دلیل پیش نہیں کی۔ امام جوینی کے استاد قفال ہیں، صحت و حکایت جو ان کو ثابت ہوئی وہ ملا علی قاری کو نہیں ہوسکتی۔ انہیں کے مانند علم اللہ بن عبدالرزاق حنفی نے بھی السیف المسلول میں پہلے اس قصہ سے انکار کیا تھا، پھر بعد تحقیق و تفتیش ان کو ماننا پڑا، چنانچہ لکھتے ہیں: فظھر انّ القصۃ واقعۃ، و انّ الحکایۃ علی ماھی شائعۃ یعنی یہ قصہ ضرور واقع ہوا اور حکایت ویسی ہے جیسی کہ مشہور ہے۔

اس قصہ کے واقع ہونے کا پتہ سیوطی کی جزیل المواہب اور ابن تیمیہ کی منہاج السنہ سے بھی ملتا ہے۔ مولانا عبدالحی حنفی فرنگی محلی نے بھی دبی زبان سے اقرار کیا ہے چنانچہ الفوائد البہیہ کے صفحہ ۱۰۲ میں لکھتے ہیں: عبد اللہ بن احمد القفال المروزی اخذ عنہ ابو محمد الجوینی وابنہ امام الحرمین وھو صاحب قصۃ الصلوۃ المشھورۃ حضرۃ السلطان محمود توفّی سنۃ ۴۱۷ھ۔ انتہی۔ یعنی ابوبکر قفال مروزی، امم ابومحمد جوینی اور ان کے بیٹے امام الحرمین کے استاد ہیں۔ یہ وہی قفال ہیں جن کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے محمود کے سامنے نماز پڑھ کر دکھائی تھی، ان کی وفات ۴۱۷ھ میں ہے۔

ملا کاتب حاجی خلیفہ چلپی، کشف الظنون میں لکھتے ہیں:۔

التفرید فی الفروع للسلطان محمودبن سبکتگین الغزنوی الحنفی ثم الشافعی المتوفی ۴۲۲ھ۔قال الامام مسعودبن شیبۃ کان السلطان المذکور من اعیان الفقھاء و کتابہ ھذا مشھور فی بلاد غزنہ وھو فی غایۃ الجودۃ وکثرۃ المسائل ... و فی التاتارخانیہ تقول منہ۔ و لمّا رأی ان المذھب الشافعی اوفق لظوا ھر الحدیث تشفع بعد ان جمع علماء المذھبین (کشف الظنون ج ۱) کہ سلطان محمود غزنوی ف ۴۲۲ھ کی تصنیف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التفرید فی الفروع ہے۔امام مسعود بن شیبہ کا کہنا ہے کہ سلطان کا شمار اکابر فقہاء میں ہوتا تھا، اس کی یہ کتاب غزنہ کے علاقے میں مشہور ہے۔ فتاوی تاتارخانیہ میں اس سے مسائل درج کئے گئے ہیں۔ جب سلطان محمود نے حنفی اور شافعی مکاتب فکر کے مجمع علماء میں سمجھا کہ شافعی مذہب ظواہر حدیث سے زیادہ موافق ہے تو اس نے شافعی مذہب اختیار کرلیا۔

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے:۔ لمارأی انّ المذهب الشافعی اوفق لظواهر الحد یث تشفع بعد ان جمع علماء المذهبین (حوالہ مرقومہ) یعنی جب محمود نے معلوم کیا کہ امام شافعی کا طریقہ ظاہر حدیث نبوی کے موافق ہے تو علماء حنفیہ اور شافعیہ کو جمع کرنے کے بعد حنفیت چھوڑ دی۔

مرأۃ الجنان میں ہے ۔ فاعرض السلطان عن مذهب ابی حنیفه (ج ۳ ص ۲۵) ۔ و رجوعه عن مذهب ابی حنیفه (ج ۳ ص ۳۸) ۔کذا فی وفیات ا لاعیان لابن خلکان و حیوۃ الحیوا ن وغیرها ۔

اور سبکی نے طبقات شافعیہ ج ۴ ص ۱۳ میں سلطان محمود کا نام اور حال لکھا ہے۔ پھر سبکی نے لکھا کان اوّلاً حنفی المذهب ثم انتقل الی مذهب الشافعی لمّا صلّی القفال بین یدیه (طبقات سبکی ج ۴ ص ۱۴) پہلے محمود حنفی تھا لیکن جب قفال نے اسکے سامنے حنفی مذہب کی نماز پڑھ کر دکھائی تو اس نے حنفیت چھوڑ دی اور شافعی ہوگیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سلطان نے تفرید نامی رسالہ لکھا تھا۔لیکن یہ ان کے حنفی دور کی تصنیف ہے ۔اور بعض کہتے ہیں کہ سلطان کی آخر حیات تک اس کی سلطنت کے قاضی القضاۃ ابومحمد ناصحی حنفی تھے جیسا کہ جواہر مضیہ میں ہے۔اس معاملے میں عرض یہ ہے کہ جواہر مضیہ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ ابومحمد ناصحی حنفی سلطان کے آخر حیات تک قاضی رہے ۔اور یہ بات بھی درست نہیں کہ وہ سلطان محمود کی ساری مملکت وسلطنت کے قاضی تھے، جواہر مضیہ کی عبارت یہ ہے ولّی القضاء للسلطان الکبیر محمود بن سبکتگین بخاری (ج ۱ ص ۲۷۴) یعنی ابومحمد عبداللہ بن حسین ناصحی ،سلطان کی طرف سے بخارا کے قاضی بنائے گئے ۔فوائد بہیہ میں ہے کہ بخارا کے قاضی القضاۃ بنائے گئے

پھر کہا گیا ہے کہ سلطان محمود کا قاضی القضاۃ ابومحمد ناصحی کو امیر حاج مقرر کرنا اس کی مذہب حنفی سے گرویدگی کا ثبوت ہے ۔تو عرض ہے کہ یہ گرویدگی کا ثبوت نہیں بلکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلطان کے عدل کی ایک مثال ہے کیونکہ اس کی رعیت کی اکثریت حنفی تھی اس لئے ان کے لئے ایک حنفی کو امیر حاج مقرر کر دیا۔ قاضی موصوف تمام اکناف عالم سے آئے ہوئے مسلمانوں کے امیر الحاج نہیں تھے، صرف محمود کی مملکت کے حاجیوں کے تھے۔

(سواء الطریق مع ایضاح الطریق)

محمود غزنوی کے حالات میں تاریخ فرشتہ کے مصنف محمد قاسم نے لکھا ہے کہ محمود نے بعض ممالک میں وہ سفیر مقرر کئے جن کا شمار اہل حدیث علماء میں ہوتا تھا۔ لکھا ہے۔

و ایلک کان ماوراء النہر یک بار از آل سلطان سامان متخلص گردانید و فتح نامہ بہ سلطان محمود فرستاد ہاورا باستیلائے مملکت خراسان تہنیت گفت بنا برایں میان ہردو پادشاہ بنائے دوستی و یگانگی استحکام پذیرفت و سلطان نیز ابوالطیب سہل بن سلیمان بن صعلو لی را کہ از آئمہ اہل حدیث بود برسم رسالت پیش ایلک خان فرستادہ (تاریخ فرشتہ جلد اول ص ۴۰)۔ یعنی جب ایلک خان نے خاندان سامان کے قبضے سے ماوراء النہر کا علاقہ آزاد کرایا اور خراسان پر فتح پائی تو فتح نامہ تہنیت سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس کے نتیجے میں دونوں بادشاہوں کے درمیان اتحاد و دوستی کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں۔ ایلک خان کے جواب میں محمود غزنوی نے ابوالطیب سہل بن سلیمان صعلو کی کو، جو اکابر علمائے اہل حدیث میں سے تھے، اپنا سفیر اور پیغام رساں بنا کر ایلک خان کے پاس بھیجا۔

(ابوالطیب صعلو کی بروایت مورخ فرشتہ اہل حدیث تھے۔ سمعانی کی انساب میں ہے الیہ انتھت ریاسۃ اصحاب الحدیث۔ ص ۳۵۲۔ یعنی ابوسہیل محمد بن سلیمان کے مرجانے کے بعد ابوالطیب مذکور پر اہل حدیث کی سرداری ختم ہوگئی۔ یعنی صعلو کی اہل حدیث کے سردار تھے، جس کو تاریخ فرشتہ میں آئمہ اہل حدیث سے لکھا گیا ہے)

اور جناب محمد اسحاق بھٹی نے لکھا ہے:

سلطان شہاب الدین غوری (ف ۶۰۲ھ) اور ان کے بھائی سلطان غیاث الدین (ف ۵۹۵ھ) شافعی مسلک کے حامل رہے۔ قاضی منہاج سراج نے غیاث الدین غوری کے شافعی مسلک قبول کرنے کا واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ وہ اور قاضی وحید الدین محمد مروزی، امام شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس خواب کے اگلے روز غیاث الدین غوری نے قاضی موصوف کو دربار میں تشریف لانے کی دعوت دی۔ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئے اور وعظ شروع کیا تو وہی خواب بیان کیا جو گزشتہ رات سلطان غوری نے دیکھا تھا۔ سلطان اس سے بہت متاثر اور متعجب ہوا کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں ایک ہی قسم کا خواب دیکھا ہے۔ اس کے بعد اس نے شافعی مسلک اختیار کر لیا۔ قاضی منہاج کے الفاظ میں واقعہ یوں ہے:

اما سلطان غیاث الدین شبے درخواب دید کہ او با قاضی وحید الدین مروزی کہ بر مذہب اصحاب حدیث بود و مقتدائے شفعیان، در یک مسجد بو دند ے، نا گاہ امام شافعی درآمدے، درمحراب رفتے وتحریمہ نماز بپیوستے۔ و سلطان غیاث الدین و قاضی وحید الدین ہر دو بہ امام شافعی اقتدا کر دندے۔ چوں از خواب درآمد، سلطان فرمان دادتا بامداد قاضی وحید الدین در بارگاہ تذکیر فرمودند۔ چوں بر بالائے کرسی رفت در اثنائے سخن گفت کہ اے بادشاہ اسلام! ایں داعی دوش خوابے دیدہ است، وعین خوابیکہ سلطان دیدہ بود، باز گفت۔ او ہم بہ مثل آں دیدہ بود کہ سلطان چندآنچہ از کرسی فرود آمد، بر بالا رفت و بخدمت سلطان، درحال سلطان دست مبارک قاضی وحید الدین بہ گرفت و مذہب امام شافعی قبول کرد۔ چوں نقل سلطان بہ مذہب اصحاب حدیث شافعی شد۔ بردل علمائے مذہب محمد بن کرام حمل آمد (طبقات ناصری ج ا طبقہ ۷ اصفحہ ۳۶۲)۔ کہ سلطان غیاث الدین غوری نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ وہ قاضی وحید الدین مروزی کے ساتھ، جو اہل حدیث میں سے تھے اور شافعیوں کے مقتداء تھے، ایک مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اچانک امام شافعی تشریف لائے، محراب میں گئے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ سلطان غیاث الدین اور قاضی وحید الدین نے امام شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھی .. جب سلطان نیند سے بیدار ہوا تو اس نے دربار میں وعظ ونصیحت کے لئے قاضی وحید الدین کو بلایا۔ قاضی وحید الدین نے وعظ کے لئے اپنی نشست پر بیٹھ کر گفتگو میں فرمایا اے بادشاہ اسلام! میں نے ایک خواب دیکھا ہے (جو خواب انہوں نے بیان کیا تو) بالکل وہی خواب تھا جو سلطان نے دیکھا تھا۔ بعد ازاں سلطان نے قاضی وحید الدین کا ہاتھ پکڑا اور امام شافعی کا مذہب قبول کر لیا جب سلطان مذہب اہل حدیث اختیار کر کے مسلک امام شافعی سے وابستہ ہو گیا تو ان علماء کو یہ بات نا گوار گذری جو محمد بن کرام کے مذہب کے حامل تھے۔ (محمد بن کرام ۲۵۵ھ میں فوت ہوا اس کا عقیدہ تھا کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے، اس کیلئے عمل بالجوارح کی ضرورت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں، اور یہ کہ اللہ انسانوں کی طرح جسم رکھتا ہے اور عرش کے اوپر اس کی ایک مخصوص جگہ ہے۔ کرامیہ کو بدھ مت اور اسلام کا ملغوبہ قرار دیا جاسکتا ہے (طبقات ناصری ج ا ص ۳۶۲)۔

یہ واقعہ ابن اثیر نے تاریخ الکامل کے ۵۹۵ھ کے واقعات میں بیان کیا ہے اس کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے ؛

اسی سال میں حاکم غزنہ غیاث الدین غوری اور بعض باشندگان خراسان نے مذہب کرامیہ ترک کر کے شافعی مذہب اختیار کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سلطان غیاث الدین غوری کے مصاحبوں میں ایک شخص مبارک شاہ تھا، وہ شخص شیخ وحید الدین ابوالفتح محمد بن محمود مروزی کو، جو ایک شافعی فقیہہ تھے، سلطان کے پاس لے گیا۔ انہوں نے سلطان کے سامنے مذہب شافعیہ کی خوبیاں بیان کیں اور کرامیہ مذہب کے نقائص کی نشان دہی کی۔ اس سے متاثر ہو کر سلطان نے شافعی مذہب قبول کیا اور پھر شوافع کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ کے لئے کئی مدرسے قائم کئے۔ (برصغیر میں اہل حدیث کی آمد۔ص ۲۶۹۔۲۷۲)

(۱۲) ہند کے مسلم حکمران

احناف مثل جناب اسعد مدنی کا کہنا ہے کہ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء تک صرف حنفی حکمران رہے ہیں۔ یہ بات درست نہیں ہے، ہندوستان میں صرف حنفی مسلمان ہی حکمران نہیں رہے بلکہ یہاں کے بادشاہوں میں شیعہ مسلک کے لوگ بھی ملتے ہیں۔ جیسا کہ

☆ ہمایوں کے متعلق بتایا جاتا ہے جب وہ ایران میں تھا تو وہاں کے بادشاہ طہماسپ سے ایک دن خلوت میں (ہمایوں کے) امیروں نے امیر تیمور کے خاندان کی اہل بیت سے محبت کے تذکرے کئے اور ثبوت میں ہمایوں کی یہ طبع زاد رباعی بادشاہ کو سنائی

مائیم ز جان بندہ اولاد علی ہستیم ہمیشہ شاد بایاد علی
چوں سرّ ولایت زعلی ظاہر شد کردیم ہمیشہ وردخود نادعلی

شاہ طہماسپ سے ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہمایوں سے بعض چغتائی امیروں خاص طور سے مرزا کامران کی مخالفت کا اصل سبب بھی یہی تھا کہ ہمایوں نے اپنی سلطنت کا نظم و نسق ایرانیوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا، اور اہل بیت سے اپنی محبت کا اظہار کرتا رہتا تھا اور شیعہ مذہب کو تقویت دینے کی سعی کی تھی۔ (منتخب اللباب مترجم۔ ج ا ص ۱۵۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خافی خان بتاتے ہیں کہ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے:

یہ سب پر واضح ہے کہ ہمایوں، امام اعظم کے مذہب برحق پر قائم تھے، لیکن اسے اپنے آباء و اجداد خاص طور سے امیر تیمور کی نسبت اہل بیت سے زیادہ محبت تھی۔ ان کے ساتھ مرزا کامران کے ملکی تنازعات تو رہتے ہی تھے (عقیدہ میں بھی وہ مختلف تھے) چنانچہ وہ ہمایوں کے علی الرغم بعض متعصب متاخرین اور متکلمین کی طرف میلان رکھتا تھا اس کی باتیں عموماً ہمایوں کو ناپسند آتی تھیں۔ چنانچہ جب بیرم خان میں اور مرزا کامران میں مکالمہ ہوتا تھا تو ہمایوں بیرم خان کی رفاقت میں کامران کو پر لطف جواب دیتے رہتے تھے۔ جس وقت شیر شاہ کی شورش اٹھی اور ہمایوں پنجاب چلے آئے تھے ایک دن سواری میں مرزا کامران بھی ہمراہ تھا۔ ایک قبرستان پر سے سواری گذری۔ اتفاق سے اس وقت ایک کتا کسی قبر پر کھڑا پیشاب کر رہا تھا۔ مرزا کامران کی اس پر نظر پڑی تو اس نے ہمایوں کو مخاطب کر کے کہا. معلوم ہوتا ہے یہ کسی رافضی کی قبر ہے۔ ہمایوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا. ہاں وہ کتا سنی ہے۔

غالباً یہی میلان طبع تھا کہ ہمایوں نے اپنی سلطنت کے تمام اختیارات بیرم خان کو دے رکھے تھے اور نظم ونسق میں بیشتر ایرانی ہی تھے جو ایک عرصہ دراز سے ہندوستان اور دکن کی بادشاہتوں کا انتظام کرتے آئے تھے۔ پھر ہمایوں کی خاندانی نسبت مشہد مقدس کے سادات سے تھی۔ یہ بات بھی اکثر چغتائی امیروں اور مرزا کامران کو ناراض رکھتی تھی اور وہ ہمایوں کو امامیہ فرقے سے منسوب کرتے تھے۔ (منتخب اللباب مترجم، ج ۱، ص ۱۵۸۔۱۵۹)

☆ جناب محمد منظور نعمانی بتاتے ہیں:

عہد جہانگیری میں نور جہاں کے طفیل حکومت کی باگ ہی شیعوں کے ہاتھ میں چلی گئی بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ جہانگیر کے نام سے نور جہاں کا شیعی گھرانہ ہی اس وقت ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا۔ خود جہانگیر کو اعتراف ہے۔ لکھتا ہے:

در دولت پادشاہی من حالا در دست ایں سلسلہ است، پدر دیوان کل، پسر وکیل مطلق، دختر ہمراز ومصاحب۔ (تزک جہانگیری)۔ اب میری بادشاہی اسی سلسلہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس (نور جہاں) کا باپ دیوان کل ہے اور بیٹا (نور جہان کا بھائی آصف خان) وکیل مطلق اور بیٹی (خود نور جہان) ہمراز وہم صحبت۔ (تذکرہ مجدد الف ثانی ص ۱۷۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۹۰۸ھ میں یوسف عادل شاہ (بیجا پوری جس نے بیس برس دو ماہ حکومت کی ۹۱۶ھ میں فوت ہوا) نے ایک مجلس جشن منعقد کی۔

اس مجلس میں سید احمد صدری اور دیگر شیعی علماء کو مدعو کیا گیا (اور بتایا کہ) میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ بادشاہت کے درجے پر پہنچ کر بارہ اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کر دوں گا اور شیعہ مذہب کو رواج دوں گا... مورخین نے تحریر کیا ہے کہ یوسف عادل شاہ پہلا بادشاہ ہے جس نے ہندوستان میں بارہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوا کر ملک میں شیعہ مذہب کو رائج کیا... یوسف عادل شاہ نے جب خطبہ پڑھا اور شیعہ مذہب کو جاری کر دیا تو مثل مشہور الناس علی دین ملوکھم کے مصداق بہت سے امیروں نے یہ مذہب اختیار کر لیا (تاریخ فرشتہ۔مترجم اردو۔جلد دوم ص ۱۰۴۔۱۰۵) پھر سیاسی وجوہ سے شیعیت ترک کی، لیکن فتح عمادی سے رخصت ہو کر بیجا پور واپس آیا اور یہاں اس نے دوبارہ شیعہ مذہب کو رواج دیا اور بارہ اماموں کے نام کا خطبہ جاری کیا۔

(تاریخ فرشتہ۔مترجم اردو۔ج ۲ ص ۱۱۰)

☆ ابوالمظفر علی عادل شاہ بن ابراہیم عادل شاہ کے متعلق فرشتہ بتاتا ہے کہ

باپ کی وفات پر علی عادل شاہ تخت نشین ہوا، مذہب کے معاملہ میں اپنے اجداد یوسف عادل شاہ اور اسماعیل عادل شاہ کی تقلید کی اور تخت نشینی کے روز بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کا خطبہ پڑھا مسجدوں میں جو اذانیں دی جاتی تھیں ان میں علی ولی اللہ کے الفاظ کا اضافہ کیا..اپنے کتبوں کے نیچے اپنا نام اس طرح لکھتا تھا کتبہ علی صوفی قلندر۔ (تاریخ فرشتہ مترجم ج ۲ ص ۱۸۰۔۱۸۱)

☆ علی عادل کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے مطابق اس کا بھتیجا دس سال کی عمر میں ابراہیم عادل شاہ ثانی تخت پر بیٹھا۔ فرشتہ کہتا ہے:

ابراہیم کا شیعہ ہونا زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔اس لئے لوگ تبدیلی مذہب کر کے شیعہ ہو گئے اور مسجدوں میں شیعوں کے دستور کے مطابق اذانیں ہونے لگیں (تاریخ فرشتہ ج ۲ ص ۲۴۱) یہ اکبر بادشاہ کا ہم عصر ہے۔

☆ احمد نگر کا فرمانروا احمد نظام شاہ ۹۰۴ھ میں فوت ہوا۔اس کے بعد اس کا بیٹا برہان نظام شاہ بن احمد نظام شاہ بحری سات سال کی عمر میں احمد نگر کے تخت پر بیٹھا۔ فرشتہ نے لکھا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نے شیعہ سنی علماء کا مناظرہ کرایا اس کے بعد شیعہ مذہب قبول کرنے کا اعلان کیا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تقریباً تین ہزار افراد نے (جن میں شاہی مصاحب، ہندی ترکی اور حبشی غلام، امراء، منصب دار، جاروب کش اور فراش، الغرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے) مذہب اثنا عشری قبول کر لیا، برہان نظام نے تینوں خلفاء کے نام خطبے سے نکال دیئے اور آئمہ اہل بیت کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ (تاریخ فرشتہ مترجم۔ ج ۲ ص ۳۱۲۔۳۱۳)

برہان نظام شاہ نے:

شیعہ مذہب کی ترویج و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا وہ تمام وظائف جو اہل سنت کے نام جاری کر دیئے تھے شیعوں کیلئے وقف کر دیئے گئے.. .اس مذہبی ماحول کا یہ نتیجہ ہوا کہ احمد نگر کے جہلاء بھی خلفائے راشدین کی شان میں بے ادبی کرنے لگے۔ برہان نظام شاہ ۹۶۱ھ میں فوت ہوا۔ کچھ عرصہ بعد اس کا تابوت کربلا لے جایا گیا اور مزار امام حسین کے باہر سپرد خاک کیا گیا۔ (تاریخ فرشتہ مترجم۔ ج ۲ ص ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۵)

☆ مرتضی نظام شاہ بن حسین نظام شاہ کی وفات پر تخت نشین ہوا۔

اس حکمران نے مذہب شیعہ کی ترویج و اشاعت میں اپنے باپ دادا سے زیادہ حصہ لیا سیدوں شیعہ عالموں اور دیگر مستحقوں کے وظیفوں میں بڑا اضافہ کیا گیا۔ یہ بادشاہ دیوانہ مشہور ہے...اکبر کا ہم عصر ہے۔ رجب ۹۹۶ھ میں فوت ہوا۔ چوبیس سال پانچ ماہ حکمران ہوا۔ اس کی لاش بھی کربلا روانہ کی گئی (تاریخ فرشتہ مترجم ج ۲ ص ۴۰۰۔۴۰۲)

☆ برہان نظام شاہ بن حسین نظام شاہ اپنے بھائی مرتضی نظام شاہ کے عہد حکومت میں قید رہا پھر قلعہ دار سے ساز باز کر کے نکل آیا۔ جب بادشاہ بنا تو فرشتہ (ج ۲ ص ۴۱۷) نے لکھا ہے:

. برہان شاہ نے حسب سابق شیعہ مذہب کو رواج دیا اور اماموں کے اسمائے گرامی خطبے میں داخل کئے گئے۔

☆ تلنگانہ کے بادشاہ ابراہیم قطب شاہ نے شیعہ مذہب کی اشاعت و ترویج میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۳۲ سال حکومت کر کے ۹۸۹ھ میں فوت ہوا۔ (فرشتہ ج ۲ ص ۴۵۴، ۴۶۹)

☆ جناب سید ابوالاعلی مودودی نے لکھا ہے:

شاہ عالم بہادر شاہ اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام سلاطین تیموریہ میں ممتاز تھا۔ علم حدیث میں اسے قدوۃ المحدثین تسلیم کیا جاتا تھا۔ تفسیر اور فقہ پر اس کو پورا عبور تھا۔ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی پرہیز گاری اور مذہبیت خود اپنے باپ سے کم نہ تھی ..(اور) بہادر شاہ کی اہم سیاسی غلطیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اپنی حکومت کی ابتداء ہی میں احکام جاری کر دیئے کہ خطبہ میں حضرت علیؓ کے نام کے ساتھ لفظ وصی استعمال کیا جائے۔ یہ دوسرے الفاظ میں اس امر کا اعلان تھا کہ سلطنت کا مذہب طریق اہل سنت کے بجائے شیعیت ہو گیا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جس کی بیشتر آبادی سنی تھی جس کی حکومت ابتدائے سلطنت اسلام سے سنی مذہب کی پیروی کر رہی تھی اور جس کے تخت پر اس سے پہلے پچاس سال تک عالمگیر جیسا کٹا سنی بادشاہ متمکن رہ چکا تھا، بہادر شاہ کا اپنی حکومت کی ابتداء ہی میں علی الاعلان شیعیت اختیار کر لینا اور خطبہ جمعہ کو بدل دینا سیاسی اعتبار سے ایک نہایت غیر دانشمندانہ فعل تھا اس نے تمام مسلمانان ہند کے دلوں میں بادشاہ کے خلاف شدید ناراضی کے جذبات پیدا کر دیئے۔ (دکن کی سیاسی تاریخ۔ص ۴۲، ۵۰۔۵۱)

جناب علی میاں نے لکھا ہے:

شاہ عالم بہادر شاہ اول (۱۱۸۔۱۱۲۴ھ) عالمگیر کا سب سے بڑا بیٹا تھا..اس نے شیعی مسلک اختیار کیا.. جو اس سلطنت کے مصالح کے خلاف تھا جس کی مسلمان آبادی کا نوے پچانوے فی صدی حصہ ہندوستان کے مشرقی حدود بنگالہ سے لے کر سلطنت کے مغربی حدود کابل وقندھار تک سنی فرقہ اور حنفی مذہب کا پیرو کار تھا..... بہادر شاہ کے شیعہ مذہب اختیار کرنے، اس مسئلہ پر علماء اہل سنت سے مباحثہ ومناظرہ کرنے، خطبہ میں کلمہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ کے داخل کرنے کا حکم دینے پر لاہور میں جہاں بادشاہ کا قیام تھا، شورش برپا ہوئی، بلوا ہوا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ج ۵ص ۴۷۔۴۸)۔

جناب محمد اسحاق بھٹی نے لکھا ہے:

بہادر شاہ والہ واقعہ منشی غلام حسین طباطبائی نے بھی سیر المتاخرین (ج ۲ص ۳۸۱) میں بیان کیا ہے چونکہ یہ مورخ خود شیعہ ہے، اس لئے اس کے اسلوب میں بادشاہ کی تائید اور علماء کی مخالفت صاف نظر آتی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ علماء نے نہائت عصبیت سے کام لیا، بلوائے عام پر اتر آئے اور وہ ناصبی تھے۔ ناصبی شعار ند (فقہائے ہند۔ج ۵۔ص ۱۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) فقہی جمود وتقلیدی غلوّ

عنوان ہذا سے متعلق جناب وحیدالدین خان کی چند تحریریں یہاں نقل کی جاتی ہیں:۔

☆ یونانی معقولات جس کو اب خود یونان بھی چھوڑ چکا ہے، دین کے ساتھ جوڑنے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ دین میں تدبر اور دینی مسائل کو بیان کرنے کا ایک ایسا نہج بن گیا جو رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابہ کرام کے انداز سے بالکل مختلف تھا۔ حنفیہ نے امام کے پیچھے فاتحہ کی قرأت کے ترک کا فتوی دیا ہے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے اس مسلک کے خلاف یہ حدیث پیش کی گئی کہ نبی ﷺ نے کچھ اصحاب سے کہا شائد تم لوگ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے قرأت کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا لا تفعلوا الا بامّ القرآن، نہ کرو ایسا سوائے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے حنفی مسلک پر اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے جواب دیا هذا دليل الاباحة لا دليل الوجوب (نفحة العنبر) ۔(یہ اباحت کی دلیل ہے نہ کہ وجوب کی دلیل)۔ یہ ایک سادہ سی مثال ہے اس بات کی کہ بعد کے زمانے میں ہمارے یہاں مذہبی بحث وگفتگو کا جو انداز پیدا ہوا وہ کس طرح اسلام کے ابتدائی سادہ اسلوب سے ہٹا ہوا تھا۔ چنانچہ وہی شخص آج عالم سمجھا جاتا ہے جو اس قسم کی فنی زبان اور منطقی اسلوب میں دینی مسائل کو بیان کرسکتا ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دینی مباحث کا یہ انداز فنی حیثیت سے بظاہر بڑا وقیع معلوم ہوتا ہے مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ دین وہ نہیں جس کو عرب کے پیغمبر ہمارے لئے چھوڑ کر گئے تھے۔ آپ نے فخر کے ساتھ فرمایا تھا نحن امة امی، ہم تو سیدھی سادی امت ہیں بعثت با لحنيفية السمحة میں سہل دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ مگر یہودیوں اور عیسائیوں کے اتباع میں ہم نے دین کو ایک پیچیدہ فن بنا ڈالا، جس طرح انہوں نے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے دین کو فن بنا دیا تھا۔ اس فنی دین کا غیر دینی ہونا اسی سے واضح ہے کہ صحابہ سے کوئی بزرگ اگر آج زندہ ہوں تو وہ ہمارے مدارس عربیہ میں سے کسی مدرسہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز نہیں کئے جاسکتے کیونکہ آج ان مدارس میں علم حدیث جس طرح پڑھایا جاتا ہے وہ اس کے لئے بالکل ناموزوں ثابت ہوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گے۔حتی کہ نعوذ باللہ شائد خود اللہ کے رسول بھی۔(تجدید دین۔ص ۵۶۔۵۷)

☆ ہمارے عربی مدارس خواہ وہ بھی کسی بھی مسلک کے تحت قائم ہوئے ہوں، ان میں شیخ الحدیث کا منصب اسی قسم کی فقہی پہلوانی کے لئے خاص ہو گیا ہے۔ یہاں ایسے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو بظاہر عالم دین کی سند لے کر نکلتے ہیں مگر حقیقۃً وہ عالم اختلاف ہوتے ہیں، وہ علم دین کا کمال یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے فقہی مذاہب کے مقابلہ میں اپنی فقہ کو صحیح ثابت کر دکھائیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے دینی فروق کو لے کر ان کی بنیاد پر اکھاڑے قائم کرتے ہیں اور ساری امت کو ایسے جدال ونزاع میں الجھا دیتے ہیں جو کبھی ختم ہونے والا نہیں...ان مدارس کے سلسلے میں کم سے کم جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ امت واحدہ کو انہوں نے امت متفرقہ میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔(تجدید دین۔ص ۳۶۔۳۸)

☆ ہمارے دارالعلوم موجودہ حالات میں صرف اس بات کا ذریعہ بن گئے ہیں کہ اپنے مخصوص فقہی مسلک کو قرآن وسنت کے مطابق ثابت کر دکھائیں۔ ۱۳۳۰ھ میں رشید رضا مصری ہندوستان آئے تھے۔ اس سلسلہ میں وہ دارالعلوم دیوبند بھی گئے۔ وہاں ان کے خیر مقدم کے لئے ایک جلسہ ہوا۔ اس موقع پر موصوف نے دارالعلوم کے ایک استاد سے پوچھا کہ یہاں حدیث کے درس کا کیا طریقہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب حدیث پڑھائی جاتی ہے تو محدث پہلے اس کے علمی نکات بیان کرتا ہے۔ اگر بادی الرائے میں حدیث امام ابوحنیفہ کے مسلک کے خلاف ہوتی ہے تو محدث حنفی مسلک سے اس کی مطابقت ثابت کرتا ہے۔ رشید رضا نے یہ سن کر کہا، کیا یہی تمام احادیث میں ہوتا ہے۔ کہا گیا ہاں، انہیں یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی۔ مولانا محمد یوسف بنوری (۱۹۰۸۔۱۹۷۷ء) کی روائت کے مطابق (نفحۃ العنبر ص ۷۱) انہوں نے کہا ھل الحدیث حنفی، وکیف یمکن ذلک و ھل ھذا الا عصبیۃ مالھا من سلطان۔ کیا حدیث بھی حنفی ہے۔ ایسا کس طرح ہوسکتا ہے۔ یہ تو محض عصبیت ہے جس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ مولانا انور شاہ کاشمیری اس زمانہ میں حدیث کے استاد تھے۔ انہیں یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں اسی کو اپنا موضوع بنایا اور ثابت کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا کہ تمام حدیثیں فقہ حنفی کے مطابق ہیں (یہ نہیں کہ فقہ حدیث کے مطابق ہے، بلکہ حدیث کو فقہ کے مطابق بتایا۔ یعنی اصل چیز فقہ ہے، حدیث تو ثانوی چیز ہے۔ بہاء) تاہم جناب انور شاہ کاشمیری کو (۱۸۷۵ء۔۱۹۳۴ء) کو آخر عمر میں اس طریق تعلیم کی خامی کا احساس ہو گیا تھا۔ موصوف کے شاگرد مولانا مفتی شفیع (۱۸۹۷ء۔۱۹۷۶ء) ناقل ہیں کہ مولانا کاشمیری نے ان سے کہا. ہماری تمام کدو کاوش کا خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح کو قائم کریں مگر کیا حاصل ہے اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو صواب محتمل الخطا ثابت کریں اور دوسرے مسلک کو خطا محتمل الصواب کہیں۔ ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ صحیح ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو۔ اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ وہ صواب ہو۔ قبر میں منکر نکیر یہ نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترک رفع یدین حق تھا۔ آمین بالجہر حق تھی یا بالسرّ حق تھی۔ جس چیز کو نہ دنیا میں نکھرنا ہے نہ محشر میں۔ اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی۔ (وحدت امت۔ص ۲۰)

(۱۴) اجارہ فاسد

اس فقہی مسئلے پر ایک مرتبہ ہند کے احناف میں باہمی فتوی بازی اور چیلنج بازی بھی ہوئی۔ ہوا یوں کہ ایک طوائف کی کمائی سے برف کی کل تیار ہوئی۔ اس کے خریدنے کو جناب عبدالعزیز بن عبدالقادر لدھیانوی نے ناجائز قرار دیا۔ جناب غلام رسول امرتسری اور جناب رشید گنگوہی نے اس کے خلاف فتوی دیئے۔ طوائف نے عدالت میں توہین کا دعوی کیا اور جناب غلام رسول اور جناب گنگوہی کے فتوے اپنی تائید میں پیش گئے۔ اس پر جناب محمد بن عبدالقادر لدھیانوی نے لکھا.

جناب عبدالعزیز لدھیانوی نے فریق مخالف کو کہلا بھیجا تھا کہ اگر کوئی اس فتوی مولوی غلام رسول امرتسری کو ثابت کر دے تو میں اپنی جائیداد جو آٹھ ہزار روپیہ کی ہے اس کو دے دوں گا۔ ورنہ خواجہ عبدالاحد و غلام محی الدین اپنی کل جائداد کو مساجد کی تعمیر میں خرچ کرنے کی نذر مان لیں۔ طرف ثانی کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اب بھی اگر کوئی تحقیق کے درپئے ہو تو ہم اسی اقرار پر قائم ہیں بشرطیکہ علمائے حرمین کا منصف ہونا مانا جاوے اور ایک اقرار نامہ جانبین کی طرف سے تحریر ہو کر سرکار میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجسٹری کرایا جاوے تا کہ جانبین کو وقت آنے فیصلہ ثالثی کے موقع چوں چرا کا باقی نہ رہے .....اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خرچی زنا کی جو بازاری عورتیں لوگوں سے مقرر کر کے لیتی ہیں امام ابوحنیفہ کے مذہب میں حلال طیب ہے جیسا کہ بحرالرائق شرح کنز وچلپی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھا ہے قال وفی الاجارۃ الفاسد اجر المثل ای یجب اجرہ حتی ان ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد ا لاجارۃفحلال عند(الامام) الاعظم لان اجر المثل طیب و ان کان السبب حرا ماً و حرام عند ھما وان کان بغیر عقد فحرا م اتفا قاً ۔ انتہی ما فی الحلبی و فی المحبر و ان استجارھا لیزنی بھا لا بأس باخذہ ولانہ فی اجارۃ فاسدۃ فیطیب لہ وان کان السبب حراماً ۔ انتہی ملخصاً تو ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ ان عبارتوں سے خرچی کا روپئہ حلال طیب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ حاصل ان عبارات کا یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو بطور اجرت سینے یا کاتنے پر مقرر کیا اور اس میں یہ بھی شرط کر لی کہ میں تیرے ساتھ زنا کروں گا تو ایسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک اجر مثل کا دینا آتا ہے یعنی جس کام کے واسطے اس کو مقرر کیا تھا اس کام کی اجرت بطور رواج کے دینی پڑے گی کیونکہ یہ اجارہ اگرچہ جائز کاموں کے واسطے کیا گیا تھا لیکن بہ سبب شرط زنا کے فاسد ہو گیا اور اجارہ فاسدہ میں مزدوری رواجی اگر مزدوری مقررہ سے زیادہ نہ ہو دینی آتی ہے اسی بنا پر امام اعظم نے اجر مثل کو حلال طیب فرمایا....(محمد لدھیانوی ۔ فتاوی قادریہ ص ۱۲۹۔۱۳۰)

(۱۵) قضاء قاضی

تقسیم ہند سے قبل احناف کے اخبار العدل گوجرانوالہ میں، فقہ حنفی بتما مہا احادیث ہیں ، کے عنوان سے جناب محمد یعقوب مدرس مدرسہ اسلامیہ مبارک پور کا ایک سلسلہ وار مضمون شائع ہوا۔ اس پر جناب منشی محمد عبداللہ معمار نے اہل حدیث امرتسر ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ء میں چند سوالات کئے ۔ جن کے جواب میں جناب محمد شریف کوٹلی ضلع سیالکوٹ اور جناب محمد یعقوب مذکور نے قلم اٹھایا۔ جناب محمد شریف نے لکھا:

مستری عبداللہ معمار کی طرف سے اہل حدیث کے ۱۴ نومبر کے پرچہ میں علماء احناف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے دوسوالات کئے گئے ہیں۔ایک قاضی کی قضا (کوئی شخص کسی غیر منکوحہ عورت پر نکاح کا جھوٹا دعوی کر کے جھوٹی شہادت سے بقضاء قاضی اس کو لے لے تو اس سے ملاپ کرنا فقہ حنفیہ میں جائز لکھا ہے۔اس کی طرف اشارہ ہے) کے ظاہر و باطن نافذ ہونے میں ۔اور دوسرا شراب انگوری کے سوا دوسری شرابوں کو بغرض قوت پی لینے کے جواز میں ۔آپ دریافت فرماتے ہیں کہ یہ دونوں مسئلے کس حدیث سے ماخوذ ہیں۔

میں (محمد شریف) کہتا ہوں یہ دونوں مسئلے اور نیز وہ باقی مسئلے جو ان کو یا ان کے ہم مشربوں کو کھٹکتے ہیں، ان سب کا جواب یہ ہے کہ

آئمہ محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام اعظم کا کوئی قول ایسا نہیں جس کی سند آیت یا حدیث یا اثر یا حدیث ضعیف منجر بکثرت طرق یا قیاس صحیح نہ ہو...امام اعظم کے زمانہ میں جو احادیث کا ذخیرہ تھا وہ آئمہ کے سینوں میں محفوظ تھا۔ان سب کا مجموعہ آج فقہ حنفیہ کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ہے۔آج بالفرض اگر کوئی شخص دنیا میں ایسا ہو جس کی نظر میں تمام کتب احادیث مطبوعہ، غیر مطبوعہ تمام مسانید معاجم وصحاح و مراسیل گذری ہوں اور اس کو امام صاحب کے کسی ایک مسئلہ کی کوئی دلیل موجودہ کتب میں نہ ملی ہو تو بھی ہم اس مسئلہ کو بے دلیل نہیں سمجھ سکتے کیونکہ امام بخاری کا ذخیرہ چھ لاکھ حدیث اگر ہمارے سامنے ہوتی پھر اس میں امام اعظم کے مسائل کی دلیل نہ ملتی تو البتہ ہم کہہ سکتے تھے۔مگر نہ تو وہ ذخیرہ حدیث موجود ہے جو قدماء کے سینوں میں تھا، نہ کسی عالم کی اس زمانہ میں اتنی وسیع نظر ہے کہ تمام موجودہ کتب حدیث پر اس کا عبور ہو۔پھر اس وقت امام اعظم کے مسائل کی دلیل طلب کرنا مقلدین کو تکلیف مالا یطاق ہے (طاقت سے باہر)۔لیکن پھر بھی علماء نے موجودہ کتب حدیث میں سے ہی حضرت امام کے مسائل کے دلائل کتب فقہ کی شروح وحواشی میں مفصل بیان فرمائے ہیں اور اردو خوان احباب کے لئے اردو میں بھی ایسے رسالہ جات لکھ دیئے جن کے مطالعہ سے ایسے شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔(العدل گوجرانوالہ ۳ دسمبر ۱۹۳۰۔ص ۵)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: یہ سوال کا جواب نہیں بلکہ عجز عن الجواب ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ کوٹلوی صاحب نے جن علماء کی کوششوں کا ذکر کیا ہے ان کی کتابوں سے وہ حدیث دکھا دیتے جس سے دونوں سوال حل ہو جاتے۔ہم سے پوچھیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ہم بتادیتے ہیں کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں کتاب الحیل لکھی ہے اس میں اس حنفی مسئلہ کا ذکر مع تردید کیا ہے اور تردید میں حدیث شریف نقل کی ہے۔

مولوی محمد یعقوب نے لکھا ہے :

روایت حدیث کے دو طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کے قول و فعل کو بعینہ بغیر کسی تبدل و تغیر مع سند کے بیان کیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل سے جو حکم معلوم ہو وہ بیان کیا جائے۔ پہلا طریقہ بہت سے دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ کی وجہ سے غیر پسندیدہ تھا اسلئے حضرت امام الاعظم نے اس طریق سے روایت حدیث نہ فرمایا۔ روایت حدیث کا دوسرا طریقہ چونکہ محبوب و مرغوب تھا اس لئے امام ابوحنیفہ نے اس طریقہ سے بکثرت حدیثیں روایت کیں اور وہ روایات احناف کے پاس فقہ حنفی کی صورت میں موجود ہیں (العدل ۷ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۷)

جناب ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں :

مقسم اپنی تقسیم اقسام میں ہوتا ہے اور بولا جاتا ہے مثلاً انسان کی تقسیم یوں کریں کہ انسان عربی ہے اور عجمی تو انسان دونوں پر بولا جائے گا۔ صحت تقسیم کی علامت یہی ہے کہ مقسم اقسام پر صادق آئے۔ مگر محمد یعقوب نے عجیب منطق ہمیں سنائی ہے گویا اس اصول کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کے نزدیک حدیث کے دو طریق ہوئے۔ ایک حدیث وہ جو بعینہ روایت ہو کر قول رسالت ہم کو ملے۔ دوسری حدیث وہ جو مسائل مستنبطہ کی شکل میں بصورت فقہ پہنچے۔ نتیجہ صاف ہے کہ مسائل فقہیہ کو بھی حدیث کہنا ہوگا۔

آپ کی پاس خاطر سے مسائل فقہیہ کو باصطلاح جدید حدیث نام رکھتے ہیں لیکن یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ

: دوسرا طریق یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے جو حکم معلوم ہو وہ بیان کیا جائے۔

اس میں آپ کو اعتراف ہے کہ مسائل فقہ احادیث سے ماخوذ ہیں۔

پس یہ دو مسائل متنازع بھی انہی میں سے ہیں۔ لہذا پھر وہی سوال لوٹے گا کہ

جس قول یا فعل سے یہ دو مسائل امام کو یا آپ کو صحیح معلوم ہوئے وہ قول رسول کہاں ہے؟

آپ عینی شرح بخاری۔ عینی شرح ہدایہ، مبسوط سرخسی۔ تخریج زیلعی وغیرہ دیکھ جایئے جہاں ملے وہ سامنے لاکر منشی عبداللہ معمار سائل کو دے دیجئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب محمد یعقوب پھر لکھتے ہیں :

آپ معمار صاحب علماء احناف سے پوچھتے ہیں کہ یہ دو مسئلے کس حدیث سے مستنبط و ماخوذ ہیں، بتلایا جائے :

۱۔ قاضی کی قضا ظاہراً و باطناً نافذ ہوتی ہے۔

۲۔ شراب انگوری کے سوا باقی شرابیں جوگڑ نارنگی وغیرہ کی بغرض قوت پی لینی جائز ہیں

جناب من! آپ کے سوالات تو بعینہ ایسے ہوئے جیسے کوئی کہے کہ بخاری شریف میں آیا ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو مقتدیوں کو آمین کہنا چاہیے۔ ترمذی شریف میں آیا ہے کہ نماز میں تمام افعال کو حرام کر دینے والی چیز تکبیر تحریمہ ہے۔ لہذا بتلایا جائے کہ یہ مسئلہ کس حدیث سے ماخوذ ہے۔ آپ ہی انصاف سے فرمائیے کہ جواب دینے والہ سوائے اس کے کیا کہے گا کہ میاں سائل یہ کتابیں تو حدیث کی ہیں ان میں جتنے مسائل موجود ہیں وہ سب کے سب احادیث رسول ہیں پھر تم مجھ سے حدیث کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔ کیا حدیث کے لئے بھی حدیث کی ضرورت ہے۔ اگر اس قاعدے کو تسلیم کر لیا جائے تو ہر حدیث کے لئے ایک دوسری حدیث کی ضرورت ہے۔ علی ہذا القیاس اور اسی کا نام تسلسل ہے و ھو محال ۔ (العدل گوجرانوالہ ۷ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۷)

جناب ثناء اللہ کہتے ہیں کہ بقول آپ کے اقوال فقہیہ پر دلیل طلب کرنا اور دلیل دینا محال ہے تو صاحب ہدایہ اور صاحب مبسوط وغیرہ کیوں مسائل فقہیہ پر دلائل حدیثیہ پیش کر کے محال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جناب مرتضی حسن چاندپوری نے تو فرمایا تھا کہ مسائل فقہیہ کو با دلیل جاننے والہ غیر مقلد ہو جاتا ہے۔ (العدل ۷ جون ۱۹۲۷ء)۔ اور یہ مولوی یعقوب فرماتے ہیں کہ مسائل فقہیہ اور اقوال فقہاء پر دلیل دینا محال ہے۔ انکم لفی قول مّختلف ۔ اور اپنے سوال کا جواب سنیئے ۔ امام بخاری اگر عنوان باب میں یہ کہتے کہ . جب امام ولا الضالین کہے تو آمین کہنی چاہیے . تو ہم اس پر دلیل طلب کرتے ۔ لیکن جب حدیث میں ہی یہ لفظ ہوں تو پھر یہی دلیل ہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۳۔۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۶) شبلی کا درس بخاری

ندوۃ العلماء لکھنو کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ

دسمبر ۱۹۱۳ء کے آخر میں آخری سال کے لڑکوں نے مولانا (شبلی نعمانی) سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انہیں بخاری شریف کا درس دیں۔ مولانا نے اس کو قبول کیا اور ہر روز مغرب کے بعد درس شروع ہو گیا اور بہت سے لڑکوں نے اس میں شرکت کی لیکن ناظم صاحب (جناب احمد علی سہارنپوری محشی بخاری کے فرزند) نے اس کو پسند نہیں کیا۔ انہوں نے جناب مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی سے جو، مہتمم و مدرس اعلی تھے، خواہش کی کہ وہ طلباء کو اس سے روکیں۔ مفتی صاحب نے اس میں تامل کیا اور اس کا تذکرہ مولانا سے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ آپ کو تحریری حکم بھیج دیں تو آپ اس پر عمل کیجئے، لیکن ناظم صاحب نے اس ناگوار فرض کی انجام دہی سے پہلو تہی کی اور مفتی صاحب کو مجبور کیا کہ وہی اپنے قلم سے حکم لکھیں۔ انہوں نے یہ کیا کہ بہ تخصیص بخاری کے درس کے روکنے کے بجائے طلبہ کو خارج اوقات میں کسی سے درس لینے کی ممانعت کر دی اس کا اثر طلبہ پر بہت برا پڑا۔ بہت سے طلبا خارج اوقات میں دوسروں سے اپنے سابق کی کمی کو پورا کرتے تھے وہ سب بند ہو گئے۔ (حیات شبلی۔ص ۶۵۴)

(۱۷) آٹھویں صدی کی تحریک عمل بالحدیث

جناب اکبر شاہ خاں بتاتے ہیں:

سلطان محمد تغلق کے بارے میں ضیا برنی لکھتا ہے: با سعد منطقی بد مذہب وعبید شاعر بداعتقاد و نجم انتشار فلسفی صحبت و مجالست افتاد آمد و شد مولانا علم الدین کہ اعلم فلاسفہ بود در خلوت او بسیار شد و آن ناجوانمرداں کہ مستغرق و مبتلاء و معتقد معقولات بودند در مباحثہ و مکالمہ و نشست و برخاست علم معقولات را کہ واسطہ بداعتقادی مذہب سنت و جماعت و وسیلت نا استواری تنبیہات و تحذیرات صد بیست و چہار ہزار نقطہ نبوت است در خاطر سلطان محمد (تغلق) چناں بنشا دند کہ منقولات کتب سماوی و احادیث انبیاء کہ عمدہ ایمان و ستون اسلام و معدن مسلمانی و منبع نجات و درجات است۔ چنانچہ باید و شاید جائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نمانس و ہر چہ برخلاف معقول بوس نشنیدی بہ یقین در خاطر مبارک او نہ نشستے کہ اگر در دل سلطان معقولات فلاسفہ احاطت نہ کردے و در منقولات آسمانی شوقے و رسوخے بودے با چنداں فضیلت جمیلہ و اوصاف سنیہ کہ ذات او بداں متحلّی بود ہرگز نتوانستے کہ برخلاف قال اللہ و قال الرسول و قال انبیاء و قال العلماء در کشتن مومنے موحد حکم کند فاما از جہت آنکہ معقولات فلاسفہ کہ مایہ قساوت و سنگ دلی ست تمامی دل او را فرو گرفتہ بود و سیاست مسلماناں و قتل موحداں خوئے و طبیعت او گشتہ و چندیں علما و مشائخ و سادات و صوفیان و قلندران و نویسندگان و لشکریان را سیاست فرمود۔ ...

دیکھو کہ اس زمانہ میں معقولات و فلسفہ کو کیا سمجھا جاتا تھا اور قال العلماء کو کس طرح قال اللہ و قال رسول اللہ کا ہم مرتبہ اور جزو لازم قرار دیا جاتا تھا۔ ضیا برنی قساوت و سنگ دلی اور قتل مسلم کو حقیقت ثابتہ اور علوم متعارفہ کے طور پر معقولات فلاسفہ کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ اس بات پر بھی غور کرو کہ ضیا برنی ملک سعد الدین کو سعد منطقی بد مذہب کا خطاب کس غیظ و غضب کے ساتھ دے رہا ہے۔ یہ وہی سعد منطقی ہے جو خواجہ نظام الدین کا شاگرد رشید اور مرید با اخلاص ہے جس کو سلطان فیروز خلجی نے امیر خسرو کے ساتھ خواجہ کی اجازت سے اپنی مصاحبت میں داخل کیا تھا۔ جیسا کہ خود برنی لکھتا ہے

امیر خسرو از مقربان درگاہ او شد شغل مصحف داری فرمود و جامہ کہ ملوک کبار یافتندے امیر خسرو ہم چناں جامہ با کمر بند سپید یافتے و ملک سعد الدین منطقی را کہ در مجلس شکرستانی بود (یعنی خواجہ کی مجلس میں رہتا تھا) از جامہ پلاس قلندری بیرون آوردہ در خیل امراء گردانید۔ ...

یہی ملک سعد الدین یا سعد منطقی ہے کہ جب شیخ شمس الدین ترک کے فارسی رسالہ کو بعض امیروں نے علاء الدین کے پاس پہنچنے سے روک لیا، تو اس نے سلطان کو اس کی اطلاع دی اور سلطان نے اس رسالہ کو طلب کیا۔ برنی کہتا ہے

وازاں محدث این کتاب و ایں رسالہ بر بہاء الدین دبیر ریسدہ بہاء الدین کتاب پیش سلطان علاء الدین رسانید و از طرف قاضی حمید پنہاں داشت و من از ملک قرا بیک شنیدہ ام کہ سلطان از سعد منطقی شنید کہ ایں چنیں رسالہ رسیدہ است آن رسالہ را طلبید۔

یہی سعد منطقی ہیں جن کی تصنیف مراۃ العارفین ہے اور جو بعد میں خواجہ رکن الدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتانی کے مرید ہوئے اولیائے کبار میں ان کا شمار ہے ...

مولانا علم الدین کہ علامہ دہر بود گفت من سفر مکہ و مدینہ ومصر و شام کردہ ام (فرشتہ) انہوں نے ہی دہلی کے ۵۳ مولویوں اور غیاث الدین تغلق کی منشاء کے خلاف خواجہ نظام الدین کی نہایت مؤثر تائید وحمایت کر کے خواجہ کو مولویوں اور مفتیوں کے حملے سے بچایا تھا اور یہی وہ مولانا علم الدین ہیں جو امام ابن تیمیہ کی صحبتوں میں شریک رہ کر ان کی مصیبتوں مباحثوں اور استقامتوں کو بخوبی دیکھ کر ۷۳۱ھ میں ہند واپس آئے تھے ....ضیا برنی کی نگاہ مذہب کے معاملے میں کس قدر تنگ اور کج واقع ہوئی تھی وہ بدعیہ وشرکیہ مراسم کے مجموعہ کو.. جزو اسلام اور عین اسلام یقین کرتا تھا..ضیا برنی بڑے سے بڑے عالم ..کو فلسفہ اور معقولات سے تعلق رکھنے کے الزام میں مردود اور لعنتی قرار دینے کے لئے تیار ہے۔علم حدیث اور عمل بالحدیث کو وہ معقولات وفلسفہ کہتا ہے۔حدیث اور علم حدیث کی صرف نام کی اس کے دل میں عزت ہے لیکن جب مراسم بدعیہ وشرکیہ کو ترک کرا کر حدیث پر عمل کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور اس کے لئے دلائل پیش کئے جاتے ہیں تو وہ اپنے مراسم کو اصل شریعت کہہ کر ترویج احادیث نبوی کی کوشش کا نام معقولات وفلسفہ رکھتا اور آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ یہ بھی غور کرنے کے قابل بات ہے شمس الدین ترک ملتان سے علاء الدین خلجی کے پاس عمل بالحدیث کی ترغیب میں رسالہ لکھ کر بھیجتے ہیں اس زمانے کے مولوی اور مفتی اس کو اپنے عقائد اور مقاصد کے خلاف سمجھ کر سلطان تک نہیں پہنچنے دیتے۔لیکن ملک سعد الدین سلطان سے ذکر کر کے اس رسالے کو سلطان تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ ملک سعد الدین عمل بالحدیث کا بہت بڑا حامی تھا اور عمل بالحدیث کے مقابلے میں وہ مولویوں قاضیوں اور مفتیوں کے ناراض ہونے کی پرواہ نہیں کرتا۔اسی ملک سعد الدین کو ضیاء برنی سعد منطقی بد مذہب کا خطاب دیتا ہے۔(آئینہ حقیقت نما۔ص ۴۳۸۔۴۴۲ ملخصاً)

(۱۸) شاہ ولی اللہ کے کندھے

سلمان علی خان صاحب (لکھنو) نے جنگ آزادی میں علماء کرام کا حصہ، کے نام سے بیس صفحات کا ایک مختصر کتابچہ لکھا ہے جس میں بہت سی تاریخی فروگذاشتوں کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ اس افسانہ کو بھی ہوا دی ہے۔ وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں :

سب سے پہلے انہوں نے انگریزوں کی بڑھتی ہو ئی دست درازی پر ضرب لگانے کے لئے شہنشاہ شاہ عالم کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی کوشش کی ...ان کی انقلابی سرگرمیوں پر روک لگانے کے لئے انگریزوں نے ان کے دونوں پہنچوں کو اتروا لینے کی روح فرسا سزا دی۔(ص۴)۔

پہنچے اتروانے کا قصہ خود ایک افسانہ ہے پھر اسے انگریزوں کی طرف منسوب کرنا افسانہ در افسانہ ہے۔ جہاں تک پہنچے اتروانے کی بات ہے، اس کو سب سے پہلے امیر شاہ خان صاحب نے اپنی کتاب امیر الروایات میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں

. اس زمانہ میں ایک تو روافض کا نہایت غلبہ تھا، چنانچہ دہلی میں نجف علی خان کا تسلط تھا۔ جس نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بے کار کر دیئے تھے تا کہ وہ کوئی کتاب یا مضمون نہ تحریر کر سکیں۔(ارواح ثلاثہ۔ص۳۳)۔

اس روائت کو بہت سے علماء نے نہ صرف نقل کیا ہے بلکہ بڑی اہمیت دی ہے جن میں مولوی مناظر احسن گیلانی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (پاکستان) جیسے محققین کا نام لینا کافی ہے۔ مگر یہ روایت تاریخی اعتبار سے سرے سے غلط ہے۔ نجف علی ۱۷۷۲ء میں پہلی دفعہ دہلی آیا (پھر اس نے بہت جلد ترقی کی یہاں تک کہ امیر الامراء کا خطاب مل گیا)۔ اس سے پورے دس سال قبل ۱۷۶۲ء میں شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو جاتا ہے۔ اور عقلاً بھی یہ کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ شاہ ولی اللہ جیسے پایہ کا مشہور عالم اس مصیبت سے دوچار ہوا اور کسی معاصر تاریخ میں اس کا اشارۃً ذکر تک نہ ہو۔ ان کے سارے شاگرد اور معتقد اس سے ناواقف ہوں یا اس کے خلاف آواز بلند نہ کریں۔ پھر اس کی جو علت بیان کی گئی ہے کیا وہ پہنچے اتروانے سے حاصل ہو جاتی ؟ کیا شاہ صاحب املاء نہیں کروا سکتے تھے؟ تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ برہان دہلی شمارہ نومبر ۱۹۶۴ء مضمون مولوی محمد عضد الدین ایم اے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ بعنوان حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے متعلق چند غلط روایات صفحات ۲۹۳۔تا ۲۹۶۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ص۱۶۶۔۱۶۷ بھٹکلی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۱۹) ایضاح الحق الصریح

شاہ اسماعیل شہید کی ایضاح الحق بہت اہم تصنیف ہے۔ اسی کے جواب میں تنویر الحق لکھی گئی تھی جس کے جواب (اور ایضاح الحق کے دفاع) میں میاں نذیر حسین محدث نے معیار الحق رقم فرمائی تھی۔ اس کتاب پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اس میں شاہ صاحب نے اس کتاب میں بہت سے ایسے امور کو بدعت قرار دیا ہے جن پر اکابر کا عمل بھی رہا ہے۔ اسطرح بالفاظ دیگر شاہ صاحب کو ان اکابر کو مبتدع قرار دیا ہے۔ میاں نذیر حسین کے سفر حج کے گرد و پیش زمانے میں لکھنو کے اخبار مشیر قیصر میں اس مسئلے کو اٹھایا گیا تو جناب بٹالوی نے اشاعۃ السنہ میں لکھا:

آپ نے فرمایا ہے ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح میں دنیا کے محدثین و فقہاء و اولیاء اللہ اور علماء کے افعال و عقائد بدعت ٹھہرائے گئے ہیں۔ ہم نے مانا کہ صاحب ایضاح نے اطلاق لفظ مبتدع کا ان پر جائز نہیں رکھا مگر یہ حضرات مرتکب بدعت ہوئے تو پھر مبتدع کا اطلاق خود بخود ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص مارتا ہو اور اسے ضارب نہ کہیں۔

خاکسار (محمد حسین) ملتمس ہے جن افعال و عقائد کو مولانا محمد اسماعیل شہید نے کتاب ایضاح الحق میں بدعت قرار دیا ہے، وہ نئی دنیا کے محدثین فقہاء و اولیاء کے عقائد ہوں تو ان کا کوئی منصف و محقق حامی نہیں۔ پرانی دنیا کے محدثین فقہاء و اولیاء و علماء سے تو ایک شخص بھی وہ اعتقاد نہیں رکھتا جس کو انہوں نے بدعت قرار دیا ہے۔ آپ تمام دنیا کے حالات کہاں جانتے ہیں اور کب بیان کر سکتے ہیں؟ یہ تو زبانی دعوی ہیں۔ آپ ہم کو وہ اعتقاد و اقوال دو چار ہی محدثین یا فقہاء یا اولیاء یا علماء قرون ثلاثہ سے (جن میں ہمارے سرتاج چاروں امام مذہب اور اکثر اصحاب متون حدیث اور بیسیوں متقدمین اولیاء و علماء داخل ہیں) بہ نقل صحیح ثابت کر دیں پھر دیکھیں ہم اس کتاب ایضاح الحق کی کیسی خبر لیتے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ گو مولوی اسماعیل صاحب نے ان لوگوں کو مبتدع نہیں کہا، مگر ان کے افعال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔

ہمارے مدعا کا عین مؤید ہے۔ اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کو مبتدع نہیں کہا، چہ جائے کہ کافر کہا ہو۔

رہا یہ کہ ان کے اقوال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔ سو یہ (مبتدع ہونا) نکالنا آپ لوگوں کا فعل ہے، مولوی محمد اسماعیل تو اس کو پسند نہیں کرتے غایة ما فی الباب یہ کہ اس میں آپ ان کی علمی غلطی تجویز کریں، سو یہ بات دوسری ہے۔ یہ ہم نے علی سبیل التّنزّل کہا ہے اور سچ پوچھو تو اس میں بھی مولوی اسماعیل غلطی پر نہیں۔

بے شک لغۃً وعقلاً قیام مبدء حمل مشتق کا موجب ہوتا ہے اور یہی عامیانہ خیال ہے، اور اسی پر مارنے والے کو ضارب کہنے کی مثال پھبتی ہے، مگر شرعاً (بحکم کتاب و سنت و مذاہب فقہاء امت) یہ بات کلیۃً صحیح نہیں ہے۔ جلد اول صحیح بخاری صفحہ ۹ سطر ۱۵ میں باب المعاصی من امر الجاهلية ولا يكفر صاحبها بارتكابها الا بالشرك (گناہ، کفر کے کام ہیں، مگر ان کے مرتکب کو بجز مرتکب شرک، کافر نہ کہا جائے گا) ملاحظہ فرمایئے اور فقہاء و متکلمین کی تصانیف میں مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ دیکھ لیجئے۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہید کو جو کہنا ہو سو کہیے۔ مولانا مرحوم ان سب کے مخالف نکلے تو ہم پھر آپ کے ساتھ ہیں۔

آپ (مضمون نگار مشیر قیصر) نے فرمایا ہے:

پھر صاحب ایضاح الحق نے ایضاح میں تقلید شخصی کو بدعت حقیقہ لکھا ہے اور تنویر العینین میں شرک۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے معیار میں ان کی ہاں میں ہاں ملایا ہے.....۔

خاکسار ملتمس ہے جس تقلید شخصی (اعتقاد وجوب و بمقابلہ نصوص) کو مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے شرک یا بدعت قرار دیا ہے، اور مولانا سید محمد نذیر حسین نے اس میں ان کا اتباع کیا ہے، وہ ایسی تقلید ہے جس کو کسی محقق حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی محدث فقیہہ ولی متقی نے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ بہتیروں نے اس کو برا کہا ہے۔ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر جس قدر اعیان واکابر مذہب (جنہوں نے ایسی تقلید کو برا کہا ہے) کے نام نامی آپ چاہیں، میں گن سناتا ہوں۔ اور اگر آپ کو اپنی کمیٹی کے صدر نشین مولوی محمد عبدالحی کے کلام پر اعتماد ہے، تو انہی کے رسالہ النافع الکبیر اور فوائد بہیہ سے اس تقلید کی برائی ثابت کر دکھاتا ہوں۔ پھر اگر مولوی محمد اسماعیل مرحوم اور حضرت شیخنا المحدث الدہلوی نے بھی اس کو برا کہا تو کیا برا کیا۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۶ ص ۳۴۶۔۳۴۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(۲۰) جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد

عمل بالحدیث کی تحریک کو دبانے کے لئے عاملین سنت کا معاشرتی، مذہبی بائکاٹ کیا گیا۔ان سے میل ملاپ، لین دین بند کیا گیا۔ان کا اپنی مجالس میں آنا بند کیا گیا۔ان کو جبر وتشدد کا نشانہ بنایا۔مساجد کے دروازے ان پر بند کئے گئے اور یہ کام ۱۸۵۷ء کی جنگ کے معاً بعد شروع کر دیا گیا۔مساجد کے پیش اماموں، خطیبوں، خانقاہوں کے سجادہ نشینوں، صوفیوں، پیروں نے ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعی فی خرابھا... (سورہ بقرہ۔۱۱۴) کی فہرست میں بڑھ چڑھ کر اپنے نام لکھوائے۔جرم یہ تھا کہ عاملن بالحدیث نماز میں قبل اور بعد رکوع رفع الیدین کی صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر عمل کیوں کرتے ہیں، جہری نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین بالجہر کی صحیح اور ثابت شدہ حدیثوں پر عمل کیوں کرتے ہیں۔اور نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کی صحیح اور ثابت شدہ احادیث پر عمل کیوں کرتے ہیں۔

جناب محمد حسین بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد سوم نمبر ۱۰ کے ضمیمہ میں لکھا:

> آرہ ضلع شاہ آباد آمین بالجہر اور رفع یدین پر تنازع ہوا جس کا مقدمہ عدالت میں پہنچا۔ ہنوز وہاں سے کچھ فیصلہ نہ ہوا تھا کہ ایک جنگی مولوی لودھیانہ سے وہاں تشریف فرما ہوا۔ اس نے وہاں جا کر فتوی دیا کہ یہ لوگ آمین کہنے والے مشرک وکافر ومرتد ہیں ان کا مسجدوں سے نکال دینا بحکم آیت و ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ لازم ہے۔اور اس باب میں ایک رسالہ بھی لکھا جس کا نام انتظام المساجد باخراج اہل الفتن و المفاسد رکھا اور اس کو عظیم آباد میں طبع کرا کر مشتہر فرمایا۔ اس میں یہ بھی درج کیا کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر افترا کرتے ہیں۔اور آنحضرت ﷺ پر افتراء کرنے والا مرتد ہے۔حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ اس کو قتل کرے اور اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہ کریں اور علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے اس کے کفر وارتداد کے فتوے دینے میں تردد نہ کریں۔ورنہ زمرہ مرتدین میں یہ بھی داخل ہوں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس فتوی و رسالہ نے اس دیار کے دونوں فریق مسلمانوں میں ایسا اشتعال و جوش پیدا کیا کہ ۲۷ تاریخ ماہ رمضان ۱۲۹۷ھ ، (۱۸۸۰ء) کو آرہ کے قریب ایک گاؤں میں آمین کے سبب سخت فوجداری ہوئی اور آپس میں خوب لاٹھی چلی اور خون جاری ہونے کی نوبت پہنچی۔ حکام وقت نے چند اشخاص کو گرفتار کرلیا۔ اسی اثنا میں ایک فریق نے دوسرے فریق کی نسبت حکام کو یہ خبر دی کہ ان لوگوں کا سخت بلوہ کرنے کا ارادہ ہے اس پر کلکٹر ضلع نے کمپ دانا پور میں اس مضمون کا تار دیا (یا دینا چاہا) کہ وہاں سے ایک ہزار گورے مسلح اور دو ضرب توپ جلد روانہ ہوں۔ ڈپٹی مجسٹریٹ نے کلکٹر کو سمجھایا کہ یہ محض غلط خبر ہے جو مذہبی عناد سے دی گئی ہے فوج منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے یہاں ایسا بلوا کرنے والہ کوئی نہیں ہے جس پر وہ تجویز ملتوی ہوئی اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی۔ بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا اور صد ہا روپئہ فریقین کا وکیلوں وغیرہ مصارف میں صرف ہوا۔ (ص ۱۰۔۱۱)

اور اشاعۃ السنہ جلد نہم میں لکھا تھا:

یہ (اہل حدیث) لوگ عام مسلمانوں کی مسجدوں میں اپنے طور پر نماز پڑھنے سے عموماً روکے جاتے ہیں، بلکہ بعض مواضع میں بعض اشخاص مار پیٹ بھی کھاتے ہیں۔

انکے درس اور وعظ کی مجالس بھی مزاحمت غیر سے خالی نہیں ہوتیں۔ جہاں اہلحدیث کا وعظ ہوا وہاں دنگہ فساد شروع ہوا، اینٹیں پڑنے لگیں اور گالی گلوچ کی آوازیں آئیں۔ و معہذا ان پر تہمتیں قائم کی گئیں اور آخر نوبت بعدالت پہونچی تو وہاں سے بھی اہلحدیث کو شکست ہوئی۔ (اس کی وجہ بار براٹیکاف کی تحریر میں ملاحظہ کریں)

کسی محلّہ یا کوچہ میں کسی اہل حدیث کا قیام ہوا تو عام اہل محلّہ میں کھل بل پڑ گئی اور وہ اس امر کے درپئے ہوئے کہ اس واعظ یا مدرس کو محلّہ سے نکالیں یا اس کے پاس آنے جانے والوں کی خبر لیں۔

ان کے مدرسے اور سوسائیٹیاں بھی مزاحمت غیر سے خالی نہیں۔ جہاں اہلحدیث کا دنیاوی یا دینی علوم کا مدرسہ قائم ہوا یا کسی کمیٹی کا انعقاد ہوا، وہاں چندہ دینے والوں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممبروں کو بہکانا شروع ہوا۔ اور بس چلا تو سرکار کو اس مدرسہ اور سوسائٹی کی طرف سے بدظن کیا۔ اور یہ کہہ دیا کہ اس مدرسہ اور سوسائٹی کا اجراء و قیام گورنمنٹ کی مخالفت کی غرض سے ہے۔

امرتسر پنجاب میں بارہا مسجدوں میں تکرار ہوئے اور نوبت بعدالت پہونچی آخر اہلحدیث پر ایک مقدمہ احراق قرآن قائم کر کے ان کو سزائے قید دلوائی گئی۔

لاہور میں اہل حدیث واعظوں کے وعظوں میں بارہا پتھر پھینکے گئے۔ اہل حدیث کے مدرسہ اسلامیہ پر سخت حملے ہوئے جن کے سبب سے آخر وہ ٹوٹ گیا اور انجمن منتظم مدرسہ کا بھی خاتمہ ہوا۔

لودیانہ میں ایک مجلس وعظ اہل حدیث میں سخت مار پیٹ ہوئی اور آخر نوبت بعدالت پہونچی اور فریقین کے چند اشخاص کو جیلخانہ دیکھنا پڑا۔

دہلی میں ایک مسجد معروف موچیاں والی کی بابت کئی سال عدالت میں مقدمہ رہا اس میں گو فتح اہل حدیث کے ہاتھ آئی مگر چونکہ گھر در لٹوا کر ہاتھ آئی لہذا وہ فتح شکست کے بھاؤ پڑی۔

آمین بالجہر پر جا بجا وہ مزاحمت ہوتی ہے کہ اس کی نظیر مسلمانوں کے کسی فرقہ میں کسی فعل پر پائی نہیں جاتی۔

پنجاب و ہندوستان کے کسی شہر میں حنفیوں کی مسجدوں میں غالبًا کوئی اہل حدیث آمین بالجہر کرنے نہیں پاتا۔ جو کر بیٹھے وہ مار کھاتا ہے۔ اور آخر فریقین کا عدالت کی طرف رجوع ہوتا اس وقت چند مقدمات میرٹھ بنارس وغیرہ کے عدالت میں پیش ہیں۔

پرچہ نصرت السنہ بنارس بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۰۴ھ کو ہم نے بڑے افسوس سے پڑھا ہے جس میں یہ خبر درج ہے کہ اڈیٹر نصرۃ السنہ کو جو گروہ اہل حدیث سے ہیں حنفیوں نے عین مختار خانہ کچہری میں زدوکوب آلودہ کیا۔ اسی حالت میں اڈیٹر صاحب عدالت مجسٹریٹی میں پہونچے اور مستغیث ہوئے۔ تاریخ مقدمہ ۲۱ مئی ۱۸۸۷ء مقرر ہے۔

چند مقدمات اور بھی اس رسالہ میں مذکور ہیں جن میں فریق حنفیہ کی گروہ اہل حدیث کے حق میں مزاحمتیں پائی گئی ہیں (اشاعۃ السنہ ج ۹۔ ص ۳۴۱۔۳۴۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں جبر وتشدد، مار پیٹ، منع عن المساجد کے چند واقعات لکھے جاتے ہیں کہ یہ اہلحدیث کی تاریخ دعوت وعزیمت کا حصہ ہیں:۔

☆ اس واقعہ کے راوی جناب حافظ یوسف ہیں جو مظفر نگر کے رہنے والے تھے اور ضلعدار نہر ہونے سے پہلے امرتسر میں کتب فروشی کرتے تھے۔ حنفی المسلک تھے لیکن ۱۸۶۰ء میں اپنے مطالعہ کی بنا پر عامل بالحدیث ہوئے۔ بعدازاں سید عبداللہ غزنویؒ نے جب امرتسر میں قیام فرمایا تو ان کے اخص مریدوں میں شامل ہوئے۔ حافظ محمد یوسف کہتے ہیں:۔

۱۸۶۰ء کا واقعہ ہے کہ میری عمر تخمیناً ۲۰ برس کی تھی، میں امرتسر میں کتب فروشی کرتا تھا کہ میرے پاس مظاہر حق (ترجمہ مشکوٰۃ از نواب مولوی قطب الدین دہلوی) بھی آئی۔ میں نے اس میں رفع یدین کی حدیث دیکھی تو اپنے استاد مولوی غلام العلی امرتسریؒ کی خدمت میں پیش کی۔ مولوی صاحب چونکہ ان دنوں حنفی تھے اس لئے انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث شافعیوں کی ہے۔ امام شافعی نے اس کو لیا ہے ہمارے امام اعظمؒ نے اسے قبول نہیں کیا۔ میں نے کہا حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہے یا نہیں؟ ...اور میں مولوی غلام رسول (امرتسری) کی مسجد میں رفع یدین کرتا رہا، ایک دفعہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ کو اپنی مسجد سے نکال دیا....(چند روز بعد) میں دہلی گیا۔ وہاں بھی (میرے) آمین بالجہر کہنے پر شور بپا ہوا۔ میں نے نواب قطب الدین کی مسجد میں جا کر عمل بالحدیث کیا، تو نواب صاحب خفا ہوئے، میں نے کہا آپ کی کتاب مظاہر حق سے تو مجھے ہدایت ہوئی اور آپ ہی منع کرتے ہیں، مگر نواب صاحب یہی فرماتے رہے کہ یہاں مت آیا کرو.... حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب مرحوم بھی ان دنوں عمل بالحدیث نہ کرتے تھے۔ اسلئے (مولوی سید عبدالخالق کے بیٹے، دہلی کے مشہور واعظ اور میاں نذیر حسین محدث کے برادر نسبتی) مولوی عبدالرب نے بڑی سختی سے میری تردید کی اور بطور طعنے کے کہا کہ اگر یہ سنت ہے تو مولوی نذیر حسین کیوں نہیں کرتے؟ یہ سن کر میں نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کیا: یا تو یہ فرمایئے کہ یہ فعل سنت نہیں یا خود کیجئے، علماء ہم کو طعن دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمایا، اچھا ہم بھی کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے عمل بالحدیث شروع کر دیا۔ بس پھر کیا تھا؟ حضرت میاں صاحب کا سلسلہ شاگردی تو بہت وسیع تھا، اس لئے دور دور تک اثر پہنچ گیا ...(بعد ازاں) میں امرتسر ملازمت کے طبقے میں داخل ہوا۔ اس عرصہ میں مولوی عبداللہ غزنویؒ امرتسر تشریف لائے، جن کے اثر صحبت سے عمل بالحدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ (نقوش ابوالوفا۔ ابو یحی امام خان ص ۳۹۔۴۲۔ بحوالہ اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۱۱ء۔ منقول از دیباچہ رسائل اہل حدیث جلد دوم۔ لاہور طبع ۱۹۹۱ء ص۔ ۲۱۔۲۴)

☆ اور سید عبداللہ غزنوی کو عمل بالحدیث کے جرم میں جن مصائب سے دو چار ہونا پڑا وہ تاریخ کا حصہ ہیں۔ وہ افغانستان کے رہنے والے تھے، جناب غلام رسول قلعوی نے لکھا ہے:

کابل وغزنی کے گرد ونواح کے ملاّ جو علم حدیث سے بے بہرہ تھے، اور ایک عمر انہوں نے عقلی فنون اور فلسفی دقیقوں میں برباد کی ہوئی تھی، اور بعض نے فقط فقہ کی ہر طرح کی روایتیں حاطب لیل کی طرح جمع کی ہوئی تھیں اور دینی تحقیقوں سے بالکل ناواقف تھے، انہوں نے شورش کے ساتھ سر اٹھایا۔ اور جوش وخروش کے ساتھ جنگ وجدل کے لئے پیش آئے اور تکفیر اور تضلیل کے ساتھ زبان کو کھولا اور ایک لشکر آپ کے سر پر کھینچ لائے۔ لیکن اس سبب سے کہ آپ کے مخلص تابعداروں اور مریدوں کی ایک جماعت سنت کے زندہ کرنے پر متفق تھی اور مذاق ایمان کے ساتھ ذکر الٰہی کی حلاوت چکھ چکی تھی... اور سنت سنیہ کی تابعداری اختیار کر چکی تھی۔ یہ سب ان کے مقابلہ کو تیار ہو گئے۔ جب وہ مقابلہ نہ کر سکے تو ناچار بھاگ گئے اور دغا اور فریب کو اپنا دست آویز ٹھہرایا، یعنی امیر کو کہنے لگے کہ یہ شخص امیر بننے کا داعیہ رکھتا ہے اور ملک گیری کا پختہ ارادہ کر چکا ہے۔ لہذا قاضی عبدالکریم جان کے کہنے کے موافق جو وہ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید تھا اور عالم مدقق اور ذی فنون اور موحد کامل تھا، امیر کابل کے پاس گئے۔ مجمع میں ملاؤں نے رنگا رنگ کی باتیں کیں۔ اور طرح طرح کے بہتان آپ کے ذمہ لگائے جو سب کے سب واہیات ہیں۔ ازانجملہ ایک شخص بولا کہ یہ رفع سبابہ کرتا ہے۔ امیر بولا ہم بھی رفع سبابہ کرتے ہیں۔ وہ بولا، تو بھی برا کرتا ہے۔ آپ کا ہمشیرزادہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ان سے سنا ہے کہ کہتے تھے وہ ارادت کہ میں مولانا اسماعیل شہید کے حق میں رکھتا ہوں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ کے ساتھ نہیں رکھتا۔ امیر بولا، چھوڑ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دے، یہ کلمہ کفر نہیں ہے۔ غرض ہر چند امیر کو معلوم تھا کہ یہ شخص سچا ہے۔ لیکن علماء کی شورش سے ڈر کر بولا کہ مصلحت یہی ہے کہ آپ یہاں سے نکل جاؤ۔ اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور فرماتے تھے کہ.. جب میں اٹھنے کے لئے تیار ہوتا امیر کے ملازم کہتے ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ شورش کم ہو جاوے۔ اور مخلوقات کا اس قدر ہجوم تھا کہ قیاس میں نہیں آتا تھا۔ وہ لوگ جس کو ہمارے مریدوں میں دیکھ لیتے اس کو مارتے اور ایذا پہنچاتے۔ جب فتنہ فرو ہو گیا ہم ہمراہ ہو کر ہجوم سے نکل گئے۔ اس جگہ سے ملک سواد میں اخوند صاحب کے پاس پہنچے۔ (اور فرماتے تھے کہ مصیبت کے دنوں میں بہت مصیبتیں جن کا آیت و لنبلونّکم..الخ میں وعدہ دیا گیا ہے، وارد ہوئی تھیں)۔ چنانچہ سواد میں بہت دن گذر گئے کہ سب یار بھوکے تھے اور دشمنوں کا خوف ہر جگہ اس قدر تھا کہ سوائے قتل کے نہ چھوڑیں گے اور عیال کی تنگ دستی اس قدر تھی کہ معاش کی کوئی وجہ مقرر نہ تھی اور کابل اور غزنی کے ملاّ سخت سخت پیغام بھیجتے تھے کہ دیکھو برف موقوف ہونے کے بعد تمہارا انتظام کرتے ہیں (سوانح عمری عبداللہ غزنوی)

☆ سانبہ، جموں

سانبہ ضلع جموں میں ایک مسجد خاص اہل حدیث کی بنائی ہوئی ہے۔ اہل حدیث چونکہ بپابندی شریعت کسی کلمہ گو کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے نہیں روکا کرتے، حنفی بھی نماز پڑھتے رہے۔ مسجد کے بانی میاں فتح دین سوداگر صابن تھے جو آج کل امرتسر میں مقیم تھے۔ اس مسجد میں بھی احناف نے شور مچایا کہ امام (اہلحدیث) ہم کو منظور نہیں۔ کوئی پوچھے کہ آپ کو دوسرے گھر میں منظور نامنظور کرنے کا اختیار کیا ہے؟ خبر آئی کہ ایک حاجی صاحب کی مہربانی سے بے چارے اہلحدیث کو سخت زدوکوب ہوئی۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۲۲ء ص ۲۔۳)

☆ روڑی ضلع حصار میں مولوی سلیمان بن مولوی جمال الدین میں ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان قدیم الایام سے حنفی المسلک تھا تاہم جب آپ نے حافظ محمد لکھوی کی زینت الاسلام اور انواع محمدی دیکھی تو ان کے دل میں حافظ محمد کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور یوں لکھو کے حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا جس کے نتیجے میں عمل بالحدیث کی راہ کھلی۔ پھر آپ کو جناب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالجبار غزنوی کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملا اور مسلک اتباع سنت میں پختہ ہوئے۔ بعد ازاں آپ کے ذریعہ ضلع حصار میں کتاب وسنت کی کرنیں پھوٹیں۔ آپ کے بیٹے حکیم عبداللہ نے لکھا تھا:

تقریباً ۴۰ سال پہلے (یعنی ۱۸۸۰ء کے گردوپیش) ہمارے اس ضلع (حصار) میں شائد کوئی قلیل ہی اہل حدیث ملتا ہوگا۔ بلکہ محقق حنفی بھی دو چار عالموں کے سوا نہ تھے۔ ایک تو میرے جد امجد مولوی جمال الدین تھے اور دوسرے مولوی نور محمد سوتروی مصنف شہباز شریعت، اور شائد ایک دو عالم اور ہوں۔ ان کے علاوہ سب بدعتی تھے۔ ہمارے اردگرد یعنی سرسہ کی تحصیل میں تو رسوم شرکیہ و بدعیہ (گانا باندھنا، سہرا لگانا، جانٹی کاٹنا وغیرہ) قبروں پر قرآن شریف پھیرنا۔ قبروں پر نوشہ لے جانا۔ ستر قدم واپس آکر دعا مانگنا۔ تیجا، چوتھا، چہلم، ختم وغیرہ کا نہائت زور تھا۔ مولوی جمال الدین کی وفات کے بعد ہمارے گاؤں کو بھی بدقسمتی نے آگھیرا۔ یعنی ان بدعتی ملانوں نے وہی مذہب پھیلا دیا۔ اس وقت عین جاہلیت کا زمانہ تھا۔ میرے جد امجد، میرے والد مولوی محمد سلیمان کو صغرسنی وحالت طالب علمی میں ہی چھوڑ گئے تھے۔ میرے والد کچھ عرصہ تو اسی مذہب (مقلد محقق حنفی) پر ہی رہے۔ پھر بوجہ صحبت، حافظ محمد لکھوی ومولوی عبدالجبار غزنوی، مذہب اہلحدیث اختیار کرلیا، اور رسوم شرکیہ کی بیخ کنی شروع کردیا اور مذہب اہلحدیث کی ترغیب دینے لگے۔ بس اب کیا تھا، سارا زمانہ دشمن ہوگیا۔ اس وقت مولوی سلیمان کے دو تین دوست تھے۔ ایک تو آپ کے بھائی مولوی علاء الدین، اور دو شخص اور تھے۔ اب یہ دونوں تینوں شخص طعن کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ یہ کوکے سکھ ہیں، کوئی کہتا تھا کہ لا مذہب وغیر مقلد وہابی ہیں۔ جب دھمکیوں سے کام نہ نکلا تو بڑے بڑے عالموں کو بلانا شروع کردیا تاکہ وہ ان سے مناظرہ کرکے ان کو دبالیں۔ اور عام لوگوں میں یہ خیال باطل جمارہے کہ ہم حق پر ہیں۔ غرض یہ کہ آپ کا بہت سے عالموں سے مناظرہ بھی ہوا۔ انجام یہ ہوا کہ مخالفوں نے آپ کو مسجد میں آنے اور جمعہ جماعت وغیرہ سے روک دیا۔ آپ نے اس زمانہ میں جو ہڑوں اور تالابوں پر نماز باجماعت پڑھنا شروع کیا۔ کچھ مدت یہی حال رہا۔ نہ کوئی سلام کہنے والہ۔ نہ کوئی سوائے برا کہنے کے، کلام کرتا تھا۔ نہ کسی سے لین دین تھا۔ آہستہ آہستہ اوپرے دل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے وعظ ونصیحت سننے لگے۔حضرت عمر کی طرح جب غور سے سنا تو کلام ربانی نے اپنا جوہر دکھانا شروع کر دیا۔ .(اہل حدیث امرتسر۔۱۳۔اکتوبر۱۹۲۲ء)

☆ پرنام بٹ شمالی ارکاٹ سے جناب پی عبدالصمد لکھتے ہیں:

علماء دیوبند میں سے مفتی عزیز الرحمٰن پرنام بٹ میں مع اپنے چند تلامذہ کے بغرض حصول چندہ تشریف لائے اورنئی مسجد میں جو یہاں بازار میں واقع ہے ماہ رمضان میں بعد نماز تراویح آپ کا وعظ ہوتا رہا۔آپ کے مواعظ کے مضامین نہایت فتنہ خیز اور فساد انگیز ہوئے۔کبھی یہ کہا کہ غیر مقلد ملحد ہیں اور کبھی اہل حدیث کے پیشوا شیخ العرب والعجم حضرت محدث بے نظیر سید محمد نذیر حسین مرحوم دہلوی پر ایک بڑا غلیظ بہتان باندھ کر کفر کی طرف منسوب کیا جس کی وجہ سے لوگوں میں خصوصاً فرقہ اہل حدیث میں سخت تشویش پیدا ہوگئی اورعوام میں درہمی برہمی پیدا ہوکر فتنہ وفساد کا دروازہ کھل گیا اور ہاتھا پائی تک نوبت پہونچ گئی۔

بعض معتقدین مفتی صاحب ممدوح یعنی یہاں کے ایک مسلمان یونین چیئرمین وغیرہ مجسٹریٹ صاحب کے ذریعہ سے اہل حدیث کے بعض واعظوں کا وعظ جو جامع مسجد اہل حدیث میں ہوا کرتا تھا، بند کروادیا اور یہ کہا کہ یہ لوگ واعظین (اہل حدیث) اپنے وعظ میں عوام کو مخالفت و بغاوت حکومت برطانیہ پر آمادہ کرتے ہیں خصوصاً اس دعائے قنوت کی نسبت جو اسی مسجد میں پنجگانہ نمازوں میں حسب ارشاد واشاعت مولانا حبیب الرحمٰن نائب مہتمم مدرسہ دیوبند پڑھی جاتی تھی یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ اہل حدیث حکومت برطانیہ پر بدعا کرتے ہیں۔خیر الحمدللہ خوش آمدی کی غرض فاسد پوری نہ ہوسکی اور کلکٹر کے ہاں مرافعہ کرنے کے بعد وعظ وغیرہ حسب دستور جاری رکھنے کی اجازت ڈپٹی کلکٹر نے عطا کی۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۶ جولائی ۱۹۲۰ء)

☆ اوکاڑہ

تھانہ اوکاڑہ ضلع منٹگمری پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک شخص اہل حدیث کو مخالفین نے محض مذہبی تعصب سے قتل کر دیا تھا اس میں ۱۳۔آدمی گرفتار ہوئے جن میں سے دس کو تین تین سال سزا ہوئی۔تین بری ہوئے۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۱۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ کھیتڑی ضلع جے پور سے حکیم عبدالغفار لکھتے ہیں:

کھیتڑی ہندو راجہ کی بستی ہے جانب شمال شہر جے پور۔ کچھ عرصہ قبل ایک ذی علم موحد مولوی حافظ حکیم عبدالعلی صاحب ریاست ٹونک سے آ کر مقیم ہوئے ان کی کوشش سے کا فی لوگ نماز روزہ کے پابند ہوئے ایک چھوٹا مدرسہ بھی جاری کیا۔ خوش عقیدہ تھے نواب صدیق حسن کی کئی کتابیں انکے پاس تھیں شائد یہی وجہ تھی۔

ان سے پڑھنے والوں میں ہمارے بزرگ حکیم محمد داور بخش بھی تھے جن سے انہیں بڑی محبت تھی۔ جب آپ نے عمل بالحدیث شروع کیا تو لوگوں نے تنگ کیا، وہابی رافضی کہا جانے لگا، مسجدوں میں نہ گھسنے دیتے۔ ایک دفعہ آپ دہلی گئے میاں (نذیر حسین) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، ترجمہ قرآن سنا۔ بعد ترجمہ میاں صاحب سے عرض کیا کہ میں ایک غریب ایک بستی میں رہتا ہوں جب سے عمل بالحدیث شروع کیا ہے لوگ سخت مخالف ہو گئے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں دہلی آنا چاہتا ہوں۔

میاں صاحب نے فرمایا بھائی دین پر جو مصیبت آئے صبر سے برداشت کرو۔ دیکھو انبیاء پر کیسی کیسی مصیبتیں آئیں اور انہوں نے کس صبر سے برداشت کیں۔ اور بھائی پہلے حق والہ ایک ہی ہوتا ہے بعد میں اس کے ساتھی اللہ تعالیٰ انہیں میں سے کر دیتا ہے۔ تم گھبراؤ نہیں اپنی بستی میں اتباع سنت کرتے رہو۔ تمہارے آنے میں دینی نقصان ہے۔

آپ نے میاں صاحب کی اس نصیحت کو قبول کیا اور آپ وہیں اسی بستی میں مقیم ہوئے، کام کرتے رہے۔ پھر دو بیٹوں کو دہلی پڑھنے بھیجا جن میں سے ایک عبدالجبار ہے جو اس وقت کھنڈیلہ ریاست جے پور کے مدرسہ اہلحدیث میں صدر مدرس ہے۔

اب اس گاؤں میں ایک مسجد اہل حدیث اور کنواں بھی بن گیا ہے جس کو حافظ حمید اللہ صاحب سوداگر سوت دہلی نے تعمیر کرایا ہے چنانچہ اس بستی میں ایک دینی گلشن لگا ہوا۔

(اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۳۔۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ رو پڑ سے جناب عبدالرشید کلرک محکمہ نہر سرہند لکھتے ہیں:

تقریباً ۱۸۸۰ء کا ذکر ہے کہ رو پڑ میں کسی فرد بشر کو اتنا علم نہیں تھا کہ اہل حدیث تو کجا حدیث کسے کہتے ہیں؟ شرک و بدعت سے یہ علاقہ بھر پور تھا۔ پھر خدا نے ایک بندے کو راہ حق دکھائی۔ خلیفہ فضل الٰہی (عبدالشید کے نانا) گو عالم نہ تھے لیکن علماء کے صحبت یافتہ تھے اور ان کے خدمت گار، اور امور شرکیہ بدعیہ میں مبتلا۔ عمر کوئی تیس برس ہو گی ایک روز اپنے والد کے ساتھ بازار میں تھے کہ کتب فروش کی دکان پر تقویۃ الایمان نظر آئی۔ آپ نے اسے اٹھایا، قیمت دریافت کی، دو روپے بتائے گئے۔ ان کے والد نے کہا کہ ہمارے پاس تو اس وقت صرف ایک روپیہ ہے۔ کتب فروش نے کہا ٹھیک ہے لے جاؤ اگر اسے پڑھ کر تمہارے بیٹے کو ہدایت نصیب ہوئی تو کچھ ثواب بھی مل جائے گا۔ یوں کتاب خریدی گئی اور شوق سے مطالعہ کیا۔ چند روز میں فضل الٰہی کی حالت بدل گئی۔ کہاں شرکیہ کام کرتے تھے کہاں اب مسجد میں جا کر (جس کے متولی اس وقت ان کے والد تھے) لوگوں کو تلقین کرنے لگے کہ ختم، چالیسویں وغیرہ رسوم سے بچیں، تعزیہ پرستی پیر پرستی سے رک جائیں۔ لوگ سخت ناراض ہوئے اور آپ کے والد صاحب بھی۔ جب والد برگشتہ ہوئے تو رو پڑ سے تیس میل دور ایک سرہند بستی میں گئے اور وہاں مولوی احمد علی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہمارے لڑکے نے ایک نیا مذہب اختیار کر لیا ہے وہ فلاں فلاں باتوں سے روکتا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اسے ہمارے پاس لے آؤ، ہم اسے ٹھیک کریں گے وہ اسی وقت رو پڑ آئے اور فضل الٰہی کو ساتھ لے کر وہاں گئے۔ سوال جواب ہوئے تو مولوی صاحب نے کہا کہ بیٹا یہی سیدھی راہ ہے اسے مضبوطی سے پکڑ لینا۔ والد سے کہا کہ تمہارا بیٹا درست کہتا ہے تم بھی جا کر اس کی مدد کرو۔ اس روز سے والد آپ کے ساتھ ہو گئے۔ اور آپ نے خوب تبلیغ کی پھر آپ کو ایک آپ کے پرانے استاد نے اپنی مسجد میراں صاحب میں بلایا۔ اس محلّہ کے تمام لوگ سید کہلاتے تھے اور تعزیہ پرست تھے۔ وہاں سوال جواب ہوئے۔ آپ نے تقویۃ الایمان کی روشنی میں جواب دیئے تو اس نے طیش میں آ کر حکم دیا کہ اسے مارو۔ لوگوں نے خوب مارا۔ زخمی ہو کر گھر پہنچے۔ کنویں پر جانے اور مسجد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جانے کی اجازت نہ تھی ۔میاں بیوی گھر میں نماز ادا کرتے ..تقریباً دس روز بعد فجر کے وقت مسجد چلے گئے جو تیلیا نوالی مسجد مشہور ہے ۔وہاں لوٹوں میں پانی ڈال کر غسل خانہ میں چلے گئے ۔امام مسجد نے حکم دیا کہ تمام لوٹوں اور مٹکوں کو توڑ دو اور مسجد کو دھو ڈالو ۔...کہ یہ لا مذہب ہو گیا ہے اور خلیفہ شہر نے اس کے ساتھ ایسا کرنے کو کہا ہے .....پھر فضل الٰہی اپنی مسجد گئے ..لوگ جمع ہو گئے اور آپ کو مسجد سے نکالنے پر مصر ہوئے اور تین جوان مقابلے میں آ کر ہار گئے ۔.... بعد ازاں لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے اور اپنی اولاد کو قرآن پڑھانے کے لئے آپ کے پاس بھیجنے لگے ۔دو تین سال بعد ایک روز اسی مسجد میراں صاحب کے (جہاں آپ کو نادر شاہی حکم ملا تھا) فرش پر رمضان کے مہینے میں دن کے وقت روپڑ کے ایک سید صاحب (جو اس وقت دہلی میں پولیس افسر تھے) کے کسی عزیز کا چہلم کھلایا جانے والا تھا۔آپ کو پتہ چلا تو جا کر کہا کہ چہلم کا کھانا تو ویسے ہی حرام ہے ،تم لوگ کیسے بے حیا ہو کہ رمضان میں دن کے وقت مسجد کے فرش پر کھانے کے لئے بیٹھے ہو؟ یہ سن کر بہت سے لوگ اٹھ کر چلے گئے ۔جب پولیس افسر کو پتہ چلا تو اس نے انتقام لینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

پھر آپ امرت سر جا کر سید عبداللہ سے بیعت ہوئے (سید عبداللہ غزنوی ۱۸۷۹ء میں فوت ہو گئے تھے ۔اس لئے یہ واقعہ اس سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے) اس روز سے علماء کی صحبت کا شوق ہو گیا دور دور سے علماء کو روپڑ بلاتے اور اپنی مسجد میں وعظ کراتے پھر انہیں گرد و نواح کے گاؤں میں ہدایت کی غرض سے پھراتے جس سے اس طرف جہاں کوئی اہل حدیث نہ تھا، ہدایت ہوئی ۔ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کا دورہ روپڑ کے لئے خاص طور پر قابل ذکر ہے وہ مع قبائل یہاں اکثر آیا کرتے تھے اور عرصہ تک قیام کیا کرتے تھے بلکہ ایک دفعہ انہوں نے یہاں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔

پھر فضل الٰہی نے مسجد کو فراخ کرنا چاہا تو محلّہ والے مخالف مزاحم ہوئے ۔دن کو جو کام ہوتا وہ رات کو اسے مسمار کر دیتے ۔اس پر آپ نے عدالت میں چارہ جوئی کی جس میں آپ کو کامیابی ہوئی اور مسجد ایک اچھی پوزیشن میں تبدیل ہو گئی ۔اس کے بعد آپ نے مولوی محمود شاہ ہزاروی کو روپڑ بلایا اور ان کی معرفت چندہ اکٹھا کر کے عالی شان شاہجہانی مسجد کی مرمت کرائی اور اسے جمعہ کے لئے مخصوص کر دیا۔ یہ مسجد کمال والی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس مسجد کے قریب کچھ ویران زمین پڑی تھی اس میں دو تین کمرے بنوائے، وہاں مدرسہ اہل حدیث قائم کر دیا جو کچھ عرصہ بعد بند ہو گیا۔ ۱۹۱۵ء میں مولوی حافظ عبداللہ امرتسری کو جب کہ آپ ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوئے تھے، مولانا ابوسعید محمد حسین کے کہنے سے رو پڑ بلایا اور یہیں آپ سے اقرار لے لیا کہ بعد از تکمیل علم رو پڑ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا جائے گا۔ ۱۹۱۶ء میں آپ یہاں تشریف لائے اور اس مسجد میں پڑھانے لگے۔ (فضل الٰہی ۲۱ ستمبر ۱۹۲۰ء کو انتقال کر گئے)۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۷۔۹)

☆ **چیتا پور**، گلبرگہ، دکن سے محمد یوسف بن حاجی عبدالکریم سوداگر لکھتے ہیں:

چیتا پور میں ۲۱ ذی قعد کو چیتا شاہ ولی کا سالانہ میلہ ہوتا ہے، شرک و بدعت کا زور تھا اور انیسویں صدی کے اختتام تک یہاں سنت کا نام لیوا کوئی نہ تھا۔ جب ریلوے کا نظام شروع ہوا تو اس کے ایک کنٹریکٹر مولوی ذکریا خان اہل حدیث ہوئے، ریلوے کا کام چیتا پور میں آغاز ہوا تو مولوی صاحب برائے نماز یہاں جامع مسجد میں آئے جو ایک ہی تھی۔ آمین رفعیدین شروع کیا اور تبلیغ سنت بھی کرتے رہے جس کے اثرات ہوئے اور ایک جماعت اہل حدیث قائم ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی مخالفت شروع ہو گئی اور عالمین بالحدیث کو وہابی اور لامذہب کہا گیا۔ اختلاف کی وجہ سے دوسری مسجد کی بنا قائم ہوئی جو مسجد گڑی کے نام سے موسوم ہوئی، اس پر مولوی ذکریا خان نے مسجد گڑی کا رخ کیا وہاں بھی خوب تبلیغ کی۔ اس وقت قحط کا زمانہ تھا، لیکن مولانا نے اپنی فیاضی سے سارا قصبہ گرویدہ کر لیا۔ آخر یہاں بھی حالات بھی بدل گئے پھر ایک مسجد کی بنا ہوئی جو مسجد گدوالی سے موسوم ہوئی (جو بعد ازاں مسجد اہلحدیث کہلائی)۔ پھر مولوی ذکریا خان نے اس مسجد کا رخ کیا اس لئے کہ با اثر حضرات ادھر ہی تھے۔ وہاں بھی وعظ ہوتے رہے۔ میرے چچیرے دادا محمد اسماعیل گدوالی اور والد حاجی عبدالکریم و محمد قاسم بیلدار و مولوی میر منور علی زمرہ شاگردی میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد مولانا حیدرآباد چلے گئے۔ جماعت کافی تھی اور میر منور علی نے مطالعہ کتب سے جماعت کو مزید فروغ دینا چاہا۔ ان کتابوں میں ایک ظفر المبین بھی تھی۔ احناف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ یہ ہمارے مسائل ہیں تم نکل جاؤ۔یوں مسجد سے نکال دیا گیا۔کل ۶۰۔ اشخاص تھے ۔ پھر اہلحدیث نے محلّہ کمہار واڑی کی مسجد میں نماز شروع کی ۔محمد قاسم بیلدار ترقی کی کوشش کرتے رہے۔تعداد ۸۰ ہوگئی،سب کا لباس ایک ہونے کی وجہ ان کو اہل حدیث پلٹن کہا جانے لگا۔احناف مخالفت کرتے رہے اور ایک روز مار پیٹ بھی ہوئی ۔بہرحال کام چلتا رہا اور باہر سے حافظ عبدالعظیم ناگپوری،سید احمد مدنی کرنولی، مولوی خدادادخان حیدرآبادی،مولوی عبدالحی حیدرآبادی،حافظ عبداللہ مدنی کرنولی، مولوی فخر عالم نارائن کھڑی،مولوی عبدالحق بھوپالوی وغیرہ آکر تبلیغ کرتے رہے۔پھر جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ میں انجمن اہل حدیث بنائی گئی۔شعبان ۱۳۳۹ھ میں رفیق شاہ فقیر نے آکر فساد برپا کئے اور ملا ملتانی کے اشتہارات شائع کئے تو مسلمانوں نے تکفیر المومنین از جناب ثناءاللہ امرتسری شائع کر کے وسیع پیمانے پر تقسیم کی۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۲۳ء ص ۹۔۱۰)

☆ ہوشیار پور سے جناب غلام اللہ کاتب لکھتے ہیں:

۱۸۸۰ء سے ۱۹۱۶ تک مولوی عطاءمحمد ومولوی عمردین ومیاں عبداللہ مرحومین و جناب مولوی الٰہی بخش وکیل ۱۹۱۹ء تک ہوشیار پور میں فرداً فرداً اہل حدیث رہے۔اول الذکر حضرات نے اہل ہوشیار پور سے بہت تکلیفیں اٹھائیں،حتی کہ سنہری مسجد ہوشیار میں حضرت مولانا عطاءمحمد کو لوگوں نے مارا بھی تھا۔تب سے بوجہ کمزوری اہلحدیث جمعہ کی نماز پریم گڈہ میں پڑھتے رہے۔

۱۹۱۱ء میں خاکسار کو بھی مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم کی صحبت سے فیض حدیث حاصل ہوکر اہل حدیث سے محبت ہوگئی۔بس پھر کیا تھا دن رات حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کا شوق بڑھتا گیا اور نور ایمان میں ترقی ہوتی گئی۔۱۹۱۲ء میں خاکسار اور دیگر احباب نے ایک مسجد ڈھابہ والی ہوشیار پور کو (جو بالکل چھوٹی اور بے آباد تھی) مل جل کر فراخ کیا اور اس میں نماز پڑھتے رہے۔۱۹۱۴ء میں جب کہ مسجد مذکور کی آبادی و رونق قابل رشک ہوگئی اچانک چند مخالف لوگوں نے وہاں نماز ادا کرنے سے مجھے اور میرے احباب کو روکا۔بہت سمجھایا کہ یہ خدا کا گھر ہے اس میں سب کے حقوق برابر ہیں لیکن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی نے نہ مانا۔ بالآخر میں نے اور احباب نے وہاں نماز پڑھنا مجبوراً چھوڑ دیا۔
۱۹۱۵ء میں محلّہ پیر پھلا ہی میں اخبار اہل حدیث کے خریدار مولوی امام الدین سے میری ملاقات ہوگئی حالات مذکورہ بیان کر کے میں نے بمشورہ مولوی الٰہی بخش صاحب مرحوم انجمن اہل حدیث قائم کردی ادھر مولوی امام الدین کے محلّہ پیر پھلائیٹی میں ایک چھوٹی سے غیر آباد مسجد تھی انہوں نے کہا کہ افراد اہل حدیث یہاں نماز ادا کرلیا کریں۔ ۱۹۱۵ء سے متواتر انجمن اہل حدیث ہوشیار پور کے جلسے بھی ہوتے رہے اور نمازیں بھی اسی مسجد میں ادا ہوتی رہیں۔...اپریل ۱۹۲۲ء ماہ رمضان کی چھٹی رات کو جب کہ افراد اہل حدیث نماز تراویح میں قرآن سن رہے تھے یکا یک ارائیں قوم کا ایک جم غفیر لاٹھیوں اور حقّوں سے مسلح مسجد کے قریب آ بیٹھا جوں ہی نماز ختم ہوئی افراد اہل حدیث کو مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یہاں اہل حدیث کو مطلق نماز نہیں ادا کرنے دیں اور مسجد کو قفل لگا کر رکھیں گے۔

اس ہنگامے میں خاکسار کو بہت چوٹیں آئیں۔ مجھے ہسپتال پہنچایا گیا علاج معالجہ ہوا۔ دوسری رات پھر اہل حدیث اسی مسجد میں تراویح کے لئے پہونچے تو انہیں بھگا دیا گیا اہل حدیث نے باہر کھیتوں میں نماز ادا کی۔

اس کے بعد اہل حدیث ہوشیار پور کے پاس کوئی مرکز نہ رہا، بہت فکر رہا۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۲ء خاکسار نے ایک عام اجلاس منعقد کیا اور مالی مدد کی اپیل کی۔ لوگوں نے کافی تعاون کیا جن میں مولوی امام دین، مولوی اکرام الحق، چوہدری نور بخش جٹ، مسٹر علی بخش، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن ڈنٹسٹ، میاں عبداللہ، میاں رحمت اللہ، چوہدری بڈھا، چوہدری کریم بخش، چوہدری بابو، میاں نظام دین، بابو رحمت علی، میاں اسماعیل، شیخ سردار محمد، میاں فتح محمد کندن ساز اور خاکسار شامل ہیں۔ اب مسجد کی تعمیر کے لئے جگہ کی تلاش ہو رہی ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۱۱) اور چار سال بعد جناب غلام اللہ نے بتایا۔ ہوشیار پور میں مسجد اہل حدیث کی بڑی ضرورت تھی اللہ کی مہربانی سے...مسجد کے لئے زمین خریدی گئی، کنواں لگ گیا ہے باقی کام ہو رہا ہے۔ ہم برادران احناف کے ان مظالم کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی مساجد سے روکنے پر ہم پر کئے (اہل حدیث ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء ص ۱۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ پیغمبر پور اور سمیلا

جناب محمد عبدالوہاب مدرس مدرسہ محمدیہ عربیہ دیودہا ضلع دربھنگہ لکھتے ہیں:

دربھنگہ سے ۱۲۔۱۴ میل واقع پیغمبر پور ایک موضع ہے۔ ۱۲۹۵ھ میں ایک راجپوت بزرگ حاجی عبدالعزیز نومسلم یہاں آئے۔ ان کا وطن ڈومری علاقہ مدھوبنی تھا، بعد قبول اسلام مولانا محمد ابراہیم آروی کی صحبت کے فیض سے پکے موحد اور متبع سنت ہوئے۔ پیغمبر پور میں ایک شب مولوی عبدالعزیز اور منشی اصغر سے تقلید شخصی پر بحث ہوئی اور پھر منشی اصغر بھی اہل حدیث ہو گئے اور کئی برس مولوی حکیم محمد اسحاق موحد رئیس دربھنگہ کی خدمت میں رہے جس سے آپ مزید پکے موحد ہو گئے۔ بعدہ مکان آئے اور تبلیغ کرنے لگے۔ احناف سخت دشمن ہوئے، آزار کے درپئے ہوئے حتی کی والد نے ان کو مع اہلیہ گھر سے نکال دیا۔ پھر ایک رفیق شیخ مولا بخش کے یہاں (جو اسی خاندان سے اہل حدیث ہوئے تھے) قیام کیا اور کام کرتے رہے۔ ایک انجمن بنا کر مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولوی اسحاق کو بلا کر وعظ کرواتے۔ نتیجتاً پیغمبر پور باڑہ سمیلا، نرائن پور نذر امحمد آباد، نزرا پالی، کرہارا، رانی پور، کنور، ککوڑا، چریا، راجباندھ، بسوریا، نور چک، کرھیٹا۔ اسراہا، کھرایان، بگھا، مولانگر وغیرہ مواضعات میں ان کی وجہ سے کچھ لوگ اہل حدیث ہوئے۔ بارہ سمیلا میں احناف نے اہل حدیث زبردست حملہ کیا اور مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ پھر ایک غریب اہل حدیث شیخ جماعت علی کے دالان میں نماز قائم کرتے۔ کچھ روز بعد بعض با اثر لوگوں کی مداخلت سے مسجد میں جانے کی اجازت ملی۔ پھر احناف نے مسجد میں بلوہ کرا دیا۔ جماعت نے اپنے حقوق کا دعوی عدالت دیوانی دربھنگہ میں کیا جس میں اہل حدیث کامیاب ہوئے اور نماز خوانی اور امامت کی ڈگری ملی۔ احناف نے اپیل کی مظفر پور ججی میں۔ وہاں بھی فیصلہ بحال رہا۔ بعد ہائی کورٹ کے احناف لوگ بیٹھ گئے اور باز آ گئے پس اہل حدیث مسجد میں داخل ہو کر اذان دے کر امامت جمعہ کرانے لگے (یہ فیصلہ ہائی کورٹ چھپ گیا تھا مولوی ضیاء الرحمٰن کلکتہ سے مل سکتا تھا)۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۱ دسمبر ۱۹۲۵ء ص ۱۰۔۱۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ وزیر آباد

حافظ عنائت اللہ گجراتی بتاتے ہیں:۔

دسمبر ۱۹۲۸ء کا ذکر ہے کہ ایک دیو بندی مولوی صاحب جو حکیم بھی تھے اور مسجد ککے زئیاں وزیر آباد میں امام و مدرس بھی تھے۔ چونکہ ذی علم اور نیک تھے اس لئے میں جب کبھی وزیر آباد جاتا تو موصوف کے درس میں ضرور حاضر ہوتا۔ ایک روز درس کے بعد اتفاقیہ فاتحہ خلف الامام پر مکالمہ شروع ہو گیا۔ موصوف نے فرمایا کہ نص قرآنی کی رو سے اس کا سماع ضروری ہے۔ میں نے کہا کہ جب جہر ہی نہیں تو سماع کیسے؟ فرمایا کہ سری نمازوں میں پڑھ سکتا ہے۔ میں نے کہا پنج گانہ نمازوں کی کل سترہ رکعات ہیں جن میں سے گیارہ رکعتوں میں آپ نے اجازت دے دی، صرف چھ رکعتوں میں نہیں اچھا تو جہری رکعتوں میں بہروں اور پچھلی صفوں کا کیا حکم ہے۔ چونکہ اصولاً سماع شرط قرار پا چکا تھا اس لئے موصوف کو فرمانا پڑا کہ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہا امام کے سکتوں میں کیا حکم ہے، تو اس پر بہت دیر تک بات چیت کے بعد بالآخر فرمایا کہ اجازت ہے۔ تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مکالمہ بابرکت ختم ہوا جس پر ہم سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ زوال کے قریب ہم واپس ہوئے اور یہ خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ موصوف سے جامعہ مسجد حنفیہ ریلوے روڈ میں جواب کا مطالبہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حنفی مذہب کے خلاف کسی بات کا اقرار نہیں کیا جس کسی نے کوئی بات کرنی ہے وہ میرے پاس گھر آئے۔ مگر سب جاہل تھے بات کون کرے۔ آخر ان لوگوں نے مولوی صاحب کو نکال دیا جس کا مجھے بے حد افسوس ہوا۔

(جسر البلیغ۔ص ۶۶۔۶۷)

☆ بانس بریلی

اہل حدیث امرتسر کے نامہ نگار ۱۹۳۲ء میں بتاتے ہیں کہ اس شہر میں مسلمانوں کی آبادی تخمیناً ستر ہزار کی ہے۔ ان مسلمانوں میں کثیر تعداد ان احناف کی ہے جو عقیدۃً مولوی احمد رضا کے معتقد اور پیروکار ہیں۔ ان سے کم تعداد احناف دیو بند کی ہے۔ کچھ اہل حدیث بھی ہیں۔ شہر میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس قدر مساجد ہیں ان میں سے زیادہ تر مساجد زیر اثر جماعت رضائیہ کی ہیں ۔.... ہر دو گروہ مذکور ہ اہل حدیث کو غیر مقلد وہابی کہتے مانتے ہیں اور کسی مسجد میں آمین بالجہر و رفع یدین نہیں ہوتی ہے ۔ ہر دو گروہ کی مساجد میں اہل حدیث کے داخلہ کی ممانعت ہے، یعنی عام اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی عامل بالحدیث اتفاقیہ داخل مسجد ہو کر شریک جماعت ہو کر آمین بالجہر کہے اور رفع یدین کرے تو بعد جماعت اس کو بجبر نکال دیا جاتا ہے، اگر نہ نکلے تو پیٹا جاتا ہے ۔ جماعت رضائیہ کے لوگ تو غیر مقلد کے داخلہ کی وجہ سے مسجد کے فرش کو دھوتے ہیں ۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۵ اپریل ۱۹۳۲ء ص ۸)

☆ کاسگنج ضلع ایٹہ سے ایک دفعہ مرزا امام بیگ نے لکھا:۔

یہاں چند نفر اہل حدیث ہمارے رہنما یاں اسلام علماء کرام کے دلوں میں کھٹک رہے ہیں اور ہمارے اوپر نت نئی بلائیں ڈالنا چاہتے ہیں ۔ ۲، اکتوبر ۱۹۲۹ء کو اشرفی میاں کچھوی نے یہاں آ کر اہل حدیث پر ہر طرح کی ملامت اور لعنت کی بوچھاڑ کی ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۹ء کو ایک تقریب میں میں مولوی مفتی نثار احمد آگرہ و مولوی حبیب اللہ عرف عکن ایٹہ و مولوی آفاق حسین ولد اشتیاق حسین ڈپٹی نہر گنگ مدعو تھے ۔ مفتی نثار احمد تو خاص کر مقدمہ آمین بالجہر کی ناکامیابی کی جو جلن ان کے دل میں تھی اس کو نکالنے آئے تھے ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیان میں اہل حدیث کے بارے میں بہت زہر اگلا۔ لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ان لامذہب اہل حدیثوں کی وجہ سے تمہاری نمازیں خراب ہوتی ہیں، ان کو اپنی مسجدوں سے روک دو ۔ آمین بالجہر و رفع یدین قطعی ناجائز ہے، میں نے ان مسائل کی تردید میں ایک کتاب تیار کی ہے اسے لوگوں میں تقسیم کردو چنانچہ دوسرے روز شہر کے ہر محلّہ کے سربرآوردہ لوگوں کو بلا کر اشتہار اور کتابیں تقسیم کیں ۔ اور بہت سے لوگ گھروں میں اشتہار تقسیم کرنے پر مامور کئے گئے جو گھر گھر کتابیں اور اشتہار سناتے پھرتے ہیں جس کی وجہ سے بدامنی واقع ہو جاتی ہے ۔..

۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ مسمی صلاح الدین اہل حدیث عصر کی نماز پڑھنے مسجد آرہا تھا ۔ لائبریری کے سامنے سڑک پر اسے دیکھ کر چند افراد نے لفظ اہل خبیث کا استعمال کیا اور اسے جوتے وگھونسے وتھپڑ رسید کئے ۔ پھر محلّہ کے رسمی احناف نے یہ مشورہ کیا کہ جو اہل حدیث نماز کو آوے اس کو مارو، اور ستار علی خان متولی وقف مسجد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اہل حدیث) اگر آوے یا مکان سے باہر نکلے تو اس کو خوب بنا لو۔ اب مسجد اہل حدیث کے راستوں میں چند شہدے لفنگے برسر پیکار ہر وقت گشت میں رہتے ہیں۔ اور ان کے خوف سے جو چند اہل حدیث ہیں، مسجد تک نہیں جانے پاتے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء۔ص ۱۴؛ ۷ جون ۱۹۳۵ء۔ص ۱۶)

☆ مئو آئمہ سے ۱۹۳۵ء میں جناب محمد قمر الدین نے لکھا:۔

قصبہ مئو آئمہ ضلع الہ آباد میں ایک کثیر تعداد قوم مومن آباد ہے۔ جماعت اہل حدیث کا بھی ایک محلّہ ہے۔ ہمیشہ آپس میں نہائت اتفاق و اتحاد سے زندگی بسر ہوتی تھی۔ انجمن تنظیم الانصار بھی مشترکہ قائم ہوگئی جس کے متعدد جلسے ہوئے۔ مولانا عاصم بہاری جیسے نامی لیڈران قوم تشریف لائے اور دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ مگر اب کچھ عرصہ سے قصبہ کی برادری کی عجیب حالت ہوگئی ہے۔ دو ایک مفسد مولوی اندر ہی اندر نفاق کا بیج بوتے رہے۔ چنانچہ اس وقت برادری کے دونوں فرقوں میں کچھ پنچائتی جھگڑے کچھ مذہبی مغائرت کے باعث حد سے زائد کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ قوم مومن احناف نے غریب جماعت اہل حدیث قوم مومن کا حقہ پانی، کھانا پینا، لین دین، روزی روزگار، شادی بیاہ سب بند کر دیا اور طرح طرح کے ان پر ظلم کر رہے ہیں۔ ایک مقدمہ فوجداری کا بھی ان پر دائر کر دیا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۳۰ اگست ۱۹۳۵ء ص ۱۰)

☆ کینڈر پارہ سے محمد داؤد، میر محمد شریف، محمد عبدالواحد نے مختلف اوقات میں بتایا:

کیندرہ پارہ میں سخت مخالفت کی وجہ سے احناف و اہل حدیث کے مابین جو حادثے گذر چکے ہیں وہ ایک ایسی جگر پاش داستان ہے جس کے اظہار سے زبان قلم عاجز ہے جماعت اہل حدیث خانہ خدا میں زدوکوب کے بعد نکال دی گئی۔ عدالت میں فوجداری مقدمہ دائر ہوا جس میں اہل حدیث کامیاب ہوئے۔ پھر دیوانی مقدمہ پیش آیا، اس میں کامیابی ہوئی۔ پھر مخالفین نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی جو نامنظور ہوئی۔

(اہل حدیث ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۱۴؛ ۵۔ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۱۳؛ ۲۔ اگست ۱۹۳۵ء ص ۱۴؛ ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء ص ۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کینڈر پارہ ہی کے تعلق میں ابوالقاسم العربی خالد بن محمد سعید صدیقی لکھتے ہیں:

نومبر ۱۹۳۴ء میں بروز جمعہ جامع مسجد کیندرہ پارہ (ضع کٹک اڑیسہ) میں انجمن احناف کا جلسہ ہوا جس میں تین سو سے زائد تعداد میں احناف شامل تھے۔ امام مسجد مذکور جماعت اہل حدیث پر خوب برسے اور ریزولیوشن پاس کرایا کہ آئندہ اس مسجد میں کوئی وہابی (اہل حدیث) نماز نہ پڑھے۔ اگر پڑھے تو رفع یدین آمین نہ کرے، اگر ایسا کرے تو گردن سے پکڑو اور دھکیل کر باہر نکال دو۔ جلسہ برخواست ہونے پر اذان ہوئی اہلحدیث بھی نماز ادا کرنے کے لئے شامل ہوئے اور نماز ادا کی، آمین وغیرہ کی۔ اس وقت کسی نے کچھ نہیں کہا۔ پھر ۲ دسمبر کو اعلان کیا گیا کہ کوئی وہابی (اہل حدیث) مسجد میں نہ آئے اور اشتہار بھی چسپاں کرا دیئے گئے۔ لیکن مسجد کو خانہ خدا سمجھ کر عوام مسجد میں جاتے رہے۔ ۳ دسمبر کو بعض آدمی اہل حدیث خیال کے مسجد میں گئے، مگر احناف نے نکال دیا۔ آخر انہوں نے بعد میں علیحدہ جماعت کرائی۔ ۴ دسمبر کو عصر کی نماز ہوئی۔ اس میں ایک بارہ سالہ بچہ ظفر الحق بھولے سے جماعت میں شامل ہوا، جس کو بعد ختم جماعت اٹھا کر باہر پھینک دیا گیا۔ ۴ دسمبر کو حکام وقت کے ہاں جماعت اہل حدیث نے درخواست کی۔ وہاں سے اجازت حاصل کر کے نماز مغرب کے لئے مسجد کو گئے، مگر مانعین (احناف) نے مسجد کے دروازے کے آگے خوب لاٹھیوں سے زدوکوب کیا۔ خوش قسمتی سے حکام نے وقت پر پہنچ کر حالات پر قابو پالیا، ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔

(اہل حدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۳۵ء میں ص ۱۶۔۱۷)

جناب ثناء اللہ عمری لکھتے ہیں:

مولوی ابوالقاسم خالد العربی رحمانی ۱۹۳۰ء میں بھدرک صوبہ اڑیسہ کے مشہور مقام پر تشریف لائے اور دعوت توحید اور کتاب وسنت کی تبلیغ میں لگ گئے۔ آئے دن مناظرہ و مباحثہ ہونے لگا، کامیابی اہل حدیث کی ہوتی رہی اور ان کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ یہ تبلیغ اور نشر واشاعت صوبہ اڑیسہ کے گوشہ گوشہ میں ہونے لگی۔ کبھی تقریر، کبھی کتب احادیث کی اشاعت، کبھی رسائل واشتہار سے۔ کبھی ابوالقاسم خالد کے قتل کی سازش ہوئی، کبھی رہائش گاہ کو آگ لگائی گئی۔ مگر آپ نے کسی کی پرواہ نہ کر کے تبلیغ کتاب وسنت کو جاری رکھا۔ دن بدن مخالفت بڑھتی گئی۔ کیندرا پاڑہ میں برادران احناف نے ظلم وستم کی ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نئی مثال قائم کی، مولانا صاحب پر اتنی مار پڑی کہ آپ کا لباس خون سے تر بتر ہو گیا۔ معصوم بچے بھی اس ظلم وستم سے نہ بچ سکے۔ لیکن ان مصائب کا نتیجہ بالکل الٹ نکلا۔ بجائے اس کے کہ توحید پرست ہراساں ہوں، ان کا جوش بڑھتا گیا۔ مسجد جانے پر پابندی لگائی گئی، اہل حدیث پر مقدمہ چلایا گیا مگر خدا کے فضل سے جماعت اہل حدیث ہی کو کامیابی ہوئی۔ اڑیسہ میں ایک مقام خورہ ہے یہاں کے احناف بھی اہل حدیث کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان پر مختلف الزام لگا کر مقدمہ چلایا گیا۔ یہاں بھی ڈگری جماعت اہل حدیث کو ملی۔ بھدرک، کیندرہ پاڑہ اور خوردہ روڈ کے مقدمات کا فیصلہ اہل حدیث کے حق میں ہوا اور قانون بن گیا کہ آئندہ کسی مسجد میں اہل حدیث کو جانے سے نہ روکا جائے ...۔ (ابوالقاسم عربی کی وفات ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۹۲۔ ۱۰ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ کو ہوئی)

(نذرانہ اشک۔ ص ۲۹۱۔ ۳۰۱)

☆ امرتسر

۱۹۳۸ء میں یکم، دو اور تین نومبر ۱۹۳۷ء کو امرتسر میں بریلوی حضرات کا جلسہ ہوا جس میں اہلحدیث کی شدید مخالفت کی گئی۔ مولانا ثناء اللہ کے متعلق خاص طور پر سخت الفاظ استعمال کئے گئے۔ ...اس جلسے کے دوسرے دن ۴ نومبر کو امرتسر کی جماعت اہلحدیث نے وہاں کی مسجد مبارک میں جلسہ کرنے کا اعلان کیا۔ جلسے کا مقصد محض ان اعتراضات کا جواب دینا تھا جو جماعت اور اہل حدیث مسلک پر گئے گئے تھے، مقرر مولانا ثناء اللہ تھے اور جلسے کا وقت بعد نماز عصر تھا۔ مولانا اپنے پوتے رضاء اللہ کے ساتھ وہاں پہنچے۔ تانگے سے اتر کر وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے ساتھ مصافحہ کرنا چاہتے تھے کہ ایک شخص قمر بیگ نے ان پر ٹوکے سے دو وار کئے۔ مولانا زمین پر گر گئے اور لہولہان ہو گئے۔ حملہ آور بھاگ گیا۔ مولانا کو کچھ ہوش آیا تو فرمایا کہ میری طرف سے حملہ آور پر مقدمہ نہ دائر کیا جائے۔ لیکن پولیس نے اور جماعت اہل حدیث کے بعض لوگوں نے اپنی طرف سے مقدمہ دائر کر دیا۔ قمر بیگ کو ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ء کو گرفتار کر کے کلکتے سے امرتسر لایا گیا اور اس پر مقدمہ چلا۔ استغاثہ کے وکیل میاں عبدالعزیز مالوادہ تھے۔ ۶۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو اسے چار سال کی قید ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کے دوران قید مولانا اس کے خاندان کی ماہانہ مالی مدد کرتے رہے۔ رہائی پر اسے معلوم ہوا تو وہ بہت نادم ہوا اور مولانا کی خد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مت میں حاضر ہوکر معافی کا طلب گار ہوا۔ (میاں عبدالعزیز مالواڈہ۔ص ۲۵۵۔۲۵۶)

☆ رائے درگ

جناب ثناء اللہ عمری، سید اسماعیل رائے درگی کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۲۶ء میں آپ رائے درگ آ گئے۔ جہاں احناف نے اہل حدیث کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا تھا۔ اس مقدمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دانباڑی ضلع شمالی آرکاٹ کے ایک رئیس تاجر چرم چاند صاحب نے رائے درگ میں ایک مسجد بنوائی جو مسجد چوک کے نام سے مشہور ہوئی۔ بانی مسجد نے وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے اجازت دی کہ ہر مسلک کے لوگ اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر جب مولوی عبدالوہاب شیرازی کے وعظ و تبلیغ سے رائیدرگ اور گنتگل وغیرہ مقامات کے لوگ اہل حدیث ہونے لگے، تو رائے درگ کے احناف نے اہل حدیث کو اس مسجد میں آنے سے روکا اور مار پیٹ کی۔ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ مولوی سید اسماعیل سرسی سے انہی دنوں رائیدرگ لوٹے تھے۔ انہوں نے اس مقدمہ میں بڑی دل چسپی لی اور مقامی رئیس ایم فتح محمد اور جناب عبدالسلام بلہاری نے اس مقدمہ میں مولانا کی بھرپور تائید کی دامے درمے دل کھول کر امداد کی۔ عدالت نے فیصلہ اہل حدیث کے حق میں دیا اور لکھا کہ جماعت اہل حدیث اور اس کے افراد کو بھی اس مسجد میں اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی دوسری جماعت کا ہے یا ہوسکتا ہے۔ (نذرانہ اشک)

(۲۱) فتوی موسومہ انتظام المساجد

انتظام المساجد والافتوی، فتاوی قادریہ میں موجود ہے۔ لکھا ہے:۔

کتاب اشباہ نظائر میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا پہنچاوے اس کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔ پس جب کہ روکنا مسجد سے بسبب بوئے پیاز اور طواف سے بہ سبب علت جزام اور نکالنا واعظ کا بہ سبب عدم امتیاز ناسخ و منسوخ اور زبانی ایذا دینے والے کا نکالنا شرعاً درست ہوا تو غیر مقلدوں کو جو جامع امور مذکورہ کے ہیں نکالنا بطریق اولی درست ہوا۔ اور نیز بہ سبب لحوق اس مرض باطنی کے جو جزام سے بڑھ کر ہے اور مساجد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ان کے آنے سے فتنہ اور فساد برپا ہوتا ہے خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔ قال اللہ تعالی واللہ لا یحبّ المفسدین (یعنی خدا تعالی اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اللہ نہیں دوست رکھتا فساد کرنے والوں کو) ۔ پس اس فرقہ فسادی کا مساجد سے نکالنا بموجب آیات اور احادیث اور روایات فقہیہ کے درست ہوا۔ راقم محمد لودیانوی

(فتاوی قادریہ ص ۵۳۔ ۵۶)

(۲۲) لدھیانہ بمقابلہ گنگوہ

لدھیانوی حضرات اپنے دور کے رئیس الاحناف دیوبند یہ جناب رشید احمد گنگوہی کے بھی سخت ناقد تھے۔ ان کے کئی فتوے جناب گنگوہی کے خلاف موجود ہیں۔ مثلاً فتوی دافع الوسواس الخناس عن من انکر الا حتیا طی من الناس یوں ہے:۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت نماز بنیت فرض ظہر بعد جمعہ کے اس ملک ہند میں پڑھنی جائز ہے یا نہیں اور جو مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس کے عدم جواز کا فتوی دے کر لکھا ہے کہ اس کا پڑھنے والہ دین سے بے پرواہ ہے، مقبول ہے یا مردود۔

جواب۔ اس ملک ہند میں عموماً سلطان کا ہونا جو مذہب حنفیہ میں واسطے جمعہ کے شرط ہے بالکل مفقود ہے اور مصر کی تعریف میں بھی بہت بڑا اختلاف ہے لہذا علماء احناف کے نزدیک فتوی اسی پر ہے کہ چار رکعت نماز بعد نماز جمعہ بنیت فرض ظہر پڑھی جاویں.... ثابت ہوا کہ ظہر کا پڑھنا بعد جمعہ کے امر ضروری ہے پس فتوی مولوی رشید احمد گنگوہی کا جو اس کے عدم جواز پر ہے بالکل مردود ہے۔ غیر مقلدین کی طرح ظاہر احادیث پر نظر کر کے اپنی رائے کو فقہاء پر مقدم کرنے کا نام تحقیق نہیں بلکہ محقق وہ لوگ ہیں کہ فقہاء کے قول کا ماخذ ادلہ شرعیہ سے ثابت کر دیتے ہیں۔ دیکھو صاحب عینی اور محقق ابن ہمام جو علم حدیث میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کیا فرماتے ہیں۔ فاذا اشتبه علی الانسان ذلک ینبغی ان یصلی اربعاً بعد الجمعة... الخ ..خلاصہ ان دونوں محدثین کے کلام کا یہی ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے بنیت فرض ادا کی جاویں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر بالفرض مولوی رشید احمد کا فتوی مقبول قرار دیا جائے تو جمیع علماء حنفیہ عموماً اور محقق ابن ہمام اور صاحب عینی خصوصاً معاذ اللہ دین کے پیشوا دین سے بے پرواہ ٹھہرے کبرت کلمة تخرج من افوا ھھم ۔ محمد لدھیانوی ۔ (فتاوی قادریہ ص ۱۳۷۔۱۴۰)

اور اس پر جناب عبداللہ لدھیانوی نے لکھا ہے:

بلا شبہ پڑھنا ظہر کا بعد جمعہ کے ضرور ہے مولوی رشید احمد نے جب ۱۳۰۱ھ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان صالح تحریر کیا اس عاجز کو نہایت فکر ہوا کہ ایسے شخص کو جو اپنے کلمات کے ضمن میں پیغمبری کا دعوی کر رہا ہے، مولوی صاحب نے کیسے مسلمان صالح قرار دیا۔ جناب الٰہی میں دعا کر کے سو گیا۔ خواب میں یہ معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی رشید احمد یہی ہے۔ اسی زمانہ سے فتوی انکے اکثر غلط مناقص بادیگرے حیز وجود میں آئے۔ الراقم عبداللہ لودیانوی (فتاوی قادریہ ص ۱۴۰)

ایک فتوی یوں ہے:

کیا فرماتے ہیں فقہاء حنفی اس فتوی کی بابت جو فاضل گنگوہی نے دیا ہے کہ ہندوستان کی زمینیں جو قدیم سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اگر یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ابتداء سے خراجی ہیں تو وہ عشری ہوں گی ....جواب ۔ یہ فتوی فاضل گنگوہی کا عقلاً ونقلاً صحیح نہیں ....فتوی مولوی گنگوہی کا ان کے عشری ہونے پر ضرور باطل ہے اور یہ ان مولوی صاحب کی پہلی ہی خطا نہیں بلکہ ان کی عادت ہی ہے اس قسم کے مسائل میں جن کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی مگر گہری نظر سے درحقیقت وہ مولوی صاحب اہل نظر نہیں ہیں کیونکہ پہلا فتوی یہ دے دیا تھا کہ مرزا قادیانی مرد صالح ہے، وہ مرزا جس نے یہ دعوی کیا ہے کہ اس پر یہ حکم خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے (ہم نے اتارا اس کو قادیان کے قریب) اور پھر یہ فتوی دیا کہ مرزا اہل ہوا اور بدعت سے ہے باوجودیکہ مرزا حضرت عیسی کو یوسف نجاز کا بیٹا کہتا ہے۔ پھر مولوی صاحب نے یہ فتوی دیا کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ مخالف ہے قول اللہ تعالی (کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں) اور اس مفتی نے ہندوستان میں ظہر بعد جمعہ کو منع کر دیا باوجودیکہ ہندوستان میں شرط سلطان جو حنفیوں کے نزدیک ضروری ہے پائی نہیں جاتی اور نیز جواز شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کا فتوی دیدیا باوجو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیکہ پہلا فتوی اس پر تھا کہ یہ کلمہ شرک ہے اور کفار کے واسطے جواز تعمیر مساجد کا فتوی دے دیا اور یہ بھی فتوی دے دیا کہ جو مکانات کعبہ شریف کے گرد بنائے گئے ہیں جن کو مصلی کہتے ہیں، وہ بدعت ہیں، اور بھی مسائل ہیں جن میں محققین کا راستہ چھوڑ دیا ہے ... محمد لدھیانوی۔ (فتاوی قادریہ ص ۹۱۔۹۵)

مسجد پتودی کی سمت قبلہ کا مسئلہ تھا۔ اس میں نماز پڑھنے والوں کی نماز کے بارے میں جناب رشید گنگوہی نے ایک فتوی دیا۔ اس پر محمد لودھیانوی نے لکھا کہ فاضل گنگوہی کا فتوی غلط ہے۔ فرماتے ہیں:

... چونکہ فاضل گنگوہی ریاضی سے بے خبر ہے اندھا دھند فتوی دے کر وعید حدیث ضلّوا فا ضلّوا میں مع متبعین داخل ہوئے و الفا ضل گنگو ھی لما کا ن عارياً من هذ العلم كما يتر شح من فتواه فا فتى بغير علم حتى د خل فى وعيد حد يث افتو بغير علم ضلوا فا ضلوا۔ (فتاوی قادریہ ص ۹۵۔۹۸)

اس پر گنگوہی صاحب نے پھر جواز کا فتوی دیا تو جناب محمد لدھیانوی نے لکھا:

مولوی گنگوہی نے ایک فتوی اس قسم کا دیا کہ اگر چودہ ہاتھ یا زیادہ مائل مشرق کی جانب ہو جس سے سینہ مصلی کا قطب شمالی یا جنوبی کی طرف ہو جائے تب بھی نماز درست ہے، یہی مطلب عبارت درر وغیرہ کا ہے جس کو مفتی لدھیانہ نے نہیں سمجھا۔ پھر اس کی تردید میں راقم نے یہ تحریر کیا کہ کل فقہاء کے نزدیک سینہ کا پھرنا قبلہ سے نماز کا مفسد ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں موجود ہے مولوی گنگوہی نے غلطی کھا کر معانی صحیحہ کو غلط اور غلط کو صحیح قرار دیا ہے ....پس قول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا سراسر غلط ہے۔ محمد لدھیانوی۔ (فتاوی قادریہ۔ص ۱۱۱۔۱۱۲)

(۲۳) عالم فاضل اور مقلد؟

مباحثہ دیوبند میں اگر جناب محمد حسین بٹالوی نے ایسے الفاظ کہے ہیں:

مجھے تعجب ہے کہ (بایں علم وفضل) آپ جیسا شخص اور مقلد ہو،

تو انہیں سمجھنے کیلئے یہ تحریر مفید ہوسکتی ہے:۔ جناب ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.مسئلہ تقلید ہندوستان میں عرصہ سے منجھ رہا ہے یہاں تک کہ ہمارے خیال میں یہ مسئلہ بالکل صاف ہو گیا تھا مگر دار العلوم دیو بند کا ما ہوار رسالہ دار العلوم دیکھ کر ہمیں افسوس ہوا ۔ یہ رسالہ ابھی اس بحث کے ابتدائی حصہ میں بھٹک رہا ہے ۔ ابتداء میں یہ مسئلہ یوں پیش کیا جاتا تھا کہ دلائل علمیہ سے قطع نظر کر کے ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے کام لیا جاتا تھا۔ تھوڑی مدت بعد وہ زمانہ آیا کہ اس مسئلہ میں علمی دلائل سے کام لیا گیا ۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں معیار الحق حضرت میاں صاحب مرحوم اور الارشاد مصنفہ مولوی محمد ابو یحی شاہجہان پوری ہمارے سامنے آئیں ۔ اس کے بعد ہمیں یقین یا گمان ہو گیا تھا کہ اب اس مسئلہ کی ضرورت نہیں رہے گی ۔ اگر رہے گی تو علمی شکل میں ہمیں نظر آئے گا ۔ لیکن رسالہ دار العلووم دیو بند با بت اپریل مئی ۱۹۴۶ء دیکھنے سے ہمارے خیال کو صدمہ پہنچا ۔ کیونکہ فاضل مضمون نگار نے اس بحث میں انتقامی شکل اختیار کر لی جو اتنے بڑے دار العلوم کے لئے زیبا نہ تھی ۔ ہم خوش ہوتے اگر مضمون نگار اس کو علمی شکل میں لکھتے اور مطاعن سے کام نہ لیتے ۔ ہم نے ایک اشتہار ۱۹۴۳ء میں مسئلہ تقلید سے متعلق علماء دیو بند کو مخاطب کر کے شائع کیا تھا جو اہل حدیث مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۴۳ء میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ تقلید کرنا اس شخص کا کام ہے جو دلائل شرعیہ نہ جانتا ہو ۔ یعنی قرآن وحدیث سے واقف نہ ہو ۔ اس پر ہم نے علماء دیو بند کو مخاطب کر کے سوال کیا تھا کہ آپ حضرات بفضلہٖ تعالی علوم شرعیہ سے واقف ہیں، درس اور افتاء میں دلائل و براہین سے کام لیتے ہیں ۔ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں تطبیق دیتے ہیں ۔ پھر آپ اپنا نام مقلد کیوں تجویز کرتے ہیں جو آپ کی شان کے مطابق نہیں ہے ۔ امام غزالی نے مستصفی میں لکھا ہے لیس التّقلید فی شیء من العلم یعنی تقلید علم کا کوئی درجہ نہیں اور مسلّم الثبوت جو علم اصول میں چوٹی کی کتاب ہے اس میں لکھا ہے امّا المقلّد مستنده قول مجتهده (مقلد کا سہارا اپنے امام کے قول پر ہوتا ہے) ۔ اس حیثیت سے ہم نے علماء دیو بند کو تقلید سے اعلی اور ارفع سمجھا تھا لیکن رسالہ دار العلوم دیکھنے سے معلوم ہوا کہ علماء دیو بند با وجود فرسٹ کلاس کا ٹکٹ رکھنے کے تھرڈ کلاس میں بیٹھنا پسند کرتے ہیں ۔ ہم اس بارے میں ان کو کسی قسم کا الزام یا طعنہ نہیں دیتے ، ہاں حدیث نبوی کے الفاظ پیش کئے دیتے ہیں جو یہ ہیں انز لوا الناس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مناز لھم ہر آدمی کو اس کی مناسب جگہ میں بٹھایا کرو۔ کتب اصول اور فقہ دیکھنے سے ہمیں تو پختہ یقین ہے کہ کوئی عالم جو قرآن وحدیث کا باقاعدہ درس دیتا ہو، مقلد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی تواضعاً اپنا نام مقلد یا حنفی رکھ لے۔ ورنہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ جس شخص کو مسائل دینیہ میں بصیرت حاصل ہے وہ مقلد ہرگز نہیں ہوسکتا، چاہے وہ ساری عمر حنفی یا شافعی کہلائے۔ مگر منصب علمی کے لحاظ سے وہ مقلد نہیں ہے۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ رسالہ مذکور (دارالعلوم) میں اس بارے میں کیا خیال ظاہر کیا گیا ہے۔

رسالہ مذکور میں لکھا ہے:

اجتہاد، جہد بمعنی کوشش سے مشتق ہے۔ اصطلاح شریعت میں احکام شرعیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے معلوم کرنے کے لئے کوشش خرچ کر دینے کا نام اجتہاد ہے۔ مجتہد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ علوم عربیت میں حاذق اور ماہر ہو۔ کیونکہ قرآن اور حدیث عربی ہے، بغیر عربی زبان جانے ہوئے نفس مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا اجتہاد تو درکنار۔ اور علوم عربیت میں لغت اور صرف اور نحو اور بلاغت یہ تمام علوم داخل ہیں۔ اعراب کے بدل جانے سے اور تعریف وتنکیر کے فرق سے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہو جاتا ہے اس لئے اجتہاد کے لئے ان علوم میں حاذق اور ماہر ہونا غایت درجہ ضروری ہے۔ دوم یہ کہ کتاب وسنت اور اقوال صحابہ وتابعین پر پورا مطلع ہوتا کہ مختلف فیہ مسائل صحابہ اور تابعین کے دائرہ سے باہر نہ ہو جائے۔ (دارالعلوم۔ اپریل مئی ۱۹۴۶ء۔ ص ۲۷)

جناب ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں۔

ناظرین! ہم نے علماء دیوبند وامثالہم کے لئے مقلد کا لفظ غیر موزوں سمجھا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی نام ان کے لئے تجویز نہیں کیا تھا۔ لیکن مضمون نگار صاحب نے مجتہد کی جو تعریف کی ہے اور جو اوصاف بتائے ہیں للہ ان پر غور کر کے بتایئے کہ علماء دیوبند پر یہ سب صادق آتے ہیں یا نہیں؟ وہ علوم عربیہ اور شرعیہ سے واقف ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں ہیں تو پڑھاتے کیا ہیں؟ سب کچھ پڑھاتے ہیں۔ سب کچھ جانتے ہیں، پھر ان کے مجتہد ہونے میں کیا شک ہے؟ صحیح بخاری صحیح مسلم ابوداؤد کے دیوبندی شراح بھی اگر مسائل شرعیہ کو دلائل سے نہیں جانتے تو اور کون جانتا ہوگا؟ علماء دیوبند کی قابلیت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں اگر یہ حضرات دوسری تیسری صدی میں ہوتے تو سب کے سب مجتہدین میں شمار کئے جاتے۔لیکن آج ہمارے سامنے کہا جاتا ہے کہ ہم سب مقلد ہیں۔علماء اصول کی تصریحات کو دیکھ کر ہم کسی طرح یہ جرئت نہیں کر سکتے کہ علماء دیو بند وامثالہم کو مقلد کہیں کیونکہ سرگروہ دیو بند یہ مولانا اشرف علی یوں بیان کرتے ہیں:

.کسی قول کا محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلائے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا .(الاقتصاد۔ص ۱۷)

اس تعریف کے تحت ہمارا حوصلہ نہیں پڑتا کہ علماء دیو بند وامثالہم کو مسائل شرعیہ کی دلیل سے بے خبر قرار دے کر ان کا نام مقلد تجویز کریں۔صحیح بخاری وصحیح مسلم، ابو داؤد کے دیو بندی شراح بھی اگر مسائل شرعیہ کو دلائل سے نہیں جانتے تو اور کون جانتا ہوگا۔ بحالیکہ مولانا روم مقلد کی شان میں یہ فرگئے ہیں:

آں مقلد ہست چوں طفل علیل گر چہ دارد بحث باریک و دلیل

قابل مضمون نگار نے ایسے علمی مسئلہ کو صرف زبانی باتوں سے نبھانا چاہا ہے اور کوئی ثبوت کتب اصول سے نہیں دیا۔چنانچہ لکھتے ہیں:

. منجانب اللہ مجتہد کو نور فہم اور فراست سے خاص حصہ ملا ہو۔ذکاوت اور ذہانت میں ممتاز ہو بڑے بڑے اذکیاء اور عقلاء کی گردن تسلیم اوس کے خداداد فہم کے سامنے خم ہو۔اجتہاد کے لئے معمولی فہم کافی نہیں۔اجتہاد کے لئے ایسا غیر معمولی فہم چاہیے کہ جو لوگوں میں ضرب المثل بن گیا ہو۔معمولی فہم تو ہر عالم میں ہوتا مجتہد کی کیا خصوصت؟ (دارالعلوم اپریل ومئی ۱۹۴۶ء ص ۲۷)

مضمون نگار نے جو کچھ لکھا ہے وہ سب اس کے دلی خیالات اور نکتہ بعد الوقوع کا مصداق ہے۔باوجود اس کے ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ مجتہد کو نور فراست حاصل ہونا چاہیے۔لیکن یہ چیز اس کی ماہیت میں داخل نہیں ہے۔اگر ہے تو فاضل مضمون نگار یا ان کے ہم خیال کتب اصول سے اس دعوی کا ثبوت دکھائیں۔کتب اصول نور الانوار وغیرہ میں صرف اتنی تصریح ملتی ہے کہ دلالات لفظیہ کو استعمال میں لانے والہ مجتہد ہوتا ہے اور یہ خاصہ مجتہد کا ہے۔علاوہ اس کے ہم کر سکتے ہیں کہ نور فراست وغیرہ کلی مشکک ہے جس کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ہمارا گمان بلکہ یقین ہے کہ علماء دیو بند اس کلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشکک کے کسی نہ کسی درجہ میں شریک ہیں۔کیا کوئی حوصلہ کرسکتا ہے کہ شرح بخاری لکھنے والے یا شرح مسلم کے دیو بندی شارح کو نورفہم وفراست سے بے نصیب کہہ دے کبرت کلمة تخرج من افوا ھھم

مولانا رشید احمد مرحوم، مولانا اشرف علی مرحوم، مولانا انور شاہ مرحوم وغیرھم کی نسبت معتقدین دیو بند کھلے لفظوں میں ہمیں اطلاع دے سکتے ہیں کہ کیا یہ لوگ اس صفت سے خالی تھے جو قابل نامہ نگار نے پیش کی ہے؟ اگر وہ ان کو خالی بتائیں گے تو بادل نخواستہ ہم بھی تسلیم کرلیں گے کہ ان کا درجہ واقعی مقلد کا تھا۔

اس کے بعد مضمون نگار نے ایک اور قید لگائی ہے جو دراصل نور فراست میں آچکی ہے۔اس کے الفاظ یہ ہیں:۔ ورع اور تقوی کا مجسمہ ہو۔اوس کا چہرہ اور اوس کی پیشانی اوس کے تقوی اور پرہیز گاری پر شہادت دیتی ہو۔حق پرست ہو، ہوا پرست نہ ہو۔ زبان قال نہیں بلکہ زبان حال یہ شعر پڑھتی ہو

انا عبد الحق لا عبد الھوی لعن اللہ الھوی فیما لعن

میں بندہ حق ہوں ہوائے نفس کا بندہ نہیں ہوں۔ ہوائے نفسانی پر اللہ کی لعنت ہو۔

(دارالعلوم۔ اپریل مئی ۱۹۴۶ء۔ص ۲۷۔۲۸)۔

جناب ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:

ہم اس پر کچھ زیادہ نہیں لکھنا چاہتے۔صرف اکابر دیو بند کے حالات پر توجہ دلاتے ہیں کہ کہاں تک الفاظ کی بھرمار ہوتی ہے۔ان کی شان میں قطب الاقطاب وغیرہ الفاظ معمولی ہوتے ہیں۔ان الفاظ کو سامنے رکھ کر ہمیں بتایا جائے کہ کیا ایسے حضرات کو ان اوصاف میں حصہ نہیں ملا تھا۔میں کہوں گا انکار کی صورت میں انعام خداوندی سے کفران لازم آئے گا۔خدا ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

اس بحث میں ہمارا روئے سخن دیو بند کی طرف چلا آیا ہے۔تاہم بریلوی جماعت کے ارکان بھی ہمیں بتائیں کہ مولانا مولوی احمد رضا خان مرحوم جن کو مجدد ماۃ حاضرہ کہا جاتا ہے، کیا وہ ان اوصاف سے خالی ہیں۔ ہرگز کوئی ایسا کہنے کا حوصلہ نہیں کرسکتا پھر اس مجدد اور عظیم المرتبت شخصیت کو مقلد کہنا کیا معنی رکھتا ہے بحالیکہ علماء کا اصول ہے انما التقلید وظیفة الجاھل اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یا تو یہ دونوں گروہ اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکابر کی نسبت علم وفضل اور زہد وتقوی کا عقیدہ چھوڑ دیں یا ان کو مقلد کہنا ترک کر دیں۔
(اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۳۔۴؛ ۱۲ جولائی ص ۳۔۴)

(۲۴) اشتہار مسائل عشرہ اور ادلّہ کاملہ

۱۸۷۷ء میں جاری ہونے والے اپنے اشتہار مسائل عشرہ (جو متن میں منقول ہو چکا ہے) کے بارے میں مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

. مسائل عشرہ جو اس اشتہار میں درج ہیں جن کے دلائل کے سوال ہی حنفی مذہب کے مسائل ہیں اور ان کی کتب میں موجود ہے کہ باعث جاری ہونے اس اشتہار کا یہ ہے کہ مولوی عبدالعزیز وغیرہ جن کا نام اس اشتہار میں درج ہے مدعی مباحثہ کے ہوئے جب وقت مقابلہ آیا تو مسائل مقصودہ سے گریز کر بیٹھے اور مسئلہ فضیلت ساکنان حرمین نے بیٹھے۔ ہر چند ان سے مسائل ذیل میں گفتگو کی درخواست کی گئی۔ ہرگز اس گفتگو پر مستعد نہ ہوئے۔ چنانچہ تفصیل اس کی اخبار سفیر ہندوستان میں چھپ رہی ہے۔ پس لاچار ہو کر یہ اشتہار جاری کیا گیا۔ (ضمیمہ اشتہار مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۷ء)۔

اشتہار جناب بٹالوی نے ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء کو شائع کیا تھا اور اس کے بعد بھی متعدد بار شائع ہوا۔ اس اشتہار نے پورے ہند کے حضرات احناف میں تزلزل ڈال دیا۔ رد وکد اور سوال و جواب کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا۔ جواب میں متعدد علمائے احناف نے قلم اٹھایا۔ جناب بٹالوی نے ایک ایک کا جواب دیا۔ احناف میں سے سب سے اہم شخصیت غالباً جناب قاسم نانوتوی تھے، آپ نے ادلہ کاملہ کے نام سے جواب لکھا جسے مشاورت کے بعد جناب محمود حسن کے نام سے شائع کیا گیا۔ ادلہ کاملہ کے مصنف کا طرز تحریر ملاحظہ فرمائیے:

آپ (بٹالوی) بے تکی ہانکا کریں۔ وہابیات جاہلانہ سمجھ کر آپ کے حریف آپ چپ ہو رہیں گے کیونکہ جواب جاہلاں خاموشی باشد اور یہی وجہ ہے جو ارشاد ہوا و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً

مزید فرماتے ہیں:

یہ شور تو ایک مدت سے ہے کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے درپے ہیں چونکہ آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان سب کے امام ہیں تو یہ کب ہوسکتا ہے کہ یہ شور اوپر ہی اوپر اڑا ہو، اور نیز یہ شور بھی ایک مدت سے ہے کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ اس میں تامل ہے تو اتنا ہے کہ کاہے کے ہیں، چاندی کے یا سونے کے یا کہیں اور کے۔

ان دنوں امرتسر سے ایک اخبار سفیر ہندوستان نکلتا تھا۔ جناب بٹالوی نے اس میں جوابی مضامین شائع کئے .... مئی ۱۸۷۷ء سے مئی ۱۸۷۸ء تک یہ سلسلہ پہلے ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان اور تتمہ سفیر ہند کے نام سے شائع ہوتا رہا۔ جون ۱۸۷۸ء کا پرچہ اشاعۃ السنہ کے نام سے شائع ہوا۔ اشتہار سے جنم لینے والے تحریری مباحثے کا ذکر بار براميٹکاف نے بایں الفاظ کیا ہے :

A typical controversary within Sunni Islam was one between Maulana Mahmud Hasan Deobandi and two members of the Ahl-i-Hadis (S.Asghar Husain, Hayat-i-Shaikhul Hind, Deoband, 1920, pp172-76) Maulana Muhammad Hussain Batalawi, an outspoken member of the Ahl-i-Hadis resident in Lahore, initiated the debate by issuing a circular addressed to the Hanafi ulama. In it he called on them to give justification, based on Quran and Hadis, for ten specific issues in Hanafi law. He offered, as an indication of his contempt for their efforts, a reward of ten rupees for each point they could confirm in the revealed sources. A Punjabi Hanafi immediately responded, but even his fellow Hanafis found his effort something of an embarrasment. (The author was probably Maulwi Muhammad Umar Rampuri (d. 1878), who is noted as having written an answer to Batalwi (Aasharah Mubashirah) in the Tazkirah Ulma-yi Hind by Rahman Ali, Karachi ed. 1964, pp 454-55). Mahmud Hasan resolved to write a response himself. the result was his first written work, the since oft-reprinted Adilla-i-Kamilah. The popularity of the work did not derive from its originality, for it was a standard account of Hanafi belief and practice. It justified the jurisprudential position of the Hanafis, and accused the Ahl-i-Hadis, as the Deobandis always did, of following not Hadis but personal opinion, and of being excessively literal in their reading of text.....Batalwi, of course, was not

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

convinced, and used the newspaper of which he was an editor to promise a final answer to Mahmud Hasan's points. That answer, wirtten by an associate, proved no more convincing to the other side. Mahmud Hasan, under Muhammad Qasim's supervision, wrote a second answer, thus concluding, at least from Deobandi side, this particular debate. (Metcalf., Islamic Revival in British India, 1982, 212-.13)

بار برا کی تحریر میں جن مولوی محمد عمر کا ذکر ہے ان کا ترجمہ تذکرہ کاملان رام پور کے صفحہ ۲۶۸ پر بحوالہ تذکرہ علمائے ہند از جناب رحمٰن علی صفحہ ۲۰ یوں منقول ہے:

.مولوی محمد عمر تخلص صولت۔ نہایت دانشمند، عالم متبحر تھے۔ جامع معقول ومنقول، ذکی الطبع، مناظر زبردست، شاعر فصیح اور واعظ بے مثل تھے۔ حاشیہ عینی شرح ہدایہ، اور رسالہ طنطہ صولت در باب سماع ان کی یادگار ہیں۔ مولوی محمد حسین لاہوری غیر مقلدین کے پیشوا نے سوالات عشرہ مشتہر کئے تھے۔ مولوی صاحب نے ہر ایک سوال کا جواب لکھا اور اس کا نام عشرہ مبشرہ رکھا۔ ۱۳ رمضان المبارک بارہ سو پچانوے ہجری کو انتقال کیا۔ (جناب محمد حسین کو اس وقت اہل حدیث کا پیشوا کہنا بھی غلط ہے کیونکہ اس وقت ان کے بڑے موجود تھے جن میں حافظ محمد لکھوی، محی الدین لکھوی، عبداللہ غزنوی، غلام العلی قصوری، اور جناب میاں صاحب شامل ہیں۔ بہاء)

بار برا میٹکاف کی تحریر سے یوں خیال ہوتا ہے کہ جناب محمود حسن ادلہ کاملہ کی تصنیف کے وقت بڑے علماء میں سے تھے بلکہ شائد احناف میں آخری اٹھارٹی تھے۔ لیکن یہ بات واقعہ کے خلاف ہے۔ جس وقت مسائل عشرہ کا اشتہار نکلا اس وقت جناب محمود حسن ایک نوآموز مدرس تھے۔ اور جناب محمد حسین نے اشاعۃ السنہ کی جلد دوم میں واضح کر دیا تھا کہ ادلہ کاملہ دراصل جناب قاسم کی تحریر ہے جسے جناب محمود حسن کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

ہمارے اشتہار مسائل عشرہ مجریہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء کا جواب برائے نام ایک رسالہ ادلہ کاملہ بھی تھا جس کے جواب کی نوبت ہم نے بوجہ قلت فرصت وکثرت مخاطبین برطبق مشہور یک انار و صد بیمار یا یوں کہیں کہ یک جان وصد آزار اختتام جواب ظفر احمد کے بعد ٹھہرا رکھی تھی اور اس کی تشہیر اعلان یکم و پانزدہم دسمبر ۱۸۷۷ء و ضمیمہ اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ذی قعد ۱۲۹۵ھ میں کیا۔ اب جواب ظفر احمد کے ختم ہو جانے سے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسالہ کے جواب کا آغاز ہوا۔

یہ امر کہ رسالہ ادلہ کاملہ مولوی محمد قاسم کی تالیف ہے ہر چند محتاج ثبوت و لائق بحث نہیں ہے۔پنجاب و ہندوستان بلکہ عربستان کے بہت سے لوگ اس بات کو جانتے ہیں۔صدہا اتباع قاسمیہ بڑے فخر وعجب سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ جناب محمد قاسم نے جواب اشتہار ایسا لکھا ہے جس کا جواب آج تک فریق ثانی سے ادانہیں ہوا۔اور جناب محمد قاسم خود بھی اپنے مئولف ہونے کے مقرّ ہیں اور یہ اقرار کئی جگہ کہ ازانجملہ حرم مکہ ہے (زادہا اللہ شرفاً) برملا کر چکے ہیں۔

ولیکن چونکہ بعض حق پوش صدق فراموش نے مئوا خذہ اخروی کا ڈر اٹھا کر تہدید وعید کذب سے بے خوف ہوکر اس امر مستفیض کا انکار کیا ہے یا اس انکار کی جڑ کو جما دیا ہے کہ اس رسالہ کو مولوی محمود حسن کے نام سے چھپوایا اور انہیں کا مئولف ہونا خلاف واقعہ مشتہر کیا، اس لئے مجھے بیان شان نزول اس رسالہ کا (جس کو مقلدین مولوی محمد قاسم کالوحی من السّماء سمجھتے ہیں) مناسب معلوم ہوا، اور مولوی صاحب کے مئولف ہونے کا ثبوت ضروری نظر آیا۔پس بسماع توجہ سننا چاہیے کہ .. بعض ثقات مدرسہ دیوبند کے (جو مولد ومنشاء اس رسالہ کا ہے) مجھے نقل پہنچی ہے کہ جب اشتہار مسائل عشرہ مدرسہ دیوبند میں پہنچا تو حاجی عابد حسین نے (جو مدرسہ دیوبند کے معاون و ممبر ہیں) سب مدرّسوں سے اس کے جواب لکھنے کی درخواست کی۔جب کسی نے استطاعت نہ پائی اور سب نے اپنی عاجزی ظاہر کی تو وہ اشتہار حاجی صاحب موصوف اور مولوی رفیع الدین (جو مدرسہ کے مہتمم ہیں) نے مولوی محمد قاسم کی خدمت میں بمقام نانوتہ روانہ کیا اور تاکیدی خط متضمن درخواست جواب تحریر فرمایا۔مولوی محمد قاسم نے ایک مہینہ کے بعد جواب لکھ کر مولوی محمد منیر (جو ان کے رشتہ کے بھائی ہیں اور بریلی میں ملازم) کے ہاتھ دیوبند بھیج دیا۔مولوی محمد منیر نے وہ جواب بوقت شام دیوبند میں پہنچایا اور نقل کرنے کیلئے مولوی کوثر علی خوش نویس کے سپرد ہوا۔ناقل کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے وہ جواب دیکھا اور مولوی محمد قاسم کا دستخطی پایا۔جب وہ جواب نقل ہو چکا تو اس میں کمیٹی شروع ہوئی کہ کس کے نام سے اس کی تشہیر ہو۔آخر اس تجویز پر اتفاق رائے ہوا کہ مولوی محمد قاسم نامی آدمی ہیں، ان کے نام سے اس کی تشہیر ہوئی تو جو کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواب لکھے گا وہ بھی مولوی صاحب کی طرف عائد ہوگا اور اس میں مولوی صاحب کی توہین و بدنامی متصور ہوگی، لہذا تشہیر اس کی مولوی فخر الحسن کے نام سے ہونی چاہیے یا مولوی محمود حسن کے نام سے۔

راقم محمد حسین کہتا ہے یہ تب ہی ان حضرات کو سوجھی جب کہ ان کو خود ہی اس رسالہ پر طمانیت حاصل نہ ہوئی اور اس کو مجموعہ اوہام و خیالات جان لیا اور اس کے رد ہونے کا یقین کر لیا۔ اگر اس کو جواب صحیح با دلیل جانتے اور لا جواب خیال کرتے تو یہ آڑیں کیوں ڈھونڈتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو دو تین جواب اشتہار اسی طرح اوروں کے بچاؤ میں نکلے اور مئولفین جوابات خود پردہ میں رہے۔ اول جواب ایک طالب العلم ہوشیار پوری کا جو ظفر احمد کے نام سے شائع ہوا جس کا جواب ضمیمہ اخبار سفیر ہند میں دیا گیا۔ دویم جواب بعض علماء لکھنو و بنارس کا جو ایک شخص خلیل الدین کے نام سے شائع ہوا اور اس کا جواب رسالہ اشاعۃ السنہ میں نمبر ایک سے آٹھ تک ادا ہوا۔ سیوم جواب امام اہل خصام جناب محمد شاہ (پاکپٹنی) کا جو میاں یوسف کے نام سے شائع ہوا۔ جس کا جواب نمبر آٹھ سے دس تک اشاعۃ السنہ میں دیا گیا۔ اب یہ رسالہ چہارم (ادلہ کاملہ) جواب ہے، جو اسی طرز قدیم سے جاری ہوا ہے۔ آئندہ دیکھا چاہیے۔ غرض ان لوگوں کی اس آڑ لینے سے یہی ہے کہ اگر کسی نے اس کی ردّ و مدافعت نہ کی تو فتح ہمارے نام رہی اور ان لوگوں میں جو ہمارا مئولف ہونا جانتے ہیں ہماری نیک نامی ہوئی اور اگر کسی نے اس کی خبر لی اور بیخ کنی کر دی تو عامہ خلائق میں بدنامی اس کی ہوئی جس کے نام سے اس کی شہرت کرائی گئی۔ ولیکن ان سب میں یہ کسی نے نہ سوچا کہ یہ ہمارا راز چھپا کیوں کر رہے گا؟ اور جو باتیں ہم اعاظم مشاعر و عامہ مجالس میں فخراً ظاہر کرتے ہیں اور ان میں کمیٹیاں ہوتی ہیں، کیونکر باہر نہ نکلیں گی؟ ان کی اس خام کاری پر یہ شعر خوب صادق آتا ہے جو ان کی اس مصیبت افشاء راز پر گویا ایک مرثیہ ہے

ہمہ کام ز ناکامی بہ بدنامی کشید آخر نہاں کے ماند آن رازے کز و سازند محفلہا

یہاں ایک اور ثقہ صاحب علم سے، جو ان دنوں مدرسہ دیوبند میں موجود تھے، یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ جناب مولوی احمد علی سہارنپوری اور جناب مولوی رشید احمد گنگوہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس مشورہ تبدیل نام مئولف کے شریک ہیں اور کمیٹی کے وہ بھی ممبر ہیں۔ان کے پاس رسالہ بھیج کر یہ مشورہ پوچھا گیا تو انہوں نے بھی مولوی محمود حسن کے نام سے شائع ہونے رسالہ کو پسند کیا۔ جب یہ تبدیل نام مجمع علیہ آراء ارباب کمیٹی ہوگئی اور محمود حسن صاحب کے نام سے تشہیر رسالہ کی قرار پائی تو حاجی عابد حسین نے اس کو اپنے مرید محمد انور نامی کے (جو جالندھر میں ملازم ہیں) پنجاب میں چھپوانے کو بھیجا اور وہ ان کے اہتمام سے بنام نہاد اظہار الحق چھپا۔ ادھر مولوی محمد منیر نے چھپنے کے لئے کان پور بھیج دیا۔ وہاں مطبع نظامی میں بنام ادلہ کاملہ موسوم ہو کر چھپ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ ایک مضمون پر نام دو۔ اگر ان دونوں میں فرق ہے تو اتنا ہے کہ ادلہ کاملہ میں عنوان جوابات دفعہ اول، و دفعہ دوم.. الخ ہے اور اظہار الحق میں عنوان یہ ہے۔ جواب سوال اول، جواب سوال دوئم.. الخ۔اسی بناوٹ کی وجہ سے اظہار الحق چھپواتے ہی ایسا چھپایا گیا کہ پھر کہیں اس کا اثر نظر نہیں آیا۔

یہ تو مشاہدہ کی شہود کا بیان ہے، اب اقرار کے شہود کا بیان سننا چاہیے۔مولوی محمد قاسم نے اپنی زبان گوہر فشان سے حرم مکہ (حرسھا اللہ تعالی) میں اس بات کا اقرار کیا اور بڑے فخر سے ظاہر کیا کہ ہم نے اشتہار غیر مقلدین کے جواب میں رسالہ ادلہ کاملہ لکھ دیا ہے ...اس اقرار جناب کو مولوی صاحب کے بڑے معتقد حاجی ظفر اللہ نے (جو اصلی متوطن میرٹھ ہیں اور بالفعل مقیم مکہ۔اور بتقریب تجارت ہندوستان آتے جاتے ہیں اور ۱۲۹۵ھ میں ہندوستان آئے ہیں) دہلی میں بیان کیا۔اور اس کو بجواب ہمارے دوستوں کے اس اعتراض کے کہ مولوی محمد قاسم اس اشتہار کا جواب کیوں نہیں لکھتے اور آپ (حاجی ظفر اللہ) ان سے مطالبہ جواب کیوں نہیں کرتے، بڑے زور شور سے پیش کیا۔

اس کے بعد ہمارے ایک دوست شیخ محی الدین نامی کو بتقریب ادائے فریضہ حج اتفاق زیارت بیت الحرام ہوا تو وہاں انہوں نے مولوی محمد قاسم کے مئولف ہونے کا اقرار حاجی امداد اللہ پیر و مرشد مولوی محمد قاسم و مولوی رشید احمد کی زبان مبارک سے سنا۔یہ اقرار حاجی امداد اللہ کا مولوی محمد قاسم کے اقرار سے بڑھ کر لائق سند ہے، اس لئے کہ پیر و مرشد کا رتبہ صدق و دیانت میں مرید سے بالاتر ہے۔علاوہ اقرار اس موقع کے کئی مواضع میں مولوی محمد قاسم نے اقرار کیا ہے اور قبل طبع رسالہ اس کی خبریں مواضع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختلفہ میں مشتہر ہوگئیں۔ لودہانہ، ساڈھوڑہ، پٹیالہ، بریلی وغیرہ بلکہ رسالہ قلمی ان کے نام سے جابجا منتشر ہوا۔ اور قبل انطباع اس کا ایک نسخہ ہم کو لدھیانہ سے ملا جو ان کے ایک شاگرد (جو مجھ سے بھی واسطہ استناد رکھتا ہے اور مولوی صاحب کا بڑا معتقد) کے پاس موجود تھا۔ اسی کی زبان سے لدھیانہ میں مولوی صاحب کا مئولف ہونا مشہور ہوا۔

ان سب سے بڑھ کر بڑی وجہ ثبوت یہ ہے کہ میں نے یکم دسمبر ۱۸۷۷ء کو (جس کو آج بوقت تحریر سال سے زائد عرصہ ہولیا ہے) مولوی محمد قاسم کے مئولف ہونے کا اعلان جاری کیا اور مولوی صاحب نے اس پر سکوت فرمایا اور اس کا خلاف مشتہر نہ کیا، اور نہ خاص میری طرف اس باب میں کچھ لکھا، باوجودیکہ میری ان کی سابق سے خط و کتابت اور ملاقات بھی ہے۔

اس سے بڑھ کر وجہ ثبوت یہ ہے کہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں، میں نے بجواب محمود حسن (جنہوں نے مولوی قاسم کے مصنف رسالہ ہونے کا انکار اور اپنے مئولف ہونے کا اظہار کیا ہے) میں نے صاف لکھ دیا ہے کہ مولوی محمد قاسم مئولف ہونے سے انکار کریں تو وہ انکار کسی اخبار میں درج کرائیں، یا بذریعہ خط خاص مجھے اس سے اطلاع دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔ اس پر بھی مولوی قاسم کچھ نہیں بولے، گویا میرے بیان کے مصدق ہیں۔

شائدان وجوہات کے جواب میں حواریین مولوی محمد قاسم یہ ارشاد کریں کہ جو شان نزول اس قصہ کا کسی نے تمہاری طرف لکھا ہے یہ دروغ ہے اور بیان حاجی ظفر اللہ اور شیخ محی الدین کا بھی خلاف واقع۔

اس کے جواب میں اگر ان شہود کی توثیق وتعدیل کروں یا اور دلائل سے اس دعوی کو ثابت کروں تو ایک بحث طویل ہوتی ہے، جو میرے مقصود سے اجنبی ہے اور ہم رنگ کوہ کندن وگیاہ برآوردن معلوم ہوتی ہے۔ لہذا میں اس کے جواب میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں کہ وہ بیان شان نزول واقرار جناب بمشافہ ثقات عدول غلط ہے اور ناقل کا افتراء، تو آپ لوگ اصل حقیقت اس کی مولوی محمد قاسم سے لکھوا دیں اور ان کے قلم کا لکھا ہوا میرے پاس بھیج دیں، یا کسی اخبار میں ان کی طرف سے مشتہر کرا دیں کہ یہ رسالہ ہماری تصنیف نہیں ہے اور ہم نے اس کے مئولف ہونے کا اقرار واظہار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کیا۔ پس میں انہیں کی شہادت مان جاؤں گا اور اپنا یہ دعوی چھوڑ دونگا۔

اس میں اگر کوئی عذر کرے کہ وہ صوفی اور زاہد آدمی ہیں اور ان بکھیڑوں کو فضول سمجھتے ہیں تو دفعیہ اس کا یہ ہے کہ امر حق کا اظہار تو عین لوازم زہد و تدین سے ہے و قاطع فضول بکھیڑوں کا۔ پس جس حالت میں ان کے مجرد انکار پر اس فضول بحث کا انقطاع ہوتا ہے تو اس پر اقدام کرنے سے ان کو کیا عذر۔

با ایں ہمہ وہ انکار نہ کریں اور ساکت رہیں تو ناظرین یقین کر لیں کہ مئولف رسالہ وہی ہیں، اور تشہیر رسالہ بنام مولوی محمود حسن محض کذب ہے۔ مرتکب اس کا خواہ کوئی ہو اور کیسا ہی بڑا مخدوم خلائق، ملک صفت مشہور ہو۔ اس صورت میں ناظرین باانصاف و منصفین بے اقتساف میرا ان کو مخاطب کرنا بے جا نہ سمجھیں اور اس کو ناحق الجھنا خیال نہ کریں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ا جلد ۲۔ ۲۸ محرم ۱۲۹۶ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۷۹ء۔ مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر۔ ص ۲ تا ۷)

جناب محمد حسین بٹالوی نے ادلّہ کاملہ کا مفصل جواب لکھنا شروع کیا اور وہ اشاعۃ السنہ جلد ۲ میں شائع ہوتا رہا۔ اسی اثنا میں جناب محمد احسن امروہی (جو ۱۸۷۰ء کے عشرے میں اہل حدیث کی صفوں میں شامل تھے) نے مصباح الادلہ کے نام سے ادلہ کاملہ کا جواب لکھ کر کتابی صورت میں شائع کرا دیا۔ اس لئے جناب بٹالوی نے اپنی تحریر کو نا تمام چھوڑتے ہوئے اعلان کیا کہ

رسالہ مصباح الادلہ تالیف مولوی سید محمد احسن امروہی بجواب ادلہ کاملہ مولوی محمد قاسم نانوتوی چھپ کر شائع ہو رہا ہے۔ میں اس رسالہ کو اکثر لوگوں کے حق میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کی نسبت زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔ مسائل کا کوئی طالب ہو تو اس میں دیکھ لے۔ مناظرہ کا ڈھنگ سیکھنا ہو تو اس سے سیکھے۔ طرز ظرافت مہذبانہ معلوم کرنا ہو، تو اس سے کرے۔ مکرمی شیخ عبید اللہ (نومسلم) اس کی تقریظ میں کیا خوب لکھتے ہیں:

فقیر نے اس رسالہ کو کلام محقق اور مدلل اور مطابق عقائد اہل سنت اور موافق مذہب سلف صالح کے پایا اور جامع بہت مضامین اور اکثر مسائل ضروریہ کا۔ اگرچہ اس کے بعض مقام میں مثل مولف رسالہ ادلہ کاملہ کے کلام شجاعانہ اور ظرافت آمیز بھی ہے و ہر چند یہ امور ادلہ ارابعہ شرعیہ میں داخل نہیں ہیں لیکن بے شک اوقع فی النفوس ہوتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں، چنانچہ سعدی نے فرمایا بہ پرویزن معرف پختہ بشہد ظرافت برآمیختہ

میں (محمد حسین) اس کو اس سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں۔ یہ کتاب دہلی میں مولوی نور محمد ملتانی مقیم مدرسہ مولانا وشیخنا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی، و میر معظم مہتمم مطبع فاروقی سے مل سکتی ہے۔ اور دیرہ دون ضلع سہارن پور میں محمد حنیف سوداگر ولد پیر جی خدا بخش سوداگر بازار دھامون والہ سے مل سکتی ہے اور خاص کر سکنہ پنجاب کو بذریعہ راقم الحروف لاہور مسجد چینیانوالی سے مل سکتی ہے۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۲ نمبر ۶ ص ۱۸۷۔۱۸۸)

(۲۵) مباحثہ فرید کوٹ سے متعلق غلط بیانی

مباحثہ فرید کوٹ ۱۸۸۳ء میں احناف کے بڑے مناظر مولوی ولی محمد تھے۔ مناظرے کے بعد وہ اپنی فتح کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے امرتسر جا کر چیلنج بازی شروع کی تو جناب ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

مولوی ولی محمد جالندھری وہی بزرگ ہیں جو ریاست فرید کوٹ پنجاب کے مباحثہ میں از طرف حنفیہ پیش ہوئے تھے۔ اس مباحثہ میں کیا ہوا تھا؟ ہمارے ہوش سے پہلے کی بات ہے اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مباحثہ مذکورہ کی جو کیفیت مولوی غلام دستگیر قصوری حنفی نے بحکم راجہ صاحب ریاست مذکور لکھی ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولوی ولی محمد مغلوب ہوئے اور اہل حدیث کے علماء غالب ہوئے۔ اس کا ثبوت یوں ہے کہ مولوی غلام دستگیر نے روئیداد کو اس طرح لکھا ہے کہ فریق اہل حدیث کی تقریر تو بہت تھوڑے لفظوں میں دکھاتے ہیں اور مولوی ولی محمد کی تقریر بڑی طول طویل ایسے طریق سے لکھتے ہیں کہ سمجھ دار اس کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جو کچھ بھی اس کتاب میں ہے مولوی صاحب کی قابلیت کا نتیجہ نہیں بلکہ کوئی محبوب ہے اس پردہ زنگاری میں۔

غرض یہ کہ اس کتاب میں فریقین کی مصدقہ تحریرات نہیں بلکہ اس تصویر کا مصور کوئی اور ہے۔ علاوہ اس کے جو کچھ بھی ہے ایسا ہے کہ اہل حدیث کا ایک ادنی طالب علم جس نے مشکوۃ شریف بھی سمجھ کر پڑھی ہو، اس کا جواب دے سکتا ہے۔ باوجود اس کے مولوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولی محمد خود اس دفعہ شعبان ۔ جولائی ۱۹۱۲ء میں امرت سر تشریف لائے تو آپ نے اشتہار شائع کیا جس میں لکھا تھا کہ مباحثہ فرید کوٹ کے اثر سے ۳۵ ہزار غیر مقلدین تائب ہوئے ۔ پہلے تو ہم ۳۵ ہزار کی تعداد سن کر خاموش رہے اور یہ سمجھا کہ یہ تعداد ہی اس اشتہار کے کذب کی دلیل ہے لیکن مولوی صاحب موصوف نے جب وعظوں میں للکارنا شروع کیا اور ایک اشتہار بھی دیا جس میں موضع ہری کے ضلع لاہور اور خاص شہر لاہور کے مباحثہ کا ذکر تھا، جو انجمن نعمانیہ کے مکان پر ہوا تھا۔ اس اشتہار میں جناب نے خیریت سے ۳۵ ہزار والے اشتہار سے بھی بڑھ کر کذب بیانی کی ۔ اس لئے پہلے بذریعہ خط آپ کو مباحثہ کی دعوت دی گئی ۔ مگر مولوی صاحب اور مباحثہ؟ ایں چہ بوالعجبی است ۔ ہم نے علاوہ اور معمولی شرطوں کے یہ لکھا کہ مباحثہ کے منصف ہم اہلحدیث علماء کو نہ کریں گے بلکہ حنفی علماء کو بنادیں گے جیسے مولانا محمود حسن حنفی دیوبندی یا مولانا خلیل احمد حنفی مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور ۔ یا مولانا شبلی نعمانی رکن ندوہ العلماء لکھنو ۔ اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں یہ علماء ہم کو منظور نہیں ۔ منصفی کے لئے حرمین شریفین کے علماء مقرر ہوں گے ۔ مولوی صاحب نے یہ سمجھا کہ فریق ثانی کو حرمین شریفین کے علماء کو منصف ماننے میں تامل ہوگا ۔ لیکن ہم نے صاف لکھا کہ حرمین شریفین کے علماء منظور ہیں مگر وہاں کے علماء چونکہ اردو نہیں جانتے اس لئے پرچہ عربی اپنے ہاتھ سے مجلس میں لکھنا ہوگا ۔ مولوی صاحب کے استفسار پر یہ دلیل بھی لکھی کہ قرآن مجید میں فاکتبو کا حکم بھی یہی چاہتا ہے کہ جو لکھنا جانتا ہے وہ خود لکھے ۔ نیز آپ کے چھتیس علموں کا روشن سورج اس سے خوب چمکے گا ۔ یہ بھی لکھا کہ جتنا وقت ہم لیں گے اس سے دوگنا آپ کا حق ہوگا ۔ مگر افسوس مولوی صاحب اس کی تسلیم پر نہ آئے اسی پر بضد رہے کہ ہم خود نہ لکھیں گے ۔ کوئی لکھنے والا لکھتا جائے گا ہم بولتے جائیں گے ۔ ہم نے جواب دیا کہ آپ کے بولنے کے دوران آپ کے محرر یا مشیر بدلتے جاویں گے تو ایک جھگڑا پیدا ہوگا ۔ نیز آپ کی لیاقت کا سورج جس کے آپ مدعی ہیں روشن نہ ہو سکے گا ۔ غرض مولوی صاحب اس پر بضد مصر رہے آخر کار امرت سر سے چلتے بنے ۔

اب بھی ہم مولوی صاحب سے مباحثہ کرنے کو تیار ہیں علماء حنفیہ دیوبند، سہارنپور یا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھنو کو منصف مانیں تو پرچہ اردو میں لکھیں۔ حرمین شریفین کے علماء کو منصف ماننا ہو تو مباحثہ کا پرچہ مقررہ وقت میں سامنے بیٹھ کر عربی میں لکھیں تاکہ لوگ کہہ سکیں کہ چھتیس علموں کے عالم کی تحریر ایسی ہوتی ہے۔ کیا مولوی صاحب ایسا کریں گے؟ جہاں تک ہمارا خیال ہے ہرگز نہیں۔ خدا کرے ہمارا خیال غلط ثابت ہو۔ مولوی صاحب کو اس پر بھی ضد رہی کہ جلسہ عام ہو اور کوئی رئیس تحریری ذمہ داری ہم کو دے۔ اس کے جواب میں ہم یہی کہتے رہے کہ عام جلسوں میں فساد کا احتمال ہوتا ہے اس لئے ہم اس کے خواہش مند نہیں۔ اگر آپ کو شوق ہو تو آپ انتظام کریں ہم حاضر ہو جائیں گے۔ مگر مولوی صاحب یہی بہانہ کرتے رہے یہاں تک کہ امرت سر سے کوچ کر گئے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۳۔۳۰۔ اگست ۱۹۱۲ء ص ۳۔۴)۔

اور مباحثہ فرید کوٹ کے حنفی مہتمم جناب غلام دستگیر قصوری سے جناب نور احمد لکھوی کا ایک مناظرہ کھیم کرن میں ۳ ذی قعد ۱۳۰۲ھ کو ہوا تھا جس میں مسئلہ تقلید زیر بحث تھا۔ اس مناظرے کی روئداد جناب نور احمد نے لکھ کر بعنوان اشتہار مباحثہ کھیم کرن تحصیل قصور مورخہ ۳ ذی قعد شائع کروائی تھی۔ (فیوض محمدیہ ۱۸۴۔ ۱۸۸)

حافظ محمد لکھوی نے بھی ایک مناظرہ جناب غلام دستگیر قصوری (ف ۱۳۱۵ھ) سے غیر اللہ سے استعانت کے موضوع پر کیا تھا۔ مناظرے میں حافظ محمد نے فقہ حنفی کے متون کا دریا بہا دیا اور جناب غلام دستگیر قصوری کو اعتراف حقیقت کے سوا چارہ نہ رہا۔ (فیوض محمدیہ۔ ص ۹۳)

ایک دفعہ جناب غلام دستگیر قصوری نے موضع گھڑیالہ (علاقہ لاہور) جا کر اہل حدیث کو اپنی نوازشات کا نشانہ بنایا۔ ایک شخص کو عمل بالحدیث کرنے اور تفسیر محمدی پڑھنے سے توبہ کروائی۔ اس پر جناب خدا بخش واعظ نے بذریعہ ڈاک دس سوال انہیں روانہ کئے جن کے جواب میں جناب نے لکھا کہ میں ایک مہینہ تک (خدا بخش کے موضع) رمداس میں آ کر ان کا جواب دونگا۔ ایک مہینہ ان کی آمد کا انتظار کر کے خدا بخش نے یاددہانی کا خط لکھا۔ جس کے جواب میں قصوری صاحب خاموش رہے۔ پھر کارڈ بھیجا گیا، پھر بھی سکوت۔ سوال یہ تھے:

کوئی آیت صریح یا حدیث صحیح مرفوع تحریر کریں جس میں:

آئمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کا حکم ہے؛

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں حلت ذبیحہ لغیر اللہ ہو؛
جس میں فاتحہ کا نام لے کر امام کے پیچھے پڑھنا منع کیا ہو؛
جس میں ممانعت آمین بالجہر ہو؛
جس میں ممانعت رفعیدین قبل اور بعد رکوع اور قعدے سے اٹھتے وقت کی ہو؛
جس میں سینہ پر ہاتھ باندھنے سے ممانعت ہو؛
جس میں اشارہ سبابہ فی التشہد کی ممانعت ہو؛
جس میں ممانعت جمعہ کی گاؤں میں ہو ؛
جس میں فرمایا ہو کہ گاؤں میں جمعہ پڑھو تو ظہر بھی پڑھو۔
نیز بتائیں کہ تفسیر محمدی میں کیا نقص ہے جس کے پڑھنے سے آپ نے منع کیا ہے؟
(تحفہ واعظ ۔ خدا بخش واعظ، ذی الحج ۱۳۱۳ھ ۔ مطبع وزیر ہند۔ص ا حاشیہ)

(۲۶) ایک جعلی دستاویز

مناظرہ مرشد آباد ایک توبہ نامے کا ذکر بھی ہوا تھا جو بقول احناف جناب میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے مکہ معظّمہ میں لکھ کر دیا تھا۔ یہ توبہ نامہ جعلی تھا۔ جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:۔

مکہ معظّمہ میں میاں صاحب سے منسوب توبہ نامہ سے متعلق اس تحریر کی اصلیت کی تصدیق کا کوئی مدعی ہو تو ہم کو مولانا کی اصل دستخطی تحریر یا اس کا فوٹو گراف دکھا دیں جیسا کہ ہم خط پاشا مکہ کا فوٹو پیش کرتے ہیں ۔ ہندوستان سے کسی مسلمان فوٹو گرافر کو سو دو سو روپیہ خرچ کر کے مکہ شریف بھیج دیں وہ اصل تحریر نہ لا سکے تو اس کا عکس ہی اتار لاوے ۔ اس کے مصارف کا ان حضرات مخالفین مولانا ممدوح سے تحمل نہ ہو سکے تو نصف خرچ ہم سے لیں ۔

مولانا ممدوح کی اصل تحریر یا اس کا فوٹو گراف ہندوستان میں آ گیا اور اس کو چار معتبر اشخاص دو مسلمان (ایک اہل حدیث، ایک اہل تقلید)، دو مذہب غیر (ایک ہندو، ایک عیسائی) نے مولانا ممدوح کی قلم سے (جیسا کہ توبہ نامہ جعلی میں بقلم خود لکھ رکھا ہے) لکھا ہوا برقرار دیا اور بعینہ وہ عبارت (جو اشتہار مطبوعہ مطبع مکہ میریہ وغیرہ میں شائع کی گئی ہے) دستخطی جناب مولانا ممدوح نکل آئی تو ہم اس تحریر کو مان لیں گے اور جہاں تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارا بس چلا، ہم اپنے گروہ کے لوگوں سے مولانا ممدوح کی اس بات کی کہ میں نے مکہ میں توبہ نامہ نہیں لکھا، تکذیب کرائیں گے۔ اگر کوئی تکذیب نہ کرے گا تو ہم خود جوان کے اخصّ تلامذہ سے اور دلی معتقد و مرید ہیں، تکذیب کریں گے اور اس کی خوب تشہیر کریں گے اور اس امر میں ان کی نصرت سے ہٹ جائیں گے اور ان کی حمایت اور برائت میں پھر کبھی قلم نہ اٹھائیں گے۔ ہم اس پر خدا کی قسم کھاتے ہیں اور اس کو ضامن وگواہ بناتے ہیں و اللّٰہ ثمّ باللّٰہ ثمّ تاللّٰہ و کفی باللّٰہ وکیلاً و کفی باللّٰہ شھیداً ۔ اس سے بڑھ کر ہماری نیک نیتی وصداقت پر کوئی اور دلیل کیا چاہے گا اور اس توبہ نامہ کے صدق یا اس کے برخلاف کے امتحان کا کوئی اور سبیل کیا بتائے گا؟

خط یا روبکار پاشا مکہ بنام پاشا مدینہ صاف اور یقینی شہادت دیتی ہے کہ یہ توبہ نامہ جعلی ہے اس خط میں برأت ذمہ کا بیان ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو جرم مولانا ممدوح کے ذمہ لگائے گئے تھے وہ ان سے سرزد نہیں ہوئے اور یہ مضمون (توبہ نامہ کے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ جرم سرزد ہوئے تھے پھر ان سے مولانا تائب ہوئے) صریح مخالف ہے اور اس خط کی صداقت میں تو کوئی شک نہیں کرسکتا کیونکہ اس پر پاشا مکہ کی خاص مہر ثبت ہے اور مخالفین مولانا ممدوح نے بھی اس کو تسلیم کرلیا ہے (دیکھو کشف الاخبار بمبئی نمبر ۱۱ جلد ۳۱ کالم ۱ سطر ۴ جس میں پروانہ راہ داری کی تفسیر ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ جو حاکم مکہ نے بعد ان کے تائب ہونے بخواہش ان کے دیا تھا۔) لاجرم اسی توبہ نامہ کو (جو اس کے مخالف ہے) جعلی کہنا پڑے گا۔

اس خط کے موجود ہونے یا اس پر پاشا مکہ کی مہر ثبت ہونے میں کسی کو شک ہو تو مواضع مفصّلہ ذیل سے، جس مقام میں چاہے اصل خط یا اس کا فوٹو گراف دیکھ لے۔ اصل تو دو مقام (دہلی اور لاہور) دکھایا جاسکتا ہے اس کا فوٹو گراف مواضع ذیل میں ہے:۔

... ضلع ناگپور حکیم محمد دلاور خان، سیالکوٹ مولوی غلام حسن، امرتسر مولوی احمد اللہ، حیدرآباد دکن مولوی چراغ علی یا مولوی صلاح الدین، ایبٹ آباد بابو غلام محی الدین کلرک فارسٹ ڈیپارٹمنٹ، راولپنڈی منشی محمد سعید، آرہ مولوی محمد ابراہیم، رحیم آباد شیخ احمد اللہ، الہ آباد مولوی محمد حسین دائرہ شاہ حجۃ اللہ، سکھر میاں محمد رمضان، بنارس مولوی محمد سعید مہتمم مدرسہ اسلامیہ، کہوری ضلع ساگر ڈاکٹر سید جمال الدین، بنگلور مولوی محمد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شریف مہتمم منشور محمدی، کلکتہ مولوی عطاء الرحمٰن کلرک حفظان صحت، بمبئی حافظ عظیم اللہ یا مولوی عنائت اللہ، لکھنؤ مولوی عبدالحی، بھیرہ حکیم فضل الدین۔ لودہانہ مولوی محمد حسن، پٹنہ مولوی سید احمد حسین، مدراس مولوی سید فخر الدین، پشاور ماسٹر غلام حسین یا مولوی رحمت اللہ، ملتان منشی محمد، پٹیالہ منشی احمد حسن، نابہ ڈاکٹر فیض محمد خان، پورٹ بلیر ڈاکٹر کبیر الدین، نصیر آباد حاجی احمد حسین نقل نویس، جبل پور مولوی محمد یسین یا شیخ عبدالغنی، وزیر آباد حافظ عبدالمنان، جالندھر منشی دین محمد، ہوشیار پور مولوی الٰہی بخش۔

ان حضرات میں بعض اشخاص ایسے بھی ہیں جن سے ہم کو سابق راہ و رسم خط و کتابت نہیں ہے۔ ان کی خدمت میں ہم بلا تعارف و استحقاق سابق (ان کو امین و خیرخواہ اسلام و طالب وفاق اہل اسلام سمجھ کر) یہ خط ارسال کریں گے۔ وہ حضرات از راہ لطف و کرم لوگوں کو یہ خط ملاحظہ کرائیں اور مولانا ممدوح کو تہمت اہانت سے اور پاشا مکہ کو الزام ظلم اور دارو گیر و مزاحمت بے جا سے بری کریں تاکہ مسلمانوں کا باہمی جوش و نفرت کم ہو اور کوئی صورت وفاق پیدا ہو۔

اسی طرح مولانا ممدوح کے مخالفین (اگر وہ اس آتش بغض و عناد و فتنہ و فساد کو بدستور مشتعل رکھنا چاہتے ہیں) مولانا ممدوح کے توبہ نامہ کے فوٹو گراف کو جا بجا مشتہر کریں اور نہیں تو دہلی و لاہور میں ہی سہی۔ (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۶۔ ص ۳۲۹۔۳۳۳)

اس دستاویز کے جعلی ہونے کی بات جناب ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے:

ایک توبہ نامہ بھی مولانا نذیر حسین مرحوم کا بعض رسالوں میں میری نظر سے گزرا ہے اور وہ مباحثہ مرشد آباد میں بھی پیش کیا گیا تھا لیکن اس کے فرضی ہونے پر میں ایسی ایسی شہادتیں رکھتا ہوں، جن سے زیادہ قابل اعتبار شہادتیں اور نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ جو تحریر مولانا نذیر حسین نے دی تھی، وہ بارہا والد مرحوم نے مجھے حرف بحرف سنائی ہے اور وہ وہی ہے جس کا ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں فتنے سے بچنے کے لئے ایجابی طور پر جس وضاحت سے انہیں اپنے عقائد بیان کرنا چاہیے تھا، اس سے انہوں نے گریز کی، لیکن منفی طور پر انہوں نے اپنے اصلی عقائد سے ہرگز انکار نہیں کیا، اور ان حالات کو دیکھتے ہوئے، جو انہیں وہاں پیش آئے تھے، ان کے اس تسامح کو کوئی بھی قابل الزام کمزوری نہیں قرار دے سکتا۔ یہ صاف ظاہر ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر وہ حریف کے ساتھ بحث وجدال میں اتر آتے، تو نتیجہ نہائت ہولناک ہوتا۔
(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ۶۳۔۶۶)

اس کی نظیر امام ابوحنیفہ کے طرز عمل میں ملتی ہے جیسا کہ جناب مناظر احسن نے لکھا ہے:

ضحاک نامی خارجی نے عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز والی کوفہ کو شکست دے کر (مروان بن محمد بن مروان کے دور میں) کوفہ پر قبضہ کیا ...جب امام (ابوحنیفہ) خارجیوں کے قائد کے پاس آئے تو لوگوں نے توجہ دلائی ھذا شیخھم (یعنی کوفہ کے مسلمانوں کا یہ مذہبی پیشوا ہے).. خارجیوں کا دستور تھا کہ وہ ہر مسلمان سے توبہ کراتے تھے۔اس لئے کہا تب یا شیخ من الکفر۔ امام نے کہا انا تائب من کل کفر (میں ہر کفر سے تائب ہوں)۔..کسی نے خارجی لیڈر سے کہا کہ کفر سے ان کی مراد تمہارے عقائد سے توبہ ہے۔اس لئے اس نے پوچھا۔ شیخ ہم نے سنا ہے کہ جس کفر سے تم نے توبہ کی ہے اس سے مراد ہمارے عقائد اور ہمارا طریقہ کار ہے۔امام نے کہا جو تم کہہ رہے ہو کیا یہ صرف ظن اور گمان کے سوا اور بھی کچھ ہے۔کیا آپ کو یقین ہے کہ کفر سے میں نے وہی مراد لیا ہے جسے میری طرف تم منسوب کرتے ہو۔لیڈر نے کہا ہاں! صرف گمان اور ظن ہے، یقین سے کیسے کہا جا سکتا ہے۔امام نے کہا انّ بعض الظنّ اثم کہ بدگمانی کر کے تم نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اب آپ اس کفر سے توبہ کیجئے۔ خارجی نے کہا تم نے سچ کہا اور میں اس کفر سے توبہ کرتا ہوں۔لیکن تم بھی کفر سے توبہ کرو۔امام نے اپنے پہلے جملے کو دہرایا۔ میں ہر قسم کے کفر سے اللہ کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔کہتے ہیں خارجیوں نے یہ سن کر آپ کو چھوڑ دیا۔

جناب مناظر احسن گیلانی کہتے ہیں بطور طعن کے بعض تاریخوں میں امام کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ کفر سے امام کی توبہ کرائی گئی ہے۔لیکن اس توبہ کی اصل حقیقت یہی ہے۔ دیکھو موفق ج ا ص ۱۷۷۔(امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔۱۸۱۔۱۸۲)

☆☆☆

وصلّی اللّٰہ تعالی علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للّٰہ ربّ العالمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

آب کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۸۲ء۔ لاہور

آثار الحدیث۔ خالد محمود۔ دار المعارف لاہور۔ ۱۹۸۸ء

آخری عہد مغلیہ کا ہندوستان۔ ڈاکٹر مبارک علی۔ ناشر مصطفیٰ وحید۔ لاہور۔ مارچ ۱۹۸۶ء

آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ عبدالرزاق ملیح آبادی۔ مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور

آئمہ تلبیس۔ رفیق دلاوری۔ طبع تعمیر انسانیت لاہور

آئینہ حقیت نما۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی، نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۳ء

ادلہ کاملہ معروف بہ اظہار الحق۔ محمود حسن۔ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند۔ فروری ۱۹۳۹ء

ارمغان شاہ ولی اللہ۔ محمد سرور۔ لاہور۔ ۱۹۸۶ء

القول الجمیل فی الکشف عن الدلیل۔ احسن جمیل سلفی۔ جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۹۳ء

انقلاب ۱۸۵۷ء۔ ترتیب وتدوین پی سی جوشی۔ محمد علی فارق۔ مکتبہ اخوت، لاہور ۱۹۹۵ء

اشرف السوانح۔ مرتبہ عزیز الحسن۔ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔ ۱۹۸۵ء

المیہ تاریخ۔ ڈاکٹر مبارک علی۔ فکشن ہاؤس۔ مزنگ روڈ لاہور۔ ۱۹۹۵ء

اسیر مالٹا (حیات شیخ الہند)۔ از حسین احمد مدنی۔ مکی دار الکتب لاہور

امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی۔ مناظر احسن گیلانی۔ کراچی، طبع ہفتم، ۱۹۸۳ء

ایضاح الادلہ۔ محمود حسن۔ مطبع قاسمی دیوبند ۱۳۳۰ھ

برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن۔ محمد اسحاق بھٹی۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۵ء

برصغیر میں اہل حدیث کی آمد۔ محمد اسحاق بھٹی۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور

بزم ارجمنداں۔ محمد اسحاق بھٹی۔ مکتبہ قدوسیہ رلاہو ۱۹۹۹ء

بیس بڑے مسلمان۔ مرتبہ عبدالرشید ارشد۔ مکتبہ رشیدیہ لاہور

پاک و ہند میں اہل حدیث کی خدمات حدیث۔ ارشاد الحق اثری۔ فیصل آباد ۱۹۹۰ء

تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی۔ اردو سائنس بورڈ۔ لاہور

تاریخ فرشتہ۔ محمد قاسم فرشتہ۔ جلد دوم، ترجمہ خواجہ عبدالحی۔ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔ ۱۹۷۴ء

تاریخ دعوت وعزیمت۔ ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام کراچی۔ ۱۹۸۴ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخ سندھ حصہ اول ۔ دوم ۔ سید ابوظفر دسنوی ندوی ۔ طبع دوم اعظم گڈھ ۔ ۱۹۷۰ء
تاریخ اہل حدیث ۔ محمد ابراہیم میر ۔ اسلامی پبلشنگ ہاؤس ۔ لاہور ۔ ۱۹۵۳ء
تاریخ اسلام ۔ از معین الدین ندوی جلد سوم و چہارم ۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۔ ۱۹۸۳ء
تاریخ تصوف ۔ یوسف سلیم چشتی ۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور ۔ ۱۹۷۶ء
تاریخ مشائخ چشت ۔ محمد زکریا کاندھلوی ۔ مجلس نشریات اسلام کراچی ۔ ۱۳۹۷ھ
تاریخ ابن خلدون ۔ ترجمہ احمد حسین عثمانی ، نفیس اکیڈیمی کراچی ۔ ۱۹۷۷ء
تاریخ الکامل ۔ ابن اثیر ۔ دار صادر بیروت ۱۳۹۹ھ ۔ ۱۹۷۹ء
تاریخ ندوۃ العلماء ، محمد اسحاق جلیس ، شمس تبریز خان ، مجلس صحافت ونشریات لکھنو ۔ ۲۰۰۳ء
تجدید دین ۔ وحید الدین خاں ۔ مکتبہ الرسالہ نئی دہلی ۔ طبع دوم ۱۹۹۰ء
تحریک شیخ الہند (انگریزی سرکار کی زبان میں) ۔ سید محمد میاں ۔ مکتبہ رشیدیہ کراچی ۱۹۸۸ء
تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) ۔ فیصل احمد بھٹکلی ۔ لکھنو ، ۲۰۰۳ء
تحفظ سنت کانفرنس دہلی ۲۰۰۱ء کا تحقیقی جائزہ ۔ محمد رئیس ندوی ۔ سونس ، رتناگری ، مہاراشٹر ۲۰۰۴ء
تحفہ واعظ ، خدا بخش واعظ مصنفہ ذی الحج ۱۳۱۳ھ ۔ مطبع وزیر ہند (فوٹو کاپی)
تذکرۃ الخلیل ۔ محمد عاشق الٰہی میرٹھی ۔ مکتبۃ الشیخ کراچی
تذکرہ علمائے اہل حدیث پاکستان ، جلد دوم ۔ محمد یوسف سجاد ۔ سیالکوٹ ۔ ۱۹۸۹ء
تذکرہ علمائے خان پور ۔ قاضی محمد عبداللہ ۔ مکتبہ سلفیہ لاہور ۔ ۱۹۸۵ء
تذکرہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی ، علی میاں ندوی ، کراچی ۔ ۱۹۷۷ء
تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی ۔ محمد منظور نعمانی ۔ دار الاشاعت کراچی
تذکرہ کاملان رام پور ۔ احمد علی خان شوق ۔ ہمدرد پریس دہلی ۔ ۱۹۲۹ء
تذکرہ مشائخ غازی پور ۔ عزیز الحسن صدیقی ، بیت الحسن غازی پور ۔ سن ندارد
تذکرہ ۔ ابوالکلام آزاد مرتبہ مالک رام ۔ اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور
تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی از منظور نعمانی ص ۳۶ ۔ مضمون از مناظر احسن گیلانی
تفسیر ثنائی ۔ طبع ، لاہور ، ناشر میاں عبدالمجید مالواڈہ ۔ فروری ۱۹۹۴ء
جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد ۔ وصی احمد سورتی ۔ مکتبہ نبویہ لاہور ، ۱۹۵۸ء
حجۃ اللہ البالغہ ۔ شاہ ولی اللہ ۔ اردو ترجمہ عبدالحق حقانی ۔ سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حجیت حدیث (شیخ البانی اور اسماعیل سلفی کے مقالات)۔طبع جامعہ سلفیہ بنارس
حکایات اولیاء۔ محمد اشرف علی تھانوی۔ کراچی
حفظ الایمان مع بسط البنان۔محمد اشرف علی تھانوی۔کتب خانہ اعزازیہ۔دیوبند
حیات سید سلیمان ندوی۔معین الدین احمد ندوی۔دارالمصنفین اعظم گڈھ
حیاۃ طیبہ۔(غلام احمد قادیانی کی سوانح)۔عبدالقادر قادیانی۔ لاہور ۱۹۵۹ء
حیات طیبہ (شاہ اسماعیل کی سوانح)۔مرزا حیرت دہلوی، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۷۶ء
حیات جاوید۔الطاف حسین حالی۔قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی۔۱۹۹۹ء
حیاۃ شبلی۔سید محمد سلیمان ندوی۔دارالمصنفین اعظم گڈھ طبع چہارم ۱۹۸۳ء
خطبات سلیمانی۔رسائل عشرہ۔المکتبہ الاثریہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ مارچ ۱۹۷۲ء
دکن کی سیاسی تاریخ۔از سید ابوالاعلی مودودی۔اسلامک پبلی کیشنز لاہور۔طبع سوم ۱۹۶۹ء
دہلی اور اس کے اطراف۔از حکیم عبدالحی، مرتبہ صادقہ ذکی۔اردو اکادمی دہلی، ۲۰۰۱ء
دیار پورب میں علم اور علماء۔قاضی اطہر مبارکپوری۔ندوۃ المصنفین دہلی، ۱۹۷۹ء
رسائل اہل حدیث۔ جلد دوم۔ لاہور۔۱۹۹۱ء
رودکوثر۔شیخ محمد اکرام، لاہور ۱۹۹۲ء، رودکوثر۔ثقافت اسلامیہ لاہور۔۱۹۸۲ء
سوانح قاسمی۔مناظر احسن گیلانی۔مکتبہ رحمانیہ لاہور
سرگزشت کابل از عبداللہ لغاری۔مرتبہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان۔اسلام آباد ۱۹۸۰ء
سوانح ابوالکلام آزاد۔ عبدالکریم شورش کاشمیری۔ لاہور ۱۹۹۴ء
سوانح عمری عبداللہ غزنوی۔غلام رسول، عبدالجبار۔مرتبہ احمد دین، منڈی بہاء الدین
سواء الطریق مع ایضاح الطریق۔ابوالقاسم سیف، مطبع اسرار کریمی متوآئمہ الہ آباد ۱۹۴۸ء
سیرت سید احمد شہید، ابوالحسن علی ندوی، جلد اول ساتواں ایڈیشن لکھنو (ندوۃ العلماء) ۱۹۸۶ء
سیرت سید احمد شہید۔جلد دوم۔ سید ابوالحسن علی ندوی۔ (ندوۃ العلما) لکھنو۔ بار دوم
سوانح سید محمد داؤد غزنوی۔مرتبہ ابوبکر غزنوی۔ لاہور۔۱۹۷۴ء
شاہ اسماعیل شہید۔مرتبہ عبداللہ بٹ۔قومی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۴ء
شمائم امدادیہ۔مرتبہ محمد اشرف علی تھانوی۔مدنی کتب خانہ ملتان۔۱۴۰۵ھ
شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں دو متضاد نظریئے۔محفوظ الرحمٰن فیضی۔ بنارس۔۱۹۸۶ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحبتے با اولیا۔ ملفوظات ذکریا کاندھلوی۔ مرتبہ تقی الدین ندوی، کراچی۔ ۱۹۷۴ء
عبید اللہ سندھی اور انکے چند معاصر، ابوسلمان شاہ جہانپوری، عبید اللہ سندھی اکیڈمی۔ ۲۰۰۰ء
علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ جلد اول۔ سید محمد میاں۔ مکتبہ محمودیہ لاہور ۱۹۷۷ء
علماء اور دور جدید۔ وحید الدین خان۔ طبع دہلی۔ ۱۹۹۲ء
علماء دیوبند کی حدیث رسول میں شرمناک خیانت۔ ابوالخیر حسان اعظمی۔ بمبئی ۱۹۹۰ء
عرب و ہند کے تعلقات۔ سید سلیمان ندوی۔ اعظم گڈھ۔ ۱۹۸۴ء
فتاوی قادریہ، محمد لودیانوی۔ طبع اول ربیع الاول ۱۳۱۹ھ۔ طبع جدید مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور
فقہائے ہند۔ جلد اول۔ محمد اسحاق بھٹی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۴ء
فقہائے ہند چہارم حصہ اول۔ محمد اسحاق بھٹی۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔ ۱۹۷۷ء
فقہائے ہند جلد پنجم حصہ دوم۔ محمد اسحاق بھٹی، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۱ء
فتوحات اہل حدیث۔ ناشر. ثناء اللہ امرتسری۔ امرتسر۔ سن ندارد
فقہ اور فقیہ۔ ثناء اللہ امرتسری۔ برقی پریس ہال بازار امرتسر۔ ۱۹۲۵ء
فوائد الفواد۔ امیر حسن سنجری۔ ترجمہ محمد سرور۔ علماء اکیڈیمی لاہور ۱۴۰۵ھ۔ طبع سوم ۱۹۸۵ء
فیوض محمدیہ۔ محمد ابراہیم خلیل۔ مکتبہ عزیزیہ حجرہ شاہ مقیم۔ ۱۴۰۶ھ
کاروان زندگی حصہ دوم مصنفہ ابوالحسن علی ندوی۔ لکھنو پبلشنگ ہاؤس۔ ستمبر ۱۹۸۴ء
کشف المحجوب، سید علی ہجویری، مترجم محمد احمد قادری، لاہور ۱۳۹۳ھ۔ دیباچہ محمد موسی امرتسری
گجرات کی تمدنی تاریخ (مسلمانوں کے عہد میں) ابوظفر ندوی، معارف اعظم گڈھ۔ ۱۹۶۲ء
لکھنو کے شعر و ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر۔ ڈاکٹر عبدالباری۔ ۱۹۸۷ء ٹانڈہ فیض آباد
مباحثہ فرید کوٹ (خلاصہ)۔ نور احمد لکھوی۔ دھرم سہایک پریس لودہانہ۔ ۱۸۸۳ء (فوٹو کاپی)
مجموعہ فیصلہ جات مقدمات آمین بالجہر (منقول از ضمیمہ شحنہ ہند ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء) شوکت المطابع میرٹھ
مقالات۔ عبدالسلام ندوی۔ دارالمصنفین اعظم گڈھ
مناظرہ مرشد آباد
منتخب اللباب۔ ہاشم علی خانی خان۔ ترجمہ محمود احمد فاروقی۔ نفیس اکیڈمی کراچی۔ ۱۹۸۵ء
مشاہدات کابل و یاغستان۔ محمد علی قصوری، شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی
موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ لاہور۔ ۱۹۹۲ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مہر منیر (سوانح پیر مہر علی گولڑوی)۔ مولوی فیض احمد۔ گولڑہ طبع پنجم ۱۹۸۷ء
میاں عبدالعزیز مالواڈہ۔ محمد اسحاق بھٹی۔ نشریات لاہور۔ ۲۰۰۶ء
ندوۃ العلماء کا فقہی مزاج اور ابناء ندوہ کی فقہی خدمات، منور سلطان ندوی۔ حیدرآباد دکن، ۲۰۰۴ء
نقش حیات۔ حسین احمد مدنی۔ اسلامی اکیڈمی لاہور۔
نزھۃ الخواطر جلد ۸۔ عبدالحی وعلی میاں۔ مترجم انوار الحق قاسمی، دارالاشاعت کراچی۔ ۲۰۰۴ء
نقش دوام۔ انظر شاہ مسعودی۔ فینس بلس، اردو بازار لاہور۔ باراول ۱۹۸۹ء
نقوش عظمت رفتہ۔ محمد اسحاق بھٹی۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۹۹۶ء
نظائر انڈین لاء کورٹس
وحدت امت۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور۔
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ قاضی اطہر مبارک پوری، مکتبہ عارفین۔ کراچی
ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں۔ عبدالشکور ندوی، دارالمصنفین، اعظم گڈھ، ۱۹۷۱ء

Barbra Metcalf. Islamic Revival in British India, Princeton Univ. Press, New Jersey,1982,

رسائل واخبارات

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲، ۳، ۶، ۹، ۲۰
ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر متعدد شمارے
مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ اڈیٹر عبدالحنان بہاری
ماہنامہ التوعیہ۔ دہلی۔ اگست ۱۹۸۹ء
ماہنامہ الرشید۔ دارالعلوم دیوبند نمبر
ماہنامہ المعارف۔ جولائی اگست ۱۹۸۸ء۔ لاہور
ماہنامہ الرسالہ دہلی فروری ۱۹۹۱ء
پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی۔ ۲۵۔ اکتوبر۔ یکم و ۸ دسمبر ۱۹۹۶ء
ماہنامہ محدث بنارس مئی ۲۰۰۱ء
ہفت روزہ الاعتصام ۲۷ اپریل ۲۰۰۱ء۔ الاعتصام ۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء
ماہنامہ دارالعلوم (دیوبند) دسمبر ۲۰۰۰ء
ماہنامہ البلاغ ممبئی۔ فروری ۲۰۰۶ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ا

انّه من سلیمان و انّه بسم اللّٰه الرّحمن الرّحیم

تاریخ اہل حدیث

جلد سوم

تالیف

ڈاکٹر محمّد بھاء الدین

مکتبہ ترجمان، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	تاریخ اہل حدیث (جلد سوم)
صفحات	۷۳۶
مؤلف	محمد بہاء الدین
ناشر	مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۔ ۶
طبع	اول
سال طباعت	۲۰۰۹ء
تعداد	
مطبع	

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل ۔ ۴۱۱۶ ۔ اردو بازار

جامع مسجد، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست

تاثرات، شیر خان جمیل احمد عمری	۹
پیش لفظ، از مؤلف	۱۶
ایقاف علی سبب الاختلاف	۲۳
افکار ولی اللہ	۴۰
تحفۃ الموحدین:	۵۵
بیان ردّ بعض مغالطات	۵۵
بیان حقیقت معجزہ وکرامت	۵۸
بیان اشراک فی العقیدہ	۶۰
بیان اشراک فی العبادات	۶۷
بیان ملحق بہ عبادات	۷۹
اشراک فی العادت	۸۱
بیان بت پرستی	۸۲
سید احمد شہید بریلویؒ	۸۴
شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ	۹۰
ایضاح الحق الصریح:	۹۳
فصل اول در حقیقت بدعت	۹۳
مفہوم بدعت اصلیہ	۹۵
مفہوم بدعت وصفیہ	۱۰۱
بدعت حقیقیہ ۔مسئلہ اولی تا خامسہ	۱۰۸
بدعت حکمیہ ۔مسئلہ اولی تا سادسہ	۱۱۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشتبہ بہ بدعت ۔ مسئلہ اولی تا خامسہ	۱۱۵
فصل ثانی در حکم بدعت ۔ مقدمہ اولی تا ثالثہ	۱۳۰
دلائل مذہب حق	۱۳۸
راہ سنت در ردّ بدعت:	۱۴۸
بدعت قسم اول	۱۵۲
بدعت قسم دوم	۱۵۸
بدعت قسم سوم	۱۶۳
ضمیمہ بدعت قسم سوم	۱۶۸
بدعت حسنہ وسیئہ	۱۷۴
اجماع امت کا بیان	۱۸۴
احتجاج بلا دلیل کا بیان	۱۸۵
عدم نقل کا بیان	۱۸۷
جو بات نہیں ہوئی اسے نہ کرنا سنت ہے	۱۸۷
نبوی خصائص کا بیان	۱۸۸
جو باتیں بدعت نہیں ہیں	۱۸۹
واسطے اور وسیلے کا بیان	۱۹۱
خاتمہ	۱۹۲
سید محمد علی مدراسیؒ	۱۹۳
ولایت علی صادقپوریؒ	۲۰۲
نصیحۃ المسلمین:	۲۰۹
توحید وشرک	۲۱۰
علم غیب	۲۱۱
ہدایت وشفاعت	۲۱۱
شفاعت کس کی ہوگی؟	۲۱۳
مشکل کشائی	۲۱۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیر اللہ سے استمداد	۲۱۶
مشرکین کی حماقتیں	۲۱۷
جہالت کرشمے	۲۱۹
تعظیمات الٰہیہ	۲۲۷
رسومات شرک	۲۲۹
شرک کی برائی اور سزا	۲۳۱
خاتمہ مشتمل بر فوائد وقواعد	۲۳۲
مومن خان مومن	۲۳۴
سخاوت علی جون پوری	۲۳۹
عبداللہ الہ آبادی	۲۴۰
سید عبداللہ غزنوی	۲۴۴
منہاج الدین	۲۶۸
سید مہدی علی	۲۷۰
مکاتبات الخلان:	۲۷۲
محسن الملک بنام سرسید ۹ اگست ۱۸۹۲ء	۲۷۲
سرسید بنام محسن الملک ۱۷ اگست ۱۸۹۲ء	۲۷۳
محسن الملک بنام سرسید ۱۹ ستمبر ۱۸۹۲ء	۲۷۷
سرسید بنام محسن الملک ۸، اکتوبر ۱۸۹۲ء	۲۸۶
محسن الملک بنام سرسید ۹ ۔فروری ۱۸۹۵ء	۲۸۸
سرسید بنام محسن الملک یکم اگست ۱۸۹۵ء	۲۹۵
محسن الملک بنام سرسید، یکم اگست ۱۸۹۵ء	۲۹۵
سرسید کا نوٹ	۳۰۵
محسن الملک بنام سرسید ۴ ۔اگست ۱۸۹۵ء	۳۰۵
سرسید کا تبصرہ	۳۱۸
عبدالحکیم نصیر آبادیؒ	۳۱۹

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدراس ۳۲۲
مبارک پور ۳۴۷
میوات ۳۵۰
مئوناتھ بھنجن ۳۵۵
جیراجپور ۳۶۱
بنگال ۳۶۲
سندھ ۳۶۴
کشمیر، جموں و بلتستان ۳۶۶
ملتان ۳۸۳
سیالکوٹ ۳۸۷
گوجرانوالہ ۳۹۷
متفرق مقامات ۴۰۴
بحث و نظر ۴۱۷
مباحثہ مابین سید نذیر حسینؒ و پادری ولیم ۴۱۸
مباحثہ مابین سید نذیر حسینؒ و شاہ محمد فصیح ۴۱۹
مباحثہ مابین سید نذیر حسینؒ و علمائے احناف ۴۲۰
مباحثہ کاٹھ گڑھ مابین بٹالوی ولدھیانوی ۴۲۲
فریقین کے پرچے ۴۲۳
خلاصہ تنازع ۴۳۳
تقریر فیصلہ ۴۳۸
مباحثہ بمبئی ۱۸۸۳ء: پس منظر و پیش منظر ۴۴۴
ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار ۴۴۸
مباحثہ بمبئی ۴۵۰
کاشف المکائد وغیرہ ۴۵۳

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اڈیٹر مشیر قیصر لکھنو سے خطاب	۴۵۹
التماس بخدمت اڈیٹر مشیر قیصر	۴۸۵
بمبئی میں گریز کے طعن کا جواب	۴۸۷
ڈاکٹر جمال الدین کا محاکمہ	۴۹۵
مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء: پس منظر و پیش منظر	۴۹۷
مقدمات	۵۰۸
فیصلہ سب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گریڈیہہ	۵۰۸
فیصلہ مجسٹریٹ ھوڑہ	۵۱۲
فیصلہ گیا۔ ۳۵۔۱۹۳۶ء	۵۱۷
ثناء اللہ امرتسری پر قاتلانہ حملے کا عدالتی فیصلہ	۵۳۳
متھرا۔ ۱۹۶۷ء	۵۴۰
دیرہ دون	۵۴۲
سیتامڑھی	۵۴۳
ضلع شاہ آباد (آرہ)	۵۴۳
کلکتہ	۵۴۵
الہ آباد	۵۴۵
پھوارہ ضلع دربھنگہ	۵۴۶
کیندر پاڑا	۵۴۷
باری	۵۵۲
دھولپور	۵۵۳
کیکڑی	۵۵۳
فیض آباد	۵۵۴
رائے درگ	۵۵۵
اندور	۵۵۶
رتلام	۵۵۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دہلی ۵۵۷

حواشی

۱۔شاہ ولی اللہؒ وابناءہ کی مساعی کے حدود ۵۵۸
۲۔کلمۃ الحق، سید احمد دہلوی ۵۶۲
۳۔سید عبداللہ غزنویؒ کا سفر دہلی ۵۷۷
۴۔قانون مساجد ۵۸۳
۵۔دہلی اور مراد آباد میں مسئلہ رفع الیدین پر اشتہار بازی ۶۲۴
۶۔آیات القرآن فی بعض مسائل تقویۃ الایمان ۶۳۴
بشریت انبیاء ۶۳۵
بحث عبدیت ۶۵۳
بحث اخوت ۶۵۸
انسان بمقابلہ رحمان ۶۶۷
اثبات التوحید: ۶۸۳
مسئلہ خلف وعید ۶۸۳
مسئلہ شفاعت ۶۸۸
مسئلہ علم غیب ۶۸۸
امکان نظیر ۶۹۷
وزیر آبادی اشتہار بسلسلہ علم غیب و بشریت انبیاء ۶۹۸
کتابیات ۷۰۵
پیش لفظ: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ۷۰۹
تاثرات: ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری ۷۱۳
تاثرات: مولانا عبدالمعید علی گڈھی ۷۲۲
درّ بے بہا: علامہ ابن احمد نقوی ۷۲۵
تاثرات: مولانا محمد مقیم فیضی ۷۳۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

الحمد للہ جلد ہذا کی تکمیل کے ساتھ برصغیر کی جماعت اہل حدیث کی تاریخ اور ورثے پر دو ہزار صفحات پر مشتمل مواد مرتب ہو گیا ہے اور بفضلہٖ تعالی مزید کام جاری ہے اور نہ معلوم قلم کا یہ سفر ابھی کن کن سنگ ہائے میل کو عبور کرے گا۔ تاریخی نوعیت کے اس کام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں اہل حدیث اکابرین نے تاریخ اہل حدیث کی ترتیب و تسوید کی ضرورت کو محسوس کیا، پھر پوری صدی ہر طالب و شائق تمنا کرتا رہا کہ جماعت اہل حدیث کی تاریخ مرتب ہو جائے۔ جیسا کہ اپریل ۱۹۱۳ء میں بنگال و بہار کے ایک سفر کے بعد حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

> میں اس سفر میں یہ بات بھی سوچتا رہا کہ بنگالہ میں اہل حدیث جماعت کی اتنی کثرت کیسے اور کس ذریعہ سے ہوئی، تو مجھے بتلایا گیا کہ جناب مولانا عنایت علیؒ اور مولانا ولایت علیؒ صاحبان کی یہ برکت ہے جس کا مفصل ذکر تاریخ اہل حدیث میں ہوگا جس کی تصنیف اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے سپرد ہوئی ہے جس کی فکر میں مولوی صاحب موصوف ابھی سے لگ رہے ہیں۔ خدا راست لائے۔ اہل علم کو چاہیے کہ اپنے اپنے معلومات سے مولوی صاحب موصوف کو مدد دیں تاکہ یہ بے نظیر کتاب آئندہ جلسہ کانفرنس تک چھپ کر طیار ہو جائے۔
>
> (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔ اپریل ۱۹۱۳ء۔ ص ۲)

حضرت مولانا ابراہیم میرؒ سیالکوٹی ایک عرصہ تک تاریخ اہل حدیث کی تصنیف میں مصروف رہے لیکن ان خرابی صحت اور دیگر تدریسی و تبلیغی مشاغل ان کی تصنیفی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتے رہے۔ ایک دفعہ بیماری سے صحت یاب ہوئے تو انہوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے قارئین کو مخاطب کر کے لکھا:

> آپ حضرات دعا کریں کہ خدا تعالی نے صحت دی ہے تو نیک اعمال کی توفیق دے اور اس کار عظیم یعنی تاریخ اہل حدیث کو اختتام تک پہنچا کر اسے میرے اور دیگروں کے لئے باعث خیر و برکت اور موجب صلاحیت و ہدایت کرے۔ آمین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدہ محمد ابراہیم سیالکوٹی (ہفت روزہ اہل حدیث ۱۷ مارچ ۱۹۲۲ء۔ص ۴)

اوراس موضوع پر کسی حدتک کام ہوا بھی، جیسا کہ جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کے منتظر ایک سائل کو بواسطہ جناب ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

تاریخ اہل حدیث کی بابت استفسار کرنے والے کو بذریعہ اخبار اطلاع دے دیں کہ اس کی پہلی جلد (یعنی حصہ اول) تو صاف خط میں لکھوا کر تیار کر رکھی ہے لیکن اجلاس کانفرنس میں اس لئے پیش نہیں کرتا کہ جب حافظ صاحب غازی پوریؒ اور مولانا رحیم آبادیؒ کا خیال آتا ہے کہ وہ اب نہیں ہیں تو دل بجھ جاتا ہے کہ وہاں اب اس کو کون دیکھے گا، اسی شش و پنج میں توقف ہو رہا ہے۔ اور دوسری جلد شروع ہے۔ مضمون کتابوں کی ورق گردانی کے لحاظ سے کچھ محنت طلب آ گیا تھا۔ دن کو بوجہ اشتغال مدرسہ دار الحدیث فرصت نہیں ملتی تھی، اس لئے تاریخ کا کام رات کو کرتا تھا۔ دماغ پر محنت زیادہ پڑنے کے سبب بیمار ہو گیا۔ اس وقت سے تصنیف کا کام بند ہے۔ کتابیں اسی طرح سرہانے رکھی ہوئی ہیں۔ انشاءاللہ آج کل پھر شروع کر دونگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء ص ۱۳)

جناب میر کے علاوہ دیگر کئی بزرگوں نے بھی اس دشت خار میں رہ نوردی کی لیکن اکیسویں صدی کے اوائل میں مرکزی دارالعلوم جامعہ سلفیہ بنارس کے ادارۃ البحوث الاسلامیہ کی سالانہ رپورٹ (جولائی ۲۰۰۶ء) پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری حفظہ اللہ نے فرمایا:

برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ کی ترتیب ایک اہم علمی منصوبہ ہے اسے جماعت پر قرض سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ افسوس کہ اس وقت جماعتی تاریخ کی بجائے افراد کی تاریخ کو مدون کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ جامعہ سلفیہ بنارس نے اللہ تعالی کی مدد سے جماعتی مدارس اور علمائے جماعت کی تصانیف کے موضوع پر نقش اول کے طور پر کچھ کام کیا لیکن اسے وسعت کے ساتھ مکمل کرنے کی ضرورت ہے یقین ہے کہ اللہ تعالی کی توفیق سے اس کے ایسے بندے ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے جو اس عظیم جماعتی خدمت کے لئے خود کو تیار کریں گے۔

گویا زبان حال سے یہ کہا جا رہا تھا:

کانٹوں زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب　　کوئی آبلہ پا وادی پر خار میں آئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور شیخ عبدالمعید مدنی حفظہ اللہ نے اسی تاریخ اہل حدیث کی جلد اول پر اپنے تاثرات قلمبند فرماتے ہوئے اپریل ۲۰۰۷ء میں لکھا تھا:

ہماری تاریخ کے اوراق تتر بتر ہو گئے۔ کچھ طوطیاں لے اڑیں، کچھ قمریاں اور کچھ زاغ و زغن کے ہاتھ لگا اور بہت کچھ پر نہنگوں نے اپنا نشیمن بنا ڈالا...اور تاریخ اہلحدیث کی ترتیب بہت مشکل کام ہے۔..ڈاکٹر بہاء الدین صاحب اپنی تاریخ کے اوراق کو ترتیب دینے بیٹھ گئے ہیں۔ ان کے حوصلے اور ہمت، جان کاری اور دیدہ ریزی کی داد پوری اہلحدیث برادری پہلے دے چکی ہے جب انہوں نے چار جلدوں میں دو ہزار صفحات میں قادیانیت کے شجر ملعون کو اکھاڑ پھینکنے کی اہلحدیث سرگرمیوں کو صفحات قرطاس پر سجایا تھا..(اب الحمدللہ ٦ جلدیں چھپ چکی ہیں، ساتویں اور آٹھویں جلدیں چھپنے کیلئے انڈیا و پاکستان بھیجی جا چکی ہیں۔جمیل) اب پھر پوری برادری اور سارے حقیقی تاریخ کے متلاشی ان کیلئے دعا گو ہیں اور آس لگائے بیٹھے ہیں کہ جماعت کا یہ قرض وہ چکا دیں۔ معبود حقیقی سے دعا ہے کہ یہ خواب پورا ہو اور مفصل، مدلل اور صحیح تاریخ اہلحدیث مرتب ہو جائے۔

تاریخ اہل حدیث کی ترتیب بہت مشکل کام ہے۔ جو شئے کئی دہائیوں سے گمشدہ کے کھاتے میں پڑی ہو اسے تلاش کر لینا اس کے بس کی بات ہے جسے اللہ نے بہت بڑے حوصلے اور ہمت سے نوازا ہو۔ اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں۔

اور جناب مولانا محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد سے لکھتے ہیں:

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ جماعت اہل حدیث کے اس گروہ باصفا سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنہوں نے تصنیف و تالیف کے ذریعہ دینی و جماعتی خدمات سرانجام دی ہیں۔ان کا شمار عصر رواں کے نامور قلم کاروں میں ہوتا ہے اور انہوں نے قلم و قرطاس کے ذریعہ تاریخ کے سینے پر ان مٹ نقوش ثبت کئے ہیں، اب ان کا شمار برصغیر پاک و ہند اور برطانیہ کی جماعت اہلحدیث کے چوٹی کے مصنفین میں ہونے لگا ہے اور اہل علم انہیں تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے محقق و مورخ کے طور پر جاننے لگے ہیں۔ ان کی کتابوں میں عقیدے کی پختگی، فکر کی بلندی، تاریخی حالات و واقعات کی صحت و ثقاہت، توحید و سنت کا احیاء اور مسلک اہل حدیث کی حقانیت کے پہلو نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔قلم کی زبان نہایت شستہ و سلیس اور ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی تحریر میں علمی شان اور مؤرخانہ بصیرت واضح دکھائی دیتی ہے ۔ڈاکٹر صاحب کے رواں اور پر بہار قلم سے جو علمی تاریخی اور تحقیقی کتب معرض وجود میں آئی ہیں ان میں تحریک ختم نبوت نہایت بلند پایہ تاریخی کتاب ہے جس میں انہوں نے فتنہ مرزائیت کے خلاف اہل اسلام کی خدمات کو تفصیل سے بیان کیا ہے ۔۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۲ء تک کے دور کی تاریخ پر مشتمل اس کتاب کی چار ہزار صفحات پر مشتمل ۸ جلدیں تیار ہو چکی ہیں مزید دو جلدیں تیار ہو رہی ہیں ۔ یہ قاموسی انداز میں تاریخی نوعیت کا کام ہے جس میں تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے واقعات پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی اس ضمن میں انہوں نے مرزا قادیانی اور اس کے قریبی لوگوں کی کتابوں سے اس کے افکار و نظریات عقائد باطلہ اور اس کی پیش گوئیوں کو نقل کر کے اس کی سخت گرفت اور نکیر کی ہے۔ اپنے موقف کی تائید میں سینکڑوں حوالے دیئے ہیں اور اس کے علاوہ بعض جلدوں میں شخصیات کا عنوان دے کر اس دور کے مجاہدین ختم نبوت کی مساعی کا دل آویز تذکرہ کیا ہے ۔اس کتاب میں علمائے اہل حدیث کی ردّ قادیانیت پر نادر و نایاب تحریریں بھی شامل کر دی گئی ہیں جو کہ مرور زمانہ کے سبب ناپید ہوتی دکھائی دیتی تھیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف جاری ہونے والے پہلے متفقہ فتوی تکفیر کو اس میں شامل کر دیا گیا ہے اور اس فتوی کے مرتب کرنیوالے جناب محمد حسین بٹالوی ؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کا تقریباً ایک تہائی حصہ جو کہ ردّ قادیانیت پر تھا، اڈیٹ کر کے تلخیص و اختصار کے ساتھ اس کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے ۔ اسی طرح شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمہ سے ردّ قادیانیت پر قیمتی مواد، اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تائید الاسلام اور غایۃ المرام، جناب محمد اسماعیل علی گڈھی کی اعلاء الحق الصریح .اور جناب محمد بشیر سہسوانی کی الحق الصریح فی حیاۃ المسیح ، جناب عبدالمجید دہلوی کی بیان للناس ، جناب عبداللہ شاہجہان پوری کی شفاء للناس ، جناب محمد جعفر تھانیسری کی تائید آسمانی ، شیخ غلام حیدر کی عشرہ کاملہ، جناب ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر ثنائی سے ردّ قادیانیت کے مضامین ، جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی الخبر الصحیح ، اور شہادۃ القرآن ملخصاً ، اس کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ (اور آنے والی جلدوں میں جناب ابوالحسن سیالکوٹی کی بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی ، اور منشی الٰہی بخش کی عصائے موسیٰ کو اڈیٹ کر کے نذر قارئین کرنے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارادہ ہے۔ بہاء)اس اعتبار سے یہ کتاب تحریک ختم نبوت پر ایک مستند مدلل اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے، اور اس کی کیفیت وکمیت کے لحاظ سے یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا کہ زیر نظر موضوع پر ایسی کتاب اس سے پہلے مرتب نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر بہاء الدین نہایت با اخلاق ملنسار اور نیک انسان ہیں، انہوں نے تصنیف وتالیف سے جماعت کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اگست ۲۰۰۵ء میں مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند نے انہیں مورخ عصر کے خطاب سے نوازا، اور فریوائی اکیڈیمی (ہند) نے ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں ۲۰۰۸ء کیلئے ابو ہریرہؓ ایوارڈ سے نوازا۔ بلاشبہ وہ جماعت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالی انہیں صحت و سلامتی سے رکھے اور ان کا راہوار قلم جماعت کیلئے لؤلو ولالہ بکھیرتا رہے۔ انتہی مختصراً

حضرت مؤلف نے تاریخ اہل حدیث کی جلد اول میں عرض مؤلف میں لکھا تھا کہ وہ علماء وصلحاء کے لئے عمومی طور استعمال کئے جانے والے القاب ترک کر کے جناب کا لفظ استعمال کریں گے۔ اس پر جن بزرگوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا اس ضمن میں مؤلف محترم نے حضرت مولانا جناب ثناء اللہ امرتسری کی ایک نایاب تحریر سے مجھے واقف کرایا ہے جو حقیقتاً دل چسپ اور ناظرین کے علم میں لائے جانے کے لائق ہے۔ حضرت مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اسلامی اصطلاح میں مولوی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو علوم شرعیہ بذریعہ عربی زبان کے جانتا ہو۔ علوم شرعیہ میں بہت بڑا ماہر ہو تو عزت کے طور پر مولانا کہا جاتا ہے مگر پنجاب کے اسلامی جرائد نے مولانا کے لفظ کو اس کثرت سے استعمال کیا کہ جس میں علوم شرعیہ کی کوئی ضرورت نہ رہی اسلئے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے طلباء نے شوکت علی، محمد علی صاحبان کو مولانا کا آنریری خطاب دیا۔ اس کے بعد تحریک خلافت شروع ہوئی تو اس لقب نے وہ عمومیت حاصل کی کہ علی گڈھ گزٹ میں ایک نظم چھپی اس میں ایک شعر یہ تھا

نہ مذہب سے ہوئے واقف نہ دین حق کو پہچانا
پہن کر جبہ و شملہ لگے کہلانے مولانا

خدا بھلا کرے معاصر زمین دار کا جو عین وقت پر سنبھلا اور اس نے محسوس کیا کہ مولانا کا لفظ بہت پامال ہوگیا اس لئے اس نے بروقت آواز اٹھائی کہ احرار کیلئے مولانا کا لفظ نہ بولا جائے گا۔ اسکے اعلان کے الفاظ یہ ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زعماء اسلام کا امتیازی لقب مولانا کی بجائے آقا

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ جناب نقاش نے کچھ دن ہوئے زمیندار سے سفارش کی تھی کہ از بسکہ وہ تمام رہنما جو تحریک ترک موالات کے دور میں حشرات الارض کی طرح ملک کے ہر حصہ میں پیدا ہو گئے تھے مولانا کہلانے لگے تھے اس لئے تمام احرار ملت کے لئے ان کے ایثار یا علم وفضل کے اعتبار سے کوئی ایسا لقب تجویز کرنا چاہیے جس سے ایک گروہ کے عشق اور دوسرے گروہ کی ہوسنا کی کے درمیان تمیز ہو سکے۔ آج جب حسن اتفاق سے صدر مجلس خلافت آقائے سید محمد داؤد غزنوی تشریف فرمائے لاہور ہوئے تو جناب نقاش کی تجویز آپ کے سامنے پیش ہوئی۔ آپ نے اس خیال سے اتفاق ظاہر فرمایا کہ مولانا کا لقب حقیقت میں اب بہت ہی عامیانہ ہو گیا ہے اور نااہلوں نے اسے ذلیل کر دیا ہے اس لئے احرار اسلام کے لئے آقا کا تعظیمی لفظ موزوں ہوگا جو افغانستان، ایران، ترکستان اور سرحد میں شرفاء معززین اور زعماء قوم کا لقب ہے۔ اس بحث میں فخر احرار چودھری افضل حق نے بھی حصہ لیا اور اس تجویز پر صاد کیا۔ زمین دار کا سر تسلیم اس فیصلہ کے آگے خم ہے اور آئندہ زعماء اسلام کو اسی تعظیمی لقب سے یاد کیا جائے گا۔ (زمین دار۔ لاہور۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں):

موصوف (اڈیٹر زمین دار جناب ظفر علی خان) کے کلام کے اتنے حصے میں تو ہم متفق ہیں کہ مولانا کا لفظ ہر کہ ومہ پر بولا جانے سے واقعی پامال ہو گیا بقول:

مئے کہ بدنام کند اہل خرد را غلط است بلکہ خود، مئے، شود از صحبت ناداں بدنام

اس لئے ہم آئندہ کو سختی کے ساتھ اس لفظ کو اصلی اصطلاحی محل پر بولیں گے۔ لیکن آقا کا لفظ بھی سردست ہم نہ بولیں گے تاوقتیکہ ہمیں بضمانت یہ یقین نہ دلائی جائے کہ آئندہ کو اس کی بھی وہی درگت نہ بنے گی جو مولانا کی بنی...

مولانا کے بعد بیچارہ، علامہ، کی باری ہے۔ دیکھئے اس کی بے عزتی کی انتہاء کب ہوتی ہے۔ دہلی میں تو علامہ کی انتہاء ہو چکی ہے جو لوگ دہلی کے محاورات خاصہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ وہاں یہ لفظ کہاں تک انتہائی ذلت کو پہنچ چکا ہے۔ اب لاہور کی باری ہے خدا خیر کرے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۲۸ء ص ۶۔۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ محترم ظفر علی خانؒ، علامہ سید محمد داؤد غزنویؒ، محترم افضل حقؒ، اور علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کا اتفاق تھا کہ مولانا وغیرہ کے القاب بے معنی ہوجانے کے باعث ترک کئے جانے کے قابل ہیں۔ یہ بزرگ ۸۰ سال قبل جن وجوہ سے اس فیصلہ پر پہنچے تھے غالباً حضرت مؤلف کے فیصلہ کے پیچھے بھی وہی وجوہ کارفرما ہیں۔

تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت پر مجموعی طور پر چھ ہزار صفحات پر مشتمل تالیفاتی کام کی انجام دہی پر محسن جماعت کی ہمت، حوصلے اور سعی پیہم کی داد دیئے بغیر چارہ نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس بسطة فی العلم و الجسم کام کو امت مسلمہ کے لئے نفع بخش اور حضرت مؤلف کے لئے توشہ آخرت بنائے۔ آمین

ان پروجیکٹوں کے سلسلہ میں یہ بندہ عاجز شروع ہی سے محسن جماعت کے ساتھ قریبی رابطے میں ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ آئندہ دو جلدیں حضرت میاں صاحب شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ، اور حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے سوانح اور خدمات پر مشتمل ہوں گی۔ اہل علم سے میری درخواست ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی حیات و خدمات کے کسی گوشے پر کسی قسم کی معلومات و دستاویزات ان کے علم میں ہوں تو ان کی جانب رہنمائی کی درخواست ہے۔

اس موقع پر مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی جملہ موجودہ قیادت بالخصوص حضرت مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ تاریخ اہلحدیث کی اشاعت کا یہ عظیم الشان کام ان کے نصیب میں آیا ہے۔ آپ پہلی اور دوسری جلد شائع کر کے عوام وخواص سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں اب تیسری جلد کی اشاعت کا اعزاز بھی انہیں حاصل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ محسن جماعت مولف محترم ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظه اللّٰه کے سایہ عاطفت کو صحت وتندرستی کے ساتھ جماعت پر تادیر قائم رکھے اور تاریخ اہل حدیث اور تحریک ختم نبوت کا جاں گسل تھکا دینے والا بقیہ کام بھی ان سے لے لے و ما ذالک علی اللّٰه بعزیز

شیر خان جمیل احمد عمری
ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
۷ جنوری ۲۰۰۹ء، ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

تاریخ اہل حدیث کی جلد سوم کے آغاز میں یہ تعارفی سطور لکھتے ہوئے اللہ تعالی کے بے پایاں احسانات کا کما حقہ شکر یہ ادا کرنے سے قلم قاصر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنے اس ناچیز اور علم وعمل سے تہی دست بندے سے جلد ہذا کی تکمیل کے ساتھ دو ہزار صفحات پر مشتمل علمی اور تحقیقی مواد مرتب کروا کے اس قرض کی ایک قسط ادا کروادی ہے جو برصغیر ہند کی جماعت اہل حدیث کے اصحاب علم وفضل پر ایک مدت سے واجب الادا چلا آرہا ہے۔

ہماری یہ کتاب برصغیر میں اصحاب الحدیث اور عمل بالحدیث کی سرگزشت ہے۔ اور اس میں کتابیں بھی ہیں اور کتابوں والے بھی۔ اس میں تحریریں بولتی سنائی دیتی ہیں اور مردانِ کار مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ گزشتہ جلدوں میں جناب ولایت علی صادق پوریؒ کی عمل بالحدیث، شاہ فاخر زائرؒ کا رسالہ نجاتیہ، شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی تنویر العینین اور تقویۃ الایمان، جناب ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کا رسالہ اہل حدیث کا مذہب، حافظ عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کی ہدایۃ المعتدی وغیرہ کے علاوہ شاہ ولی اللہؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، اور حافظ محمد حسین بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کے ضروری مباحث آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ جلد ہذا کا آغاز شیخ محمد حیات سندھیؒ کی ایقاف علی سبب الاختلاف سے کیا گیا ہے، جو شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف سے بھی مقدم ہے اور ایک سندھی عامل بالحدیث کا مدینہ سے بذریعہ محمد حسین بٹالویؒ ہندوستان پہنچنے والا فیض ہے۔ اس کے بعد کم وبیش اسی موضوع پر شاہ ولی اللہؒ کے حجۃ اللہ البالغہ سے چند ارشادات نقل کئے گئے ہیں اور ان کے تحفۃ الموحدین (فارسی مع اردو ترجمہ) سے کتاب کے صفحات کو منور کیا گیا ہے۔ پھر شاہ محمد اسماعیلؒ شہید کی ایضاح الحق الصریح نذر قارئین کی گئی ہے جو فارسی میں ہونے کے باعث عموماً نظروں سے اوجھل رہی ہے حالانکہ کہا جاتا ہے کہ حقیقت بدعت پر اس سے پہلے ایسی عمدہ کتاب نہیں لکھی گئی۔

دراصل جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی، ہندی مسلمانوں کی علمی زبان فارسی تھی۔ لیکن جب انگریزوں کے عمل دخل کے ساتھ رفتہ رفتہ فارسی ہندوستانیوں کی زندگی سے نکل گئی تو فارسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لٹریچر عوام کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بعض اہل ذوق نے اس کتاب کو اردو لباس میں منظر عام پر لانے کی اپنی سی کوشش کی لیکن (مترجمین کے کامل ادب واحترام کے باوجود) یہ کہنا نادرست نہیں ہے کہ وہ دونوں تراجم، جو ہمارے پاس موجود ہیں، تصنیف کی تفہیم کا حق ادا نہیں کرتے۔ اسلئے فارسی ایضاح کا کوئی باقاعدہ اردو ترجمہ شامل کتاب کرنے کی بجائے سید احمد خان دہلوی کی راہ سنت در رد بدعت کو شامل کر دیا گیا ہے کیونکہ سید احمد خان کا کہنا ہے کہ ان کی راہ سنت دراصل ایضاح الحق ہی سے مستفاد ہے۔ یوں قارئین کو ایک ہی موضوع پر دو اہل حدیث علماء کی دو کتابیں پڑھنے کو مل جائیں گی۔ اور اہلحدیث کے قابل فخر سرمایہ میں سے دو کتابیں ہمارے اس سلسلہ تاریخ کا حصہ بن جائیں گی۔

کتاب ہذا کے پیش لفظ میں طبعی طور پر اگلا مرحلہ سید احمد خان کے بارے میں چند سطور کا تقاضا کرتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے سید احمد خان اور اس کی راہ سنت (اور کلمہ حق) کو تاریخ اہل حدیث میں کیوں شامل کیا ہے؟ بات یوں ہے کہ سر سید احمد خان کی علمی زندگی کے دو دور ہیں۔ پہلا دور ان کے عامل بالحدیث ہونے کا ہے اور دوسرا پیر نیچر ہونے کا۔ اور چونکہ پیر نیچر ہونے کا دور ان کی موت تک ممتد ہے اس لئے ان کی نیچریت کے بوجھ تلے وہ لٹریچر دب گیا جو ان کے دور اول سے تعلق رکھتا ہے۔ اور چونکہ نیچریت کے خلاف سب سے زیادہ عملی کام اہلحدیث ہی نے (محمد حسین بٹالویؒ کی سربراہی میں) کیا ہے اس لئے پیر نیچر سید احمد کے اس کام کو بھی اہل حدیث حضرات نے فراموش کر دیا ہے جو اہل حدیث سید احمد کا تھا۔

جس دور میں راہ سنت اور کلمۃ الحق ۱۸۴۹ء۔۱۸۵۰ء میں لکھی گئی تھیں۔ اس وقت ہندوستان کا مسلم معاشرہ خانقاہیت اور جامد تقلید کے پنجے میں جکڑا ہوا سسک رہا تھا۔ شاہ اسماعیل دہلوی اور ان کے ساتھی بالاکوٹ میں رتبہ شہادت پر فائز ہو چکے تھے۔ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ حجاز تشریف لے جا چکے تھے۔ سید نذیر حسین محدثؒ اپنی علمی زندگی کے اوائل میں تھے اور شائد ابھی عملی طور عاملین بالحدیث کے زمرے میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ حافظ محمد لکھویؒ، اور جناب غلام رسول قلعویؒ ابھی دائرہ تقلید سے باہر نہیں آئے تھے، سید صدیق حسن قنوجیؒ تو ابھی ابتدائی کتب کے طالب علم تھے اور سید عبداللہ غزنویؒ ابھی افغانستان میں تھے۔ جناب محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ، حافظ محمد حسین بٹالویؒ، حافظ عبداللہ غازی پوری، جناب سلامت اللہ جیراج پوریؒ، حافظ محمد ابراہیم آرویؒ، جناب محمد بشیر سہوانیؒ، سید عبدالجبار غزنوی، سید امیر حسنؒ سہوانی، سید امیر احمد سہوانیؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب محمد سعیدؒ بنارسی، جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، سید عبدالعزیز صمدنیؒ، جناب شمس الحق ڈیانویؒ، جناب فقیراللہ مدراسیؒ، قاضی عبدالاحد خان پوریؒ، جناب عبدالجبار عمر پوریؒ، حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ، جناب قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، جناب عبدالوہاب صدریؒ، جناب ثناءاللہ امرتسریؒ، حافظ محمد ابراہیم میرؒ، حافظ عبداللہ روپڑیؒ وغیرھم میں سے بعض تو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور دوسروں نے ابھی پڑھنا بھی شروع نہیں کیا تھا۔

اس دور میں جب ہر سو گھمبیر سناٹا تھا، دور دور تک روشنی کی کرن نظر نہیں آتی تھی، کلمہ حق کہنے پر زبان کٹتی تھی۔ جس شخص نے سنت کی شمع جلائی، عمل بالحدیث کا آوازہ بلند کیا، خانقاہیت کے علی الرغم کلمہ حق بلند کیا، اس شخص کا حق ہے کہ (اس کے دور ثانی کی لغزشوں کو خدا کے سپرد کر کے) اسکے دور اول کے اچھے کاموں کی یاد تازہ کی جائے۔ میرے نزدیک راہ سنت اور کلمۃ الحق اہل حدیث کے قابل فخر اثاثے کا حصہ ہیں۔ یہ کتابیں ایک سر کی تصانیف نہیں ہیں بلکہ صرف سید احمد دہلوی کی ہیں جو خطابات سے پہلے ایک جرأت مند، حق گو، عامل بالحدیث تھا۔ اور بروایت جناب ابو یحی امام خان نوشہرویؒ جس نے آخر عمر میں اپنے غلط عقائد ونظریات سے رجوع بھی کر لیا تھا۔

سرسید احمد خان سے چلیں تو محسن الملک سید مہدی علی خان تک بات پہنچتی ہے۔ اور تعلیمی میدان میں قوم کی خدمات کے لحاظ سے ان کا پایہ سرسید احمد کے برابر نہیں تو زیادہ کم بھی نہیں ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ سرسید احمد خان کے وقت مرگ علیگڈھ کا تعلیمی ادارہ بحرانی دور سے گزر رہا تھا۔ طلباء کی تعداد کم ہو رہی تھی اور ادارہ مقروض بھی تھا۔ سرسید احمد کی وفات کے بعد محسن الملک نے ادارے کا انتظام سنبھالا اور اپنی محنت، اخلاص، بے نفسی اور ہمت سے انحطاط کو ترقی میں بدل دیا اور اس کالج کے یونیورسٹی بننے کی راہ ہموار ہوگئی۔

محسن الملک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اپنی تحقیق سے اہل سنت اور عامل بالحدیث ہوئے اور تا آدم آخر اس مسلک پر کاربند رہے۔ ان کی وفات پر جناب ثناءاللہ امرتسری نے انہیں اہل حدیث تسلیم کرتے ہوئے خواہش ظاہر کی کہ ان کا سوانحی شذرہ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں شائع کیا جائے جس پر اس دور کے ایک دوسرے بڑے اہلحدیث عالم جناب ابوالقاسم سیف بنارسی نے ان کا سوانحی شذرہ مرتب کر کے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں چھپوایا۔

محسن الملک نے پیرنیچر سرسید احمد خان کا قریبی دوست ہونے کے باوجود سرسید کی نیچریت اور اس کے مخصوص تفسیری نظریات کی مخالفت کی۔ اور مخالفت درون خانہ اور نجی محفلوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ انہوں نے علی الاعلان، و علی رؤس الاشہاد آوازہ حق بلند کیا۔ یوں ایک اہلحدیث عالم ہی نے ایک سابق اہلحدیث ثمّ پیرنیچر کے نظریات کا رد کیا۔ ہم نے اس جلد میں دونوں بزرگوں کی مراسلت نقل کی ہے جو کئی سال تک جاری رہی اور اس میں محسن الملک نے سر سید احمد کے تفسیری نظریات کا رد کیا ہے۔ (محسن الملک نے اجتہاد وتقلید کے موضوع پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جسے کچھ عرصہ قبل جامعہ سلفیہ بنارس والوں نے بھی شائع کیا تھا۔ممکن ہوا تو کسی مناسب مقام پر ہم بھی اس کی تلخیص نقل کریں گے۔انشاءاللہ)

پھر ہم نے جناب خرم علی بلہوری کی نصیحۃ المسلمین کو ملخصاً نقل کیا ہے۔ یہ کتاب انیسویں صدی کے نصف اول کی معروف کتاب ہے اور خانقاہی نظام اور شرک و بدعت کی تردید میں اہم مقام رکھتی ہے۔

نیز ہم نے برصغیر کے بلاد وامصار میں عمل بالحدیث کی نشو ونما کا ذکر کیا ہے۔کارکنوں کی خدمات، ان کے مصائب ومشکلات، اور معاندین کے سلوک کا ذکر ہوا ہے اور چند عدالتی مقدمات کی کاروائی نقل ہوئی ہے جو دراصل اعلاء کلمۃ الحق کیلئے اہل حق کی صبر آزما جد و جہد کی داستان ہے۔

انیسویں صدی میں اصحاب الحدیث کے دوسرے مکاتب فکر سے چند مباحثات نقل کئے ہیں اور زیادہ تحریریں جناب بٹالوی مرحوم کی ہیں۔ دراصل انیسویں صدی کے ہندوستان میں جناب بٹالوی ہی اہل حدیث کے بڑے اور مشہور مناظر تھے۔ان کے مناظرانہ دور کا آغاز ۱۸۶۸ء میں ہوا جب احناف کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی نے بٹالہ میں ان سے مناظرہ کر کے منہ کی کھائی۔ نیز انہوں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے ۱۸۸۴ء کے گرد وپیش مناظرہ کیا۔ اور ڈاکٹر مارٹن کلارک سے ۱۸۹۴ء میں مباحثہ کے لئے خط وکتابت کی لیکن ڈاکٹر کلارک طرح دے گئے (اس کا ذکر تحریک ختم نبوت کی جلد ہشتم ہوا ہے)۔ نیز انہوں نے دیگر مکاتب فکر کے بڑوں سے بھی مناظرے کئے ہیں۔ جناب محمد قاسم نانوتویؒ سے ان کا ایک مناظرہ ہوا (جسکا ذکر ہم جلد دوم میں کر چکے ہیں)، منکرین حدیث کے شیخ الشیوخ چکڑالوی سے ان کا مناظرہ مشہور ہے، پیرنیچر سر احمد خان نے ان کے تحریری مباحثے اخباری صفحات پر مدتوں چلتے رہے۔ لدھیانہ کے حنفی علماء سے ان کا ایک تحریری مباحثہ ہوا جس کے جج اس دور کے رئیس الاحناف جناب عبدالحی لکھنوی قرار پائے۔ لکھنوی مرحوم کے فتاوی میں اس مباحثے کے فریقین کے پرچے اور جج کا فیصلہ درج ہے جسے ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے جلد ہذا میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح بمبئی کے حنفی علماء کی میاں نذیر حسین محدثؒ سے چھیڑ چھاڑ کے نتیجے میں اخبار مشیر قیصر لکھنؤ کے حنفی اڈیٹر سے اخباری صفحات پر بٹالوی مرحوم کا طویل مباحثہ ہوا جسے ہم نے ملخصاً جلد ہذا میں نقل کیا ہے۔ (اس کے علاوہ بٹالوی مرحوم نے بانی قادیانیت مرزا غلام احمد سے ۱۸۹۱ء میں لدھیانہ میں مباحثہ کیا جس کی روداد ہم تحریک ختم نبوت جلد چہارم میں بیان کر چکے ہیں) نیز انہوں نے مرزا غلام احمد کے حواریاں یمین و یسار حکیم نورالدین بھیروی اور محمد احسن امروہی سے بھی مباحثے کئے۔ لاہور میں احناف کی انجمن نعمانیہ سے تحریری مباحثہ کیا جس کی روداد ہم جلد دوم میں نقل کر چکے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ اس دور کی باتیں ہیں جب کہ بیسویں صدی کے آغاز میں شہرت پانے والے اہل حدیث کے نامور مناظرین، مثل جناب ثناء اللہ امرتسریؒ اور جناب حافظ محمد ابراہیمؒ میر سیالکوٹی، وغیرھم ابھی تعلیمی مراحل طے کر رہے تھے۔

دراصل عمل بالحدیث کی ترویج واشاعت کے لئے جناب بٹالوی کی خدمات ہمہ پہلو ہیں۔ انہوں نے اہل حدیث کا پہلا علمی وتحقیقی رسالہ، اشاعۃ السنۃ النبویہ جاری کر کے مسلک کی خدمت کی۔ یہ رسالہ پورے ہندوستان میں پڑھا جاتا تھا اور غیر مستطیع اہل ذوق وتحقیق کی خدمت میں دعائے خیر کے عوض پیش کر دیا جاتا تھا۔ انہوں نے لاہور کی چینیاں والی مسجد کو اہل حدیث کی مسجد کی شکل دے کر آج کے پاکستانی پنجاب میں اہل حدیث کا پہلا مرکز قائم کیا۔ یہ ۱۸۶۵ء کی بات ہے جب انہوں نے یہاں درس قرآن وحدیث شروع کر کے عمل بالحدیث کا بیج بویا۔ اور پھر انہی کی زندگی میں اور ان کی آبیاری سے یہ بیج ایک بارآور درخت بنا۔

چینیا نوالی ہی وہ مسجد ہے جس میں بعد ازاں جناب رحیم بخشؒ نے سلسلہ اسلام کی درجن بھر کتابیں تصنیف کر کے توحید وسنت کا پیغام عام کیا۔ اور یہی وہ مسجد ہے جس میں بیٹھ کر ۱۹۱۰ء کے بعد غزنوی علماء نے توحید وسنت کی اشاعت کے عظیم کام میں حصہ لیا۔

اس مرکز کے بانی جناب بٹالویؒ ہیں اور یہ اس دور کی باتیں ہیں جب کسی عامل بالحدیث کے کسی مسجد میں چلے جانے پر وہ مسجد دھوئی جاتی تھی اور جانے والے کی تواضع مار پیٹ سے ہوتی تھی۔ اتنی ہمہ گیر خدمات انجام دینے والے رجل عظیم کو ہماری تاریخ سے کما حقہ آشنائی نہ رکھنے والے احباب دیگر اکابر کے ذکر جمیل کے ذیل وحواشی میں کر دینے پر اکتفا کر جاتے ہیں۔ کوئی مہربانی کرنا چاہے تو انہیں مدرسہ غزنویہ امرتسر کے مدرسین میں شمار کر دیتے ہیں۔ مدرسہ غزنویہ کے مدرسین میں شمار ہونا بھی بہت بڑے اعزاز کی بات ہے لیکن جناب بٹالویؒ مدرسہ غزنویہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مدرسین میں شامل نہیں تھے۔ وہ سید عبداللہ غزنویؒ کے مرید اور ان سے فیض یافتہ تھے اور ان سے ملنے امرتسر جایا کرتے تھے۔ تاہم سید عبداللہ غزنویؒ بنیادی طور پر ذکر وفکر اور تصوف وسلوک کے آدمی تھے۔ معروف معنوں میں ان کا کوئی مدرسہ نہیں تھا جہاں درس وتدریس کیلئے جناب بٹالویؒ کو تعینات کیا گیا ہو۔ سید عبداللہ غزنویؒ کے بعد ان کے صاحبزادوں نے امرتسر میں مدرسہ بنایا جس میں بٹالوی مرحوم نے کبھی تدریس نہیں کی۔

برصغیر ہند کی عمل بالحدیث کی تحریک میں جناب محمد حسین بٹالوی مرحوم کی خدمات کے پیش نظر جناب ثناء اللہ امرتسری، اپنے اخبار اہل حدیث میں عوام کو آپ کے سوانح کی ترتیب کی ترغیب دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> مولانا محمد حسین بٹالوی پنجاب کے علماء میں سے بڑے ممتاز عالم تھے۔ آپ کے ترجمہ (حالات) کی بہت ضرورت ہے۔ خاکسار اڈیٹر (ثناء اللہ) سے بڑی عمر والوں کو زیادہ معلوم ہوں گے۔ کوئی صاحب ان کے قریبیوں میں سے یا صحبت یافتوں میں سے صحیح حالات مسلسل لکھیں۔ مسلسل نہ لکھ سکیں تو واقعات ہی بتا دیں تاکہ ایسے بزرگ کے حالات جمع ہو جائیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء ص ۹)

اس تحریر کے چند عشروں بعد ایک، واقف حال، جناب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے الایقاف علی سبب الاختلاف کی تقریب طباعت پر لکھا کہ:

> اللہ تعالیٰ کسی صاحب علم وہمت کو توفیق دے تو مولانا بٹالوی کے سوانح حیات ایک مستقل تصنیف کے متقاضی ہیں۔

جناب بھوجیانی مرحوم کی اس خواہش کی تکمیل تو اس عاجز مؤلف سے ممکن نظر نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو ارادہ ہے کہ کتاب ہذا کی پانچویں جلد میں اس موضوع پر بقدر استطاعت کچھ گذارشات کی جائیں۔

جلد ہذا کا آخری حصہ حواشی پر مشتمل ہے جس میں سرسید احمد خان کی کلمۃ الحق نقل کی گئی ہے۔ اخراج الوہابین عن المساجد کی تحریک کے دنوں میں جب عدالتوں میں مقدمات چل رہے تھے تو حافظ عبداللہ مرحوم نے قانون المساجد کے عنوان سے ایک دستاویز مرتب فرمائی تھی جسے متعلقہ حلقوں کی رہنمائی کے لئے انگریزی میں بھی ترجمہ کیا گیا تھا۔ حواشی میں اس دستاویز کو بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ نیز شاہ اسماعیل شہید کی تقویۃ الایمان پر اعتراضات کے جوابات سید اقتدار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احمد سہسوانی کی آیات القرآن فی بعض مسائل تقویۃ الایمان اور حکیم محمد حسین قرشی ایمن آبادی کی اثبات التوحید سے حواشی میں نقل کئے گئے ہیں۔ اور متن میں جلی ہندسوں میں حواشی کے نمبر لکھ دیئے گئے ہیں۔

جلد سوم کی ترتیب وتسوید میں جن بزرگوں اور دوستوں کا تعاون شامل حال رہا ہے ان میں ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری بنارس، جناب اصغر علی امام مہدی سلفی دہلی، جناب محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، جناب محفوظ الرحمٰن مدرسہ فیض عام مئوناتھ بھنجن، جناب محفوظ الرحمٰن جامعہ سلفیہ بنارس جناب عبدالہادی عمری برمنگھم، جناب محمد اشرف جاوید فیصل آباد، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، ڈاکٹر لائق علی خان کاسگنج، جناب عبدالرحیم روزی غواڑی بلتستان، جناب محمد رمضان یوسف سلفی فیصل آباد، جناب عبدالوہاب جامعی (کرناٹک) اور عزیزم محمد سہیل بوریوالا، شامل ہیں۔ جزاھم اللّٰہ عنّی و عن جمیع المسلمین احسن الجزاء

اس پروجیکٹ کے لئے برادر عزیز، جناب شیر خان جمیل احمد عمری حفظ اللہ کے مخلصانہ تعاون کا شکریہ ادا کئے بغیر تعارفی گذارشات کو ختم کر دینا میرے لئے ممکن نہیں۔ آپ ضروری مواد کی تلاش میں دامے درمے سخنے مدد کیلئے ہر وقت کمربستہ رہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ انڈیا سے کتب ورسائل اور ضروری دستاویزات کا حصول ان کی ذاتی دلچسپی کے بغیر میرے لئے ممکن نہ تھا۔ نیز مواد کی تنقیح وترتیب، احادیث کی تخریج، اور پروف ریڈنگ میں بھی اس بندہ عاجز سے ان کا بے لوث تعاون، بے مثال ہے۔ یہ فقیر ان کا احسان مند ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کا دامن دین ودنیا کی سعادتوں سے بھر دے۔ آمین

دعائے خیر کا طالب:

محمد بھاء الدین

۱۱۔ جنوری ۲۰۰۹ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الایقاف علی سبب الاختلاف

جناب محمد حیات سندھیؒ (ف۱۱۶۳ھ) کا رسالہ الایقاف جناب محمد حسین بٹالویؒ نے اردو ترجمہ وحواشی کے ساتھ ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد اول کے ضمیمہ نمبر۴ مجریہ رجب ۱۲۹۸ھ جنوری ۱۸۸۱ء (صفحات ۲۴۔۴۳) میں شائع کیا تھا۔ یہ رسالہ تقلید اور عمل بالحدیث کے موضوع پر ہے۔ اس میں آپ نے صراحت کی ہے کہ صحابہ، تابعین، آئمہ مجتہدین اور ان کے تلامذہ کے درمیان فقہی نوعیت کے اختلافات کیوں کر ابھرے۔ نیز اس رسالے میں صحابہ کے طریق استدلال، اسلوب استنباط اور تخریج مسائل کی بھی وضاحت کی ہے اور بتایا ہے کہ وہ ہمیشہ کتاب وسنت ہی کو مدار عمل ٹھہراتے تھے اور اگر انہیں اپنے قول وعمل کے خلاف کوئی حدیث پہنچ جاتی تو اسی وقت اس سے رجوع فرما لیتے تھے۔ اس رسالے سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ محمد حیات تقلید کے قائل نہ تھے بلکہ براہ راست کتاب وسنت کو بنیاد عمل قرار دیتے تھے۔

اس رسالے کو ۱۹۵۹ء میں جناب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے لاہور سے دوبارہ شائع کیا تھا۔ پھر ہندوستان میں ایک دفعہ جناب عبدالجلیل سامرودی کی سعی سے شائع ہوا۔ چونکہ برصغیر کی تحریک عمل بالحدیث میں اس تحریر کا مقام بہت بلند ہے لہذا ذیل میں اسے نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّحیم۔ سبحان الّذی قسم بحکمته الاحلام فی الانام وجعلهم مختلفین فی الافهام و اصلّی واسلّم علی سید الکرام و آله و صحبه الی یوم القیامة ۔ امّا بعد فهذه ایقاف علی سبب الاختلاف۔

اعلم انّ اللّٰہ تعالی اصطفی من خلقه محمّداً ﷺ و جعل بینهم و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بینه رسولاً وعلّمه کلّ ما یتعلّق بالدّین الّذی بعث به ومن ا صحابه الّذین اختارهم اللّه لصحبته و نصرة دینه مغترفین من بحور علومه منهم المقل و المکثر علی قدرالاستعداد و الفهم و الملازمة۔

و النّاس فی ذلک متباینون بوناً عظیماً و لم یحط احد منهم بجمیع معلوماته بل ولا بجمیع مقولاته اذ لا تحیطا الانهار بالبحور و لکنّه ﷺ ما مات حتی بلغ الی مجموع امّته جمیع ما امر بتبلیغه الیهم و کانوا متفرقین الاوطان و مختلفة الامکنة و البلدان وکان عند بعضهم من العلم مالیس عند غیره وکانوا یختلفون تارةً فی المعنی من النّص کما وقع لمن امرهم النّبیّ ﷺ ان لا یصلّوا العصر الّا فی بنی قریظه فمنهم من اخذ بظاهره و منهم من ا خذ بتاویله و یختلفون تارةً فی الاستنباط من النّصّ بالقیاس کما وقع لعمرو بن العا ص حین تیمم من الجنابة من شدّة البرد متلولا قوله تعا لی لا تقتلوا انفسکم ، و تارةً فی غیر ذلک ثمّ انتقل ﷺ و قام مقامه وزیره الاکبر و صدیقه الافخر فکان ر ضی الله عنه یعمل بالکتا ب و ما بلغه من السنّة و ان لم یجد فیها شاور ا لصّحابة فان وجد عند هم نصاً ا خذ به و قد فاته بعض الاحادیث و الاقاس علی ما فی ا لکتا ب و السنّة او علی ا حد هما و ا خذ به

ثمّ انتقل الی اللّه تعا لی و قا م مقامه الفاروق وکان یعمل بالقرآن و الحد یث و ان لم یجد فیها شیئاً شاور الصّحابة فان وجد عند هم نصاً ا خذ به و قد فاته بعض الآثار و الا کان غالباً او تارةً بقول الصدیق و الاجتهاد و استخرج آ راء النّا س فما رآ ه صوا باً ا خذ به و قلما یخطیء فی رأیه ثم انتقل الی اللّه وقام مقا مه ذو النورین رضی اللہ عنہ فکان یأخذ بالکتا ب و السنّة و قول الشّیخین غا لباً او تارةً ثمّ انتقل الی اللّه تعا لی و قام مقامه زو ج الزهراء رضی اللہ عنہا فکان یا خذ با لکتا ب و الا ثر والقیاس ا لانور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و كان الصحا بةؓ اعلم النّاس با لكتا ب و السنّة و افهمهم بهما و كانوا يعملون بهما و كانوا يرجعو ن عن اقوا لهم و افعالهم اذا بلغهم الحديث الّذى فاتهم وكانوا يختلفون فى بعض الفروع و لم يقصروا فى اتّباع الحقّ و تفرّقوا فى مشارق الارض و مغاربها و جنوبها و شمالها و ا خذ منهم العلوم اقوا م متفرقون ثمّ لا يزا لو ن يقلون و كثر الاختلاف بسبب اتباعهم الّذين اخذ عنهم العلوم حتى انقرضوا بالكلية۔

وقام مقامهم فى الفتوى وغيره علماء التابعين و زادوا فى الاختلاف لاختلافهم فى العلوم و الفهوم ثمّ قام مقامهم علماء التّا بعين و زادوا فى الاختلاف و ربّما اتفقوهم و من قبلهم فى ما كان مختلفاً فيه قبل فصار الامر الّذى يجتمعو ن عليه مجمعاً عليه بعد ان كان مختلفاً فيه وكان فى كلّ زمن و بلد خلق كثير من اهل الاجتهاد و الفتوى و الحديث و نحوها و كانت لهم مذاهب مختلفة و آراء مبتدرة و وفق اللّه تعا لى تلامذة الائمة الاربعة واصحابهم فحفظوا مذا هبهم و دوّنوها و نشروها حتّى لم يبق من اتّباع غيرهم الّا اقل قليل بحكمة يعلمها اللّه تعا لى و تدا رست مذا هب غيرهم و بقيت مذ هبهم معمو لة

و سبب الاختلاف اشياء كثيرة لا يمكن حصرها منها الاختلاف فى العلوم و الفهوم و كون النّصوص قابلة للاحتمالات با عتبارا ت الالفاظ و النظم التركيب و ايساق و غير ذا لک ۔ نقل الحافظ ابن القيم عن ابن حز مؒ ما حاصله انّه قد يحفظ الانسان الحد يث فلا يحضره ذكره فيفتى بخلافه و قد يعرض هذا فى القرآن الا ترى ان عمرؓ نهى ان يزاد فى المهر على عدد مهر النّبى ﷺ حتّى ذكرته امرأة بقول اللّه تعالى و آ تيتم احديهن قنطاراً ۔ فترك قوله و قال كل وا حدٍ اعلم من عمر و كذلک امر برجم امر أة ولد ت لستة اشهر

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فذ کره علیؓ بقوله تعالی و حمله و فصاله ثلاثو ن شهراً مع قوله تعالی: والوا لدا ت یرضعن اولادهن حولین کاملین۔ فرجع عن الامر برجمها وهم یسطو بعیینه بن حصن اذ جفاعلیه حتی ذکر الحار ث بن قیس بقول اللّه تعا لی و اعرض عن الجاهلین ۔ و انکر موته ﷺ حتی قرىء قوله تعا لی انّک میّت و انّهم میّتو ن ۔ فرجع عن ذلک و قد کان علم الآیة و لکن نسیها لعظم الخطب الوارد علیه و قد یذکر العالم الدّلیل ولکن یتاول فیه تاویلاً من خصوص و نسخ وغیرهما ولا شکّ انّ الصحا بةؓ ما کان کلّ وا حدٍ مّنهم یطلع علی جمیع ما صدر عنه ﷺ لاشتغالهم بامر معاشهم و اغراضهم فیحضر عنده بعض دون بعض فلمّا مات ﷺ و ولی ابوبکر کان اذا جاء تهم القضیّة ولیس فیها نصّ، سأل غیره ۔ فان وجد نصّاً تبعه و الّا اجتهد و قد یکون فی تلک القضیّة نصّ عند غیر من حاضراً عنده کان التّیمّم للجنب عند عمار وغیره و غا ب عن عمرو ابن مسعود جواز المسح علی الخفین عند علیؓ و حذیفه و غاب عن عائشه و ابن عمر و ابی هریره مع انّهم مدنیّون و توریث بنت الابن مع البنت عند ابن مسعود وغاب عن ابی موسی و توقیت الاستیذان کان عند ابی موسی وابی سعید و ابی(بن کعب) و غاب عن الفاروق و کان علم جواز النقر للحائض اذا طافت طوا ف الفرض عند ابن عباس و ام سلیم وغا ب عن زید بن ثا بت وکان علم نسخ حل متعة النساء وعلم حرمة الحمر الاهلیة عند علیؓ وغیره وغاب عن ابن عباس وکان علم عدم جواز الصّر ف نسیئة عند عمرو ابی سعید وغیرهما و غا ب عن طلحة و ابن عباس و مثل هذا کثیراً و مضی الصّحابة وخلفهم التّابعون الآخذون عنهم وکانوا مختلفین فی العلوم والافهام و کلّ کان یفتی علی مبلغ علمه ولا یکلّف اللّه نفساً الّا وسعها وکلّ ماجور علی ما ا صاب فیه اجرین و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ماجور فیما خفی عنه اجراً وا حداً و قد یبلغ الرّجل نصّان ظاهر التّعارض فیمیل الی ا حدهما بنوع من التّرجیحا ت و یمیل غیره الی ما ترکه بنو ع آ خر من التّر جیحا ت و مثل هذا کثیر۔

و لهذه الوجوه ترك بعض العلماء ما ترکوا من الاحادیث و الآیات و خالفهم نظراء هم فاخذ هئولاء ما ترك اولئک واخذ اولئک ما ترك هئولا ۔ لا للقصد الی خلاف النّصوص و اذا قا مت الحجّة علی من بلغه شیء صحیح من الدّلیل ای من غیر تعارض او نحو ه فلم یبق ترکه الّا للعناد و التّقلید وعلی هذه الطریقة کانت الصحابةؓ ۔ انتهی کلامه ملخصاً ۔ و نقل ابن القیم ایضاً عن شیخه ابن تیمیة جماع الاعذار فی ترك من ترك من ا لآئمّة حدیثاً ثلاثة اصناف ۔ احدها عدم اعتقاده انّه ﷺ قاله ۔ و الثّانی عدم اعتقاده انّه اراد تلک المسئلة بذلک القول ۔ الثا لث اعتقاد نسخه و هذه تتفرع الی اسباب متعددة منها ان لا یکون الحدیث قد بلغه و قاس وقد یوا فق قیاسه الحدیث المتروك و یخالفه آخر وهذا السّبب هو الغالب علی اکثر ما یوجد من اقوال السّلف مخالفاً لبعض الاحادیث فان الاحاطة بحدیث رسول الله ﷺ لم یکن لاحد واعتبر بالخلفاء الرّاشدین الّذین هم اعلم النّاس برسول اللّه ﷺ خصو صاً الصّدیق الاکبر الّذی قلّ ما فارقه و قد خفی علیه میراث الجدّة و علمه المغیرة بن شعبة و عمران بن حصین و محمد بن مسلمه و خفی علی عمر توریث المرأة من دیّة زوجها حتّی اخبره رجل من اهل البادیة وخفی علیه حدیث اخذ الجزیة عن المجوس حتّی اخبره عبدالر حمن بن عوف و خفی علیه حدیث النهی عن القدوم علی ما فیه الطّاعون حتّی اخبره عبد الرحمن و خفی علیه حدیث الرّ یح حتی اخبره ابوهریرة و کان یفتی باختلاف الدّیة فی الاصا بع و کان عند ابن عباس و ابی موسی علم انّ النّبیّ ﷺ قال هذه و هذه سواء و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمل به معا وية حين بلغه و كان لا يرى هو (يعنى عمر) و ابنه عبد اللّه التطيب عند الاحرا م ولا يعد رمى الجمرة قبل طوا ف الفرض و قد صحّ جواز ذ لک عنه ﷺ و كان يرى عدم التّوقيت فى المسح على الخفّين و قد صحّ فى التّوقيت احاديث وكان علىؓ و ابن عباس يريان ابعد الاجلين على المتوفّى عنها زوجها و قد صحّ عنه ﷺ ان انقضاء عدّ تها بوضع حملها و كان يرى زيد بن ثا بت و ابن عمر وغيرهما انّ المفوضه اذا مات عنها زوجها لا مهر لها و قد صحّ انه ﷺ جعل لها المهر كاملاً و هذا با ب وا سع و امّا المنقول فيه عن غير الصّحابة فا كثر من ان يّحصى فا ذا خفى على اعلم الامّة و افقهها بعض السّنّة فما الظّن بمن بعد هم فمن اعتقد ان كل حديث بلغ كل فرد من الآئمّة او اماماً معيناً فقد اخطأ خطأً فاحشاً قال ابو عمر و ليس احد بعد رسول اللّه ﷺ ا لّا و قد خفيت عليه بعض السّنّة و هذا الدّواوين جمعت بعد انقراض الآئمّة ولا يمكن انحصار الاحاديث فيها وليس كلّ من عنده هذه الدّوا وين يحيط بها علماً بل دوا وين المتقدمين صدورهم وهم اعلم ومنها ان يكون الحديث بلغه لكن لم يصح عنده وصحّ عند غيره فيكون حجّة على من بلغه من وجه صحيح لا على من لم يبلغ و لهذا علق كثير من الآ ئمة القول بموجب الحد يث على صحّته فيقول قولى فيها كيت كيت و قد روى فيها حد يث بخلافه فان صحّ فهو قولى و امثلة هذا كثيرة جداً

وذكر ابن القيم من اسباب الاختلاف اشياء منها ان احد المجتهدين يعتقد ضعف احد والآخر ثقته ومنها ان بعضهم يشترط فى خبر الواحد العدل شرطاً يخالفه غيره ومنها عدم معرفته بدلالة الحديث امّا لكون لفظ الحد يث الحد يث غريباً عنده او يكو ن لفظه مشتركاً اومجملاً اومحتملاً فيه الحمل على ظاهرمعناه الحقيقى والمجازى

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ومنها عدم تفطنه لدخول فرد معين تحت عام بعد علمه به امّا لعدم احاطة بحقيقة ذلک الفرد ومماثلته لغيره من الافراد الدّا خلة تحت العام و امّا الخطرة على باله و امّا لاعتقاده و اختصاصه بخصيصة تخرجه من العام و منها اعتقاده العموم فيما ليس بعام او الاطلاق فی المقيّد فيذهل عن التقييد ۔ و منها اعتقاده عدم دلالة اللفظ على الحكم المتنازع فيه اما لعدم معرفته مدلول اللفظ فی عرف الشّرع فيحمله على خلاف مدلوله اويكون له فی عرف الشرع معنيان فيحمله على احد هما و يحمل غيره على غير ذلک او لفهمه من الخاص العموم او من العام المخصو ص و من المطلق المقيد و من المقيد المطلق و منها انّ النّصّ عارضه ما يساويه او اقوى منه و للتّعارض انواع قال ابن القيمؒ فمن هداه اللّه تعالى الى الاخذ با لحق حيث كان و مع من كان ورد الباطل مع من كان فهذا اعلم النّاس و اهدا هم سبيلاً و اقومهم قيلاً و اهل هذا المسلک اذا اختلفوا فاختلافهم رحمة وهدى وهو من باب التّعاون على الدّين كل يخبربمارأه صواباً عنده فان قوبل بين الآراء المختلفة وعرضت على كتاب اللّه و سنّة رسول اللّه ﷺ و تجرد النّظر من التّعصب و الحميّة و استفرغ و سعه وقصد طاعة اللّه و رسوله ﷺ قل ان يخفى عليه الصّوا ب من تلک الاقوال وما هو اقرب اليه و هذا النّوع من الاختلاف لا يوجب معاداة و لا افترا قا فی الكلمة و لا تبديد الشمل ۔ انتهى

قلت اذا كان المعبود ا لآمر بالعبادة وا حد و الرّسول ﷺ وا حداً و الدّين واحداً و هئولاء العلماء كلّهم يريدون اتّباع الدّين و لا يقصرون و كل له فضائل و كمالات و قد قال اللّه فا سئلوا اهل الذّكر ان كنتم لا تعلمون۔فالتعصب لمعين والجمود على قوله لماذا؟نقل الحافظ ابن حجر فی لسا ن الميزا ن عن الطحاوی انّه قال او كلّ ما قال به

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ابوحنیفه اقول به ؟ وهل یقلّد ا لّا عصبی او غبی فطارت هذه الکلمة بمصر حتی صارت مثلاً ۔ انتهی ۔ و مذهب کلّ امام ما قاله و لم یرجع عنه ولا یمکن عن مجتهد قولان متباینان من غیر ر جوع من ا حد هما۔ اللّهم الا ان یکو ن مترددا فی ذلک و یحتمل ان یقول المجتهد قولاً ثمّ یرجع الی غیره ثم یرجع عن الآخر الی ا لاوّل و لم ار لهذا مثالاً فی الاقوال المجتهدین ولم یکن لاحد من تلامذه الامام واصحابه ان یعرف جمیع مذهبه و هذا ظاهر وغالب اختلاف اصحاب اربا ب المذا هب سببه ان بعضهم یعرف من المذ هب ما لا یعرف غیره و منهم من یعرف القول المرجوع عنه ولا یعرف المرجوع الیه و یفتی بالاوّل و منهم من لا یعرف عن الامام نصاً فیقیس علی مسائل الامام و یخا لفه غیره فی ذلک القیاس فتارة یصیب هذا و تارةً هذا و کثیراً ما یختلفون فی فهم معانی قول الامام و دلالتها و هذا با ب واسع جداً و لیس کل ما یستنبط ر جل من اقوال الامام یکون مذ هبه بل تارة یوا فق مذ هبه و تارةً یخا لفه ولا ینبغی ان تنسب الاقوال المستنبطة من اقوال الآئمة للآئمة بانّها اقوالهم او مذاهب لهم قطعاً لانّه یحتمل انها عرضت علیهم قبلوا شیئاً منها و ردوا اشیاء آخر و هذا کما لا ینسب ما استنبط المجتهدون من اقوال النّبی ﷺ الیه علی انّها اقوا له و یحتمل کونها شریعة قال ابن تیمیه فی ردّ الروا فض تجد احد الطائفتین او الرجلین من النّاس لا یکذّ ب بما یخبر به من العلم لکن لا یقبل ما تا تی به طائفة اخری من الحقّ سواء کان من باب الصّدق المعروف با لخبر او من الصّدق المعروف با لنّظر فیقبل ما ذکرته طائفة من معقول و منقول و یرد ما ذکر ته الطّائفة ا لاخری ۔ انتهی

قلت هذا کثیر فی اصحا ب ار باب المذا هب خصوصاً فی اهل زماننا هذا تراهم لا یعتمدون الا ما وجدوه منقولاً من اهل مذهبهم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سواء کا ن ذلک قول امامهم ام لا ۔

(فا ئدة) الّذی ظهر لهذا القاصر ان معظّم المسائل المذکورة فی اصول الفقه مأخوذ من اقوال الآئمة ذلک ان ینظر مثلاً بعض اتباع الآئمة فی مسائلهم فیجد کثیراً منها راجعة الی اصل واحد فیجعل ذ لک الاصل قاعدة لها و لا مثا لها و قس علی هذا و ربّما یوافق التّاخر المتقدم و ربّما یخالفه وربّمایقلّده فربّمایصیب المتقدم وربمایصیب المتأخّروالانصاف خیر الاوصاف فی باب الاختلاف و الرجوع علی الاتفاق اولی من الافتراق و اللّه اعلم بالصّوا ب و الیه المرجع و المآ ب ۔ و صلّی اللّه تعالی علی سیّد نا محمّد خیر خلقه و آ له و صحبه و بارك و سلّم۔

منزہ ہے وہ (خداوند تعالی) جس نے اپنی حکمت سے لوگوں میں عقلوں کو بانٹا اور ان کو مختلف سمجھوں والے کر دیا اور درود وسلام سب بزرگوں کے سردار (آنحضرت ﷺ) پر ہو اور آپ کی آل واصحاب پر قیامت کے دن تک ۔ امابعد ۔ یہ رسالہ ہے ایقاف علی سبب الا ختلاف ۔

تو جان لے بلا شبہ خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو اپنی مخلوق سے چن لیا اور اپنے بندوں میں اور اپنے میں پیغا مبر بنایا اور ان سب کو جو کچھ دین کے متعلق تھا، تعلیم فر مایا اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب، جن کو خدا نے آپ کی صحبت اور آپ کے دین کی مدد کے لئے چن لیا تھا، آپ کے دریائے علوم سے چلو بھرتے تھے اپنی سمجھ وقابلیت وصحبت کے اندازہ کے موافق، کوئی کم کوئی زیادہ۔ اس میں وہ آپس میں بڑا فرق رکھتے ۔ ان میں سے کسی نے آپ کی سبھی معلومات اور اقوال پر احاطہ نہ کیا کیونکہ نہریں دریاؤں کو گھیر نہیں سکتیں۔ و لیکن ہنوز آنحضرت ﷺ فوت نہ ہوئے تھے کہ جملہ امت کو سبھی کچھ، جس کی تبلیغ کے وہ مامور تھے، پہنچ گیا۔ وہ لوگ متفرق وطنوں، مختلف مکانوں اور شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں ایک کو وہ علم ہوتا جو دوسروں کے پاس نہ ہوتا ۔ اور کبھی وہ معنی حدیث میں اختلاف کرتے جیسے ان لوگوں کو ہوا جن کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں پڑھیں ۔ پھر کسی نے اس کے ظاہری معنی لئے، کسی نے تاویل کی (بنی قریظہ ایک یہودی قبیلے کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کو بہت ستاتے تھے ... جب آنحضرت ﷺ نواح مدینہ میں ان پر دھاوا کرنے کو نکلے تو یہ حکم دیا۔ پھر کسی نے ان میں سے اس حکم کے ظاہری معنی کا لحاظ کیا اور کہا کہ ہم راستہ میں نماز پڑھیں گے اور کسی نے اس حکم کی تاویل کی اور یہ بات کہی کہ اس حکم سے جلد پہنچنا مقصود ہے، نماز میں تاخیر کرنا مقصود نہیں ہے ۔ پس نماز راستہ میں پڑھ لی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنحضرت ﷺ نے کسی فریق کو سرزنش نہ کی۔ دیکھو صحیح بخاری)۔ اور کبھی نص (آیت قرآن یا حدیث) سے استنباط کرنے میں اختلاف کرتے، جیسے عمرو بن عاصؓ کو اتفاق ہوا جب کہ انہوں نے سخت سردی میں جنابت سے تیمّم کرلیا۔ اور کبھی اور میں اختلاف کرتے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی، تو آپ کے قائم مقام وزیرا کبر اور صدیق افخر ہوئے، تو آپ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پر جو آپ کو معلوم ہوتی، عمل کرتے۔ ان دونوں میں (اپنے نزدیک) کوئی حکم نہ پاتے تو اصحاب رسول اللہ ﷺ سے مشورہ لیتے۔ پس اگر ان اصحاب شوری کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو عمل میں لاتے اور بعض حدیثیں آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے پاس بھی کوئی حدیث نہ پاتے تو (کسی حکم) کتاب وسنت پر قیاس فرماتے۔ (مترجم محمد حسین کہتا ہے اس رسالہ میں جابجا اکابر صحابہ کے قیاس کرنے کا ذکر ہے اور بہت سی کتب حدیث میں انہی اکابر صحابہ سے قیاس کی نفی و مذمت بھی مروی ہے۔ ان آثار نفی و مذمت کی نظر سے اصحاب ظواہر آثار مثبتہ قیاس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جن مسائل کو ان اکابر نے بصورت قیاس بیان کیا ہے، ان مسائل میں ان کا اعتماد دراصل قیاس پر نہ تھا بلکہ اور دقیق استنباط کتاب وسنت پر تھا جس کو انہوں نے لائق سمجھ مخاطبین نہ دیکھا اس لئے ان مسائل کو سمجھ مخاطبین کے موافق صورت و پیرایہ قیاس میں بیان کیا۔ اس تاویل کی تائید میں وہ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ایک عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری ماں پر قرض ہو تو اس کو تو ادا کرے گی یا نہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا حق بھی ادا کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت ﷺ نے مخاطب کے سمجھانے کو پیرایہ قیاس میں بیان کیا ہے، نہ یہ کہ درحقیقت آنحضرت ﷺ نے حج کا قرض پر قیاس کیا ہے کیونکہ قیاس بوقت موجود نہ ہونے نص کے ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا کلام خود نص ہے جو وحی غیر متلو کہلاتا ہے۔ پس اس کے ہوتے آنحضرت ﷺ کا قیاس کرنا کب متصور تھا)۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام عمر فاروقؓ ہوئے۔ وہ بھی قرآن و حدیث پر عمل کرتے اور اگر قرآن وحدیث میں کوئی امر نہ پاتے تو اور اصحاب سے پوچھتے۔ ان کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو لے لیتے۔ اور بعض حدیثیں آپ کو بھی معلوم نہیں ہوئیں۔ اور اگر کوئی حدیث ان کے پاس بھی نہ پاتے تو اکثر یا گاہے قول صدیق اکبر کو ہی عمل میں لاتے۔ ورنہ خود اجتہاد کرتے اور لوگوں کی رائے بھی لیتے پھر جس رائے کو صواب سمجھتے اس پر عمل کرتے اور اپنی رائے میں خطا کم کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا تو آپ کے قائم مقام عثمان ذوالنورینؓ ہوئے۔ وہ بھی کتاب وسنت پر اور غالباً یا نادراً اقوال شیخین (صدیقؓ و فاروقؓ) پر عمل کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام (علی مرتضیٰؓ) شوہر فاطمہ زہراءؓ ہوئے تو آپ بھی قرآن وحدیث وقیاس پر عمل کرتے۔ سبھی صحابہ کو قرآن وحدیث کا علم وفہم خوب تھا اور وہ سب قرآن وحدیث پر عمل کرتے اور اپنے قول وفعل سے رجوع کر لیتے، جب ان کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اپنے قول وفعل کے مخالف) کوئی حدیث پہنچتی جو پہلے نہ پہنچی تھی۔اور بعض فروعات میں آپس میں اختلاف بھی رکھتے مگر امر حق کے مان لینے سے قصور نہ کرتے۔وہ مشرق ومغرب وجنوب وشمال میں پھیل گئے تھے اور مختلف قوموں نے ان سے علوم حاصل کئے۔پھر اصحاب کم ہوتے گئے اور اختلاف بڑھتا گیا۔ان لوگوں کی جہت سے جنہوں نے ان سے علوم حاصل کئے تھے یہاں تک کہ وہ بالکل تمام ہوئے۔اور فتوے وغیرہ میں تابعین ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ اختلاف علم وفہم کے سبب اختلاف میں بڑھ گئے۔پھر تبع تابعین ان کے قائم مقام ہوئے تو وہ اختلاف میں اور بھی بڑھ گئے اور بعض مسائل جن میں پہلے صحابہ میں اختلاف تھا، تابعین وتبع تابعین کا اتفاق ہوگیا اور وہ امر اختلافی اتفاقی بن گیا۔ہر زمانہ اور ہر شہر میں بہت لوگ صاحب فتوی وحدیث واجتہاد ہوگئے اور ان کے مذاہب مختلف اور آراء متفرق ہوگئے۔خدا تعالی نے آئمہ اربعہ کے شاگردوں اور ساتھیوں کو توفیق دی تو انہوں نے ان کے مذاہب کو ضبط کیا اور ان کی کتابیں تصنیف کیں اور ان کو پھیلایا یہاں تک کہ خدا کی حکمت سے، جس کو وہی جانتا ہے، (مترجم محمد حسین کہتا ہے کہ مذاہب اربعہ کی شہرت اور دوسرے مذاہب حقہ کی دراست وندرت کی اصل حکمت کا خدا ہی کو علم ہوگا جیسا کہ مصنف نے کہا ہے مگر اس کا ظاہری سبب دنیاوی شوکت وریاست ہی علماء نے بیان کیا ہے کہ مذہب امام ابوحنیفہ اور مذہب امام مالک کا سبب اشتہار یہ ہوا ہے کہ ان مذاہب کے اکابر واعیان کو قضا وقرب حکام وقت حاصل تھا۔پس اس قرب ورتبہ کے ذریعہ سے انہوں نے ان مذاہب کو پھیلایا جن کو اپنے اپنے اعتقاد میں برحق اور سنت کے مطابق سمجھا۔شاہ ولی اللہ محدث نے حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۱ میں کہا ہے و کان اشهر اصحا به ذكراً ابو يو سف فولّى القضاء القضا ة ايام هارون الرّشيد فكان سبباً بظهور مذهبه و القضاء به فى اقطار العراق و خراسان و ما وراء النهر۔یعنی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں بڑے مشہور امام ابو یوسفؒ تھے۔وہ ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور ہوگئے۔یہ ان کے مذہب کے ظاہر ہونے اور اسکے موافق عراق وخراسان وماوراء النہر کے اطراف میں قضا نافذ ہونے کا سبب ہوا۔اور شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں: ابن حزم در جائے نوشتہ کہ ایں دو مذہب در عالم از راہ ریاست وسلطنت رواج واشتہار گرفتہ اند مذہب ابوحنیفہ ومذہب مالک زیرا کہ قاضی ابو یوسف قضا کل مما لک بدست آوردہ از طرف او قضاۃ میرفتند پس بس بر ہر قاضی شرط مے کرد کہ عمل وحکم بمذہب ابوحنیفہ نمایدو در اندلس یحی بن یحی را نزد سلطان آن وقت بحدے کمنت وجاہ حاصل گشت کہ ہیچ قاضی وحاکم بے مشورہ او منصوب نمی شد پس او غیر از یاران وہمدمان خود را متولی نمی ساخت۔انتہی کلام ابن حزم۔جناب شاہ صاحب نے اندلس میں مالکی مذہب کے رواج کا یہ بھی سبب بتایا ہے کہ لوگ اندلس سے حج وزیارت مدینہ منورہ کیلئے آتے اور مدینہ میں امام مالک کی فضیلت اور بزرگی ووسعت علم کا حال سن کر اندلس میں جا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سناتے تو اس سے اندلس کے لوگ امام مالکؒ کے معتقد و مقلد ہو جاتے۔ اور جو مصنف نے تصنیف و تدوین کتب مذاہب اربعہ سے خاص کیا ہے یہ خصوصیات اکثر مذاہب کی نسبت صحیح ہے۔ اس سے مذہب محدثین مستثنیٰ ہے۔ اس مذہب کی تدوین مذہب مجتہدین کی تدوین سے پیشتر ہو چکی تھی جس نے کتب حدیث کو غور سے بھی دیکھا ہوگا اس پر یہ امر مخفی نہ ہوگا۔ محمد حسین) اور مذاہب کے اتباع بجز اقل قلیل باقی نہ رہے۔ وہ مذاہب بے نشان ہو گئے۔ ان ہی چاروں اماموں کے مذاہب معمول و مروج رہے۔

ان سب مذاہب کے اختلاف کے بہت سبب ہیں جن کا حصر و شمار ممکن نہیں۔ از انجملہ علموں اور سمجھوں کا مختلف ہونا اور نصوص (قرآن و حدیث) کے الفاظ و نظم ترکیب کے لحاظ سے کئی معنوں کا محتمل ہونا۔ وغیرہ ذلک۔ حافظ ابن القیمؒ نے امام ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی انسان کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر فتوی دینے کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا۔ پس وہ اس لئے حدیث کے برخلاف فتوی دیتا ہے اور یہی امر کبھی قرآن کی نسبت پیش آتا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے بڑھ کر مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے آپ کو خدا کا یہ قول کہ تم نے جو عورتوں کو بہت مال مہر میں دیا ہو تو ان سے واپس نہ لو، یاد دلایا جن سے انہوں نے اپنا قول چھوڑ دیا اور (تواضعاً) یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے سبھی لوگ علم میں زیادہ ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو، جس نے چھ مہینے کا بچہ جنا تھا، بعلت زنا سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی مرتضیٰؓ نے خدا کا یہ قول کہ بچے کا حمل اور دودھ پلانا ڈھائی برس ہوتا ہے معہ اس قول کے : مائیں اپنی اولاد کو دو برس دودھ پلائیں جو پورا دودھ پلانا چاہیں، ۔ یاد دلایا اور یہ جتایا کہ پہلے قول میں چھ مہینے کم سے کم مدت حمل کا ذکر ہے۔ پس انہوں نے اس حکم رجم سے رجوع فرمایا اور آپؓ نے عینیہ بن حصن پر جب اس نے آپ کی جناب میں گستاخی و سختی کی، حملہ کرنا چاہا یہاں تک کہ حارث بن قیس نے خدا کا قول . جاہلوں سے درگزر کرو؛ یاد دلایا تو آپؓ نے اس سے درگذر کیا اور آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے فوت ہو جانے کو تعجب سمجھ کر اس سے انکار کیا یہاں تک کہ ان کے سامنے قول خداوندی : (اے محمد) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں. پڑھا گیا۔ اس پر انہوں نے اس انکار و اصرار سے رجوع فرمایا۔ یہ آیت تو آپ کو معلوم تھی ولیکن اس بھاری امر (آنحضرت ﷺ کی وفات) کے سبب آپ اس کو بھول گئے تھے۔ اور کبھی کوئی عالم (مسئلہ کی) دلیل رکھتا ہے مگر اس میں تجویز نسخ یا تخصیص وغیرہ تاویل کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے سب کوئی ان باتوں پر مطلع نہ ہوتا جو آنحضرت ﷺ سے صادر ہوئیں کیونکہ وہ اپنی معاش وغیرہ امور میں مشغول رہتے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بعض حاضر ہوتے، بعض نہ ہوتے۔ جب آنحضرت ﷺ فوت ہوئے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوبکرؓ ان کے خلیفہ ہوئے تو جب ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول نہ ہوتا تو آپ اور لوگوں سے پوچھتے پھر اگر ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول پاتے تو اس کی پیروی کرتے ورنہ اجتہاد کرتے اور کبھی خدا و رسول کا قول اس شخص کے پاس ہوتا جو وہاں حاضر نہ ہوتا تھا، مثلاً جنبی کیلئے تیمّم کا حکم عمارؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور حضرت عمرؓ وابن مسعودؓ کو نا معلوم، مسح موزہ کا جواز حضرت علیؓ وحذیفہؓ کے پاس تھا اور حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ ابی ہریرہؓ سے، باوجودیکہ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے، مخفی تھا۔ پوتے کو بیٹے کے ساتھ چھٹے حصے کا وارث کرنا حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو نا معلوم۔ کسی کے گھر جانے کیلئے تین دفعہ اذن چاہنے کی حدیث حضرت ابوموسیٰ وابوسعید خدری وابی بن کعب کو معلوم تھی اور حضرت عمر فاروقؓ سے مخفی۔ حیض والی عورت کو طواف فرض کے بعد طواف رخصت کے سوائے مکہ سے کوچ کرنے کا جواز حضرت ابن عباسؓ وام سلیم کو معلوم تھا اور حضرت زید بن ثابت کو نا معلوم۔ متعہ کا منسوخ ہونا اور گدھے کا حرام ہونا حضرت علی کو معلوم تھا اور حضرت ابن عباسؓ پر پوشیدہ۔ چاندی سونے کی بیع میں نسیہ (قرض) کا عدم جواز عمر فاروقؓ وابوسعیدؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور طلحہؓ وابن عباسؓ پر مخفی۔ اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔ صحابہ گذر گئے تو ان کے نائب تابعی مجتہد ہوئے جو ان سے علم حاصل کئے ہوئے تھے وہ سبھی علموں اور فہموں میں مختلف تھے اور وہ سب بقدر اپنے علم کے فتوی دیتے اور کسی کو خدا نے اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کیا اور سب اس فتوی میں خدا کی طرف سے ثواب پاتے۔ ٹھیک فتوی دیا تو دو ثواب، ورنہ ایک۔ اور کبھی کسی کو حدیثیں باہم متعارض پہنچتیں تو وہ ایک حدیث کی طرف کسی وجہ ترجیح کی نظر سے مائل ہوتا اور دوسرا اسی حدیث کی طرف جس کو اس نے چھوڑ دیا تھا اور وجہ سے مائل ہوتا۔ اس کی مثالیں بھی بہت ہیں۔

ان وجوہات سے بعض علماء نے بعض آیات وحدیث کو ترک کیا ہے اور ان کے ہمسروں نے ان کا خلاف کیا۔ انہوں نے احادیث کو لے لیا جن کو پہلوں نے ترک کیا تھا اور پہلوں نے ان حدیثوں کو لے لیا جن کو انہوں نے ترک کیا، نہ اس لئے کہ عمداً نصوص (آیات وحدیث) کا خلاف کریں (بلکہ ان وجوہات سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) اور کسی کو دلیل صحیح (آیات وحدیث) بلا تعارض وغیرہ موانع عمل کے پہنچ جائے تو اس کو اس دلیل کا ترک کرنا بجز عناد یا تقلید باقی نہ رہا۔ صحابہ اس طریق پر تھے۔ کلام ابن القیم جو اس نے ابن حزم سے نقل کیا تھا تمام ہوا۔ اور ابن القیم نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ جملہ عذرات ان آئمہ کے جنہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے تین قسم ہیں۔ اول: اس حدیث کو کلام رسول نہ سمجھنا۔ دوسرا: اس حدیث کے وہ معنی نہ سمجھنا جو معنی اس حدیث پر عمل کرنے والے نے سمجھے ہیں۔ تیسرا: اس کو منسوخ سمجھ لینا۔ ان عذرات کی شاخیں کئی قسم ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی اور اس نے قیاس کیا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا قیاس اس حدیث متروک کے موافق ہوا، اور کسی اور حدیث کے مخالف۔ یہی سبب ہے اکثر ان اقوال علماء سلف کا جو نصوص کے مخالف ہیں، کیونکہ سبھی احادیث رسول پر کسی کو احاطہ حاصل نہ تھا اس باب میں تو خلفاء راشدین، جو رسول اللہ ﷺ کے حالات سے بہت واقف تھے، خصوصاً صدیق اکبر (جو رسول اللہ ﷺ سے کم ہی جدا ہوتے تھے) کے حال سے معلوم کرے۔ صدیق اکبرؓ پر دادے کی میراث مخفی رہی۔ اور ان کو مغیرہ بن شعبہ و عمران بن حصین و محمد بن مسلمہ نے بتلائی۔ حضرت عمرؓ پر عورت کو خاوند کی دیت سے وارث کرنے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ ایک جنگل کے رہنے والے نے ان کو اس کی خبر دی اور آپ پر مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر وبا کی زمین میں جانے سے ممانعت مخفی رہی اور وہ بھی عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر آندھی کی حدیث مخفی رہی (یعنی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہے کہ آندھی آنے کے وقت کیا کہیں) جو ابو ہریرہؓ نے بتائی اور آپ انگلیوں کے خون بہا میں اختلاف رکھتے تھے۔ اس باب میں ابن عباسؓ، ابی موسیٰ اشعریؓ کے پاس یہ علم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑی انگلی اور چھوٹی انگلی خون بہا میں برابر ہیں۔ پس آپؓ نے اس کو قبول کیا۔ اور امیر معاویہؓ نے بھی اس پر عمل کیا جب ان کو ایسا علم ہوا اور آپ کے بیٹے عبداللہ احرام حج کے وقت خوشبو لگانے کو جائز نہ سمجھتے اور طواف فرض سے پہلے رمی جمار کے بھی قائل نہ تھے اور یہ امور آنحضرت ﷺ سے صحیح ہو چکے ہیں۔ اور آپ مسح موزہ میں تعیین مدت کے قائل نہ تھے حالانکہ صحیح حدیث میں تعیین آ چکی ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ و ابن عباسؓ اس عورت حاملہ کی نسبت جس کا خاوند فوت ہو جائے عدت دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار مہینے دس دن) سے جو دور ہوتی تجویز کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد تھا کہ جس عورت کا بلا زفاف خاوند مر جاوے اور مہر مقرر ہو، اس کو مہر لینا نہیں آتا، حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو پورا مہر دلایا ہے اور یہ باب (مخفیات صحابہ) فراخ ہے۔ اور جو اس قسم کی باتیں صحابہ کے سوا اور لوگوں سے منقول ہیں وہ شمار سے بڑھ کر ہیں۔ پس جب امت کے زیادہ جاننے والے اور بڑے مجتہدوں پر بعض احادیث مخفی رہیں تو ان کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیے جو ان کے بعد ہوئے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ سبھی حدیثیں اماموں کو یا کسی خاص امام کو پہنچ گئی ہیں تو اس نے سخت خطا کی۔ ابو عمرو ابن عبدالبر نے کہا ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس پر آنحضرت ﷺ کی بعض حدیثیں مخفی نہ رہی ہوں اور یہ حدیثوں کے دفتر (کتابیں) گذر جانے آئمہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں اور ان میں بھی سب حدیثوں کا منحصر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہوں اس کو سبھی کچھ، جو ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں ہے، یاد ہوتا ہے۔ اور متقدمین کے دفتر تو ان کے سینے ہی تھے اور وہ خوب جاننے والے تھے۔ ازانجملہ یہ سبب ہے کہ حدیث تو کسی شخص کو پہنچی مگر بسند صحیح نہ پہنچی۔ سند صحیح سے وہ کسی اور کو پہنچی۔ وہ حدیث اسی شخص کے حق میں لائق سند ہے جس کو سند صحیح سے پہنچے، نہ اس کے حق میں جس کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اسی واسطے بہت سے اماموں نے بعض احادیث کے ماننے کو صحیح ہونے کی شرط پر معلق کیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں مسئلہ میں ہمارا یہ قول ہے اور اس کے خلاف میں حدیث مروی ہے (جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے) اگر یہ حدیث ثابت ہوجاوے تو یہی ہمارا قول ہے۔ اس کی مثالیں نہایت کثرت سے ہیں۔

اور ابن قیم نے کہا ہے کہ اختلاف کے بہت سے اسباب ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو ضعیف سمجھتا ہے دوسرا اس کو ثقہ خیال کرتا ہے ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو عادل کی حدیث میں شرط لگاتا ہے جو دوسرا نہیں لگاتا۔ ازانجملہ یہ کہ وہ معنی حدیث کو نہیں جانتا، یا تو اس لئے کہ اس حدیث کے الفاظ اس کے نزدیک کم استعمال ہیں یا اس لئے کہ وہ مشترک المعنی یا مجمل ہے۔ یا یہ کہ وہ ظاہری معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر محمول ہونے کے متحمل ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ کسی حدیث کو عام جان کر اس میں کسی خاص فرد کے داخل ہونے کا یقین نہیں رکھتا۔ یا تو اس لئے کہ وہ اس فرد کی حقیقت اور بقیہ افراد سے اس کی مماثلت و مشابہت کا علم نہیں رکھتا یا اس لئے کہ وہ اس میں اپنے دل میں شبہ رکھتا ہے یا اس کو کسی وجہ خصوصیت سے حکم عام سے خارج کرتا ہے اور ازانجملہ یہ کہ وہ اس حدیث کو جو عام نہیں ہے، عام سمجھتا ہے یا اس حدیث کو جو مقید ہے، مطلق خیال کرتا ہے اور اس کی قید سے غافل ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ لفظ حدیث کا حکم متنازعہ فیہ پر دلالت کرنا نہیں مانتا، یا تو اس لئے کہ اس کے عرف شرع میں معنی نہیں جانتا اس لئے خلاف معنی پر محمول کرتا ہے یا یہ کہ عرف شرح میں اس حدیث کے دو معنی ہیں وہ اس حدیث سے ایک معنی لیتا ہے، دوسرا دوسرے معنی۔ یا وہ حدیث خاص کو عام سمجھتا ہے یا عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے اور مقید کو مطلق۔ اور ازانجملہ یہ کہ اس حدیث کے معارضہ (مقابلہ) میں اور حدیث اس کے مساوی یا اس سے زیادہ قوی پائی جاتی ہے۔ اور تعارض کے کئی اقسام ہیں۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ حق بات کو لے لیتا ہے جہاں کہیں ہو اور جس کے پاس ہو، اور ناحق کو رد کرتا ہے خواہ وہ کیسے شخص کے ساتھ ہو۔ ایسا شخص تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہے اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہے اور سب سے زیادہ راست گو۔ ایسے لوگ باہم اختلاف بھی کرتے ہیں تو ان کا اختلاف رحمت ہے اور ہدایت اور یہ اختلاف کرنا ایک دوسرے کو اپنی رائے سے جس کو اپنے نزدیک صواب سمجھتا ہے اطلاع دیتا ہے۔ پس اگر ان سبھی مختلف آراء کا آپس میں مقابلہ کیا جاوے اور ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب کو کتاب اللہ وسنت رسول پر پیش کیا جاوے اور اپنی نظر کو جو ان آراء لگاتے ہیں تعصب اور حمیت و پاسداری سے مجرد کریں اور اپنی وسعت اور قصد طاعت خدا اور رسول کو پورا خرچ کریں تو ان اقوال و آراء سے جو صواب اور جو قریب صواب ہے کم مخفی رہے۔ اس قسم کا اختلاف آپس میں عداوت پیدا نہیں کرتا اور نہ کلمۃ الاسلام میں تفرقہ و پراگندگی بہم پہنچاتا ہے۔

میں (محمد حیات) کہتا ہوں کہ جب کہ (سب کا) معبود، عبادت کا حکم دینے والہ ایک ہے اور رسول (دین اسلام لانے والہ) ایک ہے اور دین (اسلام) ایک، اور یہ سبھی علماء اتباع دین کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے قصور نہیں کرتے اور ہر ایک کے لئے فضائل و کمالات حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے، پھر ایک شخص کے لئے تعصب کرنا اور اسی قول پر جمے رہنا کس لئے ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: کیا جو کچھ ابوحنیفہ نے کہا ہے، میں اسی کا قائل ہوں؟ (ایسی) تقلید (ایک شخص کی ہر بات میں) تو وہی کرتا ہے جو متعصب یا بے سمجھ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ طحاوی کا مصر میں اڑ گیا اور ضرب المثل ہوا۔ اور مذہب مجتہد وہ ہوتا ہے جو اس نے کہا پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ اور ایک مجتہد سے دو قول مختلف کا سرزد ہونا بجز اس کے کہ وہ ایک قول سے رجوع کرے، ممکن نہیں مگر اس صورت میں کہ ان دونوں میں اس کو تردد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد نے پہلے ایک قول کہا ہو، پھر اس سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا ہو پھر اس قول سے پہلے قول کی طرف رجوع کیا ہو، اس کی مثال مجھے اقوال مجتہدین سے کوئی معلوم نہیں اور کسی امام کے شاگرد اور رفیق اس کے سبھی مذہب کو نہیں جانتے اور یہ امر ظاہر ہے۔

آئمہ مذاہب کے شاگردوں کے باہمی اختلاف کا غالبًا یہ سبب ہوا ہے کہ بعض شاگردوں نے امام کا مذہب اس قول کو جانا جس کو دوسرے نے نہ مانا اور بعض نے امام کے پہلے قول کو جس سے امام نے رجوع کیا تھا۔ امام کا مذہب سمجھ لیا اور اسی پر فتوی دیا۔ اور دوسرے قول کو (جس کی طرف رجوع کیا تھا) معلوم نہ کیا۔ اور بعضوں نے امام کا کوئی قول نہ پایا بلکہ امام کے اقوال و مسائل پر قیاس کر کے اسی قیاس کو مذہب امام قرار دیا اور دوسرے شاگردوں نے اس قیاس میں خلاف کیا۔ پس کبھی یہ صواب کو پہنچا، کبھی وہ مصیب ہوا۔ اور بسا اوقات قول امام کے معنی سمجھنے میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف کا دروازہ نہایت فراخ ہے اور یہ نہیں ہے کہ جو بات کوئی امام کے قول سے نکال لے وہی امام کا مذہب بن جائے۔ بلکہ کبھی وہ استنباطی بات مذہب امام کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف پڑتی ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ جو اقوال و مسائل امام کے اقوال سے نکالے گئے ہیں۔ ان اقوال کو امام کی طرف منسوب کیا جاوے اور ان کو یقیناً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال و مذاہب امام ٹھہرایا جاوے، کیونکہ احتمال ہے کہ اگر ان اقوال کو امام کے سامنے پیش کیا جاتا تو بعض اقوال کو امام قبول کرتا اور بعض اقوال کو رد کر دیتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ جو مسائل مجتہدوں نے آنحضرت ﷺ کے اقوال سے استنباط کئے ہیں اور ان کو قطعاً آنحضرت ﷺ کے اقوال نہیں مانا جاتا۔ تاہم ان کا شریعت ہونا بھی محتمل ہے۔ ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنہ میں کہا ہے کہ تو دو جماعتوں مختلف مذاہب یا دو شخصوں میں سے ایک کو ایسا پاوے گا کہ وہ اس علمی بات کو جس کی خود خبر دیتا ہے جھوٹ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو دوسری جماعت یا دوسرا شخص حق سنادے خواہ وہ خبر (حدیث واثر) سے معلوم ہوا ہو یا نظر (فکر و قیاس) سے اس کو قبول نہیں کرتا جو اپنا فریق عقلی یا نقلی بات کہے اس کو مانتا ہے اور جو دوسرا فرقہ کہے اس کو رد کرتا ہے۔ کلام ابن تیمیہ تمام ہوا۔ مصنف ایقاف کہتا ہے کہ یہ بات اہل مذاہب کے پیروان خصوصاً ہمارے زمانہ (۱۱۶۳ھ) میں بہت ہے۔ ان کو تم دیکھو گے کہ وہ بجز اس بات کے جو اپنے مذاہب والوں سے منقول پاویں گے خواہ وہ قول امام ہو خواہ نہ ہو اور کسی بات پر اعتماد نہ کریں گے

فائدہ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مسائل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں آئمہ کے اقوال سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ اسی طور پر کہ بعض پیرو آئمہ کے اکثر مسائل امام کو ایک قانون کی طرف رجوع ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ اس قانون کو ان مسائل اور ان کے نظائر و امثال کیلئے اصول قرار دیتے ہیں وعلی ہذا القیاس۔ پھر کبھی پچھلا پیرو، پہلے کے موافق ہوتا ہے اور کبھی مخالف اور کبھی اس کی تقلید کر لیتا ہے اور کبھی پہلا مصیب ہوتا ہے اور کبھی پچھلا صواب پر پہنچتا ہے اور اختلاف میں انصاف کرنا بہترین اوصاف ہے اور اتفاق کی طرف رجوع کرنا افتراق سے بہتر ہے اور خدا تعالیٰ حق وصواب کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف سب کا بازگشت

و صلّی اللّٰہ علی محمّد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افکار ولی اللہ

اسی فکر کو آگے بڑھاتے ہوئے ہندوستان میں جناب شاہ ولی اللہ نے متعدد تصانیف میں بحث کی ہے۔ یہاں ان کی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے ایک عبارت نقل کی جاتی ہے:

و عن شریح انّ عمر بن الخطاب کتب الیه ان جاء ك شیء فی کتاب اللّٰه فاقض به ، و لا یلفتک عنه الرّجال ، فان جاء ك ما لیس فی کتاب اللّٰه فانظر سنّة رسول اللّٰه ﷺ، فاقض بها، فان جاء ك ما لیس فی کتاب اللّٰه ولم یکن فیه سنّة رسول اللّٰه ﷺ ، فانظر ما اجتمع علیه النّاس ، فخذه ، فان جاء ك ما لیس فی کتاب اللّٰه ، و لم یکن فی سنّة رسول اللّٰه ﷺ و لم یتکلّم فیه ا حد قبلک ، فاختر ایّ الامرین شئت ان شئت ان تجتهدبرأیک ثمّ تقدم ، فتقدم۔ وان شئت تتأ خر ولا ارى التّاخر الّا خیراً لک۔

و عن عبد اللّٰه بن مسعود قال : اتی علینا زمان لسنا نقضی و لسنا هنا لک ، و انّ اللّٰه قد قدر من الامر ان قد بلغنا ما ترون ، فمن عرض له قضاء بعد الیوم فلیقض فیه بما فی کتا ب اللّٰه عزّ وجل ، فان جاء ه ما لیس فی کتاب اللّٰه فلیقض بما قضی به رسول اللّٰه ﷺ ، فان جاء ه ما لیس فی کتاب اللّٰه ، و لم یقض به رسول اللّٰه ﷺ فلیقض بما قضی به الصّالحون و لا یقل انّی ا خاف و انّی ارى، فانّ الحرام بیّن والحلال بیّن، وبین ذلک امور مشتبهة۔فدع ما یریبک الی ما لا یریبک۔

و کان ابن عباس اذا سئل عن الامر فان کان فی القرآن ا خبر به ، و ان لم یکن فی القرآن و کان عن رسول اللّٰه ﷺ اخبر به ، و ان لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکن فعن ابی و عمر ، فان لم یکن قال فیه برأیه ۔ عن ابن عباس اما تخافو ن ان تعذبوا ، او یخسف بکم ان تقولوا قال رسول اللّه ﷺ و قال فلا ن ۔

عن قتاده قالَ: حد یث ابن سیرین رجلاً بحدیث عن النّبیّ ﷺ فقال الرّجل : قال فلان : کذا و کذا ، فقال ابن سیرین احد ثک عن النّبیّ ﷺ و تقول قال فلاں کذا و کذا ۔

عن الاوزاعی قال : کتب عمر بن عبد العزیز انّه لا رأی لاحد فی کتاب اللّه و انّما رأی ا لآئمة فیما لم ینزل فیه کتاب ، و لم تمض فیه سنّة من رسول اللّه ﷺ ، ولا رأی لاحد فی سنّة سنّها رسول اللّه ﷺ ۔

عن الاعمش قال : کان ابرا هیم یقول: یقوم (ای المقتدی عن یسار ا لا مام) عن یساره ، فحدثته عن سمیع الزیات عن ابن عباس انّ النّبیّ ﷺ اقامه عن یمینه ، فاخذ به عن الشعبی ، جاء ه رجل یسأله عن شیء فقال : کان ابن مسعود یقول فیه کذا و کذا قال : اخبرنی انت برأیک ، فقال الا تعجبون من هذا اخبرته عن ابن مسعود ، و یسألنی عن رأیی ، و دینیی عندی آثر من ذلک ، و اللّه لان اتغنی باغنیة (ا غنیة واحدة الاغا نی) احب الیّ من ان اخبرك برأیی ۔ ا خر ج هذه الآ ثار کلّها الدارمی۔

و اخرج التّرمذی عن ابی السّائب قال : کنّا عند وکیع ، فقال لرجل ممن ینظر فی الرأ ی: أشعر رسول اللّه ، و یقول ابو حنیفه: هو مثله؟ قال الرجل فانّه قد روی عن ابرا هیم النّخعی انّه قال : الاشعار مثلة ۔ (الاشعار ان یّضرب فی صفحة سنام الهدی من الجانب الایمن بحدیدة حتی یتلطخ بالدم ظاهراً۔ و المثلة جدع الانف و الاذن او الذ کر او شیء من الاطرا ف و انّما کر ه الاشعار عند ابی حنیفه اذاکان علی و جه یخاف منه هلاك الهدی و الّا فهو سنّة) قال : رأیت وکیعاً غضب غضباً شدیداً و قال : اقول لک : قال رسول اللّه ﷺ ، و تقول : قال ابراهیم ، ما احقک بان تحبس ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثم لا تخرج حتی تنزع عن قولک هذا۔

و عن عبد اللّٰه بن عباس و عطاء و مجاهد و مالک بن انس انّهم کانوا یقولون : ما من احدٍ الّا و هو ماخوذ من کلامه و مردود علیه الّا رسول اللّٰه ﷺ۔

و بالجملة فلما مهدوا الفقه علی هذه القواعد ، فلم تکن مسألة من المسائل الّتی تکلّم فیها من قبلهم والّتی وقعت فی زمانهم الّا وجدوا فیها حدیثاً مرفوعاً متصلاً او مرسلاً او موقوفاً صحیحاً او حسناً او صالحاً للاعتبار ، او وجدوا اثراً من آثار الشیخین او سائر الخلفاء و قضاة الامصار و فقهاء البلدان ، او استنباطاً من عموم او ایماء او اقتضاء ، فیسر اللّٰه لهم العمل بالسّنّة علی هذا الوجه

و کان اعظمهم شاناً و اوسعهم روایة و اعرفهم للحدیث مرتبة و اعمقهم فقهاً احمد بن محمد بن حنبل، ثمّ اسحاق بن راهویه، وکان ترتیب الفقه علی هذا الوجه یتوقف علی جمع شیء کثیر من الاحادیث و الآثار حتّی سئل احمد یکفی الرّجل مأة الف حدیث حتی یفتی ؟ قال : لا۔ حتی قیل خمس مأة الف حدیث قال : ارجوا کذا فی غایة المنتهی و مراده الافتاء علی هذا الاصل۔

ثم انشأ اللّٰه تعالی قرناً آخر ، فرأوا اصحابهم قد کفوا مؤنة جمع الاحادیث ونمهید الفقه علی اصلهم، فتفرغوا لفنون اخری : کتمییز الحدیث الصحیح المجمع علیه بین کبراء اهل الحدیث کزید بن هارون و یحی بن سعید القطان و احمد و اسحاق و اضرابهم ، و کجمع احادیث الفقه الّتی بنی علیها فقهاء الامصار و علماء البلدان مذاهبهم ، و کالحکم علی کل حدیث بما یستحقه ، کالشاذة و الفاذة من الاحادیث الّتی لم یرووها ، او طرقها الّتی لم یخرجوا من جهتها الاوائل ممّا فیه اتصال او علو سند او روایة فقیه عن فقیه او حافظ عن حافظ ، و نحو ذلک من المطالب العلمیة ، وهؤلاء هم :

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البخاری و مسلم، و ابو دا ئود، و عبد بن حمید، و الدارمی، و ابن ماجه ، و ابو یعلی ، و الترمذی ، و النسا ئی ، و الدا رقطنی ، و الحا کم ، و البهیقی ، و الخطیب، و الدیلمی ، و ابن عبد البر و امثا لهم ۔

و کان اوسعهم علماً عندی و انفعهم تصنیفاً و اشهرهم ذکراً رجال اربعة متقار بو ن فی العصر:

اوّلهم: ابو عبداللّه البخاری وکان غرضه تجرید الاحادیث الصحاح المستفیضة المتّصلة من غیرها، واستنباط الفقه والسّیرة و التّفسیر منها، فصنّف جامعه الصحیح ، و وفّی بما شرط ، و بلغنا انّ ر جلاً مّن الصّالحین رأی رسول اللّه ﷺ فی منامه و هو یقول : مالک اشتغلت بفقه محمد بن ادریس و ترکت کتابی، قال : یا رسول اللّه و ما کتا بک ؟ قال : صحیح البخاری۔ و العمری انّه نال من الشّهرة و القبول درجة لا یرا م فوقها ۔

و ثانیهم : مسلم النیسابوری، توخی (قصد) تجرید الصحاح المجمع علیها بین المحدّ ثین المتّصلة المرفوعة ممّا یستنبط منه السنّة ، و اراد تقریبها الی الاذهان و تسهیل الاستنباط منها، فرتب ترتیباً جیداً ، و جمع طرق کل حدیث فی موضع وا حد ؛ لیتضح اختلاف المتون ، و تشعب الاسانید اصرح ما یکون و جمع بین المختلفات فلم یدع لمن له معرفة لسان اعرب عذراً فی الاعرا ض عن السنّة الی غیر ها،

و ثالثهم: ابو دا ؤد السجستانی ، و کان همّته جمع الاحادیث الّتی استدلّ بها الفقهاء و دارت فیهم ، و بنی علیها الاحکام علماء الامصار ، فصنّف سننه ، و جمع فیها الصّحا ح و الحسن و ا للّین و الصا لح للعمل ۔

قال ابو دا ؤد: ما ذکر ت فی کتابی حد یثاً اجمع النّاس علی ترکه ، و ما کان منها ضعیفاً صرح بضعفه ، و ما کان فیه علّة بیّنها بوجه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعرفه الخائض فی هذا الشان ، و ترجم علی کل حدث بما قد استنبط منه عالم ۔ و ذهب الیه ذا هب ، و لذلک صرّح الغزا لی وغیره بان کتا به کاف للمجتهد۔

و را بعهم: ابو عیسی الترمذی ، و کأنه استحسن طریقة الشیخین حیث بیّنا و ما أبهما، و طریقة ابی دا ؤد حیث جمع کل ما ذهب الیه ذاهب ، فجمع کلتا الطریقتین و زاد علیهما بیان مذاهب الصحابة و التابعین و فقهاء الامصار فجمع کتاباً جامعاً واختصر طرق الحدیث اختصاراً لطیفاً ، فذکر واحداً ، و أومأ الی ما عداه ، و بیّن امر کلّ حد یث من انّه صحیح او حسن او ضعیف او منکر ، و بیّن وجه الضّعف، لیکون الطالب علی بصیرة من امره، فیعرف ما یصلح للاعتبار عمّا دونه ، و ذکر انّه مستفیض او غریب ، و ذکر مذاهب الصّحابة و فقهاء الامصار ، و سمّی من یحتاج الی التّسمیة و کنی من یحتاج الی الکنیة ۔ و لم یدع خفاء لمن هو من رجال العلم، و لذلک یقال : انّه کا ف للمجتهد مغنٍ للمقلد۔

و کان بازاء هؤلاء فی عصر مالک وسفیان، و بعد هم قوم لا یکرهون المسائل ، و لا یهابون الفتیا و یقولون: علی الفقه بناء الدّین ، فلا بدّ من اشاعته ، و یهابون روا یة حد یث رسول اللّه ﷺ و الرفع الیه حتی قال الشعبی : علی من دون النّبیّ ا حبّ الینا ، فان کان فیه زیادة او نقصان کان علی من دون النّبیّ ﷺ ۔

و قال ابراهیم اقول : قال عبد اللّه ، و قال علقة : ا حبّ الینا،

و کان ابن مسعود اذا حدث عن رسول اللّه ﷺ تربد(ای تغیر) وجهه و قال : هکذا او نحو هکذا و نحوه ۔

و قال عمر حین بعث رهطاً من الانصار الی الکوفة : انکم تأتون الکوفة ، فتأتو ن قوماً لهم أزیز (ای صوت بالبکاء) بالقرآن فیاتونکم فیقولون : قدم اصحاب محمد ﷺ قدم اصحاب محمد ﷺ ، فیاتونکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیسألو نکم عن الحد یث فأقلوا الرّوایة عن رسول اللّه ﷺ۔
قال ابن عون: کان الشعبی اذا جاء ہ شئی اتقی، وکا ن ابراھیم یقول و یقول: اخر ج ھذہ الآ ثار الدار می۔
فو قع تد وین الحدیث الفقه و المسا ئل من حاجتھم بموقع من وجه آخر و ذلک انه لم یکن عند ھم من ا لاحادیث و الآثار ما یقدرون به علی استنباط الفقه علی الاصول الّتی اختارھا اھل الحد یث، و لم تنشر ح صدورھم للنّظر فی اقوال علماء البلدا ن و جمعھا والبحث عنھا، و اتھموا انفسھم فی ذلک، وکانوا اعتقدوا فی آ ئمتھم انّھم فی الدرجة العلیا من التحقیق،وکان قلوبھم أمیل شئی الی اصحابھم کما قال علقمة: ھل ا حد منھم اثبت من عبد اللّه؟ و قال ابو حنیفه: ابراھیم افقه من سالم، و لولا فضل الصحبة لقلت: علقمه افقه من ابن عمر۔
و کان عند ھم من الفطانة و الحد س و سرعة انتقال الذ ھن من شئی الی شیء ما یقدرون به علی تخریج جواب المسائل علی اقوال اصحابھم: و کل میسر لما خلق له؛ و قو له تعا لی: کل حز بٍ بما لدیھم فر حون۔ (الرو م: ۳۲)
فمھدوا الفقه علی قاعدة التخر یج، و ذلک ان یحفظ کل ا حد کتاب من ھولسان اصحابه و اعرفھم باقوال القوم واصحھم نظراً فی الترجیح، فلیتأمّل فی کلّ مسألة وجه الحکم، فکلّما سئل عن شیء، او احتا ج الی شیء رأی فیما یحفظه من تصریحا ت اصحا به، فان وجد الجوا ب فیھا، و الا نظر الی عمموم کلامھم، فاجراہ علی ھذہ الصّورة، او اشارة ضمنیة لکلام، فاستنبط منھا۔
و ر بما کان لبعض الکلام ایماء او اقتضاء یفھم المقصود
و ربما کان للمسألة المصرح بھا نظیر یحمل علیھا۔
و ربما نظروا فی علة الحکم المصرح به بالتخر یج او بالیسر و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحذ ف ،فاداروا حكمه على غير المصرح به ۔

و ربما كان له كلامان لو اجتمعا على هيأة القياس الاقترانى او الشر طى انتجا جواب المسألة

و ربما كان فى كلامهم ما هو معلوم بالمثال والقسمة غير معلوم بالحد الجامع المانع ، فيرجعون الى اهل اللسا ن ، و يتكلّفو ن، فى تحصيل ذا تياته ، و ترتيب حد جامع مانع له ، و ضبط مبهمه و تميز مشكله ۔

و ربما كان كلامهم محتملاً بوجهين، فينظرون فى ترجيح احد المحتملين ، و ربما يكو ن تقريب الدلا ئل خفياً ، فيبينون ذلک۔

و ربما استدلّ بعض المخر جين من فعل آ ئمتهم و سكوتهم و نحو ذلک

فهذا هو التخر يج و يقال له القول المخر ج لفلان كذا ، و يقال على مذهب فلان ، او على اصل فلان ، او على قول فلان جواب المسألة كذا و كذا ۔ و يقال لهؤلاء : المجتهدون فى المذهب ، و عنى هذا الاجتهاد على هذا الاصل من قال من حفظ المبسوط كان مجتهداً ۔ اى و ان لم يكن له علم بروا ية اصلاً ، ولا بحد يث واحد فوقع التخر يج فى كل مذ هب ، و كثر ، فأى مذ هب كان اصحابه مشهورين و سّد اليهم القضاء والافتاء ، و اشتهرت تصانيفهم فى النّاس ، و درسوا درساً ظاهراً انتشر فى اقطار الارض ، و لم يزل ينتشر كل حين ۔ و اى مذهب كان اصحابه خاملين ، و لم يولوا القضاء والافتاء و لم ير غب فيهم الناس اندرس بعد حين ۔ (حجة الله البا لغه ج ۱ ص ۲۷۸۔ ۲۸۳)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ): اور قاضی شریحؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے انہیں تحریر کیا تھا کہ قرآن مجید میں سے جو حکم تم کو معلوم ہو تو اس کے موافق فیصلہ کرنا، ایسا نہ ہو کہ لوگ تم کو ایسا کرنے سے باز رکھیں، اور اگر ایسا مسئلہ پیش ہو جس کا حکم قرآن مجید میں نہ ملے تو حدیث کو تلاش کر کے اس کے موافق فیصلہ کرنا اور اگر کوئی حدیث نہ ہو تو پھر اتفاقی بات کو دیکھ جس پر اکثر لوگ متفق ہوں اس کو لے۔ اور اگر ایسی بات ہو جس میں کسی نے کچھ نہ کہا ہو، تو پھر خواہ اس کو اپنی رائے سے فیصلہ کر۔ خواہ اس میں ساکت رہ۔ اور سکوت تیرے حق میں مفید اور بہتر ہے۔

اور حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ پہلے ہم ایسے زمانہ میں تھے کبھی ہم کو فیصلہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی اور نہ ہم اس کے لائق تھے، اب تقدیر سے یہ وقت آپہنچا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ سو اب جس کو کوئی مقدمہ پیش آوے وہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرے اور جس امر کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو، اس میں حدیث کے موافق فیصلہ کرے۔ اور اگر حدیث بھی نہ ملے تو پہلے صالحین کے فیصلہ کے موافق کرے۔ اور اپنی رائے و قیاس سے کچھ نہ کہے، کیونکہ حرام ظاہر ہے اور حلال بھی ظاہر ہے اور دونوں کے بیچ میں شبہ کی چیزیں ہیں۔ پس جس میں شبہ ہو، اسے چھوڑ دے اور جو بلاشبہ ہو، اسے لے لے۔

اور جب کوئی ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھتا تو اگر آپ وہ مسئلہ قرآن میں پاتے تو بیان فرماتے اور اگر قرآن میں نہ پاتے تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھ سناتے اور اگر حدیث بھی نہ ملتی تو حضرت ابوبکر یا عمر کا قول نقل کرتے۔ اگر یہ بھی نہ پاتے تو پھر اپنی رائے سے بیان فرماتے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ تمہیں اس میں خوف نہیں آتا جو تم کہتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا اور (اس کے مخالف) فلاں کا یہ قول ہے۔

قتادہؒ نے کہا کہ ابن سیرینؒ نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی اور دوسرے نے کسی کا قول بیان کیا تو ابن سیرین نے کہا میں تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سناتا ہوں اور تو کہتا ہے کہ فلاں کا یہ قول ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا کہ جو امر کتاب اللہ میں ہو، اس میں کسی کی رائے مقبول نہیں اور آئمہ کی رائے اس میں مقبول ہے جس میں کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا کوئی حکم نہ ہو۔

اعمشؒ نے کہا کہ ابراہیمؒ نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ مقتدی (جب کہ امام کے پیچھے تنہا ہو) امام کے بائیں طرف کھڑا ہو، اور جب میں نے سمیع کی زیارت کی تو حدیث سنائی کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس کو اپنی داہنی طرف کھڑا کیا تھا تو پھر انہوں نے اس حدیث کو لے لیا۔

اور شعبی کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے کو آیا تھا تو انہوں نے اس کے جواب میں ابن مسعود کا قول سنایا، اس نے کہا تم اپنی رائے سے بتاؤ، تو وہ حاضرین کو کہنے لگے کیا تم اس شخص سے متعجب نہیں ہوتے کہ میں ابن مسعود کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قول سنا تا ہوں اور یہ میری رائے پوچھتا ہے، میرا دین میرے اعتقاد میں اس (رائے سے فتوی دینے) سے مقدم ہے بخدا اگر میں دوسرے کے قول پر فتوی دینے سے مستغنی رہوں تو مجھے اس سے پیارا ہے کہ اپنی رائے سے کچھ کہوں۔ یہ تمام آثار دارمی نے اپنی کتاب میں نقل کئے ہیں۔

اور ترمذی نے روایت کی ہے کہ ہم وکیع کے پاس تھے جب اس نے اہل رائے میں سے ایک شخص کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا ہے اور ابو حنیفہ کہتے ہیں وہ مثلہ ہے (جیتے کا کان ناک کاٹنا)۔ اس شخص نے جواب دیا ،ابراہیم نخعی بھی کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے، تو ان پر وکیع نہایت غصہ سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا تا ہوں اور تو ابراہیم کا قول نقل کرتا ہے۔ پس تیری سزا یہی ہے کہ قید کیا جائے یہاں تک کہ اس قول سے باز نہ آوے۔

اور ابن عباس وعطا ومجاہد و مالک بن انس وغیرہ نے فرمایا ہے کہ سوائے آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جس کے قول کو اختیار اور ردّ نہ کرسکیں۔ حاصل یہ کہ جب انہوں نے فقہ کو ایسے قواعد پر بنایا تو ہر مسئلہ میں جو ان سے پہلے یا انکے زمانہ میں کہا گیا ہو، کوئی حدیث مرفوع متصل یا موقوف صحیح یا حسن یا ضعیف لائق عمل یا شیخین وغیرہ خلفاء کا اثر یا کسی مجتہد یا قاضی کا فیصلہ یا عموم وایماء نص کا استنباط (غرض کچھ نہ کچھ) ان کو مل جاتا تھا۔ اس وجہ سے ان کو حدیث پر عمل کرنا آسان ہوگیا۔ ان لوگوں میں عظیم الشان وکثیر الروایۃ اور بڑے محدث وفقیہ احمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ تھے۔

اور اس طور پر فقہ بنانا بہت سی جمعیت احادیث وآثار پر موقوف ہے۔ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ فتوی دینے کیلئے انسان کو ایک لاکھ حدیث کافی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں ہے... آخر کہا گیا کہ پانچ لاکھ کافی ہے؟ آپ بولے ہاں امید کرتا ہوں۔ ایسا ہی غایۃ المنتھی (کتاب کا نام ہے) میں بیان کیا گیا ہے۔ اس سے آپ کی مراد ان اصول وقواعد کے موافق فتوی دینا ہے جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ ان کے بعد خدا تعالی نے اور (محدث) لوگوں کو پیدا کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ہم سے پہلے محدثوں نے حدیث کو جمع کر دیا ہے اور قواعد اہلحدیث کے موافق فقہ کی بنا بھی قائم کر دی ہے تو انہوں نے اور علوم حدیث کیلئے فارغ ہو کر اہتمام کیا جیسے حدیث صحیح کو جس پر اکابر اہل حدیث (امثال یزید بن ہارون ویحی بن سعید واحمد بن حنبل واسحاق بن راہویہ) کا اتفاق ہو غیر سے علیحدہ وممتیز کرنا، اور ان احکامی وفقہی احادیث کو جن پر مجتہدین وفقہائے بلاد نے اپنے مذہب کی بنا قائم کی ہے اکٹھا کرنا، اور ہر ایک حدیث پر اس کے موافق حکم لگانا، اور شاذ ونادر حدیثوں کو، جن کو پہلوں نے روایت نہیں کیا یا ان کی خاص اسنادوں سے تعرض نہیں کیا، اور ان میں اتصال یا علو اسناد یا فقیہ کی فقیہ سے یا حافظ الحدیث کی حافظ الحدیث سے روایت پائی جاتی ہے یا ایسی ہی اور علمی مطلب ان کو بیان کرنا۔

وہ لوگ یہ آئمہ ہیں: بخاری، مسلم، ابو داؤد، عبد بن حمید، دارمی، ابن ماجہ، ابو یعلی، ترمذی، نسائی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دارقطنی، حاکم، بیہقی، خطیب بغدادی، دیلمی، ابن عبدالبر، اوران کے امثال واقران۔ان سب میں ہمارے خیال میں بڑے وسیع العلم اورتصنیف سے خلائق کے نفع رساں اورمشہور چاراشخاص ہیں جو باہم قریب زمانہ تھے:۔

اول امام ابوعبداللہ بخاری، ان کامقصود صحیح احادیث کو جومشہور اورمتصل اسانید ہوں، دیگر اقسام سے چھانٹنا اوران سے فقہ وسیرت وتفسیر کواستنباط کرنا تھا۔ پس انہوں نے اس مدعا کیلئے اپنی کتاب جامع صحیح (مشہورصحیح بخاری) بنائی اوراس میں اپنی وہ شرط پوری کر دکھائی۔ ہم کوخبر ملی ہے کہ ایک نیک آدمی نے آنحضرت ﷺ کوخواب میں دیکھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تجھے کیاہوا ہے تو محمد بن ادریس کی فقہ سے مشغول ہے اورمیری کتاب کوچھوڑ رہا ہے۔اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ کی کتاب کون سی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری کتاب صحیح بخاری ہے۔

مجھے اپنی عمر (دینے والے) کی قسم ہے صحیح بخاری نے وہ شہرت وقبولیت پائی ہے جس سے فوقیت نامتصور ہے۔

دوسرے امام مسلم نیشاپوری ہیں انہوں نے اتفاقی حدیثوں کو (جومتصل ومرفوع ہیں اوران سے احکام استنباط کئے جاتے ہیں) چھانٹنے کا قصدکیا اور احادیث کوقریب الفہم کرنا اوران سے استنباط کرنا اوران سے استنباط مسائل کو آسان کردینا چاہا۔ پس اپنی کتاب کوعمدہ ترتیب سے مرتب کیا اور ہرحدیث کی سبھی اسناد کوایک جگہ جمع کیا، تاکہ اس سے متون احادیث کا اختلاف اوران کی سندوں کا تعددصاف طور پرمعلوم ہو، اورمختلف حدیثوں کو باہم موافق کردیا تاکہ جسکو محاورہ عرب سے واقفیت ہواس کوحدیث سے دوسری طرف رجوع کرنے کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تیسرے امام ابوداؤد سجستانی ہیں۔ان کا قصد یہ تھا کہ ان احادیث کو جن سے فقہاء نے استدلال کیاہے اوروہ ان میں دائروسائر ہیں اوران پرعلماء دیار نے احکام کی بناڈالی ہے، یکجا کردیں۔ پس انہوں نے اپنی سنن (ابوداؤد) میں صحیح، حسن، ضعیف (جوعمل کے لائق ہو) جمع کردیں اورابوداؤد نے کہاہے کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسی حدیث کوئی واردنہیں کی جس کے متروک العمل ہونے پرسب کا اتفاق ہواوران احادیث کوجوضعیف ہیں ضعیف بتادیاہے اورجس میں کوئی علت قادح صحت ہے اس کوایسے طور سے بیان کردیاہے کہ جس کواس فن میں غورکرنے والے پہچانتے ہیں۔ ہرحدیث کا ترجمۃ الباب وہ مسئلہ مقرر کیاہے جوکسی نہ کسی نے اس حدیث سے استنباط کیاہے اورکسی نہ کسی کا وہ مذہب ہے،۔اسی نظر سے امام غزالی نے فرمایاہے کہ اس کی کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

چوتھے امام ابوعیسی ترمذی ہیں۔انہوں نے شیخین (بخاری ومسلم) کے طریق کو پسند واختیار کیا کہ جوکچھ وارد کیا اس کا حال بیان کردیا، مبہم نہ چھوڑا اورطریق ابوداؤد کوبھی لے لیاہے کہ ہرمسئلہ اور ہرحدیث کوجس کا کوئی قائل ومتمسک ہوا ہے جمع کردیا۔اس طرفہ پر یہ طرہ بڑھادیا کہ مذہب صحابہ وتابعین اورمجتہدین کوبھی ذکرکردیا۔ پس کتاب جامع (ترمذی) تصنیف کی اس میں احادیث کی سندوں کو باختصار وارد کیا، ایک اسناد کو پورا بیان کردیا باقی کومختصراً واشارۃً۔ اور ہرحدیث کا حال بیان کردیا کہ وہ صحیح ہے یاحسن یاضعیف ہے یامنکر، اوروجہ ضعف کوبھی ساتھ ہی بیان کردیا تاکہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طالب حدیث کو بصیرت حاصل ہو اور وہ لائق اعتبار کو غیر لائق سے تمیز کرے۔ اور جس راوی کے نام جاننے کی ضرورت تھی، ان کا نام بتا دیا۔ اور جس کی کنیت جاننے کی حاجت تھی اسکی کنیت بتا دی۔ اور کسی طرح کا خفا اہل علم کیلئے باقی نہ رہنے دیا۔ اسی نظر سے اس کتاب کے حق میں کہا گیا ہے کہ وہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے تقلید سے مغنی۔

اور ان لوگوں کے مقابلہ میں امام مالک اور سفیان کے زمانہ میں اور ان کے بعد ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جو استنباط (اجتہادی) مسائل بتانے میں اور فتوی دینے سے نہ ڈرتے اور یہ خیال کرتے کہ دین کی بنا فقہ (واجتہاد) پر ہے اس کی اشاعت ضرور چاہیے اور آنحضرت ﷺ سے حدیث روایت کرنے سے ڈرتے۔ شعبی کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ورے کسی اور کا قول بیان کرنا مجھے پسند ہے کیونکہ اس میں کمی بیشی بھی ہو جائے تو اسی پر ہوگی، نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی بات پر۔ ابراہیم کا قول ہے کہ میں جواب مسائل میں صرف یہ کہدوں کہ عبداللہ نے یوں کہا ہے، تو مجھے بہت پسند ہے۔ اور ابن مسعودؓ جب حدیث آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے تو آپ کا چہرہ (کمی بیشی ہوجانے کے خوف سے) متغیر ہو جاتا۔ اور یہ کہتے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا فرمایا ہے یا مثل اس کے اور کچھ۔ حضرت عمرؓ نے جب ایک جماعت انصار کو کوفہ میں بھیجا تو ان کو فرما دیا کہ تم کوفہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا آنا سن کر تمہارے پاس آویں گے اور آنحضرت ﷺ کی حدیثیں پوچھیں گے۔ پس آنحضرت ﷺ سے روایت حدیث کم کرنا (یعنی سوچ سمجھ کر کہ جو ٹھیک یاد ہووے، روایت کرنا، جو منہ میں آوے نہ کہدینا)۔ ابن عون نے کہا ہے جب شعبی کے پاس کوئی سوال آتا تو وہ ڈر جاتے۔ اس کے جواب میں یوں کہتے کہ ابراہیم کا قول اس میں یہ ہے۔ ان سب آثار کو دارمی نے روایت کیا ہے۔

پس حدیث اور فقہ کے مسائل کی تصنیف ان کی حاجت کے مطابق اور طور سے ہوئی جس کا بیان یہ ہے کہ ان کے پاس احادیث و آثار تو اس قدر نہ تھے جس سے وہ اہل حدیث کے اصول پر استنباط مسائل فقہ کر سکتے اور علماء کے اقوال میں نظر اور بحث کرنی انہوں نے پسند نہ کی۔ اس امر میں وہ اپنی نسبت بدگمان رہے اور اپنے آپ کو اس امر کے لائق نہ سمجھے اور اپنے آئمہ کے حق میں یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ بڑے عالی رتبہ تحقیق پر تھے اور ان کے دل ان کی طرف بہت مائل تھے۔ چنانچہ علقمہؒ نے کہا ہے کہ کیا ابن مسعودؓ سے کوئی زیادہ مضبوط ہے؟ ایسا ہی ابوحنیفہؒ نے ابراہیمؒ اور علقمہؒ کے حق میں کہا ہے کہ وہ بڑی سمجھ والے تھے (یہ تمثیل بنا بر تسلیم مشہور ہے اور درحقیقت یہ قول امام ابو حنیفہؒ سے بسند صحیح ثابت نہیں، چنانچہ ہمارے ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۱۸۷۷ء میں اس کی پوری تفصیل ہو چکی ہے، اسی نظر سے ہم نے اس قول کا ترجمہ پورا نہیں کیا۔ محمد حسین)۔ ہاں ان میں سمجھ اور تیزی طبع اور سرعت انتقال ذہنی اس قدر تھی کہ وہ اس سے اپنے اماموں کے اقوال سے جواب مسائل نکال لیتے تھے۔ پس انہوں نے اس قاعدہ تخریج (بات سے بات نکالنا) سے فقہ کی پٹڑی جمائی۔ تخریج کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے جو اقوال و مذاہب آئمہ سے خوب واقف ہو کر کتاب کو یاد کرے اور ہر مسئلہ میں حکم کی وجہ سوچ رکھے، پس جب کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو اگر اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں آئمہ کا صریح قول پایا تو اس کو جواب میں پڑھ سنایا۔نہیں تو کسی قول کے عموم کو دیکھا اس میں وہ مسئلہ داخل سمجھا، تو اس پر وہ حکم جاری کیا۔ اور اگر اس قول میں کوئی اشارہ پایا تو اس سے مسئلہ نکال لیا۔ اور بعض اقوال میں کچھ اقتضاء وایماء بھی پائی جاتی ہے جس سے مطلب کا سمجھنا ممکن ہوتا ہے اور بعض مسائل کی نظیر مل جاتی ہے جس پر وہ مسئلہ محمول ہوسکتا ہے۔ اور کبھی علماء آئمہ کے کسی صریح حکم سے علت نکالتے ہیں اور اس پر اس کی نظیر کو قیاس کرتے ہیں۔ اور بعض اماموں کے ایسے دو قول پائے جاتے ہیں جن کو بطور قیاس افترانی یا شرطی کے ملانے سے جواب مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اور کبھی مجتہد کے کلام میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو بطور مثال معلوم ہوتی ہیں انکی پوری حقیقت و تعریف مذکور نہیں ہوتی۔ پس اس مجتہد کے پیرو علماء ان باتوں کے جاننے میں محاورہ اہل زبان کی طرف رجوع کر کے اپنی طرف سے بہ تکلف ان کی حدیں وتعریفیں مقرر کرتے ہیں اور ان کی مثالوں کو قواعد کلیہ بنادیتے ہیں اور کبھی ان کے اقوال دو معنی کے محتمل ہوتے ہیں تو وہ لوگ ایک معنی کو ترجیح دیتے ہیں کبھی ان کے دلائل کا بیان وسیاق خفی ہوتا ہے تو وہ اس کو واضح کر دیتے ہیں اور بعض اوقات تخریج کرنے والے اپنے اماموں کے فعل وسکوت سے کوئی بات نکال لیتے ہیں۔ وعلی ہذا القیاس

تخریج اس فعل کا نام ہے اور اس بات کو جو نکالی جاتی ہے، قول مخرج (نکالی ہوئی بات) کہا جاتا ہے۔ اور اس کو یوں بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بات فلاں مجتہد کے مذہب یا قول یا اصول سے نکالی ہوئی ہے اور ان لوگوں کو جو ایسی بات نکالتے ہیں مجتہد فی المذہب کہا ہے

(یہ بھی ایک اصطلاح ہے اور جو ابن کمال پاشا نے مجتہدین کے سات طبقہ ٹھہرائے ہیں اور ازانجملہ مجتہد فی المذہب کو دوسرے طبقہ میں اور اہل تخریج کو چوتھے طبقہ میں شمار کیا ہے اور ہر ایک کو جداگانہ منصب دیا ہے وہ خاص اس کی اصطلاح ہے جس میں کوئی آئمہ سلف سے اس کا پیشوا نہیں ہے۔ علامہ ہارون حنفی نے کتاب ناظورۃ الحق میں ابن کمال پاشا کا پورا تعقب کیا ہے اور اس کی کلام کو نقل کر کے صاف فرمادیا ہے: بعید عن الصّحّة بمرا حل فضلاً عن حسنه فانّه تحکمات باردة و خیالات فارغة۔ الخ۔ اور محقق حنفی مولوی عبدالحی لکھنوی نے بھی اپنے بعض رسائل میں علامہ ہارون کا توافق کیا ہے اور ابن کمال پاشا کی تقسیم وتجویز کو رد کر دیا ہے۔ محمد حسین)۔ اسی طور پر اجتہاد کرنا اس شخص کے قول میں مراد ہے جس نے کہا ہے کہ جس نے کتاب مبسوط یاد کر لی وہ مجتہد ہے، یعنی اگر چہ اس کو ایک روایت حدیث کا بھی علم نہ ہو۔ اس طور سے تخریج سب مذاہب میں ہوچکی ہے پس جس مذہب کے لوگ مشہور ہوئے اور قضا وفتوی ان کے سپرد ہوئے اور ان کی تصنیفیں لوگوں میں مشہور ہوئیں وہ مذاہب اطراف زمین میں پھیل گئے اور جس مذہب کے لوگ گوشہ نشین وگم نام ہوئے نہ کہیں کے قاضی ہوئے نہ مفتی بنے اور لوگ ان کی طرف راغب نہ ہوئے وہ مذاہب ایک زمانہ کے بعد بے نشان ہوگئے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ضمیمہ نمبر ۱۰۔ ص ۶۵۔۷۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کے با ب حکا یۃ حال النّاس قبل المأۃ الرّا بعۃ و بعد ھا کی وہ عبارت ملا حظہ کریں جسے ہم مع تر جمہ تا ریخ اہل حد یث جلد اول کے صفحات ۱۲۷ تا ۱۳۴ پر نقل کر چکے ہیں ۔ ان عبارات پر تبصرہ کر تے ہو ئے ضمیمہ اشاعۃ السنہ جلد ا میں جناب محمد حسین بٹا لوی لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ کے اس کلام سے جو فوائد و نتا ئج مستفاد ہیں وہ خواص پر مخفی نہیں تا ہم عا مہ نا ظرین کیلئے ان کا بیان مناسب ہے ۔ وہ فوائد بہت ہیں، لیکن اس مقام میں آٹھ قواعد کے بیان پر اکتفا کیا جا تا ہے:

۱ ۔ صحا بہ کرام ، آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال پر عمل کر نے میں قواعد و مسائل فقہیہ کے پا بند نہ تھے، اور نہ آنحضرت ﷺ نے انکو یہ قواعد و مسائل بتا ئے ہیں ۔ (یہ قواعد وغیرہ بعد میں تجو یز ہو ئے ہیں) اس با ب میں ان کیلئے بجز اپنی سمجھ وطما نیت قلب کے اور کوئی دستور العمل نہ تھا۔

۲ ۔ بعض صحا بہ کا بعض ا حا دیث پر عمل کر نے نہ کر نے میں ایسے طور پر ا ختلاف ہوا ہے کہ اس اختلاف سے ان کو تا رک ا حا دیث نبوی و منکر نبی نہیں کہا جا سکتا ۔ اور نہ وہ اختلاف ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کا باعث ہوا ہے ۔

۳ ۔ ایسا ہی اختلاف تا بعین میں بعض ا حا دیث کے عمل و ترک میں ہوا ہے ۔

۴ ۔ مجتہدین کا بعض ا حا دیث کے عمل و ترک میں بھی اختلاف اسی قسم سے ہوا ہے ۔

۵ ۔ اہل حد یث و اہل الرا ئے کا با ہمی اختلاف بھی نیک نیتی سے ہوا ہے ۔ اہل حد یث نے جو آ راء رجال کو چھوڑ کر حد یث و آ ثار پر فتوے دینے کا التزام کیا ہے یہ ان کا کمال اتباع ہے ۔ اہل رائے نے جو حد یث پر فتوے دینے اور اس کے بیان سے تو قف کیا ہے اور بجائے اسکے اقوال و اجتہاد و سلف کو پیش کر نا یا ان اقوال سے بات نکال کر پیش کر نا مناسب سمجھا ہے ، یہ بھی نیک نیتی اور خدا پرستی سے خالی نہیں ہے اور بعض آ ثار سلف بھی اس روش کے موید ہیں ۔

۶ ۔ اہل حد یث نے علم و عمل بالحد یث کا پورا پورا سا مان بہم پہنچا دیا ہے اور تصنیف و تالیف و تصحیح و تضعیف و جرح و تعدیل و معا رضہ و تطبیق کا کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا، اور اہل رائے نے اپنے اصول کے مطا بق عمل کر نے کیلئے فقہ و مسائل اجتہادی کو جمع کر دیا ہے ۔ لہذا فریقین کو اپنے اپنے اصول پر بے تر دد عمل ممکن و میسر ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۷۔ صرف ایک مذہب کی تقلید محض چار سو برس بعد شروع ہوئی ہے۔ پہلی اور دوسری صدی میں تو اسکا نام ونشان بھی نہ تھا۔ تیسری صدی میں کچھ کچھ میلان مذاہب فقہ کی طرف شروع ہوا، تاہم چوتھی صدی تک خالص تقلید مذہب واحد کا رواج نہیں ہوا۔ چوتھی صدی کے بعد جو ہوا، سو ہوا۔

۸۔ چوتھی صدی کے بعد فریقین کے اکثر لوگ جادہ اعتدال سے خارج ہو گئے۔ نہ اہلحدیث اصول و روش اہل حدیث پر رہے، نہ اہل تقلید مجتہدین کے چال پر رہے۔ فریقین سے علوم کم ہو گئے اور بجائے اس کے نفسانی جھگڑے پھیل گئے۔

ان فوائد سے نتائج بھی بہت نکلتے ہیں، پر ازانجملہ اس مقام میں دو کا بیان ضروری ہے۔

اول یہ کہ جن باتوں کو ہمارے وقت کے اہل حدیث ناجائز اور دین اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (جیسے کسی حدیث کو کسی وجہ سے نہ ماننا، یا کسی عالم کے قول واجتہاد پر چلنا) وہ باتیں مطلقاً اور بہرحال ناجائز اور دین سے خارج نہیں بلکہ انہی صورتوں سے جن کا اثر و وجود زمانہ صحابہ میں پایا نہیں گیا اور جن باتوں کو ہمارے وقت کے اکثر مقلدین مذاہب ضروری جانتے ہیں (جیسے ہر مسئلہ میں کسی خاص عالم کی پیروی وتقلید کرنا، یا کسی حدیث پر بلاوساطت مجتہد مذہب عمل نہ کرنا) یہ باتیں ضروری نہیں۔ پہلی صدیوں میں ان باتوں کا نام نشان بھی نہ تھا، پھر ضروری ہونا کہاں؟

دوم (جو نتیجہ اول کی فرع ہے) یہ کہ اس وقت کے اکثر اشخاص فریقین (اہلحدیث واہل تقلید) اپنے اپنے اسلاف کی روش واصول سے ناواقف ہیں اور چوتھی صدی کے ضدی لوگوں کی روش پر ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے کو ان باتوں کے سبب برا جانتے ہیں جن باتوں سے برا جاننا ان کے اصول مذہب کا اقتضاء نہیں ہے۔ بناء علیہ میں فریقین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اپنے اپنے اسلاف کی روش اختیار کریں۔ میرے اہل حدیث بھائی صرف اردو مترجم کتب حدیث سے چند احادیث کا ترجمہ پڑھ یا سن کر، باوجودیکہ ان کو حدیث کے الفاظ تک پڑھنے نہیں آتے، ہر کسی کو بعض احادیث کے ترک عمل یا خلاف سے مشرک ومنکر حدیث نہ کہہ دیا کریں جب تک کہ اس حدیث کے متعلق امور ذیل کی تحقیق نہ کر لیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۔ وہ حدیث جس کا کوئی خلاف کرتا ہے صحیح بھی ہے یا نہیں ۔۲۔ اس حدیث کی صحت مخالف کے نزدیک بھی مسلّم ہے؟ یا اس میں اسکو کوئی محدثانہ جرح وکلام ہے ۔۳۔ اس کے معنی یقیناً وہی ہیں جو ہم سمجھتے ہیں یا اس میں اور معانی کا بھی احتمال ہے ۔۴۔ اس حدیث کا مخالف اس کے مقابلہ میں کسی اور حدیث ارجح یا مساوی سے متمسک ہے یا محض رائے اس کا متمسک ہے ۔

اور یہ سوچ لیں کہ بعض احادیث کا خلاف وترک عمل تو صحابہ وتابعین سے بھی ہوا ہے پھر ان کو مشرک ومنکر رسول نہیں سمجھا گیا، مبادا بعض مقلدین کا بعض احادیث کو ترک کرنا اسی قسم سے ہو اور انہی وجوہات سے ہو جو صحابہ وتابعین کے ترک عمل کے لئے بیان کی گئی ہیں ۔

اور میرے حنفی بھائی جو تالیفات متاخرین علماء (جن میں اقوال آئمہ مذاہب بھی صرف نام کو ہیں چہ جائے کہ ان کے مستندات کتاب وسنت سے بھی ان میں ہوں) پڑھ کر فقیہ بن بیٹھے ہیں، ان کتابوں یا اپنے آئمہ کے برخلاف حدیث پر عمل کرنے والوں کو دین و مذہب سے خارج نہ سمجھیں اور یہ سوچیں کہ اپنی سمجھ کے موافق حدیث پر عمل کرنا وہ کام ہے جو پہلی اور دوسری صدی کے لوگ عموماً اور تیسری اور چوتھی صدی کے اکثر لوگ کرتے چلے آئے ہیں اور اس کا خلاف خیر القرون میں پایا نہیں گیا۔ زمانہ صحابہ وتابعین بلکہ آئمہ مجتہدین میں کسی عامی یا عالم کو حکم نہیں ہوا کہ وہ کسی خاص شخص یا خاص کتاب کا پابند رہے اور کسی حدیث پر بلا مراجعت و وساطت مجتہد عمل نہ کرے ۔ پھر اس کام کے مرتکب دین سے خارج کیونکر ہو سکتے ہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحفة الموحدین

☆ اب ہم توحید وسنت کی اشاعت اور ردّ بدعات کی مہم کے دوران لکھی جانے والی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب تحفۃ الموحدین کا فارسی متن اور اردو ترجمہ نذر قارئین کرتے ہیں۔

فصل اول در ردّ بعض مغالطات

در دفع اقوال آنانکہ از کلام اللہ وکلام الرسول بحیلۂ اعراض مے کنند ودعوی مسلمانی مے نمانند۔ بیانش آنکہ بعضے مے گوئند کہ کلام اللہ وحدیث را آں کس بفہمد کہ علوم بسیار وکتب بیشمار خواندہ باشد وعلامہ زماں بود بجواب آنہا خدا تعالی مے فرماید

ھو الّذی بعث فی الامّیّین رسولاً منھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکیھم و یعلّمھم الکتا ب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مبین۔ (جمعہ)

اوست آنکہ برانگیخت درمیان ناخواندگان رسول از ہماں ناخواندگان کہ مے خواند بر ہماں ناخواندگان آیات خدا پاک مے کند ایشاں راو آموزد ایشاں را کتاب وتدبیرش یعنی رسول ہم ناخواندہ بود واصحاب کرامش نیز ناخواندہ چوں رسول اللہ ﷺ بر اصحاب آیات الٰہی خواندہ اصحاب آن ... از شرک وفساد پاک شدند۔ اگر ناخواندہ قرآن وحدیث را نے فہمد و استعداد شنے دارد صحابہ چگونہ از معایب پاک شدند، وائے بر قومے کہ دعوی، صدرہ فہمی وقاموس ، دانی مے کنند ودر فہم قرآن وحدیث خود را نادان محض مے نمایند وبعضے مے گویند کہ بایاں متاخرین ہستیم، برکت زبان رسول اللہ ﷺ کجا یابم وسلامت قلب صحابہ از کجا آریم کہ معنی قرآن وحدیث را دریابم؟ بجواب آنہا حق تعالی فرماید و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم۔ و ھو العزیز الحکیم۔ (الجمعہ:۳) اوہمیں است حال پسنیاں ناخواندگان را

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقتیکہ لاحق شوند با صحاب و اوست غالب با حکمت ۔ یعنی متاخراں خواندہ باشند یا نا خواندہ وقتیکہ مسلمان شوند وصد پیروی اصحاب نمایند وقرآن وحدیث رابشنوند برائے پاک گردیدن آنہا ہمیں قرآن وحدیث کفایت مے کند ونیز مے فرماید و لقد یسّرنا القرآن للذکر فھل من مّدّکرٍ (القمر :۱۷) وہر آئینہ آسان کردیم ما قرآن را برائے پند گرفتن ۔ پس آیا ہیچ پند گیرندہ است ۔ ایں چگونہ آسانی است کہ ۔ کافیہ خواناں وشافیہ داناں درفہم معانیش اظہار عجز نمے نمایند و بدویان عرب بہرو در مے شوند وعلاوہ ازینجا بجائے فرماید افلا یتدبّرون القرآن (محمد) آیا پس فکر نمے کنند قرآن را ۔ اگر آساں نیست پس دراں چگونہ عمل کردہ آید ام علی قلوب اقفالھا آیا بر دلہا قفل آں دلہا است ۔ یعنی باوجودیکہ بر دل قفل ندارند چہ گمراہی است کہ تبائل ہمت نمے گمارند ونیز احادیث رسول اللہ ﷺ سخنان روزمرہ و سہل وقریب ازفہم بودند کہ ہر اعرابی آں راشنیدہ بکار دینی ودنیوی برآں عمل مے نمود سوائے قال ویقول درا حادیث چیزے مشکل ترنیست کہ مرداں آں گراں می دانند وبسوئے آن التفات نمے کنند ۔ خصوصاً بایں زمانہ کہ موضوع از نا موضوع ممتاز گشت وقوی از ضعیف جدا شد ۔ وعلی حسب مدارج در کتب مدون گشت وبر ہر مطلبے علیحدہ علیحدہ باب وفصل مقرر نمودہ شد و تحقیق اینست کہ عجمی را دانستن ترجمہ اول ضرور است بعدہ اگر بر تمام لطائف ونکاتش اطلاع نمے تواں یافت ، از ادراک اوامر ونواہی ہم نمے توں گذشت وایں قدر برائے نجات در آخرت کفایت مے کند وبس

(فصل اول ان لوگوں کے اقوال کے رد میں ہے جو کسی نہ کسی حیلہ سے کتاب اللہ اور حدیث رسول خدا سے انکار کرتے اور منہ پھیرتے ہیں ، پھر اس پر مسلمانی کا دعوی کرتے ہیں ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو ۔ ان کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ھو الذی بعث فی الامّیین رسولاً مّنھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلالٍ مّبین ۔ خدا وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا، انہیں ان پڑھوں میں سے، پڑھتا ہے وہ پیغمبر ان ،انپڑھوں پر خدا کی آیتیں اوران کو گناہ کے میل سے پاک کرتا اور کتاب اوراس کی تدبیر سکھاتا ہے ۔

یعنی رسول خدا ﷺ بھی ان پڑھ اور آپ کے اصحاب بزرگوار بھی ان پڑھ تھے ۔ مگر جب رسول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خدا نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو وہ اِن کو سن کر ہر قسم کی برائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہو گئے۔ پس اگر نا خواندہ آدمی قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا، تو صحابہ برائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہو گئے۔ اس قوم پر سخت افسوس ہے جو صدرہ سمجھنے اور قاموس جاننے کا دعوی تو کرتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں، اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں۔ رسول خدا کے زمانہ کی برکت اور صحابہؓ کے دل کی سلامتِ قلب کہاں سے لائیں جو قرآن وحدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں۔ اِن کے جواب میں اللہ تعالی فرماتا ہے و آخرین منھم لمّا یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم۔ یعنی پچھلے ان پڑھوں کا حال ہے، جبکہ وہ اپنے یاروں سے ملیں اور وہ غالب حکمت والہ ہے۔ یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے ہوئے ہوں، یا ان پڑھ ہوں، مگر جب کہ وہ مسلمان ہوں اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں اور قرآن وحدیث کو سنیں تو انہیں بھی پاک کرنے کے لئے یہی قرآن وحدیث کافی ہوسکتی ہیں۔ اور فرماتا ہے و لقد یسّر نا القرآن للذکر فھل من مّدّکر۔ اور البتہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے واسطے آسان کر دیا، پس کیا کوئی نصیحت لینے والہ ہے؟ یہ کیونکر آسانی ہوسکتی ہے کہ کافیہ پڑھنے والے والے اور شافیہ جاننے والے تو اس کے معنی سمجھنے سے عجز ظاہر کرتے اور عرب کے جنگلی لوگ اس کی حقیقت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک جگہ یوں فرمایا ہے افلا یتد بّرون القرآن کہ قرآن میں کیوں نہیں فکر کرتے۔ پس اگر قرآن مجید آسان نہ ہو تو اس میں فکر کیوں کر کیا جائے۔ ام علی قلوبٍ اقفا لھا یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں یعنی باوجودیکہ دلوں پر قفل نہیں لگے ہوئے ہیں، پھر بھی کیسی گمراہی ہے کہ قرآن کے فکر میں زور نہیں لگاتے۔

اسی طرح رسول خدا ﷺ کی حدیثیں روزمرہ کی بول چال اور آسان اور قریب الفہم باتیں تھیں کہ جس جنگلی نے انہیں سنا فوراً دینی اور دنیوی کام میں ان پر عمل کیا۔ قال یقول کے علاوہ حدیث میں اور کوئی چیز بھی زیادہ مشکل نہیں جس کی طرف آدمی مشکل اور گراں جان کر توجہ نہیں کرتے۔ خاص کر اس زمانہ میں تو علم حدیث بہت ہی آسان ہو گیا ہے کہ موضوع حدیث نا موضوع سے ممتاز، اور قوی ضعیف سے جدا ہوگئی اور مراتب کے موافق کتابوں میں جمع کر دی گئی اور ہر مطلب کے واسطے جدا جدا باب اور فصلیں مقرر کی گئی ہیں۔ تحقیق مقام یہ ہے کہ غیر عربی شخص کو اول ترجمہ کا جاننا ضروری بات ہے۔ پھر اگر اس کے تمام لطائف ونکات پر اطلاع نہ پا سکے تو اس کے احکام ومنہیات کے دریافت کرنے سے بھی نہ گزرے اور اس قدر عالم آخرت میں نجات کے لئے کفایت کرتا ہے اور بس)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم در بیان حقیقت معجزہ وکرامت:

باید دانست کہ کرامت اولیائے حق است ومنکر آن از ایمان حلاوتے نہ دارد ۔خرق عادتیکہ از انبیاء ظاہر شود آنرا درعرف شرع معجزہ مے خوانند واگراز دیگر بزرگاں پدید آید کرامتش مے نامند، ومنشاء ہردو یکے است یعنی قرب بارگاہ الٰہی ۔اما ظہور معجزہ وکرامت باختیار بندگان نیست بلکہ باختیار وقدرت خدائے عزوجل است ، وبزرگان بذات خود قوت کردن آں نے دارند اگر قوتش بذات بزرگان باشد آنرا کرامت نمیگویند مثالش آنکہ اگر پہلوانے قوی و زور آور سنگ گراں بارثقیل بردارد برکرامتش دلیل نمی نے دارند بسبب اینکہ قوت ایں قدر باربرداری بذات اوموجود است واگر ہماں سنگ راطفلے ضعیف و ضعیف کہ قوت تحمل بارگراں نداشت بردارد برکرامتش دلیل است بسبب اینکہ آں شخص ضعیف بذات خود طاقت برداشتن نے داشت را تا وقتیکہ دست بسنگ بردوقصد برداشتن کردوسنگ از قدرت الٰہی از جاء برداشتہ شد۔ازہمیں سبب معلوم شد کہ آن بندہ یکے ازمقبولان بارگاہ خدا است کہ اوتعالیٰ قوت خودرا متوجہ بحال آں بندہ مے کند وبکار ہااعانت وجانب داری اومے فرماید۔ پس ہرکار عجیب کہ از دستش برآید محل تعجب نیست کہ قوت حق شریک حال دارد، واگر سرانجام کارے ازکار ہائے آساں ہم صورت نہ بندد جائے شکایت نہ کہ عجز بشری درپیش ما افتادہ مولانا درمثنوی میفرماید

اولیاء راہست قوت ازالہ　　تیر جستہ بازگرداند زراہ

نفرمودہ کہ اولیاء بذات خود قدرت دارند بلکہ آنہا راقدرتے ہست کہ از خدا یعنی قدرت الٰہی شریک حال ومددگار خود دارند بسبب اینکہ خداوند عالم از آں ہا کمال راضی وخورسند است لاجرم محبت بزرگان بدل سعادت منزل خود باید داشت وتعظیمات ایشاں بجائے باید آورد وبر وجہ مشروع ونام آن ہاجز بہ نیکی یاد نباید کرد واگر شرف ملاقات بدست آید شرط خدمت بجان ودل بجامی باید آورد وہدیہ وتحفہ دریغ نباید داشت واگر درکتب ایشاں سخنے رفتہ باشد کہ با قرآن وحدیث موافقت نکند دفعۃً مہرہ اعتقاد از بساط بزرگی ایشاں نباید چید۔خطائے بزرگاں گرفتن خطاست ۔ بلکہ کلام شاں را تاویل کردہ موافق از قرآن وحدیث باید کرد یا محمول بر کلمات سکر وافراط حق نماید اگر کلام اصحاب طریقت است ومبنی برخطا فی الاجتہاد کند اگر گفتہ ارباب شریعت است ۔چرا کہ دراجتہاد خطا از ہمہ اکابر میرود چونکہ معصوم سوائے انبیاء دیگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیست و زنہار چناں نہ کند کہ قرآن وحدیث تاویل کردہ از کلام بزرگاں موافق نمایند ایں چنیں حرکات مسلماں را از ایمان بیرون مے کشد ومقصود اصلی اتباع قرآن وحدیث است۔

(جاننا چاہیے کہ اولیاء کی کرامت برحق ہے اور اس کا منکر ایمانی حلاوت سے محروم۔ جو بات خارق عادت کے خلاف پیغمبروں سے ظاہر ہوتی ہے اسے شرع کے عرف میں معجزہ کہتے ہیں۔ اور پیغمبر کے علاوہ جو اور بزرگوں سے صادر ہوتی ہے اس کا نام کرامت رکھتے ہیں، مگر منشاء دونوں کا ایک ہی ہے، یعنی جناب الٰہی کا قرب۔ لیکن واضح رہے کہ معجزے اور کرامت کا ظہور بزرگوں کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے اختیار وقدرت میں ہے۔ بزرگ لوگ اپنی ذات میں اس کی قوت نہیں رکھتے کیونکہ اگر بزرگوں کی ذات میں اس کی قوت ہوگی تو اسے کرامت نہ کہیں گے۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ جب کوئی قوی اور زورآور پہلوان کسی بھاری پتھر کو اٹھائے گا تو یہ اس کی کرامت پر دلیل نہ ہوگی، کیونکہ اس قدر بوجھ اٹھانے کی طاقت اس کی ذات میں موجود ہے۔ البتہ اگر اسی پتھر کو ایک ضعیف اور کمزور بچہ، جو اس بھاری بوجھ کی برداشت نہیں رکھتا، اٹھالے، تو یہ اس کی کرامت کی واضح دلیل ہے کیونکہ یہ ضعیف شخص ہر چند کہ اپنی ذات میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا تھا، مگر جب پتھر کے قریب گیا، اور اس کے اٹھانے کا ارادہ کیا، تو خدا تعالیٰ نے اپنی قوت کو اس بندہ ضعیف کے حال کی طرف متوجہ کیا اور قدرت الٰہی سے وہ پتھر جگہ سے اٹھایا گیا۔ اسی وجہ سے معلوم ہوا کہ وہ بندہ، خدا کی جناب میں بڑا مقبول ہے کہ وہ علّام الغیوب اپنی قدرت اس بندہ مسکین کی جانب متوجہ کرتا، اور تمام کاموں میں اس کی مدد اور جانب داری فرماتا ہے۔ پس ایسے شخص سے جو عجیب وغریب کام سرزد ہوتے ہیں، وہ جائے تعجب نہیں ہوتے کیونکہ خدا کی قدرت اپنے شریک حال رکھتا ہے اور اگر آسان اور سہل کاموں میں سے بھی کوئی کام حاصل نہ ہو تو شکایت کی جگہ نہیں وجہ یہ کہ عجز بشری موجود ہے۔ مولانا روم، مثنوی میں فرماتے ہیں:

اولیاء را ہست قوت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند زراہ

یعنی اولیاء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وہ طاقت ہے کہ آتے ہوئے تیر کو راستہ میں پھیر دیتے ہیں۔ یوں نہیں فرمایا کہ اولیاء بذات خود قدرت رکھتے ہیں، بلکہ انہیں خدا کی طرف سے قوت ہے۔ یعنی یہ لوگ خدا کی قدرت اپنی مددگار اور شریک حال رکھتے ہیں۔ بایں سبب کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے۔

پس بزرگوں کی محبت اپنی سعادت کے بھرے ہوئے دل میں ضرور رکھنی چاہیے اور ان کی تعظیم شرع کے موافق بجالانی چاہیے اور ان کا نام بجز نیکی کے یاد نہ کرنا چاہیے اور اگر ان کی شرف ملاقات میسر ہو جائے تو جان ودل سے خدمت کی شرط بجالانی چاہیے اور کوئی تحفہ وہدیہ سے دریغ نہ رکھنا چاہیے، اور اگر ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی کتابوں میں کوئی ایسی بات جو قرآن وحدیث کے موافق نہ ہو، پائی جائے تو دفعتاً اعتقاد کا مہرہ ان کی بزرگی کے بچھونے سے چن نہ لینا چاہیے یعنی فوراً بددلی اور بےاعتقادی ظاہر نہ کرے کیونکہ بزرگوں کی خطا پکڑنی عین خطا ہے، بلکہ ان کے کلام کی تاویل کر کے قرآن وحدیث کے موافق کرنا چاہیے۔ اور کلمات سکر (بےہوشی) کو حق تعالی کی افراط محبت پر حمل کرے، اگر یہ اصحاب طریقت کا کلام ہے۔ اور خطا فی الاجتہاد پر اطلاق کرے، اگر یہ شریعت والوں کا قول ہے۔ کیونکہ تمام بڑے لوگوں سے اجتہاد میں خطا ہوسکتی ہے۔ وجہ یہ کہ انبیاء کے علاوہ اور کوئی بھی معصوم نہیں۔ لیکن ایسا ہرگز ہرگز نہ کریں کہ قرآن وحدیث کی تاویل کر کے بزرگوں کے کلام کے موافق کریں، کیونکہ اس قسم کی باتیں مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیتی ہیں۔ اصلی مقصود تو قرآن وحدیث ہی کی پیروی ہے)۔....

فصل سوم در بیان اشراک فی العقیدہ

وآں اینست کہ صفات پروردگار در پیراں وپیغمبراں یا جن و پری یا ملائکہ یا دیگر مخلوقات ثابت کنند اگرچہ اندک باشد مثلاً تصرف در زمین وآسمان پس ہر کہ بداند کہ انبیاء یا ملائکہ یا دیگر غیر اللہ را اختیار است کہ آب از آسمان بیارند و دانہ از زمین برآرند یا کسے اولاد دہند یا بکشند یا کور وکرّ بکنند یا ضرر رے دیگر برسانیند یا رزق و مال و دولت دہند پس صاحب ایں عقیدہ مشرک است۔ پس ندا کردن غیر اللہ را کہ فلاں حاجت من برآر کفر محض ست کہ مے فرماید ایّاك نعبد و ایّاك نستعین۔ خاص ترا عبادت مے کنیم وخاص از تو مدد مے خواہیم۔

من از آدم مدد نمے خواہم غیر حق نیست سوئے کس را ہم

رسول خدا ﷺ کہ محض بر ہمنونی بسوئے حق آمدہ بود بحق او مے فرماید انک لا تھدی من احببت و لکنّ اللّٰہ یھدی من یّشاء (القصص) تو ہدایت نمے کنی ہر کرا دست مے داری ولیکن خدا ہدایت میکند ہر کرا مے خواہد۔ معلوم شد کہ سوائے اوتعالی ہدایت ہم بدست کسے دیگر نیست وعلی ھذا القیاس کدام اولیاء وانبیاء وملائکہ را بروز قیامت دخلے وتصرفے نخواہد شد تا کسے را بجنت ببرند و کسے را بدوزخ۔ چنانچہ اوتعالی مے فرماید یوم لا تملک نفس لِنفسٍ شیئاً۔ والامر یومئذٍ للّٰہ (الانفطار:۱۹) مالک نخواہد شد کسے از کسے در ہیچ چیز وحکم آن روز در دست خدا است۔ بروز قیامت مادر و پدر اولاد را نخواہد پرسید واولاد روئے مادر و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پدر نخواہند دید واستاداں از شاگرداں بیگانہ خواہند شد و پیراں از پیش مریداں روانہ و متبوعان از تابعان بیزار خواہند گشت و تابعان با متبوعان در کارزار۔

اما حال شفاعت را باید کہ مردماں چنانکہ بدنیا اکثر حال شفاعت مے بینند بآخرت نیز ہمیں قسم گمان مے برند۔ مثلاً بادشاہ بدزدے اشارہ فرمود کہ دستش ببرند۔ وزیر یا دیگرے از ارکان دولتش شفاعت کرد۔ باللہ، بادشاہ اندیشہ نمود کہ اگر شفاعت شاں قبول نکنم خللے بسلطنت با ہم مے رسد۔ ناچار ملک ارادہ خود را بسبب شفاعت آنہا باز گردانید۔ و با ذن بادشاہ رو بشفاعت مے آردہ باعث محبت آل محبوبہ ملک جبر بر خود اختیار مے نماید و دزد را اخلاص مے فرماید۔ پس باید اندیشید کہ دریں اقسام ردخواہش لازم مے آید و جبر پیدا می شود بروز آخرت بحضور آں مختار محض ایں معاملہ چگو نہ واقع خواہد شد کہ میگوئند لا رآد بقضائہ باز گردانندہ نیست کسے خواہش او تعالی را۔ یا مردماں معنی شفاعت ہمیں مے فہمند کہ شخصے قصداً انتقامے کند و بسبب مانع دیگر عمل خود را نے تواند کرد پیش خدا تعالی ایں معنی ہرگز نیست شان او پاک است ازیں نقصان صریح و ہمیں مضمون را در قرآن رو مے فرماید: و اتّقوا یوماً لا تجز ی نفس عن نفس شیئاً و لا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرو ن بترسد ازاں روز کہ جزا ندادہ خواہد شد شخصے از شخصے از ہیچ چیز و قبول نہ کردہ خواہد شد از کسے شخصے شفاعت و گرفتہ نخواہد شد از شخصے بدلہ و نہ ایشاں مدد کردہ خواہند شد

و بعضے مے گوئند کہ ایں آیت و امثال دیگراں در حق کافراں با وجودیکہ لفظ لا نکرہ است کہ دلالت بہ عموم مے کند برائے دفع شبہ ایشاں خدا تعالی خطاب بمومنین مے فرماید یا ایّها الّذ ین آ منوا انفقوا ممّا رزقنا کم من قبل ان یّا تی یوم لا بیع فیه ولا خلّة ولا شفاعة اے مومناں نفقہ کنید از ..رزق دادہ ام شما پیش از انکہ بیاید روزے کہ نہ بیع است دراں روز یعنی فروختن گناہ و خریدن نیکی نخواہد شد و کسے بسبب دوستی نہ بخشندہ خواہد شد و کسے را شفاعت کسے نہ نفع نہ خواہد کرد۔ چرا کہ در قبول شفاعت مذکورہ جبر لازم مے آید و معلوم شد کہ ایں آیت در حق مومناں فرمودہ اند چرا کہ خطاب بآنہا و شفاعت را قسمے است دیگر کہ دراں جبر لازم نے آید۔ مثالش آن کہ دزدے خوش نویس را بحضرت بادشاہ حاضر آوردند پادشاہ دست بریدنش اجازت فرمودہ۔ شخصے دیگر بحضور ملک ظاہر نمود کہ ایں گنہ گار خط خوش مے کشد اگر دستش نہ برند، خوشنویس بایں مملکت باقی ماند۔ از شنیدن ایں خبر ارادہ بادشاہ خود بخود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبدل مے شود بغیر آنکہ کسے دیگر بروے جبر کند باکہ شخصے دیگر یکے از اوصاف مجرم بیان مے کند کہ شاہ از وے غافل بود۔ خدائے عزوجل فرمود کہ ایں قسم شفاعت ہم بروز قیامت واقع نخواہد شد۔ و یعبدون من دون اللّٰہ ما لا یضرّھم ولا ینفعھم و یقولون ھئولاء شفعاء نا عند اللّٰہ۔ قل اتنبّئون ا للّٰہ بما لا یعلم فی السّماوا ت ولا فی الارض ۔ سبحانہ و تعا لی عمّا یشرکون (یونس:۱۸) وعبادت مے کنند سوائے خدائے آں را کہ نہ ضرر مے دہند ایشاں را و نہ نفع مے رسانند ایشاں را او مے گویند کہ ایشاں شفاعت کنندگان ما اند نزد خدائے پاک و برتر است ۔ خدا تعالی ازاں چیز کہ شریک می کنند۔ یعنی عالم الغیب است ہر چیز را کہ در زمین و آسمان است خوب مے داند و بندگان آفریدہء او ہستند، نیز خوبی ہائے ہر بندہ را خوب مے داند، حاجت بیان دیگراں نیست دریں صورت شفاعت اگر چہ جبر لازم نمے آید، اما لاعلمی و نادانی آں عالم الغیب والشھادۃ لازم می آید تعالی شانہ و نیز شفاعت را طورے است دیگر مثالش آں کہ چہار دزداں بہ یک بار بحضرت پادشاہ گرفتار آمدند ۔سی ازاں بہ کار دزدی چالاک واز غضب سلطانی بے باک و یکے ازاں مرد پرہیز گارے کہ اتفاقاً باغوائے شیاطین بایں فعل قبیح گرفتار آمد ۔آب از دیدہ ہمیں ریزد و سراز ندامت عصیاں برنمے دارد ۔ بادشاہ معلوم کرد کہ ایں بیچارہ ناگہانے بایں فعل قبیح گرفتار آمدہ ۔ و دزدے را شعار خود مقرر نہ نمودہ ۔ رحمت بادشاہ بسوئے عفو تقصیرش متوجہ مے شود ۔ اما آئین سلطنت تقاضائے کند کہ یکے را بہ بخشند و دیگراں را دست ببرند ۔آں گاہ پادشاہ خود سببے مے جوید و بسوئے یکے از حاضرین دولت باخفا اشارہ مے فرماید کہ بحق فلاں روئے شفاعت بیار تا بہ بخشم بحر دفہم ایں اشارہ یکے از مقربان مجلس جبین شفاعت مے ساید کہ ایں گنہگار را بما علائقے است ۔ اگر از تقصیرش درگذرند، احسان بر احسان است ۔ بمعائنہ ایں حال ملک از انتقامش درگذشت دریں صورت شفاعت جبر بر بادشاہ نیست بلکہ عین رضا وخواہش او ہمیں بود کہ واقع شد ۔ پس در روز قیامت ہمیں صورت متحقق خواہد شد کہ بآں اشارہ مے فرماید من ذا الّذی یشفع عندہ الّا باذنہ کیست کہ شفاعت کند نزد خدا تعالی مگر باجازتش ۔ پس بحق کسے اجازتش خواہد شد، سفارش او جلوہ گر خواہد شد ونعوذ باللہ اگر ارادہ الٰہی انتقام کسے متعلق خواہد شد کہ طاقت دارد کہ دم شفاعت بزند خدائے عزوجل را راضی باید نمود کہ شفاعت ہم بدست او و بحقیقت شافع نیز ہموں ذات پاک است بسوئے ہمیں معنی اشارہ مے فرماید قل للّٰہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّفاعة جميعاً (الزمر) بگوائے محمد! خاص برائے خدا است شفاعت ہمہ۔ یعنی شفاعت ہم بدست کسے دیگر نیست ایں است حال شفاعت کہ بسیارے از نادان حقیقتش نے فہمند و طاعت غیر رااز اطاعت خدا تعالی زیادہ تر میدانند۔ پس ہیچ یکے از رااز انبیاء واولیاء قادر بر نفع وضرر رسانیدن در دین و دنیا ندانند ہمیں معنی ازیں آیہ مقصود است قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الّا ما شاء اللّٰہ و لو کنت اعلم الغیب لاستکثر ت من الخیر و ما مسّنی السّوء۔ ان انا الّا نذیر وّ بشیر لّقوم یؤمنون۔ (الاعراف) بگوائے محمد! کہ نے توانم برائے خود نفع وضرر رسانیدن مگر آنچہ خدا خواستہ است واگر من دانستے علم غیب را ہر آئینہ بسیار جمع کرد مے از جنس منفعت ونرسیدے بمن ہیچ سختی نیستم من جز آنکہ بیم کنندہ و مژدہ دہندہ برائے گروہے کہ یقین مے دارند

حاصل آنست کہ پیغمبر خدا ﷺ باوجودیکہ رسول اند طاقت ندارند کہ منفعتے بجان خود برسانند و خود رااز ضرر باز دارند و نیز حق تعالی فرمود کہ بگوائے محمد! کہ من علم غیب ہرگز نے دانم۔ ایں محض خاصہ خدا است۔ اگر من دانستے علم غیب را پس منفعت بسیار جمع کرد مے و ہیچ ضرر بمن نرسیدے مثلاً اگر دانستے کہ اسپ من فردا خواہد مردہ بدست کافرے فروختے واگر دانستے کہ بروز جنگ احد شکست خواہد شد آں روز جنگ نکردے ما را چندانکہ شمایاں مے دانید کہ پیغمبر ما ہرگہ کہ یادے کنیم مے شنود و ہر چیز آئندہ یا غائب از نظر را مے داند غلط محض است من ازیں قسم نیستم۔ کار من ترسانیدن از عقوبت الٰہی ومژدہ دادن از نعمت ہائے غیر متناہی است۔ فقط آں کساں را کہ سخن ما باور دارند کس نے داند کہ پس پشت ما چیست وشام چہ ظاہر خواہد شد و نیز بآیہ دیگرے فرماید و لا یحیطو ن بشیء من علمه الّا بما شاء و احاطہ نے کنند مردمان ہیچ چیز کہ در علم خدائے است۔ مگر ہماں قدر کہ خدائے خواست۔ معلوم شد کہ ہر چہ در علم پروردگار است غایت از نظر بندہ است و ہیچ چیز ازاں بندہ را معلوم نمی شود مگر ہر قدر کہ خدا خواہد ہماں قدر علم مے دہد پس ایں ہم باختیار خدا است نہ باختیار بندہ تا ہر چہ بخواہد فہمد۔

(اشراک فی العقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالی کے اوصاف (رزق وروزی دینا، اولاد عطا کرنا، زمین و آسمان میں تصرف کرنا،) پیر و پیغمبر، جن و پری، فرشتوں یا اور مخلوق میں ثابت کریں، اگر چہ تھوڑا ہی ہو۔ پس جو شخص اس بات کا اعتقاد کرے کہ انبیاء یا ملائکہ یا کوئی اور، خدا کے سوا آسمان سے پانی برسانے میں، زمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے دانہ نکالنے، کسی کو اولاد دینے یا مار ڈالنے یا اندھا بہرہ کرنے یا دوسرے کو ضرر و نقصان پہنچانے یا رزق و دولت دینے کا اختیار ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔ پس اللہ کے سوا کسی اور کو بایں طور پکارنا کہ اے شخص! میری حاجت روا کر، خالص کفر ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے ایاك نعبد و ایا ك نستعین یعنی ہم خاص تجھی کو پوجتے اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں (شعر کا ترجمہ۔ میں آدمی سے مدد نہیں چاہتا۔ خدا کے سوا کسی اور کی طرف میری راہ نہیں ہے)

خدا تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ کے باب میں، جو صرف خلق ہی کی ہدایت کے واسطے حق کی طرف سے آئے تھے، ارشاد فرماتا ہے: اے محمد! تم جس کو چاہو راہ پر نہیں لگا سکتے، لیکن خدا جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خدا کے سوا اور کسی شخص کے ہاتھ میں ہدایت کی باگ نہیں ہے۔ علی ھذا القیاس کسی نبی اور ولی اور فرشتے کو قیامت میں کسی قسم کے تصرف اور دخل کی گنجائش نہ ہوگی تا کہ کسی کو جنت اور کسی کو دوزخ میں لے جائے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے یو مئذٍ لا تملک نفس لِنفسٍ شیئاً وّ الامر یومئذٍ للّٰہ۔ یعنی قیامت کے دن کوئی کسی کا کسی چیز میں مالک نہ ہوگا۔ اس دن ہر چیز کا حکم خدا ہی کیلئے ہوگا۔ قیامت کا دن ایسا ہولناک ہوگا کہ ماں باپ اولاد کو نہ پوچھیں گے۔ اور اولاد ماں باپ کا منہ نہ دیکھیں گے۔ استاد شاگردوں سے بے گانے ہوں، پیر مریدوں کے سامنے سے چلتے بنیں گے۔ دنیا میں جن کی پیروی کی جاتی ہے وہ اپنے فرمانبرداروں سے بیزار ہوں گے۔ اور فرمانبردار لوگ ان سے جن کی یہ اطاعت کرتے تھے، لڑیں گے۔

آدمی جس طرح دنیا میں اکثر اوقات شفاعت کا حال دیکھتے ہیں اسی طرح آخرت میں شفاعت کا گمان کرتے ہیں۔ مثلاً بادشاہ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا اشارہ کیا۔ وزیر یا ارکان دولت میں سے کسی اور شخص نے اس کی سفارش کی۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہیں کرتا تو میری سلطنت کو خلل عظیم پہنچتا ہے۔ ناچار بادشاہ نے ان کی سفارش کی وجہ سے اپنے قصد اور ارادے کو باز رکھا۔ یا بادشاہ کی بیوی اس کی سفارش کرتی ہے اور بادشاہ اس محبوبہ کی محبت کے سبب سے اپنے پر جبر اختیار کر کے چور کی رہائی کرتا ہے۔ سو خیال کرنا چاہیے کہ ان باتوں میں خواہش کا رد کرنا لازم آتا ہے، اور جبر پیدا ہوتا ہے۔ قیامت کے دن اس قادر مختار کی جناب میں اس قسم کا معاملہ کس طرح واقع ہونے لگا؟ کیونکہ لا رآد لقضا ئہ۔ اس کی خواہش و ارادہ کو کوئی پھیر نہیں سکتا۔

یا آدمی شفاعت کے یہ معنی سمجھتے ہیں کہ ایک شخص اپنا بدلہ لینا چاہتا ہے، مگر دوسرے کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممانعت کی وجہ سے بدلہ نہیں لے سکتا۔ سو خدا کے حضور میں یہ بات ہرگز متحقق نہیں ہے۔ اس کی شان تو اس قسم کے صریح نقصان سے پاک ہے۔ ارشاد ہے و اتّقوا یو ماً لّا تجز ی نفس عن نفسٍ شیئاً وّ لا یقبل منھا شفاعۃ وّ لا یؤخذ منھا عد ل ولا ھم ینصرون کہ اے لوگو! اس دن سے خوف کرو جس میں کوئی نفس کسی نفس سے کچھ بھی کفایت نہ کریگا اور نہ اس کی سفارش قبول ہوگی، نہ کسی سے بدلہ لیا جائے گا اور نہ وہ مدد دیے جائیں گے۔

مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت اور اس جیسی دیگر آیتیں کافروں کے حق میں اتری ہیں حالانکہ یہاں لفظ لا نکرہ آیا ہے۔ جو عموم وشمول پر دلالت کیا کرتا ہے۔ پس اس شبہ کے دفعیہ میں خدا نے مومنوں کو خطاب کیا کہ اے ایمان والو! جو چیز ہم نے تم کو دی ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اور اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ بیع ہے (یعنی نہ تو گناہ بیچ کر نیکی خریدی جائے گی) اور نہ کوئی شخص کسی کی دوستی کی وجہ سے بخشا جائے گا اور نہ کسی کو کسی کی سفارش نفع دے گی کیونکہ اس قسم کی شفاعت کے قبول کرنے میں جبر لازم آتا ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ یہ آیت مسلمانوں کے حق میں نازل فرمائی ہے۔ کس لئے کہ خطاب انہی سے ہوا ہے۔

شفاعت کی ایک دوسری قسم بھی ہے جس میں جبر لازم نہیں آتا۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک خوش نویس چور کو بادشاہ کے دربار میں لوگوں نے حاضر کیا۔ بادشاہ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ مگر ایک اور شخص نے بادشاہ کے حضور میں عرض کی کہ یہ گنہ گار خط خوب لکھتا ہے، اگر اس کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں گے تو اس شہر میں خوش نویس کا وجود باقی رہے گا۔ اس خبر کے سننے سے بادشاہ کا ارادہ خود بخود بدون اس کے کہ کوئی اس پر جبر کرے، بدل جاتا ہے اور کسی قسم کا جبر لازم نہیں آتا۔ اتنی بات ضرور ہے کہ ایک شخص مجرم کے وصفوں میں سے ایک ایسا وصف بیان کرتا ہے جس سے بادشاہ غافل تھا۔ خدا تعالی نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہماری جناب میں اس قسم کی بھی سفارش واقع نہ ہوگی۔ چنانچہ فرمایا:۔ اور خدا کے علاوہ ان کو پوجتے ہیں جو انہیں نہ ضرر دیتے ہیں اور نہ نفع پہنچاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ خدا تعالی کے پاس ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ اے محمد ﷺ تم کہدو۔ کیا آگاہ کرتے ہو خدا کو اس چیز سے جسے وہ آسمان وزمین میں نہیں جانتا۔ خدا پاک اور بزرگ ہے اس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں۔ و یعبدون من دون اللّٰہ ما لا یضرّھم و لا ینفعھم۔ و یقولون ھولاء شفعاء نا عند اللّٰہ۔ قل اتنبّئون اللّٰہ بما لا یعلم فی السّماوا ت و لا فی ا لا رض۔ سبحا نہ و تعا لی عمّا یشرکو ن۔ یعنی جو چیز زمین اور آسمان میں ہے، خدا اسے خوب جانتا ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ اور بندے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے مخلوق ہیں ۔ نیز وہ ہر بندہ کی بھلائی برائی خود ہی خوب جانتا ہے ۔ اس کے سامنے دوسروں کے بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں ۔ پس اس قسم کی شفاعت میں ہر چند کہ جبر لازم نہیں آتا لیکن اس عالم الغیب و الشّھادۃ کی لاعلمی لازم آتی ہے ۔ (اس کی شان اس سے برتر ہے)

شفاعت کا ایک اور طریقہ بھی ہے ، جس کی مثال یہ ہے کہ چار چور ایک ہی وقت میں بادشاہ کے سامنے گرفتار ہو کر آئے ۔ تین تو ان میں سے چوری اور عیاری کے فن میں نہایت ہشیار اور سلطانی غضب سے بے باک تھے اور ایک ان میں پرہیزگار آدمی تھا جو اتفاقاً شیطان کے مکروفریب میں آ کر اس برے فعل میں مبتلا ہو گیا تھا ۔ اب بادشاہ کے حضور میں آنکھوں سے آنسو بہاتا اور گناہ کی شرمندگی سے سر اوپر نہیں اٹھاتا ہے جس سے بادشاہ نے معلوم کر لیا کہ یہ بے چارہ اس برے فعل میں ناگہاں گرفتار ہو گیا ہے ، اس نے چوری کا پیشہ مقرر نہیں کیا ۔ اس وقت بادشاہ کی مہربانی گو اس کی عفو تقصیر کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر سلطنت کا قانون اس بات کو نہیں چاہتا کہ ایک کو بخش دیں اور دوسروں کے ہاتھ کاٹیں ۔ اس وقت بادشاہ خود کوئی سبب ڈھونڈتا ہے اور حاضرین دربار میں سے ایک شخص کو خفیہ اشارہ کرتا ہے کہ تو فلاں شخص کی سفارش کر ، تاکہ میں اسے بخش دوں ۔ اس اشارہ کے سمجھتے ہی مقربان مجلس میں سے وہ شخص شفاعت کی پیشانی زمین پر گھستا ہے کہ اس مجرم کا ہم سے تعلق ہے اگر آپ اس کی تقصیر کو معاف فرمائیں گے تو احسان پر احسان ہوگا ۔ یہ حال دیکھ کر بادشاہ بدلہ لینے سے درگذر کرتا ہے ۔ پس اس قسم کی شفاعت سے کوئی جبر لازم نہیں آتا بلکہ اس کی رضا اور خواہش اس میں تھی جو واقع ہوا ۔ سو قیامت کے دن شفاعت کی یہ ہی صورت متحقق ہوگی جس کی طرف اللہ نے یوں اشارہ فرمایا ہے من ذا الّذی یشفع عندہ الّا باذنہ کہ کون شخص ہے جو اللہ کے پاس سفارش کرے مگر اس کی اجازت کے ساتھ ۔ پس جس شخص کے حق میں اجازت ہوگی اس کی سفارش جلوہ گر ہوگی اور اگر عیاذاً باللّٰہ ارادہء الٰہی کسی کے بدلہ لینے پر متعلق ہوگا تو کس کو طاقت ہوگی جو اس کے حضور میں شفاعت کا دم مارے ۔ پس خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیے جس کے ہاتھ میں شفاعت کی باگ ہے اور درحقیقت سفارش کرنے والی بھی وہی پاک اور بے پرواہ ذات ہے چنانچہ اسی معنی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں: قل للّٰہ الشّفاعۃ جمیعاً ۔ اے محمد ﷺ تم کہہ دو کہ خاص خدا ہی کے واسطے تمام سفارش ہے ۔ یعنی شفاعت بھی کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے ۔

یہ شفاعت کا حال ہے جس کی حقیقت اور کنہ سے اکثر نادان لوگ ناواقف ہیں ۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ پیغمبروں اور ولیوں میں سے کسی کو بھی دین و دنیا کے نفع و ضرر پہنچانے پر قادر نہ جانے ۔ چنانچہ یہی معنی اس آیت سے مقصود ہیں قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً الّا ما شاء اللّٰہ و لو کنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر و ما مسّنی السوء ان انا الّا نذیر وّ بشیر لقومٍ یومنون کہ اے محمد! آپ فرما دیجئے کہ میں اپنے لئے نفع وضرر پہچانے کی طاقت نہیں رکھتا مگر جو خدا نے چاہا، اور اگر میں علم غیب جانتا تو منفعت کی جنس سے بہت کچھ جمع کر لیتا اور مجھے کوئی سختی نہ پہنچتی۔ میرا کام بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میں ڈرانے والہ، اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں انہیں خوشی سنانے والا ہوں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر ﷺ باوجودیکہ خدا کے رسول ہیں مگر تب بھی اپنی جان کو نفع پہچانے اور ضرر سے باز رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ نیز حق تعالی فرماتا ہے کہ اے محمد! تم کہہ دو میں ہرگز علم غیب نہیں جانتا۔ یہ تو محض خدا کا خاصہ ہے۔ اگر میں علم غیب جانتا تو بہت بھلائیاں جمع کر لیتا اور مجھے کوئی بھی نقصان نہ پہنچتا۔ مثلاً ...اگر مجھے علم ہوتا کہ جنگ احد میں شکست ہوگی، تو اس روز جنگ نہ کرتا۔ تم جو ہمارے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ جس وقت ہم اپنے پیغمبر کو یاد کرتے ہیں، وہ سن لیتا ہے اور ہر آنے والی چیز کو یا جو نظر سے غائب ہے اسے خوب جانتا ہے، محض غلط ہے۔ میں اس قسم کا آدمی نہیں ہوں۔ میرا کام تو عذاب الٰہی سے ڈرانا اور غیر متناہی نعمتوں کی خوشخبری سنانا ہے اور یہ بھی صرف انہی لوگوں کو جو ہماری باتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ ہماری پیٹھ پیچھے کیا ہے اور شام کو کیا ظاہر ہوگا۔ نیز دوسری آیت میں فرماتے ہیں ولا یحیطون بشیء من علمه الّا بما شاء کہ آدمی، خدا کے علم میں سے کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتے، مگر اسی قدر کہ خدا نے چاہا۔ معلوم ہوا کہ جو چیز خدا کے علم میں ہے وہ بندہ کی نظر سے غائب ہے اور اس میں سے بندہ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوسکتا، ہاں جس قدر خدا چاہتا ہے، اتنا علم دے دیتا ہے۔ پس یہ بھی خدا کے اختیار میں ہے نہ بندہ کے اختیار میں)۔

فصل چہارم در بیان اشراک فی العبادات

باید فہمید کہ تعظیماتے کہ برائے حق تعالی مقرر کردہ اند آں را عبادت مے گویند اگر آں تعظیم را شارع مقرر فرمود۔ اگر جماعت دیگر مقرر کردہ باشد ملحق بعبادت مے نامند۔ پس تعظیمے کہ خدا تعالی را بجاے آرند بہ مخلوق نباید کرد کہ مے فرماید و لا تجعلوا للّه انداداً وّ انتم تعلمون (البقرہ)۔ پس مگر دانید برائے خدا تعالی ہمسران در عمل باوجودیکہ شما مے دانید کہ کسے ہمسر خدائے تعالی نیست۔ یعنی شما یاں در عقیدہ خود کسے را بمرتبہ خدائے دانید۔ لیکن در تعظیمات برابر مے کنید از وقت آدم تا ایں دم بایں طور کافرے پیدا نشدہ کہ دو خدا گفتہ باشد یا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسے مخلوق را در مرتبہ برابر خدائے تعالی دانستہ باشد در علم خود لیکن ہمیں قدر مے دانند کہ بزرگان را بسبب قرب درکارخانہ الٰہی دخلے است و و بسبب کثرت ریاضت اند کہ از صفات باری تعالی در ایناں پیدا گشتہ مثلاً پروردگار اگر بیشمار پیدا مے تواند کرد ایں بزرگان اگر خواہند یک دو شخص را پسر بخشندہ و اگر پروردگار تمام عالم زمین را مقہور و معذب تواند کرد، ایں بزرگان کسے را بخدمت شان بے ادبی کند البتہ چیزے ضرر رسانیدن مے توانند چوں باعتقاد مرد ماں ایں ظن فاسد مستقر شدہ است ہمیں بہمیں سبب تعظیمات بزرگان خارج از حد بجامے آرند و از تحصیل رضائے ایشاں بسیار سعی مے نمائندہ و ہمیں صورت شرک باللہ کہ آنرا مردود کردہ اند انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرك به و یغفر ما دون ذلک لمن یّشاء (النساء) بے شک خدا تعالی نمے بخشد آں را کہ شریک کند بخدا و مے بخشد کمتر ازیں ہر کس را کہ مے خواہد۔ کہ بہ تعظیم خدا دیگرے را شریک کند باید کہ دست افسوس بر سر زند و امید نجات آخرت از دل رہا سازد۔ تعظیماتے کہ در شرع برائے خدا ست یعنی عبادتے ہر چند کہ بسیار است اما دو چار ازاں بیان مے کنم تا دیگراں را بروے قیاس نمایند۔

از انجملہ است ارکان صلوۃ کہ برائے دیگراں نباید کرد کسے کہ غیر اللہ را سجدہ کند کافر گردد، کہ فرماید و اسجدوا للّٰہ الّذی خلقهنّ ان کنتم ایّاہ تعبدون (حم سجدہ) وسجدہ کنید برائے خدا کہ پیدا کردہ است آنہا را اگر ہستید شما کہ ہموں خدا را عبادت مے کنید و ارکعوا مع الرّاکعین (بقرہ) ورکوع کنید با رکوع کنندگان۔ ہر کہ پیش غیر خدا رکوع کرد یعنی بصفت رکوع قد را تعظیماً خم کرد بشرک افتاد و قوموا للّٰہ قانتین ،(بقرہ) وایستادہ شوید برائے خدا فرمانبردار۔ یعنی دست بستہ و با ادب بر پا استادن پیش غیر خدا شرک است و حیث ما کنتم تو لوا و جو ھکم شطرہ (البقرہ) و ہر جا کہ باشید شما پس بگردانید روئے خود را بطرف خانہ کعبہ۔ پس وقت عبادت روئے گردانیدن و متوجہ شدن بسوئے قبر بزرگان تعظیماً سوائے بیت اللہ شرک است

و ہم چنیں است دعا کردن از غیر اللہ کہ مے فرماید و من اضلّ ممّن یدعوا من دون اللّٰہ من لّا یستجیب له الی یوم القیامة و ھم عن دعائھم غافلون (احقاف:۵) کدام گمراہ تر است ازاں کسانیکہ ندا مے کند سوائے خدا آں شخص را کہ قبول نخواہد کرد او را و آنہا کہ از ندا کردنش غافل اند۔ یعنی ازیں قوم زیادہ تر گمراہے نیست کہ مردگان یا دیگر غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ را ندا مے کنند و ایشاں ہرگز جواب ایں گمراہاں نمے دہند مے دانند کہ ایشاں مے شنوند بلکہ ایشاں بے خبر انداز ندا کردن و فریاد برآوردن ایں گمراہاں۔

مرد مانیکہ مے گویند یا رسول اللہ، و یا علی و یا غوث الاعظم و یا حسین و یا فاطمہ واے خواجہ و یا پیر احوال خود را ازیں آیہ کریمہ ملاحظہ فرمانید انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصّمّ الدّعا (النمل) بیشک تو شنوانے کنی مردہ را و شنوانے کنی کرّ را۔ یعنی در باب شنیدن مردہ و کرّ برابر است و ما انت بمسمعٍ من فی القبور (فاطر)۔ نیستی تو اے محمد! ﷺ شنوا کنندہ آن شخص را کہ در قبر است۔ و قرآن شریف را اگر برائے خدا خوانند عبادت است و اگر برائے رضا مندی و تقرب غیر اللہ بخوانند شرک است۔ روزہ کہ از اعظم عبادت است اگر برائے غیر اللہ گیرند خواہ تمام روزہ خواہ نیم روزہ کافر مطلق خواہند شد۔ ارکان حج کہ از اعظم عبادت است اگر بجائے دیگر ادا نماید کفر است صریح باید کہ گرد قبرے یا خانہ سوائے خانہ کعبہ نگردند کہ مے فرماید و لیطوّفوا بالبیت العتیق (الحج) باید کہ طواف کنند باین خانہ قدیم و درمیان در مکان سوائے صفا و مروہ نباید و جانورے را سوائے خدا تعالی برائے دیگر ذبح نباید کرد است سر تراشیدن و صورت زائراں نمودن و دیگر ارکان حج نیز برین قیاس باید کرد۔ و بہترین طاعات زکوۃ است و انفاق فی سبیل اللہ نقد و جنس و باطعام اگر بنام مردگان و نیاز بزرگان یا جن و پری و ملائکہ یا دیگر غیر اللہ باشد شرک است و خوردن آں طعام نا جائز قال اللہ تعالی حرّمت علیکم المیتۃ و الدّم و لحم الخنزیر و ما اھلّ لغیر اللّٰہ بہ (المائدہ) حرام کردہ شد بر شما یاں مردہ و خون و گوشت خوک و ہر چیز کہ آواز کردہ شد برائے غیر خدا بہ آں چیز۔ مثالش آنکہ در حضور بادشاہ رعیتے نذر پیش غلام بادشاہ برد بآنکہ بادشاہ خود موجود است۔ پس لابد آں رعیت بمعرض عتاب سلطانی ہمی افتد نذرش را نیز بر خاک ذلت مے اندازد و اگر آں غلام قبول کردہ باشد آن ہم محل غضب مے درآید و اگر انکار کردہ باشد نقصان باو نمے رسید۔ پس آں نذر را کہ بر خاک مذلت افتادہ است شخصے دیگر قصد گرفتن نماید۔ لابد بمقام غضب سلطانی درآید۔ پس ظاہر شد کہ باوجود حاضر بودن آں ملک حقیقی اگر نقدے یا طعامے نذر غیر اللہ بنماید .... گرفتن و خوردن آں نا جائز بود۔ دریں جزو زمان اکثر مردماں قرآن برائے تقرب مردگان میخوانند و طعام نذر بزرگان مے دہند و نقد بنام غیر اللہ مے دہند چنانکہ ایں جملہ عبادت موحداں محض برائے خدا مے کنند۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوں مرد ماں سوال مے کنند کہ چرا مرتکب ایں امر شرک عظیم مے شود۔عوام الناس جواب ہائے بیہودہ وکلمات جہالت برزبان مے آرند ومیگویند بل نتّبع ما الفینا علیه آباء نا (البقرہ) کلام شما قبول نکنیم بلکہ عمل مے کنیم وپیروی مے نمایم آں چیزے را کہ جمع یافتہ ایم براں پدرانِ خود را۔یعنی از گفتہ شما رسوم جدو پدر نے گزاریم۔مرد مانیکہ سابق مرتکب ایں امور شدہ اند ہیچ مصلحتے فہمیدہ باشند۔بجواب ایشاں خدائے عزوجل مے فرماید او لو کان آباء هم لا یعقلون شیئاً وّلا یهتدون (بقرہ) بگو اگر آبائے شما باشند کہ فہم نے کردند چیزے را و ہدایت نیافتہ باشند۔بسوئے توحید چہ جائے تعجب است،یعنی فقط رواج آباء شما برائے محمود بودن آں عمل دلیل نیست۔تعجب نہ کند درگمراہی پدراں خود اگر چہ بظاہر دلق در برداشتہ باشند وبعضے مرد ماں کہ روز چند کتاب بینی کردہ اند حیلها شرعی اظہار مے نمایند کہ ما قرآن برائے بزرگان نے خوانیم وطعام بنام غیر اللہ نے دہیم وجانور برائے بزرگان ذبح نے کنیم بلکہ ایں امور حسنہ محض برائے خدا مے کنیم۔وثوابش بہ بزرگان بخشیم۔تامل نیک باید نمود کہ ایشاں حیلہ گراں اند۔اگر برائے خدا تعالی مے کنند، چرا تخصیص ماہ مے نمایند مثل محرم، ربیع الثانی و جمادی الاول وشعبان وغیرہ۔

وچرا تخصیص طعام ہائے مرغوب بزرگان مے نمایند مثل پلاؤ مالیدہ وغیرہ۔حصہ باموال خود چرا مقرر مے کنند کہ اورا قبل از ایام مقررہ اندک بہم للہ صرف نے کنند وجانورے ذبح مے کنند چرا بروے نشان مے بندند وپیش قبورے برند ایں ہمہ شرک خالص است کہ شیطان بحیلہ و فریب بخشیدن ثواب بہ دل آں ہا انداختہ است بسبب اینکہ آن ملعون بحضور پروردگار وعدہ کردہ است و قال لاتّخذنّ من عبادك نصیباً مفروضاً۔و لاضلّنّهم و لامنّینّهم و لآمرنّهم فلیبتّکنّ آذان الانعام ولآمرنّهم فلیغیّرنّ خلق اللّه۔و من یّتّخذ الشّیطان ولیّاً من دون اللّه فقد خسر خسرا ناً مّبیناً۔(نساء:۱۱۸۔۱۱۹) گفت شیطان از خدائے عزوجل کہ بے شک خواہم گرفت از بندگان تو حصہ مقرر کردہ شدہ و بیشک گمراہ خواہم کرد آنہا او بہ تحقیق آرزوئے باطل بہ دل آنہا خواہم انداخت و بے شک حکم خواہم کرد ایشاں را۔پس بشگافند گوش ہائے چہار پایاں را و ہر آئینہ حکم خواہم کرد، پس باید کہ متغیر کنند خلق خدائے باد ہر کسے کہ بگیرد شیطان را دوست سوائے خدا۔پس بے شک درنقصانے افتادہ نقصانے ظاہر۔یعنی شیطان وعدہ کردہ است کہ از بندگان تو حصہ مقرر خواہم کرد بایں طور کہ ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سال در دو صد روپیہ ایں قدر نیاز غیر اللہ بدہند یا ہر سال ایں قدر غلہ بنام فلاں بزرگ جدا نمایند و آرزوئے باطل بدلہا اینہا انداختہ است مثلاً ایں مضمون کہ ہر شخص نیاز ایں بزرگان ادا خواہد کرد ضرور ایں بزرگان شفاعت کردہ بجنت خواہند برد و حکم مے کند تا خلقت خدائے را متغیر میکند بایں طور کہ خود را خواجہ سرا کنند یا ریش ہائے خود را بتراشند، یا بطور دیگر خود را منقلب کنند۔ نعوذ باللّٰہ منہا۔ ایں ہمہ مکر شیطان است کی بتقریب ثواب بخشیدن بخاطر مردماں شرک ... وعدہ ہائے خود را ایفاء مے نماید و اگر از مردماں ثواب ختم قرآن طلب نمایند بخشیدنش تامل نمے کنند و اگر یک روپیہ بخواہند ہزار حیلہ درمیان آرند۔ پس ثواب آخرت در دل اینہا قدر و وقار ندارد کہ بے تکلف بہ دیگراں مے بخشند۔ بحدیث مذکور است کہ بروز قیامت شخصے را نیکی و بدی بہ میزان عدالت برابر خواہد شد، حکم خواہند کرد کہ یک عمل خیر بیار تا نیکی تو زیادہ شود و مستحق جنت شوی۔ پیش ہر یک عزیز دست التجا دراز خواہد کرد، مادر و پدر و زن و فرزند بہ بخشیدن یک عمل خیر اعراضہا خواہند نمود۔ امروز چہ بے باکی است کی بخشیدن ہزار ہا عمل خیر دریغ نمے کنند مگر قدر اعمال و خوف آخرت نمے دارند و اعمال را بس خفیف و سبک مے انگارند

حقیقت ثواب بخشیدن باید فہمید کہ نزد بعضے علماء ثواب از بخشیدن دیگر بدیگر نمے رسد بدلیل قولہ تعالی لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت خاص برائے اوست ہر چہ کسب کردہ است و براست ہر چہ کسب کرد۔ و نیز بسیارے از آیات و احادیث بر ہمیں معنی دلالت میدارد و نیز مخالف قیاس است کہ ہنوز قبولیت و عدم قبولیت عمل بجناب پروردگار ظاہر نشدہ و جزاء در دست ایں شخص موجود نیست بدیگراں چہ مے بخشد و نزد بعضے علماء مثل ابوحنیفہ ثواب اعمال بدنی مثل نماز روزہ و غیرہ بدیگراں نمے رسد۔ و ثواب مالی مثل طعام خوراندن و چاہ کندیدن و پل بستن للہ از بخشیدن مردمان بدیگراں مے رسد۔ قیاس بر ینکہ جملہ علماء متفق اند کہ ادائے دین دیگراں بعذاب آخرت برائے مردگان رہائی مے شود و نقل است کہ از پیغمبر ﷺ یارے پرسید کہ مادرم مردہ است، مے خواہم کہ چیزے بکنم کہ بکارش آید۔ حضرت ﷺ بکندیدن چاہے اشارت فرمود۔

از انجملہ اہل علم متفق اند بر اینکہ بخشیدن اعمال بدیگراں بسیار و متواتر اصحاب منقول نیست باوجودیکہ از مادراں و پدراں و بزرگان محبت بسیارے داشتند و حقوق آن ہا خوب مے شناختند چندانکہ مایاں شناسیم ثابت نیست کہ اکثر ایں عمل بفعل آوردہ باشند چنانکہ بایں جزو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمان بکثرت مے کنند وعلماء جملہ متفق اند برانیکہ دربخشیدن اعمال بمردگان اگر ہست نفع قلیل است ۔اگر شخصے برزندگانی ءخود یک پول بدہد بہتر ازاں است کہ بعداز وے لک پول بدہند ۔ اگر شخصے تمام عمرخود را بہ تحصیل دنیا بر باد دادہ باشد و یک عمل خیر کردہ وخدائے اواز راضی نشدہ ممکن نیست کہ بعداز مردنش اعمال خیر پس وے روانہ کنند و اورا از عذاب آخرت خلاص نمایند بلبل شیرازی بہمین نغمہ مے سراید

برگ میش بگور خویش فرلیس کس نیاروز کس تو پیش فرلیس

علاوہ ازیں ایں است کہ بخشیدن ثواب اعمال اگر چہ درست است لیکن مورث، شرک است ۔ بسبب ایں کہ عوام الناس فرق نے کنند دریں کہ ثواب عبادات بہ بزرگاں مے بخشیم یا خود عبادت برائے تقرب بزرگان ورضا ایشاں مے کنیم ۔آخر عبادات بنام غیر اللہ مے کنند وشرک مے شوند پس دریں زمان کہ کثرت اعمال شرک است خواص را باید کہ ازیں چنیں اعمال تغافل وچشم پوشی نمایند، تا در شرک بستہ شود وثابت است کہ بخشیدن ضرور نیست واگر گماں فائدہ است نیز بسیار قلیل چہ ضرور است کہ بارتکاب مثال ایں امور در شرک بکشایند وبگماں فائدہ قلیل ہزار ہا مومن را راہ جہنم بہ نمائندہ۔

از دیدن قبور موت خود بیاد مے آید ودنیا سراب مے نماید ۔باین ہمہ جناب رسالت مآب ﷺ اولاً ہمہ کساں رامنع فرمود کہ کسے ..قرر نہ بیند و پیشش نزد وبجہت ایں کہ مرد ماں تعظیمات قبور از حد زیادہ بجا مے آورند چوں ایام جاہلیت رفت ومرد ماں موحداں شدند وتعظیمات قبور موقوف کردند، مرد ماں را دیدن قبورا جازت مثلاً زنان را ہنوز منع است کہ زنان ناقص العقل مے شوند ضرور بالضرور خلاف شرع یا نوحہ خواہند کرد بحق زن نوحہ کنندہ در دوزخ وعید عذاب آخرت واردشدہ است ۔ واگر شخصے رامنظور باشد کہ فائدہ از ما باعیاء واولیاء وپیراں ومجتہداں یا مادر وپدر برسد، طریقش ازیں بہتر نیست کہ محض خالصاً للہ اعمال خیر وعبادات ادا نماید، بدل و جان مطیع فرمان الٰہی گردد وثواب عبادات بکسے نہ بخشد بلکہ خود ہم نخواہد بدل این قدر دادکہ ما برائے رضا مندی وخوشنودی مالک خود ایں کارکردہ ایم ۔ومزدور کار نداریم بلکہ رحمت وعنائیتش برائے بخشائش مایاں کفایت مے کند چنانچہ خواجہ حافظ مے فرماید

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

خدائے تعالی ایں مومن را اجر بسیار خواہد داد ونیز بزوی الحقو قشواب خواہد رسانید کہ با حادیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحیحہ آمدہ است کہ ثواب اعمال اولاد بہ آباء واجداد بغیر از بخشیدن مے رسد وثواب عامل نیز کم نمے شود وہمیں طور ثواب اعمال شاگرداں باستاداں علم ظاہری یعنی علماء ومجتہدین واستادان علم باطنی یعنی پیران طریقت برسد مناسب است کہ آدم مطیع پروردگار شود و چون خدائے تعالی ازیں بندہ راضی خواہد شد ومقبول بارگاہ خواہد کرد از احوال ذوالحقوق ایں بندہ کہ دلش برائے بخشائش وے متعلق است، غفلت کلی نخواہد کرد۔

(فصل چہارم: سمجھنا چاہیے کہ جو بزرگی اور تعظیم حق تعالی کے واسطے مقرر کی ہے اسے عبادت کہتے ہیں اگر یہ تعظیم شرع نے مقرر کی ہے، اور اگر کسی اور جماعت نے مقرر کی ہے تو اس کا ملحق بعبادت نام رکھتے ہیں۔ پس جو تعظیم کہ خاص خدا تعالی کے واسطے بجالانی ہیں وہ مخلوق کو کرنی نہ چاہیے کیونکہ فرماتے ہیں ولا تجعلوا للّٰہ انداداً وّ انتم تعلمو ن۔ یعنی خدا تعالی کیلئے کسی کام میں ہمسر نہ بناؤ باوجودیکہ تم جانتے ہو کہ خدا کا کوئی ہمسر نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے لوگو! تم اگرچہ اپنے عقیدہ میں خدا کے مرتبہ کے برابر کسی اور کو نہیں جانتے ہو لیکن تعظیم و بزرگی اس کے برابر اوروں کی بھی کرتے ہو۔ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کوئی کافر ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے دو خدا کہے ہوں یا اپنے علم واعتقاد میں کسی مخلوق کو خدا کے برابر مرتبہ میں جانا ہو، مگر اس قدر جانتے تھے کہ بزرگوں کی تقریب کی وجہ سے خدا کے کارخانہ میں کچھ دخل ہے اور کثرت ریاضت کی وجہ سے خدا کی صفات میں سے کچھ کچھ ان میں بھی پیدا ہوگئی ہیں۔ مثلاً خدا تعالی اگر بیشمار آدمی پیدا کرسکتا ہے تو یہ بزرگ اگر چاہیں تو ایک دو آدمیوں کو فرزند بخش سکتے ہیں اور اگر خدا تعالی سارے جہان کو عذاب وقہر میں مبتلا کرسکتا ہے، تو یہ بزرگ اس شخص کو جو ان کی خدمت میں بے ادبی کرے بالضرور کوئی نہ کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ چونکہ آدمیوں کے اعتقاد میں یہ فاسد خیال خوب مستحکم اور مضبوط ہو گیا ہے اسی وجہ سے وہ بزرگوں کی بزرگیاں حد سے زیادہ بجالاتے ہیں اور ان کی رضامندی حاصل کرنے میں بے حد کوشش کیا کرتے ہیں، بس اسی کو شرک باللہ کہتے ہیں جس کو قرآن نے انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرك بہ و یغفر ما دون ذلک (جو شخص خدا کے ساتھ شریک کرتا ہے خدا اس کی بخشش نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے)، پس جو شخص خدا کی بزرگی میں اوروں کو شریک کرے، اسے افسوس کے ہاتھ سے سر پیٹنا اور اخروی نجات کی امید دل سے نکال دینی چاہیے۔ شرع میں جو بزرگیاں کہ خدا کیلئے ہیں یعنی عبادات، ہرچند کہ بے شمار ہیں، مگر میں ان میں سے دو چار بیان کرتا ہوں تاکہ دیگر کو ان پر قیاس کرلیں۔

منجملہ ان کے نماز کے ارکان ہیں جو دوسروں کیلئے کرنے نہ چاہئیں۔ مثلاً جو شخص خدا کے علاوہ دوسرے کو سجدہ کرے گا، کافر ہوگا، کیونکہ فرماتے ہیں و اسجدوا للّٰہ الّذی خلقھنّ ان کنتم ایّاہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعبدو ن ۔(یعنی خدا ہی کو سجدہ کرو جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اگر تم خدا ہی کی عبادت کرتے ہو)۔اور فرمایا و ارکعوا مع الرا کعین (یعنی رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔ بس جس نے غیر خدا کے سامنے رکوع کیا، یعنی رکوع کی طرح تعظیم کی غرض سے قد کو خم کیا وہ ضرور شرک کے گڑھے میں پڑا۔اور فرمایا: و قو موا للّٰہ قانتین (اور کھڑے رہو خدا کے فرمانبردار)۔ پس کسی کے سامنے ہاتھ باندھ کر پاؤں کے بل باادب کھڑا ہونا شرک ہے۔اور فرمایا و حیث ما کنتم فو لّوا و جو ھکم شطرہ (جہاں کہیں تم ہو تو اپنے مونہوں کو خانہ کعبہ کی طرف پھرو)۔ پس عبادت کے واسطے بیت اللہ کے علاوہ بزرگوں کی قبر کی طرف تعظیماً متوجہ ہونا شرک ہے۔

اسی طرح غیر خدا سے دعا مانگنا بھی شرک ہے جیسا کہ ارشاد ہوا و من اضلّ ممّن یدعوا من دون اللّٰہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیا مۃ و ھم عن دعا ئھم غا فلو ن (احقاف)(یعنی کون گمراہ زیادہ ہے اس شخص سے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسے شخص سے دعا مانگتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرے گا۔طرہ یہ کہ وہ ان کی دعا سے محض بے خبر ہیں)۔مطلب یہ ہے کہ اس قوم سے زیادہ تر گمراہ کوئی قوم نہیں ہے جو اموات یا کسی اور کو خدا کے سوا ندا کرتے ہیں، وہ ان گمراہوں کو ہرگز جواب نہیں دیتے۔ وہ لوگ جانتے ہیں کہ وہ سن رہے ہیں حالانکہ وہ ان گمراہوں کی دعا مانگنے اور فریاد مچانے سے محض بے خبر ہیں۔

جو آدمی کہ یا رسول اللہ اور یا علی اور یا غوث الاعظم اور یا حسین اور یا فاطمہ اور اے خواجہ اور اے پیر، کہا کرتے ہیں وہ اپنے احوال کا اس آیت کریمہ کے ساتھ موازنہ کر سکتے ہیں انک لا تسمع الموتی و لا تسمع الصّمّ الدّ عا۔(یعنی اے محمد! تم مردے کو سنا سکتے ہو نہ بہرے کو)۔یعنی سننے کے حق میں مردہ اور بہرہ برابر ہیں۔ و ما انت بمسمع من فی القبور۔(اور نہ تم ان لوگوں کو سنا سکتے ہو جو قبروں میں ہیں)۔

اسی طرح قرآن محض خدا کے واسطے پڑھنا عبادت ہے اور غیر خدا کی رضامندی اور تقرب کے واسطے پڑھنا شرک ہے

روزہ جو بڑی عبادتوں میں سے ہے، اگر غیر خدا کے واسطے رکھیں خواہ سارا روزہ یا آدھا، کافر مطلق ہوں گے۔

اسی طرح حج کہ وہ بھی بڑی عبادتوں سے ہے، اگر کسی اور کے واسطے ادا کرے گا، صریح کفر میں مبتلا ہوگا۔خانہ کعبہ کے علاوہ کسی قبر یا گھر کے گرد گھومنا نہ چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے و لیطوّ فوا بالبیت العتیق یعنی اسی قدیم گھر کا طواف کرنا چاہیے۔ اور صفا و مروہ کے سوا کسی دو مکانوں میں دوڑنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ چاہیے۔ اور جانور خدا تعالی کے علاوہ کسی اور کیلئے ذبح نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح سر منڈانا اور زیارت کرنے والوں جیسی صورت بنانا نہ چاہیے۔ اور دوسرے ارکان حج کو اسی پر قیاس کر سکتے ہیں۔

اور تمام بندگیوں میں بہتر بندگی زکوۃ اور خدا کی راہ میں مال صرف کرنا ہے پس اگر کوئی نقد و جنس یا کھانا اموات کے نام پر یا بزرگوں کی نیاز یا جن و پری اور فرشتے یا خدا کے رسول کسی اور کے واسطے ہونا شرک ہے اور اس کا کھانا ناجائز۔ اللہ تعالی فرماتا ہے حرّ مت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنز یر و ما اهلّ لغیر اللّه به ۔یعنی تم پر مردہ اور خون اور سور کا گوشت اور جس چیز پر غیر خدا کا نام پکارا جائے، حرام ہے۔ مثال اس کی یوں سمجھئے کہ کوئی رعیت بادشاہ کے سامنے اس کے غلام کے پاس نذر لے جائے، باوجودیکہ بادشاہ خود موجود ہے۔ پس ایسے وقت بالضرور وہ شخص غضب سلطانی کے محل میں پڑے گا اور بادشاہ اس کی اس نذر کو خاک ذلت پر ڈالے گا۔ پھر اگر یہ نذر غلام نے قبول کر لی ہے تو وہ بھی محل غضب بادشاہی ہوگا۔ البتہ اگر غلام نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا ہے تو اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ پھر اس نذر کو جو ذلت کی خاک پر پڑی ہوئی ہے، اگر کوئی اور لینے کا ارادہ کرے گا، تو وہ بھی ضرور غضب شاہی میں گرفتار ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ باوجود ہونے اس حقیقی بادشاہ کے اگر کوئی نقد یا کھانا غیر خدا کی نذر کرے، اس کا لینا اور کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اس اخیر زمانہ میں اموات (مردوں) کے تقرب کیلئے قرآن پڑھتے اور کھانا بزرگوں کی نذر دیتے ہیں اور نقدی غیر خدا کے نام پر صرف کرتے ہیں، جیسا کہ موحد لوگ یہ سب عبادتیں محض خدا کے واسطے کرتے ہیں۔ جب آدمی ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس شرک عظیم کے کیوں مرتکب ہوتے ہو تو عوام الناس تو بیہودہ جواب دیتے ہیں اور جہالت بھرے کلمے زبان پر لا کر کہتے ہیں بل نتّبع ما الفینا علیه آ باء نا، ہم تمہارا کہنا نہ مانیں گے بلکہ جس چیز پر ہم نے اپنے باپ دادا کو جمع پایا ہے اسی پر عمل کریں گے اور اسی کی پیروی پر جان دیں گے یعنی تمہارے کہنے سے ہم اپنے باپ دادا کی رسمیں نہ چھوڑیں گے۔ آخر پہلے لوگ جو اس کام کو کر گئے ہیں انہوں نے بھی تو اس کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت سمجھی ہی ہوگی۔ اس کے جواب میں خدا تعالی فرماتا ہے او لو کا ن آ با ء هم لا یعقلو ن شیئاً ولا یهتدون ۔ صرف تمہارے باپ دادا کی رسم و رواج اس کام کے پسندیدہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ اپنے باپ دادا کی گمراہی پر تعجب نہ کرو، اگرچہ بظاہر گدڑی پوش ہی ہوں۔ اور بعض آدمی چند دن کتابوں کا مطالعہ کر کے شرعی حیلہ ظاہر کرنے لگتے ہیں کہ ہم قرآن بزرگوں کیلئے نہیں پڑھتے، غیر خدا کے نام پر کھانا نہیں دیتے، بزرگوں کے واسطے جانور ذبح نہیں کرتے بلکہ یہ سب نیک کام محض خدا کے واسطے کرتے ہیں اور اس کا ثواب لوگوں کو بخشتے ہیں۔ غور کرنا چاہیے کہ یہ لوگ حیلہ گر نہیں تو اور کون ہیں۔ بھلا اگر خدا کے واسطے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے کبھی مہینہ کی تخصیص جیسے محرم، میراں جی، شب برات وغیرہ کی کیوں کرتے ہیں۔ اور جو کھانے ان بزرگوں کو مرغوب ہوتے ہیں مثلاً پلاؤ، مالیدہ وغیرہ کو کیوں خاص کرتے ہیں۔ اور اپنے اموال میں حصہ کیوں مقرر کرتے ہیں۔ اور ایام مقررہ سے پہلے کچھ بھی صرف نہیں کرتے ہیں۔ اور جس جانور کو ذبح کرتے ہیں اس پر کیوں نشان لگاتے ہیں اور قبروں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ یہ سب صورتیں خالص شرک کی ہیں کہ شیطان نے حیلہ اور فریب سے ان کے دلوں میں ثواب کا بخشنا اور اس کا عطا کرنا ڈال دیا ہے کیونکہ وہ ملعون خدا کے سامنے وعدہ کر چکا ہے قا ل لا تّخذنّ من عبا دك . الخ ..خدا تعالی کے حضور میں . شیطان بولا کہ بلاشبہ میں تیرے بندوں سے ایک مقررہ معین حصہ لوں گا اور بے شک میں انہیں گمراہ کروں گا۔ اور ان کے دلوں میں جھوٹی آرزو میں ڈالونگا۔ اور میں انہیں جانوروں کے کان پھاڑنے کا حکم کروں گا۔ میں انہیں حکم کروں کہ وہ خدا کی پیدائش کو بدل ڈالیں گے۔ خدا تعالی فرماتا ہے۔ اور جو شخص خدا کے سوا شیطان کو دوست رکھے گا بلاشبہ صریح وظاہر نقصان میں پڑے گا۔

یعنی شیطان نے وعدہ کیا ہے کہ میں تیرے بندوں سے بایں طور حصہ مقرر کرونگا کہ ہر برس وہ سورو پئوں میں سے اس قدر خدا کے غیر کی نیاز چڑھائیں، یا ہر برس اتنا غلہ فلاں بزرگ کے نام پر علیحدہ کریں اور ان کے دلوں میں باطل آرزوئیں ڈالی ہیں۔ مثلاً یہ مضمون سمجھایا ہے کہ جو شخص ان بزرگوں کی نیاز ادا کرے گا تو یہ بزرگ اس کی ضرور شفاعت کر کے جنت میں داخل کریں گے۔ نیز شیطان یہ حکم کرتا ہے کہ لوگ خدا کی پیدائش کو اسی طرح بدل ڈالتے ہیں کہ اپنے آپ کو خواجہ سرا بنالیں، یا داڑھی کو منڈوا ڈالتے، یا کسی اور طرح اپنی شکل پلٹ لیتے ہیں نعوذ باللہ منھا۔ پس یہ سب شیطان کے داؤ ہیں کہ اوروں کو ثواب عطا کرنے کے بہانے سے آدمیوں کے دلوں میں شرک ڈالتا اور اپنے وعدوں کے پورا کرنے میں کوشش کرتا رہے۔ دیکھئے اگر لوگوں سے قرآن مجید کے ختم کا ثواب طلب کرتے ہیں تو وہ اس کے دینے میں کچھ بھی تامل نہیں کرتے۔ ایک روپیہ مانگنے پر ہزاروں حیلے پیدا کرتے ہیں۔ پس ان لوگوں کے دلوں میں آخرت کا ثواب کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ بے تکلف اوروں کو بخش دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کی نیکی اور بدی میزان عدالت میں برابر اتریں گی، حکم ہوگا کہ ایک بھلائی اور لے آ کہ تیری نیکی زیادہ ہو جائے اور جنت کا مستحق ہو۔ پس یہ شخص ہر ایک عزیز کے آگے التجا کا ہاتھ لے جائے گا۔ مگر ماں باپ اور بیوی، بچے ایک بھلائی تک دینے سے انکار کر دیں گے۔ غرض کہ ایک نیکی ڈھونڈے نہ ملے گی۔ آج کیا شوخ چشمی اور بے خوفی ہے کہ ہزاروں نیکیوں کے بخشنے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ مگر بات یہ ہے کہ یہ لوگ اعمال کی قدر اور آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔ بلکہ اعمال کو نہایت ضعیف اور ہلکا جانتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب ثواب کے بخشنے کی حقیقت سمجھنی چاہیے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک شخص کا ثواب بخشنا دوسرے شخص کو نہیں پہنچتا اور اس پر دلیل خدا تعالیٰ کا قول لھا ما کسبت و علیھا ما اکتسبت ہے۔ یعنی ہر ایک کے لئے اسی چیز کا نفع ہے جو اس نے کمایا اور خاص اسی پر ضرر ہے جو ان سے حاصل کیا۔ علاوہ ازیں اور بہت سی آیات و احادیث اسی معنی پر دلالت کرتے ہیں اور یہ قیاس کے بھی مخالف ہے کہ جب ابھی تک جناب الٰہی میں عمل کا قبول ہونا اور نہ ہونا ظاہر نہیں ہوا، اور جزا اس شخص کے ہاتھ میں نہیں ہے تو دوسروں کو کیا بخش سکتا ہے۔ اور بعض علماء جیسے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بدنی اعمال کا ثواب جیسے نماز روزہ وغیرہ دوسروں کو نہیں پہنچتا، ہاں عبادت مالی کا ثواب جیسے کہ کھانا کھلانا، کنواں کھودنا، پل بنوانا، جو محض خدا کے واسطے ہو، آدمیوں کے بخشنے سے دوسروں کو بھی ثواب بایں قیاس پہنچتا ہے کہ تمام علماء متفق ہیں کہ قرضداروں کے قرض ادا کرنے سے اموات (مردوں) کے عذاب آخرت سے رہائی ہوتی ہے اور منقول ہے کہ پیغمبر ﷺ سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ میری ماں مرگئی ہے، میں اس کے لئے کوئی ایسی چیز کرنا چاہتا ہوں جو اس کے کام آئے۔ حضرت ﷺ نے کنواں کھودنے کا ارشاد فرمایا۔

لیکن تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اپنے کاموں کا اوروں کو ثواب بخشنا بہت سے متواتر صحابیوں سے منقول نہیں ہے باوجودیکہ وہ حضرات ماں، باپوں اور بزرگوں سے اس درجہ محبت کرتے اور ان کے حقوق اس قدر پہچانتے تھے جس قدر کہ ہم نہیں پہچانتے، مگر اس فعل کا عمل میں لانا اکثر حضرات سے ثابت نہیں ہوا جیسا کہ اس زمانہ کے لوگ اس فعل کو بکثرت کیا کرتے ہیں۔ نیز سارے علماء کا اتفاق ہے کہ مردوں کو اعمال کا ثواب بخشنے میں اگر نفع ہے، تو بھی بہت ہی تھوڑا ہے۔ اگر کوئی آدمی زندگی میں ایک پیسہ خرچ کرے تو اس کے پیچھے لاکھ پیسوں کے خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اسی طرح اگر کسی آدمی نے اپنی ساری عمر کو دنیا کے حاصل کرنے میں ضائع اور برباد کر ڈالا اور کوئی بھی بھلا کام نہ کیا، جس کی وجہ سے خدا اس سے ناراض ہے تو ممکن نہیں کہ اس کے مرنے کے پیچھے اور لوگ اعمال خیر بجالائیں اور وہ اس کو آخرت کے عذاب سے چھڑالیں۔ بلبل شیراز یوں نغمہ سرا ہوتا ہے۔ (فارسی شعر کا اردو ترجمہ): سامان عیش اپنی قبر میں آپ بھیج کیونکہ کوئی کسی کے کام نہیں آتا، تو آپ مرنے سے پہلے بھیج۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اگرچہ اعمال کا ثواب بخشنا درست ہے لیکن شرک کا موجب بھی ہے کیونکہ عوام الناس تمیز نہیں کرتے۔ ہم ان عبادتوں کا ثواب بزرگوں کو بخشتے ہیں یا خود بزرگوں کی قربت اور رضامندی کے واسطے عبادت کرتے ہیں، یوں ہی انجام کار غیر خدا کے نام کی عبادت کرنے لگتے ہیں اور مشرک بن جاتے ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں اعمال شرک کی کثرت ہے، لہٰذا خاص لوگوں کو مناسب ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے کاموں سے غفلت اور چشم پوشی کریں تا کہ شرک کا دروازہ بند ہو جائے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اپنے اعمال غیر کو بخشنے کی ضرورت نہیں اگر اس میں فائدہ خیال کیا جا سکتا ہے تو بہت ہی تھوڑا سا۔ پس ان جیسے کاموں سے شرک کا دروازہ کھولنا کیا ضرور ہے؟ اور تھوڑے سے فائدے کے خیال پر ہزاروں مسلمانوں کو دوزخ کا رستہ دکھانے سے کیا فائدہ ہے۔ قبروں کے دیکھنے سے ہر چند کہ اپنی موت یاد آتی ہے اور دنیا سرائے معلوم ہوتی ہے مگر پھر بھی جناب رسالت مآب ﷺ نے پہلے پہل سب کو منع فرمایا کہ کوئی شخص قبر کی زیارت نہ کرے۔ اور اس کے سامنے جا کر کھڑا نہ ہو، صرف اس واسطے کہ اس زمانہ کے آدمی قبروں کی تعظیمیں حد سے زیادہ بجالاتے تھے، لیکن جب جاہلیت کا زمانہ گذر گیا اور موحد آدمی پیدا ہوئے اور قبروں کی تعظیمیں موقوف کر دیں تب بھی صرف مردوں ہی کو قبور کی زیارت کی اجازت ہوئی، لیکن عورتوں کو وہی ممانعت باقی رہی۔ وجہ یہ کہ عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ وہ قبروں پر جا کر بالضرور کوئی خلاف شرع تعظیم یا نوحہ کریں گی۔ اور نوحہ کرنے والی عورت کے حق میں وعید عذاب آخرت وارد ہوئی ہے۔

اگر کسی شخص کو منظور ہو کہ ہم سے انبیاء اور اولیاء یا پیروں یا مجتہدوں یا ماں باپ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچے تو اسے اس طریقہ سے بہتر اور کوئی طریقہ نہیں کہ محض خالص خدا کے واسطے پہلے کام اور عبادت بجالائے اور دل سے فرمان الٰہی کا مطیع ہو کر عبادتوں کا ثواب کسی کو نہ بخشے بلکہ خود بھی ان کا ثواب نہ چاہے، ہاں دل میں صرف اس قدر خیال کرے کہ ہم نے محض اپنے مالک کی رضا مندی اور خوشنودی کے واسطے یہ کام کیا ہے۔ اس کی مزدوری ہمیں درکار نہیں، بلکہ اس کی رحمت وعنایت ہماری بخشش کے واسطے کافی ہے جیسا کہ خواجہ حافظ فرماتے ہیں (فارسی شعر کا اردو ترجمہ): تو گداؤں کی طرح مزدوری کی شرط پر بندگی نہ کر، کیونکہ سردار بندہ پروری کا طریقہ آپ جانتا ہے۔

اس طریق پر خدا تعالیٰ اس مسلمان کو بہت سا اجر دے گا اور اس کے حقداروں کو بھی ثواب پہنچائے گا کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اولاد کے اعمال کا ثواب باپ دادا کو بدوں بخشے پہنچتا ہے، اور کرنے والے کا ثواب بھی کم نہیں ہوتا۔ اسی طرح شاگردوں کے اعمال کا ثواب علم ظاہری کے استادوں یعنی عالموں اور مجتہدوں اور علم باطنی کے مرشدوں یعنی پیران طریقت کو پہنچتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ آدمی اپنے پروردگار کا فرمانبردار ہو کیونکہ جب اللہ اس بندہ سے راضی ہوگا اور اپنی بارگاہ کا مقبول بنائے گا تو اس بندہ کے حقداروں کے احوال سے کہ اس کا دل ان کی بخشائش کے ساتھ متعلق ہے، بالکل غفلت نہ کریگا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم در بیان ملحق بہ عبادات:

باید دانست کہ سوائے شارعؑ اقوام دیگر تعظیماتے کہ برائے خدا مقرر نمودہ انداگر شخصے آن را تعظیماً پیش غیر اللہ ادا نماید مشرک مے شود۔ چرا کہ ایں ہمہ ملحق بہ عبادت اند۔ مثلاً شخصے پیش بزرگے یا قبرے بیک پا استادہ شود، یا سر خود را زیر کندہ پائے خود را بالا کشد بشرک جلی گرفتار خواہد شد، یا تعظیمے جدید اختراع نماید کہ سوائے خدائے لائق قدر بزرگان نیست البتہ مشرک خواہد شد چنانکہ مردماں بسوئے قبور قدمے چند مے روند و باز ایستاد مے شوند و کج شدہ باز پس مے آیند و بہ طرف آن قبر پشت نمے کنند بلکہ بہ طرف پشت گامے نہند و باز آیند و امثال ایں ہم بریں قیاس باید کرد بعضے مردماں مے گویند کہ مایاں بزرگاں را شریک خدا نمے دانیم وحل مشکلات از ایناں نمے خواہیم بلکہ ایشاں مقربان بارگاہ الٰہی ہستند، ما را ہم قریب از خدا خواہند کرد باعث ہمیں است کہ تعظیمات ایشاں زیادہ از حد بجائے آریم بجواب ایشاں حق سبحانہ و تعالی مے فرماید و الّذین اتّخذوا من دونہ اولیاء ما نعبد ھم الّا لیقرّ بونا الی اللّہ زلفی۔ انّ اللّہ یحکم بینھم فیما ھم فیہ یختلفون ۔ انّ اللّہ لا یھدی من ھو کاذب کفّار ۔ آنانکہ دوست گرفتہ اند بجز خدا گفتند کہ عبادت نمے کنیم ایشاں را مگر برائے اینکہ کنند مایاں را بسوئے خدا در مرتبہ قرب ۔ ہر آئینہ خدا حکم مے کند میان ایشاں آنچہ کہ اختلاف دارند، ہر آئینہ خدا راہ نمی نماید کسے را کہ دروغ گوئے کافر است ۔

یعنی درمیان موحداں و مشرکاں اختلاف است ۔ موحداں مے گویند کہ ایں اعمال شرک است ۔ از خدا دور مے افگند و مشرکاں مے گویند کہ ایں تعظیمات بزرگان موجب قرب خدا است ۔ خدا تعالی فرمود کہ ما حکم مے کنیم درمیان اختلاف شمایاں وقول فیصل مے گویم، مشرکاں کاذب اند در قول خود مے گویند کہ ما تعظیم و عبادت بزرگان نمے کنیم مگر برائے اینکہ ما را از خدا قریب مے کنند بلکہ عبادت بزرگاں برائے دفع بلائے نمایند و بزرگاں را قادر بر رفع حوائج میدانند و غیر اللہ دوست داشتن و عبادتش کردن آدم را کافر مے کند، چگونہ موجب قرب الٰہی خواہد شد و ہدایت بدست خدا است و او تعالی ہدایت نخواہد کرد ایں مشرکان دروغ گو را کہ مے گویند قریب کردن از خدائے تعالی باختیار بزرگان است انک لا تھدی من احببت و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکنّ اللّٰہ یھدی من یّشاء فراموش مے کنند

(جاننا چاہیے کہ شارع ؑ کے علاوہ اور لوگوں نے جو تعظیمیں خدا کے واسطے مقرر کی ہیں، اگر کوئی شخص انہیں غیر خدا کے سامنے تعظیماً بجالائے گا، مشرک ہوگا کیونکہ یہ عبادات کے مشابہ ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص بزرگ یا قبر کے آگے ایک پاؤں کے بل کھڑا ہوگا، یا سر نیچے اور پاؤں اوپر کریگا، شرک جلی میں گرفتار ہوگا، یا کوئی ایسی نئی تعظیم پیدا کرے گا جو خدا کے علاوہ بزرگوں کی قدر کے لائق نہ ہو تو بھی مشرک ہوگا جیسا کہ بعض آدمی قبروں کی طرف چند قدم چلتے پھر ٹھہرتے اور ٹیڑھے ہو کر واپس آتے ہیں، اور اس قبر کی طرف پیٹھ نہیں کرتے بلکہ پچھلے قدم ہٹ آتے ہیں۔ اسی طرح ان جیسے اور کاموں کو اس پر قیاس کرنا چاہیے۔ بعض آدمی کہنے لگتے ہیں کہ ہم بزرگوں کو خدا کا شریک نہیں جانتے۔ اور نہ ان سے مشکل کشائی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ لوگ چونکہ دربار الٰہی کے مقرب ہیں، تو ہم کو بھی خدا کے قریب کر دیں گے۔ اسی وجہ سے ہم ان کی تعظیم حد سے زیادہ بجالاتے ہیں۔ حق تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے و الّذین اتّخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الّا لیقرّ بونا الی اللّٰہ زلفی۔ انّ اللّٰہ یحکم بینھم فیما ھم فیہ یختلفون۔ انّ اللّٰہ لا یھدی من ھو کا ذب کفّار۔ جو لوگ خدا کے علاوہ اور لوگوں کو دوست رکھتے ہیں، کہتے ہیں ہم ان کو صرف اس واسطے پوجتے ہیں کہ یہ ہم کو مرتبہ قرب میں خدا کی طرف نزدیک کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ ان میں حکم کرتا ہے، جس چیز میں کہ یہ اختلاف کرتے ہیں۔ البتہ خدا رستہ پر نہیں لگاتا اس شخص کو جو جھوٹا اور کافر ہے۔

یعنی موحدوں اور مشرکوں میں اختلاف ہے۔ موحد کہتے ہیں کہ یہ اعمال شرکیہ ہیں، خدا سے دوری پیدا کرتے ہیں۔ مشرک کہتے ہیں کہ یہ بزرگوں کی تعظیمیں خدا کی تقریب کا موجب ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم تمہارے اختلاف میں صاف حکم اور قول فیصل بیان کرتے ہیں کہ مشرک اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ اگرچہ بظاہر کہتے ہیں کہ ہم بزرگوں کی تعظیم و عبادت صرف اس واسطے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا سے قریب کر دیں گے، مگر درحقیقت بلا کے دفعیہ کے واسطے بزرگوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور حاجتوں کے پورا کرنے پر انہیں قادر جانتے ہیں۔ حالانکہ غیر خدا کو دوست رکھنا اور اس کی عبادت کرنا آدمی کو کافر بنا دیتا ہے یہ کیونکر قرب الٰہی کا موجب ہوگا حالانکہ ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے اور حق تعالیٰ ان جھوٹے مشرکوں جو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے نزدیک کرنا بزرگوں کے اختیار میں ہے، راہ پر نہیں لگاتا۔ یہ کم بخت یہ آیت انک لا تھدی من احببت..الخ بھول گئے ہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم در بیان اشراک فی العادت:

باید دانست کہ موحدان را عادت دیگر مے باشد ومشرکاں را دیگر۔ موحداں در نشستن و برخواستن و بر پہلو گردانیدن نام خدا بیاد مے آرند، یعنی یا اللہ، و یا رب، و یا کریم، وامثال ایں الفاظ مے گویند۔ چنانکہ حکم است فاذکروا اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبکم (النساء) یاد آرید نام خدا در نشستن و برخواستن و بر پہلو ہائے خود۔

بعضے مردمان عکس ایں آیہ، یا پیر، یا خواجہ، یا علی میگویند۔ مومن را ازیں حذر واجب است وقول خود را موکد بضم کردن از عادی ضروری انسان است لائق سوگند۔ ہموں ذات پاک است کہ سوگند دلالت بر اعلی مرتبہ تعظیم ومحبت وحاضر وناظر بودن خدا مے کند۔ ایں معنی لائق بزرگان نیست۔

واطفال خود را بنامے مشہور نباید کرد کہ وردشرک لازم آید مثل عبدالرسول و بندہ علی وغلام غوث بروز قیامت روبروئے آن شہنشاہ چوں ندا کردہ خواہید شد کہ بیارید بندہ علی صاحب ایں اسم چہ شرمساری ہا خواہد کشید وعزیزاں را وقت رخصت نباید گفت کہ بغلاں بزرگ سپردم بلکہ مثل ایں کلمہ برزبان آرند، کہ خدایار تو باد، و بخدائے عزوجل بسپردم کہ حافظ وناصر از اسماء ئے الٰہی است۔ وقتیکہ آب سرد بیاشامندہ یا غذائے لطیف خورند یا باوخوش وزود و بابوئے خوش از گل وریحان بدماغ آید شکر خالق آن نعمت بجا باید آورد و باد دیگراں نماید کرد بے انصافی محض است کہ منعم حقیقی را کہ آں نعمت ہائے پیدا کردہ وبخشیدہ اوست فراموش کنیم و نام غیر اللہ برزبان آریم

اے چہ نیکی ہا کہ با من کردۂ با ہزاراں ناز ہا پروردۂ
آں لعین از نعمت محروم باد کاں بیارد نام غیرت را بیاد

(جاننا چاہیے کہ موحدوں کی اور عادت اور مشرکوں کی اور عادت ہوا کرتی ہے۔ موحد اٹھتے بیٹھتے کروٹ لیتے خدا کا نام لیا کرتے ہیں۔ یعنی یا خدا، یا رب، یا کریم اور ان جیسے الفاظ کہتے ہیں جیسا کہ خدا نے حکم فرمایا ہے فاذکروا اللّٰہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبکم خدا تعالی کو اٹھتے بیٹھتے اور کروٹوں کے بل یاد کیا کرو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر بعض آدمی اس کے برعکس یا خواجہ، یا علی کہتے ہیں۔ مومن کو ان باتوں سے پرہیز کرنا واجب ہے اور چونکہ انسان کی ضروری عادت ہے کہ وہ اپنے قول کو قسم کے ساتھ مؤکد کیا کرتا ہے تو قسم کے لائق وہی ذات پاک ہے، کیونکہ قسم کھانا خدا کے اعلیٰ مرتبہ اور تعظیم ومحبت اور اس کے حاضر وناظر ہونے پر دلالت کرتا ہے، یہ معنی بزرگوں کے لائق نہیں

اور اپنے بچوں کے نام ایسے نام سے مشہور نہ کرنا چاہیے جس سے شرک لازم آتا ہے، جیسے عبدالرسول، بندہ علی وغلام غوث وغیرہ۔ قیامت کے دن جب اس شہنشاہ کے سامنے ندا کی جائے گی کہ بندہ علی کو حاضر کرو، تو اس وقت اس نام والے کو کیسی شرمندگی حاصل ہوگی۔ اسی طرح اپنے عزیزوں کو رخصت کرنے کے وقت یوں نہ کہنا چاہیے کہ تمہیں فلاں بزرگ کو سونپا۔ بلکہ یہ کلمہ زبان پر لائے کہ خدا تیرا مددگار ہے اور تجھے خدا کو سونپا۔ وجہ یہ کہ حافظ وناصر خدا کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ علی ہذا القیاس۔ جب ٹھنڈا پانی پئیں یا لطیف غذا کھائیں یا عمدہ ہوا چلے، یا گل وریحان کی خوشبو سے دماغ معطر ہو، تو ان نعمتوں کے پیدا کرنے والے کا شکر بجالانا چاہیے، نہ اس وقت اوروں کو یاد کرنا چاہیے۔ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ حقیقی منعم کو جس نے یہ نعمتیں پیدا کر کے بخشی ہیں بھولتے اور اس کے غیر کا نام زبان پر لاتے ہیں۔ اے وہ پاک ذات کہ کس قدر نیکیاں میرے ساتھ تو نے کی ہیں۔ ہزاروں ناز سے پالا ہے۔ وہ مردود تیری نعمت سے محروم رہے جو غیر کا نام یاد کرتا ہے)۔

فصل ہفتم در بیان بت پرستی

باید فہمید کہ اگر چہ در لغت بت پرستی، صورت پرستی را گویند، اما در شرع معنی دیگر دارد یعنی تراشیدہ ء دست خود را پرستیدن، موقوف بر تصویر نیست، ندیدہ کہ نصاری تصویر حضرت عیسیٰؑ را از دست خود مے تراشند و پرستش مے کنند۔ پس اگر تصویر بزرگان بسازند و تعظیما تش بجا آرند و یا نقل تربت حضرت حسینؓ یا نشانی... و نام بزرگاں منسوب کند، از اقسام بت پرستی باشد و نشان قدم بر سنگے منقش کردن و آن نقش قدم جناب رسالتمآب ﷺ قرار دادہ تعظیما تش بجا آوردن، بر ہمیں قیاس باید کرد۔ واز ہمیں اقسام باشد پرستش قبر ہاء و آنحضرت ﷺ بر کسانے کہ چراغ بر قبور برند، لعنت فرمودہ است، و بناء مکانات بر قبور ساختن و بخشت پختہ بستن و از... بیض سفید کردن واز کچ محکم ساختنش را منع فرمود۔ و موجبش ہمیں است کہ تزئین قبور باعث شرک مے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شود و اسراف مال است، آنچہ حضرت ﷺ، حضرت علیؓ کرم اللہ وجھہ را در باب قبور ارشاد فرمودہ اند با حادیث صحیحہ وارداست و بہمہ کس معلوم و مسلّم، احتیاج تصریح نیست۔ تعظیمات درختاں و مکانات سوائے مسجد بجا آوردن را نیز برہمیں قیاس نمائی۔ نشنیدہ ء کہ بزیر درخت بیعت الرضوان شدہ بود عمرؓ را از بیخ برکندید کہ مبادا تعظیماتش بجا آرند و بدر یائے شرک مستغرق شوند واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(جاننا چاہیے کہ اگر چہ بت پرستی لغت میں صورت پرستی کو کہتے ہیں لیکن شرع میں اس کے اور معنی ہیں۔ یعنی اپنے ہاتھ کی تراشی ہوئی چیز کو پوجنا۔ پس بت پرستی تصویر ہی پر موقوف نہیں ہے، دیکھئے نصاری، حضرت عیسیٰؑ کی تصویر ہاتھ سے گھڑ کر پرستش کرتے ہیں۔ پس اگر بزرگوں کی تصویریں بنا کر ان کی تعظیم بجالائیں یا حضرت امام حسین کی تربت کی نقل یا کوئی نشان بنا کر بزرگوں کی طرف منسوب کریں، یہ سب بت پرستی کی قسمیں ہیں۔ اور کسی پتھر پر قدم کا نشان منقش کرنا اور اسے جناب رسالت مآب ﷺ کا نقش قدم قرار دے کر اس کی تعظیم بجالانے کو اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ اور انہیں قسموں میں قبروں کی پرستش بھی داخل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے قبروں پر مکان بنانے اور انہیں اینٹ سے پختہ کرنے اور چونے سے سفید کرنے اور گچ سے مضبوط کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبور کی زینت شرک کا باعث اور اسراف مال کی وجہ ہوتی ہے۔ حضرت ﷺ نے جو کچھ حضرت علیؓ سے فرمایا تھا وہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے اور سب لوگوں کو معلوم و مسلّم، اس کی تصریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ نیز مسجد کے علاوہ درختوں اور مکانوں کی تعظیم بجالانے کو اسی پر قیاس کیجئے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جب بیعت رضوان کا درخت زیارت گاہ ہوگیا، تو حضرت عمرؓ نے بایں وجہ اسے جڑ سے اکھاڑ ڈالا کہ مبادا لوگ اس کی تعظیم بجالائیں اور شرک کے دریا میں ڈوب جائیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب)۔ (دیکھئے حاشیہ نمبر ۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید احمد شہید بریلویؒ

سید احمد رائے بریلی کے رہنے والے تھے اور ان کا خاندان صوفیاء کا خاندان تھا جس کے مورث اعلیٰ شاہ علم اللہ کی خانقاہ تکیہ شاہ علم کے نام سے مشہور تھی۔ ان کے نانا شاہ ابوسعید، شاہ ولی اللہ کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ سید احمد بچپن میں یتیم ہو گئے تھے۔ رسمی علوم حاصل کئے بغیر تلاش روزگار میں لکھنو چلے گئے لیکن وہاں شیعیت، بدعات وغیرہ کا زور ہونے کے باعث وہاں کی فضا سے بددل ہو کر دہلی چلے گئے اور شاہ عبدالعزیز کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے اور سلوک و تصوف میں بلند مرتبہ ہو گئے۔ پھر تلاش معاش میں نواب امیر علی خان کی فوج میں بھرتی ہو گئے لیکن جب نواب امیر علی خان کی پالیسیوں سے اختلاف ہوا تو فوج کی ملازمت چھوڑ کر ۱۸۱۶ء میں واپس دہلی چلے گئے جہاں شاہ اسماعیل اور مولوی عبدالحی بڈھانوی نے آپ سے بیعت کر لی۔ (شاہ اسماعیل آپ سے ۸ سال اور مولوی عبدالحی ۱۰ سال بڑے تھے)۔

۱۸۱۸ء (۱۲۳۱ھ) میں آپ نے ۲۵ ساتھیوں کے ساتھ پہلا تبلیغی دورہ کیا۔ ہمراہیوں میں شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحی کے علاوہ شاہ ولی اللہ کے بھتیجے مولوی محمد یوسف، مولوی وجیہ الدین سہارنپوری، مولوی وحید الدین پھلتی، انکے بھائی حافظ قطب الدین پھلتی، حکیم مغیث الدین سہارنپوری، شاہ ابوسعید شامل تھے۔ آپ کا تبلیغی قافلہ غازی الدین نگر، مرادنگر، میرٹھ (دس روز قیام رہا)، بڑھانہ، پھلت (۱۷ روز رہے)، مظفرنگر، دیوبند (اس علاقے میں ایک ہفتہ سے زائد قیام رہا)، سہارن پور، گڈھ مکیٹسر، رام پور، بریلی، شاہ جہان پور گیا۔ اس دورے پر چار ماہ صرف ہوئے اور قافلے کی تعداد ۲۵ سے بڑھ کر ۵۰ ہو گئی۔ پھر رائے بریلی میں چند ماہ قیام کیا جہاں مزید لوگ قافلے میں شامل ہوئے اور تعداد ۱۷۰ تک پہنچ گئی۔ وہاں سے الہ آباد کا رخ کیا اور راستے میں جگہ جگہ قیام کرتے ہوئے (چار دن کا سفر ایک ماہ میں طے کر کے) الہ آباد پہنچے۔ پھر وہاں سے کان پور، بنارس، سلطان پور ہوتے ہوئے پھر وطن آ گئے اور رائے بریلی میں دو ہفتے قیام کر کے لکھنو تشریف لے گئے۔ لکھنو میں تقریباً تین ماہ قیام رہا۔ اس دورے میں آپ نے سماجی اصلاح اور رد شرک اور بدعات کی تردید کا خوب کام کیا۔ جہاں گئے وہاں عموماً اپنے بعد کے لئے کسی کو نائب مقرر کر جاتے پھر شاہ عبدالعزیز کے پاس چند روز قیام کیا اور شعبان ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) رائے بریلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے قصد سے روانہ ہوئے ۔مئی جون کا موسم تھا۔ رام پور میں نواب احمد علی والی رام پور نے بھی بیعت کی ۔ رائے بریلی میں چار ماہ قیام رہا۔ جناب عبدالحی بڈھانوی کے مسلسل وعظوں سے بدعات اور بداعمالیوں کی بہت اصلاح ہوئی ۔

لکھنو میں اکبری دروازے کے قریب میر مسکین کی حویلی میں فرمایا لیکن چونکہ یہ جگہ پونے دوسو اہل قافلہ کے لئے تنگ ثابت ہوئی اس لئے دریائے گومتی کے کنارے ٹیلے والی مسجد کے قریب شیخ امام بخش سوداگر کی حویلی میں منتقل ہوگئے ۔ مرزا حسن علی بیگ محدث نے بھی ملاقات کی شہر کے تقریباً تمام علما مشائخ آپ سے بیعت ہوئے ..مساجد میں تقاریر ہوتی رہیں لیکن بعض لوگوں نے لکھنو میں شیعہ سنی اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش کی اور آپ وہاں سے چلے آئے ۔

سید احمد بریلوی نے گمراہ صوفیا پر سخت تنقید کی اور تصوف کو شریعت کے سانچے میں ڈھال کر اور جادہ عمل کی شکل میں پیش کیا ۔شاہ اسماعیل شہید اور مولانا عبدالحی نے (سید احمد بریلوی کے ملفوظات پر مبنی) صراط مستقیم نام کی کتاب لکھی جس میں اس دور کے روحانی امراض اور ان کے اصلاحی پروگرام کی تفصیلات ہیں ۔اس میں اعلان کیا گیا کہ:

تمام رسوم ہند وسند و فارس و روم مرکہ خلاف محمد عربی باشد یا زیادتی از طریقہ صحابہ شود ترک می نماید و انکار و کراہت براں اظہار کند (صراط مستقیم کتب خانہ اشرفیہ دیوبند صفحہ ۱۲) ۔

اس کتاب میں اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ابتدائی دور کے ہندوستانی مسلمانوں کی جن خرابیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اس طرح ہیں :

۱۔شرع کی مخالفت اور کلام ملحدانہ اور اشغال قبیحہ شرک آمیز کی اشاعت ۔ ۲۔ خدا اور رسول کے متعلق کلمات بے ادبانہ کا صدور ۔۳۔مسئلہ تقدیر میں غیر ضروری قیل وقال اور بحث و جدال کا اظہار

سید احمد اور ان کے احباب نے اس معاملہ میں توازن اختیار کرنے کا مشورہ دیا اور واضح کیا کہ خدا کی ہستی اور اس کی قدرت ایسے مسائل ہیں کہ ان میں منطق اور دلائل کی مدد سے انسان کسی یقینی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکتا اور ان مسائل پر ایمان بالغیب ہی عقل وسمجھ کا راستہ ہے ۔انہوں نے اس کی بجائے آیات الٰہی خدا کی مخلوق اور کائنات کے ٹھوس حقائق پر غور وخوض اور تلاش وتحقیق کرنے کا مشورہ دیا ۔ ان حضرات نے مرشد کی تعظیم میں مبالغہ، قبروں پر سجدہ کرنے، اور مرادیں مانگنے، اور فضول خرچی و نذر نیاز سے روکا ۔شادی بیاہ اور ختنہ کے موقع پر دھوم دھام اور فضول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسموں کی ملامت کی۔ انہوں نے خانقاہیت اور گوشہ گیری کے بجائے مجاہدہ اور اجتماعی صلاح و فلاح کیلئے احباب کو تیار کیا۔ اودھ کے علاقوں میں انکی اس قدر مقبولیت بڑھ گئی کہ جہاں جاتے سینکڑوں لوگ ان کے ہمراہ ہوتے۔ اودھ کے امراء اور سجادہ نشینوں نے ان کی پذیرائی کی۔ صاحب مخزن احمدی نے لکھا ہے کہ غازی الدین حیدر کے نائب السلطنت آغا میر نے ان کو لکھنو مدعو کیا اور یہ التماس کیا:

آپ کے وعظ و تزکیہ کی شہرت زمانے بھر میں پھیل چکی ہے۔ اگر لکھنو کو عموماً اور مجھ مشتاق و طلبگار کو خصوصاً تشریف آوری سے نوازیں تو یہ امر رشتہ برداری و مروت و عالی حوصلگی سے خالی نہ ہوگا۔

معتمد الدولہ کے اس خط سے سید احمد کی اودھ میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مورخین رقم طراز ہیں کہ نواب اودھ کی فوج میں بلند عہدوں پر فائز افراد بھی ان کے حلقہ عقیدت میں شامل تھے۔ مثلاً فقیر محمد خان رسالدار، عبدالباقی خان قندھاری۔ سید صاحب نے لکھنو میں ڈھائی ماہ قیام کیا اسوقت کا لکھنو اپنی رنگین مزاجی تو ہم پرستی اور لہو ولعب کے نقطہ عروج کا ہے مگر سید صاحب کی کاوش نے بہت سے لوگوں کے اندر معاشرہ کی عام روش سے کٹ کر اپنی عملی زندگی کی اصلاح کا جذبہ پیدا کر دیا۔ (لکھنو کے شعروادب کا معاشرتی وثقافتی پس منظر۔ص ۱۲۳)

سید احمدؒ کے دوسرے تبلیغی دورے کا آغاز شوال ۱۲۳۶ھ (۱۸۲۱ء) تکیہ شاہ علم اللہ سے ہوا۔ ساتھیوں کی تعداد چار سو تھی۔ اس دور میں کچھ علماء نے فریضہ حج کی معافی کا فتوی دے رکھا تھا کہ پرتگیزوں کی بحری قزاقیوں کے باعث سفر مخدوش ہے۔ اس دورے کا مقصد اس غلط عقیدے کی اصلاح بھی تھا۔ (آپ ڈلمئو اور الہ ہوتے ہوئے ایک ماہ ۲۶ روز میں بنارس پہنچے۔ ۱۰ محرم ۱۲۳۶ھ کو بنارس سے دریا کے ذریعہ روانگی ہوئی۔ زمانیہ ضلع غازی پور، غازی پور، بارہ، بکسر، بلیا، چھپرا ہوتے ہوئے دانا پور پہنچے جہاں ایک ہفتہ قیام کیا۔ دانا پور سے دریائی سفر کر کے پٹنہ پہنچے۔ اس شہر میں دو ہفتہ قیام رہا۔ بہت لوگ مستفید ہوئے۔ پھر باڑھ، مونگیر، بھاگل پور قیام کرتے ہوئے مرشد آباد پہنچے۔ پھر ہگلی میں لنگر انداز ہوئے، جہاں ایک ہفتہ قیام رہا۔ پھر کلکتہ پہنچے جہاں دو ماہ قیام رہا۔ یہاں بنگال کے دور دراز کے آدمیوں نے حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔

ربیع الثانی ۱۲۳۷ھ میں کلکتہ سے حج کیلئے روانہ ہوئے۔ ۲۸ شعبان ۱۲۳۷ھ کو مکہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ اور پھر مکہ سے ہو کر ۱۵ شوال ۱۲۳۸ھ کو مکہ سے واپس روانہ ہوئے اور ۱۲۳۹ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے شروع میں بمبئی پہنچے۔ بمبئی میں ۱۸ روز قیام رہا۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے بیعت کی۔ پھر بحری راستہ سے کلکتہ آئے جہاں ایک ماہ قیام کر کے رائے بریلی کو چل پڑے۔ اور دو سال دس ماہ بعد ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ۔ ۲۹۔ اپریل ۱۸۲۴ء کو وطن پہنچے۔

جناب علی میاں ندوی نے لکھا ہے:

بعض ایسے اسلامی احکام جو اس وقت معاشرت ورواج کے زور سے قطعاً منسوخ ہو گئے تھے اور جن کے دوبارہ رائج ہونے کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی آپ (سید احمد) کی ہمت اور کوشش سے دوبارہ رائج اور مقبول ہوئے۔ بیوہ کا نکاح ثانی شرفاء وقت کی شریعت میں کفر وارتداد سے بڑھ کر تھا۔ جس کی سزا اکثر قتل اور ادنی سزا مقاطعہ واخراج تھی۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ تلواریں کھنچ گئی ہیں کشت وخون کی نوبت آ گئی ہے۔ بارہا گھر چھوڑ کر جان بچانی پڑی ہے اور اس جرم کا مرتکب کبھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا ہے۔ سید صاحب نے اس پر مسلسل وعظ فرمائے اور پھر خود اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کر کے اس کا دروزہ کھول دیا اور پھر آپ کے متبعین نے آپ کی پیروی کی اور نکاح بیوگان کی رسم جاری ہوگئی۔

اسی طرح حج علماء کی تاویلوں سے اس فقہی عذر کی بنا پر کہ راستے میں امن نہیں ہے اور سمندر بھی ایک مانع شرعی اور من استطاع الیه سبیلاً کے منافی ہے، اس لئے فرض نہیں ہے۔ اور اس حالت میں حج کرنا فرمان خداوندی لا تلقوا با یدیکم الی التهلکة اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ کی مخالفت ہے۔ کچھ وقت کیلئے بالکل متروک یا بہت ہی کم ہو گیا تھا اور ایک بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ مولانا عبدالحی اور مولانا اسماعیل نے اس کی فرضیت کا فتوی دیا اور منکرین کے دلائل رد کئے جس کی وجہ سے علماء میں کافی ہنگامہ پیدا ہوا۔ لوگوں نے شاہ عبدالعزیز سے دریافت کیا۔ شاہ صاحب نے شیخین سے اتفاق کیا اور ان کی بے حد مدح فرمائی۔ ۱۲۳۶ھ میں آپ نے سینکڑوں آدمیوں کے قافلے کے ساتھ بڑے اعلان اور شان وشوکت کے ساتھ حج کیا آپ کا یہ سفر، حج کی بہت بڑی تبلیغ اور اس کی فرضیت کا اعلان تھا۔ آپ جدھر جاتے تھے سینکڑوں آدمی آپ کے ہمراہ ہو جاتے تھے۔ اس سے لوگوں میں حج کا عام شوق پیدا ہو گیا اور اس کا دروازہ ہمیشہ کیلئے کھل گیا۔ (سیرت سید احمد شہید۔ حصہ دوم ص ۵۴۰۔۵۴۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید احمد اور ان کے جانشینوں کا سب سے اہل اور نتیجہ خیز کام بنگال میں احیائے اسلام اور اس وسیع مملکت کا برصغیر کے اصل اسلامی مرکزوں سے دوبارہ رشتہ جوڑنا تھا۔...آمد و رفت کی شدید مشکلات، ہندو زمین داروں کا اثر چیتنیہ کی وسیع ویشنو تحریک کی کامیابی اور نئے ہندوانہ بنگالی ادب کی وجہ سے یہ علاقہ شمالی ہندوستان کے اسلامی مرکزوں سے الگ تھلگ ہو گیا اور مسلمانوں پر ہندوانہ اثرات غالب آنے شروع ہوئے۔

انیسویں صدی میں اسلامی بنگال کی روحانی علیحدگی کا خاتمہ ہوا اور ہندوانہ اثرات کا جادو ٹوٹا۔اس کا ایک سبب کلکتہ کا انگریزی دارالحکومت اور شمالی ہندوستان کی سمندری بندرگاہ ہو جانا تھا، لیکن اصل وجہ نئی اسلامی تحریکیں تھیں، جن میں سے سب سے بارآور کوششیں سید احمد کے معتقدین کی تھیں۔ان میں سے پہلی (فرائضی) تحریک خالص مقامی نوعیت کی تھی۔اس کا آغاز حاجی شریعت اللہ نے کیا۔وہ بنگال کے ضلع فرید پور میں ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد (۱۸۰۲ء کے قریب) مکہ معظّمہ چلے گئے اور کوئی بیس سال بعد واپس آئے۔ان کے قیام حجاز کے دوران میں وہابی ایک زمانے میں حرمین پر قابض ہو گئے اور حاجی صاحب کو نجد کی اس اصلاحی تحریک سے باخبر ہونے کا موقع ملا۔واپسی پر آپ نے دینی اصلاح اور ارشاد و ہدائت کا بیڑہ اٹھایا۔ہندوانہ رسموں کی مخالفت کی۔ فرائض کی ادائیگی اور گناہوں سے توبہ پر زور دیا جس کی وجہ سے ان کی تحریک کو فرائضی تحریک (اور ان کے پیروؤں کو توبار بھی) کہتے ہیں۔آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حاجی محمد محسن (عرف دودھو میاں) نے تحریک کو زیاہ منظّم کیا۔وہ ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد حج کو گئے اور والد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے۔مشرقی بنگال کے مختلف حلقے بنائے۔ان میں اپنے خلفاء نامزد کئے اور ہندو زمین دار جو مشرکانہ ٹیکس مسلمان مزارعوں سے وصول کرتے تھے (مثلاً درگا پوجا کے موقع پر) ان کے خلاف مسلمانوں کو منظّم کیا۔ہندو زمینداروں نے بھی ان کے خلاف جھوٹے سچے مقدمات دائر کئے اور انہیں کئی دفعہ جیل جانا پڑا۔ان کی وفات ۱۸۶۰ء میں ہوئی۔

حاجی محمد محسن کی مساعی سے تحریک کا دائرہ وسیع ہو گیا، لیکن ان کے زمانے میں کئی الجھنیں بھی پڑیں اور فرائضی جماعت سے عام مسلمانوں کے اختلافات بڑھ گئے، زیادہ اختلاف جمعہ اور عیدین کی نمازوں کے متعلق تھا۔فرائضی کہتے تھے کہ ہندوستان دارالحرب ہو گیا ہے اس لئے یہاں نماز جمعہ جائز نہیں۔عام مسلمان جمعہ اور عیدین پڑھتے تھے۔اس اختلاف نے بسا اوقات ہنگاموں اور فسادات کی صورت اختیار کر لی۔فرائضیوں نے عام مسجدوں کو چھوڑ کر اپنے جماعت گھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قائم کئے اور دونوں جماعتوں میں کثرت سے تلخ مباحثے ہوئے۔

فرائضی تحریک نے فرید پور ڈھاکہ باریسال کی مذہبی زندگی میں ایک نئی حرکت پیدا کر دی۔لیکن اس تحریک کا ایک خاص مقامی رنگ تھا۔اس نقص کی تلافی سید صاحب کی تحریک نے کی اور صرف چند اضلاع نہیں بلکہ تمام اسلامی بنگال کو متاثر کیا، بنگالے کی طرف سید صاحب کی خاص نگہ التفات تھی۔ان کے ایک مرید،ضلع نواکھالی کے مولوی امام الدین تھے، وہ شاہ عبدالعزیز کے شاگرد تھے۔قیام لکھنو کے دوران میں سید صاحب سے بیعت کی اور پھر واقعہ بالاکوٹ تک مرشد کی خدمت میں حاضر رہے۔سید احمد کے بنگالے سے تعلقات ۱۸۲۴ء میں زیادہ استوار ہو گئے۔جب وہ تین چار مہینے کلکتے میں مقیم رہے اور مشرقی بنگال کے اہل درد مسلمان ان سے آ کر ملے۔انہوں نے اپنی مذہبی اور معاشرتی زبوں حالی بیان کر کے سید احمد سے درخواست کی کہ وہ اس علاقے میں تشریف لے جائیں۔لیکن انہوں نے جواب دیا کہ . یہ ملک بہت وسیع ہے۔اگر برس دو برس ہمارا رہنا ہوتا تو ہم تمہارے ملک کا دورہ کرتے۔اب جہاز کھلنے کا زمانہ قریب آیا۔اب زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوسکتا۔ . لیکن آپ نے اپنے دو منتخب بنگالی خلفاء مولوی امام الدین اور صوفی نور محمد کے ذمہ یہ کام لگایا کہ وہ بنگالی مسلمانوں کی دینی تعلیم کا انتظام کریں (سیرت سید احمد شہید۔علی میاں۔ص۲۹۳)۔

حج کے بعد سید احمد جہاد میں مشغول رہے۔اس دوران میں بھی بنگال کی طرف ان کی توجہ رہی اور انہوں نے مولوی عنائت علی عظیم آبادی کو چند آدمیوں کے ساتھ کارزار جہاد سے بنگال کی طرف روانہ کیا۔چنانچہ انہوں نے کئی سال نہائت محنت اور جانفشانی سے ارشاد و ہدائت اور تنظیم مساجد کا سلسلہ جاری رکھا۔مولوی عنائت علی کا دائرہ عمل مرکزی بنگال کے اضلاع مالدہ، راجشاہی، جسور وغیرہ تھے۔مشرقی بنگال میں سید صاحب کے جن مریدوں نے معرکے کا کام کیا۔وہ نواکھالی کے مولوی امام الدین اور چٹاگانگ کے صوفی نور محمد تھے۔صوفی صاحب ۱۸۲۴ء میں سید صاحب کے قیام کلکتہ کے دوران میں ان کے مرید ہوئے۔جہاد میں شریک ہوئے۔پھر واپس آ کر چٹاگانگ میں ارشاد و ہدائت میں مشغول ہوئے۔۱۸۵۸ء میں وفات پائی۔..

حاجی شریعت اللہ حاجی محمد محسن مولوی کرامت علی جون پوری صوفی نور محمد چاٹگامی کے علاوہ اور متعدد اہل ہمت ہوں گے جنہوں نے اس احیائی اور اصلاحی تحریک میں حصہ لیا۔اور بنگال کا نقشہ بدل دیا۔ (موج کوثر۔ص۵۷۔۶۱)۔

سید احمد بریلوی بقول مسعود عالم ندوی اپنے آپ کو حنفی مع الترجیح بالحدیث الصحیح کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اور تحریک کا عام رجحان شاہ اسماعیل کی وجہ سے کھلی سلفیت اور صریح اہل حدیثیت کا تھا ۔ ولائت علی، عنائت علی ،اسا طین ستھانہ، نواب اولاد حسن قنوجی ،مولوی محمد علی رامپوری، مولوی حیدر علی رامپوری، مولوی عبدالحق نیوتنوی بنارسی، سب اہل حدیث تھے اور سید احمد شہید کے دونوں فاضل خواہرزادے مولانا سید عرفان اور مولانا سید مصطفیٰ بھی صریح قسم کے اہل حدیث تھے ۔اس کے بعد اس خاندان میں مولانا سید محمد طلحہ ٹونکی اور مولانا سید ابوالخیر برق حسنی بھی خالص اہل حدیث تھے ۔مگر حکیم عبدالحی لکھنوی کی تربیت صوفیا اور مقلدین کے ذریعہ ہوئی اور فرنگی محل کے اثرات انہوں نے قبول کئے ۔انہوں نے قاری عبدالرحمٰن پانی پتی جو سید نذیر حسین کو خارجی ،رافضی اور اسلام سے خارج قرار دیتے تھے اپنا امام وممدوح بنایا۔ پھر اس خاندان کی منہج سلف سے دوری میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی ۔ (ماہنامہ التوعیہ۔ دہلی ۔ اگست ۱۹۸۹ء)

شاہ محمد اسماعیل شہید

جناب غلام رسول مہر کی تحقیق کے مطابق شاہ اسماعیل ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۳ھ (۲۹۔اپریل ۱۷۷۹ء) کو اپنی ننھیال پھلت ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے ۔آپ کے والد شاہ عبدالغنی ۱۶ رجب ۱۲۰۳ھ (۱۲۔اپریل ۱۷۸۹ء) کو فوت ہو گئے تو شاہ عبدالقادر نے آپ کو اپنے دامن تربیت میں لے لیا اور بقول سرسید ، بجائے فرزندوں کے پرورش کیا ۔۔ شاہ عبدالقادر کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا عقد شاہ رفیع الدین کے فرزند عبدالرحمٰن عرف مصطفیٰ سے ہوا تھا۔ان کے ہاں بھی صرف ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام کلثوم تھا۔شاہ عبدالقادر نے کلثوم کا نکاح شاہ اسماعیل سے کیا۔اس طرح شاہ اسماعیل ،شاہ عبدالقادر کے حقیقی بھتیجے ،اور ان کی نواسی کے خاوند تھے۔

آپ نے شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالعزیز سے پڑھا۔فہیم وذکی تھے ۔ پندرہ سال کی عمر میں رسمی تعلیم سے فارغ ہو گئے ۔معقول کی بیشتر کتابوں پر حاشئے لکھے ۔ایک رسالہ منطق میں لکھا۔ اس میں شکل اول کے بعید الطبائع اور شکل رابع کے ابدہ البدیہات ہونے کا دعوی کیا۔سرسید احمد کے بقول اس کے دلائل کی قوت ارسطو کو بھی معرض حیرت میں ڈال دیتی ..سہ شنبہ اور جمعہ کو شاہی مسجد میں وعظ فرماتے اور نماز جمعہ کے لئے ایسی کثرت ہونے لگی جیسے عیدگاہ میں نماز عیدین کے لئے ہوا کرتی تھی ...(تقاریر کے اثر سے) مسلمانوں کا آئینہ باطن مصفا اور مجلی ہو گیا اور وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راہ حق میں اس طرح سرگرم ہوئے کہ ہر شخص بے اختیار چاہنے لگا کہ اس کا سر فی سبیل اللہ فدا ہو اور اس کی جان دین محمدی کے کام آئے۔ (آثار الصنادید بحوالہ تاریخ و سیاست، وحیات ولی ص ۳۵۸۔منقول از جماعت مجاہدین۔ص ۱۱۹)۔

شاہ اسماعیل، بلی ماراں کی مسجد میں بھی وعظ کہتے تھے، چونکہ مولوی فضل حق کو ان سے تعصب تھا، اور وہ سررشتہ دار محکمہ فوجداری میں تھے، اس واسطے انہوں نے کوتوال کو وعظ سے روکنے کے واسطے بھیجا۔کوتوال شاہ صاحب کے وعظ سے ایسا متاثر تھا کہ روتا ہوا شاہ صاحب کے سامنے آیا اور کہا کہ میری کیا طاقت جو وعظ سے منع کروں لیکن افسوس یہ ہے کہ وہ یہ حکم دیتے ہیں، میں مجبور ہوں۔ یہاں سے نکل کر آپ بیان فرمائیں تو مناسب ہے۔ (دہلی اور اس کے اطراف۔ص ۳۷)

تصانیف میں منصب امامت؛ عبقات؛ تقویت الایمان؛ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین؛ اصول فقہ؛ منطق میں ایک رسالہ؛ صراط مستقیم کا کچھ حصہ؛ اور یک روزی شامل ہیں۔ نیز سید صاحب کے مکاتب کا بڑا حصہ بھی انہیں کا لکھوایا ہوا ہے۔ کچھ منظومات بھی ان سے منسوب ہیں۔آپ ایک نغز گو شاعر بھی تھے۔ ان کی شاعری فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں موجود ہے۔ مثلاً مثنوی سلک نور، اردو (اس میں حمد و نعت کے بعد تقویۃ الایمان ہی کی توحید کی تشریح فرمائی ہے۔کہتے ہیں

نبی البرایا رسول کریم نبوت کے دریا کا در یتیم
حبیب خدا سید المرسلین شفیع الوری ہادی راہ دین
محمد ہے نام اس کا احمد لقب بیاں ہو سکے منقبت اس کی کب)

رسالہ بے نمازاں؛ مثنوی سلک نور فارسی (۳۰ اشعار کی اس مثنوی میں توحید و سنت کی تبلیغ و ترغیب ہے۔ قادر الکلامی کا مظہر)؛ قصیدہ نعتیہ فارسی (رسول اکرم ﷺ کی مدح میں عمدہ اشعار کا قصیدہ قدرے مشکل بحر میں ہے ہزار حمد بر ب حکیم صاحب جود ظہور کرد کمالش ز جزر ہر موجود)؛ قصیدہ در مدح سید احمد۔

نیز آپ کی ایک مشہور کتاب کا نام ہے ایضاح الحق الصریح فی احکام الملیت والضریح ہے جسے یہاں نذر قارئین کیا جاتا ہے۔(اس وقت ایضاح الحق کے دو نسخے زیر نظر ہیں۔ پہلا نسخہ ۱۳۰۱ھ کا مطبوعہ ہے اور فارسی سے اردو ترجمہ جناب عبدالکریم نے کیا ہے، دوسرا نسخہ محررہ ۱۳۵۶ھ امداد الفتاح فی توضیح الایضاح کے نام سے کتخانہ اشرفیہ دہلی نے شائع کیا تھا اور مترجم جناب عبداللطیف سونی پتی ہیں)

(یاد رہے کہ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ تاہم بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ایضاح الحق شاہ اسماعیل شہید کی تصنیف نہیں ہے، جیسا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد حسین بٹالوی نے اپنے ایک مخالف کے خطاب میں کہتے ہیں: جن امور کو ایضاح الحق میں بدعت کہا گیا ہے وہ اکثر صراط مستقیم میں تسلیم کئے گئے ہیں۔ اسی وجہ سے تمہارے گروہ (احناف) کے ایک نامی فاضل مولوی کرامت علی جونپوری نے رسالہ اطمینان القلوب میں صاف کہدیا ہے کہ ایضاح الحق مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی تالیف نہیں کسی اور لامذہب اور وہابی اسماعیل کی تالیف ہے ....(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۷۔ ص ۹۷)۔ اور جواب میں بٹالوی مرحوم لکھتے ہیں:

جن امور کو ایضاح الحق میں بدعت کہا ہے ان امور کی صراط مستقیم میں بھی تعلیم نہیں ہوئی۔ یہ جناب کی خوش فہمی ہے کہ آپ نے تعلیمات صراط مستقیم کو تحقیقات ایضاح الحق کے مخالف سمجھ لیا ہے۔ صراط مستقیم کی تعلیمات کو ایضاح الحق میں حکم بدعت حقیقہ یا حکمیہ سے مستثنی کیا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ بعض اخص خواص ان امور کو (جن کو ایضاح الحق میں بدعت کہا گیا ہے) بطور معالجہ کے کرتے ہیں اور دین نہیں سمجھتے اور نہ امور دینہ کی طرح اس کا التزام رکھتے ہیں، ان کے حق میں وہ امور بدعت نہیں ہیں۔ ..اور مولوی کرامت علی جونپوری کا ان تعلیمات صراط مستقیم کو تحقیقات ایضاح الحق کے مخالف سمجھنا اور بناء علیہ ایضاح الحق کو کسی اسماعیل وہابی کی تصنیف قرار دینا بھی اسی نافہمی پر مبنی ہے۔ علاوہ ازیں اس کی بناء اس دلی عداوت پر بھی ہے جو مولوی کرامت علی کو گروہ اہل حدیث سے تھی اس کا ثبوت ان کی اس تقریر میں موجود ہے جو مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ واقع ۲۸ شعبان ۱۲۸۷ھ مطابق ۲۴ نومبر ۱۸۷۰ء میں ان کی زبان سے سرزد ہوئی ہے اور وہ رسالہ ششماہی ماہانہ سال ہشتم مجلس مذکور میں مندرج ہو کر شائع ہو چکی ہے۔ آپ اس تقریر میں گورنمنٹ انگلشیہ کی بغاوت سے اپنے گروہ حنفیہ کو بری کرتے ہیں اور..فرماتے ہیں: اور کم بخت وہابیوں کا حال یہ ہے کہ ان کو اصلاً اپنے دین وایمان کا پاس ولحاظ بھی نہیں ہے۔ صرف بطمع نفسانی انہوں نے یہ سارا مکر پھیلا رکھا ہے۔ اور دین کے پردہ میں دنیا حاصل کیا چاہتے ہیں، پھر ان کو کفر اسلام سے کیا مطلب؟ اگر آج یہاں کوئی بادشاہ اسلام ہوتا تو اس سے بھی بے تکلف یہ قوم لڑنے اور جہاد کرنے پر مستعد ہو جاتی فلا رحم اللّٰہ علی اصو لھم و فروعھم۔ ان الفاظ میں جناب کرامت علی نے کوئی دقیقہ اہلحدیث سے عداوت کا فروگذاشت نہیں کیا۔ ان کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے ان کے اصول وفروع کو رحمت الٰہی سے محروم کر دیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۷ ص ۱۱۴)۔ اور ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین کہورہ ضلع سارگر نے لکھا ہے:

ہم نے ثقات سے سنا ہے کہ ان (مولوی کرامت علی) کو حدیث اور عاملان حدیث سے اس قدر دشمنی تھی کہ آمین بالجہر اور رفع یدین کرنے والوں کو مسجد سے نکلوا دیتے تھے (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۷۔ ص ۱۵۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایضاح الحقّ الصّریح

فی احکام المیّت والضّریح

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔الحمد للّٰہ الّذی یحی و یمیت و ھو علی کلّ شیءٍ قدیر۔ والصّلوۃ و السّلام علی اکر م الخلق محمدن البشیر النّذیر الّذ ی بعثہ اللّٰہ الی النّاس کا فّۃً و سمّاہ بالسّرا ج المنیر وعلی آلہ واصحابہ الّذین فازو بنصرۃ الدّین و خبۃ المشرکین بلسان المناظرۃ و سیف التدمیر۔

اما بعد: مخفی نما ند کہ دریں جز و زمان شورش اہل بدعت وطغیان بحدّ ے رسیدہ کہ در اکثر عبادات و عادات ومعاشرت ومعاملات سنت سنیّہ جناب افضل البریّات علیہ افضل الصلوۃ والتسلیمات بانواع بدعات ومنکرات مخلوط گر دیدہ ہر چنداین خلط قبیح در اکثر عبادات و عا دات راہ یا فتہ ۔اما در رسوم متعلقہ باموات انواع شرک و بدعات بوجہے متراکم گر دیدہ کہ از سنتِ سنیّہ بجز نامے باقی نما ندہ بنا بریں فضائل مآب، کمالات اکتساب، سلالہ خاندانِ ارباب معقول ومنقول، نقادہ دود مانِ افاضل فحول، مشفقی مکرمی مولوی تفضّل علی صاحب را خوا ہش تمیز فیما بین السنۃ و البدعۃ در رسوم مذکور بہم رسید، بناء علیہ از بندہ ضعیف الراجی رحمۃ اللہ الجلیل احقر العباد محمد اسماعیل عفی عنہ استفسار ایں معنی فرمودہ۔

پس بندہ ضعیف اجو بہ مسائل مستفسرہ را درضمن چند اوراق مفصل و مدلل گر دانیدہ، آن را بایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح مسمے نمودہ وآن را بر یک مقدمہ ودو باب و یک خاتمہ مرتب ساخت۔ و ما تو فیقی الّا باللّٰہ ھو حسبی و نعم الوکیل

مقدمہ۔ در بیان حقیقت بدعت وحکم آں، وآن بر دو فصل ست:

فصل اول در بیان حقیقتِ بدعت

باید دانست کہ لفظ بدعت کہ در حدیث شریف مستعمل گر دیدہ، معنی آن ہم از حدیث شریف تحقیق باید کرد زیرا کہ مثل مشہور است تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ پس میگو ئیم کہ امام احمدؒ وابو داؤدؒ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترمذیؒ وابن ماجہؒ ازعرباضؓ بن ساریہ نقل کردہ اند:

قال صلّی بنا رسول اللّٰہ ﷺ ذا ت یوم، ثم اقبل علینا بوجھه فوعظنا موعظةً بلیغةً ذرفت منھا العیون وجلت منھا القلوب فقال ر جل یا رسول اللّٰہ کان ھذہ موعظة مودعٍ فاوصینا فقال اوصیکم بتقوی اللّٰہ و السّمع و الطّاعة وان کان عبداً حبشیاً فانّه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الرّا شدین المھدیّین تمسّکوا بھا وعضّوا علیھا بالنوا جذ وایّا کم و محد ثا ت ا لامور فانّ کلّ محد ثةٍ بدعٰ و کلّ بدعة ضلا لة۔

بخاری و مسلم ازحضرت عائشہ نقل کردہ اند:

قالت قال رسول اللہ ﷺ من ا حدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردّ۔

ونیز بخاری ومسلم ازانسؓ بن مالک نقل کردہ اند

قال جاء ثلاثة رھطٍ الی بیو ت ازوا ج النّبیّ ﷺ یسئلون عن عبادة النّبیّ ﷺ فلما ا خبروا کانھم تقالوھا فقا لوا و این نحن من النّبیّ ﷺ قد غفر له ما تقدم من ذنبه و ما تأخّر فقال احدھم امّا انا فانی اصلّی ا للّیل ابداً و قال الآ خر انا ا صوم الد ھر ابداً ولا افطر وقال ا لآخر انا اعتزل النّساء فلا ا تزوج ابداً فجاء النّبیّ ﷺ الیھم فقال انتم الّذین قلتم کذا وکذا اما واللّٰہ انّی لاخشاکم للّٰہ و اتقاکم له لکنّی اصوم و افطر واصلّی و ارقد و اتزوج النّسا ء فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی۔ بخاری نمبر ۵۰۶۳

ہر چند احادیث مرویہ دریں باب کثیر اند اما بریں احادیث ثلاثہ دراین مقام اکتفا کردہ شد تا احادیث دیگر رابرآں قیاس تواں کرد۔ پس باید دانست کہ از احادیث ثلاثہ مرقومہ چناں مستفاد گردیدہ کہ بدعت بردو وجہ می باشد

اول آنکہ خودآں چیز فی نفسہ محدث باشد وآں مفاد حدیث اول است۔

دوم۔ آنکہ درامر ماثور چیزے ازکمی وبیشی ماہیات جدیدہ احداث کردہ باشد

بالجملہ امر ماثورہ رابروجہی ادانمایند کہ براں وجہ ماثور نیست وآن مفاد حدیثین آخرین است۔ پس اول رابدعت اصلیہ میگویم وثانی رابدعت وصفیہ۔ پس مفہوم ایں ہردوقسم رادر بحث ایضاح باید کرد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحث اول در تحقیق مفہوم بدعت اصلیہ ،

باید دانست کہ تحقیق بدعت اصلیہ موقوف است بر تحقیق مفہوم دو کلمہ از حدیث مسطور اول، مفہوم کلمہ محدثات و ثانی مفہوم کلمہ امور۔ اما تحقیق مفہوم کلمہ اولی پس باید دانست کہ لفظ احداث مستعمل میشود بر استخراج چیزے جدید و متبادر ازاں در عرف آنست کہ خود آن چیز در زمان سابق موجود نہ باشد و نہ نظیر آں، مثلاً دوختن قبائے نو و پختن نان تازہ و ساختن شمشیر جدید را اہل عرف احداث لباس جدید و طعام جدید و سلاح جدید نمی گویند پس گویا کہ وجود نظیر شئے در زمان سابق در حکم وجود نفس آن شئے است۔ پس اگر چہ نفس شیء جدید در زمان سابق حقیقۃً موجود نہ بود اما حکماً موجود بود نظیر خود، پس محدث ہمان چیز است کہ در زمان سابق نہ حقیقۃً موجود باشد و نہ حکماً، زیرا کہ آن چہ در زمان سابق خود موجود باشد آں را از قبیل سنت حقیقیہ باید شمرد و آنچہ نظیر او در آن زمان موجود باشد آنرا از قبیل سنت حکمیہ، و دلیل بر آں آنست کہ قیاس در احکام مشروع ست بحکم کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار،

و احداث ممنوع بحکم احادیث مذکورہ۔ پس احداث غیر قیاس باشد و مراد از زمان سابق از ما نحن فیہ زمان برکت نشان جناب سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام و زمان خلفاء راشدین و صحابہ معظمین و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ست۔ پس محدث ہماں چیز ست کہ در آن از منہ متبر کہ نہ خودش بوجود آمدہ باشد و نہ نظیر آن، زیرا کہ آنچہ خودش یا نظیر او در زمان آنجناب خود موجود باشد آن را از قبیل سنت حکمیہ و دلیل بران آن ست کہ قیاس در احکام مشروع ست بحکم فاعتبروا یا اولی الابصار۔

و احداث ممنوع بحکم احادیث مذکورہ، پس غیر قیاس شدہ و مراد او در زمان سابق از ما نحن فیہ زمان برکت نشان جناب سید المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام و زمان خلفاء راشدین و صحابہ معظمین و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ست۔ پس محدث ہمان چیز است کہ در آن از منہ متبر کہ نہ خودش بوجود آمدہ باشد و نہ نظیر آں، زیرا کہ آنچہ خودش یا نظیر او در زمان آنجناب بوجود آمدہ باشد آن را سنت اصلیہ باید شمرد و آنچہ خودش یا نظیر او در زمان ثلاثہ بوجود آمدہ باشد ملحق بالسنہ و دلیل بریں آنست کہ ممنوع ایم از اتباع محدثات بحکم ایاکم و محدثات الامور در حدیث مرقومۃ الصدر واقع گردیدہ۔ ماموریم باتباع امور مسطورہ بحکم علیکم بسنّتی و سنّۃ الخلفاء الرّاشدین المھدیین کہ در ہماں حدیث واقع گردیدہ و بحکم آنچہ ترمذی از عبداللہ بن عمر روایت کردہ:

قال قال رسول اللہ ﷺ لیأتینّ علی امّتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

النّعل بالنّعل حتّی ان کان منهم من اتی امّه علانیةً لکان فی امّتی من یّصنع ذلک و انّ بنی اسرا ئیل تفرّقوا علی ثنتین و سبعین فرقة و ستفترق امّتی علی ثلاث و سبعین ملّة کلّهم فی النّار الّا ملّة وا حدة، قالوا من هی یا رسول اللّه، قال ما انا علیه و اصحابی

و نیز محدثات الامور شرّ ست بحکم شرّ الامور محدثاتها کہ در حدیث مرقوم الصدر واقع گردیدہ وقرون ثلاثہ خیر اند بحکم آنچہ بخاری و مسلم از عمران بن حصین روایت کردہ اند:

قال قال رسول الله ﷺ خیر امّتی قرنی ثمّ الّذین یلونهم ثمّ الّذین یلونهم ثمّ ان بعدهم قوماً یشهدون ولا یستشهدون و یخونو ن ولا یؤ تمنون و ینذرون ولا یوفون و یظهر فیهم السّمن۔

پس محدثات غیر سنت اصلیہ و غیر ملحق بالسنہ باشد و مراد بوجود آن شیء یا نظیر او در زمان آنجناب آن است کہ آنجناب بآن عمل کردہ باشند یا امر فرمودہ باشند و یا کسے دیگر در آں زمان عمل کردہ باشند و آنجناب باوجود اطلاع بر آن انکار نفرمودہ باشند و دلیل بر آن آنست کہ ہمہ اہل اسلام اجماع دارند بر اینکہ ہر سہ اقسام مذکور در سنت مندرج ست و مراد از وجود آں چیز یا نظیر او در قرون ثلاثہ آنست کہ در قرنے از قرون مذکورہ بلا نکیر تعامل بآں جاری شدہ باشد و بے ردو قدح رواج یافتہ باشد نہ آنکہ کسی او را بطریق ندرت بعمل آوردہ باشد یا ردو انکار بر فاعلین آں اگرچہ جم غفیر باشند متوجہ شدہ باشد کہ امثال ایں امور اصلاً از محدثات خارج نیست و دلیل بریں آنست کہ مراد از کلمہ نادر حدیث ما انا علیه واصحابی اخلاق و سیرت صحابہ بحکم آنچہ رزین از ابن مسعود روایت کردہ ست:

انّه قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فانّ الحیّ لا یؤمن علیه الفتنة و اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل هذه الامّة و ابرّها قلوباً و اعمقها علماً و اقلّها تکلفاً اختارهم اللّه تعالی لصحبة نبیّه و لاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم و ابتغوهم علی اثرهم و تمسّکو بها ما استطعتم من اخلاقهم و سیرهم فا نهم کا نوا علی الهد ی المستقیم

و متبادر از لفظ سیرت کہ مضاف بقومی باشد ہمیں ست کہ آن سیرت در ایشاں مروج باشد نہ آنکہ کسی از ایشاں بطریق ندرت بر آن سیرت باشد یا آنکہ طعن و ملامتِ ایشاں بر صاحب آن سیرت متوجہ باشد، مثلاً خوردنِ گوشتِ خام اہل عرف سیرت اہل ہند نمی گویند ہر چند بعضے از ایشاں بطریق ندرت خوردہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باشند بخلاف اہل حبش کہ خوردن گوشت مذکور درایشاں مروج است، لہذا عادت مذکورہ درعرف از سیرت ایشاں شمردہ میشود، ونیز بحکم آنکہ لفظ اصحابی جمع مکسّر ست ومضاف بہ یائے متکلم کہ آن معرفہ است وجمع مکسّر مضاف بسوئے معرفہ مفید استغراق است بحکم آنچہ بخاری ومسلم از ابن مسعود در حدیث تعلیم تشہّد نقل کردہ اند کہ پیغمبر خدا ﷺ فرمود :

فانّه اذا قال ای کلمة : عباد اللّه الصّالحین ، اصاب کلّ عبد صالح فی السّماء والارض ۔

پس ازیں حدیث مستفاد گردیدہ کہ کلمہ عباد اللہ مفید استغراق است ۔ پس کلمہ اصحابی ہم مفید استغراق باشد واستغراق حقیقی در مانحن فیہ بایں صورت متحقق خواہد شد کہ جمیع صحابہ بر آن سیرت باشند و استغراق عرفی بایں وجہ خواہد شد کہ اکثر از ایشاں بر آن باشند باقی ساکت از انکار و رد وہمیں معنی را رواج میگوئند ونیز از کلمہ خیر امتی قرنی کہ در حدیث سابق واقع گردیدہ ہمیں معنی مستفاد میگردد و چہ از نسبت خیریت بسوئے قرنی از قرون درعرف ہمیں معنی متبادر میشود کہ رسوم مروجہ آن قرن خیر باشند نہ آنکہ ہر فعل ہر فردے از افراد آن قرن خیر باشد ۔ مثلاً اگر کسے بگوید کہ اہل شاہ جہان آباد در زمان محمد شاہ بادشاہ مسرف بودند اہل عرف ازاں ہمیں معنی خواہند فہمید کہ رسوم مروجہ ایشاں در شادی و ماتم و مآکل و ملابس ومساکن مشتمل بر اسراف بود گو کہ بعضے از ایشاں بطریق ندرت از رسوم مذکورہ مجتنب باشند یا جم غفیر از دہاقین کہ سکونت در بلدہ مذکورہ اختیار باشد از رسوم مذکور مجتنب باشند و بنا بر آں اجتناب طعن وملامت در آن زمان بایشاں متوجہ شدہ باشد چنانچہ کلمہ یظہر الکذب کہ در روایت نسائی در حدیث مذکور واقع گردیدہ بر آں معنی دلالت صریحہ میدارد اگرچہ ثم یوجد الکذب درمقام ثم یظہر الکذب فرمودہ اند ۔ پس ازیں کلمہ صریح مستفاد مے شود کہ امتیاز قرون ثلاثہ از سائر قرون بعدم ظہور کذب است دراں نہ بعدم تحقق آن ونیز بحکم فتوی رئیس العلماء شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کہ استمداد را بمعنی طلب دعا از اموات از جنس بدعات شمردہ اند باوجود آنچہ صاحب استیعاب روایت کردہ کہ در زمان حضرت عمر اعرابی طلب دعا استسقاء از مزار مبارک جناب رسالت مآب ﷺ نمودہ ۔ پس باوجود تحقق ایں امر مذکور دراں قرن بنا بر آنکہ مروج دران قرن نگردیدہ از بدعات شمردہ اند ۔ بالجملہ خلاصہ مفہوم محدث این ست کہ ہر چیزے کہ در زمان برکت نشان جناب رسالت مآب ﷺ نہ خود آن چیز بوجود آمدہ باشد ونہ نظیر آن و در قرون ثلاثہ نہ خود آن چیز بلانکیر مروج گشتہ ونہ نظیر آن پس ہماں چیز محدث است وایں معنی در ذہن محفوظ باید داشت ہر جا کہ دریں اوراق لفظ محدث مستعمل خواہد گردید ہمیں معنی مراد خواہد بود۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اما تحقق مفہوم کلمہ ثانیہ یعنی لفظ امور، پس باید دانست کہ مراد از امور ایں مقام امر دین است چنانچہ کلمہ امرنا در حدیث من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ بران دلالت میدارد۔ زیرا کہ امرے کہ مزید اختصاص بانبیاء علیہم السلام میدارد امر دین است و نیز آنچہ مسلم از رافع بن خدیج نقل کردہ کہ پیغمبر ﷺ فرمودہ اند:

انّما انا بشر اذا امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوه به و اذا امرتکم بشیء من رأئی فانّما انا بشر

دلالت میدارد برایں کہ اتباع سیرت سلف در غیر امر دین واجب نیست پس احداث دراں ممنوع نباشد وحالانکہ محدثات الامور راشرّ فرمودند، پس لابد مراد از لفظ امور دریں مقام امر دین باشد و مراد از امر دین چیزیست کہ احکام شارع بداں متعلق میتوانند شد بحکم اذا امرتکم بشیء من امر دینکم فخذوه به وامر دین بمعنی مذکور باستقرار منحصر است در عقاید حقہ واخلاق جمیلہ ومقامات و حالات و واردات قلبیہ واقوال لسانیہ وافعال جسمانیہ خواہ از جنس عبادات باشد خواہ از جنس عادات خواہ از جنس معاملات چہ امر شارع متوجہ میشود باصلاح انسان ظاہراً و باطناً

پس اصلاح ظاہر او حاصل میشود باصلاح عبادات و عادات و معاملات کہ مرجع آں ہمہ افعال واقوال اختیاریہ است واصلاح باطن او حاصل میگردد بتکمیل عقل وتحصیل عقاید حقہ وتخلیہ قلب از اخلاق رزیلہ وتحلیہ آن باخلاق حمیدہ وتنویر آن بانوار مقامات عالیہ وواردات غیبیہ وحالات قدسیہ ومراد از احکام شارع دریں مقام احکام سمعیہ ست یعنی احکامے کہ بدون اعلام شارع اطلاع براں متصور نیست وعقل محض را دراں مدخل نہ و دلیل بریں آنست کہ در شق ثانی حدیث مسطور فرمودہ اند و اذا امرتکم بشیء من رائی پس معلوم شد کہ مراد در شق اول کہ مقابل اوست ہمیں است کہ رائے را دراں داخل نباشد و احکام سمعیہ بمعنی مسطور دو قسم است۔ اول آنکہ چیزے را از امور مذکورہ طلب نمایند و بتحصیل آں ترغیب کنند و یا باجتناب ازاں امر فرمایند و تنفیر ازاں بعمل آرند بایں وجہ کہ فلاں عقیدہ از ضروریات اصل دین ست یا مکملات آن یا از مضرات اصل دین است یا منقصات آن مثلاً عقیدہ توحید از ضروریات اصل دین ست بحکم آیات متواترہ وعقیدہ اثبات قدر از مکملات دین ست بحکم احادیث متواترہ وعقیدہ شرک وانکار قدر از مضرات اصل دین ست ومنقصات آن بحکم آیات واحادیث مذکورہ یا باین وجہ کہ فلاں خلق محمود است شرعاً یا مذموم یعنی صاحب آن خلق محل نزول رحمت حق ست یا مورد لعن او تعالی مثلاً رحیم القلب محل نزول رحمت الہیہ است بحکم حدیث الرّاحمون یرحمهم اللّٰه .. الخ کہ در مشکوۃ است۔ وقاسی القلب مورد لعن بحکم حدیث انّ ابعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

النّاس من اللّه القلب القاسی کہ درمشکوۃ واقع است۔ یا بایں وجہ کہ فلاں مقام موجب حصول قرب حضرت حق است یا مورثِ بعد از آنحضرت یعنی موجب از یادِ و جاہت عنداللہ است یا مورث عدم مبالات آنجناب بہ نسبتِ صاحب آں مقام، مثلاً متوکل صاحب و جاہت ست عنداللہ بحکم کریمہ و من یتوکّل علی اللّه فهو حسبه ۔ وبحکم حدیث: یدخل الجنّة من امّتی سبعون الفاً بغیر حساب منهم الّذین لا یسترقون ولا یتطیّرون و هم علی ربّهم یتوکّلون کہ درمشکوۃ واقع است و حریص برتتبع اسباب موہومہ محقر ومہان بحکم حدیث من اتّبع قلبه الشّعب کلّها لم یبال اللّه بایّ وادٍ اهلکه کہ درمشکوہ واقع است یا بایں وجہ کہ فلان وارد جالب رضائے حضرت حق است یا باعث سخط اوتعالی مثلاً تفرد یکہ عبارت از انقطاع علائق ماسوی اللہ است در باب مودت ومحبت جالب رضائے حق است بحکم کریمہ:

لا تجد قوماً یؤمنون باللّه و الیوم الآخر یوادون من حاد اللّه و رسوله و لو کانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشیرتهم ۔ اولئک کتب فی قلوبهم الایمان و ایّدهم بروح مّنه و یدخلهم جنّات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها رضی اللّه عنهم و رضوا عنه

وموالات اعداء حضرت حق باعث سخط اوتعالی بحکم کریمہ:

و تری کثیر مّنهم یتولون الّذین کفروا لبئس ما قدّمت لهم انفسهم ان سخط اللّه علیهم

یا بایں وجہ کہ فلاں حال متتبع حصول توجہ خاص است از جناب اوتعالی یا مستلزم انقطاع آن مثلاً حال توبہ متتبع حصول توجہ خاص است از جناب اوتعالی بحکم حدیث:

اللّه اشدّ فرحاً بتوبة عبده حین یتوب الیه من احدکم کان راحلته بارضٍ فلاتٍ فانفلتت منه وعلیها طعامه و شرابه فائیس منها فاتی شجرة فاضطجع فی ظلّها و ائیس من راحلته فبینما هو کذلک اذ هو بها قائمة عنده فاخذ بخطامها ثمّ قال من شدّة الفرح اللهم انت عبدی و انا ربّک ، اخطأ من شدّة الفرح

کہ درمشکوہ واقع شدہ است و مداہنت فی الدین کہ ملقب بصلح کل است مستلزم انقطاع توجہ حضرت حق بحکم حدیث:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال رسول الله ﷺ اوحی اللّٰه الی جبریل ان اقلب بلد کذا و کذا باهلها فقال یا رب انّ فیهم عبدك فلانا لم یعصیک طرفة عینٍ قال فقال اقلب علیه و علیهم فان وجهه لم یتغیر فی ساعة

کہ درمشکوۃ واقع است ، یا بایں وجہ کہ فلاں عبادت سبب علو درجات جنت است یا فلاں معصیت علت سقوط در درکات نار۔ مثلاً جہاد سبب علو درجات جنت است بحکم کریمہ

و فضل اللّٰه المجا هدین علی القاعدین اجراً عظیما درجات منه

وقتل مومن علت سقوط در درکات نار بحکم کریمہ:

و من یّقتل مؤمناً متعمداً فجزا ؤ ہ جهنم خالداً فیها ۔

یا بایں وجہ کہ فلاں عادت عنداللہ مستحسن است وفلاں مستہجن مثلا مراعات عدد وتر در استعمال خوشبو وامثال آن مستحسن است بحکم حدیث :

و من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن و من لا فلا حرج

کہ درمشکوۃ واقع است وخوردن بدست چپ مستہجن بحکم حدیث :

لا یأکل احدکم بشماله فانّ الشّیطا ن یأکل بشماله

یا بایں وجہ کہ فلاں معاملہ نافع ست در معاد یا مضر مثلاً معاملہ تجارت بصدق وامانت نافع است درمعاد بحکم حدیث:

التاجر الصّادق الامین مع النّبیّین و الصّدّیقین و الشّهداء و الصّالحین

ومعاملہ ربوا مضر درمعاد بحکم کریمہ:

الّذین یأکلون الرّبوا لا یقومون الّا کما یقوم الّذی یتخبّطه الشّیطان من المسّ

و دیگر عبارات شارع را کہ در باب ترغیبات وترھیبات اخرویہ مستعمل مے گردد برعبارات مسطورہ قیاس باید کرد ومستفادِ ہمہ عبارات مستعملہ دریں باب ہمیں مضمون راجع میگردد کہ فلاں امر از امور مذکورہ درمعاد نافع است یا ضار ۔ پس مجرد تحقیق اینکہ فلاں مسئلہ درنفس الامر حق است یا مذموم یا اینکہ فلاں مقام یا وارد یا حال مورث کمال نفسانی است یا نقصان آن، یا اینکہ فلاں عبادت یا عادت یا معاملہ مشتمل برمصالح دنیویہ است یا برمضار آن وامثال آن از تحقیقات وتدقیقات کہ بغرضے از اغراض اخرویہ تعلق نمیدارد از مانحن فیہ یعنی مباحث احکام مذکورہ خارج است واحکام مذکورہ را احکام تکلیفی مے نامند۔

قسم ثانی آنکہ چیزیرا رکن عبادتے از عبادات یا معاملت از معاملات قرار دہند یا از شروط لوازم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوشمارند یا از ہیئت مکملہ اوتعین فرمائند وایں قسم را احکام وضعی مے نامند کہ تفصیل آن انشاء اللہ تعالی عنقریب در بحث ثانی مذکور خواہد شد۔

پس مراد از امر دین دریں مقام ہمیں حکم سمعی است اعم از اینکہ حکم تکلیفی باشد یا حکم وضعی۔ پس خلاصہ مفہوم بدعت اصلیہ چنیں باشد کہ ہر عقیدہ و مقامے وحالے و وارد ے وعبادتے وعادتے ومعاملہ کہ محدث باشد بمعنی مذکور وصاحبش آن را نافع در معاد فہمیدہ در تحصیل آن سعی نمائد یا مضر در آن دانستہ ازاں اجتناب درزد یا از ارکان وشروط ولوازم عبادتی یا معاملہ قرار دادہ بعمل آرد یا از منافات آں شمردہ ازاں اجتناب درزد۔ پس آن را بدعت اصلیہ میگویم پس از کلمہ محدثات الامور کہ در حدیث اول از احادیث ثلاثہ مرقومۃ الصدر واقع گردید مراد ہمیں معنی است۔

بحث دوم در تحقیق مفہوم بدعت وصفیہ

مخفی نماند کہ مدار ایں بحث بر حدیث ثانی است از احادیث ثلاثہ مرقومۃ یعنی حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو ردّ۔ باید دانست کہ تحقیق مفہوم بدعت وصفیہ موقوف است بر تحقیق مفہوم سہ کلمہ از حدیث مسطورہ۔ اول مفہوم کلمہ احداث وثانی مفہوم کلمہ امرنا، وثالث کلمہ ما موصولہ۔

اما تحقیق مفہوم کلمتین اولین پس در بحث اول مذکور کردہ شد۔ واما تحقیق مفہوم کلمہ ثالثہ۔ پس باید دانست کہ مدلول ما موصولہ چیزیست وآن بر ہر مفہوم صادق می آید۔ امادر موارد استعمال اکثر مخصص مے باشد بدو وجہ۔ اول از جہت صلہ خود وثانی از جہتہ نظر سیاق وسباق آں واز جہت تامل در حال متکلم وسامع واز جہت رعایت مواقع و موارد کلام مثلاً اگر کسے بگوید کہ جاہل را نمے باید کہ در کار و بار علماء چیزیرا کہ متداول در ایشاں نباشد احداث نماید۔ پس چنانکہ تخصیص چیز محدث مذکور بعدم تداول درمیان علماء منطوق کلام مذکور است ہمچنیں متبادر در عرف از کلام مذکور ہمیں ست کہ جاہل را از احداث ہماں چیز منع کردہ اند کہ از جنس مقدمات علمیہ باشد کہ علماء بجہت علم خود بآن اہتمام میکنند وارباب دانش از جہت دانش خود بآں اشتغال مے نمائند مثل تصنیف کتاب جدید یا اختراع طرز جدید از انواع تقریر وتحریر ومطالعہ ومناظرہ یا استخراج مسائل جدید، نہ از اختراع لباس جدید وطعام جدید ومسکن جدید وامثال آں از امور یکہ تعلق بمقدمات علمیہ نمیدارد گو کہ علماء ہم بنابر قضاء حوائج بشریت بآں اشتغال داشتہ باشند ہم چنیں از حدیث مسطورہ در تفاہم عرف ہمیں معنی متبادر میگردد کہ ہر کہ احداث کند در امر اینہا چیزے را کہ انبیاء علیہم السلام بنابر منصب نبوت بتعلیم آن چیز اہتمام نمائند۔ پس آن چیز ردّ است۔ پس دریں مقام تفحص باید کرد کہ انبیاء علیہم السلام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہ بیان کدام چیز در باب امور دین اہتمام میفر مایند

پس میگویم چنانچہ ترغیب بنفس امور نافعہ در معاد وتنفیر از نفس امور ضارہ دراں از خواص منصب نبوت است۔ چنانکہ در بحث اول مذکور گردید وآنرا دین میگویند وآن مشترک است در جمیع ادیان سماویہ بحکم کریمہ:

شرع لکم من الدّین ما وصّی به نو حاً و الّذی اوحینا الیک و ما وصّینا به ابرا هیم و موسی و عیسی

ہم چنین تجدید حدود امور مذکورہ وتشخیص صور خاصہ آنکہ در منفعت ومضرت اخرویہ دخل داشتہ باشد نیز از خواص منصب رسالت است وآنرا شریعت ومنہاج مینامند وآن مختلف میباشد باختلاف رسل بحکم کریمہ

لکلٍ جعلنا منکم شرعةً و منهاجاً

مثلاً ترغیب بنفس نماز ونکاح وتنفیر از شرک وزنا از باب تعلیم اصول دین است وتحدید نماز بتعیین اوقات واعداد رکعات وشروط وامثال آن وتحدید نکاح بتعیین ایجاب وقبول وحضور شہود ولزوم مہر و امثال آں وتحدید شرک بطیرہ وحلف باسم غیر اللہ وتحدید زنا بتعیین محلے کہ از ملک وشبہ آں خالی باشد وتعیین حد آن از جلد ورجم وامثال ذلک۔ اینہمہ از باب تشریع است پس چنانکہ تحقیق بحث اول موقوف بر تفصیل امور دین بود ہم چنیں تحقیق ایں بحث موقوف بر تفصیل ابواب تشریع است۔ پس میگویم کہ تعیین صور خاصہ و تحدید حدود معینہ برائے اصول دین از جہت شارع بدو طریق متحقق میگردد۔ اول بطریق لزوم یعنی بایں وجہ تعیین فرماید کہ اصل مذکور بدون ایں صورت خاصہ اصلاً در نظر شارع معتبر نیست یا کالعدم است۔ وثانی بطریق تکمیل یعنی بایں وجہ تعیین فرماید کہ ہرگاہ اصل مذکور دریں صورت خاصہ متحقق گردد در نظر شارع نہایت مستحسن وممدوح باشد۔ پس صورت معینہ در استحسان شرعی دخل دارد یا نہ در اصل تحقق آن اصل مذکور و ہر واحد از قسمین بوجوہ متعددہ مے باشد کہ چندے ازاں بطریق تمثیل دریں مقام ذکر کردہ میشود۔ مثلاً از انجملہ تعیین اجزائے امر یست از امور دین یا بطریق لزوم مثلاً تعیین قیام وقرأۃ ورکوع وسجود وامثال آں بہ نسبت نماز وتعیین ایجاب وقبول بنسبت نکاح یا بطریق تکمیل مثلاً تعیین قومہ وجلسہ وتسبیحات بہ نسبت نماز و تعیین قدرے زائد از اصل در باب ادائے قرض حسنہ بر تقدیریکہ شرط نکردہ باشند

وازاں جملہ است تعیین اوقات یا بطریق لزوم مثلاً اوقات خمسہ برائے ادائے صلوۃ وماہ رمضان برائے صیام وذی الحجہ برائے حج وحولان حول برائے زکوۃ وغیرہ، و وقت اذان جمعہ برائے معاملات واول شوال ودہم ذی الحجہ برائے تعبد، یا بطریق تکمیل مثل تعیین لیالی رمضان ولیلۃ نصف شعبان برائے قیام و وقت نصف آخر از شب برائے تہجد ووقت ارتفاع شمس برائے اشراق وایام بیض وستہ شوال وروز عرفہ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عاشورہ و پانزدہم شعبان برائے صیام و ماہ رمضان برائے عمرہ و روز ہفتم از ولادت مولود برائے عقیقہ و پنجشنبہ و دوشنبہ برائے سفر وامثال آں از مواضعے کہ توقیت اوقات درآں از جہت شارع واقع گردیدہ کہ عدد احصائے آں ممکن نیست۔

وازانجملہ است تعیین امکنہ یا بطریق لزوم مثل تعیین مکان طاہر غیر مقابر وحمامات برائے نماز و امصار برائے نماز جمعہ و اعیاد ومساجد برائے اعتکاف ومواقیت احرام وحرم کعبہ وعرفات ومنا ومزدلفہ وصفا و مروہ برائے حج وعمرہ وغیر مساجد برائے معاملات یا بطریق تکمیل مثیل تعیین مساجد برائے نماز فرض وعقد نکاح و بیوت برائے نفل وتلاوت قرآن ومواضع مخصوصہ از حرمین برائے دعا ومسجد جامع برائے نماز جمعہ و صحرا برائے نماز عید واستسقاء ودفن اموات ومقابر برائے تذکیر آخرت واستغفار برائے اہل آں ومساجد ثلاثہ برائے سفر بسوئے آن بجہت تحصیل منفعت اخرویہ وامثال آں از توقیقات زمانیہ است

وازانجملہ است تعیین اعداد یا بطریق لزوم مثل اعداد رکعات درفرائض واعداد صیام درفرائض و کفارات واعداد مساکین در باب کفارات واعداد اشواط و جمار در باب حج واعداد شہود وضربات جلدہ در باب معاملات وحدود وتعین سہ حیض یا مدت سہ ماہ یا چہار ماہ و دہ روز یا مدت حمل برائے عدت یا چہار ماہ برائے ایلاء و یا سہ روز برائے خیار وامثال آں یا بطریق تکمیل مثل تعیین اعداد رکعات درنوافل وتسبیحات و ارکان نماز و بعد از فراغ آں و درصلوۃ التسبیح وہم چنیں تعیین ستہ شوال وثلاثہ در ہر ماہ در باب صوم ورعایت عدد وتر درجمیع عادات وامثال ایں توقیت عددی را ہم برتوقیت زمانیہ ومکانیہ درکثرت وعدم احصاء قیاس باید کرد

وازانجملہ است تعیین بعضے جوارح فاعل بعضے افاعیل وبعضے دیگر برائے بعضے دیگر خواہ بطریق لزوم وخواہ بطریق تکمیل مثل تعیین قلب برائے نیت درعبادات وکنایات طلاق وامثال ذلک وبرائے رضا در باب معاملات وتعیین لسان در باب قرأۃ وانعقاد عقد ومعاملات وتعیین اعضاء ہفت گانہ در باب سجود و امثال آں۔

وازانجملہ است تعیین ہیئات بوجہین مذکورین مثل استقبال قبلہ وستر عورت واستواء قامت و دست بستن درقیام وسائر ہیئات مشروعہ واز تعدیل ارکان وامثال آں در باب صلوۃ وہیئات احرام ورمل و سعی بین المیلین وتلبیہ ورمی جمار وامثال آں در باب حج وتقدیم جانب یمین بر یسار درجمیع عبادات وعادات وامثال ازاوضاع مسنونہ درسائر عبادات

وازانجملہ است تعیین مقدمات متقدمہ خواہ بطریق لزوم باشد کہ آنرا شروط میگویند خواہد بطریق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کہ آن تمہیدات می نامند مثل غسل یا وضو یا تیمّم برائے نماز عموماً و برائے نماز جمعہ وعیدین خصوصاً و برائے نماز جنازہ وحمل میت ومسّ مصحف وقرأۃ قرآن وعقد احرام بلکہ برائے سائر عبادات ومثل تقدیم اذان واقامت وسنن رواتب واذکار مسنونہ قبل تکبیر تحریمہ در باب نماز وتقدیم تنظیف وتطہیر وتعطیر وتجدید لباس وخطبہ درنماز جمعہ و تقدیم سحور در باب صیام وتقدیم خطبہ واذن ولی یا سید وحضور شہود در باب نکاح و تقدیم سوم واجازت ولی یا سید یا مالک یا موکل مشتری در باب معاملات وتقدیم بسملہ در سائر عبادات و عادات وتقدیم استخارہ وخطبہ بر سائر امور عظام وامثال آں از امور یکہ برائے تو طیہ امور دیگر مشروع است

وازانجملہ است تعین لوازم متاخرہ بوجہین مذکورین مثل تعین اذکار مسنونہ بعد از سلام وسنن رواتب متاخرہ و ملازمت جلوس تا طلوع آفتاب در باب صلوۃ وطواف وداع والتزام مقام ملتزم و تشبث باستار کعبہ وتقبیل آستانہ آن وشرب ماء زمزم ورجعت قہقری وزیارت مسجد نبوی ومسجد قبا در باب حج ولزوم مہر ودعائے برکت ودعوت ولیمہ وتعجیل قدرے از مہر در باب نکاح ولزوم عدت در باب طلاق ولزوم قبض در ہبہ وبیع الصرف وامثال آں از لوازم عبادات ومعاملات کہ بجہت تعین شارع ثابت گردیدہ

وازانجملہ است تعین مصارف اموال ومحال افعال مثل تعین مصارف زکوۃ ونذور وکفارات و صدقہ عید الفطر ودر باب صدقات وتعیین مومنات غیر محرمات در باب نکاح وتعیین اموال غیر محرمہ لنفسہاء در باب بیع وتعین اولی الامر در باب اطاعت

وازانجملہ است تعین مقادیر مثل تعین قلتین وعوراۃ واجب الستر بہ نسبت ذکور واناث ومقدار زکوۃ ونصاب آن ومقدار صدقہ عید الفطر وفدیہ وتعیین مساوات در اموال ربویہ درصورت تبادل وامثال آن

وازانجملہ است تعین الفاظ خاصہ در مواضع مخصوصہ مثل تعین اذان واقامۃ برائے فرائض و استعاذہ وبسملہ در باب قرأت وتعیین قرأۃ قرآن در قیام (وتعیین سورۃ فاتحہ خصوصاً در جمیع رکعات وصورے دیگر عموماً در رکعتین اولین از فرائض) (قوسین والی عبارت نسخہ نمبر۲ میں نہیں ہے۔ بہا) وتعیین تسبیحات در رکوع وسجود وتشہد در قعدہ اول و درود ودعا در قعدہ اخیرہ وتعیین اذکار مخصوصہ قبل نماز وبعد آں وتعیین تلبیہ در احرام وتکبیرات درایام تشریق وتعیین صریح وکنایہ در باب طلاق وتعیین الفاظ ایجاب وقبول در باب نکاح و سائر معاملات وتعیین اسماء الٰہی وصفات اوتعالی در باب حلف وتعیین ادعیہ مخصوصہ درصباح ومساء ونوم ویقظہ ودر اوقات نعمت ونقمت ودر اوقات حصول افراح وعروض احزان وہجوم مصائب وامثال آں۔ بالجملہ در ہر سانحہ از سوانح رنج وراحت ذکرے خاص یا دعائے مخصوص تعین فرمودہ اند

وازانجملہ است تعین صفت اذکار وادعیہ مثل تعین جہر در اذان واقامت وقرأت صلوہ جہریہ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تلبیہ وتکبیرات ارکان صلوۃ وعیدین وتعیین سرّ در غیر مواضع مذکورہ لا سیما در دعاء

وازانجملہ است تعیین اجناس برائے اموال در باب زکوۃ وربوا واجناس اربعہ از بہائم مع تعیین عمر مخصوص وسلامت از عیوب در باب اضحیہ

وازانجملہ است تعیین در باب لباس والوان مثل تعیین لباس حریر وزیور زر وسیم ورنگ سرخ وزرد برائے نسواں ۔

وازانجملہ است تعیین باب تشہیر واعلان مثل تعیین فرائض عبادات وصلوۃ جنازہ ومقاتلہ کفار و اقامت حدود ونکاح باعلان ونوافل وعبادات وزیارت قبور بسر وکتمان

وازانجملہ است تخصیص بعضے افعال باجتماع وبعضے بانفراد مثل صلوۃ جمعہ وعیدین وصلوۃ خمسہ و تراویح وصلوۃ خسوف وکسوف واستسقاء وصلوۃ جنازہ وحج وجہاد ونکاح مشروع است باجتماع ونوافل وغیر نوافل مذکورہ وزیارت قبور مشروع است بانفراد

وازانجملہ است تعیین طرق جبر نقصان مثل تعیین قضاء فدیہ ومثل ہالک یا قیمت آن درصورت تلف مخصوب یا اتلاف ودیعت مثل دیت نفس یا اعضاء درصورت جنایت خطا وامثال آں

وازانجملہ است تعیین آثار وثمرات درابواب عبادات یا معاملات یا جنایات مثل فراغ ذمہ در دنیا واستحقاق اجر خاص درعقبی درابواب عبادات وحلت تمتع و ثبوت نسب درابواب نکاح ولزوم عدت در باب طلاق ومثل ثبوت ملکیت در باب بیع ولزوم حدود وتعزیرات وکفارات در باب جنایات بالجملہ این وجوہ مذکور وامثال آن از تحدیدات شرعیہ از ابواب تشریع است کہ درکریمہ

تلک حدود اللّٰہ فلا تعتدوھا و من یّتعدّ حدود اللّٰہ فاولئک ھم الظّالمون

ودرحدیث ۔ انّ اللّٰہ حدّ حدودہ فلا تضیّعوھا بآں اشارہ رفتہ ودریں مقام بابے است نہایت طویل الاذیال ودقیق المآخذ کہ جولان گاہ علمائے ربانین است وآن باب حفظ مراتب امور دینیہ ورعایت مدارج احکام شرعیہ است بیانش آنکہ چنانچہ ہرگاہے کہ عالم ربانی درامرے از امور شرعیہ کہ مرکب از امور کثیرہ باشد تامل نمائد ودلائل شرعیہ متعلقہ آں امر را در ذہن خود جمع کند لابد برو واضح میگردد کہ ہر چند جمیع امور مذکورہ درنظر شارع مستحسن ومرغوب است اما اہتمام او بعضے ازاں ازیداست بہ نسبت بعضے دیگر مثلاً ہر چند نماز بجمیع ارکان وہیئات وشروط خود مطلوب است اما اہتمامیکہ بارکان وشروط آن متعلق است بغیر آن نیست و اہتمامیکہ بطہارت متعلق است باستقبال قبلہ نیست لہذا استقبال قبلہ در بعضے اوقات ساقط میگردد وبخلاف طہارت واہتمامیکہ بقراءۃ فاتحہ متعلق است بسورہء دیگر نہ ولہذا در رکعتین اخریین قرأۃ سورہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساقط میگردد و ہم چنین ہر گاہے کہ عالم ربانی کہ وسیع العلم ونظیف الذہن باشد در مجموع سیرت رسول اللہ ﷺ تامل میفرمائد لابد براو واضح میگردد کہ ہر چند آنچہ سیرت مذکور برآں مشتمل است ہمہ از قبیل سنت نبویہ است مگر آنکہ ہر فعل را ازاں موقعی است در باب تعلق اہتمام آن جناب باولہ دیگر براز .... نہ وایں معنی بملاحظہ قرائن حالیہ و مقالیہ آں جناب لائح میگردد یعنی امتیاز درمیان مہتم بالشان وغیر مہتم بالشان و درمیان اہم ومہم ذہن نشین اومیشود و آنچہ قابل تعلیم وترویج است از آنچہ بایں مرتبہ نیست متمیز میگردد مثلاً اہتمامیکہ بہ ترمیم وتعمیر مساجد وفراہم کردن اسباب آبادی آں متعلق است بمقابر نیست وآنچہ در باب اجتماع مسلمین درمساجد از قسم تاکید برآن وتہدید برترک آن واظہار رضامندی بوقوع آں وناخوشی بفقد آں و بیان منافع تحقق آن ومضار عدم آں وامثال آن از آنچہ بترغیب وترہیب تعلق دارد سعی واہتمام باید کرد و بزیارات قبور نباید کرد و آنچہ در باب ایصال منفعت بسوئے میت از قسم ترغیب وترہیب وتاکید وتشہیر و ترویج والتزام درمقدمہ نماز جنازہ باید کرد بدیگر ادعیہ نباید کرد وآنچہ بمطلق دعا باید کرد و بتصدیق عن المیت نباید کرد وآنچہ بتصدق مذکور باید کرد ایصال ثواب عبادات از نماز وروزہ وتلاوت وذکر نباید کرد وآنچہ در باب اقامت جہاد از قسم سعی جسمانی ونفسانی یعنی ترغیب وتالیف وتدبیر وصرف اوقات عزیزہ درتمہیدات آن وامثال آن از مساعی بلیغہ باید کرد در باب تعلیم علوم غیر ضروریہ والتزام خلوات وضبط اوقات بانواع عبادات وریاضات و اذکار ومراقبات نباید کرد وآنچہ در باب مزاولت اسلحہ وسائر آلات حرب سعی وکوشش باید کرد در باب جمع کتب وبناء مدارس وخانقاہات نباید کرد وآنچہ در باب دعوت عوام الناس بسوئے ظاہر کتاب وسنت سعی باید کرد در باب دعوت دانشمندانِ فنون بسوئے مسائل غریبہ وقیاسیہ ومباحث عمیقہ کلامیہ و اشارات دقیقہ صوفیہ نباید کرد۔

بالجملہ ہر کسیکہ بسیرت نبویہ وسنت قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر مہارت داشتہ باشد ایں معنی مراد پوشیدہ نخواہد ماند۔ حاصل کلام آنکہ مباحث تشریعی باوجود کثرت شعب وتعین وجوہ بہمیں دو باب راجع میشود باب تحدیدات و باب حفظ مراتب امور ملت۔ پس از کلمہ ما موصولہ کہ در حدیث مذکور واقع گردیدہ ہمیں معنی مراد است پس معنی حدیث مذکور بریں تقدیر چنیں باشد کہ ہر کہ احدث کند در امر دین چیزے را از قسم تجدیدات یا بتغیر موقع امرے از امور دین پس آں چیز رواست پس خلاصہ مفہوم بدعت وصفیہ چنیں باشد کہ ہر تحدید کہ در امرے از امور دین محدث باشد یا ہر تغیر موقعے کہ براں امرے از امور دین محدث باشد و صاحبش آں خصوصیت را مدار اعتبار آں امر دین در نظر شارع دانستہ یا متعلق استحسان شرعی شمردہ بعمل آرد یا آں خصوصیت را مبطل اصل عمل قرار دادہ یا سبب سقوط آں اصل از مرتبہ از مراتب قبول فہمیدہ از آن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتناب درزد پس ہماں را بدعت وصفیہ میگوید۔ مخفی نماند کہ از ملاحظہ تعریف ہر دو قسم بدعت چناں ظاہر میگردد کہ اصلِ مدار مطلق بدعت بر عقیدہ است یعنی ہر چیزے را کہ عند اللہ نافع نیست نافع پندارند یا آں چیز را کہ مضر نیست مضر پندارند وایں را بدعت حقیقیہ باید فہمید و دریں مقام قسمے دیگر است از بدعت کہ آنرا بدعت حکمیہ میگوئم بیانش آنکہ چیزے از محدثات باشد وصاحب او ہر چند اعتقاد منفعت ومضرت او نداشتہ باشد اما باو ہماں معاملہ کند کہ با امور نافعہ یا ضارۃ وشرعیہ باید کرد مثلاً چنانکہ در محافظت خصوصیت روز اضحیٰ در باب اضحیہ باوجود امکان آن در یومین لاحقین بنا بر ادراک فضیلت سعی باید کرد کہ باوجود گرانی قیمت بسبب وفور رغبت وتعسر حصول بسبب قلت وقلت فرصت بسبب اشتغال بادائی صلوۃ عید وآداب آن وکثرۃ اشتغال بسبب ملاقات اقرباء واحباء وقلت منفعت گوشت اضحیہ بہ نسبت محتاجین بسبب وفور آں دراں روز بالجملہ عوائق وموانع خصوصیت روز مذکور را از دست نیابد داد ہم چنیں تخصیص روز وفات در باب تصدق عن المیت کہ باوجود تحقیق تنگ دستی در آں ایام یا ہجوم امراض یا سنوح سفر یا عروض موسم برشگال یا امثال آن از موانع وعوائق خصوصیت روز مذکور را از دست ندہند بلکہ معاملہ مداہنت بعمل آرند و باز دیا دمرض بسبب اشتغال در سرانجام دادن آن التفات نمانید وتاخیر سفر رودارند ورنج فراہم کردن سامان برشگال کہ محافظت طعام مذکور بان تواند شد برخود گوارا کنند وتلطف ثیاب درگل ولا رداد رند وتخلل اوقات تعلم وتعلیم احکام دین وفقدان اطمینان در عبادات وفوت جماعات قبول کنند وبفوت خصوصیۃ مذکورہ راضی نہ شوند اگر چہ فضیلت یوم مذکور بر سائر ایام اعتقاد نداشتہ باشند چنانکہ زن بیوہ باوجود کثرت شبق وشدت افلاس بسبب موت زوج کہ متکفل حوائج بشریہ او بود باوجود عروض وحشت وحدت بمفارقت مونس خود از زنا اجتناب مے نماید وایں اجتناب در مدائح اوشمردہ میشود ودر مقام اثبات عفت او ذکر کردہ میشود ہم چنیں باوجود امور مذکورہ از نکاح ثانی احتراز نماید یا ایں احتراز را از مدائح اوشمردہ شود یا در مقام اثبات کمال عفت او ذکر کردہ شود اگر چہ بقبح نکاح ثانی اعتقاد نداشتہ باشد وچنانکہ در مقدمہ عقد نکاح حضور شہود واذن ولی را از شرائط صحت او میشمارند چنانکہ عقد مذکور را بر آں موقوف میدارند اگر چہ در تاخیر آں انواع مضرات محتمل الوقوع باشد ہم چناں عقد مذکور را بر استطاعت جہیز یا ولیمہ موقوف دارند کہ وجود احتمال فقدان کفو یا فوت اولیاء یا غیبوبت ایشان در سفر بران اقدام نمایند یا برائے سرانجام کردن جہیز یا ولیمہ معاملہ مداہنت باوجود اشتمال آن بر مضرات معاش ومعاد مثل لحوق افلاس ولزوم ربوا بعمل آرند یا قباحت سوال حالی یا قالی را بر خود گوارا کنند واز رسم مذکور دست بردار نشوند گو کہ بوجوب آں اعتقاد نداشتہ باشند۔

بالجملہ ایں قسم بدعات را بدعت حکمیہ وعملیہ میگوئم پس مفہوم مطلق بدعت چنیں باشد کہ ہر امرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

از امور مذکورہ در بحث اول یا ثانی کہ محدث باشد وصاحبش آنرا از امور دین قرار دادہ بعمل آرد یا با و معاملہ امور دینیہ نماید پس ہماں چیز بدعت است و چوں مفہوم بدعت منقح گردید پس باید دانست کہ دریں مقام چند فوائد نافع است کہ آنرا در ضمن چند مسائل ذکر باید کرد

فائدہ اولی ۔ در بیان آنچہ در **بدعت حقیقیہ** داخل است وآن مشتمل بر چند مسائل است:

مسئلہ اولی باید دانست کہ مسئلہ وحدۃ وجود وشہود ومبحث تنزلات خمسہ وصادر اول وتجدد امثال وکمون وبروز وامثال آن از مباحث تصوف وہم چنیں مسئلہ تجرد واجب وبساطت او تعالی بحسب ذہن یعنی (تنزیہ او تعالی) (یہ الفاظ نسخہ نمبر ۲ میں نہیں ہیں۔ بہاء) از زمان ومکان وجہت وماہیت وترکیب عقلی ومبحث عینیہ وزیادۃ صفات وتاویل متشابہات واثبات رویت بلا جہت ومحاذات و واثبات جوہر فرد وابطال ہیولی وصورت ونفوس وعقول یا بالعکس وکلام در مسئلہ تقدیر وکلام وقول بصدور عالم برسبیل ایجاب واثبات قدم عالم و امثال آں از مباحث فن کلام والہیات وفلاسفہ ہم از قبیل بدعات حقیقیہ است ۔ اگر صاحب آن اعتقادات مذکورہ را از جنس عقاید دینیہ میشمارد والا دریں جزو زمان در بدعات حکمیہ البتہ مندرج است چہ سعی در ادراک حقیقت آن واہتمام بتنقیح آن ومعدود شدن صاحب آں در زمرہ علماء دین وحکماء ربانیین و تمدح بآں در مقام ذکر کمالات دینیہ درعرف عوام بلکہ در کلام خواص ہم دائر وسائر است

مسئلہ ثانیہ۔ سعی کردن در تحصیل مقام فنائے علمی وانسلاخ واضمحلال وانکشاف مغیبات مثال و واردات وجد وحال وغیبت واستغراق وسکر وشطح وعقد ہمہ در باب تاثیرات کونیہ ونفسانیہ واشراف خواطر و القائی گرمی در قلوب حضار وعلم دعوات اسماء یا تبرک جلالی و جمالی ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است چہ ہر کہ بایں امور اشتغال مینماید آنرا از جنس امورے کہ مورث قرب الی اللہ باشد میشمارد بلکہ اکثر ہمیں امور را حقیقت احسان کہ در شرح مطلوب ست میدانند

مسئلہ ثالثہ۔ تعیین اوراد و اذکار وریاضات وخلوات واربعینات ونوافل عبادات وتعیین اوضاع اذکار از جہر وا خفاء و ضربات واعداد ومراقبات برزخیہ والتزام طاعات شاقہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است بہ نسبت اکثر طلاب کہ آنرا اصل کمال شرعی یا از مکملات آں میدانند اما بہ نسبت خواص کہ آن را محض از قبیل وسائل دانستہ در تعلیم وترویج آن سعی می کنند پس از قبیل بدعات حکمیہ باشد آرے اخص الخواص کہ محض بنا بر ہدایت چندے از انبیاء کہ نفوس ایشان در مرتبہ قصوی از غباوت یا عصیان واقع شدہ انداگر تعلیم امور مذکورہ کردہ باشند وایشاں را بنمایش ایں باغ سبز بسوئے دام اطاعت حق کشیدہ باشند وصرف بنا بر اصلاح استعداد ناقصہ ایشان بقدر حاجت وضرورت بطور وسائل بے التزام وترویج واہتمام بکار بردہ باشند و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت حصول مقصود آنرا ترک دادہ باشند۔ پس ہر چند تعلیم امور مذکورہ کہ از ایشاں در بعضے احیان بہ نسبت بعضے اذہان بحسب اتفاق ورعائت مصلحت وقت بوجود آمد بہ نسبت ایشاں از قبیل بدعات نباشد۔ اما کلام دریں مقام در اکثر اہل زمان ست کہ آنرا مثل شریعت مستمرہ وطریقہ مسلوکہ مے شناسند (تیسرے مسئلے کی فارسی عبارت جناب بٹالوی نے اشاعۃ السنہ جلد ۲۰ کے صفحہ ۳۵۰ میں ایضاح الحق کے صفحہ ۲۵ سے نقل کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر نظر دونوں نسخوں کے علاوہ بھی کوئی نسخہ طبع شدہ موجود تھا اور وہ شائد بلاتر جمہ تھا۔ کیونکہ نسخہ نمبر ایک ۱۳۰۱ھ والے میں یہ عبارت صفحہ ۳۸ پر ہے۔ اور نسخہ نمبر ۲ یعنی نسخہ اشرفیہ میں یہ عبارت ص ۴۶ پر ہے۔ بہاء)

مسئلہ رابعہ۔ تعیین اعداد واشخاص واوقات واجناس در باب ختم وتوشہ وعقد محافل سماع صوفیہ ومحافل کتاب خوانی ومرثیہ وماتم وساختن تعزیہ وسدّہ وعلم وعقد ذکر شہادت حضرت امام درایام عاشورا وتعیین چہلم وسیوم واعراس وتداعی براجتماع در باب زیارت قبور وتعیین اوقات برائے آن ومرقبہ براں و قرأۃ قرآن برسبیل اجتماع بران وتعین اوقات تصدق عن المیت والتزام قرأۃ فاتحہ واخلاص وتعظیم آن وتعیین جنس آن و مصرف آن واستمداد از اہل قبور وتقبیل قبور وطواف آن وآستانہ بوسی وقیام رو بروئے آن بجہت تعظیم وانداختن چادر وگل وغلاف برآں وغسل دادن قبور وروشنی نمودن واجتماع کردن بہ نیت تقرب برآن وتعیین نماز ہول برائے اموات واذان برقبور بعد فراغ از دفن وامثال از امور بے شمار ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است بہ نسبت اہل زمان کہ این ہمہ امور را تعبداً بعمل مے آرند مگر بہ نسبت بعض اخص الخواص کہ نزد ایشاں این امور مذکور محض لغو باشند و وفقط بنا بر موافقت اہل زمان بعمل مے آرند کہ امور مذکورہ بہ نسبت ایشاں از قبیل بدعات حکمیہ باشد اگر از شبہات شرعیہ ومنکرات دینیہ نباشد

مسئلہ خامسہ۔ استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع مے نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند تا ترویج امری کہ خامل (دیدنی است۔ یہ لفظ ۱۳۰۱ھ والے یعنی نسخہ نمبر ایک میں نہیں ہے۔ بہاء) درقرون سابقہ بود وبروئے کار می آرند یا احتمال امرے کہ در آن از منہ مروج بود بعمل مے آرند مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصے معین از آئمہ مجتہدین و ہبہ ثواب عبادات احیا برائے اموات بخلاف نیابت در عبادات مالیہ کہ آن ثابت الاصل است ومثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی العشر وترویج انزدا بنا بر اشتغال بعبادت ومطالعہ کتب و ترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق بجمیع ہمت خود در آں واحتمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک و تیمن واحتمال امر معروف ونہی عن المنکر وعدم مبالات وباقامۃ جہاد لسانی وسنانی وامثال ایں امور محدثہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شان را اختراع میکنند باز آنرا دد احکام شرعیہ وعبادات دینیہ ومناقب ایمانیہ مندرج میسازند ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است وآنچہ در مقام عذران میگویند کہ ہر چند این امر محدث است اما مشتمل بر مصلحتے از مصالح دینیہ است یا اصل آن در شرع ثابت ست اگر چہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد ایں عذر امور مذکور را از حد بدعات خارج نمی گرداند۔ آری تحقیق آنکہ ایں بدعت حسنہ است یا قبیحہ پس عنقریب انشاء اللہ تعالی در فصل ثانی مذکور خواہد شد واکثر قدماء کہ قیاس را تقبیح کردہ اند از لفظ قیاس ہمیں معنے مذکور مراد داشتہ اند نہ قیاس شرعی کہ حمل النّظیر علی النّظیر است

فائدہ ثانیہ: در بیان آنچہ در **بدعت حکمیہ** مندرج است وآن مشتمل است بر چند مسائل

مسئلہ اولی استغراق ہمہ در تحصیل تبحر علوم الہیہ بہ تتبع مسائل غریبہ علوم غریبہ کہ در فہم کتاب و سنت کہ مبنائے آن بر محاورات عرفیہ ست نہ بر لطائف شعریہ چنداں دخل نے دارد ومثل تدقیق زائد در دقائق منطقیہ والہیات وطبیعات فلسفیہ وتعمق زائد در قواعد اصولیہ وکلامیہ واسفار فقہیہ ومہارت ابواب دانشمندی از فن مناظرہ وجدل وباب توجیہ زطرق در آمد مرکلام غیر برسبیل ابطال ویا توجیہ وطرق سد ابواب در آمد مخالف از باب تقیید وتحدید وتوجیہ وتاویل وامثال آں از امورے کہ مجبیان دانشمند بعمل مے آرند ودر میان امثال خود بآں تفاخری می نمایند ودر تحصیل احاطہ نوادر اشعار وقواعد عروض ودر ضبط مسائل فرضیہ فقہیہ متوہم الوقوع ودر اشتغال بریاضیات وفن تواریخ وفن تکثیر ونقوش وامثال آن از فنون نادرہ ہمہ از قبیل بدعات حکمیہ است بہ نسبت عقلاء اہل زمان کہ حصول امور مذکورہ را از جنس قربات اللہ ومحامد شرعیہ نمیدانداما عمر گراں مایہ را در تحصیل امور مذکورہ بوجہی اضاعت مینمایند کہ طالب حق اوقات عزیزہ خود را در تفتیش اصول دین وتحقیق احکام شرع متین صرف مینماید وبآں اضاعت عمر انواع مفاخرات ومباہات مہ نمایند واز جنس مدائح ومناقب میشمارند چنانچہ تمدح بایں سفاہت واسراف عمر در میان ایشاں جاریست و مثال ایں سفیہائے مسرفین عمر را بسبب حصول ایں امور مذکورہ بنظر تو قیر واجلال مے بینداگر چہ ذرہ از طلب راہ دین نداشتہ باشند وتخمی از خشیت کہ شعار علماء است در دل نکاشتہ وجوئے از علم وعمل از خرمن سنت نہ برداشتہ وقاعدین این فنون را بنظر حقیر واہانت مے بینداگر چہ بشعار طلب حق معلم باشند وبہ تفتیش سنت وابستہ بلباس تقوی لابس سبحان اللہ ایں حال عقلاء زمانہ است کہ خود را در زمرہ علماء مے شمارند وائے بر حال سفہاء یعنی جہال طلبہ علم کہ جہل مذکور را عین علم میدانند واسراف وسفاہت را عین قربت وعبادت وہمیں سفہائے مسرفین را علماء مستندین می شمارند پس ایں امور مذکورہ بہ نسبت ایشاں از اقبح بدعات حقیقیہ است و افحش منکرات شرعیہ وآنچہ در باب طلب علم وافادہ علماء در سنت وارد گشتہ ہمین قدر است کہ چنانکہ سپاہیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اطاعت شعار وخدمت گاران کارگزار کہ ملازمان سلاطین کبار ومتعلقان سرکار امرائے عالی مقدار میباشند شب وروز درتفتیش احکام مندرجہ پروانجات کہ در باب نظم ونسق کاروبار ایشاں گردیدہ مشغول میماننده ومجرد اطلاع براحکام مذکورہ درسرانجام دادن مہمات مطلوبہ سرگرم میگردند لیکن از بسکہ تحریر پروانجات بنوائح ہندوستان درزبان فارسی مروج است وبربعضے اصطلاحات آئین احکام مشتمل میباشد وبعضے از ایشاں بزبان فارسی مہارت مے دارند وبعضے نہ ہم چنیں بعضے براصطلاحات مندرجہ بسبب ملاقات باحضار دربار اطلاع مے دارند وبعضے نہ بنابرآن چنانکہ برذمہء ناواقفان مذکورین سرانجام کردن احکام مذکورہ لازم است ہمچنیں تفتیش آن از واقفان نیز لازم چنانکہ برذمہ واقفان امتثال احکام مذکور لازم است ہم چنیں اعلام ناواقفان نیز وہرگاہ کہ ناواقفاں برآں احکام مطلع گردیدند ایشاں ہم مثل جماعت اول واقف گردیدند گو بصفت خط و کتابت مہارت نداشتہ باشند پس اعلام ناواقفاں دیگر برذمہ ایشاں ہم لازم گردید وہمہ ہا درمقدمہ اطاعت اصل حاکم وامتثال احکام اومتساوی اند کسے از ایشاں بہ سبب واقفیت مذکورہ اصل حاکم نشدہ دیگرے بسبب شنیدن احکام خود از زبان آن شخص اول از زمرہ نوکراں اونگردیدہ بلکہ ہمہ بارا باید کہ درسرانجام کردن مہمات مذکورہ کوشش نمایند واز گفتگوئے فضول کہ دراتمثال احکام مذکورہ چنداں دخل نمیدارد اجتناب درزند ہم چنیں بندگان حق جل وعلا را باید کہ دائماً درتفتیش احکام مندرجہ قرآن مجید مستغرق الہمت باشند لیکن ازبسکہ قرآن مجید درزبان عربی است ومشتمل براصطلاحات شرعیہ پس آنانکہ بلسان مذکور مہارت نمیدارند و براصطلاحات مسطورہ مطلع نشدہ اند لابد برذمہ ایشاں استفسار این معنی از ماہران لسان عربی وواقفان سیرۃ نبوی لازم آمد واعلام ناواقفاں برذمہ واقفان واجب گردید وبعد اطلاع براحکام شرعیہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر برذمہ ہمہ کس واجب شد واحتراز از تدقیقات زائدہ شعار عبودیہ شمردہ شد وتقلید محض بہ نسبت انبیاء علیہم السلام ہمہ کس رالازم آمد بالجملہ تقلید نبی امی فخر ماست تاج لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ برسر داریم وخلعت نحن امّۃ امّیّۃ لا نکتب ولا یحسب دربر از ہمہ فنون دانش مندی وصنائع فضیلت نمائے بیزاریم واز مائدہ سنت ہائے نبویہ ذلہ بردار و الحمد للّٰہ علی ذلک حمداً کثیراً

مسئلہ ثانیہ: اہتمام بلیغ بحافظت اوضاع محدثہ در باب زی ولباس ودر باب رفتار وگفتار و درباب تعیین اوقات خلوۃ وجلوۃ وہیئات نشست وبرخاست وتحیۃ وملاقات وتشخیص افعال واقوال مخصوصہ درباب تعظیم واکرام وخطاب وکلام وتخصیص بعضے ایام بعقد محافل ہم مشربان ومجالس یاران وموانس و عقیدت منداں حقیقی واخلاص کیشان تحقیقی وامثال آں کہ درارباب مناصب شرعیہ مثل علماء وقضاۃ واولاد و تلامذہ ایشاں یا درمقلدان کبرائے صوفیہ مثل سجادہ نشینان مشائخ کرام ومریدان ایشان یا درمدعیان مقام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترک و تجرید مثل خانقاہ نشینان و سرگروہان آزادان قلندریہ و مداریہ وجلالیہ واتباع ایشان کہ محض بنا بر حفظ شعار منصب خود واسلاف خود و رعایت امتیاز خود و کبراء خود از سائر مسلمین مروج گردیدہ مثل اجتناب از نکاح باوجود استطاعت محض بنا بر حفظ عنوان درویشی یا احتراز از مکاسب معاشیہ با وجود فراغت اوقات از ضروریات معادیہ ومعاشیہ وباوجود عروض افلاس وسنوح حاجات بحدی کہ باعث تحمل مذلات سوال حالے و قالے گردند پس باوجود ایں ہمہ محض بنا بر حفظ عنوان خاندان مکاسب را از جنس بواعث لحوق آرد وموجبات عود شناعت شمردہ ازاں اجتناب مے درزند اگر چہ آنرا از ممنوعات شرعیہ نمے دانند ومثل احداث تعظیمات قولیہ وفعلیہ در مقام سلام علیک ومصافحہ عند الملاقات ومثل اعتنائے شدید بترویج القاب مشعرہ بر مناصب شرعیہ رفعیہ مثل مولوی فلانے وشاہ فلانے وامثال آں از امور بیشمار کہ تعداد آں دریں چند اوراق خیلے متعذر مینماید ہمہ از جنس بدعات حکمیہ است بہ نسبت عقلاء ایشاں کہ امور مذکورہ را باوجودے کہ از جنس لغو ولا طائل دانستہ اند محض بناء حفظ عنوان خاندان بعمل مے آرند واما بہ نسبت سفہاء ایشان کہ امثال ایں مقامات را عین کمالات دانستہ اہتمام بحافظت ایں اشیائے محدثہ بیش از بیش بر روئے کار مے آرند پس امور مذکورہ بہ نسبت ایشاں از قبیل بدعات حقیقیہ است کہ از عنوانات مناصب شرعیہ شمردہ میشود واما آنچہ از عنوانات امور معاشیہ شمردہ میشود مثل وردی سپاہیان وامثال ایشاں پس از ما نحن فیہ خارج است۔

مسئلہ ثالثہ۔ التزام بعضے مباحات شرعیہ محض بنا بر تقلید آباء واجداد و بنا بر موافقہ اقران و اخوان بدون ظن حصول منفعتے از منافع اخرویہ ویا غرضے از اغراض دنیویہ ہمہ از قبیل بدعات حکمیہ است بہ نسبت اکثر اہل زمان۔ اما بہ نسبت بعضے از ایشاں پس از قبیل شرک و بہ نسبت بعضے از ایشاں پس از قبیل بدعت حقیقیہ و بہ نسبت بعضے از قبیل امور معاشیہ و بہ نسبت بعضے از امور لہویہ۔ تفصیل این اجمال آنکہ چنانکہ ہر چند شارع جل جلالہ بعضے احکام شرعیہ را بنا بر رعایت بعضے مصالح معاشیہ یا معادیہ مقرر فرمودہ است مثل تعیین صلوۃ برائے توجہ الی اللہ ورخص مسافر برائے دفع مشقت و عدۃ برائے استبراء رحم وامثال آن اما عباد را باید کہ قطع نظر از مصالح کردہ در محافظت نفس صورۃ احکام شرعیہ سعی بلیغ نمایند و بنا بر ظن حصول مصلحت مرعیہ در غیر سور معینہ یا کمل وجہ ہرگز در اقامت صورۃ مذکورہ مداہنت نہ نمایند وتبدیل وتغیر را در آں راہ ندہند مثلاً در محافظت صورۃ نماز اگر چہ عاطل از معنی حضور باشد سعی بلیغ باید کرد ومراقبہ معیتِ ذاتیہ را اگر چہ سراسر پر از معنی حذر باشد در عوض او استعمال نباید کرد و در سفر بے مشقت اعراض از رخص شرعیہ (نسخہ اشرفیہ میں اغراض از رقص شرعیہ، ہے۔ بہاء) نباید کرد و در صنائع شاقہ مثل حداوۃ وامثال آں کہ بمراتب اشق از سفر باشد رخصتے مذکور را استعمال نباید نمود و بر تقدیر یقین بخلو رحم از علوق عدت نباید گذاشت۔ بالجملہ صور احکام شرعیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درباب اطاعت شارع قطع نظر از مصالح مرعیہ خود مقصود لذا تہا گردیدہ ہم چنیں بعضے از عقلاء تجربہ کار بعضے از اشیاء مباحہ را بنا بر بعضے مصالح معاشیہ ترویج مے نمایند پس کسانیکہ طالب مصالح مذکورہ می باشند صورۃ مروجہ را اقرب طرق حصول مصالح مذکورہ دانستہ بعمل مے آرند آخر شدہ شدہ درعوام الناس دائر وسائر مے گردد و مصلحت مذکورہ در اکثر ناس رو باختفا می آرد وصورۃ مروجہ مسلّم خواص وعوام میشود واکثر اشخاص درمحافظت نفس آنصورۃ مروجہ قطع نظر بر اشتمال او بر مصلحت مذکورہ جد و جہد بلیغ مینمایند چنانچہ اگر مصلحت مذکورہ از صورۃ مسطورہ مفقود گردد بلکہ در التزام آں لحوق انواع مضرات بنظر آید ہرگز آنرا از دست ندہند وہم چنیں اگر برائے حصول مصلحت مذکورہ طریقے دیگر غیر صورت مروجہ میسر الحصول باشد ہرگز تبدیل آں روا ندارند وتارک صورۃ مذکورہ درمیان ایشاں آن قدر مطعون وملام گردد کہ تارک اصل مصلحت آن مطعون وملام نگردد ۔ پس دریں ہنگام آں صورت مروجہ را رسم میگویند مثلاً عقلاء سلف بنا بر ایصال ثواب صدقات بسوئے اموات اطعام طعام مقرر کردہ بودند و از بسکہ محتاجین اقرباء در باب مصارف مطلق صدقات مقدم اند بر غیر اقرباء بنا بر آن محتاجین اقرباء را تقدم میکردند وایں امر شدہ شدہ دریں زمان بحدی رسیدہ کہ در باب تقسیم طعام سیوم وچہلم واعراس در بیان اقرباء معنی تصدق عن المیت وقضاء حاجت محتاجین اصلاً ملحوظ نیست حتی کہ اگر لفظ تصدق عن المیت وقضاء حاجت محتاجین بر زبان رانند اغلب کہ اکثر اقرباء اہل عزت طعام مذکورہ را قبول نمایند بلکہ آنرا بمشابہ سبّ وشتم درحق خود تصور کنند وتقسیم طعام بحدی مسلّم خاص وعام گردیدہ کہ اگر شخصے انواع صدقات برائے اموات خود نماید اما تقسیم طعام بطریق مروج بعمل نیارد بحدی مطعون وملام گردد واگر گاہے تصدق برائے ایشاں بعمل نیارد لیکن تقسیم مذکور بطریق مروج نماید ہرگز نوعے از طعن وملامت بسوئے او عائد نگردد پس تقسیم طعام مذکور دریں زمان از قسم رسوم است نہ از قسم عبادات پس کسیکہ آنرا از قسم رسوم دانستہ بعمل مے آرد درحق او از قسم بدعات حکمیہ است وکسیکہ آنرا موجب ثواب اموات دانستہ بعمل مے آرد درحق او از قسم بدعات حقیقیہ است وکسیکہ آنرا باعث توجہ ارواح اموات وجالب رضائے ایشاں دانستہ بعمل مے آرد وباز توجہ ارواح ایشانرا سبب قضائے حوائج خود وعلت حصول مقاصد خود میداند ہم چنیں ترک رسوم مذکورہ را موروث طرد ولعن ایشاں فہمیدہ وآنرا موجب نکبت وبال وعلت برہمی مقاصد خود وپریشانی مطالب خود دانستہ ازاں اجتناب درزد درحق او از قسم شرک است وکسیکہ بنا بر حاصل کردن معرفت وروشناسی درسرکار امیرے از امراء بطریق اہدائے طعام مذکورہ بتقریب سیوم وچہلم بعمل مے آرد درحق او از قسم امور معاشیہ است وکسیکہ محض بنا بر اجتماع احباب بحسب اتفاق در بعض اوقات تقریبات مذکورہ را بروئے کار مے آرد در حق او از قسم لہوست پس اگر مبلغ خطیر در آں صرف کند در حد اسراف داخل خواہد گردید بالجملہ معنی رسم ہمیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

است کہ امرے محدث از مباحات شرعیہ درمیان اکثر طوائف انام عوام بطریق التزام مروج بحدے شدہ باشد کہ تارک آن امر درمیان اکثر ایشاں مطعون وملام گردد وتعامل درآں امر درمیان اکثر ناس بنا بر مجرد تقلید اسلاف یا موافقت اقران واخوان قطع نظر از حصول منفعت ولحوق مضرت جاری شدہ باشد پس ہمیں امر را رسم میگوئیم

پس باید دانست کہ ہمہ رسوم شادی وماتم وولادت وختنہ ورسومے کہ از عنوانات شرافت درعوام الناس شمردہ میشود مثل مغالات در باب مہر یعنی کثرت مقدار ومثل اجتناب از حرف وصنائع در باب مکاسب باوجود احتیاج بسوئے آن ومثل احتراز زن بیوہ از نکاح ثانی ومثل استنکاف از اشتغال بحوائج خود از بیع و شراء وبرداشتن اسباب خود بردوش وہم چنیں است استنکاف پیرزادہ ہا ومولوی زادہ ہا از زی ولباس سپاہیاں از حمل سلاح وامثال آں ہمہ از قبیل بدعات حکمیہ است بہ نسبت اکثر ناس۔

مسئلہ رابعہ۔ اتباع انبیاء علیہم السلام در احکام مختصہ بنفوس شریفہ ایشاں یا در زلات صادرہ از مقتضائے بشریت ایشاں یا در احکام مختصہ بعضے از افراد امتیاں ایشاں بنص ایشاں مثل عدم انتقاض وضو بنوم وحلت مافوق الاربع در باب نکاح کہ مخصوص آنجناب است ومثل استغفار برائے مشرک ونماز بر جنازہ منافق کہ بطریق زلت واقع گردیدہ ومثل امتناع از نکاح ثانی کہ مختص باز واج مطہرات واجتناب از اخذ صدقات واجبہ از زکوۃ وصدقہ عیدالفطر ونذر وکفارات کہ مختص بہ بنی ہاشم است وکفایت شہادت شاہد واحد در مقام شہادت شاہدین کہ مختص بذی الشہادتین است ۔ وحکم قطعی بدخول جنت کہ مختص ببعضے صحابہ واہل بیت است وامثال ایں امور از اقبح بدعات حقیقیہ است اگر اعتقاد بعموم احکام مذکور داشتہ باشد واتباع زلات باعث حصول ثواب دانستہ باشد واز بدعات حکمیہ است اگر فقط عمل بآن کردہ باشد بشرطیکہ آن عمل از ممنوعات شرعیہ نباشد مثل نکاح مافوق الاربعہ ومثل جمیع زلات

مسئلہ خامسہ: اقتدائے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین در امور یکہ از بعضے ایشاں بطریق ندرۃ صادر شدہ وبحد رواج وتعامل بلانکیر نرسیدہ ودلیل از کتاب وسنت وقیاس صحیح منقول از مجتہدین برآں قائم نگردیدہ مثل استمداد از اہل قبور کہ از اعرابی در زمان امیر المومنین حضرت عمر منقول است ومثل زیارت قبور درحق نساء منقول از حضرت عائشہ وحکم حلت متعہ وجواز مسح رجلین در وضو منقول از ابن عباس ونواختن عود از عبداللہ بن جعفر وحکم بحلت مطلقہ ثلاثہ بجز دنکاح ثانی خالی از وطی منقول از سعید بن المسیب وہم چنیں در امور یکہ ہر چند درآں از منہ ظاہر شد لیکن انکار اہل حق در ہماں از منہ براں متوجہ گردیدہ مثل جلوس امراء بر تخت حکومت وقیام ملازمان روبروئے آن منقول از معاویہ بن ابی سفیان وجلوس بر منبر در

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطبہ منقول از ایشاں وسائر بنی امیہ و برداشتن دست برائے دعا در خطبہ منقول از بعضے رؤسائے بنی امیہ و بنائے منبر در عیدگاہ وتقدیم خطبہ بر صلوۃ منقول از ایشاں وامثال آن از امورے کہ در آں وقت ظاہر شدہ اما انکار اہل حق بر آں متوجہ گردیدہ ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر فاعلش آنرا از قبیل ملحق بالسنہ شمردہ اقتداء ایشاں مینمایدوالا از قبیل بدعات حکمیہ است اگر از ممنوعات شرعیہ نباشد۔

مسئلہ سادسہ: باید دانست کہ ہر چند در شرع شریف بسیارے را از افعال واقوال واخلاق از شعب کفر ونفاق شمردہ اند اما از اطلاق لفظ کافر ومنافق بر شخصے خاص ہمیں متبادر میشود کہ عقیدہ کفر ونفاق میدارد ہم چنیں باید فہمید کہ ہر چند ہزاراں ہزار امور از قسم بدعت ست کہ پارہ ازاں بطریق نمونہ دریں مقام ذکر کردہ شد اما از اطلاق لفظ مبتدع یا صاحب بدعت بر شخصے خاص ہمیں معنی فہمیدہ میشود کہ شخص مذکور عقیدہ بدعت میدارد۔ پس بنا بر ارتکاب اقسام باقیہ از بدعت حقیقیہ وجمع اقسام بدعت حکمیہ مرتکب آنرا مبتدع و صاحب بدعت نتواں گفت۔ پس چنانکہ از معدود کردن بعضے افعال واقوال واخلاق از شعب کفر ونفاق مقصود ہمیں ست کہ سامعین از آں اجتناب نمایند نہ آنکہ آنچہ در قرآن مجید از احکام کفار ومنافقین از قسم قتل ونہب سبی وترقیق ووضع جزیہ کہ در حق کفار وارد شدہ وحرمت صلوۃ جنازہ وممنوعیت زیارت قبور ایشاں ونہی از استغفار برائے اموات ایشاں کہ در حق منافقین وارد شدہ بر صاحب افعال واقوال واخلاق مذکورہ مطلقاً اجراء باید کرد ہم چنیں از تعداد اقسام بدعت دریں مقام مقصود ہمیں است کہ سامعین از جمیع اقسام مذکورہ اجتناب نمایند وراہ سنت خالصہ اختیار کنند نہ آنکہ آنچہ در حدیث شریف از احکام مبتدعین واہل بدعت از قسم حبط اعمال ایشاں وحرمت توقیر ایشاں واجتناب از عیادت ایشاں واحتراز از مجالست ومخالطت ایشاں وممنوعیت ابتداء و مفاتحہ در کلام وسلام بایشاں بر مرتکب قسمے از اقسام مذکورہ مطلقاً اجراء نمایند حاشا کہ کسے از منصفان حق طلب ایں راہ افراط وغلو پیماید۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک

فائدہ ثالثہ۔ در بیان آنچہ در بادی نظر **مشتبہ ببدعت** میشود وفی الحقیقت در آن داخل نیست و آن مشتمل است بر چند مسائل:

مسئلہ اولی۔ جمع قرآن وترتیب سور ونماز تراویح بر ہیئت مخصوصہ واذان اول برائے نماز جمعہ واعراب قرآن مجید ومناظرہ اہل بدعت بدلائل نقلیہ وتصنیف کتب حدیث وہم چنیں تعیین قواعد نحو وتنقید رواۃ حدیث واشتغال باستنباط احکام فقہیہ بقدر حاجت ہمہ از قبیل ملحق بالسنّت است کہ در قرون مشہود لہا بالخیر مروج گردیدہ وبآں تعامل بلانکیر در آن قرون جاری شدہ۔ چنانچہ بر مہرہ فن تاریخ پوشیدہ نیست آرے ہر شیء را از اشیاء ممدوحہ وشرعیہ مرتبہ است از مراتب مہمیت واہمیت وشرافت واشرفیت وحسن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واحسنیت کہ ازتغیر آن مرتبہ بدعت لازم می آید قد جعل اللّٰہ لکلّ شیء قدراً ۔مثلاً ترتیبے کہ درآیات قرآن فیما بینھا ودرتعوذ وبسملہ وسورۃ فاتحہ وسائرسورقرآنی درنماز واقع است بمراتب اہم است از ترتیب اسورہ فیما بینھا کہ اول ازقسم سنت حقیقیہ است وثانی ازقسم ملحق بالسنہ مثلاً ہرکسے کہ درقرأۃ صلوۃ تقدے سورۃ برفاتحہ یادرمطلق قرأۃ تقدیم سورۃ بربسملہ یا تقدیم بسملہ برتعوذ یا قرأۃ سورہ واحدہ بتقدیم و تاخیرآیات بعمل آرد زجرے شرعی بحدے باومتوجہ خواہدگردید یاحرمان ازادراک فضیلت قرأۃ قرآن بوجہی لاحق حال او خواہدشد کہ بعدم رعایت ترتیب سوردرقرأت قرآن عشرعشیرآن نخواہدشد پس کسے کہ ترتیب سور رامثل ترتیب اول دانستہ سعی بلیغ دررعایت آن یا انکارشدید برعدم رعایت آں نماید البتہ ترتیب مذکور بہ نسبت اوازقبیل بدعت خواہدگردید واگردرزمانے ازمنہ رعایت ترتیب سور بروجہ مذکور مروج گردد البتہ انکارکردن بر ایشاں دران باب از جملہ احیاء سنت واحمال بدعت شمردہ خواہدشد وبذمہ اہل حق لازم خواہد گردید کہ درمجامع عامہ رعایت ترتیب مذکوررافروگذارندتا افراط اہل زمان فرونشیند ہم چنیں نمازتراویح را بہیئت مخصوصہ مساوی بہ تہجد نباید شمرد چنانچہ قول بانی تراویح یعنی امیرالمؤمنین فاروق اعظم فالّتی تنامون عنھا افضل من الّتی تقومون بھا برآں دلالت صریح میدارد۔

مسئلہ ثانیہ۔ احکام مستنبط مجتہدین سابقین خواہ بایں وجہ باشد کہ فلاں امرواجب ست یامندوب یامباح یامکروہ یاحرام یابایں وجہ باشد کہ فلاں امرکن فلان امرست، یاشرط او یابہیئت مکملہ او یاسبب او، یالازم او، یااثراو، یاثمرہ او، یامنافی او، یاعوض او، وامثال آن۔ ومراداز امراعم است ازانکہ از جنس عقاید عقلیہ باشد یاامورقلبیہ یافعال جوارح ازعبادات یاعادات یااز معاملات ہمہ ازقبیل سنت حکمیہ است ہرگز در قسمے ازاقسام بدعت داخل نیست چہ جائے کہ ازبدعات باشد۔امابہ سہ شروط۔

شرط اول۔ آنکہ قیاسے کہ استنباط احکام مذکورہ بآں کردہ باشدفی نفسہ صحیح باشدوشرائط صحت قیاس درکتب اصول مفصلاً مذکوراست پس قیاسے کہ فی نفسہ صحیح نباشد ہرگز مقبول نیست اگرچہ ازمجتہدین سابقین منقول باشدمثل قیاس عبادات بدنیہ برعبادات مالیہ درباب نیابت احیاء ازاموات کہ صریح الفسادات است، چہ حلۃ دخول عبادت بدنیہ درامور دینیہ انعاب نفس امارہ است درطاعت حق جل ذکرہ و اظہارتذلل عبودیت واکتساب کیفیات آن افعال درجذرمزاج روحانی مثل اکتساب کیفیات اغذیہ وادویہ در جذرمزاج جسمانی ومثل اکتساب ملکات نفسانیہ بمزاولۃ وافاعیل جسمانیہ ونیابت دریں امورمتعذراست والا لازم آیدکہ درباب تادیب حیوان وصبیان ونسوان وتہذیب اخلاق ایشاں ودرباب اکرام وتوقیرکبراء ودر باب اکل وشرب وجماع وتداوی ودرباب تعلّم علوم وصنائع وحرف وورزش جسمانی وریاضت نفسانی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مراقبات واشغال نیابت جاری باشد وثمرات اشیاء مذکورہ از نائب بہ منیب انتقال کند و ھو محال بحسب العادت الا لھیة و ان کا ن ممکناً بحسب قدرته تعا لی

وعلت دخول عبادت مالیہ درامور دینیہ رفع حاجت مفالیس وذوی الحاجات است ونظم سیاست مدنیہ وحفظ ضعفاء اہل ملت از ہلاک وتلف و نیابت در امثال این امور عرفا وشرعاً جاریست مثل قضائے دیون وایفائے حقوق اہل وعیال وجیران ونوکران ومثل سیاست مدنیہ بفصیل خصومات وتعزیر دزدان وقطائع الطریق ومثل سیاست ملت تعلیم علوم وامثال آن کہ نیابت درآن جاریست وسرانجام دادن مہمات مذکورہ کہ از نائب صادر شدہ منسوب بمنیب میگردد وثمرات آن مثل فراغ ذمہ از دیون وحقوق نیک نامی بسرانجام دادن مہمات وترقی منصب او بروئے سلاطین بمنیب عائد میگردد پس قیاس احدھما علی الآخر در باب نیابت قیاس بلاعلة (بلا، کا لفظ نسخہ اشرفیہ یعنی نسخہ دوم میں نہیں ہے۔ اوراس لئے ترجمہ میں بھی، بلا، کا ترجمہ نہیں ہوا۔ بہاء) جامعہ است بالجملہ حکمے کہ بقیاس فاسد مستنبط باشد از قبیل بدعات است اگر چہ صاحب آن معذور باشد نہ از قبیل سنت حکمیہ زیرا کہ آنچہ قائس نظیر حکم خود فہمید و بر آن قیاس کردہ است فی الحقیقت نظیر او نیست پس درنفس الامر محدث باشد و وقتیکہ حکم مذکور را از احکام شرعیہ شمردہ شد پس محدث در امر دین باشد و ہمیں است معنی بدعت۔

شرط ثانی ۔آنکہ قائس از مجتہدین باشد نہ از مقلدین و وجہش آنکہ ہر چند وجود نظیر شئے در نص در حکم وجود نفس آن شئے است اما ادراک آنکہ فلاں چیز نظیر فلاں چیز است پس موقوف است بر فطانة بالغہ زیرا کہ مراد از نظیر در ما نحن فیہ مشارک اوست در علت حکم نہ مشابہ او در اوصاف باقیہ وملکہ تمیز علة از سائر اوصاف عمدہ ارکان اجتہاد است چہ بسا می باشد کہ شخصے چیزے را نظیر چیز دیگر بسبب کمال مشابہت قرار دادہ حکم اصل را بر فرع جاری مینمایند حالانکہ فی الحقیقة چیز مذکور نظیر او نیست بنا بر عدم مشارکت در علت حکم پس اجراء حکم بر آں چیز فی الحقیقت از قبیل محدثات است اگر شخص مذکور آنرا از قبیل سنت حکمیہ میشمارد، مثلاً بادشاہے باتباع خود امر فرمودہ کہ زید را اعزاز واکرام کنند وزید در نفس الامر باعتبار صورت وسیرت وحرفت موصوف است باوصاف کثیرہ کہ از آں جملہ علم است ومدار حکم اعزاز واکرام است وعمرو با او در صورت و سیرت وحرفت وصنعت وسن ونسب مشابہت تمام میدارد اما جاہل است وبکر باو در جمیع امور مذکورہ مخالفت میدارد اما عالم است پس بکر باوجود ایں قدر مخالفت نظیر زید است پس حکم بادشاہی کہ باکرام زید صادر گردید مشتمل است بر اکرام بکر نیز حکماً وعمرو باوجود مشابہت تامہ نظیر زید نیست پس اکرام او مندرج حکم بادشاہی نیست بلکہ مخالف اوست پس کسے کہ حکم چیزے بر نظیر آن چیز اجراء کند لا بد ملکہ ادراک مدار اصل حکم داشتہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باشد والا یمکن کہ در ورطہ مخالفت حکم سلطانی گرفتار گردد وہمیں ملکہ ادراک مدار اصل حکم را ملکہ اجتہاد میگویند پس مسائل مستنبطہ غیر مجتہدین کہ بقیاس خود برآوردہ اند متردد است در آنکہ از قبیل سنت حکمیہ باشد یا از جنس بدعات حقیقیہ چہ حکم مستنبط را البتہ از احکام دین می شمارند و ہرگاہ کہ چیزے متردد باشد درمیان سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ باعتبار ضعف روایت جانب بدعت اورا ترجیح میدہند واحتراز از ولازم مے شمارند چنانچہ شیخ ابن الہمام در فتح القدیر وصاحب مجالس الابرار بآن تصریح فرمودہ اند پس وقتے کہ چیزے متردد باشد درمیان سنت حکمیہ و بدعت حقیقیہ جانب بدعت اوالبتہ راجح خواہد گردید واز جنس بدعات حقیقیہ البتہ شمردہ خواہد شد، بالجملہ مسائل مستنبطہ مجتہدین سابقین کہ مسلم الاجتہاد اند بقیاسات صحیحہ بے شک از قبیل سنت حکمیہ است واما تخریجات متاخرین فقہاء مثل تحدید مائے کثیر بعشر فی العشر بنا بر قیاس برزمین متعلقہ چاہ ومثل حکم باستحباب تکلم بالفاظ دالہ برنیت در باب عبادت بنا بر قیاس برتکلم الفاظ عقود در باب معاملات ومثل حکم بوجوب تقلید مجتہدی معین از مجتہدین سابقین وحکم بالتزام بیعت شیخے معین از شیوخ طریقت بنا بر قیاس بر اطاعت امام وقت والتزام بیعت او ومثل حکم بجواز تقبیل قبر بنا بر قیاس بر تقبیل میت کہ از آنجناب ﷺ منقول است بہ نسبت عثمان بن مظعون واز جناب صدیق اکبرؓ بہ نسبت آنجناب ﷺ منقول است ومثل حکم بجواز ہبہ ثواب عبادت برائے اموات بنا بر قیاس بر ہبہ اعیان برائے احیاء بخلاف مسئلہ نیابت عن لمیت کہ آن در عبادات مالیہ مسلم است ودر عبادات بدنیہ مختلف فیہ ومثل حکم بہ منسوخیۃ احادیث واقعہ دالّہ برحرمت مزامیر بنا بر قیاس برمنسوخیۃ حرمت استعمال ظروف خمر وامثال آں از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہاء وصوفیہ است وکتب فقہ وسلوک بآن مملو ومشحونست واکثر اتباع ایشاں ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت واسرار طریقت مے نگارند ہمہ از قبیل بدعات است ودلائل ایشان ہمہ از قبیل لطائف شعریہ ونکات خیالیہ است کہ ہرگز احکام مذکورہ را از حد بدعت خارج نمی گرداند ودر دائرہ شریعت ایمانیہ وطریقہ احسانیہ داخل نمی کند۔

شرط ثالث ۔ آنکہ مرتبہ سنت حکمیہ را کہ بمراتب فروتر از سنت حقیقیہ وملحق بالسنہ است محفوظ دارد بیانش آنکہ ہرچند مسائل اجتہادیہ کہ مجتہدین سابقین مسلم الاجتہاد آن را بقیاسات صحیحہ استنباط کردہ باشند از قبیل سنت حکمیہ است امافکر بشری را دران دخل عظیم است واحتمال خطا در آن گنائش دارد بخلاف سنت حقیقیہ وملحق بالسنۃ کہ حفاظت ربانیہ وکفالت رحمانیہ بآں متعلق گردیدہ پس لابد آں ہمہ سراسر شعشہ است از شعشات باب غیور کہ ظلمات ضلال بآں مضمحل است وخفاش وہم خطاء ازاں دور دور۔ پس لابد رعایت اختلاف مرتبتین پیش نظر باید داشت وایں رعایت اختلاف مراتب را در ضمن تمثیلے ایضاح مینمایم۔ پس میگویم چنانکہ سلاطین عدالت شعار بنا بر نظم ونسق کارخانہ سلطنت وسیاست رعایا دو قسم سرشتہ کاروبار بر روئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کارمے آرند:

قسم اول آنست کہ مرکز دائرہ سلطنت ہمانست و مدار اصل سیاست برآں وآں سررشتہ حکومت است مثل تعین آئین سیاست و امرائے جنود و حکام بلدان و نائبان ایشان وتقسیم جنود بعساکر و عساکر بجماعات وتعیین امیرے کبیر برسر ہر عسکر وامیرے صغیر برسر ہر جماعت وتقسیم اقالیم باضلاع واضلاع ببلدان وقرے و بلدان بمحلات وتعیین امیرے کبیر بر ہر ضلع وامیرے صغیر بر ہر بلدہ وگذربانی بر ہر محلّہ بارسال فرامین و پروانجات مشتملہ برقوانین آئین واحکام سیاست بسوئے امراء اجناد وامصار مشتملہ بر مامور کردن ایشان براجرائے آن احکام بطریق جبر وحکومت وارسال اشتہارات بنام سپاہیان اجناد ورعایائے امصار مشتملہ براحکام سیاست و مامور ساختن ایشاں بامتثال احکام مندرجہ اشتہارات واطاعت حکام خود در مقدماتیکہ بریاست وسیاست تعلق میدارد وامثال ایں امور کہ برمہرہ فن ریاست وسیاست پوشیدہ نیست۔

قسم ثانی آنست کہ بنابر تتمیم قسم اول وتکمیل آن وتمہید مقدمات آن تعیین فرمودہ اند مثل تعیین چوبداراں و ہرکارہ ہا برائے رسانیدن فرامین واشتہارات بسوئے امراء ورعایا ومثل تعیین عقلائے اہل گیاست وفطانت دراجناد واضلاع کہ ازقوالب قوانین وآئین واشارات فرامین و فحادی اشتہارات باصول مقاصد پے برند و حکام نظائر استنباط نمایند ومہم راازاہم وقبیح راازاقبح تمیز دہند وامراء رابطریق مشورہ ورعایا رابطریق تربیت برآن آگاہ سازند ومثل تعیین مدبرین وارباب سلیقہ ومہارت کہ نظر بمصالح زمان ومکان و اشخاص کردہ طریقے انسب برائے اجرائے احکام سلطانیہ تعیین کنند وامراء رابطریق مشورہ بران آگاہ سازند یاطریقے اسہل برائے امتثال احکام سلطانیہ تعیین کنند ورعایا رابطریق شفقت بران ترغیب کنند ومثل تعیین منشیان ارباب بلاغت وماہران زبان آئین واصطلاحات فرامین ولسان مستعمل درحضور سلطانی ومحاورات دائرہ وسائرہ درملازمان بادشاہے کہ بخواندن آئین وفرامین ونوشتن عرائض بحضور سلطانی خدمت امراء و معونت رعایا نمایند ومثل تعیین محافظان دفتر وتاریخ نویسان کہ تواریخ ورود فرامین سلطانی وقائع امرائے اجناد واضلاع واحکام مستنبطہ عقلاء ومصالح نافعہ مدبّرین ونکات مہمہ منشیانرا مرتب کردہ در دفاتر وکتب محرر نمایند تادرحق امراء وعقلاء ومدبرین ومنشیان متاخرین نافع باشد۔

پس ہرچند ایں ہردوقسم درکارخانہ سلطنت مندرج است اما قسم اول رابہ نسبت قسم ثانی مرتبتے ہست کہ بر ہیچ یکے ازعقلاء پوشیدہ نیست مثلاً ہرکس راازاحاد سپاہیان ورعایا احکام مندرجہ فرامین راتحقیق باید کرد ودرجمیع جنود واضلاع واقالیم تشہیر باید نمود ودر ہر جماعت وگذر اشتہارات برسرچوبے بلند تعلیق باید کرد ودر ہرکوچہ وبازار بزبان منادیاں باواز بلند اعلان باید کرد ودرمحفل ومجلس ذکر آن باید ساخت و ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کاتب وامّی رانفتیش آں باید نمود اگر خود زبان دان است فبھا والا زبان دانی دیگر ہر کہ بدست آید بے تعیین احدے تحقیق باید کرد و ہرگز بر تحصیل زبان دانی موقوف نباید داشت و ہر کس و ناکس را از سپاہیان و احاد رعایا تمیز امیر عسکر خود از سائر امرائے عساکر و رئیس جماعت خود از سائر رؤساء جماعات و ناظم ضلع از سائر ناظمان اضلاع و فوجدار بلدہ خود از سائر فوجداران بلاد و گذربانان محلّہ خود از سائر گذربانان محلات لازم آمد و التزام اطاعت حاکم خود بالتعیین در جمیع احکام متعلقہ حکومت نہ آنکہ در بعضے احکام مذکورہ اطاعت حاکمی نمایند و در بعضے دیگر اطاعت حاکے دیگر و اظہار انتساب خود (بحاکم خود۔ یہ الفاظ نسخہ اشرفیہ میں نہیں۔ بہاء) بخصوصیۃ در مقام حاجت خواہ باقرار لسان باشد کہ از جماعت فلانیم نہ از جماعت فلانے یا از گذرِ فلانیم نہ از گذرِ فلانے خواہ بکتابت قلم در کواغذِ معاملات خواہ باظہار شعار آن جماعت مخصوصہ در لباس نحو یکہ از سائر جماعات امتیاز حاصل شود ہمہ از ارکان انسلاک خود در سلک ملازمان بادشاہے و رعایائے سلطانیہ و ہم چنیں تعیین عساکر بتعداد اشخاص و تعیین اضلاع و محلات بتحدید حدود کہ ایں قدر اشخاص از منتسبان فلاں امیر اند و ایں قدر از منتسبان فلاں و از ایں مقام تابفلاں مقام از متعلقات فلان است و ازیں مقام تابفلاں مقام از متعلقات فلاں ہمہ از ارکان نظم و نسق سلطنت است بخلاف قسم ثانی کہ ہر کس را از عوام سپاہیان و احاد رعایا تحقیق کردن احکام مستنبطہ عقلاء و مصالح معینہ مدبرین و لطائف و محاورات منشیان دفاتر و وقائع نگاراں ضرور نیست و تشہیر امور مسطورہ در جماعات جنود و مجامع امصار و معلق ساختن دفاتر مذکورہ در ہر گذر بطریق اشتہار و منادی کردن آن در کوچہ و بازار و تذکرہ آن در محفل و مجلس و افتادن بر واقف و ناواقف در پئے تفتیش آن تابع است از محافظت آئین سلطنت بلکہ اگر باوجود عقل و فطانت تعمداً ایں امر از و صادر گردد اغلب کہ جرمے باو عائد گردد و نوعے از بغی باو منسوب شود والا بکمال حماقت و سفاہت متہم خواہد گردید و ہم چنیں تعیین شخصے معین از طرف خود بدون تعیین حکام از چوبداراں و ہرکارہا کہ اگر فرمان سلطانی بمعرفت او رسد قبول باید کرد و اگر بمعرفت غیر او از ہرکارہائے معتبرین برسد قبول نباید کرد یا تعیین شخصے از عقلاء فاہمین و ماہرین و مدبرین کہ احکام مستنبطہ او یا مصالح نافع مستخرجہ او باید شنید و احکام و مصالح دیگرے اگرچہ از جنس عقلاء و مدبرین باشد نباید شنید و اگر احیاناً از بعضے عقلاء و مدبرین عند الحاجت حکمے از احکام مستنبطہ او و مصلحتے از مصالح مستخرجہ او استفسار نمودہ آنرا بعمل آورد۔ پس بار دیگر از کسے دیگر استفسار نماید و بر آن عمل نکند بلکہ دائماً خود را از منتسبان ہماں شخص اول شمارد و در ہر محفل و مجلس اظہار انتساب خود باد و نفی انتساب بغیر او لازم نماید و ہرگاہ کہ نام و نسب خود را در کواغذ معاملات بنویسند ایں نسبت را ہم دراں مندرج سازد مثلاً بایں وضع بنویسد منکہ فلاں ابن فلاں ملازم حضور والا منسلک در رسالہ فلاں ام و در برابر آن این ہم بنویسد تربیت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یافتہ فلاں کہ درمقدمات خود بر مشورہ ومصلحت فلانے عمل مے نمایم وامثال ایں امور ہمہ مبنے بر بلاہت و نادانی است بالجملہ التزام اتباع شخصے معین از عقلاء و مدبرین در باب اخذ احکام استنباطیہ ومصالح نافع از ارکان انسلاک کسے در سلک متعلقان بادشاہے نیست ہمیں قدر ضروری است کہ ہرگاہ بسوئے چیزے از احکام ومصالح مذکورہ حاجتے پیش آید از عاقلے و مدبرے کہ بدست آید تفتیش آن نماید اما از اول ہمت بستن برآنکہ اگر حاجتے بسوئے امور مذکورہ مرا پیش خواہد آمد از فلانی بالخصوص یا از کسے از ایشاں بالعموم خواہد پرسید پس اصلاً از ضروریات انسلاک مذکورہ نیست واما تحصیل انتسابِ خود بشخصے معین از ایشان واظہار اختصاص قولاً وفعلاً واہتمام بامتیاز خود از منتسبانِ دیگراں پس سفاہت در سفاہت است واگر ایں دعوی با او منضم گردد کہ رعایت اختصاص مذکور از احکام مندرجہ آئین سلطانی وفرامین بادشاہے ست دریں صورت اظہار اختصاص مذکور از اقبح جرائم شمردہ خواہد شد واگر ہوشیار منصف دریں مقام تامل عمیق فرماید البتہ براو واضح خواہد گردید کہ اوامر عقلاء و مدبرین درحق احاد الناس اصلاً واجب الاطاعت نیست بلکہ طریق آن اینست کہ ایشاں امراء را برآں آگاہ سازند وآن امراء اگر مناسب وقت دانند آں را در عوام الناس بوجہے از وجوہ اجراء کنند پس بایں طریق احکام مذکورہ بہ نسبت عوام الناس درایام امارت آن امیر واجب الاطاعت میگردد وچون ایں تمثیل ممہد شد پس باید دانست کہ حضرتِ مالک علی الاطلاق وملک بالاستحقاق جلت قدرتہ بنا بر نظم ونسق ملت حق دو کارخانہ عظیم قائم فرمودہ اول آنست کہ مدار شیوع ملت بر آنست وآن کارخانہ است کہ ایشاں ملکیہ تعلق دارد یعنی تکلیف بندگان خود بسوئے اطاعت خود بطریق جبر والزام کہ چاروناچار آنرا قبول باید کرد وطوعاً وکرہاً ربقہ اطاعت در گردن خود باید انداخت ومرکز ایں کارخانہ منصب رسالت است وفروع آن مناصب اولی الامر است از خلفاء راشدین وآئمہ عادلین و امرائے جنود مجاہدین وقضاۃ امصار مسلمین و نواب ایشان از مصدقین ومحتسبین۔ پس فرمان عالی شان یعنی قرآن واضح البیان و پروانجات علیہ واشتہارات جلیلہ از احادیث قدسیہ اولاً بسوئے رسول مقبول خود وحی فرمود وقوانین وآئین بنا بر ایضاح مضامین فرامین کہ مسمی بسنت نبویہ است در دل ہدایت منزل او الہام نمود و ثانیاً بمساعی نائبین مذکورین در ہما اقطار و اکناف عالم شائع وذائع گردانید وہمہ بندگان خود را باطاعت او ونائبان او جبراً مکلّف گردانید یعنی ہرکہ گردن خود را در اطاعت بنہد در دنیا مامون ودر عقبی از اہل نجات معدود است وہرکہ گردن کشی نماید در دنیا مباح الدم ودر عقبی مطرود وہمہ اعمال او باطل ومساعی او مردود وبناء علیہ جہاد کفار وقتال بغاۃ وقتل مرتدین و اقامت حدود وتعزیرات بر فساق وامثال آن از احکام سیاست از عمدہ ارکان دین شمردہ شد۔ وکارخانہ ثانی بمثابہ متممات اول ومکملات اوست۔ وآں کارخانہ است کہ بشان ربوبیت تعلق دارد یعنی مہیا کردن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اموریکہ بندگان رادر باب امتثال احکام الہیہ واتباع سنت نبویہ بآں احتیاج پیش مے آید ومرکز ایں کارخانہ منصب حکومت است وفروع آں مناصب علماء واولیاء است از قرّاء ومحدثین کہ احکام الہیہ واحادیث نبویہ بجمیع امت میرسانند ومجتہدین شریعت کہ احکام قیاسیہ استنباط مے نمایند وشیوخ طریقت کہ بنا برنظر بمصالح وقت تدبیرے برائے اجراء سنت استخراج مے فرمایند وآئمہ لغت وتفسیر وعربیت کہ نکات محاورات وقوانین زبان دانی ایضاح مے نمایند وواضعین کتب فقہ وجامعین فتاوی ومصنفین رسائل سلوک ومؤلفین کتب عربیہ کہ احکام مجتہدین وتخریجات مقلدین وکلمات مشائخ واقوال علماء عربیہ رامرتب کردہ دردفاتر مبسوطہ محرر مے نمایند۔ پس اول راکمال خلافت وامامت میگویند وثانی راکمال علم وولایت۔ وہرچند منشائے ایں ہردو کمال توجہ عنایت الہیہ است بہ تربیت بندگان خود ومہبط اصلی آن ہردو قلوب انبیاء است علیہم الصلاۃ والسلام واما اول نوریست قوی الاشراق کہ از آفتاب سلطنت الہیہ برمرآتِ رسالت پرتو انداختہ وازاں بطریق انعکاس تمام عالم رافرا گرفتہ وشب کفر وفسادرا ابتلاء شئے ....گردانیدہ وروز اسلام ونظام دارین را جلوہ گرنمودہ۔ وثانی آب زلال است کہ از ابر ربوبیت باریدہ وازفوارہ حکمت انبیاء جوش زدہ وازاں بحیاض قلوب خواص مجتمع شدہ وبکام تشنگان آب طلب بحسب مدارج ایشاں رسیدہ۔ پس لابد مرتبہ اول را برثانی ملحوظ باید داشت واہتمام کہ باول باید کردہ بہ ثانی نباید گماشت مثلاً ہرفردے راازافرادانسان خواہ عالم باشد خواہ جاہل خواہ عاقل باشد خواہ سفیہہ خواہ کاتب باشد خواہ امّی تفتیش مضامین ظاہر کتاب وسنت وتحقیق آن خواہ بفکر خود خواہ باستفسار آن از دیگرے لازم آمد والتزام اطاعت انبیاء واولی الامر بالتعیین از اول امر برجمیع امت واجب شدہ ومجاہرۃً بانتسات خود بایشاں ضرور افتاد واحتراز از تشبیہہ بکفار واختلاط مبتدعین ومشارکت بغاۃ از ارکان دین شمردہ شد واشاعت ظاہر کتاب وسنت بسیف وسنان ومناظرہ وبیان وتشہیر آن در جمیع قری وبلدان از ارکان دین معدود شد وتعیین وعاظ کہ درجمیع مجامع ومساجد برسرمنابر بآواز بلند بسوئے او دعوۃ نمایند وتعیین محتسبین کہ در ہرکوچہ وبازار بجر وقہر بسوئے آن کشند از افضل عبادات معدود کردہ شد بخلاف

قسم ثانی کہ ہرکس راتحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرور نیست وارادۃ وتقلید شخصی معین از مجتہدین ومشائخ درارکان دین نہ (یہ، نہ، کالفظ نسخہ نمبرایک یعنی ۱۳۰۱ھ میں نہیں ہے، نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں ہے، اور مولانا بٹالوی نے بھی فارسی نسخہ کے ص ۴۵، ۴۶ وغیرہ سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں بھی، نہ، کالفظ موجود ہے۔ بہاء) بلکہ ہمیں قدر کافیست کہ وقتے کہ حاجتے پیش آید از کسی از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادہ (و، نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں ہے۔ بہاء) تقلید ہم (نسخہ نمبر۲ میں، اہم، کالفظ ہے۔ بہاء) مثل ایمان بالانبیاء از

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارکان دین شمردہ شود، ولقب حنفی و قادری بمثابہ لقب مسلمان و سنی اظہار کردہ شود وامتیاز از شافعیان و چشتیان مثل امتیاز از کفار وروافض از لوازم تدین شمردہ شود، وانتقال را از مذہبی بمذہب یا طریقہ بطریقہ بمثل ارتداد وابتداع وبغی موجب قتل وھتک معدود کردہ شود یا دعوی اجتہاد وولایت رامثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق بغی برامام حق باعث قتال واہانت قرار دادہ شود، امانمی بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن میرسد نہ براطاعت مجتہد کہ ردحکم قاضی واحد قاضی دیگر راہم نمیرسد چہ جائے احادرعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ برہر کسی قبول آن واجب نیست، لاسیما وقتیکہ آنکس خود مجتہد باشد کہ اورا تقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست و بغی برامام حق اگر چہ آن باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اصلاً جائز نیست بخلاف دعوی اجتہاد کہ وقتیکہ ملکہ اجتہاد حاصل شود لابد دعوی اجتہاد باید کرد وتقلید را از گردن خود دور باید انداخت ۔ بالجملہ غرض از ایں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب وسنت وتعلم وتعلیم آن خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین آن وسعی در اشاعت آن از جنس اکل وشرب ولباس است کہ مدار زندگانی برآنست واشتغال باحکام فقہیہ معتبرہ واشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداوۃ ومعالجہ است کہ عندالضرورت بقدر حاجت بعمل آرند وبعد از آن بکار اصلی خود مشغول باشند وعنوان وشعار خود محمدیہ خالصہ وتسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب وطرق رامثل دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکان جند محمدی پس چنانکہ سپاہیان راعنوان سپہ گری شعار است واعلاء کلمہء سلطانی کاروبار ووقتی کہ بردوائے محتاج میشوند از ہر دوکانے کہ بدست آید میگیرند وبقدر حاجت بعمل مے آرند وباقی رابرائے وقت ضرورت نگاہ میدارند وکاروبار خود مشغول میباشند ہم چنیں محمدیت خالصہ راشعار خود باید کرد واقامت ظاہر سنت راکاروبار خود باید داشت و احکام فقہیہ صحیحہ راواشغال صوفیہ معتبرہ راکہ خالی ازشوب فساد وبدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد وزاید از حاجت بآن توغل نباید کرد۔

حاصل کلام آنکہ احکام فقہیہ کہ مجتہدین سابقین مسلم الاجتہاد آنرا بقیاسات صحیحہ استنباط نمودہ اند بیشک از قبیل سنت ست اما از جنس سنت حکمیہ کہ درجب سنت حقیقیہ بجوئے نمے آرند وپس افراط وغلو در آن از قبیل بدعت ست ۔

مسئلہ ثالثہ: مسائل اجماعیہ امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتسلیمات در ہرقرن کہ بوجود آید ہمہ از قبیل مطلق سنت است چہ مستندِ آن مسائل درنفس الامر یا سنۃ حقیقیہ است یا ملحق بالسنہ یا سنۃ حکمیہ ۔ وآنہم از قبیل مطلق سنت است ولیکن درایں مقام نکتہ است بس باریک کہ ایضاح آن دریں جزو زمان پرضرورت است وآن ادراک امتیاز است دریں مقام اجماع ورواج بیانش آنکہ دربعضے احیان بعضے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

از محدثات از قسم علوم وارادات یا افعال واقوال بنا بر مصلحت وقت در اہل زمان بطریق عادت رائج میگردد و اختلاف ایشاں آنرا از اختلاف خود بطریق رسم تلقے مے نمایند وہم چنیں بر آن مدت طویلہ میگذرد و بعد مرور دہور شدہ آن امر در رسوم مسلّمہ خواص وعوام مندرج میگردد و بر تارک آن طعن اخوان وملامت اقران متوجہ میگردد پس جمہور انام بنا بر خوف لحوق طعن وملامت در محافظت آں جد وجہد مے نمایند و بعد انقضائے مدت مدیدہ چون در تفتیش اصل آن از شرع کلام واقع میگردد غیر از رواج مذکورہ ہیچ اصلی بدست نمے آید و چون منشاء آن رواج تفتیش کردہ میشود غیر از استحسان بعضے از اختلاف ہیچ واضح نمے گردد وحالانکہ حکم شرعی آن امر بحسب اختلاف زمان مختلف گردیدہ چہ در زمان اختلاف بمرتبہ التزام در رواج نرسیدہ بود و در زمان اخلاف بہ سبب التزام واشہار بحد بدعت حقیقیہ یا حکمیہ رسید وہمین معنی را رواج میگوئیم و در بعضے احیان امرے جدید پیش مے آید واہل زمان در پئے تفتیش اصل آن از دلائل دینیہ وتحقیق حکم آن از معالم شرعیہ بنظر استقلال مے افتد و بعد از تامل وتفکر در اصول دینیہ دلیلے صحیح از دلائل شرعیہ کہ بر حکم شرعی آن امر دلالت داشتہ باشد بر جمیع اہل زمان واضح میگردد و بنا بر وضوح آن دلیل بر ثبوت حکمے از احکام شرعیہ بر آن امر ہمہ مجتہدان آن زمان اتفاق مینمایند ایں اتفاق را اجماع میگوئیم چون ایں مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ مجرد رواج چیزے کہ در مابعد قرون ثلاثہ متحقق شدہ باشد آن چیز را از بدعت خارج نمے گرداند بخلاف اجماع کہ انعقاد اجماع در ہر قرن کہ واقع شود مسئلہ اجماعیہ را در دائرہ سنت داخل می گرداند ودلیل بر آں آن است کہ مستند در باب اجماع ہمیں کریمہ است : و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن لہ الھدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّی و نصلہ جھنّم و ساء ت مصیراً۔

پس در کریمہ مذکورہ لفظ سبیل را بسوئے مومنین اضافت فرمودہ اند ولفظ مومنین مشتق است و قاعدہ مقررہ است کہ نسبت چیزے بسوئے مشتق دلالت میکند بر سببیّت ماخذ آن مثلاً حکم بادشاہ وحکم قاضی ہمون حکم را میگویند کہ از جہت سلطنت وحکومت صادر شدہ باشد نہ از جہت مشورہ وراہ سلاطین وراہ امراء وراہ سپاہیان وراہ علماء وراہ مشائخ واطباء ہموں امور را میگویند کہ اشخاص مذکور آن امور را از جہت سلطنت وامارۃ وسپہ گری وعلم مشیخت وطبابت اخذ کردہ باشند نہ مثل اکل وشرب وجماع وخواب وبول وبراز وامثال آن از حاجت بشریہ کہ آں را راہ اشخاص مذکورین نمے گویند چنانچہ آیہ کریمہ: ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی بر آن دلالت میدارد چہ مراد از سبیل پیغمبر ﷺ دریں مقام امور تبلیغیہ است چنانچہ لفظ ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ بر آن دلالت میدارد و چون ایں مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ مراد از راہ مؤمنین در کریمہ مذکورہ امور یست کہ مومنین آنرا از جہت ایمان اخذ کردہ باشند نہ از جہت رسم و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عادۃ وآن مسائل اجماعیہ است نہ رسوم مروجہ چنانچہ حدیث :ما رأہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن برآن دلالت میدارد و چہ ما رأہ المسلمون فرمودہ اند نہ ما تعامل بہ المسلمون پس معنی حدیث چنیں باشد کہ چیزے راکہ مسلمین از جہت اسلام یعنی از جہت انقیاد پیغمبر واتباع اوامر نہ از جہت رسم وعادت نیک دانند پس آن چیز نزد خدا نیک است واما اینکہ ہر رسم مسلمین کہ در قرنے از قرون متاخرہ رواج پذیرشدہ باشد درسنت مندرج گردد پس باطل محض است چنانچہ حدیث انّ الدّین بدء غریباً و سیعود کما بدأ فطوبی للغرباء و ھم الّذین یصلحون ما افسد النّاس من بعدی من سنّتی کہ ترمذی ازطریق عمرو بن عوف نقل کردہ بریں معنی دلالت میدارد ومفاد حدیث مذکور ہمیں است کہ رسوم مروجہء قرون متاخرہ مستلزم فساد سنت است وابطال آن منجر باصلاح او۔حاصل کلام آنکہ مسائل اجماعیہ ہر قرن از قبیل سنت است ورسوم مروجہ قرون متاخرہ از جنس بدعت۔

مسئلہ رابعہ: اشتغال بعلوم الہیہ علوم عربیہ بقدر ضرورت کہ درفہم معنی ظاہر کتاب وسنت بکار آید و باشغال صوفیہ بقدر حاجت مثل تحریک لطائف ستہ بذکر خفی ومثل یاد داشت مسمی بپاس انفاس ودوام ملاحظہ بسوئے قلب کہ درتحصیل حقیقت احسان کہ مفاد ظاہر کتاب وسنت است منفعت بخشد و مزاولۃ آلات حرب مثل توپ و بندوق وتپنچہ بقدر کفایت کہ درقتال کفار بکار آید ازجنس بدعت نیست زیرا کہ ہر چند امور مذکورہ ازقسم مخترعات ومحدثات است اما از امور دین نیست اگر کسے اورا ازقبیل امور دین شمردہ بعمل خواہد آورد البتہ بہ نسبت اوازقبیل بدعات خواہد گردید ومعنی شمردن آن از امر دین آنست کہ نفس وجود ایں امور را قطع نظر از وسیلہ بودن آنہا ہم از محامد دینیہ قرار دہد تفصیل این اجمال آنکہ وسائل امور دینیہ بر دو قسم ست، قسے آنست کہ خود ہم ازجنس ممدوحات شرعیہ باشد مثل تحصیل صفۃ طہارت بوضوء وغسل اگر چہ از وسائل صلوۃ ست اما خود ہم از محامد شرعیہ است بقولہ تعالی:انّ اللّٰہ یحبّ التّوّابین و یحبّ المتطھّرین ۔ وقولہ علیہ السّلام ۔ الطّھور شطر الایمان

وتلاوۃ قرآن مجید اگر چہ از وسائل تدبر است اما خود ہم عبادت عظمی ست واشتغال بحدیث و سیرۃ نبویہ اگر چہ از وسائل عمل واتباع سنت است اما خود ہم از مشاغل محمودہ ست واعتکاف اگر چہ وسائل ادراک جماعت واسباب تعمیر اوقات بذکر الٰہی است اما خود ہم ازجنس طاعت است وامثال آن از امور غیر محصورہ وعلامات ایں قسم آن است کہ حصول این قسم وسائل برتقدیر خلو از مقاصد باطل محض بحسب نظر شارع نیست یعنی اگر چہ صاحب آن تحصیل نفس وسائل را قصد کردہ وحصول مقاصد را ملحوظ نداشتہ باشد منفعتے از منافع دینیہ اگر چہ اقل قلیل باشد حاصل کردہ باشد مثلاً تجدید وضو وغسل برائے تحصیل نفس ادامت بر طہارت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر چہ دران وقت نیت صلوۃ نباشد نیز از امور محمودہ شرعیہ است وموجب حصول اجر اخروی

وقسم ثانی آنست کہ خود آن وسائل اصلاً از جنس عبادات نیست اگر چہ بنا بر نیت توسل بعبادۃ از قسم طاعات بالعرض گردیدہ مثل سفر برائے حج ورفتن در بازار بنا بر نیت دخول مسجد وکشیدن دلو از چاہ بنا بر نیت وضو ونوشتن عرائض بسوئے حکام بنا بر سفارش ذوی الحاجات وسائر حرف وصنائع بنا بر صرف آنہا در اعانت دین یا خدمت محتاجین پس نفس سیاحت بلدان وسیر بازار وکشیدن آب چاہ وتحصیل مہارت در نوشت وخواند عرائض وسائر صنائع مثل حدادت و صباغت وخیاطت وامثال آن اصلاً از جنس طاعات نیست بلکہ از قبیل لہو است یا از قبیل امور معاشیہ کہ شدت جدوانہماک در آن موجب قسوۃ قلب ست ومورث غفلت روح و باعث نکرت از عالم قدس پس امور مذکورۃ الصدر از قسم ثانی ست نہ از قسم اول پس ہر کہ آن را از قبیل اول قرار دہد آن امور بہ نسبت او از قبیل بدعت حقیقیہ اصلیہ میگردد ونیز باید دانست کہ وسائل بر دو قسم است۔

قسمے آن است کہ استعانت بآں بنا بر تکمیل مقاصد ست یعنی مقاصد مذکورہ بہ نسبت حصول خود بآن وسائل حسنی وکمال در نظر شارع پیدا می کند کہ بدون وساطت آن وسیلہ حسن او مفقود میگردد مثل غسل وتجدید لباس و تعطر برائے نماز جمعہ وعیدین وصعود بر میذنہ واذان وقامت وتعیین مسجد برائے جماعت وانسلاک در جماعت وتسویہ صفوف برائے نماز ووضو برائے اذکار ونظر در مصحف وتحسین صوت برائے تلاوت وتلاوت برائے تدبر واقامت امام واطاعت او برائے جہاد وامثال آن از امور غیر محصورہ کہ برائے تکمیل اصول عبادات مقصود ست کہ فقدان آن وسائل باعث نقصان حسن مقاصد در نظر شارع میگردد

وقسم ثانی آنست کہ استعمال آن بنا بر احتیاج فاعل وعجز او از ادراک مقصد ونقصان او از مرتبہ لیاقت ادراک مقصد واقع میگردد وحصول مقصد بدون وساطت وسائل ہیچ گونہ منقضے در حسن مقصد وکمال او نمیرساند وبوجہ من الوجوہ باعث سقوط مرتبہ فاعل آن بہ نسبت شخصے کہ آن مقصد را بواسطہ وسائل حاصل کردہ باشد ہرگز نمی گردد ومثل کشیدن آب چاہ برائے وضو پس شخصے کہ برلب دریا نشستہ وضو بجا آوردہ است ہرگز طہارت او بوجہ من الوجوہ انقص از طہارت شخصے کہ آب از چاہ کشیدہ وضو بجا آوردہ است نخواہد شد واز ہمیں باب است استعمال عینک درحق ضعیف البصر وتفحص مصحف معرب بہ نسبت امی وتعلیم تہجی درحق اطفال و استعمال آلات دور دست درحرب مثل تیر تفنگ ومنجنیق وتوپ وبندوق وامثال آن بہ نسبت عدو بعید و علامت این قسم آنست کہ وقتیکہ مقصد بوجہ من الوجوہ حاصل شدہ باز استعمال وسائل لغو ولا طائل شمردہ میشود یا طریقے دیگر از طرق حصول مقصد پیش آمد باز توقف در اخذ مقصد وانتظار حصول وسائل یا تکمیل آن از سفاہت معدود میشود وذکر استعانت بوسائل در مقام تمدح بحصول مقاصد یا اثبات افضلیت بعضے بر بعض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنا بر استعانت بوسائل در سلک جماعت منسلک کردہ میشود و مثلاً تجی کلمات قرآن مجید بعد ازان کہ مہارت در قرأۃ حاصل شدہ خواہ بہ تجی خواہ بغیر تجی لغو محض ست و وقتیکہ مسلمے درصف جہاد شمشیر ہندی در کمر میدارد و کافرے بوجہی قریب اوشدہ کہ زیر شمشیر او را توان گرفت پس دریں صورت توقف کردن در کشتن او بنا بر انتظار بدست آمدن تیر و تفنگ یا بنا بر انتظار بدست آمدن شمشیر اصفہانی سفاہت محض است و ہم چنیں مثلاً زید و عمرو ہر دو تلاوۃ قرآن در مصحف مجید نمودند اما عمرو بہ سبب ضعف بصر استعمال عینک میکند پس ذکر استعمال عینک در مقام ذکر مدائح تلاوت قرآنی کہ سبحان اللہ عمرو بچہ ادب تلاوت قرآن میکند کہ تجدید وضو کردہ در مسجد بے بخشوع و خضوع نشستہ و مصحفے کشادہ و عینک بر بینے نہادہ و میخواند یا بیان اینکہ ہر چند زید و عمرو در مہارت تلاوۃ قرآن و تجوید حروف و خشوع و خضوع و تدبر و حسن صوت مساوی اند اما عمرو در باب تلاوت افضل است زیرا کہ استعمال عینک می نماید یا در مصحف معرب میخواند محض حماقت ست چوں ایں مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ امور مذکورہ یعنی علوم الہیہ و اشغال صوفیہ و آلات مخترعہ از قسم ثانی اند کہ بنا بر عجز اہل زمان از ادراک مقاصد باستعمال وسائل مذکورہ احتیاج افتادہ نہ از قسم اول از مکملات علم قرآنی و متممات مقامات احسانی و مستحبات جہاد باشد پس ہر کہ آن را از قسم اول شمارد و در حین مناقب علماء محسنین و مجاہدین آن را مذکور کند و افضلیت بعضے ایشاں بر بعض دیگر بآن اثبات نماید و در باب تحقیق احق بالامامت مثلاً علوم مذکورہ را داخل دہد ایں ہمہ امور بہ نسبت او از قسم بدعت حقیقیہ و صفیہ خواہد گردید و نیز باید دانست کہ مزاولت آلات حرب اہم است از سائر وسائل و الیق است بترویج و اعلان چہ آن وسائل جہاد است و بنائے جہاد بر ترویج و اعلان ست بعد ازاں علوم الہیہ است و اما اشغال صوفیہ پس الیق ست با خفا و کتمان کہ دست بکار و دل با یار و خلوۃ در انجمن در باب امثال ایں امور قولے ست ماثور پس بنائے خانقاہات برائے آن و تداعی بر اجتماع آن محمود نیست و از حفظ مراتب امور دین بعید بلکہ اصول مقاصد احسانیہ را در اثناء تذکیر کتاب و سنت القاء باید کرد و اشغال طرق بطالبین آن بدون نظر استقلالی و بدون التزام وضع خاص و بدون تمیز طریقہ از طرق از غیر آن و بدون دعوت بسوئے آن تعلیم باید کرد تا در ضمن اشتغال با مور معاشیہ و معادیہ خود بآں مزاولت نمایند پس کسے کہ محافظت مراتب مذکور نماید امور مذکورہ بہ نسبت او در قسم از اقسام بدعت و صفیہ مندرج خواہد گردید و نیز باید دانست کہ اعتقاد اینکہ فلاں چیز از اصول مقاصد یا از متممات آن یا از وسائل ضروریہ آنست ہر چند امر مبطن است و مدار بودن شئے از قسم بدعت تا سنت بر ہماں است اما بعضے معاملات ظاہرہ ہم... اعتقاد دریں باب مے باشد مثلاً تعداد علوم الہیہ در سلک علوم شرعیہ و تمدح بآن و ابتہاج صاحب آن بانسلاک در سلک علماء ممدوحین در کتاب و سنت یا بشارت دادن دیگرے او را بایں انسلاک و توقیر بآن در مقام توقیر علماء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وتحقیر فاقد آن اگر چہ اطلاع بر احکام دین بطریق مجرد استماع از علماء یا بطریق خواندن ترجمہ قرآن و حدیث داشتہ باشد مثلاً شخصے زید درعلوم الہیہ مہارۃ تامہ میدارد وچنداں بر احکام دین اطلاع نمیدارد وعمرو بر احکام دین بطریق مذکورہ اطلاع میدارد واز علوم الہیہ آشنائی نمیدارد پس زید را ازقسم علماء شمردن و عمرو راازقسم جہال در باب توقیر واجلال یادر باب اعتبار کلام درمقدمہ افتاء وامر بالمعروف یا درمقدمہ تقدیم در باب امامت صلوۃ یا باینکہ اگر زید در مناظرہ در احکام دین زبان درازی کند ازقسم تادیب شمردہ شود اگر بالعکس شود ازسوء آداب معدود کردہ شود پس امثال این معاملات امور مذکورہ راازجنس بدعات حکمیہ میگردانند وبہمیں قیاس باید بلکہ ازیدازاں بمرتبہ کثیرہ در باب اشغال صوفیہ۔

مسئلہ خامسہ ۔اشتغال بعلم طب وحساب و ہندسہ وقدرے ازمسائل علم ہیئت مجردہ ومنطق مجرد ازخلط امور عامہ وقدرے از زبان فارسی ازقسم نظم ونثر وتاریخ کہ درامور معاشیہ بکار آید وہم چنیں تحصیل حرف وصنائع واختراع اطعمہ جدیدہ والبسہ جدیدہ وآئینہ جدیدہ واسلحہ جدیدہ وامثال آن از امور معاشیہ باعتبار اصل خود ازجنس بدعت نیست چہ ہر چند بعضے ازاں ازقسم محدثات باشند اما نہ کسے اورا از امور دین میشمارد ونہ باو معاملہ امور دینیہ میکند مثلاً طبیب وسیاق دان را کسے ازعلماء نمے شمارد وباو معاملہ علماء نمی نماید آرے بعضے ازسفہائے زمان اہل منطق وہیئت رادرتعداد علماء معدود میکنند ودرضمن علوم ممدوحہ شرعیہ این ہردو علم رامیشمارند پس بہ نسبت ایشاں اشتغال این ہردوعلم ازقسم بدعت حقیقیہ خواہد شد اما ایں قسم اشخاص کہ در حماقت بایں مرتبہ قصوی رسیدہ باشند کمتر یافتہ میشوند بناءً علیہ ببدعت این امور مطلقاً حکم کردہ نمے شود آرے انہماک در امثال ایں امور بلکہ سائر امور دنیویہ واستغراق ہمت درآن مورث قساوۃ قلب وموجب بعدعن اللہ وباعث نسیان تذکر جلال حضرت حق وسبب تکدر روح است کہ حدیث :الدّنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الّا ذکر اللّٰہ تعالی و ما والاہ و عالماً و متعلماً برآن دلالت میدارد ہر چند ایں کلام ازمبحث مانحن فیہ یعنی تحقیق معنی بدعت وسنت خارج است اما کلام چوں بایں رسید لابد ذکر نکتہ کثیر النفع دریں مقام لازم آمد بیانش آنکہ تحصیل مہارت درفن شعر مثلاً بچند وجہ میباشد بعضے اشخاص بنا برنیت نیک مہارت آن فن حاصل میکنند مثل تحصیل ملکہ تالیف مناجات رب العالمین ونعت سید المرسلین ومناقب عباد مقبولین وہجو کفار متمردین ونظم احکام دین وامثال آن از امور نافعہ دراسلام وبایں وجہ عبادت بالعرض میشود وبعضے بنا بر تحصیل معاش بآن اشتغال مے درزند مثل منشیان امراء ومعلمان صبیان پس نسبت ایشاں از امور مباحہ است وبعضے بنا بر تحصیل تعلّی وترفع واستکبار وتحقیر سادہ لوحان بایں اشتغال می کنند وبایں وجہ بہ نسبت ایشان از قبیح معاصی شمردہ میشود وبعضے بنا بر قضا شہوت لسانی بذکر محاسن نساء وامارد وبیان خط وخال و غنج ودلال و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناز و انداز و شراب و کباب و چنگ و رباب و بیان اوضاع اغلام و جماع و رقص و سماع و امثال آن از امور مہیجہ شہوت بآن اشتغال مینماید و بایں وجہ بہ نسبت ایشاں از قبیل زنائے لسانی شمردہ میشود و بعضے بنا بر التذاذ از بنفس ادراک مضامین نفسیہ تخیلہ و معانی عمیقہ مولفہ و اشارات دقیقہ و کنایات خفیہ و متانت عبارات و سلاست محاورات و جزالت تراکیب و لطافت تشبیہات و رشاقت استعارات و عذوبت الفاظ و خوبی استخوان بندی و رعایت صنائع لفظیہ و معنویہ و امثال آن از امور یکہ تعلق ببلاغت و فصاحت دارد بآن اشتغال مینماید و مدار التذاذ ایشاں ہمیں امور مذکورہ است نہ مضمون خاص از مضامین بلکہ ہر مضمون کہ لیاقت جریان امور مذکورہ داشتہ باشد ہماں مضمون جولانگاہِ افکار ایشان است خواہ از باب مناجات و نعت و منقبت باشد خواہ از باب ہجو و مدح و خواہ از باب مضامین شوقیہ باشد خواہ بہاریہ و خواہ سیر انبیاء باشد خواہ قصص اولیاء خواہ حکایت صالحین باشد خواہ افسانہائے سلاطین الغرض ایشاں را از تلفیق کلام خود غیر از لذت خیالیہ چیزے دیگر غرض نے باشد حال ایشاں در حرکت خیالیہ مثل حال مفرجان بساتین است کہ ایشان را بجائے رسیدن منظور نمی باشد بلکہ مقصود اصلی نفس حرکت میباشد در ضمن ملاحظہ الوان مختلفہ و اشکال رنگا رنگ بہر سمتی کہ متحقق شود و بہر بوستانی کہ گذر افتد چنانچہ کریمہ: والشّعراء یتّبعھم الغاوون ۔ الم تر انّھم فی کلّ وادٍ یھیمون وانّھم یقولون ما لا یفعلون کاشف حال ایشان است و بایں وجہ بہ نسبت ایشاں از قبیل لہو است و از مکروہات شرعیہ بلکہ از اضر اشیاء است در باب تحصیل حقیقتِ احسان و ترک آن از شعار ایمان است و متممات احسان کہ کریمہ: قد افلح المؤمنون الّذین فی صلوتھم خاشعون والّذین ھم عن اللّغو معرضون و حدیث من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ بر آن دلالت میدارد و مزاولت حساب و ہیئت و ہندسہ و منطق را بر مزاولت شعر قیاس باید کرد کہ اکثر بنا بر اغراض مختلفہ واقع میگردد پس حکم ایں مزاولت مثل حکم آن اغراض است در حسن و قبح و علامت این مزاولت اکتفا است بر قدر حاجت نہ افراط و تعمق دران و در بعضے احیان بنا بر مجرد میلان بسوئے لذت فکریہ کہ از استحصال مجہولات عددیہ بطریق متعینہ و حساب خطائین و عکس و تبدیل و جبر و مقابلہ و از استحصال سوالات مشکلہ حسابیہ و از تخیل حیثیات اشکال ہندسہ و ہیئت و از انساق براہین قاطعہ آں و از ایصال بدیہات جلیہ بسوئے نظریات عمیقہ بطریقے کہ احتمال خطا و غلط را در آن گنجائش نباشد و از استعلام امور یکہ ادراک آن از عرف و عادات بعید تر مینماید مثل محدود الجہات و مقادیر کواکب و اوضاع آن بہ نسبت سفلیات و ارتفاع عمارات عالیہ و خیال شامخہ و عروض انہار و اعماق ابحار و امثال آن و از استعمال آلات اسطرلاب و اکتناہ مفہومات فائزہ و تحدید تصورات نظریہ و تمییز اجزائے عقلیہ و تفتیش اجزائے عقود و تنقیح حقیقت اذعان و متعلق آن و تحقیق لوازم قضایا و طریق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تالیف اقسیہ وتحلیل وترکیب وتصویر مباحث صناعات خمسہ وحصول ملکہ تقیید وتوجیہ ودفع ومنع و حل ونقض و قلب ومعارضہ وامثال آن از امور یکہ جولان گاہ افکار اذکیہ تواند شد حاصل میشود ومزاولت امور مذکورہ متحقق میگردد وانہاک قوت عقلیہ درمفہومات واستغراق قوت فکریہ درتعمقات بمراتب اقوے است از انہاک قوۃ حاسہ در ملاذ جسمانیہ وقوت مخیلہ درمضامین شعریہ والحان موسیقیہ وملاہی شطرنج وامثال آں چہ میادین ایں معقولات نہایت اوسع است از بساتین مخیلات وحشوش محسوسات ولذت عقلیہ بغایت الطف است از لذات خیالیہ وحسیہ و اسپ باد پائے قوۃ متفکرہ بمدارج اسراع است از استرقوۃ مخیلہ و خرقوت حاسہ و تکاپوئے نظر بمراتب الذ است ازدوادوش خیال وخر فشارحواس پس انہاک دران بمراتب اقوی باشد بہ نسبت انہاک درآخرین وادخل باشد درجذر قلوب وابعد باشد از شریعت ایمان کہ طریقہ سلوک اسلاف امین است واقصی باشد درروش ہیمان کہ بدعت مخترعہ اخلاف متفلسفین است واضر باشد درتحصیل حقیقت احسان کہ افناء ارادہء قلبیہ وقطع علائق ماسوی اللہ از جذر قلب واعراض از التذاذ بغیر اللہ خلاصہ اواست و اغلظ حجب باشد درباب تحصیل اطمینان بمعارف انبیاء اعم کہ طموع بصر بصیرت بسوئے فیض نازل از حظیرۃ القدس کہ بقوالب شریعت و ہیاکل سنت بروز نمودہ از شرائط اوست۔ سبحان اللہ سخن از کجا تا کجا رسید۔ غرض آنکہ مومن پاک مبرا از بدعت وشرک را باید کہ ملت حنیفیہ بیضا را از الواث امور مذکورۃ حتی الامکان پاک دارد ولذت آن را در دل خود جائے ندہد و بر قدر حاجت ازاں اکتفا نمودہ اوقات عزیزہ خود را در تعمقات زائدہ ضائع نہ گرداند کہ ھلک المتعمقون حدیث نبی امی ﷺ است وتلبس امور مذکورہ را بنا بر ضرورت قضا حاجت شمارد الحمد للّٰہ الذی ھدانا لھذا و ما کنّا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللّٰہ

فصل ثانی در بیان حکم بدعت

باید دانست کہ تحقیق حکم بدعت موقوف است بر تمہید چند مقدمات:

مقدمہ اولی باید دانست کہ خلاصہ مفہوم بدعت از تمہید کلام فصل اول چنان مستفاد گردید کہ ہر عقیدہ ومقامے ووارد وحالے وقولے وفعلے کہ از جنس عبادات باشد یا عادات یا معاملات وہم چنیں تقیید وتعیین امور مذکورہ بقیود وحدود معینہ وہم چنیں تشخیص موقع آن امور از تشہیر واعلان یا سرّ وکتمان یا اہتمام عدم اہتمام یا التزام وعدم التزام کہ نہ ثابت بکتاب باشد ونہ بہ سنت ونہ باشتہار ورواج درقرون ثلاثہ ونہ باجماع اہل حق ونہ بقیاس صحیح منقول از مجتہدین سابقین مسلم الاجتہاد و صاحبش آنرا از امر دین شمارد و یا باو معاملہ امور دینیہ کند پس ہماں امر را بدعت میگویم ودر اکثر مواضع کتاب وسنت لفظ بدعت برہمیں معنی مستعمل می شود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مثل آیت کریمہ قل ما کنت بدعا من الرسل چہ پر ظاہر است کہ خود آنجناب درزمان سابق موجود نبود و نہ شریعت آنجناب بخصوصہا بلکہ نظیر آن جناب در وصف رسالت و نظائر شریعت آنجناب از شرائع متقدمہ درزمان سابق متحقق بودند بناء علیہ از ذات آنجناب و شریعت آنجناب بدعت نفی کردہ شد پس معلوم شد کہ در باب نفی بدعیت شئے وجود نظیر آن شئے ہم درزمان سابق کفایت میکند و در احادیث متواترہ بدعت را مقابل سنت ذکر فرمودہ آن را نکوہش کردہ اند و از اتباع آن نہی بلیغ نمودہ و در حدیث علیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الرّاشدین المهدیّین وحدیث ما انا علیه و اصحابی ۔ سنت خلفاء راشدین و سیرت صحابہ مکرمین را در باب وجوب اتباع در اوقات ظہور بدعات مقارن خود مذکور ساختہ و در حدیثے کہ ترمذی از طریق ابی سعید خدریؓ روایت کردہ :

قال قال رسول اللّٰه ﷺ من اکل طیباً وعمل فی السّنّة و امن النّاس بوائقه دخل الجنّة ۔ فقال رجل یا رسول اللّٰه انّ هذا الیوم لکثیر فی الناس قال وسیکون فی قرون بعدی

و در حدیثے کہ مسلم از طریق عائشہ روایت کردہ :

انّها قالت سمعت رسول اللّٰه ﷺ یقول لا یذهب اللّیل والنهار حتّی یعبد اللات و العزّی فقلت یا رسول اللّٰه ان کنت لاظنّ حین انزل اللّٰه هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ولو کره المشرکون انّ ذلک تامّاً ۔ قال انّه سیکون من ذلک ما شاء اللّٰه

شیوع سنت در رواج دین در چند قرون متاخرہ اخبار فرمودہ و آن چند قرون را در حدیث

خیر القرون قرنی ثمّ الّذین یلونهم ثمّ الّذین یلونهم

و امثال آن از احادیث کثیرہ بقرون ثلاثہ تفسیر فرمودہ و در آیت کریمہ:

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی و نصله جهنم و ساءت مصیراً

اجماع را در باب وجوب اتباع سنت ملحق گردانید و پس معلوم شد کہ مراد از بدعت در احادیث متواترہ و استعمال لفظ بدعت برہمیں معنی واقع گردیدہ پس لا بد لفظ بدعت بہ نسبت معنی مذکورہ حقیقہ شرعیہ باشد وحمل او برہمیں معنے درصورت عدم قرائن خارجیہ واجب و استعمال او بر غیر این معنی از قبیل استعمالات مجاز یہ است کہ احتیاج بقرائن خارجیہ میدارد چنانچہ کلام حضرت امیر المومنین فاروق اعظمؓ کہ در حق تراویح فرمو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ده نعمة البدعة هذه واقع گردیده چه مراد از لفظ بدعت در کلام ایشان ہمیں قدر است کہ خود تراویح بایں ہیئت خاصہ و بایں التزام در جمیع لیالی رمضان در زمان برکت نشان آنجناب ﷺ موجود نبود و ایں معنی اعم است از معنی اول پس اطلاق لفظ بدعت بر آن از قبیل اطلاق لفظ نفاق است بر مطلق تغیر حال کہ در قول حظلہ ؓ نافق حنظله واقع شدہ و قرینہ تجوز دریں مقام امتناع حقیقت است بنظر صدور نفس این عبارت از زبان خلیفہ راشد چہ ایں عبارت دال است بر ترویج و تحسین تراویح و تحسین خلیفہ راشد چیزے را مستلزم انسلاک آنچیز است در سلک سنت او و سنت خلیفہ راشد ملحق بہ سنت نبویہ است پس مضاد بدعت باشد و چوں ایں مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ مراد از لفظ بدعت دراں مقام یعنی در مقام تحقیق حکم آن معنی حقیقی شرعی است

مقدمہ ثانیہ: باید دانست کہ حکم شارع کہ بسوئے بندگان او متوجہ میگردد بسہ وجہ متحقق میشود یعنی یا بطلب چیزے متحقق میشود مثل صلوۃ وصوم یا بہ ترک چیزے مثل زنا وسرقہ و یا باباحت چیزے یعنی بیان اینکہ ایشاں در آن مختار اند اگر خواہند بعمل آرند و اگر خواہند بعمل نیارند نزد شارع نہ صدور آن امر مطلوب ست و نہ ترک آن مثل اکثر مباحات از اکل وشرب ولباس و ہر چند مراتب حسن امور مطلوبہ باعتبار مراتب علت مختلف میباشد مثل خوردن بدست راست و افشردن بینی بدست چپ وسائر آداب اکل وشرب ولباس و جماع و غائط و امثال آن از محاسن عادات مرتبہ از حسن میدارد کہ طلب شارع بحسب ہماں مرتبہ باو متعلق گردیدہ و محامد اخلاق و واردات و احوال و مقامات مرتبہ دیگر میدارد از حسن و تعلق طلب شارع و مسائل عبادات و معاملات خصوصاً احکام صلوۃ مرتبہ دیگر میدارد و مباحث اعتقادات خصوصاً توحید و ایمان بالرسالۃ مرتبتے دیگر و مراتب قبح امور ممنوعہ را ہم برہمیں معنی قیاس باید کرد مثل خوردن بدست چپ و افشردن بینی بدست راست و امثال آن از مساوی عادات مرتبہ از قبح می دارد کہ نہی شارع بحسب ہماں مرتبہ باو متعلق گردیدہ و اخلاق رذیلہ و واردات ردیہ و احوال و مقامات مردودہ مرتبہ دیگر میدارد از قبح و تعلق نہی شارع و ارتکاب معاصی صغائر و کبائر خصوصاً تلوث ببدعات حقیقیہ مرتبہ دیگر و اتصاف بعقاید باطلہ خصوصاً باشراک و انکار رسالت مرتبہ دیگر و ہم چنیں اگر در یک مرتبہ از مراتب مذکورہ تامل کردہ شود در ہماں مراتب کثیرہ واضح میگردد و باز اگر در یک مرتبہ ازیں مراتب نظر کردہ شود در آنہم مراتب دیگر نمایاں گردد و ہم چنیں میرود۔ الغرض اسپ خوشخرام فکر از تکاپوئے خود باز میماند وایں میدان وسیع گاہے باتمام نمیرسد ولہذا آنچہ حضرت علام الغیوب جلت قدرہ از درجات جنت و درکات نار کہ مجازی آنمراتب ایجاد فرمودہ است عقل بشری از ادراک تفاصیل آن عاجز است ولیکن چنانچہ ایں قدر بالاجمال متیقن است کہ در جمیع مدارج جنت راحت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

است و در جمیع درکات نارِ الم، و درجہ انبیاء درحصول معنی راحت اعلی است از درجہ سائر سابقین و درجہ سابقین از درجہ ابرار گوکہ درافراد ہر صنفے از اصناف مذکورہ اختلاف فاحش بحسب اختلاف و جوہ تفاصیل واقع باشد و برہمیں قیاس باید کرد درکات نار مثلاً درکہء کفار باعتبار حصول معنی الم اشد است از درکہء مبتدعین و درکہ مبتدعین از درکہ فساق و فجار و ہم چنیں ایں قدر بالا جمال متعقل است کہ درجمیع مطلوبات شرعیہ حسنے است خواہ قلیل خواہ کثیر و درجمیع ممنوعات شرعیہ قبحے است خواہ قوی خواہ ضعیف وایں قدر ہم بالا جمال معلوم است کہ مقتضائے بعضے مراتب طلب شرعی ندب است و مقتضائے بعضے وجوب و مقتضائے بعضے دخول دراصل ایمان و ہم چنیں مقتضائے بعضے مراتب ممنوعہ شرعیہ کراہت است و مقتضائے بعضے حرمت و مقتضائے بعضے انجراء بکفر۔ بعدازاں باید دانست کہ تفتیش امر شرعی در مقدمہ امرے از امور معاشیہ یا معادیہ بدو وجہ مے باشد اول تفتیش اجمالی یعنی تفتیش اینکہ فلان امر شرعاً حسن است یا قبیح یعنی از جنس مطلوبات شرعیہ است یا ممنوعات و ثانی تفتیش تفصیلی یعنی درکدام مرتبہ از حسن یا قبح واقع است و کدام مرتبہ طلب یا منع از جانب شارع باو متعلق گردیدہ و چنانچہ گرسنہ را بجز داطلاع براینکہ در فلاں مقام طعامے است شرارہء طلب از دل او بوجہے ہوش میزند کہ چارو نا چار کشان کشان گوکہ اطلاع برخصوصیت آن طعام نداشتہ باشد برآن مقام مے آرد و عاشق صادق را بجز داطلاع براینکہ فلان امر باعث رنج و ملال معشوق اوست ...ونفرتے بہ نسبت آن امر در دل او پیدا میگردد کہ حدود قرب و جوار او فرار میکند مثل جبان و بزدل از قرب و جوار میدان جنگ گوکہ برمرتبہ آن ملال اطلاعات نداشتہ باشد ہم چنیں طالب حق را بجز داطلاع اینکہ فلان چیز شرعاً حسن است و درمطلوبات شرعیہ داخل حرارت طلب آن از دل او بوجہی مے جوشد کہ کشاں کشاں بر تحصیل و ترویج و تشہیر و تعلیم او مے آرد کہ حدیث: و اللّٰہ لا یؤمن احدکم حتّی یکون ھواہ تبعاً لّما جئت بہ برآن دلالت میدارد و ہم چنیں مومن صادق را بجز داطلاع براینکہ فلاں چیز شرعاً قبیح است و درممنوعات شرعیہ داخل نفرتے و انجامی بہ نسبت آن چیز در دل او حادث میگردد کہ دور از قرب و جوار آن مے گریزد مثل گریختن ارباب ننگ و ناموس از مظان لحوق عار و مذلت کہ در حدیث: الحلال بیّن والحرام بیّن ومابینھما مشتبھات فمن اتّقی المشتبھات استبرأ لدینہ وعرضہ برآن دلالت میدارد الغرض تحقیق حکم اجمالی در باب ترغیب و ترہیب مؤمناں پاک و طالبان چست و چالاک و موحدان مبرا از شرک کفایت میکند و اما تفتیش تفصیلے پس اصل منصب مجتہدین است و مقلدین را در پئے آن افتادن غیر از بر پا کردن شور و شغب و قیل و قال و مناظرہ و جدال منفعت نے بخشد چوں ایں مقدمہ مہد شد پس باید دانست کہ مقصود دریں مقام ہمیں ست کہ مطلق بدعت شرعاً حسن است یا قبیح نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنکہ کدام بدعت درکدام مرتبہ حسن واقع است وکدام بدعت درکدام مرتبہ قبح

مقدمہ ثالثہ: باید دانست کہ وقتے کہ اشیاء متعددہ در یک حکم عام مندرج باشند مثل اندراج مسلم وکافر در مفہوم انسان واندراج گوشت گوسفند وخنزیر در مفہوم مطعوم واندراج خمر وماء در مفہوم مشروب و اندراج نقد وجنس در مفہوم مال واندراج زنا و جماع زوجہ یا کنیزک در مفہوم وطے پس حکم شرعی بدوطریق بآں متعلق میگردد۔

اول آن کہ ہر یک ازاں اشیائے مخصوصہ حکمے علیحدہ متعلق گردد و بمطلق بالنظر الی ذاتہ ہیچ حکمے از احکام شرعیہ متعلق نباشد مثلاً گوشت گوسفند حلال ست و گوشت خنزیر حرام ومطلق گوشت را نہ حلال توان گفت ونہ حرام پس بریں تقدیر در باب ترغیب وترہیب نہ از مطلق گوشت تنفیر باید کرد ونہ بسوئے اوترغیب در باب تحصیل حقیقت تقوی واحتیاط کہ از افضل محامد شرعیہ است احتراز از مطلق گوشت بنا بر آنکہ گوشت خنزیر حرام از جملہ افراد اوست ہرگز داخل نیست بلکہ از جنس وسواس است کہ آن در ممنوعات شرعیہ است و در باب فتوی ہرگز مفتی را نمے رسد کہ بر مطلق مذکورہ حکمے جاری نماید بلکہ مسائل را گاہ سازد کہ سوال او ناقص است قابل جواب نیست زیرا کہ مطلق دریں صورت منقسم است بسوئے اقسام مختلفہ وہر قسم را حکمے است علیحدہ تو در کدام قسم سوام مینمائی مثلاً شخصے سوال کرد کہ خوردن گوشت حرام است یا حلال۔ پس مفتی را نمے رسد کہ بر سوال اجمالی اکتفا کردہ بحلّت یا بحرمت آن فتوی دہد بلکہ بگوید کہ گوشت منقسم است بگوشت گوسفند وگوشت خنزیر اول حلال است وثانی حرام تو از کدام قسم گوشت سوال مینمائی تا بر طبق آن جواب دادہ شود و در باب بیان احکام عقد قضیہ کلیہ یا مطلقہ دریں مقام مناسب نیست مثلاً در مقام بیان مطعومات محرمہ گفتن ایں کلام کہ ہر گوشت حرام است یا ہمیں قدر کہ گوشت حرام است ہرگز مناسب نیست گو کہ نظر بسوئے تخصیصات عمومات وتقییدات مطلقات کلام مذکور بحسب اصل لغت صحیح باشد چہ ممکن است کہ از مدلول ہر گوشت گوشت حیوانات مخصوصہ واز مطلق گوشت گوشت حیوانات محرمہ مراد باشد لیکن تکلم بمثل ایں کلام قبیح است در خواص و عوام وساقط است از درجہ بلاغت یعنی مقتضائے مقام و بعید است از محاورات کلام بالجملہ ارادہ کردن مفتی مذکور از کلام مسطور خلاف ظاہر وغیر متبادر است وطریق ثانی آنکہ بمطلق بالنظر الی ذاتہ حکمے از احکام شرعیہ متعلق گردد و ہماں حکم بر جمیع افراد باعتبار آن مطلق جاری باشد پس مطلق بنظر ذات خود در جمیع خصوصیات ہماں حکم را اقتضاے نماید اگر چہ در بعضے افراد بحسب عوارض خارجیہ حکم مطلق منتفی گردد مثل آنکہ مطلق گوشت خنزیر حرام است اگر چہ در وقت مخمصہ مباح گردد ومطلق شرب خمر حرام است اگر چہ در صورت اکراہ واجب میگردد ومطلق سرقہ حرام است اگر چہ عند الاضطرار جائز میگردد ومطلق تکلم بکلمات کفر قبیح است اگر چہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عندالاکراہ معفو میشود و مطلق نماز حسن است اگر چہ در وقت طلوع آفتاب ممنوع میگردد و مطلق تلاوت قرآن عبادت است اگر چہ درصورت جنابت محرم میگردد و مطلق دوام ذکر افضل قربات است اگر چہ درعین حالت قضائے حاجت ممنوع میگردد و پس برایں تقدیر در باب ترغیب و ترہیب بسوئے مطلق دوام ذکر ترغیب کردن و از مطلق شرب خمر تنفیر نمودن از ارکان اشاعت دین و اعلائے کلمۃ اللہ است و تفصیل طرق موانع خارجیہ از ضروریات وعظ و تذکیر نیست بلکہ ممکن کہ از مضرات آن باشد ،مثلاً درمقام بیان معنی آیت:

و الّذین یذ کرون اللّه قیاماً و قعوداً وعلی جنوبهم ۔ وحدیث: لا یزا ل لسا نک رطباً من ذکر اللّه

درفضائل دوام ذکر و منافع آں مذکور باید کرد و بیان مسئلہ احتراز از ذکر مقام خلاضروری نیست یا درمقام بیان معنی آیت کریمہ:

انّما الخمر و المیسر و الانصاب والازلام رجس مّن عمل الشّیطان فاجتنبوه لعلّکم تفلحو ن ۔

وحدیث اشهد با للّه و اللّه انّ شارب الخمر کعابد الوثن

قبائح شرب خمر و مضار آں مذکور باید کرد نہ مسئلہ وجوب آں درصورت اکراہ یا در بیان معنی آیت کریمہ:

یا ایّها الّذین آمنوا لا تأکلوا اموا لکم بینکم بالباطل ا لّا ان تکون تجارة عن ترا ضٍ منکم،

وحدیث: الا انّ دماء کم و اموا لکم واعرا ضکم حرا م کحرمة یومکم هذافی بلدکم هذا

تقبیح مطلق مال مردم خوری و حرمت تصرف در ملک غیر بلا اذن باید کرد نہ مسئلہ جواز آن در صورت اضطرارے بلکہ در اکثر احیان بیان ایں معنی در باب ترغیب و ترہیب مضر میگردد و چہ درنظر عوام حسن و قبح آن سہل میشود آری در وقت پیش آمدن صورت مذکورہ و تفتیش سائلین جواب برطبق سوال بیان کردہ شود چنانچہ ترغیبات و ترہیبات در کلام شارع برہمیں نہج واقع گردیدہ و در باب تحصیل حقیقت تقوی و احتیاط اجتنا ب از مطلق استعمال منکرات و تصرف فی ملک الغیر بلا اذن (نسخہ نمبر۲ میں یہاں، نہ ،کا لفظ بھی ہے) پیش نظر ہمت خود باید داشت و مادامیکہ یقین کلی بحلت آن بحسب عوارض خارجیہ حاصل نشود ہرگز بآں آلودہ نباید شد ۔

و مادامیکہ و ہمے ضعیف ہم در جانب عدم ثبوت حلت آن باقیست نظر بر حرمت اصلیہ آن کردہ ازاں اجتناب درزد چنانچہ حدیث:فمن اتّقی المشتبها ت استبرأ لد ینه وعرضه برآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلالت میدارد و در فتوی مفتی را میرسد کہ حکم حلت یا حرمت بر مطلق جاری کردہ آید و بدون تفتیش سائل مواقع خارجیہ را تفصیل نکند و بہ تقسیم مطلق بسوئے حلال و حرام لب نگشاید بلکہ حکم مطلق را اصل قرار دہد و صور خارجیہ را کہ در آن حکم مطلق بسبب عوارض خارجیہ مخفی گردیدہ در سلک شواذ منسلک گرداند مثلاً اگر کسے سوال کند کہ شرب خمر حلال است یا حرام پس بر ہمیں قدر سوال اجمالی اکتفا کردہ بگوید کہ حرام است و اگر کسے از مسئلہ اکراہ بخصوصہا سوال کند بر آن تقدیر مسئلہ اکراہ و حال مکرہ علیہ را تحقیق کردہ برطبق آن جواب دہد و تکلم بایں کلام کہ خمر و خنزیر ہم مثل مطعومات منقسم است بحلال و حرام اگر چہ ایں کلام بحسب تدقیق نظر وجہی از صحت داشتہ باشد چہ حلال است درصورت اکراہ و حرام است در غیر آں اما کلام مذکور از قسم الغاز ... فقہیہ است کہ برائے سنجیدن اذہان صبیان آن را مذکور مے سازند نہ از قبیل احکام افتاء و قضا کہ بنا بر نظم و سیاست ملت حنیفیہ آن را قرار دادہ اند بلکہ در باب بیان احکام شرعیہ ممکن کہ مثل ایں کلام از قبیل استہزا بآیات اللہ باشد و القائے مداہنت در قلوب عوام بلکہ این کلام باطل محض است باعتبار محاورہ عرفیہ اگر چہ صحیح باشد باعتبار حقیقت لغویہ بلکہ کلام مفید در حق عوام و منطبق بر محاورات کلام ہمیں است کہ ہر خمر حرام است و نجس و مبعد عن اللہ و اصل آن قبیح است دریں و آں چہ درصورت اکراہ حکم با باحت کردہ میشود جاری است مجرائے شواذ پس احق درین مقام عقد قضیہ کلیہ یا مطلقہ است نہ بیان تقسیم یعنی ہر خمر حرام است نہ اینکہ بعضے از اں حلال است و بعضے حرام چنانکہ کلام شارع بلکہ جمیع مصنفان کتب فقہ و جامعان فتوی بر ہمیں سوال جاری ست و در باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کسے کہ دعوی جریان حکم مطلق درصورت خاصہ مبحوث فیہا مے نماید ہمانست متمسک باصل کہ در اثبات دعوی خود حاجت بدلیلے نمیدارد و دلیل او ہماں حکم مطلق است و بس بخلاف کسے کہ دعوی تخصیص آن صورت خاصہ میکند کہ دعوی او خلاف ظاہر است محتاج بدلیل خارج مثلاً کسے کہ بگوید کہ شرب خمر زید را حرام است ہیچ حاجت باقامت دلیل نمی دارد بخلاف کسے کہ بگوید ہر چند مطلق شرب خمر حرام است اما زید را حلال است کہ محتاج است بدلیل خارج از اثبات اضطرار و اکراہ یا جنون بحد یکہ مجوز شرب خمر میتواند شد چوں ایں مقدمہ ممہد شد پس باید دانست کہ مقصود دریں مقام آن ست کہ آیا بدعت از قسم اول ست کہ در ہر بدعت خاصہ تامل باید کرد کہ آیا حسن است یا قبیح و برائے اثبات حسن یا قبح آن در دلائل خارجیہ تامل باید کرد و بر مطلق بدعت ہیچ حکم جاری نباید کرد و یا از قسم ثانی کہ مطلق بدعت را نوعے از حسن یا قبح ثابت باشد کہ در جمیع بدعات خاصہ قطع نظر از دلائل خارجیہ متحقق باشد الغرض مقصود تفتیش حکم مطلق است نہ تحقیق عوارض طاریہ کہ بہ سبب عروض آن عوارض در بعضے صور حکم مطلق مختفی میگردد پس وقتیکہ چیزے را از امور متداول درمیان اہل زمان ثابت کردہ شود کہ فلاں چیز بدعت است پس حکم مطلق بدعت از حسن یا قبح بر آن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاری خواہد گردید اما کسے کہ دعوائے استثنائی آن صورت خاصہ کند پس باید کہ دلیلے بر آن قائم گرداند چوں این مقدمات ثلاثہ ممہد شد پس میگویم کہ دریں مقام سہ احتمالات تصور توان کرد۔

اول آنکہ مطلق بدعت باعتبار اصل خود حسن باشد مثل عبادات شرعیہ از صلوۃ وصوم وذکر وتلاوت قرآن گو کہ در بعضے احیان بسبب عوارض مثل لزوم تشبہ بکفار یا استلزام مفسدہ در اصل ملت بقبح عارض متصف گردد وایں احتمال باطل است بالاتفاق ہیچ یکے از عقلاء وسفہاء بآں نرفتہ چہ جمیع ملیین بدعات را از عیوب مے شمارند نہ از کمالات آرے اختراع امور جدیدہ را در امور معاشیہ از مثل تیر وکمان ہنر شمردہ میشود نہ امور دینیہ بلکہ اتباع آئمہ ملت والتزام تقلید ایشاں وترویج سنت ایشاں از اصل ارکان ملت معدود کردہ میشود

واحتمال ثانی آنکہ مطلق بدعت نہ حسن باشد نہ قبیح مثل مطلق اکل وشرب وجماع وتکلم واکتساب اموال واشتغال بصنائع پس منقسم باشد بسوئے حسن وقبیح ودر باب اثبات حسنِ بدعت مخصوصہ یا قبح آں و عوارض طاریہ ودلائل خارجیہ تامل باید کرد تا احدھما منکشف گردد وبحر دملاحظہ آن کہ در سلک بدعات منسلک است ہیچ حکم نتوان کرد وہمین است زبان زدعوام درین جز وزمان

واحتمال ثالث آنکہ مطلق بدعت بمعنی حقیقی شرعی خواہ حکمیہ شد خواہ حقیقیہ اعم ازاں کہ اصلیہ باشد یا وصفیہ واعم از آنکہ بدعیت اورا بجہت تحدیدات وتوقیفات مبتدعہ لازم آمدہ باشد یا از جہت تغیر موقع آن کہ در سنت ثابت ست ایں ہمہ اقسام باعتبار اصل خود قبیح ست اعم از آنکہ مکروہ باشد یا حرام یا منجر بکفر مثل سائر امور قبیحۃ الاصل از کذب وفحش وظلم وغیبت وحسد پس در باب اثبات قبح آن دلیلے دیگر نمے باید ہمیں و جہ کافیست کہ بدعت ست چنانچہ در باب اثبات قبح کلام کہ مشتمل بر کذب یا فحش باشد احتیاج بدلیل دیگر نیست ہمیں قدر کافی ست کہ مشتمل بر کذب یا فحش ست پس بحر دثبوت اینکہ فلان چیز بدعت است حکم بقبح آن توان کرد ودر باب تحصیل حقیقت تقوی ازاں اجتناب باید در زید ودر باب ترغیب وترہیب جمہور انام ازاں تنفیر باید کرد ودر محافل ومجالس تذکیر بآواز بلند تقبیح آن باید شود خصوصاً در اوقاتیکہ رواج پذیرشدہ باشد کہ در آن اوقات باہلغ وجوہ ازاں تنفیر وتحذیر باید کردہ در احتمال وابطال آن سعی کردن از جملہ (نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں، جملہ، کا لفظ نہیں ہے۔ بہاء) اعلاء کلمۃ اللہ باید شمرد بمثابہ آن کہ در زمانے کہ کذب وفحش درمیان مردماں رائج گردد پس آنچہ معاملات اہانت وتحذیر در آن زمان با کذب وفحش باید کرد ہماں معاملہ باہر بدعت کہ در زمانے رائج گردد باید نمود وچنانکہ از مطلق کذب وفحش دائماً تنفیر باید کرد ہم چنیں از مطلق بدعت دائما تحذیر باید کرد بل اشد ازاں بمراتب وکیکہ بدعت مخصوصہ را از دائرہ قبح بیرون کشد ودر صدد اثبات حسن آن شود اقامت دلیلے قاطع از دلائل شرعیہ واجب بر ذمہ اوست نہ بر ذمہ مانع آں مثل کسے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کذبے خاص را یافتے خاص را تحسین کند پس اقامت دلیل قاطع عہدہء ہمانست نہ عہدہ کسے کہ ازاں احتراز مینماید و تقبیح آن میکند بلکہ احتمال بدعت ہم در باب اجتناب ازان کفایت میکند چنانچہ شیخ ابن الہمام در فتح القدیر وصاحب مجالس الابرار بآن تصریح فرمودہ اند چنانچہ احتمال کذب ہم در باب روایت حدیث ملحق باصل کذب است چنانچہ من روی عنی حدیثاً و ھو یری انّہ کذب فھو احد الکاذبین برآن دلالت دارد وہمین است مذہب حق۔ بالجملہ مطلق بدعت براحتمال اول مثل ذکر اللہ باشد و براحتمال ثانی مطلق تکلم و براحتمال ثالث مثل تکلم بکذب وفحش وثالث مذہب است موید بکتاب وسنت واجماع وقیاس و احتمال ثانی کہ زبان زدعوام است باطل است مثل احتمال اول وآنچہ درین باب تمسک مینمایند ہمہ ناشے از سوئے فہم ایشان۔ پس دلائل این مضمون در دو بحث بیان باید کرد۔ بحث اول درذکر دلائل مذہب حق ۔ بحث ثانی در ابطال ظنون عوام

بحث اول درذکر دلائل مذہب حق وآں مشتمل بر دو قسم:

قسم اول درذکر آیات واحادیث دالہ بر مذہب حق وآں مشتمل است بر سہ نوع:

نوع اول، درذکر نصوص دالہ بر قبح مطلق بدعت حقیقیہ وآن مشتمل است بر چند مسائل:

مسئلہ اولی۔ باید دانست کہ احداث بدعت حقیقیہ خواہ اصلیہ باشد خواہ وصفیہ اعم ازاں کہ بدعیت آں از جہت تحدیدات وتوقیفات محدثہ لازم آمدہ باشد یا از جہت تغیر موقع آن در باب اہتمام وعدم اہتمام وہم چنیں برآن وجہ قربت دلالت میکند برانیکہ بدعت مذکورہ را صاحب آن در امور دینیہ مندرج میگرداند و در معاد اورا نافع میداند در دنیا او را اسباب رضائے حق یا مورث یمن و برکت میشمارد وایں اعتقاد بدو طریق حادث میشود۔

اول آنکہ ایں امر را من اللہ داند یعنی چنان اعتقاد کند کہ حق جل وعلا خود این را در امور دینیہ داخل گردانیدہ ومنفعت معادیہ در وبخشیدہ و جالب رضائے خود مقرر فرمودہ۔ (محل نزول برکات خود قرار دادہ۔ یہ فقرہ نسخہ اشرفیہ میں نہیں ہے۔ بہاء) واین عقیدہ بچند وجہ بہم میرسد۔ اول آنکہ ادعاء محض بلا دلیل بر روئے کار آرد و بجز دسینہ زوری در پئے اثبات آن شود کہ من ہمیں میدانم یا ہمیں میگویم یا نزد من ہم چنین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

است یا در ذہن من ہم چنیں منقش شدہ است ہرگز ازان باز نخواہم آمد اگر چہ دلیلے بران قائم نشود واین افتراء علی اللہ است وافتراء کذب در مقدمات دینیہ وآن از افتح قبائح است واشنع شنائع و صاحب آن از درگاہ حضرت حق مردود است واز بارگاہ اوتعالی مطرود چنانچہ حق جل و علا درسورہ بقرہ میفرئد:

یا ایّھا النّاس کلوا ممّا فی الارض حلا لاً طیباً ولا تتّبعوا خطوات الشّیطان انّہ لکم عدوّ مّبین ۔ انّما یأ مرکم با لسّوء و الفحشاء و ان تقو لوا علی اللّہ ما لا تعلمو ن

ودرسورۃ انعام میفر ماید:

و حرث حجر لا یطعمھا الّا من نشاء بزعمھم و انعام حرّمت ظھورھا و انعام لا یذکرون اسم اللّہ علیھا افتراء علیہ سیجز یھم بما کا نوا یفترون و قالوا ما فی بطو ن ھذہ الانعام خالصۃ لذکورنا و محرّم علی ازوا جنا وان یّکن میتۃ فھم فیہ شرکاء سیجزیھم و صفھم انّہ حکیم علیم ۔ قد خسر الّذین قتلوا اولادھم سفھاً بغیر علم وحرّموا ما رزقھم اللّہ افتراء علی اللّہ قد ضلّوا و ما کا نوا مھتد ین

ودرسورہ اعراف میفر مائید:

و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیھا آباء نا و اللّہ امرنا بھا ۔ قل انّ اللّہ لا یا مر با لفحشاء ۔ ا تقولون علی اللّہ ما لا تعلمو ن ۔

ودر ہمان سورہ میفر مائد:

قل انّما حرّم ربّی الفوا حش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحقّ و ان تشر کوا با للّہ ما لم ینزّ ل بہ سلطاناً ۔ وان تقولوا علی اللّہ ما لا تعلمون ۔

ودرسورہ نحل میفر ماید:

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللّہ الکذب انّ الّذین یفترون علی اللّہ الکذ ب لا یفلحو ن۔

ودرسورہ قصص میفر ماید:

قل فأ توا بکتاب مّن عند اللّہ ھو اھدی منھما اتّبعہ ان کنتم صادقین ۔ فان لّم یستجیبوا لک فاعلم انّما یتّبعون اھواء ھم ومن ا ضلّ ممّن اتّبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

هواه بغیر هدی مّن اللّه ۔ انّ اللّه لا یهدی القوم الظّا لمین ۔

ودرسورہ زمر میفر مائد:

تری الّذین کذ بوا علی اللّه و جوههم مسودة الیس فی جهنم مثوی للمشر کین

ودرسورہ صف میفر ماید:

و من ا ظلم ممّن افتری علی اللّه الکذب و هو یدعی الی الاسلام و اللّه لا یهدی القوم الظّا لمین

و ا خر ج مسلم عن ابن مسعود قال قال رسو ل اللّه ﷺ ما من نّبیّ بعثه اللّه فی امة قبلی الّا کان له من امّته حوا ریّو ن و اصحاب یأخذون بسنّته و یقتدو ن با مره ثمّ انها تخلف من بعدهم خلوف یقولو ن ما لا یفعلو ن ۔ و یفعلون ما لا یؤ مر ون۔ فمن جاهدهم بیده فهو مؤمن و من جا هد هم بلسانه فهو مؤمن و من جا هد هم بقلبه فهو مومن و لیس وراء ذلک من ا لا یما ن حبة خر دل۔ (صحیح مسلم ۔ حد یث نمبر ۵۰)

و اخر ج البخاری عن ابی هریرة قال قال رسول اللّه ﷺ کلّ امتی ید خلون الجنة ا لّا من ابی ۔ قیل و من ابی؟ قال من ا طاعنی د خل الجنة ومن عصا نی فقد ابی ۔

و اخرج محی السنّة فی شر ح السنة عن عبد اللّه بن عمرو قال قال رسول اللّه ﷺ لا یؤمن ا حد کم حتی یکو ن هواه تبعاً لما جئته

ودیگر آیات واحادیث کثیرہ برہمیں معنی دلالت میدارد یعنی بر تقبیح حال کسے کہ بنا بر مجرد اتباع ہوائے قلبے بدون استشہاد بدلیلے در احکام الہیہ دخل دہد و با دعائے محض وتحکم بحت بتعلق رضائے الٰہی یا خط اوتعالی بچیزے حکم نماید و مدار تشنیع درین باب ہمین است کہ بدون تمسک بدلیل دریں وادی پر ہول بسعی چرب لسانی درکارخانہ ربانی قدم نہد گو کہ بر بطلان آن ہم دلیلے قائم نشدہ باشد ولہذا در مقام تشنیع ہمیں کلمہ فرمودہ اند : اتقو لو ن علی اللّه ما لا تعلمون ، نہ ایں کلمہ کہ :اتقولو ن علی اللّه خلاف ما انزل علیکم ۔

و ہم چنیں در حدیث شریف واقع گردیدہ :

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و یفعلون ما لا یؤمرون، نہ این کلمہ و یفعلون ما ینهون عنه۔

وجہ ثانی از وجوہ بہم رسیدن عقیدہ مذکورہ اتباع تخمین عقلی ست یعنی حسن و قبح بعضے اشیاء یا منافع و مضار آن در بعضے احیان بنا بر تجربہ یا بنا بر نظر بقرائن یا امثال آں بر عقل واضح میگردد پس عقل بنا بر وضوح مورد مذکور آن شئے را در سلک مرضیات حضرت حق یا مسخوطات او تعالی بحسب تخمین خود منسلک میگرداند کہ فلاں چیز چنیں و چناں منفعت مے بخشد پس باید کہ متعلق رضائے حق و مقبول عنداللہ و محل نزول برکات او باشد و یا چنیں و چنان مضرت مے رساند۔ پس باید کہ متعلق سخط او تعالی و مردود عنداللہ و مورد لعن او باشد پس صاحب آن بدون مراجعت بکتاب الٰہی بل بنا بر مجرد اعتماد بر تخمین عقلی بمقتضائے آں حکم نماید و ہمیں حکم مذکور را خرص و اتباع الرائے و اتباع الظن میگویند و آن در امور معاشیہ نہایت کار آمدنی است و در امور دینیہ نہایت مردود چنانچہ حق جل وعلا در سورۃ انعام میفرماید:

قل هل عندكم من علمٍ فتخرجوه لنا ان تتّبعون ا لّا الظّن و ان انتم الّا تخرصون۔

و در سورۃ زخرف میفرمائید:

و قالوا لو شاء الرّحمن ما عبدناهم۔ ما لهم بذلک من علمٍ ان هم الّا یخرصون۔ ام اتیناهم کتاباً من قبله و هم به مستمسکون۔

و در سورۃ ذاریات میفرماید:

قتل الخرا صون الّذین هم فی غمرة ساهون

و اخرج التّرمذی و ابن ماجه عن ابی ثعلبه قال قال رسول اللّه ﷺ بل أتمروا با لمعروف و تناهوا عن المنکر حتی اذا رأیت هوی متبعاً وشحاًمطاعاً و دینا موثرة و اعجا ب کلّ ذی رأی برأ یه و رأیت امراً لا بد لک منه فعلیک .. نفسک و دع امر العوا م

و اخر ج التّر مذی و ابو داؤد عن جند ب قال قال رسو ل اللّه ﷺ من قال فی القر آ ن بر أیه فا صا ب فقد ا خطا

و اخر ج التر مذی عن ابن عباس قال قال رسول اللّه ﷺ من قال فی القر آن بر أیه فلیتبوّأ مقعده من النّار

واز اعظم وجوہ تخمین مذکور کہ مورث استحسان عقلی میشود اتباع رواج قدیم ست یعنی ہرگاہ کہ می

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیند چیز یرا کہ از مدت مدیدہ درمیان عوام وخواص مروج گردیدہ وبر شیوع (نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں، شیوخ، کا لفظ ہے۔ بہاء) آن قرون متوالے منقصی شدہ پس ہر چند دلیلے از دلائل منزلہ سما و یہ بر آن نمی یابد اما استمرار شیوع (نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں ، شیوخ، کالفظ ہے) آن عمل بایں از منہ طویلہ درمیان عقلاء و فاہمین بدون اصل اصیل در عقل او مستبعد مینماید بنابراں حکم مینماید کہ فلاں عمل از مرضیات حضرت حق ست وموجب برکات اوتعالی۔ و الا بقائے او بریں مرورِ دہور صورت نمے بست وقدمائے عقلائے اورا قبول نمی کردند بلکہ حق جل و علا بمقتضائے حکمت خوداورا برہم میزدوا کابر اسلاف براں ردمیکردند واین کلام سراسر باطل است واز اصل مردود بلکہ در باب اثبات تعلق رضائے حضرت حق یا سخط اوتعالی بہ نسبت چیزے یا از کلام الہی کتاب منزل میباید یا از کلام معصوم حدیث مسلسل چنانچہ حق جل وعلا در سورۃ انعام مے فرمائد

سیقول الّذ ین اشرکوا لو شاء اللّٰہ ما اشرکنا ولا آ باء نا ولا حرّمنا من شیء کذ لک کذّ ب الّذین من قبلھم حتّی ذاقوا بأسنا ۔ قل ھل عندکم من علمٍ فتخرجوہ لنا ان تتّبعون الّا الظّن وان انتم الّا یخرصون ۔ قل فللّٰہ الحجّۃ البالغہ فلو شاء لھد کم اجمعین ۔ قل ھلمّ شھداء کم الّذین یشھدون انّ اللّٰہ حرّ م ھذا

ودر سورۃ اعراف میفر مائد:

و اذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجد نا علیہ آ باء نا و اللّٰہ امر نا بھا۔ قل انّ اللّٰہ لا یأ مر با لفحشاء ۔ اتقو لو ن علی اللّٰہ ما لا تعلمون

ودر سورۃ یوسف میفر ماید:

یا صا حبی السّجن أ ا ربا ب مّتفرّقون خیر امِ اللّٰہ الوا حد القھّار ۔ ما تعبدون من دو نہ الّا اسماء سمّیتمو ھا انتم و آ باء کم ما انزل اللّٰہ بھا من سلطا ن ۔ ان الحکم الّا للّٰہ

ودر سورہ شعراء میفر ماید :

و اتل علیھم نبأ ابرا ھیم ۔ اذ قال لابیہ و قومہ ما تعبدون ۔ قا لوا نعبد اصناماً فنظلّ لھا عاکفین ۔ قال ھل یسمعونکم اذ تدعون ۔ا و ینفعونکم او یضرّون ۔ قا لوا بل و جد نا آ باء نا کذ لک یفعلو ن ۔ قال افرأ یتم ما کنتم تعبدو ن۔ انتم و آباء کم الاقد مون ۔ فانّھم عدوّ لّی الأ ربّ العالمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔الّذی خلقنی فھو یھدین ۔

ودرسورہ لقمان می فرمائد:

و من النّا س من یجادلک فی اللّٰہ بغیر علم ولا کتا بٍ مّبین ۔ و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتّبع ما وجدنا علیہ آ باء نا اولو کان الشّیطان یدعوھم الی عذا ب السّعیر

ودرسورہ زخرف میفر ماید:

و قالوا لو شاء الرّ حمن ما عبد نا ھم ما لھم بذلک من علم ان ھو الّا یخرصون ۔ ام ا تینا ھم کتا باً مّن قبلہ فھم بہ مستمسکو ن ۔ بل قالوا انّا وجد نا آ باء نا علی امّۃ و انّا علی آ ثارھم مھتدون ۔ و کذلک ما ار سلنا من قبلک فی قر یۃٍ من نذ یر الّا قال مترفو ھا انّا وجد نا آ باء نا علی امۃ و انّا علی آ ثا رھم مقتدو ن ۔ قال اولو جئتکم باھدی ممّا و جد تم علیہ آ بائکم قا لوا انّا بما ارسلتم بہ کا فرون۔ فانتقمنا منھم فانظر کیف کان عا قبۃ المکذّ بین ۔

ودرسورۃ احقاف میفر مائید:

ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثارۃ من علمٍ ان کنتم صاد قین۔

و اخر ج التّرمذی عن عمرو بن عوف قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ الدّین بدأ غریباً و سیعود کما بدأ فطوبی للغرباء ۔ وھم الّذ ین یصلحون ما افسد النّاس من بعدی من سنّتی ۔

و اخر ج البھیقی فی شعب الایمان عن علیؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یو شک ان یاتی علی النّا س زمان لا یبقی من الاسلام الّا اسمہ ولا یبقی من القرآ ن الّا رسمہ ۔ مساجد عامرۃ و ھی خرا ب من الھدی علمائھم شرّ مّن تحت ادیم السّماء من عندھم تخرج الفتنہ و فیھم یعود ۔

واز جملہ استحسان مذکور قیاس ناقص است یعنی چیزیکہ درشرع واردشدہ باشد(باشد کالفظ نسخہ نمبر۲ یعنی اشرفیہ میں نہیں ہے۔ بہاء) وایں شخص چیزی دیگر را کہ مشابہء اوست دربعضے اوصاف درعقل ناقص خود نظیر آ ن قرار دادہ حکم چیز ماثور(برغیر ماثور،نسخہ نمبر ایک یعنی ۱۳۰۱ھ میں نہیں ہے۔ بہاء) جاری نماید وایں قیاس راضلالت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

است ودخل دادن آن دراحکام دینیہ مردود۔ چنانچہ حق جل وعلا درسورۃ میفر ماید:

الّذین یأکلون الرّبوا لا تقومون الّا کمایقوم الّذی یتخبّطه الشّیطان من المسّ ۔

ذلک بانّهم قالوا انّما البیع مثل الرّبوا و احلّ الله البیع و حرّم الرّبوا۔

واز جملہ وجوہ مذکورافراط درامور دین است یعنی مے بیند کہ چیزے درشرع ثابت شدہ وشارع بسوئے آں ترغیب نمودہ ومحامد ومنافع آں ذکرفرمودہ۔ پس آں شخص راایں ظن بہم میرسد کہ ہرقدر کہ درآں افراط کردہ شود ہماں قدر مدح شرعی باو عائد میگردد ومنفعت اخرویہ براو بیشتر مترتب میشود وتوجہ رحمت الٰہیہ بسوئے اواقوی میباشد وبرکات غیبیہ برآں ازیدنزول میفر ماید حالانکہ ہرچیزے راازامور دینیہ حدی ست ازحدود کہ شارع آں امرراہماں حدمحدود ساختہ وموقعی ست ازمواقع کہ شارع آنرا درآں موقع نہادہ پس تعلق رضائے حضرت حق وترتب منافع اخرویہ ونزول برکات غیبیہ برہماں تقدیراست کہ آن شیء بحد خود محدود باشد ودرموقع خود واقع۔ چنانچہ حق جل وعلا درمواضع کثیر ازقرآن مجید میفر ماید:

تلک حدود اللّه ومن یّتعدّ حدود اللّه فقد ظلم نفسه

ودر سورہ نساء میفر ماید:

و من یّعص اللّه و رسوله و یتعدّ حدوده ید خله ناراً خا لداً فیها و له عذا ب مّهین

دارمی ازطریق ابی ثعلبہ روایت کردہ:

قال قال رسول اللّه ﷺ انّ اللّه فر ض الفرا ئض فلا تضیّعوها و حرّم حرماث فلا تستحلوها (تنهکو ها؟ اشرفیه) و حدّ حدوداً فلا تعتدوها

بالجملہ تربیت دینیہ برمعالجہ جسمانیہ قیاس بایدکرد و مجموع امور دینیہ مامثل ادویہ کثیرہ مختلف الاوزان والمقادیر۔ تصور بایدکرد کہ طبیب حاذق بردوائے ماازادویہ مذکور بوزنے محدود ساختہ وبرائے استعمال آں طریقے معین از تبخیر ونقوع ونسوق و...لعوق ولدودوضماد وطلاء ونطول وعمول و فرزجہ وحقنہ و شیافہ وامثال آں مقررفرمود واوقات مخصوصہ راازصباح ووقت نوم برائے آں تعیین نمودہ وبتغذی وتقویت ہر روز بتعدادیی وتحقیہ گاہ گاہ حکم کردہ۔ پس چنانکہ درمعالجہ جسمانیہ تفریط وافراط ہردودرحق مریض مضر است ہم چنیں درمعالجہ روحانیہ مداہنت و تغلف ہردو درحق مکلّف نامقبول۔ پس بایددانست کہ افراط اگردرباره اعتقادات ومقامات وواردات وحالات متحقق شود آنرا غلومیگویندواگردرباب علوم واقع شود آنرا تعمق میگویندواگردرباب اخلاق و عبادت واقع شود آنرا رہبانیۃ وتشددمیگوئندواگردرعادات واقع شود آن راتکلف میگوئیندواگردرباره طہارت ونجاسات واقع شود آنراوسواس میگویندواگردرباب عدم محافظت مرا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تب وسائل و مقاصد یا اصول و فروع واقع شود یعنی وسائل را مثل مقاصد پیش نظر ہمت خود دارد و مقاصد را مثل وسائل پس پشت خود انداز د یا فروع مثل اصول اہم دا ند و اصول را مثل فروع سہل انگار د آ نرا ظلم و سفاہت میگو یند چنا نچہ محا فظت مرا تب مذکورہ را انصا ف و فقا ہت چنا نچہ حق جل و علا در سورہ بقرہ میفر ما ید :اتا مرون النّاس با لبرّ وتنسو ن انفسکم و انتم تتلون الکتا ب ا فلا تعقلون ۔

یعنی تعلیم ا حکا م دین و تلا وت کتا ب وسیلہ عمل و تہذ یب نفس ست و شا نفس تعلیم و تلا وت را مقصود لذا تہ قرار دا دہ و اصل کما ل فہمیدہ پیش نظر ہمت خود نہا دہ اید و تہذ یب نفس را کہ اصل مقصود ست پسِ پشت انداختہ اید پس سفیہ ہستید کہ عقل نمید ا ند و در ہماں سورہ بقرہ میفر ما ید:

فلمّا جاء هم رسول مّن عند اللّه مصدّق لّما معهم نبذ فريق مّن الّذين اوتوا لكتاب، كتاب اللّه وراء ظهورهم كانّهم لا يعلمون۔ واتبعوا ما تتلو الشّياطين على ملک سليمان۔ و ما كفر سليمان و لكنّ الشّياطين كفروا يعلّمون النّاس السّحر وما انزل على الملكين ببابل هاروت و ماروت ۔

یعنی علم شرعیہ را کہ مدار اصل نجات است ۔ پس پشت انداختہ در پئے تحصیل علوم زوا ید کہ در منا فع اخرو یہ ہیچ دخل نمی دارد و چنا نچہ کر یمہ :

و لقد علموا لمن اشتراه ماله فى الآخرة من خلاق۔

بر آں دلالت میدارد افتادہ اند اگر چہ در نفس الامر بعضے از آن علوم ما خوذ از شیا طین اند و بعضے از ملائکہ لیکن ہرگا ہ کہ در امور اخرو یہ دخل نمید ا رد بہ نسبت ایشاں ہمہ از قبیل لغو و لا طائل است بلکہ سعی در تحصیل آں مضر۔ و در ہماں سورہ میفر ما ئد :

ثمّ انتم هئولا ء تقتلون انفسكم و تخرجون فر يقاً مّنكم من ديارهم تظاهرو ن عليهم بالاثم و العدوان و ان يّأ توكم اسارى تفادوهم و هو محرّم عليكم اخرا جهم ۔ افتؤمنون ببعض الكتا ب وتكفرون ببعض ۔ فما جزاء من يّفعل ذلک منكم ا لّا خزى فى الحيوة الدّ نيا و يوم القيامة يردّون الى اشدّ العذا ب

یعنی وجوہ نصرت مظلوم بمرا تب ادون است از مرتبہ نفس ظلم و در اول اہتمام عظمی مینما یند و در ثانی جرأت بے تحا شا۔ پس در دنیا و آ خرت نکال این قلب موضوع خواہد کشید ۔ و در ہماں میفر ما ید:

سيقول السّفهاء من النّاس ما ولّهم عن قبلتهم الّتى كانوا عليها ۔ قل للّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المشرق و المغر ب یهدی من یشاء الی صرا طٍ مستقیم

ونیز میفر ماید:

لیس البرّ ان تولّوا و جوهکم قبل المشر ق والمغر ب ولکنّ البرّ من آ من با للّه و الیوم ا لآخر و الملائکة والکتا ب و النّبیّین و آ تی المال علی حبّه ذوی القر بی و الیتامی و المسا کین و ابن السّبیل و السّا ئلین و فی الرّقاب و اقام الصّلوة و آتی الزّکوة و الموفون بعهد هم اذا عا هدوا و الصّابر ین فی البأ ساء و الضرّاء و حین البأ س اولئک الّذ ین صد قوا و اولئک هم المتّقون ۔

یعنی استقبال قبلہ مخصوص از اصول دین وارکان حقیقت تقوی نیست تا تفاصیل ادیان باو واضح گردد۔ پس درمقام بیان تفاصیل ادیان گفتگو درآں نا شے از سفاہت ست بلکہ آنچہ اصول دین وارکان حقیقت تقوی ست ایں امور مذکورہ است پس درمقام ایضاح تفاصیل ادیان وارکان حقیقت تقوی دریں امور تامل باید کہ اہل کدام دین بآں متصف اند وکدام نے، ودرسورۃ آل عمران میفر ماید:

ها انتم هئولاء حاججتم فیما لکم به علم۔ فلم تحاجّون فیما لیس لکم به علم ۔ و اللّه یعلم و انتم لا تعلمو ن ۔

یعنی چیز یکہ اصل آں از کتاب اللہ معلوم نیست در پئے تفتیش آن افتادن بیجاست زیرا کہ احاطہ جمیع معلومات شان ربانی است نہ شان انسانی وایں نہی است از تعمق وبرہمیں مضمون دلالت میدارد وآنچہ درہماں سورہ میفر مائید:

هو ا لّذی انز ل علیک ا لکتا ب منه آ یات محکمات هنّ امّ الکتا ب و اخر متشا بها ت فا مّا الّذ ین فی قلوبهم زیغ فیتّبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تا ویله وما یعلم تاویله الّا اللّه و الرّا سخو ن فی العلم یقولو ن آ منّا به کلّ من عند ربّنا وما یذّ کّر الّا اولوا الالبا ب ۔

وآنچہ درسورۃ بنی اسرائیل فرمو دہ:

ولا تقف مالیس لک به علم انّ السّمع والبصر و الفؤاد کلّ اولئک کان عنه مسئولاً۔

ونیز درہماں سورہ فرمود:

و یسئلونک عن الرّوح ۔ قل الرّوح من امر ربّی وما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وآنچہ درسورہ کہف فرمودہ:

سیقولون ثلاثۃ رابعھم کلبھم و یقولون خمسۃ سادسھم کلبھم رجماً با لغیب و یقولون سبعۃ و ثامنھم کلبھم قل رّبّی اعلم بعدّتھم ما یعلمھم الّا قلیل ۔فلا تمار فیھم الا مرآءً ظاھراً ولا تستفت فیھم منھم احداً

ونیز فرمودہ:

قل اللّٰہ اعلم بما لبثوا۔ لہ غیب السّماوات وا لارض ، و ابصر بہ و اسمع ما لھم من دونہ من وّلیّ و لا یشرك فی حکمہ احداً ۔ و اتل ما اوحی الیک من کتا ب ربّک لا مبدّل لکلماتہ و لن تجد من دونہ ملتحداً

یعنی بتعلیم وتلاوۃ کتاب اللہ وتحقیق علوم تشریح مشغول باید شدنہ باحاطہ علم الٰہی وتفتیش وقائع تکوین ۔

درسورۃ آل عمران میفرماید:

ماکان لبشرٍ ان یّؤتیہ اللّٰہ الکتاب و الحکم والنّبوّۃ ثمّ یقول للنّاس کونوا عباداً لّی من دون اللّٰہ ، و لکن کونوا ربّانیّین بما کنتم تعلّمون الکتاب و بما کنتم تدرسون ۔ولا یامرکم ان تتّخذوا الملائکۃ والنّبیین اربابا ایامرکم با لکفر بعد اذ انتم مسلمو ن ،

یعنی آنچہ بتعظیم واکرام انبیاء اللہ واکرام ملائکہ حکم میفرمائد معینش ایں نباید فہمید کہ ایشاں را عبادت باید کرد یا ایشاں راشان ربوبیت یعنی تصرف درامور تکوینیہ بالاستقلال ثابت باید کرد یا خودرا مقہور قدرت ایشاں تصور باید کرد ایں امور مقتضیات علاقہ عبودیت وربوبیت ست وآن مختص ست باوتعالی او کسے دیگر رادرآن دخل دادن کفر است ومنافی اسلام وایں سدّ باب غلواست ۔ فقط ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راہ سنت در ردّ بدعت

ایضاح الحق کے دو اردو ترجمے ہمارے پاس موجود ہیں، اور ان دونوں کو سامنے رکھ کر ہم نے ایک تیسرا ترجمہ بھی تیار کیا تھا، لیکن ان تراجم سے صرف نظر کر کے ہم سید احمد دہلوی (جو بعد میں سرسید احمد خان ہو گئے تھے) کی تصنیف راہ سنت در رد بدعت، جو پہلی بار ۱۸۵۰ء میں شائع ہوئی تھی، نقل کرتے ہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ کہ بقول سید احمد دہلوی، ان کی راہ سنت دراصل ایضاح الحق ہی سے ماخوذ ہے۔ دوسرے اس لئے کہ راہ سنت اس وقت کے ایک اہلحدیث کی تصنیف ہے جب نواب صدیق حسن، سید عبداللہ غزنوی وغیرہ ابھی منظر عام پر نہ آئے تھے اور میاں صاحب دہلوی بھی ابھی شیخ الکل نہیں ہوئے تھے۔ اس دور میں سید احمد خان خود کو وہابی اور اہل حدیث کہتے تھے اور شاہ اسماعیل کے معتقد تھے اور عامل بالحدیث تھے (سرسید احمد خان بعد میں عمل بالحدیث کے مسلک پر نہیں رہے، تاہم زیر نظر تالیف ایک اہلحدیث کی تالیف ہے اور اہلحدیث کا تاریخی سرمایہ ہے۔ اور جناب ابو یحیٰ امام خان نوشہروی نے تو یہ بھی بتایا ہے کہ سرسید احمد نے آخر عمر میں اپنے عقائد باطلہ سے رجوع کر لیا تھا۔ امام خان نے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں لکھا تھا:

> اس میں کوئی شک نہیں کہ سرسید احمد خان سے انکار معجزات وغیرہ میں بہت لغزش ہوئی۔ مگر انہوں نے یہ روش ملاحدہ یورپ کے اعتراضات سے گھبرا کر اختیار کی۔ کاش وہ ایسا نہ کرتے اور ان معاملات پر بحث و تمحیص اعلم العلماء پر چھوڑ دیتے۔ خدا انہیں معاف فرمائے۔ لیکن ان بدعات پر سرسید احمد نے آخر عمر میں ایک توبہ نامہ لکھا جو اخبار روز نامہ زمین دار لاہور (غالباً) ۱۹۱۱ء میں چھپا۔ یہ دستاویز (سوہدرہ میں) میرے غریب خانہ پر محفوظ ہے۔
>
> اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء۔ ص ۹۔۱۰)

جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے لکھا ہے: یہ مضمون سرسید احمد خان نے ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء میں اس وقت لکھا تھا جب آپ پکے اہل حدیث یا دوسرے لفظوں میں کٹر وہابی تھے.... چنانچہ ۳۳ سال کے بعد اپنے اسی مضمون پر ریویو کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

یہ رسالہ راہ سنت اس زمانے میں لکھا گیا تھا جبکہ وہابیت کا نہایت زور شور سے دل پر اثر چھایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا تھا۔

اس زمانے میں جب کہ یہ مضمون لکھا گیا وہابیت اور حنفیت کی جنگ بڑے زور شور سے لڑی جا رہی تھی اور اکثر اوقات اکثر مقامات پر زبانی تو تکار سے ہاتھا پائی تک نوبت پہنچ جاتی تھی اور معمولی بحث مباحثہ اکثر مقدمہ بازی، ضمانت، مچلکہ بلکہ قید اور جرمانہ پر ختم ہوتا تھا۔ بکثرت کتابیں ایک دوسرے کے رد میں لکھی جاتی تھیں... سرسید نے ..(یہ) مضمون بڑے جوش اور شدت کے ساتھ اور خوب تشریح و تفصیل سے (لکھا)، جس میں اس امر کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا کہ ہم مسلمانوں کو اپنے تمام کاموں میں پورے طور پر سنت رسول کی پیروی کرنی چاہیے اور ہر ایک ایسے کام سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا۔ ...۱۸۸۳ء میں جب انہوں نے اس مضمون کو دوبارہ تصانیف احمد یہ جلد اول حصہ اول میں شامل کر کے شائع کیا تو اس پر خود ہی ایک ریویو لکھا۔

اس ریویو میں سرسید احمد لکھتے ہیں:

یہ رسالہ راہ سنت اس زمانے میں لکھا گیا تھا جب کہ وہابیت کا نہایت زور شور سے دل پر اثر چھایا ہوا تھا۔ اگر چہ اس رسالے کی طرز و بیان میں کچھ فرق ہو مگر دراصل یہ رسالہ جناب مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب کے ایک رسالے مسمی بہ ایضاح الحق الصریح سے ماخوذ ہے۔..ایک دفعہ جناب مولانا محمد صدر الدین خان بہادر مرحوم کی مجلس میں سنت بدعت کا ذکر ہوا اور میں نے کہا کہ گو بدعت اعتقاد سے متعلق ہے، مگر حقیقت میں عقاید و اعمال دونوں سے علاقہ رکھتی ہے، حتی کہ افعال عبادت و عادت و معاملت و کتابت تمام امور سے متعلق ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی آم نہیں کھایا تو تم آم کھانے کو بھی بدعت کہو گے اور آم نہ کھانے والے کو متبع سنت۔ میں نے عرض کیا، ہاں، مگر جیسے درجے فرض و واجب و سنت و مستحب و مباح کے اعمال جائز میں ہیں اور جیسے حرام و مکروہ تحریمی تنزیہی اعمال ناجائز میں ہیں، اسی طرح بدعت کے بھی درجات ہیں۔ کفر سے لے کر ادنی سے ادنی درجے ترک اولی تک۔ جو چیزیں کہ آنحضرت ﷺ نے تناول فرمائی ہیں جب تک ان کا کھانا غالباً آپ بھی سنت فرماویں گے تو جو چیزیں آنحضرت ﷺ کو ناپسند تھیں ان کا کھانا مکروہ تو ضرور کہا جائے گا اور جو چیزیں اس وقت میں موجود نہ تھیں ان کا پسند یا ناپسند ہونا مشتبہ ہے۔ پس آم کھانا مکروہ نہ سہی ترک اولی تو ہے۔ اس لئے کہ نہ کھانے میں تو صریح آنحضرت ﷺ کی مطابقت ہے اور کھانے میں امر مشتبہ ہے اور اس لئے ترک اولی ضرور ہے۔ مولانا اس تقریر سے کسی قدر خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم آم کھانے والوں کو کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ان کو تو میں کچھ نہیں کہتا، کیونکہ امر مشتبہ ہے، لیکن اگر آپ نہ کھانے والوں کی نسبت استفسار فرماویں تو عرض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کروں؟ مولانا نے فرمایا انہی کی نسبت کہو۔ میں نے عرض کیا کہ قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر کوئی شخص اس خیال سے آم نہ کھاوے کہ آنحضرت ﷺ نے نہیں کھایا تو فرشتے اس کے بچھونے پر اس کے قدم چومیں۔ یہ بات میں نے نہایت دلی جوش سے کہی، مولانا اس کو سن کر چپ ہو رہے۔ اسی زمانہ زور وشور وہابیت میں اور اسی گفتگو کے بعد میں نے یہ رسالہ لکھا۔...(ریویو بر مضمون: راہ سنت و رد بدعت۔ نوشتہ سرسید احمد بماہ جولائی ۱۸۷۹ء در تصانیف احمد یہ جلد اول حصہ اول مطبوعہ ۱۸۸۳ء)۔

ان تمہیدی وتعارفی گذارشات کے بعد سید احمد خان دہلوی کا کا رسالہ راہ سنت ملاحظہ فرمایئے۔ سید احمد دہلوی میں لکھتے ہیں:

سنو بھائی مسلمانو! ہمارے زمانے میں بدعت کا ایسا زور ہوا ہے کہ سنت کے نام سے لوگ بھاگتے ہیں۔ اگر سنت کا نام لو، تو وہابی اور معتزلی کہلاؤ اور اگر بدعت پر بدعت کرتے جاؤ تو اللہ کے ولی بن جاؤ۔ اب تو یوں ٹھہر گیا ہے کہ جو سنت پر چلے وہ وہابی اور جو بدعت کرے وہ ولی۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگلے زمانے میں بعضے بزرگوں نے ایسا کیا ہے کہ جب بہت سے لوگ ان کے معتقد ہو جاتے تھے اور ہر وقت ان کے گرد رہتے اور اس سبب سے ان کے اوقات میں خلل پڑتا تو ان کا عقیدہ توڑنے اور اپنا پیچھا چھڑانے کو ایک چھوٹی سی سنت کو چھوڑ دیتے تھے، تاکہ لوگ بے اعتقاد ہو جائیں اور ملامت کریں کہ یہ تو تارک سنت ہے، اس کے پاس پھٹکنا نہیں چاہیے۔ اب یہ زمانہ آ گیا ہے کہ اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے لوگ برا کہیں اور میرے پاس نہ پھٹکیں تو وہ پیغمبر خدا ﷺ کی سنت کا اتباع کرے کہ اس زمانے میں یہی بات اس کے برا کہنے کو کافی ہے:

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

افسوس کیا زمانہ تھا کہ اگلے لوگ سنت رسول اللہ ﷺ پر جان دیتے تھے اور اب جو سنت پر چلے اس پر نام دھرا جاتا ہے۔ کوئی نہیں پوچھتا کہ پیغمبر ﷺ کے وقت میں کیا ہوتا تھا اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کیا کرتے تھے۔ آیا ان کے ہاں بھی مرنا، جینا، شادی، غمی ہوتی تھی، وہ بھی خدا کے طالب تھے، دنیا سے بھاگتے تھے، انہوں نے کیا کیا، وہی ہم بھی کریں۔ کون سی چیز اس زمانے میں نہ ہوتی تھی جو اب نئی ہوگئی کہ نئی بات نکالنا پڑا اور جن زمانوں کے اچھے ہونے کی حضرت ﷺ نے خبر دی ان کی پیروی چھوڑنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ خیر امّتی قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم ثمّ ان بعدھم قوماً یشھدون ولا یستشھدون و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یخونون ولا یؤ تمنون و ینذرون ولا یوفون و یظھر فیھم السّمن ۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب مناقب الصحابۃ میں عمران ابن حصین سے نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے اچھے میرے اصحاب ہیں، پھر میرے اصحاب کے ملنے والے، پھران کے ملنے والوں کے ملنے والے پھران کے بعد لوگ ہوں گے کہ گواہی دیں گے اور کوئی ان کی گواہی نہ لے گا اور خیانت کریں گے اور دیانت دار نہ ہوں گے اور وعدہ کریں گے مگر پورا نہ کریں گے اور ہر طرح کا مال کھا کر موٹے ہو جاویں گے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ساری امت سے اچھے تو صحابہ تھے اور ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین باقی امت سے اچھے ہیں ۔ پھر جو خصلتیں اور عادتیں اور عبادتیں ان لوگوں میں مروج تھیں، وہی اچھی ہیں اور باقی سب ناکارہ ۔ پھر کیسا ہی بڑا عالم ہو اور کتنا ہی بڑا فقیر اور کیسا ہی پیر اور کیسا ہی پیرزادہ ہو، اگر اس کی باتیں ایسی ہیں جیسی ان لوگوں کی تھیں، تو وہ تو سب کا سرتاج ہے، اور نہیں تو کچھ بھی نہیں ۔ اے بھائی مسلمانو ! یقین جان لو کہ کسی پیر یا فقیر کے نکالے ہوئے طریقے پر چلنے سے چھٹکارا نہیں ہونے کا، صرف رسول خدا ﷺ کی سنت اور آپ کے خاص لوگوں کی طریقت پر چلنے سے چھٹکارا ہے ۔

عن عبد اللّٰہ ابن عمرو قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لیا تین علی امّتی کما اتی علی بنی اسرا ئیل حذو النّعل بالنّعل حتّی ان کان منھم من اتی امّہ علانیۃ لکان فی امّتی من یصنع ذلک و انّ بنی اسرا ئیل تفرّقت علی ثنتین و سبعین ملّۃ و تفترق امّتی علی ثلث و سبعین ملّۃ کلّھم فی النّار الّا ملّۃ وا حدۃ قالوا من ھی یا رسول اللّٰہ ﷺ قال ما انا علیہ و اصحا بی

یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنہ میں عبداللہ بن عمرو سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر بھی ایسا زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا، ہو بہو ۔ یہاں تک کہ اگر ان میں سے کسی نے بے دھڑک اپنی ماں کے ساتھ برا کام کیا تھا تو میری امت میں بھی ایسا ہی کریں گے ۔ اور بنی اسرائیل تو بہتّر راہ پر ہو گئے تھے اور میری امت کے لوگ تہتّر راہ ہوں گے، سارے کے سارے دوزخ میں جائیں گے مگر ایک راہ والے دوزخ میں نہیں جانے کے ۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون سی راہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس راہ پر میں ہوں اور میرے اصحاب، یعنی اس راہ پر جو لوگ ہوں گے دوزخ میں نہیں جائیں گے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس بات میں نجات ہے وہ رسول خدا ﷺ کی سنت اور صحابہ کی طریقت ہے، پھر اے بھائی مسلمانو! تم بھی رسول خدا ﷺ کی سنت اور صحابہ کی طریقت کو پکڑو اور بدعت کو چھوڑو اور اپنے باپ دادا کی رسمیں مٹنے کا دھیان مت کرو، اس لئے کہ باپ دادا کی رسموں کے بدلے رسول خدا کی سنت مہنگی نہیں ہے بلکہ رسول خدا کی سنت تو وہ نعمت ہے کہ اگر دونوں جہان کے بدلے ہاتھ لگتی ہے تو بھی سستی ہے

بوئے کزاں عنبر ارزاں دہی گر بہ دو عالم دہی ارزاں دہی

یہ تو خیال میں نہیں آتا کہ پیغمبر خدا ﷺ کا کلمہ پڑھ کر اور مسلمان کہلا کر آدمی بدعت کو برا نہ جانے، مگر حدیث میں جو بدعت کا لفظ آیا ہے شائد تم کو اس کے معنی معلوم نہیں تو چلو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے اس کے معنی بھی پوچھ لیں کیونکہ مثل مشہور ہے: تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

پہلی قسم کی بدعت کا بیان

عن عربا ض بن ساریه قال صلّی بنا رسول اللّه ﷺ ذا ت یوم ثمّ اقبل علینا بو جهه فوعظنا موعظة بلیغة ذرفت منها العیون و وجلت منها القلوب فقا ل ر جل یا رسول اللّه ﷺ کا ن هذه مو عظة مودع فاوصینا فقال اوصیکم بتقوی اللّه و السّمع و الطّاعة و ان کا ن عبداً حبشیاً فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلا فاً کثیراً ۔ فعلیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الرّاشدین المهدیین تمسکوا بها و عضّوا علیها با لنّوا جذ و ایّا کم و محد ثات ا لامور فان کلّ محد ثة بدعة و کل بد عة ضلا لة ۔

یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں عرباض بن ساریہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے ایک دن ہم کو نماز پڑھائی، پھر ہماری طرف منہ کر کے متوجہ ہوئے، پھر ہم کو نصیحت کی بہت اچھی نصیحت کہ اس نصیحت کے سبب سب آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور اس سے دل کانپ گئے ۔ پھر ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ نصیحت تو رخصت کرنے والے کی سی ہے ۔ پھر ہم کو کچھ وصیت بھی کر دیجئے ۔ پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو اللہ کے ساتھ پرہیز گاری کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اور سردار کا کہا ماننے اور حکم بجالانے کی، اگرچہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو ۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ میرے پیچھے جو کوئی تم میں سے جیتا رہے گا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا ۔ پھر میری سنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر چلو کہ ان کو ہدایت ہوگئی ہے۔ اسی پر بھروسا کرو اور اسی کو دانتوں سے مضبوط پکڑے رہو اور بچو تم نئی نئی چیزوں سے۔ پھر اس میں کچھ شک نہیں کہ جو نئی چیز ہے، بدعت ہے، اور جو بدعت ہے، گمراہی ہے۔

و عن جا بر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اما بعد فان خیر الحد یث کتا ب اللّٰہ و خیر الھدی ھد ی محمّد و شرّ الا مور محد ثا تھا و کلّ بد عۃ ضلا لۃ۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے اسی باب میں جابر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ سب سے اچھا کلام، کلام اللہ ہے، اور سب سے اچھی راہ محمد ﷺ کی ہے اور بدترین چیزوں کی، نئی نکلی ہوئی چیزیں ہیں اور جو بدعت ہے گمراہی ہے)۔

ان حدیثوں میں دو لفظ آئے ہیں، ایک تو محد ثا ت اور دوسرا امور جن کا ترجمہ نئی چیزیں ہیں اور ان دونوں لفظوں کے معنی معلوم ہونے سے بدعت کے معنی بھی معلوم ہو جاتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو چیز نئی ہے، بدعت ہے۔ تو جب نئی چیز اسے کہتے ہیں کہ نہ تو وہ اگلے زمانے میں ہو اور نہ اس کی مانند اور کوئی چیز ہو۔ مثلاً نئی ٹوپی سینی یا تازی روٹی پکانی یا نئی تلوار بنانے کو باوجود یکہ یہ سب چیزیں نئی ہوتی ہیں، مگر ان کو کوئی شخص نئی چیز نہیں کہتا تو اس کا یہی سبب ہے کہ اگرچہ یہ ٹوپی جواب سی گئی ہے، یا یہ روٹی جواب پکائی گئی ہے، یا یہ تلوار جواب بنائی گئی ہے، اگلے زمانے میں یہ تو نہ تھی، مگر اس طرح کی ٹوپی اور اس طرح کی تلوار اگلے زمانے میں بھی ہوتی تھی۔ اس واسطے ان چیزوں کو یہ تو کہیں گے کہ یہ نئی روٹی اور نئی ٹوپی اور نئی تلوار ہے، مگر یہ کوئی نہیں کہے گا کہ یہ نئی چیز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نئی چیز وہی ہے کہ اگلے زمانے میں نہ وہ چیز تھی اور نہ اس کی مانند اور کوئی چیز۔ کیونکہ اگر وہ چیز خود اگلے زمانے میں تھی تو گویا یہ حال کی چیز بھی اگلے زمانے کی ہوئی اور اس واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فا عتبروا یا اولی الابصار۔ یعنی اے سمجھ والو ایک چیز کا حال دیکھ کر اسی طرح کی دوسری چیز کا بھی ویسا ہی حال سمجھ لو۔ اور شرع میں اسی بات کا نام قیاس ہے۔ پھر ایک چیز کا دوسری چیز پر قیاس کرنا نئی بات نہ ہوئی۔ کیونکہ قیاس کرنے کا تو اللہ نے حکم دیا ہے اور نئی چیز کو رسول خدا ﷺ نے برا بتایا ہے کہ شرّ الامور محد ثا تھا، یعنی بدترین چیزوں کی نئی نکلی ہوئی چیزیں ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ بری بات کا کیوں حکم دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر پہلی چیزوں کی مانند اب کوئی چیز ہو، تو وہ نئی چیز نہیں ہے۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگلے زمانے سے وہی زمانہ مراد ہے جس کے اچھے ہونے کی رسول مقبول ﷺ نے خبر دی ہے اور وہ زمانہ رسول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خدا ﷺ کا زمانہ ہے اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا۔

خیر امّتی قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم۔

(یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سب سے اچھے میرے اصحاب ہیں، پھر میرے اصحاب کے ملنے والے، پھر ان ملنے والوں کے ملنے والے)۔

پس اب نئی چیز وہی ہوگی کہ ان زمانوں میں نہ وہ چیز ہو اور نہ اس کی مانند دوسری چیز، کیونکہ جو چیز کہ ان تینوں زمانوں میں تھی وہ بھی سنت ہے، کیونکہ رسول خدا ﷺ نے ان زمانوں کے اچھے ہونے کی خبر کر دی اور صحابہ کے طریقے پر چلنے کا حکم دے دیا۔

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الرّاشدین المھدیّین۔ یعنی میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر چلو کہ ان کو ہدایت ہوگئی ہے۔

اور یہ بھی جان لو کہ ہم نے جو یہ بات کہی ہے کہ جو چیز حضرت ﷺ کے زمانے میں یا ان تینوں زمانوں میں تھی وہ سنت ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ یا تو اس چیز کو حضرت ﷺ نے آپ کیا اور یا اس کے کرنے کا حکم دیا ہو، اور یا کسی نے کیا ہو اور آپ نے خبر پا کر منع نہ کیا ہو۔ یہ تو اس چیز کا حضرت کے وقت میں ہونا ہے۔ اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں اس چیز کے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ان زمانوں میں سے کسی زمانے میں بے کھٹکے اس کا رواج ہوگیا ہو اور کسی نے اس کو برا نہ جانا ہو۔ نہ یہ کہ کسی اکّا دکّا نے اسے کیا ہو، یا اس کے کرنے والوں کو لوگوں نے برا جانا ہو۔ کیونکہ اس طرح کی بات معتبر نہیں ہوتی اور اس کا ہونا نہ ہونے ہی کے برابر ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ حدیث میں جو یہ لفظ آیا ہے کہ ما انا علیه و اصحا بی، اس لفظ سے صحابہ کی عادت مراد ہے، کیونکہ ابن مسعودؓ نے صحابہ کی راہ چلنے کے یہ معنی بتائے ہیں:

عن ابن مسعود قال من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فا ن الحیّ لا تؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمّد ﷺ کانوا افضل هذه الامّة ابرها قلوباً واعملها علماً واقلّها تکلفاً اختا رهم اللّه لصحبة نبیّه ولاقامة دینه فاعترفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثر هم و تمسکوا بما استطعتم من ا خلا قهم و سیر هم فا نّهم کا نوا علی الهد ی المستقیم۔ رواه رزین۔

(یعنی مشکوٰۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں لکھا ہے کہ رزین نے ابن مسعودؓ سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص کسی کی راہ پر چلنا چاہے تو ان لوگوں کی راہ پر چلے جو مر گئے ہیں کیونکہ زندوں پر فتنے میں نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑنے کا بھروسا نہیں ہوتا ہے، اور وہ لوگ محمد رسول اللہ ﷺ کے اصحاب تھے؛ اس ساری امت کے لوگوں سے بہتر، بہت صاف دل اور بڑے عالم اور بہت بے تکلف۔ ان کو اللہ نے اپنے نبی کی صحبت اور اس کا دین مستحکم کرنے کے لئے پسند کیا تھا۔ پھر تم ان کی بزرگی پر خیال کرو اور انکے قدم بقدم چلو اور جتنا ہو سکے ان کے اخلاق اور ان کی عادتوں کو پکڑو۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سیدھی راہ پر تھے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ما انا علیه و اصحا بی، سے یہی مراد ہے کہ صحابہ کے اخلاق اور انکی عادتوں کو پکڑنا چاہیے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب اس طرح پر بات کہی جاتی ہے کہ فلانے لوگوں کی یہ عادت ہے تو اس سے وہی بات مراد ہوتی ہے جس کا ان لوگوں میں رواج ہو، نہ وہ بات کہ اتفاقاً کسی اکا دکا آدمی نے اس کو کرلیا ہو، یا اس کے کرنے والوں کو لوگ برا جانتے ہوں، کیونکہ ایسی بات کو عادت نہیں کہتے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حبشیوں میں کچا گوشت کھانے کا رواج ہے کہ اکثر حبشی کچا گوشت کھاتے ہیں، اور کوئی حبشی اس کو برا نہیں جانتا۔ گو کسی ایک آدھ حبشی نے نہ بھی کھایا ہو، مگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ کچا گوشت کھانا حبشیوں کی عادت ہے۔ اور اگر اتفاق سے کوئی ہندوستانی بھی کچا گوشت کھالے یا ہندوستانی لوگ کچا گوشت کھانے والوں پر نام دھریں تو یہ کوئی نہیں کہنے کا کہ کچا گوشت کھانا ہندوستانیوں کی بھی عادت ہے۔ غرض کہ عادت اس کو کہتے ہیں کہ جس کا بے کھٹکے رواج ہو گیا ہو۔ اور اس کے سوا ایک بات اور ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ ما انا علیه و اصحا بی (یعنی جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب) اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر بہت سی چیزوں کو اپنی طرف نسبت کر کے بیان کیا جائے تو اس سے وہ سب چیزیں مراد ہوتی ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ کچھ تو ان میں سے مراد ہوں، اور کچھ نہ ہوں۔ مثلاً کسی شخص کے بہت سے بھائی ہوں اور وہ یہ کہے کہ اس حویلی میں میرے بھائیوں کی شرکت ہے تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اس کے جتنے بھائی ہیں سب کے سب شریک ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، میرے اصحاب، ۔ اس لفظ سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ سارے اصحاب مراد ہیں۔ اور سارے صحابیوں کا کسی بات پر متفق ہو جانا دو ہی طرح پر ہو سکتا ہے، یا یہ کہ سب صحابی اسی بات کو کریں، یا اکثر کریں اور باقی برا نہ جانیں۔ اور اسی بات کا نام رواج ہے۔ اور اسی طرح رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے خیر امّتی قرنی ۔ یعنی میری امت میں سب سے اچھے میرے زمانے کے لوگ ہیں، تو اس سے یہی بات سمجھی جاتی ہے کہ ان لوگوں میں جن جن چیزوں کا رواج ہے وہ اچھی ہیں، نہ یہ کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً بشریت سے کوئی کام کر بیٹھے تو وہ بھی اچھا ہو جاوے گا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی یوں کہے کہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانے کے لوگ بہت فضول خرچ ہیں تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اس زمانے کے لوگوں میں شادی اور غمی اور مرنے اور جینے اور پہننے اور اوڑھنے اور کھانے اور پینے میں بہت سے روپے خرچ کرنے کا رواج ہے، اگرچہ کوئی ایک آدھ آدمی فضول خرچ نہ بھی ہو۔ غرض کہ جس چیز کی عادت پڑ گئی ہو اور جس کا رواج ہو گیا ہو وہی چیز، ہونے، میں داخل ہی نہیں تو اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ بس اب نئی چیز کے معنی یہ ٹھہرے کہ نہ وہ چیز اور نہ اس کی مانند دوسری چیز رسول خدا ﷺ کے زمانے میں ہو اور نہ اس چیز کا اور نہ اس کی مانند دوسری چیز کا ان تینوں وقتوں میں بے کھٹکے رواج ہو گیا ہو۔ اب جہاں کہیں نئی چیز کا ذکر آوے یہی معنی سمجھنا۔ مگر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہیے کہ نئی چیز تو ہر طرح کی بات کو کہتے ہیں، خواہ دین کی بات ہو خواہ دنیا کی، مگر اس جگہ صرف دین کی بات مراد ہے

عن رافع بن خدیج قال قدم نبیّ اللّٰہ ﷺ المدینۃ و ھم یابرون النّخل فقال ما تصنعو ن قا لوا کنا نصنعہ قال لعلکم لو لم تفعلوا کان خیراً ۔ فترکوہ فنقصت قا ل فذ کروا ذلک لہ فقا ل انّما انا بشر ۔ اذا امرتکم بشیء من رأی فا نّما انا بشر ۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں رافع بن خدیج سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور مدینہ والے کھجوری میں کھجور کا مادہ دیتے تھے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ یہ کیا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم تو یونہی کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر نہ کرو تو شاید اچھا ہو۔ پھر لوگوں نے مادہ دینا چھوڑ دیا۔ مگر اس برس کھجوریں کم پھلیں۔ لوگوں نے حضرت ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بات یوں ہی ہے کہ میں بھی آدمی ہوں، جب تمہارے دین کی کوئی بات بتاؤں تو اس کو بجالاؤ اور دنیا کی جس بات کو اپنی عقل سے کہوں تو پھر میں بھی ایک آدمی ہی ہوں)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول خدا ﷺ نے جو نئی چیزوں کو برا بتایا ہے تو ان چیزوں سے دین ہی کی بات مراد ہے۔ دنیا کے کاموں سے کچھ غرض نہیں۔ اور دین کی بات اسے کہتے ہیں جس سے شرع کے حکم علاقہ رکھتے ہوں۔ اور شرع کے حکم پانچ چیزوں سے متعلق ہیں۔

ایک تو عقاید سے کہ آدمی اپنا عقیدہ کیسا رکھے، جیسے کہ اللہ کو ایک جاننا اور شرک نہ کرنا، کیونکہ اللہ کو ایک سمجھنا مسلمان ہونے کی بنیاد ہے اور شرک کرنا مسلمانی کو ڈھانا ہے۔

دوسرے اخلاق سے کہ آدمی اپنے میں کس طرح کا خلق پیدا کرے، جیسے کہ رحم دل ہونا اور سخت دل نہ ہونا۔ کیونکہ رحم دل پر اللہ رحمت کرتا ہے اور سخت دل اللہ کی رحمت سے دور ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یا توکل کرنا اور حریص نہ ہونا، کیونکہ توکل کرنے سے اللہ تعالی کے دربار میں رتبہ بڑھتا ہے اور حرص کرنے سے قدر گھٹتی ہے۔

تیسرے ان باتوں سے جو آدمی کے دل پر ایک کیفیت اچھی یا بری چھا جاتی ہے جیسے اللہ کی محبت دل پر چھانی اور سبکی محبت دل سے نکلی اللہ کی رضا مندی کا سبب ہے اور اللہ کے دشمنوں کی محبت جنمی اللہ کی خفگی کا باعث ہے۔

چوتھے ان باتوں سے جو آدمی اپنی زبان سے کہتا ہے، جیسے گناہوں سے توبہ کرنے میں اللہ مہربان ہوتا ہے اور دین کے کاموں رواداری کرنے سے جس کا نام صلح کل رکھا ہے، اللہ کی مہربانی جاتی رہتی ہے۔

پانچویں ان باتوں سے جو آدمی اپنے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک سے کرتا ہے، جیسے جہاد کرنے سے جنت میں درجہ بڑھ جاتا ہے اور مسلمان کے مارنے سے دوزخ میں پڑتا ہے۔

غرض کہ شرع میں انہی پانچ چیزوں سے بحث ہے کہ انہیں پانچ چیزوں میں سے کسی کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اور کسی کے نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ اور ان پانچوں چیزوں کو اگر عبادت کے طور پر کرے گا تو اگر عادت کے طور پر کرے گا تو اور اگر دنیا کے معاملے کے طور پر کرے گا تو انہی سے شرع کے حکم متعلق نہیں، کیونکہ جس طرح شرع کے حکم عبادت سے متعلق ہیں، اسی طرح عادت اور دنیا کے معاملے سے بھی متعلق ہیں۔ جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین دفعہ کر کے خوشبو لگانی اور تین دفعہ سلامی سرمہ دینا اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور بائیں ہاتھ سے کھانا برا۔ حالانکہ یہ تو ایک عادت کی بات ہے، یا یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان داری سے سوداگری کرنی قیامت میں نفع سے گی اور کلام اللہ میں آیا ہے کہ سود کھانا قیامت میں نقصان دے گا، حالانکہ یہ تو دنیا کے معاملات کی بات ہے۔ غرض کہ شرع کے احکام جس طرح عبادت سے متعلق ہیں اسی طرح عادت اور دنیا کے معاملات سے بھی متعلق ہیں اور سبب اس کا یہ ہے کہ شرع کے احکام آدمی کا ظاہر اور باطن دونوں درست ہونے کو اترے ہیں۔ پھر ظاہر کی درستی جب ہی ہوتی ہے، جب آدمی اپنی عبادت اور عادت اور معاملے کو درست کرے اور باطن کی درستی جب ہوتی ہے جب آدمی اپنا عقیدہ اور دل کے حالات خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے بموجب درست کرے۔

اندروں راز جہل خالی دار　　تا درونور معرفت بینی

اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ جس طرح شرع میں ان پانچوں چیزوں میں سے کسی کے کرنے اور کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نہ کرنے کا حکم ہے اسی طرح بعضے حکموں میں ایک قید لگا دی جاتی ہے اور اس کی حد معین کر دی جاتی ہے اور اس کی ایک شرط ٹھہرا دی جاتی ہے، جیسے وضو کے بغیر نماز کا نہ ہونا، یا مقدور کے بغیر حج کا فرض نہ ہونا، تو اس طرح کی باتیں بھی دین ہی کی باتوں میں داخل ہیں، اور ان میں بھی نئی بات نکالنی دین ہی کی بات میں نئی بات نکالنی ہے، کیونکہ ان باتوں سے بھی شرع کے حکم متعلق ہیں۔

ان حدیثوں سے بدعت کے یہ معنی معلوم ہوئے کہ جو عقیدہ اور بات چیت اور دل پر کے حالات اور عبادات اور عادت اور معاملہ کہ نیا ہو، یعنی نہ وہ اور نہ اس کے مانند دوسری چیز رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہو اور نہ اس کا اور نہ اس کے مانند دوسری چیز کا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقتوں میں بلا کھٹکے رواج ہو گیا ہو اور کوئی شخص اس کو قیامت میں فائدہ مند سمجھ کر کرے یا مضر جان کر چھوڑ دے یا کسی عبادت یا معاملے کے رکن یا شرط یا لوازم سے جان کر کرے یا اس کے برخلاف سمجھ کر چھوڑ دے اس کو ٹھیٹ بدعت کہتے ہیں جس کے حق میں رسول مقبول صادق و مصدوق ﷺ نے فرمایا کہ ، شرّ الامور محد ثا تھا ۔ یعنی بدترین چیزوں کی نئی چیزیں ہیں۔ اب دیکھ لو کہ جو اس طرح کی نئی باتیں ہیں وہ ٹھیٹ بدعت ہیں۔

دوسری قسم کی بدعت کا بیان

اس کے سوا ہمارے زمانے میں ایک اور طرح کی بدعت کا زور ہے کہ جس میں اکثر خواص لوگ بھی مبتلاء ہیں۔ مثلاً ایک بات تو شرع میں ہے، مگر اس میں ایک اور ایسی بات بڑھا گھٹا دیتے ہیں کہ وہ سنت سے بدعت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اب ہم اس بدعت کا بیان کرتے ہیں:

عن عا ئشه قا لت قال رسول اللّه ﷺ من ا حد ث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ ۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنہ میں حضرت عائشہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ہماری اس شریعت میں نئی چیز نکالی کہ جو اس میں نہیں ہے تو وہ چیز مردود ہے)

و عن انس قال جاء ثلا ثة رهط الی ازوا ج النّبیّ ﷺ یسئلون عن عبادة النّبیّ فلمّا ا خبروا بها کانّهم تقالوها فقالوا این نحن من النّبیّ ﷺ و قد غفر اللّه له ما تقدّم من ذنبه و ما تأخّر فقال ا حد هم اما انا فاصلّی اللّیل ابداً و قال الآخر انا اصوم النّهار ابداً و لا افطر و قال الآ خر فاعز ل النّساء فلا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اتزوج ابداً فجاء النّبیّ ﷺ الیھم فقال انتم الّذین قلتم کذا و کذا اما و اللّٰہ انی لاخشاکم للّٰہ و اتقا کم لہ لکنّی اصوم و افطر و اصلّی و ارقد و اتز و ج النّساء فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں انسؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ تین شخص پیغمبر ﷺ کی بیویوں کے پاس آئے پوچھتے ہوئے نبی ﷺ کی عبادت کا حال۔ پھر جب ان کو وہ بتائے گئے تو گویا انہوں نے اس کو کم جانا، پھر آپس میں کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں نبی ﷺ کہ بے شک اللہ نے ان کی پہلی پچھلی باتیں سب بخش دی ہیں، پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو ساری رات نماز ہی پڑھا کرونگا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے ہی رکھا کرونگا اور نہ چھوڑونگا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں کے پاس نہیں جانے کا اور کبھی نکاح نہیں کرونگا۔ اتنے میں نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تم ہی ایسی ایسی باتیں کرتے ہو؟ خبردار ہو کہ خدا کی قسم بے شک میں بہت ڈرتا ہوں تمہاری نسبت اللہ سے اور تمہاری بہ نسبت بہت پرہیزگاری کرتا ہوں اللہ کی، لیکن میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا ہوں، اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور رات کو سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پھر جو شخص میری سنت سے پھرا وہ مجھ سے نہیں)۔

پہلی حدیث میں تین لفظ آئے ہیں کہ جن کے جاننے سے اس طرح کی بدعت کے معنی بھی معلوم ہو جاتے ہیں، ایک تو لفظ ا حد ث اور دوسرا امر نا اور تیسرا لفظ ما، جن میں سے پہلے دونوں لفظوں کا ترجمہ یہ ہے کہ نئی چیز نکالی ہماری شریعت میں۔ ان دونوں لفظوں کے معنی تو پہلے معلوم ہو چکے ہیں کہ نئی چیز کیا ہوتی ہے اور دین کی بات کن کن چیزوں کو کہتے ہیں۔ البتہ جان لو کہ ما کے لفظ کا ترجمہ اردو میں، جو، ہے اور اس لفظ کے ایسے مبہم معنی معلوم ہوتے ہیں کہ ہر بات پر ٹھیک آ جاتے ہیں۔ لیکن جس مقدمے میں بات چیت ہو اس کے قرینے سے اس مقدمے کے متعلق مراد ہوتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی یوں کہے کہ جاہلوں کو نہیں چاہیے کہ جو عالموں کی باتیں ہیں ان میں دخل دیں تو اب، جو، کا لفظ ایسا ہے کہ ہر بات پر ٹھیک آ سکتا ہے، مگر اس جگہ بات چیت کے قرینے سے یہ ہی بات سمجھی جاتی ہے کہ، جو، کے لفظ سے علم کی باتیں مراد ہیں کہ جاہل عالموں کے علم کی باتوں میں دخل نہ دے۔ یعنی کوئی کتاب نہ بنائے، کوئی تقریر نہ کرے، کوئی مسئلہ نہ نکالے۔ نہ یہ کہ کپڑا بنانے اور کھانا کھانے میں کچھ دخل نہ دے، اگرچہ کپڑا پہننا اور کھانا کھانا عالموں میں بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلی حدیث میں جو، ما، کا لفظ ہے اس سے بھی اسی طرح کے معنی مراد ہیں کہ جو کوئی نبیوں کے کام میں جو نئی بات نکالے وہ بات مردود ہے تو اب یہ بات دیکھنی چاہیے کہ انبیاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کس کام پر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اب سمجھ لو کہ جس طرح انبیاء عقاید اور اخلاق اور دل کے حالات اور زبان کی بات چیت اور ہاتھ پاؤں کے کام کاج جن سے ظاہر اور باطن کی آراستگی ہوتی ہے، درست کرنے کو آئے ہیں۔ اسی طرح سب باتوں کی حدیں مقرر کرنے اور ہر کام کرنے کا ڈھب بنانے اور ہر ایک چیز کی صورت ٹھہرا دینے کو بھی آئے ہیں، کیونکہ پہلے کی پانچوں باتوں کو تو جن سے ظاہر اور باطن درست ہوتا ہے دین کہتے ہیں اور دین ہر ایک نبی کے ساتھ تھا اور ہر نبی کو انہی پانچ باتوں کی درستی کے لئے نبوت عطا ہوئی تھی۔ قال اللّٰہ تعالی:

شرع لکم من الدّین ما وصّی به نوحاً و الّذی اوحینا الیک و ما وصّینا به ابرا هیم و موسی و عیسی ۔ (یعنی اللہ تعالی نے سورہ الشوری میں فرمایا: راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کہہ دیا تھا نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کہہ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسی کو اور عیسی کو)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین تو ہر نبی کا ایک سا تھا، مگر دوسری بات میں جس سے حدیں مقرر ہو جاویں اور ہر کام کا ڈھب ٹھہر جاوے اور ہر ایک بات کی ایک صورت بن جاوے، جدا جدا تھی۔ اور اسی دوسری صورت کو شریعت کہتے ہیں۔ قال اللّٰہ تعالی:

لکلّ جعلنا منکم شرعة وّ منها جاً ۔ (یعنی اللہ تعالی فرماتے ہیں، ہر ایک کو تم میں دی ہم نے ایک شریعت اور راہ)

پس اب سمجھ لو کہ ہر ایک چیز کی ایک حد مقرر کرنے اور ہر کام کا ڈھب بتانے اور ہر ایک بات کی ایک صورت بتا دینے کا نام شریعت ہے۔ مثلاً نماز پڑھنی اور شرک نہ کرنا اور زنا سے بچنا، یہ تو اصل دین ہے کہ ہر نبیوں کے وقت میں تھا اور نماز کی بھی حد مقرر کر دینے اور وقت ٹھہرا دینے اور رکعتیں گن دینے اور نکاح میں گواہوں کا ہونا اور مہر کا باندھنا اور بدشگونی ماننے سے ایک طرح کا شرک ہو جانا اور زنا اسی کو کہنا جہاں زنا نہ ہونے شبہ نہ ہو اور پھر زنا کی بھی حد معین کا مقرر ہونا اور اس طرح کی اور بہت سی باتیں جو شریعت میں مقرر ہیں اس کا نام شریعت ہے جو بخوبی شریعت محمد یہ میں پوری ہو چکیں جس میں اب گھٹانے بڑھانے کی حاجت نہ رہی۔ اور جن باتوں کی حدیں اور جن چیزوں کی صورتیں شارع نے مقرر کر دی ہیں وہ دو طرح پر ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر فلانا کام اس طرح پر نہ کیا جاوے گا تو شرع میں وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فلانا کام اس صورت پر ہوگا تو شرع میں بہت اچھا اور اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے۔ جیسے نماز میں کھڑا ہونا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کچھ کلام اللہ پڑھنا اور رکوع اور سجدہ کرنا یا نکاح میں ایجاب وقبول ہونا، کہ یہ سب باتیں ضرور ہیں اور ان کے بغیر وہ کام نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً نماز میں مقرر کر دینا کہ اتنی دیر تک کھڑا رہنا اور اتنی دیر تک بیٹھنا اور اتنی دفعہ تسبیحات پڑھنی بہتر ہیں اور اللہ کے نزدیک اچھی۔ یا مثلاً پانچوں نمازوں کے وقت مقرر کر دینے اور رمضان کا مہینہ روزوں کے لئے ٹھہرا دینا اور شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ اور ذی الحج کی دسویں تاریخ عید کے لئے مقرر کر دینی، ایسی باتیں ہیں کہ اگر اپنے وقتوں میں نہ کیا جاوے تو ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یا مثلاً رمضان کی راتیں اور شب برات کی رات میں عبادت کرنی اور آفتاب نکلنے کے بعد اشراق کی نماز پڑھنی اور آدھی رات کے بعد تہجد کی نماز ادا کرنی اور ایام بیض اور شش عید اور عرفہ اور عاشورہ اور شب برات کے روزے رکھنے، اور ساتویں دن عقیقہ کرنا اور جمعرات کے دن سفر کو جانا، ایسی چیزیں ہیں کہ اگر اپنے دنوں میں یہ کام کئے جاویں تو اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے۔ یا مثلاً پاک جگہ کا نماز کے لئے مقرر کرنا اور شہروں ہی میں جمعے کی اور عید کی نمازوں کا ہونا اور اعتکاف کے لئے مسجدوں ہی کا ٹھہرانا اور حج کے لئے کعبۃ اللہ ہی جانا ایسی چیزیں ہیں کہ اگر اسی طرح نہ ہوں تو ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ یا مثلاً فرضوں کے لئے اور نکاح باندھنے کو مسجدوں کا معین ہونا اور نفل اور کلام اللہ پڑھنے کو گھروں کا ٹھہرانا اور جامع مسجد جمعہ کی نماز کو اور جنگل عید کی نماز کو معین کرنا، ایسی باتیں ہیں کہ اگر اسی طرح پر ہوں تو اللہ کے نزدیک بہت بہتر ہے۔ یا مثلاً نماز میں رکعتوں کی گنتی ٹھہرا دینی، روزوں کا شمار بتا دینا، کفارے میں محتاج کھلانے کی گنتی مقرر کر دینا، یا خرید وفروخت کے معاملے میں تین دن تک کا اختیار دینا، ایسی باتیں ہیں کہ اگر اس طرح نہ ہوں تو ان کا ہونا نہ ہونے ہی کے برابر ہے۔ یا مثلاً نفلوں میں رکعتوں کی گنتی مقرر کر دینے اور جیسے صلوۃ التسبیح میں تسبیحات کا شمار بتا دینا، یا ہر بات میں طاق کا اچھا ہونا، ایسی باتیں ہیں کہ اگر اسی طرح پر ہوں تو اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔ غرض کہ جتنی باتیں دنیا میں ہیں، کیا شادی کی اور کیا غمی کی اور کیا عبادت کی اور کیا عادت کی اور کیا معاملے کی، سب کے لئے اللہ تعالی نے ایک حد مقرر کر دی ہے اور وہ حد دو طرح پر ہے۔ یا یہ کہ اگر اس حد کو توڑا جاوے گا تو اللہ کے نزدیک اس کام کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہوگا، یا یہ کہ ہو تو جاوے گا مگر جس طرح کہ حد کے نہ توڑنے میں اللہ کے نزدیک ثواب اور درجہ تھا اتنا ثواب اور درجہ نہیں ہوگا۔ کما قال اللہ تعالی:

و تلک حدود اللّٰہ و من یتعدّ حدود اللّٰہ فقد ظلم نفسہ۔ (یعنی اللہ نے سورہ طلاق میں فرمایا: اور یہ حدیں ہیں اللہ کی باندھی اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اس نے برا کیا اپنا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر کام کی جو اللہ نے حدیں مقرر کی ہیں ان کو نہ توڑنا، یعنی ان میں کمی بیشی نہ کرنی، شریعت پر چلنا ہے۔ بلکہ جن لوگوں کو اللہ نے نور معرفت کا دیا ہے اور اتباع اپنے حبیب کا نصیب کیا ہے ان کو تو ان باتوں کا یہاں تک خیال رہتا ہے کہ جتنے احکام شرع ہیں ان میں بھی غور کرتے ہیں کہ جن چیزوں کے بجالانے کا تاکیدی حکم ہے ان کے بجالانے میں، ان حکموں کے بجالانے سے جن میں اتنی تاکید نہیں ہے، زیادہ سعی اور کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً نماز میں سب چیزوں کے ادا کرنے کا حکم ہے مگر جتنی تاکید کہ اس کے ارکان درست کرنے پر ہے اتنی اور چیز پر نہیں۔ یا جتنی تاکید وضو کر کے نماز پڑھنے پر ہے، اتنی سیدھا قبلے کی طرف کھڑا رہنے پر نہیں، کیونکہ اگر تھوڑا سا قبلے سے کج ہو تو بھی نماز ہو جاتی ہے، یا مثلاً جیسے الحمد پڑھنے پر تاکید ہے ایسی اور صورت پڑھنے پر نہیں، کیونکہ اخیر رکعتوں میں پڑھی نہیں جاتی۔ اور اسی طرح جیسی تاکید پہلی دو رکعتوں کے ادا کرنے میں ہے ویسی اخیر کی دو رکعتوں میں نہیں، کیونکہ سفر میں نہیں پڑھی جاتیں۔ غرض کہ ہر ایک کام کرنے کی ایک حد شرع میں مقرر کر دی ہے، اس حد کو توڑنا نہیں چاہیے اور اس واسطے رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ انّ اللّٰہ حدّ حدودہ فلا تضیّعو ھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر کام کی حدیں مقرر کر دی ہیں ان کو نہ کھوؤ۔ غرض کہ جس چیز کا نام شریعت محمد یہ ہے اس کے احکام دو ہی طرح پر ہیں۔ یا تو ان سے ہر چیز کی حدیں ٹھہرائی گئی ہیں اور یا ہر حکم کے درجے مقرر کئے گئے ہیں۔ پس اس پہلی حدیث میں جو ، ما ، کا لفظ آیا ہے اس سے یہی باتیں مراد ہیں ، یعنی جو کوئی دین کی باتوں میں کوئی چیز، خواہ وہ کسی چیز کی حد مقرر کر دینی ہو یا ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ ٹھہرا دینی ہو، یا ایک کا مرتبہ بڑھا دینا اور دوسرے کا گھٹا دینا ہو، نکالے تو وہ بات مردود ہے۔

اب تم کو جب اس ، ما ، کے معنی معلوم ہو گئے تو اب اس قسم کی بدعت کے یہ معنی ٹھہرے کہ دین کی باتوں میں جو نئی حدیں مقرر کرنی یا نئی طرح کا ڈھنگ اور موقع دین میں ٹھہرا دینا کہ نہ وہ رسول اللہ کے وقت میں تھا اور نہ اس کی مانند اور نہ اس کا رواج صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں تھا اور نہ اس کی مانند کا، اور کوئی شخص اس بات کو یوں جان کر کرے کہ فلانی دین کی بات کے ہونے کا اسی پر مدار ہے، یا اس بات کا ہونا اللہ کے نزدیک اچھا ہے اور بہتر ہے، یا کسی دین کی چیز کو اس طرح پر سمجھ کر چھوڑ دے کہ اس کے ہونے سے دین کی فلانی بات ہونے ہی کے برابر ہے، یا اس کے ہونے سے اس کا ثواب گھٹ جاتا ہے تو یہ ہی بدعت ہے۔ مگر اتنا فرق ہے کہ پہلی تو ٹھیٹ بدعت تھی کہ اس کی اصل ہی شرع میں نہ تھی اور یہ بدعت اس سے اتر کر ہے کہ شرع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں جو بات تھی اس پر ایسی چیزیں اور لگا دی ہیں کہ جو شرع میں نہ تھیں اور اسی سبب سے یہ بدعت ہو گئی جس کے حق میں رسول مقبول ﷺ نے فرمایا: من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردّ ۔(یعنی جس شخص نے کہ نئی بات نکالی اس شریعت میں جو اس میں نہیں تو وہ نئی بات مردود ہے)۔

اس سارے بیان سے معلوم ہوا کہ بدعت کا مدار عقیدے پر ہے، یعنی جو چیز کہ اللہ کے نزدیک فائدہ مند نہیں ہے اس کو فائدہ مند جاننا اور جو چیز کہ اللہ کے نزدیک مضر نہیں ہے اس کو مضر سمجھنا بدعت ہے۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور قسم کی بھی بدعت ہے کہ جو بغیر اعتقاد کے بھی بدعت ہو جاتی ہے اور اس قسم کی بدعت میں ہزاروں زن و مرد گرفتار ہیں۔

تیسری قسم کی بدعت کا بیان

یہ ہے کہ دین و دنیا کی باتوں میں جو نئی بات نکلی ہو اس کے کرنے میں بھلائی اور نہ کرنے میں برائی کا تو اعتقاد نہ رکھتا ہو، لیکن اس کو اس طرح پر کرتا ہو یا اس کے نہ کرنے میں ایسا اہتمام بجالاتا ہو کہ جیسا اس چیز کی بھلائی یا برائی پر اعتقاد رکھنے والے بجالاتے ہیں۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من تشبّہ بقوم فھو منھم ۔ (یعنی مشکوۃ کے باب اللباس میں ابن عمرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے)۔

اس حدیث میں تشبّہ کا لفظ آیا ہے جسکے معنی مشابہت کرنے کے ہیں اور دو چیزوں میں پوری مشابہت جب ہوتی ہے جب دیکھنے والا ان دونوں کو دیکھ کر پہچان نہ سکے کہ یہ چیز کون سی ہے اور وہ چیز کون سی۔ اور اس حدیث میں نری مشابہت کا لفظ آیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بات میں مشابہت کرے، خواہ کھانے میں، خواہ پہننے میں، خواہ بولنے میں، خواہ عادت میں، خواہ عبادت میں، خواہ معاملے میں، وہ ان ہی لوگوں میں سے ہوگا جن کے ساتھ مشابہت کی ہے۔ اب غور کرو کہ جس شخص نے دین میں نئی بات نکلی ہوئی کو اختیار کیا ہے اور گو وہ شخص اس نئی بات کے کرنے میں بھلائی اور نہ کرنے میں برائی کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، لیکن جب وہ شخص اس نئی بات کو اسی طرح بجالاتا ہے جس طرح کہ اس چیز کی بھلائی یا برائی پر اعتقاد رکھنے والے بجالاتے تھے تو اس شخص نے بھی انہی لوگوں کی مشابہت کی، اس سبب سے انہی لوگوں میں گنا گیا۔ اب خیال کرو کہ وحدت وجود کا مسئلہ جو اس زمانے کے پیروں اور پیرزادوں میں پھیل رہا ہے اور مولوی بھی اس کو سن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرگردن نیچی کرڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بابا فقیروں کی باتوں میں دم نہیں مارا جاتا اور اس مسئلے کو غایت عرفان اور موجب نہایت قربت الی اللہ کا سمجھ رکھا ہے تو یہ اعتقاد ٹھیٹ بدعت ہے، کیونکہ یہ باتیں نہ رسول خدا ﷺ کے وقت میں تھیں، نہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں۔ اور اسی طرح اللہ تعالی کی ذات پاک میں گفتگو کرنی کہ کیسا ہے اور کہاں ہے اور کیونکر ہے؟ یا جبر و اختیار کے مسئلے میں الجھنا یا دیدار الٰہی کے معنی بتانے کہ اس طرح پر ہوگا، یا کلام اللہ کی متشابہ آیتوں اور متشابہ حدیثوں میں بحث کرنی اور خواہ مخواہ اس میں معنی پہنانے، اور حکیموں اور فلسفیوں کے مذہب کی کتابیں پڑھنی اور ہمیشہ اس میں اوقات ضائع کرنے اور اس سے ثواب ملنے کی توقع رکھنی ٹھیٹ بدعت ہے۔ اور یوں ہی بطور رسم کے لوگوں کی ریسا ریس پڑھنا اور اس پر ایسا اہتمام کرنا جیسا کلام اللہ اور حدیث اور فقہ کے پڑھنے پر چاہیے تھا، جس طرح کہ ہمارے زمانے کے لوگ کرتے ہیں اور چار کتابیں منطق کی پڑھ کر مولوی بن بیٹھتے ہیں اور جس نے ان کتابوں کو نہ پڑھا ہو، اور گو حدیث و فقہ خوب جانتا ہو، اس کو جاہل اور دلوں سے گرا ہوا سمجھتے ہیں، تو اس طرح کا بھی پڑھنا بدعت ہے، گو اس میں ثواب ملنے کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، کیونکہ اس نے بھی ان کتابوں کے پڑھنے پر ایسا ہی اہتمام کیا ہے، جیسا کہ ثواب ملنے کا اعتقاد رکھنے والے کرتے ہیں۔ البتہ بقدر ضرورت کے پڑھ لینا اور سب کو مقصود بالذات نہ سمجھنا اور اسی میں غلطان و پیچاں نہ رہنا دوسری بات ہے۔ اور اسی طرح اکثر فقیروں نے جو طریقے زہد و ریاضت اور مراقبے اور ذکر اور شغل کے خلاف سنت نکالے ہیں اور ان سے کشف و کرامات حاصل کرتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے، کیونکہ رسول خدا ﷺ نے جو رستے صفائی باطن اور تقرب الی اللہ کے بتا دیئے ہیں اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے برتاؤ میں رہے ہیں اس کے سوا دوسری بات نکالنی جس کا ٹھکانہ نہ جناب پیغمبر خدا ﷺ کے وقت میں تھا اور نہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں، تو وہ بات ٹھیٹ بدعت ہے۔ اور اسی طرح تعویذ، طومار۔ گنڈے، پلیتے کرنے اور کسی گنڈے کے سبب انڈا مرغی کا کھلانا اور کسی پلیتے کے باعث ہرن کا گوشت کھلانا چڑھانا، یہ بھی بدعت ہے، کیونکہ اس طرح کی باتیں نہ رسول خدا کے وقت میں تھیں نہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں۔ البتہ جن دعاؤں کا پڑھنا یا دم کرنا جس طرح پر کہ حدیثوں میں آیا ہے انہی کو اسی طرح پر کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ جو اس زمانے کے پیرزادوں اور مولوی زادوں نے حدیث کی دعاؤں کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے عمل اعمال نکالے ہیں۔ اور اسی طرح بعضے مشائخوں نے جو نئی نئی طرح کے ذکر نکالے ہیں اور ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضربیں مقرر کی ہیں اور اس کی گنتی ٹھہرائی ہے اور پیر کا تصور کر کے مراقبہ نکالا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی باتیں شریعت حقہ مصطفویہ میں بڑھا دی ہیں جن کا ٹھکانہ حضرت پیغمبر ﷺ کے وقت میں لگتا ہے اور نہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں۔ اور پھر ان سب باتوں کو دینداری سمجھ کر اور ثواب ملنے کا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں مرتبہ بڑھنے کا اعتقاد رکھ کر کرتے ہیں، یہ سب باتیں بھی ٹھیٹ بدعت ہیں۔ اور جو لوگ ان باتوں کو صرف وسیلہ جان کر اس طرح پر سعی کرتے ہیں جس طرح پر کہ ثواب ملنے اور اللہ کے دربار میں مرتبہ بڑھنے کے اعتقاد رکھنے والے کرتے ہیں تو ان کی نسبت بھی مشابہت کے سبب بدعت ہی میں داخل ہے۔ البتہ جن لوگوں نے نہ ان باتوں کو مقصود اصلی سمجھا اور نہ اس طرح پر اوڑھنا بچھونا بنایا اور نہ شریعت کے مسئلوں کے مقابل طریقت کے مسئلے ٹھہرائے، بلکہ بعضی دفعہ کسی مصلحت سے کسی کی نسبت کوئی بات بتا دی اور یہ سبز باغ دکھا کر شرع محمدیہ پر قائم کر دیا اور پورا پورا سنی مسلمان بنا دیا تو وہ دوسری بات ہے۔ اور اسی طرح بزرگوں کے نام پر ختموں کا کرنا اور یہ بات ٹھہرانی کہ فلانے ختم میں اتنے آدمی ہوں، اور فلانا ختم فلانے وقت ہو، اور فلانے توشے میں یہی چیز ہو، اور فلانے کونڈے میں فلانی چیز دھری جاوے، اور بیوی کی صحنک اس طرح نکالی جاوے اور اس کو ایک خصم والی سے سوا کوئی نہ کھاوے، اور بیوی کی پڑیا اس طرح لال ناڑے سے باندھی جاوے، اور اسی طرح اور ہزاروں باتیں جو اس زمانے میں مروج ہیں اور ان کے کرنے میں بھلائی اور نہ کرنے میں برائی کا اعتقاد رکھتے ہیں، یہ سب باتیں ٹھیٹ بدعت ہیں۔ اور اسی طرح راگ کی محفل کرنی اور قوالوں سے خالی معرفت کی غزلیں گوانی یا ڈھولکی سارنگی تال تنبورا بھی بجوانا اور حال قال کی مجلس نام رکھنا اور مرثیہ خوانی اور کتاب خوانی کرنی، ماتم کرنا، تعزیئے بنانے، شدے نکالنے، لوگوں کو جمع کر کے قبروں پر جانا اور ان پر بیٹھ کر مراقبے کرنا اور اس بات کو اللہ کی رضامندی کا باعث سمجھنا، قبروں پر جا کر مردوں سے مدد مانگنی، قبروں کو چومنا، آستانوں کا بوسہ لینا، گال رگڑنے، قبروں پر پھولوں کی چادر ڈالنی، غلاف چڑھانے، قبروں کو غسل دینا اور اس کا پانی آب زمزم کی طرح پینا، باٹنا اور لحد بنانے کو ثواب سمجھنا، قبروں پر روشنی کرنی اور میلہ جمع کرنا اور اس کا عرس نام رکھنا، ناچ کرنا اور بسنت کا بہانہ بنا لینا، اگر کوئی مسلمان منع کرے تو حضرت امیر خسرو سے منکر جاننا اور ترت وہابی کہہ دینا، مردے کے لئے نماز ہول کا پڑھنا، دفنانے کے بعد اذان دینا، اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں جو خلاف سنت رائج ہو گئی ہیں اور ان کو ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے، یہ سب کی سب باتیں ٹھیٹ بدعت ہیں۔ اسی طرح حضرت امام حسین کی فاتحہ کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محرم ہی کا مہینہ مقرر کرنا، اور مولود شریف پڑھنے کو بارہ وفات ہی کا مہینہ ٹھہرانا، اور مردوں کی فاتحہ کو تیجے اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں اور نماہی چھ ماہی اور برسی کا مقرر کرنا، بزرگوں اور پرانے مردوں (اموات) کی فاتحہ کو ان کے مرنے ہی کے دن باندھ لینا، یہ سب باتیں بھی بدعت ہیں۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسی قربانی کرنی تین دن تک درست ہے مگر عین بقرہ عید کا دن ایسا ہے کہ اگر اسی دن قربانی کی جاوے تو زیادہ ثواب ہے۔ اس واسطے جن لوگوں کو اللہ نے توفیق دی ہے وہ پہلے سے بکرے بھی خرید تے ہیں اور باوجودیکہ ان دنوں میں بکرے مہنگے بھی ہاتھ لگتے ہیں مگر گرانی قیمت پر کچھ خیال نہیں کرتے اور باوجودیکہ اس دن نماز کو عیدگاہ بھی جانا ہوتا ہے اور فرصت بھی کم ہوتی ہے اور اس دن (گوشت) بھی بہت سا ہوتا ہے کہ گوشت کھاتے کھاتے جی بھر جاتا ہے، مگر ان باتوں میں کسی کا بھی خیال نہیں کرتے اور سو طرح کے ہرج کر کے اس دن قربانی کرتے ہیں۔ مگر اس دن کو ناغہ نہیں ہونے دیتے۔ پس اس طرح کے مقرر کرنے کا نام تو شریعت ہے کہ اس سے ہر کام کا وقت اور ہر بات کی حد مقرر ہوگئی ہے، اب اس طرح اور کسی چیز کو اپنے آپ مقرر کر لینا بدعت ہو جاتا ہے۔ اب دیکھو کہ حضرت امام حسینؓ کے لئے کھانا پکانا اور بھوکوں کو کھلانا اور اس کا ثواب حضرت امام حسینؓ کو دینا ثواب کی بات ہے مگر خاص محرم کا مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے۔ اس واسطے کہ کسی کام کے لئے کوئی دن یا مہینہ یا وقت مقرر کرنا تو شرع کا کام تھا تو پھر جس شخص نے کہ حضرت امام حسین کی فاتحہ کو محرم کا مہینہ اپنی طرف سے مقرر کر لیا اس نے شریعت میں ایک نئی بات نکالی، اور شریعت میں نئی بات نکالنا بدعت ہے۔ پھر جو شخص محرم ہی میں حضرت امام حسینؓ کی فاتحہ دینا زیادہ ثواب سمجھتا ہے تو اس کے حق میں تو دوسری قسم کی بدعت ہے اور جو شخص کہ زیادہ ثواب ملنے کا تو اعتقاد نہیں کرتا، لیکن فاتحہ ہمیشہ محرم ہی میں کیا کرتا ہے جس طرح کہ زیادہ ثواب ملنے کا اعتقاد رکھنے والے کیا کرتے ہیں، تو اس کے حق میں تیسری قسم کی بدعت ہے۔ اسی طرح جناب پیغمبر ﷺ کا ذکر کرنا اور ان کے حالات اور سوانح عمری کا بیان کرنا اور ان کی عادتوں اور عبادتوں اور خصلتوں کا یاد کرنا دونوں جہان کی سعادت ہے، مگر اب مولود کی مجلس میں جو اپنی طرف سے یہ بات ٹھہرالی ہے کہ بارہ وفات ہی کا مہینہ ہو اور خواہ اور حالات حضرت کے بیان کئے جاویں یا نہ کئے جاویں، مگر حضرت ﷺ کے پیدا ہونے کا ضرور حال بیان کیا جائے، تو یہ باتیں مقرر کرنی شرع میں نہیں آئیں۔ اس سبب سے ان کا اپنی طرف سے مقرر کر لینا بدعت ہے۔ اسی طرح مردوں (اموات) کے ثواب کے لئے کھانا بانٹنا اور للہ دینا، بھوکوں کو کھلانا ثواب ہے، لیکن اس کام کے لئے اپنی طرف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے تیجے اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں اور نماہی اور چھ ماہی اور برسی کا دن مقرر کرنا بدعت ہے ۔اسی طرح مردے کی فاتحہ کو عین اس کے مرنے کے روز مقرر کر لینا کہ آندھی جائے یا مینہ جائے، سو طرح کے ہرج کر کے اسی دن فاتحہ دلانے، یہاں تک کہ اگر اس دن کچھ پاس نہ ہو تو بنیئے ہی کے ہاں سے گڑ، گھی آٹا، قرض لے لے اور حلوہ مانڈا پکالے اور کہیں سفر کو جانا ہو تو کہے کہ کل دادا جی کی فاتحہ کا دن ہے کیونکر چلا جاؤں، فاتحہ دے کر پرسوں جاؤنگا، ایک دن اور ٹھہر جاؤں ۔غرض کہ ہزار کام کاج ہرج کرے، یہاں تک کہ حدیث کا پڑھنا پڑھانا چھوڑ دے، جماعت کے جاتے رہنے کا خیال نہ کرے۔مگر اس دن فاتحہ دلانی نہ چھوڑے، تو یہ بات بھی بدعت ہے ۔ پھر اگر وہ شخص یوں عقیدہ رکھتا ہے کہ ان دنوں میں زیادہ ثواب ملتا ہے تو اس کے حق میں تو دوسری قسم کی بدعت ہے۔ اگر وہ شخص اس دن فاتحہ دینے سے ثواب زیادہ ملنے کا اور اور دن میں کم ملنے کا، یا اس بات کا کہ یہ دن اور دنوں سے اچھا ہے، یا اور دن برے ہیں، اعتقاد تو نہیں رکھتا۔مگر یہ شخص اس بات کو اس طرح پر کرتا ہے اور اس ڈھنگ سے برتتا ہے جس طرح کہ ان باتوں کے بھلے برے ہونے کا اعتقاد رکھنے والے برتتے ہیں، تو اس کے حق میں تیسری قسم کی بدعت ہے ۔اور اسی طرح کلام اللہ پڑھ کر مردوں کو بخشنا اکثر عالموں کے نزدیک ثواب کی بات ہے ۔کھانا پکا کر اور اس پر ہاتھ اٹھا کر فاتحہ دینی اور الحمد للہ ، قل ھو اللہ پڑھنی اور اگلے پچھلوں کا نام لینا، جیسا کہ اس زمانے کے لوگ کرتے ہیں، یہ بھی بدعت ہے ۔ پھر اگر یہ شخص یوں سمجھتا ہے کہ بغیر فاتحہ دینے کے کھانے کا ثواب مردے کو پہنچتا ہی نہیں جیسے کہ اکثر عوام یوں ہی جانتے ہیں تو اس کے حق میں دوسری قسم کی بدعت ہے اور اگر وہ شخص یوں تو نہیں جانتا، مگر اس کو اسی طرح کرتا ہے جس طرح کہ اس بات کا اعتقاد رکھنے والے کرتے ہیں، تو اس کے حق میں تیسری قسم کی بدعت ہے۔ اور اسی طرح جو عورت کہ رانڈ ہوگئی اور باوجودیکہ اپنے خصم کے مرجانے سے جو اس کی روٹی کپڑے کی خبر لیتا تھا، نہایت مفلس ہوگئی ہے اور در بدر بھیک مانگتی پھرتی ہے اور خصم کرنے کو جی چاہتا ہے اور سب طرح کی باتیں جی میں آتی ہیں اور وہ عورت ان سب باتوں پر صبر کرتی ہے، مگر دوسرا خصم کرنے کا نام نہیں لیتی کہ ہم جولیوں میں بڑی نیک بخت بیوی کا دانہ کھانے والی کہلاؤں، پھر گو وہ عورت ان باتوں کو اچھا نہ کہتی ہو اور دوسرا نکاح کرنے کو برا بھی نہ جانتی ہو، مگر اس نے اس بات کو اس طرح پر برتا ہے جس طرح کہ ان باتوں کے برا ہونے کا اعتقاد رکھنے والی برتتی ہیں، اس واسطے اس عورت کا ان باتوں پر صبر کرنا بھی بدعت ہے۔ اس کے سوا ایک اور بات بھی ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی نشانیوں (شعائر) کے سوا اور کسی بات پر اس طرح سے سعی کرنی جس طرح کہ اسلام کی نشانیوں (شعائر) پر سعی اور کوشش کرنی چاہیے تھی تو یہ کام خلاف حکم اللہ تعالی کے کرنا ہے، جیسے کہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ دور دور سے قبروں کی زیارت کو آنا نہیں چاہیے، تاکہ جو چیزیں کہ اسلام کی نشانیوں میں سے نہیں ہیں اسلام کی نشانیوں میں مل نہ جاویں۔ یعنی دور سے آنے کا حکم شرع میں کعبۃ اللہ اور مدینہ رسول اللہ ﷺ اور بیت المقدس ہی کے لئے ہے۔ پھر اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر یا لحد یا چلہ گاہ کی زیارت کو دور دور سے قصد کر کے آوے تو اس کا اس طرح پر سفر کرنا اسلام کی نشانیوں، یعنی کعبۃ اللہ اور مدینہ رسول اللہ ﷺ اور بیت المقدس کے سفر کے مشابہ ہو جاتا ہے اور یہ بات شرع کے برخلاف ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جو بات اسلام کی نشانیوں میں سے نہیں ہے اس پر اسی طرح سعی کرنی جس طرح کہ اسلام کی نشانیوں پر سعی کرنے کا حکم ہے بدعت ہی ہو جاتی ہے خواہ اس کے اچھے برے ہونے کا اعتقاد ہو یا نہ ہو۔

تیسری قسم کی بدعت کا ضمیمہ

مثلاً نکاح کے وقت گواہوں کا ہونا اور ولی کی اجازت دینا شرعاً ضرور ہے، یہاں تک کہ اگر گواہ نہ ہوں یا ولی اجازت نہ دے تو نکاح کو موقوف رکھتے ہیں اور جو نقصان ہو اس کو گوارا کرتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص بہ سبب مفلسی کے اور جہیز نہ ہونے یا ولیمہ کا کھانا میسر نہ ہونے کے یا کسی بھائی بند، عزیز اقرباء کے سوگی ہونے کے، نکاح کو بڑھا دے تو یہ بھی بدعت ہے۔ پھر اگر اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے تو اس کے حق میں تو دوسری قسم کی بدعت ہے، اور اگر اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا، مگر اس بات کو اسی طرح پر کرتا ہے اور اس ڈھنگ سے برتتا ہے کہ گویا ان باتوں کے بھلے یا برے ہونے کا اعتقاد ہی ہے، اس سبب سے یہ بھی بدعت ہے کیونکہ اس شخص نے اس رسم کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے جیسا کہ ان چیزوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا جن کے کرنے سے شرعاً بھلائی اور نہ کرنے سے شرعاً برائی حاصل ہوتی تھی۔ اسی طرح جن لوگوں نے اپنی رفتار گفتار نشست برخاست کا ایک ڈھکوسلا بنا رکھا ہے اور ... کچھ بھی ہو جاوے جو وقت کہ حضرت کے باہر تشریف لانے کا ہے اس کے سوا اور وقت تشریف لانے ہی کے نہیں اور جو وقت آپ کی بات کرنے کا ہے اس کے سوا بات کرنے ہی کے نہیں اور جیسی ٹوپی چارتر کی دادا جان پہنتے آئے ہیں اس کے سوا اور طرح کی ٹوپی پہننے ہی کے نہیں اور جو چیز کہ باوا جان ہاتھ میں رکھتے تھے اس کو یہ بھی ہاتھ سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنے ہی کے نہیں اور جس مسجد میں کہ ان کے پیر نے نماز پڑھی تھی اس کے سوا اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے ہی کے نہیں، کوئی مرتا مر کیوں نہ جائے آپ عیادت کو تشریف لانے ہی کے نہیں، جو دن کہ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے جمع کرنے کا ہے اس دن کو ناغہ کرنے ہی کے نہیں، اگر کسی سبب سے نکاح نہیں کیا تو اب یہ بھی باوجود خواہش اور مقدور ہونے کے درویشی کو بٹہ نہ لگنے کے لئے کرتے ہی نہیں۔ مفلسی کا حال تو یہ پہنچا ہے کہ فاقے پر فاقہ ہوتا ہے اگر بڑی وضع داری کی تو سوال نہ کیا۔ مگر رواں رواں پڑا سوال کرتا ہے، لیکن یہ صاحب اپنے پیر کا نام روشن رہنے اور اپنے خاندان کے نام نہ ڈبونے کو محنت مزدوری پیشہ کرنے ہی کے نہیں۔ جب تک کہ جھک کر تسلیمات نہ کی جاوے اور قدم آنکھوں سے نہ لگائے جائیں حضرت کا مزاج خوش ہونے ہی کا نہیں، سلام وعلیک کا جواب زبان سے نکلنے ہی کا نہیں، قدم چومتے وقت سر پر ہاتھ پھیرنے کے سوا مصافحے کو کبھی ہاتھ اٹھنے ہی کا نہیں۔ جب تک کہ حضرت صاحب اور شاہ صاحب اور میاں صاحب اور مولوی صاحب کہہ کر بات نہ کی جاوے، تیوری کا بل اترنے ہی کا نہیں جیسے کہ ہمارے زمانے کے مولویوں اور فقیروں اور سجادہ نشینوں اور خانقاہیوں اور قلندریوں اور مداریوں اور جلالیوں اور رسول شاہیوں اور اسی قسم کے لوگوں میں رواج پا رہا ہے۔ پھر گو ان کو اس کی عبادت ہونے کا عقیدہ نہ ہو، بلکہ اپنے باپ دادا کی رسم جانتے ہوں اس پر بھی یہ سب باتیں بدعت ہی میں داخل ہیں، کیونکہ یہ لوگ ان باتوں پر ایسی کوشش کرتے ہیں جیسی اسلام کی نشانیوں پر کوشش کرنی چاہیے، بلکہ جو لوگ اس کو بڑی خوبی اور نہایت دین داری جانتے ہیں ان کے حق میں خاصی بدعت ہے، کیونکہ یہ طریقہ نہ رسول اللہ ﷺ کا تھا، نہ آپ کے صحابہ کا اور نہ تابعین کا اور نہ تبع تابعین کا۔ بلکہ صحابہ کا تو یہ حال تھا کہ سب آپس میں یاروں کے یار تھے۔ پھر انہوں نے جو ایک شاخسانہ نہ لگایا اور سب بھائی مسلمانوں سے اپنے تئیں عمدہ ٹھہرایا اور کسی نے پیرزادہ پن اور کسی نے مولوی زادہ پن لگایا، یہ بات کہاں سے ہے۔ دونوں عالم کے سرتاج رسول مقبول ﷺ کا تو یہ حال تھا کہ اگر آپ کے یاروں میں سے کوئی شخص پکارتا تو آپ فرماتے لبیک یعنی میں حاضر ہوں۔ ان لوگوں کو کیا ہوا ہے، جو اپنے تئیں آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ جناب پیغمبر ﷺ سفر میں تشریف رکھتے تھے، آپ نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ آج بکرے کے کباب بنانے چاہییں۔ سب نے عرض کیا کہ بہت بہتر۔ پھر ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ بکرا تو میں ذبح کرتا ہوں، دوسرے نے کہا میں صاف کر دیتا ہوں، تیسرے نے کہا میں گوشت بنا دیتا ہوں، چوتھے نے کہا میں پکا دیتا ہوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔غرض ہر ایک صحابی نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لیا کہ جلدی کباب تیار ہو جاویں ۔اصحاب تو ان کاموں میں لگے اور رسول خدا ﷺ چپکے سے اٹھ کر جنگل میں چلے گئے اور لکڑیاں لے آئے ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کیوں تکلیف کی ، یہ بھی ہم کر لیتے ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس بات کو برا جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یاروں میں اپنے تئیں ممتاز بناوے اور یاروں میں شریک نہ ہو۔رسول خدا ﷺ کا ، جو دونوں عالم کے سرتاج تھے ، تو یہ حال ہو ، ان لوگوں کو کیا مشیخت لگی ہے جو بھائی مسلمانوں کو حقیر اور ناچیز سمجھتے ہیں۔ اب انصاف سے غور کر کے دیکھو کہ یہ باتیں اگر بدعت نہیں ہیں تو کیا ہیں؟ خلق محمدی پیدا کرنا سنت ہے یا نخوت فرعونی ؟

اسی طرح ہمارے زمانے میں بعضی مباح چیزوں کا کہ جن کے کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں ، ایسی بری طرح رواج ہوا ہے کہ باوجودیکہ وہ لوگ ان باتوں کو اپنے باپ دادا کی رسم سمجھ کر کرتے ہیں ، مگر وہ بھی بدعت ہی میں داخل ہوگئی ہیں ، بلکہ بعضوں کی نسبت تہنیت بدعت اور شرک تک کی نوبت پہنچ گئی ہے ۔اس کا بیان یہ ہے کہ اگرچہ بعضے احکام شرع کے اللہ تعالی بعضی مصلحتوں کے واسطے مقرر کئے ہیں جیسے کہ اللہ تعالی کی یاد کرنے کو نماز پڑھنا اور سفر کی ماندگی کے سبب چار رکعتوں کی جگہ دو رکعتوں کا پڑھنا ، یا پیٹ نہ ہونے کا شبہ رفع کرنے کو عدت تک دوسرا نکاح نہ کرنا ۔ لیکن بندوں کو چاہیے کہ اس بات سے قطع نظر کریں کہ رب العالمین نے کس مصلحت سے یہ حکم دیا ہے ، بلکہ اسی طرح جوں کا توں اس حکم کے بجالانے پر سعی کریں ، خواہ وہ مصلحت اس وقت بھی ہو یا نہ ہو ، نہ یہ کہ یوں کہیں کہ نماز تو اللہ کی یاد کرنے کو بنی ہے اور نماز میں تو ہم سے حضور قلب نہیں ہو سکتا ، مگر مراقبے میں بڑا دل لگتا ہے ۔ آؤ نماز کے بدلے بھی مراقبہ کر لیا کریں ۔اس میں بھی تو اللہ ہی کی یاد ہے ، اور گو سفر کیسے ہی آرام کا ہو ، مگر اس خیال سے کہ ہم کو ماندگی تو ہوئی ہی نہیں ، چلو پوری چار رکعتیں پڑھ لیں ، یا یہ کہ لوہاری اور بیلداری میں تو سفر سے زیادہ محنت ہوتی ہے ، لاؤ چار کی جگہ دو ہی رکعتیں پڑھ لیں ، یا یہ کہ اگر یقین ہو جاوے کہ عورت پیٹ سے نہیں ہے تو عدت کی راہ نہ دیکھیں اور دوسرا خصم کر لیں ، کیونکہ اس طرح کی باتیں کرنی خلاف شرع ہیں اور بھید اس میں یہ ہے کہ شرع کے احکام ان کے فائدوں سے قطع نظر کر کے خود وہ حکم ہی بالذات مقصود ہو گئے ہیں۔ پھر ان حکموں کو اسی طرح جوں کا توں ان کے فائدوں سے قطع نظر کر کے بجالانا چاہیے جس طرح کہ اللہ تعالی نے حکم کر دیا ہے ، خواہ اس وقت بھی وہ فائدہ ہو ، خواہ نہ ہو۔ اب سنو کہ اگلے زمانے میں بعضے عقلمندوں نے یہ خیال کیا کہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ جو چیز للہ دی جاوے ، پہلے اپنے عزیز اقرباء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محتاجوں کو دی جاوے اور پھر غیروں کو۔ اس واسطے جب انہوں نے کسی مردے کو ثواب پہنچانے کے لئے کھانا بانٹنا چاہا تو پہلے اپنے عزیز اقرباء کو دیا۔ پھر ہوتے ہوتے اس بات کا یہاں تک رواج ہوا کہ لوگوں نے اس مصلحت کو جس کے لئے یہ بات مقرر ہوئی تھی دل سے بھلا دیا اور مردے کی بھاجی ہی بانٹنے کو مقصود بالذات ٹھہرا دیا اور محتاج عزیز اقرباء کے بدلے بڑے بڑے آدمیوں کے حصے بخرے مقرر ہو گئے اور ادلا بدلی ٹھہر گئی۔ اب یہ حال ہے کہ اگر ہزار طرح سے کھانا للہ دیا جاوے اور برادری میں بھاجی نہ بٹے تو اس شخص پر ہزاروں طرح کی لعنت ملامت ہوتی ہے اور اگر برادری میں بھاجی بانٹی اور للہ ایک چاول کا دانہ اور سوکھی روٹی کا ٹکڑا بھی نہ دیا تو اس پر کچھ بھی نہیں کہنے کے۔ اور اگر کوئی کہدے کہ میاں مردے کی طرف سے یہ صدقے کا کھانا ہے تو ساری برادری لٹھ لے کر دوڑے اور گالی سے بدتر جانے اور اس کھانے کو ہاتھ تک نہ لگائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں تیجے اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں اور برسی کے کھانے بانٹنے اور بزرگوں کے عرس میں کھانا تقسیم کرنے کا دستور ہے۔ پس تو اس طرح پر بھاجی بانٹی ایک رسم پڑ گئی ہے جیسے:

گدھے کھایا کھیت جس کا باپ نہ پن

پھر اگر کوئی شخص اس کو رسم ہی جان کر بھاجی بانٹے تو اس کی نسبت بھی بدعت ہی میں داخل ہے، کیونکہ جس طرح شرع کے احکام کو ان کے فائدوں اور مصلحتوں سے قطع نظر کر کے بجالایا جاتا تھا اور اس بات کا خیال نہ رہتا تھا کہ اب بھی اس میں وہ مصلحت اور فائدہ ہے یا نہیں، اسی طرح اس شخص نے بھی اس رسم کو بجالانے میں اس فائدے سے جو اس میں تھا، قطع نظر کر کے سعی اور کوشش کی۔ اور اگر کوئی شخص اس بات کو ثواب ملنے کا اعتقاد کر کے کرے تو اس کی نسبت ٹھیٹ بدعت ہے، کیونکہ جو چیز کہ اللہ کے نزدیک کچھ فائدہ مند نہ تھی یہ شخص اس کو فائدہ مند سمجھ کر بجالایا اور یہی ٹھیٹ بدعت ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس بھاجی کو یا بزرگوں کے عرس کے کھانے کو اس طرح پر سمجھ کر کرے کہ ان مردوں (اموات) کی ارواح میری طرف متوجہ ہوتی ہیں اور وہ مردے مجھ سے خوش ہوتے ہیں اور ان کی توجہ اور خوشی سے میرے اڑے کام نکلتے ہیں اور میری سرسبزی ہوتی ہے اور مجھ پر سے بلا ٹل جاتی ہے جیسے اکثر لوگ، بلکہ سب کے سب حضرت غوث الاعظم کی گیارھویں اور سترھویں وغیرہ اسی نیت سے کیا کرتے ہیں، یا بڑے بڑے پیروں کی نیاز مانتے ہیں، اور اس کے نہ کرنے کو اپنے وبال کا سبب جانتے ہیں، تو اس طرح پر سمجھ کر کے کرنا شرک ہے، نعوذ باللّٰہ منھا۔ غرض کہ جو مباح امر، یعنی ایسی بات کہ جس کے کرنے سے شرع میں کچھ مضائقہ نہیں اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرح سے لوگوں میں رواج پا جائے کہ اگر کوئی اس کو نہ کرے تو اس پر طعنے تشنے ہونے لگیں اور درکار پھٹکار پڑنے لگے اور اس کا رواج ثواب ملنے یا عذاب سے بچنے کو نہ ہو، بلکہ اپنے باپ دادا کی رسم ٹھہر گئی ہو اور ایکدوسرے کی ریس پر کرتا ہو، اس کو رسم کہتے ہیں۔ پس جتنی رسمیں شادی غمی، مرنے، جینے میں مروج ہو رہی ہیں سب کی سب بدعت ہی میں داخل ہیں، کیونکہ ان رسموں کے بجالانے پر وہ لوگ اس طرح پر سعی کرتے ہیں جیسے اسلام کی نشانیوں پر سعی کرنی چاہیے تھی۔ مثلاً اشرافوں میں یہ بلا پڑی ہے کہ دولہا کو توٹکے کا مقدور نہیں، مگر مہر لاکھوں ہزاروں ہی کا باندھتے ہیں، یہاں تک کہ اسی پر قصہ ہوتا ہے اور براتیں اٹھ جاتی ہیں اور شادیاں موقوف ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ مہر کا زیادہ باندھنا شرعاً ممنوع نہیں، مگر جب اس پر اتنا اہتمام ہوتا ہے جیسے کہ ضروریات دین پر چاہیے تھا، تو یہ بھی گویا بدعت ہی میں داخل ہے۔ یا یہ کہ مثلاً بڑے خاندانی اشراف تو ہیں، مگر اس اشرافیت میں یہ خاک ڈالتے ہیں کہ باوجود یکہ فاقے پر فاقہ ہونے اور نیت ڈانواں ڈول ہونے کے محنت مزدوری پیشہ حرفہ نہیں کرتے اور پھر اس کو بڑی خوبی اور نہایت وضع داری سمجھتے ہیں۔ یا ضرورت تو درپیش ہے اور سودا لانے کی حاجت، مگر مشیخت کے مارے اور نواب زادہ پن نہ جاتے رہنے کے واسطے یا مولوی زادہ پن اور پیرزادہ پن میں بٹا نہ لگنے کے لئے سودا خریدنے نہیں جاتے۔ اور اگر جبراً قہراً گئے بھی تو سودے والے کی دکان پر سودا لے بیٹھے ہیں کہ کوئی ہمارے دادا جان کی رعیت ہی میں سے آجاوے یا طالب علم ہمارا شاگرد ہی مل جاوے یا کوئی مرید نظر پڑ جاوے تو اس سے اٹھوا کر لے جاویں۔ اس قسم کی سب باتیں بدعت ہی میں داخل ہیں، کیونکہ شریعت محمدیہ میں ایسی باتوں کے پیچھے پڑنا اور ان کا اہتمام کرنا مقصود نہیں ہے۔ اسی طرح بعض رسمیں شگون اور بدشگونی کی کفار مشرکین میں جاری ہیں کہ وہ لوگ ان کے ہونے کو شگون اور نہ ہونے کو بدشگونی سمجھتے ہیں جیسے بعضے ہندوؤں میں بیاہ کے وقت مسّی لگانی اور جمیع اقوام ہندوؤں میں نتھ پہنانی اور چوڑیاں ہاتھوں میں پہننی، بلکہ بعضے وقتوں میں خاص ہری ہی چوڑیاں پہننی مروج ہیں اور وہ لوگ ان رسموں کے ہونے کو شگون اور نہ ہونے کو بدشگونی سمجھتے ہیں۔ ان رسموں کو مسلمانوں نے بھی اپنے ہاں اسی طرح ہو بہو رواج دیا ہے اور اسی طرح اس کے بجالانے کا اہتمام کیا جاتا ہے جس طرح کہ ہندوؤں میں ہوتا ہے۔ مثلاً کنواری بیٹی کو کبھی مسی نہیں لگوانے کے، بغیر نتھ کے کبھی بیاہ نہیں کرنے کے، یہاں تک کہ اگر میسر نہ ہوگی تو مانگ کر لاویں گے۔ کنواری بیٹی چنی ڈال کر کبھی دو موتیوں کی نتھ نہیں پہنے گی اور رانڈ عورت کبھی نتھ ناک میں نہیں ڈالنے کی۔ چوڑیوں کا جوڑا سہاگن ہی پہنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گی، رانڈ نہیں پہننے کی اور اگر کسی کم بختی ماری رانڈ عورت نے چوڑیاں پہن بھی لیں تو کب پہنیں، جب اس کو ہم جولیوں نے کہا کہ اے بوا تو چوڑیاں کیوں نہیں پہنتی، تیرے بھائی کو خدا جیتا رکھے، تیرا بیٹا بیسا سو برس کا ہو، نا بہن بدشگونی نہ کر، جب اس کم بختی ماری کی شامت آئی اور اس نے چوڑیاں پہنیں، پھر گو مسلمانوں کو ان کے شگن اور بدشگن ہونے کا اعتقاد نہ ہو، لیکن جب اس کے ساتھ وہ معاملہ کیا جاتا ہے جیسا کہ مشرکین کرتے ہیں اور اس کے بجالانے پر وہ اہتمام ہوتا ہے جیسا کہ ضروریات دین پر چاہیے تھا جن کے کرنے سے شرعاً بھلائی اور نہ کرنے سے شرعاً برائی حاصل ہوتی ہے، تو یہ ساری باتیں بدعت ہی ہیں۔ اور اگر ان باتوں کے شگن اور بدشگن ہونے کا اعتقاد رکھے، جیسے کفار مشرکین رکھتے ہیں، تو پھر خاصا شرک ہو جاتا ہے، نعوذ باللہ منھا۔ غرض کہ اس طرح ہزاروں بلائیں اشرافوں اور بھلے مانسوں اور کمینوں اور مولویوں اور مولوی زادوں اور پیروں اور پیرزادوں اور ملا سیانوں میں مروج ہیں کہ جن کا کچھ حد وحساب نہیں۔ اور ان باتوں کے پورا کرنے اور بجالانے پر اتنا اہتمام ہوتا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے کا بھی اتنا خیال نہیں اور جب آدمی انصاف کر کے اور اپنے باپ دادا استاد پیر کی محبت دل سے نکال کر اور سنت رسول ﷺ کی محبت دل میں جما کر دیکھے گا تو خود انصاف کرے گا کہ یہ طریقہ ہرگز رسول مقبول اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا نہ تھا۔ پھر یہ باتیں اگر بدعت نہیں ہیں تو کیا ہیں؟ اے بھائی مسلمانو! سنت رسول اللہ ﷺ کی محبت دل میں جماؤ اور بدعت کو چھوڑو،

ہر چہ نہ از قران طرازی برفشاں زاں آستیں ہر چہ نہ از ایمان بساطی درنورد آں داستان

اس بیان سے بدعت کے معنی (جس میں یہ تینوں طرح کی بدعتیں آجاویں) یہ معلوم ہوئے کہ جو نئی چیز کہ نہ اس کو اور نہ اس کی مانند دوسری چیز کو رسول اللہ ﷺ نے کیا اور نہ اس کے کرنے کو فرمایا اور نہ حضرت کے وقت میں اس کو کسی نے اس طرح پر کیا کہ حضرت کو خبر ہوئی، مگر حضرت ﷺ نے منع نہ کیا، اور نہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں بغیر برا جاننے کے اس کا رواج ہوا، خواہ اس چیز کا سرے سے وجود ہی نہ ہوا ہو، یا اس کا وجود تو ہو، مگر اس طرح پر اور اس صورت پر اور اس ڈھنگ پر جس طرح کہ اب نکلی ہے، نہ ہوا ہو اور کوئی شخص اس کو دین کی بات اعتقاد کر کے برتے اور اس کے کرنے اور نہ کرنے میں فائدہ اور نقصان دینی سمجھے۔ یا یوں تو نہ جانے، مگر اس کو اسی طرح پر برتاؤ میں لاوے جس طرح کہ فائدہ اور نقصان کا اعتقاد رکھنے والے بجالاتے ہیں، یا جس طرح کہ دین کی باتوں کو برتاؤ میں لاتے ہیں، تو وہ چیز بدعت ہے جس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حق میں رسول مقبول ﷺ صادق ومصدوق نے فرمایا:

ایّا کم و محد ثا ت الامور فانّ کلّ محد ث بدعة و کلّ بدعة ضلا لة (یعنی بچوتم نئی باتوں سے، کیونکہ جونئی بات ہے وہ بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے)

اور جس کے حق میں فرمایا شرّ ا لامور محد ثا تھا ،یعنی بدترین چیزوں کی نئی چیزیں ہیں۔اب معلوم ہوگیا کہ بدعت کبھی اچھی نہیں ہوتی۔جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے اور بدعت کو حسنہ اور سیئہ کہنا بالکل غلطی ہے،اس واسطے اب ہم بدعت حسنہ اور سیئہ کی بھی تفصیل بتا دیتے ہیں۔

بدعت حسنہ اور سیئہ کا بیان

جاننا چاہیے کہ بعضے عالموں نے بدعت کے یہ معنی لکھے ہیں:

البدعة ما ا حد ث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللّٰہ ﷺ من علم او عمل او حال بنوع شبهة و استحسان و جعل دیناً قویماً و صرا طاً مستقیماً کذا فی البحر۔(بحرالرائق میں لکھا ہے کہ بدعت اس نئی بات کو کہتے ہیں جو برخلاف ہوان سچی باتوں کے جو رسول خدا ﷺ سے سیکھی ہوئی ہیں۔پھر وہ نئی بات خواہ علم کی ہو،خواہ عمل کی ہو، خواہ حال اور وہ بات کسی شبہ سے نکلی ہو یا اچھا سمجھ کر نکلی ہو اور اسکو ایک دین اور سیدھا راستہ ٹھہرایا ہو)

پھر جو بدعت کہ ایسی ہوگی وہ ہمیشہ سیئہ ہی ہوگی اور ایسی بدعت کبھی حسنہ نہیں ہوسکتی۔

اور بعضے عالموں نے بدعت کے یہ معنی بیان کئے ہیں:

ا حدا ث ما لم یکن فی عهد رسول الله ﷺ۔(یعنی بدعت نئی بات نکالنی ہے جو رسول خدا ﷺ کے وقت میں نہ تھی)

اور پھر ان لوگوں نے بدعت کے یہ معنی ٹھہرا کر اس کی دو قسمیں نکالی ہیں: کما قال الجوزی فی النها یة

البدعة بدعتان بدعة هدی و بدعة ضلا لة فما کان فی خلاف ما امر اللّٰہ به و رسو له فهو فی حیز الذّم و الانکار و ما کا ن واقعاً تحت عموم ما ند ب اللّٰہ و حص علیه رسو له فهو فی حیز المد ح۔(یعنی بدعت دو طرح کی ہوتی ہے۔ایک تو بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت سیئہ۔پھر جو بدعت کہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے برخلاف ہے وہ تو بدعت سیئہ ہے اور جو بدعت اس میں داخل ہے جس کے کرنے کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ اور اس کے رسول نے کہا یا رغبت دلائی تو وہ بدعت حسنہ ہے)۔

اب غور کرو کہ ان دونوں معنوں میں کچھ فرق نہیں۔ پہلی روایت کا بھی یہی حاصل ہے کہ جو بات خدا اور اسکے رسول کے حکم کے برخلاف ہو وہ بری ہے اور دوسری روایت کا بھی یہی مطلب ہے کہ جو نئی بات خدا اور اس کے رسول کے حکم کے برخلاف ہے وہ بری، یعنی بدعت سیئہ ہے اور جو برخلاف نہیں وہ بدعت حسنہ ہے۔ پس ان دونوں معنوں میں کچھ فرق نہیں۔ جو باتیں بری ہیں وہ سب لوگوں کے نزدیک بری ہیں۔ صرف فرق اتنا ہے کہ بعضی اچھی باتوں کو وہ لوگ سنت میں گنتے ہیں اور یہ لوگ بدعت حسنہ اس کا نام رکھتے ہیں۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھو کہ جن لوگوں نے بدعت کی دو قسمیں نکالی ہیں، ایک حسنہ اور ایک سیئہ، ان لوگوں سے ان حدیثوں کے معنی سمجھنے میں چوک ہوگئی، کیونکہ ان حدیثوں میں جو لفظ آئے ہیں ان پر ان لوگوں نے غور نہیں کی کہ نئی چیز کس کو کہتے ہیں اور اس سبب سے نئی چیز کے یہ معنی سمجھ لئے گئے کہ جو حضرت ﷺ کے وقت نہ ہو، حالانکہ نئی چیز کے یہ معنی ہیں کہ نہ وہ چیز ہو اور نہ اس کی مانند دوسری چیز۔ چنانچہ ہم اس مطلب کو طرح طرح سے مثالیں دے کر سمجھا چکے ہیں۔ پس جب ان لوگوں کو نئی چیز کے معنی سمجھنے میں غلطی پڑی تو لاچار انہوں نے بدعت کی دو قسمیں ٹھہرالیں، ایک حسنہ اور ایک سیئہ۔ اور یہ جو صاف صاف رسول مقبول ﷺ کا قول تھا کہ جو بدعت ہے گمراہی ہے اور بدترین چیزوں کی، نئی چیزیں ہیں، اس کی تاویل کرنی پڑی اور اس کے معنی گھڑنے پڑے۔ اگر وہ لوگ نئی چیز کے معنی بخوبی سمجھ لیتے تو نہ بدعت حسنہ نکالنی پڑتی اور نہ حدیث کے سیدھے سیدھے معنوں کو بدلنا پڑتا۔ مگر الحمدللہ کہ یہاں تک تو مطلب ایک ہے، صرف نام کا فرق ہے کہ وہ لوگ جس کو بدعت کہتے ہیں اس کو سنت حکمیہ سمجھتے ہیں، مگر ہمارے زمانے میں لوگوں نے بدعت حسنہ کے اور ہی معنی نکالے ہیں کہ جو آج تک کسی نے نہیں کہے۔ یعنی وہ یہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ کوئی بات حضرت کے وقت میں یا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں نہ ہوئی ہو اور وہ نئی نکلی ہوئی ہو، مگر اس میں اچھی اچھی باتیں اور ثواب کے کام ہوتے ہوں، تو وہ بدعت حسنہ ہے، حالانکہ یہ نہیں جانتے کہ تم کو رسول اللہ ﷺ کے بغیر بتائے کہاں سے معلوم ہوا کہ اس بات میں ثواب ہے۔ اور اسی بدعت کے مقابلے میں ہم کہا کرتے ہیں کہ بدعت کیسی ہی ہو، حسنہ یا سیئہ، اس کا چھوڑنا اور اس سے بیزاری کرنی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلنا، اور کیسی ہی چھوٹی سنت ہو اس پر جان دینی، دونوں جہان کی نعمت سے اعلیٰ اور اولیٰ اور افضل ہے۔ کیونکہ سنت پر چلنے سے نور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اللہ کے دربار میں رتبہ بڑھ جاتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور بدعت کرنے سے ایک سنت اٹھ جاتی ہے۔ پھر فرض کرو کہ اگر بدعت کرنے میں، گو وہ تمہارے نزدیک حسنہ ہی کیوں نہ ہو، اگر ہم کو گٹھڑیاں کی گٹھڑیاں چھکڑے بھر بھر کر ثواب ملتا ہو اور سنت پر چلنے سے ایک تل بھر، تو ہم کو وہ تل بھر کافی ہے اور وہ بہت سا ثواب درکار نہیں

مردماں گویند احمد خیمہ در گلزار زن من گلے را دوست می دارم کہ در گلزار نیست

ان لوگوں نے جو بدعت حسنہ کے یہ غلط معنی سمجھے ہیں (بداں کہ ہر عبادت موافق سنت است آن عبادت مفید تر است برائے ازالہ نفس وتصفیہ عناصر وحصول قرب الٰہی لہذا از بدعت حسنہ مثل بدعت قبیحہ اجتناب می کنند کہ رسول اللہ ﷺ فرمودہ کل محد ثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔ پس نتیجہ ایں حدیث آنست نہ کل محد ثة ضلا لة و بدیہی است کہ لا شیء من الضلا لة بمدا یة و فلا شئی من المحد ثة بھد یة و نیز در حدیث آمدہ انّ القول لا یقبل ما لم یعمل بہ کلا ھما لا یقبلان بدون النّیّة و القو ل و العمل و النیّة لا یقبل ما لم یو فق السّنّة و چوں اعمال غیر مطابق سنت مقبول نباشد ثواب بر آں مترتب نشود۔ ترجمہ ارشاد الطالبین قاضی شیخ ثناء اللہ پانی پتی) تو اس کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کی نگاہ سے وہ حدیثیں گزری ہیں جن کے معنی غلط سمجھے گئے ہیں اور بدعت حسنہ کے نئے معنی بنائے۔ اس واسطے ہم کو ضرور پڑا کہ ان حدیثوں کو بیان کر کے ان کے معنی بیان کر دیں۔

عن جر یر قال کنّا فی صدر النّھار عند رسول اللّٰہ ﷺ فجاء ہ قوم عراة مجتابی النمار او العباء متقلدی السیوف عامتھم من مضر بل کلّھم من مضر فتمعمر وجہ رسول اللّٰہ ﷺ لما رأی بھم من الفاقة فد خل ثمّ خر ج فامر بلالاً فاذّن و اقام فصلّی ثمّ خطب فقال یا ایّھا النّاس اتّقوا ربکم الّذی خلقکم من نفسٍ وّا حدةٍ ..الی آخر الایة .. انّ اللّٰہ کان علیکم رقیباً۔ و آ یة التی فی الحشر : اتقوا ا للّٰہ و لتنظر نفس مّا قدّ مت لغد۔ تصدق رجل من دیناہ من درھمہ من ثوبہ من صاع برہ من صاع تمرہ حتّی قا ل و لو بشقّ تمرة قال فجا ء ر جل من انصار بصرة کادت کفہ تعجز عنھا بل قد عجز ت ثمّ تتا بع النّاس حتّی رأ یت کومین من طعام و ثیا ب حتی را یت وجہ رسول اللّٰہ ﷺ یتھلل کانّہ مذ ھبة فقال رسول اللّٰہ ﷺ من سنّ فی الاسلام سنّةحسنة فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیء و من سنّ فی الاسلام سنّة سیئة کان علیہ وزرھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و وزر من عمل بها من بعده من غیر ان ینقص من اوزارھم شیء

(یعنی مشکوۃ شریف کی کتاب العلم میں جریر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ دو پہر سے پہلے رسول خدا ﷺ کے پاس ہم لوگ تھے کہ کچھ لوگ آپ کے پاس آئے۔ ننگے بدن کمبل لپیٹے ہوئے یا پہنے ہوئے اور گلے میں تلواریں ڈالے ہوئے کہ بہت سے ان میں کے مضر کے تھے بلکہ سب کے سب مضر کے تھے، پس رسول خدا ﷺ کے منہ کا رنگ ان کے فاقے کا حال دیکھ کر متغیر ہو گیا۔ پھر آپ ان کے لئے کچھ لانے کو گھر میں تشریف لے گئے۔ مگر گھر میں کچھ نہ پایا تو پھر باہر تشریف لائے اور بلال کو حکم دیا کہ انہوں نے اذان کہی اور تکبیر کہہ کر نماز پڑھی پھر حضرت ﷺ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ آیت پڑھی: اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے .....اور پھر سورہ حشر کی آیت پڑھی کہ ڈرو اللہ سے اور آدمی کو چاہیے اس چیز پر نظر کرے جو پہلے کر چکا ہے قیامت کیلئے۔ پھر فرمایا حضرت ﷺ نے کہ اللہ دے کوئی شخص اپنے پاس سے روپیہ ہی، اشرفی ہی، یا کپڑا ہی، یا ایک پیمانہ گیہوں ہی، یا ایک پیمانہ کھجور ہی۔ یہاں تک فرمایا کہ اللہ دے اگر چہ ٹکڑا کھجور کا ہو۔ اور جنہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے انہوں نے کہا کہ پھر ایک شخص انصار میں سے ایک بھری ہوئی اشرفیوں کی یا روپئوں کی تھیلی لایا کہ قریب تھا کہ اس کا ہاتھ تھک جاوے، بلکہ تھک ہی گیا۔ پھر پے در پے لوگوں نے لانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ میں نے دو ڈھیر اناج اور کپڑے کے دیکھے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا کہ گویا سونا بھرا ہوا ہے۔ پھر رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے رواج دیا اسلام میں نیک طریقے کو تو اس کے لئے اس کا ثواب ہے اور اس شخص کا جو اس کے بعد کرے گا اور اس کرنے والے کا بھی ثواب کچھ نہیں گھٹے نہیں۔ اور جس نے نکالا اسلام میں برے طریقے کو اس پر اس کا عذاب ہے اور اس شخص کا جو اس کے بعد اس کو کرے گا، اور اس کرنے والے کا بھی عذاب کچھ نہیں گھٹے گا)

اس حدیث میں ہمارے زمانے کے لوگوں نے یہ سند پکڑی ہے کہ جو شخص اچھی بات دین میں نکالے وہ بدعت حسنہ ہے اور جو بری نکالے وہ بدعت سیئہ ہے۔ اور یہ سمجھ ان کی بالکل غلط ہے دو وجہ سے، ایک تو یہ کہ وہ لوگ من سنّ سنّۃ حسنۃ کے یہ معنی سمجھے ہیں کہ جو شخص اچھی بات نکالے، حالانکہ اس کے یہ معنی نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص اچھی بات کا رواج دے، یعنی وہ بات پہلے سے نکلی ہوئی ہو اور رسول خدا ﷺ نے اس کی خوبی بتا دی ہو اور اس نکلی ہوئی بات کو جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شخص رواج دے، اس کے واسطے یہ ثواب ہے، نہ کہ اپنی طرف سے کوئی بات نکال کر اور اس کو اچھا سمجھ کر رواج دے۔ اور ہم نے جو اس حدیث کے یہ معنی بیان کئے ہیں اس کی دو دلیلیں ہیں، ایک تو یہ کہ اسی حدیث سے ظاہر ہے کہ رسول خدا ﷺ نے للہ دینے کا تو حکم دے دیا تھا مگر اس کا رواج باقی تھا، پھر جس شخص نے کہ پہلے لا کر دیا اس نے رسول خدا کے حکم کو رواج دیا کہ اس کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی لائے۔ اسی واسطے رسول خدا نے اس پہلے شخص کی بڑائی اور اور اس کو زیادہ ثواب ملنے کی بشارت دی۔ اب معلوم ہو گیا کہ اس حدیث سے کوئی نئی بات نکالنی مراد نہیں بلکہ جو بات کہ حضرت کے اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں نکل چکی ہے اس کا رواج دینا مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر پڑ جاتی ہے۔ اب دیکھو کہ رسول خدا ﷺ نے ایک اور حدیث میں یہی بات فرمائی ہے:

و عن بلال بن الحا رث المزنی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من احیا سنّۃ من سنتی قد امیتت بعدی فانّ لہ من الا جر مثل ا جور من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شیئاً و من ابتدع بدعۃ ضلالۃ لا یرضھا اللّٰہ و رسولہ کان علیہ من الاثم مثل آ ثام من عمل بھا لا ینقص ذلک من اوزار ھم شیئاً۔ (یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں بلال بن حارث مزنی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جس نے زندہ کیا، یعنی رواج دیا میری ایسی سنت کو کہ مر گئی تھی، یعنی چھوٹ گئی تھی، میرے بعد تو اس کیلئے ان لوگوں کی مانند ثواب ہے، جو اس سنت پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ گھٹے اور جس شخص نے نکالا گمراہی میں سے بدعت کو، نہیں راضی ہوتا اس سے اللہ اور رسول اس کا، ہوگا اس پر اس کا گناہ مانند گناہ ان لوگوں کے جو اس پر عمل کریں گے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے گناہوں میں سے کچھ گھٹے)

اب غور کرو کہ ان دونوں حدیثوں کا ایک مطلب ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا من سنّ سنّۃ حسنۃ اور دوسری حدیث میں فرمایا من احیا سنّۃ من سنّتی، اس سے معلوم ہوا کہ من سنّ کے اور من احیاء کے ایک معنی ہیں اور من ا حیا کے معنی تو رواج دینے اور جاری کرنے کے ہیں تو من سنّ کے بھی یہی معنی ہوئے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو لوگ من سنّ کے معنی نئی بات نکالنے کے سمجھتے ہیں ان کی سمجھ بالکل غلط ہے۔ مگر ان معنوں میں بعضے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو ایک شبہ پڑے گا کہ اگر پہلی جگہ میں من سنّ فی الاسلام سنّۃ حسنۃ کے معنی رواج دینے اور جاری کرنے کے ٹھہرے تو دوسری جگہ من سنّ فی الاسلام سنّۃ سیّئۃ میں سن کے معنی رواج دینے اور جاری کرنے کے کیونکر ہو سکتے ہیں، کیونکہ اگر یہاں بھی سنّ کے یہی معنی ٹھہریں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ دین میں جو برا طریقہ نکلا ہوا ہے، اگر اس کو کوئی رواج دے یا جاری کرے تو اس پر یہ عذاب ہے۔ حالانکہ دین میں جتنے طریقے ہیں وہ سب اچھے ہیں، دین میں کوئی برا طریقہ نہیں۔ پھر اس کے کیا معنی کہ دین میں جو برا طریقہ نکلا ہوا ہے اس کو رواج دے یا جاری کرے؟ لیکن یہ شبہ ان لوگوں کی نادانی ہے، اس واسطے کہ خود رسول خدا ﷺ نے بتا دیا ہے کہ دوسری جگہ سنّ کے معنی رواج دینے کے نہیں ہیں بلکہ یہاں سنّ کے معنی نئی بات نکالنے کے ہیں۔ اس واسطے اس دوسری حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے پہلے من سنّ کے مقابل میں تو من احیا فرمایا اور دوسرے من سن کے مقابل میں من ابتدع فرمایا، تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلے من سنّ کے معنی وہ ہیں جو من احیا کے ہیں اور دوسرے من سنّ کے معنی وہ ہیں جو من ابتدع کے ہیں اور احیا کے معنی تو رواج دینے اور جاری کرنے کے ہیں اور ابتدع کے معنی نئی بات نکالنے کے تو پہلے من سنّ کے معنی بھی جاری کرنے اور رواج دینے کے ہوئے اور دوسرے من سنّ کے معنی نئی بات نکالنے کے۔ اب خیال کرو کہ اس حدیث سے بھی یہی مطلب ثابت ہوا کہ جو بات حضرت ﷺ کے وقت میں ہو چکی ہے اس کا رواج دینا اور جاری کرنا اچھا ہے اور نئی بات کا نکالنا برا۔ اس پر بعض نادان اس شبہے میں پڑتے ہیں کہ پہلی حدیث میں بھی دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ نے و ابتدع کا ہی لفظ کیوں نہ فرما دیا جس میں کچھ شبہ نہ رہتا، اور یہ بات ان کی کمال نادانی کی ہے، کیونکہ یہ تو بڑی فصاحت کی بات ہے کہ ایک لفظ دو جگہ آوے اور ایک جگہ اس کے اور معنی ہوں اور دوسری جگہ اور۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و کذ لک جعلنا کم امۃً وسطاً لّتکو نوا شھداء علی النّاس و یکون الرّسول علیکم شھیداً۔ (اور اسی طرح ہم نے کیا تم کو امت چنندہ، تا کہ تم سب آدمیوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو)۔

اس آیت میں پہلے علی کے تو یہ معنی ہیں کہ اگلی امتیں جو برا کام کرتی ہیں تو ان کی برائی پر تم گواہ ہو کہ تمہاری گواہی سے ان کا نقصان ہوگا، جیسے کہا کرتے ہیں کہ فلانے چور پر گواہ گزر گئے۔ یعنی اس کی چوری ثابت کرنے کو اور اس کو سزا دلوانے کو چور پر گواہ گزر گئے۔ تو اس سے پہلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی کے معنی نقصان پہنچانے کے ہوئے، اور دوسری جگہ جو علی آیا ہے، و یکون الرّسول علیکم شھیداً۔ یعنی تمہاری بھلائی کے لئے رسول تمہارا گواہ ہے جس کی گواہی سے تم کو فائدہ ہوگا ،تو اس دوسرے علی کے معنی فائدہ پہنچانے کے ہوئے اور یہ بڑی فصاحت بلاغت کی بات ہوئی کہ ایک لفظ دو جگہ آیا ہے، پہلی جگہ اس کے معنی اور تھے اور دوسری جگہ اور معنی۔ اسی طرح رسول خدا ﷺ نے سنّ کا لفظ دو جگہ فرمایا ہے کہ پہلی جگہ اس کے معنی رواج دینے کے تھے اور دوسری جگہ نئی بات نکالنے کے اور اس کی سند پر دوسری حدیث بیان ہو چکی۔ مگر بعضے آدمی دوسری حدیث میں ایک شبہ نکالتے ہیں کہ جب رسول خدا ﷺ نے دوسری حدیث میں فرمایا کہ من ابتدع بدعة ضلالة، یعنی جس شخص نے نکالی نئی بات گمراہی کی، تو اس سے معلوم ہوا کہ نئی بات دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک نئی بات تو گمراہی کی، دوسری نئی بات بھلائی کی۔ تو جو نئی بات گمراہی کی ہے وہ بدعت سیئہ ہے اور جو نئی بات بھلائی کی ہے وہ بدعت حسنہ ہے۔ مگر یہ سمجھ ان کی بالکل غلط ہے کیونکہ جب پہلی حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ جو نئی بات ہے وہ گمراہی ہے تو اب اس جگہ بھی اس طرح سے معنی بیان کرنے چاہئیں کہ پہلی حدیثوں کی مخالفت نہ ہو۔ اس واسطے بعض عالموں نے دونوں جگہ زبر پڑھے ہیں، یعنی بدعۃ ضلالۃ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ بدعت جو گمراہی ہے۔ اور جن عالموں نے ضلا لۃ کا زیر پڑھا ہے تو زیر پڑھنے میں بھی کچھ خرابی نہیں ہوتی، کیونکہ زیر پڑھنے میں بھی اس کے معنی یہ ہوں گے کہ گمراہی میں سے بدعت کو۔ یعنی گمراہی کی تو بہت سی چیزیں ہیں ان میں سے ایک بدعت بھی گمراہی ہے۔ تو زیر پڑھنے میں بھی وہی مطلب نکلا جو اور حدیثوں سے نکلا تھا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو حسنہ اور سیئہ کا لفظ ہے اس کے یہ معنی سمجھ لئے ہیں کہ جو ہمارے نزدیک اچھی ثواب کی بات ہے وہ بدعت حسنہ اور جو ہمارے نزدیک بری بات ہے وہ بدعت سیئہ ہے۔ مثلاً یہ تو جانتے ہو کہ مصافحہ کرنا اور کلام اللہ پڑھنا اور اذان دینی، اچھی بات ہے۔ اب تم یوں سمجھتے ہو کہ اگر عصر کے بعد بھی مصافحہ کرنا ٹھہرالیا، یا قبروں کے گرد بھی حلقہ باندھ کر کلام اللہ پڑھا، یا مردہ دفن کرنے کے بعد بھی اذان دے دی، تو اس میں کچھ قباحت نہیں، بلکہ ثواب کی بات معلوم ہوتی ہے، اس واسطے تم نے اس کو بدعت حسنہ ٹھہرا دیا ہے اور یہ سمجھ بالکل غلط ہے کیونکہ کسی دین کے کام کی بھلائی برائی جب تک شرع سے ثابت نہ ہو جاوے معلوم نہیں ہوتی۔ پھر تم نے جو اپنی عقل سے عصر کے بعد مصافحے کے التزام کو بھی اور قبروں کے گرد حلقہ باندھ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلام اللہ پڑھنے کو یا مردہ دفن کرنے کے بعد اذان دینے کو یا اسی طرح کی اور بہت سی باتوں کو جو اچھا ٹھہرا رکھا ہے، یہ غلطی ہے، کیونکہ جب تک کہ شرع سے نہ ثابت ہو جاوے، کسی دین کی چیز کی بھلائی برائی معلوم ہی نہیں ہوتی۔

قال صاحب المجالس و قد تقرر فی الاصول ان حسن الافعا ل و قبحها عند اهل الحق انّما یعرفان بالشّرع لا بالعقل فکل فعل امر به فی الشّرع فهو حسن و کل فعل نهی عنه فی الشرع فهو قبیح۔ (صاحب مجالس الابرار نے لکھا ہے کہ اصول میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ بھلائی اور برائی کاموں کی حق والوں کے نزدیک شرع ہی سے معلوم ہوتی ہے، عقل سے نہیں معلوم ہوتی۔ پھر جس کام کا کہ شرع میں حکم ہو چکا ہے وہ اچھا ہے اور جس کام سے شرع میں منع ہو چکا ہے وہ برا ہے)۔

وقال الامام الغزالی فی کتاب الاربعین فی اصول الدّین ایّاك ان یتصرف بعقلک و تقول کلّ ما کان خیراً او نا فعاًفهو ا فضل و کل ما کا ن اکثر کان انفع فان عقلک لا یهتدی الی اسرار الامور الالهیة و انها یتعقلها قوة النّبی ﷺ فعلیک بالاتباع فان خوا ص الامور لا تد رك با لقیاس او ما تر ی کیف ند یت الی الصلواة و نهیت عنها فی جمیع النهار امرت بترکها بعد الصّبح و العصر و عند الطّلو ع و الغرو ب و الزّوا ل۔

(یعنی امام غزالیؒ نے کتاب اربعین فی اصول الدین میں لکھا ہے کہ بچ تو اپنی عقل پر کام کرنے سے اور اس بات کے کہنے سے کہ جو اچھی اور فائدے کی بات ہے وہ بہتر ہے اور جو بہت ہے وہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ تیری سمجھ اللہ تعالی کے بھیدوں تک کہاں پہنچتی ہے۔ ان کو تو نبی ﷺ ہی سمجھتے ہیں۔ پس تجھ کو تو تابعداری ہی لازم ہے، کیونکہ ان باتوں کی خاصیتیں عقل سے نہیں سمجھی جاتیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ نمازوں کے وقت تو اذان دی جاتی ہے اور پھر دن بھر اذان دینے کا حکم نہیں، بلکہ پو پھٹنے اور عصر کی نماز ہو چکنے کے بعد نفل پڑھنے کا اور سورج نکلتے اور ڈوبتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو نماز پڑھنے تک کا حکم نہیں۔ حالانکہ اذان دینی اور نماز پڑھنی تو ثواب کا کام ہے، پھر اگر اپنی سمجھ کو دخل ہوتا تو ہر وقت نماز پڑھنے میں ثواب ہوتا، حالانکہ ان وقتوں میں نماز پڑھنی منع ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ اپنی سمجھ میں سمجھ لینا کہ فلانی بات اچھی ہے، کسی کام کی نہیں؛ اچھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات وہی ہوتی ہے جس کو رسول خدا ﷺ اچھا بتا دیں۔

و قال فی الاحیاء کما ان العقول تقصر عن ادرا ك منا فع ا لادویة مع ان التجر بة سبیل الیها کذلک تقصر عن ادرا ك ما ینفع فی ا لآخر ة من ان التجربة غیر متطرق الیها و انما یکو ن ذلک لورجع الینا بعض الاموات و اخبرو نا عن الاعمال المقر بة الی اللّٰه تعا لی و المجدة عنه و ذلک محا لاً مطمع فیه۔ (امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جس طرح عقل دواؤں کے فائدے دریافت کرنے میں عاجز ہے، باوجودیکہ ان کا فائدہ دریافت کرنے کو تجربے کی راہ ہے، اسی طرح جو باتیں قیامت میں فائدہ مند ہیں انکے معلوم کرنے میں بھی عقل عاجز ہے اور اسکے ساتھ یہ ہے کہ اسکے دریافت کرنے کو تجربے کی بھی راہ نہیں۔ اور تجربہ جب ہوتا جب مردے اٹھ آتے اور ہم کو کہہ جاتے کہ فلانی باتیں تو ثواب کی ہیں اور فلانی باتیں عذاب کی، اور مردے اٹھ آنیکی توقع نہیں)

اب اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو تم نے اپنے نزدیک اچھا سمجھا ہے اس کا اچھا سمجھنا ٹھیک نہیں ہے، بلکہ اچھا ہونا اور برا ہونا اس چیز پر بولا جاوے گا جو شرع سے ثابت ہوا ہو۔ اب سمجھ لو کہ ان حدیثوں میں جو حسنہ اور سیئہ کے لفظ آئے ہیں ان سے وہی مراد ہے کہ جس کا اچھا ہونا اور برا ہونا شرع میں آچکا ہو۔ پھر جن چیزوں کی بھلائی شرع میں آچکی ہے ان کے رواج دینے میں ثواب ہے اور جن چیزوں کی برائی شرع میں آچکی ہے ان کے رواج دینے میں عذاب ہے۔ پس اب اگر دونوں جگہ سن کے معنی رواج دینے ہی کے ہوں تو بھی وہی ایک مطلب ہے۔ اس حدیث سے بھی کسی طرح بدعت حسنہ کے ان معنوں پر جو تم سمجھتے ہو استدلال نہیں ہوسکتا۔ اور دوسری حدیث جس سے ان لوگوں نے بدعت حسنہ کے یہ معنی گھڑ لئے ہیں وہ یہ حدیث ہے:

انّ اللّٰه تعا لی نظر فی قلوب العباد فاختار محمداً ﷺ فبعثه برسا لته ثم نظر فی قلوب العباد فاختار له اصحاباً جعلهم انصار دینه و وزراء نبیّه فما راه المسلمون حسناً فهو عند اللّٰه حسن و ما راه المسلمون قبیحاً فهو عند اللّٰه قبیح۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر دیکھا، پھر محمد ﷺ کو چنا، پھر ان کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، پھر اپنے بندوں کے دلوں میں نظر کی اور ان کے لئے اصحاب چنے اور ان کو اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبی کے لئے وزیر ٹھہرایا۔ پھر جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جس چیز کو برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بری ہے)۔

اس حدیث سے اس زمانے کے لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ اگر چہ کسی چیز کی اصل پہلے زمانوں میں نہ پائی جاتی ہو، مگر جس چیز کو دس مسلمانوں نے اچھا سمجھا، وہ بدعت حسنہ ہے اور جس چیز کو برا سمجھا وہ بدعت سیئہ ہے۔ اور یہ سمجھ ان کی بالکل غلط ہے کیونکہ اس حدیث میں جو مسلمانوں کا لفظ آیا ہے اگر اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی مسلمان جس چیز کو اچھا جانے وہ اچھی ہے تو یہ معنی صریح غلط ہیں کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

ستفترق امّتی علی ثلث و سبعون ملّة کلّهم فی النّار الّا واحدة (یعنی قریب ہے کہ میری امت میں ۷۳ فرقے ہو جائینگے اور سب کے سب دوزخ میں جاویں گے، مگر ایک فرقہ)

اور جتنی امت حضرت ﷺ کی ہے ان کے مسلمان ہونے میں تو کچھ شبہ ہی نہیں، کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوں تو امت میں کا ہے کو رہیں۔ اور ہر ایک فرقے نے اپنے مذہب کو اچھا جان کر اختیار کیا۔ تو اب چاہیے کہ کوئی فرقہ دوزخ میں نہ جاوے، حالانکہ رسول مقبول ﷺ نے تو خبر دی ہے کہ بہتّر فرقے دوزخ میں جاویں گے، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں ہر ایک مسلمان کے اچھے جاننے سے تو مراد نہیں ہے۔ پس تو اب مسلمانوں کے لفظ سے یا تو وہ مسلمان مراد ہیں کہ جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے، یعنی رسول خدا ﷺ کے اصحاب، یا وہ مسلمان مراد ہیں جو شرع کے احکام کو بخوبی جانتے ہیں اور وہ آئمہ مجتہدین ہیں، اور یا وہ مسلمان مراد ہیں کہ جن کے اچھے ہونے کی رسول مقبول نے خبر دے دی ہے کہ وہ صحابہ ہیں اور تابعین اور تبع تابعین۔ پھر جو چیز کہ ان تینوں زمانوں میں مروج ہوگئی ہے، نہ اس کے سنت ہونے میں کسی کو کلام ہے۔ اور جس چیز کو علماء مجتہدین نے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ پر غور کر کے اپنے اجتہاد سے نکالا ہے نہ اس کے سنت ہونے میں کسی کو کلام ہے۔ غرض کہ اس حدیث سے بھی یہی بات نکلتی ہے کہ جو باتیں ان تینوں وقتوں میں نکل چکی تھی اور یا جس کو آئمہ مجتہدین نے قیاس کر کے نکالا ہے وہ باتیں اچھی ہیں، اور تمہاری نکالی ہوئی باتیں مردود ہیں۔ اب غور کرو کہ جن لوگوں نے بدعت حسنہ کے یہ معنی نکالے تھے کہ اگر چہ کسی بات کی اصل حضرت ﷺ کے وقت میں یا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے وقت میں نہ پائی جائے، مگر چار مسلمانوں کی سمجھ کے موافق اس میں اچھی اچھی باتیں اور ثواب کے کام ہوتے ہوں، وہ بدعت حسنہ ہے، یہ معنی بالکل غلط ہو گئے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے لا تجتمع امّتی علی الضّلالة، یعنی میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوتی اور اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبب سے اجماع امت کا دلیل شرعی ہوگیا ہے۔اس پر بھی اصول کی کتابوں میں یہ شرط لگا دی ہے کہ سند اور دلیل اس اجماع کی بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے چاہیے۔تم نے جو دین کی ہر بات میں گھٹانا اور بڑھانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ ما راہ المسلمون حسناً فھو عند اللّٰہ حسن ۔ یہ کب ٹھیک ہوسکتا ہے۔اے بھائی مسلمانوں یہ سب نفس کی شامت ہے۔ان باتوں کو چھوڑو اور خاصے ستھرے سنی مسلمان ہوکر اپنے تئیں مردے کی مانند دریائے شریعت محمدیہ میں ڈال دو،اور جس طرف اس کی موجیں لے جاویں بخوشی چلے جاؤ اور اپنے ہاتھ پاؤں مت ہلاؤ۔مبادا کہ لہر پر سے چوک جاؤ اور بھنور میں جا پڑو کہ پھر ڈوبنے کے سوا کچھ چارہ ہی نہیں۔

اجماع امت کا بیان

جاننا چاہیے کہ سب عالموں کے نزدیک اجماع امت محمدی کا اس چیز کے اچھا ہونے کی دلیل ہے۔مگر لوگ اجماع میں،جس کا ذکر شرع میں ہے،اور رواج میں فرق نہیں جانتے،حالانکہ یہ بڑی غلطی ہے کیونکہ اجماع اور چیز ہے اور رواج اور چیز۔تفصیل اس کی یوں ہے کہ بعضے وقت کوئی نئی بات خواہ ظاہر کی ہو،خواہ باطن کی،کسی سبب سے ہوئی شروع ہوتی ہے اور ان کے بعد جو اور لوگ ہوتے ہیں وہ بھی اس کو کرتے جاتے ہیں،یہاں تک کہ اس پر ایک مدت گزر جاتی ہے اور پھر وہ بات ہر ایک شخص،کیا بڑے اور کیا چھوٹے کے ہاں ایسی مقرر ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی اس کو چھوڑے تو اس کو برا بھلا کہتے ہیں اور جب اس کی اصل ڈھونڈی جاتی ہے کہ یہ بات کہاں سے نکلی،تو شرع میں اس کا ٹھکانا نہیں لگتا تو اس طرح ایک چیز پھیل جانے کو رواج کہتے ہیں۔اس بات کی شرع میں کچھ حقیقت نہیں اور اس کو اجماع سمجھنا گمراہی ہے۔اور بعضے وقت ایسا ہوتا ہے کہ نئی بات پیش آتی ہے اور اس زمانے کے علماء اس کی تلاش کے درپئے ہوتے ہیں اور کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ پر غور کر کے اس بات کا ایک حکم نکالتے ہیں اور جب وہ حکم نکل آتا ہے تو ہر شخص جان لیتا ہے کہ اس دلیل شرعی سے یہ حکم نکالا اور اسی پر عمل درآمد رکھتے ہیں۔اس طرح سے حکم نکلنے کو اجماع کہتے ہیں۔جب یہ بات سمجھ لی تو اب یہ جاننا چاہیے کہ ان تینوں زمانوں کے بعد صرف کسی چیز کے مروج ہو جانے سے وہ چیز بدعت سے نہیں نکل جاتی،برخلاف اجماع کے کہ جس مسئلے پر اجماع امت ہو جاوے وہ مسئلہ سنت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ کلام اللہ سے یہی بات نکلتی ہے کہ جس بات کو مسلمان دین کا حکم سمجھ کر بجالاویں وہی ٹھیک ہے؛ کما قال اللہ تعالیٰ:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی و نصله جهنّم و ساء ت مصیراً (اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کھل چکی اس پر راہ کی بات اور الگ چلے مسلمانوں کی راہ سے، حوالے کریں ہم اس کو وہی راہ جو اس نے پکڑی اور ڈالیں اس کو دوزخ میں اور بہت بری جگہ پہنچا)۔

پس اس آیت میں اللہ نے فرمایا کہ ،مسلمانوں کی راہ، تو اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس راہ کو مسلمانوں نے اپنے اسلام کے سبب اختیار کیا ہو، جیسے بولتے ہیں کہ بادشاہ کا حکم، یا قاضی کا حکم، تو اس سے یہی مراد ہوتی ہے کہ بادشاہ نے اپنی بادشاہت کے سبب اور قاضی نے اپنی قضائت کے سبب جو حکم دیا وہ حکم بادشاہ کا اور قاضی کا کہلائے گا۔ یا جیسے یوں بولتے ہیں کہ یہ تو سپاہیوں کی راہ ہے، یا یہ مشائخوں کا طریقہ ہے، تو اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس راہ کو سپاہیوں نے اپنی سپہ گری کے سبب اور جس طریقے کو مشائخوں نے اپنے مشائخ پنے کے سبب اختیار کیا ہو۔ غرض کہ اس آیت میں مسلمانوں کی راہ سے وہی راہ مراد ہے جو مسلمانوں نے اپنے اسلام کے سبب اختیار کی ہو، نہ بطور رسم و عادت کے۔ چنانچہ حدیث ما رآہ المسلمون حسناً فهو عند اللّٰه حسن۔ میں بھی یہی معنی مراد ہیں کہ جس چیز کو مسلمانوں نے اپنے اسلام کے سبب اچھا جانا ہو، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں اچھا جاننا فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ جس کا رواج مسلمانوں میں ہو گیا ہو وہ اچھی ہے۔ حاصل یہ کہ جتنے مسئلے اجماعی ہیں وہ تو سنت میں داخل ہیں اور جتنی باتیں کہ بطور رواج کے جاری ہو رہی ہیں وہ سب بدعت ہیں، پھر اجماع میں اور رواج میں خوب فرق رکھنا چاہیے۔

احتجاج بلا دلیل کا بیان:

بعضے لوگ اس شبہے میں پڑتے ہیں کہ جو چیز حضرت ﷺ کے وقت میں نہیں ہوئی اور نہ ان تینوں وقتوں میں اسکا رواج ہوا، اگر اس کا کرنا نادرست ہو، تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک چیز کا نہ ہونا اس کی ناجوازی کی دلیل ہوئی، حالانکہ اصول کا مسئلہ ہے کہ احتجاج بلا دلیل درست نہیں۔ یعنی کسی چیز کے نہ ہونے پر دلیل پکڑنی درست نہیں ہے۔ مگر یہ شبہ ان کا بے جا بھی ہے، کیونکہ اصول کی ساری کتابوں میں کسی چیز کے نہ ہونے پر دلیل پکڑنے کو دو طرح پر لکھا ہے: ایک یہ کہ مثلاً ایک بات ہو اور اس کا ہونا کئی دلیلوں سے ہو سکتا ہو، تو ایک دلیل کے نہ ہونے سے اس کے نہ ہونے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔ مثلاً آدمی کے مرجانے کی بہت سی صورتیں ہیں کہ آدمی بیماری سے بھی مرتا ہے، زہر کھا کر بھی مرتا ہے، چھت پر سے گر کر بھی مرتا ہے۔ پھر اگر کوئی یوں کہے کہ فلاں شخص نہیں مرا، کیونکہ چھت سے نہیں گرا۔ تو چھت پر سے نہ گرنے کی دلیل سے اس کے نہ مرنے کا حکم دینا درست نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ شخص بیمار ہو کر مر گیا ہو، یا زہر کھا کر مر گیا ہو۔ لیکن اگر کوئی بات ایسی ہو کہ اس کے لئے ایک دلیل کے سوا دوسری دلیل ہی نہ ہو تو اس وقت دلیل کے نہ ہونے پر دلیل پکڑنی البتہ درست ہوگی۔ مثلاً خون کے بدلے پھانسی اس کو دی جاتی ہے جو خون کرتا ہے۔ پھر اب اگر کوئی یہ بات کہے کہ فلانے شخص کو خون کے بدلے پھانسی نہیں ملنے کی، کیونکہ اس نے خون نہیں کیا، تو اب پھانسی نہ ملنے کو خون کے نہ کرنے پر دلیل پکڑنی درست ہوگئی، کیونکہ پھانسی ملنے کی دلیل تو صرف خون کرنا تھا۔ جب وہ دلیل جاتی رہی تو پھانسی ملنی بھی جاتی رہی۔ غرض کہ اگر کوئی ایسی چیز ہو کہ اس کے ہونے پر ایک دلیل کے سوا دوسری دلیل ہی نہ ہو تو اس دلیل کے نہ ہونے پر اس چیز کے نہ ہونے کے لئے دلیل پکڑنی اصول کے قاعدوں کے موافق درست ہے۔ اب غور کرو کہ شرح کے جتنے احکام ہیں ان کے ہونے پر ایک دلیل کے سوا دوسری دلیل نہیں۔ اور وہ دلیل کیا ہے، حکم شرع کا۔ یہاں تک کہ مباح چیزیں جن کے کرنے نہ کرنے کا بندوں کو اختیار دیا گیا ہے، اس میں بھی شرع کا ہی حکم ہے: کما فی المسلم۔

الاباحة حكم شرعي لانّ خطاب الشّرع تخييراً۔ (یعنی مسلم میں یہ بات لکھی ہے کہ کسی چیز کا مباح ہونا بھی شرع ہی کا حکم ہے۔ کیونکہ اس کام کے کرنے نہ کرنے پر شرح کی طرف سے اجازت ہے)،

تو اب جہاں شرع کا حکم نہ پایا جاوے گا درست نہ ہوگا۔ تو اب کہہ سکتے ہیں کہ فلانی بات کرنی درست نہیں، کیونکہ شرع میں نہیں آئی، تو اب شرع میں نہ آنے کو دلیل پکڑنا درست ہوگا۔ اور یہی سبب ہے کہ تمام فقہ کی کتابوں میں کسی چیز کے شرع میں نہ آنے کو اس کی ناجوازی کی دلیل پکڑی ہے: قال صاحب الهداية:

و ان صلّى الولىّ لم يجز لا حد ان يّصلّى بعده لانّ الفرض يتا دى با لولى و التنفل بها غير مشروع۔ (اگر جنازے کی نماز ولی پڑھ چکا ہو تو اس کے بعد کوئی نماز نہ پڑھے، کیونکہ فرض تو پہلے ادا ہو چکا ہے اور جنازے کی نفل پڑھنی شرع میں نہیں آئی)۔

وقال صاحب الهداية:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکرہ ان یتنفل بعد الفجر اکثر من رکعتی الفجر لا نہ ﷺ لم یزد علیھا۔
(صبح صادق کے نکلنے کے بعد فجر کی سنتوں کے سوا اور نفل پڑھنے درست نہیں، کیونکہ رسول خدا ﷺ نے اس سے زیادہ نہیں کیا)۔

اسی طرح فقہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں کہ اگر ان کو چنا جاوے تو ایک کتاب بن جائے۔

عدم نقل کا بیان:

بعضے لوگ اس شبہے میں پڑتے ہیں کہ جو چیز حدیث میں نہیں آئی تو اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے وہ کیا ہی نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ﷺ نے کیا ہو، مگر اس کا ذکر کسی حدیث میں نہ آیا ہو۔ تو یہ کہنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جتنی باتیں ہیں ان کا نہ ہونا تو ثابت ہے اس سبب سے کہ سب چیز کی اصل میں عدم ہے۔ جو جب تک کہ اس کا ہونا نہ ثابت ہو جاوے تو اس کی اصل جو کہ ثابت ہو چکی ہے نہیں فوت ہوسکتی۔

کما قال القاری فی شرحہ: قال و عدم وروده لا یدا ل علی عدم وقوعه قلنا ھذا امر مردود لانّ ا لا صل عدم وقوعه حتی یو جد دلیل وروده۔
یعنی ملا علی قاری نے مشکوۃ شریف کی شرح میں ا لاعما ل با لنیا ت کی حدیث کے نیچے لکھا ہے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ حدیث میں نہ آنا اس بات کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بات مردود ہے، کیونکہ ہر چیز کی اصل میں تو نہ ہونا ہے، جب تک کہ اسکے ہونے کی دلیل نہ پائی جائے

و قال بعض ا لافا ضل فی الاصل فی الحوا د ث العدم حق یو جدعللھا۔
یعنی بعضے بڑے عالموں نے لکھا ہے کہ جتنی چیزیں ہونے والی ہیں ان کی اصل میں نہ ہونا ہے، جب تک کہ ان کے ہونے کی دلیل نہ پائی جائے۔

اب بخوبی چھن گیا کہ جن باتوں کا ذکر حدیثوں میں نہیں آیا ان کا ایسا ہی حکم ہے کہ گویا حقیقت میں وہ باتیں ہوئی ہی نہیں۔

جو بات نہیں ہوئی اسکے نہ کرنے میں سنت کا بیان:

ایک اور بات جان لینی چاہیے کہ جو بات حضرت ﷺ کے وقت میں یا ان تینوں وقتوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں معلوم ہوئی ہے، جس طرح ان کا کرنا سنت ہے اسی طرح جو باتیں نہیں ہوئیں ان کا نہ کرنا، یعنی ان کو چھوڑنا، بھی سنت ہے۔ کما قال صاحب المجالس:

قالوا کما ان فعل ما فعله رسول اللّٰه ﷺ کان سنة کذلک ترك ما ترکه رسول اللّٰه ﷺ مع الوجود المقتضی و عدم المانع منه کان سنة ایضاً (علماء نے یہ بات کہی ہے کہ جسطرح اس کام کا کرنا جس کو رسول خدا ﷺ نے کیا، سنت ہے، اسی طرح اس کام کا چھوڑنا جس کو رسول خدا ﷺ نے نہیں کیا باوجود حاجت اور نہ ہونے مانع کے، سنت ہے)

ثمّ قال فانّه ﷺ لمّا امر بالاذان فی الجمعة دون العیدین کان ترك الاذان فیها سنّة۔ (پھر اس کے آگے لکھا ہے کہ جب پیغمبر ﷺ نے جمعہ میں اذان دینے کا حکم دیا اور عیدوں میں نہیں دیا تو اب عیدوں میں اذان کا نہ دینا ہی سنت ہے)۔

و قال القاری و الشیخ فی شرح المشکوة و المتابعة کما یکون فی الفعل یکون فی التّرك ایضاً۔ (یعنی ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق نے مشکوۃ کی شرح میں لکھا ہے کہ جس طرح تابعداری کام کے کرنے میں ہے، اسی طرح نہ کرنے میں بھی ہے)۔

تو اب اسی سے معلوم ہوا ہے کہ جو بات حضرت ﷺ کے وقت میں یا ان تینوں وقتوں میں نہیں ہوئی، اس کا چھوڑنا ہی سنت ہے۔

نبوی خصائص کا بیان:

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ جیسے حضرت ﷺ کی اطاعت نہ کرنی اور آپ کی سنت پر نہ چلنا بدعت ہے اسی طرح جو باتیں کہ خصوصیات حضرت ﷺ سے ہیں یا اتفاق سے ہوگئی ہیں یا اسی طرح کی اور بہت سی باتیں جو خاص بعضے لوگوں ہی کے متعلق ہیں، ان پر چلنا بھی بدعت ہے۔ جیسے سو رہنے سے حضرت ﷺ کا وضو نہ جانا، یا چار نکاح سے سوا حضرت ﷺ کی ذات پاک کو درست ہونا، یا اتفاق سے مشرکین کی بھی بخشش کی دعا مانگنا، یا منافق کے جنازے کی نماز پڑھ لینا، یا حضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو دوسرے نکاح کا امتناع ہونا، یا زکوۃ یا عید کے گیہوں یا اللہ کی مانی ہوئی نذر یا کفارے کے صدقے کا بنی ہاشم اور سادات پر حرام ہونا، یا بعض صحابہ اور اہل بیت کے قطعی بہشتی ہونے کا حکم کر دینا، ایسی باتیں ہیں کہ ان پر چلنا بدعت اور گناہ ہے کیونکہ یہ باتیں خصوصیات سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں یا اتفاق سے بتقاضائے بشریت ہوگئی ہیں۔ اسی طرح بعضی باتیں اگرچہ صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کے وقت میں ہوئیں مگر اہل حق نے اس کو برا جانا اور اس کا بھی رواج نہیں ہوا اور پھر اس کے بعد کوئی دلیل کلام اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ یا قیاس مجتہدین یا اجماع امت سے اس پر نہیں ملی تو اس کا کرنا بھی بدعت ہے، سنت نہیں۔ جیسے کہ بزرگوں کے مزاروں سے مدد چاہنی، باوجودیکہ حضرت عمرؓ کے وقت میں ایک گنوار نے جناب پیغمبر خدا ﷺ کے مزار مبارک سے مینہ برسنے کی دعا مانگی، لیکن جب رواج نہ ہوا تو سنت نہ ٹھہرا، بلکہ بدعت ہی رہا۔ اور اس واسطے شاہ عبدالعزیز نے اولیاء اللہ کی قبروں سے مدد چاہنے کو، گو وہ لوگ حقیقت میں ان کو واسطہ ہی کرتے ہوں اور اپنی مراد اللہ ہی سے مانگتے ہوں، بدعت فرمایا اور بدعت ہونے کا فتوی دیا۔ اور اسی طرح حضرت عائشہؓ سے عورتوں کا قبروں پر جانا اور حضرت ابن عباسؓ سے وضو کے وقت پاؤں پر مسح کر لینا یا عبداللہ بن جعفرؓ سے عود کا بجانا یا سعید ابن المسیبؒ سے بغیر صحبت کے صرف نکاح سے حلالے کا حلال ہونا یا معاویہ بن ابی سفیانؓ سے تخت سلطنت پر بیٹھنا اور اسی طرح کی بہت باتیں جن کا انہی وقتوں میں ہونا آیا ہے، مگر اس سبب سے کہ ان کا رواج نہیں ہوا اور اہل حق نے برا جانا، بدعت کی بدعت ہی رہی۔ پھر ان باتوں پر چلنا اور رواج نہ ہونے کا خیال نہ کرنا عین گمراہی اور اپنے نفس کے موافق باتیں ڈھونڈ لانی ہیں۔ نعوذ باللّٰہ منھا۔

ان باتوں کا بیان جو بدعت نہیں ہیں:

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ظاہر میں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بدعت ہوں گی، مگر درحقیقت وہ باتیں بدعت نہیں ہیں، بلکہ سنت ہیں۔ مثلاً قرآن کا جمع کرنا اور سورتوں کو آگے پیچھے لگانا اور رمضان میں اکٹھے ہو کر تراویح پڑھنی اور جمعے کو پہلی اذان دینی اور کلام اللہ میں زبر زیر دینے اور حدیثوں اور کلام اللہ کی آیتوں سے کفار مشرکین اور بدعتیان مصلین کو رد کرنا اور حدیث فقہ کی کتابیں بنانی اور صرف ونحو کے قاعدے بقدر ضرورت بنانے اور حدیث کے راویوں کا حال تحقیق کرنا اور کلام اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں سے مسئلوں کا نکالنا، یہ سب باتیں سنت ہیں کیونکہ یہ سب باتیں ان تین زمانوں میں جن کے اچھے ہونے کی خبر رسول مقبول ﷺ نے دی ہے، بے کھٹکے مروج تھیں اور کوئی ان باتوں کو برا نہیں جانتا تھا، بلکہ بعض اسے بزرگی اور سبب بڑھائی کا جانتے تھے۔ مگر اتنی بات بے شک ہے کہ ہر ایک چیز کی ایک حد اللہ تعالی نے باندھ دی ہے اور ہر ایک چیز کا مرتبہ بنایا ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی کا بڑا اور کسی کا چھوٹا۔ پھر جو کوئی اس حد سے بڑھ جاوے گا اور اس مرتبے کا خیال نہیں رکھے گا ، البتہ بدعت میں پڑ جاوے گا۔ یا مثلاً آئمہ مجتہدین کے مسئلے نکالے ہوئے کہ فلاں بات واجب ہے یا مندوب یا مباح ہے یا مکروہ یا حرام یا فلانی چیز فلانی چیز کی رکن ہے اور فلانی شرط یا اس طرح پر کہ فلانا کام کرنے سے اس کام میں پورا ثواب ہوتا ہے، یا فلانی بات کرنے سے فلانی بات لازم آجاتی ہے، یا فلانی بات کرنے کا یہ پھل ہے، یا فلانی بات فلانی بات کے برخلاف ہے، یا فلانی بات، فلانی بات کے بدلے مقرر ہوئی ہے، پھر خواہ وہ بات عقائد کی ہو یا دل کے حالات کی، یا ہاتھ پاؤں کے کام کاج کی، یا عبادت، یا عادت یا معاملات کی، وہ سب کی سب سنت ہیں، کیونکہ ان سب کی اصل شرع میں موجود ہے اور فقہائے مجتہدین اور آئمہ متقدمین شکر اللّٰہ سعیھم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی سے یہ احکام نکالے ہیں۔ پھر یہ نئی چیزیں بھی نہیں ہیں، جو بدعت ہوں۔

اور اسی طرح آئمہ اربعہ مجتہدین کی تقلید کرنی بھی سنت ہے بدعت نہیں، کیونکہ ان چاروں مذہبوں میں جو اختلاف ہیں وہ اختلاف یا تو صحابہ کے اختلاف ہیں یا آئمہ مجتہدین کے قیاس کے۔ اور اس میں سے ہر ایک کی تابعداری سنت ہے نہ بدعت۔ البتہ بعضے جاہل جو یوں جانتے ہیں کہ ہم کو کلام اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے کیا کام ہے، ہم کو تو اپنے امام کے قول کی تابعداری چاہیے یا بعضے یوں کہتے ہیں کہ اگر فرض کرو کہ ایک قول امام کا صریح مخالف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کے کسی فتوی کی کتاب میں نکل آوے تو ہم نہ کتاب اللہ کو مانیں گے اور نہ سنت رسول کو، ہم تو اسی روایت کو مانیں گے۔ یا یہ کہ اکثر عوام، بلکہ خواص بھی بعضے بزرگوں کی نسبت جن کو اللہ تعالی نے اپنے دریائے رحمت سے سیراب کر دیا تھا اور ان کو اس بات کا ملکہ عنایت کیا تھا کہ روایات اور اختلافات مختلفہ کے دلائل پر غور کر کے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر خیال کر کے ایک بات کو ترجیح دے سکتے تھے، بلکہ ہزاروں مسئلوں کا استدلال کلام اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے نکال سکتے تھے اور انہوں نے کسی مسئلے میں تاج الآئمہ امام الامت امام ابوحنیفہ کوفی کی تقلید چھوڑ دی اور امام شافعی کی تقلید اختیار کر لی یا کسی اور امام کے آئمہ مجتہدین میں سے کسی مسئلہ خاص میں پیرو ہو گئے تو اب ان پر رافضیوں کی طرح تبرا کرنے لگے اور گمراہ اور مردود بنانے لگے اور کافر اور مرتد کا فتوی دینے لگے اور جس طرح ہم حقارت اور نفرت سے اہل بدع واھوا کا نام لیتے ہیں اسی طرح ان بزرگوں کا بھی لامذھباً اور بدمذھباً اور گمراہ کر کے نام لینے لگے، یا یہ کہ جن لوگوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے آئمہ مجتہدین کی تقلید کو ایک جزو ایمان کا سمجھ رکھا ہے کہ جب تک لا الہ الّا اللّٰہ کے ساتھ محمّد رسول اللّٰہ نہ کہے مسلمان نہیں ہوتا، اسی طرح جب تک کہ لا الہ الّا اللّٰہ محمّد رسول اللّٰہ ﷺ کے ساتھ اختر ت مذ ھب الحنفی او الشّا فعی او الما لکی او الحنبلی نہ کہے مسلمان ہی نہیں ہوتا، اور سیدھی راہ ہی پر نہیں آ تا، البتہ ان لوگوں کی نسبت ایسی تقلید شرک کی بدعت ہے۔ ورنہ جس تقلید آئمہ مجتہدین پر ہم لوگ اہل سنت والجماعت ہیں، یہ تقلید تو خاصی ستھری بے کھٹکے سنت ہے کہ اس میں کسی کو کچھ کلام ہی نہیں۔ یا مثلاً وہ چیزیں کہ جن کی دین کے کام میں ضرورت پڑتی ہے، جیسے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کے سمجھنے کے لائق عربی کی کتابیں پڑھنی یا صوفیوں کے ہاں جو باتیں حد سے زیادہ مروج ہیں ان میں ذکر خفی سے لطائف خمسہ کی تحریک اور پاس انفاس کا حال اور یادداشت رسمی اور ملاحظہ بہ سوئے قلب جس سے حقیقت احسان کے متعلق ہے اور کفار مشرکین پر جہاد کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھیار اور اسی طرح کی اور باتیں جو مخالف شرع نہیں ہیں، اور صرف ان کو احکام بجالانے کے لئے برتا جاتا ہے وہ بھی بدعت نہیں ہیں۔ مگر جب ہی تک کہ کرنے والا ان کو صرف واسطہ اور آلہ سمجھے، لیکن اگر کوئی ان کو دین کی سی بات سمجھنے لگے تو پھر وہ بھی بدعت میں داخل ہو جاویں گی۔ اب ضرور پڑا کہ اس مقام پر یہ بھی بتا دیں کہ دین کے کاموں میں کسی چیز کے واسطے یا وسیلہ ہونے کے کیا معنی ہیں۔ تو اب سنو کہ دین کے کاموں کے وسیلے دو طرح پر ہیں۔

واسطے اور وسیلے کا بیان:

ایک تو یہ کہ وہ وسیلہ خود بھی شرع میں ثواب کا کام ہے جیسے وضو کرنا اور نہانا کہ اگرچہ یہ دونوں نماز پڑھنے کے لئے وسیلہ اور واسطہ ہیں، مگر یہ خود بھی ایسی چیزیں ہیں کہ شرع میں ان کی تعریف آتی ہے:

قال اللّٰہ تعا لی: انّ اللّٰہ یحبّ التوّا بین و یحبّ المتطھّرین۔ (یعنی اللہ تعالی فرماتا ہے سورہ بقرہ میں کہ خوش آتے ہیں توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہیں ستھرائی کرنے والے)۔

و قال رسول اللّٰہ ﷺ الطّھور شطر الایما ن۔ (اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ ستھرائی شرط ایمان کی ہے)

یا مثلاً کلام اللہ پڑھنا تو اس بات کا وسیلہ ہے کہ اس کے معنوں پر آدمی غور کرے، مگر اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا پڑھنا خود بھی ثواب ہے۔ یا مثلاً اعتکاف کرنے سے مقصود جماعت کی نماز ہاتھ لگنی اور اللہ تعالی کی یاد کرنی اور بری باتوں سے بچنا ہے، مگر اعتکاف خود بھی ثواب کا کام ہے۔ اور اسی طرح اور بہت سی چیزیں شرع میں ایسی ہیں کہ درحقیقت تو وہ چیزیں ایک اور کام کا وسیلہ اور واسطہ ہیں، مگر وہ باتیں خود بھی ثواب کی ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ اگر ان باتوں سے جو مقصود اصلی ہیں، قطع نظر کی جاوے تو یہ باتیں جو وسیلہ اور واسطہ ہیں، ثواب سے خالی نہیں۔ دوسری طرح کی وہ چیزیں ہیں کہ اگر چہ وہ خود تو ثواب کا کام نہیں ہے، مگر ایک اور ثواب کی بات ہاتھ لگنے کو واسطہ اور وسیلہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً سفر کرنا حج کے لئے یا مسجد کے جانے کو بازار میں جانا اور وضو کے لئے کنویں میں سے پانی کھینچنا، اور اسی طرح کی ہزاروں باتیں ہیں کہ خود تو ثواب کی بات نہیں ہیں مگر ثواب حاصل ہونے کو واسطہ ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر ان مقصدوں سے قطع نظر کی جاوے تو نہ سفر کرنے سے کچھ ثواب ملتا ہے اور نہ بازار میں جانے سے اور نہ پانی کھینچنے سے۔ پھر جو شخص ان دوسری طرح کی باتوں کو اس طرح پر کرے گا، جس طرح کہ پہلی باتیں کرتے تھے، یعنی ان کے مقصود اصلی سے قطع نظر کر کے انہیں باتوں کو مقصود ٹھہراوے گا تو یہ باتیں اس کے حق میں بدعت ہو جاویں گی۔

خاتمہ: ایک اور بات بھی سمجھنی چاہیے کہ شرع شریف میں اکثر باتیں ایسی ہیں کہ جن کے حق میں فرما دیا ہے کہ یہ بات شرک کی ہے اور یہ بات کفر کی اور یہ بات منافق پنے کی، لیکن کسی خاص شخص کو کافر یا مشرک یا منافق کہنے سے یہی بات مراد ہوتی تھی کہ وہ شخص عقیدہ کفر اور شرک اور نفاق کا رکھتا ہے۔ اسی طرح ہزاروں باتیں بدعت کی ہیں لیکن اس کے کرنے والے کو بدعتی نہیں کہہ سکتے، کیونکہ جس طرح بعضی باتوں کو شرع شریف میں کفر اور شرک اور نفاق میں گن دینے سے یہ مقصود ہے کہ لوگ ان کو چھوڑیں اور ان باتوں سے بچیں، نہ یہ کہ جس طرح کافروں اور مشرکوں کو سمجھتے ہیں اسی طرح ان باتوں کو کرنے والوں کو بھی سمجھیں، اور ان کا مال لوٹنے اور ان کے بال بچوں کے پکڑنے میں کچھ دریغ نہ کریں، اور ان کے جنازے کی نماز پڑھنے اور ان کی بخشش کی دعا مانگنے میں بھی مضایقہ کریں، اسی طرح بدعت کی باتیں بتا دینے سے بھی یہی مقصود ہے کہ آدمی اس سے بچے اور ان باتوں کو چھوڑے اور جو باتیں کہ سنت نہیں ہیں ان کو برا جانے، نہ یہ کہ جو باتیں بدعتیوں کے حق میں حدیث میں آئی ہیں جیسے ان کے اعمال جاتے رہنے اور ان کی تعظیم و توقیر نہ کرنی اور ان کی بیماری میں خبر نہ پوچھنی یا سلام و علیک نہ کرنی، وہی باتیں ان کے ساتھ بھی کرے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ وہ سب لوگ مسلمان بھائی ہیں۔ جو بری باتیں بدعت کی ان میں ہیں ان کے چھوڑنے کو اسی طرح سمجھائے جس طرح کہ بھائی بھائی کو سمجھاتا ہے اور ہمیشہ سنت پر چلنے کی ترغیب دیتا رہے اور کج اخلاقی اور نخوت فرعونی اور تکبر کو چھوڑے اور اپنے تئیں بڑا نیک بخت، پرہیزگار اور ان کو بد بخت بدعتی گنہ گار نہ سمجھے، کیونکہ یہ باتیں نفسانیت اور ہماہمی کی ہیں، اسلام سے ایسی باتوں کو کچھ علاقہ نہیں۔

الٰہی تو اپنے فضل و کرم سے سیدھی راہ کی ہدایت کر اور جو طریقہ خاص تیرے نبی ﷺ کا ہے اس پر قائم رکھ اور جس طرح زبان سے تو نے سنت محمدیہ کو کہلوایا ہے اسی طرح دل و جان سے اس پر عمل کرنے اور اسی پر قائم رہنے کی توفیق دے۔ آمین یا رب العالمین

جان در قدم تو ریخت احمد ایں منزلت از خدائے میخواست

(حاشیہ نمبر ۲ میں سرسید احمد کا رسالہ کلمۃ الحق ملاحظہ فرمائیں)

سید محمد علی مدراسیؒ

آپ کے والد کا اسم گرامی سید عنائت علیؒ ہے اور آپ رام پوری و مدراسی کی نسبتوں سے مشہور ہیں اور سید احمد بریلویؒ کے خلفاء میں شامل ہیں۔ برصغیر میں عمل بالحدیث کی تحریک کے اہم اراکین میں سے ہیں اور خاص طور ان کی خدمات حیدرآباد دکن، مدراس وغیرہ علاقوں میں اہمیت کی حامل ہیں۔ جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> سید (احمد بریلوی) دہلی، ٹونک، یوپی اور بہار کے علاقوں میں دعوت و تبلیغ کا پورا انتظام، جہاد کے لئے روانہ ہونے سے پہلے کر چکے تھے، لیکن بعض حصے ایسے بھی تھے جہاں یا تو کوئی انتظام ہی نہ کیا جا سکا تھا، یا جو انتظام تھا وہ ضرورت کے مطابق نہ تھا۔ مثلاً بمبئی، حیدرآباد، مدراس اور بنگال۔ لہٰذا سرحد پہنچ کر اور حالات کا جائزہ لے کر سید صاحب نے ان حصوں میں مختلف اصحاب کو داعی مقرر کیا جو تقریر و بیان کے لحاظ سے مجاہدین میں ممتاز تھے۔ مثلاً مولوی سید محمد علی رام پوری، مولوی ولایت علی عظیم آبادی، مولوی عنایت علی عظیم آبادی، مولوی محمد قاسم ساکن بمبئی، سید اولاد حسن قنوجی، حافظ قطب الدین۔ ممکن ہے اور اصحاب بھی اس سلسلے میں مقرر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہوں، مجھے صرف انہیں اصحاب کا علم ہے۔ (جماعت مجاہدین۔ص ۵۸)

مولوی سید محمد علی رام پوری کچھ مدت حیدر آباد میں رہے۔ پھر مولوی ولایت علی کو حیدر آباد میں مقرر ہو گئے اور مولوی سید محمد علی کو مدراس جانے کا حکم ہوا۔ وہ محرم ۱۲۴۵ھ (جولائی ۱۸۲۹ء) میں مدراس پہنچے اور چند ہی مہینوں میں مسلمانان مدراس میں زبردست دینی انقلاب پیدا کر دیا، جس کی پوری کیفیت تنبیہ الضالین عن طریق سید المرسلین قلمی سے معلوم ہو سکتی ہے (جماعت مجاہدین۔ص ۵۹)

معلوم نہیں سید محمد علی نے کس زمانے میں (سید احمد بریلوی کی) بیعت کی، البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ مجاہدین کا قافلہ لے کر ابتدائی دور ہی میں سرحد پہنچ گئے تھے، جس زمانے میں سید محبوب علی دہلوی کی مراجعت کے باعث قافلوں کی آمد رک گئی تھی اس زمانے میں جن اصحاب کو بہ غرض دعوت و تبلیغ (سرحد سے) ہندوستان بھیجا گیا تھا ان میں سید محمد علی بھی تھے۔ وقائع میں ان کے ارسال کی کیفیت یوں بیان ہوئی ہے:

مولوی محمد علی رام پوری کو حضرتؒ نے فرمایا کہ تم طرف حیدر آباد دکن جاؤ۔ انہوں نے عذر کیا کہ مجھ کو نہ اس قدر علم ہے کہ کسی سے مباحثہ یا مناظرہ کروں اور نہ یہ سلیقہ ہے کہ لوگوں کے انبوہ میں وعظ و درس کہوں۔ مجھ کو تو آپ کسی کام کو وہیں بھیجیں کہ وہ کام کر کے چلا آؤں۔ آپ نے فرمایا کہ خیر، جس بات کا عذر کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ عذر دور کر دے۔ پھر آپ نے اپنا کرتہ اور پاجامہ اور تاج (ٹوپی) ان کو پہنایا... چار پانچ آدمی ان کے ہمراہ کئے، ان میں ایک نعیم خان رامپوری تھے اور دوسرے عنایت اللہ خان تتالی والے اور تیسرے عبداللہ کہ انہیں کے رفیقوں میں سے تھے اور باقی کے نام یاد نہیں اور فرمایا کہ یہاں سے سندھ کو جانا، وہاں پیر کوٹ میں بی بی صاحبہ سے ملتے ہوئے کراچی بندر کو جانا، وہاں سے کشتی پر سوار ہو کر بمبئی میں اترنا، پھر وہاں سے حیدر آباد کو جانا۔ (وقائع۔ص ۵۰۷۔۵۰۸)

سید محمد علیؒ نے حیدر آباد کا قصد کیا تو وہاں مخالف بھی تھے اور موافق بھی۔ مولوی حیدر لکھنوی دیوان چندو لال کے پیشکار تھے۔ انہوں نے سید محمد علی کی آمد کو دیوان کے سامنے نہایت برے رنگ میں پیش کیا۔ کہا کہ وہ سید احمد کے خلیفہ ہیں جو انگریزوں سے لڑتے ہیں۔ چندو لال بولا کہ پھر تو انہیں قید کرنا چاہیے۔ سید محمد علی پیش آنے والی آفات سے بالکل بے پرواہ تھے اور چاہتے تھے کہ اپنے مرشد کا حکم پورا کریں، خواہ کوئی صورت پیش آ جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاری عبداللہ، سید (احمد) صاحب اور سید محمد علی کے معتقدین میں سے تھے۔ اس وقت حیدر آباد میں دستور تھا کہ باہر سے معززین آتے تو سرکار کی طرف سے انکی سواری کیلئے گھوڑے، ہاتھی، اور پالکیاں ملتیں اور حسین شاہ ولی کی درگاہ سے انہیں شہر لاتے۔ قاری عبداللہ نے سید محمد علی کے لئے یہی انتظام کرنا چاہا۔ مولوی عبید الحسن بنگالی، شاہ عبدالعزیز کے شاگرد، کمپنی کے وکیل تھے۔ ان کی وساطت سے درخواست کی۔ انہوں نے چندو لال سے کہا کہ سید محمد علی، ابن علی فرخ آبادی کے خویش ہیں، ان کا اعزاز ہونا چاہیے۔ چندو لال نے کہا۔ ابن علی میرے محسن ہیں، سید محمد علی کا اعزاز ضرور ہوگا، میں خود بھی ان کی ملاقات کا آرزومند ہوں۔

غرض سید محمد علی کو بڑے اعزاز سے شہر میں لائے۔ انہیں چندو لال سے ملنا پسند نہ تھا لیکن حالات کی وجہ سے مجبور تھے، ملاقات ہوئی تو چندو لال نے ڈھائی سو روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا اور دو ہزار کی رقم یک مشت مہمانداری کے لئے دی۔

سید محمد علی کی دعوت و تبلیغ سے حیدر آباد میں سنت کا احیاء ہوا۔ مبارز الدولہ اور بڑے بڑے امراء اسی دور میں صراط مستقیم پر قائم ہوئے۔ پھر مولوی صاحب کو مدراس جانے کا حکم ہوا اور مولوی ولایت علی حیدر آباد آ گئے۔

اس زمانے میں چندو لال کے ساتھ تعلق رکھنے والے منیر الملک سے نہ ملتے تھے۔ سید محمد علی نے فرمایا کہ مجھ پر حیف ہے، ہندو سے ملوں اور مسلمان سے نہ ملوں۔ چنانچہ ایک دوست کی وساطت سے ملاقات کا انتظام کیا۔ ان کے ہاں موت وغیرہ کے تذکرے نہ ہوتے تھے، سید محمد علی نے احوال آخرت کے متعلق ایسا وعظ فرمایا کہ سب سننے والوں کے دل دہل گئے۔

سید محمد علی حسب الحکم حیدر آباد سے نکلے تو کرنول، کڈپا، اردگیر، نیلور ہوتے ہوئے محرم ۱۲۴۵ھ (جولائی ۱۸۲۶ء) میں مدراس پہنچے جس کا پرانا نام چینا پٹن تھا اور اسے عام لوگ پٹن بھی کہتے تھے۔ سید محمد علی نے ملا بحر العلوم کے فرزند مولوی عبدالرب کے مدرسے میں ڈیرے ڈالے اور کتاب وسنت کی اشاعت شروع کی۔ آپ کے وعظ ونصیحت سے ہزاروں لوگ راہ راست پر آئے۔ ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر نواب خان عالم خان بہادر تہور جنگ ہیں جو مدراس کے معزز رؤسا میں تھے اور ان کی صاحبزادی نواب ارکاٹ کی بیگم تھی۔ نواب موصوف نے بیعت کرتے ہی راہ سنت اختیار کر لی اور اپنے گھر کی وہ تمام چیزیں تڑوا ڈالیں جو شریعت کی رو سے ناجائز تھیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خودنواب خان عالم نے سید محمد علی کی تبلیغ کے اثرات یوں بیان کئے ہیں ا۔شراب، سیند ھی، گانجا پینے والے فاسق ، اور نرسو (ایک ہندو دیوتا جسے مسلمان بھی پوجتے تھے) کو پوجنے والے عوام وخواص پنج وقتہ نماز پڑھنے لگے ۔۲۔ مردوں کے علاوہ بعض عورتیں بھی تہجد گزار ہوگئیں ۔۳۔تمام غیر شرعی اعمال ورسوم کا خاتمہ ہوگیا۔ (تنبیہ الضالین۔ص۲) ۔

دس مہینے کی تبلیغ کے یہ کرشمے دیکھ کر مخالف بھی جوش میں آ گئے اور انہوں نے اعتراضات کرنا شروع کر دیئے ۔سید محمد علی کا طریقہ یہ تھا کہ فضول بحثوں اور مناظروں میں نہ الجھتے ، اپنے اصل مقصد سے کام رکھتے اور اصلاح عقاید واعمال پر زور دیتے۔

سید احمد بریلوی کی شہادت کے بعد سید محمد علی رام پور چلے گئے۔ ۱۲۵۰ھ میں حج کے ارادے سے کلکتہ پہنچے تو مدراس والوں نے پے در پے درخواستیں بھیجیں کہ یہاں ٹھہرتے ہوئے جایئے ۔ بلکہ نواب ارکاٹ کی والدہ نے ایک خاص آدمی کلکتہ روانہ کر دیا کہ سید محمد علی کو ہمارے جہاز دریا دولت پر سوار کر کے لائے۔ان کی اولین غرض یہ تھی کہ سید محمد علی سے اپنے بیٹے کے لئے اولاد کی دعا کرائیں ۔سید موصوف مدراس پہنچ کر پہلے تیال پیٹ ٹھہرے ۔ وہاں ان کے لئے بڑی حویلی خالی کرادی گئی ۔ پھر نواب ارکاٹ کی والدہ نے جعفر علی خان خانساماں کو بھیج کر سید محمد علی کو اپنے ہاں بلا لیا اور سید صبغۃ اللہ شاہ کی حویلی میں اتارا۔ سید موصوف کی دعا سے خدا نے نواب ارکاٹ کو اولاد عطا کی ۔ اس موقع پر مخالفوں نے شدید ہنگامے بپا کئے اور ہر ممکن کوشش کی کہ سید محمد علی کی دل آزاری اور اذیت رسانی میں کوئی کسر نہ رہ جائے ۔مخالفوں میں جمال فرنگی محلی ، مولوی اسلمی اور ارتضا علی خان پیش پیش تھے ۔ زیادہ تر بحثیں شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان ، اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے متعلق ہوتی رہیں ۔ ایک موقع پر سید محمد علی کو زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی لیکن آپ اور آپ کے متعلقین خدا کے فضل سے محفوظ رہے۔

نواب خان عالم خان بہادر پر بھی وار ہوئے ۔ چنانچہ نواب سے کہہ کر ان کی تنخواہ بند کرا دی گئی جس کی مقدار گیارہ سو روپے ماہانہ تھی۔ان کی صاحبزادی (بیگم نواب ارکاٹ) کو بھی تنگ کیا گیا کہ کسی طرح وہ غیر شرعی مراسم اختیار کر لئے جائیں جو عام طور پر اس زمانے میں رائج تھے ۔اس حق پرست خاتون کا نواب کو صرف ایک جواب تھا : میں آپ کی بیوی ہوں اور آپ کے ہر فرمان کو ماننے کے لئے ہمہ تن تیار ہوں ۔لیکن قبر اور آخرت کے معاملات سب کے الگ الگ ہیں ۔ میں آپ کے فرمان سے کسی غیر شرعی امر کی مرتکب نہیں ہوسکتی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید محمد علی نے بار ہا اعلان کیا کہ میرا عقیدہ اور عمل وہی ہے جو جمہور اہل سنت کا ہے۔ جو کچھ خلاف سنت ہے، اسے غلط سمجھتا ہوں، خواہ وہ کسی کی طرف سے ہو۔ لیکن مخالفین نے انہیں چین نہ لینے دیا۔ آپ کے ایک نیاز مند نے اس ابتلاء کی ایک تاریخ کہی جو ذیل میں درج ہے

برمحمد علی جفائے پٹن رفت چوں جورشام برحسین

ہست تاریخ ایں بلائے عظیم یادمظلومِ امام حسین (۱۲۵۱ھ)

سید محمد علیؒ نے اس کے بعد حج کیا۔ پھر احیاء دین کے کام میں لگے رہے۔ ۱۲۵۸ھ (۱۸۴۲ء) میں وفات پائی۔ (جماعت مجاہدین۔ ص ۱۸۰۔۱۸۳)

ماہنامہ نورالایمان دہلی کے جون اور اگست ۱۹۷۳ء کے شماروں میں بتایا گیا ہے:

مدراس میں جب لوگ سید محمد علیؒ کے اثر سے حلقہ توحید میں شامل ہونے لگے تو مخالفین نے گورنمنٹ سے درخواست کی کہ مدراس میں سید صاحب کے مخالفین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے مبادا ان کو کوئی نقصان پہنچے۔ بہتر ہے کہ آپ کو حفاظت کے ساتھ یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔ اس پر حکومت نے از راہ کرم آپ کو حفاظت کے ساتھ مدراس سے کلکتہ پہنچا دیا۔

۱۲۵۰ھ میں سید محمد علیؒ حج کے ارادے سے کلکتہ پہنچے تو مدراس والوں کی درخواست پر مدراس بھی آئے۔ پھر مخالفین نے ہنگامے کئے اور ایذا رسانی کی ہر ممکن کوشش کی۔ زیادہ تر بحثیں تقویت الایمان اور شفاعت کے مسئلہ پر تھیں۔ سید محمد علی شفاعت بالاذن کے قائل تھے جیسا کہ حدیثوں میں مذکور ہے لیکن مخالفوں کا اصرار تھا کہ شفاعت عام ہونی چاہیے۔ ایک موقع پر سید محمد علی کو زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی۔ (ماہنامہ نورالایمان دہلی، جون اور اگست ۱۹۷۳ء)

جناب امام خان نوشہرویؒ لکھتے ہیں:

آپ کو اور ولائت علی صادق پوری کو سید احمد بریلوی نے سرحد سے واپس ہند جانے کا کہا تھا اور کہا: ہم آپ کو تخم کر کے اٹھاتے ہیں۔ مدراس پہنچ کر توحید وسنت کی تبلیغ کی مولوی عبدالرب خلف مولوی عبدالغنی کا مدرسہ تھا، وعظ شروع ہوئے تو لوگ شرک و بدعت سے تائب ہونے لگے۔ دوران سفر حج، بنارس بھی آئے جہاں قیام کیا، وعظ فرمایا جسکے اثرات ہوئے۔ فارسی کے شاعر تھے باغ رحمت بزبان فارسی انکی تصنیف نواب محمد علی خان والی ٹونک نے شائع کرائی۔ الہ آباد میں ۱۸۴۲ء۔ ۱۲۵۸ھ میں انتقال ہوا۔ (تراجم علماء حدیث ہند۔ ص ۴۹۵)

قاضی محمد اسلم سیف لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد علی جو سید احمد بریلوی کی طرف سے مدراس اور جنوبی ہند کے دیگر علاقوں میں مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیار کر رہے تھے سانحہ بالاکوٹ کی خبر سننے کے بعد انہوں نے ہمت نہیں ہاری ۔ جب وہ آسام پہنچے تو وہاں کے سرکار پرست علماء نے اپنے تقدس کو سرکتا ہوا محسوس کیا اور سمجھا کہ اس عالم کی صاف گوئی اور راست بازی ہمارے خلاف عام میں ہیجان برپا کر دے گی ۔ وہاں کے علماء نے آسام میں پہلی مرتبہ یہ فتوی داغا کہ شاہ اسماعیل شہید اور ان کے رفقاء العیاذ باللہ، گستاخ رسول ہیں ۔ سلہٹ شہر کے کتب خانوں سے تقویۃ الایمان خرید کر مولوی محمد علی کے جلسہ میں سامنے لا کر جلائی گئی اور وہاں کے انگریز حاکم سے وفد کی شکل میں درخواست کی کہ اس شخص کو صوبہ بدر کر دیا جائے کہ یہ لوگوں کے عقیدے فاسد کرتا ہے ۔ چنانچہ مولوی محمد علی کو انگریز حاکم نے سلہٹ اور آسام سے نکال دیا (تحریک مجاہدین)

(تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں ۔ص ۲۶۳۔۲۶۴)

جناب فیصل احمد بھٹکلی لکھتے ہیں:

سید محمد علی رام پوری کا شمار سید احمد کے چند ممتاز ترین خلفاء میں ہوتا ہے ۔ بڑے غضب کے داعی تھے ۔ سید صاحب نے پہلے انہیں دعوت کے لئے حیدر آباد دکن بھیجا تھا ۔ پھر جب مولوی ولائت علی کو وہاں بھیجا گیا تو مولوی محمد علی کو مدراس جانے کا حکم ہوا ۔ مولوی محمد علی رامپوری کی مقناطیسی شخصیت اور پرتاثیر دعوت کا حال ان کے خلیفہ مولوی خان عالم مدراسی نے تنبیہ الضالین میں اور افسر الدولہ جہان خان مدراسی نے اپنی کتاب الذکر الجلی فی کرامات السید محمد علی میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے (اول الذکر کتاب کے قلمی نسخہ کا ذکر مہر نے کیا ہے نیز مولوی کرامت علی کے بعض رسائل میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے ۔ اور دوسری کتاب چھپی ہوئی ہے ۔) نیز سید صاحب پر لکھی ہوئی کتابوں میں بھی اس کے کچھ اشارے مل جاتے ہیں ۔ مگر جہاں تک آپ کی سیاسی سرگرمیوں اور انگریز مخالف پالیسیوں کا تعلق ہے اس پر کسی نے خاص طور پر توجہ ہی نہیں دی ۔ اگر سرکاری دستاویزیں نہ ہوتیں تو ہمیں ان کا سراغ بھی نہ لگتا ۔

اس میں شک نہیں کہ حیدر آباد کے اندر جذبہ حریت کو بھڑکانے میں مولوی محمد علی رامپوری کا رول بڑا اہم ہے ۔ انہوں نے ہی مولوی ولائت علی کیلئے زمین ہموار کی تھی ۔ پھر وہ مدراس گئے تو قرب و جوار کے علاقوں کرنول، کڈپا، اودگیر اور نیلور وغیرہ میں آزادی کی آگ لگاتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے گئے تھے (محمد علی محرم ۱۲۴۵ھ مطابق جولائی ۱۸۲۹ء میں مدراس پہنچے تھے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سے پہلے کم ازکم تین چار سال حیدرآباد اور مذکورہ علاقوں میں کام کرتے رہے تھے) بعد میں ان علاقوں میں جو آزادی کی چنگاریاں سلگتی رہیں ان کا سہرا انہی کے سر بندھتا ہے۔تاریخ میں اس کی صراحت ہے کہ کرنول اس زمانہ میں یعنی انیسویں صدی کے تیسرے اور چوتھے دہے میں وہاں وہابی تحریک کے زیر اثر شروع کی گئی بغاوتوں کا اہم مرکز تھا۔اور ہمیں نہیں معلوم کہ مولوی محمد علی سے پہلے کوئی وہابی مبلغ یہاں پہنچا ہو۔اس سے بآسانی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مولوی محمد علی نے یہاں کے بااثر لوگوں سے ملاقات کر کے ان کو بغاوت پر آمادہ کیا تھا۔اور اس کا بھی قوی احتمال ہے کہ خود نواب کرنول سے بھی اس سلسلہ میں ملاقات کی ہو اور یہ ان کے لئے کچھ مشکل بھی نہ تھا اس لئے کہ وہ حیدرآباد سے یہاں پہنچے تھے۔اور حیدرآباد میں بہت سے امراء و رؤساء ان کی تعلیمات سے متاثر ہو کر حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے تھے اور نواب کرنول کے حیدرآباد کے بعض امراء سے قریبی روابط تھے۔یہی وجہ ہے کہ نواب کرنول نے مبارز الدولہ کی بغاوت میں سرگرم حصہ لیا تھا۔یہاں تک کہ اس کی پاداش میں نہ صرف یہ کہ ان کی خاندانی نوابیت ختم کردی گئی بلکہ ان کو جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑا، اور اسی سال ۱۸۳۹ء میں کرنول ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضہ علاقے میں شامل کرلیا گیا۔(کرنول کی بغاوت کیلئے دیکھئے ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی۔ص ۶۷۔۶۸) (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۱۔۴۶۳)۔

ڈاکٹر قیام الدین نے اہم سرکاری دستاویزیں فراہم کی ہیں (ملاحظہ ہو ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ص ۱۹۸۔۱۹۹) جنہیں دیکھ کر مولوی محمد علی کی سیاسی سرگرمیوں کے متعلق کچھ انکشافات ہوتے ہیں۔ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہابیوں کے ہندوستانی فوج میں عمل دخل کا پہلا عملی تجربہ اسی زمانہ میں مدراس اور دکن کے علاقہ میں کیا گیا اور کامیاب رہا۔اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس میں مولوی سید محمد علی کا دماغ کام کر رہا تھا۔۱۸۳۹ء میں حیدرآباد کی سازش کے دوران یہ انکشاف ہوا تھا کہ مدراس میں اور آگے دکن تک مختلف فوجی چھاؤنیوں میں وہابی کارندوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ ویلور کے کمان افسر نے ان کاروائیوں کے سلسلہ میں حکومت کو جو رپورٹ بھیجی تھی اس کی ایک اطلاع کے مطابق عدالت ضلع کے مفتی ولی محمد اور عدالت کلکٹر کے ایک فارسی اخبار ستارہ جس کو کلکتہ کا ایک شخص رجب علی طبع کرتا تھا، وصول کیا کرتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔آخر الذکر شخص محمد علی رامپوری کا خلیفہ ہے جو اب سے پیشتر کرناٹک میں اپنی باغیانہ جدو جہد کے سبب سے مدراس سے نکال دیا گیا تھا۔

اسی رپورٹ کے مطابق مولوی مبین، قلعہ کی قریبی مسجد کا بڑا مولوی (بظاہر پیش امام مراد ہے) اور مولوی محمد علی رام پوری کے دوسرے معتقدین مغرب کی نماز کے بعد مجمع میں وعظ کہتے اور جہاد کی تبلیغ کرتے ہیں ۔شہر کی دوسری مساجد، مسجد قلعہ، سنی اسٹریٹ مسجد، اور پیراں صاحب کی مسجد میں اسی قسم کی تقریریں ہوتی ہیں ۔آخر الذکر مسجد کا پیش امام فوج سے نکالا ہوا سپاہی ہے۔افسر موصوف نے ایک چٹھی مورخہ ۱۰ جون ۱۸۳۹ء میں حکومت مدراس کو مولوی محمد علی کے حلیفوں اور ایجنٹوں کی فہرست بھیجی جو دکن کی مختلف چھاؤنیوں میں کام کرتے تھے۔ جنوبی ہند میں مولوی سید محمد علی اور ان کے اصحاب و مریدین نے ایسی سرگرمی سے تحریک چلائی تھی اور انگریزی حکومت کے خلاف نفرت کا وہ ماحول پیدا کیا تھا کہ ہر جگہ بغاوت کے آثار نظر آرہے تھے۔عورتوں تک میں یہ جذبہ بڑی قوت سے کارفرما تھا۔ یہاں تک کہ ہنٹر لکھتا ہے . جنوبی ہند میں انہوں نے جوش وخروش کی وہ آندھی چلائی کہ عورتوں نے اپنے ہیرے جواہرات تک بیت المال میں دے دیئے۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان۔ص ۷۵)

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۳۔۴۶۴)۔

جناب محمد ثناء اللہ عمری نے لکھا ہے:

سید احمد شہید کے مرید مولوی سید محمد علی قیام مدراس کے زمانے میں ویلور بھی آئے تھے اور محلّہ رحمت پالہ کی مسجد اہل حدیث میں قیام فرمایا۔مرور ایام سے یہ مسجد بوسیدہ ہوگئی۔اس لئے جماعت کے لوگوں نے حاجی عبد العزیز مالک باؤ ٹا بیٹری فیکٹری سے مسجد کو از سر نو تعمیر کرانے کو کہا۔ حاجی صاحب نے سید اسماعیل رائے درگی کو مسجد کے معائنے کے لئے بھیجا ۔سید اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ویلور پہنچ کر مسجد دیکھی، بہت بوسیدہ تھی۔ میری نظروں کے سامنے وہ زمانہ آ گیا جب اس مسجد میں جنوبی ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کے بانی اول مولانا سید محمد علی رام پوری، ان کے شاگرد مولوی محمد اسماعیل شہید ثانی اور مولوی سید احمد ویلوری کا قیام رہتا تھا اور یہاں کی جماعت زندہ تھی ۔ میں نے حاجی صاحب سے اس کی تعمیر کی سفارش کی۔انہوں نے بڑے شوق سے مسجد تعمیر کی اس کے ساتھ مسجد کی مستقل آمدنی کے لئے دکانیں بھی بنوادیں۔ (نذرانہ اشک)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۲۲ء میں ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ایک شمارے میں بتایا گیا کہ:

مدراس میں توحید کا غلغلہ ۱۲۵۰ھ میں سید محمد علیؒ مرید سید احمد بریلویؒ نے بلند کیا۔ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ موحد ہوئے اس زمانے میں نواب عظیم جاہ مدراس میں حکمران تھے آپ کے خسر نواب خان عالم خان جو اس وقت موسیقی کے ماہر تھے اپنے اس فعل سے باز آ کر سید محمد علیؒ کی شاگرد ہوئے جس کی وجہ سے اشاعت توحید میں ترقی ہوئی۔ آپ کی تصانیف فیض عام و باران رحمت سے آپ کے مذہبی جوش و استقامت کا پتہ چلتا ہے۔

سید واعظ محمد علی نے خوب کام کیا۔ کسبیوں، شراب خوروں، تاڑی کے سوداگروں نے سرکار میں عرض کی کہ اسے شہر بدر کر دیا جائے کیونکہ ان کے بیوپار میں کمی ہو رہی ہے۔ لیکن باوجود مخالفت کے اہل حدیث کی ترقی ہوتی رہی۔ پھر نواب خان عالم خان نے اپنی بیٹی کا نکاح مولوی محمد عثمان بنگلوری اہل حدیث سے کر دیا باوجودیکہ نواب عظیم جاہ اور دوسرے امراء اس نکاح کی مخالفت کرتے رہے۔ ان دنوں مولوی صاحب موصوف کا قیام گاہ تنیال پیٹ (مدراس) میں تھا آج کل (یعنی ۱۹۲۲ء میں) بھی وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں آپ کے تعلیم یافتہ کوئی کوئی پائے جاتے ہیں۔

اس کے بعد عبدالقادر صاحب آرکانی مرحوم عرف قادر پاشا اور مولانا سید شاہ نظام الدین نقوی مرحوم کا دور شروع ہوا۔ آپ دونوں بڑے موحد تھے انہوں نے جنوبی ہندوستان میں اہل حدیث کی بہت خدمت کی۔ مولانا فخری کا قیام گاہ میلا پور مدراس میں تھا اور قادر پاشا اکثر سینٹ تھامس مونٹ اور شولا، مدراس میں رہتے تھے جہاں آج کل (۱۹۲۲ء) بھی اہل حدیث کافی ہیں جناب ساہوکار سی عبدالحکیم کے والد بزرگوار اور والا جاہ عبدالقدوس کے والد بھی محلّہ بڑی میٹ مدراس میں انہی بزرگوں سے فیض یاب تھے نیز انہی بزرگوں کی محنت کا ثمر ہے کہ پھولری، پانڈی چری و یلور بنگلور بلہاری جیسے شہروں میں اہل حدیث کی مساجد اور افراد کافی پائے جاتے ہیں۔ مولانا قادر پاشا اچھے شاعر بھی تھے انہوں نے اشعار سے بھی سنت کی تبلیغ کی۔ اسی اثنا میں مولوی محمد بشیر مولوی خضر محمود نے مدراس وانمباڑی پیارم پیٹ وغیرہ کے دیہاتی علاقوں میں اہل حدیث کی تبلیغ کی۔

مدراس میں سید شاہ فخر الدین خلف جناب نظام الدین فخری نے اشاعت اہل حدیث میں بہت کام کیا۔ آپ کے انتقال سے بہت نقصان ہوا۔ ۱۹۰۸ء میں مدراس میں اہل حدیث کا نفر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نس سے بہت فائدہ ہوا۔ آج کل (۱۹۲۲ء) مدراس میں مولوی محمد فضل، مولوی محمد حسن عرف حسن میاں کام کرتے ہیں۔

۱۸۸۰ء میں سعید آباد مدراس میں جناب حسینی بیگ اور جمعدار عبداللہ بیگ نے مذہب اہل حدیث کی تحریک شروع کی ۔ ۱۹۱۹ء بغرض اشاعت اہل حدیث زیر سرپرستی منشی محمد تاج الدین صاحب بی اے سعید آباد میں انجمن اسلامیہ قائم کی گئی جس کی دو شاخیں، ایک محلّہ بیگم بازار مدراس اور دوسری قصبہ کرنگلی میں ہیں ۔ اس انجمن نے بہت کام کیا کئی حنفی اہل حدیث ہوئے ۔ کرنگلی میں ایک مسجد تعمیر کرائی ۔ ۱۹۲۰ء میں سینٹ ٹامس مونٹ میں انجمن اسلامیہ بنی جس کے سکرٹری سید جلال الدین مالک جے واچ کمپنی داماد ڈاکٹر سید عبدالقادر ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۳۔۴)

ولایت علی صادقپوریؒ

جناب ولائت علیؒ کے دادا احمد علی اردل ضلع گیا کے جج تھے اور بڑے جاگیردار تھے۔ آپ کے نانا رفیع الدین حسن خان صوبہ بہار کے ایک بڑے رئیس تھے۔ آپ کا بچپن امراء کی وضع پر گذرا۔ آپ لکھنؤ میں عربی دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ انہی دنوں میں حضرت سید احمد کا وہاں ورود مسعود ہوا۔ ولائت علی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلی ہی ملاقات میں گرویدہ ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ سید صاحب ان کو اپنے ساتھ بریلی لے گئے اور مولانا اسماعیل کی تربیت میں دیدیا۔ مولانا عبدالرحیم صادقپوری لکھتے ہیں .آپ حین قیام بریلی کے حضرت مولانا اسماعیل شہید کی جماعت میں بھرتی تھے اور انہیں سے حدیث پڑھا کرتے تھے اور جب اپنی جماعت کے کام سے فرصت پاتے تو سید صاحب کی صحبت میں جا بیٹھتے یا تنہا نماز و دعا میں مشغول رہتے۔ مولانا شہید نے اپنی جماعت میں آپ کو اپنا نائب مقرر کر دیا تھا۔ مگر آپ کو اب اسوہ نبوی سے ایسا ذوق حاصل ہو چکا تھا کہ اپنی جماعت والوں کی آپ خدمت کیا کرتے تھے (تذکرہ صادقہ۔ ص ۱۱۱)

مولانا اسماعیل کی صحبت اور تعلیم کا یہ فیض تھا کہ سنتوں پر براہ راست عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا اور تقلیدی جکڑ بندیوں کی زنجیریں کٹ گئیں اور بعد میں ان کی تبلیغی زندگی کا یہ ایک بڑا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کارنامہ بنا۔مولا عبدالرحیم صادقپوری لکھتے ہیں .آپ کی ترغیب تحصیل قرآن واحادیث اور وعظ و نصائح سے ملک ہندوستان میں عمل بالحدیث کا چرچا ہوا اور تقلید وتعصب کی بنا کمزور اور مضمحل ہونے لگی ۔کیونکہ قرآن وحدیث کی محبت اور ان کی ترویج نے حق کو روشن کر دیا۔جاء الحق و زھق الباطل .(تذکرہ صادقہ۔ ص ۱۱۷)

جناب غلام رسول مہر، مولانا ولائت علیؒ کے متعلق لکھتے ہیں کہ مولانا رائے بریلی میں تربیت پاکر وطن گئے تو زندگی کا ایک ایک لمحہ وعظ وتبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔انہی کی کوششوں سے ان کا خاندان اور دوسرے اعزہ واقرباء سید صاحب سے وابستہ ہوئے ۔مثلاً مولانا کے والد مولوی فتح علیؒ ان کے بھائی مولانا عنائت علیؒ ، مولانا طالب علیؒ، اورمولانا فرحت حسینؒ ۔ان کے اقرباء میں مولانا شاہ محمد حسینؒ ،مولوی الٰہی بخشؒ، مولانا احمداللہؒ، مولانا یحیٰ علیؒ، مولانا فیاض علیؒ، مولوی قمرالدینؒ، مولوی باقر علیؒ۔ غرض ان سے تعلق رکھنے والوں میں ایک بھی فرد ایسا باقی نہیں رہا جس نے سید صاحب کی ارادت کا حلقہ اپنی گردن میں نہ ڈال لیا ہو۔اور ان حضرات کی قربانیاں تاریخ مجاہدین کا نہائت شاندار اور درخشان باب ہیں ۔.(سرگذشت مجاہدین۔ص ۲۲۶)

مولانا مسعود عالم لکھتے ہیں کہ آپ نے :

ردّ بدعت پر متعدد کتابیں شائع کیں ۔اورسب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے خاندان میں عمل بالسنۃ کی تجدید کی ۔صوبہ بہار اور بنگال میں نکاح بیوگان کا آغاز آپ ہی کے خاندان سے ہوا۔آپ نے اس سنت کو خوب جاری کیا۔ ہزاروں بیوہ عورتوں کے نکاح کرا دیئے ...آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا اس کی تفصیل کے لئے ایک دفتر چاہیے .

اس موقع پر مولانا ندوی نے چند سنتوں کا ذکر کیا ہے ان میں یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ایک شخص عبدالغنی نگر نہسوی (جو زمرہء مساکین سے تھے) کا عقد ایک بیوہ عورت سے تعلیم قرآن مہر قرار دے کر کر دیا (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۶۰)۔

یہ ایک ایسی بات ہے جو مولانا ولائت علی کے اہل حدیث ہونے کی صریح دلیل ہے۔ اسلئے کہ ہندوستان میں کوئی حنفی عالم جس کو تقلید کا پاس ہو، نکاح کی اس صورت کو صحیح نہ کہے گا۔

مولانا مسعود عالم لکھتے ہیں :

دینیات کی تعلیم کے لئے گھر پر ظہر اور عصر کے درمیان قرآن وحدیث کا درس دیتے۔ آپ کے بڑے بیٹے مولوی عبداللہ (ف ۱۳۳۰ھ) قاری ہوتے ۔دوسرے علماء تفسیر کی کتابیں لے کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیٹھتے ۔ قرآن کریم اور بلوغ المرام کا لفظی ترجمہ مردوں عورتوں اور بچوں کو پڑھواتے ۔ شاہ اسحاق سے شاہ عبد القادر کا ترجمہ قرآن اور مولانا شہید کے رسائل منگوا کر پہلے مطبع حسینی لکھنؤ سے طبع کرانے کی کوشش کی ۔ مالک مطبع کے انکار پر آپ نے یہ خدمت اپنے ایک رفیق و عقیدت مند مولوی بدیع الزمان بردوانی کے سپرد کی جنہوں نے خاص طور پر ایک ٹائپ پریس خرید کر پہلی مرتبہ یہ کتابیں چھپوائیں ۔ نواب صدیق حسن خان (ف ۱۳۰۷ھ) نے انکے قنوج آنے اور وعظ کی تاثیر کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ...لکھا ہے کہ جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کہا ۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا... اس کہنے کا نتیجہ بعد ایک مدت دراز کے یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح لکھی... مولانا ولائت علی جب حج کو تشریف لے گئے تو اسی سلسلے میں یمن اور دوسرے مقامات کی سیاحت کی ۔ اور یمن کے نامور محدث و عالم قاضی محمد بن علی شوکانی سے حدیث کی سند حاصل کی اور انکی بعض تصانیف لائے ۔ (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ۔ ص ۶۰۔۶۳)

ان اقتباسات سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ عورتوں اور بچوں کو پڑھانے کیلئے قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ بلوغ المرام کا انتخاب کیا۔ یعنی حدیث کی ایک مختصر کتاب جس میں بیشتر مسائل اہلحدیث کے موافق ہیں۔

۲۔ نواب صدیق حسن کو ان کی نوعمری میں خاص طور پر بلوغ المرام پڑھنے کی نصیحت کی ۔ اس نصیحت کی برکت سے اللہ تعالی نے نواب صاحب کو ایک عرصہ کے بعد اس کی شرح لکھنے کی توفیق بخشی جس سے حدیث کی خدمت ہوئی اور اہل حدیث مذہب کو بھی فی الجملہ قوت پہنچی ۔

۳۔ امام شوکانی جو سلفی محدث، سے مولانا ولائت علی نے حدیث کی سند حاصل کی اور ان کی بعض تصانیف بھی یمن سے اپنے ساتھ ہندوستان لائے ۔ بعض تصانیف سے مراد الدرر البہیہ ہے جیسا کہ مسعود عالم نے حاشیہ میں اس کی وضاحت کردی ہے... الدرر البہیہ فقہ کی ایسی کتاب ہے جس کے مسائل زیادہ تر اہل حدیث کے موافق ہیں ۔ اسی کے ساتھ جناب عبید اللہ سندھی کی شہادت سن لیجئے ۔ فرماتے ہیں:

> پٹنہ کے مولانا ولائت علی معرکہ بالاکوٹ میں موجود نہ تھے ۔ موصوف مولانا اسماعیل شہید کی اس جماعت کے خاص رکن تھے جو مولانا شہید نے حجۃ اللہ پڑھنے کے بعد اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت بنائی تھی ۔ یہ لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کیا کرتے تھے ۔ (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک ۔ اشاعت دوم ۔ ص ۱۳۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا ولائت علی اہل حدیث تھے۔ اس کے علاوہ ان کی اپنی تصنیفات بھی اس کا ثبوت ہیں۔ انکا ایک چھوٹا سا رسالہ عمل بالحدیث جو فارسی زبان میں ہے اور ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ (جسے ہم جلد اول میں نقل کر چکے ہیں۔ بہاء)

مولانا ولائت علی (جہاں کہیں) اپنے کو حنفی المذہب کہتے ہیں وہ صرف اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ حدیثوں پر ان کا عمل امام ابوحنیفہؒ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں میرا قول چھوڑ دو اور حدیث پر عمل کرو۔ (تذکرہ صادقہ۔ص ۱۳۳)

مولانا ولائت علی کے ایک خاص عزیز اور خلیفہ مولانا فیاض علی تھے۔ یہی فیاض علی مولوی محمد فصیح صاحب کے ساتھ مناظرے میں مولانا کے نمائندے تھے اور انہوں نے حنفی مناظر سے اقرار کرا لیا تھا کہ حنفی مذہب کا پابند اگر بوجہ ترجیح بالدلیل کسی حدیث صحیح غیر منسوخ پر مثل رفع یدین آمین بالجہر وغیرہ عمل کرے تو وہ اپنے امام کی اتباع سے خارج نہیں ہوتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فیاض علی کے نزدیک یہ مسائل حدیث صحیح غیر منسوخ سے ثابت ہیں اور دلیل کی رو سے انہی پر عمل کرنا راجح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک نزاعی مسائل کو دلیل سے جانچنا چاہیے کہ کون راجح ہے اور کون مرجوح کون قوی ہے اور کون ضعیف۔ اور ایسا کرنے والہ حنفی مذہب سے خارج نہ ہوگا۔ اہل حدیث بھی یہی کہتے ہیں کہ آج جو لوگ تقلید شخصی کو واجب کہتے ہیں اور اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ کا مقلد بتاتے ہیں وہ درحقیقت امام صاحب کے پورے اور سچے مقلد نہیں ہیں۔ کیوں کہ ان لوگوں نے امام صاحب کے قول اترکوقولی بخبر رسول اللہ اوراذا صح الحدیث فھو مذہبی کونظر انداز کر دیا ہے۔ پس اصول کو ماننے والہ اور عملاً اس کو برتنے والہ اگر اپنے کو حنفی کہتا ہے تو کہے حقیقۃً وہ اہل حدیث ہے۔

اس کے علاوہ مولانا فیاض علیؒ کے اہل حدیث ہونے کا ایک بڑا ثبوت ان کا رسالہ فیض الفیوض ہے یہ رسالہ مجموعہ مسائل تسعہ میں شامل ہے۔ اصل رسالہ فارسی میں ہے اس کا ترجمہ مولوی الٰہی بخش بہاری نے کیا ہے اسی ترجمہ کے ساتھ یہ رسالہ شائع ہوا ہے۔ اس میں شروع سے لے کر آخر تک تمام باتیں تقلید اور عمل بالحدیث ہی کے متعلق سوال و جواب کے عنوان سے بیان کی گئی ہیں۔ اس کا ایک ایک حرف اہل حدیث مذہب کے مطابق ہے۔ سنئے:

سوال:۔ علمائے ربانیین وفقہائے راسخین سے سوال ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ پر نہیں پہنچا ہو خواہ وہ عالم ہو یا جاہل اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب ۔حکم اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ جو عالم کہ عبارت کا مطلب بیان کرنا جانتا ہے اور ناسخ کو منسوخ سے (امتیاز کرنا) پہچانتا ہے اور صحیح کو ضعیف سے جدا کرتا ہے اور محدثین کی متداول کتابوں کے سمجھنے کی قدرت رکھتا ہے، اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے، اس پر اتفاق ہے امام اعظم (ابوحنیفہ) اور ان کے دونوں شاگرد (امام ابو یوسف اور امام محمد) کا۔لیکن وہ شخص جو عامی (جاہل) ہے سو اس کو حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک۔امام ابو یوسف اس کے خلاف ہیں۔

سوال ۔ ایک شخص ایک مجتہد کا مقلد ہے اگر اس کو کوئی ایسی صحیح صریح غیر منسوخ حدیث ملے جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہو تو اس کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا اس حدیث پر؟ اور اگر وہ اپنے امام کے قول پر عمل کرے اور حدیث کو چھوڑ دے تو اس کا حال اللہ تعالی کے نزدیک کیا ہوگا؟ اس مسئلہ کو فقہا اور صوفیا کے اقوال سے بیان کیجئے۔

جواب ۔ جب کوئی شخص صحیح غیر منسوخ حدیث پاوے تو اس کو اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہے ۔ بلکہ ہدایہ و غایۃ البیان و بحرالرائق و درمختار و عنایۃ وغیرہ کی جو عبارت جو اوپر مذکور ہوئی (ہم نے یہاں حذف کردی ہے) اس سے سمجھا جانا چاہیے کہ حدیث صریح بھی نہ ہو بلکہ احتمال تاویل یا نسخ کا رکھتی ہو اور اس کی تاویل اور نسخ پر اطلاع نہ ہو تو اس وقت بھی غیر مجتہد کو اس ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی مجتہد اور مفتی سے پوچھنا لازم نہیں ہے نزدیک امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی جس وقت کہ عامی جاہل محض نہ ہو یہی حکم ہے۔اور جو شخص کہ اس حدیث یا آئت کو جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہے ترک کردے اور اپنے امام ہی کے قول پر عمل کرے اس کی نسبت شیخ محی الدین ابن العربی جو علمائے ابرار اور صوفیا کبار میں سے ہیں، کتاب فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص گمراہ ہے اور خدا کے دین سے خارج ہے...اور شیخ کردری نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ سنت کی اتباع کرنا ہی مشائخ صوفیہ کا عموماً اور اکابر نقشبندیہ کا خصوصاً طریقہ ہے۔ان کا طریقہ کسی معین مذہب کی پابندی نہیں ہے اور نہ کسی سچے محقق عالم کی تقلید ان کا شیوہ ہے اور مذہب معین پر تعصب کرنا آداب و اخلاق صوفیہ سے خارج ہے ... کل فقہائے عظام اور صوفیائے کرام کی کتابیں اس مضمون سے بھری پڑی ہیں۔اگر ہم ان سب کو ذکر کریں تو ایک اونٹ کا بوجھ ہو جائے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی یواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں جانتا اس کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوی دے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور امام مالک فرماتے تھے کہ کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کا قول لیا بھی جاتا ہے اور رد بھی کر دیا جاتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روائت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے اور ایک روائت میں ہے کہ جب میرے کلام کو حدیث کے خلاف دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو۔ اور امام احمد فرماتے تھے کہ اللہ اور رسول کے ساتھ کسی کے کلام کو وزن نہیں کیا جاتا۔ ہرگز میری تقلید نہ کرنا اور نہ مالک کی نہ اوزاعی کی نہ نخعی کی نہ ان کے علاوہ کسی اور کی۔ بلکہ تم بھی احکام وہیں سے لو جہاں سے ان لوگوں نے لیا ہے یعنی کتاب وسنت سے۔ ...سیوطی نے لکھا ہے کہ کیا امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے یا امام شافعی نے کسی کو اپنی تقلید کی اجازت دی ہے۔ حاشا للہ۔ انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے تو اس سے منع کر دیا ہے۔ روضۃ العلماء میں امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ میرے قول کو حدیث رسول اللہ اور خبر صحابہ کے مقابلہ میں چھوڑ دو.... ابن حزم نے ایسی تقلید کو حرام لکھا ہے جس میں کوئی شخص حدیث کو چھوڑ دے اور اپنے امام کے مسائل قیاسیہ پر عمل کرے۔ چنانچہ انہوں ں نے کہا ہے کہ تقلید حرام ہے اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی امتی کا قول بلا دلیل مان لے ...اور مولانا اسماعیل نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ اعمال میں مذاہب اربعہ کی اتباع جو تمام اہل اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر ﷺ کے علم کو کسی ایک مجتہد کے علم میں منحصر نہ سمجھئے کیونکہ علم نبوی سارے جہان میں پھیلا ہے اور مقتضائے وقت کے مطابق ہر آدمی کو پہنچا ہے اور کتابوں کی تصنیف کے بعد اجتماعی حالت ان علوم کی ظاہر ہوئی۔ پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پاوے اس میں مجتہد کی پیروی نہ کرے۔ اور اہل حدیث کو اپنا مقتدا جانے اور دل میں ان کی محبت رکھے اور ان کی تعظیم کو لازم شمار کرے کیونکہ وہ لوگ علم پیغمبر کے حامل ہیں اور ایک طرح پر پیغمبر ﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل کر کے مقبول جناب رسالتمآب ﷺ ہوئے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کہ عامی کے لئے تمام مسائل میں مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تعیین واجب ہے؟ یا اس کے لئے جائز ہے کہ ایک مسئلہ میں کسی مجتہد کی اتباع کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی۔

مولانا فیاض علیؒ فرماتے ہیں قول ارجح اور محقق اس باب میں یہ ہے کہ عامی کے لئے کسی معین مذہب کی تعیین واجب نہیں ہے۔ بلکہ جس مفتی ربانی پر اس کا اعتماد ہو اس سے فتوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پوچھے ۔ وہی فتوی اس کا مذہب ہے ۔ اور اگر فتوی نہ پہنچے مگر اس کا عمل کسی مجتہد کے مذہب کے موافق پڑے تو یہ بھی کافی ہے (اپنے اس جواب کی تائید میں بحرالرائق کی عبارت نقل کر کے مولانا عبدالعلی بحرالعلوم کا یہ کلام بھی بحوالہ شرح مسلم الثبوت پیش کیا ہے لا واجب الا ما اوجبه اللّٰه تعالی و له الحکم و لا یوجب علی احد ان یتمذهب بمذ هب رجل من الائمة فایجابه تشریع جد ید کہ واجب وہی ہے جس کو اللہ نے واجب کیا ہے کیونکہ وہی حاکم ہے اور اللہ نے کسی پر واجب نہیں کیا ہے کہ وہ اماموں میں سے کسی امام کے مذہب کو اپنا مذہب بنائے ۔ لہذا اس بات کو واجب قرار دینا ایک نئی شریعت نکالنا ہے ....

(پھر مولانا فیاض علی فرماتے ہیں) اجتہاد مطلق کے آئمہ اربعہ پر اور اجتہاد فی المذہب کے علامہ نسفی پر ختم ہو جانے کا حکم لگا نا محض تعصب ہے اور بغیر دیکھے پتھر پھینکنا ہے اور دلائل و براہین سے بالکل خالی ہے ۔ بلکہ صریح گمراہی ہے کیونکہ غیب کی خبر دینا رب العالمین کا خاصہ ہے ۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں ۔

صادق پوریوں میں ایک بزرگ مولانا یحی علیؒ ہوئے ہیں یہ مولانا فیاض علیؒ کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے حالات میں لکھا ہے آمین و رفع الیدین کی متروکہ سنت کا احیاء صوبہ بہار میں آپ ہی نے فرمایا۔ (تذکرہ صادقہ۔ص ٦٦) ۔

مولانا یحی علی کے سب سے چھوٹے بیٹے مولوی محمد یوسف رنجور ذی قعد ۱۲۷۹ھ میں پیدا ہوئے ۔علی گڈھ سے انٹرنس پاس کیا نظم ونثر میں مہارت تھی ۔۱۸۹۰ء میں کلکتہ میں چیف مولوی بورڈ آف ایگزامینرز کے عہدہ پر مامور ہوئے ۔تیس سال بعد پنشن ملی ۔ پھر دو سال کلکتہ یونیورسٹی میں فارسی کے لیکچرر رہے آخر عمر میں بینائی سے محروم ہو گئے تھے شوال ۱۳۴۱ھ میں انتقال فرمایا۔ تذکرہ صادقہ)۔ ان کی اہلیہ حافظ ابراہیم آروی کی بھتیجی تھیں۔ آروی صاحب جب ۱۳۱۹ھ میں مدینہ میں فوت ہو گئے تو رنجور کے خاندان سے تعزیت کے لئے ابوالکلام آزاد بھی پٹنہ گئے تھے ۔ رنجور عمر میں آزاد سے تقریباً ۲۵ سال بڑے تھے ۔آزاد ان سے انگریزی پڑھتے تھے۔ اور آزاد کے سلفی ، اہل حدیث ہونے میں ان کی صحبت کا بہت حصہ ہے ۔ مولانا آزاد نے تذکرہ صادقہ پر تقریظ بھی لکھی تھی جو شائد رنجور صاحب کی فرمائش پر لکھی ہوگی۔

(التوعیہ نئی دہلی اپریل مئی ۱۹۹۲ء۔ مولانا آزاد اور مسلک اہل حدیث از ابن احمد نقوی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نصیحۃ المسلمین

نصیحۃ المسلمین جناب خرم علی کی بلہوری کی تصنیف ہے جن کے بارے میں جناب ابو یحی امام خان نوشہروی لکھتے ہیں :

آپ نے بدعت کے قلع قمع اور احیائے سنت کے لئے بہت کام کیا ۔سید احمد کے خلیفہ ہوئے نواب ذوالفقار باندا کی خواہش پر ردالمختار کا اردو ترجمہ کیا ۔کتاب النکاح کتاب الحج کتاب الاذان ہوئی کہ فوت ہو گئے جس کو آپ کے بعد مولوی محمد احسن نانوتوی نے آپ کے ورثاء سے بعد ادائے حق تالیف لے کر مکمل کیا اور غایۃ الاوطار کے نام سے شائع کیا ۔اس کے علاوہ مشارق الانوار کا ترجمہ اور آداب الحرمین ورسالہ نصیحت المسلمین لکھا۔ وفات ۱۸۴۴ء، ۱۲۶۰ھ میں ہوئی۔

خاندان ولی اللہ کے شاگرد ہیں اور ابتدا میں مقلد تھے بقول صاحب تذکرہ علمائے ہند منع قرئۃ خلف الامام پر رسالہ لکھا۔مگر بعد... میں اتباع سنت کا رنگ چڑھ گیا اور اسی پر خاتمہ ہوا۔

اور جناب غلام رسول مہر صاحب لکھتے ہیں :

بلہور کان پور کے مضافات میں ہے ۔آپ نے لکھنو میں سید احمد بریلوی سے بیعت کی تھی اس کے بعد خدمت دین میں مشغول ہو گئے ۔مشہور ہے کہ سید صاحب کے ساتھ جہاد کے لئے سرحد گئے تھے ۔وہاں سے واپس آ گئے ۔غالبًا سید صاحب نے انہیں دعوت وتبلیغ کے لئے مقرر کر دیا ۔رد بدعت اور احیاء سنت میں بہت سرگرم تھے ۔۔(جماعت مجاہدین ص۲۹۴)۔

آپ کی تصنیف نصیحۃ المسلمین مختصر اور عام فہم کتاب ہے اور موحدین ہند میں بہت مقبول رہی ہے ۔تقویۃ الایمان کی طرح اس کتاب نے شرک وبدعت کے استیصال میں نہایت اہم کردار کیا ہے ۔ ہم ذیل میں اسے نذر قارئین کرتے ہیں :

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فصل اول : توحید وشرک

توحید ہندی زبان (اس زمانے میں جس زبان کو ہندی کہتے تھے وہی بعد میں اردو کہلائی ۔بہاء) میں ایک جاننے کو کہتے ہیں اور شرک سا جھا کرنے کو کہتے ہیں ۔اول مسلمان پر یہی فرض ہے کہ اللہ تعالی کی توحید کو جانے اور شرک سے بچے۔توحید اس کا نام نہیں کہ خدا کو زبان سے ایک کہے اور اپنی حاجتوں اور مرادوں کے واسطے پیغمبر اور پیروں کی نذریں مانے (اس کا نام تو شرک ہے)، بلکہ توحید کے یہ معنی ہیں کہ بس اللہ ہی کو ہر چیز کا مالک اور مختار جانے اور یہ سمجھے کہ اس کے سوا پیر ہوں یا پیغمبر، فرشتے ہوں یا شہید، کسی کو کچھ اختیار اس کے کارخانے میں نہیں ۔سب اسکے روبرو عاجز و بے اختیار ہیں ۔اور شرک بھی اس کا نام نہیں کہ اللہ کے سوا آسمان اور زمین کا مالک کسی اور کو جانے ۔یہ تو کوئی مشرک اور کافر بھی نہیں کہتا۔وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ۔بلکہ شرک کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے اپنے واسطے جو چیزیں خاص کر لی ہیں، ان میں کسی دوسرے کو بھی ملانا ۔جیسے مینہ کا برسانا، رزق کا دینا، بیمار کا اچھا کرنا، آفتوں بلاؤں سے بچانا، اولاد کا دینا، غیب کی بات جاننا، ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا، لوگوں کی مدد کرنا، جلانا، مارنا، یہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔ان میں کسی دوسرے کا بھی اختیار ماننا، یہی شرک ہے جس کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اترا۔اور پیغمبر خدا کافروں سے لڑے ۔قرآن شریف میں کئی جگہ اس کا بیان ہے اگر سب آیتیں لکھی جائیں تو کتاب بڑی ہو جائے ۔اب تھوڑی آیتیں بیان ہوتی ہیں، دل سے سننا چاہیے۔

قل لّا املک لنفسی نفعاً ولا ضرّاً الّا ما شاء اللّٰہ و لو کنت اعلم الغیب لاستکثر ت من الخیر و ما مسّنی السّوء ان انا الّا نذ یر لقو م یومنو ن (اعراف ۔پ ۹۔ع ۱۱) (کہہ دے اے محمد کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو چاہے اللہ ۔اور اگر میں جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیاں جمع کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ۔میرا کام سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عذاب سے ڈراتا ہوں اور ثواب کی خوش خبری سناتا ایمان والوں کو)۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ پیغمبر خدا کے برابر کوئی اللہ کا بندہ مقبول نہیں ۔پھر جب ان ہی کو خود اپنی جان کے نفع وضرر کا کچھ اختیار نہیں، اور وہ بھی غیب کی بات نہیں جانتے تو اور امام اور پیر کس گنتی اور شمار میں ہیں؟ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ مدد چاہنا اور حاجتیں مانگنا سوائے اللہ کے کسی سے نہیں چاہیے ۔پیر ہوں یا پیغمبر، اولیا ہوں یا شہید۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم غیب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے کہ آگے یوں ہوگا اگر علم غیب ان کو نہ تھا تو خبر کیوں کر دی؟ اور اولیاء کا بھی اسی طرح حال ہے۔ دیکھو فلاں بزرگ نے کہا تھا کہ ہم فلاں روز مریں گے ویسا ہی ہوا۔ اور کسی سے کہا تھا کہ تیرے چار بیٹے ہوں گے، سو چار ہی ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہوا تھا، اس کو علم غیب نہیں کہتے۔ جس قدر اللہ تعالیٰ نے جس کو بتلا دیا اسی قدر اس کو حال معلوم ہوا، زیادہ اس سے ہرگز نہیں معلوم۔ مشہور ہے کہ حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کے غم میں رویا کرتے تھے، معلوم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں۔ جب حضرت یوسفؑ مصر میں حاکم ہوئے تب ان کو خبر معلوم ہوئی۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو کیوں روتے۔ اور کافروں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت باندھی تھی۔ حضرت ﷺ کو بہت رنج ہوا تھا۔ جب بہت دنوں کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہؓ پاک ہے، کافر جھوٹے ہیں، تب حضرت ﷺ کو خبر ہوئی۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو غم کیوں ہوتا۔ پھر جب پیغمبروں کی یہ حالت ہے تو بھلا اولیاء کا کیا رتبہ۔ ہر ایک چیز کا حال جاننا آدمی کا کام نہیں، یہ اللہ کی شان ہے۔

ہدایت و شفاعت

اور یہ جاننا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ کے دو کام ہیں۔ ایک تو دنیا میں ہدایت، دوسرے آخرت میں گناہ گاروں کی شفاعت۔ سو ان دونوں میں بھی اللہ نے حضرت ﷺ کو بالکل اختیار نہیں دیا:

انک لا تھدی من احببت و لکنّ اللّٰہ یھدی من یّشاء و ھو اعلم بالمھتدین ۔ (قصص۔ ع ۹) اے محمد! تو ہدایت نہیں کر سکتا جس کو دوست رکھے لیکن اللہ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آویں گے۔

پس حضرت ﷺ کا کام صرف حق بات کا بیان کر دینا ہے اور اگر ہدایت اختیار میں ہوتی تو ابوجہل بھی مسلمان ہو جاتا۔ اور بلا اجازت الٰہی کسی نبی کو شفاعت کا حق نہیں:

من ذا الذّی یشفع عندہ الّا باذنہ (بقرہ) کون ایسا ہے کہ جو شفاعت کرے اللہ کے پاس مگر اس کے حکم سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی اللہ کا حال مثل بادشاہ کے نہ سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ جس پر غصے ہوتا ہے تو امیر وزیر اس کو بخشا لیتے ہیں اور ہر چند اس کا جی نہ چاہے مگر ان کی خاطر کرتا ہے کیونکہ بادشاہ جانتا ہے کہ اگر میں ان کی خاطر نہ کروں گا تو امیر وزیر میرے ملک میں خلل ڈال دیں گے (اس کو شفاعت بالوجاہت کہتے ہیں) اور اللہ کو تو اپنے کام میں کسی دوسرے کی پرواہ نہیں۔ اس کے رو برو کیا طاقت کسی پیغمبر یا ولی کو کہ بے حکم اس کے کسی کی شفاعت کریں۔ ہمارے حضرت ﷺ بھی جب اللہ کا حکم پاویں گے تب قیامت کے دن شفاعت امت کی کریں گے۔

اللہ اکبر! یہاں سے اللہ کی خداوندی اور جلال بوجھا (سمجھنا) جاتا ہے۔ یہ کیسا مالک زبردست اور بے پرواہ ہے کہ کسی فرشتے یا پیغمبر کو کسی چیز کا اختیار نہیں دیا۔ ہر چیز اپنے اختیار میں رکھی۔ بغیر حکم ممکن نہیں کہ ایک بوند آسمان سے گرے۔ اس زمانے کے نادان لوگوں نے ایسا اعتقاد بے جا انبیاء اولیاء کے ساتھ بڑھایا ہے کہ اللہ کی بڑائی اور مالکی جیسے چاہیے ویسی دلوں میں نہیں رہی۔ دنیا کی مرادیں انہیں سے مانگتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ ہم کتنے ہی گناہ کریں، آخرت میں بھی وہ سب بخشا لیویں گے اور حقیقت حال جو تھا سو معلوم ہوا کہ پیغمبر ﷺ کو بھی خود اپنی جان کا کچھ اختیار نہیں۔ اور وہ بھی بے حکم اللہ کے نہ بخشا سکیں گے۔

اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ کہتے ہیں واقعی اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ لیکن انبیاء اور اولیاء اللہ کے بندے مقبول ہیں، جس چیز کی اللہ سے عرض کرتے ہیں وہ قبول کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ البتہ ان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے لیکن ہر دعا ان کی بھی قبول نہیں ہوتی۔ حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کے واسطے دعا کی اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا کے واسطے دعا کی، کسی کی دعا قبول نہ ہوئی اور حکم ہوا کہ جاہل مت بنو۔ اس مقدمہ میں خلاف مرضی ہمارے دعا نہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان کی دعا بھی وہی قبول ہوتی ہے جو موافق مرضی خدا کے ہے۔ کسی بھی فرشتے اور نبی کا اللہ پر کچھ زور نہیں۔ ہر چند کہ یہ پاک لوگ ہیں مگر پھر بھی بندے ہیں کچھ ان کا اللہ پر زور نہیں کہ جو چاہیں وہی ہو۔

و قالوا اتّخذ الرّحمن و لداً سبحا نه بل عباد مّکرمون۔ لا یسبقونه بالقول و هم بامره یعملون۔ (انبیا) (اور کہتے ہیں اللہ نے کر لیا بیٹا۔ وہ پاک ہے۔ لیکن وہ بندے ہیں عزت والے اس سے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور وہ اس کے حکم پر کام کرتے ہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شفاعت کس کی ہوگی ؟

یعلم مابین ایدیھم وماخلفھم ولایشفعون الّا لمن ارتضی وھم من خشیتہ مشفقون (انبیاء ۔ ع ۲) (اس کو معلوم ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ۔ اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اسی کی جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے ہیں) ۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جو پیغمبر کی شفاعت کی امید رکھتا ہو، اس کو لازم ہے کہ پہلے اللہ کو راضی کرے اور اللہ کی رضا مندی، شرک چھوڑے بغیر ممکن نہیں ہے ۔

و من یقل منھم انّی الہ من دونہ فذلک نجز یہ جھنّم کذلک نجزی الظّا لمین ۔ (انبیا ۔ پ ۱۷) (جو کوئی کہے کہ میری بندگی ہے جو اللہ کے نیچے، یعنی اللہ کے بعد میں لائق پوجنے کے ہوں، سو اس کو ہم بدلہ دیں گے دوزخ ۔ ایسا ہی ہم بدلہ دیتے ہیں بے انصافوں کو) ۔

مسلمانو! خیال تو کرو کہ قرآن مجید میں فرشتوں اور پیغمبروں کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالی سے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے جلال کے روبرو ڈرتے ہیں ۔ بے مرضی خدا کے سفارش کسی کی نہیں کر سکتے ۔ اور اس زمانے کے جاہل مسلمان ادنی ادنی پیروں کو مالک ومختار جان کر اپنی سب حاجتیں اور مرادیں ان سے مانگتے ہیں اور اپنے پیروں کی شفاعت کی امید پر گناہوں سے نہیں ڈرتے ۔ اور بعض جاہل پیرزادے کچھ لے کر اپنے مریدوں کے گناہ بھی بخشا دیتے ہیں، اور معافی کی سند بھی لکھ دیتے ہیں ۔ خدا لعنت کرے ان لوگوں پر انہوں نے شیطان کے بھی کان کاٹے ۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں :

لہ دعوۃ الحقّ و الّذ ین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیء الّا کباسط کفّیہ الی الما ء لیبلغ فاہ وما ھو ببا لغہ و ما دعاء الکا فرین الّا فی ضلا ل (رعد ۔ پ ۱۳ ۔ ع ۸) ۔ اللہ ہی کو پکارنا سچ ہے ۔ اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں پہنچتے ان کے کام پر کچھ، مگر جیسے کوئی پھیلا رہا ہو دونوں ہاتھ طرف پانی کے کہ آ پہنچے اس کے منہ تک اور وہ کبھی نہیں پہنچے گا ۔ اور جتنی پکار ہے منکروں کی سب گمراہی ہے) ۔

یعنی اگر پیاسا دریا کے کنارے ہاتھ پھیلا کر پانی کو پکارے کہ اے پانی تو میرے منہ میں آ جا، تو وہ ہرگز نہ آ سکے گا ۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کے سوا اور لوگوں کو پکارتے ہیں وہ بھی مدد نہیں کر سکتے ۔ یعنی بے اختیاری میں دونوں برابر ہیں ۔ جیسے پانی کو آپ کے منہ میں گھس جانے کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قدرت نہیں ویسے ہی اللہ کے سوا مدد کرنے کی کسی کو طاقت نہیں۔ سبحان اللہ! کیا کیا مثالیں دے کر اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے۔ اگر اس پر کوئی نہ سمجھے تو آدمی نہیں جانور ہے۔

مشکل کشائی

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و ان یّمسسک اللّٰہ بضرّ فلا کاشف لہ الّا ھو۔ و ان یّمسسک بخیر فھو علی کلّ شیء قدیر۔ و ھو القاھر فوق عبادہ و ھو الحکیم الخبیر (انعام۔۱۷)

(اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ سختی، پھر اس کو کوئی نہ اٹھاوے سوا اس کے۔ اور اگر پہنچا دے تجھ کو بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے حکمت والہ خبردار)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری تکلیف دی ہوئی کو میرے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔ اور اس زمانے کے نادان لوگ مشکل کے وقت اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں سے مدد مانگتے ہیں۔ کوئی حاضری حضرت عباس (حضرت علیؓ کے بیٹے اور حضرت حسینؓ کے بھائی عباس مراد ہیں جنہیں شیعہ حضرات عباس علمدار کہتے ہیں۔ حاضری شاید ماحضر کے معنی میں ہو۔ مطلب ان کی فاتحہ سے ہے۔ معلوم نہیں سنیوں میں اس بدعت نے کب رواج پایا) (احمد بن عمر، عرف عبدالحق۔ ایک عبادت گذار مجذوب بزرگ تھے۔ اودھ، لکھنو، کے قصبہ رودلی وطن تھا۔ وہیں ۷۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے نام کی نذر و نیاز کا نام ہی شاید توشہ ہے) کا کرتا ہے۔ کوئی مالیدہ شاہ مدار (مسعود بن ساھو نام، سالار لقب۔ شاید اس لئے کہ سلطان محمود غزنوی کی فوج میں سالار تھے۔ غازی اور مجاہد ۵۸۸ھ؟ میں شہادت پائی) کا چڑھاتا ہے۔ اتنا نہیں بوجھتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، ان کا کیا مقدور ہے کہ اس کی دی ہوئی تکلیف کو اٹھاویں۔

ہاں بعض ایک دو فارسی کی کتاب پڑھ کر اپنے آپ کو بڑا قابل سمجھتے ہیں وہ یوں تقریر کرتے ہیں کہ ہم انبیاء اولیاء سے جو مدد چاہتے ہیں سو اس سبب سے کہ بغیر سیڑھی کے بھلا کوئی کوٹھے پر چڑھ سکتا ہے یا بغیر وسیلہ امیر وزیر کے کوئی بادشاہ تک پہنچتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی بغیر سیڑھی کے کوٹھے پر چڑھنا ممکن نہیں ہے، اسی طرح بغیر حکم مانے رسول اللہ ﷺ کے اللہ کا ملنا ممکن نہیں۔ اور پہلا حکم رسول اللہ ﷺ کا یہی ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ چاہو اور مرادیں نہ مانگو۔ اب خیال تو کرو کہ تم نے سیڑھی کو چھوڑ دیا یا ہم نے۔ اور اللہ تعالیٰ کو جو بادشاہ کی مانند سمجھے ہو، سو غلط ہے۔ اس لئے کہ بادشاہ ہر جگہ سارے ملک میں نہیں پہنچ سکتا۔ ہر کسی کا مطلب آپ سن نہیں سکتا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب ملک کا کام اکیلے نہیں کرسکتا۔ اس سبب سے وہ لوگوں کو کام سپرد کرتا اور صلاح لینے میں وزیر کا محتاج ہوتا ہے، اور اللہ تو بڑی قدرت والا ہے اور صلاح لینے میں کسی کا محتاج نہیں۔ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ دلوں کے بھید تک جانتا ہے۔ اس کو کیا پرواہ کہ کسی کو اپنا کام سپرد کرے یا کسی سے صلاح مشورہ پوچھے۔ اور یہ کسی فرشتے یا پیغمبر کو طاقت نہیں کہ بغیر حکم کچھ بول سکیں ۔ وہ مالک اکیلا ہے۔ زبردست شان والا۔ نہ کوئی اس کا وزیر ہے اور نہ کوئی اس کا نائب۔ سبحان اللہ! وہ آپ ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس واسطے سوائے اس کے پکارنا کسی اور کو درست نہیں۔ اسی طرح اگر رسول کو پکارے تو اس کو ظالم کہا ہے۔ یہ بڑے ظالم ہیں کہ اس پر بھی نہیں ڈرتے۔ اٹھتے بیٹھتے غیر اللہ کا نام جپنے والے ظالم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولا تد ع من دون اللہ ما لا ینفعک و لا یضرّ ك فان فعلت فا نک اذا مّن الظّا لمین۔ (یونس پ۱۱ ع ۱۶) (مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر جو تو کرے گا اس وقت گنہگاروں میں ہوگا)۔

یعنی جب حکم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو لوگوں کی عادت ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یا رسول اللہ ﷺ، یا علی، یا عبدالقادر جیلانی یا مخدوم کہتے ہیں اور ان کو پکارتے ہیں، سو نہ چاہیے۔ اس وقت مناسب ہے کہ یا اللہ کہیں چنانچہ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

الّذین یذکرون اللّہ قیاماً و قعوداً وعلی جنوبھم ۔ (آل عمران ۔ پ۴ ع ۱۱)
(یعنی مسلمان وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کو پکارتے ہیں کھڑے اور بیٹھے، لیٹے)۔

اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ مسلمان وہ ہیں جو اٹھتے بیٹھتے یا محمد ﷺ، یا علیؓ کہتے ہیں۔ مسلمان کو لازم ہے کہ جو اللہ، رسول کا حکم ہو اسی پر چلے۔ اپنی طرف سے کچھ نہ نکالے۔ بہت خرابی اسلام میں اسی سے پڑ گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ رسول کے حکم کو نہیں دریافت کرتے اپنی عقل ناقص پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و انّ المسا جد للّہ فلا تدعوا مع اللّہ احداً

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو لڑکوں کی بیماری میں یا اور سخت مصیبتوں میں کہنے لگتے ہیں کہ یا اللہ یا حسین ہماری خبر لو، سو یہ درست نہیں ہے۔ یہ وقت اللہ سے مدد مانگنے کا ہے صرف اللہ ہی سے دعا کیا چاہیے۔ کیا تیرے اللہ سے کچھ کام نہیں ہوسکتا ہے جو کوئی دوسرا بھی درکار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔کیا بری عادت ہوگئی ہے کہ اللہ کے ساتھ بندوں کو بھی ملا دیتے ہیں۔کوئی کہتا ہے اللہ رسول تمہارا بھلا کریں، کوئی کہتا ہے مدار تیری مدد پر رہیں۔مثل ہے کہ کوئی شخص تمہاری تعظیم کر کے تم کو مسند پر بٹھالے اور اسی جگہ تمہارے برابر تمہارے غلام کو بھی بٹھالے، بھلا تم خوش ہو گے؟ اگر کچھ عقل ہے تو اسکا مطلب سمجھو۔

غیر اللہ سے استمداد

غیر اللہ سے استمداد نا جائز ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اذا سألت فا سئل اللّٰہ و اذا استعنت فاستعن با للّٰہ۔(ترمذی)(جب تو کچھ مانگنا چاہے تو اللہ سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ)۔

اور یہ حضرت ﷺ نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں بڑا مقبول بندہ اللہ کا ہوں اور تمہارا نبی، مجھ سے بھی مدد مانگا کرو۔بعض شخص اس مقام میں شبہ کرتے ہیں کہ اگر خدا کے سوا کسی سے مدد چاہنا درست نہیں تو چاہیے کہ حاکم سے فریاد کرنا، حکیم سے علاج کروانا، نوکر سے پانی مانگنا، ہاتھ میں لاٹھی رکھنا بھی درست نہ ہو۔اس واسطے کہ ان کاموں سے بھی خدا کے سوا اور چیزوں سے مدد چاہنا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالی نے ان چیزوں کو انہی کاموں کے واسطے سبب مقرر کیا ہے۔پانی پینے کے واسطے پیدا کیا ہے، اور دوائیاں بیماری کے واسطے۔مگر مدار، سالار کو اس واسطے نہیں پیدا کیا کہ لوگوں کو رزق اور بیٹے دیا کریں۔اور انبیاء اولیاء سب ان کاموں کو کرتے تھے یعنی لاٹھی بھی ہاتھ میں رکھتے تھے۔علاج بھی کرتے تھے اور حق تعالی نے ہم کو بھی ان کاموں سے منع نہیں فرمایا۔غرض کہ مدد اور استعانت مانگنا اسی طرح کا منع ہے کہ جس سے شرک لازم آوے اور نوبت نذر نیاز کرنے اور منت ماننے کی پہنچے۔

نذر و نیاز غیر اللہ کی ممانعت۔اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و یجعلون لمالا یعلمون نصیباً ممّا رزقنھم تاللّٰہ لتسئلنّ عما کنتم تفترون (نحل۔۵۶)(اور ٹھیراتے ہیں ایسوں کو جن کی خبر نہیں رکھتے ہیں ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے، قسم اللہ تم سے ضرور پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے)۔

یہ ان کو فرمایا جو اپنے کھیت میں، جانوروں میں، سوداگری میں، اللہ کے سوا کسی کی نذر نیاز ٹھہراتے تھے جیسے آگے کے لوگ ویسے اب بھی ہیں۔جانوروں میں حصہ جیسے سید احمد کبیر کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گائے۔شیخ سدو کا بکرا۔شاہ مدار کی مرغی اور کھیت سوداگری میں ،چٹکی حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی اور شاہ مدار کی نکالتے ہیں اور پیسہ امام ضامن کا بازو پر باندھتے ہیں۔سوفرمایا یہ سب اللہ کا مال ہے ۔اس میں کسی دوسرے کا حق نہیں ۔اس کے بدوں حکم کسی کا حصہ اپنی طرف سے نہ ٹھہراؤ۔ہاں یہ البتہ درست ہے کہ اس کو اللہ کی نذر کرو اور اس کا ثواب جو تم کو ملتا ہے ان کی روح کو بخش دو۔لیکن نام ٹھہرا دینا کہ یہ چیز فلاں بزرگ کی ہے، یہی منع ہے

☆ فصل دوم : مشرکین کی حماقتیں۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں:

و الّذین یدعون من دون اللّٰہ لا یخلقون شیئاً وھم یخلقون ، اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایّان یبعثون ۔(نحل۔ع ۸) (اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا، کچھ پیدا نہیں کرتے اور آپ پیدا کئے جاتے ہیں ۔مردے ہیں جن میں جی نہیں اور ان کو خبر نہیں کہ کب قبروں سے اٹھائے جاویں گے)۔

اس مقام میں حق تعالی مشرکوں کی حماقت اور نادانی کو بیان کرتا ہے ۔یعنی مدد مانگنے اور پکارنے کے لائق تو وہ شخص ہے کہ جس نے کچھ پیدا کیا ہو اور زندہ بھی ہو۔مشرک ایسے احمق ہیں ،ان کو پکارتے ہیں جو مردے ہیں جن میں جان نہیں اور کسی کو کیا پیدا کریں کہ خود آپ پیدا کئے گئے ہیں ۔اسی طرح ہمارے زمانے کے جاہل مسلمان مردے بزرگوں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ وہ خود اپنے جینے مرنے میں کسی اور کے محتاج تھے۔وہ دوسرے کی مدد کیا کریں گے۔

بعض جاہل جو اپنے آپ کو قابل سمجھتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے وقت میں عرب کے کافر بت پوجتے تھے اور ان سے مدد چاہتے تھے۔سو اللہ کے قرآن شریف میں بتوں کی مدد مانگنے سے البتہ منع فرمایا ہے اور کچھ انبیاء اولیاء کی مدد مانگنے سے منع نہیں کیا۔اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالی نے جہاں شرک سے منع کیا ہے لفظ من دون اللّٰہ کی تصریح فرمائی ہے، یعنی اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو اور کسی کو نہ پوجو۔بس اس میں تو سبھی آ گئے ، بت بھی اور انبیاء اولیاء بھی۔اور یہ کسی آیت میں نہیں فرمایا کہ تم اپنی حاجتیں بتوں سے تو نہ مانگو لیکن میرے پیر پیغمبروں سے مانگو۔ بلکہ اپنی ذات پاک کے سوا کوئی ہو، سب سے منع فرمایا ہے اور مدد تو اس سے مانگئے جس کو کچھ اختیار بھی ہو اور حق تعالی تو صاف پہلی آیت میں فرما چکا ہے کہ پیغمبر تک کو اپنی جان کا کچھ اختیار نہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدار سالار بے چارے کو کون پوچھے۔ اللہ کے روبرو عاجز ہونے میں اور بے اختیار ہونے میں ہم اور ولی اور پیغمبر سب برابر ہیں۔ لیکن رتبے میں بڑا فرق ہے، وہ بندے مقبول، ہم گنہ گار۔ وہ ہمارے نبی سردار، ہم ان کی امت تابعدار۔ جس طرح سپاہی، رسالدار، بادشاہ کے نوکر ہونے میں دونوں برابر ہیں مگر مرتبے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

بتوں اور نبیوں، سب کی پرستش کفر ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

افحسب الّذین کفروا ان یّتخذوا عبادی من دونی اولیاء ۔ انّا اعتد نا جھنّم للکا فرین نزلاً (، کہف۔ ۱۰۲)(اب کیا سمجھے ہیں منکر کہ ٹھہراویں میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی۔ ہم نے رکھی ہے دوزخ منکروں کی مہمانی)۔

حضرت ﷺ کے وقت میں کافر دو قسم کے تھے۔ بہت ان میں سے بتوں کو پوجتے تھے اور بعض کافر پیغمبروں کی روح کو۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کی روح کو پوجتے تھے اور ان سے مرادیں مانگتے تھے۔ سو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو کافر کہا اور اس آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ بڑے احمق ہیں کہ میرے بندوں کو میرے سوا اپنا حمایتی ٹھہراتے ہیں۔ یعنی پیغمبر اور اولیاء ہر چند کہ پاک لوگ ہیں لیکن آخر میرے غلام اور میرے بندے ہیں۔ میرے ہوتے ان سے حمایت چاہنا کب لائق ہے۔ بھلا دھیان تو کرو۔ میاں کے ہوتے میاں کی چیز کو اس کے غلام سے مانگنا کیسی بڑی نادانی ہے۔ لیکن یہ جاننا چاہیے کہ انبیاء اور اولیاء کو ایک طرح وسیلہ پکڑنا درست ہے۔ وہ یہ کہ خدا کی جناب میں یوں عرض کریں کہ الٰہی محمد ﷺ کے طفیل یا علی مرتضیٰؓ کے تصدّق سے میری فلانی حاجت روا کر۔ سوائے اس کے ہرگز درست نہیں۔ (حدیث کی رو سے دعا کے پہلے اور دعاء کے آخر میں درود شریف پڑھنا دعاء کے قبول ہونے کا سبب ہے۔ کسی کی طفیل کا وسیلہ پکڑنا، فضیلت والے تین زمانوں اور آئمہ اربعہ سے صحیح و صریح طریقہ سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے بھی احتراز چاہیے۔ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی)۔

غیر اللہ سے مدد مانگنا، اللہ کی ناقدری کرنا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا ایّھا النّاس ضر ب مثل فاستمعوا لہ ۔ انّ الّذین تد عون من دون اللّہ لن یّخلقوا ذباباً و لو اجتمعوا لہ ۔ و ان یسلبھم الذّباب شیئاً لا یستنقذوہ منہ۔ ضعف الطّالب و المطلوب ما قدروا اللّہ حقّ قدرہ انّ اللّہ لقویّ عزیز (حج) (اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے اس کو سنو۔ جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا، ہرگز نہ بنا سکیں گے ایک مکھی اگرچہ سارے جمع ہوں۔ اور اگر کچھ چھین لے ان سے، تو چھڑا نہ سکیں اس سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں کمزور ہیں مانگنے والا بھی اور جس سے مانگا۔ لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں سمجھی جیسی اس کی قدر ہے۔ بے شک اللہ زور والا ہے زبردست)۔

یعنی جو لوگ اللہ کے سوا بتوں یا پیروں سے مرادیں مانگتے ہیں افسوس ہے کہ وہ اللہ کی قدر جیسی چاہیے ویسی نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھتے ہوتے تو اللہ، زبردست جہان کے پیدا کرنے والے، کی قدر پہچانتے۔ ان بے چاروں سے، کہ جن سے ایک مکھی تک نہیں بن سکتی، کاہے کو حاجتیں مانگتے۔ خاک پڑے اس کی سمجھ بوجھ پر جو بادشاہ کے روبرو فقیر سے مانگے۔

غیر اللہ کو پکارنے والے عقل سے کورے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و ما یتّبع الّذین ید عون من دون اللّٰہ شرکاء ان یّتّبعون الّا الظّن و ان ھم الّا یخر صون۔ (یونس۔ پ ۱۱۔ ع ۲۲) (اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں شریک پکارنے والے اللہ کے سوا کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں)۔

یعنی جو شخص اللہ کے سوا کو مدد کے واسطے پکارتے ہیں بالکل عقل سے خالی ہیں۔ بت پوجنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بت تو پتھر ہیں ہم جو ان کے آگے گاتے بجاتے ہیں حاجتیں طلب کرتے ہیں یہ کیونکر سنیں گے۔ خود آپ تو جگہ سے ہل نہیں سکتے ہماری مدد کیا کریں گے۔

جہالت کے کرشمے:

اسی طرح جاہل مسلمانوں کو خبط ہو گیا ہے کہ بزرگوں کی قبریں پوجنے لگے ہیں اور یہ سمجھے ہیں کہ انبیاء اولیاء خدا کے کارخانے کے مختار ہیں جن کو جو چاہتے ہیں سو دیتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ بندے خود آپ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے، وہ کہاں سے مختار ہو گئے۔ اور اسی طور پر بعض مرد اور عورت نے جن، پری اپنے خیال سے تراشے ہیں نام رکھا ہے دریا پری، شاہ پری، آسمان پری۔ کوئی ان احمقوں سے پوچھے کہ تم نے کیا ان کو دیکھا ہے یا خدا رسول نے تم کو بتلایا ہے۔ تم ان کو کہاں سے سمجھے جو ان کو پوجنے لگے۔ (یہاں سے کوئی وجود جنوں کا انکار نہ سمجھے کیونکہ وجود جنوں کا تو قرآن شریف سے ثابت ہے۔ لیکن شاہ پری، آسمان پری اپنی طرف سے جو نام ٹھہرالئے ہیں اور ان کی منت مانتے ہیں اس میں گفتگو ہے) اور اسی طرح سے ہندو اور جاہل مسلمانوں کی عورتیں اور بعض جاہل مسلمان جورو کے غلام چیچک کے مرض میں خود بھی بت پوجتے ہیں اور مالن کو بھی بلاتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتا کہ مسلمانوں کے لڑکے چیچک سے مرجایا کرتے اور ہندوؤں کے جیتے رہتے تو شاید کوئی مسلمان لڑکے والا بت پوجنے سے باقی نہ رہتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ جیسے گرمی کی بیماریاں اور ہیں ویسے چیچک بھی ہے۔اس سے، اور مردار دیوی ھگوانی سے کیا علاقہ۔

غرض کہ سچ فرمایا ہے اللہ تعالی نے کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں بڑے احمق ہوتے ہیں ۔صرف اپنے خیال اور وہم پر چلتے ہیں۔ نہ کوئی ان کے پاس دلیل اور نہ کوئی سند۔ فی الحقیقت اگر احمق نہ ہوتے تو اللہ جیسے مالک کو چھوڑ کر کیوں اِدھر اُدھر بھٹکتے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

قل ارأیتم ما تد عون من دون اللّٰہ ارونی ما ذا خلقوا من الارض ام لھم شر ك فی السّماوا ت ایتونی بکتاب من قبل ھذا او اثارۃ من علم ان کنتم صادقین ۔(احقاف۔پ ۲۶ ع ۱) (کہہ تو اے محمد مشرکوں سے بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں، یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی اس قرآن سے پہلے کی کتاب یا کوئی علم چلا آتا اگر تم سچے ہو)۔

جیسا ان لوگوں سے یہ پوچھا گیا تھا ویسا ہی اس زمانے کے لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ عقل کے نزدیک تو مانگئے اس سے جس کے ظاہر میں کچھ قدرت بھی نمودار ہو۔تم جو امام اور پیروں سے مرادیں مانگتے ہو، کیا سمجھ کر، بھلا بتاؤ تو کہ حضرت عباسؓ نے کون سا آسمان پیدا کیا ہے؟ اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے کون سا دریا بہا دیا ہے اور سید سالار نے کون سی مکھی بنائی اور شاہ مدار نے کون سی چیونٹی پیدا کی۔ اور اگر ان سے کچھ نہیں بن سکا تو پھر تم کیوں گمراہ ہوئے اور ان سے مرادیں مانگنے لگے۔ اور قرآن شریف سے زیادہ کون کتاب ہے جس پر تم چلتے ہو، یا ان بزرگوں نے تم سے کہہ دیا ہے کہ ہم بڑی قدرت والے ہیں ہم سے اپنی حاجتیں مانگا کیجئے، اور ہمارے جھنڈے نشان چڑھایا کرنا۔ خدا کے واسطے ذرا تو آنکھیں کھولو۔ ہوش سنبھالو تمہارے پاس اس پر کون سی سند ہے۔

کئی نادان ایسا کلام سن کے کہتے ہیں کہ ہم جو اپنے پیروں سے مانگتے ہیں سو مراد ہماری برآتی ہے۔ دیکھو فلاں دفعہ ہم نے شاہ مدار سے بیٹا مانگا تھا سو ہم کو ملا، اور ایک بار ناؤ ڈوبنے لگی ہم نے سید سالار کو پکارا انہوں نے بچا لیا، تو ایسی باتوں سے ہم کو معلوم ہوا کہ ان کو بڑی قدرت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے تم کہتے ہو ویسے ہندو بھی کہتے ہیں کہ جو مراد ہم دیوی بھوانی سے مانگتے ہیں سو وہ ہم کو ملتی ہے۔ تو چاہیے کہ ان کو بھی پوجو کہ جیسی تمہارے پیروں کو قدرت ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ویسی بتوں کو بھی۔ الٰہی! کیسا شیطان نے گمراہ کیا ہے کہ اصل بات مطلق نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے ایک شخص کا چھوٹا لڑکا دودھ پینے کے سبب سے اپنی دایہ سے ہل گیا ہے۔ مٹھائی اور جس چیز کو لڑکے کا جی چاہتا ہے وہ اپنی دایہ سے کہتا ہے اور باپ جانتا ہے کہ دایہ ہر چیز کہاں سے دے سکے گی، سو وہ آپ اس کو لے دیتا ہے۔ یہ لڑکا نا سمجھ جانتا ہے کہ چیز مجھ کو میری دایہ نے دی۔ بس اسی طرح اللہ کو تو اپنے بندوں پر باپ سے بھی زیادہ رحم ہے اور ان کی حاجتیں خوب جانتا ہے، سو اپنے کرم سے برلاتا ہے۔ ہندو کم بخت اس کو بتوں سے سمجھتے ہیں اور جاہل مسلمان اپنے پیروں سے۔ لیکن منصفی کی بات یہ ہے کہ جس کا کھائے اس کا گائے۔

قبروں والے اور بت کوئی پکار نہیں سنتے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و من اضلّ ممّن یّد عوا من دون اللّٰہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافلون۔ و اذا حشر النّاس کانوا لھم اعداء و کانوا بعباد تھم کافرین (احقاف۔پ ۲۶ ع ۱) (اس جیسا گمراہ کون ہے جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں ہے ان کے پکارنے کی اور جب قیامت کو لوگ جمع کئے جائیں تو وہ ان کے ہوں گے دشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر)

یعنی اللہ کے سوا کسی کو کچھ اختیار تو نہیں، سو جو لوگ کہ بتوں یا بزرگوں سے کچھ مدد چاہتے ہیں اگر قیامت تک پکاریں گے ان سے کچھ بن سکے گا۔ اور مدد تو وہ شخص کرے جس کو کچھ ان کے حال کی خبر بھی ہو، سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو ان لوگوں کے پکارنے کی خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم کو کون پکارتا ہے۔ یعنی غیب کی بات جاننا اور ہر جگہ حاضر ناظر رہنا، یہ اللہ ہی کی شان ہے۔ بندے ہر چند کہ پیغمبر ہوں مگر اللہ تعالیٰ کے بغیر بتلائے، کیا جانیں۔ عجب لوگ نادان ہیں کہ کوسوں اور منزلوں سے بزرگوں کو پکارتے ہیں، یا حضرت فلاں! مدد کر ہماری۔ یہ نہیں سوچتے کہ وہ اتنی دور سے کیوں کر سنیں گے۔ کیا وہ سب عالم میں گشت کرتے پھرتے ہیں۔ یا معاذ اللہ! خدا ہیں جو سارے جہان میں حاضر ناظر رہتے ہیں۔ زندگی میں تو دور کی بات نہیں سنتے تھے اب مرنے کے بعد خوب سننے لگے۔

اور جن کو پکارتے ہو وہ تمہارے دشمن ہوں گے۔ جب بات یہ ہے کہ قیامت کو لوگ جس جس کو دنیا میں اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے اور نذریں نیازیں مانا کرتے تھے۔ ان کے پاس جاویں گے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان سے غصے ہوں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ ہم نے تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کب کہا تھا کہ تم اپنی مرادیں ہم سے مانگا کرو۔ بھلا بتاؤ کہ ہم نے کس کتاب میں لکھ دیا تھا؟ ہمارا کیا مقدور کہ ہم اللہ کے کار میں دخل کرتے۔ ہماری بلا سے، جیسا کیا ویسا بھگتو۔

بعض نادان جب یہ سنتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کسی نبی یا ولی کو حاجت برلانے کی قدرت نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ یہ لوگ بزرگوں سے منکر اور بے اعتقاد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ معاذ اللہ ہم ان سے بے اعتقاد نہیں ہیں۔ اتنا جانتے ہیں کہ وہ مقبول بندے ہیں ان کو بھی مرتبہ اللہ کی غلامی اور فرمانبرداری میں ملا۔ لیکن تمہاری طرح خدا کے کام میں ان کو مختار نہیں جانتے۔ اور ٹھیک بات یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت اور اعتقاد رکھتا ہے تو اس کا طریق اختیار کرتا ہے۔ اور اگر تمہارا انبیاء و اولیاء کے ساتھ سچا اعتقاد ہوتا تو تم ان کے فرمان پر چلتے اور اپنی طرف سے بدون حکم ان کے کچھ ایجاد نہ کرتے۔

سب جاہلوں کا یہ معمول ہے کہ جب کچھ جواب نہیں بنتا ہے اور تقریر میں بند ہوتے ہیں تو عاجز ہو کر آخر کو یوں جواب دیتے ہیں کہ جو تم کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی پیر پیغمبر سے مرادیں مانگنا درست نہیں، یہ بات تو نئی ہے ہم نے اپنے باپ دادا سے کبھی نہیں سنی۔ کیا آگے عالم فاضل نہ تھے؟ اب تم ایک نئے پیدا ہوئے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس مقدمے میں قرآن شریف کی آیتیں بیان کرتے ہیں اور قرآن کو اترے صدیاں گزری ہیں اور جن امام اور پیروں سے تم مرادیں مانگتے ہو وہ بعد پیغمبر ﷺ کے پیدا ہوئے ہیں۔ ذرا غصے کو تھوکو۔ منصفی کرو کہ اب تمہاری بات نئی ہے یا ہماری؟ اور ہر زمانے کے عالم فاضل کتابوں میں برائی شرک کی لکھتے آئے ہیں۔ آج تک کسی عالم دین دار نے نہیں کہا کہ سوائے اللہ کے کسی انبیاء اولیا سے بھی مرادیں مانگنا درست ہے، اور نہ کوئی عالم قرآن کا واقف یہ کبھی کہے گا۔ اور اگر تم کو ہمارے کہنے میں کچھ بھی شبہ ہو تو کسی اور عالم فاضل سے ان آیتوں کے معنی پوچھو۔ دیکھو تو یہی مطلب بیان کرتا ہے یا کچھ اور۔ شیعہ اور اہل سنت سب اس بات میں موافق ہیں، شرک میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور تم اپنے باپ دادا سے کیا سنتے۔ جیسے تم جاہل ہو اور قرآن و حدیث کے معنی نہیں جانتے وہ بھی ویسے ہی ہوں گے۔ بھلا اندھا بھی کہیں اندھے کو راہ بتلاتا ہے اور صاف صاف تو یہ ہے کہ ہم ایمان محمد ﷺ پر لائے ہیں۔ کچھ باپ دادے پر ایمان نہیں لائے ہیں جو ان کی ہر بات کو مانیں۔ اگر باپ دادے کا طریق موافق پیغمبر کے ہے تو ہم ان کے تابع ہیں اور نہیں تو ہم محمد ﷺ کی راہ پر چلیں گے۔ جن کا طریق سب طریقوں سے بہتر ہے۔ بھلا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر تمہارے باپ دادا مفلس ہوں، روٹی کے محتاج اور تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو خدا اپنے کرم سے مال و دولت دے تو تم اس مال کو رکھو گے یا پھینک دو گے کہ باپ دادے کے پاس تو مال نہ تھا، ہم کو لینا نہ چاہیے۔ سبحان اللہ! دین قبول کرنے میں تو باپ دادے یاد آئے اور مال لینے کو تیار۔

اور عجب اتفاق ہے کہ جیسے اب کے جاہل مسلمان باپ دادے کی رسم اور عادت کو دلیل پکڑتے ہیں اور منع کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ ویسے مکہ کے کافر، پیغمبر خدا کو جواب دیتے تھے چنانچہ اس کا ثبوت اس آیت میں ہے:

و اذا قیل لھم اتّبعوا ما انزل اللّٰہ قا لوا بل نتّبع ما الفینا علیہ آ باء نا او لو کان آ باء ھم لا یعقلون شیئاً و لا یھتدون۔ (بقرہ۔ پ ۲ ع ۵) جب ان کافروں سے کہیے چلو اس پر جو اتارا اللہ تعالیٰ نے۔ کہتے ہیں ہم چلیں گے اس پر جس پر دیکھا اپنے باپ دادا کو۔ بھلا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ عقل رکھتے ہوں کچھ اور نہ راہ کی خبر تو بھی)۔

یعنی باپ دادے کی فرمانبرداری وہیں تک بہتر ہے جس میں جہالت نہیں ہے اور جب معلوم ہوا کہ ان کی رسم سراسر خلاف حکم خدا کے ہے۔ پھر اس پر ہرگز نہ چلنا چاہیے۔ کیا غضب کی بات ہے کلمہ تو محمد ﷺ کا پڑھیں اور راہ چلیں شیخ سدو کی۔

توحید خالص سے ناخوشی کافروں کا وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

و اذا ذکر اللّٰہ و حدہ اشمازّت قلوب الّذین لا یومنون بالآخرۃ و اذا ذکر الّذین من دونہ اذا ھم یستبشرو ن (زمر۔ پ۲۴ ع ۲) (جب نام لیجئے اللہ کا بھجتے ہیں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا اور جب نام لیجئے اس کے سوا اوروں کا پھر تو وہ خوش ہو جاتے ہیں)۔

افسوس ہے کہ اب جاہل مسلمانوں کی بھی اگلے کافروں کی سی عادت ہوگئی ہے کہ صرف اللہ کے ذکر سے یہ بھی خوش نہیں ہوتے ہیں۔ یعنی جب ان سے کہیے کہ سوائے اللہ کے کسی کو کچھ اختیار نہیں اور کسی کی نذر نیاز، منت ماننا درست نہیں تو منہ بگاڑ کر سن ہو جاتے ہیں اور جب خدا کے سوا مدار، سالار کے جھنڈے کا نشان ہو تب راضی ہوتے ہیں۔

بعض ناواقف قرآن کے کہتے ہیں کہ انبیاء اولیاء خود مالک مستقل تو نہیں لیکن ان کی منت مان کر نذر نیاز کرنا اور حاجتیں مانگنا اس نیت سے کہ یہ اللہ کے حکم سے حاجت روائی عالم کرتے ہیں درست ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تم سچے ہو تو اس بات کو کسی آیت یا کسی حدیث صحیح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت کردو کہ انبیاء اولیاء کو میں نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے۔ میرے حکم سے پانی برساتے ہیں، اولاد دیتے ہیں۔ بیماریوں کو اچھا کرتے ہیں ان کی منت مان کر نذر نیاز لوگ کیا کریں، اور اگر یہ قرآن وحدیث میں نہیں ہے اپنی طرف سے کہتے ہو تو بہت برا کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو لازم نہیں کہ دین میں اپنی عقل ناقص کو دخل دیں۔ ہاں البتہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرشتے اکثر کاموں میں داروغہ ہیں، لیکن اختیار ان کو بھی نہیں کہ جو چاہیں سو کریں۔ ہر کام پر جیسا حکم ہوتا ہے ویسا کرتے ہیں۔ اب کوئی شخص فرشتوں کو داروغہ جان کر کچھ مانگے تو اس کی نادانی ہے کیونکہ وہ تو محض بے اختیار ہیں حکم کے تابع۔

اور جاننا چاہیے کہ حضرت ﷺ کے وقت کے مشرک یہ نہیں کہتے تھے کہ بت اللہ کے برابر ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے تھے کہ سب کا مالک اللہ ہی ہے لیکن بت ہمارے سفارشی ہیں، اس کے حکم سے ہماری حاجت روائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں مذکور ہے:

الا للّٰہ الدّین الخالص۔ و الّذین اتّخذوا من دونہ اولیاء ما نعبدھم الّا لیقرّبونا الی اللّٰہ زلفی (زمر۔۳) (اللہ ہی کو ہے بندگی خالص اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے نیچے حمایتی کہتے ہیں کہ ہم ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف پاس کے درجے میں)

اور اسی طرح دوسری آیت میں ہے:

و یعبدون من دون اللّٰہ ما لا یضرّھم ولا ینفعھم و یقولون ھٰؤلاء شفعاءنا عند اللّٰہ قل اتنبّئون اللّٰہ بما لا یعلم فی السّمٰوٰت ولا فی الارض سبحانہ و تعالیٰ عمّا یشرکون۔ (یونس۔۱۸) اور پوجتے ہیں اللہ کے نیچے، جو برا نہ کریں ان کا، نہ بھلا۔ اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس۔ تو کہہ (اے محمد ﷺ) تم اللہ کو بتاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور بہت دور ہے اس سے جو شرک کرتے ہیں)۔

ان دو آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ عرب کے کافر بتوں کو اللہ کے برابر نہیں کہتے تھے لیکن کارندے مختار جان کر ان کی نذر نیاز کرتے تھے۔ سو خدا نے اس کو بھی شرک فرمایا ہے۔ سبحان اللہ! جس شرک کے مٹانے کے واسطے قرآن شریف اترا، پیغمبر خدا ﷺ کافروں سے لڑے، وہی شرک اب کے جاہل مسلمان بھی کرنے لگے۔ فرق اتنا ہے کہ وہ کافر بتوں سے حاجتیں مانگتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوراب کے لوگ بتوں سے تو نہیں مانگتے لیکن پیروں سے مانگتے ہیں۔اس کی وہی مثل ہے کہ گائے دونوں طرح مری، قصائی سے بچی تو شیر کے پالے پڑی۔جیسے کافر کہتے تھے کہ سب کا مالک اللہ ہے اور پھر اس کو چھوڑ کر اوروں سے مدد چاہتے تھے ویسے یہ لوگ بھی۔غرض کہ شیطان دشمن جانی ہے۔ انسان کا وہ بھلا ہرگز نہیں چاہتا کہ آدمی اللہ تک پہنچے کسی کو بت کے پاس اٹکاتا ہے اور کسی کو پیر کے پاس۔اصل مطلب سے دونوں دور پڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ضرب اللّٰہ مثلاً رّجلاً فیه شرکاء متشا کسو ن و ر جلاً سلماً لّر جل۔ هل یستو یان مثلاً ۔ الحمد للّٰہ ۔بل اکثرهم لا یعلمون ۔ (زمر۔۲۹) اللہ نے بتائی ایک مثال۔ایک شخص ہے اس میں کئی شریک مساوی حصہ دار ہیں، اور ایک شخص صرف ایک ہی کا غلام ہے۔ کیا برابر ہے دونوں کی مثل۔سب خوبی اللہ کو ہے، بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے)۔

یعنی جو شخص کئی کا غلام ہو، کوئی اس کو اپنا نہ سمجھے تو اس کی پوری خبر گیری نہ کرے اور اگر وہ غلام کسی سے کچھ مانگے تو ایک دوسرے پر ٹالے کہ اوروں سے بھی مانگ۔کیا تو نرا ہمارا ہی غلام ہے۔اور جو شخص ایک کا غلام ہو تو وہ اپنا سمجھے اور پوری خبر لے کیونکہ مالک جانتا ہے سوائے میرے اس کا اور کون ہے۔یہ اللہ تعالیٰ نے مثال فرمائی اس کی جو صرف اللہ ہی کو اپنا مالک جانے اور سوائے اس کے کسی سے مدد نہ مانگے اور جو شخص کہ کسی سے امید نہ رکھے۔

فی الحقیقت شرک والے کو بڑی مصیبت ہے۔اس کا دل ہر طرف بٹا ہے۔کبھی شاہ مدار سے کہتا ہے۔کبھی سید سالار سے التجا کرتا ہے۔کبھی حضرت عباس کے آگے ناک رگڑتا ہے کبھی کہتا ہے کہ سید عبدالقادر جیلانی بڑے پیر ہیں، لاؤ ان کی منت مانو، شاید وہی مجھ پر کرم کریں۔اور جو اللہ ہی سے امید رکھتا ہے بڑے چین اور آرام میں ہے۔اس نے ایک بڑے مالک کا دروازہ پکڑ لیا ہے کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نبی ولی سب اس کے بندے ہیں۔کسی کو کچھ اختیار نہیں۔اس کا دھیان کسی طرف نہیں جاتا۔

اور ہر چند شرک والوں کی عاقبت تو تباہ ہے لیکن شرک کرنے سے ان کا دنیا میں بھی بڑا نقصان ہے کہ دور دور منزلوں سے خرچ کر کے قبریں پوجنے کو جاتے ہیں اور ہزاروں روپئے نذر نیاز میں اٹھاتے ہیں تو عاقبت بھی کھوئی اور دنیا بھی۔

قرآن پاک میں ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قال ربکم ادعونی استجب لکم (غافر۔۶۰) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لوگو! مانگو مجھ سے میں قبول کرونگا)۔

یعنی مجھ کو مثل بادشاہ کے یا دیگر حاکموں کے نہ سمجھنا کہ جو سلطنت اور سرداری کے غرور سے کسی غریب کی بات نہیں سنتے ہیں۔ تم کو جو حاجت ہوا کرے مجھ سے کہا کرو میں اپنے کرم سے تمہاری دعا قبول کرونگا۔

یارو خیال تو کرو کہ اللہ تعالیٰ تو لوگوں کو مہربانی سے اپنی طرف بلاتا ہے اور یہ نادان لوگ کدھر بہکے جاتے ہیں۔ مثل ہے کہ ایک شخص کا پیسہ روز روشن میں بیچ میدان کے گر پڑے اور وہ شخص چراغ جلا کر تلاش کرنے لگے تو لوگ اس کو کہیں گے کہ یہ شخص بڑا احمق ہے کہ ہوتے سورج کی روشنی کے روشنی کے لئے چراغ لئے پھرتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ احمق ہیں کہ ہوتے اللہ سے داتا کے اوروں سے حاجتیں مانگتے ہیں اور اندھے کی طرح ہر ایک طرف بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اللہ ایسا کریم ہے کہ تم آگے کچھ نہ تھے تم کو پیدا کیا۔ اگر سورکتا کر دیتا تو تم کیا کرتے؟ اپنے کرم سے تم کو آدمی بنا دیا۔ پھر بدوں کہے تمہارے روح، دل، ہاتھ، پیر آنکھ ناک کان دیئے کہ ایک آنکھ وہ نعمت ہے کہ اگر لاکھ روپئے کوئی تم کو دے اور آنکھ کو تم سے مانگے تو تم سے کبھی نہ دی جاوے۔

بھلا سوچو تو! کہ جس نے بغیر مانگے تم کو یہ نعمتیں دیں کیا مانگنے سے نہ دے گا جو تم ادھر ادھر ایمان بھٹکتے پھرتے ہو۔ آدمی کو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے کون مطلب نہیں ہوسکتا جو دوسرا درکار ہو۔

مسلمانو! جب تم کو قرآن شریف سے صاف معلوم ہوا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مالک نہیں اور نہ کسی پیر پیغمبر کو اس نے اپنی طرف سے مختار کر دیا ہے، اگر قرآن پر ایمان لائے ہو اور خدا کو منہ دکھانا ہے تو اس کے حکم پر چلو اور اس کے سوا کسی سے حاجتیں نہ مانگو۔ جب تک نہیں معلوم ہوا تھا، ناچار تھے اب تم پر فرض ہے کہ شرک سے توبہ کرو۔ خدا کے واسطے ضد نہ کرو۔ اپنے دل میں سوچو کہ شرک چھوڑنے میں تمہارا کیا نقصان ہے۔ اگر پیروں کے چھوٹنے کا غم ہے تو اللہ تعالیٰ سا مالک تم کو ملتا ہے جس سے تمہارے پیر بھی حاجتیں مانگا کرتے ہیں اور اگر بغیر خرچ کئے تم سے نہیں رہا جاتا تو جس قدر مال تم پیروں پیغمبروں کی منت میں اٹھاتے ہو سو اب اللہ تعالیٰ کی نذر کر کے اٹھاؤ۔ بھلا جب تم کو مل گیا اللہ، پھر کب رہی دوسرے کی پرواہ۔ مثل مشہور ہے کہ اللہ یار ہے تو بیڑہ پار ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ فصل سوم : تعظیمات الٰہیہ

یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے واسطے کئی چیزیں خاص کر لی ہیں کہ وہ دوسرے کو کرنا درست نہیں جیسا کہ دنیا میں بادشاہوں نے تخت پر بیٹھنا اپنے واسطے مخصوص کر لیا ہے کہ دوسرا اگر چہ وزیر ہو مگر اس پر بیٹھ نہیں سکتا۔

اول، ان میں سجدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لا تسجدوا للشّمس و لا للقمر و اسجدوا للّٰہ الّذی خلقھنّ ان کنتم ایاہ تعبدون (حم سجدہ ۔۳۷) (سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو، اور اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اگر تم اس کی بندگی کرتے ہو)۔

یعنی سجدہ کرنے کے لائق وہی ہے جس کو پیدا کرنے کی قدرت ہو اور جو خود اپنے پیدا ہونے میں دوسرے کا محتاج ہو، اسے سجدہ نہ چاہیے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اولیاء کی قبروں کو اور تعزیئے کو سجدہ حرام ہے۔ بعض ناواقف کہتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو۔ پس اسی طرح ہم بھی بزرگوں کو کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سجدہ کرنا آگے درست تھا لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ کے دین میں منع ہو گیا جیسے حضرت آدمؑ کے وقت میں سگی بہن سے نکاح کرنا درست تھا، اب حرام ہے۔

دوسرے، روزہ رکھنا بھی سوائے اللہ کے دوسرے کا نہ چاہیے۔ نادان لوگ حضرت علیؓ کا روزہ رکھتے ہیں۔ بعضے تمام دن کا بعض ہندوؤں کی طرح سوا پہر کا۔ روزہ رکھنا بندگی ہے اور بندگی اللہ کے سوا کسی کی درست نہیں۔ اللہ کا روزہ رکھنا اور اس کا ثواب حضرت علیؓ کی روح کو بخشنا درست ہے۔

تیسرے، جانور کا ذبح کرنا، یہ بھی اللہ کے واسطے خاص ہے۔ آپ نے ﷺ فرمایا

لعن اللّٰہ من ذبح لغیر اللّٰہ (نسائی ج ۲ ص ۲۰۰ مکتبہ سلفیہ) (لعنت کرے اللہ اس پر جو ذبح کرتا ہے جانور کسی اور کے واسطے اللہ کے سوا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا سید احمد کبیر کی گائے (سید احمد کبیر بن سید جلال الدین بخاری ف ۷۸۵ھ اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اس لئے سید احمد کبیر کہلائے، اوچ سابق ریاست

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہاولپور میں ان کی قبر ہے) اور عبدالقادر جیلانی کا بکرا کہنا اور ان کا نام رکھ کر ذبح کرنا درست نہیں۔ لیکن جانور کا ذبح کرنا کھانے اور بیچنے کے واسطے درست ہے کیونکہ اس میں کچھ شرک اور منت نہیں ہے صرف گوشت سے غرض ہے اور جو جانور کہ پیروں اور بتوں کے واسطے ذبح ہو اس کا گوشت کھانا بموجب اس آیت کے درست نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر و ما اهلّ لغیر اللّٰه به (مائدہ۔ پ ٦۔ ع ١) (حرام ہے تم پر مردہ اور خون اور گوشت سؤر کا اور وہ چیز حرام ہے کہ جس پر نام پکارا گیا کسی اور کا اللہ کے سوا)۔

نام کا پکارنا دو قسم ہے۔ ایک ذبح کرنے سے پہلے نام رکھ دینا کہ یہ بکرا عبدالقادر جیلانی کا ہے، یا شیخ سدو کا، یا بھوانی کا بھوگ ہے۔ دوسرے ذبح کرنے کے وقت نام لینا۔ سو اب کے لوگ ذبح کے وقت بموجب عادت کے اللہ اکبر کہتے ہیں مگر ذبح سے پہلے اللہ کے سوا کسی اور کا نام مشہور کرتے ہیں اور جب پہلے سے نیت بگڑی تو اب اللہ اکبر کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہر چند بعض لوگ بے علمی کے سبب سے اس میں تکرار کرتے ہیں لیکن صحیح مذہب بہت عالموں کا یہی ہے کہ اس گوشت کا کھانا درست نہیں اور سیدھی بات تو یہ ہے کہ جس میں شبہ پڑا اس کا کھانا کیا ضرور؟

چوتھے نذر و نیاز کا نتا، یہ بھی اللہ کے واسطے خاص ہے۔ یعنی یوں کہنا، الٰہی اگر اپنے کرم سے تو اس بیماری کو اچھا کر دے تو میں دس فقیروں کو کھانا کھلاؤں یا دو روزے رکھوں۔ اس کا نام نذر ہے اور جب قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ سوائے خدا کے کسی اور کو حاجت براری کی قدرت نہیں تو پھر پیر پیغمبروں کی نذر کرنا اور منت ماننا محض بے فائدہ ہے۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ جب ان کو کچھ حاجت ہو تو اللہ کی نذر ماننے اور نذر کرنا کچھ صرف کھانے پر موقوف نہیں بلکہ سب نیک کاموں میں نذر درست ہے۔ جیسے روزے رکھنا، نماز نفل پڑھنا، کنواں کھدوانا، مسجد بنوانا۔ اس زمانے کے لوگ بے علمی کے سبب فاتحہ کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔ یہ لفظ اللہ ہی کو خاص ہے۔ اللہ کے لفظ کو دوسری جگہ بولنا ادب سے بعید ہے۔ فاتحہ کہنے میں کیا قباحت ہے کہ جو اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ فصل چہارم : رسومات شرک

رسمیں شرک کی جو ہندوستان میں رائج ہیں، بے حد وحساب ہیں اور سب کا بیان کرنا مشکل ہے اس لئے بطور نمونہ یہاں چند رسموں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خیال کرنے سے معلوم ہوا کہ سب رسمیں ہندوستان میں دو قسم کی ہیں۔ بعض تو وہ ہیں کہ ان کا کرنا کسی طرح درست نہیں اور بعض وہ ہیں کہ ایک طرح درست اور دوسری طرح نا درست۔

غیب کی بات کسی سے بھی معلوم کرنا جائز نہیں۔ جیسے نجومی اور برہمن سے شادی اور بیاہ کی تاریخ پوچھنا، یا سفر کے واسطے یا حویلی بنانے کے وقت نیک و بد ساعت کا دریافت کرنا، یہ ہرگز درست نہیں کہ صاف شرک ہے کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ غیب کی بات پیغمبر ﷺ کو بھی معلوم نہیں دوسرے کی کیا حقیقت۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من اتی کا ھناً فصدقه بما یقول فقد بر یء ممّا نز ل علی محمد (مشکوۃ) (جو غیب بتانے والے کے پاس گیا پھر اس کی بات کو سچا جانا، وہ بے نصیب ہوا)۔

قرآن میں تو یہ حکم ہے کہ غیب کی بات سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ جب کسی نے نجومی یا برہمن سے نیک و بد ساعت پوچھی تو گویا قرآن کا منکر ہوا اور جو قرآن سے منکر ہوا، اس کا سوائے دوزخ کے کہاں ٹھکانا ہے۔ برہمن دس باتیں اپنی طرف سے بنا کے بتا دیتے ہیں، ان میں سے کبھی کوئی موافق پڑ جاتی ہے اور نادان سمجھتے ہیں کہ ان کی سب باتیں سچ ہوں گی۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ اگر یہ لوگ سچے ہوتے تو اپنی بہتری کی پہلے فکر کرتے۔ پھٹی دھوتی کیوں ہوتی اور در وازے دروازے مارے مارے کیوں پھرتے۔

اور اسی طرح ویسے منتر پڑھنا حرام ہے کہ جس میں ہنومان (ہنومان رام چندر جی درت یعنی جاسوس اور سپہ سالار جو بندر کی شکل کا تھا اور جس کو دیوتا کا درجہ بھی حاصل ہے جگہ جگہ اس کے مندر بھی ہیں) اور لونا چماری (بنگال کی ایک جادوگرنی کا نام ہے جس کی نسبت عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ ہندوستان کے جادوگروں کی جگت استانی لونا چماری اور اس کے گروگھنٹال میاں اسماعیل جوگی کے مندر جن کے شیطانی نام جادوٹونے کے منتروں میں کامروپ دیس کے ایسی باتوں کے معتقد اکثر جپا کرتے ہیں۔ قلعہ ماندو واقع ملک آسام مقام کوچ بہار کے متصل پہاڑ کی چوٹی پر نیچے سے اوپر تک بنے ہوئے ہیں جن کی سیڑھیاں ایک ہزار کے قریب ہوں گی) کی دہائی ہو۔ اور اسی طرح بعض مناقب بھی جس میں شرک کا مضمون ہو جیسے یہ شعر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی جو چاہیں تو مقصد کو سر براہ کریں گدا کو چاہیں تو ایک پل میں بادشاہ کریں

جاہل لوگوں نے شعر کہنا سیکھ لیا۔ جو جی میں آیا سو کہنے لگے ان کو درست نادرست سے کیا خبر۔

اور اسی طرح نبی بخش، سالار بخش، عبدالنبی، بندہ علی، بندہ حسن نام رکھنا بھی شرع میں درست نہیں کیونکہ قرآن شریف کی آیتوں سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ سوائے خدا کے کسی پیر پیغمبر کو بخشنے کی قدرت نہیں۔ کیا لوگ جاہل ہو گئے ہیں کہ اللہ کے بندے ہو کر بندوں کے بندے ہوتے ہیں۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن میں کیا قباحت ہے جو عبدالنبی اور بندہ علی نام رکھتے ہیں۔ فی الحقیقت نادان کی محبت بھی نہیں اچھی کہ وہ مرضی، نا مرضی، موقع بے موقع نہیں سمجھتا۔ ہر چند معنی کے لحاظ ناموں میں کم رہتے ہیں لیکن ایسے نام جن سے شرک نکلتا ہو ان کا رکھنا کیا ضرور؟

اسی طرح سر پر شاہ مدار کی چوٹی رکھنا، اور نیزے کھڑے کرنا، منت کر کے قبروں پر چادریں چڑھانا، چراغوں کا جلانا، پیروں کے واسطے جانوروں کا ذبح کرنا۔ امام ضامن کا پیسہ بازو پر باندھنا (کہا جاتا ہے کہ اس سے مراد علی بن موسیٰ کاظم ف ۲۰۳ھ ہیں جو شیعہ کے امام معصوم سمجھے جاتے ہیں۔ عوام کا عقیدہ ہے کہ جب کوئی سفر کو جائے، یا کہیں بیاہ شادی کی بات کرنی ہو، یا کسی بلا میں گرفتار ہو، اور ان کے نام کا روپیہ پیسہ بازو پر باندھ کر جائے، تو اس کی خیریت کے وہ ضامن ہو جاتے ہیں، اس لئے آپ عوام میں امام ضامن کے نام سے مشہور ہیں۔ اس رسم کو اغلباً شیعہ کی وجہ سے رواج ہوا) چورا ہے میں صدقے کا گوشت رکھنا، تین کوڑی کی پیر نصیر الدین کی شیرینی ماننا (نصیر الدین بن مخدوم علاء الدین سندیلوی۔ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے وہ تین کوڑی کی شیرینی ان کی نذر مان لے تو چیز مل جاتی ہے) چیچک کی بیماری میں مالن کو بلوانا، گوشت کا نہ پکوانا، یہ سب رسمیں شرک کی ہیں کسی طرح درست نہیں۔

دوسری قسم۔ جیسے حاضری حضرت عباس کی، صحنک حضرت فاطمہؓ کی (صحنک چھوٹا طباق، مٹی کی رکابی، بعد میں اس کھانے کو صحنک کہنے لگے جو اس میں رکھا جاتا ہے اور جس پر بی بی فاطمہ کی نیاز دلائی جاتی ہے۔ شاید یہ رسم شیعہ کے اثر سے ہے) گیارھویں شیخ عبدالقادر جیلانی کی، مالیدہ شاہ مدار کا، سویاں شاہ بوعلی قلندر کی (شرف الدین بوعلی۔ شمس تبریز کے مجذوب مرید۔ قلندر لقب۔ وفات ۷۲۴ھ۔ سہ منی ان کے نام کی تین من نذر و نیاز) تو شہ شاہ عبدالحق کا کرنا اس نیت سے کہ یا حضرت! تم ہمارا فلاں کام کر دو، یہ حرام ہے اور صاف شرک ہے۔ چنانچہ اس کا حال خوب بیان ہو چکا ہے اور اگر منت نہیں ہے صرف ان کی روح کو ثواب پہنچانا ہے، تو درست ہے۔ اس نیت سے ہرگز منع نہیں۔ لیکن کھانے کا خاص کرنا (اسی طرح کھانے والوں کی تخصیص کرنا کہ صحنک کو مرد نہ کھائیں اور توشہ شاہ عبدالحق کو عورتیں نہ کھاویں، یہ بھی خالی از

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرک نہیں کہ جو کھانا سب کو حلال ہوا ہے بعضوں پر حرام ٹھہرانا۔ البتہ یہ لحاظ کرنا ضرور ہے کہ مسلمان حاجت مند کو دینا چاہیے کہ ثواب کامل ہو) اس طور پر کہ فاتحہ حضرت عباس کی صرف شیرمال اور کباب پر اور فاتحہ شاہ عبدالحق کا نرے حلوے پر ہو، اس کے سوا کسی دوسرے کھانے پر نہ ہو، یہ محض نادانی ہے۔ اور اسی طرح تاریخ کی قید کہ فلاں بزرگ کا فاتحہ جس روز ہوتا ہے اسی روز ہو، دوسری تاریخ درست نہیں۔ یہ بات بھی محض بے اصل ہے بلکہ جس بزرگ کا فاتحہ جس روز چاہے کسی کھانے پر کر دے۔ کھانے اور تاریخ کی تخصیص صرف ہندوستانیوں نے نکالی ہے، شریعت محمدی میں اس کی کوئی اصل نہیں اور بہتر طریق فاتحہ کا شرع کے موافق یوں ہے کہ کھانا پکوا کر محتاج غریبوں کو تقسیم کر دے اور یوں کہے کہ الٰہی یہ کھانا تیری نذر ہے اس کا ثواب میری طرف سے حضرت پیغمبر ﷺ کی روح کو، یا حضرت علیؓ مرتضی کی روح کو، یا سید عبدالقادر جیلانیؒ کی روح کو، یا میرے باپ دادا کی روح کو، تو اپنے کرم سے پہنچا دے۔ کھانے کا ثواب، کچھ درود اور الحمد کے پڑھنے پر موقوف نہیں، کھانے کا ثواب جدا ہے اور درود پڑھنے کا ثواب جدا ہے۔ لیکن ہندوؤں کی طرح لیپنا، پوتنا اور کھانے کے ساتھ پانی کا رکھنا نہایت بد ہے۔

بعض احمق کھانے کے ساتھ حقہ اور افیون بھی رکھ دیتے ہیں کہ مردے کی روح شاید کچھ کھاتی پیتی بھی ہے۔ استغفر اللہ! جاہلوں نے ہر بات میں ایسی واہی تباہی رسمیں نکالی ہیں کہ اسلام کی رونق بالکل جاتی رہی۔ دیندار مسلمان کو لازم ہے کہ ہر ایک رسم اور عادت میں پیغمبر ﷺ کا حکم تلاش کرے کہ آپ نے اس میں کیا فرمایا ہے اور اپنی عقل ناقص کو دخل نہ دے۔ اگر صرف ہماری عقل کفایت کرتی تو حق تعالیٰ پیغمبر ﷺ کو حلال حرام بتلانے کے واسطے کیوں بھیجتا۔

☆ فصل پنجم : شرک کی برائی اور شرک کرنیکی سزا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انّ اللّٰہ لا یغفر ان یّشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یّشاء و من یّشرک باللّٰہ فقد افتری اثماً عظیماً (نساء پ۵۔ ع ۴) (اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس گناہ کو کہ اس کا شریک پکڑے اور بخشتا ہے اس سے نیچے جس کو چاہے۔ اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ تعالیٰ کا اس نے بڑا طوفان باندھا)۔

فی الحقیقت اس سے زیادہ کون سا گناہ ہے کہ جیسے خدا سے مراد مانگے ویسے اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بندوں سے، تو گویا مالک اور غلام کو برابر کر دیا اور کاروبار میں شریک جانا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ شرک سے توبہ کرنا سب چیزوں پر مقدم ہے کیونکہ اور گناہ اگرچہ کبیرہ ہوں لیکن ان میں بخشش کی امید ہے اور شرک وہ بلا ہے کہ جسکو حق تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا۔ خدا کی پناہ جس کو خدا نے نہ بخشا اس کا سوائے دوزخ کے کہاں ٹھکانا ہے۔

فرمایا نبی ﷺ نے:

لا تشرك با للّٰه ان قتلت او حرّقت (مشکوۃ کتاب الصلوۃ) (شرک نہ کر اللہ کے ساتھ، اگر کوئی تجھ کو قتل کرے یا جلائے)

یعنی حضور ﷺ نے یہ اس واسطے فرمایا کہ اگر ایمان باقی رہا تو قتل اور جلانے کی مصیبت تو گھڑی بھر ہے اور پھر گھر بہشت میں ہے۔ اور اگر معاذ اللہ اس نے شرک کیا تو خدا کے غضب میں گرفتار ہوا اور مشرک اگرچہ دنیا میں تمام عمر خوش رہے لیکن آخر کار اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اس گنہگار نے جب شرک کی برائی قرآن اور حدیث میں اس طرح پائی اور ناواقف مسلمانوں کو اس میں پھنسا دیکھا، واللہ کہ دل کو بہت رنج ہوا اور نہایت افسوس آیا۔ پس صرف اس واسطے اس رسالہ کو ہندی زبان میں آسان اور سہل کر کے لکھا اور آیات اور حدیث کا ترجمہ موافق محاورہ ہندی کے کیا کہ سب ناواقفوں کو فائدہ ہو، اس میں کچھ اظہار قابلیت منظور نہیں۔ صاحبان علم سے امید ہے ہندی زبان پر عیب نہ پکڑیں، اس کی غرض دریافت کریں۔

خاتمہ۔ اس میں تین فائدے ہیں:

پہلا فائدہ۔ جو شبہے اور سوالات کہ اس زمانے کے لوگ مقدمہ شرک میں مذکور کرتے ہیں ان کے جواب مفصل اس رسالہ میں ہو چکے ہیں اور مرد عاقل ہے ان کو خوب سمجھ لے گا تو اور سوالات کے بھی جواب دے سکے گا۔ لیکن اس مقام میں دو قاعدے اور بھی یاد رکھنا ضرور ہے۔

قاعدہ پہلا۔ یہ کہ جب تک حدیث کی سند نہ پہنچے اور یہ معلوم نہ ہو کہ یہ حدیث محدثوں کی کسی کتاب میں ہے تب تک اس کو ماننا نہ چاہیے۔ بہت حدیثیں موضوع مشائخ متاخرین کی کتابوں میں لکھی ہیں اور علمائے محدثین کے نزدیک ان کا کچھ اعتبار نہیں اور اسی طرح جس حدیث کا مطلب مخالف قرآن شریف کے ہو، غلط جاننا چاہیے، مگر حدیثیں علاوہ قرآن کے بہت ہیں لیکن جو حدیث کہ موافق مطلب شرع کے ہو، اس کو ماننا چاہیے۔ جیسے ایک مثال لکھی جاتی ہے۔ مثلاً ہم کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قرآن شریف سے معلوم ہو چکا ہے کہ پیغمبر ﷺ کو خود اپنی جان کے نفع وضرر کا کچھ اختیار نہیں۔ اگر اب کوئی حدیث نقل کرے اس مضمون کی کہ پیغمبر ﷺ کو سب کا اختیار ہے جو چاہیں سو کریں، تو ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے کیونکہ پیغمبر خدا ﷺ کا خلاف قرآن کے فرمانا ممکن نہیں۔

قاعدہ دوسرا یہ کہ مسلمان کو لازم ہے کہ اعتقاد کو موافق قرآن اور حدیث کے درست کرے اور قصوں اور نقلوں کو اعتقاد میں دخل نہ دے۔ بہت خلقت کا اعتقاد اس سبب سے بگڑ گیا ہے کہ فلانے بزرگ سے یہ ہوا تھا اور فلاں پیر نے یہ کیا۔ قربان اس مسلمانی پر کہ قرآن شریف کو تو طاق میں رکھا اور واہی قصوں اور کہانیوں پر اعتقاد باندھا۔

اس کلام سے کوئی اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار نہ سمجھے، کیونکہ یہ مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کبھی اولیاء کے ہاتھ سے کرامات ظاہر کر دیتا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی بزرگی اور تعظیم معلوم ہو۔ لیکن ہر وقت ان کو یہ اختیار نہیں کہ جس چیز کو جب چاہیں سو کر دیں۔ پھر جب ان کو اختیار کلی نہ ہوا، تو ان سے حاجت مانگنا محض نادانی ہے۔ رہا خدا تعالیٰ کی جناب میں ان سے دعا کروانا، سو اس کو کوئی منع نہیں کرتا۔

غرض کہ جب قرآن شریف سے یہ ثابت ہو چکا کہ سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو حاجت براری کی قدرت نہیں، اب کوئی کچھ کہا کرے اور کتنی ہی باتیں بنا دے اس کو ہرگز نہ سننا چاہیے کیوں کہ حق تعالیٰ سے بڑا کون ہے کہ جس کی بات کو یقین لاویں۔

فائدہ دوسرا۔ جو مسلمان بھائی کہ اس رسالہ کو دیکھیں ان کی خدمت میں بعد سلام کے یہ عرض ہے کہ اس زمانے کے مسلمان مرد اور عورتوں کو یہ کتاب ضرور سنائیں اور ان کے آگے نرمی سے محبت کر کے پڑھیں۔ کیونکہ اکثر لوگ بے چارے بسبب ناواقفی کے ناچار ہیں، اگر آہستہ آہستہ سمجھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ لوگ توحید کو سمجھیں گے اور شرک سے توبہ کریں گے۔ مثلاً اگر تمہارے روبرو تمہارا بیٹا یا کوئی دوست ناواقفی سے زہر کھانے لگے تو اس کو تم ہرگز نہ کھانے دو گے کیونکہ تم کو یقین ہے کہ اس نے زہر کھایا اور مرا۔ پس اسی طرح شرک کو بھی سمجھو کہ اس کے کرنے سے ایمان مرتا ہے اور ایسی بد چیز ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ معاف نہیں کرتا ہے تو جیسے تم زہر کھانے سے اپنے دوستوں کو بچاتے ہو، ویسے شرک سے بھی بچاؤ۔ اور جس طرح ہو سکے ان بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ پر لاؤ۔ اس کام کا ثواب تم کو ملے گا۔

قال النبی ﷺ من دلّ علی خیر فله اجر مثل اجر فاعله (صحیح مسلم) (رسول اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے فرمایا جو نیک راہ بتلائے گا کسی کو، تو اس کو کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا)۔

اور اس بات کا خوف نہ کیا چاہیے کہ لوگوں کی عادت مدت سے بگڑ گئی ہے وہ کہاں مانیں گے کیونکہ اس عاجز نے بارہا آزمایا ہے کہ سمجھانے کے بعد اگر سب نہیں سمجھتے تو دس پانچ تو البتہ سمجھتے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ دس کو خوب سمجھایئے اور ان میں سے دو چار بھی نہ سمجھیں۔ اس زمانے کے بہت عالم فاضل بھی اس خیال سے نہیں کہتے کہ لوگ اپنی ضد سے کہنا نہ مانیں گے لیکن یہ بات بہتر نہیں۔ اگر عالم فاضل ہی نیک و بد نہ سمجھاتے رہیں گے تو جاہل بالکل دین کو تباہ کر دیں گے۔ ہاں البتہ یہ ہے کہ شرک سے منع کرنے میں بعض ضدی لوگ اور اکثر جاہل پیرزادے جنہوں نے ریوڑیاں، پھلیاں، اور جھنڈے نشانوں کو اپنی روزی مقرر کی ہے، وہ ہرگز نہیں خوش ہونے کے اور بہت غصے سے آنکھیں نیلی پیلی کریں۔ لیکن محمدی مسلمان کو اس خیال سے چپ رہنا لائق نہیں۔ اپنا اللہ راضی چاہیے۔ یہ لوگ خوش ہوئے تو کیا اور ناخوش ہوئے تو کیا۔ تمت۔

مومن خان مومن

مومن ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۱ء) میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حکیم غلام نبی خان اپنے وقت کے مشہور طبیبوں میں سے تھے۔ مومن کے گھر میں فارغ البالی تھی اور اس کے ساتھ مذہب کا بھی چرچا تھا۔ ان کے والد کو شاہ عبدالعزیز سے عقیدت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مومن کی پیدائش پر شاہ صاحب ہی نے ان کے کان میں اذان دی تھی اور ان کا نام مومن خان رکھا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی پھر شاہ عبدالقادر سے کسب علم کیا پھر طب کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ فطری شاعر تھے۔ غالب ذوق شیفتہ وغیرہ سے رسم و راہ تھی۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ میں شمار ہوئے۔ غزل، قصیدہ، رباعی، مربع، مخمس، مسدس، مثمن، ترجیع، ترکیب بند سب میدانوں میں طبع آزمائی کی لیکن خاص میدان غزل تھا۔ تجدید و احیائے دین کی تحریک میں حکیم مومن بھی شریک ہوئے اور شاعری کو اس میدان میں استعمال کیا۔ سید احمد کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور آپ انہیں مہدی دوراں کہتے تھے:

شوق بزم احمد و ذوق شہادت ہے مجھے　　جلد مومن لے پہنچ اس مہدی دوراں تلک

ایک رباعی یوں ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مومن تمہیں کچھ بھی ہے جو پاس ایماں
ہے معرکہ جہاد چل دیجئے وہاں
انصاف کرو خدا سے رکھتے ہو جاں عزیز
وہ جاں جسے کرتے تھے بتوں پر قرباں

نیز فرماتے ہیں:

پلا مجھ کو ساقی شراب طہور
کہ اعضا شکن ہے خمار فجور
کوئی جرعہ دے دیں فزا جام کا
کہ آجائے بس نشہ اسلام کا
پئے تشنہ کامی سبو در سبو
پئوں شوق سے ملحدوں کا لہو
یہی اب تو کچھ آ گیا ہے خیال
کہ گردن کشوں کو کروں پائمال
بہت کوشش و جاں نثاری کروں
کہ شرع پیغمبر کو جاری کروں
دکھا دوں بس انجام الحاد کا
نہ چھوڑوں کہیں نام الحاد کا
نہ کیونکر ہوں اسکام میں ناشکیب
ظہور امام زماں ہے قریب
وہ خضر طریق رسول خدا
کہ جو پیرو اس کا ہے سو پیشوا
جلو میں ہمیشہ دواں ہو ظفر
رکاب اسکی پکڑے رواں ہو ظفر
ہوا مجمع لشکر اسلام کا
اگر ہو سکے وقت ہے کام کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ضرور ایسے مجمع میں ہونا شریک
کہ خوش تم سے ہو وحدہ لاشریک
جو داخل سپاہ خدا میں ہوا
فدا جی سے راہ خدا میں ہوا
سمجھ لو جو کچھ بھی ہے تم کو تمیز
نہ جاں آفریں سے کرو جاں عزیز
کسی کو نہیں ہے اجل کی خبر
کہ آجائے بیٹھے ہوئے اپنے گھر
تو مقدور کس کا کہ آنے نہ دے
تن خستہ سے جان کو جانے نہ دے
تو بہتر یہی ہے کہ جاں کام آئے
پس مرگ تربت میں آرام آئے
عجب وقت ہے یہ جو ہمت کرو
حیات ابد ہے جو اس دم مرو
جو ہے عمر باقی تو غازی ہو تم
سزاوار گردن فرازی ہو تم
یہ ملک جہاں ہے تمہارے لئے
نعیم جناں ہے تمہارے لئے
شراکت یہاں کی ہے طالع کا اوج
کہ ایسا امام اور ایسی ہے فوج
سعادت ہے جو جانفشانی کرے
یہاں اور وہاں کامرانی کرے
الٰہی مجھے بھی شہادت نصیب
یہ افضل سے افضل عبادت نصیب
الٰہی اگرچہ ہوں میں تیرہ کار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر تیرے کرم کا ہوں امیدوار
تو اپنی عنائت سے توفیق دے
عروج شہید اور صدیق دے
یہ دعوت ہو مقبول درگاہ میں
مری جاں فدا ہو تری راہ میں
میں گنج شہیداں میں مسرور ہوں
اسی فوج کے ساتھ محشور ہوں

(کلیات مومن ص ۴۳۶۔۴۳۸)

جناب مومن، جناب فضل حق خیر آبادی کے رفیق تھے لیکن مومن چونکہ عقیدہ کے اعتبار سے وہابی مسلک اختیار کئے ہوئے تھے اس لئے جناب خیر آبادی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ان کا مشہور شعر بلکہ غزل کا مقطع ہے:

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

مومن نے اپنے فقہی مسلک کے اظہار میں بھی جرئت ایمانی سے کام لیا ہے اور صاف بتایا ہے کہ میں حدیث کا متبع، تقلید کا منکر اور خالص محمدی ہوں۔ کہتے ہیں

ارباب حدیث کا میں فرماں بر ہوں
تقلید کے منکروں کا سردفتر ہوں
مقبول روائت آئمہ نہ قیاس
یعنی کہ فقط مطیع پیغمبر ہوں

ایک دوسری رباعی ہے

خالص ہوں محمدی میرا دین اسلام
گو رائے صواب ہو نہیں مجھ کو کام
تقلید کی ٹھہری تو بنوں گا شیعہ
کسواسطے چھوڑ دیجئے افضل تر مقام

توحید وسنت سے محبت اور اہل بدعت سے نفرت کا اظہار یوں کیا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فروغ جلوہ توحید کو وہ برق جولاں کر
کہ خرمن پھونک دیوے ہستی اہل ضلالت کا
مرا جوہر سر تا پا صفائے مہر پیغمبر
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہوسنت کا
مجھے وہ تیغ جوہر کر کہ میرے نام سے خوں ہو
دل صد پارہ اصحاب نفاق اہل بدعت کا

تحریک جہاد پر اعتراض کرنے والوں کے جواب میں کہتے ہیں:

یہ چند منافق سراپا بدعت
ہے کفر وضلال وفسق جنکی طینت
بتلاتے ہیں بدعتی امام حق کو
گویا کہ جہاد ہے خلاف سنت

(کلیات مومن)

ان اشعار سے مومن کا مسلک واضح ہے اور ان سوانح نگار ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے بھی کہ تمام خاندان ان کا سخت کٹر قسم کا مسلمان، خود موحد عامل بالحدیث اور بیعت کے بعد اور بھی سخت ہو گئے تھے۔ چنانچہ اکثر و بیشتر (اشعار میں) مذہبی اصطلاحیں بھی آ جاتی ہیں۔ کبھی تو علانیہ یا اشاروں میں دوسرے مذہب والوں پر سودا کی طرح چوٹیں بھی کرتے ہیں۔

آپ کی وفات ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۲ء) میں ہوئی مہدی پورہ میں شاہ ولی اللہ کے خاندانی مقبرے کے پاس دفن ہوئے (اہل حدیث اور سیاست۔ ص ۱۸۸۔ ۱۹۴)

مومن خان نے اسلامی فوج کے سپہ سالار اور نیک سیرت امام (سید احمد) کے سکھوں کیخلاف جہاد کی عظمت پر اور ضمناً اپنے ایمان کو تازہ کرنے کے لئے فارسی اور اردو میں ایک مثنوی لکھی (مومن خان کلیات ۲۸)۔ امام کے ساتھ ان کی عقیدت اور وہابی عقیدہ کے ساتھ ان کی ہم دردی میں تا عمر کوئی فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنی اردو مثنوی کو مناجات کے ساتھ ختم کیا جس میں انہوں نے مجاہدین اسلام کے ساتھ شہید ہونے کی دعا مانگی۔ (احیائے اسلام کے حامی اور ۱۸۵۷ء کا انقلاب۔ کے ایم اشرف۔ منقول از انقلاب ۱۸۵۷ء۔ ترتیب وتدوین پی سی جوشی۔ محمد علی فارق۔ لاہور ۱۹۹۵ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سخاوت علی جون پوریؒ

بن مولوی رعائت علی بن درویش علی فاروقی جون پور سے ۱۱ میل دور قصبہ منڈیاہو میں ۱۲۲۶ھ میں پیدا ہوئے (جماعت مجاہدین میں مہر صاحب نے سنہ ولادت ۱۲۰۶ھ لکھا ہے۔ بہا) ۔ فاروقی النسل تھے ۔ ابتدائی کتابیں مولوی قدرت علی ردولی سے پڑھیں پھر مولوی احمد اللہ انامی تلمیذ شاہ اسحاق دہلوی سے عقلی نقلی علوم کی تکمیل کی ، مولوی عبدالحی دہلوی اور شاہ اسماعیل سے بھی تلمذ تھا ۔ سید احمد سے بیعت ہوئے تمام عمر بلا معاوضہ تدریس کی طلبہ کی کفالت بھی کرتے رہے ۔ جامع مسجد شاہی میں ایک مدرسہ قرآنیہ بھی قائم کیا جہاں سے بہت حفاظ پیدا ہوئے ۔ کچھ عرصہ نواب ذوالفقار آف باندہ کے پاس بسلسلہ درس قیام رہا ۔ ہمیشہ اول وقت نماز کا اہتمام کرتے ۔ متبع سنت بزرگ تھے اور ان اقوال فقہاء پر فتوی دیتے جس کی تائید قرآن وحدیث سے ملتی ہو ۔ وعظ وتلقین سے رد بدعت و اتباع سنت میں لگے رہے ۔ ان کی وجہ سے جون پور میں تعزیہ داری ختم ہوئی ۔ آخر عمر میں ہجرت کر کے مکہ چلے گئے وہاں ان کے بیٹے مولوی محمد مکی پیدا ہوئے ۔ ان کا انتقال ۶ شوال ۱۲۷۴ھ ۔ ۲۰ مئی ۱۸۵۸ء کو ہوا ۔ جنت المعلی میں دفن ہوئے ۔ تصانیف میں تقویم فی احادیث النبی الکریم ، رسالہ تقوی (رد بدعت) ، رسالہ اسم در علم منطق ، عقائد نامہ اردو ، رسالہ کلمات کفر ، رسالہ اسرار در فقر ، رسالہ عرض نیک در مناظرہ شیعہ ، رسالہ عرفان الاوقات در اوقات نماز پنجگانہ ، جوابات سوالات تسعہ از مولوی شیخ محمد مچھلی شہری ۔ ان جوابات میں حدیث قلتین اور ماء کثیر پر بہت لطیف بحث ہے ۔

ایک جگہ لکھا ہے :

تقلید صحیح ایں ست کہ اتباع کند قول امام را در جائے کہ نص صریح صحیح غیر منسوخ از رسول مقبول ﷺ نہ یابد ، وعین اتباع ہمیں است کہ وقت یافتہ شدن قول رسول مقبول ﷺ قول کسے را نہ شنود ، ہمیں ست مذہب امام اعظم و مذہب جمیع آئمہ دین ۔

کہ تقلید صحیح یہ ہے کہ اس جگہ کسی امام کی پیروی کرے جس جگہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کوئی نص صریح صحیح غیر منسوخ نہ پاوے ، اور عین اتباع یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا قول پائے جانے کے وقت کسی کی بات نہ سنے ، یہی مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور تمام آئمہ دین کا۔ (مجموعہ رسائل تسعہ)۔

آپ کے چار بیٹے ہوئے مولوی محمد اور مولوی جنید دونوں عالم و فاضل ہو کر جوان فوت ہوئے۔ تیسرے بیٹے مولوی شبلی فاروقی میاں نذیر حسین محدث کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے ہم درس تھے۔ چوتھے محمد مکی ہوئے انہوں نے بڑے بھائی مولوی شبلی فاروقی سے پڑھا پھر عبدالباری فرنگی محلی سے پڑھا۔ مولوی محمد مکی کے بڑے بیٹے مولوی ابوبکر شیث علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں ناظم دینیات ہوئے جو حافظ عبداللہ غازی پوری کے شاگرد تھے۔

جناب سخاوت علی جون پوری کے شاگردوں میں خواجہ احمد نصیر آبادی، کرامت علی جون پوری، رجب علی جون پوری، محمد شریف جون پوری، ملا غلام محمد جگدیش پوری، شیخ محمد مچھلی شہری، محمد یعقوب دسنوی بہاری، سید مصطفیٰ شیر دسنوی مدرسہ خانقاہ سہسرام، شجاعت حسین بہاری۔ محمد عمر غازی پوری، غلام جیلانی بازید پوری، فیض اللہ مئوی اعظم گڈھی، رحیم اللہ ساکن بستی۔ ان میں سے شیخ محمد مچھلی شہری اور فیض اللہ مئوی مشاہیر علماء میں تھے۔ (بروائت ابوبکر شیث)

(تراجم علماء حدیث ہند۔ص ۳۷۱۔۳۷۳)۔

عبداللہ الہ آبادیؒ

حکیم سید عبدالحیؒ نے آپ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

الشیخ العالم المحدّث عبد اللّٰہ الصّدیقی المحمّدی الاله آبادی احد کبار العلماء ، و لد و نشأ بمئو قریة جامعة من اعمال اله آباد ...، و اشتغل بالعلم علی اساتذة بلاده مدة ثم سافر الی دهلی و أخذ عن الشیخ اسحاق الدهلوی ، و استنسخ الکتب المتداوله بخط مستقیم مع الحواشی و التعلیقات ۔

و کان قلیل الدرس کثیر التصنیف، له مصنّفات کثیرة فیها امور فی حلاوة التّوحید و العسل والاخری فی مرارة الحنظل....

و من مصنفا ته : الیم الزغرب فی لغات الحدیث المنتخب ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرتب علی حروف المعجم ، و العروة الو ثقی لمنبع سنة سیّد الورى ، فی الحدیث علی تر تیب الابوا ب الفقه ، وعمدة الصلاة و فا ئز النجاة ۔ فی الحدیث مقتصراًعلی مسا ئل الصلاة، واعتصام السنّة و قامع البدعة ، مر تب علی با بین فی الأیات و الأحا دیث المر ویة فی البا ب صنّفه سنة ۱۲۷۱ھ ، والنبرا س المنیر لصلاة الیا جیر ، و معین الأبرار علی الصّلاة فی اللیل والنّهار ، جمع فیه من السور القرآ نیه ما یقرأ ها النّبیّ ﷺ فی الصلاة ، و الر یا ض الأنضر فی الفقه الاکبر، فی مسائل الصلاة استخرجهامن الأحادیث الصحیحة المرفوعة مرتباً علی ابوا ب الفقه ۔ و صمصام الحدید المسلول، فی قطع لغادید البدعة وا لرأی و المذاهب و التقلید المخذول ، و الاعجاز التین فی معجزات سید المرسلین ، و ذ لک مفرش . الکلام المبین . للمفتی عنائت احمد ، و له تر جمة شر ح الصدور ، و البدور السا فره ، و له سیف الحدید فی قطع المذاهب و التقلید ، هذا ما وصل الی من مئو لفا ته ۔ و امّا غیر ذ لک من الر سائل فمنها : العروة المتین فی اتباع سنة سید المر سلین ، صنفه با لهند یة سنة ۱۲۷۳ھ ۔ و منها ۔ السیف المسلول فی ذم التقلید المخذو ل ، با لهند یة صنفه سنة ۱۲۷۳ھ ۔ کما فی تذ کرة النبلاء (للشیخ شمس الحق الد یا نوی)

قال الشیخ شمس الحق الدیانوی: له منقبة عظیمة فی اشاعة السنّة لولا فیه بعض التشددات فی بعض المسا ئل ر حمه الله و غفر الله له ، و قد استنسخ الکتب الستة بیده و قرأ علی احفاد الشیخ ولی الله الدهلوی بل قیل : انه قرأ علی الشیخ عبد العزیز الدهلوی ایضاً۔ و له اتباع کثیرو ن فی بنگا له ۔ انتهی

(نزهۃ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۴۔۳۰۶ ملخصاً)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہل حدیث کا ایک گمنام قائد کے عنوان سے جناب عبداللہ عرف جھاؤ میاں کی مختصر سوانح ۔از ۔ ن ۔م ۔آئی فاضل جامعہ قاسمیہ مراد آباد، اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوئی تھی ۔ اسے ملخصاً نقل کیا جاتا ہے ۔لکھا ہے:

آپ کا نام عبداللہ اور عرفیت جھاؤ میاں تھی ۔اور یہ عرفیت اس قدر مشہور ہو چکی تھی کہ اکثر لوگ اسی نام سے یاد کیا کرتے تھے ۔آپ قصبہ مئو آئمہ کے رہنے والے تھے جو شہر الہ آباد سے شمالی جانب ۲۲ میل کی مسافت پر ہے جو کبھی قاضی طیب کا مئو کے نام سے بھی موسوم ہو چکا ہے ۔..آپ کے والد کپتان تھے وقت کے بڑے زمین داروں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ عبداللہ ۱۸ سال کے تھے کہ اپنے محلّہ کے مولوی صاحب سے کسی مسئلہ پر بحث ہوگئی ۔مولوی صاحب نے کہا کہ میاں ابھی تم جا کر پڑھو ۔پھر بحث کرنا ..اس کا دل پر اثر ہوا تو والد سے اجازت لے کر ایک گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ملازم کے ساتھ دہلی آ گئے اور شاہ محمد اسحاق دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ یہی زمانہ سید نذیر حسین محدث کے تحصیل علم کا بھی تھا۔تکمیل کے بعد مکان آ کر اس بنا پر گھر والوں سے علیحدہ ہو گئے کہ اس زمین داری میں نہ معلوم کن صورتوں سے پیسہ آتا ہے۔گلستان بوستان لکھ کر فروخت کرنے کو ذریعہ معاش بنایا فن کتابت میں خوب ملکہ تھا۔ زندگی غریبانہ بسر کرتے ۔جب تک کسی شخص کا ذریعہ معاش اور وجہ دعوت معلوم نہ ہو جاتی ، دعوت قبول نہ کرتے ۔ انصاریوں کے یہاں ہمیشہ آتے جاتے اور ان کی دعوتوں کو قبول کر لیتے ۔

جس طرح آپ تمام معاملات میں دین محمدی کی اتباع اور صحیح اصول کی پابندی کا خیال رکھتے تھے اسی طرح عقاید میں بھی سلف صالحین اور صحابہ کرام کے عقیدے کا خیال رکھتے ۔اپنے تبلیغی سلسلہ میں ہمیشہ مذہب اہل حدیث کی اشاعت کی ۔ چنانچہ قصبہ مئو آئمہ میں سب سے پہلے آپ کی ذات سے ہمارا خاندان مذہب اہل حدیث سے مشرف ہوا۔ ہمارے والد سے گہرے تعلقات تھے ۔کچھ دن مئو آئمہ میں قیام فرمانے کے بعد بفجوائے سیروا فی الارض پورب کا رخ کیا۔اور اعظم گڈھ، مئو، مبارک پور، املو، بھاگل پور، دربھنگہ، بنگال دیناج پور، راج شاہی وغیرہ تبلیغ وترویج عمل و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالحدیث کا فریضہ انجام دیا۔ تعلیمی سلسلے میں مجھے مئوناتھ بھنجن میں کافی عرصہ تک رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اکثر بزرگوں سے موصوف کے کارنامے اور ان کے اوصاف سنے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ ادھر جتنے اہل حدیث ہیں انہیں کی تبلیغ کا فیض ہے۔ دیناج پور، راجشاہی میں آپ کے کافی معتقد ہیں۔ سنا گیا ہے کہ وہ جھاؤ پارٹی کے نام سے مشہور تھے اور فرقہ کا ہر فرد سروں پر پالی (پٹھا) رکھنا لازمی سمجھتا تھا۔ دیناج پور میں آپ نے شادی بھی کر لی تھی جس سے اولاد ہوئی۔ آپ جہاں اپنی سحر بیانی سے بہت سے لوگوں کو راہ راست پر لائے وہاں تصنیف و تالیف کے ذریعہ بھی آپ کی دین کی قابل قدر خدمت کی۔ آپ کی متعدد تصانیف ہیں مگر سوائے اعتصام والسنہ کے دوسری کتابیں نایاب ہو چکی ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر۔ ۱۱۔۱۸ فروری ۱۹۳۸ء ص ۱۰۔۱۲)

جناب شیخ عبداللہ الہ آبادی کی دعوت و تبلیغ کے اثرات کی ایک مثال ممبئی میں اہلحدیث مسلک کی ترویج و اشاعت ہے جیسا کہ مدارس اہل حدیث میں لکھا ہے:

شہیدین کا قافلہ حج، کلکتہ سے نکل کر خلیج بنگال کے راستے مالابار کے ساحل سے ہوتا ہوا ممبئی پہنچا جس کے امیر عبداللہ جھاؤ تھے۔ ممبئی پہنچ کو موصوف نے مدن پورہ کی ایک گلی میں اپنی مسجد بنائی اور اسے دعوت کا مرکز بنایا۔ جس کا نام آج بنگالی مسجد ہے۔ مختار احمد ندوی کی کوشش سے مسجد پھر تعمیر ہوئی اور وہ اس کے ٹرسٹی و خطیب ہیں۔ انہی کی کوشش سے جمیعت اہل حدیث ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اس کے تحت مولانا ابوالکلام آزاد ہائی سکول کی بنیاد ڈالی۔ سیٹھ بچو علی کی اعانت سے مسجد سے متصل جگہ خریدی گئی۔ ممبئی کی قدیم اہل حدیث مساجد ۵ ہیں بنگالی مسجد مدن پورہ، جامع مسجد اہل حدیث ممبئی۔ مسجد اہل حدیث فیت والہ کمپاؤنڈ کرلہ۔ فیت والی مسجد اہل حدیث پریل، مسجد اہل حدیث مرول گاؤں، جو مولانا محمد سورتی مولانا عبداللہ سورتی کا مرکز تھی اور ۱۹۶۲ء میں مسجد و مدرسہ محمدیہ غرباء اہل حدیث میمن واڑہ قائم ہوا۔ اس شہر میں مسلک کی اشاعت میں مولوی اسماعیل ٹونکی اور مولوی شرف الدین کا حصہ بہت ہے۔ مولوی اسماعیل مومن پورہ مسجد کے امام و خطیب تھے اور بے لوث مبلغ تھے اور مولوی شرف الدین بھونڈی کوکنی خاندان سے تھے جن کا مکتبہ ہند میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا عربی مکتبہ تھا۔ مولوی محمد سورتی یہاں درس و تدریس پر مامور تھے۔ تقسیم کے بعد ۱۹۵۰ء تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خاموشی رہی پھر محمد داؤد راز نے مومن پورہ مسجد کی خطابت سنبھالی اور انہوں بہت کام کیا ثنائی ترجمہ والہ قرآن یہیں مکمل ہوا ۔ ان کے استعفی کے بعد مولوی عبدالجبار شکراوی کے مشورہ سے مختار احمد ندوی کو کلکتہ سے ۱۹۶۲ء میں بلایا گیا ۔ انہوں نے بہت محنت کی ۔ ۱۹۷۳ء تک بمبئی میں اہل حدیث کی صرف ۵ مساجد تھیں ۔ ۱۹۷۳ء کے مولوی عبدالحق سلفی نے کرلا میں کافی اہل حدیث آباد تھے جامعۃ الرشاد قائم کیا ان کے ساتھ مولوی محمد امین ریاضی باہمت تھے ۔ ان لوگوں کی مساعی سے ممبئی میں اہل حدیث مساجد و مدارس کا جال بچھ گیا۔ (مدارس اہلحدیث)

سید عبداللہ غزنویؒ

برصغیر ہندو پاک میں غزنوی خاندان کے مورث اعلی جناب سید عبداللہ افغانستان سے ہجرت کے پنجاب میں آباد ہوئے تھے ۔ ان کے حالات مختصراً پہلے بھی کسی جگہ نقل ہو چکے ہیں ۔ ذیل میں ان کے رفیق جناب غلام رسول قلعویؒ ، ان کے مرید جناب محمد حسین بٹالویؒ اور ان کے فرزند ارجمند جناب عبدالجبار غزنویؒ وغیرہ بزرگوں کی زبانی چند باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ جناب غلام رسول قلعویؒ لکھتے ہیں کہ سید عبداللہ غزنویؒ :

فرماتے تھے کہ ایک دن الہام ہوا کہ دینی مسائل کے استفسار میں اخوند حبیب اللہ قندھار کی طرف رجوع کرنا لازم ہے ۔ پھر اس وقت ایک شخص کو ہم نے بعض مشکلوں کے استفتاء دے کر بھیجا کہ اس نام ونشان کے عالم کو پوچھ کر ان سے مسائل حل کراؤ ۔ نہ ملا کٹہ سے جو مشہور تھا اور اخوند صاحب گم نام تھے ۔ ہر چند اخوند صاحب مسائل کا جواب دینے سے رکے اور دوسروں کے حوالے کیا ۔ لیکن جب اس بھیجے ہوئے شخص نے واضح کیا کہ میں ان مسائل میں دوسروں کی طرف رجوع کرنے کا مامور نہیں ہوں تو جواب لکھا ۔ اسی وقت ایک شخص نے تقویۃ الایمان کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا اور عبداللہ صاحب نے ان بعض اعتراضوں کا جواب چاہا جو ظاہر عبارت پر وارد ہوتے تھے تو اخوند صاحب نے شافی جواب لکھا کہ کوئی شک وشبہ نہ رہا ۔ اور آپ مولوی اسماعیل اور سید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احمد کو صاحب کمالات جانتے تھے اور ان کی تحسین فرماتے تھے ۔

فرماتے تھے ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ صحیح بخاری کا نسخہ میرے سامنے رکھا ہے اور ایک چراغ جل رہا ہے اور گرد و غبار بخاری شریف پر اس قدر پڑی ہے کہ کوئی حرف نظر نہیں آتا ۔ پس شروع ہوا کہ دامن کو لب کے ساتھ تر کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس گرد کو دور کرتا تھا ۔ اور اس وقت عادت کے خلاف اپنے منہ کو گرد آلود دیکھ رہا تھا ۔ اور بڑے زور سے سانس لیتا تھا ۔ اور میں نے ورق ورق اور صفحہ صفحہ اور حرف حرف صاف کیا ۔ یہاں تک کہ بخاری شریف بالکل صاف اور مصفی ہوگئی ۔ صبح ہوتے ہی ایک شخص بخای لے کر آیا اور اس کی شرح بھی مل گئی اور ساری کتاب کا مطالعہ کر لیا اور سنت کی تعداری کا داعیہ محکم ہوگیا اور حدیث پر عمل کرنا شروع ہوگیا ۔ یعنی جب کسی مسئلہ منصوص میں صحیح حدیث غیر منسوخ صریح المعنی مل جاتی تو اس پر بلا دغدغہ عمل کیا جاتا ۔ اور اگر کوئی جزئی فقہ کی جزئیات سیاس حدیث کے مخالف ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتے اور جہاں تک بس چلتا تاویل کر کے دونوں کو مطابق کر دیتے اور غیر منصوص مسئلہ میں مجتہدین مسلم الاجتہاد میں سے ایک مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرتے ۔ جیسے امام ابوحنیفہ کوفی اور امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اور یہی مضمون ہے مرزا مظہر جانجاں کی کلام کا اپنے مکتوبات میں اور مرزا جانجاناں کے فضائل میں مرقوم ہے کہ فرماتے تھے کہ تعجب ہے کہ صحیح حدیث غیر منسوخ جو چند واسطوں سے نبی معصوم تک پہنچ جاتی ہے اور خطا کی اس میں مجال نہیں اور اس کے راویوں کا حال بھی معلوم ہے ترک کی جاوے اور فقہ کی روائت پر جس کے نقل کرنے والے اکثر مفتی اور قاضی ہیں اور ان کے ضبط اور عدالت کا بھی حال معلوم نہیں اور دس واسطہ کے ساتھ مجتہد کو پہنچتی ہے اور خطا اور ثواب مجتہد کا کام ہے عمل کیا جاوے ۔ ربّنا لا تئوا خذ نا ان نسینا او اخطاء نا .. اور یہی خلاصہ ہے سیوطی اور شرنبلالی اور ولی اللہ دہلوی اور دوسرے محدثوں کے کلام کا ۔

پھر آپ (عبداللہ) نے تشہد میں سبابہ اٹھانا شروع کیا ساتھ عقد خنصر اور بنصر اور حلقہ وسطی اور ابہام کے اور شروع کیا ہاتھ اٹھا رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے اور شروع کیا آمین بلند آواز سے اور فاتحۃ الکتاب کا پڑھنا امام کے پیچھے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز اول وقت میں پڑھنے لگے۔یعنی ظہر کی نماز جب سورج ڈھل جاتا پڑھ لیتے اور آپ کا ملک بہت سرد ہے اس لئے وہاں ابراد کی حاجت نہیں تھی۔اور عصر ایک مثل پیچھے اور فجر کی نماز اندھیرے منہ سے شروع فرماتے۔کبھی غلس میں تمام کر لیتے اور کبھی روشنی میں اور وجو کرنے اور اس میں دل کو حاضر کرنے میں توبہ کے لحاظ کے ساتھ مسح گردن کے سوا مبالغہ فرماتے تھے۔اور گردن کے مسح کو بدعت فرماتے تھے۔مگر یہ کہ سر کے مسح کی استیعاب پر حمل کیا جاوے۔اور اپنی نماز کے خشوع میں اس طرح کھڑے ہوتے اگرچہ دل کا حاضر کرنا ایک باطنی امر ہے لیکن کہہ سکتے ہیں کہ ان کی نماز کی ہیئت سے ان آنکھوں کے ساتھ وہ خشوع نظر آرہا ہے۔اور حاضرین پر اس جمعیت کا پرتو پڑتا تھا اور قومہ اور جلسہ اور رکوع اور سجدہ کی دعائیں پورے خشوع کے ساتھ پڑھتے تھے۔پہلے لوگوں نے ان کاموں پر شور کیا کہ خلاصہ کیدانی والا جو رفع سبابہ اور رفع یدین اور جہر تامین کو محرمات میں لکھتا ہے اور آپ ان کاموں کو سنت فرماتے ہیں۔ اور یہ شور یہاں تک پہنچا کہ آپ شہر سے نکال دیئے گئے۔اور بلوی عام آپ کے سر پر ہو گیا۔اور ملک سوات میں آکر اقامت اختیار کر لی۔اخوند عبدالغفور صاحب وزہد اور ریاضت میں اس وقت ممتاز تھے اور مجددیہ قادریہ کے طریق اور صوم الدھر کے ساتھ دم بھرنے والے پہلے تو نہایت عمدہ مروت کے ساتھ پیش آئے اور دل دہی اور دلداری کی۔آخر الامر جب آپ کے حاسدوں کا نوشتہ اخوند صاحب کو پہنچا تو بلاتحقیق مروت کا دامن کھینچ لیا۔کچھ مدت وہاں مبتلا رہ کر حضرت سید میر صاحب کوٹھہ والوں کے پاس تشریف لائے اور تبرکاً ان کی بیعت سے شرف حاصل کیا۔اور وہاں اس نیاز مند (غلام رسول) کے ساتھ آپ نے عنائت کی راہ سے بھائی چارہ ڈالا۔یہاں تک کہ حضرت سید میر صاحب نے پوری توجہ کے بعد فرمایا کہ صاحبزادہ کابلی اور مولوی (غلام رسول) صاحب کے درمیان کوئی علاقہ ہے جو مجھ سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔مولوی عبداللہ صاحب نے ظاہر کر دیا کہ ہم اپنے درمیان عقد اخوت رکھتے ہیں۔حضرت صاحب نے فرمایا الحمدللہ اسی طرح عقد اخوت چاہیے کہ ایک دل سے دوسرے کے دل میں نور پہنچے۔اور حضرت صاحب شروع سے ایام صحبت کے انقطاع تک ایک ہی نہج اور دستور سے آپ کی تسکین خاطر کی کوشش کرتے رہے۔ہر چند حضرت صاحب کی امداد آپ کو وطن پہنچا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اور علماء اور امیر کے درمیان تصفیہ کرا دینے کے لئے آپ کے دل میں مرکوز تھی لیکن چونکہ حضرت صاحب کی جبلت ہی آہستگی اور سستی پر واقع ہوئی تھی اسی سبب سے اس کام میں تاخیر ہوگئی. حضرت صاحب کی ظاہر کوشش آپ کے بارے میں ظاہر نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ گرمی کے موسم میں آپ نے حضرت صاحب سے سرد ملک میں جانے کی اجازت طلب کی اور منگل تھانہ میں رہنے کی تجویز کی۔فقیر (غلام رسول) نے بھی عرض کی کہ پہاڑوں اور افغانستان میں یہ اندیشہ ہے کہ جمیعت نہ ہوگی۔ ہزارہ کا گردونواح جو انگریزوں کا ملک ہے وہاں کسی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں ہے وہاں آپ کا رہنا خوب نظر آتا ہے۔فقیر کی التماس کو آپ نے قبول فرمایا۔اور حضرت (سید میر) صاحب نے آپ کو رخصت دے دی۔تاکہ حیات گل کے پاس ایک سال سکندر پور کے باغ میں چھوٹی مسجد میں رہے۔ اور ان کو تلقین کرتے رہے۔ وہاں ہی امیر (افغانستان) کا خط آپ کو پہنچا کہ تم جانو اور علماء۔ہم تمہارے ساتھ کچھ چھیڑ چھاڑ نہیں کریں گے۔ پہلے اپنے وطن کو تیار ہوکر نوشہرہ میں آئے۔صبح کے وقت اپنے دوستوں سے فرمانے لگے کہ یہاں سے شاہجہان آباد یعنی دہلی جانے کا پختہ ارادہ ہے۔کوئی شخص ہم کو نہ روکے۔اور آپ یکہ میں سوار ہوکر ہفتہ میں لاہور پہنچے اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔آپ کی صحبت دلوں کو کھینچ لیتی تھی اور انکسار اور عاجزی کے دروازے دل میں کھولتی تھی۔

(حیات گل ساکن ہری پور کی بیوی راجہ جہان داد خاں چیف آف گکھڑ کی بہن تھی۔اس کے بطن سے ایک ہی بیٹی پیدا ہوئی جو مہدی زمان خان کی والدہ تھی۔ مہدی زمان نے ۱۹۱۷ء میں دوران تعلیم سیاست میں حصہ لینا شروع کیا، صوبہ سرحد میں بڑے نوابوں جاگیرداروں کا مقابلہ کیا۔سرحد اسمبلی کے ممبر رہے۔ دسمبر ۱۹۷۴ء میں وفات پائی۔جمیعت اہلحدیث مغربی پاکستان کے نائب امیر رہے)۔

پھر اس جگہ سے امرتسر میں حافظ محمود کے پاس مسجد باغ والی میں مشرف ہوئے اور غافلوں کے دلوں کی زنگ کو توجہات سے اتارا۔ پھر امرت سر سے سوار ہوکر آٹھ روز میں دہلی پہنچے اور مولوی صاحب سید محمد نذیر حسین (جو کہ محدث ہیں اور مولوی اسحاق صاحب کے شاگرد ہیں) کے مدرسہ میں آئے (حاشیہ نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں کہ سفر دہلی میں سید عبداللہ غزنویؒ کا رفیق سفر کون تھا)۔اور میں نے آپ کے ساتھ بخاری کا سننا شروع کیا۔اور مولوی نذیر حسین صاحب چونکہ بے تکلف آدمی تھے اور اپنے کام خود بخود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر لیتے تھے اور کسی وضع کے پابند نہ تھے اس لئے آپ ان کو پسند فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ... رمضان کی سولہویں تاریخ دہلی میں غدر مچ گیا اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ فقیر عید فطر کی نماز پڑھ کر رخصت ہوا اور لاہوری دروازہ کے باہر شاہدرہ تک فقیر کے رخصت کرنے کیلئے آپ تشریف لائے اور فرمایا اوصیکم بتقوی اللہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں اللہ تعالی سے ڈرنے کی۔ اور افسوس کرنے لگے کہ اگر تھوڑی مدت اور اقامت ہوتی تو بہت فائدے اس پر مرتب ہوتے۔ لیکن اب تو جب دہلی ویران ہوگئی اولوگ آوارہ ہوگئے۔ راہداری لے کر امرتسر تشریف لائے اور حافظ محمود کی تربیت کے لئے کمر باندھی۔ جب حافظ صاحب کو اذکار میں بخوبی جمعیت حاصل ہوگئی اور نماز میں حضور ہونے لگا اور قرآن میں ان کی استعداد کے موافق لذت حاصل ہونے لگی تو اس جگہ سے ایک سال کے بعد رخصت لے کر اپنے وطن چلے گئے۔

(سوانح عمری عبداللہ غزنوی۔ص ۱۰۰۔۱۰۵)

جناب غلام رسول قلعویؒ مزید لکھتے ہیں کہ سید عبداللہ غزنویؒ:

فرماتے تھے کہ دین کی چار اصل ہیں۔ ایک طہارت، دوسری فروتنی، تیسری عدالت، چوتھی جواں مردی۔ عدالت کے لئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی کتاب حقیقۃ الاسلام پسند فرماتے۔ اور فرماتے تھے کہ انسان جن کاموں پر پیدا کیا گیا ہے وہ بھی چار قسم سے باہر نہیں ہیں۔ ایک منعم کی محبت دوسری سخی کی محبت۔ تیسرے بے پرواہ کی محبت۔ چوتھی صاحب کمال کی محبت۔ اور چونکہ بسبب غالب ہونے افعال طبیعیہ کے نفس امارہ پر فطرت صحیحہ ظلمانی ہوگئی ہے اس لئے قرآن مجید اس فطرت کے بیان کرنے کے لئے نازل فرمایا جس میں اللہ تعالی ان چہارگانہ محبتوں کو ایک ذات پاک کی طرف جو ان صفتوں کا مجمع ہے مختلف طریقوں سے کھینچتا ہے۔ کبھی اپنے انعام یاد دلا کر اور کبھی اپنا صمد ہونا بیان کر کے اور کبھی اپنا کمال ظاہر کر کے۔ اور فرماتے تھے تین پردے ہیں جو اس راہ سے روکتے ہیں۔ طبیعت کا پردہ۔ رسم کا پردہ۔ اور جہالت کا پردہ۔ اور فرماتے تھے کہ تذکیر الاخوان کا نسخہ جو تقویۃ الایمان کا دوسرا باب ہے رسوم نامشروعہ کی جڑ کاٹنے کے لئے کافی ہے اور حصن حصین کی دعاؤں کا استعمال وافی۔ رسم وہ کام ہے جو شرعی دلیل کے سوا رواج پا جاوے۔ اور طبیعت کے پردہ کے لئے امام حجۃ الاسلام کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب جیسے احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت پسند کرتے تھے ۔ اور سوء معرفت کا علاج توحید کی کتابیں ہیں ۔ (سوانح عمری عبداللہ غزنوی ۔ص ۱۱۴۔۱۱۵)

جناب غلام رسول قلعویؒ فرماتے ہیں:

دہلی میں جو غدر مچ گیا تھا اور ہر ایک نے وہاں سے نکلنا چاہا تو فرمانے لگے کہ ہم تو نہیں جاتے ، جو ہوگا ہو جاوے گا شائد کہ یہ اللہ تعالی کا امتحان ہو اور امتحان کے وقت یا تو آدمی عزیز ہو جاتا ہے یا ذلیل ۔ ان دنوں میں آپ بیمار تھے ۔ اپنی جگہ پر بیٹھے فرماتے تھے کہ یہ فتنوں کے دن ہیں ۔ ہر ایک شخص کو توبہ کرنا اور خدا کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اور ہر روز تجدید توبہ کا ارشاد فرماتے ۔ اور ان دنوں میں نجم الدین کبری کی آپ نے حکائت بیان فرمائی کہ فتنوں کے دنوں میں انہوں نے اپنے مریدوں کو رخصت کر دیا کہ اپنے اپنے وطنوں میں چلے جاؤ ۔ مریدوں نے عرض کیا ہم آپ کی سواری کے لئے گدھا لاویں ۔ فرمایا ہم تو نہیں جاتے ۔ پس وہاں ہی شہادت کے ساتھ مشرف ہوئے اور عید فطر کے بعد فقیر جو گھر کی طرف رخصت ہوا تو لاہوری دروازہ کے باہر آکر شاہدرہ تک تشریف لائے ۔ شہر سے نکلتے وقت ایک سقا پانی کی مشک بھر کر شہر کے اندر داخل ہوتا ہوا ہم کو ملا تھا ۔ میں نے عرض کی کہ اس قسم کا تقاول بھی مسنون ہے یا صرف بات سن کر فرمایا غالبًا یہ بھی جائز ہوگا اور رخصت کے وقت میں نے وصیت طلب کی فرمایا: او صیکم بتقوی اللّٰہ

ایک معتبر آدمی سے منقول ہے کہ عین ہنگامہ غدر میں جو لوگ اپنا تفرقہ اور اسباب کے نقصان اور عیال کے خراب ہونے کی حکائت کرتے اور ہر آدمی اندیشہ کرتا اور کوئی تدبیر کرتا فرماتے مجھ کو تو ایک فکر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اپنے مالک کی یاد کے بغیر جان جان آفریں کے حوالہ کروں اور غفلت میں روح اڑ جائے ۔

ایک شخص کو میں (غلام رسول) نے لاہور میں ترغیب دے کر بھیجا ۔ اس شخص کو آپ نے اپنی صحبت کے ساتھ مشرف کرنے کا اشارہ کیا ۔ وہ حیلے بہانے بنانے لگا ۔ آپ نے فرمایا کہ عبداللہ مرغی است ہرگاہ خواہد پرید ہر کس دست خواہد مالید ۔ یعنی عبداللہ ایک پرندہ کی طرح ہے جب اڑ جائے گا تو ہر ایک شخص افسوس سے ہاتھ ملتا رہ جائے گا ۔

سکندر پور کے باغ میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے محض اپنی عنائت کے ساتھ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عاجز کے دل میں یہ القاء فرمایا اور مقصود اعلیٰ کا راہ دکھایا ہے کہ ملت اسلام بلکہ سب پاک دینوں میں صبر جیسا اور کوئی کام نہیں۔ آئت کریمہ انّ اللّٰہ مع الصّابرین میں اپنی معیت کو صبر کرنے والوں کے ساتھ مختص فرمایا۔ اور صلوٰۃ اور رحمت اور ہدائت یابی کو صبر کے ساتھ باندھ دیا۔ انبیاء اور رسل کی عصمت کا پرتو جو وہ پہلے پچھلے گناہوں کا معاف ہو جاتا ہے صبر کرنے والوں پر ڈالا پس اس سعادت کو حاصل کرنے کے لئے اس حدیث کو مدنظر رکھنا چاہیے

کن فی الدّنیا کانک غریب او عابری سبیل و عد نفسک من اصحاب القبور۔ یعنی رہ تو دنیا میں مسافر کی طرح یا جیسے راہ گذر اور شمار کر اپنے نفس کو قبر والوں میں سے۔ کیونکہ یہ حدیث طول امل کی جڑ کاٹنے کے لئے کافی علاج ہے اور ایک دوسری حدیث کو اس سے ملا لینا چاہیے ما لی و للدّنیا و ما انا و الدنیا الّا کراکب استظل تحت شجرۃ ثمّ راح و ترکھا۔ یعنی مجھ کو دنیا سے کیا علاقہ میری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے سوار کہ اس نے آرام کیا ایک درخت کے نیچے پھر چل دیا اور اس درخت کو چھوڑ دیا۔ پس رہنے کا اسباب مسافر کو نہیں بنانا چاہیے اور کوچ کرنے کے اسباب کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور ان دونوں آیتوں کے مضمون کو زیر نظر رکھنا چاہیے

انما مثل الحیوۃ الدنیا کماءٍ انزلناہ من السّماء فاختلط بہ نبات الارض ممّا یاکل الناس و الانعام حتی اذا اخذت الارض زخرفھا و ازینت و ظن اھلھا یعنی دنیا کے جینے کی وہی کہاوت ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر مل گئی ساتھ اس کے روئیدگی زمین کی جو کھاویں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور آراستہ ہوئی اور گمان کیا زمین والوں نے .... اور یہ آیت اعلموا انّما الحیوۃ الدّنیا لعب و لھو و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد یعنی جان رکھو دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور لڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتائیت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی۔ جب ماسوائے اللہ سے اعراض نظر آنے لگے تو اس کے شکر میں مشغول ہو جاوے و اشکروا للّٰہ ان کنتم ایّاہ تعبدون یعنی اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کا اگر ہو تم اسی کی بندگی کرتے۔ پس شکر اور صبر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے جمع کرنے میں تمام دین حاصل ہو جاتا ہے

فالھمھا فجورھا و تقوا ھا قد افلح من زکّاھا و قد خاب من دسّاھا یعنی پھر سمجھ دی اس کو برائی اس کی کی اور پرہیز گاری اس کی کی ۔ مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ڈالا ۔ فجور اور تقوی کے الہام کے بعد نفس کی خلاصی اس کے پاک کرنے میں صبر اور شکر کے ساتھ جیسا کہ ناشکری کے بارے میں اللہ فرماتا ہے کذّبت ثمود بطغواھا یعنی جھٹلایا ثمود نے صالح کو بسبب سرکشی اپنی کے ۔ اس سعادت عظمی کے حاصل ہونے کے بعد یہ خوف ہوتا ہے کہ سالک فخر میں نہ آجاوے اس کا علاج یہ ہے لا الہ الّا ھو فاتّخذہ وکیلا یعنی نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا پھر بنا اسی کو کارساز کے معنی میں غور کرلے اور ہر چند ماسوا اللہ سے اعراض اور اللہ کے ذکر پر قدرت ہو جاوے ۔ پر یہ حالت اعتبار کے لائق نہیں جب تک ظلم نہ چھوڑے آئت کریمہ انّ اللّٰہ لا یھدی القوم الظّالمین یعنی اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اور آئت و لا یزید الظّالمین الّا خساراً یعنی اور نہیں زیادہ کرتا ظالموں کو مگر ٹاٹ میں ۔ یہ صاف مذکور ہے اور ظلم سب مامور چیزوں کے چھوڑنے اور منہیات کے استعمال کرنے کو شامل ہے اور ظلم کے چھوڑنے کے بعد بھی اگر ایمان کی لذت میں کوئی قصور دیکھے تو اس کا سبب اس آیت سے سمجھے و لا ترکنو الی الّذین ظلموا فتمسّکم النّار یعنی اور مت جھکو طرف ظالموں کے پھر لگے گی تم کو آگ ۔ جب تک ظالموں کی طرف مائل ہونے کو نہ چھوڑے تا ہنوز اس راہ میں قدم نہیں ٹکایا اور ان سب بیماریوں کا علاج اس آئت میں فرمایا و رتّل القرآن ترتیلاً یعنی اور کھول کھول کر پڑھ قرآن صاف ۔

اور دو چیزوں کے بارے میں بہت کوشش فرماتے ۔ حضور نماز کے باب میں اور کلام اللہ کے تدبر کے باب میں ۔ اور فرماتے تھے کہ الحمد للہ میرا بال بال قرآن مجید کی محبت سے بھرا ہوا ہے اور کبھی کبھی لوگوں کی سستی میں نظر فرما کر فرماتے سبحان اللہ ! لوگ اشعار غریبہ کو یاد کرتے ہیں اور علوم فلاسفہ میں باریک بینیاں کرتے ہیں اور اللہ کی کلام کو پیٹھ پیچھے ڈال رکھا ہے ۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور میں (غلام رسول) اور میرا دینی بھائی حیات گل جو کبھی کبھی حال کے مطابق فارسی شعر پڑھتے تو آپ فرماتے کہ اس کے بعد جو حال کے مطابق بات کرو قرآن مجید سے کرو۔ اور تعجب کے وقت بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے میں بہت کوشش کرتے اور فرماتے تھے کہ یہ سنت صحابہ میں جاری تھی اور مدت سے مرگئی ہے۔ پہلے پہل جب ملاقات ہوئی تو کبھی کبھی اکیلے جنگل میں عاشقانہ بیت سن کر لذت اٹھاتے۔ دوسری بار جو ملاقات کا اتفاق ہوا تو سننے کے لئے قرآن مجید معین تھا۔ اور بیت سننے موقوف فرما دیئے تھے اور فرماتے تھے میں نے عہد کر لیا ہے کہ اپنے مالک کی کلام کے سوا کسی کی کلام کے ساتھ اپنے دل کو آرام نہ دوں گا۔

دہلی میں مولوی فخر الدینؒ کے خاندان کے قوالوں میں سے ایک شخص نے آپ کی اجازت کے سوا خوش آواز کے ساتھ ایک غزل پڑھی۔ بے ذوق ہو کر چپ رہے۔ اس کے جانے کے بعد فرمایا اس کی غزل نے کچھ لذت نہ دی اور ایسی غزلوں کا سننا قرآن مجید کی لذت کو کھینچ لیتا ہے۔

اور (دہلی جاتے ہوئے غالباً) راستے میں امام ربانی کی قبر پر جو راستے سے تین کوس فاصلے پر واقع ہے ہم گئے۔ مولوی صدر الدین سرہندی صاحب ایسے مزاروں پر جانے سے منع کرنے میں بہت مبالغہ فرماتے تھے کیونکہ وہاں بدعات کا ہجوم ہوتا ہے جیسے گنبد اور چراغ وغیرہ اور ایسی مزار پر جانا جائز نہیں جہاں بدعتیں موجود ہوں۔ جیسے اس ولیمہ کی دعوت میں جانا جائز نہیں جہاں ڈھول ڈھمکا ہو۔ جواب میں آپ نے فرمایا یہ قیاس، قیاس مع الفارق ہے کہ ولیمہ میں تو وہی منہیات کے مرتکب ہوتے ہیں جو صاحب ولیمہ ہیں اس لئے وہ زجر اور توبیخ کے لائق ہیں اور اس جگہ ان حضرتوں نے تو لوگوں کو بدعتوں کا حکم نہیں دیا۔ پس اپنے کو اس عذر کے ساتھ زیارت سے ہٹانا اور ان کو دعا کے فائدے سے محروم کرنا مناسب نہیں ہے۔ پھر وہاں گئے اور اس قدر کھڑے ہو کر دعا کی کہ مجھ کو کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی۔ وہ ایسی حالت تھی جس کو میں بیان نہیں کر سکتا لیکن چونکہ ان کی حالت کا پرتو تھا اس لئے وہ برقرار نہ رہا اور سب حضرتوں کی مزاریں جیسے خواجہ محمد زبیر اور خواجہ محمد معصوم وغیرھم ہم نے دیکھیں اور کھڑے ہو کر دعا ئیں کیں مگر خواجہ محمد حجۃ اللہ کے روضہ پر جو قدرے فاصلہ پر تھا نہ گئے۔ اس لئے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ بیمار تھے۔ دور سے دعا کی اور راستہ میں فرمایا کہ فنا فی اللہ کی علامت یہی ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کسی چیز کے ساتھ اکتفا نہ کرے اگر چہ وہ کس قدر لذیذ ہو اور یہ مطلب نہیں ہے کہ لذت والی چیزوں کی لذت نہیں آتی (سوانح عمری عبداللہ غزنوی ص ۱۲۱۔۱۲۷)

جناب عبدالجبار غزنویؒ لکھتے ہیں کہ:

عبداللہ صاحبؒ ۱۲۳۰ھ میں بہادر خیل کے قلعہ میں جو شہر غزنی کے ضلع میں ہے پیدا ہوئے۔ لڑکپن میں اپنے زمانے کے عالموں سے تحصیل علم میں مصروف رہے۔ اس ابتدائی دور میں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے دادا محمد شریف کی قبر کے پاس، جو اس دیار میں مرجع اور مقبول انام ہے، گیا تو القاء ہوا لا الہ غیرك لیکن اس وقت میں نے غلطی کی اور میں نے خیال کیا کہ یہ ورد مجھ کو وظیفہ کرنے کے لئے سکھایا گیا ہے۔ اب میں نے جان لیا کہ وہ اللہ کی طرف سے الہام تھا کہ میرے سوا دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ اکیلے اللہ کی طرف پوری توجہ چاہیے قبروں پر اس نیت سے جانا کہ میرا فلاں مطلب حاصل ہو جائے توحید میں رخنہ ڈالتا ہے اور کلمہ شہادت یعنی لا الہ الّا للّٰہ محمّد رسول اللّٰہ کے معنی کے مخالف ہے۔ اور فرماتے تھے کہ اگر کوئی گمان کرے کہ میں کسی نیک آدمی کی قبر کے پاس اس لئے نہیں جاؤں گا کہ ان سے کچھ سوال کروں بلکہ اس لئے جاؤں گا کہ وہ قبر مبارک مکان ہے وہاں میری دعا جلد قبول ہوگی، یہ بھی دین میں غلطی ہے۔ عبادت کے لئے شارع نے مسجد مقرر کی ہے اور مقبرہ عبادت کی جگہ نہیں ہے۔۔۔ اور فرماتے تھے کہ چھوٹی عمر میں مجھ کو یہ شوق از حد تھا کہ جنگل اور تنہائی میں جا کر دعا کروں اور اس کی طرف کمال توجہ تھی۔ اور مجھ کو خیال تھا کہ ہر شخص کو دعا کا شوق اور ذوق ایسا ہی ہوگا۔ ان دنوں میں بعض ارباب ذوق و باطن آپ کو فرماتے کہ تمہاری پیشانی چمکتی ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ برے عالموں کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو خراب کر لو۔ اور تمام خاص و عام آپ کی صلاحیت اور تقوی پر، جو طفولیت میں تھی، حیران تھے، اور علوم متداولہ کی تحصیل میں آپ تھوڑی مدت مشغول رہے۔ آپ کی زیرکی اور فہم کی تیزی اور فکر کی سلامتی پر لوگ حسرت کی انگلیاں چباتے اور تعجب کرتے تھے۔ آخر الامر جب آپ کی قوت کی شدت اور جوانی کی حد کو پہنچ گئے تو آپ کو جذبہ غیبی اور عنائت ربانی نے پالیا۔ اور آپ تمام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان چیزوں سے جو اللہ تعالی کے سوا ہیں بیزار ہوکر اپنے مالک کی طرف متوجہ ہو گئے اور تنہائی اور لوگوں سے کنارہ کشی آپ نے اختیار کی۔ دفعۃً حضور دائمی اور پاس انفاس یعنی احسان کا مرتبہ آپ کو دیا گیا۔

اور فرماتے تھے: ایک مبادی ہیں دوسرے مقاصد۔ مبادی سے وسیلے اور واسطے مراد ہیں۔ لوگ وسیلوں اور واسطوں کے ساتھ مقصودوں کو حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً صوفیوں کے اشغال یعنی ان کے لطیفے موضوعہ اخلاق حمیدہ یعنی توضع توکل اور قصر امل اور قناعت اور صبر اور رضا اور زہد اور تقوی اور رتبہ یاد داشت اور حضور دائمی کے تحصیل کے لئے وسیلے ہیں اور اللہ تعالی نے محض اپنے فضل عمیم سے اس حقیر کی تربیت کی ہے۔ پہلے اس فقیر کے دل میں اللہ نے مقاصد (مذکورہ) کو بغیر استعمال مبادی کے دفعتاً ڈالدیا جس کی وجہ سے اس نے تمام برے خلق مجھ سے یکبارگی اپنی بے غائت رحمت کے ساتھ کھینچ لئے اور احسان کا مرتبہ مجھ کو عطا فرمایا اور ماسوی اللہ کا خیال بالکل میرے دل سے اٹھ گیا اور مالک کا ایک ہونا نظر آ گیا اور نیت اور اخلاص ہر کام میں مجھ کو عنائت فرمائی الحمد للّٰہ علی نعمه السابغة سب تعریف واسطے اللہ کے اوپر نعمتوں اس کی پوری کے۔

آپ پہلے پہل لوگوں کی صحبت سے اس قدر بھاگتے تھے کہ تمام ناطے داروں اور دوستوں سے ہجرت کر کے خواجہ ہلال کے پہاڑ میں جہاں کوئی باشندہ نہ تھا جا کر رہنا اختیار کیا پس اس حدیث کے مضمون کے مطابق جس میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالی کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو اس کے لئے قبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔ لوگ اس جگہ بھی آپ کے پیچھے پہنچتے تھے۔ زمانے کے عالم فاضل آپ کے کام میں حیران تھے یہاں تک کہ بعض لوگ صرف دیکھنے کے ساتھ اور بعض صحبت اور مجلس کے ساتھ صاحب حالات و واردات ہو گئے۔

دور دور کے شہروں کے عالم بے بدل وحید عصر فرید دہر شیخ حبیب اللہ قندھاری کی طرف جو بلاد افغانستان میں ہر علم میں بے نظیر اور علوم دینیہ وغیرہ میں مجتہد وقت تھے کی طرف سفر فرمایا۔ کچھ مدت ان سے فائدہ اٹھا کر اپنے وطن کی طرف لوٹ آئے اور آپ کی یہی حالت رہی کہ جو مسئلہ پیش آتا ان سے جا کر استفسار کر لیتے اور شیخ مذکور محققین کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرز پر جواب دیتے ۔اس ولائت میں شیخ مذکور کے سوا کوئی یہ طریقہ نہ رکھتا تھا اور وہ بھی برے عالموں اور وقت کے حاکموں کے خوف سے خاموش اور ساکت رہتے تھے اور اللہ کی مخلوق کو اس سیدھے راستے کی طرف دعوت نہ کر سکتے تھے ۔ دوسری بار آپ نے قندھار کا پھر سفر کیا اور اپنے شیخ کے پاس بعض مشکلات حل کرنے کے لئے حاضر ہو گئے ۔شیخ مذکور آپ کے حال پر تعجب کرتے اور عام مجلس میں جس میں شہر کے عالم موجود ہوتے فرماتے دین کے مسئلوں کو جیسے یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا ۔بعض سوالوں کے جواب میں انہوں نے لکھا:

یقول الفقیر الرّا جی و الملتجی الی رحمۃ اللّٰہ الباری حبیب اللّٰہ القند ھاری قد ند بنی من یحق لی مطا وعتہ بل نعل من الضرورات و لا یسعنی مدافعتہ بل عسی ان یکون من المخطورات ان املی رسالۃً محتویۃً علی حل اشکالات عر ضت لہ فعر ضہا علیّ و اجوبۃ سوالات المھمہ فارسل بھا علی و قد عاملنی بمثل ذ لک قبلاً فکنت کمن کلف ان یتحمل ما لا یستطیع لہ حملاً اذ لیس الافتاء امراً ھیناً و عملاً سھلاً و لست اری نفسی للا نتساب فی ھذا المقام اھلاً علی انی یغلب علی ظنی ان المسئول عنہ لیس با علم من السا ئل فیما سئل عنہ من المسائل بل اری ان السائل افقہ فی احکام الدین فائزاً با لاصول الی مر تبۃ الیقین فما بال جا ھل یر ید ان ید ل..(عا لماً)..؟ و ما شان اعمی ان یقود بصیراً و لاکنہ لما کرر الا لحا ح و با لغ فی ا لافتراح و حذر نی بالوعید الوارد فی الکتمان عیت بی العلل و ضاقت الحیل و لم اجد سبیلاً الی التعلل بعسی و لعل فا ضطررت الی ان اکتب قدر ما یصل الیہ فھمی .... اور آخر میں لکھا ھذا آ خر ما تیسر لی فی تحریرہ من اجو بۃ سئوا لات التی امتن علی بارسا لھا الی صاحبی و مخدومی المیاں محمد اعظم مد اللّٰہ ظلال ارشادہ علی مفارق المسترشدین و مدّ آ ثار احسا نہ و افا ض انوار عر فا نہ الی یوم القیا مہ

(کہتا ہے محتاج امیدوار اور التجا کرنے والہ اللہ تعالی کی رحمت کی یعنی حبیب اللہ قندھاری۔ مجھ کو بلایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس شخص نے جس کی تابعداری مجھ کو لائق ہے بلکہ واجب ہے اور نہیں جائز مجھ کو اس کا رد کرنا بلکہ حرام ہے اس امر کی طرف کہ میں ایک رسالہ لکھوں جو شامل ہو ان اشکالوں کے حل کو جو پیش کئے اس نے وہ سوال مجھ پر اور شامل ہو وہ رسالہ ان سوالوں کے جوابوں پر جنہوں نے اسے غم میں ڈالا۔ پھر بھیجے اس نے وہ سوال میری طرف اور اس سے پہلے بھی اس نے ایسے سوال مجھ سے دریافت کئے۔ پس میری مثال اس شخص کی سی ہے جو اس چیز کے اٹھانے کی تکلیف دیا جائے جس کو وہ اٹھا نہ سکے۔ کیونکہ فتوی دینا کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ میں اپنے آپ کو اس مقام میں کھڑا ہونے کے لائق خیال کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرا گمان غالب ہے کہ میں ان مسائل کو ان سے اچھا نہیں سمجھتا جو مجھ سے پوچھتے ہیں بلکہ یقین کرتا ہوں کہ سائل احکام دین میں مجھ سے زیادہ سمجھدار ہے اور وہ عین الیقین کے مرتبہ کو پہنچا ہوا ہے۔ پھر کیا حال ہے اس جاہل کا جو خبردار کو خبر دینا چاہے اور کیا حال ہے اس اندھے کا جو دیکھنے والے کو لے کر چلے۔ لیکن جب اس نے کئی بار الحاح کی اور مسائل کے جواب طلب کرنے میں مبالغہ کیا اور مجھ کو بیان کرنے کی ترغیب دی اور مجھ کو اس وعید سے ڈرایا جو کتمان میں وارد ہے تو میرے بہانے سست پڑ گئے اور داؤ تنگ پڑ گئے اور میں لیت ولعل کے ساتھ بہانہ نہ کر سکا۔ پس میں بے قرار ہوا اس امر کی طرف کہ میں اپنی سمجھ کے مطابق ایک رسالہ لکھوں... یہ اخیر ہے اس کا جو میسر ہوا مجھ کو اس تحریر میں ان سوالوں کے جواب سے جو ممنون کیا مجھ کو وہ سوال بھیج کر میری طرف میرے صاحب اور میرے مخدوم ومکرم میاں محمد اعظم نے اللہ تعالی پھیلا دے اس کے حکموں کا سایہ اس کے مریدوں کے سر پر اور زیادہ کرے اسکے احسان کی علامتوں کو اور پھیلا دے اس کی معرفت کے انوار قیامت تک)

دوسری بار جو آپ شیخ حبیب اللہؒ سے رخصت ہونے لگے تو شیخ نے فرمایا کہ یہ شہر تمہارے ملک سے بہت دور ہے اور تمکو یہاں آنے میں سخت تکلیف اور سفر کی مشقت ہوتی ہے اب آنے کی تکلیف نہ اٹھانا۔ جواب میں آپ نے کہا میرا آنا دین کی ضرورت کے واسطے ہے اور تکلیفوں اور مشقتوں کو جو میں اپنے پر گوارا کرتا ہوں تو آخرت کے کام کے لئے۔ شیخ نے کہا مجھے معلوم ہے کہ تمہارا تربیت کرنے والہ خود اللہ عزوجل ہے۔ تم کو میری حاجت نہیں۔ اللہ کبھی تم کو ضائع نہیں کرے گا اور اگر کبھی کوئی مشکل اور عقدہ پیش آئے گا تو اللہ کسی دیوار یا درخت کو آپ کے لئے گویا کر دے گا جس سے آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مالک نے جس کی ذات بزرگ ہے موافق شیخ حبیب اللہ کے کہنے کے میرے ساتھ معاملہ کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب عبدالجبار غزنویؒ کہتے ہیں:

قندھار کے قاضی اور عالم آپ کو دیکھ کر نہائت خوش ہوتے مگر ملّا کٹہ عداوت اور مخالفت کے درپئے تھا ۔قندھار کے قاضی غلام نے ملا کٹہ کے بارے میں ملّا سعدالدین مقری کولکھا کہ ملا کٹہ حقائق ومعارف آگاہ الموفق من عنداللہ قائدالخلق الی صراط اللہ محی السنۃ وقامع البدعۃ میاں محمد اعظم صاحبزادہ کی نسبت یہ کہنا بجا اور درست ہے رجل مملو من السنّۃ من الفرق الی القدم اوراس نے سیراورسلوک باطن میں نسبت اویسی حاصل کرنے کے بعدمحض اللہ پاک کی عنائت سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم ٹکایا ہے اوراس طریق کے سیروسلوک کو پورے طور پر حاصل کیا ہے اوراس طریقہ میں مجاز ہوگیا ہے اور اس کے بعدسیدآدم بنوری کے طریق کوبھی حاصل کرلیا ہے اوراس طریقہ میں بھی مجاز ہوگئے ہیں ۔ القصہ میاں محمداعظم کا ظاہرتقوی کے زیور سے اورحضرت محمد ﷺ کی شریعت کی موافقت کے ساتھ آراستہ ہے ۔اس کا باطن اہل صفا کے احوالات اور مقامات کے ساتھ پیراستہ ۔لیکن صرف اسی قدرنقصان ہے کہ یہ صاحبزادہ اپنے آپ کوان (ملا کٹہ) کے مخلصوں اور دوستوں سے شمارنہیں کرتا، اسلئے ملا کٹہ اس بزرگ صاحبزادہ کوکبھی وہابی کہتا ہے اورکبھی مبتدع کہہ کر پکارتا ہے ۔

دوسری بارقندھار سے واپس آکر اپنے ملک میں لوگوں کوتوحیداوراتباع سنت کی طرف بلانا اورمروج رسموں کا ردشروع کیا ۔اورنتیجہ یہ ہوا کہ وہ لوگ جوآپ کے فرمانبردار تھے آپ کے مخالف ہوگئے اورایذارسانی کے درپئے ۔پھراس نواح کے علماء اس مسئلہ میں کہ مذہب کے خلاف حدیث پرعمل کرنا چاہیے، پر بحث کے لئے جمع ہو گئے ۔ بحث کے بعدانہوں نے اقرارکیا کہ حق آپ کی طرف ہےاور یہ بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ ان سب نے اپنا خطا پر ہونا مان لیا حالانکہ مقابلہ کے وقت ایسا اقرار مشکل ہوا کرتا ہے ۔ دور دور کے علماء نے سنا تو وہ بھی مباحثہ سے ڈرگئے اوراس کے بجائے انہوں نے لوگوں کوجمع کرکےلڑائی کا ارادہ کیامگر چونکہ آپ کے بھی دوست اور معتقدموجود تھےاس لئے مخالف کچھ نہ کرسکے ۔ پھرانہوں نے بعض رئیسوں کے ذریعہ امیرکابل دوست محمد کے گوش مدہوش میں یہ بات ڈلوائی کہ اس شخص کواگرایک سال تک ایسا ہی چھوڑ دوگےتوتمہارے ملک اور بادشاہی کوخراب کردے گا اورسلطنت میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلل عظیم ڈال دے گا۔ دولت کے کئی امیر اور عہدہ دار اس شخص کے معتقد اور مرید ہیں اس موقع پر آپ کے دوستوں نے مشورہ دیا کہ امیر وقت کے طلب کرنے سے پہلے ہم کابل جاویں اور امیر کے سامنے مخالفین سے بحث کریں۔ اور یوں آپ کابل آ گئے۔ مخالفین بھی حاضر ہوئے۔ سینکڑوں ملا موجود تھے انہوں نے پوشیدہ طور پر اس بات پر اتفاق کیا کہ مباحثہ میں اس پر ہم غالب نہیں ہو سکتے۔ اس پر جھوٹی گواہی دینا چاہیے۔ اور امیر سے کہا اس شخص کے ساتھ ہم مناظرہ نہیں کریں گے بلکہ ہمارے پاس پختہ گواہ اس بات کے موجود ہیں کہ یہ ایسے الفاظ بولتا ہے جن سے اس کا کافر و مرتد ہونا لازم آتا ہے۔ اور پھر جھوٹے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص حضرت رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے اور شفاعت کا منکر ہے اور نبوت کا دعوی کرنے والا ہے، وغیرہ۔ امیر نے یہ باتیں سنیں تو اسے محسوس ہو گیا کہ کہ جھوٹ ہے لیکن سلطنت میں ان لوگوں کے شور و شغب سے ڈر کر اس نے کہا مصلحت یہی معلوم ہوتی ہے کہ تم اس ملک سے چلے جاؤ اور یوں اس نے آپ کو کابل سے نکال دیا۔ اور آپ سواد بنیر میں پہنچے اور وہاں سے کوٹھہ اور وہاں سے ہزارہ۔ ملک ہزارہ سے دہلی میں بقیۃ المحدثین فخر المتاخرین زمانے کے استاد اور وقت کے امام سید نذیر حسینؒ کی خدمت میں گئے اور حدیث کی کتابوں کی وہاں سے سند حاصل کر کے واپس آئے۔ آپ کے واپس آنے کے وقت دہلی کا غدر جو مشہور ہے ظہور میں آیا۔ تمام عالم کے مال و اسباب لوٹ لئے گئے الا ماشاء اللہ۔ حافظ حقیقی نے آپ کا اسباب مع کتابوں کے بچا لیا۔ لٹیروں نے راستے میں آپ پر حملہ کیا اور کابلی پٹو جو آپ کے بدن پر تھا آپ کے بدن سے اتار کر بھاگ گئے۔ ایک دن کے بعد وہی پٹو خوب تہ کر کے لے آئے اور آپ کے آگے رکھ کر چپ چاپ چلے گئے۔ جب آپ پنجاب پہنچے تو اللہ کے راستہ کی طرف لوگوں کو بلانا شروع کیا اور کتاب و سنت کی تابعداری کی رغبت دینے لگے۔ اس سے پہلے پنجاب میں توحید کا نام و نشان نہ تھا۔ آپ کی صحبت بابرکت بہت سے لوگ توحید کا دم بھرنے لگے۔۔۔ پھر آپ پنجاب سے ڈیرہ اسماعیل خان گئے۔ پھر اس جگہ سے بدیں امید کہ امیر دوست محمد کا خیال بدل گیا ہوگا اپنے وطن مالوف پہنچے۔ ایک ماہ قیام کیا ہوگا کہ یکا یک امیر دوست محمد کے سوار آپ کے اخراج کا پروانہ لے کر آ گئے۔ اور آپ وہاں سے نکل کر ملک ناوہ میں آ گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور وہاں اقامت اختیار فرمائی ۔ یہاں شہر کے عالموں نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور آپ کا اسباب اور کتابیں لوٹ لیں ۔ جن لوگوں کے ساتھ آپ مقیم تھے اس بستی کے لوگوں نے ان عالموں سے کہا اگر تمہارا ارادہ مباحثہ کا ہے تو ہمارے سامنے کرو اگر فتنہ فساد کا ارادہ ہے تو ہم تمہارے ساتھ لڑیں گے ۔ اسی وقت اس مجلس میں آپ کا ایک خادم ملا مراد پہنچا اور بولا کہ مناظرہ کرنا ہے تو میں موجود ہوں ۔ جب مناظرہ شروع ہوا تو اس نے سب کو چپ کرادیا ۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ اس کے ایک ادنی خادم نے یہ حال کیا ہے تو ہم اس کے ساتھ مباحثہ کیسے کر سکتے ہیں اور وہ لاچار ہو کر چلے گئے ۔ لیکن کچھ وقت کے بعد امیر دوست محمد نے وہاں سے بھی نکل جانے کا حکم بھیج دیا ۔ ناوہ والے امیر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ ناچار ہو کر آپ کو اہل وعیال سمیت یاغستان کے پہاڑوں میں پہنچا گئے اور آپ نے وہاں ایک درے میں آبادی کر لی ۔ اس قدر امتحانوں کے باوجود آپ برابر توحید وسنت کی دعوت میں مصروف رہے اور شرک و بدعت کی رسموں کے رد میں لگے رہے ..کچھ عرصہ بعد ناوہ کے عالموں نے یہاں بھی آپ پر حملہ کر دیا، گھروں کو جلادیا اور چند ساتھیوں کو زخمی کر دیا ۔ پھر آپ بے گھر ہوئے اور برے حاکموں کے ہاتھوں جور اٹھاتے دیہہ بہ دیہہ اور کوہ بکوہ پھرتے رہے ۔ انہی دنوں امیر دوست محمد فوت ہو گیا تو آپ وطن لوٹ گئے کہ وہاں کے لوگ آپ کے معتقد تھے امیر شیر علی امیر ہوا ۔ آپ نے اسے خط لکھا کہ میں مظلوم ہوں اور حاسدوں کے افترا اور تہمت کے ساتھ تمہارے باپ نے مجھ کو اپنے ملک سے بدر کر دیا تھا تم اس کام میں اپنے باپ کی تابعداری نہ کرنا ۔ امیر نے جواب دیا کہ میں ایک شخص کی تمام رعایا کے خلاف رعائت نہیں کر سکتا ۔ تم کو لازم ہے کہ ہماری ولائت سے باہر ہو جاؤ ۔ آپ حیران ہوئے کہ اب کیا کروں ۔ اور کچھ عرصہ ایک غار میں بھی چھپے رہے ۔ کچھ عرصہ بعد باہر آئے تو محمد افضل خان اور محمد اعظم خان سلطنت کے مالک تھے ۔ حاسدوں نے ان تک شکائتیں پہنچائیں تو افضل خان نے مقر کے حاکم کو لکھا کہ اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ ۔ اور یوں آپ صوبہ دار محمد عمر خان پسر سردار دوست محمد کے سامنے حاضر کئے گئے ۔ اس کے جرنیل نے کہا کہ میں اسے توپ سے اڑا دیتا ہوں ۔ محمد عمر آپ کو دیکھ کر متاثر ہوا اور اس نے کہا کہ آپ اپنا راستہ چھوڑ کیوں نہیں دیتے اور جو مولوی کہتے ہیں وہ کیوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتے؟ آپ نے کہا میں کتاب وسنت کی طرف دعوت جاری رکھوں گا۔ پھر صوبہ دار نے مناظرے کا انتظام کیا آپ نے اپنے بیٹے ۲۰ سالہ عبدالجبار کو آگے کر دیا۔ یہ لڑکا مجمع علماء پر اتنا غالب آیا کہ صوبہ دار اور اعیان آفرین آفین کہنے لگے اور اندر باہر شور مچ گیا کہ ایک لڑکے نے تمام عالموں اور قاضیوں کو ساکت کر دیا۔ محمد عمر نے افضل خان اور اعظم خان کو خط لکھا کہ میں نے اس شخص کو گرفتار کیا، علماء نے اس سے مناظرہ کیا لیکن ساکت ہو کر چلے گئے۔ یہ شخص صالح اور فقیر ہے۔ اب جو حکم فرمائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اسے کابل بھیج دو۔ چنانچہ آپ کو کابل پہنچا دیا گیا۔ وہاں مولویوں نے کہا کہ ہم اس کا کفر پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں اب دوبارہ تحقیق کی ضرورت نہیں یہ واجب القتل ہے۔ وہاں ملا مشکی بھی تھا اس نے کہا کہ میں قتل کا حامی نہیں پھر فیصلہ ہوا کہ اسے درے مارے جائیں اور یوں آپ کو درے لگائے گئے تین آدمی نوبت بنوبت درے مارتے تھے ایک تھک جاتا تو دوسرا آجاتا۔ سو سے زائد درے لگائے گئے۔ بعد میں ایک مرتبہ نووی کی ریاض الصالحین آپ کے سامنے پڑھی جا رہی تھی جب یہ حدیث آئی کہ شہید کو مقتول ہوتے وقت اتنی درد بھی نہیں ہوتی جتنی ایک تمہارے کو چیونٹی کے کاٹنے سے درد ہوتی ہے، تو فرمایا میں باوجودیکہ شہید نہیں ہوا تھا، شہر کابل میں وہ پہلوان جو مجھے زور سے مارتا تھا مجھے خبر بھی نہ تھی کہ مجھے مار رہا ہے یا کسی اور کو۔

جب ظالم اس زدوکوب اور تشہیر سے فارغ ہوئے تو آپ کو بیٹوں سمیت قید خانہ میں لے گئے۔ داڑھی مونڈ دی گئی تھی۔ آپ نے فرمایا عزت اور داڑھی کیا چیز ہے جو مولا کی راہ میں چلی گئی شکر کرو دین ہاتھ سے نہیں گیا۔ رونا تو مخالفین کو چاہیے کہ وہ دین سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ دو سال اپنے بیٹوں کے ساتھ قید میں رہے۔ ان سنگدل حاکموں کی طرف سے ایک حبہ بھی مقرر نہ تھا بس قید خانے میں پھینک کر بھول گئے اور خبر تک نہ لی پھر امیر افضل مر گیا اور امیر اعظم حکمران ہوا اس کم بخت نے خان ملاّ خان عبدالرحمٰن کے بہکانے پر عین گرمی کے موسم پیادہ پا بغیر زادراہ پشاور کی طرف نکال دیا اور سخت دل سپاہیوں کو آپ کے ساتھ مقرر کیا کہ بہت جلد آپ کو پشاور پہنچا دیں۔ اوپر سے گرمی۔ نیچے زمین کی تپش۔ پاؤں جلتے تھے اور آرام لینے کی مہلت سپاہی نہ دیتے۔ اس سفر میں دو خادم آپکے ساتھ تھے ایک ملاّ سفر اور دوسرا ملاّ مراد۔ جب آپ چل نہ سکتے تو ملاّ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سفر آ بکو اٹھالیتا۔ یوں آپ پشاور پہنچے اور ملاّ سفر را حلہ عبداللہ کے نام سے مشہور ہوا ان تکلیفوں، مصیبتوں کی مدت ۱۵ سال تھی۔ پشاور میں تھوڑی مدت قیام کیا۔ پھر امرتسر آ گئے۔ آپ کو دیکھنے سے خدا یاد آتا تھا۔ صحبت میں بیٹھنے سے خطرے اور فکر ذرات کی طرح اڑ جاتے تھے۔ روپئہ کو ٹھیکری کی طرح سمجھتے تھے صدہا روپئے آتے، ضرورت مندوں میں فوراً تقسیم کر دیتے۔ یتیم مسکین آپ پر اس قدر دلیر ہو گئے تھے کہ جس وقت حاضر ہوتے جس قدر روپئہ ہوتا آپ کے ہاتھوں سے کھینچ لیتے، آپ مسکراتے رہتے۔ آپ کی جیب اور دامن کو دیکھتے آپ مسکرا کہتے کہ جس وقت اور آئے گا تم کو دیا جائے گا۔ تسبیح اور تحمید اور دعاؤں کے سوا آپ کا کوئی شغل نہیں تھا۔ پانزدہم ربیع الاول ۱۲۹۸ھ میں آدھی رات کو فوت ہوئے۔ امرتسر میں دفن ہوئے۔ محدثین محققین کی کتابیں طلب کرتے ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کی کتابوں سے کبھی سیر نہ ہوتے۔ فرماتے شاہ ولی اللہؒ جیسوں کی نسبت ان دونوں شیخوں کے ساتھ ایسی ہے جیسے علماء خراسان کی نسبت شاہ ولی اللہ کے ساتھ۔

قاضی عبدالاحد خان پوریؒ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرے حق میں دعا کیجئے کہ اللہ ایمان میں استقامت دیوے۔ فرمایا میں تو اس شخص کے حق میں بھی دعا کرتا ہوں جو کابل میں مجھ کو نہائت سختی سے مارتا تھا کہ یا اللہ اس کو معاف کر اور اس کو بہشت میں داخل کر کیونکہ وہ جاہل تھا، جانتا نہ تھا۔ تمہارے لئے کیوں دعا نہ کروں بلکہ میرے دل سے بے اختیار تمام مسلمانوں کے لئے دعا نکلتی ہے جو آدم سے اس دم تک پیدا ہوئے ہیں۔ (سوانح عبداللہ غزنوی۔ص ۱ تا ۵۰۔مختصراً)

افغانستان سے ہجرت کے بعد کچھ عرصہ آپ نے امرتسر کے نزدیک بستی خیر دی میں قیام کیا۔ پھر امرتسر آ گئے اور مدت العمر وہیں رہے۔ امرتسر میں ایک محلّہ، محلّہ غزنویہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔

عبداللہ صاحبؒ کی زندگی وہ خود مرجع عوام تھے لوگ آ کر فیض صحبت سے مستفیض ہوتے۔ عبداللہ کے فوت ہونے کے بعد ان کے بیٹے عبداللہؒ جانشین ہوئے۔ وہ تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور ان کی وفات کے بعد مولوی عبدالجبارؒ جانشین ہوئے اور آپ کے دور میں روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا اور آپ کے علم و فضل کے چرچے ہند اور بلاد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرب میں پہنچ گئے اور آپ کے شاگرد ہر سو پھیل گئے ۔آپ نے مسجد غزنویہ کی درس گاہ کو باقاعدہ دار العلوم کی شکل میں تبدیل کیا اور اس کے لئے ایک نظام قائم کر دیا۔آپ کے شاگرد پنجاب کے اکثر مدارس میں مدرسی کے فرائض انجام دینے لگے اور محراب ومنبر کی زینت بنے ۔

پھر عبداللہ صاحبؒ کی اولاد نے تصنیف وتراجم کا کام کیا قرآن کریم کا ترجمہ حمائل غزنوی شائع کی ۔ وعظ وتذکیر کا سلسلہ شروع کیا ۔ یہ لوگ اچھے مقرر تھے سادہ اور دل نشین انداز بیان جو دلوں پر اثر کرتا ۔ بیعت وتصوف کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ متاثرین میں اوراد و وظائف کا ذوق پیدا ہوتا تلاوت قرآن کا جذبہ پیدا ہوتا ۔اس خاندان کا تصوف متصوفین کے آداب ورسوم سے پاک تھا۔قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر بات کرتے ۔

سید صدیق حسنؒ تقصار میں لکھتے ہیں:

> واشتغال داشت بعبادت وریاضت واشاعت علم حدیث واتباع سنت واوراشانے بزرگ بود دریں باب کہ نظیر آن از اہل عصر حاضر معلوم نیست .... ہرکہ بصحبت وی رسیدہ ازخلق رمیدہ و بخالق رسیدہ نماز درپس او رنگ حضور دیگر می آرد (بہت بزرگ تھے اور علم حدیث اور اہل سنت کے علم سلوک کے جامع تھے۔ نیز عبادت وریاضت واشاعت علم حدیث اور اتباع سنت آپ کے مشغلے تھے اور اپنے وقت میں عدیم المثال حیثیت کے بزرگ تھے نیز فرمایا جس نے آپ کی صحبت اختیار کی وہ مخلوق سے کٹ کر خالق سے مل گیا اور ان کے پیچھے نماز حضور قلب کے اعتبار سے کوئی اور ہی رنگ رکھتی تھی)۔

اولاد میں عبداللہ، احمد، محمد، عبدالجبار، عبدالواحد، عبدالرحمٰن، عبدالحی، عبدالقدوس، عبدالرحیم، عبدالقیوم، عبدالعزیز اور عبدالستار ہوئے ۔ ان میں سے چھ حضرات، جناب میاں نذیر حسین محدثؒ کے شاگرد ہوئے۔

آپ مستجاب الدعوات تھے، اور اس سلسلے میں کئی روایات زبان زدعوام ہیں ۔مثلاً جناب محی الدین احمد قصوری کہتے ہیں کہ نماز عصر کے بعد ان کا خاص وقت تھا جن لوگوں نے دعا کرانی ہوتی وہ اس وقت پہنچ جاتے ۔ میرے والد بزرگوار کے پھوپھا مولوی غلام قادر کو ان سے ملنے کا بڑا شوق تھا۔ایک مرتبہ وہ امرتسر پہنچ گئے تو نماز کے بعد اپنا تعارف کرایا کہ میں دلاور کے فلاں خاندان سے تعلق رکھتا ہوں .فرمایا پھر تو تم علم سے کچھ دسترس رکھتے ہو گے ۔انہوں نے از راہ انکسار عرض کیا کچھ شد بد رکھتا ہوں ۔ ایک دن حضرت نے اپنی کسی کتاب کا ایک قلمی نسخہ نکالا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی غلام قادر سے فرمایا کہ کچھ کتابت کر سکتے ہو تو یہ چھوٹی سی کتاب نقل کر دو... کئی دن کے بعد یہ کتاب نقل کر کے لے گئے تو چونکہ خط بہت اچھا اور صاف تھا، بے حد خوش ہوئے۔ ایک روز نماز عصر کے بعد پھوپھا صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ پوچھا کیا دعا کروں؟ عرض کیا مجھے دردسر کا کبھی ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو جاتا ہوں اور میری نمازیں قضا ہو جاتی ہیں دعا فرمائیں یہ شکائت دور ہو جائے اور میری نماز با جماعت قضا نہ ہو۔ چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا قبول شد انشاء اللہ۔ میرے والد صاحب کے پھوپھا اس وقت بالکل جوان تھے، ستر سال کی عمر پائی۔ گویا دعا کے بعد تقریباً ۴۵ سال زندہ رہے۔ دردسر کا دورہ ایک مرتبہ بھی اس مدت میں نہیں ہوا۔ سفر و حضر میں نماز با جماعت کبھی ضائع نہیں ہوئی۔ آخری رات عشا کی نماز با جماعت پڑھی۔ تہجد کی نماز سے فارغ ہوئے اور فوت ہو گئے۔ (سوانح سید داؤد غزنوی)

حکیم سید عبدالحیؒ نے لکھا ہے:

الشيخ العالم المحدث عبد الله بن محمد بن محمد شريف الغز نوى الشيخ محمد اعظم الزاهد المجاهد السا عى فى مر ضا ة اللّٰه المئوثر لرضوا نه على نفسه و اهله و ما له و اوطانه صاحب المقا مات الشهيرة و المعارك العظيمة الكبيرة (نز هة الخوا طر۔ ج ۷ ص۳۰۲)۔

(حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے امام تھے عالم تھے زاہد تھے مجاہد تھے رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان اپنا گھر بار اپنا مال اپنا وطن سے کچھ لٹانے والے تھے۔ علماء سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں)

اور جناب شمس الحق ڈیانویؒ، غایۃ المقصود کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

انّه كان فى جميع احوا له مستغرقا فى ذكر اللّٰه عز و جل حتى ان لحمه و عظا مه و اعصا به و اشعاره و جميع بد نه كان متوجها الى اللّٰه تعالى فا نياً فى ذكره عز و جل۔ (کہ سید عبداللہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتی کی ان کا گوشت، ان کی ہڈیاں انکے پٹھے اور ان کا ہر ہر بن مو، اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے)

سید صدیق حسن، تقصار من تذکار جیود الاحرار (ص۱۹۲) میں لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بر روئے ظہور آرد ہم محدث بود و ہم محدث (آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب سید عبداللہ ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور محدِث بھی)۔

جب سردار محمد عمر کے سپہ سالار نے آپ کو توپ سے اڑانے کی بات کی اور محمد عمر نے کہا کہ آپ مولویوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے تو آپ فرمایا:

قصد محکم دارم وعزم مصمم کہ تا جان در بدن دارم وسر برتن در خدمت کتاب وسنت بہ نہائت سرگرمی کوشم ایں چہ مصائب است کہ بر من می آئد من از رب خود ہمیں میخواہم کہ دریں راہ تکہ شوم وامعاء وردد ہائے من در بیاباں بر سر بوتہ وخار افتادہ زاغہا بنولہ ہائے خود زنند (مخطوطہ عبدالجبار غزنوی) (میں قصد محکم اور عزم مصمم رکھتا ہوں کہ جب تک میرے بدن میں جان باقی ہے اور میرے جسم پر سر سلامت ہے کتاب وسنت کی نہائت گرم جوشی سے خدمت کروں۔ یہ کیا مصیبتیں ہیں جو مجھ پر آتی ہیں؟ میں تو اپنے آقا سے یہی آرزو کرتا ہوں کہ اس راستے میں میرے پرزے اڑا دیئے جائیں اور میری انتڑیاں جنگلوں کی خاردار جھاڑیوں پر پھینک دی جائیں اور کوے ان پر چونچیں ماریں)۔

ہندوستان میں نماز میں تعدیل ارکان انہی کی بدولت آئی۔ بتایا جاتا ہے کہ میاں نذیر حسین محدثؒ نے فرمایا کہ عبداللہؒ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور نماز پڑھنا مجھے سکھا گیا۔ رد شرک، رد بدعات اور عمل بالحدیث میں پنجاب اور صوبہ سرحد (جو اس وقت پنجاب ہی کا حصہ تھا) میں آپ کی خدمات انمول ہیں۔ ان سے پہلے بہت کم افراد اس مسلک پر کاربند تھے اور اہل حدیث کی مساجد میں شائد اکا دکا ہی تھیں، اور مدارس کی تعداد تو شائد مدرسہ محمدیہ لکھوکے سے آگے نہیں بڑھتی۔ آپ کی وجہ سے پنجاب کے کئی گوشوں میں توحید کا نور چمکا اور سنت کا احیاء ہوا۔ ۱۸۵۵ء سے لے کر ۱۸۶۷ء تک جہاں مختلف اوقات میں پنجاب وسرحد کے مختلف مقامات پر آپ کا قیام رہا (مثل سوات، پشاور، سکندر پور (ہری پور) نوشہرہ، لاہور۔ امرتسر، لاہور، ڈیرہ اسماعیل خان وغیرہ) آپ نے لوگوں کو توحید وسنت کا پیغام پہنچایا۔ ۱۸۶۷ء کے بعد مستقلاً امرتسر میں قیام فرمایا اور ۱۸۷۹ء تک وہاں تعلیم سلوک اور قرآن وسنت کا نور پھیلاتے رہے۔ بڑے بڑے لوگوں نے آپ سے علمی اور روحانی استفادہ کیا جن میں جناب غلام رسول قلعویؒ، قاضی حیات گلؒ ڈھیری سکندر پور، جناب محی الدین عبدالرحمٰن لکھویؒ، جناب محمد حسین بٹالویؒ، جناب حافظ محمد یوسف امرتسریؒ، جناب حافظ عبدالمنان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وزیر آبادیؒ ، عبدالحکیم نصیر آبادیؒ ، وغیرھم شامل ہیں ۔ میاں نذیر حسین محدثؒ بھی علم سلوک کے شائقین کو آپ کے پاس کسب فیض کیلئے بھیج دیا کرتے تھے ۔ آپ بیعت لیتے تھے ، اوراد و مراقبات سکھاتے اور توجہ دیتے تھے ۔ لیکن آخر عمر میں توجہ اور ضربات وغیرہ کو ترک کر دیا تھا اور صرف قرآن پاک تعلق جوڑ لیا تھا ۔ بیعت کے معاملے میں امرتسر کے ایک اور صاحب باطن اہل حدیث عالم جناب غلام العلی قصوریؒ سے آپ کا اختلاف بھی رہا ۔ لیکن اختلاف کے باوجود باہمی احترام ہمیشہ قائم رہا ۔ جناب عبداللہ غزنویؒ کے پاس جب کوئی جناب غلام العلیؒ کے اختلاف کا ذکر کرتا تو وہ فرماتے : برائے خدا مے گوید ۔ اور دوسری طرف جب جناب غلام العلیؒ نے عدم جواز بیعت پر ایک رسالہ لکھا اور جناب عبدالجبار غزنویؒ نے جواز بیعت پر ایک رسالہ لکھا تو جناب غلام العلیؒ سے لوگوں نے کہا کہ اس کی تردید بھی ہونی چاہیے ۔ آپ نے فرمایا ، ہرگز نہیں ۔ میرے نزدیک جو بات حق تھی میں نے لکھ دی ، ان کے نزدیک جو حق بات تھی انہوں نے لکھ دی ۔

اپنی آخری بیماری میں اپنی حیات مستعار کے کچھ ایام آپ نے لاہور میں جناب محمد حسین بٹالوی کے پاس گذارے جہاں وہ ان کا علاج معالجہ اور تیمارداری کرتے رہے ۔ لاہور سے امرتسر واپسی کے چند روز بعد ان کی وفات ہوگئی ۔

جناب محمد حسین بٹالوی نے لکھا ہے :

> حضرت عبداللہ غزنوی ، ہمارے مرشد ، واقعی عمل بالسنہ اور زہد میں امام تھے ۔ موجودہ اہلحدیث پنجاب و ہندوستان نے نماز میں اعتدال ارکان ان ہی سے سیکھا ہے ۔ اور زہد و تبتل الی اللہ کا کچھ اثر اس گروہ کے بعض افراد میں پایا جاتا ہے تو یہ انہیں کی صحبت کا اثر ہے ۔ لہذا وہ اہل حدیث پنجاب و ہندوستان کے بہت لوگوں کے امام تھے ۔ ومعہذا انہوں نے اپنی تمام عمر میں نہ امام کہلایا ، نہ شیخ ، نہ مولوی ، نہ پیر ، نہ مرشد وغیرہ ۔ بلکہ ان الفاظ والقاب میں سے سب سے ہلکا اور عام مروج خطاب ، مولوی ، کا استعمال بھی اپنے لئے جائز نہ رکھا ، نہ اپنے مخلصین و اتباع واولاد کے لئے ۔ نہ کوئی ان کو مولوی کہتا ، نہ ان کی زندگی میں ان کے سامنے ان کے کسی بیٹے کو کوئی مولوی کہتا ۔ وہ خود بھی اپنی زبان سے کسی بیٹے کو یا کسی اور مخلص متبع کو مولوی نہ فرماتے خاکسار کو ، جو ان کے ادنی خادموں سے تھا ، جب آپ یاد فرماتے ، صرف بلفظ حسین یاد فرماتے اور یہی لفظ خطوط میں ارقام فرماتے ۔ ایک دفعہ حافظ محمود امرتسری نے ان کو لفظ مولوی یا مولوی صاحب سے مخاطب کیا تو آپ اس پر ایسے آشفتہ خاطر ہوئے کہ ان سے کلام کرنا ترک کر دیا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخر ان کو ان کے خوش کرنے کا بجز اس کے کوئی حیلہ وسبب نظر نہ آیا کہ آپ کو لیٹے ہوئے دیکھ کر پاؤں سے ہلا کر یہ کہہ کر اٹھایا کہ: عبداللہ برخیز ۔جس پر آپ خوش ہو گئے اور بولے: الحمدللہ مرا خوش کردی ۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ ۔ج ۲۱۔ص ۱۶۹۔۱۷۰)

ایک اور مقام پر جناب بٹالوی مرحوم نے لکھا ہے:

پنجاب خصوصاً امرت سر میں جماعت اہل حدیث میں بیعت توبہ کے مسنون یا ممنوع ہونے میں سخت اختلاف رہا۔ایک بزرگ متبتل الی اللہ قائم بامر اللہ (حضرت عبد اللہ غزنویؒ) بیعت توبہ کو مسنون سمجھتے اور لوگوں سے بیعت لیتے ۔ایک مقتدائے قوم (ابو عبداللہ غلام العلی قصوریؒ) اس کو ممنوع سمجھتے اور اس سے کمال تشدد کے ساتھ لوگوں کو منع کرتے اور اس کو عام گمراہی کا ذریعہ سمجھتے جو اکثر دکانداروں میں پھیلی ہوئی ہے جو کہ بزرگوں کی گدی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور فقیری اور رہنمائی کا ان میں نام ونشان نہیں، اور اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اول الذکر بزرگ چونکہ کمال درجے کے متبع سنت تھے اور ہوائے نفس کو رضائے مولی میں فنا کر چکے تھے لہذا وہ ثانی الذکر مقتداء کے تشدد پر آشفتہ نہ ہوتے بلکہ حسن ظنی سے ان کے حق میں یہ کلمہ فرمایا کرتے کہ: ابوعبداللہ برائے خدا می گوید وابوعبداللہ بس غنیمت است ۔

حضرت عبداللہ غزنوی اپنی ابتدائی واوسط حالت میں جب کہ مراقبات واشغال صوفیہ معمولہ متاخرین صوفیائے کرام عمل میں لاتے، ان کی تاثیر صحبت و بیعت یہ مشہور تھی کہ جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا، اسکی نماز تہجد نہ چھوٹی، اور بعض لوگوں نے ان کو صرف آنکھ سے دیکھا تو ان کا ذکر قلبی جاری ہو گیا۔اخیر عمر میں ان پر اتباع سنت غالب ہو گیا، تو انہوں نے ان مراقبات واشغال کو یک قلم ترک کر دیا، اور کتاب اللہ پر عکوف اختیار کیا۔ میں نے اور میری مثل اور معتقدین نے حضرت سے بارہا عرض کیا کہ اشغال صوفیہ کو اگر کوئی اصل مطلوب شرعی نہ سمجھے اور اسکے استعمال پر احکام شرعیہ کی مانند التزام نہ کرے، بلکہ ان کو بطور مداواۃ ومعالجہ عمل میں لاوے تو اس کو مولانا اسماعیل شہید نے بھی (جو ہندوستان میں اتباع سنت کی تخم ریزی کرنے والے ہیں) کتاب ایضاح الحق کے صفحہ ۲۵ میں جائز لکھا ہے اور بدعت ہونے سے خارج کیا ہے۔آپ وہ اشغال جاری کریں تو لوگوں کو فائدہ پہنچے۔تو اسکے جواب میں صرف یہ کلمہ کہہ کر خاموش

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے کہ دعا کنی ۔جس سے ان کا مطلب یہ ہوتا کہ ان اشغال کو جاری کرنا میرے دل سے اٹھ چکا ہے،تم ان کو جاری کرانا چاہتے ہوتو خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے دل میں یہ خیال ڈالے۔

جناب احمد اللہ امرتسریؒ راوی ہیں کہ آپ نے ایک اور معتقد کے جواب میں فرمایا:

کہ دریں عیبے دیدم کہ ایں ہمہ را گذاشتم

اور مولوی صاحب غلام رسول ساکن قلعہ کو یوں فرمایا:

مولوی! آنچہ مشائخ زمانہ لطائف و وظائف جاری کردہ اند دریں نفس زندہ میشود نہ روح ۔روح کہ میت است از اتباع سنت زندہ میشود۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔جلد۲۰۔ص ۳۴۹۔۳۵۱)

جناب عبد اللہ غزنویؒ بعد موت بھی مخالفین کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنے رہے ۔جیسا کہ ایک دفعہ جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے ، اپنے معاصر مقلدین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

ثابت کرو ورنہ ہم اسے افترا اور بہتان کہنے میں حق بجانب ہوں گے

قرآن مجید کی سچائی کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ اس میں اخلاقی تعلیم ایسی پاکیزہ دی گئی ہے جس سے مخالفانہ جزبات حد سے متجاوز نہ ہوں چنانچہ ارشاد ہے : لا یجرمنکم شنآن قوم علی الّا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتّقوی ۔یعنی کسی قوم کے رنج میں بے انصافی نہ کیا کرو بلکہ ہمیشہ انصاف کیا کرو انصاف ہی تقوی کے قریب لے جانے والا ہے

اللہ اللہ ! کیسی پاکیزہ تعلیم ہے ۔اسی سنہرے اصول پر ارشاد ہوتا ہے

انّما یفتری الکذب الّذین لا یؤمنون بآیات اللّٰہ

یعنی افترا کرنے والے خدا کی آیات (قرآن مجید) پر ایمان نہیں رکھتے ۔

کسی پر افترا کرنا یعنی جو اس نے نہ کیا ہو یا نہ کہا ہو اس پر لگانا کیسا خوفناک منظر اور کیسا خطرناک گناہ ہے ۔باوجود ان ہدایات اور آیات صریحہ کے مسلمان کہلانے والے جب کسی ناکردہ گناہ پر افترا کریں تو کیوں نہ مقام حیرت ہو۔اخبار الفقیہہ امرتسر میں اس کا نامہ نگار لکھتا ہے:

کہتے ہیں مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی کے باپ مولوی عبد اللہ صاحب کو بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہی مرض تھا کہ لوگ مشرک ہوئے جاتے ہیں اس لئے انہوں نے کلمہ شریف میں کا ن محمد رسو ل اللہ کہنے سے یہ شبہ دور کر دیا کہ جناب ﷺ اپنے زمانہ میں رسول اللہ تھے، اب نہیں ہیں۔(الفقیہہ ۱۴۔اگست ۱۹۲۹ء ص۳ کالم ۱)

آہ! کیسا افترا ہے کیسا بہتان ہے خاص کر حضرت عبداللہ صاحب غزنوی پر جو اپنے زمانے میں فرشتہ بشکل انسان تھے۔ہم اسکے متعلق کچھ مزید کہنے سننے کی ضرورت نہیں سمجھتے صرف اتنا کہتے ہیں کہ نامہ نگار یا اڈیٹر اخبار اس دعوی کو ثابت کر دیں ورنہ ہم اس کو افتراء کہنے پر مجبور ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔اگست ۱۹۲۹ء ص۳)

☆ منہاج الدینؒ

آپ کے والد کا نام سراج الدین بن حافظ مستقیم بن شاہ ناصر الدین بن عبدالرحمٰن شاہ ہے۔قریشی النسب تھے۔آباء محمد بن قاسم کے ساتھ ہند آئے اور ملتان میں قیام کیا۔آپ کے پردادا ملتان سے راولپنڈی کے نواحی علاقہ میں تشریف لائے اور تبلیغ دین میں مصروف رہ کر یہیں فوت ہوئے۔آپ کے والد سراج الدین نے ہری پور کے قریب ایک گاؤں ڈھینڈہ کو اپنا مرکز بنایا درس و تدریس میں مصروف رہے۔ان کے دو بیٹے تھے منہاج الدین اور وہاج الدین۔وہاج الدین جلدی فوت ہو گئے۔اور منہاج الدین اپنے باپ کے شاگرد اور اپنے ماموں جناب عبدالرب کے ساتھ فریضہ تبلیغ میں مصروف رہے۔اس دوران سید احمد اور شاہ اسماعیل کا سرحد میں ورود ہوا۔دونوں نے ان سے ملاقات کی۔شہیدین نے کہا کہ جا کر اپنے علاقے میں کام کرتے رہو۔ادھر ہی ملاقات ہوگی۔ان کی شہادت کے بعد مجاہدین بکھر گئے۔کچھ لوگ گلیات چلے گئے اور وہاں کے سردار حسن علی کے ساتھ مل کر سکھوں کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔جب ہزارہ میں انگریز آ گئے تو سردار حسن علی کی معیت میں جناب منہاج الدین اور جناب عبدالرب کی جدوجہد انکے خلاف ہو گئی۔اور پھر یہ گرفتار ہو کر ایبٹ کے روبرو پیش ہوئے۔اس نے منہاج الدین کو ڈھیری سکندر پور قاضی میر عالم کی نگرانی میں نظر بند کر دیا گیا اور جناب عبدالرب کو راجہ جہانداد کے علاقے کوٹ نجیب اللہ میں۔قاضی میر عالم نے جناب منہاج الدین کے عالم دین ہونے کی وجہ سے انکی قربت چاہی اور قرآن و حدیث پڑھانے کی درخواست کی جو آپ نے قبول کر لی۔قاضی میر عالم نے انہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈھیری میں مسجد تعمیر کرادی اور خود اہلحدیث ہو گیا۔ مجاہدین ہندوستان سے سرحد جاتے ہوئے ڈھیری کے راستے جاتے۔ چند مجاہدین ڈھیری کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں شہید کر دیئے گئے تھے۔ وہاں انکی قبریں ہیں جو شہدوں کی قبروں کے نام سے مشہور ہیں۔

منہاج الدین کی وفات کے بعد یہ تحریکی سلسلہ ان کے بیٹے اسماعیل کے دور میں بھی جاری رہا (دیکھئے تعارف جماعت مجاہدین چوہدری عبدالحفیظ۔ سید بادشاہ کا قافلہ آبادشاہ پوری ص ۳۸۸) اور جناب فضل الٰہی فرماتے ہیں: ہری پور سے کوئی دو میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں ڈھیری ہے یہاں ایک مجاہد بھائی جناب اسماعیل (بن منہاج الدین) رہتے تھے۔ ان کا گھر گویا ایک طرح کا سفری کیمپ تھا۔ صوفی عبداللہؒ کا بھی اسماعیل صاحب سے ملنا تھا۔ فضل الٰہیؒ بھی ان کے پاس آتے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۱۱ مئی ۲۰۰۱ء)

سوانح عمری عبداللہ غزنوی از مولوی غلام رسول (مطبع القرآن والسنہ امرتسر کے صفحہ ۳۷) میں سید عبداللہ غزنوی کا یہ خط مولوی منہاج الدین وغیرہ کے نام درج ہے:

از عائذ باللہ و معتصم بحبل اللہ عبداللہ ہر یک از اہل اخلاص و ارباب اختصاص مولوی منہاج الدین و حافظ محمد عظیم و سلطان محمد و محمد اکبر دین و محمد قاسم و فتح نور و نور محمد و گامہ و بختاور و انور و فضل و جمال الدین خصوصاً زبدۃ اخلاص مولوی عبدالرب۔ بعد از سلام مسنون و ادعیہ مودت مقرون واضح آن کہ در باب تمسک بکتاب اللہ و اعتصام سنت رسول اللہ ﷺ چہ گوئم و چہ نویسم کہ صفحہ کاغذ از بیان تنگ است و پائے قلم از تگ و دو در میدان آں لنگ۔ اخوان عزیز را لازم دنیا دنی روز چند دانستہ در طلب مرضیات او تعالیٰ بجان و دل کوشند و زندگانی ایامی را اندک دانستہ در ابتغاء وجہ اللہ کمر ہمت را چست بندند و کتاب اللہ و سنت رسول اللہ تا روح مستعار علیہ و اعلیٰ پرواز نمود شغل ضروری باشتغالات لا طائل و مال و منال بے حاصل غافل نشود و مرضیات و مکروہات او تعالیٰ را ازین اصلے نراسخین معلوم کردہ در امتثال اوامر و حب تعظیم و اجتناب و انتہاء از نواہی و بغض و نفرت ازاں سعی بیش از بیش کنند فقیر خود را ہمیشہ بترویج کلام اللہ و ابتغاء مرضات مامور می بیند پس لا بد آشنا و بیگانہ را ترغیب می دہم و از غیر آن بتغیر و بتکرار می نویسم کہ در تدبر کلام اللہ و تذکیر از مواعظ آن و تفکر و تاثر از نصائح آن اوقات عزیزہ خود را معمور گردانند۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور۔ ۱۱ مئی ۲۰۰۱ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید مہدی علی

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۵ جون ۱۹۲۰ء میں سید مہدی علی کی سوانحعمری لکھی جانے کی فرمائش کی۔ اس فرمائش پر جناب ابوالقاسم سیفؒ بنارسی نے جناب محسن الملک سید مہدی علی کا ترجمہ ارسال کیا جسے اخبار اہل حدیث میں درج کرتے ہوئے مدیر نے نوٹ لکھا کہ محسن الملک اہل حدیث تھے۔ جناب ابوالقاسم کی تحریر (جو دراصل پیسہ اخبار لاہور کے کسی شمارے میں شائع ہونے والی کسی تحریر کی تلخیص ہے) یوں ہے:

نواب صاحب کا اصلی نام سید مہدی علی ہے اور سلسلہ نسب سادات کے مشہور خاندان بارہہ سے ملتا ہے۔ ماں کی طرف سے ان کا سلسلہ شیخو پور (فرخ آباد) کے خاندان سے ملتا ہے۔ ممدوح کے اجداد کئی پشت سے اٹاوہ میں رہتے تھے جہاں آپ ۸ دسمبر ۱۸۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ تعلیم عربی فارسی وغیرہ کی ہوئی انگریزی نہیں پڑھی،۔ عربی فارسی کی تعلیم آپ نے قصبہ پھپھوند (اٹاوہ) کے مولوی عنایت حسین سے پائی ذہین تھے۔ خاندان میں سرکاری نوکری کا رواج نہ تھا سوائے سید ظہور علی کے جو صدر الصدور اور ریاست ٹونک کے وزیر ہوئے۔ لیکن مہدی علی نے مجبوراً نوکری کی اٹاوہ کی کلکٹری میں دس روپئے ماہوار پر۔... کچھ دن سررشتہ دار رہے اور ۱۸۶۱ء میں تحصیل دار ہو گئے۔ اس دور میں آپ نے اٹاوہ کو بہت ترقی دی متعدد سڑکیں اور پبلک عمارتیں بنوائیں اردو زبان میں کئی اعلی درجہ کے قانونی رسالے تصنیف کئے۔ ۱۸۶۳ء میں ڈپٹی کلکٹری کے امتحان میں شریک ہو کر کامیاب ہوئے اول رہے۔ انہیں تحصیل داری کے زمانہ میں ہی ڈپٹی کلکٹر کے اختیارات حاصل ہو گئے تھے۔ ۱۸۶۷ء میں مرزا پور کے ڈپٹی کلکٹر ہوئے جہاں وہ رائے بریلی کے کورٹ آف وارڈ کی مینجری بھی کرتے رہے۔ ان کی قابلیت کا شہرہ حیدرآباد کے سالار جنگ تک پہنچا تو ۱۸۷۴ء میں سالار جنگ نے طلب کر لیا اور مال کا انسپکٹر جنرل بنا دیا۔ قابلیت و محنت سے بہت جلد کمشنر محکمہ بندوبست ہو گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۸۷۶ء میں سالار جنگ کے مالی سکرٹری مقرر ہوئے اگلے سال حیدرآباد کے پولیٹکل سکرٹری ہو گئے ۔ پھر نظام نے خدمات کے صلہ میں میر نواز جنگ محسن الدولہ محسن الملک کا خطاب اور ۲۸۰۰ روپئہ ماہوار تنخواہ مقرر کر دی ۔

حیدرآباد کے ایک مقدمہ کی پیروی کے لئے جس میں سردار دلیر جنگ عبدالحق ماخوذ تھے لندن کی اسپیشل کمیٹی کے روبرو بیان دینے ولایت بھیجے گئے اور اپنے فرائض سے نظام کو خوش کیا۔ سالار جنگ کی وفات کے بعد حیدرآباد پارٹی بازی بہت ہوگئی اور ۱۸۹۳ء میں آپ نے حیدرآباد کو خیر باد کہہ دیا۔ ریاست سے ۸۰۰ روپئہ ان کی پنشن مقرر ہوگئی علی گڈھ میں سرسید کے پاس رہنے لگے ۔ سرسید سے آپ کے مذہبی تقریری تحریری مباحثے ہوتے ۔ سرسید کی وفات کے بعد کچھ روز سید محمود ، علی گڈھ کالج کے سکرٹری رہے پھر محکمہ ٹرسٹیان نے آپ کو سکرٹری منتخب کیا اور آپ نے سرسید کے جانشینی کا حق اور اہل ثابت کر دیا علی گڈھ کالج نے ان کے عہد میں بہت ترقی کی ۔

ان کا آبائی مذہب شیعہ تھا ابتداء میں وہ خود بھی شیعہ تھے مگر بعد میں سنی ہو گئے اپنی مشہور کتاب آیات بینات لکھی جو شیعہ کی تردید میں لاجواب کتاب ہے ۔ سنیت میں آپ مذہب حنفی کے پابند رہے لیکن مطالعہ کتب اور تلاوت قرآن کے اثر سے پکے غیر مقلد ہو گئے اور مشہور کتاب تقلید اور عمل بالحدیث لکھ کر اپنا اہل حدیث ہونا ثابت کر دیا۔

آخر عمر میں صحت خراب رہنے لگی علاج کے لئے بمبئی چلے گئے ذرا درست ہوئی تو اٹاوہ آئے ، پھر بغرض تبدیلی آب و ہوا شملہ چلے گئے ۔ جہاں ۱۶۔اکتوبر ۱۹۰۷ء کو انتقال کیا اور علی گڈھ میں سرسید احمد خان کے پاس مدفون ہوئے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ ۱۳۔اگست ۱۹۲۰ء ۴۔۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکاتبات الخلان

سرسید احمد خان حنفی المسلک اور خانقاہیت سے وابستہ ایک خاندان میں پیدا ہوئے اور ابتدائے عمر میں خود بھی حنفی مقلد تھے۔ بعد ازاں شاہ اسماعیل اور شاہ مخصوص اللہ سے متاثر ہو کر جامہ تقلید سے باہر نکل آئے اور عامل بالحدیث اور وہابی ہو گئے۔ انہوں نے اس دور میں کلمۃ الحق اور راہ سنت کے عنوانات سے رسائل مرتب کر کے رد بدعت اور اشاعت سنت میں حصہ لیا۔ (ان کی یہ کتابیں ہم جلد ہذا میں شامل کر رہے ہیں کیونکہ یہ جماعت اہل حدیث کا سرمایہ ہیں)۔ ۱۸۵۷ء کے بعد ان کے نظریات میں ایک اور تبدیلی آئی اور وہ نیچریت کے علمبردار ہو گئے۔ تفسیر القرآن میں معجزات وغیرہ سے انکار کیا۔ ان کے نیچری نظریات اور تفسیر القرآن میں ان کے بیان کردہ مخصوص نظریات پر جن بزرگوں نے تردید واحتساب کا فریضہ انجام دیا ان میں جناب محمد حسین بٹالوی کا کام سب سے نمایاں ہے۔ اور دیگر بزرگوں میں جناب محسن الملک کی خدمات بہت گراں قدر ہیں۔ انہوں نے نیچری نظریات اور تفسیری اختصاصات پر سرسید احمد سے ۱۸۹۲ء۔۱۸۹۵ء میں طویل خط وکتابت فرمائی جسے بعد میں مکاتبات الخلان کے عنوان سے ۱۹۱۵ء میں ۲۳۶ صفحات پر علی گڈھ سے شائع کیا گیا تھا۔ ذیل میں اس کا خط وکتابت کا ابتدائی حصہ نقل کیا جاتا ہے کیونکہ محسن الملک کے خطوط اہل حدیث کی علمی تاریخ اور فرق باطلہ کے خلاف اہل حدیث کی کاوشوں کا ایک نمایاں باب ہیں۔

☆ محسن الملک بنام سرسید احمد خان

حیدرآباد دکن۔ ۹۔ اگست ۱۸۹۲ء۔ جناب عالی!

آج کل میں آپ کی تفسیر دیکھ رہا ہوں جسے درحقیقت اب تک اچھی طرح بلکہ سرسری طور سے بھی نہ دیکھا تھا۔ اور اس کے نہ دیکھنے کا سبب آپ سے کہہ بھی دیا تھا۔ غالباً آپ اس بات کے سننے سے تو خوش نہ ہونگے کہ میں اب تک آپ کی رایوں سے اتفاق نہیں کرتا اور ہر بحث میں اسے قرآن کی وہ تفسیر جس کو کوئی قرآن کے مطالب وتشریح اور تفسیر سمجھے، نہیں سمجھتا بلکہ اکثر جگہ تفسیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو تفسیر القول بما لا یر ضی به قائله (کسی قول کی ایسی تفسیر کرنا جو اس کے قائل کا مقصد نہ ہو) تصور کرتا ہوں ،مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ جس مضمون کو آپ نے لکھا ہے ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ اگر آدمی نہایت ہی راسخ الاعتقاد نہ ہو تو ضرور اس کی تصدیق کرنے لگے، اور بلا شبہ ایک جادو کئے ہوئے آدمی کی طرح آ منّا و صد قنا پکارنے لگے۔ واقعی خدا نے دل کے حالات کو الفاظ میں ادا کرنے اور تحریر میں لانے کی عجیب حیرت انگیز قوت اور طاقت آپ کو دی ہے کہ اگر اسے جادو کہیں یا سحر تو بے محل نہ ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے ان مسائل کو جو آج کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں، صحیح اور یقینی اور غیر قابل اعتراض سمجھتے ہیں مان لیا۔ اور قرآن کی آیتوں کو جن میں ان کا ذکر ہے ایسا ماول کر دیا کہ وہ تاویل ایسے درجہ پر پہونچ گئی کہ اس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہوسکتا۔ آپ نے مسلمان مفسروں کو تو خوب گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اور یہودیوں کا مقلد بتایا۔ مگر آپ نے خود اس زمانہ کے لامذہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ ان کو مسائل محققہ صحیحہ یقینیہ قرار دے کر تمام آیتوں کو قرآن کے ماول کر دیا اور لطف یہ ہے کہ آپ اسے تاویل بھی نہیں کہتے (تاویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں) بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن سمجھتے ہیں حالانکہ نہ سیاق کلام، نہ الفاظ قرآنی، نہ محاورات عرب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اگر آپ میرے اس شبہ کو کسی طرح دور کر سکیں تو مجھے ایسی خوشی ہو کہ کسی اور چیز سے نہ ہو، اس لئے کہ اکثر مقامات اس کے ایسے عمدہ اور پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ بعد قرآن و حدیث کے اگر کوئی اسے وردزبان کرے اور دل پر نقش تو دنیا میں عالم اور سچا مسلمان ہو اور عاقبت میں ان ثوابوں کا مستحق جو سچے مسلمانوں کے لئے خدا نے مقرر کئے ہیں۔ محسن الملک

☆ سرسید احمد خان بنام محسن الملک

مکرمی مہدی!

میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے میری تفسیر کو دیکھنا شروع کیا ہے مجھے نہایت خوشی ہے کہ آپ اس کو مخالفانہ اور غیر معتقدانہ طور پر دیکھیں اور اس کی ایک بات پر بھی یقین نہ کریں سب کو غلط سمجھیں۔ مگر اس کو دیکھیں اور غور سے پڑھیں۔ آپ نے اس خط میں لکھا ہے کہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یر ضی به قائله (کسی قول کی ایسی تفسیر کرنا جو اس کے قائل کا مقصد نہ ہو) تصور کرتا ہوں۔ یقینی طور پر آپ کے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی تو آئی نہیں جس سے آپ کو ثابت ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو کہ اس قول سے مرضی قائل یعنی خدا کی یہ نہیں ہے۔ پس ضرور ہے کہ کوئی اور ذریعہ آپ کے پاس ہے جس کی وجہ سے آپ نے تفسیر کے مقامات کو ما لا یر ضی بہ قا ئلہ قرار دیا ہے۔ میں نے بہت سوچا کہ وہ ذریعہ آپ کے پاس کیا ہے۔ اور وہ ذریعے دو معلوم ہوئے:۔

اول بچپن کی تربیت۔ بچپن سے باتوں کو سنتے سنتے ان کا نقش کالحجر دل میں ہو جاتا ہے جس کا مٹانا بہت ہی زبردست دل اور نہایت ہی قوت ایمانیہ کا اور بہت ہی غور وفکر کا کام ہے۔

دوسرا ذریعہ، جو پہلے ذریعہ کا شعبہ ہے مگر اس پہلے کو نہایت قوی اور مضبوط کرنے والا ہے وہ علماء کے اقوال اور تفاسیر کے مندرجہ رطب و یابس روائتیں اور قصے ہیں۔ گو آپ نے اسی خط میں ایک فقرہ لکھا ہے کہ:

میرے نزدیک یہ ساری خرابیاں غلط مذہبی خیالات اور تقلید سے پیدا ہوئی ہیں اور مسلمانوں کو اسی کمبخت تقلید نے اندھا بہرا گونگا بنا دیا ہے۔ مگر افسوس کہ تم یہ خیال نہیں کرتے کہ خود تمہارا بھی یہی حال ہے۔ آبائی خیالات کو اور خصوصاً ایسے خیالات کو جو مذہبی روایتوں پر مبنی ہیں چھوڑنا نہایت مشکل ہے۔ آپ یہ دعوی نہ کریں کہ میں آبائی مذہب کو چھوڑ کر شیعہ سے سنی ہو گیا ہوں۔ اول تو بہت سے اسباب آپ کے گرد ایسے جمع تھے کہ جن کے سبب سے شیعہ مذہب نے بخوبی جڑ دل میں نہیں پکڑی تھی۔ علاوہ اس کے یہ تبدل صرف جزئیات میں تھا جو قابل اعتنا نہیں ہے۔ مگر جن امور کو آپ تفسیر القول بما لا یر ضی بہ قا ئلہ قرار دیتے ہیں ان کی جڑ بہت زیادہ گہری اور نہایت مضبوط دل میں بیٹھی ہوئی ہے اس کا اکھڑنا اور اس کی جگہ دوسری بات کا بیٹھنا، گو کہ یہ دوسری بات کیسی ہی سچ و صحیح ہو، بہت زیادہ دشوار اور بہت زیادہ مشکل ہے۔ غرض کہ آپ کے پاس کوئی دلیل اس بات کی نہیں کہ آپ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یر ضی بہ قا ئلہ سے تعبیر کریں۔ ہاں اس کو غلط سمجھیں اس کو تسلیم نہ کریں یہ دوسری بات ہے مگر ما لا یر ضی بہ قا ئلہ نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ:

> افسوس ہے کہ آپ ان مسائل کو جو آج کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں مان لیا ہے اور قرآن کی آیتوں کو جن میں ان مسائل کا ذکر ہے ایسا ماول کر دیا ہے کہ وہ تاویل ایسے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ اس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہو سکتا۔

تمہارے اس فقرے سے میں خوش بھی ہوا اور متعجب بھی ہوا۔ خوش تو اس لئے ہوا کہ تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اس پر تاویل کا صادق آنا نہیں مانا، کیونکہ میں قرآن مجید میں تاویل کو مطابق اس کے مفہوم عام کے کفر سمجھتا ہوں۔ تعجب اس لئے ہوا کہ تم نے اس فقرے میں یہ قید کیوں لگائی کہ: جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں۔، کیا اگر کوئی لا مذہب یعنی غیر معتقد کسی مذہب کا مذاہب موجودہ میں سے یہ بات کہے کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں، تو کیا اس کے لا مذہب ہونے سے یہ بات غلط ہو جائے گی۔ اگر کوئی نہایت پابند مذہب کہے کہ دو اور دو پانچ ہوتے ہیں تو کیا اس کے پابند مذہب ہونے سے یہ بات صحیح ہو جاوے گی۔ حاشا وکلا۔

ہاں ایک بات آپ نے بہت صحیح لکھی ہے کہ اگر آپ میری تفسیر کے کسی مقام کو خلاف سیاق کلام (اگر چہ مجھ کو نہایت شبہ ہے کہ تم اس بات کو سمجھے بھی ہو کہ قرآن مجید کا سیاق کلام کیا ہے اور کس طور پر ہے) اور خلاف الفاظ قرآن اور خلاف محاورہ عرب جاہلیت ثابت کر دو تو میں اسی وقت اپنی غلطی کا مقر ہو جاؤنگا۔ مگر مجاز وحقیقت میں یا استعارہ وکنایہ یا خطابیات میں بحث مت کرنا کیونکہ جیسا تم کو کسی لفظ کے حقیقی یا لغوی معنی لینے کا حق ہے ویسا ہی مجھ کو اس کے مجازی معنے لینے یا استعارہ اور کنایہ یا از قسم خطابیات قرار دینے کا حق ہے اور اس کے لئے ایک عام مثل دینی کافی ہے۔ جیسے کہ علماء نے نسبت خدا کے ید اور وجہ اور استوی علی العرش اور ہبوط کے مذاہب مختلفہ اختیار کئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ شائد تم بھی ان کے حقیقی اور لغوی معنی نہیں لیتے اور اس کے لئے کوئی وجہ رکھتے ہو، اسی طرح میں بھی ایسا کرنے کے لئے قطعی اور یقینی وجہ رکھتا ہوں۔ پس اس پر بحث، بحث نہ ہو گی بلکہ مکابرہ ہوگا۔

جان من! حقیقت یہ ہے کہ تم نے خدا کی عظمت کا جس عظمت کے وہ لائق ہے اور قرآن مجید کی صداقت کا جس صداقت کے وہ لائق ہے اور مذہب اسلام کی عزت اور سچائی کا جس عزت اور سچائی کے وہ لائق ہے، اپنے دل پر نقش کا لحجر نہیں کیا ہے۔ اس لئے تمہاری رائے یا تمہارا دل اور تمہارا ایمان ڈانوا ڈول ہوتا ہے اگر تم خیالات ... دل سے محو کر کے یہ سچا اور دلی یقین کر لو کہ خدا سچا ہے اور قرآن اس کا کلام اور بالکل سچا ہے تو تم کو اس قسم کے شبہات ہرگز پیدا نہ ہوں۔

پس سمجھو کہ تفسیر لکھنے میں میرے اصول کیا ہیں اس کے بالاستیعاب بیان کرنے کو (مکاتبۃ الخلان) تو ایک رسالہ مستقل چاہیے مگر میں چند کو جو مقدم ہیں بتلاتا ہوں:

پہلا اصول۔ یہ ہے کہ خدا سچا ہے اور قرآن مجید اس کا کلام اور بالکل سچ اور صحیح ہے کوئی علم یعنی سچ اس کو جھٹلا نہیں سکتا بلکہ اس کی سچائی پر زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرا اصول یہ ہے کہ اب ہمارے سامنے دو چیزیں موجود ہیں۔

۱۔ ورک آف گاڈ، یعنی خدا کے کام۔

۲۔ ورڈ آف گاڈ، یعنی خدا کا کلام یعنی قرآن مجید۔

اور ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہیں ہوسکتا اگر مختلف ہوتو ورک آف گاڈ تو موجود ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ورڈ آف گاڈ جس کو کہا جاتا ہے اس کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے نعوذ باللّٰہ منھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ دونوں متحد ہوں۔

تیسرا اصول: ورک آف گاڈ یعنی قانون قدرت ایک عملی عہد خدا کا ہے اور وعدہ اور وعید یہ قولی معاہدہ ہے اور ان دونوں میں سے کوئی بھی خلاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اس کی تسلیم سے خدا کی قدرت مطلق میں نقصان آتا ہے، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا خیال ہے، محض غلط اور وہم اور ناسمجھی ہے۔

چوتھا اصول۔ خواہ یہ تسلیم کرو کہ انسان مذہب یعنی خدا کی عبادت کے لئے پیدا ہوا ہے، خواہ یہ کہو کہ مذہب انسان کے لئے بنایا گیا ہے، دونوں حالتوں میں ضرور ہے کہ انسان میں بہ نسبت دیگر حیوانات کے کوئی ایسی چیز ہو کہ وہ اس بار کے اٹھانے کا مکلّف ہو۔ اور انسان میں وہ شئے کیا ہے؟ عقل ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ جو مذہب اس کو دیا جاوے وہ عقل انسانی کے مافوق نہ ہو (مجھ کو افسوس ہے کہ تم ہرگز نہیں سمجھتے کہ عقل انسانی اور عقل شخصی میں کیا فرق ہے) اگر وہ عقل انسانی کے مافوق ہے تو انسان اس کا مکلّف نہیں ہوسکتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہ بیل یا گدھے کو امر و نہی کا مکلّف قرار دیا جائے یا جونپور کا قاضی بنا دیا جائے۔

مذہب اسلام اور خدا کا کلام ان نقصانوں سے پاک ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ تم سمجھ لو اور سمجھ کر یقین کرو کہ جو کچھ خدا بتاتا ہے اور کہتا ہے وہ سچ ہے۔ اس سے زیادہ سچائی کیا ہوسکتی ہے جو بانی اسلام کی زبان سے کہدینے کو خدا نے فرمایا انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ انّما الھکم الہ واحد۔ ، انّما انا بشیر وّ نذیر (میں تو صرف مثل تمہاری انسان ہوں مگر مجھ پر وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ ، میں صرف خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں)

جان من! مذہب اسلام اور خدا کے کلام کو دیو اور پری قصے مت بناؤ ورنہ جو فوقیت اسلام کو دوسرے مذاہب باطلہ سے ہے وہ ساقط ہو جاتی ہے اور اسلام عقل انسانی کی رو سے قابل یقین نہیں رہتا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاہل ایک بات کو جو عقل انسانی کے مافوق بات ہے، مان سکتا ہے اس وجہ پر کہ فلاں بزرگ نے کہی ہے، اور اسکا ایمان مضبوط رہتا ہے کیونکہ وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔ مگر جس کو خدا نے عقل انسانی یا اسکا کوئی حصہ عطا کیا ہے وہ ایسی بات پر جو مافوق عقل انسانی ہے، یقین نہیں کرسکتا

میں نے بہت سے عالموں کو یہ بات کہتے سنا ہے اور شاید تم پر بھی گذرا ہوگا کہ فلاں بات دل میں تو نہیں بیٹھتی یا سمجھ میں تو نہیں آتی مگر قرآن یا حدیث میں آئی ہے، مان لینی چاہیے۔ اس طرح مان لینے پر یقین اور ایمان کامل کا اطلاق نہیں ہوسکتا گو کہ نجات کے لئے کافی ہو۔

اب تمہارے دل میں بہت سے شبہات پیدا ہونگے اور تم خیال کرو گے کہ مذہب اسلام اور قرآن مجید میں تو بہت باتیں مافوق عقل انسانی ہیں۔ مگر یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے قرآن مجید اس نقصان سے پاک ہے۔

تم نے بہت مدت تک نوکری کی۔ اب اس کو چھوڑ دو، علی گڈھ میں چلے آؤ۔ یہاں رہو چند مدت کی گفتگو اور سمجھانے اور بتانے کے بعد تم کو ثابت ہو جاوے گا کہ اسلام میں اور قرآن مجید میں کوئی بات مافوق عقل انسانی نہیں ہے۔ والسلام۔ ۱۷۔ اگست ۱۸۹۲ء۔ خاکسار سید احمد

☆ محسن الملک بنام سرسید احمد خان

حیدرآباد دکن۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۲ء

جناب عالی! آپ کا ۱۷۔ اگست کا لکھا ہوا خط پہونچا۔ مجھے اس کا ذرا بھی خیال نہ تھا کہ ان دو فقروں پر جو یوں ہی سرسری طور پر میرے قلم سے آپ کی تفسیر کی نسبت نکل گئے تھے آپ اتنی توجہ فرمائیں گے اور اس کے متعلق ایسا بڑا خط لکھیں گے۔ مگر میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے اس پر ایسی توجہ فرمائی اور مجھے اپنے شبہات کا زیادہ تفصیل سے عرض کرنے کا موقع دیا۔ مجھے امید ہے کہ آپ نہایت ٹھنڈے دل سے میری اس تحریر کو ملاحظہ فرمائیں گے اور محققانہ جواب سے میرے دل کے سارے شکوک دور کردیں گے۔ آپ یقین کیجئے کہ میں اگرچہ آپ کے نزدیک آبائی تقلید کی دلدل میں پھنسا ہوں مگر اس سے نکلنے پر آمادہ ہوں بشرطیکہ آپ مجھے ثابت کردیں کہ میں درحقیقت کسی ایسی دلدل میں پھنسا ہوں، اور یہ کہ اس سے نکلنے کے بعد کسی ایسے گہرے تاریک اور آگ سے بھرے ہوئے غار میں گرنے کا اندیشہ نہیں ہے جس کی نسبت میرے حق میں دلدل ہی میں پھنسا رہنا زیادہ مفید ہو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت! آپ نے اٹھارہ برس کے بعد میرے دل پر تازیانہ لگایا ہے اور بھرے ہوئے زخم کو پھر ہرا کیا۔ اگر اس کے درد سے میں چلاّ ؤں اور نالہ وشیون کروں تو مجھے معذور سمجھئے اور میرے شور وفغان کو سن کر میرے درد کی دوا فرمایئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اور چوٹ لگا دیں اور مجھے چلاّ نے اور غل مچانے پر زیادہ مجبور کریں۔

جناب والا! آپ نے میرے اس خیال کی نسبت، جو آپ کی تفسیر کی نسبت ہے، دو سبب قرار دیئے ہیں۔ ایک آبائی خیالات کی پابندی دوسرے علماء کے اقوال اور تفاسیر پر یقین۔ پہلے امر کی نسبت میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا نے اپنی مہربانی سے مجھے مسلمان کے گھر میں پیدا کیا۔ بچپن سے میرے کان میں اسلام کی باتیں ڈالیں۔ لڑکپن سے میں اسلامی باتیں سنتا رہا اور بلا شبہ ان کا بہت بڑا اثر میرے دل پر ہوا۔ مگر میں یہ بات نہیں مان سکتا کہ جو کچھ میں نے سنا اور جو کچھ سنی ہوئی باتوں کا اثر میرے دل پر ہوا وہ عموماً ایسا قوی تھا کہ اس کو میں دل سے مٹا نہیں سکا۔ میں اپنی زندگی کے پچھلے دنوں پر جب ایک سرسری نظر ڈالتا ہوں تو ایک بہت بڑا سلسلہ ایسے خیالات اور اعتقادات کا پاتا ہوں جن میں نہایت تغیر وتبدل ہوا ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی دیکھتا ہوں جن کو میں اول صحیح سمجھتا تھا مگر اب غلط جانتا ہوں۔ اور بہت سے خیالات ایسے ہیں جن کو ایک زمانہ میں برا جانتا تھا مگر اب اچھا سمجھتا ہوں۔ پھر میں یہ تغیر خیالات کا صرف جزئیات میں نہیں پاتا بلکہ اصول اور کلیات میں بھی۔ پس اگر آپ کے ارشاد کے موافق آبائی تقلید کی جڑ میرے دل میں ایسی مضبوط ہوتی کہ کسی طرح وہ اکھڑ نہ سکتی تو میں اپنے دل سے ایسے خیالات کو جو لڑکپن سے میرے دل میں جمے ہوئے تھے کیونکر اکھاڑ کر پھینک دیتا، اور بہت سی ایسی باتوں کو جو سنتے سنتے کاالنقش فی الحجر ہوگئی تھیں، حرف غلط کی طرح صفحہ دل سے کس طرح مٹا سکتا۔ اس لئے جہاں تک میں اپنے دل کو دیکھتا ہوں اسے حق کے قبول پر آمادہ اور آبائی خیالات اور رسم ورواج اور قوم اور برادری کی پابندی سے آزاد پاتا ہوں۔ اس پر میری رائے جب کہ آپ کی تفسیر کے بعض مضامین سے ایسی مخالف ہے کہ اس کی نسبت القول بما لا یرضی به قائله کہہ بیٹھا تو اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوگا۔ بظاہر حالات تو مقتضی اس کے تھے کہ میں آپ کی رائے سے اتفاق کرتا اور آپ کے ہر خیال کو اچھا سمجھتا، اس لئے کہ علاوہ اس یقین کے جو مجھے آپ کے اسلام اور عالی دماغی اور بلند خیالی اور پاک باطنی پر ہے، میرے دل کو آپ سے وہ نسبت ہے جو لوہے کو مقناطیس سے۔ جس طرح کہ اس کے اختیار سے خارج ہے کہ مقناطیس کی طرف نہ جھکے اور اپنے آپ کو اس کی کشش سے بچا سکے اسی طرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میرے امکان میں نہیں ہے کہ آپ کی بات نہ مانوں اور آپ کے خیالات کا ہمصفیر نہ بنوں۔ مگر باوجود اس کے جبکہ میں آپ کی تفسیر کے بعض مضامین کا مخالف ہوا اور مخالف بھی ایسا کہ اس مخالفت کو نہ آپ کی وہ عظمت و وقعت جو میرے دل میں ہے روک سکی، نہ وہ محبت و ارادت جو مجھے آپ سے ہے اس کی مانع ہوئی، نہ آپ کی جادو بھری تحریر نے اثر کیا، نہ آپ کی پرزور تقریر نے، تو میرے پیارے سید! خدا کے لئے انصاف کرو کہ اس کا سبب بچپن کی سنی سنائی باتوں کا اثر ہوگا یا اس قوت ایمانیہ کا جس کے مقابلہ میں سارے خیالات محبت اور عظمت اور ارادت کے دب گئے۔ اور یہ کمزور دل کا کام ہے یا اس زبردست دل کا جسے حق بات پر کسی اور چیز نے غالب نہ ہونے دیا۔

دوسرا سبب۔ میری مخالفت کا آپ اس اعتقاد کو قرار دیتے ہیں جو مجھے علماء کے اقوال اور تفاسیر کے رطب و یابس روایات پر ہے اور جو آپ کے نزدیک پہلے سبب کا قوی اور مضبوط کرنے والا ہے۔ آپ کی اس تحریر نے مجھے نہایت متعجب کیا، اس لئے کہ آپ سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ میرے خیالات اس بارہ میں کیا ہیں اور علماء اور انکی کتابوں کی نسبت میں کیا رائے رکھتا ہوں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ میرے نزدیک نہ کوئی کتاب خدا کی کتاب کے سوا غلطی سے پاک ہے گو وہ کیسی ہی اصح الکتب کیوں نہ سمجھی گئی ہو، اور نہ کوئی شخص سوائے رسول مقبول ﷺ کے خطا اور غلطی سے محفوظ ہے گو وہ صحابی اور امام ہی کیوں نہ ہو۔ بلاشبہ اسلام اس پر فخر کرسکتا ہے کہ اس میں بہت بڑے مفسر اور محدث اور مجتہد اور عالم اور فقیہہ اور حکیم ہوئے اور بہت مفید اور قابل قدر کتابیں لکھی گئیں اور ہمارے بزرگوں نے بہت بڑا ذخیرہ علم کا ہمارے لئے چھوڑا اور ہم ان کے علم اور اجتہاد اور رائے اور تالیفات سے بہت بڑی مدد پاتے ہیں، مگر کوئی بھی ان میں معصوم نہ تھا۔ نہ کسی پر جبریل امین وحی لائے تھے، نہ کسی کی شان میں خدا نے ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا و حی یوحی (وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ وہ وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے) فرمایا تھا۔ اس پر بھی اگر کوئی کسی کو ہر طرح سے ہر بات میں اور ہر حالت میں واجب التقلید سمجھے اور باوجود ظاہر ہو جانے غلطی کے خواہ وہ عقل وفطرت کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے اسی کی کہی ہوئی یا لکھی ہوئی بات کو سچ سمجھتا اور یقین کرتا رہے تو وہ میرے نزدیک مشرک فی صفۃ النبوۃ ہے اور عقل سے خارج اور راہ راست سے کوسوں دور۔ کیا خوب فرمایا امام غزالی نے من جعل الحق وقفاً علی واحد من النظار فھو الی الکفر و التناقض اقرب (جو شخص کسی ایک خاص مجتہد پر حق کو منحصر سمجھے تو وہ کفر اور تناقض سے زیادہ تر قریب ہے)۔ پس جب کہ عالموں اور کتابوں کی نسبت میری یہ رائے ہو، جسے آپ خوب جانتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں، تو آپ میرے اس تعجب اور تاسف کا اندازہ کر سکتے ہیں جو آپ کی اس تحریر سے مجھے ہوا ہوگا۔ خیر آپ کو اختیار ہے جو سبب چاہیں آپ اس کا قرار دیں۔ خواہ بچپن کے خیالات کو، خواہ علماء کے اقوال پر یقین کرنے کو۔ مگر میرے نزدیک تو اس کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ کی تفسیر بعض مقام پر تفسیر الکلام بما لا یرضی به قائله ہے۔

جناب من! مجھے تو آپ نے اپنی تفسیر کے اعلیٰ مقامات کے نہ سمجھنے پر یہ الزام لگایا کہ بچپن کی سنی سنائی باتیں دل میں ایسی جم گئی ہیں کہ انہوں نے غور وفکر کی قوت کو بے کار کر دیا ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ اس زمانہ کے فلاسفر اور سائنس (علم) کے جاننے والے جو تمام درجے نیچر (فطرۃ) کے طے کر کے نئی روشنی دنیا میں پھیلا رہے ہیں اگر حضرت کی نسبت کہیں کہ گو آپ نے تقلید چھوڑی، کتابوں کو سمجھا، عالموں اور مفسروں کی تضحیک کی، اور اپنے نزدیک تحقیق کے بڑے بڑے درجہ پر قدم رکھا، اور قرآن کو نیچر اور قوانین نیچر کے مطابق کرنے میں بڑی زحمت اٹھائی، مگر باوجود اس عالی دماغی اور روشن ضمیری اور محققانہ خیالات اور حکیمانہ دماغ کے بچپن کی سنی سنائی باتوں کے اثر سے آپ اپنے آپ کو بچا نہ سکے (کچھ عجب نہیں کہ اس مقام پر جو کچھ کہا ہے سچ ہو مگر میں نے اپنی دانست میں خدا اور رسول کو اور اسلام کی حقیقت کو بعد تحقیق اور بعد یقین مانا ہے۔ بایں ہمہ اگر اس میں کوئی شائبہ بچپن کی سنی ہوئی باتوں اور تعلیم پائی ہوئی کے اثر کا ہو، اس سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ سید احمد) اور اب تک خدا کے مقرر رسول کے قائل اور اصول دین کے معتقد بنے رہے۔ قصور معاف آپ کو اس کے جواب دینے میں اتنی آسانی نہ ہوگی جتنی کہ مجھے آپ کے ارشاد کے جواب میں ہے۔ اس لئے کہ میں ایک حد پر پہنچ کر عقل کو معزول اور فطرت سے اپنے آپ کو بے خبر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لوں گا اور علی بد ین العجا ئز کا اقرار کرنے لگونگا، مگر آپ کو بڑی مشکل پیش آوے گی کہ آپ ایک اصل کو بھی اصول دین سے اور ایک اعتقاد کو بھی منجملہ معتقدات مذہب کے ماڈرن سائینس (علوم جدیدہ) اور زمانہ حال کے فلسفہ کی رو سے لاء آف نیچر کے مطابق ثابت نہ کر سکیں گے (یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ مجھے دعوی ہے کہ میں عہدہ برآ ہو سکونگا۔ و الا فهو كاف لتسكين قلبي و لا حا جة لي ان اقو ل علی بد ین العجا ئز۔ سید احمد)۔ یہ میرا کہنا درحقیقت معارضہ بالمثل نہیں ہے اور نہ آپ کی جناب میں گستاخانہ خیال۔ میں اپنی ارادت اور عقیدت اور آپ کی شان کو اس سے بہت ارفع واعلیٰ سمجھتا ہوں کہ کوئی بے ادبانہ اور گستاخانہ بات زبان پر لاؤں۔ مگر عقیدت یا عظمت واقعات کو بدل نہیں سکتی۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ ایک واقعہ ہے اور اس زمانہ کے فلاسفر اور حکیم اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نئی سائنس کے عالم مذہبی خیالات رکھنے والوں کی نسبت یہی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک بہت بڑا یورپین عالم اپنی ایک مشہور کتاب میں جہاں اس نے خدا تعالیٰ کی قدرت اور ارادہ اور علم اور تصرف فی العالم اور خالق خیر و شر ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے ایک ایسی علۃ العلل قرار دیا ہے جسے کسی قسم کا اختیار یا تصرف عالم میں نہیں ہے، کہتا ہے کہ:

یہ عقیدہ پرانے خیالات سے زیادہ تر صاف اور عاقلانہ ہے مگر اس میں شک نہیں اس کے ماننے کے لئے زیادہ قوت دل کی ضرورت ہے اور جن لوگوں کو ہر معمولی واقعہ میں خدا کی خاص قدرت اور ارادہ اور پیش بینی اور ہر روزمرہ کی چیز میں اس کی نگرانی اور علم کے آثار پانے کی عادت ہوگئی ہے ان کو یہ عقیدہ سرد اور غیر تسکین بخش معلوم ہوگا لیکن امیدیں اور خیالات واقعات کے مقابلہ میں بے طاقت ہیں۔

ایک اور صاحب فرماتے ہیں:

کہ جسے لوگ خدا اور خالق کہتے ہیں وہ خود انسان کا مخلوق ہے۔

یعنی اپنے دل سے اسے پیدا کر لیا ہے اور اپنی صفات کا جامع قرار دیا ہے۔ یہ صاحب دنیا کے ناقص اور غیر مکمل اور بے ترتیب ہونے پر اس کے بنانے والے کو براہ تمسخر و طنز نوآموز قرار دے کر خدا کے ماننے والوں کو احمق اور بے وقوف کہتے اور کتب آسمانی کے غلط اور جھوٹ ہونے پر انہیں کی شہادت لاتے ہیں۔ چنانچہ انجیل سی پاک کتاب کی نسبت آپ فرماتے ہیں:

میری رائے میں کسی دانشمند آدمی کو اس بات کے یقین دلانے کو کہ انجیل انسان کی بناوٹ بلکہ وحشیانہ ایجاد ہے صرف اسی قدر ضرورت ہے کہ وہ انجیل کو پڑھے۔

پھر آپ لوگوں سے فرماتے ہیں کہ:

تم انجیل کو اس طور سے پڑھو جیسے کہ تم اور کسی کتاب کو پڑھتے ہو اور اس کی نسبت ایسے خیالات کرو جیسے کہ اور کتابوں کی نسبت کرتے ہو۔ اپنی آنکھوں سے تعظیم کی پٹی نکال ڈالو اور اپنے دل سے خوف کے بھوت کو بھگا دو اور دماغ اوہام سے خالی کرو۔ تب انجیل مقدس کو پڑھو تو تم کو تعجب ہوگا کہ تم نے ایک لحظہ کے لئے بھی کیونکر اس جہالت اور ظلم کے مصنف کو عقل مند اور نیک اور پاک خیال کیا تھا۔

(آپ یقین کر لیں کہ جب ہم ان کے مقابل کچھ لکھیں گے تو ان کے اقوال کا غلط ہونا نیچر کی رو سے اور عقلی دلائل سے ثابت کریں گے۔ سید احمد)۔ یہ خیالات کچھ ایک دو مصنفوں کے نہیں بلکہ اکثر سائنس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاننے والے مذہب کے ماننے والوں اور خدا تعالی کے متصف بصفات وجو بیہ وسلبیہ سمجھنے والوں پر نہایت تعجب اور تاسف کرتے ہیں ۔ پس جب تک کہ آدمی علم کی معراج کے اس درجہ پر نہ پہنچ جاوے وہ ایسے لوگوں کے نزدیک ضرور آبائی خیالات کا پابند سمجھا جاوے گا اور جب تک خدا اور رسول اور معاد اور اصول دین کو مانتا رہے، گو وہ کتنے ہی زینے علم ونیچر کے طے کر چکا ہو، مجھ ہی سا ضعیف القلب اور کمزور ٹھہرے گا۔ اگر فرق ہوگا تو کمی بیشی کا۔ مجھے ایسے لوگ زیادہ بودے دل کا سمجھیں گے اس لئے کہ میں خدا کو قاضی الحاجات سمجھتا ہوں، دعا کو ایک سبب حصول مقصد کا اور اجابت دعا کے معنی مطلب کا حاصل ہونا جانتا ہوں، جبریل کو ایک فرشتہ وحی لانے والا اور نبوت کو ایک عہدہ خدا کا دیا ہوا خیال کرتا ہوں۔ آپ کو ان باتوں کے انکار سے بہ نسبت میرے زیادہ قوی اور زیادہ ہمت والا سمجھیں گے، مگر پورا مرد اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کی قید سے کامل آزاد نہ کہیں گے اس لئے کہ آپ بھی خدا کے معتقد رسول کے قائل قرآن کے مقر ہیں اور عذاب وثواب حشر و نشر وغیرہ اصول دین کو مانتے ہیں گو بعض کی حقیقت میں عامہ مسلمین سے کچھ اختلاف رکھتے ہوں۔

بہر حال جو دو سبب آپ نے میری مخالفت کے اپنی تفسیر سے قرار دیئے ہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں مانتا (الحمدللہ۔ سید احمد)۔ اب رہا یہ امر کہ میرے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی آئی تھی جس سے مجھے ثابت ہوا کہ مرضی قائل یعنی خدا کی وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں اس کی نسبت بادب تمام عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر تو وحی آنے کی ضرورت جب ہوتی کہ میں کوئی ایسی بات بیان کرتا جو انسانوں کی معمولی سمجھ سے خارج ہوتی، یا وہ معنی قرآن بیان کرتا جسے نہ صاحب الوحی سمجھے تھے، نہ صحابہ، نہ آئمہ، نہ عامہ مسلمین (ابھی یہ دعوی ثابت نہیں ہوا اور بغیر اس کے ثابت کرنے کے کیونکر اس کو دلیل گردانا ہے۔ سید احمد) ہاں آپ نے بعض مقامات پر قرآن کے وہ معنی بتائے ہیں جو نہ لفظوں سے نکلتے ہیں، نہ محاورہ عرب کے مطابق ہیں، نہ سیاق کلام کے موافق، بلکہ جو اسلام کا منشاء اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصلی غرض ہے، ان سب کے خلاف ۔ پس ایسی صریح اور صاف بات کے لئے مجھ پر وحی آنے کی ضرورت نہ تھی اور خدا کی عام مرضی معلوم ہونے کے بعد جو معنی اس کے خلاف لئے گئے اس پر لا یرضی بہ قائلہ کہنا بے جا نہ تھا۔ اب رہا اس کا ثبوت، وہ میں آئندہ آپ کی تفسیر کے بعض اقوال نقل کر کے بخوبی دونگا۔ (مگر جب دو گے اور جب ثابت کرلو گے تب دلیل میں لانا اس وقت اس پر استدلال بے موقع ہے۔ سید احمد)

مگر بایں ہمہ آپ یہ خیال نفرماویں کہ میں اس ضرورت سے بے خبر ہوں جس نے آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو تفسیر لکھنے پر مجبور کیا، یا مذہب اور علم کی اس لڑائی سے ناواقف ہوں جو نہایت زور شور سے اس زمانہ میں ہو رہی ہے، یا میں علم کے حملہ کو خفیف سمجھتا ہوں جو نئے ڈھنگ سے اور نو ایجاد ہتھیاروں سے مذہب پر کر رہا ہے، یا میں اپنے ہاں کی موجود کتابوں کو اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی سمجھتا ہوں، یا نئے خیالات اور نئے افکار کا مخالف ہوں۔ غالباً کم آدمی ایسے ہوں گے جو مجھ سے بڑھ کر اس بات کے خواہشمند ہوں کہ مذہب علم کے حملہ سے بچایا جاوے اور کم ایسے لوگ ہوں گے جو آپ کی اس ہمت کی داد دیتے ہوں۔ آپ اس لڑائی میں اسلام کا سفید علم لے کر علم کے سامنے آئے اور ایسے غالب اور قوی حریف سے مصالحت کی کوشش کی۔ مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں جانتا کہ تفسیر لکھنے سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اسلام اپنی سلطنت پر قائم رہے اور علم اس کا دوست سمجھا جاوے۔ اور آپ کی تفسیر میں اس بات کی بہت سی نشانیاں بھی پائی جاتی ہیں اور وہ غور سے دیکھنے والے کو نہایت اعلیٰ مضامین اور حکیمانہ خیالات اور محققانہ باتوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ لا ریب فیہ انہ کنز مکنون من جوا ھر الفوا ئد و بحر مشحو ن بنفا یس الفرا ئد (اس میں شبہ نہیں کہ وہ فوائد کے جواہرات کا ایک مدفون خزانہ اور عجیب نکات کا سمندر ہے) مگر میں یہ نہیں مانتا کہ آپ ہر جگہ اس مقصود کے حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ بلکہ برخلاف اس کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ بعض جگہ تسامح کے درجہ سے گذر کر مغالطہ میں پڑ گئے اور جس حد پر پہنچ کر آپ کو ٹھہرنا چاہیے تھا اس سے گذر گئے۔ آپ نے ان باتوں کو جو اس زمانہ کے علم و سائینس نے پیدا کی ہیں بغیر کسی شک و شبہ کے صحیح اور یقینی مان لیا اور جو باتیں قرآن میں بظاہر اس کی مخالف معلوم ہوئیں اس میں ایسی تاویلیں کرنی شروع کیں کہ قرآن مجید کا مقصود ہی فوت ہو گیا اور اس پر ستم ظریفی آپ کی یہ ہے کہ آپ تاویل کو کفر قرار دیتے ہیں اور اپنی تفسیر کو قرآن کے الفاظ اور سیاق اور محاورے اور مقصود محاورے کے مطابق بتاتے ہیں لیکن اس سے بھی آپ کا اصل مقصود کوسوں دور رہا۔ اس لئے کہ نیچر اور لاء آف نیچر اگر وہی ہے جو اس زمانہ کے یورپین حکیم بتاتے ہیں تو خدا کی خدائی اور رسولوں کی رسالت اور عذاب و ثواب کا اقرار وہی آبائی تقلید اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کا اثر سمجھا جاوے گا اور قرآن باوجود انکار معجزات اور خرق عادات اور دعا اور اجابت دعا اور فرشتوں اور جنات کے نیچر اور لاء آف نیچر کے مخالف ہی رہے گا۔ پس میرے نزدیک آپ دو مصیبتوں میں سے ایک میں سے بھی نہ نکل سکے۔ کہیں قرآن کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور کہیں لاء آف نیچر کے ثابت کرنے میں۔ بعض جگہ تو آپ قرآن کا وہ مطلب سمجھے جو نہ خدا سمجھا، نہ جبریل۔ نہ محمد ﷺ، نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ، نہ اہل بیت، نہ عامہ مسلمان۔ اور کہیں نیچر کے دائرہ سے نکل گئے اور مذہبی آدمیوں کی طرح پرانے خیالات اور پرانی دلیلوں اور پرانی باتوں کا گیت گانے لگے۔ چنانچہ آپ کی تفسیر میں دونوں باتوں کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جہاں آپ نے دعا اور اجابت دعا کے مشہور معنوں سے انکار کیا معجزات اور خرق عادات کو ناممکن سمجھ کر حضرت عیسیٰؑ کے بے باپ پیدا ہونے اور ان کی طفلی کے زمانہ کے واقعات اور احیائے اموات وغیرہ باتوں کو اہل کتاب کی کہانیاں بتلایا، وہاں آپ نے دکھا دیا کہ آپ کی تفسیر قرآن کے الفاظ اور سیاق عبارت اور اس کے عام منشاء سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ اور جہاں آپ نے خدا کی خدائی اور پیغمبر کی پیغمبری اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے اور ثواب وعذاب وغیرہ کا اقرار کیا، گو اس کی حقیقت میں علمائے ظاہری کی رایوں سے اختلاف کیا ہو، وہاں آپ نے ثابت کر دیا کہ نیچر اور لاء آف نیچر کا کچھ بھی اثر آپ پر نہیں ہوا۔ سب پرانے خیالات آپ کے دل میں سمائے ہوئے ہیں جن پر نیچر کے جاننے والے اور لاء آف نیچر کے ماننے والے ہنستے ہیں۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اعتقادات، لاء آف نیچر (قوانین فطرۃ) کے مطابق ہیں (ہاں۔ سید احمد) یا ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے (ہاں ہو سکتی ہے۔ سید احمد) اور اعتقادات کا تو کیا ذکر ہے آپ صرف خدا کی خدائی فلسفہ جدیدہ سے ثابت کر دیجئے (بیشک۔ سید احمد) اور اس کے خالق اور قادر اور حکیم اور علیم ہونے کا حکیمانہ ثبوت حکماء زمانہ حال کے اقوال سے پیش کیجئے (اس کی مجھے حاجت نہیں۔ سید احمد) میرے نزدیک اکثر فلسفی تو ایسے باہمت اور بہادر اور دل کے قوی ہیں کہ وہ خدا کے وجود کے اعتقاد سے بڑھ کر کسی بات کو بے ہودہ نہیں سمجھتے۔ اور نعوذ باللہ خدا کو خود انسان کے وہم وخیال کا پیدا کیا ہوا کہتے ہیں۔ ہاں بعض اس کے وجود کے قائل ہیں یا یوں کہیے کہ منکر نہیں ہیں مگر وہ بھی کس خدا کے قائل ہیں؟ اس خدا کے نہیں جو ابراہیمؑ اور محمد ﷺ کا خدا ہے، بلکہ اس خدا کے جو ڈارون اور ہیگل کا خدا ہے، جس کا نام ان کی زبان میں فرسٹ کاز اور عربی میں علۃ العلل ہے۔ وایں خدا بجوئے نمی ارزد و بکار ما نمی آید

ان کے خدا نے نہ کسی چیز کو اپنے ارادے اور مرضی سے پیدا کیا اور نہ کر سکتا ہے۔ نہ کسی چیز میں تصرف کیا، نہ کر سکتا ہے۔ نہ وہ کسی قسم کا اختیار رکھتا ہے، نہ کسی چیز کو جانتا ہے، نہ کسی بات کو سنتا ہے، نہ قاضی الحاجات ہے، نہ سمیع الدعوات، نہ فاعل مختار، نہ قادر علی الاطلاق۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک ہستی ہو جس سے کوئی غیر معلوم مادہ بلا اس کے اختیار اور بغیر اس کی مرضی کے اور بغیر تقدم زمانہ کے ظاہر یا پیدا ہو گیا، اور اس سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وھلم جراً مواد پیدا ہوتے ہوتے مادی کائنات کا ظہور ہوا، اور ایک نا کامل حالت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں کروڑوں برسوں کے تغیرات اور تنازعات کے بعد یہ دنیا بنی۔ اور جو کچھ اب ہم دیکھتے ہیں اس کا اس طور پر ظہور تدریجی عمل میں آیا۔ و لکن لیس فیھما ما یدلّ علی الاختیار بل کلّہ عن الاضطرار (اوران میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اختیار پر دلالت کرتی ہو بلکہ وہ سب اضطراری ہیں) ۔ پس اگر یہ مسئلہ نیچر کا مان لیا جائے اور یہ لاز آف نیچر تسلیم کر لئے جاویں، تو فرمایئے کہ وہ خدا جو خالق اور صانع اور قادر اور مرید سمیع علیم مصور اور حکیم اور کیا کیا مانا جاتا ہے، کہاں باقی رہتا ہے؟ اور جب تک کوئی ڈارون کا ہم خیال اور ہیگل کا ہمصفیر نہ بن جاوے کیونکر وہ دل کا مضبوط اور دانشمند کہا جا سکتا ہے (ہم ان کی ان سب باتوں کی غلطی نیچر سے ثابت کرنے کو موجود ہیں اور نیچر ہی سے اس خدا کو ثابت کرتے ہیں جو ابراہیم اور محمد ﷺ کا خدا ہے۔ سید احمد)۔ رہا ان کا ہم خیال اور ہمصفیر ہونا، اس کی کسی اور کو خواہش ہو تو ہو، مجھے تو نہ اس کی خواہش ہے اور نہ طاقت (شاباش۔ شاباش۔ سید احمد)۔ میرا بودا دل اور ضعیف دماغ تو پنے اولڈ (پرانے) خدا کے چھوڑنے اور ساری صفات سے اسے خالی کر کے صرف فرسٹ کاز (علۃ العلل) ماننے سے بہت گھبراتا اور لرزتا ہے (شاباش شاباش۔ سید احمد) میں تو اپنی نادانی اور بزدلی کو اپنے حق میں ایسے حکیموں کی دانائی اور جوانمردی سے بہت زیادہ مفید سمجھتا ہوں۔ لان البلاھۃ اوفی الی الخلاص من فطانۃ بتراء و العمی اقرب الی السّلامۃ من بصیرۃ ھؤلاء

اب میں اس خط کو تمام کرتا ہوں اس لئے کہ جو دلچسپ مضمون آپ نے چھیڑا ہے وہ ایک یا دو خط میں نہیں آ سکتا، ضرور ہے کہ ایک سلسلہ ایسی تحریرات کا آپ کی اور آپ کی بدولت شائقین کی خدمت میں پیش کیا جاوے۔ میں اگلے خط میں نیچر اور لاء آف نیچر اور ورک آف گاڈ یعنی خدا کے کام، اور ورڈ آف گاڈ یعنی خدا کے کلام سے جو آپ کی تفسیر کے اصول میں سے ایک اصول ہے، بحث کرونگا اور اس بات کو دکھا دونگا کہ اس زمانہ کی سائنس کی رو سے جن کو آپ ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کہتے ہیں، بلکہ خود گاڈ، خیالی ڈھکوسلے اور اولڈ فیشن والوں کے سڑیل خیالات ہیں۔ کہاں کا گاڈ اور کہاں کا ورک آف گاڈ اور کیسا ورڈ آف گاڈ۔ علم کی روشنی نے ان تاریک خیالات سے دنیا کو پاک کرنا شروع کر دیا ہے اور جن کے دل نئے خیالات کی تیز شعاعوں سے روشن ہو گئے ہیں وہ ان لغویات کو کچھ نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک ان پرانی باتوں اور ان جہالت و وحشت کے یادگار خیالات کی جگہ اب باقی نہیں رہی۔ الّا ان دلوں میں جو آبائی تقلید کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بندھنوں میں پھنسے ہوئے اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کے دام میں گرفتار ہیں، ورنہ ماڈرن سائینس نے فتوی دے دیا ہے کہ خدا وجود معطل ہے ،رزاقی اور الوہیت بے ہودہ خیالات ہیں، دعا اور عبادت وحشیوں اور جاہلوں کے ڈر اور خوف کا نتیجہ ہے ،نبوت دھوکہ کی ٹٹی ہے، وحی افسانہ ہے، الہام خواب ہے، روح فانی ہے، قیامت ڈھکوسلہ ہے ،عذاب وثواب انسانی اوہام ہیں، دوزخ و جنت الفاظ بے معنی ہیں، انسان صرف ایک ترقی یافتہ بندر ہے، مابعد الموت نہ سزا ہے نہ جزاء، وہ مرنے کے بعد سب جھگڑوں قصوں سے پاک ہے۔ پس اے میرے بزرگ سرسید اور اے میرے پیارے مرشد! یہ ہیں خیالات ان لوگوں کے جو کہ حقیقت میں دل کے قوی اور عقل کے کامل اور حکمت کے موجد اور علوم کے دریا کے شناور ہیں الّذین یستحبّون الحیوۃ الدّنیا علی ا لآخرۃ و یصدّون عن سبیل اللّٰہ و یبغونھا عو جاً اولئک فی ضلالٍ بعید۔۱۴:۳ (جولوگ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے اور اس میں عیب تلاش کرتے ہیں ،وہ پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں)۔ محسن الملک

(لا کن یا حبیبی انت تنظر بعین واحدۃ لا بعینین تارۃً تنظر الاسلام بعین و تارۃً اقوال الملحد ین بعین و لا تنظر ما بجانب الآخر فلو نظرت کلیھما بعینین لکشفت لک حقیقۃ ا لاسلام ظاھرۃ و با طنۃ و ... لک ا لاغلا ط و الصوا ب فی اقوال الملحدین الّذین ذکرت اقوا لی باعظم الشا ن و افضل البرھان ولاختر ت صرا طاً مستقیماً اللّٰھم اھد نا الصّراط المستقیم صرا ط الّذین انعمت علیھم غیر المغضو ب علیھم ولا الضّا لین۔ آمین۔سید احمد)

☆ سرسید احمد خان بنام محسن الملک

مکرمی مہدی! آپ کا نہایت طولانی خط نہایت دلچسپ فصیح وزبردست دلکش مملوازقوت ایمانی ومزوج ازفطرت ربانی پہنچا۔خوبی تحریر وفصاحت بیان جیسا کہ آپ کا خاصہ تسلیم کیا گیا ہے آپ کی ہرتحریر میں پایا جاتا ہے، خواہ وہ میرے نام کا خط ہو، خواہ لکچر اشاعت اسلام پر، خواہ اور کوئی لکچر۔مگر معاف کیجئے اتنا ضرور کہونگا کہ ذراسی کسر تعمق نظر میں رہ جاتی ہے و عندی ھذا دا بکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بات یہ ہے کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ کوئی دوست اور صاحب سمجھ ایسا ہو جو میری تفسیر پر متوجہ ہو اور اس کی غلطیوں سے مجھے آگاہ کرے۔ اور شائد آپ کو یقین ہوگا کہ اگر وہ آگاہی آپ سے مجھ کو حاصل ہو تو اس سے زیادہ خوشی مجھے اور کوئی نہیں ہوسکتی مگر جس طرح پر آپ نے یہ خط لکھا ہے یا آئندہ نسبت کسی مقام تفسیر کے کچھ لکھیں وہ کچھ مفید نہیں ہوسکتا کیونکہ جو داب آپ کا میرے خیال میں ہے وہ مجھ کو اس طرف لے جائے گا کہ پوری غور نہیں کی اور اصل بات نہیں سمجھی۔ فروع ہمیشہ متفرع ہوتے ہیں کسی اصول پر اور اس لئے فروع پر بحث مفید نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اصل، جس پر وہ فرع متفرع ہے، صحیح یا غلط نہ قرار پاوے۔ اگر وہ اصل صحیح ٹھہرے تو ضرور ہے کہ فروع اس کے تابع قرار دیئے جاویں اور صحت اصل وہی دلیل قاطع اور برہان قطعی اس امر کی صحت کی ہوگی جو بات کہ بلحاظ تابع ہونے اس فرع کے اپنی اصل سے قرار دی گئی ہے۔

مثلاً امام شافعی کے نزدیک حرمت مصاہرت بدون ازدواج شرعی کے نہیں ہوسکتی۔ اب اس پر یہ امر متفرع ہے کہ اگر کسی کے باپ کی کسی عورت سے آشنائی ہو اور کتنی ہی مدت رہی ہو، بیٹا اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ یا خود کسی شخص نے کسی عورت سے آشنائی رکھی، پھر اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔ اس فرع کی بہت عیوب اور خرابیاں بیان ہوسکتی ہیں لیکن جب تک وہ اصل غلط نہ ٹھہرے فرع کے نقصان وعیوب بیان کرنے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔ بلکہ صحت اصل دلیل قاطع صحت فرع کی ہے وہ بحال خود باقی رہتی ہے جب تک کہ وہ اصل باطل نہ ہو۔ مشکل یہ ہے کہ ہم میں اور تم میں یہ امر طے نہیں ہوئے کہ اصول تفسیر کیا ہیں یا کیا ہونے چاہئیں۔ جب وہ اصول قرار پا جاویں اس وقت کسی خاص آیت پر بحث ہوسکتی ہے اور بغیر اس کے یہ کہہ دینا کہ یہ تفسیر نہ محاورہ عرب کے مطابق ہے نہ سیاق کلام کے موافق بلکہ جو اسلام کا منشاء اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی اصل غرض ہے ان سب کے برخلاف ہے کچھ مؤثر نہیں۔ اس طرح اوٹ پٹانگ بات کہہ دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔

میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے اور آپ سے مکاتبات ہوں صرف متعلق تفسیر اور وہ بطور رسالہ کے جمع کئے جاویں اور اس کا نام مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر و علوم القرآن رکھا جاوے۔ شروع ان مکاتبات کی اس طرح پر ہو کہ میں آپ کی خدمت میں ہر ایک اصول تفسیر کو وقتاً فوقتاً بھیجوں۔ اگر وہ اصول آپ کے نزدیک صحیح ہو تو آپ اس پر لکھ دیں کہ یہ اصول صحیح ہے۔ پس وہ ہم میں اور آپ میں اصول مسلمہ ہوگا، خواہ وہ اصول ہم دونوں نے بلحاظ مذہب آبائی تسلیم کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوخواہ از روئے تحقیق کے۔اور جس اصول کو آپ غلط تصور کریں اس کی تردید کریں۔ بعد تحریرات تین امر اس کی نسبت ہوں گے۔ یا تو آپ اس کو تسلیم کر لیں گے تو وہ اصول مسلمہ فریقین ہو جاوے گا، اور یا آپ کی تردید کو میں تسلیم کر لونگا تو اس پر کوئی تفریع معانی قرآن میں نہ جاوے گی، یا ہم دونوں میں اختلاف باقی رہے گا اس صورت میں وہ اصول آپ کے مقابلہ میں حجت نہ ہوگا۔ جب یہ سب اصول اس طرح پر طے ہو جاویں اس وقت میں آپ کو اجازت دونگا کہ اب میری تفسیر کے جس مقام کو آپ غلط سمجھیں اس پر تحریر فرماویں۔مگر جب تک اس طرح پر اول اصول نہ قرار پالیں اعتراضات وتحریرات و جواب وسوال محض بے سود معلوم ہوتے ہیں اور اوقات عزیز کا ضائع ہونا ہے۔ اگر اس طرح ایک رسالہ اصول تفسیر کی تحقیق میں ہماری اور آپ کی تحریرات کا جمع ہو جاوے تو کچھ شبہ نہیں کہ نہایت ہی مفید اور بکار ہوگا۔ پس اگر آپ اس بات کو منظور کریں تو میں آپ کی خدمت میں ان اصولوں کو وقتاً فوقتاً بھیجنا شروع کروں بعد اسکے نسبت تفسیر کے جو تحریر ہو وہ ہو۔

اخیر خط میں آپ نے لکھا ہے کہ نئے خیالات کی روشنی سے میں بتاؤنگا کہ نہ خدا ہے، نہ ورک آف گاڈ، اور نہ ورڈ آف گاڈ، بلکہ انسان ایک بندر ترقی یافتہ ہے جو فنا ہو جاوے گا۔ یہ مباحث تفسیر کی بحث سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ جبکہ آپ تفسیر کی صحت وعدم صحت سے بحث کرتے ہیں تو قرآن کا تسلیم کرنا لازم آتا ہے اور اس کو تسلیم کر کے اس کے معنی کی صحت پر یا عدم صحت پر بحث رہ جاتی ہے۔ اگر خدا پر بحث کی جائے تو وہ جداگانہ بحث ہے۔ پس آپ کا یہ خط اس حد سے جس پر آپ نے پہلا خط لکھا ہے اور جس کا جواب میں لکھا خارج ہے اور جب اس طرح خارج از مبحث کلام ہوتا ہے تو اس کی نسبت تحریرات فضول معلوم ہوتی ہیں۔

والسلام۔ از الہ آباد۔ ۸۔اکتوبر ۱۸۹۲ء خاکسار سید احمد

(مکاتبات الخلان میں اس کے بعد سرسید احمد خان کے ۱۵۔ اصول تفسیر نقل ہوئے ہیں جنہیں حذف کر کے ہم محسن الملک کا اگلا خط نقل کرتے ہیں۔ بہاء)

☆ محسن الملک بنام سرسید احمد خان

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد　　مہلتے بایست تا خون شیر شد

علی گڈھ۔۹۔فروری ۱۸۹۵ء

جناب عالی! مجھے جو تاخیر آپ کی تفسیر کے متعلق اپنے شبہات ظاہر کرنے میں ہوئی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس پر جس قدر مجھے افسوس تھا اتنی ہی اس بات امید تھی کہ آپ کی خدمت میں زیادہ حاضر ہونے اور آپ کی زبان مبارک سے الہامی مضامین سننے سے میرے شکوک دور ہو جائیں گے مگر باوجودیکہ مجھے ہفتوں بلکہ مہینوں آپ کی حضوری نصیب ہوئی آپ کی زبان الہام ترجمان سے میں نے بہت کچھ سنا، اور آپ نے اکثر نہایت عالی اور بلند مقامات مجھے دکھائے، مگر افسوس ہے کہ میرے دل کا ایک شک بھی دور نہ ہوا بلکہ بچپن سے جو خیالات میرے دل میں بیٹھے ہوئے تھے اور جن بندھنوں سے آپ مجھے چھوڑانا چاہتے تھے وہ اور مضبوط ہو گئے اور اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا کہ فلسفیانہ خیالات اور حکیمانہ رایوں نے آپ کے خیالات اس قدر بلند کر دیئے ہیں کہ ہم کم سمجھ آدمیوں کی سمجھ وہاں تک پہنچ نہیں سکتی، اور نیچر کے طوفان خیز اور ناپیدا کنار دریا میں آپ نے اپنے جہاز کو اس مردانگی اور بے باکی سے ڈال دیا ہے کہ ہمارے خیالات کی کمزور کشتیاں وہاں تک پہنچتے پہنچتے پاش پاش ہو جاتی ہیں اس لئے میں اپنے شبہات تحریراً عرض کرنا چاہتا ہوں شائد آپ کے الہامی قلم سے کچھ ایسے دلائل نکلیں کہ مجھے اس سے فائدہ پہنچے یا دوسرے لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔

آپ نے اپنے عنایت نامہ مؤرخہ ۸۔ اکتوبر ۱۸۹۲ء میں تحریر فرمایا تھا کہ تفسیر پر بحث کرنے سے اول ان اصول کا تصفیہ کر لینا چاہیے، جو تفسیر لکھتے وقت آپ کے پیش نظر تھے۔ اور ان اصول کو آپ نے تحریر فی اصول التفسیر میں بیان بھی کر دیا ہے، مگر میں ان اصول پر بحث کرنے سے معافی چاہتا ہوں، اور اجمالاً بھی ان کی نسبت اپنی موافقت یا مخالفت ظاہر نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ جو اصول آپ نے بیان فرمائے ہیں اور جس طرح ان کو تحریر کیا ہے اس کے ہر لفظ میں ہزار معنی پوشیدہ ہیں۔ اور ہر اصول پر تفصیلی بحث کی ضرورت ہے اور اگر یہ شروع ہو تو نفس مطلب رہ جائے گا، اور تفسیر کے متعلق جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں اس کی نوبت نہ آئے گی۔

میں مثالاً عرض کرتا ہوں کہ آپ اصل اول میں لکھتے ہیں کہ: ایک خدا خالق کائنات موجود ہے۔ بلاشبہ یہ اصل بالکل صحیح ہے اور کون مسلمان ہے کہ اس میں شبہ کریگا، مگر اسی کے ساتھ آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ و ھو علّۃ العلل لجمیع المخلوقات علی ما کانت و علی ما تکون۔ اور گو اس کا علۃ العلل ہونا بھی ایک طور پر مسلّم ہے، یعنی اگر وہ فاعل اور مرید بھی مانا جاوے (بیشک خدا فاعل و مرید ہے اور یہ دونوں اس کی صفتیں ہیں اور تمام صفات اس کی عین ذات ہیں پس وہ اپنی ذات سے فاعل و مرید ہے۔ سید احمد)، مگر علۃ کا فاعل اور مرید ہونا ضروری نہیں ہے (یہ امر غیر ذوی العقول علت پر صادق آ سکتا ہے نہ ذوی العقول علت پر اور خدا سے زیادہ صاحب عقل کون ہے۔ سید احمد) بلکہ ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علت کا اپنے معلول کے ساتھ ہونا لازمی ہے، اور خالق کا اپنی مخلوق کے ساتھ ہونا ضروری نہیں ہے اس لئے کہ علۃ و معلول کا تعلق اضطراری ہے (خدا کا تعلق اپنی معلول کے ساتھ اضطراری نہیں ہے بلکہ ایجابی ہے۔سیداحمد) اور فاعل ومفعول یعنی خالق ومخلوق کا تعلق اختیاری

فالفاعل عند نا عبارة عن من یصدر منه الفعل مع الارادة علی سبیل الاختیار و مع العلم بالمراد و عند کم ان العالم من اللّٰه تعالی کا لمعلول من العلّة یلزم لزو ماً صدوریا لا یتصوّر من اللّٰه تعا لی دفعه لزوم الظّلّ من الشخص و الغور من الشّمس ۔ و لیس هذا من الفعل شیئاً و الفاعل لم یسمّ فاعلاً صا نعاً بمجرد کونه سبباً بل بکونه سببا علی وجه مخصوص ۔ و هو وقوع الفعل منه علی و جه الارادة و الاختیار

(فاعل ہمارے نزدیک وہ ہے جس سے ارادہ کے ساتھ اختیاری طور پر فعل صادر ہو اور وہ شئے مراد کو بھی جانتا ہو۔اور تمہارے نزدیک عالم کا صدور اللہ تعالی سے ایسا ہی لازمی ہے جیسا کہ علت سے معلول کا۔خداوند تعالی اس کو روک نہیں سکتا جس طرح کہ آدمی سے اس کا سایہ اور سورج سے اس کی روشنی جدا نہیں ہوسکتی۔حالانکہ اس کو فعل سے کوئی تعلق نہیں اور فاعل کو محض سبب ہونے کی وجہ سے صانع نہیں کہتے بلکہ خصوصیت کے ساتھ سبب ہونے کی وجہ سے وہ صانع کہلاتا ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ ارادہ اور اختیار کے ساتھ اس سے فعل صادر ہو)۔

(هذا قول من تصور ارادة اللّٰه و اختیاره کارادتنا و اختیارنا و لیس کذلک لانّ صفاته عین ذا ته لا یحدّث فیه ولا ینفک عنه بخلاف ارا د تنا و اختیارنا لانّهما یحد ث فینا بوقت من الاوقا ت بسبب من اسباب و اللّٰه تعا لی بری عن یحد ث فیه شیئاً ما کان قبله و هو قدیم ازلی ابدی مع جمیع صفات کما له ۔سیداحمد۔

یہ اس شخص کا قول ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ خداوند تعالی کا ارادہ اور اختیار مثل ہمارے ارادہ اور اختیار کے ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسی اس کی صفات عین ذات ہیں نہ تو اس میں حا دث ہوتی ہیں اور نہ اس سے جدا ہوتی ہیں بخلاف ہمارے ارادہ اور اختیار کے، کیونکہ وہ ہم میں بعض اوقات کسی سبب سے حادث ہوتے ہیں خدا تعالی اس سے بری ہے کہ اس میں کوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسی چیز حادث ہو جو پہلے نہ تھی وہ قدیم ہے ازلی ابدی ہے مع اپنی تمام صفات کمال کے)۔

پس اگر اس اصول سے میں بحث شروع کروں تو علۃ العلل کے مسئلہ کی بحث چھڑ جاتی ہے ۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کیسی باریک اور مشکل اور دقیق بحث ہے اور جب تک کہ اس سے تفصیلی بحث نہ ہو میں کس طرح آپ کے اس اصول سے اتفاق یا اختلاف کا لفظ زبان پر لاسکوں اسی طرح پانچویں اصول میں آپ فرماتے ہیں: قرآن مجید بالکل سچ ہے۔

کون مسلمان ایسا ہے کہ اسے اس میں شبہ ہوگا ۔مگر اسی میں آپ یہ بھی لکھتے ہیں:

کسی قول کا نقل کرنا صرف بغرض بیان یا بغرض تردید یا لوگوں کے اعتقادات کو جو منافی مقصد قرآن کے نہیں ہیں بلا بحث ان کی اصلیت اور واقعیت کے تسلیم کر کے ان پر استدلال کرنا یا بطور حجت الزامی کے پیش کرنا یا امور ظاہر الوقوع کو ان کی ظاہری حالت پر بلا ان کی اصلی لمّیّت پر بحث کے بیان کرنا یا کلام غیر مقصود بالذات کا اثنائے کلام میں آنا قرآن مجید کی صداقت کے منافی نہیں۔

اس میں آپ نے ایسے مختصر مگر پر معنی الفاظ تحریر فرمائے ہیں کہ اگر میں اسے تسلیم کرلوں تو آپ کی تفسیر کے بہت بڑے حصہ کا قبول کرنا لازم آتا ہے، اور اس میں وہ حصے بھی شامل ہو جاتے ہیں جس میں مجھے آپ سے اختلاف ہے۔ اور اگر اس سے بحث کروں تو اس کے لئے علیحدہ رسالہ کی ضرورت ہے۔

اسی طرح آپ آٹھویں اصول میں بیان فرماتے ہیں:

تمام صفات باری کی نامحدود اور مطلق عن القیود ہیں۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید

کوئی وجہ اس سے اختلاف کی نہیں ہے، مگر اسے اس طور پر آپ نے تحریر کیا ہے کہ اگر میں اسے اجمالاً تسلیم کرلوں تو مجھے بھی آپ کی طرح خدا کو نیچر کا، اور نہ نیچر کا بلکہ خیالی اور فرضی نیچر کا پابند ہونا ماننا پڑتا ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا ایک وجود معطل ہے اور اس کی طرف قدرت و اختیار و مشیت و ارادہ کی نسبت بے معنی ہے (ہاں خدا کی طرف انسانوں کی سی قدرت اور اختیار اور مشیت اور ارادہ کی نسبت کرنی بے معنی ہے۔ سید احمد) ۔ اور سوائے اس کے جن آیتوں سے آپ نے اس اصل میں نیچر کا ثبوت کیا ہے اسی سے میرے خیال کے موافق آپ کے دعوی کا بطلان ہوتا ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں کہ:

ایک جگہ ابراہیمؑ کے قصہ میں فرمایا ہے: فما کان جوا ب قومه الّا ان قالوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقتلوہ او حرّقوہ فانجاہ اللّٰہ من النّار (عنکبوت:۲۳)(پھر اس، ابراہیمؑ، کی قوم کا بجز اس کے اور کچھ جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ اسے قتل کر دو یا جلا دو، پھر اسے خدا نے آگ سے بچایا)

فا نجاہ اللّٰہ من النّار سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق خاصہ نار کا ہے۔ایک اور جگہ تمثیل میں فرمایا فا صابھا اعصار فیہ نار فاحترقت ۔(بقرہ:۲۱۸)

پس ان دونوں آیتوں سے خدا نے ہم کو قانون فطرت یہ بتایا کہ آگ جلا دینے والی ہے۔پس جب تک یہ قانون فطرت قائم ہے اسکے برخلاف ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے۔

اور اس سے آپ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ احراق خاصہ نار کا ہے اور یہ بے شک سچ ہے مگر اس سے آپ کا مقصود اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ اس خاصیت کو خدا کسی طرح اور کسی حالت میں اور کسی کے لئے اور کسی وقت میں بھی جدا نہیں کر سکتا تا کہ اس سے آپ کا یہ خیال صحیح سمجھا جائے کہ حضرت ابراہیمؑ آگ میں ڈالے ہی نہیں گئے ۔اور اگر آگ میں ڈالے جاتے تو آگ اپنے نیچر کے موافق ضرور ان کو جلا دیتی ۔مگر اسی آیت میں خدا کے الفاظ فا نجاہ اللّٰہ من النّار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گو جلانا آگ کا خاصہ تھا مگر خدا نے حضرت ابراہیمؑ کو اس سے بچا لیا ورنہ فا نجاہ اللہ من النار کے کچھ معنی نہیں رہتے، اور ان الفاظ کے مہمل اور پوچ ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا ۔یا ایک دوسری آیت اپنے دعوے کے ثبوت میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

ایک جگہ موسیٰؑ کے قصہ میں فرمایا: و اذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم و اغرقنا آل فرعون و انتم تنظرو ن ۔(بقرہ:۴۷)اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو چیرا اور تمہیں بچا لیا اور فرعون کے لوگوں کو ڈبو دیا اور تم دیکھ رہے تھے)

اور ایک جگہ فرمایا ہے: و قوم نوح لمّا کذ بوا الرّسل اغر قنا ھم و جعلناھم للنّاس آ یۃ ۔ (فرقان:۳۹) اور نوحؑ کی قوم کو جبکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انہیں غرق کیا اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی ٹھہرایا)

ان آیتوں میں اور ان کی مثل بہت سی آیتوں میں خدا نے یہ قانون فطرت بتایا کہ پانی میں بوجھل چیزیں ڈوب جاتی ہیں۔پس جب تک یہ قانون قدرت قائم ہے پانی سے یہ فطرۃ معدوم نہیں ہوسکتی اس کا معدوم ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کہ قولی وعدہ کے برخلاف ہونا ناممکن ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب عالی! آپ نے اغر قنا آل فرعون سے تو نیچر کا ثبوت نکالا مگر و اذ فرقنا بکم البحر فا نجینا کم کا خیال نہ رکھا اگر اغر قنا آل فرعون میں بقول آپ کے خدا نے اپنے نیچر کا یہ قانون بتایا ہے کہ پانی میں بوجھل چیز ڈوب جاتی ہے، تو اسی کے ساتھ میرے نزدیک اس نے و اذ فرقنا بکم البحر فا نجینا کم میں اپنے اختیار اور قدرت کا بھی یہ قانون بتا دیا ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں اسے ہم ڈوبنے سے بچا دیتے ہیں۔ پھر حیرت اور تعجب تو مجھے اس پر ہے کہ آپ اسی اصل کے بیان کے آخر حصہ میں فرماتے ہیں :

> جو کچھ کہ ہم نے قرآن مجید کی آیتوں سے قانون فطرت بتایا ہے اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانون فطرت عام نہیں ہے بلکہ اس میں مستثنیات بھی ہیں لیکن اس کے ذمہ ان مستثنیات کا قرآن مجید سے ثابت کرنا لازم ہوگا۔ مگر ہمارا یہ دعوی ہے کہ قرآن مجید سے اس قانون فطرت میں مستثنی ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کو ہم آئندہ بیان کریں گے۔ جو قانون قدرت کہ انسان نے تجربہ سے قائم کیا ہے اس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ جب کہ تمام قانون فطرت ابھی تک نامعلوم ہیں تو ممکن ہے کہ کوئی قانون فطرت ایسا ہو جس سے مستثنیات ثابت ہوتے ہیں۔ مگر یہ کہنا کافی نہیں ہے اس لئے کہ امکان عقلی تو کوئی شئے وجودی نہیں ہے۔ صرف ایک خیال غیر محقق الوقوع ہے و انّ الظّنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً (گمان یقین کا کچھ فائدہ نہیں دیتا)۔ علاوہ اس کے امکان کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ لیکن جس چیز کا کبھی وقوع ثابت نہ ہوا ہو تو اس پر امکان کا اطلاق غلط اور محض سفسطہ ہے۔ غرضکہ جو شخص قانون فطرت میں مستثیات کا مدعی ہو اس کو ان مستثیات کے کبھی واقع ہونے کو ثابت کرنا بھی لازم ہے۔

اگر آپ کی اس تحریر کے مطابق میں فرض کرلوں کہ قانون فطرۃ عام ہے اور یہ بھی فرض کرلوں کہ قانون فطرت وہی ہے جو انسان نے اپنے تجربہ سے قائم کیا ہے تو میں اسکا یہ جواب دونگا کہ اس عام قانون میں مستثنیات کا ہونا خود قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ میں نے نظیراً اوپر بیان کیا اور آئندہ بیان کرونگا۔ لیکن گو کہ یہ میں مانتا ہوں کہ قانون فطرۃ تبدیل نہیں ہوسکتا مگر یہ میں نہیں مانتا کہ جس کو قانون قدرت کہا جاتا ہے اور جسکی بناء استقراء اور تجربہ اور جزئیات کی تحقیقات پر ہے، اسے انسان نے ایسا دریافت کرلیا ہے کہ جو چیز بظاہر اس کے خلاف معلوم ہو اسے خلاف قانون قدرت کہہ کر اس کا انکار کر دیا جائے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اس کا ثبوت عمدہ شہادت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ہوتا ہو۔ انسان کی عقل محدود ہے اور وہ قدرت الٰہی کی کنہ نہیں جان سکتا اور نہ اس کا جزوی تجربہ خدا کے کلام کو باطل کر سکتا ہے۔ کائنات کی حدود میں کوئی ایسا مقام نہیں ہے جو خدا کی قدرت کی حد ہو، اور جہاں پر قادر مطلق کی قدرت بڑھنے والی موج سے کوئی ملاح یہ کہہ سکے کہ یہ تیری حد ہے تو اس سے آگے مت بڑھ ورنہ تو روکی جائے گی۔ یہ خود دریا کے اختیار میں ہے، کہ جہاں تک چاہے اپنی لہریں بڑھاتا رہے۔ خدا کا قادر مطلق ماننا ہی اس بات کے لئے کافی ہے، کہ نہ اس کی قدرت محدود ہے، نہ اس کی قدرت کو کوئی جان سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے اور نہ محدود کر سکتا ہے۔ خدا کے ارادہ اور فعل کے بیچ میں ایک ایسا عمیق خندق ہے کہ انسان کی عقل وادراک کا اس پر سے گذرنا ناممکن ہے۔ بلاشبہ یہ صحیح ہے کہ قدرت کے قوانین نا قابل تبدیل ہیں، اور اس کا نا قابل تبدیل ہونا خود خدا کے فرمانے سے ہمیں معلوم ہوا، کیونکہ اس نے قرآن میں فرمایا لا تبدیل لکلمات اللّٰہ۔ ولن تجد لسنّت اللّٰہ تحویلاً۔ (خدا کے کلمات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں۔ تم خدا کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے) وغیرہ۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ انسان نے ان قوانین کو پورے طور پر ضبط کر لیا ہے، اور جو کچھ اس کے خلاف واقع ہو گو اس کا ثبوت قرآن ہی سے ہوتا ہو اسکا انکار کیا جائے اور اسے قانون قدرت کی تبدیلی کہا جائے۔

یہ خیالات درحقیقت خدا سے اس کے شاہی حقوق چھیننا اور اسے کائنات کے تخت سے اتار دینا ہے۔ خدا اپنی حکومت سے اس عالم میں خارج نہیں ہو گیا، نہ وہ اپنے کامل اقتدار اور حقوق الوہیت سے دست بردار ہوا ہے۔ پس ہم صرف اسی بنا پر کہ خدا قادر مطلق ہے اور وہ اپنی قدرت دوسرے کو دے کر عرش پر آرام سے بیٹھ نہیں رہا ہے، یہ کہتے ہیں کہ جو فعل اس کا کلام سے ثابت ہو وہ قانون قدرت کی تبدیلی نہیں ہے بلکہ اسی قانون کے کسی ضمن یا دفعہ میں داخل ہے

(سید احمد کہتے ہیں: اگر تمہارا یہ یقین ہے کہ جو واقعات ہوتے ہیں وہ قانون قدرت کی کسی ضمن یا دفعہ میں داخل ہیں، گو ہم نہ جانتے ہوں، تو ہمارے اور تمہارے اعتقاد میں کچھ بھی فرق نہیں ہے

من تو شدم تو من شدی من تب شدم تو جان شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری)

اس سے زیادہ لکھنا اس موقع پر غیر ضروری ہے کیونکہ ہر ایک اصل آپ کے اصول مقررہ کی تفصیلی بحث کی محتاج ہے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اصول کی بھول بھلیوں میں مجھے نہ گھمایئے اور تفسیر کی بحث کرنے کی اجازت دیجئے۔ اور خاتمہ پر اس بات کی اور اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اپنے اصول مختصراً بیان کرنے دیجئے جو آپ کی تفسیر سے بحث کرنے کے متعلق میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اختیار کئے ہیں۔ وہ کچھ زیادہ نہیں بلکہ کلمہ طیب کی طرح دو جملے ہیں:۔

۱۔ مجھے تحقیق منظور ہے، نہ کہ مناظرہ، خصوصاً وہ مکروہ اور قابل نفرت مباحثہ کا طریقہ جو ہمارے متکلمین نے مذہبی بحثوں میں اختیار کیا ہے جو درحقیقت سخن پروری اور اظہار قابلیت ہے۔

۲۔ میں قرآن کو معیار صدق قرار دیتا ہوں، نہ کسی اور علم اور نہ کسی قانون قدرت کو۔ اس لئے کہ قرآن یقینی ہے اور وہ یقین کسی طرح زائل نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی بات صریح اور صاف صاف قرآن مجید سے ایسے ثابت ہو جس کے دوسرے معنی کسی طرح قرآن کے مقصود، عرب کی زبان، اور ان کے محاورے کے مطابق نہ ہوں تو وہ واجب القبول ہے۔ اور جو بات اس کے خلاف ہو گو اس کا نام سائنس ہو یا نیچر یا لاء آف نیچر، اسے میں قرآن پر مقدم نہ کرونگا اور نہ اس کے سبب سے قرآن کی ایسی تاویل جائز سمجھونگا جو بمنزلہ تحریف کے ہو۔

آئندہ خط میں، میں دعا کے متعلق جو آپ نے تفسیر میں لکھا ہے اس سے بحث کرونگا۔

(محسن الملک)

☆ سرسید احمد خان بنام محسن الملک

بسم اللہ شروع کیجئے، مگر بھائی ایک بات ہماری بھی مان لو کہ قرآن مجید کے ایسے الفاظ جن کے متعدد معنی ہوں ان میں سے کسی ایک معنی اختیار کرنے کی دلیل نقلی یا عقلی ضرور بتا دینا اور نقلی دلیل سے ہماری مراد تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ والسلام۔ سید احمد

☆ محسن الملک بنام سرسید احمد خان متعلق الدعا والاستجابۃ

بمبئی یکم اگست ۱۸۹۵ء

جناب عالی! آپ نے جو کچھ دعا کی نسبت اپنی تفسیر اور رسالہ الدعا والاستجابۃ میں تحریر فرمایا ہے اسے میں نے غور سے دیکھا اور جو کچھ بالمشافہ آپ نے کہا اسے بھی دل سے سنا۔ مگر افسوس ہے کہ میرے دل کو کچھ تسلی نہ ہوئی اور نہ وہ اختلاف جو مجھے آپ سے اس مسئلہ میں تھا رفع نہ ہوا۔

چونکہ یہ مسئلہ دعا کا منجملہ دیگر مذہبی مسائل کے نہایت اہم اور ضروری ہے بلکہ بہت سے ضروری عقاید کے مباحث پر مثل ذات وصفات باری اور فطرت اور قوانین فطرت کے شامل ہے اور ہر زمانہ میں نہایت پیچیدہ اور مشکل خیال کیا گیا ہے اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ اس کے تمام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ما له و ما علیه سے پوری بحث کی جائے اور نہ صرف مذہبی رخ سے بلکہ علمی نظر سے بھی وہ دیکھا جاوے۔

لانّ هذه المسئلة من جملة المسائل الغامضة الشريفة التى اختلفت فيه الرائى و تشعبت فيه المذا هب و الاهواء و تحيرت فيه ا لافهام و اضطر بت فيه آ راء ا لانام (کیونکہ یہ مسئلہ منجملہ ان دقیق اور شریف ترین مسائل کے ہے جس میں آراء مختلف ہوگئیں اور مذاہب جدا جدا ہو گئے ہیں اور جس کی وجہ سے لوگوں کی عقلوں کو حیرانی اور ان کی آراء میں پریشانی پیدا ہوگئی ہے)

اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ دعاء مذہبی زندگی کی جان ہے اور اہل مذہب کے نزدیک مذہب کے عملی زندگی کا فیصلہ بہت کچھ اس پر منحصر ہے۔ اور دعا سے امر مسئول عنہ کا حاصل ہونا اور انبیاء کرام کا خاص خاص مطلب کے لئے دعا مانگنا اور اس کا قبول ہونا کتب سماوی سے ایسا ثابت ہے کہ نہ اس سے انکار ہوسکتا ہے اور نہ اس کی کوئی تاویل کی جاسکتی ہے، مگر باوجود اس کے وہ لوگ بھی جنہوں نے اس مسئلہ کو صرف مذہبی نظر سے دیکھا اور دعا کو سبب حصول مقصد قرار دیا ہے ہزاروں دعاؤں کے قبول نہ ہونے کے کافی اور اطمینان بخش وجوہ بیان کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ اور علمی نگاہ سے دیکھنے والوں نے تو دعا کو یا خیالی فلسفہ کی پیچیدگی میں ڈال کر غیر قابل الفہم بنا دیا ہے، یا آپ کی طرح دعا کو صرف عبادت اور اجابت کو محض تسکین قلب خیال کیا ہے۔ اور اس زمانہ میں قوانین فطرۃ کے غیر تبدل پذیر اصول کے ماننے والوں نے اس مسئلہ کی دقت اور پیچیدگی کو جیسا کچھ بڑھا دیا ہے وہ تو خدا کی قدرت اور مشیت کے انکار اور دہریت کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ غرض کہ دعا اور اجابت دعا کا مسئلہ نہ صرف اس وجہ سے دل چسپ ہے کہ وہ ایک معمولی مسئلہ منجملہ مذہبی مسائل کے ہے، یا علمی مضامین میں سے ایک مضمون خیال اور غور کے قابل ہے بلکہ اس لئے قابل بحث اور لائق غور ہے کہ وہ ان امور پر حاوی اور مشتمل ہے جو ایک مسلمان بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے جو خدا کو مانتے ہوں بمنزلہ روح اور جان کے ہیں۔ اگر دعا اس متبرک اور مقدس مقام سے ہٹا دی جائے جس پر وہ مذہبی زندگی کے آغاز سے قابض رہی ہے تو کون اس بات کا اندازہ کرسکتا ہے کہ مذہبی خیال اور مذہبی عقائد کی حیثیت میں کیسا عظیم تغیر پیدا ہوگا اور مذہب کا وسیع دائرہ کس قدر تنگ ہو جائے گا۔ ایک سادہ دل مسلمان جو قوانین فطرۃ سے ناواقف ہے یہ سن کر کہ دعا سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اس کا خدا نیچر کی زنجیر میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ وہ اس سے اپنے ہاتھ پاؤں باہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں نکال سکتا، نہایت حسرت اور مایوسی سے پکار اٹھے گا کہ خدا خدائی سے معزول ہوگیا اور مذہبی زندگی کی جان باقی نہ رہی۔ ایسا خدا ہمارے کس کام کا جو نہ ہماری دعا سن سکتا ہے، نہ بغیر معمولی وسائل کے ہماری کوئی حاجت پوری کرسکتا ہے۔ اس سے دعا کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پتھر کے بے جان بت کے سامنے گڑگڑانا اور اس سے مانگنا۔ کیونکہ دعا کا مانگنا صرف اس یقین پر مبنی ہے کہ خدا قادر مطلق اور فاعل مختار اور نامعلوم طور پر بے قرار دل کی نکلی ہوئی دعا کا سننے والا اور اس کی حاجت پوری کرنے والا ہے۔ اگر ایک لحظہ کے لئے اس یقین میں تذبذب ہوتو کونسا دل ہوگا جو بیقراری کی حالت میں اس کی طرف رجوع کرے اور وہ کون سا خیال ہوگا جو اس کے اضطرار کی آگ کو ٹھنڈا کرے۔ اس لئے کہ صرف یہ خیال کہ خدا دعائیں سننے اور حاجت پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اضطرار کی حالت میں بندہ کا خیال خدا کی طرف رجوع کراتا ہے۔ اور محض اس اعتقاد سے باوجود قدرت کے خدا کا دعا کا قبول نہ کرنا کسی مصلحت پر مبنی ہوگا۔ اور وہ امر مسئول عنہ سے بہتر کوئی چیز دے گا دعا کرنے والے کے دل کو تسلی ہوتی ہے۔ اگر دعا کا عمل موقوف ہوگیا اور خدا سے دعاؤں کے سننے اور حاجتوں کے پورا کرنے کا خدائی حق لے لیا گیا، تو مذہبی زندگی بھی ختم ہوگئی۔ اگر یہ مان لیا جاوے کہ دعا ذریعہ حصول مقصد نہیں ہے اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ وہ اپنے بندوں کی مصیبتوں کے دور کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور نہ کسی کی گریہ وزاری اور اضطرار و بے قراری کا اثر ہوتا ہے، تو دعا بے کار اور خدا پر توکل فضول ہے پھر یقین اور اعتقاد کو بھی اپنے قدم جمانے کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی اور بندہ کو بجز اس کے کہ وہ غیر تغیر پذیر قوانین فطرۃ کو اپنا خدا مانے دوسرا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ ایسی حالت میں انسان کو بے جان قانون سے واسطہ رہتا ہے نہ ایک زندہ خدا سے۔ اور یہ خیال اس محبت کے رشتہ کو جو خدا اور اس کے بندوں کے بیچ میں ہے توڑ دیتا ہے۔ اگر اس میں مدد کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ہم کس لئے اس پر بھروسہ کریں۔ اگر وہ ہماری دعائیں نہیں سنتا تو ہم کیونکر اسے رحیم مانیں۔ اور اگر اس میں رحم نہیں تو ہم کیوں اس سے محبت رکھیں۔ پس درحقیقت اس سے ہمارا یقین جاتا رہتا ہے ہم کو خدا سے محبت باقی نہیں رہتی اور ہم ایسے مذہب کے ماننے والے رہ جاتے ہیں جس میں نہ یقین ہے نہ محبت۔ اس لئے اگر دعا کی اجابت ناممکن ہے تو مذہب بھی ناممکن ہے

لانّ من شرائط الایمان التوکل علی اللّٰہ و التّوکل ھو الاعتماد علی الغیر عند الحاجۃ بان یّنوب عنک فیھا و اذا کا ن المتوکّل علیہ ثقۃ یکون قلب المتوکل علیہ ساکناً و نفسہ مطمئنّۃ ۔ و اذا کا ن غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثقة یکون قلب المتوکّل غیر ساکن و نفسه غیر مطمئنّة ۔ و التوکّل علی اللّه و الاخلاص فی الدّعاء لا یکون الا عند انقطاع الحیلة و التبری من الحول و القوّة و المثال فی ذلک من رکا ب البحر و ذلک انّهم یدعو ن اللّه و یسئلونه السّلامة عند دخو لهم السفینة و لکن غیر مخلصین لاتکالهم علی الملا حین فی حفظها حتی اذا توسطوا البحر وهاجت الاموا ج و اضطربت المراکب و فزع الملاحون و اشرفوا علی الهلاك فعند ذلک یدعون اللّه مخلصین له الدّین ۔ لانهم قد علموا انه لا یقدر ا حد من خلق اللّه علی معاونتهم و لا قوّة لاحد علی دفع ما ورد علیهم ا لّا اللّه عزوجل و لا تتعلق قلو بهم بسبب من ا لاسباب فیعلمون عند ذلک فی دعائهم و تضرعهم الی اللّه ، بالکشف عنهم ما فیه ۔ ان لهم الهاً جباراً عا لماً قادراً یسمع دعاء هم و یعلم ما هم فیه و هو قادر علی نجاتهم یرا هم و ان کا نوا لا یرونه و لا یدرون این هو وعلی هذا القیاس کل ما یصیب الناس من الجهد و البلاء فیضطرهم ذلک الی الدّعاء و التضرّ ع الی اللّه عزوجل مثل الغلاء و الوباء و الام الاطفا ل و مصا ئب ا لاخیار و ما شاکلها من الا مور الّتی لا سبیل لا حد لد فعها عنه الّا اللّه تعا لی ۔ فیکون ذلک دلا لة لهم علی اللّه عز و جل و هدا یة الیه کما قا ل :

ام من یجیب المضطر اذا دعاه و یکشف السوء و یجعلکم خلفاء الارض ء اله مع اللّه قلیلاً ما تذ کرو ن

(کیونکہ ایمان کے شرائط میں سے خدا پر توکل ہے اور توکل کے معنی ہیں ضرورت کے وقت دوسرے پر اعتماد کرنا کہ وہ ہمارا قائم مقام ہوگا۔ پس اگر توکل کرنے والے کو اس پر پورا پورا بھروسہ ہوگا تو اس کا قلب ساکن اور اس کا نفس مطمئن ہوگا۔ اور اگر بھروسہ نہ ہوگا تو اس کا قلب غیر ساکن اور نفس غیر مطمئن ہوگا اور خدا پر توکل اور دعا میں اخلاص صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کہ ظاہری تدبیریں منقطع ہو جاویں اور اپنی طاقت اور قدرت سے مایوسی ہو جاوے۔ اس کی مثال کشتی کے مسافروں کی ہے کیونکہ وہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو وہ صحیح سلامت پہنچنے کی دعا کرتے ہیں لیکن ان کی اس دعا میں اخلاص نہیں ہوتا کیونکہ ان کو کشتی کے ملاحو ں پر بھروسہ ہوتا ہے۔ مگر جب وہ سمندر کے بیچ میں پہنچتے ہیں اور موجیں اٹھتی ہیں اور کشتی ڈانواں ڈول ہوتی ہے اور ملاح گھبرا اٹھتے ہیں اور ہلاکت کے قریب آ جاتی ہے تو اس وقت خلوص کے ساتھ وہ خدا سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت کوئی مخلوق ان کی مدد نہیں کر سکتا اور سوائے خداوند تعالی کے کوئی شخص ان کی مصیبت کے دور کرنے پر قادر نہیں ہے اور ان کے دل اسباب میں سے کسی سبب کے ساتھ متعلق نہیں ہوتے۔ پس اس دعا اور تضرع سے ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے ایک خدا ہے جو جبار ہے عالم ہے قادر ہے اور جو ان کی دعا سنتا اور ان کے مصائب کو جانتا ہے اور ان کو نجات دینے پر قدرت رکھتا ہے وہ ان کو دیکھتا ہے اگر چہ وہ اس کو نہیں دیکھتے و علی هذا القیاس۔ انسانوں پر جو مصیبتیں پڑتی ہیں وہ انکو خدا سے دعا کرنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے پر مجبور کرتی ہیں مثلاً قحط اور وبا میں بچوں کی بیماریاں اور نیکوں کے مصائب اور مثل ان کے دیگر امور جن کو سوائے خدا کے کوئی دفع نہیں کر سکتا یہ امر ان کے لئے خدا کی طرف رہنمائی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: بھلا کون بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون برائی کو دفع کرتا ہے اور کون ہے کہ تم کو اگلوں کا خلیفہ زمین پر بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے)

اس لئے کہ ایمان کی شرائط میں سے ہے اللہ پر توکل کرنا اور اس پر بھروسہ کرنا۔ اور توکل کے معنی ہیں حاجت کے وقت کسی غیر پر اعتماد کرنا کہ وہ ہماری طرف سے قائم مقام ہو اور ہمارا کام کر دے۔ اور اعتماد اسی پر ہوتا ہے جو اعتماد کے قابل ہو یعنی کام کرنے کی قدرت رکھنے والا سمجھا جاتا ہو۔ اور قدرت بھی ایسی جو اس کام کے پورا کرنے کے لئے بکار آمد ہو، اس کا کوئی مانع اور مزاحم نہ ہو۔ اور متوکل یعنی بھروسہ کرنے والا اور وکیل سمجھنے والا اس شخص کو اپنے کام سپرد کر کے فارغ البال ہو جائے اور ایسے وکیل کے ملنے سے دل کو ایسا اطمینان اور اس کے نفس کو ایسی تسلی حاصل ہو جس سے عین مصیبت کے وقت اس کا غم جاتا رہے اور اس کے دل میں امید اور خوشی پیدا ہو۔ بلکہ اس مصیبت کے قائم رہنے پر بھی اس خیال سے کہ اس کا وکیل حکیم اور دانا ہے اور اپنے موکل کے مصالح کو اس سے بہتر سمجھتا ہے خوش اور بشاش رہے جب ایسا توکل کسی دعا کرنے والے کو خدا پر ہوگا تب اس کی دعا سچی اور خالصتاً للہ ہوگی۔ اور ایسی دعا اسی وقت دل سے نکل سکتی ہے جب کہ سارے حیلے جاتے رہیں اور تمام دیگر قوتوں سے مایوس ہو اور کوئی سبب اسباب ظاہری میں سے نظر نہ آتا ہو۔ چنانچہ یہ حالت رات دن دیکھنے میں آتی ہے اور جس کی مثال خود خداوند تعالی نے اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاک کلام میں اچھی طرح بیان فرمائی ہے اور وہ مثال دریا میں سوار ہونے والوں کی ہے کہ وہ کشتی میں سوار ہونے کے وقت خدا سے دعا کرتے ہیں اور اس سے سلامتی چاہتے ہیں لیکن ان کو خلوص نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کا بھروسہ اس وقت ملاحوں اور کشتی اور بادبانوں پر ہوتا ہے مگر جب کہ کشتی منجدھار میں جا پڑتی ہے اور دریا اپنی ہولناک موجوں سے اسے گھیر لیتا ہے اور طوفان کے طمانچے اس پر پڑنے لگتے ہیں اور خوفناک ہوائیں کشتی کو ڈانواں ڈول کرنے اور رسیوں اور بادبانوں کو توڑنے لگتی ہیں اور ناخدا اور ملاح بے بس ہو کر اپنی مجبوری ظاہر کرنے لگتے ہیں اور کشتی کے ڈوبنے اور مرنے کا وقت آجاتا ہے اور کوئی کشتی کا پار لگانے والا اور ان کا بچانے والا نظر نہیں آتا، اس وقت تمام وسائل اور اسباب کا خیال دل سے نکل جاتا ہے اور سچے دل سے اضطرار اور بے قراری کی حالت میں اس کی طرف نظر جاتی ہے جو نہ کسی سبب کا پابند ہے نہ کسی ذریعہ کا محتاج۔ اور جس کے قبضہ قدرت میں دریا اور اس کی موجیں ہیں اور جس کے کہنے میں سمندر اور اس کا تلاطم ہے۔ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سمجھتی ہیں کہ خدا کی مخلوقات میں سے کوئی اس وقت ان کو بچا نہیں سکتا اور نہ بجز اس کے جو اسباب کا پیدا کرنے والا ہے اس مصیبت کو جو ان پر پڑی ہے دور کر سکتا ہے۔ اس وقت بے اختیار ہر ایک دل سے یہ دعا نکلتی ہے (مگر باوصف اس اضطرار اور دعا کے جو کشتی ڈوبنے والی ہوتی ہے وہ ڈوب ہی جاتی ہے۔ سید احمد) اور کافر و مسلمان مضطر ہو کر یہ کہنے لگتا ہے

اے خدا آن کن کہ از تو می سزد کہ زہر سوراخ مارم میگرد
وقت تنگ آمد مرا او یک نفس پادشاہے کن مرا فریاد رس
در جگر افتادہ ہستم صد شرر در مناجاتم ببیں خون جگر

اور یہ حالت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ اس بات کا اعتقاد ہو کہ

انّ لھم الھاً جبّاراً عالماً قادراً یسمع دعاء ھم و یعلم ما ھم فیہ و ھو قادر علی نجا تھم یرا ھم و ان کا نوا لا یرونہ و لا یدرو ن این ھو ؟

(کہ وہ ایک خدا رکھتے ہیں جو کہ سب پر حاکم اور سب پر مسلط ہے اور جو ہر چیز کا جاننے والا اور ہر بلا کا ٹالنے والا ہے وہ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور جس مصیبت میں وہ گرفتار ہیں اسے جانتا اور اس سے بچانے کی قوت رکھتا ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے گو وہ اسے نہ دیکھتے ہوں اور نہ یہ جانتے ہوں کہ وہ کہاں ہے)۔

،(اگر عشق و محبت بدانست کہ جمالش مستحق عشق و محبت است عبادت است و اگر بخواہش نفسانی است نہ عشق است نہ محبت بلکہ ضلالت است و ندامت۔ سید احمد)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ یقین فطرۃً ہر انسان کے دل میں ہے۔ گو وہ مسلم ہو یا کافر۔ یہاں تک کہ وہ ملحد اور دہریہ بھی جو اطمینان اور چین کی حالت میں خدا کے انکار پر دلیلیں لایا کرتے ہیں مصیبت کے وقت بے قرار ہو کر بے اختیار خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔ اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور خدا کی قدرت اور اختیار کا درحقیقت ان کو یقین نہ ہو بلکہ بجائے اس کے وہ سمجھتے ہوں کہ وہ جسے خدا کہتے ہیں ایک قوت ہے، ماوراء فطرۃ اور مافوق ادراک، جو دنیا کو پیدا کر کے اور اس کے انتظام کے لئے قانون بنا کر خود پس پردہ نہاں ہو گئی اور ایسے بلند مقام پر جا بیٹھی ہے جہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اس کے قانون نے بندہ کو اس سے اور اس کو بندہ سے جدا اور بے تعلق اور مستغنی کر دیا ہے۔ اور نظام کائنات ایک ایسے سلسلہ سے مسلسل اور ایسی زنجیر میں جکڑا ہوا ہے کہ ہر ایک کڑی اس کی دوسری کڑی کے سہارے پر ہے اور دوسری کو سہارا دے رہی ہے اور وہ کسی طور پر کسی جگہ سے کسی کے توڑنے سے ٹوٹ نہیں سکتی اور کوئی چیز خارج از سلسلہ ظاہر نہیں ہو سکتی۔ یعنی بقول آپ کے حصول مطلب کے لئے جو اسباب خدا نے مقرر کئے ہیں وہ مطلب تو انہیں اسباب کے جمع ہونے سے ہوتا ہے۔ دعا نہ اس مطلب کے اسباب میں سے اور نہ اس مطلب کے اسباب کو جمع کرنے والی ہے، تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی صورت میں اور اضطرار کی اس حالت میں جس کی تصویر خدا نے کھینچی ہے کیونکر کوئی انسان خدا کی طرف رجوع کرے گا اور ایک دست بستہ اور پا شکستہ خدا سے کون اپنی نجات کی امید رکھے گا، اور ایسے بے اختیار اور معذور خدا سے کیوں دعا مانگے گا، اور اس کی عظمت اور اس کی بے انتہا قدرت کا وہ کون سا خیال اس کے دل میں آوے گا جس سے اس رنج و مصیبت میں وہ اپنے تمام فطرتی قوی کو اس کی طرف متوجہ اور اپنے دل کو تسکین دے گا۔ کیا وہ فقیر جو آپ کو امیر اور کریم النفس سمجھتا ہو، آپ کی بہت بڑی عظمت بھی اس کے دل میں ہو، آپ کو وہ بڑا صاحب قدرت بھی سمجھتا ہو، آپ کی حیرت انگیز اور عالی شان کوٹھی اور کالج کو دیکھ کر وہ آپ کو بہت بڑا امیر بھی جانتا ہو، مگر اسے یہ معلوم ہو کہ آپ نے فقیروں کے لئے اپنا دروازہ بند کر دیا ہے اور بھیک مانگنے والوں کو کالج میں اینٹیں اٹھانے اور پتھر ڈھونے پر روٹی پیدا کرنے کا راستہ بتا دیا ہے۔ بھوک کی حالت میں گو اس کی جان ہی جاتی ہو کیا آپ کے دروازہ پر شیئاً للّٰہ پکارتا ہوا آوے گا۔ اور کیا آپ کی عظمت قدرت امارت اور بزرگی کا خیال اس کے دل کو آپ کی طرف رجوع کرے گا اور بھوک سے بے قرار ہو کر وہ آپ سے بھیک کا ٹکڑا مانگے گا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بس یہی حال اس انسان کا سمجھنا چاہیے جو خدا کو صرف ایک علّۃ العلل سمجھتا اور معینہ اسباب اور مقررہ وسائل میں دخل نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دینے والا جانتا ہو، کیونکر کسی مصیبت میں اسباب وحیل کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگا، اور کس طور سے وہ اسے قاضی الحاجات اور سمیع الدعوات سمجھ کر اس سے دعا مانگے گا۔ پس درحقیقت دعا کو اسباب حصول مقصد میں سے نہ سمجھنا اور اس سلسلہ مظاہر کو جو کائنات میں ہم ناقص العقل انسانوں کی نظر میں آتا ہے خدا کا وہ اصلی قانون قدرت سمجھ لینا جو ٹوٹ نہیں سکتا، ایک ایسا عقیدہ ہے جس کی تعلیم نہ خدا نے کی ہے نہ رسول نے۔ نہ کسی مذہب کا ماننے والا اسے قبول کر سکتا ہے، نہ درحقیقت عملاً وہ اب تک قبول کیا گیا ہے، بلکہ درحقیقت یہ ایک خیال ہے جو قولاً کیسا ہی مذہبی کہا جائے اور گو کیسے ہی عمدہ طور سے مذہبی الفاظ میں بیان کیا جائے مگر عملاً دہریت ہے۔ اور خدا سے بے تعلق اور مستغنی کرنے والا ہے۔ اگر اس سلسلہ عالم کو جو ہم دیکھتے ہیں ہم وہ قانون قدرت خیال کریں جس کی نسبت کہا گیا لا تبدیل لکلمات اللّٰہ اور مظاہر عالم کے واقعات کو جو ایک دوسرے کے بعد ہوتے ہیں اس زنجیر کی کڑیاں سمجھیں جو خدا نے بنائی ہیں، اور اپنی تھیوری اور خیال کو اس کے راز سربستہ کا کھولنے والا جانیں، اور درحقیقت ان کے غیر متغیر ہونے پر ہم کو دل سے اعتقاد ہو، تو کیا فائدہ ہے روح کی اس کوشش سے کہ وہ خدا سے توسل پیدا کرے، اور کیا سبب ہے کہ دعا کا خیال ایک دھوکہ نہ سمجھا جائے۔ اگر نظام فطرت ایک ایسی سڑک پر چلتا ہے جس سے بچنے میں ہماری قوت ارادی ضعیف اور عاجز ہے اور نہ صرف ہماری قوت ارادی بلکہ وہ قوت بھی جو ماوراء فطرۃ کہی جاتی ہے اس سے بچانے میں مجبور ہے، تو کیا فائدہ ہوگا کہ اس سے بچنے کے لئے ہم کوئی کوشش یا کسی سے کچھ درخواست کریں، یا سوائے ظاہری اسباب کے ہم کیوں کسی دوسرے مسبب الاسباب کی طرف متوجہ ہوں۔ پھر یہ نظام فطرت جو بے دردی اور بے پروائی سے ہم کو ایک ایسی رفتار پر چلاتا ہے جو کبھی بند نہیں ہو سکتی اور جس میں ہمارا اور اس نظام کے بنانے والے کا کچھ دخل نہیں ہے، خدا کی محبت کے خیال سے بھی دل کو فارغ کر دیتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ محبت کا دعوی جو اصل ایمان ہے صرف مغالطہ اور دھوکہ رہ جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دعوی اس نظام فطرت کے ساتھ جو دعا کو اپنے قلمرو سے خارج کرتا ہے جمع نہیں ہو سکتا اور وہ مذہب جس میں خدا عملاً رحمت کی صفت سے پاک ہو اور جس میں کوئی ذریعہ خدا سے محبت پیدا ہونے کا نہ ہو اور مشکل سے مذہب اور دہریت سے جدا سمجھا جائے گا۔ غالباً یہ کہا جائے کہ یہ طفلانہ خیال ہے اور ایسے رحم ومحبت کو خدا سے منسوب کرنا گویا اسے انسان کے مشابہ سمجھنا ہے۔ لیکن ہم کہیں گے کہ بلاشبہ ہم خدا کے سامنے نادان بچہ بلکہ اس سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ اور بلاشبہ وہ صفات جو اس کی طرف ہم منسوب کرتے ہیں انسانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صفات ہیں، اور اس سے گو تم ہماری ہنسی اڑاؤ مگر درحقیقت یہ اس تعلیم کی ہنسی ہوگی جو خدا نے ہم کو دی ہے اور ان خیالات کا ٹھٹھا اڑانا ہوگا جو اس نے بذریعہ انبیاء کے ہمارے دل میں ڈالے ہیں۔ کیونکہ اس نے خود اسی طرح اپنے آپ کو ہمیں بتایا ہے اور اس نے اپنے صفات کے خط و خال اسی طرح کھینچے ہیں۔ اور رحم اور فریادرسی اور اجابت دعا کو انہیں لفظوں سے تعبیر کیا ہے جو انسان باہم استعمال کرتے ہیں۔ اگر ان صفات سے اسے یاد کرنا، جو اس نے اپنی ذات کے متعلق خود انسانی الفاظ میں ذکر کئے ہیں اور وہ خیالات جو اس نے ہمارے دل میں ڈالے اور وہ ولولے جو اس نے ہماری طبیعت میں پیدا کئے اور وہ بیان شوق اور محبت دلانے کا جو اس نے ہم سے کیا، ان کا خیال اور ان کی نسبت خدا کی طرف تشبہ بالانسان اور اس مقدس ذات کی نسبت گستاخی ہے تو ہم نہیں جانتے کہ پھر ہم کن لفظوں سے اسے یاد کریں اور کن ناموں سے اسے پکاریں اور کن صفتوں سے اسے موصوف سمجھیں۔ اگر ہم ان سب الفاظ سے اس کی ذات وصفات کو منزہ اور مقدس کر لیں تو سوائے اس کے کہ ایک بے جان اور بے حس قوت کا خیال باقی رہے کوئی خیال خدا کی ذات وصفات کی نسبت باقی نہیں رہ سکتا۔ پھر باوجود اس کے کہ ہم جانتے اور اسے دل سے مانتے ہیں کہ اس کی صفات کو ہماری صفات سے کچھ مناسبت نہیں ہے اور نہ بجز نام کے دونوں میں کچھ مشابہت ہے، مگر اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ان الفاظ کے وہی معانی ہیں جو ان لفظوں سے نکلتے ہیں۔ مثلاً ہم اسے بصیر یعنی دیکھنے والا کہتے ہیں تو گویا ہم یہ خوب سمجھتے ہیں کہ وہ ہماری سی آنکھ نہیں رکھتا اور اس کا دیکھنا ہمارا سا دیکھنا نہیں ہے مگر پھر بھی ہم اس کا مطلب سمجھتے ہیں کہ وہ ہم کو اور ہمارے افعال کو دیکھتا ہے۔ اور یہی حال باقی صفات کا ہے۔ مثلاً جب اسے ہم رحیم سمجھتے ہیں تو گویا ہم اسے بخوبی جانتے ہیں کہ وہ کیفیت رحم کی جو انسان میں پیدا ہوتی ہے اور جس طرح کسی مصیبت زدہ کی فریاد اور دردناک حالت کا اثر انسان پر ہوتا ہے اس کیفیت اور اس حالت سے اس کی ذات مقدس اور منزہ ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ہم اسے رحیم مانتے ہیں اور اس کی رحمت اسی قسم کی سمجھتے ہیں جیسے کہ انسان کی رحمت۔ اس لئے کہ ہمارے پاس دوسرا کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے ہم ان صفات کو بھی مانیں اور تشبّہ بالانسان کے لوث سے بھی اسے پاک رکھیں، نہ ہمارے پاس دوسرے ایسے الفاظ ہیں جو ہم خدا کی صفات میں استعمال کریں جس سے انسانی صفات اور صفات الٰہی میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہو جائے:

لانّ وا ضع اللغة انّما وضع هذه الاسا می اولاً للخلق فان الخلق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسبق الی العقول و الافهام من الخالق فکا ن استعما لها فی حقّ الخا لق بطریق الاستعارۃ و التجوز و النّقل (کیونکہ لغت نے ان اسماء کو اولاً مخلوق کے لئے وضع کیا ہے کیونکہ مخلوق بہ نسبت خالق کے زیادہ تر قریب الفہم اور قریب التعقل ہے تو اس لئے ان اسماء کا استعمال خالق جل شانہ کی نسبت بہ طریق استعارہ اور تجوز اور نقل کے ہوگا)

غرض کہ انسانی فطرت کا یہ ایک علم مظہر ہے کہ وہ خدا تعالی کو رحم و کرم کی صفت سے موصوف سمجھے اور دعا کو مؤثر مانے ۔ ورنہ جو تصور خدا نے اپنا ہمارے دل میں قائم کیا ہے غلط اور وہ جذبات اور خیالات جو ہمارے دل میں پیدا کئے ہیں سب جھوٹے سمجھے جائیں گے ۔ کیونکہ خدا تعالی کی رحمت کا تصور دعا کے نہ سننے اور ہمیں ایک بے درد اور بے رحم نیچر کے ساتھ میں چھوڑ دینے کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا ۔ اگر یہ تصویر جھوٹی ہے اور خدا کے رحم اور اجابت دعا کا خیال غلط ہے اور غلطی بھی ایسی جس میں قریباً تمام انسان پڑے ہوئے ہیں تو ہم کو سمجھنا چاہیے کہ انسانی فطرۃ بھی جھوٹی ہے و ذلک عین الجھل ۔

اب میں اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں ۔ یہ صرف تمہید اس مضمون کی ہے جو متعلق دعا اور استجابت کے میں لکھ رہا ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ اسے دیکھ کر ابھی آپ ہنسی نہ اڑائیں گے اور اپنے قلم (جو تلوار سے کم نہیں ہے) کے جوہر دکھانے میں تامل کریں گے ۔ اصل مطلب تو ابھی شروع بھی نہیں ہوا ہے ۔ جب میں اپنا سارا مضمون ختم اور اس کے مالہ و ماعلیہ سے بحث کرلوں تب آپ کو جو فرمانا ہو فرمائیے ۔ میں یہ مضمون اس لئے نہیں لکھتا کہ آپ سے مخالفت ظاہر کروں اور نہ میری تحریر مجادلانہ ہے بلکہ میرا مقصود صرف یہ ہے کہ آپکو میرے شبہات دور کرنے کا موقع ملے اور جو کمی آپ کے بیان میں رہ گئی ہے وہ پوری ہوجائے ۔ میں نے اس عرصہ میں اس خاص مسئلہ پر بہت غور کیا ہے اور اکثر اہل مذہب اور اہل علم اور حکماء جدید اور قدیم کے خیالات سے اپنی سمجھ کے موافق واقفیت پیدا کی ہے اور آپ کی تحریر میں بہت سی محققانہ اور عارفانہ باتیں میں نے پائی ہیں اور بہت سے عالی اور پاک خیالات دعا کی نسبت جو آپ نے ظاہر کئے ہیں انہیں سمجھتا ہوں ۔ ان سب کو میں اپنے اس مضمون کے سلسلہ میں بیان کرونگا اور وہ مخالفت جو دعا اور قانون قدرت میں سمجھی جاتی ہے اور دیگر اعتراضات جو اہل مذہب اور اہل علم نے دعا کی نسبت کئے اور جو جوابات اس کے دیئے ہیں ان سب کو بقدر اپنی ناقص سمجھ کے بیان کرونگا ۔ تاکہ آپ ان کو ملاحظہ فرما کر میری غلطیوں کی اصلاح اور میرے شبہات کو رفع کرسکیں اور اس نازک زمانہ میں جب کہ مذہب پر علم کے حملے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہبی عقائد میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں، یہ بڑا اور ضروری اور اہم اور عمدہ مسئلہ، جس پر بہت سے ضروری عقائد کا تصفیہ منحصر ہے، صاف ہو جاوے۔ اور ہمارے بھائی مسلمانان کو عموماً اور تعلیم یافتوں کو خصوصاً اس سے فائدہ پہنچے۔ و علی اللّٰہ قصد السبیل و ھو حسبی و نعم الوکیل۔ محسن الملک

☆ سرسید احمد خان کا نوٹ

ہمارے مولانا مہدی شاہ عبدالعزیز وقت نے نہایت ہی عمدہ اور فصیح تقریر لکھی ہے جس کی فصاحت کی کچھ تعریف نہیں ہوسکتی۔ مگر اب تک تو یہ باتیں خطابیات کی قسم سے ہیں جب وہ حقیقت کی تحقیق کریں گے اور ان ہونی کو ہونی اور ہونی کو ان ہونی ثابت کریں گے جب ہم بھی نہایت ادب سے ان کو سلام عرض کریں گے۔ سید احمد

☆ محسن الملک بنام سرسید احمد خان متعلق دعا والاستجابت

بمبئی ۴۔ اگست ۱۸۹۵ء

جناب عالی! دعا کے متعلق جو عریضہ میں نے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے وہ صرف ایک تمہیدی مضمون ہے جس میں میں نے اپنے خیالات بالاجمال اس مسئلہ کے متعلق ظاہر کئے ہیں مگر جیسا کہ میں آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہوں، اس ضروری اور مشکل مسئلہ کے ہر پہلو کو دیکھنا اور اس کے ہر مالہ و ماعلیہ سے بحث کرنا ضرور ہے اور جو اعتراضات مذہبی طور پر کئے گئے ہیں ان پر بھی نہایت سچائی اور ایمان داری سے نظر کرنی لازم ہے۔ چنانچہ میں اب اسے شروع کرتا ہوں۔

سب سے اول ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ خدا اور اس کے رسول نے دعا کی نسبت کیا فرمایا ہے اور ان کے پاک کلام سے اس کی کیا حقیقت معلوم ہوتی ہے اور اجابت دعا کے کیا معنی نکلتے ہیں اور چونکہ تفسیر پر بحث کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا مقدم ہے کہ قرآن کی سچائی ایک تسلیم شدہ امر ہے اس لئے آپ کے بیان کئے ہوئے معانی کی صحت و غلطی کا معیار خود قرآن مجید سمجھا جائے۔ چنانچہ آپ نے بھی تفسیر پر بحث کرتے وقت اسی امر کی خواہش کی ہے اور بلاشبہ یہی ٹھیک اور درست ہے۔ چنانچہ میں اس خط میں صرف اسی بات کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید سے دعا اور اجابت دعا کے معنی کیا معلوم ہوتے ہیں اور آیات قرآنی سے امر مسئول عنہ کا دعا میں داخل ہونا اور دعا کا ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبب اسباب حصول مقصد سے ہونا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بلا شبہ وہ ثابت ہوتا ہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ نہیں، قرآن مجید سے ایسا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ آپ اپنے رسالہ دعا و استجابت میں فرماتے ہیں کہ:

دعا کے معنی پکارنے کے ہیں اور یہ لفظ دعا کا ندا کا مرادف ہے اور دعا اور ندا میں بلحاظ اس کے حقیقی معنی کے امر مسئول عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور جب خدا سے کچھ مانگا جائے اور سوال کیا جائے تو اس حالت میں بھی خدا کی طرف متوجہ ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے دعا کا لفظ مسئول عنہ پر بھی بولا جاتا ہے اور لفظ دعا کے معنی الا بتھال الی اللہ بالسوال کے ہو جاتے ہیں یعنی عاجزی کے ساتھ خدا سے کچھ مانگنے کے اور اسی خیال سے آپ نے فرمایا کہ: دعا کو بمعنی اول لو یا بمعنی ثانی وہ عبادت کہی گئی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ دعا اور نداء کے معنی لغوی پکارنے کے ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ دعا کو عبادت کہا گیا ہے مگر یہ میں تسلیم نہیں کرتا کہ دعا اور عبادت مرادف ہیں بلکہ دعا اور عبادت میں نسبت عموم وخصوص مطلق کی ہے۔ ہر دعا عبادت ہے مگر ہر عبادت دعا نہیں۔ اور یہ بھی میں قبول نہیں کرتا کہ دعا میں کوئی امر مطلوب نہیں ہوتا بلکہ ہر دعا میں صراحۃً یا اشارۃً ظاہراً یا باطناً، تصریحاً یا ضمناً کوئی مقصود ضرور داخل ہوتا ہے خواہ دینی ہو یا دنیوی، جسمانی ہو یا روحانی، معاش سے متعلق ہو یا معاد سے۔ اسی واسطے جسے عرفاً دعا کہتے ہیں وہ مذہب میں جو چیز دعا سے تعبیر کی جاتی ہے اس میں امر مسئول عنہ کا داخل ہونا ضرور ہے۔ اور قرآن مجید کی آیتوں سے اس کا ایسا ثبوت ملتا ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا۔ ملا صدرالدین شیرازی نے صحیفہ کاملہ میں اس کو بہت اچھی طرح بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

الدعا عر فاً الرغبة الى الله تعالى و طلب الرحمة منه على وجه الاستكانة و الخضوع و قد يطلق على تحميد و تقديس لما فيه من التعرض للطلب۔ سئل عطاء عن معنى قول النّبى ﷺ خير الدّعاء دعائى و دعا ء الانبياء من قبلى و هو لا اله الا اللّه و حده لا شريک له، له الملک و له الحمد يحيى و يميت و هو حىّ لا يموت بيده الخير و هو على كلّ شىء قدير ۔و ليس هذا دعاء انّما هو التقديس والتمجيد فقا ل له هذا امية بن الصلت يقول فى ابن جذعا ن :

اذا اثنى عليک المرء يو ماً كفاه من تعرضه الثناء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افیعلم ابن جذ عان ما یراد منه با لثناء علیه ولا یعلم ربّ العا لمین ما یراد با لثناء علیه

(عرفاً دعا کے معنی ہیں خدا کی طرف متوجہ ہونا اور عجز و نیاز کے ساتھ اس سے رحمت کا طلب کرنا۔ کبھی دعا کا اطلاق خدا کی حمد اور قدوسیت بیان کرنے پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ اس طرح حمد و ثنا کرنے میں بھی درخواست کرنے کا اشارہ ہوتا ہے۔ ایک شخص نے عطا (مفسر مکی) سے رسول خدا ﷺ کے اس قول کے معنی دریافت کئے کہ بہتر دعا وہ ہے جس کو میں کیا کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء کیا کرتے تھے اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک و لہ الحمد یحیی و یمیت و ھو حیّ لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیء قدیر۔ اور سائل نے کہا کہ یہ دعا نہیں بلکہ خدا کی بزرگی اور قدوسیت ظاہر کرنا ہے تب عطا نے اس کے جواب میں کہا کہ دیکھو امیہ بن الصلت عبداللہ بن جذعان کی تعریف میں کہتا ہے

اذا اثنی علیک المرء یو ماً کفاہ من تعرضہ الثناء

یعنی جب کوئی شخص کسی روز تیری تعریف کرے تو صرف تعریف کر دینا ہی عرض حاجت کے لئے اسے کافی ہے۔ جب ابن جذعان کو وہ غرض معلوم ہو جائے جس کے لئے اس کی تعریف کی گئی ہے تو کیا رب العالمین کو وہ غرض معلوم نہ ہوگی جو اس کی تعریف سے مقصود ہوگی)

غرض کہ دعا کو نداء کا مرادف سمجھو یا عبادت کا، مگر دعا کا اطلاق اسی پر ہوگا جس میں خدا کو پکارا جائے اور اس کے پکارے جانے میں کوئی مقصود بالضرور مضمر ہوگا، اگرچہ روحانی برکتیں اور نزول رحمت اور مغفرت عن الذنوب ہی ہو آیت اجیب دعوۃ الدّاع اذا دعان اور ادعونی استجب لکم کے کچھ ہی معنی لو، مگر اس سے یہ بات ثابت ہے کہ پکارنا اور سننا مانگنا اور دیا جانا درخواست کرنا اور اس کا قبول ہونا دعا اور اجابت کی اصلی حیثیت ہے۔ اور یہ دو نسبتی الفاظ ہیں جن میں اول لفظ سے یہ مقصد ہے کہ دوسرا حاصل ہو۔ مانگنے کے لئے دیا جانا ضرور ہے۔ گو یہ ضرور نہیں کہ امر مسئول عنہ جسمانی اور دنیاوی ہی ہو، بلکہ صرف مقاصد روحانی اور اغراض دینی ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر ہم امور دنیاوی کو دعا سے خارج کر دیں اور اس باب میں آپ کے ہم خیال ہی ہو جائیں تا ہم مقاصد دینی کیونکر دعا سے خارج ہو سکتے ہیں اور ان پر امر مسئول عنہ کا اطلاق کیونکر نہیں ہو سکتا۔ اگر دعا میں کسی خاص مطلب کا اظہار نہ کیا جائے اور صرف بطور تمجید اور تقدیس خدا کی ثنا و صفت ہی پر کفایت کی جاوے جیسے عارفوں اور صدیقوں کی دعائیں ہوا کرتی ہیں تا ہم امر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئول عنہ کا اس میں دخل ہونا ضروری ہے۔

اگر مسئول عنہ بالکل دعا سے خارج کر دیا جائے اور اجابت کے معنی صرف تسکین قلب قرار دیئے جائیں تو دعا اور اجابت میں جو مناسبت ہونی چاہیے وہ باقی نہیں رہتی۔ اجابت کو سوال سے مناسبت ہونی چاہیے اور حکم کا درخواست کے ساتھ مناسب ہونا لازم ہے۔ اطمینان قلب بھی اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ جواب مطابق سوال کے اور اجابت مناسب دعا کے ہو۔ ہم کسی امیر کو ایک عرضی دیتے ہیں اور ہم کسی بخشش کی اس سے خواہش کرتے ہیں اور کسی مصیبت کا دور ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ہم کو بخشش مل گئی اور وہ مشکل جس میں ہم پھنسے ہوئے تھے اس سے ہم نے نجات پائی، تو ہم اسے اپنے سوال کے مطابق سمجھیں گے اس سے ہمارے دل میں ایک خوشی پیدا ہوگی ہم اس کے شکرانے کے گیت گاتے پھریں گے اور دعا قبول نہ ہونے کی حالت میں بھی اسی خیال سے ہم کو تسکین ہوگی کہ جس سے ہم نے دعا مانگی ہے وہ بلاشبہ دینے والا ہے مگر ہم سے زیادہ وہ ہمارے مصالح کو سمجھتا ہے اگر اس نے دینے میں دیر کی تو وہ بھی کسی ہمارے فائدے کی وجہ سے ہوگی اور اس سے بہتر وہ ہم کو دے گا اور اس کو بھی مجازاً ہم اپنی دعا کی اجابت سمجھیں گے۔ لیکن اگر یہ سمجھا جائے کہ دعا کسی خاص مطلب کے لئے مانگنا فضول ہے تو ہم کسی طرح سے کسی چیز کو نہ مانگیں گے نہ کسی مقصد کی خواہش کریں گے نہ کوئی عرضی گزرانیں گے، نہ کسی قسم کی امید رکھیں گے اور ہر صورت میں ہماری نظر صرف اسباب پر ہوگی نہ مسبب الاسباب پر۔ اور ایسی حالت میں دعا جو مذہب میں ایک ضروری چیز ہے بلکہ مذہب کی جان ہے وہ ایک شئے بے معنی سمجھی جائے گی اور اصلی تعلیم مذہب کی کہ نہ صرف اسباب پر نظر رکھی جائے بلکہ مسبب الاسباب پر وہ بالکل غلط اور لغو اور بے معنی ہو جائیں گی۔

دعا درحقیقت سوال ہے جیسا کہ ہم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہیں۔ ایک انسان جو دوسرے سے دعا یا درخواست کرتا ہے اس کی حیثیت وہی ہے جو اس دعا کی ہوتی ہے جو انسان خدا سے کرتا ہے۔ اور دعا کا انسان کی جسمانی زندگی سے اسی طرح کا تعلق ہے جیسا کہ اس کی روحانی زندگی سے۔ ہم پہلے جسمانی عالم میں اس بات کا علم حاصل کرتے ہیں کہ دعا کا کیا کام اور اس کا کیا اثر ہے؟ اور بعدہ ہم کو اپنی روحانی زندگی میں اس کا تجربہ ہوتا ہے۔ ہمارے تعلقات اول جسمانی ہیں بعدہ روحانی۔ اول ہم کو جسمانی حالتوں اور خواہشوں سے آگاہی ہوتی ہے اور پیچھے روحانی حاجتوں اور خواہشوں سے۔ ہم اول جسمانی عالم میں اپنی قوتوں کا استعمال کرتے ہیں ان کے طرز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمل سے واقف ہوتے ہیں، ان کے نتائج کو دیکھتے ہیں ان کے قانون کو معلوم کرتے ہیں، اور جب ان کا عمل روحانی دائرہ میں منتقل ہوتا ہے تو ہم پاتے ہیں کہ ان کے قوانین میں کوئی تغیر نہیں ہوتا اور ان کے نتائج وہی قائم رہتے ہیں، صرف تبدیلی یہی ہوتی ہے کہ ہمارے جسمانی اغراض کی جگہ روحانی مقاصد قائم ہو جاتے ہیں۔ خدا سے جو ہمارا تعلق ہے اسے ہم روحانی کہتے ہیں اور اس تعلق میں ہماری قوتوں کا جو استعمال ہوتا ہے وہ روحانی عمل ہے اس وقت ہمارا تجربہ روحانی ہوتا ہے اور ایسے ہر تجربہ کو جو نام دیا جاتا ہے وہ وہی ہے جو پہلے جسمانی تجربہ کو دیا گیا تھا۔ اس لئے کہ جسمانی اور روحانی چیزوں کے واسطے ایک ہی قسم کے الفاظ ہیں۔ جس طرح محبت، خوشی، تسکین، رحم، نیکی اول جسمانی ہوتے ہیں اور بعدہ روحانی۔ اول ان کو ہم انسانوں میں پاتے ہیں پھر خدا میں۔ عبادت جو ہم خدا کی کرتے ہیں وہ ہمارا روحانی عمل ہے اور اس کے اصول اور قواعد وہی ہیں جو اول ہم اپنے جسمانی تعلقات میں سیکھتے اور عمل میں لاتے ہیں۔ ہم اپنے ماں باپ اپنے بزرگوں اپنے حاکموں کی تعظیم کرتے ہیں اور اس تعظیم کو ہم زبان سے اور عجز و نیاز کی مختلف علامتوں سے ظاہر کرتے ہیں۔ ہم انسان کی خوبیوں اور صفتوں اور نیکیوں کی تعریف کرتے ہیں، ہم ان سے معافی چاہتے ہیں ہم ان سے اپنے اغراض اور مقاصد عرض کرتے ہیں اور ہم ان کے سامنے عرضیاں پیش کرتے ہیں۔ غرض کہ تمام باتیں عبادت، تعظیم، حمد و ثنا، عجز و ذلت اور خواہش و طلب کی، ہم جسمانی عالم میں سیکھتے ہیں اور یہ سب اول جسمانی تعلقات ہوتے ہیں۔ اور مادی تعلقات میں ظاہر ہوتے ہیں پھر بعد اس کے یہی روحانی عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ خدا کی ہم تعظیم کرتے ہیں، اس کو بڑا مانتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی رحمت کے خواستگار ہوتے ہیں، اس سے اپنے گناہوں کی معافیاں چاہتے ہیں، اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوتے ہیں، زمین پر سر رکھ کر اس کے روبرو گڑگڑاتے ہیں، اپنی ذلت و عاجزی دکھا کر اس کی خوشا کرتے ہیں، اس کے احسانوں کا شکر بجالاتے ہیں، اس سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں، اس کو مصیبت اور آفت کے وقت پکارتے ہیں۔ یہ سب کام ویسے ہی ہم کرتے ہیں جیسے ہم انسانوں کے سامنے کیا کرتے ہیں۔ فرق اتنا ہی ہوتا ہے کہ جو چیزیں اول جسمانی اور بندوں کے ساتھ کی جاتی تھیں وہ روحانی ہو جاتی ہیں اور خدا کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ پس جس طرح ہمارے تمام دنیاوی کاموں میں ہماری اغراض مضمر ہوتی ہیں اسی طرح ہمارے روحانی اعمال میں بھی۔ دعا بھی وہی فعل ہے جس کا برتاؤ ہم بندوں کے ساتھ کرتے ہیں اور جس طرح اور جس امید پر انسانوں سے ہم سوال کرتے ہیں اسی طرح پر ہم خدا کے سامنے اپنی حاجتیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش کرتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں۔ اگر مانگنے اور دعا کرنے میں جب کہ ہم بندوں سے کرتے ہیں امر مسئول داخل نہیں ہے تو خدا سے دعا کرنے میں بھی داخل نہ ہوگا۔ ورنہ یہ لفظ دعا کا عالم جسمانی میں بامعنی اور روحانی عالم میں بے معنی ہو جائے گا۔ اور جہاں تک ہم خدا کے کلام سے شہادت پا سکتے ہیں اس سے ہمارے دعوی کی تائید ہوتی ہے۔ ایک جگہ اور ایک مقام پر نہیں بلکہ بیسیوں جگہ اور بیسیوں مقام پر خدا کے کلام سے دعا میں امر مسئول عنہ کا داخل ہونا پایا جاتا ہے اور ایک نبی نہیں بلکہ بہت سے انبیاء کے تذکرہ میں ان کا خاص خاص مقاصد کے لئے خدا سے خاص خاص باتوں کا سوال کرنا اور مخصوص حاجتوں کے مانگنے کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ ہم چند آیتیں اس مقام میں نقل کرتے ہیں اور ہم صرف انہیں آیتوں کی نقل پر کفایت کرتے ہیں جن میں وہ حاجتیں مانگی گئی ہیں جو اس عالم سے تعلق رکھتی ہیں۔ روحانی خواہشوں کے مانگنے اور اس کے دیئے جانے سے تو سارا قرآن بھرا ہوا ہے۔

سب سے اول حضرت نوح کی دعا کو لیجئے۔ ان کے بیان میں خداوند تعالی فرماتا ہے

قال نوح ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً انک ان تذرھم یضلّو عبادك و لا یلدوا الّا فا جراً کفاراً (نوح نے کہا اے میرے پروردگار تو منکروں میں سے ایک بھی رہنے والے کو زمین پر باقی نہ چھوڑنا۔ اگر تو انکو چھوڑ دے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ سوائے بدکار اور منکر کے اولاد نہ جنیں گے)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے خدا سے دعا کی کہ کافروں کو زمین پر باقی نہ رکھے اور اس کی وجہ یہی بیان کی کہ اگر یہ باقی رہیں گے تو لوگوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد کا فر و فاجر ہی رہے گی اور یہ ظاہر ہے کہ خدا نے اس دعا کو قبول کیا اور کفار کو طوفان لا ڈبو دیا، کما قال اللہ تعالی:

و نوحاً اذ نادی من قبل فاستجبنا له فنجّیناه و اهله من الکر ب العظیم. و نصرناه من القوم الّذین کذّ بوا بآ یا تنا انّهم کانوا قوم سوء فاغر قنا هم اجمعین (اور نوح کو یاد کر جب کہ اس نے اس سے پہلے پکارا تو ہم نے اسکی دعا قبول کی۔ پھر اس کو اور اسکی اہل کو بڑی سختی سے بچا لیا اور ہم نے اسے اس قوم پر مدد دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ بے شک وہ برے لوگ تھے، سو ہم نے ان سب کو ڈبو دیا)

حضرت نوح کے قصہ میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ ان کی دعا جس طرح کفار کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حق میں قبول کی گئی ویسے ہی ان کے بیٹے کے حق میں نامنظور رہی۔

و نادی نوح ربه فقال ربّ انّ ابنی من اهلی و انّ وعدك الحق و انت احكم الحاكمين۔ قال يا نوح انّه ليس من اهلك انّه عمل غير صالح فلا تسئلنی ما ليس لك به علم انّی اعظك ان تكو ن من الجاهلين ۔ (اورنوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے پروردگار میرا بیٹا میری اہل میں سے ہے (اور میری اہل کے بچانے کا وعدہ تھا) اور تیرا وعدہ سچا ہے اور بے شک تو سب سے بڑا حاکم ہے۔فرمایا کہ اے نوح وہ تیری اہل میں نہیں، اس کے کام برے ہیں، سو جس بات کا تجھے علم نہیں وہ مجھ سے مت مانگ، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں نہ ہو)۔

خدا نے اس دعا کو قبول نہ کیا۔اور جب حضرت نوح نے کہا کہ یہ میرے اہل میں سے ہے اور تو نے میرے لوگوں کو بچانے کا وعدہ کیا، اس کے جواب میں خدا نے فرمایا کہ نہیں یہ تیری دعا قبول نہ ہوگی اس لئے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ اچھے کام کرنے والا نہیں ہے۔اور نامقبولیت دعا کے سبب بتلانے کے علاوہ خدا نے جھڑکی بھی دی اور فرمایا کہ جس چیز کا تجھے علم نہ ہو اسے نہ مانگ۔اور میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر دعا کا قبول ہونا مطابق وعدہ الٰہی کے ضرور نہیں ہے، نہ ہر دعا کے قبول ہونے کا وعدہ خدا نے فرمایا ہے بلکہ دعائیں جو جاہلانہ بے سمجھے بوجھے کی جاتی ہیں وہ وعدہ اجابت الٰہی سے خارج ہیں۔اور اکثر نامقبول دعائیں اسی مد میں داخل ہیں۔

پھر حضرت ابراہیمؑ پر نظر کیجئے۔سورہ بقرہ رکوع پندرہ میں خدا فرماتا ہے:

و اذ قال ابراهيم ربّ اجعل هذا بلداً آ مناً وارزق اهله من الثّمرا ت من آمن منهم باللّه و اليوم ا لآخر ربّنا و ابعث فيهم رسولاً مّنهم يتلوا عليهم آ يا تك و يعلّمهم الكتا ب و الحكمة و يزكّيهم انك انت العزيز الحكيم (اور جب کہ ابراہیم نے کہا کہ اے میرے پروردگار تو اس شہر کو امن گاہ بنا، اور اس کے باشندوں میں سے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لائے ہیں میوے کھلا۔اے ہمارے پروردگار ان میں سے ایک رسول اٹھا جو تیری آیتیں ان پر پڑھے اور انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔بے شک تو ہی زبردست حکمت والا ہے)

اس میں صاف صاف امر مسئول عنہ کا بیان ہے اور اس کا قبول ہونا ثابت۔حضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم نے مکہ معظّمہ کے لئے دعا کی کہ خدایا اس کو بلد مامون بنا اور میری ذریت میں سے ایک ایسا رسول جو کتاب اور حکمت کی تعلیم کرے، پیدا کر۔ چنانچہ خداوند تعالی نے حضرت ابراہیم کی دعا قبول فرمائی اور پیغمبر خدا ﷺ کو ان کی ذریت میں پیدا کیا اور کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے بھیجا۔

حضرت ایوبؑ کے ذکر میں قرآن بتاتا ہے کہ ان کو جو تکلیف اور مصیبت تھی اس کے دور ہونے کی انہوں نے دعا مانگی اور خدا نے اسے قبول کیا۔ یعنی وہ اجابت نہیں جس کے معنی بغیر دور کرنے مصیبت کے صرف ان کے دل کو تسکین دے دی ہو بلکہ اصلی قبولیت اور حقیقی اجابت ان کی دعا کی خدا نے فرمائی یعنی اس تکلیف کو دور کیا جیسا کہ فرمایا:

و ایّو ب ا ذ نادی ربّه انّی مسّنی الضّرّ و انت ارحم الرّا حمین۔ فاستجبنا له فکشفنا ما به من ضرّ و آ تیناه اهله و مثلهم معهم رحمة من عند نا و ذکری للعابدین (اور ایوب کو یاد کہ جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار مجھے دکھ پہنچا اور تو سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ سو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی)

حضرت یونسؑ کی دعا سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جس غم میں وہ پڑ گئے تھے اس سے نجات پانے کی انہوں نے دعا کی جسے خدا نے قبول فرمایا، انکے غم کو دور کر دیا کما قال اللہ تعالی:

و ذا النّو ن اذ ذهب مغا ضباً ان لن نقدر علیه فنادی فی الظّلما ت ان لا اله الّا انت سبحا نک انّی کنت من الظّا لمین۔ فا ستجبنا له و نجّیناه من الغمّ و کذ لک ننجی المؤمنین (اور مچھلی والے کو یاد کر جب کہ وہ غصہ سے لڑ کر چلا گیا پھر سمجھا کہ ہم اسے پکڑ نہ سکیں گے۔ پھر تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے میں ظالموں میں سے تھا۔ سو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی۔ اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دیں گے)

اور اس آیت سے صرف یہی ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یونس کا غم خدا نے دور کر دیا بلکہ اس سے ہمارے دعوی کی پوری تائید ہوتی ہے کہ خداوند تعالی مومنین کی دعا بھی، جب کہ وہ ایسی حالت میں پھنس جاویں اور وہ خدا سے بے قراری اور اضطرار کی حالت میں دعا کریں، قبول کرتا ہے۔ کیا بعد خدا کے اس فرمانے کے و کذ لک ننجی المؤمنین اس باب میں شبہ رہ سکتا ہے کہ دعا ذریعہ حصول مقصد نہیں ہے اور نا امیدی اور مایوسی کی حالت میں خدا دعا قبول نہیں فرماتا جیسا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خداوند عالم بیان فرماتا ہے :

قال ربّ اشرح لی صدری و یسرلی امری و احلل عقدة من لسانی یفقهوا قولی و اجعل لی وزیراً من اهلی هارون اخی اشدد به ازری و اشرکه فی امری کی نسبحک کثیراً و نذکرك کثیرا انک کنت بنا بصیراً ۔قال قد اوتیت سؤلک یا موسی (اس نے کہا اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دے اور میرا کام آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے کہ وہ میری بات سمجھیں اور میرے اہل میں سے میرے لئے ایک وزیر بنا میرا بھائی ہارون، اس سے میری کمر مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر، تا کہ ہم تیری بہت تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔ خدا نے فرمایا اے موسیٰ تیرا سوال پورا کیا گیا)

اس میں صاف بیان اس امر کا ہے کہ حضرت موسیٰ نے چند باتوں کی خدا سے درخواست کی۔ ایک یہ کہ انکے دل کو قوی کرے۔ دوسرے ان کی زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ ان کی بات سمجھنے لگیں۔ تیسرے یہ کہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دے۔ اور دعا مانگتے وقت حضرت موسیٰؑ نے یہ بھی کہا کہ ان خواہشوں کے پورے کرنے سے ہم کو ایسی خوشی ہو گی کہ ہم بہت زیادہ تیری تسبیح کریں گے اور تجھے بہت یاد کیا کریں گے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا کا قبول ہونا اور امر مسئول عنہ کا دیا جانا اصل خوشی اور محبت پیدا ہونے کا سبب ہے۔ اور ان تمام دعاؤں کو خدا نے پورا کیا اور ان کی اجابت کو ان لفظوں میں ادا کیا:

قد اوتیت سؤلک یا موسی

میرے نزدیک اس سے زیادہ کیا ثبوت اس امر کا ہو گا کہ جب خدا کو کوئی عرضی دی جاتی ہے تو خدا تعالیٰ اس کے موافق اور مناسب، بشرطیکہ وہ جاہلانہ درخواست نہ ہو، حکم تحریر فرماتا ہے

سورہ یونسؑ میں حضرت موسیٰؑ کی ایک اور دعا کی اجابت کا بیان ہے جس میں حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں نے مل کر دعا کی تھی اور جس سے فرعون غارت کیا گیا۔ چنانچہ فرماتا ہے :

قال موسی ربّنا انک آتیت فرعون و ملأه زینة و اموا لاً فی الحیوة الدّنیا ربّنا لیضلّوا عن سبیلک ربّنا اطمس علی اموا لهم و اشدد علی قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یرو العذا ب الالیم ۔ قال قد اجیبت دعوتکما فاستقیما ولا تتبعا ن سبیل الّذین لا یعلمو ن ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے پروردگار تو نے دنیا کی زندگی میں فرعون اور اس کی قوم کو زینت اور بہت مال دے رکھا ہے اے ہمارے پروردگار اس لئے کہ وہ (لوگوں کو) تیری راہ سے گمراہ کریں۔ اے رب ان کے مال میٹ دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دکھ کا عذاب نہ دیکھ لیں۔ فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہوئی سو تم ثابت قدم رہو اور بے علموں کی راہ نہ چلو)

اس آیت میں قد اجیبت دعوتکما کے کیا معنی ہیں؟ کیا اس سے امر مسئول عنہ کا دیا جانا اور دعا کا ایک سبب اسباب حصول مقصد سے ہونا ثابت نہیں ہوتا؟

حضرت موسیٰؑ کے ذکر میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ دعاؤں کا قبول ہونا لازمی نہیں ہے بلکہ وہ دعا جو نافہمی اور نادانی سے کی جائیں اور خلاف حکمت اور قواعد مقررہ خدا کے ہوں وہ قبول نہیں ہوتیں، اور ایسا کرنے والا اسرار الٰہی سے ناواقف سمجھا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ نے خدا سے درخواست کی ربّ ارنی انظر الیک یعنی خدا تو مجھے اپنے آپ کو دکھا۔ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا کہ لن ترانی کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ جھڑکی کہ خدا نے ان کو سنائی اس سے متنبہ ہو کر وہ اپنی غلطی پر متنبّہ ہوئے اور عرض کرنے لگے سبحانک تبت الیک و انا اوّل المؤمنین خدایا میں نے توبہ کی اور اس دعا کے کرنے سے، جو مجھے نہیں کرنی چاہیے تھی، میں نادم ہوا۔

حضرت ذکریا کی دعا تو آپ نے اپنے مفید مطلب سمجھ کر اس دعوی کی ثبوت میں بیان فرمائی ہے کہ لفظ دعا اور ندا میں بلحاظ اس کے حقیقی معنی کے امر مسؤل عنہ داخل نہیں ہوتا بلکہ وہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے، مگر آپ کا یہ دعوی اور دلیل دیکھ کر نہایت تعجب ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض دعائیں مفصل ہوتی ہیں اور بعض مجمل۔ بعضوں میں بالعموم رحمت و مہربانی مانگی جاتی ہے بعض میں بالتخصیص خاص خاص چیزوں کا سوال ہوتا ہے۔ اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ امر مسئول عنہ کو دعا سے علاقہ نہیں، اور دعا صرف ندا ہے بغیر کسی غرض اور کسی مطلب کے۔ حضرت ذکریا کی مثال دینے سے تو درحقیقت آپ نے اپنے دعوی کو انصاف اور ایمان کی عدالت میں قرآن کی شہادت سے ڈسمس کر دیا اور پورے طور پر آپ ہار گئے۔ کیا کوئی سمجھدار آدمی حضرت زکریا کی دعا اور خدا کی اجابت کو، جن کا متعدد آیتوں میں ذکر ہے، دیکھ کر ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کے دعوی کو قابل غور خیال کرے گا اور سنتے ہی حیرت زدہ ہو کر اس استدلال کو آپ کی شان کے خلاف نہ سمجھے گا۔ حضرت زکریا کی دعاؤں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ اس سے صرف دعا کا اسباب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حصول مقاصد میں سے ہونا ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب اسباب کی طرف سے مایوسی اور نا امیدی ہوتی ہے اور کسی طرح امر مسئول عنہ کا ملنا بظاہر اسباب قیاس میں نہیں آتا، اور خود دعا کرنے والا مایوسی کے سامان دیکھ کر دعا کرنے سے ہچکچاتا ہے، تو خدا خود اپنی قدرت کی شان دکھاتا ہے اور اپنے مسبب الاسباب ہونے کی طرف رغبت دلاتا اور دعا کرنے کی توفیق دیتا ہے جس سے اس کے خاص بندے اسباب اور وسائل ہی کو نہ دیکھیں بلکہ اس کی طاقت کو اس سے مافوق سمجھ کر اس کی طرف رجوع کریں۔ دیکھئے وہ آیت جو آپ نے نقل کی اس میں حضرت زکریا خدا سے دعا کرتے ہیں ربّ هب لی من لّد نک ذرّیّة طیّبة انک سمیع الدّعا انہوں نے اولاد کی دعا مانگتے وقت خدا سے یہ کہا کہ تو دعائیں سنتا ہے۔ یعنی جو کوئی کچھ مانگے اسے دے سکتا ہے اور اسی امید پر میں تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ اور پھر اپنے وارث نہ ہونے پر مضطر ہو کر خدا سے دعا کی ربّ لا تذ رنی فرداً و انت خیر الوا رثین کہ اگرچہ بہترین وارث تو ہی ہے مگر بمقتضائے بشریت مجھے اولاد کی تمنا ہے تو اپنے رحم و کرم سے عطا کر۔ اس کے جواب میں خدا ان کو بذریعہ ملائکہ بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے فبشرّ ناہ بغلامٍ حلیم۔ اور دوسرے مقام پر زکریا کی اجابت ان لفظوں میں خداوند تعالیٰ بیان کرتا ہے:

فنادته الملا ئکة و هو قا ئم یصلی فی المحرا ب انّ اللّٰه یبشّر ك بیحی مصدّقاً بکلمة من اللّٰه و سیّداً و حصوراً و نبیّاً مّن الصّالحین

(پھر جب زکریا محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا فرشتوں نے اسے آواز دے کر کہا کہ اللہ تجھے خوش خبری دیتا ہے یحیٰ کی جو خدا کے کلمے (یعنی عیسیٰ) کا مصدق اور ایک سید ہوگا اور عورتوں سے برطرف رہے گا اور ایک نبی ہوگا نیکوں میں)

دوسرے مقام پر خداوند تعالیٰ حضرت زکریا کے بیان میں فرماتا ہے کہ زکریا نے ناامیدی کی حالت میں خدا سے عرض کیا:

ربّ انّی وهن العظم منّی و اشتعل الرّأس شیباً وّ لم اکن بدعائک ربّ شقیاً۔ (اے رب میری ہڈیاں سست ہوگئی ہیں اور سر بڑھاپے سے مچک اٹھا اور میں کبھی اے میرے رب تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا)

کہ میں بڈھا ہو گیا ہوں اور میرا سر ہلنے لگا ہے اس پر بھی میں تجھ سے مانگتا ہوں باوجودیکہ میری بی بی بانجھ ہے اور اولاد ہونے کی امید نہیں۔ چنانچہ الفاظ و کانت امرأ تی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عاقراً سے یہ ظاہر ہے۔اور باوجود اس کے، یعنی اس نا امیدی پر بھی، میں تجھے قادر مطلق سمجھ کر تجھ سے دعا کرتا ہوں فھب لی من لّدنک و لیّاً یرثنی و یرث من آل یعقوب و اجعله ربّ رضیاً کہ صرف اپنی طرف سے اور صرف اپنے فضل و کرم سے باوجود ان حالتوں کے بھی مجھے اولاد عطا کر اور اپنی قدرت کا تماشا دکھا۔اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے انّا نبشّرك بغلام اسمه یحی لم نجعل له من قبل سمیّاً کہ اچھا ہم اپنی قدرت کا تماشا تجھے دکھاتے ہیں اور بڑھاپے میں تجھے بیٹا دیتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے بیان میں خدا فرماتا ہے کہ جب اس کو اولاد کی خوش خبری دی گئی تو ان کی بیوی حیرت زدہ ہو کر کہنے لگی یا ویلتی ء الد و انا عجوز و هذا بعلی شیخاً انّ هذا لشیء عجیب۔(کیا میرے اولاد ہوگی ایسی حالت میں کہ میں بوڑھیا ہوگئی اور میرا خاوند بھی بوڑھا ہے۔یہ تو بڑی عجیب بات ہے)۔اس پر خدا نے فرمایا اتعجبین من امر اللّٰه ر حمة اللّٰه و برکاته علیکم اهل البیت انّه حمید مّجید۔کیا تو تعجب کرتی ہے خدا کی رحمت سے، یہ خدا تعالیٰ کی مہربانیوں میں سے ہے۔

علاوہ ان آیتوں کے حضرت سلیمانؑ کی دعا

ربّ اغفر لی و هب لی ملکا لا ینبغی لا حدٍ مّن بعدی انک انت الوهاب۔(اے پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو بے شک تو بخشنے والا ہے)

اور حضرت عیسیٰؑ کی دعا:

اللّٰهم ربّنا انزل علینا مائدة من السماء (اے ہمارے پروردگار! اتار ہمارے لئے دسترخوان آسمان سے)

اور اس کا جواب خدا کی طرف سے قال اللّٰه انّی منزلها علیکم وغیرہ آیتیں ہیں جن میں امر مسئول عنہ کا دعا میں داخل ہونا ثابت ہے۔

کیا جو شخص قرآن مجید کی ان آیتوں پر سرسری نظر سے بھی غور کرے گا تو اسے دعا کے قبول ہونے اور امر مسئول عنہ کے خدا کی طرف سے دیئے جانے میں کچھ شبہ رہے گا۔میرے نزدیک اس کے بعد یہ بحث کہ دعا اور ندا الفاظ مرادف ہیں یا نہیں، اور لفظ دعا اور ندا کے حقیقی معنی میں امر مسئول عنہ داخل ہوتا ہے یا نہیں، غیر ضروری بلکہ لغو و فضول رہ جاتی ہے۔اس لئے کہ امر بحث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طلب یہ نہیں ہے کہ لفظ دعا میں امر مسؤل عنہ داخل ہے یا اس سے خارج ہے، بلکہ یہ ہے کہ خدا مانگنے سے دیتا، یا دے سکتا ہے۔ اور اس سے مانگنا اسباب حصول مقصد میں سے ہے یا نہیں، اس کا جواب آپ نفی میں دیتے ہیں اور میں اور تمام مسلمان بلکہ کل بنی نوع انسان جو خدا کو مانتے ہیں اثبات میں ۔ اور اس کے لئے ہم قرآن سے اتنی شہادتیں پیش کر چکے کہ عرفی دعا کی حقیقت کا انکار کرنا اور اجابت کو صرف خیالی اور بے معنی تسکین قلب سمجھنا ایسا خیال ہے جو میرے سے کم سمجھ آدمیوں کی سمجھ میں قرآن کے تسلیم و اقرار کے ساتھ مشکل سے جمع ہوسکتا ہے۔ یہ آیتیں جو میں نے اوپر نقل کیں کچھ پہیلیاں نہیں ہیں جن کا بوجھنا مشکل ہو۔ نہ معمے ہیں جو سمجھ میں نہ آسکیں بلکہ یہ خدا کا صاف اور سیدھا کلام ہے جس سے انبیاء کرام کا خاص خاص باتوں کے لئے دعا کرنا۔ مثلاً کسی کا بیٹا مانگنا، کسی کا سلطنت چاہنا، کسی کی دشمن پر فتح کی استدعا، کسی کی آسمان سے مائدہ ملنے کی التجا، ایسی ثابت ہے کہ اس سے انکار ہوسکتا ہے نہ اس کی تاویل ہوسکتی ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء نے جو عموماً تمام انسانوں سے بڑھ کر خدا کے اسرار سے واقف اور لا تبدیل لکلمات اللّٰہ کے حکم مستحکم سے آگاہ تھے، دعا کو اسباب حصول مقصد میں سے خیال کیا اور عالم اسباب سے ناامید ہوکر مسبب الاسباب سے دعائیں مانگنے لگے۔ کوئی کہنے لگا ربّ ھب لی من لّدنک ذریّۃً طیّبۃً انک سمیع علیم ۔ کوئی گڑگڑا کر پکارنے لگا ربّ لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین۔ کوئی مانگنے لگا ربّ ھب لی ملکا لا ینبغی لا حدٍ من بعدی ۔ کوئی چلانے لگا ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیّاراً ۔ پس وہ شخص کہ قرآن کو منزل من اللّٰہ مانتا اور ان آیتوں کو جعلی اور نقلی نہ سمجھتا ہو، کیونکر اتنے شواہد سے چشم پوشی کرے گا اور کس طرح اپنے نامکمل اور ناقص علم پر جو قانون فطرت کی نسبت ہے، بھروسہ کر کے اجابت دعا کو خلاف قانون فطرت سمجھے گا ، اور عمداً دعا اور اجابت دعا کا منکر ہوگا۔

اے میرے سید (احمد) اور مولی اگر قرآن سچا ہے اور یہ آیتیں قرآن ہی کی ہیں تو میں اس کہنے پر مجبور ہوں کہ آپ کی رائے اور خیال سے میں اسی وقت اتفاق کرسکتا ہوں جب کہ قرآن کو کلام الٰہی نہ سمجھوں اور ان آیتوں کو منزل من اللّٰہ نہ مانوں۔ میرے نزدیک ان آیتوں کو ماننے اور سمجھنے کے بعد دعا اور اجابت کے عرفی معنی سے انکار کرنا ایسا امر ہے جس کے سمجھنے سے میرا ذہن قاصر اور میری عقل عاجز ہے۔

فانظر یا سیّدی الی ھذہ الاخبار فایّ ذکر ابین من ھذا و ایّ شھادۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوی منها علی ان الدّعاء له تا ثیر فی نظام العالم و انّ اللّٰه تبارك و تعالی یسمع الدعاء و یقضی الحا جا ت اهذه الاقاویل کلّها علی کثرة معانیها و فنون ورودها و عدد جهاتها الّتی حکیت عنها کلّها اشارات الی بطلان الدّعاء العرفی و عد م اجا بة ا لامر المسؤل عنه فقد ذکر نا من القر آن ما فیها کفایة لمن اکتفی و قد استشهد نابعض من عشر سورة ممّا ید لّ علی صحّة ما قلنناه فی ما تقدم بما یکفی و یقنع من کان منصفاً فانظر یا سیدی و مولائی الی معانیه بعین الانصاف هل تنظر فیه من قصور ثمّ ارجع البصر کرّتین الی الفاظه هل تر ی فیه من فطور ۔ فقط

(پس اے میرے سردار، ان واقعات اور اخبار کو ملاحظہ کیجئے ۔ کون سا بیان اس سے زیادہ روشن اور کون سی شہادت اس سے زیادہ قوی ہوسکتی ہے، ماسوا اس کے دعا کی تاثیر نظام عالم میں مسلّم ہے اور خداوند تعالی اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کی حاجات کو پورا کرتا ہے ۔ کیا یہ تمام اقوال باوجود اپنی کثرت اور مختلف شعبوں اور مختلف حیثیتوں کے جن کی نسبت بیان کیا جا چکا ہے اشارات ہیں، معمولی دعا کے بطلان اور عدم اجابت امر مسؤل کے لئے ۔ قرآن مجید سے ہم اس قدر حوالے ذکر کر چکے ہیں جو کافی ہیں اور ہم نے قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی آیات سے استشہاد کیا ہے جو ہمارے گزشتہ بیان کی صحت پر دلالت کرتا ہے اور جو ایک منصف مزاج شخص کے مطمئن کرنے کے لئے کافی و وافی ہے ۔ پس اے میرے سردار اے میرے آقا! آپ بنظر انصاف اس کے معانی کو ملاحظہ فرمایئے ۔ کیا آپ کو ان کو کوئی قصور نظر آتا ہے اور پھر دوبارہ اس کے الفاظ پر نظر ڈالئے کیا ان میں کچھ سستی معلوم ہوتی ہے؟)

☆ سرسید احمد خان کا تبصرہ

کلّ ذلک کا ن مقدر لهم فاعطا ه اللّٰه لهم بفضله و کر مه و لم یثبت من القرآن ما لم یکن مقدراً اعطی لهم با لدّعاء و انّ الدعا ردّ القضاء و ا خر ا لاجل و بدّل المقدورا ت و تغیّر علم اللّٰه علی ما کا ن و ما یکون و هذا عند نا محال ۔ سید احمد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابوعبدالبر عبدالحکیم نصیرآبادیؒ

جن بزرگوں نے برصغیر کی تحریک عمل بالحدیث میں خدمت کی ہے ان میں ایک شخصیت جناب عبدالحکیم نصیرآبادی کی ہے۔ آپ آبائی طور پر حنفی المسلک تھے لیکن حصول علم کے بعد عامل بالحدیث ہو گئے۔ آپ کے خودنوشت سوانح اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوئے تھے جو نہایت سبق آموز ہیں۔ اس میں آپ کی تحصیل علم کی روداد ہے، جناب سید عبداللہ غزنویؒ اور جناب میاں نذیر حسین محدثؒ سے کسب فیض کا حال بیان ہوا ہے۔ ہم سبق طلباء کے نام درج ہوئے ہیں اور تبلیغی سرگرمیوں کا حال بیان ہوا ہے۔ اس خودنوشت کو مناسب قطع و برید کے بعد ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

جناب نصیرآبادی لکھتے ہیں:

میں نے سات برس کی عمر میں حافظ گلاب سے دو برس میں کلام مجید پڑھا۔ اس کے بعد کچھ اردو فارسی اپنے دادا صاحب کے چھوٹے بھائی میاں تاج دین صاحب سے پڑھی جو مدرسہ انگریزی میں نوکر تھے۔ مدرسہ ان کا کبھی موضع بھٹیاں اور کبھی موضع جلال پور میں رہتا تھا جو کہ ضلع گورداسپور میں ہے۔ اس کے بعد کار دنیاوی میں پڑ گیا۔ عرصہ بیس بائیس برس کی عمر گذری تھی کہ گھر سے بارادہ پڑھنے کے نکلا اور جموں پہنچا۔ وہاں ایک شخص الٰہی بخش ضلع گوجرانوالہ کا مجھ کو مولوی قلندر علی کے بیٹے حسن رضا کے پاس لے گیا جس نے اقرار کھانے اور پڑھانے کا کیا۔ رات کو گھر میں لایا جہاں کتا بھی تھا اور مجھ کو کتے سے نفرت تھی۔ رات تو میں نے گزاری اور صبح وہاں سے چل دیا کہ جس جگہ کے مولوی کتے پرورش کریں وہاں کے جاہلوں کا کیا ٹھیک ہے۔ بازار میں چلا جا رہا تھا وہی درزی الٰہی بخش گذشتہ روز والا مل گیا۔ اس نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ میں قلندر علی کے پاس نہیں رہتا۔ اس نے پھر مجھے مولوی عبدالکریم کے سپرد کر دیا جنہوں نے مجھے ایک کتاب پکی روٹی، جو کہ جناب مولوی غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ کی تصنیف ہے، پڑھائی۔ اصل میں مولوی عبدالکریم ان ہی کے ہم عقائد تھے۔ اس کے بعد مجھ کو ترجمہ کلام مجید کا شروع کرایا۔ جبکہ سبق میرا رکوع یا ایھا الناس اعبدوا تک ایک ماہ میں پہنچا تو میں وہاں سے چل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا ۔ سیالکوٹ آیا جہاں مولوی مزمل کے پاس ٹھہرا اور میں بہت خوش ہوا کیونکہ وہ مذہب کے حنفی تھے ۔ جبکہ عشا کا وقت آیا وضو کے واسطے اٹھے ۔ میں نے اسی آئت کا ترجمہ پڑھا : اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی وہ ذات پاک کہ پیدا کیا اس نے تم کو اور اون لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے ۔ تا کہ تم بچو ۔ ابھی ترجمہ پورا بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب چلا کر بولے، کافر ہو گیا، کافر ہو گیا۔ اس کلمہ کو چھ سات دفعہ کہا ۔ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ نے کہا مردود ترجمہ پڑھ کر کافر ہوتے ہو۔ اس وقت میں نے سمجھا کہ مجھ کو کہا ہے ۔ تب میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر انسان ترجمہ قرآن پڑھ کر کافر ہو گا تو مسلمان ہونے کی کون سی کتاب ہے ۔ غرض کہ یہ کلمہ مجھ کو نہائت برا معلوم ہوا ۔ صبح ہوتے ہی ایک گاؤں کوٹلی لوہاراں کو روانہ ہوا ۔ وہاں ایک مولوی عبدالرحمٰن تھے ۔ نیک آدمی خوش خلق غریبوں کی خاطر کرنے والے ۔ انہوں نے مجھ کو بہت تسلی دی ۔ میں اس جگہ ٹھہر گیا ۔ رات کو سویا دن کو اٹھا ۔ دل میں یہی خیال آیا کہ تو اگر واپس جموں نہ جائے گا تو کافر ہو کر مرے گا ۔ صبح جموں روانہ ہوا ۔ دو دن میں پہونچا ۔ پھر ترجمہ قرآن شریف کا شروع کیا ۔ ایک برس میں ترجمہ کلام مجید اور بلوغ المرام کو ختم کیا ۔ پھر تین ماہ گھر جا کر رہا ۔ بعد ازاں امرتسر چل دیا جو وہاں سے تیس کو س تھا ۔ مولوی غلام علی قصوری کے پیچھے جمعہ پڑھا ۔ ہفتہ کی صبح کو ایک گاؤں خیر دی پانچ کوس کے فاصلے پر تھا وہاں پہونچا ۔ وہاں پر ایک عالم مولوی عبداللہ غزنوی کو پایا ۔ خدا پرست غیبت سے پرہیز سوائے قرآن وحدیث دوسری بات مسجد میں نہ ہونے دی ۔ ایک ماہ کے قریب بلکہ زیادہ ان کی خدمت میں رہا ۔ ان سے بیعت بھی کی ۔ وہ لائق ہی اس کے تھے ۔ پھر جموں کے مولوی عبدالکریم کی خدمت میں پہونچا ۔ کچھ دن وہاں رہا ۔ آخر کار ایک شخص لعل دین قوم کا بافندہ راجہ کے مرضی دانوں میں تھا ۔ اس کا نہائت عروج اس کی حکومت میں تھا ۔ اس نے مذہبی عناد کی وجہ سے ہم چار طالب علموں کو رات کے نو بجے نکلوا دیا ۔ رات کو دریائے توی کے کنارے سو رہے ۔ ایک کشتی کے اوپر صبح کو پار اترے ۔ دو دن میں وزیر آباد پہونچے ۔ وہاں ایک حافظ حدیث مولوی عبدالمنان تھے ۔ وہاں پر ٹھہرے ۔ پندرہ روز کے بعد اس لعل دین نے ہمارے استاد مولوی عبدالکریم کو بھی نکلوا دیا ۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے ساتھ کے طالب علم واپس جموں چل دیئے .... اور میں وہاں وزیر آباد میں پڑھتا رہا ۔ اور استاد نہائت شفیق تھے ۔ تمام صحاح ستہ پڑھی ۔ اور اس کے بعد ایک گاؤں چک موسیٰ ضلع شاہپور میں ایک مولوی حافظ فتح دریا تھے ۔ ان سے جا کر دوبارہ قافیہ تک صرف ونحو پڑھی ۔ دو سال کے بعد وہ حج کو تشریف لے گئے ۔ میں بھی وہاں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آ کر وزیر آباد ٹھہرا۔تفسیر جامع البیان پڑھی۔اور کچھ شرح نخبہ پڑھی۔بعد ایک سال کے ارادہ دہلی کا کیا۔ شوال ۱۲۹۹ھ میں دہلی آیا اور تیس طلبہ کے حلقہ میں بخاری ومسلم پڑھی۔اس حلقہ میں مولوی غلام محمد ضلع گوجرانوالہ موضع کوٹ اسحاق کے تھے۔ ان سے شرح ملا بھی پڑھی۔ اس حلقہ میں مولوی محمد نو مسلم ضلع منٹگمری پنجاب کے نہائت ہی صالح تھے جو کہ چک موسی میں بھی میرے ساتھ تھے۔ مولوی فضل حق، مولوی اسماعیل سکنہ گوجرانوالہ، مولوی عبدالوہاب ملتانی، مولوی عبدالرحمٰن گوجرانوالہ، مولوی اسماعیل آرہ، مولوی محمد طاہر بنگالی سلہٹی، حافظ عبدالغفار بن قاضی عبدالرحمٰن بن حاجی علی جان سکنہ دہلی، مولوی عبدالصمد ضلع عظیم آباد، حافظ عبدالرحمٰن پوربی، مولوی عبدالمجید پوربی، مولوی عبدالرزاق پوربی، مولوی لطف الرحمان بنگالی، مولوی حمایت اللہ جالیسری ومولوی عبدالرحمٰن کشمیری وغیرھم تھے۔ جب بخاری ومسلم ختم ہوچکی تو جناب شیخ الکل حضرت میاں صاحب نے ارادہ حج کا کرلیا اور شوال ۱۳۰۰ھ میں حج کوتشریف لے گئے۔ان کے جانے کے بعد جو کچھ قیامت دہلی میں اہل بدعت نے برپا کی وہ دفتر کراماً کاتبین میں محفوظ ہے۔ بعد جانے شیخ الکل کے میں نے اورمولوی محمد طاہر برادر مولوی ولی محمد مرحوم نے مولوی محمد اسحاق رام پوری سے منطق شروع کی۔ بعد مراجعت شیخ صاحب باقی صحاح کوختم کیا اور ساتھ ہی قاضی مبارک تک منطق ہو گئی۔ بعد میں سید صاحب نے ایک رقعہ دے کر مجھ کو غازی پور روانہ کیا کہ ہدایہ، تلویح توضیح وہاں جا کر مولوی حافظ عبداللہ سے پڑھو۔ غازی پور میں ہدایہ، تلویح توضیح اور دیوان متنبّی، سبعہ معلقات، کچھ حماسہ اور مقامات حریری پڑھی۔ پھر وہاں سے واپس آ کر مولوی عبدالحی لکھنوی کی خدمت میں کچھ ساعت منطق وحدیث کی۔ پھر وہاں سے دہلی واپس آیا۔مولوی اسحاق صاحب سے پھر کچھ کتابیں پڑھیں، اور صدرا بھی پڑھا۔ پھر میاں صاحب نے مجھ کو بمع مولوی یسین (شیخ احمداللہ رحیم آبادی کے تیسرے بیٹے اور عبدالعزیز رحیم آبادی کے چھوٹے بھائی تھے۔انہوں نے گھر پر قرآن حفظ کیا۔عربی فارسی اپنے بڑے بھائیوں سے پڑھی۔ پھر میاں نذیر حسین محدث کے شاگرد ہوئے۔مشہور ہے کہ اپنے بڑے بھائیوں سے زیادی ذہین وفطین تھے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ میاں صاحب نے شیخ احمداللہ سے فرمائش کی تھی کہ یہ لڑکا مجھے دے دیں۔مقصد یہ تھا کہ اپنی جگہ اسے جانشین بنائیں گے...لیکن شیخ صاحب ان سے رحیم آباد والے اپنے مدرسہ میں کام لینا چاہتے تھے اس لئے میاں صاحب کی فرمائش پوری نہ کی۔ خدا کا کرنا یہ ہوا کہ یسین صاحب کو جلد ہی بلاوا آ گیا..شیخ صاحب اپنے لائق فرزند کی وفات کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں نے میاں صاحب کی بات کاٹ دی تھی جو اللہ تعالی کو پسند نہیں آئی اور مجھ سے اس فرزند کو لے لیا۔مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی۔حیات وخدمات۔مؤلفہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد فضل الرحمٰن سلفی) کے موضع سکندر آباد (جو کہ دہلی کی جانب شرقی میں ہے چوبیس کوس کے فاصلہ پر ہے) ایک حنفی کے مقابلہ میں بھیجا جو کہ دیو بند کا تھا ۔ آخر اس نے مقابلہ نہ کیا (یہ مناظرہ ۱۸۸۵ء کے گردو پیش کا معلوم ہوتا ہے۔ بہاء)۔ میں نے اس جگہ موضع سکندر آباد میں پونے تین برس قیام کیا ۔ ایک جماعت کثیر اہل حدیث ہوگئی ۔ خدا تعالی کی مہربانی سے اب اس جگہ نصیر آباد چھاؤنی میں جو کہ متعلق اجمیر کے چودہ میل کے ملک راجپوتانہ میں واقع ہے مدرسہ حقانی میں تعلیم قرآن وحدیث کر تا ہوں ۔ نام میرا عبدالحکیم لقب جمال دین کنیت ابوعبدالبر ہے ۔ والد کا نام کرم الدین سکنہ ضلع گورداسپور موضع بھٹیاں ۔ دادا کا نام عمر بخش ہے ۔ پیدائش میری بموجب فرمودہ والد ماجد غدر میں قریب دو برس کی تھی جو کہ ۱۸۵۷ء میں ہوا ۔ بڑا ہمارا لاہور کا صوبہ دار تھا ۔ بادشاہ نے اس کے نام ضلع گورداسپور میں ایک جاگیر کر دی ۔ غدر میں ہمارے بڑوں نے وہ جگہ چھوڑ دی ۔ تتر بتر ہو گئے ۔ کچھ موضع بھٹیاں میں آ بسے ۔ آج کل (یعنی ۱۹۱۸ء میں) میری عمر ۶۳ سال ہوگی ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۸ء)

دعوت واستقامت

☆ علاقہ مدراس

ماہنامہ نور الایمان دہلی کے ۱۹۷۲ء کے متعدد شماروں میں مدراس اور نواح مدراس میں توحید وسنت اور عمل بالحدیث کی تبلیغ وترویج پر سید اسماعیلؒ رائے درگی کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جسے اختصار کے ساتھ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے : لکھا ہے کہ

سید احمد شہیدؒ نے ۱۔ مولانا سید محمد علیؒ رامپوری کو مدراس اور صوبہ بنگال میں تبلیغ و اشاعت کے لئے مقرر فرمایا ۔ ۲ ۔ مولانا سید اولاد حسن کو قنوج کان پور اور صوبہ یوپی کے علاقوں میں تبلیغ واشاعت کے لئے مقرر فرمایا ۔ ۳ ۔ مولانا عبداللہ لب بریدہ غازی پوری کو صوبہ بمبئی اور اس کے اطراف واکناف میں مقرر فرمایا ۔

سید محمد علی رامپوریؒ ، شاہ محمد اسماعیلؒ کے مصاحب خاص تھے آپ نے عملی جہاد میں بھی حصہ لیا تھا اور جس وقت جماعت مجاہدین سوات میں مقیم تھی تو یہیں سید احمدؒ نے آپ کو جنوبی ہند اور صوبہ بنگال میں تبلیغ واشاعت کے لئے روانہ کیا ۔ آپ پہلی مرتبہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محرم ۱۲۴۵ھ میں بذریعہ بحری جہاز مدراس پہنچے اور جناب عبدالعلی بحرالعلوم لکھنوی کے صاحبزادے جناب عبدالرب کے گھر ٹھہرے اور آٹھ ماہ یہاں مقیم رہے۔ اس مدت میں آپ نے لوگوں کو وعظ ونصیحت کے ذریعہ ہدایت فرمائی اور قرآن وحدیث سے شرک وبدعت کی مذمت بیان فرمائی۔ آپ کی وعظ ونصیحت کا شہرہ مساجد سے گذر کر نواب غوث خان کرناٹک کے محلات میں پہنچا۔ سیندھی اور شراب پینے والے گانجا اور چرس کا دم مارنے والے زانی فاسق شہدے لفنگے سب کے سب اپنے افعال بد سے تائب ہوکر پکے نمازی بن گئے۔ محلات میں عورتیں تہجد گذار بن گئیں سیندھی شراب کی فروخت بند ہوگئی حتی کہ سیندھی بیچنے والوں نے حکومت وقت سے فریاد کی کہ اس شخص کو یہاں سے خارج کر دیا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے ہمارا کاروبار بند ہوگیا ہے ہم حکومت کو ٹیکس دینے کے قابل نہیں رہے۔ محلات میں محرم کے تعزیئے، علم، وبدعات بند ہوگئے۔ یہ بات بہت ہی تعجب خیز ہے کہ شاہ اسماعیل کی تقویت الایمان، سید محمد علی کے پہلی بار مدراس آنے سے بہت پہلے جنوبی ہند مدراس وغیرہ پہنچ چکی تھی جس وقت سید محمد علی مدراس آئے تو اس وقت یہاں اس کتاب کا کافی چرچہ تھا مخالفت وموافقت میں۔ موافقت میں کم مخالفت میں زیادہ۔ چنانچہ جب سید محمد علی کی پہلی تقریر جامع مسجد والا جاہی میں ہورہی تھی اس وقت آپ کے سامنے تقویت الایمان کے نسخے پھاڑے اور جلائے گئے۔ پھٹے ہوئے اوراق مسجد کے حوض میں ڈالے گئے اور کچھ پاؤں کے نیچے روندے گئے۔ خود سید محمد علیؒ کی تذلیل وتوہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ فقیران بے ہدایت وپیران باضلالت اور علماء سوء نے اپنا بازار سرد ہوتا دیکھ کر آپ پر طرح طرح کے بہتان لگائے اور بیرون مدراس خطوط لکھے کہ مدراس میں ایک یہودی یا نصرانی آیا ہے جو اپنے آپ کو اہل بیت سے بتاتا ہے اور لوگوں کو اپنا مرید بناتا ہے۔ خبردار کوئی اس کے پاس نہ آئے۔ ایسے وقت میں اللہ نے اہل مدراس میں سے ایک باہمت بااثر اہل علم فاضل رئیس کو اس تحریک کی پشت پناہی کے لئے تیار کیا۔ خان عالم خانؒ بڑے رئیس اور جاگیردار تھے وہ سید محمد علیؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئے۔ وہ پہلے بڑے شوقین مزاج اور شراب نوش تھے۔ بیعت کے بعد شراب سے متنفر ہوگئے آلات مزار جلا ڈالے۔ آپ کی بیٹی نواب بہو بیگم، نواب غوث خان کرناٹک کے بیٹے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نواب عظیم خان نائب مختار حکومت کرناٹک کے نکاح میں تھیں اور ہو بہو باپ کے رنگ میں رنگی تھیں۔نواب عظیم خان بہادر نے انہیں اپنے ڈھب پر لانے کی بہت کو شش کی لیکن ناکام رہا۔ عالم کو دھمکی دی کہ تمہاری جاگیر ضبط اور تمہاری بیٹی کو طلاق دے دونگا۔ عالم خان نے کہا تم طلاق دے دو میں تمہارے اصطبل کے موحد سائیس سے اس کی شادی کر دونگا۔ علماء سوء نے عالم خان کو گلی گلی ذلیل کیا مصنوعی ہندوانہ جنازہ نکالا۔لیکن عالم خان صابر و مستحکم رہے۔تاریخ اہل حدیث جنوبی ہند کیلئے نواب عالم خان کی تالیف تنبیہ الضالین قابل قدر کتاب ہے۔

نواب عالم سے متاثر ہوکر دو بزرگ اس تحریک سے وابستہ ہوئے جن سے اس تحریک کو بہت تقویت پہنچی۔ایک سید قادر بادشاہ اور دوسرے محمد عثمان آرکاٹی۔

سید قادر بادشاہ سنٹ تھامس ماؤنٹ مدراس میں رہتے تھے اور خان عالم کے دوش بدوش تبلیغ واشاعت میں پیش پیش رہتے آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ تبلیغی اسفار میں گزرا۔کبھی پا پیادہ کبھی ریل گاری میں کبھی بیل گاڑی میں اور تین تین چار چار ماہ سفر میں گزارتے۔تبلیغ کا کوئی پیسہ نہ لیتے۔اہلیہ محترمہ حاذق حکیم تھیں۔طب سے گھر کا خرچہ چلتا رہتا۔تقریر کا یہ اثر تھا کبھی ایک تقریر سے پورا گاؤں اہل حدیث ہو جاتا۔ اسفار کے لئے مختلف لائنیں مقرر فرمالی تھیں اور باری باری ہر لائن پر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو فیض پہنچاتے۔

۱۔مدراس سے ولی پورم، پانڈی چری ومضافات ترچناپلی، نیل گری، اور کوچین تک۔

۲۔مدراس سے بجواڑہ، نلور، راجمندری، شامل کوٹ۔نرووول، اسحاق پٹی وجے نگر، شیکا کول روڈ، برہمپور، پرلاکھمری، اڑیسہ تک

۳۔مدراس سیکڑ پر، کرنول، بلہاری، ادھونی، یمگنور، رائیدرگ، ہری ہر، چتلدرگ، رانی بنور، سرسی اور کوھلا پور،

۴۔مدراس سے وانمباڑی، پرنامبٹ، پولور، ترپاتور، ویلور، ترنامل، چنگم، کھڑکپور، سنگار پیٹ وغیرہ، کولار ومضافات بنگلور، اور سرا۔سرا میں مولوی محمد قاسم نے آپ کی تحریک پر لبیک کہی اور ان کی کوشش سے وہاں جماعت قائم ہوئی۔

۵۔مدراس سے ورنگل، حیدرآباد، چیتاپور، گلبرگہ، شولاپور، پونا۔پونا میں آپ کے ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معتقد حاجی لدا سیٹھ نے مسجد تعمیر کرائی۔

یہ وہ مقامات ہیں جہاں سید قادر بادشاہ کی مساعی جمیلہ سے اہل حدیث کی بنیاد پڑی۔ سید قادر بادشاہ صاحب لسان وقلم تھے۔ نیز شاعر مقرر اور بااثر مناظر تھے۔

(سید اسماعیل کہتے کہ) میرے والد سید سرمست حسین بیس سال کی عمر میں اردو معلمین ٹریننگ کے سلسلہ میں مدراس گئے تھے اور دھوبی پیٹ مدراس میں رہتے تھے۔ وہ بیان فرماتے تھے کہ جب کبھی سید قادر بادشاہ ترفل کھڑی بازار سے گزرتے تو لوگ ان کے چہرے وداڑھی پر تھوکتے تھے۔ مولانا مسکرا کر رومال سے صاف کر لیتے۔ والد فرماتے کہ مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایسے نورانی چہرے پر لوگ کیوں تھوکتے ہیں۔ دریافت کرنے پر لوگ کہتے کہ یہ دیوانہ و پاگل کتا ہے اس سے بات نہ کرو۔ آخر خدا نے تلاش حق کی توفیق دی تو ان کا پتہ دریافت کر کے ان کے پاس گئے اور مسجد میں ملاقات کی۔ انہوں نے والد کا نام دریافت کیا۔ والد نے نام بتایا تو قادر بادشاہ نے فرمایا، آج سے تمہارا نام سید عبداللہ ہے۔ اور ایک بوسیدہ تقویت الایمان عنایت فرمائی۔ اس کتاب کی برکت سے میرے خاندان میں توحید خالص کی روشنی آئی اور رائے درگ وغیرہ میں خوب پھیلی۔ میرے والد دو سال تک مدراس میں مقیم رہے اس دوران قادر بادشاہ سے ملتے اور استفادہ کرتے رہے۔ ان کا رنگ گندمی قد درمیانہ تھا۔ حالت سجدہ میں روح قبض ہوئی۔ تصانیف میں استوی علی العرش، عامل بالحدیث، ترک تقلید، تردید بدعات ورسومات، شامل ہیں۔ ذاتی کتب خانہ بھی تھا جو قاضی حسین احمد کانپوری نے مدرسہ سعیدیہ پل بنگش میں منتقل کروادیا تھا۔

(سید قادر بادشاہ کے شوق سنت کا اندازہ ان کے ان اشعار سے ہوسکتا ہے:

دل سے سنت کا یوں ہو دیوانہ — شمع پہ جوں فدا ہو پروانہ
روکنے پر نہ خلق کے ہو دھیان — دشمن جان ہو گر چہ سارا جہان
آسمان بھی اگر گرے ہو شق — زلزلہ میں بھی ہو زمین کا طبق
یک سرمو ہٹے نہ اس سے قدم — پشت ہمت کو اپنے دیوے نہ خم
حکم سنت بلند کرنے میں — راہ بدعت بند کرنے میں
جاں فدائے رسول ہو جانا — خاکپائے رسول ہو جانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عزت و جان و مال سب دے کر مول لے رہبری پیغمبر
چاہے جو ہے طالب مولا درس ہو حدیث و قرآن کا
جو ہے ثابت کتاب وسنت سے دین و ایمان اسی کو ہی سمجھے
برخلاف اس کے جو ہے قول بشر پھینک دینے کے ہے وہ لائق تر
اشرف انبیاء حبیب خدا پیشوا وہ ہیں جب تو کیا پرواہ

منقول از ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۴ ۔، بہاء)

دوسرے بزرگ جو نواب عالم خان کے فیض سے متاثر ہو کر اس تحریک سے وابستہ ہوئے وہ جناب محمد عثمان آرکاٹی ہیں ۔آپ خاندان صادقپور پٹنہ کے فیض یافتہ تھے۔ صاحب لسان وقلم تھے اور فن مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے ۔نواب عالم خان کے دوش بدوش تبلیغ واشاعت کرتے ۔آپ کا قیام مسجد باشا کمپنی تیال پیٹ مدراس میں رہتا تھا ۔نواب عالم خان نے آپ کو داماد بنالیا تھا۔آپ کی ذات سے تحریک کو بہت فروغ ملا، میل وشارم وغیرہ میں جماعت اہلحدیث کا قیام آپ کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ساری زندگی تبلیغ میں گذری ۔آرکاٹ میں فوت ہوئے ۔

ان دو بزرگوں کے علاوہ درج ذیل علماء نے بھی بہت کام کیا ۔ا۔ جناب عبدالکریم قریشی بنگلوری، جو خاندان صادقپور کے فیض یافتہ تھے ۔تحریر وتقریر میں ماہر تھے، بنگلور کے علاوہ کوچین و مالابار میں بھی رہے۔ بنگلور کی جامع مسجد اہل حدیث چار مینار مسجد آپ کی مساعی کی یادگار ہے ۔آپ کے تلامذہ میں جناب محمد عثمان قریشی نے جریدہ منشور محمدی کتاب وسنت کی اشاعت کیلئے جاری کیا تھا اور آپ کے مطبع کا نام مطبع محمدی تھا۔اس مطبع سے کثیر تعداد میں تقویت الایمان طبع کر کے مفت تقسیم کی۔

جناب عبدالقادر پیارم پیٹی ۔آپ بھی صاحب لسان وقلم ،شاعر ومناظر تھے ۔آپ کا فیض شمالی آرکاٹ میں زیادہ جاری رہا۔آپ بھی صادق پور پٹنہ کے فیض یافتہ تھے۔

جناب فقیراللہ پنجابی ۔آپ ایک ایسے پرفتن دور میں بنگلور بلائے گئے جب کہ مولوی سلطان احمد بریلوی راولپنڈی کے حملوں سے جماعت اہل حدیث پریشان تھی ۔ اس کے حملوں سے کچھ لوگوں نے اپنے عقاید کو بدل لیا تھا۔ایسے وقت میں مخیّر قوم و جماعت سوداگر سید محمد عباس نے شیخ الکل کو خط لکھا کہ آپ اپنا کوئی شاگرد عالم روانہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کریں جو مولوی سلطان احمد کا جواب دے سکے۔ شیخ الکل نے جناب فقیر اللہ کو منتخب کیا اور آپ بنگلور چلے آئے۔ وہاں بنگلور کی لال مسجد میں مناظرہ ہوا جس میں بریلوی مناظر کو شکست ہوئی اور وہ شرمندہ ہو کر دوسرے ہی دن ٹرین سے مدراس پہنچ کر رنگون چلے گئے۔ بریلوی صاحب کے پروپیگنڈے کی وجہ سے بعض اہل حدیثوں نے بھی اپنے عقیدے بدل لئے تھے جن کی اور دیگر جماعت کی اصلاح کیلئے جناب محمد سعید بنارسی اور حافظ محمد ابراہیم آروی کو بنگلور بلایا گیا۔ انہوں نے یہاں بنگلور اور مضافات میں دورے کئے اور ان کی تقاریر سے بہت فائدہ ہوا۔ عبدالقادر پیارم پیٹی کی وصیت کے مطابق فقیر اللہ کو پیارم پیٹ بلا لیا گیا۔ آپ جناب عبدالجبار غزنوی سے بیعت تھے تبلیغ و اشاعت میں لومت لائم سے کبھی نہیں درتے تھے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سخت تھے۔ آپ نے ایک رسالہ لکھا اور تقریظ کیلئے جناب عبدالجبار کو بھیجا انہوں نے رسالے کو پسند فرمایا اور ساتھ ہی لکھا لو کان لسانک لیناً یا اخی۔ ساری عمر پیارم پیٹ میں رہے۔ بیمار ہوئے تو علاج کیلئے بنگلور گئے جہاں وفات ہوئی۔

سید محمد علی رامپوری کی کوشش سے ایلور میں بھی جماعت قائم ہوئی اور آپ کے دو خصوصی شاگردوں سے عرصہ تک یہاں جماعت قائم رہی۔ ان میں ایک مولانا اسماعیل شہید ثانی، اور دوسرے مولانا سید احمد ہیں۔ سید محمد علی قیام مدراس کے زمانہ میں ویلور بھی تشریف لائے تھے اور ویلور میں آپ کا قیام محلّہ رحمت پالا کی مسجد اہل حدیث میں ہوتا تھا۔ مرور ایام سے مسجد بوسیدہ ہو کر منہدم ہونے کے قریب تھی وہاں کی جماعت غریب تھی، اس لئے جماعت کے لوگوں نے مجھے ویلور بھیجا۔ میں مسجد کو دیکھا کہ وہ سخت بوسیدہ ہے۔ میری نظروں کے سامنے وہ زمانہ آ گیا جب اس مسجد میں جنوبی ہند میں جماعت اہلحدیث کے بانی سید محمد علی رام پوری اور ان کے شاگرد مولانا محمد اسماعیل ثانی اور مولانا سید احمد ویلوری کا قیام رہتا تھا۔ بعد میں وہ مسجد اللہ کی مدد سے تعمیر کر دی گئی۔

جنوبی ہند میں جماعت اہلحدیث اور اس کی تحریک کو جن لوگوں سے فیض پہنچا ان میں جناب احمد علی کوئمبوری بھی شامل ہیں۔ آپ کی تبلیغ سے کوئمبور اور حدود مالابار کے علاقوں میں لوگوں کو فیض پہنچا۔ آپ جناب فقیر اللہ پنجابی کے ہم زلف تھے اور میاں صاحب دہلوی کے شاگرد بھی۔ کوئمبور کی مسجد اہلحدیث انہی کی مساعی جمیلہ کی یادگار ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حافظ قاری عبدالعظیم ناگ پوری۔ عالم فاضل حافظ قرآن اورفن تجوید کے ماہر تھے۔اورلحن داؤدی رکھتے تھے۔آپ بھی تبلیغی دورے فرماتے اور ذریعہ معاش کے طور پرعطر، ہاتھی دانت، آئینہ وغیرہ کی تجارت کرتے۔آپ کا دورہ ضلع کرشنا اور ضلع گوداوری اور ایلور کے اطراف واکناف میں ہوتا۔کرنول میں آپ کا قیام رہا اوراس کے گردونواح کا دورہ بھی کرتے۔کرنول کا مدرسہ شمسیہ انہی کی کوششوں کی یادگار ہے۔ شاگردوں میں قاضی ابراہیم، قاضی عبدالکریم واعظ، حافظ سید عبداللہ مدنی شولا پوری شامل ہیں۔ویلور میں انتقال ہوا۔

جناب عبدالوہاب شیرازی ثم البہاری۔آپ میاں صاحب دہلوی کے شاگرد تھے۔ان کی ذات سے خلق کثیر نے فیض پایا۔خصوصاً جنوبی ہند میں آپ کی تبلیغ سے اہل حدیث کو ترقی ہوئی۔صاحب لسان وقلم عالم تھے۔تبلیغی دوروں کے سلسلہ میں چک منگلور، رائے درگ، بلہاری، گنتگل، ادھونی، ہریال وغیرہ میں مدت تک قیام رہا۔ بڑے ساہوکار منّ اللہ حسینی مالک روشن کمپنی مدراس بھی آپ کے ہم مشرب ہوگئے تھے۔زندگی کا آخری حصہ ہریال میں گزارا اور وہیں فوت ہوئے۔شاگردوں میں جناب نورالدین رائیدرگی، جناب معروف چتلدرگی، سید سرمست حسین شامل ہیں

جناب عبداللہ لبریدہ۔آپ کو سید احمد بریلوی نے صوبہ بمبئی میں تبلیغ و اشاعت کے لئے مقرر فرمایا تھا۔آپ تبلیغی دورہ کرتے ہوئے سرسی پہنچے۔آپ کی تبلیغ سے سوداگر حسن بہت متاثر ہوئے اورانہوں نے آپ کے ہاتھوں مسجد کی بنیاد ڈلوائی۔ سوداگر حسن تجارت کے سلسلہ میں بلہاری گئے جہاں جناب رحمت اللہ سے ملاقات ہوئی جو میاں صاحب دہلوی کے شاگرد اور بڑے متقی بزرگ تھے اور تبلیغ واشاعت کے لئے جنوبی ہند کا دورہ کرتے اور ذریعہ معاش کیلئے تجارت بھی کرتے۔سوداگر حسن، سرسی کی جماعت اہل حدیث کی سرپرستی کے لئے انہیں سرسی لے گئے پھر وہیں کے ہورہے۔ سرسی اوراس کے اطراف تلگھاٹ، کمٹا، انکولہ وغیرہ میں تبلیغ کرتے۔آج ان مقامات میں جماعت اہل حدیث کا وجود آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

جناب رضوان اللہ (برادر مولانا رحمت اللہ) بھی میاں صاحب دہلوی کے شاگرد ہیں۔ آپ بھی جنوبی ہند میں دورہ کرتے آخر بمبئی کو مستقر بنالیا۔سید قادر بادشاہ نے آپ کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنا داماد بنالیا تھا۔

جناب عبدالوہاب جعفرآباد وانمباڑی۔صاحب لسان وقلم مناظر وشاعر تھے۔ ان کا تبلیغی دورہ کرنول، ضلع بلہاری، کے مقامات سرسی اوراس کے اطراف میں ہوتا۔ زیادہ قیام کرنول میں رہا۔انتقال بھی یہیں ہوا۔آپ کی ذات سے اہل حدیث کی اشاعت اورترقی میں بہت مدد ملی۔

اوائل میں مدراس اورصوبہ مدراس کے مختلف مقامات میں جو جماعتیں قائم ہوئیں ان کے قائم کرنے میں سید قادر بادشاہ مدراسی کی مساعی جمیلہ کا بڑا دخل ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان جماعتوں کے بانی اول قادر بادشاہ ہی ہیں وہی مبلغ اعظم ہیں۔البتہ اس کے بعد ساٹھ سال کے عرصہ میں جو جماعتیں بنیں ان میں مختلف علماء کی مساعی شامل ہیں جن میں جنوب کے علماء بھی ہیں اورشمال کے بھی۔ان میں مقام کوڈگلی کی جماعت اہل حدیث میرے شاگرد مولوی ماسٹر محمد شریف کے ذریعہ قائم ہوئی۔دوسرے شاگرد سٹر عبدالرحیم سے جماعت کنچور قائم ہوئی میرے برادر سید عبدالعزیز کے ذریعہ آدیوال میں جماعت قائم ہوئی۔ایک خلق کثیر نے مجھ سے بھی نفع اٹھایا۔دیگر علماء میں عبدالحی حیدرآبادی،عبدالسلام حیدرآبادی داماد سید قادر بادشاہ، عباس حیدرآبادی، جناب وحیدالزمان وقارنواز جنگ مترجم صحاح ستہ وصاحب تصانیف کثیرہ،آپ کے برادر جناب بدیع الزمان کی خدمات بہت ہیں۔ پھر جناب عبدالحمید محدث اٹاوی، جناب محمد یسین رائے چوری، جناب عبداللہ ثم ہری ہری، محمد اکبر رائے درگی، حکیم صاحب اپن بٹگیرہ ضلع ھاڑ واڑ فیض یافتہ نواب صدیق حسن۔ سید احمد شاہ میسوری، سید محی الدین شاہ میسوری، عبدالرحمٰن قریشی میسوری، عبدالعزیز پاندوچری، حافظ عبدالغفار پڈنوی، شبیر احمد پڈنوی، شامل ہیں۔

ان کے علاوہ حافظ عبدالواحد رحمانی سابق ناظم دارالسلام عمرآباد، جناب عبدالسبحان اعظمی دارالسلام عمرآباد، جناب ظہیرالدین اثری رحمانی دارالسلام عمرآباد، سید عباس ناظم جامعہ محمدیہ رائے درگ۔عبدالغنی سیفی محمدیہ عربک کالج رائے درگ، جناب ابوالکلام احمد رائے درگ، جناب عبدالعزیز رحمانی مدیر، عزیز، کرنول، جناب ابوتمیم محمدی، سید سراج الدین اوٹکوری، عبدالسلام عامل حیدرآبادی، عبدالصمد صمدانی مشیرآباد،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب محمد صدیق خان پروفیسر عربی اسحاق پٹن کالج۔ جناب عبدالعزیز جامی پروفیسر آرٹس کالج مدراس۔ جناب عنایت اللہ عمری مسجد اہل حدیث سینٹ تھامس ماؤنٹ مدراس۔ حافظ عبداللہ کرنولی۔ حافظ عبدالشکور رحمانی سرسی۔ جناب عبدالباری بنگلور۔عبدالرحمٰن جامعی ،عبدالحفیظ چار مینار مدراس۔جناب عبدالباری بیت العلوم مدراس۔عبدالغفار ندوی کرنولی،عبدالرحمٰن ندوی حیدرآباد، ابوحامد عبدالرحیم قریشی بنگلور عبداللہ مسجد دھوبی پیٹ مدراس۔ نذیر احمد، حافظ اسماعیل شولاپوری، محمد یوسف زبیدی میسوری، محمد یحیٰ ایوری، وغیرہ کی خدمات بہت ہیں۔

جنوبی ہندوستان میں تحریک اہل حدیث کی اشاعت وتبلیغ کے سلسلہ میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا ذکر نا بھی ضروری ہے۔ جناب حاجی عبداللہ سیٹھ اور جماعت اہل حدیث کلکتہ کی دعوت پر آل انڈیا اہل حدیث کا اجلاس کلکتہ میں ہو رہا تھا اس موقعہ پر سیٹھ صاحب نے کا کا محمد عمر روشن کمپنی مدراس اور محترم نواب سی عبدالحکیم کو اس اجلاس میں شرکت کی دعوی دی۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ مع دیگر حضرات کے اجلاس میں شریک ہوئے اور اتنے خوش ہوئے کہ مدراس میں اس کانفرنس کے اجلاس کی دعوت دے دی چنانچہ ۱۹۱۹ء میں کانفرنس کا اجلاس مدراس کے پیپل پارک میں تین دن تک ہوا جس میں شیخ الکل میاں صاحب کے سلسلۃ الذہب کے کئی علماء شریک ہوئے۔ ہند وجنوبی ہند کے کئی مقامات سے کثیر تعداد میں لوگ اجلاس میں شریک ہو کر مستفیض ہوئے۔اس اجلاس کی وجہ سے جنوبی ہند کی جماعت اہلحدیث میں نئی روح پیدا ہوگئی

جناب محمد علی قصوری کے بھائی محی الدین قصوری نے ۱۹۲۱ء میں جمیعت اہلحدیث بمبئی کے تعاون ومولانا شرف الدین اوران کے مصاحبوں کے تعاون سے اور جناب ابوالکلام آزاد کے تعاون سے جمیعت دعوت کا دفتر کھولا۔ جید علماء کو تبلیغ واشاعت کے لئے ماہانہ تنخواہ پر رکھا۔ پونا سے بلگام، کولہاپور شولاپور اور اطراف واکناف پونا تک تبلیغ کا اثر ہوا۔ کئی کتابیں مفت تقسیم کی گئیں۔ یہ ادارہ ۱۹۲۵ء تک رہا۔

محمد علی قصوری تاجر چرم مدراس، عبدالقادر قصوری کے بیٹے اور مجاہد اعظم جناب فضل حق قصوری کے بھتیجے تھے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مالابار میں مسلمانوں کو موپلا کہا جاتا ہے۔ جب آزادی ہند کی تحریک مالابار پہنچی تو موپلے حکومت کے مقابلہ میں ڈٹ گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جسے تاریخ میں موپلا وار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔حکومت نے موپلوں کو کچل دیا۔ بہت لوگ قتل ہوئے بہت سے گرفتار ہوئے۔اس جنگ میں موپلوں میں ہزاروں بچے یتیم ہو گئے ان کا کوئی سہارا نہ رہا اور انہیں حوادث روزگار کے تھپیڑوں میں در بدر کی ٹھوکریں کھانے کیلئے چھوڑ دیا گیا۔محمد علی قصوری نے جب موپلوں کی اولاد کی یہ حالت دیکھی تو تڑپ اٹھے اور جمیعت دعوت وتبلیغ کی بنیاد رکھی اور پھر ان یتیموں کیلئے یتیم خانہ کھولا، ان کے کھانے پینے رہنے سہنے اور تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا۔جمیعت اور یتیم خانہ کی نگرانی کیلئے مالا بار کالی کٹ تشریف لے جاتے جمیعت کے ماتحت جلسے ہوتے آپ تقریر کرتے جن کا مقصد توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت ہوتا۔ امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم امام ابن جوزی کی کتابیں علماء میں مفت تقسیم فرمائیں۔اسی سلسلۃ الذہب کے زندہ دل سچے اخلاف ہیں جو ندوۃ المجاہدین کی شکل میں تبلیغ واشاعت کا کام کر رہے ہیں۔آپ کا قائم کیا ہوا یتیم خانہ قائم ہے اور خاندان سعادت کا یہ وہ احسان عظیم ہے جس کی منت گزاری سے جنوبی ہندوستان کی جماعت اہل حدیث کبھی سبک دوش نہیں ہوسکتی۔

جنوبی ہندوستان میں عمل بالحدیث کی ترویج واشاعت میں خاندان غزنویہ کا بھی بڑا دخل ہے۔کا کا محمد عمر عفوان شباب میں اپنے کاروبار کے سلسلہ میں امرتسر جاتے اور وہاں جناب عبدالجبار غزنوی کے درس قرآن میں شریک ہوتے تھے جس کے نتیجہ میں وہ موحد سلفی بن گئے اور آپ کو دینی مدرسہ قائم کرنے کا خیال ہوا اور ۱۹۲۴ء میں جامعہ دارالسلام عمر آباد کی بنیاد رکھی ہوا۔

شاہ اسماعیل کی تقویت الایمان ۱۲۳۷ھ۔۱۸۲۲ء میں عالم وجود میں آئی اور چار سال بعد ۱۸۲۶ء میں پہلی مرتبہ طبع ہوئی اور شائع ہوتے ہی شمال وجنوب مشرق ومغرب ہندوستان میں پھیل گئی۔سید محمد علی جب پہلی مرتبہ محرم ۱۲۴۵ھ۔۱۸۳۱ء میں مدراس پہنچے تو اس سے پہلے تقویۃ الایمان یہاں پہنچ چکی تھی اور لوگوں میں مخالفانہ موافقانہ بہت چرچا تھا۔جب ہواء پرست علماء مدراس نے سید محمد علی کے خلاف مخالفت کا طوفان اٹھایا تو تقویت الایمان کی عبارت میں کتر بیونت کر کے اس کے خلاف طرح طرح کے فتوے نکالے اور اس کتاب کو پڑھنے والے پر لعن طعن کی بوچھاڑ کی اور یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔اس پرفتن دور میں اللہ نے انہی میں سے دو ہستیوں کو تحریک اہل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی حمایت کیلئے کھڑا کیا۔ان میں ایک سید محی الدین حنفی قادری جامعہ لطیفیہ ویلور ہیں اور دوسرے آپ کے شاگرد شاہ عبدالحی میر واعظ بنگلوری مؤلف خطبات حرمین ہیں ان دونوں حضرات نے اپنے فتووں میں لکھا کہ تقویت الایمان میں قرآن وحدیث کی باتیں ہیں۔اس کتاب اور اس کے پڑھنے والے پر لعن طعن نہ کیا جائے۔ان فتووں سے مخالفت ذرا کم ہوئی۔

جناب عباس وانمباڑی نے جماعت اہل حدیث کی تائید میں آواز بلند کی۔سلطان احمد حنفی اپنی تقریروں میں اہل حدیث پر سخت حملے کرتے جن کی وجہ سے مسلمانوں میں باہم تعصب اور فرقہ بہت ہو چکی تھی حتی کہ اسی لئے حکومت حیدرآباد نے شہر بدر کر دیا تھا۔ بنگلور اور اس کے نواح میں سلطان احمد نے فساد مچایا تو جناب عباس وانمباڑی نے جماعت اہل حدیث اور اس کی تحریک کی تائید میں متعدد رسائل لکھے جن میں آپ نے کھل کر اہل حدیث کی حمایت کی اور بتایا کہ اس جماعت کے تمام مسائل کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں۔اپنی جیب خاص سے صرف کر کے ان رسائل کو مطبع سعیدیہ بنارس میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا جس کی وجہ سے جماعت کو تقویت ملی۔

ایک بزرگ سید سلطان محی الدین محمدی تھے۔عالم فاضل تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے۔کتاب وسنت کی تبلیغ کا شوق ہوا تو دکان بند کر دی، اور کپڑوں کی گھڑی لے کر دیہاتوں میں گھومنا شروع کر دیا۔پہلے غرباء میں مفت کپڑے تقسیم کرتے پھر وعظ کرتے۔آپ کے مواعظ سے تحریک اہل حدیث کو بہت مدد ملی۔

(ماہنامہ نورالایمان دہلی۔جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۷۲ء)

سید اسماعیل رائیدرگی کی منقولا بالا تحریر سے تقریباً ۵۰ سال قبل قاضی محمد یعقوب ؒ ناگپوری نے جنوبی ہند کے بعض علاقوں میں عمل بالحدیث کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھا تھا:

یہاں (ناگ پور میں) ایک مسجد قدیم موسوم بہ مسجد الف الدین متصل تلسی باغ میں چند افراد قدیم سے ایسے تھے جو شرک و بدعت سے متنفر تھے ان کو مسائل دریافت کرنا ہوتے تو شاہ ولی اللہ سے بذریعہ خط وکتابت دریافت کیا کرتے۔ان مٹھی بھر لوگوں نے اپنے ہم خیال بھی چند لوگ بنا لئے تھے۔پھر سید احمد بریلوی کا وقت آیا۔ کتاب تقویۃ الایمان ڈھائی تین روپیہ کو دستیاب ہوتی تھی، لوگوں نے اس کا مطالعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شروع کیا، شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن کو پڑھنا شروع کیا۔ جناب خرم علی کی نصیحۃ المسلمین شوق سے خریدتے۔ مطبوعہ نہ ملتی تو ہاتھ سے نقل کر لیتے، خود پڑھاتے بچوں کو پڑھاتے۔ پھر جناب ولایت علی اس صوبے کے اضلاع جبل پور نرسنگپور، چھندواڑہ۔ سیونی (چھپارہ) ہوتے ہوئے ناگ پور میں رونق افروز ہوئے یہاں غالباً ایک ماہ رہے اور جماعت موحدین میں نئی روح پھونکی۔ پھر حیدرآباد دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ قلمرو نظام میں ایک قصبے کے قاضی عبدالرزاق جناب ولایت علی سے بیعت ہوئے تو مرشد نے مرید کو ناگ پور جانے کی ہدایت کی اور کہا کہ وہاں پر خاصی جماعت ہے دیکھو کہ ان کے قدم ڈگمگا نہ جائیں اور راہ سنت پر مستقیم رہیں۔ نیز راستے میں بھی ہر جگہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضرور کرنا۔ چنانچہ قاضی صاحب تمام املاک قضایت اپنے رشتہ داروں کے سپرد کر کے عازم ناگ پور ہوئے۔ راستہ میں صوبہ بہار کے مختلف مقامات پر پندو نصائح کرتے ہوئے ضلع ناگپور میں قدم رکھا۔ پہلا مقام قصبہ مواڑ تھا جہاں قاضی صاحب ایک ماہ رہے اور ان کا فیض جاری وساری ہوا۔ جماعت کی انجمن ومسجد موجود ہے۔ پھر وہاں سے قصبہ نرکھیڑ آئے جہاں ان کے پندو نصائح کے اثرات باقی ہیں جن میں میرے والد قاضی نصیرالدین کے بڑے ماموں امان اللہ، وچھوٹے نانا شیخ عباداللہ پر بہت دیرپا اثر ہوا۔ پھر قاضی صاحب معہ چند معتقدین ناگپور مسجد میں منشی غلام علی جھجری مدارالمہام بڑے راجہ صاحب کے مقیم ہوئے۔ اور اہلحدیث کا اژدہام ہونے لگا جنہیں قاضی صاحب نے خوب مستفیض فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حیدرآباد دکن کی طرف مراجعت فرمائی۔

قاضی عبدالرزاق کے بعد مولوی عبدالعزیز رام پوری ناگپور میں آئے اور شرک وبدعت کے خلاف مؤثر جدوجہد کی۔ اس زمانہ میں شہر ناگ پور کے کوتوال غلام رسول حنفی المذہب نے چند مشرکین ومبتدعین کے اشتعال سے بڑے راجہ سے مولانا رام پوری کی شکایت کی راجہ ہندو مرہٹہ تھے۔ ہر ایک مذہب سے انہیں دلچسپی تھی انہوں نے رام پوری کو دربار میں بلایا۔ کوتوال کو بھی طلب کر لیا۔ مدارالمہام کی موجودگی میں راجہ نے کوتوال کی درخواست کا تصفیہ چاہا۔ کوتوال نے کہا کہ مولوی صاحب اولیاء کی کرامت بعد مردن کے منکر ہیں، اور رسومات رواجی کو مکروہ کہتے ہیں، آمین رفع یدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جوافعال پہلے زمانہ نبوت میں تھے بعد میں منسوخ ہو گئے، ان کے عمل کرنے میں مولانا بہت زور لگاتے ہیں جس سے اندیشہ ہے کہ لوگ اسلام سے مرتد ہو جاویں۔ پھر راجہ نے مولانا سے اس کا جواب پوچھا۔ مولانا نے آیات قرآنی واحادیث نبوی کو توال کی تردید میں پیش کیں اور کوتوال لاجواب ہو گئے۔ اس پر راجہ نے مولوی عبدالعزیز سے کہا جب تک آپ چاہیں ناگ پور میں رہیں بلا عذر ہمارے شہر میں اسلامی وعظ کریں۔ اور روز بلا ناغہ مولانا کیلئے بڑے قاب میں راجہ کے ہاں سے کھانا آتا جس سے مولانا اور دیگر حضار شکم سیر ہوتے۔ مولانا چھ ماہ ناگ پور میں اور چھ ماہ رامپور میں رہا کرتے تھے۔ اور خوب کام کیا ان کا انتقال قصبہ کانہی واڑہ ضلع سیونی میں ہوا۔

انہی ایام میں مولوی احمد اللہ خان غازی بھی مولانا شہید کے پاس سے اشاعت سنت کیلئے دورہ کرتے ہوئے ناگ پور آئے ان کی سواری میں ایک اونٹ اور ایک ساربان بنام پیرو تھا۔ کتب فروختنی کچھ دکان بزازی وسامان بساطی بھی تھا۔ تقویۃ الایمان نصیحت المسلمین کے علاوہ کتاب راہ سنت مصنفہ مولانا آل حسن قنوجی اور حارق الاشرار، تنویر العینین فی اثبات رفع یدین کو شوق سے لوگوں نے خریدکیا۔ مولانا کا وعظ اتباع سنت پر بہت مؤثر تھا۔ ناگپور سے ۱۲۔ آدمی بغرض فیض صحبت مولانا شہید کے بسر کردگی مولانا غازی روانہ ہوئے۔ جبل پور کے نواح میں معلوم ہوا کہ سید احمد اور شاہ اسماعیل شہید ہو گئے ہیں اس لئے یہ واپس ہوئے۔ اب اس جماعت عاملین سنت کو وہابی کہا جانے لگا۔

ان دنوں مولانا محمد اسماعیل خان ریوانی بھی ۱۸۵۴ء میں ناگ پور میں رونق افروز ہوئے اور چاندنی چوک میں بزازی کی دکان کھول لی۔ انہوں نے سخنے قدمے خوب اشاعت سنت کی قرب وجوار کے اضلاع میں بھی ہم مشرب بنائے غالباً ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔

اب یہاں ذوالفقار علی تحصیل دار، حاجی ڈاکٹر دلاور خان، ڈاکٹر عبدالوہاب، حافظ عبدالعظیم باشندہ کامٹھی مولانا شمس الدین مولوی عبدالقادر اہل تحقیق تھے، علانیہ عاملین سنت ہو گئے۔ ان حضرات کے زمانہ میں مناظرہ کا بازار گرم ہوا۔ بہت لوگ دائرہ سنت میں آئے۔ مولوی ذوالفقار علی تحصیل دار کو ایک ہزار احادیث یاد تھیں۔ مولوی حافظ عبدالعظیم نے دہلی جا کر میاں نذیر حسین سے سند حدیث حاصل کی۔ ڈاکٹر دلاور خان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ میں کوئی ہم پلہ مقرر نہ تھا،انہوں نے برار کے اضلاع میں خوب کام کیا صدہا گورپرست تائب ہوئے۔

انہی ایام میں مولوی محمد سہارن پوری (مہاجرمکی) بارادہ ہجرت اپنے وطن چھوڑ کر مع متعلقین ۱۲۸۷ھ میں داخل ناگپور ہوئے اورخوب وعظ کئے۔پھر مکہ روانہ ہوئے۔

غالباً ۱۸۷۷ء میں یہاں مولوی عبدالجبار عاجز ناگپوری بھوپال مہاجرمکی آئے اورخوب پرزور وعظ کئے۔اسی سال شیخ عبیداللہ مصنف تحفۃ الہند ضلع مظفرنگر سے آئے، ان کے ہمراہ ان کے برادرزادہ مولوی عبدالحق بھی تھے۔آپ نے خوب وعظ کئے اور ہنود بھی وعظ سننے آتے۔بہت لوگوں نے ان کی بیعت کی اورآپ نے کثیر تعداد کو اہل حدیث بنایا۔اسی برس مولوی محمد صدیق انصاری ساکن آگرہ آئے اورگرد ونواح میں بھی وعظ کئے۔ تقریباً ۹۰۰ لوگ اس وقت ناگ پور میں اہلحدیث تھے۔ موضع کامٹھی جو ناگ پور سے بجانب شمال ۹ میل پر ہے آپ کے وعظ مناظرہ سے ۲ سو لوگ اہلحدیث ہوگئے۔ پھر تو ناگپور میں مسجد الف الدین کے علاوہ مسجد بدوح،مسجد سیچرہ بازار مسجد صدر بازار مسجد جوہری پورہ، مسجد گوٹو میاں میں آمین بالجہر رفع یدین کا چرچہ ہونے لگا مناظرہ مباحثہ ہوتا رہتا۔احناف میں پریشان ہوئے کہ سارا ناگ پور اہلحدیث ہوا چاہتا ہے یہاں کسی بڑے حنفی عالم کی ضرورت ہے۔اس زمانہ میں مولوی سلطان احمد حنفی المذہب مکہ سے ناگپور آیا (یہ ہندی تھا۔۱۸ سال کی عمر میں مکہ چلا گیا تھا) اور مسجد جمعہ میں آکر ٹھہرا۔احناف بہت خوش ہوئے اورمباحثہ کی ٹھہری۔ ادھر کامٹھی سے حافظ صاحب کو طلب کرلیا گیا اور یہاں پر مولوی شمس الدین بھی موجود تھے۔ بحث تقلید تعیین مجتہد پر تھی۔مولوی سلطان احمد اسے واجب کہتے تھے۔ادھر سے جواب ترکی بترکی قرآنی آیات،احادیث اقوال علماء، مولانا صدیق پیش کرتے رہے مولانا شمس الدین نے بھی مناظرہ میں حصہ لیا۔مقلدین کی جانب سے الٰہی بخش کتب فروش نے کتب کے ڈھیر لگا دیئے مگر ان میں مولوی سید عثمان یعنی سید عبدالعزیز وکیل کے والد نے حق پہچان لیا اور بولے اب مولوی نو وارد کی نصرت نہ ہوگی۔مسجد میں بڑا مجمع تھا۔آخرش مولوی سلطان احمد کو شکست ہوئی اور تقلید شخصی مذہب معین کو غلط تسلیم کیا۔پھر احناف نے تجویز کیا کہ اپنی مساجد میں اہل حدیث کو نماز ادا کرنے سے روکا جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی اہل حدیث چلا جاتا تو کرخت لہجے میں کہتے خبردار اس مسجد میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

حافظ (محمد عبدالعظیم) صاحب کرنول (مدراس) تشریف لے گئے تو وہاں کے احناف نے مناظرہ کے لئے مولوی محمد شاہ پنجابی (جو ہند میں منطقی مشہور تھے) کو طلب کیا۔ مولانا محمد صدیق نے ایک عریضہ میاں نذیر حسین صاحب کو دہلی روانہ کیا کہ یہاں کے متمول اشخاص نے میرے مقابلہ بحث کے لئے محمد شاہ کو طلب کیا ہے، آپ دعا کیجئے حق کی فتح ہو۔ میاں صاحب نے جواب لکھا کہ وہ شخص تمہارے مقابل بودا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ محمد شاہ پنجابی ہفتہ عشرہ خوب دعوتیں کھا کر کرنول سے بنگلور اور وہاں سے وطن واپس چلے گئے۔

چند سال بعد مولانا صدیق کامٹھی سے کرنول آ گئے رہائش اختیار کی اور بہت لوگ متبع سنت بنائے ایک مدرسہ اہل حدیث بنام شمسیہ قائم کیا وہاں ہی وفات پائی۔

۱۲۹۹ھ میں مولانا بدیع الزمان برادر وحید الزمان نا گپور آئے۔ پند و نصائح کئے اور اہلحدیث کو مضبوط کیا، پھر بھوپال چلے گئے جہاں موتی مسجد کے امام مقرر ہوئے۔

۱۳۰۲ھ میں مولانا احمد سعید سہارنپوری (برادر زادہ مولوی محمد مہاجر مکی) مکہ سے آئے اور (بوقت تحریر) قصبہ کاتھی وارہ ضلع سیونی میں رہتے ہیں ان کا دورہ تحریک اہل حدیث میں بہت کوشش کرتے ہیں۔ (قاضی محمد یعقوب نا گپور متصل مسجد بدوح خان)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۸ جون ۱۹۲۳ء ص ۷۔۱۰)

جنوبی ہند میں اہلحدیث کے چند بزرگوں کے سوانح اور ان کی تبلیغی و تدریسی خدمات جناب محمد ثناء اللہ عمری نے تذکرہ واجدی اور نذرانہ اشک میں درج فرمائی ہیں۔ موقع کی مناسبت سے ذیل میں سید عبداللہ مدنی شولاپوریؒ، جناب عبدالواجد رحمانیؒ، جناب سید اسماعیلؒ رائیدرگی اور حافظ عبداللہ کرنولیؒ کے حالات مذکورہ تصنیفات سے ملخصاً نقل کیے جاتے ہیں۔

سید عبداللہ مدنیؒ

انیسویں صدی عیسوی کے آخری ربع میں سید احمد عرب تھے بطور معلم الحجاج تبلیغی دورہ کرتے ہوئے کرنول آئے۔ وہ مدینہ کے رہنے والے تھے اس لئے مدنی لکھتے تھے۔ اہل کرنول کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کا وعظ پسند آیا اور اصرار کر کے یہیں رکھ لیا۔ ان کے بیٹے سید عبداللہ اندازاً ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں کرنول میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ مقامی رئیس شمس الدین خلیل نے محسوس کر کے جماعت اہل حدیث کے چندے سے مدرسہ کی عمارت بنائی اور اپنا سارا اثاثہ اس کیلئے وقف کر دیا۔ یہ مدرسہ شمسیہ کہلایا اور اس کا افتتاح ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ اس کی تکمیل پر پہلے معلم عبدالعظیم ناگ پوری تلمیذ میاں صاحب دہلوی ہوئے۔ مدرسہ شمسیہ میں حافظ عبدالعظیم کی ذات والا صفات کی برکت سے حفظ قرآن کا شوق عام ہو گیا۔ علم دین کی اشاعت ہونے لگی۔ عبداللہ مدنی بھی آپ کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ مگر کرنول کی آب و ہوا حافظ عبدالعظیم کو راس نہ آئی۔ مجبوراً انہوں نے ضلع کرشنا کے مقام ایلور میں سکونت اختیار کی جو بعد ازاں ضلع مغربی گوداوری کا مستقر بنا۔ عبداللہ مدنی بھی استاد کے ساتھ چلے گئے اور وہاں ان کے قائم کردہ مدرسہ معدن فیوض میں پڑھتے رہے۔ پھر دہلی کا رخ کیا اور جناب ابوالحسن الحدیدی الیمانی سے حدیث کی سند لی جو شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث کے شاگرد تھے۔ سید عبداللہ مدنی نے اپنے شاگردوں کو جو سند حدیث دی ہے اس میں لکھا ہے کہ وہ جناب یمانی اور حافظ عبدالعظیم دونوں واسطوں سے حضرت میاں صاحب کے شاگرد ہیں۔

حافظ عبدالعظیم کی وفات کے بعد مدرسہ شمسیہ کی حالت زوال پذیر ہو گئی تھے۔ پھر ۱۹۲۸ء میں سید عبداللہ مدنی کے طفیل اسکی نشاۃ ثانیہ عمل میں آئی۔ جیسا کہ میرٹھ کے ایک اخبار نے لکھا تھا:

> اس مدرسہ کا افتتاح سرآمد محدثین موحدین اعلمنا و اورعنا مولانا حافظ محمد عبدالعظیم صاحب ناگ پوری نے فرمایا تھا۔ مگر چونکہ مولانا مرحوم و مبرور مختلف امراض میں مبتلا اور بایں ہمہ کثیر الاشغال اور مبتدعین کے شرک و بدعت کے استیصال کے لئے ہر دم مستعد اور ابلاغ و تبلیغ اور مناظرہ کرنے کو سفر دور دراز کے لئے پا بہ رکاب رہتے تھے لہذا مدرسہ موصوفہ کی طرف (پوری) توجہ تھی۔ اب ہم نہائت مسرت سے اہل حدیث کو مژدہ جاوید سناتے ہیں کہ مولانا مرحوم کے جانشین حامی دین متین، شرک و بدعت کے ازالے کی مسکین خادم سنت اللہ و سنت رسول اللہ مولانا عبداللہ مدنی عم فیوضہ نے اس مدرسہ کی جڑ میں پانی دیا اور اپنی خالص سعی کی آبیاری سے ان شاخوں کو نمو اور بالیدگی عطا فرمائی۔ اور چونکہ دین اللہ کے معاون غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہذا جناب معلی القاب صوبہ دار میجر محمد غوث اس کی اعانت پر جان و مال سے قربان ہو گئے اور مولانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے شہباز ہمت کا بازو بن گئے۔

سید عبداللہ مدنی کرنول، ایلور، دہلی اور آگرہ میں تحصیل علم کے بعد عطر کا کاروبار کرتے تھے، قنوج سے منگواتے اور اس کی فروخت کیلئے سفر کرتے۔ اسی سلسلہ میں بھی شولا پور بھی آئے اور چند روز جناب عبدالغفور کے ہاں مہمان رہے جو جماعت اہل حدیث کے قاضی اور مسجد اہل حدیث صدر بازار کے امام تھے۔ یہ اندازاً ۱۹۰۸ء کی بات ہے۔ اسی سال مذکورہ مسجد سے متصل ایک مکان میں مولانا نے ایک چھوٹا سا دینی مدرسہ جاری کیا جہاں بوڑھے لوگ آپ سے قرآن پڑھتے اور کچھ لوگ مشکوۃ کا درس لیتے۔ ان شاگردوں میں قاضی عبدالغفور بھی تھے۔ یہ مدرسہ چند ماہ جاری رہا پھر بند ہو گیا۔ مگر شولا پور اور اس کے نواح میں سید عبداللہ مدنی نے دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ ان کے ایک شاگرد کا کہنا ہے کہ ۱۹۱۰ء میں ایک مہینہ بھر شہر کے مختلف مقامات اور احناف کی مسجدوں میں شب و روز آپ نے ۴۰ وعظ کئے۔ مخالفین نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پتھراؤ بھی کیا۔ مگر آپ نے سب برداشت کیا اور کام میں لگے رہے۔ اس شہر شولا پور میں آپ کا مستقل قیام ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا جب ایک مقامی اہل حدیث رئیس حاجی حضرت خان نے ۱۳۳۹ھ میں مسجد اہل حدیث واقع عقب قلعہ کا سنگ بنیاد سید عبداللہ مدنی سے رکھوایا۔ یہ ۱۹۱۷ء بنتا ہے۔ حاجی حضرت خان نیک آدمی تھے۔ انہوں نے سید عبداللہ مدنی کی تقاریر سے متاثر ہو کر اسی طرح آپ کو شولا پور روک لیا جس طرح ان کے استاد حافظ عبدالعظیم کو کرنول والوں نے روکا تھا۔ سید عبداللہ مدنی کے یہاں آنے سے اہل حدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ حضرت خان نے مسجد کے ملحق دینی مدرسے کیلئے ایک دو منزلہ مکان تعمیر کروایا اور اپنے بیٹے کے نام پر اسے مدرسہ لطیفیہ کا نام دیا۔ یہی مدرسہ مولانا سید عبداللہ مدنی کا مرکز بن گیا۔

سید عبداللہ مدنی شاعر بھی تھے بے شمار اصلاحی اسلامی نظمیں لکھیں۔ فارسی ادبیات سے بھی لگاؤ تھا۔ کبھی فارسی میں شعر بھی کہتے۔ مفتی کے فرائض بھی انجام دیتے۔ ماہ رمضان میں روزانہ تراویح میں دو پارے سناتے۔ یوں پندرہ دن میں شولا پور میں قرآن پاک ختم کرتے اور پندرہ دن میں کرنول میں۔ شولا پور میں اہل حدیث کی سات مسجدیں تھیں اور دو جگہ عید ہوتی تھی، آپ یہاں آئے تو سب کے فیصلہ سے عیدین کی نماز پرانی عیدگاہ میں یک جا ادا ہونے لگی اور امامت آپ کے شاگرد قاضی عبدالغفور کرتے اور خطابت خود سید مدنی کے ذمہ تھی۔

سید عبداللہ مدنی بڑے غیور عالم دین تھے۔ علم دین کو دوکان داری نہ بنایا۔ علمی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسلامی شان باقی رکھی، امیروں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔ حضرت خان اور پھر حاجی عبداللطیف خان مدرسہ کے مہتمم تھے اور سید مدنی صدر مدرس کی حیثیت سے حضرت خان ہاؤس ہی سے تنخواہ پاتے تھے مگر جس بات کو حق سمجھتے بے باکی سے اظہار فرما دیتے۔ باپ بیٹے بھی آپ کو بہت چاہتے تھے اور ان علمی اوصاف کے قدر دان تھے اور ان کی تنقید سے کبھی کبیدہ خاطر نہ ہوئے۔ اور مرتے دم تک مدنی صاحب پر دل و جان سے فدا رہے۔

سید عبداللہ مدنی مجلسی آدمی تھے عالموں میں عالم شاعروں میں شاعر۔ عربی فارسی اردو کے بہت شعر یاد تھے۔ مطالعہ وسیع تھا۔ ابن تیمیہ، ابن قیم، نواب صدیق حسن کے مداح تھے۔

شولا پور میں ۵۵ سال قیام کے بعد ۹۵ سال کہ عمر میں شولا پور میں سید عبداللہ مدنی کی وفات ۴ فروری ۱۹۷۱ء کو ہوئی۔ (نذرانہ اشک۔ ص ۲۰۱۔ ۲۲۲ ملخصاً)

☆ سید اسماعیلؒ رائے درگی

آپ کے اجداد بیجا پور کے رہنے والے تھے۔ عادل شاہی سلطنت کے زوال کے بعد وہاں سے ترک وطن کر کے آندھرا کے ضلع انت پور کی تحصیل کلیان درگ کے قصبہ ہنور میں آباد ہوئے۔ ان کے بزرگ ہنور میں مدفون ہیں اور وہاں ان کی درگاہ تھی اور خاندان میں پیری مریدی اور دیگر خرافات چل رہی تھیں۔ آپ کے والد سید سرمست حسین نے بیس سال کی عمر میں اردو ٹیچر ٹریننگ کیلئے مدراس کا سفر کیا جہاں ان کا قیام دھوبی پیٹ میں تھا۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ بازار میں ایک سفید ریش شخص جا رہا ہے اور لوگ اس کو بے عزت کر رہے ہیں لیکن وہ کسی کا برا نہیں مناتا۔ آپ نے کسی سے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ یہ شخص پاگل ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ یہ خطاب اور بے عزتی اس لئے ہے کہ وہ شخص بدعات و خرافات کے خلاف تبلیغ کرتا ہے۔ آپ اس کا پتہ پوچھ کر اسے ملنے گئے۔ یہ بزرگ سینٹ تھامسن مونٹ پر رہتے تھے۔ نام سید عبدالقادر اور عرفیت سید قادر شاہ تھی۔ وہ محبت سے ملے، نام پوچھا، بتایا سرمست حسین۔ کہا آج سے نام بدل کر عبداللہ رکھ لو اور تقویۃ الایمان کا ایک بوسیدہ نسخہ پڑھنے کو دیا۔ اس ملاقات اور اور کتاب نے کایا پلٹ دی۔ بیٹا پیدا ہوا تو شاہ اسماعیل کے نام پر اسماعیل نام رکھا۔ خاندانی ماحول سے نکل کر ۲۵ میل دور رائے درگ میں اٹھ آئے۔ سرمست حسین نے تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ۱۹۴۷ء میں رائے درگ میں انتقال فرمایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید اسماعیل کی ابتدائی تعلیم گھر پر والد کی نگرانی میں ہوئی ۔ پھر ۱۹۱۱ء میں کرنول گئے جہاں جناب محمد عمر (والد ڈاکٹر محمد عبدالحق) نے ایک دینی درس گاہ قائم کی ہوئی تھی ۔ سید اسماعیل نے یہاں دو سال گذارے ۔ پھر پیارم پیٹ گئے اور جناب فقیر اللہ تلمیذ میاں صاحب دہلوی سے پڑھا ۔ اس کے بعد ۱۹۱۶ء کے اواخر میں سید اسماعیل امرتسر چلے گئے جہاں جناب عبدالغفور غزنوی اور جناب نیک محمد وغیرہ سے پڑھا ۔ ۱۹۲۳ء میں جامعہ سلفیہ غزنویہ سے فراغ حاصل کر کے وطن واپس لوٹے ۔ ۱۹۲۴ء میں سرسی (کرناٹک) گئے اور دو برس وہاں مقیم رہے ۔ اس دوران امامت و خطابت کے علاوہ درس تدریس کے ذریعہ دین کی خدمت کرتے رہے ۔

۱۹۲۶ء میں رائے درگ آ گئے جہاں احناف نے اہل حدیث کے خلاف مقدمہ دائر کر رکھا تھا ۔ اس سلسلہ میں آپ نے ملک کے مختلف مقامات کے دورے کئے ۔ اس مقدمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دانباڑی ضلع شمالی آرکاٹ کے ایک رئیس تاجر چرم چاند صاحب نے رائے درگ میں ایک مسجد بنوائی جو مسجد چوک کے نام سے موجود ہے ۔ بانی مسجد نے وسعت ظرفی سے کام لیتے ہوئے اجازت دے دی کہ ہر مسلک کے لوگ اس میں نماز ادا کر سکتے ہیں ۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، مگر جب مولوی عبدالوہاب شیرازی کے وعظ و تبلیغ سے رائے درگ اور گنتگل وغیرہ مقامات کے لوگ اہل حدیث ہونے لگے تو رائے درگ کے احناف نے اہل حدیث کو اس مسجد میں آنے سے روکا اور مار پیٹ کی ۔ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا ۔ سید اسماعیل ایک نعت غیر مترقبہ بن کر سرسی سے انہی دنوں رائے درگ لوٹے تھے ۔ انہوں نے اس مقدمہ میں بڑی دل چسپی لی اور مقامی رئیس ایم فتح محمد اور جناب عبدالسلام بلہاری نے اس مقدمہ میں سید اسماعیل کی بھرپور تائید کی اور دامے درمے دل کھول کر امداد کی ۔ عدالت نے فیصلہ اہلحدیث کے حق میں دیا اور لکھا کہ جماعت اہلحدیث اور اس کے افراد کو بھی اس مسجد میں اتنا ہی حق ہے جتنا کہ کسی دوسری جماعت کا ہے یا ہو سکتا ہے ۔

سرسی سے واپسی اور مسجد چوک کے مقدمہ سے فراغت پر سید اسماعیل نے رائے درگ میں انجمن محمدیہ کی بنیاد رکھی اور اس کی زیر نگرانی ایک مدرسہ قائم کیا ۔ رفتہ رفتہ ۱۹۳۹ء میں اسے اسلامی درس گاہ کی شکل دی ۔ عربی مدرسہ کے بعد جو جامعہ محمدیہ عربیہ کے نام سے مشہور ہے، آپ نے ایک یتیم خانہ کھولا ۔ پھر ایلیمنٹری اور ہائی سکول سیکشن قائم کئے اور متعلقہ بورڈوں سے منظوری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لی ۔ افضل العلماء، منشی فاضل اور ادیب فاضل وغیرہ امتحانات کیلئے جامعہ محمدیہ کا مدراس یونیورسٹی سے الحاق کروایا ۔ صوبہ مدراس کی تقسیم کے بعد جامعہ کا الحاق سری وینکٹ ایشور یونیورسٹی ترو پتی سے ہوگیا ۔ جامعہ میں ایک اچھی لائبریری قائم کی ۔ تحریک اہل حدیث کی تاریخ سے اچھی طرح واقف تھے ۔ عمر بھر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے وابستہ رہے ۔ آپ جنوبی ہند کے بے مثال واعظ شیریں بیان تھے ۔ رائے درگ اور اس کے مضافات کسی زمانے بدعتوں کا مرکز تھے آپ کے وعظ کا اعلان ہوتا تو خون کے پیاسے بھی چھپ کر سننے آتے اور وعظ سے لطف اندوز ہوتے ۔ اضلاع کرشنا اور گوداوری میں آپ کے تبلیغی دورے ۱۹۲۶ء سے ہونے لگے تھے جہاں جاتے لوگوں کو اپنا معتقد بنا لیتے ان کے وعظوں سے بہت سی بدعات کا قلع قمع ہوا ۔ آپ نے اس دور میں دور دراز کے سفر کئے جب پیدل اور بیل گاڑیوں پر جانا پڑتا تھا ۔

۶۵ برس کے تھے کہ فالج ہوا ۔ علاج سے عام حالت تو بحال ہوئی مگر ہاتھ پیر مفلوج ہی رہے ۔ اس حالت میں اس فعال انسان نے کامل بیس برس صبر وشکر سے گذار دیئے ۔ سید اسماعیل نے ۸۷ برس عمر پائی اور ساری عمر تعلیمی تدریسی دعوتی سرگرمیوں میں صرف کردی ۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو فوت ہوئے ۔ سید اسماعیل کی زندگی کے ابتدائی سال بڑے طوفانی تھے مخالفت بہت ہوئی دھمکیاں دی گئیں مگر دین حق کی اشاعت سے باز نہیں آئے ان کی ذات جنوبی ہند بلکہ سارے ہند کے لئے سرمایہ افتخار تھی وہ اہل حدیث تھے نام ہی کے نہیں کام کے بھی ۔ کتاب وسنت کی تبلیغ ساری عمر ان کا طمح نظر رہا ۔ (نذرانہ اشک ۔ ص ۲۲۴ ۔ ۲۴۲)

سید اسماعیل مرحوم کے کام کی قدرو قیمت جاننے کیلئے ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمایئے ۔ جناب عبدالوہاب عبدالعزیز جامعی لکھتے ہیں :

> غالباً ۱۹۷۱ء کی بات ہے جب کہ میرا زمانہ طالب علمی تھا ۔ ان دنوں سید اسماعیل کے پاس رائے درگ کے ایک معروف برہمن پنڈت ایک پندرہ سالہ لڑکے کو لے کر آئے اور کہا کہ اس کا نام محبوب یا دگیر ہے ۔ مقام، گورسمدرم ہسّور ضلع چترادرگہ (کرناٹک) کا باشندہ ہے آپ کے جامعہ میں داخل کرانے لایا ہوں ۔ پھر انہوں نے گورسمندرم ہسور کی حالت اس طرح بیان کی :
>
> یہاں کے مسلمان دین اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی ناواقف ہیں ۔ شرک و بت پرستی عام ہے ۔ غیر مسلموں کی طرح ان میں ماموں بھانجی کے درمیان نکاح کردیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے۔ یہ لوگ مجھے ہر سال، ہری کتھا، سنانے کیلئے مدعو کرتے ہیں... میں نے اس کے والد سے یہ کہہ کر کہ آپ لوگ مسلمان ہیں... اپنے دین کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اپنے چھوٹے بیٹے کو جامعہ محمد یہ رائے درگ میں علم دین حاصل کرنے کے لئے میرے ساتھ روانہ کریں۔

سید اسماعیل نے اس لڑکے کا نام عبدالرحمٰن رکھا اور یہ چند سال وہاں پڑھتا رہا۔ پھر اپنے گاؤں جا کر جامعہ محمد یہ رائے درگ کے تعاون اور اپنی محنت سے پوری بستی کو اہل حدیث بنا دیا۔ (پندرہ روزہ ترجمان دہلی، ۲۹ ستمبر ۱۹۹۵ء)۔

حافظ عبدالواجدؒ رحمانی

عبدالواجد بن عبداللہ بن عبدالقادر ۵ نومبر ۱۹۱۰ء (۲ ذی قعد ۱۳۲۸ھ) پیارم پیٹ (پرنام بٹ) میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن مکمل کیا اور ۱۹۲۶ء میں مدرسہ دارالسلام عمرآباد میں داخل ہوئے۔ ۵ برس بعد ۱۹۳۰ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ اسی دوران آپ نے ۱۹۲۹ء میں مدراس یونیورسٹی سے عربی اسلامی کورس افضل العلماء کیا۔ ۱۹۳۲ء میں اعلی تعلیم کے لئے مدرسہ رحمانیہ دہلی گئے۔ فروری ۱۹۳۳ء میں عمرآباد میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۰ء تک جب کہ آپ جامعہ کے ناظم بنائے گئے اٹھارہ برس کی مدت درجہ اول سے لے کر ہشتم تک کتابیں پڑھائیں۔ ۱۹۵۰ء تدریس کے ساتھ ناظم جامعہ بھی ہوگئے۔ بخاری اور ہدایہ اخیرین پڑھاتے۔ نظامت کے دور میں آپ نے جامعہ کیلئے بہت کام کیا۔ جامعہ کی جائدادوں کی آمدنی غیر یقینی ہوگئی تھی۔ اس کی موقوفہ زمینات کی تلاش وجستجو میں بہت سفر کئے، اور ناجائز قبضوں سے واگزاشت کرانے کیلئے محنت کی۔

آپ جامعہ دارالسلام کے مدرس تھے ناظم تھے، شیخ الحدیث تھے۔ مفتی بھی تھے سینکڑوں فتاوی لکھے۔ ۱۹۴۶ء میں اپنے وطن میں روڈ کی مسجد کے جہری نمازوں کے امام اور جمعہ کے خطیب مقرر ہوئے۔ امامت کا سلسلہ ۱۹۷۸ تک یعنی ۳۲ سال جاری رہا۔ کہتے تھے کہ جب وہ امام تھے تو نماز فجر میں انہوں نے قرأت کی ترتیب ملحوظ رکھی اور اس طرح باسٹھ بار اپنا حفظ دہرایا۔ لیکن جمعہ کے روز کی نماز فجر میں یہ ترتیب ملحوظ نہیں رہی کیونکہ اس میں سورہ سجدہ اور سورہ دہر کی تلاوت کا اہتمام تھا۔ اسی طرح تراویح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں آپ نے ۶۰ مرتبہ قرآن پاک ختم کیا ۔۴۳ برس خطبہ جمعہ دیا۔ دارالسلام میں درس حدیث ۵۰ برس اور درس بخاری کی مدت ۴۰ برس ہے ۔ بڑے خوش الحان تھے ۔ تجوید سے پڑھتے تھے ۔ جامعہ سلفیہ بنارس کی تاسیسی کمیٹی کا ۱۹۵۶ء میں جلسہ ہوا تو اس میں شریک تھے ۔۔جمعیت اہل حدیث کی مدراسی شاخ کے صدر تھے ۔

دارلسلام عمر آباد کی نظامت سے سبک دوش ہوئے لیکن تدریس کی خدمت جاری رکھی مدۃ العمر قیام اپنے وطن پر نام بٹ ہی رکھا۔صبح دس بجے عمر آباد آتے عصر کے بعد واپس ہو جاتے ۔تا عمر جامعہ سے وابستہ اوراس کے خدمت گزار رہے یعنی نظامت سے علیحدگی کے بعد بھی سلسلہ خدمت جاری رہا۔ یکم اپریل ۱۹۸۹ء کو انتقال ہوا

جناب ثناءاللہ عمری کہتے ہیں:

میں دار السلام عمر آباد میں ہفتم میں پڑھتا تھا ۔سید ابوالحسن علی ندوی نے ایک کتابچہ طالبان علوم نبوت کا مقام اوران کی ذمہ داریاں ناظم جامعہ (حافظ عبدالواجد) کے نام ارسال کیا اور درخواست کی کہ اسے طلبا کے اجتماع میں پڑھ کر سنایا جائے ۔ یکے بعد دیگرے دو مدرسین نے اسے نصفا نصف کر کے پڑھ کے سنایا ۔ جلسے کے بعد ناظم صاحب نے راقم کو طلب کیا اور پوچھا کہ اس پمفلٹ میں کوئی چیز مجھے کھٹکی ؟ عرض کیا، صاحب کتاب نے قادیانیوں کے خلاف محاذ کے ضمن میں فاتح قادیان مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری مرحوم کا نام برسبیل تذکرہ بھی نہیں لیا ہے ۔مولانا خوش ہوئے ،فرمایا میں نے اسی لئے تمہیں طلب کیا ہے ۔ پھر میں نے بحیثیت طالب علم مولانا علی میاں کو خط لکھا ،مولانا نے جواب مرحمت فرمایا۔لیکن اس سے نہ ناظم صاحب کی تشفی ہوئی ، نہ راقم کی ۔ (نذرانہ اشک ۔ ص۱۰۳۔ ۱۲۹ ملخصاً)

جناب ثناءاللہ عمری بتاتے ہیں کہ اس علاقے میں:

جن دنوں حنفی اور اہل حدیث کے درمیان جھگڑا اپنے زوروں پر تھا تو ایک مناظرہ کا انتظام ہوا جس میں احناف کی طرف سے جناب حفظ الرحمٰن سیوہاروی تشریف لائے تھے ۔ حافظ (عبدالواجد)صاحب نے آپ سے ملاقات کی ۔اورادب سے پوچھا کہ جب دوسری قومیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپئے ہوں تو اس وقت ہمارے لئے آپس میں توڑنے کا کام بہتر ہے یا جوڑنے کا ۔ جناب حفظ الرحمٰن نے حافظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی اس بات کا اثر لیا اور عہد کر لیا کہ اس کے بعد اس طرح کے مناظروں میں کبھی حصہ نہیں لیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ اس ملاقات سے متاثر ہوکر جناب حفظ الرحمٰن نے حافظ صاحب کو جمیعت علماء ہند میں شریک ہونے کی دعوت دی ہو اور ہوا بھی کچھ ایسا ہی کہ چند سال تک جمیعۃ علماء ہند کے کاموں میں حصہ لیتے رہے۔ چنانچہ ایک بار میسور کے کسی سفر میں جناب حفظ الرحمٰن اور حافظ صاحب ساتھ تھے۔ درمیان میں جمعہ کا موقعہ آیا۔ دونوں جامع مسجد میں چلے گئے۔ مقامی لوگوں نے جناب حفظ الرحمٰن سیوہاروی سے خطبہ اور نماز پڑھانے کی درخواست کی لیکن جناب سیوہاروی نے حافظ صاحب ہی کو آگے بڑھایا اور انہی کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اس واقعہ سے ایک طرف جناب حفظ الرحمٰن کی نظر میں حافظ صاحب کی قدر بھی معلوم ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ اہل حدیث اماموں کے پیچھے احناف کی نماز ہوجاتی ہے۔

(تذکرہ واجدی۔ ص۱۰۲)۔

ایک دفعہ جناب حسین احمد مدنی سے وسیلے کے مسئلہ پر (غالباً کرنول میں) حافظ صاحب کی کافی گفتگو ہوئی۔ جناب مدنی کا احترام حافظ (عبدالواجد) صاحب دل سے کرتے تھے لیکن اپنی بات کو سامنے رکھنے میں آپ نے کوئی حرج محسوس نہیں کیا۔ اس گفتگو کے خاتمہ پر جناب مدنی نے حافظ صاحب سے صرف اتنا فرمایا کہ وہ اپنے مسلک پر نظر ثانی کریں۔ اور حافظ صاحب نے بھی جناب مدنی سے درخواست کی کہ آپ بھی اپنے فکر پر مزید غور کریں۔ اس پر بھی جناب مدنی کی پیشانی پر بل نہ آئے اور نہ آپ نے دوسری کوئی ناراضگی کا اظہار کیا، حالانکہ دیکھنے والے پریشان ہورہے تھے۔ (تذکرہ واجدی۔ ص۱۰۵)

حافظ عبداللہ کرنولیؒ

آپ کرنول میں ۱۱ ذی الحج ۱۳۲۸ مطابق ۱۹۱۰ کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حافظ عبدالعظیم ریلوے میں کنٹریکٹر اور علاقے کے رئیس تھے۔ کرنول میں ایک اور اہل حدیث رئیس تھے جن کا نام شمس الدین خان خلیل تھا انہوں نے جماعت اہل حدیث کے چندے سے ایک مدرسے کی عمارت بنوائی اور اپنا سارا اثاثہ اس کیلئے وقف کر دیا۔ یہ مدرسہ اپنے بانی کے نام پر مدرسہ شمسیہ کہلایا اور اس کا افتتاح ۱۸۸۶ء میں ہوا۔ جناب عبداللہ نے قرآن ناظرہ اسی مدرسہ میں پڑھا۔ پھر والد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے پاس قرآن حفظ کیا۔ کرنول میں خاندان قضاۃ بڑا نامور تھا۔ اس میں میاں صاحب دہلوی کے ایک شاگرد حافظ عبدالعظیم ناگپوری اور سید عبداللہ مدنی کی رشتہ داریاں ہوئیں۔ اسی خانوادہ قضاۃ کے ایک رکن قاضی محمد ابراہیم تھے۔ حافظ عبداللہ نے ان سے صرف نحو، بلوغ المرام اور مشکوۃ پڑھیں۔ ۱۹۳۵ء میں شولا پور پہنچے اور مدرسہ لطیفیہ میں تیسری جماعت میں لئے گئے۔

مدرسہ لطیفہ ایک مقامی رئیس حاجی حضرت خان نے جو بڑے موحد اور متبع سنت تھے اپنے نامور فرزند سر عبداللطیف کے نام پر قائم کیا تھا۔ اور سید عبداللہ مدنی کو اس کا صدر مدرس بنایا۔ ۱۹۳۰ء میں حافظ عبداللہ صاحب لطیفیہ سے سند فراغت پا کر اپنے وطن کرنول گئے اور مسجد معصوم اور مسجد گونڈہ میں امامت وخطابت کے ساتھ تراویح کی نماز بھی پڑھایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں مسجد نعلبند میں بھی کچھ عرصہ خطیب رہے۔ فارغ اوقات میں گردونواح میں دعوت وتبلیغ کرتے۔ کرنول میں نو برس خدمت کی اور ۱۹۳۹ء میں مدراس آئے اور مستقل قیام پذیر ہو گئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۳ء میں کرنول علاقہ مدراس سے الگ ہو کر آندھرا پردیش میں شامل ہو گیا مگر جناب کرنولی، مدراس ہی میں رہ گئے۔ مدراس میں ایک اہل حدیث رئیس تھے حاجی شیخ عبدالعزیز باوٹا بیڑی کے مالک۔ حافظ عبداللہ کا قیام اسی رئیس کے ہاں رہا اور انہی کی تحریک پر جناب کرنولی نے انہی کے کارخانے میں تعلیم بالغاں کیلئے شبینہ مدرسہ قائم کیا اور یوں جلد ہی سب ملازم نمازی بن گئے۔ یا تو یہ حال تھا کہ ان حاجی صاحب کے گھر کے سوا دھوبی پیٹ میں کہیں اہلحدیث نہیں تھے، یا یہ حال کہ سارا محلّہ اہلحدیث ہو گیا۔ یہ انقلاب دیکھ کر حافظ عبداللہ نے ایک مسجد کی تعمیر کی تجویز پیش کی اور دو مہینوں میں مسجد تیار ہو گئی تو جنوری ۱۹۴۰ء میں اس کا افتتاح ہوا، یہی مسجد، مسجد مبارک کہلاتی ہے۔ ۱۹۴۷ء تک سات سال حافظ عبداللہ نے یہاں خطابت امامت کی اور درس حدیث دیا اور تراویح پڑھائی۔ آپ کی تحریک پر انہی حاجی صاحب نے باپٹلہ ضلع گنٹور آندھرا اور شہر مدراس سے متصل اسلام نگر آبادی میں اہل حدیث مسجدیں بنوائیں اور ان کی تبلیغ سے اس علاقے میں کافی لوگ اہل حدیث ہوئے۔ اس کے بعد آپ کا تعلق اس مسجد سے ختم ہو گیا اور بعد میں آپ مسجد اہل حدیث چار مینار شولہ مدراس میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۳ تک خطیب وامام رہے۔ نیز مسجد اہل حدیث یعقوبیہ شولا میں ۵۳ سے ۱۹۶۵ء تک، جامع مسجد ترولور (مدارس سے ۲۶ میل دور) ۱۹۶۵ء سے ۱۹۶۸ تک، مسجد اہل حدیث چار مینار شولہ مدراس میں ۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۸ء تک، مسجد اہل حدیث بیت العلوم شولہ مدراس میں ۷۹ سے ۱۹۸۳ء تک خطیب وامام رہے۔ آپ اہل حدیث گر تھے جب مسجد یعقوبیہ میں تھے تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہاں بیس تراویح پڑھاتے تھے، نمازیں بھی حنفی مسلک کے مطابق ہوتیں۔ آپ نے کایا پلٹ دی اور مسجد کو وقف بورڈ میں مسجد اہل حدیث یعقوبیہ کے نام سے رجسٹر کرادیا۔ دوسری مسجد پونا ملی کی ہے جو مدراس سے جنوب میں ۱۳ میل دور ہے۔ یہ احناف اور شوافع کی مشترکہ تھی۔ آپ کا آنا جانا ہوا تو اس پر مسجد اہل حدیث پونا ملی کا سنگی کتبہ لگ گیا۔ ۱۹۵۳ء میں جناب عبداللہ ہی نے انجمن اہل حدیث مدراس کی بنیاد ڈالی تھی اس کے پہلے صدر ہوئے اور بیس سال تک رہے۔ ان سے پہلے مدراس میں اہل حدیث کی کوئی تنظیم نہ تھی۔ پھر یہی جماعت انجمن اہل حدیث ٹمل ناڈو کے نام سے موسوم ہوئی اور اس کا الحاق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند دہلی سے ہوا۔ آپ نے چند رسالے لکھے جن میں محرم الحرام، ماہ مقدس، حقوق العباد، گل دستہ محمدی اور عید الاضحیٰ ہیں۔ جناب عبداللہ نے بتایا کہ حاجی شیخ عبدالعزیز نے مسجد اہل حدیث چار مینار مدراس کا زنانہ حصہ جمعیت ہی کی تحریک پر جیب خاص سے بنوایا تھا۔ جمعیت ہی نے ۱۹۵۴ء میں مذکورہ مسجد کے بالائی حصہ میں عربی مکتب قائم کیا تھا جو سلفیہ کے نام سے مشہور ہوا جس کے ایک معلم حبیب الرحمٰن اعظمی عمری تھے جو بعد میں ادارہ تحقیقات اسلامی جامعہ دارالسلام عمر آباد کے مدیر بنے۔ اسی جمعیت نے مسجد اہل حدیث یعقوبیہ کی بالائی منزل پر اسلامی کتب خانہ الہلال لائبریری کے نام سے قائم کیا تھا۔ حافظ عبداللہ بتاتے ہیں کہ حاجی عبدالسبحان ہڈی والے نے انہی کی تحریک پر مسجد اہل حدیث بیت العلوم اور مدرسہ بیت العلوم شولہ مدراس کی تعمیر کی تھی۔ اس سے پہلے وہ چار مینار مسجد کے متولی منتخب ہوئے تھے دم واپسیں تک اس عہدے کو نبھایا۔

مدراس کے قاضی حبیب اللہ نے ایک زمانے میں بڑے تلخ فتوے دیئے کہ اہلحدیث، اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ نجات پانے والا گروہ اہل سنت و الجماعت ہے جو حنفی شافعی مالکی اور حنبلی سے عبارت ہے۔ جو مذاہب اربعہ سے خارج ہیں وہ بدعتی اور دوزخی ہیں، حق مذاہب اربعہ تک محدود ہے، چاروں مذاہب میں تراویح بیس رکعت ہے وغیرہ۔ جناب عبداللہ کرنولی نے قاضی صاحب کا خوب جواب دیا مختلف مضامین شائع کئے مثلاً اہل حدیث نیا فرقہ نہیں۔ چاروں مذاہب برحق کیسے؟ فرقہ بندی کے خلاف حضور ﷺ کا فرمان، بدعتی کی پہچان فضائل اہل حدیث، سواد اعظم، مسلک اہل حدیث، صحابہ بھی اہل حدیث تھے وغیرہ۔ خوشی کی بات یہ کہ قاضی صاحب نے بھی مولانا عبداللہ کا لوہا مان لیا۔ ایک مرتبہ شہر مدراس میں شیعہ نے نقلی کعبہ تیار کیا اور افتتاح انہی قاضی صاحب سے کرایا۔ یہ بڑا فتنہ تھا اس پر مولوی صاحب نے تحریک چلائی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ نے وہ کعبہ توڑ دیا اور مساجد میں معافی نامہ لکھ کر آویزاں کیا۔

مولانا بڑے حق گو اور بیباک تھے۔ وسیع المطالعہ تھے ۔۱۹۴۳ء میں مدراس یونیورسٹی سے ادیب فاضل کا امتحان بھی پاس کیا تھا اور ایک برس گورنمنٹ محمدن ٹریننگ سکول ماؤنٹ روڈ مدراس میں دینیات کے معلم بھی رہے اس کے بعد وہیں اردو کے استاد ہو گئے پھر مدراس کارپوریشن سکول اور گورنمنٹ مدرسہ اعظم مدراس میں یہ خدمت انجام دیتے ہوئے ۳۲ برس بعد سبک دوش ہوئے۔ آپ کی وفات ۷ مارچ ۱۹۹۴ء رمضان ۱۴۱۴ھ میں ہوئی۔

ان کے والد حافظ عبدالعظیم بڑے رئیس تھے۔ زمین دار اور ریلوے کے ٹھیکیدار تھے۔ ۔حافظ عبداللہ نے آبائی کام کرنے کی بجائے دین کا کام کرنے کو ترجیح دی۔ آپ کے ایک دوست نذیر حسین قصوری تھے جو اہل حدیث تھے اور بڑے تاجر نیز مدراس کی ایک سربرآوردہ ہستی تھے۔ مولوی صاحب کے ساتھ مل کر انہوں نے انجمن اہل حدیث کی بنیاد رکھی۔

(نذرانہ اشک۔ ص ۳۳۱۔ ۳۴۹۔ ملخصاً)

☆ مبارک پور

مبارکپور ضلع اعظم گڈھ میں مسلمانوں کی قدیم صنعتی دینی علمی بستی ہے جس کی بنیاد عہد ہمایوں میں مبارک شاہ مانک پوری نے رکھی۔ یہاں کی خاص صنعت پارچہ بافی اور ریشمی کپڑے کی ہے۔ عام مسلمان قدیم زمانہ سے حنفی رہے، بعد میں دوسرے مسالک کو بھی فروغ ہوا، نوابان اودھ کے دور میں شیعیت کو فروغ ہوا۔ مسلک اہل حدیث کے اس علاقہ میں علم بردار شاہ ابو اسحاق لہراویؒ ہیں جن پر اپنے استاد شاہ فاخر زائر الہ آبادیؒ کا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ پھر یہاں اس مسلک کو جناب عبداللہ جھاؤ الہ آبادیؒ کی وجہ سے خاص تقویت پہونچی جنہوں نے تیرھویں صدی کے اواخر میں املو کو اپنی تبلیغ وتعلیم کا مرکز بنایا تھا۔ ۱۳۱۳ھ میں جناب عبدالرحمٰن محدثؒ نے دار التعلیم کے نام سے ایک مدرسہ جاری کیا اور اس کے پہلے مدرس بھی وہی تھے۔ محلّہ پورہ صوفی جو در اصل پورہ صوفی بہادر تھا جناب عبدالرحمٰن محدث کا محلّہ ہے۔

شیخ حاجی بہادر اس خانوادہ کے پہلے معروف بزرگ ہیں۔ ان کے فرزند عبدالرحیم تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جومشہور عالم اور طبیب تھے۔انہوں نے حفظ قرآن اور تجوید کی تعلیم قاضی امام دین جونپوری سے لی اور نحو وصرف و دیگر علوم چشمہ رحمت غازی پور میں جناب فیض اللہ مئوی تلمیذ جناب سخاوت علی جون پوری اور جناب حسام الدین مئوی سے کی۔ پھر قاضی شیخ محمد مچھلی شہری سے پڑھا۔ چونکہ آپ کے اکثر اساتذہ ترک تقلید پر زور دیتے تھے اس لئے ان پر اساتذہ کا رنگ غالب رہا اور آپ نے بھی یہی مسلک اختیار کرلیا۔طبابت کے ساتھ گھر پر درس و تدریس بھی کرتے۔قصبہ کے بہت سے حفاظ ان کے شاگرد تھے۔ تلامذہ میں جناب عبدالسلام صاحب سیرۃ البخاری اور حافظ شاہ نظام الدین سریانوی تھے۔ ۱۳۳۰ھ۔۱۹۱۲ء میں آپ کا انتقال ہوا۔آپ ہی سے مبارک پور میں مسلک اہلحدیث کا رواج ہوا۔ (تذکرہ علماء مبارک پور۔ص ۱۳۶۔۱۳۷)

بیان کیا جاتا ہے کہ مسلک اہلحدیث اختیار کرنے پر جناب عبدالرحیم کا بائیکاٹ کیا گیا ، ایذائیں پہنچانے کی کوشش کی گئی، حتی کہ کنویں سے پانی لینے سے روکا گیا۔ ایسے وقت میں بعض پڑوسیوں نے (جوشیعہ تھے) آپ کا ساتھ دیا۔ چونکہ طبیب تھے اور درس و تدریس بلا معاوضہ کرتے تھے اس لئے آپ کے علم، پیشہ اور بے لوث خدمت نے اثر کیا۔ پہلے اپنے گھر میں تعلیم دیتے۔طلبہ زیادہ ہوئے تو تدریس کو پڑوس کی مسجد میں (جس کے آپ امام بھی تھے) منتقل کر دیا اور وہیں زندگی بھر درس دیتے رہے۔یہی مدرسہ بعد میں آپ کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ مبارک پوری نے الگ عمارت میں منتقل کر کے دارالتعلیم کے نام سے موسوم کیا۔ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن ۱۲۸۳ھ میں محلّہ پورہ صوفی میں پیدا ہوئے۔قرآن اور عربی کی ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ پھر جناب خدا بخش مہراج گنجی، جناب محمد سلیم پھریہاوی (م۱۳۳۴ھ)، جناب سلامت اللہ جیراجپوریؒ، جناب فیض اللہ مئویؒ سے متوسطات پڑھیں، پھر چشمہ رحمت غازی پور میں حافظ عبداللہ غازی پوریؒ اور جناب فاروقؒ چریاکوٹی سے تحصیل کی۔۵ سال یہاں گذارے۔ پھر سید نذیر حسین محدثؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے مشکوۃ ،جلالین، بلوغ المرام، اوائل ہدایہ، بیضاوی، ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی کے اواخر، ابن ماجہ کے اوائل، اور بخاری و مسلم پڑھی۔قرآن کے چھ پاروں کا ترجمہ سنا اور سند حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ حسین بن محسنؒ سے صحاح ، موطا، دارمی مسند شافعی ،مسند احمد، طبرانی صغیر وغیرہ کی اجازت حاصل کی اور والد کی طرح قاضی محمد مچھلی شہریؒ سے حدیث مسلسل بالاولیہ کی سند لی۔فراغت کے بعد اسی سال مدرسہ دارالتعلیم کی بنیاد رکھی۔مبارک پور کے بعد پھر بلرام پور میں ایک مدرسہ قائم کیا اور کچھ عرصہ وہاں تعلیم دی، پھر اللہ نگر ضلع گونڈہ کے مدرسہ میں پڑھایا، پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ سراج العلوم بونڈھیار میں گئے جو آپ ہی کے لئے قائم کیا گیا تھا، اور وہاں کچھ عرصہ پڑھایا۔ پھر حافظ عبداللہ غازی پوریؒ نے آپ کو مدرسہ احمدیہ آرہ میں طلب کرلیا۔ کچھ عرصہ وہاں پڑھایا پھر کلکتہ کے مدرسہ دارالقرآن والسنہ کی دعوت پر چلے گئے اور وہاں چند سال پڑھایا۔ اس کے بعد آپ تصنیف وتالیف میں مشغول ہو گئے۔ ۱۳۲۰ھ سے ۱۳۲۳ھ تک مولانا شمس الحق ڈیانویؒ کے معاون کے طور پر عون المعبود میں ان کی مدد کی۔ پھر گھر آ گئے اور اسی کو مدرسہ اور دارالتالیف بنا کر تدریس و تالیف شروع کر دی اور تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کا کام شروع کیا۔ علم حدیث میں تبحر حاصل تھا۔ روائت و درائت پر عبور تھا، طب وحکمت خاندانی ورثہ تھا، قوت حافظہ خداداد تھی۔ زندگی علم وفضل تقوی طہارت زہد وقناعت سے عبارت تھی۔ دارالحدیث مکہ کے لئے بھی نہیں گئے اور رحمانیہ دہلی کی صدر مدرسی کے لئے بھی نہیں گئے۔ تلامذہ میں جناب عبدالسلام مبارکپوری، شیخ عبداللہ نجدی قویعی، شیخ تقی الدین ہلالی، رقیہ بنت خلیل، عبیداللہ رحمانی مبارکپوری صاحب مرعاۃ، محمد محمود معروفی، شاہ محمد سریانوی، عبدالصمد حسین آبادی، نذیر احمد املوی، عبدالجبار کھنڈیلوی، اسحاق آروی، عبدالرحمٰن نگرنہسوی، ابوالنعمان عبدالرحمٰن مئوی، نعمت اللہ بردوانی، عبدالرزاق صادق پوری، محمد جعفر ٹونکی، عبدالحکیم فتح پوری، محمد اصغر مبارکپوری، سید ممتاز علی بستوی شامل ہیں۔ تصانیف میں تحفۃ الاحوذی کو قبول عام حاصل ہوا اور آپ کا شمار محدثین میں ہونے لگا۔ اسی طرح ابکار المنن اور تحقیق الکلام آپ کے تبحر کے شاہکار ہیں۔ سید نذیر حسین محدثؒ کے فتاوی کو فتاوی نذیریہ کے نام سے مرتب کیا۔ نیز حافظ عبداللہ غازیپوریؒ کے فتاوی بھی مرتب کئے تھے۔ ۱۹۳۵ء۔ ۱۱ شوال ۱۳۵۳ھ کو وفات ہوئی۔

دیگر معروف رجال مبارک پور میں جناب عبدالسلام کے فرزند عالی مقام، صاحب تحفۃ الاحوذی کے مایہ ناز شاگرد شیخ الحدیث عبیداللہ رحمانی ہیں جنہوں نے دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں مسند حدیث سجائی اور آئمہ مجتہدین کے طرز پر مشکوۃ المصابیح کی شرح مرعاۃ المفاتیح ۹ ضخیم جلدوں میں لکھی۔ نویں جلد کتاب المناسک پر ختم ہوتی ہے۔ اگر یہ شرح مکمل ہوتی تو ۱۵ جلد سے کم میں پوری نہ ہوتی۔ بلاشبہ یہ شرح فقہ اہل الحدیث کا بیش بہا خزانہ اور علوم حدیث کا گنجینہ ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میوات

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی بیسویں سالانہ کانفرنس دارالعلوم شکراوہ ضلع گوڑگانواں میں ربیع الاول ۱۳۵۶ھ (۱۹۳۷ء) میں منعقد ہوئی۔ خطبہ استقبالیہ جناب عبدالجبار شیخ الحدیث دارالعلوم شکراوہ نے پڑھا تھا۔ خطبے میں انہوں نے فرمایا:

علاقہ میوات، میوقوم کا مرکزی علاقہ ہے اور یہ قوم ہندوستان کی قدیم ومشہور چھتری نسل کی ایک شاخ ہے جس کے اسلام میں داخل ہونے کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس قوم کے ہزار ہا دیہات اس علاقے میں آباد ہیں جن میں زیادہ تر ضلع گوڑگانواں، ریاست الور، وبھرت پور کی حدود میں ہیں۔ یہ مسلمانوں کی ایسی یک جائی آبادی ہے جس کی نظیر دوسرے علاقوں میں کم ملتی ہے مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس اتنی بڑی جمعیت کو داخل اسلام کرنے کے بعد کشتی اسلام کے ملاحوں نے ادھر بہت کم توجہ کی.. اس بے پروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام مسلمانوں نے کفر کو اسلام، اسلام کو کفر، توحید کو شرک اور شرک کو توحید، بدعت کو سنت اور سنت کو بدعت تصور کرلیا...

تحریک اہل حدیث کے سلسلے میں شاہ اسماعیلؒ کی ذات گرامی کا بہت زیادہ دخل ہے۔.. یہ محض تائید ایزدی اور جلوہ صداقت ہے کہ باوجود صدہا قسم کی رکاوٹوں کے آپ کے مشن کو خاطر خواہ ترقی ہوئی.. آج کی مساعی سے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس علاقے میں جا بجا مسجدیں نظر آنے لگیں۔ توحید وسنت کی تخم ریزی کی گئی۔..

میوات میں مولانا شہید کے خاص خلفاء توحید کی آواز لے کر آئے اور بہت سے مئومسلمان، مولانا اسماعیلؒ کے ساتھ جنگ میں بھی شہید ہوئے۔ پس یہاں مولانا شہید ہی کے زمانہ سے تحریک اہل حدیث کا چرچا ہے...(نیز) مولانا محبوب علی دہلوی نے جو کوششیں کی ہیں وہ (بھی) اس قابل ہیں کہ ان کو بار بار دہرایا جائے۔ آپ دہلی سے چل کر اس علاقے میں تشریف لاتے اور دھوپ وگرمی کی شدت برداشت کرتے اور شام کو گاؤں کی چوپال پر یہ اعلان کرادیتے کہ آج دہلی کا مراثی آیا ہے وہ بات کہے گا۔ اس علاقے کے میومسلمان، مراثیوں کی بات کے بڑے شائق رہتے چلے آئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں ..مولانا کے اس اعلان کو سن کر لوگ جوق در جوق چوپال پر جمع ہو جاتے اور مولانا ایسا مؤثر بیان فرماتے کہ اسی مجلس میں بہت سے جاہل تائب ہو کر نماز روزہ کے پابند ہو جاتے ...

(عمومی طور پر ہند میں) مولانا اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ کے بعد شیخ الکل شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید الطائفہ مولوی سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی قدس اللہ روحہ کا عہد مبارک اشاعت حدیث کا ایک قابل ذکر زمانہ گذرا ہے جس پر تفصیلی تبصرہ کر کے کیلئے دفتر بھی ناکافی ہیں۔آپ کی کوششوں سے ہندوستان کے کونے کونے میں حدیث کی تعلیم پھیل گئی۔تقلید وجمود کی تاریکیوں کے بادل پھٹ گئے۔ کتاب وسنت کا اطراف عالم میں ڈنکا بج گیا۔اللہ تعالی آپ کی قبر منور کرے..حضرت شیخ الکل محدث دہلویؒ کے عہد میں بھی اس علاقے میں لوگ تبلیغ کیلئے آتے جاتے رہے جنکی کوششوں سے ایک خاص سوسائٹی کام کرنے والی اس علاقے میں پیدا ہوئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۹۔۱۱۔ملخصاً)

میوات میں سلفیت کی تبلیغ کے لئے پہلے پہل شاہ رمضان نے بہت کام کیا ہے۔گو انہیں مسلکی نقطہ نظر سے ہم حنفیت کی طرف مائل دیکھتے ہیں مگر ان کی اصلاحی خدمات سے یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے پیش نظر کتاب وسنت کی ترویج تھی، حنفیت کی نہیں۔آپ مہم ضلع روہتک کے رہنے والے تھے۔مسلم لباس کا رواج ڈالنا آپ کے اصلاحی کارناموں میں سے ہے۔بے شمار افراد نے آپ کی تبلیغ سے ہدایت پائی۔

شاہ رمضان کے بعد بدعات وخرافات کا رنگ دوبارہ چڑھ گیا۔بڑے بڑے پیروں اور مرشدوں نے میوات کا رخ کیا اور یہاں کے لوگ ان کے دام میں پھنستے رہے۔پھر جماعت مجاہدین کے سید حیدر علی رامپوری نے میوات میں تبلیغی دورے کئے۔مسلک اہلحدیث کے فروغ کے لئے سرحد سے واپس آنے والے اہلحدیث مجاہدین نے کافی خدمت کی۔جناب ابوالحسن بھونری والے، حاجی عبداللہ کانکرکھیڑہ والے اور حافظ حسن لاڈمکا والے اس سلسلے میں نمایاں ہیں۔

حاجی عبداللہ موضع کانکرکھیڑہ تحصیل تجارہ ضلع الور کے باشندے تھے۔دہلی پہنچ کر سید احمد بریلوی کے مرید ہوگئے اور شاہ اسماعیل کے قافلے کے ساتھ سرحد پہنچ گئے اور متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔بالاکوٹ کے واقعہ کے بعد جن بزرگوں نے ہند واپس آکر تحریک کے لئے کام کیا ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں حاجی عبداللہ بھی تھے اور ان کے ساتھی میاں جی کریم اللہ گوہانوی تھے۔حاجی عبداللہ زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے مگر شاہ اسماعیل شہید کے فیض صحبت سے تبلیغ اور اشاعت دین کا بے پناہ جذبہ رکھتے تھے۔اس وقت میوات کا پورا علاقہ کفر وشرک و بدعات کی مکروہات سے پر تھا۔کھیڑہ ڈیوٹ دیوی دیوتاؤں کو مانتے تھے۔دینی تعلیم کا کوئی رواج نہ تھا۔ہزاروں میں سے صرف چند مواضعات میں مساجد تھیں۔خواجہ معین الدین چشتی اور شاہ مدار اور سید سالار صاحب کے مجاور میوات آتے اور اپنا نذرانہ لے جایا کرتے۔ حاجی عبداللہ اپنے طریقے سے ایک تبلیغی وفد مرتب کر کے میوات کے دورے کرتے رہتے تھے۔مشرقی میوات کے حصے میں اکثر ان کے دورے رہتے تھے۔ان کے فیض صحبت سے میوات میں حلقہ اہل حدیث قائم ہوا۔گوہانہ،شکراوہ، جلال پور، لاڈمکا وغیرہ میں انہوں نے اپنی رشتہ داریاں کر لی تھیں۔پھر یہ رشتہ داری کے تعلقات ایسے راس آئے کہ بہت سے مقامات پر اہل حدیث پیدا ہو گئے۔چنانچہ جھانڈہ ،شکراوہ، رہپور، جلال پور وغیرہ میں اہل حدیث کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔ اس وقت کے معروف عالم عبداللہ سا کرسوی کو سلفیت کی دعوت آپ ہی نے دی تھی، جسے نہ صرف انہوں نے بلکہ گاؤں کے لوگوں نے بھی قبول کیا؛ اور آخر کار اس کے نتیجہ میں جناب محمود حسن دیوبندی (جو بعد میں شیخ الہند کہلائے) کو میوات میں مناظرہ کے لئے آنا پڑا۔ یہ مناظرہ فیروز پور جھروکہ میں ہونا طے پایا تھا جس میں بعض لوگوں کے خیال کے مطابق میاں نذیر حسین محدث کی طرف سے مولوی تلطف حسین بہاری آئے تھے۔ اہلحدیث کی طرف سے اصل مناظر جناب ابوالحسن بھونری والے تھے اور میاں صاحب کے نائب کے طور پر شریک مناظرہ تھے۔لیکن احناف نے اس عذر پر مناظرہ ٹال دیا کہ مناظرہ کیلئے دہلی سے نذیر حسین خود کیوں نہیں آئے۔

میاں جی کریم اللہ خان، بقول حکیم عبدالشکور، موضع گوہانہ تحصیل نوح ضلع گوڑگانوہ کے باشندے تھے۔اللہ تعالی نے آپ کو دین وایمان کی دولت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا جس کی بنا پر اپنا تعلق دینداروں سے قائم کیا اور یہی تعلق آپ کو سید احمد بریلوی تک کھینچ کر لے گیا اور ان سے بیعت ہوئے۔شاہ اسماعیل کے قافلے کے ساتھ سرحد پہنچے اور متعدد جنگوں میں شریک ہوئے۔شاہ صاحب کے اثر سے مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور آخر تک اس پر گامزن رہے۔

جنگ بالاکوٹ کے بعد میاں جی ہندوستان واپس آ گئے اور کافی عرصہ ٹونک میں مقیم رہے جہاں پر شہیدین اور دیگر مجاہدین کے حالات مرتب کرانے میں کافی مواد فراہم کیا۔پھر ٹونک سے آپ نے میوات کا قصد کیا اور اپنے قدیمی گاؤں گوہانہ میں سکونت اختیار کی جہاں آپ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کی نشر و اشاعت کو اپنا مقصد اعلی قرار دیا۔ میاں جی نے ۱۹۱۵ء میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ آپ کی ذات سے مسلک اہل حدیث کو کافی فروغ ہوا۔ موضع جھانڈہ میں بھی عمل بالحدیث کا رواج آپ ہی کے ذریعہ ہوا۔

جناب ابوالحسن بھونری والے اپنی عمر کے آخری دور میں سلفیت کی تبلیغ میں مصروف رہے۔ اس کے علاوہ عبداللہ مرحوم جو نیمکا نامی گاؤں میں رہتے تھے میاں صاحب سے شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد اپنے گاؤں میں سلفیت کی تبلیغ کرتے رہے۔ احناف کی طرف سے مزاحمت ہوتی رہی، مگر آپ نے اپنا کام جاری رکھا اور میاں صاحب سے موقع بہ موقع استفادہ بھی کرتے رہے۔ آخر گاؤں میں خاصی تعداد میں لوگ اہلحدیث ہو کر خرافات و بدعات سے کنارہ کش ہو گئے

جناب عبدالحکیم جیوری ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ آپ نے میاں صاحب دہلوی سے بالکل آخری وقت میں ملاقات کی اور استفادہ کیا۔ آپ کی موجودگی ہی میں میاں صاحب کا انتقال ہوا۔ آپ نے علیگڈھ کی موتی مسجد میں ایک عرصہ تک امامت کی۔ میوات میں اکثر جاتے اور دریاں فروخت کرتے تھے، ساتھ تبلیغ بھی کرتے۔ ان کی تبلیغ دوسروں کی تبلیغ سے زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوتی، کیونکہ آپ کچھ ہی دنوں بعد دوبارہ آتے اور لوگوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے میوات کے جھانڈا نامی گاؤں میں کچھ روز ٹھہر کر بچوں کو تعلیم بھی دی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دنوں نہ چلا کچھ عرصہ گلالتہ میں بھی پڑھایا۔ آپ کی وعظ بڑی مؤثر ہوتی، چنانچہ بہت سے میواتیوں کو آپ کی تبلیغ سے ہدائت ہوئی۔ ۱۹۷۲ء میں انتقال ہوا اور میاں صاحب کے شاگردوں کا آپ پر خاتمہ ہو گیا

جناب عبداللہ سیکری۔ راجستھان کے سیکری نامی گاؤں میں تیرھویں صدی ہجری کے وسط میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم نامعلوم کہاں پائی۔ آخری دور میں میاں نذیر حسین محدثؒ کے ہاں حاضر ہوئے اور علم حدیث حاصل کیا۔ اور پھر میاں صاحب اور مسلک اہل حدیث کا دفاع کرتے رہے۔ اس سلسلے میں آپ کی کتاب صیانۃ المؤمنین عن تلبیس المبتدعین معروف ہے۔ آپ نے علاقہ میوات میں تبلیغ و اشاعت کا کافی کام کیا۔ ۱۳۲۵ھ میں فوت ہوئے۔

جناب نتھو خان حاجی، جلال پور تحصیل فیروز پور جھروکہ کے رہنے والے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے بھی میاں نذیر حسین محدثؒ کی صحبت سے فیض اٹھایا۔ اگرچہ زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھے مگر میاں صاحب دہلوی کی صحبت سے متاثر ہو کر اپنے گاؤں میں سلفیت کی دعوت دی اور صرف کتاب وسنت پر عمل کی ترغیب دی۔ بہت سے لوگ مخالف ہوئے اور جسمانی اذیتیں بھی دیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر آپ کے اخلاص نے اپنا رنگ دکھایا اور کافی لوگ اہل حدیث ہو گئے۔

جناب عبداللہ سا کرس میں پیدا ہوئے۔ گاؤں کا ماحول بدعت و جہالت کا تھا، اس لئے آپ کا نام سائے خان رکھا گیا جسے بعد میں جناب احمد علی سہارنپوری نے بدل کر عبداللہ کر دیا تھا۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ پھر دہلی گئے وہاں چھتے والی مسجد میں قیام کیا کچھ عرصہ بعد سہارنپور گئے اور جناب احمد علی سے پڑھا اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ بقول حکیم عبدالشکور آپ نے کچھ کتابیں جناب قاسم نانوتوی سے بھی پڑھی ہیں (تاریخ میوچھتری ص ۳۸۸)۔ غالباً ان دونوں علماء کی خدمت میں چار سال رہے، پھر وطن آئے۔ حاجی عبداللہ کانکر کھیڑہ والے سے بیعت ہوئے تو عہد کیا کہ تقلید جامد سے دور رہیں گے اور یوں آپ کتاب وسنت پر عامل ہو گئے۔ سا کرس میں، جو اہل حدیث کی اہم آبادی ہے، تقسیم ہند سے پہلے وقفے وقفے سے اجتماعات ہوتے رہے۔

ایک مرتبہ موضع اوڑکی میں حضور حنفی اور اہلحدیث میں مناظرہ ہوا۔ حکیم عبدالشکور شکراوی اور جناب محمد داؤد راز وغیرہ کتابیں لے کر آئے۔ حافظ حمید اللہ اہلحدیث کانفرنس دہلی نے جناب عبدالرحیم فیروز پوری پنجابی کو بھی بھیج دیا۔ مگر حضور حنفی مناظرہ کے روز سامنے نہ آئے اور مناظرہ نہ ہوا۔ البتہ عوام پر خاصا اثر ہوا۔

اومرا نامی گاؤں میں احناف اور اہلحدیث کے درمیان مناظرہ ہوا جس میں احناف کی طرف سے دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل جناب عبداللہ نومسلم تھے اور اہلحدیث کی طرف سے جناب عبدالشکور شکراوی تھے۔ تقریری مناظرہ ہوا، لیکن فتح وشکست کی صفائی نہیں ہوئی اور عوام کے شور وغل میں مجلس برخواست ہو گئی۔

میوات کے گاؤں اٹاور میں ایک مرتبہ اہل حدیث اور احناف کا مناظرہ ہوا، اہلحدیث کی طرف سے جناب عبدالغفار پینگری والے (ف ۱۹۴۷ء) تھے اس مناظرے کے بعد کئی لوگ اہلحدیث ہوئے۔

موضع بھوجاکی میں مسئلہ آمین بالجہر پر جناب محمد حسن فیروز پوری حنفی اور حافظ حسن خان لاڈ مکاوی اہلحدیث کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اس میں حافظ محمد حسنؒ نے اپنا مسلک احادیث صحیحہ سے ثابت کیا اور حنفی مناظر کو خاموش ہو جانا پڑا۔

میوات میں اہل حدیث کا پہلا اہم اجتماع نیمکا میں ۱۳۴۰ھ کے گرو پیش ہوا تھا جس میں جناب احمد اللہ پرتاپ گڈھیؒ اور جناب شرف الدین دہلویؒ آئے تھے۔ اس اجتماع میں بہت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے حنفی سامعین میں شامل تھے اوران میں سے بہت سے حنفی، اہل حدیث ہو گئے تھے۔

۱۳۵۱ھ (۱۹۳۰ء) میں دار العلوم شکراوہ کی بنیاد رکھی گئی ۔ حافظ حمید اللہ دہلوی نے مدرسہ کی تعمیر وغیرہ کے مصارف برداشت کئے ۔ مدرسہ کے قیام سے پہلے جو اجلاس ہوا تھا اس میں جناب ثناء اللہ امرتسری بھی شریک تھے ، میواتی علماء میں سے حکیم عبدالشکور اور جناب عبدالجبار اس کے اصل محرک تھے ۔ یہاں کے فارغین کی تعداد سینکڑوں میں ہے ۔ جناب محمد داؤد راز بھی یہاں کے فارغ ہیں جنہوں نے بخاری کا ترجمہ مع تشریح کر کے خراج تحسین حاصل کیا ، دو جلدوں میں فتاوی ثنائیہ مرتب کیا، ثنائی ترجمہ والہ قرآن مع حواشی ، حیات ثنائی ، شائع کئے ۔

اس کے علاوہ مدرسہ دار الحدیث محمدیہ ساکرس ضلع گوڑ گانواں ؛ مدرسہ محمدیہ موضع رنیالہ خورد عرف جھانڈو ضلع فرید آباد (جسے جامعہ محمدیہ مالیگاؤں کی شاخ کے طور پر ۱۹۹۳ء میں قائم کیا گیا)؛ دار الحدیث محمدیہ جلال پور ضلع گوڑ گانواں (۱۹۶۳ء میں قائم ہوا)؛ مدرسہ ضیاء القرآن والسنۃ موضع رہپوہ ضلع گوڑ گانواں ؛ مدرسہ دار السلام گلالتہ ؛ مدرسہ دار السلام گوہانہ؛ جامعہ فاطمۃ الزہرا (ساکرس سے بارہ میل دور قائم ہے)؛ مدرسہ تعلیم البنات رہپوہ، کام کر رہے ہیں ۔

ہریانہ کے اضلاع فرید آباد اور گوڑ گاؤں اور راجستھان کے اضلاع الور اور بھرت پور میں تقریباً ۵۵ گاؤں میں اہل حدیث آباد ہیں۔

مئوناتھ بھنجن

مئوناتھ بھنجن کی تاریخ کا آغاز بابا ملک طاہر سے کیا جاتا ہے اور شاہان جونپور اور پھر مغل دور میں اس کے خدوخال اس وقت سامنے آتے ہیں جب ایک مغل بادشاہ نے اپنی حکومت کے پوربی حصے کو شیراز کا نام دیا ۔ بتایا جاتا ہے کہ قصبہ مئو، جہاں آراء بنت شاہجہان کی جاگیر میں تھا اور اس کا نام جہان آباد رکھا گیا تھا .. جناب عبید اللہ رحمانی مبارکپوریؒ نے اپنی کتاب تاریخ المنوال ص ۵۳ میں مئوناتھ بھنجن کی قدامت کو تحریر فرماتے ہوئے یہاں کے دینی مدارس اور علماء وفضلاء کی کثرت کا ذکر کیا ہے۔ آج مئوناتھ بھنجن اپنے علماء فضلاء ادباء اور مدارس کی کثرت اور کپڑے کی صنعت کی وجہ سے ہند و بیرون ہند ممتاز ہے ۔ یہاں جامعہ عالیہ عربیہ، جامعہ اسلامیہ فیض عام،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جامعہ اثریہ دارالحدیث، جامعہ محمدیہ، اور مدرسہ دارالتعلیم مئو، تشنگان علوم دینیہ کی پیاس بجھا رہے ہیں

مئو پہلے ایک قصبہ تھا۔ ۱۹۸۹ء میں اسے ضلع بنا دیا گیا۔ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس سرزمین میں عمل بالکتاب والسنہ کی شمعیں جناب فیض اللہ سے روشن ہوئیں جو جناب سخاوت علی جون پوری کے ارشد تلامذہ میں تھے، جنہیں اپنی خاندانی روایات علم وعمل کے ساتھ ہی سید احمد بریلویؒ کے خلیفہ ہونے کا فخر بھی حاصل تھا اور انہی کا فیضان جناب فیض اللہ کے ذریعہ مئو تک پہنچا۔ سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں سلسلہ ولی اللہی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ضلع اعظم گڈھ میں اس سلسلے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہاں جناب فیض اللہ مئوی شاگرد جناب سخاوت علی جون پوری، اور (میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگردوں) جناب حافظ عبداللہ غازیپوری اور جناب سلامت اللہ جیراجپوری کا زیادہ اثر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب فیض اللہؒ سے پہلے مئو میں کسی نمایاں دینی وعلمی سرگرمی کا ذکر نہیں ملتا۔ اور پھر آپ کے تلامذہ میں ملا حسام الدینؒ کے زمانہ میں یہ رنگ کھلتا گیا اور ان کے ذریعہ یہ چشمہ فیض بڑھتا ہی گیا۔

محمد فیض اللہ مئو کے محلّہ ڈومن پورہ میں ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء پیدا ہوئے۔ آپ کے والد یار محمد ایک حاذق طبیب تھے۔ تعلیم کی ابتداء والد سے کی، اس کے بعد جون پور میں جناب سخاوت علی سے پڑھا۔ تکمیل کے بعد مئو آئے جو اس وقت شرک کی سرزمین بنی ہوئی تھی۔ گھر گھر غازی میاں کا جھنڈا اور حسین کا تعزیہ رکھا جاتا۔ آپ نے وعظ کہنا شروع کیا۔ شرک و بدعت کا استیصال ہونے لگا، اتنے میں جناب گل محمد حنفی جامع مسجد میں کہیں سے آنکلے اور رفع الیدین کے خلاف وعظ کہا۔ جناب فیض اللہؒ نے ان سے گفتگو کی تو پوری کامیابی ہوئی۔ مگر عوام چونکہ ابھی حدیث السن تھے پھر بدک گئے، نوبت باہمی تکرار تک پہنچی اور آخر کار اہل حدیث کو مسجد ہی سے نکال دیا گیا اور جمعہ الگ ہونے لگا۔ یہ ۱۳۰۰ھ کا زمانہ ہے۔ جناب فیض اللہؒ اس کے بعد اعظم گڈھ کے مدرسہ میں آگئے، اور درس وتدریس کی۔ نیز آپ علی گنج سیواں اور دانا پور پٹنہ، میں بھی مدرس رہے۔ دانا پور میں ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء۔ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ میں وفات پائی۔

جناب فیض اللہ بہت نیک طبع صلح پسند متواضع ملنسار تھے۔ آپ کا ایک کارنامہ مئو محلّہ ڈومن پورہ میں مدرسہ اسلامیہ (جو بعد میں مدرسہ عالیہ عربیہ اور پھر جامعہ عالیہ کے نام سے موسوم ہوا) کی تاسیس ہے۔ اس سے پہلے مئو میں کوئی باقاعدہ دینی درس گاہ نہیں تھی۔ آپ نے محلّہ کے دوسرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بزرگوں حاجی عبدالرحمٰن وغیرھم کے مشورہ وتعاون سے ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں مدرسہ اسلامیہ نام کی درس گاہ کی تاسیس کرائی جس میں آپ ہی کے تلمیذ ملا حسام الدین تعلیم وتدریس کیلئے مدعو کئے گئے جن کی صلاحیت اور کوششوں سے یہ مدرسہ مئو اور مضافات کے طالبان علوم دینیہ کا گہوارہ بن گیا۔ آپ کی تدریسی مدت غالبًا ۵۰ سال ہے۔ آپ کے شاگردوں میں جناب شبلی نعمانی، جناب عبدالغفور داناپوری، ملّا حسام الدین، جناب عبدالرحمٰن محدث مبارکپوری، جناب محمد شفیع بانی مدرسہ اصلاح سرائے میر، حکیم ابوالمکارم، جناب محمد احمد بن ملا حسام الدین، جناب خلیل الرحمٰن بن حافظ عبداللہ مئوی (ف ۱۳۱۴ھ)، جناب سعداللہ واعظ (ف ۱۳۲۱ھ)، جناب عبداللہ واعظ (ف ۱۳۲۱ھ)، جناب ابوالفیاض عبدالقادر مئوی (ف ۱۳۳۱ھ)، جناب خدابخش مہراج گنجی، جناب عبدالغفار عراقی، جناب محمد علی ابوالمکارم (ف ۱۳۵۲ھ)، جناب محمد شفیع (ف ۱۳۶۹ھ) شامل ہیں۔

آپ کی وفات داناپور میں ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ۔ ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء کو ہوئی وہیں دفن ہوئے۔

(ماہنامہ آثار جدید، مئو، جنوری ۲۰۰۴ء۔ تراجم علماء حدیث ہند)

ملا حسام الدین ولد جمال الدین عرف جمن (تاریخ ولادت نامعلوم) مئوناتھ بھنجن کے پورب نسو پور کے زمین دار خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور جو لوگ اس میں سے مسلمان ہوکر قصبہ مئو چلے آئے تھے آپ بھی ان میں سے تھے۔ اولاً آپ اورنگ آباد عیدگاہ کے پچھّم دریائے ٹونس کے کنارے مکان بنوا کر رہتے تھے پھر جب سیلاب آیا تو محلّہ قاضی داموں پوری میں مکان بنالیا (جناب عبداللہ فیضی اور جناب بشیراللہ فیضی اعظمی آپ کے پوتے ہیں اور مفتی حبیب الرحمٰن فیضی اور مفتی فیض الرحمٰن، جناب احمد سابق صدر مدرس فیض عام کے پوتے اور ملا حسام الدین کے پڑپوتے ہیں)۔

ملا حسام الدین نے علوم وفنون کا اکثر حصہ مولوی فیض اللہ مئوی سے حاصل کیا اور کچھ جناب مولوی علی عباس چریاکوٹی سے۔ فراغت کے بعد اعظم گڈھ میں پڑھانا شروع کیا۔ غالبًا ۱۲۹۱ھ میں محلّہ جمال پورہ مئو میں جناب فیض اللہ کی ترغیب پر حاجی عبدالرحمٰن (جو اپنے بھائی نور محمد کے اشتراک سے ساڑیوں کی تجارت کرتے تھے، خود مراد آباد اور رام پور ریاستوں کا سفر کرتے تھے اور ان کے برادر حاجی نور محمد کلکتہ کا تجارتی سفر کرتے تھے۔ جناب فیض اللہ سے عقیدت کا اثر تھا کہ ان بھائیوں نے ان کی ترغیب پر مدرسہ اسلامیہ موجودہ جامعہ عالیہ عربیہ مئو کی تاسیس اپنے مصارف سے کی اور حاجی عبدالرحمٰن نے عیدگاہ اہل حدیث جمال پورہ اور مسجد اہل حدیث ڈومن پورہ اور جامع اہل حدیث سبزی مارکیٹ مرادآباد کی تعمیر اپنے صرف خاص سے کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

) اوران کے برادران کے تعاون سے جب اولین مدرسہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا جو اس وقت عالیہ عربیہ کے نام سے مشہور ہے تو اس میں تدریسی خدمات کے لئے جناب فیض اللہ مئوی نے ملا حسام الدین کو مدعو کیا۔ کچھ دنوں بعد ملا صاحب کی مساعی سے یہ مدرسہ مرجع خلائق بن گیا۔

ملا حسام الدینؒ تدریس کے بعد عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے صبر وقناعت کا نمونہ تھے۔ چار روپئے ماہانہ مشاہرہ پر گذر اوقات کرتے تھے۔۱۸۹۳ء۔ ۱۳۱۰ھ میں فوت ہوئے۔

آپ کے تلامذہ میں سعد اللہ واعظ مئوی، ابو المکارم محمد علی، سلیم اللہ اورنگ آباد مئوی، عبدالرحمٰن مبارکپوری شارح ترمذی، عبدالسلام مبارکپوری، عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، احمد مئوی، خلیل الرحمٰن، ابو المعالی محمد علی فیضی، ابو النعمان عبدالرحمٰن آزاد، ابو الفیاض عبدالقادر مئوی، شاہ محمد خیرآبادی، محمد حسن، عبداللہ پیارے پوری مئوی، عبداللہ کھیری باغ مئوی، عصمت اللہ بختیاور، عبدالقادر عراقی اورنگ آباد مئوی، محمد بختیاور گنج، عبدالمجید امام شاہی کٹرہ مئو، عبدالوارث پٹھان ٹولہ، عبداللطیف سارہو، عبدالغنی بن حسام الدین، عبدالشکور، ابو الفیاض نور محمد کوٹھا مئو وغیرہ شامل ہیں

محمد علی بن شمس العلماء فیض اللہ مئوی کی کنیت ابو المکارم۔ ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی پھر ملا حسام الدین مئوی، حافظ عبداللہ غازی پوری اور سید نذیر حسین محدث سے پڑھا۔ ۱۳۰۰ھ میں حصول طب کے لئے لکھنو گئے اور حکیم عبدالعزیز بن اسماعیل اور ان کے بھائی حکیم عبدالحفیظ سے استفادہ کیا۔ علوم وفنون کی تکمیل کے بعد مئو آئے۔ طب کو ذریعہ معاش بنایا۔ عمل بالکتاب والسنہ اور تردید بدعت پر بہت سے رسالے لکھے۔ انہی کاموں کی وجہ سے نواب صدیق حسنؒ نے ۳۰ روپئے ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔ ابو المکارم خود لکھتے ہیں:

> سید نذیر حسین محدث دہلویؒ نے راجہ عبدالرحمٰن کو ایک خط لکھا کہ سنا گیا ہے کہ آپ حکیم محمد علی کو منصب طبابت پر رکھنے کا ارادہ کر رہے ہیں جن سے میں بہت خوش ہوں۔ کیونکہ حکیم صاحب حکمت وطبابت اور علم حدیث وفقہ اور تفسیر میں بہترین مہارت رکھتے ہیں اسلئے طبابت کا عہدہ انہیں کو دیں کیونکہ ان جیسی صفات کا کوئی دوسرا شخص آپ کو نہیں ملے گا۔ انہیں نوکر رکھ کر پوری خاطر داری کریں کیونکہ وہ ذی استعداد دین ودنیا کے کارگذار ہیں۔
>
> لیکن اس نوکری کی نوبت نہیں آئی اور اس کے تھوڑے دنوں بعد ریاست بھوپال سے وظیفہ خوار ہوگیا، الرض الازھر فی منافع الدھن الاحمر ص ۶۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس وظیفہ کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

میں نے ذی الحج ۱۳۰۵ھ میں ایک رسالہ ایک مولوی صاحب الہ آبادی کی تحریر کے جواب میں لکھا اس کی اشاعت کے بعد ایک جلد نواب صدیق حسن خان کی خدمت میں بھیجی۔ اور آپ نے غرہ صفر میں تیس روپے ماہوار مقرر کر کے خاکسار کی دل جوئی اور عزت افزائی کی۔

ابوالمکارم بڑے سخی تھے آپ نے مال وزر کے ساتھ مسلمانوں کو فیض پہنچایا۔ اہل حدیث مساجد کی تعمیر میں نمایاں حصہ لیا۔ ذہین، حاضر جواب اور حق گو تھے۔ استقلال میں نمونہ سلف تھے۔ متعدد تصانیف اور فتاوی آپ کی یادگار ہیں۔ تاریخ وفات ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء ہے مئو میں مدفون ہیں۔

جناب عبداللہ شائق نے ۱۱، ۱۲، ۱۳ فروری ۱۹۲۷ء کی آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس منعقدہ مئو ناتھ بھنجن کے خطبہ استقبالیہ میں تحریر کیا ہے کہ

باون ترپن سال کا عرصہ ہوا کہ مولوی محمد علی ابوالمکارم جب کہ آپ ملا حسام الدین سے علوم دینیہ کی تحصیل کر رہے تھے احیائے سنت نبویہ کی طرف مائل ہوئے۔ استاد (ملا صاحب) کو تو یہ منظور ہی تھا مگر اپنی تنہائی نیز زمانہ کی روش سے مجبور تھے۔ ہونہار شاگرد کی تائید ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بنی اور عمل بالحدیث دونوں نے قولاً وفعلاً شروع کیا۔ کچھ دنوں تدریجی ترقی ہوتی رہی اور احناف واہل حدیث دونوں حضرات برابر جامع مسجد شاہی کٹرہ مئو میں نماز جمعہ پڑھتے رہے لیکن یہ چند روزہ ظاہری عدم تعرض اپنے اندر ایک گہری سازش مضمر رکھے ہوئے تھا۔ آخر یہ سازش اثر دکھائے بغیر نہ رہی اور جمعہ کی نماز پڑھتے ہوئے مولوی عبداللہ (کھیری باغ) پر ہمارے برادران احناف بر بنائے آمین بالجہر برس پڑے اور خدا کے گھر میں اس کو زدوکوب کیا۔ اب چند اہل حدیثوں کو سوائے اپنے گھروں میں جمعہ پڑھنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ پنج وقتہ نماز کی مسجدیں بھی انہیں کے قبضہ میں تھیں۔ چنانچہ گھروں میں نماز جمعہ اور پڑھیوں پر خطبہ ہونے لگا۔ یہ وقت جماعت اہلحدیث کیلئے سخت ابتلاء کا زمانہ تھا اور یہ پہلا دور تھا جس میں جامع مسجد شاہی کٹرہ اور عیدگاہ سے جو مسلمانوں کی جائداد سے اہلحدث کو بذریعہ حرب وضرب بے دخل کیا گیا۔ سارا قصبہ ایک طرف اور یہ چند اہل حدیث ایک طرف۔ تا بہ کے بشاشت ایمان لوگوں کے دلوں میں جاگزین ہونے لگی اور یہ جماعت روز بروز ترقی پذیر ہوتی گئی اور آج الحمدللہ پورے شہر میں مدارس ومساجد اہل حدیث وافراد اہل حدیث کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ فروری ۱۹۲۷)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد احمد بن ملا حسام الدین معروف بہ بڑے مولوی صاحب، ملا حسام الدین کے بیٹے تھے۔ ولادت تقریباً ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد عظمت گڈھ ضلع اعظم گڈھ میں پڑھاتے تھے۔ ابتدائی کتب صرف ونحو تا بہ شرح جامی اور فارسی اپنے والد سے پڑھ کر عربی میں صرف ونحو سے لیکر شرح جامی تک کی تعلیم مدرسہ اسلامیہ جمال پورہ (جو اب جامعہ عالیہ عربیہ مئو کے نام سے مشہور ہے) میں حاصل کرنے کے بعد ۱۳۱۳ھ میں کان پور کی قدیمی درس گاہ جامع العلوم کا رخ کیا وہاں تین سال جناب اشرف علی تھانوی، جناب محمد اسحاق بردوانی، اور جناب محمد حسن سے تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ کافیہ شرح تہذیب وغیرہ کا درس بھی دیا۔ ۱۳۱۶ھ میں مدرسہ احمدیہ آرہ چلے گئے وہاں حافظ عبداللہ غازی پوری سے مسلم، بخاری، ترمذی، حمداللہ رسالہ میر زاہد حماسہ، سبعہ معلقہ وغیرہ پڑھیں۔ ۱۳۱۷ھ میں دہلی میں میاں صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور ابوداؤد، بخاری، مسلم سبقاً سبقاً پڑھیں اور باقی صحاح کے اطراف سنا کر سند واجازہ حاصل کیا۔ ترجمہ قرآن اور جلالین بھی میاں صاحب سے پڑھی۔ ایک سال کے بعد دارالعلوم دیوبند گئے وہاں شرح چغمینی میر زاہد وغیرہ پڑھیں۔ بعض کتب جناب محمود حسن سے پڑھیں۔ پھر گنگوہ جا کر جناب رشید احمد کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ ۱۳۱۹ھ میں واپس مئو آئے اور حافظ عبداللہ غازی پوری کے کہنے پر مدرسہ محمدیہ محلّہ کلیانی مظفر پور بہار میں دو سال مدرس رہے۔ پھر وطن آ گئے اور فیض عام میں پڑھانے لگے۔ ۱۳۴۱ھ میں دار الحدیث رحمانیہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے اور غالباً دو سال بعد ۱۳۴۳ھ میں جب رنگیلا رسول نامی کتاب نے ملک میں آگ لگائی تو دہلی میں شدید فتنہ کے ڈر سے آپ مئو آ گئے۔ پھر فیض عام والوں نے آپ کو دہلی نہ جانے دیا اور آپ یہیں صدر مدرس کے منصب پر فائز ہوئے اور تادم زیست خدمت کی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے جن میں ابوالقاسم قدسی، محمد احمد، عبیداللہ رحمانی مبارکپوری، عبداللہ شائق، عبدالرحمٰن نحوی، نذیر احمد املوی، عبداللہ مئوی، بشیر اللہ مئوی، حبیب الرحمٰن، فیض الرحمٰن، عبدالعزیز عمری، عبدالصمد حسین آبادی، یسین گونڈوی، عبدالعلی، حکیم سلیمان رحمانی، حکیم عصمت اللہ رحمانی، محمد شفیع پٹھان، عبدالتواب غزنوی، حافظ عبداللہ رحیم آبادی، محمد ادریس رحمانی املوی شامل ہیں۔ وفات ۲ نومبر ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیراجپور

جیراج پور کے مشہور فرزند حکیم عبداللہ کی ابتدائی تعلیم والد جناب بہادر علی سے ہوئی۔ اس کے بعد جون پور جا کر مفتی یوسف فرنگی محلی سے پڑھا۔ (اسی زمانہ میں مولوی سلامت اللہ جو آپ کے چچا تھے آپ کے ہم درس ہوئے)۔ جون پور سے دیو بند گئے۔ جناب محمد قاسم نانوتوی سے حدیث پڑھی۔ نواں نگر ضلع بلیا میں مولوی شکر اللہ سے بھی استفادہ کیا۔ سب سے آخر میں میاں نذیر حسین محدث کے پاس حاضر ہوئے حدیث دوبارہ قرأۃً پڑھی۔ اس دورہ میں جناب سلامت اللہ کے علاوہ حافظ غازی پوری بھی آپ کے شریک درس تھے۔ تکمیل کے بعد وطن آئے۔ مخالفت زیادہ والد کی طرف سے ہوئی۔ مدت تک وطن میں وعظ و نصیحت کرتے رہے جس سے کئی لوگ عامل بالحدیث ہوئے۔ پھر قصبہ رسڑا ضلع بلیا چلے گئے وہاں بھی مخالفین کے نرغہ میں آ گئے۔ مجسٹریٹ قصبہ کی موجودگی میں ۱۲۹۲ھ میں مقلدین سے ۱۳ روز تک تحریری مناظرہ ہوا فتح آپ کے حصہ میں آئی۔ مگر مخالفین نے پرچے تلف کر دیئے جس کا اثر اور بھی اچھا ہوا لوگ مقلدین کی کمزوری سے واقف ہو کر اہل حدیث کی طرف مائل ہوئے۔ رسڑا میں تدریس بھی کی۔ تلامذہ میں عبداللہ ندوی، حبیب اللہ، عبداللہ چاندپوری، حیدر علی (ہیڈ مولوی مشن سکول اعظم گڑھ) اور شبلی نعمانی شامل ہیں۔ تفسیر میں بہت انہماک تھا قرآن سے عشق تھا رسالت مآب سے بہت زیادہ محبت تھی۔ مطب کی آمدنی سے کچھ پس انداز ہوا تو حج پر گئے سفر میں حافظ عبداللہ غازی پوری اور جناب محمد سعید بنارسی ساتھ تھے وہاں متعدد مشائخ حدیث سے سند و اجازہ حاصل ہوا۔ اولاد میں عبدالسلام تھے اور عبدالسلام کے بیٹے عبدالحفیظ ندوہ سے فارغ تھے۔ حکیم عبداللہ کی وفات ۶ شعبان ۱۳۰۷ھ ۲۸ مارچ ۱۸۹۰ء کو ہوئی۔

(تراجم علمائے حدیث ہند۔ص ۳۸۶)

جناب سلامت اللہ جیراجپوری نے مفتی یوسف فرنگی محلی سے پڑھا اور میاں نذیر حسین محدث سے تکمیل کی۔ ایک زمانہ بنارس میں قیام رہا جہاں تفسیر و حدیث پڑھائی۔ پھر نواب صدیق حسن نے بھوپال بلا لیا۔ آپ بہت اچھے مناظر تھے۔ بناس جون پور گونڈہ اور اعظم گڈھ کے علاقے میں بہت تبلیغ کی اور کئی مواضعات میں شرک و بدعت کا نام و نشان مٹا دیا۔ مدت تک بھوپال میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیام رہا۔ مدرسہ سلیمانیہ کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ جناب محمد بشیر سہسوانی نے پنشن لی تو آپ مدرسہ سلیمانیہ کے مہتمم اور ریاست کے جملہ مدارس کے افسر مقرر ہوئے۔ نہائت وجیہہ اور با اخلاق تھے۔ سحر بیان واعظ تھے۔ تلامذہ میں شمس العلماء حفیظ اللہ مہتمم ندوہ، جناب حبیب اللہ چاندپاری، جناب فتح اللہ مہتمم مدرسہ سلیمانیہ بھوپال، جناب احمد محدث شامل ہیں۔ ۵۳ سال کی عمر میں بھوپال میں ۱۵ جون ۱۹۰۴ء ۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ کو فوت ہوئے۔ (تراجم علمائے حدیث ہند)

شیخ محمد اکرام بتاتے ہیں کہ:

مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سید نذیر حسین محدث کے شاگرد تھے اور اپنے علاقے کے سب سے با اثر اہل حدیث عالم اور واعظ تھے۔ ایک زمانے میں انہیں نواب صدیق حسن نے بھوپال بلا لیا اور رفتہ رفتہ وہ ریاست کے تمام مدارس کے افسر ہو گئے۔ جن دنوں مولانا شبلی پر حنفیت زوروں سے غالب تھی اور کہا کرتے تھے کہ ایک مسلمان عیسائی ہو جائے تو ہو جائے لیکن غیر مقلد کیسے ہو سکتا ہے۔ اس وقت مولانا سلامت اللہ جیراجپوری سے انکی اس مسئلے پر بحثیں ہوا کرتی تھیں (موج کوثر ص ۱۷۱۔۱۷۲)

بنگال

جناب ثناء اللہ امرتسری ۲۵ اپریل ۱۹۱۳ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں بنگال کے اپنے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے ضلع دمکا اور ضلع مرشد آباد کے متعدد گاؤں مثلاً دلال پور، اسلامپور، جنگی پور، سورج نرائن پور وغیرہ میں جانے کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

میں اس سفر میں یہ بات بھی سوچتا رہا کہ بنگالہ میں اہل حدیث جماعت کی اتنی کثرت کیسے اور کس ذریعہ سے ہوئی، تو مجھے بتلایا گیا کہ جناب مولانا عنایت علیؒ اور مولانا ولایت علیؒ صاحبان کی یہ برکت ہے جس کا مفصل ذکر تاریخ اہل حدیث میں ہوگا جس کی تصنیف اہل حدیث کانفرنس کی طرف سے جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے سپرد ہوئی ہے جس کی فکر میں مولوی صاحب موصوف ابھی سے لگ رہے ہیں۔ خدا راست لائے۔ اہل علم کو چاہیے کہ اپنے اپنے معلومات سے مولوی صاحب موصوف کو مدد دیں تاکہ یہ بے نظیر کتاب آئندہ جلسہ کانفرنس تک چھپ کر طیار ہو جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اپریل ۱۹۱۳ء۔ص ۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج کل بنگال میں عاملین بالحدیث کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ صرف مغربی بنگال میں ان دنوں تقریباً تیس لاکھ اہل حدیث ہیں۔جن میں سے ضلع مرشد آباد میں ۱۵ لاکھ، مالدہ ضلع میں ساڑھے چھ لاکھ ہیں۔اور ۱۵ لاکھ دیگر اضلاع میں ہیں۔اہل حدیث مساجد کی تعداد تین ہزار کے لگ بھگ ہے اور مدارس ۱۶۰ کے لگ بھگ ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ میاں نذیر حسین محدثؒ کے چند بنگالی و آسامی شاگردوں نے یہاں کام کیا اور ۱۹۱۳ء میں ایک تنظیم قائم کی جس کا نام انجمن اہلحدیث بنگال و آسام تھا اور اس کے زیر اہتمام ایک بنگلہ رسالہ بھی ماہانہ نکلتا تھا۔اس کے صدر نعمت اللہ بردوانی، سکرٹری صوفی عبد اللطیف ہوگلوی اور سرپرست جناب عین الدین مٹیا برجی کلکتوی تھے۔یہ تینوں میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد تھے۔ان میں جناب عین الدین کے تین فتاوی، فتاوی نذیریہ میں موجود ہیں۔قرآن کا بنگلہ میں تفسیر و ترجمہ نہ تھا۔اس طرف جناب عباس علی اور جناب اکرم خان نے توجہ دی۔جناب عباس علی نے سب سے پہلے قرآن کا بنگلہ ترجمہ کیا۔اور جستہ جستہ حاشیہ بھی لکھا جو ساٹھ سال پہلے شائع ہوا۔اب نایاب ہے۔قرآن کی بنگلہ تفسیر اکرم خان نے لکھی اور آپ نے سیرت پر ایک اہم کتاب لکھی جس کا نام مصطفیٰ چریت ہے۔یہاں کے معروف علماء میں مذکورہ بالا کے علاوہ جناب عبداللہ باقی، جناب منیر الدین انوری، جناب شاہ زمان مالدہی، جناب عبداللہ کافی ہیں۔تقسیم ہند کے بعد حافظ اسماعیل دہلوی، حاجی ہارون رشید مٹیا برجی وغیرہ کی تگ و دو سے ۱۹۴۹ء میں جماعت کا کام پھر شروع ہوا اور تبلیغ کے نام سے مجلّہ جاری ہوا۔جو ۱۹۵۵ء تک رہا اس کے مدیر جناب فضل الحق مٹیا برجی تھے۔۱۹۶۳ء میں توحید کے نام سے پرچہ جاری ہوا اس کے مدیر جناب ابو طاہر بردوانی تھے۔ڈھائی سال بعد جب وہ مشرقی بنگال چلے گئے تو پرچہ بند ہوگیا۔ ۱۹۷۲ء میں حافظ عین الباری عالیاوی کی ادارت میں اہلحدیث ماہنامہ جاری ہوا اور اس کے اچھے نتائج برآمد ہوئے۔

جناب اکرم خان بنگال کے بابائے صحافت صحافی، عالم دین، مجاہد، سیاست دان، مصنف تھے۔آپ سید نذیر حسین کے شاگرد تھے۔آپ کے والد قاضی عبد الباری بھی میاں صاحب دہلویؒ کے شاگرد تھے۔عبد الباری نے تحریک مجاہدین میں بھی حصہ لیا اور تحریک آزادی ہند میں بھی۔جناب اکرم خان نے تحریک خلافت میں نام پیدا کیا۔قید بھی رہے اچھے مقرر تھے۔بنگلہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں قرآن کی تفسیر اور آنحضرت ﷺ کی سیرت لکھی ۔ ۱۹۰۵ء میں محمدی کے نام سے کلکتہ سے ایک ہفت روزہ جاری کیا ۔ ۱۹۳۶ء میں دو روزنامے اردو میں زمانہ اور بنگلہ میں آزاد جاری کئے ۔ اخبار آزاد کے ذریعہ بڑی خدمات انجام دیں ۔ انتقال ڈھاکہ میں ۱۹۶۸ء میں ہوا۔

جناب عبداللہ الکافی عاملین بالحدیث بنگال و آسام کے قائد تھے اور جملہ امور میں مسلک اہل حدیث کے پیرو تھے آپ کے والد جناب عبدالہادی، میاں صاحب دہلویؒ کے شاگرد تھے ۔ ۱۹۲۰ء میں خلافت کمیٹی کلکتہ نے اردو روزنامہ زمانہ جاری کیا، جناب اکرم خان اڈیٹر، جناب کافی نائب اڈیٹر اور جناب شائق احمد عثمانی معاون اڈیٹر ہوئے ۔ ۱۹۲۱ء میں جناب اکرم اور شائق گرفتار ہوئے تو جناب عبداللہ کافی تن تنہا کام کرتے رہے ۔ آپ نے بنگلہ میں ایک جریدہ ستیا گرہی (مجاہد حق) بھی جاری کیا ۔ آپ کئی بار گرفتار ہوئے ۔ فصیح و بلیغ اور جادو بیان تھے ۔ عرفات کے اڈیٹر رہے ۔ ۴ جون ۱۹۶۰ء کو فوت ہوئے تصانیف میں تفسیر ام الکتاب، النبوۃ المحمدیہ، تحریک اہل حدیث و مجاہدین، شامل ہیں ۔ کل ۲۳ کتابیں لکھیں اردو عربی اور بنگلہ میں ۔

بنگال کے اداروں میں معہد التوحید معطر گنج ڈاک شمشی مالدہ؛ جامعہ اسلامیہ دومہنا ، ضلع اتر دیناج پور؛ جامعہ اصلاح المسلمین؛ معہد الکتاب والسنۃ دلکولہ ، اتر دیناج پوری ؛ الجامعہ الاسلامیہ اصلاح المومنین فلیل پور ضلع مالدہ؛ الجامعۃ الرحمانیہ دھولیاں ضلع مرشد آباد؛ الجامعۃ السّلفیہ شمس الہدی اسلام پورہ ڈاک خانہ سمیل پور تال ضلع مالدہ؛ جامعہ رحمانیہ حسین نگر ، ضیا گنج ، مرشد آباد؛ جامعہ مظہر العلوم بٹنہ ۔ شامل ہیں ۔

سندھ

سندھ میں اسلام صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ذریعہ آیا اور ابتداء میں یہاں کے مسلمان عاملین بالحدیث تھے جیسا کہ ہم اس کتاب کی جلد دوم میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں ۔ مرور ایام سے تاہم عمل بالحدیث عامہ مسلمین کی زندگی سے خارج ہو گیا اور تقلید و جمود نے سندھ میں ڈیرہ جما لیا اور کئی صدیاں ظلمات بعضھا فوق بعض کا عملی نمونہ پیش کرتی رہیں تا آنکہ ماضی قریب میں سندھ کے بعض علاقوں اور گھرانوں میں عمل بالحدیث کا احیا ہوا۔

سندھ میں عمل بالحدیث کی نشاۃ ثانیہ میں راشدی خاندان کی خدمات بہت اہم ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس خاندان کے جداعلی سید محمد راشد صالحیت اور اتقا کی بنا پر مرجع خلائق تھے۔ زندگی اتباع سنت اور ترویج دین میں گذری۔ لوگوں میں وہ روضہ والا کے عرف سے معروف ہیں۔ ان کے بیٹے صبغت اللہ اور یاسین تھے۔ صبغت اللہ نے ان کی پگڑی لے لی اور یاسین نے جھنڈا۔ یاسین کے بعد فضل اللہ رشید الدین، رشداللہ، احسان اللہ، محبّ اللہ، محمد یاسین جھنڈے والے پیر ہوئے ہیں۔ رشداللہ جلیل القدر عالم تھے انہوں نے سید نذیر حسینؒ اور شیخ حسین بن محسنؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔ تعلیم کے بعد والد کے حکم پر گاؤں میں مدرسہ دارالارشاد قائم کیا جہاں دیگر علوم کے علاوہ حدیث کی بطور خاص تعلیم دی جاتی۔ سندھ کے مختلف مدارس میں یہیں کے تعلیم یافتہ لوگ ہیں۔ ان کا بڑا کتب خانہ تھا تصنیف وتالیف کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے مسلک اہل حدیث کی خوب وضاحت کرتے اردو سندھی اور عربی میں لکھا۔ سفر السعادۃ کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا۔ شرح الدرر فی وضع الایدی علی الصدر عربی زبان میں ہے جس میں حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے چاہییں۔ اس سے قبل سندھ کے عالم مخدوم محمد ہاشم نے زیر ناف ہاتھ رکھنے کے موضوع پر رسالہ لکھا تھا جس کی آپ نے تردید کی۔ القری المصلی الجمعہ فی القری، عربی میں ہے جس میں حدیث سے ثابت کیا ہے کہ دیہات میں جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ عین المتانۃ فی تحقیق تکرار الجماعۃ اردو میں ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ پہلی جماعت ہو جانے کے بعد آنے والے لوگ دوسری جماعت کرا سکتے ہیں۔ رفع الریب فی مسئلۃ علم الغیب میں اس میں ثابت کیا کہ علم غیب صرف اللہ کو ہے۔ یہ کتاب سندھی میں لکھی۔ التنقید المعقول۔ اس کتاب میں دیہات میں جمعہ پڑھنے کے دلائل دیئے ہیں۔ اور ساتھ ہی تقلید کی تردید بھی ہے۔ سید محمد یاسین نے پیری مریدی کا کاروبار ترک کر کے بدعات ورسوم کو چھوڑ دیا تھا۔ ان کے خاندان میں ذاتی کتب خانے ہیں کتب بینی ان کا شیوہ ہے ایک کتب خانہ سید محبّ اللہ شاہ کا جو ان کے گاؤں میں ہے دوسرا سید بدیع الدین شاہ کا جو نیو سعید آباد میں ہے۔ تحقیق وکاوش والے لوگ وہاں جا کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

سید احسان اللہ بہت بڑے عالم اور سنت رسول کے عاشق تھے سندھ کے حلقوں میں ان کا بہت احترام تھا انہوں نے تحریک خلافت میں بھی حصہ لیا۔ سلطان ابن سعود نے جب قبے گرائے اور ہند میں شور مچا تو آپ نے طویل مضمون لکھا اور رسالے کی صورت میں طبع کر کے سندھ میں تقسیم کیا اور ثابت کیا کہ اونچے اونچے مزارات ومشاہد کا انہدام عین کتاب وسنت کے مطابق ہے۔ آپ کی وفات ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ انکی وفات پر معارف میں سید سلیمان ندوی نے شذرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھا۔ جس میں لکھا کہ آپ نے صرف ۴۴ سال عمر پا کر انتقال کیا مرحوم حدیث و رجال کے بڑے عالم تھے ان کے کتب خانے میں حدیث تفسیر و رجال کی نایاب اور قلمی کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ ان کے شوق کا یہ عالم تھا کہ مشرق و مغرب مصر شام عرب قسطنطنیہ کے کتب خانوں میں ان کے کاتب و ناسخ قلمی کتابوں کی نقل پر مامور رہتے تھے۔ (اس کی ایک مثال ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۲۸ء کے صفحہ ۱۵ پر یوں مذکور ہے: اس کساد بازار زمانہ میں بھی علمی شوق کی مثال ہے کہ حضرت پیر احسان اللہ شاہ صاحب پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد سندھ نے تاریخ بغداد خطیب بغدادی، مصر کے خدیویہ کتب خانہ سے بذریعہ فوٹو نقل کروا کر منگائی ہے جس پر ایک سو پونڈ خرچ ہوا۔ بہاء)

آپ اچھے مناظر بھی تھے انہوں نے بدین میں اہل بدعت کے ساتھ اور ٹنڈو الہ یار میں قادیانیوں سے مناظرہ کیا اور اللہ نے انہیں کامیابی عطا فرمائی۔ ان کے زمانے میں سندھ میں خطبہ جمعہ صرف عربی کے کچھ الفاظ پڑھ لینے کا نام تھا، انہوں نے سنت کے مطابق جمعہ کی تقریروں کا سلسلہ شروع کیا اور منبر پر حالات کے مطابق ضروری مسائل بیان ہونے لگے۔ مسلک الانصاف کے نام سے سندھی میں کتاب لکھی جس میں مسلک اہلحدیث وضاحت سے بیان کیا اور احادیث مرفوعہ صحیحہ اقوال و اعمال صحابہ اور آئمہ حنفیہ کے ارشادات سے ثابت فرمایا کہ نماز میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ضروری نیز آمین بالجہر پکارنا رفع یدین کرنا اور سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

(کاروان سلف۔ص ۴۴۳۔۴۹۲)

کشمیر، جموں و بلتستان

کشمیر میں عمل بالحدیث کی ترویج کے لئے جن لوگوں نے محنت کی ان میں جناب سید حسین شاہ، جناب محمد انور شوپیانی، اور جناب سبزار شاہ شامل ہیں۔ سید حسین شاہ خانیار سری نگر کے تھے انہوں نے میاں صاحب دہلویؒ سے پڑھا اور ان کے ہونہار شاگردوں میں شمار ہوئے۔ اکتساب علم کے بعد واپس کشمیر آئے۔ جناب محمد انور شوپیانی نے ان سے کب فیض کیا پھر وہ بھی دعوت میں لگ گئے کشمیر کے دور دراز علاقوں مثل لداخ، کشتواڑ اور ڈوڈہ کا پیدل سفر کیا۔ زالدگر سری نگر میں مسجد کی بنیاد ڈالی اور اسے توحید و سنت کی اشاعت کا مرکز بنایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پونچھ کو ہستانی علاقہ اور جموں صوبے کا حصہ ہے ۔ علاقہ کے باشندوں کے پرانے زمانے سے پنجاب سے روابط رہے ہیں اور پنجاب میں بھی خاص طور پر سیالکوٹ، لاہور، امرتسر، راولپنڈی سے۔ پنجاب ہی کے راستے صدیوں پہلے یہاں اسلام کی آواز پہنچی لیکن مدتوں کشمیر کی طرح ہندوانہ ومشرکانہ رسوم توحید کے چشمہ صافی کو مکدر بنائے ہوئے تھے۔ معاشی واقتصادی پسماندگی کے ساتھ دینی تعلیم کے لحاظ سے بھی یہ لوگ تہی دست تھے ۔ دشوار گذار علاقہ ہونے کی وجہ سے کسی شہر کے مبلغ کا یہاں پہنچنا بھی کارے دارد والہ معاملہ تھا ۔ ایسے حالات میں کنوئیاں پونچھ کے ایک نوجوان محمد سعید یہاں سے پنجاب گئے، پھر دیوبند کے علاوہ مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کر متعدد اسناد لے کر واپس کنوئیاں لوٹے اور اس علاقے میں اہل حدیث مبلغ کی حیثیت سے ابھرے ۔ آپ نے کنوئیاں میں درسگاہ قائم کی اور ۳۰ سال تک تبلیغ اور درس وتدریس کی ۔ کئی عالم فاضل پیدا کئے ۔ ان کے شاگردوں میں جناب محمد عمر اور جناب محمد عبداللہ مشہور ہوئے ۔ محمد عمر شہر پونچھ کے بعد کے خطیب وامام جامع مسجد اہلحدیث حافظ عبدالرحمان کے والد تھے ۔ اور عبداللہ کے بیٹے مفتی عبد الجبار مشہور عالم ہوئے ۔ جناب سعید طبیب بھی تھے ۔ اور جب کہیں وہ علاج معالجے کے لئے جاتے تو مختلف بستیوں میں توحید وسنت کا پیغام بھی سناتے ۔

مفتی عبدالجبار کی عمر ۱۹۸۳ء میں تقریباً ۸۴ سال تھی ۔ وہ موڑا بچھائی (ہاڑی) تحصیل سرن کوٹ پونچھ کے رہنے والے تھے ۔ یہ نمونہ سلف تھے ۔ آپ کے والد جناب عبداللہ، جناب سعید کے اولین رفقا کار میں سے تھے ۔ اصل میں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات پنجاب کے رہنے والے تھے ۔ سیر وسیاحت کی غرض سے کشمیر گئے ۔ جناب سعید ان کے ہم درس بھی تھے اس لئے ان سے ملاقات کیلئے پونچھ آئے ۔ ہاڑی میں کسی قاضی صاحب کے پاس رہے اور یہیں جناب سعید سے ملاقات ہوئی ۔ قاضی صاحب علم دوست آدمی تھے انہوں نے جناب عبداللہ کو باصلاحیت دیکھ کر کہا کہ یہاں ہاڑی میں دینی درسگاہ قائم کرو ۔ جناب سعید نے بھی تائید کی، یوں درسگاہ کا قیام عمل میں آیا اور سعید اور عبداللہ شانہ بشانہ کام کرتے رہے ۔ سعید نے کنوئیاں میں اور عبداللہ نے ہاڑی میں جمعہ قائم کیا اور بعض مقامات پر چھوٹی چھوٹی مساجد بھی تعمیر کرائیں ۔ جناب عبداللہ نے ۱۹۱۳ء کے لگ بھگ وفات پائی ۔ ان کے جانشین مفتی عبدالجبار ہوئے ۔ انہوں نے ۱۹۲۷۔۱۹۲۸ء سے متواتر آٹھ سال تک درس وتدریس اور تبلیغ کے لئے اڑائی میں جماعت کے مشورہ سے قیام کیا ۔ اڑائی میں آپ کے شاگردوں میں جناب حبیب اللہ، ولی محمد، نواب خان، منور دین اور حبیب اللہ درزی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ اہل بدعت کے علاوہ آپ کا دیو بندی حضرات سے بھی نوک جھونک کا سلسلہ رہا۔ ایک موقعہ پر بڑے پیمانے پر مناظرے کی دونوں طرف سے تیاریاں ہوگئی جب عوام جمع ہو گئے تو مخالف مناظر نے حیلے بہانے کر کے میدان میں آنے سے انکار دیا تاہم عوام کو پتہ چل گیا کہ حق کدھر ہے اور بہت سے لوگ توحید سے منسلک ہو گئے ۔

ایک اندازے کے مطابق مولوی سعید کی سرگرمیوں کا آغاز ۱۸۷۵ سے ۱۸۸۰ کے قرب و جوار میں ہوا ۔ ۲۰ ۔ ۲۵ برس کی تگ و دو کے بعد مضافات پونچھ میں کئی ایک مسجدیں تعمیر ہو گئیں لیکن پونچھ میں کچھ نہ تھا ۔ چنانچہ جناب سعید کے شاگرد جناب محمد عمر نے اس کا بیڑا اٹھایا اور شہر میں ایک موزوں قطعہ زمین ۲۶۲ روپے میں خریدا ۔ پھر وہ چندے کے لئے ہندوستان گئے اور امرتسر میں جناب ثناء اللہ امرتسری سے ملے ۔اپنا تعارف کرایا، پونچھ کے دینی حالات بتائے اور مدد کی درخواست کی ۔ جناب ثناء اللہ نے ۵۰۰ روپے دیئے ۔ اس طرح (اور جگہوں سے بھی) جناب عمر رقم لے کر واپس آئے ۔ مسجد مکمل کر کے پنج وقتہ جماعت اور جمعہ کا قیام کیا ۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جناب احمد دین گکھڑوی اور جناب نور حسین گرجاکھی بھی یہاں جماعت کی حوصلہ افزائی کیلئے آتے رہے اور خطبے بھی دیئے ۔ جناب احمد دین گکھڑوی نے یہاں ایک مناظرہ بھی کیا ۔

اسی طرح جناب عمر بھی اچھے مناظر تھے ۔انہوں نے پونچھ میں مرزائیوں سے ایک مناظرہ کیا مرزائیوں کو ایسی شکست ہوئی کہ اپنی قلعے والی پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ اسی طرح ایک اور مناظرہ ہوا حیات مسیح پر ۔ اور جناب عمر نے مرزائی مناظر کو ایک رسی پکڑوا کر کہا کہ اس کے بل نکالو ۔ اس نے کہا کہ میں یہ نہیں کر سکتا کہ میں یہ کام نہیں جانتا ۔ جناب عمر نے کہا جب تو رسی کے بل نکال سکتا تو عربی زبان کا بل (بل رفع اللّٰہ الیہ) کہاں سمجھ سکتا ہے ۔

پونچھ کے بزرگوں میں صوفی نذیر احمد کاشمیری مشہور ہیں ۔ پورے ہند میں معروف تھے ۔تصوف کا رنگ چڑھا ہوا تھا ۔ لنبی اور موٹی تسبیح پاس ہوتی ، قد آور تھے ۔عمر بھر پھرتے رہے ۔ عرصہ تک دہلی میں رہے ۔۱۹۶۲ء میں پہلی بار سری نگر آئے اور بعد آپ جمعیت اہل حدیث کشمیر کے معاملات سے دلچسپی لیتے رہے مشوروں سے نوازتے رہے ۔آپ نے دنیا کے بڑے بڑے آدمیوں کو خطوط کے ذریعہ دعوت اسلام دی ۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر ۔ص ۲۳۸ ۔۲۴۳)

ریاسی صوبہ جموں کی ایک تحصیل اور ضلع اودھمپور سے وابستہ ہے ۔سوا سو سال پہلے تک یہاں مسلمان نہ تھے ۔ پھر عبدالاحد نامی ایک شخص باہر سے کچھ اشیا لے کے پہاڑی راستوں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ریاسی پہنچا اور ان اشیاء کو فروخت کیا۔ معقول منافع ہوا تو اس کی یہاں اس سلسلہ میں آمد و رفت شروع ہوگئی۔ پھر اس نے یہیں سکونت اختیار کر لی اور اس کے ساتھ چند اور مسلمانوں نے بھی یہاں آبادی کر لی۔ اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے خواجہ عمہ کلہ اور خواجہ عبد الصمد اس ریاسی کے بڑے تاجر بن گئے۔ خواجہ عبد الاحد مسلک اہل حدیث کے پابند تھے۔ ان کے مسلک اہل حدیث اختیار کرنے کی دو وجوہ ہوسکتی ہیں یا تو انہوں نے کشمیر میں اس مسلک کو اختیار کیا کیونکہ اس زمانہ میں وہاں جناب انور اور جناب حسین شاہ کی تبلیغ کا غلغلہ کو لگام اور اس کے گردونواح میں ہو چکا تھا۔ یا ہوسکتا ہے کہ آپ جموں میں تحریک اہل حدیث سے متعارف ہوئے ہوں کہ وہاں اس وقت مسلک کافی پھیل چکا تھا اور جموں والوں کے ساتھ عبد الاحد کے وسیع تعلقات قائم تھے۔

ریاسی میں جناب **فیض احمد** جماعت اہلحدیث کے مبلغ گذرے ہیں۔ انکے دولڑکے ریاسی میں ملازمت (بوقت تصنیف کتاب) کر رہے تھے۔ ایک لڑکا پراسا میں رہتا تھا۔ ان کا چچا یعقوب مہا کنڈ گول میں رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ فن مناظرہ سے خوب واقف تھے۔ اس وقت ریاسی خاص میں یہی دو مذکورہ گھرانے (خواجہ عبد الغنی وانی و فرزندان اور فیض احمد) مسلکاً اہل حدیث تھے چونکہ اس علاقے میں مسلمانوں کی آبادی تقسیم کے بعد بہت کم رہ گئی تھی۔ پہلے کہا جاتا ہے کہ یہاں ۴۰ فی صد مسلمان تھے پھر دو فی صد رہ گئے باقی پاکستان چلے گئے۔

ریاسی شہر سے کوئی ۷۔۸ کلومیٹر دور ایک گوجر بستی ہے جو دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے ایک کا نام کانسی دوسری کا پٹہ۔ لیکن ایک دوسرے کے قریب ہونے کی وجہ سے نام اکٹھا لیا جاتا ہے، کانسی پٹہ۔ چالیس گھرانے تھے اور ۴۔۵ سو کی آبادی۔ خوشحال لوگ اور سب اہل حدیث تھے۔ مال مویشی اور زراعت کی نعمت یہاں ہے۔ جناب عبد الکریم ساکن کانسی پٹہ خطیب و امام تھے۔ ان کی روائت کے مطابق اس بستی کے لوگ دراصل موضع جگٹی نگروٹہ (جموں) سے یہاں آکر آباد ہوئے۔ زمینیں خریدیں اور قابل کاشت بنائیں۔ پھر یہاں سے ایک شخص امام الدین نامی پنجاب گیا جس کی ملاقات سیالکوٹ میں حافظ محمد ابراہیم میر سے ہوئی اور ان کے مواعظ سے متاثر ہوا۔ اور تھوڑی سی تعلیم حاصل کر کے کانسی پٹہ میں توحید و سنت کی تبلیغ کرنے لگا۔ یہاں گھروں میں ہندوانہ رسوم تھیں۔ مثلاً گھروں میں سنگل (لوہے کی زنجیر) ہوتی۔ جمعرات کو دودھ فروخت کرنا منع تھا۔ امام الدین نے رسوم شرکیہ کی تردید کی اور الٰہی بخش، ابراہیم، نور محمد اور عبد الغنی وغیرہ متاثر ہوئے جنہوں نے علی الاعلان بستی میں مروجہ بدعات کا انکار کیا اور جماعت توحید قائم ہوگئی۔ ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شخص دیندار نامی ۳۰ سال یہاں جمعہ پڑھاتا رہا اور تبلیغ کرتا رہا۔ اسی دوران جموں سے شیخ عبدالغنی اور راجوری سے پیر ولائت شاہ کی آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ لوگ تبلیغ کرتے رہے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں مسجد ڈھا دی گئی پھر غالباً ۱۹۶۴ء میں سیالکوٹ سے ایک مسلمان آیا اور اس نے منہدم شدہ مسجد کو اپنے خرچ سے تعمیر کیا۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ص ۲۴۴۔ ۲۴۶)

ڈوڈہ پہاڑی علاقہ ہے اور صوبہ جموں کا ایک ضلع اور سری نگر سے کم وبیش ۳۰۰ کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ اس بستی میں مسلک اہل حدیث کی اشاعت کا سہرا جناب انور کے سر ہے وہ یہاں کئی مرتبہ گئے۔ شوپیاں سے کوہستانی سلسلوں کو عبور کر کے جاتے تھے اور سفر میں صعوبتیں پیش آتی ہیں۔ پہلی دفعہ گئے تو ڈوڈہ میں کچھ لوگوں سے ملے تو حید وسنت کا پیغام پہنچایا کہیں سڑک پر بیٹھ کر کبھی مسجد میں جا کر۔ کسی نے سنا، کسی نے جلی کٹی سنائی۔ کچھ وقت گذار کر شوپیاں واپس آ گئے۔ دوسری بار گئے تو ان کے بیٹے عبدالغنی بھی ساتھ تھے جن کی عمر اس وقت ۱۲۔ سے ۱۵ کے درمیان تھی۔ ڈوڈہ پہنچے تو اندھیری شب تھے۔ مسجد میں چلے گئے اور کس مپرسی کی حالت میں مناجات پڑھنے لگے۔ نصف شب کے قریب ایک آدمی آپ کے لئے کھانا لے کر آیا۔ پھر باتیں ہوئیں تو اس نے کہا کہ آپ لوگ کھل کر یہاں تبلیغ کیجئے، کسی قسم کا فکر نہ کریں میں اس علاقے کا گرداور ہوں، کسی کو اذیت پہنچانے نہیں دونگا۔ یوں آپ نے وہاں کچھ عرصہ تبلیغی کام کیا۔ ڈوڈہ کے خاص بازار میں آپ نے مسجد بھی تعمیر کرائی جس کی بعد میں توسیع ہوئی لیکن عاملین مسلک اہل حدیث اب موجود نہیں ہیں۔ ٹپہری میں آپ ہی کی کوششوں سے مسجد تعمیر ہوئی۔ کشتواڑ اور بھدرواہ میں مسلک کے کچھ افراد موجود ہیں۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ ص ۲۴۷۔ ۲۴۹)

علاقہ میرپور میں جناب عظیم اللہ ساکن بٹر بن ضلع میرپور کی تبلیغی مساعی سے اہلحدیث کی تحریک پھیلی۔ آپ جناب غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ، اور میاں صاحب سید نذیر حسین کے شاگرد تھے۔ جناب عظیم اللہ کے بعد ان کے بیٹے جناب عبدالحی جانشین ہوئے اور انہوں نے دعوت وتبلیغ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ عبدالحی کے بڑے بیٹے جناب عبدالحلیم بھی صاحب علم تھے۔ محکمہ تعلیم میں بطور مدرس کام کرتے رہے۔ جواں سالی میں ۱۹۴۷ء میں سانبہ میں فسادات کے دوران شہید ہوئے۔

میرپور، ضلع جہلم سے ملا ہوا ہے اور میرپور سے کہیں آنے جانے کے لئے لوگ جہلم ہی کے راستے آیا جایا کرتے تھے۔ جہلم میں بھی بہت سے اہل حدیث آباد ہیں اور وہاں ایک چوک کا م

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی اہل حدیث چوک ہے ۔اس لئے ضلع جہلم کے اثرات بھی میر پور پر پڑتے رہے۔

میر پور تحصیل کوٹلی میں بھی اہل حدیث جماعت تھی یہاں ایک بزرگ منشی فضل دین عدالت میں بطور اہلمد کام کرتے تھے۔ دین سے اچھی واقفیت رکھتے تھے، وعظ وتبلیغ اور درس و تدریس بھی کرتے ۔انکے چھوٹے بھائی عبدالرحمان مدرس تھے اور طالب علمی ہی کے زمانے سے مرزائیت کے خلاف متحرک تھے۔ جناب ثناءاللہ امرتسری اور دوسرے علماء کا لٹریچر لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے ۔اسی خاندان سے کوٹلی میں تحریک اہل حدیث پروان چڑھی۔

پوگل سے کے ایک بزرگ احمد اللہ کبھی کبھی پنجاب جایا کرتے تھے جہاں ان کی ملاقات جناب محمد حسین بٹالوی اور حافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے ہوئی اور ان کے زیر اثر وہ شرک و بدعت سے تائب ہوئے ۔ایک روز جناب عبدالکریم اسلام آبادی، جناب سید حسین اور جناب انور شاہ اکٹھے بانہال کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ایک مسافر سے ملاقات ہوئی باتوں میں پتہ چلا کہ آپ پوگل کے رہنے والے جناب احمد اللہ ہیں اور حال ہی میں مذکورہ علماء پنجاب کے خیالات سے متاثر ہوئے ہیں ۔ یہ سن کر تینوں بزرگ خوش ہوئے اور احمد اللہ کو وضاحت کے ساتھ مسلک اہل حدیث سمجھایا اور جو باقی شکوک وشبہات تھے انہیں رفع کیا ۔اس کے بعد جناب احمد اللہ کا جناب عبدالکبیر کے ساتھ آنا جانا شروع ہوا ۔ دینی تعلق کے ساتھ تجارتی تعلق بھی ہوا۔اور پھر ان لوگوں نے مل کر اس علاقے میں تحریک کا کام کیا۔

پوگل میں عمل بالحدیث کی ترویج کا دوسرا ذریعہ سیالکوٹ کے جناب محمد اسماعیل ہیں جن کا نکاح ایک عالم، جناب عبدالسبحان کی ہمشیرہ سے ہوا۔ جناب اسماعیل پختہ اہل حدیث تھے اس رشتہ کے توسط سے انہوں نے پوگل میں کشفی اسلامیہ سکول کھولا جہاں مروجہ تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی بندوبست کیا، مدرسہ کے مدرس اول سردار محمد ایوب خان تھے جو بعد میں منسٹر بھی ہوئے ۔اس مدرسہ کے ذریعہ جہاں گوجرآبادی میں تعلیم کی روشنی پھیلی وہاں بچوں کو شروع ہی سے اصلاح عقائد اور سنت کے اتباع کی تلقین ہوتی رہی جس کے نتیجے میں آگے چل کر انہی سے مختلف پہاڑی بستیوں میں توحید کا نعرہ گونجنے لگا۔ یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء تک چلتا رہا جناب احمد اللہ آخر تک اس کے صدر اور جناب محمد یوسف بالی نائب صدر رہے۔

پوگل میں تحریک کے پھیلنے میں علماء کی باہمی رشتہ داریوں نے بہت فائدہ پہنچایا۔حسب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیان عبدالعزیز بالی فرزند جناب یوسف بالی جناب احمداللہ جناب محمد یوسف کے حقیقی چچا تھے۔ جناب لوی عبدالسبحان جناب احمداللہ کے خواہر زادہ تھے اور داماد بھی۔ یہی حضرات اس علاقہ میں تحریک اہل حدیث کے روح رواں تھے۔ جناب یوسف جو جناب عبدالسبحان کے چھوٹے بھائی تھے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ۱۹۵۷ء میں خط و کتابت کے ذریعہ جمیعت اہل حدیث کشمیر سے رابطہ کیا اور دعوت دی کہ جمیعت یہاں تبلیغی وفد بھیجے۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں یہاں پہلا وفد صوفی احمد اور عبدالسلام ولی پر مشتمل یہاں آیا۔ ۱۹۵۹ء میں دوسرا وفد صوفی احمد اور غلام محمد بٹ پر مشتمل یہاں آیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایک اور وفد کبھی موضع کتیرا کیلئے روانہ ہوا اس میں صوفی احمد جناب عبدالغنی چند رگیری تھے۔ ان وفود نے کئی کئی روز اس علاقے میں پھر کر محنت کی۔ اس وقت علاقے میں اہلحدیث کی ۸ مسجدیں تھیں۔ اور ۱۵ ہزار کی آبادی میں تقریباً ۱۰ ہزار اہل حدیث ہیں۔ جناب یوسف ۱۹۷۸ء میں بعمر ۹۰ سال فوت ہوئے اور پوگل میں دفن ہوئے۔ (تاریخ اہلحدیث جموں وکشمیر۔ص ۲۵۴۔۲۵۶)

جناب **عبدالغنی** مسلک اہلحدیث کے داعی ونقیب تھے۔ اپنے خطبات وخطابات میں جہاں علم وفن کے موتی بکھیر دیتے وہاں روحانی نشو ونما اور قلبی طمانیت کا حظ وافر بھی عطا کر دیتے۔ آپ کی تحریروں میں سادگی اور روانی ہوتی۔ گنجلک اور ابہام نہ ہوتا۔ آپ والد کی طرح متعدد کتب و رسائل کے مصنف تھے جو نظم ونثر دونوں پر مشتمل ہیں۔ حدیث رسول ﷺ سے شغف ومحبت کا یہ حال تھا کہ ۱۹۶۲ء میں فالج گرنے کے بعد بائیں بازو میں کچھ حس باقی رہی تو ایک رسالہ چہل حدیث کے نام سے مرتب فرما دیا۔ آپ پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ سنجیدگی اور متانت کے ساتھ حلیم ملنسار اور مہمان نواز تھے۔ اکل حلال اور صدق مقال کا نمونہ تھے۔ آپ مختصر مدت کے لئے جمیعت کشمیر کے صدر بھی رہے اور مسلم کے معاون مدیر اور مفتی بھی۔ ۱۹۶۵ء میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔ کنی پورہ شوپیان کے آبائی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

(تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ ص ۲۶۶)

جناب **غلام نبی مبارکی** بن حسن شاہ ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تعلیم وتربیت شروع میں میر واعظ خاندان کے بزرگوں سے ہوئی۔ علامہ حسین شاہ وفائی بھی آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ منشی فاضل ادیب فاضل اور مولوی عالم کے امتحان پاس کئے۔ اسلامیہ ہائی سکول سری نگر میں کافی عرصہ عربی فارسی اردو اور دینیات کے استاد رہے۔ آپ حافظ قرآن تھے اور نہائت ذہین و ذکی وحاضر جواب اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ مجالس وعظ میں رقت کا ایک سماں چھایا رہتا۔ ظرافت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور شگفتہ مزاجی طبیعت میں ودیعت تھی جس سے محفل کو لالہ زار بنا دیتے۔ آپ کو نظم و نثر میں ملکہ حاصل تھا۔ بازار مسجد کی امامت وخطابت کے لئے میر واعظ احمد اللہ نے مامور کیا تھا۔ ۵۵ سال سے زیادہ عرصہ تک اس مسجد میں توحید وسنت اور مسلک اہل حدیث کی ترجمانی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ فن مناظرہ سے واقف تھے۔ مرزائیوں کو کئی مناظروں میں شکست دی۔ کئی کتابوں اور رسالوں کے مصنف تھے۔ اخبار توحید اور مسلم کے سال ہا سال تک مدیر رہے۔

آپ کے والد حسن شاہ حنفی المسلک تھے بعد میں مسلک اہلحدیث اختیار کیا۔ اور جناب مبارکی صاحب نے خود بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میرے والد حسن شاہ میر واعظ یحی کے پاس تعلیم حاصل کرتے تھے ایک روز ایک شملہ باندھا ہوا شخص آیا۔ یحی صاحب نے اس کی بڑی عزت کی اپنے دائیں جانب نہایت احترام سے بٹھایا۔ یہ شخص کشمیری بولتا تھا اور پنجابی بھی۔ حسن صاحب کا کہنا ہے کہ اس وقت ہم ہدایہ کا سبق پڑھ رہے تھے۔ جب یہ جانے لگے تو یحی صاحب نے ان سے کہا کہ ان کا تھیلہ جس میں کچھ چیزیں رکھی ہوئی تھیں ان کے گھر تک پہنچا دو۔ یحی صاحب نے ان کو چلتے ہوئے کہ یہ ہمارا لڑکا ہے۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ یہ سید حسین شاہ ہے۔ جب میں نے گھر سامان رکھ دیا تو پوچھا کیا پڑھتے ہو۔ میں نے کہا ہدایہ۔ بولے چھٹی کب ہوتی ہے۔ میں نے کہا چار بجے۔ بولے اچھا کل میرے پاس ضرور آنا۔ اگلے روز جب میں گیا تو پہلے مجھے چائے پلائی پھر کہنے لگے تم نے جو اسباق پڑھے ہیں ان میں سے اکثر حدیث کے خلاف ہیں۔ بس یہ الفاظ میرے دل میں اتر گئے اور حدیث پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اب میں اکثر ان کے پاس جا کر صرف حدیث کا درس لینے لگا۔ چند روز تک یحی صاحب نے مجھے غیر حاضر پایا تو دیگر طلبا سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فلاں شملے والے مولوی کے پاس جاتا ہے۔ فقہ کی بجائے حدیث پڑھتا ہے۔ اس پر میر واعظ یحی نے کہا کہ ہاں فقہ نہ پڑھے حدیث ہی آ کر پڑھے۔ آپ کی وفات ۶ مارچ ۱۹۸۰ء کو ہوئی۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ص ۲۶۶۔۲۶۸)

میر واعظ محمد حسن بن رسول شاہ۔ رسول شاہ کے بڑے بیٹے مولوی محمد حسن المعروف حسہ لالہ کی تعلیم وتربیت اپنے خاندان کے دینی وعلمی ماحول میں ہوئی۔ خصوصاً اپنے والد سے بھرپور استفادہ کیا۔ شروع ہی سے طبیعت زہد وتقوی کے ساتھ تحقیق وجستجو کے جذبہ سے معمور تھی۔ فقہی مسالک میں کافی تجسس کے بعد مسلک اہل حدیث کی جانب انہیں پلڑا جھکتا نظر آیا۔ سید حسین سے تو پہلے ہی متعارف تھے کیونکہ وہ آپ کے والد کے ہم درس تھے۔ زالڈگر کسی کسی جمعہ کو آنے لگے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انور صاحب کے روح پرور خطبوں نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور مسلک اہلحدیث علانیہ طور پر اختیار کرلیا۔ والد محترم (جو بڑے موحد تھے لیکن خاندان کے دیگر بزرگوں کی طرح حنفی مسلک اور کبروی مشرب کی نسبتوں سے منسوب تھے) نے سنا تو طلب کیا اور ترک مسلک کی وجہ پوچھی۔ سخت ڈانٹ پلائی اور بار بار برہمی کا اظہار کیا اور کہا کہ تم سے کس نے کہا کہ رفع یدین کرو اور آمین بالجہر کہو۔ آپ نے طویل خاموشی کے بعد زبان کھولی اور کہا آپ نے۔ والد نے پوچھا وہ کیسے؟ کہا کہ آپ نے بخاری شریف پڑھائی اور رفع یدین، آمین کی حدیثیں آپ سے از بر کرلی ہیں۔ اب اگر ان احادیث پر عمل کررہا ہوں تو کون سا گناہ کیا۔ والد صاحب خاموش ہوگئے۔ اسی وقت حسن صاحب نے میر واعظیت کی گدی کو بلکہ اپنے گھر بار کو بھی خیر باد کہا اور پوری زندگی مسلک اہل حدیث کے فروغ واشاعت میں صرف کی۔ (تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔ ص ۲۶۹)

۱۹۲۳ء انجمن اہل حدیث کشمیر قائم ہوئی جس کے پہلے صدر حاجی محمد شہداد اور سکرٹری عبدالعزیز چکن صاحب تھے۔ کچھ مدت بعد انجمن کا نام بزم توحید اہل حدیث رکھا گیا جس کے پہلے صدر جناب مبارکی تھے۔ ۱۹۴۵ء میں بزم توحید کا نام بدل کر جمعیت اہل حدیث جموں وکشمیر رکھا گیا اور صدر جناب مبارکی رہے۔ اس سے قبل ۱۹۴۰ء میں اخبار مسلم کا اجراء عمل میں لایا گیا اس کی ادارت مولوی عبدالغنی شوپیانی اور مولوی محمد نورالدین کرتے رہے۔ محی الدین احمد کافی عرصہ نائب مدیر اور منیجر رہے۔ جناب محمد نورالدین جمعیت کے ناظم اعلی اور مفتی کے علاوہ تین سال صدر بھی رہے۔ ۱۹۴۶ء میں جناب عبدالغنی شوپیانی کی سربراہی میں آئین کمیٹی بنی جس میں جناب مبارکی، محمد نورالدین، عبدالرحمٰن نوری شامل تھے۔ کمیٹی نے آئین مرتب کیا جو جنوری ۱۹۴۶ء میں شوری سے منظور ہوا۔ ۱۹۶۴ء میں حاجی محمد رمضان دار کے دور صدارت میں دارالقرآن والحدیث کا قیام عمل میں آیا جس کے پہلے مدرس جناب عبدالحمید مقرر ہوئے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن نوری، عبدالرحمٰن ٹکری، حکیم عبیداللہ رحمانی محمد نورالدین مدرس رہے۔ فروری ۱۹۷۸ء میں جناب عبدالرحمٰن نوری کا انتقال ہوا اسی سال جناب محی الدین گانی کے دور صدارت میں اپریل کے مہینہ میں الکلیۃ السلفیہ کا قیام عمل میں آیا جس کے پہلے مدرسین محمد اسماعیل اثری جمال الدین اثری تھے اس مدرسہ سے بہت سے لوگ اب تک فراغت حاصل کرچکے ہیں فی الوقت جناب محمد یعقوب بابا اس کے عمید ہیں۔ قبل ازیں محمد اسماعیل اثری، محمد نورالدین، عبدالرشد طاہری غلام محمد بٹ المدنی جمال الدین اثری، جناب بشیر احمد نہامی عمید رہے ہیں اب۔ پونچھ، بانہال، امناڑی، دردہی، گجراڑہ، سرن کوٹ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی اس کی شاخیں قائم ہیں۔ جمیعت نے ۱۹۷۵ء میں وقف تنظیم قائم کی۔ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ قائم ہوا جس کے تحت ساری ریاست میں مدارس کام کر رہے ہیں۔جمیعت میں شروع سے مذکورہ لوگوں کے علاوہ شیخ فضل کریم، غلام محمد وانی، ڈاکٹر غلام علی چکن، جناب عبداللہ طاری، حاجی محی الدین گانی، حاجی عبدالغنی ڈار، پروفیسر محمد رمضان، غلام نبی پرے، جناب شوکت احمد شاہ کام کیا ہے۔۱۹۲۳ء سے اب تک سینکڑوں مساجد تعمیر کی ہیں۔ ریاست کے ضلعی مراکز میں سو کے قریب گشتی مبلغ کام کرتے ہیں۔کئی مساجد میں لائبریریاں قائم ہیں بہت سی کتابیں مفت تقسیم ہوئی ہیں مثلاً تقویۃ الایمان، ریاض الصالحین بلوغ المرام، کتاب التوحید۔جمیعت نے بربرشاہ سری نگر میں قطعہ اراضی خرید کر ۱۹۶۰ء سے مرحلہ وار عمدہ عمارت تعمیر کی ہے۔جمیعت کا ایک دارالمواسات ہے جہاں نادار یتیم بچوں کی دینی تعلیم ہوتی ہے۔

جموں:

۱۹۲۲ء میں اخبار اہل حدیث امرتسر کے ایک نامہ نگار نے موضع بڑبن کے متعلق بتایا:

یہ موضع شہر میر پور سے بجانب مغرب چھ میل کے فاصلہ پر اقوام جٹ سے آباد ہے۔ اس علاقہ کے زمین داران پڑھ ہیں۔ بباعث ریاست اہل ہنود ہونے کے نام کے مسلمان بھی مائی ستیلا و بھوانی کے وردزبان رکھتے اور جے ہری کے نعرے لگانے والے تھے۔علماء یہاں تقریباً موجود نہیں تھے۔ اہل حدیث کا لفظ سننا تو کیا کسی کے خواب میں بھی نہ تھا.. پھر ایک اللہ کا بندہ (مولوی عظیم اللہ) دہلی سے سند حاصل کر کے اس موضع میں وارد ہوا اور آتے ہی عمل بالحدیث شروع کیا تو گاؤں میں ہلچل مچ گئی اور گردونواح میں مشہور ہو گیا کہ فلاں وہابی ہو گیا ہے یہ شفاعت کا منکر اور کرامت اولیاء سے روگرداں ہے۔آپ کو ہر طرح سے تکلیف دی جانے لگی اور مخالفین نے آپ سے کئی مباحثے کئے جن میں آپ کامیاب ہوتے رہے اور لوگوں کے دلوں میں حق واضح ہونا شروع ہو گیا اور آپ کے مذہب حقہ میں شامل ہونے لگے ملحقہ علاقہ میں بھی کئی لوگ اہل حدیث ہو گئے۔گویا علاقہ میر پور میں اہل حدیث کے افراد ہر ایک گاؤں میں نظر آنے لگے۔ شہر میر پور والے بھی انہیں کے فیض سے فیض یاب ہیں آج ہم فخریہ کہتے ہیں کہ علاقہ میر پور علاقہ جہلم سے بڑھا ہوا ہے۔ مولانا عظیم اللہ رخصت ہو گئے مگر علاقہ میر پور میں کئی ایک گاؤں میں پرچم حدیث گاڑ گئے۔آپ سادہ مزاج تھے اور طرز گفتگو نرالا تھا۔اگر آپکا وجود نہ ہوتا تو شاید علاقہ میر پور میں جماعت اہلحدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا نام بھی نہ سنتے ۔آپ کے فرزند اکبر مولوی عبدالحی آپ کے جانشین ہیں جن کے وجود سے موضع مذکور کی جماعت اہل حدیث کو فخر ہے ۔مولوی نیک محمد مدرس تقویۃ الاسلام امرتسر بھی اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں (نور محمد میانوی جہلمی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۰۔نومبر ۱۹۲۲ء ص ۱۰)

اور ۱۹۲۳ء میں اخبار اہلحدیث امرتسر کے ایک نامہ نگار نے اکال گڈھ کے متعلق بتایا:

یہ بستی ریاست جموں ضلع میر پور میں ہے آبادی کے لحاظ سے سب اہل حدیث ہیں ۔ آج سے ۵۰ سال پہلے یہاں بدعات اور مروجہ رسوم کا زور تھا ۔ بیاہ شادی میں اہل ہنود کے قدم بقدم چلتے تھے ۔مرگ وموت میں اہل تعزیہ کو بھی مات کر دیتے تھے ... پھر یہاں ایک سید صاحب (جناب مولوی نور شاہ) تشریف فرما ہوئے انہوں نے مؤثر لہجہ میں شرک کی بیخ کنی کرنی شروع کر دی ۔عوام کو ہوش آیا ۔ پھر ایک نومسلم شیخ عبدالرحمٰن نے یہاں محنت کی اور حالت کافی سدھر گئی ۔ پھر مولوی عظیم اللہ بڑ بنوی یہاں تشریف لائے اور تبلیغ کے وہ جوہر دکھائے کہ تقلید کا عنقا کی طرح نام ہی رہ گیا ۔اس جگہ ان آلام ومصائب کا ذکر کرنا، جن کے جامے ان خدا کے بندوں نے زیب تن کئے ، بے جا تصور نہ ہوگا ، خدا بھلا کرے ان بزرگوں کا جنہوں نے ایذا رسانیوں میں (استقامت کا ثبو ت دیا) ۔کبھی مخالفین مباحثات ومناظرات پر الجھ پڑتے تو مولانا بحو لہ و قوتہ ایسا دنداں شکن جواب دیتے کہ مخالفین منہ کی کھا کر الٹ جاتے ۔ (فضل دین اکال گڈھی)

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۳۔اپریل ۱۹۲۳ء ص ۸۔۹ ملخصاً)

۱۹۲۴ء میں جناب عبدالصمد کا ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا جس میں انہوں نے جموں میں عمل بالحدیث کی ترویج پر روشنی ڈالی تھی ۔ ذیل میں اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے ۔ جناب عبدالصمد لکھتے ہیں:

آج (یعنی ۱۹۲۴ء) سے ساٹھ سال پہلے جموں میں کسی اہل حدیث کا پتہ نہ چلتا تھا ۔عرصہ ۵۰ سال کا ہوا دو شخص موحد مسمیان عبدالقدوس پٹولی وشاہنا کشمیری تھے ۔ یہ تحقیق نہیں کہ ان کو توحید کی سمجھ کس طرح آئی ۔اس شہر میں توحید وسنت کا آغاز جناب شمس الدین کشمیری اور جناب کرم الدین وزیر آبادی سے ہوا ۔تقریباً ۴۴ سال قبل جناب شمس الدین، میاں لال دین افسر خدمت گاران سرکار جموں کے منشی مقرر ہو کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ سکول کالج نہ تھے اس لئے میاں لال دین نے اپنے پسران میاں شہاب الدین و فیروز الدین کی تعلیم بھی جناب شمس الدین کے سپرد کی اور جناب کرم الدین کو اپنی بیٹیوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ یہ دونوں صاحب خفیہ طور پر توحید وسنت کی تبلیغ بھی کرتے تھے اور میاں شہاب الدین و فیروز الدین موحد ہو گئے تھے ان کے زیر اثر وہ دونوں جناب عبداللہ ثانی بن سید عبداللہ غزنوی کے مرید تھے۔ جناب ممدوح نے میاں شہاب الدین کی دینداری وتقوی شعاری کو وضاحت کے ساتھ ایک کتاب حدیث کے خاتمہ پر تصدیق فرمایا ہوا ہے۔

میاں لال دین خود بے علم تھے اور باوجود مخیّر ونمازی ہونے کے بدعتی تھے۔ پھر یہ ہوا کہ شہاب الدین اور فیروز الدین چیچک سے انتقال کر گئے۔ تو بدعتی علماء نے لال دین کو کہا کہ ان دونوں کو شمس الدین اور کرم الدین نے وہابی بنا دیا تھا۔ اس پر لال دین نے غصہ ہو کر ان دونوں کو جموں سے نکال دیا۔ شمس الدین حجاز چلے گئے اور وہاں فوت ہوئے۔ کرم الدین، وزیر آباد آ گئے اور کچھ عرصہ بعد وہاں فوت ہوئے۔ اس عرصہ میں چند اشخاص موحد ہو چکے تھے۔ نیز جناب محمد حسن نواسہ جناب غلام رسول (قلعوی) اور ان کے قریبی رشتہ دار جناب عمر الدین بھی جموں تشریف لے آئے اور محکمہ ترجمہ سرکاری میں ملازم تھے ہر دو صاحب خاندان عالیہ مولانا مرحوم کے رنگ توحید وسنت سے رنگے ہوئے تھے۔

اور اس زمانہ میں حکیم نور الدین معالج شاہی خاندان جموں میں آ چکے تھے۔ ان بزرگوں کے فیض صحبت سے بعض لوگوں کو توحید وسنت سے واقفیت ہو چکی تھی۔ نیز پیر حیدر شاہ خانپوری ثم وزیر آبادی کی آمد ورفت شیخ فتح محمد خلف شیخ سوداگر رئیس جموں کے پاس ہونے لگی۔ ان کے شرف صحبت سے شیخ فتح محمد وغیرہ اشخاص میں توحید وسنت کی تبلیغ ہوتی رہی۔ کوئی مسجد نہ تھی متفرق طور پر اپنے مساکن اور قیام گاہوں میں نماز بادائیگی سنن مطہرہ ادا کرتے تھے اور بعض اشخاص جو وہابیت سے منسوب ہو چکے تھے ان کا داخلہ مساجد میں ممنوع تھا کبھی کبھی حکیم نور الدین کے مکان پر بھی نماز جمعہ پڑھی جاتی تھی اور جب تک حکیم صاحب کا قیام شیخ فتح محمد کے مکان پر رہا علی العموم حکیم صاحب اور شیخ فتح محمد مسجد شیخ سوداگر میں نماز جمعہ بادائے سنن مطہرہ بلا آمین بالجہر کے پڑھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔دوسرے موحدین میں سے اگر کوئی صاحب شریک جماعت ہوتا تو اسی طریق پر نماز ادا کیا کرتا تھا۔اسی حالت میں سائیں شیر علی نے ایک مکان خرید کر اہلحدیث کے چندہ سے مسجد بنائی۔ مرحوم کے بعد حنفی برادران نے مسجد پر قبضہ کرنا چاہا مگر سرکاری فیصلہ کی وجہ سے وہ ناکام رہے۔

عدم موجودگی مسجد سے موحدین (جن کو وہابی کہتے تھے) کو ادائیگی نماز مسنونہ میں سخت دشواری تھی، چنانچہ جناب محمد حسن نے ایک سال نماز تراویح دریا توی پر جو شہر سے نصف میل دور ہے پر پڑھائی، اور ایک سال نماز تراویح رمضان موچی کے کوٹھے پر۔ متفرق مقامات پھر کچھ عرصہ بعد ایک معمولی حیثت کی مسجد تعمیر ہوئی جو بارش سے گر گئی۔ پھر بشکل ایک کوٹھے کے لکڑی ڈال کر بنایا گیا اور نماز ادا ہوتی رہی۔ پھر تاریخ خرید سے سات سال بعد بشکل موجودہ مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور جموں، سیالکوٹ، وزیر آباد وغیرہ کے لوگوں نے چندہ دیا۔ پلاستر وغیرہ رہ گیا جو کئی سال بعد ہوا۔

جب موجودہ مسجد کی تعمیر کیلئے سامان اکٹھا ہونا شروع ہوا تو اہل محلّہ نے ریذیڈنٹ کو درخواست دی کہ یہ مسجد سائیں شیر علی نے تعمیر کرائی تھی اور وہ حنفی المذہب ہمارے پیشوا تھے اور اس پر تاریخ تعمیر سے ہمارا قبضہ رہا ہے، اب کچھ عرصہ سے وہابی لوگ اس مسجد میں خود بخود آ کر داخل ہو گئے ہیں اور وہ ہمارے بزرگوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہماری دل آزاری ہوتی ہے انہیں نکال کر ہمیں قبضہ دلایا جائے۔ ریذیڈنسی سے درخواست پولیس میں تفتیش کے لئے آئی۔ راقم نے پولیس کو اصل حالات سے آگاہ کیا اور پھر چیف جج نے حکم دیا کہ فریقین سے حفظ امن کی ضمانتیں لی جاویں۔

پھر پنجاب و ہند سے علماء آ کر توحید وسنت کا وعظ کرتے رہے، جماعت میں بتدریج ترقی ہوئی۔ پھر پیر جماعت علی شاہ کا آنا جانا شروع ہوا وہ لوگوں کو اہلحدیث کے خلاف بھڑکاتے۔ کہتے کہ ان لوگوں سے میل ملاپ نہ رکھو، یہ اولیاء کے منکر ہیں وغیرہ...

اب عرصہ ۱۲ سال سے انجمن خادم الاسلام قائم ہے جناب ثناءاللہ امرتسری کی وجہ سے تبلیغ میں سرگرمی پیدا ہوئی۔ قاضی احمد اللہ سابق استاد مرے کالج سیالکوٹ جو یہاں اسلامیہ ہائی سکول جموں میں ملازم ہیں مسجد اہل حدیث میں ہر روز صبح درس قرآن دیتے ہیں جس میں اہل حدیث و دیگر شامل ہوتے ہیں جمعہ میں خاصی رونق ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے ۔صدر انجمن اہل حدیث پنجاب کی طرف سے ایک مبلغ سید عبداللہ شاہ (ساکن مکھو ضلع فیروز پور) بغرض تبلیغ یہاں مقرر ہوئے وہ کام کر رہے ہیں ۔

راقم ،عبدالصمد عرف شاہ محمد از جموں (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اکتوبر ۱۹۲۴ء ص ۷۔۸)

بلتستان

بلتستان میں عمل بالحدیث کی ترویج کے ضمن میں جناب محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

اس ملک میں مدت مدید سے دو مذہب کے لوگ چلے آتے تھے ۔ایک مذہب شیعہ اور دوسرا نوربخش ۔ شیعہ مذہب کے اصول وفروع سے ناظرین واقف ہی ہیں ۔ مذہب نوربخش ایک ایسا مذہب ہے جو شیعہ سنی دونوں مذہب سے مرکب ہے ۔فروعات میں تو اس مذہب کے لوگ اکثر مسائل میں مذہب حنفی پر عمل کرتے ہیں اور بعض مسائل مذہب شیعہ بھی لے لیتے ہیں (جیسا وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے، پاؤں کا مسیح کرنا) ۔ عقائد میں اکثر مسائل مذہب شیعہ کا اتباع کرتے ہیں ۔ بدعات محرم ماتم وغیرہ ان میں ویسا ہی مروج ہے جیسا شیعوں میں اور انکے دیکھا دیکھی ہندوستان کے جہلاء سنیوں میں

اس مذہب کا بانی کوئی شخص شیعہ معلوم ہوتا ہے جس نے اس ملک کے لوگوں میں جو غالباً سنی حنفی المذہب ہوں گے، شیعہ مذہب کے مسائل پھیلائے اور ایک کتاب فقہ احوط تصنیف کر کے اس کو ایک بزرگ نوربخش کی طرف (جو ان لوگوں میں مشہور ومقبول تھے) منسوب کر کے ان کے لئے دستور العمل بنا دیئے ۔

عرصہ تخمیناً ۲۰ سال سے (یعنی ۱۸۸۴ء لگ بھگ) ہمارے دوست احمد شاہ نامی سرکار انگریزی کی ملازمت کے ذریعہ اس ملک میں پہنچے تو انہوں نے اس ملک کے علماء وطلباء کے پاس اس خاکسار کا ذکر کیا ۔اور ان کو قرآن وحدیث پڑھنے کا شوق دلایا ۔ان کی ترغیب سے وہاں سے ایک نوجوان طالب علم عبدالرحیم نامی لاہور پہنچے اور ایک مدت ،متفرق اوقات خاکسار کے پاس رہ کر قرآن وحدیث وتفسیر وغیرہ پڑھ کر ہندوستان دہلی وغیرہ علماء کی خدمت میں پہنچے ۔اور ان سے کتب درسیہ میں صدرا شمس بازغہ تک عبور کیا ۔... جب وہ فارغ ہو کر تبت پہنچے تو اہل تبت شیعان ونوربخشی کی تکلیف دہی و ایذا رسانی کی برداشت نہ کر کے وہاں سے چلے آئے ۔ان کو خاکسار بذات خود جموں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں لے کر پہنچا اور جو ڈیشیل ممبر وسکرٹری کونسل سے ان کو حفظ وامن کا پروانہ دلوایا اور مطمئن کرا دیا....مولوی عبدالرحیم کو دیکھ کر تبت کے اور طلبا بھی پنجاب و ہندوستان میں پہنچے (جیسے ان کے بھائی مولوی عبدالحلیم اور مولوی ابوالحسن ومولوی محمد حسین وغیرہ) اور خاکسار سے و دیگر علماء ہندوستان سے کتب درسیہ وقرآن حدیث وفقہ وغیرہ پڑھ کر یکے بعد دیگرے تبت میں پہنچے۔اور وہاں خالص مذہب اہل سنت والجماعت کی اشاعت کی۔ پھر تو وہاں سے صدہا لوگ اہل سنت ہو گئے۔باشندگان تبت اہل تشیع ونوربخشیو ں نے انکی بہت مخالفت کی، اور طرح طرح سے ان کو ایذائیں پہنچائیں۔مگر خدا کے فضل و کرم سے مذہب خالص اہل سنت نے وہاں قدم جما ہی لیا اور عرصہ بیس سال میں وہاں صدہا مسلمان سنی المذہب ہو گئے۔اور علماء اہل سنت کے وہاں وعظ ودرس ہونے لگے۔ان کی رفع تکلیف کے لئے خاکسار خادم اسلام وفداء سنت نے اپنی مہربان گورنمنٹ سے مدد لے کر سعی کی اور وہ تکالیف رفع ہوگئیں۔ان کی مساجد بلا مزاحمت ہوگئیں اور ان کے نمبردار جداگانہ مقرر ہو گئے۔و لیبد لنهم من بعد خوفهم امنا کا وعدہ الٰہی پورا ہوگیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۲۰۔ص ۲۲۹۔۲۳۲)

میاں نذیر حسین محدثؒ کے بلتستانی شاگردوں میں جناب **عبدالرحیم** بن عبدالعزیز (ف ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۳ء) بلتستان کے موضع غواڑی سے کافی عمر میں پیدل براستہ کشمیر دہلی گئے۔اور مختصر عرصہ میں سید نذیر حسین سے پڑھا۔اس کے بعد آپکے معروف شاگرد حافظ عبدالمنان کے پاس زیر تعلیم رہ کر فارغ ہوئے۔اور فراغت کے بعد بلتستان آکر توحید وسنت کی تبلیغ کرنے لگے۔آپ شائد پہلے بلتی ہیں جنہوں نے کتاب وسنت کی طلب میں ہندوستان کا رخ کیا اور پہلے شخص ہیں جو اہلحدیث ہوئے۔اس دور میں یہ علاقہ مکمل طور پر شیعہ ونوربخشیہ سے بھرا ہوا تھا۔مقامی غیر سلفی لوگوں نے آپ کو بھی بہت ستایا اور آپ کو اس علاقہ میں تحریک سلفیت کا بانی سمجھا جاتا ہے۔

جناب **ابوالحسن** تبتی کریسی، جناب بٹالویؒ کے رفیق تھے اور تحریک ختم نبوت میں پنجاب میں سرگرم تھے۔اور مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب کی ذلت کی جو پیش گوئی کی تھی اس میں ابوالحسن بھی شامل تھے۔آپ بڑے سرگرم مبلغ اور پکے متبع سنت متدین پاکباز اور عالم باعمل تھے۔تبت کے علاقہ میں آپ کی کوششوں سے توحید وسنت کا علم بلند ہوا۔(یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ تبتی کی نسبت اس تبت کی طرف نہیں ہے جو اس وقت چین کا ایک صوبہ ہے۔ بلکہ تبت خورد کی طرف ہے جو کشمیر سے متصل علاقہ بلتستان کا ایک ٹکڑا ہے)۔آپ نے اس دور افتادہ علاقے میں توحید وسنت اور مسلک اہل حدیث پھیلانے میں بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نہ دشمن کی طاقت سے دبنے والے تھے اور نہ ان کی سازشوں سے گھبراتے تھے۔ایک ماہ کی علالت کے بعد بتاریخ ۱۱ ذی قعد ۱۳۵۹ھ آپ کا انتقال ہوا تو اس سانحے سے موحدین تبت کی حالت ایسی ہوئی کہ جس طرح باپ کا سایہ اٹھ جانے سے بچوں کی ہوتی ہے۔جیسا کہ ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مؤرخہ ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء میں بیان کیا گیا ہے۔

سید ابوالحسن تبتی ردقادیانیت میں آپ بہت زیادہ سرگرم تھے۔بلکہ اس سلسلے میں جناب محمد حسین بٹالوی کے قریبی رفیق کار تھے۔مرزا قادیانی کی تصانیف کا مطالعہ کرنے والہ جانتا ہے کہ جس طرح وہ اپنے شدید ترین مخالفین کو گالیوں اور بد دعاؤں سے نوازتے رہے ہیں اسی طرح جناب تبتی پر بھی ان کی طرف سے ان نوازشات کی بارش ہوتی رہی ہے۔مرزا صاحب نے جناب بٹالوی کے متعلق ۱۳ مہینوں میں ذلت کی جو پیش گوئی کی تھی اس میں جناب تبتی بھی داخل تھے اور مرزا صاحب نے اس سلسلے میں حضرت بٹالوی کے ساتھ مباہلے کے لئے جو اشتہار اپنے مریدوں کی طرف سے شائع کروایا تھا اس کا جواب بھی جناب تبتی کی طرف سے ہی لکھا گیا تھا۔جب تیرہ ماہیہ پیش گوئی کی مدت گذر گئی اور اللہ نے آپ کو مرزا صاحب کی پیش گوئی سے محفوظ رکھا تو لوگوں نے پوچھا کہ سید صاحب کی کیا ذلت ہوئی؟ مرزا صاحب نے کہا کہ تبتی کی الگ سے ذلت کی ضرورت نہیں، محمد حسین کی ذلت ہی اس کی ذلت ہے کیونکہ یہ شخص محمد حسین کا دوست اور تابع ہے۔یعنی مرزا صاحب اور ان کے مرید تیرہ مہینوں کے دوران کوئی ایک بات بھی ایسی نہ تلاش کر سکے جسے وہ ابوالحسن کی ذلت قرار دے سکیں۔اور یہ بات مرزا صاحب کی پیش گوئی کے جھوٹا ہونے اور مرزا صاحب کے مفتری علی اللہ ہونے کا ثبوت ہے۔

محمد موسیٰ بن محمد علی کی ولادت ۱۸۸۰ء میں اور وفات ۱۹۴۵ء میں ہوئی۔آپ جناب عبدالرحیم صاحب کے بھتیجے ہیں اور غواڑی نامی گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ابتدائی تعلیم اپنے چچا عبدالرحیم سے حاصل کی اس کے بعد دہلی جا کر میاں صاحب سے پڑھا۔اور ۱۳۱۸ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں فارغ ہوئے۔فراغت کے بعد وطن غواڑی تشریف لائے اور مدرسہ دارالحدیث کے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ایک مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ مدرسہ آج دار العلوم بلتستان کہلاتا ہے۔ یہ بزرگ سید نذیر حسین کے آخری شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔اس وقت کے بزرگوں کا کہنا ہے کہ جناب موسیٰ اپنے وعظ وخطابت میں سید نذیر حسینؒ کا حوالہ بار بار عقیدت واحترام سے دیا کرتے تھے۔آپ کی سند راقم (عبدالرحیم روزی) نے دیکھی ہے۔آپ کے شاگرد بلتستان میں بکثرت موجود ہیں۔کہا جاتا ہے کہ بلتستان میں آپ کے ذریعے اہلحدیث کا پیغام خوب پھیلا اور بہت سے لوگ اہلحدیث ہوئے۔آپ کے قائم کردہ مدرسے نام وقت کے ساتھ بدلتے رہے۔دار الحدیث سے دار العلوم اسلامیہ ہوا، پھر دار العلوم بلتستان، پھر مرکزی دار العلوم بلتستان، پھر جامعہ دار العلوم بلتستان کے نام سے موسوم ہوا۔جناب موسیٰ کے بہت شاگرد تھے جن میں قابل ذکر حافظ کریم بخش ف ۱۹۵۸ء مفتی عبدالقادر ف۱۹۸۳ء جناب ابراہیم انصاری ف۱۹۷۲ء جناب عبدالرشید ندوی ف ۲۰۰۱ء جناب عبدالخالق اور جناب ابوعبداللہ عبدالصمد ہیں۔ جناب عبدالصمد نے ۱۳۳۲ھ میں بلغار میں ایک مدرسہ کھولا۔ یہ صاحب بھی استاد کی طرح بڑے واعظ اور کامیاب مبلغ تھے استاد کے بعد ان کے ذریعہ سے بھی سلفیت خوب پھیلی۔جناب موسیٰ کی وفات کے بعد مدرسہ کی نظامت ان کے چچازاد بھائی مفتی کریم نے سنبھالی۔آپ بڑے قابل عالم تھے اور جناب محمد بشیر سہسوانی کے شاگرد تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حاجی خلیل الرحمان نے نظامت سنبھالی اور کافی ترقی کی۔آپ کے دور میں مفتی عبدالقادر یہاں آئے یہ بہت ہی قابل عالم تھے۔حاجی خلیل کی وفات کے ۱۹۷۶ء میں ہوئی۔ اس کے بعد جناب عبدالرحمٰن عبداللہ نے باگ ڈور سنبھالی۔یہ جامعہ اسلامیہ مدینہ سے فارغ تھے بڑے ہی مدبر اور کامیاب ناظم تھے۔آپ کے دور میں سعودی عرب اور کویت وغیرہ سے رابطہ ہوا اور دار العلوم نے خوب ترقی کی۔آپ کے دور میں اور اس کے بعد اب تک جامعہ اسلامیہ و دیگر سعودی جامعات سے طلبا فارغ ہوکر بطور استاد یہاں دار العلوم میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جناب عبدالرحمٰن کی وفات ۱۹۹۱ء میں ہوئی اور آپ کے چھوٹے بھائی جناب عبدالواحد فارغ مدینہ ناظم اعلی کے طور پر کام کر رہے ہیں اور مدرسہ ترقی پذیر ہے۔آج بلتستان و بیرون بلتستان اس دار العلوم کی ۵۰ کے قریب برانچیں ہیں۔ (ماخوذ از مکتوب عبدالرحیم روزی، مدرس دار العلوم غواڑی، بنام مؤلف)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتان

ملتان میں شائد جناب سلطان محمود سے عمل بالحدیث کا آغاز ہوتا ہے جن کے متعلق نزھۃ الخواطر میں بتایا گیا ہے آپ صالح عالم تھے۔ والد کا نام فرید الدین ہے۔ آپ ڈیرہ اسماعیل خان میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اور کچھ کتابیں والد سے پڑھیں۔ پھر جناب قادر بخش ڈیروی (تلمیذ جناب خلیل الرحمٰن خوشابی تلمیذ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی) پڑھیں۔ پھر بڑے مشائخ سے ملاقاتیں کیں جن میں یحی زاہد فارسی بھی ہیں جو بہت ضعیف تھے۔ پھر آپ ملتان آ گئے زندگی کا کافی حصہ یہاں گذارا اور توحید کی خاطر یہاں آپ نے تکلیف بھی اٹھائی۔ حدیث پر عمل کرتے تھے اور کسی امام کے مقلد نہ تھے۔ ملتان شہر میں ۴۰ برس وعظ ونصیحت میں گذارے۔ زبان میں مٹھاس بہت تھی۔ وفات ملتان شہر میں ۱۳۲۴، ۱۳۲۵ھ کے قریب ہوئی۔ (نزھۃ الخواطر۔ ج ۸۔ص ۲۳۵۔۲۳۶)

جناب عبدالرشید عراقی نے لکھا ہے کہ آپ تیرھویں صدی کے آخری ربع میں ملتان آ گئے اور یہاں احیائے توحید و سنت کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ تصانیف میں رسالہ در رد وحدت الوجود اور رسالہ ردتقلید کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۹۰۹ء۔ ۱۳۲۷ھ میں وفات ہوئی۔

جناب سلطان محمود کے ساتھ ملتان میں عمل بالحدیث کی شروعات کے سلسلے میں جناب قمرالدین کا نام ملتا ہے۔ ان کے مورث اعلی جناب عبدالقادر، حضرت اویس قرنیؓ سے نسبی تعلق رکھتے تھے۔ ایک روائت کے مطابق عراق سے، دوسری روائت کے مطابق یمن سے، ہجرت کر کے ملتان آئے۔ اس لئے ان کے اخلاف قادری اویسی کہلاتے ہیں۔ جناب عبدالقادر وسیع المشرب تھے۔ ان کا مزار چوک شاہ عباس ملتان میں ہے۔ ان کے بیٹے علی مدد تھے۔ ان کے بیٹے خواجہ علی مردان اویسی کی خانقاہ چوک شہیداں ملتان میں ہے۔ خواجہ علی مردان کے بیٹے جناب قمرالدین اہل حدیث ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق ملتان کے اتک اہل علم جناب محمد یسین شاد نے جناب تنزیل حسینی کو ایک خط میں لکھا ہے:

> تذکرہ اولیاء ملتان کے مصنف امتیاز حسین شاہ نے خاندان کے حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ جناب قمرالدین پیر علی مردان کی خالقاہ کے مجاور تھے۔ اپنی جوانی کی عمر میں ہی عقیدہ توحید وسنت کی دعوت حقہ کو اختیار فرمالیا تھا۔ اسی کی پاداش میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اندرون بوہڑ گیٹ پیپل والی مسجد میں نہ صرف نماز کی ادائیگی و داخلہ سے روک دیا گیا بلکہ مسجد کی جن چٹائیوں پر انہوں نے نماز ادا کی تھی وہ بھی جلا دی گئیں۔ اسی عصبیت کی بنا پر مرقع ملتان کے مصنف نے اس خاندان کی خدمات قبوریہ کا تفصیلی حوال لکھتے وقت یہ خصوصی نوٹ دیا کہ:

جناب قمرالدین اپنے خاندان سے نظریاتی طور پر علیحدہ ہو گئے تھے۔ اسی لئے بدرالدین کے بعد کسی بھی فرد کا تذکرہ نہیں کیا۔ جبکہ اسی تذکرہ نگار نے اس وقت کے تمام اصاغرین خاندان کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

جناب قمرالدین نے کتاب وسنت کو اپنانے کے بعد قبر پرستی کی کمائی کو حرام گردانتے ہوئے اس کا استعمال کلی طور پر ختم کر دیا۔ معاشی طور پر انتہائی تنگ دست ہو گئے۔ تین دن فاقہ ہوا۔ اس کے بعد گورنمنٹ سیکنڈری سکول نواں شہر ملتان میں عربی مدرس کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ پیشگی تنخواہ لے کر نان جویں کا ضروری سامان خریدا۔ اب یہ سکول گورنمنٹ پائلٹ اسکول کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جناب قمرالدین برخوردار کے نام سے معروف تھے، بوہڑ گیٹ کے نشیبی علاقے محلّہ کھجّی بامقابل شاہین مارکیٹ واقع قمرالمساجد اہل حدیث انہی کے نام سے منسوب ہے۔ تبدیلی مسلک کی بنا پر حالات ایسے ہو گئے کہ اندرون بوہڑ گیٹ سے رہائش ترک کر کے کڑی افغاناں مسجد عطاء کے قریب رہائش رکھ لی۔ مولانا قمرالدین کو ایک بدعتی جاگیردار نے شدید طور پر تنگ کیا چنانچہ مولانا قمرالدین کی اولاد نے چار و ناچار اصل لاگت پر مکان فروخت کیا اور محلّہ قدیر آباد میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اب بھی انکا خاندان اسی محلّہ میں آباد ہے

جناب قمرالدین کے سنین ولادت و وفات سے اطلاع نہیں۔ جناب قمرالدین کے تین بیٹے تھے عبدالغفار، عبدالتواب اور عبدالبر۔ تینوں ہی دولت علم وعمل سے آراستہ ہوئے اور جناب قمرالدین نے تینوں کو کسب علم حدیث وتفسیر کیلئے میاں نذیر حسین محدثؒ کی خدمت میں دہلی بھیجا۔

جناب عبدالتواب ۱۴ جمادی الاول ۱۲۸۸ھ۔ ۳۱ اگست ۱۸۷۱ء کو ملتان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد سے پائی۔ ان دنوں میں ملتان میں ایک بزرگ جناب سلطان محمود ملتانی تھے جن کے ساتھ قمرالدین کے گہرے مراسم تھے۔ ان کے مشورے پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے تینوں بیٹوں کو کسب علم کے لئے دہلی بھیجا۔ اس کے علاوہ عبدالتواب کو محدث مصر شیخ احمد بن عبدالرحمان البنا الساعاتی شارح مسند الامام احمد سے سند و اجازہ حدیث حاصل تھا۔ نیز شیخ راغب الطباخ حلبی شامی نے بھی بذریعہ مکاتبت سند و اجازہء حدیث مرحمت فرمایا تھا۔ تکمیل کے بعد عبدالتواب نے تدریس حدیث تصنیف و تالیف اور دینی کتب کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔ محلّہ قدیر آباد ملتان میں مسجد و مدرسہ کی بنیاد رکھی اور اس مدرسہ کے اولین مہتمم و مدرس آپ خود تھے۔ آپ کے مزاج میں سادگی تھے۔ مسجد و مکان کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ کام کرتے دیکھے گئے۔ طلبا کی ضرورتوں کے کفیل بھی ہوتے۔ عسرت کے دنوں میں بھی استغناء کا یہ عالم تھا کہ آپ کے ایک شاگرد جناب عبدالاحد کا کہنا ہے جب ہم آپ کے ہاں زیر تعلیم تھے، گوبھی کے پتے ابال کر ساگ بنایا جاتا، اور آگ جلانے کے لئے لکڑی کے بجائے ہم باغ لانگے خان سے درختوں کے پتے اکٹھے کر کے لاتے اور وہ ساگ آپ خود بھی کھاتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ شامل ہوتے۔ اور ان حالات میں اگر کوئی مدد کیلئے رقم یا کوئی جنس زکوۃ عشر وغیرہ کے سلسلہ میں پیش کرتا تو قبول کرنے سے انکار فرما دیتے، حالانکہ آپ کے ہاں اکثر طلبہ کا قیام رہتا تھا، جن کا کھانا آپ کے گھر سے آتا تھا۔ (بلوغ المرام مترجم۔ اردو۔ ص ۱۰)

جناب عبدالتواب ملتان کے بڑے تاجر تھے۔ متعدد دینی کتب کی طباعت آپ کے حسنات میں سے ہے۔ مصر کے مطابع بھی آپ سے براہ راست تجارت کیا کرتے تھے۔ آپ کی امانت و دیانت کے باعث آپ کے قائم کردہ مکتبہ سلفیہ کی ایک ساکھ بن چکی تھی۔ نشر کتب میں مولانا کے مقاصد تجارتی سے زیادہ تبلیغی تھے۔ متعدد کتابیں مستحق طلباء و علماء میں مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ کتابوں کے ایسے شائق جو یک مشت ادائیگی سے قاصر ہوتے ان سے قسط وار قیمت لیتے اور قسط کا معاملہ انہی پر چھوڑ دیتے اور اس کا پتہ تک دریافت نہ کرتے۔ (اصحاب علم وفضل۔ ص ۱۱۹۔ ۱۲۲)

آپ نے قرآن مجید کا سرائیکی ترجمہ شروع کیا، چند (پہلا اور تیسواں) پارے شائع کئے۔ باقی کام ضائع ہو گیا۔ دیگر تعلیقات و تراجم میں

بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام کا اردو ترجمہ اور حواشی۔ پہلا اڈیشن مکتبہ سلفیہ ملتان سے ۱۳۴۴ھ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوا۔ بعد میں کئی مرتبہ شائع ہوئی۔

ترجمہ صحیح بخاری۔صرف آٹھ پاروں تک کام ہوا۔کچھ اجزا طبع ہوئے ترجمہ وحواشی مشکوۃ۔

ترجمہ وحواشی الحزب المقبول، ترجمہ وحواشی الحزب الاعظم،

تعلیقات الصف ابن ابی شیبہ صرف دو اجزاء ۱۳۲۴ھ میں طبع کئے،

حواشی مسند عمر بن عبدالعزیز،

تعلیق تحفۃ الودود باحکام المولود لابن قیم،

تعلیق حاشیۃ صحیح مسلم لابی الحسن السندی،

حواشی صرف بہائی، حواشی شرح مائۃ عامل،

حواشی تفسیر عزیزی سورہ مومنون تک،

تعلیق المسارعۃ الی المصارعۃ للسیوطی،

تعلیقات مختصر قیام اللیل وقیام رمضان وکتاب الوتر للمروزی،

تعلیق رسالہ ذئبان جائعان لابن رجب حنبلی،

حواشی الاشارات الی بیان اسماء المبہمات للنووی،

تعلیقات علی کتاب القبل والمعانقۃ والمصافحۃ لابن الاعرابی۔

جناب عبدالتواب کے تلامذہ میں عطاء اللہ حنیف، عزیز زبیدی، عبدالصبور بن عبدالتواب، ابوحفص عثمانی، عبداللہ ارشد محمود کوٹ، عبدالاحد چوٹی زیریں، عبدالرشید قریشی جھنگوی، عبدالمتین جھنگوی، محمد ابراہیم محمود کوٹ، حافظ عبدالغفار شام کوٹ، عبدالکریم ساکن بستی قدنہ، عبدالحمید، حافظ احمد یار حویلی بہادر شاہ وغیرہم شامل ہیں۔

آپ کے تینوں بیٹے عالم فاضل تھے۔ایک بیٹا عبدالصبور بہت قابل تھا جو ۱۸ سال کی عمر میں فوت ہوا اس نے ثلاثیات بخاری کی شرح انعام المنعم الباری عربی میں لکھی تھی جو ۱۳۵۸ھ میں مصر سے شائع ہوئی۔دوسرے بیٹے عبدالواسع اور عبدالودود ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیالکوٹ

شہر سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی ترویج واشاعت پر جناب ابوالمسیح احمد دین امام جامع مسجد سیالکوٹ (جنہوں نے علم دین جناب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی، جناب محمد حسین بٹالوی، اور جناب غلام حسن سیالکوٹی سے حاصل کیا۔ آپ کچہری میں سینئر سب جج کے مثل خوان رہے۔ دیانتداری میں ضرب المثل ہیں۔ ہندو مسلمان، اور مسلمانوں کے سب فرقوں میں برابر عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ فارغ اوقات مطالعہ اور دینی اشغال میں گزارتے ہیں اب پنشن ہوگئی ہے۔ جناب غلام حسن کے جنازہ پر تمام حضار کے سامنے جن کی تعداد کئی ہزار تھی باقاعدہ انتخاب سے باتفاق رائے اہل حدیث سیالکوٹ کے امام وسردار مقرر ہوئے۔ محمد ابراہیم میر کے رشتہ داروں میں سے ہیں، انہی کی برکت سے جناب محمد ابراہیم میر کے خاندان میں توحید وسنت کا رواج ہوا) کی ایک تحریر ۱۹۲۵ء میں ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر میں شائع ہوئی تھی جسکی تلخیص حسب ذیل ہے:

شہر سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کا چرچا اگرچہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں شروع ہوگیا تھا لیکن ماہ ذی قعد ۱۲۹۹ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۲ء میں اہل حدیث نے علانیہ تبلیغ توحید واشاعت سنت اور تردید شرک وبدعت شروع کردی۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ مسجد کبوتراں والی واقع شہر سیالکوٹ میں جناب غلام مرتضی نے بالاستقلال علوم فقہ واصول کی تدریس شروع کی ہوئی تھی۔ ان کی زندگی میں ان کے ایک شاگرد رشید جناب عبداللہ نے حدیث پر عمل کرنا شروع کردیا جس سے وہ لوگوں کی ملامتوں کا نشانہ بن گئے۔ جناب غلام مرتضی کے پاس ان کی شکایات جاتیں مگر وہ جناب عبداللہ کو سنت پر عمل کرنے سے منع نہ کرتے کیونکہ مولانا مرحوم نہایت درجہ کے متدین ومتقی عالم باعمل تھے جن کی مثالیں اس زمانہ میں کم ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شہر سیالکوٹ میں امریکن مشن اور سکاچ مشن دو انگریزی مدارس تھے اور دونوں ہی پادریوں کے تھے جن میں کبھی کبھی کوئی ہندو یا مسلمان طمع نفسانی سے عیسائی بھی ہوجاتا تھا جس سے شہر میں ماتم برپا ہوجاتا تھا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص التحیات میں شہادت کی انگلی اٹھاتا تو اس کا بھی افسوس سے ماتم کیا جاتا۔ ایسے سخت جانکاہ حالات میں جناب عبداللہ نے بلاخوف وخطر اور بلالحاظ لومۃ لائم عمل بالحدیث جاری رکھا حتی کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی زمانہ کے قریب جناب حافظ عبدالمنان محدث کے ایک شاگرد جناب محمد رمضان، جو ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، سسرالی تعلق کی وجہ سے شہر میں رہنے لگے۔ جناب محمد ابراہیم میر کے والد حاجی قادر بخش نے جناب محمد رمضان کو، جوان کے دور رشتہ دار بھی تھے، اپنے بڑے بیٹے چوہدری اللہ دتا کی تعلیم خانگی کیلئے مقرر کیا اور جناب عبدالحکیم فاضل سیالکوٹی کی مسجد کے باہر میدان میں ان کیلئے ایک پختہ حجرہ بھی بنوا دیا۔ جناب محمد رمضان نوجوان عمر کے تھے، حدیث کے عاشق صادق اور اشاعت توحید و سنت میں غایت درجہ کے ساعی تھے۔ علاوہ اس کے صورت کی زیبائی کے ساتھ سیرت کی خوبی سے بھی بہرہ اندوز تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خوش اخلاق تھے عبادت گزار شب بیدار تھے۔ اذان نہایت دلکش آواز میں کہتے۔ قرآن نہایت مؤثر الحان سے پڑھتے تھے۔ غرض جامع کمالیت صوری و معنوی تھے۔ انہوں نے جمعہ قائم کیا اور خطبہ میں وعظ کرنا شروع کیا۔ اس کے علاوہ حاضرین مجلس کو ہر روز حدیث نبوی کی خوبیاں بیان کرتے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتے رہتے حتی کہ بعض لوگ حدیث کے شائق ہو گئے۔ ان میں سے ایک تو یہی خاکسار راقم مضمون ہے دوسرے منشی نور محمد (جناب ابراہیم میر کے حقیقی ماموں کے بیٹے) تیسرے میاں کالو (جو مولوی ابراہیم کی حقیقی خالہ کے بیٹے تھے) چوتھے حکیم خدا بخش جو منشی نور محمد کے رشتہ میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ اگرچہ ہم سب سوائے میاں کالو مرحوم کے سب اوائل عمر کے نوجوان لڑکے تھے اور اپنے اپنے والدین کے زیر تربیت تھے اور دیگر لوگوں کی نظر میں بھی حقیر تھے، لیکن محمد رمضان کے اخلاص و محبت بھری تعلیم کا اثر ایسا گہرا پڑ چکا تھا کہ ہم نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی کو تمام دنیوی عزت سے بڑھ کر سمجھ لیا تھا اس لئے ہمیں سوائے خدا کے کسی کا خوف و خطر مطلقاً نہ رہا تھا۔ ہم نے علانیہ رفع یدین و آمین بالجہر سے عمل بالحدیث کرنا شروع کر دیا اور تمام شہر اور اپنی ساری برادری بلکہ اپنے والدین کی ملامتوں کا نشانہ بن گئے لیکن ہم نے حب رسول ﷺ کے سامنے سب کو پس پشت ڈال دیا۔ بالآخر ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۱ء موضع کوٹلی لوہاراں میں جو شہر سیالکوٹ سے بفاصلہ قریباً پانچ چھ میل جانب شمال مغرب واقع ہے علماء حنفیہ اور علماء اہلحدیث میں ایک مباحثہ قرار پایا۔ لیکن افسوس مباحثہ نہ ہوا۔ البتہ دانا سمجھ دار لوگوں کو علم ہو گیا کہ فرقہ اہل حدیث حق پر ہے اور دشمنوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے ان کو بدنام کرنے کے لئے ان ذمہ غلط اتہامات لگا دیئے ہیں ،اس مباحثہ میں اہلحدیث کی طرف سے جناب محمد رمضان، حافظ عبدالمنان محدث، سید حسن شاہ (شاگرد رشید جناب حافظ صاحب ممدوح جو موضع کوٹلی ہی کے رہنے والے تھے) اور دیگر علماء موجود تھے۔ دوسری طرف حنفیوں کی طرف سے جناب حبیب اللہ پشاوری تھے۔ اس برائے نام مباحثہ کا اثر شہر سیالکوٹ پر یہ پڑا کہ یہاں پر جناب غلام مرتضی کے لائق شاگرد جناب عبیداللہ المعروف بہ غلام حسن نے علم حدیث کی ترویج اور اشاعت سنت کا بیڑہ علانیہ اٹھالیا، اور تمام لوگوں سے علیحدگی اختیار کر کے اور ملازمت ترک کر کے اور قناعت کا جامہ پہن کر اپنے مکان پر گوشہ نشینی اختیار کی اور لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف باقاعدہ بلانا شروع کیا۔ یعنی نماز صبح کے بعد قرآن کا درس دینا شروع کیا اور شائقین علم کیلئے سارا دن اور رات کا بھی کچھ حصہ علوم قرآن وسنت اور ان کے خادم علوم کی تدریس میں بلاتنخواہ وقف کر دیا۔ حضرت ممدوح نہایت درجہ کے حسین تھے۔ سیرت اس سے بھی پاکیزہ تر تھی۔ اخلاق نہایت وسیع اور عظیم تھے۔ نہایت ذکی اور ذہین تھے وعظ وتقریر میں ایک خاص جذب واثر تھا۔ شرم وحیا اور استغنا کی تصویر تھے۔ ایسی صورت وسیرت کے ساتھ پھر تعلیم بلاعوض، بھلا سعادت مند فطرتوں میں کشش کیوں نہ پیدا ہو؟ لوگ کھچ کھچ کر آپ کے حلقہ درس میں آنے لگے اور شہر میں ایک نیا انقلاب ہونے لگا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہر کے متعصب حنفی، اہل حدیث کی یہ روز افزوں ترقی دیکھ کر اس کے روکنے کی تجاویز لڑانے لگے۔ آخر ۸۔ اکتوبر ۱۸۸۲ء کو ایک مباحثہ قرار پایا اور امور نزاع وہی معمولی مسائل آمین بالجہر اور رفع یدین تھے۔ اہلحدیث کی طرف سے جناب غلام حسن، حافظ عبدالمنان محدث، جناب محمد بکنوی تھے (اس وقت تک جناب محمد رمضان صاحب عین جوانی میں فوت ہو چکے تھے) دوسری طرف حنفیوں کی طرف سے جناب غلام قادر بھیروی اور دیگر بزرگ تھے۔ مقام مباحثہ شہر کے باہر مشرق کی طرف ایک مشہور خانقاہ بہیل شہید کا وسیع میدان مقرر ہوا۔ ہجوم کا یہ عالم تھے کہ گویا اس میدان میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ سرکاری انتظام کا یہ حال تھا کہ ضلع بھر کی مسلح پولیس اور ایک رسالہ فوجی وہاں متعین تھا۔

فریق ثانی یعنی حنفیوں کی طرف سے یہ سوال پیدا کیا گیا کہ اہل حدیث پہلے اپنا مسلمان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونا ثابت کریں تو پھر امور مقررہ پر بحث ہوگی، اور ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت فقط یہی ہوسکتا ہے کہ وہ اسماعیل (شہید) کو کافر کہہ دیں۔ یہ سوال اس قسم کا تھا کہ اسے امور زیر بحث سے کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ بہت سمجھایا گیا لیکن علماء حنفیہ نے اپنے جہلاء کا سہارا پکڑ کر ایک نہ سنی، اور پولیس کے مسلمان افسر کی چالاکی سے (جو خود ایک متعصب حنفی تھا) مشہور کر دیا کہ اہلحدیث ہار گئے، سوال کا جواب نہیں دیتے۔ مجمع پراگندہ حالت میں منتشر ہوگیا اور چاروں طرف سے مظلوم اہل حدیثوں پر پتھروں اور ڈھیلوں کی بعد بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ گالی گلوچ اور طعن وتشنیع کی تو کوئی حد ہی نہ رہی۔

جو لوگ مباحثہ سننا چاہتے تھے اور ان کو تحقیق حق کا شوق تھا ان کی آرزو پوری نہ ہوئی تو وہ بہت پریشان خاطر ہوئے آخر کار انہوں نے بطور خود جناب غلام حسن کی خدمت میں حاضر ہوکر تحقیقات کرنی شروع کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۸۸۲ء کے اختتام سے پہلے پہلے جناب ممدوح کے اخلاص کی برکت سے شہر کے قریباً ہر محلّہ میں کثرت سے علانیہ اہل حدیث ہوگئے اور وہ جو نہ ہوئے ان کو اہلحدیث سے عداوت نہ رہی۔ جناب غلام حسن صرف دو دن کی بیماری سے ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء شب جمعہ راہی ملک بقاء ہوئے اور اپنے پیچھے علم حدیث اور اشاعت سنت کے لئے کچھ نشانات باقی چھوڑ گئے از انجملہ ایک نشان مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء۔ ص ۱۰۔۱۱)

اور جناب غلام حسن سیالکوٹی کے ترجمہ میں جناب محمد ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

جناب غلام حسن سیالکوٹی کی صحیح تاریخ ولادت معلوم نہیں لیکن آپ حافظ عبد المنان وزیر آبادی کے ہم عمر تھے۔ آپ شیخ فاروقی ہیں۔ آپ کے آباء واجداد مدت سے موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ آبائی پیشہ طبابت وخوش نویسی تھا۔ چھوٹی عمر میں شہر سیالکوٹ میں مولانا غلام مرتضی کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، جن کا حلقہ درس شہر سیالکوٹ اور گردونواح میں مشہور تھا۔ آپ کی طبیعت نہائت ذکی اور حافظہ نہائت قوی تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں نصاب تعلیم ختم کرلیا اور اپنے استاد معظم کی وفات کے بعد ان کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ علم حدیث کی سند آپ نے کتابتاً نواب صدیق حسن خان سے حاصل کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طبیعت نہائت بردبار اور باذاق تھی ۔ جو شخص آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا اور ایک نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتا مدتوں اس سے لطف اندوز ہوتا رہتا۔ حافظہ کی قوت ایسی تھی کہ جس کتاب کا بھی کوئی صفحہ ایک دفعہ دیکھ لیا پھر عمر بھر اس کو دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی ۔ طلبہ کے سبق کے وقت کتاب سامنے نہیں رکھتے تھے ۔ البتہ صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کے وقت تفسیر جامع البیان سامنے رکھتے اور بڑے بڑے مشکل مسائل سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے ۔ آپ کے طریقہ تعلیم اور حلقہ درس کی شہرت عام تھی ۔ آپ کے شاگرد دور دراز تک پھیلے ہوئے تھے ۔ بعض متشدد لوگ آپ کی خدمت میں آتے اور باوجود آپ سے علم حاصل کرنے کے نماز میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتے مگر مولانا ان سے کچھ تعرض نہ کرتے ۔ لیکن کچھ مدت کے بعد ان پر ایسا رنگ چڑھتا کہ وہ سنت کے پورے تابعدار ہو جاتے ۔

اتباع سنت میں آپ کا عمل نہائت پختہ تھا۔ تمام بزرگان دین کا نہائت ادب کرتے تھے اور اختلافی مسائل میں یا تو صورت جامعہ پر عمل کرتے یا اس صورت پر جو اقرب الی السّنّہ ہو۔ اور معرکہ آراء اختلافی مسائل جن میں نص صریح سے فیصلہ نہ ہوسکتا ہو اپنی طرف سے اجتہاد کرنے سے بہت گریز کرتے تھے ۔ اور اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے سائل کے سامنے اختلاف آئمہ بیان کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کر دیتے اور اس کو انہی کے ذمہ چھوڑ دیتے اور فرماتے کہ اپنی طرف سے قول پیدا کر کے ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی نسبت آئمہ کا قول ذکر کر دینے میں اپنی سبک دوشی ہے اور بس ۔

فتوی میں حق گوئی یہاں تک مسلم تھی کہ دیگر فرقوں کے لوگ بھی اپنے علماء کی نسبت جناب غلام حسن کی طرف زیادہ رجوع کرتے ۔ اور آپ کا طریق تفہیم اس قدر مئوثر تھا کہ شدید مخالف لوگ بھی آپ کی مجلس سے معتقد ہو کر اٹھتے ۔ سیالکوٹ کے لوگوں کی زبان پر عام طور پر مشہور تھا کہ اگر مولانا اس درجہ متقی نہ ہوتے تو اہل حدیث کا مسلک سیالکوٹ میں اتنی جلدی نہ پھیلتا۔ آپکی تصانیف میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں ۔

☆ کتاب الصلوۃ ۔ جو سادہ طور پر سنت کے مطابق نماز کی تعلیم ہے ۔ اس کے حاشیہ پر ایک رسالہ نابالغ حافظ قرآن کی اقتداء میں نماز تراویح کے جواز میں لکھا ہے

☆ لوامع الانوار فی عقائد الابرار ۔ بعض معترضین نے اہل حدیث کے عقائد و اعمال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر جو اعتراض کئے ہیں اس رسالے میں ان کا جواب دیا گیا ہے۔

☆ شمس الضحیٰ۔ بعض معترضین کے اعتراضات کے جواب میں ہے۔

☆ شہاب ثاقب۔ شاہ اسماعیل شہید کی کتاب تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر جو اعتراض کئے گئے ہیں ان کے جواب میں ہے

☆ القول الفصیح۔ اس کتاب میں امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ثابت کیا گیا ہے۔ یہ عربی زبان میں ہے۔ حاشیہ پر اس کا اردو ترجمہ ہے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق اہل حدیث اور احناف کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا ابراہیم میر کہتے ہیں کہ طرفین کی جو کتابیں اس موضوع پر میرے دیکھنے میں آئی ہیں ان میں جناب غلام حسن کی یہ کتاب سب سے زیادہ نافع اور مفید ہے۔

(تاریخ اہل حدیث۔ مؤلفہ محمد ابراہیم میر۔ ص ۴۳۹۔۴۴۱)

سیالکوٹ کی سرزمین کو سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ خود مولانا میر لکھتے ہیں :

غالباً ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ذکر ہے کہ جناب محمد حسین بٹالوی کے بیٹے شیخ عبدالسلام کی شادی تھی۔ برات غالباً بٹالہ ضلع گورداسپور سے پسرور ضلع سیالکوٹ جانے والی تھی۔ جناب بٹالوی نے حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کو بھی تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جو حضرت میاں صاحب نے منظور فرمالی۔ جناب ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی برادری شیخ قانونگو دھارووال شہر سیالکوٹ میں کثرت سے آباد تھی۔ برات اسی محلّہ میں اتری۔ حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے اہل حدیث اور دیگر حضرات جوق در جوق آتے رہے اور حضرت میاں صاحب ان کو قرآن و حدیث کی تابعداری کے وعظ سناتے رہے۔ پسرور سے واپسی پر میاں صاحب نے پھر اسی محلے میں نزول فرمایا اور مغرب کی نماز آپ نے سیالکوٹ اسٹیشن کے میدان میں ادا کی جس میں مقتدیوں کا شمار ہزاروں میں تھا۔ قرائت میں آپ نے سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ جو حاضرین پر اثر انداز ہوئیں۔ اس نماز کا اثر آج تک میرے (ابراہیم) دل میں باقی ہے۔

(تاریخ اہل حدیث مؤلفہ میر۔ ص ۴۳۴۔۴۳۳)

سیالکوٹ میں حضرت میاں صاحب کے نزول اجلال سے کچھ عرصہ قبل ان کے شاگردوں مثلاً حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور جناب محمد حسین بٹالوی وغیرہ کی کاوشوں سے اس شہر علم و فضل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں عمل بالحدیث کی کونپلیں پھوٹنا شروع ہو چکی تھیں ۔ حافظ صاحب وزیر آبادی اور جناب بٹالوی کے ایک شاگرد جناب احمد دین اور حافظ عبدالمنان کے ایک اور شاگرد جناب محمد رمضان نے یہاں غلغلہ توحید بلند کرنا شروع کیا ہوا تھا۔

جناب محمد رمضان نے سیالکوٹ تشریف لا کر خطبات جمعہ اور تقاریر میں عمل بالحدیث کی تبلیغ شروع کر دی مخالفت بھی ہوئی اور ۱۸۸۱ء میں کوٹلی لوہاراں اور ۱۸۸۳ء میں سیالکوٹ میں احناف سے مناظروں کی بات چلی ۔ ۱۸۸۱ء میں اہل حدیث کی طرف سے جناب محمد رمضان اور حافظ وزیر آبادی مناظرے کے لئے تشریف لائے جب کہ احناف کی طرف سے جناب حبیب اللہ پشاوری تشریف لائے ۔ یہ مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم جناب غلام حسن سیالکوٹی اعلانیہ طور پر اشاعت سنت کے لئے کمر بستہ ہو گئے ۔ ۱۸۸۳ء والے مناظرے میں اہل حدیث کی طرف ۱۸۸۳ء والے مناظرے میں اہل حدیث کی طرف سے مولوی غلام حسن حافظ عبدالمنان وغیرہ موجود تھے اور احناف کی طرف سے مولوی غلام قادر بھیروی مع ساتھیوں کے آئے ۔ یہ مناظرہ بھی بالفعل منعقد نہ ہوا تاہم مسلک اہل حدیث کی قبولیت میں اضافہ کا موجب بن گیا۔

(تلخیص مضمون از مولانا عبدہ مشمولہ سوانح مولانا میر ص ۴۲۔۴۴) ۔

ان بزرگوں کے بعد سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی تحریک کو جناب میر نے اٹھایا اور ان کی کاوشوں سے شہر اور گردونواح میں اہل حدیث کو خوب فروغ ہوا۔

جناب محمد ابراہیم میر اپنی خودنوشت میں لکھتے ہیں:

میرا نام محمد ابراہم ولد حاجی قادر بخش میر ہے ۔ آباء و اجداد کا وطن کنڈی (کشمیر) کے علاقہ میں تھا۔ الحمدللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی ۔تعلیم کے لئے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا اور سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی ۔ چنانچہ مولانا غلام حسن سیالکوٹی کے درس میں حاضری لازمی تھی ۔ ۱۸۹۵ء میں انٹرنس یعنی میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں داخل ہو کر ایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزار لیا تھا کہ کالج کو خیر باد کہہ کر ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر میں وزیر آباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷ میل) حافظ عبدالمنان محدث کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ انہوں نے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک پھر صحیح بخاری اور سنن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابی داؤد شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی ۔ الحمد للہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھر لیا ۔ بعد ازاں دہلی جا کر سید نذیر حسین محدث کی خدمت میں حاضری دی اور سند واجازۃ سے مفتخر ہوا۔ اس کے بعد مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید وسنت اور تصنیف کتب اور تدریس وتذکیر کے کام میں زندگی بسر کی دسمبر ۱۹۱۴ء میں والد صاحب فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ اس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا کہ کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی ۔ خدا نے مال دیا تو اپنی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لئے عیدگاہ بنائی اور اس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ۔ والد مرحوم نے بصرف خاص جو دومنزلہ جامع مسجد اہل حدیث کیلئے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے دوگنا کر دیا۔

۱۹۰۶ء میں مدرسہ احمدیہ کے سالانہ جلسہ پر اہل حدیث کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد کانفرنس کے مقاصد کو تمام ہندوستان میں شائع کرنے کے لئے ایک وفد قرار پایا جس کے امیر جناب عبدالعزیز رحیم آبادی مقرر ہوئے اور ان کی معیت میں دو خادم (خاکسار اور مولانا ثناء اللہ) شریک ہوئے یہ وفد محمد پور کواڑی ضلع دربھنگہ سے چلا اور راج شاہی سے ہوتا ہوا کلکتہ پہنچا پھر بنارس سے امرتسر اور لاہور پہنچا۔ میرے اس سفر میں پورے اڑھائی ماہ صرف ہوئے کیونکہ شروع میں مجھے مولوی ابوالقاسم کی معیت میں بہت دن الہ آباد اور بنارس میں بھی تبلیغی کام کرنا پڑا۔

جناب محمد اسحاق بھٹی بتاتے ہیں کہ ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات بہت کم تھے ۔ پروفیسر عبدالقیوم کے نانا جناب سلطان احمد اور والد منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے ۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی جس کا صدر جناب سلطان احمد کو بنایا گیا ۔ اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں اس تنظیم کا نام حلقہ احباب اہل حدیث رکھا گیا ۔ ۱۰ اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہل حدیث کا اجلاس پروفیسر عبدالقیوم کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا ۔ ان علماء میں جناب محمد حسین بٹالوی، جناب احمد اللہ امرتسری، جناب محمد علی لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، جناب عطاء اللہ لکھوی، جناب محمد حسین لکھوی، جناب غلام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسن سیالکوٹی، جناب ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خانپوری اور جناب محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل تھے۔ان سب حضرات کی رائے سے لاہور کی جماعت اہل حدیث کا نام انجمن اہلحدیث رکھا گیا اور اب تک مسجد مبارک کا انتظام جو۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اسی انجمن کے سپرد ہے۔

(سوانح مولانا میر)

اسی طرح صوبائی سطح پر نومبر ۱۹۲۱ء میں اعیان اہل حدیث صوبہ پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی جس کا صدر مقام لاہور اور صدر جناب ثناء اللہ امرتسری کو بنایا گیا جناب ابراہیم سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے۔ بعد میں انجمن کے صدر جناب عبدالقادر قصوری قرار پائے اور ناظم اعلی جناب امرتسری ہوئے۔انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے والے جناب سیالکوٹی تھے اور انہی کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی۔

جناب میر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ دہلی میں حاجی عبدالرحمٰن تاجر کی دکان پر بیٹھے تھے کہ کسی نے اس امر کا تذکرہ کیا کہ اہلحدیث کانفرنس کی طرف سے کوئی مدرسہ بڑے پیمانے پر نہیں ہے۔دہلی میں جتنے مدارس اہل حدیث کے زیر اہتمام ہیں ان کے طلبہ کی سکونت و تدریس زیادہ تر مساجد میں ہے۔ چاہیے کہ ہماری ایک اعلی درجہ کی عمارت ہو جس میں مدرسہ کی جمیع ضروریات پوری ہوں اور ایک بڑے پیمانے پر تدریس کا کام کیا جائے۔ چنانچہ حاجی صاحب نے اس خدمت کیلئے ۵۰ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ بایں شرط کیا کہ میں (ابراہیم) خود دہلی میں قیام کر کے اس خدمت کی ذمہ داری لوں۔..میں نے حاجی صاحب کی فرمائش کو منظور کر لیا۔اور ایک سال کے بعد حاجی صاحب نے ہماری امید اور اپنے وعدے سے بڑھ کر روپیہ خرچ کر کے ایک نہائت وسیع اور عالی شان عمارت کھڑی کر دی جس پر ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ خرچ کر دیا۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو حاجی صاحب مرحوم نے مجھے اطلاع دی۔

پھر بتایا جاتا ہے کہ تعلیمی سال کے آخر میں مولانا ابراہیم نے تمام اساتذہ اور طلبا (مدرسہ دارالحدیث سیالکوٹ) سے فرمایا کہ اب یہ مدرسہ دہلی میں ہوگا۔لہذا شوال میں آپ لوگ دہلی آجائیں۔سب لوگوں نے ایسا ہی کیا .. اور جناب ابراہیم میر دہلی چلے گئے تھے۔چونکہ دہلی کا یہ مدرسہ حقیقت میں سیالکوٹ کا منتقل شدہ مدرسہ دارالحدیث تھا اور دہلی کے مدرسہ کے بانی حاجی عبدالرحمٰن اور ان کے بھائی شیخ عطاء الرحمان تھے اس لئے اس مدرسہ کا نام دارالحدیث رحمانیہ تجویز ہوا جو بہت پسند کیا گیا۔ جناب میر فرماتے ہیں کہ ملک کے ہر گوشہ سے طلبہ مدرسہ رحمانیہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں آنے لگے ۔ یہ قبولیت یہاں تک پہنچ گئی کہ مدرسہ دیو بند اور امینیہ دہلی کے بعض فارغ التحصیل علماء بعض باذاق اساتذہ کے اشارہ سے اس ہیچ مدان سے حجۃ اللہ اور تفسیر پڑھنے کے لئے اسی مدرسہ میں داخل ہوئے جن کی الگ جماعت بنائی گئی ۔ اس طرح اس درس گاہ کی حیثیت ایک کالج کی ہوگئی ۔ (اہل حدیث امرتسر ۵ اپریل ۱۹۲۹ء)۔ بعد میں کچھ عرصہ بعد جناب میر سیالکوٹ چلے آئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر دوبارہ دہلی نہ جا سکے ۔

تعلیم وتدریس کا سلسلہ آپ کی مصروفیات کے باعث کئی مرتبہ بند ہوا اور پھر جاری ہوا ۔ انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہدی کے نام سے جاری کیا اور ایک رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا ۔ تاہم یہ رسالے مستقل طور پر جاری نہ رہ سکے

جناب میر قرآنی علوم ومعارف کے فاضل اور اسرار و رموز کے ماہر تھے ۔ انہوں نے فارغ التحصیل اور ذہین علماء کے لئے قرآن کی روشنی میں فرق باطلہ کی تردید کا تربیتی کورس شروع کیا ۔ وہ برصغیر میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا ۔ وہ شرکاء درس پر بہت محنت فرماتے ۔ ختم نبوت رد قادیانیت رد عیسائیت رد نیچریت پر مناظرانہ خطابات کرتے اور مجوسیوں یہودیوں آریہ سماجیوں سناتن دھرمیوں اور بدھوں کی خوب تردید کرتے ۔

جناب میر ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے ۔ جناب ثناء اللہ امرتسری کی سعی وتجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علماء کرام کی تنظیم جمیعت علماء ہند قائم ہوئی تو جناب سیالکوٹی اس میں شامل تھے ۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاست میں جمیعت علماء ہند کانگریس کی ہم نوا ہوگئی تو جناب ابراہیم نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور جناب شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمیعت علمائے اسلام قائم کر لی ۔ جمیعت علمائے اسلام کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اس کا صدر جناب عثمانی کو اور نائب صدر جناب سیالکوٹی کو بنایا گیا تھا ۔ متحدہ ہندوستان میں اس کا ایک ہی اجلاس ہوا تھا جو اس نواح میں پہلا بھی تھا اور آخری بھی ۔ یہ اجلاس کلکتہ میں ہوا تھا جس کی صدارت جناب ابراہیم نے کی تھی ۔ کیونکہ جناب عثمانی علالت کے باعث اس میں شریک نہیں ہوئے تھے ۔

جناب میر کم وبیش ۹۰ کتابوں کے مصنف ہیں ۔ سورۃ فاتحہ کی تفسیر واضح البیان کے نام سے لکھی ۔ اتنی بسیط اور مفصل تفسیر اس سورۃ کی برصغیر کے کسی اور عالم نے نہیں لکھی ۔ سورۃ کہف کی بڑی مفصل تفسیر لکھی جس میں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کا قصہ بڑی تحقیق سے لکھا ۔

جناب میر کے تلامذہ میں محمد اسماعیل سلفی ۔ عبدالمجید سوہدروی ۔ حکیم صادق سیالکوٹی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔حافظ محمد شریف سیالکوٹی ۔ عبداللہ ثانی ۔عبدالعزیز اوکاڑوی ۔ محمد صدیق فیصل آبادی ۔حافظ عبد اللہ بڈھیمالوی ۔معین الدین لکھوی اور ابوحفص عثمانی شامل ہیں ۔آپ کی وفات ۱۲ جنوری ۱۹۵۶ء کے روز ہوئی اور حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی نے نماز جنازہ پڑھائی ۔

گوجرانوالہ

جناب محمد اسحاق بھٹی نے لکھا ہے:

گوجرانوالہ میں مسلک اہلحدیث کی اشاعت کا آغاز جناب غلام رسول قلعوی، جناب علاء الدین، سید عبداللہ غزنوی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور میر حیدر وزیرآبادی کی کوشش سے ہوا۔

مولوی علاء الدین ملتان گاؤں اوچ بھٹیاں کے رہنے والے تھے ۔۱۸۷۴ء کے پس وپیش گوجرانوالہ آئے اور کچھ دوستوں کے ساتھ ایک کھلی نماز جمعہ شروع کر دی۔لوگوں نے وہابی کہہ کر مخالفت شروع کردی اور پولیس کو بھی اپنی مدد پر لے آئے ۔ بارہا ایسا ہوا کہ انہوں نے کہیں نماز پڑھانا شروع کی اور ان کو روک دیا گیا ۔ وہ کہیں مسجد بنانا چاہتے تھے لیکن یہ کام مشکل معلوم ہوتا تھا کیونکہ لوگ بھی کم تھے (صرف دس، بارہ) اور مالی وسائل بھی نہیں تھے ۔اندریں حالات مسجد کے لئے جگہ خریدنا، پھر تعمیر کرنا اور پھر اس پر قبضہ رکھنا کارے دارد تھا۔ تاہم انہوں نے کچھ رقم اکٹھی کی اور ایک شخص سائیں رنگ علی سے درخواست کی کہ تمہارے پاس کافی زمین ہے اس میں سے تھوڑی سی ہمیں مسجد کے لئے دیدو ۔رنگ علی خوش ہوا اور جو زمین وہ خریدنا چاہتے تھے اس پر نشان لگا دیا اور مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی ۔ادھر لوگوں نے شور مچا دیا کہ یہ مسجد مسلمانوں کی نہیں بلکہ وہابیوں کی ہوگی اس میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا اس لئے اسے گرا دیا جائے ۔ایک دیوار اٹھ چکی تھی جب لوگ اسے گرانے آگئے تو رنگ علی پریشان ہوا اور زمین دینے سے انکار کر دیا۔اس زمین کے ایک حصہ دار میر حیدر تھے، مسجد بنانے والے ان کے پاس گئے کہ رنگ علی کو سمجھائیں ۔اس نے رنگ علی کو سمجھایا کہ اگر اس مسجد میں نماز جائز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں تو تمہارا کیا جا تا ہے، زمین تو یہیں رہے گی ہمیں یہ فائدہ ہو گا کہ اس میں دو کمرے تعمیر ہو جائیں گے۔ مسجد رہی تو لوگ نماز پڑھیں گے اور ہمیں ثواب ملے گا، نہ رہے گی تو ہمیں مکان مفت میں مل جائے گا۔ یہ بات سن کر رنگ علی خاموش ہو گیا اور مسجد تعمیر ہو گئی۔ مسجد بنانے والوں میں شیخ جھنڈو اور حاجی پیر محمد بھی تھے جو شہر کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ تعمیر کے بعد مخالفوں نے اسے مسجد ضرار قرار دیا اور لوگوں کو اسے منہدم کرنے پر اکسایا۔ لیکن شہر سے باہر کے علماء نے اس فتوی کو غلط قرار دیا اور لوگوں کی زبان کسی حد تک بند ہوئی۔ وہاں ایک پرانا کنواں بھی تھا جس سے نمازی وضو کرتے مخالفین نے تکیہ والوں سے کہہ کر وہاں سے پانی لینا اور وضو بند کروایا۔ اب میر حیدر اور کچھ دوسرے لوگوں نے مالی مدد کی اور مسجد کے اندر کنواں بنا لیا یہ وہی مسجد ہے جو گوجرانوالہ کے نیائیں چوک میں جماعت اہل حدیث کی بہت بڑی مسجد ہے۔ پرانے دور میں اسے مولوی علاء الدین کی مسجد کہتے تھے اور یہ چھوٹی تھی۔ جناب علاء الدین یہاں خطیب و امام اور مدرس تھے۔ اس کے بعد اسے مولوی اسماعیل کی مسجد کہا گیا جب جناب اسماعیل صاحب یہاں آ گئے۔

دیگر حضرات کے علاوہ ابتدا میں گوجرانوالہ کے محلّہ حاجی پورہ کی کشمیری برادری کے لوگوں نے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ مسجد کی تعمیر کے بعد وہاں جماعت کی تنظیم کا خیال ہوا۔ وہاں امرتسر کے منشی قائم الدین نقشہ نویس تھے جو اشاعت کتاب وسنت میں بڑے سرگرم تھے انہوں نے غلام محمد ڈار کے ساتھ مل کر ۱۹۱۲ء میں انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کی بنیاد رکھی لیکن یہ زیادہ عرصہ قائم نہ رہ سکی۔ پھر ۱۹۱۵ء میں پادری جوالا سنگھ عیسائیت کی تبلیغ کے لئے گوجرانوالہ آیا اور کئی روز یہاں رہا۔ اس نے اسلام پر بڑے حملے کئے۔ مسلمانوں کا کوئی عالم نہ تھا جو اس کا مقابلہ کر سکتا۔ شہر کے مسلمانوں کے لئے صورت حال بڑی پریشان کن تھی۔ پھر غلام محمد ڈار اور منشی قائم دین نے فیصلہ کیا کہ جناب ثناء اللہ کو بلایا جائے۔ منشی قائم دین کے والد حکیم خیر دین امرتسر گئے اور جناب ثناء اللہ کو لے کر آئے، انہوں نے جوالا سنگھ پدری سے مناظرہ کیا اور اللہ نے فتح دی جس سے شہر کے مسلمان انتہائی متاثر ہوئے اور اہل حدیث کے متعلق بغض وعناد کے جراثیم بڑی حد تک ختم ہو گئے عام لوگ سمجھ گئے کہ اسلام کے اصل خادم یہی لوگ ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منا ظرے کے فوری بعد حا جی پورہ کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ انجمن دوبارہ قائم کی جائے اور پھر جناب امرتسری کی مو جو دگی میں دوبارہ انتخاب ہوا جس میں جنا ب غلام محمد ڈارسکرٹری منتخب ہوئے۔ابتداء میں یہ مسجد چھوٹی تھی اور اسکے امام علاء الدین تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جناب اسماعیل یہاں آ گئے اور یہاں مدرسہ عر بیہ محمد یہ جاری کر دیا۔

محمد اسما عیل سلفی کے خاندان میں کئی پشتوں سے علم کا سلسلہ چلا آ رہا تھا۔ کتابت اور طبابت سے اس خاندان کو دلچسپی تھی ۔مغل دور میں یہ خا ندان سو ہدر ہ میں آ با دتھا اور ان کے کچھ لوگ اچھے منا صب پر فا ئز تھے پھر سو ہدرہ سے کولوتا رڑ چلے گئے پھر حضرت کیلیا نوا لہ کا رخ کیا پھر رتی سخی چلے گئے وہاں سے وزیر آ باد کے قریب ڈھونیکے آ گئے جہاں کا فی عزت ملی اور زمین بھی ۔ جناب اسماعیل سلفی کے پردادا کا نام محکم دین تھا ۔ان کا ایک ہی بیٹا عبداللہ تھا جن کے بیٹوں میں سے ایک کا نام محمد ابرا ہیم تھا جو جناب اسماعیل کے باپ تھے۔ ابرا ہیم عبادت گذار بز رگ تھے۔ کتا بت میں مہارت رکھتے تھے ۔نواب وحید الز مان کے تر جمہ قر آن کے عر بی متن اور اردو تر جمے کی کتابت آپ نے کی تھی ۔تحفۃ الا حوذی کی کتا بت بھی آپ نے کی۔ ان کا مکان آ بادی حاکم را میں چاہ شاہاں کے قریب تھا۔ مکان کے متصل ایک مسجد تھی ابرا ہیم اس میں اما مت بھی کرتے تھے ۔ مدرسہ محمد یہ میں آ تے تو حافظ محمد اور جناب اسماعیل کا درس چل رہا ہوتا تو کسی کے پاس بیٹھ کر سماع کرتے رہتے ۔ اسماعیل کی ولادت ۱۸۹۷ء کے لگ بھگ ہوئی۔قر آن مجید اور عر بی فارسی کی بعض کتا بیں پڑھ کر حافظ عبد المنان وزیر آ بادی کے مدرسے میں داخل ہوئے ۔۱۹۱۴ء میں مزید تعلیم کے لئے دہلی چلے گئے ۔ امرتسر کے مدرسہ غز نویہ میں کچھ عر صہ زیر تعلیم رہے۔ امرتسر میں مفتی محمد حسن سے بھی استفادہ کیا ۔ جناب محمد ابرا ہیم سیالکوٹی سے بھی مستفید ہو ئے ۔۱۹۲۱ء میں گو جرانوا لہ آ کر تد ریس وخطا بت کا سلسلہ شروع کیا۔

پورے پنجاب میں دو ہی لوگ تھے جنہوں نے آ غاز قر آ ن سے آ خر تک تسلسل کے ساتھ خطبات جمعہ میں قر آن مجید کی تشریح وتفسیر کا التزام کیا۔ایک جناب اسماعیل اور دوسرے ان کے شا گرد جناب حنیف ندوی تھے۔ جناب اسماعیل نے یہ سلسلہ ۱۹۲۱ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں شروع کیا اور ان کی وفات فروری ۱۹۶۸ء تک جاری رہا۔اس طرح انہوں نے دو دفعہ قرآن مجید ختم کر کے تیسری دفعہ کچھ حصہ کی تفسیر کی تھی ۔ جناب محمد اسماعیل پنجابی میں خطبہ دیتے لیکن تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ یکساں مستفید ہوتے ۔ایک دفعہ گوجرانوالہ میں یوں ہوا کہ لوگ متفق ہو گئے کہ وہاں اہل حدیث بریلوی اور دیو بندی شہر میں نماز جمعہ ایک ہی جگہ پڑھا کریں اور ہر مسلک کا خطیب باری باری جمعہ پڑھائے ۔ بریلوی مکتب فکر کی طرف سے مولوی بشیر حسین اور مولوی صابر حسین تھے ۔ اہل حدیث کی طرف سے جناب اسماعیل اور حافظ محمد گوندلوی کی شہرت تھی ۔ دیوبندیوں میں مولوی عبد الواحد اور جناب محمد چراغ تھے ۔ حافظ محمد گوندلوی اور مولوی چراغ عالم تو تھے لیکن خطیب اتنے بڑے نہ تھے ۔ ان دونوں نے اپنے خطبے کی باری جناب اسماعیل اور جناب عبدالواحد کو دے دی تھی ۔اب چار خطیب تھے ایک اہل حدیث ۔ جناب اسماعیل ۔ایک دیو بندی، جناب عبدالواحد اور دو بریلوی مولوی بشیر حسین اور صابر حسین ۔ پہلا جمعہ جناب اسماعیل نے پڑھایا، سب نے خطبہ سنا اور نماز انکی اقتدا میں پڑھی ۔ جناب اسماعیل نے تین یا چار اجتماعی خطبے دیئے تھے کہ بریلوی حضرات نے حیلے بہانوں سے راہ فرار اختیار کر لی کیونکہ دانش مند بریلوی عوام جناب اسماعیل کے وعظ اور دلائل سے متاثر ہونے لگے تھے ۔ پھر بعض دیو بندی حضرات نے تو مستقل جناب اسماعیل کی اقتداء میں جمعہ شروع کر دیا اور عوام میں جو تعصب پایا جاتا تھا وہ بڑی حد تک ختم ہو گیا۔ یہ سب جناب اسماعیل کی تقریروں اور مدلل انداز بیان کا نتیجہ تھا۔

ہندوستان میں مشترکہ جلسوں میں میرا مذہب مجھے کیوں پیارا ہے، قسم کے عنوانات پر تقریریں ہوا کرتی تھیں ۔ گوجرانوالہ میں آریہ سماج کا ایک خاندان چوک نیائیں سے حافظ آباد جانے والی روڈ پر ایک کوٹھی میں آباد تھا ۔ اس خاندان کا سربراہ پڑھا لکھا آدمی تھا اور دو تین ماہ بعد ایسے جلسے اپنی کوٹھی میں کروایا کرتا تھا ۔ جناب اسماعیل بھی جا کر تقریریں کرتے تھے ۔ گوجرانوالہ میں جناب اسماعیل کا بہت احترام اور اثر و رسوخ تھا کھوکھر ارائیں اور کشمیری برادری میں ایسے گھر بھی تھے کہ ان کے بچہ پیدا ہوتا تو نام آپ سے رکھواتے ۔اس زمانے میں غلام محمد ڈار، حاجی محمد علی، مہر وزیر محمد، محمد حسین ڈار، عبداللہ اہل حدیث وغیرہ کا شمار اہل حدیث کے معزز اور اہم ارکان میں شمار ہوتا تھا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب احمد علی لاہوری کے بیٹے عبید اللہ انور بھی آپ کے پاس پڑھنے آئے۔ دو تین ماہ پڑھتے رہے۔ جناب اسماعیل کو کتابیں خریدنے اور مطالعہ کی عادت تھی سفر میں ہوتے تو ایک آدھ کتاب مطالعہ کے لئے ضرور ساتھ ہوتی۔ وہ تہجد گذار اور قائم اللیل تھے۔ صبح سب سے پہلے مسجد میں آتے سردیوں میں فجر کی نماز کے بعد اور گرمیوں میں مغرب کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے۔ نماز میں بڑے سوز سے قرآن پڑھتے۔ آپ نے ملکی سیاست میں بھی حصہ لیا اور قید و بند کی اذیتیں بھی برداشت کیں۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کافی عرصہ لاہور سنٹرل جیل میں قید رہے۔ جب ترجمان القرآن میں جناب مودودی کا سلسلہ مضامین، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، شائع ہو رہا تھا تو آپ کہتے تھے کہ جہاں اس ملک (ہند) کے اور بہت سے لوگ انگریزوں کی حمائت کر رہے ہیں ان میں کلامی نوعیت کی ایک حمائت یہ بھی سہی۔ گوجرانوالہ سے الاعتصام اگست ۱۹۴۹ء میں جاری ہوا جس کے ایڈیٹر جناب حنیف ندوی تھے ناشر جناب محمد عطاء اللہ حنیف تھے بھوجیانی۔ اس کے اخراجات کی ذمہ دار گوجرانوالہ کی انجمن اہل حدیث تھی۔

جناب اسماعیل معلومات کا وسیع ذخیرہ رکھتے تھے تفسیر حدیث فقہ ادبیات علم کلام سے متعلق ان کے مطالعہ میں بڑا پھیلاؤ تھا اور قلم میں زور اور اثر تھا۔ عربی فارسی اردو پر عبور تھا ان کے مضامین روزنامہ امروز میں شائع ہوتے رہے۔ جناب مسعود عالم ندوی جب دارالعروبہ چلاتے تھے تو جمعہ جناب اسماعیل کی مسجد میں پڑھتے اور امام وخطیب سے قریب بیٹھ کر غور سے خطبہ سنتے۔ جناب اسحاق بھٹی نے ایک دفعہ کہا کہ جناب اسماعیل پنجابی میں تقریر کرتے ہیں، تم اردو اور عربی دان ہو، تمہارے پلے کیا پڑتا ہے؟ جناب مسعود عالم نے کہا ان کی تقریر میں پنجابی کہاں ہوتی ہے؟ یا وہ عربی بولتے ہیں یا فارسی۔ پنجابی کے اسیں اور تسیں ہوتے ہیں، وہ میں جانتا ہی ہوں۔

جناب اسماعیل ان ۳۱ علماء میں شامل تھے جنہوں نے ۲۱ تا ۲۴ جنوری ۱۹۵۱ء میں کراچی میں اسلامی آئین سے متعلق ۲۲ نکات کا مسودہ تیار کر کے حکومت کو دیا تھا۔ یہ اجلاس سید سلیمان ندوی کی صدارت میں ہوا تھا۔ انہوں نے گوجرانوالہ میں بے پناہ خدمات انجام دیں وہ محدود تنخواہ پر یہاں رہے بہت سے مقامات سے اچھی تنخواہ پر بلایا گیا نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گئے مدینہ یونیورسٹی سے بہت اچھے مشاہرے پر دعوت آئی نہیں گئے۔کہا کرتے تھے کہ علماء خود کو نیلام کی منڈی میں لے آئے ہیں۔جو زیادہ بولی دے وہاں چلے جاتے ہیں۔

جامعہ سلفیہ (لائل پور، حال فیصل آباد) کے قیام کے بعد انہوں نے جامعہ کی خدمت و حمائت کو فرض قرار دے لیا، خود بھی سلفی ہو گئے۔ اس کی امداد کیلئے امراء سے بھی تعلقداری شروع کی ورنہ وہ امرا کے پاس نہیں کھٹکتے تھے۔میاں فضل حق کو جامعہ کا صدر بنانے کی یہی وجہ تھی۔تعزیہ کا جلوس آپ کی مسجد کے سامنے سے گذرتا تھا۔آپ نے کبھی اعراض نہیں کیا۔ایک دفعہ جلوس وہاں آ کر رک گیا اور بڑی دیر تک وہاں ماتم کرتا رہا۔اس اثنا میں کسی نے دو چار روڑے چلا دیئے۔حکومت کو شکائت ہوئی۔اگلے روز ڈپٹی کمشنر نے شہر کے تمام علماء کو بلا لیا۔ جناب اسماعیل سے روڑوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا روڑوں کا تو مجھے علم نہیں کہ کس طرف سے آئے۔ میں اس قسم کی حرکت کرنے والوں اور کسی مسلک کے لوگوں کو تکلیف پہنچانے والوں کا سخت مخالف ہوں۔لیکن ان (شیعہ) حضرات کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ مسجد کے سامنے آ کر وہ اتنی دیر کیوں رکتے ہیں؟ یہ اس طرح وہاں ماتم کرتے ہیں کہ جیسے حضرت حسینؓ کو ہم نے شہید کیا ہے اور اسی جگہ کیا ہے۔ یہ الفاظ سن کر ڈپٹی کمشنر بھی مسکرانے لگا اور خود شیعہ حضرات کے چہروں پر بھی مسکراہٹ چھا گئی اور بات ختم ہو گئی۔

ابتداء زندگی میں انہیں مناظروں سے بھی دلچسپی تھی اور اس میدان میں اترے بھی لیکن جلد ہی یہ سلسلہ ترک کر دیا۔....(پاکستان بنا) تو جناب ثناء اللہ امرتسر سے لاہور آئے اور اس لٹے ہوئے قافلے نے چینیا نوالی مسجد میں قیام کیا.. یہیں سے جناب اسماعیل، جناب ثناء اللہ امرتسری کو گوجرانوالہ لائے۔گوجرانوالہ سے وہ سرگودھا چلے گئے۔ ۱۹۴۸ء میں جناب ثناء اللہ کا سرگودھا میں انتقال ہوا۔اس کے بعد جمعیت اہل حدیث مغربی پاکستان کے نام سے جماعت کا نظم قائم ہوا اور پہلے ناظم پروفیسر عبدالقیوم منتخب ہوئے۔اس کے بعد یہ ذمہ داری جناب اسماعیل پر ڈالی گئی۔۱۹ جنوری ۱۹۶۴ء کو مرکزی جمعیت کی شوری کا اجلاس شیش محل روڈ پر جناب محمد اسحاق رحمانی کی صدارت میں ہوا۔ جناب اسماعیل کو امیر اور جناب ابوبکر غزنوی کو ناظم اعلی منتخب کیا گیا۔

تقسیم سے قبل مولانا ثناء اللہ مرحوم نے کسی مسئلے میں جناب ابوالاعلی مودودی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے اختلاف کا اظہار فرمایا تو جواب میں حکیم عبدالرحیم اشرف نے جناب مودودی کا دفاع کیا۔ پھر حکیم صاحب کے جواب میں جناب محمد اسماعیل نے مضمون تحریر فرمایا جو اہل حدیث کی کئی قسطوں میں چھپا۔

الاعتصام اور دیگر جرائد میں بھی انکے بہت سے مضامین شائع ہوئے۔ آپ کی تصنیفات میں۔ مشکوۃ مترجم ترجمہ شروع کیا مکمل نہ ہوا۔ فتاوی۔ سبعہ معلقہ (پہلے ہر شعر کی عربی میں شرح فرمائی پھر اردو میں ترجمہ کیا)، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ۔ حجیت حدیث۔ اسلامی حکومت کا خاکہ۔ رسول اکرم کی نماز۔ خطبات سلفیہ۔ ۱۹۶۷ء میں فالج کا حملہ ہوا۔ ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو فوت ہوئے۔

(نقوش عظمت رفتہ۔ ص ۱۵۵۔۲۵۰ ملخصاً)۔

گوجرانوالہ میں عمل بالحدیث کی ترویج میں جناب نورحسین گرجاکھی کا بھی بڑا کام ہے۔ جناب نورحسین پنجابی کے بہت اچھے اور مقبول واعظ تھے جلسوں میں ان کی بہت مانگ تھی۔ شیریں بیان۔ پنجابی کے شاعر بھی تھے عیسائیوں، آریہ سماجیوں، مرزائیوں، شیعوں، بریلویوں سے مناظرے بھی کرتے تھے۔ نورحسین کی ولادت ۱۸۹۳ء میں ہوئی۔ لکڑی کا کام سیکھ کر مستری کے طور پر کوہاٹ کے قریب ایک ریلوے سٹیشن پر ملازم ہوا۔ ۱۹۱۱ء میں شادی ہوئی تو نوکری چھوڑ کر واپس آ گئے۔ ۲۰ برس کی عمر میں جناب علاء الدین کے پاس جانا شروع کیا جو جناب غلام رسول قلعوی کے شاگرد تھے اور چوک نیائیں کی مسجد میں امام وخطیب تھے۔ ان سے قرآن سادہ اور ترجمہ کے ساتھ پڑھنا شروع کیا۔ پھر مشکوۃ بھی شروع کر دی۔ چند سال میں خاصے عالم ہو گئے اور مسلک اہل حدیث پر پورے کاربند۔ مسجد میں نماز جمعہ کے جناب نورحسین اکثر وعظ کرتے جس سے آپ مقرر بھی ہو گئے۔ ۱۹۱۵ء میں شیخوپورہ آ گئے اور پرانی آبادی میں ورکاں والی مسجد میں خطبہ دیتے۔ وعظ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں ہوتا حافظ آباد میں ایک گاؤں ونی ہے وہاں وعظ کے لئے گئے پتہ چلا سکھوں نے اذان بند کر دی ہے، وعظ میں آپ نے بابا نانک کی بانیاں سنانا شروع کر دیں اور کہا بابا جی تو خود اذان کہتے تھے اور اب سکھ اذان سن نہیں سکتے۔ وعظ سکھوں نے بھی سنا صبح ان کے سرکردہ افراد مولانا کے پاس آئے اور کہا ہم نے اذان بند نہیں کی بلکہ مسلمانوں سے کہا تھا یا حقہ چھوڑ دو، یا اذان۔ ان لوگوں نے اذان چھوڑ دی۔ کل آپ مسلمانوں کے مہمان تھے آج ہمارے۔ رات کو آپ کا وعظ ہم کرائیں گے۔ اس کے بعد گاؤں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذان ہونے لگی ۔آپ صالح بزرگ اور کامیاب مناظر تھے ۔ اللہ تعالی نے ہر مناظرے میں کامیاب کیا ۔نور تخلص کرتے تھے اور اچھے شاعر تھے ۔۱۹۱۴ء میں شہادت حسین لکھی ۔۱۹۱۶ء میں تحقیق الایمان لکھی ۔ اختلاف آئمہ در تقلید ۔بجلی آسمانی بر ملا ملتانی ۔ امام اعظم ۔گلدستہ نور ۔آسمانی گولہ بر بدعتی ٹولہ ۔ختم نبوت ۔رفع یدین ، رسالہ آمین بالجہر ۔رسالہ قبر پرستی ۔ رسالہ علم غیب ۔ احوال گور ۔ چودھویں صدی کا دجال ۔ وغیرہ لکھیں ۔ جناب نور حسین دسمبر ۱۹۵۱ء میں فوت ہوئے ۔

(قافلہ حدیث ۔ ص ۵۳ ۔ ۷۷)

متفرق مقامات :

موضع سیگوڑی ضلع پٹنہ

موضع سیگوڑی سے جناب شرف الدین ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں :

سیگوڑی ضلع پٹنہ میں پٹنہ سے جانب جنوب مشرق ۱۲ کوس پر ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں شرک بدعت اور تاڑی نوشی کا دور دورہ تھا ۔ چالیس برس قبل میرے جد امجد شیخ چھدو میاں اور ان کے عم زاد ناصر میاں یہاں آئے ۔ ناصر میاں حنفی تھے ۔ ہمارے جد بالکل ان پڑھ تھے ان کا عقد ثانی پٹنہ محلّہ مہدی گنج جو کہ صادق پور کے متصل ہے ہوا تھا آپ وہاں صادق پوریوں کے مرید ہو گئے ۔ اور بستی میں آکر مذہب حقہ کی تلقین کرنے لگے تعزیہ داری وغیرہ رسموں سے رک گئے ۔ لوگ خلاف ہو گئے دشمنی کی ۔ تاہم ناصر میاں ان کی مدد کرتے رہے ۔ پھر جماعت قائم ہوگئی اور باجماعت نماز ادا ہونے لگی شرک و بدعت اور تاڑی نوشی مٹانے میں لگے رہے مسجد کی بنیاد ڈال کر کچی عمارت بنا لی ۔ مخالفین در پئے آزار ہو گئے اپنی برادری کے لوگوں نے بھی پنچایت کر کے میل ملاپ بند کر دیا ایک مرتبہ جد امجد کو اذان دیتے وقت مارا بھی اور داڑھی نوچی گئی ۔ مگر وہ کام میں لگے رہے ۔ پھر مولانا ابراہیم آروی کا دورہ موضع باگا ضلع آرہ میں ہوا ۔ جد کی وہاں رشتہ داری تھی یہ بھی گئے اور ابراہیم سے مستفید ہوئے اپنے گاؤں میں بھی لائے ان کے وعظ سے بہت اثر ہوا مخالفین کی جماعت کے لوگ متاثر ہو کر نماز کے پابند ہوئے شرک و بدعت سے تائب ہوئے ۔ بعد ازاں مولوی خدا بخش ہر ہر گنجی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آروی متصل سہسرام نے تشریف لا کر لوگوں کو راہ راست کی طرف رہنمائی ۔ موحدین کا فی ہو گئے مسجد پختہ بنالی گئی ۔ پھر جدفوت ہو گئے تو مولوی عبدالرحمٰن اعظمی نے یہاں آ کر لوگوں کو متبع سنت بنایا ۔ اب مدرسہ اہل حدیث بھی بن گیا جس میں تین مدرس رہنے لگے ۔ (شرف الدین احمد سیگوڑی عظیم آبادی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ ۶ جولائی ۱۹۲۳ء ص۴۔۵)

موضع ہج ضلع گجرات

جناب عبدالکریم لاہور سے ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں:

میرے جد مولوی کرم الٰہی نے بچپن میں حافظ محمود ساکن موضع دیونا ضلع گجرات سے دینیات کی ابتدائی کتابیں پڑھیں حافظ صاحب چونکہ عامل بالحدیث تھے اور آپ کی تعلیم بھی تماتر مطابق حدیث شریف کے تھی، آپ کو عمل بالحدیث سے زیادہ انس پیدا ہو گیا۔ جب آپ حافظ صاحب سے کچھ کتابیں پڑھ چکے تو آپ کو فیض روحانی کا شوق ہوا تو حافظ صاحب کے ایماء سے آپ پیر میر حیدر ساکن وزیر آباد کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ پھر پیر صاحب نے آپ کو قاضی حیات گل مرحوم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہاں سے ترجمہ قرآن پڑھیں ۔ آپ نے وہاں ترجمہ قرآن مجید اور کچھ طب کی کتابیں پڑھیں اور وطن آ گئے ۔ رسوم غیر شرعیہ کی اصلاح شروع کی اشاعت سنت کا درس دینے لگے ۔ لوگ متعجب ہوئے مخالف ہوئے اور پھر مولوی فیض اللہ موضع مچھیانہ کو برائے مناظرہ طلب کیا جس نے صرف ایک ہی سوال کیا جس کا جواب آپ نے دیا کہ جو کرامات حضرت پیران پیر پایہ ثبوت کو پہنچی ہیں ان کو میں مانتا ہوں اور جو بے ثبوت ہیں ان کو کسی حالت میں ماننے کے لئے تیار نہیں ۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ یہ وہابی ہو گیا ہے اور جب عید کی نماز پڑھانے کے لئے گاؤں سے باہر گئے تو لوگوں نے آپ کو زدوکوب کرنا چاہا مگر آپ کے دو مخلص دوستوں (میاں صاحبداد، اور اللہ داد) نے بچا کر گھر پہنچایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کسی پر شبہ ہوتا کہ وہابی ہے، تو اس کی خیر نہ تھی۔ چنانچہ آپ کے دوست میاں محمد چھوکر خورد اور مولوی عبداللہ ساکن موضع بھویہ بھی گرفتار کر لئے گئے ۔ آپ نے گھر سے نکل کر ایک غار میں اقامت اختیار کی ۔ رات کو شاگرد میاں قطب دین لوگوں کے مشوروں کی اطلاع دیتا۔ آخر تین یوم کے بعد آپ ہری پور قاضی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی خدمت میں چلے گئے ۔ چھ ماہ کے بعد جب شور وشر ختم ہوا تو گھر واپس آئے اب لوگوں کو معلوم ہوا کہ آپ کا کہنا درست ہے تو بجائے دشمنی کے حمایت کرنے لگے آپ نے تو حید وسنت کی خوب اشاعت کی۔ نماز جمعہ بھی شروع کر دی جس پر مولوی فیض اللہ نے پھر جمعہ کی فرضیت کی بحث شروع کر دی لیکن وہ مناظرے میں ناکام رہا۔ آپ کی وفات جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ میں ہوئی ۔ تین بیٹے تھے (میرے والد) میاں سلطان عالم، اور مولوی عبدالغنی (شاگرد استاد پنجاب) اور میاں عبدالعزیز۔ مولوی عبدالغنی بعد میں ۱۹۱۱ء میں لاہور چلے گئے تھے۔ (عبدالکریم پوسٹل کلرک لاہور)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۹ جون ۱۹۲۳ء۔ ص ۸۔۹)

☆ موضع میاں ضلع جہلم

اہل حدیث امرتسر کے ایک نامہ نگار ۱۹۲۲ء میں اس موضع کے متعلق لکھتے ہیں:

شہر جہلم سے بجانب جنوب ۱۷ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جہاں گوجر آباد ہیں ۔ اس گاؤں میں قدیم سے کوئی اہل علم نہیں ہوا، صرف معمولی پڑھے لکھے ہوتے رہے۔ یہ گاؤں شرک و بدعت کا گڑھ تھا اور گھروں میں ہندوانہ رسوم ادا کی جاتی تھیں ۔ تین پشت سے ہمارے آباء میں پیش امامت مسجد کا کام تھا۔ میرے دادا حافظ قرآن تھے لیکن دیگر علوم سے بے خبر اور رسمی حنفی تھے۔ والد بھی قدیمی مذہب کے پابند۔ تاہم والد نے مجھے موضع خورد میں ایک اہل حدیث عالم کی خدمت میں برائے تعلیم دینی چھوڑا اور میں نے ان سے تعلیم حاصل کی اور حنفیت کو سلام کر کے رخصت کیا۔ پھر دیگر مقامات پر جا کر اہل حدیث اساتذہ سے استفادہ کیا۔ جب واپس آیا اور عمل بالحدیث شروع کیا تو ہر طرف سے مجھ مسکین پر کفر کے فتوے لگائے گئے ۔ میل ملاپ سے پرہیز کیا گیا نمازیں میرے پیچھے ترک کر دی گئیں ہر طرح ستایا گیا۔ میرے والد نے میرے چھوٹے بھائی عبدالعزیز کو بھی موضع خورد ہی پڑھنے کے لئے بھیج دیا۔ برادرم پھر لاہور چلے گئے وہاں حدیث کا رنگ خاص چڑھا کر گھر تشریف لائے اور میرے ساتھ رد شرک کے وعظ کرتے رہے۔ پھر وہ عین شباب میں فوت ہو گئے، بندہ نے تکالیف کے باوجود کام نہ چھوڑا اور اللہ کی مہربانی سے چند نفوس مذہب اہل حدیث کے پابند ہو گئے حدیث کا پرچم لہرانے لگا اور سارے گاؤں نے ہندوانہ رسوم سے توبہ کر دی اور بعض نے مذہب اہل حدیث قبول کر لیا۔ اب مسجد اہل حدیث جدید تعمیر ہو گئی ہے جہاں بلا کھٹکے نماز ادا کی جاتی ہے۔ نور محمد میانوی (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ یکم دسمبر ۱۹۲۲ء ص ۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موضع کوٹلہ آئمہ متصل جہلم

۱۹۲۳ء میں جناب نور محمد میانوی نے اس موضع کے متعلق بتایا:

کوٹلہ، شہر جہلم سے دو تین میل بجانب شمال مشرق ہے جہاں قدیم سے رسمی حنفی آباد تھے۔ جب جہلم میں مولوی نعمان اور برہان الدین نے تبلیغ شروع کی تو موضع مذکور سے میاں عبدالمجید اور میاں محمد حیات جہلم آکر ان کے ساتھ نماز جمعہ میں شریک ہوتے اور گاؤں میں دھیمے دھیمے تبلیغ کرنے لگے لیکن کوئی نہ سنتا تمسخر ہونے لگا۔ انہی ایام میں اس گاؤں کا ایک شخص مولوی احمد اللہ کو ایام طالب علمی میں جبل پور ہند جانے کا اتفاق ہوا وہاں اس کا رشتہ دار اہل حدیث تھا اس بزرگ آدمی نے اسے بخاری کے مطالعہ کا شوق دلایا وہاں سے ہشیار پور آکر مولوی فتح دین کی خدمت میں حاضر ہو کر پڑھنے کی خواہش کی اس نے پڑھایا۔ پھر وطن آکر موضع چک متصل دھوریہ ضلع گجرات میں مولانا احمد دین کے درس میں حاضر ہو کر کتب حدیث کا دورہ مکمل کیا۔ پھر کوٹلہ میں وارد ہوا۔ اس کی وجہ سے سب لوگ مخالف ہو گئے لیکن وہ ثابت قدم رہے میاں عبدالمجید وحیات پہلے ہی اہل حدیث تھے۔ کوشش سے تھوڑے عرصہ میں کافی لوگ اہلحدیث ہو گئے۔ موضع مذکور کے نمبردار میاں عبداللہ اہل حدیث کے سخت دشمن تھے انہوں نے مسجد میں رسمی حنفیوں کے واسطے الگ سقاوہ پانی وضو کے واسطے تیار کرایا جس میں سے اہل حدیث کو پانی لینے کی ممانعت تھی۔ مولانا احمد اللہ بہت پرتاثیر تھے انہوں نے نمبردار کے بیٹے و پوتے اور نواسے بھی اہل حدیث بنالئے۔ یوں میدان صاف ہو گیا نصف گاؤں اہل حدیث ہو گیا۔ بقیہ کا زور دھیما پڑ گیا۔ لاچار ہو کر احناف نے تھوڑے فاصلے پر الگ مسجد بنالی۔ میاں عبداللہ نمبردار کے نواسہ فتح محمد و محمد، مولوی احمد اللہ سے حدیث پڑھ کر خاصے عالم ہو گئے۔ بعدازاں ایک بزرگ حسام الدین کسی وجہ سے یہاں آئے وہ حدیث کے عاشق تھے۔ کچھ مدت یہاں مقیم رہے ان کی طرز بیان سے سارے باشندے اہل حدیث ہو گئے اور پھر کوٹلہ آئمہ کوٹلہ وہابیاں مشہور ہو گیا۔ مولوی احمد اللہ فرشتہ انسان تھے ہمیشہ سے دیہاتی لہجہ میں وعظ و تذکیر فرمایا کرتے ہیں۔ (نور محمد میانوی ضلع جہلم)۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۲۳ء۔ ص ۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مغل سرائے

جناب محمد اشرف ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں:

میرے گاؤں کے نزدیک ایک گاؤں ہے جس کے اردگرد پرانے کھنڈرات ہیں جس کا نام سرائے مغل ہے۔ چند دنوں سے مولوی عبدالرحمٰن جموی کی کوشش سے ایک شخص مسمی احمد دین اہل حدیث ہو گیا ہے جس کے ساتھ چند اور شخص بھی اس مذہب کی صداقت کے اندرون خانہ قائل ہیں۔ پھر اس شخص نے جلسہ کرانے کا ارادہ کیا تو بدعتی لوگوں نے روکا اور کہا کہ فساد ہو جائے گا، تاہم گاؤں کے سکھ نمبردار نے کہا کہ جلسہ کراؤ پھر مخالفین نے کہا کہ جلسے میں جو جائے گا اسے ۳۰ روپیہ جرمانہ ہوگا اور برادری سے الگ کر دیا جائے گا۔ تاہم جلسہ ہوا جس میں اردگرد سے کافی اہل حدیث جمع ہو گئے۔ اور گاؤں میں جہاں پہلے ایک اہل حدیث تھا اب آٹھ دس ہو گئے۔ پھر بدعتیوں نے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ تو احمد دین نے تجویز کر کے اپنی دکان کی جگہ سے نصف جگہ مسجد کے لئے دیدی تو بدعتیوں نے کہا کہ ان کی اذان اس جگہ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ پھر نمبردار نے انہیں دھمکایا تو بدعتیوں نے یوں کیا کہ کہ احمد دین کے گھر کے قریب کمہاروں کے گھر ہیں اور انکے گدھے بالکل نزدیک مسجد کے بندھا کرتے ہیں۔ پس جب احمد دین اذان شروع کرتا ہے تو بدعتی لوگ گدھوں کو سیٹی مارتے ہیں جس سے وہ ہینکنے لگ جاتے ہیں۔ آخر یہ بات بھی ظاہر ہوگئی تو پھر سکھ نے بدعتیوں کو دھمکایا تب مخالفین نے ارادہ کیا کہ یہ اہل حدیث لوگ ان کی مسجد کے کنویں سے وضو کے لئے پانی نہ لیں۔ اس پر احمد دین نے کہا کہ جو شخص روکنا چاہے مجھے صاف لفظوں میں کہہ دے تاکہ میں عدالت میں دعوی دائر کر کے تصفیہ کرالوں۔ اس پر سب چپ ہو گئے۔ اب احمد دین اور ساتھی سفید جگہ پر نماز پڑھتے ہیں اور مسجد بنانے کی کوشش کر رہے ہیں

(محمد اشرف بگہیانوی۔ ڈاکخانہ مغل سرائے تحصیل چونیاں ضلع لاہور)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۲۳ء۔ ص ۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ایل چپور (برار)

مرزا حمید ۱۹۲۳ء میں لکھتے ہیں:

یہاں موحدین گنے چنے ہیں۔ میرے والد محمد مرزا ہی ایک اہل حدیث عالم ہیں جو عرصہ ۴۰ سال سے یہاں مقیم ہیں۔ ابتداء میں بدعتیوں نے بہت کچھ ایذا رسانی کی حتی کہ انہیں جان سے مار دینے کی کوشش کی گئی۔ تاہم انہوں نے صبر و استقلال سے کام لیا اور تدریس کا سلسلہ جاری کیا، اب چھوٹی سی جماعت بن گئی ہے اور تین چار گھر اہل حدیث کے ہو گئے ہیں۔ اب بدعتیوں نے اہل حدیث کو تکلیف پہنچانا از سر نو شروع کر دیا ہے۔ انہیں مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ عدالت میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۱۰۷ کے مطابق کاروائی کی گئی مگر مقامی حاکم نے اہلحدیث کو مسجد میں جانے کی ممانعت کی۔ ناگپور کے ہائیکورٹ میں اپیل کی گئی مگر وہ نامنظور ہوئی

یہاں صوبہ میں حالت یہ ہے قرآن کا ترجمہ پڑھنے کی لوگوں کو ممانعت کی جاتی ہے جو ترجمہ پڑھاوے یا پڑھے، وہ کٹا وہابی ہے۔ اتفاق سے کوئی موحد عالم آجائے تو مولوی صاحبان اس کو تنگ کرتے ہیں اور مسجدوں میں اس کو وعظ کہنے سے روکتے ہیں۔ اگر مسجد کے باہر وعظ کی کوشش کی جائے تو تو وہاں لوگوں کو جانے کی ممانعت کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱۔ اگست ۱۹۲۳ء۔ ص ۴۔۵)

☆ رجہت

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے شمارے میں ایک نامہ نگار نے بتایا:

موضع رجہت ضلع گیا میں مولوی سید محمد اصغر حسین اہل حدیث تھے ان کے ساتھ دو تین آدمی اور ہوئے۔ اس بستی میں سب قریب قریب ایک خاندان و برادری کے قوم سادات سے ہیں اور ہم خیال مولوی احمد رضا خان بریلوی۔ یہ لوگ مولوی اصغر حسین اور ان کے ہم خیال حضرات کے ساتھ نہایت بری طرح پیش آتے۔ ان کو راستہ چلنے سے روکا، راستے میں کانٹے بچھائے، گلی میں ان کو قتل کرنے کے لئے تلوار لے کر مستعد ہوئے، حملہ بھی کیا تاہم اللہ نے محفوظ رکھا۔ ان کے مکان کو قتل و غارت کی غرض سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے آ گھیرا۔ خدا نے شر سے بچایا۔ حکومت وقت سے بخیال برادری وقرابت کسی قسم کی فریاد نہیں کی۔ اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے روکا تو مجبوراً علیحدہ ایک مسجد پھونس کی بنا کر اس میں نماز پڑھنے لگے اس کو بھی آگ لگا کر جلا دیا۔ بعد اس کے پختہ مسجد کی بنا ڈالی اس کے بنانے میں بھی مزاحمت کی۔ خیر کسی طرح مسجد تیار ہوگئی چونکہ کام اس کا پختہ نہیں تھا مہندم ہوگئی اب پھر نئے سرے سے پختگی کے ساتھ تعمیر کی تیاری ہو رہی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۳۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء۔ ص ۴)

☆ ضلع بستی

کونڈو بونڈھیار ضلع بستی کے مقام پر اہل حدیث حضرات کا ایک جلسہ ۲۰ تا ۲۲ فروری ۱۹۲۸ء منعقد ہوا۔ جناب ثناء اللہ امرتسری صدر جلسہ تھے اور خطبہ استقبالیہ جناب عبدالغفور بسکوہری نے پڑھا تھا۔ اس خطبے میں انہوں نے اپنے علاقے میں توحید و سنت کی ترویج کی تاریخ بتاتے ہوئے فرمایا:

سب سے پہلے جو مقدس ہستی اس علاقہ میں پیدا ہوئی وہ مولانا جعفر علی مرحوم کی ہستی ہے آپ مقام میر مجھوا ضلع بستی کے رہنے والے تھے۔ آپ کی خاص صفت اشاعت توحید تھی (لیکن آپ معروف معنوں میں اہلحدیث نہ تھے۔ بہاء)

حاجی عبدالجبار سرمہ دانی والے دوسری مخلص ہستی ہیں جو اس علاقہ کی ہدایت کے واسطے پیدا ہوئی۔ آپ مقام گنور یا ریاست بلرام پور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے توحید وسنت کی اشاعت میں جس طرح کام کیا اس کی مثال کم ہی مل سکتی ہے آپ سرمہ دانی کی دست کاری سے بقدر ضرورت کسب حلال حاصل کر کے شب و روز اپنی عمر کا حصہ توحید وسنت کی اشاعت میں صرف کرتے تھے۔ آپ کی اشاعت سے علاقہ میں خوب توحید پھیلی۔

ان کے بعد جناب اللہ بخش بسکوہری کی برگزیدہ ہستی علاقہ ہذا کی ہدایت کا ذریعہ ہوئی۔ آپ پنجاب ضلع انبالہ کے رہنے والے تھے قوم کے چھتری تھے بچپن میں یتیم ہوگئے سن شعور کو پہنچ کر مسلمان ہوئے اور شوق علم دل میں لے کر شیخ الکل سید نذیر حسین کی خدمت میں حاضر ہو شرف تلمذ حاصل کیا۔ بعد تحصیل علم دہلی سے رخصت ہو کر بسکوہر تشریف لائے اور یہیں درس و تدریس کا کام شروع کیا تقریباً چالیس برس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک اپنے فیوض سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہمارے علاقہ میں آپ کے لائق شاگرد زیورعلم سے آراستہ ہوکر لوگوں کی ہدایت کیلئے نمونہ بنے جن میں سے آپ کے خاص شاگرد جناب دیانت اللہ سمراوی ہیں۔ مولانا مرحوم توحید و سنت پر دل سے شیدا تھے اپنی ساری عمر آپ نے جس پرہیزگاری اور احتیاط سے بسر کی اس کی مثال ملنی مشکل ہے آپ کا اکل حلال ضرب المثل بنا۔ قریباً ساٹھ سال کی عمر میں بمقام بسکو ہر آپکا انتقال ہوا اور یہیں مدفون ہوئے۔

جناب اللہ بخش کے ہم عصر جناب سید سید محمد اظہر مرحوم ہیں آپ بہار کے رہنے والے تھے کسی وقت اس علاقہ میں تشریف لائے آپ کی بزرگی و دینداری پر اکثر لوگ فریفتہ ہوکر آپ سے بیعت ہوگئے اور اس تعلق کی بنا پر ان کے نگرانی و دینداری پر آمادی رکھنے کے لئے آپ نے ساری عمر اس علاقہ میں صرف کردی۔ نہایت شکیل اور قدآور تھے۔ مولانا عبدالحق محدث بنارسی کے خاص شاگردوں میں سے تھے سنت کے سچے عاشق تھے جزئیات مسائل بہت مستحضر تھے۔ صحاح ستہ کے علاوہ نیل الاوطار وغیرہ کتب پر گہری نظر تھی آپ کے کتب خانہ میں بے نظیر کتابیں تھیں آپ کے ذریعہ علاقہ میں سنت کا بہت چرچا ہوا اکثر لوگ آپ کی ذاتی کوشش سے آباء واجداد کے رسوم ترک کرکے سنت پر عامل ہوئے۔ آپ نے تقریباً ایک سو سال عمر پائی۔

مولانا محمد اسحاق بانسوی: انہی بزرگوں میں مولانا محمد اسحاق تھے جو قصبہ بانسی کے رہنے والے تھے توحید وسنت کی حمایت میں شب وروش کوشاں رہتے درس وتدریس کا کام شوق سے کرتے آپ کی علمی غذا سے چند ایسی ہستیاں تیار ہوئیں جو مخلوق کی ہدایت کا ذریعہ بنیں جن کا ذکر یوں ہے:

مولانا عباداللہ یوسف پوری: آپ مولانا محمد اسحاق کے شاگرد ہیں یوسف پور علاقہ مٹکا متصل علاقہ نیپال کے رہنے والے تھے آپ بھی شیدائے سنت تھے۔ علم کا بہت شوق تھا۔ آپ کے کتب خانہ میں نایاب کتب موجود رہتیں۔ آپ کو بھی مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا آپ کی کوشش سے علاقہ نیپال میں میں جماعت اہل حدیث کی خوب ترقی ہوئی۔

دوسرے شاگرد مولانا احمد علی مقام اوپڑی ڈیہہ ضلع گونڈہ کے رہنے والے تھے علاقہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ممتاز عالموں سے آپ کو توحید کا سچا عشق تھا۔ آپ کی ذات سے بھی علاقہ میں خوب دین داری پھیلی۔

تیسرے شاگرد جناب حافظ لال محمد تھے آپ شیفتہ توحید تھے بات پر تاثیر کرتے آپ نے بھی خوب تبلیغی کام کیا۔

چوتھے قابل شاگرد مولانا عظیم اللہ تھے۔ آپ کی سعی سے بھی بہت لوگ سدھرے

ان بزرگوں کی مساعی سے لوگوں میں خوب دین داری پھیلی۔ حتی کہ مخدوم پنچ ساکن مرہٹہ ضلع گونڈہ پر دین داری کا وہ رنگ چڑھا کہ علاوہ گردونواح کے دور دراز مقامات پر بھی مخدوم پنچ کا نام روشن ہو گیا۔ مجال نہ تھی کہ ان کے سامنے کوئی خلاف سنت کام کرتا جود وسخا میں یکتا تھے مالدر تھے لیکن غریبوں کے ہمدرد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۶ مارچ ۱۹۲۸ء ص ۵۔۸)

☆ ساملکوٹہ

ساملکوٹ ضلع گوداوری، ایسی جگہ ہے جہاں دور دور تک کوئی اہلحدیث نہ تھا۔ راجمندری سے اسحاق پٹن تک کے ڈیڑھ دوسومیل تک کے علاقہ میں کوئی اہل حدیث نہ تھا۔ ساملکوٹ میں ایک قدیم مسجد قلعہ بازار میں تھی جس میں گاؤ قصاب، اور دیگر حضرات مل کر نماز ادا کرتے تھے۔ اس گاؤ قصاب برادری میں چند لوگ اہل حدیث ہو گئے آمین بالجہر وغیرہ اعمال شروع کر دیئے۔ احناف میں ایک قسم کا بے جا جوش پھیلا کہ انہیں مسجد سے ہانک دیا جائے، ان لوگوں نے اہلحدیث پر اتنے مظالم کئے کہ کہ دو چار کا خون ہو جانا کچھ بڑی بات نہ تھی۔ اپنے علماء سے زبانی فتوے بھی لے لئے کہ جہاں کہیں غیر مقلد کو دیکھو قتل کر دو، اگر اس میں حنفی مارے بھی گئے تو انہیں شہادت کا درجہ ملے گا۔ احناف نے اہل حدیث کو کہنا شروع کر دیا کہ آمین وغیرہ ترک کر دو ورنہ یہ جگہ چھوڑ دو۔ اہلحدیث نے فساد وخونریزی کے خوف سے مسجد کو چھوڑ دیا حالانکہ مسجد اوائل سے گاؤ قصابوں ہی کی تھی۔ آخر جب بغیر ایک مسجد اہلحدیث کی علیحدہ بنوا لینے کے کوئی چارہ ہی نہ رہا، اور نہ کسی طرح کا امن رہا نہ احناف کے مظالم بند ہوئے تو بسبب اشد ضرورت اہل حدیث نے ایک جگہ خرید لی۔ جس پر عمارت بنانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ چوہدری محمد عبدالسبحان۔ جماعت اہل حدیث۔ ساملکوٹہ۔ قلعہ بازار ضلع گوداوری (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء ص ۱۶)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ سملی ضلع پٹنہ

۱۹۲۹ء میں جناب عبدالمالک، سملی سے لکھتے ہیں:

موضع سملی میں ایک مسجد پختہ ہے جو تقریباً ۸۰ برس کی ہے مولوی کرامت سب جج نے بنائی تھی اس وقت سے آج تک اہل حدیث اس کے امام ہیں اس طرح سے سلسلہ بسلسلہ چلے آئے مولوی فتح علی مرحوم بعدہ مولوی عبداللہ مرحوم بعدہ مولوی محمد یعقوب جو اسوقت تک امام ہیں۔ تمام احناف اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھتے رہے مگر چار پانچ سال سے ان لوگوں نے جمعہ کی نماز دوسری مسجد میں پڑھنا شروع کی چونکہ بعض سر برآوردہ لوگوں سے اور اہل حدیث سے تکرار ہوگئی، اس وجہ سے ان لوگوں نے جمیعت قائم کر کے ہم لوگوں کو مسجد سے نکال دینے کا ارادہ کیا چونکہ ان کی تعداد زیادہ ہے اور ادھر کم، اس خیال سے ان احناف نے جو حقیقتاً حنفی نہیں، تاڑی شراب خوار عموماً ہیں آپس میں مشورہ کر کے ۳ شوال ۱۳۴۷ بروز جمعہ مسجد میں اہل حدیثوں پر حملہ کر دیا اور لاٹھی اور بلم مسجد کے نزدیک والے مکان میں میں پوشیدہ رکھا تھا اور اینٹ اور جوان لٹھ باز کو بھی چھپا رکھا تھا جس سے چار جوان اہل حدیث کے سخت زخمی ہوئے احناف بھی زخمی ہوئے مگر اہل حدیثوں نے مسجد کو نہ چھوڑا۔ احناف نکل بھاگے حالانکہ احناف کے آدمی عموماً بے نمازی تاڑی وشراب خور محض اہل حدیث کو ستانے کے واسطے اور حنفیوں سے ہم دردی حاصل کرنے واسطے حنفی اہل حدیث کا جھگڑا قائم کیا۔ ان مقصدوں نے ایک برس سے جھوٹے مقدمات اہل حدیثوں پر فوجداری جاری کئے مگر سب ڈسمس ہوتے گئے جس سے ہم لوگ سخت زیر بار ہوئے۔ اب اخیر نوبت یہ ہے کہ ہم لوگوں پر حملہ کر کے زخمی کیا اگر چہ طرفین سے مصالحت کی درخواست پڑی ہے مگر ان کی نیت اچھی نہیں آپ اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ان کے شر سے بچائے۔ عبدالمالک مدرس مدرسہ اہل حدیث سملی ضلع پٹنہ

(اخبار توحید، امرتسر ص ۱۱۔ ۱۳ ذی قعد ۱۳۴۷ھ)

☆ فتح گڈھ چوڑیاں

آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا ایک اجلاس فتح گڈھ چوڑیاں ضلع گورداسپور میں ہوا جس کے صدر استقبالیہ جناب عبدالرحیم تھے۔ انہوں نے اپنے خطبے میں اپنے قصبے کی تاریخ اور اور قصبہ وگردونواح میں توحید وسنت کی تبلیغ وترویج کی تاریخ بیان کرتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرمایا:

یہ قصبہ ایک تاریخی قصبہ ہے جس کو ۱۷۶۰ء میں ایک شخص مسمی حقیقت سنگھ گھنیا نے اپنے برادرزادے کے نام پر موسوم کر کے آباد کیا۔ اس قصبہ سے نصف میل جانب شرق ایک گاؤں آباد تھا جسے چوریاں کہتے تھے، جب یہ قصبہ آباد ہوا تو وہاں کے تمام باشندوں کو یہاں لا کر آباد کیا گیا اور اس گاؤں کا نام ہمراہ کر کے اس کا نام فتح گڈھ چوریاں رکھا گیا جو بعد میں فتح گڈھ چوڑیاں ہو گیا۔ یہ ایک معمولی سا قصبہ ہے جس کی کل آبادی (۱۹۳۹ء میں) چھ ہزار ہے مگر اشاعت توحید وسنت اور دینی خدمات میں گردونواح کے تمام قصبوں سے اس کا درجہ بہت برتر ہے کیونکہ قصبہ ہذا کی سرزمین میں بہت سے مشاہیر اسلام اور اولیاء عظام وعلماء کرام مدفون ہیں ان میں سے ایک جناب محمد مکرم تھے جو ابتداء میں ایک قریبی گاؤں سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ آپ بڑے متقی زاہد اور خدا ترس بزرگ تھے ان کے صاحبزادگان جناب نظام الدین، جناب احمد شاہ ہوئے۔ جناب حامد شاہ نے بھی جو پرہیزگاری وریاضت میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے توحید وسنت کی بہت خدمت کی۔ آپ کی تبلیغ کی سے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بہورانی چاندکور (جو اس قصبہ کی لڑکی تھی) کے بھائی چنداسنگھ نے قریباً ۱۸۴۵ء میں اسلام قبول کیا جس کا اسلامی نام محی الدین رکھا گیا۔ نومسلم محی الدین توحید کا شیدائی ۱۸۶۱ء میں فوت ہوا اور اپنے آخری وقت تک ملت ابراہیمی پر قائم رہا۔

جناب نظام الدین کے صاحبزادوں میں سے جناب محمد عثمان کو ابتداء ہی سے دینی تعلیم کا بہت شغف تھا۔ چنانچہ چھوٹی عمر گھر پر معمول کی تعلیم سے فارغ ہو کر دہلی پہنچے ان دنوں دہلی میں سید محمد نذیر حسینؒ درس وتدریس فرماتے تھے۔ آپ نے وہاں عرصہ کافی قیام کیا اور تمام علوم شرعیہ سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت سید صاحب مرحوم سے سند حاصل کر کے قریباً ۱۲۹۰ھ میں واپس فتح گڈھ تشریف لائے۔ حضرت سید صاحب کا قول تھا کہ میں نے صبر محمد عثمان فتح گڈھی سے سیکھا ہے۔ جب آپ نے یہاں علم حدیث بیان کرنا شروع کیا اور اسی کے مطابق مسائل بتانے لگے تو اس وقت لوگ کہتے سنے جاتے تھے کہ مولوی محمد عثمان ایک نیا مذہب لے کر آیا ہے۔ ان دنوں ان کے سب سے بڑے بھائی محمد علی شاہ صاحب مفتی تھے جو کہ حنفی المذہب اور گدی نشین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے ان سے بھی مولانا مرحوم کا مسائل میں بہت اختلاف رہا۔ ابتداء میں لوگوں کو ان سے بہت نفرت رہی مگر آپ حقانیت پر قائم رہے اور تمام مصائب کو برداشت کیا۔ رفتہ رفتہ لوگ ان کے زہد وتقوی کو دیکھ کر ان کی طرف راغب ہوتے چلے گئے چند سال گزرنے کے بعد قصبہ ہذا وگردونواح کے دیہات بھی توحید وسنت کے دل دادہ و شیدائی ہو گئے۔ آپ نے اپنے سسر جناب غلام رسول ساکن قلعہ میہاں سنگھ کے ہمراہ حج کیا۔ حج سے واپسی پر زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ۳۸ سال کی عمر میں ۱۳۰۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ اس قلیل عرصہ میں آپ نے اشاعت توحید وسنت کے علاوہ چند کتابیں بھی تصنیف کیں ان میں ایک بڑی مفید کتاب حکم النبی بکفر من لا یصلّی، یعنی تارک صلوۃ کے کفر کا فتوی ہے۔ ان کے بڑے بیٹے جناب عبدالحی مرحوم تھے۔ آپ کو قدرت سے ایسی ذہانت عطا ہوئی تھی کہ چھوٹی ہی عمر میں حافظ حدیث کہلانے لگے۔ آپ بڑے عابد متقی پارسا اور باعمل عالم تھے آپ کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور چالیس سال کی عمر میں مارچ ۱۹۲۲ء میں جہان فانی سے چل بسے۔ آپ نے مرزائیت کی تردید میں ایک کتاب تذکرۃ العباد تصنیف کی جس کا مرزائیوں کی طرف سے جواب نہیں آیا۔ اور تردید مرزائیت میں ایک اور کتاب کا مسودہ تیار کیا تھا مگر طباعت کی مہلت نہ ملی اور ویسے کا ویسا ہی پڑا رہ گیا۔ آپ کی دینی خدمات کے علاوہ ایک یادگار اسلامیہ ہائی سکول ہے۔

جناب محمد عثمان کے بڑے بھائی جناب محمد اعظم نے بھی حضرت میاں صاحب دہلوی سے علم حدیث حاصل کر کے سند حاصل کی ہوئی تھی۔ ان کے بیٹے جناب محمد فاضل نے بھی حضرت سید صاحب مرحوم سے تعلیم حاصل کر کے سند حاصل کی ہوئی ہے۔ آپ بڑے متقی اور باعمل بزرگ ہیں اور اس وقت (یعنی ۱۹۳۹ء میں) جامع مسجد اہل حدیث فتح گڈھ کے امام اور مفتی ہیں۔

فتح گڈھی بزرگوں میں سے جناب عبداللہ شاہ بھی قابل ذکر ہیں۔ ان کے خاندان نے بھی دینی خدمات میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ آپ بھی ابتداء ہی میں نقل وطن کر کے اس قصبہ میں آباد ہوئے۔ ان کے بیٹوں میں حاجی عمر الدین، جناب اللہ بخش نے بھی بہت خدمات دینی انجام دی ہیں۔ جناب عمر الدین کے بیٹے حافظ عزیز الدین اتقاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صبر اور ریاضت دینی کی وجہ سے امرتسر میں خاص مشہور تھے۔ اور جناب اللہ بخش کے بیٹے جناب شمس الدین بھی پارسائی اور زہد میں خصوصی تھے۔ جناب شمس الدین کی یاد گار ذرہ بے مقدار خاکسار آپ کے سامنے حاضر ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۷۔اپریل ۱۹۳۹ء مطابق ۱۶صفر ۱۳۵۸ھ۔ص ۲۔۳)

☆ بردوان ضلع بلیسا

۱۹۴۰ء میں بردوان کے اہل حدیث حضرات نے لکھا:

ہم سخت تکلیف میں ہیں، حنفیوں نے ہم پر مسجدیں بند کردی ہیں نہ جماعت سے نماز پڑھنے دیتے ہیں، نہ تنہا نماز پڑھنے دیتے ہیں۔ خدا کے گھروں کے دروازے ہم پر بند کر دیئے ہیں۔ نہ صرف اتنا ہی بلکہ ہم سے فرما دیا گیا ہے کہ تمہارے مردے بھی ہمارے قبرستان میں دفن نہیں ہو سکتے تمہیں قبرستان میں قدم رکھنا بھی ممنوع ہے۔ اس کے ساتھ ہر قسم کی ایذائیں پہونچائی جارہی ہیں۔ زندگی دوبھر کر دی ہے۔ برادری سے خارج کر دیا ہے۔ گالیاں سر بازار دی جاتی ہیں۔ اکا دکا حملے بھی ہورہے ہیں۔ تحقیر تذلیل کا کوئی پہلو باقی نہیں چھوڑا۔ سخت دکھ میں شہر میں رہنا دشوار ہو گیا ہے جس کی شکایت ہم خدائی دربار میں کرتے ہیں۔ ان سب ایذاؤں کو ہم راہ خدا میں برداشت کر رہے ہیں۔ نہ مقابلہ کا ارادہ کیا۔ نہ ترک سنت کا۔ خدا ہماری مدد کرے اور انہیں بھی نیک توفیق دے۔

(اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵مئی ۱۹۴۰ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحث ونظر

☆ جناب ثناء اللہ امرتسری ایک تحریر میں اہل حدیث مناظرین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے چند معروف مناظرین کے تذکرے میں لکھتے ہیں :

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دہلی جا کر حضرت میاں صاحب (سید نذیر حسین) مرحوم کو مناظرہ کا چیلنج دیا تو مرزا صاحب نے سمجھا تھا کہ (۹۰ سالہ) بوڑھا صاحب فراش مناظرہ کو کہاں نکلے گا؟ لیکن میاں صاحب ڈولی میں بیٹھ کر جامع مسجد میں بغرض مناظرہ پہنچ گئے۔ مگر تلامذہ نے آپ کی کبرسنی کا لحاظ کر کے مولانا محمد بشیر سھسوانی کو پیش کیا۔

مولانا محمد حسین (بٹالوی) مرحوم تو ایسے زبردست مناظر تھے کہ مولوی احمد اللہ مرحوم امرتسری کا بیان ہے کہ ایک مجلس مناظرہ میں ہم بھی تھے۔ مولوی محمد حسین مرحوم نے فریق ثانی کو جواب لکھ کر دے دیا، اور پھر کچھ لکھنے لگ گئے۔ ہم نے کہا اب آپ کیا لکھتے ہیں؟ فرمایا میرے پرچہ کے جواب میں ادھر سے یہ جواب آئے گا، میں جواب الجواب پہلے لکھ رکھتا ہوں۔

قاصد کے آتے آتے میں خط اور لکھ رکھوں　　میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

مولانا (بٹالوی) مرحوم کا بڑا مناظرہ آج بھی ملتا ہے جس کا نام مناظرہ کاٹھ گڈھ (قریب روپڑ) ہے۔ اس مناظرہ میں علماء احناف فریق ثانی تھے۔ مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی حکم (جج) تھے۔ فریقین کا بیان اور حکم کا فیصلہ فتاوی لکھنویہ میں درج ہے۔ مرزا قادیانی کو آپ نے لدھیانہ میں جا پکڑا اور مجلس میں مناظرہ کیا۔

حافظ عبدالمنان (وزیرآبادی) مرحوم بڑے ذیشان مناظر تھے۔ سیالکوٹ کے زمانہ جاہلیت میں مولوی محمد عمر میرٹھی اور مولوی بغدادی وغیرہ نے جب حملہ کیا اور ایک طوفان بے تمیزی پیدا کر دیا تو حافظ عبدالمنان صاحب اور مولوی محمد بکوی نے ان کا مقابلہ کر کے فتح پائی تھی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۲ء۔ ۱۷ شعبان ۱۳۵۱ھ ص ۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جناب ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر میں میاں صاحب کی مناظرانہ حیثیت کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درس و تدریس کے علاوہ بوقت ضرورت آپ میدان مناظرہ میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ یہاں ہم میاں صاحب کے چند مناظرے ذکر کرتے ہیں جن میں مرزا قادیانی کے ساتھ دہلی میں ہونے والے واقعہ کا ذکر بھی ہوگا۔ اور اس واقعہ کے ضمن میں جناب بٹالوی کا ذکر بھی چل نکلے گا کیونکہ وہ بھی مرزا قادیانی کی دہلی آمد کا سن کر اکتوبر ۱۸۹۱ء میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ اس کے علاوہ ۱۸۸۳ء میاں صاحب کے بمبئی میں ہونے والے ایک مختصر مباحثے کا ذکر ہوگا جس کے نتیجے میں احناف کے ساتھ جناب بٹالویؒ کے ایک طویل اخباری مباحثے کا بیان ہوگا۔

مباحثہ مابین سید نذیر حسین و پادری ولیم

میاں نذیر حسین محدثؒ اور دہلی کے ایک پادری مسٹر ولیم نامی کے درمیان ایک دفعہ مسئلہ تثلیث پر مناظرہ کی بات چلی تھی۔ شائد پادری نے آپ کو دعوت مناظرہ دی تھی جس کی قبولیت پر مبنی مارچ ۱۸۵۴ء میں لکھا جانے والا خط مکاتیب نذیریہ سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ از عاجز محمد نذیر حسین۔ بخدمت مسٹر ولیم صاحب

واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا۔ تثلیث کے بارہ میں آپ کو مجھ سے مناظرہ کرنا منظور ہے، تو مجھے بھی کوئی تامل نہیں ہے۔ مسجد بھی موجود ہے، تشریف لائیے، مگر اسلامی طریقہ سے۔ اندر مسجد کے جوتا نہ جائے گا، فرش پر دوزانو مثل بندگان خدا کے نشست فرمائیے۔ میرے لئے بوریا کافی ہے۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ خلاف تہذیب کوئی کلمہ کسی کے اکابر کی شان میں زبان سے نہ نکالا جائے۔ اور جس قدر آپ کے ساتھ صاحبان تشریف لائیں، وہ سب مہذب و متین مزاج ہوں، غصہ ور نہ ہوں۔ ورنہ ہنود کے نزدیک ایک سبکی ہوگی کہ اہل کتاب کے درمیان ایسی بے لطفی ہوگئی۔ میں کسی کو مسلمانوں میں سے نہ بلاؤں گا، جو حاضر وقت ہوگا وہ موجود رہے گا۔ آپ صاحبان کے لئے شربت وشیرینی و فواکہ موجود رہے گا، مگر وقت اس کے لئے صبح کا نہائت مناسب ہوگا۔ ۱۲ جمادی الآخر ۱۲۷۰ھ

(مکاتیب نذیریہ۔ مکتوب نمبر ۴)

(یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ مناظرہ بالآخر ہوا تھا یا نہیں؟)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ مابین سید نذیر حسین وشاہ محمد فصیح

الحیاۃ بعد المماۃ کے مصنف نے لکھا ہے:

مولوی محمد فصیح غازی پوری جب وعظ کہتے کہتے دہلی پہنچے تو وہاں کے حلقہ مقلدین میں بہت جوش پیدا ہوا، .. ہر گلی کوچے میں مولوی صاحب مرحوم کے وعظ، خوش بیانی اور علم وفضل کا چرچا ہونے لگا۔ اسی کے ساتھ غیر مقلدوں پر آوازے کسے جانے لگے کہ اب نہ غیر مقلد لوگ مولانا کے سامنے آکر کہیں ،تقلید واجب نہیں ہے۔ ، جب یہ خبر میاں (نذیر حسین) صاحب تک پہنچی تو آپ چپ رہے۔ نماز جمعہ کے لئے حسب معمول آپ جامع مسجد تشریف لے گئے تو دیکھا کہ آدمیوں کا جم غفیر اور انبوہ کثیر ہے۔ اور مولوی محمد فصیح بھی موجود ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد مولوی صاحب کا وعظ شروع ہوا۔ اثناء وعظ میں میاں صاحب نے شرح مسلّم الثبوت مولانا عبدالعلی کی منگا کر پاس رکھ لی بعد ختم ہونے وعظ کے آپ کتاب لے کر آگے بڑھے۔ مصافحہ کے بعد مولوی محمد فصیح نے پوچھا کہ یہ کون کتاب ہے؟ میاں صاحب نے کہا شرح مسلّم الثبوت مولانا بحرالعلوم کی۔ پھر میاں صاحب نے کہا کہ تمام شہر میں مشہور ہے کہ آپ تقلید کو واجب ثابت کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔ مولوی محمد فصیح نے بجائے لا، ونعم کہنے کے میاں صاحب سے پوچھا، ہمارے مولانا کیا لکھتے ہیں؟ میاں صاحب نے کتاب کھول کر اور عبارت پر نشان دے کر سامنے رکھ دی۔ مولوی محمد فصیح نے کہا کہ آپ ہی پڑھیں۔ میاں صاحب نے کہا بہتر ہوگا آپ بچشم خود دیکھیں اور پڑھیں، مگر مولوی صاحب کے اصرار مکرر پر میاں صاحب نے شرح مسلّم الثبوت کی عبارت ذیل پڑھ کر سنائی:

مسئلہ : غیر المجتهد المطلق و لو کا ن عا لماً یلز مه التقلید المجتهد ما فیما لا یقدر علیه من ا لا جتهادیا ت ، اے علی تحصیله و معرفته فقط لا فیما یقدر علی تحصیله با جتهاده بناءً علی التجزی فی ا لاجتهاد

اس کے بعد میاں صاحب نے فرمایا: کہ بناء علی التجزی فی الاجتہاد میں بعض مسائل میں مقلد ہوں اور بعض میں مجتہد۔ پھر آگے کی عبارت سنائی:

و لو التز م مذ هباً معیناً فهل یلز م ا لاستمرار علیه ام لا؟ فقیل نعم ۔ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیل لا یجب الاستمرار و یصح الانتقال و هذا هو الحق الّذی ینبغی ان یؤمن و یعتقد به لکن لا ینبغی ان یکون الانتقال للتلهی فان التلهی حرام قطعاً فی المذهب کان او فی غیره اذ لا واجب الّا ما اوجب اللّه تعالی و الحکم له و لم یوجب علی احد ان یتمذهب بمذهب رجل من الآئمة فا یجابه تشریع شرع جدید و لکن ان یستدل علیه بان اختلاف العلماء رحمة با لنص و ترقبه فی حق الخلق فلو الزم العمل بمذهب کان هذا نقمة و شدة۔

مولوی محمد فصیح غازی پوری نے ان عبارتوں کو سن کر فرمایا کہ یہی مذہب تو ہمارا بھی ہے جیسا کہ مولانا (بحرالعلوم) لکھتے ہیں۔

میاں صاحب نے کتاب لے کر علی رؤس الاشہاد کھڑے ہو کر اس عبارت کو دہرا کر اس کا ترجمہ اردو میں جملہ حاضرین کو سنا کر کہا صاحبو! مولوی محمد فصیح غازی پوری فرماتے ہیں:

یہی مذہب ہمارا ہے۔

سارے مقلدین اور مخالفین کی اس وقت حالت یہی تھی طار قلبهم۔ اس کے بعد میاں صاحب نے دو روپئے کی مٹھائی منگا کر مولوی محمد فصیح کے سامنے رکھ کر کہا کہ آپ کی دعوت ہے۔ مولوی صاحب مرحوم اور حاضرین مٹھائی کھا کر جامع مسجد سے روانہ ہوئے۔ (شاہ محمد فصیح غازیپوری ۱۲۸۵ھ۔ ۱۸۶۸ء میں فوت ہوئے۔ اسلئے یہ مباحثہ اس سے پہلے کسی وقت کا ہے)۔ (الحیاۃ بعد المماۃ۔ ص ۲۴۰۔۲۴۱)

مباحثہ مابین سید نذیر حسین وعلمائے احناف

میاں نذیر حسین محدث دہلوی نے علمائے احناف سے بموجودگی مولوی سید عبدالعزیز صمدنی دہلی میں ایک آمین بالجہر اور رفع الیدین کے مسائل پر ایک مناظرہ کیا تھا۔ جس کا ذکر مکاتیب نذیریہ میں موجود مکتوب نمبر ۸۷ میں ملتا ہے جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم از عاجز محمد نذیر حسین، بخدمت شریف جامع الحسنات والکمالات والفضائل مولوی سید عبدالعزیز صاحب صمدنی سلمہ ربہ بالخیر والعافیت فی الدارین بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح باد فی الواقع ما را اختلافی از تحقیق شما نیست ہرگاہے کہ زید میگوئد۔ کہ قرآن حدیث سب مولویوں کے ڈھکوسلے اور ڈرانے کی باتیں ہیں، جو چیز خدا نے کھانے پینے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دی ہے، اس کا صرف ہر شخص کرسکتا ہے ، نکاح کے مہر اور فضول خرچی میں کیا فرق ہے؟ پس از دائرہ اسلام نامبردہ خارج متصور است ، چرا کہ قرآن منزل من اللہ تعالی واحادیث رسول اللہ ﷺ ہموارہ واجب التعمیل ولائق التعظیم برمومن است آنکہ نوشتہ اند (خالد کہتا ہے کہ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں) آں بوالفضول است تحریر یکہ درمیان علماء احناف و اہل حدیث اتفاق کثیر و جماہیر صلحا بتطبیق قرآن وحدیث درمیان آمد صحیح است واندر بلاد و امصار بعیدہ واقطار مدیدہ جاری ساری است ہم گنانزا بر ہدایت عمل باید ساخت و ہرگز پیرامون خود اوہام باطلہ را نیاید آورد۔ یاد باشد کہ ہنگام مناظرہ تامین بالجہر ورفع الیدین پیش ما بودند وآخر جوابے از مخالفین من نیامد وایں مسئلہ طے شدہ کہ رفع الیدین زینت الصلوۃ وازتامین بالجہر شوکت اسلام است اللّٰھم زد فزد ۔ضیق نفس مرا بافعل بسیاری آزارد چند کاغذات استفتاء فرستادام وایماء خود بمطابقت قرآن وحدیث ظاہر کردہ ام جواب مدلل ومسکت نویسند کہ برآں مہر خود ومواہیر دیگر علماء حق رود شائع نمائم در فرستادن استفتاء ہا تغافل نکنند و نہ بے پروائی فرمایند۔ والسلام خیر الختام

(عاجز محمد نذیر حسین بہ خدمت شریف مولوی سید عبدالعزیز صاحب صمدنی۔اللہ تعالی دونوں جہان میں خیر وعافیت کے ساتھ رکھے۔

بعد اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے واضح ہو کہ مجھ کو آپ کی تحقیق سے اختلاف نہیں ہے جبکہ زید کہتا ہے کہ قرآن وحدیث سب مولویوں کے ڈھکوسلے اور ڈرانے کی باتیں ہیں، جو چیز خدا نے کھانے پینے کیلئے دی ہے، اس کا صرف (استعمال) ہر شخص کرسکتا ہے۔ نکاح کے مہر اور خرچی میں کیا فرق ہے ؟ تو وہ شخص مذکور ، دائرہ اسلام سے باہر ہوگیا، کیونکہ قرآن، اللہ کا اتارا ہوا ہے اور احادیث رسول کی ہمیشہ بندہ مومن پر اس کے واجب العمل اور لائق تعظیم وتکریم ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ خالد کہتا ہے کہ ہرگز اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے ۔اور وہ واہی تباہی آدمی ہے، جو تحریک کہ درمیان علماء احناف واہل حدیث اتفاق رائے سے جمہور دیندار کے مطابقت میں قرآن وحدیث کے تسلیم کی گئی وہ بنفسہ صحیح ہے، اس کا اجراء دور ونزدیک کے شہروں اور قریوں میں جاری ہے ۔ تمامی لوگوں کو اسی ہدائت پر عمل پیرا ہونا چاہیے ، اور اوہام فاسدہ کے گرد نہ پھرنا چاہیے ۔آپ کو یاد ہوگا کہ تامین بالجہر ورفع الیدین کے مناظرہ کے زمانہ میں میرے پاس آپ موجود تھے آخر کوئی جواب میرے مخالفین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے نہ ہوسکا۔ اور یہ مسئلہ ہو چکا ہے کہ رفع الیدین زینت صلوۃ ہے اور تامین بالجہر شوکت اسلام ہے ۔ اے اللہ روز افزوں کر۔... چند استفتاء کے کاغذات روانہ کر چکا ہوں اور موافقت میں قرآن وحدیث کے اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں ، جواب مدلل ومسکت لکھیں...استفتا کے معاملے میں بے پروائی وغفلت نہ کریں ۔ والسلام خیر الختام)

مباحثہ کاٹھ گڑھ مابین بٹالوی ولدھیانوی

یہ مباحثہ (جیسا کہ جناب ثناء اللہ امرتسری کی مذکورہ بالا تحریر میں بتایا گیا ہے)، جناب محمد حسین بٹالوی ثم لاہوری اور احناف کے مابین ہوا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جناب بٹالوی نے مسائل عشر والا اشتہار شائع کیا تو لدھیانہ کے حنفی علماء سے ان کا مناظرہ طے ہوگیا ۔ جب وقت مقررہ پر فریقین اکھٹے ہوئے تو حنفی علماء نے مسائل رفع یدین وآمین ، فاتحہ خلف الامام وغیرہ پر مناظرہ کرنے کی بجائے فضیلت علمائے حرمین کا مسئلہ کھڑا کر کے فضا کو مکدر کر دیا ۔ بعد ازاں فضیلت والے مسئلہ پر تحریری مناظرہ ہوا جس کیلئے امن وامان کا بندوبست پولیس اور ایک سکھ سردار کے ذریعہ کرایا گیا اور مباحثے کا حکم (ثالث) جناب عبدالحی لکھنوی کو مقرر کیا گیا۔ اس مباحثہ میں فریقین کے پرچے اور ثالث کا فیصلہ جناب عبدالحی لکھنوی کے فتاوی سے نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

مدعی فضیلت ساکنان حرمین شریفین مولوی عبدالعزیز صاحب

سائل مقابل مولوی محمد حسین صاحب لاہوری

مسئلہ فضیلت سکان حرمین شریفین کے باب میں ہم نے مولوی محمد عبدالحی صاحب کو منصف قرار دیا ہے ۔ الراقم ۔ محمد عبدالعزیز (لدھیانوی) (مدعی فضیلت ساکنان حرمین شریفین)

میں نے مولوی محمد عبدالحی صاحب کی منصفی مسئلہ افضلیت سکان حرمین میں تسلیم کی ۔ محمد حسین عفا اللہ عنہ (سائل مقابل)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فریقین کے پرچے

☆ محمد حسین: آپ فضیلت کلی ساکنان حرمین کے مدعی ہیں اور ہر صفت میں ان کو افضل بتلاتے ہیں یا کسی وصف خاص میں۔ محمد حسین

☆ عبدالعزیز: آپ نے مراد کلی فضیلت کیا رکھا ہے اور آپ وصف خاص کس کو کہتے ہیں اور تمسک اس مسئلہ میں آپ کس دلیل سے پکڑو گے۔

☆ محمد حسین: میں وصف کلی سے شرح کر چکا ہوں کہ ہر وصف میں یعنی علم وفہم وتقوی وفضل سکونت، اور وصف خاص سے میری مراد ایک صفت ان صفتوں سے ہے اور میرا تمسک کرنا ابھی آپ کو کہاں معلوم ہوا؟ میں تو سائل ہوں تمسک کا م مدعی کا ہے، سو آپ ہیں۔ جس دلیل سے آپ تمسک کریں گے اس کا جواب دونگا۔

☆ عبدالعزیز: جب تک آپ کوئی دلیل ادلہ شرعیہ میں سے منظور نہ کرو گے پس جواب متعذر ہے کیونکہ جس دلیل کو خصم تسلیم نہیں کرتا اسکا بیان بے فائدہ ہے، اس لئے آپ کو لازم ہے کہ اپنا متمسک بیان کریں تا کہ جواب دیا جاوے۔ اور آپ نے جو کل قرآن کی آیت مذمت اہل مدینہ اور عرب کے بیان میں فرمائی تھی اس کو بھی مذمت مذکورہ میں سند جانتے ہو یا اس سے انکار ہے۔

☆ محمد حسین: میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اس وقت حاجت ہوگی جب میں آپ کے دعوی فضیلت کا منکر ہوں گا اور چونکہ ابھی تک محل نزاع مقرر نہیں ہوا، اور سرا پا تسلیم پا یا نہیں گیا تو ابھی دلیل پیش کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ شاید میں آپ کے دعوی فضیلت کو مان جاؤں۔ اور جس وقت میں آپ کے دعوی کا منکر ہونگا دلیل طلب کرونگا۔ اس وقت آپ دریافت کرنا کہ تو دلیل کونسی مانگے گا۔ اور جو آیت میں نے کل دلیل پکڑی تھی وہ مذمت میں ان لوگوں کے پکڑی تھی جب آنحضرت ﷺ کے وقت میں منافق تھے۔ چنانچہ میں نے تقسیم کی تھی کہ مکے و مدینے کے لوگ کئی قسم کے ہیں، ایک وہ جو پہلے حضرت ﷺ کے کافر تھے اور دوسرے وہ جو حضرت ﷺ کے وقت میں کافر تھے۔ اور کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پیش کی تھی۔ سو میں اب تک اسی تمسک پر قائم ہوں اور ان منافقوں کی مذمت میں وہ آیت پڑھتا ہوں

☆ عبدالعزیز: آپ نے جو کل آیت کو مقابل ہمارے مناظرہ میں بیان کیا اگر آپ کی مراد وہی تھی جو آپ فرما رہے ہو پس ظاہر ہے کہ آپ خطاء فاحش اور غلطی عظیم میں گرفتار ہوئے کیونکہ جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں ہم نے مقابل میں بیان کی تھیں ان کا یہ مضمون نہ تھا کہ قبل تقرر اور نصرت اسلام کے ثبوت فضیلت کا ہو۔ اگر مضمون اس حدیث کا آپ نے یہی خیال کیا ہے پس یہ امر اہل علم اور فراست سے دور اور بعید ہے۔ اور اگر مراد آپ کی بعد تقرر اسلام کے بھی ہو پس اس سے تکذیب احادیث رسول اللہ ﷺ کی لازم آتی ہے اعاذنا اللہ سبحانہ من ذلک کلہ۔

اور آپ دو تین روز سے جو انکار فضیلت کر رہے تھے اس لئے آپ سے دریافت تمسک کی ضرورت ہے۔ آپ نے دعوی کیا، یعنی لکھا تھا

> کہ آپ کس زمانہ کے لوگوں کی فضیلت کے مدعی ہیں، اس لئے میں نے جواب میں تفصیل و تقسیم کیا تھا اور یہ میں نہیں کہتا کہ جو مضمون احادیث سے فضیلت ثابت ہے وہ مسلم نہیں۔ اور تقرر کی حد بیان کرنا آپ پر لازم ہے کہ کس وقت سے وہ تقرر پایا گیا جس وقت سے مدینہ میں منافق نہ رہے۔ جس وقت حد بیان کریں گے اس وقت میرا اقرار انکار ثابت ہوگا، پہلے ہی سے آپ کیوں فرماتے ہیں کہ تم بعد تقرر اسلام منافقوں کا وجود مدینہ میں تجویز کرتے ہو اور احادیث کا خلاف کرتے ہو۔

جواب دو اتنی بات کا۔

☆ محمد حسین: میں دو تین دن سے مطلق فضیلت کا منکر نہیں، جس کا منکر ہوں اب بھی ہوں۔ آپ فضیلت معین کریں کہ آپ کس فضیلت کے مدعی ہیں، شاید میں اس کا منکر نہ نکلوں، جب منکر پاویں اس وقت آپ مجھ سے دلیل تمسک کا سوال کریں۔

☆ عبدالعزیز: امر عجب العجائب ہے کہ آپ کے سامنے جب حدیثیں فضائل کی بیان ہوئی ہیں اور مضمون احادیث کا صریحاً دلالت کرتا ہے کہ مراد زمانہ نفاق اور کفر کا نہیں پھر بھی ایسی آیت کو مقابل میں ان احادیث کے بیان کرنا صریح غلطی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ دعوی فضیلت میں کل سکان حرمین کا بعد استیلاء و تقرر اسلام کے ہے نہ زمانہ کفر اور نفاق میں۔ خیر اب جو کلہ آپ ادعائے مذکورہ سے کوئی وجہ نکال کر انکار کیا چاہتے ہیں اس انکار کو آپ کے ہم نے بجائے توبہ قرار دیا ہے کیونکہ الانکار من الخطا توبۃ اور فضائل سکان حرمین شریفین کی بالفعل بھی جو احادیث سے ثابت نہیں کئی قسم کے ہیں لیکن مابین اس مناظرے کے مدعا اور مقصود یہ ہے کہ جب علماء اطراف اور دیار میں کسی مسئلہ کا اختلاف ہو پس اس صورت میں یہ امر افضل اور بہتر ہے کہ حرمین کے علماء کو منصف قرار دیا جاوے چنانچہ مجموعہ احادیث مشتملہ استفتاء جو پیش کیا جاتا ہے اس امر پر دال ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ محمد حسین: آپ نے دعوی عام کیا تھا اور دلیل خاص وفضیلت زمانہ تقرر اسلام کے لائے تھے، اس لئے میں نے آپ کے عام دعوی کے مقابلہ میں تقسیم کے اور عام کے انہیں افراد کو توڑا، اور وہ آیت میری متمسک بمقابلہ آپ کے عموم دعوی کے ہے نہ بمقابلہ مخصوص احادیث کے۔ پس آپ کا سمجھنا کہ ہماری احادیث کے سامنے یہ آیت پڑھی آپ کی غلطی فہم ہے اور وہ پیدا ہوئی اس غلطی سے کہ آپ نے دعوی میں ابہام اور تعمیم کی تھی۔ خیر اب تو آپ اس تمام دعوی کو چھوڑتے ہیں تو میں آپ کے اس امر کو بجائے توبہ قرار دیتا ہوں اس لئے کہ انکار خطا سے توبہ ہے۔ اور جو آپ نے دعوی کیا ہے کہ ہم اس وصف خاص میں فضیلت کے مدعی ہیں کہ منصفی مقدمات دین میں وہ افضل ہیں اور اس دعوی پر آپ نے احادیث متضمنہ فتوی پیش کی ہیں، سو میں کہتا ہوں کہ آپ کے اس دعوی میں اولاً یہ بات تعیین طلب ہے کہ کس زمانہ کے لوگ اس فضیلت کے محل ہیں۔ آیا ہر زمانہ کے یا خاص قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے۔ اسے تعیین فرماویں تو آپ کا فتوی دیکھا جاوے گا کہ وہ آپ کے دعوی کا مثبت ہے یا نہیں۔

☆ عبدالعزیز: ہمارا دعوی اول یہ ہے کہ علمائے حرمین شریفین کو اس زمانہ میں منصف قرار دینا بروقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیے۔ واسطے اس امر کے شرط تیسری ہماری شرائط مشمولہ مثل جو قبل انعقاد شرائط سرکار کے داخل کی گئی تھی، شاہد عدل ہے کیونکہ بسبب نہ ماننے اس شرط کے یہ بحث شروع ہوئی تھی اور اس شرط کو بعینہ نقل کیا جاتا ہے کہ حضار مجلس اور ناظرین کو اغذات پر ظاہر ہو کہ توبہ کس کی طرف عائد ہوتی ہے:

شرط سوم۔ بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہے تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کو منصف مقرر کیا جاوے۔

آپ کو لازم ہے کہ آپ یا تو منصفی علماء حرمین کی منظور فرماویں یا ایک فتوی واسطے ثبوت مذمت سکان حرمین یعنی جو علماء اور اتقیاء اور مومنین وہاں کے موجود ہیں تحریر فرماویں کیونکہ آپ کا اول روز سے یہی دعوی سب کے روبرو ظاہر اور عیاں ہے تاکہ فتوی طرفین کے منصف کے پاس ارسال کئے جاویں۔

☆ محمد حسین: بے شک جناب نے اپنی شرط میں علماء کی منصفی کا ذکر کیا تھا ولیکن جب آپ نے دعوی کیا تو عام ساکنان مکہ کی فضیلت کے مدعی ہوئے اور بہت ظاہر ہے کہ شرط اور شئے ہے اور دعوی مشروط، یعنی جس کے لئے شرط مقرر کی گئی ہے، اور ہے۔ یہ لازم نہیں کہ شرط میں تصریح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فضیلت علماء کی ہونے سے مشروط میں بھی وہی تصریح سمجھی جاوے خصوصاً جب کہ الفاظ دعوی میں تعمیم ہو۔ اس سے سب کو ثابت ہوا کہ آپ ایسے دعوی عام سے رجوع کرتے ہیں۔ خیر میں اس بات کو انصاف ناظرین رقعات طرفین پر چھوڑتا ہوں اور مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں۔

آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو اس فضیلت کا، جو احادیث فتوی سے ثابت ہے، محل قرار دیتے ہیں۔ ہر زمانہ کے لوگوں کو یا قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے۔

آپ نے اس بات کا جواب تو دیا نہیں، اور مجھ سے درخواست کی کہ تم منصفی علمائے حرمین منظور کرو ورنہ ان کی مذمت میں فتوی لکھو کہ محض اجنبی بات ہے۔ میں ابھی نہ منصفی مذکور کی تسلیم یا انکار کو زبان پر لاتا ہوں نہ اس کے خلاف میں کچھ لکھتا ہوں۔ جب آپ تعیین ان لوگوں کی کریں گے جو آپ کی احادیث متضمنہ فتوی کے مصداق ہیں تو اس وقت میں نظر کرونگا۔ اگر وہ لوگ واقعی آپ کی احادیث فتوی کے مصداق ہوئے تو میں مان جاؤنگا ورنہ اس میں عذر کرونگا۔ آپ ابھی مجھ سائل سے تسلیم اپنے مجمل دعوی کی یا انکار کیوں چاہتے ہیں۔ آئندہ جواب بحرف واحد دیں کہ وہ کون سے لوگ ہیں جنکے باب منصفی میں آپ مدعی ہیں اور احادیث سے ان کی باب منصفی میں ثابت فرمایئے۔ جانبین کی عبارات کو منصف تحقیقات کرے گا۔

اور یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے کلام لا طائل ہے جس امر کے آپ مدعی تھے دلیل اس کی پیش نہ کر سکے۔ آپ کو اختیار ہے۔

جواب میں بھی التماس کرتا ہوں لا طائل ہونا کلام ہر شخص کا سپرد ناظرین ہونا چاہیے اور جو مجھے آپ مدعی بنا کر مجھ سے دلیل طلب کرتے ہیں محل تعجب ہے وہ کونسا لفظ میری اس تحریر میں ہے جس سے میرا مدعی ہونا کسی امر میں ثابت ہوتا ہے مہربانی فرما کر نشان دیں میں تو اب تک سائل ہوں اور مدعی آپ ہیں۔ پس آپ پر دلیل پیش کرنا لازم ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک فتوی بھی دکھایا تھا اب اس کو کیوں چھپاتے ہو۔ آئندہ دعوی میں تعین کرو اور اس پر کوئی حدیث اسی فتوی کی شاہد ٹھہرا کر پیش کرو۔ پھر مجھ سے دریافت کرو کہ تو اس کو مانتا ہے یا اس میں منع پیش لاتا ہے یا معارضہ کرتا ہے۔

☆ عبدالعزیز: جواب لا طائل ہونا کلام کا سپرد ناظرین کرنا نہایت انصاف ہے لہذا وجوہ لا طائل ہونے آپ کے کلام کے بیان کئے جاتے ہیں تا ناظرین کو اغذات اور ماہرین علوم پر خوب واضح اور لائح ہو جاوے۔

وجہ اول: یہ قول آپ کا (ولیکن جب آپ نے دعوی کیا تھا تو عام ساکنان مکہ معظمہ کی فضیلت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدعی ہوئے) محض بے سند ہے بلکہ وقت اول ملاقات کے جو سردار صاحب کے حضور میں ہوئی تھی اور شرائط جانبین علیحدہ علیحدہ سردار صاحب کو حوالہ کی گئی تھیں اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط ستہ کے یہ تھی (شرط سوم ۔ بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ اور مدینہ کو منصف مقرر کیا جاوے) ۔ اس شرط کو آپ نے نامنظور فرمایا بلکہ سکان حرمین شریفین کو فاسق وغیرہ الفاظ ہتک آمیز سے یاد فرمایا اور میں نے جواب میں کئی حدیثیں مثبت فضیلت پیش کیں کہ ہم بموجب ان احادیث کے علماء حرمین کو منصف قرار دیتے ہیں ۔ آپ سے اس کے جواب میں بجز واقعات کے کوئی حدیث پیش نہیں ہوسکی تھی ۔ دوسرے روز روبروئے تھانہ دار اور سردار صاحب کے مجمع عام میں پھر اسی شرط کا شروع ہوا اس روز بھی آپ سکان حرمین کی مذمت کے مدعی ہوئے ۔ میں نے کھڑے ہوکر مجمع عام میں احادیث فضائل کے بیان کیں آپ نے اس کے جواب میں آیت الاعراب اشدّ کفراً و نفاقاً ۔ الآیۃ ، و من اھل المدینۃ مردوا علی النّفاق ۔ الآیۃ ، اور چند واقعات واسطے استدلال مذمت اہل حرمین کے پڑھیں اور میں نے روبروئے تھانہ دار اور سردار صاحب کے ہر چند آپ سے التجا کی کہ آپ ان آیات کو مثبت مذمت جان کر تحریر کر دیجئے آپ نے بالکل نہ مانا۔

❁ وجہ دوم : اور آپ کا قول (کہ شرط اور شئے ہے اور مشروط یعنی دعوی اور) برحق ہے لیکن شرط مذکور واسطے بحث مسائل مختلفہ کے کی گئی تھی ۔ جب جانبین نے اس شرط کو مبحث قرار دیا بعینہ وہی شرط دعوی ہوگئی ۔ پس اس دعوی کا غیر شرط ہونا محالات سے ہے لانّ سلب الشیء عن نفسہ محال

❁ وجہ سوم ۔ اور قول آپ کا (کہ دعوی کے الفاظ میں تعمیم ہوئی) محض افتراء ہے، ورنہ ان الفاظ پر کوا غذات مثل میں نشان دو ۔

❁ وجہ چہارم ۔ اور قول آپ کا (آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو ...) بڑے تعجب کی بات ہے کہ عبارت ہماری سراسر دال ہے اوپر تعیین مدعا کے، اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا ۔ اب آپ ارشاد فرماویں کہ تعین مدعا اگر کسی جسم کا نام ہے تو اس جسم کو حاضر کر دیں ۔

❁ وجہ پنجم ۔ مذمت سکان حرمین کا جو آپ کئی روز سے ورد کر رہے تھے اب جب آپ سے دلیل اس کی طلب کی گئی تو اس کو اجنبی بات فرمانے لگے ۔ اس کی مثل یہ ہے : ایک شخص اپنے لڑکے سے بروقت آپڑنے کسی واردات کے منکر اس کی ولدیت کا ہو جاوے ۔

اور اب جو آپ لکھتے ہیں کہ آپ پر دلیل پیش کرنا لازم ہے برحق ہے ۔ سو ہم دو روز سے دلیل اپنی پیش کر رہے ہیں لیکن آپ کو مدعی مذمت زبانی ہونا اور دلیل پیش نہ کرنا بعید منا ظرہ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ مناظرہ میں یہ شرط نہیں کہ جس چیز کا دعوی زبانی ہو اس کے واسطے دلیل بیان نہ کرے۔

اور آپ کئی جگہ اپنے آپ کو سائل سے تعبیر کرتے ہیں اور حالانکہ مراد سائل سے علم مناظرہ میں وہ شخص ہے کہ جو مقابلہ مدعی کا بعد قائم ہونے دلیل کے کرے۔ تسلیم کرنا دعوی کا بعد اقامت دلیل کے شان سائل سے نہیں قال فی الرشیدیه السائل من نصب نفسه لنفی الحکم پس آپ کا سائل ہونا خبر نہیں کہ کس علم سے مستنبط ہے، اس سے آگاہ کریئے۔

اب آپ کو لازم ہے کہ مذمت کی دلیل پیش کرو، اور فضیلت اہل حرمین کی جو دلیل آپ کے روبرو کئی دفعہ بیان ہو چکی تحریری میری لے لینا تا دونوں کو منصف کے پاس روانہ کیا جاوے۔ اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ صدق کو ہاتھ سے نہ دے خصوصاً مناظرہ شرعیہ میں۔ قال اللہ تعالی یا ایّها الذین آ منوا اتّقوا اللّه و کونوا مع الصّادقین۔ قال رسول اللّه ﷺ یکب الناس فی النّار علی وجوههم الا حصائد السنتهم و اللّه اعلم و علمه اتمّ۔

☆ محمد حسین: اگر آپ نے انصاف لا طائل کلام ہونے کا سپرد ناظرین کیا تھا تو بیان وجوہ ایک امر لا طائل تھا، اس لئے ان کا جواب ضروری تو نہ تھا لیکن بنظر اس کے کہ عوام الناس دھوکہ نہ کھاویں، لکھا جاتا ہے:۔

جواب وجہ اول۔ باوجود اس کے کہ آپ نے احادیث فضائل مدینہ پڑھی ہیں اور شرط ثالث میں منصفی علماء کی چاہتے تھے ولیکن دعوی آپ کا یہ تھا کہ مکہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی خبث رہنے نہیں پاتا۔ وہاں کے سبھی لوگ اچھے ہوتے ہیں۔ جس کے مقابلہ میں میں نے تقسیم کی اور کہا کہ مکہ اور مدینہ پر کئی زمانے آئے۔ ایک زمانہ قبل نبوت یا ہجرت ہونے کے کہ اس میں کفر ظاہر تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا زمانہ کہ اس وقت بھی بعض منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پڑھی تھی پھر وہ زمانہ جو آنحضرت ﷺ کے بعد ہوا، اس میں بھی بعض اطراف کے لوگ مرتد ہو گئے تھے جن کو حضرت صدیق اکبر نے مارا، اور بعض نے اکابر صحابہ کو جیسے حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کو شہید کیا۔ پھر خلفاء کے مابعد کا زمانہ ہوا جس میں یزید پلید کے لشکر سے حرکتیں بے جا، زنا و قتل، مدینہ میں سرزد ہوئیں اور مکہ میں عبدالملک نے چڑھائی۔ ان دلائل سے میں نے آپ کے اس عام دعوی کو توڑا جو آپ فرماتے ہیں کہ مکہ میں جو رہتے ہیں، اچھے ہوتے ہیں۔ میرا صریح کلام یہ ہے کہ ہمارے دین و ایمان کا رکن ہے ولیکن وہاں کے سبھی لوگ ہمیشہ یکساں نہیں رہتے۔ اب فرمایئے آپ کی درخواست منصفی سے یہ گمان لازم آتا یا سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے بروقت بیان فضائل ساکنان مکہ کے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساکنان میں قید علماء وفضلاء کی لگا دی ہو اور میرا نہ لکھنا ان آیات کو جو میں نے منافقوں کی مذمت میں بیان کی تھیں اس لئے تھا کہ بدون تقرر مشروط اور تقرر مبحث مقصود کے لکھنا لکھانا محال۔ اب جو آپ پہلے دعوی کا ثبوت لکھ چکیں گے اور مجھے آپ کے خلاف میں کچھ دعوی ہوگا تو پھر وہی آیتیں لکھدونگا۔

❁ جواب وجہ دوم۔ وہ شرط اگر چہ پیچھے کر ایک دعوی ہوگئی ہے ولیکن بوقت اول دعوی کے وہ مغائر تھی۔

❁ جواب وجہ سوم: آپ کا افتراء کہنا محض افتراء ہے اور جو آپ کا غذات مسل میں اس کا نشان چاہتے ہیں محل تعجب ہے۔ وہ تو گفتگو زبانی تھی، مسل کہاں ہے جس سے نشان دوں۔ مثل تو وہی ہوئی جس میں آپ مدعی فضیلت ساکنان حرمین کے باب منصفی ہوئے۔

❁ جواب وجہ چہارم۔ آپ کی کسی لفظ سے تمام تحریر میں بو بھی اس بات کی نہیں آتی ہے کہ آپ حرمین کے ساکنان ہر زمانہ کے بہتری کے باب میں منصفی میں مدعی ہیں یا خاص قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے لوگوں کے جس سے کہ میرا سوال ہے۔ جس جگہ وہ عبارت ہے جس سے یہ بات سمجھی جاوے، وہاں ایک سطر تحریر فرماویں۔

❁ جواب وجہ پنجم۔ میں مذمت عام ساکنان حرمین کا مدعی نہیں ہوا کہ سبھی وہاں کے برے ہیں۔ تمام لوگ مسلمان و ہنود حاضرین مجلس جانتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ وہاں بھلے لوگ بھی ہیں اور برے بھی ہیں۔ اور کہتا ہوں کہ اس جگہ کے اچھے ہونے سے وہاں کے سبھی لوگوں کا اچھا ہونا لازم نہیں آتا ہے۔ اور یہ بھی میرا کہنا بطور دعوی کے نہیں تھا بلکہ بطور نقض کے آپ کے دعوی میں تھا۔ اور وہ بھی پہلے زبانی گفتگو میں ہو چکا اور جب سے گفتگو تحریری شروع ہوئی ہے میں کسی امر کا مدعی نہیں رہا۔ آپ سے تعین دعوی اور اس کی دلیل کا سوال کرتا ہوں اور اس بات پر مستعد ہوں کہ جب آپ اپنے دعوی پر دلیل قائم کریں تو پھر میں نظر کروں کہ آپ کے کلام میں تقریب تام ہے یا نہیں۔ اگر دلیل سے آپ کا دعوی ثابت پاؤں تو مان جاؤں، ورنہ سائل بن جاؤں اور اس کی نفی کے درپے ہوجاؤں اور اس کا ردّ لکھوں۔ اس اعتبار سے میں سائل مصطلح ہوسکتا ہوں۔ جناب من! جب میں آپ کے دعوی کے اوکھاڑنے کے درپے ہوگیا تو سائل ہونگا یا نہیں؟ علاوہ یہ کہ وہ تعریف سائل مصطلح فن مناظرہ کے ہے اور لغتاً ہر بات پوچھنے والے کو سائل کہتے ہیں جیسا کہ میرا سوال اول اسی اطلاق سے سوال ہوسکتا ہے اور ایسے ہی سائل سے بھی مجیب کو دلیل طلب کرنا نہیں آتا۔ اور جو آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کہا ہے کہ تسلیم کرنا دعوی کا بعد قائم ہونے دلیل کے شان سائل سے نہیں ہے معلوم نہیں میری کس بات کے جواب میں ہے، میرا سائل رہنا بعد قائم ہونے دلیل اور تسلیم دعوی کے میرے کس کلام سے مفہوم ہوتا ہے۔

یہ تو جواب ہے آپکے اعتراض کا۔ اگر آپ کے کلام کے ضمیمہ کو دیکھتا ہوں تو اس میں بھی مجھے کئی وجہ سے کلام ہے، ولیکن میں اس جگہ اس بحث نوعی کو فضول جانتا ہوں اسی واسطے جب آپ نے جملہ السّا ئل من نصب نفسه میں سین سے پڑھا تھا اور ترجمہ بھی اس کا یہ کیا تھا کہ نسبت کرے، تو درگذر کر کے زبانی آپکو اس غلطی پر متنبہ کر دیا اور آپ ہی کے قلم سے سین کو صاد بنوا دیا۔ اگر مجھے لفظی بحث منظور ہوتی تو خاموش رہتا اور آپ کی تحریر کے جواب میں تفصیل وتطویل کرتا۔

یہ جوابات آپ کے وجوہات کے ہیں۔ اب مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں۔ آپ نے پھر وہی بات کی اور اپنے دعوی کی دلیل پیش نہ کی اور مجھ سائل سے دلیل مانگی۔ اور جو آپ فرماتے ہیں کہ ہم دو تین دن سے دلیل پیش کر رہے ہیں یہ بڑی دلاوری کی بات ہے کہ آپ برملا خلاف واقعہ اظہار کرتے ہیں اس کی کیا مثال دوں؟ شرم آتی ہے۔ دلیل مانگتا ہوں آپ اپنے فتوی کو اپنے ہاتھ میں رکھ کر دور سے دیتے ہیں۔ ہر چند آپ سے سبھی لوگ یہاں تک کہ سردار صاحب بھی کہہ رہے ہیں کہ آپ فتوی دیں اور اپنے دعوی کا ثبوت پیش کریں، آپ فتوی میرے ہاتھ نہیں دیتے۔ پھر کس طرح فرماتے ہیں کہ میں دو تین روز سے دلیل پیش کر رہا ہوں، اور مجھ سے دلیل مذمت چاہتے ہیں، یہ محال ہے۔ میں اس گفتگو میں (جس میں تحریر ہوتی ہے) مذمت کا مدعی نہیں۔ جو پیچھے زبانی کہا تھا سو دوسری بات ہے جس کی تشریح جواب دفعہ اول میں گذری۔ اس گفتگو تحریری کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور باوجود اس میں اسی جواب میں اس اپنی دلیل کو لکھ بھی چکا ہوں۔ اب تو ضد چھوڑیئے اور اپنے دعوی کا تحریری ثبوت دیجئے جس کا آپ نے وعدہ آخر تحریر میں کیا۔ میں اس کو دیکھ کر تسلیم کروں یا رد کروں، پھر اس کو منصف کی طرف پہونچا دیں۔ اگر اس امر کے سوا کوئی اور بات پیش کریں گے، یعنی پھر وہی باتیں لا طائیل کریں گے اور اپنا ثبوت پیش نہ کریں گے تو میری طرف سے اس بات میں خطاب سے اعراض ہے۔ میں ایسی باتوں کو لائق جواب نہیں جانتا۔ اس بات کا انصاف ناظرین پر ہے۔ اور جو آپ نے اپنے اخیر پرچہ میں آیت اور حدیث لکھی ہیں اسی پر خود بھی عمل کرتے تو اتنی فضول باتیں بعید از مطلب اور مخالف واقع زبان وقلم سے نہ نکالتے اتامرون النّاس با لبرّ و تنسو ن انفسکم بھی قرآن ہی کی آیت ہے۔ اور اگر اس سلسلہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوائے ایسے قیل وقال کے آپ کو کوئی بات نہیں آتی تو آپ دوسرے مسئلہ میں بحث کریں یعنی رفع یدین وآمین بالجہر اور مثل اس کے۔ اور اگر وہ بھی منظور نہیں تو میری طرف سے سلام۔

☆ عبدالعزیز: اگر چہ جواب دینے کی حاجت نہیں لیکن بنظر فائدہ عام کے جواب بطور اختصار لکھا جاتا ہے۔

۱۔ لکھنا وجوہ کا واسطے اصل لا طائکیت کے نہیں ہوا بلکہ واسطے وضاحت لا طالیت کلام خصم کے لکھی گئیں۔

۲۔ ہم نے کہیں تحریراً یا تقریراً یہ دعوی نہیں کیا کہ ساکنان حرمین شریفین قبل اسلام بھی بہتر تھے ورنہ کوئی تحریر سند میں پیش کرو یا حضار مجلس سے گواہی دلوا دو جیسا کہ ہم نے گواہ تحریری شرط ثالث کی پیش کئے اور جو واقعات قتل ابن زبیر اور یزید کے پیش کئے ان کا مقابل میں احادیث نبویہ کے مثل الدین لبا رز الی الحجاز کما تا رز الحیّة الی حجرها وغیرہ کے جو صحاح ستہ اور مشکوۃ میں موجود ہیں پیش کرنا شان محمدیہ سے بعید ہے آپ تو فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بجز قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ کے کوئی دلیل نہیں ہے اب واقعات کو کیوں بیان کرتے ہو۔ علاوہ بریں آنکہ واقعات مذکورہ سے بجز مظلومیت ان کی کے اور کچھ ثبوت نہیں ہوتا۔ یعنی عبدالملک وغیرہ نے مکہ اور مدینہ پر چڑھائی کر کے سکنائے حرمین کو بہت ستایا بلکہ ان شدائد سے فضلیت سکنائے حرمین کی عند اللہ ثابت ہوئی لقولہ علیہ السلام اشدّ البلاء ا لانبیاء ثمّ الامثل فالامثل اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ ہم انکی عصمت کے مدعی نہیں ہوئے تا ہم پر کوئی اعتراض لازم آوے اور جو آپ نے حدیث زنا کرنے ماعز کے بطور اہانت سکنائے حرمین کے بیان کی تھی جو حقیقت میں طعن صحابہ پر ہے اس کے جواب میں میں نے بھی کہا تھا کہ ہم ان کی معصومیت کا دعوی نہیں کرتے۔ اور اب آپ جو فرماتے ہیں کہ بعضے لوگ وہاں کے اچھے ہیں، اگر مراد اس سے علماء ہیں تو ان کی منصفی سے منحرف کیوں ہوتے ہو۔ اگر ذی علم مراد نہیں تو اس کی سند قرآن وحدیث سے پیش کرو۔

۳۔ اگر دعوی سے آپ نے اپنی عبارت میں دعوی عام فضیلت کا مراد لیا ہے تو اسکا مشروط ہونا ساتھ شرط ثالث ہماری کے محالات سے ہے فلزومه شرطية لنفسه و لغيره و ان اختلج فی صدرك بعد ذلک شئے فا قرأ قو له تعا لی: انّ اللّٰه علی کل شیء قدیر۔ فیتا مل فانّه دقیق و با لتّا مل حقیق۔

آپ جو فرماتے ہیں کہ دعوی سے میں نے دعوی تقریر عام آپ کا مراد رکھا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باوجودیکہ یہ افتراء محض ہے لیکن واسطے ہمارے سند کامل مل گئی یعنی اب آپ دعوی تقریر کے سند ہونے کے مقر ہوئے۔ پس اب آپ پر دلیل دعوی مذمت تقریری اپنے کی تحریراً واسطے ملاحظہ منصف کے ضروریات سے ہوئی المرء یؤخذ باقراره

۴۔ اور آپ جو فرماتے ہیں کہ ایک سطر واسطے تعیین دعوی اپنے کے نشان دو، سو چھٹی تحریر ہماری میں یہ درج ہے۔ دیکھ لو ہمارا دعوی اول سے یہی ہے کہ علمائے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کا اس زمانہ میں منصف ماننا وقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیے۔

۵۔ اطلاق کرنا لفظ سائل کا مقابل لفظ مدعی کے لغویۃً کو لغو کرتا ہے اور کہنا آپ کا کہ شاید میں تسلیم کرلوں آپ کے سائل ہونے کو باعتبار مایؤل الیہ کے باطل کرتا ہے والاّ ہر محارب کو قتیل کہنا، اگرچہ وہ مقتول نہ ہو، درست ہوتا و ھو کما تری۔

اور آپ جو لکھتے ہیں کہ میں نے سین کا صاد بنوایا، آپ حلفاً بیان کیجئے کہ جب آپ نے ہماری تحریر نقل کی تھی تو اس میں صاد تھا یا سین، اس میں تو صاف صاد ہی تھا۔

اور آپ جو فرماتے ہیں کہ فتوی ہمارے ہاتھ نہیں دیتے یہ کس علم مناظرے کی کتاب میں درج ہے کہ جو شخص دلائل اپنے زبانی بیان کر چکا ہو اس کو تحریر کر کے بھی دینا خصم کو ضروریات سے ہے جب آپ نے بمقابلہ احادیث فضیلت کے، جو میں نے مجمع عام میں پڑھی تھیں، معارض بن کر دلائل مذمت کے موافق زعم اپنے کے بیان کئے پس تحریر دلائل کے واسطے ملاحظہ منصف کے ضرور درکار ہے سو ہم کئی دن سے کہہ رہے ہیں کہ مذمت کا فتوی مدلل کر کے تم بھی پیش کرو تا دونوں شامل مسل ہو کر منصف کے پاس روانہ کئے جاویں۔ آپ جو بار بار زبان پر لاتے ہیں کہ گفتگو فضیلت حرمین کی فضول ہے یہ بات آپ کی بالکل بے سند ہے کیونکہ اکثر فساد عوام کا الانعام میں اس واسطے زیادہ برپا ہوتے ہیں کیونکہ متبعین مذاہب سند عمل درآمد علمائے اور افتیائے سنائے حرمین شریفین کی پکڑتے ہیں اور آپ کے فرقے کے لوگ سکنائے مکہ کی مذمت کر کے لوگوں کی طبیعت کو اشتعال دلاتے ہیں اگر آپ کو دینا فتوی مذمت کا واسطے ملاحظہ منصف کے منظور نہیں تو ہم فتوی اپنا شامل مسل کر کے منصف کے پاس روانہ کر دیتے ہیں اور ختم گفتگو کر کے حضار مجلس کو پیام سلام کا دیتے ہیں۔

(جناب عبدالحی لکھنوی فریقین کے مذکورہ بالا پرچے ملاحظہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ تنازع یہ ہے کہ

☆ مدعی نے فضیلت ساکنان حرمین کا دعوی کیا۔

☆ سائل نے اس کے جواب میں کہا کہ حرمین کے لوگ منافق وکافر بھی تھے چنانچہ آیت و من اھل المدینۃ مردوا علی النّفاق۔ الآیۃ ۔ الاعراب اشدّ کفراً و نفاقاً ۔اس پر دال ہیں۔ بروز مباحثہ سائل نے استفسار کیا کہ آپ فضیلت کلی کے مدعی ہیں یا کسی وصف خاص میں۔

☆ اس کے جواب میں مدعی نے کہا کہ مراد فضیلت کلی سے اور وصف سے کیا ہے؟ اور آپ تمسک اس مسئلہ میں کس دلیل سے پکڑو گے؟

☆ سائل نے شرح کی کہ فضیلت کلی عبارت ہے فضیلت سے ہر وصف میں جیسے علم وفہم تقوی وفضل وسکونت وغیرہ اور وصف خاص ایک صفت، ان صفتوں سے۔ اور یہ کہا کہ میرا تمسک کرنا آپ کو ابھی کہاں معلوم ہوا، میں تو سائل ہوں آپ مدعی ہیں آپ جس دلیل سے تمسک کریں گے میں جواب دونگا۔

☆ مدعی نے کہا کہ جب تک آپ کوئی دلیل ادلہ شرعیہ میں سے منظور نہ کریں گے جواب متعذر ہے اس لئے آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنا تمسک بیان کریں تا جواب دیا جاوے اور آپ نے جو کل آیت مذمت اہل مدینہ میں اور مذمت عرب میں پڑھی تھی اس کو بھی مذمت میں سند جانتے ہیں یا اس سے رجوع ہے۔

☆ سائل نے کہا کہ میرے سامنے دلیل پیش کرنے کی اس وقت حاجت ہوگی جب میں آپ کے دعوی فضیلت کا منکر ہونگا اور چونکہ ابھی تک محل نزاع مقرر نہیں ہوا اور میرا انکار یا تسلیم مانا نہ گیا تو ابھی دلیل پیش کرنے کی حاجت نہیں، شائد میں آپ کے دعوی کو مان لوں۔ جس وقت میں آپ کے دعوی کا منکر ہونگا اس وقت آپ دریافت کیجئے گا کہ تم کون سی دلیل مانگتے ہو۔ اور آیت سے جو میں نے کل دلیل پکڑی تھی وہ مذمت میں ان لوگوں کے تھی جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں منافق تھے، چنانچہ میں نے تقسیم کی تھی کہ مکہ ومدینہ کے لوگ کئی قسم پر ہیں۔ ایک وہ جو پہلے آنحضرت ﷺ کے کافر تھے، دوسرے وہ جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کافر تھے۔ اور یہ کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے جس پر وہ آیت پیش کی تھی۔

☆ مدعی نے کہا کہ آپ نے جو آیت مقابل ہمارے مناظرہ میں بیان کی تھی اگر مراد آپ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہی تھی جو آپ فرما رہے ہیں، پس آپ سے خطا ہوئی کیونکہ جو حدیثیں ہم نے فضائل میں بیان کی تھیں ان کا یہ مضمون نہ تھا کہ قبل زور اور نصرت اسلام کے ثبوت فضیلت کا ہو پس یہ اہل علم سے بعید ہے اور اگر مراد آپ کی بعد تقرر اسلام کے بھی ہو پس اس سے تکذیب احادیث کی لازم آتی ہے اور آپ دو تین روز سے جو انکار فضیلت کا کر رہے ہیں اس لئے آپ سے دریافت تمسک ضرور ہے۔

☆ سائل نے کہا کہ چونکہ آپ نے دعوی معین نہ کیا تھا کہ کس زمانہ کے لوگوں کی فضیلت کے مدعی ہیں اس لئے میں نے تفصیل و تقسیم کی تھی اور یہ میں نہیں کہتا کہ جو مضمون احادیث سے ثابت ہے مسلّم نہیں۔ اور تقرر اسلام کی حد بیان کرنا آپ پر لازم ہے کہ کس وقت سے وہ زمانہ پایا گیا جب آپ حد بیان کریں گے اس وقت میرا اقرار یا انکار آپ کو ثابت ہوگا، پہلے سے آپ کیوں فرماتے ہیں کہ تم بعد تقرر اسلام کے منافقوں کا وجود مدینہ میں تجویز کرتے ہو۔ میں دو تین روز سے مطلق افضلیت کا منکر نہیں۔ آپ وصف معین بیان کریں کہ کس فضیلت کے مدعی ہیں شاید اس کا میں منکر نہ ہوں۔ جب آپ منکر پاویں اس وقت مجھ سے دلیل لائق تمسک کا سوال کریں۔

☆ مدعی نے کہا، کیا یہ عجب العجائب ہے کہ آپ کے سامنے جب حدیثیں فضائل کی بیان ہوئیں اور مضمون احادیث کا صریحاً دلالت کرتا ہے کہ مراد زمانہ نفاق و کفر کا نہیں پھر بھی ایسی آیت مقابل احادیث کے بیان کرنا صریح غلطی ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ دعوی فضیلت کل سکان حرمین کا بعد استیلاء و تقرر اسلام کے ہے، نہ زمانہ کفر و نفاق میں۔ خیر اب چونکہ ادعاء مذکور سے انکار کیا چاہتے ہیں انکار کو بجائے توبہ کے قرار دیا۔ اور فضائل حرمین شریفین کے بالفعل بھی جو احادیث سے ثابت ہیں کئی قسم کے ہیں لیکن مقصود یہ ہے کہ جب علماء اطراف و دیار میں کسی مسئلہ کا اختلاف ہو پس اس صورت میں یہ امر افضل و بہتر ہے کہ حرمین کے علماء کو منصف قرار دیا جاوے چنانچہ مجموعہ احادیث مشتملہ استفتاء جو پیش کیا جاتا ہے اس امر پر دال ہیں۔

☆ سائل نے کہا چونکہ آپ نے دعوی عام کیا تھا اور دلیل خاص فضیلت زمانہ تقرر اسلام کے لائے تھے اس لئے آپ کے دعوی کے مقابلہ میں میں نے تقسیم کی تھی اور وہ آیت بمقابلہ آپ کے عموم دعوی کے تھی نہ خصوص دعوی کے۔ خیر آپ اس دعوی عام کو چھوڑتے ہیں تو میں آپ کے اس امر کو بجائے توبہ کے قرار دیتا ہوں۔ اور جو آپ نے اب دعوی کیا ہے کہ ہم اس وصف میں مدعی ہیں کہ منصفی مقدمات دین میں وہ افضل ہیں اور اس دعوی پر آپ نے احادیث متضمنہ فتوی پیش کی ہیں، سو میں کہتا ہوں کہ اس دعوی میں یہ بات تعین طلب ہے کہ کس زمانہ کے لوگ افضلیت کے محل ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہر زمانہ کے یا خاص قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے۔ آپ تعین فرماویں تو آپکا فتوی دیکھا جاوے گا

☆ مدعی نے کہا ہمارا دعوی اول سے یہی ہے کہ علماء حرمین کا اس زمانہ میں منصف قرار دینا بروقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیے واسطے اس امر کے شرط تیسری ہمارے منجملہ شرائط مشمول مسل جو قبل انعقاد شرائط سرکار کے داخل کی گئی تھیں شاہد عدل ہیں کیونکہ بسبب نہ ماننے اس شرط کے یہ بحث شروع ہوئی تھی اور وہ یہ تھی (شرط سوم۔ بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال کے علماء مکہ اور مدینہ کو منصف قرار دیا جاوے) اب آپ کو لازم ہے کہ یا منصفی علمائے حرمین کی منظور کریں یا ایک فتوی ثبوت مذمت سکان حرمین میں یعنی جو علماء اور اتقیاء اور مومنین وہاں کے موجود ہیں تحریر فرماویں۔

☆ سائل نے کہا بے شک آپ نے شرط میں منصفی کا ذکر کیا تھا لیکن جب آپ نے عام دعوی کیا تو عام ساکنان مکہ کی فضیلت کے مدعی ہوئے اور بہت ظاہر ہے کہ شرط اور امر ہے، اور مشروط، یعنی دعوی جس کے لئے شرط مقرر کی گئی تھی، اور۔ اور امر یہ لازم نہیں کہ شرط میں تصریح فضیلت علماء کی ہونے سے مشروط میں بھی وہی تصریح سمجھی جاوے۔ اس سے سب کو ثابت ہوگا کہ آپ اس دعوی عام سے رجوع کرتے ہیں۔ خیر میں اس بات کو انصاف ناظرین پر چھوڑ کر مطلب کی بات کا جواب دیتا ہوں کہ آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ آپ کن لوگوں کو اس فضیلت کا، جو احادیث فتوی سے ثابت ہے، محل قرار دیتے ہیں۔ ہر زمانہ کے لوگوں کو یا قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے۔ جب آپ تعین کیجئے گا، میں نظر کرونگا، اگر وہ لوگ واقعی آپ کی احادیث فتوی کے مصداق ہیں تو میں مان جاؤنگا ورنہ اس میں عذر کرونگا۔ آپ ابھی مجھ سائل سے تسلیم اپنے مجمل دعوی کی بار دگر کیوں چاہتے ہیں۔

☆ مدعی نے کہا کہ جانبین کی عبارت کو منصف خود تحقیقات کر لے گا اور یہ جو کچھ آپ نے لکھا ہے کلام لا طائل ہے جس امر کے آپ مدعی تھے اس کی دلیل پیش کیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے۔

☆ سائل نے کہا میں ابھی التماس کر چکا ہوں کہ لا طائل ہونا کلام ہر شخص کا سپرد ناظرین ہونا چاہیے اور جو آپ مجھے مدعی بناتے ہیں اور مجھ سے دلیل طلب کرتے ہیں، محل تعجب ہے۔ وہ کون لفظ میری اس تحریر میں ہے جس سے میرا مدعی ہونا کسی امر میں ثابت ہوتا ہے، میں تو اب تک سائل اور آپ مدعی ہیں۔ پس آپ پر دلیل پیش کرنا لازم ہے چنانچہ آپ نے ایک فتوی بھی دکھایا تھا اب اسکو کیوں چھپاتے ہو۔ آئندہ دعوی میں تعین کرو اور اس پر ایک حدیث فتوی کی شاہد ٹھہرا کر مجھ سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دریافت کرو کہ تو اس کو مانتا ہے یا نہیں۔

☆ بعدازاں مدعی نے وجوہ لاطائلیت کلام سائل کا بیان کرنا شروع کیا چند وجوہ سے:۔

ایک یہ قول سائل کا (لیکن جب آپ نے دعوی کیا تھا تو عام کیا تھا) محض بے سند ہے کیونکہ جب اول ملاقات سردار صاحب کے حضور میں ہوئی تھی اور شرائط جانبین علیحدہ علیحدہ سردار صاحب کو حوالہ کی گئیں تھیں اور ہماری تیسری شرط منجملہ شرائط ستہ کے یہ تھی کہ (شرط سوم: بعد گفتگو کے اگر تکرار باقی رہی تو واسطے انفصال کے علماء مکہ و مدینہ منصف مقرر کئے جاویں) اس شرط کو آپ نے نا منظور فرمایا بلکہ سکان حرمین کو فاسق وغیرہ الفاظ سے یادفرمایا۔ میں نے جواب میں کئی حدیثیں فضیلت کی پیش کیں کہ ہم بموجب ان احادیث کے علمائے حرمین کو منصف قرار دیتے ہیں آپ نے اس کے جواب میں بجز واقعات کے کوئی حدیث پیش نہیں کی۔ دوسرے روز روبرو سردار صاحب کے مجمع عام میں پھر اسی شرط کا تکرار شروع کیا۔ اس روز بھی آپ سکان حرمین کی مذمت میں مدعی ہوئے۔ میں نے کھڑے ہوکر مجمع عام میں احادیث فضائل کے بیان کئے آپ نے اسکے جواب میں آیت الاعراب اشدّ کفراً و نفاقاً وآیت و من اھل المدینة مردوا علی النّفاق اور چند واقعات بیان کئے۔

دوسرے یہ کہ قول آپ کا (شرط اور شئے ہے اور مشروط اور ہے) حق ہے لیکن شرط مذکور واسطے بحث مسائل مختلفہ کے کی گئی تھی جب جانبین نے اس شرط کو مبحث قرار دیا وہی شرط دعوی ہوگئی۔

تیسری وجہ یہ قول آپ کا کہ دعوی کے الفاظ میں تعمیم تھی، محض افتراء ہے ورنہ ان الفاظ کو مسل میں نشان دیجئے۔

چوتھی وجہ یہ کہ قول آپ کا کہ آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا بڑے تعجب کی بات ہے کہ جو عبارت ہماری سراسر دال ہے اوپر تعین مدعی کے، اس کے جواب میں آپ نے یہ فرمایا۔

پانچویں وجہ یہ کہ مذمت سکان حرمین کا جو آپ کئی روز سے ذکر کر رہے تھے اب جب دلیل آپ سے طلب کی گئی تو اس کو اجنبی بات فرمانے لگے اور اب کئی جگہ آپ اپنے کو سائل سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ مراد سائل سے علم مناظرہ میں وہ شخص ہے جو مقابلہ مدعی کا بعد قائم ہونے دلیل کے کرے تسلیم کرنا دعوی کا بعد اقامت دلیل کے شان سائل نہیں قال فی الرّشیدیه السّائل من نصب نفسه لنفی الحکم۔ اب آپ کو لازم ہے کہ مذمت کی دلیل پیش کیجئے اور فضیلت کی دلیل جو بیان ہوچکی تحریری میری لے لینا تا دونوں منصف کے پاس روانہ کی جاویں۔

☆ بعد اس کے سائل نے جواب میں کہا کہ آپ کی وجہ اول کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ شرط

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثالث میں منصفی علماء کی چاہتے تھے لیکن آپ کا دعوی یہی تھا کہ مکہ ایسی جگہ ہے جہاں کوئی خبیث رہنے نہیں پاتا، وہاں کے سب لوگ اچھے ہوتے ہیں جس کے مقابلہ میں میں نے تقسیم کی تھی اور کہا تھا کہ مکہ اور مدینہ پر کئی زمانہ آئے۔ ایک زمانہ قبل نبوت کہ اس میں کفر ظاہر تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ کا زمانہ کہ اس وقت میں بعض منافق موجود تھے جس پر آیت پڑھی تھی۔ پھر وہ زمانہ جو حضرت ﷺ کے بعد ہوا، تو اس میں بھی بعض اطراف کے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ پھر خلفاء کے مابعد کا زمانہ ہوا جس میں یزید پلید کے لشکر سے حرکتیں بے جا سرزد ہوئیں اور مکہ پر عبدالملک نے چڑھائی۔ ان دلائل سے میں نے آپ کے دعوی عام کو توڑا۔

اور جواب وجہ دوم کا یہ کہ اگرچہ شرط پیچھے کو ایک دعوی ہو گئی تھی ولیکن اول دعوی کے وہ مغائر تھی۔

اور جواب وجہ سوم کا یہ ہے کہ آپ کا افتراء کہنا محض افتراء ہے وہ زبانی گفتگو تھی کہ جس میں دعوی عام تھا مسل کہاں تھی جس میں نشان دیا جاوے۔ مسل تو پیچھے ہوئے جس میں آپ مدعی فضیلت سکان حرمین کے باب منصفی میں ہوئے۔

اور وجہ چہارم کا جواب یہ ہے کہ آپ کی کسی لفظ سے تمام تحریر میں بو بھی اس بات کی نہیں آتی کہ آپ حرمین کے ساکنان ہر زمانہ کے بہتری کے باب منصفی میں مدعی ہیں یا خاص قرون ثلاثہ کے یا آج کل کے لوگوں کی۔

اور جواب وجہ پنجم کا یہ ہے کہ میں مذمت عام ساکنان حرمین کا مدعی نہیں ہوا تمام لوگ حاضرین مجلس جانتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ وہاں بھلے لوگ بھی ہیں اور برے بھی ہیں اور کہتا ہوں کہ اس جگہ کے اچھے ہونے سے وہاں کے سبھی لوگوں کا اچھا ہونا لازم نہیں آتا اور یہ بھی میرا کہنا کچھ بطور دعوی کے نہ تھا بلکہ بطور نقض کے آپ کے دعوی میں تھا اور جب سے گفتگو تحریری شروع ہوئی میں کسی امر کا مدعی نہیں ہوا۔

آپ سے تعین دعوی اور دلیل کا سوال کرتا ہوں اور سائل لغۃً ہر بات پوچھنے والے کو کہتے ہیں اس نظر سے اطلاق سائل کا مجھ پر ہو سکتا ہے۔ اور جو آپ فرماتے ہیں کہ میں دو تین روز سے دلیل پیش کر رہا ہوں، بڑی دلاوری کی بات ہے کہ آپ برخلاف واقع اظہار کرتے ہیں۔ میں جب دلیل مانگتا ہوں آپ اپنے فتوی کو ہاتھ میں رکھ کر دور سے دکھا دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ فتوی مجھے دیجئے میں اس کو قبول کروں یا رد کروں، آپ نہیں دیتے۔

☆ بعد اس کے مدعی نے کہا کہ ہم نے کہیں تقریراً یا تحریراً یہ دعوی نہیں کیا کہ ساکنان حرمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبل تقرر اسلام بھی بہتر تھے اور واقعات قتل ابن زبیر اور یزید کے مقابل احادیث نبویہ پیش کرنا شان محمدیہ سے بعید ہے۔ آپ تو فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بجز قرآن وحدیث واجماع صحابہ کے کوئی دلیل نہیں پھر واقعات کو کیوں بیان کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے ان واقعات سے بجز مظلومیت اہل حرمین کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ ہم ان کی عصمت کے مدعی نہیں ہوئے تاہم پر کوئی اعتراض لازم آوے۔ اور اب جو آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ وہاں کے اچھے ہیں، اگر مراد اس سے علماء ہیں تو ان کی منصفی سے منحرف کیوں ہوئے۔ اور ہمارا دعوی اول سے یہی ہے کہ علمائے مکہ اور مدینہ کا اس زمانہ میں منصف ماننا وقت اختلاف اور تکرار باقی رہنے ہمارے کے چاہیے۔ اور آپ جو فرماتے ہیں کہ فتوی ہمارے ہاتھ نہیں دیتے یہ کس کتاب میں مناظرہ کے درج ہے کہ جو شخص اپنے دلائل زبانی بیان کرے اس کو تحریر کر کے بھی خصم کو دینا ضرور ہے۔ فقط۔

تقریر فیصلہ:

چونکہ متخاصمین اس فقیر سراپا تقصیر کے انصاف ومحاکمہ پر راضی ہوئے یقین ہے کہ جو امر میں انصافاً بلا لحاظ احد الجانبین تحریر کرونگا اس کو دونوں پسند فرماویں گے اور بعد نظر غائر وفکر وافر کے میری تحریر کو محض انصاف واظہار حق تصور فرماویں گے۔ بناءً علیہ امتثالاً للامر میں متوجہ انصاف ہوتا ہوں اور امر مکنون کو ظاہر کرتا ہوں۔

مخفی نہ رہے کہ متخاصمین کے تقریرات امور زائدہ پر کہ بمراحل داب مناظرہ سے دور ہیں مشتمل ہیں ان سب سے قطع نظر کر کے بعد معائنہ تقریرات طرفین کے جو امور واضح ہوئے اس کو درج صحیفہ ہذا کرتا ہوں۔

❁ اول: مدعی کو لازم تھا کہ اولاً دعوی کی تنقیح کما حقہ فرماتے۔ اور دعوی فضیلت سکان حرمین کا علی سبیل التعین عموماً یا خصوصاً فرماتے اور سکان کی تقیید ساتھ علماء کے اور فضیلت کا تعین غرض باب انصاف میں ہے اور تعین زمانہ فضیلت کرتے تا سائل کو موقع تطویل بحث کا نہ ملتا اور بوجہ صرف ہو جانے زمانہ تقریر کے امور غیر مقصود میں امر مقصود فوت نہ ہوتا۔

❁ دوم: اگرچہ مدعی نے بوقف تقریر دعوی عامہ بلا تعین کیا ہو مگر قرائن حالیہ ومقالیہ تقریرات سابقہ وشرائط سالفہ کے لحاظ سے یہ امر بدیہی ہے کہ غرض ان کی اثبات فضیلت علماء اسلام حرمین تھے اسلام مسلم دلیل ساطع اس امر پر ہے کہ وہ کفار اور منافقین اہل حرمین کو افضل نہیں کہہ سکتا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عقل عاقل مقتضی اس امر کی ہے کہ یہ دعوی سوائے مجنون یا زندیق وملحد کے کسی سے نہیں ہوسکتا۔ پس گو دعوی مدعی عام ہو کہ شامل جملہ ساکنان حرمین ہو مگر قرائن واضحہ عقلیہ دال اس امر پر ہیں کہ وہ خاص ساتھ ساکنان حرمین بعد تقرر اسلام کے بلکہ ساکنین مسلمین کے بلکہ علمائے مسلمین حرمین کے ہے۔علی الخصوص مابین متخاصمین کے قبل اس تقریر کے مذاکرہ مشروط ہو چکا تھا۔اور شرط ثالث میں یہ مضمون مندرج تھا کہ بعد گفتگو کے اگر تکرار جانبین باقی رہے تو واسطے انفصال کے علمائے مکہ و مدینہ کو منصف قرار دیا جائے اور اگر چہ وہ شرط محل بحث واقع ہوگئی اور وقت مباحثہ کے مدعی نے دعوی مطلقاً کیا لیکن قرینہء سابقہ سے ظاہر ہے کہ غرض اس کی اس دعوی سے اجراء اسی شرط کا تھا۔ پس بالضرورۃ دعوی اس کا خاص ہوا، اگر چہ اس نے بوقت دعوی برخلاف داب مناظرہ اجمال کیا۔ پس ایسی حالت میں سائل کو ہرگز نہیں لازم تھا کہ بغرض نقض دعوی عامہ کے آیت الاعراب اشدّ ... و من اهل المدينة وغیرہ کی تلاوت کریں یا قصص فتنہ بیان کریں، اس واسطے کہ سائل کہ مدعی سے تعین دعوی وتعریفات مفردات دعوی وغیرہ اس وقت کرانا چاہے جب علم اس کا نہ ہو اور اگر باوجود علم کے طلب کرے گا تو یہ مکابرہ یا مجادلہ ہوگا جیسا کہ ابحاث باقیہ وغیرہ میں مصرح ہے اور ما نحن فيه میں علم اس امر کا کہ دعوی خاص ساتھ علمائے حرمین کے ہے بدلالت حال ومقال کے ہر کس وناکس کو حاصل ہے۔پس مقابلہ سائل کا ایسی صورت میں خارج از مناظرہ ہے۔

❁ سوم۔ ہرگز سائل کو بمقتضائے مناظرہ نہیں لائق تھا کہ آیات مذمت کفار ومنافقین حرمین کے تلاوت کرتے مگر بعد اس کے کہ ان سے یہ امر خلاف داب مناظرہ ہوا مدعی کو دلیل مذمت سکان حرمین سائل سے طلب کرنا اور سائل کو مدعی مذمت ٹھہرانا خلاف داب مناظرہ ہے۔اس وجہ سے کہ ہر ذی عقل اس امر کو جانتا ہے کہ غرض سائل کی اس تلاوت وغیرہ سے صرف نقض عموم و اطلاق دعوی مدعی تھا، نہ ادعائے مذمت سکان حرمین یا منقصت علمائے حرمین۔

❁ چہارم۔ یہ کہ سائل نے جو بمقابلہ اطلاق دعوی کے وقائع یزید وعبدالملک بن مروان بیان کئے، وہ خارج از بحث ہیں اس وجہ سے کہ ان وقائع میں کوئی امر شرارت و خباثت اہل حرمین سے نہیں ہوا تھا بلکہ ان پر غلبہ مفسدین کا ہوا تھا۔

❁ پنجم۔تعین دعوی جو مدعی نے بعد چند تقریرات کے کیا، یعنی یہ کہ دعوی فضیلت علمائے حرمین کا باب انصاف میں ہے، اگر چہ یہ امر ان کی شرط سابق سے معلوم تھا مگر وقت بحث کے ابتداء سے اس کی توضیح ضرور تھی کہ سائل کو موقع سوال کا نہ ہوتا اور وقت دعوی کے اس کا اجمال اس غرض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کہ جب خصم انکار اس دعوی کا کرے گا حضار مجلس سے کہہ یا جاوے گا کہ دیکھئے یہ مکہ اور مدینہ کے لوگوں کی فضیلت سے جو نصوص صریحہ سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں اور خلاف احادیث اعتقاد رکھتے ہیں، شان ارباب مناظرہ سے نہیں ہے۔

﴿ ششم۔ باوجود استفسار سائل کے مرۃً بعد اخری مدعی نے صاف بیان نہ کیا کہ دعوی فضیلت علمائے حرمین کا من حیث الانصاف آج کل کے علماء کے باب میں ہے یا قرون ثلاثہ کے علماء کے باب میں یا بہ نسبت ہر زمانہ کے ہے۔ یہ امر خلاف داب مناظرہ ہے۔ جب سائل استفسار امر ضروری کا کرے، مدعی پر اس کا جواب صاف دینا لازم ہے اور اس میں لیت ولعل کرنا خالی مجادلہ ومکابرہ سے نہیں ہے۔ مدعی نے اس کا حوالہ اپنی تقریرات سابقہ پر کیا حال آنکہ کسی تقریر مدعی سے اس کا حال نہیں معلوم ہوتا ہے۔ البتہ شرط ثالث کے عنوان سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس زمانہ کے علمائے حرمین کے افضلیت انصافیہ کے قائل ہیں مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر خاص اسی زمانہ کے ساتھ ہے یا ہر زمانہ میں از ابتدائے تقرر اسلام پایا گیا یا قرون ثلاثہ میں یہ وصف ہو کے معدوم ہو گیا پھر اس زمانہ میں اعادہ معدوم ہوا۔ جب تک کہ مدعی تعین دعوی صاف صاف نہ کرے دعوی کیونکر متقرر ہوگا اور سائل کس طرح دلیل میں نظر کر سکے گا۔

﴿ ہفتم۔ بحث کرنا اس امر میں کہ سائل سائل نہیں خارج از مناظرہ ہے اگر اصطلاحاً سائل نہ ہو تو لغتاً سائل ہونے میں شبہ نہیں۔

﴿ ہشتم۔ سائل کلیہ قول کہ مکہ و مدینہ میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور برے بھی ہوتے ہیں، صحیح ہے لیکن منصفی میں افضل ہونا اس کا اثبات ذمہ مدعی کے ہے کہ سائل کے اس کہنے سے یہ نہیں لازم ہے کہ افضلیت من حیث الانصاف کا بھی قائل ہووے۔

﴿ نہم۔ فضیلت عرب بحیثیت عرب ہونے کے اور فضیلت اہل حرمین شریفین کے عموماً اور علمائے حرمین کے خصوصاً بحسب تضاعف ثواب عبادات وکثرت قبولیت حسنات ومغفرت سیئات و بحسب فضیلت موطن ومسکن متفق علیہ ہے اور اس کا ثبوت بہت سے احادیث صحیحہ واخبار صریحہ سے ہوتا ہے کسی مسلم کی شان سے نہیں ہے کہ ان فضائل کا انکار کرے اور کثرت ثواب طاعات ومغفرت خطیات وقبولیت عبادات وفیضان رحم الٰہی قرب جناب نبوی ﷺ وافضلیت مسکن وموطن میں کسی کو اہل حرمین پر فضیلت دے۔

باقی امر انصاف وتحقیق مسائل خلافیہ میں اور تنقید وتدقیق دلائل متخالفہ میں، پس یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موقوف ہے او پر جودت طبیعت وفرط ذکاوت و وسعت نظر وحسن فکر و وسعت علم وکمال فہم وترک تعصب مذہبی وقطع تعلق ہوائے قلبی کے۔ پس جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ علمائے حرمین ہر زمانہ کے یا کسی زمانہ خاص کے ان سب صفات کے ساتھ متصف رہے ثبوت افضلیت بحسب الانصاف مشکل ہے اور ماہران کتب تواریخ حرمین شریفین مثل العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین و تاریخ المدینہ وغیرہ وناظران تراجم علمائے متقدمین ومتاخرین پر مخفی نہ رہے گا کہ اجتماع ان سب صفات کا ہمیشہ تمام علمائے حرمین میں نہیں پایا گیا بلکہ بعد قرون صحابہ کے جس قدر شیوع علم وقوت فہم بلاد شام ومصر وغیرہ میں پایا گیا حرمین میں اس قدر نہیں پایا گیا۔

❁ دہم: مدعی نے جو احادیث اثبات دعوی کے واسطے ذکر کی ہیں، ثبوت دعوی ان سے محل تامل ہے۔

حدیث اول صلوۃ فی مسجدی ھذا خیر من الف صلوۃ ما سواہ الّا المسجد الحرام۔ مثبت فضیلت مسجد نبوی ومسجد حرام ہے اور اس سے فضیلت ساکنان حرمین بحسب تضاعف ثواب عبادات وبحسب شرافت سکونت ثابت ہے اور اس میں کسی مسلم کو نزاع نہیں اور اس فضیلت سے فضیلت من حیث الانصاف لازم نہیں ہے بلکہ من حیث العلم بھی ضروری نہیں ہے۔

اور حدیث دوم سے یعنی انّ اللہ حبس عن مکۃ الفیل۔ الحدیث۔ شرافت ذاتیہ بلدہ مکہ معظّمہ کی ثابت ہے۔ نہ فضیلت علمیہ سکّان او۔

حدیث سوم۔ یعنی واللّٰہ انک لخیر ارض اللّٰہ الی اللّٰہ۔ الحدیث۔ سے بھی فضیلت ذاتیہ زمین حرم مکہ کی اور فضیلت اہل حرمین بجہت شرافت مسکن ثابت ہے نہ فضیلت علمیہ۔

اور حدیث چہارم یعنی انّ الدّین لبارز الی الحجاز بحسب تصریح شراح حدیث اس زمانے سے خبر ہے کہ جس میں استیلاء کفرہ تمام اقالیم میں ہو جائے اور قوت دین تمام بلاد میں سے منتفی ہو جائے گی اس وقت دین حجاز کی طرف مائل ہوگا اور وہاں سے زائل نہ ہوگا۔ اور بعض محدثین کہتے ہیں کہ یہ اشارہ اس طرف ہے کہ دین حرمین قوی رہے گا اور جس طرح سے مداہنت امور دینیہ و استحداث بدعت شرعیہ اور بلاد میں ہوگا اس قدر حرمین میں نہ ہوگا۔ علی کلّ تقدیر اس حدیث سے فضیلت علماء من حیث الانصاف نہیں ثابت ہوگی کیونکہ بقائے دین اور قلت مداہنت دین شئے دیگر ہے اور فضیلت انصاف امر دیگر۔

اور حدیث پنجم میں یعنی لا یرید اھل المدینۃ بسوء لاذا بہ اللّٰہ فی النّار وعید ہے اس پر جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ کو ایذا پہنچائے جیسے عسکر یزید وعبدالملک بن مروان سے سرزد ہوا، فضیلت علماء سے کچھ بحث نہیں، اور مجرد افضل نہ سمجھنا اہل حرمین کو من حیث العلم والانصاف کسی طرح سے داخل ایذا نہیں ۔ہاں جو شخص اہل مدینہ سے عداوت کرے اور ان کو ایذا دے اور تحقیر اہل حرمین کی کیا کرے اور ان کے مذمت کے بیان میں سرگرم رہے وہ البتہ اس وعید میں داخل ہے۔

اور حدیث ششم یعنی لا ید عها...ر غبةً ؟؟؟؟؟ میں کہ مدینہ سے نکل جانے کا اور مدینہ میں رہنے پر شفاعت ہونے کا ذکر ہے، مبحث سے کچھ علاقہ نہیں۔

اور حدیث ہفتم میں یعنی انّ ابرا هیم ....الخ۔ ذکر برکت مکہ مدینے کا تول وناپ وغیرہ میں ہے فضیلت علمیہ سے اس کو کیا علاقہ ہے؟

اور حدیث ہشتم سے یعنی من استطاع ان یّموت با لمد ینة فلیفعل فضیلت موت کی مدینے میں ثابت ہے اور یہ فضیلت علمیہ پر موقوف نہیں۔

اور حدیث نہم سے یعنی انّما المد ینة کا لکیر، شرافت مدینے کی اس طور کی ثابت ہوئی کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ وہاں منافق اور خبیث الباطن بعد تقرر اسلام کے نہیں رہ سکتا اور یہ نہیں ثابت ہے کہ وہاں کا ہر عالم علمائے بلاد سے من حیث العلم افضل ہوتا ہے۔ اور بعض شراح حدیث نے اس حدیث کو بھی زمانہ ظہور علامات قیامت کبری پر محمول کیا ہے کہ اس وقت میں مدینے میں سوائے مسلم کامل کے کوئی نہ رہ سکے گا۔ پس عموماً فضیلت نہ ثابت ہوئی۔

اور حدیث دہم یعنی انّ اللّٰه سمّی المد ینة طا یة کو کچھ دخل مقصود میں نہیں ہے، نام مدینے کا طابہ ہونا اور چیز ہے اور وہاں کے سکان کا افضل ہونا اور چیز ہے۔

اور حدیث یازدہم یعنی آ خر قر یة من قری ا لاسلا م خرا با المد ینة بھی مقصود سے بیگانہ ہے کیونکہ خبر اس امر کی ہے کہ بوقت خراب عالم وقرب قیامت مدینہ سب بلاد کے بعد خراب ہوگا اس کو فضیلت سے کیا علاقہ ہے۔

اور حدیث یبغض العر ب فتبغنی اور حدیث من غش العر ب لم ید خل شفا عتی اور حدیث لا یجتمع دینا ن فی جزیرة العرب اور احبو العر ب لثلا ث، ایسی ایجاب حب عرب وحرمت ایذاء وطہارت ملک عرب نجاست شرک سے ثابت ہے۔ اصل مقصود سے اس کو کچھ ربط نہیں اور احادیث جو فتوی مدعی میں فضائل یمن وشام کے مذکور وہ بھی بالکل مطلب سے بیگانہ ہیں کہاں فضیلت علمائے حرمین من حیث الانصاف کہاں فضیلت یمن وشام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحاصل جو احادیث کہ مدعی نے پیش کیں کوئی ان میں سے مثبت دعوی نہیں ہے البتہ فضیلت ذاتیہ بلاد حجاز وقوت دین و بقائے اسلام در مدینہ تا زمانہ آخر وفضیلت اہل حرمین بجہت تضاعف ثواب والزام محبت اہل حرمین ووعید موذی ایشاں یاں ثابت ہوتی ہے اوراس میں کسی مسلم کو انکار نہیں ہوسکتا۔

❁ یازدہم۔ ناظرین کتب فقہ وحدیث پر ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ سے تا ایں زمان مجتہدین و فقہاء ومحدثین مسائل فرعیہ و دلائل حدیثیہ میں مختلف رہا کئے اور فیما بین اصحاب مذاہب کے مناظرات ہوا کئے مگر کہیں یہ نہیں ثابت ہے کہ مختلفین نے رفع خلاف کے واسطے اہل حرمین کو منصف مقرر کیا ہو اوران کی تحقیق کو لازم التسلیم سمجھا ہو۔

❁ دوازدہم: کتب اصول میں مصرح ہے کہ امام مالک کے نزدیک اجماع اہل مدینہ حجت ہے اور عمل صحابہ وتابعین مدینہ ان کے نزدیک سند مستند ہے اور سوائے انکے اور آئمہ مثل امام ابوحنیفہ وغیرہ اس میں مخالفت کرتے ہیں اور مجتہدین اہل مدینہ کو مساوی باقی مجتہدین مجتہدین کے سمجھتے ہیں ۔پس اگر فضیلت اہل حرمین من الانصاف والتحقیق احادیث سے ثابت ہوتی تو اس مسئلہ میں مخالفت نہ ہوتی۔

الغرض دعوی اس امر کا کہ علمائے حرمین تمام علمائے بلاد سے من حیث العلم والانصاف افضل ہیں قرون ثلاثہ میں یا ہر زمانہ میں اب تک حیز ثبوت تک نہیں پہونچا۔ ہاں وہاں کے علماء بلکہ کل سکان کی فضیلت من حیث الثواب والشراغہ وغیر ذلک کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ آرے اس قدر ثابت ہے کہ دو طائفہ علماء کے فرض کئے جاویں کہ مساوی وسعت علم وتحقیق وانصاف وتدقیق میں ہوں اور ایک طائفہ ان میں سے حرمین کا ہو تو وہ افضل دوسرے طائفہ سے ہے مگر یہ امر خارج از مقصد ہے۔ حرّرہ الرّاجی عفو ربہ القویّ ابو الحسنات محمّد عبد الحی تجاوز اللّٰہ عن ذنبہ الجلی و الخفی۔

(مجموعہ فتاوی، عبدالحی لکھنوی، جلد دوم۔ کتاب الصفر قات۔ ص ۳۲۸ تا ۳۵۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مباحثہ بمبئی ۱۸۸۳ء : پس منظر و پیش منظر

جناب محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں:

.... جوں جوں ہم اور ہمارے ہم درد محبّ القوم و الوطن مسلمانوں کے باہمی اتفاق بہم پہنچانے میں کوشش کرتے ہیں، اس کی تائید و ترغیب میں پرزور مضامین قید رقم میں لاکر اخباروں اور رسائل میں چھپواتے ہیں، اور اس اتفاق و اتحاد کے وسائل (انجمنیں، سوسائیٹیاں) قائم کرتے ہیں، تو ں توں ہمارے ہی فاسد اعضاء بعض مسلمان شوریدہ بخت در پئے تفرقہ وفساد و باہمی بغض وعناد ہو تے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بناتے ہیں۔ کینہ وعداوت وتفرقہ ومہاجرت کا سبق پڑھاتے ہیں۔ رات دن بذریعہ تحریر وتقریر علیحدگی ونفاق کی منادی سناتے ہیں کہ اپنے مخالفین کو (جو اصول میں ان کے موافق ہیں، صرف فروعات میں مخالف ہیں) دین سے خارج سمجھ کر ان کو اپنی مسجدوں سے نکال دو، ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو، ان کے پاس بیٹھنا، ساتھ چلنا، کھانا پینا موقوف کرو۔ وعلی ہذا القیاس۔

اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ صرف معمولی فروعی اختلاف پر یہ احکام نہیں لگائے جا سکتے اور اگر لگائے بھی جاتے ہیں تو وہ عام لوگوں میں چل نہیں سکتے، تو وہ اس تفرقہ کو قائم کرنے اور ان احکام شقاق و نفاق کو جاری کرنے کیلئے جھوٹ وافتراء سے کام لیتے ہیں۔ اپنے مسلمان اور سنی بھائیوں کی نسبت ایسی باتیں خلاف واقع اور ناحق شائع کرتے ہیں جو انکو دائرہ اسلام سے خارج کریں، یا اہل سنت و جماعت کے احاطہ سے نکال دیں۔ جیسے ان کا یہ افتراء کہ خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے، اور یہ افتراء کہ انبیاء کو خطا کار یا گنہ گار کہنا جائز ہے، اور یہ افتراء کہ آنحضرت ﷺ خاتم المرسلین نہیں، اور یہ افتراء کہ رجعت (جس کے شیعہ قائل ہیں) برحق ہے، اور یہ افتراء کہ چاروں اماموں کے پیرو (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) اور چاروں طریقہ کے متبع (چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی) سب کافر ہیں، اور یہ افتراء کہ خنزیر کی چربی حلال ہے اور معاذ اللہ ..... نے وہ پنیر شام جس میں وہ چربی تھی، کھایا ہے، اور یہ افتراء کہ مردوں کو بالیاں، پازیب، زیور وغیرہ پہننا درست ہے، اور یہ افتراء کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی وغیرہ سے استنجا کرنا بدعت اور دوزخیوں کا کام ہے، اور یہ افتراء کہ وضو میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بجائے پاؤں دھونے کے ان پر مسح کرنا فرض ہے۔ وغیرہ جن کی تفصیل میں تطویل ہے۔..

یہ بازار فتنہ وفساد کا دہلی میں مدت سے گرم تھا۔ ۱۸۸۱ء میں جی۔ جی۔ ینگ، کمشنر دہلی نے ہمیشہ کے مقدمات دیوانی وفوجداری (جو اس تفرقہ وفساد کے نتائج تھے) کے سننے سے تنگ آ کر اس بازار کو سرد کرنا چاہا، اور جانبین کے علماء ومقتداؤں کو بلا کر دوستانہ طور پر سمجھایا کہ آپ لوگ عوام کے فتنہ کو بند کریں، اور باہم اتفاق واتحاد اہل اسلام کو قائم رکھیں۔ تسپر فریقین کے سرآمد علماء نے، جو اس وقت مرجع افتاء تھے، توجہ فرمائی اور ایک تحریر پرتاثیر خوش تقریر قید قلم میں لا کر اپنے اپنے فریق کے علماء وفضلاء کے دستخطوں وموا ہیر سے مسجل ومزین فرما کر کمشنر کے پاس تصدیق وشہادت (نہ کسی مسئلہ کے تصفیہ وتحقیق) کیلئے پیش کی۔ اس تحریر کو بتمامہ ہم رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۳ جلد ۵ میں درج کر چکے ہیں۔ (اور ہم تاریخ اہل حدیث جلد ۲ میں نقل کر چکے ہیں۔ بہاء)۔.....اس پر درج ذیل علماء کے دستخط ثبت ہیں:

فریق عامل بالحدیث۔ سید محمد نذیر حسین (اہل حدیث کے رئیس العلماء ہیں اور حدیث کے مدرس ومفتی)؛ حفیظ اللہ (حافظ، مولوی، واعظ مشہور شہر دہلی کے)۔ سید شریف حسین (سید نذیر حسین کے بیٹے)۔

فریق عامل بالفقہ۔ محمد شاہ، محمد عبداللہ (مدرسہ مولوی عبدالرب کے مدرس جو فی الحال پنجاب یونیورسٹی کالج کے مدرس دوم ہیں)؛ محمد عبدالرب (واعظ مشہور دہلی وسہارن پور)؛ محمد عبدالحق (مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی)، محمد رحیم بخش (مسجد فتح پوری دہلی کے امام)؛ سید محمد یوسف؛ محمد ابراہیم (قاضی القضاۃ)

فریق ثالث (غیر جانبدار)۔ انہ کان منصورا، سید محمد (امام مسجد جہاں نما)۔

اس تحریر پر ان علماء کے علاوہ اور بہت سے فضلاء وعلماء فریقین وثالث طرفین کے دستخط و موا ہیر ثبت ہیں مگر ہم نے ایک خاص غرض سے (جس کو ہم عنقریب ظاہر کریں گے) صرف ان علماء کی مہریں نقل کی ہیں جن کا علماء ومقتداء ہونا اس وقت اپنے اپنے فریق میں مسلّم و مشہور ہے۔

یہ تقریر سراپا تنویر ان مردہ دلوں پر جو حسد وعناد وشر وفساد پلائے گئے ہیں، زہر ہلاہل بن کر گری، اور وہ صلح جو اس تحریر کی تاثیر سے پیدا ہوئی تھی ان کو موت سے بھی بدتر معلوم ہوئی۔ پس وہ اس عہد کے توڑنے اور اس صلح کے فسخ کرانے کی تدابیر کے درپے ہو گئے۔

ایک مدت کے بعد پہلے تو انہوں نے یہ تدبیر فساد اور باہمی جنگ وجدال کی نکالی کہ ایک تحریر من جانب مولوی سید شریف حسین خلف الرشید مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی بنام جناب مولوی ولایت علی حنفی فرخ آبادی (مدرس مدرسہ جناب مولوی محمد سعید صاحب عظیم آبادی بمقام پٹنہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون کی روانہ کی جس کی تفصیل نقل سے باوجود یکہ، نقل کفر کفر نباشد، مسئلہ مشہور ہے، ہمارے بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں۔ اور قلم وزبان کو مارے شرم وحیا کے طاقت بیان نہیں ہے۔ اور اس کا اجمالی بیان یہ ہے کہ تمہارے اکابر مذہب ومشائخ طریقت کے فلاں وفلاں (جن کے نام نامی کا ذکر بھی اس مقام میں گستاخی وبے ادبی سے خالی نہیں) سب کے سب کافر ومرتد وجہنمی گذرے ہیں اور ہمارے علماء مذہب فلاں فلاں ایسے اور ایسے عالم اور مجتہد ہیں۔ اسی قسم کے اور کفریات واکاذیب اس تحریر میں درج ہیں (جن کا صدور مسلمان کی شان سے بعید ہے)۔

اس خط کو دیگر مفسدوں نے خود ہی دہلی، دیوبند، سہارن پور، گنگوہ، لودہیانہ، لاہور وغیرہ بلاد ہندوستان و پنجاب میں پھیلایا۔ اور عام لوگوں کو جوش دلایا کہ گروہ عاملین بالحدیث، عاملین بالفقہ کو ایسا برا سمجھتے ہیں۔ لہذا ان سے دشمنی وعناد عاملین بالفقہ کا مذہبی فرض ہے۔ ہر چند اس خط اور اس کی اشاعت نے بعض سادہ مسلمانان ضلع سہارن پور ولودہانہ پر کچھ اثر کیا، انہوں نے بلاتحقیق اس پر اعتماد کر کے عاملین بالحدیث کو مسجدوں سے نکالنا شروع کر دیا اور اپنا دشمن ومخالف سمجھا، مگر اکثر بلاد کے علماء وصلحاء وعقلاء اور رؤساء نے اس کو دروغ بے فروغ سمجھ کر اس کی طرف اعتناء نہ کیا۔ الغرض اس جعلی خط کا اثر پورا پورا نہ ہوا۔

یہ دیکھ کر ان ہی حضرات نے، یا انکے اور ہم خیال بھائیوں نے انہی دہلی کے مفسدوں کے مشورہ ومعاونت سے ایک اور فتوی بطور رسالہ اس مضمون کا تیار کیا کہ گروہ عاملین بالحدیث، اہل سنت والجماعت سے خارج وگمراہ ہیں۔ ان میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جو بعض موجب کفر ہیں بعض موجب فساد، ونماز کی مفسد، لہذا ان کے ساتھ ملنا بیٹھنا، ان کے پیچھے نماز پڑھنا، درست نہیں۔ اور اس کی ذیل میں اس تحریر معاہدہ مصدقہ کمشنری دہلی کی بے اعتباری یوں بیان کی کہ کمشنر دہلی نے ان دونوں فریق کا باہم ملاپ واتفاق کرایا تھا، وہ فتوی نہیں اور لائق اعتبار نہیں ہے۔ اور اس پر تین دلائل پیش کئے:

اول یہ کہ کمشنر کو مذہبی امور میں دخل اور فتوی پر مہر کرنے سے کیا کام؟

دوم یہ کہ اس میں سوال (چہ فرمائید علماء دین) و جواب (بحوالہ کتب) کہاں ہے؟

سوم یہ کہ اس پر دستخط کرنے والے سب علماء نہیں۔ بعض طرفین کے مولوی ہیں۔

اس رسالہ پر انہوں نے جھوٹی سچی مہریں کرا کر ایک مولوی صاحب کے (جن کے اسم و رسم سے ہم واقف نہیں، لہذا ہم ان کی نسبت کسی قسم کی رائے قائم نہیں کر سکتے کہ وہ دیدہ دانستہ اس فساد وغلط

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیانی کے متصدی و پیش امام ہوئے یا وہ کسی مفسد کے دھوکہ میں آ گئے، یا وہ اس رسالہ کے مضامین ہی سے بے خبر محض ہیں) نامزد کر کے ایک گلابی رنگ کے چو ورقہ پر مطبع فیض محمدی لکھنو میں چھپوایا۔

وہ چو ورقہ رسالہ ہندوستان و پنجاب کے اکثر شہروں میں مشتہر ہو رہا ہے اور اس کی دستاویز سے (کہ یہ دہلی کا مہری فتوی ہے) ناواقف لوگوں کو دن رات بہکایا اور جوش دلایا جاتا ہے کہ گروہ عاملین (بالحدیث) کافر و مرتد و خارج از ملت ہیں، ان کے ساتھ ملنا، بیٹھنا، کسی کام میں شریک ہونا مسجدوں میں ان کو آنے دینا، جائز نہیں۔

...اہل اسلام سے جو صاحب علم و انصاف ہیں وہ خود جانتے ہیں کہ گروہ عاملین بالحدیث کو عاملین بالفقہ سے اصول اعتقاد و امہات مسائل میں (بجز چند مسائل فرعیہ عملیہ کے جن میں کسی جانب صواب یا خطا کا یقین نہیں ہوسکتا) اختلاف نہیں ہے۔ دونوں اکثر مسائل و اصول میں ایک ہیں۔ اور جن کو کسی مسئلہ میں کچھ اشتباہ یا قلت اطلاع ہو وہ بشرط استطاعت اس گروہ کے معمولہ و متمسکہ کتب حدیث (صحاح ستہ وغیرہ) کو (جن پر ان کا عملاً و اعتقاداً اعتماد اور استناد ہے) مطالعہ کر کے دیکھیں کہ آیا ان کتب میں ان باتوں کا، جو ان کے ذمہ لگائی جاتی ہیں (اور وہ منقول ہو چکی ہیں)، کہیں اثر و نشان ہے۔ جس کو یہ بھی استطاعت نہ ہو وہ اسی فیصلہ و قرارداد فریقین کو جو عدالت کمشنری دہلی میں گویا رجسٹری ہو چکا ہے ملاحظہ فرماویں، جس میں باتفاق علماء فریقین صاف تسلیم کیا گیا ہے کہ اِن کا، ان کا، اختلاف صحابہ کی مانند صرف بعض مسائل فرعیہ میں ہے، اصول میں نہیں ہے۔ اصول میں یہ سب اہل سنت و جماعت ہیں۔ ایک کی دوسرے کے پیچھے نماز درست ہے۔ اور جو اس فیصلہ کی بے اعتباری پر اس تحریر، سراپا تزویر میں تین دلائل قائم کئے ہیں ان کو وہ محض مغالطات و دھوکہ سمجھتے ہیں۔

دلیل اول کو اس لئے کہ کمشنر نے اس میں تصدیق مسائل کے لئے دستخط نہیں کئے، بلکہ بغرض شہادت واقعہ۔ گویا اس فیصلہ کو رجسٹری کر دیا ہے تا کہ مفسدین کو اس میں انکار کی گنجائش نہ رہے اور ظاہر ہے کہ کوئی امر شرعی بیع یا نکاح یا ہبہ یا طلاق عدالت میں رجسٹری کرانے سے غیر شرعی اور باطل نہیں ہو جاتا۔

دلیل دوم کو اس لئے کہ دینی مسائل و فتاوی کے صیغہ و پیرایہ کا سوال و جواب پر انحصار نہیں۔ دیکھو قرآن مجید یا صحیح بخاری یا ہدایہ میں کہیں چہ می فرمائید علماء دین کا لفظ نہیں ہے۔ پھر کیا وہ مسائل جو ان کتابوں میں ہیں، شرعی مسائل متصور نہ ہوں گے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلیل سوم کو اس لئے کہ اس فیصلہ پر جن لوگوں کی مہریں ہیں وہ سبھی علماء نہیں ہیں، تو بعض تو بلا اختلاف علماء ہیں، جن کے نام نامی ہم نے اس مقام میں اسی بات کے بتانے کے لئے نقل کئے ہیں اور ان کا علماء ہونا اس تحریر پر تزویر میں بھی تسلیم کیا گیا ہے بلکہ انہی علماء کی مواہیر سے اپنی تحریر کو علماء دہلی کا مہری فتوی بنایا ہے اور عام لوگوں میں جو دہلی کے فتوی پر اعتماد کرتے ہیں، معتبر کیا ہے۔ اور تصدیق مسئلہ کے لئے بعض مصدقین کا علماء ہونا کافی ہے اور اس کو غیر علماء کا مان لینا اور اس کی تصدیق کرنا اس کو شرعی ہونے سے خارج و بے اعتبار نہیں کرتا۔

اس تدبیر سے کس و ناکس کو، عالم ہو خواہ عامی، ان باتوں کے کذب ہونے کا یقین ہو سکتا ہے۔ اور معزز خیر خواہان اسلام و اتفاق جویان اہل اسلام خصوصاً اسلامی انجمنوں کے اعیان کی توجہ سے اس یقین کے اظہار اور ان اکاذیب کی بے اعتباری کے اشتہار سے وہ اس مرض فرقہ وفساد و بغض وعناد اہل اسلام سے دور ہو سکتا ہے۔ اور جن کے دل میں پھر بھی یہ مرض رہے ان کے لئے دو نسخہ اور تیار ہے۔

اول: ہزار روپیہ کا اشتہار ذیل

خاکسار بذریعہ اشتہار یک ہزار روپیہ نقد سکہ رائج الوقت کا اس شخص کو وعدہ انعام دیتا ہے جو ان مفتریات و بہتانات کا جو اہل حدیث کے ذمہ لگائے جاتے ہیں (اور وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۶ بصفحہ ۱۲۹ منقول ہیں) ان کی ان کتب معمولہ ومتمسکہ سے (جو شرقاً وغرباً وسلفاً وخلفاً ان کی متمسک بہا ہیں) ثابت کرے یا ان کا داخل مذہب اہل حدیث ہونا اس اصول و قانون سے جو انتباہ حضرت شاہ ولی اللہ و میزان شعرانی و ایقاف ملاّ حیات سندھی اور اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ۴ میں بصفحہ ۱۸۴ بیان ہوا ہے، ثابت کرے۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری

دوم: جھوٹی باتوں کے قائل پر لعنت کی بوچھاڑ

جس کو اہل حدیث میں ان باتوں کے پائے جانے کا دعوی ہو وہ اس اشتہار کا جواب دے یا کسی سے دلوائے اور ہزار روپیہ انعام پائے۔ اور لعنت، ہر دم حاضر ہے۔ جہاں اور جس وقت چاہو اہل حدیث کہنے کو حاضر ہیں کہ جو ان باتوں کا قائل ہو اس پر ہزار لعنت ہے۔ اور جو ناحق کسی پر بہتان باندھے، اس پر ہزار نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ پانچ سو کی آپ کو رعایت کی گئی۔ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مخالف اپنے دعوی و یقین میں سچے ہیں تو اس پر (بالجہر نہ سہی آہستہ ہی) آمین کہیں۔

... ہم نے اپنی مدت العمر میں جہاں تک کتب (حدیث وتفسیر وفقہ واصول عقائد وغیرہ اسلامی علوم کا) عبور کیا، ان میں یہی مسئلہ پایا کہ جس مسلمان سے کوئی کلمہ کفر وارتداد یا فعل موجب حد وسزا شرعی سرزد ہو، اس کو اس سے انکار کرانا و بتاویل مکر جانے کی تلقین کرنا اور اس انکار و تاویل کو (بفرض وقوع اس قول وفعل کے) توبہ قرار دینا، اور جس کے قول میں ننانوے وجوہ کفر ہوں اور ایک وجہ اسلام، اس کو اس ایک وجہ اسلام کے اعتبار ولحاظ سے دائرہ اسلام میں جگہ دینا، اور بلحاظ وجوہ کفر، اسلام سے خارج نہ کرنا لازم ہے۔ مگر یہاں اس قضیہ کا عکس ہوتا ہے۔ جس شخص سے کوئی فعل وقول موجب کفر سرزد نہ ہوا ہو، اس کو خواہ مخواہ اس کا قائل و فاعل قرار دیا جاتا ہے۔ اور جس کے قول یا فعل میں ننانوے وجوہ اسلام ہوں اور ایک وجہ کفر، اس کو ایک وجہ کفر کے لحاظ سے کافر ٹھہرایا جاتا ہے۔ پھر اس طرفہ پر یہ طرہ چڑھایا جاتا ہے کہ جو اس کافر کے کفر میں شک کرے، وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ اور جو اس شک کرنے والے کے کفر میں تردد کرے، وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اس تدبیر سے اصلی کافر جو ان باتوں کے مرتکب قرار دیئے جاتے ہیں فیصدی پچاس نکلتے ہیں اور جو ان کے کفر میں شک یا شک کنندہ کے کفر میں شک کرنے کے سبب کافر بنتے ہیں، وہ فیصدی نوے پیدا ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کو واجب یہ تھا کہ اس اتفاقی مسئلہ (جس کا خلاف ہم نے آج تک کسی کتاب حدیث وفقہ اور کسی مذہب شافعی وحنفی میں نہیں دیکھا) پر عمل کر کے تاویلی و نادانستہ کفر کے مرتکب کو مسلمان بناتے اور مسلمانوں کا عدد بڑھاتے۔ انہوں نے اپنے فاسد خیالوں سے اس کا خلاف تراش کر اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو کافر بنایا اور مسلمانوں کا نمبر اور بھی گھٹایا۔

ایک شخص دوسرے سے پوچھتا ہے کہ آپ کے اعتقاد میں خدا کا جھوٹ بولنا جائز ہے؟

۔ اور آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا غیر مسلّم ہے؟

اور آپ کے مذہب میں منی شکر میں ملا کر کھانا درست ہے؟

دوسرا اس سے یہ سوال کرتا ہے کہ آپ کے اعتقاد میں امام فروعی مذہب، پیغمبر اسلام میں نبوت میں شریک ہے؟

اور اس کا قول پیغمبر کے قول سے تمہارے نزدیک مقدم ہے؟

تمہارے مذہب میں عورت کی اندام نہانی کی رطوبت شکر میں ملا کر نوش جان کرنا مباح ہے؟ وعلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہذا القیاس۔
پھر ہنوز ایک شخص دوسرے کو جواب دینے نہیں پاتا کہ وہ اس کے سکوت و وقف ہی سے بحکم الخاموشی نیم رضا اس کو ان باتوں کا قائل اور اس قائل ہونے کے سبب سے کافر قرار دیتا ہے۔ اور اگر وہ ان باتوں سے برملا انکار کرے تو اس انکار کو وہ نفاق اور تقیہ قرار دیتا ہے۔ غرض بہر صورت اس کو دائرہ اسلام سے خارج کر کے کافروں میں ملا کر جہنم میں پہنچا کر لوٹتا ہے۔

مباحثہ بمبئی

جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ اس قسم کی کاروائی ایک وہ ہوئی ہے جب مولانا و شیخنا مولوی سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی جن کا اس وقت (امیر المؤمنین و امام المحدثین ہونا نہ سہی) کلمہ گو ہونا تو مسلّم روز گار ہے، بارادہ حج بیت اللہ، بمبئی میں وارد ہوئے، تو وہاں کے خیر خواہان اسلام و ترقی جویان مسلمانان علماء و مشائخ جن کے پیش امام مولوی خلیل الرحمٰن لودہانوی ہیں (جن کے اسم و رسم سے میں واقف نہیں) اس قسم کے چند سوالات لے کر مولانا ممدوح کے گرد ہو گئے۔ اور اس امر کے فکر میں لگے کہ انہیں ان باتوں کا قائل ٹھہرا کر کافر بنائیں اور رجسٹر اسامیوار مسلمانوں سے ان کا نام خارج کر کے ایک نمبر گھٹائیں۔

مولانا ممدوح نے جب ان سوالات کو سنا تو برملا فرمایا کہ یہ سب مجھ پر بہتان ہے اور ان باتوں کا معتقد کافر ہے۔ چنانچہ اشتہار مطبوعہ مطبع حسنی بمبئی میں جو اس گروہ کے پیش امام مولوی خلیل الرحمٰن نے مشتہر کیا ہے، یہ جواب منقول و موجود ہے۔

مگر یاروں نے اس جواب کو نہ مانا اور صرف اس بہانہ سے کہ جناب ممدوح نے اس انکار کو بطور اقرار نامہ لکھ کر رجسٹری کیوں نہیں کرا دیا (یعنی تحریری جواب کیوں نہیں دیا)، آپ کو ان باتوں کا قائل ٹھہرا ہی دیا اور ان سوالات کو اخباروں میں خوب مشتہر کرا دیا۔

اس کاروائی میں پہلے تو عموماً مسلمانوں کی حالت پر افسوس آتا ہے کہ ان کی اور ان کے مذہب اسلام کی نسبت ایسی باتیں عالم میں شائع ہوئی ہیں جن پر عیسائی و ہنود ہنسی اڑاتے ہیں۔ پھر ان خیر خواہان اسلام پر جنہوں نے یہ باتیں تجویز کر کے پیش کیں۔ پھر ان مسلمان اخبار نویسوں پر جنہوں نے یہ باتیں بلا تردید اپنے اخباروں میں شائع کر دیں۔ سب سے زیادہ افسوس اڈیٹر اخبار نور الانوار پر ہے جس نے اس تشہیر کے ساتھ یہ بات بھی اخبار میں شائع کی (چنانچہ مشیر قیصر مطبوعہ ۲۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکتوبر ۱۸۸۳ء اس سے ناقل ہے) کہ مولانا ممدوح نے ان سوالات کا جواب نا کافی دیا ، یا نہیں دیا۔

اس سے ان اخباروں کے مقلدین ناظرین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مولانا ممدوح ضرور ان باتوں کے قائل ہیں۔ و بناء علیہ ایک جم غفیر اہل اسلام کو (جن کی تعداد اس اخبار نور الانوار میں اسّی ۸۰ لاکھ بتائی ہے) دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔

میں ان حضرات سے سوال کرتا ہوں کہ کیا ان کے نزدیک کافی وشافی جواب یہی تھا کہ وہ ان باتوں کو مان لیتے اور کھلم کھلا کافر بنتے۔ یا ان کے رد وانکار میں قلم اٹھا کر ان کو شہرہ آفاق کرتے اور اقوام غیر سے اسلام پر ہنسی کراتے، جیسی ان حضرات نے کرائی ہے۔ باطل باتوں کا شائع کرنا (ردّ کے ساتھ کیوں نہ ہو) اچھا نہیں ہے۔ اس لئے مولانا ممدوح نے زبانی جواب متضمن انکار پر اکتفا کیا۔ آپ نے تو صریح انکار کیا ، اگر آپ ان کے جواب میں محض سکوت ہی اختیار کرتے تو یہ بھی بحکم آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی۔ اور جواب جاہلاں باشد خموشی ایک نوع کا کافی جواب تھا۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر بات کا جواب تقریری یا تحریری ہی دیا جائے۔...

ہم حسبۃً للّٰہ و نصیحۃً لخلق اللّٰہ اپنی درماندہ اور متنزل قوم کے بعض حالات (جو اس کے تنزل اور درماندگی کے آثار وعلامات ہیں) اس غرض سے کہ اب بھی ہمارے اخوان اپنا آپ سنبھالیں، یا اور بھی خواہان و ترقی جویان قوم ان کی دستگیری کریں، نہایت افسوس کے ساتھ قید قلم میں لاتے ہیں۔ جو اس بیان کو مسلمانوں کی توہین سمجھیں یا اس کو محض چھیڑ خانی خیال کریں وہ از راہ کرم پہلے ایک دفعہ جلد ششم اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ ص ۹ و نمبر ۵ ص ۱۲۶ و ۱۲۸ و نمبر ۷ ص ۱۹۰ وغیرہ دیکھیں اور نوٹ مندرجہ صفحہ ۲۴۳ کو بھی ملاحظہ کریں، پھر جو مناسب سمجھیں تجویز کریں۔ ان مقامات کے ملاحظہ سے پہلے ہمارے دل وزبان پر کچھ حکم نہ لگاویں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اس حکم پر آخر میں خود نقصان اٹھاویں یا دیگر مسلمانوں کو ضرر پہنچاویں۔ ان حالات سے کچھ بطور نمونہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں لعلّ قومی یتفکّرون۔

جس طرز وانداز پر آج کل بعض مسلمانوں کے مناظرات و مذہبی تالیفات ہو رہی ہیں اگر وہ چندے اسی طرز پر رہے تو (خدانخواستہ باشد) اسلام و مسلمانوں کا کام تمام ہوگا۔ روز بروز مسلمانوں میں شقاق ونفاق بڑھتا جائے گا۔ ترقی اسلام واتفاق قومی کا (جو کہ ہواخواہان قوم جویاں ہیں) کہیں سراغ نظر نہ آئے گا۔ مسلمانوں کا زور ترقی، باہمی خانہ جنگی میں صرف ہو کر تمام ہوگا۔ مذاہب غیر کو بے روک ٹوک عروج ہوگا۔ پھر مسلمانوں کو پیر پٹخنے اور ہاتھ پاؤں مارنے سے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترقی کا (مذہبی یا دنیاوی) موقعہ کہاں ملے گا۔ اقوام مذہب غیر سے ہمسری و مقابلہ کا حوصلہ نہ رہے گا

آج کل جدھر دیکھو اور جہاں جاؤ یہی پاؤ گے کہ مسلمان باہم لڑ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے مذہب کی عیب شماری کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے عیوب مذہب کو بذریعہ تحریرات، رسائل و اخبارات میں شہرہ آفاق کرتے ہیں۔ جس سے مسلمانوں کے تمام مذاہب اقوام غیر کی نظروں میں تمام جہاں کے مذاہب سے ردی و بدتر معلوم ہوتے ہیں۔

(نوٹ۔ اگر کوئی سوال کرے کہ تم بھی تو انہی میں داخل ہوئے جب کہ اس رسالہ میں کسی مسلمان فرقہ یا شخص کے عیب بیان کرنے لگے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بظاہر ہمارا اور ان کا فعل باہم مشابہ ہے، مگر اس میں، اس میں بوجوہ ذیل فرق ہے۔

اول۔ ان کا مقابلہ اپنے مخالف گروہ سے ہے۔ ہمارا مقابلہ کسی مخالف گروہ سے نہیں ہے۔

دوم۔ ان کا مقصود وادعاء فصل ہے، ہمارا مدعا وصل ہے۔ وہ اپنے گروہ مخالف سے مخالفت کو بڑھانا اور ان کو تہ تیغ کر کے ان پر فتح پانا چاہتے ہیں، ہم سب گروہوں کی مخالفت کو گھٹانا اور سب کو باہم ملانا چاہتے ہیں۔

سوم۔ ان کا فعل ان دو دشمنوں کی مانند ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں لشکر کشی و شمشیر زنی کریں۔ ہمارا فعل اس گروہ مصالحت جو کی مانند ہے جو اپنے زور شمشیر سے دونوں کو جنگ سے ہٹا دے۔ اور جو لڑائی سے باز نہ آوے اس پر تلوار چلاوے۔ جس کی اس آیت میں اجازت ہے:

و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احداھما علی الاخری فقا تلوا الّتی تبغی حتی تفیء الی امر اللّٰہ

(الحجرات) اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو انکی باہم صلح کراؤ۔ پھر بھی اگر ایک گروہ دوسرے پر تعدی کرے تو اس سے تم خود لڑو یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کریں۔

بایں ہمہ وجوہ فارقہ، پھر بھی ہمارے فعل کو کوئی باہمی بدگوئی قرار دے تو یہ اس کی خوش فہمی اور مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ ان میں حسن ظنی و اسباب صلح کلی کو راہ نہیں ملتی اس تقدیر خدا کو کون بدلے)

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ہمارے (علاتی) بھائی (حنفیوں) نے ہمارے (عینی) بھائی اہل حدیث پر چند الزام قائم کئے اور وہ بذریعہ اخبارات و اشتہارات (جیسے اخبار نورالانوار کان پور۔ و اخبار مشیر قیصر لکھنؤ۔ و اشتہارات مطبوعہ مطبع حسینی بمبئی، جن میں صاف بیان کیا گیا ہے کہ اہلحدیث کے نزدیک، معاذ اللہ، منی اور رطوبت اندام نہانی عورت پاک ہے خواہ اسے شکر میں ملا کر کھاویں، اور سؤر کی چربی اور خون اور اس کی کھال اور بال اور اس کا گوہ موت پاک ہے، خواہ ان کو کوئی کھاوے یا پیوے یا اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی کھال کا مصلی یا ڈول بناوے) اور ایک خط جعلی اور ایک گلابی چوورقہ رسالہ (موسومہ بجامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد) تمام دنیا میں شائع کئے ۔ چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ و ۷ جلد ۶ میں ازانجملہ چند الزامات منقول ہو چکے ہیں (ہم کو ان الزامات کی نفی یا اثبات سے کچھ بحث نہیں اور نہ ہم کسی جانب مدعی یا طرفدار ہیں ۔ صرف اتنا بتانا چاہتے ہیں کہ مسلمان آپس میں اس قسم کی بحث کر رہے ہیں ۔ جس سے بحث و مقصود ہم بعد اختتام نقل الزامات ظاہر کریں گے)

اس کے جواب میں اہل حدیث کی طرف سے اب چار جنگی رسالہ تیار ہو کر عالم میں منتشر و مشتہر ہو رہے ہیں اور پانچویں رسالہ کی تیاری ہو رہی ہے ۔

اول رسالہ کا نام **کاشف المکاید فی رد من منع عن المساجد** ہے جو دہلی مطبع انصاری میں چھپ کر شائع ہوا ہے ۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ جو باتیں تم نے ہمارے ذمہ لگائی ہیں وہ تمہارے مذہب میں پائی جاتی ہیں ۔ اس مقام میں ازانجملہ چند باتیں اس رسالہ سے منقول ہوتی ہیں ۔

۱ ۔ خدا کا جھوٹ بولنا اور وعید میں خلاف ورزی کر سکنا ، تمہارے ہی مذہب کی کتاب شرح عقائد میں بصفحہ ۷۳ موجود ہے ۔

۲ ۔ انبیاء علیہم السلام سے خطا و زلات کا سرزد ہونا تمہاری ہی مرقاۃ میں ملا علی قاری اور شرح فتوح الغیب شیخ عبدالحق و مباحثہ مولوی محمد قاسم مرحوم واقع شاہ جہان پور کے صفحہ ۲۶ و ۲۸ ، ۳۹ میں موجود ہے اور اکثر کتب اصول مذہب حنفی نور الانوار ، حسامی وغیرہ میں پایا جاتا ہے ۔

۳ ۔ الف و لام خاتم النبیین کو عہد خارجی ٹھہرانے سے اگر انکار رسالت نکلتا ہے تو اس جرم کے مرتکب تمہارے ہی مولوی عبدالحی لکھنوی ہیں جنہوں نے رسالہ دافع الوسواس عن اثر ابن عباس میں اس الف و لام کو عہد خارجی کے لئے ٹھہرایا ہے ۔

۴ ۔ خبر واحد کا مثبت اعتقاد ہونا ، جس سے تم نے انکار معجزات نکالا ہے ، تمہاری ہی شرح مسلّم الثبوت تالیف مولوی عبدالعلی لکھنوی میں موجود ہے ، بلکہ تمہارے مولوی ٹونکی نے تو حاشیہ شرح نخبہ میں اس کے مثبت وجوب عمل ہونے سے بھی انکار کیا ہے ۔

۵ ۔ اجماع بلا سند کا لایق اعتبار نہ ہونا ، تمہاری ہی کتب اصول (تلویح ، مسلّم الثبوت ۔ تحریر ابن الہمام و شرح تحریر عبدالعلی) میں زور شور سے بیان کیا گیا ہے ۔

۶ ۔ نجاست افتادہ پانی کو (بشرطیکہ برتنے والے کی رائے میں نجاست کا اثر دوسری جانب نہ پہنچا ہو) پاک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہنا تمہارے ہی امام کا مذہب ہے جو درمختار میں بصفحہ ۲۳ منقول ہے۔

علاوہ براں تمہارے مذہب میں گائے بھینس کے پیشاپ کو پاک کہا ہے اور ہدایہ مطبوعہ مطبع مصطفائی اور اس کے حاشیہ میں بصفحہ ۲۶ کہا ہے کہ اگر تھوڑا سا پیشاب پانی میں مل جائے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اور تمہارے مذہب میں پیشاب کے ساتھ مردار کے چمڑے پر قرآن لکھنا جائز ہے۔ دیکھو فتاوی قاضی خان مطبوعہ نول کشور ص ۳۶۴۔ اور فتاوی سراجیہ مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۳۱ اور فتاوی عالم گیریہ مطبوعہ دہلی ص ۱۳۴ وغیرہ۔

۷۔ شیر خوار لڑکے کے پیشاب کو اور انسان کے بول کی طرح ناپاک نہ ٹھہرانا، صرف اس پر پانی ڈال دینا تمہارے ہی امام کا مذہب ہے جو مسند امام ابی حنیفہ کے صفحہ ۱۰۳ میں منقول ہے۔

علاوہ براں تمہاری درمختار میں بصفحہ ۳۶ لکھا ہے کہ اگر انگلی کو نجاست لگ جائے تو وہ چوس لینے سے پاک ہو جاتی ہے، جس میں صاف اجازت ہے کہ گوہ موت والی انگلی کو منہ میں ڈال کر چوس لیا کریں۔ اور اسی کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ عورت کی اندام نہانی کی رطوبت پاک ہے، جس سے تمہارے اصول پر نکلتا ہے کہ اس میں شکر ملا کر چاٹ لیا کریں۔

۸۔ بلا انزال دخول سے غسل واجب نہ ہونا، تمہاری ہی درمختار کے صفحہ ۱۹ میں بیان کیا گیا ہے، جہاں کہا ہے کہ اگر کوئی صغیرہ یا بہیمہ سے جفت ہو تو بلا انزال، غسل واجب نہیں ہوتا۔ صرف عضو تناسل کا دھونا واجب ہے۔

۹۔ وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح جائز کہنا، تمہارے ہی... بھائیوں کا کام ہے (دوسرے اور تیسرے رسالہ کے مؤلفوں نے اس کا نام ونشان بھی بتایا ہے جو آگے آئے گا) ہم تو اس مسئلہ کے قائل کو ضال ومضل جانتے ہیں۔

۱۰۔ مال تجارت میں، اگر وہ یتیم کا مال ہو، زکوۃ کو واجب نہ کہنا تمہارا ہی مذہب ہے۔ ہمارے مقتداء مولانا سید محمد نذیر حسینؒ نے تو ایک فتوی مطبوعہ مطبع حنفی دہلی واقعہ ۱۹ شعبان ۱۲۹۸ھ میں صاف فرمایا ہے کہ مال تجارت پر زکوۃ واجب ہے۔

۱۱۔ خنزیر کو پاک کہنا تمہارے ہی طحطاوی حاشیہ درمختار کے باب المیاہ اور کتاب الصید میں بیان ہوا ہے۔ اور تمہاری منیہ میں لکھا ہے کہ خنزیر کا چمڑہ دباغت سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور تمہاری درمختار کی کتاب الحظر والاباحۃ میں لکھا ہے کہ سورنی کا دودھ بکری کے بچے کو پلایا جاوے تو وہ حلال ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دودھ پاک ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے علماء مولانا مولوی سید محمد نذیر حسینؒ وغیرہ نے تو صاف فتوی دیا ہے کہ اگر کسی چیز میں خنزیر کی چربی مل جاوے تو وہ چیز حرام ہے (دیکھو فتوی مطبوعہ مطبع حنفی دہلی جس کا اوپر ذکر ہوا)
اسی قسم کے الزامات اس رسالہ میں اور بھی ہیں جن کی تفصیل میں تطویل ہے۔

دوسرے رسالہ کا نام عمارۃ المساجد بھدم اساس جامع الشواہد ہے۔ جو مطبع گلزار بنارس میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اس کا ماحصل بھی رسالہ کاشف المکاید کا ماحصل ہے۔

علاوہ براں اسی میں الزام نمبر ۳ میں مولوی محمد قاسم مرحوم کو بھی شامل کر لیا اور کہا ہے کہ انہوں نے بھی رسالہ تحذیر الناس میں الف و لام کو عہد خارجی قرار دیا ہے۔

اور الزام نمبر ۸ کی تائید میں کہا ہے کہ تمہارے ہی بحر الرائق اور فتاوی برہنہ میں لکھا ہے کہ عضو تناسل پر لف حریر یعنی باریک کپڑا لپیٹ کر جماع کرنے سے بدون انزال غسل واجب نہیں ہوتا۔ اور اپنی کتاب ہدایت القلوب القاسیہ میں اس مسئلہ عدم وجوب غسل بدون انزال کے پائے جانے سے سخت انکار کیا ہے۔

اور الزام نمبر ۹ کی تائید میں صاف ظاہر کیا ہے کہ وضو میں پاؤں پر مسح تجویز کرنے والہ فتاوی ابراہیمی کا مؤلف تمہارا ہی حنفی بھائی مولوی ابراہیم ہے جو آج کل ضلع اعظم گڈھ میں اہلحدیث پر لے دے کر رہا ہے۔

اور الزام نمبر ۱۱ کی تائید میں لکھا ہے کہ تمہاری ہی کتاب غایت الاوطار و فتح المعین میں پنیر شام (جس کا خنزیر کی چربی سے تیار ہونا مشہور تھا) استعمال ہونا بیان کیا ہے۔ اور تمہارے ہی ایک بھائی حنفی نے اس کو شائع کیا ہے۔

اس الزام کے ضمن میں مؤلف رسالہ نے تمام کتب مذہب حنفی کی بے اعتباری بیان کی ہے۔ اور اس مذہب کے آئمہ، امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ وغیرہ پر سخت جرح وطعن کیا ہے جس کی نقل و بیان سے ہمارے قلم عاجز ہیں۔ اس جرح وطعن کے ثواب کا کامل حصہ ہمارے خیال میں ان خیرخواہان مذہب حنفی کو ضرور ملے گا جنہوں نے ناحق اہل حدیث پر تہمتیں لگا کر (نوجوانان اہل حدیث) کو چھیڑا اور اس کے مقابلہ میں اپنے اماموں کو برا کہلوایا۔ سب سے زیادہ حصہ اس ثواب کا ہمارے دوست اڈیٹر اخبار مشیر قیصر لکھنو کو ملے گا جنہوں نے ہماری بار بار کی معذرت کو (کہ امام ابو حنیفہ کی توہین اس گروہ کے علماء سے کسی نے نہیں کی) نہ سنا۔ اور اپنے اخبار گوہر بار میں مضامین توہین اہل حدیث کو کہ . یہ فرقہ جدید ہے .اور ۔اس گروہ کے علماء امام ابوحنیفہ کی توہین کرتے ہیں ۔اور . ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسائل مذہب ایسے ہیں ۔اور .ان کے سرگروہ مولوی نذیر حسین مکہ میں پکڑے گئے ۔ وغیرہ وغیرہ شائع کر کے خواہ مخواہ ایک نوجوان کو اپنے امام مذہب کا طاعن ومخالف بنا ہی لیا ۔اب بھی وہ ہمارے مہربان دوست اس چھیڑ چھاڑ کو چھوڑ دیں ۔لوگوں کو بلا فائدہ اشتعال دے کر اپنا اور اپنے امام کا مخالف نہ بنائیں ۔ورنہ خدا جانے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ کہاں تک پہنچے گا ۔

ان الزامات کے علاوہ دس بارہ الزام اور اس رسالہ میں حنفیہ پر قائم کئے گئے ہیں جو اسی قسم سے ہیں بلکہ ان سے بھی افحش ہیں ۔

ازانجملہ ایک یہ کہ تمہاری کتاب غایۃ الاوطار مطبوعہ صدیقی صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ کتے کو بغل میں لے کر نماز پڑھنی جائز ہے ۔ایک یہ کہ اسی کتاب کے صفحہ ۹۹ میں ہے کہ کتے کی کھال کی جاءنماز وڈول بنانا جائز ہے ۔۔

تیسرے رسالہ کا نام جامع الفوائد ہے جو دہلی میں مطبوع ہو کر شائع ہوا ہے ۔اس کا ماحصل بھی ان دو رسالوں کا ماحصل ہے ۔

علاوہ براں اس میں الزام نمبر ۶ کی تائید میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی کتاب مسند مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۰۳ میں ہے کہ پانی، کپڑا، زمین، جسم کی طرح ناپاک نہیں ہوتے ۔

اور تمہارے ردالمحتار کے صفحہ ۵۱ میں ہے کہ امام ابو یوسف نے اس حمام کے پانی سے غسل کیا جس میں چوہا مرا ہوا تھا ۔

تمہاری طحطاوی میں بصفحہ ۲۴۵ بحرالرائق سے منقول ہے کہ بارش کا پانی گندگیوں پر چلتا ہے ۔اگر گندی زمین پاک زمین سے زیادہ نہیں تو پانی پاک ہے ۔

اور اسی میں بصفحہ ۲۴۵ ہے کہ چھت پر نجاست پڑی ہے اور نہایت ہی تھوڑا پانی اس پر چلتا ہے وہ پانی پاک ہے ۔

اور طحطاوی کے صفحہ ۱۵۸ میں درمختار سے منقول ہے کہ پرنالہ میں مردار پڑا ہے یا کوئی پیشاب کر رہا ہے ۔اس پانی میں کوئی وضو کر لے تو جائز ہے جب تک کہ نجاست کا اثر معلوم نہ ہو ۔

اور فتاوی تاتارخانیہ میں لکھا ہے کہ سؤر کے بال پانی کو ناپاک نہیں کرتے ۔

اور الزام نمبر ے کی تائید میں لکھا ہے کہ تمہاری ہی فقہ حنفی کے فتاوی خلاصہ اور عتابیہ میں ہے کہ شیر خوار کا پیشاب پاک ہے، لڑکی کا ناپاک ہے اس واسطے کہ وہ دبر کو لگ کر آتا ہے ۔چیلی اور اشباہ اور بحرالرائق اور کبیری وغیرہ میں ہے کہ چوہے اور چمگادڑ کا اور بعضوں کے نزدیک بلی کا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام محمد کے نزدیک گائے بھینس بکری وغیرہ کا پیشاب پاک ہے۔

اور ردالمحتار کے صفحہ ۱۲۰ میں نعوذ باللہ پیشاب سے الحمد کا لکھنا بھی جائز لکھا ہے۔

اور الزام نمبر ۱۰ کی تائید میں لکھا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک زیورات و جواہرات مروارید فیروزہ، لعل، الماس وغیرہ پر (خواہ کروڑ ہا روپیہ کے ہوں) اور گھوڑے خچر اور اونٹ سواری بار برداری میں اور مکانات کرایہ میں (خواہ کروڑ ہا روپیہ کے ہوں)....کے مال میں (خواہ کروڑ ہا روپیہ کا ہو) زکوۃ واجب نہیں ہے۔ اور ہمارے مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب تو صاف فتوی دیتے ہیں کہ مال تجارت میں زکوۃ واجب ہے (دیکھو جناب ممدوح کا فتوی مطبوعہ مطبع حنفی دہلی)

اور الزام نمبر ۱۱ کی تائید میں لکھا ہے کہ یہ مسئلہ حنفیہ ہی کا ہے اور ان کی کتابوں میں ایسے مسائل اور بہت ہیں۔

پھر ملا علی قاری کی مرقاۃ سے ایک طولانی عبارت عربی نقل کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ بانات (جس کا خزیر کی چربی سے بننا مشہور ہے) پاک ہے۔ ایسا ہی وہ لونگیاں جن کا بول سے رنگا جانا مشہور ہے، پاک ہیں۔ ایسا ہی جو پنیر فارسیوں اور مجوسیوں کے ملک سے آتا ہے (اس کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ اس میں مردار کی چربیاں ملاتے ہیں)، بسم اللہ پڑھ کر کھا لینا حلال ہے۔ وغیرہ

اور کتب فقہ منیہ وقنیہ وتاتارخانیہ و درمختار کی اور روائتیں نقل کی ہیں جن میں ذکر ہے کہ خنزیر نجس العین ہے اور اس کی کھال اور بال سے کام لینا جائز ہے اور اسکے دودھ سے پلی ہوئی بکری حلال ہے۔

چوتھے رسالہ کا نام صیانۃ المؤمنین عن تلبیس المبتدعین ہے جو مطبع بحر الاسلام بنگلور میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اس کا ماحصل بھی رسائل مذکورہ بالا کا ماحصل ہے۔

علاوہ براں اس میں حنفیہ کی اس بات کہ: گروہ اہل حدیث گمراہ فرقوں سے ہیں اور اہل سنت سے خارج ہیں۔ کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ حنفیہ مرجئہ ہیں۔ اور بحکم فتوی سید عبدالقادر جیلانی، اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔ اور اس کی تائید میں حضرت ممدوح کی غنیۃ الطالبین کی عبارت عربی معہ ترجمہ نقل کی ہے۔ اور انہی حضرت سے یہ بھی نقل ہے کہ اہل حدیث ہی اہل سنت و جماعت ہیں۔ انہی کا نام اہل سنت و جماعت ہے اور انہی کا دوسرا نام اہل حدیث ہے۔

یہ ان چاروں رسائل کا خلاصہ مطالب ہے۔ اس خلاصہ کے بیان سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ہمارے حنفی بھائی جو اپنے مخالفوں کے رسائل وتحریرات نہیں پڑھتے اور آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ و بناء علیہ اوروں کی عیب شماری میں اپنی فتح سمجھتے ہیں، اور اپنے خیال میں وہ اس کاروائی سے ایک طرفی ڈگری حاصل کئے بیٹھے ہیں، ذرا آنکھیں کھولیں اور ہوش سنبھالیں اور یہ جان لیں کہ ہماری تحریرات (گلابی چورقہ واخبارات) نے کیا بداثر پیدا کیا ہے۔ اور ہمارے مذہب کو مخالفوں کی نظروں میں کیسا حقیر کر رکھا ہے۔ اب بھی ہم اس چال کو چھوڑ دیں اور اپنے مخالفوں سے جو درحقیقت انہی کے موافق اور اسلامی بھائی ہیں مصالحت اور اتفاق سے سلوک کریں۔

ہم نے تو اس گلابی چورقہ اور اس کے ہم رنگ تحریرات کے فساد کو بہت جلد بند کرنا چاہا تھا۔ اور ان کے جواب میں صرف اس بات پر اکتفا کیا تھا کہ یہ مسائل (جو ان تحریرات میں بیان ہوئے ہیں) محض غلط وافتراء ہیں۔ جو ان مسائل کو اہل حدیث کی کتب معتبرہ سے ثابت کرے وہ ہزار روپیہ انعام پاوے۔ مگر جب کہ ہمارے حنفی بھائیوں نے ہماری اس بات کو غنیمت نہ سمجھا، بلکہ فضول شیخی قرار دیا چنانچہ اکمل الاخبار دہلی نمبر ۴۶ جلد ۱۸ مطبوعہ ۱۳ نومبر ۱۸۸۳ء و مظہر العجائب مدراس نمبر ۴۸ جلد ۵ مطبوعہ ۲۹ نومبر ۱۸۸۳ء میں ہمارے اس جواب کی نسبت اس قسم کے الفاظ درج ہوئے ہیں، تو اس سے ہمارے دوسرے بھائیوں اہل حدیث کو اشتعال پیدا ہوا اور یہ خیال آیا کہ یہ عجیب جرأت ہے جو: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اور مثل: الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، کا مصداق ہے کہ خود ہی ہم پر تو وہ تو وہ اتہامات کا افتراء باندھیں اور ہم جب ان مفتریات سے انکار کریں تو اور ہم کو ڈانٹیں۔ پس ناچار انہوں نے بھی قلم اٹھایا اور جواب تر کی بہ تر کی دیا اور جو نہ کہنا تھا سو بھی کہہ دیا۔

ہر چند ہم کو اس خانہ جنگی و باہمی تبرا بازی سے دونوں گروہوں پر سخت شکایت اور نہایت رنج و افسوس ہے، مگر ایمان و انصاف اور عقل ہم کو اس بات کے کہنے پر مجبور کرتی ہیں کہ اس میں زیادہ تر قصور ہمارے حنفی بھائیوں کا ہے جنہوں نے فیصلہ مصالحت دہلی محکمہ کمشنری کے بعد نئے سرے سے آتش فساد وعناد کو سلگایا۔ پہلے ایک جعلی خط مشتہر کیا۔ پھر چورقہ گلابی کو شہرہ آفاق کیا۔ پھر بذریعہ اخبارات و اشتہارات اہل حدیث پر تہمتوں و الزاموں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ پھر ہمارے انکار و اشتہار کو غنیمت سمجھ کر سکوت و صبر اختیار نہ کیا، اس کو لاف و گزاف قرار دے کر اس گروہ کے نوجوانوں کو اکسایا جس کا نتیجہ یہ نکلا جو بیان ہوا۔

اب بھی ہمارے حنفی بھائی (علماء والا مقام۔ واڈیٹران نیک نام) اپنی زبان اور قلم کو تھام لیں اور حسبۃً للّٰہ و نصیحۃً لخلق اللّٰہ اس خانہ جنگی کو موقوف کر دیں۔ اس قسم کے مضامین کبھی زبان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و بیان میں نہ لا ویں اور نہ ان کو اخباروں میں جگہ دیں۔ اب تک جانبین سے متعدد رسائل شائع ہوئے ہیں، خدا جانے آئندہ کس قدر رسالے اور اشتہار نکلیں گے اور ان جنگی رسالوں کے کتنے کمپ تیار ہوں گے۔ کیونکہ بظاہر کوئی ایک فریق دوسرے سے علم میں، تحریر میں، تقریر میں، زر میں، زور میں کم نہیں ہے۔ پھر ایک دوسرے سے دبے تو کیونکر دبے۔ دونوں ہی فریق مونچھیں نیچی کر لیں اور ہتھیار ڈال دیں تو کام چلے۔

ہمارے حنفی بھائیوں کا یہ خیال کہ اہل حدیث ہندوستان میں مٹھی بھر ہیں اور حنفیہ پانچ کروڑ (چنانچہ ہمارے لائق ہم عصر اڈیٹر اکمل الاخبار اپنے اخبار کی جلد ۱۸ مطبوعہ ۱۳ نومبر ۱۸۸۳ء میں یہ الفاظ درج فرما چکے ہیں اور اڈیٹر اخبار نور الانوار اس سے متفق ہیں) نہایت دھوکہ دینے والہ خیال ہے۔ وہ لوگ اس خیال پر غرور پر آیت کم من فئۃٍ قلیلۃٍ غلبت فئۃ کثیرۃ کو غور سے پڑھیں۔ اور مصرع: ننواں حقیر بے چارہ شمرد، میں فکر و تدبر کریں اور یہ بھی خیال کریں کہ وہ عدد میں ان سے کم ہیں، مگر سامان میں ان سے کم نہیں۔ گروہ حنفیہ مخاصمین میں کون زبردست و بے مثل عالم ہے جس کی نظیر اہل حدیث میں اس وقت موجود نہیں۔ ان میں کون خوش تقریر و تحریر مؤلف یا اڈیٹر ہے جس کا شریک اہل حدیث میں موجود نہیں ہے۔ وعلی ہذا القیاس۔ لہذا ان پر فتح و فیروزی حلوائے بیدود نہیں ہے۔ ونظر براں بحکم الصلح خیر ان دونوں فریق کا باہم مصالحت کرنا اور ایک کا دوسرے کے آگے جھک جانا ہی مناسب ہے۔ آئندہ اختیار ہے۔

....ہمارے کرم فرما اڈیٹر اخبار مشیر قیصر لکھنؤ اکثر گروہ اہل حدیث کے اعیان و علماء سے اس قسم کی چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں جس سے نہ کچھ اسلام کی منفعت پہنچتی ہے نہ حنفی مذہب کو رفعت حاصل ہوتی ہے۔ صرف ان کا اخبار عوام اور جنگ جو عام اقوام کا دل چسپ ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں اس قسم کے چند مضامین آپکے اخبار کے بطور تمثیل پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اپنے اخبار ۲ مئی ۱۸۸۱ء میں خاکسار کی نسبت یہ چھاپ دیا کہ ان کا تشدد غیر مقلدوں میں حد سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔ اور یہ لوگ حضرت امام ابوحنیفہ کو نہایت سوء ادب سے یاد کرتے ہیں۔

جس کا جواب ہم نے آپ کے اخبار ۳۱ مئی ۱۸۸۱ء میں یہ دیا تھا کہ یہ بات محض غلط ہے۔ ہم لوگوں کو امام الآئمہ فخر الامۃ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی جناب میں کمال حسن عقیدت ہے۔ جس کو جناب نے بھی اپنے اڈیٹوریل ریمارک میں تسلیم کر لیا تھا اور اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔اپنے اخبار ۲۷ فروری ۱۸۸۳ء میں نواب صاحب بھوپال کی نسبت ایک مضمون بعنوان مقلدین پر چوٹ لکھ مارا اور اس میں یہ درج کرایا کہ نواب صاحب نے مقلدین کی توہین میں یہ شعر لکھا ہے

مقلد تا خراب بادہ آراء پرستی شد بکوئی آشنایان سنن بیگانہ می آید

جس کا جواب ہم نے ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ا جلد ۳ میں یہ دیا تھا کہ یہ سبھی مقلدوں کے حق میں نہیں کہا گیا۔ خاص کر ان ہی ضدیوں اور ہٹ دھرم لوگوں کی نسبت کہا ہے جن کو خود حنفیہ کے محققین مولوی عبدالحی لکھنوی وغیرہ نے بھی برا کہا ہے۔

اور ایک جواب اس کا مولوی سید جمال الدین ڈاکٹر کھوڑی ضلع ساگر نے بھی دیا تھا جو اخبار جریدہ روزگار نمبر ۴ جلد ۹ میں بھی چھپا ہے۔

ایک جواب اس کا مولوی عبدالکریم ہوشنگ آبادی نے دیا تھا جو کسی پرچہ میں اسی جریدہ روزگار میں چھپا تھا۔ پھر اسکا جواب مشیر قیصر نے بڑی سختی سے دیا جسکا آخری جواب مولوی عبدالکریم ہوشنگ آبادی نے جریدہ روزگار نمبر ۴۵ جلد ۹ میں چھپوایا جس میں اڈیٹر مشیر قیصر کی سختی و چھیڑ چھاڑ کا ثبوت دیا۔

۳۔آپ نے اخبار ۲۵ ستمبر ۱۸۸۳ء میں یہ چھاپ دیا کہ مولوی نذیر حسین محدث دہلوی بمبئی پہنچے تو وہاں کے علماء اس قسم کے سوالات کہ : آپ کے مذہب میں خنزیر کا گوہ موت اور اس کی چربی اور خون اور بال کھال پاک ہے۔ لے کر آپ سے مباحثہ کے خواستگار ہوئے۔

۴۔ پھر اپنے اخبار ۲۔اکتوبر ۱۸۸۳ء میں بتقلید اخبار نورالانوار یہ چھاپ دیا کہ مولانا ممدوح نے ان سوالات کا جواب کافی نہ دیا، جس کا جواب ہم نے آپ کے اخبار ۱۶۔اکتوبر ۱۸۸۳ء میں چھپوایا اور آپ نے بھی وہ جواب تسلیم کرلیا۔

۵۔آپ نے اخبار ۱۶۔اکتوبر ۱۸۸۳ء میں گروہ اہل حدیث کی نسبت یہ مشتہر کیا کہ :. یہ نیا فرقہ ہے. اس کا اصول حنفی مذہب سے لوگوں کو پھیرنا اور امام ابوحنیفہ کی توہین کرنا ہے۔

جس کا جواب ہم نے اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۶ اور آپ کے اخبار کے نمبر ۴۵ مورخہ ۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں یہ دیا تھا کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے طعن وتوہین کو بے دینی جانتے ہیں۔ ہمارے یا کسی اور عالم گروہ اہلحدیث کی کلام میں آپ نے امام کی توہین پائی ہے تو اسکی نشان دہی کریں۔اس کے جواب میں

۶۔آپ نے اسی پرچہ اخبار ۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں ایک لفظ. قلت حدیث. ہماری کلام میں اور ایک لفظ مزجاۃ نواب صدیق حسن کے کلام میں امام ابوحنیفہ کی نسبت نکال کر درج کیا۔جس کا جواب ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اس اخبار کے نمبر ۴۷ مطبوعہ ۲۰ نومبر ۱۸۸۳ء میں یہ دیا کہ یہ الفاظ کمال نیک نیتی اور مقام مدح امام والا مقام میں استعمال کئے گئے ہیں، بد نیتی اور طعن کے طور پر نہیں کئے گئے۔ جس پر بھی آپ کا دل خوش نہ ہوا، اور ہم کو اپنی مخالفت وطعن وتوہین امام کے الزام سے بری نہ کیا۔ ہمارے جواب کے حاشیہ میں ننھے ننھے دو حرفی ایسے نوٹ لکھے ہیں جن سے آپ کی ناخوشی وسوءظنی مترشح ہوتی ہے۔ مگر ایک منصف ومحقق حنفی اڈیٹر اخبار جریدہ روزگار نے اپنے پرچہ نمبر ۴۶ جلد ۹ مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۸۳ء میں ایک منصفانہ محاکمہ لکھا اور اس میں ہمارے حق میں فیصلہ کیا اور ثابت کر دیا کہ یہ کلمات امام صاحب کی توہین کے کلمات نہیں ہیں۔

۷۔ آپ نے کسی پرچہ ماہ اگست ۱۸۸۳ء میں نواب صدیق حسن کی نسبت یہ اعتراض کیا کہ انہوں نے تصویر پر انعام دیا یا دلوایا ہے اور اس کے ضمن میں ہم پر یہ اعتراض کیا کہ ہم نے ان کو بایں حالت مجدد کہا ہے۔ جس کا جواب ہم نے اشاعۃ السنۃ نمبر ۵ جلد ۶ میں دیا۔ جس پر اور بھی آپ کو غصہ آیا اور آپ نے

۸۔ پرچہ نمبر ۴۵ جلد ۶ میں نواب صاحب کے حق میں جو عرفاً وشرعاً عقلاً نہ کہنا چاہیے تھا، سو کہا۔

۹۔ اخیر میں آپ نے اخبار نمبر ۴۸ مورخہ ۲۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں سرگروہ اہل حدیث حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی نسبت بتقلید اخبار نور الانوار یہ مشتہر کیا کہ جناب ممدوح بارادہ حج مکہ معظّمہ میں پہنچے تو پاشا نے چھ مسلح سپاہی بھیج کر ان کو پکڑوا منگوایا اور ان کو قید کرنا چاہا۔ آخر انہوں نے لامذہبی سے توبہ کی اور حنفی مذہب ہونے کا اقرار کیا تو ان کو چھوڑا۔ اور مولوی رحمت اللہ نے ان کی ضمانت دی تو ان کو مدینہ جانے دیا۔ ان کے مدینہ سے واپس آنے پر ان کا مقدمہ ہوگا۔

ہماری رائے میں مکہ والوں سے بھول ہوئی۔ اور افسوس ہے کہ ہمارے لائق اڈیٹر ان نے بھی ان کو یہ رائے وصلاح نہ دی کہ سید صاحب ممدوح کو حرم محترم میں شہید کر دیتے۔ اتنی قیل و قال کیوں کی؟ سیدوں کا شہید کرنا تو بڑا کار ثواب ہے۔ چنانچہ پہلے مسلمانوں نے ان کے جد امجد حضرت امام حسینؓ کو شہید کیا۔ یہ پکے مسلمان تھے تو انہی کی پیروی کرتے، ثواب کماتے۔ نواسہ کو نانا کے ساتھ ملاتے۔

... اس قسم کی اور چھیڑ چھاڑ آپ کے اخبار گہربار میں اہل حدیث کے حق میں پائی جاتی ہے جن سب کی تفصیل سے تطویل متصور ہے۔

اور اڈیٹر اخبار نور الانوار کان پور ہمیشہ گروہ اہل حدیث سے نہ صرف معمولاً چھیڑ چھاڑ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھتے ہیں بلکہ حد سے بڑھ کر ان کی تحقیر و توہین کرتے رہتے ہیں۔ اور اس امر کو کمال دیانت و حمایت اسلام جانتے ہیں۔ ان کے اس قسم کے مضامین ہم کہاں تک شمار کریں۔ تمثیل کے لئے وہی مضامین کافی ہیں جو اڈیٹر مشیر قیصر نے آپ سے نقل کئے ہیں۔ اور ان کے ساتھ بحث و خطاب سے ہم کو تسلیم و اصلاح کی امید کم ہے، بلکہ یہ خوف ہے کہ بجائے اس کے ہم ہدف سہام، سبّ (گالیاں) و ملام بنیں۔ لہذا سکوت بہتر ہے۔

اور اڈیٹر اخبار مظہر العجائب مدراس نے اپنے اخبار ۱۵ مارچ ۱۸۸۳ء میں مضمون مقلدین پر چوٹ، شائع کیا اور عامہ حنفیہ کو اہلحدیث کی طرف سے بدظن و ناراض کیا۔

اور اخبار یکم نومبر ۱۸۸۳ء میں چودھویں صدی کے حالات میں شاعرانہ مضمون لکھا۔ اس میں اوائل تیرھویں صدی کی نو ایجاد چیزوں سے مذہب وہابیہ کا ایجاد قرار دیا۔ اور اس کے اواخر کی ایجادوں سے مذہب نیچری کا ایجاد شمار کیا۔ اور یہ فرمایا کہ بمصداق: اول بآخر نسبتے دارد، نیچریوں کو وہابیوں سے کمال مناسبت ہے۔ جس وقت انسان پکا وہابی بن جاتا ہے اور غیر مقلدین کے کھلے میدان میں آجاتا ہے، تو ضرور بے دینی اختیار کرتا ہے۔ اس کی شہادت میں سید احمد خان کا اوائل میں آمین و رفع یدین کرنا اور اخیر میں نیچری ہو جانا، بیان کیا۔ پھر اوائل صدی میں عبدالوہاب نجدی کا ظاہر ہونا اور حرمین وغیرہ مشاہد مسلمانوں پر بے ادبی کے ساتھ سلوک و تسلط کرنا بیان کیا۔ آخر میں نواب صدیق حسن کی نسبت یہ اتہام قائم کیا کہ وہ ہندوستان کے وہابیوں کے سرگروہ ہیں اور امام ابوحنیفہ کی تردید میں کتابیں تصنیف کر کے بصرف زر خطیر مصر و قسطنطنیہ کے مطابع میں چھپواتے ہیں

اور اخبار ۲۲ نومبر ۱۸۸۳ء میں نواب صدیق حسن کی توہین میں ایک مضمون اخبار مشیر قیصر سے نقل کیا جس کا ذکر اس اخبار کے مضمون نمبر ۸ میں ہو چکا ہے۔

اور اخبار ۲۹ نومبر ۱۸۸۳ء میں بتقلید اخبار نور الانوار خبر مکہ کو جس میں اہلحدیث کے مؤاخذہ کا ذکر ہے، مشتہر کیا اور ہمارے اشتہار کا جواب اکمل الاخبار سے نقل کر دیا۔ وعلی ہذا القیاس۔

اور اخبار اکمل الاخبار دہلی و ارمغان دہلی و کشف الاخبار بمبئی و آفتاب پنجاب لاہور و طوطی ہند میرٹھ و کوہ نور لاہور وغیرہ ہیں۔ ان میں سے بھی جس اخبار کو ملاحظہ کرو گے اس میں مسلمانوں کے باہم لڑانے والے مضامین ضرور پاؤ گے۔ اس مقام میں اخبار اکمل الاخبار سے ایک اس قسم کا مضمون نقل کرتے ہیں کیونکہ اس پر ہم کسی قدر بحث کرنا مدنظر رکھتے ہیں۔

آپ اخبار نمبر ۴۶ جلد ۱۸ مطبوعہ ۱۳ نومبر ۱۸۸۳ء میں ہمارے اشتہار مندرجہ اشاعۃ السنہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نمبر ۵ جلد ۶ کے جواب میں ہمارے وعدہ ایک ہزار روپئہ انعام کو فضول شیخی قرار دے کر فرماتے ہیں کہ ان عقاید وعملیات کو جو گلابی چورقہ میں اہل حدیث کی طرف نسبت کئے گئے ہیں، اپنی کتابوں میں (جن کا حوالہ اس رسالہ میں ہے) ملاحظہ کرو۔ اور اگر تم کو ان کتابوں میں وہ مسائل نظر نہ آویں تو ہمارے پاس حاضر ہو جاؤ۔ اس کے بعد زر انعام، جس میں سے پانچ سو روپئہ از راہ ترحم تم کو معاف کئے گئے، بذریعہ منی آرڈر یا ہنڈوی بھیج دو۔ اور اس میں گورنمنٹ کو یہ صلاح دیتے ہیں کہ مخالفین گروہ اہل حدیث ہندوستان میں پانچ کروڑ آدمی ہیں اور اہل حدیث مٹھی بھر۔ ان مٹھی بھر مفسدوں اور باغیوں کے کہنے سے ان پانچ کروڑ کو گورنمنٹ کچھ نہ کہے اور نہ پوچھے۔ صرف ان مٹھی بھر لوگوں کو ان عقائد سے توبہ کراوے اور ان کی کتابوں کو جلاوے۔ وہ توبہ نہ کریں تو ان کو سزا دے یا ان کو مسلمانوں کی مسجدوں سے نکال دے اور جدا کرے۔

یہ ان ملکی ریفارمروں کی کاروائیوں کی مختصر رپورٹ ہے جو پہلے ان ہی حضرات کے سامنے، پھر اور ترقی خواہان اور اتفاق جویان ملک کے آگے پیش کی جاتی ہے، جس سے ہماری غرض ومقصود یہ ہے کہ یہ حضرات والا مقام اور دیگر خیر خواہان اسلام وترقی جویان اہل اسلام خصوصاً وہ سوسائیٹیاں واخبارات جو ترقی قومی کا دم بھرتی ہیں، اور اتفاق اسلامی کو اپنا اعلیٰ مقصد واصل مدعا قرار دیتی ہیں، اس پر اپنی اپنی رائے ظاہر کریں، کہ آیا یہ روش جو ان اخباروں کے اڈیٹروں نے اختیار کیا ہے، اس سے اسلام یا خاص کر مذہب حنفی کی ترقی ورفعت متصور ہے یا اس سے مسلمانوں میں باہم عناد وفساد پھیلنے اور اہل حدیث کا دشمن مذہب حنفی، اور حنفیوں کا دشمن اہل حدیث ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ کیا جب عامہ اہل حدیث ان اخباروں کو دیکھ کر یہ یقین کرلیں گے کہ ان کے مقتداء و پیشوا مولوی سید محمد نذیر حسین محدث سے اہل مکہ نے یہ سلوک کیا ہے جو ان حضرات خیر خواہان مذہب حنفی نے بیان کیا ہے تو اہل مکہ کو مشرکین مکہ کی مثل (جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکال دیا اور حدیبیہ کے سال میں روک دیا تھا) یا ان مروانیوں کی طرح (جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو مکہ میں شہید کیا) یا ان یزیدیوں کی طرح (جنہوں نے حضرت امام حسین کو کربلا میں شہید کیا تھا) قرار نہ دیں گے؟ اور کعبہ شریفہ کے حج کو جو اس جور وتعدی ورفع امن کے سبب اپنے ذمہ ساقط سمجھ کر اس فرض اتفاقی کو ترک نہ کریں گے؟ اور جب وہ مذہب اہل حدیث کی نسبت ان حضرات کے یہ الفاظ سنیں گے کہ یہ مذہب جدید ہے یا یہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت ہے، تو اس کے مقابلہ میں وہ چاروں مذاہب اور چاروں مصلوں کو محدث وبدعت قرار نہ دیں گے؟ اور جب وہ اپنے اکابر علماء کی توہین کے الفاظ ان اخباروں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں گے تو وہ از راہ حمیت جاہلیت حضرت امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کو (خدا ان کو اپنی رحمت میں ڈھانک لے) صلوتیں وتبرے نہ سنائیں گے؟ اس جانب سے یہ باتیں وقوع میں نہ بھی آئیں تو کیا جانب ثانیہ (حنفیہ) جن کی خاطر یہ مضامین ان اخباروں میں درج ہوتے ہیں اس جم غفیر کلمہ گوؤں کو دائرہ اسلام سے خارج اور معابد ومشاہد اسلام سے علیحدہ نہ کریں گے؟ اور در پئے ان کے قتل وایذا کے نہ ہوں گے؟ اور یہ امور خواہ کسی جانب سے واقع ہوں، ترقی واتفاق قومی کے مزاحم ومانع نہ ہوں گے؟ اور موجب خلل نظام عام ورافع امن کا فہ انام قرار نہ پائیں گے؟۔

ہماری رائے ناقص میں تو اس کاروائی سے نہ اسلام کا فائدہ ہے نہ حنفی مذہب کی ترقی متصور ہے۔ بلکہ اس سے ان کے برعکس نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔..اور اسی وجہ سے ہم کو اپنے ان دوستوں پر سخت افسوس وشکایت ہے کہ انہوں نے ایسے مضامین مفاسد خیز، فتنہ انگیز کو اپنے نامی اخباروں میں مشتہر کیا۔

سب سے زیادہ اپنے دوست اڈیٹر مشیر قیصر پر افسوس ہے کہ باوجودیکہ وہ ایک مہذب و انصاف پسند ومتین آدمی ہیں۔ چنانچہ ان کے بعض مضامین اخبار اور بعض خطوط، جو ہمارے نام آئے ہوئے ہیں، ہمارے اس خیال کے مصدق ہیں۔ اور وہ اس گروہ اہل حدیث کو مسلمان بھی جانتے ہیں۔ گلابی چورقہ والوں کی طرح کافر وخارج از ملت نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس گروہ کے بعض اعیان و علماء کی تعریف بھی کر چکے ہیں۔ علی الخصوص مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی شان میں وہ اپنے اخبار نمبر ۴۲ جلد ۷ مطبوعہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۸۸۳ء کے صفحہ ۲ کالم ۲ و ۳ میں یہ الفاظ لکھ چکے ہیں:۔

اس جماعت کے زبردست عالم چند شخص سمجھے جاتے ہیں

۱۔ مولانا نذیر حسین محدث دہلوی۔ ۲۔ مولانا محمد حسین لاہوری۔ نواب صدیق حسن خان

مولانا نذیر حسین سے تو ہم خوب واقف ہیں کہ وہ اعلی درجہ کے عالم اور بزرگ ہیں۔ خصوصاً علم حدیث آپ کا مستند ہے۔ آپ کو وہابیت کی طرف منسوب کرنا نہایت درجہ افسوس کی بات ہے۔ مگر وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جناب ممدوح کی بعض تصانیف سے ایسا پایا گیا ہے کہ آپ تقلید کو پسند نہیں کرتے۔ ہم نہیں کہتے کہ ایسے عالم کا ایسا خیال عوام میں شائع کرنا کہاں تک درست وبجا ہے، مگر اتنا کہیں گے کہ خیر اگر اتنا بڑا عالم غیر مقلد ہو جائے تو عام لوگوں کو اس پر نکتہ چینی کرنا کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

نیز سوالات علماء بمبئی کو اسی پرچہ میں لغو وسفاہت قرار دے چکے ہیں چنانچہ لکھا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم بڑے افسوس اور حیرت سے یہ بات کہتے ہیں کہ جو باتیں علماء بمبئی نے اس جلسہ میں بیان کی ہیں وہ محض لغو ہیں۔ اگر کوئی ایک شخص ان کو لکھتا تو اسی کی عقل مندی ثابت ہوتی، جس حالت میں کہ یہ فعل ایک جماعت کیساتھ منسوب کیا گیا ہے تو کمال افسوس ہوتا ہے۔ مانا کہ فرقہ غیر مقلدین بالکل نیا ہے اور ہماری، ان کی فروعات میں کچھ مخالفت ہو، مگر آخرش یہ لوگ اہل اسلام کہلاتے ہیں اور مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں، پھر انکی نسبت بے دھڑک بلا حوالہ کتاب یہ کہہ دینا کہ وہ کتے اور سؤر وغیرہ کو پاک سمجھتے ہیں، محض بے دلیل بات ہے۔ ایسے معزز جلسہ کا کام یہ تھا کہ فرقہ مذکور کی تصانیف سے کچھ باتیں اخذ کر کے اس پر جرح و قدح کرتے، نہ یہ کہ عام بازاری گپوں پر اکتفا کر کے ایسے خرافات خط میں درج کئے ....جبکہ ایک حوالہ بھی کسی کتاب کا نہیں دیا تو پھر کیوں کر کوئی تسلیم کر سکتا ہے۔ سوا اس کے کہ اپنی سفاہت ثابت ہو۔ اخبار مشیر قیصر ۱۶۔ جلد ۷ اکتوبر ۱۸۸۳ء...

پھر پرچہ اخبار نمبر ۴۷ جلد ۷ مطبوعہ ۲ نومبر ۱۸۸۳ء میں بعض تصانیف نواب بھوپال میں پانچ مسائل (طہارت آب، پیشاب بچہ، قصر نماز، زکوۃ مال تجارت، مرد کے لئے سونے کے سوا اور چیز کی حلت) کا پایا جانا کسی عالم مجہول الاسم سے نقل کر کے آپ نے فرمادیا:

اگر یہ خبر صحیح ہے تو تعجب ہے کہ علماء بمبئی کے سوالات پر جناب مولانا صاحب لاہوری نے کیوں برا مانا۔ چونکہ مندرجہ بالا خط ایک عالم نے لکھا ہے جو بہت بڑے محدث ہیں اس واسطے اس پر کسی طرح کا شک بھی نہیں ہوسکتا۔ ہم کو امید ہے کہ مولانا صاحب لاہوری یہ شبہات رفع فرماویں گے۔

اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ان مسائل کو ان سوالات سے (جن کو ہم لغو و سفاہت قرار دے چکے ہیں اور کسی مسلمان کو اس کا قائل نہیں جانتے) کیا تعلق ہے کہ ان مسائل کے نواب صاحب کی کتابوں میں پائے جانے سے وہ سوالات پھر مطبوع طبع سامی ہو گئے اور ان سوالوں پر ہمارے برا ماننے کی اب وجہ پوچھنے لگے۔

اور پرچہ اخبار نمبر ۴۸ جلد ۷ مطبوعہ ۲۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں آپ نے مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی پر مکہ میں مؤاخذہ ہونے کا قصہ بتقلید اخبار نور الانوار ان الفاظ سے بیان کیا کہ

محمد عمر مؤذن نے مولوی نذیر حسین صاحب کی لامذہبی و آئمہ مجتہدین کو برا کہنے کا ماجرا پاشا شریف مکہ سے جا کر بیان کیا تو وہاں سے چھ سپاہی ترک مسلح آئے اور ان کو معہ ہمراہیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گرفتار کر کے لے گئے ۔ پاشا مکہ نے بواسطہ شیخ العلماء مفتی سید احمد دحلان کے مولوی رحمت اللہ نزیل مکہ سے ان کا حال غیر مقلدی کا دریافت کر کے ان کو قید کرنے کا حکم دیا، جب اس واقعہ کو وکیل کونسل نے سنا تو پاشا موصوف سے آ کر کہا کہ یہ لوگ رعایا ہند سے ہیں، ان کا فیصلہ ہمارے سپرد کرو تو مناسب ہے ۔ جواب ملا کہ اگر تم ان کی ضمانت کرو تو کیا مضائقہ ہے ۔ اس پر وکیل مذکور نے انکار کیا ۔ پس پاشا نے ان کو حوالات میں بھیج دیا اور کہا کہ تم کو ہم بجراست ترکوں کے جدہ میں بھیج دیں گے ۔ مطوف نے عرض کیا کہ یہ لوگ مدینہ طیبہ جانے کا قصد رکھتے ہیں ۔ پاشا نے جواب دیا کہ یہ لوگ تو صاحب مدینہ علیہ التحیۃ والسکینہ کو مردہ جانتے ہیں وہاں جا کر کیا کریں گے؟ اس پر انہوں نے مع ہمراہیاں شریف مکہ کے سامنے غیر مقلدی سے توبہ کی اور حنفی مذہب کا اقرار کیا اور انعقاد محفل میلاد کو مستحسن جانا ۔ بعد اس کے حکم ہوا کہ اگر مولوی رحمت اللہ ان کی ضمانت کریں تو یہ لوگ مدینہ شریف جا سکتے ہیں ۔ بعد مراجعت کے معاملہ کا علماء حرم محترم کی تجویز سے فیصلہ ہوگا ۔

اور یہ خیال نہ فرمایا کہ ہم پہلے ہی ممدوح کو ترک تقلید وعمل بالحدیث کی اجازت کا سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں پھر ان کی نسبت لفظ لا مذہبی (جو عمل بالحدیث وترک تقلید سے عبارت ہے) اور اس کے لوازم وغیرہ کہاں سے نکالتے ہیں ۔ اور ایسے واہی مضمون کو جس میں ایسے نالائق الفاظ ہیں، کیوں درج اخبار کرتے ہیں اور اس کو نیا اور حنفیہ پسند اور اخبار کو حنفیہ کا دلچسپ بنانے والا سمجھ کر نقل کرنا ضروری تھا تو ان نالائق الفاظ کی نسبت تو اپنی عدم رضا کا اظہار کیا ہوتا ۔

ہم نہیں جانتے کہ ہمارے دوست کی قوۃ حافظہ پر نسیان کا غلبہ ہے کہ کل کا لکھا ہوا مضمون یاد نہیں رہتا، یا عدم استقلال وسرعت انتقال آپ کی طبیعت میں داخل ہے ۔

بہر حال ان مضامین مخالف نفس الامر واعتقاد کے درج اخبار کر دینے سے ہم کو اس دوست پر سخت افسوس وشکایت ہے ۔ آئندہ وہ اس شکایت کا ازالہ کریں خواہ اس پر اور ناراض ہوں اور تیز ہوں ۔ مگر یہ یقین کر لیں کہ ادھر سے بھی شکایت دوستانہ بند نہ ہوگی ۔ آپ جہاں تک چاہیں اس سلسلہ شکایت کو پہنچائیں ۔

... ہمارے دوست قدیم ومحبّ صمیم اڈیٹر اخبار مشیر قیصر نے ہم پر اور ہمارے گروہ واعیان گروہ پر کئی طعن واعتراض کئے ہیں ۔ از انجملہ بعض کے جواب تو ہم اسی اخبار میں دے چکے ہیں اور جو باقی ہیں ان کے جوابات نمبروار معروض ذیل ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول ۔ جواب طعن توہین امام ابوحنیفہ

اس اعتراض کا جواب ہم اپنے خیال میں ادا کر چکے ہیں اور آپ کے اخبار گہر بار میں چھپوا چکے ہیں۔مگر چونکہ آپ نے اس جواب کو کافی نہیں سمجھا اس لئے اس جواب کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔اور جو اس پر بعض منصف ومحقق لوگوں نے محاکمہ کیا ہے اس کو بھی عرض خدمت ناظرین کرتے ہیں ۔ان تحریرات کو دیکھ کر کسی اور منصف یا محقق نے بھی ہمارے دوست مشیر قیصر کا ساتھ دیا اور ان کی رائے سے اتفاق کیا تو ہم اس کے جواب میں اور بھی کچھ کہیں گے ۔ورنہ اپنے اس جواب کو کافی جواب اور اس محاکمہ بعض محققین کو منصفانہ محاکمہ قرار دے کر اس باب میں آئندہ سکوت اختیار کریں گے ۔ ہمارا دوست اس کو مانے خواہ نہ مانے۔

ہمارے رقیمہ مندرجہ اشاعۃ السنۃ نمبرے جلد ۶ کو ہمارے دوست نے از راہ لطف وکرم اپنے اخبار نمبر ۴۵ جلدے مطبوعہ ۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں نقل کیا اور اس کے جواب میں بالفاظ ذیل ہم کو مخاطب ومشرف فرمایا۔

(مشیر قیصر کا کہنا ہے کہ) ہمارے دعوی کے اثبات کے لئے ظفر مبین وغیرہ کافی ہیں اور اس کا استثنا کیا معنی ؟ دوسرے، نواب صاحب کی تصانیف میں مزجاۃ وغیرہ کے الفاظ اور بہت سے مطاعن ملاحظہ ہوں ۔تیسرے، آپ کو یاد ہوگا کہ جناب نے جو ایک جواب مضمون اس اخبار میں چھپوایا تھا اس میں قلت حدیث کے طعن صاف موجود تھے جس پر سائل نے نکتہ چینی کی تھی ۔ یہ گذارش تو مجمل ہوئی اگر موقعہ ہوا تو کبھی مفصل بھی عرض کیا جائے گا ۔

اس کے جواب میں خاکسار (محمد حسین) نے رقیمہ ذیل لکھا جس کو آپ نے اپنے اخبار مشیر قیصر نمبر ۴۷ جلدے مورخہ ۲۰ نومبر میں از راہ مرحمت وعطوفت درج فرمایا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔

میرے معزز کرم فرما مولوی غلام محمد خان صاحب اڈیٹر اخبار مشیر قیصر لکھنؤ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔آپ نے اپنے اخبار مطبوعہ ۶ نومبر (۱۸۸۳ء) میں جو میرے خط کا جواب دیا ہے وہ میرے شرط کے موافق نہیں ہے ۔اس میں کتاب متضمن توہین امام والا مقام (ابوحنیفہؒ) کی نشان دہی کی شرط یہ تھی کہ وہ کسی عالم کی تالیف ہو اور آپ نے ایسی کتاب کی نشان دہی کی ہے جس کے موقف کو آپ اور سب آپ کے ہم مذہب خصوصاً اس کتاب کے جواب دہ، عالم نہیں جانتے ۔ پھر آپ الٹا ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کتاب کے مستغنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے کیا معنی؟ اور اگر یہ خیال ہو کہ وہ شخص گروہ اہل حدیث میں عالم تسلیم کیا جاتا ہے، تو یہ بھی صحیح نہیں۔ بتایئے اس گروہ کے کس اہل علم نے اس کو عالم کہا یا لکھا ہے؟ اس شخص کے بعض رسائل اردو کی تقریظات کو آپ ملاحظہ فرماویں گے تو ان میں صاف تصریح پاویں گے کہ وہ شخص عالم نہیں ہے۔

ہماری کلام میں لفظ توہین امام بتانے کی شرط تھی کہ آپ اس لفظ کے ماقبل و مابعد کلام کی دو چار سطریں دیکھ لیں، مبادا اس میں اس لفظ کا توہین نہ ہونا ثابت کیا گیا ہو۔ آپ نے اس شرط کا بھی لحاظ نہ کیا۔ ایک جگہ لفظ قلت حدیث بحق امام صاحب استعمال کرنا اپنی یاد سے بتا دیا۔ ہماری اصل کلام کی طرف مراجعت فرما کر اس کے ماقبل و مابعد کو نہ دیکھا۔

اسی روش پر آپ نے نواب والا جاہ سید صدیق حسن کی کلام میں لفظ مزجاۃ بحق امام استعمال کرنا بیان فرمایا۔ آپ کی دیگر تالیفات (جلب المنفعۃ وغیرہ) کو جس میں اس کلام کا محل وقوع بیان ہوا ہے، ملاحظہ نہ کیا۔ آپ کے پاس ضمیمہ اخبار سفیر ہند (جس میں ہمارا اصل کلام منقول ہے اور اس میں لفظ قلت وارد ہوا ہے) موجود نہ تھا اور نواب والا جاہ سید صدیق حسن کا رسالہ جلب المنفعۃ بھی ملاحظہ سامی سے نہیں گذرا تو آپ نے اپنا ہی پرچہ اخبار نمبر ۴۰ جلد ۵ مطبوعہ ۳۱ مئی ۱۸۷۸ء (جس میں اس ضمیمہ کا ماحصل منقول ہے) دیکھ لیا ہوتا، اور نواب والا جاہ کے رسالہ جلب المنفعۃ کا ماحصل ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۷ جلد ۶ کے صفحہ ۲۰۱ میں ملاحظہ فرمایا ہوتا، اسکے بعد جو خیال میں آتا سو بیان کیا جاتا۔ پس و پیش دیکھنے سے پہلے یادداشت کے بھروسہ پر ایک بات کا یقین کر لینا، اور دوسرے کے افہام یا الزام کے لئے اس کو اخبار میں مشتہر کر دینا آپ کی شان سے مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس مقام میں آپ کے پرچہ مشیر قیصر نمبر ۲۰ جلد ۵ کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ اس سے آپ کی تسکین خاطر نہ ہوئی تو اصل عبارت ضمیمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۲۳ مارچ ۱۸۷۸ء اور رسالہ جلب المنفعۃ نقل کریں گے۔

آپ نے اس پرچہ کے صفحہ ۶ میں ہمارا ایک خط نقل کیا ہے جس میں عبارت ذیل درج ہے:

. میرا اعتقاد جناب امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی نسبت تو یہ ہے کہ وہ فقہ و اجتہاد میں امام تھے اور تقوی و زہد و دیانت و امانت میں اور آئمہ دین کے ہم سر۔

یہ بات میں آج نہیں کہتا، قدیم سے یہی کہہ رہا ہوں اور یہی اعتقاد رکھتا ہوں۔ اس کی تائید و تصدیق میں ضمیمہ اخبار سفیر ہند امرتسر نمبر یازدہم مطبوعہ ۲۳ مارچ ۱۸۷۸ء کی نقل پیش کرتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور اس کی ایک کاپی بھی پیش خدمت ہے۔ اس ضمیمہ میں بصفحہ ۴۳ مرقوم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی (بہ نسبت آئمہ ثلاثہ) حدیث میں قلت ان کے تقوے و ورع و دیانت و امامت و فقہ و اجتہاد میں خلل انداز نہیں۔ اور نہ کسی طرح ان کی جناب میں طعن یا سوءظنی کا باعث ہوسکتی ہے۔ ہمارے الٹی سمجھ والے حنفی بھائی میری ان باتوں کو (جو ان کی برأت وحمایت کے لئے کہی ہیں) الٹا طعن اور اہانت نہ سمجھنے لگیں اور میری حسن ظنی کو، جس پر خدا گواہ ہے و کفی باللہ شھیدا، سوءظنی نہ خیال کر بیٹھیں

پھر اس کی تائید میں امام شعرانی کا کلام پیش کیا ہے اور اس کے بعد جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی، جو سرآمد فضلائے حنفیہ ہیں اور آپ کے شہر (لکھنو) میں رونق افروز ہیں، کا کلام نقل کر کے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی جناب میں میرا وہی اعتقاد ہے جو ان حضرات کا اعتقاد ہے۔ پھر بھی میں مطاعن اور متشدد سمجھا جاؤں اور سوءادبی کا مرتکب یا مجوز خیال کیا جاؤں تو یہ کیا انصاف ہے؟

اس خط وعبارت کو آپ نے نہ صرف بطور معمول نقل کیا ہے بلکہ اس کی تائید وتسلیم میں اپنے اڈیٹوریل میں فقرات ذیل زیب رقم فرمائے ہیں:

جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری

مولانا صاحب لاہور کے ایک نامی فاضل اور علماء مشاہیر سے ہیں۔ پچھلے دنوں ایک مباحثہ کی تقریر پر راقم نے ان کے بعض معتقدوں کی نسبت کچھ رائے دی تھی اس کی نسبت ایک خط مولانا صاحب کا صادر ہوا۔ ہم کو اس خط پڑھنے سے نہایت خوشی ہوئی۔ ہم اس کو خط وکتابت کے صیغہ میں بجنسہ درج کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا آپ کی نسبت خیال ہے ہم اس کو ظاہر کرتے ہیں کہ مولوی صاحب کی ذات فی الواقع اس زمانہ میں مغتنم ہے۔

ہماری اس کلام اور آپ کی اس تائید صداقت نظام کو پڑھ کر امید ہے کہ آپ کو اور جملہ ناظرین کو یقین ہوگا کہ وہ حرف قلت بحق امام مذہب بطور توہین نہیں نکلا بلکہ بمقام مدحت و مدافعت وبغرض برئت وحمایت امام (اس طعن سے کہ وہ دیدہ دانستہ حدیث کا خلاف کرتے تھے) سرزد ہوا ہے۔

جناب کو اور جناب کے اہل مذہب کو مناسب ہے کہ اس یقین کو لوح خاطر سے دور نہ فرماویں اور ہم کو ویسا ہی معتقد و مداح امام والا مقام تصور فرماویں۔ خواہ مخواہ ان ملاؤں کی طرح جن کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذکر اشاعۃ السنۃ نمبر ے جلد ۶ کے صفحہ ۱۹۳ میں ہو چکا ہے، ہم کو امام صاحب کا منکر و مخالف، عیب جو قرار نہ دیں۔ اور یہ خیال کریں کہ علمائے اہل حدیث یا ان کے عوام کا فہ انام کو امام صاحب کا معتقد و مداح قرار دینے میں امام صاحب کی شان و شوکت اور ان کے اتباع و مذہب کی عزت و عام اسلام کی ترقی و رفعت متصور ہے یا خواہ مخواہ لوگوں کو ان کے طاعن و مخالف بنانے میں۔

اخیر میں آپ سے یہ درخواست کی جاتی ہے کہ آپ اس رقعہ کو اخبار میں درج فرمائیں۔ آپ کی اس پر توجہ نہ ہوئی تو اور ناظرین حنفیہ کی تو ضرور ہوگی اور ان کی سوءظنی ہماری طرف سے دور ہوگی۔ جس میں صلاح عام و اتحاد فیما بین اہل اسلام متصور ہے۔ و باللہ التوفیق۔

راقم آپ کا دلی دوست اور امام الآئمہ ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا دلی معتقد ابوسعید محمد حسین لاہوری۔

اس خط میں جو امام شعرانی اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی کلام اور نواب صاحب بھوپال کے رسالہ جلب المنفعۃ کا حوالہ دیا گیا ہے اس مقام میں ان کا بعینہ نقل کرنا مناسب ہے تا کہ ناظرین کو ہمارے دعوی کی پوری تصدیق ہو اور ہمارے دوست معترض (اڈیٹر مشیر قیصر) کی کلام پر رائے دینے کا موقع ملے۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی نے میزان کبری کے صفحہ ۷۱ میں امام ابوحنیفہ کے مخالف و طاعن کا یہ اعتراض نقل کیا کہ آپ قیاس کو حدیث نبوی پر مقدم کرتے ہیں۔ پھر اسکے جواب میں فرمایا ہے کہ یہ اعتراض اس متعصب شخص سے صادر ہوا ہے جس کو اپنے دین کی پرواہ کم ہے، اور وہ پرہیزگار نہیں۔ اور خدا تعالی کے اس قول، کان آنکھ دل سبھی سے سوال ہونے والہ ہے، اور اس قول، انسان جو کچھ منہ سے نکالتا ہے اس کے لکھنے کو فرشتہ منتظر و تیار رہتا ہے، اور آنحضرت ﷺ کے اس قول (جو معاذؓ کو آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگوں کو منہ کے بل آگ میں ان کی زبان کی کہی ہوئی باتیں ہی ڈالیں گی) سے غافل ہے۔ اور امام ابوجعفر نے بسند متصل تا بامام آپ سے نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے کہ بخدا اس شخص نے ہم پر افتراء کیا جو کہتا ہے کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہیں۔ کیا نص کے ہوتے بھی قیاس کی حاجت ہے۔

فصل فی بیان ضعف قول من نسب الامام اباحنیفه الی انّه یقدم القیاس علی حدیث رسول اللّٰه ﷺ اعلم انّ هذا الکلام صدر من متعصب علی الاما م مشهور فی دینه غیر متورع فی مقا له غا فلاً عن قوله تعا لی انّ السّمع و البصر و الفؤاد کلّ اولئک کان عنه مسئو لاً۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و عن قوله تعا لی ما یلفظ من قو ل الّا لدیه رقیب عتید۔

و عن قوله ﷺ لمعاذ و هل یکب النّاس فی النّار علی و جوههم الّا حصائد السنتهم

و قد روی ا لاما م ابو جعفر الشیر بازی نسبة الی قر یة من قری بلخ بسنده المتصل الی الاما م ابی حنیفه ر ضی اللّه عنه انّه کان یقول کذ ب و اللّه و افتری علینا من یّقول انّنا نقدم القیاس علی النص۔ و هل یحتا ج بعد النص الی قیاس۔

اس جواب کی تائید میں آپ نے بصفحہ ۷۲ وہ کلام جس کا ہم نے حوالہ دیا ہے اور اس میں یہ پایا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو دیگر آئمہ کی نسبت احادیث کم پہنچی ہیں، فرمایا ہے۔ آپ کا اصل کلام یہ ہے:

و اعتقادنا و اعتقا د کل منصف فی الاما م ابی حنیفه ر ضی الله عنه بقرینة ما رویناه آ نفاًعنه من ذم الرأی و التبری منه و من تقدیمه النصّ علی القیاس انه لو عا ش حتی دونت احادیث الشریعة بعد رحیل الحفّا ظ فی جمعها من البلاد و الثّغور و ظفر بها لاخذ بها و ترك کلّ قیاس کان قاسه و کان القیاس قلّ فی مذهب غیره بالنسبة الیه لکن لما کانت ادلّة الشریعة مفرقة فی عصره من التّابعین و تبع التّابعین فی المدائن و القری و الثّغور کثر القیاس فی مذهبه بالنّسبة الی غیره عن الآ ئمة ضرورة لعدم و جود النّص فی تلك المسا ئل الّتی قاس فیها بخلاف غیره من الآ ئمة فان الحفّا ظ کانوا قد رحلوا فی طلب الاحادیث و جمع ما فی عصرهم من المدا ئن و القری و دونها فجاویت احا دیث الشّریعة بعضها بعضاً فهذا کا ن سبب کثرة القیاس فی مذهبه و قلّته فی مذهب غیره۔

(میزان شعرانی ص ۷۲)۔ (ہمارا اور تمام منصفوں کا اعتقاد امام ابوحنیفہ کی نسبت بقرینہ ان باتوں کے جو ہم نے ان سے نقل کی ہیں (یعنی رائے سے بیزار ہونا اور حدیث و قرآن کو قیاس پر مقدم کرنا) یہ ہے کہ اگر وہ جیتے رہتے یہاں تک کہ حدیث نبوی جمع ہوئیں بعد سفر کرنے حفاظ حدیث کے اس کے جمع کرنے کیلئے شہروں اور سرحدوں میں۔ اور ان احادیث کو امام ابوحنیفہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاتے تو ان کو لے لیتے۔ اور تمام قیاسوں کو، جو کر چکے تھے، چھوڑ دیتے۔ اور ان کے مذہب میں قیاس کم ہوتا جیسے دوسروں کے مذہب میں ان کی نسبت کم ہے۔ ولیکن جب کہ دلائل شریعت (یعنی احادیث) ان کے زمانہ میں تابعین و تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور بستیوں اور سرحدوں میں متفرق تھے تو ان کے مذہب میں بہ نسبت دیگر اماموں کے قیاس زیادہ ہوا ضرورت کے سبب۔ اس لئے کہ جن مسائل میں انہوں نے قیاس کیا ان میں نص نہ پائی۔ بخلاف دیگر اماموں کے کہ ان کے زمانہ میں حدیث کے حافظوں نے شہروں اور بستیوں میں حدیث جمع کرنے کو سفر کئے اور احادیث کو جمع کیا)۔

مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے بھی اسی عبارت میزان کبری کو اپنے رسالہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر کے صفحہ میں نقل کیا ہے اور اس کی تائید میں فرمایا ہے:

اقول تفرّق النّاس من قدیم الزّمان الی ھذا الآوان فی ھذا البابین الی الفرقتین۔ فطائفۃ قد تعصّبوا فی الحنفیۃ تعصّباً شدیداً و التزموا بما فی الفتاوی التزاماً شدیداً و ان وجدوا حدیثاً صحیحاً و اثراً صریحاً علی خلافہ زعموا انہ لو کان ھذا الحدیث صحیحاً لاخذ بہ صاحب المذھب و لم یحکم بخلافہ و ھذا جھل منھم بما روت الثّقات عن ابی حنیفہ من تقدیم الاحادیث و الآثار علی اقوالہ الشّریفۃ فترک ما خالف الحدیث الصّحیح رأی سدید ھو عین تقلید الامام لا ترک تقلید۔ و طائفۃ زعموا انّ الامام قاس علی خلاف الاجتھاد و ھجر ما ورد بہ الشرع و الآثار فظنّوا فی حقّہ ظنوناً سیئۃً و اعتقدوا عقایداً قبیحۃً و مطالع المیزان لھم منافع و لاوھامھم دافع فیتخذ العاقل مسلک البین و یھجر طریقۃ الطائفتین۔ (میں کہتا ہوں لوگ پرانے زمانے سے اب تک دو فرقے ہو رہے ہیں۔ ایک فرقہ تو حنفیوں میں سخت متعصب ہے انہوں نے فتاووں کو پکڑ رکھا ہے اور وہ اگر کوئی حدیث صحیح ان کے خلاف پاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہمارے مذہب کا امام اس کو لے لیتا اور اس کے برخلاف حکم نہ دیتا۔ اور انکی یہ بات ان کی جہالت ہے اس بات سے جو ثقہ لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے نقل کی ہے کہ وہ اپنے اقوال سے حدیث کو مقدم سمجھتے تھے۔ پس قول امام خلاف حدیث کو چھوڑ دینا بہت درست رائے ہے۔ اور یہ عین تقلید امام ہے، نہ ترک تقلید۔ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک فرقہ یہ خیال کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیثوں کو عمداً چھوڑ کر اپنا قیاس کیا ہے۔ سو انہوں نے ان کے حق میں بدظنی کی اور ان کی نسبت برا اعتقاد جمایا۔ کتاب میزان کبری کا مطالعہ دونوں فریق کو نافع ہے اور ان کے وہموں کو دفع کرنے والہ۔ سو دانا کو چاہیے کہ بیچ کی چال اختیار کرے اور ان دونوں فریق کی راہ چھوڑ دے)۔

اور سید صدیق حسن نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے مناقب وفضائل رسالہ جلب المنفعۃ میں بہت بیان کئے ہیں۔ جس کلام کا ہم نے اپنے خط میں حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے جو اس رسالہ کے صفحہ ۶۲ میں مرقوم ہے۔ آپ چاروں اماموں کا ذکر خیر کر کے فرماتے ہیں:

غرضکہ ایں ہر چہار امام مجتہد از مردم زمان خیریت اند و متصف بو دند بفضائل کثیرہ و مناقب شریفہ۔ و ہر یکے در وقت خود نظیر خویش در علم و عمل و فضل و کمال نداشت تا آنکہ مقلدین ایشاں و تابعین آنہا کتابہا در محامد و مکارم ایشاں ساختہ و پرداختہ اند۔ مثلاً در مناقب امام ابوحنیفہ شانزدہ کتاب مستقل تالیف یافتہ کہ نامش در اتحاف النبلاء مذکور است و قریب بست و ہشت کس از اہل علم ذکر شریفش در کتب خود ایراد کردہ اند و ہر کہ در ترجمہ وے ذکر قلت علم نحو یا ضعف او در حدیث نوشتہ مقصودش بآن عبارات نہ اظہار طعن و جرح است بلکہ بیان واقع۔ زیرا کہ مطاعن را در ساحت فضل او گذر نیست و جرح چنیں بزرگواراں اگر از راہ نفسانیت آید واز راہ تعصب خیز و محاربہ باشد با خدا چہ دشمنی اولیاء خدا موجب سخط او سبحانہ تعالی ست و وے منتقم است از کسیکہ بنظر استخفاف یا استکراہ وسوء ظن یا بے ادبی بسوئے وے یا امثال وے نظر میکند و گر فتیم کہ وے قلیل النحو بود یا قلیل الروایت ایں معنی ما حی دیگر علوم وفضائل وے کہ متفق علیہ جماعۃ اہل اسلام ست نمی تواند شد آن کیست کہ در وے فعلی یا نقصی من وجہ نبودہ ست صحابہ کہ افضل امت اند باجماع امت در ایشاں ہم کسے گزشتہ کہ قلیل العلم بود واز بسیاری احادیث خبر نداشت پس اگر امام اعظم ہم در رنگ آں اصحاب کہ از ایشاں جز و دو سہ (۳) یا چند حدیث مروی نشدہ روایت حدیث کم کرد کدام قباحت ست و علم نحو از ایجادات مرتضوی ست رضی اللہ عنہ ہمگی صحابہ مزاولت ایں علم بروجہ حادث نکردہ اند بلکہ خوداناں را برنام ونشان ایں علم وقوف ست و بہم نہ دادہ ہر کہ امثال ایں امور را مجہول براز در آن امام مقبول میکند سخت نامعقول است وے ہیچ قدر خیر قرون نشناخت و قیاس غائب بر حاضر ساخت رد تقلید وے با تقلید دیگر ے وانکار بران لاسیما نزد مصاومت سنت صحیحہ وخلاف حدیث محکم امرے دیگر ست وانتقاض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برآئمہ عالی قدر امر دیگر۔

اول حق صریح ست وثانی باطل قبیح با انکہ عذر ہائے صحیح از طرف ایشاں و دیگر آئمہ مجتہدین در اول کتاب از زبان شیخ الاسلام سابق شدہ و با آنہمہ معاذیر حالا گنجائش کدام تقصیر در فضل کبیر ایشان باقی ست شک نیست کہ بعض مقلدین حنفیہ دریں باب چناں رغم کنند کہ منکر تقلید ایشان مزوری ایشان است حالانکہ چنیں نیست و لازم مذہب مذہب نباشد وگر جاہلے کہ عاقل از مزایائے حضرت امام ہمام ست و عاطل از زیور انصاف چنیں کردہ و گفتہ باشد جزانکہ نامہ اعمال خود را سیاہ کردہ چیزے دیگر نیست

و اذا اتتک مذ مّتی من نا قص فھی شھادۃ لی با نّی کا مل

اس خط و جواب کو جو ان شہادات و تائیدات اکابر حنفیہ و اہل حدیث سے مؤید و مستند ہے ہمارے دوست مشیر قیصر نے نقل تو کیا اور اس کی تصدیق و تائید میں ایک دو جملہ مدحیہ (مرحبا! میں اس کی مکرر تصدیق کرتا ہوں وغیرہ) سے ہم کو ممتاز بھی فرمایا، مگر اصل اعتراض توہین امام سے ہم کو بری نہ کیا۔ اور ہمارے خط کے ذیل میں بطور نوٹ دو ایک جگہ یہ حاشیہ لگا دیا کہ تمام حنفیہ اس قلت حدیث کو جو خلاف واقع ہے اور امام صاحب کی نسبت کہا گیا ہے، توہین سمجھتے ہیں۔ چاہے آپ کی یہ غرض نہ ہو۔ جناب نے اس قلت کو تسلیم کر لیا تو (امام صاحب کی) حمایت کیا ہوئی؟

خاکسار اس کے جواب میں تطویل پسند نہیں کرتا۔ صرف ناظرین کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہمارے دوست کا یہ کہنا کہ تمام حنفیہ اس کو توہین سمجھتے ہیں، ایک ایسی بات ہے جس کو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ تمام حنفیہ سے آپ کی مراد اس وقت کے ناواقف ہیں تو ان کی بات لائق اعتبار نہیں۔ اگر علماء مراد ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون ایسا عالم ہوگا جو اس امرِ واقعی کو توہین سمجھے گا۔ میرے دوست اڈیٹر مشیر قیصر اپنے ہی شہر کے معزز حنفی مولوی محمد عبدالحی لکھنوی کو (جو سو حنفیوں بلکہ ہزاروں کے برابر ہیں) دیکھ لیں۔ انہوں نے کس تشریح کے ساتھ میزان شعرانی کی عبارت نقل کی ہے، اس کے موافق اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ کیا وہ جناب کے نزدیک حنفیہ میں نہیں ہیں؟ یا اہل علم نہیں؟ یا ان کے فیصلہ پر آپ کو اعتماد نہیں؟ یہ باتیں ہم کیونکر تسلیم کریں جب ہم ان کی نسبت آپ کے اخبار نمبر ۴۹ جلد ۶ مؤرخہ ۴ دسمبر ۱۸۸۳ء میں یہ الفاظ اس وقت پڑھ رہے ہیں:

جناب مولوی عبدالحی صاحب اس ہفتہ میں حیدرآباد دکن تشریف لے جانے والے تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے سے لکھنؤ میں اندھیرا ہو گیا۔ نہ صرف جامع مسجد کے نمازیوں کو صدمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ تمام اہل علم اور بیسیوں فارغ التحصیل طلبہ سناٹے میں ہیں۔ کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شائد اس مرتبہ آپ کا قیام حیدرآباد میں زیادہ ہو۔

ان الفاظ جناب کو پڑھنے کے بعد ہم کبھی یقین نہیں کر سکتے کہ آپ مولوی محمد عبدالحی کو عالم حنفی المذہب نہیں جانتے، یا ان کے فیصلہ واقرار کا اعتبار نہیں کرتے۔ لاجرم یہی کہنا پڑے گا کہ جو آپ نے فرمایا کہ تمام حنفی اس اعتراف قلت حدیث کو توہین سمجھتے ہیں، بے سوچے سمجھے آپ کی قلم سے نکل گیا ہے، یا ہم اس کا مطلب نہیں سمجھتے۔

اب ہم اس فیصلہ ومحاکمہ کو نقل کرتے ہیں جو اڈیٹر اخبار جریدہ روزگار نے ہمارے اس خط کے شائع ہونے سے پیشتر خط اول مندرجہ نمبر ۴۴ مشیر قیصر اور نمبر ۶ جلد ۶ اشاعۃ السنہ ہی کو دیکھ کر جریدہ روزگار نمبر ۴۶ جلد ۹ مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۸۸۳ء میں شائع کیا ہے۔ لکھا ہے:

بحمد اللہ مشیر قیصر مطبوعہ ۶ نومبر (۱۸۸۳ء) میں ایک خط جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کا مع رائے اڈیٹر مشیر قیصر نظر سے گذرا۔ چونکہ اہل اخبار کا کام دیانت داری، راست شعاری، انصاف پسندی ہے، ہم نے بنظر منصفانہ ان دونوں تحریروں میں غور کیا تو بحسب شہادت واعتراف مولوی صاحب لاہوری یہ بات کھلم کھلا نظر آئی کہ طرف ثانی کی، جن کی یہ فہرست ہے:

اول۔ گروہ اہل حدیث ایک فرقہ جدید ہے۔

دوم۔ یہ لوگ تصانیف میں جناب امام اکرم سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرتے ہیں۔

سوم۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب کی تصانیف میں ایسی باتیں لکھی جاتی ہیں جن سے کروڑہا آدمیوں کی دل شکنی متصور ہے۔

ان تینوں مطاعن کے دفع میں جناب مولوی صاحب نے نہایت صاف دلی، انصاف شعاری سے اپنے مذہب کو چھپانے (بتانے کے لئے ہونا چاہیے۔ چھپانے، کاتب کی غلطی معلوم ہوتی ہے) کیلئے جو کچھ نوک ریز قلم فرمایا ہے قرین صدق معلوم ہوتا ہے، سچ ہے کہ ان لوگوں کی تصانیف مشہورہ میں ایسی باتیں موجود نہیں۔ ہم نے ان کے ذی علم اتباع سے جو قطعہ مدراس میں سکونت گزیں ہیں، بارہا دریافت کیا تو وہ لوگ بھی معاندین وطاعنین امام پر لاحول پڑھا کئے۔ اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا مسلک یہ نہیں۔ ہاں جناب مشیر قیصر کا استدلال ظفر مبین سے بادی النظر میں تو مناسب معلوم ہوتا ہے مگر بعد تحقیق یہ بات بخوبی ثابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے کہ طعن کسی فرقہ پر بطور عموم اس وقت میں درست ہے کہ جب اس کے پیشوا مجوز ومقرو محرر ان امور کے ہوں ۔ صاحب ظفر المبین کچھ ایسے ذی منزلت فاضل جماعت اہل حدیث کے پیشوا نہیں ۔ نہ کوئی ذی علم عامل بالحدیث ان کی افراط وتفریط کو پسند کرتا ہے، جو انکے باعث سب اہل حدیث ہدف نشانہ ملامت بنیں ۔ استثنا مولوی صاحب لاہوری کا ہمارے صواب دید میں باموقع بات ہے۔ اگر جناب مہتمم صاحب مشیر قیصر کا رفرمائے اندک تدبیر ہوں تو ضرور اس کی راستی کا نوران کے پیش نظر ہوگا۔

اللہ اللہ ایسے زمانہ میں کہ علم کا قحط، فہم کا کال مرۃً بعد اخری رونما ہوا، وجود اہل علم وفہم کا ایک دولت غیر مترقبہ تصور کی جاتی ہے ۔ خصوصاً جس ذی علم کے عمدہ تصانیف فارسی عربی و ہندی سے بیخ کنی شرک واستیصال بدعت واثبات توحید واقامت سنت وترویج وتشیع علوم وفنون متنوعہ وابطال مذاہب باطلہ فلاسفہ ونیچریہ ومعتزلہ، جہمیہ ہوں، نہایت ہی مغتنم ہے۔

بجائے شکر ان کے احسانات کے، ان سے الٹا گلہ کہ انہوں نے اپنی تصانیف میں مزجات کا لفظ لکھا ہے غیر صحیح ہے۔ اس لئے کہ اول تو لفظ مزجاۃ بحسب لغت ومحاورہ طعن پر دلالت نہیں کرتا۔ قطع نظر اس کے یہ طعن بہ نسبت نواب صاحب کے اس وقت صحیح ہوتا جب آئمہ متقدمین حدیث سے کوئی اس کو نہ لکھتا ہو۔ بخاری، نسائی اور کتنے حضرات کا نام لیں، یہ سب کے سب اپنی تصانیف میں ایسے الفاظ زیب رقم فرماتے ہیں جن کی نقل نواب صاحب نے بھی کی ہے۔ پس ہماری دانست میں اس طرح کا لفظ اٹھانے میں صاحب مشیر قیصر کیوں مساعی جمیلہ صرف فرما کے ایسے تراجم آئمہ حدیث سے پیش نہیں کرتے جن میں امام رضی اللہ کا سب سے اعلم بالحدیث ہونا مذکور ہو۔ اگر ایسے تراجم بسعی مہتمم صاحب مشیر قیصر در جواب ناقلین لفظ مزجاۃ پیش کریں، تو ہم بھی جو ایک مضبوط حنفی ہیں، اس کا شکریہ ادا کریں گے۔ اگر یہ بات متعذر ہے تو سکوت بہتر ہے ۔ صاحب اشاعۃ السنہ کی تحریرات رایقہ وقت بوقت ہماری نظر سے گذرا کرتی ہیں آج تک ان کی کسی منصفانہ تحریر میں بہ نسبت امام جلیل القدر کے بے ادبی دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ پھر قلت حدیث پر نکتہ چینی کا جواب وہی ہے جو گذرا۔ ہم معاصر صاحب مشیر قیصر کی خدمت میں عاجزانہ التماس کرتے ہیں کہ آپ براہ انصاف شعاری تاریخ ابن خلکان میں ترجمہ امام محمد رضی اللہ دیکھئے۔ حاجت مشاطہ نیست روئے دلارام را

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب طعن توہین امام والا مقام ہنوز چھپ کر شائع نہ ہوا تھا کہ جناب مشیر قیصر اپنا پرچہ نمبر ۵۴ جلد ۷ مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۳ء، جس میں وہ ہمارا طاعن امام وتوہین کنندہ ہونا اپنے خیال میں ایسا ثابت و مدلل کر چکے ہیں کہ اس کے صلہ میں ایک ہزار روپیہ انعام کے خواستگار ہیں، لے کر آموجود ہوئے۔ اس کے جواب میں جو کچھ ہم نے بطور خط اس دوست کے نام لکھا ہے، اسی سلسلہ اور اسی موقع پر درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ ناظرین منصفین کو خیال و دلائل فریقین پر پوری اطلاع ہو اور اس پر اپنی منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا آسانی سے موقع ملے۔ وہ خط یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم ۔ میرے معزز کرمائے اڈیٹر اخبار مشیر قیصر صاحب

سلام علیکم۔ آج آپ کے اخبار نمبر ۵۴ مطبوعہ ۲۵ دسمبر ۱۸۸۳ء میں مولوی وکیل احمد صاحب کا دوسرا مضمون میری نظر سے گذرا جس میں مولوی صاحب نے میری اس بات کا کہ:

علماء اہل حدیث میں امام ابوحنیفہ صاحب کا طاعن وتوہین کنندہ کوئی نہیں ہے۔

جواب دیا ہے اور اپنے خیال میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ. اس گروہ کے علماء امام صاحب کی توہین ضرور کرتے ہیں.

میں اس مضمون کا جواب مفصل لکھنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے ایک مجمل جواب کو پیش کرتا ہوں اگر مولوی صاحب مذکور نے اس اجمالی جواب کی طرف توجہ کی اور جو اس کے اخیر میں شروط خطاب معروض ہوں گی، ان کی پابندی آپ سے ہوئی تو آئندہ جواب مفصل ہوگا ورنہ سلام عرض کیا جائے گا۔

جواب اجمالی: مولوی صاحب مذکور نے علماء اہل حدیث کے طاعن وتوہین کنندہ ہونے کے ثبوت میں فرمایا ہے کہ اشرف الاشراف لوگوں کی توہین پانچ قسم ہوتی ہے۔

اول ان کے اوصاف کمال کو مٹانا۔

۲۔ ان کے اوصاف کمال کو عیب دار قرار دینا۔

۳۔ ان کے مسلک و مذہب پر معترض ہونا۔

۴۔ ان کے حق میں لوگوں کے اقوال طعن وتوہین نقل کرنا۔

۵۔ ان کے پیروان وتابعین کی توہین کرنا۔

اس کے بعد فرمایا ہے کہ ان سبھی اقسام کی توہین بحق امام صاحب علماء اہل حدیث نے کی ہے۔

قسم اول و دوم کی توہین امام تو مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب نے کی ہے جبکہ معیار الحق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں امام صاحب کے تابعی ہونے سے انکار کیا اور ان کے بوقت شب ہزار رکعت پڑھنے پر تعجب کیا اور اس کو مٹایا اور بدعت ٹھہرایا۔

قسم سوم کی توہین امام خود تم (محمد حسین) نے کی ہے، جب کہ مسائل مذہب حنفی پر معترض ہوئے اور ان کے خلاف میں انعامی اشتہار جاری کئے۔

قسم چہارم کی توہین امام ایک اور شاگرد مولانا سید محمد نذیر حسین نے کی ہے چنانچہ رسالہ قلب الاطمینان میں اس نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ و امام غزالیؒ و شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توہین وتحقیر کی ہے۔ پھر اس قسم کی توہین کے رد میں اور امام بخاریؒ کے معترض ہونے کے جواب میں مولوی صاحب مذکور نے فرمایا۔ اگر کہا جاوے کہ صرف اعتراض موجب تحقیر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اعتراض سے تحقیر نہیں ہوتی (یہ بعینہ جناب کے الفاظ ہیں، ناظرین ان کو یاد رکھیں۔ یہ آپ ہی کے جواب میں کام آنے والے ہیں۔ محمد حسین)۔

قسم پنجم توہین امام صاحب مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے تنویر العینین میں اور مولوی سید محمد نذیر حسین نے معیار الحق میں کی ہے کہ ان کے پیروان کو برا کہا ہے۔

خاکسار ملتمس ہے کہ خدا کے فضل و تائید سے مولوی صاحب کے بیان سے یہ تو کس و ناکس کو ثابت ہوگا کہ گروہ اہل حدیث کے ان علماء نے، جن کو مولوی صاحب نے طاعن امام ٹھہرایا ہے، امام صاحب کی خود توہین نہیں کی۔ مولوی صاحب نے ان کے قولوں اور فعلوں سے یہ توہین استنباط کی ہے۔ پھر یہ استنباط صحیح بھی ہوا، تو ان علماء کی طرف توہین امام کا الزام نہ ہو سکے گا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ انہوں نے اسی غرض ونیت سے وہ اقوال کہے اور افعال کئے ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کی یہ غرض ونیت نہ ہو، گو ان کے قول وفعل سے یہ توہین نکلتی ہو۔ اور اگر یہ استنباط غلط نکلا تو ان پر یہ الزام توہین صریح اتہام متصور ہوگا

جہاں تک غور و انصاف سے کام لیا جاتا ہے، یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ استنباط مولوی صاحب صحیح نہیں ہے۔ اور منجملہ ان اقسام توہین کے کسی قسم سے (بجز قسم چہارم جس کے وقوع میں ہنوز تامل ہے اور درصورت واقع، اس کے حکم میں تفصیل ہے جو عنقریب مذکور ہوگی) توہین ثابت نہیں ہوتی اور توہین امام کا الزام علماء حدیث پر کسی وجہ سے قائم نہیں ہوسکتا۔

میں پہلے توہین قسم سوم کا توہین نہ ہونا ثابت کرتا ہوں اور بمقتضائے نفسی پہلے خود کو توہین امام والا مقام سے بری کرتا ہوں۔ اس کے بعد دیگر اقسام توہین کا توہین نہ ہونا ثابت کرونگا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں صاف اور صریح اقرار کرتا ہوں کہ بے شک میں امام والا مقام کے بعض مسائل پر معترض رہا ہوں اور اب بھی ہوں اور آئندہ بھی تا زیست رہوں گا، مگر میں اس امر کو امام صاحب کی توہین نہیں سمجھتا بلکہ اس میں عین ان کی وقعت اور ان کی وصیت کی متابعت تصور کرتا ہوں۔ کسی کے کلام میں بحث ونظر کرنا (مخاصمانہ ہی کیوں نہ ہو) عین اس کی وقعت کی دلیل ہے۔ جس شخص کو کوئی حقیر سمجھتا ہے اس کے کلام کی طرف بطور رد وقدح بھی التفات نہیں کرتا۔ اور آپ کے اس معنی کی وصیت اکابر حنفیہ نے نقل کی ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی حنفیؒ (امام شعرانی کو حنفی کہنے پر جھٹ اعتراض نہ کیجئے گا، اس کو اکابر علماء نے حنفی کہا ہے) نے میزان کبری میں اور شیخ عبدالحق دہلوی حنفی نے تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف میں جناب امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے

و کان یقول حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی و کان اذا افتے یقول رأی ابی حنیفه و هو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فهو اولی بالصّواب۔ کہ کسی کو حلال نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوے دے جب تک کہ یہ جان نہ لے کہ میں نے کہاں سے کہا ہے۔ اور جب آپ فتوے دیتے تو فرماتے جو کچھ ہم کہتے ہیں یہ ہماری رائے ہے، ہماری قدرت کے موافق یہی بہتر ہے۔ جو اس سے بہتر پاوے وہ پیش کرے ہم اس کو قبول کرتے ہیں۔

اور اسی وصیت امام پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں اتباع امام خصوصاً ان کے تلامذہ والا مقام کا عمل پاتا ہوں۔ وہ بہت سے مسائل میں امام صاحب کے مسلک پر معترض ہو کر مخالف ہو گئے۔ حتی کہ انہی کی مذہبی کتابوں میں یہ مسئلہ درج ہوا کہ امام صاحب کے شاگردوں نے دو تہائی مذہب میں امام صاحب کا خلاف کیا ہے۔ اور اگر آپ اس فعل کو توہین سمجھتے ہیں اور سب علماء ان کو امام صاحب کا طاعن وتوہین کنندہ خیال کرتے ہیں تو لیجئے میں آپ کو اس خیال کی غلطی آپ ہی کے کلام بلاغت نظام سے (جس کو میں ابھی نقل کر چکا ہوں اور ناظرین سے اس کی یاددہی کی التجا کر چکا ہوں) ثابت کر دکھاتا ہوں، اور اس کلام کو پھر نقل کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ صرف اعتراض موجب تحقیر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اعتراض سے تحقیر نہیں ہوتی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس منصفانہ کلام پر (جس نے مجھے امام صاحب کی توہین کے الزام سے بچایا) میں مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس بات کا سخت شاکی ہوں کہ آپ نے یہ کلام تحریر فرمایا تھا تو توہین قسم سوم کو کیوں نہ کاٹ دیا؟ اب بھی مولوی صاحب کی منصفانہ طبیعت سے امید ہے کہ اس قسم کی توہین کو اپنے مضمون سے نکال ڈالیں گے اور مجھے توہین امام سے برائت کا سرٹی فیکیٹ عطا فرمائیں گے۔

بقیہ اقسام توہین سے قسم چہارم توہین میں تو میں زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ جب تک اس رسالہ (قلب الاطمینان) کو جس میں وہ توہین پائی جاتی ہے دیکھ نہ لوں۔ وہ رسالہ اگر چھپ چکا ہے تو مولوی صاحب مجھے اس کے مؤلف اور مطبع کے نام سے مطلع فرماویں، میں خود رسالہ منگوا کر دیکھ لوں گا۔ اور اگر وہ ایک ہی قلمی نسخہ ہے جو مولوی صاحب کے پاس ہے تو اس کو آپ بذریعہ رجسٹری ہی ارسال فرمادیں، میں اس کو دیکھ کر واپس کردونگا۔ اور جو اس کی نسبت مناسب سمجھوں گا، کہونگا۔

ہاں بالفعل اتنا کہتا ہوں کہ اگر اس رسالہ کے مؤلف نے امام صاحب پر کوئی علمی محدثانہ یا فقیہانہ اعتراض کیا ہے یا اس قسم کا اعتراض کسی اور محدث امام کا نقل کیا ہے، تو اس میں کچھ توہین نہیں ہے۔ صدر اول سے آج تک اہل علم ایک دوسرے پر اس قسم کے اعتراض کرتے چلے آئے ہیں۔ دور نہ جاؤ اپنے ہی مذہب کے اعیان واکابر کی خبر لو۔ حضرت امام طحاوی (جو رئیس الحنفیہ ہے) کو دیکھو، کس زور شور سے اپنی کتاب معانی الآثار میں امام والا مقام پر اس قسم کے اعتراض کرتا ہے، جب امام کے قول کی تائید سے رہ چکتا ہے۔ اسکے اس قسم کے الفاظ ہم اس مقام میں نقل کریں تو شائد آپ ہم پر فتوی کفر لگا دیں۔

امام طحاویؒ نے اپنی اسی روش پر صاف کہدیا ہے کہ کیا میں امام ابوحنیفہ کا ہر بات میں مقلد ہوں؟ ہرگز نہیں۔ ہر بات میں مقلد تو وہی ہوگا جو متعصب ہوگا یا غبی ہوگا۔ یہ بات ان کی مصر میں اڑ گئی اور بمنزلہ ضرب المثل ہوگئی۔ یہ قول آپ کا حافظ ابن حجرؒ نے کتاب لسان المیزان میں نقل کیا ہے اور ان سے محمد حیات سندھی رسالہ ایقاف میں لائے ہیں: نقل الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان عن الطّحاوی انّه قال او کلما قال ابو حنیفه اقول به۔ و هل یقلّد الّا غبی او عصبی۔ فطارت هذه الکلمة بمصر حتی صارت مثلاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر اس رسالہ (قلب الاطمینان) کے مؤلف نے امام صاحب پر اس قسم کے اعتراض وطعن جوان کی دیانت وامانت واستقامت میں خلل انداز ہوں، خود کئے یا اوروں سے بلا ردّ و قدح نقل کئے ہیں، تو اس نے بہت برا کیا ہے۔ اس رسالہ کو دیکھ کر میں اس کے مؤلف کی خبر دیکھ لوں گا اور آپ سے بڑھ کر امام والا مقام کی حمایت ونصرت کرونگا اور اس شخص سے وہی معاملہ کروں گا جو کہہ چکا ہوں۔

اور قسم اول کا توہین نہ ہونا خود آپ ہی کے کلام سے ثابت ہے۔ آپ نے امام جلال الدین سیوطیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے کل جسم دکھائی نہ دینے کی روایت کو رد کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے معجزہ اثر قدم کو بھی نہیں مانا۔ بایں ہمہ انکار فضائل آپ نے ان کو توہین وانکار سے بری کرنے کے لئے فرمایا کہ

نفس بحث ایسے علماء سے جو آنحضرت ﷺ کے ثنا خوان ہیں یا امام کے مداح، نہ مستلزم انکار فضائل سرور عالم ہے نہ مستلزم انکار۔

اور یہ آپ کا عین اس بات سے اقرار ہے کہ جس امر کو (خواہ وہ کیسا ہی وصف کمال ہو) کوئی آنحضرت ﷺ خیر الانام یا کسی امام میں ثابت نہ جانتا ہو، اس کی نفی وانکار سے وہ انکار وتوہین کنندہ نہیں بنتا۔

اس کے بعد جو آپ نے مؤلف معیار کو نفی تابعیت میں امام کا توہین کنندہ بنانے اور اس کے اس فعل کو فعل امام سیوطی کے مخالف ومغائر ٹھہرانے پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ مؤلف معیار نے امام صاحب کی تقلید کو شرک قرار دیا ہے اور ان کے مسائل مستخرجہ کو مخالف قرآن وحدیث لکھا ہے، لہذا ان کا تابعیت امام کو مٹانا بجز توہین اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

یہ خود دعوی بلا دلیل ہے جس کا ثبوت ہنوز آپ کے ذمہ ہے۔ امام صاحب کے بعض مسائل پر معترض ہونا اور ان کو کسی حدیث کے مخالف سمجھ کر ترک کرنا (ہم ابھی بیان کر چکے ہیں) عین متابعت امام ہے۔ اور جس تقلید (بمقابلہ نصوص) کو مؤلف معیار الحق نے شرک کہا ہے اس کو کسی امام اور محقق پیرو امام نے جائز نہیں کہا۔ پس ایسی تقلید کو شرک قرار دینے میں امام کی توہین کیونکر متصور ہے۔ یہ توہین امام تو آپ ہی کے خیال ومقال سے نکلتی ہے، مؤلف معیار الحق کے کلام میں تو اس کا نام ونشان پایا نہیں جاتا۔ آپ مرد میدان بنیں تو مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی کلام سے کوئی لفظ نکال کر دکھائیں جس میں حقیقۃً امام کی توہین پائی جاتی ہو، آپ کے فہم و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استنباط کو اس میں دخل نہ ہو۔

ہم معیار الحق میں جا بجا امام صاحب کی تعریف و تنزیہہ پاتے ہیں۔ تو ہین و تحقیر کا تو کوئی لفظ نہ اس کتاب میں ہے نہ مولانا ممدوح کی کسی اور تالیف میں۔

معیار الحق کے خطبہ ہی میں امام صاحب کو معہ باقی تینوں اماموں کے دین اسلام کے عناصر قرار دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ یہ چاروں امام قوام دین اسلام کے لئے بمنزلہ عناصر اربعہ ہیں ان کے معاند دین ہونے سے بجز معاند کوئی منکر نہیں۔ و علی سا ئر امّة سیما الآئمة الا ر بعة الّذین هم قوا م دینه کا لعنا صر الاربعة و لا ینکر غیر المعا ند کو ن کلّ و احدٍ منهم معا و نا و ظهیرا۔ (خطبہ معیار الحق)

ہر چند فضائل سے امام صاحب کے ہم کو عین عزت اور فخر ہے اس لئے کہ وے ہمارے پیشوا ہیں اور ہم ان کے امر حق میں پیرو ہیں (اس لفظ سے پھر نہ کہیں تو ہین نکال لیجئے گا۔ اجتہادی مسائل حق و خطا دونوں میں دائر و متردد ہوتے ہیں۔ حق دائر ہونے کا مسئلہ چھوٹی بڑی کتب اصول میں مرقوم ہے۔ محمد حسین)۔ لاکن ان فضائل سے جو فی الواقع بھی ہوں، اور ساتھ اسناد صحیح کے ثابت ہوں۔ نہیں تو جھوٹی تعریف شبہ رفض کا ہے کیونکہ وہ لوگ اسی مرض سے ہلاک ہو گئے ہیں، اور رافضی ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس لئے ہم پر ضرور ہوا کہ اس باب کی بھی تحقیق لکھیں کیونکہ اس میں کچی کچی باتیں جو پایہ تحقیق سے نزدیک علماء محققین ثقات کے دور ہیں، پھر رہی ہیں۔ اور اس میں امام صاحب کے تابعی ہونے کا دعوی کیا ہے اور واسطے اثبات اس دعوی کی احادیث موضوعہ اور معلقہ اور قصے واہیات وارد کئے گئے ہیں۔ اور اس میں کچھ امام صاحب کی کسر شان اور مذمت نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان کی فضیلت تابعی (ہونے) پر موقوف نہیں۔ ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت ہونا اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیہ کریمہ انّ اکر مکم عند اللّٰه اتقا کم زینت بخش مراتب ان کے کی ہے اور اکثر آئمہ نقل امام صاحب کے تابعی ہونے کے قائل نہیں۔ چنانچہ آگے بیان اس کا آئے گا۔ (معیار الحق)۔

اس مدح صریح کے ہوتے مؤلف معیار الحق کو طاعن امام قرار دینا، اور اس کی نفی تابعیت کو توہین پر حمل کرنا، اور اس کے فعل کو امام سیوطیؒ کے فعل سے مغایر ٹھہرانا، انصاف کے فتوی سے کب جائز ہے؟

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور قسم دوم توہین، تب توہین ہوسکتی ہے جب کہ کوئی ایک امر کو عیب قرار دے کر کسی شخص میں ثابت کرے۔ اور جس حالت میں وہ امر معیوب کی اس شخص سے نفی ثابت کرتا ہے اور اس شخص کو اس امر معیوب کے لائق نہیں سمجھتا، تو یہ عین اس شخص کی توقیر وتعظیم ہے نہ تحقیر وتوہین۔

غایۃ مافی الباب یہ کہ اس شخص کو کسی امر کو معیوب سمجھنے میں خطا پر کہا جاوے، سو یہ امر دیگر ہے اور توہین امر آخر۔ معیار الحق میں جو امام صاحب سے عبادت شاقہ کی نفی کی ہے تو اسی طرز و اصول پر کی ہے جس میں امام صاحب کی تعظیم وتوقیر مفہوم ہوتی ہے بلکہ صریح طور پر پائی جاتی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۶ میں صاحب تنویر کا یہ دعوی کہ امام صاحب رات بھر میں ہزار رکعت پڑھتے تھے اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے وغیرہ وغیرہ نقل کر کے کہا ہے:

. یہ سب واہیات ہے اور موجب ذم کام ہے نہ یہ کہ مدح کا باعث ہو۔ اور جناب امام کی تو یہ شان نہیں کہ ایسی تکلیف شاق اور بدعات کو ان کی طرف نسبت کیا جاوے۔

اس کے بعد اس میں ان امور کا بدعات ہونا ثابت کیا ہے۔ ولیکن ہم کو اس مقام میں یہ بحث نہیں کہ وہ اس ثبوت میں حق پر ہیں یا خطا پر۔ اس عبارت سے اتنا تو کس و ناکس کو سمجھ میں آتا ہے کہ وہ ان امور کو عیب سمجھ کر امام صاحب کو ان سے بچاتے ہیں اور بری کرتے ہیں۔ اور یہ عین توقیر ہے، نہ توہین۔

قسم پنجم توہین، تو آپ کی محض تخمین ہے۔ نہ معیار الحق میں اتباع امام کی کہیں توہین پائی جاتی ہے نہ تنویر العینین میں۔ جن کی وہاں توہین ہے وہ امام صاحب کے اتباع ہی نہیں۔ اگر ایسے مدعیان اتباع

بمصداق بدنام کنندہ نکونامی چند، حقیقی اتباع ہو سکتے ہیں اور ان کی توہین سے توہین متبوع (امام والا مقام) متصور ہے تو اس توہین سے روئے زمین کے مسلمان بلکہ رسول امین، بلکہ خود رب العالمین نہیں بچ سکتے۔ کل مسلمان اور خدا و رسول نے ایسے لوگوں کی توہین کی ہے جو بعض انبیاء علیہم السلام کے اتباع کہلاتے ہیں مگر وہ درحقیقت، اور خدا و رسول کے نزدیک ان کے حقیقی اتباع نہیں ہیں۔ میں ابھی ان کا نام نہیں لیتا کیونکہ آپ کے فتوی توہین وتکفیر سے ڈرتا ہوں۔ اس جواب اجمالی کی طرف آپ کی توجہ ہوئی اور شروط جواب مفصل کی جو میں عنقریب عرض کرنا چاہتا ہوں آپ نے پابندی کی تو میں ان کے نام بھی ذکر کروں گا۔

جواب مفصل کے لئے شرائط:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول ۔آپ اپنے قلم کو الفاظ تحقیر وتوہین مخاطبین (جیسے لفظ لا مذہب وغیر مقلد وغیرہ) سے روکیں ۔کچھ ہنر ہے تو دکھاویں ۔سبّ وشتم کی بوچھاڑ سے تنگ آمد بجنگ آمد کا پہلے ہی سامان نہ کھڑا کریں۔

لفظ لا مذہب کا سبّ (گالی) ہونا تو ظاہر ہے ۔کسی ہندو یا عیسائی سے پوچھو گے تو وہ بھی آپ کی تسلی کر دے گا ۔لفظ غیر مقلد بھی اسی کا ہم رنگ ہے ۔اس کی وجہ آپ دریافت کرنا چاہیں تو آپ مشیر قیصر نمبر ۲۰ جلد ۵ مطبوعہ ۳۱ مئی ۱۸۸۱ء کا صفحہ سات ملاحظہ فرمائیں ۔اور اگر آپ ان الفاظ کو توہین نہیں سمجھتے اور نیک نیتی سے ان کو اپنے مخاصمین کے حق میں استعمال فرماتے ہیں تو ہم کو بھی اجازت دیں کہ ہم بھی ان الفاظ کو ان آئمہ کے حق میں، جن کو ترک تقلید اور عمل بالحدیث میں اپنا ہم مشرب بلکہ مقتداء ورہبر سمجھتے ہیں، استعمال کریں ۔پھر ہم پر توہین آئمہ کا فتوی نہ لگایا جاوے۔

میں آپ کے اس مضمون دوم کا جس میں لفظ لا مذہب بحق اہل حدیث استعمال کیا گیا ہے یہ جواب اجمالی بھی نہ لکھتا اگر میرا وہ مضمون جو آپ کے مضمون اول کے جواب میں لکھا جا کر مطبع مشیر قیصر میں پہنچ چکا ہے، شائع ہوتا اور آپ کے ملاحظہ سے گذرتا، اور اس کے بعد یہ لفظ آپ کی قلم سے نکلتا ۔مگر چونکہ آپ نے یہ لفظ قبل ملاحظہ اس مضمون کے لکھا ہے اس لئے اس دفعہ صبر کیا اور آپ کے مضمون دوم کے جواب میں قلم اٹھایا ۔آئندہ ایسا لفظ آپ تحریر میں لاویں گے تو میں یقیناً جان لوں گا کہ آپ کو احقاق حق اور تحقیق مسائل منظور نہیں ہے ۔صرف سبّ وشتم سنا کر ہم کو بھگانا مدنظر ہے ۔اس صورت میں، میں پہلے ہی سے بھاگنے کو تیار ہوں اور میدان آپ کے لئے چھوڑتا ہوں ۔

جناب من! گالیاں دینی سب کو آتی ہیں، کس کے منہ میں زبان نہیں ہے ۔مگر ہماری یہ عادت نہیں اور نہ ضروری مضامین سے ہم کو اس کی فرصت ہے ۔شخصی بحث ہی کو ہم مدت سے چھوڑ چکے ہیں ۔ یہ جو لکھ رہے ہیں یہ بھی اسی وقت تک ہے کہ آپ کی طرف سے ہم کو کچھ سمجھنے سمجھانے کی توقع باقی ہے ۔جب یہ امید قطع ہوگی تو اتنی قیل وقال بھی ہماری آپ کی نہ رہے گی شرط دوم ۔ یہ کہ آپ اس اجمالی جواب کو کافی وصحیح نہ سمجھیں اور اس پر بوجہ معقول نکتہ چینی کریں ۔اور اگر اس جواب سے آپ کی طمانیت خاطر ہوگئی تو جواب مفصل کی کچھ حاجت نہیں ۔اور اگر آپ نے اس پر بلا وجہ نکتہ چینی کی تو بھی جواب مفصل کی ضرورت نہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التماس بخدمت اڈیٹر مشیر قیصر

جناب من! جو آپ نے اس مضمون کے اخیر میں اس کی نسبت اپنا منصفانہ حکم دیا اور یہ ارشاد کیا ہے:

امید ہے کہ جناب مولوی محمد حسین صاحب لا ہوری اب اپنا وعدہ ایک ہزار روپئہ کا پورا کریں گے، کیونکہ اب تو جناب مولوی وکیل احمد صاحب نے انہیں کے علماء نامی کی تصانیف سے توہین آئمہ ثابت کر دی۔

میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ کیسا وعدہ؟ اور کس نے کیا؟ اور کیسا ہزار روپئہ؟

جناب نے ناحق اور بلا وجہ مجھ پر یک طرفہ ڈگری کر دی۔ میرا جواب دعوی تو سنا ہوتا۔ میری کلام کو جس میں توہین کے ثبوت پر وعدہ انعام تھا، بچشم خود ملاحظہ فرما کر یہ فیصلہ فرمایا جاتا۔

اگر جناب نے میرے اس اشتہار کو (جو اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۶ کے ٹائٹل پیج میں چھپا ہے) اس وعدہ کا متضمن سمجھ لیا ہے، تو نہایت افسوس کی بات ہے اور ججوں (منصفوں) سے ایسی غفلت نہایت مستبعد ہے۔ جناب من! اس میں تو گلابی چورقہ کے مسائل ثابت کرنے پر ایک ہزار روپئہ دینے کا وعدہ ہے۔ اس کو توہین آئمہ کے اثبات سے کیا علاقہ؟ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ میرے دوست جو بات کہا کریں، سوچ سمجھ کر فرمایا کریں۔ جو کچھ خیال میں آوے اس کو بے تامل حوالہ قلم نہ کر دیا کریں۔ اور نصیحت شیخ سعدی،

مزن بے تامل بگفتار دم

کو ہر وقت پیش نظر رکھا کریں۔ اور نہیں تو ہمارے اشاعۃ السنہ اور اپنے ہی اخبار کے اوراق کو الٹا پلٹا کر دیکھ لیا کریں۔ یا بحث مسائل میں بالکل دخل دہی چھوڑ دیں۔ جو کچھ کسی نے بھیجا اس کو بلا تائید وتصرف چھاپ دیا۔ بحث مسائل کے لئے معمولی اڈیٹری اخبار کافی نہیں ہے۔ اس میں بہت سا علم وفہم وسوچ وتامل بکار ہے۔ یا آپ یہ کام کیا کریں کہ جو کچھ آپ مسائل کے متعلق لکھیں وہ اپنے ہی شہر کے علماء کو دکھا لیا کریں۔ ہم نے جو کچھ عرض کیا نصیحۃً کہا۔ آئندہ آپ کا اختیار ہے اس کو مانیں خواہ نہ مانیں۔ مگر اس شعر کی طرف توجہ کریں

نصیحت کہ خالی بود از غرض چو دارو ئے تلخ ست دفع مرض

آپ کا خیر خواہ بلا خفا۔ ابو سعید محمد حسین لا ہوری۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۸۳ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جناب بٹالوی اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:) نکتہ چینی مندرجہ اخبار نمبر ۴۷ مشیر قیصر کا جواب یہ ہے کہ یہ پانچ مسائل جن پر آپ کو اور آپ کے محدث نا معلوم الاسم کو تعجب ہوا ہے، وہ مسائل ہیں کہ بعض ان مسائل اور اس قسم کے اور مسائل کے آئمہ مجتہدین مسلم الا جتہاد آئمہ مذہب حنفی و امام شافعی وغیرہ بھی قائل ہیں۔ چنانچہ آپ کے حریف مصنفین رسائل ار بعہ بجواب گلابی چو ورقہ اس قسم کے بہت سے مسائل بیان کرتے ہیں اور وہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ جلد ۶ میں بصفحہ ۲۲۵ وغیرہ منقول ہو چکے ہیں۔

اس قسم کے چند مسائل ہم بھی اس مقام میں بیان کرتے ہیں مگر ابھی ان مسائل کے قائل آئمہ مجتہدین کا نام نہیں لیتے تا کہ ہم بھی گلابی چو ورقہ کے مؤلفین اور ان کے حریفوں اور مقابلین کے عداد میں شمار نہ کئے جاویں۔ جب ہمارے معترض ان مسائل سے مجتہدین کے قائل ہونے سے انکار کریں گے تب ہم ان کے نام بتا دیں گے۔ وہ امر طعن متصور ہوگا تو ان لوگوں کا فعل ہوگا جنہوں نے ہم کو نام بتانے پر مجبور کیا۔ بخدا ہم پسند نہیں کرتے کہ ایسی باتیں اکابر کی نسبت شہرت پائیں اور ان کے سبب مخالفین اسلام، اسلام کو ہنسی میں اڑائیں وہ مسائل یہ ہیں:۔

۱۔ کتے یا بھیڑیے یا گیدڑ کا حلال ہونا۔

۲۔ کتے کے گوشت و چمڑے کو ذبح کر کے پاک بنا لینا۔

۳۔ شراب اتفاقی حرام کا دوا کے لئے پی لینا۔

۴۔ شراب جو بہت پینے سے نشہ دے، تھوڑی سی بہ نیت تقویت پی لینا۔

۵۔ شراب کو سرکہ بنا لینا۔

۶۔ اجرت زنا کا (جو اجارہ مقرر کر کے لی جاوے) حلال ہونا۔

۷۔ قیمت شراب یا خنزیر سے جو کافر کے ملک ہو جاوے، مسلمان کو نفع اٹھانا۔

۸۔ زکوۃ سے بھاگنے کی نیت سے مال اپنا بیوی کی ملک کر دینا اور جب بیوی کی ملک میں مدت وجوب ادائی گزرنے لگے، تو اپنی ملک کر لینا۔

۹۔ باپ کی موطوءہ لونڈی کو بیٹے پر اس حیلہ سے حلال کر دینا کہ لونڈی کے بیان کا اعتبار نہیں۔

۱۰۔ لونڈی زر خرید کی استبراء (عدت) کو ہبہ کے حیلہ سے ساقط کرنا۔

۱۱۔ روزہ ستہ شوال کو جو شہرہ آفاق ہیں، مکروہ اور اہل جفا و جہالت کا کام کہنا۔

۱۲۔ گیہوں اور جو کو ایک جنس قرار دے کر اس کی بیع میں کمی بیشی کو جائز رکھنا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔کسم کا رنگا ہوا کپڑا مرد کے لئے حلال کرنا۔
۱۴استسقاء کی نماز سے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، انکار کرنا۔
۱۵۔سجدہ شکر کو جو حدیثوں میں بکثرت وارد ہے، مکروہ کہنا۔

اور جب اس قسم کے مسائل سے آئمہ مجتہدین کے اجتہاد کو بٹہ نہ لگا تو ان سے کسی مجدد (زید یا عمر) کے مجدد ہونے کو، اگر اس سے دین کی تجدید ہوئی ہو، کیونکر بٹہ لگ سکتا ہے۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ مجدد معصوم نہیں ہوتا اور بجز حضرات شیعہ (جو امامت کے لئے عصمت کو شرط ٹھہراتے ہیں) کوئی عصمت کو شرط تجدید نہیں ٹھہرا سکتا۔جس شخص (زید وعمر) نے دنیا کو علوم قرآن وحدیث سے بھر دیا ہو، اور سینکڑوں بدعتوں اور رسوم بد کو اپنے جائے تسلط سے موقوف کیا ہو، اس سے اگر دو چار دس بیس خطاء یا گناہ بھی سرزد ہوں تو اس کا بنظر ان ہزاروں حسنات واوصاف مجددیت کے مجدد ہونا ان دو چار خطاؤں یا گناہوں سے باطل نہیں ہوتا۔ایسے شخص کے مجدد ہونے کا ابطال ہی کسی کو مطلوب ہو تو اس کی صفات کمال کے تحقق و وجود میں بحث کریں۔مثلاً یوں کہے کہ اس نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی۔یا وہ دین کی کتاب نہیں ہے۔یا اس نے کوئی بدعت ورسم بد دور نہیں کی۔جن رسوم کو اس نے مٹایا ہے وہ اچھی رسمیں تھیں۔وعلی ہذا القیاس۔(اس نفی وانکار کو کوئی مانے خواہ نہ مانے) اس کے مجدد ہونے کے ابطال کے لئے ایسے اصول و قواعد وضع نہ کرے جس سے تمام جہان کے اگلے پچھلے مجددوں کا مجدد ہونا باطل ہو جائے۔

سوالات علماء بمبئی کے جواب سے گریز کرنیکے طعن کا جواب

جناب بٹالوی لکھتے ہیں کہ:

اس طعن کا جواب بھی ہم تو اپنی طرف سے ادا کر چکے ہیں اور ہمارے دوست اڈیٹر مشیر قیصر بھی اس کو مان چکے ہیں۔اور سوالات علماء بمبئی کو سفاہت اور بے ہودگی قرار دے چکے ہیں۔چنانچہ نمبر اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۶ میں بصفحہ ۲۴۲ ان کے اصل کلمات منقول ہو چکے ہیں۔مگر ان دنوں آپ کو پھر ایک خیر خواہ اسلام طالب وفاق واتفاق اہل اسلام (مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری جن کے اوصاف ومحامد سے ہم بجز ان ہی الفاظ کے اور علم نہیں رکھتے) نے آ اکسایا اور اس طعن کی تجدید کے لئے آمادہ کر دیا۔آپ نے مولوی صاحب موصوف کا ایک مضمون ہمارے مضمون، ترقی معکوس (جس میں سوالات علماء بمبئی کا جواب تھا) کے مقابلہ میں اپنے اخبار نمبر ۵۱ جلد ۱۸ مطبوعہ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھپا دیا ہے۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ

۱۔ علماء بمبئی نے مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کے سامنے جو سوالات پیش کئے تھے ان سب کا پتہ وحوالہ کتب اہل حدیث میں موجود ہے۔مولانا ممدوح میدان مناظرہ میں ثابت قدم رہتے تو وہ سبھی حوالہ وپتے بتا دیتے۔

۲۔اب بھی حوصلہ ہے تو آپ (محمد حسین) آئیں۔

۳۔مولانا ممدوح اب بھی تقریری اور شفاہی نہیں تو تحریری جواب ان مسائل کا دیں۔

۴۔مسلمانوں کو ترقی معکوس پر پہنچانا اور مسلمانوں کو کافر بنانا اہل حدیث کا کام ہے پھر اس کا جرم ہم پر کیوں لگایا جاتا ہے؟

اس کا جواب خاکسار نے اپنے اسی دوست اڈیٹر مشیر قیصر کے نام خط میں ادا کیا ہے اور وہ خط اسی اخبار میں درج ہونے کے لئے مدت سے مطبع مشیر قیصر میں بھیجا ہوا ہے۔دیکھئے میرے مکرم دوست اس خط کو اپنے اخبار میں چھاپتے اور اپنے فرض کو ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ اس مقام میں ہم خط کی نقل کرتے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

میرے معزز کرم فرمائے مولوی غلام محمد صاحب اڈیٹر اخبار مشیر قیصر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔آپ کے اخبار نمبر ۵۱ جلد ۷ مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء میں ایک تحریر مولوی وکیل احمد صاحب سکندر پوری کی میرے دیکھنے میں آئی۔میں اس کے اکثر مطالب کو نفس الامر اور واقعات کے مطابق نہیں پاتا۔اسلئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اسکے مطالب کی نسبت اپنے خیالات کو ظاہر کروں۔اور آپکے اخبار گہربار کو ان کے اظہار اشتہار کا ذریعہ بناؤں۔

اس میں حضرت شیخنا ومولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا بمبئی میں وارد ہونا اور علماء بمبئی کا چند سوالات لے کر مناظرہ کرنے مستعد ہونا اور اس کاروائی پر خاکسار کا معترض ہونا ذکر کر کے فرمایا:

شاگردی کا حق تب ادا ہوتا جب کہ مولوی (محمد حسین) صاحب بمبئی تشریف لے جاتے اور ھل من مبارز فرماتے۔اب بھی حوصلہ ہو تو تشریف لائیں۔

خاکسار ملتمس ہے کہ میں آج کل کے اکثر تقریری مناظرات کو (جن میں مناظرہ بمبئی بھی داخل ہے) مجادلات سمجھتا ہوں اور ان میں نہ صرف اپنے یا اپنے شیخ مسند الوقت کی شمولیت کو،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ جمیع اخوان مسلمین، معرضین عن اللّغو کے اقدام شمول کو حسن عظیم خیال کرتا ہوں۔

۲۔ آپ نے فرمایا ہے (جس کا ماحصل یہ ہے) کہ علماء بمبئی کا اپنے سوالات میں کتب اہلحدیث کا حوالہ نہ دینا ان کی اولوالعزمی و نیک نیتی پر مبنی تھا۔ انہوں نے قبل از انکار یا اقرار سید محمد نذیر حسین ان کی کتابوں کا حوالہ دینا خلاف تہذیب ومخالف داب مناظرہ سمجھا۔ ورنہ ان کے پاس سامان سب تیار تھا۔ مولانا میدان مناظرہ میں ثابت قدم رہتے تو وہ سبھی کچھ بتا دیتے۔

خاکسار محمد حسین ملتمس ہے۔

یہ تجویز صرف آپ کی حسن ظنی و نیک نیتی واولوالعزمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ان سوالات کا پتہ نشان تو روئے زمین پر کہیں نظر نہیں آتا۔ نہ علماء بمبئی کے پاس ان سوالات کا کچھ ثبوت ہے، نہ اہلحدیث کی کتابوں میں ان کا کہیں ذکر واثر وارد ہے۔

آپ اس حسن ظنی کو نفس الامر کے مطابق سمجھتے ہیں تو علماء بمبئی کے وکیل ہو جائیں ان سے سوالات کا پتہ ومحل دریافت کریں۔ پھر جو چاہیں ہم سے، خواہ مولانا ممدوح سے، لکھالیں یا منوالیں۔ یا علماء بمبئی کو بمبئی میں چھوڑ دیں اور مولانا ممدوح کو بھی ایک طرف رہنے دیں۔ آپ خود میدان مناظرہ میں صف آرا ہو جائیں اور مجھ سے اسی اخبار گہر بار مشیر قیصر میں (جو اکثر دیسی اخبارات کی نسبت بے تعصب ومہذب کہلاتا ہے) بحث کرلیں۔

ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گو

مگر شور وشغب وانتشار وتشتت سے بچنے کے لئے سبھی سوالات سے یک بارگی تعرض نہ کریں بلکہ یکے بعد دیگرے طے کریں۔ بہتر ہے کہ سب سے پہلے سوال ہفتم علماء بمبئی کا کہ کتے کا گوہ اور موت پاک ہے (جو ان کے خیال میں نہایت لطافت ونفاست وتہذیب وعلمیت پر مشتمل ہے) کسی چھوٹی، بڑی، نئی، پرانی، معتبر، غیر معتبر (دیکھئے ہم آپ کو کیسی وسعت دیتے ہیں) کتاب اہل حدیث سے پتہ وحوالہ دیں۔ اس کے بعد اور سوالات کا ثبوت پیش کریں۔

اس سوال کے طے کرنے کے پہلے آپ اور سوال کا ثبوت پیش کریں گے تو ہم اس کو بے جا الجھاؤ سمجھ کر اس کا جواب نہ دیں گے۔ مگر اپنے بیان وثبوت میں دو شرطوں کے پابند رہیں۔ اول یہ کہ جو بات اہل حدیث کے ذمہ لگاویں وہ انکی کلام کا منطوق ہو نہ صرف مفہوم۔ ان کا اصل مذہب ہو نہ اس کا لازم

کیونکہ مفہوم کلام بسا اوقات ایسا بھی ہوا کرتا ہے جس کا متکلم کلام ارادہ نہیں کرتا اور نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کو پسند رکھتا ہے اور لازم مذہب بھی عین مذہب نہیں ہوا کرتا۔ دیکھو خدا تعالی نے قرآن مجید میں لحم خنزیر کو حرام فرمایا ہے۔ اس کے بہت سے مفہوم ایسے ہیں جو خدا تعالی کی مراد نہیں ہیں۔ وعلی ہذا القیاس۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جو بات آپ اہل حدیث کے ذمہ لگاویں وہ ایسی نہ ہو جو آپ کی کتب میں پائی جاتی ہو، ورنہ اس مصرع کا مصداق بننا پڑے گا میں الزام اس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس بات کا جواب آپ ہی کو دینا پڑے گا۔

یہ تو شرطیں ہیں۔ اب ایک مصلحت ومشورہ کی بات کہنے سے بھی دریغ نہ کروں۔

آپ جو کچھ لکھیں اشاعۃ السنۃ نمبر ۸ و ۹ جلد ۶ (جو زیر طبع ہے) کے ملاحظہ کے بعد لکھیں، شائد اس سے آپ کی یہ حسن ظنی اور رنگ بدلے اور اس باب میں بحث کی حاجت ہی باقی نہ رہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مولانا ممدوح حج سے واپس آئے تو علماء بمبئی کا جواب ضرور تحریری دیں۔ خاکسار ملتمس ہے کہ یہ بات تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ علماء بمبئی یا آپ ان کے وکیل ہو کر یا اصالۃً ان سوالات کی کتب اہل حدیث سے نشان دہی کریں، پھر جو چاہیں جناب ممدوح سے، خواہ ہم سے، لکھوالیں۔

یہاں ایک اور لطیفہ عرض کرنا مناسب نظر آ گیا کہ اگر ہر لغو و بے ہودہ بات کا جواب دینا لازم ہے، اور ایسا سوال کرنا بھی جائز ہے، تو آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم اسی قسم کا ایک سوال آپ سے کریں۔ پھر آپ ہم کو اس بات کا جواب دیں۔ اس کے بعد مولانا ممدوح بھی ان سوالات کے جواب میں وہی بات لکھ دیں گے جو وہ زبانی فرما چکے ہیں۔

مگر میں معافی مانگ کر یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ سوال اسی قسم سے ہوگا جس قسم سے علماء بمبئی کے سوالات ہیں۔ اور ہم نے ان کے نظائر اپنے مضمون ترقی معکوس کے خاتمہ میں بیان کئے ہیں (جو مشیر قیصر نمبر ۴۲ کے صفحہ ۶ کے تیسرے کالم میں منقول ہیں)۔ پھر اس سوال کو گستاخی و سوء ادبی و بدتہذیبی قرار نہ دیا جاوے۔

۴۔ آپ نے بجواب ہمارے مضمون ترقی معکوس، قضیہ معکوسہ بنایا اور اس میں فرمایا ہے کہ یہ ارشاد (الزام تکفیر مسلمانان) شائد اس وقت صحیح ہوتا جب لا مذہب اہل سنت سے مقدم ہوتے، یا اہل سنت اس فرقہ محدثہ کے پیچھے پڑتے اور برا بھلا کہنے میں ہدایت کرتے۔ یہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قضیہ معکوس ہے، محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اہل سنت کو مشرک اور عبدالاوثان کہا ہے

خاکسار اولاً یہ التماس کرتا ہے کہ اگر آپ ہم کو بحث وخطاب سے عزت بخشنا چاہتے ہیں تو آئندہ قلم ہدایت رقم کو ایسے غیر مہذبانہ الفاظ (لامذہب، فرقہ جدیدہ وغیرہ) سے (جن سے گروہ اہل حدیث کے نوجوانوں کو اشتعال پیدا ہوگا اور اس کے مقابلہ میں آپ کے مذہب اور اس کے واضعین کے حق میں ان کی قلم سے برا بھلا نکلے گا) روکیں، اور اس بیت صائب کو پیش چشم رکھیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب کیں زرقلب بہرکس کہ دہی باز دہد

کوئی کسی کو کافر، ملحد، دہریہ، لامذہب، بدمذہب اور مشرک ہی کیوں نہ سمجھتا ہو مگر جب اس سے تخاطب کرنا چاہے تب اس کو تہذیب شرافت وانسانیت ان الفاظ کو بولنے کی کبھی اجازت نہیں دیتے

اس دفعہ تو ہم نے (صرف اس خیال سے کہ جو آپ سے ہم کو شرف تخاطب حاصل ہوا ہے یہ بس غنیمت ہے اس کے ساتھ دو چار گالیاں مل گئیں تو ان پر بھی صبر مناسب ہے) صبر کیا۔ چنانچہ کسی ایسے ہی ہمارے جیسے طالب صادق نے کہا ہے

رنج راحت شد چو مطلب شد بزرگ گرد گلہ تو تیائی چشم گرگ

آئندہ آپ ایسے الفاظ قلم میں لائیں گے تو ادھر سے بجز سلام علیک کچھ جواب نہ پائیں گے۔ اور اگر آپ کا اصل مطلب یہی ہے کہ دو چار گالیاں دے کر مخاطب کو بھگا دیں تو لیجئے ہم ابھی سے بھاگ جاتے ہیں۔ آپ اسی کو فتح سمجھ لیں۔ اسی طرح علماء بمبئی نے ہمارے مولانا وشیخنا کو بھگایا تھا۔ آپ بھی ان ہی کا اقتداء کریں۔

ثانیاً ملتمس ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے قول وفعل سے اہل حدیث ہندوستان پر کسی وجہ سے الزام عاید نہیں ہوسکتا۔ اس کو اہل حدیث ہندوستان سے کوئی خاص تعلق ونسبت نہیں ہے۔ جیسے کہ مقلدین مذہب حنفی سے اس کو نسبت ومشابہت ہے کہ یہ لوگ حنفی مذہب کے مقلد ہیں، وہ حنبلی مذہب کا مقلد تھا۔ اہل حدیث تو نہ کسی خاص کے مذہب کے مقلد ہیں نہ کسی خاص شخص کے، وہ تو کتاب وسنت کے پیرو اور خدا ورسول کے مقلد ہیں وبس کما قال قائلھم

زائر نجات خواہی آئین عشق سرکن از مصطفیٰ شنیدن واز دیگران بریدن

اور خاص کر اس مسئلہ تکفیر مخالفین اہل قبلہ میں تو وہ اس سے مخالفت مذہب ظاہر کر چکے ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل شہید ہی کو دیکھو، وہ اپنے مخالفین کو کافر تو کہاں مبتدع بھی نہیں کہتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس کے آپ بھی قول آئندہ میں اقراری ہیں ۔نواب صاحب بھوپال کا رسالہ حطه فی احوال الصّحاح السنّه کا صفحہ ۳۷ ملاحظہ کروجس میں بہ نسبت محمد بن عبدالوہاب صاف لکھا ہے و مسائله مشهورة و فيها المقبول و المردود و اشهر ما ينكر عليه خصلتا ن كبير تا ن۔ ا لا ولى تكفير اهل الارض بمجرّد ظنّييا ت لا دليل عليها۔ و الثّانيه التّجاوز على سفك الدّم المعصوم بلا حجّة و اقا مة برها ن کہ محمد بن عبدالوہاب کے مسائل مشہور ہیں، ان میں سے کوئی مقبول ہے کوئی مردود۔اس کی جن خصلتوں کو لوگ برا جانتے ہیں ان میں دو بڑی مشہور خصلتیں ہیں، ایک تمام زمین والوں کو صرف لپٹی (بناوٹی) باتوں سے کافر کہنا ، دوسرے بلا دلیل بیگناہوں کی خون ریزی پر جرأت کرنا۔

اس خاکسار کا رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۹ جلد ۴ کو مطالعہ فرماؤ گے تو اس میں محمد بن عبدالوہاب پر بہت لے دے پاؤ گے۔ بایں ہمہ تحاشی وتبری محمد بن عبدالوہاب کے قول وفعل سے اہل حدیث ہندوستان پر الزام قائم ہوسکتا ہے تو آپ کا گروہ اس الزام کا زیادہ تر مستحق ہے۔ وہ (اہلحدیث) آپ کو کہہ سکتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب تمہارا ہی مقلد بھائی تھا جس نے مسلمانوں کو کافر بنایا اور مسلمانوں کا نمبر گھٹایا۔

۵ آپ نے فرمایا ہے ایضا ح الحقّ الصريح فى احكام الميت و الضريح میں دنیا کے محدثین وفقہاء واولیاء اللہ اور علماء کے افعال وعقائد بدعت ٹھہرائے گئے ہیں۔ہم نے مانا کہ صاحب ایضاح نے اطلاق لفظ مبتدع کا ان پر جائز نہیں رکھا مگر یہ حضرات مرتکب بدعت ہوئے تو پھر مبتدع کا اطلاق خود بخود ہوگا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص مارتا ہو اور اسے ضارب نہ کہیں۔

خاکسار ملتمس ہے جن افعال وعقائد کو مولانا محمد اسماعیل شہید نے کتاب ایضاح الحق میں بدعت قرار دیا ہے، وہ نئی دنیا کے محدثین فقہاء واولیاء کے عقائد ہوں تو ان کا کوئی منصف ومحقق حامی نہیں۔ پرانی دنیا کے محدثین فقہاء واولیاء وعلماء سے تو ایک شخص بھی وہ اعتقاد نہیں رکھتا جس کو انہوں نے بدعت قرار دیا ہے۔آپ تمام دنیا کے حالات کہاں جانتے ہیں اور کب بیان کرسکتے ہیں؟ یہ تو زبانی دعوی ہیں۔

آپ ہم کو وہ اعتقاد واقوال دو چار ہی محدثین یا فقہاء یا اولیاء یا علماء قرون ثلاثہ سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جن میں ہمارے سرتاج چاروں امام مذہب اور اکثر اصحاب متون حدیث اور بیسیوں متقد مین اولیاء وعلماء داخل ہیں) بہ نقل صحیح ثابت کر دیں ۔ پھر دیکھیں ہم اس کتاب ایضاح الحق کی کیسی خبر لیتے ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ : گو مولوی اسماعیل صاحب نے ان لوگوں کو مبتدع نہیں کہا، مگر ان کے افعال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔

ہمارے مدعا کا عین مؤید ہے۔ اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ مولوی اسماعیل صاحب نے مسلمانو ں کو مبتدع نہیں کہا۔ چہ جائے کہ کافر کہا ہو۔

رہا یہ کہ ان کے اقوال کو بدعت کہنے سے ان کا مبتدع ہونا نکلتا ہے۔ سو یہ (مبتدع ہونا نکالنا) آپ لوگوں کا فعل ہے۔ مولوی محمد اسماعیل مرحوم تو اس کو پسند نہیں کرتے ۔

غایۃ مافی الباب یہ کہ اس میں آپ ان کی علمی غلطی تجویز کریں۔ سو یہ بات دوسری ہے۔ یہ ہم نے علی سبیل التنز ل کہا ہے اور سچ پوچھو تو اس میں بھی مولوی صاحب غلطی پر نہیں ہیں۔

بے شک لغۃً وعقلاً قیام مبدء حمل مشتق کا موجب ہوتا ہے اور یہی عامیانہ خیال ہے۔ اور اسی پر مارنے والے کو ضارب کہنے کی مثال پھبتی ہے۔ مگر شرعاً (بحکم کتاب وسنت ومذاہب فقہاء امت) وہ بات کلیۃً صحیح نہیں ہے۔ جلد اول صحیح بخاری صفحہ ۹ سطر ۱۵ میں باب المعاصی من امر الجاهلية و لا يكفر صا حبها بار تكا بها ا لّا با لشّر ك ملاحظہ فرمایئے (گناہ کفر کے کام ہیں، مگر ان کے مرتکب کو بجز مرتکب شرک، کافر نہ کہا جائے گا) اور فقہاء ومتکلمین رحمھم اللہ اجمعین کی تصانیف میں مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ دیکھ لیجئے۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہید کو جو کہنا ہو سو کہیے۔ مولانا مرحوم ان سب کے مخالف نکلے تو ہم پھر آپ کے ساتھ ہیں۔

۶۔ آپ نے فرمایا ہے:

پھر صاحب ایضاح الحق نے ایضاح میں تقلید شخصی کو بدعت حقیقہ لکھا ہے اور تنویر العینین میں شرک۔ مولانا سید محمد نذیر حسین نے معیار میں ان کی ہاں میں ہاں ملایا ہے اور صاحب ظفر المبین نے آمنا وصدقنا کہا ہے۔

خاکسار ملتمس ہے جس تقلید شخصی (اعتقاد وجوب و بمقابلہ نصوص) کو مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے شرک یا بدعت قرار دیا ہے، اور مولانا سید محمد نذیر حسین نے اس میں ان کا اتباع کیا ہے، وہ ایسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید ہے جس کو کسی محقق حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی محدث فقیہہ ولی متقی نے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ بہتیروں نے اس کو برا کہا ہے۔ دس، بیس، تیس، چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر جس قدر اعیان و اکابر مذہب (جنہوں نے ایسی تقلید کو برا کہا ہے) کے نام نامی آپ چاہیں، میں گن سناتا ہوں۔ اور اگر آپ کو اپنی کمیٹی کے صدر نشین مولوی محمد عبدالحی صاحب کے کلام پر اعتماد ہے، تو انہی کے رسالہ النافع الکبیر اور فوائد بہیہ سے اس تقلید کی برائی ثابت کر دکھاتا ہوں۔ پھر اگر مولوی محمد اسماعیل مرحوم اور حضرت شیخنا المحدث الدہلوی نے بھی اس کو برا کہا، تو کیا برا کیا۔

اب رہی ظفر المبین اور اس کے مؤلف شیخ محی الدین۔ سو وہ جانیں آپ جانیں۔ ہم ان کے ذمہ دار و جواب دہ نہیں ہیں۔ اس کی وجہ ہم اخبار مشیر قیصر نمبر ۴۷ جلد ۴ مطبوعہ ۲۰ دسمبر ۱۸۸۳ء میں چھپوا چکے ہیں۔ آپ اس کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

۷۔ ان افادات کے خاتمہ پر بطور نتیجہ آپ نے فرمایا ہے کہ

باوجودیکہ مخالفین کی طرف سے اس قسم کی زبان درازیاں ہوتی ہیں، مگر اہل سنت نے جواب میں صرف اس قدر ثابت کیا ہے کہ تقلید شخصی شرک و بدعت نہیں ہے۔ یہ نہیں کہا کہ لا مذہب مشرک یا مبتدع ہیں۔ کیوں نہ ہو خود ہی برا بھلا کہنا اور الٹا الزام رکھنا، اب انصاف سے ارشاد ہو کہ یہاں ترقی معکوس ہے یا قضیہ معکوس۔

خاکسار ملتمس ہے کہ جناب کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بے کینہ و صاف سینہ ہیں۔ آپ نے اپنے بھائیوں کے اس قسم کے رسائل جن میں اہل حدیث کو کافر و مشرک و واجب القتل کہا گیا ہے، ملاحظہ نہیں فرمائے۔ گلابی چورقہ (جا مع الشواھد فی اخراج الوھابین عن المسا جد) جن میں اہل حدیث کو کافر و مبتدع کہا گیا ہے اور اس سے پہلے رسالہ انتظام المساجد باخراج اھل الفتن و المفاسد جس میں اہل حدیث کو مشرک کے ساتھ ان پر قتل کا فتوی بھی دیا ہے، اور اس سے پہلے رسائل مثل تنویر الحق، توفیر الحق، تحفۃ العرب والعجم، مدار الحق، انتصار الاسلام، اور افاضل کلکتہ کی بعض تالیفات جناب ملاحظہ فرماتے تو جناب کی طبیعت انصاف طینت سے امید ہے کہ یہ بات کبھی زبان پر نہ لاتے۔ اور علماء اہل حدیث کا اپنے سنی بھائیوں کو مشرک و مبتدع نہ کہنا، تو آپ مان ہی چکے ہیں۔

ان عاجزانہ التماسوں اور دوستانہ گذارشوں سے امید ہے کہ آپ کو یقین ہوگا کہ مضمون ترقی معکوس نہایت صحیح و درست ہے اور اس کا نقیض قضیہ معکوس صحیح نہیں ہے۔ آئندہ اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختبار (اختیار نہ پڑھئے گا) آپ کے اور جملہ ناظرین کے اختیار میں ہے۔

آپ کا خیر خواہ بلا اشتباہ۔ ابوسعید محمد حسین لاہوری اڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ۔

(منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۶ مع ضمیمہ۔ مختصراً)

محاکمہ : مباحثہ بمبئی کے متعلق ڈاکٹر ابو محمد جمال الدین نے لکھا:

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی بقصد زیارت بیت اللہ شریف وارد بمبئی ہوئے تو وہاں بعض علماء نے ایک تحریر (جس میں مولانا ممدوح کو ایسے گندے مسائل کا قائل ٹھہرایا تھا جن کا اسلام میں کوئی بھی قائل نہ ہوگا) مولانا ممدوح کے روبرو پیش کی اور خواستگار مناظرہ ہوئے۔ مولانا ممدوح نے جواب دیا کہ: ہمارے ایسے عقائد نہیں ہیں، بلکہ ایسے گندے عقاید والوں کو ہم برا جانتے ہیں۔

یہ کیفیت خود اس اشتہار سے واضح ہے جو علمائے بمبئی نے اخباروں میں طبع کرائی اور ۲۵ ستمبر ۱۸۸۳ء کے مشیر قیصر میں بھی چھپا ہے۔ تاہم ۸ دسمبر ۱۸۸۳ء کے مشیر قیصر میں مولوی وکیل احمد نے علمائے بمبئی کی حمایت میں اہل حدیث کو قائل مسائل خبیثہ کا ٹھہرایا اور محمد حسین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

شاگردی کا حق تب ادا ہوتا جب کہ مولوی صاحب بمبئی تشریف لے جاتے اور ھل من مبارز فرماتے۔ اب بھی حوصلہ ہو تو تشریف لاویں۔

اس پر جناب محمد حسین نے مشیر قیصر مطبوعہ ۸ جنوری ۱۸۸۴ء، اور اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۶ میں یہ جواب تحریر فرمایا:

آپ خود میدان مناظرہ میں صف آراء ہو جاویں اخبار مشیر قیصر کے ذریعہ سے بحث کر لیں، ہمین میدان ہمیں گو۔ مگر شور وشغب سے بچنے کے لئے ایک ایک مسئلہ کو طے کر لیں اور پہلے سوال ہفتم بمبئی کہ کتے کا گوہ اور موت پاک ہے، کسی چھوٹی بڑی، نئی، پرانی، معتبر نامعتبر (دیکھئے ہم آپ کو کیسی وسعت دیتے ہیں) کتاب اہلحدیث سے پتہ حوالہ دیں۔ اس سوال کو طے کرنے سے پہلے آپ اور سوال پیش کرینگے تو ہم اسکو بے جا الجھاؤ سمجھ کر اسکا جواب نہ دیں گے۔

جناب وکیل احمد نے جناب محمد حسین کے مطالبہ پر سوال ہفتم علماء بمبئی کے ثبوت میں قلم نہ اٹھایا بالکل سکوت فرمایا، اگرچہ انہوں نے اس معاملہ میں تحریرات طول طویل کیں مگر جس کا ثبوت ان کے ذمہ ہے اس سے عاجز وقاصر رہے، جس سے بڑی فاش شکست جناب وکیل احمد و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علمائے بمبئی کی ہوئی اور ان کے تمام انصار و معاونین بھی دریائے حیرت میں غرق ہوئے اور ہمیشہ تک اس کی جواب دہی کی فکر میں رہیں گے۔۔۔

جب جناب وکیل احمد سوال ہفتم علمائے بمبئی کی نشان دہی سے حسب مطالبہ محمد حسین عاجز و ساکت ہوئے تو اس دعوی ہی سے دستبردار ہو گئے اور مشیر قیصر مطبوعہ یکم اپریل ۱۸۸۴ء میں جو کچھ انہوں نے لکھا اس کا خلاصہ درج ہے:

> ہم پر اور علمائے بمبئی پر ان سوالات مشعرہ علماء بمبئی کی نشان دہی لازم نہیں کیونکہ علماء بمبئی نے بعض معتقدین مولانا سید محمد نذیر حسین کو ان مسائل خبیثہ کا قائل دیکھ کر مولانا ممدوح سے شبہ رفع کرنے کو دریافت کیا۔ جب مولانا ممدوح نے ان عقاید سے انکار کیا تو ہم ان کو بری سمجھتے ہیں۔ ہم اس بات کے مدعی نہیں ہیں کہ اہل حدیث مسائل خبیثہ کے قائل ہیں، پھر ہم پر نشان دہی ان مسائل کی کب لازم ہے۔

اس بیان مولوی وکیل احمد سے ظاہر ہے کہ یہ صورت سوال تھی، نہ کوئی مناظرہ تھا، نہ یہاں کسی کی فتح و شکست مدنظر تھی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بیان ان کا اس وقت صحیح سمجھا جاتا جب کہ وہ قبل مطالبہ محمد حسین خود اس کو مناظرہ نہ جانتے اور فاضل ممدوح کو یہ کہہ کر: حق شاگردی ..الخ ۔ میدان مناظرہ میں نہ بلاتے۔ اور علما بمبئی اخباروں میں مولانا سید محمد نذیر حسین کا ساکت ہو جانا اور ہار جانا وغیرہ نہ مشتہر کراتے۔ اور جب کہ پیشتر مطالبہ محمد حسین کے خود مولوی وکیل احمد نے مولانا نذیر حسین کو ساکت تصور کر کے ان کی طرف سے محمد حسین سے میدان مناظرہ میں آنے کی درخواست کی تو اب. اپنے سابق قول سے پھر جانا مولوی وکیل احمد کو مناسب نہیں۔

اور پیشتر اس کے مولوی وکیل احمد نے اخبار مشیر قیصر مطبوعہ ۱۸ دسمبر ۱۸۸۳ء میں علماء بمبئی کی طرف سے (مسائل کا حوالہ نہ بتلانے میں) یہ عذر فرمایا تھا کہ مولانا محمد نذیر حسین مناظرہ میں ثابت قدم رہتے تو علماء بمبئی پتہ و نشان بتلا دیتے، پہلے سے بتلا دینا خلاف تہذیب تھا۔

تعجب ہے کہ مولوی وکیل احمد اپنی پہلی بات کو بہت جلد بھول جاتے ہیں یا حسب موقع و مصلحت جس کا لکھنا مناسب سمجھتے ہیں لکھ دیتے ہیں۔ خیر اب اگر اہل حدیث کے دامن کو مسائل خبیثہ مستفسرہ علماء بمبئی سے بے لوث خیال فرمانے لگے تو یہ ان کی دوسری شکست ہے کیونکہ اسی مقصد کے واسطے محمد حسین نے اپنی تحریرات میں زور مارا ہے کہ اہل حدیث ان مسائل خبیثہ سے پاک ہیں، وہ خود آپ نے تسلیم کر لیا اور معترف ہوئے۔ اب کچھ جھگڑا اور تنازعہ باقی نہیں رہا۔ ہم اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی وکیل احمد کے اعتراف کو غنیمت اور قابل تحسین سمجھتے ہیں بلکہ ہم یہ بھی آرزو رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دیگر ہم مذہبوں کو بھی سمجھا دیں اور اس سچی بات کا معتقد بنا دیں خصوصاً علماء بمبئی کو جنہوں نے بزعم خود مولانا سید محمد نذیر حسین کو ساکت کر دیا و نیز ان مجہول الاسم عالم و محدث کو جنہوں نے مشیر قیصر مطبوعہ ۲۰ نومبر ۱۸۸۳ء میں بزعم خود ان مسائل کو اہل حدیث کی کتابوں میں نکال دیا، اور اڈیٹر مشیر قیصر کو جنہوں نے نہایت اعتقاد سے مجہول الاسم صاحب کی تحریر کو طبع فرمایا اور ان کو عالم اور بہت بڑے محدث کا خطاب دیا۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۷۔ ص ۱۴۴۔ ۱۴۸ مختصراً)

مباحثہ دہلی ۱۸۹۱ء: پس منظر و پیش منظر

جناب محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مباحثہ لدھیانہ میں فاش شکست پائی (یاد رہے کہ مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی اور جناب محمد حسین بٹالوی کے درمیان ۱۲ روز تک تحریری طور پر ہوا تھا۔ اس کی مکمل روداد ہم تحریک ختم نبوت جلد ۴ میں صفحہ ۴۴ تا ۲۸۳ پر نقل کر چکے ہیں۔ بہاء) تو پہلے اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس مضمون کا دعوی کیا کہ میں پھر بمقام لاہور مباحثہ کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا جواب اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس کو یہ دیا گیا کہ ہم آپ کے مناظرہ کیلئے ہر وقت حاضر و مستعد ہیں، لاہور میں کریں، خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن و مولد قادیان میں ہو تو نہایت مناسب ہے تا کہ مقولہ صادقہ: دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید، پر بھی عمل ہو جائے۔ اس جواب سے اس کے دانت کھٹے ہوئے تو پھر آپ دہلی پہنچے اور وہاں جا کر ایک شیخ وقت اور مستند العصر سید محمد نذیر حسین محدث کے مقابلے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اس میں آپ یہ سوچ بیٹھے کہ شیخ وقت تو اپنی بزرگی اور ہماری نااہلی کی نظر سے مجھے مخاطب نہ بنائیں گے، اور ابوسعید محمد حسین اتنی دور نہ آئیں گے۔ ہینگ لگی نہ پھٹکری اور میدان ہاتھ میں آیا۔ مگر بدقسمتی سے ایک نابینا کے کہنے سے اس اشتہار میں، جس میں حضرت شیخ وقت سے مباحثہ کا دعوی کیا تھا، مولوی عبدالحق مؤلف تفسیر حقانی (جو شیخ وقت کے تلامذہ سے ہیں) کا نام بھی درج کر دیا۔ لہذا پہلے تو مولوی صاحب ہی ان کی خدمت گذاری کو حاضر و مستعد ہو گئے۔ پھر خادم قوم دہلی پہنچا، اور اپنے شیخ و شیخ الکل کی طرف سے مباحثہ کیلئے مستعد ہو گیا۔ خاکسار کے دہلی پہنچنے سے پہلے تو مرزا غلام احمد قادیانی، مولوی عبدالحق سے مباحثہ کرنے کو بظاہر مستعد تھے اور اس کو شروط ناجائز (۱۔ ڈپٹی کمشنر کی خاص اجازت میرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام سے آوے۔۲۔جلسہ میں یورپئین افسر موجود ہو۔۳۔گفتگو یوں ہو کہ فریقین اپنے ہاتھ سے تحریر کر کے لوگوں کو سنا دیں، یہ نہ ہو کہ سوال و جواب زبانی ہوں۔اور دو منشی ان کو لکھتے جائیں) کی آڑ کھڑی کر کے ٹلا رہے تھے۔مگر جب یہ خادم دہلی پہنچا تو آپ مولوی عبدالحق کے مکان پر بنفس نفیس حاضر ہو کر مظہر و ملتمس ہوئے کہ میں آپ سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔مجھے حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دیا، کہ آپ کا نام بھی اشتہار میں شامل کر دیا۔میں تو غیر مقلدوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں، آپ تو ہمارے بھائی ہیں۔مولوی عبدالحق نے یہ سمجھا کہ گرانے سے بھگانا اچھا ہوتا ہے، اور آپ کو یہ جواب دیا کہ تم بذریعہ اشتہار اس مباحثہ سے انکار کروگے تو ہم بھی دست بردار ہو جائیں گے۔اس پر مرزا قادیانی نے ۶۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار جاری کیا اور مولوی عبدالحق سے گفتگو کرنے سے انکار کیا اور صرف حضرت شیخ الکل سے مباحثہ کا دعوی قائم رکھا۔مگر بدقسمتی سے ان کے ساتھ اس خاکسار کا نام بھی شامل کر دیا۔اس اشتہار میں آپ نے یہ مضمون لکھا:

> اس عاجز کے اشتہار ۲۔اکتوبر میں حضرت مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا، مگر عند الملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب ایک گوشہ گزین آدمی ہیں، اور ایسے جلسوں سے، جن میں عوام کے نفاق و شقاق کا اندیشہ ہو، طبعًا کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول ہیں، اور شرائط اشتہار کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزیں ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور باعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب، جو اب دہلی میں موجود ہیں، ان کاموں کا اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط بحث کرلیں۔

مگر مرزا قادیانی کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا۔ادھر مولوی عبدالحق نے ان کے عذر اور وجہ انکار کو جھوٹا سمجھا اور ۹۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو مطبع یوسفی دہلی میں اس عذر کا جواب مشتہر کیا کہ:

> گو مولوی عبدالحق حکام سے نہیں ملتے، مگر بالائی انتظام کرنے کیلئے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔قادیانی صاحب ۱۱۔اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں۔اور ان سے مباحثہ کرلیں، ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

اور ادھر خاکسار نے قادیانی کے اقرار مباحثہ کے جواب میں اشتہار ۷۔اکتوبر ۱۸۹۱ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشتہر کیا اور اس میں یہ درج کیا:

آپ نے خاکسار اور ہمارے شیخ و شیخ الکل دونوں کو مقابل و مباحث بنانا چاہا ہے۔ اور یہ بات ظاہر و مسلّم کل ہے کہ آخر گفتگو کے وقت ایک ہی شخص بولے گا، نہ یہ کہ دونوں مل کر آپ سے کلام کریں گے۔ لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔ پس اگر آپ کو ساکت اور لاجواب کر دے تو حضرت شیخنا کو کسی تکلیف کی ضرورت نہ رہے۔ اور اگر خاکسار آپ کے جواب سے ساکت ہو جاوے، تو پھر شیخ الکل سے آپ کے استفادہ کی نوبت پہونچے اور یہی امر بحکم عقل مناسب ہے۔ شاگردوں کے ہوتے ایک شیخ اور امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ وہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب و مناظر بناویں۔

اس اشتہار کے آخر میں یہ بھی لکھ دیا کہ

اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و بیش منظور کرانا چاہتے ہیں، تو ہم اس امر کیلئے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بوقت ۹ بجے دن کے چاندنی محل تشریف لاویں۔ اور خاکسار سے گفتگو کر لیں۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں اور آپ کی سبھی شرطیں منظور ہیں۔

یہ اشتہار چھاپ کر متعدد وسائل سے مرزا قادیانی کے پاس بھیجا گیا اور قادیانی نے اس اشتہار کے مضمون سے کوئی عذر و انکار نہ کیا تو اس سے اس کی رضا و تسلیم سمجھ کر چاندنی محل میں فرش وغیرہ کا انتظام کرایا گیا، اور بنظر احتیاط ایک خط بھی خاکسار اور مولوی عبدالحق کی طرف سے ان کے نام بھیجا گیا، جس کا یہ مضمون تھا:

کل کے اشتہار میں مولوی عبدالحق نے ٹاؤن ہال میں مباحثہ کے لئے آپ کو بلایا تھا۔ آج باتفاق چاندنی محل قرار پایا ہے۔ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لاویں کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

اس خط کے بعد مرزا قادیانی نے اشتہار ۶۔ اکتوبر کے عہد و قرار کو توڑ دیا اور خاکسار کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف انکار کر دیا اور اسی بات پر اصرار اختیار کیا کہ میں خاص مولوی نذیر حسین سے گفتگو کرونگا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے مجھے بالطبع نفرت ہے، ہاں وہ مولوی سید نذیر حسین کے مددگار رہیں، ان کو لکھنے میں مدد دیں یا کوئی بھولی بات یاد دلا دیں تو مضائقہ نہیں۔ اور اس اصرار کے پورا ہونے کی شرط سے جلسہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حاضر ہونا منظور کیا۔ جناب حضرت شیخ الکل نے اس کے اس اصرار کو منظور کر لیا اور حسب قرارداد ۱۱۔ تاریخ کو چاندنی محل میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہونچ کر منظوری شروط واصرار قادیانی کا متضمن خط اسکے نام بھجوایا۔ اس خط کے پہونچنے پر قادیانی نے اپنے اس اقرار کو بھی توڑا اور مجلس میں آنے سے صاف نکار کیا اور اس مضمون کا خط لکھا:

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس جوش کی حالت میں کسی مفسدہ کا اندیشہ ہے۔ ابھی ایک شخص مجھے کہہ گیا ہے کہ میں خیر خواہی کی رو سے کہتا ہوں کہ عوام کی نیت فساد پر ہے۔ لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ غلام قادر صاحب، ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں، تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔

اس پر جلسہ برخواست ہوا اور کس و ناکس سکنائے دہلی نے جان لیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مباحثہ منظور نہیں ہے اور وہ صرف حیلہ و بہانہ سے مباحثہ کو ٹلاتا ہے۔ اس واقعہ کی مفصل کیفیت اشتہار ۱۲۔ اکتوبر میں مشتہر ہو چکی ہے۔

اس سے پہلے بھی ایک دفعہ حضرت شیخ الکل نے مرزا قادیانی کے اس اصرار کو توڑا اور خود بنفس نفیس اس کے شبہات کو دور کرنا چاہا۔ یکم ربیع الاول مطابق ۵۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک خط اس مضمون کا اس کے پاس بھیج دیا کہ آپ بے تکلف میرے مکان پر آجائیں، اور اپنے شکوک کا ازالہ کرالیں۔ اس خط کے جواب میں بھی اس نے آنے سے انکار کیا، اور یورپین افسر کے موجود ہونے کی شرط کو آڑ بنایا۔

حضرت شیخ الکل اور اس خاکسار (محمد حسین) کے علاوہ بہت سے علماء دہلی نے قادیانی کو مباحثہ کی طرف بلایا، اور اس کی جملہ شروط کو منظور کر کے اس سے مباحثہ کرنا چاہا۔

ازانجملہ ایک مولوی عبدالمجید واعظ دہلی ہیں جنہوں نے کئی اشتہاروں میں قادیانی کو مدعو کیا اور اس کے ثبوت دعوی پر ایک ہزار روپیہ انعام بھی دینا منظور کیا۔

ازانجملہ ایک مولوی رحیم بخش مدرس مدرسۃ القرآن ہیں جنہوں نے بمنظوری جملہ شرائط قادیانی اپنے مدرسہ میں ان کو بلایا۔

ازانجملہ مولوی مجدد علی خاں ہیں جنہوں نے ۱۰۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتح پوری میں قادیانی سے مباحثہ کا اشتہار دیا۔

ازانجملہ مولوی عبدالحمید ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی کے عذرات کو اپنے اشتہار ۷۔ اکتوبر میں یوں توڑا کہ آپ اپنے کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کریں۔ میں اس کے مقابل کوٹھے کی چھت پر بیٹھ کر گفتگو کرونگا اور بیچ میں بازار حائل رہے گا اور کسی قسم کا اندیشہ آپ کو باقی نہ رہے گا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اسی قسم کے اور اشتہار بھی مرزا قادیانی کے مقابلے میں نکلے جن کی تعداد ۱۴ سے زائد ہے، مگر آپ نے کسی شخص سے مباحثہ اور مقابلہ کا حوصلہ نہ پایا اور اپنے گھر سے، جس کے دروازہ پر پولیس کا پہرہ بٹھا رکھا تھا، قدم باہر نہ رکھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے اس گریز اور فرار اور چاندنی محل کے جلسہ میں آنے سے انکار کا شہر دہلی میں شہرہ ہوا.... پھر آپ نے ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار نکالا جس میں دو درجن سے زائد گالیاں حضرت شیخ الکل کو دیں۔ پھر اس کے اخیر میں یہ فریب کا بھرا مضمون درج کر دیا:

اگر شیخ الکل مجھے غلطی پر سمجھتے ہیں تو مجمع عام میں میرے خیالات و دلائل کے جھوٹا ہونے پر قسم اٹھالیں۔

اب حضرت شیخ الکل و خاکسار اور بعض اہل شوری حضرت شیخ الکل، مرزا قادیانی کو مجلس عام میں حاضر ہونے اور اس سیاہی کے دھبہ کو اتارنے کا موقعہ دینا پسند نہ کرتے تھے اور یقیناً جانتے تھے کہ وہ اپنے اقرار پر قائم نہ رہے گا۔ نہ مباحثہ کرے گا اور نہ حضرت شیخ الکل کی قسم پر راضی ہوگا۔ اس نظر سے اس کے اشتہار ۱۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کا جواب اعلام عام اہل اسلام، کے ضمن میں یہ دیا گیا کہ قادیانی اس بدگوئی اور سخت زبانی کے ساتھ جناب شیخ الکل کے خطاب کے لائق نہیں رہا۔ ہاں خاکسار اور حضرت شیخ کے دیگر تلامذہ، جس کو وہ پسند کرے، سے گفتگو کر لے۔ اگر مباہلہ ہی کرنا ہے تو صوفی عبدالحق امرتسری سے کرے یا مولوی عبدالمجید سے۔ یہ اعلام ۸ صفحہ پر ہے جو ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو چھپ کر شائع ہوا۔ مگر عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت شیخ الکل کو جامع مسجد میں جانے پر آمادہ کر لیا۔ تب حضرت شیخ الکل نے جامع مسجد میں پہونچ کر نواب سعیدالدین احمد خان رئیس لوہارو، مولوی عبدالمجید و میر بشارت حسین کو توال شہر کی وساطت سے مرزا قادیانی کو (جو مسجد میں ذرا فاصلے پر دوسری جانب موجود تھا) یہ پیغام بھیجا کہ میں آپ کے عقائد باطلہ کے غلط اور ناحق ہونے پر قسم کھانے کو تیار کر ہوں، ہمارے سامنے آؤ اور اپنے عقائد و دلائل بیان کرو۔ مرزا قادیانی نے اس سے صاف انکار کیا۔ پھر اسے مباحثہ کی طرف بلایا گیا تو اس سے بھی فرار اختیار کیا۔ اس کی مفصل کیفیت تحریر مطبوعہ ۲۱۔ اکتوبر محررہ مولوی عبداللطیف خلف الصدق مولوی عبدالمجید سے نقل کی جاتی ہے، اس کے صفحہ ۶ میں ہے:

بعد ادائے نماز فریضہ جناب مولوی عبدالمجید و سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس و جناب نواب سعیدالدین احمد خان منجانب جناب مولانا ممدوح، مرزا صاحب کے پاس گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا کہ حسب قرارداد جناب مولانا صاحب آپ لکھ دیں کہ اگر جناب مولانا (نذیر حسین) صاحب نے میرے دلائل بحلف رد کر دیئے تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلونگا۔ مرزا صاحب خاموش رہے، تاہم اسکے بعض حواری گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ایک سال کے بعد توبہ کریں گے، مگر اس میں یہ شرط ہے کہ اگر مرزا صاحب کی بددعا کا اثر نہ ہو (یعنی اگر ایک سال کے اندر مولانا صاحب کو نصیب دشمناں بخار آ گیا، یا دردسر ہو گیا، تو توبہ نہ کریں گے)۔ سٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ہنس کر کہا کہ یہ تو کوئی کام کی بات نہیں، آپ کی یہ بات کوئی بھی منظور نہیں کر سکتا۔ مولوی عبدالمجید نے سٹی سپرنٹنڈنٹ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم آپ کو ثالث مقرر کرتے ہیں، آپ ان سے دریافت کریں کہ بموجب تحریر جناب مولانا صاحب آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کر سکتے ہیں؟ اور درصورت عدم تسلیم مولانا صاحب کی قسم اور حلف پر اس وقت توبہ کریں گے یا نہیں؟ صاحب بہادر، مرزا قادیانی اور ان کے اعوان کو عرصہ تک سمجھاتے رہے کہ تم کیوں بات بڑھاتے ہو، ایک بات مختصر کہو۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم صرف حیات وممات مسیح میں گفتگو کرنی چاہتے ہیں اور کچھ نہیں۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اس مسئلہ حیات وممات کا بھی اور آپ کے کل عقائد کا ہم فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا فیصلہ کریں جب آپکے بہت سے عقائد خلاف اہل اسلام ہیں۔ بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے، آپ اس کا کچھ ثبوت دے سکتے ہیں؟

نواب سعیدالدین وبخشی اکرام اللہ رجسٹرار ومجسٹریٹ ونواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین واراکین جلسہ نے کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے۔ مرزا صاحب کی طرف سے وہی معمولی جواب آتا رہا۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ پبلک کی رائے پر آپ کیوں فیصلہ نہیں کرتے۔ مرزا کے حواریوں نے کہا کہ پبلک تو آپ کے ساتھ ہے۔ صاحب بہادر نے مرزا سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ مسیح موعود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ثبوت پیش کریں۔ فرض کرو کہ مسیح مر گئے تو اس حالت میں سب لوگ برابر ہیں، آپ کو کیا زیادہ حق ہے کہ مسیح سمجھا جائے؟ بہرصورت آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔ مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر اس کے حواری غلام قادر نے صاحب بہادر سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھئے صاحب یہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہادر نے کہا کہ کیوں نہ سنائیں ۔ خواجہ محمد یوسف وکیل علی گڈھ نے منجانب مرزا صاحب، مولوی عبدالمجید کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت ایک شخص مسلمان ہوتا ہے کیوں اسے مسلمان نہیں کرتے ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اگر توبہ کرے تو ہمارا بھائی ہے ۔ خواجہ یوسف نے کہا میں ابھی ان سے توبہ لکھوائے لیتا ہوں، وہ لکھ دینگے کہ جو قرآن و حدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اگر وہ بغیر کسی مغالطہ کے ایسا لکھیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں ۔ پھر مرزا صاحب توبہ نامہ لکھنے لگے مگر ویسا ہی لکھا جیسا کہ ۱۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے ہیں (یعنی محض انکار کہ ہم نے یہ باتیں کہی ہی نہیں ۔ نہ یہ کہ کہی ہیں اور ان سے توبہ کرتا ہوں)۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ یہ تو مرزا صاحب پہلے بھی لکھ چکے ہیں، لکھنا تو یہ چاہیے تھا کہ جو عقائد خلاف اہل اسلام میں نے فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام میں لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں ۔ خواجہ یوسف نے کہا کہ مرزا صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے ۔ مولوی عبدالمجید نے کہا، اچھا مرزا مرزا صاحب اس میں گفتگو کر لیں کہ ان کے عقاید خلاف قرآن و حدیث ہیں یا نہیں؟ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کرتے ہیں ۔ قادیانی نے کہا کہ ہم گفتگو نہیں کرتے ۔

اراکین جلسہ نے مرزا قادیانی سے کہا کہ یہ جلسہ اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت بیان کریں، اور مولانا سید محمد نذیر حسین تسلیم کریں یا بخلف ان کا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کریں تو آپ توبہ کریں ۔ مرزا قادیانی نے کہا ہم صرف حیات و ممات مسیح میں تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے ۔ اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ مجمع تحریروں کے لئے منعقد نہیں ہوا، یہ کام تو گھر بیٹھے بھی ہو رہے ہیں ۔ جب آپ ثبوت دعوی نہیں بیان کرتے، تو خلقت کو رخصت کر دینا چاہیے ۔ آخر میں نواب سعید الدین احمد نے اراکین جلسہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کچھ نہیں تو مرزا صاحب صرف ممات مسیح میں اپنے دلائل بیان کریں ۔ مرزا صاحب نے کہا ہم تو صرف سید نذیر حسین سے تحریری ثبوت چاہتے ہیں ۔ اراکین جلسہ نے کہا اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولانا صاحب اور ان کے تلامذہ تیار ہیں، خلاف مقصود تحریروں کے لئے یہ جلسہ نہیں ہے ۔ خواجہ یوسف نے پبلک کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں مرزا صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ایک تحریر سناتا ہوں۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ آپ اس بات کے مجاز نہیں۔ خواجہ صاحب نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ نہ بولیں، میں سناؤں گا۔ مولوی عبدالمجید نے کہا آپ سنائیں، ہم ہر جملہ کا رد کریں گے۔ صاحب بہادر نے خواجہ یوسف کو روک دیا اور کہا کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ پھر مولوی عبدالمجید سے کہا کہ آپ لوگوں کو پکار کر کہہ دیں کہ رخصت، سب لوگ جاؤ، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ مولوی صاحب نے کہا صاحبو! جلسہ برخواست۔ مرزا صاحب اپنے دعوؤں کا ثبوت بیان نہیں کرتے۔ صاحب بہادر نے کہا کہ مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی کہہ دیجئے کہ جلسہ برخواست۔ اس پر مولوی صاحب اور انسپکٹر صاحب نے مولانا کے پاس آ کر کہہ دیا کہ جلسہ برخواست، مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے۔ اس کے بعد صاحب بہادر و انسپکٹر صاحب نے مرزا صاحب سے کہا کہ تشریف لے چلئے۔ اب بیٹھنا بے کار ہے۔ مرزا صاحب اس کو بسا غنیمت سمجھے اور مع حواریین کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ صاحب بہادر نے پولیس مینوں کی حفاظت میں ان کی گاڑی تک پہنچا دیا۔...

جناب بٹالوی بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے دوران قیام جامع مسجد دہلی جب یہ بات ہوئی کہ اگر آپ گفتگو اور فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو سید نذیر حسین اور ان کے تلامذہ تیار ہیں، اس وقت مولوی عبدالمجید تو وہاں موجود ہی تھے اور نواب سید سلطان مرزا، جناب میاں صاحب کے پاس آئے اور خواستگار ہوئے کہ آپ اپنے شاگرد کو مباحثہ کے لئے میرے ساتھ بھیج دیں اور پھر حسب الحکم شیخ الکل خاکسار کا ہاتھ، ہاتھ میں لے کر قادیانی کی مجلس میں پہونچے اور بآواز بلند فرمانے لگے کہ مرزا صاحب آپ کو مناظرہ کا دعوی ہے، تو لیجئے یہ مولوی صاحب حاضر ہیں ان سے مباحثہ کر لیں۔ مرزا قادیانی خاکسار کی صورت دیکھتے ہی سرد ہو گئے اور زرد پڑ گئے اور مباحثہ سے انکار کر گئے۔

اس ہزیمت کے بعد مرزا قادیانی نے مولوی محمد بشیر بھوپالی سے، جو حسب استدعا قادیانی بھوپال سے مباحثہ کیلئے آئے تھے، گفتگو ٹھہرائی، تو آپ نے اپنے خط ۲۲۔ اکتوبر میں ان سے یہ شرط کر لی کہ اس جلسہ میں ابوسعید محمد حسین اور مولوی عبدالمجید شامل نہ ہوں۔ پھر چند روز ان سے گفتگو کر کے اس کو ناتمام چھوڑا (اس بحث سے پہلے یہ شرط ٹھہر چکی تھی کہ جو شخص طرفین سے ترک بحث کریگا اس کا گریز سمجھا جاوے گا، آپ نے بحث کو ناتمام چھوڑا تو باعتراف خود گریز کیا) اور رات کے تین بجے پنجاب کا قصد کیا (جناب محمد بشیر بھوپالی سے مرزا غلام احمد قادیانی کے مباحثے کی روداد تحریک ختم نبوت جلد ۶ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صفحہ ۸۸ تا ۱۷۷ نقل کی گئی ہے۔ بہاء) کے۔ اثنائے راہ میں پٹیالہ جانے کا آپ کو اتفاق ہوا تو وہاں مولوی محمد اسحاق پروفیسر عربی مہندر کالج نے آپ کو جا پکڑا اور خوب رگیدا۔ پھر لودہانہ میں آپ کا ورود ہوا تو وہاں میر عباس علی نے (جو آپ کے سب سے پہلے حواری تھے) آپ کو سخت ملزم کیا اور مختصر گفتگو کر کے لاجواب کر دیا جس کی مفصل کیفیت مطبع دبدبہ اقبال ربی لدھیانہ میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ یہ متعدد شکستیں پا کر آپ افسردہ اور پژمردہ ہو کر قادیان پہنچے تو چاروں طرف سے نعرہ لعنت وملامت آپ پر بلند ہونے لگا اور آپ کی ہزیمت وشکست کا شہرہ عام ہو گیا اور اس سے آپ پر ہموم وافکار کا غلبہ ہوا تو اس غم کو غلط کرنے اور اس شہرت و بدنامی کو حواریوں کی نظر میں کم کرنے کی غرض سے آپ نے آسمانی فیصلہ لکھ مارا جس میں کوئی نئی بات نہیں ہے، صرف وہی پرانی باتیں ہیں جو شروع زمانہ دعوی الہام سے آپ کہتے چلے آئے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کا پیرایہ بدلا گیا ہے۔۔

اس مقام میں دو باتیں اس کے متعلق کہنی ضروری ہیں۔ اول یہ کہ اس فیصلہ میں پچھلے مباحثات میں قادیانی نے اپنی فتح مندی ظاہر کر کے آئندہ مباحثہ کرنے کا بھی دعوی کیا تھا۔ فیصلہ آسمانی میں تو صرف شیخ الکل کا نام درج کیا مگر زبانی جلسہ فیصلہ (جس میں پڑھ کر سنایا) اور اس سے آگے پیچھے خاکسار کا نام بھی لیا اور اپنا مباحث بنانا چاہا۔ اس بات کو سکنائے بٹالہ اور سیکھوان نے بیان کیا ہے جس پر لاہور وامرتسر وغیرہ شہروں میں یہ چرچا پھیل گیا کہ قادیانی اب لاہور آئینگے اور مباحثہ کرینگے۔ یہ چرچا سن کر یہ خاکسار اپنے وطن بٹالہ سے لاہور آپہنچا اور مباحثہ کیلئے مستعد ہو بیٹھا۔ خدا خدا کر کے قادیانی صاحب اوائل فروری ۱۸۹۲ء میں لاہور تشریف لائے اور منشی میراں بخش میونسپل کمشنر کی کوٹھی میں فروکش ہوئے۔ ان کے آنے سے دوسرے ہی دن خاکسار کا پیام مباحثہ پہنچا، تو آپ نے اور آپ کے حواریوں نے انکار کیا۔ مگر آپ کی اس بہادری کو دیکھو کہ اس انکار پر بھی آپ نے دوسری مجلسوں میں دعوی مباحثہ نہ چھوڑا۔ تب ایک نوٹس مباحثہ خاکسار اور تین دیگر علماء شہر لاہور کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہ نوٹس آپ نے نہ لیا، تو چھپوا کر آپ کے دروازہ پر چسپاں کیا گیا۔ پھر تو آپ نے قیام لاہور کو موجب ہلاکت سمجھا اور مالک مکان سے کرایہ (جو پیشگی دے چکے تھے) واپس لے کر اسی نوٹس کے روز، رات کے نو بجے سیالکوٹ کا راستہ لیا۔ وہاں جا کر بھی پرائیویٹ جلسوں میں مباحثہ کا دعوی نہ چھوڑا تو وہاں نوٹس نمبر ۲ ان کے نام ۱۷۔ فروری کو بھیج کر ۲۲ تاریخ تک جواب کا انتظار کیا۔ جواب نہ آیا تو خاکسار حسب درخواست رؤساء و سکنائے سیالکوٹ، وہاں پہنچا۔ نوٹس پہنچنے کے دن سے آپ کو یہ الہام ہو چکا تھا کہ اب سیالکوٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے کوچ کرنا مناسب ہے۔ خاکسار کے پہونچنے پر تو وہ الہام قطعی واجب العمل ہوگیا اور آپ نے رات کی ٹرین میں وہاں سے کوچ کیا۔ روانگی سے پیشتر معزز اشخاص کا ڈیپوٹیشن جن میں غلام حیدر سررشتہ دار ضلع وغیرہ شامل تھے ان کے پاس پہنچا اور مباحثہ کے لئے بہت کہا مگر انہوں نے اس عذر سے انکار کیا کہ ابوسعید محمد حسین میری تکفیر کا فتوی دے چکے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں میں ان سے بحث نہیں کرتا۔ وفد نے کہا کہ وہ فتوی ہنوز عام میں مشتہر نہیں ہوا اور جن گالیوں کا آپ اندیشہ کرتے ہیں ان کا مجلس مناظرہ میں صدور ہوا تو اس پر فی گالی سو روپیہ جرمانہ دینے کو وہ حاضر ہیں۔ مگر پھر بھی انہوں نے مباحثہ منظور نہ کیا۔ ملک قطب الدین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے لوکل حکام سے اجازت لے کر مباحثہ کی یہ تجویز نکالی تھی کہ فریقین جداجدا بیٹھیں اور اپنا سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں، جس کا مناسب ہونا ایک وکیلوں کی جماعت دیکھے، اور درصورت غیر مطابقت راقم کو واپس کر دے اور اس کو الزام یافتہ قرار دے۔ اور اس تجویز سے خاکسار کے سیالکوٹ پہونچنے سے پہلے قادیانی نے بھی رضامندی ظاہر کی تھی، مگر اس عاجز کے پہنچنے کے بعد انہوں نے رضامندی سے انکار کیا اور بوریا بندھنا اٹھایا اور کوچ بولا۔ ایک سبب جلد کوچ کرنے کا مرزا صاحب نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے، مگر جب آپ نے کوچ کیا تو کپورتھلہ کا راستہ لیا جہاں ان کی کوئی زمین نہیں ہے۔ وہاں بھی خاکسار کا ایک اشتہار موسوم بدعا نامہ، جس میں کپورتھلہ پہنچ کر آپ سے مباحثہ کرنے کا دعوی کیا گیا ہے، آپ کے پاس بھیجا گیا۔ وہاں ادھر سے یہ اشتہار پہنچ گیا اور ادھر علمائے کپورتھلہ اور اسکے قرب و جوار مولوی نظام الدین و مولوی عبدالقادر وغیرہ نے آپ کو جا پکڑا (جس کی کیفیت اشتہار کپورتھلہ میں شائع ہوئی ہے) تو آپ نے معمولی راستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ جالندھر کا قصد کیا۔ جالندھر کے بعض احباب نے قادیانی کے مقابلہ کیلئے خاکسار کو بلایا تو یہ عاجز بشرط منظوری مباحثہ از جانب قادیانی جالندھر جانے کو تیار ہوا۔ مگر جالندھر سے ایک خط مرسلہ ماسٹر فتح دین خان وحاجی بدرالدین اس مضمون کا پہنچا کہ وہ آپ سے گفتگو کرنے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اب یہ امر پنجاب کے مشہور شہروں میں زبان زد عامہ خلائق ہے کہ مرزا قادیانی کو ابوسعید محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف اور قطعی انکار ہے۔ اس سے ناظرین اہل انصاف یقین کر سکتے ہیں کہ اس فیصلہ آسمانی اور اپنے بیان زبانی میں اس کا دعوی مباحثہ صرف ابلہ فریبی اور طفل تسلی ہے اور حقیقت میں اس کو مباحثہ منظور نہیں ہے۔

دوسرے، ایک بات لائق اطلاع عامہ ناظرین یہ ہے کہ مباحثہ میں اس نے پہلے دن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے یہ شرط قائم کر رکھی ہے کہ مباحثہ تحریری ہو، نہ تقریری، اور تحریری بھی اس طرز سے کہ آپ جو جی میں آوے اور جس قدر جی چاہے اور جتنے وقت میں ہو، لکھتے جاویں کوئی اس سے مزاحمت نہ کرے۔ اور بوقت قرأت تحریر والا بھی اس پر کوئی ایک کلمہ تک منہ سے نہ نکالے اور اس مجلس میں کوئی منصف بھی نہ ہو جو اپنے منصب کے موافق اس تحریر پر کوئی اعتراض کر سکے۔ اور پرچے بھی محدود ہوں اور مباحثہ کا بند کرنا بھی آپ ہی کے اختیار میں ہو۔ اس شرط سے کس و ناکس (بشرطیکہ عقل انسانی رکھتا ہو) سمجھ سکتا ہے کہ اس شرط سے آپ کا مقصود صرف یہ ہے کہ آپ جو چاہیں کہتے جائیں اور فریق ثانی فضول گوئی سے تنگ آ کر مباحثہ ترک کرے اور اس مجلس میں آپ کا نام ہو جاوے کہ آپ نے اتنے اوراق لکھے اور فلاں عالم سے اتنے دن مباحثہ کرتے رہے اور اس سے آپ کی شہرت ہو۔ یہ مقصود ان کا ہرگز نہیں کہ کسی مسئلہ میں حق ظاہر ہو یا علمی تحقیقات سے لوگوں کو نفع پہنچے۔

ایک شرط آپ نے مباحثہ لدھیانہ میں زک اٹھا کر یہ قائم کر رکھی ہے کہ مبحث مقصود سے پہلے تمہیدی امور اصول موضوعہ پیش نہ ہوں، جس سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ آپ کی فضول گوئی و آزادی کو کوئی مانع نہ ہو۔ جس حدیث یا اجماع یا دلیل عقلی یا قاعدہ اصول یا صرف یا نحو یا معانی و بیان کو آپ چاہیں دلیل مانیں جس کو نہ چاہیں اس کو دلیل سے خارج کریں۔ اور جس آیت اور حدیث کے جو معنی چاہیں اختیار کریں، جس معنی کو چاہیں رد کریں۔ ماضی سے مضارع مراد لیں اور مضارع سے ماضی۔ حقیقت کو مجاز ٹھہراویں اور مجاز کو حقیقت۔ وعلی ہذا القیاس

بناء علیہ طالب حق کو بغرض وامید احقاق حق آپ سے مناظرہ کرنا عبث اور محض فضول ہے۔ کوئی ان سے مباحثہ کرنا چاہے تو اس کو یہ امید قطع کر کے صرف اس غرض سے مباحثہ کرنا چاہیے کہ وہ اس کو ملزم کرے اور اس کے علم و دیانت وحق طلبی کی قلعی کھولے۔ اسی غرض سے یہ عاجز مدت سے اس کے تعاقب میں ہے اور اپنے دوسرے اسلامی بھائیوں کو بنظر خیر خواہی یہ کہنا مناسب سمجھتا ہے کہ اس خدمت کو اسی عاجز کے سپرد کر دیں اور خود اس سے سبک دوش ہو رہیں۔ خاکسار اس کے الزام اور افحام کے طریق و انداز سے بخوبی واقف ہو چکا ہے اس لئے وہ اپنے سب بھائیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۴۔ ص ۲ تا ۱۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدمات

☆ فیصلہ سب ڈپٹی مجسٹریٹ گریڈیہہ (متعلق لفظ وہابی)

بعدالت سب ڈپٹی مجسٹریٹ Gireedeeh (Jharkhand)

زین العابدین۔فریق اول: شیخ شفاعت علی، شیخ امیر الدین۔فریق ثانی

دفعات ۲۹۸، ۵۰۴ قانون تعزیرات ہند

وہ واقعات جن کی بنا پر یہ مقدمہ پیدا ہوا، حسب ذیل ہیں:

گذشتہ سال کے اگست مہینہ میں اس شہر کے مسلمانوں کے دو فرقوں، حنفی اور اہلحدیث، کے درمیان کچھ جھگڑا پڑ گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل حدیث نے زین العابدین کی رہنمائی میں اس مٹھائی کو جس کو ناظر کلال نے ان کی مسجد میں بھیجا تھا، کھانے سے انکار کر دیا۔ یہاں دو مسجدیں ہیں، ایک نئی دوسری پرانی۔ پرانی میں صرف حنفی نماز پڑھتے ہیں اور نئی میں زیادہ تر اہل حدیث اور چند حنفی بھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناظر کلال برابر دونوں مسجدوں میں مٹھائیاں بھیجا کرتا تھا تا کہ بعد نماز جمعہ وہ نمازیوں کے درمیان تقسیم کر دی جائیں۔ اہل حدیث اصولاً ان کو چھونا پسند نہیں کرتے کیونکہ یہ ان روپئوں سے خریدی جاتی ہیں جن کی تحصیل کا ذریعہ ان کے نزدیک ناجائز ہے (ناظر شراب بیچتا ہے اور سود بھی کھاتا ہے)۔ اس مرتبہ بھی جیسا کہ ہوا کرتا ہے مٹھائیاں آئی تھیں لیکن زین العابدین اور چند لوگوں نے اس کے کھانے سے انکار کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس حرکت سے شفاعت کو رنج ہوا جو خود کو مولوی کہتا ہے اور دوسرے فرقہ کا سردار اور ناظر کا پرجوش حامی ہے۔

شیخ شفاعت کا بیان ہے کہ زین العابدین نے کہا کہ مٹھائیاں نہیں کھانی چاہییں کیونکہ ان کو ایک غیر پارسا شخص نے بھیجا ہے۔ اس کلام پر جب اس (شفاعت) نے زین العابدین کو ٹوکا تو وہ جواب میں کہنے لگا کہ اس فرقہ کے اسی سردار اور ان کی مخالفتوں کو اس زبردست بھڑکانے والے نے مجھ کو مارا تھا، اس لئے ہم کو بھی اسے مارنا چاہیے۔ لیکن وہ (شفاعت) بھاگ گیا۔

زین العابدین کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنے دستور کے مطابق مٹھائی کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور بعد نماز بابو میاں روٹی والا نامی شخص کی چائے کی دکان پر جمع تھے کہ اتنے میں شفاعت اور امیر الدین بہت سے لوگوں کے ہمراہ وہاں آئے اور شفاعت نے پوچھا کہ ان میں سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کس کس نے مٹھائی کھانے سے انکار کیا تھا۔ زین العابدین نے جواب دیا کہ میں ان کے چھونے سے انکار کر دیا تھا اور اس کو اپنی زبان روکنے کے لئے کہا۔ اس پر شفاعت نے اس کو دھمکایا کہ جہاں وہ (زین العابدین) دکان سے باہر نکلا میں اسکی گردن ماروں گا۔ وہاں ایک تہلکہ پڑ گیا اور جو ان میں سے زیادہ صلح پسند تھے انہوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں کو علیحدہ کر دیا۔ بعد میں شفاعت اور زین العابدین دونوں تھانہ پہنچے اور وہاں دونوں کا بیان لکھ لیا گیا، لیکن پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ شفاعت نے آ کر پھر مجسٹریٹ کے پاس نالش دائر کر دی۔ اس کے مقدمہ کی شنوائی ہوئی اور زین العابدین اور اس کے ہمراہی عمداً حملہ کرنے کے جرم پر گرفتار کئے گئے۔ اپنے اظہار کے میں شفاعت اور امیر الدین نے مندرجہ ذیل بیانات دیئے:

ا۔ گریڈیہہ میں ایک دوسری مسجد بھی ہے یعنی نئی مسجد جہاں دونوں فرقے (حنفی اور وہابی یا اہلحدیث) نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔

ب۔ عدالت کے اس سوال پر کہ: میری مسجد سے تمہاری کیا مراد ہے؟ (اس نے کہا کہ)

ا۔ ہم لوگوں کے درمیان دو فرقے ہیں: حنفی اور وہابی۔ میں اول الذکر فرقہ کا ہوں اور مجرم مؤخر الذکر کا۔ نئی مسجد میں حنفی اور وہابی دونوں نماز پڑھنے کو جاتے ہیں۔ پرانی مسجد میں فقط حنفی کو نماز پڑھنے کی اجازت ہے (یہ امیر الدین کا بیان ہے)

یہ دونوں بیانات موجودہ مقدمہ کے، جو ملزمین شفاعت اور امیر الدین کے خلاف ہے، الزام کی بنا ہے۔ مدعی کا دعوی ہے کہ باوجود اس علم کے جو ان کو تھا کہ وہابی کی اصطلاح اہلحدیث کے درمیان حقارت اور ملامت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور یہ اصطلاح ان پر صادق نہیں آتی، انہوں نے (ملزمین نے) عمداً انکے (اہلحدیث کے) مذہبی احساسات کو صدمہ پہونچانے کی غرض سے اس اصطلاح کو ان (اہلحدیث) سے منسوب کیا۔ لہذا مقدمہ صرف دو سوالوں تک محدود ہو جاتا ہے:

ا۔ کیا اہلحدیث کا فرقہ وہابی کی اصطلاح کو حقارت اور ملامت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۲۔ آیا ملزمین نے اس کو عمداً اس غرض سے استعمال کیا کہ فریادی کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچے؟

ا۔ حنفی اور اہلحدیث فرقوں میں بلحاظ کتب و رسوم کیا فرق ہیں، میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں تک کہ بیانات کا تعلق ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہلحدیث چاروں اماموں کی تعلیموں اور تفسیروں کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن بعض تفصیلی امور میں چاروں سے مختلف الرائے ہیں۔ عبادت کے سادہ تر طریقوں پر ان کا اعتقاد ہے۔۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالوہاب نجدی جن کے ساتھ یہ فرقہ منسوب ہے ان کی تعلیم ایسی تھی جو زندگی کو سادگی و پرہیز گاری کے ساتھ گذارنے کی ترغیب دیتی تھی۔ علی الخصوص یہ اپنے ہم عصر ہم وطنوں کے ڈھیلے اور تعیش پسند اطوار کے خلاف ایک صدائے احتجاج تھی۔ اوائل میں ان کی یہ تحریک خالصتاً مذہبی رنگ کی تھی اور انگلستان کی پیوریٹن Puritan تحریک سے مشابہت رکھتی تھی۔ بعد میں اس کے تابعین ان کی تحریک کو اپنے اپنے حسیات کے مطابق تاویلیں کرنے لگے۔ اور ان کے ہاتھوں یہ مذہبی تحریک سیاست کے میدان میں بھی داخل ہوگئی۔ سالہائے مابعد میں انہوں نے سوائے خدا اور رسول کے کسی دوسرے کی حکومت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بدلے ان پر مظالم بھی توڑے گئے اور شاہ کش و تباہ کن کی حیثیت سے ان کا پیچھا کیا گیا اور رفتہ رفتہ یہ جماعت نیست و نابود ہوگئی۔

ممکن ہے کہ عبدالوہاب کی تعلیم کے بعض اصولوں کو اہل حدیث کے فرقہ نے اختیار کر کے اپنے میں ضم کر لیا ہو لیکن جب وہابی کی اصطلاح بدنام ہوگئی تو انہوں نے من حیث المجموعی اپنے سارے تعلقات اس سے منقطع کر ڈالے۔ یہ واقعہ کب پیش آیا؟ آیا آغاز میں یہ دونوں ایک ہی تھے؟ اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ لیکن واقعہ کی موجودہ صورت کے لحاظ سے اہل حدیث کسی حال میں بھی وہابی فرقہ کے ساتھ منسوب نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ صرف ان کے دشمن ہی اس لفظ کو ان سے منسوب کر کے ان کا اذیت پہونچانا بہتر سمجھتے ہیں۔

کم از کم ہندوستان میں ۱۸۷۰ء کے مشہور و معروف وہابی مقدمہ کے بعد کوئی مسلمان وہابی کہلانا نہیں چاہتا ہے (بعض معلومات کیلئے میں نے انسائکلو پیڈیا برٹانیکا دیکھی ہے) اور یہ امر کہ عام طور پر مسلمانوں کی جماعت جانتی ہے کہ اہل حدیث کا فرقہ اپنے کو وہابی کہے جانے کے خلاف اور اس پر معترض ہے، مدعا علیہ کے گواہوں کے اظہار سے واضح ہے۔ علاوہ ازیں اس سوال پر بحث کی جا سکتی ہے کہ کم از کم جاہل اور ان پڑھ لوگ، جیسے کہ مدعی اور اس کے گواہ ہیں، جو لفظ وہابی کے مفہوم سے بھی ناواقف ہیں، اس پر معترض نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایسے امور میں لوگوں کے بلا واسطہ علم کا سوال نہیں پیش ہوتا ہے بلکہ عام لوگوں میں ان امور کا لحاظ رکھا جاتا ہے جن کو اچھا یا برا سمجھنے کی انہیں تعلیم دی گئی ہے۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ دوسرے کے تعصّبات و اعتقادات کی عزت کرے۔ گو وہ کتنا ہی غیر معقول کیوں نہ ہو۔

اس میں شک نہیں کہ علی الخصوص شفاعت اور اس کا ساتھی امیر الدین اس کا علم رکھتے تھے کہ اہلحدیث کا فرقہ اجتماعی حیثیت سے وہابی کہے جانے پر معترض ہے۔ شہر میں اس کے حامیوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی ایک بڑی جماعت ہے اور اہل حدیث تھوڑے ہیں ۔ یہ پہلا اتفاق نہیں ہے کہ جس میں اس نے خود کو اپنی جماعت کا زبردست حامی جتلایا ہے ۔ ایک برس بھی نہیں گزرا ہے کہ ایک ایسا ہی مقدمہ پیش آیا تھا جس میں زین العابدین کا باپ فریادی تھا۔ اس مقدمہ کا آپس میں سمجھوتہ ہو گیا۔

پھر نماز جمعہ کے بعد جو جھگڑا پیش آیا، اس میں اس کے اصلی الفاظ خواہ کچھ بھی ہوں لیکن جہاں تک کہ اس اظہار کا، جو میرے سامنے ہے، تعلق ہے، اس سے صاف واضح اور ظاہر ہے کہ زین العابدین اور اس کی جماعت کا ناظر کلال کی مٹھائی کھانے سے انکار کرنا، فریق دوم کی بہ نسبت شفاعت کے لئے زیادہ رنج دہ تھا۔

میرے سامنے جو ان کا اظہار لیا گیا ہے اس میں شفاعت اور امیر الدین دونوں کا بیان ہے کہ چونکہ مجسٹریٹ نے ان سے دریافت کیا تھا کہ اہل حدیث کون ہیں، اس لئے ہم نے یہ کہا تھا کہ ان کو وہابی بھی کہتے ہیں ۔ بظاہر یہ توجیہ قابل قبول نہیں معلوم ہوتی ہے ۔ دونوں نے بذات خود اس لفظ کا استعمال کیا، شفاعت نے اگزامنشن ان چیف examin in chief میں اور امیر الدین نے عدالت کے کئی ایک سوال کے جواب میں، جو ان الفاظ میں نہیں ادا ہو سکتا تھا۔ اسکے متعلق ایک اور سوال بھی ہے۔ اگر وہابی اہل حدیث کا عرفی نام ہوتا تو اظہار لینے کا طریقہ اہل حدیث یا وہابی ہوتا، نہ کہ وہابی یا اہل حدیث ۔

یہ چند باتیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جس وقت ملزموں نے اس لفظ کا استعمال کیا اس وقت ان کی دماغی حالت کیا تھی ۔ بہر حال ارادہ خواہ اچھا ہو یا برا، ایک استدلالی امر ہے ۔ اور وہ باتیں جن کا میں نے شمار کیا ہے اس امر پر استدلال کرتی ہیں کہ ان لوگوں نے اس لفظ کا استعمال نیک ارادہ سے نہیں کیا۔

علاوہ ازیں ملزموں نے کبھی اس سے احتراز کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ انہوں نے اس کا استعمال کسی زور یا دباؤ سے نہیں کیا، گو وہ اس امر کو ثابت کرنے کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ۔ اور نہ کبھی اس طرز عمل کی انہوں نے معافی چاہی ۔ ان کی عذر داری برابر کسی ایسی شہادت کی محتاج رہی جس سے یہ ثابت ہوتا کہ وہابی کی اصطلاح بہت معنوں میں ہے ۔

یہ بحث کی گئی ہے کہ چونکہ زین العابدین عدالت میں پہلے نہیں آیا کرتا تھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے جذبات مجروح نہیں ہوئے اور بالخصوص اس وجہ سے کہ جس وقت اس اصطلاح کا استعمال کیا گیا اس نے اعتراض کا ایک جملہ بھی زبان سے نہ نکالا ۔ وقتی اعراض سے یہ استدلال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوسکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے کے طرز عمل سے اس وقت متاثر نہ ہوا ہو۔ اس تعویق کی وہ تسلی تشفی بخش توجیہہ کرتا ہے کہ وہ دوسرے مقدمہ میں مصروف تھا اور اس کے بعد پوجا کی چھٹی بیچ میں حائل آ گئی۔ اس نے عرضی دعوی عدالت کے کھلتے ہی دائر کیا۔

اس موقع پر اس طرز عمل کا نتیجہ زیادہ اہم نہیں ہوا صرف اس وجہ سے کہ فریادی کی جماعت بلحاظ تعداد زیادہ تھی۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے احساسات کو گزند ضرور پہنچا۔ ان وجوہ کی بنا پر میں شیخ شفاعت اور امیر الدین کو حسب دفعہ ۲۹۸ قانون تعزیرات ہند ملزم ٹھہراتا ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک کو پچاس روپئہ جرمانہ اور دو ہفتہ قید سخت کی سزا دیتا ہوں۔ اگر جرمانہ وصول نہ ہو تو دو ہفتہ قید سخت کی سزا مزید کر دی جائے

دستخط ۔ ایف ۔ ہیلو۔ سب ڈپٹی مجسٹریٹ ۔ ۲۰ فروری ۱۹۱۳ء

(مسلم پریس نمبر ۲۳ ذکر سٹریٹ کلکتہ۔ کاپی از لائبریری اہل حدیث کاسگنج ۔ عنایت کردہ ڈاکٹر لائق علی خان بوساطت ڈاکٹر عبدالوہاب کاسگنج)

☆ فیصلہ مجسٹریٹ ھوڑہ، در بارہ لفظ وہابی وغیرہ

مستغیث عبدالکریم بنام شیخ لطیف ۔ حسب دفعہ ۵۰۴ مجموعہ تعزیرات ہند

حالات مقدمہ ہذا مستغیث کے بیان کے مطابق حسب ذیل ہیں:

عبداللطیف کی بہن کے نکاح کی بابت کچھ گفتگو شیخ اسلام کے بیٹے سے ہوئی تھی، مگر عبداللطیف نے اپنی بہن کا نکاح شیخ اسلام کے بیٹے کے ساتھ کرنے سے انکار کر دیا، اور بات ٹوٹ گئی اس پر ایک پنچایت کی مجلس ۲۱ مارچ ۱۹۱۷ء کو اسلام اور عبداللطیف کے جھگڑے کو طے کرنے کی غرض سے منعقد ہوئی۔ مستغیث منشی عبدالکریم، شیخ یوسف اور مظہر علی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ پنچایت کے ممبر تھے۔ پنچائت کا فیصلہ عبداللطیف ملزم کے خلاف صادر ہوا جس کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ وہ شیخ اسلام کو اسّی (۸۰) روپئے بصورت ہرجہ وخرچ دے۔ اس پر عبداللطیف اور اسکے طرف دار شیخ میرا وغیرہ خفا ہوئے اور مستغیث کو اور پنچائت کے دوسرے ممبروں کو جو اس کے ساتھ پنچایت میں شریک تھے بے ذات، بے دین، لا مذہب، کافر، وہابی کہا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ الفاظ گالیاں سخت توہینی کلمے ہیں اور توہین کی غرض سے ارادۃً استعمال کئے گئے ہیں اور اس کے ذریعہ مستغیث کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اشتعال طبع کیا، حالانکہ وہ جانتے اور سمجھتے تھے کہ ایسے اشتعال طبع سے وہ نقض امن عامہ کا باعث ہوگا۔ مستغیث کا بیان ہے کہ اس موقع پر اس کو اپنے جذبات کے روکنے میں سخت مشکل پیش آئی۔

یہ مقدمہ محمڈن میرج رجسٹرار (گواہ مستغیث نمبر۳) کے سپرد کیا گیا کہ بعد تحقیقات رپورٹ پیش کریں اور ان کی رپورٹ پر عبداللطیف ملزم کے نام حسب دفعہ ۵۰۴ مجموعہ تعزیرات ہند سمن جاری کیا گیا۔ اس مقدمے کی تھوڑی سی سماعت بابو پی مکرجی آنریری مجسٹریٹ کے اجلاس میں ہوئی تھی مگر ملزم کی درخواست تبدیلی پر دسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس مقدمے کو میری نتھی میں بتاریخ ۷ امئی ۱۹۱۷ء منتقل کر دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدمہ نے اچھی خاصی مقامی کھلبلی پیدا کر دی ہے۔ ایک وقت مصالحت کی گفتگو بھی آئی تھی اور یہ کہا جاتا ہے کہ آنریبل مسٹر اے رسول (جواب فوت ہو چکے ہیں)، از راہ مہربانی ثالثی کرنے پر راضی ہوئے تھے، مگر کچھ ہوا، ہوا یا نہیں۔ بہت سی گواہیاں طرفین کے گواہوں کی گذریں اور چند گواہ وارنٹ کے ذریعہ حاضر کئے گئے۔ ان کاروائیوں نے خواہ مخواہ اس مقدمے کی سماعت اس عدالت میں دراز کر دی۔

اب میں مستغاث علیہ کے بیانات کی طرف جو اس مقدمے کی نسبت میرے روبرو ہوئے ہیں، ملتفت ہوتا ہوں۔ پنچایت تک کے واقعات کو فریقین تسلیم کرتے ہیں۔ یعنی اسلام کے لڑکے اور لطیف کی بہن کے مابین نکاح کی گفتگو تھی اور لطیف نے نسبت توڑ دی، جس سبب سے ایک پنچایت منعقد ہوئی۔ ان واقعات کو طرفین تسلیم کرتے ہیں۔

مستغاث علیہ کا یہ بیان ہے کہ پنچایت کے روبرو اس نے یہ کہا تھا کہ چونکہ شیخ اسلام دوسرے مذہب سے تعلق رکھتا ہے لہذا وہ اپنی بہن کا نکاح شیخ اسلام کے بیٹے سے نہیں کرے گا۔ اس بات نے مستغیث عبدالکریم کو برہم کر دیا، جس نے شیخ اسلام کی طرفداری کی اور یہ جھوٹا مقدمہ اسی شکست امید اور غصہ کا نتیجہ ہے۔

درج ذیل باتوں سے ملزم انکار کرتا ہے:۔

۱۔ مستغیث پنچایت کے سرداروں میں سے ہے۔

۲۔ کہ وہاں کوئی ہتک آمیز کلمہ مستغیث کی شان میں استعمال کیا گیا۔

یہ قابل لحاظ ہے کہ ملزم مستغیث کی پنچایت میں موجودگی کو تسلیم کرتا ہے بہت سے گواہ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ مستغیث اس پنچائت کا سردار (سرپنچ) تھا، اور یہ کہ ملزم نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستغیث کو وہابی، بے ذات، نے دین، کافر کہا۔

مستغیث کے گواہ نمبر ا نمبر ۲ نمبر ۵ نمبر ۶ بعض پنچایت میں حاضر تھے اور اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مستغاث علیہ نے مستغیث کو اسی طرح گالیاں دیں جیسا کہ مستغیث نے بیان کیا ہے۔ بعدازاں محمد ن میرج رجسٹرار نے (جو اس مقام پر تحقیقات کے لئے گئے تھے) یہ اظہار دیا کہ ملزم نے اس کا اقرار کیا ہے کہ ان لوگوں نے مستغیث کو کافر، بے دین، بے ذات، وہابی کہا ہے اور پھر ایسا کہیں گے۔ ان کی سچائی کی تصدیق نائب قاضی گواہ مستغیث نمبر ے اور مولوی رفیق احمد بی اے گواہ مستغیث نمبر ۱۰ نے (جو ان کے ہمراہ اس مقام پر تحقیقات کے دن گئے ہوئے تھے)، کی ہے۔ میرے نزدیک ان معزز گواہوں کی تصدیق کو اعتبار نہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہیں ہے، اور میں اس اقرار کو اعتبار کرتا ہوں جو ان کے روبرو کیا گیا ہے۔

گواہان مستغیث نمبر ا نمبر ۲ نمبر ۳ نمبر ۵ نمبر ۶ کے خلاف عذر کیا جاتا ہے کہ یہ اسی انجمن سے تعلق رکھتے ہیں جن سے مستغیث تعلق رکھتا ہے مگر یہ عذر بھی واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ جرح میں زیادہ تر اس امر کے ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے کہ جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں وہ بالکل توہینی الفاظ نہیں، نہ اس کی کہ مستغیث کا بیان ان الفاظ کے استعمال کئے جانے کی نسبت غیر معتبر ہے۔

مستغاث علیہ کی طرف سے دو گواہ پیش ہوئے جن کی نسبت کہا جا رہا ہے کہ وہ پنچایت کی مجلس میں موجود تھے۔ ایک نور محمد گواہ مستغاث علیہ نمبر ۵، اور دوسرا امیر میاں گواہ مستغاث علیہ نمبر ۶۔ پہلا گواہ (نمبر ۵) یہ نہیں کہتا ہے کہ ملزم نے اس موقع پر کلمات توہین استعمال نہیں کئے۔ اس نے یہ اظہار دیا کہ لطیف نے اس موقع پر یہ کہا تھا کہ شیخ اسلام کی چال چلن اور رسومات ہمارے مذہب کے مطابق نہیں ہے۔ گواہ مستغاث علیہ نمبر ۶، اس بیان میں گواہ مستغاث علیہ نمبر ۵ کی تصدیق کرتا ہے اور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ ملزم نے گالی نہیں، اور شیخ اسلام (جس کی تحریک سے پنچایت بٹھائی گئی تھی) اپنے دعوی سے دستبردار ہو گیا۔ میرے نزدیک مستغاث علیہ کے گواہ نمبر ۶ کے غیر مصدقہ بیان کے متعلق مسئلہ بدزبانی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اگر ہم واقعات و احتمالات متعلقہ مقدمہ ہذا پر غور کریں تو ہمیں اس کے بیانات پر اعتبار کرنا سخت مشکل نظر آتا ہے۔ ملزم نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ نسبت کو اس نے توڑ دیا اور شیخ اسلام نے رنجیدہ ہو کر پنچایت بٹھائی۔ اسکے طور اطوار پر ملزم نے مجمع میں نکتہ چینی کی اور علانیہ نسبت کے توڑ دینے کا سبب اسی کو ٹھہرایا گیا۔ ہم بآسانی سمجھتے کہ اس کی نسبت یہ کہہ کر توڑ دینا کہ وہ ایک غیر معروف فرقے سے تعلق رکھتا ہے ایک دغابازی کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چال تھی ۔ یہ ایک مسئلہ تھا مذہبی چھٹائی بڑائی کا ۔ اس سے شیخ اسلام کا غصہ ٹھنڈا ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی تھی ۔ یہ تو اس کی توہین پر مزید توہین تھی ۔ کیا یہ امر اس کو پنچایت کے روبرو اپنے دعوی سے دست بردار ہونے پر مائل کرسکتا تھا؟ یقیناً نہیں ۔ برخلاف اسکے یہ تو اور بھی اس کے دل کو صلح یا دست برداری دعوی کی طرف سے سخت کردے گا ۔ پھر علاوہ اسکے اگر دست برداری دعوی کی بات ہوتی تو کیا ملزم کے بیان تحریری میں اس کا ذکر ضرور نہ ہوتا ، اس کے متعلق بیان تحریر میں کچھ بھی ذکر نہیں ہے اور نہ اس کا ذکر ہے کہ پنچایت نے کیا فیصلہ کیا ۔ بلکہ ملزم نے اپنے بیان تحریر میں یہ بتایا ہے کہ پنچایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مستغیث جو شیخ اسلام کا ایک طرف دار ہے خفا ہوگیا اور ایک جھوٹی نالش شیخ اسلام کے حصول مفاد کی امید سے رجوع کردی ۔ کیا اس سے یہ مترشح نہیں ہوتا ہے کہ قصہ دست برداری دعوی کا سراسر جھوٹا ہے ۔ مستغیث اور اس کے گواہوں کا بیان زیادہ قرین قیاس اور ممکن الوقوع ہے ۔

پنچایت کی مجلس میں بہت لوگ شریک تھے ۔ گواہ مستغیث نمبر ۶ حاضرین کی تعداد ایک سو اور ایک سواسّی کے درمیان بیان کرتا ہے ۔ اور گواہ مستغاث علیہ نمبر ۶ ، تعداد ۴۰ ، اور ۵۰ کے اندر بتاتا ہے جس سے اس سخت کھلبلی کا حال ظاہر ہوتا ہے جو مقامی لوگوں نے اس مقدمہ میں پیدا کی ہے ۔ میں اس سے یہ استنباط کرسکتا ہوں کہ سخت اشتعال طبع پیدا ہوگیا تھا کیونکہ ذات ، درجہ اور مذہب کی چھٹائی بڑائی کا مسئلہ چھڑ جانے پر یہ ایک امر طبعی ہے ۔ جب پنچایت کا فیصلہ عبداللطیف کے خلاف صادر ہوا تو یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے کہ اس نے اور اس کے طرف داروں نے ، جو سب چھوٹے درجے کے لوگ ہیں ، جن کو جذبات کے روک رکھنے کی مشق نہیں ، اپنے نفس پر قدرت نہ رکھ سکنے کے باعث کلمات بد پنچائت کی شان میں استعمال کئے ۔ پڑھے لکھے لوگوں نے بھی جذبات قومی وتعصب سے مغلوب ہوکر ایسی حرکتیں کی ہیں اور اس سے زیادہ برا بھلا کہا ہے ۔ اس مقدمے کے احتمالات اور حالات کو پیش نظر رکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ لطیف نے مستغیث کو وہابی ، بے ذات ، بے دین ، لا مذہب اور کافر کہا ۔

ذی علم وکیل نے اس پر بحث کی کہ وہ کلمات جن کے کہنے کا الزام ملزم پر لگایا جاتا ہے ، توہینی نہیں ہیں ۔ اس کے اچھے معنی بھی لئے جاسکتے ہیں ۔ لفظوں کے معنی اور خاص کر لفظ وہابی کی نسبت طرفین کی طرف سے مولویوں اور شمس العلماؤں کی بھی گواہیاں گذریں ۔

بے ذات کے معنی ہیں جس کی کوئی ذات نہیں ۔ بے دین کے معنی ہیں جس کا کوئی دین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ۔لا مذہب جس کا کوئی مذہب نہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہو۔کافر کے معنی بے ایمان ۔یہ سارے کے سارے گالی کے الفاظ اور حد درجے توہینی کلمات ہیں ۔ اور اس کے معنی سب جانتے ہیں ۔اردو انگریزی لغت کوئی بھی کیوں نہ ہو، ان الفاظ کے معانی مخصوصہ کو ظاہر کر دے گا ۔لفظ وہابی پر عالمانہ بحثیں ہوئیں جس سے یہ دکھانا منظور تھا کہ اس سے ایک مصلحین کی جماعت مراد ہے جن کا مسلمانوں میں وہی درجہ ہے جو ڈیسنٹرز (مخلفین) کا عیسائیوں میں ۔عبدالوہاب نجدی اس اصلاح کا امام (سرخیل) تھا۔اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں ان کا دور دورہ تھا۔اس نے دیکھا کہ مسلمانوں نے تعلیمات قرآن کو برباد کر دیا ہے اور حد درجے کی بدکاریوں میں پھنس کر تباہ ہو رہے ہیں ۔ ان برائیوں کی مخالفت میں (جن کے اس کے زمانے میں مسلمان علانیہ مرتکب تھے) اپنی آواز بلند کی اور عملی اصلاح اخلاق پر زور دیا ..اور ہر قسم کے رسوم و اعمال کو جن سے زمان وسط کے مسلمانوں نے اصل دین کو دبا رکھا تھا، ردّ کر دیا (مقتبس از ہنٹرز انڈین مسلمانز) ان کے عزم تبلیغ حق میں، چاہے کتنے ہی کثیر تعداد میں کفار مارے کیوں نہ جائیں اور چاہے اپنی جانوں کی بھی کتنی ہی گراں قربانیاں کیوں نہ کرنی ہو، پروا نہ کرنے نے، ان کے ماتھے پر خوفناک مذہبی جنون کا ٹیکا لگا دیا۔اس کے پیرو جو وہابی کے نام سے مشہور ہوئے جلد تربیت یافتہ فوجیں بن گئیں۔وہ دینی جوش، نارواداری اور فوجی جرأت میں آلیور کرام ویل کے آئرن سائڈ سے مماثلت رکھتے ہیں۔ اسلام کے ان پیوریٹنس نے ترکی گورنمنٹ سے (جو اس وقت مکہ پر قابض تھی) جنگ کی اور فتح پر فتح نصیب ہوئی ۔اور وہ مکہ کے مقدس شہر پر قابض ہو گئے۔مسلمانوں کے بزرگوں کی قبروں کو لوٹا اور بے حرمتی کی اور بیت اللہ کو بھی نہ چھوڑا (مقتبس از ہنٹر کی انڈین مسلمانز۔صفحہ ۵۸) ان واقعات نے عالم اسلام کو اضطراب اور خوف سے مملو کر دیا۔ وہابیوں کے ان اصول اور افعال کو خوش حال مسلمان نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگے جس نے قوی دشمن پیدا کر دیئے جو ان سے بے رحمانہ لڑائی لڑے۔محمد علی پاشا آخر کار اس اصلاح کو برباد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

ان مختصر حالات سے جو اوپر مذکور ہیں، ظاہر ہے کہ دین دار مسلمانوں اور وہابیوں کے درمیان نفاق و عداوت کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رہا۔اول الذکر وہابیوں کو مرقد نبوی ﷺ کی بے حرمتی کرنے والا سمجھتے ہیں اور میرے خیال میں ایک دین دار مسلمان کو وہابی کہنا صریح توہین ہے۔

مزید برآں ملزم نے وہابی کا لفظ دوسرے برے القابوں کے ساتھ استعمال کیا ہے، اس سے میرے دل میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ ملزم نے اس لفظ کو کس معنی میں استعمال کیا ہے ۔ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا ہوں کہ یہ برے القاب نقض امن عام کے موجب ہیں اور یہ الفاظ ملزم نے ارادۃً فساد کرنے کی نیت سے استعمال کئے ہیں اور جو ضرور ہی واقع ہوتا مگر مستغیث کے قابل تعریف ضبط نفسی نے نہ ہونے دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ میرے نزدیک ملزم نے بالارادہ بے ذات، بیدین، کافر، لامذہب، وہابی کے دشنامی القاب استعمال کر کے مستغیث کی توہین کی۔ لہذا وہ دیدہ دانستہ ایسے اشتعال کا باعث ہوا جس سے مستغیث نقض امن کر گزرتا۔ انہی وجوہات سے میں ملزم کو حسب دفعہ ۵۰۴ مجموعہ تعزیرات ہند کا مجرم قرار دیتا ہوں اور پچاس روپئہ جرمانہ کی سزا دیتا ہوں اور جرمانہ ادا نہ کرنے کی صورت میں تیس دن کی قید بامشقت کی سزا اس کو بھگتنی ہوگی اور چار روپے بارہ آنے خرچ کی بابت ادا کرنا ہوگا۔ دستخط۔ جے سی، کنڈوا۔ آنریری مجسٹریٹ۔ ھوڑا۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۷ء

☆ مقدمہ گیا۔ ۱۹۳۵ء

۱۹۳۵ء میں انجمن اہلحدیث گیا کی طرف سے درج ذیل روداد شائع ہوئی:

گیا صوبہ بہار میں مشہور مقام ہے.. ۹۔۱۰ سال سے یہاں اہلحدیث کا دینی مدرسہ بنام فیض العلوم جاری ہے جو حاجی محمد سعید ساکن کھریانوالہ ضلع گیا نے ایک مکان دیا اس میں چل رہا۔ مہتمم حکیم سید محمد ظہیر صاحب ہیں جو حافظ عبداللہ غازی پوری کے شاگرد ہیں۔ تقریباً ۲۲ سال یہاں ہیں طبابت کرتے ہیں۔ سبھی لوگ ان کے علم وفضل کے معترف ہیں علوم عربیہ کا درس بھی دیتے ہیں۔ انجمن اہل حدیث کے ناظم مولوی محمد فرخ حسین ہیں۔ یہاں ایک مولوی نور الہدی ہیں، پیری مریدی کرتے ہیں۔ گیا میں آل انڈیا مومن کانفرنس ہوئی تو انہیں ناگوار گذری حالانکہ یہ بھی مومن برادری سے تعلق رکھتے ہیں۔ شائد خیال تھا کہ کانفرنس کی وجہ سے ان کے مرید ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ اس لئے اس نے خود ایک جلسہ کیا جس میں مولوی حشمت علی بریلوی کو بلا کر رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی، اسماعیل شہید وغیرہ بزرگوں کی خوب توہین تکفیر کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام جو اہل حدیث سے پہلے بدظن تھے اعلانیہ سب وشتم سے پیش آنے لگے۔

ایک روز جناب مولوی فرخ حسین مغرب کی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھ رہے تھے کہ جیسے ہی دوسری رکعت میں آمین کہا، ایک شخص نے، جو ان کی بغل میں کھڑا تھا، اپنی نماز توڑ کر مولوی صاحب کو حالت نماز میں دو طمانچے مارے اور نماز ہی کی حالت میں مغلظات وفحش کلامی کرتا رہا۔ یہ مسجد گھسیارٹولہ گیا میں مولوی عبدالقادر مرحوم کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور حکیم سید ظہیر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطلب اور اہل حدیث کے مدرسہ سے بالکل متصل ہے اور اہل حدیث اس میں تیس چالیس سال سے نماز پڑھتے آرہے ہیں۔

ادھر دیوبندیوں نے دیکھا کہ ان کے علماء کی توہین کی جارہی ہے تو مولوی نورالہدی کو مناظرہ کی دعوت دی۔ دعوت نامہ پر یہاں کے کبار دیوبندی علماء کی بجائے دوغریب غیر ذمہ دار افراد کے دستخط کرادیئے۔ مولوی نورالہدی نے خود اس کا جواب نہ دیا بلکہ کسی اور سے لکھوادیا جس کا خلاصہ یہ تھا:

فلاں وفلاں کوئی شخص قابل اعتبار نہیں بلکہ فلاں وفلاں علماء دیوبندی اپنے اپنے دستخط سے لکھیں تو البتہ لائق التفات ہوسکتا ہے۔

اس کے جواب میں اشتہار نکلا کہ:

آپ یعنی نورالہدی کا مناظرہ سے فرار ثابت ہوا اور فلاں اور فلاں وفلاں علماء یہ سب کے سب پکے حنفی صوفی منش سیدھے سادے لوگ ہیں ان میں سے تو بعض کے یہاں مولود بھی ہوا کرتا ہے۔ ایک حکیم صاحب کی وجہ سے سب کو وہابی کہا جائے، یہ کس شریعت کا دستور ہے۔

یعنی وہابی دراصل حکیم ظہیر صاحب ہیں و بسبب وہابیت کے جو کچھ لعن طعن وسبّ وشتم کیا جاسکتا ہے اس کے محل ومستحق صرف وہی ہیں اور انہی کی جماعت و ہم خیال ہیں، ہم تو پکے حنفی ہیں، ہم کو وہابی نہ کہنا چاہیے۔

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ جنوری ۱۹۳۵ رمضان ۱۳۵۳ھ)

جون ۱۹۳۵ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی:

گیا میں جماعت اہل حدیث کے ایک معزز عالم محمد اسحاق مرحوم نے ایک مسجد بنوائی تھی اہل حدیث اسی مسجد میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب محمد اسحاق کا انتقال ہوگیا تو احناف نے اہلحدیث کی کمزوری کا فائدہ اٹھایا اور مسجد پر قبضہ کرلیا۔ اہلحدیث کچھ دنوں تتر بتر رہے پھر مولوی عبدالقادر مرحوم نے اپنی مسجد گھسیارٹولہ میں اہل حدیث کو نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ اہل حدیث تقریباً ۳۲ سال سے اسی مسجد میں نماز پنجگانہ اور جمعہ پڑھتے آرہے تھے کہ یکا یک مومن کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اتفاق سے اس کانفرنس کے اکثر نمائندے اہل حدیث ہیں۔ بس پھر کیا تھا؟ بریلوی احناف کے واعظوں اور پیروں نے اہل حدیث کے خلاف ادھم مچایا۔ مومن کانفرنس کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہابیوں کی کانفرنس قرار دیا حالانکہ یہ کانفرنس اہل حدیث کی کانفرنس نہ تھی، ایک برادری کی کانفرنس تھی۔ اور پھر مولوی فرخ حسین کو مسجد میں مارا گیا اور اس مسجد میں اہل حدیث کو نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ اہل حدیث نے شہر کے تمام طبقوں سے درخواست کی لیکن کسی نے ساتھ نہ دیا۔ شہر کے وکیلوں نے تاہم مسجد میں علی الاعلان کہہ دیا کہ اہل حدیث کو نماز پڑھنے دو لیکن پیروں وغیرہ نے ان کی نہ مانی۔...

وکلاء نے جو بقرعید کی نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد متنازعہ میں جمع ہوئے تھے عام مسلمانوں کو سمجھایا کہ اہل حدیث کو مسجد میں نماز پڑھنے سے جو آپ نے روک دیا ہے، یہ سخت گناہ و فعل ناجائز ہے۔ وہ لوگ آپ کے بھائی اور مسلمان ہیں۔ آمین زور سے کہنا کوئی ناجائز فعل نہیں ہے، سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اگر آپ لوگ ایسی زبردستی کریں گے تو ہم بھی آمین زور سے کہنا شروع کر دیں گے وغیرہ۔ لیکن لوگوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور یہ آوازیں آئیں کہ دینی مسائل اور فتاووں سے آپ کو کیا سروکار۔ آپ کا قانون بار لائبریری تک محدود رہنا چاہیے آپ لوگوں کو ہمارے مذہبی معاملات میں دخل کا کوئی حق نہیں۔ تب مجبور ہو کر تقریباً چھ ماہ بعد ۸ مئی ۱۹۳۵ء کو مقدمہ من جانب جماعت اہل حدیث بغرض استقرار حق عبادت بعدالت منصفی بتوکل علی اللہ داخل کر دیا گیا۔ (مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ جون ۱۹۳۵ء)

عرضی دعوی: (مقدمہ گیا)

بعدالت جناب منصف اول، مقام گیا۔ بمقدمہ نمبر ۵۳۔ ۱۹۳۵ء۔ حقیت

محمد فرخ حسین ولد گمانی عرف عبدالحفیظ۔ شیخ محمد رمضان علی ولد شیخ عبداللہ والفت حسین ولد ریاض علی۔ حافظ اشرف علی ولد مجیب علی مرحوم۔ محمد ظہور ولد خادم علی۔ ساکنان محلّہ بنیا پور کھرو گیا پرگنہ ضلع گیا وموضع کھریانواں و مدن پور حال مقام یاں گیا پرگنہ وضلع گیا تھانہ ٹاؤن گیا۔ مدعیان بنام: سید حاجی محمد تقی متولی ولد اسم لامعلوم۔ حافظ عبداللطیف پیش امام ولد اسم لامعلوم۔ وتراب علی قصاب ولد اسم لامعلوم۔ ادرکی ولد منی قصاب۔ وبشیر میاں ولد وزیر علی۔ نصیر میاں ولد وزیر علی۔ واسماعیل ولد اسم لامعلوم۔ وعبدالغفور ٹوپی فروش ولد اسم لامعلوم۔ وچامو ولد اسم لامعلوم۔ و قاسم ولد اسم لامعلوم۔ غلام رسول ولد قاسم۔ امام بخش جٹھا ولد اسم لامعلوم۔ خدا بخش سبزی فروش ولد اسم لامعلوم ساکنان محلّہ قصاب ٹولہ وکھسیار ٹولہ ودیگھی تالاب پرگنہ وضلع گیا۔ مدعا علیہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدعیان مذکورین حسب ذیل عرض پرداز ہیں:۔

۱۔ مدعیان مسلمانان اہل سنت والجماعت فرقہ اہل حدیث باشندگان ومقیم شہر گیا کے ہیں۔

۲۔ منجملہ مساجد شہر گیا کے ایک مسجد محدود بحدود اربعہ ذیل واقع محلّہ گھسیارٹولہ معروف بمسجد مولوی عبدالقادر واقع ہے اور مسجد مذکور میں ہر مسلمان مدعیان کو پورا حق واختیار واستحقاق مطابق عقاید و طریقہ اپنے نماز ادا کرنے کا ہے۔ مدعا علیھم خواہ کسی شخص کو کوئی حق واستحقاق فدویان مدعیان خواہ کسی دوسرے مسلمان کو نماز ادا کرنے میں روکنے خواہ دیگر ترکیب سے مخل ہونے کا نہیں ہے۔ و ہمیشہ مدعیان و دیگر اہلحدیث نماز بلا کسی مزاحمت کے زمانہ دراز سے مسجد مذکور میں ادا کرتے چلے آئے ہیں۔

۳۔ مدعا علیھم نمبر ایک تا پندرہ باشندگان ومقیم شہر گیا کے ہیں اور اشخاص شورہ پشت ہیں وخود کو اہل سنت والجماعت پابند فرقہ حنفیہ کے قرار دیتے ہیں۔ فرقہ اہلحدیث وفرقہ حنفیہ میں اصولی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ ہر دو فرقے فروع اہل سنت والجماعت کے ہیں صرف فروعی مسائل میں اختلاف ہے کہ جن فرض نمازوں میں سورہ فاتحہ امام زور سے پڑھتا ہے اس میں اہل حدیث ختم سورہ مذکور پر لفظ آمین زور سے کہتے ہیں وحنفی آہستہ آمین کہتے ہیں۔

۴۔ حال میں بمقام گیا چند علماء متعصب باہر سے آئے ہوئے تھے اور ان لوگوں نے خلاف میں اہلحدیثوں کے ناجائز شور وشغب فرقہ حنفیہ میں کیا جس کا اثر جاہل حنفیوں پر پڑا۔ چنانچہ بتاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء جب کہ فدوی مدعی نمبر ا حسب دستور مسجد مذکور میں نماز فرض مغرب کی جماعت کے ساتھ پڑھ رہا تھا تو مدعا علیہ نمبر ۵ نے اپنی نماز توڑ کر فدوی مدعی نمبر ا کو دو تھپڑ لگا دیا اور گالی وغیرہ بکنے لگا۔ بعدہ مدعا علیھم نمبر ۲ تا ۱۵ نے اعلان کیا کہ اگر اب اہل حدیث مسجد مذکور میں نماز پڑھیں گے تو ان کے ساتھ برا سلوک کیا جائے گا۔ چنانچہ از تاریخ ۲۲ ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء مدعا علیھم نے مدعیان و دیگر اہل حدیث کو ادائیگی نماز سے مسجد مذکور میں ایک دم روک دیا۔

۵۔ مدعا علیہ نمبر ا متولی مسجد مذکور کے ہیں۔ اگرچہ مدعا علیہ نمبر ا نے کوئی مزاحمت ساتھ مدعیان خواہ دیگر اہل حدیث کے نماز پڑھنے میں نہیں کیا ہے مگر غالبًا بوجہ خوف دیگر مدعا علیھم کے سکوت کو راہ دیا ہے۔ و دیگر مدعا علیھم کو منع حتی کہ فہمائش کرنے سے بھی باز رہے۔ اس لئے ان کو بھی فریق مقدمہ ہذا کا کیا جاتا ہے۔

۶۔ بوجہ مزاحمت ودھمکی مدعا علیھم کے جس سے ہر آئینہ احتمال نقص امن وہنگامہ وفساد کا ہے مدعیان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و دیگر اہل حدیث جن کو ہنگامہ وفساد سے احتیاط ہے مسجد مذکور میں نماز ادا کرنے سے مجبور ہیں و مجبوراً مدرسہ اہل حدیث میں نماز پڑھتے ہیں تو اب ادائیگی جماعت سے محروم ہیں اس لئے حاجت ارجاع نالش ہذا کی ہوئی۔

۷۔ از روئے مذہب اہل سنت والجماعت کے کہ جس میں دونوں فرقے حنفی و اہل حدیث داخل ہیں نماز با جماعت مسجد میں ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے وترک سنت مؤکدہ مستلزم گناہ ہے۔ علاوہ اس کے مسجد وقف للہ یعنی مِلک اللہ کی ہے اور کسی شخص کی مِلک نہیں ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو مساوی حق حاصل ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق نماز ادا کرے اور کسی شخص کو حق حال نہیں کہ اس میں مزاحمت کرے۔ ان وجہوں سے افعال شکایتی مدعا علیہم محض ناجائز وخلاف شرع و خلاف قانون ہیں۔ (حاشیہ نمبر ۴ میں قانون مساجد نامی دستاویز ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

۸۔ مدعیان مقدمہ ہذا من جانب فرقہ اہل حدیث شہر گیا بطور نمائندگان فرقہ اہل حدیث دائر کرتے ہیں و نیز مدعا علیہم مقدمہ ہذا کو نمائندگان فرقہ حنفیہ قرار دیتے ہیں۔

۹۔ ظہور بنائے دعوی مقدمہ ہذا بتاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء و ۲۲ دسمبر ۱۹۳۴ء جس روز مدعا علیہم نے افعال شکایتی مذکورین کیا۔ اس پر مقدمہ؟ حداقتدار سماعت عدالت ہذا و بعلاقہ تھانہ صدر قصبہ گیا کے پیدا ہوا۔

۱۰۔ مالیت مقدمہ ہذا کی واسطے اقتدار سماعت عدالت ہذا و نیز واسطے ادائیگی کورٹ فیس کے دوسو روپئہ قرار دی جاتی ہے مبلغ سترہ روپئے آٹھ آنے کورٹ فیس ادا کر کے مدعیان مستدعی دادرسی امور ذیل کے ہیں:

۱۔ عدالت سے تجویز فرمایا جائے اور قرار دیا جائے کہ مدعیان و دیگر افراد اہل حدیث کو حق حاصل ہے کہ مسجد مذکور میں اپنے عقیدہ کے مطابق عام جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھیں اور مدعا علیہم یا کسی اور شخص کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ عام جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں یا جس وقت جماعت نہ ہو انفراداً نماز پڑھنے میں مزاحمت یا اعتراض کرے یا باز رکھے۔

۲۔ تجویز امور بالا با جرائے حکم امتناعی و دوامی مدعا علیہم و دیگر احناف کو منع فرمایا جائے کہ مسجد مذکور میں مدعیان و دیگر اہل حدیث کے نماز ادا کرنے میں کوئی مزاحمت نہ کریں۔

۳۔ مدعیان کو تمامی خرچہ عدالت مدعا علیہم سے دلا دیا جائے۔

۴۔ علاوہ بایجاب دادرسی ہائے صدر اور جو دادرسی بہ تجویز عدالت مناسب متصور ہو بحق مدعیان صادر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمائی جائے

حدود مسجد نمبر۳۳ وارڈ ۳ ڈاکٹر وزیر علی روڈ

پورب ۔ سڑک سرکاری ، پچھّم ۔ مکان شیخ شرافت حسین ۔ اتر ۔ مکان شیخ شرافت حسین ۔ دکھن ۔ مکان مسماۃ بی بی کنیز خاتون زوجہ سید بدرالدین موسومہ جنرل ہوٹل

(مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی ۔ اگست ۱۹۳۵ء)

☆ جواب عرضی دعوی منجانب حنفیان مدعا علیہم

بعدالت جناب منصف اول صاحب بہادر مقام گیا مقدمہ نمبر۵۳ ۔ ۱۹۳۵ء حقیت محمد فرخ حسین وغیرہ مدعیان ۔ بنام حاجی تقی وغیرہ مدعا علیہ نمبرا تا ۱۵ ۔

حسب دفعات ذیل ہیں :

ا ۔ یہ کہ جس عنوان غلط و بیان جھوٹ سے مقدمہ ہذا دائر کیا گیا ہے ہرگز قابل چلنے کے نہیں ہے اور یکسر قابل دشنی ہے ۔

۲ ۔ یہ کہ مدعیان کو کوئی ظہور بناء دعوی واسطے دوران مقدمہ ہذا پیدا نہیں ہوا ۔ ظہور بناء دعوی قائم کردہ مدعیان محض غلط وتمام تر جھوٹ وسراپا افتراء وفتنہ وفساد ہے ۔

۳ ۔ یہ کہ مدعیان کا بیان مندرجہ دفعہ نمبرا ، کہ مدعیان اہل سنت والجماعت فرقہ اہل حدیث کے باشندگان مقیم شہر گیا کے ہیں ، بالکل جھوٹ ہے ۔ مدعیان نے دھوکہ دینے کے لئے اپنے کو اہل سنت والجماعت ظاہر کیا ہے تاکہ سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے کا حق حاصل ہو جائے ورنہ درحقیقت یہ لوگ وہابی ہیں اور بسبب اپنے عقائد باطلہ کے مذہب اہل سنت سے خارج ہیں بلکہ مسلمانان اہل سنت کو یہ لوگ مشرک قرار دیتے ہیں چنانچہ تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ و مذہب ہے کہ حضور اقدس ﷺ شفیع المذنبین ہیں اور حضور کی شفاعت پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے ۔ مگر مدعیان کا مذہب وعقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو شفیع سمجھنے والا ابوجہل کے برابر مشرک ہے ۔ چنانچہ ان کا یہ عقیدہ ان کی مذہبی کتاب تقویۃ الایمان میں موجود ہے اور مدعیان کا کتاب تقویۃ الایمان کے ہر ایک مضمون پر پورا پورا ایمان واعتقاد ہے ۔ جب مذہبی اور اعتقادی اختلافات اہل سنت اور مدعیان کے درمیان ہیں تو وجہ تکرار وفتنہ وفساد وشورپشتی مدعیان کو مسلم ہے ۔ عدالت ہذا کو مقدمہ ہذا ڈسمس کرنے کے لئے کافی دلیل ومستحکم وجہ ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۴۔ واضعان قوانین نے دفعہ ۲۴، ایکٹ ۱۸۷۱ء عدالت ہائے دیوانی بنگالہ میں وعدہ کیا ہے کہ جملہ امور متعلقہ رواج با قاعدہ مذہبی میں شرع محمدی پر عمل کیا جائے گا۔ عدالت کو حسب دفعہ نمبر ۵۷ (۱) ۔ایکٹ ۱۸۷۲ء ایکٹ شہادت لازم ہے کہ قانون دینی مسلمانان پر لحاظ عدالتی کرے اور مسلمانوں کا مذہبی و دینی قانون یہ ہے کہ اہل باطل کو مسجد سے روکنا اور مسجد کو ان سے بچانا واجب ہے اور یہ مسئلہ کچھ مذہب حنفی ہی کے لئے خاص نہیں ہے بلکہ جملہ بد مذہبوں کا اس پر اتفاق ہے۔ چنانچہ شیعوں کے نزدیک ان کی مسجدوں میں سنیوں کا کوئی حق نہیں اس لئے کہ وہ سنیوں کو اہل باطل جانتے ہیں۔ سنیوں کے نزدیک شیعہ اہل باطل ہیں۔ اسی طرح تمام اہل سنت کو وہابی ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں اور اہل سنت و ہابیوں کو اہل باطل جانتے ہیں لہذا ہمارے دینی اسلامی قانون کے مطابق سنیوں کو وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد میں جانے کا کوئی حق نہیں اور وہابیوں کو اہل سنت کی مسجدوں میں کوئی حق نہیں ہے۔ مقدمہ ہذا کو ڈسمس کر دینے کے لئے عدالت کے سامنے یہ بھی ایک مستقل اور مستحکم وجہ ہے۔

۵۔ یہ کہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ مسجدیں صرف اللہ عزوجل کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں اگر کلمہ گویان اسلام کے تمام فرقوں کو جن کے اعتقادات میں باہم شدید اصولی اختلافات موجود ہیں ایک مسجد میں باہم جمع ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے تو طرح طرح کے فتنے قائم ہوں گے ۔فسادات پیدا ہوں گے۔ مثلاً اہل سنت کا ایمان ہے کہ جس طرح کتاب الٰہی دلیل شرعی ہے اسی طرح حدیث نبوی بھی حجت شرعی ہے حدیث کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر ہے اسی طور پر وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کو شفیع یعنی سفارشی مانے وہ ابوجہل کے برابر کافر ہے و مشرک ہے۔ اور مسلمانان اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص حضور ﷺ کو شفیع روز قیامت نہ مانے وہ قرآن کا منکر اور بد مذہب گمراہ جہنمی ہے۔ اسی طرح کی بہت زیادہ بنیادی اعتقاد میں اختلافات کلمہ گویان اسلام کے فرقوں کے درمیان موجود ہیں۔ یہ چند اختلافات محض بطور نمونہ عرض کئے گئے ہیں۔ تو اگر ان تمام مختلف العقاید لوگوں کو ایک ہی مسجد میں جمع ہونے کی اجازت دی جائے تو مسجدیں اکھاڑے بن جائیں اور باہمی تصادم سے نماز پڑھنے کی بھی فرصت نہ ملے۔ ہر فرقہ کا آدمی اپنے اپنے اعتقاد کے موافق اپنی اپنی مسجدوں میں نماز پڑھا کرے تاکہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ رہے اور جملہ کلمہ گویان اسلام کا اسی پر عمل بھی ہے اور صدیاں گذر گئیں کہ سنیوں کی مسجدیں الگ اور شیعوں کی مسجدیں الگ ہیں۔ سنی، شیعوں کی مسجدوں میں نہیں جاتے اور شیعان، سنیوں کی مسجدوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں جاتے ۔ اگر مدعیان کو اپنے مذہب کے مطابق حاضری مسجد کا ثواب حاصل کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ نہیں کہ سنیوں کی مسجد پر قبضہ کریں بلکہ وہابی فرقہ کی مسجد علیحدہ بنوائیں اور اس میں شوق سے اپنی جماعت کے ساتھ نماز ادا کیا کریں ۔ البتہ ایک ہی مذہب و اعتقاد کے لوگ جن کے درمیان عملیات میں اختلاف ہے وہ ایک ہی مسجد میں جمع ہو کر نماز پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ یہ ایک مشہور امر ہے کہ تمام ممالک اہل اسلام مثلاً روم (ترکی) و مصر و شام اور خود عرب میں پیروان طریقہائے حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ و حنبلیہ ایک مسجد میں جاتے ہیں اور ایک جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور جب حنفی لفظ آمین آہستہ کہتے ہیں، شافعی اس کو بآواز بلند کہتے ہیں اور باہم جھگڑا نہیں ہوتا ۔ اس لئے کہ یہ اختلاف محض ایک عمل اور طریقہ عبادت میں ہے ۔ اعتقادات اور اصول مذہب میں حنفیوں شافعیوں مالکیوں اور حنبلیوں کے درمیان ذرہ برابر اختلاف نہیں ۔ مدعیان کی اگر یہی خواہش ہے کہ سنیوں کی مسجد میں آ کر نماز پڑھیں تو ان کو چاہیے کہ مذہب اہل سنت کے مخالف جس قدر اعتقادات ہیں جو وہابیوں کی مذہبی کتاب تقویۃ الایمان وغیرہ میں مندرج ہیں ان سب سے تحریراً و تقریراً توبہ کر لیں ۔ پھر نہ صرف مسجد متنازع فیہ بلکہ سنیوں کی مسجدیں ان کے لئے کھلی ہیں ۔ اہل سنت کی جس مسجد میں چاہیں شوق سے نماز پڑھیں ۔ مقدمہ ہذا کو ڈسمس کرنے کے لئے عدالت کے سامنے یہ ایک اجماعی و عقلی دلیل بھی ہے ۔

۶ ۔ مدعیان نے دفعہ ۳ میں ظاہر کیا ہے کہ فرقہ حنفیہ و اہل حدیث میں اصول اختلاف نہیں ہے ۔ صرف آمین زور سے اور آہستہ کہنے میں اختلاف ہے جو صرف ایک جزوی عمل ہے اعتقاد سے اور اصول مذہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ اس لئے اہل حدیث کو حنفیہ کی مسجد میں آنے اور نماز پڑھنے کا حق ہے ۔ مگر مدعا علیھم عرض کرتے ہیں کہ یہ بیان عدالت کو محض دھوکہ دینے کے لئے دیا گیا ہے ورنہ اہل سنت مسلمانوں اور اہل حدیث وہابیوں میں آمین بالسر پر ہرگز جھگڑا نہیں ہے جس کا ثبوت ہندوستان میں کراچی بمبئی کلکتہ رنگون کی کثیر مسجدیں ہیں جن میں برابر بلا اختلاف حنفی شافعیوں کے ساتھ اور شافعی حنفیوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں اور آمین پر کبھی جھگڑا نہیں ہوتا ۔ اور خود گیا میں اسی مسجد متنازع فیہ میں اگر کوئی شافعی صاحب آ کر نماز پڑھیں آمین زور سے کہیں رفع یدین کریں تو مدعا علیھم کو بلکہ کسی سنی مسلمان کو ان کے ساتھ نماز پڑھنے میں ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا بلکہ اہل حدیث وہابیوں اور اہل سنت مسلمانوں کے درمیان سخت شدید مذہبی اعتقادی بنیادی اصولی اہم اختلافات بکثرت موجود ہیں ۔ مثلاً وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بڑے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھائی کے برابر کرنا چاہیے ۔اسی طرح یہ لوگ تمام انبیاء اور اولیاء کو ذرہ ناچیز سے کمتر بتاتے ہیں ۔ اسی طرح یہ لوگ ہر مخلوق کو جس میں اولیاء اللہ اور انبیاء کرام بھی شریک ہو گئے اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل جانتے ہیں ۔اسی طرح وہابی کسی نبی یا ولی کو پکارنے والے کو یا کسی نبی یا ولی کی روح کو ثواب پہنچنے کے لئے منت ماننے والے کو، نذر و نیاز کرنے والے کو، انہیں اپنا سفارشی یعنی شفاعت کرنے والا سمجھنے والے کو ابوجہل برابر کافر و مشرک کہتے ہیں ۔اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے ۔رسول ﷺ کو کچھ خبر نہیں ۔اسی طور پر وہابی ہر پیغمبر کو اپنی امت کا سردار مثل چودھری بنا کر توہین کرتے ہیں ۔مدعا علیھم نے حنفیہ اہل سنت اور وہابی اہلحدیث کے درمیان اصولی و اعتقادی اختلافات کے مختصراً یہ چند نمونے پیش کئے ہیں، بوقت ضرورت ان کے علاوہ اور بھی کثیر مذہبی اختلافات پیش کئے جائیں گے ۔مسجد عبادت گاہ ہے یعنی جس فرقہ کی جو مسجد ہو اس فرقہ کا کوئی شخص بلا وجہ شرعی اس مسجد سے روکا نہیں جا سکتا ۔ تو سنیوں کی مسجد میں کل سنی نماز پڑھنے کے لئے جا سکتے ہیں اور آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا بوقت رکوع ہاتھ اٹھانا یا نہ اٹھانا (حاشیہ نمبر ۵ میں دہلی اور مراد آباد سے جاری ہونے والے اشتہارات در بارہ سنیت رفع الیدین وغیرہ ملاحظہ فرمائیں ۔ بہاء) ، یہ محض جزئیات چھوٹے امور متعلقہ مراسم کے ہیں اور ان سے ان اصول میں کچھ فرق نہیں آتا ۔ جو مسلمانان اہل سنت کے اعتقادات مذہبی کے خاص ارکان ہیں ۔اس لئے آمین زور سے کہنے والا بوقت رکوع رفع یدین کرنے والا محض ان دونوں باتوں کی بنا پر اہل سنت سے خارج نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ سنی ہی مسلمان متصور ہوگا ۔اسی طرح جو شخص آمین آہستہ کہتا ہو، رفعیدین نہ کرتا ہو، نماز بالکل حنفیوں کی طرح پڑھتا ہو، لیکن عقائد باطلہ کو بھی مانتا ہو ان کو صحیح تسلیم کرتا ہو وہ بھی وہابی ہے، مذہب اہل سنت سے خارج ہے اور سنیوں کی کسی مسجد میں آنے کا اس کو بھی کوئی حق نہیں ہو سکتا ۔تو معلوم ہوا کہ آمین بالجہر و رفع یدین مخاصمت و منازعت کا سبب ہرگز نہیں بلکہ مخالفت و مزاحمت کی بناء عقائد پر ہے ۔اب ظاہر ہو گیا کہ مدعیان نے دفعہ نمبر ۳ میں عدالت کو دھوکہ دینا چاہا اور جب مدعیان کے عقائد اہل سنت کے عقاید کے درمیان اصولی و بنیادی اختلافات موجود ہیں تو خود مدعیان کے اقرار کی بنا پر مدعیان کو سنیوں کی کسی مسجد میں کوئی حق نہیں ہے ۔مقدمہ ہذا کو ڈسمس کرنے کے لئے عدالت کے سامنے یہ ایک مستقل و مضبوط و واقعی و بدیہی وجہ پیش کر دی گئی ہے ۔

۷ ۔ یہ کہ مدعیان نے دفعہ نمبر ۷ عرضی دعوی میں ظاہر کیا ہے کہ مسجد مِلک اللہ کی ہے ۔اسلئے مسلمانوں کو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو مساوی حق ہے کہ اپنے عقیدہ کے مطابق نماز ادا کرے اور کسی شخص کو حق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاصل نہیں کہ اس میں مزاحمت کرے۔ قانونی کتابوں میں اس قسم کی جو عبارتیں موجود ہیں ان کا صحیح مفہوم و مطلب صرف اس قدر ہے کہ سنی مسلمانوں کے چار فرقے ہیں حنفی شافعی مالکی حنبلی جن کے درمیان اصولی اختلاف کچھ نہیں۔ اسی طرح وہابیوں کے تین فرقے اس وقت موجود ہیں: مقلد وہابی، نجدی وہابی، اہل حدیث وہابی، جن کے درمیان اصولی اختلاف کچھ نہیں۔ اسی طرح شیعوں کے کچھ ایسے فرقے ہیں جن کے درمیاں اصولی اختلاف نہیں۔ تو اگر کوئی سنی مسلمان مسجد بنائے اس میں سنیوں کے چاروں فرقوں یعنی حنفیوں شافعیوں مالکیوں حنبلیوں کو نماز پڑھنے سے روکنے کا کسی مسلمان کو حق نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی وہابی مسجد بنائے تو اس میں مقلد وہابی، نجدی وہابی، اہلحدیث وہابی، تینوں فرقوں کے تمام افراد کو نماز پڑھنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر شیعہ مسجد بنائے تو شیعوں کے جس قدر ایسے فرقے ہیں جن کے درمیان باہم اصولی اختلاف نہیں ان سب کو مسجد میں جانے نماز پڑھنے کا مساوی حق ہے کوئی شیعہ ان سے مزاحمت کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اس عبارت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ سنی مسجد میں شیعوں کو مساوی حق ہے اور شیعہ کی مسجد میں وہابیوں کو مساوی حق حاصل ہے۔ قادیانی مسجد میں سنیوں کا برابر کا حق ہے اور داؤدیوں کی مسجد میں آغا خانیوں کو مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ یہ مراد لینا تو مذہب وعقل و قانون سب کے خلاف ہے جیسا کہ مدعا علیہم دفعہ بالا میں عرض کر چکے ہیں کہ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص جملہ عقائد ضروریہ دینیہ اسلامیہ پر ایمان رکھتا ہو تمام ضروریات مذہب اہل سنت کو مانتا ہو لیکن چاروں اماموں سے کسی کی تقلید نہ کرتا ہو اسے اسلام سے خارج نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی اس کو کافر مرتد نہیں کہا جا سکتا اگرچہ وہ اہل سنت سے خارج اور گمراہ و بد مذہب ضرور ہے اس لئے کہ اجماع امت متقدمین ہو گیا جو شخص حنفی شافعی مالکی حنبلی، ان چاروں مذہبوں سے خارج ہو وہ بد مذہب ناری ہے لیکن جو شخص حضور پرنور پیغمبر اسلام ﷺ کی تنقیص شان کرے، حضور کی توہین کرے، بارگاہ رسالت میں گستاخی سے پیش آئے، وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ اور مدعا علیہم عرض کر چکے ہیں کہ مدعیان مذہباً وہابی ہیں اور وہابی لوگ ہمارے پیغمبر ﷺ کی شان میں توہین کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی تعظیم بڑے بھائی کی تعظیم کے برابر بتاتے ہیں۔ خدا کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ٹھہراتے ہیں۔ خدا کے ساتھ حضور ﷺ کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل جانتے ہیں وغیرہ ذلک۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کے کلمات بارگاہ رسالت میں یقیناً سخت ستاخی اور شدید توہین ہیں۔ ان عقائد کفریہ کی بنا پر وہابی لوگ مسلمان ہی نہیں۔ پھر ان کو مسلمان کی کسی مسجد میں آنے کا کیا حق شرعاً و قانوناً ہو سکتا ہے؟ مقدمہ ہذا کو ڈسمس کرنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لئے عدالت کے سامنے یہ بھی ایک نہایت زبردست وجہ پیش کی گئی ہے۔ (حاشیہ نمبر ۶ میں آیات القرآن، اور اثبات التوحید اور وزیرآبادی اشتہار سے ان اعتراضات کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

۸۔ مدعا علیہم دفعات بالا میں عرض کر چکے ہیں کہ تمام کلمہ گویان اسلام کے جس قدر فرقے اختلافات اصولیہ پر مبنی ہیں ان سب کی غرض یہی ہے کہ ہر فرقہ والا خاص اپنے ہی فرقہ کے تمام اشخاص کے لئے مسجد بناتا ہے اور خاص اپنے ہی فرقہ کے تمام افراد کے نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو وقف کرتا ہے تو ہر فرقہ کی مسجد کا اسی فرقہ کے تمام افراد کے مخصوص ہے اور واقف کے شرط کا وقف کے بارہ میں لحاظ کرنا ایسے ہی ضروری ہے جیسا کہ شارع کی نص کا۔

(پہلا مقدمہ)۔ واقفین کا عرف یہ ہے کہ ہر واقف مسجد کو مخصوص اپنے فرقہ کے تمام افراد کے لئے وقف کرتا ہے۔

دوسرا مقدمہ۔ واقف کا عرف وہی حکم ہے جو اس شرط کا ہے۔

تیسرا مقدمہ؛ وقف کی شرط کا اس وقف کے بارہ میں وہی حکم ہے جو نص شرعی کا ہے۔ یعنی اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

ان تینوں مقدموں کے ملانے سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکل آیا کہ سنی مسلمانان کی مسجد کو تمام سنی مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دینا، اہل حدیث وغیرہ تمام مخالفین اہل سنت فرقوں کو اس مسجد سے روک دینا شرعاً واجب ہے۔ پہلا مقدمہ مشاہدہ سے اور سینکڑوں برس کے تمام کلمہ گویان اہل اسلام کی عبادت خارجیہ سے ثابت ہے اور باقی دو مقدمہ منصوصات فقہاء ہیں۔ مقدمہ ہذا کو ڈسمس کرنے کے لئے یہ بھی ایک قوی اور پختہ دلیل پیش کی گئی ہے۔

۹۔ یہ کہ بیان مدعیان مندرجہ دفعہ نمبر ۳ عرضی دعوی اس قدر صحیح ہے کہ مدعا علیہم سائلان باشندگان زمانہ قدیم سے شہر گیا کے ہیں اور حنفی اہل سنت والجماعت ہیں اور علی الخصوص محلّہ گھسیارٹولہ جہاں مسجد مذکور واقع ہے۔ باقی بیان مدعیان بدفعہ مذکور بالکل اتہام باطل بغرض فروغ دہی بیانات خود افتراء و بے جا الزام ناحق ہے۔ مدعا علیہم زمانہ نایادگار سے محلّہ مذکور میں رہتے چلے آتے ہیں اور کبھی کسی زمانہ ماقبل میں یعنی گذشتہ کسی صدی میں کوئی واقعہ کسی قسم کا کسی عنوان بیان سے مسجد مذکور میں نہیں ہوا۔

۱۰۔ یہ کہ مدعیان کی کوئی مسجد گیا میں نہیں ہے۔ مدعیان غلط دعوی بیان بذریعہ مسجد ہذا، مسجد مذکور میں اپنا حق اختیار کرنا چاہتے ہیں اور مدعا علیہم سائلان کے صحیح و جائز قبضہ اقتدار میں خلل انداز ہونا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں اور اپنا حق و قبضہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۱۔ یہ کہ بیان مدعیان بدفعہ نمبر۴ عرضی دعوی محض بے بنیاد و محض افتراء ہے صرف بغرض قائم کرنے غلط و تمہیدی ظہور بیان دعوی کے کیا گیا ہے۔ چونکہ مدعیان کی اس شہر میں کوئی مسجد نہیں ہے اس لئے وہ اپنی نمازیں مدرسہ اہل حدیث میں ادا کرتے ہیں۔ اب بیّنت فاسد و بر بیانات باطلہ مسجد مذکور میں حق و اختیار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

۱۲۔ یہ کہ بیان مدعیان مندرجہ دفعہ نمبر۶ عرضی دعوی بالکل غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے مدعیان نو وارد ہیں اور جب سے گیا میں آنا شروع کیا ہے ہمیشہ سے نماز اپنے مدرسہ اہل حدیث میں نماز پڑھتے ہیں اور ثواب جماعت مسجد ہی میں مختص نہیں بلکہ جہاں کہیں بھی نماز با جماعت ہو ثواب با جماعت کا حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ خود بیان مدعیان سے ظاہر ہے کہ مدعیان مدرسہ اہل حدیث میں نماز ادا کرتے ہیں۔ پس خود بیان سے مدعیان کے صاف ظاہر ہے کہ مدعیان اور مدعا علیھم میں تفرقہ مدارس و مساجد کا ہے اور بیان مدعیان مجبوراً مدرسہ اہل حدیث میں نماز پڑھتے ہیں سراسر غلط و جھوٹ ہے۔

۱۴۔ مسجد مندر و گرجا وغیرہ کوئی معبد یعنی عبادت گاہ ہو سب خدا کی مِلک و املاک ہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جن میں اصولی اختلاف ہو وہ لوگ ایک دوسرے کی عبادت گاہ میں اپنا حق ثابت کریں جیسے کہ شیعہ سنی جن میں بہت سے اصولی اختلافات ہیں ایک دوسرے کی مسجد میں اپنا حق ثابت نہیں کرتے۔ علی ہذا القیاس عیسائیوں میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کے الگ الگ معبد ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معبد استعمال نہیں کرتے۔ اسی طرح ہندوؤں میں سناتن دھرم، آریہ سماج، بدھ مت، وگبری و ستمبری کے مندر علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور ایک فرقہ کا ہندو دوسرے فرقہ کے مندر کو اپنی پوجا کیلئے استعمال نہیں کرتا باوجودیکہ یہ چاروں فرقے ہندو ہی کے ہیں۔

۱۵۔ اسی طرح وہابی غیر مقلدین اہل سنت والجماعت میں اصولی اختلافات واقع ہیں اور اسی بنا پر مدعیان کا مسجد مذکور میں نماز پڑھنا شرعاً جائز نہیں۔ اور نہ رواجاً صحیح ہے۔ قانوناً بھی ایسی جگہ جہاں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو صحیح نہیں۔

۱۶۔ بیان مدعیان مندرجہ دفعہ ۵ عرضی دعوی بالکل غلط و جھوٹ ہے ہرگز مدعیان نمائندگان اہلحدیث نہیں ہیں۔ فدویان عرض کرتے ہیں حکیم ظہیر الدین جو فرقہ وہابی مقام گیا کے صدر ہیں مدعی مقدمہ ہذا نہیں۔ اسلئے کذب بیانی مدعیان کی ثابت ہے اور مقدمہ ہذا بلا لحاظ دیگر امور کے قابل ڈسمس۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۷۔ یہ کہ بعض مدعا علیہم مرد مان میلی واختباری مدعیان کے ہیں اور محض تے تیاً ؟؟؟ مدعا علیہم قرار دیئے گئے ہیں ۔ ہرگز ان لوگوں کا بیان مفید بحق مدعیان ومضر بحق مدعا علیہم نہیں ہوسکتا اور مدعا علیہم کو کوئی پابندی ان لوگوں کے بیان کی نہیں ہے اور نہ قانوناً وانصافاً ہوسکتا ہے ۔

۱۸۔ جس طرح مدعیان نمائندگان فرقہ وہابی اہل حدیث کے نہیں ہیں اس طرح مدعا علیہم بھی نمائندگان فرقہ اہل سنت والجماعت کے نہیں ہیں اور عربی تعلیم سے ناواقف ہیں اس لئے مقدمہ ہذا بلالحاظ دیگر امور کے قابل ڈسمس ہے ۔

۱۹۔ یہ کہ مقدمہ ہذا بموجب دفعہ ۴۲ قانوناً دادرسی مانع بوجوہات بالا مقدمہ مدعیان یکسر قابل ڈسمس ومدعا علیہم مستحق دلا پانے خرچہ جواب دہی کا مدعیان سے ہیں ۔

التماس ۔ فدویان شیخ مہنگو ۔ وقاسم ۔ وبشیر ۔ ودارکی مدعا علیہم معروضہ تاریخ ۶ جولائی ۱۹۳۵ء۔

☆ ۲۰۔ اگست ۱۹۳۵ء کو اہل حدیث کی طرف سے مہلت کی درخواست آئی اور احناف کی طرف سے ایک اور تحریری بیان داخل ہوا۔ اس مرتبہ صرف ایک اور مدعا علیہم داخل ہوا ۔ یہ دوسرا تحریری بیان بھی مثل سابق طول طویل ہے اور اس کے مضامین قریباً وہی ہیں جو پہلے بیان کے ہیں اور اس میں چند مزید اتہام اہل حدیثوں پر لگائے گئے ہیں کہ یہ لوگ اپنی پھوپھی سے نکاح درست جانتے ہیں اور ان کے یہاں خون شراب اور سؤر کی چربی ناپاک نہیں ہے ۔ اور غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ پانی کتنا ہی کم ہو، نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا ہے جب تک رنگ مزہ، یا بو نہ بدلے ۔ اگر پاؤ بھر پانی میں دو چار تولہ بھی اپنا یا کتے کا پیشاب پڑ جائے تو غیر مقلدین کے نزدیک پانی پاک رہے گا اور اس سے وضو اور غسل صحیح ہے ۔

احناف کی طرف سے سابق میں ۳۷ گواہوں کے نام سے اسم نویسی داخل ہوئی تھی اس مرتبہ ۱۱ گواہوں کے نام سے اور اسم نویسی داخل کی گئی ۔ جملہ ۴۸ گواہ ہوئے جن میں سے پندرہ سولہ مولانا لوگ ہیں جو سب کے سب بریلوی عقیدہ کے ہیں ۔ اور اہلحدیث کی طرف سے سولہ گواہوں کے نام اسم نویسی داخل ہوئی ہے ۔ آئندہ تاریخ سماعت یکم نومبر مقرر کی گئی ہے ۔

(مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی ۔ ستمبر ۱۹۳۵ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مقدمہ گیا کی تاریخ ۲۴ مارچ (۱۹۳۶ء) تھی، لیکن اس روز پیشی نہ ہوئی اور پھر تاریخ ۱۲ جون مقرر ہوئی ہے۔ مولوی حشمت علی مقدمہ مذکور میں درخواست دے کر مدعا علیہ بنے اور احناف کی طرف سے مقدمہ کی پیروی اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ بیان تحریری علیحدہ انہوں نے داخل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل حدیث، رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین کرتے ہیں اس لئے مسلمان نہیں۔ اور توہین کی وجہ یہ دکھائی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب نہیں جانتے اور نعوذ باللہ چمار سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے ہیں اور بڑے بھائی کی ایسی تعظیم کرتے ہیں۔ اور جب مسلمان ہی نہیں تو یہ لوگ ہماری سنیوں کی مسجد میں نہیں آسکتے۔

(مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی۔ اپریل ۱۹۳۶ء)

☆ بالآخر ۲۶ ستمبر کو فیصلہ سنا گیا جو مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی جنوری ۱۹۳۷ء میں بایں الفاظ منقول ہے:

فیصلہ مقدمہ باجلاس بابو کنھیا سنگھ منصف سویم گیا

ٹائٹل سوٹ ۳۱۔ سنہ ۱۹۳۶ء

محمد فرخ حسین وغیرہ مدعیان۔ بنام حاجی سید محمد تقی وغیرہ مدعا علیھم

نام وکلاء مدعی۔ مولوی عبدالمجید۔ مولوی عبدالجبار

نام وکلاء مدعا علیھم۔ مولوی شاہ قسیم الدین۔ مولوی سید شرف الدین

مولوی عبدالقادر مرحوم کی مسجد واقع محلّہ گھسیارٹولہ میں نماز ادا کرنے کے لئے شہر گیا کے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان موجودہ جھگڑا اور تکرار ہے۔ مدعی سب جو اپنے کو مسلمان اہل سنت والجماعت اہل حدیث قرار دیتے ہیں اپنے اور نیز جو ان کی جماعت میں شامل ہیں ان سب کے حقوق کی دادرسی چاہتے ہیں کہ وہ مسجد مذکورہ میں نماز باجماعت جماعت عام میں پڑھنے کے مستحق ہیں۔ اور مدعا علیھم یا دوسرے کسی شخص کو کسی قسم کا حق حاصل نہیں کہ وہ انہیں جماعت کے ساتھ، یا گاہے بصورت عدم جماعت، انفراداً نماز ادا کرنے سے روکے یا ذرا بھی اعتراض اور مزاحمت کرے۔ مذکورہ بالا استحقاق کے موافق فیصلہ ہونے پر وہ مزید ایسے حکم کے آرزومند ہیں جس کی رو سے ان کے حقوق کا استحفاظ کلی بھی ہو جائے اور مسجد مذکور میں مدعیوں یا دیگر اہل حدیثوں کے نماز پڑھنے میں مدعا علیھم یا کوئی اور حنفی مزاحم ہونے سے ہمیشہ ہمیشہ باز رہے۔ بنائے دعوی تاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء کا ہوا۔ جس روز مدعی نمبر ا حسب معمول مسجد مذکور میں مغرب کی نماز جماعت کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادا کر رہا تھا کہ مدعا علیہ نمبر ۵ نے اپنا تحریمہ توڑ کر اسے دو طمانچے مارے اور گالیاں بھی دیں۔ اس کے بعد ہی مدعا علیھم از ۲ تا ۱۵ نے اعلانیہ اظہار کیا کہ اب سے اگر کوئی اہل حدیث اس مسجد میں نماز پڑھے گا تو اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے گا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تاریخ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۴ء سے مدعا علیھم نے ان مدعیوں کو اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے واقعی باز رکھا۔ مدعیوں کا دعوی ہے کہ وہ خود اور نیز مدعا علیھم جو اپنے کو حنفی نامزد کرتے ہیں دونوں مذہب اہل سنت والجماعت سے وابستہ ہیں اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق نماز باجماعت ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے جس کا ترک کرنا (گناہ) اس لئے وہ لوگ بزور دلائل یقین دلاتے ہیں کہ ہم مدعا علیھم کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔ مزید برآں وہ اپنے دعوی کا مدار اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت مستقل پر رکھتے ہیں۔ مدعا علیھم اہل سنت والجماعت حنفیہ کے پیرو ہیں۔ ان سے بحیثیت اپنی جماعت کے نمائندہ ہونے کے استحقاق طلب کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں تین بیانات تحریری داخل کئے گئے ہیں۔ ایک مدعا علیھم نمبر ۴، ۵، ۱۱، اور ۱۶، دوسرا مدعا علیہ نمبر ۶، اور تیسرا مدعا علیہ نمبر ۱۶ کی طرف سے۔ رفع الزام اور صفائی پیش کرنے میں یہ سب کل کے کل متفق ہیں۔ لیکن ان کے بیانات تحریری طول طویل لفاظی اور بے سروپا بکواس ہیں۔ تاہم اصل بنیاد جس پر وہ مدعیوں کے دعووں کی مخالفت کرتے ہیں، اس سے جو کچھ بھی سمجھ آ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مدعیان اور ان کا سارا فرقہ ان عقائد کی (جن کی تفصیل بیانات تحریری میں درج ہے) پیروی کرتا ہے جو کفریہ ہیں جس سے وہ مسلمان کہلانے کے شایان شان اور مستحق نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ جب مسلمان ہی نہیں تو اس تکراری مسجد میں نماز پڑھنے کا کوئی حق نہیں۔ حسب ذیل امور قابل تجویز ہیں:

۱۔ یوں جو مقدمہ قائم کیا گیا ہے، آیا وہ چلنے کے بھی لائق ہے؟

۲۔ آیا یہ مقدمہ بہ سبب عدم اطلاع مطابق دفعہ نمبر ا زیر قانون نمبر ۸ حسب ضابطہ دیوانی ناقص ہے؟

۳۔ آیا یہ مدعیان مسجد مذکور میں نماز ادا کرنے کے لئے داخل ہو سکتے ہیں؟

۴۔ آیا یہ مدعیان کسی دادرسی کے، خواہ وہ جو بھی ہو، مستحق ہیں؟

۵۔ آیا مدعیان مسلمان ہیں؟ آیا وہ عقائد جو بیانات تحریری میں ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں صحیح ہیں؟ اگر وہ صحیح ہیں تو کیا وہ عقائد ان مدعیوں کو مسلمان ہونے سے خارج کرتے ہیں؟

تجاویز: مقدمہ کی سماعت کے وقت بار ثبوت کا سوال پیش ہوا۔ بموجب حکم نمبر ۳۴ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۶ء میں نے ہدایت کی کہ پہلے مدعیان سرسری طور پر اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ اور اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد مدعا علیھم ان عقاید کی بنا پر جو انہوں نے خود بیانات تحریری میں درج کئے ہیں، ان مدعیوں کا مسلمان ہونے سے خارج ہونا ثابت کردیں۔ مدعیوں کو اجازت دی گئی تھی کہ وہ تازہ شہادت پیش کر کے تردید کرنے کا حق محفوظ رکھیں۔ چنانچہ مدعیوں نے اپنے مسلمان ہونے کی شہادتیں پیش کیں اور اپنے لیڈر (مولانا) عبدالرحمٰن، گواہ نمبر ا منجانب مدعی نمبرا۔ گواہ نمبر ۲ کا اظہار کرایا، مدعا علیھم نے ان دونوں پر جرح کی۔ اثنائے جرح میں ان عقائد کو جو مدعیوں کی طرف منسوب کئے گئے تھے اور جنہیں بیانات تحریری میں عقاید کفریہ قرار دیا گیا تھا، ان سب کو مدعی نمبرا سے ایک ایک کر کے دریافت کیا گیا۔ مدعی مذکور ان سب سے قطعی بری الذمہ ہو کر مبرا ہو گیا۔ نیز اس نے پیغمبر (ﷺ) کی شان میں کل توہین آمیز کلمات کے روادار ہونے سے انکار کیا اور دعوی سے کہا کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق حضور (ﷺ) تمامی مخلوق سے افضل و اعلی ترین مخلوق ہیں اور آنحضرت (ﷺ) کی شفاعت پر ہمارا ایمان ہے۔ جب اس نے پیش کردہ عقائد پیرو ہونے اور اپنی جماعت پر ان الزاموں کے عائد ہونے کی صحت سے صریح انکار کیا تو مدعا علیھم کے لائق وکیل نے باہمی تصفیہ کی اطلاع دے کر تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء کو ایک روز کی مہلت مانگی۔ چنانچہ دوسرے روز پر مقدمہ اٹھا رکھا گیا۔ لیکن دوسرے روز مدعا علیھم وقت پر حاضر ہی نہ ہوئے۔۔ مدعی نمبرا جرح سے سبک دوش کر دیا گیا۔ اس کے بعد مدعا علیھم کی طرف سے ایک عرضی پیش کی گئی کہ مدعیوں نے چونکہ جملہ عقائد سے جو ان کی طرف منسوب کئے گئے تھے، مبرا ہونے کا اظہار کیا ہے، اس لئے مدعا علیھم کسی عنوان بیان سے مقدمہ ہذا کو لڑنا نہیں چاہتے۔ اس کے جواب میں مدعیوں نے مخالفانہ عرضی پیش کی۔ مدعا علیھم نے اس کا جواب الجواب داخل کیا۔ یہاں ان کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مدعیوں کے دو گواہوں کی گواہیاں گذر جانے کے بعد مدعا علیھم مقدمہ سے ہٹ گئے اور مدعیان عدالت سے حسب روداد فیصلہ کے لئے سرگرم اور مصر رہے۔

پس دو گواہوں کی شہادتوں سے یہ بات مسلّم ہو جاتی ہے کہ مدعیان مسلمان ہیں اور بیان تحریری میں جو عقاید ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ان کے وہ معتقد نہیں۔ اس لئے مطابق قرآن پاک مدعیوں کو unfettered right (بلا قید و شرط و بغیر کسی پابندی کے حق) حاصل ہے کہ وہ اس تکراری مسجد میں داخل ہوں اور وہاں نماز با جماعت یا انفراداً، جب جماعت نہ ہوتی ہو، ادا کریں۔ اور یہی میرا فیصلہ ہے۔

اس مقدمہ میں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اگر کوئی شخص مطابق تحریری بیان عقائد مذکورہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا پیرو ہوتو، آیا وہ مسلمان ہوگا یا نہیں۔ اس لئے اس کے متعلق فیصلہ کرنا از بس ضروری ہے۔ بہرکیف میں اپنے فیصلہ پر قائم ہوں کہ کل مدعیان مسلمان ہیں اور کل حق وانصاف کے مستحق ہیں جن کی انہوں نے استدعا کی ہے چنانچہ جملہ امور تنقیح بحق مدعیان فیصل کیا جاتا ہے

حاصل کلام مقدمہ ہذا میں ڈگری مع خرچہ بموجودگی مدعا علیھم نمبر۴، ۵، ۶، ۱۱، ۱۲، ۱۶ اور یک طرفہ بمقابلہ بقیہ مدعا علیھم اور ہم جماعت ان کے صادر کی جاتی ہے۔

اعلان کیا جاتا ہے کہ مدعیان مسجد مذکور میں داخل ہوکر نماز باجماعت یا انفراداً ادا کرنے کا حق رکھتے ہیں اور مدعا علیھم یا دوسرے اشخاص، جو اپنے کو حنفی کہتے ہیں، ان سبھوں کو ان مدعیوں یا دوسرے اہل حدیث کے ساتھ تکراری مسجد کے اندر نماز ادا کرنے میں مزاحم ہونے سے ہمیشہ کے لئے ممانعت کی جاتی ہے۔

دستخط۔ بابو کنھیا سنگھ منصف سوم۔ گیا۔ مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

☆ جناب ثناء اللہ امرتسری پر قاتلانہ حملے کا عدالتی فیصلہ

برصغیر کے اہل حدیث حضرات پر ان کے مخالفین کے ظلم وستم کی ایک مثال آپ انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے بانی ناظم اعلی جناب ثناء اللہ امرتسری پر قاتلانہ حملہ ہے جب حق و صداقت کی اس شمع کو بھرے بازار میں بجھا دینے کی کوشش کی گئی۔ جناب امرتسری پر ان کے مسکن امرتسر میں اس وقت قاتلانہ حملہ کیا گیا جب وہ تبلیغی سلسلے میں ایک تقریر کرنے کے لئے ایک جلسہ گاہ پہنچ کر ٹانگے سے اتر رہے تھے۔ ان پر ٹوکے سے وار کئے گئے اور انہیں شدید زخمی حالت میں ہسپتال پہنچایا گیا۔ بعد میں قاتل کو گرفتار کر کے مقدمہ چلایا گیا تو عدالت نے حسب ذیل فیصلہ دیا:

بعدالت مسٹر وشن بھگوان ایم اے پی سی ایس۔ اڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرتسر

فوجداری مقدمہ...

مستغیث سرکار بنام ملزم قمر بیگ ولد نعمت بیگ مغل عمر ۲۰۔۲۲ سال۔ لوہار۔ سکنہ امرتسر

بجرم۔ ۳۰۷ تعزیرات ہند۔ تاریخ ارجاع۔ ۱۱ فروری ۱۹۳۸ء

قمر بیگ ولد نعمت بیگ مغل عمر ۲۰۔۲۲ سال لوہار سکنہ امرتسر پر جرم زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند عائد کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے کیونکہ مولوی ثناء اللہ لیڈر جماعت اہل حدیث پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔

مولوی ثناء اللہ حملہ کو یوں بیان کرتے ہیں:

۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو قریباً دن کے چار بجے وہ تانگہ میں سوار ہو کر کٹڑہ مہان سنگھ میں جہاں کہ انہوں نے مسجد مبارک میں اہل حدیث فرقہ کو مخاطب کر کے تقریر کرنی تھی، جا رہے تھے۔ ان کے ہمراہ بابو عبدالمجید، اسماعیل اور رضاء اللہ تھے۔ تانگہ سے اترنے کے بعد انہوں نے ڈاکٹر محمد اسحاق سے مصافحہ کیا جب کہ اچانک ملزم نے یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگا کر مولوی صاحب کی پیٹھ کی طرف سے ٹوکہ (گنڈاسہ) سے سر کی پچھلی اور داہنی طرف ضرب لگائی۔ مولوی صاحب حملہ آور کی طرف پھرے تو حملہ آور نے دوسری ضرب لگائی جو پیشانی اور چہرہ پر لگی۔ مولوی صاحب نے قمر بیگ کو اپنے حملہ آور کے طور پر شناخت کر لیا تھا۔ تب وہ گر گئے اور تھانہ بی ڈویژن میں لے جائے گئے جہاں کہ انہوں نے ابتدائی رپورٹ دی جو کہ ایگزیبٹ پی اے ہے۔ ان کی پگڑی اور کلاہ (پی (۱) اور (۲) سر کی پچھلی طرف سے چوٹ لگنے کے سبب کاٹے گئے اور پولیس نے اپنے قبضہ میں لے لئے۔ تھانہ سے وہ ہسپتال میں لے جائے گئے جہاں پر ان کا ڈاکٹری معائنہ کیا گیا۔ حملہ کا باعث انہوں نے یوں بیان کیا کہ:

> مخالف پارٹی المعروف بہ خادمان عرس نے زیر اہتمام محمد الدین دار بتواریخ یکم دوئم سوئم نومبر ۱۹۳۷ء مسجد جان محمد مرحوم میں جلسے کئے اور ان جلسوں میں مولوی ثناء اللہ اور ان کی پارٹی کے خلاف نفرت پھیلائی۔ وہ اس کو زیادہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے لیکن ان کو گمان ہے کہ ملزم جس کو وہ اس سے پیشتر جانتے بھی نہ تھے غالباً مخالف پارٹی کا رکن ہے۔

مولوی ثناء اللہ کے بیان کی تصدیق کرتے ہیں: ڈاکٹر محمد اسحاق گواہ استغاثہ، عبدالرؤف گواہ استغاثہ، اسماعیل گواہ استغاثہ، اور رضاء اللہ گواہ استغاثہ۔ اور عبدالمجید گواہ جو کہ ہندوستان سے باہر حج کو چلے گئے۔ ان کی گواہی جو مسٹر شوری مجسٹریٹ نے زیر دفعہ ۵۱۲ ضابطہ فوجداری قلم بند کی تھی اس مسل (فائل) میں منتقل کر دی گئی ہے۔ انہوں نے بھی ملزم کو حملہ آور گردانا ہے اور استغاثہ کی کہانی سے جو دوسروں نے بیان کی ہے اتفاق کرتے ہیں۔

بابو رام تانگہ ڈرائیور گواہ استغاثہ نمبر ۶ جو کہ مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو مسجد مبارک تک تانگہ میں لے گیا تھا وہ بیان نہیں کر سکتا کہ آیا ملزم ہی حملہ آور تھا۔

سردار گوربچن سنگھ گواہ استغاثہ نمبر ۸ مجسٹریٹ فرسٹ کلاس ہیں جنہوں نے سب جیل کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اندر ۲۸ نومبر ۱۹۳۸ء کو شناخت پریڈ کروائی تھی اور جنہوں نے فرد شناخت پی ڈی تیار کیا تھا بیان کرتے ہیں کہ ثناء اللہ، اسماعیل اور رضاء اللہ نے درست طور پر ملزم کو شناخت کیا مگر بابو رام نے ایک دوسرے آدمی کو پہچانا۔ سب انسپکٹر گوربچن سنگھ گواہ استغاثہ نمبر ۹ نے ابتدائی رپورٹ پی اے قلم بند کی اور مولوی صاحب کی کلاہ اور پگڑی کو قبضہ میں لے لیا اور ٹوکہ (گنڈاسہ) بی ۳ جو کہ عبدالمجید نے پیش کیا تھا اسے بھی قبضہ میں لے لیا اور اس نے ثناء اللہ کے زخموں کی بھی فرد تیار کی جو بی ڈی ہے۔ ڈاکٹر پوری گواہ استغاثہ نمبر ۱۰، اسسٹنٹ سرجن سول ہسپتال امرتسر نے ثناء اللہ کے زخموں کا ملاحظہ اسی دن شام کے سوا چھ بجے کیا تھا اور انہوں نے مندرجہ ذیل زخم پائے:

۱۔ ایک گہرا زخم آٹھ انچ۔ سوا دو انچ جو کہ ہڈی تک گہرا اور سر کے پچھلے حصہ میں تھا اور سر کے دائیں طرف سے شروع ہوتا تھا۔ قطار میں اس زخم کے ساتھ اور چوتھائی انچ کے فاصلہ پر ایک اور گہرا زخم ...تھا جو کہ ہڈی تک گہرا تھا۔ ہڈی میں کٹ (قطع) کا نشان تھا جو سلاخ سے معلوم ہوتا تھا۔

۲۔ ایک گہرا زخم ناسک کے بائیں اور اوپر کی طرف تھا اور ہڈی تک گہرا تھا جو کہ زیادہ گہرے کٹ کا نشان رکھتا تھا اور نچلے حصہ میں زخم کی گہرائی چوتھائی انچ تھی۔

۳۔ ایک گہرا زخم، ترچھا تھا اور بائیں ابرو کے اندر کی طرف لگا ہوا تھا۔

یہ زخم ڈاکٹر صاحب کی رائے کے مطابق ٹوکہ سے لگائے جا سکتے ہیں اور وہ تازہ تھے۔ لیکن پنڈت دیوی دیال پروسیکیوٹنگ انسپکٹر گواہ استغاثہ نمبر ۱۱ بیان کرتے ہیں کہ ملزم ان کے روبرو بتاریخ ۲۷ جنوری ۱۹۳۸ دن کے دس بجے کلکتہ کے دو سپاہیوں نے پیش کیا اور ان کے پاس چٹھی پی۔ ایچ۔ کمشنر آف پولیس کلکتہ کی تھی اور ملزم نے اپنا منہ چادر سے لپیٹا ہوا تھا کیونکہ اس کی شناخت ہونی تھی اس لئے گواہ نے اس کو تلقین کی تھی کہ وہ چہرہ کو چھپائے رکھے اور اس معاملہ کے بارے میں چٹھی پی۔ ایچ۔ پر ایک نوٹ دیا تھا۔

ملزم حملہ سے انکار کرتا ہے اور اپنی غیر حاضری ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ اس دن جس دن حملہ ہوا تھا کلکتہ میں تھا اور امرتسر سے وہ پہلی نومبر کو رات گاڑی میں روانہ ہو گیا تھا۔

کل گیارہ گواہ صفائی میں گزرے ہیں پہلے چھ گواہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مولوی ثناء اللہ پر حملہ ہوتے دیکھا تھا اور ملزم حملہ آور نہیں ہے اور ہتھیار جو استعمال کیا گیا تھا وہ ٹوکہ نہیں تھا بلکہ لوہے کی کھری والا جوتا تھا مگر ملزم کی غیر حاضری ثابت کرنے کی خاطر تین گواہان نے صفائی پیش کی ہے۔ رحیم بخش گواہ صفائی نمبر ے بیان کرتا ہے کہ اس کا لڑکا باٹانگر میں جو کلکتہ کے نزدیک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے قیام پذیر ہے اور ساڑھے چاہ گزر چکے ہیں کہ ملزم (قمر بیگ) شہر امرتسر سے گیارہ بجے رات کی گاڑی میں روانہ ہوا تھا۔ گواہ نے ملزم کو کچھ چیزیں اپنے لڑکے کو دینے کے لئے دی تھیں بعد میں اس نے اپنے لڑکے سے ان اشیاء کی رسید حاصل کی تھی۔ بابو معراج الدین ہیڈ بکنگ کلرک امرتسر گواہ صفائی نمبر ۸ اپنی روزانہ کیش بک سے ظاہر کرتا ہے کہ پہلی نومبر ۱۹۳۷ء کو تھرڈ کلاس کی ساڑھے آٹھ ٹکٹیں فروخت ہوئی تھیں جو کہ ۱۱ بجے والی گاڑی کے لئے جاری کی گئی تھیں۔

غلام رسول گواہ صفائی نمبر ۹، امرتسر کا ایک درزی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ ملزم اس کے گھر ۳ نومبر کو پہنچا اور ۴ نومبر کو ملزم نے اپنے آپ کو ۴ دن کے لئے غیر حاضر کیا تھا اور جب وہ واپس آیا تو اس نے گواہ کے ساتھ ۲۰ دن گزارے۔

پچھلے دو گواہ بشیر احمد اور جیون فہرست گواہان صفائی میں درج نہیں تھے۔ ان کو سماعت کے آخری روز ملزم کا باپ لایا تھا اور ملزم کی عرض پر ان کی گواہی بھی قلم بند کی گئی۔

بشیر احمد بیان کرتا ہے کہ قریباً پانچ ماہ گزرے ہوں گے کہ دن کے ساڑھے چار بجے وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بیٹھک پر شطرنج کھیل رہا تھا۔ اسی اثنا میں ایک آدمی دوڑے ہوئے آیا اور بیان کیا کہ کسی شخص نے مولوی ثناء اللہ پر جوتے سے حملہ کر دیا ہے۔ شطرنج کے کھلاڑی مسجد مبارک کی طرف دوڑے جہاں انہوں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو زخمی حالت میں زمین پر لیٹے دیکھا۔ میں (یعنی گواہ) واپس آ گیا مگر ڈاکٹر محمد اسحاق کو وہاں مولوی صاحب کے ساتھ تانگہ میں چھوڑ آیا۔

جیون گواہ صفائی بیان کرتا ہے کہ پانچ یا چھ ماہ گزرے ہوں گے کہ دوپہر کے وقت وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے مکان کے آگے سے گزر رہا تھا تو اس نے ملزم کو ڈاکٹر محمد اسحاق سے گالی گلوچ ہوتے دیکھا۔ گواہ مذکور کے دریافت کرنے پر ڈاکٹر محمد اسحاق نے بتایا کہ ملزم نے اس کی ایک قیمتی دوائی کی شیشی توڑ دی ہے اور یہ کہ ڈاکٹر محمد اسحاق ملزم کو کسی مصیبت میں مبتلا کرائے گا جس سے اس کا بچنا ناممکن ہوگا۔

میں نے اس مقدمہ کو غور و خوض کے ساتھ دیکھا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ الزام ملزم پر ثابت ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسماعیل گواہ استغاثہ مولوی صاحب کے دفتر میں نوکر ہے۔ عبدالمجید انجمن اہل حدیث (جس کا مولوی ثناء اللہ صدر ہے) کا سکرٹری ہے، اور عبدالرؤف بھی اہلحدیث ہے اور رضاء اللہ، مولوی صاحب کا پوتا ہے، ملزم اور ان کے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ملزم کو حملہ سے پہلے جانتے بھی نہیں تھے۔ ان تمام نے بلا شبہ ملزم کو ہی مولوی ثناء اللہ کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حملہ آور بیان کیا ہے اور ملزم نے گواہان استغاثہ کے متعلق کوئی بھی ایسی بات ظاہر نہیں کی کہ انہوں نے کیوں ملزم کو جھوٹے طور پر اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بابت ملزم نے دشمنی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کی یہ کوشش بالکل ناکام رہی۔ اور قیمتی دوائی کی شیشی ٹوٹ جانے کا سبب، جو جیون گواہ صفائی نمبر ۱۱ نے بیان کیا، صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ یہ بات بعد میں بنائی گئی ہے۔ جرح کے دوران میں پوچھا گیا تو وہ بالکل کسی مختلف بات کی بابت تھا۔ اس پر جرح کے سلسلے میں یہ ظاہر ہے کہ جو کچھ صفائی کی طرف سے اس وقت بتایا گیا تھا، یہ تھا کہ ڈاکٹر محمد اسحاق کے لڑکے کے سسر نے پولیس کی مدد سے ڈاکٹر کے گھر کی تلاشی کرائی تھی۔ نعمت بیگ ملزم کے باپ نے بھی گھر کی تلاشی کے سلسلے میں مدد کی تھی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق کو اتنے الفاظ میں پوچھا گیا تھا کہ آیا اس نے اس وقت نعمت بیگ کو بدلہ لینے کی دھمکی دی تھی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ جیون گواہ صفائی کو صفائی کے گواہوں کی فہرست میں نہیں رکھا گیا تھا، لیکن ملزم کے باپ کی طرف سے ۲۸ مارچ کو پیش کیا گیا تھا۔ اصل میں جب پہلی مارچ کو ملزم سے پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ اپنی مبینہ شکایات، جو کہ اس کو ڈاکٹر محمد اسحاق کے خلاف ہیں، پوری تفصیل سے بتانے کو تیار ہے۔ ملزم نے جواب دیا کہ وہ اس وقت اپنی شکایات بتانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ استغاثہ کے کسی بھی گواہ کا جھوٹا الزام دینے کا کوئی مقصد نہیں ہوسکتا۔

استغاثہ کے مضمون کی تصدیق ڈاکٹری گواہی بھی کرتی ہے اور جو کچھ صفائی کے گواہوں کی طرف سے بتایا گیا ہے اس سے اختلاف رکھتی ہے۔ میں نے ابھی ذکر کیا ہے کہ ڈاکٹر پوری کی رائے کے مطابق سر کے پچھلے حصے پر زخم کھری والے جوتے سے نہیں لگایا جا سکتا تھا، بلکہ یہ زخم ٹوکے سے لگایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نے دو گہرے زخم ایک ہی لائن میں ایک دوسرے سے سوا انچ فاصلے پر دیکھے تھے۔ میں نے ٹوکا (پی ۳) دیکھا ہے جس کی تیز دھار کے دو دندے ہیں۔ یہ دندے غالباً زخموں کے درمیان کے فاصلہ کی وجہ ظاہر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے زخم نمبر ۲ اور نمبر ۳ جو کہ ڈاکٹری شہادت کے مطابق ایک ضرب سے لگائے جا سکتے ہیں، چشم دید گواہوں کے بیان کے مطابق دوسری ضرب لگنے سے پہلے بابو عبدالمجید نے ملزم کے وار کرنے والے بازو کو پکڑ لیا تھا جس سے یہ ظاہر ہے کہ کیوں دوسری ضرب سے زیادہ نقصان نہ پہنچایا۔

صفائی کی کہانی میں بعض اور ناممکنات بھی ہیں۔ صفائی کے چھ گواہوں نے بتایا کہ انہوں نے اوروں کے ساتھ حملہ دیکھا تھا۔ ان میں سے کچھ حملہ آور کے پیچھے دوڑے لیکن پھر بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حملہ آور بھاگ گیا جو کہ ناممکن ہے۔ گواہوں میں سے کسی نے بھی سوائے اس کے کچھ نہیں بتایا کہ حملہ آور ملزم سے زیادہ موٹا اور لمبا تھا۔ یہ بات بعد میں بنائی گئی ہے۔

غیر حاضری کی شہادت بالکل مہمل ہے۔ یہ بات کہ ساڑھے آٹھ تیسرے درجہ کی ٹکٹیں یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو جاری کی گئی تھیں، بذات خود یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ملزم ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ٹکٹیں لیں۔

رحیم بخش گواہ صفائی نمبر ۷ ملزم کا ہمسایہ ہے اس لئے وہ اس کو بچانا چاہتا ہے۔ اس طرح کلکتہ والا گواہ غلام رسول ملزم کے باپ کا ایک دیرینہ دوست ہے، وہ میری تسلی نہیں کر سکا کیونکہ اس کو نومبر کی ۳ تاریخ یاد ہے جس دن کہ ملزم کا کلکتہ پہنچنا بیان کیا جاتا ہے۔

گواہ صفائی نمبر ۱۰ بشیر احمد، جو کہ سمن کے ذریعہ طلب نہیں کیا گیا، کی شہادت بھی مضحکہ خیز ہے۔ اس نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ عموماً وہ اپنی دکان ۶ بجے سے پہلے نہیں چھوڑتا لیکن اس دن وہ دکان سے ۴ بجے چلا گیا کیونکہ اس کے مہمانوں نے اسے گھر بلایا تھا لیکن بجائے مہمانوں کے پاس جانے کے وہ ڈاکٹر محمد اسحاق کی بیٹھک پر شطرنج کھیلنے چلا گیا۔

وکیل صفائی نے میری توجہ مولوی ثناء اللہ کے ابتدائی بیان اور دوسرے بیان جو کہ انہوں نے عدالت میں دیا، کے اختلاف کی طرف دلائی۔ ابتدائی رپورٹ کے مطابق مولوی صاحب کا بیان ہے کہ ان کو صرف ایک ضرب لگی لیکن ان کا عدالتی بیان اور دوسرے گواہوں کی شہادت ہے کہ ان کو دو نمایاں ضربیں لگیں۔ کیفیت پولیس، جو کہ مولوی ثناء اللہ کی رپورٹ کے نیچے لکھی گئی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پولیس افسر جس نے رپورٹ مرتب کی تھی اس نے خود بھی دو زخموں کی موجودگی نوٹ کی ہے اور زخموں کی فرد میں جو کہ اسی پولیس افسر نے تیار کی تھی دونوں زخموں کا واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے اس دن سوا چھ بجے ان زخموں کا ملاحظہ کیا اس لئے اس بات میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں زخم شروع ہی سے موجود تھے۔ یا تو مولوی صاحب دوسری ضرب لگنے کے بیان کرنے کو ابتدائی رپورٹ میں درج کروانا بھول گئے ہونگے کیونکہ اس وقت ان پر ایک تکلیف دہ حالت طاری تھی یا ابتدائی رپورٹ لکھنے والے افسر نے سہواً چھوڑ دیا ہوگا۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہیں کہ مولوی ثناء اللہ پر حملہ کرنے والا ملزم کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور اس کا ارادہ مولوی صاحب کو قتل کرنا تھا۔ ملزم نے حملہ کا آغاز یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگا کر کیا۔ یہ نعرہ ایک تنگ دل متعصّبانہ خیالات رکھنے والے کا ہوتا ہے جس کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ ایک نیکی کا کام کر رہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس نے پہلی ضرب اپنے دونوں ہاتھوں سے ثناء اللہ کے اہم ترین حصہ پر لگائی اور جب مضروب اس کی طرف پھرے اس نے دوسرا وار کیا۔ پہلے وار کی شدت کلاہ اور پگڑی نے، جو کہ مولوی صاحب نے پہنی ہوئی تھی، کم کر دی اور دوسرے وار کا زور عبدالمجید گواہ کی مداخلت نے کم کر دیا۔

ان حالات کے باوجود دونوں صورتوں میں ہڈی کٹ گئی۔ جرم، جس کا ملزم مرتکب ہوا ہے، دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند کی زد میں آتا ہے۔ میں ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملزم قمر بیگ کو مجرم گردان کر ۴ سال قید بامشقت کا حکم صادر کرتا ہوں۔ (سنایا گیا)۔

دستخط۔ وشن بھگوان۔ اڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ امرت سر۔ ۶، اپریل ۱۹۳۸ء

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ جون ۱۹۳۸ء)

جناب عبداللہ ثانی بعد میں ایک موقع پر اس مقدمے کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۴ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک حملہ آور نے جناب ثناء اللہ امرتسری کے سر پر گنڈاسے سے وار کیا۔ ملزم کچھ دن امرتسر میں چھپا رہا، اس کے بعد فتح گڈھ کے قریب چک سکندر میں رہا، وہاں سے کلکتہ پہنچا۔ وہاں سے گرفتار کر کے ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء کو بذریعہ پولیس امرتسر لایا گیا۔ ثبوت پختہ عدالت ماتحت میں پیش ہوا۔ فرد جرم کے بعد ملزم کی پارٹی نے گواہاں صفائی پیش کئے جنہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ کسی اور شخص نے کسی اور چیز سے ضرب لگائی ہے۔ ان گواہوں کو مجسٹریٹ نے ایک جھوٹی کہانی قرار دے کر دفعہ ۳۰۷ میں ۶۔ اپریل ۱۹۳۸ء کو چار سال سخت قید کی سزا دی۔ اس پر مجرم کی طرف سے اپیل ہوئی جس کا فیصلہ ۲۹۔ ۲۹۔ اگست ۱۹۳۸ء کو ہوا اور سیشن جج نے جرم بحال رکھا اور شہادت صفائی کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۴۔ ۵)

جناب عبداللہ ثانی کے کی مذکورہ بالا تحریر میں سیشن جج کے فیصلے کا ذکر ہوا ہے، جو یوں درج ذیل ہے:

سیشن جج نے روداد مقدمہ لکھنے کے بعد اپنا فیصلہ بالفاظ ذیل لکھا:

میری رائے میں استغاثہ نے اپنا کیس ثابت کر دیا ہے اور فاضل مجسٹریٹ (اے۔ ڈی۔ ایم) ملزم مذکور کو زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند سزا دینے میں بالکل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حق بجانب تھے۔.... ملزم نوجوان لڑکا ہے اور مولوی ثناء اللہ اور ان کی جماعت کے مخالفین کا بہکایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اس لئے حالات پیش آمدہ کے ماتحت چار سال قید بامشقت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔میں ملزم کے جرم کو زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند بحال رکھتے ہوئے اس کی قید چار سال بامشقت کو تخفیف کر کے قید دو سال بامشقت میں تبدیل کرتا ہوں۔

سنایا گیا۔ دستخط: آئی۔یو۔خان۔سیشن جج امرتسر۔۲۹۔اگست ۱۹۳۸

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۱۲)

☆ متھرا

متھرا کی شبینہ مسجد میں اہل حدیث حضرات کو اگست ۱۹۶۷ء میں آمین بالجہر کہنے سے روکا گیا اور مسجد کے صدر دروازہ کو مقفل کر دیا گیا جس کی وجہ سے کچھ وقت تک اس مسجد میں اذان و جماعت نہ ہوسکی۔مسجد میں تالا لگانے کا مقصد یہ تھا کہ اہل حدیث حضرات سنت رسول ﷺ کے مطابق آمین بالجہر کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکیں۔اہل حدیث نے متھرا کے اڈیشنل منصف کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور ان کی طرف سے جناب نصیر بیگ، جناب مرزا بشیر بیگ اور ننھے خان مدعی ہوئے۔احناف کی طرف سے سید فرزند علی مدعا علیہ تھے۔متھرا کے اڈیشنل منصف جناب پی سی ماتھر نے ۱۸ نومبر ۱۹۷۰ء کو اہل حدیث کے حق میں درج ذیل فیصلہ دیا:

مقدمہ نمبر ۴۶۲۔ سنہ ۱۹۶۷ء مابین اہل حدیث و اہل فقہ ...مع خرچ کے ڈگری کیا جاتا ہے حنفیوں کے خلاف۔حنفی مسلمانوں کو شبینہ اور عام مسجدوں میں اہل حدیث کو نماز پڑھنے اور امام کے پیچھے الحمد کے بعد آمین بالجہر کہنے سے روکنے سے مستقل طور پر منع کیا جاتا ہے۔

دستخط۔پی سی ماتھر اڈیشنل منصف متھرا۔۱۸ نومبر ۱۹۷۰ء

اس کے بعد احناف نے ۱۹۷۱ء میں متھرا کے سول جج کی عدالت میں اپیل کی۔جس کی نقل فیصلہ یوں ہے:

مقدمہ دیوانی اپیل نمبر ۱، سنہ ۱۹۷۱ء مابین محمدی مذہب و حنفی مذہب

اپیل صرف اس حد تک منظور کی جاتی ہے کہ دعوی حنفیوں کے خلاف ڈگری کیا جاتا ہے۔ جو مسلمان حنفی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو مستقل حکم کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ اہل حدیث کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز پڑھنے اورامام کے الحمد پڑھنے کے بعد لفظ آمین زور سے کہنے کوشبینہ مسجد یا دیگر عام لوگوں کی متھرا ضلع بھر کی مسجدوں میں نہ روکیں۔کہیں پر بھی اہل حدیث مسلمان ہونے کے ناطے نماز ادا کر سکتے ہیں۔اہل حدیث پہلی عدالت منصفی کا خرچہ دعوی لڑنے والے حنفیوں سے وصول کریں۔فریقین اس اپیل کا خرچہ اپنا اپنا خرچہ برداشت کریں گے۔

دستخط جی ڈی چوپڑا سول جج متھرا۔۳۰۔اگست ۱۹۷۲ء

اس کے بعد احناف نے الہ آباد ہائی کورٹ میں سول جج کے فیصلہ کے خلاف ۱۹۷۲ء میں اپیل کیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۸۰ء کو اس اپیل پر جج نے فیصلہ سنایا جس کی تلخیص ہندی سے اردو میں ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج نے بایں الفاظ کی ہے:

نمبر۲۹۲۳، سنہ ۱۹۷۲ء۔

الہ آباد ہائیکورٹ کے معزز جج امیتا بھ بینرجی نے مقدمہ سنا اور ۲۸ فروری ۱۹۸۰ء کو فیصلہ سنایا۔ ہائیکورٹ میں احناف کے وکیل مسٹر محمد یعقوب صدیقی نے جج کے سامنے یہ نقطہ رکھا کہ :

مدعیان کے ذریعہ پیش کیا گیا مقدمہ متھرا عدالت میں چلنے کے لائق نہ تھا اور نچلی اپیل کی پہنچ بھی غلط تھی۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ نچلی عدالت نے مدعا علیھم شبینہ مسجد کے خلاف ہی سٹے جاری کرنے میں غلطی نہیں کی بلکہ متھرا ضلع کی دیگر مسجدوں کے بارے میں بھی غلطی کی جس کے لئے کوئی رعایت بھی نہیں مانگی گئی تھی۔وکیل صاحب نے مدعیان کے اپنے حقوق، زور سے آمین کہنے کے سوال پر کہا کہ یہ مذہبی رو سے غلط ہے اور مسجد میں نماز ادا کرتے وقت ان کے ذریعہ آمین زور سے کہنا ان کے حقوق میں دخل ہوگا۔

ہائی کورٹ میں اہل حدیث کے وکیل جناردن سہائے نے جواب میں کہا کہ اہل حدیث نے جوزور سے آمین کہنے کی طرح ڈالی ہے وہ دیگر مسلمانوں میں بھی جاری تھی اور اس بات کو اسلام کی مذہبی کتابوں کے مؤلفوں کے ذریعہ بھی ثابت کیا۔

معزز جج امیتا بھ بینرجی نے کہا کہ میں نے وکیل مسٹر جناردن سہائے کو سنا جنھوں نے عدالت کی فل بینچ کے ذریعہ فیصلہ شدہ تین مقدموں کا ذکر کیا جس میں جسٹس محمود کے بیان پر یقین کیا گیا۔وہ تین مقدمے یہ ہیں:

ا۔اس عدالت کی ۵ ججوں کی بینچ کے سامنے ۱۸۸۲ء میں مقدمہ۔یعنی ملکہ معظّمہ بنام رمضان۔ آئی۔ایل آر۔۷۔الہ آباد ۴۶۱۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۲۔ یہ معاملہ دوبارہ پھر اس عدالت کی فل بینچ کے سامنے رکھا گیا۔ عطاء اللہ بنام عظیم اللہ۔ آئی ایل آر۔۱۲۔الہ آباد۔۴۹۴۔

۳۔ یہ معاملہ پھر اس عدالت میں فل بینچ کے سامنے رکھا گیا۔ جنگو بنام احمد اللہ۔ آئی ایل آر۔ ۱۳۔الہ آباد۔۴۱۹۔

یہ تینوں نظیریں دیکھنے کے بعد جج نے فیصلہ دیا کہ متنازع مسجد میں زور سے آمین کہنے کی بابت نچلی عدالت نے جو فیصلہ دیا ہے، وہ صحیح ہے۔ میں اس بارے میں کوئی قانونی غلطی نہیں پاتا ہوں۔ اور یہ کہنا کہ یہ مقدمہ نچلی عدالت میں چلنے کے لائق نہیں تھا، اس عدالت کے ذریعہ دیئے گئے فل بینچ کے فیصلہ عطاء اللہ بنام عظیم اللہ کی رو سے نچلی عدالت کو اختیار حاصل تھا۔ لہذا یہ اس طرح دیکھا جاتا ہے کہ اس عدالت کے ذریعہ اس پر اچھے فیصلے کئے جا چکے ہیں کہ لفظ آمین نماز میں سورہ فاتحہ کے آخر میں کہا جا سکتا ہے لیکن دوسروں کے لئے مخل نہ بنیں۔ اس لئے میں اس اپیل میں کوئی وزن نہیں پاتا ہوں اوپر مذکورہ نقاط کی روشنی میں یہ اپیل ناکامیاب ہوتی ہے اور خارج کی جاتی ہے۔ لیکن مقدمہ کے حالات کو دیکھتے ہوئے مقدمہ کے خرچہ کے معاملہ میں کوئی حکم نہیں ہوگا۔ بتاریخ ۲۸ فروری ۱۹۸۰ء۔

(اس مقدمہ کی پیروی متھرا جماعت اہل حدیث کے حافظ مشتاق احمد نے کی تھی۔ اور نائب منصف اور سول جج کے فیصلے، حافظ مشتاق احمد کی تالیف: علمائے احناف کے متفقہ فتوے، طبع مصطفائی، آگرہ ۱۹۷۳ء سے منقول ہیں، اور الہ آباد ہائی کورٹ کے فیصلہ کی ہندی نقل حافظ مشتاق احمد کے بیٹے حافظ عبدالوہاب متھراوی سے حاصل ہوئی ہے)

☆ دیرہ دون

آمین بالجہر کی پاداش میں ڈیرہ دون کی مسجد میں اہل حدیث کو نماز سے روک دیا گیا تھا جس پر اہل حدیث نے مقدمہ دائر کیا جس کا فیصلہ اہل حدیث کے حق ہوا تو مولانا احمد حسن شوکت نے اپنے اخبار شحنہ ہند میرٹھ میں لکھا:

دہرہ دون کا مقدمہ آمین بالجہر فتح ہو گیا جیسی ہم نے پیش گوئی کی تھی مسٹر میکفرسن مجسٹریٹ دہرہ دون نے ویسا ہی انصاف کیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم اپنا وہ حکم واپس لیں گے جو اہل حدیث کو مسجد متنازعہ فیہ میں نہ جانے کی نسبت تھا۔ اور صاحب پولیٹیکل ایجنٹ کی چٹھی جو امیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعقوب خان کی حمائت میں آئی تھی واپس کریں گے۔ کمپاس کے نقشوں سے ثابت ہوگیا کہ یہ پرانی مسجد ہے۔ امیر صاحب کا اس میں کوئی حق نہیں اور حق بھی ہو تو تمام مسلمانوں کے لئے وقف ہے۔ ہم تمام اہل حدیث بالخصوص پیر جی خدا بخش و محمد حنیف صاحب سوداگران و اراکین مجلس اسلامیہ دہرہ دون کو اس بین فتح یابی کی مبارکباد دیتے ہیں۔

☆ سیتا مڑھی

مسجد سیتا مڑھی شہر کے کورٹ بازار کی ایک مسجد ہے میں حافظ نصر اللہ (نابینا) امام تھے وہ اہل حدیث ہو گئے تو احناف نے انہیں تکلیفیں دیں اور مسجد سے نکال دیا۔ اس پر عدالت میں مقدمہ دائر ہوا جس کا فیصلہ ۷ فروری ۱۹۰۶ء کو اہل حدیث کے حق میں فیصلہ ہوا۔

(سوانح مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی)

☆ ضلع شاہ آباد۔ (آرہ)

ضلع شاہ آباد (آرہ) کے قصبہ ڈمراؤں بارہ مسجدیں اور ایک عیدگاہ تھی۔ اس گاؤں میں حاجی الٰہی بخش مرحوم کے خاندان والے بہت زمانہ سے عامل بالحدیث تھے ان کی صحبتوں سے مستفیض ہو کر اور شخصوں نے بھی اس طریقہ کو اختیار کیا ان میں سے ایک شخص مسمی مولا بخش تھے جو جامع مسجد ڈمراؤں کے امام تھے۔ ۱۸۹۸ء تک مابین اہل حدیث و احناف کوئی تنازعہ نہ تھا۔ برابر امام مذکور کی اقتداء کے ساتھ جامع مسجد ڈمراؤں میں احناف و اہل حدیث نماز جمعہ باہم مل کر ادا کرتے تھے۔ پھر احناف نے مولوی ابوالبرکات غازی پوری کے اشتعال سے جمعہ کے روز عین خطبہ کے وقت امام مذکور کو ممبر سے ہاتھ پکڑ کر اتارنا اور بزور جماعت اہل حدیث کو مع امام کے مسجد مذکور میں نماز پڑھنے و امامت کرنے سے روکنا چاہا۔ اس پر عدالت میں مقدمہ دائر ہوا اور اہل حدیث بارہ برس مسلسل ہائی کورٹ تک مقدمہ لڑتے رہے اور ہر جگہ ڈگری اہل حدیثوں کی ہوتی رہی۔ یہ وہی مقدمہ تھا کہ جناب مولانا عبداللہ غازی پوری و مکرمنا مولوی عبدالعزیز محدث رحیم آبادی و علماء کرام شہر آرہ کے شب و روز کوشاں و سرگرداں رہتے تھے۔ ۱۹۱۱ء میں ہائیکورٹ سے جب اہلحدیثوں کو ڈگری ہوئی تو جامع مسجد مذکور کو حنفیوں نے چھوڑ دیا اور اپنا جمعہ دوسری مسجد میں قائم کر لیا اور اس مسجد میں جماعت اہل حدیث اپنے امام کے ساتھ برابر نماز پڑھتے رہے۔ چھ سات برس کے بعد حنفیوں نے پھر اس مسجد میں قدم رکھا کہ ہم لوگ بھی اپنے امام کے ساتھ اس مسجد میں جمعہ کی نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادا کریں گے ۔ تاہم یہاں کے آنریری مجسٹریٹ کے سامنے آپس میں مصالحت ہوگئی کہ بارہ سے ایک بجے تک اہل حدیث اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھیں اور ایک بجے کے بعد حنفی اپنے امام کے ساتھ نماز ادا کریں ۔ایک کاغذ پر مسودہ تیار کر کے دونوں طرف کے ذی اثر لوگوں کے دستخط کرا لئے گئے ۔ چونکہ احناف جمعہ ادا کرنے کی نیت سے اس مسجد میں نہیں آئے تھے مصالحت ہو جانے کے بعد پھر اپنی اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے لگے جس میں ڈگری کے بعد جمعہ قائم کیا تھا۔مگر برابر اس کوشش میں لگے رہے کہ کسی صورت سے اہل حدیثوں کو زک دی جائے اور ان کو تنگ کیا جائے ۔ ۱۹۲۴ء میں پھر ای ڈگری شدہ مسجد میں ایک مولوی صاحب غازی پوری تشریف لائے اور مولود کا بہانہ کر کے کلا حناف ڈمراؤں و اطراف کو جمع کیا اور کہا کہ تم اس قدر کثیر تعداد میں ہو اور وہابی معدودے چند۔تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ہے کہ مسجد کو چھوڑ دیا۔تم لوگ آمادہ ہو جاؤ اور آئندہ جمعہ کو ان وہابیوں کو بزور مسجد سے نکال دو ۔یوں سارا شہر اہل حدیثوں کے خون کا پیاسا ہو گیا۔اس حالت کو دیکھ کر اہل حدیث کی طرف سے ایک درخواست سب انسپکٹر پولیس کو دی گئی کہ جمعہ کے روز سخت بلوہ کا اندیشہ ہے لہذا امنا سب کاروائی کی جائے ۔ احناف نے بھی پنج شنبہ کو پیش بندی کے طور پر سب ڈویژنل مجسٹریٹ بکسر کو اطلاع دی کہ ہم لوگ برابر جامع مسجد میں اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اس جمعہ کو اہل حدیث فساد کرنا چاہتے ہیں ۔ جمعہ کے دن مجسٹریٹ نے سب انسپکٹر پولیس کو حکم بھیج دیا کہ جو جس طرح نماز پڑھتا ہو پڑھاؤ اور فساد کو روکو۔

روز جمعہ دن کے ۱۱ بجے احناف ڈمراؤں ونواح مسجد میں جمع ہونے لگے ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے سب انسپکٹر پولیس بھی آپہنچا اہل حدیث معدودے چند خدا کے بھروسہ پر مسجد میں داخل ہوئے ۔ پولیس نے مصالحت نامہ کے مطابق حکم دیا کہ بارہ بجے سے ایک بجے تک اہلحدیث اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھیں اور بعد ایک بجے کے احناف ۔

اہلحدیث کا امام ممبر پر گیا اور احناف مسجد چھوڑ کر باہر چلے گئے اور سب ڈویژنل مجسٹریٹ بکسر کو تار دیا۔تین بجے مجسٹریٹ ڈمراؤں پہنچ گئے اور تحقیقات کے بعد دونوں فریق سے کہا کہ تم لوگ بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۲۴ء کو اپنا اپنا ثبوت میرے اجلاس میں پیش کرو۔

تاریخ مقررہ پر فریقین نے مجسٹریٹ کے اجلاس میں ثبوت پیش کیا۔اس کے بعد مجسٹریٹ نے اللہ کی مہربانی سے حسب دفعہ ۱۴۴ نوٹس احناف پر جاری کیا۔احناف نے فیصلہ کو قبول نہ کرتے ہوئے کلکٹر ضلع کے صدر مقام آرہ میں اپیل کیا۔مقدمہ کی تاریخ ۱۸ ستمبر تھی اس مقدمہ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیروی میں کل احناف ڈمراؤں اور نواح کے آرہ نے جس میں حنفی وکیل ومختار بھی شامل ہیں کوشش بلیغ ہرصورت سے مالی وجسمانی کی ۔ کلکٹر نے ۱۹ ستمبر کو فیصلہ سنایا کہ مجسٹریٹ کے فیصلہ کو بحال رکھتے ہوئے اپیل کو خارج کیا جاتا ہے۔ (عبدالرحمٰن عفی عنہ باگوی آروی ،از ڈمراؤں)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۲۴ء۔ص ۴۔۵)

☆ کلکتہ

کلکتہ میں حنفیوں نے اہل حدیث کی مسجد پر حملہ کر کے نقصان پہنچایا اور عدالت میں مقدمہ دائر ہوا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۳۱ء ص ۱۴)

مقدمہ در محمدی :

جناب ثناء اللہ امرتسری بتاتے ہیں کہ کلکتہ میں جناب محمد دہلوی پر چلنے والے مقدمے کا فیصلہ ہوگیا ہے ۔ اس مقدمے کے دو جزو تھے۔ ایک چورقہ ٹریکٹ درمحمدی جو دفعہ ۱۵۳ الف کے ماتحت رکھا گیا دوسرا مولوی صاحب کی تقریر کا جو دفعہ ۲۹۵ کے تحت رکھی گئی تھی ۔ کتاب کا حصہ زیادہ خطرناک تھا جو بعد تحقیق صاف ہوگیا یعنی کتاب قابل اعتراض نہ رہی اور مولوی صاحب اس میں بری ہوئے ۔ رہا حصہ تقریر، سواس میں ۵۰۰ روپیہ جرمانہ ہوا۔ جس کی وجہ بھی غالباً یہ ہوئی کہ فریق مخالف کی شورش اور ایجی ٹیشن دیکھ کر جج اور اسیسروں کو خیال ہوا کہ اگر بالکل چھوڑ دیا تو سخت فساد ہوگا اس لئے بغرض تبرید جرمانہ کر دیا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۳۱ء ص ۱۵۔۱۶)

☆ الہ آباد ۔ ۱۹۲۹ء

الہ آباد میں اہل حدیث کی ایک پرانی مسجد تھی جسے حنفیوں نے اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ اس پر سلسلہ مقدمہ شروع ہوا جو ہائی کورٹ تک پہنچا۔ ہائی کورٹ میں ۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو پیشی تھی لیکن اہلحدیث کے وکیل نے بوجہ مختتانہ نہ ملنے کے مقدمہ میں سعی سے پہلوتہی برتنی شروع کر دی جس کے نتیجہ میں تاریخیں آگے کو بڑھتی جاتی ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث یکم فروری ۱۹۲۹ء۔ص ۱۵؛ اخبار محمدی دہلی۔ یکم مارچ ۱۹۲۹ء ص ۱۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ پھوارہ ضلع دربھنگہ ۱۹۳۴ء

جماعت اہل حدیث پھوارہ ضلع دربھنگہ کا ایک خط شائع ہوا جس میں بتایا ہے:

ضلع دربھنگہ میں ڈویژن مدھوبنی میں مقام پھوارہ مسلمانوں کی ایک بڑی بستی ہے جہاں ہزار گھر سے اوپر چند محلے مسلمانوں کے آباد ہیں جس میں تقریباً سوا سو گھر غریب اہل حدیث ہیں۔ محلّہ کی ایک مسجد میں مدت سے دونوں فریق اہل حدیث و احناف نماز پڑھتے چلے آئے۔ گزشتہ رمضان میں ایک حنفی مولوی نے لوگوں سے کہا کہ وہابیوں کے پیچھے اور ان کے ساتھ شامل ہونے سے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ چند اہل حدیثوں نے مولوی صاحب مذکور سے اس کا ثبوت طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تم لوگوں کو کچھ نہیں کہتا۔ مجھ کو جو کچھ کہنا تھا اپنے بھائیوں سے کہہ دیا، تم کو کیا؟ پھر دن عشاء کی نماز ایک اہل حدیث حافظ شروع کر کے قرأۃ پڑھ رہا تھا پیچھے سے ایک حنفی آیا اور اس اہل حدیث امام کو کھینچ کر پیچھے کر دیا کہ ہمارا امام خود نماز پڑھاوے گا۔ اچانک واقعہ تھا، شور و غل ہو گیا۔ بالآخر تنگ آ کر اہل حدیثوں نے حکومت کے یہاں درخواست دی۔ ڈپٹی مجسٹریٹ تحقیقات کو آئے اور بعد تحقیقات دونوں فریق سے مچلکہ ضمانت لے کر یہ فیصلہ کر دیا کہ مسجد کا امام حنفی رہے گا اور اہل حدیث اپنے طریق پر نماز وغیرہ ادا کریں گے، کسی فریق کو کوئی حق نہیں کہ کسی کو روک ٹوک کرے۔ کچھ دنوں بعد پھر برادران احناف نے ان غریبوں کے ساتھ نزاع شروع کر دی۔ اول اذان سے روکا، پھر یہ جھگڑا کیا کہ یہ لوگ اور ان کے لڑکے آمین چلا کر کہتے ہیں۔ رفع یدین کرنے والے کی ٹانگیں کھینچ کر اوندھے منہ گرا دیا جاتا۔ آمین بالجہر کہنے والے کان پکڑ کر مل دیئے جاتے ..ایک روز صبح کی نماز کے وقت حنفیوں نے مسجد کے دروازہ پر اہل حدیث نمازی کو روک دیا کہ تم وہابیوں کو مسجد میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے۔ اس پر شور و غل ہونے لگا۔ بعض تو دوسری مسجد کو چلے گئے اور کچھ لوگ اڑ گئے کہ ہم ضرور نماز پڑھیں گے۔ پھر کیا تھا حنفیوں نے مارنا پیٹنا شروع کر دیا اور مارتے پیٹتے اہل حدیثوں کو محلّہ سے نکال دیا اور ان غریب اہل حدیثوں پر اس قدر اینٹیں برسائیں کہ ان کے آنگن اینٹوں سے بھر گئے۔ دو تین مکانوں کو توڑ تاڑ دیا۔ گھروں میں گھس گئے جو کچھ پایا لوٹ لے گئے۔ پھر اہل حدیث حکومت کے پاس گئے اور مقدمہ چلا۔ پھر حنفیوں نے ایک عالم مولوی محمد یعقوب حنفی مدرس دوم مدرسہ احمدیہ مدھوبنی کو لا کر وعظ کرایا۔ مولوی صاحب نے احناف کو کہا کہ یہ غیر مقلدین لامذہب بددین ہیں، ان کو تم زہریلے سانپ سمجھو۔ جہاں پاؤ، مارو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیٹو۔صبح کو اہل حدیث پھر حکومت کو اس کی اطلاع دی گئی۔تب حکومت کی طرف سے نمازیوں کی حفاظت کے لئے پولیس تعین کی گئی جس نماز کے وقت پولیس غیر حاضر ہو جاتی غریب اہل حدیثوں کو سوئیاں چبھوئی جاتیں اور کہا جاتا کہ آمین بالجہر کا مزہ چکھو وغیرہ۔ اور مسجد کے نزدیک ایک کنواں ہے کنویں کا پانی لینے سے روکتے۔ایک دن ایک غریب اہل حدیث عورت پانی لینے کے لئے گئی حنفیوں نے اس کے گھڑے توڑ دیئے۔عورت مذکور واویلا کرنے لگی۔برادران احناف اسے گھسیٹ کر بستی میں لے جا کر مارنے لگے۔عورت کے اقرباء دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے اور فساد شروع ہو گیا جس میں کئی لوگ زخمی ہوئے۔اور نتیجتاً تین چار مقدمے فریقین میں چلنے لگے۔باہر کے لوگوں کے ذریعہ صلح کی کوشش ہوئی اور منشی زید وائس چیرمین نے بڑی کوشش کی۔زلزلہ عظیم کے باعث حکومت نے بھی ترس کھایا اور صلح کی منظوری اس صورت پر کی کہ ہم مسجد کے لئے چندہ کرتے ہیں پبلک چندہ میں مدد دے۔ مجسٹریٹ وڈپٹی مجسٹریٹ وچیئرمین، حکام ڈویژن نے چندہ کر کے ایک مسجد الگ بنوانی شروع کر دی اور صلح کرا دی اور یہ فیصلہ صادر کیا کہ نئی مسجد میں اہل حدیث نماز وغیرہ ادا کریں گے اور پرانی حنفیوں کے قبضہ میں رہے گی۔

ہمارے اطراف میں اگر کوئی حنفی کسی اہل حدیث کے یہاں کھانا کھالے تو اسپر مبلغ ۱۴ روپئے جرمانہ اور اگر کوئی لڑکے لڑکی کا نکاح کر دے تو اس پر مبلغ ایک سو روپئہ جرمانہ مقرر ہے۔یہ احناف کا اہل حدیثوں کے ساتھ اچھوتوں کا سا سلوک ہے۔

منجانب۔حافظ عبدالرزاق ارم اینڈ کو۔محمد حسین۔محمد صدیق۔عبدالحمید۔محمد احمد، حافظ محمد یعقوب۔مولوی محمد حسین۔ جماعت اہل حدیث پھوارہ ضلع دربھنگہ۔ (مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔اکتوبر ۱۹۳۴ء)

☆ کیندر پاڑہ

جناب ابوالقاسم خالد العربی لکھتے ہیں:

عاجز کٹک سے جب کیندرہ پاڑہ پہنچا، اس وقت جامع مسجد کیندرا پاڑہ کے متولی نے مجھ کو ایک انگریزی چورقہ خط لا کر دیا۔یہ خط منجانب سکرٹری کمیٹی احناف تھا۔اس خط کا مضمون درج ذیل ہے:۔

۱۔عامل بالحدیث کو جامع مسجد میں کسی قسم کا حق حاصل نہیں ہے۔

۲۔رفع یدین جامع مسجد ہذا میں نہ کرے ۳۔آمین بالجہر نہ کرے۔۴۔سینے پر ہاتھ نہ باندھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۔کسی قسم کی کتابیں نہ پڑھے۔۶۔بغیر اجازت سکرٹری احناف کے وعظ نہ کرے۔۷۔جامع مسجد کے پیش امام کی رپورٹ یہ تھی کہ عامل بالحدیث کے پیچھے ہم حنفیوں کی نماز جائز نہ ہوگی۔

مقلد دوستو! کیا تم امام اعظم کے مقلد ہو، یا جامع مسجد کے پیش امام کے؟..مسجد کس کی؟ اللہ کی یا کمیٹی کی۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں تو عیسائی بھی مسجد نبوی میں اپنے طریق پر عبادت کرتے۔..اپنی بحرالرائق کو دیکھو جلد دوم ص ۳۶ میں لکھا ہے: لا یجوز لا حدٍ مطلقاً ان یمنع مؤمناً من عبادۃ یا تی بھا فی المسجد۔کہ ہرگز کسی شخص کو کسی وقت جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو کسی قسم کی عبادت سے مسجد سے روکے..... جامع مسجد میں حدیث شریف کی تلاوت ہوا کرتی تھی اس وجہ سے اب کمیٹی کی طرف سے حکم صادر ہوتا ہے کہ مسجد کے اندر کسی قسم کی کتابیں پڑھی نہ جائیں۔پھر مسجد کس کام کے لئے ہے؟ مرثیہ خوانی کرنے کیلئے۔..بارہا ہم نے اس پیش امام سے پوچھا کہ عامل بالحدیث کے پیچھے نماز جائز نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟ مگر ہنوز جواب نہیں دیا گیا۔

(اخبار محمدی دہلی۔یکم مارچ ۱۹۳۵ء ص ۱۶۔۱۷)

اخبار محمدی دہلی میں اس کے بعد یہ خبر شائع ہوئی:

کیندر پاڑہ کی جامع مسجد میں حنفیوں نے ایک کمیٹی منعقد کی کہ آئندہ بغیر اجازت کمیٹی کے سکرٹری صاحب کے مسجد میں کوئی شخص قرآن وحدیث کی تلاوت نہیں کرسکتا، یا کوئی واعظ بغیر اجازت اس مسجد میں وعظ نہیں کرسکتا۔وغیرہ

بذریعہ منادی ونوٹس کے آگاہ کرایا گیا کہ یہ مسجد خاص حنفیوں کی ہے۔اس میں عامل بالحدیث نماز نہیں پڑھ سکتے۔بے چارے غریب اہل حدیث جو کہ قدیم سے تا ایں دم اس مسجد میں نماز پڑھتے آئے تھے اور ان کو اپنی نماز ادا کرنے کیلئے دوسری مسجد نہ تھی ایک دن ادائے نماز کیلئے وہاں جانے کا قصد کیا مسجد کے دروازے پر پہنچتے ہی حنفیوں نے از حد زدوکوب کیا۔برموقعہ یہاں کے ڈپٹی مجسٹریٹ کے پہنچ جانے سے بے چارے اہل حدیث بچ گئے۔فوجداری عدالت میں نمبر۲ مقدمہ دائر ہوا اور جس میں ایک سیاح دستار بند مولوی صاحب کو جو یہاں تشریف لائے تھے حنفیوں نے اپنی طرف سے گواہی میں پیش کیا۔

۳۱ جنوری ۱۹۳۵ء کو مولانا صاحب نے کورٹ میں کھڑے ہوکر حلفیہ بیان فرمایا کہ میرا نام محمد امین خان ولد فیض طلب خان سکنہ بانس بریلی حال ساکن کندرا پاڑہ ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں الہ آباد یونیورسٹی کا پاس شدہ مولوی ہوں ۔ میں ہند کے اطراف و جوانب میں مذہب اسلام کا مبلغ ہوں ۔ میں ہند کے ہر گوشہ میں اہل حدیثوں کو دیکھا ہے وہ لوگ علیحدہ مساجد میں نماز پڑھا کرتے ہیں ۔ وہ لوگ خارج از اسلام ہیں ۔ جو لوگ چاروں آئمہ کے مقلد ہیں ، وہ مسلمان ہیں ۔ اہل حدیث کسی امام کے مقلد نہیں ، اس لئے وہ مرتد و مشرک و کافر ہیں ۔ چاروں آئمہ کے چار مصلے ہیں ۔ ان چار مصلوں کے سوا اور کوئی مصلی نہیں ۔

جرح از اہل حدیث ۔

س ۔ تم اپنے مولوی پاس ہونے کا سرٹیفیکیٹ کورٹ میں داخل کرو ۔

ج ۔ میرے پاس سرٹیفکیٹ موجود نہیں ہے ۔

س ۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے کتنے صدی بعد آئمہ نمودار ہوئے اور کس صدی میں پیدا ہوئے ؟

ج ۔ میں یہ بات نہیں کہہ سکتا ۔

س ۔ عرب کے موجود سلطان (عبدالعزیز) غیر مقلد ہیں یا نہیں ؟

ج ۔ عرب کے سلطان غیر مقلد ہیں ۔ پھر دوبارہ کہا : نہیں وہ حنبلی ہیں ۔

س ۔ حنبلی رفع یدین و آمین بالجہر کہتے ہیں یا نہیں ؟

ج ۔ ہاں حنبلی رفع یدین و آمین بالجہر کہتے ہیں ۔ اور پھر کہا : نہیں نہیں وہ نہیں کرتے ۔

س ۔ اہل حدیث مسجد میں جماعت کے ساتھ ، خواہ نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب ۔ ہم حنفیوں کی جماعت میں نماز نہیں پڑھ سکتے ۔ یا الگ بھی نہیں پڑھ سکتے ۔ اور مسجد میں جا نہیں سکتے ۔

س ۔ تم صحاح ستہ پڑھے ہو ؟ اہل حدیثوں کو مسجد میں نہ جانا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کس جگہ لکھا ہے ؟

ج ۔ صحاح ستہ میں نے پڑھی ہے ، اس میں لکھا کہ جو شخص نماز میں آمین بالجہر اور رفع یدین کرے وہ شخص کافر ہے ۔

س ۔ تم اس کی دلیل دکھا سکتے ہو ؟ کہاں لکھا ہے ؟

ج ۔ ہاں صحیح بخاری سے اس کی دلیل پیش کرونگا لیکن اس وقت میرے پاس وہ کتاب موجود نہیں ہے ، مگر اہل حدیث لوگ مرتد و مشرک ہیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحمدللہ مذکورہ ہر دو فوجداری مقدموں کا فیصلہ مورخہ ۱۱و۱۲ فروری ۱۹۳۵ء کو صادر ہوا کہ ایک حنفی کو ایک صد روپے جرمانہ اور تین آدمیوں کو پچاس پچاس روپے اور دو حنفیوں کو دس دس روپے جرمانہ ہوا۔ اب صدر کورٹ میں اپیل دائر ہونے والی ہے۔

(اخبار محمدی دہلی ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۱۶۔۱۷)

پھر اخبار محمدی دہلی میں یہ خبر شائع ہوئی:

کیندر پاڑہ میں اہل حدیث زدوکوب کر کے مساجد سے نکالے گئے تو ماتحت عدالت میں چارہ جوئی ہوئی۔ ماتحت عدالت میں اہل حدیث کو فتح ہوئی۔ مخالفوں نے ضلع مجسٹریٹ کی عدالت میں اپیل کی وہاں سے بے نیل ومرام واپس ہوئے البتہ جرمانہ میں کسی قدر تخفیف ہوگئی، پھر مخالفوں نے ضلع جج کے ہاں اپیل دائر کردی۔

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ جولائی ۱۹۳۵ء)

پھر مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی میں یہ خبر شائع ہوئی:

کیندر پاڑہ ضلع کٹک میں ضلع جج کے کورٹ میں جو موشن مخالفوں نے دائر کیا تھا وہاں بھی احناف ناکام رہے۔ موشن نامنظور ہوا اور تحت کورٹ کی رائے قائم رہی۔ اب مخالفین ہائیکورٹ میں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

(مسلم اہلحدیث گزٹ دہلی۔ اگست ۱۹۳۵ء)

چند ماہ بعد یہ خبر شائع ہوئی:

کیندر پاڑہ والے مقدمہ میں اہل حدیث لیگ کلکتہ والوں کی حمایت اور محبوب علی خان بھدرک اور اہل چھپوا کی کوشش و جانفشانی سے ماتحت کورٹ سے ہائی کورٹ تک فتح پائی۔ جماعت مخالفین پر ڈھائی سو روپئہ جرمانہ ہوا۔ اس اثنا میں ایک دن ہم لوگ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے مسجدوں میں داخل ہوئے۔ تاہم احناف نے پھر پرانے حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے ہیں، اور اہل حدیث نے دق ہو کر اپنے حق کا دعوی دیوانی عدالت میں کیا ہے۔ (میر محمد شریف خازن جماعت اہل حدیث کیندر پاڑہ ضلع کٹک اڑیسہ)۔ (مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ نومبر ۱۹۳۶ء)

تقریباً دو سال بعد ابوالوحید محمد عبداللہ عقیل مئوی کی جانب سے یہ رپورٹ شائع ہوئی:

۱۳۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو قبیل عصر میں کیندرا پاڑہ وارد ہوا تو معلوم ہوا کہ دو تین روز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے احناف نے اہل حدیثوں کو محلّہ (فقیر آباد) کی مسجد میں داخل ہونے کی قطعی ممانعت کر دی ہے نیز جامع مسجد متصل کلکٹری میں شرکت جماعت سے مزاحم ہیں، حالانکہ جامع مسجد مذکور میں حسب خواہش ہر طرح نماز ادا کرنے کی نہ صرف اہلحدیث کو ڈگری حاصل ہے بلکہ عمل درآمد بھی جاری ہے تاہم احناف کی کثرت وقوۃ نے اہل حدیث کو ایسا ہی تختہ مشق بنا رکھا ہے جیسا کہ ظالم مظلومین کو بنایا کرتے ہیں۔ فصبر جمیل

واقعہ وحقیقت یہ ہے کہ کیندرا پاڑہ کے مٹھی بھر اہل حدیثوں کی نہ صرف عزت و آبرو اور جان و مال ہی اس وقت غیر مامون اور غیر محفوظ ہے بلکہ خود ان کا وجود بھی سخت نرغے اور خطرے میں ہے۔ مزید براں تو نگری حیثیت سے یہاں صرف دو شخص (میر محمد شریف اور میر ولی محمد) جماعت کے قوت بازو تھے لیکن متواتر مقدمات کے باعث یہ ہر دو شخص مقروض وتنگ دست اور فاقہ مست ہو چکے ہیں تاہم برادران احناف کو سیری نہیں۔ چنانچہ ہفتہ عشرہ سے ایک چوری کے جعلی مقدمہ میں میر محمد شریف کو جاں بلب کر رکھا ہے جس کے ناقابل برداشت صدمہ میں آپ کو صاحب فراش بھی کر دیا ہے۔ کیندرا پاڑہ کی جماعت میں فی الحال ایک شخص شفاعت اللہ ہے جو شب و روز سرگرداں کوشاں ہراساں اور حیران پریشان رہتا ہے دوسرے صاحب مولوی ضیاء الحق بھی قابل ذکر اور ہمدرد جماعت ہیں..

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۱۱۔۱۲)

چند ماہ بعد اخبار اہل حدیث امرتسر میں بتایا گیا:

اہل حدیثان کیندہ پاڑہ نے مسجد میں نمازیں مسنونہ طریق پر ادا کرنے کے لئے عدالت سے ڈگری حاصل کی تھی جب ہم پنج وقتہ نمازیں ادا کرنے کے لئے مسجد مذکور میں پہنچے تو کثرت جماعت بریلوی نے ہماری شدید مخالفت کی اور شرکت جماعت سے منع کیا۔ تاہم ہم نمازیں مسنون طریق پر پڑھیں۔ چند روز اسی طرح کی حالت رہی آخر ایک روز جمعہ کے دن امام مسجد نے یہ بات ٹھانی کہ ہم ہرگز اہل حدیث کو جماعت میں شامل نہیں ہونے دیں جب خطبہ کا وقت ہو گیا تب بھی اس بات پر ضد کرتا رہا کہ اہل حدیث رفع یدین اور آمین نہ کریں کیونکہ ہماری نماز ناقص ہو جاتی ہے۔ حتی کہ وقت گزرنے چلا تو ہم نے لاچار ایک اہل حدیث کو منبر پر بھیجا۔ پہلے ہم نے نمازیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں بعد امیں انہوں نے پڑھیں ۔ یہ حالت ابھی تک جاری ہے مگر ہم مسجد میں دیگر پنج وقتہ نماز سے محروم ہیں اور شرکت جماعت سے مزاحم ہیں جمعہ کے دن ہماری نماز کے وقت وہ لوگ غوغا مچاتے ہیں امام مسجد ہمارے خلاف عوام کو اشتعال دلاتا رہتا ہے ۔ یہاں ہماری جان عزت آبرو اور مال سخت خطرہ میں ہے ۔ ہم برادران یوسف کے تختہ مشق بنے ہوئے ہیں ۔ محمد داؤد احمد ۔ کیندرا پاڑہ ضلع کٹک اڑیسہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ ۱۴ ۔ اپریل ۔ ۱۹۳۹ء ص ۱۲)

☆ باری

جناب حکیم عبدالحنان بہاری لکھتے ہیں:

قصبہ باری پرانا قصبہ ہے ۔ یہاں قدم قدم پر مسجد ہے ۔ تمام مکانات سنگ سرخ کے بنے ہوئے ہیں ۔ دو قلعے ہیں ۔ ایک قلعہ پر راجہ دھول پور کا قبضہ ہے ، اور ریاست کی کچہری اسی میں ہے ۔ دوسرا قلعہ ایک اسلامی خاندان کا ہے ۔ یہاں کے ایک شخص محمد علی خان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس علی گڈھ میں شریک ہوئے ۔ تقاریر سن کر اہلحدیث ہوگئے اور نماز سنت کے موافق پڑھنی شروع کر دی اور تبلیغ سنت کا خوب کام کیا ۔ اب حال یہ ہے کہ اس قصبے میں سو گھر لوہاروں کے اہل حدیث ہیں ، پٹھانوں میں بھی چند گھر اہل حدیث ہیں ۔ یہاں جماعت کی ترقی میں مولوی عبدالمجید کا بھی بڑا دخل ہے انہوں نے سٹیشن کے قریب ایک مدرسہ بھی بنایا ہے ۔ مدرسہ کی بنیاد رکھتے ہوئے لوگوں نے مخالفت شروع کر دی ۔ مقدمے ہوئے ، زمین چھیننے کی کوشش ہوئی ۔ ڈرایا دھمکایا گیا ۔ خود راجہ نے موقع کا معائنہ کیا اور اہل حدیث کے حق میں فیصلہ کیا ۔ اب اس زمین پر مدرسہ محمدیہ اہل حدیث کی عمارت کھڑی ہے حافظ حمید اللہ دہلوی نے اپنی جیب خاص سے تقریباً پانچ ہزار روپئہ اس عمارت کے لئے دیئے تھے ۔ مولوی عبدالمجید کا حسن اخلاق ہے کہ قلعہ کے وہ خان صاحب جو شروع میں اس مدرسہ کے سخت خلاف تھے بعد میں اس کے بہی خواہ بن گئے اور ان کے لڑکے اہل حدیث ہو گئے ۔

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی ۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ دھولپور

جناب حکیم عبدالحنان بہاری لکھتے ہیں:

دھول پور لشکر گوالیار ہندو ریاست ہے۔ مسلمان بھی اہم عہدوں پر ہیں۔ یہاں کی حکمران رانی سمجھدار عورت ہے۔ ایک دفعہ اہلحدیث جلسہ کرنا چاہتے تھے کہ مسلمان حکام نے اس جلسہ کو اس بہانہ سے روکنا چاہا کہ علماء اہل حدیث کی تقریروں سے نقض امن کا خطرہ ہے۔ رانی نے کہا محض اس وجہ سے کہ اہل حدیث کی تقریروں سے دوسرے بے زار ہوتے ہیں ان کے جلسہ کو روکا نہیں جا سکتا کیونکہ اگر اس اصول پر جلسہ روک دیا گیا تو کل ہر فریق بیزاری کا بہانہ کر کے دوسرے فریق کے جلسہ کو روک سکتا ہے۔ باقی رہا نقض امن تو پولیس کا فرض ہے کہ وہ انتظام کرے کہ کسی کو فساد کی جرأت نہ ہو۔ آخر اہل حدیث کا جلسہ ہوا۔ (مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

☆ کیکڑی

حکیم عبدالحنان بہاری لکھتے ہیں:

کیکڑی، ضلع اجمیر کا بہت بڑا قصبہ ہے۔ یہاں اہلحدیث اور حنفیوں میں مسجد کے لئے خوب مقدمہ بازی ہوئی۔ آخر کسی حاکم نے اس طرح جھگڑا نپٹایا کہ ایک مسجد اہلحدیث کو دے دی اور ایک حنفیوں کو۔ نہ اہل حدیث حنفی کی مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ حنفی اہل حدیث کی مسجد میں۔

چونکہ اہل حدیث کو روکنا خلاف شرع سمجھتے ہیں اس لئے کسی حنفی کو آنے سے نہیں روکتے لیکن حنفی اپنی مسجد میں کسی اہل حدیث کو نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ عیدگاہ کے متعلق سرکاری فیصلہ یہ ہے کہ اہل حدیث عید و بقرعید کی نماز عیدگاہ میں آ کر پہلے پڑھ لیں۔ دس بجے تک نماز و خطبہ ختم کر دیں۔ دس بجے کے بعد احناف کا قبضہ ہوگا۔

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ نومبر ۱۹۳۵ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ فیض آباد

جناب محمد یوسف شمس فیض آبادی لکھتے ہیں:

مقدمہ وقف مکان مدرسہ اہل حدیث فیض آباد کا مختصر نوٹ اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا ہے۔ مدرسہ اہل حدیث میں خاکسار کی جانب سے ایک مکان قیمتی ۴ ہزار روپئہ کا وقف ہے جس کی آمدنی سے ایک چھوٹا سا مکتب ۲۲۔۲۳ سال سے چل رہا ہے۔ چند دنوں سے جمیعۃ انصار اللہ فیض آباد کی طرف سے ایک بڑے شاندار مدرسے اور خصوصاً دار المناظرین کے افتتاح کا اعلان شائع ہوا۔ اہل بدعت اپنی متفقہ قوت اور اپنی کثرت تعداد کے سہارے مکان مذکور کے ایک حصہ پر قابض ہو گئے اور وقف سے انکار کر کے اسے اپنی جائداد بتا رہے ہیں۔ مدرسۃ القرآن کی طرف سے منشی رام کرشن وکیل تھے اور مدرسۃ القرآن و انصار اللہ کے خلاف فریق مخالف کی طرف سے سید رحمت حسین وکیل تھے جنہوں نے اپنے مؤکل کی طرف سے وقف سے انکار کر کے مکان کو اس کی ذاتی جائداد ٹھہرایا۔ (اخبار محمدی دہلی ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء ص ۸)

ایک سال بعد اہل حدیث امرتسر میں یہ خبر شائع ہوئی:

انجمن اہل حدیث فیض آباد کا وقف خطرے میں:

یہ وقف ایک معقول جائیداد کا ہے جس پر اہل بدعت نے قبضہ جما رکھا ہے۔ ان پر انجمن اہل حدیث نے کرایہ کا دعوی کیا منصفی میں ڈگری ملی ایک سو چالیس روپئہ کی ڈگری اور مکان پر قبضہ دلایا گیا مگر اہل بدعت نے اپنی متفقہ قوت اور اپنی جماعت کی کثرت کے زور پر ججی میں اپیل دائر کر کے ہر طرح کی جائز و ناجائز کوشش کو کام میں لا کر اپیل منظور کرائی جس میں وقف سے انکار اور اپنی ملکیت کا اظہار کیا گیا ہے ..اب لکھنؤ کے چیف کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی ہے مگر مصارف کے لئے ہاتھ میں کچھ نہیں خطرہ ہے کہ خرچ نہ ہونے کام بگڑ جائے (محمد یوسف شمس محمدی کالج روڈ فیض آباد)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جون ۱۹۳۷ء۔ص ۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ رائے درگ

جناب حکیم عبدالحنان بہاری نے لکھتے ہیں:

رائے درگ پہاڑوں سے گھرا ہوا بڑا قصبہ ہے یہاں کے مسلمان عموماً حنفی ہیں۔ بہت ایسے ہیں جنہوں نے کبھی مسجد کی صورت نہیں دیکھی۔ عاشور خانے ہر جگہ ہیں۔ یہ علاقہ شاہان بیجاپور کے ماتحت رہا اور وہ عموماً رافضی تھے اس لئے یہاں کے مسلمان دعوی حنفیت وسنیت کے باوجود رافضیوں سے قریب ہیں۔ قصبہ رائے درگ میں رافضی نما حنفیوں کی تعداد دو ہزار ہوگی لیکن ۲۵ عاشور خانے (امام بارے) ہیں۔ یہاں اہلحدیث کی ابتداء یوں ہوئی کہ شیخ نورالدین نامی ایک شخص کے ہاتھ تقویت الایمان کا ایک نسخہ لگا اور اس کی حالت بدل گئی۔ کچھ عرصہ بعد مولوی فتح احمد مدراسی، جو مولوی قادر بادشاہ مدراسی کے شاگرد تھے، یہاں آئے۔ وہ نیک موحد اور پاک طینت تھے۔ انہوں نے کتاب وسنت کی اشاعت کی۔ تاہم وہ جلد فوت ہوگئے اور چند روز بعد شیخ نور الدین بھی فوت ہوگئے۔ شیخ نورالدین کے شاگردوں میں حضرت سرمست حسین تھے جو نہایت صالح اور پکے موحد تھے انہوں نے اپنے بیٹے سید اسماعیل کو پہلے خود پڑھایا، پھر کرنول مولوی محمد عمر کے پاس بھیج دیا۔ مولوی محمد عمر گو حنفی تھے مگر توحید کے دلدادہ اور اہلحدیث سے محبت کرتے تھے۔ (ان کے والد اہلحدیث تھے شائد اسی کا اثر تھا) وہاں سید اسماعیل نے کچھ پڑھا۔ پھر مولوی فقیراللہ مدراسی کے پاس آگئے، انہوں نے مدرسہ غزنویہ امرتسر بھیج دیا جہاں مولوی عبدالغفور، مولوی محمد حسین ہزاروی، مولوی اصحاب الدین سے پڑھا۔ تعلیم مکمل کر کے رائے درگ آگئے اور یہاں مسلمانوں کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ احناف جو تقریباً رافضی تھے خلاف ہوگئے۔ ان کے خلاف کی وجہ رفع یدین یا آمین نہ تھا بلکہ محرم کی رسوم کی روک ٹوک تھی۔ مقدمہ بازی شروع ہوئی۔ اسی دوران ایک دفعہ عید کی نماز پڑھ کر حنفیوں نے اعلان کیا کہ بھائیو! جب تک ان وہابیوں کو نہیں مارو گے یہ لوگ ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ اس اعلان کے سنتے ہی چند جوان کھڑے ہوئے۔ ان جوانوں کے سیندھی پینے کے لئے اسی عیدگاہ میں چندا ہوا تاکہ یہ پی کر بدمست ہو کر اہل حدیث پر حملے کریں چنانچہ خوب مار پیٹ ہوئی۔ جب اہل حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھانے میں فریادی ہوئے تو کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ پھر حکام بالا کو درخواست دی کہ امن کا انتظام کیا جائے۔ حکام بالا نے آ کر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اہلحدیث کو سر بازار مارا جاتا ہے مگر مقامی پولیس کچھ نہیں کرتی۔ اس پر حاکم نے تمام پولیس کو وہاں سے بدل دیا یوں امن ہوا۔ مقدمہ جو مسجد کیلئے چل رہا تھا اس کا فیصلہ اہل حدیث کے حق میں ہوا۔

(مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔ مئی ۱۹۳۷ء)

☆ اندور ۱۹۴۰ء

اندور ایک مسجد پر مخالفین اہل حدیث نے قبضہ کرنے کے متعلق دعوی دائر کیا، جو خارج ہو کر اہل حدیث کا قبضہ بحال رہا۔ (عبدالحمید از اندور)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ ص ۱۴)

☆ رتلام ۱۹۴۰ء

اخبار اہل حدیث امرتسر میں درج ذیل خبریں شائع ہوئی:

اہل حدیث کو آمین بالجہر کا حق:

ریاست رتلام میں ایک مقدمہ عرصہ سے جاری ہے جس میں فاضل جج نے یہ تنقیح قائم کی ہے:

۱۔ آیا مدعیان (اہل حدیث) مسجد فلاں میں آمین بآواز بلند بولنے کے مستحق ہیں؟

۲۔ آمین دروان نماز میں بآواز بلند بولنے والا مسلم مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کیا جا سکتا ہے؟ (ثبوت بذمہ فریقین) (عبدالغنی کسیرہ بازار رتلام)

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴۔ اپریل ۱۹۳۹ء۔ ص ۱۲)

☆ رتلام میں آمین بالجہر کے متعلق مقدمہ بارہ سال تک چلا اور عدالت نے ایک تنقیح میں جماعت اہل حدیث کا حق آمین بالجہر تسلیم کر لیا۔

(عبدالغنی اینڈ برادرس۔ رتلام)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء۔ ص ۱۴)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ دہلی

حوض قاضی دہلی میں دو مسلمان کسی مسئلے پر جھگڑ پڑے۔ ان میں ایک سنی تھا دوسرا اہلحدیث۔ جب سنی نے اپنے دلائل بودے اور پھس پھسے پائے، اور اس کو ہار نظر آئی تو اس نے اہل حدیث کے طمانچہ رسید کیا۔ اتنے میں ایک ہندو افسر ادھر سے آ نکلا۔ اس نے دونوں سے تنازعہ کا سبب دریافت کیا۔

سنی نے کہا یہ وہابی ہماری فقہ اور ہمارے اماموں کے اقوال وفرمودات کو نہیں مانتا۔

وہابی نے کہا ہم صرف خدا کے کلام قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے کلام حدیث پر عمل کرتے ہیں کیونکہ یہی دو چیزیں اسلام کی جڑ بنیاد ہیں۔

افسر نے سنی سے پوچھا کیا تم قرآن وحدیث کو نہیں مانتے؟ سنی نے کہا مانتے ہیں۔

افسر نے پوچھا کیا تم ان پر عمل نہیں کرتے؟ سنی بولا ہم فقہ پر عمل کرتے ہیں۔

افسر نے پوچھا: فقہ کیا ہے؟ سنی نے جواب دیا ہمارے اماموں فقیہوں اور عالموں نے مسائل سے متعلق چھان بین کر کے جو قیاس قائم کئے جو رائے زنی کی وہی فقہ ہے۔

تب ہندو افسر نے سنی سے کڑک کر کہا:

تم جھوٹے اور مکار ہو۔ جب تم خدا اور رسول کی کتابوں پر عمل نہیں کرتے تو تم مسلمان کیوں کہلاتے ہو؟ چھوڑ دو اس وہابی کو ورنہ ابھی پولیس کے سپرد کرتا ہوں۔

اخبار دھرم رکھشک۔ دہلی یکم جون ۱۹۵۲ء

(منقول از پندرہ روزنور توحید لکھنو۔ ۲۵ ستمبر ۱۹۵۲ء ص ۷)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حواشی

☆ حاشیہ نمبر ۱ : شاہ ولی اللہ وابناءہ کی مساعی کے حدود

شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان نے اصلاح وتبلیغ کا بہت کام کیا لیکن اندھیرا اس قدر تھا کہ وہ اپنی مقدور بھر مساعی کے باوجود ہندوستان میں شرک و بدعت اور تقلید جامد کے خلاف اور عمل بالسنّت کے حق میں کوئی مؤثر تحریک نہ اٹھا سکے حتی کہ خود ان کے خاندان میں بھی کئی معاملات حسب سابق چلتے رہے۔ چنانچہ سرسید احمد خان کا بیان ہے کہ :

میری تمام ننھیال کو شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان سے عقیدت تھی مگر میری والدہ کو شاہ غلام علی سے بیعت اور عقیدت تھی۔ شاہ صاحب کے ہاں منت اور نذر نیاز کا کہیں پتہ نہ تھا... میری والدہ نے خود کوئی منت یا نذر نیاز کبھی نہیں مانی۔ تعویذ گنڈے پر اور تاریخوں یا دنوں کی سعادت ونحوست پر ان کو مطلق اعتقاد نہ تھا لیکن اگر کوئی کرتا تو اس کو منع بھی نہ کرتیں اور یہ کہتیں کہ اگر ان کو منع کیا جائے اور اتفاق سے وہی امر پیش آجائے جس کے خوف سے وہ ایسا کرتے ہیں تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ ایسا نہ کرنے سے یہ ہوا، اگر ایسا کیا جاتا تو نہ ہوتا۔

سرسید کا بیان ہے کہ: میری ننھیال والے اگرچہ عام توہمات میں مبتلا نہ تھے مگر شاہ عبدالعزیز کے ہاں جو کچھ ہوتا تھا اس پر سب اعتقاد رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور ان کے ہاں کے اور بزرگ بچوں کو ایک گنڈا دیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ایک تعویذ ہوتا تھا جس میں ایک ہندسہ یا حرف سفید مرغ کے خون سے لکھا جاتا تھا اور جس بچہ کو دیا جاتا تھا اس کو بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کھانے کی ممانعت ہوتی تھی۔ سید حامد اور سید محمود کو بھی ان کی ننھیال والوں نے وہ گنڈے پہنائے تھے۔ باوجود اس کے میری والدہ جب کبھی وہ ان کے ساتھ کھانا کھاتے اور کھانے میں انڈا یا مرغی ہوتی تو وہ بے تامل ان کو کھلا دیتیں۔ (حیات جاوید۔ ص ۴۴)

خواجہ الطاف حسین حالیؒ نے بتایا ہے:

معتبر ذریعہ سے سنا گیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں ایک شریف مسلمان مولوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے جو درمیان دوآب کے کسی ضلع میں منصف یا صدر امین تھے ایک روز کسی یورپئین حاکم کے بنگلہ پر اس کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ کر کھانا کھا لیا۔ یہ خبر فوراً مشہور ہوگئی۔ مولوی صاحب کی برادری نے ان کو ذات سے خارج کر دیا۔ انہوں نے ہر چند اہل برادری کے سامنے آیتیں اور حدیثیں پڑھیں مگر کسی نے التفات نہ کیا۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مولوی صاحب کے مخالف اور کچھ موافق دہلی میں شاہ (عبدالعزیز) صاحب سے مسئلہ پوچھنے کو آئے۔ جب شاہ صاحب کے مدرسہ کے دروازہ پر پہنچے تو شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین اندر سے نکلتے تھے۔ ان لوگوں نے پہلے انہی سے مسئلہ پوچھا۔ شاہ رفیع الدین نہائت صاف گو اور آزاد طبع آدمی تھے انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جنہوں نے مولوی کو ذات سے خارج کیا انہوں نے جھک مارا۔ اس نے کوئی کام شرع کے خلاف نہیں کیا۔ مگر کسی نے ان کا کہنا نہیں مانا اور بڑے صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے صورت حال سن کر ایک لمبی چوڑی تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ اس مولوی نے ایسا کام کیا کہ قریب کفر کے پہنچ گیا ہے۔ جو لوگ مولوی کے مخالف تھے وہ یہ سن کر خوش ہو گئے۔ مگر اس کے طرف داروں نے پوچھا کہ حضرت اب وہ کسی طرح مسلمان بھی ہوسکتا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کفر کے قریب پہنچ جانے سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا اس لئے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ مگر احتیاطاً اس کو پانچوں کلمے اور آمنت باللہ پڑھواؤ اور قدم شریف کا پانی پلواؤ اور پھر برادری میں شامل کر لو۔ اگر شاہ صاحب اس انداز پر تقریر نہ کرتے تو غالباً ان کا کہنا بھی کوئی نہ مانتا اور ان مولوی کو برادری میں شامل نہ کیا جاتا۔ (حیات جاوید۔ حاشیہ ص ۶۴۵)

منشی محمد جعفر تھانیسریؒ بتاتے ہیں:

شاہ عبدالعزیز نے ۲۷ رجب کو یہ خواب دیکھا (جن دنوں سید احمد حج پر گئے ہوئے تھے) کہ ایک بڑا فراخ وسیع میدان ہے اس میں سفید فرش مثل براق نہائت عمدگی و تاب آب سے بچھا ہوا ہے۔ اس فرش پر بہت سے آدمی نورانی چہرہ اور عمدہ شکلوں والے لباس فاخرہ پہنے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ اسی فرش پر میں (عبدالعزیز) بھی بیٹھ گیا۔ ناگاہ تھوڑی دیر بعد حضرت علی کرم اللہ وجھہ جانب قبلہ سے نمایاں ہوکر رونق افروز اس مجلس میں ہوئے۔ اور میں (عبدالعزیز) آپ کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھا اور اس موقع کو غنیمت جان کر چند ذیل کے سوال کئے۔ اول سوال کیا کہ یہ چاروں مذاہب میں سے کون سا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب آپ کو پسند و مختار ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے یہ جواب دیا کہ ان چاروں مذہب میں سے کوئی مذہب بھی مجھ کو پسند نہیں ہے، اور ان میں سے کوئی مذہب میرے طور طریقے پر نہیں ہے، ان سب میں افراط و تفریط ہوگئی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ ان مشہور طرق اولیاء اللہ میں سے کون سا طریقہ حضور کے طریقہ پر ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے یہ جواب دیا کہ ان میں سے بھی کوئی طریقہ میرے طور پر نہیں ہے۔ ہر طریقے میں کچھ نہ کچھ چیزیں نامرضی وخلاف طور میرے لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں۔ اس وجہ سے سب کے سب ہمارے طور طریقے سے دور جا پڑے ہیں کیونکہ ہمارے عہد میں صرف تین طور کے شغل حصول تقرب الٰہی کے لئے یعنی ذکر اللہ۔ تلاوت قرآن مجید ونماز تھے۔ اب ان لوگوں نے ذکر کو شغل مقرر کر لیا ہے اور تلاوت قرآن اور نماز کا جو اصل اشغال حصول تقرب الٰہی کے تھے، ترک کر دیا۔

(سوانح احمدی از محمد جعفر تھانیسری۔ مطبوعہ صوفی پرنٹنگ پریس پنجاب۔ ص ۶۱۔۶۲ منقول از اہل حدیث ۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

اس خواب کے باوجود شاہ عبدالعزیز علانیہ طور پر عامل بالحدیث نہ ہوئے۔ نہ ہی وہ مروجہ تصوف کی رسوم کو توڑ سکے جیسا کہ سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ سید احمد بریلوی جب شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے تو:

تعلیم سلوک کے ضمن میں حضرت شاہ صاحب نے حسبِ معمول تصور شیخ کی تعلیم کی۔ سید صاحب نے نہائت ادب سے عرض کیا. حضرت اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ اس میں صورت سنگی اور قرطاسی ہوتی ہے اور اس میں صورت خیالی جو دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے۔ اور اس کی طرف توجہ اور اس سے استعانت ہوتی ہے۔ شاہ صاحب نے حافظ کا یہ شعر پڑھا

بے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغاں گوئد کہ سالک بے خبر نہ بود ز راہ و رسم منزلہا

سید صاحب نے فرمایا: شرک کی کسی طرح ہمت نہیں ہوسکتی۔ ہاں کتاب وسنت واجماع امت سے کوئی سند لائیں اور اچھی طرح سے اطمینان ہو جائے کہ دونوں ایک چیز نہیں تو خطرہ دور ہو سکتا ہے۔ (سیرت سید احمد شہید۔ جلد اول۔ ص ۱۲۱)

شاہ عبدالعزیزؒ نے شاہ ولی اللہؒ کے مزار کے پاس جو مسجد بنوائی تھی شاہ اسحاقؒ دہلوی اسے اچھا نہ جانتے تھے۔ (جماعت مجاہدین ص ۳۰۷۔ بحوالہ ارواح ثلاثہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہ عبدالعزیزؒ کے ایسے ہی ایک عمل پر ان کی وفات کے بعد دہلی میں مناظرہ بھی ہوا تھا۔ جسے جناب محمد حسین بٹالویؒ نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں یوں نقل کیا ہے:

نواب محمد میر خان کی ترغیب سے مولوی مخصوص اللہ اور مولوی موسیٰ اور مولوی رشید الدین نے جامع مسجد دہلی میں بعد نماز جمعہ مولانا محمد اسماعیل، مولانا عبدالحی کے سامنے چند تحریری سوالات پیش کئے۔ مولانا محمد اسماعیل نے تو ان کو فوراً ایک نظر سے دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ میاں جی کی دستور صبیان کے سوالات ہیں۔ پھر مولانا عبدالحی نے ملاحظہ کر کے فرمایا کہ ان کے جوابات میں دونگا۔ میں آج وطن مالوف کا عزم رکھتا ہوں وہاں جا کر ان کے جوابات لکھ بھیجونگا مولوی مخصوص اللہ نے فرمایا کہ پہلے ان کے جوابات تحریر فرمائیں۔ مولوی عبدالحی صاحب نے اسی جلسہ میں قلم دوات منگا کر جواب تحریر کر دیا اور یہ فرمایا کہ اس پر کچھ اور شبہ ہو تو بیان کرو۔ فریق ثانی نے صاف کہا کہ بس یہی پوچھنا تھا۔ پس مناظرہ ختم ہوا۔

وہ سوالات یہ ہیں جو مع جوابات نقل کئے جاتے ہیں:

سوال اول: جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ را در فضل وعلم چہ اعتقاد دارید۔

سوال دوم۔ جناب مبرو بوسہ قبر والد خود می دادند شما در حق ایشاں چہ میگوئید

سوال سوم۔ اذان بعد دفن میت عند القبر جائز است یا نہ

سوال چہارم۔ مذہب شما حنفی است یا نہ۔

سوال پنجم۔ بدعت منقسم بسوئے حسنہ وسیئہ است یا نہ۔

جواب از مولوی عبدالحی۔

اول۔ اینکہ علم وفضل مولانا ممدوح مغفور از طحاوی وکرخی زیادہ تر بل ہم جنب صاحبین در فقہہ و در ممارست وتبحر حدیث وتفسیر از صاحبین بیشتر باعتقاد خود میدانم و اللّٰہ اعلم بالصّواب۔

باز گفتند کہ مولانا موصوف در حق من چہ فرمودند میدانید و یاد دارید یا نہ۔ مولوی مخصوص اللہ وغیرہ گفتند میدانم کہ مولانا مرحوم در حق شما فرمودند کہ نصف علم من بمولوی عبدالحی است و دیگر نصفی ہمہ شاگردان من شریک اند۔ مولوی عبدالحی صاحب باز گفتند کہ ہمہ شاگردان مولانا قابل مناظرہ من نیستند آری مجادلہ می توانند کرد۔ فقط

جواب سوال دوم: اینکہ علمائے سابقین نوشتہ اند کہ بوسہ دادن قبر را عادت یہود ونصاریٰ است در تحریرات ملا علی قاری وشیخ عبدالحق دہلوی وغیرہ ملاحظہ نمایند۔ باز بعض مقابلین گفتند کہ مولانا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ممدوح بوسہ قبر والد ماجد خود میدارند۔ مولوی عبدالحی گفتند آں صاحبان را یاد است یا نہ کہ روزی مولانا برائے زیارت قبر والد خود در قبرستان رفتہ بودند و بوسہ دادند حافظ محفوظ بآواز بلند گفت کہ اے صاحبان حاضرین بہ بینید کہ شیخ وقت خود بوسہ قبر دادہ۔ پس مولانا سخن حافظ شنیدہ فرمودند کہ بوسہ قبر بلا ریب عادت یہود و نصاری است و حال من این ست کہ وقتیکہ دود قبر والد می آیم از بس متغیر حال و بدحواس مے شوم در حالت بدحواسی و اضطراری ایں امر از من صادر میشود و فعل متغیر الحال و بدحواس..... بوسہ قبر روا نیست۔

جواب سوال سیوم۔ اینکہ اذان ....معہود با لسنہ نیست پس مکروہ خواہ بود بنا بر ایں در ظاہر الروایت و در دیگر کتب متداولہ معتبرہ حنفیہ اثرے پدید نیست۔ مولوی مخصوص اللہ صاحب گفتند بر تلقین ست قیاس میکنم مولوی عبدالحی گفتند بناء فاسد علی الفاسد است زیرا کہ

حنفیہ وغیرہ حدیث تلقین را ضعیف گفتند و قابل احتجاج ندانستند واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال چہارم۔ اینکہ من بر مذہب حنفی مثل طحاوی کرخی امب اسناد صحیح کار بند میشوم نہ مثل حاطب اللیل..؟۔

جواب سوال پنجم اینکہ بدعت شرعیہ منقسم نیست کل بدعۃ ضلالۃ کما رواہ مسلم شامی بحر الرائق وغیرہ بہ بینید و حضرت مجدد الف ثانی در سوسہ مکتوب خود ایں را تصریح کردہ و در فتح الباری بحث حدیث شر الامور محدثاتھا ملاحظہ بکنید۔ آری بدعت لغویہ منقسم است کما لا یخفی علی الماھر بالشّریعۃ۔ و اللّٰہ اعلم با لصّواب۔

(ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۷۔ نمبر ۳ تا ۵۔ بابت مارچ اپریل مئی ۱۸۸۴ء۔ ص ۷۹۔۸۱)

☆ حاشیہ نمبر ۲

کلمۃ الحق

(جناب محمد اسماعیل پانی پتی نے لکھا ہے کہ:

یہ مضمون سرسید احمد خان نے ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۴۹ء میں لکھا تھا۔ اس زمانے میں پیری مریدی اور اولیاء وصوفیا کی بیعت کا بڑا زور شور تھا۔ مذہب سے دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کیلئے ضروری تھا کہ وہ صوفیاء کے کسی نہ کسی سلسلے میں کسی نہ بزرگ کی بیعت کرے۔ بے پیرے بے مریدے انسان کی سوسائٹی میں کچھ وقعت اور عزت نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتی تھی مگر پیروں نے بھولے بھالے مریدوں کو پھانسنے کے لئے عجیب عجیب گورکھ دھندے بنا رکھے تھے۔صوفیوں نے بیعت کرنے کے نرالے طریق گھڑ رکھے تھے جو سراسر خلاف سنت اور خلاف شریعت تھے اور قرآن وحدیث میں ان کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ چند چالاک اور عیار لوگوں نے تقدس کا لبادہ اوڑھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو لوٹنے کا زبردست کاروبار جاری کر رکھا تھا اور اس کا آلہ کار انہوں نے پیری مریدی اور بیعت کو بنا رکھا تھا۔اس ٹٹی کی آڑ میں وہ بے فکری کے ساتھ شکار کھیلتے تھے اور سو فیصدی کامیاب ہوتے تھے۔نہ انہیں کوئی پوچھنے والا تھا، نہ احتساب کرنے والا، بلکہ مخلص مرید اپنے ہشیار پیروں کے پھندے سے خود نکلنا نہ چاہتے تھے اور احمقوں کی جنت میں بڑی خوش اعتقادی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ پیر جی کی فرمائش پر اپنا تن، من، دھن قربان کر دینے کو اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ بیعت کا حقیقی مقصد تزکیہ نفس ہوتا ہے، مگر اس سے پیر اور مرید دونوں خالی تھے۔اطاعت خدا و رسول حقیقی صوفیاء وفقراء کا اصل اصول تھا، مگر اس وقت کے عام صوفیوں کو نہ خدا سے کوئی غرض تھی، نہ رسول سے کوئی واسطہ تھا۔ وہ احکام شریعت بجالانے سے مستثنیٰ سمجھے جاتے تھے اور، حالت جذب، میں جو کچھ وہ کہہ دیتے، مریدین اور معتقدین اس کو خدا کے فرمان اور رسول کے حکم سے بھی زیادہ عزت و وقعت دیتے۔خدا کا ارشاد ٹالا جا سکتا تھا، رسول کا کہنا نظر انداز کیا جا سکتا تھا، مگر پیر جی کا ارشاد کسی حالت میں بھی پس پشت نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔یہ تھی ہمارے معاشرے کی حالت اس وقت، جب کہ سرسید نے یہ مضمون لکھا۔اس میں سرسید نے بڑے زوردار الفاظ میں نہایت مدلل طریقے سے پیری مریدی اور بیعت کے مروجہ طریقوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور ان کے نقائص اور خرابیاں کھول کر بتائی ہیں۔

جناب محمد اسماعیل پانی پتی بتاتے ہیں کہ یہ قابل قدر اصلاحی مضمون نایاب تھا اور ۱۸۴۹ء میں ایک مرتبہ چھپ کر کچھ عرصے بعد دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔سرسید احمد نے دوبارہ اس مضمون کو تصانیف احمد یہ جلد اول حصہ اول میں شامل کر کے ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء میں شائع کیا جسے لاہور کی پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ۱۸۸۳ء کے مطبوعہ نسخہ سے انہوں نے مضمون مقالات سرسید میں نقل کیا۔اب ہم اسے قدرے اختصار کے ساتھ یہاں نذر قارئین کرتے ہیں۔ بہاء)

سرسید احمد خان **کلمۃ الحق** میں لکھتے ہیں:

اللّٰھم صلّ علی محمّد و آل محمّد و بارك و سلّم۔

الٰہی تو اپنی اور اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت نصیب کر اور انہیں کی سنت پر چلا اور انہیں کی سنت پر مار۔آمین یا ربّ العالمین۔ امّا بعد:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ کلمۃ الحق پیری اور مریدی کے بیان میں ہماری زبان سے نکلا ہے کیونکہ ہمارے زمانے میں پیری مریدی کا ایک ایسا جھگڑا لگا ہے جس کے سبب ہزاروں آدمی دھوکے میں پڑے ہیں۔ جہاں ایک نئی صورت کا آدمی دیکھا، کوئی تو اس کو قطب کہتا ہے اور کوئی ابدال اور کوئی ولی اور کوئی غوث۔ اور پھر وہ کیسی ہی باتیں کرتا ہو، اس پر کچھ خیال نہیں کرتے۔ اگر کوئی کہے کہ میاں یہ تو شرع کے خلاف باتیں کرتا ہے، تو یوں جواب دیتے ہیں کہ اجی تم نہیں جانتے، طریقت کا اور ہی رستہ ہے، فقیروں کی باتیں ہی جدا ہیں۔ شریعت تو ظاہر کیلئے ہے۔ یہ ولی، اللہ کے ہیں جو کریں سو بجا ہے، اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ اسکی اطاعت بغیر ملتی ہی نہیں

دریں راہ جز مرد داعی نرفت گم آن شد کہ دنبال راعی ترفت

جو ذرہ بھی شریعت کی راہ سے بھٹکا، وہی راہ بھولا۔ اگر کوئی آسمان پر اڑے اور زمین میں گھسے اور ایک بال بھر شریعت سے پھرا ہو، وہ گمراہ ہے۔ ولی و ابدال، غوث اور قطب ہونا کچھ کرشمہ اور کرامات نہیں ہے، بھوت، پریت، دیو، جن، نٹ، بھان متی بھی بہت سے شعبدے اور تماشے دکھاتے ہیں۔ ولی و ابدال، غوث وقطب وہی ہے جو پورا پورا شریعت پر چلے۔ قال اللہ تعالیٰ:

قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحببکم اللّٰہ (اللہ نے سورہ آل عمران میں فرمایا کہ اے نبی تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو، تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کیسی ہی عبادت اور بندگی کرے، مگر اللہ اس کو جب ہی دوست رکھتا ہے جب شریعت محمدیہ کا تابع ہو جاوے۔ دیکھو جوگی بیراگی.. اور فقیر کیسی کیسی صحبتیں کرتے ہیں اور مصیبتیں بھگتتے ہیں اور جوگ اٹھاتے ہیں، مگر جب شریعت کے برخلاف ہیں تو سب اکارت ہے اور شریعت کی تابعداری یہی ہے کہ جو اللہ اور اسکے رسول نے کہا اس کو کیا، اور جس سے منع کیا اس کو نہ کیا قال اللہ تعالیٰ:

و ما آ تا کم الرّسول فخذوہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا (یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں فرمایا: اور جو دے تم کو رسول، وہ لے لو اور جس سے منع کر دے، وہ مت کرو)

یعنی رسول ﷺ نے جو حکم تم کو پہنچائے ہیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے منع کر دیا ہے ان کو مت کرو کہ یہی شریعت کی تابعداری ہے۔ بڑا تابعدار شرع کا وہی ہے کہ ہر بات میں جو اس کے سامنے آوے غور کرے کہ اس میں اللہ اور اللہ کے رسول کا کیا حکم ہے۔ جو حکم ہو، وہی کرے اور پھر جی میں ملال نہ لاوے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فلا و ربّک لا یؤمنون حتّی یحکّموک فیما شجر بینھم ثمّ لا یجدوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی انفسھم حر جاً مّما قضیت و یسلّموا تسلیماً ۔(یعنی اللہ تعالی نے سورہ نساء میں اپنے رسول کو فرمایا کہ تیرے پروردگار کی قسم ان کو ایمان نہ ہوگا جب تک آپس کے جھگڑے میں تجھی کو حاکم نہ بدیں، پھر نہ پاویں اپنے دل میں تیرے انصاف سے کچھ ملال، اور اس کو مان لیں ٹھیک جان کر)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پورا ایمان جب ہی نصیب ہوتا ہے جب سب کام شریعت کے سپرد کردے اور جو اس میں حکم نکلے خندہ پیشانی سے قبول کرے اور یوں جانے کہ یہی حق ہے اور یونہی ٹھیک۔

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا یؤمن ا حد کم حتّی یکو ن ھواہ تبعاً لّما جئت بہ (یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ کوئی تم میں سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا ارمان شریعت کے تابع نہ ہو)

یعنی اس کی خواہش شریعت ہی ہو جاوے اور اس کو یہی ارمان ہو کہ جو شریعت میں ہے وہی کروں اور جب شریعت کا حکم بجالاوے تو یوں جانے کہ میرے دل کا بڑا ارمان نکلا، کیونکہ وہ تو شریعت کو دل سے چاہتا تھا، جب پورا مسلمان ہوتا۔ نہ یہ کہ ایک کام کرنے کو تو اپنا دل چاہتا ہوں اور خواہ نخواہ کھینچ تان کر اس کو شرع میں لاوے اور کہے کہ اگرچہ حضرت ﷺ کے وقت میں یا حضرت کے خاص لوگوں کے وقت میں تو نہ تھا، مگر اس میں کیا قباحت ہے، اس کو تو فلانے بزرگ نے کیا ہے اور بڑے بڑے مشائخ کرتے آئے ہیں۔ کیونکہ ایسی باتیں کہنی اور کرنی شریعت کی تابعداری نہیں ہے، بلکہ شریعت کو اپنے نفس کے تابع بنانا ہے۔ خدا پناہ میں رکھے اس بات سے۔ حضرت ﷺ کی شریعت پر عمل کرنا اور آپ کی سنت پر چلنا، یہ تو بڑے درجے کی بات ہے، حضرت ﷺ کی سنت تو ایسی نعمت ہے کہ اگر کوئی اس کو دوست ہی رکھے تو دونوں جہان کی نعمت اس کو ملتی ہے۔

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من ا حبّ سنّتی فقد ا حبّنی و من احبّنی کان معی فی الجنّۃ ۔(یعنی مشکوۃ کے باب الاعتصام بالسنۃ میں حضرت انسؓ سے ایک بڑی حدیث نقل کی ہے کہ اس کا یہ ٹکڑا ہے اور اس حدیث میں جناب پیغمبر خدا ﷺ نے حضرت انس کو کمال شفقت سے بیٹا خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے جس نے میری سنت کو دوست رکھا، اس نے بے شک مجھ کو دوست رکھا اور جس نے مجھ کو دوست رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اے مسلمانو! ذرا غور کرو کہ اگر اس مع کے لفظ پر ہزار جان نثار کی جاوے تو بھی کم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں ہونا ایسی بشارت ہے کہ قسم اس خدائے لایزال کی جس نے دونوں عالم پیدا کئے کہ اگر دونوں عالم اس کے مقابل کچھ بھی حقیقت رکھتے ہوں۔ کیا اچھے نصیب اس کے کہ جس کو حضرت ﷺ کا ساتھ نصیب ہو۔ افسوس تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ جو نعمت ہے وہ حضرت ﷺ کی سنت میں ہے، واللہ اور کسی میں نہیں۔ کسی میں نہیں۔ کسی میں نہیں۔ پھر آدمی کو لازم ہے کہ حضرت ﷺ ہی کی سنت پر چلے اور شریعت ہی کی اطاعت کرنے پر سعی کرے اور جو حضرت ﷺ کی شریعت اور حضرت ﷺ ہی کی سنت پر چلتا ہو، اسی کو پیر اور ولی اور ابدال اور غوث اور قطب جانے۔ اور جو حضرت ﷺ کی شریعت سے باہر ہو، اس کو شیطان سے بدتر جانے، گو وہ زمین میں تیرتا ہو اور آسمان پر اڑتا ہو۔ اور صحابہ کرام کا یہی حال تھا کہ جو کوئی (کیا عبادت میں، اور کیا ذکر میں، اور کیا فکر میں) ایک سرمو بھی سنت کے خلاف کرتا تھا اس کو بہت ہی برا جانتے تھے۔

فی شرعة الاسلام و قد کانت الصّحابة ینکرون اشدّ ا لانکار علی من ا حد ث امراً او ابتدع رسماً لم یعهد فی عهد النّبوّة قلّ ذلک او کثر صغر ذلک او کبر کان فی المعا ملة او فی العبادة او فی الذّکر

(یعنی شرعۃ الاسلام میں یہ بات لکھی ہے کہ صحابہ نہایت برا جانتے تھے اس شخص کو جو نئی بات نکالتا تھا، یا نئی رسم شروع کرتا تھا جو حضرت کے وقت میں نہ تھی، خواہ وہ نئی بات تھوڑی ہوتی تھی، یا بہت بڑی ہوتی تھی، یا چھوٹی، اور خواہ دنیا کے معاملوں میں ہوتی تھی، خواہ دین کے، خواہ اللہ کے یاد کرنے میں)۔

اب خیال کرو کہ جب صحابہ عبادت کرنے اور اللہ کی یاد کرنے میں بھی نئی بات کو برا جانتے تھے تو پھر اگر کوئی شخص نئی نئی باتیں خلاف سنت رسول اللہ نکالے اور ان کو عبادت جانے اور یوں کہے کہ خدا اس سے ملتا ہے، تو بالکل جھوٹا ہے اور مکار۔ خدا کے ملنے کو سوائے سنت رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی رستہ ہی نہیں

عن عبد اللّٰه ابن مسعود قال خطّ لنا رسول اللّٰه ﷺ خطّاً ثمّ قال هذا سبیل اللّٰه ثم خطّ خطوطاً عن یمینه و عن شماله و قال هذا سبل علی کل سبیل منها شیطان یدعوا الیه و قر أ : و انّ هذا صرا طی مستقیماً فاتّبعوه و لا تتّبعوا السّبل فتفرّق بکم عن سبیله

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب اعتصام بالسنہ میں عبداللہ بن مسعود سے حدیث نقل کی ہے کہ انہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ں نے یہ بات کہی کہ رسول خدا ﷺ نے ہمارے لئے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو اللہ کا راستہ ہے، پھر اس کے دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا یہ اور راستے ہیں ان میں سے ہر رستے پر شیطان ہے کہ اس کی طرف بلاتا ہے اور کلام اللہ کی آیت پڑھی جس کا یہ ترجمہ ہے: اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ میری راہ سیدھی ہے، پھر اسی پر چلو اور رستوں پر مت جاؤ، تا کہ اس کی راہ سے نہ بھٹکو)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ راستہ جس سے خدا ملتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہی کی سنت ہے اور اس کے سوا سب راہیں شیطان کی ہیں۔ ان آیتوں اور حدیثوں کی نقل کرنے سے ہمارا مقصود صرف اتنا ہے کہ ہر مداری سدھاری کو تم پیر مت بناؤ اور اس کے کرشمے اور کرامات پر نہ جاؤ، بلکہ جو شخص سنت محمد یہ کا تابع ہو اسی کو ولی اور غوث اور قطب اور ابدال سمجھو، گو اس سے ایک بھی کرامت نہ ہو، کیونکہ کرامت ہونا ولی ہونے کی نشانی نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت اور شریعت کا تابع ہونا ولی ہونے کی علامت ہے۔ مطلب ساری تقریر کا یہ ہے کہ پیر وہی ہے جو سر سے پاؤں تک سنت میں ڈوبا ہوا ہو، نہیں تو خاک بھی نہیں۔

ان باتوں کو سن کر بعضے لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہاں یہ بات تو تم سچ کہتے ہو کہ جو کچھ ہے وہ شریعت اور سنت ہی ہے، مگر فقیروں کی اور ولیوں کی بعض باتیں ایسی ہیں کہ جب تک وہ نہ کرے دل صاف ہی نہیں ہوتا اور ولایت حاصل ہی نہیں ہوتی اور اللہ کے دربار میں خاص مرتبہ ملتا ہی نہیں، اور نرا شرع پر چلنے سے تو ملانے (مولوی) کا ملانا (مولوی) ہی رہ جاتا ہے اور دل صاف نہیں ہوتا۔

یہ کہنا اور سمجھنا پوری گمراہی ہے کیونکہ جناب پیغمبر ﷺ نبی آخر الزمان ہیں اور اب کوئی نبی نہیں ہونے کا اور نہ کوئی شریعت اترے گی۔ پھر اگر اس شریعت سے بھی اللہ نہ ملے گا اور دل صاف نہ ہوگا تو پھر کس سے ملے گا اور کاہے سے ہوگا۔ بلکہ جو شخص یوں سمجھے کہ مرید ہوئے بغیر اور پیر کی صحبت اٹھائے بغیر اور جو ذکر کے طریقے چاروں سلسلوں میں ہیں اسی طرح پر ذکر اور شغل کرنے بغیر، صرف شریعت محمد یہ پر چلنے اور قائم رہنے سے ولیت کا رتبہ اور اللہ کے دربار میں خاص مرتبہ حاصل نہیں ہوتا، تو اس نے گویا محمد رسول اللہ ﷺ کی اچھی طرح تصدیق نہیں کی۔ کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کے تو یہی معنی ہیں کہ دل سے یوں ہی جانے کہ جو حضرت ﷺ کا بنایا ہوا رستہ ہے، وہی سیدھا اور سچا ہے اور اسی سے سب مرتبے غوث اور قطب اور ابدال کے حاصل ہوتے ہیں۔ ہم کو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت اور سنت پر چلنے سے دونوں جہان کی نعمت ملتی ہے، نہ کسی پیر کی حاجت نہ کسی فقیر کی اور نہ کسی نئے ذکر اذکار اور نہ کسی نئے شغل کی۔ جو ہمارے حضرت ﷺ نے ہم کو بتا دیا ہے وہی کافی ہے۔ حسبنا کتاب اللّٰہ و سنّۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسولہ (یعنی ہم کو کلام اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی بس ہے)۔ ہمارا دین تو پورا ہو چکا ہے اب اس میں نہ بڑھانے کی حاجت اور نہ گھٹانے کی درکار۔ قال اللہ تعالیٰ:

الیوم اکملت لکم د ینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (اللہ نے سورہ مائدہ میں فرمایا کہ اب پورا کر دیا میں نے تمہارے لئے دین تمہارا، اور پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت، اور پسند کیا میں نے تمہارے لئے دین اسلام)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمارا دین پورا ہو چکا قیامت تک اس میں کچھ گھٹنے بڑھنے کا نہیں۔

قال فی التفسیر النیشابوری : و فی ا خیر زما ن البعثة حکم ببقاء الاحکام علی حا لها من غیر نسخ و زیادة و نقص الی یوم القیامة

(تفسیر نیشا پوری میں یہ بات لکھی ہے کہ جب زمانہ نبوت کا اخیر ہونے کو ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ شرع کے احکام جیسے ہیں، ہمیشہ ویسے ہی رہیں گے، قیامت تک، نہ ان میں سے کچھ ردّ و بدل ہوگا اور نہ کم زیادہ)۔

پھر اگر کوئی شخص نئی نئی باتیں نکالے، ان کی کچھ اصل نہیں، کیونکہ شرع کے جوں کے توں قیامت تک رہنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔ اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: و اتممت علیکم نعمتی (یعنی پوری کر دی میں نے تم پر اپنی نعمت)۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمت ہے وہ شریعت محمدیہ ہی میں پوری ہوئی ہے، پھر جو کوئی اس پر چلے گا اسی کو یہ نعمت ملے گی اور جو بہت چلے گا اس کو بہت ملے گی۔ اب یہ خیال کرنا کہ جب تک مرید نہ ہو اور مشائخوں کی طرح ذکر و شغل نہ کرے اس کو اللہ کی نعمت اور اس کے دربار میں مرتبہ نہیں ملتا، بالکل غلط ہے۔ اللہ کی نعمت شریعت محمدیہ ہے جو اس پر چلے گا، خواہ پیر ہو خواہ مرید، خواہ بوڑھا ہو، خواہ جوان، خواہ جولاہا ہو، خواہ پیرزادہ، خواہ شیخ ہو، خواہ سید، خواہ مغل ہو، خواہ پٹھان، اسی کو ملے گی اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کی نعمت سے دین کا پورا ہونا اور اللہ کی ہدایت ہونی مراد ہے۔

فی التفسیر النیشا بوری : اتممت علیکم نعمتی ای بذ لک الاکمال لانّه لا نعمة اتمّ من نعمة ا لاسلام (یعنی تفسیر نیشا بوری میں اتممت علیکم نعمتی کے یہ معنی لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ دین کے پورا ہونے سے میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے، کیونکہ دین کی نعمت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں)

و فی التّفسیر البیضاوی : اتممت علیکم نعمتی بالهدایة و التّوفیق او بکمال الدّین (تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے یہ معنی لکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ ہدایت اور توفیق دینے اور دین کے پورا کرنے سے میں نے اپنی نعمت تم پر پوری کر دی)۔

اور جن پر اللہ نے اپنی نعمت پوری کی ہے وہ نبی اور ولی ہیں کیونکہ سب تفسیر والوں نے الحمد کی تفسیر میں انعمت علیھم کے یہی معنی لکھے ہیں کہ جن کو اللہ نے نعمت دی ہے وہ نبی ہیں اور صدیق اور شہید اور ولی۔ اب اس سے معلوم ہوا کہ شریعت محمدیہ اللہ کی نعمت ہے اور جو اس پر چلتا ہے اس کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے اور جس کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے وہ ولی ہوتا ہے یا صدیق یا شہید، کچھ پیر و پیر زادہ ہونے پر موقوف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے: انّ اولیاء ہ الّا المتّقون ۔(نہیں اولیاء اس کے مگر متقی لوگ)۔ ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء ۔(یعنی اللہ کی رحمت ہے جس کو چاہے دے)۔

شاہ ولی اللہ نے قول جمیل میں لکھا ہے کہ کوئی یوں نہ جانے کہ ان صوفیاء کے اشغال بغیر خدا ملتا ہی نہیں، بلکہ صحابہ اور تابعین نے نمازیں پڑھ کر اللہ کے دربار میں عاجزی کر کے اور موت کو یاد رکھ کر اور جن باتوں پر اللہ نے ثواب کا وعدہ کیا ہے، اور جن پر عذاب دینے کا اقرار کیا ہے ان کا دھیان رکھ کر، اور کلام اللہ پڑھ کر، اور اس کے معنوں میں غور کر کے، اور جن حدیثوں سے مسلمان کا دل نرم ہوتا ہے ان کو سن کر، یہ مرتبے حاصل کئے تھے۔ اے مسلمانو اب تم اپنے دل میں سوچ لو کہ جو بات حضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کو بتائی اور جس کی بدولت صحابہ اس مرتبہ کو پہنچے، اس کو اختیار کرنا بہتر ہے یا کسی نئی بات کو؟

سچی بات سب کو کڑوی لگتی ہے، ان سچی باتوں کو سن کر بعضے لوگ یوں کہیں گے کہ لو صاحب یہ تو پیروں سے پھرے ہوئے ہیں اور معتزلیوں کی سی باتیں کرتے ہیں اور اگلے پیروں پر طعنہ مارتے ہیں اور ان کے وظیفوں کو برا جانتے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ منھا ہمارا یہ اعتقاد نہیں۔ ہم نہ کسی پر طعنہ مارتے ہیں اور نہ کسی کے وظیفے کو برا جانتے ہیں، مگر اتنی بات بے شک کہتے ہیں کہ کیسا ہی بڑا پیر ہو، اس کی باتیں جو شریعت محمدیہ کے موافق ہیں ان کو اپنے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اس شخص کو اپنا سرتاج سمجھتے ہیں۔ اور جو باتیں اس کی شرع کے برخلاف ہیں، ان باتوں کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں جانتے، کیونکہ ہم تو محمد رسول اللہ ﷺ کے آگے کسی کا وجود ہی نہیں جانتے۔ پھر جو کوئی حضرت ﷺ کی شریعت کے مخالف کہے گا، یا کرے گا، ہم تو اس کو غلط ہی سمجھیں گے۔ نہ اس کے پیر ہونے کا خیال کریں گے اور نہ پیر زادہ اور نہ اخوند ہونے کا دھیان رکھیں گے اور نہ اخوند زادہ۔ الٰہی تو ہم کو اپنے حبیب ﷺ کی سنت پر قائم رکھ اور انہی کی سنت کا اتباع نصیب کر اور ہماری زبان سے حق بات نکلوا اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے دہشت نہ دے۔ آمین یا رب العالمین۔

اب تم نے پیر کے معنی تو سمجھے، اب مرید ہونے کے معنی سمجھو کہ اگر مرید ہونے سے دنیا گھسیٹنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر خانقاہ بنا کر ڈنڈوت کروانی ہے، تو وہ بات تو جدا ہے، اور اگر خدا کا ملنا چاہیے تو وہ بغیر سنت رسول اللہ ﷺ کے ملتا ہی نہیں۔ پھر دیکھو کہ سنت رسول اللہ میں مرید ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں۔ اگر پایا جاتا ہو تو اسی طرح مرید ہو جس طرح حضرت ﷺ مرید کرتے تھے، کچھ زیادتی کمی اپنی طرف سے مت کرو، کیونکہ جو باتیں سنت ہیں وہ جب تک ہی سنت رہتی ہیں کہ جس طرح حضرت ﷺ نے کیا ہے، اسی طرح جوں کا توں سنت سمجھ کر کرے۔ اور اگر اس سے ایک سر مو بھی اختلاف کیا تو وہ حضرت ﷺ کی سنت نہ رہی، بلکہ اپنے نفس کی سنت ہو گئی۔ اب سنو کہ مرید ہونا، بیعت کرنے کو کہتے ہیں اور حضرت ﷺ سے چھ طرح کی بیعت ثابت ہے۔ ایک بیعت الاسلام، یعنی مسلمان ہوتے وقت بیعت کرنی۔

عن عمرو بن عا ص قال اتیت النّبیّ ﷺ فقلت ابسط یمینک لابایعک فبسط یمینه فقبضت یدی فقال ما لک یا عمرو؟ قلت اردت ان اشترط قال فا شترط ما ذا۔ قلت ان یغفر لی۔ فقال اما علمت یا عمرو انّ الاسلام یهدم ما کان قبله و انّ الهجرة تهدم ما کان قبلها و انّ الحج یهدم ما کان قبله۔

(یعنی مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں عمرو بن العاص سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کی کہ اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے، تاکہ مسلمان ہونے کو آپ کا مرید ہوں۔ جب حضرت ﷺ نے اپنا داہنا بڑھایا تو میں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے عمرو تجھ کو کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط کرنی چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا شرط کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ بات چاہتا ہوں کہ میری گذشتہ باتیں بخشی جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عمرو کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام لانا بے شک پہلی باتوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اگلی باتوں کو دور کر دیتی ہے اور حج پہلی باتوں کو نیست کر دیتا ہے)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے وقت میں مسلمان ہونیکے وقت بیعت ہوتی تھی۔

دوسری بیعت خلافت، یعنی جس کو اپنا سردار بنایا اس کے حکم بجالانے کیلئے بیعت کر لی۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک حدیث موجود ہے جس کا یہ ٹکڑا ہے:

فلما اجتمعوا تشهد عبد الرحمن ثمّ قال اما بعد یا علی انی قد نظرت فی امر النّاس فلم ارهم یعدلون بعثمان فلا تجعلن علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نفسک سبیلاً ۔ فقال ابا یعک علی سنّۃ اللّٰہ و رسولہ و الخلیفتین من بعدہ فبایعہ عبد الرّحمن و بایعہ النّاس، المھاجرون والانصار وامراء الاجناد و المسلمو ن (بخاری حدیث نمبر ۷۲۰۷)

(یعنی جب سب لوگ اکٹھے ہو گئے تو عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے خطبہ پڑھا اور پھر کہا کہ اس کے بعد یہ بات ہے کہ اے علیؓ میں نے غور کیا لوگوں کے حال میں، پھر میں نے عثمانؓ کے برابر کسی کو نہ دیکھا، پھر تم بھی انکار مت کرو، پھر علیؓ نے کہا کہ بیعت کرتا ہوں میں تجھ سے، یعنی عثمان سے اللہ اور اللہ کے رسول اور دونوں خلیفوں کی سنت پر ۔ پھر بیعت کی ان سے یعنی عثمانؓ سے عبدالرحمٰنؓ نے اور بیعت کی ان سے اور لوگوں نے اور مہاجرینؓ نے اور انصارؓ نے اور لشکروں کے سرداروں نے اور مسلمانوں نے)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کے وقت میں بیعت خلافت کی ہوتی تھی ۔

تیسری بیعت الہجرۃ ، یعنی ہجرت پر بیعت کرنی ۔ چوتھی بیعت الجہاد، یعنی جہاد پر بیعت کرنی ۔

عن مجاشع قال اتیت النّبیّ ﷺ باخی بعد الفتح قال فقلت یا رسول اللّٰہ ﷺ جئتک با خی لتبا یعہ علی الھجرۃ ، قال ذھب اھل الھجرۃ بما فیھا۔ فقلت علی ایّ شیء تبایعہ۔ قال ابا یعہ علی الاسلام و الایما ن و الجھاد فلقیت ابا معبد بعد وکان اکبر ھما فسألتہ فقا ل صدق۔(یعنی صحیح بخاری کے باب مقام النبی ﷺ بمکۃ زمن الفتح میں مجاشع سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ میں پیغمبر خدا ﷺ کے پاس اپنے بھائی کو لایا مکہ کی فتح کے بعد ۔ پھر میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ اس سے ہجرت پر بیعت لیں ۔ آپ نے فرمایا ہجرت والے گئے اس سمیت جو ہجرت میں تھی ۔ پھر میں عرض کیا کہ کس چیز پر اس سے آپ بیعت لیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس سے بیعت لوں گا اسلام پر اور ایمان پر اور جہاد پر ۔ اور مجاشع سے جس نے یہ حدیث نقل کی ہے اس نے یہ بھی کہا کہ پھر میں اس کے بعد ابوسعید سے ملا وہ ان دونوں میں سے بڑا تھا، پھر میں نے ان سے پوچھا، انہوں نے کہا کہ مجاشع نے سچ کہا)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے وقت میں ہجرت اور جہاد پر بیعت ہوتی تھی ۔

پانچویں بیعت التوثیق فی الجہاد ہے یعنی جہاد میں مضبوط رہنے اور مر جانے پر بیعت کرنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عن یز ید ابن ابی عبید قال قلت لسلمة بن الاکوع ۔ علی ایّ شیء بایعتم رسول اللّٰہ ﷺ یوم الحد یبیّہ ۔ قال علی الموت

(یعنی صحیح بخاری میں یزید ابن عبید سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ میں نے سلمہؓ بن الاکوع سے پوچھا کہ تم نے کس چیز پر پیغمبر خدا سے حدیبیہ کے دن بیعت کی تھی ۔ انہوں نے کہا کہ مرنے پر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے وقت میں جہاد میں مضبوط رہنے اور مرنے پر بیعت ہوتی تھی ۔

چھٹی بیعت التمسک بکل التقوی ، یعنی پرہیزگاری کرنے اور شریعت پر چلنے کیلئے بیعت کرنی ۔

عن عبیدہ بن صا مت قال بایعنا رسول اللّٰہ ﷺ علی السّمع و الطّاعة و المنشط و المکرہ و ان لا نتنازع الامر اھلہ و ان تقوم او تقول بالحق حیثما کنا لا تخا ف فی اللّٰہ لومة لا ئم

(یعنی صحیح بخاری میں عبیدہ ابن صامت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ ہم نے بیعت کی رسول خدا ﷺ سے اوپر کہا ماننے اور حکم بجالانے کے اور مرغوب و نامرغوب پر اور اس پر کہ نہ جھگڑیں گے سردار سے ، اور یہ کہ جہاں کہیں ہو حق بات پر قائم رہیں گے اور حق بات کہیں گے ، نہ ڈریں گے اللہ کی راہ میں ملامت کرنیوالے کی ملامت سے)۔

عن جر یر ابن عبد اللّٰہ قال بایعت النّبیّ ﷺ علی السّمع و الطّاعة فلقانی ما استطعت و النّصح لکلّ مسلم

(یعنی صحیح بخاری میں جریر بن عبداللہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بیعت کی رسول خدا ﷺ سے اوپر کہا ماننے اور حکم بجالانے کے ، پھر سکھائی مجھ کو وہ چیز جس کی مجھے طاقت تھی ، اور ہر مسلمان کیلئے خیر خواہی)۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ کے وقت میں گناہوں سے بچنے اور سنت پر چلنے اور احکام شرعی کے بجالانے پر بیعت ہوتی تھی ۔

یہ چھ طرح کی بیعتیں تو ثابت ہوئیں اور ان سے سوا ساتویں طرح کی کوئی بیعت ثابت نہیں ۔ شاہ ولی اللہ نے بھی قول جمیل میں انہی چھ بیعتوں کا ذکر لکھا ہے اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ اور تابعین کے وقت میں بعضے اسباب سے ان میں سے بھی کوئی بیعت مروج نہ تھی ۔ ایک مدت بعد صوفیہ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھٹی قسم کی بیعت کو جاری کیا ہے۔ اب سمجھ لو کہ گناہوں سے بچنے اور سنت رسول اللہ ﷺ پر چلنے اور اگلے گناہوں سے توبہ واستغفار کرنے کے لئے اگر کوئی شخص صرف سنت رسول اللہ سمجھ کر کسی نیک بخت پرہیز گار لکھے پڑھے عالم آدمی سے بیعت کرے تو کچھ مضائقہ نہیں، بلکہ سنت ومستحب ہے۔ مگر یہ بات کہ ہم فلانے سلسلے میں مرید ہوئے، اس کی کوئی اصل نہیں، کیونکہ یہ بیعت تو دراصل توبہ ہے، پھر یہ کہنا کہ ہم نے فلانے فلانے خاندان میں توبہ کی، یا فلانے سلسلے میں توبہ کی، اس کے کچھ معنی نہیں۔ ہمارے زمانے میں تو یہ حال ہوگیا ہے کہ مرید ہوکر پیر کو اپنا حمایتی جانتے ہیں اور شجرہ لے کر اس کو معافی کا پروانہ سمجھتے ہیں اور یوں جانتے ہیں کہ ہمارے پیر صاحب ہمارے نزع کے وقت میں بھی کام آویں گے اور قبر میں بھی حمایت کو دوڑیں گے اور اڑے کام نکالیں گے۔ یہ سمجھنا بالکل گمراہی ہے۔ قبر میں اپنے اعمال کے سوا کچھ کام نہیں آتی، شجرہ لے جانے سے کیا فائدہ؟ اپنا نامہ اعمال درست کرنا چاہیے جو قبر میں بھی کام آئے اور قیامت میں بھی۔ اور قیامت میں اللہ آپ انصاف کرے گا۔ پھر جب تک اللہ ہی فضل نہ کرے، وہاں نہ پیر کی حمایت چلے گی نہ فقیر کی۔ وہ ایسا برا وقت ہوگا کہ کوئی کسی کی سدھ نہ لے گا، اپنی نفسی نفسی میں گرفتار ہوں گے، نہ پیر کو مرید کی خبر رہے گی، نہ مرید کو پیر کی۔ وہاں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تو قادریہ خاندان میں مرید ہے یا نقشبندیہ میں یا چشتیہ خاندان کا مرید ہے یا سہروردیہ کا۔ وہاں صرف یہ بات پوچھی جاوے گی کہ کہو کیا لایا، نیکی یا بدی، متابعت رسول اللہ ﷺ کی تھی یا نہیں؟ پھر اللہ ہی کے فضل سے پیر کا بھی چھٹکارا ہے اور مرید کا بھی

قدسی ندانم چوں شود سودائے بازار جزا اونقد آمرزش بکف من جنس عصیاں دربغل

مطلب ساری تقریر کا یہ کہ اگر تم مرید بھی ہو تو اسی طرح ہو جس طرح رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ثابت ہوا ہے اور اگر ذکر اشغال بھی کرو، تو اسی طرح کرو جس طرح کہ حضرت ﷺ سے ثابت ہوا ہے۔ کوئی بات اپنی طرف سے مت بڑھاؤ، کیونکہ دین کی بات میں زیادتی کمی کرنی بدعت ہے اور جو بدعت ہے وہ گمراہی ہے۔

خدا کے نام لینے میں بے شک برکت ہے مگر وہ برکت جب ہی تک ہے جب کہ اللہ کا نام اسی طرح لیا جاوے جس طرح کہ خدا اور خدا کے رسول نے بتایا ہے۔

فی التّاتارخانیه و الطوالع و قد صحّ انّه قیل لابن مسعود ان قوماً اجتمعوا فی المسجد یهللون ویصلّون علی النّبیّ ﷺ و یر فعون اصوا تهم فذهب الیهم ابن مسعود و قال ما عهد نا هذا علی عهد رسول اللّه ﷺ و ما اراکم الّا مبتدعین فما زال یذ کر ذلک حتّی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اخرجهم من المسجد و فی البحر الرا ئق لان ذکر اللّٰه تعا لی اذا قصد به التّخصیص بوقت دو ن وقت او بشیء دون شیء لم یکن مشروعاً حیث لم یرد به لانّه خلاف المشروع۔

(یعنی تا تار خانیہ اور طوالع میں یہ بات لکھی ہے کہ یہ بات تحقیق ہے کہ ابن مسعودؓ سے کسی نے کہا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہیں اور لا الہ الّا اللّٰہ پڑھ رہے ہیں اور پیغمبر خدا پر درود بھیج رہے ہیں، اور پکار پکار کر پڑھتے ہیں۔ پھر ابن مسعودؓ ان کے پاس گئے اور کہا کہ یہ بات پیغمبر خداﷺ کے وقت میں نہ تھی اور میں تم کو نہیں جانتا، مگر بدعتی۔ اور یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ ان کو مسجد میں سے نکلوا دیا۔ اور بحر الرائق میں لکھا ہے کہ یہ بات اس لئے ہوئی کہ اگر اللہ کی یاد کرنے کو کوئی وقت یا کوئی چیز خاص کی جاوے جو شرع میں نہیں آئی تو وہ جائز نہیں، کیونکہ خلاف شرع ہے)۔

اب خیال کرو کہ کلمہ پڑھنا اور درود بھیجنا کتنے بڑے ثواب کا کام ہے، مگر جب وہ لوگ اس طرح نہیں پڑھتے تھے جس طرح کہ سنت رسول اللہ میں ثابت ہوا ہے تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو بدعتی کہا اور مسجد سے نکال دیا۔ پس اب جتنے ذکر اور اذکار شغل اشغال مشائخ کے ہیں تین حال سے خالی نہیں:

- یا یہ کہ سنت رسول اللہ ﷺ کے موافق ہیں، ان کو تو سر آنکھوں پر رکھنا چاہیے۔
- یا یہ کہ شرع محمد یہ اور سنت مصطفویہ میں اس طرح پر ذکر اور شغل کرنا جائز نہیں، بلکہ مباح ہے، تو ان ذکروں کا بھی مضائقہ نہیں۔ مگر جو ذکر کہ سنت سے ثابت ہوئے ہیں ان ذکروں کے سامنے ان ذکروں کی اتنی بھی حقیقت نہیں جیسے آفتاب کے آگے ذرہ، بلکہ جس شخص کو اللہ تعالی نے نور ایمان کا اور محبت اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کی دی ہے وہ اس بات کا مزا جانتا ہوگا کہ بدعت کیسی ہی ہو، حسنہ ہو سیئہ ہو، اس کا چھوڑنا اور اس سے پرہیز کرنی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر قائم رہنا اور آپ ہی کی سنت پر چلنا، اور کیسی ہی چھوٹی سنت ہو اس پر جان دینی دونوں جہانوں کی نعمت سے اعلی اور اولی اور افضل ہے، کیونکہ سنت پر چلنے سے نور ایمان زیادہ ہوتا ہے اور اللہ کے دربار میں رتبہ بڑھ جاتا ہے اور بدعت کرنے سے ایک سنت اٹھ جاتی ہے۔ پھر فرض کرو کہ اگر بدعت کرنے میں، گو وہ حسنہ ہی کیوں نہ ہو، اگر ہم کو گٹھڑیاں کی گٹھڑیاں چھکڑے بھر بھر کر ثواب ملتا ہو اور سنت پر چلنے سے ایک تل بھر، تو ہم کو وہ تل بھر کافی ہے اور وہ بہت سا ثواب درکار نہیں۔ حالانکہ یہ بات فرضی ہی نہیں تو ظاہر ہے کہ اگر تمام جہان کے جتن کئے جاویں تو بھی ایک ادنی سنت کے ثواب برابر نہیں ہوسکتا۔ افسوس تم پروانے سے بھی بدتر ہو گئے۔ دیکھو وہ شمع کا عاشق ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کو آفتاب سے کچھ غرض نہیں۔تم تو محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں ہو، پھر تم کو بدعت حسنہ اور سیئہ سے کیا کام۔ جو حضرت ﷺ نے کہا اور کیا وہی کرو اور نئی بات سے کچھ غرض نہ رکھو، خواہ وہ حسنہ ہو خواہ سیئہ۔ کیا مسلمان ہو کر تمہیں اچھا لگتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت تم میں سے اٹھ جاوے؟

عن غضيف بن الحارث الثما لی قال قال رسول اللّٰه ﷺ ما ا حد ث قوم بدعة ا لّا رفع مثلها من السّنّة فتمسک بسنّة خير من احدا ث بدعة (مسند احمد۔حدیث نمبر ۱۷۰۹۵)۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے باب الاعتصام بالسنۃ میں غضیف ابن حارث ثمالی سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے نہیں نکالی کسی قوم نے کوئی بدعت، مگر اٹھائی جاتی ہے ویسی سنت، پھر پکڑنا سنت کا بہتر ہے نکالنے بدعت سے)۔

و عن حسّان قال ما ابتدع قوم بدعة فی دينهم الّا نزع اللّٰه من سنّتهم مثلها ثمّ لا يعيد ها اليهمالی يوم القيا مة۔

(یعنی مشکوۃ شریف کے اسی باب میں حسان سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ نہیں نکالی کسی قوم نے اپنے دین میں کوئی بدعت، مگر چھین لیتا ہے اللہ ان سے ویسی ہی سنت۔ پھر نہیں ہاتھ لگتی ان کے وہ سنت قیامت تک)۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں سنت ہیں، اگر ان کو چھوڑ کر کوئی نئی بات نکالی جائے اور فرض کرو کہ بدعت حسنہ، بلکہ احسن ہی ہو، مگر ایک سنت رسول اللہ ﷺ کی اس بدعت سے اٹھ جاتی ہے۔ پھر ہم کو یقین نہیں آتا کہ مسلمان ہو کر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے اٹھ جانے پر راضی ہو۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس طرح پر ذکر کرنا شرع محمد یہ اور سنت مصطفویہ میں جائز نہیں، بلکہ بدعت اور ناجائز ہے، پھر اس طرح پر ذکر کرنا ہرگز نہیں چاہیے۔ خواہ اس کے کرنے کو پیر کہے، خواہ پیرزادہ۔ اور خواہ اس کے کسی پیر نے کیا ہو یا پیرزادے نے، ہرگز اس پر کان نہ دھرے اور شیطانی وسوسہ جانے۔

معلوم نہیں کہ لوگوں نے جناب پیغمبر خدا ﷺ میں کس چیز کی کمی دیکھی کہ کوئی نئی بات نکالنے کے محتاج ہوئے ہیں، سنت رسول اللہ تو وہ چیز ہے کہ اور اعمال سے قطع نظر، اگر صرف ایک نماز ہی پانچوں وقت دل لگا کر اور دھیان جما کر اور یوں تصور کر کر کہ یہ اللہ تعالیٰ موجود ہے جس کے سامنے میں نہایت ذلت سے کھڑا ہوں، پڑھی جاوے تو ایسا رتبہ اللہ کے دربار میں حاصل ہوتا ہے کہ نہ کسی ذکر سے ہو، نہ شغل سے۔ اسی واسطے بزرگان متقدمین اہل سنت میں سے کسی نے کہا ہے کہ نماز معراج مومنین کی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دو بامداد گر آید کسے بخدمت شاہ سیوم ہر آئینہ دروے کند بلطف نگاہ

فکیف ربّی و ھو ارحم الرّاحمین یعنی جب دنیا کے بادشاہوں کا یہ حال ہے کہ اگر دو دن کوئی ان کو سلام کرے تو تیسرے دن اس پر مہربانی کرتے ہیں، پھر جب اللہ کے دربار میں دل سے حاضری کیا کرے گا تو میرا رب کیونکر نہ مہربانی کرے گا۔ وہ تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ نہ یہ کہ نماز تو پڑھتے ہیں مسجد میں اور دھیان ہے صنم خانے میں، اور اس پر سنت محمدیہ پر نام دھرتے ہیں کہ نرا شرع پر چلنے سے ملانے کا ملانا ہی رہ جاتا ہے۔ افسوس اس مسلمانی پر

گر مسلمانی ہمیں است کہ دارد حافظ وائے گر از پس امروز بود فردائے

ان باتوں کو سن کر بعضے لوگ یوں کہنے لگتے ہیں کہ اس حضوری ہی کے حاصل کرنے کو تو مرید ہوتے ہیں اور فقیروں کے پاس جاتے ہیں اور وہ جو بتاتے ہیں ذکر اشغال کرتے ہیں، حالانکہ یہ سب سے بڑی نادانی ہے، کیونکہ یہ بات بھی تو سنت رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ جب تم دھیان جما کر سنت طور پر نماز پڑھنی شروع کرو گے، ایک دن دھیان نہ جمے گا، دو دن نہ جمے گا، تیسرے دن خود بخود جمنے لگے گا۔ یہ تو آپ کی بدیا ہے جو کرے گا وہ پائے گا۔ دیکھو بھٹیارے کا تنور کیسا گرم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے ٹھہرا نہیں جاتا، مگر جب اس کو عادت پڑ جاتی ہے تو وہ بے تکلف اندر ہاتھ ڈال کر روٹیاں لگاتا ہے۔ جن فقیروں کے خیال میں تم پھنسے ہو وہ بھی تو کرتب ہی کی بات ہے۔ کیونکہ جس طرح وہ شغل بتاتے ہیں اگر اسی طرح نہ کرو تو بھی تم کو خاک نہیں ملتا، پھر تم کو کیا بلا ہو گئی ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو تو چھوڑتے ہو اور نئی بلا میں پھنستے ہو۔ حاصل یہ ہے کہ سنت رسول اللہ ﷺ کو مت چھوڑو۔ پیر بھی بنو تو سنت ہی پر بنو اور مرید بھی بنو تو سنت ہی پر بنو۔ بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو اور جو مطیع سنت رسول اللہ ﷺ ہو اس کی محبت اختیار کرو کہ تم کو بھی نیک صحبت کی برکت پہنچے اور تم کو بھی اتباع سنت نصیب ہو، کیونکہ صحبت نیک میں بڑی تاثیر ہے۔

عن ابی موسی قال قال رسول اللّٰہ ﷺ مثل الجلیس الصّالح و السوء کحامل المسک و نا فخ الکیر۔ فحامل المسک اما ان یحذیک و اما ان تبتاع منه و اما ان تجد منه ر یحاً طیبةً ۔ و نا فخ الکیر اما ان یحر ق ثیابک و اما ان تجد منه ریحاً خبیثةً ۔(بخاری کے باب المسک میں ابی موسیٰ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اچھے اور برے آدمی کی صحبت کی مثال عطار جیسی اور بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عطار یا تو تجھے بھی اس خوشبو میں سے دے گا، یا تو اس میں سے خریدے گا، یا اس میں سے کچھ خوش بو تجھ کو پہنچ ہی رہے گی۔ اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا، یا تجھ کو بد بو پہنچے گی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحبت نیک ایک عجب چیز ہے۔ آدمی کو صحبت نیک اختیار کرنی چاہیے اور اگر کوئی صحبت نیک نہ ملے تو پھر حدیث اور قرآن کی صحبت سے بہتر کوئی صحبت نہیں۔ آدمی دن رات حدیث و قرآن پڑھا کرے اور اس کے معنوں پر غور کرے، وہ صفائی باطن اور تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ الحمد للہ کہ تم نے مرید ہونیکے معنی جانے۔ اب یہ بھی جان لو کہ مرید کسے کہتے ہیں:

عن سفیان ابن عبد اللّٰہ الثّقفی قال قلت یا رسول اللّٰہ ﷺ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسأل عنه احداً بعدك۔ و فی روایةٍ غیرك۔ قال قل آمنت باللّٰہ ثمّ استقم۔ (یعنی مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں سفیان بن عبداللہ الثقفی سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہی کہ میں نے پیغمبر ﷺ کی جناب میں عرض کیا کہ آپ مجھے ایسی بات اسلام کے مقدمے میں فرمادیں کہ آپ کے بعد اس کے پوچھنے کی حاجت نہ رہے (اور ایک روایت میں ہے کہ اور کسی سے پوچھنا نہ پڑے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یوں کہو کہ اللہ پر ایمان لایا ہوں اور پھر اسی پر قائم رہ)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پورا مرید وہی ہے کہ جو اللہ کی راہ پر قائم رہے اور باقی سب زٹل ہے۔ الحمد للّٰہ اولاً و آخراً و الصّلوۃ و السلام علی رسو له ظاهراً با طناً (منقول از مقالات سرسید۔ ص ۲۶۷ تا ۲۹۰)

☆ حاشیہ نمبر ۳: سید عبداللہ غزنوی کا سفر دہلی

عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ سید عبداللہ غزنویؒ اور حافظ محمد لکھویؒ اور جناب غلام رسولؒ آف قلعہ میہاں سنگھ نے اکٹھے دہلی کا سفر کر کے میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ سے کسب فیض کیا تھا۔ اور بتایا جاتا ہے کہ جب یہ طلباء دہلی پہنچے تو ان کی ملاقات ایک بوڑھے قلی سے ہوئی جس نے ان کا سامان اٹھا کر انہیں میاں صاحب کے مدرسہ میں پہنچایا۔ مدرسہ پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ قلی درحقیقت میاں نذیر حسین صاحبؒ تھے تو یہ طلباء بہت نادم ہوئے مگر میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ میرا پہلا سبق طلبہ کو خدمت خلق کا ہوتا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔ جناب محی الدین احمد قصوری کہتے ہیں:

(جب شاہ افغانستان نے سید عبداللہ غزنوی کو ملک بدر کر دیا تو وہ غزنی سے امرتسر چلے آئے) معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچتے ہی ان (عبداللہ غزنوی) کے روابط مولانا غلام رسول قلعہ والوں اور مولانا حافظ محمد لکھوکی والوں کے ساتھ بہت بڑھ گئے اور تینوں بزرگوں نے فیصلہ کیا کہ حدیث کی سند حضرت میاں نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے لی جائے۔ چنانچہ تینوں نے لکھ کر حضرت میاں صاحب سے اجازت مانگی اور اجازت آنے پر فوراً (دہلی) روانہ ہو گئے۔ اس وقت تک ابھی ریل جاری نہیں ہوئی تھی۔ لوگ گھوڑے گاڑیوں پر پڑاؤ پڑاؤ ہوتے ہوئے دہلی پہنچتے تھے۔ جس وقت یہ تینوں بزرگ دہلی گاڑیوں کے اڈے پر پہنچے، تو ایک بزرگ آدمی کو وہاں موجود پایا جس نے ان سے پوچھ کر کہ کہاں کا قصد ہے، ان کا اسباب اٹھا لیا اور کہا کہ میں آپ لوگوں کو وہاں پہنچا دونگا۔ وہ بزرگ ان تینوں بزرگوں کا سامان اٹھا کر میاں نذیر حسین صاحب کی مسجد میں لے گیا۔ ان کا اسباب وہاں رکھا اور خود غائب ہو گیا۔ یہ حیران کہ اس مزدور نے پیسے بھی نہیں لئے اور کہاں چلا گیا ہے۔ جب کافی وقت گذر گیا تو انہوں نے کسی صاحب سے دریافت کیا کہ میاں صاحب کہاں ہیں اور کب تک آئیں گے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ میاں صاحب ہی تو تھے جو آپ کا سامان لائے ہیں اب وہ غالباً گھر آپ کے کھانے کا کہنے گئے ہیں۔ یہ تینوں بزرگ دل ہی دل میں بڑے نادم ہوئے چنانچہ جب حضرت میاں صاحب واپس تشریف لائے اور کھانا بھی لے آئے تو انہوں نے بہت ہی معذرت شروع کی۔ میاں صاحب نے فرمایا، آپ تحصیل حدیث کے لئے تشریف لائے ہیں تو حدیث بجز اس کے کیا ہے کہ خدمت خلق۔ یہی حدیث کا پہلا سبق ہے۔ (قصوری خاندان۔ ص۱۰۲۔۱۰۳)

یہ روایات اور کئی جگہ نقل ہوئی ہے اور عام طور پر قبول کی جاتی ہے، تاہم ان تینوں بزرگوں کا اکٹھے سفر کر کے دہلی تشریف لے جانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس بات کی وضاحت کے لئے چند اہل علم کی تحریروں سے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

لکھوی خاندان کے ایک سوانح نگار جناب خدا بخش واعظؒ، جناب عبدالرحمٰن محی الدین بن محمد لکھویؒ کے بارے میں بتاتے ہیں کہ وہ:

۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے، سترہ سال کی عمر میں والد آپ کو دہلی لے گئے جہاں مولوی بشیر الدینؒ، مفتی صدر الدینؒ، مولوی عبدالرحمٰنؒ، اخوند صاحبؒ مدرس مدرسہ دار البقاء، مولوی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نوازش علیؒ سے پڑھا اور ۱۸۵۷ء کے غدر سے چھ ماہ قبل واپس وطن آئے۔ اس عرصہ میں حافظ محمد لکھویؒ بھی دہلی میں ساتھ رہے۔ علم حدیث آپ (محی الدین) نے باپ سے پڑھا۔ ۱۸ سال کی عمر تک دہلی میں تعلیم پائی۔ پھر لکھو کے آکر پڑھانے لگے۔

(تحفہ واعظ۔ منظوم سوانح عمری محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی)

حافظ محمد لکھویؒ کے پوتے جناب محمد علی لکھویؒ لکھتے ہیں کہ ان کے دادا نے دہلی جا کر حضرت میاں صاحبؒ سے مشہور واقعہ دہلی (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) سے چھ ماہ قبل پچاس برس کی عمر میں علم حدیث کی سند حاصل کی۔ (ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۸ مارچ ۱۹۲۱ء)۔

اور جناب محمد علی لکھویؒ نے اپنے والد جناب محی الدین عبدالرحمٰن کے متعلق لکھا ہے کہ آپ ۱۲۵۳ھ میں پیدا ہوئے ہوئی۔ سترہ سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار (حافظ محمد لکھویؒ) اور ایک خادم حافظ احمدؒ کے ہمراہ دہلی گئے۔ اور مولوی بشیر الدین قنوجیؒ؛ اور مفتی صدرالدین دہلویؒ صدرالصدور، مولوی عبدالرحمٰنؒ، اخوند صاحب مدرس مدرسہ دارالبقاء، اور مولوی نوازش علیؒ سے تحصیل علم کی۔ ...سند حدیث آپ نے وطن آکر اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی، اور والد کے مدرسہ میں تدریس شروع کی۔ سخت محنت کے باعث بیمار ہو گئے اور اطباء کے مشورہ پر تدریس چھوڑ دی۔ اسی اثنا میں آپ کو علم آخرت اور سلوک کا شوق پیدا ہوا۔ تین سال کی ریاضت کے بعد بالہام ربانی بسوئے غزنی سید عبداللہ غزنویؒ کی ملاقات کیلئے بہمراہی ایک خادم پاپیادہ تشریف لے گئے۔ غزنی میں سید صاحب سے ملاقات ہوئی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۳۹ء۔ اپریل ۱۹۲۱ء۔ ص ۹۔۱۰ ملخصاً)

جناب معین الدین لکھوی اپنے دادا جناب محی الدین عبدالرحمٰنؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اپنے اس لڑکے (محی الدین) سے حافظ محمد لکھوی کو اس قدر دل بستگی تھی کہ ان کی تعلیم کیلئے پچاس برس کی عمر میں خود ان کے ساتھ دہلی پہنچے۔ اور استاد الکل سید نذیر حسین صاحب کے حلقہ درس میں داخل کیا۔ اور تکمیل تک ساتھ رہے۔ (ص ۱۴۵۔ غیر منقسم پنجاب کا ایک عظیم مصلح)

جناب محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری لکھتے ہیں:

میاں نذیر حسین صاحب سے استفادہ کے بعد حافظ محمد صاحب عمل بالحدیث پر گامزن ہوئے اس سے قبل ان کی جتنی تصانیف ہیں وہ فقہ حنفی کے مطابق ہیں۔ آپ تقریباً ایک سال میاں صاحب کے درس میں رہے۔ .....(مزید لکھتے ہیں): حافظ محمد جب دہلی سے ۱۲۷۲ھ میں واپس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے تو اپنے بیٹے مولوی محی الدین کے تعاون سے ایک دینی مدرسہ بنام جامعہ محمدیہ جاری کیا۔ یہ ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۸۵۶ء کا زمانہ تھا۔ (فیوض محمدیہ۔ص ۶۶، ۱۰۹)

ان اقتباسات کے بعد جناب غلام رسول قلعوی کی تحریر ملاحظہ فرمالیں جسے ہم اوپر نقل کر چکے ہیں: جس میں بتایا گیا ہے کہ سید عبداللہ غزنوی نوشہرہ میں:

صبح کے وقت اپنے دوستوں سے فرمانے لگے کہ یہاں سے شاہجہان آباد یعنی دہلی جانے کا پختہ ارادہ ہے۔ کوئی شخص ہم کو نہ روکے۔ اور آپ یکہ میں سوار ہو کر ہفتہ میں لاہور پہنچے اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔۔۔ پھر امرت سر سے سوار ہو کر آٹھ روز میں دہلی پہنچے اور مولوی صاحب سید محمد نذیر حسین کے مدرسہ میں آئے۔ اور میں نے آپ کے ساتھ بخاری کا سننا شروع کیا۔۔ یہاں تک کہ ۱۲۷۲ھ میں رمضان کی سولہویں تاریخ دہلی میں غدر مچ گیا اور رفتہ رفتہ تمام ہندوستان میں پھیل گیا۔ فقیر عید فطر کی نماز پڑھ کر رخصت ہوا۔ (سوانح عمری عبداللہ غزنوی ص ۱۰۰۔۱۰۵)

سید عبداللہ غزنوی کے دوست جناب غلام رسول قلعوی کی یہ تحریر نہایت اہم ہے کیونکہ اس میں جن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں کئی ایک میں وہ خود سید عبداللہ کے ساتھ تھے، اور خاص طور پر سفر دہلی اور دہلی میں تحصیل علم میں وہ ان کے ساتھ تھے۔ اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۵۶ء میں سید عبداللہ غزنوی نوشہرہ سے یکہ پر بیٹھ کر ایک ہفتہ میں (بمعیت جناب غلام رسول) امرتسر پہنچے۔ چند روز یہاں قیام کیا اور پھر یکہ پر بیٹھ کر براستہ سرہند دہلی چلے گئے۔ (شائد امرتسر میں قیام ہی کے دوران انہوں نے میاں صاحب سے بذریعہ خط دہلی حاضری کی اجازت لی ہوگی)۔ اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سید عبداللہ (اور جناب غلام رسول) جن دنوں میاں صاحب سے دہلی میں پڑھ رہے تھے، وہاں جنگ شروع ہوگئی (دہلی میں جنگ آزادی کا سلسلہ شوال، ذی قعدہ، ذی الحج ۱۲۷۳ھ اور محرم، صفر ۱۲۷۴ھ کا ہے۔ اور دہلی پر ستمبر ۱۸۵۷ء میں انگریزی قبضہ ہوا) ۔ اور جب دہلی کے اجڑنے پر میاں صاحب صاحب کا مدرسہ بھی بند ہو گیا تو سید عبداللہ راہ داری حاصل کر کے امرتسر آ گئے۔ یعنی یہ واقعہ اواخر ۱۸۵۷ء ہے۔ امرتسر میں انہوں نے ایک سال قیام فرمایا۔ اس کے بعد ۱۸۵۸ء کے اواخر میں وہ افغانستان واپس چلے گئے۔ (۱۲۸۴ھ میں سید عبداللہ افغانستان سے مستقلاً پنجاب آ گئے تھے۔ پہلے کچھ عرصہ امرتسر رہے۔ پھر انہیں شہر بدر کر دیا گیا اور وہ خیر دی میں رہے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں شہر میں آ جانے کی اجازت مل گئی تو وہ امرتسر میں آباد ہو گئے)

جناب غلام رسولؒ کے میاں صاحب سے کسب فیض کا زمانہ اس سند میں مذکور ہے جو میاں صاحب نے جناب غلام رسول کو عطا فرمائی تھی۔ اس سند کی نقل درج ذیل ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم. الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوۃ و السّلام علی خیر خلقه محمّد و علی آ له و اصحابه اجمعین اما بعد:
فیقول العبد العاجز محمد نذیر حسین عا فاه الله فی الدا رین انّ المولوی عبد اللّٰہ المعروف بغلام رسول السا کن فی موضع گو جرا نوا له لقینی ۱۲۷۳ الهجریه و سمع منّی طرفاً من صحیح البخاری و مقدمه صحیح مسلم فو جد ته صاحب الفر یهة الوفادة و الطبعة النقادة و حاشر المکا رم بالرم و الکلم فعلیه ان یّشتغل بتد ریس الاحادیث و اقراء کتب الصحا ح الستة البخاری و مسلم و ابی دا ؤد و الجا مع التر مذی و النسا ئی و ابن ما جه وغیرها من ملحقات الصحاح کالمشکوة والشمائل و حصن الحصین و الجا مع الصغیر و جمع الجوا مع و کنز العما ل و کتب البهیقی و غیرهم کتب الاحا دیث لا نه اهل للشروط المعتبرة عند اهل الحدیث و متفضل؟ بذ لک اطاب الله بقائه و یسّر لنا لقائه و انّی حصلت القر أة و السّماعة والاجازة لهذه الکتب المذکوره عن الشیخ الاورع البارع المختص بالمآ ثر الجلیه و المفا خر العلیه علی... الاطلاق مولانا محمد اسحاق رحمه اللّٰہ تعا لی و هو حصل القرأة وا لاجازة لهذه .... عن الشیخ الاجل الاکر م الشیخ عبد العزیز المحد ث الدهلوی و هو حصل القرّأة والاجازة لهذه الکتب عن الشیخ مسند الوقت بقیة السلف و حجة الخلف ولی اللّٰہ المحدّث الدهلوی ر حمه الله تعا لی و باقی سنده مکتوب عنده۔ حرره ۱۲۷۹ الهجر یة المقدّسه فی التاریخ العشر من الربیع الثا نی۔ الرا قم العا جز۔ (مہر میاں صاحب)

سند کا عکس ، مکاتیب حضرت شیخ الحدیث ، کے صفحہ ۲۰۳ پر مطبوع ہے۔ یہ سند ۱۲۷۹ھ میں لکھی گئی اور اس میں بتایا گیا ہے جناب غلام رسول کا دہلی میں زمانہ تعلیم ۱۲۷۳ھ ہے۔ چونکہ دہلی میں جنگ جاری تھی، امن وامان ختم ہو چکا تھا، اور تعلیم نامکمل چھوڑ کر افراتفری میں جناب غلام رسول کو دہلی سے نکلنا پڑا تھا اس لئے محسوس ہوتا ہے کہ بعد میں (یعنی ۱۲۷۹ھ میں) یہ سند لکھی گئی۔ اور چونکہ سید عبداللہ اور جناب غلام رسول نے اکٹھے میاں صاحب کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید عبداللہ کا دہلی میں زمانہ تعلیم بھی ۱۲۷۳ھ ہے۔

دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ جناب محی الدین اپنے والد حافظ محمد لکھوی مرحوم کے ہمراہ ۱۲۷۰ھ میں دہلی گئے ۔اور میرے خیال کے مطابق یہی وقت ہے جب حافظ محمد لکھویؒ نے میاں صاحب محدث دہلوی سے استفادہ کیا اور وہ ان کے پاس سال بھر کے لگ بھگ رہے۔ جیسا کہ جناب محمد علی لکھوی لکھتے ہیں کہ حافظ محمد لکھوی نے :

پھر دہلی جا کر حضرت میاں صاحب مرحوم سے مشہور واقعہ دہلی سے چھ ماہ قبل پچاس برس کی عمر میں علم حدیث کی سند حاصل کی ۔(اہل حدیث امرتسر ۱۸ مارچ ۱۹۲۱ء)۔

نیز فیوض محمدیہ میں بھی لکھا ہے کہ حافظ محمد لکھوی ۱۲۷۲ء میں میاں صاحب سے پڑھ کر آئے ۔ تو اپنے صاحبزادے محی الدینؒ کے تعاون سے ایک دینی مدرسہ بنام جامعہ محمدیہ جاری کیا ۔ یہ ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۸۵۶ء کا زمانہ تھا۔ اور یوں سید عبداللہ غزنویؒ کے ساتھ ہم سفر اور ہم جماعت ہونے کی بات نادرست ہو جاتی ہے کیونکہ جس وقت سید عبداللہ دہلی گئے ہیں اس وقت حافظ محمدؒ لکھوی دہلی سے واپس پنجاب تشریف لا چکے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حافظ محمد لکھویؒ ۱۸۵۷ء سے کچھ عرصہ قبل اپنے بیٹے کی تعلیم کی غرض سے دہلی میں قیام کر چکے تھے اور خود بھی میاں صاحبؒ دہلوی سے کسب فیض کر چکے تھے۔ان حالات میں ۱۸۵۷ء والے تعلیمی سفر میں یہ کہنا کہ میاں صاحبؒ ان کا سامان اٹھا کر لے گئے اور انہیں خبر ہی نہ ہوئی کہ حمّال (قلی) کون ہے، درست معلوم نہیں ہوتا ہے۔ حافظ محمد لکھویؒ سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ اپنے استاد کو (تین آدمیوں کا) سامان اٹھانے دیں اور پھر اس حمّال کی اصل شخصیت سے بھی بے خبر رہیں ۔ ہاں اگر حافظ محمد لکھویؒ سید عبداللہ کے سفر دہلی میں ان کے ساتھ موجود نہ ہوں تو باقی دونوں بزرگوں (یعنی سید عبداللہ غزنوی اور جناب غلام رسول قلعوی) کے ساتھ اس واقعہ کا پیش آنا خلاف قیاس نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ حاشیہ نمبر۴: قانون مساجد

ہندوستان کی عدالتوں میں رفع الیدین و آمین بالجہر کے جھگڑوں کی بنا پر اخراج عن المساجد کے مقدمات چل رہے تھے تو عدالتوں کی رہنمائی کے لئے قانون مساجد کے عنوان سے ایک دستاویز مرتب کی گئی تھی جس میں مساجد کی حیثیت اور ان میں تمام مسلمانوں کے حق عبادت کی نشان دہی کرنے والی قرآنی آیات، احادیث رسول اور فقہاء کرام کی آراء کو اکٹھا کر کے انگریزی ترجمے کے ساتھ مرتب کیا گیا تھا اور شائد اسے بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں الہ آباد ہائی کورٹ میں کسی مقدمے کے دوران پیش بھی کیا گیا تھا۔ اس دستاویز کی ایک مطبوعہ کاپی ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کے ذریعے ڈاکٹر لائق علی خان آف کاسگنج سے حاصل ہوئی ہے۔ اس دستاویز پر حافظ محمد عبداللہ کا نام مرتب کی حیثیت سے درج ہے، جو شائد حافظ محمد عبداللہ غازی پوری ثم آروی ہیں۔ انگریزی ترجمہ جناب ایس ایم امیر علی مترجم ہائی کورٹ (شائد الہ آباد) کا تصدیق شدہ ہے، تاہم میں نے حسب ضرورت چند ترامیم کی ہیں۔ یہ اہم دستاویز صفحات ذیل میں نذر قارئین کی جاتی ہے:، ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ و من اظلم ممّن مّنع مسا جد اللّٰہ ان یّذ کر فیھا اسمہ ۔(پارہ ۱ ۔ بقرہ ع ۱۴)۔
(اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے)

Who is more unjust than he who prohibits the mosques of God, that His name should be remembered therein.

۲۔ و انّ المسا جد للّٰہ (پارہ ۲۹ سورہ جن۔ ع ۲) (اور بلاشبہ مسجدیں خالص اللہ کی ہیں)۔

Verily the mosques are set apart unto God .

۳۔ و اذا بنی مسجدا لم یزل ملکہ عنہ حتی یفرزہ ؟ عن ملکہ بطریقہ و یاذن للنّاس بالصّلوۃ فیہ فاذا صلّی فیہ وا حد زال عند ابی حنیفہؒ عن ملکہ اما الافراز فلانّہ لا یخلص للّٰہ تعالی الّا بہ و امّا الصّلوۃ فیہ فلانّہ لا بدّ من التّسلیم عند ابی حنیفہؒ و محمدؒ و یشترط تسلیم نوعہ و ذلک فی المسجد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالصّلوة فيه او لانّه لما تعذر القبض يقام تحقق المقصود مقامه ثمّ يكتفى بصلوة الوا حد فيه في رواية عن ابى حنيفه و كذا عن محمد لانّ فعل الجنس متعذر فليشترط ادناه و عن محمدؒ انّه يشترط الصّلوة بالجماعة لانّ المسجد بنى لذالک فى الغالب (هدايه ج ۱ صفحه ۶۲۴،مصطفا ئى لكهنئو كتا ب الوقف)

جب کوئی شخص کوئی مسجد بنائے تو مسجد مذکور سے اس کے بانی کی ملک زائل نہ ہوگی (یعنی شرعاً مسجد نہ ہوگی) مگر دو شرط سے۔ایک یہ کہ بانی مذکور،مسجد مذکور کو مع اس کے راستے کے اپنی ملک سے جدا کر دے۔دوسرے یہ کہ بانی مذکور مسجد مذکور میں عموماً لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دے دے۔اس کے بعد اگر ایک شخص بھی مسجد مذکور میں نماز پڑھ لے گا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مسجد مذکور اس کے بانی کی ملک سے نکل جائے گی (یعنی مسجد مذکور شرعاً مسجد ہو جائے گی) مسجد مذکور کو مع اس کے راستے کے اپنی ملک سے نکال دینا اس لئے ضروری ہے کہ مسجد کو خالص اللہ تعالی کے لئے ہونا شرط ہے اور مسجد مذکور بغیر اس کے خالص اللہ تعالی کے لئے نہیں ہوسکتی اور نماز پڑھنا مسجد مذکور میں اس لئے ضرور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک مسجد ہو جانے کے لئے تسلیم بھی شرط ہے اور ہر نوع کی تسلیم اس نوع کے مناسب ہوتی ہے۔اور مسجد کے مناسب تسلیم یہ ہے کہ اس میں نماز پڑھ لی جاوے اور نیز مسجد مذکور میں نماز پڑھنا اس لئے ضرور ہے کہ چونکہ مسجد کا قبضہ متعذر ہے اسلئے مسجد بنانے سے مقصود ہے (یعنی نماز) وہ قبضہ کے قائم مقام ہو جائے گی ۔پھر ایک روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے اور اسی طرح امام محمدؒ سے یہ ہے کہ مسجد مذکور میں ایک شخص کا نماز پڑھ لینا مسجد ہونے کے لئے کافی ہے اس لئے کل آدمیوں کا مسجد مذکور میں نماز پڑھنا متعذر ہے پس کم سے کم ایک شخص کا نماز پڑھ لینا مسجد ہو جانے کے لئے شرط ہوگا۔اور امام محمدؒ سے دوسری روایت میں یہ ہے کہ نماز با جماعت پڑھنا شرط ہے اس لئے کہ مسجد کی بناء غالبًا اسی لئے ہوتی ہے)۔

If a person builds a mosque, his right of property in it is not extinguished so long as he does not separate it, with its passage, from the rest of his property and gives general admission to people to come and worship in it: in that case when a single person says his prayer in it, his (i,e, founder's) right of property is extinguished according to Abi Hanifa. The utter separation of it (from the rest of the appropriator's property) is indispensible for this reason, that the mosque cannot become dedicated solely to God until that be effected; and the performance of prayer in it is a condition; because, as a consignment is requisite in this way, since consignment must be carried into execution

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

in whatever way may be proper to the nature of the appropriation, and the mode of consignment proper to a mosque is public worship, or, the performance of prayer is a condition, because as it can not be conceived that God Himself take possession of a mosque; it follows that which is the design must stand as a substitute for taking possession of it. It is proper in this place to observe that if a single person says his prayers in the mosque it suffices, (according to one report from Abu Hanifa and Muhammad) because, as it is impossible that all men should perform their prayers in it, the circumstances of a single individual performing his prayers is the condition. It is also reported, from Abu Hanifa and Muhammad, that the performance of prayer by whole congregation is a necessary condition, because a mosque is founded with a view to public worship.

۴ ۔ قال بعضهم صلوته لا يكتفى و هو الصحيح لانّ الصّلوة انّما يشترط لاجل قبض العامة و قبضه لا يكتفى فكذلک صلوته (فتاوى قا ضى خا ن۔ ج ۴ ص ۲۹۶ مطبوعه لكهنئو۔ كتا ب الوقف ۔ با ب الر جل يجعل داره مسجداً۔)(بعض فقہاء نے کہا کہ اکیلے بانی مسجد کا نماز پڑھ لینا مسجد ہو جانے کیلئے کافی نہیں ہے اور یہی قول صحیح ہے اسلئے کہ نماز اسلئے شرط ہوئی ہے کہ عامہ مسلمین کا قبضہ ہو جائے اور اکیلے بانی مسجد کا قبضہ کافی نہیں پس اسی طرح اکیلے بانی مسجد کی نماز بھی کافی نہیں)۔

Some (of the faqihs i'e.' the Expounders of Mohammadn Eccelestical law) are of opinion that saying of prayers in a mosque on the part of its founder alone does not suffice for its being consecrated as a mosque. And this is the correct dogma inasmuch as the consecration of a mosque has been based upon saying prayers in it solely with a view that the general body of Mussalmans may have possession over it. The individual possession of the founder of the mosque is not sufficient for its consecration. Similarly the saying of prayers in it on the part of its founder alone is not sufficient for its consecration .

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵ ۔: لو صلّی الوا قف و حده، لصحیح انّه لا یکفی لانّ الصّلوة انّما تشترط لاجل القبض للعامّة و قبضته لنفسه لا یکفی فکذا صلوته (رد المحتار ج ۳ ص ۵۷۲ ۔ مطبوعه مصر ۔ کتا ب الوقف) ۔(اگر تنہا واقف نماز پڑھ لے تو قول صحیح یہ ہے کہ اکیلے واقف کا نماز پڑھ لینا کا فی نہیں، اسلئے کہ نماز اسی لئے شرط ہوئی ہے کہ عامہ مسلمین کا قبضہ حاصل ہو جائے اور خود اکیلے واقف کا قبضہ کافی نہیں پس اسی طرح اکیلے اس کی نماز بھی کافی نہیں)۔

If the appropriator of the mosque alone said his prayer in it, then, the correct dogma is that his saying prayers alone in it does not suffice for the consecration because its consecration has been based upon saying prayers in it solely with a view that the general body of Mussalmans may have possession over it. The individual possession of its appropriator is not enough for its dedication. Similarly the sayning of prayers in it on the part of its appropriator alone is not enough for its dedication

۶ ۔ و قال ابو یوسف یزول ملکه بقوله جعلته مسجداً لانّ التّسلیم عنده لیس بشرط لانّه اسقاط الملک العبد فیصیر خا لصاً للّه تعا لی بسقوط حقّ العبد (هدا یه جلد اول ص ۶۲۴) (اور امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ بانی مسجد کی ملک اس کے مجرد اس قدر کہد ینے سے کہ میں نے اس کو مسجد قرار دیدیا زائل ہو جاتی ہے اس لئے کہ تسلیم امام ابو یوسف کے نزدیک شرط نہیں اس لئے کہ مسجد قرار دینا بندہ کی ملک کو ساقط کر دینا ہے۔ پس مسجد مذکور بوجہ ساقط ہونے ملک بندہ کے خالص اللہ تعالی ہو جائیگی)۔

Abu Yusuf maintains that the founder's right of property is destroyed immediately upon his saying "I constitute this is a mosque"; - because he does not hold consignment to be a condition, since according to him appropriation singnifies a relinguishment of right on the part of the individual; the thing appropriated, therefore, appertains solely to God merely in consequnces of the right of the individual ceasing.

۷۔ و من جعل مسجد تحته سردا ب او فوقه بیت و جعل باب المسجد الی الطّر یق و عزله عن ملکه فله ان یبیعه و ان ما ت یور ث عنه لانّه لم یخلص للّه تعا لی لبقاء حق العبد متعلقاً به (هدا یه جلد اول۔ ص ۶۲۴)(اور جس شخص نے کوئی ایسی مسجد بنائی جس کے نیچے کوئی تہ خانہ یا اس کے اوپر کوئی گھر بنایا (نہ مصالح مسجد کیلئے) اور مسجد مذکور کا دروازہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راستہ کی طرف کر دیا اور مسجد مذکور کو اپنی ملک سے نکال دیا تو اس صورت میں بانی مسجد مذکور کو جائز ہے کہ مسجد مذکور کو بیچ ڈالے اور اگر مر جائے تو مسجد مذکور اس صورت میں اس کے وارثوں کی ملک ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں مسجد مذکور خالص اللہ تعالی کی نہیں ہوئی کیونکہ بندہ کا حق بھی اس کے ساتھ متعلق ہو کر ہنوز باقی ہے)۔

If a person erects a building of two stories, making the lower story a mosque, and the upper story a dwelling, with the door of the mosque towards the public road, and detaches the mosque from his property (in the manner before described) he is nevertheless at liberty to sell it;' or if he dies.the mosque is an inheritance; - as the mosque does not, in this instance, appertain solely to God, because of the individual's right in it still subsisting.

۸۔ و کذا لک ان اتخذ وسط داره مسجداً و اذن للناس بالد خو ل فیه یعنی له ان یبیعه و یورث عنه لانّ المسجد ما لا یکو ن لا حدٍ فیه حقّ المنع و اذا کا ن ملکه محیطاً بجوا نبه کان له حق المع فلم یصر مسجداً لانّه ابقی الطّر یق لنفسه فلم یخلص للّه تعا لی۔ (هدا یه جلد اول ۔ ص ۶۲۵)۔(اور اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے گھر کے اندر کوئی مسجد بنائے اور عموماً لوگوں کو اس مسجد کے اندر (نماز پڑھنے کے لئے) داخل ہونے کا حکم دیدے یعنی اس صورت میں بھی بانی مسجد مذکور کو مسجد کا بیچنا جائز ہے اور بانی مذکور کے مر جانے کے بعد مسجد مذکور اسکے وارثوں کی مِلک ہو جائے گی اس لئے کہ مسجد ایک ایسی جگہ کا نام ہے جس میں کسی شخص کو روکنے کا حق نہ ہو اور جب بانی مذکور کی مِلک، مسجد مذکور کے تمام جوانب کو گھیرے ہوئے ہے، تو بانی مذکور کو اس کے روکنے کا حق ہے۔ پس مسجد مذکور مسجد نہیں ہوئی اور نیز اسلئے کہ بانی مذکور نے راستہ کو اپنے لئے باقی رکھ لیا ہے پس مسجد مذکور خالص اللہ تعالی نہیں ہوئی)۔

If a persom converts the centre hall of his house into a mosque, giving general admission into it, still it does not stand as mosque, but remains saleable and inheritable; - because a mosque is a place in which no person possesees any right of obstruction; - and whenever a man has such a right with respect to the parts, he possesses the right of obstruction, then, this place, therefore, cannot be a mosque;- because he has reserved the thoroughfare for himself and consequently it does not appertain solely to God.

۹۔: و من اتّخذ ارضه مسجداً لم یکن له ان یّرجع فیه ولا یبیعه ولا یورث عنه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا نّه یحرز عن حق العباد و صار خا لصاً للّه تعا لی و هذا لانّ ا لاشیاء کلّها للّه تعا لی و اذا اسقط العبد ما ثبت من الحقّ رجع الی اصله فانقطع تصرّفه عنه کما فی الاعتاق۔ (هدا یه۔ جلد اول ص ۲۲۵)۔(اور جس شخص نے اپنی زمین کو مسجد قرار دیدی تو اب اس کو جائز نہیں کہ اس میں رجوع کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ اس کو بیع کرے اور نہ مسجد مذکور شخص مذکور کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملک ہوگی اس لئے کہ مسجد مذکور بندہ کے حق سے محفوظ ہوکر خالص اللہ کے لئے ہوگئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کل چیزیں (اصل میں) اللہ کی ہیں اور جب بندہ اپنا وہ حق جو اس کو (شرع کی رو سے) حاصل ہوگیا تھا ساقط کر دیا تو اب وہ حق اپنے اصل کی طرف رجوع کر گیا (یعنی خالص اللہ تعالی کا حق ہوگیا) پس بندہ کا تصرف اس سے منقطع ہوگیا جیسا کہ غلام آزاد کرتے ہیں)۔

If a person appropriates ground for the purpose of erecting a mosque, he can not afterwards resume or sell it, neither can it be inherited, because this ground is altogether alienated from the right of the individual, and appertains solely to God. The reason of this is that all things are the property of the Almighty originally, and when an individual relinguishes his right in the ground, it reverts to its original state, and his power over it terminates; in the same manner as a master's power over a slave terminates in consequence of manumission and can not be resumed.

۱۰۔ قال اللّه تعالی و انّ المساجد للّه مع العلم بانّ کلّ شیء له تعا لی فکان فائدة هذه الاضا فة اختصا صه به و هو با نقطاع حقّ کلّ من سواه عنه (فتح القدیر شرح هدا یه۔جلد ۲ ص ۸۵۲۔ نو لکشور لکھنئو۔ کتاب الوقف۔ فصل۔ المسجد خا لص للّه سبحا نه لیس لا حدٍ فیه حق)۔ مسجد خالص اللہ کی ہے اس میں اور کسی کا کچھ بھی حق نہیں ہے اسلئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ بلا شبہ کل مسجدیں خالص اللہ کی ہیں۔ اور یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ کل چیزیں اللہ ہی کی ہیں تو پھر فرمایا کہ کل مسجدیں خالص اللہ کی ہیں، اس فرمانے کا فائدہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ کل مسجدیں اللہ کے ساتھ ایک خاص خصوصیت رکھتی ہیں اور یہ خاص خصوصیت اس طرح حاصل ہوسکتی ہے کہ ہر ایک شخص جو غیر خدا ہے اس کا حق ہر ایک مسجد سے منقطع ہو جائے)۔

A mosque exclusively appretains to God, and, and no body has any right thereto. For this reason, God says, "Verily all the mosques appertain unto God." Every body knows

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

that all things belong exclusively to God. Such being the case, the meaning of God's commandment indicated above can not be other than this, that all the mosques have a particular connection with God and this particular connection can not be acquired by this means that the connection of any one but God with all the mosques ceases to exist.

۱۱۔ و کذلک انّ اتّخذ وسط داره مسجداً واذن للنّاس فیه اذناً عاماً له ان یبیعه و یورث عنه لانّ المسجد لیس لاحد حقّ المنع عنه و اذا کان ملکه محیطاً بجوانبه الاربع کان له حقّ المنع و لم یصر مسجداً و لانّه ابقی الطّریق لنفسه فلم یخلص للّه تعا لی (فتح القدیر ص ۸۵۳)۔(اوراسی طرح اگر کوئی شخص اپنے گھر کے اندر کوئی مسجد بنالے اور لوگوں کو اس کے اندر جانے کی اجازت دیدے تو اس صورت میں اس کو جائز ہے کہ مسجد مذکور کو بیچ کر ڈالے اور مسجد مذکور اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کی ملک ہو جائے اسلئے کہ مسجد ایک ایسی جگہ کا نام ہے جس سے کسی شخص کو روکنے کا حق نہیں ہے اور جب بانی مذکور کی مِلک مسجد مذکور کی چاروں طرف کو گھیرے ہوئے ہے تو بانی مذکور کو اس سے روکنے کا حق ہے، پس مسجد مذکور مسجد نہیں ہوئی۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بانی مذکور نے رستہ کو اپنے لئے باقی رکھ لیا ہے پس مسجد مذکور خالص اللہ کی نہیں ہوئی)

If a person converts the centre hall of his house into a mosque giving general admission into that case he will be at liberty to sell that mosque and on his death the said mosque will become the property of his heirs. Because a mosque is a place in which no person possesses any right of obstruction and wherever a man has such right with respect to the surrounding parts, he possesses the right of obstruction. This place therefore can not be a mosque because he has reserved a thoroughfare for himself and consequently it does not appertain solely to God.

۱۲۔لانّ المسجد لا بدّ ان یکو ن خالصاً للّه تعالی لقوله تعا لی و انّ المساجد للّه ای مختصة به تعالی ولا یخلص له تعالی الّا به (درر غرر۔ جلد اول ص ۴۶۱ کتا ب الوقف مطبوعه مصر)۔(اس لئے کہ مسجد کو ضرور ہے کہ خالص اللہ کے لئے ہو کیونکہ اللہ فرما تا ہے: بلاشبہ کل مسجدیں خالص اللہ کی ہیں۔ یعنی کل مسجدیں اللہ کے ساتھ ایک خاص خصوصیت رکھتی ہیں۔ پس مسجد بغیر اسکے کہ اس کو بانی مسجد مع اس کے راستہ کے اپنی مِلک سے نکال دیوے، خالص اللہ کی نہیں ہوسکتی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

In the case of a mosque, it is essentially necessary that it should solely appertain to God, because, God the Great says: "All the mosques are set apart unto God" i.e.' all the mosques are solely dedicated to God, the Great. Hence, it follows that unless the founder of a mosque utterly separates it, together with its passages, from the rest of his property, it cannot be solely dedicated to God.

۱۳۔ کما لو جعل وسط داره مسجداً و اذن للصلوة هیث لا یکو ن مسجداً و له بیعه و یو ر ث عنه لا ن ملکه محیط بجوا نبه فکا ن له حق المنع و المسجد لا یکو ن لا حد فیه حق المنع قا ل اللہ تعا لی و من ا ظلم ممن منع مسا جد اللّٰہ ان یذ کر فیها اسمه (درر غرر۔ جلد اول ۔ص ۴۶۴)۔(جس طرح اگر کوئی شخص اپنے گھر کے اندر کوئی مسجد بنائے اور اس میں نماز پڑھنے کا حکم دیدے تو اس صورت میں بھی مسجد مذکور شرعاً مسجد نہ ہوگی اور شخص مذکور کو مسجد مذکور کا بیچ کرنا جائز ہے اور اس کے مرجانے کے بعد مسجد مذکور اس کے وارثوں کی ملک ہو جائے گی اس لئے کہ شخص مذکور کی مِلک مسجد سے تمام جوانب کو گھیرے ہوئے ہے تو اس کو روکنے کا حق ہے اس لئے کہ مسجد ایک ایسی جگہ کا نام ہے جس میں جسی شخص کو روکنے کا حق نہیں۔ اللہ فرماتا ہے: اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے)۔

As for an instance, if a person converts the centre hall of his house into a mosque, but remains saleable and inheritable, and, on his demise, it becomes inheriatble by his heirs as his assets because a mosque is a place in which no person possesses any right of obstruction;- and whenever a man has such a right with respect to the surrounding parts, he possesses the right of obstructin; this place, therefore cannot be a mosque, God, the Great, Says:- "Who is more unjust than he who prohibits the mosques of God, that His name should be remembered therein".

۱۴۔ المسجد لیس بمِلک لاحدٍ ۔ (بحر الرا ئق، مطبوعه مصر، جلد ۲ ص ۳۶ ۔ فصل کره استقبال القبلة با لفر ج فی الخلاء و استد باره)۔(مسجد کسی کی ملک نہیں)

A mosque is not the exclusive property of any person.

۱۵۔ لا یجوز لاحدٍ مطلقاً المنع مومنا عن عبادة یا تی ۔۔ ممّا فی المسجد لانّ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المسجد ما بنی الا لها من صلوة و اعتکاف و ذکر شرعی و تعلیم علم و تعلمه و قرأة قرآن ۔(بحر الرائق جلد ۲ ص ۳۶)۔(کسی شخص کو کسی حالت میں یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو کسی عبادت سے جس کو وہ مسجد میں کرتا ہے، روک دے۔اس لئے کہ مسجد تو عبادت یعنی نماز اور اعتکاف اور ذکر شرعی وعلم دین کے پڑھنے پڑھانے اور قرآن کی تلاوت ہی کے لئے بنائی گئی ہے)۔

No one can, in any case, obstruct any Musalaman fom saying his prayers in any mosque because a mosque is a place which is solely dedicated for saying prayers in it, i.e, for worshipping in it, for making Etkaf and the religious Zikr in it, and for acquiring and teaching the religious knowledge in it, and for reading the Quran in it.

۱۲۔ و فی شرح السّیر الکبیر للسر خسی و کذا کلّ ما یکون المسلمون فیه سواء کا لنّزول ..... و الجلوس فی المساجد للصّلوة والنّزول بمنی و عرفات للحجّ حتّی لو صبر فسطاطا فی مکان کان ینزل غیره فهو احقّ و لیس للاخر ان یحوله (رد المحتار،مطبوعه مصر، جلد اول ص ۴۸۹ ، کتاب الصلوة مطلب فیمن سبقت یده الی مباح)۔(امام سرخسی کی کتاب شرح سیر کبیر میں ہے کہ ایسا ہی حکم ہے ہر ایک ایسی جگہ کا جس میں کل مسلمان برابر یکساں ہیں، جیسا کہ مہمان سرائیں اترنے کے لئے اور مسجدیں نماز پڑھنے کے لئے اور منی یا عرفات حج کے لئے ،کہ ان جگہوں میں سے کوئی جس جگہ اترا یا بیٹھ گیا اس جگہ سے اس کا کسی دوسرے شخص کو ہٹانا جائز نہیں، حتی کہ اگر کوئی شخص ایسی جگہ میں خیمہ زن ہو جائے جہاں کوئی دوسرا اترا کرتا تھا تو خیمہ زن شخص اس جگہ کا زیادہ حق دار ہے بہ نسبت اس دوسرے شخص کے اور اس دوسرے شخص کو جائز نہیں ہے کہ خیمہ زن کو اس جگہ سے ہٹا دے)

The book called the "Sharah Sair Kabir written by Imam Sarkhasai says:- "The same rule applies to all those places to which all the Mussalamans have right i.e., it is applicable to Searais (inns) which are set apart as the temporary residences for travellers and to the mosques which are dedicated for saying prayers therein and to the Mina or Arafat which is reserved for making Hajj (pilgrimage). It is unlawful for any one to turn out any one who be found staying or sitting at any of the above places. If any man pitches his tent on a place where another person used to halt before, then, the man, who has so pitched his tent there, is more entitled to the use of the said ground than the one

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

who used to halt there before, and it is unlawful on the part of that man to turn out the man who has so pitched his tent there.

۱۷۔ و یکرہ ان یّغلق باب المسجد لا نہ یشبہ المنع عن الصّلوۃ (ھدایہ جلد اول صفحہ ۲۴ ، کتاب الصلوۃ)۔ (مسجد کا دروازہ بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ نماز سے روکنے کے مانند ہے)

It is improper to keep the door of a mosque closed because doing so is like preventing people from saying their prayers.

۱۸ قولہ : لانّہ یشبہ المنع عن الصّلوۃ و ھو حرام۔ قال اللّٰہ تعالی ومن اظلم ممّن مّنع مساجد اللّٰہ ان یّذ کر فیھا اسمہ (فتح القدیر، مطبوعہ لکھنئو، جلد اول ص ۱۷۹ : کتاب الصّلوۃ ۔ فصل فی نھی استقبا ل القبلۃ بالفرج فی الخلاء)۔ (مسجد کا دروازہ بند رکھنا اس لئے مکروہ ہے کہ یہ نماز سے روکنے کے مانند ہے اور نماز سے روکنا حرام ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے)

The reason why it is improper to keep the door of a mosque closed, is because so doing is like stopping people from saying their prayers in it, and it is unlawful to prohibit people from saying their prayers in it. God says: "Who is more unjust than he who prohibits the mosques of God, that His name should be remembered therein".

۱۹۔ و یکرہ غلق با بہ لا نّہ مصلّی المسلمین فلا یصحّ منعہ عنھم (درر غرر جلد اول ص ۸۱ ۔ کتاب الصلوۃ با ب ما یفسد الصلوۃ و ما یکرہ فیھا) ۔ (مسجد کا دروازہ بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ مسجد عام مسلمین کی نماز کی جگہ ہے پس مسجد کو مسلمانوں سے روکنا صحیح نہیں ہے)۔

The reason why it is improper to keep the door of a mosque closed, is because a mosque is a place of worship for all Mussalmans. Hence, it is improper to prohibit the Mussalmans from going into the mosque.

۲۰۔ یکرہ ان یّغلق با ب المسجد لانّہ یشبہ المنع من الصلوۃ۔ ش ۔ ای لانّ الاغلاق یشبّہ المنع فیکرہ لقولہ تعالی: و من ا ظلم ممّن مّنع مساجد اللّٰہ ان یّذ کر فیھا اسمہ۔ (عینی شرح ھدایہ، مطبوعہ لکھنئو، جلد اول ص ۸۱۵ ۔ کتاب الصّلوۃ ۔ فصل فی اکراہ استقبال القبلۃ بالفرج فی الخلاع) ۔ (مسجد کا دروازہ بند رکھنا مکروہ ہے اس لئے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسجد کا دروازہ بند رکھنا نماز سے روکنے کے مانند ہے، پس مکروہ ہوگا اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے)۔

It is improper to keep the door of a mosque closed because doing so is like stopping people from saying their prayers in it. Hence, it is improper to do so. It is on this account that God says:- "Who is more unjust than he who prohibts the mosques of God, that His name should be remembered therein.

۲۱۔ و یکره ان یّغلق با ب المسجد کذا فی الجامع الصّغیر لانّه منع مساجد اللّه ان یذکر فیها اسمه ۔(کبیری، مطبوعه حسنی، صفحه ۶۶۵ ۔ فصل فی ا حکام المسجد الثا لث فی مسا ئل متفر قة)۔(مسجد کا دروازہ بند رکھنا مکروہ ہے جیسا کہ جامع صغیر میں ہے اس لئے کہ یہ اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکنا ہے کہ ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے)۔

It is stated in Jami'h Saghir that the reason why it is improper to keep the door of a mosque closed, is because by doing so it is to prohibt the mosques of God, that His name should be remembered therein.

۲۲ و غلق باب المسجد لانّه یشبه المنع من الصّلوة قال الله تعا لی: و من اظلم ممّن مّنع مساجد اللّه ان یّذکر فیها اسمه۔ و الاغلاق یشبه المنع فیکره (بحر الرا ئق،مطبوعه مصر ، ج ۲ ص ۳۶ ۔ فصل کره استقبا ل القبلة بالفرج فی الخلاء و استد بارها ۔)مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ یہ نماز سے روکنے کے مانند ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اس بات سے روکے کہ ان میں اللہ کا م ذکر کیا جاوے اور مسجد کا دروازہ بند رکھنا نماز سے روکنے کے مانند ہے پس وہ مکروہ ہوگا)۔

It is improper to keep the door of a mosque closed because doing so is like stopping people from saying their prayers in it. God say:- "Who is more unjust than he who prohibits the mosques of God, that His name should be remembered therein. As keeping the door of a mosque closed is like stopping people from saying their prayers in it, so it is improper to do that.

۲۳۔ ا ذا جعل ارضه مسجداً وبناه و اشهد انّ له ابطاله و بیعه فهو شرط باطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و یکون مسجداً کما لو بنی مسجداً لاھل المحلّۃ وقال جعلت ھذا المسجد لاھل ھذہ المحلۃ خاصۃً کان لغیر اھل تلک المحلّۃ ان یّصلّی فیہ۔(فتاوی عالمگیری،مطبوعہ ھگلی، جلد ۲ ص ۵۴۸ ۔ البا ب الحا دی عشر فی المسجد و ما یتعلق بہ)۔: جب کوئی شخص اپنی زمین کو مسجد قرار دے کر اس مسجد کو تیار کر ڈالے اور لوگوں کو اس بات کا گواہ کر دے کہ مسجد مذکور کے باطل کرنے اور بیچ ڈالنے کا اس کو اختیار ہے،تو اس شخص کی یہ شرط باطل ہے۔اور اس مسئلے کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی محلّہ والوں کے لئے مسجد بنائے اور یہ کہدے کہ میں نے یہ مسجد خاص اسی محلّہ والوں کے لئے بنائی ہے نہ دوسروں کے لئے،تو دوسرے اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں)۔

If any person sets apart his land for the purpose of a mosque and builds a mosque therein, and tells the people that he has the power of extinguishing and selling the said mosque, this condition will be void. Similarly, if one builds a mosque for the people of a particular quarter, and says that he has built that mosque especially for the people residing in that puarter and not for other people, even then, other people can say their prayers therein (and his such a condition is also void).

۲۴۔ المسجد حقّ اللّٰہ تعا لی و حقّ عا مۃ المسلمین و الواحد فی استیفاء حق اللّٰہ تعالی وحقّ العا مۃ یقوم مقام الکل ۔(فتاوی قا ضی خاں، مطبوعہ لکھنئو ۔ جلد ۴ صفحہ ۲۹۲ ۔ کتا ب الوقف با ب الر جل یجعل دارہ مسجداً)۔(مسجد اللہ کا حق ہے یا کل مسلمانوں کا حق ہے اور اللہ کے حق اور کل مسلمانوں کے حق کے قبضہ حاصل کرنے میں ایک شخص،کل کے قائم مقام ہوتا ہے)

The mosque forms the right of God, and all the Mussalmans. In order to acquire the right of God and of all the Mussalmans and to obtain possession thereof, a single person represents all the Mussalmans.

۲۵۔ المراد بحقّ اللّٰہ تعا لی ما یتعلّق بہ النّفع العام من غیر ا ختصا ص باحدٍ فنسب الی اللّٰہ تعالی لعظم لخطرہ و شمول نفعہ و الّا فباعتبار التخلیق الکل سواء فی ا لاضافۃ الی اللّٰہ تعا لی و للّٰہ ما فی السّما وا ت و ما فی الار ض و باعتبار التضر د ا و الانتفاع ھو متعال عن الکل و معنی حق العبد ما یتعلق بہ مصلحتہ خا صتہ کحر مۃ ما ل الغیر (تلو یح ۔ مطبوعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

افضل المطا بع ۔ص ۳۷۲)۔(اللہ کے حق سے وہ حق مراد ہے جس سے نفع عام متعلق ہو، بلا اسکے کہ اس میں کسی شخص کی کوئی خصوصیت ہو۔ایسے حق کی نسبت اللہ تعالی کی طرف محض اس حق کے عظیم الشرف اور عمیم النفع ہونے کی وجہ سے کی گئی ہے ورنہ تخلیق کے اعتبار سے کل چیزیں اللہ تعالی کی طرف نسبت خصوصیت میں یکساں ہیں۔اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ضرر و نفع پانے کے اعتبار سے اللہ تعالی سب سے برتر و پاک ہے اور بندہ کے حق سے وہ حق مراد ہے جس سے کوئی خاص مصلحت متعلق ہو جیسے مال غیر کی حرمت)۔

By the right of God is meant the right which concerns the public interest irrespective of anybody's particular interest. As such, a right is most notable and valuable in itself and is conducive of the public interest, so, it is attributed to God; otherwise, all the things, in view of their being created by God are equal and on the same level in their relations with Him because everything which is in the Skies and on the erath belong to Him. Moreover, nothing can injure or benifit God as He is the most High and Glorious. The right of mankind means the right dependent upon some particular object. As for instance, the unlawful possession of the property of another person.

۲۶۔ : حقّ اللّه تعالی ما یتعلّق به النّفع العام للعالم فلا یختصّ به ا حد و ینسب الی اللّه تعالی تعظیماً او لئلا یختص به ا حد من الجبابرة کحرمة البیت الّذی یتعلّق به مصلحة العالم باتخاذه قبلة لصلوتهم و مثابة لاعتذار اجرا مهم و کحر مة الزّ نا لما یتعلق بها من عموم النفع فی سلا مة الا نسان و صیا نة الفرش و ارتفاع السّیف بین العشا ئر بسبب التنازع بین الز ناة (کشف ا لاسرار شر ح اصو ل ا لا ما م فخر ا لاسلا م ۔مطبوعه مصر۔جلد ۴ صفحه ۱۲۵۴ با ب معرفة اقسا م ا لا ثبا ت و العلل و الشرو ط ۔)۔اللہ کے حق سے وہ حق مراد ہے جس سے نفع عام دنیا جہان کا متعلق ہو۔ پس اس کے ساتھ کسی شخص کو کوئی خصوصیت نہ ہو۔ایسے حق کی نسبت اللہ کی طرف اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے یا اس لئے کہ کوئی بڑا جابر شخص اس کے ساتھ اپنی کوئی خصوصیت مدنظر نہ رکھے جیسے بیت اللہ جس سے عام مصلحت دنیا جہان کی متعلق ہے اس کو اپنی نمازوں کا قبلہ اور اپنے جرائم کی معذرت کرنے کے لئے جمع ہونے کی جگہ بنائیں۔اور جیسے زنا کی حرمت اس لئے کہ اس میں بھی نفع عام متعلق ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی کی سلامتی اور انساب کی حفاظت رہتی ہے، و نیز زانیوں کے درمیان تنازع واقع ہونے کی وجہ سے جو قبائل وعشائر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے درمیان تلواریں میان سے نکل پڑتی ہیں اس کی وجہ سے ان کا نکلنا موقوف ہو جاتا ہے)۔

By the right of God is meant the right which relates to the public benefit of the people of the world, so that no one may have any particular concern with it. To ascribe such a right to God is simply to manifest His Greatness and Glory or is simply to indicate that no person, however powerful he may be, has any individual concern therein. As for instance, the respect of Holy Ka'ba which relates to the public benefit of the people of the world, because it is Qibla towards which all the people turn their face while saying their daily prayers, and further because it is the place where all people assemble to solicit God's pardon for all their past sins. As for instance, the unlawfulness of adultry which, too, relates to the public interest because it (i.e., the Devine Commandments declaraing adultry unlawful) serves to ensure the safety of the people and to check the birth of illegimate issue and to stop the drawing of swords from their scabbards which is often done by the people of one family against those of the other owing to the outbreak of quarrels among the adulterous persons (in those families).

۲۷۔ : وحقّ العبد ما یتعلّق به مصلحة خا صة کحرمة مال الغیر فانّه حقّ العبد لیتعلّق صیا نة ما له بها فلهذا یباح مال الغیر بابا حة المالک ولا یباح الزّنا باباحتها و لا با با حة ا هلها۔ (کشف ا لا سرار۔ ج ۴ ص ۱۲۵۵)۔(بندہ کے حق سے مراد وہ حق ہے جس سے کوئی خاص مصلحت متعلق ہو جیسے مال غیر کی حرمت کہ یہ بندہ کا حق ہے اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کا مال محفوظ رہتا ہے اور اسی لئے مال غیر اس کے مالک کے مباح کر دینے سے مباح ہو جاتا ہے اور زنا، نہ عورت کے مباح کر دینے سے ہوتا ہے اور نہ عورت کے اہالیان کے مباح کرنے سے)۔

By the right of mankind is meant the right which relates to some exclusive interest. As for instance, the prohibition against the possession of other person's property which is the right of mankind, because it (the prohibition) serves to protect other person's property. It is on this account that if an owner of a property permits other person to use and appropriates his property. But the case is otherwise with respect to adultry, because,

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

in this case, by the permission of a woman or of her relatives, adultry can not become lawful.

۲۸ ۔ شرا ئط الواقف معتبرة اذا لم تخا لف الشرع (فتح القدیر۔مطبوعه لکھنئو۔ج ۲ ص ۸۳۳)۔ (واقف کی شرائط واجب الاعتبار ہیں جب مخالف قانون شرع نہ ہوں)۔

The conditions made by a Wakif (appropriator) are valid when they are not contrary to the Mohammadan Law .

۲۹۔ : قام رسول اللّه ﷺ فی النّا س فحمد اللّه واثنی علیه ثمّ قال امّا بعد: فما بال ر جال یشترطون شروط لیست فی کتا ب اللّه ما کان من شرط لیس فی کتا ب اللّه فهو باطل و ان کان مأة شر ط۔(مشکوة المصا بیح ۔ص ۲۴۱ مطبوعه دہلی:کتا ب البیوع ۔ با ب بعد با ب النهی عنها من البیو ع)۔(رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر پہلے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: کیا حال ہے ان لوگوں کا جوایسی شرطیں کرتے ہیں جواللہ تعالی کی کتاب (قانون خداوندی) میں نہیں ہیں جوایسی شرط کہ اللہ تعالی کی کتاب میں نہ ہو،وہ شرط باطل ہے اگر چہ وہ سو شرط ہی کیوں نہ ہو)

The Holy Prophet (pbuh) stood up in the mist of the Muslims and, first of all, thanked and praised God and, thereafter, he said:- "Pity is on those persons who make such conditions which are not in the Book of God (the Law of God). Such conditions which are not in the Book of God (Quran) are void, no matter there be 100 such conditions..

۳۰ ۔ التّعامل فی بلد لا یدلّ علی الجواز ما لم یکن علی الاستمرار من الصّدر الاوّل فیکون ذلک دلیلاً علی تقریر النّبیّ ﷺ ایا هم علی ذلک فیکون شرعاً منه فاذا لم یکن کذ لک لا یکو ن فعلهم حجّة ا لّا اذا کان کذلک من النّاس کا فة البلدا ن کلّها فیکو ن اجماعاً و ا لاجماع حجّة ا لا تری انهم لو تعاملوا علی بیع الخمر والرّبالایفتی بالحلّ (رد المحتار۔مطبوعه مصر۔ج ۳ صفحه ۳۸۷)۔(کسی ایک جگہ کا دستور جواز کی دلیل نہیں ہوسکتا جب تک وہ دستور صدر اول یعنی رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے برابر نہ چلا آتا ہو کیونکہ وہ دستور جو برابر چلا آتا ہواس بات کی دلیل ہوگا کہ نبی ﷺ نے اس عہد کے لوگوں کو اس دستور پر قائم وثابت رکھا ہے۔پس دستور مذکور شرع محمدی سمجھا جائے گا۔اور جب دستور ایسا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(یعنی بصفت مذکورہ بالا) نہ ہوتو (وہ اورلوگوں کا فعل ہوگا) اورلوگوں کا فعل حجت نہیں ہے۔ ہاں اورلوگوں کا فعل اس وقت البتہ حجت ہے جب کہ وہ دستورکل لوگوں کا ہے تمامی ممالک و بلاد میں۔ پس وہ دستورایسی حالت میں اجماع ہو جائے گا اوراجماع حجت ہے۔ کیاتم نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ لوگ خمر کی خرید وفروخت اورسود کے لینے پر دستور جاری کرلیں تو کیااس کی وجہ سے ان دونوں کی حلت کا فتوی دے دیا جائے گا؟ ہرگزنہیں)

The mere existence of a local custom or usage can be no good ground for declaring such custom as a lawful thing, unless and until it be proved that such a custom has, all along, been prevailing since the time of the Prophet (pbuh); because the fact that a custom has, all along, been prevailing, afford, in itself, a good ground for believing that the Prophet (pbuh) got such a custom observed and followed by the people of his own time. Hence a custom, so sanctioned by the Prophet (pbuh), will only be taken as the Mohammadan Law; but a custom not sanctioned by the Prophet, will be taken as an act done by other persons, and an act of other persons is not fit to be relied upon. Verily, the act of other persons is fit to be relied upon, only in the case when it be practically done by all the people of all countries. In that case only, such a custom shall have effect of an "Ijma". An "Ijma" (i.e. the unanimous verdict of all scholars on any point) is fit to be relied and acted upon. If some persons introduce the usury custom and the system of buying or selling wine, do you think that, owing to their introducing such a custom, those two things (i.e., usury and wine) which are strictly forbidden, will be declared lawful? Certainly not i.e. they shall, never, be declared lawful.

۳۱۔ :و ارکعوا مع الرّاکعین (قرآن مجید۔ پارہ ۱۔ بقرہ۔ ع ۵)۔(اور رکوع کروان لوگوں کے ساتھ جورکوع کرتے ہیں)(یعنی نماز پڑھوان لوگوں کے ساتھ جونماز پڑھتے ہیں)

"And bow down yourselves with those who bow down" (i.e., say your prayers with those who say their prayers).

۳۲۔ المراد صلّوا مع المصلّین۔ ای فی جماعتھم (تفسیرکبیر۔مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۴۹۴)۔(اس آیت سے مراد یہ ہے کہ نماز پڑھوان لوگوں کے ساتھ جونماز پڑھتے ہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

The purport of the afforsaid passage of the Quran, is that you should say your prayers with those who say their prayers..

۳۳ ۔ عبرعن الصّلوة با لرّکوع احتراز عن صلوة الیهود (۔ تفسیر بیضاوی۔ مطبوعه مصر ج ۱ ص ۵۷ ۔ و تفسیر ابو السعود ۔ مطبوعه مصر۔ ج ۱ ص ۵۱۲) ۔ (نماز کو رکوع اس لئے فرمایا تا کہ یہودیوں کی نماز سے پرہیز کریں)

The reason why God has commanded the Mussalmans to bow down themselves with those who bow down, is because the Mussalamans should avoid saying their prayers like Jews.

۳۴ ۔ای کونوا مع المؤمنین فی احسن اعمالهمم وهو الصّلوة عبر عن الصّلوة با لرّکوع لانّ صلوة الیهود لیس فیها رکوع (تفسیر جا مع البیا ن۔ مطبوعه دہلی۔ ص ۱۰)۔ (مذکورہ بالا آیت سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ رہو ان کی نماز میں جوان کے بہترین اعمال سے ہے۔ نماز کو رکوع اس لئے فرمایا کہ یہودیوں کی نماز میں رکوع نہیں ہے)

The purport of the afforsaid passage of the Quran, is that the Divine Worship, which is one of the most important and sacred duties of the Massalaman, should be performed by them with Mussalmans only. The reason why God has commanded the Mussalmans to bow down in their prayers is because the Jews do not bow down in their prayers.

۳۵ ۔ :قال رسول الله ﷺ الصّلوة وا جبة علیکم خلف کل مسلم برّاً کان او فاجراً (مشکوة ۔مطبوعه احمدی دہلی۔ ص ۹۲)۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز تم پر واجب ہے ہر مسلمان کے پیچھے، نیک ہو وہ مسلمان یا بد)

The Apostle of God (pbuh) said:- " It is lawful for you to offer your prayers behind all the Mussalmans, whether pious or impious."

۳۶ ۔ قال الحسن صلّ وعلیه بدعته (صحیح بخاری، با ب اما مة المفتو ن والمبتدع۔ مطبوعه مصر۔ ج ۱ ص ۸۵)۔(حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھ لو، اس کی بدعت اس کی گردن پر ہے)

Hasan Basri said:- "Offer your prayers behind a Mubtadi' (innovator), the responsibility

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

of the Bid'at of a Mubtad'i lies on his shoulders (i.e., he alone is responsible to God for his own actions.)

٣٧ ۔ انّ الحسن سئل عن الصّلوة خلف اهل البدعة فقال الحسن صلّ خلفهم و عليه بدعته (فتح البارى۔ ج ا۔ با ب امامة المفتو ن...) ۔(حسن بصریؒ سے مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنے کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا مبتدع کے پیچھے نماز پڑھ لو اس کی بدعت اسکی گردن پر ہے)

When questioned about the lawfulness of the performance of prayers behind a Mubtadi' (innovator), Hasan Basri said:- "Offer your prayers behind a Mubtad'i, irrespective of his Bid'at (innovation) for which he alone is accountable to God."..

٣٨ ۔ عن عبيد اللّه بن عدى بن خيار انّه دخله على عثمان بن عفّان وهو محصور فقال انک امام عامة و نزل بک ما ترى و يصلّى لنا امام فتنة و نتحرج فقال الصّلوة احسن ما يعمل النّاس فاذا احسن النّاس فاحسن معهم و اذا سأؤا فاجتنب اساء تهم ۔۔ (صحيح بخارى ،مطبوعه مصر، ج ا ص ٨٥ با ب امامة المفتو ن و المبتدع :ص ٣٠٩) ۔ و المبتدع ۔ (مطبوعه دہلی)۔(جس وقت باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو گھیر رکھا تھا اس وقت عبیداللہ بن عدی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ سب لوگوں کے امام ہیں اور اس وقت نا قابل برداشت مصیبت میں ہیں اور ہم کو باغیوں کا امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں گناہ کا ڈر لگتا ہے ۔اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ لوگ جس قدر کام کرتے ہیں ان میں نماز سب سے اچھا کام ہے، پس جب لوگ اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ شامل ہو کر اچھا کام کر اور جب برا کام کریں تو ان کی برائی سے الگ رہ)۔

When Usman bin Affan, the Caliph, was besieged by Kharjis (rebels) Ubaidullah bin Adi, went to him and said:- "You are the Imam (leader) of all the Mussalmans and you are now in such a great distress while the Imam of the rebellious sect is acting as an Imam (leader) in our prayers. I am afraid, lest I may become sinner by saying prayers behind him.". Thereupon, Osman said :- "Of all the acts that the Mussalmans do, prayers are the best; so, when the Mussalmans do good things, you should take part therein, but when they do bad things you should abstain from joining them."

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۳۹ ۔ قال من دعا الی الصّلوة فاجیبوہ ۔ (۔ فتح الباری ۔ ج ۱ ۔ باب اما مة المفتون)
(عثمانؓ نے ،فرمایا جوشخص تم کونماز کی طرف بلائے اس کا بلانا قبول کرلو)

39. Usman, the Caliph, said, "If any one calls you to prayers, respond to his call (i.e., you should go to him to say your prayers with him)"..

۴۰ ۔ الصّلوة خلف کل برّ و فاجر من المؤمنین جائزة ۔(فقه اکبر۔ مطبوعه لکھنئو۔ ص ۸)۔ (نماز ہرمسلمان نیک وبد کے پیچھے جائز ہے)

It is lawful to offer prayers behind every Mussalman, whether pious or impious.

۴۱ ۔ الصّلوة خلف کل برّ و فاجر ای صا لح و طا لح من المؤمنین جائزة لقوله ﷺ صلّو خلف کل برّ وفاجر ۔(شرح فقه اکبر۔ مطبع حنفی ۔ص۸۹)۔ (نماز ہرایک مسلمان نیک وبد کے پیچھے جائز ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرنیک وبد کے پیچھے نماز پڑھ لو)

It is lawful to offer prayers behind every Mussalman, whether pious or impious. It is for this reason that the Apostle of God (pbuh) has commanded the Mussalmans to say their prayers behind all the Mussalmans pious or impious.

۴۲ ۔ : فمن ترك الجمعة و الجما عة خلف ا لا ما م الفا جر فهو مبتد ع عند اکثر العلماء (شرح فقه اکبر۔ ص ۸۹)۔ (پس جوشخص کہ جمعہ و جماعت فا جرامام کے پیچھے ترک کرے وہ اکثر علماء کے نزدیک مبتدع ہے)۔

He who fails to say his Friday prayers behind a Fajir (Impious) Imam and to join in a congregational prayers conducted by him, is a Mubtadi' (innovator) according to majority of the Umema (learned men).

۴۳ ۔ :و کان ابن مسعود و غیره یصلّو ن خلف الولید بن عقبة بن ابی معیط و کان یشرب الخمر۔ (شرح فقه اکبر۔ ص ۹۰)۔ (ابن مسعود وغیرہ ولید بن عقبہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہ شرابی تھا)

Ibn Mas'ud and others used to say their prapers behind Walind, son of Ukba, although he was addicted to wine.

۴۴ ۔ سئل ابوحنیفه عن مذهب اهل السنّة و الجماعة فقال ان نفضل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشیخین ای ابا بکر و عمر و نحبّ الختنین ای عثمان و علیاً و نری المسح علی الخفّین و نصلّی خلف کل برّ و فاجر(شرح فقه اکبر۔ ص ۹۰)۔ (امام ابوحنیفہؒ سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کی بابت سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا مذہب اہل سنت کی حسب ذیل علامتیں ہیں ۔ شیخین یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کو افضل جاننا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے محبت رکھنا۔ موزوں پر مسیح کرنے کو جائز جاننا ۔ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لینا)۔

When questioned about the characteristics of the religion of Ahl al Sunnah wal Jama'at, Imam Abu Hanifah said. "The main features of distinguishing the religion of the Ahl al Sunnah wal Jama'at from that of the people of the other sect, are the following:- 1. To attribute superiority to the two Holy Shaikhs (Abu Bakr and Umar); 2 . To entertain good feelings towards the two Son-in-Laws of the Holy Prophet (pbuh) (Ali and Usman); 3. To believe in the lawfulness of the performance of Masah upon Mozas (a kind of shoes) and 4. To offer prayers behind every one, pious or impious.

۴۵ ۔ و فی صحیح البخاری انّ ابن عمر کان یصلّی خلف الحجّاج و کفی به فاسقاً کما قاله الشّافعی قال المصنّف انّه افسق اهل زمانه وقال الحسن البصری لو جاء ت کل امّةٍ بخبیثا تها و جئنا بابی محمد (حجّاج) لغلبنا هم (بحر الرائق، مطبوعه مصر، جلد ا ص ۳۶۹ باب الامة) (صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ ابن عمر، حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ وہ پورا فاسق تھا جیسا کہ شافعی نے فرمایا ۔ اور مصنف کنز الدقائق نے فرمایا کہ حجاج اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر فاسق تھا اور حسن بصری نے فرمایا اگر کل امتیں اپنی اپنی ساری برائیاں پیش کریں اور ہم اکیلے ابومحمد (حجاج) کو پیش کریں تو بالضرور ہم کل امتوں پر غالب ہو جائیں گے)

It is narrated in Sahih Bukhari, that Ibn Umar used to say his prayers behind Hajjaj (son of Yusuf) who was a great Fasik (sinner). Imam Shafi' has also narrated the same thing. The author of the Kanz al Daqa'iq, says:- Hajjaj was the worst of all the sinners of his time". Hasan Basri says :- "If the whole lot of the followers of the Prophet explain the past sins committed by them respectively and I relate only the sins committed by Abu Muhammad (Hajjaj) individually, even then, I am sure that Hjajaj's sins will

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

comparatively be far greater than those of all the followers of the Prophets."

۴۶ ۔ روی الشّیخان انّ ابن عمر کان یصلّی خلف الحجاج و کذا کان انس یصلّی خلفه ایضاً و احتمال الخو ف یمنعه انّ ابن عمر کا لا یخافه لانّ عبد الملک کان ممتثلاً لما یأمره به ابن عمر فیه و فی غیره و من ثم کا ن یجعل امر الحج له و یامر الحجا ج با تبا عه فیه۔(مرعا ۃ المفا تیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۲ ص ۹۳ با ب ا لا مۃ الفصل الثا نی)۔ (بخاری ومسلم نے روایت کی ہے کہ ابن عمر، حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح انس بھی حجاج کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ احتمال کہ ابن عمر حجاج سے ڈرتے تھے اسی وجہ سے حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس احتمال کو یہ امر مانع ہے کہ (خود خلیفہ) عبدالملک، ابن عمر کا حکم مانتا تھا جو کچھ یہ اس کو حکم دیتے تھے حجاج و غیر حجاج کے بارے میں اس کو وہ بجالاتا تھا اور اسی وجہ سے عبدالملک حج کا کام انہیں کے متعلق کرتا تھا اور حجاج کو حکم دیتا تھا کہ اس بارے میں ان کی پیروی کرے)

Bukhari and Muslim Say:- "Ibn Umar used to say his prayers behind Hajjaj. Anas also used to say his prayers behind him. It can not, at all, be conceived that Ibn Umar said his prayers behind Hajjaj because he feared him. Certainly not. Ibn Umar did not fear Hajjaj. On the contrary, Abdul Malik, the Caliph, himself, obeyed the orders of Ibn Umar and carried out all his directions he used to give him with reference to Hajjaj and other persons. The duties, relating to the performance of Haj (pilgrimage to Makkah), were entrusted with Ibn Umar by the said Abdul Malik who had directed Hajjaj to do what Ibn Umar required of him to do in connection with the said pilgrimage".

۴۷ ۔ قال رسول اللّٰه اذا ر أیتم الرّ جل یتعاهد المسجد فا شهدوا له بالایما ن فانّ اللّٰه یقول انّما یعمرمساجد اللّٰه من آمن باللّٰه و الیوم ا لآخر(مشکوۃ المصا بیح مطبوعه دہلی ۔ با ب المسا جد و موا ضع الصلوۃ ۔ صفحه ۶۱)۔ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد کا تعہد اور خبر گیری رکھتا ہے تو تم اس کے حق میں گواہی دو کہ وہ مسلمان ہے اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مسجدوں کو وہی لوگ آباد رکھتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں)۔

The Apostle of God (pbuh) has said:- "If you see any person visiting (preserving) a mosque, you should testify to his being a Mussalaman, because God says:- "He only

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

shall visit the mosques, who believes in God and the last day."

۴۸ جميع اهل الاهوا بعد كونهم من اهل القبلة حكم وقفهم و وصا يا هم حكم اهل الاسلام الا ترى الى قبول شهاداتهم على المسلمين فهذابحكم باسلامهم (۔ فتح القدير، مطبوعه لكهنئو ، جلد ۲ ص ۸۳۳ كتاب الوقف)۔(كل اہل اہوا (اہل بدعت) بعد اس کے کہ وہ اہل قبلہ سے ہیں ان کے اوقاف اور وصایا کا حکم وہی ہے جو اہل اسلام کے اوقاف اور وصایا کا حکم ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ان کی شہادت مسلمانوں کے خلاف میں مقبول ہے ۔ پس یہ یعنی ان کی شہادت کا مسلمانوں کے خلاف میں مقبول ہونا، اس بات کا فیصلہ ہے کہ اہل اہوا یعنی اہل بدعت مسلمان ہیں)۔

All the Ahl-i-Hawa (Ahl-i- Bid'at) (i.e., innovators) rank amongst the Ahl-i-Qibla, (i.e., those who turn their faces towards the Holy Kaba whilst saying their prayers). The ordinance about their Waqk (endowment) and teastamentary Wills and Bequests are similar to those concerning the Mussalmans. Do you not see that evidence they give against the Mussalamans is trustworthy? Hence, it follows that their evidence against Mussalmans is trustworthy, then, these Ahl-i-Hawa are, undoubtedly, the Mussalmans

۴۹ ۔ و الثّالث قوم لهم منعة و حمية خرجوا عليه بتاويل يرون انّه على باطل كفرا و معصية توجب قتاله بتاويلهم وهؤلاء يسمّون بالخوار ج يستحلون دماء المسلمين و اموا لهم و يسبون نساء هم و يكفرون اصحاب رسول اللّه ﷺ و حكمهم عند جمهور الفقهاء و جمهور اهل الحد يث حكم البغا ة (فتح القدير،جلد ۲ ، صفحه ۷۵۴ كتا ب السير ۔ با ب البغاة)۔(امام برحق کی اطاعت سے نکل جانے والوں کی) تیسری قسم وہ لوگ ہیں جو قوت وشوکت رکھتے ہیں امام برحق کی اطاعت سے کسی تاویل کی وجہ سے نکل گئے ہیں ان کے اعتقاد میں امام برحق کسی باطل یعنی کفر یا کسی اور ایسی معصیت پر ہے جو ان کی تاویل کی رو سے امام مذکور کے ساتھ جنگ کرنے کو موجب ہے یہ لوگ خوارج کہلاتے ہیں ۔ یہ لوگ ہم مسلمانوں کی جان و مال کو حلال جانتے ہیں اور ہم مسلمانوں کی عورتوں کو بندی کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو کافر کہتے ہیں ان کا حکم جمہور فقہاء اور جمہور اہل حدیث کے نزدیک وہی ہے جو باغیوں کا ہے)

The third class of persons, who revolt against the Rightful Imam, are poweful and owing to some differences on religious matters, they have revolted against the Rightful

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Imam. Their belief is that the said Imam has done something wrong i.e., he is guilty of blashphemy or has committed a sin. In consequence of such a difference of opinion which they hold about fundamentals or matters of fait, they deem themselves justified in waging war against the said Imam. Such people are called the Kharjies. They consider it lawful to kill the Mussalaman and to usyrp the Mussalman's properties. They enslave the woman of the Mussalmans and call the companions of the Prophet (pbuh) infidels. A majority of Faqihs and Ahl-i-Hadis maintain that the ordinance concerning Baghis (rebels) are applicable in the case of these Kharjies.

۵۰ ۔ و ذهب بعض اهل الحد يث الى انّهم مرتدّون ((فتح القدير،جلد ۲ ، صفحه ۷۸۴ كتا ب السير ۔ با ب البغاة)۔ (اور بعض اہل حدیث خوارج کو مرتد یعنی خارج از اسلام کہتے ہیں)

Some Ahle Hadith are of the opinion that the Kharjis are Murtads (apostates)

۵۱۔ قال ابن المنذر لا اعلم احداً وا فق اهل الحد يث تكفيرهم و هذا يقتضى نقل اجماع الفقهاء ۔(فتح القدير جلد ۲ صفحه۷۸۵ ۔ كتا ب السير باب البغاة) (ابن المنذر نے کہا ہے میں نہیں جانتا کہ کسی نے اہل حدیث کی موافقت کی ہوخوارج کی تکفیر میں ۔ ابن المنذر کا یہ کلام مقتضی ہے اجماع فقہاء کی نقل کا عدم تکفیر خوارج پر)۔

Ibn al Munzar says:- "I do not know whether any one has agreed with the Ahl Hadith in their view about the infidelity of the Kharjies." Ibnul Munzur's remark agrees with what is gathered and ascertained to be the Ijma (general concordance) of the Faqihs on the subject of Kharjies not being the infidels.

۵۲ ۔ و ذكر فى المحيط ان بعض الفقهاء لا يكفر احداً من اهل البدع و بعضهم يكفرون بعض اهل البدع و هو من خالف ببدعته دليلاً قطعياً ونسبه الى اكثر اهل السنة ؟؟ نقل ا لاول اثبت نعم يقع فى كلام اهل المذهب تكفر كثير و لكن ليس كلام الفقهاء الّذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبرة بغير الفقهاء والمنقول عن المجتهدين ما ذكرنا و ابن المنذر اعرف بنقل مذا هب المجتهدين۔ (فتح القدير جلد ۲ صفحه ۷۸۵ ۔ كتا ب السير باب البغاة)۔ (اور محیط میں ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعض فقہاء کسی اہل بدعت کی تکفیر نہیں کرتے اور بعض فقہاء اہل بدعت کی، جس کی بدعت کسی دلیل قطعی کے مخالف ہو تکفیر کرتے ہیں۔ اور صاحب محیط نے اس کو اکثر اہل سنت کی طرف نسبت کیا ہے اور نقل اول یعنی عدم تکفیر اثبت ہے۔ ہاں اہل مذہب کے کلام میں بہت سے اہل بدعت کی تکفیر واقع ہوتی ہے لیکن یہ تکفیر ان فقہاء کے کلام سے نہیں ہے جو مجتہدین ہیں بلکہ غیر مجتہدین کے کلام سے ہے اور غیر فقہائے مجتہدین کا کلام معتبر نہیں ہے۔ اور مجتہدین سے وہی منقول ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے یعنی عدم تکفیر اور ابن المنذر نقل مذاہب مجتہدین سے زیادہ تر واقف ہے)۔

It is narrated in the book, called the Mohit, that, 1. some Faqihs do not call any Ahl-i-bid,at (innovator) infidel, and that, 2. some Faqihs call some Ahl-i-bid,ats infidels, only in the case when they have a clear, decisive and convincing argument and proof to find their bid'ats (innovations) are going against any Standard Principles of the Islamic Faith. The author of the said book maintains that most of the Ahl-i-Sunnat hold the same view as the latter narration, just indicated above; while the former narration, stated above, is, unquestionably, the correct view of some of the Faqihs on this point (i.e., the truth is that some Faqihs do not call any Ahl-i-bid'at infidel). The author of the book, the Fathul Qadir maintains that some authors of some books have, no doubt, called many Ahl-i-Bid'at infidels, that the Faqihs, who are the Mujtahids do not call them infidels and that the opinion of those men who are not the Mujtahids and Faqihs is not fit to be relied and acted upon in this behalf. He concludes his remarks by saying "I have stated above the opinion of the Mujtahids on this point, that, the Mujtahids, do not call any Ahl-i-bid'at infidel. As regards Ibnul Munzur, I should say that he is well acquinted with what is gathered and ascertained to the opinion of the Mujtahids on the religious matters.

٥٣ ۔ و ما ذكره محمد بن الحسن فى اوّل الباب من حد يث الكثير الحضرمى يدلّ على عدم تكفير الخوار ج (فتح القدير جلد ٢ ص ٧٨٥)۔ (اور جو امام محمد نے شروع باب میں کثیر حضرمی کی حدیث نقل کی ہے اس سے عدم تکفیر خوارج ثابت ہے)۔

The Hadis (tradition) narrated by Kaisar Hazrami and quoted by Imam Muhammad bin

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Hasan in the first chapter of his book, evidently, shows, that the Kharjies are not to be called infidels.

۵۴ ۔و ممّا يد لّ على عد م تكفيرهم ما ذكره محمّد ايضاً حيث قال و بلغنا عن علیؓ انّه بينما هو يخطب يوم الجمعة اذ حكمت الخوار ج من نا حية المسجد فقال على كلمة حق ار يد بها الباطل لا نمنعكم مساجد اللّه ان تذ كروا فيها اسم الله ... (الى قوله) و لهذا قال على كلمة حق ار يد بها باطل يعنى تكفيره و معنى قوله حكمت الخوا ر ج ندا ؤ هم بقو لهم الحكم للّه و كا نت يتكلّمو ن بذلک اذا ا خذ فى الخطبة ليشو شوا خاطره فانّهم كانوا يقصدون بذ لک نسبته الى الكفر لر ضاه بالتحكيم فى صفين (فتح القدير جلد ٢ صفحه ٧٨٥)۔(اور عدم تکفیرِخوارج کی ایک یہ دلیل بھی ہے جس کو امام محمد نے ذکر کیا کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت علیؓ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں خوارج گوشہ مسجد سے بآواز بلند بولے الحکم للّٰہ یعنی حکم بس اللہ ہی کا ہے اور اس سے خوارج کا مقصود حضرت علیؓ کی تکفیر تھی۔ خوارج حضرت ممدوح کو پریشان خاطر کرنے کے لئے یہ کلمہ عین اس حالت میں جب آپ خطبہ شروع فرماتے، استعمال کیا کرتے تھے اسپر حضرت ممدوحؓ نے اثنائے خطبہ میں فرمایا یہ کلمہ تو حق ہے مگر اس سے مراد غلط لی گئی ہے پھر حضرت ممدوحؓ نے خوارج کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ہم لوگوں کو اللہ کی مسجدوں سے کہ تم ان میں اللہ کا نام ذکر کرو، نہیں روکیں گے)

There is another authority, showing that the Kharjies are not to be called infidels, and this authority is quoted by Imam Muhammad in his book on the basis of a story related to him to the effect as follows:

"When Ali was delivering his Friday sermon in his mosque, the Kharjies from a corner of the mosque, cried aloud "God's comandment is enough,". The Kharjies said so with an object of declaring Ali infidel and to disturb him in his sermon. They said so just at the time when he had commenced delivering his sermon. On hearing that, Hazrat Ali said,- "What is said by these men is very true, but they have drawn wrong inferences therefrom, "Saying so, he turned to the Kharjies, and said, - "I shall not prevent or turn you out from the mosque wherein you remember the name of God."

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۵ ۔ الحق عدم التکفیر اھل القبلة و ان وقع الزا ماً فی المبا حث (فتح القدیر ۔ کتا ب النکا ح ص ۲۸)۔ (حق عدم تکفیر اہل قبلہ ہے اگر چہ با ہمی رد و کد میں الزاماً تکفیر واقع ہوگئی ہے)

The truth is that the Ahl-qibla (thosewho turn their faces towards the Holy Kaba while saying their prayers), should not be called infidels, no matter whether any one has tauntingly called them so in course of a discussion.

۵۶ ۔ فی جمع الجوا مع و شر حه ولا نکفر احداً من اھل القبلة ببدعة کمنکری صفات اللّٰه و خلقه افعال عباده و جواز رؤیته یوم القیامة و منّا من کفرھم اما من خر ج ببدعة من اھل القبلة کمنکری حدوث العالم و البعث و الحشر للاجسا م و العلم با لجز ئیا ت فلا نزاع فی کفرھم لانکارھم بعض ما علم مجیئالرسو ل به ضرورة (بحر الرا ئق ۔ جلد اول با ب ا لامة ص ۳۷۱)۔ (جمع الجوامع اور اس کی شرح میں مذکور ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کی کسی بدعت کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے جیسے اللہ تعالی کی صفات اور اس کے خالق افعال عباد ہونے کے اور قیامت میں اس کے جائز الرؤیت ہونے کے منکرین، اور بعض لوگ ہم میں سے ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں ہاں وہ اہل بدعت جو اپنی بدعت کی وجہ سے اہل قبلہ سے خارج ہو گئے جیسے حدوث عالم اور بعث و حشر اجسام اور علم جز ئیات کے منکرین، ان کے کفر میں نزاع نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ بعض ایسی چیزوں کے منکر ہیں جن کا ضروریات دین اسلام سے ہونا معلوم ہو چکا ہے)

The book called the "Jamaul Jawami' " and its commentary contain the following remark by the author:- "I do not brand any Ahl-i-Qibla with infidelity on account of any bid'at found in them, i.e., if they entirely reject all eternal attributes of God or if they deny that God is the author of the actions of all mankind or if they deny that God could be seen on the Judgment-Day. Some of us do not hesitate in pronouncing their judgment about the infidelity of those sorts of people as well, but the fact is that the Ahl-i- Bid'at who on account of their bid'at are excluded from the rank of Ahl-i-Qibla, namely, those who do not believe that every thing which the world contains is the new thing created by God and is liable to perish and those who do not believe that the dead bodies shall come unto life again on the Judgment-Day to account for what they have

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

done on the surface of the erath and those who reject any part of the fundamental principles of Islam, are the persons who can truly be called infidels because they do not believe in the things which have been proved to be the essentials of the Islamic faith.

۵۷ ۔ مر تکب الکبیرة من اهل الصلوة ای من اهل القبلة مؤمن (۔ شرح مواقف ،مطبوعه لکهنئو : المقصد الرابع، ص ۷۲۳) (بڑے گناہ کا مرتکب جب کہ اہل نماز یعنی اہل قبلہ سے ہو مسلمان ہے)

He, who performs his prayers i.e., he, who is one of the Ahl-i-Qibla, is a Mussalman, no matter whether he is guilty of a great sin. .

۵۸۔جمهورالمتکلّمین والفقهاء علی انّه لایکفر احدمن اهل القبلة(شرح مواقف، المقصد الخامس، ص ۷۲۶)۔ (جمہور متکلمین اور فقہاء اس پر ہیں کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے)

A majorty of authors and Faqihs maintain that it is unlawful to brand any Ahl-i-Qibla with infidelity.

۵۹ ۔ فان الشیخ ابا الحسن قال فی اول کتاب مقالا ت ا لاسلا م اختلف المسلمون بعد نبیهم ﷺ فی اشیاء ضلّ بعضهم بعضاً وتبراء بعضهم عن بعض فصاروا فرقا متبا ینین ا لا انّ ا لاسلام یجمعهم و یعمهم (۔ شرح مواقف، مطبوعه لکهنئو، ص ۷۲۶):۔ (شیخ ابوالحسن اشعری نے کتاب مقالات الاسلام کے شروع میں فرمایا۔مسلمانوں نے اپنے نبی ﷺ کے بعد چند مسئلوں میں اختلاف کیا،بعض نے بعض کو گمراہ کہا،بعض بعض سے بیزار ہوئے ،بالآخر مختلف فرقے ہو گئے مگر اسلام سب کو جامع اور سب کو شامل ہے)

Shaikh Abul Hasan Ash'ari, in the beginning Chapter of his book called the "Maqalatul Muslimin" says:- "After the death of the Prophet (pbuh) the Mussalmans dissented from one another on some religious dogmas and some of them called others Apostates and some of them hated others, with the result that they, ultimately, formed themselves into various sects. Notwithstnading that, all of them belong to the Islamic religion and are included in it.

۶۰ ۔ حکی الحاکم صاحب المختصر فی کتاب المنتقی عن ابی حنیفة انه لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يكفر احدا من اهل القبلة وحكى ابوبكر الرازى مثله عن الكرخى وغيره (شرح مواقف۔ مطبوعه لكهنئو۔ ص ٤٢٦)۔(حاکم، صاحب مختصر، نے کتاب منتقی میں امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ وہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اور ایسا ہی ابوبکر رازی نے کرخی وغیرہ سے نقل کیا ہے)

Hakim, the author of the book named Mukhtasar quotes, in his another book, the Muntaqa, a narration from Abu Hanifah to the effect that the said Imam Abu Hanifa did not brand any Ahl-i-Qibla with infidelity. Similar narrations are also quoted by Abu Bakr Razi from Karkhi and others, as the authorites on this subject.

٢١۔ هو تصديق محمد ﷺ فى جميع ما جاء به عن اللّٰه تعالى ممّا علم مجيئه ضرورة ۔(در مختار بر حا شيه رد المختار۔ مطبوعه مصر۔جلد ٣ ص ٤٣٧)۔وہ (یعنی ایمان) محمد ﷺ کی تصدیق کا نام ہے ہر ایسی چیز میں جس کا ضروریات دین اسلام سے ہونا معلوم ہے یعنی جس چیز کو حضرت محمد ﷺ اللہ تعالی کی طرف سے لائے ہیں جس کا لانا ضرورۃً یعنی بلا احتیاج کسی نظر واستدلال کے معلوم ہو چکا ہے)

Faith means a sincere belief in the Prophet (pbuh) and in all the fundamental principles of the religion, revealed to the world as those communicated to him by God; the revelation whereof has already been thought necessary, and which needs no demonstration and positive proof..

٢٢ ۔ معنى التّصديق قبول القلب و اذعانه لما علم بالضرورة انه من دين محمّد بحد يث تعلمه العامة من غير افتقار الى نظر واستدلال كالوا حدا نية و النبوة و البعث و الجزاء و وجوب الصّلوة و الزكوة و حرمة الخمر ونحو ها

(رد المحتار۔مطبوعه مصر۔جلد ٣ ص ٤٣٧۔ باب المرتد)

تصدیق مذکور کے معنی ہیں کل ضروریات دین محمدی کو دل سے مان لینا اور قبول کر لینا۔اور ضروریات دین محمدی سے وہ امور مراد ہیں جن کا محمد ﷺ کے دین سے ہونا بالضرورۃ معلوم ہو چکا ہے اس طرح پر کہ عوام بھی ان امور کو بلا احتیاج کسی طرح کی نظر واستدلال کے جانتے ہیں چنانچہ اللہ تعالی کی وحدانیت اور انبیاء کی نبوت اور بعث و جزا اور نماز و زکوۃ کی فرضیت اور خمر کی حرمت اور ان کے مانند اور چیزیں)۔

By the above expression "Sincere Belief" means one's belief in all the Fundamental Principles of the Muhammadan Religion from very bottom of his heart, and it, further,

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

means his acceptance of those principles as binding upon him. The Fundamental Principles of Muhammadan Religion mean the things which have already been held and known to be the essentials of the Muhammadan Faith and they are the matters which are also generally admitted and believed by all persons, without a rhyme or reasoning. as for instance, the Unity of God, the Divine Mission of all the Prophets, the Resurrection Day, the obligatory performance of daily prayers and the indispensable obligation about the giving of Alms and the authoritative injunction declaring wine as unlawful and other things like these, all of which are unquestionably believed by everyone to be the essentials of the Islamic Faith.

٦٣ ۔ فی الخلا صة وغیرها اذا کانت فی المسئلة وجوه توجب التکفیر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الّذی یمنع التکفیر تحسیناً للظّن بالمسلم (۔ بحر الرا ئق۔ جلد ۵ ص ۱۳۴ ۔ با ب احکا م المر تدین)۔ (خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب کسی صورت میں چند وجوہات ایسی ہوں جو موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ ایسی ہو جو مانع تکفیر ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی ایک وجہ کی طرف مائل ہو جو مانع تکفیر ہے مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنے کے لئے)۔

In the book, called the, Khulasa, "and in other books, it is laid down that if there be several grounds for calling a person an infidel and there be only one ground for not calling him so, then, it is incumbent upon the Mufti (law officer) to base his judgment upon that particular ground which does not hold good for calling that person an infidel and and which be sufficient, in itself, for entertaining a good will towards a Mussalman.

٦٤ ۔ والّذی تحرر انه لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره ا ختلاف و لو روا یة ضعیفة فعلی هذا فاکثر الفاظ التکفیر المذ کورة لا یفتی بالتکفیر بها و لقد الز مت نفسی ان لا افتی بشیء منها۔(۔ بحر الرا ئق۔ جلد ۵ ص۱۳۵)۔(اور وہ امر جو خوب چھن چکا ہے، یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان کی تکفیر کا فتوی نہ دیا جائے جس کے کلام کا اچھے محمل پر حمل کرنا ممکن ہو، یا جس کے کلام کے کفر ہونے میں کچھ بھی اختلاف ہو اگر چہ عدم کفر ہونے کی جانب میں ضعیف ہی روایت کیوں نہ ہو۔ پس اس بنا پر اکثر الفاظ تکفیر جو بالا مذکور ہوئے ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر تکفیر کا فتوی نہ دیا جائے اور میں نے تو اپنے اوپر قطعاً لازم کر لیا ہے کہ ان الفاظ میں سے کسی پر بھی فتوی نہ دونگا)۔

What has decidedly been held to be the true religious dogma, is that no Fatwa should be given concerning the infidelity of any Mussalman on account of his uttering such words or exprsseion which, somehow or other, may be interpreted in a good sense, or which may be taken by only a minority of persons as tantamounting to an infidelity, no matter whether there be only the weak unimportant narration or authority on the subject of not calling him an infidel. For this reason, no Fatwa of infidelity should be pronounced with reference to a Mussalman on account of his giving vent to the expressions of the nature, indicated above. I have made it my firm motto and principle not to pronounce a Fatwa of infidelity against any Mussalman owing to his utterances of the nature, as alluded to the above.

۲۵ ۔ ولا نکفر مسلماً بذ نب من الذّنو ب و ان کا نت کبیرة اذا لم یستحلها ولا نز یل عنه اسم ا لایمان و نسمّیه مومناً حقیقة (فقه اکبر ،مطبوعه لکهنئو ۔ ص ۸)

(ہم تکفیر نہیں کرتے کسی مسلمان کی کسی گناہ کی وجہ سے اگر چہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جب کہ گناہ کو وہ حلال نہیں جانتا ۔ و نیز ہم اس گنہگار مسلمان کو حقیقۃً مسلمان کہتے ہیں)۔

I should not call any Mussalman an infidel on account of his committing any sin, however great that sin may be, when he believes in unlawfulness of that sin. I shall not abstain from calling that sinful Mussalman as a Mussalman, and, as a matter of fact, I call that sinful Mussalman as a Mussalman.

۲۶ ۔ قال رسول اللّه ﷺ ثلث من اصل الایمان الکفّ عمّن قال لا اله ا لّا اللّه لا تکفره بذ نب ولا تخرجه من الاسلا م بعمل (مشکوة المصا بیح.مطبوعه احمدی دہلی۔ با ب الکبا ئر و علا مات النفاق ۔ الفصل الثا نی ۔ص ۹).(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایمان کی جڑھ ہیں جن میں سے ایک بات یہ ہے کہ جو شخص کلمہ لا اله الّا اللّه پڑھ لے اس کے بارے میں زبان کو روک لو، نہ اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہو، نہ اس کو کسی فعل کی وجہ سے اسلام سے خارج کرو)۔

The Prophet (pbuh) has said that three things are the roots of Iman, one of them is this

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

that you should hold your tongue (refrain) from speaking ill of one who says that there is no God but the true God, nor should you call him infidel owing to his committing a sin, nor should you excommunicate him from Islam on account of any of his acts.

۶۷۔ طحطاوی (مطبوعہ مصر، جلد ۴ ص ۱۵۳ کتا ب الذ با ئح) نے اولاً کتاب تبیین المحارم سے کسی لامعلوم شخص کا ایک قول نقل کیا ہے۔ پھر قول مذکور کے نقل کے بعد اسی کتاب تبیین المحارم سے اس قول کی تردید بھی نقل کردی ہے۔ وہ قول مع تردید حسب ذیل ہے)

قول شخص لامعلوم

فعليكم معاشر المسلمين باتّباع الفرقة النّاجية المسمّاة باهل السنّة و الجماعة فانّ نصرة اللّه و حفظه و توفيقه فى موا فقتهم و خذلانه و سخطه و مقته فى مخالفتهم و هذا الطّائفة النّاجية قد اجتمعت اليوم فى مذاهب اربعة وهم الحنفيّو ن الما لكيو ن و الشا فعيو ن و الحنبليون و من كان خارجاً عن هذه الاربعة فى هذا الزمان فهو من اهل البدعة و النار۔ (پس اے گروہ مسلمین تم پر پیروی اس فرقہ ناجیہ کی واجب ہے جس کا نام اہل سنت و جماعت ہے اس لئے کہ اللہ کی نصرت اور اس کی نگہبانی اور اس کی توفیق اس فرقہ کی موافقت میں ہے اور اللہ کی ترک نصرت اور اس کی ناراضی اور اس کی سخت بیزاری فرقہ مذکورہ کی مخالفت میں ہے اور یہ فرقہ ناجیہ آج کے دن چار مذہبوں میں جمع ہوگیا ہے اور وہ چاروں مذہب والے یہی حنفی و مالکی وشافعی وحنبلی ہیں اور جو شخص ان چاروں مذہبوں سے اس زمانے میں خارج ہے وہ مبتدع اور جہنمی ہے)

قول مذکور کی تردید من جانب مصنف تبیین المحارم

فان قلت ما وقوفک على انک على صراط مستقيم و كل وا حد من هذه الفر ق يدعى انّه عليه ۔ قلت ليس ذلک بالادعاء و التثبت باستعمالهم الوهم القا صر و القول الزّاعم بل بالنّقل عن جهابذة هذا الصنعة وعلماء اهل الحد يث الّذين جمعوا صحاح الاحاديث فى امور رسول اللّه ﷺ و احوال الصّحابة و المهاجرين والانصار و الّذين اتّبعوهم باحسان مثلاً لامام البخارى و مسلم و غيرهما من الثّقات المشهورين الّذين اتّفق اهل المشر ق والمغرب على صحة ما اورده فى كتبهم من امور النّبىّ ﷺ و اصحابه ثم بعد النّقل ينظر الى الذى تمسک بهديهم و اقتفى اثر هم و اهتدى بسير هم فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاصول و الفروع فیحکم بانّه من الّذین هم همو هذا هو الفارق بین الحقّ و الباطل و الممیز بین من هوعلی صرا ط مستقیم و بین من هو علی السّبیل الّذی علی یمینه و شما له۔ (اگر تو یہ سوال کرے کہ تو نے کس طرح جان لیا کہ تو ہی راہ راست پر ہے حالانکہ ہر ایک فرقہ ان مختلف فرقوں میں سے دعوی رکھتا ہے کہ میں ہی عین راہ راست پر ہوں، تو میں اس سوال کا جواب یہ دونگا کہ کسی فرقہ کا راہ راست پر ہونا محض ادعا سے اور اپنے وہم قاصر اور خیالی کلام کے استعمال کے ساتھ چنگل مارنے سے نہیں ہوتا ہے بلکہ راہ راست پر ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولاً اس فن کے نقاد اور اہل حدیث کے ان علماء سے احادیث نقل کی جائیں جنہوں نے صحیح صحیح حدیثیں رسول اللہ ﷺ کے امور واحوال وافعال وحرکات و سکنات میں و نیز صحابہ اور مہاجرین وانصار کے احوال میں و نیز صحابہ اور مہاجرین وانصار کے احوال میں و نیز ان لوگوں کے احوال میں جمع کی ہیں جنہوں نے ان کی (یعنی رسول اللہ ﷺ و صحابہ کی) قول کے ساتھ پیروی کی جیسے امام بخاری و مسلم اور ان کے سوا اور ثقہ لوگ جو مشہور ہیں جن کی ان احادیث کی صحت پر اہل مشرق ومغرب کا اتفاق ہے جو انہوں نے اپنی کتابوں میں در بارہ امور رسول اللہ ﷺ و در بارہ امور صحابہ کے درج کی ہیں۔ پھر احادیث مذکورہ کی نقل کے بعد دیکھا جائے کہ کون شخص رسول اللہ ﷺ وصحابہ کے چال چلن کے ساتھ تمسک کرتا اور ان کے پیچھے چلتا اور اصول وفروع دونوں میں ان کی سیرتوں کے موافق راہ یافتہ ہے۔ تب حکم کیا جائے کہ شخص موصوف اس فرقہ میں سے ہے جو راہ راست پر ہے۔ یہی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ کسوٹی ہے جو حق و باطل میں فرق کرنے والی، اور ان لوگوں کے درمیان جو راہ راست پر ہیں اور ان لوگوں کے درمیان جو راہ راست سے ادھر ادھر ہیں تمیز کرنیوالی ہے)

The learned author of the book "Tahtawi", has, in the 1st instance quoted a saying of an annonymous person from the book, entitled the, Tabinul Maharam," and has, in the 2nd, repudiated that saying on the authorities gathered by him from the said book, the "Tabinul Maharam",. The version of the story made by that unknown person and the gist of the said learned author's repudiation thereof are as follows:

The saying of an annonymous person-

"Hence, it is incumbent upon you, the general body of Mussalmans, to follow that Najia (i.e., deserving Heaven) sect which is known as the Ahl-i; Sunnah wal Jamat, because God is pleased with the followers of that sect and He renders all assistance to them and takes care of them, but God is greatly annoyed and displeased with those who

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

do not follow that sect and He does not render any assistance to them. This Najia sect consists of the four religions into which they are now formed, and the followers of those four religions are called Hanafis, Malikis, Shafia, Hanbalis. He, who is now excluded from these religions, is a innovator and a Jahannami (worthy of Hell).

The author of the said book, The Tabinul Maharam, repudiates the above saying of that annonymous person in the follwing words:-

"If you ask how you know that you alone are on the right path, while every one of the various sects claims to be on the right path, then, I would answer that one's being on the right path does not depend upon mere assertion and insistence arising from his defective imagination and conjecture, but it depends upon the production and narration of the Hadiths (traditions) from those who are the best authorities in the Hadith matter and from those ulema (learned men) of the Ahl-i-Hadith who have collected (compiled) the authentic and genuine Hadiths regarding the matters connected with the Apostle of God (pbuh) and his life-history, practice and movements, and regarding the life-history and doings of the companions of the Prophet and those of the Muhajirs and the Ansar and also regarding the life-history and doings of those who followed them) (i.e., the Prophet, and his companions) with propriety. Such are Imam Bukhari and Muslim and others, the well-known authorities, regarding whom there is a consensus of opinion of the people of the East and the West that what is written in their works regarding the matters connected with the Apostle of God (pbuh) and those of the companions of the Prophet, is genuine and correct. Next to the production and narration of Hadithd on the above point, it will be tested and seen who has truely and justly acted in accordance with the practice and movements of the Prophet, his companions and who have followed them in both the essential points, the Principles and rituals, and then it will be judged who is on the right path and who is on the wrong path. The above is the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

criterion of Truth from falsehood, and this is what distinguishes those who are on the right path from those who are on the wrong path.

٢٨۔: و لو خرب ما حوله و استغنى عنه يبقى مسجداً عند الامام و الثّا نى ابداً الى قيام الساعة (در مختار بر حا شيه رد المحتار ، مطبوعه مصر، جلد ٣ ص ٥٧٣ ۔ مطلب فى ا حكام المسجد)۔(اگر مسجد کا گر دو پیش ویران ہو گیا اور مسجد کی ضرورت باقی نہیں رہی تو بھی مسجد مذکور ہی باقی رہے گی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہمیشہ قیام قیامت تک، اور اسی پر فتوی ہے)

If the surrounding parts of a mosque become desolate and the mosque is thereby rendered useless, even then, according to Imam Abu Hanifa and Imam Abu Yusuf, the said mosque shall remain a mosque for ever, till the Doom's Day. Such are the Fatawas (decisions) of the learned Expounders of the Muhammadan Law on this point.

٢٩ ۔ هذا هو ظاهر الروا ية و هنا لک روا يا ت ضعيفة مذ كورة فى الهدا ية (رد المحتار جلد ٣ ص ٥٧٣ مطبوعه مصر)۔ (مسجد کے بالا خانہ یا تہ خانہ کے متعلق جو کچھ مذکور ہوا، وہی ظاہر الروایت ہے اور اس کے متعلق کچھ اور ضعیف روایتیں بھی ہیں جو ہدایہ میں مذکور ہیں)

What is stated above about the erection of a building of two stories, making the lower story a mosque, and the upper story a dwelling, is the "Zahirur rawaet", (i.e., self. evident narration). The book, Hedaya, also contains some other weak (unimportant) rivayats (narrations) on this point.

٣٠ ۔ كتب ظاهر الرّوا ية كتب محمدؒ الستة :المبسوط و الزيادات و الجامع الصغير و السير الصغير و الجامع الكبير ۔(رد المحتار۔مطبوعه مصر۔ جلداول۔ ص ٥١۔ مطلب رسم المفتى۔(ظاہر الروایت کی کتابیں چھ کتابیں حسب ذیل ہیں جو خاص امام محمد کی تصنیف ہیں: مبسوط، زیادات، جامع صغیر، سیر کبیر، جامع کبیر)

The six books, named Mabsut, Ziayadat, Jami Saghir, Sair Saghir, and Jami Kabir, contain the Zahirur Ravayats, and they are written by Imam Muhammad.

٣١ ۔ وانّما سمّيت بظاهر الرّوا ية لانّها رويت عن محمد بروا يا ت الثّقا ت فهى ثابتةعنه اما متوا ترة او مشهورة عنه ۔ (رد المحتار۔مطبوعه مصر۔ جلداول۔ ص

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۱۔ مطلب رسم المفتی)۔(ان مذکورہ بالا کتابوں کو ظاہر الروایت اس لئے کہتے ہیں کہ یہ کتابیں امام محمد سے ثقات کی روایتوں سے مروی ہیں۔پس کتب مذکورہ امام محمد سے بطریق تواتر یا بطریق شہرت ثابت ہیں)

The reason, why the above books are said to contain the Zahirur Ravayat, is because they contain the Rivayats gathered by Siqats from Imam Muhammad.

۵۲۔ ما اتّفق علیه اصحابنا فی الرّوایات الظاهرة یفتی به قطعاً ۔(در مختار بر حاشیه رد المحتار۔ مطبوعه مصر۔ جلد اول۔ ص ۵۱)۔(جس بات پر ہمارے اصحاب (امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف وغیرھما) متفق ہوں ظاہر الروایت ہیں اس پر مفتی قطعاً فتوی دے)۔

The points, on which our leaders (Imam Abu Hanifa and Imam Abu Yusuf and others) are unanimous, are called the Zahirur Rivayats. The Muftis should pronounce their Fatawa (judgment) in accordance therewith. .

۵۳۔ قال المفسّرون نزلت هذه الآیة فی وفد نجران و کانوا ستّین راکباً قدموا علی رسول اللّه ﷺ (الی قوله) قد خلوا مسجد رسول اللّه ﷺ حین صلّی العصر (الی قوله) و قد جاءت صلوتهم فقاموا للصّلوة فی مسجد رسول اللّه ﷺ فقال رسول اللّه ﷺ دعوهم فصلّوا الی الشرق ۔(۔تفسیر خازن، مطبوعه مصر، جلد اول ص۲۷۶؛ وتفسیرابی السعود، جلد۲ص۵۸۵؛ و تفسیر مظہری، مطبوعه حصار،جلد اول ص ۳۴۲)۔(مفسرین نے کہا کہ یہ آیتیں وفد نجران کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور وہ لوگ ساٹھ سوار تھے اور وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے یہاں آئے تھے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اسوقت داخل ہوئے جب آپ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے وہیں ان کی نماز کا وقت بھی آ گیا۔وہ لوگ نماز کیلئے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھڑے ہو گئے ۔رسول اللہ ﷺ نے منع کرنے والوں کو فرمایا ان کو چھوڑ دو۔پس انہوں نے رو بہ مشرق اپنی نماز پڑھی)۔

The Mofassirin (commentators) maintain that these passages of the Quran were revealed concerning the Wafad Najran (the Christian deputation from Najran), who were 60 horse-men and who had come to the Apostle of God (pbuh). They entered the mosque of the Apostle of God at the time when he had finished saying his Asr prayer". The prayer time of those men came then and there and so, they stood up to say their prayers in the mosque of the Apostle of God. Those Mussalmans who wanted to

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

prevent those men from saying their prayer in that mosque, were directed by the Apostle not to stop them from saying their prayer in it. Accordingly these men said their prayer in it, turning their faces towards the East.

٧٤ ۔ نقل الامام اجماع المحققين على منع العوام من تقليد الاعيان الصّحابة۔ قال القرافی انعقد الاجماع على ان من اسلم فله ان يقلّد من شاء من العلماء بغير حجر و اجمع الصّحا بة انّ من استفتى ابا بكر و عمر وقلّدهما فله ان يستفتى اباهريرة و معاذ بن جبل وغيرهما و يعمل بقولهما من غير نكير (تقرير و تحبير شرح تحرير۔ تكمله ۔ مطبوعه مصر۔ جلد ٣ ص ٣٥٤)۔

قرافی نے کہا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو شخص مسلمان ہو اس کو جائز ہے کہ علماء میں سے جسکی چاہے تقلید کرے کچھ منع نہیں ہے ۔اور صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ جس شخص نے ابوبکرؓ یا عمرؓ سے فتوی پوچھا اور انکی تقلید کر لی ،اس کو جائز ہے کہ ابو ہریرہؓ و معاذ بن جبلؓ وغیرھما سے فتوی پوچھے اور ان کے قول پر عمل کرے، کوئی انکار نہیں ہے)

Qarafi says:- "It is lawful for a Mussalman to follow any of the Ulema (leaned men) whomsoever he likes. There is no religious authority to prevent him from doing so. On the other hand, there has already been an Ijma (general concordance) on this point. The Prophet's companions have unanimously held that if a person questioned Abu Bakr or Umar on any religious dogma and acted according to the Fatawa given by either of them on that point, then, there is no harm if he thereafter consults Abu Huaraira and Maaz also on that point and acts accoring to the Fatawa given by them on the subject.

٧٥ ۔ و هل يقلّد غيره اى غيره من قلّد به فى غيره اى غير ما قلّد فيه ،المختار نعم يقلد ان شاء لما علم من استفتائهم مرةً اماماً وا حداً و مرةً اخرى اماماً غيره بلا نكير من ا حد هما اجماعاً و توا تر هذا بحيث لا مجال للممارا ت (مسلّم الثّبو ت و اس كى شر ح فواتح الرحمو ت۔ تتمه، مطبوعه لكهنئو۔ صفحه ٦٢٨ لكهنئو)۔ (اور آیا یہ صورت جائز ہے کہ ایک شخص جو ایک مسئلہ میں ایک امام کی تقلید کر چکا ہو، وہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کی تقلید کرے؟ ہاں یہ صورت جائز ہے اور یہی مختار یعنی پسندیدہ بات ہے، اسلئے کہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ لوگ کبھی ایک امام سے اور کبھی دوسرے امام سے فتوے پوچھتے آئے اور کبھی کسی امام سے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر انکار نہیں پایا گیا اور اس بات پر اجماع ہو کر حد تواتر کو پہونچ گیا ہے جس میں شک و اختلاف کی مجال باقی نہیں رہی)

It is lawful for a Mussalman, who has already followed one particular Imam in any religious dogma, to the follow another Imam in another religious dogma? Yes, it is lawful for him to do so, and this, no doubt, is a good thing, because it has already been fully established that the people, sometimes, questioned one particular Imam on a religious dogma and acted upon the Fatwa given by him on that point, and sometime, they consulted another Imam and acted according to his Fatawa, so much so that no Imam ever objected to their doing so. There is already an Ijma on this point. such a verdict has all along been held by all to be an authority, established beyond a shadow of doubt, and without anything to contradict it.

٧٦ ۔لا واجب الّا ما اوجب اللّه تعا لی و الحکم له و لم یوجب علی احد ان یتمذ هب بمذ هب ر جل من ا لآئمة فا یجا به تشریع شر ع جد ید (مسلّم الثّبو ت و شرح فواتح الرحمو ت۔ تتمه ۔ مطبوعه لکهنئو۔ صفحه ٢٢٨).(اللہ نے جو کچھ واجب کر دیا بس وہی چیز واجب ہے، اس کے سوا اور کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ اور حکم اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اللہ تعالی نے کسی شخص پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ اماموں میں سے کسی ایک شخص کا مذہب اختیار کر لے پس کسی امام کے مذہب کے اختیار کر لینے کو واجب ٹھہرانا ایک نئی شرع بنانا ہے)۔

Nothing is incumbent but that which has been made incumbent by God. and it behoves God only to command. God has not made it incumbent upon any one to make himself bound by the religious tenents of any one of the Imams. Because to say that it is incumbent on any man to follow the doctrines of any one of the Imams, is to create a new Shariat (Religion or Code of Law)..

٧٧ ۔ وهل یقلّد غیره ای غیر من قلّده اولا فی شیء فی غیره ای غیر ذلک الشیء کان یعمل اولًا فی مسئلة بقول ابی حنیفه و ثانیاً فی ا خری بقول مجتهد ا خر ۔ المختار کما ذکر ا لآمدی و ابن ا لحاجب نعم للقطع بالاستقراء التام بانّهم ای المستفتین فی کل عصر من زمن الصّحابة و هلم جراً کانوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يستفتون مرةً وا حدا و مرة غيره غير ملتز مين مفتيا واحدا و شاع و تكرر و لم ينكر۔ (تحریر اوراس کی شرح تقریر وتخبیر ۔مطبوعہ مصر۔جلد۳ صفحہ ۳۵۰۔ افتاء غیر المجتهد) ۔اور آیا یہ صورت جائز ہے کہ ایک شخص جو ایک مسئلہ میں اولاً ایک مجتہد کی تقلید کر چکا ہو، وہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرے ۔مثلاً اولاً ایک مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول پر عمل کرے اور ثانیاً دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کے قول پر عمل کرے ۔ہاں یہ صورت جائز ہے ۔اور یہی پسندیدہ بات ہے جیسا کہ آمدی اور ابن حاجب نے بیان کیا ہے اس لئے کہ یہ بات قطعی طور پر باستقرار تام معلوم ہو چکی ہے کہ مستفتیان ہر ایک زمانہ میں زمانہ صحابہ سے لے کر اب تک کبھی ایک مفتی سے اور کبھی دوسرے مفتی سے فتوی ہو چھتے آئے ،ایک ہی مفتی کا التزام نہیں رکھتے تھے۔اور یہ بات شائع ومتکرر رہی اور کبھی اس پر کسی کا انکار نہیں پایا گیا)۔

Is it lawful for a Mussalman who has already followed one particular mujtahid (Expounder of the Mohammadan Law) in any religious dogma to follow another mujtahid in another dogma; as for instance, if he has already followed Imam Abu Hanifah and acted according to his directions in a religious dogma, then is it lawful for him to follow another mujtahid and act according to his directions in another religious dogma? Yes it is lawful for him to do so, and this, no doubt, is a good thing. Aamdi and Ibn Hajib hold the same view on this point. It has already been fully established that, in all ages, Viz, from the time of the Prophet's companions, till now, the mustaftis (questioners on religious points) sometime consulted one particular mufti on a religious dogma and acted according to his fatwa and sometime they consulted another mufti and acted according to his fatwa, so much so that they did not depend upon the fatwa of one particular Mufti. This practice remained in full force, and no one ever objected to it.

۷۸۔ لا وا جب الّا ما اوجبه اللّه و رسوله و لم يو جب اللّه ولا رسوله على ا حد مّن النّاس ان يّتمذ هب بمذهب رجل من الامّة فيقلده فى دينه فى كلّ ما يا تى و يذر دون غيره (تحریر اوراس کی شرح تقریر وتخبیر، مطبوعہ مصر، جلد۳ صفحہ ۳۵۰)۔ (اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ واجب فرما دیا بس وہی چیز واجب ہے اس کے سوا اور کوئی چیز واجب نہیں ہے۔اور نہ اللہ نے اور نہ اللہ کے رسول نے کسی شخص پر واجب کیا ہے کہ امت میں سے کسی ایک شخص کا مذہب اختیار کر لے اور اپنے ہر ایک دینی کام میں، خواہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ کام کرنے کا ہو یا چھوڑنے کا، بس اسی ایک شخص کی تقلید کرتا رہ جائے۔ اس کے سوا اور کسی کی تقلید نہ کرے)

Nothing is incumbent but that which has been made incumbent by God and His Apostle. And God and His Apostle have not made incumbent upon any one that he should bind himself to follow the doctrines of any one of the Mussalmans and that he should continue to follow the doctrines of one particular individual and should not follow the doctrine of any other person in every religious matter, whether it is worth doing or fit to be rejected. (i.e., there is nothing imperative in Shariah to follow one particular sect.)

۷۹۔ لا یصحّ للعامی مذهب و لو تمذهب به لانّ المذهب انّما یکو ن لمن له نوع نظر و استد لال (تحریر اوراس کی شرح تقریر وتخبیر جلد۳ صفحہ۳۵۱)۔ (عامی کا تو کوئی مذہب صحیح ہو ہی نہیں سکتا اگر چہ وہ خود اپنا کوئی مذہب قرار بھی دیدے، اس لئے کہ مذہب تو اس شخص کے لئے صحیح ہوسکتا ہے جس کو کسی قسم کی نظر واستدلال کی اہلیت ہو)

An Ami (ignorant man) can not have a correct standard of his religion, no matter whether he professes to follow a particular set of doctrines, because he who is, in any way, capable of judging a thing, with ryhme or reasoning, can only have a correct satndard of his religion..

۸۰۔ امّا من لم یتاهل لذ لک البته بل قال انا حنفی او شا فعی او غیر ذلک لم یصر کذ لک بمجرد القول کما لو قال انا فقیه او نحوی او کاتب لم یصر کذلک بمجرد قوله یوضحه ان قائله یزعم انّه متّبع لذ لک ا لامام سا لک طر یقه فی العلم و المعرفة و الاستدلال فاما مع جهله و بعده جداً عن سیرة الامام و علمه بطریقته فکیف یصحّ له الانتسا ب الیه ا لّابا لدّعوی المجردة (تحریر اوراسکی شرح تقریر وتخبیر جلد۳ صفحہ۳۵۱)۔ (لیکن وہ عامی جو قطعاً نظر واستدلال کی اہلیت نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہتا ہے تو عامی مذکور مجرد کہنے سے ویسا ہو نہیں جائے گا جیسا کہ اگر عامی مذکور اپنے آپ کو فقیہ یا نحوی یا منشی کہے، تو مجرد یہ کہنے سے ایسا ہو نہیں جائے گا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو کسی امام کی طرف منسوب کرتا ہے وہ اس بات کا دعوی کرتا ہے کہ میں اس امام کا علم ومعرفت واستدلال میں پیرو اور اس امام کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

راست کا چلنے والا ہوں۔ پس جو شخص کہ عامی اور جاہل ہے اور اس امام کی سیرت اور اسکے طریقہ علم سے دور ہے وہ اگر اپنے آپکو اس امام کی طرف منسوب کرے تو کیونکر اس کا انتساب صحیح ہوسکتا ہے بجز اسکے کہ خیالی دعوی کرے)

But an Ami (ignorant man), who is not at all capable of Judging a thing with rhyme or reasoning and who simply calls himself to be a Hanafi or Shafi etc cannot become a Hanafi or Shafi etc simply by saying so. As for instance, if such an Ami declares himself to be a Theologian or Grammarian or Munshi (writer) he cannot become a Theologian or Grammarian or Munshi simply by his saying so. The above fact is illustrated thus:- He, who styles himself to be the follower of one particular Imam, apparently claims to follow the said Imam, to the extent of the said Imam's learning, accomplishments and Istidlal (arguments), and to tread upon the path of the said Imam. Hence, if an Ami, who is far off from the Seerat (good qualities) and the pursuit of learning of the said Imam and who describes himself to be the followrs of the said Imam, cannot be taken as a true followers of the said Imam. Consequently, the assertion of such an Ami as to his being the follower of the said Imam is a false claim on his part.

۸۱۔ و ان کان عامیاً لیس له مذهب معین فمذهبه فتوی مفتیه کما صرحوا به۔ بحر الرائق۔مطبوعه مصر۔ جلد ۲ صفحه ۹۰ باب قضاء الفوایت۔ (اگر وہ شخص عامی ہے جس کا کوئی مذہب معین نہیں تو اس کا مذہب وہی ہے جو اس کا مفتی فتوی دے)

If there is an Ami who has no particular set of doctrines of his own, then he must act upon the Mufti's Fatwa (directions) which shall be the standard of his religion.

۸۲۔ : قیل من التزم کمن لم یلتزم فلا یر جع عمّا قلّد فیه و فی غیره یقلّد من شاء و علیه السّبکی من الشافعیة و فی التحریر و هو الغا لب علی الظّن لعد م ما یوجبه شرعاً ای لانّه لیس للا تباع لمذهب وا حد مو جب شرعی(مسلّم الثبو ت، و شرح فواتح الر حمو ت۔ تتمه۔ صفحه ۶۲۹)۔(ایسا شخص جس نے اپنے اوپر مذہب معین (مثلاً مذہب حنفی شافعی وغیرہ) لازم کرلیا اس کے بارے میں (تین قول ہیں اور)، تیسرا قول یہ ہے کہ شخص مذکور اس شخص کے مثل ہے جس نے اپنے اوپر کوئی مذہب معین لازم نہیں کیا ہے۔ پس ایسا شخص اس مذہب کے مجتہد کے جس خاص

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم میں تقلید کر چکا ہو اس میں اس سے رجوع نہ کرے (یعنی اس عمل کو دوسرے مجتہد کی تقلید سے باطل نہ سمجھے) اور دوسرے حکم کو اس کو جائز ہے کہ دوسرے جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے۔ امام سبکی شافعی بھی اسی قول پر ہیں اور تحریر میں مذکور ہے کہ ظن غالب یہی ہے کہ تیسرا قول ٹھیک ہے اس لئے کہ شرعاً کوئی ایسی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ایک ہی مذہب کی پیروی واجب ہے)

(Of the three points, the last one is that) a person, who has bound himself to follow a particular set of doctrines (i.e., who has become a Hanafi or Shafi etc) is on an equal footing with the person who has not bound himself to follow a particular set of doctrines (i.e., who has not become a Hanafi or Shafi etc). Hence, such a person should not deviate from that particular doctrine in which he has followed the mujtahids of that persuasion (i.e., he should not consider that doctrine as void owing to his following another mujtahid) but it is lawful for him to follow another mujtahid, whomsoever he likes, in another doctrine. Imam Subki Shafi holds the same view on the subject. The book called the Tahrir, also supports this view (i.e., the last of the three above points) because there is no authority in the Shariat which can prove that it is imperative to follow one particular sect i.e., there is no religious authority which proves that it is binding on a man that he should follow one particular set of doctrines..

۸۳ ۔ قال السّبکی و ھو ا لاعدل۔ (تقریر و تحبیر شرح تحریر۔ مطبوعہ مصر۔ ص ۳۵۱)۔ (امام سبکی نے کہا ہے کہ یہی تیسرا قول زیادہ انصاف پر مشتمل ہے)

Imam Subki maintains that this saying (i.e., last of the above three points) is very just and appropriate.

۸۴ ۔ مطلب فی حکم التقلید و الر جوع عنه ۔ لو صلّی یوماً علی مذھب و اراد ان یّصلّی یوماً ا خر علی غیرہ فلا یمنع منه (ردالمحتار۔ جلد ا صفحہ ۵۶)۔ (اگر ایک دن نماز پڑھی ایک مذہب پر اور چاہا کہ دوسرے دن نماز پڑھے دوسرے مذہب پر تو اس سے منع نہ کیا جائے)

If any person, one day, said his prayers according to the religious tenents of a particular sect and if he wants to say his prayers, next day, according to the religious tenents of

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

another sect, then, such a person should not be prohibited from doing so.

۸۵ ۔ لیس علی الانسان التزا م مذهب معین (رد المحتار ۔مطبو عه مصر ۔ جلد ۱ صفحه ۵۶) ۔ (آدمی پر کسی مذہب معین کا اپنے اوپر لازم کر لینا ضرور نہیں ہے)۔

It is not incumbent upon a man that he should make himself bound by one particular set of doctrines (i.e., it is not incumbent upon any man to bind himself by the religious tenets of a particular sect or to follow a particular Imam).

Certified that the above is a true translation of the original .

S.M. Amir Ali, Translator, High Court. Appellate Side , Calcutta . 31.7.1907

☆ حاشیہ نمبر ۵ : دہلی اور مراد آباد میں اشتہار بازی (۱۹۲۹ء۔۱۹۳۰ء)

عدالتی مقدمات میں کہا جاتا تھا کہ آمین بالجہر اور رفع الیدین کرنے والے لوگ احناف کے زیر انتظام مساجد میں حق عبادت کے حامل ہیں ۔ اور کہا جاتا تھا کہ یہ اعمال یا تو سنت ہی نہیں ہیں یا متروک ومنسوخ ہیں ۔ عدالتوں سے باہر بھی ان معاملات کو اچھالا جاتا تھا۔ لیکن جب کوئی اہل علم جواب میں قلم اٹھاتا تو معاندین آئیں بائیں شائیں کر کے رہ جاتے ۔ دہلی اور مراد آباد میں مذکورہ بالا سنین میں ان مسائل سے متعلق ایک اشتہاری مہم چلی جس کے ذریعے احناف سے ان کے دعاوی کے ثبوت طلب کئے گئے تھے ۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند کڑیاں نذر قارئین کی جاتی ہیں ۔

اخبار محمدی دہلی میں مئی ۱۹۲۹ء میں بایں ذیل ایک اشتہار شائع ہوا:

برادران احناف کی خدمت میں مبلغ چارسو روپیہ نقد انعام

آج کل عام دیہات میں عموماً اور دیہاتِ میوات میں خصوصاً ملا مولویوں نے جو طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے اس کے نتائج اچھے نہیں ہیں ۔ باہمی کفر تکفیر جنگ وجدال کو رات دن مشغلہ بنا کر بے چارے عوام کو پریشان کر رکھا ہے ۔ کئی حضرات جگہ جگہ باہمی جنگ وجدال کی آگ بھڑکاتے پھر رہے ہیں خصوصاً مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے کئی مرید اس معاملہ میں سب سے آگے ہیں ۔ موحد مسلمانوں کی اقتداء کو حرام بتلانا ان کے وعظ ودرس کا خلاصہ ہے ۔ آمین بالجہر کو حرام قرار دینا، رفع الیدین کرنے والوں کو مارنے پیٹنے کی ترغیب دینا، فاتحہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلف الا مام کے قائلین کولعن طعن کرنا، ان کی تبلیغ کے نہایت اہم مقاصد ہیں۔ گاؤں میں جمعہ ادا کرنے والوں کی تذلیل وتخریب ان کے خیال خام میں جہاد اکبر سے کم نہیں ہے۔

اس ساری ناپاک تحریک پر میں ہزار نفرین کرتا ہوا آج اس جھگڑے کو رفع کرنے کی غرض سے یہ آخری فیصلہ تحریر کرنے پر مجبور ہوا ہوں اور تمام برادران احناف کو مخاطب کر کے یہ چند سوالات پیش کرتا ہوں۔

۱۔ جو کوئی کسی صحیح حدیث میں حضور فخر عالم ﷺ کے صریح یہ الفاظ دکھلا دے کہ آمین بالجہر قطعاً حرام ہے اور قائلین جہر کی اقتداء درست نہیں اس کو مبلغ ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

۲۔ جو کوئی کسی صحیح حدیث میں حضور پرنور ﷺ کے صریح یہ الفاظ دکھلا دے کہ نماز میں عندالرکوع، رفع یدین کرنے والے اس قابل ہیں کہ ان کو مساجد سے نکال دیا جائے اور ان کے پیچھے نماز درست نہیں اور نہ ان کو مسلمان شمار کیا جائے بلکہ رفع الیدین کو مکھیاں اڑانے سے مشابہت دینا عین ثواب ہے، اس کو سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

۳۔ جو کوئی کسی صریح حدیث میں حضور ﷺ کے عین یہ الفاظ دکھلا وے کہ خلف الا مام سورۃ فاتحہ پڑھنا قطعاً حرام ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ انکے منہ میں پتھر و کنکر بھر دیئے جائیں، اسکو ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔

۴۔ جو کوئی کسی صحیح حدیث میں حضور پرنور فخر عالم ﷺ کے صریح یہ الفاظ دکھلا وے کہ گاؤں میں ادائے جمعہ قطعاً حرام ہے اور پڑھنے والے فاسق فاجر ہو جاتے ہیں تو اس کو مبلغ ایک سو روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔

نوٹ۔ حوالہ کتاب صحیح ہو، اور حدیث پیشکردہ متناً واسناداً عین اصول محدثین کے مطابق ہو اور صریح یہی الفاظ ہوں جو سوالات میں تحریر کئے گئے ہیں۔ تاویلات کا ہرگز دخل نہ ہو اشارات و کنایات سے ثبوت دینے والے فضول متصور ہونگے (اخبار محمدی دہلی ۱۵ مئی ۱۹۲۹ء ص ۴)

اشتہار بالا کے چند ماہ بعد درج ذیل اشتہار شائع ہوا:

ایک ہزار روپیہ کا انعام

میں اس شخص کو دونگا جو شخص ایک حدیث صحیح ان معنی کی دیں گے کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی نماز میں رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کیا ہو، یا پہلے کیا ہو بعد میں ترک کر دیا ہو۔ محمد رفیع مالک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء ص ۱۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اخبار محمدی دہلی میں بھی یہ اشتہار بایں الفاظ جاری ہوا:

ایک ہزار روپیہ کا نقد انعام

میں اس شخص کو ایک ہزار روپیہ دونگا جو شخص ایک صحیح حدیث ان معنوں کی دیں گے کہ: رسول اللہ ﷺ نے کسی نماز میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کیا ہو، یا پہلے کیا ہو بعد میں ترک کر دیا ہو۔

ہے کوئی دنیا میں خوش قسمت انسان کہ ایک صحیح مرفوع حدیث ترک رفع الیدین کی دے اور ایک ہزار روپیہ نقد انعام لے، اور اگر نہ پیش کر سکے تو صحیح مرفوع حدیثوں سے منہ موڑنا اور ان پر عمل نہ کرنا کسی مسلمان ایمان دار کی شان نہیں ہو سکتی۔ (المشتہر۔ محمد رفیع۔ مالک مسلم سٹور۔ پھاٹک حبش خان۔ دہلی)۔ (اخبار محمدی دہلی یکم اگست ۱۹۲۹ء ص ۳)

مشتہر جناب محمد رفیع نے پھر بالفاظ ذیل اشتہار دیا:

میرا ایک اشتہار ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء کے اہل حدیث (امرتسر) میں شائع ہوا جس کی بابت میرے پاس چند خط آئے ہیں۔ ان سب حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ میں نے روپیہ ایک ہزار حاجی کرم الٰہی صاحب فارورڈنگ ایجنٹ فرم آر اے کمپنی صدر بازار سرائے اسحاق اللہ والہ کے پاس جمع کرا دیا ہے۔ لہٰذا آپ حضرات فوراً وہ صحیح مرفوع غیر مجروح حدیث ترک رفع یدین کی میرے اشتہار کے شرائط کے مطابق پیش کریں اور وہ انعامی رقم حاصل کریں۔ محمد رفیع مالک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی (اہلحدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۲۹ء ص ۱۵)

اس کے بعد جناب محمد رفیع صاحب نے، **رفع تنازع**، کے عنوان سے لکھا:

ایک ماہ ہوا میں نے ایک ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار رفع الیدین عند الرکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت نہ کرنے کے یا ترک کرنے کے ثبوت بذریعہ صحیح مرفوع حدیث کے لئے دیا تھا۔ ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء کو روپیہ بھی جمع کرا کر بذریعہ اشتہار اعلان عام کر دیا تھا۔ دہلی جیسے علمی شہر میں ہزاروں کی تعداد میں یہ اشتہار تقسیم کئے گئے۔

میں چاہتا تھا کہ اگر ایک بھی صحیح صریح مرفوع حدیث عدم یا ترک رفع یدین کی مل جائے تو میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کثرت کے ساتھ مل جاؤنگا اور جماعت اور شیرازہ بندی کیلئے ایک ہزار روپیہ خرچ کرنا کوئی حقیقت نہ تھا۔ افسوس کہ آج تک کوئی صحیح مرفوع حدیث کہیں نہ ملی۔ لہذا کیا یہ کہنا بجا ہے کہ رفع یدین نماز میں دونوں مذکورہ بالا موقعوں پر جناب رسول اللہ ﷺ کرتے رہے؟ اور مسلمانوں کو حضور ﷺ ہی کی اتباع کا حکم ہے تو اب مطلع صاف ہے اگر حضور ﷺ کی اتباع سب مل کر کریں تو تنازعات رفع ہو کر سب ایک ہو جائیں۔

محمد رفیع مالک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی (اخبار محمدی دہلی ۱۵۔ اگست ۱۹۲۹ء ص ۱۳)

چند روز بعد جناب محمد رفیع نے لکھا:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میرے دو اعلان اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۹ جولائی اور ۱۶ اگست ۱۹۲۹ء میں نکل چکے ہیں جن کے جواب میں مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب نے ایک اشتہار دیا ہے۔ سو مولانا کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ کے ایک ایک لفظ کا جواب بفضلہٖ میرے پاس ہے لیکن میں سر دست آپ کو موقع نہیں دینا چاہتا کہ آپ خلط مبحث کر کے اصل مسئلہ کو خورد برد کر دیں، جو آپ کی اصل مراد ہے۔ لہذا میں جناب کو مکرر سہ کرر چیلنج دیتا ہوں کہ رفع الیدین رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت نہ کرنے کی مرفوع غیر مجروح صحیح صریح حدیث بذریعہ اشتہار کے ثابت کر کے رقم امین صاحب سے لے لیں۔ مسلمانان دہلی آپ کے منتظر ہیں۔ خادم المسلمین محمد رفیع مالک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۲۹ء۔ ص ۱۵)

چند روز بعد جناب محمد رفیع نے لکھا:

مولوی اشفاق الرحمٰن مدرس فتح پوری دہلی ایک ہزار روپیہ لے لیں

جناب کا ایک اشتہار میرے اشتہار کے جواب میں میری نظر سے گذرا۔ گو اس کے ایک ایک لفظ کا جواب بفضلہٖ میرے پاس موجود ہے لیکن سر دست میں آپ کو موقعہ دینا نہیں چاہتا کہ آپ خلط مبحث کر کے اصل مسئلہ کو خورد برد کر دیں جو آپ کی اصل مراد ہے۔ لہذا میں جناب کو مکرر سہ کرر چیلنج دیتا ہوں کہ رفع یدین رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت نہ کرنے کی مرفوع غیر مجروح صحیح صریح حدیث بذریعہ اشتہار کے ثابت کر کے رقم امین صاحب کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاں سے لے لیں۔مسلمانان دہلی منتظر ہیں کہ آپ فوراً حدیث شائع کر دیجئے۔لیکن میرا دعوی ہے کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلواران سے وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

مولانا! آپ کو خدا کی قسم ہے، میرا اشتہار پڑھتے ہی ایسی حدیث اگر آپ کے پاس ہو تو بلاغور علی الفور بذریعہ اشتہار کے شائع کر دیں۔ورنہ خدا کا خوف کیجئے اور مسلمانوں کو صحیح حدیث پر عمل کرنے دیجئے۔والسلام۔المرقوم۔۸۔اگست ۱۹۲۹ء۔

خادم المسلمین محمد رفیع مالک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی

(اخبار محمدی دہلی۔یکم ستمبر ۱۹۲۹ء۔ص ۱۳)

پھر، مرادآباد میں رفع الیدین کا چرچہ، کے عنوان سے حسب ذیل تحریر نکلی:

رفع یدین نہ کرنے کی صحیح صریح مرفوع غیر مجروح حدیث پیش کرنے پر ایک ہزار روپے کے انعامی اشتہار جب مرادآباد میں بٹے، تو اس پر حنفیوں میں کھلبلی پڑ گئی۔دوڑے ہوئے اپنے مولویوں کے پاس گئے۔وہاں سے ایک دستی تحریر کے ذریعہ اہلحدیث سے ایسی ہی رفعدین کرنے کی حدیث اسی انعام پر طلب کی گئی، لیکن حنفی مولوی نے خدا جانے کیوں اس پر اپنے دستخط نہ کئے۔تاہم اہل حدیث کے پاس کہیں ان کی تحریر پہنچ گئی جس پر انہیں اس مضمون کا نوٹس دیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب مولوی عزیز احمد مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد۔السلام علیکم۔

کل ۱۱ ستمبر ۱۹۲۹ء کو آپ نے بدوکان سعید احمد ساوہ کار بازار فیض گنج تحریر ذیل لکھ کر دی:

رفع الیدین پر حدیث مرفوع متصل مشہور متواتر قول غیر مجروح لائیے۔ایک ہزار روپیہ دونگا

مگر آپ نے اس پر دستخط نہیں کئے۔دور اندیش لوگوں نے آپ کو دستخط کرنے سے بچا لیا، اگرچہ متعدد شہادات اس پر موجود ہیں۔

اب بذریعہ نوٹس ہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ انجمن اہل حدیث مرادآباد آپ کو رفع یدین کرنے کی حدیث مرفوع مشہور متواتر حسب تصریح آئمہ محدثین قول غیر مجروح پیش کر کے ایک ہزار روپیہ کا مطالبہ کرے گی۔اس کی منظوری کے لئے ایک ہفتہ کی آپ کو مہلت ہے۔

فقط۔بندہ عزیز عفی عنہ منجانب انجمن اہل حدیث مرادآباد محلّہ سا ہو۔۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجسٹری شدہ نوٹس مذکورہ بالا لینے سے انکار کیا گیا۔لہذا ۱۶ ستمبر کو واپس آیا۔

ناظرین پر مولوی صاحب کے تعلّی بھرے الفاظ اور اس پر مضمون نوٹس نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ مولوی صاحب کے زعم باطل میں کوئی حدیث مرفوع متصل مشہور متواتر غیر مجروح نہیں ہے، تب ہی تو سرخرو بن کر ہزار روپئہ انعام اپنے قلم سے ایک ممبر انجمن اہلحدیث کو لکھ کر دے آئے۔مگر فی الواقع آپ نے حدیث پڑھی ہوتی یا احادیث پر نظر ہی ہوتی تو یہ لکھنے کی ہرگز جرأت نہ کرتے کہ انجام اس کا رسوائی ہوگا۔مگر انجمن اہلحدیث کی آمادگی نصرت سنت پر آپ کے چھکے چھوٹ گئے ورنہ اگر بخیال فاسد خود سچے ہوتے تو پھر کون امر مانع اور باعث حجاب تھا جو نوٹس کے اقرار اور لینے سے انکار ہوا۔ظاہر ہے کہ اس کا باعث یہ تھا کہ مدرسی و محدثیت اور اقتداء نبوی پر فریبانہ وعظ گوئی کا پردہ فاش ہو جائے گا۔پس یہ مصنوعی محدث بن کر مسند حدیث پر بیٹھنا اور افعال مصطفوی ﷺ کو مکروہ وحرام بتا کر اعراض عن الحدیث سے طلبا کو گمراہ کرنا، اس طریقہ ناجائز سے ملازمت مدرسہ مسلمانوں کی کمائی حاصل کر لینا مسلمانوں کو اشتباہ اور دھوکہ میں ڈالنا ہے یا ان کو صحیح طریقہ سنت پر لانا اور احادیث کا اتباع کرانا ہے حالانکہ سنیت رفع الیدین کی کثرت احادیث کتب صحاح درسی صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرھم میں اس درجہ مشہور ومتواتر ہے کہ صاحب قاموس جن کی جلالت شان محدثین میں بقول مولانا شہید دہلوی مشہور ہے، سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں کہ رفع یدین میں بکثرت روایات متواتر چار سو احادیث واثر صحیح وارد ہیں، اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں۔انتہی۔پھر ان کے تلمیذ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں، امام سیوطی الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں، مولانا شہید دہلوی تنویر العینین میں، مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی طبقات حنفیہ میں، اور اشرف المطابع تھانہ بھون کے اربعون متواترہ میں احادیث رفع یدین کو مشہور ومتواتر بتایا گیا ہے، جس کے انکار پر کتب فقہ میں کفر کا فتوی دیا گیا ہے۔اسی لئے امام بخاری نے علی بن مدینی سے روایت کی ہے کہ لازم ہے مسلمانوں پر رفع یدین کرنا از روئے حدیث (متفق علیہ) زہری عن سالم کے۔آیئے علماء دیوبند کی متفقہ براہین قاطعہ ص ۱۲۱ دیکھئے کہ رفع یدین کو امر لازم شدہ شارع کا بتلایا گیا ہے۔نیز مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی درس تقریر ترمذی میں آپ جیسوں کی چالوں کو رد کر کے کہہ گئے ہیں کہ افسوس ہے رفع یدین میں باوجود کثرت احادیث صریحہ کے امام صاحب کی آڑ پکڑیں اور ہوائے نفس سے کہیں کہ ہمارے امام کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب نہیں ہے۔ ملخصاً۔ لہذا اگر آپ میں یا آپ کے معاونین اکابر وا صاغر میں کچھ ہمت ہے تو حدیث صحیح غیر مجروح مرفوع سے رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین نہ کرنا ثابت کر کے ہزار روپیہ جمع کردہ شیخ محمد رفیع دہلی سے وصول کر لیجئے یا ہزار روپیہ موعودہ جس کی آپ تحریر دے چکے ہیں پندرہ روز کے اندر بذریعہ اشتہار یا نوٹس تحریر کیجئے اور رقم جمع فرمایئے منجانب انجمن اہل حدیث آپ کو آپ کے شرائط کے مطابق جواب دیا جائے گا۔ اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے اور ہم وثوق سے کہتے ہیں کہ انشاء اللہ آپ ہرگز نہ کریں گے تو کم از کم شرم کر کے سنت پر عمل کیجئے اور مسلمانوں کو عمل کرنے کی ترغیب دلایئے۔ فقط۔

افسوس کہ میعاد گذر گئی اور سارے حنفی علماء خاموش ہیں۔ اب بھی کوئی اس سنت پر عمل نہ کرے تو ہم سمجھیں گے کہ وہ رسول ﷺ کا امتی نہیں، ابوحنیفہ کا امتی ہے۔

المشتہر۔ ابوطیب اشفاق احمد صدر انجمن اہلحدیث مرادآباد۔ مسجد اہلحدیث سبزی بازار چوک۔ (اخبار محمدی دہلی۔ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء ص ۶)

تقریباً دو ماہ بعد جناب محمد رفیع نے لکھا:

ہزار روپئے لیجئے

آج عرصہ دراز کے بعد اخبار تاج میری نظر سے گذرا جس میں محترم مولوی عبداللطیف مدرس مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ نے چند احادیث واقوال رجال عدم رفع یدین کی دلیل میں درج فرمائے ہیں۔ میرے اشتہار پر غور نہیں فرمایا کہ میں کیا مانگتا ہوں۔ میں صحیح مرفوع حدیث کا طالب ہوں اور مولوی صاحب نے جو روایات وآثار پیش کئے ہیں وہ ناظرین ملاحظہ کریں کہ ان روایات کی کیا حقیقت ہے۔ میں طوالت کے خوف سے صرف ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

پہلی حدیث یعنی حدیث عبداللہ بن مسعود کی حقیقت:

امام ابوداؤد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں (ابوداؤد مجتبائی ج ۱۔ ص ۱۱۶)۔ امام ابن المبارک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں (ترمذی مجیدی۔ ص ۴۳)۔ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں (دارقطنی ج ۱ ص ۱۱۰)۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (تلخیص الحبیر۔ ص ۸۳)۔ باقی رہا امام ترمذی کی تحسین کرنی۔ افسوس مولوی صاحب پہلے حسن کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تعریف انہی کی کتاب العلل ترمذی میں دیکھ لیتے۔

دوسری حدیث یعنی حدیث براء بن عازب کی حقیقت:

جتنے حفاظ ہیں سب کا اتفاق ہے کہ تحقیق اسکا قول (ثم لا یعود به) حدیث میں مدرج ہے یعنی راوی کا مقولہ ہے، حدیث نہیں ہے۔ دوسرے امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف فرمایا ہے اور امام احمد، امام یحی اور حمیدی اور ان کے علاوہ بہت لوگوں نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور امام بزاز نے فرمایا کہ یہ قول ثم لا یعود اس حدیث میں صحیح نہیں ہے (تلخیص الحبیر۔ص ۸۳)۔ نیز اسی روایت میں ایک راوی یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے (کذا فی التقریب التہذیب) بھلا یہ حدیث اب کس طرح عدم رفع الیدین کے لئے حجت ہوسکتی ہے۔

ابراہیم نخعی کے قول کی حقیقت:

ابراہیم نخعی کے قول کا جواب یہ ہے کہ

اولاً تو اس روایت کی سند میں حسین بن عبدالرحمٰن ہیں جس کا حافظہ اخیر میں خراب ہوگیا تھا (دیکھو تقریب التہذیب)۔

دوم، یہ ابراہیم کا خیال ہے۔ اس سے حدیث مرفوع صحیح جو متعدد طرق سے ثابت ہے نہیں ردّ کی جاسکتی جیسا کہ امام بخاری نے بھی اپنے رسالہ جزء رفع الیدین میں لکھا ہے۔

سوم، یہ قول یا خیال ابراہیم کا عقلاً بھی غلط ہے اس لئے کہ وائل بن حجر صحابی دو مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہ معلوم کتنے کتنے روز ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ تین تین روز بھی آ کر ٹھہرے ہوں تو تیس نمازیں ہوئیں، اور اگر کم از کم ایک ایک روز بھی ٹھہرے ہوں، تو دس نمازیں ہوئیں۔ پھر ایک مرتبہ کیسا دیکھنا ہوا۔ نیز عبداللہ بن مسعود تو ہمیشہ حاضر خدمت رہے کیا انہوں نے صرف پچاس نمازیں ہی دیکھیں۔ بہر حال قول ابراہیم کا بالکل باطل ہے۔ اور نیز عبداللہ بن مسعود اور براء بن عازب کی روایت تو صحیح نہیں۔ علاوہ اس کے وہ بالکل مجمل اور مختصر ہے اس سے رفع یدین کی نفی کیسے ثابت ہوئی۔ ورنہ اس میں تو تعداد رکعات و رکوع سجود و تشہد وغیرہ کا بھی ذکر نہیں۔ پھر وہ بھی آپ منسوخ یا محذوف بتائیں گے۔

دوم اس میں تو صرف تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کا ذکر ہے کہ وہ ایک مرتبہ کیا۔ یعنی دو تین مرتبہ نہیں۔ سو ہم بھی بوقت تکبیر تحریمہ ایک ہی مرتبہ رفعیدین کرتے ہیں زیادہ نہیں، پھر یہ آپکی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلیل کیسی ہوئی۔

اور باقی جو آثار ہیں ابن زبیر وغیرہ سے نقل کئے ہیں اولاً تو سب کے سب بے اصل و بے سند ہیں، کسی با سند کتاب میں نہیں۔ صرف حاشیوں میں بلا سند نقل کر دیے ہیں جو کسی طرح بھی مقبول نہیں ۔ نیز ابن زبیر و دیگر صحابہ و خلفاء راشدین سے رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ صحاح ستہ وغیرہ سے واضح ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے اشتہار کے موافق حدیث مرفوع صحیح صریح جس تفصیل سے کہ رفع یدین کی ہے، اسی طرح نفی کی ثابت کیجئے اور ہزار روپیہ لیجئے۔ ایرے غیرے کے اقوال سے سروکار نہیں ۔ نماز رسول اللہ ﷺ نے خود ادا فرما کر صحابہ کو سکھائی اور فرمایا اس طریق پر ادا کیا کرو۔ وہ طریق صحیح صریح مرفوع حدیث سے ثابت فرمایئے۔ دگر ہیچ۔ ما اہل حدیثیم و دغا را نشاسیم۔

خاکسار محمد رفیع ماک مسلم سٹور پھاٹک حبش خان دہلی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء ۔ ۹ شعبان ۱۳۴۸ھ ص ۱۰)

پھر احناف نے ایک رسالہ لکھا جس کا جواب ۱۳۴۹ھ میں حکیم محمد اسماعیل دہلوی نے لکھا۔ اور حافظ حمید اللہ کے زیر اہتمام جامعہ ملیہ پریس دہلی سے شائع ہوا۔ اس میں حکیم اسماعیل بتاتے ہیں:

ان دنوں ایک رسالہ عدم رفع یدین کے متعلق میری نظر سے گذرا جس کے مصنف مولوی محمد اشفاق الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی ہیں۔ اس رسالہ کا نام نور العینین فی تحقیق رفع الیدین ہے... اس میں احادیث صحیحہ مرفوعہ کے مقابل حدیث ضعیف و آثار ضعیفہ سے کام لیا گیا ہے۔ مولوی اشفاق الرحمٰن نے لکھا ہے:

مسلّمات فرق اہل سنت کی دعوت کے اختلافیات کی صدائے بے ہنگام سے شور محشر برپا کیا۔

حکیم اسماعیل نے کہا:

رفع الیدین مسلّمات سے ہے جملہ محدثین و محققین احناف رفع یدین کی حدیثوں کو قبول و تسلیم کر چکے ہیں۔ کسی محدث سے اس کا انکار ثابت نہیں لہذا اس کی دعوت مسلّمات سے ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔

اشفاق صاحب کہتے ہیں: بعد صحت روایت کثرت طرق اور قلت طرق مساوی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکیم صاحب کہتے ہیں:

آپ کا یہ قاعدہ غلط ہے۔محدثین اس کو تسلیم نہیں کرتے علم حدیث میں محدثین کے اصول کی ضرورت ہے کسی محدث کا حوالہ دیتے تو قابل سند ہوتا۔فن حدیث میں ابن ہمام کو کیا دخل؟ کیا ابن ہمام کوئی محدث ہیں، کیا کسی نے ان کو محدثین کے زمرہ میں شمار کیا۔امام حازمی کتاب الاعتبار میں فرماتے ہیں: فیما یر جح به ا حد الجا نبین علی ا لآ خر کثرة العدد فی ا حد الجا نبین و هی مؤثرة فی با ب الروا یة لانها تقرب مما یو جب العلم و هو التوا تر ..الخ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کثرت طرق باب روایت میں ضرور مؤثر ہے کیونکہ کثرت طرق تواتر کو ثابت کرتا ہے۔ جب اصول محدثین یہی ٹھہرا کہ کثرت طرق باعث ترجیح ہے قلت طرق پر تو اس کے خلاف آپ کی کون سنتا ہے..

(جلاء العینین فی اثبات رفع الیدین عن رسول الثقلین ۔ص ۱۶۔۱۷)

اس رسالے پر جناب احمد اللہ مدرس دار الحدیث رحمانیہ، جناب محمد یونس مدرس مدرسہ میاں صاحب، جناب عبدالجبار مدرس مسجد کلاں صدر بازار دہلی کی تقریظات ہیں۔ جناب محمد یونس نے لکھا ہے: مولوی اشفاق الرحمٰن نے پہلے تو بعض اعیان اہل حدیث سے اشتہاری چھیڑ چھاڑ بابت رفع الیدین شروع کئے اور مناظرہ کا چیلنج دیا۔ جماعت اہل حدیث دہلی کی طرف سے ان کی صدائے مناظرہ پر لبیک ہوئی ۔آخر مولوی صاحب موصوف نے مناظرہ سے راہ فرار اختیار کی۔ بعد ازاں مولوی اشفاق الرحمٰن نے ایک تحریری مناظرہ مولانا احمد اللہ سے شروع کر دیا۔آخر فاضل اجل مولانا احمد اللہ نے ایک ایسی تحریر مسکت مولوی صاحب کو روانہ کی جس کے جواب سے مولوی صاحب لاجواب ہو گئے۔اور ایک عرصہ تک خاموش ہو کر پھر مولوی صاحب ایک رسالہ مسمی نور العینین کی صورت میں ظاہر ہوئے..اللہ تعالی مولوی حکیم محمد اسماعیل کو خوش رکھے کہ انہوں نے مولوی اشفاق الرحمٰن کے رسالہ کی پوری قلعی کھول کر رکھ دی.

(جلاء العینین ۔ص ۱۹۴)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ حاشیہ نمبر ۶ :

آیات القرآن فی بعض مسائل تقویۃ الایمان

گیا والے مقدمے میں احناف نے جو الزامات اہل حدیث پر لگائے تھے وہ عموماً شاہ محمد اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کی بعض عبارات سے کشید کئے گئے تھے اور یہ الزامات نہ صرف اس مقدمے میں لگائے گئے تھے بلکہ اس سے پہلے اور زمانہ مابعد میں بھی لگائے جاتے رہے ہیں۔ جن کے جوابات وقتاً فوقتاً دیئے جاتے رہے ہیں۔ اس موضوع پر شائد سب سے مفصل کتاب جناب عزیز الدین مراد آبادی کی اکمل البیان ہے جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں کئی سال تک قسط وار شائع ہوتی رہی اور بعد میں جناب عطا اللہ حنیف بھوجیانی نے لاہور سے کتابی شکل میں شائع کروئی۔ یہ تحریر بہت مفصل ہے جسے کتاب ہذا میں سمونا بہت مشکل ہے۔ اس کی بجائے ہم ایک اور تحریر کی تلخیص شامل اشاعت کرتے ہیں جو علی گڈھ یونیورسٹی میں شعبہ دینیات کے استاد، سید اقتدار احمد سہسوانی نے دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے ماہنامہ محدث میں ۱۹۳۹ء میں قسط وار شائع کروائی تھی۔ (بعد ازاں چند اعتراضات کے جوابات حکیم محمد حسین قریشی ایمن آبادی کی اثبات التوحید سے بھی نقل کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ)۔ پہلے چند اعتراضات ملاحظہ فرمائیے :

۱۔ مولانا اسماعیل شہید نے رسول خدا ﷺ کو بشر لکھا چنانچہ تقویۃ الایمان کی فصل پنجم اشراک فی العادت میں لکھتے ہیں :

> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ نہ کسی زندہ کو کیجئے نہ کسی مردہ کو نہ کسی قبر کو کیجئے نہ کسی تھان کو کیونکہ جو زندہ ہے سو ایکدن مرنے والا ہے اور جو مر گیا سو کبھی زندہ تھا اور بشریت کی قید میں گرفتار، پھر مر کر کچھ خدا نہیں بن گیا، بندہ ہی بندہ ہے۔

۲۔ مولانا اسماعیل نے رسول خدا ﷺ کو بندہ اور غلام اور عبد کہا چنانچہ تقویۃ الایمان میں بیان توحید و شرک کے اندر لکھتے ہیں :

> کوئی فرشتہ اور آدمی غلامی سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتا۔
>
> ایضاً عبارت منقول اعتراض نمبر ا

۳۔ مولانا اسماعیل نے رسول اللہ ﷺ کو بڑا بھائی لکھا چنانچہ فصل پنجم اشراک فی العادات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں لکھتے ہیں:

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا اور بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہیے۔

۴۔ مولانا اسماعیل نے خدا تعالیٰ کے سامنے تمام مخلوق کو چوہڑے چمار لکھ کر حضرت رسول خدا ﷺ کی توہین کی چنانچہ فصل اول اجتناب عن الشرک میں لکھا ہے:

اور یہ یقین جاننا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے

۵: مولانا اسماعیل نے تقویۃ الایمان میں رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے سے انکار کیا چنانچہ فصل ثانی اشراک فی العلم میں لکھا ہے:

غیب کی بات سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا نہ فرشتہ نہ آدمی نہ جن۔

دوسری جگہ لکھا ہے:

یہ اللہ ہی کی شان ہے کسی ولی نبی کو جن و فرشتہ کو پیر و شہید کو امام و امام زادہ کو بھوت پری کو اللہ نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ وہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر لیں۔

جوابات

☆ **بشریت انبیاء:**

اللہ تعالیٰ نے جنات کو آگ سے، ملائکہ کو نور سے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ مسلم میں ہے:

قال خلقت الملا ئکة من نور و خلق الجان من مار ج و خلق آدم ممّا وصف لکم ۔ (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیدا کئے فرشتے نور سے اور پیدا کیا جنات کو آگ سے اور پیدا کیا آدم کو اس سے جو تمہیں بتا دیا گیا)۔

سورہ اعراف میں ہے:

خلقتنی من نا رٍ و خلقته من طین ۔ (مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس (آدم) کو مٹی سے) لم اکن لا سجد لبشرٍ خلقته من صلصا ل من حمأٍ مّسنو ن (بشر جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے میں اسے سجدہ نہ کرونگا۔ کیا میں اسے سجدہ کروں گا جسے مٹی سے پیدا کیا ہے أأسجد لمن خلقت طیناً ۔ (بنی اسرائیل ۔ ۶۱)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش مٹی سے ہوئی۔ ممکن ہے کہ کوئی جاہل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہدے کہ یہ مقولہ شیطان کا ہے۔ جواب یہ ہے:

اول: کہ یہ مقولے اس وقت کے ہیں جب وہ معلم الملکوت مقرب بارگاہ تھا۔

دوم: جب اللہ نے کہیں اس مقولہ کا رد نہیں فرمایا تو قابل تسلیم ہے ورنہ اس قسم کے مواقع پر اللہ تعالیٰ ان کا رد فرما کر اصل بات ظاہر فرما دیتا ہے۔

سوم: یہ کہ سورہ زمر میں ہے:

اذ قال ر بّک للملائکۃ انّی خالق بشراً من طین (جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں آدمی کو مٹی سے پیدا کرتا ہوں)،

اور سورہ الرحمٰن میں ہے:

خلق الانسا ن من صلصال کا لفخار و خلق الجانّ من مّارج من نار (انسان کو مٹی سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا)۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ انکے بعد ان کی بی بی حضرت حوا کو انہی کے پہلو سے پیدا کیا۔

ھو الّذی خلقکم من نفسٍ وا حدۃ و جعل منھا زوجھا (اعراف۔ ع ۱۴) وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے جوڑے کو بنایا۔ پھر انہی دونوں کی اولاد بڑھتی گئی)۔

یا ایّھاالنّاس اتّقوا ربّکم الّذی خلقکم من نفسٍ وّا حدۃٍ و خلق منھا زوجھا و بثّ منھما رجالاً کثیراً وّ نساء اً۔ (نساء ع ۱۲)۔

(اے لوگو! اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا پھر ان دونوں سے بکثرت مرد اور عورتیں پیدا کیں)۔

پھر جب حضرت آدم کی اولاد بکثرت ہوگئی اور دنیا میں پڑ گئی، تعلقات عبد و معبود کو بھولنے لگی تو اللہ نے انہی آدمیوں میں سے نبی اور رسول منتخب فرمائے اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن النّاس (حج۔ ع ۱۷) (اللہ تعالیٰ، رسول منتخب فرماتا ہے فرشتوں اور آدمیوں سے)۔ لیکن جو رسول فرشتوں میں سے چنے گئے یہ وہ تھے جو کہ انبیاء و رسل کو جو آدمی تھے منجانب اللہ تعلیم دیتے تھے اور اللہ کے پیام ان کے پاس پہونچاتے تھے جیسا کہ حضرت جبریل کی نسبت ہے:

علّمہ شد ید القوی ذو مرّۃ (نجم ع ۵) (سکھایا اس کو (جبریل) قوت والے نے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نزل به الرّوح الامین (شعراء۔ع ۱۵) (لایا اس کو (جبریل) روح الامین)۔
انّه لقول رسولٍ کریم۔ ذی قوةٍ عند ذی العرش مکین مطاع ثمّ امین (تکویر)۔ (یہ کہنا ہے (جبریل) پیامبر بزرگ صاحب قوت کا جو صاحب عرش کے نزدیک بارتبہ ہے۔اس جگہ اس کا کہنا مانا ہوا ہے امانت دار ہے)۔

پھر کثرت اولاد آدم کے ساتھ حسب ضرورت ہر جگہ نبی یا رسول بھیجے گئے:

و ان من امّةٍ الّا خلا فیها نذیر (فاطر۔ع ۱۵) (کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی نذیر نہ ہوا ہو)۔

و لکلّ قوم هادٍ ۔(رعد)۔(اور ہر قوم میں ہادی ہے)۔

و لقد بعثنا فی کلّ امّة رسولاً ۔(ہم نے ہر امت میں رسول اٹھائے)

ہم دیکھتے ہیں کہ نباتات میں ہمیشہ گیہوں سے گیہوں، جو سے جو، اسی طرح دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔گندم از گندم بروید جوز جو۔یہی طریق چرند و پرند وحوش و بہائم میں ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔یہی طریقہ انسانوں میں ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کی اولاد سے نسلاً بعد نسلٍ اور قرناً بعد قرنٍ اور بطناً بعد بطنٍ انسان ہی نبی و رسول ہوتے رہے۔حضرات ابراہیمؑ، نوحؑ، شیثؑ، لوطؑ، عزیرؑ، صالحؑ، یوسفؑ، عیسیٰؑ، موسیٰؑ، ہارون، یعقوب اور دیگر تمام انبیاء و رسل علیہم السلام صاحب کتب و صحائف بنی آدم ہی تھے۔ ان سب کے بعد خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تشریف لائے چونکہ آپ ﷺ کے والدین بھی انسان ہی تھے اسلئے حسب قانون قدرت آپ بھی بشر تھے اور آپ کی بشریت میں شک کرنا عقلاً دلیل حمق ہے اور یہی مخالفین کا پہلا اعتراض ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بشریت پر مثل دیگر انبیاء کی بشریت کے قرآن پاک شاہد ہے۔سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

ابعث اللّٰه بشراً رسولاً (کیا اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)۔

سورہ انعام میں ہے:

و ما قدروا اللّٰه حقّ قدره اذ قالوا ما انزل اللّٰه علی بشرٍ من شیء (انہوں نے کچھ اللہ کی قدر نہ کی جب یہ کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہیں اتارا)۔

اب جو یہ کہتے ہیں کہ جس طرح کفار انبیاء کو شاعر، کاہن، ساحر کہتے تھے اسی طرح انہوں نے بشر کہا۔اس جواب اول یہ ہے کہ جہاں کہیں اللہ نے کفار کے مقولے بیان فرمائے ہیں ان کا ردّ بھی فرما دیا ہے جیسے و ما علّمناه الشعر (یسین) ۔(ہم نے اسے شاعر نہیں بنایا)۔والشّعراء یتّبعهم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الغاوون (شعراء) (شاعروں کا اتباع کرنے والے گمراہ ہیں)۔ وما صا حبکم بمجنون۔(تکویر) (تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے)۔ پس اگر بشریت بھی کفار کا غلط قول ہوتا تو اس کا بھی ردّ فرما دیا جاتا۔

دوم یہ کہ سورہ ابراہیم میں ہے:

قا لت لھم رسلھم ان نحن الّا بشر مّثلکم ۔(ان سے انکے رسولوں نے کہا ہم تو تم ہی جیسے آدمی ہیں)۔

یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ آیت بالا میں لفظ ان اور الّا نے بقاعدہ نحو، حصر کا فائدہ دیا جس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم جن ہیں نہ حور نہ فرشتہ نہ کچھ اور فقط آدمی ہیں اور وہ بھی ایسے ہی جیسے تم ہو۔

سورہ بنی اسرائیل میں ہے:

قل سبحان ربّی ھل کنت ا لّا بشراً رسولاً (کہدے (اے محمد) میرا رب پاک ہے اور میں تو صرف آدمی ہوں اور رسول ہوں)۔

جس طرح آیت بالا میں حصر تھا اسی طرح اس آیت میں لفظ ھل اور الّا نے وہی فائدہ دیا یعنی یہ کہ بجز بشریت و رسالت کے مجھ میں اور کوئی بات نہیں۔

سورہ یوسف میں ہے: و ما ارسلنا من قبلک الّا ر جالاً نّو حی الیھم ۔(تجھ سے پہلے بھی ہم نے مرد ہی رسول بھیجے تھے ان پر وحی آتی تھی)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے لفظ رجل سے مرد کی تخصیص فرما دی جو انسان کے ذکور کے لئے مخصوص ہے۔

سورہ کہف میں ہے: قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ ۔(کہدے اس کے سوا کوئی بات نہیں ہے کہ میں تم ہی جیسا آدمی ہوں مجھ پر وحی آتی ہے)۔

ان دونوں مؤخر الذکر آیتوں میں لفظ انّما نے بقاعدہ نحو، حصر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ فرشتہ ہوں، نہ حور ہوں، نہ کچھ اور، فقط آدمی ہوں اور وہ بھی ایسا ہی جیسے تم ہو، البتہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور لفظ مثلکم نے صاف کر دیا کہ تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔

یہ وہ آیتیں ہیں جن میں لفظ بشر آیا ہے ان کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے بشریت رسول ثابت ہوتی ہے مثلاً:

و لو جعلناہ ملکاً لجعلناہ رجلاً (انعام) (اگر ہم اسے (رسول کو) فرشتہ بناتے تو بھی مرد ہی بناتے) ۔اس آیت میں لفظ ر جل ہے جس کا ترجمہ انسان مرد ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لقد جاء کم رسول مّن انفسکم ۔(تمہارے پاس تمہارے ہی نفوس میں سے رسول آیا)۔

پس اگر تم آدمی ہوتو آدمی اور اگر تم کچھ اور ہوتو کچھ اور۔اور بروایت انفسکم تمہارے انفس یعنی اشرف میں سے،یعنی جولوگ تم میں سے شریف ہیں ان میں سے رسول آیا،اورتم آدمی ہولہذا رسول بھی آدمی ہوئے۔

ملاعلی قاری حنفی، شرح شفامیں لکھتے ہیں:

من انفسهم بضمّ الفاء من جنسهم العربی او البشری دون الملکی۔(یعنی من انفسهم ف کے پیش کے ساتھ ہے جس کے معنی یہ ہیں ان عربوں میں سے یا آدمیوں کی جنس سے،نہ ملائکہ میں سے)۔ انفسهم بفتح الفاء ای اشر فهم و اعظمهم فی نفوسهم ،(ف کی زبر کے ساتھ انفسهم کے یہ معنی ہیں،تمہارے اشراف میں سے)۔

اوراسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انّه جعل من جنسکم البشری فانکم لم تطیقوا علی التلقین الملکی و لیکو ن ادعی الی متابعة حیث یفعل هو ایضاً بمقتضی مقالته و لو کان ملکا لربما قیل ان القوة البشریة لیست کا لقدرة الملکیة۔(تمہاری جنس بشری میں سے اس لئے کہ اگر رسول فرشتہ ہوتا تو تم اس کی تلقین میں رسول ملکی کی متابعت نہ کر سکتے اس لئے کہ قوت بشری قدرت ملائکہ جیسی نہیں)۔

تفسیر بیضاوی میں من انفسکم کی تفسیر میں لکھتے ہیں من جنسکم عر بی مثلکم (یعنی تم جیسا تم عربوں میں سے)۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:

فی تفسیره و جوه:الاوّل یر ید انّه بشر مثلکم کقوله تعالی: ا کان للنّاس عجباً ان اوحینا الی رجلٍ منهم۔ وقوله: انا بشر مثلکم ۔والمقصود انّه لو کان من جنس الملا ئکة لصعب الامر بسببه علی النّاس علی ما مر تقریره فی سورة الانعا م۔(اس کی تفسیر میں کئی وجہ ہیں ۔اول یہ کہ اس آیت سے وہ مقصود ہے جو آیات ا کا ن للنّاس عجباً ان اوحینا الی رجلٍ منهم ، اور انا بشر مثلکم میں بتادیا گیا ہے،یعنی یہ کہ تمہارا رسول تم جیسا آدمی ہے۔اورغرض یہ ہے کہ اگر تمہارا رسول فرشتوں میں سے ہوتا تو لوگوں پر معاملہ سخت اور کٹھن ہو جاتا اور لوگوں کو اس کے اتباع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں مشکل پڑ جاتی جس کا پورا بیان سورہ انعام میں گزرا)۔

پھر امام رازی آیت قل انّما انا بشر مّثلکم کے تحت میں لکھتے ہیں:

بیان کانّه یقول انّی لا اقدرعلی ان احملکم علی الایمان جبراً و قهراً فانّی بشر مّثلکم ولا امتیاز بینی وبینکم ا لّا بمجرّد انّ اللّٰه او حی الیّ و ما او حی الیکم فا نا ابلغ هذا الو حی الیکم ۔(یہ بیان ہے گویا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مجھے یہ طاقت وقدرت نہیں کہ میں تم کو زبردستی ایمان لانے پر مجبور کرسکوں کیونکہ میں تو تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں اور مجھ میں اورتم میں اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ تم پر وحی نہیں آتی مجھ پر اللہ کے پاس سے وحی نازل ہوتی ہے۔ پھر میں اسی وحی کو تم تک پہنچا دیتا ہوں)۔

تفسیر بیضاوی میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

لست ملکاً ولا جنیاً (میں فرشتہ یا جن نہیں ہوں)۔

غرض کہ قرآن مجید میں بہت سی آیات موجود ہیں جو بشریت پر دال ہیں۔ مثلاً

رسولاً مّنکم (تم ہی میں سے رسول)،

رسولا مّنهم (انہی میں سے رسول)،

لقد منّ اللّٰه علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولاً مّن انفسهم (آل عمران)

(اللہ تعالی نے مومنوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے پاس انہی میں سے رسول بھیجا)۔

یہاں یہ بات کہہ دینا بہت ضروری ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث اوّل ما خلق اللّٰه نوری سے رسول اللہ ﷺ کا نور ہونا اور سب سے پیشتر ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب کہ رسول اللہ ﷺ نور ہوئے، تو بشر نہ ہوئے۔ جواب اس کا بچند وجوہ ہے:۔

- اول یہ کہ حدیث اوّل ما خلق اللّٰه نوری معلق ہے اور معلق اقسام مردود سے ہے پس وہ سند اور حجت نہیں ہوسکتی۔ اور یہی حال ہے حدیث مروی براویان مجہول کا جیسا کہ تمام کتب اصول میں لکھا ہوا ہے۔
- دوم یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے دیگر احادیث صحیحہ وآیات قرآنی کے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

خلق السّماوات والارض فی ستّة ایّام و کان عر شه علی الماء (ہود) (زمین وآسمان کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ عرش اور پانی کے بعد زمین وآسمان پیدا کئے گئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بخاری شریف میں ہے:

كان اللّٰه و لم يكن شيء قبله و كان عرشه على الماء ثمّ خلق السّما وا ت و الارض (اللہ سے پہلے کچھ نہ تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ پھر زمین و آسمان کو پیدا کیا)۔

اس میں لفظ ثمّ ہے جو تعقیب کیلئے آتا ہے جسکے معنی بعد کے ہوتے ہیں یعنی بعد کو (پھر) زمین و آسمان بنائے

سنن ابوداؤد میں ہے: اوّل ما خلق اللّٰه القلم۔

(اگر چہ خلقت عرش، قلم سے پیشتر جیسا کہ البیان فی اقسام القرآن میں حافظ ابویعلی ہمدانی کا قول فیصل نقل کیا ہے۔ بہرحال یہ ان صحیح احادیث کے خلاف ہے)۔

- سوم یہ کہ خلقت ملائکہ نور سے ہے جیسا کہ مسلم میں ہے خلقت الملائكة من نور فرشتے نور سے پیدا کئے گئے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے فرشتہ ہونے سے انکار فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

و لا اقول لكم انّى ملك ۔ (ہود)۔ (میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں)۔

- چہارم یہ کہ اگر مان لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نور الٰہی سے نور تھے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ نور، نور الٰہی کا کل تھا یا جزء۔ اگر کل تھا تو رسول اللہ ﷺ مجسم خدا ہوئے۔ عام اس سے کہ وہ حلول طریانی ہو سریانی۔ اور اگر وہ نور، نور الٰہی کا جزء تھا تو خدا کے نور کی تجزی ہوگئی۔ اور یہ دونوں شقیں باطل ہیں اور عقل و مذہب کے خلاف ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ کا نور نہ ہونا اور بشر ہونا ثابت۔

اب رہا اللہ تعالیٰ کا نور فرمانا، تو تمام مفسرین نے اس نور کو بمعنی منوِر (روشن کرنے والا) لکھا ہے اور آنحضرت ﷺ ظلمت کفر و شرک میں نور اور نور توحید و نور اسلام سے ظلمت کدہ جہان کے منوِر تھے اور یہ اسی طرح فرمایا ہے جس طرح قرآن اور توراۃ وغیرہ کو نور کہا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بخاری و مسلم میں صوم وصال میں لست كاحدٍ منكم اور لست كهيئتكم آیا ہے، انکے معنی یہ ہیں: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تمہاری ہیئت پر نہیں ہوں۔ اور چونکہ حدیث آیت کی مفسر اور آیت سے موخر ہے پس اس حدیث نے آیات بشریت کو منسوخ کر دیا۔ اس کے چند جواب ہیں۔

- اول یہ کہ نسخ احکام میں ہوا کرتا ہے نہ کہ اخبار میں اور یہ تمام آیات بشریت، اخبار ہیں۔ پس نسخ کی کوئی وجہ نہیں۔ طیبی شرح حدیث عثمان بن مظعون میں لکھتے ہیں:

انّ النّسخ على تقدير صحّة تاخير النّاسخ انّما يكو ن فى الاحكام لا فى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاخبار (نسخ احکام میں ہوتا ہے نہ اخبار میں اور وہ بھی جب کہ ناسخ کا مؤخر ہونا ثابت ہو)۔
پس یہ آیات منسوخ نہیں ہوسکتیں۔

- دوم۔ یہ کہ اخبار احاد، کتاب اللہ کی ناسخ نہیں ہوتیں۔ اس مسئلہ میں علمائے حنفیہ بھی متفق ہیں۔
- سوم۔ کتب ناسخ ومنسوخ اور شروح احادیث وتفاسیر میں کبھی کسی امام یا عالم نے ان کو منسوخ نہیں لکھا۔
- چہارم۔ ان احادیث کے یہ معنی نہیں کہ میں بشر نہیں ہوں، بلکہ ان کے معنی یہ ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں میرے پاس وحی آتی ہے، میرا اللہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے، میں امین ہوں، میں صادق ہوں، معصوم ہوں، تم میں کوئی میرے برابر عابد وزاہد نہیں، تم میں اتنا خوف خدا نہیں جتنا مجھ میں ہے، میں رؤف ورحیم ہوں بردبار ہوں۔ ان باتوں میں کوئی تم میں سے مجھ جیسا نہیں۔ نہ میں ان باتوں میں تم جیسا ہوں۔ یہ مطلب نہیں کہ میں آدمی نہیں ہوں یا تم آدمی نہیں۔ یہ بات تو ایسی ہے کہ ہر شخص دوسرے سے کہا کرتا ہے۔ ایک حکیم یا ڈاکٹر کہتا ہے میں تم سا، یا تم مجھ سے نہیں۔ تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ میں امراض واسباب امراض سے واقف ہوں۔ اس کے علاج جانتا ہوں، دواؤں کی ماہیت واثرات سے آگاہ ہوں، تم ان سے ناواقف ہو۔ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں آدمی نہیں ہوں یا تم آدمی نہیں ہو۔ اسی طرح ایک بادشاہ رعیت سے، وکیل موکل سے، عالم جاہل سے، پہلوان کمزور سے، شہری دیہاتی سے کہتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ تم آدمی نہیں ہو یا میں آدمی نہیں ہوں۔
- پنجم۔ جس طرح بعض لوگ ان احادیث کو عدم بشریت پر دلیل لاتے ہیں اسی طرح یہ دلیل بشریت ہیں اس لئے کہ ان میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بشر نہیں ہوں بلکہ صرف اتنا فرمایا ہے کہ تم میں کوئی مجھ سا نہیں، میں تم سا نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ صرف میں ہی بشر ہی ہوں اور تم کچھ اور ہو۔ پس جس طرح آپ کو بشر نہ ہونے کی دلیل قائم کرتے ہیں اسی طرح یہ بشر ہونے کی دلیل ہے۔ فما ھو جوا بکم فھو جوا بنا (جو تمہارا جواب ہے وہی ہمارا جواب)۔
- ششم۔ یہ کہ وہ احادیث کہ جن میں لست کا حدِ منکم اور لست کھیئتکم آیا ہے اس کی تشریح ملاعلی قاری ہروی حنفی شرح شفا میں یوں فرماتے ہیں:

لست کھیئتکم ای صفتکم من جمیع الوجوہ (یعنی میں تمہاری صفات پر من جمیع الوجوہ نہیں)۔ پھر لکھتے ہیں: لست کھیئتکم ای فی ضعف نیّا تکم و فتور حالکم ،(میں تمہاری حالت پر نہیں ہوں، تمہاری نیتوں کی کمزوری اور تبدل حالات میں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس معلوم ہوا کہ ان حدیثوں میں ضعف نیات وغیرہ کا بیان نہ کہ انکار بشریت۔

❁ ہفتم۔ و لا اقول لکم انی ملک (میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں)۔اس آیت کی تفسیر میں ہر مفسر نے بل بشر بل آ دمی لکھا ہے اس کے خلاف کسی نے نہیں لکھا۔

❁ ہشتم: اصل بات یہ ہے کہ کفار کو بشریت رسول سے انکار تھا، وہ کہتے تھے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہیے نہ کہ آدمی۔اس لئے اللہ پاک نے جگہ جگہ بشریت کو ظاہر فرمایا ہے۔تفسیر جامع البیان میں ہے:

و ما ارسلنا من قبلک الّا رجالاً لا ملائکة رد علی من قال اللّٰہ اعظم ان یکون رسولہ بشراً۔ نوحی الیھم فاسئلوا اھل الذّکر۔ اھل الکتا ب۔ لیخبر وکم انّھم بشر لا ملا ئکة۔ ان کنتم لا تعلمو ن۔ (ہم نے تجھ سے پہلے بھی انسان مرد ہی رسول بھیجے تھے نہ کہ فرشتے۔ یہ ان لوگوں کا ردّ ہے جو کہتے تھے کہ اللہ کا رسول آدمی نہیں ہوسکتا۔ ہم ان پر وحی بھیجتے تھے۔ پس تم اس بات کو اہل کتاب سے پوچھ لو تا کہ وہ تمہیں بتا دیں کہ وہ فرشتے نہ تھے انسان تھے۔اگر تم نہیں جانتے)۔

پس اب بشریت رسول سے انکار وہی کفار عرب کا عقیدہ ہے جس کا اللہ نے ردّ فرمایا ہے۔

❁ نہم۔ کفار کہتے تھے لو ما تا تینا بالملائکة (حجر)۔ لو لا انزل علیہ ملک (انعا م)۔ (کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا) تو اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا:

قل لو کان فی ا لارض ملائکة یمشون مطمئنین لنز لنا علیھم من السماء ملکاً (اگر زمین میں فرشتے ہوتے تو ہم انکے پاس فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجتے)

اس سے ثابت ہوا کہ چونکہ زمین پر انسان ہی ہیں اس لئے انسان ہی کو رسول بنایا۔

❁ دہم۔ ایسی احادیث بکثرت موجود ہیں جن سے آنحضرت ﷺ کی بشریت ثابت ہوتی ہے۔ وہاں کس کو ناسخ اور کس کو منسوخ کہا جائے گا۔ بخاری شریف میں ہے:

بعثت من خیر قرون بنی آدم قر نا فقرنا حتی کنت من القر ن ا لذی منت منہ۔ (میں بھیجا گیا ہوں بہترین قرون بنی آدم سے یہاں تک کہ ہوں میں اس قرن سے جس سے کہ ہوں)۔

مسلم شریف میں ہے:

انّ اللّٰہ اصطفی کنانة من ولد اسماعیل و اصطفی قریشاً من کنا نة و اصطفی من قریش بنی ھاشم و اصطفانی من بنی ھاشم (اللہ نے کنانہ کو اولاد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل سے منتخب فرمایا اور قریش کو کنانہ سے اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو)

ترمذی شریف میں ہے:

انا محمّد بن عبد اللّٰہ بن عبد المطلب انّ اللّٰہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثمّ جعلھم فر قتین فجعلنی فی خیر ھم فر قة ثم جعلھم قبا ئل فجعلنی فی خیرھم قبیلة ثم جعلھم بیوتاً فجعلنی فی خیرھم بیوتا فانا خیرھم نفساً و خیر ھم بیتاً ۔(میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے ان کے بہترین میں پیدا کیا۔ پھر انہیں دو فرقے کیا تو مجھے بہتر فرقہ میں پیدا کیا، پھر ان میں قبیلے بنائے تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں بنایا، پھر انکے گھر بنائے تو مجھے بہتر گھرانے میں بنایا۔ پس میں لوگوں میں بہتر گھرانے کا ہوں باعتبار ذات کے)

ان احادیث میں گو کہ لفظ بشر وغیرہ نہیں آیا لیکن ان سے بشریت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے اور یہ بات تو ایسی ہے کہ ہر شخص جانتا ہے انسان کی اولاد انسان ہی ہوتی ہے۔ پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ آنحضرت ﷺ بھی انسان ہی تھے۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ کبھی انسان کی اولاد غیر انسان بھی ہوتی ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کی اولاد بھی آپ کے قول کے موافق غیر انسان ہوئی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر عبداللہ و آمنہ (والدین آنحضرت ﷺ) تک یہ سب انسان تھے یا غیر انسان؟ اگر غیر انسان تھے تو آنحضرت ﷺ بھی غیر انسان ہوئے۔ اور اگر انسان تھے تو آنحضرت ﷺ بھی انسان ہوئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صرف آنحضرت ﷺ غیر انسان تھے، تو یہ تسلیم ہو گیا کہ کبھی انسان کی اولاد غیر انسان بھی ہوتی ہے، اور یہ قانون قدرت کے خلاف ہے یا مدعی اس کا ثبوت دے۔ بہر حال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیر انسان کی اولاد غیر انسان ہوتی ہے یا انسان؟ لامحالہ کہنا پڑے گا کہ غیر انسان۔ پس اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد مع حضرت فاطمہؓ زہرا بھی غیر انسان ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ کی تمام اولاد جو سید کہلاتی ہے سب غیر انسان ہوئے حالانکہ ان سب کو انسان مانتے ہیں اور اگر آپ کہیں کہ غیر انسان کی اولاد انسان ہوتی ہے، تو یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔

پھر یہ کہ آنحضرت ﷺ کو اگر غیر انسان تسلیم کر لیا جائے تو ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قطع نظر اس سے کہ انسان و غیر انسان میں مناکحت شرعاً درست بھی ہے یا نہیں، انسان و غیر انسان میں توالد و تناسل ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتا تو ازواج مطہرات سب کی سب انسان تھیں، ان کی اولاد کیوں ہوئی؟ اگر ہوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اس کی کوئی مثال بتایئے کہ فرشتہ اور انسان سے اولاد ہوئی ہو۔ پھر یہ بتایئے کہ جب آنحضرت ﷺ کو غیر انسان مانتے ہیں اور ازواج مطہرات کو انسان، تو ان دونوں غیر جنس سے جو اولاد ہوئی وہ انسان ہوئی یا غیر انسان یا کوئی اور تیسری چیز؟ اگر انسان کہیے تو دعوی بلا دلیل باطل، اور اگر غیر انسان کہیے تو تمام اولاد آنحضرت ﷺ کو غیر انسان تسلیم کر لیا، حالانکہ وہ سب انسان ہی ہیں۔ اور اگر کوئی تیسری چیز ہے تو یقیناً وہ جن، فرشتہ، حور و غلمان وغیرہ سے الگ ہے۔ بس اس کا نام بتایئے۔ حالانکہ آپ اسے انسان ہی کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو بشر نہ ماننا عقلاً بھی نادرست ہے۔

❁ یازدہم۔ مسلم شریف میں ہے:

انّما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوا به و اذا امرتکم بشیء من رأئی فا نّما انا بشر۔ (بلا شک میں آدمی ہوں جب تمہیں دین کی بات بتاؤں تو مان لو اور جب کوئی بات اپنی رائے سے بتاؤں تو میں آدمی ہی تو ہوں)

مسلم شریف میں ہے:

انّما انا بشر فما حد ثتکم عن اللّٰه تعا لی فهو حقّ و ما قلت فیه من قبل نفسی فانّما انا بشر۔ (میں آدمی ہوں پس جو بات تم کو اللہ کی طرف سے بتاؤں وہ حق ہے اور جو اپنی طرف سے بتاؤں تو میں آدمی ہی تو ہوں)

مسلم شریف میں ہے:

انا محمد بشر اغضب کما یغضب البشر۔ (میں محمد بشر ہوں مجھے بھی دوسرے آدمیوں کی طرح غصہ آتا ہے)۔

ترمذی میں حضرت عائشہؓ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کی بابت فرماتی ہیں:

کان بشراً من البشر (آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے)

بخاری و مسلم میں ہے:

انّما انا بشرو انکم تختصمو ن (تم جھگڑتے ہو اور اسکے سوا کچھ نہیں کہ میں آدمی ہوں)

بخاری و مسلم میں ہے: انّما انا بشر مّثلکم انسی کما تنسو ن۔ (میں آدمی ہوں ایسا ہی بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو)

اگرچہ اس قسم کی احادیث بکثرت موجود ہیں، اب صرف ایک حدیث اور سن لیجئے۔ یہ تو آپ کو خوب معلوم ہوگا کہ حجۃ الوداع آنحضرت ﷺ کا آخری حج تھا۔ یہ حج ماہ ذی الحج سنہ ۱۰ ہجری مطابق ماہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فروری ۶۳۲ء میں ہوا تھا۔ اس حج کے دو ماہ بعد یعنی دوشنبہ دوسری ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ماہ مئی ۶۳۲ء کو آپ ﷺ کی وفات ہوئی ۔ اس حج میں عرب کے تمام قبائل، جن کی نفوس شماری ایک لاکھ سے زائد تھی، موجود تھے جب آپ ﷺ بعد ادائے حج واپس ہوئے تو آپ نے غدیر خم پر تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ مسلم، نسائی، مسند احمد، ترمذی طبرانی، حاکم میں یہ ہیں:

ایّھا الناس انّما انا بشر ۔(اے لوگو! اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں ایک آدمی ہوں)۔

اس حدیث کے تاخر زمانہ سے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ تمام متقدم حدیثوں کی ناسخ ہے۔ ورنہ اس کے بعد کی حدیث مع وقت، ماہ، سنہ، وغیرہ بتایئے۔

الحاصل ان تمام احادیث سے آنحضرت ﷺ کا بشر ہونا ثابت ہے اور وہ بھی اس طرح کہ خود آنحضرت ﷺ اپنی زبان مبارک سے بار بار بشر فرماتے ہیں۔ اور حدیث آیت کی مفسر و ناسخ ہے اور یہاں یہ حدیثیں ان آیات بشریت کی تائید فرماتی ہیں۔

❁ دوازدہم۔ یہ کہ حسب اصول اذا تعارضا تساقطا ایک مرتبہ کی دو حدیثیں باہم متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں۔ پس ان احادیث کے وہ معنی جو کہ واقعی ہیں، اور ہم اوپر بتا آئے ہیں، ماننا پڑیں گے تا کہ ان احادیث میں مطابقت ہو سکے۔ پس اگر ہمارے بتائے ہوئے معنی تسلیم ہوں تو بشریت ثابت، اور اگر نہیں تسلیم کرتے تو بوجہ تعارض مخالفین اور ہماری پیش کردہ احادیث ساقط۔ اور جب احادیث ساقط تو دعوی نسخ آیات باطل اور آیات قرآنی بجائے خود قائم، اور ہمارا دعوی بشریت رسول ثابت۔

❁ سیزدہم۔ جو لوگ قرآن و حدیث کے مقابلہ میں فقہ کو مانتے ہیں اور بوجہ تقلید ان پر امام کا قول ماننا واجب ہے ان کے لئے یہ جواب مخصوص ہے۔ ہر امام ہر فقیہ ہمیشہ سے انبیاء و رسل کو اور آنحضرت ﷺ کو بشر ہی کہتے آئے ہیں۔ چنانچہ تمام کتب فقہ و سیر وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔ صرف دو تین عبارتیں پیش کی جاتی ہیں:۔

ملا علی قاری حنفی مرقاہ شرح مشکوہ میں اس حدیث: اکرموا اخاکم (اپنے بھائی کی عزت کرو) کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ھو بشر مثلکم و مفرع من صلب ابیکم آدم۔ (وہ تم جیسے آدمی ہیں اور تمہارے باپ آدم کی پشت سے ہیں)

تعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے:

لانّی من البشر فاذا نسیت فذکرونی ۔ (چونکہ میں آدمی ہوں پس جب بھول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جاؤں تو یاد دلا دیا کرو)۔

فتح القدیر میں ہے:

ولکن انّما انا بشر انسی کما تنسو ن فاذا نسیت فذ کرونی (میں تو آدمی ہوں ایسے ہی بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو پس جب میں بھولا کروں تو یاد دلا دیا کرو)۔

متکلمین بھی بشریت تسلیم کرتے آئے ہیں۔شرح مواقف میں ہے:

فقولہ انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ ، یدلّ علی مماثلتھم بسائر النّاس فیما یرجع الی البشریۃ و الامتیاز با لوحی لا غیر۔(یہ فرمان ربانی انّما انا بشر مثلکم یو حی الیّ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ (محمد ﷺ) صفات بشریت میں تمام آدمیوں کے مانند تھے۔صرف اتنا فرق تھا کہ ان پر وحی آتی تھی اس کے سوا کچھ فرق نہ تھا)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

الرّ سول انسان بعثہ اللّٰہ الی الخلق لتبلیغ ا لاحکا م(رسول آدمی ہے خدا نے اسے تبلیغ احکام کے لئے مخلوق میں بھیجا)۔

شرح مقاصد میں ہے:

النّبیّ انسا ن بعثہ اللّٰہ لتبلیغ ما اوحی الیہ و کذا الرّسول (نبی اور رسول انسان ہیں جو ان پر وحی آتی تھی اس کی تبلیغ کے لئے اللہ نے بھیجا تھا)۔...

چہار دہم۔ مخالفین یہ دعوی کہ حضرت محمد ﷺ صورت انسانی اور جامہ بشری میں تھے لیکن وہ دراصل انسان نہ تھے بلکہ کچھ اور تھے، اس کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ ہے کہ جن یا فرشتے تھے، تو غلط ہے اس لئے کہ قرآن میں صاف طور پر فرشتہ ہونے سے انکار ہے ولا ا قول لکم انّی ملک۔(میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں) اور چونکہ جن بحیثیت خلقت ملائکہ ہی کی جنس سے ہیں جیسا کہ فسجد الملائکۃ کلّھم الّا ابلیس (پس سجدہ کیا تمام فرشتوں نے مگر ابلیس) اور کان من الجنّ ففسق عن امر ربّہ (کہف) (شیطان جنوں میں سے تھا پھر اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی) سے جنس کا ایک ہونا ثابت ہے، اس لئے جن ہونے سے بھی انکار ہو گیا۔ پھر اگر فرشتہ یا جن یا کچھ اور مان لیں تو بقول ملا علی قاری فانکم لن تطیقوا علی التلقین الملکی (تم فرشتہ کی تلقین میں اس کی متابعت نہ کر سکتے) انّ قوۃ البشریۃ لیست کا لقدرۃ الملکیّۃ (قوت بشری قوت ملائکہ جیسی نہیں) اور بقول بیضاوی لو کا ن من جنس الملا ئکۃ لصعب الامر بسببہ علی النّاس (اگر جنس ملائکہ سے ہوتے تو آدمیوں پر دشواری ہو جاتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

)۔ پس رسول اللہ ﷺ کو غیر انسان ماننے میں اطیعوا الرسول،(اطاعت کرو رسول کی)، اور فاتّبعونی (میرا اتباع کرو) جیسی آیتیں بے کار ہوئی جاتی ہیں، یا ان پر عمل ناممکن ہوا جاتا ہے اسلئے کہ انسان فرشتہ یا جن یا کچھ اور کی برابری نہیں کرسکتا۔ پھر یہ کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور ان کے سوا تمام مخلوق ادون المخلوقات۔ تو اب اگر انسان کو داخل جنات ملائکہ وغیرہ کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اشرف المخلوقات کو ادنی مخلوقات میں داخل کر دیا اور یہ بجائے ترقی مراتب، تنزل ہوگیا۔ پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ تمہاری مراد، کچھ اور، سے ایسی چیز ہے جو انسان سے اشرف وافضل ہو اور وہ بجز ذات باری جل جلالہ اور کیا ہوسکتی ہے۔ پس اگر ذات مراد ہے اور یقیناً یہی مراد ہے تو یہ بتایئے کہ ذات باری نے جو جسم رسول میں ظہور کیا اس کی کیا شکل ہے؟ آیا بحیثیت اولاد، یا کنبہ، قرابت، یا جزء، یا کل۔ اولاد تو اس لئے غلط کہ آپ اولاد آدم ہیں اور اولاد عبداللہ بن عبدالمطلب تھے۔

پھر یہ کہ یہ وہی عقیدہ ہے جو یہود ونصاری کا تھا۔ یہود حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے:

و قالت اليهود عزير ن ابن اللّه (توبہ)(یہود نے کہا عزیر اللہ کا بیٹا ہے)۔

نصاری حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے

و قالت النّصاری المسيح ابن اللّه (توبہ)۔(نصاری نے مسیح کو اللہ کا بیٹا کہا)۔

و قالوا اتّخذ اللّه ولداً ۔(یونس)۔(ان لوگوں نے کہا اللہ کا بیٹا ہے)۔

و قالت اليهود و النّصاری نحن ابناء اللّه ۔(مائدہ)۔(یہود ونصاری نے کہا ہم اللہ کے بیٹے ہیں)

بہر حال اولاد کہو یا رشتہ ناتا، ان سب کو اللہ پاک نے ردّ فرمایا ہے

۔ قل هو اللّه احد۔ اللّه الصّمد ۔ لم يلد و لم يو لد ۔ و لم يكن له كفواً احد ۔

اب اگر خدا کا جزء مانئے تو غلط، اس لئے کہ خدا کی تجزی ہوئی جاتی ہے اور تجزی باطل ہے اور کل، من حیث کل، ہمیشہ اپنے جزء کا محتاج ہوتا ہے اور جو چیز کسی دوسرے کی محتاج ہو، وہ خدا نہیں ہوسکتی۔ پھر یہ کہ وہ جزء الٰہی جو رسول میں آیا وہ صلب پدر وشکم مادر میں ہوتا ہوا آنحضرت ﷺ تک پہنچا۔ وہ جزء خدا وندی بھی چونکہ خدا تھا اس لئے آپ نے بہت سے خدا تسلیم کر لئے، یا ہر زمانہ کا جداگانہ خدا تسلیم کر لیا۔ پھر چونکہ وہ لوگ مشرک بت پرست تھے اور جزء خداوندی خدا ہے تو ان لوگوں کی تمام بت پرستی خدا کی بت پرستی ہوئی اور ان کا تمام شرک خدا کا شرک ہوا۔ پس کمال تعجب ہے کہ خدا خود معبود برحق ہو کر غیر معبود کو پوجے اور ہمیں اپنی پرستش کا حکم دے۔ پھر وہی جزء الٰہی آنحضرت ﷺ کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں آیا تو پھر وہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہت سے خدا تسلیم ہو گئے ۔ پھر آنحضرت ﷺ کی اولاد میں جس کسی نے شرک کیا اس کا وہ شرک اور بت پرستی وہی خدا کی بت پرستی ہوگئی اور یہ عقلاً محال ہے پھر اس جزء خداوندی میں کوئی رسول کی خصوصیت نہیں رہی اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی تمام اولاد میں بھی وہی جزء موجود ہے پس مخالفین کا مطلب فوت ہو گیا۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ ذات باری نے صرف جسم رسول ﷺ میں حلول کیا، نہ اس سے پیشتر کسی میں نہ بعد کو، تو یہ وہی عقیدہ ہے جو نصاری کے فرقہ یعقوبیہ کا تھا۔ فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں لکھتے ہیں:

انّهم يقو لون انّ مر يم و لدت آ لهتها و لعلّ معنى هذا المذ هب انّهم يقولون اللّه تعا لى حل فى ذا ت عيسى و اتحد بذا ت عيسى ۔(وہ لوگ کہتے ہیں مریم نے خدا جنا، شائد اس مذہب کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے ذات عیسی میں حلول کیا اور ذات عیسی سے متحد ہو گیا)

تفسیر مدارک میں ہے:

انّ بعض النّصارى كا نوا يقولون كا ن المسيح بعينه هو اللّه لان اللّه ربما يتجلى فى بعض الازما ن فى شخص فتجلى فى ذلك الوقت فى شخص عيسى و لهذا كا ن يظهر من شخص عيسى افعال لا يقدر عليها الا اللّه ۔(بعض نصاری مسیح کو بعینہ خدا کہتے تھے اور کہتے تھے بعض زمانوں میں خدا بعض آدمیوں میں ظاہر ہوتا ہے اور اس زمانے میں ذات عیسی میں ظہور کیا ہے اسی لئے عیسی سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو خدا کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتے)

تفسیر کبیر میں ہے:

بعض القوم حلولية و جوز حلول الاله فى بعض الا جسا م الحا لية الشّريفيه(بعض آدمی حلولیہ ہیں انکے نزدیک خدا کا بعض اجسام عالیہ شریفہ میں حلول درست ہے)۔

اسی بات کو اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

لقدكفر الّذين قا لوا انّ اللّه هو المسيح بن مريم (یقیناً کافر ہو گئے وہ جنہوں نے کہا مسیح بن مریم ہی خدا ہے)۔

پس آپ کے اور نصاری کے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ انہوں نے ذات عیسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں حلول مانا اور آپ نے ذات خاتم النبیین میں۔ جو سراسر خلاف اسلام ہے۔ اسی طرح نصیری ذات علیؓ میں اور خارجی ذات عمر فاروقؓ میں اور باطنی ہمیشہ ایک آدمی میں حلول مانتے ہیں۔ انہی باتوں کے روکنے کے لئے انبیاء و رسل آئے۔ اسی کے ردّ سے تمام قرآن پاک بھرا ہوا ہے۔ پھر یہ بتایئے کہ جب خدا نے ذات خاتم النبیین میں حلول کیا تو وہ اپنی جگہ پر قائم رہا یا نہیں؟ اگر قائم رہا تو آپ نے دو خدا مان لئے اور تعدد الہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل لو کان فیھا آلھۃ الّا اللّٰہ لفسد تا (اگر زمین اور آسمان میں خدا کے سوا اور اللہ ہوتے تو فساد پڑ جاتا)۔...

اب یہ بات بتا دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ لوگ جب عاجز آتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جو اقرار بشریت کیا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی کسر نفسی ہے۔ اسکے ثبوت میں ایک عبارت تفسیر کبیر کی پیش کی جاتی ہے۔ چونکہ اس عبارت میں تحریف ہے اسلئے ہم اولاً پوری عبارت نقل کرتے ہیں:

قو لہ : ولا اقول لکم انّی ملک۔ و معناہ انّ القوم کانوا یقولون ما لھذا الرّسول یا کل الطّعام و یمشی فی الاسواق و یتزوج و یخالط النّاس فقال تعالی قل لھم انی لست من الملا ئکۃ (یہ ارشاد کہ میں فرشتہ نہیں ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ کہتے تھے یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے بازاروں میں پھرتا ہے لوگوں سے ملتا ہے نکاح کرتا ہے، تو اللہ نے فرمایا کہدے کچھ میں فرشتہ نہیں ہوں)۔

اسکے بعد لکھتے ہیں:

و اعلم انّ النّاس اختلفوا فی انّہ ما الفائدۃ فی ذکر۔ نفی ھذہ الا حوا ل الثلاثۃ فا لقول الاول انّ المراد منہ ان یّظھر الرّسول من نفسہ التّوا ضع للّٰہ و الخضوع لہ والاعتراف بعبودیۃ حتّی لا یعتقد فیہ مثل اعتقاد النّصاری فی المسیح و القول الثّانی انّ القوم کانوا یقترحو ن منہ اظھار المعجزات القاھرۃ القویّۃ کقولھم : وقالوا لن نّؤمن لک حتی تفجرلنا من الارض ینبوعاً۔ فقال تعا لی فی آ خر السورۃ : قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولًا۔ یعنی لا ا دّعی ا لّا الرّسا لۃ و النبوّۃ و امّا ھذہ الامور الّتی تطلبوھا فلا یمکن تحصیلھا الّا بقدرۃ اللّٰہ فکان المقصود من ھذا الکلام اظھار العجز والضّعف وانّہ لایستقل بہ تحصیل ھذہ المعجزات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التی تطلبونها منه۔ و القول الثّالث انّ المراد من قوله لا اقول لکم عندی خزا ئن اللّٰه معناه انّی لا ادعی کونی موصوفاً بالقدرة ا للا ئقة باللّٰه تعالی ۔ و قوله: لا اعلم الغیب ۔ ای ولا ادعی کونی موصوفاً بعلم اللّٰه تعالی و بمجموع هذین الکلامین حصل انه لا ید عی الآلهیة ثمّ قال ولا اقول لکم انّی ملک و ذلک لانّه لیس بعد الآلهیة درجة اعلی حالاً من الملائکة فصار حاصل الکلام کانّه یقول لا ادعی الآلهیة و لا ادعی الملکیّة و لکن ادعی الرّسا لة و هذا منصب لا یمتنع حصو له لبشر فکیف اطبقتم علی استنکار قو لی و دفع دعوای ۔ (اللہ نے جو ذات رسول سے ان تین باتوں کا انکار فرمایا ہے اس سے کیا فائدہ ہے؟ اس بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ رسول اپنے نفس کی جانب سے اللہ کی شان میں اپنی عاجزی اور اپنی عبدیت کا اظہار کرے تاکہ رسول کے متعلق لوگوں کو وہ خیال نہ ہو جو عیسی کے بارے میں ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قوم معجزات تو یہ طلب کرتی تھی۔ مثلاً کہتی تھی کہ ہم اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک زمین سے چشمہ نہ پیدا ہو جائے۔ اس وجہ سے آخر سورت میں اللہ نے فرمایا، کہدے میں تو رسول اور آدمی ہوں۔ یعنی یہ باتیں جن کے تم طالب ہو، اللہ کی قدرت میں ہیں۔ میں تو ان سے قاصر و عاجز صرف مدعی رسالت ہوں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں قدرت خداوندی نہیں رکھتا۔ میں غیب نہیں جانتا۔ اس کا مطلب یہ کہ مجھے علم الٰہی حاصل نہیں۔ ان دونوں باتوں کے انکار سے یہ نتیجہ نکلا کہ میں مدعی الہیت نہیں، میں فرشتہ نہیں۔ یہ اس لئے کہ اللہ کے بعد ملائکہ کا درجہ ہے، تو خیال ہوتا کہ رسول فرشتہ ہے۔ پس انکار کیا کہ میں فرشتہ بھی نہیں اور خدا بھی نہیں۔ بلکہ میرا دعوی تو صرف رسالت ہے اور رسالت بشر کو ملنا کوئی امر ناممکن نہیں۔ پھر تم میرا کہنا کیوں نہیں مانتے)

اس عبارت ہی سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مدعی کا مطلب اس سے ثابت نہیں ہوتا لیکن ہم بخیال اتمام حجت و رفع شک مختصر جواب دیتے ہیں:۔

- اول یہ کہ یہ قول بعض کا ہے نہ کہ مجمع علیہ۔ چنانچہ اسی عبارت میں دو قول اور موجود ہیں۔
- دوم یہ کہ اگر انکار کو کسر نفسی سمجھا جائے تو ملکیت اور علم غیب اور خزائن اللہ تینوں سے انکار کسر نفسی ہے۔ پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ میں تینوں موجود ہیں جو درست نہیں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ سوم یہ کہ وجہ کسر نفسی یہ بتائی گئی ہے کہ کہیں رسول ﷺ کی نسبت وہی خیال نہ پیدا ہو جائے جو مسیح کی بابت نصاریٰ کو ہوا اور انکار بشریت کی شکل میں وہی شکل موجود ہے یعنی الوہیت ۔ پس جس بات کا رد کیا گیا ہے وہی آپ نے مان لی ۔

❁ چہارم ۔ اگر یہ قول کسر نفسی ہے تو فرشتہ ہونے سے انکار بھی کسر نفی ہوا جس کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ فرشتہ ہیں اس سے انکار بشریت نہ ثابت ہوا ۔

❁ پنجم ۔ کسر نفسی تسلیم کرنے کی صورت میں آنحضرت ﷺ کے عبد ہونے سے بھی انکار ہوتا ہے اس لئے کہ وجہ کسر نفسی عبدیت بتائی ہے ۔ پس عبدیت کسر نفسی ہوئی ۔ نتیجہ یہ کہ آنحضرت ﷺ عبد نہیں ۔

❁ ششم ۔ اسی عبارت کے آخری دو قول اس قول کا رد کرتے ہیں ۔

❁ ہفتم ۔ یہ کہ ان عبارتوں کا مطلب ہی آپ نہ سمجھے ۔ کسر نفسی سے ان لوگوں کی مراد ان کی رائے میں انکار کی غرض یا مصلحت یا غایت یا فلسفہ ہے نہ کہ واقعیت ۔

❁ ہشتم ۔ اگر یہ بات کسر نفسی من جانب رسول ہے تو جن آیات میں یا اسی میں منجانب اللہ حکم ہے وہ کس کی جانب سے کسر نفسی ہے ۔ اگر منجانب رسول ، تو غلط ، اس لئے کہ آیات قرآنی منجانب اللہ ہیں ۔ اور اگر منجانب اللہ ، تو بھی غلط ، اس لئے کہ اللہ کو کسر نفسی کی ضرورت نہیں ۔

❁ نہم ۔ اگر منجانب رسول کسر نفسی ہے تو وہ احادیث مثلاً :

انا سیّد ولد آدم ولا فخر (میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں) ۔

انا اوّل شا فع واوّل مشفع (میں پہلا شفاعت کرنیوالا اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں)

انا خیرھم بیتاً و خیرھم نفساً ۔ (میں بہترین گھرانے کا اور بہترین ذات کا ہوں) ۔

اور اسی قسم کی حدیثوں میں کسر نفسی کیوں نہیں ؟ پس معلوم ہوا کہ یہ کسر نفسی نہیں بلکہ اظہار واقعہ ہے ۔

❁ دہم ۔ اگر کسر نفسی منجانب رسول ﷺ ہے ، تو جس بات کا کسر نفسی سے انکار کیا ہے وہ بات سچ اور واقعی ہے یا نہیں ؟ اگر سچ ہے ، اور یقیناً سچ ہے ، تو ہمارا دعوی بشریت ثابت ہے ۔

❁ یازدہم ۔ اگر کسر نفسی منجانب اللہ ہے اور بات سچی ہے ، تو بشریت رسول ثابت ہے ۔

اس تمام تقریر کا حاصل یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ مثل دیگر انبیاء و رسل کے بشر تھے اور جملہ صفات ولوازم بشریت سے متصف ، مثلاً کھانا ، پینا ، سونا ، جاگنا ، چلنا ، پھرنا ، شادی وغم ، ابوت ، نبوت ، اخوت ، آپ میں موجود تھیں ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ بحث عبدیت

آپ ﷺ بھی مثل دیگر انبیاء کے اللہ تعالی کے بندے تھے چنانچہ جا بجا اللہ پاک نے لفظ عبد (بندے) کے ساتھ خطاب فرمایا ہے:

و ان کنتم فی ریبٍ مّمّا نزّ لنا علی عبد نا (بقرہ)۔(اگر تم اس سے مشکوک ہو جو ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے)؛

سبحان الّذی اسری بعبدہ (بنی اسرائیل) (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا)۔

و ما انز لنا علی عبد نا (انفال) (اور جو کچھ ہم نے اپنے بندہ پر اتارا ہے)۔

اسی طرح دیگر انبیاء کی نسبت ارشاد فرمایا:

و اذکر عبدنا ایّوب (سورہ ص)۔(ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو)،

و اذ کر عبد نا دا ؤد (ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو)۔

لن یّستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملائکۃ المقرّبون ومن یّستنکف عن عبادتہ ویستکبرفسیحشرھم الیہ جمیعاً (نساء) (مسیح اللہ کا بندہ ہونے سے عار نہ کرے اور نہ فرشتے مقرب اور جو کوئی کنیاوے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے وہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے گا)۔

فاوحی الی عبدہ ما او حی۔(النجم)۔(پس وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی بھیجی)۔

غرض کہ تمام انبیاء و رسل کو، خواہ انسان ہوں یا فرشتہ، لفظ عبد بندے کے ساتھ پکارا ہے۔ اسی طرح دیگر لوگوں کو عباد اللّٰہ (اللہ کے بندے)، عبادی (میرے بندے) کہہ کر پکارا ہے۔ بعض لوگ عبادی سے مراد حضرت محمد ﷺ کے بندے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم رسول کے بندے ہیں۔اسی بنا پر یہ لوگ عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفی نام رکھتے ہیں۔اس کا جواب:

- پہلا یہ ہے کہ اللہ پاک نے جگہ جگہ عباد اللّٰہ، عباد الرّحمن فرمایا ہے۔پس جہاں کہیں بھی عبادی آیا ہے اس سے اللہ کے بندے مراد ہیں، نہ کہ رسول کے، ورنہ مدعی ثبوت پیش کرے۔
- دوسرا یہ ہے کہ قل کے بعد ہر قول اصلاً اللہ پاک کا مقولہ ہوتا ہے اور بعض قول تبعاً مقولہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انبیاء۔ پس عبادی سے مراد ہمیشہ اللہ کے بندے ہوں گے۔

❁ تیسرا، اگر عبادی کے معنی رسول کے بندے لئے جائیں تو دوسری آیتوں کے خلاف پڑتے ہیں۔ ان کلّ من فی السّماوات و الارض الّا آتی الرّحمن عبداً (مریم) (جو کوئی بھی زمین و آسمان میں ہے سب اللہ کے سامنے بندے ہو کر آئیں گے)۔ اس آیت میں سب کو اللہ کا بندہ بتایا اور مخالفین رسول کا بندہ بتاتے ہیں۔ اب مخالفین کا قول سچا مانا جائے یا اللہ کا۔

مشکوۃ شریف میں ہے:

انّی آکل کما یأکل العبد (میں کھاتا ہوں جیسے بندہ کھاتا ہے)۔

مسلم شریف میں ہے:

یا عبادی کلّکم جائع الّا من اطعمته فاستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلّکم عار الّا من کسوته فاستکسو نی اکسکم (اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو لیکن جسے میں پہناؤں، پس مجھی سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا)

یہ حدیث قدسی ہے اس کے اندر اور بھی اسی قسم کے ٹکڑے ہیں۔

مثلاً یا عبادی کلّکم ضال الّا من هدیته فاستهدونی اهد کم. یا عبادی کلّکم تخطئون باللیل و النهار و انا اغفر الذّنوب جمیعاً فاستغفرونی اغفر لکم. یا عبادی انکم لن تبلغوا ضری فتضرونی و لن تبلغوا نفعی فتنفعونی۔ (اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو، مگر میں جسے ہدایت کروں پس مجھ سے ہدایت مانگو میں ہدایت کرونگا۔ اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہ بخشوں گا، مجھ سے مغفرت چاہو میں بخشوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب نہ مجھے نفع پہنچا سکتے ہو نہ نقصان)۔

اور اسی قسم کے الفاظ اس حدیث قدسی میں ہیں اور حدیث قدسی وہ ہے جس میں فرمان ربانی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب اللہ کے بندے ہیں، کوئی رسول کا بندہ نہیں۔

❁ چوتھا، اللہ پاک فرماتا ہے و ما ارسلنا من قبلک من رسولٍ الّا نوحی الیه انّه لا اله الّا انا فاعبدون۔ (ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب پر وحی آتی تھی کہ میں ہی اللہ ہوں میری ہی عبادت کرو)۔ مخالفین کے اصول کے موافق یہ معنی ہوئے کہ: میں (محمد) اللہ ہوں میری (محمد) ہی عبادت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ حالانکہ آیت کے وہ معنی ہیں جو ہم نے لکھے ہیں اور یہ کل مقولہ اللہ کا رہا۔

❁ پانچواں۔قرآن شریف میں ہے یا عبادی الّذین آمنوا انّ ارضی واسعة فایّا ی فاعبدون (عنکبوت)۔(اے میرے بندو میری زمین وسیع ہے پس میری ہی عبادت کرو)۔ اگر عبادی، ارضی، ایّای، میں سب کی ی، رسول اللہ کی طرف منسوب ہو، تو آیت کے یہ معنی ہوں گے: مجھ (محمد) کی زمین وسیع ہے۔ پس مجھ (محمد) کی عبادت کرو۔ ابھی تک تو ہمیں خیال تھا کہ اللہ کی عبادت کی جاتی ہے مگر اب معلوم ہوا کہ یہ لوگ رسول کی عبادت کرتے ہیں۔

❁ چھٹا۔قرآن میں ہے: ان تعذّ بهم فانّهم عبادك۔(اگر تو ان پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں)۔ و هو الّذی یقبل التّوبة عن عباده (شوری) (وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے)۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ سب اللہ ہی کے بندے ہیں۔

❁ ساتواں۔ ایّاك نعبد و ایّاك نستعین۔(ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)۔اس میں عبادت کو ذات باری سے خاص کر دیا گیا اور عبادت کے معنی طاعت مع ذلت ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے: و العبادة الطّاعة مع التّذ لل۔اور عبد کے معنی ذلیل ہیں جیسا کہ معالم التنزیل میں ہے: و یسمّی العبد عبداً لذلّته و انقیاده (بندہ کو بندہ اس کی ذلت وفرمانبرداری کی وجہ سے کہتے ہیں)۔اب یہاں لفظ نعبد کو خواہ عبادت سے لیں، خواہ عبودیت سے جیسا کہ تفسیر روح البیان میں ہے: قوله نعبد یحتمل ان یکون من العبادة و من العبودیة، دونوں صورتوں میں ماننا پڑے گا کہ جس کی عبادت کی جائے وہ معبود ہے۔پس اسکا مقابل عبد ہے اور ہر شخص خواہ عابد ہو یا نہ ہو، اللہ کے مقابلہ میں ذلیل ہے۔پس وہ عبد ہے اور اللہ معبود۔

انکم و ما تعبدون من دون اللّه حصب جهنّم انتم لها واردون۔(انبیاء)۔ (تم اور تم جس کی عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا سب دوزخ کا ایندھن ہیں جس میں جھونکے جاؤ گے)۔

اس آیت کے مطابق آپ کا اور آپ کے معبودان باطل کا کیا حشر ہونا چاہیے۔انبیاء وصلحاء تو وہی جواب دے کر بچ جائیں گے جو حضرت عیسیٰؑ نے دیا:

ان کنت قلته فقد علمته (مائدہ) (اے خدا۔اگر میں ان سے اپنی عبادت کیلئے کہا ہو، تو تو خوب جانتا ہے)

مگر پوجنے والوں کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ ہاں اسی کے ساتھ مخالفین کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ عبد و معبود کے سوا ایک تیسری چیز بھی ہے جو عبد بھی ہے اور معبود بھی، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بندے ہیں اور آپ رسول ﷺ کے۔ پس رسول عبد بھی ہوئے اور معبود بھی۔

❁ آٹھواں۔ سورہ آل عمران میں ہے:

ما کان لبشرٍ ان یؤتیه اللّٰه الکتاب والحکم و النّبوّة ثمّ یقول للنّاس کونوا عباداً لی من دون اللّٰه (کسی آدمی کی یہ مجال نہیں کہ اللہ اس کو کتاب اور حکمت اور نبوت دے، پھر وہ اللہ کے بندوں کو اپنا بندہ کہے)۔

پس ثابت ہوا کہ کوئی ولی، رسول، نبی کسی کو اپنا بندہ نہیں کہہ سکتے، نہ کبھی کسی نے کہا۔

❁ نواں۔ مسلم شریف میں ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ لا یقولن احدکم عبدی و امتی کلّکم عبید اللّٰه و کلّ نساء کم اماء اللّٰه۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کوئی شخص اپنے غلاموں کو اور لونڈی کو۔ میرا بندہ، اور میری بندی نہ کہے کیونکہ سب مرد اللہ کے بندے اور سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں)

❁ دسواں۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے:

عن النّبیّ ﷺ قال لمّا و لدت حواء طاف بها ابلیس و کان لا تعیش لها ولد فقال یسمّیه عبد الحارث فانّه یعیش فسمّته فعاش فکان ذلک من وحی الشّیطان و اللّٰه۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حواء کی اولاد نہ جیتی تھی۔ جب ایک بار بچہ ہوا تو شیطان نے کہا اس کا نام عبد الحارث رکھو یہ بچہ زندہ رہے گا۔ پس اس کا نام عبدالحارث رکھا، وہ بچہ زندہ رہا لیکن بخدا شیطان کی طرف سے یہ خیال پیدا کیا گیا تھا)۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن کہا اور ابو یعلی، ابن جریر، ابی حاتم رد یانی، طبرانی ابوالشیخ، حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سوا کسی اور کی جانب نسبت عبدیت کرنا تعلیم شیطانی ہے۔ برخلاف اس کے خدا و رسول خدا ﷺ کے نزدیک محبوب ترین اسماء عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

مسلم شریف، مسند احمد، ابوداؤد میں ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ ان احبّ اسمائکم الی اللّٰه عبد اللّٰه و عبد الرحمن۔

لیکن جن لوگوں پر شیطان مسلط ہے وہ تو اس کے خلاف کریں۔

ملا علی قاری حنفی مرقاۃ الازھر میں لکھتے ہیں:

امّا التّسمیة بعبد النّبیّ فظاهره کفراً الّا ان یّراد به معنی المملوك

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(عبدالنبی نام رکھنا ظاہراً کفر ہے مگر یہ کہ اس سے (بجائے عبدیت) مِلک مراد لی جائے)۔

ابن حجر، تحفہ میں لکھتے ہیں:

و یحرم ملک الملوك لانّ ذلک لیس لغیر اللّٰہ و کذا عبد النّبی و الکعبة او الدّار او علی او الحسین لایھا م التشریک (بندے کو بندے کی مِلک کہنا حرام ہے اس لئے کہ مالک تو اللہ ہی ہے۔ ایسا ہی عبدالنبی، عبدالکعبہ، عبدالدار، عبدعلی، عبدالحسین، اس لئے کہ ان میں ایہام شرک ہے)۔

علامہ زین الدین فتح العین میں لکھتے ہیں:

و یحر م التّسمیة بملک الملوك و قاضی القضا ة و کذا عبد النّبی (ایسا نام رکھنا جس میں بندے پر بندے کی مِلک ثابت ہو، یا قاضی القضاۃ اور عبدالنبی، حرام ہے)۔

نصاب الاحتساب میں ہے و یحتسب علی من فعل التّسمیة باسم لم یذکرہ اللّٰہ تعا لی فی کتابہ و لا نبیّہ فی سنّتہ و لا سبقہ المسلمون۔ (جو شخص ایسے نام رکھے جن کو اللہ پاک نے نہیں فرمایا، یا جو حدیث میں نہیں، یا جو پہلے مسلمانوں نے نہیں رکھے، اس پر خدا کے یہاں باز پرس ہوگی)

بعض لوگ یہ بات کہا کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے عبد یا بشر کہا تو ہمیں کیا حق ہے جو ہم کہیں، باپ اگر بیٹے کا نام لے تو لے، بیٹے حرام زادے کو نام لینے کا کیا حق ہے۔ اس کا جواب:

- اول: یہ کہ اللہ کو اللہ، رسول کو رسول بھی اللہ ہی نے کہا ہے۔ پھر تمہیں کیا حق ہے جو اللہ کو اللہ اور رسول کو رسول کہتے ہو۔
- دوم۔ یہ کہ اگر بشر یا عبد، ذلت ہے تو تمام انبیاء عباد اللہ آپ کے نزدیک ذلیل ہوں گے۔
- سوم۔ یہ کہ بشر کو بشر کہنا اور عبد کو عبد کہنا اگر ان کی توہین ہے تو اللہ کو اللہ، اور معبود کو معبود کہنا، فرشتوں کو فرشتہ، جن کو جن، حور کو حو، غلمان کو غلمان، انسان کو انسان کہنا ان کی توہین ہے۔
- چہارم۔ قیام دنیا سے اس وقت تک یہی طریقہ ہے کہ بیٹا باپ کو باپ، اور باپ بیٹے کو بیٹا کہتا چلا آیا ہے۔ آپ طریقہ بدلوا دیجئے کہ آئندہ سے بیٹے کو باپ اور باپ کو بیٹا کہا جائے۔
- پنجم۔ ہمیشہ سے ہر شخص اپنے نام کے ساتھ بن فلاں، ولد فلان، فلاں کا بیٹا کہتا اور لکھتا چلا آیا ہے۔
- ششم۔ تمام کتب احادیث اور قرآن میں موجود ہے کہ سارے انبیاء اور آنحضرت ﷺ اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کو بشر رسول عبد کہتے آئے ہیں اس قسم کی حدیثیں کچھ اوپر گزر چکی ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن میں ہے:

یاابت لا تعبد الشّیطا ن۔ مریم۔ (اے باپ شیطان کو نہ پوج)۔

احادیث میں ہے:

انا محمّد بن عبد اللّٰہ بن عبدالمطلب (میں محمد بیٹا عبداللہ بیٹے عبدالمطلب کا ہوں)

انا النّبیّ لا کذ ب انا ابن عبدالمطلب۔ (میں سچا نبی ہوں عبدالمطلب کا بیٹا (پوتا) ہوں)۔

محمّد بن عبد اللّٰہ عبدہ و رسولہ (محمد، عبداللہ کا بیٹا، اللہ کا بندہ اور رسول ہوں)۔

ان سے معلوم ہوا کہ باپ اور دادا کا نام لینا بھی سنت نبوی ہے۔

❁ ہفتم۔ کتب احادیث وسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور ازواج مطہرات نے آنحضرت ﷺ کا نام لیا ہے، عبداللہ اور رسول بھی کہا ہے۔ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں من زعم انّ محمداً رأی ربّہ (جس نے گمان کیا کہ محمد ﷺ نے اللہ کو دیکھا)۔ ومن زعم انّ محمداً کتم شیئاً (اور جس نے گمان کیا کہ محمد ﷺ نے کچھ چھپایا)۔ و لو کا ن محمّد کا تماً شیئاً (اور اگر محمد ﷺ کچھ چھپاتے)۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ حضرت مسروق حضرت عائشہؓ سے سوال کرتے ہیں ھل ر أی محمّد ربّہ (کیا محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے) حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خلافت میں جو سب سے پہلا خطبہ دیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں من کان یعبد محمّداً فا ن محمّداً قد مات (جو کوئی محمد ﷺ کو پوجتا تھا وہ سن لے کہ محمد ﷺ یقیناً فوت ہو گئے)

❁ ہشتم۔ سب مسلمان ہر نماز میں اشھد ان محمّداً عبدہ و رسولہ پڑھتے ہیں۔

(میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں)۔

حاصل کلام یہ کہ ہر مخلوق نبی رسول فرشتہ انسان جن حور وغلمان سب اللہ کے بندے ہیں اور عبادت اللہ ہی کیلئے مخصوص ہے۔

☆ بحث اخوت

مشکوۃ شریف میں بروایت احمد ہے:

اعبدوا ربّکم و اکر موا اخاکم (عبادت کرو اللہ اور اکرام بھائی کا)

یہاں بھائی سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ تقویۃ الا یمان میں مولوی اسماعیل شہیدؒ نے اسی حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ذیل میں فائدہ لکھا ہے:

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اسکو چاہیے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء وانبیاء، امام، امامزادے، پیر، شہید جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو انکی تابعداری کا حکم کیا ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں، سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے، نہ خدا کی سی۔

اس پر لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بڑا بھائی کہہ دیا اور ان کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کر دی۔ اس کے چند جواب ہیں:۔

- اول یہ کہ شاہ اسماعیل نے رسول اللہ ﷺ کا نام بھی نہیں لیا، آپ اپنی طرف سے اضافہ کرنیوالے کون؟
- ثانی یہ کہ جب حدیث میں لفظ اخ (بھائی) آیا ہے تو کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔
- ثالث یہ کہ رشتے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک نسبی یا حقیقی۔ یہ تو وہ ہیں جو باپ بیٹے بہن بھائی ماں باپ وغیرہ میں ہوتے ہیں جیسے حضرت فاطمہؓ آنحضرت ﷺ کی بیٹی، یا حضرت ابراہیمؓ آپ کے بیٹے، حضرت حمزہؓ وعباسؓ آپ کے چچا۔ یہ تمام رشتے تو انہی لوگوں کے لئے مخصوص ہیں۔ کوئی دوسرا اپنی جانب منسوب کر لے تو غلطی ہے۔ دوم وہ رشتے جو مجازی ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں۔ دنیاوی اور دینی۔ دنیاوی وہ کہ آپس میں مواخات بھائی چارہ کر لیا جائے جیسے منہ بولے بھائی۔ ایک استاد کے دو شاگرد۔ دینی وہ کہ بسبب اسلام مواخات کی گئی ہو یا ہو گئی ہو۔ یہ رشتے ایسے ہیں جن کو ہر شخص استعمال کرتا ہے اور کر سکتا ہے۔

اور یہ تمام رشتے کا براً عن کا برِ استعمال ہوتے رہے ہیں سورہ یوسف میں ہے:

کما ا تمّھا علی ابو یک من قبل ابرا ھیم و اسحاق (جیسا کہ اتمام کیا پیشتر ازیں تیرے باپوں ابراہیم واسحاق پر)۔

ملّۃ آ با ئی ابرا ھیم واسحاق و یعقو ب (ملت میرے باپوں ابراہیم و اسحاق و یعقوب کی)،

حالانکہ حضرت یوسفؑ کے باپ کا نام یعقوبؑ تھا اور تمام انسان اولاد آدم ہونے کی حیثیت سے باہم دگر رشتہ دار اور بھائی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شعب الایمان بیہقی اور مسند احمد میں ہے:

کلّکم بنو آدم طف الصّاع بالصّاع لم تحلوہ لیس لا حد علی ا حد فضل الّا بد ین و تقوی (تم سارے کے سارے آدم کے بیٹے ہو، سواء بسواء کسی کو کسی پر زیادتی نہیں مگر دین وتقوی کی)۔

حضرت آدم کو ابوالبشر ابوالانسان کہا گیا ہے۔

اخوت دینی۔ بخاری ومسلم میں ہے:

ا لانبیاء ا خوۃ من علات و امّھاتھم شتی و دینھم وا حد۔(انبیاء علاتی بھائی ہیں مائیں ان کی چند ہیں اور دین ان کا ایک ہے)۔

مسلم شریف میں ہے:

المؤمنون کرجل وا حد (سب مسلمان مثل ایک آدمی کے ہیں)۔

قرآن مجید میں ہے:

فاخوانکم فی الدّین (تمہارے دینی بھائی)۔

انّما المؤمنون ا خوۃ (سب مسلمان بھائی ہیں)۔

ر بّنا اغفر لنا و لاخوا ننا الّذین سبقونا بالایمان (حشر) (اے رب ہمیں اور ہمارے ان مومن بھائیوں کو جو ہم سے پہلے تھے بخش دے)۔

اور جس طرح مسلمانوں کو باہم بھائی کہا ہے اسی طرح کفار ومنافقین کو بلحاظ دین آپس میں بھائی کہا گیا ہے۔سورہ حشر میں ہے:

الم تر الی الّذین نافقوا یقولون لاخوا نھم الّذین کفروا من اھل الکتا ب (کیا تو منافقوں کو نہیں دیکھتا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں)۔

سورہ آل عمران میں ہے:

فالّف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ ا خوا نا۔(تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے)۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

انّما المؤمنون اخوۃ من حیث انّھم منتسبون الی اصل وا حد و ھو الایمان (سب مسلمان بھائی ہیں اس حیثیت سے کہ سب کے سب ایک جڑ کی طرف منسوب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور وہ جڑ ایمان ہے)۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اہل لغت کے نزدیک اخوۃ وہ بھائی ہیں جو بسبب نسب کے ہوں اور اخوان وہ بھائی ہیں جو بسبب دوستی کے ہوں۔ پس اللہ نے اخوۃ تاکیداً فرمایا۔ مسلم شریف کی دو حدیثوں میں آیا المسلم اخو المسلم۔ (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے)۔ مسلم میں ہے:

اتی رسول اللّٰہ ﷺ الی المقبرۃ فقال السّلام علیکم دار قوم مومنین و انا انشاء اللّٰہ بکم لاحقون وددت انا قد رأینا اخوانا قالوا او لسنا اخوانک یا رسول اللّٰہ ﷺ قال انتم اصحابی و اخواننا الّذین لم یاتوا بعد (رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے تو آپ نے فرمایا تم پر سلام ہو اے دیار مومنین والو اور خدا نے چاہا تو ہم تم سے ملیں گے میری آرزو ہے کاش ہم سب اپنے ان بھائیوں کو دیکھتے جو بعد میں آئیں گے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں، آپ نے فرمایا تم میرے مصاحب ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو میرے بعد میں آئیں گے)۔ (صحیح مسلم۔ حدیث نمبر ۲۴۹)۔

اسی مضمون کی چند حدیثیں جمع الجوامع میں جلال الدین سیوطی لائے ہیں اور شیخ محی الدین عربی نے فتوحات مکیہ کے پانچویں باب میں لکھا ہے:

فنحن الاخوان و ھم الاصحاب (پس ہم بھائی ہیں اور وہ مصاحب)۔

فتح الباری میں ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ لزید بن حارثہ انت اخونا و مولانا (اے زید تم ہمارے بھائی اور مولا ہو)۔

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے:

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ یا لیتنی لقیت اخوانی قالوا یا رسول اللّٰہ ﷺ او لسنا اخوانک۔ قال بلی و لکن قوم یجیئون من بعد کم یومنون بی ایمانکم و یصدقون بی تصدیقکم و ینصرونی نصرکم فیا لیتنی قد لقیت اخوانی۔ (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کاش میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ کیا ہم آپ کے بھائی نہیں۔ فرمایا ہاں، لیکن تمہارے بعد ایک قوم آئے گی جو مجھ پر تمہارا ہی سا ایمان لائے گی اور تمہاری ہی سی تصدیق کرے گی اور تمہاری ہی مانند میری مدد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرے گی کاش کہ میں ان بھائیوں سے ملتا)۔

بخاری شریف میں ہے:

عن عروةانّ النّبیّ ﷺ خطب عائشه الی ابی بکر فقال له ابوبکر انّما انا اخوك ۔ فقال انت ا خی فی دین اللّٰه وکتابه و هی لی حلال ۔(نبی ﷺ نے عائشہ کے نکاح کا ابوبکر کو پیغام دیا ابوبکر نے کہا میں تو آپ کا بھائی ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میرے دینی بھائی ہو اور وہ میرے لئے حلال ہے)۔

فتح الباری اور قسطلانی میں ہے:

و هی لی حلال نکاحها لانّ ا لاخوة الما نعة من ذلک ا خوة النّسب و الرّ ضاع لا اخوة الدّین (عائشہؓ سے نکاح میرے لئے حلال ہے اس لئے کہ اخوت مانعہ نکاح اخوت نسب ورضاعت ہے نہ کہ اخوت دینی)۔

ان احادیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ایک تو آنحضرت ﷺ کا مسلمانوں کو بھائی کہنا ،دوسرے مسلمانوں کا آنحضرت ﷺ کو بھائی کہنا اور آنحضرت ﷺ کا اقرار فرمانا۔پس اگر کسی مسلمان نے اسی بنا پر آنحضرت ﷺ کو بھائی کہہ دیا، یا اب کہہ دے،تو گردن زدنی کیوں ہے؟ حدیث عروہ جواو پر گذری مرسل ہے اور چونکہ مرسل حنفیہ کے نزدیک حجت ہے اسلئے ان کے مقابلہ میں اس کا پیش کرنا اصول مناظرہ کے خلاف نہیں۔نیز ہمارا دعوی آیات واحادیث سے ثابت ہے پس یہ حدیث ان کی اور موید ہوگی۔

اب یہ بات کہ مولوی اسماعیل دہلوی کے فقرے میں عموم ہے اس کے اندر ہر دنیا دار گنہگار شامل ہوسکتا ہے ،اسی طرح ہر نبی اور رسول۔پس ہم ذلیل وخوار کیونکر بھائی بن سکتے ہیں۔اس کا جواب:

- اول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بانی شریعت آپ سے زیادہ تعظیم وتکریم واحکام کو جانتے تھے اس زمانے کے قوی وضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی جانتے تھے۔پھر جب خود انہوں نے بھائی فرمایا اور دوسروں کے بھائی کہنے پر اعتراض نہ کرتے ہوئے بھائی ہونے کا اقرار فرمایا،تو اب آپ کا اعتراض شارع ﷺ پر اعتراض ہے۔نہیں تو ہر مسلمان کو بھائی کہنے کا حق شرعاً حاصل۔
- ثانی۔ آیات قرآنی فا خوا نکم فی الدّین اور انّما المو منو ن ا خوة میں بھی عموم ہے ان میں بھی انبیاء ورسل اور ہر مسلمان گنہگار داخل ہے۔
- ثالث۔ہم تو مسلمان ہیں،قرآن مجید میں کافروں کا بھائی انبیاء ورسل کو کہا گیا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و کونوا عباد اللّٰہ اخوانا (ہو جاؤ اللہ کے بندے بھائی بھائی)۔

یہاں تو اسلام کی بھی قید نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

فالّف بین قلوبکم فا صبحتم بنعمته اخوانا (آل عمران) (پس تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اسلئے تم اسکی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے)۔

فان تابوا واقاموا الصّلوة و آتوا الزکوة فاخوانکم فی الدین (توبہ) (اگر وہ توبہ کرلیں، نماز پڑھیں، زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں)۔

سورہ اعراف میں فرمایا:

و الی عادٍ اخاهم هوداً (قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو)۔

و الی ثمود اخاهم صالحاً (قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو)۔

و الی مدین اخاهم شعیباً (مدین میں ان کے بھائی شعیب کو)۔

اور یہی تینوں آیتیں بجز فہ سورہ ہود میں بھی آئی ہیں۔ دیکھئے ان نبیوں کو اللہ نے کافروں کا بھائی کہا ہے۔

سورہ شعراء میں ہے:

اذ قال لهم اخوهم نوح (جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا)۔

اذ قال لهم اخوهم صالح (جب ان سے ان کے بھائی صالح نے کہا)۔

اذ قال لهم اخوهم هود (جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا)۔

اذ قال لهم اخوهم لوط، (جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا)۔

سورہ مومنون میں ہے:

فارسلنا رسولاً منهم (پس ہم نے ان میں رسول بھیجا انہی میں سے)۔

آنحضرت ﷺ کے لئے ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم (تمہارے پاس تمہارے ہی نفوس میں سے رسول آیا)

اسی طرح جا بجا رسولاً مّنکم (تم میں سے رسول) اور رسولاً مّنهم (ان میں سے رسول آیا ہے)۔ پس جب کہ انبیاء کو کفار کا بھائی کہا گیا ہے تو مسلمانوں کا بھائی کہنا کیوں نا درست ہے۔

﴿ رابع۔ مسند احمد بن حنبل میں ایک حدیث ہے کہ جب بدر کے قیدی آئے اور آپ ﷺ نے ان کی نسبت مشورہ فرمایا تو صحابہ سے فرمایا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و انّما ھم اخوانکم بالامس (وہ کل والے تمہارے بھائی ہیں)۔
پس حدیث میں بھی مسلمانوں کو کافروں کا بھائی کہا گیا۔

❁ خامس ۔ شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے فنحن الاخوان و ھم الاصحاب (ہم بھائی ہیں اور وہ مصاحب ہیں)۔پس اول شیخ محی الدین ابن عربی پر تبرا کیجئے پھر مولوی اسماعیل کی جانب متوجہ ہوجئے ۔ ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔

❁ سادس ۔ جو لوگ داخل اسلام ہوتے تھے ان میں کسی کا بھائی، کسی کا لڑکا، کسی کا باپ، کافر ہوتا تھا۔خود آنحضرت ﷺ کے کئی اعمام اور دیگر عزیز کافر رہتے تھے مگر بوجہ کفر وہ قرابت یا رشتہ داری سے خارج نہ ہوتے تھے بلکہ انہی رشتوں سے پکارے جاتے تھے جیسا کہ عبارات احادیث سے ثابت ہے ۔ یا اس وقت کوئی شخص مسلمان ہوجائے تو کیا اس کے والدین اور بہن بھائی اس رشتہ سے خارج ہوجائیں گے؟

❁ سابع ۔ اگر آپ کا بھائی یا لڑکا نواب بادشاہ یا عابد و زاہد ولی اللہ امام مجتہد اور تمہارے مذہب کے موافق نبی ہوجائے جیسا کہ جواہر غیبی میں لکھا ہے :

نبوت و رسالت منقسم بر دو قسم است، قسمی تعلق بہ تشریع دارد کہ آں اوامر و نواہی ست از جناب حق تعالی بر خلق بواسطی انبیاء و آن انقطاع پذیرفت ۔ و قسمی دیگر خبر دادن از حقائق جناب الٰہی و اسرار غیب و اظہار اسرار عالم ملک و ملکوت و کشف اسرار ربوبیت سے و آن منقطع نمی گردد و آنرا انباء گویند (نبوت و رسالت کی دو قسمیں ہیں ایک وہ کہ جس کا تعلق شرع سے ہو یعنی اوامر و نواہی خداوندی جو حق کی جانب سے مخلوق کو ہیں، وہ ختم ہوگئی ۔ اور دوسری قسم حقائق الٰہی و اسرار غیب اور دیگر حالات ربوبیت ۔ یہ قسم ختم نہیں ہوئی)۔

آئینہ حقائق نما میں بھی نبوت کی دو قسمیں کی ہیں ایک تشریعی ، دوسری تعریفی ۔ پھر لکھا ہے :

و نبوت تشریعی مختتم بحضرت رسالت پناہ ﷺ فاما تعریفی کہ لازمہ ولایت مطلق است باقی است تا دور خاتمہ ولایت محمد مہدی (نبوت تشریعی تو حضرت رسالت پناہ ﷺ پر ختم ہوگئی اور نبوت تعریفی جو کہ ولایت مطلق کا لازمہ ہے ولایت محمدیہ کے خاتمہ تک باقی رہے گی)۔

تو کیا یہ شخص آپ کے بھائی یا لڑکا ہونے سے خارج ہوجائے گا نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ بطور فخر بار بار اظہار کریں گے اور دن رات یہی ہوتا ہے کہ جس کو ترقی مراتب حاصل ہوتی ہے دنیا دار فخریہ اس کے سالے بنتے ہیں اور غریب کے بہنوئی بھی نہیں بنتے ۔ پس اگر کسی مسلمان نے فخریہ یا فرط محبت سے یا مثال کے طور پر بھائی کہہ دیا تو کیا برا کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

❁ ثامن۔ ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے:

ہر مسلمان خواہ وہ گنہگار جواری شرابی زانی چور ہو، تارک الصلوۃ ہو، خواہ عابد و زاہد صوفی ولی یا نبی ہو، بحیثیت ایمان سب برابر ہیں۔ نہ کسی کو ذرہ برابر کسی پر فوقیت، نہ کسی کو ذرہ برابر کسی سے کمی۔

اسی مسئلہ کو پیش نظر رکھ کر اور اسی مساوات کا خیال کر کے بھائی لکھا ہے تا کہ آپ لوگوں کی تعریض ہو۔ اور جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ اللہ یا رسول نے بھائی کہا تو تمہیں کیا حق ہے؟ جواب وہی ہے کہ اللہ کو اللہ، رسول کو رسول بھی انہوں نے ہی کہا ہے اور لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کو بھائی کہا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھائی ہونا تسلیم کیا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حادیث سے ثابت ہوا، پھر کسی کو کیا حق ہے کہ اس سے منع کرے۔

یہی لوگ ایک یہ بات بھی کہا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کو بڑے بھائی کے برابر کر دیا۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ والدین کے متعلق فرماتا ہے:

فلا تقل لهما افّ ولا تنهرهما و قل لّهما قولاً كريماً و اخفض لهما جناح الذّل من الرّحمة (بنی اسرائیل) (ان دونوں سے اف بھی نہ کرو، نرم لہجہ میں بات کرو اور فرمانبردار رہو)۔

سنن ابن ماجہ میں ہے:

انّ رجلاً قال يا رسول اللّه ما حق الوالدين على والدهما؟ قال هما جنتك و نارك۔ (ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ بیٹے پر والدین کے کیا حقوق ہیں؟ فرمایا وہ تیری جنت ہیں اور تیری دوزخ ہیں)۔

مطلب یہ ہے کہ ان کی فرمانبرداری و خوشنودی میں جنت ہے، نافرمانی میں جہنم۔

سنن ابوداؤد میں ہے:

عن ابی اسيد الساعدی قال بين نحن عند رسول اللّه ﷺ اذ جاءه رجل من بنی سلمة فقال يا رسول الله هل بقی من برابویّ شیء ابرهما بعد موتهما قال نعم الصلوة عليهما و الاستغفار لهما و انفاذ عهد هما من بعدهما و صلة الرّحم الّتی لا توصل الا بهما و اكرام صديقهما۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۵۱۴۲)۔ (ابو اسید ساعدی نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ ایک آدمی بنی سلمہ سے آیا اور پوچھا کہ اے رسول اللہ ﷺ کیا والدین کے مرنے کے بعد کوئی بات باقی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہی ہے جو انکے ساتھ نیکی ہو۔آپ نے فرمایا،ہاں ان کیلئے دعا واستغفار۔انکے بعد انکے عہد کو پورا کرنا انکے رشتہ داروں سے صلہ رحم ان کے دوستوں سے اکرام)

ایک حدیث میں ہے: الجنّۃ تحت اقدا م امھا تکم۔ (تمہاری ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے)۔

ایسی حدیثیں بھی موجود ہیں جن میں لوگوں کوصرف خدمت والدین کی وجہ سے جہاد جیسے فرض سے روک دیا ۔غرض کہ والدین کی وہ تعظیم وتکریم بتائی گئی جو خدا کے بعد کسی نہیں۔

اس کے بعد آپ اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیے جوسنن ابوداؤد میں ہے:

حق کبیر لا خوۃ علی صغیر ھم کحق الوا لد علی الولد(بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر ایسا ہی حق ہے جیسا کہ باپ کا بیٹے پر)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بڑے بھائی کی وہی توقیر ہے جو باپ کی ہے۔اب نتیجہ یہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ کی بھی تعظیم انتہائی تعظیم چاہیے، نہ ایسی کہ خدا کے برابر کر دیا جائے۔ لوگ ناحق مولانا اسماعیل کی جانب بسوءظن کرتے ہیں،انکا مقصدتو جاہلوں کوسمجھانا تھا کہ جس طرح تم باپ یا بڑے بھائی کی توقیر وتعظیم کرتے ہو،اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہروقت ادب تہذیب لحاظ برتو۔محبت والفت رکھو ۔مولانا کا وہ مطلب نہ تھا جو مخالفین نے ظاہر کیا ہے ان کا تو وہی مطلب تھا جوان کی عبارت سے ظاہر ہے : ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنا چاہیے نہ کہ خدا کی سی، ۔ اور یہی دکھتی رگ ہے اس لئے کہ انسان کہہ دیا اور انسانوں کی سی تعظیم کی ہدایت کی۔ ..خدارا انصاف سے بتایئے کہ جو جاہل خدا اور رسول کونہیں جانتے، ادب تمیز کو نہیں پہچانتے،توان لوگوں کے سمجھانے کے لئے بھائی سے زیادہ بہتر اورمناسب مثال کون سی ہوسکتی ہے؟

جب مخالفین لاجواب ہوتے ہیں تو کہدیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا بھائی کہنا آپ کی کسر نفسی تھی۔اس کا جواب یہ ہے کہ خود کہنا کسر نفسی تھی تو اور مسلمانوں کے بھائی کہنے میں توہین کیوں نہ ہوئی؟ اس کا کیوں اقرار فرمایا..اے بندگان خدا! وہاں تو جو بات تھی وہ سچی اور واقعی تھی نہ کبھی خلاف واقع کسر نفسی تھی نہ تعلّی۔ مخالف ایک اور بات کہا کرتے ہیں، وہ یہ کہ حدیث میں تو بھائی آیا ہے، مولانا نے بڑا بھائی کیوں لکھا۔ جواب یہ ہے کہ مولانا نے ترجمہ حدیث میں بھائی ہی لکھا ہے اور فائدہ میں بڑا بھائی لکھا ہے جس کی خاص وجہ یہ ہے کہا گر چھوٹا لکھتے تو نقص ہوتا اورصرف بھائی پر تو آپ نے شور مچا دیا اس وجہ سے بھائی بھی نہیں لکھا بلکہ حفظ مراتب کی وجہ سے بڑا لکھا لیکن

ہنر بچشم عدواں بزرگتر عیب است گل است سعدی ودرع چشم دشمناں خاراست

بڑے بھائی کی مثال پر بھی غریب کے منہ آ گئے حالانکہ انہوں نے خود لکھ دیا: اللہ نے انکو بڑائی دی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ بڑے بھائی ہوئے ۔، اور بڑائی تو ظاہر ہے کہ اللہ کے رسول تھے ۔

❁ دوم یہ کہ سنن ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں اجازت دی مجھ کو عمرے کی رسول اللہ ﷺ نے ، پھر فرمایا:

اشرکنایا اخیّ فی دعائک ولا تنسنا (ہم کو بھی شریک کرنا اے چھوٹے بھائی اپنی دعا میں اور نہ بھولنا ہم کو) ۔

اس حدیث میں لفظ اخیّ تصغیر ہے جس کے معنی چھوٹے بھائی ہوئے ۔ پس خود آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو چھوٹا بھائی کہا تو آپ ﷺ بڑے بھائی ہوئے ۔ بعض لوگ جب لاجواب ہوتے ہیں تو یہ فقرہ چست کر دیتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بھائی ہوئے تو ازواج مطہرات کو بھاوج بھی کہہ دیجئے ۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون کوئی ان سے پوچھے کہ تم خود ازواج مطہرات کو امہات المؤمنین تسلیم کرتے ہو، تو کیا تمہارا دادا، پردادا، بہو یا پوت بہو بھی کہہ سکتا ہے نعوذ باللّٰہ من الجھل و الضّلالۃ ۔

☆ انسان بمقابلہ رحمان

ایک یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ اس عبارت میں ، تمام انبیاء کو بندے عاجز کہا ہے ، ۔ اور اسی طرح ایک جگہ لکھا ہے : اللہ کی بہت بڑی شان ہے کہ سب انبیاء اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کم تر ہیں ۔ اور ایک جگہ لکھا ہے : اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے ۔ اس کا جواب

❁ اول یہ ہے کہ کہیں مولوی اسماعیل دہلوی نے کسی نبی یا رسول کا نام نہیں لیا ۔ آپ کیوں اضافہ کر رہے ہیں؟

❁ دوم ۔ آپ کو آپ کے مذہب کے مطابق اس قول کی تاویل کرنی چاہیے ورنہ آپ انّ بعض الظّن اثم (بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) کے مرتکب اور گنہگار ہوتے ہیں ۔

❁ سوم ۔ مولوی اسماعیل کے فقرے ، بڑی سے بڑی مخلوق ، کا کیا مطلب ہے؟ اگر بڑائی بلحاظ جسم و جثہ ہے تو بے جانوں میں پہاڑ ، دریا ، زمین و آسمان ہیں ۔ اور جانداروں میں ہاتھی ، اونٹ ہیں ۔ اگر انسان مراد لئے جائیں تو وہ جاہل جو کالی ، بھوانی ، شیخ سدو کو پوجتے والے ہیں ، احکام شرع سے بے خبر ہیں ، ان کے نزدیک سب سے بڑے راجہ مہاراجہ نواب بادشاہ ہیں اور یہی مراد ہیں یہاں بڑی سے بڑی مخلوق سے ۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک میاں کا بکرا ، بی بی کی صحنک کرنے والے ، ان کے نزدیک شیخ سدو ، زین خان ، کالے پیر ، لال گرو ، بھوانی ، نونا چماری ، میر صاحب ، بھوت چڑیل سب سے بڑے ہیں ۔ ان لوگوں کو سمجھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کے لئے لکھا گیا ہے کہ تم جو اپنے پیر، گرو، کو سب سے بڑا جانتے ہو، یہ لوگ شرعاً اللہ پاک کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو پیر و پیغمبر کی شان میں مبالغہ کر کے خدا سے زائد یا برابر کر دیتے ہیں، زمینوں آسمانوں میں ان کو متصرف جانتے ہیں، اس مثال میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اب رہے وہ لوگ جو شرع سے واقف ہیں اللہ ہی کو قادر مطلق، معبود برحق، انبیاء کو بندہ بشر احکام خداوندی میں غیر دخیل و منصرف جانتے ہیں، وہ لوگ نہ اس کے مخاطب نہ ان کے سمجھانے کو یہ لکھا گیا۔

❁ چہارم۔ جو مطلب آپ سمجھ رہے ہیں وہ عبارت مولوی اسماعیل سے پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ عبارت میں لفظ روبرو، اور ، شان کے آگے ، ہیں۔ ان دونوں کا صرف یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ خدا کے مقابلہ میں ان کی کوئی وقعت نہیں۔ ہاں اگر یہ لفظ ہوتے ، خدا کے نزدیک ، تو آپ کا مطلب درست ہوتا۔

❁ پنجم۔ یہ کہ عبد و معبود کے اندر جو نسبت ہے اس کے تین درجے ہیں:۔

پہلا مقام عبدیت۔ اور وہ بمقابلہ معبود برحق اپنی عبدیت کا اعتراف ہے، تو ہمیشہ مقام عبدیت میں کہنا پڑے گا کہ ہم تیرے ذلیل بندے ہیں۔ ہم ہیچ ہیں۔ ہم ذرہ سی برابری کرنے کے لائق نہیں۔ تو اگر چاہے تو ابھی ہمیں اور سارے زمین و آسمان کو نیست و نابود کر دے۔ تیری قدرت میں ہے کہ ایک ذرہ کو آسمان بنا دے۔ تو اگر چاہے تو بڑے سے بڑے عزت دار کو انتہائی ذلیل کر دے۔ تیری قدرت میں ہے کہ ذلیل سے ذلیل کو سب سے بڑا عزت دار کر دے۔ تو اگر سارے جہان کو جنت دے دے تو تیری رحمت ہے۔ تو اگر ساری دنیا کو دوزخ میں جھونک دے تو تو ظالم نہیں۔ تو نے بالکل سچ فرمایا:

و لو یوا خذ اللّٰہ النّاس بظلمھم ما ترك علیھا من دا بۃ و لکن یؤخرھم الی اجلٍ مسمّی۔ (اگر اللہ لوگوں سے ان کے ظلموں پر مواخذہ کر لے تو زمین پر کوئی چلنے والا باقی نہ رہے لیکن اللہ ڈھیل دیتا ہے وقت مقررہ تک)۔

دوسرا مقام رسالت ہے۔ جب مقام رسالت کی گفتگو ہو گی تو کہنا پڑے گا کہ اللہ بزرگ و برتر کے بعد سارے ذی روح و غیر ذی روح سے بڑھ کر سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، سب سے بہتر، سب سے برتر، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ آپ اول شافع، اول مشفّع ہیں۔ آپ کے پاس لواء حمد ہو گا۔ آپ کو شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ ہی کی نسبت بالکل بجا و درست کہا گیا ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپ ﷺ کا نام سن کر آپ پر درود پڑھنا فرض ہے۔ اسی نسبت کا نام نسبت برسالت ہے۔ اب اسی رسالت میں ایک دوسری نسبت ہے اور وہ وہی نسبت عبدیت یا معبود ہے جو اوپر گزری۔ تو جب اس مقام یعنی نسبت عبدیت کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گفتگو ہوگی تو وہی کہنا پڑے گا جو نسبت عبدیت میں کہا گیا۔

تیسری نسبت معبودیت ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ پاک کو اپنے بندوں کے ساتھ ہے اور یہی مقام توحید ہے جب اس مقام توحید کی گفتگو ہوگی تو کہنا پڑے گا کہ تو احد وصمد ہے، تیرا کوئی مثل ونظیر نہیں، تیرا کوئی شریک نہیں، کوئی تیرے برابر نہیں، تیرا کوئی معاون نہیں، تو کسی کا محتاج نہیں، تو ازلی ابدی سرمدی ہے، تو عالم غیب ہے، خالق ہے، قادر ہے، سارے جہان زمین وآسمان تو نے بنائے جب چاہے فنا کردے، تو جب چاہے بڑی سے بڑی مخلوق کو چمار سے زائد ذلیل کردے، تو نے بالکل درست فرمایا ہے:

و لئن شئنا لنذ هبن بالّذی او حینا الیک ثمّ لا تجد لک به علینا وکیلا (بنی اسرائیل)۔(اگر ہم چاہیں تو جو ہم تجھ پر وحی بھیجتے ہیں اس کو بند کردیں پھر تو کسی کو ہمارے پاس وکیل بھی نہ لا سکے)۔

تو جس وقت چاہے بڑی سے بڑی مخلوق کو نیست ونابود کردے۔ تو نے فرمایا ہے:

ان یشأ یذ هبکم و یأت بخلق جد ید (ابراہیم)۔(اگر چاہے تو سب کو مٹا دے اور نئی مخلوق پیدا کردے)

تو جسے بھی چاہے اس کے مثل اس سے بہتر اور دوسرا پیدا کردے۔ تیرا ہی ارشاد ہے:

او لیس الّذی خلق السّماوا ت و الارض بقادرٍ علی ان یّخلق مثلهم بلی و هوالخلّاق العلیم۔ (سورۃ یسین) (کیا جس نے زمینوں اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسا اور پیدا کردے بے شک وہ قادر ہے اور وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے)۔

تو قوی ہے، تیرے سب ضعیف بندے ہیں، تیرے سامنے سب لاچار مجبور بے بس ہیں، تجھ کو کچھ پرواہ نہیں، تو نے جسے چاہا رسول بنا دیا، تو جب چاہتا نبی کو نبوت سے معزول کردیتا، تو جب چاہتا ذلیل کردیتا، تو اب اور قیامت میں جس کو چاہے ذلیل کردے، تو جس کو چاہے بخش دے، تو جس کو چاہے دوزخ میں جھونک دے۔ مسند احمد وابن ماجہ وابوداؤد میں ہے:

لو انّ اللّٰه عزّ و جلّ عذ ب اهل سماواته و اهل ارضه عذبهم و هو غیر ظالم لهم۔(اگر اللہ تمام زمین وآسمان والوں کو عذاب دے تو ظالم نہیں)۔

غرض کہ یہ تمام مقام توحید کی گفتگو ہے۔

فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ، صوفیہ میں جو تین درجے ہیں ان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی شخص فنا فی الشیخ میں پہنچتا ہے، تو اس وقت یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ میں مر گیا اور خاک ہو گیا، زمین و آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، انکے اجزاء بھی فنا ہو گئے۔ غرض کہ تمام محسوسات و موجودات فنا ہو کر اب نہ کوئی خالق رہا نہ مخلوق۔ صرف ایک ذات شیخ باقی ہے۔ پھر اس خیال کو ترقی دے کر درجات عین الیقین تک پہنچایا جاتا ہے۔ غرض کہ سبکو فنا کر کے صرف ذات شیخ کو باقی رکھا جاتا ہے۔ تو کیا مخالفین نے کبھی یہ خیال کیا ہے کہ اس سب کے اندر ذات پاک رسول اللہ ﷺ کو بھی فنا کر دیا گیا۔ کبھی آپ نے ان صوفیوں پر بھی اعتراض کئے ہیں۔ اگر کئے ہیں تو کب اور ان کا کیا ثبوت ہے، اگر نہیں اور واقعی نہیں، تو کیوں؟

پھر اسی طرح فنا فی الرسول میں ذات شیخ و ذات باری تعالی کو فنا کیا جاتا ہے۔ کیا کبھی ان لوگوں پر آپ اعتراض کرتے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے ذات باری کو فنا ماننے والوں پر کفر کا فتوی لگایا ہے۔ اگر لگایا ہے تو کب اور اس کا کیا ثبوت ہے اور اگر نہیں تو کیوں؟ کیا محض اس وجہ سے کہ وہ آپ کے ہم مذہب ہیں اور مولوی اسماعیل پر محض اس وجہ سے اعتراض ہے کہ وہ احکام قرآن و حدیث کو لوگوں تک پہنچاتے اور کفریات بکنے والوں کے ڈھول کا پول کھولتے ہیں۔ افسوس کہ مولوی صاحب کی جو گفتگو تھی وہ مقام توحید کی تھی مگر آپ اسے نہیں سمجھتے سخن شناس نہ ء دلبرا خطا ایں جاست

اسی طرح وہ حدیث ہے جس کو شیخ شہاب الدین سہروری عوارف المعارف میں لائے ہیں:

لا یکمل ایمان المرء حتی یکون الناس عندہ کالاباعر (کسی آدمی کا ایمان پورا نہیں ہوتا جب تک تمام آدمی اس کے نزدیک مینگنیوں کی مثل نہ ہوں)۔

حضرت نظام الدین اولیاء نے فوائد الفوائد میں لکھا ہے:

اعتماد برحق باید کرد و نظر بر ہیچ کس نباید داشت (حق پر بھروسہ کرنا چاہیے اور کسی پر نظر نہ کرنا چاہیے)

پھر لکھا ہے:

ایمان کسی تمام نشود تا ہمہ خلق نزدیک او ہمچناں نماید کہ پشک شتر است (کسی آدمی کا ایمان اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک تمام مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنیوں کی طرح نہ ہو جائے)۔

کیا ان سب کے اندر تمام انبیاء اور آنحضرت ﷺ داخل نہیں؟ کیا کبھی ان پر آپ اعتراض کرتے ہیں؟ اسی طرح شیخ سعدی شیرازی لکھتے ہیں:

چو مرد در ہر و اندر راہ حق ثابت قدم گردد وجود غیر حق در چشم تو حیدش عدم گردد

(راہ حق کا چلنے والا جب ثابت قدم ہوتا ہے تو اس کی نظر میں غیر حق کا وجود عدم ہو جاتا ہے)

کیا اس عدم میں وجود انبیاء کا انکار نہیں ہوا؟ پھر شیخ سعدی نے کہا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دل اندرمی بایداے دوست بست کہ عاجز تر است از صنم ہر چہ ہست

(اے یار دل کو خدا کے ساتھ باندھ۔ اسلئے کہ جو کچھ ہے وہ بت سے بھی زائد عاجز ہے)۔

یعنی شیخ سعدی نے تو سب کو بت بلکہ اس سے بھی بدتر کہدیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بت چاندی سونا، پلاٹینم، جواہرات خواہ کسی کا بھی ہو، انسان سے بدتر ہے۔ بتوں کیلئے صاف حکم ہے

:انکم و ما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم انتم لھا واردون (تم اور جسے تم پوجتے ہو اللہ کے سوا، دوزخ کا ایندھن ہیں جس میں جھونکے جاؤ گے)

اور ایک صوفی نے کہہ دیا

پنجہ با پنجہ خدا دارم من چہ حاجت مصطفیٰ دارم

(خدا کے ہاتھ میں ہاتھ رکھتا ہوں مجھے مصطفیٰ کی کیا پرواہ ہے)۔

اب اولاً ان لوگوں پر اعتراض کیجئے مولوی اسماعیل دہلویؒ کا نمبر اس کے بعد ہے۔

سیوطی نقایہ میں تصوف کی تعریف لکھتے ہیں:

تجر ید القلب للّٰہ تعا لی و احتضار ما سواہ۔ (اللہ کے لئے دل کو خاص کر لینا اور اس کے سوا سے بے پرواہ ہو جانا)۔

کیا اس عموم میں رسول اللہ ﷺ داخل نہیں؟

امام رازی تفسیر کبیر میں انداد کے ذیل میں صوفیوں کا قول نقل کرتے ہیں:

قول ا لصّوفیّۃ و العارفین و ھو ان کل شیء شغل قلبک بہ سوی اللّٰہ فقد جعلتہ فی قلبک ند للّٰہ۔ (صوفیہ اور عارفین کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا جس چیز سے تیرا دل مشغول ہو وہی اللہ کا ند (شریک) ہے)۔

کیا اس عموم میں آنحضرت ﷺ داخل نہیں؟

ششم یہ کہ بھنگی، چمار، نائی، نور باف یہ تمام نام صرف پیشوں کے ہیں، ان میں کوئی ذات نہیں۔ ہندوؤں میں بے شک یہ لوگ شودر سمجھے جاتے ہیں، اسلام میں کوئی تفریق نہیں۔ اسلام نے کوئی ذات پات نہیں بنائی۔ حدیث میں آیا ہے:

کلّکم بنو آدم طف الصاع بالصّاع تملؤہ لیس لاحد علی ا حد فضل۔

(اولاد آدم ہو تم سب کے سب کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ آپس میں سب برابر ہو)۔

اس میں کوئی کافر و مسلم کی بھی تفریق نہیں۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں تمام قومیں موجود تھیں۔ جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگ مسلمان تھے ساتھ نماز پڑھتے تھے، ساتھ کھاتے تھے، کبھی کسی کو ذلیل نہیں سمجھا گیا، بلکہ برابر ایک دوسرے کا جھوٹا کھاتے پیتے تھے۔ ہندوستان کے بڑے شہروں آگرہ دہلی بمبئی وغیرہ میں ہزارہا مسلمان موجود ہیں جو بھنگی کا پیشہ کرتے ہیں۔عرب میں مسلمان ہی ان پیشوں کو کرتے تھے، کیا کسی نے عرب وعراق میں غیر مسلم بھنگی دیکھے ہیں؟ حدیث میں آیا ہے:

ا حل ما اکل العبد کسب ید الصا نع اذا نصح ۔

(اکل حلال ہاتھ کی کمائی ہے جب کہ ایمان داری سے ہو)۔

حدیث میں ہے:

ما کسب الرّ جل کسباً اطیب من عمل یدہ

(ہاتھ کی کمائی سے بہتر کوئی کمان نہیں)۔

حدیث میں ہے:

ا حل ما اکل الر جل من کسبہ و کل بیع مبرور (کسب حلال ہاتھ کی کمائی ہے اور ہر جائز تجارت ہے)۔

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء وصحابہ طلب روزگار کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے تھے۔قرآن میں حضرت داؤدؑ کے متعلق ہے:

و النّا لہ الحد ید انِ اعمل سابغات و قدّر فی السّر د (سبا)

(اس کیلئے لوہے کو نرم کر دیا، پوری زرہیں بناؤ اندازہ کا خیال رکھو)۔

یہ لوہاری کا کام ہوا۔

حضرت نوحؑ کی بابت فرمایا: واصنع الفلک (کشتی بناؤ)۔

یہ بڑھئی کا کام ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کے بارہ میں ہے:

و اھشّ بھا علی غنمی۔(اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتیاں جھاڑتا ہوں)۔

دوسری جگہ ہے:

یا ابت استاجرہ انّ خیر من استاجرت القوی الامین (قصص)۔

(اے باپ! مزدوری پر رکھ لو، مزدور مضبوط اور امانت دار اچھا ہوتا ہے)۔

فجا ئتہ احدا ھما تمشی علی استحیاء قا لت انّ ابی ید عو ک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیجز یک اجر ما سقیت لنا (قصص) (ان میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی اور کہا میرا باپ تمہیں بلاتا ہے تاکہ تمہارے پانی پلانے کی اجرت دے)۔

قال انّی ارید ان انکحک احدی ابنتیّ ھا تین علی ان تا جر نی ثما نی حجج (قصص)۔ (کہا میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تم سے کرتا ہوں بشرطیکہ تم آٹھ سال میری مزدوری کرو)۔

فان اتممت عشراً فمن عندك (اور اگر تم چاہو، تو دس سال)۔

قال ذلک بینی و بینک ایّما ا لاجلین (کہا میرا تمہارا عہد ہو چکا ان دونوں میں سے جو بھی پوری کروں)۔

چنانچہ اسی مزدوری کے عوض حضرت موسیٰ کا نکاح حضرت صفورا سے ہوا اور حضرت موسیٰؑ صفورا کو لے کر چلے تو نبوت ملی۔ بکریاں تو اکثر انبیاء نے اور آنحضرت ﷺ نے بھی چرائی ہیں۔ حضرت خاتم النبیین ﷺ نے حضرت خدیجہ اکبری کے مال سے مزدوری یا شرکت منافع پر تجارت فرمائی ہے۔ یہ دونوں کام کتب سیر میں موجود ہیں۔ حضرت ادریسؑ کپڑے سیتے اور کتابت کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ و حضرت ذکریاؑ کپڑا بیچا کرتے تھے۔ حضرت ذکریا کی نسبت مسلم شریف میں ایک حدیث ہے فرمایا نبی ﷺ نے: کان ذکر یا نجا راً (ذکریا بڑھئی تھے)۔ حضرت داؤدؑ کے متعلق بخاری شریف میں ہے: لا یا کل ا لّا بعمل ید یہ (اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے)۔

صحابہ و آئمہ کے ضمن میں علامہ کمال الدین دمیری محدث صاحب حیوۃ الحیوان نے ایک فہرست بحوالہ بصائر القدماء لکھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف کپڑا بیچا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ لوگوں کا مال بکواتے تھے اور تجارت کرتے تھے۔ سعدؓ بن ابی وقاص نیزوں کی بھالیں بناتے تھے۔ ولیدؓ بن مغیرہ اور ابوالعاصؓ لوہے کا کام کرتے تھے۔ عقبہ بن ابی امیہ (قبل اسلام) کلال تھے ابوسفیانؓ بن حرب روغن سیاہ کی تجارت کرتے تھے۔ نضر بن حارث عود اور چھڑیاں بیچتے تھے۔ حکم بن ابو العاص، حارث بن عمر، ضحاک بن قیس فہری، ابن سیرین بکروں کو خصی کیا کرتے تھے۔ عاص بن وائل جانوروں کا علاج کرتے تھے۔ عمرو بن عاص، زبیر بن العوام جانور ذبح کر کے گوشت بیچا کرتے تھے۔ عثمان بن طلحہ کپڑے سیا کرتے تھے۔ قیس بن مخرمہ، مالک بن دینار کاغذ بناتے تھے۔ مہلب بن ابی صفرہ باغبانی کرتے تھے۔ قتیبہ بن مسلم (جنہوں نے بلاد عجم کو ماوراء النہر تک فتح کیا)، حمالی کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی نسبت فتاوی برنہہ میں لکھا ہے: حرفت وی ے خزازی بود وے را کارخانہ بود بزرگ در آنخزازی می کرد۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ان کا ایک بڑا کارخانہ ریشمیں کپڑا بننے کا تھا اس میں کپڑا بنا کرتے تھے)۔ (جیسا کہ آج کل بنارس اعظم گڈھ، بھاگلپور میں بنا جاتا ہے) شیخ ابن طاہر مجمع البحار میں لکھتے ہیں و کا ن خزا زا یبیع الخز (ریشمی کپڑا بیچا کرتے تھے)۔ تاریخ منوال میں ہے ابو ایوبؓ انصاری، امام ابوبکر محمد بن بشار (بخاری و مسلم کے استاد) ناصح بن عبداللہ کوفی ،صوفی فرقد، سنجی تابعی ،حضرت انس کے شاگرد اسماعیل مفتی کپڑا بنا کرتے تھے ۔... سفینۃ الاولیاء میں ہے امام احمد بن محمد بن احمد بن عمر بن میمون سلمی کپڑا بنتے تھے۔حمید بن الربیع الخمی ، محمد بن حسان کوفی ، یزید بن سنان قرشی بصری، عیسیٰ بن میمون ، زیاد بن غراط تیمی ،فضل بن عنبسہ محدث ریشمی کپڑا بنتے تھے ۔ ابوبکر نساج،عبدالحکیم سیالکوٹی عبدالقدوس گنگوہی نور باف تھے ۔تفسیر ابن کثیر و ابن جریر میں لکھا ہے حضرت خضرؑ نے جن یتیم بچوں کی دیوار بنائی تھی، وہ نور باف تھے۔کیا آپ ان تمام انبیاء و صحابہ کو ذلیل جانتے ہیں؟ نہیں تو مولوی اسماعیل پر کیوں اعتراض ہے ۔ احکام اسلام میں تو آقا و غلام مساوی ہیں۔کیا عزیز مصر کے ہاتھ بک کر حضرت یوسفؑ ذلیل ہو گئے؟ حضرت خاتم النبیین ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد کا نکاح آپنے آزادشدہ غلام حضرت زیدؓ سے کر دیا تھا۔ آپ کی نظروں میں حضرت زید یا یہ فعل رسول برا تھا؟ اسد الغابہ میں بروائت زید بن عمر معافری ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ کے پاس معافر کا بنا ہوا کپڑا آیا تو ابوسفیان نے اس کپڑے اور بننے والے کو برا کہا آنحضرت ﷺ نے فرمایا انہیں برا نہ کہو وہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں ۔ایک حدیث میں آیا ہے:

یا ابا الدرداء طف الصا ع با لصا ع لیس لابنالبیضاء علی ابن السوداء فضل ، اور کلکم بنو آ دم و آ دم من تراب ۔(کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ،سب برابر ہیں اور سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہیں)،

یہاں تو کفر و اسلام کی بھی تفریق نہیں فرمائی ۔سعدی نے سچ کہا ہے

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

اب رہا صرف جوتا بنانا ،تو آج راجپوتانہ مالوہ اور اودھ میں ہزارہا مسلمان جوتا ہی بناتے ہیں اور اب تو نئی تعلیم نئی روشنی نئی تہذیب میں ہر جگہ فیکٹریاں ہیں ۔ان میں لاکھوں مسلمان جوتا بناتے ہیں۔ بڑے بڑے مدعیان شرافت بڑے بڑے حسین ونسیب شیخ شید مغل پٹھان محض جوتا ہی بنانے کی غرض سے یورپ جاتے ہیں اور جوتا بناتے ہیں ۔اب رہا یہ امر کہ ٹوٹا ہوا جوتا سینا تو پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ جوتا بطور خود کوئی ناپاک نہیں ورنہ آپ کا پوؤں بھی ناپاک رہے گا۔ جوتا پہن کر نماز درست ہے ہاں اگر جوتا میں نجاست لگی ہو تو موافق حکم حدیث جوتا کو زمین سے رگڑ ڈالئے ۔ پاک ہو گیا۔ ورنہ امیر کابل ، جرنل ، کرنل، لاٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پادری، کمشنر گورنر وغیرہ کو جوتا پہن کر مساجد میں آپ کیوں آنے دیتے۔

پھر سنئے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنا تمام کام خود کرتے تھے مثلاً کپڑوں میں پیوند لگانا، دودھ دوھنا، بازار سے سودا لانا، ڈول ٹانکنا، جانوروں کو باندھنا، چارہ ڈالنا، اونٹوں کو تیل ملنا، بکریوں کو داغنا، مکان کی مرمت، تعمیر خانہ کعبہ و مسجد نبوی میں دوش مبارک پر پتھر اٹھانا، زمین کھودنا۔ دوسروں کے گھر جا کر ان کے جانور دوھنا، اپنے کافر مہمانوں کی مہمان داری خود کرنا، جنگل سے لکڑیاں لانا، اپنے ٹوٹے ہوئے جوتا کو خود سینا۔ یہ ایسی باتیں ہیں جن سے کتب سیر و احادیث بھری ہوئی ہیں۔

زرقانی میں بحوالہ محبّ طبری ایک حدیث ہے:

انّه علیه الصّلوة و السّلا م کان فی سفر و امر اصحا به با صلا ح شاة فقا ل ر جل یا رسول اللّه ﷺ علیّ ذبحها و قال آخر علیّ سلخها و قال آ خر علیّ طبخها فقال رسو ل الله ﷺ علیّ جمع الحطب فقالوا یا رسول الله نکفیک العمل فقال قد علمت انکم تکفونی و لکن اکر ه ان اتمیز علیکم فان اللّه یکره من عبده ان یراه متمیزاً بین اصحابه ۔(آپ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ بکری ذبح کرنے کی صلاح ہوئی۔ ایک صحابی نے کہا میں ذبح کرونگا، ایک نے کہا میں کھال اتارونگا، ایک نے کہا میں پکاؤنگا، آپ ﷺ نے فرمایا میں لکڑیاں جمع کرونگا۔ لوگوں نے کہا اس کی کیا ضرورت ہے، آپ ﷺ کا کام بھی ہم کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم کرلو گے لیکن میں فوقیت کو پسند نہیں کرتا۔ جو بندہ اپنے اصحاب میں تفوق برتتا ہے اللہ اسے ناپسند کرتا ہے)۔

زرقانی میں بحوالہ جزء تمثال النعل شریف ایک حدیث ہے:

قال کنت مع النّبیّ ﷺ فی الطّوا ف فانقطعت شسعته فقلت یا رسول اللّه ﷺ نا ولنی اصلحه فقال هذه اثرة ولا احب ا لا ثرة ۔(میں طواف میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ کے جوتہ کا تسمیہ ٹوٹ گیا میں نے کہا مجھے دیجئے درست کردوں۔ آپ نے فرمایا یہ تفوق ہے اور میں تفوق کو پسند نہیں کرتا)۔

ترمذی شریف میں ہے:

کان رسول اللّه ﷺ یخصف نعله و یخیط ثوبه و یعمل فی بیته کما یعمل احدکم فی بیته ۔(رسول اللہ ﷺ اپنا جوتا گانٹھتے تھے اور کپڑے کو سی لیتے تھے اور اپنے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھر میں ایسے ہی سب کام کرتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھر میں کرتے ہو)۔

مسند احمد میں بروایت حضرت عائشہؓ ایک حدیث ہے اس کا ٹکڑا ہے:

و یخصف نعلہ (اپنے جوتوں میں پیوند لگاتے تھے)۔

آپ نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنے اور دوسروں کے تمام کام کرتے تھے۔ اسی طرح کوئی شخص کسی کا جوتا سی دے تو کیا عیب ہے؟ لوگ خود روزانہ استنجا کرتے ہیں اپنا پاخانہ دھوتے ہیں۔ ان کی عورتیں روزانہ اپنے بچوں کے کپڑے صاف کرتی ہیں، جب کوئی عزیز مریض ہوتا تو ان کا پاخانہ پیشاب آپ ہی اٹھاتی ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ چمار غیر مسلم ہیں تو اسلام میں بھنگی، چمار، ویش، ٹھاکر، برہمن بلحاظ بشریت برابر ہیں۔ یہ تو ہندوستانیت ہے کہ چمار کو ذلیل جانیں اور برہمن کو شریف۔ زمانہ آنحضرت ﷺ میں کافر ہی مسلمان ہوتے تھے وہ ذلیل نہ سمجھے گئے۔ کیا آج کوئی مسلمان ہو جائے تو وہ ذلیل سمجھا جائیگا؟ کان پور کا چمار جس کے یہاں بہت سے انگریز اور مسلمان نوکر ہیں اس کو لوگ سلام کرتے ہیں، وہ ذلیل نہیں سمجھا جاتا۔ ہندوستان سے باہر کوئی پیشہ ذات نہیں سمجھا جاتا۔ اسی حقیقت الامری کو ملحوظ رکھ کر مولوی اسماعیل نے محض ان ہندوستانیوں کے سمجھانے کو جو پیشہ کو ذات اور پیشہ ور کو ذلیل جانتے ہیں جن میں ابھی شرک و بت پرستی موجود ہے جواب بھی اپنے کفار آباء واجداد کی طرح ذات پات شودر کمیں وغیرہ خیال دماغ میں رکھتے ہیں، جواب بھی نومسلم کو ذلیل سمجھتے ہیں، لکھا ہے کہ جس طرح تم ایک بادشاہ کے آگے چمار کو ذلیل جانتے ہو، اس اللہ جل جلالہ کے مقابل جو ساری دنیا کا بادشاہ ہے جو شاہنشاہ ہے للّٰہ العزّۃ جمیعاً (اللہ کے لئے تمام عزتیں ہیں) و لہ الکبریاء فی السّماوات و الارض (اسی کیلئے ساری زمین و آسمان کی بڑائیاں ہیں)، تمام بڑی سے بڑی مخلوق امیر کبیر راجہ مہاراجہ نواب بادشاہ امیر وزیر شیخ سدو، کالی، بھوانی زین خان لال گرو، پیر فقیر وغیرہ وغیرہ جن کو تم بڑا باعزت قدرت وقوت والا جانتے ہو اس ایک بادشاہ حقیقی کے مقابل، جنہیں تم ذلیل جانتے ہو مثلاً بھنگی چمار وغیرہ سے زائد ذلیل یعنی ہیچ، لاچار، مجبور، کمزور، بے طاقت، بے بس ہیں۔ اس لئے کہ تم جو کسی چمار کو بادشاہ کے مقابل یا خود بادشاہ ذلیل جانتا ہے تو ساتھ ہی اس کے وہ اس چمار کو اپنی ہی مانندذی روح انسان اولاد آدم ہاتھ پاؤں آنکھ ناک والا اپنی ہی طرح بندہ اور مخلوق اپنے ہی مثل آدمی جانتا ہے (اور درحقیقت ہر بھنگی چمار، آدم کی اولاد ہونے کی وجہ سے پیغمبرزادہ ہے)، لیکن خالق مطلق کسی کو بھی اپنے مثل نظیر مساوی نہیں جانتا، نہ کوئی انسان حور فرشتہ جن اس کے مقابل باعزت ہے۔ پس جس درجہ آپ نے ایک بادشاہ کے مقابلہ میں چمار کو ذلیل جانا تھا اس سے زائد ایک بندہ اپنے معبود کے نزدیک کے سامنے ذلیل عاجز ضعیف مجبور لاچار ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہفتم ۔مولوی اسماعیل نے جو ذلیل لکھا ہے اس کے یہ معنی نہیں جو آپ سمجھے ہیں ۔اولاً یہ سمجھ لیجئے کہ ایک لفظ اپنے معنی لغوی اور حقیقی میں استعمال ہوتا ہے ۔کبھی لفظ معنی عرفی یا مجازی یا اصطلاحی میں، کبھی وہی لفظ غیر زبان میں دوسرے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مثلاً لفظ مکر ۔اس کے معنی تدبیر کے ہیں و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الما کرین ۔(ان لوگوں نے تدبیریں کیں اور اللہ نے تدبیر کی ۔اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے) ۔لیکن یہی لفظ مکر اردو میں اپنے اصلی معنی کے خلاف دغا اور دھوکے کے معنی میں مستعمل ہے اسی طرح لفظ ذلیل ہے ۔ذلیل کے معنی ضعیف اور قلیل ہیں ۔مفردات امام راغب میں ہے:

الذّل ّ ما کان عن قھر و یقال الذّ ل ّ القل ّ و الذّ لّۃ القلّۃ ۔(ذل وہ ہے جو قہر کے ساتھ ہو اور ذل کے معنی قل ّ کمی اور ذلت کے معنی قلت کے ہیں) ۔

امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں:

معنی الذّل الضعف عن المقاومۃ ونقیضہ العزّ ۃ و ھو القوّۃ ۔(ذل کے معنی مقابلہ سے عاجزی کے ہیں اور اس کی نقیض عزت ہے عزت کے معنی قوت کے ہیں)

جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:

لقد نصرکم اللّٰہ ببدرٍ وّ انتم ا ذلّۃ ۔(اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی اور تم کمزور تھے) ۔

تفسیر ابوسعود میں ہے:

ا ذلّۃ جمع ذلیل وان جمع القلۃ للایذا ن باتصافھم حینئذ بوصفی القلّۃ والذّ لۃ اذا کانوا ثلاث مأۃ و بضعۃ عشر وکان ضعف حا لھم فی الغایۃ

(اذلہ ذلیل کی جمع ہے اور جمع جمع قلت ہے وہ اس لئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ قلت کی دونوں صفتوں یعنی کمی اور کمزاری سے موصوف تھے اس لئے کہ وہ لوگ تین سو دس اور کچھ تھے اور ان کی حالت نہایت خراب تھی) ۔

تفسیر بیضاوی میں ہے

و انّما قال اذلّۃ و لم یقل ذلائل لیدلّ علی قلّتھم و ذلّتھم لضعف الحال و قلّۃ المرا کب و السلا ح (یعنی اذلہ کہا ذلائل نہیں کہا، تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کی تعداد کم تھی اور وہ باعتبار ہتھیاروں اور سواریوں کے کمزور تھے) ۔

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں:

القھر ھو الغلبۃ والتذ لیل معا و یستعمل فی کل واحد منھما (قہر کے معنی غلبہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یا تذلیل ہیں اور دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے)۔

پس ذلیل کے معنی کمزور ضعیف قلیل عاجز کے ہیں نہ کہ وہ جو آپ نے سمجھے ہیں اور چونکہ درحقیقت انسان ضعیف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و خلق الانسان ضعیفاً (انسان کمزور پیدا کیا گیا) پس لفظ ذلیل انسان کیلئے نہایت ہی موزوں اور مناسب لفظ ہے۔ اسی کے مقابل اللہ غالب قہار جبار قوی عزیز ہے انّ العزّة للّه جميعاً ۔ تمام عزتیں اللہ ہی کیلئے ہیں هو القاهر فو ق عباده (وہی بندوں پر غالب ہے)۔ تفسیر جلالین میں ہے:

انّ العزّة للّه جميعاً ، انّ القوّة للّه جميعاً (سب قوتیں اللہ ہی کے لئے ہیں)۔

دیکھو عزۃ کی تفسیر لفظ قوۃ سے کی۔ اسی طرح آیت:

ان كلّ من فى السّماوات و الار ض الّا آ تى الرّ حمن عبدا

کی تفسیر میں عبد کے معنی ذلیل و عاجز لکھے ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و العبادة الطّا عة مع التذ لل (عبادت کے معنی طاعت مع ذلت ہیں)۔

اور لکھا ہے:

و يسمّى العبد عبداً لذ لّته و انقياده (بندہ کو بندہ اس کی ذلت وفرمانبرداری کی وجہ سے کہا گیا)۔

تفسیر مدارک میں ہے:

العبادة اقصى غاية الخضو ع و التّذ لل (عبادت انتہائی خضوع وذلت ہے)۔

تفسیر نقشبند میں ہے:

و العبادة الطّا عة مع التّذ لل والخضو ع (طاعت مع ذلت وعجز کا نام عبادت ہے)

تفسیر فتح العزیز میں ہے:

حقیقت عبادت نہایت تذلل است برائے نہایت تعظیم غیر چوں با ختیار صادر شود۔ (اپنے اختیار سے اپنے غیر کی انتہائی تعظیم اپنی انتہائی ذلت کے ساتھ کرنا عبادت ہے)۔

اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عزت کے معنی قوت غلبہ اور ذلت کے معنی قلت، عجز۔ پس جس جگہ تقابل ہوگا وہاں اللہ کیلئے عزیز وقوی اور بندے کیلئے ذلیل و عاجز ضعیف مستعمل ہوگا۔ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ لفظ عبد و ذلیل باہم مرادف ہیں۔ اب قدرتاً ثابت ہو گیا کہ جو کوئی عبد ہے وہ ذلیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور چونکہ ہر انسان عبد ہے ہر انسان ذلیل ہے اس پر بتایئے کہ مولوی اسماعیل نے کیا برائی کی۔ ساتھ ہی یہ بھی خیال رہے کہ اس (پرانے) زمانے کی اردو زمانہ حال کے بالکل خلاف تھی وہ اردو کا ابتدائی زمانہ تھا اس زمانہ میں تمام غیر زبانوں کے لفظ اپنے اصلی معنی میں مستعمل ہوتے تھے اب اگر آپ اس لفظ کو کسی اور معنی میں استعمال کرنے لگیں تو ان پر کیا اعتراض۔ اب اس فقرے کے یہ معنی ہوئے:

ایک بادشاہ کے مقابل میں ایک چمار کی عزت جس قدر آپ نے مانی تھی، اسی نسبت سے کہیں زائد ایک اس آدمی کی عزت قوت جس کو آپ بڑا جانتے ہیں خدائی عزت، قوت کے مقابلہ میں بہت ہی کم، مثل نہ ہونے کے ہے۔ مثلاً ایک بادشاہ اور چمار کے اندر ایک اور دس کی نسبت ہے اسی طرح خدا اور چمار کے درمیان کروڑ اور صفر کی۔ پس نتیجہ نکل آیا کہ چمار کو ایک اور دس کی نسبت اور بادشاہ کو صفر کی۔ پس بادشاہ چمار سے زائد ذلیل ہوا۔

(پادرہ ضلع بڑودہ ریاست گجرات میں ۲۱۔۲۲ دسمبر ۱۹۲۵ء کو بریلوی علماء سے جناب ثناء اللہ امرتسری کا مناظرہ ہوا۔ اس میں تقویۃ الایمان کی عبارت، ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے، پیش کر کے اعتراض کیا گیا کہ کیا انبیاء کو چمار سے زیادہ ذلیل بتانا گالی نہیں؟

جواب میں ثناء اللہ نے کہا: مولانا شہید لکھتے ہیں کہ بادشاہ اور چمار میں بہت فرق ہے۔ مگر آخر یہ تو سچ ہے کہ بادشاہ اور چمار ایک نسل کے انسان ہیں۔ مگر خدا کے ساتھ مخلوق کو اتنا بھی اتحاد نہیں کیونکہ لم یکن له کفوا احد اس کی ذات برادری کا کوئی نہیں۔ افسوس آپ نے مولانا اسماعیل شہید پر تو اعتراض کیا مگر اپنے استاد کل مولانا جامی مرحوم کو نہ دیکھا، جو فرماتے ہیں:

او چوں ست و جہاں چوں کالبد　　کالبد از وے پذیرد آلبد

یعنی تمام جہان خدا کے سامنے ایک بت بے جان ہے اور خدا سب کو جان دیتا ہے۔

دیکھئے مولانا جامی تمام مخلوق کو خدا کی شان کے آگے ایک بت بے جان فرماتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۲ فروری ۱۹۲۶ء ص ۱۱)

ہشتم۔ جس طرح احکام الٰہی میں عموم ہوتا ہے تو کسی فرد کی تخصیص نہیں ہوتی، اس میں سب داخل ہیں مثلاً ان کلّ من فی السّما وات والارض الّا آتی الرّحمن عبداً (جو کوئی بھی زمین و آسمان میں ہے اللہ کے سامنے ذلیل ہو کر آئے گا)۔ اس میں انبیاء اولیا صلحاء اصفیا شہدا صدیقین اقطاب ابدال غوث فاسق فاجر سب داخل ہیں۔ تفسیر جلالین میں اسی آیت کے تحت میں ہے: و منهم عزیر و عیسی (انہیں میں سے عزیر و عیسی ہیں)۔ دیکھئے تفسیر جلالین والے نے ذلیلوں میں عزیرؑ و عیسیٰؑ کا نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھا۔ تفسیر مدارک میں عبد کے معنی ذلیل لکھے ہیں۔ مسلم شریف میں ایک حدیث ہے :

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان قلوب بنی آدم کلّھا بین اصبعین من ا صابع الرّ حمن (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام بنی آدم کے دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں)

اس کے ذیل میں ملا علی قاری حنفی ہروی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں :

و به اکّد بقوله کلّھا یشتمل الانبیاء و الاولیاء و الفجرةو الکفرة من الاشقیاء (لفظ کلّھا تاکید کیلئے فرمایا تا کہ تمام انبیاء واولیاء فاجر کافر اشقیاء سب کو شامل ہو جائے)

یہاں ملا علی قاری نے نبی، ولی، فاجر، کافر، شقی، سب برابر کر دیئے ۔

ایک اور حدیث مسند احمد بن حنبل، ابو داؤد، ابن ماجہ میں ہے :

لو انّ اللّٰہ عزّ و جل عذب اھل سماوا ته و اھل ارضه عذبھم و ھو غیر ظالم لھم (اگر اللہ عزوجل تمام آسمانوں اور زمین والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہیں)۔

کیا اس عموم میں نبی، رسول داخل نہیں؟

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

یغفر لمن یّشاء تعمیم لفضله وان کان من ا لابالسته و الفرا عنة و یعذّب من یّشاء بحکم الالھیة و الودرة وان کان من الملائکة المقرّ بین و المصدقین ۔(جسے چاہے بخش دے۔ یہ عموم فضل ہے خواہ ابالسہ وفراعنہ سے ہوں، اور عذاب دے جسے چاہے اپنی قدرت والہیت سے اگر چہ وہ ملائکہ مقربین ومصدقین سے ہوں)

یہاں تو فرعون اور فرشتے سب ایک گھاٹ اتار دیئے ۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: تعزّ من تشاء و تذل من تشاء (جسے چاہے عزت دے دے جسے چاہے ذلیل کر دے)۔...تفسیر جلالین و بیضاوی میں زیر آیت: ما المسیح بن مریم ا لّا رسول۔ قد خلت من قبله الرّسل و امّه صدّیقه کے تحت میں لکھا ہے:

کسائر النّساء اللاتی یلازمن الصدّق او یصدقن الانبیاء کانا یاکلان الطّعام و یفتقرا ن الیه افتقار الحیوا نات (مثل تمام عورتوں کے جو سچی ہیں یا تصدیق انبیاء کرتی ہیں۔ اور دونوں کھانا کھاتے اور کھانے کے ضرورت مند تھے مثل تمام حیوانات کے)

کیا اس عموم حیوانات میں ہاتھی، گھوڑے، گدھا، بیل وغیرہ شامل نہیں ۔ لیجئے ان حضرات نے بھی ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجہ، ترمذی، مسند احمد میں ایک حدیث بروایت ابوذر مرفوعاً ہے :

انّ اللّٰہ تبار ك و تعالی یقول یا عبادی کلّکم مذ نب ا لّا من عا فیت فاسئلونی المغفرۃ فا غفر لکم ۔(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! تم سب کے سب گنہگار ہو مگر جسے میں بخشدوں ۔ پس مجھ سے مغفرت چاہو میں تم کو بخش دونگا)۔

اسی حدیث میں ہے :

وکلّکم ضال الّا من ھدیت (تم سب گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت کروں) ۔ وکلّکم فقیر الّا من اغنیت (اور تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کردوں) ۔ و لو ان حیّکم و میّتکم و اوّلکم و آ خرکم و رطبکم و یابسکم اجتمعوا علی قلب اتقی عبد من عبادی لم یزد فی ملکی جناح بعوضۃ و لو اجتمعوا فکانوا علی قلب اشقی عبد من عبادی لم ینقص من ملکی جناح بعوضۃ (اگر تمہارے سب زندہ اور مردے اور پہلے اور پچھلے اور ہرے اور سوکھے، سب جمع ہو کر میرے ایک متقی بندے کا سا دل کرلیں تو میرے ملک میں ایک مچھر کے پر کے برابر زیادتی نہیں کر سکتے اور اگر سب میرے ایک شقی بندے کا دل کرلیں تو میرے ملک سے ایک مچھر کے پر کے برابر کمی نہیں کر سکتے)

اور مسلم شریف میں یہ لفظ ہیں:

یا عبادی لو ان اوّ لکم و آ خرکم و انسکم و جنکم کانوا علی اتقی قلب رجلٍ منکم ما زا د ذلک فی ملکی شیئاً ۔ یا عبادی لو انّ اوّ لکم و آخرکم و انسکم و جنکم کانوا علی افجر قلب رجلٍ وا حدٍ ما نقص ذلک من ملکی شیئاً (اے بندو اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، اور آدمی اور جن، تم میں سے ایک متقی بندے کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر تمہارے پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن، تم میں سے سب سے بڑے فاجر کے مانند ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ کمی نہیں کر سکتے)

اور ایک یہ ٹکڑا ہے: یا عبادی کلّکم تخطئون با للیل و النّھار ۔ (اے میرے بندو تم سب کے سب دن رات گناہ کرتے ہو)۔

آپ نے دیکھا کہ اس عموم میں سب شامل ہیں ۔

امام شعرانی خلاصہ فتوحات میں لکھتے ہیں : و نعتقد انّہ ﷺ فی نفسہ مع ربّہ عبد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذلیل ۔ پھر لکھتے ہیں: ھذا ما علیه اقطاب اھل الورع و اللّٰه غنیّ عن العا لمین ۔
پس معلوم ہوا کہ ان باتوں سے توہین وتذلیل نہیں ہوتی ۔ یہ باتیں قابل اعتراض نہیں ۔ ایسے ہی جاہلوں کے رد میں سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں :

اعلم انّ بیان ا حکام الشّریعة مما یجبّ علی العلماء ولیس فی ذلک تنقیص الولی کما یظنّه بعض من لا خلاق له بل هذا ممّا یرضی به الولی لوکان حیاً وسئل عن ذلک ا جا ب با لحقّ و اغضبه نسبة التاثیر له و قائل قو له فی حقّ عیسی ان هو الّا عبد انعمنا علیه ۔(علماء پر احکام شرع کا بیان کرنا واجب ہے۔ اس میں ولی کی کسر شان نہیں جیسا کہ بعض بدسلیقہ لوگ سمجھتے ہیں بلکہ یہ تو وہ بات ہے کہ اگر ولی زندہ ہوتا اور اس سے پوچھا جاتا تو وہ بھی ٹھیک بات بتاتا اور اپنی نسبت اثر پر ناراض ہوتا اور کہتا جو عیسیٰؑ کے بارے میں کہا گیا: ان ھو الّا عبد انعمنا علیه وہ مثل دیگر بندوں کے ایک بندہ ہے ہم نے اس پر انعام کیا)۔

نہم ۔ اگر مولوی اسماعیل صاحب کا قول واقعی خلاف شریعت ہے تو اس کے ذمہ دار وہ ہیں، نہ کہ ہر شخص۔ جس طرح اوپر لکھے ہوئے اقوال کے ذمہ داران کے قائل ہیں ۔ .. ہمارا مذہب صرف اتباع قرآن وحدیث ہے ہم کسی کے مقلد نہیں ۔

دہم ۔ اگر مولوی اسماعیل کا لکھنا خلاف شرع یا بدتہذیبی ہے، تو وہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح آپ کے یہاں ہر شخص نبوت کسب کر سکتا ہے ۔ کیا اس میں نبی کی توہین نہیں؟ یا جیسا کہ اشباہ ونظائر میں ہے کسی آیت کا خون یا پیشاب سے لکھنا درست ہے ۔ کیا اس میں قرآن اور اللہ کی توہین نہیں؟

ردالمختار مطبوعہ دہلی جلد اول ص ۱۴۰ پر بحوالہ ہدایہ لکھا ہے :

قرآن مجید کا پیشانی وناک پر شفا کے لئے خون یا پیشاب سے لکھنا جائز ہے ۔

فتاوی قاضی خان نولکشور جلد ۴ ص ۳۶۴ وسراجیہ بر حاشیہ جلد ۳ ص ۳۱ وعالمگیری چھاپہ دہلی جلد ۵ ص ۱۳۴

والّذی رعف فلا یر قاء دمه فاراد ان یکتب بدمِ علی جبهته شیئاً من القرآن قال ابو بکر الاسکاف یجوز قیل لو کتب با لبول قال لو کان فیه شفاء لا باس به قیل لوکتب علی جلد میتة قال ان کان فیه شفاء جاز۔

یا جس طرح ہدایہ میں ہر فاسق، فاجر، شرابی، چور، زانی، اور نبی، ولی، رسول کو ایمان میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برابر لکھا ہے، کیا اس میں انبیاء کی توہین نہیں؟ کیا اس میں چمار اور نبی کو برابر نہیں کر دیا؟

فقہ اکبر کے صفحہ ۱۰۵ میں ہے:

و ایمان اھل السّماء و الارض لا یزید ولا ینقص۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و ایمان اھل السّماء ای من الملائکۃ و اھل الجنّۃ و الارض ای من الانبیاء و الاولیاء و سائر المومنین من الابرار و الفجّار لا یزید و لا ینقص۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

قال الامام الاعظم فی کتابہ الوصیۃ ثمّ الایمان لا یزید ولا ینقص۔

یہی عبارت شرح عقائد نسفی میں صفحہ ۵ پر تحریر ہے۔ یا جیسا درمختار میں مسلمان فاسق کو فرشتوں سے افضل بتایا گیا۔ اپنے گریبان میں منہ ڈالو پھر دوسروں کے منہ آؤ.... تاہم مولوی اسماعیل اگر اس قسم کے الفاظ سے احتراز کرتے تو بہت اچھا تھا تاکہ عوام کو اعتراض کا موقع نہ ملتا۔

(ماہنامہ محدث، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر ۱۹۳۹ء۔ ملخصاً)

اثبات التوحید

قاضی فضل احمد لدھیانوی نے شاہ اسماعیل شہید وغیرہ پر اعتراضات پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی جس کا جواب جناب حکیم محمد حسین قرشی ایمن آبادی نے اثبات التوحید کے نام دیا۔ حکیم صاحب کی اثبات التوحید کے صفحات ۴۱ تا ۱۰۸ (ملخصاً) سے ہم مخالفین کے چند اعتراضات کے جوابات نقل کرتے ہیں۔

☆ مسئلہ خلف وعید

معترض کہتے ہیں: شاہ اسماعیل نے خدا کو جھوٹا اور جھوٹ بولنے والا قرار دیا ہے۔

جناب ایمن آبادی فرماتے ہیں کہ مولانا اسماعیل نے خلف وعید کو ممکن لکھا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وعید وہ ہوتی ہے جو گناہ کی سزا مقرر ہو اور وعدہ وہ ہوتا ہے جو نیکی کی جزا کا وعدہ ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مگر معترض نے وعید اور وعدہ کو ایک ہی بنا دیا۔

ردالمحتار والے نے خلف وعید کے معنی جوداً و کرماً کئے ہیں اور لکھا ہے کہ

ان الا شاعرة قا ئلو ن بجوازه لانه لا يعد نقصاً بل جو داً و كر ماً يعنى

اشاعرہ (محققین) خلف وعید کے جواز کے قائل ہیں کیونکہ یہ نقص نہیں ہے بلکہ جود و کرم ہے۔

گو تفتا زانی اور نسفی اس کے خلاف ہیں، مگر جو قائل ہیں وہ بھی محققین ہیں۔ اور ایسا ہی بعض مسائل پر قدماء محققین میں بھی اختلاف چلا آیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

انّ اللّٰه لا يغفر ان يّشر ك به و يغفر ما دون ذلک ...(یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ نہ بخشا جاوے گا اور اس کے سوا دوسرے گنہ گاروں کو بخشا جاوے گا)

تو یہی خلف وعید ہے کہ گنہ گاروں کو بغیر مقررہ سزا دینے کے بخش دے۔ اور یہ گنہ گاروں ہی کے بخشنے کا حکم ہے نہ بے گناہوں کو۔ اگر وہ چاہے تو مشرکوں کو بھی بخشنے پر قادر ہے مگر چونکہ انہوں نے بجوائے انّ الشّر ك لظلم عظيم، بڑا ظلم کیا اس واسطے انہیں نہ بخشے گا۔

دوسری جگہ فرمایا:

فيغفر لمن يّشاء و يعذّ ب من يّشاء و اللّٰه على كلّ شئى قدير۔

(یعنی جس گنہ گار کو چاہے گا بخش دے گا اور جس گنہ گار کو چاہے گا، عذاب دے گا (یہ نہیں فرمایا کہ سب گنہ گاروں کو عذاب کیا جاوے گا جس سے خلف وعید ناممکن ہوتا) کیونکہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز (اور ہر امر) پر قادر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ، رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

ایک زانیہ عورت (صرف اس بات پر) بخش دی گئی کہ اس کا گزر (ایک مرتبہ) کسی کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہوا (گیلی) مٹی چاٹ رہا تھا اور قریب تھا کہ اسے پیاس مار ڈالے۔ مگر اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اس کو اپنے دوپٹے سے باندھا۔ اور اس کیلئے (کنویں سے) پانی نکالا۔ چنانچہ اس بات پر وہ عورت بخش دی گئی (تجرید البخاری باب بدء الخلق)

یہی خلف وعید ہے کہ وہ عورت جو گناہ کبیرہ کی مرتکب تھی، اس فعل سے اس پر خلف وعید ہوئی اور بخش دی گئی۔

اسی پر موقوف نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نوشتہ لوح محفوظ کے خلاف کرنے پر قادر ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب جی چاہتا ہے کر بھی دیتا ہے۔ امام غزالی نے کیمیائے سعادت میں لکھا ہے:

گناہ واجب نیست کہ بدوزخ برد۔ بلکہ عفو ممکن است۔ یعنی گناہ کرنے سے لازمی نہیں ہو جاتا کہ وہ گناہ دوزخ ہی کو لے جائے بلکہ گناہ سے معافی ممکن ہے۔

اور حرف ، بلکہ ، سے تاکیدی اشارہ ہے اور یہی خلف وعید ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر امر پر قادر ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے اسی کیمیائے سعادت میں لکھ دیا ہے:

ہر کہ صفات حق تعالی بشناخت وجلال و بزرگی وتوانائی و بے باکی او بدانست۔ اگر ہمہ مخلوق عالم را بدوزخ دارد یک ذرہ مملکت وے کم نشود۔ یعنی جس نے اللہ تعالی کی صفات کو جانا ،اور اس کی بزرگی وجلال اور طاقت اور بے خوفی کو پہچانا (تو وہ اس امر کو مان لیتا ہے) کہ اگر اللہ تمام جہان کی مخلوق کو دوزخ میں ڈال دیوے تو اس کی بادشاہت میں سر مو فرق نہیں آ سکتا (یہ بھی غور فرمائیں کہ غزالی کے الفاظ ہمہ مخلوق میں کون کون شامل ہو سکتے ہیں)

شیخ شرف الدین یحی منیری نے اللہ کی قدرت کا اندازہ اور اس کی بخشش (یا خلف وعید) کی حد بتلائی ہے اور کیسا صریح لکھا ہے:

اگر ہمہ منکران عالم وشیاطین جہاں ... با ذریت واتباع او فی المثل بعلیین رسانند وتاج قدسی بر سر نہند ہنوز حق کرم او گذار نشود۔ خواہد کرد کہ در روئے زمین کافرے ومشرکیست در دریائے رحمت غرق کند (یہی خلف وعید ہے)

اور اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ۔

اسی سے خلف وعید کی امید ہے

مکتوبات مجدد الف ثانی نمبر نود وہشت۔ شمس الدین کی طرف:

برادر شمس الدین بداند کہ مرا بلسنت را اجماع است کہ وعید مطلق کافراں راست (یعنی مشرک ومنکران رسالت کیلئے) ووعدہ مطلق مومناں راست۔ باز مومن عاصی باشد کافر نبود۔ تا در تحت وعید مطلق در آید (جو گنہ گار لوگ ہیں وہ ان کافروں میں شمار نہیں ہو سکتے جن کے لئے وعید مطلق ہے یعنی جو مشرک ہیں۔ دیکھئے جو شخص پانچ ارکان اسلام میں سے چار یعنی نماز روزہ حج زکوۃ کو پورے طور پر ادا نہیں کرتا یا ترک ہی کر رکھتا ہے مگر وہ شرک سے بچا ہو اور سچے دل سے کہتا ہو لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ تو اس کی بخشش ضروری ہے۔ شارع ﷺ کا ارشاد ہے من قال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا اله ا لا اللّٰه فد خل الجنة توجب کہ ان چار ارکان کے ترک پر بھی بخشش ہوسکتی ہے تو خلف وعید اور کیا ہے) و نیز محسن مطلق نیست تا در وعدہ مطلق وے را در یابد ۔ اندر وے اختلاف است۔ قول معتزلہ آنست کہ وے از وعید مطلق است اگر با گناہ از یں جہاں بیرون رود جاوداں دوزخ بماند (فرمائیں جو لوگ خلف وعید کے منکر ہیں اس عقیدہ سے توبہ کریں گے کیونکہ مجدد کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ کے حق میں وعید مطلق کا اعتقاد رکھنے والا معتزلہ سے ہے) باز مذہب اہل سنت آنست کہ مرا درا موقوف دارند نہ وعدہ مطلق دہند نہ وعید مطلق ۔حکم وے بمشیت مطلق دارند۔ اگر خواہد وے را آمرزد وآن از وے فضل بود۔ اگر خواہد اورا عذاب کند وآن از وے عدل بود و ہیچ حال مومن را در دوزخ خلود نگویند ہر چند عاصی بود

دیکھئے مجدد صاحب نے خلف وعید کو فضل سے اطلاق کیا ہے اور فرمایا اگر خواہد ویرا آمرزد وآن از وے فضل بود۔ اور اہل سنت کا یہ مذہب بتایا ہے کہ کسی کے حق میں نہ وعدہ مطلق قرار دیں اور نہ وعید مطلق جانیں۔ بلکہ یہ معاملہ اللہ پر چھوڑیں، چاہے بخشے، چاہے عذاب کرے۔ اس کے خلاف معتزلہ کا مذہب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول سے خلق وعید ثابت ہے۔ فرمایا انہوں نے کہ:

ہر مومن کہ با گناہ رود خداوند تعالی از سہ کار یکے باوے کند۔ یا برحمت خویش بیامرزد۔ یا بشفاعت پیغمبر بہ بخشد۔ یا بمقدار گناہ عذاب کند وآخر آزاد کند۔

جملہ، یا برحمت خویش بیامرزد، کا نام ہی خلف وید ہے۔

شرح مواقف میں ہے:

جمع المعتزلة و الخوارج عقاب صاحب الكبيرة اذا مات بلا توبة و لا يجوز ان يعفو الله عنه ۔یعنی معتزلہ اور خوارج کا اس پر اجماع ہے کہ جو صاحب کبیرہ بلا توبہ مرجائے تو خدا اسے کبھی نہیں بخشتا۔

شرح مقاصد میں ہے:

الثّواب فضل مّن اللّٰه تعالى و العقاب عدل من غير وجوب عليه والاستحقاق من عبد خلافاً للمعتزله (اسکا مطلب بھی شرح مواقف کے متصل ہے)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ بھی خلف وعید کے قائل ہیں۔ لکھتے ہیں:

نیز بائد دانست کہ اہل قبلہ را دریں مسئلہ اختلاف عظیم رو دادہ۔ بعضے از یشاں مرتکب کبیرہ را

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وعید قطعی دائمی ثابت میکند ۔ ومیگوئند کہ اگر صاحب کبیرہ بے توبہ بمیرد حکم او حکم کافراں ست و ہمیں است مذہب معتزلہ وخوارج ودیگر جاہلاں بیوقوف (یعنی یہ ثابت کرنے والا کہ گنہگار جو کبیرہ گناہ کرے اور پھر بغیر توبہ مرے تو اس کو ضرور عذاب ہوگا اور اسے بخشش نہیں اور اس پر وعید ضرور ہوگی ، یہ خوارج اور معتزلہ سے ہے۔ یعنی خلف وعید کے برخلاف) مذہب صحیح کہ صحابہ وتابعین آنرا مشروحاً بیان فرمودہ اند واہل سنت وجماعت آنرا اختیار نمودہ اند، آنست کہ مرتکب کبیرہ قابل عفواست (یہ خلف وعید ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب بغیر وعید کے بخشا جا سکتا ہے) اگر بے توبہ بمیرد او مانند سائر مسلمین است ، درنماز جنازہ واستغفار واعانت بصدقات ومیراث درحق او شفاعت پیغمبر ورحمت الٰہی را امیدوار باید بود (یعنی کبیرہ گناہ کرنے والے کے لئے رحمت الٰہی اور شفاعت پیغمبر سے امیدوار رہنا چاہیے ۔ رحمت الٰہی اس پر ضرور ہوگی اور بغیر وعید کے بخشا جا سکتا ہے یا یہ کہ اس پر خلف وعید کی جاوے گی) بلکہ یقین باید کرد کہ حق تعالیٰ برحمت بے غایت خود یا بشفاعت پیغمبر از بعضے مرتکبان کبیرہ عفو خواہد فرمود (کیسے زور سے خلف وعید ثابت ہوتی ہے) وبعضے را از ایشاں عذاب ہم کند ونیز یقین باید کرد کہ ازینہا معذب خواہد شد عذاب او منقطع خواہد گشت ۔ عذاب ابدی خاصہ کفر (شرک) است، ہیچ گناہ مستحق آں نتواں شد

یہ عبارت خلف وعید پر خوب دال ہے ۔

معترض نے چند آیات اس موضوع پر لی ہیں کہ اللہ اپنے وعدہ اور وعید میں سچا ہے ۔ ہاں ! جملہ اہل اسلام کا ایمان ہے کہ من اصدق من اللّٰہ قیلاً ۔ کہ اللہ سے زیادہ اپنی بات میں کوئی صادق نہیں ہے ۔ اس واسطے جو وعدہ مومنوں کو ان کے اعمال نیک پر دیا گیا ہے اللہ اسے ہرگز نہیں بدلیں گے کیونکہ یہ نقص اور ظلم ہے اور ذات باری نقائص سے پاک ہے ۔ اور وعید جو گنہ گاروں کو ان کے اعمال بد پر دی گئی ہے وہ جس سے چاہے گا دور کر دے گا ۔ چونکہ سزائے بدی کے معاف کرنے میں اللہ سے زیادہ کوئی رحیم نہیں ہے اس واسطے سزا کا معاف کرنا کوئی نقص نہیں ہے بلکہ یہ رحیمی وکریمی وبخشش ہے تو اس ذات سے بڑھ کر کون رحیم ہوسکتا ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس دن اللہ کریم نے روحوں کو پیدا کیا اور ان سے اپنی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار لیا تو اسی وقت اپنی قدرت سے لکھ دیا : انّ رحمتی غلبت غضبی ۔

ہاں اگر اللہ وعید کے ساتھ یہ بھی لکھ دیتے کہ فلاں گناہ کی سزا یہ ہے مگر میں بخش دونگا تو مرتکب گناہ کو خوف ہی کیا تھا ؟ اللہ نے جگہ جگہ خوف دلائے ہیں اور وعیدیں بتائی ہیں طرح طرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے عذاب سے ڈرایا ہے پھر بھی لوگ گناہ کئے جاتے ہیں۔ اگر گنہگاروں کی بخشش میں قطعی طور پر ایک آیت بھی آ جاتی تو پھر خوف ہی کیا تھا؟ پس اسی وجہ سے لازمی امر ہے کہ یہ خلف وعید کے اثبات کا مسئلہ جہلاء وغیرہ میں نہ کرنا چاہیے تاکہ وہ تکمیل احکام کو ترک نہ کر دیں۔

☆ مسئلہ شفاعت

شفاعت کے متعلق شاہ اسماعیل کا عقیدہ اس طرح پر ہے کہ خود بخود کوئی کسی کی شفاعت نہ ہوگی بلکہ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ اذن دیں گے اسی کی شفاعت ہوگی۔ اور شاہ صاحب کی عبارت یہ ہے: اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنائے گا۔

اس پر اعتراض ہے کہ شاہ صاحب نے آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے انکار کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ سب اہلسنت کا یہی مذہب ہے جو شاہ اسماعیل نے لکھا ہے۔ شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں:

معنی ایں آیت آنست کہ شفاعت بے حکم الٰہی دراں روز مقبول نخواہد شد۔ بدلیل آنکہ در آیات بسیار نفی شفاعت را مقید بایں قید فرمودہ اند، مانند یومئذٍ لا ینفع الشّفاعۃ الّا من اذن لہ الرّحمن و رضی لہ قولاً۔ و من ذا لّذی یشفع عندہ الّا باذنہ۔ و من حمیم ولا شفیع یطاع ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الّا لمن اذن لہ۔ و احادیث متواترہ بیان کردند کہ غیر از کافر در حق ہمہ اہل معاصی حکم بشفاعت خواہد شد۔ پس معلوم شد کہ محروم مطلق از شفاعت کافر است وبس۔ ومناسب مقام ہم نفی ہمیں شفاعت است

مسئلہ علم غیب

قل لا املک لنفسی نفعاً ولا ضراً الا ما شاء اللّٰہ۔ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسّنی السّوء۔ ان انا الّا نذیر وّ بشیر لّقوم یّومنون۔ فرمادے اے رسول کہ میں تو اپنے نفس کے لئے بھی کسی نفع و نقصان کی قدرت نہیں رکھتا مگر جیسا اللہ چاہے (کرتا ہے) اور اگر میں عالم الغیب ہوتا تو البتہ بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔

یہ آیت بتمامہ اس مسئلہ پر حاوی ہے جو آپ کا عالم الغیب نہ ہونا ثابت کر رہی ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اعلان کر دیا کہ میں عالم الغیب نہیں۔

دوسری وعندہ مفا تیح الغیب ... ہے، (یعنی غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہی ہیں)۔

تیسری قل لّا یعلم من فی السّما وا ت و ا لارض الغیب الّا اللّٰہ ۔(یعنی کہہ دیں کہ میں تو زمین وآسمان کے غیب سے کچھ نہیں جانتا مگر اللہ)۔

ان آیات کو معترض نے مکی کہہ کر گویا ثابت کیا ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد آپ عالم الغیب ہو گئے مگر ان آیات کی منسوخی پر کوئی اور آیت پیش نہ کی۔

چوتھی یہ آیت بھی علم غیب صرف ذات باری کو ثابت کرتی ہے انّ اللّٰہ عندہ علم السّاعۃ و ینزّل الغیث ویعلم ما فی الارحا م و ما تدری نفس ما ذا تکسب غداً و ما تدری نفس با یّ ار ض تموت انّ اللّٰہ علیم خبیر ۔ (بے شک قیامت کا علم اللہ کو ہے اور وہی بارش اتارتا ہے اور جو کچھ رحموں میں ہو جانتا ہے، کسی نفس کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا کرے گا اور یہ بھی کسی نفس کو معلوم نہیں کہ کون سی زمین میں وہ مرے گا۔ بے شک اللہ ہی جاننے والا خبردار ہے)۔

معترض آنحضرت ﷺ کے عالم الغیب ہونے پر آیات ذیل پیش کرتا ہے:

۱۔عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ ا حداً الا من ارتضی من رّسول ۔ (جن)

۲۔ تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ۔ (ھو د)

۳۔ علّمہ البیان ۔(الرحمن)

۴۔ فا وحی الی عبدہ ما اوحی ۔ (النجم)

۵۔ وما ھو علی الغیب بضنین ۔ (التکویر)

۶۔ وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رّسلہ من یشاء ۔(آل عمرا ن)

۷۔ و علّمک ما لم تکن تعلم ۔(النساء)

۸۔ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک ۔(آل عمرا ن)

آیت نمبر ایک کا مطلب سمجھنے کے لئے پیچھے کی تین آیات کو دیکھنا چاہیے جن سے معلوم ہوگا کہ اس آیت کا کیا مطلب ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

ترجمہ۔ مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اسکے پیغام اور جس نے اللہ اور اس کے رسول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے منہ پھیرا اس کے واسطے نار جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ جو وعدہ دیئے جاتے تھے دیکھ لیں گے تب جان لیں گے کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں کم۔ (یہ آیات سن کر کافر کہنے لگے کہ اگر تو پیغمبر ہے تو لے آ وعذاب ہمیں خوف نہیں) تو پھر اللہ نے فرمایا قل ان ادری اقریب ما تو عدون ام یجعل له ربی امداً۔ یعنی اے محمد ﷺ کہہ دیں کہ جو کچھ تم وعدہ دیئے جاتے ہو اسے میں نہیں جانتا کہ قریب ہے یا اللہ کچھ میعاد کر دے۔ وہی ذات پاک عالم الغیب ہے۔ پس اس کے غیب پر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر جو کسی رسول کو پسند کیا (اسے بتا دیا)۔

ایسی باتیں پیغمبروں کو بتا کر پھر اس کے آگے فرمایا:

فانّه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربّهم ..یعنی پھر وہ ان رسولوں کے آگے پیچھے چوکیدار چلاتا ہے تاکہ جانے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچائے ہیں (یا نہیں)۔

یعنی رسولوں کو جو کچھ بتایا جاتا ہے وہ لوگوں کو پہنچانے کے واسطے بتایا جاتا تھا، پس یہ تو خدا کے غیبی پیغام ہیں اور پیغمبروں کو دیئے تاکہ لوگوں کو پہنچائیں۔ یہ کیسے علم غیب کی دلیل ہے اگر یہ علم غیب پر دال ہے تو قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل له ربی امداً کیوں نفی کر رہی ہے۔ پس آیت محولہ آنحضرت ﷺ کے عالم الغیب ہونے پر شاہد نہیں۔

❁ آیت نمبر۲ کا مطلب:

یہ غیبی باتیں آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں، تاکہ لوگوں کو ان سے آگاہ کرے۔

پس یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ وحی کرنے والا عالم ہوسکتا ہے یا پیغامبر۔ اگر پیغام بر بھی عالم ہوسکتا ہے تو آنحضرت ﷺ سے پہلے فرشتہ وحی غیبی باتوں پر مطلع ہوتا تھا اور پھر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر خبر دیتا تھا اور تیسرے درجہ پر آنحضرت ﷺ غیبی باتوں پر مطلع ہوتے تھے، تو اب بھی یہ غیب ہی رہا؟ اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو وحی کے آنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ جن امور کے لئے وحی آتی وہ آپ کو خود بخود معلوم رہنے چاہیے تھے۔

❁ آیت نمبر۳ کا مطلب ہے: سکھایا اس کو بولنا یا بات کرنا یا علم بیان

یہاں علم غیب سے مراد نہیں۔ تاہم اگر ہو بھی تو علّمه البیان کا ضمیر کس کی طرف ہے؟ اس جملہ سے پہلے خلق الانسان ہے اور آگے علّمه البیان ہے تو اس کا ضمیر انسان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف ہے۔ترجمہ یہ ہوا کہ آدمی کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔

اگر اسکے معنی ہوں کہ علم غیب سکھایا، تو سبھی انسان عالم الغیب بن گئے۔

❁ آیت نمبر۴ کے معنی ہیں:

وحی کیا ہم نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کیا

اس کا مطلب بھی اوپر والی آیات سے حل کرلو۔

☆ آیت نمبر۵ کا معنی ہے:

نہیں آنحضرت ﷺ غیبی باتوں کے بتانے میں بخیل

یعنی وہ غیبی باتیں جو آپ ﷺ کو بذریعہ وحی بتائی گئیں ان میں آپ بخل نہیں کرتے، بعینہ بتادیتے ہیں کیونکہ انہیں حکم دیا گیا تھا یا ایّھا الرّسول بلّغ ما انزل ...

یاد رہے کہ اس آیت میں جو لفظ علی الغیب آیا ہے اس غیب سے مراد وحی شدہ احکام ہیں۔ابن عباسؓ کہتے ہیں و ما یعنی محمد ﷺ علی الغیب علی الوحی بظنین همتهم ببخیل ان قرأت با لضّاد۔(تفسیر ابن عباس برحاشیہ قرآن مع الترجمتین مطبوعہ مجتبائی)۔ پس وحی کا مطلب وہی ہے جو آیت نمبر۲ پر لکھا گیا۔

❁ آیت نمبر۶ کا معنی ہے:

رسولوں کے سوا اور کسی پر ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ غیبی باتوں کی اطلاع دے لیکن پیغمبروں میں سے پسند کرتا ہے جسے چاہے۔

یہاں بھی غیب سے مراد وحی کے ذریعہ ہے اور وحی کا مطلب بیان ہو چکا۔ابن عباسؓ کہتے ہیں وما کان اللّٰه لیطلعکم یا اهل مکه علی الغیب علی ذلک حتی تعلموا من یومن و من لا یومن و لکن اللّٰه یجتبی یصطفی من رّسله من یّشاء یعنی محمداً فیطلعه علی بعض ذالک با لو حی۔

❁ آیت نمبر۷ کا معنی ہے:

اور سکھایا تجھے جو تو نہ جانتا تھا

یہ آیت اگر آنحضرت ﷺ کے علم غیب پر دال ہے، تو دوسری جگہ فرمایا علّمکم ما لم تکونوا تعلمون۔(پ ۲ ع ۱۵)۔ یعنی سکھایا تم کو (اے مسلمانو!) جو تم نہ جانتے تھے۔اور ایک جگہ فرمایا علّم الانسان ما لم یعلم سکھایا انسان کو جو نہ جانتا تھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان تینوں آیات میں لفظ ، ما ، عام ہے۔اگر پہلی آیت آنحضرت ﷺ کے علم غیب پر ہے تو دوسری تمام مومنوں کے عالم الغیب ہونے پر اور تیسری تو سب انسانوں کے عالم الغیب ہونے پر ہے۔

❁ آیت نمبر ۸ کا معنی ہے:

یہ غیب کی باتیں ہیں جو آپ کو وحی کی گئیں۔

یہ بھی وحی ہے اور وحی کا مطلب اوپر لکھا گیا۔(لفظ وحی کے لغوی معنی بھی خدا کا پیغام ہیں)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو غیب کی باتیں بذریعہ (فرشتہ) وحی یا الہام یا کشف معلوم ہوتی تھیں وہ بھی بعض بمقدار ضرورت۔ اس سے یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کے عالم الغیب ماننے سے پہلے فرشتوں کو عالم الغیب ماننا ہوگا کیونکہ وہی وحی لیکر آتے، آنحضرت ﷺ بعد میں آگاہ ہوتے۔

معترض نے قالوا اتجعل فیھا من یّفسد فیھا و یسفک الدّماء .. (بقرہ) سے فرشتوں کو بھی عالم الغیب گردانا ہے۔ لیکن اس آیت سے آگے نہیں دیکھا یعنی وعلم آدم الاسماء کلّھا ثمّ عرضھم علی الملائکۃ (اور سکھائے آدم کو نام سارے پھر سامنے کیا ان کو اوپر فرشتوں کے)۔

محولہ معترض آیت سے ظاہر ہے کہ فرشتوں نے غیبی بات کہہ دی، تو اللہ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔(ایک تو فرشتوں کے کلام کو اس طرح کاٹا پھر) اور ان کی صداقت کی دلیل مانگی کہ فقال انبؤنی باسماء ھٰؤلاء ان کنتم صادقین اگر تم اپنی بات میں (یعنی جنس آدم کے افعال کے متعلق غیب پر زبان کھولنے میں) سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔تو فرشتوں نے عرض کی سبحانک لا علم لنا الّا ما علّمتنا ..اے اللہ! تو پاک ہے ہم کو تو کسی بات کا کوئی علم نہیں مگر جتنا تو بتا دے۔

دیکھنا چاہیے کہ اللہ نے دو طرح ان کے غیبی قول کی تردید کی اور خود فرشتوں نے بھی اپنی لاعلمی کا اقرار کر لیا۔ نیز فرشتوں کی لاعلمی پر یہ حدیث بھی دال ہے۔

ترجمہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب فرشتے بادل میں آتے ہیں تو شیاطین چھپ کر ان سے خبریں اخذ کرتے ہیں جو وہ آسمان میں باتیں کرتے ہیں (کہ فلاں کام ایسا ہے یا ایسا ہوگا) تو وہ شیاطین زمین پر آکر کاہنوں کو بتا دیتے ہیں۔اور ساتھ کچھ جھوٹ بھی ملا لیتے ہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔تو اگر فرشتوں کو علم حاصل ہے تو شیاطین کے چھپنے اور باتیں سننے کا انہیں کیوں پتہ نہیں چلتا۔

اس مسئلہ پر بے شمار احادیث ہیں منجملہ ان کے ایک حدیث افک ہی سے اس مسئلہ سے کما حقہ واقفیت ہو جاتی ہے۔معترض کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بہتان سے کما حقہ واقفیت تھی مگر اس واسطے خاموش رہے کہ خود اللہ تعالیٰ ہی بریت بھیج دیں گے تو بہتان کا اظہار ہو جاوے گا۔جب کہ حدیث افک میں بتایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس بہتان کے بارہ میں سخت تشویش ہوئی اور سخت غم گین رہے حتی کہ نازل ہوا: انّ الّذ ین جا ؤا بالافک ....

اگر آپ ﷺ کو معلوم تھا تو آپ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اجتناب کیوں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ خود فرماتی ہیں:

و یریبنی فی وجعی انّی لا اری من النّبیّ ﷺ اللّطف الّذی کنت اری منه حین اعر ض یعنی مجھے اپنی بیماری میں بار ہا خیال آتا تھا (کیا باعث ہے کہ) میں (اپنے اوپر) نبی ﷺ کی اب وہ مہربانیاں نہیں دیکھتی جو میں (اس سے پہلے) اپنی بیماری کے وقت آپ سے دیکھا کرتی تھی۔... انّما یدخل فیسلّم فیقول کیف حالتیکم۔ صرف تشریف لاتے، سلام کے بعد یہی فرما کر چلے جاتے ہیں کہ تم کیسی ہو؟

پھر جب حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے والدین کے ہاں چلی گئیں اور جا کر والدہ سے آنحضرت ﷺ کی شکر رنجی کا اظہار کیا تو ان کی والدہؓ نے فرمایا:

فقالت یا بنیّة هوّنی علی نفسک الشّأن فو اللّه لعلما کانت امرأة قطّ وضیئة عند رجل یحبّها ولها ضرا ئر۔(پس کہا، بیٹی تم اپنی جان پر سختی نہ کرو۔ خدا کی قسم! کم ہی کوئی حسین عورت کسی شخص کے پاس ہوتی ہے کہ مرد اس کو دوست رکھتا ہو، اور اس عورت کی سوکنیں بھی ہوں۔

اگر آنحضرت ﷺ عالم الغیب ہوتے تو صحابیہ (عائشہ صدیقہؓ کی والدہؓ) کا یہ کلام نہ ہوتا، بلکہ وہ فرماتیں کہ بیٹی فکر نہ کرو، آپ ﷺ کو تو علم غیب حاصل ہے، اگر تم اس تہمت سے بری ہو تو رسول خدا ﷺ کی رنجش کا باعث کوئی اور ہوگا۔اور اگر نعوذ باللہ تم قصوروار ہو تو مجھے کیا بتاتی ہو؟ آنحضرت ﷺ کو تو علم غیب کے ذریعہ معلوم ہے۔

پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:

فدعا رسول اللّه ﷺ علیّ بن ابی طالب واسامه بن زید حین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استلبث الوحی یستشیر ھما فی فراق اھلہ فاما اسامۃ فاشار علیہ با لّذی یعلم فی نفسہ من الودّ فقال اسامۃ ا ھلک یا رسول اللّٰہ ولا نعلم الّا خیراً و امّا علی فقال یا رسول اللّٰہ لم یضیق اللّٰہ علیک و النّساء سوا ھا کثیر و سئل الجاریۃ تصدقک ۔ رسول خدا ﷺ نے علیؓ اور اسامہؓ کو بلایا جب کہ وحی آنے کو دیر ہوگئی۔ اور آپ سے فراق کی بابت مشورہ کرنے لگے اسامہؓ نے تو اس کے موافق مشورہ دیا جو آپ ﷺ کے دل کی کیفیت کے مطابق تھا اور کہا وہ آپ کی بیوی ہیں اور خدا کی قسم ہم ان میں سوائے بھلائی کے اور کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علیؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ۔ اللہ آپ پر ہرگز تنگی نہیں کرتا اور عورتیں ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ اور آپ ﷺ لونڈی (بریرہ) سے پوچھئے۔ وہ آپ سے سچ سچ بیان کردے گی۔

غور کرنا چاہیے کہ اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو کسی سے مشورہ نہ کرتے۔ اور یہ دونوں صحابی ایسا مشورہ نہ دیتے۔ اور نہ ہی حضرت علیؓ یہ فرماتے کہ لونڈی سے پوچھئے۔ اگر آپ ﷺ عالم الغیب ہوتے تو یہ دونوں صحابی بغیر مشورہ دینے کے کہہ دیتے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ تو عالم الغیب ہیں ہم سے کیوں مشورہ کرتے ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ نے لونڈی سے پوچھا تو اس نے بھی آپ کو اسامہ کی طرح مشورہ دیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی معصومیت بیان کی اور عالم الغیب آپ کو نہ کہا۔

پھر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جا کر فرمایا:

یا عائشہ لقد بلغنی عنک کذا و کذا فان کنتِ بریئۃ فسیبرّئک اللّٰہ ۔ وان کنتِ الممت بذ نب فاستغفری اللّٰہ و توبی الیہ فانّ العبد اذا اعتر ف بذ نبہ ثمّ تاب تاب اللّٰہ علیہ ۔ اے عائشہ مجھے تمہاری نسبت ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ پس اگر تم اس سے بری ہو تو عنقریب اللہ تمہیں بری کردے گا، اور اگر تم کسی گناہ میں آلودہ ہوگئی ہو تو اللہ سے استغفار کرو، اور اس کی طرف رجوع کرو، کیونکہ جب بندہ اپنے گناہ کا اقرار کرلیتا ہے اور بعد اس کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلیتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس امر کے بارہ میں آپ ﷺ کو کوئی واقفیت نہ تھی۔

جواب میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا:

واللّٰہ لقد علمت انکم سمعتم ما یتحدث بہ النّاس و وقر فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انفسکم و صدّقتم به ۔ واللہ مجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں سے اس بات کو سنا ہے جس کا لوگ چرچا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے دلوں پر جم گئی ہے اور آپ ﷺ نے اسے سچ سمجھ لیا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کو ضرور ہی شک پڑا ہوا تھا۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا:

و لئن قلت انّی بریئة ،اللّٰہ یعلم انّی لبریئة ۔اگر میں کہوں کہ میں بری ہوں اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں۔

یہ نہیں فرمایا کہ اللہ اور رسول جانتا ہے کہ میں بری ہوں۔

پھر فرمایا لا تصدقونی بذ لک ۔ آپ اس کو سچ نہ مانیں۔ ولئن اعترفت لکم با مرٍ و اللّٰہ یعلم انّی لبریئة لتصدقنی ۔اور اگر میں اس بات (الزام) کو مان لوں، (حالانکہ) اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں، تو اسے آپ سچ مانیں گے۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ

نبی ﷺ جب کوئی ابر کا ٹکڑا آسمان پر دیکھتے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ مگر جب پانی برسنے لگتا تو آپ کی وہ حالت دور ہو جاتی ۔ایک دفعہ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ شائد ایسا ہی ہو جیسے ایک قوم نے کہا تھا فلما ر أوہ عارضاً مستقبل او دیتھم ..الآیہ۔ (تجرید البخاری باب بدء الخلق)

معلوم ہوا کہ آپ عالم الغیب نہ تھے ۔ ہوتے تو چہرہ کا رنگ متغیر نہ ہوتا، پہلے معلوم ہوتا کہ طوفان آنے والا ہے یا پانی برسنے والا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

(ایک مرتبہ) آپ ﷺ پر جادو کیا گیا... پھر ایک دن آپ نے ﷺ بہت دعا کی اس کے بعد مجھے فرمایا تم کو معلوم ہے؟ اللہ نے مجھے وہ بات بتا دی جس میں میری شفا ہے۔ دو آدمی میرے پاس آئے ..ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو کیا بیماری ہے دوسرے نے کہا انہیں جادو کیا گیا ہے۔ اس نے کہا کس نے جادو کیا ہے۔ دوسرے نے کہا لبید بن اعصم نے۔ اس نے کہا کس چیز میں ؟ دوسرے نے کہا کنگھی میں اور روئے کے گالوں میں اور نر چھوہارے کی کلی کے اوپر والے چھلکے میں۔ اس نے کہا وہ کہاں ہے۔ دوسرے نے کہا ذروان (کنویں) میں۔ پس نبی ﷺ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہاں تشریف لے گئے ۔لوٹے ،تو عائشہؓ سے فرمایا۔اس کنویں کے درخت گویا کہ شیطان کے سر ہیں ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں نے کہا آپ ﷺ نے اس کو نکلوایا۔فرمایا۔اللہ نے مجھے شفا دے دی ۔اور (اس کے نکلوانے میں) مجھے یہ خیال ہوا کہ لوگوں میں فساد پھیلے گا ۔ اور بعد اس کے وہ کنواں بند کر دیا۔ (تجرید بخاری ۔باب بدء الخلق)

قرآن وحدیث کے بعد اب فقہ کی بات سنیں ۔ جناب ملا علی قاری حنفی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و اعلم انّ الانبیاء لم یعلموا المغیباہ من الاشیاء الّا ما اعلمھم اللّٰہ تعالی ا حیاناً و ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد انّ النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السّما وا ت والار ض الغیب الّا اللّٰہ۔(شرح فقہ اکبر ص ۱۸۵)۔جان لو کہ انبیاء غیب نہیں جانتے تھے لیکن اتنا ہی جو کبھی کبھی خدا ان کو بتلا تا ۔اور علمائے حنفیہ نے صاف کہا ہے کہ جو کوئی پیغمبر ﷺ کی نسبت علم غیب کا اعتقاد کرے اس نے کفر کیا کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ اللہ کے سوا زمینوں اور آسمانوں میں کوئی غیب نہیں جانتا۔

فتاوی قاضی ج ۴ باب ما یکون کفرا من المسلم و ما لا یکون میں ہے:

ر جل تز وج بغیر شھود فقال الرجل و المرأ ۃ خدا و رسول گواہ کر دیم ۔ قالوا یکون کفراً لانّہ اعتقد انّ رسول اللّٰہ ﷺ یعلم الغیب و ھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ۔جو شخص اپنے نکاح میں خدا و رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس کے گواہ کرنے سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ آپ ﷺ غیب جانتے ہیں ۔جب حضور ﷺ زندگی میں غیب نہ جانتے تھے تو بعد انتقال کیونکر جانتے ہیں؟

قاضی ثناء اللہ پانی پتی مالابدّ میں لکھتے ہیں:

اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔اسی مقام پر حاشیہ میں اس کفر کی دلیل لکھی ہے: چرا کہ آنکس اعتقاد کرد کہ رسول خدا ﷺ غیب می داند ۔و پیغمبر خدا در حالت حیات غائب نمی دانست پس چگونہ بعد موت غیب داند (کذا فی قاضی خان)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معترض اپنا مطلب نکالنے کے لئے و یکون الرسول علیکم شھیداً پیش کرتے ہیں۔لیکن شروع آیت نہیں دیکھتے فرمایا و کذ لک جعلنا کم امۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس ۔اسی طرح تمہیں ایک معتدل جماعت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو ۔ یہ آیت تمام امت محمد یہ کے عالم الغیب ہو جانے کی دلیل بن جاتی ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ امت محمد یہ کو بذ ریعہ کلام پاک پہلی امتوں کے حالات سے بہت واقفیت ہوگئی ہے اس واسطے ہم ان کے حالات پر گواہی دیں گے۔

اسی طرح و یکون الرّسو ل علیکم شھیداً ۔رسول ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی زیر آیت و یکو ن الرسول علیکم شھیدا۔ بقرہ۔ لکھتے ہیں:

وازیں است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسا زند کہ فلا نے امروز چنیں میکند وفلا نے چناں ۔تا روز قیامت اداء شہادت تواند کرد

شاہ صاحب کی عبارت سے آپ ﷺ کے علم غیب مابعد حیات کی نفی ثابت ہے۔

☆ امکان نظیر

شاہ اسماعیل دہلویؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہوگا اور نہ لکھا کہ ہوا ہے ۔ بلکہ جس طرح شیخ شرف الدین یحی منیریؒ اور امام غزالیؒ کی عبارتوں سے خدائی قدرت کا اندازہ دکھایا گیا ہے اور ان عبارات میں : اگر خواہد، وغیرہ الفاظ شامل ہیں، ایسے ہی شاہ اسماعیلؒ نے اس آیت کی ترجمانی کی ہے۔جیسا فرمایا اللہ وعزوجل نے و لو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیرا ۔اگر شاہ اسماعیلؒ نے بے ادبی کی ہے تو اس آیت میں اللہ کے فرمان کا کیا مطلب ہے۔

شاہ اسماعیل دہلویؒ پر ایک مولوی صاحب نے ان کی زندگی میں اسی مضمون پر اعتراض کیا تو آپ نے اس پر ایک فتوی لکھا تو وہ معترض لاجواب ہوگیا۔اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے:

جناب فضل حق خیر آبادی، جناب محمد اسماعیل کی تقویۃ الایمان کے اس مسئلہ پر کہ اللہ، حضرت محمد ﷺ جیسا دوسرا پیدا کرنے پر قادر ہے،اعتراض کیا اور لکھا کہ اللہ تعالی ،حضرت محمد ﷺ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیسا دوسرا پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ آپ نے اس کا مدلل جواب لکھا:

کہ قدرت ایک علیحدہ صفت ہے اور تکوین یعنی بنانا ایک علیحدہ صفت ہے۔ سو وجود مثل آنحضرت ﷺ قدرت الٰہی کے تحت داخل ہے نہ تحت تکوین تا کہ اس کا وقوع لازم آئے۔ اور تقویۃ الایمان کے اس مقام پر بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ اللہ، مثل آنحضرت ﷺ پیدا کرنے پر قادر ہے، اور یہ مقصود نہیں کہ مثل آنحضرت ﷺ پیدا کرے گا، کیونکہ آپ خاتم النبیین ہو چکے۔

پھر آپ نے ثبوت قدرت کے واسطے یہ آیت لکھی:

او لیس الّذی خلق السّما وات و الارض بقادرٍ علی ان یّخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم۔ یعنی کیا وہ ذات پاک جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اس بات پر قادر نہیں کہ وہ ان کے مثل (یعنی بنی آدم کے) اور پیدا کرے۔ ہاں! وہ ضرور بڑا پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

پھر شاہ اسماعیلؒ نے لکھا کہ اس آیت میں ضمیر جمع مذکور کی کل بنی آدم کی طرف، جن میں حضرت ﷺ بھی شامل ہیں، راجع ہے۔ اور اس آیت میں بیان معاد کا ہے مگر پیدا کرنے مثل پر اس کا قادر ہونا بخوبی ثابت ہے۔

معترض جو کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ، آنحضرت ﷺ جیسا پیدا نہیں کر سکتا تو اس سے وہ اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کو جس سے آنحضرت ﷺ کو پیدا کیا، سلب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ کمال درجہ کی گستاخی ہے۔

☆ وزیر آبادی اشتہار بسلسلہ مسئلہ علم غیب و بشریت انبیاء

علم غیب اور بشریت انبیاء کے مسئلہ پر اشتہار بازی بھی خوب ہوتی رہی۔ اسی سلسلے کا ایک اشتہار نقل کیا جاتا ہے:

عدم بشریت اور علم غیب آنحضرت ﷺ ثابت کرنیوالے کو دوسو روپیہ نقد انعام

عیسائیوں کے احبار (مولویوں) اور رہبان (پیروں) کے جب دنیاوی اقتدار کی انتہاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوگئی تو اب انہیں عالم الغیب ومختار کون ومکان بننے کی سوجھی تا کہ دنیا حاضر اور غائب ہر وقت اور ہر لحظہ ہم سے ترساں اور لرزاں رہے۔ لیکن یہ کام اس وقت تک نہ ہوسکتا تھا جب تک وہ اپنے سے برتر انسان حضرت مسیح کو خدا بنا کر پہلے اس قسم کے جملہ اختیارات ان کو سونپ نہ لیں کیونکہ پیر اور علماء اپنے مذہبی مورث کی وراثت کے مالک اس وقت کہلا سکتے تھے جب کہ پہلے وہ اپنے مورث کو ان اختیارات کا مالک بنالیں۔ چنانچہ پہلے انہوں نے یہ مسئلہ گھڑ لیا کہ مسیح عالم الغیب تھا اور اب بھی ہے۔ جب یہ دال گل گئی تو کہا کہ مسیح ارض وسماء کا مالک ہے اور جو ایسا نہ سمجھے وہ بے ادب اور گستاخ ہے۔ اب بھلا اپنے نبی کا بے ادب اور گستاخ کون بنے۔ اور اگر کوئی خدا کا پیارا کہہ بھی دیتا کہ ارض وسماء کا مالک صرف اللہ ہے تو وہ مولویوں اور پیروں کی بارگاہ سے گردن زدنی قرار دیا جاتا اور بڑے بڑے پیر ضمیر فروشوں کے دستخط ثبت کروا کر قتل یا جلا وطن کروا دیتے۔ اس طرح جب یہ عقیدہ راسخ ہوگیا تو پھر پادریوں نے یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا۔ پھر اس سے بھی گذر کر یہ کہہ دیا کہ مسیح خدا تھا اور گو خدا اور اس کا بیٹا اور روح القدس بظاہر تین ہیں مگر ان تینوں میں ایک اور ایک میں تینوں ہیں۔ اس طرح تثلیث فی التوحید اصل ایمان قرار پایا جو کہ آج کل عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

جب مسیحی علماء نے دیکھا کہ ہمارا جادو چل گیا اور لوگ مسیح کو خدا ماننے لگ گئے تو پھر انہوں نے آہستہ آہستہ ان اختیارات کا خود وارث بننا شروع کیا اور آخری نتیجہ وہی ہوا جس کو مولوی اور پیر لے کر اٹھے تھے۔ اس نتیجہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بصراحت ظاہر فرمایا ہے:

اتخذوا احبار هم و رهبا نهم اربا با من دون اللّٰه۔ (توبہ) (یعنی عیسائیوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو ہی اللہ تعالیٰ کے سوا خدا بنالیا)۔

اور یہی مولوی چاہتے تھے جو کہ انہوں نے کر دکھایا۔

چوتھی صدی عیسوی میں جب مولویوں اور پیروں کا زور مشیت ایزدی سے کچھ کم ہوا تو .....اسکندریہ کے رہنے والے ایک شخص نے اپنے قدیمی مذہب کو خیر باد کہہ کر یہ اعلان کر دیا کہ مسیح چونکہ خود کو ابن آدم اور ابن داؤد کہا کرتا تھا تو جب حضرات آدم اور داؤد خدا نہ تھے تو مسیح کس طرح خدا ہوسکتا ہے جب اس کے متبعین پھلنے پھولنے لگے تو عیسائی علماء طوفان کی طرح اس فرقہ پر چڑھ آئے، مگر صداقت کا بیج بویا جا چکا تھا۔ ادھر اس وقت کی حکومت مولویوں سے بدظن تھی اس لئے اس فرقہ نے قلیل عرصہ ہی میں کافی ترقی کر لی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کی طرف سے یہ اعتراض تھا کہ انا جیل میں حضرت مسیح کے پیشاب پاخانہ کا ذکر آتا ہے اور یہ بشریت ہے الوہیت نہیں ۔ پیشاب پاخانہ کرنے والا بشر ہی ہوسکتا ہے اللہ عزوجل کو کبھی کسی نے ایسا کرتے نہیں دیکھا (نعوذ باللہ من ذلک) ۔ یہ اعتراض بڑا معقول تھا، مولویوں کے پیٹوں میں سانپ لوٹ لوٹ جاتے تھے مگر انا جیل کا انکار کس طرح کرتے ۔ آخر دور کی سوجھی اور یہ جواب گھڑ لیا کہ مسیح کا پیشاب پاخانہ پاکیزہ بلکہ متبرک تھا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے مسلمانوں کا ایک لشکر جرار لے کر بیت المقدس پر حملہ کیا تو اس وقت بیت المقدس میں دور دور سے بڑے بڑے پادری آئے ہوئے تھے اور یہی مسئلہ زیر بحث تھا کہ مسیح کا پاخانہ پیشاب پلید ہے یا پاک ؟ ادھر سے مسلمان ان کا مقدس قبلہ چھیننے کے لئے چڑھے آرہے تھے مگر عیسائی مولویوں کو اطلاع ہونے کے باوجود بھی اس بحث سے فرصت نہ ہوئی ، نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیوں کے صدہا سالہ مقبوضہ اور مقدس قبلہ پر ان کی فضول بحث میں مسلمانوں نے بلا جنگ قبضہ کرلیا مگر انہیں پھر بھی شرم نہ آئی ۔ میں نے یہ واقعہ اسلئے ذکر کیا کہ اب مسلمانوں کو بھی مولوی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں اس لئے انہیں غور کرنا چاہیے اور اپنی حالت بد سے بدتر نہیں بنانی چاہیے ۔ آنحضرت ﷺ نے ترمذی شریف میں ایک پیش گوئی فرمائی ہے لیأتین زمان علی امّتی کما اتی علی بنی اسرائیل یعنی میری امت کے بھی بالکل ویسے ہی عقاید ہوجاویں گے جس طرح کہ بنی اسرائیل کے تھے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی یہ پیش گوئی بالکل پوری ہورہی ہے اور جس طرح انہوں نے حضرت عزیر اور حضرت مسیح کو بشر سے خدا بنالیا تھا ہمارے ملانے بھی آنحضرت ﷺ کو بشر سے خدا بنانا چاہتے ہیں ۔

کس قدر تعجب ہے کہ دبی زبان سے چار و ناچار یہ تسلیم بھی کرلیا ہے کہ بلاشک قرآن شریف میں ہے قل انّما انا بشر مّثلکم ...کہ اے رسول کہدے کہ میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں ۔ مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تو رسول کو حکم ہوا ہے مسلمانوں کو نہیں ہوا ۔ یہ ایسی ہی مثال ہے جیسا کوئی شخص یہ کہہ دے کہ سورہ قل اعوذ بربّ الفلق اور قل اعوذ بربّ النّاس وغیرہ میں بھی چونکہ قل ہے اس لئے یہ بھی صرف رسول اللہ ﷺ کو پڑھنے کا حکم ہوا ، یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ مسلمان بھی یہ سورتیں پڑھیں ۔

حضرت عائشہؓ ، حضرت رسول خدا ﷺ کو بشر کہتی ہیں ۔ یہ خوب بات ہے کہ اللہ تعالی بشر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرمائے۔ اللہ کا رسول بشر فرمائے مگر مسلمان نہ کہیں۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اگر اللہ اور رسول کے سوا کسی کو کہنے کا حکم نہیں تو پھر حضرت عائشہؓ نے کیوں فرمایا کان بشر من البشر (رواہ الترمذی، مشکوۃ)۔ یعنی جس طرح اور بشر ہیں اسی طرح کے آنحضرت ﷺ بھی ایک بشر تھے، جس قدر ادب اور عزت آپ ﷺ کی صحابہ خصوصاً ازواج مطہرات نے زبان سے اور عمل سے کر دکھائی اور جانیں تک فدا کر دیں۔ ہم اور آپ اس عزت کا لاکھواں حصہ بھی ادا نہیں کر سکتے، منہ سے تو نبوت سے الوہیت تک پہنچا دیا لیکن جب یہ پوچھا کہ کس کے مذہب پر ہو تو کہہ دیا کہ امام اعظمؒ کے مذہب پر ہوں، بس زبانی حبّ اور عشق کا سارا تار پود بکھیر کر رکھ دیا۔ چونکہ حنفی بھائیوں کو جب تک فقہ کی کتاب سے حوالہ نہ دیا جائے تسلی نہیں ہوتی، اسلئے علم عقائد کے امام کی زبانی سنیئے۔ مسامرۃ الکمال بن ابی شریف مطبوعہ کبری امیریہ مصر ص ۱۹۸ میں ہے:

انّ النبی انسا ن بعثه الله لتبليغ ما اوحی۔ یعنی نبی ایک انسان ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتا ہے کہ وہ تبلیغ کرے جو کچھ اس کی طرف وحی ہو۔

اور مسایرہ شرح مسامرہ للعلامہ الکمال بن الہمام مطبوعہ مطبع کبری امیریہ مصر صفحہ ۱۹۷ میں ہے:

فا لنبی علی هذا انسا ن او حی اليه

(یعنی نبی ایک انسان ہوتا ہے جس کی طرف وحی ہوتی ہے)۔

اب ملا علی قاری کی سنئے جن کو بریلوی حنفی بھی اپنا ایک پیشوا تسلیم کرتے ہیں آپ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

قا ل عليه السلام لا تطرونی كما طرى عيسى وقولوا عبد اللّٰه و رسو له۔ یعنی جس طرح عیسائیوں نے مسیح کی بشریت سے انکار کر کے الوہیت تک پہنچایا میری زیادہ تعریف نہ کرنا بلکہ مجھے کہو کہ یہ اللہ کا بندہ ہے اور اس کا رسول ہے۔

اب ہم حنفی بھائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ یہ جو تمہارے مولوی کہتے ہیں کہ جو آنحضرت ﷺ کو بشر کہے وہ کافر ہے، تو ملاحظہ کیجئے کہ اس فتوی کی زد میں کون کون آتا ہے۔

اب علم غیب کی طرف آیئے۔ نہایت حیرانگی ہے کہ اس چودھویں صدی میں جب کہ یہ لوگ بڑے بڑے علم وعقل کے مدعی ہیں تو ان لوگوں نے کس قدر لایعنی اور فضول مسئلے گھڑ لئے ہیں اور مباحثہ کرتے ہیں آنحضرت ﷺ کی بشریت اور علم غیب پر جس کو نہ قرآن شریف نے کہیں ذکر کیا، نہ احادیث نے۔ اپنی وراثت قائم کرنے کے لئے خواہ مخواہ آنحضرت ﷺ پر یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتان شرکیہ لگائے جاتے ہیں اوراس کا نام رکھا جاتا ہے عشق رسول اور حبّ محمدی:

محبت ہے یہی گر تو عداوت کس کو کہتے ہیں

اللہ تعالی فرماتا ہے:

و عنده مفا تيح الغيب لا يعلمها ا لّا هو ۔(انعام)۔یعنی اللہ ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی کوئی نہیں جانتا مگر وہی (یعنی اللہ تعالی)۔

پھر فرماتا ہے:

قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً ا لا ما شاء اللّه و لو کنت اعلم الغيب لا ستکثرت من الخير و ما مسّنی السّوء ۔(اعراف)۔یعنی اے رسول تو کہدے کہ میں تو اپنی جان کے نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔مگر اللہ تعالی ہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو پھر تو میں بہت بھلائی جمع کر لیتا۔اور مجھے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچتی ۔

بھلا مندرجہ بالا آیات کے ہوتے ہوئے بھی کسی کو کچھ شبہ رہ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو علم غیب تھا۔اللہ تعالی بادلائل اس بات کی تردید کردی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ہرگز علم غیب نہیں تھا ہاں جو بات آپ کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوئی وہ لوگوں پر ظاہر فرمادی۔صحیح بخاری میں ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

و اللہّ لا ادری و اللّه لا ادری و انا رسو ل اللّه ما يفعل بی و لا بکم (مشکوۃ باب البکاء والخوف)۔قسم ہے اللہ کی میں نہیں جانتا،قسم اللہ کی میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

یہ تو ہوا قرآن وحدیث۔اب ذرا آپ کے مسلّمہ پیشوا حضرت ملا علی قاری کی سنئے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتاب فقہ اکبر کی شرح میں فرماتے ہیں:

واعلم ان ا لا نبياء لم يعلموا المغيبا ت من الاشياء الا ما اعلمهم اللّه تعا لی ا حيا نأ و ذکر الحنفية تصريحاًبالتکفير باعتقا د انّ النّبی ﷺ يعلم الغيب بمعا رضة قوله تعالی قل لا يعلم من فی السّماوات و الارض الغيب الا اللّه ۔

(یعنی جان لو کہ انبیاء غیب نہیں جانتے لیکن اتنا ہی جتنا کہ کبھی کبھی خدا انہیں بتلاتا تھا)۔

اور علماء حنفیہ نے صاف کہا ہے کہ جو کوئی پیغمبر ﷺ کی نسبت علم غیب کا اعتقاد کرے وہ کافر ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ اس کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔ فتاوی قاضی خان جو کہ فقہ کی مشہور کتاب ہے اس میں ہے:

ر جل تز و ج بغیر شھود فقا ل الر جل و المرأة خداورسول گواہ کردیم قا لوا یکو ن کفرا لا نه اعتقد ان رسو ل الله یعلم الغیب و ھو ما کا ن یعلم الغیب حین کا ن فی ا لا حیا ء فکیف بعد المو ت۔ قاضی خان ج ۴ باب ما یکو ن کفرامن المسلم و ما لا یکو ن۔ یعنی جو شخص اپنے نکاح میں خدا و رسول کو گواہ کرے وہ کافر ہے کیونکہ اس گواہ کرنے سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس نے اس بات اعتقاد کیا کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے تھے۔ جب حضور ﷺ اپنی زندگی میں غیب نہ جانتے تھے تو بعد انتقال کیونکر جانتے ہوں گے۔

ایسا ہی قاضی ثناء اللہ پانی پتی مالا بدمنہ میں فرماتے ہیں:

اگر کسے بدون شہادت نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول را گواہ کردم کافر شود۔

(یعنی اگر کسی نے نکاح میں خدا و رسول کو گواہ کیا تو وہ کافر ہے)

پھر حاشیہ پر وہی دلیل لکھتے ہیں کہ چونکہ آنحضرت ﷺ در حالت حیات غیب را نمی داند پس چگونہ بعد موت غیب را داند۔ اب ہم حیران ہیں کہ غیب کے مسئلہ میں آج کل کے بریلوی حنفی سچے ہیں یا ان کے مزکورہ بالا امام۔ افسوس ان پیروں اور ملانوں نے زمین و آسمان میں اپنی مالکی جتانے اور غیب دانی کی بڑھانکنے کے لئے حضور ﷺ پر خواہ مخواہ مشرکانہ بہتان لگا دیا اور اس کا نام عشق رسول رکھ دیا۔ آہ!

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں کار طفلاں تمام خواہد شد

اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے جو موجودہ پیر اور مولوی خود کو اربابا من دو ن اللّٰہ بنانا چاہتے ہیں وہ اس امر کی کوشش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر غیب دانی اور عدم بشریت کا مشرکانہ اتہام عشق محمدی کے پردہ میں لگایا جاوے تا کہ ہم بھی بطور وارث ہونے کے مختار کون و مکان اور غیب دان ہونے کی ڈینگ مار سکیں۔ بریلوی خیالات کے پنجاب میں سب سے بڑے پیر... ہیں۔ ذیل میں اخبار سیاست ۲۷۔ اگست ۱۹۲۲ء اور رسالہ انوار صوفیہ جلد ۷ نمبر ۹ سے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں جن کو پیر صاحب اپنے حق میں جھوم جھوم کر سنتے ہیں اور نقرئی تمغہ انعام میں دیتے ہیں سنئے مرید اپنے پیر کی کلی غیب دانی کا ذکر کرتا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دل کے بھیدوں سے تو واقف عالم اسرار غیب حرف مطلب کچھ مرا محتاج گویائی نہیں

مرید اپنے پیر کے اختیارات کلی کا ذکر کرتا ہے:

تو وہ مسیحا ہے کہ گر قم کہدے رہے نہ قبر میں مردہ کو عذر بے جانی

اب آپ بغور ملاحظہ فرماویں کہ جس شخص کو مندرجہ بالا رتبہ اور اختیارات اور علم غیب مل جائے اس میں اور خدا میں کچھ فرق رہ جاتا ہے لیکن اگر پیر صاحب یہ کہیں کہ یہ اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہیں آنحضرت ﷺ کو بھی نہیں ہو سکتے تو اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر تم کو کس طرح حاصل ہو گئے۔ اس لئے یہ پیر اور ملا نے محض اس لئے آنحضرت ﷺ پر یہ مشرکانہ بہتان لگاتے ہیں تاکہ اپنا الو سیدھا ہو جاوے۔

مبلغ دو صد روپیہ انعام

اگر کوئی آنحضرت ﷺ کے اس مرتبہ کا بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر انکار کرے، تو وہ تو سب مسلمانوں کے نزدیک صریح کافر ہے جس پر ہمارا بھی ایمان ہے البتہ بشریت اور عدم علم غیب آنحضرت ﷺ پر جو دلائل کی تردید کر کے قرآن و حدیث سے ہمیں عدم بشریت اور علم غیب کلی آنحضرت ﷺ ثابت کر دے گا تو ہم اس کو مبلغ دو صد روپیہ چہرہ شاہی نقد انعام دیں گے کارروائی منظوری سے ہونے پر انعام پہلے کسی امین کے پاس رکھ دیا جائے گا

آج دیکھیں کاٹ تیری ابروئے خمدار کی ہم بھی ہیں سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو

نوٹ: تردیدی جواب کے متعلق انجمن اہلحدیث وزیر آباد سے گفتگو کی جائے۔

المشتہر ابوایوب حافظ شیخ رحمت اللہ جنرل مرچنٹ وزیر آباد

(اخبار محمدی دہلی ۱۵ نومبر ۱۹۲۹ء ص ۶، ۱۱-۱۲)

وصلی اللّٰہ علی خیر خلقه محمّد و آله و اصحابه اجمعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

متعدد تفاسیر قرآن اور کتب حدیث مثل صحاح ستہ، مسند احمد وغیرہ کے علاوہ درج ذیل کتب سے مدد لی گئی ہے۔

اثبات التوحید۔حکیم محمد حسین قرشی ایمن آبادی۔ مفید عام پریس لاہور

اصحاب علم وفضل۔ محمد تنزیل صدیقی حسینی۔اصلاح المسلمین پبلشرز کراچی۔۲۰۰۵ء

الحیاۃ بعد المماۃ۔فضل حسین بہاری۔ الکتاب انٹرنیشنل دہلی۔۲۰۰۴ء

اہل حدیث اور سیاست۔نذیر احمد رحمانی۔جامعہ سلفیہ بنارس ۱۹۸۶ء

امداد الفتاح فی توضیح الایضاح۔عبداللطیف سونی پتی۔محررہ ۱۳۵۶ء۔ کتب خانہ اشرفیہ دہلی

الایقاف علی سبب الاختلاف۔محمد حیات سندھی ترجمہ۔محمد حسین بٹالوی،مکتبہ السّلفیہ۔لاہور ۱۹۵۹ء

انقلاب ۱۸۵۷ء۔مرتبہ پی سی جوشی۔محمد علی فارق۔مکتبہ اخوت لاہور ۱۹۹۵ء

ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح،شاہ اسماعیل،مترجم عبدالکریم،مطبع صدیقی لاہور ۱۳۰۱ھ

برصغیر میں اہلحدیث کی آمد۔محمد اسحاق بھٹی، مکتبہ قدوسیہ لاہور

بزم ارجمنداں۔محمد اسحاق بھٹی، لاہور

تاریخ اہل حدیث۔ محمد ابراہیم میر۔اسلامی پبلشنگ ہاؤس لاہور ۱۹۵۳ء

تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر۔صوفی احمد مسلم۔دہلی۔۱۹۸۴ء

تحفۃ الموحدین فارسی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ترجمہ اردو، رحیم بخش دہلوی۔لاہور۔۱۹۶۲ء

تحفہ واعظ (منظوم سوانح عمری محی الدین لکھوی)۔خدا بخش واعظ،مصنفہ ذی الحج ۱۳۱۳ھ۔مطبع وزیر ہند

تحریک اہل حدیث تاریخ کے آئینے میں۔قاضی محمد اسلم سیف، دسمبر ۱۹۹۴ء ماموں کانجن

تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے)۔ فیصل احمد بھٹکلی۔لکھنو۔۲۰۰۳ء

تذکرہ علمائے خان پور۔قاضی محمد عبداللہ خان پوری۔مکتبہ سلفیہ لاہور۔۱۹۸۵ء

تذکرہ مشاہیر غازی پور۔ عزیز الحسن صدیقی۔ ناشر بیت الحسن غازی پور۔سن ندارد

تذکرہ علمائے خان پور۔قاضی محمد عبداللہ خان پوری۔مکتبہ سلفیہ لاہور۔۱۹۸۵ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ واجدی۔ مرتب محمد ثناء اللہ عمری ۔ باراول ۱۹۹۲ء ۔ وشنو آفسٹ پریس دہلی ۔۱۹۹۲ء
تذکرہ کاملان رام پور۔ احمد علی خان شوق ۔ ہمدرد پریس دہلی ۔۱۹۲۹ء
تذکرہ صادقہ ۔عبدالرحیم صادق پوری۔ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۔۱۹۹۶ء
تراجم علماء حدیث ہند۔ابو یحی امام خان، مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۔۱۴۱۳ھ
تقویۃ الایمان ۔ شاہ اسماعیل شہید۔ نعمانی کتب خانہ لاہور۔ جولائی ۱۹۹۲ء
جلاء العینین فی اثبات رفع الیدین ۔حکیم محمد اسماعیل دہلوی جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ تحریر شد ۔ جامعہ ملیہ پریس دہلی
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات ۔محمد مستقیم سلفی ۔ بنارس ۔۱۹۹۲ء
جماعت مجاہدین۔ غلام رسول مہر۔ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔
حجۃ اللہ البالغہ ۔دارلکتب العلمیہ بیروت ۔حواشی، محمد سالم ہاشم ۔ ۲۰۰۱ء
حیات جاوید۔الطاف حسین حالی ۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی ، ۱۹۹۹ء
حیات عبدالحی ۔ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۵ء
دہلی اور اس کے اطراف۔سید عبدالحی ۔ مرتبہ صادقہ ذکی ۔اردو اکادمی دہلی ، ۲۰۰۱ء
راہ سنت ،سید احمد خان، در مقالات سرسید مؤلفہ محمد اسماعیل پانی پتی ۔مجلس ترقی ادب ۔ لاہور
سرگذشت مجاہدین۔غلام رسول مہر۔غلام علی اینڈ سنز۔ لاہور
سوانح عمری عبداللہ غزنوی، غلام رسول وعبدالجبار۔مرتبہ احمد دین، منڈی بہاء الدین
سوانح سید داؤد غزنوی۔مرتبہ ابوبکر غزنوی ۔ دسمبر ۱۹۷۴ء
سیرت سید احمد شہید ۔جلد دوم ۔ ابوالحسن علی ندوی۔مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنو ۔ باردوم
سوانح محمد ابراہیم میر۔قاضی اسلم سیف ۔ ماموں کانجن ۔۱۹۹۴ء
عبدالعزیز رحیم آبادی: حیات وخدمات، محمد فضل الرحمٰن، چندوارہ، مظفر پور بہار، ۱۹۸۹ء
علمائے احناف کے متفقہ فتوے، مشتاق احمد محمدی متھرا، طبع مصطفائی ڈیوڑھی بیگم آگرہ ۱۹۷۳ء
علماء اہل حدیث میوات ۔مصنفہ بدرالزمان نیپالی۔ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ
علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ۔محمد میاں ۔مکتبہ محمودیہ لاہور ۱۹۷۷ء
فتاوی عبدالحی لکھنوی ۔جلد دوم طبع یوسفی لکھنو ، ستمبر ۱۹۲۶ء، ترتیب عبدالرحیم، محمد ایوب انصاری
فیوض محمدیہ۔محمد ابراہیم خلیل فیروز پوری۔مکتبہ عزیزیہ حجرہ شاہ مقیم ۔ ۱۴۰۶ھ
قافلہ حدیث ۔محمد اسحاق بھٹی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قانون مساجد مؤلفہ مولوی حافظ محمد عبداللہ۔ باہتمام محمد غنی حیدر آروی۔ مطبع ستارہ ہند کلکتہ
قصوری خاندان از مولانا محمد اسحاق بھٹی ۔ ماموں کانجن ۔ ۱۹۹۴ء
کاروان سلف ۔ محمد اسحاق بھٹی ۔ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد ۔ ۱۹۹۹ء
کلمۃ الحق ۔ سید احمد خان ۔ در: مقالات سرسید مؤلفہ محمد اسماعیل پانی پتی ۔ مجلس ترقی ادب ۔ لاہور
لکھنو کے شعر و ادب کا معاشرتی و ثقافتی پس منظر۔ ڈاکٹر عبدالباری۔ ٹانڈہ فیض آباد ۱۹۸۷ء
مجموعۃ الفتاوی ۔ عبدالحی فرنگی محلی ۔ مطبع یوسفی لکھنو ۱۳۲۱ھ
مدارس اہل حدیث ۔ باہتمام اصغر علی امام مہدی سلفی ۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند
معیار الحق ۔ سید نذیر حسین محدث، مکتبہ نذیریہ قصور ۔ ۱۹۶۵ء
مکاتبات الخلان فی اصول التفسیر و علوم القرآن ۔ محمد عثمان مقبول، مطبع احمدی، علی گڈھ ۱۹۱۵ء
مکاتیب شیخ الحدیث بنام عبدالسلام رحمانی ۔ مرتبہ رفیق احمد سلفی ۔ فردوس پبلی کیشنز نئی دہلی ۲۰۰۲ء
مکتوبات نذیریہ۔ مرتبہ عبدالعزیز و عبدالرؤف ۔ محبوب المطابع دہلی (اغلباً ۱۹۴۰ء)
مقالات سر سید احمد ۔ مرتبہ محمد اسمایل پانی پتی
موج کوثر ۔ شیخ محمد اکرام ۔ لاہور ۔ ۱۹۹۲ء
نذرانہ اشک ۔ ثناء اللہ عمری ۔ ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ ۱۹۹۷ء طبع اول ۔
نزھۃ الخواطر، عربی ، جلد ۷ سید عبدالحی لکھنوی
نزھۃ الخواطر جلد ۸ ۔ عبدالحی و علی میاں ۔ مترجم انوار الحق قاسمی ۔ دارالاشاعت کراچی ۲۰۰۴ء
نقوش عظمت رفتہ ۔ محمد اسحاق بھٹی ۔ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۱۹۹۶ء
نصیحۃ المسلمین ۔ خرم علی ۔ مصنفہ ۱۲۳۸ھ ۔ مکتبہ سلفیہ لاہور ۔ اغلباً ۱۹۶۳ء ۔ ۱۳۸۳ھ
ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ۔ مسعود عالم ندوی
ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ قیام الدین ۔ ترجمہ محمد مسلم ۔ کراچی ۔ طبع سوم ۱۹۸۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اخبارات ورسائل

ماہنامہ اشاعۃ السنہ، اڈیٹر محمد حسین بٹالوی۔ضمیمہ جلداول ؛ جلد۶ ؛ جلد۷؛ ۸؛۱۴؛۲۰؛ ۲۱

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔اڈیٹر، ثناءاللہ امرتسری

ہفت روزہ توحید، امرتسر۔اڈیٹر سید محمد داؤد غزنوی

مسلم اہل حدیث گزٹ دہلی۔اڈیٹر عبدالحنان بہاری

ماہنامہ محدث (دارالحدیث رحمانیہ دہلی)۔مدیر۔نذیر احمد املوی

ماہنامہ نورالایمان۔دہلی ۔ اڈیٹر محمد داؤد راز۔

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

ماہنامہ التوعیہ۔دہلی

اخبار محمدی دہلی۔اڈیٹر محمد دہلوی

جریدہ ترجمان دہلی

پندرہ روزنور توحید لکھنو ۔ اڈیٹر ایم اے عقیل مئوی

ماہنامہ آثار جدید۔مئوناتھ بھنجن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

(فضیلۃ شیخ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

الحمد لله و الصلوة و السلا م علی خا تم الا نبیاء ...اما بعد

تاریخ اہل حدیث جلد سوم پر یہ پیش لفظ لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔اس کی جلد اول و دوم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے شائع ہو کر اہل علم اور با ذوق قارئین کرام کے مطالعہ میں آ چکی ہیں اور اکثر سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔اب اس سلسلہ کی تیسری جلد منظر عام پر آنے کیلئے تیار ہے۔مؤلف مورخ جماعت اہلحدیث محترم جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ نے انتہائی کدو کاوش، انتھک محنت، بے شمار رکاوٹوں اور تھکا دینے والے مراحل سے گزر کر اسکام کو یہاں تک پہنچایا ہے اور اپنی منزل کی طرف تیز گامی و سبک رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہیں۔جو ینده یا بنده کے تحت مراجع ومصادر کا اہم ترین اور اکثر حصہ ان کو حاصل ہو چکا ہے اور مزید کی تلاش جاری ہے۔

دراصل جماعت اہل حدیث کی ماضی قریب کی تاریخ ماضی بعید کی طرح بے حد نمایاں اور عظیم ترین ہے۔دعوت وتبلیغ، اصلاح، تزکیہ، تعلیم، تربیت، اور صبر و استقامت، قربانی و جانثاری، جود وسخا، ایثار، فدائیت، اور مہر و وفا، امن و آشتی، صلح جوئی و معرکہ آرائی، عزیمت واستقلال، جانبازی و جان فروشی، محبت ومروت، رعایت و رواداری، غرضیکہ ہر میدان میں رجال کار وہی رہے ہیں اور ہر مرحلہ میں ہراول دستے کا کام انہوں نے ہی انجام دیا ہے۔صحیح عقیدہ اسلامیہ کا تمسک، اعتصام بالکتاب والسنہ، علم حدیث کی نشر واشاعت اور تدریس وتلقین، ان کے رجال واسانید کی تدوین وتحقیق و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفتیش وتبیین اور اس کی توثیق وتضعیف اور ایسی چھان بین کہ وہ روئے زمین کا حجم و عمل اور وقت معیار کا منفرد کارنامہ اور معجزاتی عمل بن جائے، ان ہی کا کارنامہ ہے۔ فقہ واصول فقہ کے بانی ومبانی وہ خود ٹھہرے۔فرق باطلہ کے چہرے کی نقاب کشائی اور جاہلوں کی تاویل اور اہل باطل کی تلبیس کی پردہ دری اور غلو پسندوں اور دہشت گردو ں اور خوارج کی بیخ کنی اور دین وملت اور انسانیت کے خلاف جو بھی فتنہ جس شکل میں اٹھا، اس کو ختم کرنے اور سرنگوں کرنے کے لئے اور اس سے نبرد آزما ہونے کے لئے سب سے پہلے اسی طائفہ منصورہ کے رجال اور علماء السابقون الاولون کی حیثیت سے میدان میں آئے اور اپنے عظیم الشان اعمال جلیلہ اور خدمات عظیمہ کا وہ سرمایہ افتخار ورو ثے میں چھوڑ گئے کہ جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بجالانا فرض قرار پاتا ہے

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم

اذا جمعتنا یا جریر المجامع

قافلہ اہل حدیث کے یہ انمٹ نقوش صفحہ عالم پر آج بھی ثبت ہیں اور آنے والی نسلوں کے لئے جہاں دولت بے بہاء ہیں وہیں نشان راہ بھی ہیں۔اس دولت وثروت کو ہمیں بہت زیادہ اہتمام سے سنبھالکر رکھنا چاہیے لیکن اس کی قدر واہمیت مسلّم ہونے کے باوجود اس سلسلے میں جو کوتاہیاں اجتماعی وانفرادی طور پر ہوئی ہیں وہ بھی ہماری تاریخ کا بہت افسوس ناک باب ہے اس کی تلافی کی مزید فکر ہونی چاہیے تاکہ دیر آید درست آید کے مصداق ہو سکے،

ہمیں بے حد مشکور وممنون ہونا پڑے گا ان اصحاب قلم وقرطاس کا جنہوں نے قلم کا رخ اس جانب موڑا ہے اور ان کی فکرمندی اور کاوش کی جولانی تاریخ کے اس حصے کی طرف مبذول ہوئی ہے۔انہی غیور وباحوصلہ اصحاب علم وفضل اور مورخین میں ایک نمایاں نام جیسا کہ ذکر ہوا ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کا ہے جنہوں نے ایک عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے اور اپنی کاوشوں کا محور تاریخ اہل حدیث ہند کو قرار دیا ہے۔ڈاکٹر صاحب کا مطالعہ وسیع، فکر واضح، اور علم گہرا ہے۔تحقیق وجستجو اور تلاش بسیار کے ملکہ اتم کے مالک ہیں۔اور اللہ تعالی نے ہمت وحوصلہ اور ذوق ولگن کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے اور اسی جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہر نے مدت مدید کے بعد اس کام کو انجام دینے کے باوجود ایک عظیم الشان ذخیرہ معلومات اور بیش قیمت مواد جمع کر دینے کی قوت و توفیق فراہم کر دی ہے اور اسکے نتیجہ میں تاریخ اہل حدیث کے لئے ایک بہت بڑا خزانہ جمع ہو گیا ہے جو دسیوں جلدوں پر محیط ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس کارنامہ پر ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں، وہیں ہم دعا گو بھی ہیں کہ اللہ تعالی آپ کو مزید توفیقات سے نوازے اور اس کے لئے ضروری وسائل و ذرائع اور کامل صحت و عافیت اور بابرکت اوقات میسر فرماوے کہ یہ کار عظیم اتمام کو پہنچ جائے۔

ساتھ ہی ہم آپ کے ان معاونین کا بھی شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتے ہیں جو کسی طرح سے بھی آپ کے اس علمی و تاریخی سفر میں ممد و معاون بنے ہوئے ہیں۔ خصوصاً گرامی قدر جناب مولانا شیخ شیر خان جمیل احمد عمری حفظه الله و وفقه ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث بریطانیہ کے شکر گزار ہیں جو ہمہ وقت اس طویل علمی سفر میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ سائے کی طرح لگے ہوئے ہیں اور ضروری تعاون و مشورے و اقدامات کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ عام معلومات کی فراہمی کے لئے گہری فکر مندی و تدبیر سے لے کر عملی اقدام تک حتی کہ پروف ریڈنگ و طباعت کے مراحل میں بھی جٹے رہتے ہیں بلکہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے اس کی طباعت و اشاعت میں اور اس کار عظیم میں کسی بھی طرح کی معاونت کا سبب بنے ہوئے ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی اس رجل صالح اور فکر جماعت میں منہمک و مستغرق فاضل جوان کو جماعت و جمعیت اور ملک و ملت کے لئے مزید فعال و مفید بنائے اور دنیا و آخرت کی کامرانیوں سے شاد کام فرمائے۔ ساتھ ہی ہم تمام حضرات کے لئے دعا گو ہیں جو اس کار خیر میں کسی نہ کسی طرح ممد و معاون ہیں اسی طرح تمام اراکین جمعیت محسنین کرام جملہ سٹاف اور کارکنان کیلئے بھی دل سے دعا نکلتی ہے جنہوں نے اپنے بھرپور تعاون سے ہم کو اس لائق رکھا کہ ہم اسطرح کے کاموں میں پیش قدمی کرتے رہیں۔ بالاخص امیر محترم جناب حافظ محمد یحی دہلوی حفظه الله و تولاه و متعنا بطول حیاته کے بے حد ممنون ہیں کہ جن کی توجہ اور دانائی و دور اندیشی سے ہم ان کاموں کو بے شمار رکاوٹوں کے باوجود انجام دے پاتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اخیر میں کتاب پر تقریظ لکھنے والے اصحاب قلم خصوصاً استاذ گرامی ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری، ادیب اریب عصر ابن احمد نقوی متعنا الله بطول حیاته اور فضیلۃ الشیخ عبدالمعید مدنی اور مولانا محمد مقیم فیضی صاحبان حفظه الله و شفاه ها ه شفاء عاجلاً کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔قارئین کرام سے استدعا ہے کہ مولف کے ساتھ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔اللہ تعالی سب کا حامی و ناصر ہو۔ و صلی الله علی نبینا محمد و سلم کثیراً کثیراً۔

خادم جماعت (مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی
ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔دہلی
۳۰ مئی ۲۰۰۹ء۔۵ جمادی الاخری ۱۴۳۰ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

(فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری صدر جامعہ سلفیہ بنارس)

الحمد لله رب العا لمين و الصلا ة و السلا م على رسو له الكر يم و على آ له و صحبه اجمعين و بعد

محترم ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی تصنیف تاریخ اہل حدیث کا تیسرا حصہ میرے سامنے ہے۔ ٹائپ شدہ یہ مسودہ ۸۶۷ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اور برصغیر میں جماعت اہل حدیث کی تاریخ کا ایک اہم حصہ اس میں مندرج ومحفوظ ہوگیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی اس علمی کاوش پر میں پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اور زیر نظر حصہ کے تعلق سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ موصوف محترم نے جس انداز سے یہ کام شروع کیا ہے اس سے جماعت کے لئے ان کے اخلاص، موضوع سے شغف اور جملہ مسائل پر ان کی عمیق نظر، نیز استنباط واستناج میں اعتدال وتوازن کا پتہ چلتا ہے جو آج کل کی مذہبی تحریروں میں بہت کم نظر آتا ہے۔

کسی کتاب کا پیش لفظ یا مقدمہ اس کے مصنف کے منہج ومقصد کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ تاریخ اہل حدیث حصہ سوم کا پیش لفظ جو سات صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس وصف سے بخوبی متصف نظر آتا ہے اور اس کے ذریعہ اس منہج ومقصد کی عکاسی ہوتی ہے جسے مصنف نے اپنے سامنے رکھا ہے۔

موصوف نے اس حصہ کی تکمیل پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے میں قلم کے قصور کا ذکر فرمایا ہے۔ خاکسار یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ جماعتی تاریخ میں موصوف کی یہ شاہکار تصنیف ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر تشکر وامتنان کی ذمہ داری ادا کرنے سے جماعت اور پورا علمی حلقہ بھی قاصر ہے۔ البتہ اہل ذوق ونظر اس تحقیق انیق کو آنکھوں سے لگائیں گے، دل میں اتاریں گے، اور مصنف کے لئے ہمیشہ دعائے خیر سے اپنی زبان کو تازہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رکھیں گے۔

برصغیر کی مسلکی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے حضرات کو بخوبی علم ہے کہ مسلمانوں کا اختلافی لٹریچر طعن وتشنیع سے بھرا ہوا ہے، شائد جماعت اہل حدیث مطاعن کا زیادہ شکار رہی، اور اللہ کا شکر ہے کہ اس کے علماء نے ہر طعنہ وتہمت کا مسکت جواب دیا، اور موضوع کے ہر گوشہ پر روشنی ڈالی۔تحریک شہیدین، مرزا غلام احمد قادیانی، اور سرسید احمد وغیرہ کے تعلق سے جماعت اہل حدیث کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جاتی ہیں جن کا عقل ودانش سے کوئی واسطہ نہیں اس سلسلہ میں الزام تراشی کرنے والا تلبیس سے کام لیتا ہے اور یوم الحساب کو فراموش کر دیتا ہے۔

مصنف محترم نے شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ کی کتاب ایضاح الحق الصریح کے مشتملات سے قارئین کو آگاہ کرنے کے لئے سید احمد خان کی کتاب، راہ سنت در رد بدعت، کو اپنی تاریخ میں شامل کیا ہے۔اس مقام پر موصوف کو اپنی فطانت سے احساس ہو گیا کہ تلبیس کا خوگر انسان اس پر فتنہ انگیزی کی کوشش کر سکتا ہے اسی لئے انہوں نے لکھا کہ:

بات یوں ہے کہ سرسید احمد کی علمی زندگی کے دو دور ہیں۔پہلا دور انکے عامل بالحدیث ہونے کا ہے اور دوسرا دور پیر نیچر ہونے کا۔اور چونکہ پیر نیچر ہونے کا دور ان کی موت تک ممتد ہے اس لئے ان کی نیچریت کے بوجھ تلے وہ لٹریچر دب گیا جو ان کے دور اول سے تعلق رکھتا ہے، اور چونکہ نیچریت کے خلاف سب سے زیادہ عملی کام اہل حدیث ہی نے (محمد حسین بٹالوی کی سربراہی میں) کیا ہے، اس لئے پیر نیچر سید احمد کے اس کام کو بھی اہل حدیث حضرات نے فراموش کر دیا جو، اہل حدیث سید احمد، کا تھا۔

مصنف نے سرسید احمد کے تذکرہ سے متصل محسن الملک سید مہدی علی خان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

محسن الملک شیعہ گھرانے میں پیدا ہوئے، اپنی تحقیق سے اہل سنت اور عامل بالحدیث ہوئے اور تادم آخر اس مسلک پر کاربند رہے۔

محسن الملک کی خدمات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مصنف لکھتے ہیں:

محسن الملک نے پیر نیچر سرسید احمد خان کا قریبی دوست ہونے کے باوجود سرسید کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نیچریت اوراس کے مخصوص تفسیری نظریات کی مخالفت کی ۔اور مخالفت درون خانہ اور نجی محفلوں تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ انہوں نے علی الاعلان علی رؤس الاشھاد آوازہ حق بلند کیا، یوں ایک اہل حدیث عالم ہی نے ایک سابق اہل حدیث ثم پیر نیچر کے نظریات کا رد کیا۔

لاہور کی چینیا نوالی مسجد نے مولانا بٹالوی کی کوششوں سے اہل حدیث کے مرکز کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ اسی مسجد میں بیٹھ کر ۱۹۱۰ء کے بعد غزنوی علماء نے توحید وسنت کی اشاعت کے عظیم کام میں حصہ لیا۔ اس مرکز کے بانی جناب بٹالوی ہیں اور یہ اس دور کی باتیں ہیں جب کسی عامل بالحدیث کے کسی مسجد میں چلے جانے پر وہ مسجد دھوئی جاتی تھی اور جانے والے کی تواضع مار پیٹ سے ہوتی تھی۔

محترم مصنف نے مولانا بٹالوی کی خدمات کی جانب اشارہ کرنے کے بعد واقعات کی جزئیات سے اپنی واقفیت اور مورخانہ دقت رسی کا ثبوت دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

مدرسہ غزنویہ کے مدرسین میں شمار ہونا بھی بہت بڑے اعزاز کی بات ہے لیکن جناب بٹالوی مدرسہ غزنویہ کے مدرسین میں شامل نہیں تھے۔ وہ سید عبداللہ غزنوی کے مرید اور ان سے فیض یافتہ تھے اور ان سے ملنے امرتسر جایا کرتے تھے۔ سید عبداللہ غزنوی کے بعد ان کے صاحبزادوں نے امرتسر میں مدرسہ بنایا جس میں بٹالوی مرحوم نے کبھی تدریس نہیں کی۔

تاریخ اہل حدیث کے مصنف باتمکین کے منہج وطرز تصنیف سے متعلق یہ گزارش مناسب ہے کہ موصوف نے اس منہج کو علی وجہ البصیرۃ اختیار کیا ہے۔ متعلقہ ماخذ پیش کر کے جب کوئی بات کہی جائے گی تو اس کی حیثیت، دعوی مع دلیل، کی ہوگی۔ اور ایسی صورت میں، تلك آثار نا تدل علينا، کی معنویت اجاگر ہوگئی۔ یہ بات باعث مسرت ہے کہ اہل علم نے اس منہج کو شرف قبول بخشا، کیوں کہ اس طرح انہیں اپنی تاریخ سے واقفیت کے ساتھ ساتھ ان علمی جواہر پاروں سے بہرہ اندوز ہونے کا بھی موقع حاصل ہوا جنہیں نے ان کے اسلاف نے دینی وعلمی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے تیار کیا تھا۔ اسلاف کے تیار کئے ہوئے جماعتی لٹریچر پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے کام میں اخلاص اور نظر میں گہرائی تھی، دعوت عمل بالکتاب والسنہ کی تشریح اور شرک و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدعت نیز اوہام خرافات کی تردید کی راہ میں جس موضوع پر قلم اٹھانے کی ضرورت تھی انہوں نے بلا تامل اٹھایا اور دفاع عن الحق کے لئے ایمانی جرأت کا ثبوت دیا

فجزا هم الله تعالى احسن الجزاء

اخلاص و وفا کی اسی داستان کے تعارف کے لئے مصنف علام نے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کے حوالہ سے شیخ محمد حیات سندھی کا رسالہ الایقاف علی سبب الاختلاف پیش کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ: شیخ محمد حیات تقلید کے قائل نہ تھے بلکہ براہ راست کتاب وسنت کو بنیادِ عمل قرار دیتے تھے۔

تاریخ اہلحدیث میں مذکورہ رسالہ کی شمولیت کی توجیہہ کے سلسلہ میں مصنف لکھتے ہیں:

چونکہ برصغیر کی تحریک عمل بالحدیث میں اس تحریر کا مقام بہت بلند ہے لہذا ذیل میں اسے نذر قارئین کیا جاتا ہے۔

یہ رسالہ مع ترجمہ ۱۹ صفحات پر ہے۔ اور اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ صحابہ ہمیشہ کتاب وسنت ہی کو مدار عمل ٹھہراتے تھے اور اگر انہیں اپنے قول وفعل کے خلاف کوئی حدیث پہنچ جاتی تو اسی وقت رجوع فرما لیتے تھے۔

محترم مصنف نے افکار ولی اللہ کے زیر عنوان حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت مع ترجمہ بحوالہ اشاعۃ السنہ نقل کی ہے اور مولانا بٹالوی کے اخذ کردہ فوائد ونتائج کا تذکرہ کیا ہے اور ان فوائد ونتائج میں موجودہ نسل کے لئے جو مذہبی مسائل میں ذہنی الجھن کا شکار رہتی ہے مقام عبرت ونصیحت ہے۔ مولانا لکھتے ہیں:

اس وقت کے اکثر اشخاص فریقین (اہل حدیث و اہل تقلید) اپنے اپنے اسلاف کی روش واصول سے ناواقف ہیں اور چوتھی صدی کے ضدی لوگوں کی روش پر ہو گئے ہیں، ایک دوسرے کو ان باتوں سے سبب برا جانتے ہیں جن باتوں سے برا جاننا ان کے اصول مذہب کا اقتضاء نہیں ہے۔ بناء علیہ میں فریقین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ اپنے اپنے اسلاف کی روش اختیار کریں۔

مصنف نے شاہ ولی اللہ کا رسالہ تحفۃ الموحدین مع ترجمہ نقل کیا ہے اس کی پہلی فصل قابل توجہ ہے۔ شاہ صاحب نے بصراحت ذکر کیا ہے کہ لوگ دعوی اسلام کے باوجود کلام اللہ وکلام الرسول سے بحیلہ اعراض کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بہت سے علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو

رسالہ کی ساتویں فصل بت پرستی کے بیان میں ہے اس میں شاہ صاحب نے بت پرستی کے اقسام کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

اور انہیں قسموں میں سے قبروں کی پرستش بھی داخل ہے آنحضرت ﷺ نے قبروں پر مکان بنانے، اور انہیں اینٹ سے پختہ کرنے، اور چونے سے سفید کرنے اور گچ سے مضبوط کرنے سے منع فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قبور کی زینت شرک کا باعث اور اسراف مال کی وجہ ہوتی ہے۔

شاہ ولی اللہ کے تذکرے کے بعد سید احمد شہید بریلوی اور شاہ محمد اسماعیل پر وقیع نوٹ ہے، پھر ایضاح الحق الصریح کا متن پیش کیا ہے۔اس کتاب کے سلسلے میں یہ وضاحت قابل توجہ ہے کہ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ حقیقت بدعت میں ایسی کوئی کتاب کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔

ایضاح الحق سے ماخوذ سید احمد کی کتاب راہ سنت در رد بدعت کا متن بھی مصنف نے مع تعارف پیش کیا ہے۔

دس صفحات پر پھیلا ہوا سید محمد علی رامپوری کا تذکرہ اور اس کے بعد سات صفحات پر پھیلا ہوا مولانا ولایت علی صادق پوری کا تذکرہ عاملین بالحدیث کے اخلاص وللّٰہیت صبر وتحمل اور مخالفین کے ظلم وعناد کا مرقع پیش کرتا ہے۔مصنف سید محمد علی کے تذکرہ میں بحوالہ اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

مدراس میں توحید کا غلغلہ ۱۲۵۰ھ میں سید محمد علی مرید سید احمد بریلوی نے بلند کیا۔ان کی وجہ سے بہت لوگ موحد ہوئے۔اس زمانے میں نواب عظیم جاہ مدراس میں حکمران تھے۔آپ کے خسر نواب خان عالم خان، جو اس وقت موسیقی کے ماہر تھے، اپنے اس فعل سے باز آکر سید محمد علی کے شاگرد ہوئے جس کی وجہ سے اشاعت توحید میں ترقی ہوئی۔آپ کی تصانیف فیض عام وباران رحمت سے آپ کے مذہبی جوش واستقامت کا پتہ چلتا ہے۔

مولانا خرم علی بلہوری کا عمل بالکتاب والسنہ کے باب میں نہایت اعلیٰ مقام ہے جناب غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ نے لکھنؤ میں سید احمد بریلوی سے بیعت کی تھی اس کے بعد خدمت دین میں مشغول ہو گئے ..رد بدعت اور احیاء سنت میں بہت سرگرم تھے۔

آپ کی کتاب نصیحۃ المسلمین کے متعلق مصنف لکھتے ہیں: نصیحۃ المسلمین مختصر اور عام فہم کتاب ہے اور موحدین ہند میں بہت مقبول رہی ہے ۔تقویۃ الایمان کی طرح اس کتاب نے شرک و بدعت کے استیصال میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے

نصیحۃ المسلمین کے خاتمہ میں کچھ فوائد ذکر ہیں ۔ پہلے فائدے کے ضمن میں دو قاعدے بیان کئے ہیں ۔ پہلے قاعدے میں کہتے ہیں کہ جب تک حدیث کی سند نہ پہنچے اور یہ نہ معلوم ہو کہ یہ حدیث محدثوں کی کس کتاب میں ہے تب تک اس کو ماننا نہ چاہیے ۔ بہت حدیثیں موضوع مشائخ متاخرین کی کتابوں میں لکھی ہیں ، اور علماء محدثین کے نزدیک ان کا کچھ اعتبار نہیں ۔

نصیحۃ المسلمین کے جملہ مشتملات اصلاح عقیدہ وعمل کے باب میں اہمیت رکھتے ہیں اسی وجہ سے مصنف محترم نے کتاب کو اس حصہ میں شامل کیا ہے۔ کتاب کی آخری سطریں مولانا خرم علی کے تجربہ کو بیان کرتی ہیں ، دعوت کے میدان میں داعی کا اعتماد و توکل اپنی اہمیت رکھتا ہے ۔مولانا لکھتے ہیں:

اور اس بات کا خوف نہ کیا چاہیے کہ لوگوں کی عادت مدت سے بگڑ گئی ہے وہ کہاں مانیں گے ! کیوں کہ اس عاجز نے بارہا آزمایا ہے کہ سمجھانے کے بعد اگر سب نہیں سمجھتے تو دس پانچ تو سمجھتے ہیں ۔ یہ ممکن نہیں کہ دس کو خوب سمجھایئے اور ان میں سے دو چار بھی نہ سمجھیں ۔

تاریخ اہل حدیث کا حصہ سوم انیسویں صدی کے ایک ایسے شاعر کے تذکرہ سے بھی مزین ہے جسے شعروسخن کی دنیا میں استادی کا مقام حاصل ہے اور ساتھ ہی تجدید و احیائے دین کی تحریک میں شمولیت پر ان کو فخر ہے ۔ عام طور پر شعراء کا رجحان ایسا نہیں ہوتا لیکن مومن خان مومن کو خانوادہ ولی اللہی سے وابستگی کے سبب تحریک شہیدین سے گہرا تعلق تھا۔ ان کے کلام میں جا بجا اس کی صراحت اور اس نسبت پر فخر ہے ۔کلیات مومن کے تتبع سے بہت سے ایسے اشعار مل جائیں گے جن میں مومن نے سید احمد اور ان کی تحریک سے عقیدت کا اظہار کیا ہے ، توحید وسنت سے محبت اور اہل بدعت سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نفرت سے متعلق کہتے ہیں:

فروغ جلوہ توحید کو وہ برق جولاں کر
کہ خرمن پھونک دیوے ہستی اہل ضلالت کا
مرا جوہر ہو سر تا پا صفائے مہرِ پیغمبر
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا
مجھے وہ تیغِ جوہر کر کہ میرے نام سے خون ہو
دل صد پارہ اصحابِ نفاقِ اہل بدعت کا

سید عبداللہ غزنوی کا تذکرہ مصنف محترم نے تقریباً ۲۵ صفحات میں کیا ہے اس تذکرہ کی ہر ہر سطر قارئین کے لئے دعوت تفکر ہے، جب اللہ کے بندے اخلاص وعمل کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو کا ن اللہ لہ کا وعدہ صادق آتا ہے اور دعوت کے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ مصنف لکھتے ہیں:

جب سردار محمد عمر کے سپہ سالار نے آپ کو توپ سے اڑانے کی بات کی اور محمد عمر نے کہا کہ آپ مولویوں کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟ تو آپ نے فرمایا (ترجمہ) میں قصد محکم اور عزم مصمم رکھتا ہوں کہ جب تک میرے بدن میں جان باقی ہے اور میرے جسم پر سر سلامت ہے کتاب وسنت کی نہایت گرم جوشی سے خدمت کروں۔

راہ حق میں مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا یہ جذبہ اگر آج کے علماء ودعاۃ میں پیدا ہو جائے تو دعوت کی راہ میں جو دشواریاں نظر آتی ہیں خود بخود آسان ہو جائیں۔

سرسید احمد کے نظریات پر ان کی زندگی میں اور گاہے گاہے آج تک نقد واحتساب کا عمل جاری ہے جماعت اہلحدیث کی تاریخ میں اس نوعیت کا تذکرہ ضرور آتا ہے مصنف لکھتے ہیں:

سید احمد کے نیچری نظریات اور تفسیر القرآن میں ان کے بیان کردہ مخصوص نظریات پر جن بزرگوں نے تردید واحتساب کا فریضہ انجام دیا ان میں جناب محمد حسین بٹالوی کا کام سب سے نمایاں ہے اور دیگر بزرگوں میں جناب محسن الملک کی خدمات بہت گراں قدر ہیں۔ انہوں نے نیچری نظریات اور تفسیری اختصاصات پر سید احمد سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۸۹۲ء۔۱۸۹۵ء میں طویل خط وکتابت فرمائی جسے بعد میں مکاتبات الخلان کے عنوان سے ۱۹۱۵ء میں ۲۳۶ صفحات پر علی گڈھ سے شائع کیا گیا تھا۔

افکار ونظریات کی دنیا میں اس مراسلت کی اہمیت ہے۔اس سے ایک طرف اس وقت کے مذہبی ماحول کی عکاسی ہوتی ہے، اور دوسری طرف ان دشواریوں کا اندازہ ہوتا ہے جن سے اصلاح عقیدہ وعمل کے میدان میں اترنے والے علماء ومبلغین کو سابقہ تھا۔ معترض ومجیب دونوں کے مکاتیب میں اہم نقاط موجود ہیں۔ میں صرف ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔محسن الملک سرسید احمد کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

مگر میں یہ نہیں مانتا کہ آپ ہر جگہ اس مقصود کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ بلکہ برخلاف اس کے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ بعض جگہ تسامح کے درجہ سے گذر کر مغالطہ میں پڑ گئے اور جس حد پر پہنچ کر آپ کو ٹھہر جانا چاہیے تھا اس سے گذر گئے۔آپ نے ان باتوں کو جو اس زمانہ کے علم وسائنس نے پیدا کی ہے بغیر کسی شک وشبہ کے صحیح اور یقینی مان لیا اور جو باتیں قرآن میں بظاہر اس کے مخالف معلوم ہوئیں ان میں ایسی تاویلیں شروع کیں کہ قرآن مجید کا مقصود ہی فوت ہو گیا۔،

تاریخ اہل حدیث سے متعلق واقعات وحقائق کو مصنف علام نے آئندہ صفحات میں بعنوان دعوت واستقامت، بحث ونظر، اور مقدمات، سمیٹا ہے اور عاملین بالحدیث کے سفر کی تفصیل پیش کی ہے یہ سطور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے دعوت ایثار وعمل ہیں۔ بظاہر مطلع ابر آلود ہے لیکن جن کے ہاتھوں میں کتاب وسنت کی مشعل ہے وہ راہ حق پر پیہم بڑھتے رہیں گے اور دوسروں کے لئے روشنی اور حوصلہ کا سامان فراہم کریں گے۔ ان شاء اللہ

ان سطور کے اختتام پر مصنف باتمکین محترم ڈاکٹر بہاء الدین حفظه الله تعالی و عافاه کی خدمت میں بھی کچھ عرض کرنا تھا لیکن الفاظ وتعبیرات ساتھ نہیں دے رہی ہیں۔ برصغیر کے اہل قلم پر جو ذمہ داری تھی، اسے موصوف محترم نے دیار مغرب میں بیٹھ کر بے سروسامانی کی حالت میں جس طرح ادا کیا ہے اس کا اجر صرف اللہ رب العالمین دے سکتا ہے۔ ہمارا فرض مصنف کے لئے دعائے خیر، مواد کی فراہمی میں ان کے ساتھ تعاون، اور انکے بے مثال کارنامہ کی قدردانی ہے۔ اللہ تعالی مصنف کو اجر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جزیل سے نوازے اور دعوت عمل بالکتاب والسنہ سے سب کے دلوں کو منور فرماوے آمین۔

مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند اپنے ذمہ داروں کے ساتھ جس طرح محترم مصنف کے ساتھ تعاون کے لئے باحوصلہ اور پر جوش ہے وہ قابل تقلید ہے۔ اللہ رب العزت سے یہ بھی دعا ہے کہ مرکزی جمیعت کے عزائم ووسائل میں برکت عطا فرمائے تاکہ اس عظیم منصوبہ کی تکمیل ہوسکے۔ آمین

و صلی اللہ علی رسولہ الکریم و الحمد للہ رب العالمین۔

ڈاکٹر مقتدی حسن محمد یاسین ازہری۔ صدر جامعہ سلفیہ بنارس۔
شاہین باغ دہلی، ۴، ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

(فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالمعید مدنی۔ دہلی)

تاریخ اہل حدیث جلد سوم تیار ہے اور بہت جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہونچنے والی ہے۔ تاریخ اہل حدیث سلسلے کی یہ تیسری کڑی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ برصغیر ہند میں مسلک اہل حدیث کی نشأۃ ثانیہ میں کن علماء کی علمی کاوشیں تھیں اور ان کے اثرات کہاں تک پہونچے۔ اور ان اقدامات کے نتیجے میں کیا کیا مشکلات سامنے آئیں؟ جب علمی حیثیت سے کسی عقیدے مسلک یا رجحان کی بنیاد پڑ جاتی ہے یا رکھ دی جاتی ہے اور دلوں میں بھی یہ دینی تعلیمات راسخ ہو جاتی ہیں تو پھر انکا پھیلنا طے ہو جاتا ہے اور ان کو پھیلانے والے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور پوری توانائی کے ساتھ انہیں لوگوں کے دل و دماغ میں اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے ہر ممکن جتن کرتے ہیں اور اس راہ میں آنے والی ساری پریشانیوں اور اذیتوں کو برداشت کرتے ہیں۔

تاریخ دراصل مارگ درشن ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ قافلہ حیات کہاں کہاں سے گذرا، کن راہوں کو طے کیا اور کن کن قوموں بستیوں اور شہروں تک پہونچا۔ کاروان علم و ہدایت جب بن جاتا ہے اور جادہء پیما ہوتا ہے تو اس کی شان نرالی ہوتی ہے اس کی عظمت، اس کی توانائی، اس کی بصیرت، اس کی مہم جوئی قابل رشک ہوتی ہے اور سرمہ بصیرت بھی۔ یہ کاروان ایسا پرعزم ہوتا ہے کہ پہاڑیاں، وادیاں، صحرا، جنگل، شہر، بستی سب کو طے کر ڈالتا ہے اور جہاں سے گزرتا ہے نور پھیلتا ہے اور عظمت کے نقوش چھوڑ جاتا ہے۔

برصغیر کے کل اسلامی پیریڈ میں جس طرح جماعت اہل حدیث نے ہمہ گیر کامل اور صحیح دعوت دی اور اقامت دین کی ہمہ گیر جد و جہد کی اور اس کے لئے جس طرح سارے اسباب اکٹھا کئے اور جس طرح علمی دینی عملی درکار صلاحیتیں فراہم ہوئیں اور اس راہ میں جس قدر مشقتیں اٹھائی گئیں ان سب کی مثال کہیں اور کبھی اس خطے میں نہیں ملی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس جماعت کا امتیاز یہ بھی تھا کہ اسے اپنے منہج ومسلک کے مطابق ذہن بنانا پڑا، افراد سازی کرنی پڑی، عقیدہ وعمل درست کرنا پڑا اور یہ کٹھن کام کل کا کا اپنے حوصلوں اور بوتوں پر کرنا پڑا۔ اور اس اونچے معیار پر کرنا پڑا کہ دوسرے اس کی اخلاقی، علمی، عملی، فکری، ایمانی برتری کو تسلیم کریں۔ یہاں ازاول تا آخر ماحول، افراد، اداروں کو اپنے طریق پر ڈھالنا پڑا اور اس کے لئے ہر محاذ پر مورچہ لگانا پڑا، اور سارے مخالف ماحول کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کرنی پڑی۔

یہاں برصغیر ہند میں دوسرے افکار ونظریات اور رجحانات کو پروان چڑھنے میں آسانی تھی اور ہے۔ قبروں، اماموں، اولیاء، اور پیروں مرشدوں اور رسم رواج کے نام پر انہیں پھیلنے پھولنے میں آسانی تھی اور ہے اور ہمیشہ انہیں تخت وتاج کا سایہ ملا۔ انہیں درباروں، درباریوں اور ایوان سیاست کا سہارا حاصل رہا، ان کے ماننے والوں اور ان کے قائدین کو عوام اور ایوانوں میں نذرانے اور تحفے ملے، انہیں ناز ونعم کے اسباب میسر ہوئے، اور سر آنکھوں پر بٹھایا گیا۔

اس کے برعکس منہج سلف اور مسلک اہل حدیث کا راستہ دلوں اور دماغوں سے گزرتا ہے، اس کی فطرت ہی یہی ہے کہ اسکی اپنی راہ ہو، اور اسکا پورا دینی سلسلہ ہو۔ اسکا راستہ درباروں، ایوانوں اور تاجداروں کے محلات سے نہیں گذرتا بلکہ انہیں بھی اپنی راہ پر لانا چاہتا ہے۔ اس لئے اس کی راہ مشکلات کی راہ ہوتی ہے۔ اس کے راستے میں کانٹے آتے ہیں۔ سنگلاخ وادیاں آتی ہیں۔ اس کی راہ میں خون بہانا پڑتا ہے اور پسینہ بھی۔ اور جانوں کا نذرانہ بھی دینا پڑتا ہے۔

جماعت اہل حدیث برصغیر ہند، حکمرانوں کے سائے میں نہیں پروان چڑھی، نہ اس کے علماء ناز ونعم میں پلے بڑھے۔ وہ حالات وماحول کی کڑی دھوپ میں پروان چڑھی ہے، اس کے لئے بڑی قربانیاں دی گئی ہیں۔ یہ بڑی سخت جان بھی ہے اور مہربان بھی ہے۔ اسے جب سب کچھ دے دو تب پھر بدلے میں بہت کچھ ملتا ہے۔ یہاں دین کی دکان لگانے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں سب کچھ اللہ کے لئے ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوتا ہے۔

برصغیر ہند میں مسلک اہل حدیث اور دیگر دینی رجحانات کے مزاج اور طبیعت،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خصائص، امتیازات، اسباب نشو ونما اور طریقہ نشو ونما، اور بقاء وزوال سے اہل حدیث علماء اور تعلیم یافتہ حضرات کو باخبر رہنا چاہیے تاکہ انہیں اپنے اسلاف کی عظیم قربانیوں کی خبر رہے اور مسلک حق اور علماء حق اہل حدیث کی مظلومیت اور مشکلات کا اندازہ رہے، اور مسلک اور جماعت کی اہمیت سے باخبر رہیں۔اس جماعت نے برصغیر میں اپنی جو امتیازی شان بنائی تھی اور جس طرح لاکھ مخالفتوں کے باوجود علمی، اخلاقی، عملی اور روحانی اعتبار سے سب پر فوقیت حاصل کر لی تھی اور اس کی ایک نمایاں تاریخ بن گئی تھی، اس شان، فوقیت اور اہمیت کو برقرار رہنا تھا اور نمایاں تاریخ مرتب ہونا تھی، لیکن اپنی غفلت نے ظالم اقلام کو بے مہری اور عیاری کا موقع دیا۔انہوں نے ہماری شاندار تاریخ کو اپنا لیا اور دنیاوی سرخروئی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے اوپر یہ قرض ہے کہ ان خونوں پسینوں اور جانوں کا حق ادا کریں جو مسلک حق کی خاطر قربان ہوئیں اور نہنگوں کے جبڑوں سے ان حقائق کو چھیل لیں اور انہیں عیاری سے باز رکھیں جو مدرسوں، اداروں، دانش گاہوں اور یونیورسٹیوں میں ایک جعلی دینی منہج بنا کر اپنا قد اونچا کرنے میں لگی رہتی ہیں۔ جماعتیں اور تنظیمیں اپنی بقا ونمود کے لئے بہت سے امور کی محتاج ہوتی ہیں اور ان کے موت وحیات کے اسباب ہوا کرتے ہیں۔اس مشہود لہا بالخیر جماعت کے مزاج اور فطرت کے مطابق جس صلاحیت اور جن افراد کی ضرورت ہوتی ہے اور اسکے لئے جو اسباب حیات ہوتے ہیں ہمارے اسلاف نے ان سب تقاضوں کو پورا کیا اور دوسروں پر برتری حاصل کر لی۔آج کی نسل کے اندر وہ خوبیاں اب کہاں کہ ان سے اس جماعت کا کامیاب اور زریں تسلسل برقرار رہے۔

جماعت کی رگوں میں تازہ لہو اسکی تاریخ اور اسکے رجال کی تاریخ سے بھی دوڑ سکتا ہے۔ جماعت کی رگوں میں اسکی تاریخ لکھ کر ڈاکٹر بہاء الدین صاحب تازہ لہو دوڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں کامیابی عطا کرے۔ان کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبولیت سے سرفراز کرے۔اور اس اہم کام میں تمام معاونین کی کوششوں کو قبول فرمائے۔آمین۔

(مولانا) عبدالمعید مدنی۔اہل حدیث منزل، اردو بازار۔دہلی۔۱۷۔جون ۲۰۰۹ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درّ بے بہاء

تاریخ ایک نامیاتی عمل ہے۔اقوام عالم کی زندگی کا ہرلمحہ تاریخ بناتا ہے۔اہم اور غیر اہم واقعات رونما ہوتے ہیں۔وقت کا مورخ انہیں اپنے صحیفہ دل پر مرتسم کرتا رہتا ہے پھر دانش وران واقعات کی ترتیب وتالیف کرتے ہیں۔وقائع نگاری تاریخ کا ایک جزو ہے۔آنے والی نسلیں ان وقائع نگاروں کی تحریروں سے تاریخ کی تدوین کرتی ہیں۔تاریخ نگاری ہر دور میں ایک متنازعہ فن رہی ہے بہت کم مورخ ایسے ہیں جن پر کسی نہ کسی شکل میں جانبداری یا عصبیت کا الزام عائد نہ ہوا ہو۔شاہی درباروں کے وقائع نگار اکثر غیر محتاط ہوتے تھے۔ان کا مطمح نظر اپنے مربی کو خوش کرنا،قصیدہ نگاری کر کے اس سے انعام واکرام حاصل کرنا ہوتا تھا۔انگریزوں نے تاریخ کو اپنی استعماری مصلحتوں کا اسیر بنایا اور مختلف فرقوں کے درمیان منافرت پیدا کرنے کے لئے تاریخ کو مسخ کیا۔آج ایک پوری قوم اس سامراجی وراثت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہے۔

اقوام کی طرح تنظیموں کی بھی اپنی تاریخ ہوتی ہے۔تنظیمیں جو تاریخ بناتی ہیں اقوام کی بیداری، ہدایت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں۔ان کا کردار کشور کشاؤں اور شہنشاہوں سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔وہ فتح وشکست، ہزیمت وپسپائی کے جذبہ سے بے نیاز اپنے مشن کے لئے کام کرتی ہیں۔ان کے افراد ذاتی مفاد اور مصلحت سے بالاتر ہوکر کفن بدوش میدان عمل میں آتے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ جس راہ پر انہوں نے قدم بڑھایا ہے وہ دار ورسن کی راہ ہے اور شہادت ہی اس راہ کا سب سے بڑا انعام ہے: کسے کہ کشتہ نقد او قبیلہ ما نیست

شہادت ہے مطلوب ومقصود مومن　　نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

برصغیر میں سب سے عظیم اصلاحی تحریک رجعت الی الکتاب والسنہ تھی۔یہ کب شروع ہوئی تھی،اس کی تاریخ کا صحیح تعین کرنا مشکل ہے۔ہر دور میں اس کے داعی پیدا ہوتے رہے ہیں۔مجدد الف ثانی ہوں یا صدر الصدور ملا عبدالنبی ہوں،محمد فاخر زائر الہ آبادی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں، شاہ ولی اللہ ہوں، ان کے صاحبزادگان گرامی مرتبت ہوں، شاہ محمد اسماعیل شہید ہوں، خاتم المحدثین حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین ہوں، نواب صدیق حسن خاں ہوں، مجاہدین صادقپور مولانا ولایت علی مولانا عنایت علی، مولانا یحی علی ہوں، مولانا ابو الکلام آزاد ہوں، شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری ہوں، علامہ محمد ابراہیم آروی ہوں، غرض یہ سلسلۃ الذہب ایک ایسا لازوال اور لامتناھی سلسلہ ہے جو خیر القرون سے آج تک سرگرم عمل ہے اور انشاء اللہ روز قیامت تک سرگرم عمل رہے گا۔ لا تزال طائفة من امتی ...کی بشارت اہل ایمان کے لئے مژدہ جانفزا ہے اور اس شمع ہدایت پر ہر دور میں پروانے قربان ہوتے رہتے ہیں۔ سرفروشان میدان عزیمت اور نقیبان کتاب وسنت کی قربانیوں کی داستانیں ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں سنی اور سنائی جاتی رہی ہیں لکھی بھی گئی ہیں مختصر بھی اور مفصل بھی۔ تاہم ایک تشنگی کا احساس ہمیشہ رہا کہ شہیدان وفا کی یہ داستان پوری شرح وبسط سے لکھی جائے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے شمع ہدایت بنے۔

تقسیم وطن کے بعد برصغیر کی سب سے فعال تنظیم اور جماعت اہل حدیث انتشار کا شکار ہوگئی۔ اہل حدیثوں کی اکثریت کے بیشتر علاقے نئی مملکت کا حصہ بن گئے اور بھارت میں جماعت پر ایک مرگ آسا جمود طاری ہوگیا۔ حالات ہی ایسے تھے کہ سانس لینا بھی دشوار تھا۔ بہرکیف آہستہ آہستہ جماعت اور جمعیت کو فعال بنانے کی تحریک شروع ہوئی اور اپنی خاک اور خاکستر سے پھر سلفیان ہند حیات وعمل کے میدان میں ابھرے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس نے مرکزی جمعیت اہل حدیث کے نئے نام سے اپنا سفر شروع کیا۔ نصف صدی کے اس سفر میں جمعیت نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کرلی ہیں اور آج وہ ملک کی بہت فعال دینی تنظیموں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس دوران جمعیت کے ذمہ داروں کے سامنے یہ مسئلہ بار بار پیش ہوا کہ جماعت اہل حدیث کی مستند ومعتبر تاریخ کی ترتیب کا کام شروع کیا جائے کیونکہ یہ ایک نہایت ہی اہم اور بنیادی فریضہ ہے جو اہل حدیث کو انجام دینا ہے لیکن کوئی ایسا نظر نہیں آرہا تھا جو اس ہفت خوان کو طے کرسکے۔

پھر جس طرح کولمبس نے امریکہ کو دریافت کیا تھا، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناظم عمومی جناب مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے سات سمندر پار برطانیہ میں درّ بے بہاء کا پتا لگایا جو اپنی تمام تر معذوریوں کے باوجود ہمالیائی عزم و ہمت کا پیکر ہے یعنی ڈاکٹر محمد بہاء الدین نفعنا اللہ بطول حیاتہ۔ مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے خود برطانیہ جا کر ڈاکٹر صاحب سے یہ ذمہ داری قبول کرنے کی درخواست کی۔ اور اس طرح تاریخ اہل حدیث کی مفصل تدوین کا مرحلہ روبہ عمل آیا۔ دو ضخیم جلدیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند شائع کر چکی ہے اور اب یہ تیسری جلد نذر قارئین ہو رہی ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ تاریخ نویسی ایک مشکل اور متنازعہ فیہ موضوع ہے، اکثر تاریخ نگار افراط و تفرط کا شکار ہو جاتے ہیں یا پھر غیر جانبداری کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ مرحلہ کامیابی سے طے کیا ہے اور اعتدال کے دائرہ سے قدم باہر نہیں نکالا ہے۔ یہ چیز ان کی گہری تاریخی بصیرت، علمی دیانت داری اور غیر جذباتی انداز فکر کو ظاہر کرتی ہے اور ایک کامیاب مورخ کے لئے یہی صفات اولین شرط ہوتی ہیں۔

تاریخ اہل حدیث کی تیسری جلد بھی پہلی دو جلدوں کی طرح ضخیم اور تفصیل و جزئیات سے بھری ہوئی ہے۔ حیرت ہوتی کہ ایک ایسا شخص جو مدت سے صاحب فراش ہے، اس میں ایسی عرق ریزی اور جزئیات نگاری کا ملکہ کیسے پیدا ہوا؟ اور کیسے اس حالت میں بھی اس حوصلہ مندانہ انداز سے تن تنہاء کام کر رہا جسے کرنے کے لئے اکیڈمیاں قائم کی جاتی ہیں۔ یہ اللہ تعالی کا فضل و کرم اور توفیق ہی تو ہے جو ایک معذور شخص کو کوہ پیمائی کا حوصلہ عطا کرتی ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کتاب کا سب سے اہم حصہ سرسید احمد خان اور نواب مہدی علی خان محسن الملک کی بازیافت ہے۔ سرسید کے بارے میں بہت سے لوگ واقف نہیں کہ وہ کٹر وہابی (غیر مقلد) تھے۔ شاہ رفیع الدین کے صاحبزادے شاہ مخصوص اللہ کے شاگرد اور شاہ اسماعیل شہید کے معتقدین میں سے تھے۔ اتنے کٹر وہابی تھے کہ خود کو نیم چڑھا وہابی کہتے تھے۔ وہ انگریزوں کے وفادار تھے لیکن کبھی اپنے وہابی ہونے سے انکار نہیں کیا، نہ کبھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہابی مجاہدین کے خلاف کچھ لکھا، نہ ان کی تحریک کو غلط بتایا۔ ہاں یہ تحریف ضرور کی کہ مجاہدین کی تحریک کا رخ انگریزوں کی بجائے سکھوں کی طرف موڑ دیا حالانکہ یہ سراسر ایک بہتان تھا۔ وہابی تحریک ملک کی آزادی کی اولین مسلح جدوجہد تھی اس کا مقصد انگریزی استعمار سے ملک آزاد کرانا تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے جو فتوی جاری کیا تھا اس میں نصاری افرنگ کا نام لیا تھا۔ شاہ اسماعیل اور سید احمد رائے بریلوی کی طرف سے راجہ ہندوراؤ مدارالمہام ریاست گوالیار اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب کے نام جو خطوط لکھے گئے ان میں اس کی پوری صراحت ہے کہ تحریک جہاد کا مقصد ملک کو فرنگی تسلط سے آزاد کرانا ہے۔ راجہ ہندوراؤ کے خط میں تاجران متاع فروش اور بیگانگان بعید الوطن کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ فرنگیوں کی طرف اشارہ ہے۔۔

سرسید کا نام اہلحدیثوں میں شجر ممنوعہ بن گیا ہے کیونکہ سرسید کا شذوذ سب کے سامنے ہے ان کی نیچریت نے انہیں برباد کیا۔ دراصل ان کا لندن جانا ان کے لئے عذاب بن گیا۔ وہ ایک محکوم قوم کے فرد تھے، علوم جدیدہ سے ناواقف، انگریزی سے بھی رسمی سی شد بد تھی۔ اس وقت لندن میں سائنس اور مذہب کے درمیان معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ سائنس کے داعی مذہبی افکار و عقاید کو مسترد کر کے نیچر (فطرت) کو بنیاد بنا کر کائنات کے آغاز اور انسانی ارتقاء کی تھیوری پیش کر رہے تھے۔ صلیبی کیونکہ غیر منطقی عقاید پر زیادہ انحصار کرتے ہیں اس لئے وہ اس وقت دفاعی پوزیشن میں آ گئے تھے بلکہ پسپائی کی حد تک ہزیمت خوردہ دکھائی دے رہے تھے۔ سرسید نیچر پرستوں کی اس تحریک سے مسحور اور مغلوب ہو گئے کیونکہ نئی تھیوری (نظریہ) نئے انداز اور لفظیات و مصطلحات کے ساتھ پوری شدت سے پیش کی جا رہی تھی اس لئے سرسید کی مرعوبیت اس پر ایمان لے آئی اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اگر مذہب کا جواز ثابت کرنا ہے تو اسے نیچر کا تابع بنا کر پیش کرنا لازمی ہے۔ حالانکہ الفریڈ ٹینی سن جو برطانیہ کا ملک الشعرا اور سرسید کا ہم عصر تھا اور سرسید کے مقابلہ میں نیچریت کی تبلیغ کی حقیقت کو زیادہ بہتر کون سمجھتا تھا، اس نے نیچریت کے مقابلے میں مذہب کا دفاع کیا۔۔۔

سرسید نے غضب یہ کیا کہ نیچر کے طلسم میں اسیر ہو کر قرآن کریم کی تفسیر لکھنے بیٹھ گئے۔ یہ ان کی زندگی کا تاریک ترین لمحہ تھا، لیکن وہ اپنی اس مہم میں کامیاب نہیں ہوئے۔ خود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے معاصر علماء نے ان کے افکار ونظریات کو سختی سے مسترد کر دیا بلکہ خود ان کے ساتھیوں اور رفقاء، جن میں سید مہدی علی محسن الملک سرفہرست ہیں، نے ان کی تردید کی اور انکے نظریات کا ابطال کیا۔ ڈاکٹر بہاء الدین نے تاریخ اہل حدیث میں سرسید احمد کی بازیافت کی کوشش کی ہے، ان کا کہنا ہے کہ ہمیں ان کے ایام ضلالت کو اللہ کے سپرد کر کے ان کے ان ایام اور خدمات پر نظر ڈالنی چاہیے جن میں انہوں نے وہابیوں کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ ایسی بات ہے جو علمائے اہل حدیث کے لئے لمحہ فکریہ فراہم کرتی ہے۔نواب محسن الملک (سید مہدی علی) پہلے شیعہ تھے پھر سنی (حنفی) ہوئے۔ پھر اپنے علم ومطالعہ کی روشنی میں پیرو کتاب وسنت بنے۔ غیر مقلد ہو کر دین خالص کی تبلیغ واشاعت میں قلم اٹھایا۔ سرسید سے معرکہ آرائی۔ آج اہل حدیثوں میں کتنے ہیں جو اس عظیم فرزند سلفیت سے واقف ہیں۔

غرض ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے ایک ایسا گراں قدر علمی، تاریخی، قاموسی سرمایہ اہل حدیثوں کو عطا کیا ہے جو اپنی افادیت واہمیت میں بے نظیر ہے اور جماعت کی موجودہ اور آئندہ نسلیں اس پر فخر کریں گی۔ ڈاکٹر صاحب کی عبقریت یعنی ان کے علم کی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کو دیکھتے ہوئے یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ :

لیس للہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ کیلئے کوئی مشکل نہیں کہ کسی شخص میں ایک دنیا جلوہ گر فرمادے)

ہم سب نیازمندوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالی انہیں صحت عامہ عطا فرمائے اور انہیں اس میدان قرطاس وقلم میں سرگرم عمل رکھے۔ آمین

ابن احمد نقوی نئی دہلی۔ ۲۹۔اپریل ۲۰۰۹ء۔مطابق ۳ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

(فضیلۃ الشیخ مولانا محمد مقیم فیضی نائب ناظم عمومی مرکزی جمیعت اہلحدیث ہند)

الحمد لله رب العا لمين و العا قبة للمتقين و الصلوة و السلا م على نبينا محمد وعلى آ له و صحبه اجمعين

ادھر بعض رؤساء کا منہ بنتے دیکھا تھا مگر چہرے کا اتار چڑھاؤ یا ماتھے کی شکن جہارا کچھ نہ کہہ پاتی مگر اب کہ ایک جگہ ایک رئیس جماعت نے جو بڑے سیر چشم اور کشادہ دست واقع ہوئے ہیں، کھلے طور پر کہا کہ صاحبو جو گذر گیا اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو کچھ فکر آئندہ کی ہونی چاہیے، جو نہیں ہو سکا وہ کیجئے۔ تب سمجھ میں صاف آ گیا کہ بڑے بڑے حاتمان جماعت اور لکھ لٹ رؤساء کی موجودگی میں ہمارے میر صاحب کا درد لادوا کیوں رہا، اور ان کی حسرتوں کو کوئی چارہ ساز کیوں نہ میسر آیا؟ ایک ایک تاجر تن تنہاء مسجدیں بنوا تا تھا، مدرسے قائم کرتا تھا، اور اپنی جیب خاص سے اسے چلاتا تھا، چھاپہ خانہ لگواتا تھا، بڑی بڑی جائدادیں وقف کرتا تھا، اور قومی تحریکوں کے لئے لاکھوں خرچ کرتا تھا۔ شورش کاشمیری نے لکھا ہے کہ کانگریس میں دو اشخاص تھے جو سیاست سے کچھ لیتے نہیں تھے بلکہ اس پر اپنا خرچ کرتے تھے، ان میں سے ایک مولانا عبد القادر قصوری تھے۔ ملیح آبادی نے ذکر آزاد میں لکھا ہے کہ ان کے صاحبزادے محمد علی ایم اے نے جو ممبئی کے تاجر تھے، ایک مرتبہ مولانا آزاد کو ایک لاکھ روپیہ دیا تھا۔ الغرض سب کچھ ہوتا رہا مگر ایک بے چاری تاریخ اہلحدیث نہ ہو پائی۔ اوراق پریشان ہی اس کا مقدر رہے۔ کچھ باتیں تو سینوں ہی میں گھٹ کر رہ گئیں انہیں سفینے بھی کبھی میسر نہ آئے۔ شیر پنجاب اور شیخ الاسلام ندائیں ہی دیتا رہ گیا مگر اس کی آواز بھی صداء بصحرا ہی ثابت ہوئی۔ (حافظ عبداللہ) غازی پوری اور (عبدالعزیز) رحیم آبادی اپنی حسرتیں آپ ہی اٹھائے اٹھائے ابدی نیند سو گئے۔ تاجروں ہی کا کیا رونا ہمارے کچھ فضلائے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روزگار بھی یہ کہتے سنے گئے کہ یہ کیا کار بے کاری ہے، قوم کا وقت اور پیسہ برباد جاتا ہے ،فکر کی یہ آوارگی کچھ نئی نہیں ہے۔صدیاں بیت گئیں اور یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل کھڑی ہے کہ ناس کنا س و ایا م کا یام۔ابن الاثیر کے تیور ملاحظہ کیجئے:

لقد ر أيت جما عة ممن يد عى المعر فة و الدرا ية ۔ و يظن بنفسه التبحر فى العلم و الروا ية يحتقر التوا ر يخ و يز دريها ، و يعر ض عنها و يلغيها ظنا منه ان غا ية فا ئدتها انما هو القصص و الا خبار ، و نها ية معرفتها ا لا حا ديث و ا لاسمار ۔ و هذا حا ل من اقتصر على القشر دون ا للب نظره و من رز قه الله طبعاً سليماً و هدا ه صراطاً مستقيماً علم ان فوا ئد ها كثيرة و منا فعهاالد نيوية و ا لا خر وية جمة غز يرة

(ترجمہ) کچھ مدعیان معرفت و درایت کو دیکھا جو اپنے تئیں علم و روایت میں تبحر سمجھتے ہیں ،تاریخ کو بنظر حقارت دیکھتے ہیں اور اسے بے وقعت قرار دیتے ہیں ،اس سے اعراض کرتے ہیں اور اسے لغو مانتے ہیں۔ان کا یہ خیال اس (مفروضہ) پر مبنی ہے کہ اس کا حاصل محض قصے کہانیاں ہیں اور اس کی انتہاء محض گفتار و گوش گپیاں ہیں۔یہ اس شخص کا حال ہوسکتا ہے جس کی نظر مغز کی بجائے چھلکے تک محدود رہے اور جنہیں اللہ نے طبع سلیم سے نوازا ہے اور صراط مستقیم پر لگایا ہے وہ اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ اس کے فوائد بہت اور اس کے دینی و دنیوی منافع بے انتہا ہیں۔

ادھر جماعت کے ایک مکی مولانا ہیں جو کاروبار دنیا میں چابک دست و صبا رفتار واقع ہیں ،منصوبہ سازیوں میں ان کا دماغ اپنی نظیر آپ ہے اور دین کے حوالے سے بھی ان کے دائرہ کار کی وسعت بہت سے احباب کے لئے قابل رشک۔ایک دن فرمانے لگے اہل حدیثوں نے آج تک عملی سیاست میں کبھی حصہ نہیں لیا۔میں نے کئی نام گنا دیئے کہ صاحب فلاں فلاں کی مثال سامنے ہے۔چاہتا تھا کہ کچھ صفحات حقائق کے اور الٹوں کہ میرے منہ سے نکلا مولانا ابوالکلام آزاد بھی۔یہ سن کر انہوں نے ایسا منہ بنایا کہ دیدہ باید۔کہنے لگے کیا ابوالکلام آزاد واقعی اہل حدیث تھے؟ میں دنگ رہ گیا۔پھر میں نے گفتگو کا سلسلہ وہیں روک دیا اور ہم دوسری باتوں میں مشغول ہوگئے۔

ایک تیسرے مولانا کی بھی سنتے چلئے۔یہ حضرت جماعتی حلقوں میں کافی پڑھے لکھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مانے جاتے ہیں اور لوگ انہیں صاحب فہم و ذکا گردانتے ہیں۔ ایک بڑے جامعہ کے مالک ہیں۔ پچھلے دنوں سنتے آئے تھے کہ ان کے اندر جماعتی حمیت خوب ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے قرآن کے حوالے سے اپنے جامعہ میں سیمنار کا انعقاد فرمایا، ہمیں بھی اس میں شرکت کا موقع ملا، جب ہم جماعتی دورے پر نکلتے ہیں تو کوشش یہی ہوتی ہے کہ علاقے میں جو بھی جماعتی مدارس ہوں وہاں حاضری دی جائے، اسی طرح کا موقع تھا چنانچہ ہم بھی حاضر ہو گئے۔ اور یہ خوش گوار اتفاق تھا کہ انہوں نے ہمیں بھی اپنے مہمانوں میں شامل فرمایا جس کے لئے ہم آج تک ان کے شکر گذار چلے آتے ہیں۔ مگر اس وقت حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب انہوں نے غالباً اپنی اختتامی تقریر میں فرمایا کہ ہندوستان میں قرآن فہمی کی ابتداء مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی اسیر مالٹا سے ہوئی، جب وہ مالٹا سے ہندوستان تشریف لائے تب انہوں اپنی اس مہم کا آغاز فرمایا۔ اپنی تقریر میں انہوں نے متعدد شخصیات کی خدمات کو سراہا مگر کسی اہل حدیث بزرگ کا نام تک ان کی تقریر میں نہیں آیا۔ اللہ جانے یہ لاعلمی کی بات تھی، جس کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے، یا پھر منصوبہ بند تقریر تھی؟ کیوں کہ اس پروگرام میں دیگر مکاتب فکر کے بہت سے فضلاء مدعو اور شریک تھے۔ بعد میں لوگوں نے بتایا کہ ان دنوں اپنے آپ کو سیکولر اہل حدیث ظاہر کرنے کے لئے ایسا کرنا ان کی مجبوری تھی۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی کی خدمات کو نظر انداز کر دیا جائے یا کسی کارنامے کو تعصب کی عینک لگا کر دیکھا جائے یا گروہی دھڑے بندیوں کے خود ساختہ تقاضوں کے مطابق انصاف کیخلاف اعلان جنگ کر دیا جائے، مگر یہ بھی نہ ہو کہ کسی وقتی مفاد کے پیش نظر اور احساس کمتری و مرعوبیت کے باعث سرے سے حقائق ہی کو مشق ستم ٹھہرا لیا جائے اور اکثریت کو خوش

کرنے کے لئے اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھی باعث عار و شنار مان لیا جائے، یا اسے تاریخ کا ایک ایسا گم شدہ باب بنا دیا جائے جس کا تذکرہ بھی جرم ٹھہرے۔

مذکورہ وقائع کسی تعلیق و تبصرہ کے محتاج نہیں۔ یہ حضرات معاشرے کے نمائندہ افراد میں سے ہیں، اس لئے ان کا انداز فکر و نظر باعث تشویش ہی نہیں کچھ سنجیدہ اقدامات کا متقاضی ہے کیونکہ یہ واقعات جماعتی زندگی کے لئے کوئی صحت مند علامت نہیں ہیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاہم جماعت میں حقیقت پسندوں، متوازن ذہنیتوں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس رکھنے والے افراد بھی خاصی تعداد میں ہیں، خواہ یہ حضرات کچھ خاص کر گزرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں مگر پھر بھی ان کا دم غنیمت ہے اور ان کے ذریعہ بہت سے کام ہو رہے ہیں۔

یہ حقیقت ذہنوں میں روشن رہے کہ جب لوگ کسی قوم کے وجود یا اس کے تشخص کو مٹانا چاہتے ہیں تو اس کی تاریخ کو خاص نشانہ بناتے ہیں، یا تو اس کو مسخ کر دیتے ہیں، یا اس سے بالکل کاٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ حقیقتیں افسانہ ہو جاتی ہیں اور افسانے حقیقت بن جاتے ہیں۔ اور اس کام کو منصوبہ بند طریقے پر انجام دینے کے لئے بہت سے افراد اور بھاری سرمایہ مختص کیا جاتا ہے۔

ادھر کچھ فرقے، گروہ اور جماعتیں تو ایسی ہیں جو گڑھی ہوتا ریخوں سے اپنے افراد قوم و جماعت کو زندہ کرنے کی کوشش میں دن رات لگی ہوئی ہیں، شجاعتوں اور عظمتوں کی داستانیں وضع کی جاتی ہیں، آئے دن نئے نئے شگوفے چھوڑے جاتے ہیں، دوسروں کے کارناموں اور کارگزاریوں کو اس طرح اپنے کھاتے میں ڈال لیا جاتا ہے کہ عقل و منطق سر پیٹتے رہ جاتے ہیں۔ مگر یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ سال پر سال گذرتے جاتے ہیں اور وہ جماعت جو زندگی کے تمام میدانوں میں اپنی تابناک اور گراں قدر تاریخ رکھتی ہے اور ملت وانسانیت کے لئے جس کی خدمات بے مثال ہیں وہ ابھی تک اپنی سرگرمیوں کا بکھرا ہوا ریکارڈ بھی جمع نہیں کر سکی۔ اور زندگی اور حرکت ونشاط کا پیغام دینے والے کارنامے آفاق کی پہنائیوں میں گم ہوتے جا رہے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ آج نئی نسل اپنی لاعلمی، غفلت شعاریوں اور غیروں کے منفی پروپیگنڈوں کے باعث اپنے اسلاف کے تئیں بدگمان، دوسروں کے خود ساختہ کارناموں سے مرعوب اور گزشتہ صف شکن جیالوں کا مذاق اڑاتی نظر آتی ہے

خندہ اہل جہاں کی مجھے پرواہ کب تھی
تم بھی ہنستے ہو میرے حال پہ رونا یہ ہے

اغیار کی تہمتیں اور طعنے کچے ذہنوں کو ہلا دینے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ ابھی چند ہی روز گزرے ہیں ایک صاحب ایک کتابچہ ہاتھ میں لئے پہنچے اور کہنے لگے صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غضب ہو گیا اس میں تو اہل حدیثوں کو انگریز نواز بتایا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اہل حدیث تو کل کی پیداوار ہیں، یہ نام ان کیلئے محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں سے الاٹ کرایا تھا۔ میں نے عرض کیا یہ راگنی تو اباً عن جدٍ الاپی جا رہی ہے۔ آپ اتنے پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر ان کی بیمار ذہنیت، مریض نفسیات، احساس کمتری اور دکھتی رگیں ان کو کسی پہلو قرار نہیں لینے دیتیں، یہ سلسلہ یوں بھی تھمنے والا نہیں کہ کچھ لوگوں کا پیشہ ہی یہی ہے۔ ان کی روزی روٹی، شہرت و ناموری یا کرسی بزعم خویش اسی سے جڑی ہوئی ہے۔ اس لئے بیچارے مجبور ہیں۔ البتہ آپ اپنی تسلی کے لئے فلاں فلاں کتابیں پڑھ لیجئے۔

ایسے حالات اور ماحول میں وہ لوگ ہمارے اجتماعی شکریہ کے کس قدر مستحق ہیں جو زمانوں کی گرد جھاڑ کر حقائق کا رخ زیبا ہمیں دکھاتے ہیں اور ہمارے لئے زندگی کی حرارت کا سامان کرتے ہیں اور ہمیں ماضی سے جوڑ کر ہمارے مستقبل میں امیدوں کے دیئے روشن کرتے ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا ہماری قومی اور جماعتی ذمہ داری ہے۔ انہیں تابندہ ناموں میں جو جماعت وملت کے محسن ہیں، ایک خوبصورت نام مولانا بہاء الدین صاحب حفظه الله کا ہے جو فرنگ کے ویرانے میں اپنے جنون کی آبیاری کر رہے ہیں اور اپنے جذبات کے شعلوں سے گزشتہ عظمتوں کو بھڑکائے جاتے ہیں اور دل و دماغ کی خوش گوار تحریک کا باعث ہو رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ

جس بار کو سب نے گرانی سمجھا
اس بوجھ کو یہ ناتواں اٹھا لایا

کے مصداق جو کام بڑے بڑے ناموں اور اداروں سے نہیں ہو سکا، وہ کام دور دراز بیٹھے ایک عزلت گزین شخص نے اس حسن وخوبی سے انجام دیا کہ قلم وقرطاس کے رمز شناس اور بحر حکمت کے شناور عش عش کر اٹھے۔ آج یہ نام جماعتی حلقوں میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے اور معروف خاص وعام ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کا کام دستاویزی نوعیت کا ہے جس میں سب سے زیادہ اہمیت جماعتی کارناموں کے سابقہ ریکارڈ کی حفاظت اور اس کے تعارف کو دی گئی ہے جو وقت کا بہت بڑا کام اور تقاضوں کے عین مطابق ہے، مگر انہوں نے جماعتی تاریخ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے تجزیاتی پہلوؤں کو نظر انداز نہیں ہے بلکہ قدم قدم پر اپنی ناقدانہ بصیرت کا ثبوت فراہم کیا ہے، واقعات کو صحیح تناظر میں پیش کر کے سچائیوں کو اجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور بہت سے گم شدہ حقائق کو طشت از بام کیا ہے۔ طرز بیان دلنشین اور تحریر میں لطافت و چاشنی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ایک خوبی جس کا مجھے اندازہ ہوا، وہ ان کی حقیقت پسندی اور حقیقت بیانی ہے جو آج کل کے دور میں اپنی نایابی نہیں تو کم یابی کی وجہ سے بہت اہمیت کی حامل ہے اور بڑی جرأت کا کام ہے۔ اقتباسات کے ذریعہ اپنی بات کو مبرھن کرنے کی کوشش کی جائے تو سلسلہ لمبا ہو جائے گا جس کی ناظم عمومی صاحب کی تنبیہہ کے مطابق گنجائش نہیں تاہم ایک اقتباس پیش کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس سے میری بات مدلل ہو جائے گی:

اس موقع پر میں ایک ضروری بات قارئین کے گوش گذار کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہماری یہ کتاب جماعت اہل حدیث کے مستقبل کے عزائم کا بیان نہیں ہے بلکہ اقرأ كتابك کے مصداق ماضی کی سرگذشت ہے۔ عزائم ہمیشہ بلند اور سہانے ہوتے ہیں جب کہ ماضی کی حکایت، بلندی اور پستی کی روئداد ہوتی ہے۔ روداد سفر میں ایسی جگہوں سے گذر بھی ہوتا ہے جو قابل ذکر نہیں ہوتیں اور نخلستانوں، گلستانوں، مرغزاروں کی معطر فضاؤں سے گذر بھی ہوتا ہے۔ جماعت اہل حدیث کی تاریخ بھی اونچ نیچ سے عبارت ہے۔ اس کے افراد سے ایسی خدمات بھی انجام پذیر ہوئیں جن پر اپنوں کے علاوہ بے گانے بھی فخر کر سکتے ہیں اور ایسے کام بھی سرزد ہوئے جن کا تذکرہ خوش آئند نہیں۔ ان لوگوں نے جو فیصلے کئے وہ کبھی درست نکلے اور کبھی نادرست (تاریخ اہل حدیث۔ ج ا ص ۳۱)

یہ تحریر صاف بتاتی ہے کہ حقائق سے چھیڑ چھاڑ کر کے خطاؤں کے گرد تقدس کے ہالے نہیں بنائے جائیں گے اور کمزور پہلوؤں کو ایسا رخ نہیں دیا جائے گا کہ عقل سوخت اور خرد حیران رہ جائے، اسی طرح روشن کارناموں کو ان کے صحیح سیاق وسباق میں پیش کیا جائے گا جس سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ اور ہر طرح کی جانبداری اور مرعوبیت سے گریز کیا جائے گا۔ یہ محض گفتگو برائے گفتگو نہیں ہے، اسے پوری علمی امانت داری اور عملی دیانت داری کے ساتھ برتا گیا ہے جس کی تصدیق کتاب کے ہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انصاف پسند قاری کی جانب سے ہوگی۔

ہمیں یہ اعتراف کرنے میں کوجھجک نہیں ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے جماعت اہل حدیث کے ہمہ جہت کارناموں کو منظر عام پر لانے کا سلسلہ جس انداز میں شروع کیا ہے وہ منفرد طرز کا حامل ہے، تحریک ختم نبوت کی چھ جلدوں کے بعد تاریخ اہل حدیث کی جلد اول اور جلد دوم منظر عام پر آچکی ہیں اور علمی وعوامی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں اور آئندہ جلدوں کے لئے آتش شوق کو ہوا دے رہی ہیں، اور یہ تیسری جلد بھی ان شاء اللہ جلد ہی باصرہ نواز ہوگی اور ماضی کے بہت سے گوشوں کو بے نقاب کرے گی اور سابقہ دونوں جلدوں کی طرح لوگوں کی معلومات میں بیش بہاء اضافے کا باعث ہو گی، ان تمام مجلدات میں ڈاکٹر صاحب کی لگن، جد وجہد، عرق ریزی وجانفشانی کے ساتھ ساتھ ان کی دردمندی اور اخلاص صاف صاف جھلکتے ہیں جن کے متعلق برصغیر کے متعدد نامور اہل قلم نے روشنی ڈالی ہے اور ان کی تحریروں کی شگفتگی اور افادیت کے ساتھ ان کی ان تھک کاوشوں اور اخلاص کا بھی اعتراف کیا ہے۔

ہم پوری جماعت کی جانب سے ان کے شکر گذار اور انکی کامیابی، ثبات قدمی اور قبول عمل کیلئے اللہ تعالی کے حضور دعا گو ہیں، اللہ تعالی ان کے اس عظیم کام کو ان کے میزان حسنات کے ثقل کا ذریعہ بنائے اور ان تمام لوگوں کو بھی جزائے خیر سے نوازے جنہوں نے ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون فرمایا ہے نیز ان کو بھرپور اجر وثواب عطا فرمائے جنہوں نے ماضی میں یا موجودہ زمانے میں اس طرح کی کوئی خدمت انجام دی ہو، مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند بھی ہمارے شکریہ ومبارکباد کی مستحق ہے جس نے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی ذمہ داری لی ہے اور دو جلدوں کی بہترین نشر واشاعت کے بعد تیسری جلد کی اشاعت کیلئے تیار ہے اللھم اغفرلھم وارحمھم و ارفع درجتھم۔ آمین۔

(مولانا) محمد مقیم فیضی نائب ناظم عمومی۔ مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند۔ دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تاریخ اہل حدیث

جلد چہارم

تالیف

ڈاکٹر محمد بھاء الدین

مکتبہ ترجمان دہلی، اردو بازار جامع مسجد، دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	:	تاریخ اہل حدیث (جلد چہارم)
صفحات	:	۸۲۴
مؤلف	:	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
ناشر	:	مکتبہ ترجمان، اہل حدیث منزل، اردو بازار، دہلی
طبع	:	اول
سال طباعت	:	۲۰۱۰ء

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل۔۴۱۱۶۔اردو بازار، جامع مسجد، دہلی، ۱۱۰۰۰۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فہرست عنوانات

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں۔شیر خان جمیل احمد عمری	۸
پیش لفظ از مولف	۱۲
ولایت علی صادقپوریؒ	۲۵
تبیان الشرک	۳۳
اشراک فی العقیدۃ	۳۴
اشراک فی العبادۃ	۳۹
اشراک فی العادۃ	۴۷
بدعت کی پہچان	۴۹
فاتحہ کا بیان	۵۱
نکاح میں بدعات کا بیان	۵۲
عنایت علی صادقپوریؒ	۵۷
بت شکن	۵۹
تعزیہ پرستی	۶۰
فیاض علی صادقپوریؒ	۷۱
فیض الفیوض	۷۳
عالم وعامی پر عمل بالحدیث لازم ہے	۷۴
حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پر عمل واجب ہے	۷۶
تقلید مذہب معین تمام مسائل میں درست نہیں	۹۰
انتقال مذہب جائز ہے	۹۴

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد قابل تجزّی ہے	۹۹
اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ پر ختم نہیں ہوا	۱۰۱
عامی کو بھی ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے	۱۱۲
قاضی محمد بن علی شوکانیؒ	۱۲۰
الدرر البهيه	۱۳۱
كتاب الطهارة	۱۳۲
كتاب الصلوة	۱۳۶
كتاب الجنائز	۱۴۳
كتاب الزكوة	۱۴۶
كتاب الصيام	۱۴۹
كتاب الحج	۱۵۱
كتاب النكاح	۱۵۵
كتاب الطلاق	۱۵۸
كتاب البيع	۱۶۳
كتاب الشفعة	۱۶۶
كتاب الاجارة	۱۶۶
كتاب الشركة	۱۶۷
كتاب الرهن	۱۶۸
كتاب الوديعة والعاريّة	۱۶۸
كتاب الغصب	۱۶۹
كتاب العتق	۱۶۹
كتاب الوقف	۱۷۰
كتاب الهدية	۱۷۱
كتاب الهبة	۱۷۱
كتاب الايمان	۱۷۲

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب النذر	۱۷۲
کتاب الاطعمة	۱۷۳
کتاب الاشربة	۱۷۶
کتاب اللباس	۱۷۷
کتاب الاضحیة	۱۷۷
کتاب الطب	۱۷۸
کتاب الوکالة	۱۷۸
کتاب الضمانة	۱۷۹
کتاب الصلح	۱۷۹
کتاب الحوالة	۱۸۰
کتاب المفلس	۱۸۰
کتاب اللقطة	۱۸۱
کتاب القضاء	۱۸۱
کتاب الخصومة	۱۸۲
کتاب الحدود	۱۸۳
کتاب القصاص	۱۸۷
کتاب الدیات	۱۸۸
کتاب الوصیة	۱۸۹
کتاب المواریث	۱۹۰
کتاب الجهاد والسِّیر	۱۹۱
سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ	۱۹۵
معیار اور اس کا مؤلفؒ۔ از محمد اسماعیل سلفیؒ	۲۵۰
معیار الحق	۲۶۵
امام ابوحنیفہؒ تبع تابعی ہیں	۲۷۰
مناقب یا مذمت آئمہ کی روایات کی حقیقت	۲۹۰

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید آئمہ اربعہ کا بیان	۲۹۹
فا سئلو اهل الذ کر کی بحث	۲۹۹
اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ میں منحصر نہیں	۳۰۵
اجماع بسیط اور مرکب	۳۱۸
تقلید کے معانی	۳۲۹
قرآن وحدیث پر عمل دشوار نہیں	۳۳۵
تقلید کی اقسام	۳۴۱
اقوال آئمہ اربعہ در منع تقلید	۳۵۰
اقوال آئمہ دیگر در منع تقلید	۳۵۲
روایات اکابرین در عدم التزام مذہب معین	۳۶۵
منع تقلید میں پہلی دلیل: آیت قرآن	۴۲۳
منع تقلید میں دوسری دلیل: حدیث	۴۳۰
منع تقلید میں تیسری دلیل: اجماع صحابہ	۴۳۱
منع تقلید میں چوتھی دلیل: قیاس	۴۳۲
ابطال دلائل وجوب تقلید معین	۴۳۴
رجوع بعد العمل	۴۴۲
تتبع رخص	۴۵۵
تقلید بطریق تعین	۴۶۲
بحث تلفیق	۴۶۵
جواز انتقال مذہب	۴۷۷
وجوب شرعی اور اجماع شرعی	۴۹۵
بحث قلتین	۵۰۴
مستحب وقت فجر: غلس	۵۷۴
وقت ظہر: اول وآخر	۵۹۷
جمع بین الصلوتین	۶۶۶

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولف تنویر کے عذرات در بارہ جمع بین الصلوتین کا جواب ۶۸۸

دیگر احناف کے عذرات در بارہ جمع بین الصلوتین کا جواب ۷۲۶

خاتمہ کتاب معیار الحق ۷۲۹

ثبوت الحق الحقیق ۷۳۰

واقعة الفتوی دافعة البلوی ۷۴۴

سید احمد حسن دہلویؒ ۷۵۵

تلخیص الانظار فی ما بنی علیه الانتصار ۷۵۸

سید محمد نذیر سہسوانیؒ ۷۷۱

براهین اثنا عشر ۷۷۲

متفرقات: ۷۸۴

ثنائی تحریر در بارہ اجتہاد وتقلید ۷۸۴

جناب یحی نعمانی در بارہ اجتہاد وتقلید ۷۸۷

تاریخ اہل حدیث، اکابرین کی نظر میں ۷۹۲

کتابیات ۸۱۳

سفینہ صداقت۔ علامہ ابن احمد نقوی۔ دہلی ۸۱۶

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را۔ مولانا اصغر علی امام مہدی ۸۲۱

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کا کام نہیں

الحمد للّٰہ حمداً کثیراً طیّباً مبارکاً فیہ و الصّلوۃ و السّلام علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

ماشاءاللہ محسن جماعت محترم ڈاکٹر بہاءالدین صاحب مدظلہ العالی کی تاریخ اہل حدیث کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جلد سوم کی تکمیل پر ڈاکٹر صاحب کا پروگرام تھا کہ جلد چہارم کو حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلویؒ المعروف میاں صاحب کے لئے خاص کر دیا جائے جس میں ان کے سوانح، تدریسی اور تصنیفی خدمات، اور ان کے تلامذہ کا احصاء کیا جائے۔ اور چونکہ اس مقصد کے لئے ان کے پاس ضروری مواد موجود تھا، اس لئے خیال تھا کہ چند ماہ میں یہ جلد بھی منظر عام پر آجائے گی۔

لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے تاریخ اہل حدیث کے پروجیکٹ پر جاری اس خدمت کو شرف قبولیت سے نواز دیا ہے اس لئے وہ لنھدینّھم سبلنا کے مصداق ایک علمی صحرا میں بیٹھے ہوئے لما انزلت الیّ من خیر فقیر کے وظیفہ گو مولف تاریخ کو اپنے فضل وکرم کے من حیث لا یحتسب کے لامتناہی خزائن سے منّ و سلوی سے نواز رہا ہے۔ اور تاریخ کے ان گوشوں سے روشناس کرا رہا ہے جو سوکھے ہوئے پھولوں کی طرح کتابوں میں ملتے تھے۔ جلد سوم کی تکمیل کے بعد تحریک ختم نبوت کے پروجیکٹ پر کچھ مزید کام کر لینے کے بعد (الحمدللہ تحریک ختم نبوت کی گیارھویں جلد ان دنوں پاکستان میں طباعت کے مراحل سے گذر رہی ہے) جب پھر سے تاریخ کی طرف توجہ ہوئی، تو ہمارے ڈاکٹر صاحب نے صاحب الولایۃ مولانا ولایت علی صادقپوریؒ، مولانا عنایت علی صادقپوریؒ، مولانا فیاض علی صادقپوریؒ، مولانا عبداللہ الہ آبادیؒ (عرف جھاؤ میاں) کی ایسی خدمات اور تصنیفات اپنے سامنے پائیں کہ جو میاں صاحبؒ اور ان کی مشہور کتاب معیار الحق سے بلحاظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زمانہ بھی متقدم ہیں اور بلحاظ مواد بھی ان کی پیشرو ہیں، تو مناسب معلوم ہوا کہ انہیں بھی جلد چہارم کی زینت بنا دیا جائے۔

لیکن معیار الحق اور میاں صاحبؒ کے سوانح کے ساتھ یہ سب کچھ ایک جلد میں سمانا مشکل تھا اور معیار کو موخر کر کے باقی مواد سے (جو کم وبیش چار سو صفحات پر مشتمل ہے)، ایک جلد کا پیٹ نہیں بھرتا تھا، اس لئے فیصلہ ہوا کہ جلد ہذا میں صادقپوری خاندان سعادت کی تصنیفی وتبلیغی خدمات کے ساتھ میاں صاحب محدث دہلویؒ کی تصنیفی خدمات کا بیان ہو جائے، اور انکے سوانح وغیرہ جناب الہ آبادیؒ کے رسائل کے ساتھ اگلی جلد کیلئے نامزد کر دیئے جائیں۔

ڈاکٹر صاحب نے کچھ عرصہ قبل جمیعت اہل حدیث برطانیہ کے ایک تربیتی اجلاس میں حضرت میاں صاحبؒ کی شخصیت کے حوالے سے خطاب کیا تھا جسے مرتب کرنے کے بعد مکتبۃ الفہیم مئو ناتھ بھنجن۔ انڈیا، کی جانب سے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کیا گیا تھا اور پاکستان میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں بھی قسط وار شائع ہوا تھا۔ اس جلد میں میاں صاحبؒ کے مفصل سوانح کی عدم موجودگی میں، میری تجویز پر ڈاکٹر صاحب نے چند ترامیم کے ساتھ اس مضمون کو کتاب ہذا میں شامل کر دیا ہے۔ یہ تقریر ایک معرکہ آراء تحریر کی صورت اختیار کر گئی ہے اور مجھے امید ہے کہ قارئین اس سے محظوظ ہوں گے۔

تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل اس جلد میں توحید کے اثبات اور شرک و بدعات کے قلع قمع کے لئے اس دور میں لکھی جانے والی تحریریں نذر قارئین ہیں جب خدا کا نام نام لینے پر تھانے میں رپٹ لکھوا دی جاتی تھی، یہ جرم کرنے والوں پر مساجد کے دروازے بند کر دیئے جاتے تھے، سماجی بائیکاٹ کی ماردی جاتی تھی، اور قتل وغارت تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔ آپ دیکھیں گے کہ اس دور میں جب کہ تاریکی کا راج تھا اور چار سو گھمبیر سناٹا چھایا ہوا تھا کہ صادقپوری اکابرین اور دہلوی محدث نے کس جرأت وہمت کے ساتھ اپنے جان و مال کے نقصان سے بے نیاز ہو کر بلا خوف وخطر پروانوں کی طرح شمع ہدایت کو بوسے دیئے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ان بزرگوں نے اس وقت تعلیم وترویج حدیث اور احیاء عمل بالحدیث کا علم بلند کیا جب عملی طور پر برصغیر سے حدیث نبوی کو دیس نکالا دیا جا چکا تھا، ہر طرف شرک و بدعت کا دور دورہ تھا، رجوع الی القرآن والسنہ (Back to Basics) کا نام لینے والوں کی زبان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کٹتی تھی۔

ڈاکٹر صاحب یہ سرگزشت بیان کر رہے ہیں جو خونچکان بھی ہے اور لذیذ بھی۔ آپ تاریخ لکھ رہے ہیں اور تاریخ بنا رہے ہیں، اور جس پیمانے پر یہ کام کر رہے ہیں، ہماری جماعت میں نہ انفرادی طور پر پہلے کبھی ہوا تھا، اور نہ اجتماعی طور پر۔ ادارے اور جماعتیں دیکھتی رہ گئیں، منصوبے بناتی رہ گئیں، کوتاہ دستی اور کوتاہ ہمتی کا رونا روتی رہ گئیں، زبان حال سے شعر:

ارادے باندھتے ہیں، باندھ کر پھر توڑ دیتے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے

پڑھتی رہ گئیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ڈاکٹر صاحب کو ہماری تاریخ کے پریشان اوراق اکھٹے کرنے کی خدمت سونپ دی۔

چونکہ اس عاجز کو ابتداء ہی سے اس پراجیکٹ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کام کرنے کا شرف حاصل ہے اسلئے مجھے معلوم ہے کہ کس جان فشانی، استقلال، اور جہد مسلسل کے ساتھ آپ قمریوں کے حافظوں، طوطیوں کی زبانوں، ردّی کی دکانوں، فراموش شدہ کتب خانوں، صاحبان ذوق کے کتابی ذخیروں، پرانے اخبارات اور رسالوں، قلمی نسخوں، اور صدری روایتوں سے یہ مواد اکٹھا کر کے تنقیح و ترتیب کے مراحل سے گذار رہے ہیں۔

سو ڈیڑھ سو سال قبل کی تاریخی معلومات کو برطانیہ میں بیٹھ کر تلاش کرنا، در در کی ٹھوکریں کھا کر انہیں حاصل کرنا، قدیم عربی اردو فارسی زبانوں اور ان کی قدیم کتابت کو پڑھنا اور سمجھنا، پھر اس پر ریسرچ کرنا، تاریخ اور حوالوں کے اطمینان کر لینے کے بعد اس کو ترتیب دینا، پھر خود کمپوز کر کے ٹائپ کرنا، میرا تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ یہ سارے مراحل اس قدر مشکل ہیں کہ تندرست اور توانا افراد بھی میدان چھوڑ کر بھاگ جائیں لیکن ہمارے ڈاکٹر صاحب کو دیکھئے، ماشاء اللہ بڑھاپے، بیماری، اور سخت نقاہت کے باوجود وظائف کا ورد کرتے ہوئے اس قدر دل جمعی اور حوصلے کے ساتھ یہ کام مسلسل کئے جا رہے ہیں اور مستقبل کے لئے بھی بڑے پرعزم نظر آتے ہیں۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ آپ پر اللہ عزوجل کا خاص فضل و کرم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم کام کے لئے منتخب کیا ہے اور اس راہ میں جو مشکلات تکالیف اور روکاوٹیں درپیش ہیں ان کو خندہ پیشانی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ساتھ سامنا کرنے کا حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے، یہی وجہ ہے صبر وشکر کی چٹان بن کر مسکرا مسکرا کر اس پروجیکٹ کی تکمیل میں جٹے ہوئے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کی زندگی آرام کے لئے ہوتی ہے لیکن آپ کی صبح، آپ کی دوپہر، آپ کی شام، حتی کہ آپ کی راتیں بھی اس کام کیلئے وقف ہوچکی ہیں۔ یہ عجیب وغریب جنون ہے جسکی مثال تاریخ میں کم ہی ملے گی۔

اہل قلم کا یہ دستور العمل ہے کہ وہ اشاعتی اداروں سے حق تالیف کے طلب گار ہوتے ہیں (جو بقول سید نذیر حسین محدث ؒ جائز بھی ہے) لیکن ڈاکٹر صاحب ہیں کہ مالی مطالبہ تو دور کی بات ہے، الٹا اپنی جیب سے خرچ کرتے نظر آتے ہیں۔ لا نرید منکم جزاءً و لا شکوراً کی تصویر بن کر آخرت پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔ ایسی ہستی کو ہم سوائے دعاؤں کے کچھ نہیں دے سکتے۔ ہم دے بھی کیا سکتے ہیں، جب کہ اللہ تعالی نے دنیا میں آپ کو مال ومنال کے ساتھ بہت عزت ومرتبہ بھی عطا کردیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو آخرت میں اعلی علیین میں جگہ عطا کرے۔ آمین

ڈاکٹر صاحب کے اخلاص پر رحمت باری تعالی کا ابر کرم برس رہا ہے، نتیجتاً ۲۰۰۷ء سے تا ایں دم کم وبیش تین ہزار صفحات پر مشتمل مواد مرتب ہو چکا ہے جس کا بیشتر حصہ انیسویں صدی سے متعلق ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اگلی دو جلدیں بھی انیسویں صدی سے ہی متعلق ہوں گی، بیسویں صدی کی باری اسکے بعد کہیں آئے گی، انشاءاللہ تعالی۔ اللھم زد فزد اور ہمارے ڈاکٹر صاحب پر اپنے فضل وکرم کا سلسلہ جاری رکھ، انہیں ہمت، عزم، استطاعت، استقلال سے نواز، اور کونوں کھدروں میں چھپے ہوئے یا گم شدہ اوراق کی طرف ان کی رہنمائی فرما، انہیں صحت وعافیت سے نواز، انہیں اپنی رحمت ومغفرت کی چادر میں لپیٹ لے۔ اوران کے دوستوں اوراس پروجیکٹ میں ان کے معاونوں کو جزائے خیر عطا فرما۔ انک حمید مجید و صلّی اللّٰہ علی نبیّنا محمّد ﷺ

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری
ناظم تعلیمات مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ
۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ ۔ ۱۰ مارچ ۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم ۔ و الحمد للّٰہ و الصّلوۃ و السّلا م علی الرّسو ل
الا مین ، و علی آ لہ و اصحا بہ اجمعین

برصغیر کی تحریک اہل حدیث ،عقیدہ توحید کے اثبات وترویج ،عمل بالحدیث کے احیا، بدعات اور رسوم جاہلیت کے قلع قمع کی کاوشوں سے عبارت تھی ۔اس تحریک کے خورد وکلاں نے ہر دور میں اپنی توانائیاں انہی اصولوں کی آبیاری میں صرف کیں ۔ یہی پیغام خاص وعام تک پہنچایا۔ دامے درمے سخنے اسی کی ترویج واشاعت کی ،جسم وجان اور قلب و روح کی توانائیوں کو اسی کام میں کھپایا۔تحریک کے رول آف آنر (Role of Honour) پر جتنے نام ہیں صرف انہی کا احصاء ایک عمر چاہتا ہے، اور شائد یہ کسی انسان سے ممکن نہیں ہے۔

ہم اپنے اس سلسلہ کتب میں جس خود ساختہ ترتیب و پیمانے سے رجال کار اور مردان وغا کا ذکر کر رہے ہیں ان کے مطابق اس جلد کا آغاز خاندان سعادت صادقپور کے اکابرین کے ذکر جمیل سے کیا جا رہا ہے۔اس خاندان کے سربراہ کا نام جناب ولایت علی صادقپوریؒ ہے۔ ان کی شخصیت اتنی ہمہ پہلو ہے کہ سنن نسائی کے محشی جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے اپنی رسالے، امام شوکانیؒ ، میں آپ کے تذکرہ میں لکھا تھا:

> مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔صوبہ بہار کے رئیس خاندان کے ایک معزز رکن، حضرت شاہ اسماعیلؒ کے تلمیذ خاص ، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مخصوص خلیفہ، ڈاکٹر ہنٹر وغیرہ عیار فرنگیوں کے بدنام ، وہابی تحریک مجاہدین کے روح رواں ، متبحر عالم ، بے نظیر محدث، ولایت کے مرتبہ علیا پر فائز، فقہ وحدیث وسلوک کے جامع اسلاف کی واحد یادگار، اسلام کے بے لوث مبلغ ،توحید خالص کے پر جوش علمبر دار، کفن بر سر مجاہد، غرض آپ کی کن کن خدمات پر لکھا جائے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب تک شائع ہونے والی تینوں جلدوں میں کسی نہ کسی طرح آپ کا ذکر خیر ہوا ہے لیکن وہ ذکر آپ کی علمی دینی خدمات سے متعلق ہی رہا ہے جو آپ نے توحید کے اثبات، سنت کی ترویج، اصلاح رسوم، اور ردشرک و بدعات میں انجام دی ہیں، لیکن تا حال اس صاحب سیف وقلم نابغہ عصر کی مجاہدانہ سرگرمیوں پر کچھ نہیں لکھا گیا۔ دراصل ان کی زندگی کے اس پہلو کو ہم اپنی کتاب کی اس جلد کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں جس میں برصغیر کے اصحاب الحدیث کی استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن اور حکومت الہیہ کی قیام کی جدو جہد اور کاوشوں اور قربانیوں کا ذکر کیا جانا مقصود ہے۔ تاہم مشتے نمونہ از خروار کے مصداق زیر جلد میں جناب ولایت علیؒ امیر المجاہدین ہند کی ان سرگرمیوں کا کچھ احوال بیان کیا جا رہا ہے جو حیدرآباد، دکن میں ان کے ورود مسعود کے نتیجہ میں تحریک حریت کی تاریخ کے صفحات پر نقش ہوئیں۔

جناب ولایت علی صادقپوریؒ ان نادر الوجود ہستیوں میں سے ہیں جو بیک وقت قلم اور سیف کے دھنی تھے۔ مجاہدانہ تگ وتاز کے علاوہ آپ نے تحریری محاذ پر بھی توحید و سنت کے احیاء وترویج کے لئے انیسویں صدی کے دوسرے ربع میں متعدد رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ عمل بالحدیث کے عنوان سے ان کا ایک رسالہ (مع اردو ترجمہ) ہم نذر قارئین کر چکے ہیں اور زیر نظر جلد میں ان کا ایک رسالہ تبیان الشرک نقل کیا جا رہا ہے جس میں سادہ اردو زبان میں اثبات توحید اور ردشرک کے روح افزا چشمے ابل رہے ہیں۔

جناب ولایت علیؒ کے خاندان صادقپور کے بیشتر افراد علمی دنیا اور تحریک حریت کے اعاظم رجال میں شامل ہیں۔ اس خاندان نے کم وبیش ایک سو سال تک برصغیر کے مسلمانوں کی علمی وفکری رہنمائی کرتے ہوئے استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن کی شمع حریت کو اپنے اخلاص، قربانیوں، سرفروشیوں اور توانائیوں سے فروزاں رکھا ہے۔ جناب ولایت علیؒ کے چھوٹے بھائی جناب عنایت علی صادقپوریؒ امیر المجاہدین ہند بھی اپنی خدمات میں اپنے بڑے بھائی کے برابر نہیں تو زیادہ کم بھی نہیں ہیں۔ ان کی مجاہدانہ تگ وتاز کو آئندہ کے لئے چھوڑ کر زیر نظر جلد میں آپ کی سیرت کا ایک ایسا پہلو شامل کیا جا رہا ہے جو نظروں سے اوجھل ہے۔ عام طور پر یہ معلوم ہے کہ انہوں نے بنگال میں تحریک مجاہدین کا بہت کام کیا ہے، عمل بالحدیث کے لئے اس دیار میں بہت تبلیغی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاقائی دوروں اور تربیتی مشنوں، تبلیغی سرگرمیوں کا حال بھی ادھر ادھر سے پڑھنے کو مل جاتا ہے اور صوبہ سرحد میں ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرقع بھی دیکھنے کو مل جاتا ہے لیکن یہ بات نسبتاً غیر معروف ہے کہ آپ ایک اچھے مصنف بھی تھے۔ اور آپ نے بت شکن کے نام سے ایک رسالہ تصنیف کیا جس میں بدعات اور غلط رسوم کا رد کیا گیا ہے۔ اس رسالے کو مختصراً ہم زیر نظر جلد میں نذر قارئین کر رہے ہیں۔

صادقپوری خاندان ہی کے ایک اور نابغہ عصر اور صاحب سیف وقلم مجاہد جناب فیاض علی صادقپوریؒ ہیں۔ ان کا ذکر ہماری اس کتاب کی کسی سابقہ جلد میں بھی مختصراً آ چکا ہے۔ زیر نظر جلد میں ان کے سوانحی حالات اختصار کے ساتھ اور ان کا فارسی رسالہ فیض الفیوض مع اردو ترجمہ نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ یہ رسالہ عمل بالحدیث کی دعوت اور تقلید و جمود کے ردّ میں لکھا گیا تھا اور اس وقت کی یادگار ہے جب سید نذیر حسین محدثؒ اور سید صدیق حسنؒ بھوپالی ابھی علمی منظر پر طلوع نہیں ہوئے تھے۔ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ مع بیشتر اصحاب الحدیث رفقاء کے بالاکوٹ کی سرزمین کو اپنے خون سے سینچ چکے تھے۔ اور ہند میں کلمہ حق کہنے والے خال خال رہ گئے تھے۔ یہ تینوں بزرگ چیدہ اور برگزیدہ اصحاب خیر میں سے ہیں اور ان کے درج بالا رسائل برصغیر کی تحریک اہل حدیث کی تاریخ کی پیشانی کا جھومر ہیں۔

وہابی بزرگوں کی تحریروں کی دینی اہمیت تو ہے ہی، ان کی ادبی حیثیت بھی بڑی نمایاں ہے اور انہوں نے ایسی تصانیف کے ذریعہ اردو کو تکلف اور تصنع سے پاک کر کے برصغیر کے عام مسلمانوں کی مقبول زبان بنایا۔ دہلی یونیورسٹی کے پروفیسر خواجہ احمد فاروقی نے اپنے مقالے، اردو میں وہابی ادب، میں وہابی لٹریچر کے اس پہلو کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور ہم بھی ذیل میں چند فقرات ان کے مقالے سے ملخصاً نقل کرتے ہیں:

> وہابی مصنفین اور اہل قلم نے اردو نثر کے پرتکلف اسلوب کو بالکل بدل دیا.. چنانچہ وہابی نثر نہایت صاف سادہ اور زیور تکلف سے معرا ہے۔ اس کے لکھنے والے عوام کو خطاب کرنے اور عمومی ابلاغ کی ضرورت کے قائل تھے۔ ان کا خطاب عوام سے براہ راست اور حقائق نفس الامری پر مبنی ہوتا تھا۔.... ان کی تحریریں اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہوئیں اور ڈھاکہ سے لے کر پشاور تک اور پٹنہ سے پونا تک ان کی آواز عوام تک پہنچ گئی۔ ان کی تصانیف سے طباعت و اشاعت کے کام کو بھی مدد ملی۔ اور ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسالے بار بار چھاپے گئے جو اس زمانے کے محدود ذرائع رسل و رسائل کو دیکھتے ہوئے ایک غیر معمولی بات تھی۔ تقویۃ الایمان بیسیوں مرتبہ شائع ہوئی ہے اور یہ شرف اردو کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔ عامۃ الناس تک اپنا پیام پہنچانے کے لئے، ان لکھنے والوں نے نہ صرف اردو رسم خط سے کام لیا بلکہ آزادی سے ناگری کا بھی استعمال کیا اور یہ ایک ایسی مثال ہے جو ہماری موجودہ زندگی میں بھی اہمیت سے خالی نہیں۔ اس کا اظہار بھی ضروری ہے کہ وہابی مصنفین نے ہر جگہ بلا استثنا اپنی اردو کو ہندی کا نام دیا ہے

ہمارے عام ادبی مورخوں نے وہابی ادب پر بہت کم توجہ کی ہے۔ لیکن سچ پوچھئے تو وہابیوں کی عسکری شکست کے باوجود، ان کا اسلوب تحریر خاصا مقبول رہا ہے۔ اس لئے کہ اس کی سرحدیں مستقبل سے مل گئی ہیں۔ یہ خیال کہ عوام تک پہنچانے کے لئے سادہ اور آسان طرز کی ابتدا سر سید احمد خان نے کی، تاریخی اعتبار سے صحیح نہیں۔ وہابی ادب کو موجودہ اردو نثر کے ارتقا میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو دہلی کالج کی نثر اور سر سید احمد خان کی تصانیف معرض وجود میں نہ آتیں۔ میں یہ بھی عرض کرنے کی جرئت کروں گا کہ سادہ و آسان نثر انگریزوں کی دین نہیں ہے جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے، اس کی ابتدا بھی وہابی مصنفین کی بدولت ہو چکی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ کے رفقا اور اعزہ کی بدولت جن میں خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ عبدالعزیز، مولانا سید احمد بریلوی، اور شاہ اسماعیل شہید وغیرہ ہیں، اردو نثر میں گراں قدر اضافے اور ترجمے ہوئے، اس میں بھی شک نہیں کہ یہ کتابیں نیم مذہبی یا نیم سیاسی حیثیت رکھتی ہیں اور اس وقت کی تبلیغی ضرورتوں کے تحت لکھی گئی ہیں۔ لیکن وہ عوام کے فائدے کے لئے صاف اور سلیس زبان میں لکھی گئی ہیں، اس لئے ان سے اردو کو تقویت پہنچی اور اس طرح جدید نثر کے لئے زمین ہموار ہو گئی..... نادر شاہ کا ایلچی جب دہلی آیا تو محمد شاہ کے منشیوں نے تین برس اس سوچ میں صرف کر دیئے کہ شاہ ایران کو کیا کیا القاب لکھے جائیں۔ اس وقت تمام اوصاف اسم تفضیل کے صیغے میں لکھے جاتے تھے۔ القاب و آداب مقرر تھے اور مقفی اور مسجع نثر عام طور پر پسند کی جاتی تھی۔ رجب علی بیگ سرور صاحب فسانہ عجائب کو مقفی نگاری کا اتنا شوق تھا کہ ایک خط پریشانی اور اذیت کے عالم میں اپنے بیٹے کو لکھا ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں معذرت کرتے ہیں اور لکھتے ہیں. یہ دوسطریں انتشار طبیعت میں لکھی ہیں، کوئی چست فقرہ نہ نکلا۔ اس آرٹ کا وہی حشر ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ جب نئی ضرورتوں کی صبح نمودار ہوئی، تو رات کا غازہ دھل گیا، اور نرگسی آنکھوں کا سرمہ بھی بہہ نکلا۔ تکلفات کے اس طلسم کے توڑنے میں وہابی تحریک کا زبردست ہاتھ ہے۔ یہاں یہ بات بھی ثابت ہو جاتی ہے کہ راست اور سلیس نثر کا رواج محض فورٹ ولیم کالج یا دہلی کالج کی بدولت نہیں ہوا، اس نیکی کے پھیلانے میں وہابی تحریک کو بھی دخل ہے جس نے ملک کی ایک بڑی دیہی آبادی کو اپنے دائرہ اثر میں لے لیا تھا۔

اس اصلاحی تحریک نے وہ آزادی، جرأت اور بے باکی بھی پیدا کی، جو اس سے پہلے اردو ادب میں نہیں ملتی۔ شاہ اسماعیل شہید اور مرزا غالب کے راستے الگ تھے، لیکن جس آزادی اور بے باکی سے شاہ صاحب نے مذہب رسوم اور معاشرت میں تقلید کے خلاف جہاد کیا اور اصنام خیالی کو توڑا ہے، اسی آزادی سے مرزا غالب نے فن لغت اور فن شعر میں بڑے بڑے استادوں پر نکتہ چینی کی اور اس بات پر زور دیا کہ اگلے جو کچھ کہہ گئے ہیں،، وہ وحی والہام نہیں ہے اور نہ ہر پرانی لکیر صراط مستقیم ہے۔ مولانا حالیؒ اس بات پر متفق ہیں کہ سرسید کے یہاں بھی جو آزادی خیال اور جرأت گفتار ہے، اس کا سرچشمہ بھی درصل مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریریں اور تقریریں ہیں۔ مومن جو شاہ عبدالقادر دہلوی کے شاگرد، شاہ عبدالعزیزؒ کی مجالس وعظ کے حاشیہ نشین، مولانا سید احمدؒ بریلوی کے مرید اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ہم عصر تھے، ان کے یہاں بھی وہابی تحریک کے اثرات صاف نمایاں ہیں۔ عجیب بات یہ کہ وہ کوچہ رقیب میں سر کے بل جانے کے لئے تیار ہیں... لیکن جب وہ عام سطح سے بلند ہوتے ہیں تو اتنے کہ غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کو اصل ایمان اور اپنی جان کو اس راہ میں صرف کر دینے کو سب سے بڑی عبادت سمجھتے ہیں۔ مرزا غالب کو بھی حسرت رہی کہ وہ وہابیوں کے دوش بدوش لڑ سکتے۔ لیکن جس طرح ان کی مثنوی امتناع نظیر خاتم النبیین محض ایک ادبی لطیفہ ہے، ایسے ہی یہ آرزو بھی شاعرانہ اسلوب سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس وقت بلاشبہ پوری دہلی اس تحریک سے مسحور تھی اور ان وہابی مقررین کی خوش گفتاریوں کے آگے بہت سے چراغ مدھم پڑ گئے تھے۔... لیکن اپنے حلقہ اثر کے اعتبار سے سب سے اہم نام شاہ اسماعیل شہیدؒ کا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جن کو سید احمد بریلویؒ کی تبلیغ و دعوت کی زبان اور قلم کہنا چاہیے۔ ان کی تقویۃ الایمان کا پہلا حصہ ایسی سلیس صاف اور مربوط اردو میں لکھا گیا ہے کہ اردو کی چند کتابیں ہی اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔...ہمیں اس (وہابی لٹریچر) کا مطالعہ اس نظر سے کرنا چاہیے کہ اس نے ہگلی سے پشاور تک اور جنوب میں کرنول سے ویلور تک اصلاح رسوم و معاشرت اور وہابی تحریک کی تبلیغ و اشاعت کی ایک لہر دوڑا دی تھی اور اس زمانے میں جب کہ اردو نثر تکلفات سے گراں بار تھی، اس نے صفائی، سادگی اور صراحت کی ایک نئی بنیاد قائم کی۔ اور دراصل یہی اس کی غایت اور اہمیت ہے۔

مذکورہ بالا رسائل کے بعد قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کا مختصر رسالہ الدرر البھیہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اگر چہ کہ قاضی صاحب ہندوستانی نہیں بلکہ یمنی ہیں، اس لئے شاید بعض احباب کو برصغیر کی تاریخ میں ان ذکر کچھ عجیب محسوس ہو، لیکن ہم ان کے کام کو برصغیر کی اسی تحریک تعلیم و ترویج حدیث اور عمل بالسنہ کا تسلسل سمجھتے ہیں جو ہندوستان میں شاہ ولی اللہ اور ان سے پہلے کے چند بزرگوں نے شروع کر رکھی تھی۔ جیسا کہ جناب محمد اسماعیل سلفیؒ گوجرانوالہ نے ۱۹۴۶ء میں فرمایا تھا:

(شیخ عبد الحق) صاحب دہلویؒ، حرمین کے علماء حدیث سے فیض حاصل کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے تو انہوں نے فن حدیث کی خدمت اور اس کی عام تشریح میں ہی اپنی عمریں صرف کر دیں تا کہ لوگ کتاب و سنت سے براہ راست استفادہ کر کے ان فقہاء کے بے دلیل فتووں اور صوفیوں کے فریب کارانہ ہتھکنڈوں سے نجات حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی مساعی میں برکت دی اور لوگوں کو قدرے اس طرف توجہ ہوئی تا آنکہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا دور آیا آپ کو بھی حرمین شریفین کے محدثین سے استفادہ کا موقع ملا۔ مدینہ میں ایک ایسے خاندان کی صحبت میسر آئی جن کی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے محققین کی تصانیف پر نظر تھی اور ان سے مستفید ہو رہے تھے اس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے عام متکلمین و فقہاء کا طرز تصنیف بالکل بدل دیا اور اپنے مباحث عقاید و اعمال کی بنیاد صرف کتاب و سنت اور صحابہ و تابعین کے مسلک پر رکھی۔ وہ نہ اشاعرہ کے کلام کی پرواہ کرتے ہیں نہ فقہ مروجہ کی پابندی کا خیال رکھتے ہیں حتی کہ حنفیہ کے اصول کو بھی وہ اتنی خاص اہمیت نہیں دیتے۔..اور صاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں (قرۃ العینین۔ ص ۱۸۶):

علمے کہ نہ ماخوذ ز مشکوۃ نبی است
واللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی است
جائے کہ بود جلوہ گہ حاکم دوراں
تابع شدن حکم خرد بو لہبی است

حضرت شاہ صاحبؒ کے طریق تدریس اور طرز تصنیف نے ایسی فضا پیدا کر دی کہ فقہ کی جگہ حدیث نے لے لی اور محض رائے و قیاس کی بجائے مسائل کو دلائل حدیثیہ سے حل کیا جانے لگا خود بے چارے فقہاء بھی اس پر مجبور ہو گئے کہ اپنے مسلک کی تائید میں احادیث پیش کر کے باور کرائیں کہ ان کا مسلک حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

اس دور میں ایک چیز آپ اب بھی محسوس کریں گے اور وہ یہ کہ جرح و تعدیل کی روشنی میں احادیث کی تحقیق کی طرف توجہ نہیں دی گئی احادیث پر مدار استدلال ضرور ہے لیکن رطب و یابس میں امتیاز نہیں رکھا گیا۔ رجال اسناد کی تنقید کے بغیر ہی احادیث پیش کی جارہی ہیں۔ ظاہر ہے جب تک یہ بنیاد مضبوط نہ ہو لے اس وقت تک اوپر کی عمارت کمزور رہے گی بقول عبداللہ بن مبارکؒ لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء (سند کا سلسلہ نہ ہو تو ہر کوئی من مانی باتیں کہہ سکتا ہے)۔

یہ ضرورت حلقہ بگوشان افاضات ولی اللہی میں محسوس ہو رہی تھی کہ ان کو یمن کے ایک ایسے محدث کا پتہ چلا جس کا غلغلہ دنیائے اسلام میں بلند تھا فیض یافتگان علوم ولی اللہی دیوانہ وار اس طرف لپکے اور اس طرح جیسے تشنہ لب آب زلال پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

یمن کے ایک قاضی امام شوکانیؒ (جو علوم معقول و منقول میں یگانہ روزگار تھے) علم حدیث کے ایک بہترین انتخاب منتقی الاخبار کی شرح نیل الاوطار لکھی جو فن جرح و تعدیل اور روایت و درایت کے لحاظ سے اپنے عہد کی اعلیٰ تصنیف مانی جاتی ہے۔

حدیث کے مسائل کو فقہ کے طرز پر لکھنے کی طرح ڈالی موضوع روایات کو ایک الگ کتاب، الفوائد المجموعہ، میں چھانٹ دیا۔ اپنی تصنیفات میں موقعہ بہ موقعہ صرف صحاح ستہ وغیرہ کتب احادیث کے مطالعہ کی ضرورت پر زور دیا۔ بلکہ حدیث کے مطالعہ اور اس میں توغل کو فن جرح و تعدیل کے ساتھ مربوط کر دیا اور یمن میں یہ فضا پیدا کر دی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ ہر حدیث کو کتب رجال کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ حافظ ذہبیؒ کی میزان الاعتدال ، حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب، لسان المیزان وغیرہ کتب رجال کے مطالعہ میں اہل علم مصروف نظر آنے لگے۔

شاہ عبدالعزیزؒ کے تلامذہ کے توسط سے امام شوکانیؒ کے فیوض ہندوستان پہنچے۔ حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خان قدس سرہ کے عہد زرین میں علوم شوکانی کی خوب اشاعت ہوئی اور بحمداللہ اسی کا اثر ہے کہ اب ہندوستان کی علمی دنیا میں ہر حدیث اس کے ماخذ اور رجال سند کی تحقیق وتنقید کے بعد ہی قبول کی جاتی ہے۔....

محمد اسماعیل مدرس مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۴۶ء

قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کا رسالہ الدرر البھیہ بھی فقہ الحدیث کا ایک نمونہ ہے جسے مجاہدین ہند مثل جناب عبدالحی بڈھانویؒ خلیفہ سید احمد بریلویؒ، اور جناب ولایت علی صادقپوریؒ خلیفہ سید احمد بریلویؒ وتلمیذ شاہ اسماعیل شہیدؒ دومختلف اوقات میں حجاز سے ہندوستان لائے اور پھر سید صدیق حسن خان بھوپالیؒ نے اس کا اردو ترجمہ کر کے شائع عوام کیا اور برصغیر کے عاملین بالحدیث کے لٹریچر کا حصہ بنا دیا۔ اس مختصر رسالے کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں، عربی میں بھی اور اردو میں بھی۔ لیکن ہماری کتاب کا دامن اتنا وسیع نہیں ہے کہ وہ شرحیں اس میں سما سکیں، اس رسالے کا اردو ترجمہ جو نواب صاحبؒ نے تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے کیا تھا وہ یقیناً ہماری تاریخ کا حصہ ہے۔ نیز حافظ محمد ابراہیمؒ بانی مدرسہ احمدیہ آرہ نے فقہ محمدی کے نام سے اس کتاب کی اردو زبان میں شرح لکھ کر ہمارے تاریخی ورثے کا حصہ بنا دیا تھا، اور اسی بنا پر اس کتاب کو مع ترجمہ نواب صدیق حسنؒ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔

اس جلد کا تین چوتھائی حصہ میاں صاحب سید نذیر حسین محدثؒ کی بے مثال تصنیف معیار الحق، اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ اور چند صفحات میں میاں صاحبؒ کے جمال وکمال کو خراج تحسین بزبان جناب محمد اسماعیل سلفی مرحوم امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث (مغربی) پاکستان پیش کیا گیا ہے۔ جناب محمد اسماعیلؒ کی یہ تحریر دراصل مکتبہ نذیریہ قصور کے طبع کردہ نسخہ معیار الحق (۱۹۶۵ء) پر تقریظاً لکھی گئی تھی۔ تحریر مستند بھی ہے، تقریباً نصف صدی گذر جانے کے باعث خود بھی تاریخ کا حصہ بن چکی ہے اور قند مکرر بھی ہے، اور بزرگوں کا تبرک بھی۔ امید ہے کہ قارئین اس سے لطف اٹھائیں گے۔ ہم خود بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میاں صاحب کے سوانح لکھنا چاہتے ہیں، لیکن جلد ہذا کی ضخامت ہمیں یہ پیغام دے رہی ہے کہ اس منصوبے کو مؤخر کر دیا جائے، اور امید ہے کہ آئندہ جلد میں انشاء اللہ اس موضوع پر کچھ گذارشات پیش کی جائیں گی۔

جہاں تک معیار الحق کا تعلق ہے، قارئین کو معلوم ہوگا کہ یہ پہلی دفعہ ۱۲۸۳ھ میں مطبع نامی لاہور سے طبع ہوئی تھی۔ پھر جب احناف نے انتصار الحق کے نام سے اس کا جواب دیا تو ۱۲۹۰ھ میں انہوں نے اسے انتصار الحق کے ساتھ شائع کیا (انتصار در حوض، معیار بر حاشیہ)۔ پھر ۱۲۹۷ھ میں اسے دہلی سے مولوی تلطف حسین دہلویؒ نے اپنے مطبع فاروقی سے شائع کیا۔ پھر ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء) میں دہلی سے شائع کیا گیا۔ پھر ۱۹۶۵ء میں مکتبہ نذیریہ قصور سے شائع ہوئی۔ طبع اول میں عربی عبارتوں کے تراجم نہیں تھے اور میاں صاحبؒ نے کہیں کہیں خلاصہ مطلب کے طور پر عربی عبارتوں مختصر بیان اردو کیا ہوا ہے۔ ۱۲۹۷ھ میں جب اسے شائع کیا گیا تو جناب تلطف حسین دہلویؒ نے عربی عبارتوں کے ترجمے بھی شامل کر دیئے۔ یہ ترجمہ پرانے انداز کا ہے اور بعض مواقع پر مطلب سمجھانے کی بجائے اسے الجھا بھی دیتا ہے۔ نیز ترجمہ کے ساتھ میاں صاحبؒ کا بیان کردہ خلاصہ مطلب بھی رہنے دیا گیا۔ یوں کتاب میں تکرار بھی ہوئی اور ضخامت بھی بلا ضرورت زیادہ ہوگئی۔ مکتبہ نذیریہ قصور والے جب معیار الحق کو شائع کرنے جا رہے تھے تو جناب محمد اسماعیل سلفیؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

> کہ کتاب کو اڈٹ کیا جائے۔۔عربی عبارات کے تراجم سلیس زبان میں ہوں۔ میاں صاحبؒ نے جو نسخہ طبع فرمایا تھا۔ میں نے سنا ہے اس میں تراجم بالکل نہ تھے۔ میں نے جو نسخہ دیکھا ہے اس میں کچھ تراجم ہیں لیکن ان کی زبان صاف نہیں۔۔۔کتاب عمدہ کاغذ عمدہ طباعت اور سلجھے انداز سے بازار میں آئے۔۔(نیز) ضرورت ہے کہ الحیات بعد المماۃ کی اشاعت (بھی) اچھے انداز پر کی جائے۔ اس میں کچھ مباحث کا اضافہ ہو۔ پڑھنے والہ محسوس کرے کہ یہ ایک محدث کی سوانح ہے۔ امید ہے کہ آل پاکستان اہل حدیث کانفرنس اس کی طرف توجہ دے گی۔ کراچی میں اس کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اسے دیکھ کر شرم بھی محسوس ہوتی ہے اور دکھ بھی۔ ان جواہر پاروں کو صرف مالی منفعت سے شائع نہیں کرنا چاہیے۔ پاک باز بزرگ ہمارے اسلاف ہیں وہ ہماری دکان کا سامان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ (مقدمہ معیار الحق۔طبع۔۱۹۶۵ء)

جناب مولانا سلفی مرحوم کی خواہش کے مطابق ہم نے معیار الحق میں وارد ہونے والی آیات اور صحاح ستہ کی احادیث کی تخریج کر دی ہے۔ اور ترجمہ کے طریق اور زبان کی قدامت کو مناسب حد تک جدت کا لباس پہنا دیا ہے، اور جہاں کہیں عربی عبارات کا دیا ہوا میاں صاحب کا خلاصہ مطلب موجود تھا وہاں کئی جگہ ترجمہ حذف کر دیا گیا ہے جس سے تکرار کم ہوگئی ہے۔ اور ضخامت میں بھی کمی ہوئی ہے۔ ہمیں معیار کا مطبع نامی لاہور سے ۱۲۸۳ھ کی طبع اول کا نسخہ مل گیا ہے، اور ۱۲۹۷ء میں شائع ہونے والا نسخہ بھی مل گیا۔ مکتبہ نذیریہ قصور والے نسخہ کو (جو ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء) ہم نے بنیاد بنایا ہے اور اسے ۱۲۹۷ء والے نسخہ سے مقابلہ کر کے ضروری تصحیح و ترامیم سے آراستہ کر کے معیار کا نسبتاً بہتر متن نذر قارئین کر رہے ہیں۔ نیز ہم نے معیار کے ساتھ شائع ہونے والی علماء کی تقریظات، اور شعراء کا منظوم کلام حذف کر دیا ہے۔

معیار کی اشاعت کے بعد احناف کی طرف سے اس کا جواب انتصار الحق کے نام سے لکھا گیا تھا۔ میاں صاحبؒ کے شاگردوں نے جواب الجواب لکھے۔ مفصل جواب تو قاضی احتشام الدین مرادآبادی نے اختیار الحق کے نام سے دیا تھا جو ۱۲۹۶ھ میں جناب امداد علی ڈپٹی کلکٹر مرادآباد نے مطلع العلوم سے چھپوا کر شائع کیا۔ تاہم اس سے پہلے ۱۲۹۰ھ میں انتصار الحق کے منظر عام پر آتے ہی دو مختصر جواب بنام براہین اثنا عشر، اور تلخیص الانظار فی ما بنی علیه الا نتصار کے نام سے لکھے گئے تھے، ہم نے انہیں بھی شامل اشاعت کر دیا ہے۔ نیز میاں صاحبؒ نے معیار کی اشاعت کے بعد چند فتوے بھی اجتہاد وتقلید کے موضوع پر لکھے تھے جن میں سے ثبوت الحق الحقیق اور واقعة الفتوی دافعة البلوی نامی فتوے بھی ہم نے شامل اشاعت کر دیئے ہیں۔ ان کا فتوی موسومہ فلاح الولی، ممکن ہوا تو اسے بھی آئندہ کسی موقع پر نذر قارئین کیا جائے گا۔ ثبوت الحق الحقیق کے جواب میں جناب محمد احسن نانوتوی حنفیؒ نے تنبیه الرفیق علی مغالطة ثبوت الحق الحقیق، نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس رسالے کے جواب میں میاں صاحبؒ کے شاگردوں کی طرف سے متعدد تحریریں نکلے۔ ان میں سے ایک تحریر جناب شکر اللہؒ پروفیسر بریلی کالج نے هدایة الشفیق کے نام سے، اور ایک تحریر جناب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد دبکاویؒ نے صمصام التحقیق علی مغا لطة تنبیه الرفیق کے نام سے لکھی تھی ۔ یہ جوابات ہمیں تاحال دست یاب نہیں ہوئے ۔مل گئے تو کسی آئندہ موقع پر نذر قارئین کریں گے۔ انشاء اللّٰہ تعا لی

متفرقات کے حصہ میں جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کا ایک مختصر مضمون نقل کیا جا رہا ہے جوانہوں نے اجتہاد وتقلید کے تعلق میں جناب محمد اشرف علی تھانویؒ کے خطاب میں لکھ کر اخبار اہلحدیث امرتسر میں شائع کرایا تھا۔ اس کے علاوہ (جناب محمد منظورنعمانیؒ کے نواسے) جناب محمد یحی نعمانی کا اسی موضوع سے متعلق ایک مضمون نقل کیا جا رہا ہے جو آپ نے ماہنامہ الفرقان لکھنؤ میں ۲۰۰۱ء میں شائع کروایا تھا۔ اس مضمون سے ہمارا مقصود ناظرین کو یہ دکھانا ہے کہ اجتہاد وتقلید کی بحث ایک ایسا پل ہے جسکے نیچے سے بہت سا پانی گذر چکا ہے اور عاملین بالحدیث کو لامذہب، بے دین، اور کافر قرار دے کر مساجد سے نکالے جانے والا دور بحث ونظر کی گرد وغبار میں اس قدر دھندلا چکا ہے کہ اب اخراج الوہابین عن المساجد وغیرہ فتوے جاری کرنے والے فریق کا اہل تحقیق طبقہ بھی اجتہاد وتقلید کے بارے میں کم و بیش وہی باتیں کر رہا ہے جو حضرت میاں سید نذیر حسین محدثؒ نے معیار الحق میں کہی تھیں۔

برصغیر ہند کی تاریخ عمل بالحدیث کارکنان تحریک کی پیہم کاوشوں کی سرگزشت ہے۔ کارکنان کی دامے درمے قربانیوں اور تحریر وتقریر سے ان کی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روداد ہے۔ معاندین کی طرف سے ایذا رسانیوں کا نام ہے۔ قید وبند، تھانوں اور کچہریوں سے عبارت ہے۔ مباحثات ومناظرات، معاشرتی مقاطعات، وعدالتی مقدمات اس کہنہ کتاب کے مختلف ابواب ہیں۔ ہم نے سابقہ جلدوں میں چند مباحثات اور چند مقدمات کا ذکر کیا ہے لیکن ناظرین کو شائد جلد ہذا میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئے کیونکہ معیار الحق اور اس کے متعلقات نے کتاب میں کسی اور بات کی لئے گنجائش نہیں چھوڑی،

مناظرات ومباحثات کے شائقین، تاہم، اس جلد کا بنظر غائر جائزہ لیں تو انہیں محسوس ہوگا کہ اس جلد کا بیشتر مواد بھی دراصل اس مباحثہ پر مشتمل ہے جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تنویر العینین اور ایضاح الحق سے انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں شروع ہوا تھا۔ اس کا جوابی پرچہ چند عشرے بعد جناب محمد شاہ پنجابی حنفی نے تنویر الحق کے نام سے تحریر فرمایا اور ۱۲۸۰ھ میں منظر عام پر آیا۔ عاملین بالحدیث کی طرف سے جوابی پرچہ جناب سید نذیر حسین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محدث دہلویؒ نے رقم فرمایا اور معیار الحق کی صورت میں ۱۲۸۳ھ میں منظر عام پر آیا۔ احناف کی طرف سے جوابی پرچہ جناب ارشاد حسین مجددی رام پوری نے رقم فرمایا اور ۱۲۹۰ھ میں انتصار الحق کی صورت میں منظر عام پر آیا۔ اس کے معاً بعد دو مختصر پرچے عاملین بالحدیث کی طرف سے جناب سید احمد حسن دہلوی اور سید محمد نذیر سہسوانی نے رقم فرمائے (جن کے نام اوپر مذکور ہو چکے)۔ اور مفصل پرچہ قاضی احتشام الدین مراد آبادی نے ارشاد الحق کے نام سے رقم فرمایا اور ۱۲۹۶ھ میں منظر عام پر آیا۔

اسی طرح میاں صاحب نے ایک پرچہ مباحثہ ثبوت الحق الحقیق کے عنوان سے رقم فرمایا۔ اس کا جوابی پرچہ جناب محمد احسن نانوتویؒ نے رقم فرمایا۔ اصحاب الحدیث کی طرف سے جواب الجواب جناب شکر اللہؒ پروفیسر بریلی کالج اور جناب محمد دبکاویؒ نے رقم فرمایا۔

اس سلسلہ کتب کی چوتھی کڑی کی تکمیل پر جہاں میں اللہ تعالی کے حضور اسکی بے پناہ عنایات پر سربسجود ہوں کہ اس بدیع العجائب نے علمی صحرا میں بیٹھے ہوئے ایک بے سرو سامان اور نحیف ونزار بندے کے ناتواں ہاتھوں سے برصغیر کی تاریخ اہل حدیث کے تعلق سے کم و بیش تین ہزار صفحات مرتب کرا دیئے ہیں، وہیں میں ان گرامی قدر محسنین کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہیں اللہ تعالی نے یہ کام کروانے کیلئے تعاونوا علی البر کے تحت اس فقیر ناچیز سے تعاون پر آمادہ کئے رکھا۔ ان محسنین میں سب سے پہلے ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری مرحوم کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو اس منصوبے کے آغاز ہی سے اس میں دلچسپی لیتے اور میری سرپرستی فرماتے رہے۔ قبل ازیں شائع ہونے والی تینوں جلدوں پر انہوں نے بڑی فراخ دلی سے اپنے تاثرات رقم فرمائے اور علمی تعاون، اور مواد کی فراہمی کے ساتھ ساتھ انہوں نے خطوط اور ٹیلی فون کے ذریعہ تحسین وتشجیع کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور میرے لئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں خلوص دل کے ساتھ دعائیں فرماتے رہے۔ اللہ تعالی انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے، اور مجھے انکی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

ڈاکٹر ازھری مرحوم صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے علاوہ اس منصوبے پر کام کے دوران جن احباب کا ذکر کئے بغیر چارہ نہیں وہ یہ ہیں: جناب محمد ابراہیم خلیل حجرہ شاہ مقیم، جناب شیر خان جمیل احمد عمری ناظم تعلیمات جمیعت اہل حدیث برطانیہ، جناب اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم اعلی جمیعت اہل حدیث ہند، جناب عبداللہ سعود ناظم جامعہ سلفیہ (مرکزی دار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العلوم) بنارس، جناب شیخ عبدالمعید علی گڈھی ، جناب ابن احمد نقوی دہلی، جناب محمد مقیم فیضی نائب ناظم اعلی جمیعت اہل حدیث ہند۔مخدومی حافظ احمد شاکر دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صدر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، جناب محمد داؤد ارشد کوٹلی ورکاں، جناب محفوظ الرحمٰن سلفی لائبریرین جامعہ سلفیہ بنارس،، جناب رئیس الاعظم فیضی اہل حدیث منزل ، دہلی ، ڈاکٹر عبدالوہاب انصاری کاسگنج، جناب خالد اشرف سلفی کاسگنج ، ، حافظ ابوبکر ظفر دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور، جناب عبدالبدیع مجاہد بن جناب عبدالسمیع جعفری پٹنہ، جناب محمد عمیر مدنی صاحب پٹنہ، جناب محمد انظار احمد اصلاحی پٹنہ، عزیزان محمد عمیر اور محمد سہیل۔اللہ تعالی ان محسنین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

اس پروجیکٹ کیلئے اللہ تعالی نے جن احباب کو اس بندہ عاجز کے ساتھ تعاون پر آمادہ کر رکھا ہے ان میں برادرم شیر خان جمیل احمد عمری کا نام سب سے نمایاں ہے۔آپ نے آغاز کار ہی سے اپنی تمامتر توانائیاں اس پروجیکٹ کے لئے وقف کر چھوڑی ہیں اور یہ بندہ عاجز ان کے علم وفضل سے شب و روز فیض یاب ہو رہا ہے۔مجھے ان کا کما حقہ شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ وتعبیرات کا دامن تنگ نظر آ رہا ہے کیونکہ مواد کی فراہمی، تنقیح وتہذیب ، ترتیب وتصحیح، احادیث کی ترقیم وتخریج میں انکا اور ان کی اہلیہ محترمہ عائشہ بنت مولانا مختار احمد ندویؒ کا تعاون بے لوث اور انمول بھی ہے اور پیہم بھی۔اللہ تعالی ان کے دامن دنیا و آخرت کی سعادتوں سے بھردے۔آمین۔یارب العالمین

حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل ،نعم المولی و نعم النّصیر، و لا حول ولا قوّۃ الّا باللّٰہ العلیّ العظیم. و صلی علی نبینا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی: **محمد بھاء الدین**

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ۔۱۴۔مارچ۔۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

ولایت علی صادقپوری

جناب ولایت علی صادقپوریؒ کے سوانحی حالات مختصراً جلد اول میں بیان کئے جا چکے ہیں لیکن ان کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے متعلق تا حال کچھ نہیں لکھا گیا جنہیں ہم نے کسی آئندہ موقع کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ تاہم ذیل میں ان کی مجاہدانہ تگ وتاز کا وہ باب نذر قارئین کیا جا رہا ہے جو حیدرآباد دکن سے متعلق ہے۔ اور یہ معلومات جناب فیصل احمد بھٹکلی کی کتاب تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) سے ملخصاً نقل کی جا رہی ہیں۔

سید احمد بریلویؒ نے اپنی مجاہدانہ تگ وتاز کے دوران حیدرآباد دکن کی جانب بھی عنان توجہ مبذول کی تھی۔ کرنل میڈوز ٹیلر نے اپنی کتاب The History of my Life میں حضرت سید احمد شہیدؒ کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے آصف جاہ سوم میر اکبر علی خان سکندر جاہ بہادر (۱۸۰۳ء تا ۱۸۲۹ء) کو لکھا تھا جس میں انہوں نے نواب صاحب کی خاندانی روایات کو سراہتے اور ان کی مذہبی عقیدت مندی کی تعریف کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا تھا کہ اس فانی دنیا میں بادشاہوں اور حکمرانوں کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی حفاظت کریں اور ان غیر ملکی کافروں اور غاصبوں کے خلاف اعلان جہاد کریں جو ہمیں غلام بنائے ہوئے ہیں۔ یہی ہمارے اسلاف کی روایات ہیں۔ آخر میں سکندر جاہ سے اپیل کی گئی کہ وہ بھی اس کار خیر میں ان کا ساتھ دیں۔ اگر وہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے حصہ نہیں لے سکتے تو اپنی ریاست کے دانش وروں، نوابوں، فوجیوں کو اس جہاد میں شریک ہونے کی ترغیب دیں۔ اور اس تحریک کی ممکنہ مدد کریں۔ (نیا دور، اگست ۱۹۸۵ء یوم آزادی نمبر۔ ص ۱۲، نیز ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی۔ ص ۵۸۔۵۹)

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۴۔۴۶۵)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس مکتوب گرامی کے علاوہ حضرت امیر المومنین نے اپنے داعی بھی حیدرآباد بھیجے تھے۔ سب سے پہلے جناب محمد علی رامپوریؒ وہاں تشریف لے گئے اور ان کی سرگرمیوں کی روداد سابقاً نقل ہو چکی ہے۔ کچھ عرصہ بعد حضرت امیر المومنین نے جناب رامپوریؒ صاحب کو کہیں اور بھیج دیا اور حیدرآباد میں ان کی جگہ جناب ولایت علی صادقپوریؒ کو متعین کر دیا جہاں انہوں نے دعوت جہاد کا کام ایک عرصہ تک احسن انداز میں انجام دیا۔ اس میں شک نہیں کہ حیدرآباد کے اندر جذبہ حریت کو بھڑکانے میں جناب محمد علیؒ رامپوری کا رول بڑا اہم ہے۔ انہوں نے ہی جناب ولایت علیؒ کے لئے زمین ہموار کی تھی۔ لیکن اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ جناب ولائت علیؒ کی کوششوں کی وجہ سے حیدرآباد وہابی تحریک کا گڑھ بن گیا تھا (۱۲۵۵ھ۔۱۸۳۹ء تک وہابیت تمام دکن میں پھیل گئی تھی۔ تاریخ گلزار آصفیہ ص ۱۴۷)۔ دکن میں تحریک کی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے جواد رضوی صاحب رقم طراز ہیں:

> وہابی تحریک کے سب سے اہم مراکز مساجد تھے۔ جہاں مولوی وعظ کے دوران عوام کو تحریک کے اغراض و مقاصد سے واقف کراتے اور انہیں سمجھایا جاتا کہ عالم دین شاہ عبدالعزیزؒ کے فتوی کے مطابق ہندوستان انگریزوں کی حکمرانی کے بعد دارالاسلام نہیں رہا بلکہ دارالحرب بن گیا ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کریں۔ اس طرح نماز کے بعد مسلمانوں سے اپیل کی جاتی کہ وہ انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ جمعہ کی نماز کے لئے فوجی بھی بڑی تعداد میں مسجدوں میں جمع ہوتے۔ ان سے بھی فوج میں بغاوت برپا کرنے کی تلقین کی جاتی۔ اس تحریک کے پرچار کا ایک خفیہ طریقہ یہ تھا کہ فقیروں کے بھیس میں اپنے کارندوں کو بھیجا جاتا۔ وہ مسجدوں، فوجی چھاؤنیوں کے آس پاس اور ہر اس مقام پر جہاں عوام جمع ہوتے ہیں پہنچ جاتے اور بہت ہی ہشیاری اور چالاکی سے اس تحریک کا پیغام عوام تک پہنچاتے۔ اور انہیں رفتہ رفتہ بغاوت پر آمادہ کرتے۔ (ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی ص ۵۹)۔
>
> (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۵)

حیدرآباد ریاست میں تحریک مجاہدین کے سرکردہ رہنما نواب مبارز الدولہ آصف جاہ سوم سکندر جاہ بہادر کے فرزند تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ ۱۸۰۰ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ فارسی عربی میں مہارت رکھتے تھے۔ مذہبی تعلیم بھی مستند طور پر ہوئی تھی (نیا دور۔ اگست ۱۹۸۵ء۔ ص ۱۱)۔ انگریز دشمنی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ کمپنی کے بڑھتے ہوئے تسلط اور ریزیڈنٹ کی امور سلطنت میں مداخلت سے گھٹن محسوس کرتے تھے۔ انگریزوں کو ان سے بہت خطرہ محسوس ہوتا تھا، ۱۸۳۰ء تک انہیں دو مرتبہ نظر بند کیا جا چکا تھا۔ پھر بھی ان کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ مولوی ولایت علیؒ کی حیدرآباد تشریف آوری ان کے لئے ایک نعمت ثابت ہوئی۔ ان کو ایک رہنما مل گیا۔ جس کے زیر ہدایت انہوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کیں۔ مولوی ولایت علیؒ نے حیدرآباد پہنچ کر پوری سرگرمی اور تندہی کے ساتھ اپنا دعوتی و تبلیغی کام شروع کیا اور بہت جلد اپنا ایک حلقہ بنا لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مبلغ اور واعظ کی حیثیت سے ان کی شہرت مبارز الدولہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنے دو علماء مولوی زین العابدین اور مولوی محمد عباس کو مولوی ولایت علی سے ملنے کے لئے متعین کیا۔ ان دونوں علماء نے مولوی ولایت علیؒ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور بہت جلد خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ مبارز الدولہ نے جب ان کی زبانی مولوی ولایت علیؒ کا حال سنا تو انہوں نے بھی بیعت کر لی اور تحریک کے ایک سرگرم رکن بن گئے (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ص ۱۶۵) اور اس کے بعد تو ان کی ڈیوڑھی وہابی تحریک کا مرکز بن گئی۔ اور بقول مصنف تاریخ حیدرآباد اس وقت سے مبارز الدولہ اور ان کے رفقاء نے اسلامی احکام کی پابندی بالا ہتمام شروع کر دی (دیکھئے علماء ہند کا شاندار ماضی۔ ج ۳ ص ۲۱۔ مبارز الدولہ میں بیعت کے بعد کیا تبدیلیاں آئیں اس کیلئے دیکھیں سرگزشت مجاہدین۔ ص ۱۸۱)۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار ص ۴۶۶)

مبارز الدولہ کے زیر قیادت وہابی تحریک صرف حیدرآباد کے حدود اربعہ تک محدود نہ تھی بلکہ اس کا پھیلاؤ جنوب میں مدراس اور کرنول تک تھا۔ اور ان کے نمائندے اور ایلچی لاہور، سندھ، گوالیار، بمبئی اور شولاپور وغیرہ میں سرگرم عمل تھے۔ اس کے علاوہ ان کا ربط اور مراسلت ٹونک، رام پور، اور کرنول کے نوابوں اور جودھپور، ستارا، پٹیالہ، میسور کے راجاؤں اور رنجیت سنگھ سے بھی تھا۔ نواب غلام رسول خان والی کرنول نہ صرف اس تحریک کے اہم رہنما تھے بلکہ انہوں نے اپنی ریاست میں توپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سازی کا ایک کارخانہ بھی قائم کیا تھا تاکہ انگریزی فوج کا کامیابی سے مقابلہ کیا جاسکے (دیکھئے تاریخ گلزار آسفیہ ص ۱۴۹).. مذکورہ بالا نوابوں اور راجاؤں سے ربط قائم رکھنے اور خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھنے کا کام مولوی لعل خان اور منشی فقیر کے ذمہ تھا ۔ جب اس تحریک کا کوئی نمائندہ خفیہ طور پر دوسرے مقامات پر جاتا تو اس کی شناخت کے لئے لوہے کی انگوٹھی دی جاتی، جس پر چند حروف کندہ ہوتے۔

(ریاست حیدرآباد میں جدوجہد آزادی۔ ص ۵۹۔۶۰)

سید احمد بریلوی کے بعد:

سید صاحب کی تحریک کا اصل مرکز سندھ میں تھا۔ مولوی نصیر الدین دہلویؒ نظام سنبھالے ہوئے تھے۔ ..... (انہوں نے) ایک اعلام نامہ نواب مبارز الدولہ کے پاس بھی بھیجا۔ (جب یہ اعلام نامہ) نواب مبارز الدولہ کے ملاحظے میں پیش ہوا تو نواب موصوف نے مولوی محمد آصف، مولوی سید عباس، مولوی سید قاسم، حافظ سید محمود اور مولوی پیر محمد کو بلا کر حکم دیا کہ آپ حضرات ۵۰ مجاہدین کو ساتھ لے کر سندھ چلے جائیں اور تمام حالات خود ملاحظہ کریں۔ یہ دیکھیں کہ حاکمان سندھ کس حد تک حمایت کے لئے تیار ہیں۔ مجاہدین کی قیام گاہ کیسی ہے اور وہاں اخراجات و مصارف کا کیا حال ہے؟ یہ سب کچھ دریافت کر کے قابل اعتماد وکیل ہمارے پاس بھیج کو اطلاع دیں۔ ہم حتی الامکان مجاہدین کی تائید کریں گے۔ بہت سا مال اسباب اور بہت سے آدمی بھیجیں گے۔ یہ تمام حضرات مولوی سید محمد علی رام پوریؒ اور مولوی ولایت علی صادق پوریؒ کے معتقد تھے۔ ان سے استصواب کی خاطر کلکتہ خطوط بھیجے گئے (اسی طرح مہر نے ذکر کیا ہے۔ جب کہ مولوی محمد علی رام پوری کے کلکتہ میں قیام یا تبلیغ کی کہیں صراحت نہیں ملتی۔ ممکن ہے مدراس جاتے ہوئے کچھ دنوں کے لئے وہاں قیام کیا ہو۔ اس کے برخلاف آبادشاہ پوری کا بیان ہے کہ ان حضرات نے مولوی بدیع الزمان بردوانی (کلکتہ) سے ایک خط کے ذریعہ مولوی سید نصیر الدین دہلوی کے متعلق دریافت کیا اور اعلام نامے کے سلسلے میں رہنمائی چاہی۔ (سید بادشاہ کا قافلہ۔ ص ۱۳۵۔۱۳۶)۔ یہ روایت زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے کہ بردوانی، مولوی ولایت علیؒ کے خلیفہ کی حیثیت سے کلکتہ میں مقیم تھے اور وہاں تحریک کی رہنمائی کررہے تھے۔ انہوں نے تحریک کو بہت فائدہ پہنچایا۔ تحریک کے لٹریچر کو عام کرنے اور دوسری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے انہوں نے کلکتہ میں دس ہزار روپے میں ایک ٹائپ پریس خریدا تھا۔ دیکھئے تذکرہ صادقہ۔ص۱۵۴) ۔ جب وہاں سے جواب باصواب آ گیا تو ۱۴ شعبان ۱۲۵۳ھ ۔۱۳ نومبر ۱۸۳۷ء کو حیدرآباد سے روانہ ہوئے ...آخر ذی قعد میں مولوی نصیرالدین کے پاس پہنچے جو اس وقت شکارپور میں تھے۔ جو معلومات حاصل کرنے کی غرض سے وہ آئے تھے وہ ایک مفصل مکتوب کی صورت میں مولوی نصیرالدین نے دو قاصدوں کے ذریعے سے حیدرآباد بھیج دیں (سرگذشت مجاہدین۔ص ۱۸۲۔۱۸۳)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۷۔۴۶۸)

انگریزی افواج اس وقت جنگ افغانستان میں مشغول تھیں ۔ اس سے فائدہ اٹھا کر مبارز الدولہ اوران کے رفقاء نے عملی کاروائی کا منصوبہ بنایا...حیدرآباد کے ریزیڈنٹ جے ایس فریزر (۱۸۳۸ء۔۱۸۵۲ء) نے رپورٹ کرتے ہوئے مبارز کے ایک برطرف ملازم کا بیان نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مبارز اوران کے رفقاء بہت سخت فوجی تربیت حاصل کررہے تھے ۔ نیز اس رپورٹ میں مبارز کے اس پیغام کا بھی ذکر ہے کہ نکل کھڑے ہوں ، وہابی ساتھیوں کو جمع کریں ، انگریزوں کو قتل کر کے ملک اور حکومت پر خود قبضہ کرلیں ۔.....انگریزی تختہ الٹنے کے لئے مبارز کا ساتھ دینے کی خاطر جگہ جگہ سے لوگ آ آ کر جمع ہونے لگے ۔ شمالی ہند، کابل اور ایران سے صوبہ مدراس میں آنے والوں کے غیر معمولی ہجوم سے شک پیدا ہوا اوراس سے سازش کا انکشاف ہوا ۔ پھر ایک سکھ نے جو شک پر گرفتار ہوا تھا سازش کے متعلق اطلاع دی ۔ سب سے پہلے نیلور کے مجسٹریٹ استون ہاؤس نے حکومت مدراس کو رپورٹ بھیجی ۔ حکومت مدراس نے اسے حکومت ہند کے سکرٹری کے پاس بھیجتے ہوئے صورت حال کی یوں تخیص کی کہ . ہندوستان کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کی ایک معتد بہ تعداد نے وہابیت قبول کر لی ہے ۔ ان میں ایسے اشخاص بھی ہیں جو اپنے عہدہ اور مرتبہ سے اپنے ہم مذہبوں پر کافی اثر رکھتے ہیں ۔ کچھ عرصہ سے وہ سرگرمی سے لوگوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے اور کفار کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لئے آدمی اور روپے فراہم کرنے میں مصروف رہے ہیں ۔ اوراس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ ان کے مقصد کی غائت ہندوستان میں برطانوی طاقت کا اختتام ہے ۔ اوراس غرض سے دیسی فوج میں سپاہیوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جدو جہد کر رہے ہیں ۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ ص ۱۶۷)۔

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۶۹۔۴۷۰)

نیز اس دوران مبارز الدولہ کی نواب صاحب کرنول اور دوسرے امراء سے اس سلسلہ میں جو خط و کتابت ہو رہی تھی ، وہ حیدرآباد کے ریزیڈنٹ جے ایس فریزر کے ہاتھ لگ گئی ۔ اور اس نے فوراً نظام کو اس کی اطلاع دی ۔ (ریاست حیدرآباد میں جدو جہد آزادی ۔ ص ۶۰)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار ۔ ص ۴۷۰)

اس وقت نظام حیدرآباد مبارز الدولہ کے بھائی میر فرخندہ علی خان ناصر الدولہ آصف جاہ چہارم (۱۸۲۹ء ۔ ۱۸۵۷ء) تھے ۔ وہ اب تک اپنے بھائی کی کارروائیوں کو صرف مذہبی روشنی میں دیکھ رہے تھے ۔ اب ان کو یقین دلایا گیا کہ ان کا بھائی ان کے خلاف بھی ارادہ رکھتا ہے اور نتیجہ ان کی حکومت کا خاتمہ ہے ۔ چنانچہ مبارز الدولہ کو گرفتار کر کے قلعہ گولکنڈہ کے موتی محل میں نظر بند کر دیا ۔ اور ان کے دس وہابی ساتھیوں مولوی سلیم ، عبدالہادی (لعل خاں) ، سید عباس ، قاضی محمد آصف ، الٰہی بخش (افضل خان) ، عبد الرزاق ، پیر محمد ، محمد فیض اللہ ، منشی فخر الدین (عبدالرحمٰن) اور سید قاسم کو گرفتار کر کے حوالات میں رکھا گیا ۔ یہ ۱۳ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ ۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۹ء کا واقعہ ہے ۔ (تاریخ گلزار آصفیہ ص ۱۴۹ میں ہے کہ پوری ریاست میں وہابیوں کو گرفتار کیا گیا اور ایک مدت تک انگریز وہابیوں کی تلاش میں رہے) ان پر مقدمہ چلانے کے لئے ۲۰ جون ۱۸۳۹ء کو ایک کمیشن تشکیل دیا گیا ۔ جس نے مارچ ۱۸۴۰ء تک اپنی کاروائی ختم کی ۔ مبازر پر یہ الزام لگائے گئے :

برطانوی حکومت کا خاتمہ کرنے کے لئے مبارز الدولہ نے کرنول کے نواب سے مل کر سازش کی اور اس مقصد کے حصول کے لئے ٹونک اور رام پور کے نواب اور دوسرے امراء سے خفیہ خط و کتابت کی ۔ باغی یہ بھی چاہتے تھے کہ آصف جاہ چہارم کو تخت سے اتار کر مبارز الدولہ کو تخت نشین کر دیا جائے اور انہیں سید احمد کا جانشین بنایا جائے ۔ مبارز اور ان کے ساتھیوں نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں میں بغاوت کے جذبات پیدا کئے جو مدراس اور سکندرآباد کی چھاؤنیوں میں رہتے تھے ۔

مبارز الدولہ کو حبس دوام کی سزا دی گئی ۔ وہ پندرہ سال قلعہ گولکنڈہ میں رہے اور وہیں ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا ۲۲ جون ۱۸۵۴ء کو انتقال ہوا۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار ۔ ص ۴۷۰۔۴۷۱)

مبارز الدولہ کے انتقال پر اس وقت کے ریذیڈنٹ نے خوش ہو کر معتمد امور خارجہ حکومت ہند کو یوں اطلاع دی۔ یہ شخص سابق نظام سکندر جاہ کا تیسرا ناجائز بیٹا اور موجودہ نظام ناصر الدولہ کا بھائی تھا۔ اس کو سرکاری قیدی کے طور پر ۱۸۴۰ء میں قلعہ گولکنڈہ میں نظر بند رکھا گیا تھا۔ کیونکہ وہاں وہابیوں کی مدد سے برطانوی حکومت اور سرکار نظام کا تختہ الٹنے کے منصوبے پر عمل درآمد کر رہا تھا۔ (نیا دور ۔ اگست ۱۹۸۵ء۔ص ۱۴)

(تحریک آزادی میں علماء کا کردار ص ۴۷۰۔۴۷۱)

مبارز الدولہ کے شریک کار چند علماء:

مولوی محمد سلیم ۔ ۱۸۳۸ء میں تبلیغ کے لئے حیدرآباد آئے ۔ مبارز الدولہ کے قابل اعتماد مشیر اور ساتھی تھے، ذکی اور ہوشیار تھے ۔ وہابی تحریک کو وسعت دینے میں اہم رول ادا کیا ۔ ہر روز کوٹلہ جاہ سے متصل مسجد میں ظہر کے بعد وعظ کہتے ۔ تحریک سے متعلق لٹریچر تقسیم کرتے اور خطوط روانہ کرتے ۔ برٹش فوج کے سپاہیوں کو انگریز کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرنے میں ان کا بڑا حصہ تھا ۔ انہیں ۱۸ سال قید کی سزا ہوئی ۔ سزا کاٹنے کے بعد شہر بدر ہوئے ۔

مولوی محمد آصف ۔ وہابی تحریک کے سرگرم تھے پہلے اندور کے قاضی تھے ۔ وہاں تحریک کے لئے کام کیا ۔ ہلچل پیدا ہوئی تو عہدہ سے الگ کیا گیا ۔ پھر حیدرآباد اور مبارز الدولہ کے یہاں ملازم ہو گئے جس نے آپ کو قاصد بنا کر سندھ بھیجا ۔ واپس آ کر سکندرآباد چھاؤنی میں رہنے لگے ۔ اور تحریک کے لئے بہت کام کیا ۔ عمر رسیدہ تھے ۔ اس لئے رعائتاً ۱۲ سال کی سزا قید ہوئی ۔

مولوی لعل محمد عرف عبدالہادی مبارز الدولہ کے قریبی ساتھی تھے ان کی طرف سے سفیر ہو کر سندھ بھی گئے ۔ میسور کے راجا اور چنا پٹنم کے نواب سے بھی ان کی ملاقات ہوتی تھی ۔ وہ ان مقامات خفیہ طور پر تحریک کا کام کرتے ۔ پہلے فوج کے ساتھ رہتے تھے ۔ جب فوج کو پتہ چلا تو وہاں سے منتقل ہو گئے اور مبارز الدولہ کی ڈیوڑھی میں رہنے لگے ۔ ان کے خطوط مسجدوں میں پڑھ کر سنائے جاتے تھے ۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی ۔

مولوی سید محمد عباس ۔ مولوی آسف کے بھانجے تھے اور مبارز کے استاد زادے، تحریک کے سرگرم رکن تھے ۔ ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی ۔

مولوی پیر محمد ۔ ان کا شمار حیدر کے اکابر و مشاہیر میں ہوتا تھا ۔ مبارز کے ہاں ملازم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ قاضی آصف کے ساتھ سندھ گئے۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی۔

مولوی عبدالرزاق۔ ان کا مکان کوٹلہ عالی جاہ میں تحریک کا مرکز تھا۔ مبارز کے قدیم ملازم اور مولوی کے فرائض انجام دیتے تھے۔ سپاہیوں میں تحریک کا کام کرتے۔ ان کی دعوت کا اثر دوسرے علاقوں پر بھی تھا۔ چنانچہ ان کے ایک خط سے جو تحقیقاتی کمیشن کے سامنے پیش ہوا ظاہر ہوتا ہے کہ برار سے بھی لوگ وہابی تحریک میں شریک ہونے حیدرآباد آئے تھے۔ انہیں ۱۴ سال قید ہوئی

مولوی سید قاسم حکیم۔ ان کا شمار اکابر میں ہوتا تھا۔ مبارز کے ملازم تھے قاضی آصف کے ساتھ سندھ کی سفارت پر گئے تھے۔ واپسی پر شولاپور میں گرفتار ہوئے اور ضمانت پر رہا ہوئے۔

مولوی منشی فخر الدین عرف عبدالرحمٰن۔ نیلور کے رہنے والے تھے۔ کچھ عرصہ کے لئے مبارز الدولہ کے ملازم ہوئے۔ مولوی عبدالہادی کے ساتھ تحریک کا کام کرنے بمبئی گئے تھے۔ مولوی کے بھیس میں مبارز الدولہ کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہیں ۱۴ سال قید کی سزا ہوئی

ان کے علاوہ محمد فضل اللہ تھے جو مبارز کے مہر بردار تھے حیدرآباد کے باشندے تھے۔ اور الٰہی بخش عرف افضل علی خان تھے۔ تھانہ (مہاراشٹر) کے رہنے والے تھے۔ ہوشیار آدمی تھے، محکمہ راز ان کے تحت تھا۔ دونوں کو ۱۴ سال کی سزا ہوئی۔ مولوی شجاع الدین تھے۔ قابل اعتماد رکن۔ پہلے نواب کرنول کے ساتھ تھے پھر مبارز الدولہ کے رفیق ہو گئے۔ انکے علاوہ مولوی سید محمد مغربی، مولوی محمد ولی الدین، مولوی محمد کرامت علی، مولوی محمد عماد الدین (فرزند قاضی آصف) مولوی محمد فرید الدین، مولوی محمد جعفر، مولوی سید عبدالواحد عرف واحد علی (برادر خورد مولوی سید قاسم) مولوی حسن محمد، حافظ عبدالسمیع، حافظ حسن خان رام پوری، سید جلال الدین، میاں محمد اشرف شامل تھے۔ (تفصیلات کے لئے دیکھئے سرگذشت مجاہدین ص ۱۷۹۔۱۸۰، ریات حیدرآباد میں جدو جہد آزادی (۱۸۰۰ء تا ۱۹۰۰ء) از سید محمد جواد رضوی۔ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی۔ از ص ۶۲۔۶۷؛ تاریخ گلزار آصفیہ از غلام حسین خان مطبع محمدی ۱۳۰۸ھ ص ۱۴۸)۔ (تحریک آزادی میں علماء کا کردار۔ ص ۴۷۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تبیان الشرك

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

اللہ ہمارا بہت دور ہے شریکوں سے، اگر چہ لوگ اپنی عقل میں آدم مشت خاک کو اس مالک عرش وافلاک کا شریک جانتے ہیں، اور اس غبار ناپائدار کی تعظیم برابر اس پاک پروردگار کے کرتے ہیں کہ جس کے کام میں نبی اور ولی کو دخل نہیں۔ اور جس کے حکم میں فرشتوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔ فعّال لما یرید یعنی جس کام کا ارادہ کرے اس کو کر ہی چھوڑے اور کسی کے روکنے سے نہ رکے۔

بڑے چھوٹے ہیں سارے بے اختیار
جو چاہے کرے میرا پروردگار
مقدور ہمیں کب تیرے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اور ہزاروں درود اور صلوات اس سچے پیغمبر پر کہ جس نے احوال اپنا قسم کھا کر صاف فرمایا:

و اللّٰہ لا ادری و اللّٰہ لا ادری و انا رسول اللّٰہ ما یفعل بی و لا بکم۔ (صحیح بخاری: ۲۶۸۷)

کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ خدا کی قسم ہے اور جو نہ اعتبار کرو تو پھر خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نہیں جانتا، باوجودیکہ میں رسول ہوں اللہ کا، کہ قیامت کے دن کیا معاملہ مجھ سے اللہ کرے گا، اور کیا تم سے کرے گا۔ خدا سے بہت خوف کیا جانا چاہیے۔

یہ سرا سونے کی جگہ نہیں ہوشیار ہو
ہم نے کر دی ہے خبر تم کو خبردار ہو

اور درود اس کی آل واصحاب پر کہ ان بزرگوں نے اپنی جان اور مال صرف کئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بڑی بڑی تکلیف اٹھائی اس لئے کہ خدا کرے کہیں عالم سے شرک دور ہو۔ اور درود اور رحمت آئمہ مجاہدین پر کہ بعد مدت مدید کے سوتوں کو جگاتے ہیں اور بھولوں کو راہ پر لگاتے ہیں۔ اب آگے عرض یوں ہے کہ اس رسالہ میں دو باب ہیں: پہلا شرک میں دوسرا بدعت میں

☆ باب اول: فصل پہلی: اشراک فی العقیدہ

سنو! صاحبو پیغمبروں کا تو کیا کہنا کرامت ولیوں کی بھی حق ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ بڑا احمق ہے۔ سعادت مندوں کو لازم ہے کہ بزرگوں کو اپنا پیشوا سمجھیں اور ان کی جناب میں ہرگز بے ادبی نہ کریں، اور اپنے دل میں ان کی نہایت محبت اور تعظیم رکھیں، اور ان کا نام ادب سے لیا کریں۔ مثل مشہور ہے کہ باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ لیکن انہیں خدا کے برابر نہ کریں۔ اور مسلمانوں کو ضرور ہے کہ خدا اور رسول کے فرمانے کو اپنی آنکھوں پر رکھیں اور بدل و جان قبول کریں اور جو اس کلام پاک کے مخالف ہو، اس پر ہرگز کان نہ لگاویں۔ بعضے شخصوں کی جان پر خدا اور اس کے رسول کے حکم پر چلنا دشوار ہوتا ہے تو وہ یوں پاؤں پھیلاتے ہیں کہ قرآن و حدیث بہت مشکل ہے، بھلا ہم کو کہاں اتنا علم ہے کہ اسے سمجھیں۔ خدا تعالی نے ان کا جواب آپ فرمایا ہے:

لقد انزلنا الیک آیاتٍ بیّنات و ما یکفر بھا الّا الفاسقون

یعنی اے محمد ﷺ ہم نے تجھ پر کھلی کھلی آیتیں اتاری ہیں ان آیتوں کو وہی نہیں مانیں گے جو بے حکم ہوں گے کہ اپنی کرے اور کی نہ سنے۔ (بقرہ:۹۹)

اب تھوڑی سی شرک کی برائی بھی ملاحظہ فرمایئے۔ مشکوۃ کے باب الایمان بالقدر میں لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابیؓ بن کعب نے آیہ: واذا خذ ربّک من بنی آدم، (اعراف: ۱۷۲) کی تفسیر میں یوں فرمایا کہ

اللہ تعالی نے میثاق کے دن اولاد حضرت آدمؑ کی اکٹھی کی، پھر ان کے جوڑے لگائے، پھر ان کی صورت بنائی، پھر ان کو بولنے کی طاقت دی تو بولنے لگے، پھر ان سے قول اور عہد لیا، اور ان کی جان پر انہیں سے اقرار کروایا، الست بربّکم کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے کیوں نہیں۔ فرمایا کہ میں اس پر گواہ کرتا ہوں ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو اور خود تمہارے باپ آدم کو، کہیں قیامت کے دن دوزخ میں جاتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقت یوں نہ منکر ہو جاؤ کہ ہم تو یہ باتیں کچھ نہیں جانتے۔ سو اب یہ بات سن رکھو:

انّه لا اله غیری، و لا ربّ غیری، و لا تشرکوا بی شیئاً

بے شک بات یوں ہے کہ نہیں ہے کوئی لائق عبادت کے دوسرا سوائے میرے، اور نہ تمہارا پالنے والا اور نہ نفع پہنچانے والا سوائے میرے، اور ہرگز شریک نہ ٹھہراؤ تم میرا کسی کو اور میں دنیا میں بھیجوں گا تمہاری طرف قاصد اپنا خط دے کر اور وہی رسول یاد دلاویں گے تم کو ہمارا اس گھڑی کا عہد و پیمان لینا۔

لوگو! خدا کے غضب سے ڈرو، اس کے حضور میں سارے گواہوں کے روبرو کیا اقرار کر آئے ہو، پھر یہاں آ کر اوروں کو کیوں پوجنے لگے، اور دوسروں سے کیوں بیٹا بیٹی مانگنے لگے؟ کیا ایک دن پھر اس کے حضور میں نہ جاؤ گے اور اس کو اپنا منہ نہ دکھاؤ گے؟

یہ کلام اللہ کا سنتے ہی سب بولے:

شهدنا با نّک ر بّنا و الهنا لا ر بّ لنا غیر ك و لا اله لنا غیر ك

۔اچھا اقرار کیا ہم نے اس کا کہ تو ہے پالنے والا ہمارا، اور تو ہے معبود ہمارا، نہیں ہے کوئی ہمارا رب یعنی پالنے والا سوائے تیرے، اور نہیں ہے دوسرا ہمارے پوجنے کے لائق سوائے تیرے۔

واہ جی قول کے پورے! وہاں یوں اقرار کیا اور یہاں آ کر روزی، رزق، صحت، تندرستی اور جتنی حاجتیں ہیں تو کوئی لگا پیروں سے مانگنے، اور کوئی شہیدوں سے، اور کوئی نبیوں سے، کوئی ولیوں سے۔ غرض اپنا مربی اوروں کو ٹھہرا لیا اور کوئی لکڑیوں کو پوجنے لگے، غرض اپنا معبود مخلوقات کو بنایا۔

اب آگے توحید کی خوبی سنئے کہ کہا رسول خدا ﷺ نے کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے:

یا ابن آ دم انک لو اتیتنی بقرا ب ا لارض خطا یا ثم لقیتنی لا تشرك بی شیئاً لآ تینک بقرا بها مغفرة۔ (تر مذی: ۳۵۴۰)

اے آدمی بیشک تو اگر لے کر ملے مجھ سے دنیا بھر کے گناہ مگر میرا شریک نہ کیا ہوگا کسی کو تو مقرر میں بھی آؤں گا تیرے پاس اسی دنیا بھر کی بخشش لے کر اور سارے گناہ بخش دونگا۔ کوئی شخص یوں نہ جانے کہ ہم امت محمدی ہیں، مشرک تو اور ہوتے ہیں کہ وے مومن نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہلاتے۔حق تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا:

ما یؤمن اکثر ھم با للّٰہ الّا و ھم مشر کو ن ۔(یوسف:۱۰۶)

بہتیرے لوگ ایمان خدا پر نہیں لاتے مگر اسی طرح کہ تھوڑا تھوڑا شرک بھی کرتے جاتے ہیں اور مومن کے مومن ہی کہلاتے ہیں۔

اور فرمایا پیغمبر خدا ﷺ نے:

لا تقوم السّاعۃ حتّی تلحق قبا ئل من امّتی بالمشر کین و حتّی تعبد قبا ئل من امتی ا لاوثان ۔(ترمذی:۲۲۱۹)

قیامت نہیں آنے کی جب تک مل نہ جاوے ہماری امت مشرکوں سے اور قیامت نہیں آنے کی یہاں تک کہ پوجے ہماری امت بتوں کو۔

بھائیو! ایمان کی تلاش ضروری ہے۔فقط مسلمان کہلانے پر نہ بھولا چاہیے۔کتنوں کے طوطے غفلت میں اڑ گئے اور خالی پنجرا لئے پھرتے ہیں مگر ان کو کچھ خبر نہیں۔مسلمان کو چاہیے یوں سمجھے کہ سوائے خدا تعالی کے کسی کو طاقت نہیں کہ ذرہ برابر مجھے نفع پہونچاوے یا ضرر سے بچاوے۔فرمایا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

و لا تد ع من دو ن اللّٰہ ما لا ینفعک و لا یضرّ ک فا ن فعلت فانّک اذاً مّن الظّا لمین ۔(یو نس: ۱۰۶)

اور نہ پکار سوائے اللہ کے کسی کو حاجت کے وقت، دوسرے تو نہ نفع پہنچا سکیں گے نہ نقصان پہونچا سکیں، پھر اگر تو نے کبھی اور کو پکارا تو بے شک تو ظالم اور بے انصاف ٹھہرا کہ بادشاہوں کا دروازہ چھوڑ کر محتاجوں سے مانگنے سے گیا۔

اور ابن عباسؓ نے یوں نقل کیا کہ تھا میں ایک دن پیغمبر ﷺ کے پیچھے، سو آپ فرمانے لگے، اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو، تو اللہ بھی تجھے یاد رکھے، یاد رکھ اپنے اللہ کو کہ پاوے تو اس کو اپنے رو برو،

فاذا سألت فا سئل اللّٰہ و اذا استعنت فا ستعن با للّٰہ و اعلم انّ الامۃ لو اجتمعت علی ان یّنفعو ک بشیء لم ینفعو ک الّا بشیء قد کتبہ اللّٰہ لک و لو اجتمعوا ولی ان یضرّو ک بشیء لم یضرو ک الّا بشیء قد کتبہ اللّٰہ علیک ۔ رفعت ا لاقلا م و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جفت الصحف۔(ترمذی:۲۵۱۶)

اور جب تو کچھ مانگے تو اپنے اللہ ہی سے مانگ اور جب تو کچھ مدد چاہے تو اپنے اللہ ہی سے مدد چاہ اور یقین کر کہ بے شک سارے لوگ اگر جمع ہوں گے اس لئے کہ نفع پہنچا ویں تجھ کو کچھ بھی نفع نہ پہونچا سکیں گے پھر وہی چیز ہوگی جو لکھ دی ہے اللہ نے تیرے واسطے اور اگر اکٹھے ہو جاویں اس بات پر کہ کچھ تجھے نقصان پہونچا ویں تو ہرگز نہ پہونچا سکیں گے مگر وہی چیز ہوگی جو تجھ پر اللہ نے لکھ دی ہے۔ اٹھا لئے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ تقدیر کے۔

اب تقدیر کا لکھا مٹ نہیں سکتا۔ پھر جو کوئی یوں گمان کرے کہ فلانے نبی یا ولی یا پیر یا شہید کسی کو بیٹا دیں گے، یا مال دیں گے، یا کسی پر غضب کر کے اس کی جان ماریں گے، یا کسی کی چاہیں تو آنکھیں لے لیویں، یا کسی کی آنکھ میں روشنی بڑھا دیویں، تو وہ شخص مشرک ہے۔ سوائے اللہ کے حاجت کے وقت میں مخلوق غائب کو پکارنا شرک ہے۔

بندوں سے مانگی جو مدد تم کو چاہیے
ایّاك نستعین زبان پر نہ لائیے

اور بعضے شخصوں کے پیٹ میں جب زور کا درد اٹھتا ہے تب عقل ان کی صاف جاتی رہتی ہے اور خبطی سے ہو جاتے ہیں اور گھبرا گھبرا کر سوائے اللہ کے اس کے بندوں کو پکارنے لگتے ہیں، اے قبر گاہ کے پیرو، اے جنگل کے شہید و دوڑیو! ذرا ہماری مدد کرو۔ اللہ تعالی نے ان کو یوں فرمایا ہے:

قل ادعوا الّذین زعمتم من دون اللّٰه لا یملکون مثقال ذرّةٍ فی السّماوات و لا فی الارض و ما لهم فیهما من شرك و ما له منهم من ظهیر ۔(سبا:۲۲)

کہدو ان کو اچھا پکار دیکھو اللہ کے سوا جن لوگوں پر تمہارا گمان ہے ہرگز اختیار نہیں رکھتے ہیں، وے لوگ آسمان میں اور نہ زمین میں ذرہ کے برابر اور نہیں ان لوگوں کا کچھ آسمان و زمین میں حصہ اور نہیں ہیں وے لوگ کچھ اللہ کے بازو اور مددگار

جب یہ کلام اللہ تعالی کا سنتے ہیں تب بعض شخص گھبرا کر فریب کی بات بنا کر کہتے ہیں کہ صاحب آپ ابھی ہمارے مضمون کو نہیں سمجھتے۔ پیروں کو کیا ہم مدد کے واسطے پکارتے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں؟ ہماری تو غرض ان کے پکارے جانے سے یہ ہے کہ وہ خدا کے مقبول ہیں، ہماری کچھ سفارش اللہ کے سامنے کریں۔ اللہ تعالی نے ان کا جواب فرمایا:

لا تنفع الشّفا عة عنده الا لمن ا ذن له ۔(سبا : ۲۳) (نہیں کام آتی ہے سفارش اللہ کے حضور میں مگر اسی شخص کی کہ جس کی سفارش کا حکم ہووے)۔

یعنی جس کے حق میں بزرگوں کو حکم ہوتا ہے کہ ہاں فلانے بندے کی سفارش کرو میں اس کو کچھ دونگا، تو اس کی کچھ سفارش کام آتی ہے۔ جب خدا بخشش کرنے پر آتا ہے تو ہزار بہانہ پیدا کرتا ہے۔ پھر خواہ کسی کو سفارشی کھڑا کرے، خواہ کوئی اور ہی سبب پیدا کرے، یا بے سبب ہی بخشش کرے۔ حقیقت میں آپ سفارش کرنے والا ہے، اور آپ ہی بخشش کرنے والا۔ اور جن لوگوں کو اپنا سفارشی ٹھہراتے ہو ان کا تو یہ حال ہے کہ اللہ کی شوکت دیکھ کر بدحواس ہو جاتے اور گھبرا کر متحیر رہتے ہیں:

حتّی اذا فز ع عن قلو بهم قا لوا ماذا قا ل ر بّكم قا لوا الحقّ و هو العلیّ الكبير۔(سبا: ۲۳)

یہاں تک کہ جب دور ہوتی ہے گھبراہٹ ان کے دلوں سے اور ہوش ٹھکانے آتے ہیں تو مارے ڈر کے اس کے حضور کچھ عرض نہیں کر سکتے پہلے حکم کو آپس ہی میں پوچھنے لگتے ہیں کہ کیا فرمایا تمہارے رب نے، کہتے ہیں وہ حق ہے اور وہی بلند ہے بڑا۔

پروردگار نے رسول خدا ﷺ کو فرمایا کہ سارے پیغمبروں میں بڑا پیغمبر تو ہے اور تمام بنی آدم کا سردار، سو تو اپنا ہی حال کیوں نہیں بیان کرتا، اوروں کی قلعی کھل جاوے:

قل انّی لن يّجير نی من اللّه ا حد و لن ا جد من دونه ملتحداً (الجن : ۲۲)۔ کہہ بے شک مجھے نہیں بچا سکتا اللہ کے غضب سے کوئی اور ہرگز نہیں پاتا میں اللہ کے سوا کہیں بچاؤ۔

بھلا میرا تو یہ حال ہے مجھ سے کیا تعلق رکھتے ہو:

قل من بيده ملكو ت كلّ شیء و هو يجير و لا يجار عليه ۔ (مو منو ن : ۸۸)۔ (بھلا جس کا فر سے جی چاہے اس سے پوچھ کر دیکھ کہ میاں کون ہے ایسا شخص کہ جس کے ہاتھ میں ہے قابو اور اختیار ہر چیز کا اور وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے سامنے حمایت کسی کی پیش نہیں کی جاتی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیقو لو ن للّه ،جلدی بول اٹھیں گے یہ خوبی اللہ ہی کے واسطے ہے۔
قل فا نّی تسحرو ن ۔ (مو منون: ۸۹)۔ (کہو پھر جان بوجھ کر کیوں خبط میں پڑ جاتے ہو)۔

اور آنکھوں دیکھ کر کیوں مکھی کھاتے ہو کہ مشکل کے وقت اور کو یاد کرتے ہو۔ ہر چند لوگ مردوں (اموات) کو پکارتے ہیں لیکن مردوں کو کچھ خبر نہیں ہوتی کیونکہ نہ ان کے کان ہیں جو سنیں اور نہ ان کو علم ہے غیب کا:

قل لا یعلم من فی السّما وا ت و الارض الغیب الّا اللّه (النمل: ۶۵) کہدے کہ نہیں جانتا ہے غیب کی بات جو شخص کہ آسمان وزمین میں ہے مگر اللہ،
انک لا تسمع المو تی و لا تسمع الصم الد عاء ۔ (النمل: ۶۵)
(بے شک تو نہیں سنا سکتا مردے کو اور نہ بہرے کو)۔

معلوم ہوا کہ جو لوگ دن رات پکارا کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ و یا علیؓ و یا حسنؓ، اے خواجہ جی، اے بڑے پیر تم کو چڑھاؤں میں کھیر، وہ ناحق گلا پھاڑتے ہیں اور مفت میں مشرک ہوتے ہیں وے بزرگوار کچھ نہیں سنتے اور جنت میں آرام کرتے ہیں۔

بعضے شخص یوں کہتے ہیں کہ اے صاحب میرے، ہم اولاد اور روزی اور عاقبت کی خیر تو سوائے اللہ کے کسی سے نہیں مانگتے مگر دو چار پیسے کا جب کام ہو تو پیروں سے مانگتے ہیں، ہم اتنے بڑے اللہ کے دربار میں ذرہ ذرہ سی چیز کہاں مانگنے جاویں۔ مثل مشہور ہے کہ بڑوں سے بڑی چیز لیجئے اور چھوٹوں سے چھوٹی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا جواب فرمایا:

و لیسئل ا حد کم ر به حا جته کلّها حتی یسئل شسع نعله اذا انقطع (ترمذی: ۳۶۰۴)۔ ہر کسی کو چاہیے کہ اپنی حاجت کی چیز اپنے پالنے والے ہی سے مانگے یہاں تک کہ جب ٹوٹے اس کی جوتی کا دھاگہ تو اسی سے مانگے کہ اے میرے اللہ مجھے دھاگہ دے تو میں جوتی ٹکاؤں۔

☆ فصل دوسری: اشراک فی العبادت

خوب جانیو کہ جو تعظیم بندوں کی قدر سے بڑھ کر ہے اسی کا نام شرع میں عبادت ہے۔ مسلمان کو ضرور ہے کہ وہ تعظیم بندوں کی نہ کرے جو اللہ کے لائق ہے کیونکہ دن رات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سوسو بار نماز میں اپنے شہنشاہ کے حضور میں وعدہ کرتا ہے:

ایّا ك نعبد و ایّا ك نستعین

اے اللہ فقط ایک تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھی سے مدد مانگتا ہوں۔

اب دو چار عبادتوں کا بیان سنو۔ پھر اوروں کو اسی پر قیاس کرلو۔

اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے نماز کے ارکان مقرر فرمائے جو کسی نبی و لی فرشتے جن کے سامنے یہ ارکان ادا کرے گا بے شک مشرک ہووے گا۔ نماز کے کتنے ارکان ہیں: سجدہ کرنا، رکوع کرنا، ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے ہونا، اور دعا کرنی اور قرآن پڑھنا۔ فرمایا اللہ تعالی نے:

وانّ المسا جد للّٰه فلا تد عوا مع اللّٰه ا حداً (الجن: ۱۸)

بے شک سجدہ اللہ کے واسطے خاص ہے۔ پھر نہ پکارو تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو

و ار کعوا مع الرّا کعین۔ (بقرہ: ۴۳) (اور جھکو ساتھ جھکنے والوں کے)۔

علماء نے بھی رکوع کے معنی یوں ہی بیان فرمائے ہیں: اگلے آدھے دھڑ کو جھکانا تعظیم کے لئے۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے والے کا احوال تو کیا کہوں، جن کے آگے لوگ ہاتھ باندھتے ہیں ان کا حال سنو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من سرّہ ان یتمثّل له الرّجا ل قیا ماً فلیتبوّأ مقعده من النّار

جس شخص کو بھاوے یہ بات کہ میرے لئے لوگ تصویر کی طرح کھڑے رہیں، تو چاہیے کہ وہ شخص اپنا ٹھکانہ ٹھہراوے دوزخ میں۔ (مشکوۃ: ۴۴۹۲) (ترمذی، ابوداؤد)

روزہ تو خاص اللہ ہی کی عبادت ہے۔ کسی اور کے نام کا سوا پہر بھی رکھے گا تو آدمی مشرک ہو جاویگا۔ اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ایک مقام ٹھہرایا ہے مکہ معظّمہ میں اور اس تعظیم کے ارکان لوگوں کو بتائے ہیں:

و ا ذّن فی النّاس با لحجّ یأ تو ك ر جا لاً و علی کل ضا مرٍ یّاتین من کلّ فجّ عمیق لیشهدوا منا فع لهم و یذ کروا اسم اللّٰه فی ایّا م معلوما ت علی ما رزقهم من بهیمة الانعام فکلوا منها و اطعموا البا ئس الفقیر ثمّ لیقضوا تفسهم و لیوفوا نذورهم و لیطّو فوا با لبیت العتیق۔ (حج: ۲۷۔۲۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خبر دے لوگوں کو حج کی کہ سنتے ہی چلے آویں کوئی تو پاؤں پاؤں اور کوئی دبلے دبلے اونٹوں پر بڑی بڑی دور کی راہوں سے کہ آ حاضر ہوویں اپنے فائدے کی جگہوں میں اور وہاں آ کر یاد کریں نام کو اپنے اللہ کے مقررہ دنوں میں اور شکر کریں اس بات پر اللہ نے ان کو مواشی دیئے پھر فرمایا ان کو کھاؤ پیئو۔ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج فقیر کو پھر اتارو اپنی جان سے میل کچیل اور ادا کرو اپنی نذریں اور منتیں اور قربان ہو اس قدیم گھر کے اللہ تعالیٰ کو اس میں موجود سمجھ کر۔

معلوم ہوا کہ اس طرح عاجزوں کی صورت بنانی اللہ کو بہت بھائی۔ اب جو کوئی کسی قبر یا کسی اور مکان کی زیارت کو دور دور سے جاوے پھر خواہ تعظیم کے واسطے پیادہ ہو جاوے خواہ مرے ٹوٹے جانوروں پر جاوے۔ اور نزدیک اس مکان کے جا کر اپنے ہاتھ پاؤں دھووے اور یوں سمجھے کہ ہمیں یہاں آنے سے کچھ دین و دنیا کا فائدہ ہووے گا، یا کسی مکان یا قبر پر جانور لے جا کر ذبح کرے، یا کسی جگہ جا کر نذر ادا کرے یا کسی اور کی منت مانے یا کسی قبر یا مکان کے گرد پھرے اور اپنی جان کو قربان کرے، سو وہ شخص بے شک شرک میں گرفتار ہووے گا۔ یہ سب تعظیم اللہ نے اپنے ہی واسطے مقرر کی ہے اگر اللہ کے نام پر محتاج کو پیسہ ٹکا ویں یا بھوکے کو کھانا کھلاویں یا ننگے کو کپڑا پہنا ویں یا جانور ذبح کریں یا مشکل کے وقت منت مانیں، تو یہ بڑی عبادت ہے اور اللہ کے سوا کسی پیغمبر یا پیر یا جن و فرشتے کے نام پر کچھ دیویں، تو اس کی مثل مشہور محنت برباد گناہ لازم۔ جو لوگ اللہ کے سوا اور کسی کے نام پر جانور چھوڑتے ہیں ان کی برائی تو کہاں تک ذکر کروں جو اس کے گلے پر چھری چلاتے ہیں ان کا احوال سنئے:

ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جو شخص نیاز غیر اللہ کے جانور کو فقط ذبح کردے اور نیاز جانور کا دوسرا ہووے، پھر اس چھری چلانے والے پر کیا نقصان ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک کتاب اپنی نکالی اس میں یوں لکھا تھا:

لعن اللّٰہ من ذبح لغیر اللّٰہ۔ (صحیح مسلم: ۱۹۷۸)۔

(لعنت کی ہے اللہ نے اس پر جو ذبح کرے جانور غیر اللہ کے نام کا)۔

فرمایا قرآن مجید میں:

و جعلوا للّٰہ مماذرأ من الحرث و الانعا م نصیباً فقا لوا ھذا للّٰہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بزعمهم و هذا لشر کا ئنا، فما کا ن لشر کا ئهم فلا یصل الی اللّٰه و ما کا ن للّٰه فهو یصل الی شرکا ئهم، ساء مایحکمو ن ۔ (انعا م: ۱۳۶)۔اور بعضے شخصوں نے جدا کیا ہے اپنے بوئے کھیت میں اور جانوروں میں اللہ کا حصہ، پھر کہا ان لوگوں نے کہ اس مال اتنا اللہ کا، اور اتنا ان لوگوں کا جن کو ہم نے اللہ کا شریک اور حصہ دار مقرر کیا ہے۔ پھر جو کچھ شریکوں کا حصہ ہے سو خبردار کہیں مل نہ جاوے اللہ کے حصہ میں، ذرا اس کی احتیاط کرو۔ اور جو اللہ کا حصہ ہے سو مل جاوے شریکوں کے حصہ میں تو قباحت نہیں ۔ ایسے لوگ بہت برا حکم دیتے ہیں اور بڑی بے ادبی کرتے ہیں۔

فاتحہ دینے والوں نے تم سنو عجائب کام کیا
آپ پکایا آپ ہی کھایا مردوں کو بدنام کیا
پوچھتے کیا ہو ہم سے تم ان لوگوں کے دین و مذہب کو
قبر کو پوجا پیر سے مانگا کیسا ترک اسلام کیا
تم کو کیا ملتا نہیں دانا بھوک کے مارے مرتے ہو
کھاتے ہو وہ کھانا تم اللہ نے جس کو حرام کیا

فرمایا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں:

و قا لوا هذه انعا م و حرث حجر لا یطعمها الّا من نشاء بزعمهم و انعام حرّ مت ظهورها و انعام لا یذ کرون اسم اللّٰه علیها افتراءً علیه سیجز یهم بما کا نوا یفترو ن۔ (انعا م: ۱۳۸)

اور کہا بعض لوگوں نے یہ جانور اور غلہ اچھوتا ہے نہ کھاویں اس کو مگر جن کو ہم مناسب جانیں اپنے خیال میں ۔ اور ان اچھوتے جانوروں کی پیٹھ پر کوئی نہ چڑھے اور ان جانوروں پر اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ پیروں کا جانور کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ شائد اللہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہے۔ سو جھوٹ بات باندھتے ہیں اللہ پر۔ قریب ہے کہ ان کو جزا ملے گی ان کے کئے کی یعنی قیامت میں بہت مار کھاویں گے۔

اپنے مال میں سوائے اللہ کے کسی کا حصہ مقرر کرنا شرک ہے اسی کا نام شرع میں زکوۃ رکھا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر و ما اهلّ لغیر اللّٰه به۔ (المائدہ: ۳۰) فرمایا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہم نے تم پر کھانا مردے کا اور خون اور گوشت سور کا۔ اور وہ چیز کہ مشہور ہو سوائے اللہ کے اور کے نام پر۔

صاف معلوم ہوا کہ جب لوگ یوں کہیں کہ یہ پیسا، یا یہ کھانا، فلانے پیر کے نام ہے، تو اس کا کھانا اور سور کا کھانا برابر ہے، کیونکہ اللہ نے دونوں کو ایک جگہ فرمایا ہے۔ ان آیتوں کو سن کر جو کوئی سوائے اللہ کے کسی کی نیاز کا پیسہ لیوے یا کھانا کھاوے تو اس نے آنکھ دیکھ کر مکھی کھائی۔

کیوں گرد مزاروں کے اپنے کو پھراتے ہو
آداب سے کعبے کے منکر ہوئے جاتے ہو
کیوں بھیجتے ہو بکرا، ارکان ہے یہ حج کا
اور قبروں پہ جا جا کر کیوں سر کو منڈاتے ہو
مردے تو نہیں کھاتے بدنام ہیں ناحق کے
پر فاتحہ دلوا کر تم آپ ہی کھاتے ہو
پیروں کی نیازوں کے کھانے سے جو ڈرتے ہو
اللہ کے بندے تب کا ہے کو کھاتے ہو

بعضے شخص یوں کہتے ہیں کہ اگلے کفار تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کا احوال قرآن سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اگلے کافر بھی عبادت اچھے مقبول بندوں کی کرتے تھے اور بزرگوں ہی کی صورت بناتے تھے۔ نصاریٰ بھی حضرت عیسیٰؑ کی سولی کی نقل لکڑی بنا کر پوجتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشرٍ و ذراعاً بذراعٍ حتی لو دخلوا جحر ضب لا تبعتموهم، قلنا یا رسول اللّٰه الیهود و النّصاری قال فمن۔ (صحیح بخاری: ۳۴۵۶۔ صحیح مسلم: ۲۶۶۹)

ضرور تم چلو گے راہوں پر اگلے لوگوں بالشت بالشت، گز بہ گز۔ یہاں تک کہ اگر وے گھسیں گے سوراخ میں گوہ کے، تو تم بھی جاؤ گے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ اگلے ہیں، فرمایا پھر اور کون ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خوب غور کرو کہ اس زمانہ میں حضرت ﷺ کا فرمانا مطابق ہوا:

ا تّخذوا ا حبا ر ھم و ر ھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ و المسیح ابن مر یم و ما امروا ا لّا لیعبدوا الھاً وا حداً لا الہ ا لّا ھو سبحانہ عمّا یشر کو ن (توبہ:۳۱)(بنا لیا ہے اپنے مولویوں کو اور اپنے مشائخ کو رب، اللہ کو چھوڑ کر، اور عیسی بن مریم کو رب بنایا۔ اور حکم نہیں ہوا تھا ان کو مگر یہ کہ پوجو ایک ہی معبود کو، نہیں کوئی معبود سوا اس کے، پاک ہے وہ شریک کرنے سے)

معلوم ہوا کہ پوجنے والا بزرگوں کا اور پتھروں کا شرک میں برابر ہے، خدا سے دونوں دور ہو جاتے ہیں۔ مثال اس کی یہ ہے کہ آئینہ پر خواہ مخواہ کا ٹکڑا ڈال دو خواہ ٹاٹ کا حجاب دونوں سے برابر ہو جاوے گا۔ فرمایا پروردگار نے رسول خدا کو کہ تو اپنا احوال صاف کھول کر کہدے:

قل انّما انا بشر مّثلکم یو حی الیّ انّما الھکم الہ واحد۔

(کہف:۱۱۰۔فصلت:۶)۔(کہو بس میں بھی آدمی ہوں اور عاجز ہونے میں تمہارے برابر ہوں مگر فرق یہ ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے اور تم پر وحی نہیں آتی سو میری عبادت نہ کرنا۔ بات یوں ہے کہ تمہاری عبادت کے لائق وہی ایک معبود ہے)۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ پتھر پر قدم کا نشان کھود کر اس کو قدم رسول کہنا، یا حضرت امام حسینؓ کی قبر کی نقل بنانی، کسی شدّے اور علم کو پوجنا یا کسی کی جوتی اور لاٹھی کو پوجنا، کسی قبر کے آگے اپنی حاجت عرض کرنی یا کسی درخت کو متبرک جان کر اس کی لکڑی اور پتے کو متبرک بنانا یا قبروں پر پھول چڑھانا یہ سب بت پرستی میں داخل ہے ابن عباسؓ نے کہا:

لعن رسو ل اللّٰہ ﷺ زا ئرا ت القبور و المتّخذ ین علیھا المسا جد و السّرج۔(ابوداؤد:۳۲۳۶)۔(لعنت کی رسول اللہ ﷺ نے عورتوں پر جو زیارت کو جاویں اور قبروں کو سجدہ گاہ بناویں۔ اور جو وہاں چراغ جلاویں)۔

اور علاوہ اس کے قبر کے اونچا کرنے کو اور پکی بنانے کو، اور چونا پھروانے کو اور قبروں کی زینت کرنے کو، اور اس پر مکان بنانے کو بہت منع فرمایا ہے، سبب اس کا یہ کہ ان کاموں سے شرک پیدا ہوتا اور مال بے فائدہ خرچ ہو جاتا ہے۔ تصویر کے پوجنے والے کا احوال تو کیا پوچھتے ہو، تصویر بنانے والوں کا حال سنو تو کہوں، مشکوۃ کے باب التصاویر میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا:

انّ اشدّ النا س عذا باً یو م القیا مة من قتل نبیاً او قتله نبی او قتل احد وا لد یه و المصورو ن و عا لم لم ینتفع بعلمه ۔ (مشکوۃ:۴۳۰۸) (بیہقی)۔ سب سے بڑا عذاب قیامت کے دن اس شخص کو ہے جس نے کسی پیغمبر کو مار ڈالا، یا اس کو کسی پیغمبر نے مار ڈالا، یا اس نے کسی اپنے ماں باپ کو مار ڈالا۔ اور تصویر بنا نے والا اور اس عالم کو کہ جس کے علم سے کچھ فائدہ نہ ہو، وہ کتاب پڑھ کر چپ ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ تصویر بنانی اور پیغمبر کو قتل کرنا برابر ہے اور پیغمبر کے پیدا ہونے سے ہدایت عالم میں ہوتی ہے اور ان کے قتل ہو جانے سے دروازہ فیض کا بند ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس شخص نے علم پیغمبر کا پڑھا اور اس کو لوگوں میں ظاہر کیا تو اس کے زہے نصیب وہ پیغمبر کا نائب ہوا اور جو اس نے لوگوں کے ڈر کے مارے علم کو چھپایا اور محنت کے خوف سے چپ ہو کر گھر میں بیٹھ رہا تو اس نے گویا پیغمبر کو قتل کیا، اور باب ہدایت کا بند رکھا، اور پیغمبر کے علم کو پڑھ کر برباد کر دیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں:

انّ الذین یکتمو ن ما انزل الله من الکتا ب و یشترو ن به ثمناً قلیلاً او لئک ما یأکلو ن فی بطو نهم ا لّا النّار (بقرہ:۱۷۴)۔ (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں اس کو جو اتارا ہے اللہ نے کتاب سے اور کماتے ہیں اس سے دام تھوڑا، سو وے لوگ نہیں کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں مگر آگ)۔

اس آیت سے صاف چوری پکڑی گئی کہ بعضے مولوی اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پیٹھوں کے واسطے چھپا رکھتے ہیں اور اپنی عزت کم ہونے کے لئے پوری پوری بات نہیں بیان کرتے اس سبب سے ساری خرابی عالم میں پھیلی ہے۔ سو آدمی ناخواندے کو چاہیے کہ سوائے عالم دیندار کے ہر مولوی کے کلام کا اعتبار نہ کرے۔ قرآن میں یوں خبر ہے:

فو یل للذین یکتبون الکتا ب با ید یهم ثمّ یقولو ن هذا من عند اللّه ۔ (بقرہ: ۷۹)۔ (پھر خرابی ہے ان کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے اور کہتے ہیں کہ یہ حکم اللہ ہی کی طرف سے اترا ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کتاب لوگوں نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اور خدا اور رسول کے فرمانے کے خلاف ہے اس کتاب کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس زمانے میں لوگ قرآن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث کو چھوڑ کر لوگوں کی بنائی ہوئی کتابوں پر بہت چلتے ہیں۔ اور واہی تباہی شعروں کو اور بزرگوں کے جھوٹے جھوٹے قصے کہانیوں کو سن کر اپنا ایمان خراب کرتے ہیں اور اتنا خیال نہیں کرتے کہ جن لوگوں نے پیغمبر خدا کے نام سے لاکھوں حدیثیں جھوٹی بنائی ہیں ان کو بزرگوں پر جھوٹی تہمت کرنے کو کیا دیر لگتی ہے:

یا ایّھا الّذین آ منوا انّ کثیراً مّن ا لا حبار و الرّ ھبا ن لیا کلو ن اموا ل النّاس با لبا طل و یصدّ و ن عن سبیل اللّٰہ۔ (توبہ:۳۴)

(اے مسلمانوں خبردار ہو جاؤ بے شک بہتیرے مولوی مشائخ کھا جاتے ہیں دولت لوگوں کی ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر ہر مولوی مشائخ کے کہنے پر چلنا خوب نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جو لوگ چابک سوار کی عقل پر گھوڑا خریدتے ہیں وے دغا بھی بہتیرا پاتے ہیں۔

گر ہادی و گرچہ رہنما ہے
گفتار خدا و مصطفیٰ ہے
رستے میں قدم سنبھل کے رکھیو
دزد و قزاق اور کوا ہے
سب مولویوں کہ سن نہ لیجو
شیطان بھی انہی میں آ چھپا ہے
بہتونکی ہے زاہدوں کی صورت
ہر دل میں فریب اور دغا ہے
شعر و سخن و کتاب و قصہ
بہتیرا رواج پا رہا ہے
سنیو ہر گز نہ اس کو جو بات
قرآن و حدیث کے سوا ہے
کیا کرتے ہو اعتبار اس کا
جو آدمیوں نے خود لکھا ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ فصل تیسری، اشراک فی العادت

جب تک ایمان دل میں نہیں آتا تب تک آدمی کی عادت اور رہتی ہے اور جب اللہ کسی کو پورا پورا ایمان نصیب کرتا ہے تو اس کی ساری عادتیں اور خصلتیں بدل جاتی ہیں اور تکیہ کلام اور حرکات سکنات میں فرق آجاتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ مسلمانوں کی عادت یوں ہوتی ہے:

الّذین یذکرون اللّٰہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم۔

(آل عمران:۱۹۱)۔ (وے نام لیتے ہیں اللہ کا کھڑے ہوتے وقت، اور بیٹھتے وقت، اور کروٹ لیتے وقت، (یعنی یا اللہ یا رب و یا کریم کہتے ہیں)۔

بعضے شخصوں کی یوں عادت ہوتی ہے کہ جب کھڑے ہوویں تو یا علی، پھر جب بیٹھیں تو یا علی، اور جب زور کریں تو علی علی کہیں۔ غرض اس آیت کو نہیں مانتے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا:

لا تقولوا ما شاء اللّٰہ و شاء محمّد و قولوا ما شاء اللّٰہ و حدہ۔

(ابو داؤد: ۴۹۸۰)۔ (یوں نہ بولا کرو کہ جو اللہ اور محمد نے چاہا تو یوں ہووے گا بلکہ اپنی عادت یوں بولنے کی ڈالو کہ جو اللہ نے چاہا ہے تو یوں ہووے گا، فقط اللہ کا نام لو اس میں دوسرے کو شریک نہ کرو)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: من حلف بغیر اللہ فقد اشرك۔ (سنن ابوداؤد: ۳۲۵۱)۔ (جس نے قسم کھائی سوائے اللہ کے، تو بے شک شرک کیا)۔

حدیث شریف میں ہے: لا تحلفوا بابائکم۔

یوں قسم نہ کھایا کرو کہ مجھے بابا جان کی قسم اور دادا جان کی ارواح کی قسم۔

بعضے تو بولتے ہیں تیری جان کی قسم
اور کتنے یار کرتے ہیں قرآن کی قسم
مردوں میں ہے رواج پیغمبر کی قسم کا
عورتوں میں بی بی کے دامان کی قسم
کوئی چلّے آستانہ کی قسم کھانے لگا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کوئی کھاوے پیروں کے دالان کی قسم
کہتا ہے کوئی مجھ کو ممانی کے سر کی سوں
اور تجھ کو تیرے پیارے چچا جان کی قسم
حضرت رواج شرک ہوا ورنہ ہے کہاں
جز ذات پاک حق کے مسلمان کی قسم

رسول خدا ﷺ نے فرمایا : فلم تکنی ابا لحکم ۔(ابوداؤد:۴۹۵۵)

حاکموں کا حاکم تو خدا ہے پھر تیرا نام ابا الحکم کیوں ہوا۔غرض وہ نام بچوں کا نہ رکھئے جس کے معنی میں قباحت ہووے، جیسے عبدالرسول، بندہءعلی، نبی بخش، غلام غوث، اللہ قیامت میں پوچھے گا کہ تو تو ہمارا نمک کھاتا تھا پھر غلام دوسرے کا کیوں کہلاتا تھا۔

لا یقو لنّ ا حد کم عبد ی و امتی کلّکم عبید اللّٰہ و کلّ نسا ئکم اماء اللّٰہ و لکن لیقل غلا می و جا ر یتی ۔(سنن ابوداؤد:۴۹۷۵)

کوئی تم میں سے اپنے زرخرید کو بھی یوں کہہ کر نہ پکارو میرا غلام میری لونڈی۔تم سب اللہ کے غلام ہو اور تمہاری عورتیں لونڈیاں ہیں اللہ کی ۔لیکن زرخرید کو یوں بولا کرو چھوکرا ہمارا، اور چھوکری ہماری اور لڑکا ہمارا اور لڑکی ہماری۔

اور یہی ایک نکتہ ہے سمجھ لو، تو بڑے کام آوے گا۔ ہندوستانی زبان میں بندہ غلام زرخرید کو کہتے ہیں اور عرب کی زبان میں بندہ زرخرید کو عبد کہتے ہیں، اور غلام کے معنی لڑکے اور نوجوان کے ہیں۔اب اس ملک کے لوگ جو غلام کا لفظ کسی بزرگ کے نام سے ملاتے ہیں، یقین کرو کہ ان کی نیت میں یہی ہوتا ہے کہ اب یہ ان کا زرخرید بندہ ہوا، اس پر ان کی نگاہ رہے گی، ہر بات میں اور ہر وقت میں ان کی مہربانی سے اس کا کام چھوٹا ہو یا بڑا درست ہوتا رہے گا۔اور وے اس کے حامی کار رہا کریں گے، دکھ بیماری سے بچاویں گے، مشکل کے وقت کام آویں گے۔مگر یہ طریق اللہ تعالی کے فرمان برداروں کا نہیں۔پھر اس میں اگر کوئی کچھ تاویل کرے، تو وہ صرف اپنے تئیں موحدین کے طعن اور ملامت سے بچاتا ہے اور اپنی وضع اور ارادے کے خلاف بیان کرتا ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے لا یقل العبد ربّی و لکن لیقل سیّدی، اور نہ کہے زرخرید اپنے میاں کو میرا مربی پرورش کرنے والا، لیکن چاہیے کہ بولے ہمارا سردار۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب دوسرا: بدعت کا بیان

☆ فصل پہلی: بدعت کی پہچان

فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ نے:

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو ردّ (صحیح بخاری:۲۶۹۷۔ صحیح مسلم: ۷۱۸)۔(جس نے ایجاد کیا نیا کام ہمارے ان کاموں میں، یعنی جن کاموں کیلئے ہم پیغمبر ہوئے ہیں، کہ نہیں ہے اس جنس سے، سو وہ کام مردود ہے)۔

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

فانّ خیر الحدیث کتاب اللّٰه و خیر الھدی ھدی محمد ﷺ و شرّ الامور محدثاتھا و کلّ بدعة ضلالة۔(صحیح مسلم:۸۶۷)

(تحقیق بہتر باتوں میں قرآن ہے اور بہتر طریقوں میں طریقہ محمد ﷺ کا ہے، اور برے کاموں میں نیا بنایا ہوا ہے، اور جو بدعت ہے نیا بنایا ہوا ہے سو گمراہی ہے)۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ کام دو طرح کے ہیں بعضے تو وہ ہیں کہ جس کیلئے رسول خدا ﷺ مبعوث نہیں ہوئے جیسے مکان بنانا اور کھانا پکانا اور کپڑا سینا ایسے کاموں میں بدعت کو کچھ دخل نہیں۔ یہ چیزیں لوگوں کی عقل پر سپرد کی گئی ہیں جس میں آرام ملے وہ کریں۔ پلاؤ اگرچہ حضرت ﷺ کے وقت میں نہ تھا مگر اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ فی امرنا ھذا میں داخل نہیں اور بعضے وہ کام ہیں کہ جن کے لئے حضرت ﷺ مبعوث ہیں ان کا دو حال ہے۔ بعض وہ کام ہیں کہ حضرت ﷺ نے ان کی صورت حاصل کرنے کی نہیں فرمائی اور زیادتی اور کمی مقرر نہیں کر دی جیسے جہاد کہ مقصود شارع کا اس کام سے دشمن پر فتح پانا ہے۔ پھر کوئی چاہے بندوق سے لڑے، چاہے توپ سے، چاہے تلوار سے لڑے۔ چاہے تیر سے، پہلے شبخون مارے، یا سن مکھ (روبرو) ہو کر لڑ پڑے۔ ان کاموں میں نئی نئی ایجاد کرنی جو مطلب کو مفید پڑیں ہرگز بدعت نہیں، اور گھٹانے بڑھانے میں قباحت نہیں بلکہ عین سنت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

من سنّ سنّةً حسنةً فله اجرھا و اجر من عمل بھا۔(مسلم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

:۱۰۱۷)(جس نے راہ نکالی بہتر اس کے لئے مزدوری ہے اس کی اور اس پر چلنے والے کی)۔

بعضے علماء اسی صورت کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ اور بعضے علماء اس کو سنت فوتی کہتے ہیں اس لئے کہ سنت میں اس کا نام سنت رکھا ہے۔ اور سب بدعت کو گمراہی فرمایا ہے ہم کو نہ چاہیے کہ بدعت کو بہتر کہیں اگر چہ حضرت کے وقت میں فلاخن تھی اور توپ بندوق نہ تھی۔ اب جو کوئی فلاخن کو مقابلہ میں کفار توپ انداز کے بے کار سمجھ کر توپ و بندوق اختیار کرے تو ہرگز بدعت نہیں اس واسطے کہ وہ ما لیس منہ میں داخل نہیں۔ چنانچہ شارع کو مقصود حاصل ہونا علوم حقہ کا اور صفائی قلب کی ہے اسواسطے اگر کوئی کتابیں صرف ونحو کی یا اشغال بطور صوفیہ کے مقرر کرے تو ہرگز بدعت نہیں اگر چہ یہ چیزیں حضرت کے وقت میں نہ تھیں ہاں اگر ان کاموں کو اس درجہ پر لازم کریں کہ جو کوئی بے توپ گولہ کے تلوار سے فتح کرے تو اس کو مجاہد نہ جانیں اور جو کوئی بے صرف ونحو پڑھے قرآن وحدیث کا علم حاصل کرے اس کو عالم نہ کہیں اور جو بے شغل و اشغال صوفیہ کے بزرگوں کی صحبت میں صفائی قلب کی حاصل کرے اس کو ولی نہ سمجھیں۔ تب اس صورت میں یہ کام البتہ بدعت ہو جائیں اور بعض وہ کام ہیں کہ حضرت ﷺ نے اس کی صورت مقرر کر دی اور زیادتی کی آپ بتا دی جیسے نماز روزہ شادی غمی ان کاموں میں بڑھانا اور گھٹانا شارع ﷺ کے فرمانے سے صاف بدعت ہے اب جو کوئی چاہے کہ ہم نماز میں کھڑے نہ ہوں گے بلکہ پڑے پڑے دل کو اللہ کے حضور میں حاضر کریں تو ہرگز جائز نہیں، اور جو کوئی کہے کہ مقصود تو مردے کو گاڑنا ہے، ہم ہاتھی کے پاؤں میں بندھوا کر گھسٹواتے لے جاویں گے اور اسی طرح لے جا کر گاڑیں گے، یا مقصود تو نکاح کرنا ہے ہم خوب دھوم دھڑ کے سے کریں گے، تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ ان کاموں کی صورتیں شرع میں ٹھہری ہوئی ہیں۔ ہاں جتنی کمی بیشی کی شارع نے رخصت دی اتنی قباحت نہیں مثلاً کوئی نماز میں اللّٰھم اغفر لی و لوالدیّ پڑھے نہ پڑھے یا کوئی نکاح میں طعام ولیمہ پکاوے کوئی نہ پکاوے، یا مردے کو کوئی تیسرا کفن دیوے کوئی نہ دیوے تو کچھ قباحت نہیں، اس واسطے کہ یہ چیزیں فرض نہیں۔ اور معلوم کیا چاہیے کہ حضرت ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے، چھوٹی ہو یا موٹی۔ یعنی سیدھی راہ سے بدعت کا کرنے والا ٹیڑھا ہو گیا، پھر جو کوئی تھوڑا کج ہوا ہے وہ جلد راہ پر لگ سکتا ہے، اور جو بہت ٹیڑھا چلا اس کو بہت مشکل ہے راہ پر آنا۔ اور ایک نکتہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جن کاموں میں حضرت ﷺ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مبالغہ کیا ہے اس میں افراط کرنی، اور حضرت نے بہت اشتغال فرمایا اس کام کو سرسری سمجھ کر اس میں زیادہ اہتمام نہ کرنا، خالی بدعت سے نہیں۔ بعضے شخص یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے وقت میں اسلام کی ابتدا تھی، دین کی باتیں خوب درست نہ ہونے پائی تھیں، جوں جوں زمانہ گذرا اس طرح نئی نئی باتیں نکلنے لگیں اور اسلام کو رونق ہوئی اور دین کامل ہوا، مثلاً شادی غمی کی رونق حضرت ﷺ کے وقت میں ایسی کا ہے کو تھی جیسی اب ہے حقیقت میں وے لوگ بہت برا سمجھے کیونکہ اللہ نے خود فرمایا ہے الیو م اکملت لکم دینکم۔ (المائدہ: ۳)۔ (آج پورا کیا ہم نے دین تمہارا)۔ بعد حضرت کے دین کچھ کامل نہ ہوا۔ جتنا کمال اس کو منظور تھا اسی وقت ہو چکا تھا۔

☆ فصل دوسری: فاتحہ کا بیان

عبادت خالص خدا تعالیٰ کے واسطے کر کے اس کا ثواب دوسرے کو بخشنا درست ہے۔ پھر خواہ سورۃ فاتحہ پڑھے، خواہ سورہ مائدہ، خواہ بھوکے کو کھانا کھلاوے، یا بڑھیا کا گھر چھواوے، خواہ پہلی تاریخ کرے، یا گیارھویں، خواہ ربیع الاول میں کرے، خواہ ربیع الثانی میں۔ اور قید لگانی تاریخ کی یا کسی مہینے کی یا کھانے کی یا فقط سورۃ فاتحہ کی کھانے کو آگے رکھ کر لوبان جلا کر بدعت ہے، بلکہ یہ صورت جو عالم میں پھیلی ہے ہندوؤں سے مشابہت رکھتی ہے کہ جیسے وے لوگ زمین کو لیپ کر مٹھائی پکوان لا کر رکھتے ہیں اور اس کے سامنے پھول ہار دھر کر لوبان یا گوگل جلاتے ہیں، اور کسی اچھے پڑھے برہمن کو بلوا کر اس پر اشلوک پڑھواتے ہیں، اور یوں سمجھتے ہیں کہ اس وقت یہاں دیوتا آئے ہیں اور کھانے کا ادھار لے گئے۔ پھر جب وہ برہمن اشلوک تمام کر چکتا ہے تب اس کھانے کو دیوتا کا پرشاد نام رکھ کر آپس میں بانٹتے ہیں، اسی طرح یہ جاہل نادان مسلمان اپنے بزرگوں سے معاملہ کرتے ہیں کہ ایک مکان کو صاف کروا کر اس میں مٹھائی اور کھانا دھرتے ہیں اور اس کے آگے لوبان جلا کر کسی بڑے ملا سے اس پر فاتحہ پڑھواتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ اسوقت یہاں بزرگوں کی ارواح آئی، اور کھانے کو سونگھ کر خوشبو لے گئی۔ پھر جب فاتحہ پڑھی گئی تب اس کو بزرگوں کا تبرک سمجھ کر آپس میں بانٹتے ہیں۔ اس واسطے ایمان والے سچے مسلمان کو ضرور ہے کہ یہ قیدیں موقوف کرے۔ اگر ثواب بخشنا چاہے تو قیدوں کی کچھ ضرورت نہیں، جو اچھا کام جس وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے للہ کرے اس کا ثواب جسے چاہے پہنچا وے

☆ فصل تیسری: نکاح میں بدعات کا بیان

ان دنوں عالم میں زنا کا رواج بہت ہے اور نکاح بہت کم ہو گیا ہے باوجود یکہ کہ جماع کی لذت جیسی نکاح میں ویسی ہی زنا میں بلکہ حرام کرنے والوں کے دل میں دھڑکا رہتا ہے کہ کوئی آ نہ جاوے اور تمام محلّہ ہمسایہ میں رسوا رہتے ہیں لوگ ان کو اپنے دروازہ پر کھڑا ہونے نہیں دیتے اسی سے خانہ جنگی ہوتی ہے اکثر لوگ عورتوں کے پیچھے ناک کٹواتے ہیں اور آتشک سوزاک گھٹیا جذام میں سڑا کرتے ہیں اور ان کی عورت آج اس کی بغل میں کل دوسرے کے، گھر بار بیچ کر کہلاتی ہے اور ہمیشہ بیگانی کی بے گانی رہتی ہے۔..نکاح میں اللہ ان سب آفتوں سے بچاتا ہے، لیکن لوگوں کو اس کی طرف رغبت نہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ آپ کی امت نے اپنے پیغمبر کا طور چھوڑ کر نکاح میں ہزار ہا شرک و بدعت ایجاد کئے۔ یوں تو شادی میں لوگ بہت سی بری باتیں کرتے ہیں کہ اس سے کفر کی نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن پانچ بدعتیں ایسی نکالی ہیں کہ ان کے سبب نکاح موقوف ہو گیا۔

ایک تو یہ جو نکاح کرنے لگتے ہیں ذات اور نسب کی بہت تکرار حد سے زیادہ نکالتے ہیں اور جب زنا کرتے ہیں تو کبھی ذات نہیں پوچھتے بلکہ حسب ونسب کے گمان نے اکثر پیرزادوں کو گمراہ کر رکھا ہے کہ وے عبادت نہیں کرتے اور اس توقع میں ہیں کہ ہمارے باپ دادے بڑے بزرگ گذرے ہیں ہم کو کوئی قیامت میں پوچھنے کا بھی نہیں بلکہ ہم اوروں کو بخشوا دیں گے ہمیں عبادت کی کیا احتیاج ہے خوب جانئے کہ نفس وشیطان نے ان کو نہایت گمراہ کیا ہے۔ قرآن میں اللہ نے یوں فرمایا ہے:

فاذا نفخ فی الصّور فلا انسا ب بینھم یو مئذ۔ (مو منو ن: ۱۰۸)۔ (جب صور پھونکا جائے گا تو نسب کوئی نہ پوچھے گا)

اس آیت کو سن کر کوئی نسب کا نام لیوے تو وہ قرآن کا منکر ہوا۔ فرمایا اللہ نے:

(فا نکحوا ما طا ب لکم من النسا ء۔ (نساء:۳)

(نکاح کرو اس سے جو پسند آوے تمہیں عورتوں میں سے)۔

اور حدیث میں بھی حضرت ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے کہ تم اول لڑکی کو دیکھ لیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرو جو تمہارے دل کو بھاوے اس سے نکاح کرو۔ اور عقل سے بھی سمجھئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کی صورت یا سیرت بھلی ہونے سے مرد کو آرام ہوتا ہے اور حسب نسب فقط نام کو ہے کبھی اس کا فائدہ نہیں۔ بھلا ایک چمار کی لڑکی خوبصورت وخوب سیرت اور ایک پیرزادہ کی بدصورت بے نماز کسی عقل مند کے پاس لے جا کر پوچھئے کہ ان میں اچھی اور اشرف کون ہے تو وہ ضرور اس خوبصورت خوب سیرت کو بتاوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شرافت نسب کی شیطان کا فریب ہے اور لڑکی کو دکھلانا نکاح کے پہلے سنت ہے کہ آپس میں موافقت رہتی ہے ،اور چھپانا بدعت ہے۔

دوسری بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ لوگ شادی میں روپیہ بہت لگاتے ہیں۔ بعضے تو حرام اٹھاتے ہیں بعضے ناچ راگ ڈھول ڈھمکا ،سہرا مقنع آتش بازی لال کپڑے میں اور بعضے پیرزادوں مولویوں میں اگر یہ باتیں نہیں ہیں تو وہ کھانے کپڑے گہنے باسن برتن پلنگ چوکی میں اٹھاتے ہیں خوب جانیو کہ یہ بھی فساد کی جڑ ہے اس واسطے کہ اصل بدعت جس کے سبب نکاح موقوف ہوا وہ یہی ہے کہ پیسا بہت نہ لگے کیونکہ نہ غریب کے پاس بہت پیسہ ہووے نہ بیاہ کرے لاچار ہو کر زنا کرتا پھرے بھلا ایک نکاح میں دو چار برس کا خرچ اٹھا ڈالنا پھر آپ مفلس بن کر در بدر بھیک مانگنا شرع میں کب جائز ہے۔ سنت اتنی ہے کہ اس دن کچھ کھانا زیادہ پکاوے اور اگر روز دس آدمی کا پکتا تھا تو اس دن بیس آدمی کا پکایا اور جیسے کپڑے پہن کر باہر جاتا تھا ویسے میں گھر میں پہنے سو یہ بھی سنت ہے کچھ فرض نہیں کہ آدمی اس کو لازم کر لے جتنا موجود ہوا تنا خرچ کرے اور اس کے واسطے قرض کرنا گناہ ہے۔

تیسری بدعت مانع نکاح مہر بہت سا باندھنا کہ اکثر لوگ اس خوف سے بھی نکاح نہیں کرتے۔ خوب معلوم کیا جانا چاہیے کہ مہر اللہ نے دینے لینے کے واسطے ٹھہرایا ہے اس کو جہاں تک کوئی تخفیف کرے اتنا ہی ثواب ہے اس واسطے کہ لوگ اکثر مقدور کم رکھتے ہیں وے نکاح کیونکر کریں گے لاچار ان میں زنا رواج پاوے گا اور یہ جو بعضوں میں رواج ہے کہ جو دو پیسے کا مقدور نہیں رکھتے وے لاکھوں روپے اور مچھر کی چربی اور گاڑی کی چوں چوں باندھتے ہیں وہ لوگ مہر کو ایک رسم جانتے ہیں اور ادا کرنا اس کا ضرور نہیں سمجھتے ہیں۔ دین (قرض) کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس صورت میں ان کے ایمان میں خلل پڑ جاتا ہے پھر ان کے نکاح کا کیا ٹھکانہ بعضے لوگ اس کا فخر کرتے ہیں کہ ہماری بیٹی کا بہت مہر بندھا ہے وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑے احمق ہیں اسواسطے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیبیاں اور بیٹیاں جو تمام عورتوں کی شرافت عزت کا مرتبہ میں سردار ہیں اس کا مہر سوا سو روپیہ سے زیادہ نہ ہوا۔ اور اصحاب کی بیبیوں کا نکاح لوہے کی چھلے اور قرآن کی سورتوں پر ہوتا تھا ان کی بیٹیاں ان سے بھی بڑی ہوئیں کہ لاکھوں روپیہ کا مہر باندھتے ہیں۔

چوتھی بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ ان لوگوں میں طلاق کا رواج نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ جب ہم کو کوئی نقصان پیش آوے گا تو بے نکاحی عورت کو چھوڑ دیں اور جہاں نکاح ہو گیا تو گلے بندھ جاوے گی پھر کسی طرح کی مصیبت دین و دنیا کی پڑے گی لیکن اس کو چھوڑ نہ سکیں گے اس واسطے زنا کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ کی مرضی کے محض خلاف ہے اللہ تعالی نے فرمایا

انّ من ازوا جکم و او لاد کم عدواً لکم فا حذرو ھم ۔ (تغابن:۱۴)

(تمہاری ازواج اور اولاد میں تمہارے دشمن ہیں سو کنارہ کروان سے)۔

یہاں صاف اللہ کا حکم معلوم ہوا کہ جس عورت سے دین دنیا کا فساد معلوم کرے اس کو چھوڑ دے۔ ...امام حسنؓ اور دیگر صحابہ میں اس کا رواج تھا۔ خوب غور وانصاف کیجئے کہ جو اللہ کا حکم ہوا اور صحابہ کرام کی بہو بیٹیوں میں جاری ہوا اس کو جو کوئی عیب لگاوے اس کی بے ایمانی میں ہرگز شک نہیں۔

پانچویں بدعت مانع نکاح یہ ہے کہ ان لوگوں میں عورت کے دوسرے نکاح کا رواج نہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ ہندوستان کی عورتیں اور اکثر مرد آگے ہندو تھے ان میں یہ بات عیب تھی وہی رسم اب تک باقی ہے معلوم کیا چاہیے کہ ابھی ان میں ایمان پورا نہیں آیا اور بد بو کفر کی نہیں گئی کہ بعضے لوگ عورت کا دوسرا نکاح نہیں کرتے اور بعضے اپنی قرابت میں بیٹی نہیں دیتے اللہ تعالی نے قرآن میں دوسرے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے:

وا ذا طلّقتم النّساء فبلغن اجلھنّ فلا تعضلو ھنّ ان ینکحن ازوا جھنّ ۔ (بقرہ: ۲۳۲)۔ (پھر جب طلاق دو تم عورتوں کو پھر پہنچیں وہ اپنی مدت کو تو مت روکو انہیں اس بات سے کہ نکاح کریں مردوں سے)۔

بعضے کہتے ہیں کہ نکاح دوسرا عورت کو درست ہے لیکن بہتر یہ ہے صبر کر کے بیٹھے۔ حقیقت میں وہ منکر قرآن ہیں اس واسطے اللہ تعالی نے فرمایا:

ذلکم ازکی لکم و اطھر واللّٰہ یعلم و انتم لا تعلمو ن (بقرہ:۲۳۲)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(دوسرا نکاح تمہارے دل کو پاک رکھے اور تمہارے بدن کو پاک اور اللہ تمہاری بہتری کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے)۔

اس آیت کے مضمون سے معلوم ہوا کہ نکاح کر دینا بہتر ہے صبر کر کے بیٹھنا بہتر نہیں کہ اس میں ظاہر بدن زنا سے نہیں بچتا اور جو ظاہر بچا بھی تو دل وسوسہ سے پاک نہیں ہوتا ۔اس کو سن کر جو کوئی کہے کہ بیٹھنا بہتر ہے تو اس نے اللہ سے زیادہ جاننے کا دعوی کیا۔اب جو اللہ کا بندہ اللہ سے ڈرے اور دنیا کو ناپائدار سمجھے تو اس کو ضرور ہے کہ یہ پانچ باتیں موقوف کر دے۔اللہ اس کو دنیا اور دین میں ہر جگہ آرام دے گا اور عزت بخشے گا۔تمت

فرمود رسول آشکارا　　من نیز برادرم شمارا
ہرگز نہ عبادتم نمائی　　نہ غوث نہ قطب انبیاء را
من مشکل خود نمی کشائم　　بر غیر مرا کجاست یارا
طاقت نہ بود سوائے ایزد　　درویش وفقیر و اولیا را
کار پاکاں دعاست لیکن　　تبدیل نمی کنند قضا را
جز حق نبود کہ دست گیرد　　مسکین وغریب و بے نوا را
مخصوص بحق بود عبادت　　با بندہ بس است یک مدارا
غیر از در شاہ بندہ پرور　　پیش کہ بریم التجا را
ہم دردتو دادہء خدایا　　ہم از تو طلب کنم دوا را
تو مشکل دشمناں کشائی　　تا چند گذاری آشنا را
جز ذات خدا بہ پیش دیگر　　ہرگز نہ برید ماجرا را
تو بندہء بندگان چرائی　　بگذاشتی در خدا را
حاجت طلبی بغیر مولا　　عیب است غلام با وفا را
ہرکس کہ شریک با خدا کرد　　در دوزخ و نار ساخت جارا
از شرک گریز صد منازل　　دوزخ دائم مکن گوا را
فرمود خدا کہ مردہ وکر　　نشنید گہے زکس ندارا
فریاد کنید آں خدا را　　کاں مے شنود زتو دعا را
تابوت ونشان وقبر نیزہ　　ایں جملہ بمثل سنگ خارا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۵۶

در قبر بود سوال اعمال　　پرسند نہ حال کربلا را
عالم بہ نماز روزہ مغرور　　شرک وکفرش گرفت پارا
مشرک شدہ زاہد ومشائخ　　گیرند برائے زر ریا را
صد حیف کہ عالماں ایں دہر　　کردند شعار خود دغا را
قرآن وحدیث را بپوشند　　تبدیل کنند مدعا را
اے مومن پاک اے مسلمان　　گرخواستی رہ رضا را
قرآن و حدیث را بنہ　　بگذار کلام ما سوا را

(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ، مطبع فاروقی دہلی ۔۱۳۴۱ھ ۔۱۹۲۳ء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عنایت علی صادقپوریؒ

جناب عنایت علی صادقپوریؒ کے سوانح مختصراً تاریخ اہل حدیث جلداول، صفحہ ۶۱۷۔۶۲۱ پر بیان کئے گئے ہیں۔ ذیل میں اس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

شیخ محمد اکرام نے موج کوثر میں جناب عنایت علی صادقپوریؒ کے تذکرے میں لکھا ہے:

جناب عنایت علیؒ کے حالات صحیح طور پر جمع نہیں ہوئے، لیکن جو کچھ ملتا ہے، اگر اسی پر غور کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ٹھوس کاموں میں آپ کا مرتبہ بڑے بھائی (جناب ولایت علیؒ) سے کسی طرح کم نہ تھا۔ دینی محبت اور استقامت میں تو دونوں بلند مرتبہ بھائی اپنی نظیر آپ تھے۔ ذاتی ایثار اور ترک تمول میں شاید بڑے بھائی کا مرتبہ بلند تھا لیکن جناب عنایت علیؒ سے اللہ تعالی نے دو کام ایسے لئے کہ ان کی عملی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور ان کے حالات میں مزید تفتیش وتلاش کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

ان کا پہلا اور شاید سب سے اہم کام بنگال میں تبلیغ اور بنگالی مسلمانوں کی تنظیم تھا جس میں ان کی عمر گرامی کا ایک حصہ صرف ہوا۔ انہیں سید احمد بریلویؒ نے خود بنگال کے لئے منتخب کیا تھا۔ غلام رسول مہر، وقائع کی شہادت کی بنا پر لکھتے ہیں کہ سید احمدؒ نے جناب عنایت علیؒ کو بلا کر فرمایا، آپ کو واسطے ترغیب جہاد کے بنگال بھیجتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حاضر ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ یہاں کا بھی کوئی واقعہ دیکھ لیتا۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ وہاں آپ کے ہاتھوں سے اللہ تعالی کا بہت کام نکلے گا۔ اور آپ کا وہاں رہنا واسطے کوشش کار خدا کے گویا ہمارے ساتھ یہاں رہنا ہے۔ سید صاحبؒ نے اپنا عمامہ اور کرتہ عنایت کیا اور ان کے رفیقوں میں سے چھ آدمی ہمراہ کر دیئے۔ افسوس کہ بنگال میں مولوی صاحبؒ نے جو کام کیا، اس کی تفاصیل تاریخی ترتیب سے نہیں ملتیں۔ بالجملہ جناب مہر لکھتے ہیں: مشرقی بنگال میں آج جو دینی روح نظر آتی ہے وہ مولوی صاحب ہی کی سرگرم کوششوں کا نتیجہ ہے

تذکرہ صادقہ میں لکھا ہے: آپ نے بار اول مسلسل سات برس اس خطہ بنجری میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قریہ بقریہ نہایت جانفشانی اور حلم کے ساتھ گشت فرمایا۔ لاکھوں خلقت کو قعر ظلمت سے نکال کر شمع ہدایت کا گرویدہ کر دیا۔ جناب کے مسترشدین اور ان کی اولاد خطہ بنگال میں آج تک محمدی کے لقب سے ممتاز ہیں۔ اس کے بعد آپ سرحد پر بغرض جہاد چلے گئے۔ جب وہاں سے واپس ہونا پڑا تو آپ نے پھر بنگال کا رخ کیا اور دو تین سال اسی محنت اور مستعدی سے تبلیغی کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے اپنا مرکز ضلع جسور کا موضع حاکم پور قرار دیا تھا۔ زیادہ تر قریبی اضلاع میں دورے پر رہتے تھے لیکن جب سفر کی صعوبتوں سے خستہ ہو جاتے تو دو ایک ماہ کے لئے حاکم پور لوٹ آتے۔ آپ کا خاص طریقہ کار یہ تھا کہ آپ جس مقام پر پہنچتے، اگر وہاں مسجد نہ ہوتی تو مسجد تعمیر کرا دیتے اور اگر مسجد ہوتی تو اس کے لئے ایک موزوں شخص کو امام مقرر کر دیتے۔ یہ امام فقط نماز پڑھانے ہی پر مامور نہ تھا بلکہ تعلیم دین کے علاوہ علاقے کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی وہی کرتا۔ اور لوگوں کی عام اصلاح کا انتظام کرتا۔

آپ کی کوششوں کا دوسرا مرکز کارزار جہاد تھا۔ سکھوں سے انگریزوں کی پہلی لڑائی کے بعد گلاب سنگھ کو کشمیر اور بالائی ہزارہ کا علاقہ مل گیا۔ لیکن ہزارے میں اس کی حکومت مستحکم نہ تھی۔ ہزارہ اور کاغان کے غیرت مند مسلمانوں نے سوچا کہ آزادی حاصل کرنے کا یہ اچھا موقع ہے چنانچہ انہوں نے اپنی کوششیں شروع کر دیں، اور ساتھ ہی عظیم آباد (پٹنہ) میں جناب ولایت علیؒ سے مدد کی درخواست کی اور اس مقصد کے لئے مجاہدین سرحد کی مختصر جماعت کے امیر، میر اولاد علیؒ سورج گڈھی بھی عظیم آباد پہنچے۔ جناب ولایت علیؒ نے جناب عنایت علیؒ کو بھیجنے کی تجویز کی۔ انہیں بنگال میں یہ پیغام ملا تو دو ہزار مجاہدین کے ساتھ عظیم آباد پہنچے۔ لیکن بنظر احتیاط اس جمعیت کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بانٹ دیا گیا اور علیحدہ علیحدہ سرحد پر جانے کا انتظام کیا گیا۔ یہ ساری جماعت تو میدان جہاد تک نہ پہنچ سکی لیکن جب ۱۸۴۴ء میں جناب عنایت علیؒ سرحد پہنچے تو مجاہدین کی خاصی تعداد وہاں پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے مقامی حریت پسندوں کے ساتھ مل کر عملی کوششیں شروع کیں۔ ہزارہ گزٹیئر کے مطابق انہوں نے شنکیاری، بیر کھنڈ، گڑھی حبیب اللہ اور اگرور کے قلعوں پر حملہ کر کے (سکھ) محافظ دستوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اس سلسلے میں جناب عنایت علیؒ کو جو خاص کامیابی حاصل ہوئی وہ یہ تھی کہ مقامی معاونین کی مدد سے انہوں نے دسمبر ۱۸۴۵ء میں بالاکوٹ پر قبضہ کر لیا اور انہیں باقاعدہ امیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تسلیم کرلیا گیا۔ گڑھی حبیب اللہ محرم ۱۲۶۲ھ میں فتح ہوئی، اس کے چند ماہ بعد فتح گڈھ پر، جو سکھوں کا ایک مستحکم قلعہ تھا، قبضہ ہوا۔ اس کا اثر علاقے پر بہت ہوا اور سکھوں کے کئی قلعہ داروں نے قلعے خالی کر دیئے۔ وسط ۱۸۴۶ء میں مظفر آباد پر بھی قبضہ کرلیا۔ سکھوں نے اب مانسہرہ میں قدم جمانے کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔ چنانچہ مجاہدین نے تھوڑے وقت میں ایک وسیع خطے پر قبضہ جما لیا۔ اس تمام علاقے میں جناب عنایت علیؒ نے اسلامی طرز حکومت قائم کی اور شرعی احتساب وحدود کا سلسلہ جاری کیا۔

۹۔ اکتوبر ۱۸۴۶ء کو جناب ولایت علیؒ، علاقہ مجاہدین میں پہنچ گئے۔ ۱۶۔ اکتوبر کو جناب عنایت علیؒ نے امارت جہاد ان کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد انگریزی فوج اس علاقے میں پہنچ گئی اور مجاہدین اسکے مقابلے میں شکست کھا گئے اور دونوں بھائیوں کو فوجی پہرے میں عظیم آباد بھیج دیا گیا۔ یہاں پہنچتے ہی جناب عنایت علیؒ پھر بنگال چلے گئے اور وہاں دو تین سال مصروف کار رہے۔ آپ کی صحیح تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی۔ جناب غلام رسول مہر کا خیال ہے کہ ۲۲ مارچ ۱۸۵۸ء کے ایک دو روز بعد انتقال کیا۔

بت شکن

(مؤلفہ جناب عنایت علی صادقپوریؒ)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم کہاں تک حمد وشکر اس رب العالمین کا اس قلم چوبیں سے ادا ہو سکے کہ جس کے لکھنے میں لوح وقلم عاجز ہے۔ اور تحفہ درود کا اس خاتم النبیین ﷺ اور رحمت موجودات پر کیوں کر بھیج سکوں جس پر بھیجنے میں دلائل الخیرات قاصر رہے۔ اے پروردگار تو آپ اس پر اور اس کے آل واصحاب پر اور اس کے نائبوں پر لاکھ لاکھ درود اور سلام بھیج، اور مجھ کو اس کے پس رؤوں میں دنیا سے اٹھا۔ آمین

بعد اس کے سنا چاہیے کہ چرچا وعظ اور نصیحت کا قدم کی برکت سے حضرت امیر المومنین سید احمد صاحب دامت برکاتہ کے جہان میں پھیل گیا۔ اکثر لوگ وعظ اور نصیحت سن سن کر مضامین حقہ کو سمجھنے لگے اور لاکھوں اپنے خدا سے لگ گئے اور گمراہیاں چھوڑ دیں، لیکن جن کو مجلس وعظ میں حاضر ہونے کی فرصیت دنیا نہیں دیتی، ان کے واسطے بعضے لوگوں نے فقیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے درخواست کی کہ اگر چہ بہت لوگوں نے خدا کے فضل سے ہدایت پائی، پر ابھی لاکھوں شرک میں گرفتار ہیں، خصوصاً تعزیہ پرستی جو کھلی بت پرستی ہے، اور اچھے اچھے لوگ پڑھے لکھے اس میں پڑے ہیں اور ہر کسی کے سمجھانے پر کان نہیں دھرتے ہمیشہ نئی طرح کے وعظ کے محتاج ہیں۔ اگر قرآن اور حدیث اور عقل اور نقل سے اس کی برائی لکھ دیوے تو اللہ سے امید ہے کہ لوگوں کو بہت فائدہ دے گا۔

تعزیہ پرستی

تعزیہ پوجنے والوں سے اتنا پوچھنا چاہیے کہ اس وقت امام حسینؓ کہاں ہیں؟ اگر چہ ظاہر میں زبان سے تم کہو گے کہ جنت میں ہیں، لیکن تمہارے کام اور سلوک سے جو ان کے نام عمل میں لاتے ہو برخلاف پایا جاتا ہے اور ہم تو جانتے ہیں کہ بے شک امام جنت میں ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے...

عن مسروق قال سالنا عبد اللّٰہ ابن مسعود عن ھذہ الآیۃ، و لا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ اموا تاً بل احیاء عند ربّھم یرزقون۔(آل عمران: ۱۶۹)۔

قال انّا قد سألنا عن ذالک رسول اللّٰہ ﷺ فقال اروا حھم فی اجواف طیرٍ خضرٍ لھا قنادیل معلّقلۃ بالعرش تسرح من الجنّۃ حیث تشاء ثم تاوی الی تلک القنادیل فاطّلع الیھم ربھم اطلاعۃً فقال ھل تشتھون شیئاً قالوا ایّ شئی نشتھی و نحن نسرح من الجنۃ حیث شاءت ففعل ذلک بھم ثلاث مرّاتٍ فلما رأوا انّھم لن یترکوا من ان یّسئلوا قالوا یا ربّ نرید ان ترّد اروا حنا فی اجسادنا حتی نقتل فی سبیلک مرّۃً اخری فلمّا رآی ان لیس لھم حاجۃ ترکوا۔(صحیح مسلم:۱۸۸۷)

(مسروقؒ نے کہا ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا اس آیت کے متعلق، و لا تحسبنّ ۔۔۔، نہ جان ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں، مردے، بلکہ جیتے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں، ۔۔انہوں نے کہا ہم نے بھی پوچھا اس کو رسول اللہ ﷺ سے، سو فرمایا ارواح ان کی سبز جانوروں کے پیٹ میں ان کے رہنے کی جگہ قندیلیں ہیں لٹکی ہوئی میوہ کھاتے ہیں جنت میں سے جہاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں۔ پھر آتے ہیں اسی قندیل میں، پھر جھانکتا ہے ان کی طرف رب ان کا پھر پوچھتا ہے کیا چاہتے ہو۔ کہتے ہیں کیا چاہیں گے ہم، اور ہم تو میوہ کھاتے ہیں جنت میں جہاں چاہتے ہیں۔ سو کرتا ہے ان کے ساتھ اسی طرح تین دفعہ۔ سو جب دیکھتے ہیں کہ نہیں چھوڑے جاویں گے وے پوچھے جانے سے، عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب چاہتے ہیں ہم کہ ڈال دے ہماری ارواح جسموں میں ہمارے کہ قتل ہوویں تیری راہ میں دوسری دفعہ۔ سو جب جانتا ہے اللہ کی نہیں ہے ان کو کچھ حاجت، چھوڑ دیئے جاتے ہیں)۔

کہو یہ رتبہ پانے میں امام کے تم کو کچھ شک ہے؟

دوسری حدیث میں یوں آیا ہے:

انّ رسو ل اللّٰہ قا ل لا صحا بہ لما ا صیب ا خوا نکم با حدٍ جعل اللّٰہ اروا حھم فی جو ف طیرٍ خضرٍ ترِد انھار الجنۃ تا کل من اثمارھا و تا وی الی قنا دیل من ذھب معلقۃ فی ظلّ العرش فلمّا و جدوا طیب مأکلھم و مشر بھم و مقیلھم قا لوا من یبلّغ اخوا ننا عناء انّا ا حیاء فی الجنۃ لئلّا یز ھدوا فی الجنۃ فلا ینکلوا عند الحر ب فقا ل اللّٰہ تعا لی انا ابلّغھم عنکم فا نز ل اللّٰہ تعا لی ، و لا تحسبنّ الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ اموا تاً بل احیاء عند ر بّھم یر ز قون فرحین (ابوداؤد:۲۵۲۰)

(پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا اپنے اصحاب کو کہ جب پہنچے تمہارے بھائی شہادت کو احد کی لڑائی کے دن۔ کیا اللہ نے ان کی روحوں کو سبز جانوروں کے پیٹ میں، جاتے ہیں جنت کی نہروں پر، کھاتے ہیں اس کے میوے اور آتے ہیں قندیلوں میں سونے کی جو لٹکتے ہیں عرش کے سایہ میں۔ سو جب پاتے ہیں اچھے کھانے پینے، اور سونے کی جگہ، کہتے ہیں کون پہنچاوے ہماری خبر ہمارے بھائیوں کو، کہ ہم لوگ جیتے ہیں جنت میں کہ وے کوشش کریں بہشت کی، پھر نہ سست ہو جاویں جہاد میں۔ سو فرمایا اللہ نے میں پہنچاتا ہوں تمہاری خبر۔ پھر اتاری اللہ نے یہ آیت، و لا تحسبن اللّٰہ.. نہ جان ان کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے، بلکہ جیتے ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہیں ستھری)

اور بے سمجھ لوگ جو بات امام کے ساتھ عمل میں لاتے ہیں وہ یہ ہے کہ دکھ مصیبت میں ان کو پکارتے ہیں اور بیٹا بیٹی مانگتے ہیں، اس آیت کی دلیل سے کہ اللہ نے شہیدوں کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زندہ فرمایا ہے ہماری پکار کو سنتے ہیں۔ ان کا حال ویسا ہی ہے کہ لا تقربوا الصلوۃ کو تو دیکھتے ہیں اور و انتم سکاری ۔(نساء : ۴۳) ان کی نظر سے سوجھتا نہیں، آگے اس کے اللہ نے فرمایا ہے و لکن لا تشعرو ن یعنی شہید جیتے ہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ جیسے تم جیتے ہو، ویسے وہ بھی جیتے ہیں، بلکہ ان کی زندگی کو تم نہیں سمجھ سکتے کہ کیسی ہے۔

اور اگر یہی مراد ہوتی تو شہید کا ترکہ شرع میں کیوں بٹتا، اس کی جورو سے کسی کو نکاح درست نہ ہوتا۔ ہر چند حقیقت حال اللہ ہی خوب جانتا ہے لیکن تھوڑا سا جو اللہ نے ہم کو سمجھا دیا ہے، اس کو بیان کرتے ہیں:

کہ ایک شخص مردہ پڑا ہے اور دوسرا زندہ کھڑا ہے، تو دونوں صورت وشکل میں برابر ہیں۔ پر فرق دو بات کا ہے کہ ایک تو زندہ کو آرام وراحت، کھانا پینا، اچھے لوگوں میں بیٹھنا، اولاد ہونی حاصل ہے۔ دوسرے، نماز روزہ حج زکوۃ خیر خیرات تلاوت قرآن جاری ہے۔ اور جو مردہ ہے اس سے یہ دونوں کام منقطع ہو گئے، لیکن شہید سے نہیں، اس واسطے شہید کو مردہ کہنا منع ہوا، کیونکہ اس کو جنت میں آرام وراحت، اچھے میوے اچھا کھانا، ہزاروں حصہ دنیا سے بہتر ملتا ہے۔ دوسرے نماز روزہ حج زکوۃ خیر خیرات کا ثواب شہید کا بند نہیں ہوتا کیونکہ آگے وہ اکیلا نماز پڑھتا تھا، اب اس کے سبب ہزاروں نمازی ہو گئے۔ آگے وہ اکیلا حج کرتا تھا اب اس کے سبب ہزاروں حاجی ہو گئے۔ آگے وہ اکیلا روزہ رکھتا تھا، اب لاکھوں روزہ دار ہوئے، اس کا ثواب بند نہیں بلکہ جوں جوں دین ترقی کرتا جاتا ہے اس کے ثواب کو ترقی ہے۔ اس حساب سے شہید پر کیا موقوف ہے، اگر اولیاء اللہ جو دین جاری کر گئے ان کو بھی زندہ کہیے تو درست ہے۔

بعضے کہتے ہیں کہ ہم ان سے بیٹا بیٹی نہیں مانگتے، مگر ان سے کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے مقرب ہیں، اللہ کے حضور میں دعا کیجئے کہ اللہ میری مراد پوری کرے۔ اس میں کیا قباحت ہے۔

ان سے کہو کہ اس کہنے میں کچھ قباحت نہیں لیکن اگر وہ تمہارے پاس آویں تو کہو۔

تب کہتے ہیں ہم پیروں کے مزار شریف پر جا کر پکار کر کہیں گے۔

ان سے کہو کہ کوئی کسی کے دروازے پر جا کے اپنے مطلب کو نہیں کہنے لگتا، جب تک اس کو اپنی نظر کے سامنے نہ بلا لے، اور بلانے میں کچھ اس کی بزرگی نہیں جاتی۔ پر بے بلائے دروازے سے باتیں کرنی نشان ہے جنون کا۔ یا تم خدا کا سا سننے میں ان کو شریک کرتے ہو، تو تم میں اور جو پیروں سے بیٹا بیٹی مانگتے ہیں، ان میں اتنا فرق ہوا کہ وے شرک فی التصرف میں گرفتار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور تم شرک فی السماعت میں۔ غرض شرک فی الصفات میں تم دونوں پڑے ہو۔ پر تم سمجھتے ہو کہ ہم اپنے ذہن کی تیزی سے نکل گئے۔ کیونکہ شرک فی الصفات اسی کو کہتے ہیں کہ جیسی جیسی صفت اللہ میں ہے کمال کے ساتھ تو اس کے برابر وہ صفت دوسرے میں ٹھہرانا:

مثلاً اللہ سمیع ہے۔ ہر چند انسان بھی ہے، لیکن اللہ دور اور نزدیک سب جگہ سے برابر سنتا ہے اور اللہ نے یہ نہیں کہہ دیا کہ نبی و لی بھی دور اور نزدیک سے برابر سنتے ہیں بلکہ خدا جا بجا قرآن میں فرماتا ہے کہ یہ مجھی میں طاقت ہے، دوسرے میں نہیں۔ اب کوئی کہے کہ وہ بھی ایسا ہی سنتے ہیں اس کا دعوی بے دلیل ہے اور وہ مشرک۔ اور اگر پیر اور اللہ دونوں برابر سنتے ہیں تو اللہ اور پیر میں فرق کیا ہوا۔ تم بتاؤ؟ اسی طرح اللہ کے واسطے کوئی پردہ نہیں۔ انسان کے سامنے پردہ ہو تو کچھ دیکھ نہ سکے۔ پردہ نہ ہوگا تو جہاں تک نگاہ کی حد بندی ہے وہیں تک دوڑے گی آگے نہیں۔ اگر انسان میں کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ فلانا چھپے چھپے دور و نزدیک سے برابر دیکھتا ہے وہ بھی مشرک ہے۔

اسی طرح اب سمجھو وہ جنت جس کی چوڑائی ساتوں آسمان و زمین کے برابر ہے اور تمام آباد، کہیں جنگل اور ویران نہیں، ایک بالشت زمین اس کی، قیمت میں ساری روئے زمین سے زیادہ۔ ایک ادنی مکان وہاں کا تمام دنیا کے محل سے بہتر۔ یہ نعمتیں اللہ نے امام کو بخشیں۔ بے شک وہ ایسے عیش میں اس وقت ہیں ..... ہم کو تو اگر ہمارے بیٹے کے ہاتھ کا مہری خط لکھ کر آوے کہ ہم دلی کے بادشا ہوئے تو ویسا یقین نہیں ہوگا جیسے اپنے امام کے جنت میں جانے اور عیش کرنے کا یقین ہے کیونکہ اللہ اور رسول کا خط سب سے سچا

عن ام الر بیع بنت البراء و ھی امّ حارثہ بنت سرا قہ اتت النبی ﷺ فقا لت یا نبی اللّٰہ ا لا تحدّ ثنی عن حارثۃ و کان قتِل یو م بدرٍ ا صا بہ سھم غر ب ، فا ن کا ن فی الجنۃ صبر ت و ان کا ن غیر ذ لک اجتھد ت علیہ فی البکا ء فقا ل یا امّ حارثۃ انّھا جنان فی الجنۃ و ان ابنک ا صاب الفردوس الاعلی

(بخاری: ۲۸۰۹)۔ (ربیع بنت براء ماں حارثہ بن سراقہ کی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور پوچھا اے نبی اللہ کہیے مجھ سے حارثہ کا حال۔ وہ مارا گیا بدر کے دن لگا اس کو ایک تیر غیبی۔ سو اگر ہووے وہ جنت میں صبر کروں اور اگر ہووے کچھ اور کوشش کروں اوپر اس کے رونے کے۔ سو فرمایا: اے حارثہ کی ماں جنت میں کتنے درجے ہیں اور وہ وہ تیرا بیٹا پہنچا فردوس اعلی کو)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان والی عورتوں کا حال یہ تھا کہ اپنے عزیز کے مرنے سے نہیں روتیں اور جینے سے نہیں ہنستی تھیں بلکہ تحقیق کرتیں کہ جنتی ہوا یا دوزخی۔ اگر معلوم ہوا کہ جنتی ہوا تو کچھ غم نہیں لیکن دوزخی ہونے کا البتہ غم ہے۔

ان سب باتوں کو سن کر کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو سچ ہے کہ امام کو اللہ نے عیش دیا، ...لیکن جس دن ہمارے امام صاحب کا دریا کے کنارے پیاسا گلا کٹا اور تمام بدن سر سے پاؤں تک زخموں سے ٹکڑے ہوا.. بھلا کیونکر اس کو یاد کر کے غم نہ کریں۔ ان کو یوں سمجھانا چاہیے کہ ہم تم کو ایک مثل کہتے ہیں کان دھر کے سنو۔ ایک بڑھیا تھی اس کے بیٹے کے پھوڑا نکلا۔ اس نے جب شدت کی تمام رات اسے چین نہ لینے دیا۔ کراہتے گزری، درد کی مصیبت سے آب و دانہ حرام ہو گیا اتنا رویا کہ منہ سرخ ہو گیا، ہونٹ خشک ہو گئے۔ ایک نہالچہ پر تکیہ رکھے پڑا کروٹیں لیتا تھا۔ اس کی ماں سرھانے بیٹھی رات دن رومال ہلاتی اور دردفرزند سے بیقرار منہ ڈھانپ کر روتی تھی، کھانا سونا خواب و خیال ہو گیا۔ بعد کئی دن کے اللہ نے فضل کیا، پھوڑا پھوٹا، لہو پیپ بہت نکلا، مرہم پٹی ہوتے ہوتے زخم چنگا ہوا۔ اس بڑھیا نے وہ دن اور تاریخ یاد رکھا۔ جب برس کے دن وہ تاریخ آتی تو اسی چارپائی پر نہالچہ بچھا تکیہ رکھ سرھانے بیٹھ ہاتھ میں رومال لئے منہ ڈھانپ خوب روتی اور اس پھوڑے کا بیان کرتی اور تمام دن رات کھانا نہ کھاتی۔ آخرش کو وہ لڑکا جوان ہوا اس کی شادی رچی اور تیاری شروع ہوئی، آخر شادی کا دن آیا۔ بی بیاں جمع ہوئیں۔ باہر ناچ تماشا ہونے لگا مجلس جمع ہوئی برات دھوم دھام سے نکلی۔ نکاح ہوا۔ خوبصورت دلہن کو بہت دان دہیز سے گھر میں لایا۔ دلہن کے گھر میں آنے کی خوشی ہو رہی ہے۔ دلہا باہر سلامتی سے مجلس میں بیٹھا سہرا باندھے ناچ دیکھ رہا ہے۔ گھر میں دلہن کو بی بیاں آراستہ کرتی ہیں اور ڈومنیاں طبلے پر تھاپ مارتی ہیں کہ اتنے میں دولھا کی ماں کو یاد آ گیا کہ آج ہمارے لڑکے کی تاریخ ہے، جلدی سے چارپائی بچھا اس پر نہالچہ ڈال تکیہ اسی طرح منہ ڈھانپ کر زار زار رونے لگی۔ گھر سے باہر تک تمام شور پڑ گیا کہ دلہا کی ماں منہ ڈھانپ کر کیا جانے کیوں روئی ہے۔ ساری بی بیاں گرد ہوئیں پوچھتی ہیں کہ کسی کے مرنے کی خبر آئی ہے؟ جو تم روتی ہو۔ کوئی کہتا اس کو اپنا خاوند یاد آیا، کوئی کہتا اس کو ماں یاد آئی۔ اس نے کہا اری بی بیو! یہ سب کچھ نہیں، میرے رونے کی کیا پوچھتی ہو۔ بارہ برس ہوئے کہ آج ہی کے دن ہمارے صاحبزادے کے پھوڑا نکلا تھا، اسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چار پائی پر یہی نہالچہ بچھا تھا اور تکیہ سر کے تلے دیئے درد کے مارے لوٹتا تھا اور میں اپنے دل کو پتھر کئے سرھانے رومال لئے مکھی ہلاتی تھی۔ بہن آج وہی تاریخ ہے۔ میں ہر سال بچہ کی تاریخ کیا کرتی ہوں۔ آج میں کم بخت بھول گئی تھی۔

بی بیوں نے کہا، اے بی بی دیوانی ہوگئی ہو، چلو منہ ہاتھ دھوؤ کھانا کھاؤ یہ کیا تم نے شادی والے گھر میں بری فال نکالی ہے۔ کب کی بات کب گذری۔ اللہ نے فضل کیا وہ دکھ درد دور ہوا آج تمہارے بچہ کی شادی رچی ہے وہ مزے سے مجلس میں مسند لگائے سلامتی سے ناچ دیکھ رہا ہے اس کی دلہن گھر میں آئی۔ آج تخت کی رات تم نے کہاں کی بات یاد کر کے رونا مچایا ہے۔ تو یہ جواب دیتی ہے کہ جس کو پاؤں نہ پھٹے بوائی وہ کیا جانے درد پرائی۔ بی بیو! جس کے جی کو لگتی ہے وہی جانے، تم اس دن ہوتیں تو دیکھتیں کہ کیسی میرے بچے پر مصیبت گذری تھی۔ بی بیوں نے کہا چلو کنارے بیٹھو۔ بڑی انوکھی درد والی تمہیں کو دیکھا، ایک تم ہی کولڑ کا تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور ہم میں سے کسی کو نہیں۔ ساری بی بیاں تو اسے پاگل کہتی ہیں اور وہ سب کو، اور کہتی ہے کہ میں بارہ برس سے کرتی چلی آئی ہوں۔ اب آج تم لوگوں کے کہنے سے چھوڑ دوں گی۔ اب انصاف کی نظر سے غور کر کے دیکھو تو پاگل کون ہے؟ وہ بڑھیا، یا سارے جہان کی عورتیں۔ پس اسی طرح سمجھو کہ اگر وہ بڑ گیا دیوانی ہے تو محرم میں امام کا نام لے کر غم کرنے والوں کو سو حصہ اس سے زیادہ خبط ہے کیونکہ اس کے بیٹے کی مصیبت کو بارہ برس گذرے اور امام پر مصیبت گذرے بارہ سو برس (بوقت تالیف کتاب بت شکن) اور آج بے شک وہ جنت میں عیش کرتے ہیں۔.....

اگر کہو کہ ہم امام کے غم کے سبب سے ڈھول دھراتے ہیں۔ بھلا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ باپ کے مرنے میں تم نے ڈھول نہیں دھرایا، ماں مری تب نہیں دہرایا، بھائی مرا تب بھی نہیں، بلکہ برس دن تک بیٹے کی شادی موقوف رہی، کہتے ہو کہ بے ڈھول شادی حرام ہے۔ اور باپ مر گیا ڈھول کیوں دہراویں۔ اگر کوئی میراثی کلانوٹ یا بجنیا بھول کر عید بقر عید کا دن دیکھ گانے بجانے کو آپ سے تمہاری طرف آ گیا۔ لوگوں سے کہتے ہو کہ اس کو کہہ کہ ہمارے باپ کی برسی ابھی نہیں ہوئی۔ یہ غمی کا گھر ہے یہاں نہ بجاؤ۔ اور امام کا غم بے ڈھول بجائے درست ہی نہیں ہوتا۔ اب صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام کے دشمن ہو۔ سچا غم ہوتا تو باپ کے غم میں ضرور ڈھول دھراتے اور الٹا خفا کیوں ہوتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ تم کو پہلے کہہ چکے ہو کہ امام کا دوست جو ہوگا وہ خوشی کرے گا کہ امام جنت میں ہیں۔ پھر کیوں ہماری خوشی پر طعن کرتے ہو۔ ان سے کہو انّما ا لاعما ل با لنیا ت۔ (صحیح بخاری: ا) جیسی نیت ہی ویسا ہی پھل ملے۔ تم اگر یہی جان کے خوشی کرتے کہ ہمارے امام جنت میں عیش کرتے ہیں، تو تم پر کچھ الزام نہ تھا۔ تم تو دعوی کرتے ہو کہ ہم امام کا غم کرتے ہیں اور الٹے سامان کرتے ہو خوشی کا۔ یہ کام منافقوں کا ہے، اور عالم لوگ جو بیٹے کی شادی میں ڈھول دہرانے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھول بجانا حرام ہے اور جب کوئی آدمی حرام فعل کرتا ہے تب اس کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے، اور بے توبہ خالص کے پھر ایمان دل میں نہیں آتا، اور اسی حالت میں نکاح پڑھایا جاتا ہے، وہ نکاح کب حلال ہوا۔ اشراف بھلے آدمی کی لڑکی جو اپنے بھائیوں کے سامنے آنے میں شرماتی ہے اور غیر کے پاس نکاح حلال ہونے کے سبب جاتی اور آبرو دیتی ہے۔ جب نکاح ہی درست نہیں تو تمام عمر اشراف بھلے آدمیوں کے گھر میں حرام ہوتا رہا اور اولاد حرام زادی ہوتی رہی۔ سوچو تو کتنے بڑے غضب کی بات ہے۔

بعضے لوگ یہ سن کر بہت چڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہم سب کو حرام زادہ بناتے ہو۔ ان سے کہو کہ تمہاری وہ مثل ہے کہ ایک شخص رات دن جھوٹ بولا کرتا تھا۔ اس کو کسی نے جھوٹا کہا، وہ لگا مارنے پیٹنے۔ لوگوں نے کہا تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو کیوں لوگ تجھ کو جھوٹا کہیں۔ کہنے لگا کہ جھوٹ بولتا ہوں اپنے منہ سے، لوگ کیوں جھوٹا کہتے ہیں، ان کے منہ سے تو نہیں بولتا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری۔ اور جب ہم تم سے مجلس میں پوچھتے ہیں کہ آپ کی والدہ کا کیا نام، اور آپ کی بہن کا کیا نام ہے، تو خفا ہو کر کہتے ہیں کہ بھلے آدمی کہیں اپنی اشراف بی بیوں کا نام بھی بھری مجلس میں لیتے ہیں؟

بھلا بھائیو! انصاف کرو کہ تم یہاں تو فقط نام پوچھنے سے اپنی بی بیوں کے مجلس میں اس قدر خفا ہوتے ہو، قیامت میں رسول اللہ ﷺ اور ان کے نواسے کو کہ ان کی نیک بی بیوں کی رسوائی مجلس میں گاتے پھرتے ہو جس میں ہندو اور نصاری ہنس کر یوں کہتے ہیں کہ ان کے یہی پیشوا تھے جن کا یہ حال بیان کرتے ہیں، کیا منہ دکھاؤ گے۔ عجب بے حیا ہو کہ اس پر بھی تمہیں غیرت نہیں آتی۔ اور تعزیہ پوجنا نہیں چھوڑتے اور دوسرے محرم کی نویں تاریخ کو دستوریوں ہے کہ اول حاجتی لوگ شام سے منتظر رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب امام صاحب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تخت پر بیٹھیں تو ہم شربت، مالیدا، تل، چاؤلی لے جا کر حاضر کریں۔ عورت مرد ایک ایک سے پوچھتا ہے کہ دیکھو امام صاحب تخت پر بیٹھے ہیں یا نہیں۔ گھڑی گھڑی آتے ہیں اور پھر جاتے ہیں کہ ابھی امام صاحب تخت پر نہیں بیٹھے۔ آخرش خدا خدا کر کے امام صاحب پگڑی پہن، سہرا باندھ بن ٹھن کے تخت پر آ بیٹھے تب لوگ شیرینی، مالیدا، تل چاؤلی لے کر دوڑے اور تین تین سلام ادب سے بجالا کر سجدہ کیا، ہاتھ باندھ کر دور کھڑے ہوئے، شربت مالیدہ، حلوا مانڈہ، نذر چڑھایا، حاجت چھوٹی بڑی عرض کی۔ دل کا جتنا مقصد زبان سے بیان کرنے کا تھا وہ زبان سے بیان کیا، باقی عرضی میں لکھ کر دستخط کے واسطے تخت کے پایہ میں باندھ دیا۔ یہ سب کچھ ہو ہوا کر اب ذرا ہم کو بتاؤ کہ اب کون آ کر امام صاحب کو شہید کر گیا جو تم چلے فجر کو دفنانے۔ ابھی تو اچھی طرح سے امام صاحب نے نہ سجدہ سلام لیا، نہ عرضی پر دستخط کئے نہ حلوہ مالیدہ کھایا نہ کچھ دکھ درد لوگوں کا سنا، نہ بیماروں کی بیماری کی دوا بتائی۔ سو قرینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر والے ہی نے اس کو مارا جس کے گھر رات کو رہے۔ دیکھا کہ اس میں کوڑی، پیسا، شیرینی مٹھائی بہت چڑھی ہے مار ڈالیں گے تو سب میرے ہی ہاتھ لگے گی۔ زر کی ایسی طمع ہے کہ آدمی امام کا بھی دشمن ہو جاتا ہے۔ اور اب ذرا انصاف کرو بھائیو! کہ ذلیل سے ذلیل مسلمان کا اگر ذرا سا چھوکرا بھی مر جاوے تو بے نماز کے کوئی گاڑتا نہیں، امام کی لاش بے نماز گاڑتے ہو۔ اور عجب امام کا ماننا ہے کبھی تو امام کہتے سجدہ کرتے روزی مانگتے ہو اور کبھی اس پر جوتی پیزار کرتے ہو جیسا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دو تعزیئے کربلا کو چلے، ہر فریق اپنے تعزیئے کو دوسرے سے آگے نکال لے جانا چاہتا تھا۔ جو ں ہی ایک تعزیہ دوسرے تعزیئے کے آگے نکلا، لکڑی پتھر اس پر پڑنے شروع ہوئے اور کہنے لگے کہ ہیں! بھلا ہمارے امام صاحب کے آگے دوسرے محلے کا امام جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اور اس میں جو کچھ بنا رکھا تھا سب کو توڑ تاڑ چورا کر کے رکھ دیا۔ یہی حال انہوں نے امام کے ساتھ کیا۔ غرض کربلا میں پہنچنے بھی نہ پائے کہ رستے ہی میں دونوں کے ڈھیر ہو گئے۔ علم شدے پنجے وغیرہ جو رہے ان کے یار لوگوں نے کوڑے کر کے خوب گل چھرے اڑائے۔ کسی نے پوچھا کہ تمہارا تعزیہ آج کربلا نہیں گیا؟ تو جواب دیا کہ ہم مرگھٹ میں جا کے پھونک آئے۔ اور کسی نے بڑے فخر سے یہ آن کے بیان کیا کہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ امام پر جوں ہی لکڑی پڑی اتنا خون بدن سے بہا کہ بند ہی نہ ہوتا تھا۔ پھیچیوں سے خون کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکلنا آج تک کسی نے سنا ہوگا ۔ یہ ہیں ان کے امام اور یہ ہیں محبان امام ، دوسرا شخص ایک لکڑی بھی مارتا تو اس کے جانی دشمن ہو جاتے ان کم بختوں نے امام کا یہ حال کیا اس وقت کو ئی انکا حمایتی نہ کھڑا ہوا ۔ اور کسی نے اتنا نہ کہا کہ اے بے دینو! بدبختو! کل جس کی محبت کا دم بھرتے اس کے آگے سجدہ کرتے اس سے مرادیں مانگتے تھے جس کی بدولت پیسہ کوڑی گٹے حلوا مالیدہ کھاتے تھے آج تم نے اس کا یہ لکھا پورا کیا ۔ ایسا تو ہندو بھی اپنے بتوں کے ساتھ نہیں کرتے ۔ یہ تو یہ ان کے امام کی ماشاء اللہ بڑے عزت دار اور بڑے غیرت مند معلوم ہوتے ہیں کہ اس سال ان لوگوں کے ہاتھوں ایسی کچھ ان کی ذلت اور رسوائی ہوئی دوسرے سال پھر وہیں اسی جگہ اور ان ہی لوگوں میں موجود ہو ۔ برخلاف اس کے ہمارے امام ہیں کہ جنت میں عیش کرتے ہیں ، نہ گڑ کا مالیدہ کھانے کو آتے ہیں نہ ان کی ایسی فضیحت ہوتی ہے ۔

حضرت امام حسنؓ ، امام حسینؓ سے کم مصیبت حضرت عثمانؓ اور ان کے گھر والوں پر نہیں ہوئی ۔ تاریخوں کو دیکھو تو معلوم ہو ۔ ان کا تو کوئی تعزیہ نہیں بناتا اگر مصیبت پر تعزیہ بنانا موقوف ہے تو ان کا بھی بنانا چاہیے کیونکہ اہل سنت کی کتابوں میں ان کا بھی مرتبہ حضرت امام حسنؓ سے کم نہیں لکھا ہے ۔ پیغمبر ﷺ کی دو بیٹیاں ان سے بیاہی گئیں ، ایک کے مرنے کے بعد دوسری ۔ اور اگر شہادت پر تعزیہ بنانا موقوف ہے تو حضرت علیؓ ، حضرت عمرؓ بلکہ آنحضرت ﷺ کا بھی تعزیہ بناؤ کہ یہ سب شہید ہوئے ہیں ، فقط امام حسنؓ و امام حسینؓ کی تخصیص کیا ہے ۔ حضرت عثمانؓ کا یا اور بزرگوں کا تعزیہ نہ بنایا تو ان کی بزرگی کچھ گھٹ نہ گئی ۔ لوگ کہتے ہیں تعزیہ سے امام کا نام جاری ہے ۔ یہ نہیں جانتے حضرت عثمانؓ کا تو نہیں بنا ان کا نام کیونکر جاری ہے ۔ اور ہر دم نام لینے سے کچھ ان کی بزرگی اللہ کے نزدیک حضرت عثمان سے بڑھ نہیں گئی ۔ اگر یہ کہو کہ ان کا بھلا نہیں ہمارا بھلا ہے ، سو اس سے زیادہ بھلا ہے اللہ کا نام لیا کرنے میں ۔ بعضے تعزیہ پرستی میں یہ خوبیاں بیان کیا کرتے ہیں کہ اس کے سبب محرم میں جتنے اہل حرفہ ہیں ، سب کی روزی جاری ہوتی ہے ، اور فقیر فقراء کو کھانا بہت بانٹا جاتا ہے ، اگر محرم موقوف ہو جاوے تو یہ سب بات موقوف ہو جائے گی ۔ ان کو سمجھانا چاہیے کہ اس سے تعزیہ پرستی کا حق ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ایسی نیکیاں ہندوؤں کے بتوں کے میلے کے دنوں میں بھی جاری ہوتی ہیں ۔ اور کھانا کھلانے کا ثواب رمضان شریف میں زیادہ ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان میں ایک نیکی کرنا ایسا ہے جیسا دوسرے دنوں میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ستر نیکیاں کرنا۔ اور تعزیہ کا بت ہونا صریح ظاہر ہے، جو اس کے بت ہونے میں شبہ کرے وہ نرا اندھا ہے کچھ دلیل لکھنے کی حاجت نہیں۔ تمام قرآن اور حدیث شرک و کفر کی برائی اور بت پرستی کی مذمت سے مالا مال ہے لیکن اس جگہ دو روایتیں اور ان کا ترجمہ لکھتا ہوں کہ اشارے کے واسطے کافی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے من جدّد قبراً و مثّل مثا لاً فھم ملعو ن جس نے نئی کی قبر یا اس کی شکل بنائی سو وہ ملعون ہے۔ اور دوسری جگہ آیا ہے من زار قبراً بلا مزارٍ فھو ملعو ن جس نے زیارت کی اس قبر کی جس میں لاش نہیں سو وہ ملعون ہے۔ اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ سے کہا ما ھذہ التّما ثیل الّتی انتم لھا عا کفو ن (انبیاء:۵۲)۔ (کیا ہیں یہ بت جن سے تم لگے بیٹھے ہو) اپنے بنائے ہوئے کے سامنے آپ سجدہ کرنا، اس کو بت پرستی کہتے ہیں۔ اور بت کی دو قسمیں ہیں۔ صنم اور وثن۔ جاندار کی شکل بنا کر اس کے سامنے سجدہ سلام کریں، اس کو صنم کہتے ہیں۔ اور جان دار کے سوا اور کوئی شکل بنانا۔ یا کسی درخت یا کوئی جگہ کو پوجنا اس کو وثن کہتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم تو اس لکڑی کو سلام نہیں کرتے اور اس سے حاجت نہیں مانگتے۔ ان سے کہو کہ ہندو سے پوچھو کہ جو پتھر کا لنگ بناتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہم تو اس پتھر کو سلام نہیں کرتے اور اس سے حاجت نہیں مانگتے بلکہ ہم تو مہادیو سے حاجت مانگتے اور ان کو سلام کرتے ہیں۔ اور اللہ رب العالمین سورہ یوسف میں فرماتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے قید خانہ میں قیدیوں کو سمجھانا شروع کیا اس طرح کہ :

یا صاحبی السجن أ أر با ب متفرّقون خیر ام اللّٰہ الوا حد القھّار

(یوسف:۳۹) (اے قید خانہ کے بھائیو! کیا کئی خداوند جدا جدا بھلے، یا اکیلا جو بڑ قہر والا ہے)

اور بعضے کہتے ہیں کہ ہم حضرت امام کے روضہ کی نقل بناتے ہیں۔ ان سے کہو کہ جب تم اس کو پوجنے لگے تو مشرک ہوئے اور حضرت امام کے روزہ کی تو ایک شکل بنی ہوئی ہے اور یہ جو تم ہزار شکل کے تعزیئے بناتے ہو تو سب ان کی نقل نہیں ہو سکتے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ محرم کا عشرہ اور ہندوؤں کا رتھ جاترا ایک دن پڑا۔ جب بازار میں ڈھپ ڈھپ بجتا، لوگوں کی بھیڑ چلی آتی دیکھی تو مسلمان تعزیہ پرستوں نے سمجھا تعزیہ آتا ہے اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اونچا سا لکڑی کا بنا ہوا اور اس پر چنور ہوتا دیکھ کر دست بستہ ہو کر ادب سے سلام بجالائے۔ نزدیک پہنچے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ رتھ جاترا ہے۔ توبہ توبہ کر کے دکا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ن میں غیرت سے گھس گئے اس واسطے کہ جو تعزیہ نہیں پوجتے ٹھٹھا کریں گے۔ اور کبھی ایسا ہوا کہ ڈھپ ڈھپ کی آواز سن کر ہندوؤں کو دھوکہ ہوا وہ سمجھے کہ ہمارا ٹھاکر چلا آتا ہے۔ جب بہت قریب پہنچے تب معلوم ہوا کہ تعزیہ ہے۔ اور کبھی یوں ہوا کہ دور سے اس کی چھتری اور ڈھول بجتا چنور ہونا دھوم دھام سے آتا ہوا دیکھ کر ہندو کہنے لگے کہ ہمارا ٹھاکر ہے اور مسلمان کہنے لگے کہ ہمارا تعزیہ ہے۔ آخر خوب رد و بدل ہوئی اور آپس میں شرط ہونے کی نوبت پہنچی۔ یہ تہتک اور فضیحتی دیکھ کر کتنے ہی غیرت والے مسلمانوں نے اسی سال تعزیہ پوجنے سے توبہ کی، اور جو بے غیرت ہیں وہ کسی طرح نہیں چھوڑتے۔...

مرید ہوگئے عالم تمام لکڑی کے
جو پاؤں پڑنے لگے صبح و شام لکڑی کے
جہاز و مہندی و شدہ و نشان و علم
بنائے لوگوں نے بت لا کلام لکڑی کے
وہ دیکھتا ہی نہیں کون مجھ کو پوجے ہے
ہزار تم کرو آگے سلام لکڑی کے
ذرا تو غور کرو دل میں کیا وہ کھاتا ہے
جو لے کے جاتے ہو آگے طعام لکڑی کے
کریں ہیں عیش ہمارے امام جنت میں
یہاں پڑے ہیں تمہارے امام لکڑی کے
کوئی امام کہے کوئی شدہ و تابوت
یہ سارے رکھ لئے لوگوں نے نام لکڑی کے
خدا کے در سے وہ مردود ہوگئے سارے
جو معتقد ہوئے ہر خاص عام لکڑی کے
نکالو کھود کے ہندو کی طرح پتھر کا
یہ پائے دار نہیں ہوتے کام لکڑی کے

(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ ص ۹۴ تا ۱۰۶ مختصراً)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیاض علی صادقپوری

آپ کا اسم گرامی فیاض علی بن مولانا الٰہی بخش بن شیخ ہدایت علی ہے۔ آپ نے درسی کتب اپنے برادر بزرگ مولوی احمد اللہ سے پڑھیں اور سند حدیث مولانا ولایت علیؒ سے لی۔ ازبس ذہین و ذکی تھے۔ اول کچھ درس و تدریس کی طرف متوجہ ہوئے مگر پھر شب و روز حاضر باش مولانا ولایت علیؒ کے رہا کرتے تھے اور ان کے خلفائے عظام سے ہوئے۔ آپ نے جس قدر فیض اپنے مرشد مولانا ولایت علیؒ سے حاصل کیا شائد کسی نے اتنا حاصل کیا ہو۔ آپ کا وعظ نہایت پر اثر ہوتا قرآن و حدیث کے بیان معنی و نکات میں ایک ملکہ خاص رکھتے تھے۔ آپ کے وعظ میں بڑے بڑے علماء اور ان پڑھ دونوں اپنے فہم اور حوصلہ کے موافق لطف اٹھاتے اور محظوظ ہوتے۔ آپ فن مناظرہ میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ آپ کی تقریر ایسی قلّ و دلّ ہوتی تھی کہ بڑے بڑے عالموں کو بجز سکوت کچھ بن نہیں پڑتا تھا، چنانچہ مولانا محمد فصیح غازی پوریؒ سے مجمع عام میں پٹنہ میں جو مناظرہ ہوا وہ مشہور و معروف ہے مولانا فصیح نے مجمع عام میں اقرار کیا۔ ہندوستان کے دور و سیر میں بھی بہت عالموں سے آپ کو مناظرہ کی نوبت پہنچی اور آپ ہمیشہ فائز المرام رہے۔

حضرت مولانا ولایت علیؒ عرف بڑے حضرت کا جب اول سفر ملک کاغان پکھلی کی طرف ہوا، تو آپ بھی ہمراہ تھے اور وہاں گلاب سنگھ وغیرہ سکھوں کے لشکر کے مقابلہ میں آپ نے بہت کچھ جوانمردی اور بہادری دکھائی۔ آپ بہت مرتبہ چھوٹے چھوٹے سریہ پر افسر کر کے بھیجے گئے اور کارنمایاں دکھلایا۔ آپ بڑے حضرت کے ساتھ بطور وزیر و مشیر کے رہا کرتے۔ آپ کی فہم و فراست جیسی علوم کتابی میں فائق تھی ویسا ہی امور تمدنی میں۔ پھر جب بڑے حضرت اس ملک سے واپس آئے تو آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لائے اور جب تک بڑے حضرت اس شہر پٹنہ میں مقیم رہے آپ بھی ان کے ساتھ رہے اور پھر دوبارہ بڑے حضرت ملک سوات و بنیر روانہ ہوئے آپ بھی ہمراہ ہوئے اور وہاں قریب چھ سات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

برس کے رہے۔ جب بڑے حضرت کا انتقال ہوگیا اور وہاں کچھ کاموں میں فتور آ گیا تب (جناب عبدالرحیم صادقپوریؒ کے والد) چھوٹے حضرت نے آپ کو بلا لیا۔ اس وقت سے آپ چند برس پٹنہ میں رہے۔ چھوٹے حضرت کا آپ وہی ادب ولحاظ فرماتے جیسا بڑے حضرت کا فرماتے تھے۔

الغرض جس روز سے آپ نے بڑے حضرت مولانا ولایت علیؒ کی بیعت کی ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ سفر وحضر میں ساتھ رہے، انواع واقسام کی تکالیف اور مصائب مثل فاقہ کشی، آبلہ پائی، پیادہ روی منازل بعیدہ کی آپ نے اٹھائی۔ صبر واستقلال سے تمام مصائب برداشت کئے اور عسر ویسر میں صابر وشاکر رہے۔ جب چھوٹے حضرت کا پٹنہ میں انتقال ہوگیا تو آپ مع اہل وعیال ملک سوات بنیر چلے گئے، اور وہیں بقیہ عمر عبادت وریاضت میں بسر کی۔ آپ مولوی الٰہی بخش کے فرزند تھے اور مولوی احمد اللہ کے برادر اور جو کچھ ثروت دنیاوی اللہ نے ان لوگوں کو دی گئی تھی وہ سب کو معلوم ہے، وہ سب آپ کو علی وجہ الاتم حاصل تھی، مگر آپ نے سب کچھ چھوڑ کر بطلب دار آخرت ونعیم مقیم کے اپنی عمر کو دور دراز کے سفروں میں بسر کیا، اور اسی مہاجرت ومسافرت میں وفات پائی۔

آپ بڑے سالک تھے، اکثر سکوت وذکر اللہ وادائے نوافل میں مصروف رہتے۔ بیان میں بہت تاثیر تھی۔ مزاج خلقی غصہ ور تھا، مگر دل ودماغ پر ایسا قابو پالیا تھا کہ نہایت رحیم حلیم معلوم ہوتے۔ علوم معقول منقول میں پوری دستگاہ تھی، اصول وفروع کے بھی پورے ماہر، مسائل جزئی حدیثیہ وفقہیہ کے اندر بھی نگاہ ازبس غامض تھی، صدہا حدیث متحضر صدہا مسائل حفظ۔ یہی وجہ تھی کہ بروقت معاودت از افغانستان ۱۲۷۲ھ میں جب آپ دہلی میں وارد ہوئے، دوروز میں پندرہ سولہ سوالوں کا جواب صرف زبانی آپ نے تحریر کر کے ان کو دے دیا جس کا نام فیض الفیوض وہاں کے لوگوں نے رکھ کر اس کو چھاپ دیا۔ ورزش کا شوق ہمیشہ رہا فن سپاہ گری میں بھی پوری مہارت تھی۔ اولاد نہیں ہوئی لہذا مولوی اشرف علی فرزند اپنے برادر مولوی احمد اللہ کو اور مسماۃ رقیہ بنت اپنے چھوٹے بھائی مولوی اکبر جو یتیمہ ہوگئی تھیں آپ نے پالا اور پھر ان دونوں کی شادی بھی کر دی ان کو اپنے ہمراہ رکھتے۔

(ملخص از تذکرۃ الصادقہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیض الفیوض

(مصنفہ جناب فیاض علی بن مولوی الٰہی بخش صادق پوری۔ ترجمہ اردو بنام منبع الفیوض از جناب الٰہی بخش بہاری)۔

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم ۔ الحمد للّٰہ الّذی بعث فی ا لامیین رسولاً منھم یتلو علیھم آیا تہ و یز کّیھم و یعلّمھم الکتا ب و الحکمۃ و الصّلوۃ و السّلام علی ھذا النّبیّ الرّ حمۃ و علی آ لہ و صحبہ الّذین ھم ا حقّ بالاقتداء الی یو م القیا مۃ ۔ اما بعد:

عالم و عامی پر عمل بالحدیث لازم ہے

سوال از علمائے ر بانیین وفقہائے راسخین ۔ کسے کہ بدرجہء اجتہاد نرسیدہ است خواہ عالم باشد خواہ عامی عمل برحدیث نمودن اورا جائز است یا نہ۔ بینوا تو جروا۔

جواب ۔ الحکم للّٰہ و ھو ا حکم الحا کمین۔ عالمیکہ بتا ویل عبارت عارف است و ناسخ را از منسوخ مے فہمد وصحیح را از ضعیف مے شناسد و بر کتب متداولہ محدثین قدرت مے دارد، عمل برحدیث نمودن او را جائز است با تفاق ا مام اعظمؒ و صاحبیہ رحمھم اللہ تعالی۔ اما کسیکہ عامی باشد عمل برحدیث نمودن او را ہم واجب است نزدیک امام اعظم ومحمدؒ خلا فاً لا بی یو سفؒ ۔ قا ل فی الھدا یۃ لو احتجم و ظن ذلک یفطر ثم اکل متعمداً علیہ القضاء و الکفارۃ لانّ الظن ما استند الی دلیل شر عی ا لّا اذا افتاہ فقیہ با لفساد لانّ الفتوی دلیل شر عی فی حقہ و لو بلغہ الحد یث فا عتمد فکذالک عند محمدؒ لانّ قو ل الرسو ل ﷺ لا ینز ل عن قو ل المفتی ، و فی غا یۃ البیا ن قد روی الحسن بن زیاد عن ابی حنیفہؒ ایضاً انہ لا کفارۃ علیہ لا نّہ یجب علیہ ا لا خذ بحد یث رسو ل اللّٰہ ﷺ ۔ و فی بحر الرا ئق و ان لم یستفت و لکن بلغہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخبر و هو قو له عليه السّلام افطر الحا جم و المحجو م و قو له عليه السلا م الغيبة تفطر الصا ئم و لم يعرف النسخ و لا تا ويله فلا كفارة عليه عند هما لانّ ظا هر الحد يث وا جب العمل به خلا فاً لا بى يو سفؒ لا نه ليس للعا مى العمل بالحد يث لعدم علمه با لناسخ و المنسو خ ۔ انتهى۔ و هكذا فى الدر المختار وغيره

وشیخ محمد اسعد حنفی مکی در رسالہ شہب محرقہ در ردّ قول مھدویہ کہ قائل بعدم جواز تمسک بالاحادیث لغیر المجتہد اندنوشتہ است کہ

انّ الاحاديث التى لم يبذل ارباب الجهد جهدهم فى تصحيحها لا يجوز تمسک بها لغير هم اذ فيها ما يصلح و فيها ما لا يصلح و هو لا يهتدى الى التميز بين ذا لک امّا ما اجتهدوا فى تصحيحه و صححو ه و ميزوا بينه و بين غيره اذا ثبت ذلک عن المحد ثين او عن كتبهم المشهورة المتدا وله جاز العمل بها للعا لم العوا رف بقوا عد الاصول و معا نى النصو ص و الاخبار قال و المراد بالعا مى فى قول ابى يوسف العا مى الصرف الجا هل الذى لا يعرف معنى الاحاديث و تاويلاتها لانّ العا مى منسوب الى العامة و هى خلاف الخاصة ، و فى الحميدى العا مى منسو ب الى العا مة و هم الجها ل و هكذا فى العنا ية و غيره

سوال ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ پر نہیں پہنچا ہو، خواہ وہ عامی ہو یا عالم، اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

جواب ۔ حکم اللہ ہی کے لئے ہے اور وہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔ جو عالم کہ عبارت کا مطلب بیان کرنا جانتا ہے، اور ناسخ کو منسوخ سے پہچانتا ہے، اور صحیح کو ضعیف سے تمیز کرتا ہے، اور محدثین کی متداولہ کتابوں پر قدرت رکھتا ہے، اس کو حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔ اس پر اتفاق ہے امام اعظمؒ اور ان کے صاحبین امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا۔ اب رہا عامی، سو اس کو بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، اس پر اتفاق ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کا، امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں۔ ہدایہ میں ہے کہ ایک شخص نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ یہ مفطر صوم ہے، پھر اس نے قصداً کھانا کھایا تو اس پر قضا اور کفارہ ہے اس واسطے کہ گمان یہ ہے کہ اس نے نہیں تکیہ کیا ہوگا کسی دلیل شرعی پر مگر جب کہ اس کو فتوی دیا ہوگا کسی فقیہ نے ساتھ فاسد ہونے روزے کے کیونکہ فتوی دلیل شرعی اس کے حق میں، اور اگر پہنچی ہو اس کو حدیث اور اعتماد کر لیا ہو اس نے اس پر تب بھی یہی حکم ہے نزدیک امام محمد کے کیونکہ قول رسول اللہ ﷺ کا مفتی کے قول سے تو کسی طرح کم رتبہ نہیں رکھتا ہے۔ اور غایۃ البیان میں ہے کہ روایت کیا حسن بن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی کہ اس شخص پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ واجب ہے اس پر رسول اللہ ﷺ کے قول کو لینا۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ اگرچہ اس شخص نے فتوی نہ پوچھا ہو کسی سے ولیکن پہنچی ہو اس کو حدیث یعنی آپ ﷺ کا یہ قول کہ پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے، دونوں کا روزہ افطار ہو گیا، اور یہ آپ ﷺ کا قول کہ غیبت توڑ دیتی ہے روزہ کو، اور نہ پہچانا اس شخص نے اس کے نسخ کو اور نہ اس کی تاویل کو، تو نہیں کفارہ ہے اس شخص پر نزدیک امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، امام ابو یوسفؒ اس کے خلاف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ناسخ اور منسوخ کو نہیں جانتا ہے۔ انتہی۔ اور ایسا ہی درمختار وغیرہ میں ہے۔ اور شیخ محمد اسعد حنفی مکی رسالہ شہب محرقہ میں قول مہدویہ کے رد میں، جو کہ اس بات کے قائل ہیں کہ غیر مجتہد کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں، لکھا ہے کہ وہ احادیث کہ جس کی تصحیح کی طرف محدثین نے توجہ نہیں کی اس کے ساتھ دلیل پکڑنا غیر محدث کو جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں دونوں قسم کی حدیثیں جن میں دلیل ہونے کی صلاحیت اور جن میں دلیل نہیں ہونے کی صلاحیت ہے، موجود ہیں اور غیر محدث بطور خود ان دونوں کو تمیز نہیں کر سکتا ہے، ہاں وہ احادیث جن کی تصحیح کی طرف آئمہ حدیث نے توجہ کی اور ان کی نسبت صحت کا حکم لگایا اور صحیح و غیر صحیح کو فرق کر کے بتلا دیا، جب ایسی ایسی حدیثیں محدثین سے ثابت ہو جائیں یا ان کی مشہور و متداول کتابوں میں ملیں تو اس پر عمل کرنا اس عالم کو جائز ہے جو قواعد اصول کو جانتا ہے اور نصوص و احادیث کے معانی کو پہنچانتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کے قول میں عامی سے محض عامی و جاہل مراد ہے جو احادیث کے معانی و تاویل کو نہیں جانتا ہے کیونکہ عامی عامہ کی طرف منسوب ہے اور یہ خاصہ کے برخلاف ہے۔ اور حمیدی میں ہے کہ عامی منسوب عامہ کی طرف ہے اور مراد اس سے جہال ہیں۔ ایسا ہی عنایۃ وغیرہ میں ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پر عمل واجب ہے

﴿ سوال تابع مجتہدی را اگر حدیثے صحیح صریح غیر منسوخ مخالف قول امامخود رسد عمل بر حدیث نماید یا بر قول امام واگر بر قول امام کند وحدیث را ترک سازد حال او عند اللہ چیست ۔ بیان کنید این مسئلہ را از اقوال فقہائے عظام وصوفیائے کرام ۔

﴿ جواب ۔ وقتیکہ کسے حدیث صحیح صریح غیر منسوخ یا بدعمل بر حدیث نمودن او را واجب است بلکہ از عبارات ہدایہ وغایۃ البیان وبحر الرائق ودر مختار وعنایۃ وغیرہ کہ بالا مذکور شد مفہوم مے شود کہ اگر حدیث صریح ہم نباشد بلکہ احتمال تاویل یا نسخ داشتہ باشد اطلاع بر تاویل ونسخ آن نشود آن وقت ہم غیر مجتہد را عمل بر ظاہر آن حدیث کردن واجب است واستفسار از کدام مفتی ومجتہد لازم نیست نزدیک امام اعظمؒ ومحمدؒ ونزد ابی یوسفؒ نیز وقتیکہ عامی جاہل محض نباشد ہمین حکم است ، وہر کہ حدیث یا آیت معارض قول امام خود را ترک سازد وعمل بر قول امام خود کند شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کہ از علمائے ابرار وامام صوفیاء کبار است آنکس را در کتاب فتوحات مکیہ گمراہ و خارج از دین خدا نوشتہ است حیث قال :

اذا صحّ الحدیث و عارضه قول صاحب او امام فلا سبیل الی العدول عن الحدیث و یترك قول ذلک الامام و الصاحب و الصاحب للخبر ، ثم قال ، و لا یجوز ترك آیة او خبر صحیح بقول صاحب او امام و من یفعل ذلک فقد ضل ضلا لاً مبیناً و خرج عن دین الله ۔ انتهی

و قال الشیخ عبد الوهاب شعرانی فی مشارق الانوار القدسیة ، سمعت سیدی علی النبتیؓ یقول لفقیه ایاك یا ولدی و ان تعمل برأی رأیته مخالفاً لما صحّ فی الاحادیث و تقول هذا مذهب امامی فان الائمة کلهم قد تبرؤا من اقوا لهم اذا خالفت صریح السنة و انت مقلد لا حدهم بلا شک فما لک لا تقلدهم فی هذا القول و تعمل بالدّلیل کما تعمل بقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امامک لاحتمال ان یکو ن له دلیل لم تطلع انت علیه۔ انتهی

و قال العارف با للّٰه و العالم الربانی شیخ تاج الدین العثما نی فی جا مع الفواد من یعمل بقول المجتهد ین فهو مثاب فی الد نیا و ا لآخر ة ما لم یجد الحد یث الصحیح المتصل ا لا سناد و اذا و جده یعمل بالحد یث ۔ انتهی

و قا ل الشیخ الکردری فی رسا لته ان طریقة المشا ئخ الصوفیة عموماً و طر یقة الا کا بر النقشبند یة خصو صاً اتباع السنة النبو یة وعدم التقلید بمذ هب معین او قو ل عا لم صدق محقق و لیس التعصب بمذ هب معین من آ دا ب القو م و ا خلا قهم۔ انتهی

کتب تمام فقہائے عظام وصوفیاء کرام ازیں معنی مملو ومشحون است، اگر ہمہ را ذکر کنم یک بارشتر گردد۔ وحضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نیز در کتاب فتوح الغیب یل مقالہ در ہمیں معنی ارشادفرمودہ کہ نظر کنید درقرآن وحدیث وعمل کنید برآں وفریب مخور یداز اقوال ضعیفہ یا قویہ کسے وکتب محدثین ازتا کید ایں امراز بسکہ مشحون است برخے ازاں ذکرمے کنم۔

قال الشیخ عبد الو ها ب الشعرا نی فی الیوا قیت و الجوا هر روی عن ابی حنیفهؒ انه کا ن یقو ل لا ینبغی لمن لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلا می و کا ن ا لامام ما لکؒ یقول ما من احدٍ ا لّا و ماخوذ من کلا مه و مردود علیه ا لّا رسو ل اللّٰه ﷺ و رو ی الحا کم و البیهقی عن الشا فعیؒ انه کان یقول اذا صحّ الحد یث فهو مذ هبی و فی روا یة اذا ر أیتم کلا می یخا لف الحد یث فا عملوا بالحد یث و اضر بوا بکلا می الحا ئط و کان الامام ا حمدؒ یقو ل لیس لا حدٍ مع اللّٰه و رسو له کلا م لا تقلدنی و لا تقلد ن ما لکاً ولا الاوزا عی ولا النخعی و لا غیرهم و خذ الکلا م من حیث ا خذوا من الکتا ب و السنّة ۔ انتهی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قال السیوطی فی کتابه الردّ علی من اخلد الی ا لارض معزیا الی کتاب التلخیص، هل ابا ح ما لک و ابو حنیفه او الشا فعی قط لا حد تقلید هم حا شا لله من هذا بل انهم قد نهوا عن ذ لک و منعوا منه و لم یفسحوا لا حد فیه۔ انتهی۔

و فی رو ضة العلماء عن ا لامام ابی حنیفه اترکوا قو لی بخبر الرّسو ل و خبر الصّحا بة ۔ و روی الخطیب باسناده انّ الدارکی من الشّا فعیة کا یستفتی و ربما یفتی بغیر مذ هب الشا فعی و ابی حنیفه فیقا ل له هذا یخا لف قو لهما فیقو ل و یلکم حد یث فلا ن عن فلا ن عن النبی ﷺ هکذا و ا لا خذ با لحد یث او لی من ا لا خذ بقو لیهما اذا خا لفا ه ۔

ومصنف قاموس شیخ مجد الدین کہ سرحلقہ فضلائے متاخرین و واز نقادمحدثین است در سفر السعادۃ نوشتہ کہ در باب عبادات اعتماد کلی بران کند یعنی ہر آنچہ از حضرت نبوت ﷺ بصحت رسیدہ است واز خلاف زید وعمرو نیندیشند ۔ انتہی ۔

وقدوۃ المحدثین ابن حزم ایں چنیں تقلید کہ کسے حدیث صحیح را متروک سازد و بر مسائل قیاسیہ امام خود عمل نماید حرام نوشتہ حیث قا ل فی کتاب النبذ الکافیہ فی علم الاصول التقلید حرا م و لا یحل لا حد ان یا خذ قو ل ا حدٍ غیر رسول الله ﷺ بلا بر ها ن لقو له تعا لی :

اتبعوا ما انز ل الیکم من ر بکم و لا تتبعوا من دو نه او لیا ء ۔ (اعرا ف :۳)

و قو له تعا لی : و اذا قیل لهم اتبعوا ما انز ل الله قا لوا بل نتبع ما و جد نا علیه آ با ء نا ۔ (لقما ن: ۲۱)

و قال اللّه تعا لی ماد حاًلمن لم یقلد:

فبشّر عباد الّذین یستمعو ن القو ل فیتّبعو ن احسنه ، او لئک الّذین هد ا هم اللّه و او لئک هم اولو ا لالبا ب (زمر: ۱۷۔۱۸)

و قا ل اللّه تعا لی : فا ن تناز عتم فی شیء فردّو ه الی اللّه و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الرّسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر (نساء: ۵۹)

فلم یبح اللّٰہ تعالی الرّدّ عند التّنازع الی احدٍ دون القرآن والسّنّۃ وقد صحّ اجماع الصّحابۃ کلّھم اوّلھم وآخرھم واجماع التّابعین اولھم عن آخرھم واجماع تابعی التابعین اولھم عن آخرھم علی الامتناع والمنع من ان یقصد احد منھم الی قول انسان منھم او ممن قبلھم فیاخذ کلھم۔ فیعلم من اخذ بجمیع اقوال ابی حنیفہ او جمیع اقوال مالک او جمیع اقوال الشافعی او جمیع اقوال احمد ولا یترک من اقوال من اتبع منھم الی قول غیرہ۔ ولم یعتمد علی ما جاء فی القرآن والسنۃ غیرصارف لذلک الی قول انسان بعینہ انہ قد خالف اجماع الامۃ کلھا او لھا عن آخرھا بیقین لا اشکال فیہ وانہ لا یجد لنفسہ سلفا ولا اماماً فی جمیع الاعصار المحمودۃ الثلاثۃ وقد اتبع غیر سبیل المؤمنین نعوذ باللّٰہ من ھذہ المنزلۃ۔ انتھی۔

وقال فی کتاب ابطال التّقلید انّما حدث التّقلید فی القرن الرّابع والتّقلید ھو ان یّفتی فی الدّین فتیا بقول فلان الصاحب او فلان العالم بلا نصّ فی ذلک وھذا باطل وقد یختلف الصّحابۃ والتّابعون والعلماء فما الّذی جعل بعضھم الی بالاتباع من بعضٍ ویکفی فی ابطال التقلید ان القائلین مقرون علی انفسھم بالبطلان کل طائفۃ من الحنفیۃ والمالکیۃ والشافعیۃ مقرۃ بان التقلید لا یحل وآئمتھم الثلاثۃ قد نھوا عن تقلیدھم ثم مع ذلک خالفوھم وھذا تعجب حیث اقروا ببطلان التقلید ثم دنوا للتقلید وایضاً فانّھم مجمعون علی ان جمیع اھل عصر عصر الصحابۃ لم یکن فیھم واحد فما فوقہ یقلد صاحبا اکبر منہ فیاخذ قولہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلّه و ان جمیع اهل عصر التّا بعین لم یکن فیهم وا حد فما فوقه یقلد صاحبا اکبر منه فیا خذ قوله و هکذا تا بعوا التّابعین فصح یقیناً ان هو لا ء المقلد ین الذین یخا لفو ن قلّدوه قد خالفوا اجماع ا لآ ئمة کلها بیقین و هذا عطیم جداً و ایضاً فما الذی خص ابا حنیفه و ما لکاً و الشّا فعی با ن یقلّدوا دو ن ابی بکر و عمر و عثما ن و علی و ابن مسعود و ابن عباس و عائشه و دو ن سعید بن المسیّب و الزّ هری و النخعی و الشعبی و عطا ء و طاؤس و الحسن البصری ۔ ا نتهی۔

و قال اما م الفقهاء المحدّ ثین المتأ خّر ین ابو شا مة فی کتا ب الاموا ل و قد حر م الفقهاء فی زما ننا النظر فی کتب الحد یث و الآثار و البحث عن فقهها و معا نیها و مطا لعة الکتب النفیسة المصنفة فی شرو حها و غریبها بل افنوا زما نهم و ضیعوا عمر هم فی النظر فی اقوا ل من سبقهم من متا خری الفقهاء و ترکوا النّظر فی نصو ص نبیهم المعصو م من الخطاء ﷺ و آ ثار الصّحا بة الّذین شهدوا الو حی و عا ینوا المصطفی و فهموا نفا یس الشریعة فلا جر م حر م هؤلاء رتبة الاجتهاد و بقوا مقلد ین علی ا لآ باء و قد کا نت العلماء فی الصدر الا ول معذو رین فی تر ک ما لم یقفوا علیه من الحد یث لکو ن ا لا حا دیث لم تکن هینئذ فیما بینهم مدو نة انما کا نت تلقی من افواه العلماء و هم یتفر قو ن فی البلدا ن و قد زا ل ذلک العذر و للّه الحمد بجمع الاحادیث المجتمع بها فی کتب و بوّبوها و قسموها و سهلوا الطّر یق الیها و بیّنوا ضعف کثیر منها و صحتها و تکلموا فی عدالة الرجال و جر ح المجروح منهم و فی علل الاحادیث و لم ید عوا للمستعل ما یتعلل به و فسروا القرآن و تکلّموا فی غر یبهما و فقههما و کل ما یتعلق بهما فی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مصنفات عديدة جليلة والآت متهيأة لذى طلب صادق وذكاء وفطانة وكذا اللغة وصناعة العربية كل ذلك فقد حرره اهله وحققوه فالتوسل الى الاجتهاد بعد الجمع والنظر فى الكتب المعتمدة اذا رزق الانسان الحفظ والفهم ومعرفة اللسان اسهل منه قبل ذلك لولا قلة همم المتاخرين وعدم المعتبرين ومن اكبر اسبابه تعصبهم وتقليدهم بالوقوف وجهد اكثر المسدرين منهم على ما هو المعروف الذى هو منكر ما لوف۔ انتهى۔

وقال الولى الكامل العارف باللّٰه علامة الدهر وحجّة اللّٰه الشيخ المحدث ولى اللّٰه فى رسالته عقد الجيد فى احكام الاجتهاد والتقليد، اعلم ان تقليد مجتهد على وجهين واجب وحرام فاحدهما ان يكون من اتباع الرواية ولو دلالة تفصيله ان الجاهل بالكتاب والسنة لا يستطيع التتبع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يسأل فقيها ما حكم ﷺ فى مسئلة كذا وكذا بلا تعين فاذا اخبر اتبعه سواء كان ماخوذا من صريح نصّ او مستنبطاً منه او مقسياً على النصوص فكل ذلك راجع الى الرواية عنه ﷺ ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامم على صحته قرنا بعد قرنٍ، ومرة هذا التقليد ان يكون عمله بقول المجتهد ۔ كالمشروط بكونه مواقفاً للسنة فلا يزال متفحصاً من السنة بقدر الامكان فمتى ظهر حديث يخالف قوله فتركوه واخذ بالحديث واليه اشار الآئمة قال الشافعى اذا صح الحديث فاعملوا بالحديث واضربوا بكلامى الحائط وذكر اقوال مالك وابى حنيفه واحمد مثله قال والوجه الثانى ان يظن بفقيه انه بلغ الغاية القصوى فلا يمكن ان يخطى فهمه ثم بلغه حديث صحيح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صریح یخا لف مقا له لم یتر ك و ظن انه لما قلده کلفه اللّه بمقا له و کا ن کا لسفیه المحجور علیه فا ن بلغه حد یث استیقن بصحته لم یقبله لکو ن ذمته مشغو لة با لتقلید فهذا اعتقاد فاسد و قو ل کا سد لیس له شا هد من النقل و العقل و ما کا ن ا حد من القرو ن السا بقة یفعل ذلک و قد کذ ب فی ظنه من لیس بمعصو م من الخطاء معصو ماً حقیقة او معصوما فی حق العمل بقو له و فی ظنه ان اللّه تعا لی کلفه بقو له و ان ذمته مشغو لة بتقلیده و فی مثله نز ل قو له تعا لی : و انّا علی آ ثار هم مقتدو ن ۔(زخر ف :۲۳)۔ و هل کا ن تحریفات الملل السا بقة ا لا من هذا الو جه ۔ و قا ل فی رسا لته الفا رسیة المسماة با لمقا لة الو ضیة فی الوصیتة و النصیحه:

اول وصیت این فقیر چنگ زدن است بکتاب وسنت دراعتقاد وعمل و پیوستہ بتدبر ہر دو مشغول شدن و ہر روز از ہر دوخواندن واگر طاقت خواندن ندارد ترجمہ ورقی از ہر دوشنید ن و درعقائد مذہب قدمائے اہل سنت اختیار کردن واز تفصیل وتفتیش انچہ سلف تفتیش نکردہ اند، اعراض نمودن و بہ تشکیلات وتشکیکات خام معقولیاں التفات نکردن و در فروع پیروی علمائے محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن دائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض کردن انچہ موافق باشد درحیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنا حاصل نیست وسخن متقشفہ ءفقہاء را کہ تقلید عالمے را دستاویز ساختہ تتبع کتاب وسنت را ترک کردہ اند نہ شنیدن و بدیشاں التفات نکردن وقرب خداجستن وبدوری ایناں ۔انتہی

وقدمائے علمائے عصر زبدہ فضلائے دہر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ درتفسیر فتح العزیز زیر آیۃ کریمہ و لئن ا تبعت ا هواء هم بعد الذی جاء ك من العلم ..(بقرہ ۔۱۲۰).فرمودہ کہ ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجی ءعلم است ۔انتہی ۔ونیز درہماں کتاب زیر آیت کریمہ بل نتبع ما الفینا علیه آ باء نا ۔(بقرہ :۱۷۰) فرمودہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ دریں آیت اشارہ است با بطال تقلید بدوطریق۔طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کہ را تقلید مے کنی نزد تو محق است یا نہ، اگر محق بودن او را نمے شناسی پس با وجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید مے کنی و اگر محق بودن او را مے شناسی پس بکدام دلیل مے شناسی اگر بہ تقلید دیگر مے شناسی، سخن دراں خواہد رفت و تسلسل لازم خواہد آمد و اگر بعقل مے شناسی پس آن را چرا در معرفت حق صرف نمے کنی و عار تقلید بر خود گوارا مے داری۔طریق دوم آنکہ کسی را کہ تقلید مے کنی ناگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو و او برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او مے کنی۔ و اگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتے تمام میشود کہ تو ہم آں مسئلہ را بہماں دلیل بدانی والا مخالف او باشی نہ مقلد او چوں تو ہم آن مسئلہ را بدلیل دانستی تقلید ضائع شد۔انتہی۔ ومحدث اکمل فقیہ بے بدل عالم باعمل واصل الی اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت مولانا اسماعیلؒ در کتاب صراط مستقیم نوشتہ کہ در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است بہتر وخوب است ولیکن علم پیغمبر ﷺ منحصر در علم یک شخص از مجتہدین ندانند بلکہ علم نبوی منتشر در آفاق گردیدہ است بموجب مقتضیات وقت بہر کس رسیدہ و بعد آن کہ کتب مصنف شدہ جمیعت آں علوم ظاہر گشتہ پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد ران نکند و اہل حدیث را مقتدائے خود شناسد و بدل محبت ایشاں دارد و تعظیم ایشاں لازم شمرد کہ حاملان علم پیغمبر اند و بنوعے فائدہ مصاحبت پیغمبر خدا ﷺ حاصل کردہ مقبول جناب رسالت مآب گشتہ اند و مقلدان تعظیم و توقیر مجتہدان بکوبی مے دانند محتاج آگاہی بر آن نیستند

سوال۔ایک شخص ایک مجتہد کا مقلد ہے اگر اس کو کوئی حدیث صریح غیر منسوخ جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہے ملے، تو ایسے وقت میں اس کو اپنے امام کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا اس حدیث پر۔اور اگر وہ اپنے امام کے قول پر عمل کرے اور حدیث کو چھوڑ دے تو اس کا حال اللہ کے نزدیک کیا ہوگا۔اس مسئلہ کو فقہائے عظام اور صوفیاء کرام کے اقوال سے بیان کرو۔

جواب۔جب کسی نے کوئی حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پائی تو اس کو اس حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگیا۔چنانچہ ہدایہ، غایۃ البیان و بحر الرائق، درمختار وعنایۃ وغیرہ کی عبارت سے کہ اوپر ذکر ہوا، مفہوم ہوتا ہے کہ اگر حدیث صریح بھی نہ ہو بلکہ احتمال تاویل یا نسخ کا رکھتی ہو اور اس کے تاویل اور نسخ پر اطلاع نہ ہو اس وقت بھی غیر مجتہد کو ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتہد و مفتی سے پوچھنا لازم نہیں ہے، امام اعظمؒ و امام محمدؒ کے نزدیک، اور امام ابو یوسفؒ کے بھی جس وقت کہ عامی جاہل محض نہ ہو یہی حکم ہے۔ اور جو شخص اس حدیث یا آیت کو جو اس کے امام کے قول کے مخالف ہے ترک کر دے اور اپنے امام ہی کے قول پر عمل کرے اس کی نسبت شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو علمائے ابرار اور امام صوفیاء کبار میں سے ہیں فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص گمراہ اور خدا کے دین سے خارج ہے کیونکہ جب حدیث صحیح ہوگئی اور امام کا قول اس کے معارض و مخالف ہے تو حدیث سے منہ پھیرنے کی گنجائش ہی نہیں ہے اس وقت امام کا قول حدیث کی وجہ سے چھوڑ دینا چاہیے۔ نیز فرماتے ہیں کہ نہیں جائز کسی آیت یا حدیث کا چھوڑنا کسی امام یا صاحب کے قول کی وجہ سے اور جس نے ایسا کیا وہ کھلم کھلا گمراہ ہوگیا اور اللہ کے دین سے نکل گیا۔ انتہی

اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، مشارق الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے سیدی علی النبتیؒ کو سنا کہ وہ ایک فقیہہ سے فرما رہے تھے کہ اے میرے بیٹے تو اس رائے پر عمل کرنے سے بہت بچو جو مخالف صحیح حدیثوں کے ہو اور خبردار ایسے موقع پر تو ہرگز یہ نہ کہنا کہ یہ مذہب میرے امام کا ہے کیونکہ سب آئمہ نے اپنے اس قول سے جو مخالف صریح سنت کے ہو، اپنی برأت کر لی ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ تو ان میں سے ایک کا ضرور مقلد ہے تو پھر اس قول میں اس کی تقلید کیوں نہیں کرتا ہے اور کیوں عمل نہیں کرتا دلیل کے اوپر جس طرح اپنے امام کے قول پر عمل کرتا ہے واسطے احتمال اس بات کے کہ امام کے پاس کوئی دلیل ہو کہ جس پر تجھ کو اطلاع نہیں ہے۔ انتہی

اور فرمایا عارف باللہ اور عالم ربانی شیخ تاج الدین عثمانیؒ نے جامع الفواد میں کہ جس نے عمل کیا مجتہدین کے قول پر وہ دنیا و آخرت میں مثاب ہے جب تک کہ حدیث متصل الاسناد نہیں ملی ہے اور جب حدیث مل گئی تو حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ انتہی

اور فرمایا شیخ کردریؒ نے اپنے رسالہ میں کہ طریقہ مشائخ صوفیہ کا عموماً اور طریقہ مشائخ نقشبندیہ کا خصوصاً سنت کا اتباع کرنا ہے نہ مذہب معین یا کسی بڑے سچے محقق، عالم کی تقلید کرنا، اور مذہب معین پر تعصب کرنا آداب و اخلاق صوفیا کرام سے خارج ہے۔ انتہی

کل فقہائے عظام و صوفیا کرام کی کتابیں اس مضمون سے مملو و مشحون ہیں اگر سب کو ذکر کریں تو ایک اونٹ کا بوجھ ہو جائے۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں ایک مقالہ اسی مضمون کا تحریر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نظر کرو قرآن و حدیث میں اور عمل کرو اوپر اس کے اور فریب مت کھاؤ کسی کے ضعیف یا قوی اقوال سے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور محدثین کی کتابیں اس امر کی تاکید سے بہت کچھ مالا مال ہیں اس میں سے تھوڑا ہم ذکر کرتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ، یواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص میری دلیل کو نہیں پہچانتا ہے اس کو لائق نہیں ہے کہ میرے قول پر فتوی دے اور امام مالکؒ فرماتے تھے کہ کوئی شخص نہیں مگر یہ کہ اس کا قول لیا بھی جاتا ہے اور رد بھی کر دیا جاتا ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ اور حاکمؒ و بیہقیؒ نے امام شافعیؒ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب حدیث صحیح ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرماتے تھے کہ جب میرے کلام کو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔ اور امام احمدؒ فرماتے تھے کہ اللہ و رسول کے ساتھ کسی کا کلام وزن نہیں کیا جاتا ہے۔ تم میری تقلید مت کرو اور نہ مالکؒ کی، اور نہ اوزاعیؒ کی اور نہ نخعیؒ کی اور نہ ان کے غیر کی، احکام وہیں سے لو جہاں سے ان لوگوں نے لیا یعنی کتاب وسنت سے۔ انتہی۔

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں فرماتے ہیں کہ کتاب التخلیص میں ہے کہ کیا مباح کیا ہے مالکؒ و ابوحنیفہؒ یا شافعیؒ نے کبھی کسی کے لئے اپنی تقلید کو؟ حاشا اللہ ان لوگوں نے کبھی ایسا نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں نے اس بات سے منع کیا اور کسی کے لئے اس میں اجازت نہیں دی۔ انتہی

اور روضۃ العلماء میں ہے امام ابوحنیفہؒ سے کہ چھوڑ دو میرا قول بمقابلہ حدیث رسول و خبر صحابہ کے۔ اور روایت کیا خطیب نے اپنی سند سے کہ دارکیؒ جو شافعی مذہب تھے بسا اوقات برخلاف شافعیؒ و ابوحنیفہؒ کے فتوی دیتے تو ان سے کہا جاتا کہ یہ فتوی تمہارا دونوں امام کے مخالف ہے۔ فرماتے خرابی ہو تم کو حدیث رسول اللہ ﷺ کی کی بروایت فلان عن فلان یوں ہے اور حدیث کا لینا بہتر ہے ادونوں کے قول کے لینے سے جب مخالف ہوں یہ دونوں حدیث کے۔

اور مصنف قاموس شیخ مجدالدینؒ کہ سرحلقہ فضلائے متاخرین اور نقاد محدثین سے ہیں سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ عبادات کے باب میں جو کچھ حضرت نبوت سے صحت کو پہنچا ہے اسی پر اعتماد کلی کرنا چاہیے، اور زید وعمرو کے خلاف سے کچھ اندیشہ نہیں کرنا چاہیے۔ انتہی۔

اور قدوۃ المحدثین شیخ ابن حزمؒ نے ایسی تقلید کو کوئی حدیث صحیح کو چھوڑ کر اپنے امام کے مسائل قیاسیہ پر عمل کرے، حرام لکھا ہے، کتاب النبذ الکافیہ فی علم الاصول میں فرماتے ہیں کہ تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کا قول بلا دلیل مانے، بسبب قول اللہ تعالیٰ کہ تابعداری کرو تم لوگ اس چیز کی کہ اتارا گیا تم لوگوں کی طرف تمہارے رب کی طرف سے اور نہ تابعداری کرو اس کے علاوہ اپنے محبوبوں کی۔ و نیز بوجہ قول اللہ تعالیٰ کہ، اور جب کہا گیا ان لوگوں کو کہ تابعداری کرو اتاری ہوئی چیز کی تو کہا ان لوگوں نے کہ نہیں بلکہ تابعداری کریں گے ہم اس چیز کی کہ جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو۔ و نیز اللہ تعالیٰ اس شخص کی مدح میں جو تقلید نہیں کرتا ہے فرماتا ہے، پس خوش خبری سنا دے ہمارے ان بندوں کو جو کہ باتوں کو سنتے ہیں پھر اس میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں یہی لوگ ایسے ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی لوگ ہیں عقل والے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ، اگر تم جھگڑا کرو کسی چیز میں تو لوٹاؤ اس کو طرف اللہ اور رسول کے اگر تم لوگ ایمان لائے ہو اللہ اور قیامت پر۔ پس نہیں مباح کیا اللہ نے جھگڑا لوٹانے کو تنازع کے وقت طرف غیر قرآن و حدیث کے اور بے شک صحیح ہو چکا ہے اجماع کل صحابہ اولین و آخرین کا اور اجماع تابعین اولین و آخرین کا و اجماع تبع تابعین اولین و آخرین کا اوپر منع ہونے اس بات کہ قصد کرے کوئی شخص انہیں میں سے طرف قول کسی انسان کے جو انہیں میں سے ہو یا ان کے قبل کے لوگوں میں سے ہو پس لے وہ اس کا سب قول۔ پس چاہیے کہ جانے وہ شخص کہ جو لیتا ہے جمیع اقوال ابوحنیفہؒ کو یا کل اقوال شافعیؒ کو سب اقوال مالکؒ کو یا جمیع اقوال احمد کو اور نہیں چھوڑتا ہے اپنے متبوع کے کسی قول کو بھی اور نہیں اعتماد کیا اس نے اوپر اس چیز کے جو آیا ہے قرآن اور حدیث میں درانحالیکہ نہیں ہونے والا ہے وہ بسبب اس کے طرف قول کسی انسان کے بعینہ کہ یقیناً خلاف کیا اس نے اجماع امت اولین و آخرین کا وہ نہیں پاوے گا اپنے نفس کے لئے کوئی سلف اور نہ کوئی امام جمیع اعصار محمودہ ثلاثہ میں اور بے شک اس نے اتباع کی غیر سبیل مومنین کی، نعوذ باللّٰہ من ھذہ المنزلۃ۔ انتھی۔

اور بھی کتاب ابطال التقلید میں فرماتے ہیں کہ تقلید قرن رابع میں حادث ہوئی اور تقلید یہ ہے کہ فتوی دیا جائے دین میں ساتھ قول فلاں صاحب یا فلاں امام کے بغیر نص کے، اور یہ باطل ہے، اور حال یہ ہے کہ اختلاف کئے جاتے ہیں صحابہ اور تابعین اور علماء پس کس چیز نے بنا دیا ان میں سے کو اولی بالاتباع بعض سے اور کافی ہے ابطال تقلید میں یہ بات کہ قائلین مقر ہیں اپنی جانوں پر ساتھ باطل کے کیونکہ کل فرقے حنفیہ و شافعیہ اور مالکیہ اقرار کرتے ہیں کہ تقلید حلال نہیں ہے اور ان کے تینوں اماموں نے اپنی تقلید سے منع کیا ہے پھر باوجود اس کے انہوں نے اپنے اماموں کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف کیا اور یہ تعجب ہے کہ تقلید کے بطلان کا اقرار کرتے ہیں اور پھر اسی کے پاس جاتے ہیں، و نیز سب لوگ متفق ہیں اس بات پر کہ صحابہ کے زمانے میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ تھا کہ وہ تقلید کرتا ہو اپنے کسی صاحب کی جو اس سے درجہ میں بڑا ہو، پھر وہ اس کا قول لیتا ہو اور تابعین کے زمانہ میں بھی کوئی ایسا نہ تھا کہ وہ اپنے کسی صاحب کی تقلید کرتا ہو پھر وہ اس کا قول لیتا ہو اور یہی حال ہے تبع تابعین کے زمانے کا، تو یقیناً یہ بات صحیح ہے کہ یہ مقلدین جو اپنے اماموں کے مخالف ہیں بے شک و بالیقین انہوں نے کل آئمہ کے اجماع کا خلاف کیا اور یہ ایک بڑی بات ہے، و نیز کس بات نے خاص کر دیا ابی حنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ کو کہ ان کی تقلید کی جائے اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و عائشہؓ کی اور نہ تقلید کی جائے سعید بن میبؒ اور زہریؒ و نخعیؒ و شعبیؒ و عطاءؒ و طاؤسؒ و حسن بصریؒ کی۔ انتہی

اور فرمایا متاخرین فقہائے محدثین کے امام ابو شامہؒ نے کتاب الاموال میں کہ حرام کر دیا ہے میرے زمانے کے فقہاء نے کتب حدیث و آثار میں نظر کرنے کو اور اس کے فقہ و معانی سے بحث کرنے کو اور حرام کر دیا ان لوگوں نے ان نفیس کتابوں کے مطالعہ کو جو تصنیف کی گئی ہیں احادیث و آثار کے شروح اور ان کے غرائب کے بیان میں بلکہ ان لوگوں نے فنا کر دیا اپنی عمر و زمانے کو متاخرین فقہاء کے قول کے اندر نظر کرنے میں اور چھوڑ دیا ان لوگوں نے اپنے نبی کے نصوص میں نظر کرنے کو جو کہ معصوم تھے خطا سے اور ترک کیا آثار صحابہ میں نظر کرنے کو جنہوں نے مشاہدہ کیا وحی کو اور ملاحظہ کیا مصطفیٰ ﷺ کو اور سمجھا شریعت کی نفیس باتوں کو، پس ضرور محروم رہے وہ لوگ رتبہ اجتہاد سے اور رہ گئے مقلد اور پر وحشت کے حالانکہ صدر اول کے علماء معذور تھے ان احادیث کے ترک میں جن کا انہیں علم نہیں ہوا کیونکہ احادیث اس وقت ان لوگوں کے درمیان مدون نہ تھیں صرف علماء کی زبان سے لی جاتی تھیں اور علماء متفرق شہروں میں تھے اور خدا کا شکر ہے کہ وہ عذاب باقی نہیں رہا کیونکہ احادیث کتابوں میں مجتمع کر دی گئی ہیں، محدثین نے ہر مسئلہ کی حدیث کو علیحدہ علیحدہ باب میں ذکر کیا اور اچھی تقسیم کی اور اس کے اخذ کے طریق کو آسان کر دیا۔ اور بہت سے احادیث کے ضعف و صحت کو بیان کر دیا اور رجال و رواۃ کی عدالت میں کلام کیا اور عادل و مجروح راوی کو علیحدہ علیحدہ سمجھایا۔ علل حدیث کی وہ چھان بین کی کہ کسی علت نکالنے والے کے لئے علت نکالنے کی گنجائش نہیں رہی اور قرآن کی تفسیر کی اور اسرار و نکات اور فقاہت سے ان دونوں میں کلام کیا اور کل متعلقات میں بحث کی اس خصوص میں متعدد و جلیل تصانیف کیں اور طالب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صادق ذکی وفطین کے واسطے سب سامان مہیا کر دیا اور یہی حال علم لغت وصناعت عربیہ کا ہوا کہ ان کے اہل نے ان کو لکھ ڈالا اور خوب ہی تحقیق کی، اگر اللہ تعالیٰ کسی کو علم وفہم وحفظ اور علم لسان عطا کرے تو بہ نسبت پہلے کے اب اجتہاد اس پر بہت آسان ہے لیکن لوگ اس کی طرف بہت کم توجہ کرتے ہیں اور اس کے بڑے اسباب میں سے باوجود واقف کار ہونے کے تقلید وتعصب کرنا ہے اور منکر مالوف کے معروف بنانے کے لئے کوشش کرنا ہے۔ انتہی۔

اور ولی کامل عارف باللہ شاہ ولی اللہؒ نے اپنے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد و التقلید میں فرمایا ہے کہ جان تو تقلید دو طرح پر ہے، ایک واجب اور ایک حرام۔ جو تقلید واجب ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ مقصود مقلد گو دلالۃ ہی ہو لیکن اتباع روایت ہو اس کی تفصیل یوں ہے کہ جاہل بالکتاب والسنۃ قدرت تتبع نہیں رکھتا ہے اور نہ استنباط کر سکتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ بلاتعین کسی فقیہ سے پوچھ لے کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آنحضرت ﷺ کا کیا حکم ہے۔ پس جب فقیہ اس کو بتلا دے تو وہ اس کی اتباع کرے اب چاہے وہ حکم ماخوذ ہو صریح نص سے یا مستنبط ہو اس سے یا قیاس کیا گیا ہو کسی نص پر، یہ سب روایۃ عن الرسول کی طرف راجع ہوگا گو دلالۃ ہی کیوں نہ ہو اور یہ وہ تقلید ہے کہ جس کی صحت پر امتوں نے قرناً بعد قرنٍ اتفاق کیا ہے اور اس تقلید کی نشانی یہ ہے کہ مقلد کا عمل قول مجتہد پر اس طرح ہو کہ گویا قول اس کا مشروط ساتھ موافقت سنت کے ہے اور مقلد بقدر امکان ہمیشہ سنت کو ڈھونڈتا رہتا ہے، پھر جب اس کو کوئی حدیث مل گئی جو مخالف قول مجتہد ہے تو قول مجتہد کو چھوڑ دیتا ہے اور حدیث پر عمل کرتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے آئمہ نے۔ کہا امام شافعیؒ نے جب صحیح ہو جائے حدیث تو حدیث ہی پر عمل کرو اور میرے (مخالف حدیث) قول کو دیوار پر دے مارو۔ اور ایسا ہی امام مالکؒ و امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ کا قول بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اب رہی دوسری قسم تقلید کی جس کی صورت یہ ہے کہ مقلد کسی فقیہ کی نسبت یہ گمان کرے کہ وہ نہایت درجہ کو پہنچ گیا ہے اب ممکن نہیں کہ وہ خطا کرے پھر جب اس مقلد کو کوئی حدیث صریح مخالف قول فقیہ کے ملتی ہے تب بھی قول فقیہ کو نہیں چھوڑتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اللہ نے اس کو اسی فقیہ کے قول پر عمل کرنے کی تکلیف دی ہے گویا وہ سفیہ مجور ہے، حدیث کی صحت کا یقین بھی کرتا ہے لیکن چونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرے ذمہ تو صرف تقلید ہے اس لئے اس حدیث کو قبول نہیں کرتا ہے تو یہ اعتقاد فاسد اور قول کا سد ہے، اس کے لئے کوئی شاہد نہیں ہے نہ نقل نہ عقل سے قرون سابقہ میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں کرتا تھا، اور وہ بے شک وہ اپنے ظن میں جھوٹا ہوا کہ جو معصوم نہ تھا اس کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معصوم خیال کیا۔ اور یہ خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے قول کی تکلیف دی ہے اور اس کے ذمہ صرف اس کی تقلید ہے ایسے ہی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی و انّا علی آثا ر ھم مقتدو ن۔ اور سابق امتوں میں جو تحریفیں ہوئیں وہ اسی وجہ سے تو تھیں۔

و نیز اپنے رسالہ فارسی میں جس کا نام المقالۃ الوضیۃ فی الوصیۃ والنصیحہ ہے، فرماتے ہیں کہ اس فقیر کی اول نصیحت چنگل مارنا ہے ساتھ کتاب اور سنت کے اعتقاد اور عمل میں اور ہمیشہ ان دونوں کی تدبیر میں مشغول ہونا ہے اور ہر روز ان دونوں میں سے کچھ مطالعہ کرنا ہے اور اگر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو ان دونوں کے ایک دو ورق کا ترجمہ سننا ہے اور عقائد میں مذہب قدمائے اہل سنت کا اختیار کرنا ہے اور جس بات کی سلف نے تفتیش نہیں کی اس کی تفتیش سے اعراض کرنا ہے اور معقولیوں کے خام تشکیلات وتشکیکات کی طرف التفات نہیں کرنا ہے اور فروع مسائل میں ان علمائے محدثین کی پیروی کرنا ہے جو کہ جامع ہیں درمیان فقہ وحدیث کے اور ہمیشہ تفریعات فقہیہ کو عرض کرنا ہے اوپر کتاب وسنت کے پھر اس میں سے جو کچھ کتاب وسنت کے موافق ہو اس کو قبول کرنا ہے ورنہ برے سامان کو اس کے مالک کی داڑھی پر دے مارنا ہے۔ امت کو کسی وقت میں مسائل فقہیہ کو کتاب وسنت پر عرض کرنے سے استثنا حاصل نہیں ہے، اور ان فقہاء کی باتوں کو نہیں سننا ہے جنہوں نے ایک عالم کی تقلید کو دستاویز کر کے کتاب وسنت کی تتبع کو ترک کر دیا ہے ان لوگوں کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے ان سے دور رہنے میں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ انتہی

اور قدوۃ علمائے عصر و زبدہ فضلائے دہر مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر فتح العزیز میں تحت آیت کریمہ و لئن ا تبعت اھوا ء ھم بعد الذی جا ء ك من العلم .. الخ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعد واضح ہونے دلائل وروشن ہونے براہین کے تقلید باطل ہے کیونکہ ہواہ ہے بعد آنے علم کے۔ انتہی۔

نیز اسی کتاب میں تحت آیت کریمہ بل نتّبع ما الفینا علیہ آ با ء نا (بقرہ : ۱۲۰) کے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اشارہ ہے طرف ابطال تقلید کے دو طریق سے۔ طریق اول یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک محق ہے یا نہیں، اگر تو اس کے محق ہونے کو نہیں پہچانتا ہے تو باوجود احتمال اس کے مبطل ہونے کے تو کیوں اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر محق ہونا اس کا تو پہچانتا ہے تو کس دلیل سے پہچانتا ہے، اگر بہ تقلید دوسرے شخص کے پہچانتا ہے تو بات بہت طویل ہوگی اور تسلسل لازم آوے گا۔ اور اگر اس کے محق ہونے کو تو عقل سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہچانتا ہے تو پھر اسی عقل کو تو معرفت الٰہی میں کیوں صرف نہیں کرتا ہے اور تقلید کے عار کو کیوں اپنے اوپر گوارا کرتا ہے

دوسرا طریق یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس نے بھی اس مسئلہ کو بتقلید جانا ہے تو تو اور وہ دونوں برابر ہو گئے پھر اس کو کیا ترجیح رہی جس کی وجہ سے تو اس کی تقلید کرتا ہے اور اگر اس نے اس مسئلہ کو بدلیل جانا ہے تو تقلید تو اس وقت پوری ہو گی کہ تو بھی اس مسئلہ کو اسی دلیل سے جانے ورنہ تو اس کا مخالف ٹھہرے گا نہ مقلد، اور جب تو نے اس مسئلہ کو بدلیل جان لیا تو پھر تقلید ضائع ہو گئی۔ انتہی

اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ نے کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ اعمال میں اتباع مذاہب اربعہ کا تمام اہل اسلام میں رائج ہے بہتر اور خوب ہے لیکن پیغمبر ﷺ کے علم کو ایک مجتہد کے علم میں منحصر نہ جانے بلکہ علم نبوی سارے جہاں میں منتشر ہوا ہے اور بموجب مقتضائے وقت ہر آدمی کو پہنچا ہے اور بعد اس کے کہ کل کتابیں تصنیف ہوں جمعیت اس علم کی ظاہر ہوئی ہے پس جس مسئلہ میں حدیث صحیح صریح غیر منسوخ پاوے اس میں کسی مجتہد کا اتباع نہ کرے اور اہل حدیث کو مقتدا اپنا جانے اور دل میں محبت ان کی رکھے اور ان کی تعظیم کو لازمی بات جانے کیونکہ وہ لوگ حامل علم پیغمبر ہیں اور ایک طرح پر پیغمبر ﷺ کی مصاحبت کا فائدہ حاصل کر کے مقبول جناب رسالت مآب کے ہوئے ہیں اور مقلدین تعظیم و توقیر مجتہدین کو بخوبی جانتے ہیں محتاج آگاہی کے نہیں ہیں۔

تقلید مذہب معین تمام مسائل میں درست نہیں

سوال۔ چہ مے فرمایند علمائے باتحقیق وفضلائے باتدقیق اندریں مسئلہ کہ عامی را تعین مذہبی از مذاہب اربعہ فی کل المسائل واجب است یا اورا جائز است کہ در یک مسئلہ اتباع یک مجتہد بکند و در مسئلہ دیگر اتباع مجتہد دیگر نماید و کسیکہ تقلید یک مجتہد واجب شمارد و موافقت اقوال دیگر علمائے مجتہدین و تتبع آیات رب العالمین و احادیث رسول امین ﷺ را منع نماید و گوید کہ ہماں مجتہد خاص ہر چہ برائے ما حلال گفتہ آن را حلال باید دانست و آنچہ حرام کرد آں را حرام باید دانست اکنون حاجت تحقیق از آیات و احادیث و اقوال دیگر علمائے امت ہیچ نیست حکمش عند اللہ چیست۔ بینوا توجروا۔

جواب: الحکم للہ تعالی و ھو احکم الحاکمین۔ قول ارجح و محقق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دریں باب آنست کہ عامی راتعین مذہب واجب نیست بلکہ ہر مفتی ربانی کہ عامی را اعتماد براو باشد از وفتوی بطلبد ہماں فتوی مذہب اوست واگر فتوی نرسد وعمل اوموافق مذہب کسے از مجتہدین افتادہ آن ہم کفایت مے کند

قا ل فی البحر الرا ئق لو احتجم او ا غتا ب و ظن انه یفطر ثم اکل ان لم یستفت فقیهاً و لا بلغه الخبرفعلیه الکفارة لا نه مجر د جهل و انه لیس یعذر فی دار ا لاسلا م وا ن استفتی فقیهاً فا فتاه لا کفارة علیه لا ن العا می یجب علیه تقلید العالم اذا کا ن یعتمد علی فتواه فکا ن معذورا فیما صنع و ان کا ن المفتی مخطیاً فیما ا خطی انتهی ۔ و فیه ا یضاً فی با ب قضاء الفوا ئت کا ن عا میاً لیس له مذهب معین فمذهبه فتوی المفتی کما صر حوا به فا ن افتاه حنفی اعاد العصر و المغر ب و ان افتا ه شا فعی فلا یعید هما و لا عبرة برایه و ان لم یستفت و صارت الصحة علی مذ هب مجتهد اجزاه و لا اعادة علیه ۔انتهی ۔

وشیخنا ملک العلما مولانا عبدالعلی قدس سرہ برایجاب مذہبی از مذاہب اربعہ ردّ بمبالغہ تمام واطلاق تشریع جدید برآں فرمود کہ مخالف اجماع صحابہ است حیث قال فی شرح المسلم

لا وا جب ا لّا ما اوجبه اللّه تعا لی و له الحکم و لم یو جب علی ا حدٍ ان یتمذ هب بمذ هب ر جل من ا لآ ئمة فا یجا به تشریع جد ید و قا ل نا قلاً عن القرا فی انعقد الا جما ع علی ان من اسلم فله ان یقلد من شا ء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصحا بة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیر المو منین فله ان یستفتی ابا هر یرة و معا ذ بن جبل و غیر هما و یعمل بقو لهم من غیر نکیر فمن اد عی بر فع هذ ین ا لا جما عین فعلیه البیا ن ۔

وعبارات کتب دیگر علماء کہ بالا مذکور شد ہمہ دلالت مے دارد برہمیں مدعا واکثر عبارات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتب اصول بریں دلالت میکند اگر ہمہ را ذکر کردہ شود دفتر طویل گردد و در سنن ترمذی روایت است از عدی بن حاتم کہ شنیدم از رسول اللہ ﷺ کہ مے خواند اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً مّن دون اللّٰہ وفرمود کہ عبادت نمے کردند بنی اسرائیل علماء و درویشان خود را ولیکن ایشان انچہ حلال کردہ اند برائے آنہا حلال شمردہ اند آن را و آنچہ ایشاں حرام نمودند برائے آنہا حرام شمردہ اند آنرا و در تفسیر مدارک زیر ہمیں آیت نوشتہ کہ عدی بن حاتم پرسید از آنحضرت ﷺ کہ بنی اسرائیل عبادت نمی کردند احبار و رہبان خود را پس چگونہ رب العالمین مے فرماید اتّخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً مّن دون اللّٰہ .. الآیہ پس جواب داد رسول اللہ ﷺ بودند آنچہ حلال گفتند احبار و رہبان ایشان حلال دانستند آنرا و آنچہ حرام گفتند ایشاں ؟؟ برائے آنہا حرام دانستند آناں پس ہمیں است معنی عبادت احبار و رہبان انتہی و در معالم التنزیل نیز ہم چنیں است و در تفسیر بیضاوی در سورۃ یوسف زیر آیت کریمہ وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الّا وھم مشرکون نوشتہ بعبادۃ غیر او باتخاذ الاحبار اربابا ، انتھی ۔ پس از آیت کریمہ حسب تفسیر رسول اللہ ﷺ مستفاد گشتہ کہ تقلید بحث را واجب کردن و از تتبع آیات و احادیث اعراض نمودن شرک است ۔ العیاذ باللہ

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے باتحقیق اور فضلائے باتدقیق اس مسئلہ میں کہ عامی کو تعیین کسی مذہب کا مذاہب اربعہ سے کل مسائل میں واجب ہے ، یا اس کو جائز ہے کہ ایک مسئلہ میں اتباع ایک مجتہد کا کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کا ۔ اور جو آدمی کہ ایک مجتہد کی تقلید کو واجب سمجھتا ہے اور دوسرے علمائے مجتہدین کے اقوال کی موافقت اور آیات رب العالمین و احادیث رسول امین ﷺ کے تتبع کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی خاص مجتہد نے جو کچھ میرے واسطے حلال کیا ہے اسی کو حلال جاننا چاہیے اور جو کچھ اس نے حرام کیا ہے اس کو حرام سمجھنا چاہیے ۔ اب آیات و احادیث اور دوسرے علماء کے اقوال کی تحقیق کی کچھ حاجت نہیں ، اس کا حکم اللہ کے نزدیک کیا ہے ۔ بیان کرو ثواب پاؤ گے ۔

جواب ۔ قول ارجح و محقق اس باب میں وہ ہے کہ عامی کو تعیین مذہب معین کی واجب نہیں ہے بلکہ جس مفتی ربانی پر کہ عامی کا اعتماد ہو اس سے فتوہ طلب کرے وہی فتوی مذہب اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر فتوی نہ پہنچے اور عمل اس کا کسی مجتہد کے مذہب کے موافق پڑے تب بھی کفایت کرتا ہے۔ بحرالرائق میں ہے کہ اگر کوئی پچھنے لگوائے یا غیبت کرے اور یہ سمجھے کہ روزہ افطار ہو گیا پھر کھانا کھاوے اگر اس نے کسی مجتہد سے اس بارہ میں فتوی طلب نہیں کیا ہے اور نہ اس کو کوئی حدیث پہنچی ہے تو اس پر کفارہ ہے کیونکہ یہ محض جہل ہے اور وہ دارالاسلام میں معذور نہیں ہوسکتا ہے۔ اور اگر اس نے فتوی طلب کیا کسی فقیہہ سے اور اس نے فتوی دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے کیونکہ عامی پر عالم کی تقلید واجب ہے جب کہ عامی اس عالم کے فتوی پر اعتماد کرتا ہو اب وہ اپنے فعل میں معذور سمجھا جاوے گا اگر چہ مفتی اپنے فتوی میں مخطی ہو۔ انتہی ،۔ و نیز اسی کے باب قضاء الفوائت میں ہے کہ جس کا کوئی مذہب معین نہیں ہے تو اس کا مذہب مفتی کا فتوی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح فقہاء نے کی ہے پس اگر اس کو فتوی دیا حنفی نے تو وہ عصر و مغرب کو لوٹاوے گا اور اگر اس کو فتوی دیا شافعی نے تو وہ ان دونوں کو نہیں لوٹائے گا اور اس کی رائے کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور اگر اس نے کسی سے فتوی طلب نہیں کیا اور نماز اس کی کسی مجتہد کے مذہب کے موافق صحیح ہوگئی تو اس کو کافی ہے اعادہ کی حاجت نہیں انتہی ۔ اور ہمارے شیخ ملک العلماء مولانا عبدالعلی قدس سرہ نے مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کے واجب ہونے پر بمبالغہ تمام رد کیا ہے اور اس پر جدید شرع کی تشریع کا اطلاق فرمایا ہے کیونکہ مخالف اجماع صحابہ کے ہے، شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ واجب وہی ہے جس کو اللہ نے واجب کہا اور اسی کے لئے حکم ہے اور اس نے واجب نہیں کسی پر کہ کسی امام کے مذہب کو اپنا مذہب بنائے ۔ پس اس بات کو واجب کہنا ایک جدید شرع تیار کرنا ہے ۔ و نیز قرافی سے نقل فرماتے ہیں کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو اسلام لایا اس کو اختیار ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور صحابہ اجماع کر چکے ہیں کہ جس نے فتوی پوچھا امیر المومنین ابوبکرؓ و عمرؓ سے تو اس کو اختیار ہے کہ فتوی پوچھے ابو ہریرہؓ و معاذ بن جبلؓ سے بھی اور عمل کرے ان لوگوں کے قول پر بغیر انکار کے ۔ پس جو دعوی کرے ان دونوں اجماع کے اٹھ جانے کا تو اس کو دلیل لانا چاہیے ۔ اور دوسرے علماء کی کتابوں کی عبارتیں کہ اوپر مذکور ہوئیں وہ سب بھی اس مدعی پر دلالت کرتی ہیں و نیز اکثر کتب اصول کی عبارتیں اس مدعا کی شاہد ہیں اگر سب کو ذکر کیا جاوے طویل دفتر ہو جاوے اور سنن ترمذی میں روایت (ترمذی: ۲۹۵۳) ہے عدیؓ بن حاتم سے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا مّن دون اللّٰہ... پڑھی اور فرمایا کہ بنی اسرائیل اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کرتے تھے ولیکن جو کچھ ان لوگوں نے ان کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واسطے حلال کر دیا تھا اسی کو حلال سمجھتے اور جو کچھ انہوں نے ان کے واسطے حرام کر دیا تھا اسی کو حرام جانتے تھے۔ اور تفسیر مدارک میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ عدیؓ بن حاتم نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل تو اپنے احبار و رھبان کی عبادت نہیں کرتے تھے پس کیونکر رب العالمین نے یہ آیت فرمائی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کچھ احبار و رھبان نے بنی اسرائیل کے واسطے حلال کر دیا تھا اسی کو وہ حلال جانتے تھے اور جو کچھ انہوں نے اس کے واسطے حرام کر دیا تھا اسی کو حرام جانتے تھے پس عبادت احبار و رھبان کے یہی معنی ہیں۔

اور ایسا ہی معالم التنزیل میں بھی ہے۔ اور تفسیر بیضاوی میں سورۃ یوسف کی آیت و ما یو من اکثر ھم با للّٰہ والّا و ھم مشر کو ن کے تحت میں لکھا ہے کہ وہ سب غیر خدا کی عبادت سے مشرک ہوئے یا احبار کو رب بنا لینے سے۔ انتہی۔

پس آیت کریمہ سے بحسب تفسیر رسول اللہ ﷺ مستفاد ہوا کہ تقلید محض کو واجب کر لینا اور آیات و احادیث کے تتبع سے منہ پھیرنا شرک ہے۔ اللہ پناہ دے۔

انتقال مذہب جائز ہے

﴿ سوال: بعد از التزام یک مذہب انتقال نمودن بمذاہب دیگر صحیح است یا نہ و آنچہ در بعض فتاوی حنفیہ نوشتہ است کہ اگر شافعی انتقال بمذہب حنفی کند او را خلعت دادہ شود و اگر حنفی انتقال بمذہب شافعی نماید او را تعزیز کردہ شود دلیل آں چیست و اگر مقلد فقیہ است و علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول میداند او را اگر ترجیح مذہب دیگر علماء در کدام مسئلہ از روئے دلائل واضح شود در آں مسئلہ انتقال از مذہب امام خود لازم است یا نہ۔

﴿ جواب: انتقال از مذہبی بمذہب دیگر بشرطیکہ بقصد تلہی نباشد درست است

قا ل شیخنا ملک العلما ء مو لا نا عبد العلی قدس سرہ فی شر ح المسلم لا یجب ا لا ستمرا ر (ای علی من التز م مذ ھباً معیناً) و یصح ا لا نتقا ل و ھذا ھو الحق الذی ینبغی ان یو من و یعتقد بہ و لکن ینبغی ان لا یکو ن ا لا نتقا ل للتلھی فا ن التلھی حرا م قطعاً فی التمذ ھب کا ن او فی غیرہ انتھی۔

و قا ل السیو طی فی جز یل المواھب ا لا نتقا ل من مذ ھب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی مذ هب هو جا ئز کما جز م به الرا فعی و تبعه النو وی و قال فی الرو ضة اذادوّ نت المذا ہب فهل یجوز للمقلد ان ینتقل من مذ هب الی مذ هب ان قلنا یلز مه ا لا جتهاد فی طلب ا لا علم و غلب علی ظنه ان الثا نی اعلم فینبغی ان یجو ز بل یجب و ان خیر نا ہ فینبغی ان یجو ز ا یضا کما قو له فی القبلة هذا ایاما و هذا ایا ما۔ انتهی ۔

وآ نکہ اگر حنفی انتقال بمذ ہب شافعی کند تعزیر کردہ شود واگر شافعی انتقال بمذ ہب حنفی کند خلعت دادہ شود محض قول مخترع ومبتدع است ہیچ دلیل برآں نیست بلکہ ناشی از تعصب است

قال علی القاری فی رسالة سم القوارض و امّا ما اشتهر بین الحنفیة من انّ الحنفی اذا انتقل الی مذ هب الشّا فعی یعزر و اذا کا ن ا لا مر با لعکس یخلع فهو قو ل مبتد ع و مخترع ۔الخ

و قا ل شیخنا ملک العلماء مو لا نا عبد العلی فی شر ح المسلّم شدد بعض المتا خر ین المتکلفین و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزر و هذا تشریع من عند انفسهم ۔ انتهی ۔

و قال السّیو طی فی جز یل الموا هب فی انتقا ل المذا هب و اما من یقو ل انه یجو ز لغیر الحنفی ان یتحو ل حنفیا و لا یجوز للحنفی ان یتحو ل شا فعیاً فا یرا د بحکم لا د لیل علیه و تعصب محض فا ن ا لآ ئمة کلهم فی الحق سواء الخ

واگر مقلد فقیہ است وعلم تفسیر وحدیث وفقہ واصول میداند ورا بعد ازانکہ ترجیح مذاہب دیگر علماء درکدام مسئلہ از روئے دلائل واضح شود انتقال از مذہب امام خود دراں مسئلہ لازم است

قا ل الو لی ا لکا مل قد و ة العلماء و ا لا فا ضل العا رف با للّه الشیخ و لی اللّه المحد ث دهلوی فی کتا به عقد الجید من ظهر علیه ظهورا بینا ان النبی ﷺ امر هکذا و نهی عن کذا و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انه لیس بمنسوخ اما بان یتبع الاحادیث واقوال المخالف والموافق فی المسئلة فلا یجد بها نسخا او بان یری جماغفیراً من المتبحرین فی العلم یذهبون الیه ویری المخالف له لا یحتج الا بقیاس او استنباط او نحو ذالک ..الخ۔

لا سبب لمخالفة حدیث النّبی ﷺ الّا نفاق خفی او حمق جلی وهذا هو الذی اشار الیه الشیخ عز الدین بن عبد السلام حیث قال ومن اعجب العجائب ان الفقهاء المقلدین یقف احدهم علی ضعف ما خذ اما مه بحیث لا یجد لضعفه مدفعاً وهو مع ذلک یقلده فیه ویرک من شهد له الکتاب والسنّة والاقسیة الصحیحة لمذهبهم جموداً علی تقلید اما مه بل یتحیل لدفع ظاهر الکتاب والسنة ویتاولها باتا ویلات البعیدة الباطلة قال ولم یزل الناس یسألون من اتفق من العلماء من غیر تقیید المذهب ولا انکار علی احد من السّائلین الی ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدین فان احدهم یتبع اما مه مع بعد مذهبه عن الادلة مقلداً له فیما قال کانه نبی ارسل وهذا ناء عن الحق وبعد عن الصواب لا یرضی به احد من اولی الباب

وقال الامام ابو شامة ینبغی لمن اشتغل بالفقه ان لا یقتصر علی مذهب اما م ویعتقد فی کل مسئلة صحته ما کان اقرب الی دلالة الکتاب والسنة والحکمة وذلک سهل علیه اذا کان الفن معظم العلوم للمقدمة ولیجتنب التّعصّب والنّظر فی طریق الخلاف مضیعة للزمان.. الخ

سوال: بعد لازم کر لینے ایک مذہب کے دوسرے مذہب میں چلا جانا صحیح ہے یا نہیں۔ اور یہ جو حنفیوں کے بعض فتوی میں لکھا ہے کہ اگر شافعی مذہب والا حنفی مذہب میں چلا آوے تو اس کو خلعت دیا جائے اور اگر حنفی مذہب والا شافعی مذہب میں چلا جائے تو اس کو سزا دینی چاہیے، اس کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا دلیل ہے۔ اور اگر مقلد فقیہ ہے اور علم تفسیر و حدیث و اصول و فقہ کو جانتا ہے اس کو اگر کسی مسئلہ میں دوسرے مذہب کے علماء کے قول کی کسی دلیل سے ترجیح معلوم ہو تو اس مسئلہ میں اس کو اپنے امام کے مذہب سے انتقال کرنا لازم ہے یا نہیں۔

جواب۔ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں چلا جانا بشرطیکہ لہو ولعب کے قصد سے نہ ہو درست ہے ہمارے شیخ ملک العلماء مولانا عبدالعلی شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک مذہب معین کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اس پر واجب نہیں ہے کہ عمر بھر اسی مذہب پر رہے۔ اگر وہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں چلا جائے تو صحیح ہے یہ وہ حق بات ہے کہ جس پر ایمان لانا اور جس کا اعتقاد کرنا لائق و سزاوار ہے لیکن اس کا بھی خیال رہے کہ وہ انتقال لہو نہ ہو کیونکہ لہو چاہے مذہب اختیار کرنے میں ہو یا کسی اور بات میں قطعاً حرام ہے اور علامہ سیوطی جزیل المواہب میں فرماتے ہیں کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا جائز ہے جیسا کہ جزم کیا ہے اس کے ساتھ رافعی نے اور اس بات میں ان کی اتباع کی نووی نے اور روضہ میں ہے کہ جب مذاہب مدون ہو چکے اب مقلد کو ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں جانا کیا جائز ہے اگر ہم یہ کہیں کہ مقلد کو تقلید کرنے کے لئے سب سے بڑے عالم کی طلب میں اپنے گمان پر اجتہاد کرنا لازم ہے اور اس نے اپنے ظنی اجتہاد پر دوسرے مجتہد کو اپنے امام سے عالم تر سمجھا تو اس وقت سزاوار ہے کہ انتقال کرنا جائز بلکہ واجب ہو اور اگر ہم اس کو اختیار دیں کہ طلب اعلم میں اپنے ظن پر اجتہاد کرے یا نہ کرے جب بھی لائق ہے کہ انتقال کرنا جائز ہو جیسا کہ امام کا قول ہے قبلہ کے بارے میں کہ یہ ایک زمانہ تک ہے اور یہ ایک زمانہ تک۔ انتہی۔

اب رہی یہ بات کہ حنفی اگر شافعی مذہب میں چلا جائے تو اس کو سزا دینی چاہیے اور شافعی اگر حنفی مذہب میں چلا جاوے تو اس کو خلعت دینا چاہیے یہ محض مخترع اور مبتدع قول ہے اس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تعصب سے پیدا ہوا ہے ملا علی قاری سم القوارض میں کہتے ہیں کہ یہ جو حنفیوں میں مشہور ہے کہ حنفی جب شافعی مذہب ہو جائے تو اس کو سزا دی جائے اور جب اس کا الٹ ہو تو خلعت دیا جائے یہ ایک بناوٹ کی بات ہے اور ہمارے شیخ العلماء مولانا عبدالعلی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ بعض تکلف والے پچھلے فقہاء نے بڑی سختی کی ہے اور کہا ہے کہ جب حنفی شافعی ہو جائے تو اس کو سزا دی جائے یہ تو ایک نئی شریعت نکالنا ہے اپنی طرف سے۔ انتہی۔ اور علامہ سیوطی جزیل المواہب فی انتقال المذاہب میں فرماتے ہیں، اور لیکن یہ جو شخص لکھتا ہے کہ غیر حنفی کو حنفی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوجانا جائز ہے اور حنفی کو شافعی مذہب اختیار کرنا جائز ہے یہ تو ایک ایسا حکم ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے اور محض تعصب ہے کیونکہ کل آئمہ حق پر ہونے میں برابر ہیں۔ الخ

اور اگر مقلد فقیہ ہے وعلم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول جانتا ہے اس کو بعد اس کے کہ دوسرے مذہب کا راجح ہونا کسی مسئلہ میں دلائل سے معلوم ہوگیا ہو اس مسئلہ میں اپنے امام کے مذہب سے انتقال کرنا لازم ہے ولی کامل شاہ ولی اللہ اپنی کتاب عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جس شخص پر اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ نبی ﷺ نے یوں حکم دیا ہے یا فلاں بات سے منع کیا ہے اور یہ بھی اس کو معلوم ہوگیا ہو کہ وہ منسوخ نہیں ہے اب چاہے عدم نسخ کا علم اس کو اس طرح پر ہوا ہو کہ اس نے تتبع کی احادیث کی اور مخالف وموافق کے اقوال کی اس مسئلہ میں تو نہیں پایا یا اس نے اس کے لئے کوئی ناسخ یا اس طرح پر عدم نسخ کا علم ہوا ہو، وہ دیکھتا ہے کہ متبحرین علماء کی ایک بڑی جماعت اس حدیث کی طرف گئی ہے۔ مخالفین کو دیکھتا ہے کہ ان کے پاس حجت یا تو قیاس ہے یا استنباط ہے یا مثل اس کے کوئی اور چیز ہے، تو اب نبی ﷺ کی حدیث کی مخالفت کرنے کا سبب یا تو نفاق ہے یا کھلی ہوئی حماقت ہے۔ اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف اشارہ کیا ہے شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے وہ فرماتے ہیں کہ فقہائے مقلدین میں سے کوئی واقف ہوتا ہے اپنے امام کے ماخذ کے ضعف پر جو کہ کسی طرح نہیں اٹھ سکتا اور وہ مقلد باوجود اس کے تقلید کرتا ہے اپنے امام کی اس میں اور چھوڑ دیتا ہے اس شخص کو جس کے مذہب کے لئے کتاب وسنت وقیاس صحیح شہادت دے رہے ہیں اس لئے کہ اس کو اپنے امام کی تقلید پر جمود ہے۔ بلکہ وہ حیلے نکالتا ہے ظاہر کتاب وسنہ کے ٹال دینے کو اور بعید بعید و باطل تاویلوں سے اس کی تاویل کرتا ہے حالانکہ سلف کے لوگوں کا برابر کا یہ دستور تھا کہ بغیر قید مذاہب کے جس عالم سے جی چاہتا لوگ مسئلہ پوچھ لیا کرتے تھے اور ان پوچھنے والوں پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ یہ مذاہب اور ان مذاہب کے متعصبین مقلدین ظاہر ہوئے اب یہ لوگ اتباع کرتے ہیں اپنے امام کی باوجود اس کے کہ اس کا مذہب دور ہے دلیلوں سے گویا کہ اپنے امام کو نبی مرسل سمجھتا ہے اور یہ دور ہونا ہے حق سے اور علیحدہ ہونا ہے ثواب سے کوئی عاقل بھی اس کو نہیں پسند کرسکتا ہے۔ اور امام ابوشامہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقہ کے ساتھ مشغول ہو اس کو لائق ہے کہ نہ بس کرے ایک امام کے مذہب پر اور اس کو لائق ہے کہ مسائل میں انہیں مسائل کی صحت کا اعتقاد کرے جو قریب تر ہو کتاب وسنت وحکمت کے دلالت سے اور یہ آسان ہے اس پر جبکہ علوم متقدمہ کے معظمات کا یقین رکھتا ہے اور چاہیے کہ پرہیز کرے تعصب سے.. الخ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد قابل تجزّی ہے

سوال: ما قو لکم : دریں مسئلہ کہ کسے را قدرت اجتہاد فی کل المسائل نباشد۔ لیکن او را قدرت اجتہاد فی بعض المسائل دون بعض حاصل شود ایں معنی عند الشرع جائز الوقوع است یا نہ و در ہر مسئلہ کہ قدرت اجتہاد میدارد اجتہاد کند و در ہر مسئلہ کہ قدرت اجتہاد ندارد در آن تقلید مجتہد مطلق نماید بدیں معنی در شرع جائز است یا نہ۔

جواب: اجتہاد بر مذہب اصح قابل تجزی است و اجتہاد فی بعض المسائل دون البعض عند المشائخ جائز الوقوع است اکابر علماء بایں طرف رفتہ اند اسامی بعض آنہا از عبارت مسلّم وشرح آن ظاہر مے شود

ا ختلف فی تجزی ا لا جتهاد با ن يكو ن مجتهداً فی بعض المسا ئل دو ن بعض فا لا كثر قا لوا نعم تجز ی ا لا جتهاد منهم ا لا ما م حجة ا لاسلا م الغزا لی من الشا فعية و الشيخ ابن الهما م منا و يلو ح ر ضا صا حب البدا ئع ا يضاً و هو الاشبة بالصوا ب ۔ انتهى

و قال ا يضاً فی مقا م آ خر من كتا به و المجتهد قسما ن مجتهد مطلق له قوة ا جتهاد فی ا ی حكم شا ء و مجتهد فی اجتهاد خا ص له قوة فی اجتهاد خا صة فقط و شر ط مطلق الاجتهاد اوّلاً صحة ايما نه و لو اجما لاً و بعده معرفة الكتا ب ۔

قال الشيخ ابن نجيم فی شر ح المنار هذا الشرو ط انما هی فی حق المجتهد المطلق الذی يفتی فی جميع ا لا حكا م و اما مجتهد فی حكم دو ن حكم فعليه معرفة ما يتعلق بذ لک الحكم ۔ انتهى

و مجتہد فی بعض المسائل در آنچہ قدرت اجتہاد میداد عمل بر اجتہاد خود کند و در آنچہ قدرت اجتہاد ندارند و تقلید مجتہد مطلق نماید۔

قال فی المسلّم و شر حه غير المجتهد المطلق يلز مه تقليد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد المطلقين ليعمل بفتواه و ان كا ن المكلف مجتهدا فى بعض المسا ئل من الفقه او فى بعض العلو م كا لفرا ئض فعلى القو ل يتجز ى ا لا جتهاد و هو الحق يلز مه التقليد فيما لا يقدر على ا لا جتهاد ليعمل بفتوى غيره و هكذا قا ل ابن الهما م و ابن نجيم ۔

سوال نمبر ۵ ۔ کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو ہر ایک مسئلہ میں اجتہاد کرنے کی قوت نہیں مگر بعض مسائل میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے ۔ یہ معنی نزدیک شریعت کے جائز الوقوع ہیں یا نہیں ۔ اور جس مسئلہ میں قوت اجتہاد کی رکھتا ہے اس میں اجتہاد کر کے اور جس میں قوت اجتہاد کی نہیں رکھتا ہے اس میں مجتہد مطلق کی تقلید کرے ۔ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے یا نہیں ۔

جواب : موافق مذہب صحیح اجتہاد قابل تجزی ہے ۔ اور بعض مسائل میں اجتہاد کرنا اور بعض میں نہیں کرنا مشائخ کے نزدیک جائز الوقوع ہے اکابر علماء اس طرف گئے ہیں ۔ بعض کے نام نامی مسلّم اور شرح مسلّم کی عبارت سے ظاہر ہوتے ہیں ۔ اجتہاد کی تجزی بایں طور کہ بعض مسائل میں تو مجتہد ہو اور بعض میں نہیں اس کی صحت میں اختلاف واقع ہوا ہے پس اکثر قائل ہیں کہ اجتہاد میں تجزی جائز ہے چنانچہ امام حجۃ الاسلام غزالی شافعی اور شیخ ابن الہمام حنفی کا یہی مذہب ہے اور صاحب البدائع کی مرضی بھی اسی میں پائی جاتی ہے اور قرین ثواب بھی یہی امر ہے ۔ انتہی

اور اسی کتاب کے دوسرے مقام میں مذکور ہے کہ مجتہد کی دو قسم ہیں ایک مجتہد مطلق ہے جس کو ہر حکم میں اجتہاد کی قوت حاصل ہوتی ہے دوسرا مجتہد با جتہاد خاص ہے جس کو صرف خاص خاص مسائل میں اجتہاد کی قوت ہوتی ہے ۔ اور مطلق اجتہاد کی پہلی شرط صحت ایمان ہے اگرچہ اجمالی طور سے ہو بعد ازاں معرفت کتاب ہے ۔ شیخ ابن نجیم شرح منار میں فرماتے ہیں کہ یہ شرائط اس مجتہد مطلق کے ساتھ مخصوص ہیں جو جمیع احکام میں فتوی دیتا ہے لیکن جو بعض حکم میں مجتہد ہے اور بعض میں نہیں ہے اس کو اسی چیز کی معرفت ضرور ہے جس کو اس حکم سے تعلق ہے ۔ انتہی

اور بعض مسائل کا مجتہد جن مسائل میں اجتہاد کی قدرت رکھتا ہے ان میں اپنے اجتہاد پر عمل کرے اور جس مسئلہ میں اس کو قدرت اجتہاد نہیں ہے اس میں کسی مجتہد کی تقلید کرے مسلّم اور اسکی شرح میں ہے کہ جو مجتہد مطلق نہیں ہے اسکو کسی مجتہد مطلق کی تقلید لازم ہے تا کہ اسکے فتوی پر عمل کرے اور اگر فقہ کے بعض مسائل میں یا بعض علوم میں مثلاً علم فرائض میں مجتہد ہو تو ایک قول کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

موافق اجتہاد اس کا متجزی ہو جائے اور یہی قول حق ہے پس جس مسئلہ میں اجتہاد پر قادر نہیں ہے اس میں تقلید لازم ہوگی تا کہ اپنے غیر کے فتوی پر عمل کرے۔ ایسا ہی ابن ہمامؒ اور ابن نجیمؒ نے فرمایا ہے

اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ پر ختم نہیں ہوا

سوال: آنچہ در عوام بلکہ در بعضے خواص انام مشہور گشتہ است کہ اجتہاد فی المذہب بر علامہ نسفی ختم شد و اجتہاد بر مجتہدین اربعہ کتم گردید اکنون کسی اگر چہ علم تفسیر و حدیث و فقہ و اصول بخوبی داشتہ باشد ہرگز او را اجتہاد در کدام مسئلہ درست نیست و تقلید بر و واجب است ایں سخن مجرد دعوی است با کدام دلیل و برہان ہم بر آں قائم است و بعد انقراض زمان مجتہدین اربعہ علمائے دیگر اجتہاد فی بعض المسائل یا اجتہاد مطلق فی کل المسائل نمودہ اند یا نہ۔ بینوا توجروا

جواب: حکم اختتام اجتہاد مطلق بر آئمہ اربعہ و اختتام اجتہاد فی المذہب بر علامہ نسفی تعصب بحت است و رجم بالغیب و محض خالی از دلائل و براہین است بلکہ ناشی از ضلال بین اخبار بالغیب خاصہ رب العالمین است قال اللہ تعالی، و عندہ مفاتیح الغیب، قال تاج الفقہاء والاصولیین المتاخرین مولانا نظام الدین فی شرحہ علی المسلّم

اعلم ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتہاد المطلق علی الآئمة الاربعة و لم یوجد مجتہد مطلق بعدھم و الاجتہاد فی المذہب اختتم علی العلامة النسفی صاحب الکنز و لم یوجدمجتہد فی المذہب بعدہ و ھذا غلط و رجم بالغیب فان سئل من این علمتم ھذا لا یقدرون علی ایراد دلیل اصلاً ثم ھو اخبار بالغیب و تحکم علی قدرة اللّٰہ تعالی فمن این یحصل علم ان لا یوجد الی یوم القیامة احد یتفضل اللہ علیہ بنیلہ مقام الاجتہاد فاجتنب عن مثل ھذہ التعصبات۔ انتھی

و قال شیخنا ملک العلماء مولانا عبد العلی فی شرح المسلم ان من الناس من حکم بوجوب الخلو من بعد العلامة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

النسفی و اختتم الا جتها د به و عنوا الا جتهاد فی المذ هب و اما الا جتها د المطلق فقا لوا اختتم با لا ئمة ا لا ربعة حتی او جبوا تقلید وا حدٍ من هئو لا ء علی ا لا مة و هذا کله هو س من هو سا تهم لم یا توا بد لیل و لا یعبأ بکلا مهم و انما هم من الذین حکم ا لحد یث انهم افتوا بغیر علم فضلوا و اضلوا و لم یفهموا ان هذا ا خبار با لغیب فی خمس لا یعلمهنّ ا لّا اللّٰه تعالی۔ انتهی

و بعد آ ئمہ ار بعہ جمعی از علماء بدرجہ اجتہا د مطلق مستقل رسیدہ اند و احداث مذاہب جدیدہ نمودہ مذہب بعضے آ نہا شیوع یافتہ مثل ابی ثور کہ از آ ئمہ مشہورین و مجتہد مستقل بود

قا ل ا لا ما م النو وی فی تهذ یب ا لا سما ء و ا للغا ت هو صاحب مذهب مستقل و قا ل ا لا ما م یا فعی فی تا ر یخه انه احد ا لا علا م و با رع فی العلم و لم یقلد ا حد و قا ل الذ هبی هو ا لا ما م المجتهد المستقل و قا ل النسا ئی هو ثقة ما مو ن ا حد الفقها ء و قا ل ابن حبا ن کا ن ا حد آ ئمه الد نیا فقها و علما و ورعا و فضلاً۔

و در اسماء الفقہاء نوشتہ کہ وے اول تابع ابی حنیفہ بود من بعد بمذہب شافعی انتقال کرد پس ازاں بمرتبہ اجتہاد مستقل رسید و مذہبش شائع گشت و اتباع او بسیار بودند چنانچہ جنید بغدادی در اول بر مذہب او بود و در اقرن خامس اتباع او بکثرت بودند انتہی

و مثل محمد بن اسماعیل بخاری کہ صاحب مذہب مستقل بود چنانچہ رملیؒ او را مجتہد مستقل نوشتہ و حافظ ابن حجر عسقلانی از ابی مصعبؒ نقل کردہ کہ محمد بن اسماعیل بخاری

افقه عند نا و ابصر با لحد یث من ا حمد بن حنبل و عنه قا ل لو ا د ر کت ما لکاً و نظر ت الی و جهه و و جه محمد بن اسماعیل لقلت کلا هما وا حد فی الفقه و الحد یث و قا ل قتیبه بن سعید جا لست الفقهاء و الز ها د و العبا د و ما ر أیت منذ عقلت مثل محمد بن اسما عیل و هو فی زما نه کعمر فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصحا بة و سئل قتا ده عن طلاق السكرا ن فد خل محمد بن اسما عيل البخا رى فقا ل للسا ئل هذا ا حمد بن حنبل و اسحاق بن را هو يه و على بن المد ينى قد سا قهم اللّه اليک اشا ر الى البخا رى ۔ انتهى

ومثل داؤد ظاہری کہ مجتہد مستقل بود شیخ بلقانی در شرح جوہرہ اورا در مجتہدین مستقل ذکر کردہ وکذلک عینی در شرح بخاری اورا در اصحاب مذہب مستقل شمار کردہ

و قا ل ابن خلكا ن فى تا ريخه انه كا ن صا حب مذ هب مستقل و تبعه جمع كثير يعرفو ن با لظا هر ية و قا ل ا لا ما م اليا فعى فى تا ريخه هو الفقيه ا لا ما م ا لا صبها نى كا ن صاحب مذ هب مستقل بنفسه و تبعه جمع كثير يعر فو ن بالظا هر ية و قا ل العلا مة المحلى فى شر ح جمع الجوا مع ان دا ؤد كا ن جبلاً من جبا ل العلم و الدين و لى من سدا د النظر وسعة العلم و فو ز البصيرة و ا لا حا طة باقوا ل الصحا بة و التابعين و القدرة على ا لا ستنبا ط ما تعظم وقوعه و قد دو نت كتبه و كثر ت اتبا عه و ذكره الشيخ ابو اسحاق الشيرازى فى طبقا ته من ا لا ئمة المتبو عين فى الفرو ع و قد كا ن مشهور ا فى زمن الشيخ و بعده كثيرا لا سيما فى بلا د فا رس من شيراز و ما وا لا ها الى نا حية العرا ق و فى بلا د المغر ب انتهى

ومثل ابی جعفر محمد بن جریر طبری کہ صاحب مذہب مستقل بود

قا ل ابن خلكا ن انه كا ن اما ماً فى فنو ن كثيرة منها التفسير و الحد يث و الفقه و التا ر يخ و غير ذ لک و له مصنفا ت مليحة فى فنو ن عد يدة تد ل على سعة علمه و غرازة فضله و كا ن من ا لآ ئمة المجتهد ين و لم يقلد احدا و كا ن ابو الفر ج معاف بن زكر يا النهروا نى المعرو ف با بن طرا رىؒ على مذ هبه و ذكر ه الشيخ ابو اسحاق الشيرازى فى طبقا ت الفقها ء و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المحد ثين و قا ل ا لا ما م يا فعى هو ا حد العلما ء الاعلا م صاحب التفسير الكبير و التا ريخ الشهير و المصنفات العديد ة و الا و صا ف الحميدة كا ن مجتهداً لا يقلد ا حدا و قال ا ما م الا ئمه المعرو ف با بن حز م ما اعلم على ا لا ر ض اعلم من محمد بن جر ير و لقد ظلمته الحنا بلة و قا ل السيو طى انه بلغ رتبة ا لا جتها د المطلق المستقل و دوّن لنفسه مذ هباً مستقلاً و له اتبا ع قلدو ه و افتوا و قضوا بمذ هبه يسمو ن الجريرية قا ل الخطيب كا ن ا حد ائمة العلما ء يحكم بقو له و ير جع اليه ۔

القصہ جملہ علمائے مجتہدین کہ بعد از آئمہ اربعہ شدہ اند قرنا بعد قرن الی یومنا ہذا کہ مذہب بعض آنہا شیوع یافتہ و مذہب اکثرے از آنہا در ازمنہ فاسدہ بسبب تعصب متعصبین شیوع نیافتہ اگر اسامی ہمہ آنہا ذکر کردہ شود یک دفتر عظیم گردد و حال ہر اقلیم دریافتن مشکل در ملک ما یعنی در ملک ہندوستان در دواز دہ صدی حضرت شیخ الشیوخ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ گذشتہ اند کہ تبحر علم و اجتہادشان از تصانیف شان ظاہر است کتاب حجۃ اللہ البالغہ بینہ قویہ آن ست بر وسعت علم اجتہادشان و بعدہ صاحبزادہ والا تبار یعنی حضرت شاہ عبد العزیز قدس سرہ نیز منصب اجتہاد میداشتند تصانیف شان دلیل بین بر آں است و در زمان فاضل اکمل محدث بے بدل شیخنا مولانا اسماعیلؒ ملکہ اجتہاد باتم الوجوہ میداشتند جم غفیر و مجمع کثیر از علمائے ربانیین در ملک ہندوستان قائل بملکہ اجتہاد حضرت ایشان ہستند بلکہ صیت علم شان تا بلاد عرب رسید افضل علمائے مکہ معظّمہ الشیخ عبد اللہ سراج قائل سعت علم و ملکہ اجتہاد حضرت ایشاں بود اگر چندے در دیار عرب قیام مے فرمودند صیت علم حضرت شان تمام جہان را را فرا می گرفت و کسانیکہ در حق حضرت ایشان طعن مے کنند محض از تعصب و عناد است اعتبار را نشاید المعاصرۃ اصل المنافرۃ اکثر معاندان در زمان حضرت امام اعظم بلکہ بعد از زمان شان نیز بحق حضرت ایشان چہ قدر طعن کردہ اند بعضے نسبت مذہب مرجیہ بطرف حضرت ایشاں نمودہ اند و ہم چنیں است حال امام شافعی و بخاری بلکہ جملہ اکابر دین در کتب تواریخ معاینہ باید کرد معاندان در حق صحابہ کبار طعنہا کردہ اند از طعن ایں کوران ہرگز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منقصت شان آن بزرگان نمی شود و مجتہد فی المذہب و فی بعض المسائل صدہا قرناً بعد قرنٍ بودہ اند ذکر اسامی آنہا را ایں مختصر ہرگز متحمل نیست بلکہ احاطہ اسامی شان متعذر در کتب بیہقی و کتاب معالم السنن و شرح السنۃ للبغوی مطالعہ باید کرد واضح خواہد شد کہ بسیاری علمائے ابرار قرناً بعد قرن بودہ اند طریق آنہا چنیں بود کہ مسائل منقولہ از ابی حنیفہ و الشافعی و ثوری و غیرھم من المجتہدین را اول بر احادیث مؤطا مالک و صحیحین و بعد ازاں بر احادیث ترمذی و ابوداؤد و نسائی عرض مے کردند پس ہر مسئلہ را کہ موافق صحاح ستہ یافتند عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً پس بہ ہمون مسئلہ عمل مے کردند۔ و ہر مسئلہ را کہ مخالف صحاح ستہ مے یافتند آں را ترک مے نمودند پس اگر در کدام مسئلہ احادیث و آثار مختلف یافتہ مے شد اجتہاد مے کردند در تطبیق بعضے از نہاء بعضے یا مفسر را قاضی بر مبہم مے نمودند یا تنقیح مورد و محل ہر حدیث برصورت علیحدہ یا غیر ذلک تعمیل مے نمودند۔ پس اگر آن مسئلہ از باب سنن و ادب مے بود پس قائل بہ سنیت ہر فعل از افعال مختلفہ فی الاحادیث مے شدند و اگر مسئلہ از باب حلال و حرام یا از باب قضا مے بود و اختلاف کردہ اند دران صحابہ و تابعین و دیگر مجتہدین پس قرار میدادند آں مسئلہ را بر قولین یا اقوال و انکار نمے کردند بر قولے ازاں اقوال و کوشش مے کردند در معرفت اولی و ارجح از قوۃ روایۃ یا از عمل اکثر صحابہ یا از مذہب جمہور مجتہدین یا بموافقت قیاس پس عمل مے کردند بر ہمان اقوی بغیر انکار ہر قول آخر پس اگر نمے یافتند کدام حدیث در صحاح ستہ در یک مسئلہ پس جولان نظر مے کردند بطرف کتب حدیث طبقہ ثالثہ و بسوئے آنچہ فہمیدہ میشود از کلام علمائے دلیل و تعلیل پس ہرگاہ اطمینان بر چیزے میشد آنرا اختیار مے کردند دلیل ہر مسئلہ اول از کتاب اللہ طلب می نمودند بعدہ از سنت و آثار صحابہ و تابعین کہ کہ در کتب صحاح حدیث مروی شدہ و بعد ازاں در اقوال مجتہدین جولان نظر مے فرمودند و بہتر نمی دانستند کہ تقلید ہر یک عالم بکنند در اقوال او خواہ از روئے دلائل شود یا نشود۔ انتہی۔

حاصل مافی کتب البیہقی و کتاب معالم السنن و شرح السنۃ للبغوی ہر کہ تفصیل طریقہ محققین و فقہائے محدثین بخواہد باید کہ در کتب مذکورہ مطالعہ نماید انما شفاء العیی المطالعۃ فی کتب السلف و تعریف اجتہاد آنچہ در کتب اصول فہمیدہ میشود اینست کہ

استفراغ الجهد فی ادراك الاحكام الشرعية الفرعية عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادلتها التفصيلية الرا جعة كليا تها الى ار بعة اقسا م الكتا ب و السنة و ا لا جماع و القياس و يفهم من هذا ا نه اعم من ان يكون ذلک با عا نة البعض على صور المسا ئل و التنبه على ماخذ ا لا حكا م من ا لا دلة التفصيلية او بغير اعا نة منه

پس در تعریف مجتہد داخل شدند آں علماء کہ متابعت مجتہدی مے کنند در اکثر مسائل لیکن میشنا سند دلیل ہر مسئلہ از کتاب وسنت واجماع وقیاس وایں چنیں علماء در مذہب ہر چہار مجتہدین قرنا بعد قرن بسیار گذشتہ اند و دریں زمان ہم موجود اند اگر چہ کم باشند قال اللہ تعالی قلیل من عبا دی الشکور وایں علماء را مجتہد ندانستن مخالفت صریح است از اصول خود وآنچہ بعض علماء نوشتہ اند کہ مجتہد دریں زمان مفقود است غرض ازاں مجتہد مستقل است نہ مجتہد مطلق ومجتہد مقید

كما قا ل شيخ الحد يث ا لا ما م السيو طى فى رسا لته الرد على من ا خلد الى ا لا ر ض ان التحقيق فى ذلک ان المجتهد المطلق اعم من المجتهد المستقل و هو الذى استقل بقوا عد نفسه و بنى عليه الفقه خا ر جا عن القوا عد المقررة و هذا شىء فقد من الد هر الى آ خر ه و هكذا فى جا مع ا لا صو ل لقد وة العلما ء ا حمد بن عطا ء و قال المحقق الجليل و المحد ث النبيل العا رف با للّه الشيخ و لى اللّه فى كتا به عقد الجيد فما يظن كا ن موا فقاً لشيخه فى اكثر المسا ئل لكنه يعرف لكل حكم د ليلاً و يطمئن قلبه بذ لک الد ليل و هو على بصيرة من امره انه پيس بمجتهد ظن فا سده و كذ لک ما يظن من ان المجتهد لا يو جد فى هذ ه ا لاز منة اعما داً على الظن ا لا ول بنا ء فا سد الفا سد۔ انتهى ۔

پس کسانیکہ نفی مطلق اجتہاد دریں زمان مے کنند جاہل انداز کتب اصول فرق نمی دانند در مجتہد مستقل ومجتہد مطلق ومجتہد مقید بیچارگان معذور ہستند زیرا کہ منتہائے علم ایشان تا قنیہ و منیہ است ودیگر ہیچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوال: یہ بات جوعوام میں بلکہ خواص میں مشہور ہوگئی ہے کہ اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی پر اور اجتہاد مطلق مجتہدین اربعہ پر ختم ہوگیا ہے اب کسی کو کسی مسئلہ میں اجتہاد جائز نہیں ہے اگر چہ وہ تفسیر وحدیث وفقہ واصول کا علم بخوبی رکھتا ہو بلکہ اس پر تقلید واجب ہے، یہ بات محض دعوی ہی ہے یا اس پر کوئی دلیل بھی قائم ہے اور آئمہ اربعہ کا زمانہ گذر جانے کے بعد علماء نے اجتہاد بعض مسائل میں یا کل مسائل میں اجتہاد مطلق کیا ہے یا نہیں۔

جواب: اجتہاد مطلق کے اختتام کا حکم آئمہ اربعہ اور اجتہاد فی المذہب کے اختتام کا حکم علامہ نسفی پر محض تعصب ہے اور بغیر دیکھے پتھر پھینکنا ہے، اور دلائل و براہین سے بالکل خالی ہے بلکہ صریح گمراہی ہے کیونکہ اخبار بالغیب رب العالمین کا خاصہ ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں مولانا نظام الدینؒ، شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ بعض متعصبین نے کہا ہے کہ اجتہاد مطلق ختم ہوگیا آئمہ اربعہ پر اور ان کے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں پایا گیا اور اجتہاد فی المذہب ختم ہوگیا علامہ نسفی صاحب کنز پر ان کے بعد کوئی مجتہد فی المذہب نہیں پایا گیا۔ یہ قول غلط ہے بلکہ رجم بالغیب ہے پس اگر پوچھا جائے کہ تم کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی تو ہرگز کوئی دلیل نہیں لاسکتے اور یہ اخبار بالغیب بھی ہے اور اللہ تعالی کی قدرت پر تحکم ہے، پس کہاں سے حاصل ہوا علم اس امر کا کہ قیامت تک کوئی شخص ایسا نہیں پایا جائے گا جس کو اللہ تعالی اپنے فضل سے مقام اجتہاد پر پہنچاوے۔ اے طالب حق اس قسم کے تعصّبات سے بچتا رہ۔ انتہی۔

اور مولانا عبدالعلیؒ، شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ جس نے یہ حکم کیا ہے کہ علامہ نسفی کے بعد خلو لازم ہے کیونکہ اجتہاد ان پر ختم ہوگیا ہے مراد اس قائل کی اجتہاد فی المذہب ہے اور اجتہاد مطلق کی نسبت کہتے ہیں کہ آئمہ اربعہ کے اوپر ختم ہوگیا ہے اسی لئے ان میں ایک کی تقلید کو امت پر واجب ٹھہرایا ہے اور یہ کل باتیں ایک ہوس ہے ان کی تمام ہوسوں میں سے اس پر کوئی دلیل نہیں لاسکے پس ان کے کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں حدیث کا یہ حکم ناطق ہے کہ بلاعلم فتوی دیا پس خود بہکے اور دوسروں کو بہکایا اور یہ نہ سمجھا کہ یہ اخبار بالغیب ہے ان پانچ چیزوں میں داخل ہے جن کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ انتہی

اور آئمہ اربعہ کے بعد علماء کی ایک جماعت اجتہاد مطلق مستقل کے درجہ کو پہنچی ہے اور مذہب جدید کی بانی ہوئی ہے ان میں سے بعض کا مذہب شائع ہوا۔ جیسے امام ابوثور ہیں کہ یہ آئمہ مشہورین میں سے ایک مجتہد مستقل تھے امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں لکھا ہے کہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب مستقل کے بانی تھے۔اور امام یافعیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ایک بڑے عالم اور ماہر عالم تھے کسی مجتہد کی تقلید نہیں کی اور ذہبی نے کہا ہے کہ وہ ایک امام مجتہد مستقل تھے اور امام نسائیؒ نے کہا کہ وہ ایک ثقہ معتمد علیہ فقیہ کامل تھے اور ابن حبانؒ نے کہا کہ فقہ وعلم اور تقوی وفضل کے اعتبار سے وہ دنیا کے آئمہ میں سے ایک امام تھے اور اسماء الفقہاء میں لکھا ہے کہ وہ پہلے امام ابوحنیفہؒ کے تابع تھے بعد ازاں امام شافعیؒ کا مذہب اختیار کیا بعد ازاں اجتہاد مستقل کے مرتبہ کو پہنچے اور ان کا مذہب شائع ہوا۔ان کے تابعین بھی بکثرت تھے چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ ابتداء میں انہیں کے مذہب پر تھے قرن پنجم تک ان کے تابعین بکثرت تھے۔انتہی۔

اور جیسے امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں کہ یہ بھی مذہب مستقل کے بانی تھے چنانچہ رملیؒ نے ان کو مجتہد مستقل میں شمار کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابومصعبؒ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسماعیلؒ میرے نزدیک احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہ اور علم حدیث کے زیادہ مبصر تھے اور یہ بھی ابو مصعبؒ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم امام مالکؒ کا زمانہ پاتے اور ان کے چہرہ پر نظر کرتے پھر محمد بن اسماعیلؒ کے چہرہ پر نظر کرتے تو یہی کہتے کہ یہ دونوں فقہ وحدیث میں ایک ہیں۔اور قتیبہ بن سعیدؒ نے کہا کہ بہتیرے فقیہ وزاہد وعابد کی صحبت میں بیٹھا ہوں مگر ابتدائے شعور سے آج تک محمد بن اسماعیلؒ کا مثل میں نے نہیں دیکھا وہ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے صحابہ میں حضرت عمرؓ۔قتادہ سے کسی نے نشہ والے کے طلاق کا مسئلہ پوچھا اس وقت محمد بن اسماعیلؒ تشریف لائے پس قتادہؒ نے امام بخاریؒ کی طرف اشارہ کر کے سائل سے کہا کہ یہ احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور علی بن مدینیؒ ہیں، اللہ نے اس وقت گویا تینوں کو تیرے پاس پہنچا دیا ہے۔انتہی

اور جیسے داؤد ظاہریؒ ہیں کہ یہ بھی مجتہد مستقل تھے۔شیخ بلقانیؒ نے شرح جوہرہ میں ان کو مجتہدین مستقل میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح عینیؒ نے شرح بخاری میں ان کو مذہب مستقل کا امام شمار کیا ہے اور ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ مذہب مستقل کے بانی تھے اور ان کی اتباع جماعت کثیر نے کی ہے جن کا لقب ظاہریہ ہے اور امام یافعیؒ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ داؤد ظاہری فقیہؒ امام اصبہانی بہ نفس خود ایک مذہب کے بانی تھے، ان کی پیروی ایک بڑی جماعت نے کی ہے جن کا لقب ظاہریہ ہے۔علامہ محلیؒ نے جمع الجوامع میں کہا ہے کہ داؤدؒ، علم اور دین کے ایک پہاڑ تھے ان کو درستگی نظر اور فراخی علم کمال بصیرت اور صحابہ اور تابعین کے اقوال پر پوری واقفیت اور استنباط مسائل پر کامل قدرت اس قدر تھی کہ ان کی وقعت بہت بڑی تھی ان کی کتابیں مجتمع کی گئیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان کے تابعین بہت تھے۔ اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ نے اپنے طبقات میں ان کو آئمہ متبوعین فی الفروع میں سے شمار کیا ہے اور زمانہ شیخ اور بعد زمانہ شیخ میں وہ بہت مشہور ہوئے خصوصاً بلاد فارس شیراز وغیرہ میں کنارہ عراق تک اور بلاد مغرب میں۔ انتہی۔

اور جیسے ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ ہیں کہ مذہب مستقل کے بانی تھے۔ ابن خلکانؒ نے کہا ہے کہ وہ بہتیرے فنون وعلوم کے امام تھے خصوصاً تفسیر وحدیث وفقہ وتاریخ وغیرہ میں کامل تھے اور متعدد علوم میں ان کی نفیس نفیس تصنیفات موجود ہیں جو ان کی وسعت علم اور کثرت فضل پر دلالت کرتی ہیں اور آئمہ مجتہدین میں سے تھے اور کسی مجتہد کی تقلید نہیں۔ اور ابوفرج بن ذکریا نہروانیؒ جو ابن طراری معروف ہیں انہیں کے مذہب پر تھے اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ نے ان کو فقہاء اور محدثین کے طبقات میں ذکر کیا ہے اور امام یافعیؒ نے کہا کہ ابوجعفرؒ ایک دانشمند عالم بڑی تفسیر کے مؤلف اور تاریخ مشہور اور تصانیف متعدد کے مصنف تھے اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ متصف اور مجتہد تھے کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اور امام ابن حزمؒ نے فرمایا کہ محمد بن جریرؒ سے زیادہ علم والا زمین پر میں کسی کو نہیں جانتا ہوں، حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا۔ اور سیوطیؒ نے کہا کہ وہ اجتہاد مطلق مستقل کے رتبہ پر پہونچ گئے تھے اور اپنے لئے ایک مستقل مذہب بنایا اور بہت لوگوں نے ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کے موافق فتوی دیا اور فیصلہ کیا وہ سب جریریہ کہلاتے ہیں۔ خطیبؒ نے کہا کہ وہ ایک امام تھے علمائے امت میں سے اپنے قول پر حکم کرتے اور اسی طرف رجوع کرتے تھے۔ انتہی۔

حاصل کلام جملہ علماء مجتہدین جو آئمہ اربعہ کے بعد یکے بعد دیگرے ہوئے ہیں ہمارے زمانہ تک بعض کا مذہب تو شائع ہوا اور اکثر کا مذہب خراب زمانوں میں متعصبوں کے تعصب کی وجہ سے رواج نہیں پایا۔ اگر سب کا نام لکھا جائے تو ایک بڑا دفتر ہو جائے اور ہر ملک کا حال دریافت کرنا تو مشکل ہے ہمارے ملک ہندوستان میں بارہ صدی میں مولانا شاہ ولی اللہؒ محدث گذرے ہیں کہ ان کا تبحر علم واجتہاد ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے کتاب حجۃ اللہ البالغہ قوی دلیل ہے ان کی کشادگی علم واجتہاد پر اور ان کے بیٹے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ بھی اجتہاد کا منصب رکھتے تھے خود ان کی تصنیفیں اس دعوی کی روشن دلیل ہیں۔ اور اس زمانے میں فاضل اکمل محدث بے بدل ہمارے شیخ مولانا اسماعیل شہیدؒ اجتہاد کا ملکہ اچھی طرح پر رکھتے تھے۔ ملک ہندوستان میں علمائے ربانی کی ایک کثیر جماعت ان کے ملکہ اجتہاد کی قائل ہے بلکہ ان کے علم کا شہرہ بلاد عرب تک پہنچ گیا ہے مکہ معظّمہ کے افضل ترین عالم شیخ عبداللہ سراج مولانا مذکور کے فراخی علم وملکہ اجتہاد کے قائل تھے۔ اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیار عرب میں چندے قیام فرماتے تو مولانا کی شہرت تمام جہان میں پھیل جاتی۔ اور جو لوگ ان کے حق میں طعن کرتے ہیں محض تعصب وعناد کے باعث کرتے ہیں قابل اعتبار نہیں ہے۔ معاصرت اصلی سبب ہے نفرت کا، اکثر اہل عناد نے امام اعظمؒ کے زمانہ میں بلکہ ان کے بعد کے زمانہ کے بعد بھی امام ممدوح کس قدر طعن کیا ہے۔ بعض معاند نے مذہب مرجیہ کی نسبت امام صاحب کی طرف کی ہے، اور یہی حال امام شافعیؒ وامام بخاریؒ کا، بلکہ جملہ اکابر دین کا، کتب تواریخ کو دیکھنا چاہیے کہ اہل عناد نے صحابہ کبار کے حق میں کس قدر طعن کیا ہے لیکن اندھوں کے طعن سے ان بزرگوں کا کسر شان ہرگز نہ ہوگا اور مجتہد فی المذہب اور فی بعض المسائل ہر زمانہ میں سینکڑوں ہوئے ہیں، اس مختصر رسالہ میں ان سب کے نام کی گنجائش نہیں ہے بلکہ پورے طور سے سب کا نام ذکر کرنا دشوار ہے کتب بیہقی اور کتاب معالم السنن اور شرح السنہ بغوی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ پس ظاہر ہو جائے گا کہ ہر زمانے میں بہتیرے علمائے ابرار ایسے ہوئے ہیں کہ جن کا طریقہ یہ تھا کہ امام ابوحنیفہؒ وشافعیؒ وسفیان ثوریؒ ودیگر مجتہدین کے مسائل منقولہ کو پہلے موطا امام مالک، صحیحین پر بعد ازاں ترمذی وابو داؤد ونسائی کی حدیثوں پر پیش کرتے تھے، پھر جس مسئلہ کو عبارۃً یا دلالۃً یا اشارۃً صحاح ستہ کے موافق پاتے تھے اس پر عمل کرتے تھے اور جس مسئلہ کو صحاح ستہ کے مخالف پاتے تھے اس کو ترک کرتے تھے، پھر اگر کسی مسئلہ میں احادیث وآثار مختلف پائے جاتے تو بعض کو بعض کے ساتھ تطبیق دینے میں اجتہاد کرتے تھے، یا نص مبہم کی تفسیر نص مفسر کے ساتھ کرتے تھے، یا ہر حدیث کے مورد ومحل کی جانچ علیحدہ طور پر کرتے یا اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالتے۔ پس اگر وہ مسئلہ سنن وآداب کی قسم سے ہوتا تو حدیث کے افعال مختلفہ میں سے ہر فعل کی سنیت کے قائل ہو جاتے تھے اور اگر وہ مسئلہ حرام وحلال کی قسم سے یا از قسم معاملہ باہمی ہوتا اور صحابہ وتابعین ودیگر مجتہدین کا اس میں اختلاف بھی ہوتا تو اس مسئلہ کا مدار دو قول یا چند قول پر رکھتے اور کسی قول کا انکار نہیں کرتے اور اولی وارجح کی شناخت میں قوت روایت سے یا اکثر صحابہ کے عمل سے یا جمہور مجتہدین کے مذہب سے یا قیاس کی موافقت سے کوشش کرتے تھے۔ پس قوی تر قول پر عمل کرتے تھے بغیر اس امر کے کہ دوسرے اقوال سے انکار کریں پس اگر کسی مسئلہ میں کوئی حدیث صحاح ستہ میں نہیں پاتے تو طبقہ ثالثہ کی کتب حدیث کی طرف نظر دوڑاتے اور علمائے سلف کی دلیل وتعلیل جو بات مفہوم ہوتی اس پر نظر ڈالتے پھر جب کسی امر پر اطمینان ہوتا اس کو اختیار کرتے اور ہر مسئلہ کی دلیل پہلے کتاب اللہ سے طلب کرتے پھر سنت اور آثار صحابہ وتابعین سے جو کتب صحاح میں مروی ہوتے بعد ازاں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال مجتہدین پر نظر ڈالتے اور یہ بہتر نہیں سمجھتے کہ ایک عالم کی تقلید اس کے اقوال میں کی جائے دلائل کے ساتھ ہو یا نہ ہو۔ کتب بیہقی اور کتاب معالم السنن اور شرح السنۃ بغوی کا خلاصہ ختم ہو گیا۔

فقہائے محدثین اور محققین کے طریقہ کی تفصیل جو شخص چاہے اس کو چاہیے کہ کتب مذکورہ دیکھے مرض جہالت سے شفا کتب سلف کا دیکھنا ہے اور اجتہاد کی تعریف جو کتب اصول فقہ سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ دلائل تفصیلی سے احکام شرعیہ فرعیہ کے دریافت میں پوری کوشش کرنی اور ان دلائل کی کلیات چار اقسام یعنی کتاب وسنت واجماع وقیاس کی طرف راجع ہونا اور اس بیان سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ پوری کوشش بعض کی اعانت سے ہو صورت مسائل پر اور دلائل تفصیلی کے احکام کے ماخذ پر خبردار کرنے سے یا بغیر اس قسم کی اعانت سے ہو۔ پس مجتہد کی تعریف میں وہ علماء بھی داخل ہو گئے جو اکثر مسائل میں ایک مجتہد کی متابعت کرتے ہیں لیکن دلیل اس مسئلہ کی کتاب وسنت واجماع وقیاس سے پہچانتے ہیں اور اس قسم کے مجتہد ہر زمانے میں مجتہدین اربعہ کے مذہب میں بہت گذرے ہیں اور اس زمانے میں بھی موجود ہیں اگرچہ کم ہیں اللہ تعالی نے فرمایا کہ میرے بندوں میں شکر گذار بندے کم ہیں اور ایسے علماء کو مجتہد نہ جاننا صریح مخالفت ہے اپنے اصول سے بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مجتہد مفقود ہیں تو اس مقصود مجتہد مستقل ہیں نہ مجتہد مطلق و مجتہد مقید جیسا کہ شیخ الحدیث امام سیوطی نے اپنے رسالہ الرد علی من اخلد الی الارض میں فرمایا کہ اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ مجتہد مطلق عام ہے مجتہد مستقل سے جو اپنے نفس کے قواعد کے ساتھ مستقل ہو اور اس پر فقہ کی بنیاد رکھی ہو جو قواعد مقررہ سے خارج ہو اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ زمانہ سے مفقود ہو گئی ہے۔ آخر عبارت تک۔

اور ایسا ہی جامع الاصول میں قدوۃ العلماء احمد بن عطاء کی تصنیف ہے اور محقق شیخ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب عقد الجید میں فرمایا کہ جو شخص اپنے شیخ کا موافق اکثر مسائل میں ہو لیکن وہ ہر حکم کی دلیل پہچانتا ہو اور اس کا دل اس دلیل پر مطمئن ہے اور اپنے کام میں وہ بینا ہے ایسے شخص کے حق میں جو یہ گمان کیا گیا ہے کہ وہ مجتہد نہیں ہے یہ گمان فاسد ہے اور اسی طرح گمان اول پر اعتماد کر کے یہ خیال کرنا کہ اس زمانہ میں مجتہد نہیں پایا جاتا ہے فاسد کی بنا فاسد پر ہے۔ انتہی

پس جو لوگ اس زمانہ میں مطلق اجتہاد کا انکار کرتے ہیں وہ کتب اصول سے ناواقف ہیں مجتہد مستقل و مجتہد مطلق و مجتہد مقید میں فرق نہیں جانتے ہیں ایسے لوگ معذور ہیں کیونکہ ان کا مبلغ علم قنیہ ومنیہ تک ہے باقی ہیچ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عامی کو بھی ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے

سوال: آنچہ مردمان ایں زمان غیر مجتہد را از خواندن ترجمہ قرآن مجید وحدیث شریف منع مے نمایند و مے گویند کہ نصوص قرآن وحدیث را سوائے مجتہد نے فہمد وغیر مجتہد را عمل بر نصوص نمودن گناہ است و ہر کہ بمنصب اجرہاد نرسیدہ است اگر چہ عالم باشد او را استدلال بالآیات والحدیث درست نیست ۔ پس ایں اقوال ایشاں موافق کتب سلف است یا مخالف آن ۔ بینوا توجروا

جواب ۔ ایں اقوال محض مخالف اقوال آئمہ سلف اند بلکہ علمائے خلف ہم ردآن کردہ اند اما اقوال آئمہ سلف پس بالا در جواب سوال اول ذکر نمودہ ام از کتب معتبرہ کہ اگر عامی را حدیثے برسد او را عمل بر ظاہر آن حدیث واجب است نزد امام اعظم ومحمد اگر چہ او عالم نباشد وحدیث محتمل التاویل والنسخ باشد ودلیل ایں ہر دو مجتہدان اینست کہ آں ظاہر الحدیث واجب العمل بہ و ہرگاہ قول مفتی دلیل است برائے عامی باوجودیکہ در قول مفتی احتمال خطا است از روئے استنباط وفہم تاویل ونسخ پس حدیث اگر چہ احتمال تاویل یا نسخ داشتہ باشد ہرگاہ بعامی خواہد رسید او را عمل بران واجب خواہد شد

لا ن قول الرسو ل لا یزا ل عن قو ل المفتی قا ل فی الکا فی و الحمیدی ای لا یکو ن ادنی در جۃ من قو ل المفتی

ونزد ابی یوسف ہم غیر مجتہد را عمل بالحدیث نمودن مے باید بشرطیکہ عالم باشد وعامی محض وجاہل نباشد چنانچہ از ہدایہ وبحر الرائق ودرمختار وعنایہ وغایۃ البیان وغیرہ بالا مذکور شد وہمہ می نویسند کہ خلافاً لابی یوسف پس معلوم شد کہ راجح دریں باب قول امام اعظم ومحمد است زیرا کہ قول مرجوح را بلفظ خلافاً لفلان تعبیر مے کنند ضابطہ فقہاء ہمیں است فتامل رانصف ولا تتعسف واقوال علمائے خلف ہم متضمن ہم چنیں مضامین از کتب صوفیا کبار وعلمائے اولی الابصار در جواب سوال اول مذکور شد ... وآنچہ عوام ایں زمان مے گویند کہ نصوص قرآن وحدیث را سوائے مجتہد کسے نے فہمد ایں خلاف تصریحات اصولیین است

قد صرح الا صو لین حتی صا حب فتح القد یر فی کتا ب التحریر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با ن د لا لة النّص یخا لف القیاس فی انّ القیاس یختص با لمجتهد و دلا لة النّص یفهمها العوا م

از یں عبارت ثابت شد کہ دلالۃ النص را عوام ہم مے فہمند پس عبارۃ النص و اشارۃ النص کہ ایں ہر دو واضح تر انداز دلالۃ النص بطریق اولی او مے خواہند فہمید واستدلال بآں خواہند نمود و فی حاشیۃ شیخ الاسلام علی التلویح

ما ید ل علی جوا ز ا لاستد لا ل لغیر المجتهد و فی شر ح الشاشی ما یصر ح بذ لک و فی شر ح العقا ئد للتفتا زا نی ما ید ل علی ان الحد یث من با ب العلم لعا مة الخلق و فی الفتاوی الفضلیة عن الفقیه ابی ا للیث ما ید ل علی جواز العمل ا یضاً بما فهمه غیر المجتهد من النص و قد صر ح القاضی عضد الملة فی بحث سالک العلة انه اذا د خل الفا ء فی لفظ الرا وی مثل ز نی ما عز فر جم فا لفقیه و غیره فی ذلک سواء ۔انتهی ۔

و فی النقود شر ح العضدی ما ید ل علی جواز تقلید غیر المجتهد للمجتهد دو ن ا للزو م ۔

وثابت ومقرر است در کتب اصول کہ جائز است خلو زمان از مجتہد خلافاً للحنابلۃ پس ہرگاہ کہ فرض کنیم یک زمانہ خالی از مجتہد و دران زمان شخصے بالغ و عاقل شود و بفہمد خطابات شرعیہ را و نرسد او را استنباط مجتہدین ماضیین و استدلالات و مقالات آنہا پس برائے او یکے از سہ امور بالضرور تجویز خواہی کرد اول اینکہ او مکلّف است بانچہ مے فہمد خطابات شرعیہ را اگرچہ او مجتہد نیست وثانی آنکہ تکالیف شرعیہ از او ساقط است وثالث آنکہ او مکلّف است بتحصیل مرتبہ اجتہاد اگر اختیار کردی ۔امر اول را پس اعتراف کردی بآنکہ استدلال بالنصوص مشروط بالاجتہاد نیست وھو المطلوب ۔واگر اختیار کردے امر ثانی را پس حکم کردی بسقوط تکالیف شرعیہ از عاقل و بالغ سالم عن العوارض و ذلک باطل بالاجماع واگر اختیار کردی امر ثالث را پس قائل شدی بالتکلیف بما لیس فی وسعه ھو خلاف الشرع والعقل زیرا کہ تحصیل مرتبہ اجتہاد سابقا غیر مقدور است ۔ونزدیک قائلین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحجۃ القیاس در آیہ کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار اجتہاد و قیاس مراد است از لفظ اعتبار و مجتہدین مراد اند۔ از لفظ اولی الابصار و اجماع است بر آنکہ بخطابات شرعیہ مکلّف است ہر عاقل بالغ و تکلیف شرعی مختص بمجتہد نیست پس ثابت شد کہ فہم خطابات شرعیہ ہم مختص نیست بمجتہد و آنچہ بعض علماء نوشتہ اند کہ غیر مجتہد را تقلید واجب است غرض ازاں تقلید فی المنصوصات نیست بلکہ تقلید در مسائل اجتہادیہ و قیاسیہ مراد است

حیث صرح فی شرح الشاشی بان کل عالم لہ اصابۃ الحکم المنصوص علیہ مطلقاً سواء کان قطعیاً او ظنیاً بحسب الدلالۃ و الاثبات و ما کان ظنی الثبوت اعنّی القیاس فھو المختص بالمجتھد و قال القاضی عضد الملۃ المستفتی المقلد و المفتی المجتھد و المستفتی فیہ ھو المسائل الاجتھادیہ۔

پس ثابت شد کہ در منصوصات حاجت تقلید نیست ہر مومن عالم عمل بر منصوصات قرآن وحدیث مے نماید

قال اللّٰہ تعالی: انّما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء (فاطر:۲۸)

و قال اللّٰہ تعالی: و لقد انزلنا الیک آیات بینات و ما یکفر بھا الّا الفاسقون۔ (بقرہ: ۹۹)

و قال اللّٰہ تعالی :و لقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدّکر۔ (قمر:۱۷)

و قال اللّٰہ تعالی: ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا آیاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین۔ (جمعہ:۲)

پس ازیں آیات کریمہ مستفاد گشت کہ کتاب اللہ و حدیث شریف رسول اللہ ﷺ را ہر امی مے فہمد وازاں حکمت را می آموزد واگر کسے بگوید کہ ایں مخصوص است بآں کسان کہ در زمان برکت نشان آنحضرت ﷺ بودند جواب میدھم کہ بعد ازیں آیت، آیہ دیگر را باید دید و آخرین منھم لما یلحقوا بھم و ھو العزیز الحکیم پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

این صریح است بیان کسانیکه از صحابہ لاحق نشد ند و در زمان دیگر پیدا گشتند ہمہ در اطلاق امیین در بعث فی الامیین رسولاً داخل شدند و در موطا مالک روایت شد قال:

قا ل رسو ل اللّه ﷺ ترکت فیکم امر ین لن تضلّوا ما تمسّکتم بهما کتا ب اللّه و سنةرسو له ۔ (مؤطا۔ کتا ب القدر، با ب النهی عن القو ل با لقدر)

لفظ فیکم و تمسکتم عام است خاص بمجتہد نیست بلکہ ہر عامی دران داخل است

قا ل رسو ل الله ﷺ انا امة امیه لا نکتب و لا نحسب .. الخ (بخا ری: ۱۹۳۱۔ مسلم: ۱۰۸۰)۔

و در جا مع الاصول آ ثار از حضرت عمرؓ مروی است دلالت میدارد بران معنی کہ قر آ ن و حد یث مے فہمند اہل با دیہ ونسا ء وصبیا ن با لجملہ بسیا ر آ یا ت وا حا دیث برایں معنی دلالت میدا رند چندے ازاں بطریق تمثیل دریں جا تلاوت کر دہ شد

فا ن المنصف یکفیه التمثیل و المتعصب تا بع للا با طیل لا یفید له قر أة القر آ ن مع الا نجیل و رو ایة ما یر وی الجبر یل و اللّه اعلم با لصوا ب ۔

بعد ملا حظہ ایں رسا لہ بر اصحاب فکرت وار باب بصیرت مخفی ومحجب نخوا ہد بود کہ در عمل با لحد یث لغیر المجتہد استد لا ل از قر آ ن مجید و کتب متدا ولہ حد یث و آ ثا رصحا بہ و تا بعین و تبع تا بعین واحتجاج باقوال مجتہد ین سلف نمو دہ شد و آ نچہ اقوال علما ئے خلف ذکر کر دہ شد محض بطور شواہد است نہ بطر ز اصل دلیل پس ہر کہ رد بر وایں مد عا قصد کند او را ہم لازم کہ رعایت در اثبات دعوی خود ہمیں طور مرعی دارد کہ در اصل ثبوت دعوی مبنی.. بر آ یات وحد یث مفخر موجودات ﷺ و آ ثار قرون ثلا ثہ مشہود لها بالخیر واقوال مجتہد ین سلف لا غیر وعمل بالحد یث اختیار نمو دہ ام بمقتضا ئے قول امام اعظم کہ در صدر رسا لہ مذکور شدہ ومن حنفی سخت ام ہر گر قول امام را از غو غا ئے عوام نخوا ہم گذا شت ۔

ر بّنا افتح بیننا و بین قو منا با لحقّ و انت خیر الفا تحین

و صلّ و سلّم و با ر ك علی محمّد و آ له و اصحا به اجمعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سوال۔ اس زمانے میں لوگ غیر مجتہد کو ترجمہ قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھنے سے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نصوص قرآن مجید اور حدیث کو مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا ہے اور غیر مجتہد کو نصوص پر عمل کرنا گناہ ہے اور جو شخص منصب اجتہاد تک نہیں پہنچا ہے اگرچہ وہ عالم ہو لیکن اس کو استدلال آیات واحادیث کے ساتھ درست نہیں ہے۔ پس لوگوں کے یہ اقوال کتب سلف کے موافق ہیں یا مخالف۔ بیان کرو ثواب پاؤ گے۔

جواب۔ یہ باتیں آئمہ سلف کے اقوال کے محض مخالف ہیں بلکہ علمائے خلف نے بھی ان کا رد کیا ہے چنانچہ آئمہ سلف کے اقوال تو سوال اول کے جواب میں معتبر کتابوں سے ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ اگر عامی کو حدیث پہنچے تو اس حدیث کے ظاہری معنی پر عمل کرنا اس عامی پر واجب ہے امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ عالم نہ ہو اور حدیث میں نسخ وتاویل کا احتمال ہو۔ ان دو مجتہدوں کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر حدیث پر عمل واجب ہے اور جب عامی پر مفتی کا قول دلیل ہے باوجود اس کے کہ قول مفتی محتمل خطا ہے، استنباط اور فہم تاویل ونسخ کے اعتبار سے پس حدیث اگرچہ محتمل نسخ یا تاویل ہو جب عامی تک پہنچ جائے تو اس کو عمل کرنا اس پر واجب ہو جائے گا کیونکہ قول رسول کا درجہ قول مفتی سے کمتر نہیں ہو سکتا ہے۔ کافی اور حمیدی میں لکھا ہے کہ قول مفتی سے قول رسول کا درجہ ادنی ہرگز نہیں ہوگا۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی غیر مجتہد کو حدیث پر عمل کرنا چاہیے بشرطیکہ عالم ہو محض عامی وجاہل نہ ہو۔ چنانچہ ہدایہ اور بحرالرائق اور درمختار اور عنایہ اور غایۃ البیان وغیرہ سے اوپر مذکور ہو چکا ہے اور سب فقہاء لکھتے ہیں کہ اس میں ابو یوسف کا خلاف ہے پس معلوم ہوا کہ اس باب میں قول راجح امام اعظم اور امام محمد کا قول ہے کیونکہ قول مرجوح کو بلفظ خلافاً لفلاں تعبیر کرتے ہیں ضابطہ فقہاء کا یہی ہے۔ پس تامل اور انصاف کر اور تعصب نہ کر اور علماء خلف کے اقوال بھی جو اسی مضامین کے مطابق ہیں سوال اول کے جواب میں صوفیائے کبار وعلماء اولی الابصار کی کتابوں سے مذکور ہو چکے ہیں ان کو دوبارہ ملاحظہ کرو اور اس زمانہ کے عوام جو کہتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو مجتہد کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا یہ خلاف تصریحات اہل اصول کے ہے۔ اصولیوں نے تصریح کی ہے حتی کی صاحب فتح القدیر نے بھی کتاب التحریر میں کہا ہے کہ جو دلالۃ النص مخالف قیاس ہے وہ مجتہد کے ساتھ مخصوص ہے لیکن دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں اس عبارت سے ثابت ہوا کہ دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں پس عبارت النص واشارت النص جو دلالۃ النص سے زیادہ تر واضح ہیں ان دونوں کو تو بطریق اولی سمجھیں گے اور ان کے ساتھ استدلال کریں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور تلویح پر جو شیخ الاسلام کا حاشیہ ہے اس میں وہ مضمون ہے جو غیر مجتہد کے لئے جواز استدلال پر دلالت کرتا ہے اور شرح الشاشی میں وہ مضمون ہے جو اس امر کی صراحت کرتا ہے اور علامہ تفتازانی کی شرح العقائد میں جو عبارت ہے اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ حدیث ایک علم ہے عام خلق کے لئے اور فقیہ ابواللیث سے فتاوی فصلیہ میں جو مضمون منقول ہے وہ یہ بتا رہا ہے کہ غیر مجتہد نے نص سے جو مطلب سمجھا ہے اس پر عمل کرنا اس کو جائز ہے اور قاضی عضد الملۃ نے بحث سالک العلۃ میں بصراحت بیان کیا ہے کہ راوی کے لفظ میں جب حرف فا داخل ہو جیسے زنی ما عز فرجم یعنی ماعز نے زنا کیا پس سنگسار کیا گیا تو فہم مطلب میں فقیہ اور غیر فقیہ برابر ہیں۔ انتہی اور شرح عضدی میں جو مضمون درج ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید جائز ہے واجب نہیں۔ انتہی

اور کتب اصول میں ثابت ہے کہ مجتہد کے وجود سے زمانہ کا خالی ہونا جائز ہے حنبلیوں کا اس میں اختلاف ہے پس جب ہم فرض کریں گے ایک زمانہ کو مجتہد سے خالی اور اس زمانہ میں عاقل و بالغ شخص ہو اور خطابات شرعیہ کو سمجھتا ہو لیکن مجتہدین سلف کے استنباط و استدلال و اقوال اس کے پاس نہ پہنچے ہوں پس تم اس کے لئے تین صورت میں سے ایک صورت ضرور تجویز کرو گے۔

صورت اول یہ ہے کہ خطابات شرعیہ میں سے جس قدر وہ سمجھتا ہے اس کے ساتھ وہ مکلّف ہے اگرچہ وہ مجتہد نہیں ہے۔

صورت ثانی یہ ہے کہ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہیں۔ صورت ثالث یہ ہے کہ مرتبہ اجتہاد حاصل کرنے کے ساتھ وہ مکلّف ہے۔ بہرکیف اگر تم نے صورت اول کو اختیار کیا تو بے شک اقرار کر لیا اس امر کا کہ نصوص کے ساتھ استدلال اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہی میرا مطلوب ہے۔ اور اگر تم نے صورت ثانی کو اختیار کیا تو عاقل و بالغ و سالم سے تکالیف شرعیہ کے سقوط کا حکم تم نے لگایا اور یہ بالاجماع باطل ہے اور اگر تم نے صورت ثالث کو اختیار کیا تو ضرور تم اس بات کے قائل ہو گئے کہ جو کام انسان کی قدرت میں نہیں ہے اس کے ساتھ تکلیف جائز ہے اور یہ خیال عقل و شرع کے مخالف ہے کیونکہ حاصل کرنا مرتبہ اجتہاد کا پہلے ہی قدرت سے باہر ہے اور جو لوگ قائل ہیں کہ قیاس حجت شرعی ہے ان کے نزدیک آیہ کریمہ فاعتبروا یا اولی الابصار میں لفظ اعتبار سے اجتہاد اور قیاس مراد ہے اور لفظ اولی الابصار سے مجتہدین مراد ہیں اور اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ خطابات شرعیہ کے ساتھ ہر عاقل و بالغ مکلّف ہے اور تکلیف شرعی مجتہد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہو گیا کہ خطابات شرعیہ کو سمجھنا بھی مجتہد کے ساتھ مختص نہیں ہے اور بعض علماء نے جو لکھا ہے کہ غیر مجتہد کے لئے تقلید واجب ہے اس سے مراد تقلید فی المنصوصات نہیں ہے بلکہ مسائل اجتہادیہ و قیاسیہ میں تقلید مقصود ہے جیسا شرح شاشی میں مذکور ہے کہ حکم منصوص علیہ میں امر حق کو پا لینا یہ ہر عالم کا منصب ہے باعتبار دلالت واثبات وہ قطعی ہو یا ظنی اور جس کا ثبوت ظنی ہے یعنی قیاس وہ مجتہد کے لئے مخصوص ہے اور قاضی عضد الملۃ نے فرمایا ہے کہ فتوی پوچھنے والا مقلد ہے اور فتوی بتانے والا مجتہد ہے اور جو پوچھا جاتا ہے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں حاصل اس کا یہی ہے پس ثابت ہو گیا کہ منصوصات میں تقلید کی حاجت نہیں ہے۔ قرآن وحدیث کے منصوصات پر ہر مومن عالم عمل کر سکتا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اس کے بندوں میں سے علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ بے شک ہم نے تیرے پاس آیتیں ظاہر بھیجیں اور اس کا انکار وہی کرتے ہیں جو فاسق ہیں اور اللہ نے فرمایا کہ ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت لینے کے لئے پس ہے کوئی نصیحت لینے والا۔ اور اللہ برتر نے فرمایا کہ اللہ وہی ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھتے ان پر اس کی آیتیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب وحکمت سکھاتے ہیں بے شک لوگ تھے ان سے پہلے صریح گمراہی میں۔ پس ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ اللہ کی کتاب اور رسول کی حدیث کو ہر امی سمجھتا اور اس سے حکمت سیکھتا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ بات ان لوگوں کے ساتھ مخصوص تھی جو حضرت ﷺ کے زمانہ مبارک میں تھے اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس آیت کے بعد دوسری آیت کو بھی دیکھنا چاہیے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ رسول سکھلاتے ہیں کتاب وحکمت ان پچھلوں کو بھی جو ان کے ساتھ ملے نہیں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ پس یہ صریح بیان ہے ان لوگوں کا جو صحابہ کے ساتھ نہیں ملے بلکہ دوسرے زمانے میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ بعث فی الامیین رسولاً میں جو لفظ امیین ہے اس کے مفہوم عام میں سب داخل ہو گئے اور امام مالک کی مؤطا میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم لوگوں میں دو چیز چھوڑی ہے جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے ایک تو اللہ کی کتاب اور دوسری چیز اس کے رسول کی سنت۔ لفظ فیکم اور عام ہے مجتہد کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر امی اس عموم میں داخل ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ ان پڑھ قوم ہیں نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب جانتے ہیں ..الخ۔ اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور جامع الاصول میں حضرت عمرؓ سے ایسے آثار مروی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو عورتیں اور لڑکے اور بدو بھی سمجھتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ بہت سی آیتیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیثیں اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے چند آیتیں وحدیثیں مثال کے طور پر پڑھی ہیں منصف کے لئے تو مثال ہی کافی ہے اور متعصب تابع اباطیل ہوا کرتا ہے قرآن اور انجیل کو پڑھنا اس کو مفید نہ ہوگا اور نہ وہ روایت جس کو جبریل بیان کریں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے۔

بعد ملاحظہ اس رسالہ کے اصحاب فکر وارباب بصیرت پر پوشیدہ نہ رہے کہ غیر مجتہد کے لئے عمل بالحدیث کرنے پر استدلال قرآن مجید اور کتب مروجہ حدیث وآثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین واقوال مجتہدین سلف کے ساتھ کیا گیا ہے اور علماء خلف کے جو اقوال ذکر کئے گئے ہیں محض بطریق شاہد لائے گئے ہیں اصل دلیل کے طور پر نہیں پس جو شخص اس کی تردید کا ارادہ کرے تو اس کو لازم ہے کہ اثبات دعوی میں اسی روش کو خیال رکھے کہ اصل میں دعوی کا ثبوت ہو آیات قرآن اور احادیث رسول اور آثار قرون ثلاثہ کے ساتھ اور مجتہدین سلف کے اقوال سے نہ غیر کے اقوال سے اور میں نے عمل بالحدیث کو حسب مقتضائے قول امام اعظم اختیار کیا جو شروع رسالہ میں ذکر کیا گیا اور میں سخت حنفی ہوں۔ امام اعظم کا قول غوغائے عوام سے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

اے میرے رب تو کھول دے ہمارے اور ہمارے قوم کے درمیان حق بات کو اور تو بہتر کھولنے والا ہے اور درود وسلام اور برکت بھیج محمد ﷺ اور ان کے آل واصحاب پر۔

(منقول از مجموعہ رسائل تسعہ۔ طبع دہلی۔ ص ۱۰۷ تا ۱۴۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد بن علی شوکانی

جناب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ نے اپنے قیام فیروز پور کے زمانہ میں قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کے حالات وخدمات پر مشتمل امام شوکانی کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جو ۱۹۴۶ء میں ثنائی برقی پریس امرتسر سے طبع ہوا تھا۔ ذیل میں قاضی صاحبؒ کے حالات اسی رسالے سے ملخصاً نقل کئے جارہے ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانیؒ کے والد ایک جید عالم تھے جو چالیس سال تک عہدہ قضا پر فائز رہے۔ ملازمت کے دنوں میں بھی تدریس کرتے تھے اور حدیث سے عشق کا یہ عالم تھا کہ آخری عمر میں اپنے بیٹے (امام شوکانی) سے صحیح بخاری پڑھی۔

صنعا سے تقریباً ایک دن کی مسافت پر شوکان نامی ایک قصبہ ہے کے متصل ایک پہاڑ کے دوسری طرف ایک مقام ہے جسے ہجّرۃ شوکان، کہا جاتا ہے یہ مقام شوکانی خاندان کا قدیمی مسکن ہے۔ قاضی شوکانیؒ کے والد نے اپنا یہ گاؤں چھوڑ کو صنعاء ہی میں بود و باش کر لی تھی۔ تاہم قاضی شوکانی کی ولادت آبائی مسکن میں ہی ۲۸ ذی قعد ۱۱۷۳ھ کو ہوئی۔ اور صنعاء میں پرورش پائی۔ چھوٹی عمر میں قرأۃ وتجوید میں مہارت پیدا کر لی۔ پھر مختلف فنون کے کئی متون حفظ کئے۔ فقہ زیدیہ پڑھی۔ صرف ونحو منطق معانی اصول فقہ علم کلام تفسیر حدیث اور اصول حدیث، لغت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ اساتذہ میں والد محترم کے علاوہ عبدالرحمٰن بن قاسم مدائنیؒ، عبدالقادر بن احمد کوکبانیؒ، یوسف بن محمد الزبیدی حنفیؒ، علی بن ابراہیم بن احمدؒ، یحی بن محمد الحوتیؒ، عبدالرحمٰن بن حسن الاکوعؒ وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ زیدی آپ نے بہت تحقیق سے پڑھی، ان دنوں یمن میں اس فقہ کے بہترین عالم احمد بن محمدؒ (ف ۱۲۲۷ھ) تھے، آپ تیرہ سال تک ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ اس فقہ کی کتاب، الازہار، اس کی شرح، شرح کے حواشی، تین دفعہ بحث وتمحیص کے ساتھ ان سے پڑھیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانیؒ نے اپنے سب اساتذہ کے تراجم البدر الطالع میں لکھے ہیں۔بعض اساتذہ نے امام صاحب کی مخالفت میں حصہ بھی لیا لیکن اس مخالفت واختلاف کا ذکر کرنے میں کہیں بھی دامن انصاف چھوٹنے نہیں پایا۔تاہم اپنے استاد شیخ عبدالقادر کوکبانی کا ذکر نہایت والہانہ انداز میں فرماتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کوکبانی کا انداز تحقیق مجتہدانہ تھا۔

امام شوکانیؒ نے پڑھنے کے ساتھ پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری کر رکھا تھا ادھر کتاب پڑھی، ادھر پڑھا دی۔اس کے ساتھ افتاء کا کام بھی کرتے۔فرماتے ہیں کہ بیس برس کی عمر سے ہی میں نے فتوی نویسی شروع کر دی تھی۔

اگرچہ یمن کی عام فضا تقلیدی جمود سے منجمد تھی، ایسی حالت میں فقہ زیدی اور تقلید کی جکڑ بندیوں سے نجات کا اعلان آسان نہ تھا،لیکن اللہ نے جن مقدس ہستیوں کو جس کام کیلئے پیدا کیا ہو، ان سے وہی کام لیتا ہے۔امام شوکانیؒ نے عمر کی ابھی تیس منزلیں بھی طے نہیں کی تھیں کہ آپ نے تقلید سے گلوخلاصی حاصل کر لی اور براہ راست کتاب وسنت کو اپنا مشعل راہ بنالیا۔چنانچہ ان ہی ایام آپ نے اپنے بعض اساتذہ کے ایماء سے مجدالدین عبدالسلام ابن تیمیہؒ (ف۶۵۲ھ) کی کتاب منتقی الاخبار ایک بہترین شرح ۱۲۱۰ھ میں (جب کہ امام شوکانیؒ کی عمر ۳۷ برس تھی) مجتہدانہ انداز میں تصنیف فرمائی۔یمن کے علماء کی ایک جماعت بھی اس شرح کی تصنیف کے وقت مشوروں میں شامل رہی۔لیکن یہ شرح اتنی لمبی تھی کہ شائد ۲۰ جلدوں میں ختم ہوتی۔ابتدائی حصہ اپنے استاد علامہ کوکبانی پر پیش کیا تو ان کے مشورہ پر اس کو مختصر کر دیا جو اس وقت ۸ جلدوں میں ہے۔

قاضی یحی بن صالح کا انتقال ہوا،تو ۱۲۰۹ھ یعنی ۳۶ سال کی عمر میں، آپ کو عہدہ قضاۃ کی پیش کش ہوئی۔آپ نے تدریسی مصروفیات کے باعث انکار کر دیا تو حاکم وقت منصور باللہ علی بن عباس نے کہا کہ قضا کا کام دو دن کر لیا کریں، تاکہ اشغال علمی بھی جاری رہیں۔ادھر یہ خبر سارے شہر بلکہ سارے علاقہ میں پھیل گئی قرب وجوار کے علماء واعیان نے کہا کہ یہ عہدہ قبول کر لیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی نااہل اس منصب پر آجائے۔یوں مجبوراً عہدہ قبول کر لیا۔منصور باللہ، امام شوکانیؒ کی عزت کرتا تھا اوا مرونواہی کے معاملات میں ان کے مشوروں پر چلتا۔ منصور کے دو جانشینوں کے دور میں بھی فائز منصب رہے۔امام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پورے ۴۰ سال اس منصب پر فائز رہے۔

ایک دفعہ ایک زیدی فقیہ نے صنعاء کی ایک مسجد میں رافضیوں کی ایک کتاب سے وعظ کرتے ہوئے علمائے سلف پر سبّ وشتم شروع کر دی حکومت نے روکنے کی کوشش کی تو فتنہ پردازوں نے شور مچا دیا۔ رافضی فقہاء اور بدخواہان حکومت نے بھی اس شورش کو خوب اچھالا۔ منصور نے امام شوکانی سے مشورہ چاہا۔ امام نے مشورہ دیا کہ فتنہ کے سرغنوں کو گرفتار کر کے ظالموں کو سزا دی جائے۔ چنانچہ امام شوکانیؒ کے مشورہ سے حکومت اس آگ کو فرو کرنے میں کامیاب ہوئی، ورنہ حکومت کے اندر ایک ایسا طبقہ موجود تھا جو سلف پر سب وشتم کے حق میں تھا۔

زیدیت اور اس کے جامد فقہاء اور سرکاری مذہب زیدی ہونے کی وجہ سے یمن کا مطلع عمومی طور پر غبار آلود تھا۔ امام شوکانی نے بھی زیدی فقہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا لیکن آپ شاہراہ تحقیق پر گامزن ہوئے۔ کتب احادیث برطریق اہل حدیث پڑھیں تو تقلید کی جکڑبندیاں ٹوٹنے لگیں، ہر مسئلہ پر مجتہدانہ بصیرت سے بحث ہونے لگی۔ چونکہ فقہ زیدی ہی حکومت اور فقہاء زیدیہ کا اوڑھنا بچھونا تھی، اس لئے قدرۃً سب سے پہلے گولہ باری کا نشانہ بھی وہی بنی۔ زیدی فقہ کی بنیاد پر لکھے ہوئے مسائل وفتاوی پر کتاب وسنت کی روشنی میں تنقیدیں لکھیں۔ زیدی عوام شیعیت سے کافی متاثر ہو چکے تھے، ان کی اصلاح کے لئے متعدد رسالے لکھے، اور اپنی تحقیق کی بنیاد مسلک اہل حدیث پر رکھی اور جا بجا اس مسلک کو سراہا۔ فقہاء کے تعصب اور جمود کا یہ حال ہے کہ ظاہر نصوص پر عمل کرنے والوں کو ترچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایسے لوگوں کی تحقیقات عالیہ تک کو نظرانداز کرنے کا بہانہ بنا لیتے ہیں، کہ اس قسم کے محققین مذاہب اربعہ کے پابند نہیں اس لئے پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ ایسے اندھیارے میں علامہ شوکانی کا یہ فیصلہ مشعل راہ ہے:

> ظاہری مسلک بدیہی اور عملی مسلک ہے لیکن یہ چیز صرف وہی تسلیم کر سکتا ہے جو منصف ہو اور جس کی فطرت (حزبی تعصب وغیرہ آلائشوں سے) بدل نہ چکی ہو۔ یہ صرف داؤد ظاہریؒ کا مسلک ہی نہیں بلکہ صحابہ کے زمانہ سے آج تک اکابر علماء کا یہ مسلک رہا ہے جن میں داؤدؒ بھی ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ امام داؤدؒ کی طرف بعض ایسی چیزیں منسوب ہیں جن میں الفاظ پر نامناسب جمود پایا جاتا ہے اور قیاس کی بعض ایسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صورتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جو نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں تاہم اس حقیقت کو ماننا ہوگا کہ اہل ظاہر کا مذہب سب دلالتوں کا لحاظ کرتے ہوئے ظاہر کتاب وسنت پر عمل کرنا ہے اور یہ فاسد قیاس ورائے کو کوئی وقعت نہ دی جائے۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو اکابر امت کا مسلک یہی ہے کہ وہ ظاہریت کو پسند کرتے ہیں اور انصاف یہ ہے کہ علوم اجتہادیہ پر جس شخص کی نظر ہے وہ ظاہری کے سوا اور ہو ہی کیا سکتا ہے؟ کیونکہ اپنے استدلال کی بنیاد براہ راست کتاب وسنت پر رکھنے کا نام ہی ظاہریت ہے۔ حافظ ابن حزم نے اپنے ایک شعر میں اس معنی سے اپنے آپ کو ظاہری کہا ہے اور اس حیثیت سے ظاہری کہلانا بالکل ایسا ہی ہے جیسے مومن مسلم محمدی ہوتا ہے۔

(البدر الطالع ج ۲ ص ۲۹۰۔ ترجمہ)

ہمارے فقہاء کی جدلی تاریخ پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح نجات کے ان ٹھیکیداروں نے اپنے ہی گروہ کو جنت کا ٹکٹ دلوانے کی کوشش کی اور بزعم خود باقی مسلمانوں کیلئے جنت پر پہرے بٹھا دیئے۔ امام شوکانیؒ کا یہ بیان کس قدر پر از صداقت ہے۔ فرماتے ہیں:

انّهم ليسوا بعض هذه المذا هب ا لاسلا ميه على التّعيين بل هم تمسک بالشّر يعة المطهّرة و اهتدى بهد ى المصطفى ﷺ على اى مذ هب كان و فى اى عصر وجد ۔ ثمّ رد على من زعم انّهم فر قته كما وقع لكثير من المتعصبين۔ (البدر الطالع۔ ج ۲۔ ص ۸۳)۔ (گروہ بندی کے لحاظ سے کوئی فرقہ بھی اسلامی فرقوں میں نجات یافتہ نہیں ہے بلکہ جو شخص بھی شریعت کا متبع اور اسوہ محمدی کا پابند ہو وہ ناجی ہے جس فرقہ کا بھی ہو اور جس زمانہ میں ہو، جو لوگ اپنے ہی فرقہ کو ناجی سمجھتے ہیں وہ متعصب ہیں)۔

ایک ستم ظریفی یہ بھی ہے کہ تقلید کو جو جہل کا، علمی، نام ہے، دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے امام شوکانی نے اس قسم کے سارے دلائل کو اپنے رسالہ القول المفيد فى ادلّة ا لا جتهاد، میں جمع کر کے ان کا تار و پود بکھیر دیا ہے۔ عقاید و کلام پر، التحف فى مذا هب السّلف، اور اجرا ء الصّفا ت، لکھ کر مسئلہ صفات میں بھی محدثین کے مسلک کی ہم نوائی کا اعلان کر دیا۔ خوبی یہ ہے کہ مقلدین اور فقہاء پر تنقید میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انصاف کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، جناب عبید اللہ سندھی لکھتے ہیں:

انّه عا لم منصف مجتهد فی الفروع و ا لاصو ل (شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک)۔(شوکانیؒ انصاف پسند اور فروع واصول میں مجتہد ہیں)۔

پھر لطف یہ ہے کہ آئمہ ار بعہ کے مختارات سے خروج بہت ہی کم کرتے ہیں اس لئے کہ مذاہب ار بعہ من حیث المجموع مدلل ومبرہن ہیں، اگر چہ ان کے بھی بعض مسائل بروئے دلیل کمزور ہیں۔ظاہر ہے کہ کوئی صاحب نظر ان میں ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔امام شوکانیؒ نے بھی ایسے مسائل میں مذاہب ار بعہ کی پرواہ نہیں کی۔ پھر وہ ان مسائل میں منفرد بھی نہیں۔ کچھ نہ کچھ متقدم اہل علم اپنی تائید میں رکھتے ہیں۔نواب صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

شوکانی با آنکہ رتبہ اجتہاد داشت در کتب مؤلفہ خود ہیچ جا از دائرہ مذاہب ار بعہ بیرون نہ رفتہ۔الا ماشاء اللہ تعالی، دراں خلاف جماعتے از سلف واکابر اہل حدیث ہمراہ اوست۔ (اتحاف النبلاء ص۴۱۲) (مجتہد ہونے کے باوجود امام شوکانی عام طور پر مذاہب ار بعہ سے باہر نہیں جاتے لیکن جہاں مخالفت کی ہے وہاں دلائل کی بنا پر کی ہے پھر وہ ان مسائل میں منفرد (تنہا) بھی نہیں ہیں)۔

امام شوکانیؒ بسلسلہ علامہ صدیق بن علی زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

ہم دونوں نے ایک دوسرے سے سند اجازت لی ہے۔ اور لکھا ہے، ہم دونوں آپس میں کئی مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اہل علم کی ایک جماعت میں چند مسائل پر ہماری دوستانہ گفتگو ہوئی تو میں نے حنفی مسائل پر مدلل اعتراضات کئے۔ خیر مجلس برخاست ہوگئی۔ میں نے خلوت میں ان سے پوچھا، سچ بتایئے! مجلس میں آپ جن مسائل میں حنفی فقہ کی حمایت کر رہے تھے وہ سب دل سے کر رہے تھے؟ اور یہ سوال میں اس وجہ سے کر رہا ہوں کہ مجھے آپ کے علم اور دیانت پر اعتماد ہے۔ میں یہ باور نہیں کرتا کہ صحیح سنت نبوی ﷺ مل جانے پر بھی آپ خواہ مخواہ رائے وقیاس ہی کے مسلک پر رہیں۔تو انہوں نے فرمایا: بات تو ٹھیک ہے۔ میں صحیح حدیث کے مخالف کسی کی بات تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں، اگر چہ امام ابوحنیفہؒ اور مذہب حنفی ہی کیوں نہ ہو، لیکن آپ جانتے ہیں، انسان کو اپنے مذہب کی پچ کرنی ہی پڑتی ہے۔ (البدر الطالع۔ج۱۔ص۲۹۳۔ترجمہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تصوف وسلوک کی طرف بھی میلان تھا۔ایک بزرگ سے نقشبندی طریقہ کی شاید مشق بھی کی تھی ،لیکن صوفیوں کے مسلک وحدۃ الوجود سے متفق نہیں تھے۔عنفوان شباب میں اتحادی صوفیوں پر ایک رسالہ الصّارم الحداد القاطعۃ للعلائق مقالات ارباب الاتحاد ، نامی لکھا ،جس میں اتحادی صوفیوں پر بڑا تیز تبصرہ فرمایا۔لیکن چالیس سال بعد اتحادی صوفیوں کی تکفیر سے رجوع کرلیا اور البدر الطالع میں لکھا:

ان اتحادی صوفیوں کے معاملہ میں اب میں متوقف ہوں مجھے اللہ نے کسی بظاہر متدین مسلمان کو کافر بنانے کا مکلّف نہیں کیا۔ہاں ان کے کتاب وسنت سے مخالف اقوال و حالات سے بے زار ہوں۔

یہاں اس قدر عرض کردینا مناسب ہوگا کہ امام صاحب تصوف کے بارے میں معتدل رائے رکھتے تھے تصوف طہارت پاکیزگی کے اسی قدر قائل اور اس پر عامل تھے جس قدر قدماء صوفیاء قائل و عامل تھے۔متاخرین صوفیاء کی جدتوں اور ریاضتوں کے وہ قائل نہیں ہیں۔ایک مقام پر لکھتے ہیں:

ان غالی صوفیوں کا وجود بھی اسلام کے لئے ایک مصیبت ہے یہ لوگ ایک طرف تو دنیا کی زینتوں سے بھاگتے ہیں دوسری طرف اپنے زہد انکساری گوناگوں ریاضتوں کی نمائش کرتے ہیں تاکہ وجاہت حاصل ہو ایسے .وظیفے کرتے ہیں جو شریعت میں نہیں آتے حالانکہ ایسی خرافات سے اگر حق تعالی خوش ہوتے تو حضور ﷺ کے صحابہ یہ طریقے اختیار کرتے۔میں مانتا ہوں کہ ان میں سے ایک سچا گروہ بھی موجود ہے جو واقعی حسد عجب ریا ایسی بیماریوں سے پاک ہے۔بات یہ ہے کہ ان امراض کا علاج کتاب وسنت ہی سے کرنا چاہیے۔(ترجمہ ملخصاً طلب الادب۔ص۳۲۔۳۳)

اس کے بعد ہدایت وتصوف صحیح کا نصاب مختصر تجویز فرماتے ہیں:

قرآن حکیم کا بغور مطالعہ، سیرت محمدی ﷺ پر بکثرت نظر۔حضور ﷺ کے دن اور رات کے معمولات واذکار کا علم اور ان پر چلنے کا عزم۔سلف صالحین قدماء اور صوفیاء عظام کے طریقہ عمل اختیار کرنے کی سعی۔(طلب الادب)

امام شوکانیؒ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔نواب صدیق حسنؒ نے ابجد العلوم میں ۱۲۵۰ھ اور اتحاف النبلاء میں ۱۲۵۵ھ تحریر فرمایا۔لیکن تاج المکلل کے حاشیہ ص ۲۹۷،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور تقصار ص ۸۲ میں صاف طور پر لکھا ہے کہ شوکانی ۱۲۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ ولادت میں بھی اگر چہ اختلاف ہے لیکن امام شوکانی نے خود ۱۱۷۳ھ لکھا ہے۔ یوں آپ نے ۷۷ برس کی عمر پائی۔

امام شوکانی کی تصانیف بہت ہیں مثلاً:

تفسیر فتح القدیر جو ۱۲۹۹ھ میں مکمل ہوئی، نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار، درر بھیہ (حدیث کے مسائل فقہی رنگ میں)۔ درای مضیہ شرح درر بھیہ۔ الفوائد المجموعہ فی احادیث الموضوعہ، کشف الشبہات من حدیث المشتبہات، ارشاد السائل الی دلیل المسائل، کشف الاستار عن حکم الشفعۃ بالجوار، عقود الجمان فی بیان حدود البلدان، السیل الجرار (فقہ زیدیہ کے رد میں)۔ التحف الی مسائل السلف، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، القول المفید فی الاجتہاد والتقلید، اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر، ادب الطلب منتہی الارب، البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع۔ وغیرہ۔

امام شوکانیؒ کے ہندی شاگردوں میں درج ذیل نامور علماء شامل ہیں:

- مولانا عبدالحق بنارسیؒ ساکن قصبہ نیوتن

آپ کے والد نے بنارس میں بود و باش اختیار کی تھی۔ آپ کو بہت سے اکابر سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ مثلاً مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ، مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد عابد سندھیؒ، علامہ عبداللہ بن محمد بن اسماعیل الامیرؒ، علامہ عبدالرحمٰن بن احمد الہبکلیؒ وغیرھم۔

آپ نے سات دفعہ حج کیا۔ ایک حج مولانا اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد بریلویؒ کی معیت میں کیا۔ ترک تقلید پر الدر الفرید فی المنع عن التقلید کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی۔ ۱۲۳۸ھ میں صنعا جا کر براہ راست امام شوکانیؒ سے سند حدیث حاصل کی۔ جو یوں ہے:

(قال الشوکانی)، انی اجزت للشیخ العلامہ ابی الفضل عبد الحق بن الشیخ العلامہ محمد فضل اللہ المحمدی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الهندی کثر اللّٰه تعا لی منه و کر نه و فوا ئده و نفع بمعا ر فه فلیر د عنی ما اشتمل علیه اتحا ف الا کا بر من کتب ا لاسلام علی ا ختلا ف انوا عها و لم اشترط علیه شر طاً فهو اجل عن ذا لک و اعلی حره یو م الجمعة بتا ریخ ۱۰ جمادی ا لآخره ۱۲۳۸۔ کتبه محمد بن علی الشو کا نی ۔ (ابجد العلو م)

ہندوستان کے بہت سے علماء حدیث نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔ آپ کی وساطت سے حاصل کی ہوئی سند ہندوستان میں عالی شمار کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں نے آپ پر زیدیت کا دھبہ لگایا ہے جو بہتان ہے آپ مسلکاً اہل حدیث تھے۔

❁ شیخ الاسلام مولانا عبدالحی بڈھانویؒ

آپ نسباً صدیقی ہیں اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے داماد۔ آپ سید احمد شہیدؒ کے خاص خلفاء میں سے تھے۔ فقہ حنفی پر خوب نظر تھی۔ تحریک جہاد میں مولانا اسماعیلؒ اور آپ کو سید صاحبؒ کے دو وزراء کی حیثیت حاصل تھی۔ تبحر علمی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ بھی مسئلہ رفع الیدین میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ہم نوا تھے۔ اثبات رفع الیدین مطابق اہلحدیث کے ایک فتوی پر آپ کے دستخط ثبت ہیں۔ (اتحاف النبلاء۔ص۴۴)۔

سفر حج میں آپ کو علامہ شوکانیؒ سے سند حدیث حاصل ہوئی۔ آپ کی ہی کی بدولت امام شوکانیؒ کی تصانیف درر بهیه، اور الفوا ئد المجمو عه پہلی دفعہ ہندوستان آئیں۔ آپ کو تصانیف اور تدریس کا موقعہ زیادہ نہیں مل سکا۔ زیادہ مصروفیت سلوک اور جہاد کی تحریک میں رہی۔ ۸ شعبان ۱۲۴۳ھ کو انتقال فرمایا۔

❁ مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ (صادقپوری)

آپ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ صوبہ بہار کے رئیس خاندان کے ایک معزز رکن تھے۔، آپ حضرت شاہ اسماعیلؒ کے تلمیذ خاص، حضرت سید احمد شہیدؒ کے مخصوص خلیفہ، وہابی تحریک مجاہدین کے روح رواں، تبحر عالم، بے نظیر محدث، ولایت کے مرتبہ علیا پر فائز، فقہ و حدیث و سلوک کے جامع اسلاف کی واحد یادگار، اسلام کے بے لوث مبلغ، توحید خالص کے پرجوش علمبردار، کفن بر سر مجاہد، غرض آپ کی کن کن خدمات پر لکھا جائے۔

نواب صدیق حسنؒ لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولانا ولایت علیؒ نے جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کیا۔ مجھ سے کہہ گئے کہ تم کتاب بلوغ المرام ضرور پڑھنا۔ میں اس وقت بارہ تیرہ برس کی عمر کا ہونگا۔ اس کہنے کا نتیجہ ایک مدت دراز کے یہ ظاہر ہوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح (مسک الختام) لکھی۔ جو اثر سریع میں نے مولوی ولایت علی مرحوم کے وعظ میں پایا، کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل دنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا اور دین کا جوش تہ دل سے اٹھتا تھا۔ یہ مصرع میں نے انہیں سے یاد کرلیا تھا:

ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے۔ (ابقاء المنن والقاء المحن۔ص ۱۲)

آپ نے اسلام کی ہر نوع کی خدمات سرانجام دی ہیں۔ جہاد کے سلسلہ میں تو آپ سرعسکر تھے ہی، تبلیغی اور تدریسی خدمات میں بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔ اشاعت علوم دینیہ میں بقدر وسعت کوششیں جاری رکھیں۔ شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ قرآن، اور مولانا اسماعیل شہیدؒ کے رسائل، پہلی مرتبہ آپ ہی کی مساعی سے طبع و شائع ہوئے۔ غالباً ۱۲۴۸ھ میں آپ حج کیلئے تشریف لے گئے۔ اس سفر میں نجد وغیرہ کی سیر کرتے ہوئے یمن پہنچے اور ۱۲۴۹ھ میں امام شوکانیؒ سے حدیث کی سند حاصل کی اور درر بہیہ کا ایک نسخہ ساتھ لائے۔

آپ ہی کی وجہ سے آپ کا سارا خاندان (صادق پور) جہاد کی تحریک میں شامل ہوا۔ آخر ہندوستان میں خالص اسلامی حکومت کے قیام کی دھن میں ہی محرم ۱۲۶۹ھ میں اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کردی۔ چونسٹھ برس عمر پائی۔

مولانا منصور الرحمٰن دہلویؒ

آپ کے متعلق مولانا عبدالجلیل سامرودیؒ کے ایک مضمون کا خلاصہ یوں ہے جو آپ نے میرے (یعنی عطاء اللہ حنیف کے) ایک استفسار کے جواب میں ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر، ۱۶۔اپریل ۱۹۴۶ء میں شائع کرایا ہے:

الشیخ ابوعبداللہ منصور الرحمٰن بن الشیخ عبداللہ بن الشیخ نواب جمال الدین الانصاری دہلوی نزیل ڈھاکہ بنگال، از تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ،

آپ نے میرے (یعنی عبدالجلیل کے) دادا مولانا محمد بن ہاشمؒ ف ۱۳۱۵ھ کی سند میں لکھا ہے کہ ہم جب حج بیت اللہ کے لئے بمعیت حضرت امیر المومنین السید احمدؒ، مولانا شہیدؒ، مولانا عبدالحیؒ، ۱۲۳۷ھ میں گئے تھے، حج کے بعد ہم اور مولانا عبدالحی دہلویؒ،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام شوکانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہ بیرون مکہ ٹھہرے ہوئے تھے۔امام شوکانیؒ نے ہم دونوں کو ایک ایک نسخہ اتحاف کا عنایت فرمایا اور اجازت تحریر فرمادی۔

آپ کے بظاہر دو تلمیذ نظر آتے ہیں ایک مولانا محمد بن ہاشم سامرودیؒ دوسرے مولوی عبدالوہاب ملتانی الدہلویؒ۔

مولانا سامرودیؒ کے مضمون پر ایک خدشہ ہے، اور وہ یہ کہ نواب صدیق حسنؒ نے مولانا عبدالحیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو اجازۃ بالمکاتبۃ حاصل ہوئی، اور مولانا سامرودیؒ کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کے موقعہ پر ہی بالمشافہ اجازت حاصل ہوگئی، فاللّٰہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام شوکانیؒ کے براہ راست تلامذہ ہندوستان میں چار ثابت ہو سکے ہیں (اگر محمد عابد سندھی حنفیؒ کو بھی شمار کرلیا جائے، جیسا کہ نواب صدیق حسنؒ نے تقصار۔ص۔۲۱۱ میں کہا ہے، تو ۵ ہو جاتے ہیں) مولانا عبدالحی بڈھانویؒ۔مولانا منصور الرحمٰن دہلویؒ۔مولانا عبدالحق محمدی بنارسیؒ، مولانا ولایت علی صادقپوریؒ۔انہوں نے بالترتیب ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۷ھ، ۱۲۳۸ھ، ۱۲۴۹ھ میں سند حاصل کی۔

جن دنوں ہندوستان میں علماء حدیث اصلاح وتجدید کے کارنامے سرانجام دے رہے تھے تقلید کی بندشیں ٹوٹ رہی تھیں، عوام میں مذہبی بیداری پیدا کرنے کیلئے ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک علمائے حدیث کی ایک جماعت سرگرم عمل تھی، اسی زمانہ میں علامہ شوکانیؒ ان ہی بنیادوں پر ملکی رسوم وعوائد، فقہی تقلید وجمود، معاشرتی خرابیوں اخلاقی قباحتوں اور صوفیانہ بدعتوں، حکام کی بدعنوانیوں کے خلاف مصروف جہاد تھے۔مشن کی وحدت نے ایک دوسرے کا شیدا بنا دیا۔اسی شیدایت نے تعلقات کا بیج بویا جو آئندہ چل کر بارآور درخت بن کر ہند پر سایہ افگن ہوا۔

اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سید احمد شہیدؒ کا قافلہ ۱۲۳۷ھ کو حج کیلئے گیا، اس قافلہ میں مولانا عبدالحی بڈھانویؒ بھی تھے۔وہاں علامہ شوکانیؒ کا شہرہ سن کر علامہ سے خط و کتابت کی، اور بذریعہ خط ان سے الفوائد المجموعہ طلب فرمائی۔علامہ شوکانیؒ نے کتاب بھیج دی۔نیز حجاز سے فقہ حدیث کا بہترین مختصر درر بہیہ للشوکانی ساتھ لائے۔ اس طرح یہ کتاب پہلی دفعہ ہندوستان آئی، بلکہ بذریعہ مکاتبت سند اجازت بھی حاصل کرلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس پر فخر کیا کرتے تھے۔ حج سے واپسی پر مولانا عبدالحیؒ، علامہ کی شان میں رطب اللسان تھے چنانچہ مولانا اسماعیل شہیدؒ کے ایک بہترین شاگرد مولانا عبداللہ خانؒ نے مولانا عبد الحی بڈھانویؒ کا مندرجہ ذیل بیان نقل فرمایا ہے:

در اطراف صنعاء عالمے ست متورع محمد شوکانی نام، کہ قریب چند ہزار حدیث از بر دارد ...الخ۔ (صنعاء (یمن) کے علاقہ میں ایک پرہیزگار عالم ہیں جن کا نام محمد شوکانی ہے ان کو کئی ہزار حدیث ازبر یاد ہے علم حدیث میں مہارت کا یہ حال ہے کہ ہر فیصلہ حدیث ہی کی روشنی میں کرتے ہیں، کتب فقہ سے کچھ سروکار نہیں۔ قریباً ۳۰ سال سے وہاں کے قاضی چلے آرہے ہیں باوجودیکہ وہاں کی حکومت کا مذہب زیدی ہے۔

(دلیل الطالب ص ۷۶۱۔ ترجمہ)

مولانا عبداللہ خانؒ فرماتے ہیں: کہ مولوی عبدالحیؒ صاحب نے وہ خط مجھے دکھایا اور الفوائد المجموعہ کا وہ نسخہ بھی مجھے عنایت فرمایا۔ (دلیل الطالب۔ صفحہ مذکور)

نواب صدیق حسنؒ کہتے ہیں:

ازیں جا دریافتہ باشی کہ اول کسیکہ از علماء متدین ہند بایں سعادت فائز گشت شیخ عبدالحی مرحوم است (دلیل الطالب ص ۷۶۲) (اس سے معلوم ہوا کہ علامہ سے تعلق و سند کی سعادت ہند میں سب سے پہلے مولوی عبدالحی کے حصہ میں آئی)

لیکن یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سید احمد شہید کا قافلہ (جس میں جناب عبدالحی شامل تھے) شعبان ۱۲۳۷ھ میں جدہ کے ساحل پر لنگر انداز ہوتا ہے اور یکم ذی قعد ۱۲۳۸ھ کو مکہ سے عازم ہند ہوتے ہیں۔ دوسری طرف یہ معاملہ ہے کہ علامہ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی کی جو سند حدیث نواب صدیق حسن نے ابجد العلوم میں نقل فرمائی ہے اس پر علامہ شوکانی نے ۱۰ جمادی الآخر ۱۲۳۸ھ ثبت کی ہے۔

نواب صدیق حسن بھوپالیؒ کے زمانہ میں یمن کے دو محدث زین العابدین بن محسن انصاریؒ اور علامہ حسین بن محسن انصاریؒ بھوپال آئے۔ نواب صدیق حسنؒ اور شیخ حسین بن محسنؒ کی مساعی سے ہندوستان میں علامہ شوکانیؒ کی تصانیف کا ورود اور ان کے مضامین کی اشاعت ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الدرر البهیه

قاضی محمد بن علی شوکانی کے رسالے درر بہیہ کا متن اس نسخہ سے نقل کیا گیا ہے جو لاہور سے جناب محی الدین نومسلم نے بایں نوٹ شائع کیا تھا:

متن مبنی علی نصوص سید المرسلین معہ نکات خفیہ مسمی بدرر بہیہ نتیجہ جہد سید الفقہاء، قدوۃ الفضلاء امام شوکانیؒ، اور ترجمہ من استفادات عالم نبیل متبحر جزیل مولوی سید محمد صدیق حسن خان، محی الدین نومسلم نے بنظر استفادہ مستفیدین اپنے مطبع صدیقی لاہور میں طبع کیا۔ مصنف نے اکثر بنائے مسائل اس متن کو احادیث صحیحہ پر رکھا ہے اور اس کی شرح مسمی درراری مضیہ میں ان احادیث کو بالتفصیل بیان کیا ہے جس صاحب کو اس کے کسی مسئلہ میں کسی طرح کا تردد ہو، شرح مذکور میں اس کی تخریج ملاحظہ فرمالیں۔
(تصحیح وتقابل کے لئے صید الفوائد کی ویب سائٹ پر موجود نسخے سے مدد لی گئی ہے)۔

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

احمد من امرنا بالتّفقّہ فی الدّین و اشکر من ارشدنا الی اتّباع سنن سیّد المرسلین و اصلّی و اسلّم علی الرسول الامین و آلہ الطّاہرین و اصحابہ الاکرمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كتا ب الطّهارة

با ب المياه

الماء طا هر وّ مطهّر لا يخر جه عن الو صفين الّا ما غيّر لو نه او ريحه او طعمه من النّجاسا ت و عن الثّا نى ما ا خر جه عن اسم الماء المطلق من المغيّرا ت الطّاهر ة۔ و لا فر ق بين قليلٍ وّ كثيرٍ وّ ما فو ق القلّتين و ما دونهما، و متحرّكٍ و سا كنٍ ، و مستعملٍ و غير مستعملٍ

(پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے،نہیں نکالتی اس کو ان دونوں وصف سے کوئی چیز مگر نجاست کہ بدل دیوے اس کی بو اور رنگ اور مزے کو، اور دوسری وصف سے جو نکال دے اس کو نام آب مطلق سے کوئی پاک چیز سے بدل دینے والی، اور نہیں فرق درمیان تھوڑے اور بہت کے اور وہ زیادہ دو قلے اور کم دو قلے اور بہتے اور ٹھہرے اور مستعمل اور غیر مستعمل کے)

با ب النّجا سا ت

و النّجاسا ت هى غا ئط ا لانسا ن مطلقاً، و بو له الّا بو ل الذ كر الرّضيع، و لعا ب كلبٍ وّ رو ث وّ دم حيضٍ و لحم خنزيرٍ و فيما عدا ذالک خلا ف۔ و الاصل الطّهارة ، فلا يثقل عنها الّا نا قل صحيح لّم يعار ضه ما يسا ويه او يقدّم عليه۔

(نجاست ،گوبر اور پیشاب ہے آدمی کا مطلق،مگر پیشاب لڑکے شیر خوار کا، اور لعاب ہے کتے کا اور روث اور خون ہے حیض اور نفاس کا، اور گوشت سور کا، اور جو اس کے سوا ہے اس میں خلاف ہے۔ اور اصل پاک ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے جس کے معارض نہ ہو کوئی نقل دوسری برابر اس کے یا مقدم اس پر)

با ب تطهير النّجا سا ت

و يطهر ما يتنجّس بغسله حتى لا يبقى لها عين وّلا لون و لا ر يح و لا طعم ، و النّعل بالمسحِ، و ا لاستحا لة مطهّرة لِعدم وجود الو صف المحكو م عليه۔ و ما لا يمكن غسله فتطهيره

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بِالصّبِّ علیه ، اوِ النّزحِ منه ،حتّی لا یبقی للنّجا سة اثر، وّ الما ء هو الا صل فی التطهیر، فلا یقو م غیره مقا مه الّا با ذنٍ من الشّارع

(پاک ہوتی ہے ناپاک چیز دھونے سے حتی کہ نہ آپ باقی رہے اور نہ رنگ و بو و مزہ اس کا۔ اور جوتا پونچھنے سے۔ اور ہو جانا ایک حال سے دوسرے حال پر پاک کر دیتا ہے بہ سبب نہ رہنے اس حال کے جس پر حکم ناپاکی کا لگا تھا۔ اور جو چیز نہیں ممکن دھونا اس کا، وہ پاک ہو جاتی ہے پانی بہانے یا نجاست دور کرنے سے کہ اس کا اثر باقی نہ رہے۔ اور پانی اصل ہے پاک کرنے میں سو کوئی چیز اس کی جگہ قائم نہیں ہو سکتی مگر حکم شرع سے)

با ب قضاء الحاجة

علی المتخلّی الاستتار حتی یدنو من الارض ،و البعد او دخول الکنِیف، و تر ك الکلام و الملابسة لما له حرمة، و تجنب الامکنةِ التی منع التّخلی فیها شر ع او عرف، وّ عدم الاستقبال والاستد بار للقبلة، و علیه الاستجمار بثلا ثة احجار طاهرة، او ما یقوم مقامها و تند ب ا لاستعا ذ ة عند الشروع و الاستغفار و الحمد بعد الفرا غ۔

(پاخانہ پھرنے والے کو چھپنا لازم ہے یہاں تک کہ نزدیک ہو زمین کے بیٹھنے سے، اور لازم ہے دور ہونا لوگوں سے، یا داخل ہونا پاخانہ میں، اور بات نہ کرنا، اور حرمت والی چیز پاس نہ رکھنا، اور بچنا ان جگہوں سے جہاں پاخانے پھرنا منع ہے شرع میں یا عرف میں، اور نہ کرنا منہ اور پیٹھ قبلہ کو، اور تین ڈھیلے پاک لینا، یا جو بجائے اس کے ہو۔ اور مستحب ہے اعوذ پڑھنا اول میں اور استغفار اور حمد کرنا پیچھے فراغ کے)

با ب الو ضوء

یجب علی کلّ مکلّف ان یسمی اذا ذکر، و یتمضمض و یستنشق، ثمّ یغسل جمیع وجهه، ثمّ ید یه مع مرفقیه، ثمّ یمسح رأسه مع اذنیه، و یجز ىء مسح بعضه و المسح علی العما مة، ثمّ یغسل رجلیه مع الکعبین ،و له المسح علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخفّين۔ ولا يكو ن وضوءً شرعياً الّا بالنّيّة لا ستبا حة الصّلوة۔
يستحبّ التّثليث في غير الرّأس، و اطا لة الغرّة، و التّحجيل و تقديم السّوا ك، و غسل اليد ين الى الرّ سغين ثلاثاً قبل الشّروع في غسل الاعضاء المتقد مة

(ہر مکلّف پر واجب ہے کہ بسم اللہ کہے جب کہ یاد آوے اور کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور سارا منہ دھووے، پھر دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت، پھر مسیح کرے سر کا مع دونوں کانوں کے، اور کافی ہے مسح بعض سر کا، اور مسح عمامہ پر، پھر دونوں پاؤں دھووے ٹخنے سمیت، اور مسح کرنا موزوں پر، اور نہیں ہوتا وضو شرعی مگر بہ نیت مباح ہونے نماز کے۔
تین تین بار دھونا ہر عضو کا مستحب ہے سوا سر کے، اور مستحب ہے اچھی طرح دھونا پیشانی اور ہاتھ پاؤں کا، اور مقدم کرنا مسواک کا اور دھونا دونوں ہاتھ کا پہنچے تک تین بار پہلے شروع کرنے غسل اعضاء مذکورہ میں)

با ب نوا قض الو ضوء

و ينتقض الوضوء بما خر ج من الفر جين من عين او ر يحٍ وّ بما يو جب الغسل، و نو مِ المضطجع و اكل لحم الابل و القيء و نحوه، و مسّ ا لذ كر بشهوةٍ

(ٹوٹتا ہے وضو اس چیز سے جو نکلے دونوں راہ سے، جسم دار چیز سے، اور ہوا سے، اور اس چیز سے جو واجب کرے غسل کو اور لیٹ کر سونے سے اور اونٹ کا گوشت کھانے سے اور قئے سے اور جو اس کی مانند ہو اور ذکر چھونے سے ساتھ شہوت کے)

با ب الغسل

يجب بخروج المنِيّ بشهوةٍ و لو بتفكّرٍ و بالتقاء الختا نين، و باانقطاع ا لحيض والنّفاس، و بالاحتلا م مع و جودِ بللٍ و بالمو ت، و با لاسلا م۔
الواجب هو ان يفيض الماء على جميع بد نه او ينغمس فيه، مع المضمضة و الا ستنشاق، و ا لد لكِ لما يمكن د لكه۔ ولا يكون شرعياً الّا بالنّيّة لر فع مو جبه۔ و ندِ ب تقد يم غسل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعضاء الو ضوء الّا القد مين، ثمّ التّيا من ۔

و يشرع لصلوة الجمعة، و للعيدين، و لمن غسّل ميّتاً اوِ احتجم و للا حرا م و لد خو ل مكة۔

(غسل واجب ہے نکلنے سے منی کے بشہوت اگر چہ سوچ سے ہو، اور ملنے سے دونوں ختنے کے، اور حیض ونفاس کے اختتام سے، اور احتلام سے جب کہ تری پائی جاوے اور موت سے اور اسلام سے۔

واجب یہ ہے کہ پانی سارے بدن پر بہاوے یا اس میں غوطہ لگاوے، اور کلی کرے، اور ناک میں پانی ڈالے، اور ملے جس کو ملے، اور نہیں ہوتا غسل شرعی مگر بہ نیت دور ہونے موجب غسل کے، اور مستحب ہے پہلے دھونا اعضاء وضو کا بغیر دونوں پاؤں کے، پھر شروع کرنا غسل کا داہنی طرف سے

مشروع ہے غسل کرنا واسطے نماز جمعہ کے اور دونوں عید کے اور واسطے مردہ نہلانے اور پچھنوں کے اور واسطے احرام اور داخل ہونے مکہ معظّمہ کے)

با ب التّيمّم

يستبا ح به ما يستبا ح با لو ضوء و الغسل، لمن لا يجد الماء او خشى الضّرر من استعما له، و اعضاؤه الو جه ثمّ الكفّان، يمسحهما مرّةً وّا حدةً بضر بةٍ وا حد ةٍ نا و ياً مسمّياً ۔و نوا قضه نوا قِض الو ضوء۔

(تیمّم سے مباح ہے جو مباح ہے وضو اور غسل سے اس کو جو پانی نہ پاوے یا ڈرے ضرر پانی کے استعمال سے، اور عضو تیمّم کے منہ اور دونوں کف ہیں، مسح کرے ان کو ایک بار ایک ضرب سے نیت اور بسم اللہ کر کے، اور توڑنے والے تیمّم کے، توڑنے والے وضو کے ہیں)

با ب الحيض

لم يأت فى تقدير اقلّه و اكثره ما تقو م به الحجة، و كذا لك الطّهر۔ فذا ت العا دة المتقررة تعمل عليها۔ و غير ها تر جع الى القرا ئن، فد م الحيض يتميز عن غير ه، فتكو ن حا ئضاً اذا رأت دم الحيض ، و مستحا ضةً اذا رأت غيره۔و هى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كالطّاهرة ، و تغسل اثر الدّ م و تتو ضأ لكلّ صلوة،و الحا ئض لا تصلّى ولا تصوم و لا توطأ حتى تغتسل بعد الطّهر، و تقضى الصّيا م۔

و النّفاس اكثره اربعون يو ماً، و لا حدّ لاقلّه ،و هو كا لحيض

(نہیں آتی اندازہ تھوڑے اور بہت حیض میں کوئی ایسی دلیل کہ حجت قائم ہو، اسی طرح طہر میں، پس مقرر عادت والی عورت غسل کرے اپنی عادت پر، غیر عادت والی رجوع کرے طرف قرینوں کی ،کیونکہ خون حیض ممتاز ہوتا اور خونوں سے، پس حائض ہے جب خون حیض دیکھے، اور مستحاضہ ہے جب دیکھے خون غیر حیض کا، اور مستحاضہ مانند پاک عورت کے ہے، خون کو دھوڈالے اور وضو کرے ہر نماز کے لئے، اور حیض والی نماز نہ پڑھے نہ روزہ رکھے اور نہ صحبت کی جاوے یہاں تک کہ نہاوے بعد پاک ہونے کے، اور قضا کرے روزے کو۔

نفاس اکثر چالیس دن ہے اور کمتر کی حد نہیں اور نفاس مانند حیض کے ہے)

كتا ب الصّلو ة

با ب المواقيت

اوّل وقت الظّهر الزوال، و آخره مصير ظلّ الشّىء مثله، سوى فىء الزّوا ل، و هو اوّل وقت العصر۔ و آ خره ما دا مت الشّمس بيضا ء نقيةً۔و اوّل وقت المغرب غروب الشّمس، وآخره ذهاب الشّفق الاحمر۔ وهو اول العشاء ، و آخره نصف الليل۔و اوّل وقت الفجر اذا انشقّ الفجر، و آ خره طلو ع الشّمس۔

ومن نام عن صلوة او سهى عنها فوقتها حين يذكرها۔ و من كان معذوراً وّ ادرك ر كعة فقد ادركها۔ و التّوقيت واجب۔ و الجمع لعذرٍ جا ئز۔و المتيمم و نا قض الصّلوة اوالطّهارة يصلّون كغيرهم من غير تا خير۔ و اوقا ت الكرا هة فى غير

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مکه: بعد الفجر حتّی تر تفع الشّمس، و عند الزّوا ل فی غیر یوم الجمعة، و بعد العصر حتّی تغر ب۔

(اول وقت ظہر کا زوال ہے اور آخر وقت اس کا ہونا سایہ ہر چیز کا مانند اس چیز کے سوا سایہ زوال کے، اور وہ اول وقت عصر کا ہے، اور آخر اس کا جب تک ہے کہ آفتاب سفید وصاف رہے، اور اول وقت مغرب کا غروب آفتاب کا ہے، اور آخر وقت اس کا غائب ہونا شفق سرخ کا ہے، اور یہ اول وقت عشاء کا ہے، اور آخر اس کا آدھی رات ہے، اور اول وقت فجر کا پھٹنا صبح کا ہے، اور ختم اس کا نکلنا آفتاب کا ہے۔ اور جو سو گیا نماز سے، یا بھول گیا، اس کا وقت جب ہے جب یاد آجائے، اور جو معذور ہے اور اس نے ایک رکعت پائی تو اس نے ساری نماز پائی۔ اور وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے، اور جمع کرنا نماز کا عذر سے جائز ہے، اور تیمّم والا اور جس کے نماز یا طہارت ناقض ہو وہ نماز پڑھے مانند غیر اپنے کی بے تاخیر، اور وقت کراہت نماز کا سوا مکہ کے بعد فجر کے آفتاب اونچے ہونے تک ہے اور نزدیک زوال کے سوا دن جمعہ کے اور بعد عصر کے آفتاب ڈوبنے تک)

با ب الاذان

یشرع لاهل کلّ بلدٍ ان یّتخذوا مو ذ ناً ینادی بالفا ظ الأذان المشروعة عند د خول وقت الصّلوة۔ و یشرع للسّا مع ان یتابع المؤذن۔ ثمّ تشرع ا لا قا مة علی الصّفة الوارد ة۔

(مشروع ہے ہر شہر کے لوگوں کو کہ مقرر کریں ایک موذن جو اذان دیا کرے مشروع لفظوں سے نزدیک داخل ہونے وقت نماز کے، اور مشروع ہے واسطے سننے والے کہ پیروی کرے موذن کی، پھر روا ہے اقامت کہنا موافق صفت واردہ کے)

با ب شروط الصلوة

ویجب علی المصلّی تطهیرثوبه و بد نه ومکانه من النّجا سة، و ستر عورته۔ ولا یشتمل الصّمّاء، و لا یسدِل و لا یسبل و لا یکفِت۔ولایصلّی فی ثوب حر یر، ولا ثوب شهرة، ولا مغصوبٍ ۔ وعلیه استقبا ل عین الکعبة ان کا ن مشا هداً لها او فی حکم المشا هد، و غیر المشا هد یستقبل الجهة بعد التّحرّی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(واجب ہے نمازی پر پاک کرنا کپڑے اور بدن اور مکان نماز کا نجاست سے، اور چھپانا ستر کا، اور نہ ہو باشکل صماء، اور نہ کرنا سدل (لٹکانا کپڑے کا) اور نہ سبل کرنا (آزار ٹخنے سے زیادہ نیچے کرنا) اور نہ کفت کا (آستین کا موڑنا)، اور نہ پڑھے نماز ریشمی کپڑے میں، اور نہ جامہ شہرت میں اور نہ غصبی میں۔ اور نمازی پر ہے منہ قبلہ کی طرف کرنا اگر دیکھتا ہے اس کو یا حکم میں دیکھنے والے کے ہے، اور جو نہیں دیکھتا وہ منہ کرے قبلہ کی طرف بعد تحری کے)

باب كيفية الصّلوة

لا تكون شرعيةً الّا بالنّيّة۔ و اركانها كلّها مفترضة، الّا قعود التشهدِ الاوسطِ و الاستراحة۔ ولا يجب من اذكارها الّا التّكبير، و الفاتحة فی كل ركعةٍ و لو كان مؤتماً، و التّشهد الاخير، و التّسليم۔ و ما عدا ذلک فسنن۔ و هی الرّفع فی المواضع الاربعة، و الضمّ و التوجه بعد التكبيرة، و التعوّذ، و التّأمين، و قرأة غير الفاتحة معها، و التّشهد الاوسط، و الاذكار الواردة فی كل ركن، و الاستكثار من الدّعا بخيرِی الدّنيا و الآخرة بما ورد و بما لم يرد۔

(نہیں ہوتی نماز شرعی مگر نیت سے، اور اس کے ارکان سب فرض ہیں مگر بیٹھنا پچھلے التحیات میں اور جلسہ استراحت، اور نہیں واجب اس کے ذکروں میں سے مگر تکبیر تحریمہ اور فاتحہ پڑھنا ہر رکعت میں اگرچہ مقتدی ہو اور تشہد اخیر اور سلام، اور اس کے سوا جو ہے وہ سنت ہے، اور وہ اٹھانا ہاتھوں کا چار جگہ اور باندھنا دونوں ہاتھ کا اور انّی وجهت..الخ پڑھنا بعد تکبیر کے اور اعوذ..الخ پڑھنا اور آمین کہنا اور ملانا کسی سورت کا فاتحہ سے اور بیچ کا تشہد اور ذکر جو وارد ہے ہر رکن میں، اور بہت کرنا دعائے خیریت دارین کا جو وارد ہے اور جو وارد نہیں)

باب مبطلات الصّلوة

و تبطل الصّلوة بالكلام، و بالاشتغال بما ليس منها، و بترك شرط او ركن عمداً۔

(اور جاتی رہتی ہے نماز بات کرنے سے، اور مشغول ہونے سے ساتھ ایسی چیز کے جو جنس نماز سے نہ ہو، ترک کرنے کسی شرط یا رکن کے جان بوجھ کر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب علی من تجب، و صلوة المریض

و لا تجب علی غیر مکلّفٍ و تسقط عمّن عجز عن الاشارة او اغمی علیه حتی خرج وقتها۔ و یصلّی المریض قائماً ثمّ قاعداً ثمّ علی جنبٍ

(نہیں واجب نماز اس پر جو مکلّف نہیں، اور ساقط ہے عاجز سے کہ اشارہ نہ کر سکے اور بے ہوش سے جس کو وقت نماز کا بے ہوشی میں گذر جائے، اور نماز پڑھے بیمار کھڑے ہو کر پھر بیٹھ کر پھر لیٹ کر)

باب صلوة التطوع

هی اربع قبل الظّهر و اربع بعده ، و اربع قبل العصر، و رکعتان بعد المغرب، و رکعتان بعد العشاء ،و رکعتان قبل الفجر، و صلوة الضحی، و صلوة اللیل و اکثر ها ثلاث عشرة رکعةً یوتر فی آخرها برکعةٍ ، و تحیّة المسجد، و الاستخارة، و رکعتان بین کلّ اذان و اقامة

(نفل چار رکعت ہیں پہلے ظہر کے، اور چار بعد اس کے، اور چار پہلے عصر کے، اور دو بعد مغرب کے، اور دو بعد نماز عشاء کے، اور دو پہلے صبح کے، اور نماز چاشت اور نماز تہجد، اور اکثر تہجد تیرہ رکعت ہیں آخر اس کے وتر ہے، اور تحیت المسجد اور استخارہ، اور دو رکعت درمیان ہر اذان اور اقامت کے)

باب صلوة الجماعة

هی آکد من السّنن۔ و تنعقد باثنین۔ و اذا کثر الجمع کان الثّواب اکثر۔

و تصح بعد المفضول، و الاولی ان یکون الامام من الخیار۔ و یؤم الرّجل بالنّساء ،لا العکس؛ و المفترض بالمتنفل، و العکس۔ و تجب المتابعة فی غیر مبطل۔ ولا یؤمّ الرّجل قوماً هم له کارهون ۔ و یصلّی بهم صلوة اخفهم ۔و یقدّم السّلطان و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ربّ المنزل ، و الاقرأ ،ثمّ الاعلم ثمّ الاسنّ۔ واذا اختلت صلوة الا ما م كا ن ذا لک عليه لا على المأمومين۔ و مو قفهم خلفه، الّا الوا حد فعن يمينه۔ و اما مة النّساء وسط الصفّ۔ و تقدم صفو ف الرّ جا ل ثمّ الصّبيا ن ثمّ النّساء

والأحقّ بالصّفّ الاول اولو ا لاحلا م و النّهى۔و على الجما عة ان يسوّوا صفو فهم، و ان يسدّوا الخلل، و ان يتِمّوا الصفّ الاول ثمّ الّذ ى يليه ثمّ كذ لک

(نماز با جماعت مؤکد ترین سنتوں سے ہے، اور ہوتی ہے دو آدمی سے، پھر جتنا زیادہ انبوہ ہو اتنا ہی ثواب زیادہ ہے۔ اور درست ہے پیچھے اپنے سے کم کے، اور بہتر یہ ہے کہ ہو امام نیکوں سے اور امام ہو مرد عورت کا، نہ عورت امام ہو مرد کی، اور امام ہو فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کا اور نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والے کا، اور واجب ہے پیروی امام کی احکام میں جس سے نماز نہ جاوے، اور نہ کرے کوئی اس قوم کی امامت جو اس سے نا خوش ہوں، اور نماز پڑھے ساتھ لوگوں بہت ہلکی نماز، اور امام بنے بادشاہ اور گھر والا اور قاری تر، پھر عالم تر، پھر بوڑھا۔ اور اگر خلل پڑے نماز میں امام کے تو وہ خلل امام پر ہے، نہ مقتدیوں پر۔ اور مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، مگر ایک کہ وہ داہنی طرف کھڑا ہو۔ اور امامت عورت کی بیچ صف کے ہے۔ اور اول صف مردوں کی ہو، پھر لڑکوں کی، پھر عورتوں کی، اور مستحق تر ساتھ صف اول کے عقلمند لوگ ہیں اور سمجھ دار، اور لازم ہے جماعت پر برابر کرنا صفوں کا، اور بند کرنا دراڑ کا، اور پورا کرنا پہلی صف کا، پھر دوسری کا، پھر تیسری کا، پھر اسی طرح پر باقی صفوں کا)

با ب سجود السّهو

وهو سجد تان قبل التّسليم، او بعده و باحرا مٍ وتشهدٍ و تحليل۔ و يشرع لترك مسنو ن، و للزّ يا دة و لو ركعةً سهواً، و للشكّ فى العدد ۔و اذا سجد ا لاما م تا بعه المؤتم۔

(سہو کے دو سجدے ہیں پہلے سلام کے، یا بعد اس کے تکبیر اور التحیات اور سلام سمیت، اور مشروع ہے سجدہ واسطے ترک مسنون کے اور زیادتی کے، اگر چہ ایک رکعت ہو بھول کر، اور واسطے شک کے، اور جب امام سجدہ سہو کرے تو تابع ہوگا مقتدی بھی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب القضاء للفوائت

ان كان التّرك عمداً لا لعذر فدين اللّه احقّ ان يقضى ۔و ان كان لعذرٍ فليس بقضاءٍ ، بل اداء في وقت زوال العذر، الّا صلوة العيدين ففى ثانيه۔

(قضا کرے فوت ہوئی نمازوں کو اگر عمداً ترک کیا ہے نہ عذر سے کیونکہ قرض میں خدا احق پر ہے ساتھ ادا کرنے کے، اور جو عذر سے ہو تو وہ نہیں قضا بلکہ ادا ہے وقت دور ہونے عذر کے مگر نماز عیدین کے دوسرے دن عید کے)

باب صلوة الجمعة

تجب على كل مكلّف الّا المرأة و العبد و المسافر و المريض، و هى كسائر الصّلوات لا تخالفها الّا فى مشروعية الخطبتين قبلها ۔و وقتها وقت الظّهر۔ و على من حضرها ان لايتخطى رقاب النّاس و ان ينصت حال الخطبتين۔ و نِدب له التبكير ، و التطيب و التجمل ، و الدّنوّ من الامام ۔ و من ادرك ركعةً مّنها فقد ادركها۔ و هى فى يوم العيدِ رخصة۔

(نماز جمعہ واجب ہے ہر مکلّف پر، مگر عورت، غلام، مسافر اور بیمار پر نہیں، اور یہ نماز مانند باقی نمازوں کے ہے، نہیں مخالف ان سے مگر مشروعیت میں دو خطبوں کے کہ پہلے اس سے ہیں، اور وقت اس کا وقت ظہر کا ہے، اور جو حاضر ہو اس نماز کو اس پر لازم ہے کہ نہ روندے لوگوں کی گردنوں کو، اور چپکا بیٹھے وقت خطبہ کے اور مستحب ہے جلدی سے جانا اور خوش بولگانا اور اچھے کپڑے پہننا اور پاس امام کے ہونا، اور جس نے ایک رکعت پائی جمعہ کی بیشک اس نے جمعہ پایا، اور جمعہ عید کے دن رخصت ہے)

باب صلوة العيدين

هى ركعتان، فى الاولى سبع تكبيراتٍ قبل القرأة، و فى الثّانية خمس كذ لك۔ و يخطب بعد ها۔ و يستحب التّجمل، و الخروج الى خارج البلد، و مخالفة الطّريق، و الاكل قبل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخروج فی الفطر دون الاضحی۔ و وقتها بعد ارتفاع الشّمس قدر رمحٍ الی الزّوال۔ ولا اذان فیها و لا اقامة

(نماز دونوں عید کی دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سات تکبیریں ہیں پہلے قرأت سے اور دوسری میں پانچ اسی طرح پر۔ اور خطبہ پڑھے بعد اس کے اور مستحب ہے آراستہ ہونا اور نکلنا باہر شہر کے اور آنا اور راہ سے اور کھانا پہلے نکلنے سے فطر میں نہ ضحیٰ میں اور وقت اس نماز کا بعد بلند ہونے آفتاب کے ہے اندازہ ایک نیزہ پر زوال تک اور نہ اذان ہے اس میں نہ اقامت)

باب صلوة الخوف

قد صلّاها رسول اللّٰه ﷺ علی صفات مختلفةٍ، و کلّها مجزئة و اذا اشتدّ الخوف و التحم القتال صلّاها الرّاجل و الرّاکب، و لو الی غیر القبلة، و لو بالایماء۔

(نماز خوف کو پڑھا ہے آنحضرت ﷺ نے کئی طرح پر، اور سب طرح کفایت کرتا ہے۔ اور جب غالب ہو ڈر اور کشت وخون گرم ہو، تو پیادہ اور سوار جس طرح ہو سکے پڑھے، اگرچہ منہ قبلہ کی طرف نہ ہو، اور اگرچہ اشارہ ہو)

باب صلوة السفر

یجب القصر علی من خرج من بلده قاصداً للسّفر، و ان کان دون بریدٍ و اذا اقام ببلدٍ متردّداً قصر الی عشرین یوماً۔ و اذا عزم علی اقامة اربعٍ اتمّ بعدها۔ و له الجمع تقدیماً و تأخیراً، بأذانٍ و اقامتین

(واجب ہے قصر کرنا نماز کا اس پر جو نکلے اپنے شہر سے بارادہ سفر اگرچہ ہو کم تر ایک منزل سے، اور جب ٹھہرے کسی شہر میں متردد، تو قصر کرے بیس دن تک۔ اور جب ارادہ کرے چار دن ٹھہرنے کا، پوری نماز پڑھے بعد چار دن کے، اور مسافر کے لئے ہے جمع کرنا نماز کا تقدیم و تاخیر سے ایک اذان اور دو اقامت سے)

باب صلوة الکسوفین

هی سنّة۔ و اصحّ ما ورد فی صفتها رکعتان فی کلّ رکعة رکوعان، و ورد ثلاثة و اربعة و خمسة، یقرأ بین کل رکوعین، و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ورد فی کل رکعۃٍ رکوع۔ و ندِب الدّعاء و التّکبیر و التصدق و الاستغفار

(نماز کسوف سورج کا ہو یا چاند کا سنت ہے، اور صحیح ترین روایت جو صفت نماز کسوف میں ہے دو رکعت ہے، ہر رکعت میں دو رکوع ،اور آئے ہیں تین رکوع ،اور چار رکوع، اور پانچ رکوع بھی۔قرأت پڑھے دونوں رکوع کے درمیان میں، اور آیا ہے ایک رکوع بھی۔ اور مستحب ہے دعا کرنا اور تکبیر کہنا اور صدقہ دینا اور استغفار کرنا)

باب صلوۃ الاستسقاء

تسن عند الجدب رکعتان، بعد ھما خطبۃ تتضمن الذّکر و التّرغیب فی الطّاعۃ و الزّجر عن المعصیۃ۔ و یستکثر الامام و من معہ من الاستغفار و الدّعاء برفع الجدب، و یحوّلون جمیعاً اردیتھم۔

(نماز استسقاء کی مسنون ہے خشک سالی کے وقت، دو رکعت بعدہ ایک خطبہ جس میں ذکر ہو اور ترغیب طاعت کی ہو، اور معصیت پر زجر ہو، اور بہت کرنا امام اور اس کے ہمراہیوں کا استغفار اور دعا واسطے دور ہونے قحط کے، اور سب لوگ اپنی چادروں کو پھیریں)

کتاب الجنائز

باب عیادۃ المریض

من السّنّۃ عیادۃ المریض،و تلقین المحتضرِ الشھادتین، و توجیھہ و تغمیضہ اذا مات، و قرأۃ یاسین علیہ ، و المبادرۃ بتجھیزہ الّا لتجویز حیوتہ، و القضاء لدینہ، و تسجیتہ۔ و یجوز تقبیلہ۔ و علی المریض ان یحسن الظنّ بربّہ، و یتوب الیہ، و یتخلص من کلّ ما علیہ۔

(سنت ہے عیادت کرنا بیمار کا، اور تلقین کرنا مرنے والے کو دونوں شہادت کا، اور پھیرنا اس کے منہ کا قبلے کی طرف، اور بند کرنا آنکھوں کا بعد مر جانے کے، اور پڑھنا سورۃ یاسین کا اس پر، اور جلدی کرنا تجہیز میں مگر واسطے تجویز زندگانی کے، اور ادا کرنا قرض مردے کا، اور لپیٹنا اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کپڑے میں، اور جائز ہے بوسہ لینا اس کا۔ اور بیمار کو لازم ہے کہ نیک گمان رکھے خدا سے، اور توبہ کرے، اور رہا ہوان حقوق سے جو اس پر ہیں)

و یجب غسل المیت المسلم علی الاحیاء، و القریب اولی بالقریب اذا کان من جنسه، و ا حد الزّوجین بالآخر۔ و یکو ن الغسل ثلا ثاً او خمساً او اکثر بماء وّسِدرٍ، و فی ا لآخرة کا فور، و تقدم المیا من۔ ولا یغسل الشهید

(اور واجب ہے نہلا نا مردہ مسلمان کا زندوں پر، اور ناتے والا اولی ہے ناتے والے سے اگر ہو اس کی جنس سے، اور ہر ایک میاں بی بی ہیں واسطے دوسرے کے اولی، اور نہلا وے تین بار، یا پانچ بار، یا زیادہ پانی اور بیری سے، اور آخر کو کافور سے، اور مقدم کرے دہنی طرف سے نہلا نے میں اور نہلا یا نہ جاوے شہید)

و یجب تکفینه بما یستره ، و لو لم یملک غیره۔ و لا بأس بالزّ یا دة مع التمکن، من غیر مغالا ةٍ ۔ و یکفّن الشّهید فی ثیابه الّتی قتل فیها۔ و ندِ ب تطییب بد نِ المیّت و کفنه ۔

(اور واجب ہے تکفین مردہ کی ایسی چیز سے جو چھپاوے اس کو، اگر ما لک نہ ہو سوا اس کے اور کا، اور نہیں ڈر زیا دتی کا جب کہ ہو سکے بدون گرانی قیمت کے، اور کفن کیا جاوے شہید اپنے کپڑوں میں جن میں مارا گیا ہے۔ اور مستحب ہے خوش بولگانا بدن اور کفن میں مردے کے)

و تجب الصّلو ة علی المیّت۔ و یقوم الاما م حذاء رأس الرّ جل و وسطِ المرأة ۔ و یکبّر اربعاً او خمساً، و یقرأ بعد التّکبیرة الاولی الفا تحة و سورة، وّ ید عو بین التّکبیرا ت بالادعیة المأثورة۔ ولا یصلّی علی الغالّ و قا تل نفسه و الکا فر و الشّهید۔ و یصلّی علی القبر و علی الغا ئب

(واجب ہے نماز مردے پر، اور کھڑا ہو امام برابر سر مرد کے، اور میان عورت کے، اور چار یا پانچ تکبیر کہے، اور پڑھے بعد تکبیر پہلی کے فاتحہ اور سورت، اور دعا کرے درمیان تکبیرات کے دعائے ماثورہ سے، اور نہ پڑھے نماز خیانت کرنے والے پر، اور اپنی جان مارنے والے پر، اور کافر پر، اور شہید پر۔ اور پڑھے نماز قبر پر اور غائب پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ویکون المشی بالجنازۃ سریعاً۔ و المشی معھا والحمل لھا سنّۃ۔ و المتقدّم علیھا و المتاخّر عنھا سواء ۔ و یکر ہ الرّکو ب۔و یحر م النعی، و النیا حۃ، و اتبا عھا بنار، و شقّ الجیب، و الدعاء با لویل و الثّبور۔ و لا یقعد المتّبع لھا حتّی تو ضع۔ و القیا م لھا منسو خ

(جلدی چلے ساتھ جنازہ کے، اور جانا ہمراہ جنازہ کے اور اٹھانا اس کا سنت ہے، اور آگے چلنے والا جنازہ کا اور پیچھے چلنے والا برابر ہے۔ اور مکروہ ہے سوار چلنا۔ اور حرام ہے نعی اور نوحہ اور آگ لے جانا جنازہ کے ساتھ، اور پھاڑنا گریبان کا، اور چلانا ہائے ہائے کر کے۔ اور نہ بیٹھے جنازہ کے ساتھ جانے والا یہاں تک کہ رکھا جاوے جنازہ زمین پر۔ اور کھڑا ہونا واسطے جنازہ کے منسوخ ہے)

و یجب دفن المیّت فی حفرۃ تمنعہ من السّباع۔ ولا بأس بالضرح، و ا للحد اولی۔ و ید خل المیّت من موخّر القبر، و یوضع علی جنبہ ا لایمن مستقبلاً۔ و یستحبّ حثو التّرا ب لکلّ من حضر ثلاث حثیاتٍ۔ و لا یر فع القبر زیادۃً علی شبرٍ۔ و الزیارۃ للموتی مشروعۃ ۔ و یقف الزّائر مستقبلاً للقبلۃ۔ و یحرم اتخاذ القبور مساجد، و تسریجھا و ز خر فتھا، و القعود علیھا و سبّ الاموا ت۔ و التّعزیۃ مشروعۃ و کذا لک اھداء الطعا م لا ھل المیّت۔

(واجب ہے دفن کرنا مردے کا گڑھے میں کہ روکے اس کو درندوں سے اور نہیں حرج ضرح میں مگر لحد اولی ہے۔ اور رکھا جاوے مردہ پائین قبر، سے اور ہو سیدھی کروٹ پر روبقبلہ۔ اور مستحب ہے ڈالنا خاک کا واسطے حاضرین کے دونوں ہاتھ سے تین بار۔ اور بلند نہ کی جاوے قبر زیادہ ایک بالشت سے، اور زیارت کرنا مردوں کا مشروع ہے۔ اور کھڑا ہو زیارت کرنے والا روبقبلہ۔ اور حرام ہے پکڑ لینا قبروں کو مسجد اور آرائش کرنا اور اس پر چراغ جلانا اور بیٹھنا ،اور برا کہنا مردوں کو۔ اور تعزیت کرنا اور کھانا بھیجنا واسطے اہل میت کے مشروع ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب الزّ کوۃ

تجب فی ا لا موا ل الّتی ستأ تی، اذا کا ن الما لک مکلفاً

(زکوۃ واجب ہے ان مالوں میں جن کا بیان آ تا ہے جب کہ ہو ما لک مال مکلّف)

با ب زکوۃ الحیوا ن

انّما تجب منه فی النّعم، و ھی ا لا بل و البقر و الغنم۔

اذا بلغت الابل خمساً ففیھا شاۃ۔ ثمّ فی کلّ خمسٍ شاۃ۔ فاذا بلغت خمساً و عشرین ففیھا ابنۃ مخاضٍ او ابن لبو ن۔ و فی ستٍ و ثلاثین ابنۃ لبو ن۔ و فی ستٍ و اربعین حِقّۃ ۔ و فی احدی و ستین جذ عۃ۔ و فی ستّ و سبعین بنتا لبون ۔ و فی احدی و تسعین حِقّتان الی مأۃ و عشرین۔ فاذا زا دت ففی کلّ اربعین ابنۃ لبون، و فی کلّ خمسین حِقۃ۔

(نہیں واجب زکوۃ حیوان میں تین کے سوا اور وہ اونٹ گائے اور بکری ہے۔

جب پانچ اونٹ ہوں تو ان میں ایک بکری، پھر ہر پانچ میں ایک بکری، اور ۲۵، اونٹ میں ایک بنت مخاض یا ایک بنت لبون یعنی ایک سالہ نر یا مادہ، اور ۳۶۔ اونٹ میں ایک بنت لبون یعنی دو سالہ بوتی، اور چالیس اونٹ میں ایک حِقہ یعنی چہار سالہ بوتی، اور ایک اوپر ساٹھ میں ایک جذ عہ یعنی پانچ سالہ اونٹنی، اور ۷۶ میں دو بنت لبون اور اکانویں میں دو حِقے ایک سو بیس تک، اور جب زیادہ ہوں تو ہر چالیس پر ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ

و یجب فی ثلاثین من البقر تبیع او تبیعۃ۔ و فی اربعین مسنّۃ ۔ ثمّ کذا لک

(اور واجب ہے تین گائیوں میں ایک گائے نر یا مادہ یعنی تبیع یا تبیعہ، اور ہر چالیس میں ایک مسنہ یعنی دو سالہ پھر اسی طرح)

و یجب فی اربعین من الغنم شاۃ، الی مأۃٍ و ا حدی و عشرین، و فیھا شاتان، الی مِئتین و واحد ۃٍ ، و فیھا ثلاث شِیاہٍ ،الی ثلاث مأۃ و وا حدۃ ، و فیھا ار بع۔ ثمّ فی کلّ مأۃٍ شا ۃ۔ولا یجمع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بین مفترِق من الانعا م ولا یفرق بین مجتمِع خشیة الصد قة۔ ولا شئی فیما دون الفریضة ، ولا فی الاوقا ص۔ وما کان من خلیطین فیتراجعا ن بالسّوِیّة ۔ ولا یؤخذ ھرِمة، ولا ذات عوارٍ ولا عیبٍ، ولا صغیرة ، و لا أکو لة، ولا ربیّ ، ولا ما خِض، ولا فحل غنمٍ

(اور واجب ہے چالیس بکریوں میں ایک بکری، ایک سو اکیس تک، اور اس میں دو بکریاں ہیں دو سو ایک تک اور اس میں تین بکریاں ہیں تین سو ایک تک، پھر ہر سینکڑے میں ایک بکری اور جمع نہ کئے جاویں متفرق جانور اور نہ متفرق کئے جاویں اکٹھے ڈر سے صدقہ کے۔ اور کچھ نہیں اس میں جو کم ہے مقدار فرض سے، اور نہ اس سے جو درمیان میں ہے وہ فریضہ کے، اور جو جانور دو شریکوں میں ہوں وہ پائیں برابر، اور نہ لیا جاوے زکوۃ میں بوڑھا جانور اور نہ نقصان والا، نہ عیب دار اور نہ بہت کم عمر، اور نہ بکری بانجھ، اور نہ وہ جس کو دودھ کے لئے پالا ہے، اور نہ حاملہ اور نہ وہ نر جس کو نسل کے لئے رکھا ہو)

با ب زکوۃ الذ ھب و الفضة:

ھی اذا حال علی ا حد ھما الحول ربع العشر۔و نصا ب الذّ ھب عشرون دیناراً ۔ و نصاب الفضّة مِئتا درھم۔ و لا شئی فیما دون ذلک۔ ولا زکوۃ فی غیر ھما من الجوا ھر و اموا ل التّجا رة و المستغلّات

(جب ایک سال کامل گذر جائے سونے یا چاندی پر تو زکوۃ چالیسواں حصہ ہے اور نصاب سونے کا بیس دینار ہیں (ساڑھے سات تولہ) اور نصاب چاندی کا دو سو درہم ہیں (ساڑھے باون تولہ) اور جو سونا چاندی اس سے کم ہو اس پر کچھ نہیں۔ اور نہیں ہے زکوۃ ان کے سوا میں جواہر، مال تجارت، اور گھر کرایہ وغیرہ پر)

با ب زکوۃ النبا ت

یجب العشر فی الحِنطة و الشّعیر و الذرّة و التّمر و الزّ بیب۔ و ما کا ن یسقی بالمسنّی منھا ففیه نصف العشر۔ و نصا بھا خمسة اوسقٍ۔ ولا شئی فیما عدا ذلک ، کالخضروات وغیرھا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ویجب فی العسل العشر۔ و یجوز تعجیل الزّکوۃ ۔ و علی الامام ان یر دّ صدقاتِ ا غنیاء کلّ محلٍّ فی فقرا ئھم۔و یبرأ ربّ المال بد فعھا الی السّلطان، و ان کان جا ئراً۔

(واجب ہے دسواں حصہ گیہوں اور جو اور جوار اور خورما خشک اور منقی میں۔اور جس کو پانی دیا گیا ہے اس میں نصف عشر ہے اور نصاب اس کی پانچ وسق (ہر وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) ہیں ۔اور نہیں ہے کچھ اس کے سوا میں جیسے ساگ، بھاجی وغیرہ۔اور واجب ہے شہد میں دسواں حصہ اور جائز ہے پیشگی دینا زکوۃ کا، اور لازم ہے امام کہ پھیر دے صدقہ ہر جگہ کے امیروں کا اس شہر کے فقیروں پر، اور بری ہو جاتا ہے مال والا زکوۃ دے کر بادشاہ کو اگر چہ ظالم ہو)

با ب مصارف الز کو ۃ

ھی ثما نیۃ کما فی الآیۃ ۔ و تحر م علی بنی ھاشم و موا لیھم، و علی الاغنیاء ،و الاقو یاء المکتسِبین۔

(مصارف زکوۃ کے آٹھ جگہ ہیں جو قرآن شریف میں مذکور ہیں ۔ اور حرام ہے بنی ہاشم اور ان کے غلاموں پر اور آسودہ اور تندرست کماؤ پر)

با ب صد قۃ الفطر

ھی صاع من القوت المعتاد عن کل فردٍ ۔و الوجوب علی سید العبد، و منفق الصغیر و نحوہ۔ و یکون اخراجھا قبل صلوۃ العید ۔ و من لم یجد زیادۃً علی قوت یومہ و لیلتہ فلا فِطرۃ علیہ۔ و مصرِفھا مصرِف الزکوۃ۔

(صدقہ فطر کا ایک صاع ہے قوت معتاد سے ہر شخص کی طرف سے، اور واجب ہے وہ مالک پر غلام کا اور مربی پر چھوٹے لڑکے کا، اور مثل اس کی کا، اور نکالا جاتا ہے نماز عید سے پہلے اور جو زیادہ سے زیادہ قوت ایک رات دن سے اس پر فطر نہیں اور مصرف اس کا مصرف زکوۃ کا ہے)

با ب الخمس

یجب فیما یغنم فی القتال و فی الرکاز۔ ولا یجب فیما عدا ذلک ۔و مصر فہ فی قولہ تعا لی: و اعلموا انّما غنتم من شیء ۔ الآیۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(واجب ہے خمس اس مال میں جو ہاتھ آیا لڑائی میں اور مال دفینہ پر، اور نہیں واجب اس مال میں جو سوا اس کے ہے۔ اور مصرف خمس کے وہ لوگ ہیں جو آیت و اعلموا انّما غنمتم . الخ. میں مذکور ہیں ، یعنی اللہ اور رسول اور ذی القربی اور یتامی اور مساکین اور ابن السبیل)

کتاب الصّیام

یجب صیام رمضا ن لرؤیة هلاله من عدلٍ، او اکمال عدّة شعبان۔ و یصوم ثلاثین یو ماً ما لم یظهر هلال شوالٍ قبل اکمالها۔ و اذا رآه اهل بلدٍ لزِم علی سائر البلاد الموافقة۔ و علی الصّائم النیّة قبل الفجر

(واجب ہے روزہ رمضان کا چاند دیکھنے سے مرد عادل کے، یا پوری ہونے سے گنتی شعبان کی۔ اور روزہ رکھے تیس دن تک جب تک کہ نہ نکلے عید کا چاند مہینہ پورا ہونے سے پہلے۔ اور جب دیکھیں چاند کو ایک شہر کے لوگ تو لازم ہوئی سب شہر والوں کو موافقت ان کی، اور روزہ دار کو لازم ہے کہ نیت روزے کی کرے پہلے صبح سے)

و یبطل(الصو م) بالاکل، و الشّر ب۔ و الجماع، و القیء عمداً ۔و یحرم الوِ صال۔ و علی من افطر عمداً کفارة ککفارة الظّهار۔ و یند ب تعجیل الفطر و تأ خیر السّحور

(اور جاتا رہتا ہے روزہ کھانے اور پینے اور صحبت کرنے اور قئے کرنے سے بالقصد۔ اور حرام ہے کئی روزوں کا ملانا۔ اور جو جان بوجھ کر روزہ توڑ ڈالے اس پر کفارہ ہے مثل کفارہ ظہار کے (یعنی آزاد کرنا ایک غلام کا، یا روزے دو ماہ کے، یا کھانا ساٹھ مسکین کا) اور مستحب ہے جلدی کرنا افطار میں اور دیر کرنا سحری کھانے میں)

و یجب علی من افطر لعذر شرعیّ ان یقضی۔و الفطر للمسا فر و نحوِه ر خصة، الّا ان خشی التلف أو الضعف عن القتال فعزیمة۔و من مات و علیه صوم صا م عنه ولیّه۔و الکبیر العاجز عن الاداء والقضاء یکفّر عن کل یوم باطعام مسکین۔ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الصا ئم المتطوع امیر نفسه، لا قضاء علیه و لا کفارة۔

(واجب ہے اس پر جو افطار کرے عذر شرعی سے کہ قضا کرے، اور افطار کرنا مسافر کو اور جو اس کی مانند ہو، رخصت ہے۔ اور جو ڈر ہو تلف ہونے کا یا کمزور ہونے کا جہاد میں تو عزیمت ہے۔ اور جو مر گیا اور اس پر روزے ہیں، تو روزہ رکھے اس کی طرف سے اس کا ولی۔ اور جو بوڑھا نہ ادا کر سکے، نہ قضا کر سکے، وہ کفارہ دے ہر روزے کا یعنی کھانا کھلاوے ایک مسکین کو۔ اور نفلی روزہ دار اپنا فعل مختار ہے، نہ قضا ہے اس پر نہ کفارہ)

باب صوم التطوع

یستحب صیام ستّ من شوّال، و تسع ذی الحجة، و محرمٍ، و شعبان و الاثنین و الخمیس، و ایام البیض۔ و افضل التطوع صوم یومٍ و افطار یوم۔ و یکره صوم الدّهر، و افراد یوم الجمعة و یوم السّبت۔ و یحرم صوم العیدین، و ایّام التّشریق و استقبال رمضان بیومٍ او یومین

(مستحب ہیں روزے چھ دن ماہ شوال میں، اور نو دن ماہ ذی الحج میں، اور محرم اور شعبان کا، اور پیر کے دن کا، اور جمعرات کا، اور تیرھویں چودھویں پندرھویں ہر مہینے کی۔ اور بہتر نفل روزے میں روزہ ایک دن اور افطار کرنا ایک دن کا ہے۔ اور مکروہ ہے روزہ تمام عمر کا، اور تنہا روزہ جمعہ کا، اور سنیچر کا۔ اور حرام ہے روزہ دونوں عید کا، اور ایام تشریق کا۔ اور استقبال کرنا رمضان کا ایک دو روز سے)

باب الاعتکاف

یشرع۔ و یصحّ فی کلّ وقتٍ فی المسا جد۔ و هو فی رمضا ن آکد، سیّما فی العشر الاوا خر منه۔ و یستحب اجتهاد فی العمل فیها، و قیام لیا لی القدر۔ و لا یخر ج المعتکف الّا لحا جةٍ

(مشروع ہے اعتکاف ہر وقت مسجدوں میں اور رمضان میں زیادہ تر موکد ہے، خصوصاً عشرہ اخیرہ میں رمضان کے۔ اور مستحب ہے کوشش کرنا عبادت کی رمضان میں اور جاگنا قدر کی راتوں میں۔ اور نہ نکلے اعتکاف والا مگر واسطے حاجت کے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب الحج

یجب علی کل مکلفٍ مستطیعٍ فو راً۔ و کذ لک العمرۃ۔ و ما زاد فھو نا فلۃ ۔(حج واجب ہے او پر ہر مکلّف مقدور والے کے فی الفور اور اسی طرح عمرہ۔اور جو بڑھے تو وہ نفل ہے)

یجب تعیین نوع الحج بالنیّۃ ،من تمتعٍ او قِرانٍ او افراد، و الاوّ ل افضلھا۔ ویکو ن الاحرام من المواقیت المعروفۃ۔ ومن کان دو نھا فمھلّہ من اھلہ، حتّی اھل مکہ منھا۔

(واجب ہے ٹھہرانا نوع حج کا ساتھ نیت کے تمتع یا قران یا افراد سے، اور تمتع افضل ہے۔اور باندھے احرام میقات معروف سے ،اور جو ہو میقات سے کمتر مسافت پر، وہ اپنے گھر سے احرام باندھ لے یہاں تک کہ مکہ والے مکہ سے)

ولا یلبس المحرم القمیص ولا العمامۃ ولا البر نس ولا السرا ویل، ولا ثو باً مسّہ ورس و لا زعفرا ن۔ ولا الخفین الّا ان لا یجد نعلین فیقطعھما حتّی یکونا اسفل من الکعبین۔ ولا تنتقب المرأۃ و لا تلبس القفّازین وما مسّہ الورس و الزّ عفران۔ ولا یتطیب ابتداءً ۔ ولا یأخذ من شعرہ و بشرہ الا لعذرٍ ولا یرفث و لا یفسق ولا یجادل۔ ولا ینکِح ولا ینکح ولا یخطب۔ ولا یقتل صیداً ۔ و من قتلہ فعلیہ جزاء مثل ما قتل من النّعم یحکم بہ ذوا عدل ۔ ولا یأ کل ما صادہ غیرہ ، الّا اذا کان الصائد حلالاً ولم یصدہ لاجلہ۔ ولا یعضِد من شجر الحرم، الّا الاذخِر ۔ و یجو ز قتل الفوا سق الخمس ۔ و صید حر م المد ینۃ و شجرہ کحر م مکۃ ، الّا انّ من قطع شجرہ او خبطہ کان سلبہ حلالاً لمن وجدہ۔ و یحرم صید وجٍّ و شجرہ

(نہ پہنے محرم کپڑا سیا ہوا، اور نہ پگڑی اور نہ ٹوپی، اور نہ پاجامہ، اور نہ رنگا کپڑا ورس اور زعفران کا، اور نہ موزے، مگر جو نہ پاوے جوتا تو پہن لے اس کو اور کاٹ ڈالے انہیں نیچے ٹخنے تک،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور عورت نقاب نہ ڈالے اور نہ دستانہ پہنے اور نہ رنگا کپڑا ورس اور زعفران کا پہنے، اور خوشبو نہ ملے شروع میں، اور نہ لے محرم بال کسی جگہ کے اپنے بدن سے مگر عذر سے، اور صحبت نہ کرے اور نہ فسق کرے، اور نہ لڑے، اور نہ نکاح کرے اور نہ کراوے اور نہ نسبت کرے، اور شکار نہ مارے اور جو شکار کرے اس پر بدلا دینا لازم ہے مانند اس کی جانوروں سے کہ حکم کریں ساتھ اس کے دو مرد عادل، اور نہ کھاوے شکار کیا ہوا غیر کا، مگر یہ کہ شکاری حلال ہو، اور اس نے شکار اس کے لئے نہیں کیا۔ اور نہ اکھیڑے درخت حرم کا مگر اذخر گھاس۔ اور جائز ہے احرام والے کو مارنا پانچوں فاسق کا۔ اور شکار حرم مدینہ کا اور درخت اس کا مانند حرم مکہ کے ہے، مگر اتنی بات ہے کہ جو کوئی کاٹے درخت اس کا یا پتے اس کے جھاڑے تو ہوگا سامان اس کا حلال واسطے اس کے جو اس کو پاوے۔ اور حرام ہے شکار وج (وج، نام ہے ایک جنگل کا طائف میں) اور درخت اس کا)

و عند قدوم الحاجّ مکه یطوف للقدوم سبعة اشواط ، یرمل فی الثلا ثة الاوّل، و یمشی فیما بقی، ویقبّل الحجر الاسود ،او یستلمه بمحجن، و یقبِّل المحجِن و نحوه، و یستلم الرکن الیما نیّ۔ و یکفی القا رن طواف واحد و سعی وا حد۔ و یکون حالة الطوافِ متوضئاً ساتراً لعو رته۔ و الحائض تفعل ما یفعل الحا جّ غیر ان لا تطوف با لبیت۔

و یندب الذکر حال الطواف بالما ثور۔و بعد فراغه یصلّی رکعتین فی مقا م ابرا هیم، ثمّ یعود الی الرکن فیستلمه

(جب آوے حاجی مکہ میں تو طواف قدوم کرے سات بار پھیرے، جلدی کرے تین بار اول میں، اور یوں ہی چلے باقی میں۔ اور بوسہ لے حجر اسود کا یا چھوئے اس کو لکڑی سے اور اس کو چوم لے یا اور ایسی ہی چیز جس سے چھوایا ہو چومے۔ اور استلام کرے رکن یمانی کا، اور کافی ہے قران والے کو ایک طواف اور ایک سعی۔ اور ہووے وقت طواف کے باوضو، ستر چھپائے ہوئے۔ اور حیض والی عورت جو حاجی کرتا ہے کرے مگر طواف کعبہ نہ کرے۔ اور مستحب ہے ذکر وقت طواف کے ماثور سے۔ اور بعد فراغت طواف کے پڑھے دو رکعت مقام ابراہیم میں پھر آئے طرف رکن کے استلام کرے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و یسعی بین الصّفا و المروۃ سبعۃ اشواطٍ، دا عیاً بالماثور۔ و اذا کان متمتّعاً صار بعد السّعی حلا لاً ۔ و یحلق او یقصّر۔ حتی اذا کان یو م التّروی ۃ اھلّ با لحجّ، و توجّہ الی منیً و صلّی بھا الظّھر و العصر و المغرب و العشا ء و الفجر

(اور دوڑے درمیان صفا اور مروہ کے سات بار دعائے ماثورہ کرتا ہوا، اور اگر متمتع ہووے تو حلال ہو جاوے بعد دوڑنے کے، اور سر منڈواوے یا قصر کرے یہاں تک کہ جب دن عرفہ کا آوے تو حج کا احرام باندھے اور منی میں جاوے اور پڑھے وہاں ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء اور فجر)

ثمّ یأتی عرفۃ صبح یوم عر فۃ ملبیاً مکبّراً ۔ و یجمع العصرین فیھا و یخطب ۔ ثمّ یفیض من عرفۃ بعد الغروب ۔ و یأتی المزدلفۃ، و یجمع فیھا بین العشاء ین، و یبیت بھا، ثمّ یصلّی الفجر، و یأتی المشعر فیذ کر اللّٰہ عندہ ،و یقف بہ الی قبل طلوع الشّمس۔ثمّ ید فع حتّی یأ تی بطن محسِّرٍ۔ ثمّ یسلک الطریق الوسطی الی الجمرۃ الّتی عند الشّجرۃ، وھی جمرۃ العقبۃ، فیرمیھا بسبع حصیات یکبّر مع کل حصاۃٍ ، مثلِ حصی الخذ ف۔ ولا یرمیھا الّا بعد طلوع الشّمس ،الّا النّساء و الصّبیان ، فیجوز لھم قبل ذلک ۔و یحلق رأسہ او یقصّرہ، فیحِلّ لہ کل شیء الّا النّساء ۔ و من حلق أو ذبح أو افاض الی البیت قبل ان یر می فلا حر ج۔ ثمّ رجع الی منیً، فیبیت بھا لیا لی التّشریق ۔

و یرمی فی کل یوم من ایّام التّشریق الجمراتِ الثّلا ث ، بسبع حصیا تٍ، مبتد ئاً بالجمرۃ الد نیا ثمّ الو سطی ثمّ جمرۃ العقبۃ۔

و یستحبّ لمن یحجّ بالنّاس ان یخطبھم یوم النّحر، و فی وسط ایّام التّشریق۔ و یطو ف الحاجّ طواف الا فا ضۃ ۔و ھو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طوا ف الزّ يا رة ۔ يوم النّحر۔ و اذا فر غ من اعما ل الحجّ و اراد الرّ جوع طا ف للودا ع وجوباً، الّا انّه خفّف عن الحا ئض

(پھر عرفات میں آوے صبح دن عرفہ کو لبیک اور تکبیر کہتا ہوا، اور جمع کرے ظہر اور عصر کو وہاں، اور خطبہ پڑھے، پھر چلے عرفہ سے بعد غروب کے اور مزدلفہ کو آوے، اور جمع کرے وہاں مغرب اور عشاء کو، اور رات کو یہیں رہے، پھر صبح کی نماز پڑھ کر مشعر میں آوے۔ اور یاد کرے خدا کو وہاں، اور آفتاب نکلنے سے پہلے تک وہاں ٹھہرا رہے، پھر وہاں سے چلے اور آوے بطن محسر میں۔ پھر بیچ رستہ سے جمرہ کو جاوے جو نزدیک درخت کے ہے، اور یہ جمرہ عقبہ ہے ۔ یہاں سات کنکریاں مارے ہر کنکری پر تکبیر کہے۔ اور یہ کنکریاں بعد سورج نکلنے کے ہے، مگر عورتیں اور لڑکے کہ جائز ہے ان کو پہلے سورج نکلنے کے۔ اور سر منڈاوے یا بال کتراوے۔ اب حلال ہوئی اس کو سب چیز سوا عورت کے۔ اور جس نے سر منڈا، یا ذبح کیا، یا چلا آیا طرف کعبہ کے پہلے کنکریاں مارنے سے، تو کچھ حرج نہیں۔ پھر منی کی طرف پھرے اور کاٹے وہیں تشریق کی راتیں۔ اور مارے ہر روز ایام تشریق میں تینوں جمروں کو سات سات کنکریاں شروع کرے جمرہ نزدیک سے، پھر جمرہ وسطی پھر جمرہ عقبہ۔ اور مستحب ہے اس کو جو حج کرے لوگوں سمیت کہ خطبہ سناوے ان کو نحر کے دن اور بیچ ایام تشریق کے اور طواف کرے حاجی طواف افاضہ جس کو طواف زیارۃ کہتے ہیں نحر کے دن۔ اور جب کہ حج کے کاموں سے فارغ ہو اور ارادہ کرے پھرنے کا تو طواف رخصت کا واجب ہے مگر معاف ہے عورت حائض کو)

و الهدى افضله البد نة ثمّ البقرة ثمّ الشّا ة۔ و تجز ى البد نة و البقرة عن سبعة۔ و يجوز للمهدى ان يأ كل من لحم هد يه، و يركب عليه۔ و يند ب اشعاره و تقليده، و من يبعث بهدٍ لم يحر م عليه شيء مما يحرم على المحرم

(افضل قربانی اونٹ کی ہے پھر گائے کی، پھر بکری کی۔ اور کافی ہے اونٹ اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور جائز ہے قربانی والے کو کھانا گوشت قربانی اپنی کا، اور سوار ہونا اس پر راہ میں، اور مستحب ہے اشعار کرنا اور پٹہ (رسّی) ڈالنا اور جس نے قربانی بھیج دی اور خود نہ گیا اس پر کوئی چیز حرام نہیں جو محرم پر حرام ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب العمرة المفردة

يحرم لها من الميقات ، و من كان فی مكة خرج الی الحلّ۔ ثمّ يطوف، و يسعی، و يحلق او يقصر ۔ و هی مشروعة فی جميع السّنة ۔(مفرد عمرے میں، حرام ٹھہرے گا میقات سے، اور جو مکہ میں ہو وہ زمین حل کو نکلے، پھر وہاں سے آ کر طواف اور سعی کرے، اور سر منڈاوے یا بال کتراوے۔ اور یہ مشروع ہے سارے برس میں)

کتاب النکاح

يشرع من استطاع الباءة و يجب علی من خشی الوقوع فی المعصية۔ و التّبتّل غير جائز الا لعجز عن القيام بما لا بدّ منه۔ و ينبغی ان تكون المرأة ودوداً ولوداً بكراً ذات جمال و حسبٍ و دين و مالٍ و تخطب الكبيرة الی نفسها، و المعتبر حصول الرضاء منها ، لمن كان كفؤاً ،و الصّغيرة تخطب الی وليّها، و رضی البكر صمتها۔

و تحرم الخِطبة فی العِدّة ، و علی الخِطبة۔ و يستحبّ النّظر الی المخطوبة۔ و لا نكاح الّا بولیٍ و شاهدين، الّا ان يّكون عاضلاً أوغير مسلمٍ۔ و يجوز لكل واحدٍ من الزّوجين ان يّوكل لعقد النكاح و لو واحداً۔

(مشروع ہے نکاح اس کو جو طاقت رکھے خانہ داری کی اور واجب ہے اس پر جو گناہ میں پڑنے سے ڈرے، اور مجرد رہنا جائز نہیں مگر جو عاجز ہو گرہستی وغیرہ ضروریات سے۔ اور چاہیے کہ ہو عورت دوست دار؟؟؟ جننے والی، کنواری، خوب صورت، حسب دین و مال والی۔ اور پیغام دی جاتی ہے جوان عورت خود اور معتبر راضی ہونا ہے اس کا ساتھ کہ ہو کفو اس کا۔ اور چھوٹی عورت کا پیغام دیا جاتا ہے اس کے ولی کو اور رضا اس کی چپ رہنا ہے اس کا۔ اور حرام ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیغام دینا عدت میں اور منگنی پر منگنی کرنا۔اور جائز ہے دیکھنا منگنی والی عورت کی طرف۔اور نہیں ہوتا نکاح مگر ولی اور دو گواہوں سے،مگر یہ کہ ہووے شک؟ پکڑنے والا یا غیر مسلمان۔ اور جائز ہے ہر ایک کو میاں بی بی سے وکیل مقرر کرنا نکاح باندھنے کو اگرچہ ایک ہی آدمی ہو دونوں طرف سے)

نكاح المتعة منسوخ، و التّحليل حرام، و كذا لك الشّغار۔

و يجب على الزّوج الوفاء بشرط المرأة، الّا ان يحلّ حراماً او يحرّم حلالاً۔

(نکاح متعہ کا منسوخ ہے اور حلالہ کرنا حرام ہے۔اسی طرح ادلا بدلی۔اور واجب ہے میاں پر پورا کرنا شرط کا بی بی سے مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر دے)

باب المحرمات فی النكاح

و يحرم على الرّجل ان ينكح زانيةً او مشركةً و العكس، ومن صرح القرآن بتحريمه، و الرّضاع كالنّسب، و الجمع بين المرأة و عمتها او خالتها، و ما زاد على العدد المباح للحرّ و العبد۔ و اذا تزوّج العبد بغير اذن سيّده فنكاحه باطل۔ و اذا اعتقت الامة ملكت امر نفسها، و خيّرت فی زوجها۔

(اور حرام ہے مرد پر نکاح حرام کار اور مشرکہ عورت سے،اور عورت پر مرد حرام کار اور مشرک سے،اور اس سے جس کی صریح قرآن میں حرمت آئی۔اور دودھ نسب کی مانند ہے۔اور حرام ہے جمع کرنا درمیان بی بی اور اس کی عمہ کے یا اس کی خالہ کے۔اور حرام ہے زیادتی عدد مباح پر آزاد اور غلام دونوں کو۔اور جو نکاح کرے غلام بدون اذن اپنے مالک کے تو نکاح اس کا باطل ہے۔اور جب آزاد کی جائے لونڈی تو وہ اپنی جان کی مالک اور مختار ہے اپنے خاوند کے حق میں)

باب العيوب و انكحة الكفار

و يجوز فسخ النكاح بالعيب۔ و يقرّ من انكحة الكفار اذا اسلموا ما يوافق الشرع۔ و اذا اسلم احد الزّوجين انفسخ النكاح، و تجب العِدة۔ فان اسلم و لم تتزوج المرأة كانا على

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نکا حهما الاوّل، و لو طا لت المدّة، اذا ا ختارا ذا لک

(اور جائز ہے فسخ نکاح کا عیب سے، اور بحال رہتے ہیں نکاح کافروں کے مسلمان ہو جانے سے جب کہ موافق شرع کے ہوں۔ اور جو دونوں میں ایک مسلمان ہو جاوے تو نکاح ٹوٹ جاوے گا اور عدت واجب ہوگی۔ پھر اگر مسلمان ہو جاوے دوسرا اور عورت نے اب تک نکاح نہیں کیا تو دونوں اگلے نکاح پر ہیں اگر چہ دراز ہو مدت جب دونوں اس نکاح کو اختیار کر لیں)

باب المهر والعِشرة

المهر وا جب، و تکره المغالاة فيه، و يصحّ و لو خاتماً من حد يد، او تعليم القرآن۔ و من تز وج امر أة ولم يسمّ لها صداقاً، فلها مهر نساء ها اذا د خل بها۔ و يستحبّ تقديم شيء من المهر قبل الدّ خول۔

و عليه احسان العِشرة ، و عليها الطّا عة۔ و من كا نت له زوجتا ن فصا عداً عدل بينهنّ فی القسمة وما تد عو الحاجة اليه۔ و اذا سا فر اقرع بينهنّ۔ و للمرأة ان تهب نوبتها، او تصالح الزّو ج على اسقاطها۔ و يقيم عند الجد يدة البكر سبعاً ، و الثّيّب ثلا ثاً ۔ و لا يجوز العز ل، ولا اتيا ن المر أة فی د بر ها۔

(مہر واجب ہے اور مکروہ ہے گرانی اس میں، اور صحیح ہے مہر کو ایک انگوٹھی لوہے کی، یا سکھانا قرآن۔ اور جس نے بیاہ کیا اور نام نہ لیا مہر کا، اس کا مہر موافق اس کی عورتوں کے ہے جب کہ دخول کیا ہو اس سے۔ اور مستحب ہے دینا تھوڑے سے مہر کا پہلے دخول سے۔ اور لازم ہے مرد پر اچھا برتاؤ کرنا، اور عورت پر اطاعت کرنا۔ اور جسکی دو عورتیں ہوں یا زیادہ، برابری کرے ان میں اور لین دین میں، اور جب سفر کرے تو قرعہ ڈالے۔ اور عورت کو پہنچتا ہے کہ اپنی نوبت بخش دے یا صلح کر لے خاوند سے اسقاط نوبت پر۔ اور کنواری نو بیاہتا بیوی کے پاس سات رات رہے اور ثیب کے پاس تین راتیں اور نہیں جائز منی گرانا اور نہ دوسری راہ سے آنا)

الو لد للفراش ، و لا عبرة لشبهِه بغير صا حبه ۔ و ا ذا اشترك ثلا ثة فی و طء امةٍ فی طهر ملكها كلّ وا حدٍ منهم فيه، فجاء ت بو لدٍ و ادّ عوه جميعاً، فيقرع بينهم، و من استحقه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالقرعة فعليه للآخرين ثلثا الدّية

(حرامی لڑکا مالک کا ہے، اور نہیں اعتبار اس کے مشابہ ہونے کا ساتھ غیر صاحب اس کے کے، اور جب کہ لونڈی کی وطی میں تین شریک ہوں اس طہر میں جس میں ہر ایک اس کا مالک ہوا ہے، پھر اس کے لڑکا ہو، اور تینوں اس کا دعوی کریں، تو قرعہ ڈالیں۔ اور وہ مستحق ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے۔ پھر اسے چاہیے کہ دو کو دو تہائی دیت دے)

کتا ب الطلاق

هو جا ئز من مكلفٍ مختار و لو هازلاً ، لمن كانت فى طهر لم يمسّها فيه ولا طلقها فى الحيضة الّتى قبله، او فى حملٍ قد استبان۔ و يحرم ايقا عه على غير هذه الصفة۔ و فى وقوعه، و وقوعِ ما فوق الوا حدة من دو ن تخلّل ر جعةٍ خلا ف، و الرا جح عدم الوقوع

(طلاق جائز ہے مکلّف مختار کی اگر چہ ہنسی سے ہو۔ اور طلاق اس عورت پر پڑتی ہے جو ہووے ایسے طہر میں جس میں ہاتھ نہ لگایا ہو، اور نہ طلاق دی ہے اس حیض میں جو پہلے اس طہر کے تھا، یا اس حمل میں جو ظاہر ہو۔ اور حرام ہے دینا طلاق کا سوا اس طرح کے۔ اس طلاق کے اور زیادہ کے ایک پر بدون رجعت کے خلاف ہے اور راجح تر عدم وقوع ہے)

و يقع با لكنا ية مع النيّة ،و بالتخيير اذ ا ختارت الفر قة۔ و اذا جعله الزوج الى غيره وقع منه۔ و لا يقع بالتحريم۔ و الرّجل احقّ بامرأته فى عدّ ة طلا قه، يرا جعها متى شا ء اذا كان الطّلاق ر جيعاً۔ و لا تحلّ له بعد الثّلا ثة حتّى تنكح زو جاً غيره

(واقع ہو جاتی ہے طلاق کنایہ سے ساتھ نیت کے اور اختیار دینے سے عورت کو اگر وہ اختیار کرلے اور جو مختار کر دے مرد دوسرے کو، تو اس کے دینے سے بھی ہو جاتی ہے۔ اور نہیں ہوتی عورت کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے۔ اور مرد مستحق تر ہے اپنی عورت کا عدت طلاق میں، اور رجوع کرے جب چاہے اور جب کہ طلاق رجعی ہووے۔ اور حلال نہیں رہتی عورت بعد تیسری طلاق کے یہاں تک کہ دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب الخلع

اذا خالع الرّجل امرأته كان امرها اليها، لا ترجع اليه بمجرد الرّجعة۔ و يجوز با لقليل و الكثير، ما لم يجاوز ما صار اليها منه۔ و لا بدّ من التّراضى بين الزّوجين على الخلع، او الزام الحاكم مع الشقاق بينهما، و هو فسخ، و عدّته حيضة۔

(جب خلع کیا مرد عورت نے، تو اب عورت اپنے امر کی مختار ہے، مرد کی طرف نہیں پھرتی مجرد رجعت سے۔ اور جائز ہے خلع تھوڑے بہت پر، جب تک کہ نہ بڑھے اس چیز سے جو پہنچی ہے اس کو خاوند کی طرف سے۔ ضرور ہے کہ راضی ہوں دونوں میاں بی بی خلع پر، یا الزام کرنے پر حاکم بہ سبب ناراضگی آپس کی۔ اور خلع فسخ ہے اور عدت اس کی ایک حیض ہے)

باب الایلاء

هو ان يحلف الزّوج من جميع نسائه او بعضهنّ: لا اقربهنّ۔ فان وقّت بدونِ اربعة اشهرٍ، اعتزل حتى ينقضى ما وقّت به۔ وان لم يوقّت شيئاً او وقّت باكثر منها، خيِّر بعد مضِيّها بين ان يفيء و يطلق۔

(ایلاء قسم کھانا ہے خاوند کا سب یا بعض عورتوں سے کہ ان کے پاس نہ جاؤنگا۔ پھر اگر ٹھہرائی ہے مدت کمتر چار مہینے سے، تو الگ رہے یہاں تک کہ مدت مقرر گذر جائے۔ اور جو کچھ مدت نہیں ٹھہرائی یا ٹھہرایا زیادہ چار مہینے سے تو مخیّر ہے بعد گذرنے اس مدت کے رجوع کرنے اور طلاق دینے میں)

باب الظهار

هو قول الرجل لامرأته: انتِ علىّ كظهر امّى، او: ظاهر تک او نحو ذلک۔ فيجب عليه قبل ان يمسّها ان يكفّر بعتق رقبةٍ، و ان لم يجد فليطعم ستّين مسكيناً، فان لم يجد فليصم شهرين متتابعين۔ و يجوز للامام ان يعينه من صدقات المسلمين اذا كان فقيراً لا يقدر على الصّوم۔ و له ان يّصرف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منها لنفسه و عيا له ۔ و اذا كان الظهار موقّتاً فلا ير فعه الّا انقضاء الوقت ۔ و اذا وطِی قبل انقضا ء الوقت او قبل التكفير، كفّ حتّى يكفّر فی المطلق، او ينقضی وقت الموقّت۔

(ظہار، کہنا ہے خاوند کا بی بی کو کہ تو مجھ پر مانند میری ماں کے ہے، یا میں نے تجھ کو اپنی ماں کی پیٹھ ٹھہرایا اور مانند اس کے ۔ پس خاوند پر واجب ہے کہ ہاتھ لگانے سے پہلے کفارہ دے یعنی ایک بردہ آزاد کرے۔ اور جو بردہ نہ پاوے، تو دو مہینے پے در پے برابر روزہ رکھے۔ اور امام کو جائز ہے مدد کرنا اس کی مسلمانوں کے صدقہ سے، جب کہ وہ ایسا فقیر ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کو خرچ کرنا صدقات کا اپنی جان اور عیال پر پہونچتا ہے۔ اور جب ظہار موقت ہوگا تو نہیں نکلے گا مگر گذر جانیکے وقت سے، اور جو وطی کی پہلے گذر جانے وقت کے یا پہلے کفارہ دینے سے، تو اب باز رہے یہاں تک کہ کفارہ دے مطلق میں، یا گذر جائے وقت موقت کا)

باب اللعان

اذا رمی الر جل امرأ ته بالزّنا ولم تقرّ بذ لک ولا رجع عن رّميه لاعنها، فيشهد الرّ جل اربع شهاداتٍ با للّه انّه لمن الصّادقين و الخامسة انّ لعنت اللّه عليه ان كان من الكاذبين۔ ثمّ تشهد المرأة اربع شهادا تٍ با للّه انّه لمن الكاذبين والخا مسة انّ غضب اللّه عليها ان كان من الصادقين۔ و اذا كا نت حا ملاً او كا نت قد وضعت، اد خِل نفی الولد فی ايما نه ۔ و يفرّق الحا كم بينهما، وتحرم عليه ا بداً۔ و يلحق الولد بامّه فقط و من رّما ها فهو قازف ۔

(جب مرد نے عورت کو تہمت زنا کی لگائی اور عورت نے اقرار اس کا نہ کیا اور مرد تہمت سے نہ پھرے، گواہی دے چار بار کہ وہ سچا ہے، اور پانچویں بار کہے کہ لعنت خدا کی اس مرد پر اگر جھوٹا ہے۔ پھر گواہی دے عورت چار بار کہ وہ جھوٹا ہے اور پانچویں بار کہے کہ غضب خدا کا اس عورت پر اگر مرد سچا ہے۔ اور جدائی کر دے حاکم دونوں میں ۔ اور یہ عورت حرام ہو جاتی ہے ہمیشہ کو اس مرد پر اور لڑکا ماں کو ملتا ہے فقط۔ اور جو عورت کو تہمت زنا کی لگائے وہ قاذف ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با ب العدة

هی للطلاق من الحامل با لوضع، و من الحائض بثلاث حِیض ، و من غیرهما بثلا ثة اشهر، و للو فا ة باربعة اشهرٍ و عشر، وان کانت حاملاً فبالوضع ۔ ولا عدّ ة علی غیر مد خولةٍ ۔ و الا مة کا لحرّة۔ و علی المعتد ة للو فا ة تر ك التّز ئین، و المکث فی البیت الّذی کا نت فیه عند موت زوجها او بلو غ خبره ۔ و امرأة المفقود تربّص ار بع سنین، ثم تعتدّ عِدّ ة الوفات، و هی امرأته ما لم تتز و ج ۔

(عدت واسطے طلاق حاملہ کے وضع حمل ہے اور حیض والی کے تین حیض، اور غیر حاملہ اور حیض والی کے تین مہینے، اور وفات کو چار مہینے دس دن، اور اگر حمل سے ہے تو بچہ جننا۔ اور نہیں ہے عدت واسطے غیر مدخولہ کے۔ اور لونڈی مانند بی بی کے ہے۔ اور جو وفات کی عدت کرے اس کو لازم ہے کہ ترک زینت کرے اور اسی گھر میں رہے جس میں زوج کے مرنے کے وقت یا اس کے مرنے کی خبر پہنچنے کے وقت تھی۔ اور بی بی کھوئے مرد کا انتظار کرے چار برس، پھر وفات کی عدت میں بیٹھے۔ اور وہ عورت اسی کی بی بی ہے جب تک اور نکاح نہ کرے)

با ب استبراء الاماء

یجب استبراء ا لامة المسبِیّة و المشترا ة و نحو هما بِحیضةٍ ان کانت حائضاً، و الحاملِ بوضع الحمل ، و منقطعةِ الحیض حتی یتبین عدم حملها۔ ولا تستبرأ بکر و لا صغیرة مطلقاً۔ ولا یلزم الاستبراء علی البا ئع و نحو ه

(واجب ہے پاک کرنا لونڈی قیدی یا خریدی ہوئی کا، اور جوان کی مانند ہو، ساتھ ایک حیض کے اگر حیض والی ہے، اور اگر حمل والی ہے تو ساتھ جننے کے، اور حیض بند ہو گیا ہے تو یہاں تک کہ ظاہر ہو بے حمل ہونا اس کا۔ اور نہیں ہے پاک کرنا کنواری اور کم عمر کا کسی حال میں، اور نہیں لازم پاک کرنا بیچنے والے پر، اور جو اس کی مثل ہو، اس پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب النفقة

تجب على الزوج للزوجة و المطلّقة رجعِيّاً ، لا بائناً ولافی عدّة الوفاة، فلا نفقة و لا سکنی الّا ان تکونا حاملتین۔ و تجب علی الوالد الموسِر لولده المعسِر، و العکس ، و علی السیّد لمن یملکه۔ و لا تجب علی القریب لقریبه ، الّا من باب صلة الرّحم۔ و من وجبت نفقته وجبت کسوته و سکناه۔

(واجب ہے شوہر پر نفقہ بی بی کا اور مطلقہ رجعی کا، نہ بائن تین طلاق کا، اور اس کا جو عدت وفات میں ہو۔ پس نہیں نفقہ اور سکنی مگر یہ کہ ہوں وہ حمل سے ۔ اور واجب ہے نفقہ بیٹی تنگ دست کا باپ تونگر پر، اور باپ محتاج کا بیٹی آسودہ پر، اور مالک پر غلام کا، اور نہیں واجب یگانہ کا یگانہ پر مگر بطریق صلہ رحم کے۔ اور جس کا نفقہ جس پر واجب ہے اس کا کپڑا اور رہنے کا گھر بھی واجب ہے)

باب الرّضاع

انّما یثبت حکمه بخمس رضعاتٍ، مع تیقّن وجود اللبن و کون الرضیع قبل الفطام۔ و یحرم به ما یحرم بالنّسب۔ و یقبل قول المرضِعة۔ و یجوز ارضاع الکبیر۔ و لو کان ذا لحیةٍ ۔ لتجویز النظر۔

(ثابت ہو جاتا ہے حکم دودھ پلانے کا پانچ بار پینے سے جب کہ یقین ہو دودھ ہونے کا، اور بچے نے دودھ چھڑانے سے پہلے پیا ہو۔ اور حرام ہو جاتا ہے دودھ سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے۔ اور قبول کی جاتی ہے بات دودھ پلانے والی کی۔ اور جائز ہے دودھ پلانا بڑی عمر والی کا اگر ڈاڑھی رکھتا ہو واسطے جواز نظر کے)

باب الحضانة

الاولی بالطّفل امّه ما لم تنکح، ثمّ الخالة، ثمّ الاب، ثمّ یعیّن الحاکم من القرابة من رأی فیه صلاحاً۔ و بعد بلوغ سنّ الاستقلال یخیّر الصبی بین ابیه و امه ۔ فان لم یوجد اکفله

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

من کان له فی کفا لته مصلحة

پرورش کرنے کا اولی حق میں لڑکے کے اس کی ماں ہے جب تک کہ نکاح کرے، پھر خالہ، پھر باپ، اور پھر مقرر کردے حاکم اپنوں میں سے جس کے اندر صلاحیت دیکھے۔ اور بعد بلوغ اور مستقل عمر کے پہونچنے کے اختیار دیا جاوے لڑکے کو درمیان باپ اور ماں کے۔ اور ماں باپ نہ ہوں تو وہ شخص کفیل بنے جس کی کفالت میں مصلحت ہو)

کتا ب البیع

المعتبر فیه مجرد التراضی، ولو باشارةٍ من قادرٍ علی النّطق۔ و لا یجوز بیع الخمر، والمیتة ،والخنزیر، والاصنام، و الکلب، و السّنّور، والدمِ، وعسب الفحل، وکلّ حرامٍ، وفضل الماء ، وما فیه غرر کا لسّمک فی الماء، وحبل الحبلة، و المنابذة، و الملامسة، وما فی الضّر ع، و العبد ا لآبق، و المغانم حتّی تقسّم، و الثّمر حتّی یصلح، و الصو ف فی الظهر، و السّمن فی ا للبن، و المحا قلة، و المزا بنة، و المعاو مة ، و المخا ضرة ، و العر بون، و العصیر الی من یتخذه خمراً ، و الکالیء با لکا لیء، و ما اشترا ه قبل القبض، و الطّعام حتّی یجری فی الصا عان، و لا یجوز الاستثنا ء فی البیع الّا ا ذا کان معلوماً ،و منه استثناء ظهر المبیع۔ و لا یجوز التفریق بین المحارم، ولا ان یبیع حاضر لبادٍ ، وّ التناجش، و البیع علی البیع ،وتلقّی الرّکبان، والاحتکار، و التّسعیر۔و یجب وضع الجوا ئح۔ ولا یحل سلف و بیع ، ولا شرطان فی بیعٍ ولا بیعتان فی بیعةٍ، و ربح ما لم یضمن، وبیع ما لیس عند البائع۔ و یجوز شرط عدم الخِدا ع۔ و الخِیا ر فی المجلس ثابت ما لم یتفر قا۔

(اعتبار بیع میں فقط رضا مندی کا ہے اگر چہ اشارہ سے ہو اس کی جو قادر ہے بولنے پر، اور نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز بیچنا شراب اور مردار اور سور اور بت اور کتے اور بلی اور خون کا، اور کرایہ پر دینا نر کا، اور ہر حرام چیز کا، اور زیادتی پانی کا، اور جس میں دھوکا ہے جیسے مچھلی پانی میں اور حمل پیٹ میں، اور کپڑا ڈالنا طرف ایک دوسرے کے، اور چھو لینا کپڑا ایک دوسرے کا، اور بیچنا دودھ کا پستان میں، اور بھاگے ہوئے غلام کا، اور غنیمت کا یہاں تک کہ بٹ جاوے، اور میوے کا یہاں تک کہ پک جاوے، اور صوف کا پشت پر، اور گھی کا دودھ میں، اور بیچنا کھیت کا ماپ معلوم سے، اور باغ کے میوہ کا چھوہارے سے، اور باغ کے پھل کا پیدا ہونے سے پہلے، اور سبز میوہ کا پہلے ظاہر ہونے خوبی سے، اور شیرہ انگور کا اس کے ہاتھ میں جو شراب بناوے، اور معدومی کا معدوم سے، اور جو خریدے چیز کو پہلے قبضہ سے، اور طعام کا یہاں تک کہ جاری ہو اس میں دو صاع ۔اور نہیں درست ہے استثنا کرنا بیع میں مگر جب کہ معلوم ہو جیسے استثنا پشت جانور کا۔ اور نہیں جائز ہے جدائی کرنا محرموں کے، اور نہ بیچنا شہری کا دہقانی کے ہاتھ، اور بڑھانا نرخ کا، اور بیع بیع پر، اور آگے جا لینا بیوپاریوں کا، اور جمع کرنا غلہ کا واسطے گرانی کے، اور مقرر کرنا نرخ کا، اور واجب ہے معاف کرنا آفت کا۔ اور نہیں جائز ہے سلف اور بیع، اور دو شرط ایک بیع میں، اور نہ دو بیع ایک بیع میں۔ اور نہ نفع لینا بے قبضہ چیز پر، اور بیچنا ایسی چیز کا جو پاس اس کے نہیں ہے۔ اور جائز ہے شرط عدم فریب کی، اور خیار مجلس میں ثابت ہے جبتک کہ دونوں جدا نہیں ہوویں)

با ب الرّبوا

یحرم بیع الذّ ھب بالذّ ھب، والفضّة بالفضة، و البرّ با لبرّ، و الشعیر بالشعیر، و التمر بالتمر، والملح بالملح، الّا مثلاً بمثل یداً بیدٍ۔ و فی الحاق غیرھا بھا خلاف ۔فان ا ختلفت الاجناس جاز التفا ضل اذا کان یداً بیدٍ ۔ ولا یجوز بیع الجنس بجنسه مع عدم العلم بالتساوی وان صحبه غیره، ولا بیع الرّطب بما کان یابساً الّا لاھل العرا یا، ولا بیع اللحم بالحیوان۔ و یجوز بیع الحیوان باثنین او اکثر من جنسه۔ ولا یجو ز بیع العِینة

(حرام ہے بیچنا سونے کا سونے سے، اور چاندی کا چاندی سے، اور گیہوں کا گیہوں سے، اور جو کا جو سے، اور خرمے کا خرمے سے، اور نمک کا نمک سے، مگر مانند کا مانند سے ہاتھوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں۔ اور ملانے میں اور چیزوں سے ان میں اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ پس اگر جنسیں الگ الگ ہوں تو جائز ہے زیادتی جب تک کہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اور نہیں جائز بیع ایک جنس کی اسی جنس سے جب تک کہ معلوم نہ ہو اس کی برابری، اگر چہ اس کے ساتھ اس کا غیر ہو۔ اور نہ بیچنا گیلے کا سوکھے سے مگر حاجت مندوں کے لئے۔ اور نہ بیچنا گوشت کا جانور سے۔ اور جائز ہے بیچنا ایک جانور کا دو جانور یا زیادہ سے اسی کی جنس میں۔ اور جائز نہیں بیع عینہ کی (یعنی بیچنا ایک چیز کا قیمت سے ایک مدت تک اور خریدنا اسی چیز کا کمتر اس قیمت سے)

باب الخیارات

یجب علی من باع ذا عیبٍ ان یبیّنه ، والّا ثبت للمشتری الخیار۔ و الخراج بالضّمان۔ و للمشتری الرّدّ بالغرر، و منه المصرّاة ، فیرد ها و صاعاً من تمرٍ او ما ترا ضیا علیه۔ و یثبت الخیار لمن خدِع، او وباع قبل وصول السوق۔ و لکل من المتبا یعین بیعاً منهیاًعنه الرّدّ ۔ و من اشتری شیئاً لم یره، له ردّه اذا رآه ، وله ردّ ما اشتراه بخِیارٍ و اذا اختلف البیّعا ن فا لقول ما یقوله البا ئع

(واجب ہے اس پر جو عیب دار چیز کو بیچے یہ کہ عیب کو ظاہر کر دے۔ نہیں تو خریدنے والے کو اختیار ثابت ہے رکھنے اور پھیرنے کا۔ اور خراج ضمان پر ہے۔ اور پہونچتا ہے خریدار کو پھیر دینا بہ سبب فریب کے، اور منجملہ فریب کے ہے نہ دوہنا دودھ کا تا کہ زیادہ معلوم ہو۔ سوا ایسے جانور کو پھیر دے مع ایک پیمانہ خرما کے یا جس پر دونوں راضی ہو جاویں۔ اور ثابت ہے خیار اس کے لئے جو دھوکہ کھاتا ہے، یا جس نے بیچ ڈالا پہلے بازار میں پہونچنے سے۔ اور ہر ایک کو دونوں بائع میں سے جنہوں نے بیع نا درست کی ہے پہونچتا ہے کہ پھیر دیں۔ اور جس نے بے دیکھے خریدا اس کو پھیر دینا پہونچتا ہے جب دیکھے اس چیز کو اور ناپسند کرے۔ اور پھیر سکتا ہے اس چیز کو جس نے خیار پر لیا ہے۔ اور جب خلاف پڑے بیچنے والے اور خریدار میں تو بات بیچنے والے کی بات ہے)۔

باب السّلم

و هو ان یّسلّم رأ س الما ل فی مجلس العقد، علی ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعطیه ما یترا ضیان علیه، معلوماً الی اجلٍ معلوم ، و لا یأ خذ الّا ما سمّا ہ ، او رأس ما لہ۔ و لا یتصرّف فیه قبل قبضه۔

(سلم یوں ہے کہ سپرد کرے مال کو مجلس عقد میں اس شرط پر کہ دیوے اس کو وہ چیز کہ دونوں راضی ہوئے اس پر اور ہو معلوم مدت معلوم تک۔ اور نہ لیوے مگر وہی چیز جس کا نام لیا ہے یا راس مال اپنا، اور نہ تصرف کرے اس میں قبضہ سے پہلے)

با ب القر ض

یجب ارجاع مثلہ۔ و یجوز ان یکون ا فضل او اکثر، اذا لم یکن مشر و طاً ۔ و لا یجو ز ان یجرّ القر ض نفعاً للمقرِض

(قرض کا واجب ہے پھیر لینا مانند اس کی کا، اور جائز ہے دینا بہتر یا زیادہ جب کہ نہ کی ہو شرط۔ اور نہیں جائز کہ قرض نفع دیوے قرض خواہ کو)

کتا ب الشفعة

سببها الاشتراك فی شیء و لو کان منقو لاً ۔ وا ذا وقعت القسمة فلا شفعة۔ و لا یحل للشر یک ان یبیع حتّی یوذِ ن شریکه۔ و لا تبطل بالترا خی۔

(شفعہ کا سبب اس کا شرکت ہے کسی چیز میں اگر چہ منقول ہو۔ پھر جب تقسیم ہوگئی وہ چیز تو نہ رہا شفعہ۔ اور درست نہیں شریک کو بیچنا چیز کا یہاں تک کہ خبر کر دے دوسرے شریک کو، اور نہیں باطل ہوتا شفعہ دیر کرنے سے)

کتا ب ا لاجارة

یجوز علی کل عملٍ لم یمنع منه مانع شر عی۔ و تکون الاجرة معلومة عند الاستئجار، فان لم تکن کذ لک استحق الاجیر مقدار عمله عند اهل ذلک العمل۔ و قد ورد النّهی عن کسب الحجّام، و مهر البغیّ، و حلوان الکاهن، وعسب الفحل، و اجرة المؤذّن و قفیز الطّحّان۔ و یجوز الاستئجار علی تلاوة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

القرآن، لا على تعليمه ۔ و ان يّكرى العين مدّةً معلو مةً با جرةٍ معلو مةٍ۔ و من ذ لک كِراء ا لارض لا بشطر ما يخر ج منها۔ و من افسد ما استؤ جر عليه، او اتلف ما استأ جره، ضمِن۔

(جائز ہے اجارہ ہر کام کا جس کو شرع نے منع نہیں کیا، لیکن ہو مزدوری معلوم اجارہ کے وقت۔ اگر یوں نہ ہو تو مزدور مستحق ہے موافق اپنے کام کے مزدوری کا نزدیک کام جاننے والوں کے۔ اور منع کیا ہے حجام کے کسب میں اور اجرت زنا اور اجرت کاہن اور نر اور اجرت موذن کی سے، اور پیانہ آٹا پیسنے والے سے، اور جائز ہے اجرت لینا تلاوت قرآن پر، نہ قرآن سکھانے پر۔ اور کرایہ دینا اصل چیز کو ایک مدت معلوم تک اجرت معلوم پر، جیسے زمین کا کرایہ دینا نصف اس چیز پر جو زمین سے پیدا ہو۔ اور جس نے برباد کیا اس چیز کو جس پر اسے مزدور کیا تھا یا تلف کیا اس چیز کو جس پر مستاجر تھا، تو وہ ضامن ہوگا اس کا)

باب الاحياء و الاقطاع

من سبق الى ا حياء ارضٍ لم يسبق اليها غيره، فهو احق بها، و تكو ن مِلكاً له۔ و يجوز للاما م ان يقطِع من فى اقطاعه مصلحة شياً من الارض الميتة اوِ المعا دن اوِ المياه۔

(جس نے آباد کی ایسی زمین جس کو آباد نہ کیا تھا پہلے اور کسی نے، تو وہ حق ہے ساتھ اس کے، اور یہ زمین اس کی ہے۔ اور جائز ہے امام کے لئے جاگیر دینا اس کو جس کے دینے میں مصلحت ہو زمین بے آباد یا کان یا پانی وغیرہ سے)

كتاب الشركة

الناس شركاء فى الماء و النار و الكلاء ۔و اذا تشاجر المستحقون للماء ،كان ا لاحقّ به الاعلى فالاعلى، يمسكه الى الكعبين ثمّ يرسله الى من تحته۔ ولا يجوز منع فضل الماء ليمنع به الكلاء۔ و للامام ان يحمى بعض الموا ضع لِر عى دوا ب المسلمين فى وقت ا لحا جة۔ و يجو ز الا شترا ك فى النقود و التجارات۔ و يقسّم الرّبح على ما تراضيا عليه۔ و يجوز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المضاربة ما لم يشتمل على ما لا يحلّ ۔ و اذا تشا جرالشركاء في عرض الطر يق كان سبعة ا ذرعٍ ۔ و لا يمنع جار جاره ان يغرِز خشبة في جداره۔ و لا ضرر ولا ضرار بين الشركا ء۔ و من ضارّ شر يكه جاز للاما م عقو بته بقلع شجره أو بيع داره ۔

(لوگ شریک ہیں پانی اور آگ اور گھاس میں۔اور جب پانی والے اس میں لڑیں تو احق وہ ہے جو اوپر ہے،تو وہ اوپر والا روک کے پانی کو ٹخنے تک پھر چھوڑ دے نیچے والے کیلئے ۔اور نہیں جائز منع کرنا فاضل پانی سے کہ روکے اسکے سبب سے گھاس کو۔اور امام کو پہنچتا ہے کہ بعض جگہ کو گھیرے واسطے چرنے چوپاؤں اہل اسلام کے حاجت کے وقت۔ اور جائز ہے شریک ہونا نقد اور تجارۃ میں،اور بانٹا جاوے نفع موافق اسکے جس پر راضی ہوئے ہیں اور جائز ہے شرکت آدھے نفع میں جب تک کہ نہ شامل ہوں نادرست چیز میں،اور جب جھگڑیں شریک لوگ چوڑائی راستہ میں تو اس راہ کو سات گز کر دیا جائے،اور نہ منع کرے پڑوسی دوسرے پڑوسی کو کہ وہ گاڑیں لکڑی اسکی دیوار میں،اور نہیں نقصان لینا دینا درمیان شریکوں کے،اور جو نقصان پہنچاوے شریک تو امام کو پہنچتا ہے کہ اسکو سزا دیوے درخت اکھاڑنے یا گھر بیچ دینے سے)

كتا ب الرهن

يجوز رِهن ما يملكه الراهن في دينٍ عليه۔ و الظهر يركب و اللبن يشرب بنفقة المرهو ن۔ و لا يغلق الر هن بما فيه

(جائز ہے رہن رکھنا اس چیز کا جس کا مالک ہے راہن بابت اس قرض کے جو اس کے ذمہ پر ہے ۔اور پیٹھ پر سواری کی جائے گی اور دودھ پیا جائے گا بابت اس خرچ کے جو مرہون پر ہوا ہے۔اور نہیں روکی جاتی گرویں بابت اس چیز کے جو اس میں ہے)۔

كتا ب الو ديعة و العا ر ية

يجب على الوديع والمستعير تادية ا لا ما نة الى من ائتمنه۔ و لا يخن من خا نه۔ و لا ضمان عليه اذا تلفت بدون جنا يةٍ و خيا نةٍ۔ و لا يجوز منع الما عون كا لدّلوِ و القِدر، و اطراقِ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الفحل۔ و حلبِ المواشی لمن یحتا ج ذلک، و الحمل علیها فی سبیل اللّٰه ۔(واجب ہے امانت رکھنے والے اور عاریت لینے والے پر ادا کرنا امانت کا طرف اس کی جس کی امانت رکھی ہے۔ اور نہ خیانت کرے اس کی جس نے خیانت کی۔ نہیں ضمان اس پر جب کہ تلف ہو جاوے بدون اس کی خیانت اور تباہ کرنے کے۔ اور نہیں جائز منع اعانت کی چیز کا جیسے ڈول اور ہانڈی اور نرنسل کا، اور دوہنا جانور کا حاجت والے کو دودھ کی، اور سوار کر دینا سواری راہ خدا میں)۔

کتا ب الغصب

یأ ثم ا لغا صب، و یجب علیه ردّ ما ا خذ۔ و لا یحلّ ما ل امری ءٍ مسلمٍ الّا بطیبة من نفسه۔ و لیس لعرق ظا لم حقّ۔ و من زر ع فی ارض قوم بغیر اذ نهم فلیس له من الزرع شیء و له نفقته۔ و من غرس فی ار ض غیره غرساً رفعه۔ ولا یحل الانتفاع بالمغصوب۔ و من اتلفه فعلیه مثله او قیمته

(گنہگار ہے غصب کرنیوالا، اور اس پر واجب ہے پھیر دینا اس چیز کا جو لے لی ہے۔ اور نہیں حلال مال مرد مسلمان کا مگر اس کی خوشی خاطر سے۔ اور نہیں رگ ظالم کیلئے حق اس میں۔ اور جو کوئی کاشت کرے کسی کی زمین بغیر اس کی اجازت کے تو کچھ نہیں اس کا اس کھیتی میں سے، ہاں اس کو نفقہ دیا جائیگا، اور جس نے درخت لگائے غیر کی زمین میں اسکو اکھیڑ لے، اور نہیں جائز ہے نفع لینا غصب کی چیز سے۔ اور جو تلف کرے اس چیز کو تو ویسی ہی چیز دے یا قیمت اس کی)

کتا ب العتق

افضل الرّقاب انفسها، و یجوز العتق بشرط الخد مة و نحو ها۔ و من ملک ر حِمه عتق علیه۔ و من مثّل بمملوکه فعلیه ان یعتقه ، و الّا اعتقه ا لامام اوِ الحا کم۔ و من اعتق شرکاً له فی عبدٍ ضمن لشرکا ئه نصیبهم بعد التقویم، و الّا عتق نصیبه فقط واستسعِی العبد۔ و لا یصحّ شرط ا لولاء لغیر من اعتق ۔ و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یجوز التد بیر، فیعتِق بموت ما لکه، و اذا ا حتا ج الما لک جاز له بیعه۔ و یجوز مکا تبة المملوك علی مالٍ یؤ دّیه فیصیر عند الوفاء حرّاً ۔ و یعتق منه بقدر ما سلّم۔ و اذا عجز عن تسلیم مال الکتابة عاد فی الرّقّ۔ و من استو لد امته لم یحلّ له بیعها، و عتقت بمو ته او بتنجیزه لعتقها۔

(بہتر بردہ وہ ہے جو بہت نفیس ہے۔اور جائز ہے آزاد کرنا بشرط خدمت کی اور مانند اس کی۔ اور جو کوئی مالک ہو رحم کا تو آزاد ہو جاوے رحم اس پر، اور جو ناک کان کاٹے مملوک کا اسکو چاہیے کہ آزاد کرے اس کو، اور نہیں تو امام آزاد کر دے یا حاکم ۔اور جو کوئی آزاد کر دے اپنا حصہ غلام میں سے ضامن ہوا وہ اپنے شریکوں کے حصہ کا بعد قیمت کرنے کے، اور نہیں تو آزاد ہوگا اسی کا حصہ فقط ۔اور غلام سے محنت کرائی جائے۔اور نہیں درست ہے شرط کرنا ولا کا واسطے غیر آزاد کرنے والے۔اور جائز ہے آزاد کرنا بعد مرنے کے، اور وہ آزاد ہو جاتا مالک کے مرنے سے۔اور جب محتاج ہو مالک تو جائز ہے اس کو بیچنا غلام کا۔اور جائز ہے کتابت مملوک کی مال پر۔اگر دے دے گا مملوک وہ مال سارا تو ہو جاوے گا دیتے ہی بالکل آزاد، نہیں تو بقدر ادا کے۔اور جو عاجز آوے گا دینے سے مال کتابت کے، تو پھر بندہ کا بندہ ہے۔اور جس کی اولاد لونڈی سے ہووے، نہیں درست اس کو اس کا بیچنا۔اور وہ آزاد ہو جاتی ہے مالک کے مرنے سے، یا اس کو مخیّر کر دے آزادی میں)

کتا ب الوقف

من حبّس مِلکه فی سبیل اللّه صار محبِّساً ۔ و له ان یجعل غلّاته لایّ مصرفٍ شاء مما فیه قربة ۔ و للمتولی علیه ان یا کل منه بالمعرو ف۔ و للوا قف ان یجعل نفسه فی وقفه کسا ئر المسلمین۔و من وقف شیئاً مضارّةً لوا رثه فهو با طل ۔ و من وضع مالاً فی مسجدٍ او مشهدٍ لا ینتفع به احد جاز صرفه فی اهل الحاجات و مصالح المسلمین۔ و من ذلک ما یو ضع فی الکعبة او فی مسجد النّبیّ ﷺ ۔و الو قف علی القبور لر فع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سمكها او تزيينهما او فعل ما يجلب على زائرها فتنة، باطل
(جس نے اپنی ملک خدا کی راہ میں روکی وہ ملک وقف ہوگئی۔ اور اس کو پہنچتا ہے کہ آمدنی اس کی جہاں چاہے صرف کرے جس میں خدا کی نزدیکی حاصل ہو۔ اور اس کے متولی کو چاہیے کہ کھاوے اس میں سے واجبی طور پر۔ اور واقف کو چاہیے کہ اپنی جان کو وقف میں مانند سب مسلمانوں کے ٹھہراوے۔ اور اگر ایسا وقف کرے کہ اس سے وارثوں کو نقصان پہنچے تو وہ وقف باطل ہے۔ اور جس نے رکھا کچھ مال مسجد یا مشہد میں کہ جس سے کسی کو فائدہ نہیں، تو جائز ہے صرف کرنا اس کا حاجت مندوں اور مصلحت مسلمانوں میں۔ اور اسی قسم سے ہے وہ مال جو رکھا جاتا ہے کعبہ شریف میں اور مسجد نبی ﷺ میں۔ اور وقف قبروں پر ان کی بلند کرنے اور سنوارنے کو یا جس سے پیدا ہو زیارت کرنے والوں کو ایک فتنہ، تو یہ وقف باطل ہے)

كتاب الهديه

يشرع قبولها، و مكافأة فاعلها۔ و تجوز بين المسلم و الكافر۔ و يحرم الرجوع فيها، و يجب التسوية بين الاولاد۔ و الرّدّ لغير مانع شرعيّ مكروه (مشروع ہے ہدیہ کا قبول کرنا، اور ہدیہ والے کو اس کے برابر ہدیہ دینا۔ اور جائز ہے درمیان مسلمان اور کافر کے، اور حرام ہے پھیر لینا ہدیہ کو، اور واجب ہے برابری کرنا درمیان اولاد کے دینے لینے میں، اور پھیر دینا بدون مانع شرعی کے مکروہ ہے)

كتاب الهبة

ان كانت بغير عِوضٍ فلها حكم الهدية في جميع ما سلف۔ و ان كانت بعوض فهي بيع، و لها حكمه۔ و العمرى و الرّقبى توجبان المِلك للمعمر و المرقب، و لعقبه من بعده، لا رجوع فيهما۔ (ہبہ اگر بے عوض ہے تو حکم میں ہدیہ کے ہے سب امور میں جو اوپر گذرے ہیں، اور جو باعوض ہے تو وہ بیچتا ہے اور حکم بیع میں ہے۔ اور عمری اور رقبی سے واجب ہو جاتی ہے ملک اس کی جس کو معمر اور مرقب کہا گیا ہے اور اس کی نسل کے لئے بعد اس کے، اور ان دونوں میں رجوع نہیں ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب ا لا یما ن

الحلف انّما یکون باسم اللّه او صفةً من صفات ذا ته۔ و یحرم بغیر ذ لک ۔ و من حلف فقال: ان شاء اللّه ،فقد استثنی، ولا حِنث علیه۔ و من حلف علی شیء فرأی غیره خیراً منه، فلیأتِ الذی هو خیر، و لیکفّر عن یمینه۔ و من أکرِه علی الیمین فهی غیر لازِمةٍ ، و لا یأثم با لحِنث فیها۔ و الیمین الغموس هی الّتی یعلم الحا لف کذ بها۔ و لا مؤا خذة با للغوِ۔ و من حقِ المسلم علی المسلم ابرار قسمه ۔ و کفارة الیمین هی ما ذکره اللّه تعا لی فی کتا به العزیز

(نہیں قسم مگر اللہ کے نام یا صفت کے ساتھ، اور اس کے سوا حرام ہے۔ اور جس نے قسم کھائی اور کہا انشاء اللہ تعالی تو اس نے استثنا کیا اور وہ حانث نہیں ۔ اور جس نے قسم کھائی ایک چیز پر پھر اس کے غیر کو بہتر جانا تو وہی بہتر بات کرے اور کفارہ دے اپنی قسم کو، اور جس کو زبردستی قسم کھلا ویں تو وہ قسم اس پر لازم نہیں آتی اور وہ گنہگار نہیں ہوتا اس کے توڑنے سے ۔ اور یمین غموس وہ قسم ہے جس کا کھانے والا جانتا ہے کہ جھوٹ ہے ۔ اور کچھ پکڑ نہیں لغو قسم پر۔ اور مسلمان کا حق ہے مسلمان پر کہ سچا کردے اس کی قسم کو۔ اور کفارہ سوگند کا وہی ہے جو خدا تعالی نے قرآن شریف میں ذکر کیا)

کتا ب النذر

انّما یصحّ اذا ابتغی به و جه اللّه ۔ فلا بدّ ان یکون قربةً ۔ولا نذر فی معصیة اللّه ۔و من النذر فی المعصیة ما فیه مخالفة للتسویة بین ا لاولاد ، او مفاضلة بین الورثة مخالفة لما شرعه اللّه ۔ و منه النذر علی القبور، و علی مالم یاذن به اللّه۔ و من اوجب علی نفسه فعلاً لم یشرعه اللّه لم یجب علیه۔ و کذ لک ان کان ممّا شرعه اللّه و هو لا یطیقه۔ و من نذر نذراً لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یسمِّهِ او کان معصیةً او لا یطیقه ،فعلیه کفارة یمین۔ و من نذر بقربةٍ و هو مشرك ثمّ اسلم لزمه الو فاء ۔ و لا ینفذ النذر الا من الثّلثِ و اذا ما ت النا ذر بقر بةٍ ففعلها عنه و لده، أجزأه ذ لک۔

(نہیں صحیح نذر مگر اس وقت کہ ڈھونڈی جاوے اس سے اللہ کی رضا مندی۔ پس ضروری ہے کہ مقصود ہو اس سے قربت خدا کی ۔ اور نذر نہیں ہے خدا کی گناہ کے کاموں میں، اور منجملہ اسکے ہے وہ نذر جس میں برابری نہ ہو درمیان اولاد کے یا زیادتی ہو درمیان وارثوں کے برخلاف حکم اللہ کے۔ اور ایسی ہی ہے نذر قبروں پر اور اس چیز پر جس کا حکم نہیں دیا خدا نے۔ اور جس نے واجب کیا اپنی جان پر ایسا کام کہ نہیں مشروع کیا اس کو خدا نے ،تو نہیں واجب وہ فعل اس پر۔ اور اسی طرح وہ کام کہ مشروع تو ہے لیکن وہ اس کو نہیں کر سکتا۔ اور جس نے نذر کی بے نام کی، یا وہ کام ہے کہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ کفارہ دے قسم کا۔ اور جس نے نذر کی واسطے قرب خدا کے اور وہ مشرک ہے پھر مسلمان ہو جائے تو وفا کرے اس کو۔ اور جاری نہیں ہوتی نذر مگر تیسرے حصہ سے۔ اور جب وہ نذر کرنے والا مر جاوے اور نذر بالقربت ہو پھر فرزند اس کا قربت منذورہ کو بجالاوے تو یہ کافی ہے)

کتاب الاطعمه

الاصل فی کل شیءٍ الحِلّ۔ و لا یحرم الّا ما حرّمه اللّٰه و رسو له ﷺ، و ما سکتا عنه فهو عفوٌ۔ فیحرم ما فی الکتاب العزیز، وکل ذی نابٍ من السّباع، و کلّ ذی مِخلبٍ من الطّیر، و الحمر الانسیّة و الجلّالة قبل الاستِحالة، و الکلاب ، و الهرّ و ما کان مستخبثاً ، و ما عدا ذلک فهو حلال ۔

(کھانے میں اصل ہر چیز کا حلال ہونا ہے، اور حرام نہیں ہوتی مگر وہ چیز کہ جس کو حرام کیا خدا اور رسول نے، اور جس چیز سے خدا اور رسول نے سکوت کیا وہ عفو ہے۔ پس حرام ہے وہ چیز جو قرآن شریف میں ہے، اور ہر دانت والا درندہ اور ہر چنگل والا پرندہ اور گدھے انسی (گھریلو) اور گاہ؟ نجاست کھانے والی پہلے استحالہ سے، اور کتے اور بلی اور جو چیز پلید ہے۔ اور جو اس کے سوا ہے سو حلال ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب الصید

ما صِید با لسّلاح الجا رحِ و الجوار ح کان حلا لاً اذا ذکر علیه اسم اللّه ۔ و ما صِید بغیر ذلک فلا بدّ من التذ کیة ۔ و اذا شارك الکلب المعلّم کلب آ خر لم یحلّ صید ھما۔ و اذا اکل الکلب المعلّم و نحوه من الصّید لم یحلّ، فانّما امسک علی نفسه ۔ و اذا و جِد الصید بعد وقوع الرّمیّة فیه میتاً ۔ و لو بعد ایام ۔ فی غیر ماءٍ کا ن حلالاً ما لم ینتِن او یعلم انّ الّذی قتله غیر سھمه ۔

(جو چیز شکار کی جاوے زخمی کرنے والی چیز سے اور کتے اور باز وغیرہ سے وہ حلال ہے جب کہ خدا کا نام لیا گیا ہو اس پر۔ اور جس کو شکار کیا ہو سوا اس کے اور طرح پر، تو ضرور ہے گلا کاٹنا اس کا۔ اور جب دوسرا کتا شریک ہو جاوے تو حلال نہیں شکار ان دونوں کا۔ اور جب کتا سکھایا ہوا شکار میں سے کھالے تو وہ حلال نہیں اسلئے کہ اس نے نہیں پکڑ رکھا اس کو مگر اپنی جان کے لئے ۔ اور اگر پایا جاوے شکار بعد نکالنے تیر کے مردہ، اگر کئی روز کے پیچھے ہو، سوا پانی کے اور جگہ تو حلال ہے جب تک بدبودار نہیں ہوا، یا نہیں جانتا کہ سوا اس کے تیر کے اور نے اس کو مارا ہے)

باب الذبح

ھو ما انھر الدّ م، و فری الاوداج، و ذکر اسم اللّه علیه، و لو بحجرٍ او نحوه، ما لم یکن سناً او ظفراً، و یحر م تعذیب الذبیحة، و المثلة بھا، و ذبحھا لغیر اللّه ۔ و اذا تعذر الذ بح لو جهٍ جاز الطّعن و الر می، و کا ن ذلک کا لذ بح۔ و ذکا ة الجنین ذکاة امّه۔ و ما ابِین من الحی فھو میتة ۔ و تحل میتتان و د مان: السمک و الجراد، و الکبد و الطّحا ل۔ و تحل المیتة للمضطر

(ذبح وہ ہے کہ بہاوے خون اور کاٹے رگ گردن کو اور لیا جاوے خدا کا نام اس پر گو پتھر اور اس کی مانند سے ہو جب تک کہ دانت اور ناخن نہ ہو۔ اور حرام ہے عذاب دینا ذبیحہ کو اور مثلہ کرنا اس کا۔ اور ذبح کرنا واسطے غیر خدا کے، اور جب کہ ذبح کرنا مشکل ہو کسی طرح سے تو جائز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے زخمی کرنا اور تیر مارنا، اور یہ ہے مانند ذبح کے۔ اور ذبح بچہ کا ذبح اس کی ماں کا ہے۔ اور جو چیز کہ جدا کرلیں زندہ سے وہ مردار ہے۔ اور حلال ہیں دو مردار اور دو خون: مچھلی اور ٹڈی اور جگر اور تلی۔ اور حلال ہے مردار بے چین اور بے تاب کو)

باب الضیافة

یجب علی من وجد ها یقری به من نزل من الضّیوف، ان یفعل ذلک ۔ و حدّ الضّیا فة الی ثلا ثة ایّا م، و ما کا ن ورا ء ذلک فصدقة۔ و لا یحلّ للضّیف ان یّثوی عنده حتی یحرجه۔ و اذا لم یفعلِ القادر علی الضّیا فة ما یجب علیه، کان للضیف ان یأخذ من ما له بقدر قراه۔ و یحرم اکل الطّعا م الغیر بغیر اذ نه۔ و من ذلک حلب ما شیته و ا خذ ثمرته و زرعه، لا یجوز الّا باذنه، الّا ان یکو ن محتاجاً الی ذلک، فلیناد صاحب الابل، او الحائط ، فان اجابه و الّا فلیشرب و لیأ کل غیر متخذٍ خبنةً۔

(واجب ہے اس پر جو ایسی چیز پاوے جس سے کسی کی مہمانی کر سکے کہ جو مہمان اس کے یہاں آوے اس کی مہمانی کرے۔ اور حد مہمانی کی تین دن ہے اور اس کے سوا صدقہ ہے۔ اور نہیں درست مہمان کو کہ میزبان کے پاس اتنا رہے کہ اس کو تنگ کر دے۔ اور جب کہ نہ کرے باوجود مقدور کے میزبان مہمانی جیسے کہ اسے چاہیے تو مہمان کو پہنچتا ہے کہ لیوے اس کے مال میں سے بقدر اپنی مہمانی کے۔ اور حرام ہے کھانا کھالینا بغیر اذن کے، اور اسی قسم سے ہے دوہنا چوپائے کا اور اٹھالینا میوہ کا اور کھانا کھیت میں سے کہ نہیں جائز مگر اذن مالک سے، مگر جب محتاج ہو ایسی چیز کی طرف تو پکارے مالک شتر، باغ کو، اگر جواب دے فبہا، نہیں تو دودھ پی لے یا اور میوہ کھالے لیکن گود نہ بھرے)

باب آداب الاکل

یشرع للآ کل التّسمیة ، و الا کل با لیمین، و من حا فّتیِ الطعا م لا من وسطه ، و ممّا یلیه ، و یلعق ا صا بعه و الصّحفة ، و الحمد عند الفرا غ و الد عاء۔ ولا یا کل متّکئاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(مشروع ہے کھانے والے کو بسم اللہ کہنا، سیدھے ہاتھ سے کھانا، اور دونوں کناروں سے کھانا، نہ بیچ سے، اور اپنے سامنے سے کھانا، اور چاٹنا انگلیوں کا اور رکابی کا، اور الحمد کہنا بعد فراغ کے اور دعا کرنا، اور نہ کھانا تکیہ لگا کر)

کتاب الاشربه

کل مسکرٍ حرام ۔ و کل مفتّر حرام۔ وما اسکر کثیره فقلیله حرا م۔ و یجوز الانتباذ فی جمیع الآنیة ۔و لا یجوز انتباذ جنسین مختلطین ۔ و یحرم تخلیل الخمر۔ و یجوز شرب العصیر و النبیذ قبل غلیانه ۔ و مظِنّة ذ لک ما زاد علی ثلا ثة ایام۔ و آداب الشّرب ان یکون ثلاثة انفاس، و بالیمین، و من قعود، و تقدیم الأیمن فالأیمن، ویکون السّا قی آخرهم شر باً ، و یسمِّی فی اوله، و یحمد فی آ خره۔ ویکره التنفّس فی السّقاء ، و النفخ فیه، و الشّر ب من فمه ۔ و اذا وقعتِ النّجا سة فی شیء من المائعات لم یحلّ شربه ، و ان کان جامداً ألقِیت و ما حولها ۔ و یحر م الأ کل و الشّر ب فی آ نیة الذّ هب و الفضّة۔

(ہر چیز مست کرنے والی حرام ہے، اور ہر چیز کا بلی لانے والی حرام ہے، اور جو چیز کہ مست کرے اس کا بہت تو تھوڑا بھی اس کا حرام ہے۔ اور جائز ہے نبیذ بنانا سب برتنوں میں، اور نہیں جائز نبیذ بنانا دو جنس مخلوط کا۔ اور حرام ہے سرکہ بنانا شراب کا۔ اور جائز ہے پینا شربت انگور کا، اور نبیذ کا پہلے جوش کھانے سے، اور گمان جوش کا زیادہ میں ہے تین دن سے۔ اور آداب پینے کے یہ ہیں کہ تین سانس تک لے، اور سیدھے ہاتھ میں برتن لے، اور بیٹھ کر لے، اور داہنے والے کو مقدم کر لے، پھر جو اس کے دہنی طرف ہو۔ اور جو لوگوں کو پلاوے سب سے پیچھے پئے ، اور پہلے بسم اللہ کہے اور پیچھے الحمد للہ۔ اور مکروہ ہے پھونکنا اور آب خورے میں سانس لینا، اور منہ لگا کر پینا مشک وغیرہ سے، اور جب کوئی ناپاک چیز ٹھہر جاوے پتلی چیز میں تو اس کا پینا نادرست ہے۔ اور جو جمی ہوئی ہو تو دور کر دے اور جو اس کے گرداگرد ہووے۔ اور حرام ہے کھانا پینا سونے چاندی کے برتنوں میں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب اللباس

ستر العورة واجب فی الملا و الخلاء ۔ و لا یلبس الرّجل الخالص من الحریر اذا کان فوق اربع اصابع، الّا للتداوی، و لا یفترشه، ولا المصبوغ بالمعصفر، ولا ثوب شهرة ، و لا ما یختص بالنّساء، ولا العکس۔ و یحرم علی الرّجال التّحلّی بالذّهب، لا بغیره

(چھپانا ستر کا واجب ہے مجلس میں اور اکیلے میں۔اور نہ پہنے مرد خالص ریشمی کپڑا جب کہ چار انگل سے زیادہ ہو مگر علاج کے لئے۔اور نہ فرش بناوے ریشم کا،اور نہ پہنے کسم کا رنگا ہوا،اور نہ لباس شہرت کا،اور نہ وہ کپڑا ہ جو خاص ہے عورتوں کے ساتھ،اور نہ عورت لباس پہنے مرد کا اور حرام ہے مردوں پر سونے کا زیور،نہ اور چیز کا)

کتاب الاضحیة

تشرع لاهل کل بیتٍ۔ و اقلّهاشاة ۔و وقتها بعد صلوة عید النّحر الی آخر ایّام التّشریق۔ و افضلها اسمنها۔ ولا یجزیء ما دون الجذع من الضان، ولا الثّنیّ من المعز، ولا الأعور، و المریض، و الأعرج، والأعجف، و اعضب القرن و الأذن ۔ و یتصدق منها و یاکل ویدخّر۔ و الذبح فی المصلّی افضل۔ و لا یأخذ من له اضحیة من شعره و ظفره بعد دخول عشر ذی الحجة حتّی یضحی۔

(ہر گھر والے کو قربانی مشروع ہے،اور کم سے کم قربانی ایک بکری ہے۔اور وقت اس کا بعد نماز عید کے ہے آخر ایام تشریق تک۔اور بہتر قربانی وہ ہے جو بہت موٹی تازی ہو۔اور کافی نہیں بھیڑوں میں مگر جذعہ (بھیڑوں میں قریب ایک سال کے گزرا ہو،مگر سال پورا نہ ہوا ہو) اور نہ بکریوں میں سے مگر ایک سالہ بکری، اور نہ کانی اور بیمار اور لنگڑی اور لولی اور سینگ ٹوٹی اور کان کٹی۔اور قربانی میں سے صدقہ دیوے کچھ کھاوے کچھ رکھے۔ اور ذبح کرنا عیدگاہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتر ہے۔ اور نہ کتراوے جو قربانی کرے بال اور ناخن اپنے بعد آنے عشرہ ذی الحج کے جب تک قربانی نہ کرے)

باب الولیمه

هی مشروعة ،و تجب الاجابة الیها۔ و یقدّم السّابق، ثمّ الا قرب با باً۔ ولا یجوز حضور ها اذا اشتملت علی معصیة

(ولیمہ مشروع ہے اور واجب ہے قبول کرنا اس کا، اور جو پہلے بلائے اس کو مقدم رکھے پھر وہ جس کا گھر نزدیک ہو۔ اور نہیں جائز وہاں جانا جہاں منکر شرعی ہو)

و العقیقة مستحبة ،و هی شا تان عن الذ کر، و شاة عن الا نثی، یو م سا بعِ المولود۔ و فیه یسمّی و یحلق رأسه و یتصدّق بوزنه ذهباً او فضةً

(عقیقہ مستحب ہے، دو بکریاں واسطے لڑکے کے، اور ایک بکری واسطے لڑکی کے، ساتویں دن جننے سے۔ اور اسی دن نام رکھا جاء اور سر کے بال منڈائے جاویں، اور برابر ان کے سونا یا چاندی صدقہ کیا جائے)

کتا ب الطب

یجوز التداوی ۔ و التفویض افضل لمن یقدر علی الصبر۔ و یحرم بالمحرّ ما ت۔ و یکره ا لا کتواء ۔ و لا بأ س بالحجا مة، وبالرّقیةِ بما یجوز من العین و غیر ها ۔

(جائز ہے دوا کرنا۔ سو نپنا بیماری کو خدا کی طرف افضل ہے اس کو جو صبر کر سکتا ہے۔ اور حرام ہے دوا کرنا حرام چیزوں سے، اور مکروہ ہے داغ دینا۔ اور سنگی لگانا اور منتر کرنا، اس سے جو روا ہے شرع میں نظر وغیرہ کے لئے، جائز ہے)

کتا ب الوکا لة

یجوز لجائز التصرفِ ان یو کّل غیره فی کل شیء ، ما لم یمنع منه ما نع۔ و اذا باع بز یادةٍ علی ما رسمه موکّله کانت الز یادة للموکّل۔ و اذا خالفه الی ما هو انفع او الی غیره و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رضی به صحّ

(جائز ہے واسطے جائز التصرف کے وکیل کرنا غیر کو ہر چیز میں جب تک کہ نہ ہو کوئی مانع شرعی، اور جب کہ وکیل بیچے یا خریدے زیادہ اس سے جو اس کو کہہ دیا ہے اس کے موکل نے، تو وہ زیادہ موکل کا ہے۔ اگر مخالفت کرے وکیل موکل کے نفع کی چیز میں یا دوسری چیز میں اور موکل اس پر راضی ہو جاوے تو یہ صحیح ہے)

کتا ب الضما نة

یجب علی من ضمِن علی حیّ او میتٍ تسلیم مالٍ ان یغرمه عند الطلب، و یرجع علی المضمو ن عنه ان کا ن ما موراً من جهته۔و من ضمن بأحضار شخص و جب علیه احضاره و الّا غرِم ما علیه

(واجب ہے اس پر جو ضامن ہو کسی زندہ یا مردہ پر مال سونپنے کا کہ یہ ڈنڈ بھر دے وقت طلب کرنے کے۔ اور رجوع کرے طرف اس کی جس کی ضمانت دی ہے اگر مامور ہوا اس کی طرف سے، اور جو شخص ضامن ہوا کسی شخص کے حاضر کر دینے کا، تو واجب ہے حاضر کر دینا اس کا اس پر، نہیں تو تاوان دے اس چیز کا جو اس کے ذمہ پر ہے)

کتا ب الصلح

هو جا ئز بین المسلمین، الّا صلحاً ا حلّ حرا ماً او حرّم حلا لاً۔ و یجو ز عن المعلوم و المجهو ل بمعلوم و مجهول، و لو عن انکارٍ و عن الدّمِ بالما ل باقلّ من الدّیّة او اکثر۔

(صلح جائز ہے درمیان مسلمانوں کے مگر وہ صلح کہ حلال کرے حرام کو، یا حرام کرے حلال کو۔ اور جائز ہے صلح معلوم اور مجہول کی معلوم اور مجہول سے اگرچہ انکار سے ہو، اور خون مانند مال کے تھوڑے پر دیت سے یا زیادہ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتا ب الحوا لة

من ا حیِل علی ملیءٍ فلیحتل۔ و اذا مطل المحال علیه او افلس، کا ن للمحال ان یطا لب المحیل بد ینه

(جوحوالہ کیا جاوے آسودہ پر اس کو چاہیے کہ قبول کر لے اور جب کہ دیر لگا وے جس پر حوالہ کیا گیا ہے یا مفلس ہو جاوے تو اسکو پہنچتا ہے کہ اپنا قرض حوالہ کرنے والے سے مانگے)

کتا ب المفلس

یجوز لاهل الدّین ان یأخذوا جمیع ما یجدونه معه، الّا ما کان لا یستغنی عنه، و هو المنزل و ستر العورة و ما یقیه البرد و یسدّ رمقه و من یعول۔ و من وجد ماله عنده بعینه فهو احق به۔ و اذا نقص مال المفلس عن الو فاء بجمیع دینه ،کان الموجود اسوةً الغرما ء۔ و اذا تبیّن افلاسه، فلا یجوز حبسه۔ و لیّ الواجد ظلم یحلّ عِرضه و عقوبته۔ و یجوز للحا کم ان یّحجره عن التّصرف فی ماله، و یبیعه لقضاء دینه ۔ و کذا یجوز له الحجر علی المبذّر، و من لا یحسن التصرف ۔ و لا یمکّن الیتیم من التّصرف فی ماله حتی یؤنس منه الر شد۔ و یجوز لولیّه ان یّاکل من ما له بالمعروف

(قرض خواہ کو جائز ہے کہ جو کچھ پاس قرض دار مفلس کے پاوے سب لے لے مگر وہ چیز کہ جس سے اس کو چارہ نہیں، اور وہ گھر ہے اور کپڑا بقدر ستر عورت کے اور بچاوے اس کو سردی سے اور سدّ رمق کرے اس کی اور اس کی عیال کی۔ اور جو کوئی پاوے مال اپنا نزدیک ایک قرض دار کے تو جو کچھ اس کے پاس موجود ہو وہ حصہ برابر سب قرض خواہوں کا ہے۔ اور جب کہ ظاہر ہو جاوے کہ وہ مفلس ہے تو نہیں جائز قید کرنا اس کا، اور گردن پھیرنا پانے والا کا ظلم ہے جائز کرتا ہے اس کی آبروریزی اور سزا دہی کو۔ اور جائز ہے حاکم کو روک دے اس کو تصرف کرنے سے اس کے مال میں، اور بیچ دے مال اس کا واسطے ادا کرنے اس کے قرض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے۔ اور اسی طرح جائز ہے حاکم کو منع کرنا بے جا صرف کرنے والے کا، اور اس کا جو اچھی طرح خرچ کرنا نہیں جانتا۔ اور قدرت نہ دیں یتیم کو تصرف کرنے کی اس کے مال میں یہاں تک کہ پاویں اس سے رشد کو۔ اور جائز ہے یتیم کے ولی کو کہ یتیم کے مال میں سے نیکی کے ساتھ کھاوے موافق دستور کے)

کتا ب ا للقطه

من و جد لقطة فليعرِف عفاصها و وِكاء ها، فان جاء صاحبها دفعها اليه، و الّا عرّفها حولاً ،و بعد ذ لک يجوز له صرفها و لو فی نفسه، و يضمن مع مجیء صاحبها۔ و لقطة مكه اشدّ تعريفاً من غير ها۔ و لا بأ س بان ينتفع الملتقط بالشیء الحقير، كالعصا و السّوط و نحوِ هما، بعد التعريف به ثلا ثاً ۔ و تلتقط ضا لة الدوا بّ الّا ا لابل۔

(اور جو شخص پاوے پڑی ہوئی چیز تو اسکو چاہیے کہ اس کی تھیلی اور ڈوری کو شناخت کروائے (اعلان کرے وغیرہ)۔ سو اگر اس کا مالک مل جائے تو اس کو دیدے اور نہیں تو ایک سال تک پہنچوایا کرے۔ بعدہ اس کا صرف کرنا جائز ہے اگر چہ اپنے ہی کام میں ہو۔ لیکن جب اس کا مالک آوے گا تو یہ شخص اس چیز کا ضامن ہو جاوے گا۔ اور لقطہ مکہ معظّمہ کا قریب تر ہے شناخت کرانے میں میں غیر مکہ سے۔ اور نہیں ڈر نفع لینے میں حقیر چیز سے جیسے لاٹھی اور کوڑا اور جو مانند اسکے ہے جب کہ تین بار تعریف کر دی ہو۔ اور لیا جاتا ہے لقطہ چوپائے کا مگر اونٹ)

کتا ب القضاء

انّما يصحّ قضاء من كان مجتهداً، متورعاً من اموال النّاس، عا دلاً فی القضية ،حاكماً با لسّوِيّة۔ و يحرم عليه الحرص على القضاء و طلبه۔ ولا يحلّ للامام تولية من كان كذلک۔ و من كا ن متأهِلاً للقضاء فهو على خطر عظيم ۔ و له مع ا لاصا بة اجران و مع الخطاء اجر، ان لم يأل جهداً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البحث۔ و تحرم علیه الرّشوة ، و الهد یّة الّتی اهدِ یت الیه لاجل کونه قا ضیاً ۔ و لا یجو ز له الحکم حال ا لغضب۔ و علیه التّسویة بین الخصمین، ا لّا اذا کا ن ا حد هما کا فراً ،و السما ع منهما قبل القضاء ، وتسهیل الحِجاب بحسب الامکا ن۔ و یجوز له اتخاذ الاعوانِ مع الحاجة، و الشّفا عة، و الاستیضاع، و الارشاد الی الصّلح۔ و حکمه ینفذ ظاهراً فقط ۔ فمن قضی له بشیء فلا یحلّ له، الّا اذا کان الحکم مطا بقاً للواقع

(نہیں صحیح قضا مگر اس کی جو مجتہد ہے اور لوگوں کے مال سے پرہیز کرتا ہے، معاملہ میں منصف ہے، اور حکم میں برابری کرتا ہے۔ اور حرام ہے قاضی پر حرص کرنا قضا پر اور طلب کرنا اس کا، اور نہیں حلال امام کو والی کرنا ایسے شخص کا۔ اور قاضی بڑے کھٹکے میں ہے۔ اور اس کو دو اجر ہیں صواب میں اور ایک اجر ہے خطا میں اگر قصور نہ کرے بحث میں۔ اور حرام ہے اس پر رشوت لینا ، اور وہ ہدیہ لینا جو بسبب قاضی ہونے کے اس کو بھیجیں۔ اور نہیں جائز قاضی کو حکم کرنا غصہ میں۔ اور لازم ہے اس پر برابری کرنا درمیان دونوں خصم کے مگر جب کہ ہو ایک ان دونوں میں سے کافر، اور سننا بات کا دونوں سے پہلے حکم کرنے سے، اور نہ رہنا پردہ میں جہاں تک ہو سکے۔ اور جائز ہے اس کو مقرر کرنا مددگاروں کا وقت حاجت کے، اور سفارش اور کچھ قرض میں سے چھڑا دینا اور ہدایت کرنا طرف صلح کی۔ اور حکم قاضی کا جاری ہوتا ہے فقط ظاہر میں۔ پس جس کے لئے حکم کیا کسی مقدمہ میں، نہیں حلال وہ چیز واسطے اس کے مگر جب کہ ہو وہ حکم مطابق واقع کے)

کتا ب الخصومة

علی المدّ عی البیّنة، و علی المنکر الیمین۔ و یحکم الحا کم بالاقرار، و بشهادة رجلین، او رجلٍ و امرأتین، او رجلٍ وّ یمینِ المدّ عی، و بیمین المنکر، و بیمین الرّدّ، و بعلمه۔ و لا تقبل شهادة من لیس بعدل، و لا الخا ئن، ولا ذی العدا وة ، و المتّهم، و القانع لاهل البیت ، و القاذف، ولا بدوِیّ علی صاحب قر یةٍ ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و تجوز شهادة من يشهد على تقرير فعله او قو له، اذا انتفتِ التهمة۔ و شها دة الزّور من اكبر الكبا ئر۔

و اذا تعا رض البينتان و لم يوجد وجه الترجيح قسِّم المدّعى۔ و اذا لم يكن للمد عى بيّنة فليس له الّا يمين صاحبه، ولو كان فا جراً، و لا تقبل البيّنة بعد اليمين۔ و من اقرّ بشيء عا قلاً، بالغاً، غير هازِل، ولا بمحالٍ عقلاً او عا دةً ، لز مه ما اقرّ به كائناً ما كان۔و يكفى مرّةً وا حدةً، من غير فرقٍ بين مو جباتِ الحدود و غير ها كما سيا تى

(مدعی پر گواہ گزارنا ہے اور منکر پر قسم کھانا۔اور حاکم حکم کرتا ہے اقرار پر، اور گواہی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں، یا ایک مرد اور قسم مدعی پر، اور قسم منکر اور قسم رد پر، اور اپنے علم پر۔اور نہیں مقبول گواہی اس کی جو عادل نہیں ،اور نہ خائن کی، اور نہ دشمن کی، اور نہ متہم کی ، اور نہ قناعت کرنے والے کی گھر والوں پر، اور نہ قاذف کی، اور نہ دہقانی کی شہری کے حق میں۔اور جائز ہے گواہی اس کی جس نے گواہی دی اپنے فعل یا قول پر جب کہ متہم نہ ہو۔اور گواہی دینا جھوٹی بڑا کبیرہ گناہ ہے۔اور جب دونوں کے گواہ مخالف ہوں اور نہ پائی جاوے وجہ ترجیح کی تو اس چیز کے دو حصے کر دیں۔اور جس مدعی کے گواہ نہ ہوں تو نہیں اس کے لئے مگر قسم مدعا علیہ اگر چہ وہ بدکار ہو۔اور جب کھالے تو پھر گواہ مقبول نہیں۔اور جس نے اقرار کیا کسی چیز کا حالت عقل اور بلوغ میں اور ہنسی نہیں کرتا ہے،اور نہ محال ہوا عقلاً اور عادۃً ،تو لازم ہوا جو اقرار سے ہو، جو کچھ ہو۔اور کافی ہے اقرار ایک بار کا بدون فرق کے درمیان چیزوں کے جس سے حد واجب ہوتی ہے اور نہیں ہوتی جیسا کہ آگے ذکر ہوگا)

كتا ب الحدود

با ب حدّ الزا نى

ان كان بكراً حراً جلِد مأة جلدةٍ ، و بعد الجلد يغرّب عا ماً ۔ و ان كان ثيّباً جلِد كما يجلد البكر ، ثمّ يرجم حتى يموت۔ و يكفى اقراره مرّةً ،و ما ورد من التّكرار فى وقائع ا لا عيا ن فلِقصد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاستثبات۔ و امّا الشّهادة فلا بدّ من ار بعةٍ ، ولا بدّ ان يتضمن الاقرار و الشّهادة التصر يح بايلاج الفر ج فی الفرج۔ و يسقط بالشبهات المحتملة، وبالرّجوع عن الاقرار، و بكون المرأة عذراء او رتقاء ، و بكو ن الرّجل مجبوباً او عنّيناً ۔ و تحرم الشّفاعة فی الحدود۔ و يحفر للمرجوم الی الصّدر۔ و لا تر جم الحبلی حتّی تضع و ترضع ولد ها ان لم يوجد من يرضعه و يجوز الجلد حال المرض، و لو بعِثكالٍ و نحوه ۔ و من لاط بذكر قتِل، ولو كان بكراً ،و كذا لک المفعول به اذا كا ن مختاراً۔ و يعزّر من نكح بهيمةً ۔ و يجلد المملوك نصف جلد الحرّ، و يحدّه سيده اوِ الامام۔

(حدزانی کنوارے آزاد کے سوکوڑے ہیں اور ایک سال کے لئے شہر سے باہر نکالا جائے گا۔ اور اگر بیاہا ہوا ہے تو مثل کنوارے کے کوڑے مارے جا کر پھر سنگسار کیا جاوے گا یہاں تک کہ مر جاوے۔ اور کافی ہے ایک بار اقرار اس کا، اور وہ جو آیا ہے تکرار اقرار وقائع میں وہ بقصد ثابت کرنے کے ہے، لیکن گواہی میں چار گواہ ضرور ہیں۔ اور لا بد ہے کہ اقرار اور گواہی میں صراحت ہو داخل ہونے میں بدن کے بدن میں۔ اور حد ساقط ہو جاتی ہے شبہوں سے جس کا احتمال ہو، اور اقرار سے پھر جانے میں اور عورت کی کنوارے پن یا بدن میں ہڈی ؟؟؟ ہونے سے۔ اور مرد کی بریدہ آلت یا نامرد ہونے سے۔ اور حرام ہے سفارش کرنا حدوں میں۔ اور کھودا جائے ایک گڑھا واسطے سنگسار ہونے والے کے سینہ تک۔ اور نہیں رجم کی جاتی زانیہ یہاں تک کہ بچہ جنے اور اس کو دودھ پلائے جب کہ کوئی دودھ پلانے والی میسر نہ ہو۔ اور جائز ہے کوڑے مارنا حالت بیماری میں بڑی شاخ سے اور جو اس کی مانند ہو۔ اور قتل کیا جاوے وہ جو اغلام کرے اگرچہ کنوارا ہو۔ اور اسی طرح وہ جس سے اغلام کیا جاوے جب کہ مختار ہو۔ اور تعزیر دی جاوے اس کو جو جماع کرے جانور سے۔ اور مارے جاویں غلام کو آدھے کوڑے ،اور مارے اس کو اس کا مالک یا امام)

باب السرقه

من سرق مكلّفاً مختاراً من حرزٍ ربع دينار فصاعداً، قطعت كفّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الیمنی۔ و یکفی الاقرار مرّۃ وا حد ۃً ،او شھادۃ عد لین، و یند ب تلقین المسقط۔ و یحسم مو ضع القطع، و تعلّق الید فی عنق السّارق ۔ و یسقط بعفو المسروق علیه قبل البلو غ الی السّلطان، لا بعده فقد و جب۔ ولا قطع فی ثمر ولا کثرٍ ما لم یووِہ الجرین ، اذا اکل و لم یتخذ خبنۃً، و الّا کا ن علیه ثمن ما حمله مرّتین و ضر ب نکا لٍ۔و لیس علی الخا ئن و المنتھِبِ و المختلِس قطع۔ و قد ثبت القطع فی جحد العا ریّۃ

(جس نے چرایا مکلّف مختار ہوکر مال محفوظ سے چوتھائی دینار، اس کا سیدھا ہاتھ کاٹا جاوے۔ اور کافی ہے ایک بار اقرار کرنا، یا دو عادل کا گواہی دینا۔اور مستحب ہے تلقین ایسے چور کی جس کے پاس مال مسروق نہیں۔ اور داغ دیا جائے گا موضع قطع کا ،اور لٹکایا جاوے گا ہاتھ گردن میں چور کی۔ اور حد ساقط ہو جاتی ہے چور سے معاف کر دینے سے مدعی کے پہلے پہنچنے سے بادشاہ تک، نہ بعد اس کے کہ اب واجب ہوگئی۔ اور نہیں کاٹا جاتا ہاتھ میوہ اور گوند وغیرہ کی چوری میں جب تک کہ خرمن نہیں ہوا۔ جب کہ کھالیا اور گوہ؟ نہیں بھری، تو لیجاوے گی اس سے دوگنی قیمت اس چیز کی جو اس نے لی ہے، اور مار پڑے گی خواری کی، اور نہیں کاٹا جاتا ہاتھ خیانت کرنے والے اور لوٹنے والے اور اچکے کا، اور بے شک ثابت ہوا ہے کاٹنا ہاتھ کا انکار عاریت میں)

با ب حدّ القذ ف

من رمی غیرہ بالزّ نی و جب علیه حدّ القذ ف، ثمانین جلدۃً ان کان حرّاً و اربعین ان کان مملوکاً ۔ و یثبت ذلک باقرارہ مرّۃً، او بشھادۃ عد لین۔ و اذا لم یتب لم تقبل شھادتہ ابداً ۔ فان جاء بعد القذ ف باربعۃ شھود سقط عنه الحدّ ۔ و ھکذا اذا اقرّ ا لمقذوف با لزّ نا۔

(جو غیر کو تہمت زنا کی لگائے واجب ہوئی اسپر حد قذف کی، اسی (۸۰) کوڑے اگر آزاد ہو اور چالیس کوڑے اگر کسی کا غلام ہے۔ اور ثابت ہو جاتی ہے حد ایک بار کے اقرار، یا دو عادل گواہوں کی گواہی سے۔ اور جب تک توبہ نہ کرے گا اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی کبھی۔ اور اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا یا بعد تہمت کے چار گواہ تو حد ساقط ہو جاوے گی اس سے۔ اور اسی طرح جب کہ تہمت لگایا ہوا اقرار زنا کا کرلے گا)

باب حدّ الشرب

من شرب مسكِراً مكلفاً مختاراً جلِد على ما يراه الامام، امّا اربعين جلدةً او اقلّ او اكثر، و لو بالنعال. و يكفى اقراره مرّةً او شهادة عدلين و لو على القيء. و قتله فى الرّابعة منسوخ

(جو کوئی پیئے گا نشہ کی چیز مکلّف مختار ہو کر اس کو کوڑے مارے جائیں گے امام کی رائے پر، چالیس کوڑے یا کم یا زیادہ اگرچہ جوتیاں ہوں۔ اور کافی ہے اقرار ایک بار کا یا گواہی دو عادل کی اگرچہ قئے کرنے پر ہو، اور قتل کرنا شرابی چوتھی بار کا منسوخ ہے)

والتّعزير فى المعاصى الّتى لا توجب حداً ثابت بحبس او ضربٍ او نحوهما، و لا يجاوز عشرة اسواط.

(تعزیر دینا معاصی میں جو نہیں واجب کرتیں حدوں کو ثابت ہے قید کرنے اور مارنے اور مانند ان کی میں، اور نہیں زیادہ دس کوڑے سے)

باب حدّ المحارب

و هو احد الانواع المذكورة فى القرآن: القتل، أوِ الصّلب، أو قطع اليد و الرجل من خلافٍ، أوِ النّفى من الارض. يفعل الامام منها ما رأى فيه صلاحاً، لكل من قطع طريقاً. و لو فى المصر، اذا كان قد سعى فى الارض فساداً. فان تاب قبل القدرة عليه سقط عنه ذلك

(یہ ایک قسم ان قسموں سے ہے جو مذکور ہیں قرآن: میں جان سے مارنا، یا سولی دینا، یا ہاتھ پاؤں کا ٹنا خلاف سے، یا نکال دینا ملک سے۔ غرض کہ وہ کرے گا امام جس میں مصلحت دیکھے گا ہر رہزن کے حق میں، اگرچہ یہ رہزانی شہر میں ہو، جب کہ وہ ساعی ہوتا ہی زمین میں۔ پھر اگر توبہ کرے رہزن پہلے قدرت پانے سے اس پر تو ساقط ہے اس سے یہ حد)

باب من يستحق القتل حداً

هو الحربىّ، و المرتد، و السّاحر، و الكاهن، و السابّ للّه أو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لرسو له ﷺ او للاسلام او للكتاب او للسنّة و الطّا عن في الدّين و الزّ ند يق بعد استتا بتهم، و الزّا نی المحصن و اللّوطیّ مطلقاً، و المحا ر ب۔

(جو مستحق قتل ہے از روئے حد کے وہ حربی ہے، اور مرتد، اور جادوگر، اور کاہن، اور گالی دینے والا خدا اور رسول اور اسلام اور قرآن اور حدیث کا، اور طعن کرنے والا دین میں، اور زندیق اور بعد انکے توبہ کرنیکے، اور زنا کرنے والا بیاہا ہوا، اور اغلام کرنے والا مطلق، اور راہزن)

كتاب القصاص

يجب على المكلّف المختار العامد، ان اختار ذلک الورثة، و الّا فلهم طلب الديّة ۔ و يقتل المرأة با لرّ جل، و العكس؛ و العبد با لحر، و الكا فر بالمسلم، و الفر ع با لاصل، لا لعكس، و يثبت القصاص في الاعضا ء و نحو ها، و الجرو ح مع الامكا ن۔ و يسقط بابراء ا حد الورثة، و يلزم نصيب الآخر ين من الد ية۔ فاذا كان فيهم صغير ينتظِر في القصا ص بلو غه۔ و يهدر ما سببه من المجنیّ عليه۔ و اذا امسک ر جل و قتل آخر ، قتِل القاتل و حبِس الممسِک۔ و في قتل الخطاء الدّ ية و الكفارة۔ و هو ما ليس بعمدٍ ، او من صبیّ ، او مجنو نٍ۔ و هی على العا قلة ،و هم العصبة

(واجب ہے اوپر مکلّف مختار عامد کے اگر اختیار کریں قصاص کو وارث مقتول کے، نہیں تو ان لئے مانگنا دیت کا ہے۔ اور ماری جاتی ہے عوض مرد کے عورت اور مرد عوض عورت کے، اور غلام عوض آزاد کے اور کافر عوض مسلمان کے، اور فرع عوض اصل کے نہ برعکس اس کے۔ اور ثابت ہے قصاص اعضاء میں، اور مانند ان کی اور زخموں میں حتی الامکان، اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص بری کر دینے سے ایک کے وارثوں میں سے، اور لازم ہوتا ہے حصہ دوسروں کا دیت سے، اور جب ان میں کوئی چھوٹا ہوگا تو انتظار کریں گے قصاص میں اس کے بالغ ہونے کا، اور رائگاں ہے وہ زیادتی ؟ جس کا سبب مجنی علیہ سے ہو اور، اگر ایک نے پکڑا اور دوسرے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مارا تو قاتل مارا جاوے گا اور پکڑنے والا قید ہوگا۔ اور قتل خطا میں دیت ہے اور کفارہ اور قتل خطا یہ ہے کہ عمداً نہ ہو، یا لڑکے یا دیوانے کے ہاتھ سے ہو، اور یہ دیت عاقلہ پر ہے اور وہ اس کی قوم کے لوگ ہیں)

کتاب الدیات

دية الرّجل المسلم مأة من ا لابل، او مُئتا بقرةٍ ، او الفا شاةٍ ،او الف دينارٍ ،او اثنا عشر الف درهم ، او مُئتا حلةٍ ۔ و تغلظ دية العمد و شبهه ، بان يّكو ن المئة من الابل فى بطون اربعين منها اولاد ها۔ و دية الذّ مّى نصف دية المسلم ۔ و دية المر أة نصف دية الرّ جل۔ و ا لأطراف وغيرها كذ لک، فى الزا ئد على الثّلث۔ و تجب الدّ ية كاملة فى العينين و الشفتين و اليدين و الرجلين و البيضتين، و فى الواحدة منها نصفها۔ و كذا لک تجب كا ملة فى ا لانف و اللسان و الذّكر و الصّلب۔ و أرش المأ مومةِ و الجائفةِ ثلث دية المجنىّ عليه۔ و فى المنقّلة عشر الدّية و نصف عشر ها۔ و فى الها شمة عشر ها۔ و فى كل سنّ نصف عشر ها۔ و كذا فى المو ضحةِ۔ و ما عدا هذه المسمّاة فيكون أرشه بمقدار نسبته الى ا حد ها تقريباً ۔ و فى الجنين اذا خرج ميّتاً الغرّة ۔ و فى العبد قيمته و اِرشه بحسبها۔

(دیت مرد مسلمان کی سو اونٹ ہیں یا دو سو گائیں یا دو ہزار بکریاں یا ایک ہزار دینار، یا بارہ ہزار درہم، دو سو جوڑے جوڑے کپڑوں کے۔ اور بھاری کی جاتی ہے دیت عمد اور شبہ عمد کی اس طرح منجملہ سو اونٹ چالیس حاملہ ہوں ان میں سے۔ اور دیت ذمی کی آدھی دیت مسلمان کی ہے، اور دیت عورت کی آدھی دیت مرد کی ہے، اطراف وغیرہ کی اسی طرح، زیادہ میں تہائی پر۔ اور واجب ہے پوری دیت دونوں آنکھوں اور دونوں ہونٹوں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اور دونوں خصیوں میں اور ایک عضو میں ان اعضاء سے آدھی دیت ہے۔ اسی طرح واجب ہے پوری دیت ناک اور زبان اور ذکر اور پیٹھ کی ہڈی میں اور ارش مامومہ (وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوٹ جو اندر دماغ کے پہونچی ہو) اور جائفہ کے (وہ جو پیٹ کے اندر پہنچے) ...ثلث دیت ہے اور منقلہ (وہ چوٹ جو ہڈی کو اس کی جگہ سے بے جگہ کر دے) میں عشر دیت اور نصف عشر یعنی پندرہ اونٹ اور ہاشمہ (وہ جو ہڈی کو توڑ ڈالے) میں عشر دیت اور ہر دانت میں نصف عشر یعنی پانچ اونٹ اور اسی طرح موضحہ (چوٹ جو ہڈی کو ظاہر کر دے توڑے نہیں) میں اور جو چوٹیں اس کے سوا ہیں ان کی دیت موافق اس اندازہ چوٹ کے ہے بہ نسبت ان چوٹوں کے اور بچہ میں کہ پیٹ سے مردہ نکلے ایک غلام یا لونڈی ہے اور غلام میں قیمت اس کی پس دیت اس کی موافق اس کی قیمت کے ہوگی)

با ب القسا مة

اذا كان القاتل من جماعةٍ محصورين ثبتت۔ و هى خمسون يميناً ، يختارهم ولىّ القتيل۔ و الدّية ان نكلوا عليهم، و ان حلفوا سقطت۔ و ان التبس ا لا مر كا نت من بيت ما ل

(جب کہ ہو قاتل ایک جماعت محصور میں سے تو قسامت ثابت ہوگی۔ اور وہ پچاس قسمیں ہیں، اختیار کرتا ہے جس کو والی مقتول کا، یا دیت ہے جب قسمیں نہ کھاویں، اور جو قسم کھالیں گے تو ساقط ہو جاوے گی قسامت، اور صورت اشتباہ میں بیت المال سے دی جاوے گی)

كتاب الوصيّه

تجب على من له ما يو صى فيه۔ ولا تصحّ ضراراً ، و لا لِوارثٍ ، ولا فى معصيةٍ۔ و هى فى القر بِ من الثّلث۔ و يجب تقديم قضاء الدّين۔ و من لم يتر ك ما يقضى د ينه قضاه السّلطا ن من بيت ما ل۔ (وصیت کرنا واجب ہے اس پر جس کے پاس ایسی چیز ہو کہ اس میں وصیت کرے۔ اور نہیں صحیح ہے ضرر پہنچانا وارثوں کو، اور نہیں وصیت واسطے وارث کے، اور نہیں وصیت معصیت میں۔ اور وصیت واسطے قرابت کو تیسرے حصہ مال سے ہے۔ اور واجب ہے مقدم کرنا فرض کا اور جو مر جاوے اور ایسا نہ چھوڑے کہ اس سے قرض اس کا ادا کیا جاوے تو بادشاہ ادا کرے بیت المال سے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتاب المواریث

و ھی مفصّلة فی الکتا ب العزیز۔ و یجب الابتداء بذوی الفرو ض المقدّرة ۔ و ما بقی فللعصبة۔ و الاخوات مع البنا ت عصبة۔ و لبنت الابن مع البنت السدس تکملةً الثّلثین ۔ و کذا الاخت لابٍ مّع الاخت لابوین۔ و للجدّة اوِ الجدّا ت السّدس، مع عدم ا لأم ۔ و ھو للجدّ مع من لا یسقِطه۔ و لا میراث للاخو ة و الاخوات مطلقاً مع الابن او ابنِ ا لابن اوِ الاب ۔ و فی میرا ثھم مع الجدّ خلاف۔ و یرثون مع البنا ت الّا ا لاخوة لأمّ ۔ و یسقط الاخ لابٍ مع الاخ لابوین۔ و اولوا لارحام یتوا رثون۔ و ھم اقدم من بیت المال۔ فان تزاحمت الفروض، فالعول۔ و لا یرث ولد الملا عنة و الزا نیةِ ا لّا من امّه و قرا بتھا۔ و العکس۔

و یرث المولود الّا اذا استھلّ۔ و میراث العتیق لمعتقه ۔ و یسقط بالعصبا ت۔ و له الباقی بعد ذوی السھام۔ و یحر م بیع ا لولاء وھبته۔ ولا توا رث بین اھل ملّتین۔ و لا یر ث القا تل المقتول۔

(تفصیل میراث کی قرآن شریف میں ہے، اور واجب ہے شروع کرنا اہل فروض مقدرہ سے ،اور جو باقی رہے وہ عصبہ کا ہے۔ اور بہنیں ہمراہ بیٹیوں کے عصبہ ہیں۔ واسطے پوتی کے ہمراہ بیٹی کے چھٹا حصہ واسطے پورا کرنے دو تہائی کے۔ اسی طرح پر علاتی بہن ساتھ اس بہن کے جو سگی ہو۔ اور ایک دادی یا کئی دادیوں کیلئے چھٹا حصہ ہے جب کہ ماں نہ ہو۔ اور چھٹا حصہ ہے دادا کا جب کہ کوئی ساقط کرنے والا نہ ہو۔ اور نہیں میراث بھائیوں کی اور بہنوں کی بالکل، باوجود بیٹی اور پوتے اور باپ کے۔ اور ان کی میراث میں دادا کے ساتھ خلاف ہے۔ اور وارث ہوتے ہیں یہ ہمراہ بیٹوں کے مگر بھائی اخیافی۔ اور ساقط ہو جاتا ہے علاتی بھائی سگے بھائی کے ہونے سے۔ اور رحم والی وارث ہوتی ہیں اور وہ مقدم تر ہیں بیت المال سے۔ جب کہ فرائض متزاحم ہوں گی تو عول کیا جاوے گا۔ اور نہیں وارث ہوتا بیٹا عورت لعان والی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زانیہ کا مگر اپنی ماں اور اس کی قرابت سے، اور برعکس اس کے۔ اور وارث نہیں مولود مگر جب کہ آواز کرے۔ اور میراث آزاد کی واسطے آزاد کرنے والے کے ہے، لیکن ساقط ہو جاتا ہے عصبہ سے، اور اسی کو ملتا ہے جو باقی رہتا ہے بعد سہام کے۔ اور حرام ہے بیچنا ولاء کا اور ہبہ کرنا اس کا۔ اور نہیں توارث درمیان دو ملت والوں کے، اور نہیں وارث ہوتا قاتل مقتول سے)

كتاب الجهاد و السير

ا لجهاد فر ض كفا يةٍ، مع كل برّ و فا جرٍ، اذا ا ذِن ا لا بوا ن۔ و هو مع اخلاص النية يكفّر الخطايا، الّا الدّين ،و يلحق به حقوق ا لآد ميّين۔ ولا يستعان فيه با لمشركين، الا لضرورةٍ۔ و تجب على الجيش اطاعة اميرهم، الّا فى معصية اللّه ۔ و عليه مشاورتهم، و الرفق بهم۔ و كفهم عن الحرا م۔ و يشر ع للامام اذا اراد غزواً ان يورّى بغير ما يريده، و ان يذكى العيو ن، و يستطلع ا لاخبار، و يرتب الجيوش، و يتخذ الرا يا ت و الألوية۔و تجب الدعوة قبل القتال الى ا حدى ثلاث خصا ل: اما الاسلا م أو الجز ية أوِ السيف۔ يحرم قتل النّساء والاطفال و الشيوخ الّا لضرورةٍ، و المثلة ، و الاحراق بالنّار، والفِرار من الزّحف الّا الى فئة ۔ ويجو ز تبييت الكفار ، و الكذ ب فى الحرب، و الخداع۔

(جہاد فرض کفایہ ہے ہمراہ ہر نیک اور بد کے جب کہ اجازت دیں ماں باپ۔ اور جہاد ساتھ خالص نیت کے کفارہ ہوتا ہے سب خطاؤں کو مگر قرض کو نہیں۔ اور آ گئے قرض میں حقوق آدمیوں کے۔ اور نہ مدد مانگی جائے جہاد میں مشرکوں سے مگر ضرورت کی وجہ سے۔ اور واجب ہے لشکر پر اطاعت امیر کی مگر نافرمانی خدا میں نہیں ۔ اور لازم ہے امیر پر مشورہ کرنا اور نرمی کرنا لشکریوں سے، اور روکنا ان کا حرام سے۔ اور مشروع ہے امام کو جب ارادہ کرے جہاد کا، ظاہر کرنا برخلاف اس چیز کے جس کا ارادہ رکھتا ہے، اور مقرر کرنا جاسوسوں کا، اور خبر منگوانا لشکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دشمن کا، اور مرتب کرنا لشکر کا، اور بنانا جھنڈے اور نشانوں کا، اور واجب ہے بلانا ان کا لڑائی سے پہلے ایک خصلت کی طرف تین میں سے: یا تو اسلام، یا جزیہ، یا تلوار۔ اور حرام ہے مارنا عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کا مگر ضرورت کے لئے، اور ناک کان کاٹنا اور آگ میں جلانا اور بھاگنا مقابلہ دشمن سے مگر اپنے گروہ کی طرف۔ اور جائز ہے چھاپہ مارنا رات کو کافروں پر اور جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا)

و ما غنمه الجيش كان لهم اربعة ا خماسه، و خمسه يصرفه الامام فى مصا رفه۔ و يا خذ الفارس من الغنيمة ثلا ثة اسهم، و الرا جل سهماً۔ و يستوى فى ذلک القوىّ و الضعيف، و من قاتل و من لم يقا تل۔و يجوز تنفِيل بعض الجيش۔ و للامام الصّفىّ، و سهمه كاحد الجيش ۔ و ير ضخ من الغنيمة لمن حضر۔ و يؤ ثر المؤلّفين ان رّأى فى ذلک صلاحاً ۔و اذا رجع ما اخذه الكفار من المسلمين، كان لما لكه۔ ويحرم الانتفاع بشىء من الغنيمة قبل القسمة، الّا الطعام و العلف۔ و يحرم الغلول۔ و من جملة الغنيمة الاسرى، و يجوز القتل و الفداء او المنّ۔

(اور جس چیز کو لشکر نے لوٹا ہو اس میں سے لشکر کے لئے چار حصہ ہیں اور ایک حصہ کو امام اپنے کام میں صرف کرے۔ اور سوار کی غنیمت تین حصہ ہیں اور پیادہ کا ایک حصہ، اور برابر ہے اس حصہ میں قوی اور ضعیف، اور لڑا اور جو نہیں لڑا۔ اور جائز ہے زیادہ دینا مقدار حصہ سے بعض لشکر کو۔ اور امام کے لئے ہے جو چن لیوے مال غنیمت سے، اور سہم امام کا ایک لشکری کی طرح ہے اور غنیمت میں سے گرا پڑا ان کو دیا جائے گا جو حاضر ہوں، اور اختیار کئے جاویں تالیف قلب والے اگر دیکھے امام ان کے دینے میں صلاح۔ اور جب پھر آوے چیز جس کو کافروں نے لیا تھا مسلمانوں سے تو وہ چیز اس کے مالک کی ہے۔ اور حرام ہے نفع لینا کسی چیز غنیمت سے پہلے تقسیم کے، مگر کھانا اور گھاس۔ اور حرام ہے خیانت کرنا۔ اور منجملہ غنیمت کے ہیں قیدی، اور جائز ہے مارنا قیدیوں کا، یا فدیہ لینا، یا احسان رکھنا ان پر)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یجوز استرقاق العرب و قتل الجا سوس، واذا اسلم الحربیّ قبل القدرة علیه ا حرِز اموا له۔ و اذا اسلم عبد لکا فر صار حرّاً۔ و الارض المغنو مة امرها الی ا لاما م، فیفعل الأ صلح من قسمتها، او ترکها مشترکة بین الغانمین، او بین جمع المسلمین۔ و من ا مّنه ا حد المسلمین صار آ منأ۔ و الرّسو ل کا لمؤمّن۔

وتجوز مهاد نته الکفار، و لو بشرط، و الی ا جلٍ اکثره عشر سنین۔ و یجوز تا بید المهاد نة با لجز یة ۔ و یمنع المشرکون و اهل الذ مة من السّکو ن فی جز یرة العر ب

(اور جائز ہے غلام بنانا عرب کا اور قتل کرنا جاسوس کا۔ اور جب مسلمان ہوجاوے حربی پہلے قدرت پانے سے اس پر تو محفوظ رہے گا مال اس کا۔ اور جب مسلمان ہوجاوے کافر غلام تو آزاد ہوجاوے گا۔ اور زمین غنیمت کا اختیار ہے امام کو وہ کرے جو بہتر جانے، بانٹ دے یا چھوڑ دے مشترک درمیان غنیمت والوں کے یا درمیان سب مسلمانوں کے۔ جس کو ایک مسلمان امان دے گا وہ امن میں ہوجاوے گا۔ اور ایلچی مانند امان دیئے ہوئے کے ہے۔ اور جائز ہے صلح کرنا کافروں سے اگرچہ کسی شرط پر ہو، اور ایک مدت تک اور اکثر دس برس۔ اور جائز ہے ہمیشہ صلح کرنا جزیئے پر۔ اور منع کئے جاویں مشرک اور ذمی رہنے سے جزیرہ عرب میں)

و یجب قتال البغا ة حتّی یرجعوا الی الحقّ ۔ و لا یقتل اسیرهم و لا یتّبع مد برِهم ، ولا یجاز علی جر یحهم ، ولاتغنم اموالهم

(واجب ہے لڑنا باغیوں سے یہاں تک کہ رجوع کریں حق کی طرف، اور قتل نہ کیا جاوے قیدی اور نہ تعاقب کیا جاوے پشت دینے والا ان کا، اور تمام نہ کیا جاوے کام ان کے زخمی کا، اور لوٹا نہ جاوے مال ان کا)

و طاعة ا لآئمة واجبة الّا فی معصیة اللّه۔ و لا یجو ز الخرو ج علیهم ما اقاموا الصّلوة و لم یظهروا کفراً بوا حاً، ویجب الصّبر علی جورهم ، و بذ ل النّصیحه لهم۔ و علیهم الذّ بّ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عن المسلمين، و كفّ يدِ الظّا لم، و حفظ ثغورهم، و تد بير هم بالشر ع فی ا لا بدا ن و ا لاد يان و الا موا ل، و تفريق اموا ل اللّه فی مصا ر فها، و عدم ا لا ستئثا ر بما فو ق الكفا ية بالمعرو ف، و المبا لغة فی ا صلا ح السيرة و السّريرة۔

(اوراطاعت اماموں کی واجب ہےلیکن خدا کی نافرمانی میں نہیں۔اورنہیں جائزخروج کرنا ان پر جب تک کہ قائم رکھیں نمازکواورظاہر نہ کریں کفر صریح کو۔اور واجب ہےصبرکرنا ان کےظلم پراورخرچ کرنا خیرخواہی کا واسطے انکے۔ اوراماموں پر ہے دورکرنادشمنوں کامسلمانوں سےاور بازرکھنا ظالم کے ہاتھ کو،اور نگہبانی کرنا سرحدوں کی،اور بندوبست کرنا موافق شرع شریف کےابدان اورادیان اوراموال میں،اورخرچ کرنا اللہ کے مال کا مصارف شرعی میں، اورنہ لینا آپ زیادہ کفاف سےمگر موافق دستور،اورمبالغہ کرنادرستی ظاہروباطن میں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید نذیر حسین محدث دہلویؒ

(۲۰۰۱ء میں اس فقیر کو مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے ایک تربیتی اجتماع میں سید الطائفہ سید محمد نذیر حسین محدث کی حیات مبارکہ سے متعلق چند گذارشات پیش کرنے کا موقع ملا، جنہیں بعد ازاں مرتب کر کے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کر دیا گیا تھا۔ ذیل میں اسی کتابچے کے مشمولات بچند حذف و اضافات نذر قارئین کئے جا رہے ہیں۔ بہاء)

ہم اپنی بات کا آغاز تاریخ اسلام کے ابتدائی دور سے کرتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ جب حضرت رسول اکرم ﷺ نے دنیا کو دعوت اسلام دی تو آپ ﷺ کے اولین مخاطب عرب تھے، اور عربوں میں بھی مکہ معظّمہ کے قریشی آپ کے براہ راست مخاطب تھے۔ ان قریشیوں نے سننے اور طاعت کرنے کی بجائے مخالفت کی حد کر دی۔ آپ ﷺ کو مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے جانا پڑا۔ اس اقدام سے اسلام کی دعوت کا دائرہ وسیع ہو گیا لیکن اس کے باوجود کم و بیش اہل مکہ ہی کے گرد گھومتا رہا کہ ان قریشیوں کو عربوں میں جو مقام حاصل تھا اس کے مطابق باقی عرب قبائل کا اسلام و کفر بڑی حد تک ان قریشیوں ہی کے اسلام و کفر کے تابع تھا۔ لوگ انتظار میں تھے کہ قریشی کیا کرتے ہیں۔ اگر قریشی مغلوب ہو کر اسلام کے دامن میں آ جائیں تو باقی قبائل عرب بھی مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے۔ اسی بات کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے

اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح و رأیت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً۔ (نصر)

اور جب مکہ فتح ہو گیا تو قبائل عرب فوج در فوج در اسلام میں داخل ہونے لگے۔ فتح مکہ اور آنحضرت ﷺ کی وفات کے درمیان مختصر سے عرصہ میں سارا جزیرہ نما عرب جس میں نجد، حجاز اور یمن وغیرہ شامل ہیں اسلام کے جھنڈے تلے آ گیا اور مسلمانوں کی اس عظیم سلطنت کا دارالحکومت مدینہ ہو گیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حضرت رسول اکرم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اس کے ساتھ ہی ارتداد اور انکار زکوۃ کے فتنے شروع ہو گئے ۔ جس طرح لوگ فتح مکہ کے بعد فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے تھے، آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اسی طرح فوج در فوج اسلام سے نکلنے لگے۔ بہت سے لوگ مخالفت پر اتر آئے اور بہت سے لوگ ہوا کا رخ دیکھنے لگے ۔ جو لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے وہ اس قدر سہم گئے تھے کہ مورخین نے لکھا ہے کہ ان کی حالت اس بکری کی سی ہو گئی تھی جو طوفانی اور موسلا دھار کی رات اپنے ریوڑ سے کٹ کر سائیں سائیں کرتے ہوئے جنگل میں بے یار و مددگار کسی شجر و حجر اور چھت کے سائے کے بغیر کھڑی ہو اور اس کا چھوٹا سا کمزور دل خوف سے مزید سکڑتا جا رہا ہو کہ ابھی کوئی بھیڑیا آ کر اسے اچک لے گا اور چیر پھاڑ کر اپنا نوالہ بنا لے گا ۔ خوف و دہشت کے علاوہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے جدائی کے صدمے نے بھی ان کے حواس معطل کر دیئے تھے اور حضرت عمر فاروقؓ جیسی پختہ فکر شخصیت بھی یہ کہتی ہوئی نظر آتی ہے کہ جس شخص نے کہا کہ آپ ﷺ انتقال فرما گئے ہیں، میں اس کی گردن اڑا دونگا۔

خوف و دہشت اور حواس کے تعطل کی یہ حالت برقرار رہتی تو کیا ہوتا ؟ پھر نہ مسلمان ہوتے، نہ خلافت راشدہ، نہ حضرت عمر فاروقؓ کو زمام کار ملتی کہ نہ زمام ہوتی اور نہ کار ۔ اور نہ ہی فتوحات اسلامیہ کا وہ سیلاب آتا جو حضرت عمر فاروقؓ کی شکل میں ایران و روم کی سلطنتوں کو بہا کر لے گیا تھا۔ اس لئے کہ یہ ریلا اس بکری کا مرہون منت ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد طوفانی رات میں سہمی ہوئی نظر آتی ہے ۔ اس بکری کو بھیڑیئے کا نوالہ بننے سے بچایا گیا، پھر اس کے دل سے خوف دور کیا گیا، پھر اس کا ظاہر و باطن بدل کر اپنے جنگل کا شیر بنایا گیا اور جب مقامی جنگل شکار سے خالی ہو گیا تو اسے دنیا بھر کے جنگلوں کا شیر بنا دیا جو حضرت عمر فاروقؓ کی شکل میں اپنے وقت کی سپر پاورز کا شکار کرنے لگ گیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی اور انہوں نے صدیوں وہاں حکمرانی کی ۔ پھر جب ان کی سلطنت رو بہ زوال ہوئی تو علاقے اور صوبے مرکزی حکومت کے قبضے سے نکلنے لگے ۔ بادشاہ دہلی دن بدن کمزور ہوتا چلا گیا اور ہجوم دشمناں میں صرف نام کا حکمران رہ گیا اور سلطنت غیروں کی ہو گئی ۔ حالات کو سنبھالنے اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو بحال کرنے کی ایک تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں حضرت سید احمد بریلویؒ نے شروع فرمائی اور ہندوستان کے ان تمام لوگوں نے جانی و مالی طور پر اس تحریک کا ساتھ دیا جو اسلام کا درد رکھتے اور اسلام کے لئے تڑپتے تھے۔ پورے ہندوستان میں اس تحریک نے جوش، جذبے، امنگوں اور خواہشات کی ایک برقی رو دوڑا دی۔ خلافت اسلامیہ کے احیا کی باتیں ہونے لگیں۔ بلکہ ایک خاص علاقے میں قیام خلافت کا اعلان بھی ہو گیا۔ نگاہ بلند اور دل نوازسخن والا میر کاروان ایک بھٹکی ہوئی قوم کو مل گیا۔ اسلامی فکر و عمل کی ترویج کی باتیں ہونے لگیں، پھر جب منزل سامنے نظر آنے لگی تو دریائے کنہار راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ہزارے کا بالاکوٹ الفت کی شہادت گاہ بن گیا، اور ۱۸۳۱ء کے مئی کے مہینے میں حضرت سید احمد بریلویؒ اور ان کے خاص رفقاء غازی کے مرتبے سے ترقی پا کر زمرہ شہداء میں شامل ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے جو رجال کار بچ گئے ان میں سے کچھ حالات سے مایوس ہو کر یا اپنے شخصی تحفظ کی خاطر ہجرت کر کے حجاز چلے گئے۔ اور تو اور حضرت سید احمد بریلوی کے بعد ہند میں مجاہدین کے بڑے رہنما شاہ محمد اسحاقؒ دہلوی بھی مایوس ہو کر حجاز ہجرت کر گئے۔ یوں اسلامیان ہند کے ملی منظر پر کامل تاریکی چھا گئی اور اس تاریکی میں مسلم قوم تیزی سے مکمل تباہی کے غار کی طرف بڑھنے لگی۔

سانحہ بالاکوٹ اپنی اثرات کے لحاظ سے کم تر سطح پر انیسویں صدی عیسوی ہندی مسلمانوں کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو ساتویں صدی عیسوی کے عرب میں مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد درپیش تھی۔ اس سانحے نے بعض ہندی مسلمانوں کے حواس بھی معطل کر دیئے تھے جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد عرب میں ہوا تھا۔ وہاں حضرت عمر فاروقؓ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے، اور یہاں ہند میں مولانا ولایت علی صادقپوریؒ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ سید احمد بریلویؒ، شہید نہیں ہوئے بلکہ وہ کہیں غائب ہو گئے ہیں اور کچھ عرصہ بعد دوبارہ ظہور فرمائیں گے۔ عرب میں آپ ﷺ کی وفات کے بعد عرب قبائل فوج در فوج اسلام سے نکلے تھے اور بے شمار لوگ غیر جانبدار ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ یہاں ہند میں بھی کئی گروہوں اور مکاتب فکر نے احیاء اسلام کی اس تحریک سے منہ موڑ لیا۔ بعض مخالفت پر اتر آئے اور بعض نے یوں ہی تحریک کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندی مسلمانوں کی کشتی کو بیچ منجدھار چھوڑ نے اور اپنے لئے گوشہ عافیت تلاش کرنے کا کام مولوی میر محبوب علی دہلویؒ نامی ایک بزرگ سے شروع ہوا تھا جو انیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں حضرت سید احمد بریلویؒ کے (صوبہ سرحد میں) لشکر سے بھاگ کر جہاد اور تحریک مجاہدین کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے تھے۔ مولانا محمد میاں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> مولانا محبوب علیؒ صاحب دہلوی جب سید احمد بریلویؒ صاحب سے چند جزوی باتوں پر خفا ہوکر (سرحد سے) دہلی پہنچے اور یہاں خفگی کا اظہار شروع کیا تو بقول مصنف، سوانح احمدی، مولوی محبوب علیؒ صاحب کے انحواء سے جو صدمہ کارو جار جہاد کو پہنچا آج تک اس لشکر (مجاہدین) کو کسی سکھ یا درانی کے ہاتھ سے نہیں پہونچا تھا۔ مولوی محبوب علیؒ کے فتنہ کے بعد مدت تک ہندوستان سے (مجاہدین کے) قافلوں کا آنا بند ہو گیا۔
>
> (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ جلد دوم۔ ۲۴۹۔۲۵۰)

مولوی محبوب علیؒ صاحب اپنے جہاد مخالف نظریات میں اتنے پختہ ہو گئے تھے کہ جب اس واقعہ کے تقریباً بیس سال بعد ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں جنگ آزادی لڑی گئی تو آپ لوگوں کو انگریزوں سے لڑنے سے منع کرتے تھے جیسا کہ ارواح ثلاثہ میں لکھا ہے:

> خان صاحب نے فرمایا کہ غدر (۱۸۵۷ء) میں بہت علماء مخالف تھے اور کہتے تھے کہ یہ جنگ جہاد نہیں ہے۔ انہی میں میر محبوب علیؒ صاحب بھی تھے اور آپ وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو غدر سے روکتے تھے
>
> (ارواح ثلاثہ، مولانا اشرف علی تھانویؒ۔ ص ۴۴۵۔۴۴۶)

اسی دور کے ایک اور بڑے بزرگ پیر سلیمان تونسویؒ صاحب کا ذکر جناب غلام رسول مہرؒ نے کیا ہے کہ انہوں نے مجاہدین کے ایک قافلہ سے جو بغرض جہاد اندرون ہند سے سرحد جا رہا تھا کسی بھی قسم کا تعاون کرنے سے معذرت کر لی تھی۔ اس قافلے کے قائد سید جعفر علی نقویؒ تھے۔ بروائت جناب مہرؒ جب یہ قافلہ تونسہ پہنچا تو وہاں:

> وقت کے عظیم مصلح شیخ سلیمان تونسویؒ سے ملاقات کی... وہ فرش پر بیٹھے تھے۔ چاروں طرف لوگوں نے حلقہ باندھ رکھا تھا۔ میں (سید جعفر علیؒ) نے عرض کیا کہ کسی واقف کار رہبر کے ذریعہ آگے پہنچا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ارادہ ٹھیک نہیں۔ راستہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خطرناک ہے سکھوں کی فوج کے آدمی چھاپے مار رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا منع ہے۔ ساتھ ہی فرمایا لا تلقوا با ید یکم الی التّھلکۃ (بقرہ: ۱۹۵)۔ میں (سید جعفر علی) نے عرض کیا کہ اس آیت کا مضمون میں خوب سمجھتا ہوں، یہ راہ خدا میں خرچ کرنے کے بارے میں آئی ہے۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ میں نے اجیر کی درخواست کی تو فرمایا۔ اجیر نایاب ہے، لوگ پریشان ہیں۔ دشمنوں سے بچ نہیں سکتے۔ نہ آگے جانے کی صورت ہے نہ پیچھے ہٹنے کی۔ اور نہ ٹھہرنے میں محفوظ رہنے کی کوئی امید ہے۔ اور فرمایا کہ بہتر ہے بہاول خان رئیس بہاولپور کی نوکری کر لو۔ راستہ صاف ہو جائے گا تو آگے چلا جانا.. (جناب مہر کہتے ہیں) سید جعفر علیؒ نے صاف صاف عرض کر دیا کہ ہم لوگ نوکری کے لئے نہیں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آئے ہیں۔ ہمیں راستہ بتا دیجئے اور رہبر دے دیجئے، ہم رات کے وقت نکل جائیں گے۔ فرمایا اس کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ (جماعت مجاہدین۔ ص ۲۰۰)

ناظرین! حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد ہندی مسلمانوں کا ایک گروہ تحریک جہاد سے اعلانیہ لاتعلق ہو کر اس کی مخالفت پر بھی اتر آیا تھا۔ جیسا کہ وہی سید جعفر علی نقویؒ جو پیر صاحب تونسہ شریف سے حضرت سید احمد بریلویؒ کی زندگی میں مل چکے تھے، سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد واپس ہند آتے ہوئے لدھیانہ میں پیش آنے والے ایک واقعہ کا یوں ذکر فرماتے ہیں:

لدھیانہ پہنچ کر شاہ شجاع کی مسجد میں قیام کیا... امام مسجد مجاہدین کی تکفیر کرتا ہے.. میری صورت دیکھ کر امام نے برا بھلا کہنا شروع کیا۔ (جماعت مجاہدین۔ ص ۲۰۶)

یہ مولوی صاحب کسی گاؤں کی مسجد کے دیہاتی قسم کے امام نہیں تھے۔ آپ افغانستان کے جلاوطن بادشاہ، شاہ شجاع کی لدھیانہ میں مسجد کے امام تھے۔ شاہی امام بڑا آدمی ہی ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگوں نے مجاہدین اور تحریک جہاد کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ہر ایسے کام سے اجتناب کیا جس سے کسی بھی سطح پر تحریک مجاہدین سے وابستگی کا شبہ ہو سکتا ہو جیسا کہ جناب ولایت علی صادقپوریؒ کے تذکرہ میں جناب محمد میاں لکھتے ہیں کہ آپ نے:

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ سے حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ صاحب کا ترجمہ قرآن اور مولانا شاہ اسماعیلؒ صاحب کے تصنیف فرمودہ رسالے طلب فرمائے۔ پہلے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مطبع حسینی سے ان کو طبع کرانے کی کوشش کی مگر جب اس مطبع کے مالکوں نے ان کو طبع کرنے سے انکار کر دیا تو دورہ بنگال کے دوران آپ نے یہ خدمت اپنے مرید خاص مولانا بدیع الزمانؒ بردوانی کے سپرد کی۔ مولانا موصوف نے دس ہزار روپے کا ٹائپ پریس لگا کر ان کتابوں کو بار بار طبع کرایا۔ یہ عجیب معمہ ہے کہ مطبع حسینی نے ترجمہ قرآن کی طباعت سے انکار کر دیا۔ (علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ ج ۳۔ ص ۲۴۔۲۵)

ناظرین ایسے لوگوں کے علاوہ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے حکومت وقت سے دوسرے طریقوں سے تعاون کیا اور اس کے تعلیمی منصوبوں کی تکمیل اور ثقافتی میدان میں اس کی خدمت کر کے اس کے خلاف چلنے والی تحریک مجاہدین کو کمزور کرنے کی بالواسطہ کوشش کی۔ ایسے لوگوں میں جناب مملوک علی نانوتویؒ اور ان کے بعض احباب اور شاگرد نمایاں ہیں۔ نانوتوی مرحوم دہلی کالج میں پڑھاتے تھے اور ان کے متعلق جناب محمد ایوب قادری نے لکھا ہے کہ:

دہلی کالج کے تمام انگریز پرنسپلوں کے وہ معتمد رہے۔ کالج کی رپورٹوں سے واضح ہوتا ہے کہ انگریز پرنسپل مولانا مملوک علیؒ پر بہت اعتماد کرتے تھے، اور ہر سالانہ رپورٹ میں ان کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ ایک موقع پر گورنر جنرل بہادر نے مولانا مملوک علی کو انعام سے نوازا۔ صورت یہ ہوئی ۱۵، اور ۱۷، نومبر ۱۸۴۵ء کو گورنر جنرل بہادر نے دہلی میں دربار منعقد کیا۔ ۱۷ نومبر کے دربار میں ۲۷ حضرات کو انعام واکرام سے نوازا۔ مولانا مملوک علی مدرس اول کو خلعت سہ پارچہ مرحمت ہوا... اس وقت انگریزی حکومت کا مقصد یہ تھا کہ مغربی علوم اور تعلیم ہندوستان کے مسلمانوں میں اور خاص طور پر دہلی کے مسلمانوں میں مروج و مقبول ہو۔ اس مقصد میں گورنمنٹ کو خاطر خواہ کامیابی ہوئی ... مولانا مملوک علی کے صدر مدرس ہونے کے باعث بھی دہلی کالج کی تعلیمی سرگرمیاں یقینی آگے بڑھیں اور مسلمانوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہوئی کہ جس نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر خاطر خواہ خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد مظہر (مدرس آگرہ کالج) مولانا محمد منیر (مدرس بریلی کالج) مولانا محمد احسن (مدرس بنارس و بریلی کالج) مولانا ذو الفقار علی دیوبندی (مدرس بریلی کالج، و ڈپٹی انسپکٹر مدارس) مولانا فضل الرحمٰن دیوبندی (ڈپٹی انسپکٹر مدارس) تو خاص ان کے اعزہ و احباب تھے۔ ان کے علاوہ شمس العلماء ڈپٹی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ ضیاء الدین ایل ایل ڈی ۔ شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد (ف ۱۹۲۱ء) شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) پیرزادہ محمد حسین (سیشن جج) محمد شفیع (جج) خان بہادر میر ناصر علی (۱۹۳۳ء) مولوی کریم الدین پانی پتی (ف ۱۸۷۹ء) مولوی جعفر علی (ف ۱۳۱۴ھ) وغیرہ بہت سے ایسے حضرات ہیں جو اس کالج کے فیض یافتہ ہیں۔ اور کم و بیش ان تمام حضرات نے نئے تعلیمی نظام میں منسلک ہو کر نمایاں خدمات انجام دیں۔ اور گورنمنٹ نے بھی ان کی خدمات کو سراہا اور حسن صلہ سے نوازا۔ مولانا عبید اللہ سندھی کا یہ خیال ہے کہ جب ۱۲۵۷ھ میں شاہ محمد اسحاق حجاز مقدس کو ہجرت کر گئے تو تحریک (جہاد) کی نگرانی کے لئے ایک بورڈ بنایا گیا جس کے صدر مولانا مملوک علی تھے ...اس میں شک نہیں کہ مولانا مملوک علی خانوادہ ولی اللہی کے فیض یافتہ شاہ محمد اسحاق کے معتمد و معتقد تھے، مگر ان کی سیاسی سرگرمیوں کی تفصیل تو درکنار کہیں اشارہ بھی نہیں ملتا۔ ان کی زندگی تو تمام تر درس و تدریس سے عبارت ہے۔ لہذا یہ صدارت کچھ محل نظر سی معلوم ہوتی ہے۔

(کتاب، مولانا محمد احسن نانوتوی، ص۔ ۱۷۶۔۱۷۹)

ناظرین! انیسویں صدی کے وسط میں بعض لوگوں کا منفی کردار اتنا ظاہر و باہر ہے کہ اس کو چھپانا خود ان کے نام لیواؤں کے لئے بھی مشکل ہو رہا ہے مثلاً پروفیسر محمد ایوب قادری صاحب ہی نے جناب محمد احسن نانوتویؒ کے ذکر میں لکھا ہے کہ:

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء مسلمانان برصغیر کی وہ منظم اور ہمہ گیر تحریک تھی جس کے ذریعہ سے انہوں نے غیر ملکی اقتدار سے ملک و قوم کو آزاد کرانے کی پوری پوری کوشش کی۔ روہیل کھنڈ کا صدر مقام بریلی روہیلوں کا صدر مقام رہ چکا تھا لہذا جلد ہی یہ مقام تحریک آزادی کا مرکز بن گیا .. (اس شہر میں) ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو نماز جمعہ کے بعد مولانا محمد احسنؒ نے بریلی کی مسجد نوگھلّہ میں مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی اور اس میں بتایا کہ (انگریزوں کی) حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے۔

(کتاب محمد احسن نانوتوی۔ ص ۵۰)

اس کے بعد جناب محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:

کہ اس تقریر نے بریلی میں ایک آگ لگا دی اور تمام مسلمان مولانا محمد احسن کے خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے۔ اگر مولانا بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

اس دور کے مشہور علماء میں ایک بزرگ شیخ محمد تھانویؒ ہوا کرتے تھے۔ آپ حاجی امداد اللہؒ کے پیر بھائی اور میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ کے خلفاء میں سے تھے۔ ان کے متعلق جناب حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

بدقسمتی سے مولانا کی رائے یہ ہی تھی کہ انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا ہم مسلمانوں پر فرض تو درکنار موجودہ احوال (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) میں جائز ہی نہیں

(نقش حیات۔ کراچی۔ جلد دوم ص ۴۵۱)۔

جناب ڈاکٹر ایوب قادری بھی فرماتے ہیں:

مولانا شیخ محمد تھانوی نے جہاد کے خلاف رائے دی (کتاب محمد احسن نانوتوی۔ ص ۵۳)

شیخ محمد تھانویؒ نے جس مجلس میں یہ رائے ظاہر کی تھی اس کی کچھ تفصیلات قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیو بند کی ایک سیاسی یاد داشت کی صورت میں ملتی ہیں۔ قاری صاحبؒ کہتے ہیں:

'تھانہ میں مجلس شوری قائم ہوئی جس میں حضرت گنگوہی اور دوسرے علماء شریک تھے ...اس مجلس میں باہم علمی گفتگو چھڑی ...اس موقع پر جہاد کے سب خلاف تھے۔ صرف حضرت نانوتوی مدعیانہ طریق پر اس میں پیش پیش تھے۔'

(سوانح قاسمی۔ حصہ دوم۔ ص ۲۔ ۱۲۱)

اور ناظرین یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ اس مجلس میں جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے علاوہ حضرت حافظ ضامنؒ، جناب شیخ محمد تھانویؒ، اور حاجی امداد اللہؒ وغیرھم بھی شامل تھے۔ قاری صاحبؒ کی اس روایت کی رو سے یہ سب بزرگ مخالفین جہاد آزادی قرار پاتے ہیں۔

ناظرین! انیسویں صدی کے وسط میں بعض اکابرین کے کردار پر کچھ روشنی جناب رشید احمد گنگوہیؒ کی سوانح 'تذکرۃ الرشید' کے مطالعہ سے بھی پڑتی ہے۔ سوانح قاسمی میں اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے:

حضرت گنگوہیؒ کی سوانح عمری تذکرۃ الرشید جسے مولانا عاشق الٰہیؒ نے مرتب فرما کر جماعت دیو بند کے ذمہ دار بزرگوں کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کافی تنقیح و تحقیق کے بعد یہ کتاب شائع ہوئی۔' (سوانح قاسمی حصہ دوم۔ ص ۹۹)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوراس کتاب میں جوحضرات دیو بند کی مصدقہ ہے جنگ آزادی کے مجاہدین کے بارے میں لکھا ہے:

جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی بہادر (انگریز حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم بلند کیا۔' (تذکرۃ الرشید۔ جلد ا۔ص ۷۳)۔

اورلکھا ہے کہ:

'ایک مرتبہ ایسا اتفاق بھی ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (محمد قاسم نانوتویؒ) اور طبیب روحانی حضرت حاجیؒ (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامنؒ صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما جتھہ اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پڑ جما کر ڈٹ گیا..حضرت حافظ ضامنؒ صاحب زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ (تذکرۃ الرشید۔ ج ا۔ص ۵۔۷۴)

اوراسی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر لکھا ہے:

جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی'۔

اورصفحہ ۷۹ پر لکھا ہے:

آپ حضرات (جناب گنگوہیؒ اور جناب نانوتویؒ) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے۔ تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے...آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے۔

ناظرین! انگریزوں کے بارے میں بعض لوگوں کے اس طرز عمل کا باعث شائد یہ روایت ہے جو مولانا حبیب الرحمان شروانیؒ سے مختلف موقعوں پر سن کر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے سوانح قاسمی میں نقل کی ہے۔ مولانا شروانی کہتے ہیں:

انگریزوں کے مقابلے میں جولوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمانؒ گنج مرادآبادی بھی تھے۔ اچانک ایک دن مولانا کو دیکھا گیا کہ خود بھاگے جا رہے ہیں اور کسی چوہدری کا نام لے کر جو باغیوں (یعنی مجاہدین آزادی) کی فوج کی افسری کر رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھے، کہتے جاتے تھے کہ لڑنے کا کیا فائدہ۔ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں

مولانا گیلانی کا کہنا ہے کہ نواب شروانی صاحب ہی دوسرے واقعہ کا ذکر بھی فرماتے تھے کہ:

غدر کے بعد جب گنج مراد آباد کی ویران مسجد میں حضرت مولانا (فضل الرحمانؒ) جا کر مقیم ہوئے تو اتفاقاً اسی راستے سے جس کے کنارے مسجد ہے انگریزی فوج گذر رہی تھی۔ مولانا مسجد سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک مسجد کی سیڑھیوں سے اتر کر دیکھا گیا کہ انگریزی فوج کے ایک سائیس سے جو باگ ڈور کھونٹے وغیرہ گھوڑے کا لئے ہوئے تھا اس سے باتیں کر کے پھر واپس آ گئے۔ اب یاد نہیں رہا کہ پوچھنے پر یا خود بخود فرمانے لگے کہ سائیس جس سے میں نے گفتگو کی یہ خضر تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے؟ تو جواب میں (خضر نے) کہا حکم یہی ہوا ہے'۔

حافظ صلاح الدین یوسف ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جب ان کے بزرگ کو روحانی کشف کے ذریعہ حضرت خضر کا نہ صرف انگریزوں کی حمائت و رفاقت کا بلکہ حضرت خضر کے انگریزی فوج کے ادنی خادم (سائیس) ہونے کا علم ہو گیا تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ انگریزی فوج کو نصرت ایزدی اور تائید غیبی حاصل تھی۔ اب ایسے مئو ید من اللّٰہ (انگریزوں) سے بھلا علمائے احناف کیونکر برسر پیکار ہوتے اور ان کے خلاف جد و جہد کر کے کیوں غضب الٰہی کا مورد بنتے۔

(تحریک جہاد۔ص ۷۰۔۶۹)

اور ناظرین! لدھیانہ میں بھی علماء کا ایک خاندان آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک عالم مولوی عبداللہ لدھیانویؒ ایک جگہ فرماتے ہیں:

چونکہ خدا تعالی کے فضل و کرم سے سرکار دولت مدار (انگریز حکومت) ہمارے دینی امور میں حارج نہیں اس امر کا شکریہ ادا کر کے حاکم وقت سے اس امر کی التجا کرنی چاہیے کہ ایک ایک قاضی و مفتی شہروں میں اور ایک ایک نائب ان کا قصبات میں مقرر کئے جاویں

(فتاوی قادریہ۔طبع لاہور)

ناظرین! دیکھا آپ نے کہ یہ لوگ ایک کافر حکومت سے حیلوں بہانوں سے قضاۃ کے عہدے مانگ رہے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناظرین! یہ تو ان لوگوں کی باتیں ہیں جو حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد ملک ہی میں رہے۔ ان کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی تھے جو ملک ہی چھوڑ گئے تھے اور ان میں تحریک کے بعض خواص بھی شامل تھے۔ جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

> مولوی نصیر الدین دہلویؒ کی وفات سے تحریک جہاد کا ایک دور ختم ہوتا ہے۔ ان کی وفات ۱۸۳۹ء میں ہوئی اور اس کے دو سال بعد شاہ محمد اسحاقؒ نے (پندرہ سالہ مساعی جہاد کی مسلسل ناکامی دیکھنے کے بعد) خاندان ولی اللہی کے باقی افراد کے ساتھ مکہ معظّمہ ہجرت کی۔ (موج کوثر۔ ص ۴۵)

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے علاوہ اور بھی کئی نامور لوگ ہندوستان چھوڑ گئے تھے۔ ہم فرداً فرداً ان کے نام نہیں لیتے۔ تاہم یہ کہے بغیر رہ نہیں سکتے کہ ادبار کی اس گھڑی میں ہندی امت مسلمہ کو چھوڑ کر جو لوگ حجاز چلے گئے تھے ان کے اس اقدام کو ہجرت جیسے معزز لفظ سے یاد تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس بات میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگ ہند میں رہ جانے والے شکستہ دل مسلمانوں کے لیڈر، رہنما، پیر، ساتھی اور قائد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ جس قوم کا دل غلامی نے توڑ دیا تھا ان کی پریشان نظری کا دارو ڈھونڈنے کی بجائے یہ لوگ نہ صرف یہ کہ اپنی دکان بڑھا گئے تھے بلکہ فاذھب انت و ربک فقا تلا کہتے ہوئے قوم کی کشتی کو بیچ منجدھار ہی چھوڑ گئے تھے۔

ناظرین! حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیاۃ مبارکہ میں ایک مرتبہ ایک لشکر کسی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر کے ایک شخص کو آپ ﷺ نے مدینہ میں دیکھ لیا۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ تم تو لشکری ہو۔ وہ کہنے لگا میری سواری تیز رفتار ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ میں زیادہ وقت آپ کی معیت میں گذار لوں۔ آپ کی امامت میں مزید عبادت کر لوں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری کے ذریعے لشکریوں کے ساتھ ان کے منزل پر پہنچنے سے پہلے مل جاؤں۔ آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اس کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ تمہارا یہ کام بالکل غلط ہے۔ تمہارا مدینہ وہاں ہے جہاں دوسرے لشکری ہیں اور تمہاری مسجد نبوی وہ ویرانہ ہے جہاں دوسرے لشکری اپنی نمازیں ادا کر رہے ہوں گے۔

بالکل اسی طرح جو لوگ حضرت سید احمد بریلویؒ کی شہادت کے بعد کسی بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواہش یا نیت سے اپنی قوم کو بیچ منجدھار چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے ان کا مکہ اور مدینہ حجاز میں نہیں تھا۔ ان کا مکہ وہ رزم گاہیں تھیں جہاں مجاہدین جان کے نذرانے پیش کر رہے تھے، اور ان کا مدینہ وہ پھانسی گھر تھے جہاں پکڑے جانے والے مجاہدین ملت اسلامیہ کی بقا کی خاطر پھانسی کے رسوں کو چوم رہے تھے۔ کعبہ شریف نے زبان حال سے یہی بات ہند کے ایک بڑے پیر صاحب سے کہی تھی جو ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ہجرت کر کے ہند سے حجاز چلے گئے تھے۔ ۱۸۹۰ء میں ان کے ایک مرید نے (جو بعد میں خود بھی بہت بڑے پیر ہوئے) کسی بات پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کیا:

مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا میں بھی تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں۔ (مہر منیر۔ ص ۱۲۸)

یعنی بڑے پیر صاحب، چھوٹے پیر صاحب سے فرماتے ہیں کہ میرا تو اپنا حال تیس سال سے (یعنی جب سے ہند سے حجاز آیا ہوں) یہی ہے کہ مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں؟

ناظرین! آپ کو معلوم ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ان بڑے پیر صاحب کو طواف کعبہ کی طرف دلی توجہ اس لئے نہیں ہوتی ہوگی کہ کعبہ شریف ان سے بے زار ہو کر زبان حال سے کہتا ہوگا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ہندوستان جاؤ اور وہاں اپنی قوم کے ساتھ جیو اور مرو۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی مرحوم نے ہند سے حجاز ہجرت کرتے وقت ایک بورڈ بنا دیا تھا جو ان کے بعد تحریک مجاہدین کی قیادت کرتا رہا وہ لوگ حقائق کی دنیا میں نہیں رہتے۔ شاہ صاحب کا احترام سر آنکھوں پر۔ لیکن وہ ہند سے گئے ہی کیوں؟ قوم کو ان کی یہاں ضرورت تھی۔ مکہ میں بیٹھ کر انیسویں صدی کے ہند میں کسی بورڈ کے ذریعے کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ کمپیوٹر کا زمانہ تھا، نہ ای میل کا۔ ریڈیو کا اور نہ ٹیلی گرام اور ٹیلی فون کا۔ کہ ملک سے باہر ہزاروں میل دور بیٹھ کر آج کے دور کی طرح اپنے ملک کے اندر اپنی جماعتوں کو چلایا جا سکے یا انہیں کنٹرول کیا جا سکے۔ ذرا سوچئے کہ انیسویں صدی کے پہلے نصف میں ہند کا کوئی لیڈر مکہ میں بیٹھا ہو اور ہندوستان میں اس کی جماعت کو کسی معاملے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رہنمائی کی ضرورت ہو۔تو کیا ہوگا ؟ یہی نہ کہ ہند سے کوئی قاصد بری اور بحری سفر کر کے کئی ہفتوں کے بعد مکہ شریف پہنچے گا۔اور اگر وہ بدووں سے بچ کر اپنے لیڈر سے ملاقات کر کے ضروری ہدایات لینے میں کامیاب ہوگیا تو پھر کئی ہفتوں کے سفر کے بعد وہ ہندوستان واپس اپنے مرکز میں پہنچے گا۔کیا اتنے عرصے میں کارطفلاں تمام خواہد شد والہ معاملہ نہیں ہو چکا ہوگا ؟ کیا جان بلب مریض ' خم آئے گا صراحی آئے گی پھر جام آئے گا' گنگناتے ہوئے عالم عقبی کو نہیں سدھار چکا ہوگا ؟ ان مشکلات اور مسائل کا شاہ اسحاق محدثؒ دہلوی کو بھی علم ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ان کی وفات کے بعد ان سے ایک بورڈ تشکیل دلوادیا تھا۔اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ شاہ صاحب جماعت مجاہدین کی ریموٹ کنٹرول قیادت کرنے مکہ شریف نہیں گئے تھے۔وہ قیادت سے دست کش ہو کر گئے تھے۔اور اسی لئے میں یہ بھی کہتا ہوں کہ انیسویں صدی کے ہندوستان کے بڑے لوگ وہ ہیں جنہوں نے مایوسی اور مشکلات کے دور میں ہند میں بیٹھ کر اپنی قوم کی رہنمائی کی۔وہ لوگ اتنے بڑے نہیں ہیں جو یہاں سے چلے گئے تھے۔خواہ وہ مکہ اور مدینہ ہی کیوں نہ گئے ہوں۔اور یہ تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ جناب عبیداللہ سندھیؒ کے خودساختہ بورڈ کا سربراہ ایک ایسا شخص بتایا جاتا ہے جس کے متعلق خود انہی کے حلقے کے لوگ مانتے ہیں کہ ان کی کسی سیاسی یا مجاہدانہ سرگرمی کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ملتا۔

ناظرین! جب انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بعض لوگ تحریک کا ساتھ چھوڑ گئے اور کچھ لوگ تحریک سے لاتعلق ہو کر بیٹھ رہے اور کچھ لوگ تحریک کے مخالف ہو کر حکومت وقت کے ساتھ ہو گئے تو کیا تحریک ختم ہوگئی تھی ؟ نہیں ، ایسا ہرگز نہیں ہوا۔کچھ عرصہ اپنے زخم سہلانے کے بعد تحریک پھر سرگرم ہوگئی تھی۔اور تمام مشکلات کے باوجود پوری آن بان کے ساتھ عشروں تک جاری رہی۔لوگ سج دھج کے مقتل کو جاتے رہے۔شکست و فتح تو مقدر سے ہے لیکن مقابلہ جی جان سے کرتے رہے۔اور تحریک کا یہی دور ہے جس کے متعلق آغا عبدالکریم شورش نے لکھا ہے :

> ۱۸۵۷ء میں دہلی مرحوم ہوگئی۔مسلمانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اور ان کے لئے ہندوستان کا طول وعرض تنگ ہوگیا تو جس جماعت کو سب سے زیادہ انگریزی استعمار کے چولھے کا ایندھن بننا پڑا پھر علما پر جو مقدمات قائم کئے گئے اور یہ سلسلہ دارو گیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انیسویں صدی کی آٹھویں اور نویں دہائیوں تک چلتا رہا تو جن لوگوں نے ہندوستان کے مقتل میں جان دی۔ ان میں پونے دو لاکھ وہ افراد تھے جن کا اپنا نام تو اس قتل عام کی زود فراموشی کے باعث محفوظ نہ رہ سکا لیکن ان کی جماعت کا نام رہ گیا۔ اب جو ریکارڈ سامنے آ رہا ہے اس سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کے خون پر جو چھاپ لگائی گئی تھی وہ ان کے وہابی ہونے کی تھی... یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سب سے بڑی مصلح جماعت اور اس کے غیرت مند رہنماؤں کو برطانوی استیلاء اور بدعتی فضا کے پروردوں نے دشنام و اتہام کا ہدف بنا کر اسلام کی طاقت کو کمزور کیا اور اسلام کی حقیقت کو مجروح۔ ورنہ ایک خاص مرحلے سے ایک خاص دور تک ہندوستان میں اسلام کی تاریخ وہابی جماعت ہی کی مرہون سپاس ہے۔ میں اہل حدیث کا اس لحاظ سے معترف ہوں اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ اس قسم کے گوہر یک دانہ بھی مسلمانوں میں موجود رہے ہیں جنہوں نے دین کو صحیح کیا لیکن خود رسوا ہو گئے۔ جنہوں نے غیر ملکی استعمار کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اپنوں کے ہاتھوں اور پرایوں کے خنجروں سے گھائل ہوتے رہے'۔

(چٹان ۱۳ نومبر ۱۹۶۷ء منقول از تحریک جہاد۔ ص ۱۵۔۱۶)

اور ایک دوسری جگہ آغا عبدالکریم شورش لکھتے ہیں:

'الغرض بیسویں صدی کے آغاز تک مسلمانوں میں جہاد کا ذہن اتنا قوی تھا کہ انگریز اپنے لاؤلشکر سمیت حملہ پر حملہ کرتے رہے لیکن انہیں حسرت رہی کہ مسلمانوں کو صحیح طور پر کچل نہ سکے۔ بعض سرکاری خطوط سے اس حسرت کا سراغ ملتا ہے، مثلاً یہ رپورٹ کہ 'پنجاب گورنمنٹ کو افسوس رہا کہ یہ مہم ختم ہو گئی لیکن ہندوستان کے مذہبی مجنوں نکالے نہ جا سکے اور نہ ہم انہیں مطیع کر کے ان کے گھروں میں واپس لا سکے۔

(مسلمانان ہند۔ ہنٹر ص ۴۲' منقول از عطاء اللہ شاہ بخاری مؤلفہ شورش کاشمیری۔ ص ۱۴۳)

اور ناظرین! یہ مذہبی مجنون اور آزادی کے دیوانے گھروں کو واپس نہیں آئے۔ سردی اور گرمی کی پرواہ کئے بغیر پہاڑوں کی چٹانوں پر شاہینوں کی طرح بسیرا کئے رہے۔ ادھر ہند سے ان کے لئے اموال و رجال کی فراہمی کا سلسلہ بھی پیہم جاری رہا۔ یہ کام ایک تنظیم کے تحت ہوتا رہا جس کے مقاصد متعین تھے۔ جس کے باقاعدہ کارکن تھے۔ جس کے مختلف شعبے تھے جن میں سے ہر ایک کا الگ الگ نظم و نسق تھا۔ وہ ایک دوسرے سے مربوط بھی تھے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بظاہر الگ الگ بھی۔ کسی نے درس و تدریس کا چولہ پہن رکھا تھا۔ کوئی قبرستان میں مجاور بنا بیٹھا تھا۔ کوئی فقیر کا روپ دھار کر گلیوں گلیوں بھیک مانگتا پھرتا تھا اور حقیقت میں سفارت اور رابطے کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ کوئی سبزی فروش بنا ہوا تھا اور کوئی وزیر آباد میں حلوائی بنا بیٹھا تھا۔ کسی نے ہوٹل کھول رکھا تھا اور کسی نے سرائے کھول کر سوئے سرحد رواں دواں مجاہدوں کو رات بسر کرنے اور اگلی منزل کے لئے تازہ دم ہونے کا ٹھکانہ قائم کر رکھا تھا۔ کوئی حاکموں کا چپڑاسی بنا ہوا تھا اور کوئی نوابی کی چلمن لگائے کام کئے جا رہا تھا۔ کوئی ٹھیکیدار بن کر حاکموں کی چھاؤنیوں میں گوشت کی فراہمی کے بہانے تحریک کا کام کر رہا تھا اور کوئی تجارت کی آڑ میں مجاہدین کی مالی ضروریات کی بہم رسانی کا سامان کئے ہوئے تھا۔ کسی نے صحافت کا محاذ سنبھال رکھا تھا اور کسی نے قانونی جنگ کا۔ کوئی تاجر کتب بن کر گاؤں گاؤں پھیری لگا رہا تھا اور کوئی تصنیف و تالیف کے ذریعے ملک میں تحریک کا کام کر رہا تھا۔

ناظرین! جو جماعت انیسویں صدی میں ۵۰ سال کے عرصہ میں پونے دو لاکھ جانوں کی قربانی دینے اور کالا پانی کو آباد کرنے کے باوجود بیسویں صدی کا نہ صرف منہ دیکھ لے بلکہ حالت یہ ہو کہ:

> ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۳ء تک حکومت وقت نے بیس دفعہ ۶۰ ہزار لشکر کی مدد سے جہادیوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ تحریک کچلی نہیں جا سکی۔' (اردو میں وہابی ادب۔ ۱۷۔۲۰)۔

اور بیسویں صدی میں بھی پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ ہو اس کے نظام کی وسعت، گہرائی اور پیچیدگی کا اندازہ لگانا آج کے دور میں انتہائی مشکل ہے۔ یہ تحریک نصف صدی تک ملت اسلامیہ ہند کے قلوب و اذہان سے حکومت وقت کا رعب و دبدبہ اور ہیبت آہستہ آہستہ کم کرتی رہی اور آزادی کے شعلے کو ہوا دیتی رہی۔ اور بیسویں صدی میں اسی شمع سے روشن ہونے والی قندیلوں نے تاریکی کا سینہ چاک کر کے غیر ملکی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

ناظرین! ساتویں صدی عیسوی کے عرب میں ہجوم دشمناں میں بچے کھچے مسلمان سہمی ہوئی بکری بنے تھے۔ اور انیسویں صدی کے ہند میں تحریک جہاد سے منہ موڑنے والوں کے سلوک اور حکومت کے ظلم و ستم کے باعث اس تحریک کے بچے کھچے لوگوں کے لئے یہ ملک ایک تپتا ہوا تندور بنا تھا۔ ادھر عرب میں اس سہمی ہوئی بکری کو معاندین سے بچا کر ایسا شیر بنایا گیا جس نے وقت کی سپر پاورز کا شکار کیا، ادھر ہند میں پس ماندگان بالاکوٹ اور جنگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آزادی ۱۸۵۷ء کے زخم خوردوں کے دلوں سے پہلے تو حکومت وقت کا خوف دور کیا گیا اور پھر انہیں اس قابل بنایا گیا کہ وہ حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں اور پھر اس قوم کی کشت ویراں کو اس قابل بنایا گیا کہ یہاں ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے حکومت وقت سے مسلمانوں کی حیثیت منوا کر ایک آزاد مملکت کو دنیا کے نقشے کی زینت بنایا۔

آج ہم حضرت عمر فاروقؓ کو تاریخ کے عظیم فاتح کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ لیکن اگر سہمی ہوئی بکری کسی بھیڑیے کا نوالہ بن جاتی تو حضرت عمرؓ کہاں ہوتے؟ آج ہم اقبال، جناح اور ابوالکلام وغیرھم کو جانتے ہیں کہ ان کی کاوشوں سے برصغیر میں اسلام کا مستقبل محفوظ ہوا، لیکن اگر بالاکوٹ کے پس ماندگان اور جنگ آزادی کے زخم خوردہ مجاہد مخالفت کے تپتے ہوئے تندور میں روسٹ ہو گئے ہوتے تو نہ اقبال، حکیم مشرق ہوتا، نہ جناح قائداعظم، اور نہ ابوالکلام امام الہند۔

عرب میں اس سہمی ہوئی بکری کو کس نے دلاسہ دیا۔ کس نے اسے اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ کس نے ہجوم باد و باراں میں اسے چھت مہیا کی؟ کس نے بز کے دل کو بزدلی سے پاک کیا اور کس نے اسے شیر دل بنایا۔ اور کس نے دنیا بھر کے جنگلات کو اس شیر دل کے لئے ہمت آزمانے کے میدان بنا دیا؟ یہ شخص وہی ہے جس نے حضرت عمر فاروقؓ اور باقی مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

من کا ن یعبد محمّداً فانّ محمّداً قد مات و من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیّ لا یموت۔

وما محمّد الّا رسول۔ قد خلت من قبلہ الرّسل. (آل عمران ۱۴۴)

یہ شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ جو کچھ حضرت عمرؓ کے دور میں ہوا، یا بعد کے خلفاء کے ادوار میں جو چراغ جلتے رہے ان میں بھی انہی کا لہو جلتا رہا ہے۔ یہی وہ شخصیت ہے جو اگر بز کو بھیڑیئے سے بچا کر اسے شیر نہ بناتی تو حضرت عمرؓ وہ نہ ہوتے جسے ہم جانتے ہیں، اور ہم بھی وہ نہ ہوتے جو آج ہم ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی فتوحات اور دور حکومت کی طوالت کے لحاظ سے اتنے بڑے محسوس نہیں ہوتے جتنے حضرت عمرؓ ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کی عظمت کا دار و مدار بڑی حد تک حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کی ان خدمات پر ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد امت کے ایک نہائت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نازک وقت میں انجام دی ہیں۔

ادھر ہندوستان میں سانحہ بالاکوٹ اور جنگ آزادی میں شکست کے بعد جان کنی میں مبتلا حریت کے متوالوں، مسلمانوں کی عظمت کا خواب دیکھنے والوں، تندور میں تپنے والوں، صحرا کی تپش میں آبلہ پا بھٹکنے والوں اور مرکز ومحور سے محروم لوگوں کو بھی ایک شخص نے اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ انہیں ایک مرکز اور محور مہیا کیا۔ چراغ راہ کی صورت میں ان کے سامنے آیا اور ان کیلئے فکر وعمل کا رخ متعین کیا۔ تپتے ہوئے صحرا میں بھٹکتے ہوئے آبلہ پاؤں کے لئے تپش کو کم کیا۔ اس قوم کو اپنوں اور غیروں کی مخالفت کے تندور میں روسٹ ہونے سے بچایا۔ چکی کی لاٹھ کی طرح آزادی کے متوالوں کو ایک محور مہیا کیا۔ اور شب دیجور میں بھٹکتے ہوئے مسافروں کو قطب صاحب کی لاٹھ کے نواح میں ایک مینارہ نور مہیا کیا۔ جس نے سانحہ بالاکوٹ اور جنگ آزادی میں شکست کے اثرات سے دل شکستہ ہو جانے والی قوم کو مکمل تباہی سے بچا کر اور اس کی نشوونما کر کے اسے پھر سے اتنا زرخیز بنا دیا کہ اس مٹی نے سونا اگلنا شروع کر دیا اور یہاں کلام کے باپ اور ہند کے امام پیدا ہونے لگے۔ یہاں مشرق کے حکیم اور مملکتوں کے بانی پیدا ہونے لگے۔ یہ سب لوگ اور ان کے کارنامے ایک خاص معنی میں اسی طرح اہم ہیں جس طرح ایک وسیع تناظر میں حضرت عمر فاروقؓ کا نام اور مقام ہے۔ لیکن جس طرح حضرت عمرؓ کے کارناموں کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی محنت پر ہے اور جس طرح حضرت عمرؓ سے حضرت ابوبکرؓ بڑے ہیں اسی طرح ہند کے حکماء امت اور بانیان مملکت اور انقلاب کے اماموں سے وہ شخص بڑا ہے جس نے سانحہ بالاکوٹ کے بعد سہمی ہوئی بکری اور حواس باختہ قوم کو اپنی محنت سے اس قابل بنایا کہ وہ ایسی شخصیتوں کو جنم دے سکے جن کا ذکر ہم نے اشارۃً کیا ہے۔ یہ شخص اس جماعت کا قائد ہے جو انیسویں صدی کی اگر واحد نہیں تو اہم ترین سیاسی جماعت ضرور ہے اور جس نے بقول آغا شورش کاشمیری تحریک آزادی کی جدوجہد میں پونے دو لاکھ جانوں کا نذرانہ دیا ہے۔ تاریخ کی یہ بے مثال قربانی دینے والی جماعت اور اس کے قائد کا تذکرہ ہمارا آج کا موضوع تھا لیکن یہ موضوع بہت طویل ہے اور ہمارا آج کا وقت محدود ہے اس لئے آج قائد جماعت کے تذکرے پر ہی اکتفا کیا جا رہا ہے جس کا نام نامی سید محمد نذیر حسینؒ ہے۔

سید نذیر حسینؒ ۱۲۲۰ھ موافق ۱۸۰۵ء صوبہ بہار کے ضلع منگیر کے قصبہ سورج گڈھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں پیدا ہوئے۔عمر کے سترھویں سال وطن چھوڑا اور پٹنہ کے محلّہ ٹمو ہیاں میں شاہ محمد حسینؒ کے مکان پر چھ ماہ ٹھہر کر ان سے پڑھتے رہے۔ پھر ۱۲۳۷ھ میں دہلی روانہ ہوئے۔اثناءِ سفر میں کچھ روز غازی پور قیام کیا اور مولوی احمد علی چریا کوٹیؒ سے پڑھا۔ وہاں سے بنارس گئے اور پھر دائرہ شاہ اجمل میں کچھ عرصہ فروکش رہے۔ الہ آباد کے بعد ضلع فتح پور میں قیام کیا وہاں سے کان پور اور پھر فرخ آباد، پھول پور، تھانہ سکندرہ، تحصیل بھوگنی پور کے قلعہ کے اندر کچھ عرصہ قیام کیا۔ یہ اسفار ایک سال کو محیط ہیں اور ۱۲۳۸ھ کے بعد ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء بروز بدھ آپ کے دہلی پہنچنے تک کچھ پتہ نہیں چلتا کہ آپ کہاں کہاں گئے اور کہاں کہاں وقت گذارا۔آپ کے تذکرہ نگار اس جانب کوئی اشارہ نہیں کرتے اور صرف آپ کی خدمات اور علمی مقام کا تذکرہ کر کے چپ ہو جاتے ہیں جیسا کہ شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

> پٹنہ میں مولانا سید احمد بریلوی کا وعظ سننے کے بعد آپ نے دہلی کا رخ کیا (۱۲۴۳ھ) اور مسلک ولی اللہی کے کئی بزرگوں سے استفادہ کیا۔ حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاقؒ مہاجر مکی نبیرہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ سے کی۔ اور جب وہ مکہ معظّمہ ہجرت کر گئے تو آپ نے دہلی کی مسجد اورنگ آبادی میں حدیث اور تفسیر کا درس شروع کیا اور کوئی پچاس برس اس خدمت عظیمہ میں گذار دیئے ۔ شمالی ہندوستان کے اکثر علمائے اہلحدیث کا سلسلہ استناد آپ تک پہنچتا ہے اور اس لئے آپ کو شیخ الکل بھی کہتے ہیں۔
> ۸۱۔۱۲۸۰ھ میں جب انبالہ کا مشہور مقدمہ شروع ہوا جس میں علمائے صادق پور و دیگر اعیان و انصار اہل حدیث گرفتار ہوئے تو اس کی لپیٹ میں مولانا بھی آ گئے اور قریباً ایک سال تک راولپنڈی میں قید رہے۔اس کے بعد ایک زمانہ ایسا آیا جب گورنمنٹ کو آپ کے علم و فضل کا احساس ہوا اور ۱۳۱۵ھ میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔لیکن آپ اس پر کوئی فخر نہ کرتے۔آپ کہا کرتے تھے کہ میں اس سے خوش ہوں کہ لوگ مجھے میاں صاحب یا نذیر کہتے ہیں اس سے میری درویشانہ طرز میں فرق نہیں آتا۔
>
> (موج کوثر)

ناظرین! سطحی نظر سے دیکھنے والوں کو سید نذیر حسینؒ ایک عام قسم کے مدرس نظر آتے ہیں جو دہلی میں ایک چھوٹی سی مسجد میں معمول کی درس و تدریس کی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ آپ کی شخصیت میں بظاہر ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ انہیں ایک بڑی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اور جہادی جماعت کا رہنما اور قائد کہا جا سکے۔ وہ کسی بڑے علمی گھرانے کے فرد بھی نہیں لگتے اور بعض لوگوں نے تو اس بات کو بھی مشکوک بنانے کی کوشش کی ہے کہ آپ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

ناظرین! آیئے دیکھتے ہیں کہ اصل حقائق کیا ہیں؟ سید نذیر حسینؒ کو اللہ تعالیٰ نے تقریباً سو سال عمر عطا فرمائی۔ وہ ۱۸۲۸ھ میں دہلی پہنچے اور آپ نے ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳، اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ انتقال فرمایا۔ یہ سارا عرصہ وہ پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہے۔ اور دہلی سے کبھی باہر نکلے تو بھی انہی کاموں میں مصروف رہے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے، تو وہاں بھی یہی کام کرتے رہے۔ حکومت نے قید کر کے راولپنڈی میں بند کر دیا تو قفس میں بھی دبستان کھول دیا۔ وہاں بخاری شریف پڑھاتے اور قرآن کریم حفظ کراتے رہے۔ ایسے شخص نے اپنی زندگی کے پانچ چھ سال یوں ہی ضائع کر دیئے ہوں ہمیں کچھ عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔

ناظرین! حضرت سید احمد بریلویؒ حضرت شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ کے ساتھ ۱۲۳۷ھ میں جب پٹنہ تشریف لے گئے تھے تو سید نذیر حسینؒ اس وقت پٹنہ میں ایک طالب علم کی حیثیت سے مقیم تھے۔ سید نذیر حسینؒ نے اس وقت حضرت سید احمد بریلویؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا اور تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر شاہ اسماعیلؒ دہلوی کے وعظ بھی سنے۔ سید احمد بریلویؒ کا پٹنہ میں پندرہ روز قیام رہا اور یہی وہ موقع ہے کہ جب جناب ولایت علیؒ وغیرہ سید احمدؒ کے مرید ہوئے تھے۔ سید احمدؒ کے سب مریدوں کے نام تو تاریخ نے محفوظ نہیں کئے جب کہ حقیقت میں لاتعداد لوگ پٹنہ میں قیام کے خاص اس موقع پر بھی مرید ہوئے تھے۔ سید نذیر حسینؒ نے جب کہ سید احمد بریلویؒ سے ملاقات کی ہے اور شاہ اسماعیلؒ کے وعظ بھی اس موقع پر سنے ہیں تو یہ بات بعید از قیاس نہیں ہو سکتی کہ انہوں نے سید احمدؒ سے اس موقع پر بیعت بھی کر لی ہو۔ اس صورت میں سید نذیر حسینؒ، شاہ اسماعیل دہلویؒ اور مولانا ولائت علیؒ صادقپوری وغیرھم کے پیر بھائی بنتے ہیں۔ سید احمدؒ سے مریدی کے تعلق اور شاہ اسماعیلؒ اور جناب ولایت علیؒ سے پیر بھائی ہونے کے تعلق کی بات کو منظر عام پر لانا انگریزی دور کے دہلی میں حکومت کی ناک کے نیچے بیٹھ کر ان کے خلاف کام کرنے والے شخص کے لئے مناسب نہیں تھا۔ دیکھئے۔ جناب ولایت علیؒ سانحہ بالاکوٹ کے بعد ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ دہلی آئے تھے۔ دہلی میں انہوں نے کئی روز قیام فرمایا اور وہاں بادشاہ سے بھی ملاقات کی۔ سید نذیر حسینؒ اور جناب ولایت علیؒ ایک دوسرے کو سید احمد بریلویؒ کے دورہ پٹنہ کے زمانے سے جانتے تھے۔ اور اب سید نذیر حسینؒ دہلی میں مسند درس و تدریس سجائے ہوئے تھے اور ان دنوں اس مقام پر تھے جس کا ذکر سر سید احمد خانؒ نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں یوں کیا ہے کہ سید نذیر حسینؒ علم و عرفان میں اپنے اقران سے بازی لے گئے ہیں۔ اس عالم میں جناب ولایت علیؒ دہلی آئیں اور اپنے پرانے شناسا سید نذیر حسینؒ سے ملنے کے لئے ان کے مدرسہ میں تشریف نہ لے جائیں۔ یا سید نذیر حسینؒ، جناب ولایت علی کی قیام گاہ پر ان سے ملنے کے لئے نہ جائیں۔ یہ باتیں قرین قیاس نہیں لگتیں۔ لیکن کہیں بھی ان بزرگوں کی دہلی میں ملاقات کا تذکرہ نہیں ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دونوں ہی میدان جہاد میں مختلف طریق سے سرگرم تھے اور ان کا کھلے عام ایک دوسرے سے ملنا حکومت کو چوکنا کر سکتا تھا۔ ان کی ملاقات منظر عام پر ہوتی تو حکومت کو یہ ثابت کرنا مشکل نہ رہتا کہ سید نذیر حسینؒ مجاہدین کے آدمی ہیں۔ اس ثبوت کے بعد انہیں پھانسی پر چڑھانا یا کالا پانی بھجوا کر تحریک مجاہدین کو اس کے قائد سے محروم کرنا کوئی مشکل نہ رہتا۔

ناظرین! سید احمد بریلویؒ نے اپنے بعض مریدوں کو اپنے ساتھ رکھنے اور عملی جہاد میں شرکت کا موقع دینے کی بجائے تحریک کا کام کرنے کے لئے مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا تھا۔ ان لوگوں کو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہیں تخم کر کے فلاں علاقے کی طرف بھیج رہا ہوں۔ جاؤ اور وہاں تحریک کا کام کرو۔ ہوسکتا ہے کہ پٹنہ میں ملاقات کے بعد سید احمد بریلویؒ نے سید نذیر حسینؒ کو بھی تخم کر کے ادھر ادھر کام کے لئے بھیجا ہو۔ اور انگریزی عہد میں ان کے اس طرح کے کام سے نہ خود انہوں نے اور نہ ان کے شاگردوں اور سوانح نگاروں نے پردہ اٹھانا مناسب سمجھا ہو کہ ایسی باتوں کو اس دور میں افشا کرنا خلاف مصلحت تھا۔

ناظرین! لگتا ہے کہ سید نذیر حسینؒ اپنی زندگی کے ان پانچ سالوں میں جو نظر نہیں آتے، ہند میں جا بجا گھومتے رہے۔ لوگوں کو تحریک سے متعارف کراتے رہے۔ علاقائی دفاتر قائم کرتے رہے۔ دور و نزدیک کے دفاتر کو باہم مربوط کرتے رہے۔ اموال و رجال کی فراہمی کا بندوبست کرتے رہے۔ دیوانوں کی طرح جہاد کی آواز لگاتے رہے۔ تخم بوتے رہے۔ اور پانچ سال مسلسل یہ کام کر کے پھر دہلی پہنچ گئے اور وہاں یوں جم کے بیٹھے کہ قطب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا لفظ ان سے زیادہ شائد ہی کسی پر صادق آتا ہو۔ سردی ہو یا گرمی۔ مخالفت ہو یا حمایت۔ حکام ناراض ہوں یا خوش۔ کوئی عزت کرے یا منہ پر گالیاں بکے۔ وہ دہلی سے نہیں نکلے۔ مرکز ہی میں بیٹھے رہے۔ قطب چکی کی اس لاٹھ کو بھی کہتے ہیں جس کے گرد وہ پتھر گھومتا ہے جو گندم کو پیس کر آٹے میں تبدیل کرتا ہے۔ اس لاٹھ کے بغیر پتھر گھوم نہیں سکتا اور چکی چل نہیں سکتی۔ اور یہ لاٹھ اپنی جگہ چھوڑ دے تو پھر بھی چکی چل نہیں سکتی۔ سید نذیر حسینؒ ،قطب صاحب کی لاٹھ کی طرح دہلی میں مجاہدین کے مدار المہام بن کر براجمان رہے۔ اور مجاہدین کی چکی کا پتھر جو مسلمانوں کی روح کو توانائی عطا کرنے والی غذا تیار کر رہا تھا اس لاٹھ کے گرد گھومتا رہا۔

ناظرین! جس طرح چکی کی لاٹھ خود حرکت نہیں کرتی اور ساکت و جامد رہتی ہے۔ سید نذیر حسینؒ بھی ساکت و جامد نظر آتے رہے۔ حکومت وقت کو شک ہی نہیں یقین تھا کہ یہ شخص وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے اس لئے اس نے آپ کو ساری عمر خفیہ پولیس کی نگرانی میں رکھا۔ جیسا کہ ایک مجاہد آزادی جناب عبدالعزیز رحیم آبادیؒ کے والد چودھری احمد اللہؒ کا بیان ہے کہ:

> ہمیں (اپنے علاقے میں) شیخ الکل (سید نذیر حسینؒ) کی آمد کی اطلاع شیخ الکل کے پیغام یا خط سے نہیں ملتی تھی بلکہ جاسوسوں کی کثرت اور اپنے علاقہ میں انگریزوں کی شدید نگرانی اور ہر آمین بالجہر کہنے اور رفع الیدین کرنے والے کی داروگیر سے ہو جاتی تھی۔

اتنی شدید نگرانی کے باوجود بھی کوئی بات ان کے خلاف ثابت نہیں ہوتی تھی جیسا کہ ڈاکٹر قیام الدین نے لکھا ہے کہ ایک سی آئی ڈی رپورٹ یہ ہے:

> ۱۸۸۰ء میں ڈھاکہ میں ایک شخص بدیع الزمان نے مختلف وہابی لوگوں کا ایک جلسہ کرانے کی کوشش کی تھی۔ جس میں نذیر حسینؒ دہلوی بھی شامل تھے۔ چونکہ وہ پولیس کی نگرانی میں تھے نذیر حسینؒ نے ڈھاکہ میں جلسہ کرنے سے اختلاف کیا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے دور دراز کا اندرونی علاقہ منتخب کرنے کی رائے دی۔ ابراہیم نے مشورہ دیا کہ جلسہ مظفر پور کے قریب ایک گاؤں تاج پور میں کیا جائے۔ جلسے میں کوئی تیس ہزار وہابی جمع ہوئے۔ جلسے کا اصل مقصد یہ تھا کہ بغاوت پھیلانے کے لئے حکمت عملی تیار کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ص۳۳۴)

اور ڈاکٹر قیام الدین نے ایک اور رپورٹ یوں بیان کی ہے:

کمشنر پٹنہ کو اطلاع دی گئی کہ ممتاز وہابی لوگوں کا ایک جلسہ سراج گنج میں منعقد ہوا۔ جہاں نذیر حسین بھی اپنی بھانجی کی شادی میں شرکت کے بہانے گئے ہوئے تھے۔ اس تقریب نے وہابی لوگوں کے اجتماع کے لئے ایک آسان بہانہ مہیا کر دیا۔ سربرآوردہ حاضرین میں نذیر حسینؒ، محمد حسین بٹالویؒ، اور ابراہیم آرویؒ تھے۔ مقصد یہ تھا کہ ان کا تعاون حاصل کیا جائے اور اس ملک کے دارالحرب ہونے کا اعلان کر دیا جائے۔ یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ چونکہ سرحد پر وہابی ریاست کا ہندوستان سے رابطہ اور اعانت نسبتاً کمزور ہو گیا ہے اس لئے مزید رضا کار اور امداد کی ترسیل ہونی چاہیے۔ خفیہ اجلاس کی رپورٹ ملی اور مجسٹرٹ مولویوں کو اچانک جا لینے کے لئے جھپٹے۔ مگر وہ پکڑے نہ جا سکے اور نہ کوئی تحریر ہی برآمد ہوئی۔

ناظرین! جب سید نذیر حسینؒ قطبِ وقت بن کر دہلی میں وارد ہوئے تھے۔ اس وقت کا دہلی شہر اہل کمال کا مرکز تھا۔ علماء و قائدین کا مرکز تھا۔ لیکن جس طرح طلوع آفتاب ستاروں کی روشنی کو ماند کر دیتا ہے یہی حال دہلی کے اہل کمال کا ہوا۔ جب سید نذیر حسینؒ نے دہلی میں مسند سجائی تو وہاں سب ستارے ماند پڑ گئے۔ کچھ ادھر ادھر کھسک گئے۔ کوئی خیر آباد چلا گیا، کوئی رامپور، کسی نے سہارنپور میں خانقاہ سجالی اور کسی نے دیوبند میں درس کھول لیا۔ کوئی ہجرت کر کے مکہ معظّمہ چلا گیا اور کوئی مدینہ منورہ۔ اسلئے کہ دہلی میں اب کسی اور کا چراغ جلنا مشکل ہو گیا تھا۔

میں نے سید نذیر حسینؒ کو قطب کہہ دیا ہے۔ اگر واقعتاً یہ کوئی منصب ہے تو ہم ان کے صاحب کرامات ہونے کا ثبوت دینے کے لئے ادھر ادھر کے واقعات و روایات کا سہارا نہیں لیتے۔ اور نہ ہی خانقاہی قصے کہانیاں سناتے ہیں۔ وہ مجاہدین کے آدمی تھے اور ہمیں ان کے قطب ہونے کی شہادت بھی مجاہدین اور حکومت وقت کی باہمی کشمکش کی تاریخ ہی سے مل جاتی ہے۔ ہوا یہ کہ حکومت نے قطب وقت کو گرفتار کیا، اور راولپنڈی پہنچا دیا۔ وہاں تفتیش شروع ہوئی۔ قدرت کو یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے محکمہ تفتیش کے افسر اعلیٰ ہی کو اٹھا لیا۔ مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ نے ۱۸ سال قید کاٹنے کے بعد جو کتاب کالا پانی کے نام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے لکھی ہے اس میں بتایا ہے کہ اس افسر کی موت کے بعد کسی اور کو اس محکمہ کا چارج لینے کی ہمت نہ ہوئی ۔ پھر وہ محکمہ ہی ٹوٹ گیا ۔ اور قطب وقت رہا ہو کر راولپنڈی سے واپس اپنی اصل جگہ دہلی پہنچ کر اپنی جماعت کی قیادت کرنے لگا ۔

ناظرین ! ہم سید نذیر حسین مرحوم کے علو مرتبت کے ثبوت میں خانقاہی قسم کے واقعات بیان کر کے کسی پر رعب نہیں جماتے ۔ ورنہ وہ بھی واقعہ ہے جو متحدہ ہندوستان کے محکمہ تعلیم کے ایک بڑے افسر ڈاکٹر محمد باقر اسسٹنٹ ڈائریکٹر آف ایجوکیشن صوبہ دہلی نے مولانا ابوالکلام آزادؒ سے خود سن کر بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ مولانا آزاد کہنے لگے :

آج کل کے معجزات کا میں قائل نہیں ۔ لیکن معروف ہے کہ اسی مسجد کے صحن میں مولانا نذیر حسینؒ درس دیا کرتے تھے جسے تم دیکھ آئے ہو ۔ گلی تنگ ہے ۔ سامنے کے مکان کی سب سے اوپر کی منزل سے ایک عورت روز کوڑا کرکٹ پھینک دیا کرتی تھی ۔ جس کا کچھ حصہ کبھی کبھی مسجد کے صحن میں بھی آ گرتا ۔ مولانا نذیر حسینؒ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا ۔ لیکن وہ عورت باز نہ آئی ۔ ایک دن مولانا نذیر حسینؒ درس دے رہے تھے کہ اس عورت نے یہی حرکت دہرائی ۔ مولانا نذیر حسینؒ نے مکان کی چھت کی طرف دیکھا اور فرمایا ہم نے تمہیں روکا تھا لیکن تم باز نہیں آئیں ۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اسی روز وہ عورت کوڑا کرکٹ پھینکتے ہوئے اس کے ساتھ ہی گلی میں آ کر گری اور وہیں ڈھیر ہو گئی ۔

(بزم ارجمنداں ۔ ص ۹۰ ۔ ۹۱)

ناظرین ! بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے شاگرد نہیں تھے اور اس طرح ان کا شاہ ولی اللہؒ کے گھرانے سے کوئی علمی یا فکری تعلق نہیں بنتا ۔ اس موضوع پر خوب بحث ہوتی رہی ہے ۔ لوگوں نے آپ کو کئی مرتبہ اس بحث میں الجھانے کی کوشش کی تھی کہ تو کون ہے ؟ کہاں سے آیا ہے ؟ تو دہلوی نہیں ہے ۔ دلی میں تیرا کیا کام ؟ تو خاندان شاہ ولی اللہ کا شاگرد نہیں ہے ۔ تو شاہ اسحاقؒ کے سامنے شاگردوں کی طرح نہیں بیٹھا ۔ تیرے پاس شاہ اسحاقؒ کی عطا کردہ سند نہیں ہے ۔ تیرا شاہ ولی اللہ کی مسند پر کیا کام ؟ میاں صاحب اپنے آپ کو اس بحث میں اس لئے الجھانا نہیں چاہتے تھے کہ کہیں حکومت وقت کو ان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ مل جائے کہ یہ شخص تو مجاہدین کا آدمی ہے ۔ (ہجرت حجاز سے پہلے کے) شاہ اسحاقؒ کی فکر کا آدمی ہے ۔ اور اس تعلق سے تحریک مجاہدین کا آدمی ہے ۔ اسے پکڑو اور اسے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ختم کرو۔ سید نذیر حسینؒ زبان حال سے اپنے ناقدین سے کہتے تھے کہ درست ہے کہ شاہ اسحاق کا تلمیذ ہونا باعث فخر ہے لیکن میں نے تو ان سے بڑے بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کی ہوئی ہے۔ مجھے تو شاہ اسحاقؒ کے بزرگوں کی جوتیاں بھی سیدھا کرنے کا موقع ملا ہے۔ میں نے شاہ اسماعیلؒ کے وعظ بھی سنے ہیں اور حضرت سید احمدؒ سے بھی براہ راست فیض اٹھایا ہے۔ تم مجھے شاہ اسحاق محدثؒ ہی کی شاگردی پر محدود کیوں کرتے ہو۔ ان کی سند دکھانے کا کیوں کہتے ہو۔ کیا شاہ اسحاقؒ کی سند کے بغیر کسی کو دہلی میں مسند آرائی کا حق نہیں ہے؟ وہ زبان حال سے یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا امام شافعیؒ سے کسی نے سند دکھانے کو کہا تھا۔ کیا امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے سند دکھانے کو کہا۔ اور کیا امام بخاریؒ کے پاس تحریری سند تھی، یا امام مالک کے پاس تھی؟۔ اور کیا یہ لوگ محدث نہ تھے؟ اور اگر انہیں بغیر سند دکھانے کے محض ان کے کام کی بنیاد پر تم محدث مانتے ہو تو آؤ:

میرے سامنے بیٹھو، میں پڑھاتا ہوں۔ اور دیکھو کہ میں طریق محدثانہ رکھتا ہوں کہ نہیں

ناظرین! آپ جانتے ہی ہوں گے یہ بات آپ نے جناب قاسم نانوتویؒ، جناب رشید احمد گنگوہیؒ اور پیر مہر علی شاہؒ کے استاد جناب احمد علیؒ محشی بخاری سے فرمائی تھی۔

ناظرین! پھر کہا جاتا ہے کہ سید نذیر حسین صاحب نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے دوران دہلی میں ایک زخمی انگریز عورت کی جان بچائی۔ پہلے کئی ماہ تک اسے علاج کی غرض سے اپنے گھر میں چھپائے رکھا اور جب دہلی پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہو گیا تو اسے انگریزوں کو واپس کیا اور اس خدمت کے عوض انعام اور اسناد حاصل کیں جو انگریزوں سے ان کی وفاداری کا ثبوت ہیں۔

ایسے اعتراضات تاریخ اور اس کے شعور اور تعلیمات اسلامیہ سے بے بہرہ ہونے کا ثبوت ہیں۔ آپ کو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے خاتمے پر جب ہندوستان میں مجاہدین آزادی کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تو چوراہوں میں اور درختوں پر پھانسیاں نصب کر دی گئی تھیں کہ مجاہدین آزادی کو موت کے گھاٹ اتارا جائے۔ تاہم آپ کو شائد یہ معلوم نہ ہو کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے اختتام پر سید نذیر حسینؒ کو بھی گرفتار کر کے دوسروں کے ساتھ کوتوالی بند کیا گیا تھا جہاں کے سب قیدیوں کو سلسلہ وار پھانسی دی جاتی تھی۔ وہاں ایک بخشی صاحب تھے جو پھانسی سے پہلے قیدیوں کی نشان دہی کرتے تھے کہ یہ کون ہے اور وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کون۔ جب سید نذیر حسینؒ صاحب کی باری آئی تو معلوم نہیں اس بخشی کے دل میں کیا آئی کہ اس نے کہہ دیا کہ یہ بے چارے بساطی لوگ ہیں۔ان کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے (حیاۃ النذیر۔ص ۵۔۴۴)۔ یہ سن کر پھانسی کا حکم جاری کرنے والے افسر نے سید نذیر حسینؒ کو چھوڑ دیا اور اس طرح آپ کی جان بچی تھی۔

ناظرین! اس واقعہ کے دوران سید نذیر حسینؒ صاحب نے حکمرانوں کو یہ نہیں کہا کہ میں تو تمہارا آدمی ہوں، تمہارا وفادار ہوں، تمہارا محسن ہوں کہ میں نے تمہاری عورت کی جان بچا کر اور کئی مہینے اپنے گھر میں چھپا کر اس کا علاج کروایا ہے۔اور اس کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈالا ہے۔اور اب تم مجھے اپنے باغیوں میں شمار کرتے ہو؟

ناظرین! ایک عورت کی جان بچانے کا کام آپ نے خدا و رسول کے احکام کی تابعداری میں کیا تھا کہ عورتوں کو جنگ میں نقصان نہ پہنچایا جائے۔انہوں نے زخمی عورت کی تیمارداری احکام دین کے تحت کی تھی۔کسی کی مخالفت یا کسی سے وفاداری کے جذبے سے نہیں۔نہ ہی انہوں نے یہ کام کر کے کسی پر احسان کیا تھا کیونکہ انہوں نے محض ایک فرض ادا کیا تھا اور اسی لئے انہوں نے اس زخمی عورت کو اپنی اہلیہ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس کی خوب خدمت کرو کہ ایک زخمی عورت کی تیمارداری موجب خوشنودی خدا و رسول ہے۔

ناظرین! سید نذیر حسینؒ نے احکام دین پر عمل کرتے ہوئے ایک زخمی انگریز عورت کو اس وقت پناہ دی تھی جب دہلی پر شاہی افواج یعنی انگریزوں کے مخالفوں کا قبضہ تھا۔شاہی افواج ہر انگریز کو ختم کرنا چاہتی تھیں۔اس دور میں ان کے کسی فرد کو پناہ دینا انگریزوں سے کسی انعام کی امید پر نہیں ہوسکتا تھا۔بلکہ ایسا کام اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔اور ہوا بھی یہی تھا کہ جب لوگوں کو شک ہوگیا کہ آپ کے ہاں کوئی انگریز عورت چھپی ہوئی ہے تو انہوں نے ہلڑ بازی کی جس کی خبر بادشاہ تک پہنچی اور بادشاہ نے شرپسندوں سے آپ کی گلوخلاصی کروانے کا حکم جاری کیا۔(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ مؤلفہ عبداللطیف)

ناظرین! جب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد انگریزوں کے قدم جم گئے تو اس زخمی عورت نے اپنے ساتھ ہونے والے حسن سلوک کی رپورٹ اپنے افسروں کو دی۔افسروں نے احسان مندی کے جذبے کے تحت سید نذیر حسینؒ کو اسناد عطا کیں۔آپ نے چونکہ یہ کام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی کے لئے کیا تھا اس لئے آپ نے ان اسناد اور انگریز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکام کے جذبات احسان مندی کو زمین، جائیداد یا جاگیر حاصل کرنے کے لئے استعمال نہیں کیا۔ آپ کو جو اسناد ملی تھیں وہ کسی میجر یا کرنل یا کلکٹر وغیرہ کے رینک کے لوگوں سے نہیں ملی تھیں۔ وہ اسناد ۱۸۵۷ء کی برطانوی افواج کے دو جرنیلوں، چیمبرلین اور برنارڈ کی طرف سے تھیں۔ انگریز سلطنت میں ان جرنیلوں کے رتبے کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مغل بادشاہ پر جس فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا تھا اس میں کرنل اور میجر رینک تک ہی کے افراد شامل تھے۔ میاں صاحب کو دو برطانوی جنرل اپنی قوم کی طرف سے احساس ممنونیت کی اسناد دیتے ہیں اور اس کے بعد میاں صاحب ۴۵ سال تک زندہ رہ کر دہلی میں کرائے کے مکان میں مرجاتے ہیں۔ آپ نے ان اسناد کا حوالہ دے کر جائدادیں اور جاگیریں حاصل کرنے کے لئے حکام تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مدرسہ کے نام پر بھی فنڈز اور جائیداد نہیں لی۔ ان اسناد کو انہوں نے زندگی میں صرف ایک بار استعمال کیا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ایک فریضے کی ادائیگی کے لئے۔ ہوا یہ تھا کہ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو چونکہ معلوم تھا کہ حجاز میں مخالفین نے ہجرت کر کے ڈیرہ ڈالا ہوا ہے اور وہ لوگ وہاں تنگ کریں گے۔ تو ان کے شر سے بچنے کے لئے ایک عام ہندوستانی مسلمان کی طرح وہ اپنے وقت کے حکمرانوں کے پاس گئے کہ حجاز میں اپنے سفارتخانے سے مناسب تعاون حاصل کر سکیں۔ دشمنوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ دشمن کون تھے اور ان دشمنوں نے ایذا رسانی کی خاطر حجاز میں آپ کے ساتھ کیا کچھ کیا؟ یہ ایک الگ موضوع ہے اور ہم اس موقع پر اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

ناظرین! سید نذیر حسینؒ نے انگریز زخمی عورت کو پناہ دینے کے واقعہ کو اور پھر ملنے والی اسناد کو اپنی قید و بند اور تفتیش کے دوران بھی استعمال نہیں کیا۔ آپ نے کسی تفتیش کرنے والے کو نہیں کہا کہ میں نے تو تمہاری قوم پر اس کے آڑے وقت میں احسان کیا ہے۔ تمہاری ایک عورت کی حفاظت میں خود اپنی جان کا خطرہ مول لے کر اپنی وفاداری ثابت کی ہوئی ہے۔ اب تم میرے بارے میں کیا تحقیقات کر رہے ہو؟

اس واقعہ سے انگریزوں سے وفاداری کا ثبوت ملتا تو انگریز آپ کو گرفتار نہ کرتے۔ اور اگر آپ نے یہ کام اظہار وفاداری کے لئے کیا ہوتا تو آپ ان پینتالیس برسوں میں اس کا کہیں نہ کہیں ضرور ذکر کرتے جب آپ سی آئی ڈی کی نگرانی میں تھے۔ جب انگریز آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو شک کی نظروں سے دیکھتے تھے۔ جب آپ کو گرفتار کیا گیا تھا۔ جب آپ کو راولپنڈی میں قید رکھا گیا تھا۔ اور جب آپ کو مزید تفتیش کے لئے پشاور پہنچانے کے احکام جاری کئے گئے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی اس واقعے کا حوالہ تک نہیں دیا۔

ناظرین! یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ ایک عام قسم کے مدرس تھے جسے ہند کی سیاسی صورتحال سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ایسی باتیں وہ لوگ کرتے ہیں جن کی نظر حقائق پر نہیں ہے۔ اس دور سے متعلق لٹریچر کا مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ درس و تدریس کے پردے میں آپ ساٹھ سال تک دہلی میں بیٹھ کر تحریک مجاہدین کا کام کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ مجاہدین کے آدمی تھے۔ ایک سیاسی جماعت کے قائد تھے جس کا کام سرحد میں انگریز سے جہاد کرنا تھا۔ اور ان کی اس طرح کی سرگرمیوں کا ریکارڈ اب منظر عام پر آ رہا ہے جیسا کہ ڈاکٹر قیام الدین نے لکھا ہے:

> نذیر حسینؒ کے گھر کی تلاشی میں بہت سے مشتبہ قسم کے خطوط نکلے۔ ان میں سے بعض معروف وہابی افراد جیسے جعفر تھانیسری اور مبارک علی عظیم آبادی کے نام تھے۔ ایک خط نذیر حسین کا لکھا ہوا سردار عبداللہ امیر المجاہدینؒ کے نام تھا۔ ریلی نے ضابطہ ۳ فوجداری کے تحت ان کی گرفتاری کی سفارش کی۔ حکومت پنجاب نے ان کو احتیاطی طور پر چھ مہینے کے لئے قید کر دینے کا حکم دیا' اور ' دسمبر ۱۸۶۵ء میں عبداللہ نے جو بیان راولپنڈی میں دیا اس کے مطابق نذیر حسینؒ دہلی میں وہابی افراد کے صدر تھے۔ راج محل کے ایک اور گواہ نے بھی شہادت دی کہ نذیر حسینؒ نے اس کو سرحد جانے پر آمادہ کیا۔
>
> (ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ص ۳۱۵)

یہ نذیر حسینؒ جماعت مجاہدین کا قائد تھا۔ فقر غیور کے ساتھ دبدبہ اور تمکنت رکھتا تھا۔ اس کا بانکپن حاکموں کے سامنے بھی قائم رہا۔ اس کو تفتیش کے لئے گرفتار کیا گیا۔ جو ۱۸۶۰ کے عشرے میں ہوئی۔ تفتیش کرنے والوں نے پوچھا کہ تمہارے پاس اتنے خط کیوں آتے ہیں۔ کہنے لگا اس کا جواب خط لکھنے والوں سے لو کہ وہ مجھے خط کیوں لکھتے ہیں۔ تمہیں یا کسی اور کو کیوں نہیں لکھتے۔ مکتوب الیہ ہونا اگر جرم ہے تو تمہارے حکمران بڑے مجرم شمار ہوں گے کہ ان کو لکھے جانے والے خطوط پڑھنے کے لئے باقاعدہ محکمے بنائے جاتے ہیں۔ انہوں نے طنزاً یہ بھی فرمایا کہ مجھے زیادہ خط لکھے جانے کا ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈاک کا محصول کم رکھا ہے۔ محصول بڑھا دو خط کم ہو جائیں گے۔ تفتیش کرنے والے نے پوچھا کہ فلاں خط میں مکتوب نگار نے آپ کو نخبۃ الفکر ارسال کرنے کے لئے کہا ہے۔ یہ نخبۃ الفکر تم مجاہدوں کا کوئی کوڈ ورڈ لگتا ہے اس لئے اس کی حقیقت بتاؤ۔ حاناظرین! نخبۃ الفکر مجھے بھی کوڈ ورڈ ہی لگتا ہے کیونکہ یہ کوئی ایسی نادر و نایاب کتب میں سے نہیں ہے کہ مسند الوقت سے اس کے بھیجنے کی فرمائش کی جائے۔ تاہم آپ نے مخالف کا ہ وار اسی پر الٹا دیا۔ اور فرمایا نخبۃ الفکر کیا توپ ہے؟ اور ساتھ ہی حکمرانوں کو درخواست دے دی کہ یہ کس نالائق اور جاہل شخص کو میری تفتیش پر لگا رکھا ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ نخبۃ الفکر کسی توپ کا نام ہے یا کتاب کا۔ کسی پڑھے لکھے کو تفتیش کے کام پر لگایا ہوتا۔

ناظرین! اس طرح کے طرز عمل کی ایسے ہی قیدی سے توقع ہوسکتی ہے جسے تفتیش کرنے والوں کے ظلم و جبر کی ذرا بھی پرواہ نہ ہو، اور جو اپنا سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہو۔ حضرت میاں صاحب کا یہ طرز عمل آج کے دور کی باتیں نہیں ہیں جب جنیوا کنونشن موجود ہے۔ قیدیوں اور جنگی قیدیوں کے بھی حقوق ہیں اور جن کی خلاف ورزی پر عالمی عدالتوں میں مقدمے چلتے ہیں۔ ہیومین رائیٹس کی باتیں ہوتی ہیں۔ اور کسی کے ساتھ ناروا سلوک کرنا بڑے تلخ نتائج کا حامل ہوسکتا ہے۔ یہ انیسویں صدی کے اس دور کی باتیں ہیں جب حکومت کا ظلم و جبر انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔ جب وہ پھانسی گھروں میں تماش بین بن کر جایا کرتے تھے۔ جب قیدیوں اور مخالفوں کو وحشیانہ طریقوں سے اذیت دے کر مارا جاتا تھا اور ان کی آہوں سسکیوں اور چیخوں کو سن کر قہقہے لگائے جاتے تھے۔

ناظرین! اس کے کچھ عرصہ بعد ایک دور آیا جب بیسویں صدی کے شروع میں حاکموں کے طرز عمل میں ذرا نرمی آئی۔ مقامی لوگوں کی ایسوسی ایشنیں اور انجمنیں بننے لگیں۔ تہذیب و شائستگی کی باتیں ہونے لگیں۔ حالات نسبتاً بہتر ہونے لگے۔ لیکن اس وقت بھی یہ حال تھا کہ جب بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مولانا محمود حسن مرحوم کو گرفتار کیا گیا تو مولانا حسین احمدؒ مدنی فرماتے ہیں:

> انگریز نے اس قدر پیش بندی کر رکھی تھی کہ سیاسیات کی طرف آنکھ اٹھانا سنہ ستاون کا سماں باندھتا تھا۔ آزادی اور انقلاب کا کوئی اگر خواب بھی دیکھ لیتا تھا تو پتہ پانی ہو جاتا تھا۔ ہوم رول یا خود اختیاری حکومت کی خواہش بھی زبان پر لانا برق جہاں سوز سے زیادہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تباہ کن شمار کی جاتی تھی ۔ برطانوی تشددات اور مظالم کے ہونے نے اس قدر قلوب اور دماغوں کو متاثر کر رکھا تھا کہ بہت سے نفوس میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس قدر نہ پایا جاتا تھا جتنا کہ انگریز کا تھا۔ خفیہ پولیس اور سی آئی ڈی میں ایسے ایسے لوگ کام کر رہے تھے کہ جن پر شبہ کرنا بھی بے دینی اور کفر سمجھا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف سی آئی ڈی کا جال بچھا ہوا تھا۔ (نقش حیات۔ ج ۲۔ ص ۵۵۲)

اس تحریر سے آپ کو محسوس ہو رہا ہوگا کہ حکومت وقت کے ظلم وستم کی حالت بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں کیا تھی ۔ اور جب اس نسبتاً نرمی کے دور میں سیاسیات کی طرف آنکھ اٹھانا سنہ ستاون کا سماں باندھتا تھا اور خوف سے لوگوں کے پتے پانی ہوتے تھے تو ۱۸۵۷ء اور اس کے بعد کے ان عشروں میں جب کہ سید نذیر حسینؒ اور ان کے ساتھی دہلی وغیرہ مقامات میں حاکموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تحریک جہاد چلا رہے تھے تو وہ وقت کتنا ہیبت ناک ہوگا اور ان لوگوں کا کیا دل گردہ ہوگا جو اس دور میں بھی کام کرتے رہے ۔ نہ ملک سے بھاگے اور نہ قوم کو اس کے حال پر چھوڑ کر حجروں اور خانقاہوں اور مدرسوں کے گوشہ ہائے عافیت میں چھپے ۔

ناظرین ! دن کے وقت جب سورج اپنی روشنی بکھیر رہا ہو اور کسی نے بجلی کا بلب جلا رکھا ہو تو چلنے والے اس کا نوٹس لئے بغیر گذر جائیں گے ۔ اور جو نوٹس لے گا وہ شائد یہی کہے گا کہ یہ کون احمق ہے جو بجلی ضائع کر رہا ہے ۔ اور دن کے اجالے میں چراغ جلائے بیٹھا ہے ۔ لیکن اندھیری رات ہو جب چاند اور ستارے بھی روٹھ کر بادلوں کے پیچھے چھپے ہوئے ہوں ۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا ہو ۔ سناٹا اتنا گہرا ہو کہ سوئی کے گرنے کی آواز بھی کانوں کو ایک دھماکے کی طرح لگے ۔ اس ماحول میں میلوں دور جلنے والا بجلی کا قمقمہ ویرانوں میں بھٹکنے والے مسافر کو منزل کی جانب رہنمائی کرے گا ۔ گہری کھائیوں میں گرنے اور کانٹوں میں الجھنے سے بچا کر سوئے منزل گامزن کر دے گا ۔

جب خون صد ہزار انجم سے سحر پیدا ہو جائے ۔ سورج طلوع ہو کر چار دانگ عالم کو منور کر دے اور مسافر کی رفتار تیز کر کے اسے منزل پر پہنچا دے تو مسافر کو اس بات کا احساس کرنا ضروری ہے کہ اگر بجلی کا قمقمہ رات کی تاریکی میں رہنمائی کر کے اسے کھائیوں میں گرنے سے بچا نہ لیتا تو دن کے اجالے میں منزل کا منہ دیکھنا بھی اسے نصیب نہ ہوتا ۔ وہ رات کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریکی میں کسی کھڈے کی نذر ہو چکا ہوتا۔ یا کسی درندے کا شکار بن چکا ہوتا۔ اور صبح کے وقت طلوع ہونے والا یہ سورج اور اسکی روشنی اس کے لئے بے معنی ہوتی کہ اس کی تو دنیا ہی اندھیر ہو چکی ہوتی۔ اس کی تو قیامت قائم ہو چکی ہوتی۔ سورج کی روشنی سے مستفید ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ رات کی گھمبیر تاریکی سے بچ نکلتا۔ ۱۸۳۱ء اور ۱۸۵۷ء کے سانحوں کے باعث تاریکی میں سرگرداں ہندوستان کی ملت اسلامیہ کا بچاؤ اسی قمقمے کی بدولت ہوا ہے جس کا نام سید نذیر حسینؒ ہے۔

ناظرین! آج ہم اس شخصیت کو تحریک آزادی کے ایک مجاہد کی حیثیت سے نہ جانتے ہیں اور نہ پیش کرتے ہیں۔ اسکے بالمقابل ہم نے چند ایسے بزرگوں کو تحریک آزادی کا ہیرو بنا رکھا ہے جو انیسویں صدی میں یا تو موجود ہی نہ تھے یا کسی شمار قطار میں نہ تھے اور بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں بھی ان کا ایسا کوئی کارنامہ نہیں ہے جس کے باعث ایک غیر جانبدار مورخ انہیں مجاہدین آزادی قرار دے سکے۔ ان بزرگوں نے از خود تو حکومت وقت سے پنجہ آزمائی نہیں کی اور جب قدرت نے انہیں بیٹھے بٹھائے مجاہدین آزادی میں شمار ہونے کا موقع فراہم کیا تو یہ بزرگ استقامت دکھانے کی بجائے مقام رخصت پر چلے گئے تھے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جناب قاسم نانوتویؒ اور جناب رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں جناب قمر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

> مولانا نانوتویؒ اس واقعہ ۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً ۲۴ سال تک بقید حیات رہے اور حضرت مولانا رشید احمدؒ تو اس ہنگامہ کے ۵۰ سال بعد تک بقید حیات رہے مگر ان دونوں حضرات کا کسی ملکی اور سیاسی تحریک میں شرکت کرنا ثابت نہیں ہوتا (تذکرۃ الظفر ص ۳۴۱)

اور جناب محمود حسنؒ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں گرفتار ہوئے۔ ان کی گرفتاری کا باعث بعض لوگ جہاد آزادی میں ان کی شمولیت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں جو لوگ انگریز کے خلاف اعلانیہ یا در پردہ جد و جہد میں مصروف تھے انہوں نے جناب محمود حسنؒ کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ طرح دے گئے تھے جیسا کہ جناب ابوالکلام آزادؒ فرماتے ہیں کہ ۱۹۱۴ء میں:

> حضرت مولانا محمود الحسنؒ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب وسعی کا نتیجہ تھی۔ انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور معاملہ بالکل صاف ہو گیا تھا کہ وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس منصب (امارت شرعیہ) کو قبول کر لیں گے۔ اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کر دیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ بعض زود رائے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کر دیا اور میری کوئی منت سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھ سکی۔

(خطبات ابوالکلام۔ص ۱۳۷)

ناظرین! جناب محمود حسن بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں گرفتار ہوئے۔ عزت کے ساتھ مالٹا نامی جزیرے میں رکھے گئے۔ ان پر یا ان کے کسی ساتھی پر وہ تشدد نہیں ہوا جو تحریک مجاہدین کے ادنی سے لے کر اعلی کارکنوں کے معاملے میں حکومت وقت کا معمول تھا۔ اس کے باوجود مالٹا کے اسیروں نے پہلے تو حکام سے شکائیتیں کیں کہ ہمیں کھانے میں گوشت کم ملتا ہے۔ گھی کی جگہ زیتون کا تیل کیوں دیا جاتا ہے۔ ہمیں جو سہولتیں حاصل ہیں وہ کم ہیں۔ ہمیں مزید سہولتیں دی جائیں۔ ہمیں مالٹا میں نہیں مصر میں رکھا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور جب ایک دفعہ قیامت کا ذکر چھڑ گیا تو کسی کی جوانی تک بات پہنچنا ہی تھی جو رہائی کی درخواستوں کی صورت میں سامنے آئی۔ رہائی کیلئے دی جانے والی یہ درخواستیں کسی ایک فرد کا کارنامہ نہیں تھا بلکہ اس میں اکابرین دار العلوم دیوبند نے اجتماعی طور پر حصہ لیا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کے باوجود ہوا کہ جناب محمود حسن کی گرفتاری کسی تحریک آزادی میں شمولیت کی بنا پر نہیں ہوئی تھی اور آپ کو گرفتار کروانے والے بھی اپنے ہی تھے اور گرفتاری کا باعث بھی ان اکابرین کے آپس کے ہی معاملات تھے۔ جیسا کہ ابوسلمان شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

ارباب اہتمام (دارالعلوم دیوبند) نے حضرت شیخ الہندؒ کے خلاف ریشہ دوانیاں کیں۔ حضرت کے متعلق حکومت کو اطلاعات فراہم کیں۔ حضرت کی گرفتاری کے لئے حکومت کو مشورہ دیا۔ شمس العلماء مولانا محمد احمد مہتمم دارالعلوم نے بہ ذات خود حضرت کے ساتھ دہلی تک کا حضرت کی مخبری کے لئے سفر کیا۔ اور اپنی مرید ڈاکٹر انصاری کی اہلیہ کے ذریعے جاسوسی کی۔ ڈاکٹر صاحب اور حضرت کی گفتگو کا موضوع اور تفصیلات معلوم کرنے کا اسے ذریعہ بنایا۔ عبدالاحد نامی شخص کو جاسوسی کے لئے حضرت شیخ کے ساتھ حجاز بھیجا۔ وہ واپس آیا تو حاصل شدہ معلومات سے ڈپٹی کلکٹر سہارن پور کے ذریعے گورنر یوپی کو مطلع کیا۔ دیوبند کے حالات اور حضرت شیخ الہند کی مصروفیات، مشاغل اور کارگذاریوں کے بارے میں ماہانہ رپورٹیں دی گئیں۔ اور نہائت مستعدی کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انگریز کی وفاداری کا ایک ایک عمل بجالایا گیا۔ ان خدمات کے صلہ میں شمس العلماء کا خطاب پایا۔ نقد انعام جاگیر اور وظیفہ پایا۔ اور جب محسوس کیا کہ ان انعامات و اعزاز کے ساتھ دار العلوم کا منصب اہتمام خطرے میں پڑ جائے گا اور دار العلوم کے خاموش ردعمل کا سامنا کرنا بھی مشکل ہوگا تو ریاست حیدرآباد دکن میں مفتی اعظم کے منصب پر فائز کر دیئے گئے۔ (مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ص ۷۰۔۷۲)

ناظرین! جناب محمود حسنؒ کی رہائی کی کوششوں کی بات چل نکلی ہے اس لئے ہم آپ کو جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کی ایک تقریر سے وہ اقتباس بھی سنائے دیتے ہیں جو اس موضوع سے تعلق رکھتا ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ دسمبر ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں جمعیت علماء ہند کا اجلاس جناب احمد سعید کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کا خطبہ استقبالیہ جناب امرتسریؒ نے پڑھا۔ اس خطبے میں جو اس وقت کے دیوبندی اکابرین کے روبرو پڑھا گیا تھا جناب امرتسری نے فرمایا کہ میں نے علماء کے ایک گذشتہ اجلاس میں تجویز پیش کی تھی کہ سیاسیات میں عوام کی مذہبی ضروریات کے پیش نظر علماء کی ایک جماعت بنائی جائے۔ یہ تجویز بعد میں دہلی کے ایک اجلاس علماء میں منظور ہوئی اور جمعیت علماء کا ایک خام سا ڈھانچہ تیار ہو گیا جس کے صدر جناب کفائت اللہؒ اور ناظم جناب احمد سعیدؒ مقرر ہوئے۔ یہ دونوں بزرگ بعد میں ایک مرتبہ امرتسر تشریف لائے (اور جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ) ہم تینوں کی موجودگی میں جمعیت کے ایک اجلاس میں جناب محمود حسنؒ کے متعلق ایک ریزولیوشن پاس ہوئی جس کی تفصیل (بروایت جناب امرتسریؒ) یہ ہے:

حضرت ممدوح اگرچہ ان دنوں مالٹا میں اسیر فرنگ تھے تاہم اپنے شاگردوں کے پاس تشریف لاکر فرماتے تھے کہ بچو! میری رہائی کے لئے کوشش کرو۔ کیسے تشریف لاتے تھے؟ جیسے عرب کا شاعر جو جیل میں محبوس تھا اسی حالت میں اپنی محبوبہ کا وہاں پہنچ جانا بیان کرتا ہے

عجبت لمسرا ها و انی تخلصت
لدی و باب السجن دونی مغلق

(اس کے رات کے وقت آنے پر مجھے تعجب ہے اور اس پر بھی کہ مجھ تک کیسے پہنچ گئی حالانکہ قید خانے کا دروازہ میرے سامنے بند ہے) اسی طرح حضرت موصوف تشریف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لاتے ہیں اور اپنے خادموں کو خواب غفلت سے بیدار فرماتے ہیں۔ اس بیداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان اصحاب ثلاثہ میں سب سے پہلے یہ تجویز پاس ہوئی کہ حضرت ممدوح کی رہائی کے لئے وائسرائے کو تار کیا جائے۔ تار کے خرچ کا اندازہ تین روپئے کیا گیا۔ یہاں پہنچ کر میں بڑی مسرت کے ساتھ یہ بات ظاہر کرتا ہوں کیونکہ میں اس امر کو باعث عزت اور نجات جانتا ہوں کہ تار کا سارا خرچ میں نے ادا کیا۔ تقبّل اللّٰہ سعینا۔

ابوالوفا ثناء اللہ صدر مجلس استقبالیہ

ناظرین! جناب محمود حسنؒ کی رہائی کے لئے علماء دیوبند کی یہ کوششیں ۱۹۱۷ء کے وسط میں عروج پر تھیں اور انہوں نے کئی مہینوں کی کوشش کے بعد انگریز گورنر سے ملاقات کا وقت لیا اور نومبر ۱۹۱۷ء میں اس کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یکم نومبر کو جناب محمود حسنؒ کو مالٹا خطوط بھی لکھے جن میں بتایا کہ وہ ان کی رہائی کے لئے کیا کچھ کر رہے ہیں۔ آج ہم آپ کو یہ داستان بھی سنائے دیتے ہیں اور اس کا آغاز جناب محمود حسن کے خط سے کرتے ہیں جو انہوں نے مالٹا سے منتظمین دارالعلوم دیوبند کے نام لکھا تھا۔ یہ خط یوں ہے:

'برادران ومکرمانم رزقکم اللّٰہ خیراً

بندہ محمود سلام مسنون کے بعد عرض کرتا ہے۔ آپ حضرات کے آٹھ نو خط جو غالباً سب ۲۳ محرم اور ۱، نومبر کے لکھے ہوئے تھے بندہ کو سب کے سب اب دو مارچ کو ملے اور یہ عذر کیا گیا کہ تمہارے یہ خطوط لندن گئے تھے۔ وہاں سے اب واپس آئے۔ اس لئے تاخیر ہوئی۔ مسٹر برن صاحب غالباً ایک ہفتہ سے کم مالٹا میں قیام پذیر نہیں رہے۔ اور اسی عرصہ میں انہوں نے مجھ سے اور میرے رفقا سے بیانات لئے۔ اور سب نے انکے استفسارات کے جواب دیئے۔ مگر صاحب موصوف نے حالات گذشتہ کے متعلق اکثر سوالات کئے تھے۔ اسی کے مطابق جواب بھی دیئے گئے۔ یہ امر جو آپ حضرات کے خطوط سے اب معلوم ہوا اس کا اصلاً تذکرہ نہیں آیا۔ سو اس کا جواب آپ کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں۔ یہ اللہ کو معلوم ہے کہ آپ تلک کب اور کیوں کر پہنچے۔ الغرض جو تاخیر ہوئی یا آئندہ ہو اس میں معذور ہوں۔ میری طرف سے قصور نہیں۔

آپ حضرات کی جملہ تحریرات کا خلاصہ دو امر سمجھتا ہوں۔ اول ہندوستان آنا منظور کرلوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے وہاں پہنچ کر اپنے قدیمی مشاغل میں مصروف اور حسب طرز قدیم سیاسیات سے الگ تھلگ رہوں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے مخلص مجھ سے دریافت کرنے سے پہلے ہی ہز آنر سے میری نسبت ان امور کا وعدہ بھی کر چکے ہیں۔ سو میرے مخلص جو میرے قدیم طرز و تعلقات سے واقف ہیں ان کو میرا صرف ہاں یا نعم کہہ دینا ان کے اطمینان کے لئے بالکل کافی ہے۔ اسکی حاجت نہیں کہ طویل مضمون لکھوں۔ مگر تغیرات کا ہجوم ہے اس لئے صرف اپنے مخلصین کے مزید اطمینان کے لئے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ گو حد حزامت تک پہنچ چکا ہوں مگر اتنا خوب سمجھتا ہوں کہ دوستوں کا اس شان سے مجھ کو پھر ہندوستان بلانا اور میرے جملہ افعال کی کفالت کرنا باہم مترادف ہیں۔ علی ھذا میرا ہندوستان کی مراجعت کو قبول کرنا اور اپنے احباب کے متعلق تمام ان کی خیر اندیشیوں کو اپنے سر لینا دونوں مساوی ہیں۔ میں نے حاجت سے زائد لکھ دیا کیونکہ الحمد للہ میرے صحیح مخاطب ہیں۔ یہ آپ حضرات کی جملہ تحریرات کا جواب ہے جو مجھ کو آپ کی پریشانی سے متاثر ہو کر دینا ضروری ہوا۔

(شیخ الہند مولانا محمود حسن مؤلفہ ابوسلمان شاہ جہان پوری۔ص ۸۔۱۲۶)

اس خط میں علماء دیوبند کے خطوط کا ذکر ہے جو انہوں نے یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو جناب محمود حسنؒ کو لکھے تھے اور جن کے جواب میں جناب محمود حسنؒ نے یہ خط دارالعلوم کے منتظموں (جناب محمد احمد اور جناب حبیب الرحمان۔ دیکھئے کتاب مذکور ص ۱۶۷) کو لکھا تھا۔ اسی دوران علماء دیوبند نے انگریز گورنر سے وقت لیکر جناب محمود حسنؒ کی رہائی کی درخواست پیش کردی۔ یہ سرگزشت الرشید کے مدیر (سید اصغر حسین) کی زبانی پیش کی جاتی ہے جو انہوں نے رجب ۱۳۳۶ھ کے شمارے میں شائع کی تھی۔ آپ لکھتے ہیں:

ہم علمائے دیوبند کے اس وفد کا حال اختصار کے ساتھ شائع کر چکے تھے جو ۶ نومبر ۱۹۱۷ء کو بمقام میرٹھ بحضور لاٹ صاحب بہادر صوبہ متحدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور جس نے مؤدبانہ حضرت مولانا محمود حسن مدظلہم کے متعلق عرض کیا تھا اور حضور ممدوح نے بکمال تلطف امید افزا جواب دیا تھا۔ ہم یہ بھی ظاہر کر چکے ہیں کہ وفد کے پیش کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لئے کئی ماہ پیشتر سے تحریک جاری تھی مگر حضور ممدوح کو کثرت اشغال کی وجہ سے قبل از ۶ نومبر اجازت حاضری وفد کا موقع نہ ملا۔ اور یہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عرض کر چکے ہیں کہ وفد نے حضور ممدوح کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ ہم نتیجہ کے منتظر تھے اور اسی وجہ سے وفد کے متعلق صرف بغرض اطلاع اہل اسلام جن کے قلوب حضرت مولانا ممدوح کی نظر بندی سے بے چین تھے۔ اتنے ہی اعلان کو کافی سمجھا تھا کہ وفد نے حاضر ہو کر عرض کیا اور حضرت ممدوح نے حوصلہ افزا جواب عطا فرمایا۔ اور باوجود تقاضائے ہمدردان اس تحریر کو شائع نہ کیا تھا۔ لیکن باوجود انتظار شدید اب تک نتیجہ کا ظہور نہیں ہوا۔ ادھر اکثر حضرات ہم سے اس تحریر کی نقل طلب کرتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ نقول کا بھیجنا سہل نہیں ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس تحریر کو طبع کر کے شائع کر دیا جائے۔ اس تحریر کو دیکھ کر وہ حضرات بھی اپنا اطمینان فرمالیں جن کو بعض روایات غلط کی بنا پر یا بعض اپنے تخیلات ذاتی سے یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ وفد علماء نے حضرت مولانا کے مجرم ہونے کو تسلیم کر کے درخواست ترحم پیش کی تھی۔ تحریر خود اپنے مضمون کو بتلاتی ہے۔ اور زبانی بھی جو عرض کیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ مولانا کی طرف جو خیالات منسوب کئے جاتے ہیں مولانا کا یہ طریقہ کبھی نہیں ہوا۔ اور اسی کی تائید میں حضرت مولانا کے قلم کا لکھا ہوا فتوی دکھلا چکے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ تحریراً و تقریراً ادب حکومت کو ملحوظ رکھ کر عرض کیا گیا تھا۔ اور اسی طریقہ کو ہم نے پسند کیا

اس نوٹ کے بعد مدیر الرشید نے لاٹ صاحب کو پیش کی جانے والی عرضداشت نقل فرمائی ہے جو یوں ہے:

بحضور جناب معلیٰ القاب ہز آنر سر جیمز اسکارجی میسٹن صاحب بہادر
کے سی ایس آئی لفٹننٹ گورنر ممالک متحدہ آگرہ و اودھ

حضور والا! ہم چند خدام دارالعلوم دیو بند بحیثیت ایک خالص مذہبی جماعت کی مرکزی نمائندگی کے آج ایک ایسے اہم مسئلہ کی طرف ہز آنر کی توجہ گرامی منعطف کرانا چاہتے ہیں۔ جو اپنی بعض سیاسی حیثیات سے اگر چہ ہمارے دائرہ بحث کے اندر داخل نہ ہو۔ لیکن اسکا وہ مذہبی پہلو جس کا تعلق دارالعلوم سے اور دارالعلوم کی کارکن جماعت سے اور دارالعلوم کی مدد کرنے والے عام مسلمانوں سے ہے۔ کسی وقت بھی نظر انداز نہیں ہوسکتا

حضور والا! ہم اپنی اسی فطری سادگی اور صفائی کی راہ سے (جس نے ایک دور از تکلف مذہب کے سایہ میں تربیت پائی ہے۔ اور جس کو ہز آنر کی مہربانی سے گورنمنٹ کے عمل نے بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج تک مرہون ضوابط نہیں بنایا) اس وقت جو نہایت مئودبانہ گزارش کریں گے۔ ممکن ہے کہ وہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے ہز آنر کے یا گورنمنٹ کے بعض دوسرے اعلیٰ حکام کے مزاج کو منغض بنا دے لیکن سچ یہ ہے (اور سچ ہی ہمیشہ ہم کو کہنا چاہیے) کہ حالات حاضرہ ہی وہ چیزیں ہیں جنہوں نے ہم کو ایک ایسے معاملہ میں دخل دینے کی ہدایت کی ہے۔ جس میں اگر ہم کامیاب ہو جائیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مسلمانان ہند کے واحد مذہبی مرکز کا سب سے بڑا اعزاز اور ہندوستان کی عام پبلک کے حق میں نہایت ہی تسکین و اطمینان کا باعث اور خود حکام گورنمنٹ کیلئے بھی بجائے اس وقتی تکدر کے بڑی حد تک حقیقی راحت و سہولت حاصل ہونیکی ضمانت اور اس کی مدبرانہ حکمت عملی کا جس سے کہ عام اہل اسلام کے قلوب مسخر ہو جائیں ایک گہرا ثبوت ہوگا۔

ہماری جماعت کے محسن شفیق ہز آنر سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ حضرت مولانا محمود حسن مدرس کی غیر متوقع نظر بندی سے (خواہ وہ گورنمنٹ کے نزدیک کیسی ہی قوی دلیل پر مبنی ہو) دارالعلوم کی اجتماعی حالت کو ایک صدمہ عظیم برداشت کرنا پڑا ہے۔ اور اب بار باران کی رہائی کی امیدیں قائم کرتے رہنے کے بعد دارالعلوم کے دوست اور اس کے کثیر التعداد مستفیدین ان کی طویل مفارقت سے نہایت ہی بے چین اور شکستہ خاطر ہو کر دارالعلوم کی مرکزی حیثیت اور اس کے سالار قافلہ شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے رسوخ و وجاہت خداداد سے اپنی آخری امید وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ جس میں اولاً خدا کی رحمت اور ثانیاً ہز آنر کی عنایات خاصہ سے توقع ہے کہ وہ مایوس نہ کئے جائیں گے.....

حضور والا! تیس چالیس برس کے کامل تجربے کے بعد ہم کو یہ کہنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کہ حضرت مولانا محمود حسن صاحب ساری عمر تمام جماعت دیوبند ہی کی طرح سیاسی الجھنوں سے الگ تھلگ رہے۔ نہ تو وہ کوئی وطن پرست آدمی ہیں اور نہ قوم پرست بلکہ ایک سچے خدا پرست انسان ہیں۔ اور انسان جب تک انسان ہے سہو و نسیان اور غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہے لیکن ایک پاکباز انسان بدنیت نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ہمارے واسطے اپنے سابق چہل سالہ تجربہ اور حضرت مولانا کے قلم کی لکھی ہوئی بعض تحریروں پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ صوبہ جات متحدہ کا یہ اعلان کہ 'تحریری اور دوسری قسم کی شہادتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا محمود حسن صاحب نے ہز میجسٹی ملک معظم کے دشمنوں کو ان کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فوجی تجاویز میں مدد دی ' اگر چہ نہائت حیرت انگیز اور رنج دہ ہے ۔لیکن جبکہ ان تحریری اور دوسری قسم کی شہادتوں سے واقف ہونے اور ان کو پرکھنے کا ہمارے لئے کوئی موقع نہیں ہے ۔تو ہم راستہ کو مختصر کرنے کے لئے صرف اسی قدر گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر مولانا ممدوح کی آواز گورنمنٹ کے کانوں میں چند سیاسی لوگوں کی آواز کے ساتھ ملتبس ہوکر پہنچی ہے تب بھی وہ از راہ کرم گستری و رعایا نوازی ایک ایسی شخصیت کے آزاد کرنے میں دریغ نہ کرے جس کی آزادی سے ایک عظیم الشان جماعت اسلام کے جذبات اسیر احسان ہو جائیں گے اور دارالعلوم کے در و دیوار میں سے عمیق شکر گذاری کا ایک ایسا ابلتا ہوا جوش نظر آئے گا جو شاید اس سے پہلے کبھی نظر نہ آیا ہو۔

ہم کو ہز آنر کے ان وسیع اخلاق و الطاف سے جو آج تک ہماری جماعت کی نسبت کام فرمائے گئے ہیں ۔کامل یقین ہے کہ ہماری یہ عرضداشت بے اثر نہیں جائیگی ۔ اور ہز آنر کوئی مہربانی اس معاملہ میں اٹھا کر نہیں رکھیں گے ۔آخیر میں ہم سمع خراشی کی معافی چاہتے ہیں ۔ دعائے کامیابی وفلاح پر اس ناچیز تحریر کو ختم کرتے ہیں ۔

ہم ہیں آپ کے صادق خیر اندیش اور وفا کیش : علمائے دیوبند ۱۸۔محرم ۱۳۳۶ھ ۔

۶۔نومبر ۱۹۱۷ء ۔ (الرشید، دیوبند، رجب ۱۳۳۶ھ)

ناظرین ! اس عرضداشت میں ۱۹۱۷ء کے دیوبندی اکابرین نے خود کو انگریزوں کے خیر خواہ اور وفا کیش قرار دیا تھا اور انگریز حاکم کو اپنا محسن اور شفیق گردانا تھا ۔اور ۱۸۷۷ء سے ۱۹۱۷ء کے چالیس برسوں میں پوری دیوبندی جماعت اور جناب محمود حسنؒ کو ہر طرح کی سیاسی سرگرمیوں اور الجھنوں سے الگ تھلگ بھی قرار دیا تھا ۔جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ ان چالیس برسوں میں کسی دیوبندی بزرگ نے تحریک آزادی یا کسی اور سیاسی تحریک میں کام نہیں کیا ۔ یہ عرضداشت پڑھنے کے بعد تحریک مجاہدین اور سید نذیر حسینؒ کے آج کے ناقدین اگر اپنے آپ کو عرق ندامت میں غرق کرلیں تو شائد ان کے بزرگوں کے ملی گناہوں کے کفارے کی کوئی صورت نکل آئے ۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری نے لکھا ہے کہ جناب محمود حسنؒ اور مسلم یونیورسٹی کے آفتاب احمد خان کے درمیان :

معاہدہ طے پایا کہ دارالعلوم (دیوبند) کے طلباء علی گڈھ جائیں ..اور علی گڈھ کے فارغ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التحصیل دیو بند آئیں گے ..اس معاہدے کے تحت جو پہلا طالب علم انیس احمد دیو بند آیا وہ سی آئی ڈی کا شخص تھا ...لیکن اس شخص کے اعمال کے لئے علی گڈھ کو الزام نہیں دیا جاسکتا۔ (کیونکہ) اگر علی گڈھ کے ایک طالب علم نے انگریز کے لئے جاسوسی کا فریضہ انجام دیا تھا تو دار العلوم کے محترم مہتمم اس سے زیادہ گھٹیا انداز میں جاسوسی اور رپورٹنگ کے ذریعے یہی خدمت انجام دے رہے تھے ..سی آئی ڈی کی ملازمت کو تو کسی نے حرام قرار نہیں دیا..لیکن شمس العلماء حافظ محمد احمد کی خفیہ خبر رسانی کی حرکات خفیفہ کا کیا جواز تھا ..انہوں نے شرمناک اخلاقی اور قومی جرم کیا تھا۔ اتنا بڑا جرم کہ قاسمی، عثمانی یا فاروقی، تھا نوی خاندان اور کراچی اور لاہور کے کسی دار العلوم یا جامعہ کا کوئی مفتی بھی آج تک اس کے جواز کا فتوی نہیں دے سکتا۔ (مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ص ۹۵۔۹۶)

اور ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

افسوس انہیں اس وقت شرم نہ آئی جب قاسمی غیرت اور حمیت ملی کو گورنر یو پی کے حضور میں سپاسنامہ پیش کر کے اور کتب خانہ دار العلوم کے خلوت کدے میں خوشامدانہ جذبات پیش کر کے لٹا رہے تھے۔ اور گورنر انکے چہروں پر ایک نظر حقارت ڈال کر مسکرا رہا تھا۔

(مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ص ۱۰۱)

ناظرین! ان بزرگوں نے نظر حقارت کی پرواہ نہیں کی کیونکہ کانٹوں کے ساتھ مفادات اور جاگیروں کی صورت میں انگریز حکمران ان بزرگوں کی جھولی میں پھول بھی تو پھینک رہے تھے۔ یہ اکابرین نظر حقارت سے صرف نظر کر کے مفادات اکٹھے کئے جا رہے تھے۔ اور جب کسی نے انہیں انگریزوں کی چاپلوسی پر شرم دلانے کی کوشش کی تو غلطیوں کی معافی مانگنے اور جاگیریں واپس کرنے کی بجائے انہوں نے پوری ڈھٹائی کے ساتھ اپنے دیگر بزرگوں کے بعض سربستہ رازوں سے بھی پردہ اٹھا دیا اور کہا کہ جب حمام میں سبھی ننگے ہیں تو ہماری عریانی پر ہمیں طعنے دینے والے تم کون ہوتے ہو۔ ۶ جنوری ۱۹۰۵ء کے روز سر جیمس لاٹوش دیو بند آئے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے جناب محمد احمد کے ایک ساتھی جناب شبیر احمد عثمانیؒ ایک طعنہ زن کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

۶ جنوری ۱۹۰۵ء کو آپ ہی کے الفاظ میں دار العلماء والمتوکلین میں سر جیمس لاٹوش کا نزول اجلال مولانا احمد صاحب کی سرگرمی درمیانی حضرات کی جد و جہد اور اس کے تمام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلیات و جزئیات کا مرقع مدرسہ کے اندر عقیدت مندانہ انتظامات دو رویہ جھنڈیوں کا تسلسل واردین وزائرین کا شدالرحال جو کچھ دیکھا گیا وہ اس سے ہرگز کم نہ تھا جو آپ کے زہری اور سالم وغیرہ نے یکم مارچ ۱۹۱۵ء کو دیکھا۔ مگر حیرت ہے کہ اس وقت کسی نے اس پر کوئی نکتہ چینی کی اور نہ کوئی پیشین گوئی۔ اور اگر آپ اپنے زہری اور سالم سے دریافت کریں گے تو شائد یہ انکشاف بھی آپ کے لئے مشکل نہ ہوگا کہ ۱۹۰۵ء میں جو کچھ پیش آیا اس میں سب سے زیادہ قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا دست کرامت کام کر رہا تھا۔ اور اس سے بھی کیا کم کہ حضرت رحمۃ اللہ اور آپ کے زہری وسالم سب اس کے نظم ونسق میں حصہ دار تھے.. بلکہ اس سے بھی زیادہ اگر دور بینی سے کام لیا جائے تو یوں کہا جائے کہ مولانا محمد احمد کے اس فعل کی داغ بیل مہتمم سابق حضرت مولانا رفیع الدین صاحب اپنے زمانے میں لگا چکے تھے۔ جب کہ ان کے عہد میں آرڈن صاحب کلکٹر سہارنپور مدرسہ میں مدعو کئے گئے اور خاص صدر مدرس صاحب کی درس گاہ حدیث میں ان کی نشست کی جگہ ان کی کرسی اور میز لگائی گئی۔ سپاس نامہ پیش ہوا اور مہتمم صاحب مع ممبران مدرسہ مودب کھڑے رہے.. آج اسی قسم کے واقعات پر مولانا محمد احمد صاحب کو کیوں مطعون اور ملام ٹھہرایا جا سکتا ہے؟ ... میں چاہتا ہوں کہ اس جگہ بطور نمونہ ۱۹۰۵ء کے ایڈریس اور اسپیچ کے چند اقتباسات .. نقل کردوں۔ ناظرین ان کو تعمق کی نگاہ سے دیکھیں اور معلوم کریں کہ موجودہ زمانہ کی نزاکت کو خیال کرتے ہوئے مولانا محمد احمد صاحب کی عقیدت کیشی حضرت مولانا رشید احمد کی عقیدت کیشی سے کیا واقعی بڑھی ہوئی ہے۔ ۱۹۰۵ء کی ایڈریس کا یہ فقرہ ملاحظہ ہو کہ 'مسلمانوں کو علوم مروجہ کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے اعلیٰ اور پاکیزہ اصول صبر وقناعت راست بازی استقلال توکل دیانتداری اطاعت وفرمانبرداری اولی الامر وفرمانروائے وقت کی عملی تعلیم بھی اس طرح دی جاتی ہے کہ یہ اخلاق ان میں راسخ ہو کر طبیعت ثانیہ اور جزو لاینفک بن جاتے ہیں۔ جو طالب علم اس مدرسہ سے نکلتا ہے وہ اپنی علمی عملی اور اخلاقی حالت سے ایسا رہنما ہوتا ہے کہ جہاں جاتا ہے علم مذہب کے ساتھ ان اوصاف کو بھی پھیلاتا ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ یہاں کے تعلیم یافتہ باوجود مذہب کے پابند بلکہ ہادی اور پیشوا ہونے کے اپنی گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت میں ایسے ثابت قدم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں کہ آج تک کسی ایسے پولیٹیکل معاملہ میں جس میں کچھ بھی بو خلاف منشاء گورنمنٹ پائی جاتی ہو شریک نہیں سنے گئے..... یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ آج تک کبھی یہ نہیں سنا کہ اس دار العلوم کے کسی فیض یافتہ نے کسی نا مناسب نزاعی یا سیاسی معاملہ میں حصہ لیا ہو..

حضور والا! دار العلوم نے اپنے مذکورہ بالا مستحکم اصول کو اپنا نصب العین بنا کر اب تک اپنی معتدل خاموش اور نا قابل تزلزل رفتار میں گورنمنٹ عالیہ کے ساتھ نہائت راست بازی اور صدق و دیانت سے اعلی وفادارانہ معاملہ کیا ہے۔ اس نے گورنمنٹ کی اطاعت اور اس کے احکام کی تعمیل کو لازمی سمجھا ہے۔ وہ اور اس کے ارکان کبھی گورنمنٹ کی مشکلات میں اضافہ کا سبب نہیں بنے۔ نہ اس نے کبھی اس کا اقدام کیا کہ خلاف واقع یا خلاف دیانت و راست بازی کوئی بات قوم یا گورنمنٹ عالیہ کے روبرو پیش کرے۔ اس نے ہر موقعہ پر اعتدال وسکون کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی کوشش کی ہے کہ اپنی وفاداری کا ایسے پیرایہ میں یقین دلائے کہ اندر سے خود اس کا ضمیر اس پر نفرین نہ کرے بلکہ جتنی بات وہ منہ سے نکالے اپنے خدا اور رسول کا فرمودہ سمجھ کر نکالے۔

(مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ص۔۱۹۶۔۲۰۰)

اور ناظرین! جناب شبیر احمد عثمانیؒ کی اس تحریر میں بتایا گیا ہے کہ جناب رشید احمد گنگوہیؒ انگریزوں کے بارے میں عقیدت مندانہ قسم کے جذبات رکھتے تھے۔ ان سے وفاداری کا اظہار فرماتے تھے۔ جناب رفیع الدینؒ بھی انگریزوں کی خوش آمد کرتے تھے اور صدر مدرس کے کمرہ میں انگریز حاکم کے لئے کرسی رکھی گئی۔ جناب رفیع الدینؒ اور ان کے دور کے صدر مدرس خوش آمدی انداز میں ان کے روبرو کھڑے ہوئے اور یہ کہ دار العلوم دیوبند اپنے طالب علموں کو انگریزوں سے وفاداری اور ان کی اطاعت کی تعلیم دیتا رہا اور یہ کہ دار العلوم کے کسی فارغ التحصیل نے کبھی بھی ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے حکومت کے لئے مسائل پیدا ہوں یا جن سے حکومت کی عدم خوشنودی کی بو آئے اور یہ کہ انگریز حاکم اولوالامر تھے۔ شائد آپ یہ کہیں گے کہ یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو دور حاضر کے ایک بڑے عالم کی عبارت بھی سنائے دیتے ہیں یہ جناب اسعد مدنیؒ ہیں جو جناب قاری محمد طیبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

'ارباب اہتمام کے معتمد مولانا مناظر احسن گیلانیؒ رقم طراز ہیں۔ اللہ اللہ وہ کتنی کڑی اور سخت گھڑی تھی جب حکومت قائمہ (برطانیہ) کی طرف سے حضرت مفتی محمد احمد صاحب کے نام یہ فرمان مدرسہ آیا کہ نہری علاقہ میں زمین کا ایک بڑا سرسبز شاداب رقبہ آپکی خدمت میں پیش کرتی ہے۔ شائد سینکڑوں ہی ایکڑ یا بیگھہ پر حکومت کا یہ موہوبہ رقبہ مشتمل تھا۔ مشورے کی اس مجلس میں جس میں حکومت کا یہ فرمان غور وغوض کے لئے پیش ہوا اس فقیر (مناظر احسن) کو بھی بلا کر شریک کر لیا گیا تھا قبول کیا جائے یا نہ قبول کیا جائے۔ اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر میں طے یہی ہوا کہ قبول کرنے کی صورت میں مدرسہ کے اہتمام کا رشتہ حافظ صاحب مرحوم کو منقطع کر دینا پڑے گا۔ (ماہنامہ دار العلوم شوال ۱۳۷۲ھ) چونکہ اس عطیہ برطانوی کو قبول کر لینے کی صورت میں دار العلوم کا اقتدار واہتمام جارہا تھا جیسا کہ شریک مجلس مولانا گیلانی مرحوم اطلاع دے رہے ہیں۔ اس لئے ایک وفد صورت حال کی نزاکت سے حکومت کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ چنانچہ حکومت نے ایک ایسی خوبصورت راہ نکال دی کہ عطیہ شاہی سے فیض یابی بھی ہوتی رہے اور دار العلوم کے اہتمام پر بھی آنچ نہ آئے۔ یعنی حکومت کے اشارے پر نظام حیدر آباد نے مفتی اعظم کے منصب کو تفویض کر کے اچھی خاصی رقم بنام وظیفہ جاری کر دی جو آج کل کے بیسیوں ہزار پر بھاری تھی۔ اور گھر کے ہر فرد کو پچاس پچاس روپئے کا عطیہ مزید برآں۔ (مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ ص ۱۸۲)

اس کے بعد جناب اسعدؒ مدنی لکھتے ہیں:

ارباب اہتمام (مدرسہ دیو بند) حکومت سے وفاداری جتانے کے لئے گورنر کو دعوتیں دے کر ان کی مدح اور ستائش میں قصیدے اور ایڈریس پیش کر رہے تھے اور اس کے صلہ میں عطیات و خطابات سے نوازے جا رہے تھے اور اس پر دعوی یہ ہے کہ انہوں (ارباب اہتمام) نے صرف جنگ آزادی میں حصہ ہی نہیں لیا بلکہ دوسروں کو بھی حصہ دار بنایا۔ (مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر ص ۱۸۳)

ناظرین! انگریز حکمرانوں کی چاپلوسی کرنے، انہیں سپاسنامے پیش کرنے، اور ان سے مراعات حاصل کرنے کی پالیسی علماء دیو بند کی کوئی ہنگامی یا اضطراری اور وقتی پالیسی نہ تھی۔ یہ پالیسی سوچ سمجھ کر اختیار کی گئی تھی اور مدتوں اس پر عمل ہوتا رہا۔ پالیسی کے اس تسلسل کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک کڑی وہ سپاسنامہ ہے جو گورنر یو پی سر جیمس مسٹن کے حضور علماء دیو بند نے ۲۷ ستمبر ۱۹۱۵ء کو پیش فرمایا تھا۔ اس سپاسنامے میں کہا گیا ہے:

'ہم نمائندے ہیں ہندوستان میں قائم واحد اسلامی مرکز کے جس کا کوئی ثانی نہیں اور ہم باوجود ہر قسم کی تخریبی کوششوں اور بد بختانہ کاروائیوں کے نہائت ثابت قدمی اور استقلال سے اس کی قدیم پالیسی پر اسے چلا رہے ہیں۔ یورآنر کی خدمت میں اور ان کے توسط سے ہندوستان کے حکمران ہز ایکسیلینسی وائسرائے کی خدمت میں مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند کو شمس العلماء کا خطاب اور خصوصی سند مرحمت فرمانے پر جو کہ علماء کی عزت افزائی اور شاہی عطایا کی روایات کا نمونہ ہے اپنے پر خلوص قلبی جذبات تشکر کا اظہار کرتے ہیں۔.. خدا کی مرضی کے مطابق ہمارے موجودہ حکمران اگر ہمیں کوئی اعزاز دیں تو ہم اسے کیوں قبول نہ کریں اور شایان شان طور پر ان کی ستائش کیوں نہ کریں۔ اگر ہم ایسا کریں (اعزاز کی قدر اور اس پر شکر گذاری کا اظہار نہ کریں) تو خدا معاف کرے! گویا ہم ممنونیت اور شکر گذاری کے اس فرض سے روگردانی کریں گے جس کی ہمارے پاک مذہب نے ہمیں تعلیم دی ہے.. کسی شاہی عطیے اور کسی بلند مرتبت اعزاز کو لینے سے انکار کرنا یا اسے شایان شان طور پر قبول نہ کرنا ناشکر گذاری ہے۔

یہی وہ وجوہ تھے کہ ہم دارالعلوم کے چند بہی خواہ آج یورآنر کے حضور میں حاضر ہیں.. جو ایک حقیقی فرض ادا کرنے کے لئے آئے ہیں... یورآنر ہمارے اس چھوٹے سے وفد میں نہ تو کوئی جاگیردار ہے نہ کوئی رئیس۔ یہ وفد ظاہری رکھ رکھاؤ اور شان وشوکت سے بھی عاری ہے۔ پھر بھی یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ یورآنر کے دور حکومت کا فیضان ہے اور شمس العلما مولانا محمد احمد کی مینجرشپ کا طفیل ہے کہ ہم جیسے بوریہ نشینوں کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ گمنامی اور تاریکی کے قعر مذلت سے نکل کر شاہوں کے حضور میں جذبات تشکر وممنونیت پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔... ہمارا ایک اور صرف ایک مقصد ہے۔ اور وہ ہے مذہبی آزادی کا تحفظ اور صرف مذہبی آزادی کا تحفظ۔ اس سے ہٹ کر کسی تحریک کو مسترد کرنا یا قبول کرنا ہمارے قائم اور نا قابل تبدیل نظریے کے باہر ہے۔ اگر حکومت اسلام اور اس کے عقائد ورسوم کو اور ہمارے حقیقی لیڈر' کو واقعی عزت دیتی ہے تو دل اور زبان سے اس کا شکریہ ادا نہ کرنا یا اپنے کسی عمل سے اس کے لئے مشکلات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پیدا کرنا انتہائی ناشکری اور معصیت ہے۔

(مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر، ص ۱۲۱۔۱۲۴)

ناظرین! یہ سپاس نامہ دیوبند کے پانچ مولویوں نے جن میں خود جناب محمد احمد بھی شامل تھے گورنر کے حضور پیش کیا تھا۔ اور باقی مولویوں کے چلے جانے کے بعد محمد احمد صاحب نے تنہائی میں گورنر سے ملاقات کی تھی جس میں انہوں نے مولانا محمود الحسن اور دوسروں کے بارے میں خفیہ رپورٹیں کیں۔

(مراسلہ سکرٹری حکومت یوپی۔ مولانا سندھی اور ان کے چند معاصر۔ ص ۱۳۰۔۱۳۴)

اور مولانا سندھی فرماتے ہیں:

حافظ (محمد) احمد اور مولانا حبیب الرحمٰن جیسے لوگوں سے سابقہ ہے۔ یہ دونوں حضرات اسلام اور مدرسہ کے نام سے اپنی مقصد براری میں کوشاں رہتے تھے۔ وہ حضرت شیخ الہند کے عقیدت مند ہونے کے باوجود ان کے کاموں کو بگاڑ رہے تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن بڑے زیرک اور ذہین آدمی تھے۔ لیکن ان کی تمام تگ و دو کا مقصد یہ تھا کہ انہیں حکومت کے حلقوں میں بار ملے۔ اور وہ کوئی اعلیٰ منصب حاصل کر سکیں۔ ...انگریز پرستی کو انہیں کے ذریعہ دارالعلوم میں بار ملا۔

(افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی۔ ص ۳۶۴)

ناظرین! آپ سنتے رہتے ہوں گے کہ جناب محمود حسنؒ اور ان کے شاگرد جناب سندھیؒ نے دارالعلوم دیوبند کی سرکاری پالیسی سے ہٹ کر جمعیت الانصار کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی جسکا مقصد جہاد کی راہ ہموار کرنا اور انگریزوں کی مخالفت کرنا تھا۔ یہ بات بھی سرے سے غلط ہے جیسا کہ مفتی عزیز الرحمٰنؒ نے اپنی کتاب تذکرہ شیخ الہند میں لکھا ہے:

جمعیت الانصار کا قیام ۱۹۰۹ء میں عمل میں آیا... اس تنظیم کا تعلق ایک بہت بڑی اسکیم سے تھا... مولانا سندھی اور حضرت شیخ الہند کی کوششوں سے یہ تنظیم بہت مقبول ہوئی۔ ۱۵۔۱۶۔۱۷، اپریل ۱۹۱۱ء کو اس کے زیر انتظام مراد آباد میں ایک عظیم الشان اجتماع ہوا۔ مولانا سندھی نے اجلاس مراد آباد میں جمعیت الانصار کے اغراض و مقاصد کا اعلان فرمایا۔ اس اجلاس کی ایک منظور شدہ تجویز یہ تھی: ایسے چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت مفت شائع کرنا جن میں عقائد اسلام کی تعلیم، فرقہ آریہ کے جوابات، اور وفاداری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گورنمنٹ کی ہدایات ہوں ‘ ۔

چلو ! جمعیت الانصار کا قصہ بھی تمام ہوا ۔ اور ، ہو چکی نماز مصلی اٹھایئے ۔ اگر جناب محمود حسنؒ اور جناب عبید اللہ سندھیؒ کی قائم کی ہوئی تنظیم کا مقصد بھی وفاداری گورنمنٹ کے جذبات پیدا کرنا تھا تو وہ لوگ تو ویسے ہی مرفوع القلم شمار ہونے چاہییں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جناب حسین احمد مدنیؒ لکھتے ہیں:

(جناب محمود حسنؒ کے) نہ صرف اجانب بلکہ تلامذہ، مریدین اور عزیز و اقارب کو یقین تھا کہ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقاء کو پھانسی دی جائے گی ۔ ورنہ کم از کم حبس دوام اور عبور دریا شور کی سزا پائیں گے ۔ اس لئے مریدوں اور شاگردوں تک نے نہ صرف تعلق ارادت اور شاگردی سے انکار کر دیا تھا بلکہ تعارف سے بھی منکر ہو گئے تھے ۔ خاص خاص لوگ نہ صرف مکان پر آتے ہوئے گھبراتے تھے بلکہ اس محلّہ اور کوچہ میں بھی نہیں گذرتے تھے جہاں حضرت (شیخ الہند) کا دولت خانہ تھا اور حضرت کے لئے تحقیر و ملامت کے الفاظ استعمال کرتے تھے ۔ بعض مدعیان اخلاص تو جان و عزت کے خطرہ سے انگریزوں کے سی آئی ڈی اور مخبر بن گئے تھے ۔ (نقش حیات ۔ ج ۲ ۔ ص ۸ ۔ ۶۵۷)

ناظرین ! ایسے لوگوں کے جھڑمٹ میں بیٹھ کر جس شخص نے ۶۰ سال سے زیادہ عرصہ تحریک مجاہدین کے لئے کام کیا اس کا نام نذیر حسینؒ ہے جو بہاری ہے پھر دہلوی ہے لیکن سب سے پہلے آل رسول سے ہے ۔

اللّٰھم صلّ علی محمد و علی آ ل محمّد کما صلّیت علی ابراھیم و علی آ ل ابرا ھیم انک حمید مجید

(درج بالا تحریر میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری کی روایت سے چند انگریزی دستاویزات کے اردو ترجمہ کے اقتباس نقل کئے گئے ہیں ۔ ذیل میں اصل دستاویزات بحروف انگریزی نقل کی جاتی ہیں ۔ بہاء)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

Document No 11: Confidential Letter From The Secretary to Government of U.P. To Secretary Government of India, Home Department, 9 January 1915

With reference to correspondence ending with my D.O. No. 1939, dated the 18th December 1915, I am desired to say that the Government of Bombay telegraphed onJanuary 6th to the effect that Mahmud Hasan and Khalil Ahmed are possibly on the steamship Koweit due at Bombay on 10th January. The Bombay Government have been informed that these two men are highly respected by large numbers of Mussulmans in northern India. They consider that arrest and internment at the present juncture might cause considerable exitement in Mohammedan circles. The Government of Bombay are anxious to avoid this and propose that these persons should be thoroughly searched on arrival, and if nothing definitely incriminating is discovered, they should only be kept under surveillence and their destination telegraphed on their departure. In your D.O. No . 4974 Political, dated the 13th December 1915 you pointed out the risk of Mahmud Hasan bolting to the frontier . His Honour has therefore had a telegram despatched to the Bombay Government asking that Government to make the proposed searches and then to send them under escort to Allahabad under the Ingress into India ordinance. It is proposed to take further action there under the orders of this Government. The action to be taken will depend on the result of the searches in Bombay and further interrogations at Allahabad where Mahmud Hasan and Khalil Ahmed will be interned for the present in the civil jail.

(source . Government of India - Home Department - Political Deposit - Proceedings, January 1916, No . 47. (Volume 5 . Page 40)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.Document 21: Address Presented to Sir James Meston by the Maulvis of Deoband, 27 September 1915

We, a few representatives (whom it will not perhaps be an exaggeration to call the mouth-piece of the whole of their influential but guileless and unselfish fraternity) of an important but modest body of (Mohammedan) divines, who have at heart the spiritual and mental progress (of the Mahommedan community) and are with great firmness and determination maintaining the harmless unequivocal and old-established policy of the single Islamic-Centre in India (the Darul Ulum, i.e. Arabic College , at Deoband) in spite of all sorts of

destructive accidents and misfortunes, wish to have the honour of expressing our sincere thankfulness to Your Honour and through Your Honour to the ruler of India, His excellency the Viceroy, for the kind distinction and honour conferred, simply as a token of royal grace and regard for the ulama (divines), on Shams-ul-ulama Maulana Maulvi Muhammad Ahmad Sahib, manager of the Dar-ul-ulum, in the shape of the grant of the title and a special sanad. This does not only prove adequately that the Government holds in respect the true guides and leadres of the Mahommedan community but also sheds a clear light on the question whether titles are in fact conferred on persons really entitled to get them, a question which has constantly been a topic of discussion and criticism on the part of some claimants of liberty.

It is true and we ought to have no hesitation in admitting the truth- that it is neither natural inclination of our fraternity nor part of its religious duties to exert ourselves in an inordinate degree for the attainment of mere material benefits or worldly gains, but we see no reason why we should not in a befitting manner appreciate and esteem an honour which, without any unlawful effort and request on our own part, God has caused to be granted to us by our ruler. If we do so (i.e., fail to prize the gift), which

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

God forbid, we will in fact be wantonly violating that duty of thankfulness and gratitude to one's benefactor which our pure religion itself teaches us to perform in very strong and emphatic terms and by ignoring which we shall be liable to be degraded not only in the eyes of the Government but also in the sight of God, the Prophet and all the learned in morals.

We regard it a serious moral weakness, in fact, from one point of view a sin, for true Mussulman- who firmly believe in (the Quranic verse) ' tell (them, O Prophet) that everything is from God' and in the saying ' No atom moves but by His command' and who have made it a rule of their conduct to be submissive to God's will and who sincerely admit the truth of the old saying ' whatever comes from the Friend is agreeable ' - to refuse or to fail to accept with due respect and gratefulness a royal gift and generous distinction of a very high order.

It is for these reasons that we, a few devoted well-wishers of the Dar-al-uloom have come before Your Honour today, not as a few rare characters and isolated individuals but as representative spokesmen of a magnificient fraternity to discharge a real duty of ours, and we think that Your Honour is entitled to our everlasting gratitude also for permitting us to present ourselves before Your Honour.

Your Honour - Our unassuming fraternity (which from the wordly point of view may be called a destitute or helpless body) is not fully conversant with the Ceremonial observances though proper and adequate for giving expression to one's feelings of gratitude, nor owing to its natural simplicity (an attitude encouraged also by its pure and simple religion) does it consider it necessary to make a noise throughout India by means of telegrams and resolutions from the Mahommedans of every district.

We therefore strongly hope that Your Honour may be pleased to regard this feeble voice of a few servants of the Dar-ul-Uloom (which on account of strongly ties of

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

union is the voice of our entire fraternity, and in fact that of all moderate Mussulmans) more weighty and impressive than (the usual) long winded ostentations displays of feelings of joy and gratefulness.

Your Honour - Although our small deputation does not include in it any respectable Jagirdar (land-lord) or rais (nobleman) nor does it possess any prominent position so far as outward show and ceremonial 'pomp is concerned, neverthelless it will not perhaps be out of place to say that it is only Your Honour's regime and period of Shams-ul-Ulama Maulana Muhammad Ahmed's managership that have this distinction that borianashins (those who are in the habit of being seated on mates i.e., devotees), and those of Deoband at that, have been accorded the honour of emerging from their nooks of obsecurity and cramped cells and attending the court of kings to express their thankfulness and gratitude, and this is evidently the result of the ever-increasing usefulness and expanding influence of the Dar-ul-Uloom.

Your Honour - Though we have come before Your Honour today to express our thankfulness for a particular favour (which has been shown not to the Manager Sahib alone, but to our entire fraternity), at the same time the other special favours which it has pleased Your Honour to bestow upon the Dar-ul-Uloom and to a few of which the manager has from time to time drawn our attention are such as tend to enhance the confidence of the Mussulam public with regard to the Dar-ul-Uloom and lend considerable support to our specific policy which has been commended and appreciated by the high European officers who have visited the Dar-ul-Uloom from time to time.

Your Honour- We are thankful to God that on the whole perfect mutual confidence exists between ourselves and our community as it well proved from the ever-increasing sources of the income of the Dar-ul-Uloom and growth of the usefulness of the instructions it imparts. We on our part cannot therefore honestly neglect, as far as lies

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

in our power, to use the right means for the religious and spiritual advancement and well-being of our community. Though some ignorant individuals, having in view the dignity and sanctity of the Dar-ul-Uloom, might some-time regard some of our acts with suspicions, they are at once satisfied and withhold their criticism when the matters are explained to them in conversations or by means of written communications.

we have one and only one object- and it is that we wish always to preserve religious liberty and religious liberty alone, and beyond that it is quite outside the scope of our old establishment and unchangeable ideal to have any connection whatever with any political movement either by way of rejecting or accepting the same.

If the Government has due regard for the Islamic usa

ges and for our true leaders it will be a most ungrateful and iniquitious action on our part not to be thankful to it, both in heart and speech, or to be - God forbid- by any action on our part instrumental in increasing its difficulties.

Your Honour - We have briefly described the single clear policy we have, and at the present time Shams-ul-Ulama, Maulana Muhammad Ahmad is the person who is carrying it out. We believe that owing to the respectability of his family and his personal influence the enthusiastic body of his disciples will firmly maintain that policy.

In conclusion we ask Your Honour's pardon for intruding Your Honour's time and attention and warmly thank Your Honour, an enlightened ruler of the Province full of sympathy for the Dar-ul-Uloom. We think that we are

justified in trusting that Your Honour will take the trouble of communicating our humble but sincere thanks and expressions of our pleasure to His Excellency the Viceroy

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

We pray for the increase of Your Honour's prosperity.

(Source : Government of India- Home Department, Political-Deposit, January 1916, No 47). (The Indian Muslims, Shan Muhammad , v. 5 pp . 46-49)

Document No 22: Notes in The Criminal Intelligence Office On The Address

1. I think that Sir James Meston might inform the Maulvis that His Excellency the Viceroy has read their address with Pleasure.

2. I feel very different as to advising about publication of the address. The spirit at Deoband is a fait accompli and to my mind connotes an ever increasing spirit among Mahommedans in India. The address of the Maulvis will not, I fear, be accepted as pontifical but rather as a sectional manisfesto. It would, in a way, be very natural for Government to identify itself with the loyal section but so far we have been careful to let the Mahommedans arrange themselves with a minimum of interference from Government. That is, I think, a wise policy.

3. I believe there have been and are a great many most dangerous under currents in Mahommedan circles in India and that our want of substantial and memorable success in the war is tending to a removal of the reserve which has been holding back expression and action in the case of many who have been doubting, how far loyalty to the British is compatible with the Islam at present.. Para 6 of Sir James Meston's letter seems to me to over-estimate the remaining Deoband influence which I fear has been weakened by secession of the Mecca Maulvis who carry with them the sympathy of pan-Islamists and fanatics.

4. I should like to see the address published but not by Government. The latter course would, judging by experience, provoke a noxious counter-blast and controversy.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(The Indian Muslims, Shan Muhammad, V. 5 . P 45)

Document No 24 : Letter From the Secretary - Government of U.P. to Secretary, Government of India, Regarding Mahmud Hasan of Deoband

In continuation of my demi-official letter No 1570-C dated 27th September 1915 Government of India may be interested to learn the result of an interview His Honour the Lieutenant-Governor had with Shams-ul-Ulama Maulvi Muhammad Ahmed of Deoband on 27 september last. He came with five of his maulvis to see the Lieutenant-Governor on a formal visit to return thanks for his title and to express their loyalty. One of the maulvis read an address, of which a translation is attached, and which will be referred to in more detail below.

2. With it the Maulvi handed His Honour a pamphlet containing articles extracted from the Zamindar which abused the Shams-ul-Ulama as a man of God for accepting a wordly title from Government. He also gave His Honour a reply rebutting this view, which was written by one of the Deoband maulvis, Shabbir Ahmed. The original pamphlet they all believe to have been written by Maulana Abul Kalam of Al Hilal. They consider that they have pulverized him, as no rejoinder has come.

3.. After the other maulvis have retired, the Shams-ul-Ulama confirmed what he had told the Magistrate of Saharanpur regarding Maulvi Mahmud Hasan and mentioned that the Maulvi had already sailed from Bombay on 18th September. It is however a wild-goose chase on which the man is engaged. He hopes to get an introduction through the Shaikh of Medina to Anwar Beg (Enver Pasha) and thus to encourage frontier trouble.

4. The Shams -ul-Ulama gave His Honour some interesting information about Delhi

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

group which is assisted by his old pupil, the renegade Sikh, M. Ubaid-Ullah Sindhi. He says they got up a great reception for Mahmud Hasan when he was paasing through Delhi en route to Bombay: Dr Ansari was promisent in it and carried Mahmud Hasan to his house in his own motor car. The Shams-ul-Ulama did not follow, but subsequently visited Mrs. Ansari, who is his murid (disciple) and questioned her, She said that Dr Ansari had given Mahmud Hasan a large sum of money, and that she had overheard converasation between them about Medina and Anwar Beg. Dr Ansari's brother escorted Mahmud Hasan down to Bomby.

5. According to the Shams-ul-Ulma, the field of Ubaid-Ullah's mischievous energies now surronds the Fatehpuri mosque at Delhi. It is, he says, the centre of a new society the Nizarat-al-Maarif, of which Ubaid-Ullah is the Nazim; and the association is thoroughly seditios. Unfortunately Ubaid-Ullah gets and boasts of a subsidy of Rs 200 per mensem from Bhopal. The Shams-ul-Ulama strongly urges that Ubaid- Ullah should be cleared out of Delhi and retuned to Sindh.

6. I am now to invite attention to the address presented by the maulvis. It is a document of unusual character, which His Honour thinks will interest the Government of India. It emanates from the members of a college which is known, and enjoys the highest reputation throughout the whole Mahommedan world for its sanctity and its learning. Pupils flock to this institution from Central Asia, Persia, Arabia, Egypt and even China; and alumni carry its theological teaching over an equally wide area. Its influence on pious Moslems of the Sunni section can hardly be eaggerated. The present address, therefore, which the maulvis assured the Lieutenant-Governor that he is at liberty to use and publish in any way he thinks fit, is a declaration which must carry very great weight. It disposes of the idea which has been sedulously propogated by the young Mahemmedan party, that there is something lowering or incongruous in

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

the acceptance by sincere Moslems of distinctions from the British Government. It also lays down definitely the duty which rests on pious Mahommedand of loyalty to the present Government so long as religious liberty is secure. In both respects it is valuable record of the attitude which as orthodox Mahommedan may properly adopt towards the British rule in India; and its value is enhansed by the fact that detemined efforts have been made to sap the loyalty of the Deoband College and to introduce into it pan-Islamic teachings of a declared anti-British tendency. The document is a manisfeto of which use may suitably be made, when necessary, to rebut the theological arguments on which the disloyal sections of Indiam Moslems profess to rely. Sir James Meston would suggest that it should be acknowledged in the name of His Excellency the Viceroy and would ask if Government of India have any special instructions as to the manner in which it should be published or otherwise utilized. It is clearly a document of more than merely provincial interest and value.

7. The Lieutenant-Governor recognizes that it is always delicate, and often indiscreet, to attempt to use theological agencies for the purpose of Government. In the present case however, the line taken by the Deoband College has been spontaneous throughout. A private message was conveyed to His Honour more than a year ago that there was trouble in the College, and that it would be well to visit it. He declined the suggestion until he subsequently received a formal invitation from the Principal and Staff. He then went to the College on 1st March 1915, and was received most cordially by the maulvies in spite of the united presence of Muhammad Ali and other Delhi agitators at the meeting. There was a formal interchange of speeches in the presence of the whole College, followed by much frank private conversation in the College Library. Friendly relations were established, and the position has been definitely cemented by the conferment by the Viceroy of the title of Shams-ul-Ulama on the

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

principla and by the quite unexpected address of thanks which is now submitted. The Lieutenant-Governor hopes that the result will be lasting and satisfactory.

Document No . 25 :Secret Information sent to Home Department by the Collector of Saharanpur Regarding Mahmud Hasan

Moulvi Muhammad Ahmad, Shams-ul-Ulama of Deoband, learnet yesterday that letters have been received from the headmaster announcing that he , Mahmud Hasan, had met the emissaries of Enver Pasha at Medina and that he was returning to Deoband after arranging matters with them. His objects will be -

1 . i.) to forment disturbances on the frontier through his agents there, and

ii) to stir up disaffection in India.

2. He said that a considerable correspondence is carried on between Constantinople and the disloyal Mahommedan party in India through lascars employed on ships plying the Red Sea Ports. . The entry of Bulgaria into the war and expected early collapse of Servia had been a great encouragement to the disloyal party.

3. He said also that Dr. Ansari of Delhi and his relative Abdul Razzak were giving out to their friends:

i) that he (the Shams-ul-Ulama) was giving information to the Government.

ii) that the Lieutenant-Governor had recommended the internment of the headmaster, which the Viceroy had vetoed, and

iii) that papers proving this have been seen in the secretariat,

4. Asked how the headmaster came to posse

ss the influence he ascribes to him, he gave two answers"

i) His age (70) and his reputation for learning and piety. He was the most celebrated of the pupils of his (the Shams-ul-Ulama's father, Maulana Muhammad Kasim, himself

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

a celebrated Moulvi and founder 50 years ago of the Deoband College.)

ii) His connection with Deoband College, which is (he says) the premier institution of the kind in India.

He describes him as a man of bitter and uncompromising temper.

(Source : Government Of India - Home Department , Political Deposit - Proceedings. January 1916, No 47)

Document 26 :Secret Information From the Collector Saharanpur To Government

Moulvi Muhammad Ahmed, Shams-ul-Ulama informs me that Moulvi Mahmud Hasan , headmaster, has not so far returned from Arabia. Abdul Razzak, brother of Dr Ansari, frequently comes to Deoband to see Matlub-ur-Rahman (on leave from well-boring department). This man (Matlub-ul-Rahman) accompanied the headmaster and returned about a month ago. The two are engaged in magnifying the successes of the Germans in the Balkans and further East and telling people that the war will be decided in India. Matlub-ul-Rahman ridicules the lack of precautions taken in India as to arrivals from Arabia (and other places) as compared with stringency there.

The Shams-ul-Ulama said further that an emissary of his own (abdul Ahad, Kashmiri, now in Lukhnow) had been to Mecca with the Headmaster and returned last month along with Matlub-ul-Rahman with the news that the headmaster had had conferences lasting a week with the father of Enver Pasha, who had been appointed head of the Khalifa from Constantinople. He also said that an army of 40,000 or 50,000 Arabs officered by Turks, had been collected near Mecca which had marched eastward via Ta'if while he was at Mecca, with the intention, as was supposed, of cutting the communications of our army in Mesopotamia. Ta'if, I understand, is a place in the hills

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

two marches distant from Mecca.

(Source : Government - Home Department, Political Deposit- Proceedings, January 1916, No 47)

معیار اور اس کا مؤلف

پاکستان میں پہلی مرتبہ میاں نذیر حسینؒ محدث کی تالیف معیار الحق ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی تو اس پر جناب محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ مرحوم امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث (مغربی) پاکستان، نے ایک مفصل مقدمہ تحریر فرمایا تھا جس میں میاں صاحبؒ کی خدمات و خصوصیات اور معیار الحق کے خوبیوں پر بڑا جامع تبصرہ فرمایا تھا۔ اس تاریخی تحریر کو ذیل میں بچند ترامیم نذر قارئین کیا جاتا ہے:

الحمد للّٰہ رب العا لمین و الصّلوۃ والسّلا م علی رسو لہ خاتم النّبیّین..

آئمہ سنت کے نزدیک بنیادی اصول چار ہیں۔ تمام دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن سنت اجماع امت اور قیاس۔ ان میں بھی اصل قرآن و سنت ہے۔ اجماع اور قیاس کا ماخذ بھی قرآن اور سنت ہے۔ کتاب وسنت کے خلاف نہ اجماع ہوسکتا ہے نہ قیاس۔ قرآن اور سنت دونوں کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے لیا ہے۔ حفاظ قرآن نے قرآن کے الفاظ کو حفظ کیا اور الفاظ کے مختلف لہجوں کو ضبط کیا حرکات اور سکنات کو پوری احتیاط سے امت تک پہنچایا۔ فصحاء عرب اور جن قبائل اور علاقوں کی زبان مستند تھی قرآن عزیز کی قرأت میں اس کا پورا پورا خیال رکھا آج پوری ذمہ داری سے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن عزیز ہمارے پاس پوری طرح محفوظ ہے اس میں کمی ہوئی ہے نہ زیادتی۔

حفاظ حدیث نے سنت کے متون اور اسانید کو پوری ذمہ داری اور محنت سے ضبط کیا جیسے قرآن عزیز میں بعض لوگوں نے خبط پیدا کرنے کی کوشش کی اسی طرح سنت میں بھی بعض غلط کار ہوا پرست اور تعصب پسند حضرات نے وضع وتخلیق کا سلسلہ شروع کر دیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ اپنے مقام کو سمجھتے تھے اور قرآن عزیز کی صریح نصوص اس کی موید تھیں کہ آنحضرت ﷺ کا قول فعل سکوت اجتہاد سب حجت شرعی ہیں یقیناً لوگ اس مقام رفیع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے اور غلط چیزیں حضرت کی طرف منسوب کر کے اپنی بدعات اور خرافات کی ترویج کے لئے بہانہ تلاش کریں گے۔ حضرت ﷺ نے پوری صاف گوئی سے اس کے عواقب کو واضح فرمایا:

عن جابر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوء مقعدہ من النّار (جس نے میری طرف کوئی جھوٹی اور غلط بات منسوب کی اسے اپنا مقام جہنم میں بنانا چاہیے (سنن دارمی۔ص ۴۲)۔

یہ حدیث حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، حضرت زبیرؓ۔ حضرت مرہؓ، اور انس بن مالکؓ، ابوقتادہؓ و غیرہم سے دارمی اور سنت کے باقی دفاتر میں بتواتر منقول ہے۔ اس کے بعد اس آبرو باختہ گروہ نے آنحضرت ﷺ کی طرف غلط چیزیں منسوب کیں خود عذاب الیم میں مبتلا ہوئے اور عوام کے لئے گمراہی کا سامان بہم پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ نے آئمہ حدیث اور حفاظ سنت کو توفیق مرحمت فرمائی انہوں نے چھان پھٹک کر سچ اور جھوٹ کو الگ الگ کر دیا۔ اس وقت تین قسم کا ذخیرہ امت کے پاس موجود ہے ۱۔ بالکل صحیح جہاں انسانی کوشش اور امکان کی حد تک صحیح احادیث کو ضعاف اور اکاذیب سے الگ کر دیا گیا ہے۔ ۲۔ موضوع اور مختلق جسے چھان پھٹک کر الگ موضوعات کے نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے جنہوں نے اس معصیت کا ارتکاب کیا تاکہ چور کے ساتھ وہ مال بھی برآمد ہو جائے جسے چرایا گیا۔ اللّٰھم ارفع درجا تھم ۳۔ مخلوط مواد۔ ایسا ذخیرہ جس میں صحیح ضعیف مختلق ہر قسم کی احادیث موجود ہیں جو اہل علم کو محنت اور بصیرۃ کی دعوت دے رہی ہیں۔ طالب حق ان اسباب اور ذرائع کو استعمال کریں جو حق و باطل کی پہچان کے لئے بنائے گئے ہیں اور کھرا کھوٹا الگ الگ کر لیں

یہ دین کی بہت بڑی خدمت تھی جو صدیوں کی محنت اور دیدہ ریزی سے کی گئی گویا علمائے امت کے ان کارناموں کی بدولت ہمیشہ کے لئے امت کو آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

اس حفاظت کا تعلق صرف قوت حافظہ سے ہی نہیں بلکہ امت نے اس کے لئے کئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جدید علوم ایجاد کئے۔ علم رجال، علم موالید، علم وفیات، معرفت البلدان، علم الاباء والابناء۔ کتابت میں مخصوص اصطلاحات، علم اصول حدیث، یہ تمام علوم اور ان کے علاوہ کئی اور فنون کی ایجاد صرف اسی فن کی حفاظت کیلئے کی گئی۔ شروح حدیث، لغۃ الحدیث، سنن اور جوامع احکام، معاجم، اطراف، غرض کئی قسم کے تحفظات تھے جو امت نے اس فن کی افادیت وقدر دانی کے لئے ایجاد فرمائے۔ یہ سب اس لئے تھا کہ مقام نبوت کی معرفت اور حفاظت اسی صورت میں ہوسکتی تھی کہ یہ فن محفوظ رہے اگر حدیث شرعی حجت نہ ہوتی، اس کی حیثیت عام تاریخی ذخیرہ کی سی ہوتی تو ان خطیر مساعی اور عظیم الشان تحفظات کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ اپنے اکابر کی اس میراث کی حفاظت کی جائے کیونکہ مقام نبوت اور دین کی حفاظت کا اصل طریق یہی ہے۔

تفقہ فی الدین: قرآن کریم اور سنت کی حفاظت کے باوجود دنیا کے حوادث لامتناہی ہیں اور کتاب وسنت کی رہنمائی کے سوا ان حوادث سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں، اس لئے لازماً اہل علم اور اصحاب بصیرت کی طرف رجوع کرنا پڑے۔ قرآن عزیز کا ارشاد ہے فاسلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (نحل) جب کسی چیز کا علم نہ ہو تو اہل علم کی طرف رجوع کرو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انما شفاء العی السوال۔ انجان آدمی کے لئے صحت مند طریقہ یہی ہے کہ وہ اہل علم کی طرف رجوع کرے۔ یہ ایک فطری جذبہ تھا۔ ہر زمانہ میں اہل علم نے اس ذمہ داری کا احساس فرمایا۔ وقت کی ضرورت اور ماحول کے مطابق کتاب وسنت کے تقاضوں کو پورا فرمایا۔ آوارگی سے بچتے ہوئے غیر منصوص حوادث کے فیصلے نصوص یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں کئے اور اس کے ساتھ وقت کے مصالح اور ضرورتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔

صحابہ، تابعین، تبع تابعین کی زندگیاں اسی میں صرف ہوئیں۔ ہر شہر میں اور ہر علاقہ میں حاجت مند اپنی مشکلات میں علماء کی طرف رجوع کرتے رہے، بلکہ خود اہل علم دوسرے اہل علم سے مستفید ہوتے رہے۔ اور تمام لوگ بلاتعصب اور بلاتخصیص اپنے اپنے علاقہ اور ماحول کے علماء سے مسائل پوچھتے رہے اور ان کے مطابق عمل کرتے رہے۔ اگر کبھی کسی مسئلہ میں اختلاف بھی ہوا، تو اسے فرقہ بازی کا رنگ نہیں دیا گیا، بلکہ استاذ اور تلامذہ ایک دوسرے کے خلاف فتوی دیتے رہے اور اسے گوارا کیا گیا۔ صحابہ اور تابعین کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد آئمہ اربعہ اور ان کے شاگردوں میں بھی یہ صورت جاری رہی۔ مذاہب اربعہ کی مروجہ کتب فقہ اس کی شاہد ہیں۔ ہر ایک کے فتوے ایک دوسرے کے خلاف ان میں مرقوم ہیں۔ آزادی فکر اور اصلاح وتجدید کا یہ واجبی تقاضا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کلی طور پر کسی کی اطاعت نہ کسی پر فرض ہو، نہ واجب۔ یہ عقیدت کی وابستگی اباحت سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ اطاعت کے وجوب وفرضیت کا مقام آنحضرت ﷺ کے لئے مخصوص رہنا چاہیے۔ مقام نبوت کا یہ تقاضا قطعاً قابل تقسیم نہیں۔ جو اطاعت کا مقام آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے وہ کسی کو امت سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

یہ صورت حال پہلی صدی سے چوتھی صدی تک بدستور جاری رہی۔ علماء کے ساتھ عقیدت، مشکلات میں ان کی طرف رجوع، ان کا احترام، یہ دین کا مزاج ہے۔ اس لئے علماء کے ساتھ عقیدت تو قدرتی چیز تھی۔ تاہم بتدریج اس میں غلو آنے لگا۔ جن آئمہ سے تعلق تھا ان کے مقابل دوسرے آئمہ کرام سے عقیدت کم ہونے لگی، بلکہ تنقید اور تیزی کے اثرات بھی زبان اور قلم سے ظاہر ہوتے رہے۔

فقہاء حنفیہ نے اصول فقہ میں ایسے جذبات کا کافی اظہار کیا ہے اور شیخ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد ابن العربی ناکلی (۵۴۳ھ) کی تصنیفات میں امام شافعیؒ، ابن حزمؒ، وغیرہ آئمہ کے خلاف لہجہ خاصا تلخ ہے۔ اس قسم کی تلخی چوتھی صدی سے پہلے کم ہے۔ تاہم جونہی دنیا میں تقلید کا رواج ہوا، علماء کے لہجے تلخ ہونے لگے اور سوء ادب کا انداز بڑھتا گیا۔

آئمہ کے صحیح احترام کا طریق تو یہ چاہیے تھا کہ ان سے محبت کرنے والے بحث و نظر کی راہوں میں ان کے نقش قدم پر چلتے۔ ان کی طرح علوم میں دقت نظر پیدا کر کے مسائل کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے، اور اجتہاد کی راہوں کو کھلا رہنے دیتے۔ ہر وقت اسباب وعلل پر غور فرماتے اور قرآن وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل حل فرماتے۔

لیکن ہوا یہ کہ آئمہ کی محبت کے ساتھ کچھ بے عمل، بے محنت، غبی ہونے کے ساتھ احساس کہتری کے مریض، علم و دانش کی بستیوں میں آباد ہونے لگے اور یہ ذہن پیدا کرنا شروع کر دیا کہ تم دین اور شریعت کو کہاں سمجھ سکتے ہو؟ اجتہاد ونظر کے دروازے کھلے ہونے کی بجائے اس طرح بند کر دیئے جیسے نبوت کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتداء میں تو آئمہ کے اصولوں کو سامنے رکھ کر بعض فروع کی تخریج کی گئی۔ لیکن بتدریج وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستخرج جزئیات ہی مستقل شریعت قرار پا گئیں۔ ان کے سہارے پر متون اور کچھ شروح محافل درس کی زینت بن گئے۔ ان جزئیات کا حفظ وضبط اور ان حروف والفاظ کی پابندی منتہائے علم تصور ہونے لگی۔ کتاب وسنت سے استخراج مسائل شجر ممنوع تصور کیا جانے لگا۔ جمود کا یہ حال ہوا کہ بارہ بارہ سال مدارس میں صرف کرنے کے بعد ایک عالم متون فقہ کو مقدس ماننے لگا۔ قدوری اور کنز الدقائق اصل دین شمار ہونے لگے۔ گویا احساس کہتری اور جمود نے مزمن مرض کی صورت اختیار کر لی۔ آئمہ کے احترام کے نام سے یہ جو کچھ کیا گیا حضرات آئمہ اور ان کے پاکیزہ مقاصد کو ذبح کرنے کے مرادف تھا۔ گویا علم کی ترقی اور اجتہاد کی سربلندیوں کے لئے ان بزرگوں نے جو مساعی کی تھیں انہیں غارت کر کے رکھ دیا گیا۔ الفاظ کی پرستش اور حشویت کا نام فقہ رکھ دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک امام یا عالم کی محبت نے دوسرے کے ساتھ بغض کی صورت اختیار کر لی، اور احادیث نبویہ کی تقسیم اس طرح ہوگئی کہ گویا میراث بٹ رہی ہے۔ ہر امام اور اس کے مقتدی اپنے اپنے حصہ پر قابض ہو رہے ہیں، دوسرا اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اگر کوئی شافعی کسی حدیث پر بحث کرنا چاہے تو استاد یہ کہہ کر مطمئن کر دے گا کہ یہ احناف یا اہل کوفہ کی حدیث ہے اور یہ اہل حجاز کی۔ اور طالب علم اس سے مطمئن ہو جائے گا کہ میرا اس حدیث سے کوئی تعلق نہیں یہ دوسرے امام کی ہے۔

چوتھی صدی کے بعد تقلید کا رجحان عام ہو گیا۔ آئمہ کی علمی اور اجتہادی کوششیں اپنے اپنے حلقوں میں محدود ہو کر رہ گئیں۔ پانچویں چھٹی صدی کی فقہیات بالکل کتاب وسنت کے برابر سمجھی گئیں۔ سائل جب علمائے دین سے شریعت کے متعلق سوال کرتا ہے تو ہمارے ملک کے علماء بلا تامل ہدایہ، درمختار، شامی اور عالمگیری وغیرہ کی عبارات لکھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے شریعت کی بات بتا دی اور حق ادا ہو گیا۔ وہ قرآن یا حدیث کا نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ ایک خاص مکتب فکر کی ترجمانی ہے، جو بالکل ممکن ہے کہ قطعی طور پر غلط ہو۔ یہی حال شافعی، مالکی اور حنبلی فقیہوں کا ہے۔ کسی کو عین شریعت یا شریعت کا مرادف نہیں سمجھا جا سکتا۔

اجتہاد کی بندش: اسی عقیدت اور احساس کہتری کی بنا پر چوتھی صدی ہجری کے بعد اجتہاد کی بندش کا فیصلہ کر دیا گیا۔ رسالہ حمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الاسلامیه و حقیقة الشر یعة المحمد یه میں (ص ۳۲۸) پوری وضاحت سے اجتہاد کی بندش کا ذکر فرمایا:

و لکن من عصر ار بع مأة من الهجرية النبوية على صا حبها از کی الصلوة و السلا م قا ل بعض العلماء ا لاعلام کما ینقل عن علماء الحنفية ان باب ا لاجتهاد قد انڈ من ذا لک التا ریخ

بعض علماء خصوصاً علماء حنفیہ سے منقول ہے کہ اس تاریخ سے اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا۔

یہ رسالہ ایک ترک عالم شیخ حسین آفندی جسر نے سلطان عبدالحمید کی حکومت میں سلطان کے لئے لکھا۔ اس کے بعد بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ ہمتیں قاصر ہیں، عزائم ختم ہو چکے ہیں، اس لئے ان لوگوں کی رائے درست ہے کہ اجتہاد بند ہے:

لکن ا ذا دق النظر یظهر ان ما قاله او لئک الاعلام هو الموافق للصوا ب و عین الحکمة (ص ۳۲۹)۔ (دقت نظر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی رائے اجتہاد کی بندش کے متعلق صحیح ہے)۔

وقت معین پر اجتہاد کا بند کرنا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا یہ کوئی خدائی حکم ہے، حالانکہ قرآن اور سنت میں کوئی حکم نہیں کہ اجتہاد فلاں صدی میں بند ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت یہ قوت مخلوق سے سلب فرمالیں گے۔ یہ ساری جمود کی کارستانی ہے آئمہ مجتہدین نے کب یہ دعوی فرمایا تھا کہ ہم مجتہد ہیں یا ہمیں مجتہد سمجھا جائے۔ بلکہ ان کے علمی کارناموں دینی خدمات اور کتاب وسنت کی اشاعت کی وجہ سے آنے والے لوگوں نے انہیں مجتہد سمجھا۔

چوتھی صدی کے بعد واقعی یہ تصور عام ہو گیا کہ اب کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا جن لوگوں کے علمی کارنامے آئمہ اجتہاد کی طرح روشن اور نمایاں تھے ان کے متعلق بھی لفظ بولنے کی بظاہر جرأت نہ ہو سکی۔

ارشاد نبوی ہے: لا یزا ل طا ئفة مّن امّتی ظا هر ین علی الحقّ لا یضرّ هم من خذ لهم (دنیا میں ایسے لوگ ہمیشہ رہیں گے جو حق کی حمایت کرتے رہیں اور انہیں ناکام اور ذلیل نہیں کیا جا سکے گا)۔

اور طبقات کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ رہے جو لوگوں کی نفرت کے باوجود ان پابندیوں سے آزاد رہے، اور براہ راست کتاب وسنت سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استدلال فرماتے رہے۔تذکرۃ الحفاظ ذہبی، الدیباج المذھب، البدر الطالع، تاج مکلل، شذرات الذھب، طبقات سبکی، طبقات حنابلہ وغیرھم سے واضح ہوتا ہے کہ ایسے لوگ ہر زمانہ میں ملتے رہے ہیں۔

ہندوستان میں اسلام۔تیسری صدی ہجری کے آخر تک خراسان، ایران میں آئمہ حدیث کی کثرت تھی۔محدثین عموماً وطنیت کے لحاظ سے فارسی تھے۔اسکے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان اطراف میں شوافع کا کافی اثر رہا۔چنانچہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی مصنف مہذب فیروز آباد کے رہنے والے تھے۔فیروز آباد فارس کا شہر ہے۔ اور بھی بہت سے مشاہیر آئمہ شوافع ان اطراف میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔اس کے بعد ماوراء النہر میں احناف اور شوافع کی باہمی آویزشوں اور حکومت کے سیاسی مصالح نے یہاں اہلحدیث شوافع کو ختم کر دیا۔جس طرح ایران میں تشیع کو غلبہ حاصل ہوا،اسی طرح بعض علاقوں میں احناف کو غلبہ حاصل ہوا۔اسی طرح جب مغل فاتحین ہندوستان میں داخل ہوئے ان کے اثر سے ہندوستان میں احناف کی کثرت ہوگئی۔

عرب فاتحین جو سمندر کی راہ سے ۹۲ھ کے پس و پیش سندھ میں وارد ہوئے یہ سب اہل حدیث تھے اس وقت تقلید آئمہ کا دور شروع نہیں ہوا تھا۔چند سال بعد مرکز میں خلفشار کی وجہ سے یہ لوگ واپس چلے گئے،ان کے اخلاقی اور دینی آثار زیادہ دیر تک نہ رہ سکے۔سلطان محمود شافعی تھے وہ باطنی فرقہ کی سازشوں اور مسلم آزاریوں کو روکنے اور ان کی قوت ختم کرنے کے لئے آئے اور واپس چلے گئے۔عمومی طور پر مغل بادشاہ حنفی المذہب تھے اور علماء بھی غالباً اسی خیال کے تھے،اس لئے ہندوستان کے علاقوں میں حنفی مسلک کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا اور اب تک ہے۔حکومت اور علماء جب ایک خیال کے ہوں تو عوام کا ان سے متاثر ہونا قدرتی بات ہے۔

تقلید اور جمود: حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کا ایک انداز فکر ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ اس مکتب فکر کے بانی ہیں۔اگر عوام اس سے متاثر ہوں تو اس میں کوئی عیب نہ تھا بشرطیکہ اس میں جمود نہ ہو،اور دوسرے مکاتب فکر سے نفرت نہ پیدا کی جائے،اور ان مکاتب فکر پر عمل کے لئے بھی راہیں کھلی ہوں۔افسوس ہے کہ ہندوستان کیا،کہیں بھی ،اس معاملہ میں وسعت ظرف کا ثبوت نہ دیا گیا۔سوڈان،مصر،حجاز،عراق،ایران،ہند

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جہاں ایک مکتب فکر کو تمکن حاصل ہوا، اسنے دوسروں کیلئے زمین کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اگر کبھی وسعت ظرف کا تھوڑا بہت اثر پایا گیا تو یہ انہیں لوگوں میں تھا جن کو فن حدیث کے ساتھ تعلق تھا جیسے علامہ شیخ علی المتقی صاحب کنز العمال (۹۷۵ھ) اور شیخ محمد طاہر پٹنوی مولف مجمع البحار (۹۸۶ھ) حضرت شیخ الامام احمد الفاروقی سرہندی (۱۰۳۴ھ) و غیرھم رحمھم اللّٰہ۔ یہ حضرات فروع میں عملاً حنفیت سے متاثر تھے لیکن ان حضرات میں نہ جمود تھا نہ تعصب۔ لیکن وہ اہل علم جو حدیث سے متاثر نہ تھے ان میں جمود بھی تھا اور تعصب بھی۔ اس لئے ان حضرات کی اصلاحی مساعی کے باوجود جمود اور عصبیت کو فروغ ہوتا رہا۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کے دور سے معلوم ہوتا کہ تقلید اور جمود کی مضرتوں کا احساس زیادہ ہوا، اور اس کی اصلاح کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ فرمائی گئی۔ چنانچہ حضرت مجدد کے محترم رفقاء سے شیخ شمس الدینؒ، مرزا مظہر جانجاناںؒ جن کا سلسلہ نسب محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے، فروعی مسائل میں احناف کی روش سے انحراف فرماتے اور حضرت مجدد الف ثانی کے چھوٹے لخت جگر شاہ محمد یحییٰؒ وقتی جمود سے کھلا تصادم فرماتے تھے۔ مجدد صاحب کے متعلق نواب صدیق حسن مرحوم نے فرمایا:

ثمّ انّه با حث الملا حدة فی زما نه جا دلهم بقلمه و لسا نه و ردّ علی الرّوا فض و حقق الفرق بین البد عة و السنّة و اقسیة المجتهدین و استحسانات المتأخّرین و التّعارف علی القرون المشهود لها با لخیر و ما احد ثه النّاس فی القرون المتأ خرة و تعارفوه فیما بینهم فردّد بذلک المسا ئل ممّا استحسنها المتا خرون من فقهاء مذ هبه و کان فقیها ما ترید یا حریصاً علی السّنّة مجتهداً فیه (ابجد العلوم۔ ج ۳) (حضرت مجدد سرہندی نے ملحدین سے مباحثات کئے اور ان کے ساتھ قلم اور زبان سے جہاد کیا۔ روافض کا رد کیا۔ سنت اور بدعت میں فرق فرمایا۔ آئمہ اجتہاد کے قیاس اور متاخرین کے استحسان میں فرق واضح فرمایا۔ اور قرون خیر کے معروفات اور متاخرین کی بدعات مالوفہ میں امتیاز فرمایا۔ اور اپنے مسلک کے علماء کی بدعات پر رد کیا۔ وہ عقیدۃً ماتریدی تھے اور اتباع سنت کے عاشق)۔

حضرت مجددؒ اور شاہ ولی اللہؒ: حضرت مجدد الف ثانی کی مساعی جو مصالح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حکم کے پردوں میں مستور تھیں، حضرت شاہ ولی اللہ کے دور میں اور زیادہ نکھر گئیں ۔ احناف اور شوافع میں متاخرین کے جمود کی وجہ سے جو بعد راسخ ہو چکا تھا، اسے حتی المقدور کم کرنے کی کوشش فرمائی، اور علماء اور عوام کو کتاب وسنت سے زیادہ مانوس فرمایا، اور اس امر پر زور دیا کہ یہ مکاتب فکر کوئی مستقل حقیقت نہیں، اصل چیز قرآن اور سنت ہے ۔ حجۃ اللہ البالغہ، تفہیمات، انصاف، اور عقد الجید میں تقلید و جمود کے معمہ کو پوری طرح حل فرمایا۔ اور شاہ صاحب کا اثر یہ ہوا کہ بدعت پسند حضرات نے تو شاہ صاحب کو بالکل نظر انداز کر دیا اور احناف کا توحید پسند گروہ چونکہ حدیث کے ساتھ تعلق اور تعارف کی وجہ سے شاہ صاحب کا ممنون ہے، اس لئے ان سے عقیدت کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن حضرت کے اس پروگرام سے وہ متفق نہیں، نہ وہ اس پر مطمئن ہیں ۔ان کی کوشش ہے کہ قرون وسطی کے جمود کو پھر دعوت دیں اور کتاب وسنت سے تعلق کو مشروط رکھیں کہ اگر وہ عراق اور کوفہ کی راہ سے آئے تو اسے منظور کر لیا جائے اور اگر حجاز یا مصر کی راہ سے آئے یا وہ آئمہ سلف اور قرون خیر کے انداز فکر کا ترجمان ہو تو حتی الامکان اسے قبول نہ کیا جائے، اور اس راہ میں ہر رکاوٹ ڈالی جائے۔

شیخ الکل سید نذیر حسینؒ

اس دور کے دو بزرگ ہیں جنہیں خدمت سنت اور طریقہ سلف کے احیاء میں بلند ترین مقام حاصل ہے حضرت نواب صدیق حسن خاں مرحوم بھوپال اور حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی ۔نواب صاحب ریاست میں با اختیار مقام کے باوجود تصنیف وتالیف اور دینی مشاغل کی طرف راغب تھے اور تقلید و جمود کے خلاف ان کے قلم نے اتنا کام کیا جو شائد کوئی جماعت بھی مشکل سے کر سکے ۔مرحوم کی تصانیف مختلف فنون میں سینکڑوں تک پہنچتی ہیں ۔حضرت میاں صاحب کے پاس اللہ پر توکل اور مسجد کی چٹائیوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

میاں صاحبؒ مولانا اسحاقؒ کے شاگرد تھے اور انہیں شاہ ولی اللہؒ کے سلسلہ کے ساتھ والہانہ عقیدت تھی ۔علوم آلیہ اور عالیہ میں پوری مہارت تھی ۔ جامع العلوم تھے ۔مزاج میں تواضع اور انکسار تھا۔تملق لجاجت نام کے لئے طبیعت میں موجود نہ تھا۔ لالچ اور طمع ایسے امراض سے ذہن بالکل صاف تھا۔فن حدیث کی اشاعت اور مسلک سلف کی خدمت کو زندگی کا مقصد سمجھتے تھے ۔مشاہرات کا یہ دور تھا نہ طبیعت میں اس کے لئے کوئی مقام ۔ زمانہ کے اتفاقات سمجھئے کہ حضرت شاہ اسحاقؒ کی ہجرت کے بعد اسی مسند پر دین کی خدمت کا موقعہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میسر آیا۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ نے تقلید مروج اور جمود کے خلاف جو جرأت مندانہ قدم اٹھایا تھا، لیکن جہاد کی مشغولیت اور اس کے مصالحوں کے تقاضوں کی بنا پر اس کی تکمیل نہیں فرما سکے تھے، میاں صاحب نے اسے مقصد حیات قرار دیا اور تمام مشاغل سے فی الجملہ الگ ہو کر اس میں مشغول ہو گئے، اور پوری عمر اس میں صرف فرما دی۔ پوری عمر نہ نقل مکانی کی ضرورت محسوس ہوئی نہ کسی خوف و ہراس نے پروگرام کی تبدیلی پر مجبور کیا۔

۱۸۵۷ء کے انقلاب ایسی ہیبت ناک صورت نے بھی میاں صاحب پر کوئی اثر نہ کیا۔ شہر پر توپیں آتش باری کر رہی تھیں ادھر مسند درس گرم تھی، اسباق شروع تھے۔ طلبہ خائف تھے لیکن حضرت میاں صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ تھا، وہ بدستور تدریس کے سلسلہ میں تشریف لاتے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ بدنظمی کی وجہ سے ناکامی پر منتج ہوئی۔ میاں صاحب نے اس میں انگریز عورت کو باغیوں سے بچایا، اسے پناہ دی۔ یہ بالکل اسلامی تعلیمات کے مطابق تھا۔ عورت پر ہاتھ اٹھانا شرعاً درست نہ تھا۔ باغی اور آوارہ مزاج لوگوں نے اسی بہانہ سے میاں صاحب کے مکان پر حملہ کیا اور ایذاء پہنچائی۔ اس کی اطلاع رضی الدولہ بہادر میرزا قدرت اللہ بیگ نے بہادر شاہ ظفر شاہ دہلی کو دی۔ بادشاہ نے شہزادوں کو حکم دیا کہ وہ اس ہنگامہ کو فرو کرائیں اور میاں صاحب سے دعا کیلئے عرض کریں کیونکہ ہمارے بزرگ مشکلات میں اہل اللہ سے دعا کرایا کرتے تھے (روز نامچہ ۱۸۵۷ء مولفہ عبداللطیف)

اسی روز نامچہ میں میاں صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

ہمانا مولانا از سادات حسنی و حسینی است۔ در حدیث پایہ اجتہاد گرفت در فقہ برتری مایہ در اصول آگاہی کمال دارد۔ در علم تفسیر بے مثال است امروز در علم و عمل بے نظیر است شب باز و سفید کار است ہر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت بہ پژوہش ایزدگی ستردگی یافت۔ (روز نامچہ ۱۸۵۷ء۔ ص ۱۰۴)

افکار اور مذہبی خیالات میں اختلاف کے باوجود میاں صاحب کے علم و عمل اور اخلاق کی پاکیزگی مسلم تھی۔ واقعات دار الحکومت دہلی (جلد ۳ ص ۲۵۹) میں میاں صاحب کا ذکر بڑے اچھے الفاظ میں کیا گیا ہے اور انہیں شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ اسحاق کا شاگرد ظاہر کیا گیا ہے اور آپ کی تصنیفات معیار الحق، واقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی، ثبوت الحق الحقیق، اور فلاح الولی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (روز نامچہ۔ ص ۲۰۵ بضمن اشخاص)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وفورِ علم کے ساتھ میاں صاحب اخلاق فاضلہ میں اکابر ملت سے پوری پوری مماثلت رکھتے تھے۔ صحت فکر، تدبر اور دور اندیشی میں میاں صاحب آپ اپنی نظیر تھے۔ مخالفین کی کثرت کے باوجود ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ دہلی سے نہ بھاگنا، متحارب طاقتوں سے نہ الجھنا، نہ مرعوب ہونا انتہائی تدبر تھا۔ حکم و دانائی میں میاں صاحب کا مقام بہت ہی اونچا تھا۔ علماء کی جماعت میں میاں صاحب نظریاتی اختلاف کے باوجود بڑی عزت سے دیکھے جاتے تھے۔

میاں صاحب کے تلامذہ کا اثر: میاں صاحب کے تلامذہ کے مزاج اور طریق کار میں عجیب تنوع معلوم ہوتا ہے۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق مرحوم سے اثر لیا۔ مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا محمد ابراہیم آرویؒ، حاجی علی جان کا خاندان مخالف تحریک مجاہدین کے حامی بنے۔

ایک جماعت کا رجحان تدریس کی طرف تھا۔ جن میں مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوریؒ، مولانا عبدالجبار غزنویؒ، مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ، مولانا حافظ محمد لکھویؒ، مولانا عبدالقادر لکھویؒ و سواھم خلق لا یحصون

بعض کا رجحان تصنیف و تالیف کی طرف تھا۔ مولانا شمس الحق ڈیانویؒ، مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا حافظ محمد لکھویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا احمد غزنوی رحمھم اللہ

بعض کا رجحان مناظرانہ تھا۔ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا عبدالحکیم نصیرآبادیؒ وغیرھم رحمھم اللہ

بعض وعظ و تقریر میں نابغہ دوراں تھے۔ مولانا محمد علی بوپڑہؒ، مولانا محمد لکھنویؒ، مولانا عبدالوہاب ملتانیؒ وغیرھم رحمھم اللہ

شیخ نذیر حسین محدث دہلویؒ کی جامعیت کے یہ تاثرات تھے جو تلامذہ میں مختلف طور پر پائے گئے۔ ہر ایک نے شیخ سے حسب استعداد اخذ کیا اور اسی تاثر کے ماتحت اپنے اپنے ماحول میں خدمت فرمائی۔ بنگال، سندھ، آسام وغیرہ ممالک کے تلامذہ کا مجھے علم نہیں، نہ ان کے اسمائے گرامی معلوم ہیں، نہ ان کے اعمال سے واقفیت، لیکن عرب میں شیخ محمد نصیف جدہ، شیخ عبداللطیف آل شیخ نجد، شیخ ابوبکر خوقیر مکہ مکرمہ مسلم دوست اور توحید و سنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے خادم ہیں اور حضرت میاں صاحب کے علمی فیوض کے شاہد ہیں اور ان کے تلمذ پر نازاں۔

میاں صاحب کا اخلاص: کتاب معیار الحق حضرت میاں صاحب نے تنویر الحق کے جواب میں لکھی تھی (تنویر الحق، شاہ اسماعیل شہید کی تنویر العینین اور ایضاح الحق کے جواب میں لکھی گئی تھی) یہ کتاب حضرت میاں صاحب کے ایک شاگرد محمد شاہ (پاک پٹنی) نے لکھی تھی لیکن نواب قطب الدین مرحوم کے اسم گرامی سے شائع کی گئی تھی۔ محمد شاہ پاک پٹن (ضلع منٹگمری، پھر ساہیوال، پھر خود ضلع) کے رہنے والے ایک معمولی طالب علم تھے اور نواب قطب الدین مغفور مشہور عالم تھے اور میاں صاحب کے ہم سبق۔ بعض مصالح کی بنا پر یہ کتاب ان کے نام سے شائع کی گئی تھی لیکن میاں صاحب نے اپنی رفعتوں سے بے نیاز ہو کر اپنے شاگرد کو مخاطب کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں فرمائی۔ آج کل ہمارے علماء کا یہ حال ہے کہ وہ کسی اپنے ہمسر سے بھی خطاب پسند نہیں فرماتے اور یہاں ایک معمولی شاگرد سے تخاطب میں بھی توہین کا احساس نہیں فرمایا گیا۔

حضرت کی متانت: معیار الحق کا لب ولہجہ مصنف کی متانت اور سنجیدگی کا شاہد ہے۔ اس وقت کے تصنیفی انداز کو دیکھا جائے تو معیار الحق ٹھنڈی سنجیدہ کتاب ہے حالانکہ بحث ومناظرہ کی کتاب ہے، لیکن اس کا انداز محققانہ ہے، طعن وتشنیع کے بغیر نفس مسئلہ پر بحث فرمائی گئی ہے۔ اصل مسئلہ میں کوئی خلا نہیں چھوڑا گیا، ہر تشنگی کو علمی حوالوں سے پورا کر دیا گیا ہے۔

معیار الحق کے لہجہ کی پسندیدگی، دلائل کی فراوانی، اور استدلال کی پختگی نے حضرت امام الہند، خطیب الملک، یگانہ روزگار، اپنے وقت کے بلند پایہ عالم، مولانا ابوالکلام آزاد کو اتنا متاثر کیا کہ وہ اپنے آبائی خیالات کو خیر باد کہہ کر میاں صاحب کے ہمنوا ہو گئے، حالانکہ مولانا آزاد کے والد بزرگوار حضرت مولانا خیر الدین سخت قسم کے بریلوی تھے۔ وہ اپنی حنفیت کے سامنے مولوی احمد رضا خان صاحب کی بریلویت کو بھی مشکوک سمجھتے تھے۔ شاہ ولی اللہ کے خاندان سے علمی استفادہ کے باوجود ان کے اصلاحی پروگرام پر تنقید فرماتے۔ لیکن معیار الحق نے اس خاندانی مقلد (آزاد) کو اپنی آغوش عاطفت میں تسکین بخشی۔

میاں صاحب نے تقلید کی متعدد اقسام لکھیں۔ ہر ایک کے حکم کو واضح فرمایا۔ کسی کے مدح وذم میں مبالغہ آمیزی سے کام نہیں لیا۔ مولانا آزاد نے معیار الحق کے متعلق فرمایا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ معیار الحق سنجیدگی اور دلائل کے لحاظ سے بہت وزنی تھی، فریق مخالف نے اس کے خلاف جو کچھ لکھا اس میں وہ وزن نہ تھا۔ مولانا آزاد کے الفاظ کسی دوسری جگہ مذکور ہیں۔

حضرت کی امن پسندی: میاں صاحب کا ذہن قطعاً تفریق پسند نہ تھا۔ دہلی شہر میں رہتے ہوئے اور تلامذہ کے حلقہ میں بے حد وسعت کے باوجود میاں صاحب نے الگ جمعہ قائم نہیں فرمایا، بلکہ مدت العمر شاہی مسجد کے حنفی امام کے پیچھے نماز جمعہ ادا فرماتے رہے۔ مغل دربار تک تعارف اور شناسائی کے باوجود جمعہ علیحدہ کرنا پسند نہ فرمایا۔ حضرت میاں صاحب کے انتقال کے بعد احناف کے تشدد اور عصبیت کی وجہ سے دہلی میں اہلحدیث اور احناف کے متعدد جمعے قائم ہو گئے۔

دہلی میں علماء کی کثرت تھی، مختلف مکاتب فکر کے جید علماء دہلی میں موجود تھے لیکن کبھی کسی سے کسی اہم اور قابل ذکر آویزش کی اطلاع نہیں ملی۔ نہ ہی مناظرہ بازی اور چیلنج بازی کے آپ عادی معلوم ہوتے ہیں۔ میاں صاحب کے اسی مزاج کو بھانپ کر مرزا غلام احمد نے اپنی شہرت کے لئے دہلی میں میدان مناظرہ گرم کیا۔ مرزا غلام احمد ایسے عوامی اور نمائش پسند آدمی کے لئے یہ بہترین راہ تھی۔ اس اشتہار بازی اور مناظرہ پروری کی اطلاع پا کر مولانا محمد بشیر سہسوانی پہنچ گئے، حیات مسیح پر مناظرہ ہوا، اور مرزا صاحب مناظرہ درمیان میں چھوڑ کر واپس قادیان پہنچ گئے۔

ابتذال اور عوامیت: معیار الحق، فتاوی نذیریہ اور بعض دوسری تصانیف سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے ذوق میں ابتذال اور عوامیت نہ تھی۔ پوری کتاب علمی مباحث پر مشتمل اور انداز بیان علمی ہے، اسے عوامی بنانے کی کوشش نہیں فرمائی۔ علمی حلقے بھی اس سے متاثر ہو سکتے تھے اور ہوئے، حالانکہ اس دور میں جامع الشواہد، اخراج الوہابین عن المساجد اور انتظام المساجد ایسی مبتذل اور عامیانہ کتابیں شائع کی گئیں مگر میاں صاحب کے ذوق پر ان کو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ میاں صاحب کے تلامذہ اور متوسلین نے ان کے جواب نرم گرم ہر طرح دیئے۔ جامع الشواہد ایسی گھٹیا کتاب کا بڑا متین جواب مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری مرحوم نے لکھا۔ تاہم افسوس ہے کہ یہ متانت دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ بریلی، بدایوں، لدھیانہ اور دلی کے علمی مراکز اس قسم کا ردی لٹریچر شائع کرنے لگے۔ علمی مسائل کو بازاری انداز سے شائع کیا جانے لگا۔ حضرت میاں صاحب کے انتقال کے بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ ان کی حیات کے آخری ایام میں یہ وباء عام ہوگئی۔ نہ اہل حدیث حضرات اس سے بچے نہ بریلی اور دیوبند اس سے محفوظ رہے۔ علمی اور تدریسی مسائل بازار کا سودا بن کر عوام کے لئے بدگمانی اور سنجیدہ حضرات کے لئے مضحکہ کا موجب بنے۔

میاں صاحب کا تحمل: ۱۳۰۰ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۳ء میاں صاحبؒ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً مولوی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم اور حاجی امداد اللہ مرحوم اور مولانا خیرالدین مرحوم پہلے سے وہاں موجود تھے۔ کچھ اور علماء ہندوستان سے صرف اس لئے حجاز پہنچے کہ میاں صاحب کو وہاں گرفتار کرا دیں۔ رسالہ جامع الشواہد کا عربی ترجمہ کر کے ترک گورنر کے سامنے پیش کیا، حالانکہ وہ ان حضرات ہی نے یہاں ہند میں شائع کرایا تھا۔ تعجب ہوتا ہے مذہبی تعصب کتنے بڑے بڑے اعاظم رجال کو ایسے کبائر پر آمادہ کر لیتا ہے کہ وہ ان غلط بیانیوں میں نہ اپنے مقام کو سوچتے ہیں نہ مستقبل کی بدنامی سے گھبراتے ہیں۔ اس کی تفصیل مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اشاعۃ السنہ جلد ۶ نمبر ۱۰۔۱۱ میں دی ہے اور الحیات بعد المماۃ میں بھی موجود ہے۔ گورنر ترکی کو جب حقیقت حال کا علم ہوا تو میاں صاحب کو باعزت بری کر کے اپنی نگرانی میں مدینہ منورہ بھیجا، ان حضرات کو سخت تنبیہ کی، لیکن میاں صاحب مرحوم نے اس کے متعلق کوئی انتقامی کاروائی نہ وہاں کی، نہ واپس دہلی آ کر کسی رنج کا اظہار فرمایا، بلکہ صفح جمیل پر عمل فرمایا، حالانکہ یہاں پہنچ کر انتقامی طور پر بہت کچھ کیا جا سکتا تھا، لیکن اس خیر مجسم نے کسی انتقامی کاروائی کے لئے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا

او لئک آبائی فجئنی بمثلهم　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع

معیار الحق کی اشاعت: میاں صاحب کا عام مشغلہ درس و تدریس تھا۔ تنویر الحق کی اشاعت کے بعد ضرورۃً اس موضوع پر قلم اٹھایا اور مسئلہ کے ہر پہلو کو واضح فرمایا۔ اس کا اثر علمی حلقوں پر شدید ہوا۔ مخالف بہت سٹ پٹائے۔ انصاف پسند لوگوں نے سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا کہ جب قرآن عزیز اتر رہا تھا اور آنحضرت ﷺ اس کی تبلیغ اور تشریح میں مشغول تھے، اس وقت آئمہ مجتہدین، جن کے مذاہب مروج ہیں، موجود ہی نہ تھے، بلکہ پیدا بھی نہ ہوئے تھے لہذا ان کی تقلید واجب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب آئمہ پیدا ہوئے، اور ان کے علوم اور فیوض سے دنیا متعارف اور متاثر ہوئی، اس وقت فرضیت اور وجوب کا زمانہ گذر چکا تھا۔ پیغمبر کے سوا کسی کو استحباب کا بھی حق حاصل نہیں، فرض واجب تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بڑی چیز ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد صحابہ اور تابعین کے وقت ایسے مجتہد صلحاء اور اتقیاء کی جماعت موجود تھی، نہ انہوں نے اپنی تقلید کے لئے دعوت دی نہ آنحضرت ﷺ نے ان کی تقلید کے لئے اشارہ فرمایا، اور فرضاً کوئی اشارہ ہے تو انہیں چھوڑ کر مفضول کو بلا وجہ کیوں ترجیح دی جائے۔

مسئلہ بڑا صاف تھا، اس لئے خواص کیا عوام نے بھی اس سے اثر لیا۔ اس اثر کی تلافی کے لئے معیار الحق کے جواب میں مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری نے انتصار الحق کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ اس کے متعلق مولانا آزاد فرماتے ہیں:

> اسی زمانے میں معیار الحق دیکھی اور اس کا جواب انتصار الحق، مولانا ارشاد حسین رامپوری کا، اور مجھ پر معیار الحق کی سنجیدہ اور وزنی بحث کا بہت اثر پڑا اور صاحب انتصار الحق کا علمی ضعف صاف صاف نظر آ گیا (مولانا آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی۔ مولفہ عبد الرزاق ملیح آبادی۔ ص ۳۶۶)

انتصار الحق اس وقت میرے سامنے ہے جو مولانا ارشاد حسین نے لکھی۔ لیکن مولانا اس پتھر کو نہیں اٹھا سکے جو معیار الحق نے ان کی راہ میں ڈال دیا تھا۔ وہ مسئلہ کے منہ پر تشکیک کا غبار بھی نہیں ڈال سکے۔ ویسے یہ کتاب معیار الحق سے بڑی تقطیع پر شائع ہوئی ہے اس سے ضخیم بھی زیادہ ہے۔

بتدریج یہ مسئلہ مجلسی اور عوامی ہو گیا ہر طرف سے عامیانہ انداز میں اس پر گفتگو ہونے لگی۔ ہر فریق نے جذباتی طور پر عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔ متون اور شروح فقہ کی بعض جزئیات کو اشتہاری صورت میں عوام کے سامنے رکھا گیا۔ ہر فریق نے عوامیت اور ابتذال کی راہ اختیار کی، جس کی بدولت یہ نزاع انگریزی عدالتوں تک پہنچ گئی۔ مساجد سے اخراج کی نوبت آئی۔ دونوں طرف سے اہل علم خالص دینی مسئلہ کے لئے خالص کفر کی عدالتوں میں پہنچ گئے۔ اس ہنگامہ کی صدائے بازگشت پریوی کونسل تک اثر انداز ہوئی۔ اس صورت پر کسی فریق کو بھی فخر مناسب نہیں، البادی اظلم درست ہے لیکن فاصفح الصفح الجمیل بھی آخر قابل فخر مقام ہے۔۔ محمد اسماعیل۔ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ

(مقدمہ معیار الحق، مکتبہ نذیریہ قصور، ۱۹۶۵ء۔ بچند ترامیم)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معیار الحق

(مولفہ سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی)

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

نحمد ك یا من بعث فی الا میین رسولاً مّنهم یتلوا علیهم آیاتک و یز کّیهم و یطهّرهم تطهیراً۔ و نصلّی علی نبیّک محمد نِالّذی او جبت علینا اتّبا عه و جعلته لنا ها دیاً و سراجاً مّنیراً و علی آ له وصحبه الملتز مین بهد یة المستنین بسنّة الذین جعلت کلاًمنهم شمس الهدی و للدّ ین نصیراً ۔ و علی سا ئر امّته سیما الآ ئمّه الاربعة الّذین هم لقوام دینه کالعنا صر الا ر بعة و لا ینکر غیر المعاند کون کل وا حد منهم له معوا نا و ظهیراً ۔

امّا بعد: فیقو ل العبد الاحقر طالب الحسنیین المبتغی مرضاة خالق الثقلین السیّد محمد نذیرحسین انّه قد وصلت الیّ الرسالة المو سو مة بتنویر الحقّ المنسو بة فی الظّا هر الی جامع الحسنات المولوی محمد قطب الدّ ین شرح اللّٰہ صدره

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنور اليقين ، المصنّفه فى الحقيقة لمحمّد شاه الفنجا بى الّذى اقام عندى نهاء اربع سنين و استفاد منّى ثمّ اعتزل عنّى كاعتزال واصل بن عطاء عن الامام الحسن البصرى فاطلعت عليها و نزت الى ما فيها فو جد تها مشتملة على المفاسد و الخطور و تذكرت من مطا لعة اسمها قول الشّا عر :

برعکس نہند نام زنگی کافور

اذ وجد ت بعضها، وهو الباب الاول ، مخا لفاً لّما روى عن المحققين من المحدّ ثين و المورّخين من المحتبرين و متضمناً للاحاديث الواهيه الموضوعة الّتى نصّ على حرمة روا يتها عن الحفّا ظ المحققين.

و بعضها ، و هو البا ب الثّا نى، مخا لفاً لّما صرح به اما منا و سيّد نا ابو حنيفة النّعمان ا فا ض اللّه عليه شآ بيب العفو و الغفران وصاحباه و من تبعهم من جمهور الفقهاء والاصوليين من المتقدّ مين و المتأ خّرين .

وبعضها، و هو اكثر الباب الثّا لث، خلاف مسلك المحققين المنّصفين .

فتصد يت لتحرير جوا باتها اظهاراً للحقّ لقوله تعالى: لا يخا فو ن لو مة لا ئم. ولقو له عليه السّلام: السّا كت عن الحقّ شيطان اخر س. فجاء بعون اللّه كتا باً يّنطق با لحقّ فلذا سمّيته باسم كا لمسمى معيار الحق.

و اعلم ان ما ادعيناه من كون تلك الرّسا لة فى الحقيقة لمحمّد شاه فنجابى يقتضى تفصيلاً و هو انّه ما اعتزل عنّى كان ساعياً من عدّة سنين فى جمع ما اورده فيها من المزخرفات لردّ ما فى الر سا لتين المتبرّ كتين : ايضا ح الحقّ و تنو ير العينين، لمقتدا نا المولوى اسما عيل الشهيد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حا ج الحر مين۔ فلمّا اختتم ما جمعه و تمّ ما يفيد قصده اراد اظهاره و افشائه ، لكنّه فهم انّى لست مشهوراً و ملتفتا اليه للنّاس فكيف يظهره ثمرة كبدى و انّى يلتفت الىّ و جه من وجوه النّاس فتجسس من يّنسب الى نفسه ما جمعه و هو من المشهورين و مع ذا لک يكون سا ذ جاً غير واقف من كيد الخا ئنين واقعاً فو جّه موا فقاً لمدعاه مجمع الحياء و الكر م المو لوى قطب الدّ ين صا نه اللّه تعا لى عن مكر الدّ الخصا م فى الدّ ين فالتجا اليه بهذا السّوال نهاره وليله وكان يذهب فى حضرته ضحاء ه و مساء ه ۔و لمّا كا ن المولوى قطب الدّ ين كذا لک لما صرف مدّ ة عمره فى تا ليف الكتب المتضمّنة للمسا ئل السّهلة المشهورة ولم تيسّر له مطالعة كتا ب كبير دقيق من كتب ا لاصو ل و مباحث فرو ع العلماء الماهرين بالفقه و الحديث من العدول حتّى يطلع على مباحث عضال معركة آراء المحققين ليعصم نفسه عن اغواء المغو ين اغتر من كيد ه و رضى بقوله فاستجاب دعوته و اخذ ما جمعه و كان فى العبارة العر بيّة فترجمه فى الهند يّة و سمّاه بتنوير الحقّ و نسبه الى نفسه خلافاً للواقع الا حق و لنا الشّهود على ما اوردناه فى هذا التّفصيل فمن ارتاب فليحضر عند نا فليطلب منّا الشّوا هد و الدّ ليل و الّذى له طبع سليم و عقل مستقيم سيطمئنّ قلبه من مطالعة آ خر تلک الرّسا لة لانّ فى آ خر ها اقرار مّن محمد شاه بما يصدق هذه المقا لة ، و لمّا كا نت الرّسا لة فى العبارة الهند ية ينبغى ان يّكو ن جوا بها ايضاً فى الهند ية ، فا لمأمول من ارباب الفضل و الكمال ان يّنظروا الى ما قيل لا الى من قال فا ن المحققين يعرفون الرّ جال با لحقّ ، لا الحقّ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بالرّجا ل ۔ و التّو فیق المتعا م المفضا ل ۔

بعد حمد ونعت کے بندہ عا جز طا لب حسنات دارین محمد نذ یر حسین علماء ما ہرین شریعت غرا ومستبصرین ملت بیضاء کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ ۱۲۸۰ھ میں ایک رسالہ مسمی بہ تنویرالحق نا مزد بہ نسبت جنا ب مولوی محمد قطب الدین خان کے چھپ کر جا بجا مشہور ہوا ۔ چنا نچہ نا گاہ اس عا جز کی نظر سے بھی گذرا تو معلوم ہوا کہ یہ رسا لہ حقیقت میں جمع کیا ہوا، اور تر تیب دیا ہوا شیخ محمد شاہ سا کن موضع پیر سکندرہ ضلع پا کپٹن کا ہے ۔ لیکن نا مبر دہ نے بہ سبب غیر مشہور ہو نے اپنے کے، آ مد رفت اور را بطہ اخلاص کا جنا ب مولوی صا حب ممدوح سے پیدا کیا اور شیوہ عجز وانکسار اور چا پلوسی وخوشا مد سے عرض معروض کر کے انہیں اس پر آ مادہ ومستعد کیا کہ آپ بذات خود اس رسا لہ کو منسوب کر کے تر جمہ اردو زبان میں فر ماویں، اور معرفت اپنی چھپوا دیں کہ عوا م الناس بنا بر شہرت فضیلت اور دیا نت آپ کی، خوا ہش کر کے لے لیں، اور دستور العمل اپنا ٹھہرا ویں ۔

پس جنا ب مولوی صا حب بپاس حیا وکرم ومروت جبلی اپنی کے، عرض میاں محمد شاہ مقرون بہ اجابت فر ما کر اچا نک اس میدان جان فرسا میں پا انداز ہوئے ۔ اور عادت معہودہ قدیمہ اپنی کو چھوڑ کر، ذات شریف اپنی حیص بیص مبا حث دقیقہ معرکہ آراء سے اہل اصول میں ڈالی، حالانکہ جنا ب ممدوح پہلے اس سے ایام شباب تا بغایت حال، فارس تجر بہ وحذاقت اس میدان لق ودق کے نہ تھے ۔ صرف بمقتضائے رافت ومروت کے بنظر سرسری نا مبر دہ کے لکھنے پر کا ر بند ہو کر تر جمہ کر دیا اور کما حقہ قوت ما خذ اور صحت و ضعف اور راجح مرجوح احا دیث اور مسائل متنا زع فیہا کہ جن میں شیخ محمد شاہ نے قدم ڈالا، مطلع نہ ہوئے ۔ کسی کہنے وا لے نے کیا خوب کہا ہے:

نہ ایں کا ر ہا زیچہ وسرسری است

اس واسطے کہ جنا ب مولوی قطب الدین کو ہمیشہ ورد وظا ئف اور سرانجام امر ضروری روزمرہ اہل حا جات سے فرصت کہاں ملتی ہے کہ بہ دل جمعی تمام مبا حث عضال اور مسائل مشکلہ اصولیہ میں نظر با ریک فر ماویں اور شیخ محمد شاہ نے جس جس مقام میں بہ سبب خام طبعی اور نا تجر بہ کاری کے اس رسا لہ کی تو جیہات میں لغزش کھائی ہے نیز مولوی قطب الدین سے اوپر اعتماد اس کے لغزش واقع ہوئی ہے، سچ ہے دیکھنے اور سننے میں بڑا فرق ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اور کوئی نادان اس بیان سے نہ سمجھے کہ اس میں مذمت اور منقصت جناب مولوی قطب الدین کی پائی جاتی ہے۔ حاشا کہ یوں نہیں کیونکہ مباحث دقیقہ اصولیہ لوازمات اور ضروریات دین سے نہیں کہ جاننا ان کا ہر اہل صلاح و یقین پر واجب ہو ۔ و مع ھذا لکل فن رجال موقع ومزیب ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

اور پوشیدہ نہ رہے کہ شیخ محمد شاہ نے ظاہر بزعم اپنے اس رسالہ میں تائید مذہب حنفی کی کی ہے، مگر بباعث کج فہمی اور ناواقفیت کہ ہنوز نوآموز ہے ، بیان وجوب تقلید مذہب معین میں خلاف مسلک ورائے امام صاحب اور صاحبین وغیرھم کے چلا۔ خصوصاً در پے رد کرنے رسالہ ایضاح الحق وغیرہ کہ جو منجملہ مصنفات مبارکات جناب فیض مآب قامع شرک و بدعت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا و بالفضل اولنا محمد اسماعیل عمریؒ سے ہے، بہمہ تن متوجہ ہوا۔ چنانچہ ناظرین واقفین رسالہ مذکورہ پر خوب روشن اور ہویدا ہے۔

بہر رنگے کہ می آید شناسم

مقام افسوس کا ہے کہ مشارالیہ ہمارے پاس کئی برس رہ کر شب و روز مستفید ہوتا رہا، مگر مذاق تحقیق علماء ربانی سے بے بہرہ رہا

تہدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل

بنا بر اس کے اس عاجز نے واسطے اظہار حق اور خیر خواہی عوام مؤمنین کے کہ افراط وتفریط میں نہ پڑیں، در باب اعتقاد رکھنے حقیت تقلید مذاہب آئمہ اربعہ وغیرھم رحمھم اللہ تعالی کے مطابق تحقیق جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور موافق تقریر دل پذیر مولانا محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ والرضوان اور جس طرح سے کتب اصولی حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ وغیرہ میں دلیل شرعی کے ساتھ معمول بہ نزدیک علماء محققین منصفین کے چلا آتا ہے، بے کم وکاست لکھ دیا۔ اور اپنی رائے کو اس میں دخل نہ دیا۔ اور نام اس کا رسالہ معیار الحق رکھا۔ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے افراط وتفریط اور تعصب مذہب سے محفوظ رکھ کر توفیق جواب دہی باصواب کی عطا فرماوے

ربّ زدنی علماً آمین ربّ العالمین ثمّ آمین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب دانش مندان شرع شریف سے کہ حکمت وحقیقت کتاب وسنت اور تعامل آثار صحابہ اخیار اور آداب وروش تابعین اور تبع تابعین اور مجتہدین نامدار ومحدثین کبار و طریقہ علماء ثقات متأخرین منصفین رضی اللّٰہ عنھم سے بخوبی واقف ہیں، التماس کرتا ہے کہ رسالہ معیار الحق کو بنظر انصاف ملاحظہ فرماویں اور چین بہ جبین نہ لاویں کہ الحقّ مرّ کلام متین سید المرسلین ہے۔ پس اگر تائید حق میں محلی ومجلی پاویں تو بلا خوف لومۃ لائم اظہار حق میں اغماض نہ کریں، بلکہ صاف دل سے دادحق گوئی کا اس طرح سے ادا کریں۔

ھذا کتا ب یّنطق با لحقّ و ما ذا بعد الحقّ ا لّا الضّلال، و لکنّ اکثر کم للحق کا رھون

اور جو کہیں اس میں خطا واقع ہوئی ہو تو بمقتضائے و اعفوا و اصفحوا اصلاح دے دیں، اور جو اصلاح نہ دے سکیں تو خاموش رہیں۔

امام ابوحنیفہؒ تبع تابعی ہیں

قال المؤلف (صاحبِ تنویر الحق) باب اول بیچ فضائل امام اعظم رحمۃ اللّٰہ علیہ کے۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ ہر چند کہ فضائل سے امام صاحب کے ہم کو عین عزت اور فخر ہے اس لئے کہ وہ ہمارے پیشوا ہیں، اور ہم ان کے امر حق میں پیرو ہیں، لیکن ان فضائل سے جو فی الواقع بھی ہوں، اور ساتھ اسناد صحیح کے ثابت ہوں۔ نہیں تو جھوٹی تعریف شبہ رفض کا ہے، کیونکہ وہ لوگ اسی مرض سے ہلاک ہو گئے ہیں، اور رافضی ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس لئے ہم پر ضرور ہوا کہ اس بات کی بھی تحقیق لکھیں کیونکہ کچی کچی باتیں کہ جو پایہ تحقیق سے نزدیک علماء محققین ثقات کے دور ہیں، گردش کر رہی ہیں اور اس میں امام صاحب کے تابعی ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اور واسطے اثبات اس دعوی کے احادیث موضوعہ اور معلقہ اور قصے واہیات وارد کئے گئے ہیں۔ اور اس میں کچھ امام صاحبؒ کی کسر شان اور مذمت نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی فضیلت تابعی ہونے پر موقوف نہیں۔ ان کا مجتہد ہونا، اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے انکے فضائل میں۔ اور آیہ کریمہ انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقا کم زینت بخش مراتب ان کی کے ہے۔ اور اکثر آئمہ نقل امام صاحبؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے تابعی ہونے کے قائل نہیں، چنانچہ آگے بیان اس کا آئے گا۔

❁ قال (المؤلف تنویرالحق) ۔ اور اعلام الاخبار وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تین حدیثیں نقل کیں:

اول حدیث۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم ۔

حدیث دوم۔ انّ اللّٰه یحبّ اعا نة ا للهفا ن۔

تیسری حدیث۔ لو وثق العبد با للّٰه تعا لی ثقة الطیر لرزقه کما یر زق الطّیر تغد و خماصا و تروح بطا نا ، کما فی الطحطاوی۔

دوسرے حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی بن علقمہ کہ کوفے میں سن چھیاسی یا ستاسی ہجری میں سب اصحاب کے بعد رحلت فرمائی ۔ اس وقت امام چھ یا سات برس کے تھے اور امام نے ان سے یہ حدیث نقل کی ہے من بنی للّٰه مسجداً و لو کمفحص قطاة بنی اللّٰه له بیتاً فی الجنّة ۔کذا فی الطحطاوی ۔

اور مختصر میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ پانچ برس کی عمر سماع حدیث میں معتبر ہے۔ چنانچہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے محمود بن ربیعؒ کی روایت پانچ برس کی عمر میں قبول کی ہے

تیسرے سہل بن سعد الساعدیؓ کہ مدینہ میں سن اٹھاسی یا اکانوے ہجری میں بعد سب اصحاب کے داخل جنت ہوئے ۔ اس وقت امام صاحب آٹھ یا گیارہ برس کے تھے ۔ لاکن ان سے کچھ روایت نہیں کی ۔

چوتھے ابوطفیلؓ عامر بن واثلہ مکہ میں بعد سن ایک سو دو ہجری کے سارے جہان کے اصحاب کے بعد رحلت فرمائی اور پہلا حج امام نے سولہ برس کی عمر میں ۹۶ ہجری میں کیا ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام نے بے شک حضرت ابوطفیلؓ سے ملاقات کی ہوگی کیونکہ وہی جہان میں ایک صحابی باقی رہے تھے اور لوگ تلاش کر کے اصحاب کو ملاقات کیا کرتے تھے۔

❁ اقول (یعنی نذیرحسین) ۔ و با للّٰه التّو فیق و منه الوصول الی التّحقیق ۔ یہ چاروں صحابی امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں موجود تھے ۔لیکن ملاقات امام صاحب کی ان میں سے کسی سے ، یا روایت کرنی ان سے نزدیک اکثر آئمہ نقل کے ثابت نہیں ہوتی ۔ چنانچہ شیخ ابن طاہر حنفیؒ صاحب مجمع البحار جن کی تحقیق سے فن حدیث واخبار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں علماء خوب واقف ہیں، تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

و کا ن فی ایام ابی حنیفه اربعة من الصحا بة انس بن ما لک با لبصرة و عبد الله بن ابی او فی با لکو فه و سهل بن سعد الساعدی با لمدینة و ابو طفیل عا مر بن وا ثلة بمکة و لم یلق وا حداً منه و لا اخذ عنه ۔ و اصحا به یقو لو ن انه لقی جماعة من الصحا بة و روی عنهم و لم یثبت ذا لک عند اهل النقل

(ترجمہ بطریق اختصار۔ یہ چاروں صحابی امام کے زمانہ میں موجود تھے۔لیکن ملاقات امام کی ان میں سے کسی ایک سے بھی نزدیک آئمہ نقل کے ثابت نہیں)۔

اور ملا علی قاریؒ نے شرح شرح نخبۃ الفکر میں لکھا ہے:

علامہ سخاویؒ صاحب مقاصد الحسنۃ سے قول معتمد اور صحیح یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کو کسی صحابی سے روایت کرنی ثابت نہیں۔

اور ایسا ہی ذکر کیا علامہ محمد اکرم حنفیؒ نے بیچ حاشیہ نخبۃ الفکر کے علامہ سخاویؒ سے

نقل علی القا ری فی شر ح شر ح النّخبة عن السّخاوی انّ المعتمد انّه لا روا یة للا ما م عن احدٍ مّن الصّحا بة لصغر ه فی زمن ادرا که ایّا هم ۔ انتهی کلا مه ۔ و ذکر محمد اکر م الحنفی فی امعا ن النّظر و تو ضیح نخبة الفکر فی ذکر قلّة الوسا ئط فی الروا یة منها الثلا ثیا ت للبخاری و الثنا ئیا ت فی مؤ طا امام ما لک و الوا حدا ن فی حدیث ا لا مام ابی حنیفه قا ل العلا مة السخاوی لکن ا لا خیر بسند غیر مقبو ل اذا المعتمد انه لا روا یة للا ما م ابی حنیفه عن احدٍ مّن الصّحا بة ۔

اور قاضی علامہ شمس الدین ابن خلکانؒ نے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے۔ چنانچہ وفیات الاعیان میں فرماتے ہیں:

و ادرك ابو حنیفه اربعة مّن الصّحا بة رضوا ن اللّه علیهم اجمعین و هم انس بن ما لک با لبصرة ۔ و عبد اللّه بن ابی او

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی با لکو فه و سهل بن سعد السّا عدی با لمدینة و ابو طفیل عا مر بن وا ثلة بمکة و لم یلق وا حداً مّنهم و لا اخذ عنه و اصحا به یقو لو ن لقی جماعة من الصّحا بة و لم یثبت ذالک عند اهل النّقل۔

﴿ اقول ۔ قو له ادر ك ابو حنیفة ار بعة من الصّحا بة معناه ادر ك ز ما نهم کما صر ح به الشّیخ ابن طا هر و ا لّا فلا معنی لما قا ل بعد و لم یلق وا حداً مّنهم و هذا لا یخفی علی من له ادنی لب ۔

اور امام نوویؒ شارح صحیح مسلم، تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں:

قا ل الشیخ ابو اسحاق فی الطّبقا ت هو النّعما ن بن ثا بت بن زو طی ابن ماه مو لی تیم اللّه بن ثعلبة و لد سنة ثما نین من الهجرة و تو فّی ببغداد سنة خمسین و مأة و هو ابن سبعین سنة ۔ اخذ الفقه من حمّاد بن ابی سلیما ن ۔ فکان فی زما نه اربعة من الصّحا بة انس بن ما لک و عبد اللّه بن ابی او فی و سهل بن سعد و ابو الطفیل و لم یأ خذ عن احدٍ مّنهم۔

اور شیخ ابن طاہرؒ مجمع البحار میں فرماتے ہیں:

و ابو حنیفه النعمان بن ثا بت ابن زو طاء بن ماه ا لا مام الکو فی مو لی تیم اللّه بن ثعلبة و هو من ر هط حمزة الزّیاة و کا ن خزازاً یبیع الخز و کا ن جدّه من اهل کا بل او با بل مملوکاً لبنی تیم فاعتقه و قا ل اسما عیل بن حمّاد بن ابی حنیفه نحن من ابناء فارس من الاحرار ما وقع علینا رق ۔ و لد جدی سنة ثما نین و ذهب به الی علیّ و هو صغیر فدعا له با لبر کة فیه و فی ذریّته و ما ت ببغداد سنة خمسین و مأة علی ا لا صحّ ۔ و کا ن فی ایّا مه ار بعة من الصّحا بة انس بن ما لک و عبد اللّه بن ابی او فی و سهل بن سعد و ابو الطّفیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و لم یلق احداً مّنهم و لا اخذ عنه ۔ و اصحا به یقو لو ن انّه لقی جماعة من الصّحا بة و روی عنهم و لا یثبت ذا لک عند اهل النّقل۔

﴿ اقول ۔ نقل الشّیخ مقو لة اسما عیل بن حمّاد بن ابی حنیفه تعریض علیه و تنبیه علی کذ به بناء علی التّحقیق فانّ مقو لة متضمّنة علی حریّة اصله و المحققّ الر ق کما صرح به الشیخ آ نفا و الحا فظ ابن حجر فی التّقریب و الامام النّووی فی التّهذ یب و العلاّ مة ابن خلکا ن فی وفیا ت الاعیان و غیر هم و مشتملة علی انّ ا لا ما م ا با حنیفه جدّ اسما عیل ذهب به الی علیؓ عنه فدعا له با لبر کة و هو خلاف التّحقیق عند هئو لاء ا لا ر بعة و غیرهم من کا فّة المسلمین بل هو لم یقل به احد من الجهلاء فما ظنّک بالعلماء لا ن علیّاً ما ت قبل و لادة ا لا مام با ر بعین سنة کما صر ح به العسقلا نی فی التّقریب و غیر هم فا فهم لا یتوهم ان مراد اسما عیل من الجدّ الذی ذ هب به الی علیّ یحتمل ان یکو ن جداً اعلی لا نّ اسما عیل یعنی با لجدّ الجدّ الّذی ما ت ببغداد سنة خمسین و مائة کما یدلّ علیه کلا مه و هو لیس ا لّا ابا حنیفه

اوراس مقام مزلۃ الاقدام میں حافظ دراز پشاوری بھی پھسلے ، چنانچہ اول ترجمہ فارسی پارہ اول صحیح بخاری میں بیچ مناقب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لکھتے ہیں:

اسماعیل پسر حماد گفت کہ جد من امام ابوحنیفہ در سال ہشاد متولد شد و او را پدر او ثابت بخدمت علی شاہ ولایت برده بود و در آں حال او را خورد سال بود پس حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ در ہماں حال بدرگاہ ایزد متعال دعا بریں منوال کرد کہ حق تعالی بہ لطف و رحمت بسیار و خیر و برکت بے شمار در وے و اولاد وے پائدار نمائد ۔ انتہی بحروفہ ۔

عجب یہ لوگ ساتھ حبّک الشّیء یعمی و یصمّ کے موصوف اور ممتاز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ ایسی بے خبری پر اپنی، کہ موجب شرم وحیا کے ہے، خبر نہیں رکھتے ۔ کیونکہ سال وفات علی مرتضی کیا؟ اور سال پیدائش امام صاحب کیا؟

آنہا کہ چشم برگل تحقیق وا کنند از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجمع کہ غیر خموشی علاج نیست پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

اور حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں:

النّعمان بن ثا بت الکو فی ابو حنیفہ ا لا مام یقا ل اصلہ من فارس و یقا ل مو لی بنی تیم فقیہ مشہور من السّا دسہ ۔

اقول ۔ ابن حجرؒ نے امامؒ کو چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے اور چھٹا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کو کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ چنانچہ خود ابن حجرؒ مقدمۃ الکتاب میں فرماتے ہیں:

السّادسہ طبقۃ عا مروا الخا مسۃ لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصّحا بۃ کا بن جر یج ۔

تو دیکھو علماء محققین معتبرین کے کلام سے ظاہر ہوا کہ لقاء امام کا ان چاروں میں سے کسی صحابی سے ثابت نہیں ۔ سو مانع کو اسی قدر سند منع کی کافی ہے ۔ اور مدعی کو اثبات دعوی کا ساتھ دلیل قوی کے لازم ہے ۔ حالانکہ جناب مؤلف (صاحب تنویر الحق) نے دعوی لقاء ان چاروں صحابہ کو کسی دلیل اور بینہ سے ثابت نہیں کیا ۔ یعنی کوئی قول آئمہ نقل سے مثبت اس دعوی کا نقل نہیں کیا ۔ سو نہ نقل کرنا جناب مؤلف کا قول کسی امام کا آئمہ نقل سے واسطے اثبات ملاقات امام کے سہل بن سعدؓ اور ابو الطفیلؓ سے تو ظاہر ہی ہے ۔ لاکن ملاقات انسؓ اور عبداللہؓ کی جس پر قول طحطاوی کا نقل کیا ہے وہ بھی حقیقت میں مجرد از شاہد و بینہ ہے اس لئے کہ طحطاویؒ اور مثل اس کے، آئمہ نقل سے نہیں ہیں ۔ اور قول ان کا ایسے دعاوی کو مثبت نہیں ہوسکتا جب تک کہ آئمہ نقل سے روایت متصل نہ ہو ۔ کیونکہ فقہاء مقلدین اپنے آئمہ کی تعریف میں کیا کچھ نہیں لکھ گئے ۔ چنانچہ صاحب الدر نے درمختار میں امام اعظم کی مدح میں کیا کچھ غلو کیا ہے اور کہا ہے کہ عیسی علیہ السلام بھی آخر زمانہ میں امام ہی کے مذہب پر عمل کریں گے حیث قا ل الی ان یحکم بمذ ھبہ عیسیٰؑ ۔

اور اگر چہ اس قول کی حلبیؒ نے تاویل کردی ہے لیکن وہ تاویل تو جیہ القول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بما لا یرضی به قائله ہے۔اسی واسطے امام طحاویؒ نے بعد نقل کرنے تاویل حلبیؒ کے کہا ہے:

و الّذی ینبغی للطّائفة الحنفیّة لا یتکلموا بهذه الالفاظ المو همة فانّها مو جبة للتکلم فیهم بل انّ بعض الحمقی یسبّون الامام و ینفون الاجتهاد فالا ولی و تجنبه۔

اور بعض حنفیوں نے یہ کہا ہے کہ امام صاحبؒ، خضر علیہ السلام کے استاد تھے۔ خضرؑ نے ان سے تیس برس علم حاصل کیا تھا۔ پانچ برس حین حیات میں اور پچیس برس قبر پر سے۔ چنانچہ امام طحاویؒ نے نقل کیا ہے:

اعلم انّ اللّٰه تعالی قد خصّ ابا حنیفه بالشّریعة و الکرام و من کراماته انّ الخضر علیه السّلام کان یجیء الیه کلّ یوم وقت الصّبح و یتعلّم منه احکام الشّریعة الی خمس سنین فلمّا توفّی ابو حنیفه ناجی الخضر ربّه الهی ان کان لی عندك منزلة فاذن لابی حنیفه حتّی یعلّمنی من القبر علی حسب عادته حتّی اعلم شرع محمد ﷺ علی الکمال لتحصّل لی الطّریقة و الحقیقة فنودی ان اذهب الی قبره و تعلّم منه ما شئت فجاء الخضر علیه السّلام و تعلم منه ما شاء کذالک الی خمس و عشرین سنة حتّی اتمّ الدلائل و الاقاویل۔

اور اس سے بڑھ کر ہے قصہ قشیری کا جس میں خوب تفصیل سے حضرت خضرؑ کو امام صاحبؒ کا مقلد بنایا ہے چنانچہ وہ بھی طحاوی میں منقول ہے۔ اور سوائے اس کے بہت ایسی باتیں فقہاء مقلدین ماد حین سے اپنے اپنے آئمہ کی تعریف میں صادر ہو چکی ہیں۔ اگر مجرد قول ماد حین کا کالوحی من السّماء ہوتا اور ایسے امور اہم میں حاجت دلیل اور روائت کی آئمہ نقل سے نہ ہوتی تو پھر قصہ قشیری اور قصہ خضر وامثالہا کو علماء حنفیہ ہی نے کیوں ردّ کر دیا ہے۔ دیکھو کہ طحاوی میں ان قصوں پر کیا کیا کچھ لے دے ہوئی ہے۔ تو خوب ثابت ہوا کہ طحاوی ومن مثلہ کا قول امام صاحبؒ کو تابعی نہیں کر سکتا جب تک آئمہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نقل سے ثبوت نہ پہنچے اور اس کا حال تم دیکھ ہی چکے ہو۔

اب اگر کوئی اعتراض کرے کہ بے شک امام کی ملاقات ان صحابہ سے بہ نقل آئمہ نقل تو ثابت نہیں لیکن ہم عصر تو تھے۔ اور روایت کرنا امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن ابی اوفی سے طحطاوی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔ سو یہ امر واسطے اثبات دعوی لقائے انسؓ اور عبداللہؓ کے کافی ہے بنا بر مذہب امام مسلم، صاحب صحیح (مسلم) کے۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ روایت کرنا حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ سے طحطاوی وغیرہ نے بسند متصل الی الامام، امام سے روایت نہیں کیا۔ اور علم حدیث وسیر میں ملاحظہ حال راویوں کا درجہ درجہ آخر تک پر ضرور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں بیان کرنا اسناد منجملہ دین سے ہے۔ کیونکہ جو اعتبار اسناد کا نہ ہوتا، ہر کوئی جو چاہتا کہہ دیتا، تو جھوٹ اور سچ میں امتیاز نہ ہوتا۔ عبداللہ بن المبارک یقول

الاسناد من الدین و لو لا الا سناد لقال من شاء ما شاء

کذا فی مقدمۃ صحیح المسلم وغیرہ۔ اور روایت معلق بلا سند اسی لئے حجت نہیں ہوتی نزدیک جمہور علماء کے کما فی نخبۃ الفکر و شرحہ و غیرھما تو بنا بر مذہب مسلم کے بھی لقاء ثابت نہ ہوا۔

علاوہ یہ ہے کہ جو تین حدیثیں مروی امام کی حضرت انسؓ سے مؤلف (تنویر الحق) نے طحطاوی سے نقل کی ہیں وہ تینوں موضوع ہیں نزدیک اکثر کے۔ خاص کر پہلی حدیث کہ اس کو بہت سے علماء نقاد نے موضوع کہا ہے۔ پس کس طرح ہم عصر سے روایت کرنا ضم کر کے بنا بر مذہب مسلم کے ملاقات امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ثابت کہو گے۔

اب موضوع ہونا ان احادیث کا سنو۔

شیخ ابن طاہر حنفیؒ صاحب مجمع البحار تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

طلب العلم فریضۃ علی کلّ مسلم روی عن انس بطرق کلھا معلولۃ واھیۃ و قال احمد لا یثبت فی ھذا الباب شیء و کذا قال ابن راھویہ و ابو علی النیشا پوری و الحاکم۔ انتھی مختصراً۔ (یہ حدیث مروی ہے حضرت انسؓ سے کئی طریقوں سے جو سب کے سب واہیات ہیں اور امام احمدؒ نے فرمایا کہ اس مضمون کی کوئی بھی حدیث ثابت نہیں اور ایسا ہی کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے ابن راہویہؒ اور ابوعلی نیشاپوریؒ نے اور حاکمؒ نے)۔

اقول ۔ایسا ہی کہا ہے نورالدین علیؒ نے مختصر تنزیه الشریعة المرفوعة عن الاخبار الشنیعه الموضوعة میں ۔

اور کہا ابن حبانؒ نے کہ یہ حدیث باطل ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور لایا ہے اس کو ابن الجوزیؒ اپنی موضوعات میں کذا فی الفوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعة للقاضی محمد بن الشوکانی

اور سید محمد امین المشہور بابن عابدینؒ نے ردالمحتار حاشیہ الدرالمختار میں کہا ہے:

و جاء من طرق انه روی عنه احادیث ثلاثه لکن قال آئمة المحدثین مدارها علی من اتهمته الآئمة بوضع الاحادیث ۔انتهی ۔(روایت کرنا امام کا ان تینوں حدیثوں کو انسؓ سے منقول تو ہے لیکن مداران کا بقول آئمہ محدثین کے ان راویوں پر ہے جو وضع حدیث کے ساتھ متہم ہیں)

و ما قال محمد امین بعد و قال بعض الفضلاء و قد اطال العلامة طاش کبری فی سرد النقول الصحیحة فی اثبات سماعه منه و المثبت مقدّم علی النّافی فعجیب من شانه ان لم یحمل علی انّه نقله لا علی وجه التّعویل علیه کیف وانّ المثبت انّما مقدّماً علی النّافی اذا کان النّافی نافیاً بالاصل و امّا اذا کان ممّا یعرف بالدّلیل فله صلوح المعارضة المثبت فی المسلم والمختاران کان النّفی بالاصل فیقدم الاثبات تقدیم الجرح علی التّعدیل کحریة زوج بریرة حین اعتقت لان عبدیته کانت معلومة فالاخباربها بالاصل ان کان ممّا یعرف بدلیله تعارضا و طلب التّرجیح کالاحرام فی تزویج میمونة نفی للحل اللاحق۔ انتهی ۔

و هکذا فی سائر الکتب الاصول فاقول متفرعاً علی هذا الاصل ان نفی سماع الامام عن انس لیس کحریة زوج بریرة لان عبدیته کانت ثابتة مستمرة من حین النکاح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی ان ا لا عتقاق و لیس کذا لک سماع ا لا مام عن انس بان یکو ن ثا بتاً مستمراً من یو م الولادته الی و فا ت انس و لم یقبل به احد من الجهلاء فکیف علماء بل هو کا لا حرا م فی تز و یج میمو نة فکما ان ا لاحرا م نفی للحل اللا حق کذا لک نفی سما عه نفی لسماع ا للا حق الحا دث فیصلح لمعار ضة المثبت ثمّ التّر جیح عند نا فیما نحن فیه للنّا فی لانّ مدارالسماع عن انس علی الاحادیث المعلقة الموضوعة کما ر جح ا لا حرا م فی تز و یج میمو نه با ن روا ته کلهم آ ئمة فقهاء کما قا ل الطحاوی کذا فی المسلم فا فهم و تشکر

(حاشیہ۔حل اس مقام کا یہاں پر ضرور ہے تا کہ ہر خاص و عام کے ذہن میں آسانی سے آجاوے۔ اقول بتو فیقه جل جلا له۔

علامہ محمد امین شہیر بابن عابدینؒ شامی محشی درمختار نے ردالمحتار میں صفحہ۴۴ جلد اول میں اولاً لکھا ہے کہ حضرت امامؒ نے حضرت انسؓ سے تین حدیثیں نقل کی ہیں لیکن آئمہ حدیث کے نزدیک وہ تینوں موضوع ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ علامہ طاش کبریٰؒ نے اس امر کے اثبات میں کہ حضرت امامؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے، بہت کلام کی ہے اور روایت کرنی امام کی ثابت کی ہے۔ پھر بعد بیان کرنے اس بات کے قاعدہ اصول کا نقل کیا ہے کہ المثبت مقدم علی النا فی یعنی جو لوگ انکار کرتے ہیں روایت کرنا امام کا، وہ نافی ہیں اور جو قائل ہیں وہ مثبت ہیں، اور خبر مثبت کی نافی پر مقدم ہے۔ پس روایت کرنا امام کا ثابت ہوا۔ مصنف معیار الحق کا کہتا ہے کہ نقل کرنا اس قاعدہ کو علامہ محمد امین علی وجہ اطلاق کے اس مقام میں تعجب ہے کہ یہ قاعدہ مطلق نہیں ہمیشہ مثبت مقدم ہونا نافی پر، بلکہ یہ علم مقید ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نزدیک امام کرخیؒ کے مثبت اولی ہے نافی سے مطلقاً اور ابن ابانؒ کے نزدیک دونوں برابر ہے اور مختار جمہور حنفیوں کا یہ ہے کہ اگر نفی اس جنس کی ہے کہ بدلیل وعلامت ونشان ظاہر معلوم ومفہوم ہو اس صورت میں نفی اور اثبات برابر ہیں، ترجیح کسی کو نہیں لا نّ ا لا ثبا ت لا یکو ن ا لّا با لدّ لیل فا ذا کا ن النّفی ایضاً با لدّ لیل کا ن مثله فیتعا ر ضا ن۔ مثال اس کی حدیث تزویج ام المؤمنین میمونہؓ میں ہے کہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نکاح کیا حضرت میمونہؓ کو حالت احرام میں۔ پس خبر احرام کی نافی ہے اور اس قسم سے ہے کہ دلیل اور علامت سے معلوم اور مفہوم ہو کیونکہ محرم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کپڑے سلے ہوئے نہیں پہنتا اور بال نہیں کاٹتا۔اس ہیئت اور علامت سے معلوم ہوتا ہے کہ محرم تھے۔پس یہ خبر معارض اور مساوی اس خبر کی ہے کہ حضرت ﷺ نے حالت حل کے نکاح کیا اور خبر مثبت بھی دلیل سے ثابت ہے، کس واسطے کہ جس نے خبر دی اس نے آنحضرت ﷺ کو لباس محلین میں دیکھا ہوگا۔ اور شافعیہ اس حدیث کی سند لے کر کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے احرام توڑ کر نکاح کیا اور حنفی کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ وقت نکاح حالت احرام میں تھے۔اس خبر نفی کو کہ دلیل سے معلوم ہے معارض کہتے ہیں ۔اخبار حال عارض کے بعد اتفاق کے اس بات پر کہ قبل از تزویج محرم تھے پھر خبر نفی کو بفقاہت روایت ترجیح دیتے ہیں اور اگر نفی اس قسم کی نہ ہو بلکہ ظاہر حال اور اصل معتبرہ سے معلوم ہو پس معارض اثبات کی نہیں۔ بلکہ اثبات مقدم اور راجح ہے۔مثال اس کی قصہ بریرہؓ میں ظاہر ہے کہ حضرت بریرہؓ ایک کنیز مکاتبہ تھی حضرت عائشہؓ کی ، اور تھی وہ بیچ نکاح ایک غلام کے۔ جب بریرہؓ نے بدل کتابت ادا کیا تو حضرت ﷺ نے اسے فرمایا کہ اب تو اپنے نفس کی مختار ہے، چاہے اپنے اس خاوند کے نکاح میں رہ ، چاہے نہ رہ۔اب علماء کا اختلاف ہے کہ جب حضرت ﷺ نے بریرہؓ کو اس کے نفس پر اختیار دے دیا ، خاوند بریرہ کا حر ہو چکا تھا یا ابھی غلام ہی تھا۔بعض کہتے ہیں کہ حر ہو چکا تھا۔لیکن اس میں سب کا اتفاق ہے کہ پہلے وہ غلام تھا۔اختلاف صرف حریت عارضہ میں ہے جو لاحق ہونے والی تھی وقت آزاد ہونے بریرہ ؓ کے۔اب یہاں دو خبریں ہیں۔ایک خبر غلام ہونے خاوند بریرہؓ کا ، دوسری خبر آزاد ہونے کی ، اور نفی خبر غلامی کی کرتی تھی اور حریت عارضہ بحکم مختلفہ فیہا کی اور باقی رکھتی ہے غلامی کو اصل غلامی کے کہ جو متفق علیہ ہے۔ اور خبر آزاد ہونے کی ثابت کرتی ہے اس حریت عارضہ مذکورہ کو۔پس خبر غلام ہونے کی تو نافی ہے اور خبر آزاد ہونے کی تو مثبت ہے۔اور مدار نافی کا صرف او پر پہلے غلام ہونے کے ہے کہ جو بہ سبب متفق علیہ ہونے کے اصل قرار دیا گیا اور کوئی دلیل اور کوئی علامت اس کی مؤید نہیں بخلاف مثبت کے۔یعنی خبر آزاد ہونے کی خاوند بریرہؓ کی وقت مختار ہونے کے اپنے نفس پر۔کیونکہ مدار اس کا دلیل پر ہے اس لئے کہ جو کوئی اس کے آزاد ہونے کی خبر دیتا ہے وہ خلاف کرتا ہے اصل کا اور خلاف کرنا اصل کا بدون کسی خبر یا شاہد وغیرہ کے ممکن نہیں۔پس جب مثبت دلیل کا ہے معارض نہ ہوگا نافی کا جو مبنی صرف ظاہر اور اصل پر ہے بلکہ ایسے مثبت کو ترجیح ایسے نافی پر ہے۔ اس لئے حمل کیا ہے حنفیوں نے اس میں مثبت پر اور ثابت کیا ہے انہوں نے اختیار لونڈیوں کو اگرچہ خاوند اس کا آزاد ہو)

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور تہذیب الاسماء میں امام نوویؒ شافعیؒ اور یافعیؒ شافعی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ اور عبد بن انیسؓ اور عائشہ بنت عجرؓ اور واثلہؓ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن الاسقع اور عبداللہؓ بن جزء بھی امام (ابوحنیفہؒ) کے وقت میں تھے اور روایت بھی کی ہے ۔اور طحطاوی میں مندرج ہے کہ امام نے چودہ برس کی عمر میں عبداللہؓ بن انیس سے کوفے کے چوراہے میں یہ حدیث سنی: حبّک الشّیء یعمی و یصم

اور عائشہؓ بنت عجرد سے یہ حدیث روایت کی ہے:

اکثر جند اللّٰہ فی الارض الجراد لا اکلہ و لا أحرمہ

اور واثلہ بن الاسق سے دو حدیثیں نقل کیں، ایک تو یہ:

دع ما یریبک الی ما لا یریبک

اور دوسری حدیث یہ ہے:

لا تظھر شماتۃ لاخیک فیعافیہ اللّٰہ و یبتلیک

اور عبداللہؓ بن حارث بن جزء سے کعبہ کے پاس ۹۶ھ میں کہ امام صاحبؒ اپنے باپؒ کے ساتھ حج کو گئے تھے یہ حدیث سنی:

اعانۃ المسلم فریضۃ علی کلّ مسلم۔

اور مسند خوارزمی میں ابن جزءؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے:

من تفقّہ فی الدّین کفاہ فیہ و رزقہ

اور حضرت جابرؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک انصاری نے پیغمبر ﷺ کے پاس آکر پوچھا کہ میرے ہاں کبھی بیٹا نہیں ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

فاین کنت من کثرۃ الاستغفار وکثرۃ الصّدقۃ یرزق بھا الولد

پس اس نے بہت استغفار پڑھنا اور بہت صدقہ دینا شروع کیا تب اسکے نو بیٹے پیدا ہوئے

اقول۔ عاذاً باللّٰہ من الکاذبین، ہرچند کہ بعد منع کرنے ملاقات و روایات امام کی ان چاروں صحابہ سے جن کی ہم عصری امام سے مسلّم ہے اور بعد ایراد سند منع کے کلام سے ابن طاہرؒ اور ابن خلکانؒ اور نوویؒ اور ابن حجرؒ کے، حاجت رد کرنے کی اس قول کو تو نہ تھی۔ لیکن چونکہ مئولف (تنویر الحق) سے اس قول میں غلطی فاحش واقع ہوئی بسبب عدم امتیاز کے درمیان نقل صحیح اور نقل غلط واہی کے، افسوس کہ جناب مترجم (نواب قطب الدین) بنا بر اعتماد اور تقلید شیخ محمد شاہ نوآموز کے ایسی غلطی میں پڑے، اس لئے اس کی بھی تحقیق کی جاتی ہے۔ تو سنو:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بات کہ امام ابوحنیفہؒ کے وقت میں جابر بن عبداللہؓ اور عبداللہ بن انیسؓ وغیرہ ھما موجود تھے اور امام نے ان سے روایت بھی کی ہے۔ امام نوویؒ کی طرف اس کو نسبت کرنا جیسا کہ مؤلف نے دعوی کیا ہے کذب صریح اور بہتان قبیح ہے۔ نعوذ باللّٰہ منہ۔ اس لئے کہ امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں ہرگز نہیں کہا کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے وقت میں موجود تھے۔ جس کسی کو شک ہو وہ تہذیب الاسماء کو ملاحظہ کرے۔ بلکہ امام نوویؒ کے کلام سے جو عنقریب منقول ہوگا صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ، امام (ابوحنیفہؒ) سے کئی برس پہلے انتقال کر چکے تھے اور جب کہ جناب مؤلف نے بہ سبب حوالہ کرنے طرف امام نوویؒ کے غلطی صریح کھائی تو اسی قیاس پر امام یافعیؒ کی طرف نسبت کرنا اس قول کا بھی محض غلط ہے۔ حاشا کہ امام یافعیؒ نے کہا ہو کہ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کے زمانہ میں تھے اور امام کو ان سے لقاء ہوا ہے، اور روایت کی ہے ان سے۔ اب عبارت مرأة الجنان، تاریخ امام یافعیؒ کی نقل کی جاتی ہے کہ جھوٹ سچ معلوم ہو جاوے

قال الیافعی فی تاریخ مرأة الجنان فی حوادث سنة خمسین و مائة و فیها توفّی فقیه العراق الامام ابو حنیفه النعمان بن ثابت الکوفی مولی بنی تیم اللّٰه بن ثعلبه و مولد سنة ثمانین رأی انساً و روی عن عطا بن ابی رباح و طبقته و کان قد ادرك اربعة من الصّحابة هم انس بن مالک بالبصرة و عبد اللّٰه بن ابی اوفی بالکوفة و سهل ابن سعد السّاعدی بالمدینة و ابو الطفیل عامر بن واثلة بمکة قال بعض اصحاب التّاریخ و لم یر احداً مّنهم و لا اخذ عنه و اصحابه یقولون لقی جماعة من الصّحابة و روی عنهم و لم یثبت ذالک عند اهل النّقل۔ انتهی کلام الیافعی مختصراً

تو صاف معلوم ہوا اس تاریخ سے کہ ذکر حضرات جابرؓ بن عبداللہ اور عبداللہؓ بن انیس کا اوپر بیان لقاء امام صاحبؒ کے اس میں مذکور نہیں تو بجز افتراء پردازی کے کچھ اور متصور نہیں ہوتا۔ روایت قرطاسی پر عمل و اعتماد کرنا موجب ندامت کا ہوتا ہے اور اگر بالفرض والتقدیر امام یافعیؒ نے یہ قول کہا بھی ہو تو یہ قول ان کا نامقبول اور مخالف عقل اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نقل کے ہوگا، اس لئے کہ لقاء بعض اصحاب کا ان پانچ میں سے، امام سے محال ہے عقلاً اور بعض سے عادتاً۔ تو پھر کس طرح سے قول ان کا سنا جائے گا۔ کیا امام یافعیؒ اگر بالفرض یہ کہہ گئے ہوں کہ امام (ابوحنیفہؒ) کو آدم علیہ السلام سے ملاقات ہے تو قول ان کا مقبول ہوگا؟ حاشا وکلا۔

اب تفصیل محال ہونے ملاقات کی سنو کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ ۷۹ھ میں ایک سال ولادت امام ابوحنیفہؒ سے پہلے انتقال کر چکے تھے کہ امام ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

چنانچہ محقق ابن العابدین شامیؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

و اعترض با نه ما ت قبل و لادة ا لا مام بسنة۔

اور ابن شاہینؒ فرماتے ہیں:

هذا و هم صريح فا نّ جا بر بن عبد اللّه با تّفاق الرّوا يا ت مات فی بضع و سبعين و لم يعش الی ثما نين و هی الّتی ولد فيها الامام ابو حنيفه ر ضی اللّه تعا لی عنه فكيف يتصوّر روا يته عنه۔ انتهی قو له علی ما نقله الطحطاوی

اور بنا بر تصریح امام نوویؒ کے حضرت جابرؓ بن عبداللہ تو لد امام ابوحنیفہؒ سے کئی سال پہلے انتقال کر چکے تھے۔ چنانچہ تہذیب الاسماء میں فرماتے ہیں:

تو فّی جا بر بن عبد اللّه با لمدينة سنة ثلا ث و سبعين و قيل ثما ن و سبعين قيل ثما ن و ستّين و هو ابن ار بع و تسعين سنة رضی اللّه عنه و كان ذ هب بصره آ خر عمره۔

اور وہ حدیث جو مؤلف (تنویرالحق) نے اخیر میں اس قول کے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث امام ابوحنیفہؒ نے حضرت جابرؓ سے نقل کی ہے وہ موضوع ہے۔ چنانچہ محقق شامی حنفی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ومن ثمّ قا لوا فی الحد يث المروی عن ابی حنيفه عن جا بر ر ضی اللّه تعا لی عنه انّه صلّی اللّه عليه و سلّم امر من لم يرز ق ولداً بكثرة الاستغفار و الصّد قة ففعل فو لد له تسعة ذكور، انّه حديث مو ضو ع ابن حجر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ۷۰ھ میں پیدا ہوئے تھے تو ملاقات حضرت جابرؓ کی ممکن ہوئی۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مسلک تحقیق اور قول حق اختیار کرو تو اس ۷۰ھ کی روایت کو مردود سمجھو کیونکہ جمہور کے نزدیک یہی حق ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور جناب مؤلف (تنویرالحق) نے بھی کہا ہے کہ

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ امامؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ انتہی۔

تو قول ۸۰ھ کا برحق ہے۔ قول ۷۰ھ کا محض باطل۔ اور اگر تحقیق سے کچھ علاقہ نہ ہو تو خصم کو بھی گنجائش ہے کہ وہ روایت منقولہ امام نوویؒ کی جس سے وفات حضرت جابرؓ کی ۶۸ھ میں معلوم ہوتی ہے، اختیار کرے۔

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ حدیث تو بیچ مسند امام کے موجود ہے پھر کیوں کر کہا جاوے کہ یہ موضوع ہے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث موضوع کو امام ابو حنیفہؒ نے بذات خود مسند نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تمام مسند ابوحنیفہؒ کی بذات خود جمع کی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ سن چھ سو چوہتر تک امام کے مسانید کو کئی شخصوں نے علیحدہ علیحدہ جمع کر رکھا تھا اور اس سال خوارزمیؒ نے سب کو جمع کر دیا اور مسند امام ابوحنیفہؒ کی مشہور ہوئی جیسا کہ کہا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں:

بر ہر عاقل پوشیدہ نمی ماند کہ مرویات شخص از رطب و یابس مجموع ومخلوط می باشد تاوقتیکہ خود آن شخص کہ اعتقاد بزرگی وفضلیت او داریم آن مخلوط را متمیز نہ کند و بارہا بنظر امعان وتعمق مطالعہ نمائد وشاگردان خودرا تعلیم نکند محل اعتماد چہ قسم تواند بود۔ و تفصیل اجمال آنکہ مسند حضرت امام اعظم کہ بالفعل مشہور است تالیف قاضی القضاۃ ابوالمؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی است کہ سن شش صد و ہفتاد و چہار آں را رائج ساختہ مسانید امام اعظم را کہ علماء سابق پرداختہ بودند دریں جمع کردہ بزعم خود ہیچ چیز را از مرویات امام اعظم را ترک نہ کردہ۔ پس ایں مسند را نسبت حضرت امام اعظم کردن ازاں باب است کہ مسند ابی بکر را مثلاً از مسند امام احمد نسبت بحضرت ابوبکر صدیق نمایم واز تصانیف ایشاں انکاریم وآن از مغالطہ بیش نیست

بنا بریں تو کیا جانے کہ یہ غلطی اور درج کرنا حدیث موضوع کا اس مسند میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کس جامع سے ہوا۔

اور حضرت عبداللہؓ بن انیس قبل تولد امام ابوحنیفہؒ کے ۲۶ برس، سنہ ۵۴ھ میں انتقال کر چکے تھے کہ پیدائش امام صاحبؒ کی ۲۶ برس کے بعد ۸۰ھ میں ہوئی تھی ۔اور بنا بر بعض روایات کے ۷۴ھ میں انتقال کئے ہیں تو اس صورت میں تولد امام ابو حنیفہؒ کا چھ برس پیچھے ہوا۔

چنانچہ حافظ الحدیث عسقلانیؒ ،تقریب میں فرماتے ہیں:

عبد اللّٰہ بن انیس الجھنی ابو یحی الّذی حلیف الا نصار ، صحا بی شھد العقبہ و ا حداً و مات با لشّا م فی خلافۃ معاویۃ سنۃ ار بع و خمسین و وھم من قا ل سنۃ ثما نین۔

اور امام نوویؒ تہذیب میں فرماتے ہیں:

قا ل ابن عبد البرّ تو فّی سنۃ ار بع و سبعین و قیل تو فّی سنۃ ار بع و خمسین۔

تو جو روایت وفات میں اس حضرت عبداللہؓ کی اختیار کرو گے، اسی سے تقدیم وفات اس کی امام ابوحنیفہؒ کے تولد پر ثابت ہوگی تو پھر کس طرح کہہ سکو گے کہ امام ابوحنیفہؒ نے قبل تولد کے ملاقات حضرت عبداللہؓ بن انیس کی حاصل کی ہے اور ایک حدیث بھی سنی۔

اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ حضرت عبداللہؓ بن انیس جو قبل تولد امام کے وفات پا چکے تھے عبداللہ جہنیؓ تھے تو ہوسکتا ہے کہ امام کے ملاقاتی کوئی اور عبداللہؓ ہوں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ جنہوں نے دعوی امام کی ملاقات کا حضرت عبداللہؓ بن انیس سے کیا ہے تو مراد ان کی وہی حضرت عبداللہؓ ہیں جو کوفے میں گئے تھے نہ کوئی اور عبداللہ۔ چنانچہ مؤلف کے کلام میں گزرا ہے کہ طحطاوی میں مندرج ہے کہ

امام نے چودہ برس کی عمر میں حضرت عبداللہؓ بن انیس سے کوفے میں چورانوے ہجری کے بعد حدیث سنی۔ الخ۔

اور ردالمحتار وغیرہ میں بھی ایسا ہی منقول ہے اور حال یہ ہے کہ وہ حضرت عبداللہؓ کوفے والے نہیں ہیں مگر جہنی، کیونکہ سوائے ان کے اور کوئی حضرت عبداللہؓ بن انیس کوفے میں نہیں گئے۔ چنانچہ محقق ابن العابدینؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و اجیب با نّ هذا ا لاسم لخمسة من الصّحا بة فلعلّ المراد غیر الجهنی ورد با ن غیره لم ید خل الکو فة ۔

اور اس حدیث کو جس کو مؤ لف نے طحاوی سے نقل کر کے کہا ہے کہ امام نے چودہ برس کی عمر میں کو فے میں چورانوے ہجری میں حضرت عبداللہؓ سے یہ حدیث سنی اسی نظر سے کہ حضرت عبداللہؓ تو ۵۴ ھ میں انتقال کر چکے تھے پھر سن ۹۴ھ میں ان سے کس طرح ملاقات ہوئی ؟ اور اس نظر سے کہ جس سند سے وہ حدیث امام ابوحنیفہؒ سے نقل کی گئی اس میں دو راوی مجہول الحال ہیں، محققین نے رد کر دیا ہے ۔

چنانچہ محقق ابن العابدینؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

و اخر ج بعضهم بسنده الی ا لا مام انه قا لت و لدت سنة ثما نین و قدم عبد اللّه بن انیس صا حب رسول اللّه ﷺ الکو فه سنة ار بع و تسعین و سمعت منه عن رسول اللّه ﷺ حبّک الشّیء یعمی و یصمّ و اعتر ض با نّ فی سنده مجهولین و با نّ ابن انیس ما ت سنة ار بع و خمسین ۔

تو دیکھو کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ وعبداللہ بن انیسؓ بالاتفاق قبل تولد امام ابو حنیفہؒ کے وفات پا چکے تھے اور قطع نظر سب محققین کے کلام سے امام نوویؒ ہی کے قول سے تقدیم وفات ان دونوں کی تولد امام پر ثابت ہو رہی ہے تو انصاف سے کہو کہ ان موتی (فوت شدگان) سے ملاقات کا دعوی کرنا کیا مخالف عقل اور نقل کے ہے اور نسبت اس کی ، طرف امام نوویؒ کی، کیسا بہتان عظیم ہے اور شیخ مؤ لف (محمد شاہ) کیسا شیر بہادر ہے کہ اکیلا عقل اور نقل دونوں سے لڑتا ہے اور جناب مترجم (نواب مولوی قطب الدین) صاحب نے دھوکا کھایا اس کے اعتماد پر ۔

اور حضرت عائشہ بنت عجرد کی ملاقات اگر بالفرض ثابت بھی ہو تو اس کی ملاقات سے امام صاحبؒ تابعی نہیں ہو سکتے ۔ اس لئے کہ عائشہ بنت عجرد صحابیہ نہ تھی جیسے کہ شیخ الاسلام حافظ الحدیث واسماء الرجال محمد بن احمد ابوعبداللہ ذہبی ترکمانیؒ کے کلام سے، جن کی جلالت شان اور علو مکان سے سب علماء ادنی اور اعلی واقف ہیں، اور شیخ الاسلام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانیؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے ۔ چنانچہ محقق ابن العابدینؒ ، ردالمحتار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں فرماتے ہیں:

قو له بنت عجرد اسمها عا ئشه و اعترض با ن حا صل كلام الذّ هبی و شیخ ا لاسلام ابن حجر العسقلا نی انّ هذه لا صحبة لها و انّها لا تكاد تعرف۔

اوراسی نظر سے وہ حدیث جس کو مؤ لف نے مروی امام کی عائشہ بنت عجرد سے قرار دیا ہے، وہ نا مقبول ہے۔ چنانچہ محقق شامیؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

بذلک ردّ ما روی انّ اباحنیفه روی عنها هذا الحدیث الصّحیح اكثر جند اللّه فی ا لارض الجراد لا آ كله و لا احرمه ابن حجر الهیثمی۔

اورحضرت واثلہؓ بن الاسقع کی ملاقات عقلاً محال نہیں تو محال عادتاً تو ہے۔ اورمنقول نہ ہونا اس کا کسی امام آئمہ نقل میں سے مرجح دوسرا ہے۔ اوروجہ استحالہ عادی کی یہ ہے کہ حضرت واثلہؓ نے بقول متفق علیہ کے سن پچاسی ہجری میں دمشق میں وفات پائی ہے۔ اورامام صاحبؒ اس زمانہ میں پانچ برس کے لڑکے تھے۔ اور یہ بات کہ امام صاحبؒ پانچ برس کے لڑکے ہوکر دمشق میں حضرت واثلہؓ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہوں، ثابت نہیں۔ اورعقل سلیم کو بھی اس سے انکار ہے کہ پانچ برس کے لڑکے سے یہ امر صادر ہو۔

اورسن وفات حضرت واثلہؓ کا اورمحل انتقال کا تصریح سے حافظ ابن حجرؒ اورامام نوویؒ کے ظاہر ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ، تقریب میں فرماتے ہیں:

وا ثلة بن الاسقع بالقاف ابن كعب اللیثی صحا بی مشهور۔ نز ل الشّام و عا ش الی سنة خمس و ثما نین و له مائة و خمس سنین۔

اورامام نوویؒ، تہذیب میں فرماتے ہیں:

و تو فّی بد مشق سنة ستة او خمس و ثما نین و هو ابن ثما ن و تسعین قا له ابو مسهر و قا ل سعید بن خا لد تو فّی سنة ثلاث و ثمانین و هو ابن مأة و خمس سنین ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان روایات میں سے روایت متفق علیھا کو، جس میں امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا اتفاق ہے، ہم نے اختیار کیا اور باقی دو روایتیں بھی ہمارے موافق ہیں۔ خاص کر تیسری روایت جو کہ سعید بن خالدؒ سے مروی ہے، بہت مفید ہے۔ اس لئے کہ بنا بر اس کے امام ابوحنیفہؒ کی عمر، حضرت واثلہؓ کی وفات کے وقت تین ہی برس کی ہوتی ہے۔

اب باقی رہے حضرت عبداللہؓ بن جزء۔ سو ان سے بھی ملاقات امام ابوحنیفہؒ کی ۹۶ھ میں جیسا کہ مؤلف اور اس کے اتباع کو دعوی ہے عقلاً محال ہے۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہؓ بن جزء نے ۸۶ھ میں مصر میں انتقال کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ، تقریب میں فرماتے ہیں:

عبد اللّٰہ بن الحا رث بن جزء بفتح الجیم و سکو ن الزّاء الز بیدی بضم الزّاء صحا بی۔ سکن مصر و ھو آ خر من ما ت بھا من الصّحا بۃ سنۃ خمس او ستّہ او سبع و ثما نین۔ و الثّا نی اصحّ۔

اور حضرت عبداللہؓ کا یہی سن وفات محقق شامیؒ نے اور شیخ ابن طاہرؒ نے نقل کیا ہے جیسا کہ عنقریب آوے گا۔

تو علی التحقیق امام صاحبؒ نے کل چھ برس حیات سے حضرت عبداللہؓ بن جزء کے پائے اور امام چھٹے سال میں تھے کہ حضرت ابن جزءؓ نے انتقال کیا۔ پس کیوں کر تسلیم کیا جائے کہ پھر سولہ برس کے ہو کر سن ۹۶ھ میں حضرت عبداللہؓ سے ملاقات کی اور دو حدیثیں سنیں۔ تو دیکھو یہ کیسی غلطی فاحش اور خطا صریح مؤلف مذکور سے واقع ہوئی بنا بر بے تمیزی اور عدم اطلاع اور کتب سیر محققین کے۔

چنانچہ اس دعوی کو بنظر اسی کذب بدیہی اور بہتان قطعی کے علماء محققین حنفیہ ہی نے رد کر دیا ہے۔ چنانچہ ابن العابدینؒ حنفی، ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

و امّا ما جا ء عن ابی حنیفہ من انّہ حجّ مع ابیہ سنۃ ست و تسعین و انّہ رأی عبد اللّٰہ ھذا یدرس با لمسجد الحرا م و سمع منہ حدیثاً فردّہ جماعۃ مّنھم الشّیخ قا سم الحنفی با نّ سند ذا لک فیہ قلب و تحریف و فیہ کذّا ب با تّفاق۔ و با ن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابن جزء ما ت بمصر و لا بی حنیفه ست سنین۔ و بان ابن جزء لم ید خل ا لکو فه فی تلک المدّ ة۔ ابن حجر ۔

اور شیخ ابن طاہرؒ حنفی، تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

فی الذّ یل حد ثنی عبد الله بن احمد ثنا محمد بن احمد اشعثی ثنا اسما عیل بن محمد ثنا احمد بن الصّلت الحمانی ثنا محمد بن سماعة عن ابی یو سف عن ابی حنیفه قا ل حججت مع ابی و لی ست عشرین سنة فمرر نا حلقة فا ذا ظهر فقلت من هذا قا لوا عبداللّه بن الحا ر ث بن جزء فتقد مت الیه فسمعته یقول سمعت رسول اللّه ﷺ یقول من تفقه فی دین اللّه کفاه اللّه همه و رز قه من حیث لا یحتسب فی المیزا ن۔ هذا کذ ب فا بن جزء ما ت بمصر و لا بی حنیفه ست سنین و الآ فة من الحما نی قا ل ابن عدی ما رأیت فی الکذّابین اقل حیاءً مثله قا ل الدّار قطنی کا ن یضع الحدیث و قد وقع لنا هذا الحدیث من و جه آ خر و هو با طل ایضاً و اخر جه ابن الجوزی فی الوا هیا ت ۔

حضرت جابرؓ سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعوی، جو امام کے تولد سے ایک یا دو سال قبل انتقال کر چکے تھے؛ اور ایسا ہی حضرت عبداللہؓ بن انیس سے امام کی ملاقات کا دعوی جو تولد سے امام سے ۲۶ برس قبل وفات پا چکے تھے؛ اور ایسا ہی ابن جزءؓ سے سن ۹۶ ھ میں امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعوی، حالانکہ وہ سن ۸۶ ھ میں رحلت فرما چکے تھے، ایسے بدتمیزوں سے کچھ نئی بات نہیں ہے کیونکہ وہ شخص جس نے یہ دعوی کیا تھا کہ حضرت خضرؑ نے تیس برس میں امام ابوحنیفہؒ سے علم حاصل کیا، پانچ برس امام کی زندگی میں اور ۲۵ برس ان کی موت کے بعد قبر پر سے، وہ بھی تو انہیں کا بھائی بے تمیز تھا۔ پھر اگر انہوں نے بھی دو تین فوت شدگان سے امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات کا دعوی کیا تو کچھ عجب نہیں کیونکہ تعصب اور بے تمیزی میں دونوں برابر ہیں۔ فتدبر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ مناقب یا مذمت آئمہ کی روایات کی حقیقت

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔ الحاصل امام نے بمصداق آیت کریمہ السّابقون الاوّلون من المهاجرين والانصار والّذين اتّبعوهم باحسان رضی اللّٰه عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجری تحتها الانهار ۔ (توبه : ۱۰۰)۔ علم مفاخرت اور فضیلت کا اوپر ہر سہ مجتہدین کے بلند کیا کہ باقی مجتہدین میں یہ فضیلت نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ امام مالکؒ ترانوے یا چورانوے یا ستانوے ہجری میں پیدا ہوئے اور لڑکپن میں مکہ تشریف لے جانا ان کا ثابت نہیں ہوتا کہ ابوطفیلؓ سے ملاقات کا احتمال ہو، بلکہ ابن صلاحؒ نے تصریح کی ہے کہ امام مالکؒ تبع تابعین سے ہیں کہ کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اور امام شافعیؒ کہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے شاگرد امام محمدؒ اور امام مالکؒ کے ہیں ۔ اور امام احمد بن حنبلؒ شاگرد امام شافعیؒ کے ہیں کہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے ۔ پس ثابت ہوا کہ امام اعظمؒ کا مرتبہ سب مجتہدین میں نہایت ہی بڑا ہے۔

اقول ۔ امام ابوحنیفہؒ اس آیت کے مصداق تب ہوتے جب کہ تابعی ہوتے اور اس کا حال خوب روشن ہوگیا تو فضیلت امام کی باقی تینوں مجتہدوں پر اگر تابعی ہونے کی نظر سے تھی، تو نہ رہی۔ پھر تابعی نہ ہونے میں چاروں برابر ہیں اور باوجود تابعی نہ ہونے کے اتباع باحسان میں عموماً داخل ہیں ۔ جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ سے مستفاد ہوتا ہے:

والّذين اتّبعوهم باحسان للاحقون بالسّابقين من القبيلتين او من اتّبعوهم بالايمان والطّاعة الى يوم القيامة

اب اگر کہو کہ امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت بعض حدیثوں سے معلوم ہوتی ہے جیسا کہ جناب مؤلف (تنویر) نے کہا ہے کہ تبییض الصحیفه میں سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ امام کی فضیلت میں یہ حدیث صحیح بخاری کی کافی ہے

لو كان الايمان عند الثّريا لنالہ رجال من فارس ۔

(بخاری : حدیث نمبر ۴۸۷۹)

تو بھی دیگر اماموں پر فضل نہیں ثابت ہوتا۔ کیونکہ دیگر آئمہ بھی کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں ۔ چنانچہ امام مالکؒ حدیث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یو شک ان یّضر ب النّاس اکباد ا لا بل یطلبو ن العلم فلا یجدو ن احداً اعلم من عا لم المدینة

کے جو کہ امام ترمذیؒ نے روایت کی ہے، مصداق ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ عبدالرزاقؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے، جو راوی ہیں اس حدیث کے، ترمذیؒ نے روایت کی ہے۔

اور امام شافعیؒ تو کئی احادیث صحیحہ کے مصداق ہو سکتے ہیں جیسا کہ امام نوویؒ نے ان احادیث کو تہذیب میں خوب تفصیل سے وارد کیا ہے۔ طالب تفصیل کو چاہیے کہ تہذیب کو ملاحظہ کرے۔

اور اگر کہو کہ ان احادیث مذکورہ بالا میں تو نام کسی کا بھی نہیں اور مصداق ہونا کسی امام کا مثلاً ابوحنیفہؒ کا یا شافعیؒ کا ان احادیث میں تو تجویز اور فرع اپنے اپنے عقیدہ کی ہے، لیکن ابوحنیفہؒ کی فضیلت میں بعض ایسی حدیثیں ہیں جو ان میں اسم مبارک پر ان کے تنصیص اور تصریح ہے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے:

یکو ن فی امّتی ر جل یقال له ابو حنیفه و هو سرا ج امّتی

اور ایک میں یوں آیا ہے:

سیأ تی بعد ر جل یقا ل له النّعمان بن ثا بت الکو فی و یکنی با بی حنیفه لیحسن دین اللّه و سنّتی علی یده۔

اور ایک میں یوں فرمایا ہے:

یخر ج فی امّتی ر جل یقا ل له ابو حنیفه و بین کتفیه خا ل یحی اللّه تعا لی علی یده سنّتی۔

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے:

ا لا انبّئکم بر جلٍ مّن کو فتکم هذه یکنی با بی حنیفه قد ملیء قلبه علماً و حکماً و سیهلک به قوم فی آ خر الزّ ما ن الغالب علیهم التّنا فر یقال لهم البنا نیة کما هلکت الرّفضة با بی بکر و عمر ر ضی اللّه عنهما۔

اور یہ دو روایتیں اخیر کی مؤلف نے نقل کی ہیں۔

سو یہ بات کسی کو سوائے امام صاحبؒ کے میسر نہیں تو اوروں پر فضل ثابت ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ یہ سب واہیات مفتریات اور موضوعات ہیں اور واضعین ان کے مصداق ہیں اس حدیث کے

من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعده من النّار (صحیح بخاری:۶۱۹۷)

اور ناقلین ان کے اگر باوجود علم بالوضع کے ان کو نقل کئے ہیں تو فاسق ہیں، بالاجماع۔ کیونکہ روایت کرنا حدیث موضوع کا حرام ہے اتفاقاً۔ اور اگر بہ سبب جہل کے ان کے موضوع ہونے سے نقل کئے ہیں تو جاہل اور مغرور ہیں۔ اور موضوع ہونا ان واہیات کا ان کے الفاظ اور معنی سے ظاہر ہے۔ اور محدثین نے بھی تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ امام نورالدین علیؒ کتاب مختصر تنزیه الشریعة المرفوعه عن الاخبار الشنیعه الموضوعه میں فرماتے ہیں:

حدیث سیأتی بعد رجل یقال له النّعمان بن ثابت و یکنی بابی حنیفة لیحسن دین اللّه و سنّتی علی یده حظ من حدیث انس من طریق ابان و عنه ابو المعلی بن المهاجر مجهول و عنه سلیمان بن قیس کذالک و عنه محمد بن یزید بن عبد اللّه السلمی متروك و وجد من طریق الجوئباری و ناهیک به کذاباً

اور قبل اس عبارت کے فرماتے ہیں:

حدیث یکون فی امّتی رجل یقال له محمّد بن ادریس اضرّ علی امّتی من ابلیس یکون فی امتی رجل یّقال له ابو حنیفه و هو سراج امّتی، فامّا من حدیث انس ففیه احمد جوئباری و عنه ماموناً السلمی واحدهما وضعه و ذکر الحاکم فی المدخل ان مامونا قیل له الا تری الی الشّافعی و من تبعه الی خراسان فقال حدّثنا احمد الی آخره فبان بهذا انّه الواضع له علیه ما استحقّه و جعلوه ایضاً من حدیث ابی هریره اخرجه الخطیب من طریق محمد بن سعد المروزی البورقی و قال الحاکم و الخطیب و هو من وضعه۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور قاضی محمد بن علی الشوکانیؒ کتاب فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں فرماتے ہیں:

و یکون فی امّتی رجل یقال له ابو حنیفه هو سراج امّتی و هو موضوع۔ و فی اسناده وضاعان مامون السلمی و احمد الجوئباری و الواضع له احدهما۔

اور شیخ ابن طاہرؒ تذکرہ موضوعات میں فرماتے ہیں:

قال الصنعانی سراج امّتی ابو حنیفه موضوع۔

اور علامۃ الدہر رئیس المحدثین عصر مجد الدینؒ صاحب قاموس، سفر السعادت میں فرماتے ہیں:

در فضائل امام ابی حنیفه و امام شافعی رضی اللّٰه عنهما و ذم ایشاں چیزے صحیح ثابت نشده و هر چه در آن معنی مذکور است مجموع مفتری در موضوع است۔

تو آئمہ اربعہ میں سے ایک حضرت کو دوسرے پر تفضیل کلی نہیں۔ سب حضرات انصار دین اور مقتدائے شرع متین تھے اس لئے میزان شعرانی میں کہا ہے الآئمه کلّهم علی هدی مّن رّبّهم اور کسی صاحب میں کچھ فضل تھا اور کسی میں کوئی فضیلت تھی۔

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

تنبیہ۔ اس قول کی ایسے انداز پر ردّ لکھی گئی کہ اس میں باقی بعض دیگر اقوال کا بھی جواب ہو گیا ہے۔ جو شخص ادنی بھی فہم رکھتا ہو گا اس رد کو اسی کے باقی کلام پر منطبق کر لے گا۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور امام (ابو حنیفہؒ) کا قول ہے کہ فرمودہ حضرت ﷺ کا اور اصحاب کا سر آنکھوں ہماری پر، اور قول تابعین کا ہمارے قول کے برابر ہے۔ اعنی ان کا قول ہم پر حجت نہیں۔ اس قول سے بھی (امام ابو حنیفہؒ کا) تابعی ہونا ثابت ہے۔

❁ اقول۔ اگر تابعین کے قول کے عدم تسلیم سے امام صاحبؒ کا تابعی ہونا ثابت ہو، تو چاہیے کہ امام کرخیؒ کو اور امام دبوسیؒ کو اور امام شافعیؒ کو اور ایک جماعت عظیمہ کو علماء اصول سے صحابی کہہ دیں۔ کیونکہ امام شافعیؒ سے بنا بر قول جدید اور ان تمام سے، جن کا نام گزرا، یہ مروی ہے کہ قول صحابی کا جس میں رائے کو دخل ہو ہم پر حجت نہیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ منتظم الحصول وغیرہ میں لکھا ہے۔ جب ان لوگوں کو کوئی شخص صحابی نہیں کہتا، تو قول تابعی کے تسلیم کے انکار کے سبب سے امام کو بھی تابعی نہ کہنا چاہیے۔ فافہم۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پھر ایک روز لڑکوں نے امام صاحبؒ کو دیکھ کر کہا کہ یہ شخص ہزار رکعت ہر شب میں پڑھتا ہے اور تمام شب بیدار رہتا ہے۔ اس روز سے آپؒ ہزار رکعت پڑھتے تھے اور تمام رات جاگتے۔ طحطاوی میں نقل ہے کہ جس مقام پر امام نے وفات پائی وہاں ستر ہزار ختم کئے تھے۔ اور تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ تیس یا چالیس برس تک امام نے ایک وضو سے نماز عشاء اور صبح کی پڑھی ہے۔

اقول۔ یہ سب واہیات ہے اور موجب ذم کا ہے، نہ یہ کہ مدح کا باعث ہو۔ اور جناب حضرت امامؒ کی تو یہ شان نہیں ہے کہ ایسی تکلیف شاق اور بدعات کو ان کی طرف نسبت کیا جائے۔ اور اس عبادت کے بدعت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسالت مآب ﷺ نے عمر بھر میں کبھی شب کو تیرہ رکعت سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے اور نہ کبھی تمام شب جاگے، بلکہ ایک ثلث جاگتے اور دو ثلث سوتے۔ اور اس پر زیادتی کرنے والے کو فرماتے کہ یہ شخص میری سنت سے نفرت کرتا ہے اور یہ ہم میں سے نہیں۔

اور ایسا ہی ختم کرنا قرآن کا بھی سات دن سے کم مدت میں درست نہ رکھتے اور فرماتے کہ تین دن سے کم مدت میں پڑھنے والہ قرآن کو سمجھتا ہی نہیں۔

چنانچہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے:

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ احبّ الصّلوۃ الی اللّٰہ صلوۃ داؤد و احبّ الصّیام الی اللّٰہ صیام داؤد کان ینام نصف اللیل و یقوم ثلثہ و ینام سدسہ و یصوم یوماً و یفطر یوماً

(بخاری: ۱۱۳۱؛ مسلم: ۱۱۵۹)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے:

قالت کان تعنی رسول اللّٰہ ﷺ ینام اوّل اللیل و یحیی آخرہ ثمّ ان کانت لہ حاجۃ الی اھلہ قضی حاجتہ ثمّ ینام و ان کان عند النّداء الاوّل جنباً وثب فافاض علیہ الماء و ان لم یکن جنباً توضّأ للصّلوۃ ثمّ صلّی رکعتین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(بخاری :۱۹۷۰۔ مسلم: ۷۸۲)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے، کہ فرماتی تھیں:

لا اعلم انّ نبیّ اللّٰہ ﷺ قرأ القرآن کلّہ فی لیلۃ و لا قام لیلۃ کاملۃ حتّی الصّباح و لا صام شھراً کاملاً غیر رمضان۔ الحدیث ۔(سنن نسائی:۱۶۴۱)

اور روایت ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ بعث الی عثمان بن مظعون فجائہ فقال یا عثمان ارغبت عن سنّتی قال لا و اللّٰہ یا رسول اللّٰہ ﷺ و لکن سنّتک اطلب۔ قال فانّی انام واصلّی واصوم وافطر وانکح النّساء فاتّق اللّٰہ یا عثمان فانّ لا ھلک علیک حقّاً وانّ لضیفک علیک حقّاً وانّ لنفسک علیک حقّاً فصم وافطر وصلّ ونم ۔ (سنن ابو داؤد: ۲۴۲۵)

اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے:

انّہ قال اخبر رسول اللّٰہ ﷺ انّی اقول واللّٰہ لا صومن النّھار ولا قومن اللیل ما عشت فقال رسول اللّٰہ ﷺ انت الّذی تقول ذالک فقلت لہ بابی وامّی قد قلتہ یا رسول اللّٰہ قال فانّک لا تستطیع ذالک فصم وافطر ونم وقم وصم من الشّھر ثلاثۃ ایّام فانّ الحسنۃ بعشر امثالھا و ذالک مثل صیام الدّھر قلت فانی اطیق افضل من ذالک قال علیہ السّلام فصم یوماً وافطر یومین قلت فانّی اطیق افضل من ذالک قال فصم یوماً وافطر یوماً فذالک صیام داؤد علیہ السّلام وھو اعدل الصّیام وفی روایۃ افضل الصّیام قال فانّی اطیق افضل من ذالک فقال رسول اللّٰہ ﷺ لا افضل من ذالک و زاد فی روایۃ فانّ لجسدک علیک حقاً وانّ لزوجک علیک حقّاً وانّ لزورک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علیک حقّاً و فی اخری له الم اخبر انّک تصوم الدّ هر و تقرأ القرآن فی کلّ لیلة فقلت یا نبیّ اللّه و انّی لم ارد بذلک الا خیراً و فیها قال و اقرأ القرآن فی کلّ شهر قال قلت یانبیّ اللّه انا اطیق افضل من ذالک قال فا قرئه فی سبع لا تزد علی ذالک۔ الحدیث۔(بخاری: ۱۹۷۶۔ مسلم: ۱۱۵۹)

اور روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے:

قال یا رسول اللّه ﷺ فی کم اقرأ القرآن قال فی شهر۔ قال فانّی اقوی من ذالک ردد الکلام ابو موسی و تنا قضه حتی قال اقرئه فی سبع قال فانّی اقوی من ذالک قال لا یفقه من قرء القرآن فی اقلّ من ثلاث۔(سنن ابو داؤد: ۱۳۹۰)

اور روایت ہے حضرت انسؓ سے:

قال جاء ثلثة رهط الی ازواج النّبیّ ﷺ یسئلون عن عبادة النّبیّ ﷺ فقد غفر اللّه ما تقدّم من ذنبه و ما تأخّر فقال احدهم اما انا فا صلّی اللیل ابداً و قال الآخر انا اصوم النّهار ابداً و لا افطر و قال آخر انا اعتزل النّساء فلا اتزوج ابداً فجاء النّبیّ ﷺ الیهم فقال انتم الّذین قلتم کذا و کذا و اللّه انّی لا خشاکم للّه و اتقاکم به لکنّی اصوم و افطر و اصلی و ارقد و اتزوج النّساء فمن رغب عن سنّتی فلیس منّی رواه الشیخان قال سلمان لابی الدرداء نم فلما کان من آخر اللیل قال قم قال النّبیّ ﷺ صدق سلمان۔ عن عائشة قالت کانت عندی امرأة بنی اسد فدخل علیّ رسول اللّه ﷺ فقال من هذه قلت فلانة لا تنام باللیل فذکر من صلاتها فقال مه علیکم بما تطیقون من الاعمال فانّ اللّه لا یمل حتّی تملوا رواه البخاری فی باب ما یکره من التّشدید فی العبادة۔ مالک بن اسماعیل بن ابی حکیم انّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلغه انّ رسول اللّه ﷺ سمع امرأة من اللیل تصلّی فقال من هذه فقیل له هذه الخولاء بنت نوبت لا تنام اللیل فکره رسول اللّه ﷺ ذالک حتی عرفت الکراهة فی وجهه ثمّ قال انّ اللّه تبارك وتعالی لا یمل حتی تملوا اکلفوا من العمل مالکم به طاقة۔ رواه مالک فی المؤطا۔

پس اہل بصیرت پر بسبب ملاحظہ ان احادیث مذکورہ بالا کے:

۱۔ مواظبت تمام شب کے جاگنے؛

۲۔ اور ساتھ مداومت کے رات بھر میں ہزار رکعت پڑھنے (جس میں طرح طرح کی مشقت اور تکلیف سخت پائی جاتی ہے)؛

۳۔ اور ستر ہزار قرآن ختم کرنے (جو ستر برس کی عمر میں سے چار پانچ سال طفولیت کے منہاء کر کے، تین ختم تخمیناً روزانہ ہوتے ہیں)؛

۴۔ اور ایک وضو سے عشاء اور فجر کی نماز پڑھنے،

کا بدعت ہونا ظاہر ہے، تو ایسی بدعات کو جناب امام ابوحنیفہؒ کی طرف ہرگز نسبت نہ کرنی چاہیے، کیونکہ امام صاحبؒ سنت کا بہت لحاظ رکھتے تھے اور سنت کا خلاف نہیں کرتے تھے نیز ایسی عبادت، بدعت ہونے کے علاوہ، عقلاً بھی دشوار ہے۔ اس لئے کہ تمام رات کے اوسطاً بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اور چار گھنٹے اس میں سے منہا کرنے چاہئیں۔ تین گھنٹہ اول سے شب کے کہ ان میں کھانا پینا شب کا اور استنجا طہارت اور وضو اور نماز عشاء کی ادا ہو۔ اور ایک گھنٹہ آخر سے شب کے کہ اس میں وقت فجر کی آمد آمد ہوتی ہے اور نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ تو باقی آٹھ گھنٹوں میں اگر ہزار رکعت پڑھتے تھے تو فی گھنٹہ سوا سو رکعت ہوئی۔ اور سوا سو رکعت کی ادائیگی مع ادائے ارکان یعنی رکوع وسجود وقیام وقعدہ وقومہ و جلسہ اور قرأت کے اور مع لحاظ واجبات اور سنن اور مستحبات ایک گھنٹہ کی میعاد میں عقل سلیم محال جانتی ہے۔

ہاں اگر یہ کہو کہ امام صاحبؒ نوافل اس کیفیت سے پڑھتے تھے کہ بعد تکبیر تحریمہ کے قرأت بقدر مدھآ متان کر کے، رکوع وسجود میں اشارۃً ذرا سا سر کو جھکا کر رکعت پوری کرتے تھے، تو البتہ امکان ہے۔ لیکن یہ کیا عبادت ہوئی اور اس میں کیا تقرب اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثواب ہوا؟

اور ایسا ہی ستر ہزار ختم قرآن جس کے تخمیناً تین ختم ہر روز ہوتے ہیں، بھی دشوار ہے۔ اس لئے کہ امام صاحب کاروبار تجارت بھی کرتے تھے جیسا کہ ابن طاہرؒ کے کلام میں جو مجمع البحار سے نقل کیا گیا ہے، گزر چکا۔ اور اجتہاد مسائل بھی کرتے تھے اور بعد اجتہاد کے مباحثہ اور مشورہ شاگردوں سے کرتے تھے اور تعلیم وتعلم میں بھی شاغل رہتے تھے۔ پس بایں ہمہ ہر روز تین ختم قرآن کے کس طرح کرتے ہوں گے؟ اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ کرامت سے تین ختم ہر روز کرتے تھے۔ اس لئے کہ کرامت تو ایک امر اتفاقی ہے کہ خارق عادت کے ہوتی ہے، نہ مدامی اور عادی۔ حالانکہ یہ شعار امام ابوحنیفہؒ کا بقول خصم کے مدامی تھا۔

ثابت ہوا کہ ایسی شاذ عبادت شرعاً بدعت ہے اور عادۃً دشوار ہے۔ اور نسبت کرنا اس کا طرف جناب امام کے اچھا نہیں۔ اور شان حضرت امام کی اس سے بلند تر ہے۔ اور ثواب کثیر اتباع سنت میں ملتا ہے نہ زیادہ مشقت اٹھانے میں، جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، ترجمہ ارشاد الطالبین وغیرہ میں ارشاد فرماتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

و منها التّشدد و حقيقة اختيار العبادة الشا قّة لم يا مر بها الشّارع كدوا م الصّيا م و القيا م و التّبتّل و ترك التزوج و ان يلتزم السنن و الآدا ب كا لتزا م الوا جبات و هو حد يث نهى النّبىّ ﷺ عبد اللّه بن عمرو و عثما ن بن مظعو ن عمّا قصدا من العبادات الشّا قة و هو قو له ﷺ لن يشاد الّذين احد الاغلبة فاذا صار هذا المتعمق او المتشدد معلم قوم و رئيسهم ظنّوا انّ هذا امر الشرع و رضا ه و هذا داء رهبان اليهود و النّصارى۔ انتهى كلام فى با ب احكا م الدّ ين من التّحريف۔

عن عا ئشه قا لت كا ن رسول اللّه اذا امر هم امرهم من الا عمال بما يطيقو ن قا لوا انّا لسنا كهيئتك يا رسول اللّه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ اللّٰه قد غفر لک ما تقدّم من ذنبک و ما تأخّر فیغضب حتّی یعرف الغضب فی وجهه ثمّ یقول انّ اتقاکم و اعلمکم باللّٰه انا۔ (صحیح بخاری: ۲۰)

اور صاحب فتح الباری نے اس حدیث کے نو فائدے لکھے ہیں۔ من جملہ اس کے تیسرا فائدہ یہ ہے:

الوقوف عند ما حدّ الشّرع من عزیمة و رخصته و الاعتقاد انّ الاخذ بالاوفق الموافق اولی من الاشقّ المخالف له۔ انتهی ما فی فتح الباری مختصراً۔

پس مداحین جو کچھ قصہ واہیہ بلاسند صحیح کے فضلیت میں امام (ابوحنیفہؒ) صاحب کی نقل کرتے ہیں، امام صاحبؒ تک ساتھ سند صحیح متصل مسلسل کے نہیں پہنچتا۔ اور نیز مخالف سنت کے ہو، اور شان امام کی بھی اس کو مقتضی نہ ہو تو پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ فقہاء اور محدثین کے نزدیک اخبار کے لائق قبول ہونے کیلئے سند صحیح متصل کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ سند صحیح متصل الاسناد یہاں پائی نہیں جاتی پھر کیوں کر قابل اعتماد کے ہو۔

اب اہل انصاف سررشتہ عدل کا ہاتھ سے نہ دیں اور خوب غور وفکر کر کے مطابق آیت کریمہ اعدلوا هو اقرب للتّقوی اظہار حق میں چشم پوشی نہ فرماویں کہ حق اور باطل میں امتیاز ہو جاوے۔

باب دوسرا: تقلید آئمہ اربعہ کا بیان

فاسئلوا اهل الذّکر .... کی بحث

قال (مؤلف تنویر الحق):

فرماتا ہے اللہ تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (نحل: ۴۳) (پس پوچھو ان سے جو اہلیت ذکر کی رکھتے ہیں اگر نہیں جانتے ہو تم)

پس یہ آیت ساتھ اجماع امت کے مخصص اور ظنی ہے اس لئے کہ ہرگز اہل سنت اجازت نہیں دیتے کہ پیروی کی جائے روافض وخوارج کی۔ اور اسی طرح روافض وغیرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں اجازت دیتے کہ پیروی کی جائے اہل سنت کی ۔ پس اجماع ہوا امت کا او پر تخصیص اس آئت کے، پس ہوئی یہ آیت مخصص اور ظنی الدلالۃ ۔

اقول ۔ اصل غرض مئولف (تنویرالحق) کی عقد باب ثانی سے اثبات وجوب تقلید مجتہد معین ہے ۔ لیکن دعوی تخصیص مذاہب اربعہ کو محض واسطہ بنایا ہے ۔ تو سنو کہ مقصود مؤلف کا اس دعوی سے کہ یہ آیت مخصص ہے بالا جماع اور ظنی الدلالۃ ہے، یہ ہے کہ جب ایک دفعہ ظنی ہو چکی تو اب جتنی (بار) تخصیص چاہیں گے کیا کریں گے، تو (حتی) کہ تخصیص ایک مذہب خاص کی ثابت ہو جاوے ۔ تو سنو کہ دعوی تخصیص کا اور ظنی الدلالۃ ہونے اس آیت کا غلط اور بے اصل ہے، اس لئے کہ لفظ اھل کا اس آیت میں اپنے عموم پر ہے اور اس کی تخصیص پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے ۔ نہ تو کتاب اللہ اور نہ حدیث متواتر یا مشہور یا خبر واحد اور نہ قیاس صحیح کسی مجتہد کا، اور نہ کوئی قرینہ عقلی جس سے عموم آیت میں استحالہ معلوم ہو ۔ سو پھر اگر تخصیص کی جائے تو تخصیص اس کی بلا مخصص ہوگی اور تخصیص بلا مخصص نسخ کرنا ہے کتاب اللہ کو، جیسا کہ شرح ابن الحاجب کی عبارت سے معلوم ہوگا ۔ اور ایسا کرنا ممنوع ہے باتفاق امت محمدیہ کے کیونکہ رافع ہے امان کو لغت اور شرع سے ۔ یعنی جو لفظ باعتبار لغت یا شرع کے عام ہونے پر دلالت کرتا ہو اور کوئی دلیل شرعی اس کے خاص ہونے پر قائم نہیں، پھر جو کوئی اپنے فہم مجرد سے بلا دلیل اس کو خاص کر ڈالے تو اعتبار لفظ عموم کا از روئے لغت اور شرع کے جاتا رہے اور احکام شرعی درہم برہم ہو جاویں ۔ اور یہ بات مخالف اہل زبان اور اہل شرع کے ہے ۔ تو بلا قرینہ لفظ عام، خاص نہیں ہو سکتا اور مؤلف (تنویرالحق) لفظ اھل کو کہ عام ہے، بلا دلیل خاص کرتا ہے، تو اس میں مخالفت اہل لغت اور شرع کی لازم آئے گی اور یہ مخالفت ممنوع ہے ۔ چنانچہ صدرالشریعۃ، توضیح میں فرماتے ہیں:

و لو جاز ارادة البعض بلا قرينة لا رتفع الا مان عن اللغة و الشّرع بالكليّة لانّ خطابات الشّرع عامة (اور اگر بغیر قرینہ کے بعضے معنوں کا مراد لینا جائز ہوتا تو لغت اور شرع سے بالکل امان اٹھ جاتا کیونکہ خطابات شرع کے عام ہیں) ۔

اور علامہ تفتازانیؒ تلویح میں فرماتے ہیں:

فتقريره انّه لو جاز ارادة بعض مسمّيات العام من غير قرينة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا رتفع ا لا مان عن ا للغة لا ن كل ما وقع فی كلام العرب من الا لفاظ العا مّة يحتمل الخصو ص فلا يستقيم ما يفهم السّامعو ن من العمو م و عن الشّر ع لا نّ عا مة خطا با ت الشّر ع عا مّة فلو جو ز نا ارادة البعض من غير قرينة لما صحّ فهم ا لا حكا م بصيغة ا لعمو م۔ (تقریراس کی یہ ہے کہ اگر جائز ہوتا مراد لینا کچھ افراد عام کا بغیر قرینہ کے، تو اٹھ جاتا امان لغت سے، کیونکہ جتنے عام لفظ، زبان میں بولے جاتے ہیں سب میں خاص ہو جانے کا احتمال ہے، اس لئے وہ معنی ٹھیک نہ رہیں گے جو عام لفظوں سے سننے والوں نے سمجھے ہیں، اور شرع سے بھی امان اٹھ جاتا ہے کیونکہ خطابات شرع کے عام ہیں، اس حالت میں اگر جائز رکھیں ہم مراد لینا بعض معنوں کا بغیر قرینہ کے تو ہرگز عام لفظ سے احکام کا سمجھنا صحیح نہ رہے گا)۔

بلکہ یہ تخصیص بلامخصص عادت یہود اور نصاری کی ہے۔ کیونکہ وہ لوگ عموماً تو ریت اور انجیل کی بلامخصص شرعی تخصیص کرلیا کرتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

انّما هلک الّذ ين قبلكم انّهم كا نوا اذا سرق فيهم الشّريف زكوه و اذا سر ق فيهم الضّعيف اقا موا عليه الحدّ رواه البخاری و مسلم عن عا ئشة عن النّبیّ ﷺ فی تمام قصة المرأة المخزو مية (بخاری: ۶۰۸۷۔ مسلم: ۱۶۸۸) (کہ اگلے لوگوں کی ہلاکت کا یہی سبب ہے کہ ان میں سے جب کوئی عزت دار آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے بری کر دیتے تھے اور جب کوئی غریب چوری کرتا تھا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے مخزومیہ عورت کے قصہ میں آنحضرت ﷺ سے روایت کی ہے)

اور آج تک کسی ایک فرد نے بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ یہ آیت مخصص ہے، پھر اجماع کے کیا معنی؟ اور مؤلف کے دعوی اجماع کو جو محض بے بینہ اور بے سند ہے، کون سنتا ہے؟ اور جو کہ مئولف نے کہا ہے کہ اہل سنت اجازت نہیں دیتے کہ پیروی کی جائے روافض کی اور ایسا ہی بالعکس، اس سے اجماع تخصیص پر لفظ اہل کے اس آیت میں نہیں نکلتا ہے۔ اس لئے کہ اجازت نہ دینا سنیوں کا واسطے اتباع رفضاء کے اور اجازت نہ دینا رافضیوں کا اتباع اہل سنت کے، مبنی اس پر نہیں ہے کہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا مصداق جان کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر اپنی تخصیص کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک فرقہ اپنے مقابل کو اہل ذکر کا مصداق ہی نہیں جانتا اور اس میں داخل ہی نہیں رکھتا۔ اور جب کہ اپنے مقابل کو اہل ذکر میں داخل نہ مانا تو حاجت اس کے خارج کرنے کی، اور اپنے فرقے کو خاص کرنے کی کہاں ہوئی؟

تقریر مفصل اس کی فرقہ اہل سنت کی طرف سے کی جاتی ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اہل ذکر ہم ہی ہیں، اور کسی پر فرقہ ضالہ سے اہل ذکر صادق نہیں آتا، اس لئے کہ وہ لفظ ذکر کا جو کہ مضاف الیہ لفظ اھل کا ہے فی نفسہ تو مطلق اور شامل تھا ذکر حق صریح کو بھی اور ذکر باطل محض کو بھی، اور ذکر مخلوط اور اور مشوب بہ ہوائے نفسانی کو بھی، لیکن اس آیت میں مقید ہے ساتھ قید حق ہے اور باعث اس تقیید پر آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ بھی ہیں اور عقل نیز تائید کرتی ہے۔ قال اللّٰہ تعالی:

ذالک بانّ اللّٰہ نزل الکتاب بالحقّ

(یہ بہ سبب اس کے ہے کہ اللہ نے یہ کتاب حق پر اتاری ہے)۔(بقرہ:۱۷۶)

نزل علیک الکتاب بالحقّ

(اتاری اوپر تیرے یہ کتاب حق پر)۔(آل عمران:۳)

و لا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحق و انتم تعلمون

(اور نہ ملاؤ حق کو ساتھ باطل کے اور چھپاتے ہو تم حق کو جان بوجھ کر)۔(بقرہ:۴۲)

و یکفرون بما ورائہ و ھو الحقّ

(جھٹلاتے ہیں ماسوا توریت کے، حالانکہ وہ حق ہے)۔(بقرہ:۹۱)

من بعد ما تبیّن لھم الحقّ فاعفوا و اصفحوا

(بعد اس کے کہ ظاہر ہو گیا انہیں حق، پس معاف کرو اور درگزر کرو ان سے)۔

انّ فریقاً مّنھم لیکتمون الحقّ و ھم یعلمون

(بے شک ایک گروہ ان کا حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے)۔(بقرہ:۱۴۶)

الحقّ من ربّک فلا تکونّ من الممترین (حق وہ ہی ہے جو اللہ کے پاس سے ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے مت ہو)۔(بقرہ:۱۴۷)

و انّہ للحقّ من ربّک و ما اللّٰہ بغافلٍ عمّا تعملون (اور بے شک یہ حق ہے اللہ کی جانب سے اور اللہ غافل نہیں ہے تمہارے کاموں سے)۔(بقرہ:۱۴۹)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و کذ ب به قو مک و هو الحقّ

(اور جھٹلایا اس کو تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے)۔ (انعام:٦٦)

قل الحقّ من رّ بّکم فمن شاء فلیئو من و من شاء فلیکفر

(تو کہہ دے اے محمد کہ حق اللہ کی جانب سے ہے پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے)۔ (کہف:۲۹)

حتّی جاء هم الحقّ و رسول مبین

(یہاں تک کہ آیا ان کے پاس حق اور صاف صاف سنانے والا رسول)۔ (زخرف:۲۹)

و لمّا جاء هم الحقّ قا لوا هذا سحر و انّا به کا فر و ن (اور جس وقت آیا ان کے پاس حق، لوگوں نے کہا یہ تو جادو ہے ہم اس کے منکر ہیں)۔ (زخرف:۳۰)

و لذا قا ل فی التفسیر النیسا بوری العا لم با لحقّ یجب علیه اظهاره و یحر م کتما نه (اور اسی واسطے تفسیر نیساپوری میں کہا ہے۔ عالم حق پر اظہار حق واجب ہے اور چھپانا اس کا حرام ہے)۔

قا ل اللّه تعا لی:

وا تّبعوا احسن ما انز ل الیکم من رّ بّکم

(پیروی کرو بہتر وہ جو اتارا گیا تمہاری طرف تمہارے اللہ کی جانب سے)۔ (زمر:۵۵)

اتّبعوا ما انز ل الیکم من رّبّکم و لا تتّبعوا من دو نه اولیاء

(پیروی کرو اس کی جو اتارا گیا تمہارے اللہ کی جانب سے اور نہ پیروی کرو سوا اس کے رفیقوں کی)۔ (اعراف:۳)

فبشّر عبادی الّذ ین یستمعو ن القول و یتّبعو ن احسنه (سو تو خوش خبری سنا میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر)۔ (زمر:۱۸)

ارأیت من اتّخذ الهه هواه (بھلا دیکھ تو جس نے پوجنا پکڑا اپنی خواہش کو)۔

و قا ل رسول اللّه ﷺ لیأ تین علی امّتی ما اتی علی بنی اسرا ئیل حذوا لنّعل با لنّعل حتّی ان کا ن منهم من اتی امّه علا نیّة لکان فی امّتی من یّصنع ذا لک و انّ بنی اسرا ئیل تفرّ قت علی ثنتین و سبعین ملّة و تفترق امّتی علی ثلث و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سبعین ملّة کلّھم فی النّار الّا ملّةً وّا حدةً قا لوا من ھی یا رسول اللّٰہ قا ل ما انا علیہ و اصحا بی ۔ رواہ التر مذی عن عبد اللہ بن عمرو

(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ میری امت پر ہو بہو ایسا وقت آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر آیا تھا یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے کھلا کھلا اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو میری امت میں سے بھی کوئی ایسا کرے گا۔ اور بے شک بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہو گی ۔ سب کے سب آگ میں ہوں گے مگر ایک فرقہ، لوگوں نے پوچھا وہ کون سا فرقہ ہے اے رسول اللہ ﷺ ۔ فرمایا وہ، وہ فرقہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۔ روایت کی یہ حدیث ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے) ۔ (ترمذی: ۲۶۴۲)

اور سوائے اس کے اور بہت حدیثیں، جو کہ ردّ میں خارجیہ اور مرجئہ اور جہمیہ اور معتزلہ اور قدریہ اور جبریہ کے وارد ہیں، اس تقیید پر باعث ہیں ۔ اور باعث ہونا عقل کا تو ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھیجنا رسولوں کا اور نازل کرنا وحی متلو اور غیر متلو کا نہیں کیا مگر واسطے اتباع حق کے ۔ تو بالیقین معلوم ہوا کہ اس آیت میں مراد ذکر سے ذکر حق ہے، سو جو کوئی اہل ایسے ذکر کا ہو گا عموماً، خواہ کوئی ہو، اس کا اتباع لاعلمی کے وقت واجب ہو گا ۔ اور وہ نہیں ہے مگر ہمارا فرقہ سنیہ اور ماسوائے ہمارے سب فرقہ اہل ذکر میں داخل ہی نہیں باعتبار عقائد کے، کیونکہ ذکر اور مذہب ان کا باطل ہے اکثر امور میں بنا بر عقیدہ اور اعمال کے ۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے کتاب اشباہ والنظائر میں نا قلاً عن المصفی کہا ہے:

و اذا سئلنا عن معتقد نا و معتقد خصو منا فی العقا ئد یجب علینا ان نقو ل الحقّ ما نحن علیہ و البا طل ما علیہ خصو منا، ھکذا نقل عن المشا ئخ ۔ (اور جس وقت پوچھے جائیں ہم اپنے مسلک اور اپنے مقابل کے مسلک کے بارے میں، تو واجب ہے ہم پر یہ کہنا کہ جس پر ہم ہیں وہ حق ہے اور جس پر ہمارا مقابل ہے وہ ناحق ہے ۔ یوں ہی مشائخ سے منقول ہے)

اور ایسا ہی طحطاویؒ نے دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے:

فعلیکم معا شر المئو منین با تباع الفر قة النّا جیة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المسمّاة با هل السنّة و الجما عة فا ن نصره ای نصرة اللّه و حفظه و تو فیقه فی موا فقتهم و خذلا نه و سخطه و مقته فی مخا لفتهم (واجب ہے تم پر اے گروہ مومنین، پیروی اس فرقہ نجات یافتہ کی جس کا نام اہل سنت والجماعت ہے کیونکہ اللہ کی مدد اور نگہبانی اور توفیق انہی کی موافقت میں ہے اور ان کی مخالفت اس کے الٹ نتائج پیدا کرتی ہے)

اور ایسا ہی سب اہل سنت کا دعوی ہے، اور علی ہذا القیاس ہر ایک فرقہ اپنی حقیت کی تقریر کرتا ہے۔ باقی رہی ترجیح اپنے اپنے دعوی کی کہ فی الواقع کون اہل ذکر حق کا ہے فروع میں سو یہ مبحث دوسرا ہے، اس مقام میں اس سے بحث نہیں۔ اس محل میں تو اتنا معلوم کر لینا چاہیے کہ ہر ایک فرقہ ذکر کو قید حق کی ضم کر کے اس کو اپنے مذہب میں منحصر کرتا ہے اور اپنے لوگوں کو اھل اس ذکر کا ٹھہراتا ہے باوجودیکہ اہل اپنے عموم پر رہے۔ یعنی اس طرح کہتا ہے کہ ہمارے ذکر کے جو کہ حق ہے سب اہل عموماً قابل اتباع کے ہیں۔ تو اجازت نہ دینا ہر فرقہ کا واسطے اتباع اپنے مخالف کے، مستلزم تخصیص کو لفظ اھل میں نہ ہوا۔ اور یہ آیت ظنی الدلالۃ نہ ہوئی۔

اجتہاد مطلق آئمہ اربعہ میں منحصر نہیں

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پس بعد تخصیص اس آیت کے اور تقرر مذاہب کے پھر مخصص ہوئی باجماع اہل سنت و جماعت کے بایں طور کہ مراد اب اہل ذکر سے آئمہ اربعہ ہیں۔ پس دلالت کی اس آیت نے کہ تقلید ایک کی آئمہ اربعہ میں سے واجب ولازم ہے۔ اور وہ اجماع اہل سنت کا نقل کیا ہے طحطاوی وغیرہ نے۔ کہا طحطاویؒ نے بیچ شرح درالمختار کے کتاب الذبائح میں:

قال بعض المفسّرین فعلیکم یا معشر المؤ منین اتّباع الفرقه ا لنّا جیة المسمّاة باهل السنّة و الجما عة فا نّ نصرة اللّه تعالی و حفظه و تو فیقه فی موا فقتهم و خذ لا نه و سخطه و مقته فی مخا لفتهم و هذه الطّا ئفة النّا جیة قد اجتمعت الیوم فی المذا هب ا لا ر بعة هم الحنفیّو ن و الما لکیو ن و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشافعیون و الحنبلیو ن و من کا ن خا ر جاً من هذه المذاهب الا ربعة فهو من اهل البد عة و النّار

(کہا بعض مفسروں نے کہ واجب ہے تم پر اے گروہ مؤمنین پیروی کرنا اس فرقہ نجات یافتہ کا جس کا نام اہل سنت والجماعت ہے، کیونکہ اللہ کی مدد اور حفاظت اور توفیق ان کی موافقت میں ہے اور ذلت دینا اس کا اور خفا ہونا اور بگاڑنا ان کی مخالفت میں ہے۔ اور یہ گروہ نجات یافتہ آج کے دن مجتمع ہو گیا ہے چار مذاہب میں کہ وہ حنفی اور مالکی اور شافعی اور حنبلی ہیں اور جو کوئی نکلا ان چاروں مذہبوں میں سے تو وہ اہل بدعت واہل نار سے ہے)۔

اقول۔ اس میں دو دعوی کئے ہیں۔

پہلا یہ کہ اہل سنت کا اجماع ہو گیا ہے اس پر کہ اب اس آیت میں اہل ذکر سے مراد آئمہ اربعہ ہیں۔

دوسرا یہ کہ جب کہ آئمہ اربعہ بالاجماع مراد ہوئے تو تقلید ایک امام کی واجب ہو گئی۔

سو دعوی دوسرا تو باطل اور غلط محض ہے۔ جائے غور ہے کہ فرض کیا کہ مذاہب اربعہ کی تقلید چاہیے، لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ایک مذہب خاص کی بھی تقلید واجب ہو جائے؟ یہ تو آج تک کسی اہل عقل نے دعوی نہیں کیا۔ جیسا کہ چار کے جفت ہونے سے ایک کے جفت ہونے کا دعوی کسی نے نہیں کیا۔

اور دعوی اول اس سے زیادہ باطل ہے، اس لئے کہ آج تک یہ بھی کسی نے نہیں کہا کہ اس آیت میں آئمہ اربعہ مراد ہیں۔ پھر اجماع کا کیا نام لینا ہے؟ اجماع کے تو تمام اصولیین یہ معنی کرتے ہیں:

هو اتّفاق المجتهدين من امّت محمّد ﷺ فی عصر وا حد علی امر شر عی

(اجماع، متفق ہونا ہے امت محمدیہ کے مجتہدوں کا ایک زمانہ میں ایک امر شرعی پر)

اور جو عبارتیں شواہد اس دعوی پر طحطاوی وغیرہ سے نقل کیا ہے، ان عبارتوں میں سے ایک سے بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس آیت میں آئمہ اربعہ کے مراد ہونے پر اجماع اہل سنت کا ہوا ہے۔ طحطاویؒ کے کلام کے تو معنی ظاہری یہ ہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اکٹھا ہو گیا ہے آج کے دن وہ فرقہ ناجیہ مذہب اربعہ میں،

یعنی اگر چہ قبل اس سے سب صحابہ اور تابعین اور مجتہدین آخرین سوائے آئمہ اربعہ اور ان کے اتباع کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے، لیکن چونکہ زمانہ ان کا منقرض ہو گیا ہے اور کسی صاحب مذاہب، کے سوائے آئمہ اربعہ کے، اتباع اور مقلدین نہیں رہے، تو اب اہل سنت میں سے آئمہ اربعہ ہی کے لوگ باقی رہ گئے ہیں اور وہ فرقہ انہیں میں اکٹھا ہو گیا ہے۔

تو انصاف سے کہو کہ اس کلام سے اجماع مراد ہونے پر آئمہ اربعہ کے کہاں نکلتا ہے۔ شائد جناب مؤلف نے لفظ اجتمعت سے کہ جس میں ا ج م ع حروف اجماع کے موجود ہیں، اجماع کو استنباط کیا ہے تو استشہاد مؤلف کا ساتھ کلام طحطاویؒ کے باطل ہوا۔ اور باقی ان عبارتوں کو جن سے اجماع سمجھا ہے، عنقریب نقل کر کے ان سے جواب دیا جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

اب طحطاوی کے اس دعوی کی کہ آج کے دن اہل سنت مذاہب اربعہ ہی میں منحصر ہیں اور سوائے ان کے جو ہو، سو وہ اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے، تحقیق کی جاتی ہے۔ تو سنو کہ اگر اس حصر کو حاوی اور اکثری کہیں تو مسلّم الثبوت ہے جیسا کہ عقائد جلالیہ میں حصر ادعائی محض کیا ہے:

الفرقه النّاجية هم الا شاعرة اجمع و هم السّلف الصّالحون من المحدّثين العارفين باحاديث رسول اللّه ﷺ و تمييز اقسامها من الصّحيح و الحسن و الضّعيف وغيرها و نقدها من الموضوعات۔ انتهى ما فى العقائد الجلاليه۔ (فرقہ ناجیہ سب کے سب اشاعرہ ہیں اور وہ اگلے محدثوں میں کے نیک لوگ ہیں کہ ان کو احادیث رسول ﷺ میں شناخت اور اقسام حدیث میں امتیاز اور موضوعات کی جانچ حاصل ہے)۔

حالانکہ ماتریدیہ بھی فرقہ ناجیہ میں بلا ریب داخل ہیں۔ پس مراد عبارت عقائد جلالیہ سے حصر عادی و اکثری ہے نہ کہ حصر حقیقی تنزیلی کہ ماتریدیہ اس سے خارج ہو جاویں۔ كما لا يخفى على الماهر المتفطن۔ اسی طور سے تو جیہہ عبارت طحطاوی کی کی جاوے کہ تمام اہل سلف آئمہ اربعہ اور محدثین اصحاب صحاح ستہ وغیرھم فرقہ ناجیہ میں داخل ہو جائیں۔ اور جو بزعم خویش ہر شخص اپنے کو فرقہ ناجیہ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کو خلاف اس کے جانتا ہے، تو اس طرح کا دعوی لغو محض ہے شرعاً۔ اور عقیدہ اہل تعصب کا ایسا ہی ہوتا ہے۔

المشهور فی دیار الخراسان و العراق و الشّام و اکثر الاقطار ان اهل السّنّة و الجماعة هم ا لا شاعرة ۔و فی دیا ر ما وراء النّهر انّ اهل السّنّة و الجماعة هم الما تریدیة اصحاب ابی المنصور الما تر یدی کما ذکر فی حا شیة شر ح العقا ئد الجلالیه هذا هو س من هو سا تهم ما انز ل اللّه بها من سلطان بل کلّهم من اهل السّنّة و الجما عة کما لا یخفی علی اهل الخبرة با لشّریعة و احوا ل القرو ن الثّلا ثة و غیر ها۔

(مشہو علاقہ خراسان اور عراق اور شام میں اور اکثر اطراف میں یہ ہے کہ اہل سنت و الجماعت تو اشاعرہ ہیں اور مشہور ماوراء النہر میں یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت ماتریدیہ، ساتھی ابومنصور ماتریدی کے ہیں جیسا کہ مذکور ہے حاشیہ شرح عقائد جلالی میں، یہ ایک ہوس ہے لوگوں کی ہوسوں میں سے۔ اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہیں اتاری۔ بلکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ سب کے سب اہل سنت والجماعت ہیں۔ چنانچہ یہ امر ماہر حال قرون ثلاثہ اور علم شریعت کے جاننے والے پر مخفی نہیں ہے)۔

اور معنی عادی اکثری کے یہ ہیں کہ فی الواقع تو بموجب حکم خدا و رسول کے سب اہل سنت کے مقتدائے صحابہ اور تابعین اور مجتہدین آئمہ اربعہ اور سوائے ان کے اور مقلدین ان کے فرقہ ناجیہ میں داخل تھے، لیکن آج کے دن عادت ایسی ہوگئی ہے کہ سوائے اہل مذاہب اربعہ کے کوئی نہیں رہا اور روایت بھی کسی مذہب کی سوائے مذاہب اربعہ کے اکثر کو نہیں ملتی تو اس طرح سے حصر کرنا حصر شرعی تنزیلاً نہ ہوا بلکہ عادی اور اکثری بموجب وجوہ مانع کے ہوا تو ارتفاع اس مانع کی سے یہ حصر نہ رہے گا۔ یعنی جب کہ کوئی روائت صحیحہ بنقل متصل ثابت کسی مجتہد سے سوائے آئمہ اربعہ کے ہم کو ملے گی تو اس وقت آئمہ اربعہ اور وہ مجتہد آخر یکساں ہوں گے جیسا کہ کلام بلاغت نظام سے مولانا بحرالعلوم عبدالعلی حنفیؒ کے معلوم ہوتا۔ چنانچہ شرح تحریر ابن الہمام میں فرماتے ہیں:

و امّا المجتهدو ن الّذ ین اتّبعو هم با حسان فکلّهم سواء فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صلو ح التّقليد بهم فا ن و صل فتوى سفيا ن بن عينيه او ما لک بن دينار يجو ز ا لا خذ به كما يجوز ا لا خذ بفتوى ا لآ ئمه الا ربعة ا لا انه لم يبق عن ا لآ ئمّة ا لآ خرين نقل صحيح ا لّا اقلّ القليل و لذا منع من منع من التّقليد ايّا هم فا ن و جد نقل صحيح منهم فى مسئلة فا لعمل به و العمل بفتوى الآ ئمّه الاربعة سواء۔ (لیکن وہ علمائے مجتہدین جو صحابہ کرام کے نیک پیرو ہیں، سو وہ سب کے سب صلاحیت تقلید میں برابر ہیں۔ سو اگر پہنچ جاوے فتوی سفیان ابن عینیہ کا یا مالک ابن دینار کا تو روا ہے اس پر عمل کرنا جیسا کہ روا ہے آئمہ اربعہ کے فتووں پر عمل کرنا۔ مگر اتنی بات ہے کہ سوا آئمہ اربعہ کے دیگر اماموں کے اقوال نقل صحیح سے کم تر مہیا ہوتے ہیں، اور اس لئے منع کیا ہے ان کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے۔ پھر اگر پائی جائے نقل صحیح کسی مسئلہ میں کسی امام غیر از آئمہ اربعہ سے، تو عمل کرنا اس پر اور عمل کرنا آئمہ اربعہ کے اقوال پر برابر ہے)

اور شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

ثمّ فى كلا مه يعنى ابن الصّلا ح خلل آ خر اذا المجتهدو ن الآخرو ن ايضاً بذ لوا جهد هم مثل ا لآ ئمّة ا لا ربعة و انكار هذا مكا برة و سوء ادب بل الحقّ انّه انّما منع من تقليد غير هم لا نّه لم يبق رواية مذ هبهم محفو ظة حتى لو وجد روا ية صحيحة من مّجتهد آ خر يجو ز العمل بها ا لا ترى انّ المتأخّرين افتوا بتحليف الشّهود اقا مت له موقع التّز كية على مذ هب ابن ابى ليلى۔ (پھر اس (ابن صلاح) کے کلام میں ایک اور خلل ہے کیونکہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر مجتہدوں نے بھی مثل آئمہ اربعہ کے کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ انکار کرنا اس بات کا ہٹ دھرمی اور بے ادبی ہے۔ بلکہ حق الامر یہ ہے کہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر آئمہ کی تقلید سے ممانعت اس لئے ہے کہ ان کے مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں ہیں۔ ہاں کسی اور مجتہد کے مذہب کی روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل روا ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ پچھلے علماء نے قائم مقام تزکیہ کے گواہوں کے قسم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دلانے پر بموجب ابن ابی لیلی کے فتوی دے دیا ہے)

اور اگر یہ حصر اس نظر سے نہ ہو جو مذکور ہوا، بلکہ اس نظر سے ہو کہ اجتہاد مستقل آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے، بلکہ سوائے آئمہ اربعہ کے اہل سنت میں کوئی مجتہد ہوا ہی نہیں نہ قبل ان کے اور نہ بعد ان کے۔ یا اس نظر سے ہو کہ مجتہد تو سوائے آئمہ اربعہ کے بہت ہوئے ہیں لیکن سوائے ان چار کے اتباع کسی کا درست نہیں۔ خواہ وہ صحابی ہو، خواہ تابعی خواہ بعد آئمہ اربعہ کے خواہ پہلے ان سے، تو یہ حصر ان دونوں نظروں سے باطل ہے اور اپنے گھر سے نئی شریعت نکالنا ہے ما انز ل اللّٰہ بھا من سلطان (نہیں اتاری اللہ نے اس پر کوئی دلیل)۔ اور قائل مبتدع اس کا مخاطب اس آیت کریمہ کا ہے:

و لا تقو لوا لما تصف السنتکم الکذ ب ھذا حلا ل و ھذا حرا م لتفتروا علی اللّٰہ الکذ ب (اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بتانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو)۔ (نحل:۱۱۶)

اس لئے کہ اگر نظر اول سے ہو تو ہوس محض اور رجم بالغیب ہے۔ اسی واسطے مولانا نظام الدین لکھنوی جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ نے کہا ہے کہ یہ جو متعصبین نے مشہور کر رکھا ہے کہ اجتہاد آئمہ اربعہ پر ختم ہو چکا ہے یہ بات غلط ہے اور رجم بالغیب ہے۔ اگر ان متعصبوں سے اس کی دلیل پوچھی جاوے تو ہرگز دلیل بیان نہ کرسکیں گے۔ معلوم نہیں کہاں سے یہ غیب کی باتیں کہتے ہیں اور اللہ کی قدرت میں تحکم کرتے ہیں۔ سو بچو ایسے تعصّبات سے۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں فرمایا ہے:

اعلم ان بعض المتعصّبین قا لوا اختتم الاجتھاد المطلق علی ا لآ ئمّۃ ا لا ربعۃ و لم یو جد مجتھد مطلق بعدھم و الا جتھاد فی المذ ھب اختتم علی العلا مۃ النّسفی صا حب الکنز و لم یو جد مجتھد فی المذ ھب بعدہ ۔ و ھذا غلط و ر جم با لغیب فا ن سئل من این علمتم ھذا لا یقدرو ن علی ایراد دلیل اصلاً ثمّ ھو اخبار با لغیب و تحکم علی قد رۃ اللّٰہ تعالی فمن این یحصل علم ان لا یو جد الی یو م القیا مۃ احد یتفضّل اللّٰہ علیہ بنیلہ مقا م ا لا جتھاد ۔ فا جتنب عن مثل ھذا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّعصّبات۔

اور مولانا بحر العلوم عبد العلیؒ نے یہی مضمون بعینہ فرمایا۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ وہ لوگ مصداق ہیں اس حدیث کے افتوا بغیر علم فضلّوا و اضلّوا ۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں موجود ہے:

ثمّ ان من النّاس من حکم بو جو ب الخلو من بعد العلا مة النّسفی و اختتم ا لا جتهاد به و عنوا ا لا جتهاد فی المذ هب و اما الاجتهاد المطلق فقا لوا اختتم با لآ ئمة ا لا ربعة حتی او جبوا تقلید وا حد من هو لاء علی ا لا مّة وهذا کلّه هو س من هو سا تهم لم یأ توا بدلیل و لا یعباء بکلا مهم و انّما هم من الّذین حکم الحدیث انّهم افتوا بغیر علم فضلوا و اضلّوا و لم یفهموا ان هذا اخبار با لغیب فی خمس لا یعلمهنّ ا لّا اللّه تعا لی

(بعض لوگ وہ ہیں کہ انہوں نے قطعی حکم لگا دیا ہے کہ بعد علامہ نسفی کے زمانہ مجتہد سے خالی ہے اور اجتہاد کو علامہ نسفی پر ختم ہونا بتاتے ہیں اور مراد رکھتے ہیں وہ لوگ اجتہاد سے اجتہاد مذہب کا۔ اور اجتہاد مطلق کو کہتے ہیں کہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو چکا، یہاں تک کہ واجب کر دی ہے انہیں لوگوں نے تقلید ایک کی ان چاروں میں سے امت پر اور یہ سب ان کی ہوسوں میں سے ایک ہوس ہے۔ نہیں لا سکتے اس پر دلیل اور ان کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں کیونکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں حدیث آئی ہے کہ انہوں نے بے جانے بوجھے فتوی دیئے سو خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اس قسم کی باتیں ان پانچ باتوں میں غیب گوئی ہے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)۔

بلکہ یہ انکار اجتہاد سے مجتہدین کے اور یہ گمان کہ سوائے آئمہ اربعہ کے کوئی بھی مجتہد نہیں ہوا کذب ظاہر ہے۔ اور انکار بدیہی کا ہے کیونکہ تمام اہل علم قائل ہیں کہ سینکڑوں مجتہد سوائے آئمہ اربعہ کے ہوئے ہیں۔ کئی تو آئمہ اربعہ سے پہلے صحابہ اور تابعین میں ہوئے ہیں اور کئی آئمہ اربعہ کے بعد ہوئے ہیں۔ جو آئمہ اربعہ سے قبل ہوئے ہیں وہ تو ظاہر ہی ہیں اور ان کا انکار مکابرہ محض ہے۔ اس لئے ان مجتہدوں کو جو کہ آئمہ اربعہ کے بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں بطور مشت نمونہ خروارے ذکر کیا جاتا ہے۔تو سنو کہ

☆ ایک ان میں امام عالی مقام ابوثورؒ ہیں۔ وہ ابتداء میں حنفی المذہب تھے، پھر شافعی مذہب کو مرجح دیکھ کر اختیار کیا۔ بعد اس کے بذات خود تبحر حاصل کر کے مجتہد مستقل متبوع المذہب ہوئے۔اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ ابتداء میں انہیں کے مقلد تھے۔ اور قرن خامس تک مقلدین ان کے کثرت سے ہوئے۔ کذا فی اسماء الفقہاء۔

اور کہا حافظ الحدیث ذہبیؒ نے کہ ابوثورؒ امام مجتہد مستقل تھے۔

اور کہا امام نسائیؒ نے کہ ابو ثورؒ ثقہ مامون احد الفقہاء تھے۔

اور کہا ابن حبانؒ نے کہ ابوثورؒ ایک امام تھے آئمہ دنیا سے علم، فضل، فقہ اور ورع میں

اور کہا امام نوویؒ نے تہذیب میں کہ ابوثورؒ صاحب مذہب مستقل تھے۔

اور کہا امام یافعیؒ نے مرأۃ الجنان میں کہ ابو ثورؒ احد الاعلام، بارع فی العلم تھے۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے، یعنی خود مجتہد مستقل تھے۔

☆ اور ایک ان میں امام المحدثین حامل رایت رسول اللہ ﷺ محمد بن اسماعیل بخاریؒ تھے۔ اجتہاد مستقل ان کا صحیح بخاری کے ناظر پر مخفی نہیں اور اس کے اثبات کے لئے تصریحات سلف کے بیان کی احتیاج نہیں۔ لیکن جن کا یہ مقولہ ہے کہ ہم حدیث کچھ نہیں سمجھتے، ان کی سوائے نقل اقوال کے اطمینان نہ ہوگی اس لئے کچھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔ تو سنو کہ

علامہ رملیؒ نے امام بخاریؒ کو مجتہد مستقل لکھا ہے۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابومصعبؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد بن اسماعیلؒ ہماری دانست میں علم فقہ وحدیث میں امام احمد بن حنبلؒ سے بڑھ کر ہیں۔ اور کہا کہ اگر میں امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا موازنہ کروں تو یہ کہوں گا کہ یہ دونوں امام فقہ اور حدیث میں برابر ہیں۔

اور کہا قتیبہ بن سعیدؒ نے کہ وہ بہت سے فقہاء، زہاد اور عباد سے ملے ہیں، لیکن جب سے ہوش سنبھالا ہے کسی کو محمد بن اسماعیلؒ جیسا نہیں پایا۔

قتادہؒ سے کسی نے مسئلہ طلاق سکران پوچھا۔ اتنے میں وہاں امام بخاریؒ آ گئے تو قتادہؒ نے سائل کو کہا کہ اس محمد بن اسماعیلؒ کو امام احمدؒ سمجھ لے۔ اور اسحاق بن راہویہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ؒ سمجھ لے اور علی بن المدینیؒ سمجھ لے ۔ بے شک اللہ تعالی ان سب کو تیری طرف لے آیا ہے

☆ اور ایک مجتہدان میں سے امام داؤد ظاہریؒ ہیں۔ وہ مجتہد مستقل صاحب اتباع کثیرہ تھے ۔امام یافعیؒ مرأۃ الجنان میں کہتے ہیں کہ امام داؤد ظاہریؒ فقیہ، صاحب مذہب مستقل تھے۔ اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے جو کہ ظاہری مشہور تھے۔

اور شیخ ابواسحاق شیرازیؒ طبقات میں کہتے ہیں کہ داؤد ظاہریؒ مجتہد تھے اور آئمہ متبوعین میں سے تھے۔

اور قاضی ابن خلکانؒ، وفیات الاعیان میں کہتے ہیں کہ ابوسلیمان داؤد بن علی بن خلفؒ الاصبہائی امام مشہور تھے اور ظاہری کے لقب سے معروف تھے اور بڑے زاہد اور نفل گذار تھے۔انہوں نے اسحاق بن راہویہؒ اور امام ابوثورؒ سے علم حاصل کیا تھا ۔ اور امام شافعیؒ کی طرف بہت میلان رکھتے تھے اور ان کی مدح میں کچھ تصنیف بھی کی تھی اور صاحب مذہب مستقل تھے ۔بہت لوگ ان کے تابع ہوئے جو ظاہری کہلاتے تھے۔ اور ان کا بیٹا ابو بکر محمد انہیں کے مذہب پر تھا۔ اور شہر بغداد کی ریاست علم داؤدؒ پر منتہی ہوئی ۔ اور کہا گیا ہے کہ ان کی مجلس میں چار سو سبز چادر فروش حاضر ہوا کرتے تھے اور تھے بڑے عقل مند۔

اور ابوالعباس احمد بن یحی معروف بہ ثعلبؒ، کہتے ہیں کہ داؤدؒ کی عقل، ان کے علم سے زیادہ تھی ۔ وہ کوفہ میں ۲۰۲ھ یا ۲۰۱ھ میں پیدا ہوئے ۔نشو ونما بغداد میں ہوئی اور وفات ذی قعد میں یا رمضان ۲۷۰ھ میں ۔

اور کہا علامہ محلیؒ نے شرح جمع الجوامع میں کہ داؤدؒ علم اور دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے اور ان کو محکمی نظر کی اور فراخی علم کی اور فوز بصیرۃ کا اور احاطہ اقوال صحابہ اور تابعین کے اور قدرت اوپر استنباط مسائل کے اس قدر تھی کہ اب متعذر اور عظیم ہے وقوع اس کا۔ اور بے شک مدون ہوئیں کتابیں ان کی اور بہت ہوئی اتباع ان کی۔اور ذکر کیا ہے ان کو شیخ ابواسحاق شیرازیؒ نے اپنے طبقات میں ان اماموں میں جو اتباع کئے گئے ہیں فروع میں ۔ان کے بعد بلاد فارس،عراق اور مغرب میں ان کے متبع بہت ہوئے ۔

اور شیخ بلقائیؒ نے بھی شرح جوہرہ میں داؤد ظاہریؒ کو مجتہد مستقل کہا ہے۔

اور عینی حنفیؒ نے بھی شرح بخاری میں داؤدؒ کو مجتہد مستقل قرار دیا ہے۔

☆ اور ایک ان میں امام ابوجعفر محمد بن جریر طبریؒ ہیں۔ وہ مجتہد مستقل، بڑے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زبردست عالم اور بڑے مفسر تھے۔ان کی ایک تفسیر قرآن، بہت بڑے حجم اور ضخامت میں موجود ہے۔

امام یافعیؒ نے مرأۃ الجنان میں کہا ہے کہ ابوجعفر طبریؒ بڑے علماء میں سے تھے۔اور صاحب تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کے اور صاحب مصنفات عدیدہ اور اوصاف حمیدہ کے۔وہ مجتہد تھے،کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

قاضی ابن خلکانؒ نے وفیات الاعیان میں کہا ہے کہ ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید صاحب تفسیر کبیر اور تاریخ شہیر کئی فنون مثل تفسیر، حدیث، فقہ اور تاریخ کے امام تھے۔آئمہ مجتہدین میں سے تھے،کسی کے مقلد نہ تھے اور ابن الفرج معاف بن ذکریا نہروانی (مشہور بہ ابن طرارؒ) انہیں کے مذہب پر تھے۔آپ کی پیدائش ۲۲۴ھ میں ہوئی تھی اور بغداد میں ۲۷ شوال ۳۱۰ھ کو وفات ہوئی۔

حافظ ابومحمد بن حزم کہتے ہیں کہ میں نہیں دیکھتا ہوں روئے زمین پر محمد بن جریرؒ سے بڑا عالم اور بے شک ظلم کیا حنبلیوں نے اس سے۔

شیخ جلال الدین السیوطیؒ کہتے ہیں کہ محمد بن جریرؒ مرتبہ اجتہاد مطلق کو پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے مذہب مستقل مدون کیا اور بہت لوگ ان کے مقلد ہوئے۔اور انہیں کے مذہب پر ان مقلدین نے قضا اور فتوے جاری کئے اور وہ لوگ جریریہ کہلاتے تھے۔

اور خطیب بغدادیؒ نے کہا ہے کہ محمد بن جریرؒ ان آئمہ میں سے ایک امام تھے جن کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور ان کے حکم پر چلا جاتا تھا۔

اور شیخ ابواسحاق شیرازیؒ نے ان کو طبقات فقہاء اور محدثین میں ذکر کیا ہے۔

☆ اور ایک ان میں سے شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ ہیں۔

☆ اور ایک ابن دقیق العیدؒ ہیں۔

یہ دونوں صاحب بھی مرتبہ اجتہاد مطلق کو پہنچ گئے تھے۔

چنانچہ فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ منتظم الحصول میں فرماتے ہیں:

و قا ل بعضهم لا يختلف اثنا ن ابن عبد السلام و ابن دقيق العيد بلغا رتبة ا لا جتهاد (اور بعضوں نے کہا کہ کوئی دو آدمی بھی اس کے خلاف نہ کریں گے کہ ابن عبدالسلامؒ اور ابن دقیق العیدؒ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مشتے نمونہ از خروارے یہ ان مجتہدوں ذکر ہے جو آئمہ اربعہ کے بعد ہوئے ہیں۔ اب طالب شائق کو لازم ہے کہ کتب تواریخ اور طبقات فقہاء کو ملاحظہ کرے۔ ہماری غرض یعنی ابطال حصر مذاہب اربعہ بنظر اول اسی قدر میں حاصل ہوگئی ہے۔

اور اگر یہ حصر بنظر ثانی ہو، یعنی اس نظر سے ہو کہ مجتہد تو آئمہ اربعہ کے سوا کتنے ہی ہوئے ہیں، قبل ان کے صحابہ اور تابعین اور بعد ان سے مجتہدین آخرین، لیکن اتباع کسی کا سوائے ان چاروں کے درست نہیں، تو بھی اس حصر کا باطل ہونا ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہ حصر:

نسخ کرتا ہے عام کتاب اللہ کو،

اور ردّ کرتا ہے حدیث:

خیر القرون قرنی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم کو،

اور ردّ کرتا ہے حدیث عبداللہ ابن مسعودؓ کو

من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحیّ لا یؤمن علیه و اولئک اصحاب محمّد ﷺ کانوا افضل هذه الامّة و ابرّها قلوباً و اعمقها علماً و اقلّها تکلّفاً اختارهم اللّه بصحبة نبیّه و اقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم و اتّبعوهم علی آثارهم و تمسکوا بها ما استطعتم من اخلاقهم و سیرهم فانّهم کانوا علی الهدی المستقیم ۔ رواہ رزین

(جو شخص کوئی طریقہ اختیار کرے تو چاہیے کہ اس کا طریقہ اختیار کرے جو مر چکا ہو، کیونکہ زندہ آدمی بدگوئی سے مامون نہیں ہوتا۔ اور مرے ہوئے لوگ آنحضرت ﷺ کے اصحاب ہیں کہ اس امت میں افضل اور نیک باطن اور بڑے عالم اور بے تکلف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت کے لئے اور نبی کے دین کو قائم کرنے کے لئے ان کو پسند فرمایا تھا، سو تم ان کا مرتبہ پہچانو اور قدم بقدم ان کی پیروی کرو، اور تا بمقدور ان کی عادتیں مضبوط پکڑو، کیونکہ وہ سیدھے راستہ پر تھے)

اور مخالف ہے اجماع صحابہ کے اور اجماع تمام مسلمین کے جو کہ علامہ قرانی نے نقل کیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مخالف ہے قیاس کے۔

اور برخلاف ہے تصریحات سلف اور خلف کے۔

چنانچہ تقلید شخصی کے مبحث میں بوجہ بسط معلوم ہوگا۔

اسی واسطے علامہ ابن حزمؒ، کتاب ابطال التقلید میں فرماتے ہیں:

فما الّذی خصّ ابا حنیفه و ما لکاً و الشّا فعی بان یقلدوا دو ن ابی بکر و عمر و عثما ن و علی و ابن مسعود و ابن عباس و عائشه و دو ن سعید بن المسیّب و الز هری و النّخعی و الشعبی و عطاء و طاؤ س و الحسن البصری ر ضی اللّه عنهم (سو نہیں معلوم وہ کیا چیز ہے جس نے خاص کر دیا ابوحنیفہؒ اور مالکؒ اور شافعیؒ کو تقلید کئے جانے میں سوا تقلید ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ اور سوا سعید بن المسیبؒ اور زہریؒ اور نخعیؒ اور شعبیؒ اور عطاؒ اور طاؤسؒ اور حسن بصریؒ کے)

اور مولانا بحر العلومؒ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

فانّ المقلّد ان فهم مراد الصّحا بی عمل، و الّا سأل عن مجتهد آ خر (سو اگر مقلد سمجھا مراد صحابی کی، تو عمل کرلے گا ورنہ پوچھ لے گا کسی اور مجتہد سے)

اور شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

الصّحا بة احقّ با لتّقلید فا نّهم اقر ب الی اخذ ا لا حکام من صا حب الو حی (صحابہ بہت مستحق ہیں تقلید کئے جانے میں، کیونکہ وہ صاحب وحی سے احکام لینے میں اوروں سے زیادہ قریب ہیں)۔

اور چونکہ تحقیق مذاہب اربعہ کی بنظر ثانی مثل تخصیص مذہب معین کی ہے۔ اور وجہ بطلان ان دونوں کی متحد ہے اس لئے اس مقام میں قدر قلیل بیان کیا گیا اور تفصیل مبحث میں ابطال تخصیص مذہب معین کی آوے گی۔ ان شاء اللہ

تنبیہ۔ کلام طحطاوی کا جس سے مؤلف (تنویر الحق) اجماع اوپر مراد ہونے آئمہ اربعہ کے فاسئلوا اهل الذّکر سے سمجھتا تھا، خوب مفہم ہوا اور یہ بھی خوب ثابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ اس سے وہ اجماع نہیں نکلتا۔ اب اور عبارتوں کو جن سے وہ اجماع سمجھا ہے، نقل کر کے ان سے جواب دیا جاتا ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا شیخ محقق ابن ہمام کمال الدینؒ صاحب فتح القدیر نے بیچ کتاب تحریر کے کہ علم اصول میں ہے:

انعقد الاجماع علی عدم العمل بالمذاھب المخالفة للائمّة الاربعة

(منعقد ہو گیا ہے اجماع کہ جو مذاہب اربعہ کے مخالف ہو اس پر عمل نہ کیا جاوے)

اور کہا صاحب الرائق نے بیچ کتاب اشباہ والنظائر کے فن اول میں:

انّ من خالف الآئمّة الاربعة فھو مخالف للاجماع

(جو کوئی مخالف ہے چاروں اماموں کے پس وہ مخالف ہے اجماع کے)

اور کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں بیچ تفسیر اس آیت کے:

ولا یتّخذ بعضنا بعضاً اربابا مّن دون اللّٰه

(اور نہ پکڑیں بعضے ہمارے بعضوں کو پروردگار سوائے اللہ کے)۔

فانّ اھل السنّة والجماعة قد افترق بعد القرون الثّلاثه او الاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق فی فروع المسائل سوی ھذہ المذاھب الاربعة فقد انعقد الاجماع المرکّب علی بطلان قول یخالف کلّھم وقد قال رسول اللّٰه ﷺ لا یجتمع امّتی علی الضّلالة۔ وقال اللّٰه تعالی ومن یبتغ غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی ونصلہ جھنّم وساءت مصیراً (پس بے شک اہل سنت و جماعت پھیل گئے قرن ثلاثہ یا قرن چہارم کے بعد چار مذہبوں پر اور جزئی مسائل میں سوائے ان چار مذہبوں کے روایت باقی نہیں رہی تو اجماع مرکب منعقد ہو گیا اس پر کہ ان چاروں کا مخالف قول ٹھیک نہیں ہے۔ اور بلاشک آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ اور اللہ نے فرمایا ہے اور جو پیروی کرے خلاف راہ مسلمانوں کے، متوجہ کرینگے ہم اسکو جدھر متوجہ ہوا، اور داخل کرینگے ہم اس کو جہنم میں اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اجماع بسیط ومرکب

ثم قال (مؤلف تنویرالحق) ۔ اوراسی طرح اجماع مرکب چاروں اماموں کا اس پر ہوا ہے کہ جو بات خلاف ان چاروں کے ہے وہ باطل ہے اور ہونا اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا اوپر باطل ہونے عمل کے کہ وہ مخالف ہو ان سب کے پوشیدہ نہیں کسی شخص پر خواہ عوام ہوں خواہ خواص ۔ پس دلیل نقل کرنی اقوال کی اس پر ضرور نہیں، بعض کا قول اس میں کافی ہے ۔ کہا رازیؒ صاحبِ تفسیر کبیر نے بیچ کتاب محصول کے کہ وہ علم اصول میں ہے :

انّ الا مّة اذا اختلف فی مسئلة علی اقوال کا ن اجما عھم علی ان ما عدا ھا با طل (بیشک امت جس وقت کسی مسئلہ میں کئی قولوں پر خلاف کرے تو اس پر اجماع ہو جاتا ہے کہ ماسوا ان قولوں کے اور قول ٹھیک نہیں)

پھر آگے کہا:

المراد من الا مّة ، الا ئمّة الا ر بعة (مراد امت سے آئمہ اربعہ ہیں)۔

یعنی جب امت مختلف ہو ایک مسئلہ میں کئی اقوال پر، تو ہوتا ہے اجماع اس امت کا اس پر کہ سوائے ان اقوال کے باطل ہے۔ اور مراد امت سے چاروں امام ہیں۔ پس بہ سبب اس اجماع کے کہ نقل کیا گیا ہے ثقہ لوگوں سے، کہا محدث ابن صلاحؒ نے کہ وہ مشہور ہے درمیان اہلحدیث اور اصول کے انّ التّقلید غیر الاربعة ممنو ع (بیشک تقلید سوائے آئمہ اربعہ کے منع ہے) کہا یہ مسلّم الثبوت میں۔ اور مسلم الثبوت میں جو کہا ہے و فیه ما فیه یعنی اس میں شبہ ہے ۔ پس وہ اٹھ گیا شبہ اس کا ساتھ نقل کرنے ان ثقات مذکورین کے اس اجماع کو۔

اقول ۔ اس قول ثالث سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف نے پہلی تین عبارتوں سے یا تو اجماع بسیط سمجھا ہے اس لئے اب کہتا ہے کہ اسی طرح اجماع مرکب بھی ہوا ہے۔ اور یا ان سے بھی اجماع مرکب ہی سمجھا ہے لیکن کسی اور کا سوائے آئمہ اربعہ کے، اس لئے اب کہتا ہے کہ اسی طرح اجماع آئمہ اربعہ کا بھی ہوا ہے۔

تو سنو کہ سمجھنا اس (مؤلف تنویرالحق) کا اول معنی کو ان تین عبارتوں سے غلطی فاحش ہے کیونکہ غلطی سمجھنی معنی اول کی یعنی اجماع بسیط کی عبارت قاضی صاحب سے، تو ظاہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس لئے کہ اس میں ساتھ لفظ اجماع کے لفظ مرکب کا بھی منضم ہے۔ اسی طرح عبارت تحریر کی اور اشباہ کی، اگر تسلیم کیا جائے وجود اس کا تو اس میں بھی لفظ اجماع کے سوائے اجماع مرکب کے معنی نہیں کر سکتے، کیونکہ منعقد ہونا اجماع بسیط کا اوپر بطلان حکم مخالف کے واسطے آئمہ اربعہ کے کسی طرح متصور نہیں۔ اور آج تک کسی عاقل نے یہ دعوی نہیں کیا پھر ایسے معنی باطل ایسے شخصوں کے کلام کے کس طرح کئے جاویں۔ اور وجہ نہ متصور ہونے اس اجماع کی یہ ہے کہ اجماع بسیط میں دو امر ضروری ہیں۔ ایک تو مجتہد ہونا اہل اجماع کا، اور دوسرا ہمعصر ہونا اور ایک عصر میں اتفاق کرنا انکا جیسا کہ صدر الشریعۃ، تنقیح میں فرماتے ہیں:

الرّکن الثّالث فی الاجماع و ھو اتّفاق المجتھدین من امّۃ محمّد ﷺ فی عصر علی حکم شرعی

(اجماع کا تیسرا رکن یہ ہے، اتفاق کرنا تمام مجتہدین ایک عصر کا کسی امر شرعی پر)۔

اور علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے کہا ہے کہ قید ایک زمانہ میں اتفاق کرنے کی بہت ضروری ہے ورنہ قیامت تک اجماع نہیں پایا جائے گا اس لئے کہ اتفاق سب مجتہدین ہر زمانہ کا تو اسی وقت ہوگا جب کہ قیامت برپا ہوگی اور اجتہاد ختم ہوگا۔ چنانچہ تلویح میں فرماتے ہیں:

قولہ فی عصر حال من المجتھدین معناہ زمان ما قلّ او کثر و فائدتہ الاحتراز عما یرد علی من ترک ھذا القید من لزوم عدم انعقاد الاجماع الی آخر الزّمان اذ لا یتحقق اتّفاق المجتھدین الا حینئذ و لا یخفی ان من ترکہ انّما ترکہ لوضوحہ لکن التّصریح بل انسب بالتّعریفات۔ انتھی۔ و ھکذا فی السّامی شرح الحسامی و غیرہ

(ایک زمانہ ہونا، کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ بچاؤ ہو جائے اس سے کہ جس نے اس قید کو چھوڑ دیا ہے اس پر یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ قیامت تک اجماع نہیں ہو سکتا، اسلئے کہ سارے مجتہدوں کا قیامت ہی میں متفق ہونا پایا جائے گا۔ اور یہ امر واضح ہے کہ جس نے اس قید کو چھوڑا ہے اس نے ظاہر جان کر چھوڑا ہے۔ لیکن مقام تعریف میں اس قید کی تصریح کر دینا بہت مناسب ہے۔ اسی طرح سامی شرح حسامی وغیرہ میں ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جب تک ان دو امروں کو لحاظ کریں گے انعقاد و اجماع بسیط کا اوپر بطلان قول مخالف کے واسطے آئمہ اربعہ کے ممکن نہ ہوگا اسلئے کہ اہل اجماع اگر خود آئمہ کو ٹھہراویں تو بلحاظ امر ثانی یعنی اتحاد زمانہ کے نہیں کہہ سکتے کیونکہ زمانہ آئمہ اربعہ کا ایک نہیں کما لا یخفی ۔اور اگر مقلدین کو آئمہ اربعہ کے اہل اجماع کہیں، تو بلحاظ امر اول یعنی مجتہد ہونے اہل اجماع کے نہیں کہہ سکتے ۔اور یہ متصور ہی نہیں کہ اور مجتہدین نے سوائے آئمہ اربعہ کے بطلان پر اس قول کے جو مخالف ہو آئمہ اربعہ کے اجماع کیا ہے ۔ اسلئے کہ اس سے بطلان ان کی اقاویل مخالفہ کا بھی لازم آتا ہے اور اس کا کوئی قائل نہیں کہ مجتہدین اپنے قولوں کو باطل کہیں ۔اور دوسرے مجتہدین کی تقلید جو کہ حرام ہے ان کے حق میں اختیار کر کے ان کی اقاویل کا اتباع واجب کہیں ۔تو ثابت ہوا کہ فہم معنی اول کا یعنی اجماع بسیط کا ان تین عبارتوں سے غلط ہے ۔

اب سنو کہ فہم معنی ثانی کا یعنی اجماع مرکب غیر آئمہ اربعہ کا ان تین عبارتوں سے بوجہ اظہر باطل ہے ۔اس لئے کہ اجماع مرکب نام ہے اختلاف کا ۔چنانچہ مؤلف ہی کے قول میں، جس میں عبارت محصول کی لایا ہے، موجود ہے ۔ اور جب کہ اختلاف آئمہ اربعہ کا مبطل قول مخالف کا ٹھہرایا گیا ،تو اس اختلاف کو اجماع دیگر مجتہدوں کا کس طرح کہا جاوے گا کما لا یخفی علی من له ادنی فطانة (چنانچہ پوشیدہ نہیں اس پر جس میں کچھ بھی سمجھ ہے)۔

اور جب مؤلف (تنویر الحق) کا فہم دونوں معنوں کو باطل ہوا تو سنو کہ ان چاروں عبارتوں کے معنی یہی ہیں کہ اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا ہے اوپر بطلان اس قول کے جو مخالف ہو آئمہ اربعہ کے ۔تو ان عبارتوں سے بھی معلوم نہ ہوا کہ آئمہ اربعہ کے مراد ہونے پر بیچ آیت اهل الذکر اجماع ہو گیا ہے ۔لیکن ان عبارتوں سے انحصار بے شک سمجھا جاتا ہے اس لئے جواب دینا ان سے ضرور ہوا ۔تو سنو کہ

ان عبارتوں سے جواب یہ ہے کہ یہ عبارتیں مخالف ہیں تصریح سب علماء سلف اور خلف کے ، اور نسبت پہلی عبارت کی طرف شیخ ابن الہمامؒ کی اور نسبت چوتھی عبارت کی طرف امام رازیؒ کی معرض منع میں ہے ۔ حاشا کہ شیخ ابن الہمامؒ نے یا امام رازیؒ نے یہ دعوی ، جو کہ ان عبارتوں سے مستفاد ہوتا ہے، کیا ہو ۔ تو جیسا کہ سابق میں امام نوویؒ پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہتان مؤلف کا معلوم ہوتا ہے، ایسا ہی یہ بھی کذب معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر جناب مؤلف تصحیح نقل کر بھی دیں اور شیخ ابن الہمامؒ اور امام رازیؒ نے یہ دعوی کیا بھی ہو جیسا کہ قاضی صاحبؒ نے کیا ہے تو دعوی ان کا مخالف دلیل اجماعی کے اور نا مقبول عندار باب العقول ہے۔ اور وجہ مخالف ہونے اس دلیل کی دلیل اجماعی سے، یہ ہے کہ ہر اجماع، مرکب ہو خواہ بسیط، اس میں اتحاد زمانہ اہل اجماع کا شرط ہے۔ ورنہ قیامت تک اجماع منعقد ہی نہ ہو۔ چنانچہ ابھی کلام علامہ تفتازانی کا متضمن ان معنی کا گزرا۔ بلکہ خاص کر اجماع مرکب کی تعریف میں بھی یہ امر ملحوظ ہے۔ اس لئے کہ اجماع مرکب عبارت ہے اختلاف سے، تو چاہیے کہ زمانہ اختلاف کرنے والوں کا ایک ہو، ورنہ اجماع مرکب قیامت تک منعقد نہ ہوگا۔ کیونکہ اختلاف مجتہدین مختلفین ہر زمانہ کا تو اسی دن ہو چکے گا جب کہ قیامت برپا ہوگی اور امید اختلاف کرنے مجتہدین کی منقطع ہوگی۔ چنانچہ عنقریب تفسیر احمدی سے معلوم ہوگا۔ اسی واسطے کتب اصول فقہ کشف بزدوی اور مسلّم الثبوت اور نورالانوار وغیرہ میں اتحاد زمانہ پر تصریح کی ہے۔ کہا مسلّم الثبوت میں:

اذا لم یتجاوز اھل العصر علی قولین فی مسئلۃ لم یجز احداث ثالث عند الاکثر و خصّہ بعض الحنفیۃ بالصّحابۃ و جاز عند الطّائفۃ مطلقاً و مختار الآمدی و الرّازی ان رفع ما اتفقا علیہ ممنوع۔ انتھی۔ وھکذا فی الکشف و غیرہ

(جس وقت کہ زمانہ کے لوگ کسی مسئلہ میں دو قولوں سے تجاوز نہ کریں تو تیسرا قول نکالنا روا نہیں ہے اکثر علماء کے نزدیک۔ اور بعضے حنفیوں نے اس امر کو صحابہ کے ساتھ خاص کیا ہے۔ اور ایک جماعت کے نزدیک ہر صورت میں نکالنا قول ثالث کا روا ہے، اور پسندیدہ آمدی اور رازی کا یہ ہے کہ متقدمین کے دونوں قولوں کے امر اتفاقی کو متاخرین کا اٹھا دینا ممنوع ہے اور کشف وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے)

اور آئمہ اربعہ کا اختلاف ایک زمانہ میں نہیں ہوا۔ اس لئے کہ امام اعظمؒ کے سال وفات میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے۔ اور امام احمدؒ ان سے بھی بعد پیدا ہوئے۔ پھر ان کے اختلاف کو کس طرح اجماع مرکب قرار دیا جاوے۔ اور اگر بطور تنزل، اجماع مرکب میں اتحاد زمانہ مشروط نہ کہیں تو بھی لازم آتا ہے کہ فقط آئمہ اربعہ کے اختلاف کو اجماع مرکب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ کہیں، بلکہ یہ کہیں کہ ان کا اختلاف اور امام ابوثورؒ، امام بخاریؒ، امام داؤد ظاہریؒ اور امام محمد بن جریر طبریؒ کا کسی مسئلہ میں اجماع مرکب ہے۔ بطلان قول آخر پر کے تو عدم اعتبار اتحاد زمانہ سے تمہاری ہی دلیل سے خلاف مذاہب اربعہ کا درست ہوا، اور انحصار باطل ہوا۔ اور یہ دلیل الٹی تم پر حجت ہوئی۔ بلکہ اس عدم اعتبار اتحاد زمانہ سے لازم آتا ہے کہ قیامت تک اجماع مرکب پایا نہ جاوے کیونکہ اختلاف سب مجتہدین کا اسی دن ہو چکے گا، تو قبل اس کے ہر مذہب کا اختلاف درست ہوگا۔ تو بنظر اسی اعضال اشکال کے اور بے دلیل ہونے دعوی اجماع مرکب آئمہ اربعہ کے صاحب تفسیر احمدی نے اس دعوی کے اثبات سے عاجز ہوکر اعتراف کیا ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا سخت امر ہے۔ چنانچہ نور الانوار میں بعد بیان اجماع مرکب کے فرماتے ہیں:

عندی ان هذا الاصل هو المنشاء لا نحصار المذاهب فی الاربعة و بطلان الخامس المستحدث و لکن یرد علیه انّه ان اراد بالاختلاف الاختلاف مشافهة فی زمان واحد فینبغی ان یّکون مذهب الشّافعی و احمد بن حنبل باطلاً حین اختلف ابو حنیفه و مالک فی زمان واحد۔ و ان اراد بالاختلاف اعم من ان یکون فی زمان واحد ام لا فکیف لا یعتبر اختلافنا کما اعتبر اختلاف الشّافعی و احمد بن حنبل و الجواب عنه صعب و قد بالغت فی تحقیقه فی التّفسیر الاحمدی۔

(میرے نزدیک یہ ہے کہ یہی قاعدہ منشاء ہے مذہبوں کا چار میں منحصر ہونے اور نئے پانچویں کے باطل ہونے کا۔ لیکن اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر اختلاف سے منہ در منہ کا اختلاف ایک زمانہ کا ارادہ کیا جائے تو چاہیے کہ جب ابوحنیفہؒ اور مالکؒ ایک زمانہ میں اختلاف کر چکے، تو شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا مذہب، اختلاف باطل ٹھہرے گا۔ اور اگر اختلاف عام ارادہ کیا جائے کہ ایک زمانہ کا ہو یا نہ ہو، تو ہمارا اختلاف کیوں کر معتبر نہیں ہوسکتا، جس طرح کہ شافعیؒ اور احمدؒ کا اختلاف معتبر ہوا۔ اور جواب اس اعتراض کا دشوار ہے اور اس کی تحقیق تفسیر احمدی میں میں نے خوب کی ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کا تب الحروف (سیدنذ یرحسین) التماس کرتا ہے کہ حضرات مدعیان اجماع کو حسرت نہ ہو کہ ملا احمد نے خدا جانے تفسیر احمدی میں کیا کچھ تحقیق کی ہے ۔اس لئے یہ عاجز ان کی اس کلام کو بھی نقل کرتا ہے اور اس کے بعد اس کی جوابدہی سے مشرف ہوگا۔ قال فی التفسیر ا لاحمدی :

و لیت شعری ما معنی الاختلاف فی ا لاقوال، اھو فی زمان وا حد با لمشا فھة ام مطلقاً ۔ فا ن کا ن مطلقاً فالا ختلاف باق الی یو م القیا مة فلم تنحصر المذا ھب فی ا لا ربعة ۔و ان کا ن فی زما ن وا حد فمن المعلوم ان زما ن الشّا فعی و زما ن احمد بن حنبل غیر زما ن ابی حنیفه و ما لک۔ فا ذا اختلف ابو حنیفه و ما لک ینبغی ان یکون اجما عاً علی بطلان قول الشّا فعی و احمد بن حنبل، ا لا ان یقا ل ا لا ختلاف المعتبر ھو الّذی فی زمان وا حد و الشّا فعی و غیره اذا قا لوا قو لاً انّما یقو لو ن اذا جری به رأی ابو یوسف و محمّد مع ابی حنیفه او کا ن ا لا ختلاف بین الصّحا بة فا خذ ابو حنیفه بقول صحابی و الشّا فعی بقول صحا بی آ خر۔

(میری سمجھ میں نہیں آ تا کہ کیا معنی ہیں اختلا ف کے اقوال میں، آیا وہ ایک زما نہ کا منہ درمنہ اختلاف ہے یا مطلق ہے؟ سو اگر مطلق ہو، تو قیا مت تک چلا جاوے گا اور چار میں مذہب منحصر نہ ہوں گے۔ اور اگر ایک زما نہ کا منہ درمنہ اختلاف مرادلیا جائے ،تو یہ بات ظاہر ہے کہ شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا زما نہ، ابوحنیفہؒ اور ما لکؒ کے زما نہ سے الگ ہے۔ سو جب اختلاف کیا ابوحنیفہؒ اور ما لکؒ نے، تو چاہیے کہ انکا اختلاف، شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے اقوال کے باطل ہونے پر اجماع تصور کیا جائے۔ ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ معتبر اختلاف تو ایک ہی زما نہ کا ہے۔ اور امام شافعیؒ وغیرہ نے جب کو ئی قول کہا ہے تو یوں کہا جائے کہ اس نے یہ قول اس رائے پر کہا ہے جسے امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں برتا تھا۔ یا یہ کہ اختلاف صحابہ میں تھا، سوابوحنیفہؒ نے ایک صحابی کا قول اپنایا اور شافعیؒ نے دوسرے صحابی کا قول لیا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کلام میں اعتراض تو وہی ہے جو کہ نورا لانوار کی عبارت میں گذرا ہے اور جواب اس سے یہ دیا ہے کہ ہم نے شق اول کو یعنی اعتبار اتحاد زمانہ کو اختیار کیا اور دفع اس ایراد کا جو اس شق پر ہوتا تھا دو وجہ سے ہے۔

وجہ اول یہ کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے امام اعظمؒ سے اسی قول میں اختلاف کیا ہوگا جس میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی رائے امام ابوحنیفہؒ سے متحد ہوگی تو اختلاف امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے بعینہ اختلاف ہوا ابوحنیفہؒ سے نظر الی الاتحاد۔ اور اختلاف ان کا امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے تو ایک ہی زمانہ میں ہوا ہے تو لازم آیا کہ امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک ہی زمانہ میں ہوا۔

اور وجہ دوسری یہ کہ بے شک بہ سبب اخذ اتحاد زمانہ کے آئمہ اربعہ کا اپنا خاص اختلاف تو اجماع مرکب نہیں ہوسکتا لیکن چونکہ اختلاف ان کا رجوع کرتا ہے طرف اختلاف صحابہ کے اس لئے یہ اختلاف اجماع مرکب ہوسکتا ہے اس لئے کہ اختلاف صحابہ کا بلاخلاف اجماع مرکب ہونا مسلم ہے۔

اقول فی الجواب عن جوابہ۔ یہ جواب دونوں وجہ سے باطل ہے۔

وجہ اول تو مضحکہ خیز ہے کیونکہ جب ایک دفعہ اختلاف امام مالکؒ اور امام اعظمؒ کا ،مثلاً مقدار مسح سر میں، ایک زمانہ واقع ہوا۔ اور اس کو اجماع مرکب فرض کیا گیا، تو بعد انعقاد اجماع کے ،احداث شافعی کے وقت ،قول ثالث کو، مسح سر میں، جو مخالف ہے ان دونوں کے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کی امام ابوحنیفہؒ سے موافقت رائے کیا فائدہ کرے گی؟ بلکہ اگر ابو یوسفؒ کو خود امام حنیفہؒ ہی فرض کیا جاوے تو بھی کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے کہ اجماع مرکب ایک دفعہ منعقد ہوگیا، اور احداث قول ثالث کا باطل ٹھہرایا گیا۔

اور اگر کہو کہ وقت اختلاف امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے فی الفور اجماع نہ ہوا تھا، بلکہ امام شافعیؒ کا انتظار تھا۔ اور جب شافعیؒ کا اختلاف اپنے ہم عصر امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے ہوگیا، تب اجماع مرکب منعقد ہوا۔ تو ہم کہیں گے کہ ایسا ہی امام بخاریؒ اور امام طبریؒ اور امام داؤد ظاہریؒ اور دیگر مجتہدوں کا قیامت تک انتظار کرنا چاہیے۔ اور اگر انتظار شافعیؒ کو دیگر مجتہدین کے انتظار سے کوئی مرجح شرعی ہو، تو بیان کرو۔

نیز یہ کہ اس وجہ سے اختلاف سب مجتہدوں کا قیامت تک ایک زمانہ میں ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائے گا کیونکہ جس طرح امام ابو یوسفؒ کی ہم عصری امام شافعیؒ سے بواسطہ اتحاد رائے امام ابو یوسفؒ کی امام اعظمؒ سے موجب ہوئی ہم عصری امام شافعیؒ کو امام اعظمؒ سے۔ اسی طرح ہم عصری کسی اور موافق فی الرائے ان کی کے مثلاً امام ابوثورؒ یا امام طبریؒ سے یا کسی اور مجتہد سے قیامت تک موجب ہوگی ہم عصری امام ابوثورؒ وغیرہ کی امام اعظمؒ سے۔ کیا وقت اختلاف امام ابوثورؒ یا امام بخاریؒ کے یا کسی اور مجتہد کے قیامت تک کوئی شخص موافق فی الرائے امام اعظمؒ یا امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا نہ ہوگا؟

علاوہ یہ کہ یہ وجہ اسی صورت اور اسی مسئلہ میں جاری ہوگی جس میں امام ابو یوسفؒ وغیرہ امام اعظمؒ سے متفق ہوں گے۔ اور بہت سے مسائل ہیں جن میں ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، امام اعظمؒ سے مخالف ہیں۔ ان میں اس وجہ سے اجماع مرکب منعقد نہ ہوگا۔ حالانکہ مدعا یہ تھا کہ مذاہب اربعہ کے کسی مسئلہ کا خلاف درست نہیں۔ اور بجمیع اجزاء مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب منعقد ہے۔

اور وجہ ثانی کا لغو ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ وجہ ثانی سے اسی قدر لازم آتا ہے کہ جس مسئلہ میں اختلاف آئمہ اربعہ کا موافق اختلاف صحابہ کے ہوگا، اس میں احداث قول آخر کا ممنوع ہے نہ سب مسائل میں۔ اور بہت سے مسائل قیاسیہ مختلف فیھا آئمہ اربعہ کے ایسے ہیں کہ ان میں ان کا اختلاف، صحابہ کی طرف راجع نہیں ہے۔ پھر ان میں احداث قول آخر کا درست ہوگا تو جواب ملا احمد صاحب کا بوجہ احسن مخدوش اور باطل ہوا اور دعوی انحصار مذاہب کا بزعم اجماع مرکب کے بوجہ اوضح منقوض ہوا۔

فا لحمد للّٰہ علی تو فیقه و الھا مه الحقّ بتحقیقه۔ پس ناظرین اہل انصاف اور علماء اصول سے امید غور اور انصاف کی ہے۔

اور یہ جو مؤلف (تنویر الحق) نے قول ثالث کے اخیر دعوی کیا ہے کہ ابن صلاحؒ نے اس نظر سے کہ مذاہب اربعہ پر اجماع مرکب منعقد ہو گیا ہے تقلید غیر الاربعہ کو ممنوع کہا ہے۔

اور مؤلف نے اس دعوے کو کتاب مسلّم الثبوت کی طرف مسند کیا ہے، یہ غلط محض اور کذب بحث ہے، اس لئے کہ مسلّم الثبوت ہی میں لکھا ہے کہ امام ابن صلاحؒ نے تقلید غیر الاربعہ کو اس نظر سے منع کیا ہے کہ یہ مذاہب اربعہ خوب مدون اور مفصل ہو گئے ہیں اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باب باب اور فصل فصل کئے گئے ہیں اور خوب مہذب اور منقح اور معلل ہو گئے ہیں۔ اور سوائے ان مذاہب کے یہ تحقیق اور تفصیل اور تعلیل اور تبویب اور تنقیح کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اور صاحب مسلّم الثبوت نے ابن صلاحؒ کی اس نظر کو، جو دراصل مبنی اس کا قول امام الحرمین کا ہے، بھی باطل کر دیا ہے بدلیل اجماع صحابہ اور اجماع تمام مسلمین کے۔ اور مسلّم الثبوت کی شرح میں مولانا بحر العلوم لکھنوی حنفیؒ نے خوب تفصیل دلائل سے قول ابن صلاحؒ کو اور اس کے مبنی کو باطل کیا ہے اور اچھی طرح سے تخصیص اور تعیین مذاہب اربعہ کو اٹھایا ہے۔ چنانچہ کہا ہے مسلّم الثبوت اور شرح بحر العلوم میں:

قا ل ا لا مام اجمع المحققون علی منع العوا م من تقلید اعیان الصّحا بة فان اقوا لهم قد تحتا ج من استخرا ج الحکم منها الی تنقیة کما فی السنة و لا یقدر العوا م علیه بل یجب علیهم اتباع الّذ ین سبروا ای تعمّقوا و بوّ بوا ای اوردوا ابوا باً لکلّ مسئلة علی حدة فهذ بوا مسئلة کل با ب و تفحوا کل مسئلة عن غیر ها و جمعوا بجا مع و فرّ قوا بفارق و عللوا ای اوردو ا لکلّ مسئلة مسئلة علة و فصلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوا م تقلید من تصدی لعلم الفقه لا لاعیان الصّحا بة و علیه ابتنی ابن الصّلا ح منع تقلید غیر ا لآ ئمة الا ربعة هم ا لا مام الهمام امام ا لآ ئمة ابو حنیفه الکو فی و الامام ما لک و الشّافعی و الامام احمد رحمهم اللّه تعا لی و جزا هم عنّا احسن الجزاء لانّ ذا لک المذ کور لم یدر فی غیرهم و فیه ما فیه، فی الحا شیة قال القرا فی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحا به علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیری المئو منین فله ان یستفتی ابا هریرة و معا ذ بن جبل و غیر هما و یعمل بقو لهم من غیر نکیر فمن ادّ عی بر فع هذین ا لا جما عین فعلیه البیا ن۔ انتهی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقد بطل بهذ ين الاجما عين قول الامام و قو له اجمع المحققو ن لا يفهم منه ا لا جماع الّذى هو حجة يقا ل يلز م تعارض الاجما عين بل الّذى يكون مختاراً عند احد ويكون الجما عة متفقين عليه يقا ل اجمع المحققو ن على كذا ثمّ فى كلا مه خلل آخر، و هو انّ التّبويب لا د خل له فى التّقليد و كذا التّفصيل فا نّ المقلدان فهم مراد الصّحا بى عمل و الّا سأل عن مجتهد آ خر فا فهم و بطل بهذا قو ل ابن الصّلا ح ايضاً۔ ثمّ فى كلا مه خلل آخر اذا المجتهدون ا لآ خرون ايضاً بذ لوا جهد هم مثل ا لآ ئمة ا لا ربعة و انكار هذا مكابرة و سوء اد ب فا لحقّ انّه انّما منع من منع تقليد غير هم لا نّه لم يبق روا ية مذ هبهم محفو ظة حتى لو و جد روا ية صحيحة من مجتهد آ خر يجوز العمل بها۔ ا لا ترى انّ المتأ خرين افتوا بتحليف المشهود اقا مة له مقا م التّز كية على مذهب ابن ابى ليلى۔ فا فهم۔ انتهى ما فى المسلّم و شرحه لبحر العلوم ۔

(امام نے کہا ہے محقق لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں اس بات پر کہ عام لوگوں کو صحابہ کی پیروی منع ہے کیونکہ صحابہ کے قول، حدیث کی طرح حکم کے برآمد کرنے میں، بحث وتفتیش کے محتاج ہیں۔ اور عام لوگ اس پر قادر نہیں۔ بلکہ عام لوگوں پر پیروی ان لوگوں کی واجب ہے جنہوں نے ہر مسئلہ کے باب جدا جدا مقرر کر دئے ہیں اور ہر مسئلہ کے وجوہات بیان کر دیئے ہیں اور تفصیل کر دی ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ عام لوگوں پر پیروی ان کی واجب ہے جو تدوین علم فقہ کے درپے ہوئے۔ صحابہ کی پیروی ان کو نہیں چاہیے۔ اور اسی پر آئمہ اربعہ کے سوا دیگر آئمہ کی پیروی کے ممنوع ہونے کی بنا ابن صلاحؒ نے رکھی ہے۔ اور آئمہ اربعہ یہ ہیں امام عالی ہمت امام ابوحنیفہ کوفیؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ہیں۔ صرف انہی کی پیروی اس لئے ہے کہ ابواب اور فصول وغیرہ دیگر آئمہ کے کلام میں نہیں ہیں۔ اور اس قول میں بڑا اعتراض ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاشیہ میں ہے کہ قرافی کہتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہو وہ بلا روک ٹوک جس اعلم علم کی چاہے پیروی کرے۔

اور صحابہ اس پر متفق تھے کہ جس نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھا اسے روا ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے بھی مسئلہ پوچھ کر بلا کھٹکے ان کے اقوال پر عمل کرے۔

اور جس کو ان دونوں اجماعوں کے مرفوع ہونے کا دعوی ہے وہ اس کی دلیل پیش کرے۔ ہو چکی عبارت حاشیہ کی۔

سو بلا شک ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمین کا قول جھوٹا پڑ گیا۔ اور امام کے یوں کہنے سے کہ. محقق لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں. وہ اجماع نہیں سمجھا جاتا جو حجت ہے، تاکہ یہ کہہ دیا جاوے کہ دو اجماعوں کا باہم مخالف ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ کبھی کسی شخص کے امر مختار کو جس پر ایک گروہ متفق ہو جاوے کہہ دیتے ہیں کہ محقق لوگ اس پر اکٹھے ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خرابی ہے۔ وہ یہ کہ ابواب بندی اور اس طرح کی تفصیل کو پیروی میں دخل نہیں ہے، کیونکہ اگر مقلد نے مراد صحابی کو سمجھ لیا تو عمل کر لے گا، اور نہیں تو مجتہد دیگر سے پوچھ لیگا۔ اس سے ابن صلاحؒ کا قول ہی باطل ہو گیا۔

پھر اس کلام میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ دیگر مجتہدین نے بھی مثل آئمہ اربعہ کے صرفِ توجہ کیا ہے۔ اور اس بات کو تسلیم نہ کرنا ہٹ دھرمی اور بے ادبی ہے۔

سو سچ تو یہ ہے کہ جس کسی نے آئمہ اربعہ کے سوا، اوروں کی پیروی سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر مذاہب کی صحیح روایات باقی نہیں رہیں۔ اگر کسی مجتہد دیگر کے مذہب کی صحیح روایت مل جائے تو اس پر عمل کرنا روا ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ متأخرین نے قائم مقام تزکیہ کے گواہوں کے قسم دلانے پر موافق مذہب ابن ابی لیلیٰؒ کے فتوی دے دیا ہے)

اور ایسا ہی فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں فرمایا ہے۔ تو مسلّم الثبوت اور اس کی شرح کی عبارات سے جناب مؤلف کی کیسی تکذیب ہوئی؟ اور معلوم ہوا کہ غیر آئمہ اربعہ کی تقلید سے ابن صلاحؒ کا منع کرنا اجماع مرکب پر مبنی نہیں، بلکہ امام الحرمینؒ کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قول پر اور وہ پھر بھی غلط اور مخالف اجماع صحابہ اور اجماع تمام مسلمین کے ہے۔

اور اسی جگہ سے باطل ہوا جو کہ مؤلف (تنویر الحق) نے اعتراض فیہ مافیہ سے جواب ناصواب دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ اٹھ گیا شبہ اس کا ساتھ نقل کرنے اس ثقات مذکورین کے اس اجماع کو۔ انتہی۔

اور وجہ اس جواب کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ مبنی اعتراض مسلّم (الثبوت) کا، صحابہ کا اجماع ہے جس کے بعد کوئی اجماع مخالف اس کے، اور ناسخ اس کا باجماع اہل اصول کے مقبول نہیں ہے۔ اور اجماع تمام مسلمین کا ہے جو کہ قرافیؒ نے نقل کیا ہے۔ اور مبنی مؤلف کے جواب کا اختلاف آئمہ اربعہ کا ہے جس کو بے دلیل وحجت اجماع مرکب نام رکھ لیا ہے اور جس کی قرار واقعی تغلیط کی گئی ہے۔ فتدبر و لا تکن من المغترین (تدبر کر اور ڈگمگانے والوں میں شامل نہ ہو)۔

تنبیہہ۔ دعوی اجماع مرکب کی تردید کے بعد، مؤلف (تنویر الحق) کے بقیہ کلام کو رد کرنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ وہ تمام اسی سے مستنبط اور اسی پر مبنی ہے۔ اور جب مبنی، باطل ہوگیا تو جو کچھ اس پر بنایا گیا ہے اور اس پر متفرع کیا ہے بطریق اولی باطل ہوگیا۔ لیکن چونکہ مؤلف کا باقی کلام، قطع نظر بطلان دعوی اجماع مرکب کے، دیگر دلائل اور وجوہات سے بھی باطل ہے، اس لئے اس کا ردّ کیا جاتا ہے۔

تقلید کے معانی

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پس ثابت ہوئیں اس سے کتنی باتیں:۔

اول تو یہ کہ باطل ہوا قول ان جہلاء کا کہ کہا انہوں نے تقلید شرک ہے بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

قل یا اھل الکتا ب تعا لوا الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ و لا نشرك به شیئا و لا یتّخذ بعضنا بعضاً ار با باً مّن دو ن اللّٰہ۔ (آل عمران:۶۴)

(کہہ اے اہل کتاب! آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے درمیان ہمارے اور درمیا ن تمہارے، یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی، اور نہ شریک لاویں ساتھ اس کے کچھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور، اور نہ پکڑیں بعضے ہمارے بعض کو پروردگار سوائے اللہ کے)۔

اور بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

اتّخذوا احبا رھم و رحبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّه (توبہ:۳۱)

(پکڑا انہوں نے اپنے عالموں کو، اور اپنے درویشوں کو، پرودگار سوائے اللہ کے)۔

پس حاصل یہ کہ یہ قول باطل ہے بہ سبب اس اجماع کے کہ منقول ہے بڑے علماء سے اور بہ سبب قول اللہ تعالی کے:

یا ایّھا الّذ ین آ منوا ا طیعوا اللّه و اطیعوا الرّسول و اولی ا لا مر منکم (نساء:۵۹)

(اے ایمان والو، فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی، اور اپنے اولی الامر کی)

اور بہ سبب اس قول اللہ تعالی کے:

فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمو ن (نحل:۴۳)۔

(اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھو)۔

اقول۔ یہ چوٹ ہے مولوی محمد اسماعیلؒ (دہلوی) صاحب پر، تو ثابت ہوا جو کہ ہم نے خطبہ میں کہا تھا کہ رسالہ مؤلف کا مقابلہ مولوی اسماعیلؒ کی تالیف سے ہوا ہے۔ سو بیان اس کا پھر ہوگا۔ پہلے ایک مقدمہ سن لینا چاہیے۔ وہ مقدمہ یہ ہے کہ

اہل اصول کی اصطلاح میں تقلید کے معنی یہ ہیں:

مان لینا اور عمل کر لینا ساتھ قول بلا دلیل اس شخص کے جس کا قول حجت شرعی نہ ہو۔

تو اس اصطلاح کے بنا پر، عامی کا مجتہدوں کی طرف رجوع کرنا اور کسی مسئلہ میں تقلید کرنا، تقلید نہ ہوگی بلکہ اس کو اتباع اور سوال کہیں گے۔

اور لاعلمی کے وقت کسی اہل علم کا قول مان لینا اور اس پر عمل کرنا عرف میں تقلید کہلاتا ہے۔ اور اسی معنی عرفی سے مجتہدوں کے اتباع کو تقلید بولا جاتا ہے۔ چنانچہ ملا حسنؒ شرنبالی حنفی عقد الفرید میں فرماتے ہیں:

حقیقة التّقلید العمل بقول من لیس قو له احدی الحجج الا ربعة الشّر عیة بلا حجّة منها فلیس الرّ جوع الی النّبیّ ﷺ و ا لا جماع من التّقلید لا نّ کلا منهما حجّة شر عیّة من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحجج الشّر عيّة و على هذا اقتصر الكما ل فى تحريره ۔ و قال ابن امير الحا ج و على هذا عمل العا مى بقول المفتى و عمل القا ضى بقول العدو ل لا نّ كلا منهما و ان لم يكن احدى الحجج فليس العمل به بلا حجّة شرعيّة لا يجاب النّصّ ا خذ العا مى بقول المفتى واخذ القا ضى بقول العدول انتهى ما فى العقد الفريد لبيا ن الرا جح من ا لا ختلاف فى جواز التقليد

(تقلید کی حقیقت ایسے شخص کے قول پر بلا دلیل طلب کئے عمل کرنا ہے جس کا قول شرعی حجتوں میں سے نہ ہو، سو آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں شرعی حجتوں میں سے ہیں۔ کمال نے اپنی کتاب تحریر اسی پر بس کیا ہے۔ اور ابن امیر الحاج نے کہا ہے کہ اسی نہج پر ہے عمل کرنا انجان کا مفتی کے قول پر اور عمل کرنا قاضی کا ثقہ کے قول پر، کیونکہ یہ دونوں اگر چہ خود حجت شرعی نہیں لیکن ان پر عمل بے حجت شرعی نہیں۔ اس لئے کہ لاعلم کے لئے مفتی کے قول پر عمل کرنے کا اور قاضی کیلئے ثقہ کے مقولہ پر عمل کرنیکا واضح حکم شرع میں وارد ہوا ہے)

اور فاضل قندھاریؒ ، مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

التّقليد العمل بقو ل من ليس قو له من الحجج الشّر عية بلا حجّة ، فا لرّ جوع الى النّبىّ ﷺ او الى ا لا جماع ليس منه ۔ هكذا رجوع العا مى الى المفتى والقاضى الى العدول لوجوبه بالنّصّ ۔ بل ر جوع المجتهد او العا مى الى مثله۔ لكن العرف على ان العا مى مقلّد للمجتهد قا ل امام الحر مين و عليه معظم ا لا صو ليين و قا ل الغزا لى و ا لآ مدى و ابن الحاجب ان سمّى الر جوع الى الرّسول و الى ا لا جماع و الى المفتى و الى الشّهود تقليداً فلا مشا حة

(تقلید اس شخص کے قول پر بلا دلیل عمل کرنا ہے جس کا قول شرعی حجتوں میں سے نہ ہو ۔سو رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف تقلید نہ ٹھہری۔ اور اسی طرح رجوع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا انجان کا مفتی کے قول کی طرف اور رجوع کرنا قاضی کا ثقہ آدمی کے قول کی طرف، تقلید نہیں ٹھہرے گی کیونکہ یہ رجوع بحکم شریعت واجب ہے۔ بلکہ رجوع کرنا مجتہد یا انجان کا اپنے جیسے آدمی کی طرف تقلید نہیں۔ لیکن مشہور یوں ہوگیا ہے کہ انجان مجتہد کا مقلد ہے۔ امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ اسی قول مشہور پر بڑے بڑے اصولی ہیں اور امام غزالیؒ اور آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے کہا ہے کہ رجوع کرنا آنحضرت ﷺ اور اجماع کی طرف اور مفتی اور گواہوں کی طرف اگر تقلید قرار دیا جائے تو کچھ حرج نہیں)

پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو اور مجتہدین کی اتباع کو تقلید کہنا مجوز ہے۔ تمت المقدمہ

اور جب کہ مقدمہ ممہد ہوا تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ تقلید مجتہدوں کی عالم بالحدیث و بالقرآن کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے قرآن مجید سے یا حدیث سے اس مسئلہ معلومہ میں نہ چاہیے۔ مثلاً جب کہ عالم بالحدیث و بالقرآن کو معلوم ہو کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے ہر مکلّف پر، تو پھر اس کو اس مسئلہ میں تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے۔ بلکہ اس وقت تقلید رسول مقبول ﷺ کی پر ضرور چاہیے، اس لئے کہ جس آیت کے حکم سے تقلید ثابت ہے تو وہ اسی صورت میں ہے جب کہ لاعلمی ہو قال اللّٰہ تعالی: فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (پس سوال کرو اہل ذکر سے اگر نہ جانتے ہو تم)۔ (نحل:۴۳)

اور یہی آیت دلیل ہے وجوب تقلید پر کما اشار الیہ المحقق ابن الھمام فی التّحریر و غیرہ۔ اور ظاہر ہے کہ امر بالسوال اس آیت میں مقید بالشرط ہے اور اصول فقہ میں محقق ہے کہ حکم مقید بالشرط متعدی نہیں ہوتا ہے اس فرد میں جو کہ مجرد ہو اس شرط سے۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں لکھا ہے:

الظّاھر انّ التّخصیص بمعنی القصر اتّفاق و انّما الخلاف فی اثبات التّقیض (یہ تو ظاہر ہے کہ تخصیص قصر کے معنوں میں بالاتفاق ہے، بے شک اختلاف نقیض کے ثابت کرنے میں ہے)

اور توضیح میں کہا ہے:

وعندنا لا یثبت بہ ای بالتّعلیق بل یبقی الحکم علی العدم الاصلی حتّی لا یکون ھذا العدم حکماً شرعیاً بل عدماً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصلیاً (اور ہمارے نزدیک تعلیق سے حکم ثابت نہیں ہوتا بلکہ حکم اپنے عدم اصلی پر باقی رہتا ہے یہاں تک کہ یہ عدم، حکم شرعی نہیں ہوتی بلکہ عدم اصلی رہتا ہے)

اور ایسی کوئی دلیل قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا قیاس سے جو کہ باوجود علم کے تقلید کو واجب یا جائز کر دے اور اس کو عدم اصلی سے نکالے، نہیں ہے۔ بلکہ کئی آیات صریح دلالت کرتی ہیں اس پر کہ بجز دعلم کسی مسئلہ کے قرآن یا حدیث سے بدوں کسی تقلید کے، پیروی قرآن اور حدیث کی لازم ہے۔ قال اللہ تعالی:

و لئن اتّبعت اهواء هم بعد الّذی جاء ك من العلم ما لک من اللّه من وّلیّ و لا نصیر (اور البتہ اگر پیروی کرے گا تو ان کی خواہشوں کی بعد اس کے کہ آیا تیرے پاس علم، نہیں تیرے لئے اللہ سے کوئی دوست اور نہ کوئی مدد گار)۔ (بقرہ: ۱۲۰)

اور وجہ استدلال کی اس آیت سے عنقریب شاہ عبدالعزیز کے کلام سے معلوم ہوگی۔ قال اللّه تعالی:

فبشّر عباد۔الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه۔ اولئک الّذین هدا هم اللّه۔ و اولئک هم اولوا الالباب۔ (زمر: ۱۸)۔

(سو خوش خبری دے میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات کو پھر پیروی کرتے ہیں بہتر اس کے کی۔ یہ لوگ ہیں جن کو ہدائت کی اللہ نے اور یہی لوگ ہیں بڑی عقل والے)

اسی واسطے آئمہ اربعہ اور ان کی اتباع سے نہی اور نکیر مروی ہے چنانچہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ، کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں فرماتے ہیں:

هل اباح مالک و ابو حنیفه و الشّافعی قطّ لا حدٍ تقلید هم۔ حاشا للّه منهم بل انّهم قد نهوا عن ذالک و لم یفسحوا لاحدٍ فیه۔

(ہرگز نہیں روا رکھا مالکؒ اور ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ نے کسی کے لئے اپنی پیروی۔ بلکہ بلاشک انہوں نے اس سے منع کیا ہے اور کسی کو اس بات میں ڈھیل نہیں دی)

اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ یواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں:

و کان الامام احمد یقول لیس لا حدٍ مّع اللّه و رسوله کلام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا تقلّد نی و لا تقلّد ن ما لکاً و لا الاوزا عی و لا النّخعی و لا غیر هم و خذ ا لا حکام من حیث اخذوا من الکتا ب و السّنّة ۔ انتهی علی ما نقله فی عقد الجید

(اور امام احمدؒ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول کے مقابلہ میں کسی کو تاب سخن نہیں ۔ البتہ نہ تو میری پیروی کر اور نہ مالکؒ کی اور نہ اوزاعیؒ کی، نہ نخعیؒ کی اور نہ کسی اور کی ۔ قرآن و حدیث سے انہوں نے حکم لئے ہیں تم بھی وہیں سے لو)

اور فاضل بہاریؒ ،مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

العدول عن الدّ لیل الی التّقلید خلاف المعقول کیف و فیه ر یب و قد امر نا بترکه فی الحد یث المنقول

(دلیل سے پھر کر تقلید کی طرف آنا خلاف عقل ہے کیونکہ اس میں شک ہے اور شک کے چھوڑ دینے پر ہمیں حدیث میں حکم دیا گیا ہے)

اور تاج الدین عثمانیؒ ، جامع الفواد میں فرماتے ہیں:

من یّعمل بقول المجتهدین فهو مثا ب فی الدّ نیا و الآ خرة ما لم یجد الحدیث الصّحیح المتّصل ا لا سناد و اذا و جده یعمل با لحد یث۔ (جو کوئی مجتہد کے قول پر عمل کرے گا تو وہ دونوں جہان میں ثواب پاوے گا جب تک کہ حدیث صحیح متصل السند نہ پاوے ۔ اور جب حدیث پاوے تو اس پر عمل کرے)۔

اور علامہ مجد الدینؒ صاحب قاموس، سفر السعادۃ میں فرماتے ہیں:

و در باب عبادات اعتماد کلی براں کنند یعنی برانچہ از حدیث ثابت است واز خلاف زید وعمرو مینديشند ۔

اور قاضی عضدؒ شارح مختصر الاصول میں فرماتے ہیں

المستفتی المقلّد و المفتی المجتهد و المستفتی فیه هو المسا ئل ا لا جتها د یة ۔

(وہ مسئلہ جس میں کسی کی تقلید چاہیے وہ مسائل اجتہادیہ ہیں نہ منصوصہ)۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ، فتح العزیز میں تحت آیت و لئن اتّبعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اھواء ھم بعد الّذی جاء ك من العلم، فرماتے ہیں:

ازیں آیت معلوم شد کہ بعد از وضوح دلائل وسطوح براہین تقلید باطل است زیرا کہ اتباع ہوا بعد مجیء العلم است۔

مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ، صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

پس در ہر مسئلہ کہ حدیث صحیح غیر منسوخ یابد اتباع ہیچ مجتہد دراں نکند۔

تو ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو نصوص سے مسئلہ کا علم ہو تو اسے کسی مجتہد کی تقلید نہ کرنا چاہیے اگرچہ اس مجتہد کا قول اس حدیث کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو لوگ حدیث پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں ان کو باوجود وضوح براہین کے حق نہیں سوجھتا تو وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ آج کے دن حدیث پر عمل کرنا بہت دشوار ہے کیونکہ حدیث وقرآن ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا مجتہد مطلق کا کام ہے، اور ہماری شان ایسی نہیں ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھیں۔ اور اگر کچھ ترجمہ ظاہری سمجھتے بھی ہیں تو پھر ہم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں حدیث منسوخ ہے یا نہیں؟ یا معنی ظاہر پر محمول ہے یا مؤل ہے؟ یا کوئی اور حدیث اس کی معارض موجود ہے یا نہیں؟

اس عذر کا دو وجہ سے جواب ہے:۔

قرآن وحدیث پر عمل دشوار نہیں

☆ وجہ اول یہ کہ قرآن اور حدیث ایسے مشکل نہیں ہیں کہ سوائے مجتہد مطلق کے کسی کی سمجھ میں نہ آویں۔ بلکہ ایسے آسان ہیں کہ جس کو لغت عرب سے معرفت ہو، خاص کر علماء، تو وہ بخوبی، بشرط قصد سمجھنے کے، معنی سے قرآن وحدیث کے واقف ہو جاتا ہے۔

قولہ تعالی:

و لقد یسّرنا القرآن للذّکر فھل من مّدّکر (قمر:۳۲)

(اور بیشک آسان کیا ہم نے قرآن واسطے نصیحت کے۔ کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنیوالہ؟)

و قال اللّٰہ تعالی:

ھو الّذی بعث فی الا مّیین رسولاً مّنھم یتلوا علیھم آیاتہ و یزکّیھم و یعلّمھم الکتاب و الحکمۃ و ان کانوا من قبل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفی ضلا لٍ مّبین (وہ ہے جس نے بھیجا ان پڑھوں میں پیغمبر انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر نشانیاں اس کی، اور پاک کرتا ہے ان کو، اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور حکمت، اور بلاشک تھے اس سے پہلے البتہ کھلی گمراہی میں)۔(جمعہ:۲)

و قا ل اللّٰہ تعا لی:

و لقد انز لنا الیک آ یا تٍ بینا تٍ وّ ما یکفر بھا ا لا الفاسقون (اور بے شک البتہ نازل کیں ہم نے تیری طرف کھلی نشانیاں، اور اس سے منہ نہیں موڑتے مگر بدکار لوگ)۔(بقرہ:۹۹)

تو جو کوئی اہل علم ہو کر کہے کہ ہم قرآن و حدیث نہیں سمجھتے، تو گویا آیت مذکورہ بالا کی وعید میں داخل ہوا جیسا کہ مولانا اسماعیل شہیدؒ تقویۃ الایمان میں فرما گئے ہیں۔ اسی واسطے سب محققین نے تصریح کی ہے کہ حکم منصوص کو ہر ایک عالم سمجھتا ہے اور جو کہ ساتھ مجتہد کے مختص ہے وہ قیاس ہی ہے۔

چنانچہ شرح شاشی میں کہا ہے:

کلّ عا لم لہ اصا بۃ الحکم المنصو ص علیہ مطلقاً سواء کا ن قطعیّاً او ظنیّاً بحسب الدّ لا لۃ و ا لا ثبا ت و ما کان ظنّی الثّبوت اعنّی القیاس فھو المختصّ با لمجتھد۔

اور قاضی عضدؒ نے کہا ہے:

اذا د خل الفاء فی لفظ الرّاوی مثل زنی ما عز فر جم فا لفقیہ وغیرہ فی ذا لک سواء۔

بلکہ شیخ ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ دلالۃ النص کو جو کہ عبارت النص اور اشارۃ النص سے مرتبہ خفاء میں ہے، عوام بھی سمجھتے ہیں چنانچہ تحریر میں فرماتے ہیں:

ان دلا لۃ النّص یخا لف القیاس فی انّ القیاس یختصّ بالمجتھد و دلا لۃ النّص یفھمھا العوا م۔

تو اسی سبب سے کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جو عامی حدیث افطر الحا جم و المحجو م کے ظاہر معنی پر مطلع ہو کر حجامت کے بعد جان بوجھ کر کچھ کھائے تو اس پر کفارہ نہیں آتا۔ چنانچہ بحرالرائق میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ان لم یستفت و لکن بلغه الخبر و هو قو له علیه السّلام افطرا لحا جم والمحجو م و قو له علیه السّلام الغیبة تفطر الصّا ئم و لم یعرف النّسخ و لا تا ویله فلا کفّارة علیه عند هما لا نّ ظا هرا لحدیث وا جب العمل به خلا فاً لّا بی یو سف لا نّه لیس للعا می العمل با لحدیث لعد م علمه با لنّا سخ و المنسو خ۔

(اور جو فتوی نہ پوچھے ،لیکن اسے یہ حدیثیں پہنچ جائیں:

پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ نہیں،

اور غیبت روزہ توڑ دیتی ہے۔

اور اس شخص کو حدیث کا منسوخ ہونا معلوم نہیں اور اس کی تاویل بھی نہیں جانتا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس پر کفارہ نہیں، کیونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔لیکن امام ابو یوسفؒ نے اس میں خلاف کیا ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ جسے حدیث میں ناسخ ومنسوخ کا علم نہ ہو اسے حدیث پر عمل کرنا روا نہیں)۔

اور ہدایہ میں ہے:۔

و لو بلغه الحدیث فا عتمد فکذا لک عند محمّد لا نّ قول الرّسول ﷺ لا ینزل عن قول المفتی

(اور اگر اس کو حدیث ملی اور اس پر اعتماد کیا تو بھی یوں ہے امام محمدؒ کے نزدیک، اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کسی مفتی کے قول سے کم نہیں ہو سکتا)

اقول خلاف ابی یو سف انّما هو فی العامی الصر ف الجا هل الّذی لا یعرف معنی ا لا حا دیث و تا ویلا تها و امّا العا رف بمعا نی النصو ص و تا ویلا تها و نسخها و جر حها و صحّتها و سلا متها عن معا ر ضة اقوی منها فلا خلا ف فی صحّة عمله بها کما قا ل فی خزا نة الرّوا یا ت نقلاً عن دستور السّا لکین۔ و امّا الجوا ب عن قو ل ابی یو سف انّ للعا می الا قتداء با لفقهاء فمحمو ل علی العا می الصر ف الجا هل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الّذی لا یعرف معنی الا حادیث و تاویلاتھا لانّہ اشار الیہ لعدم الاھتداء فی حقّہ الی معرفۃ الاحادیث وکذا قولہ و لہ ان عرف عامی تاویلہ یجب الکفارۃ یشیر الی انّ المراد من العامی غیر العالم و فی الحمیدی العامی منسوب الی العامۃ و ھم الجھّال فعلم من ھذہ الاشارات انّ مراد ابی یوسف ایضاً من العامی الجاھل الّذی لا یعرف معنی النّصّ و تاویلہ فیما ذکر من قول ابی حنیفہ و الشّافعی و محمد یندفع قول القائل بوجوب العمل بالروایۃ بخلاف النّصّ انتھی ما نقلہ الشیخ الاجل فی عقد الجید

(میں کہتا ہوں کہ ابو یوسفؒ کا خلاف ایسے انجان شخص کے بارے میں ہے جو حدیثوں کے معانی اور ان کی تاویلیں نہیں جانتا۔ اور واضح آیات اور حدیثوں کے معنی اور تاویلیں اور ناسخ منسوخ اور صحیح و ضعیف جاننے والے کے عمل کے صحیح ہونے میں کسی کا خلاف نہیں۔ چنانچہ بحوالہ دستور السالکین کے خزانۃ الروایات میں کہا ہے۔

اور رہا امام ابو یوسفؒ کے قول کا جواب کہ انجان کو فقہاء کی پیروی کرنا چاہیے، سو یہ اس انجان پر محمول کی ہے جو بالکل جاہل ہو، حدیث کے معنی اور انکی تاویلیں نہ جانتا ہو۔ اس واسطے کو یہ اشارہ کر دیا کہ اسکے حق میں معرفت حدیث کی راہ یابی نہیں ہے۔

اور اسی طرح امام ابو یوسف کا یہ کہنا کہ اگر انجان حدیث کے معنی جانتا ہے تو اس پر کفارہ ہے، اشارہ ہے کہ انجان سے مراد جاہل ہے۔

اور حمیدی میں ہے کہ عامی عوام کی طرف منسوب ہوتا ہے اور وہ لوگ جاہل ہوتے ہیں

ان اشارات سے معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کی مراد بھی انجان سے وہ جاہل ہے جو نص کے معنی اور تاویل نہیں جانتا۔ سو امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے قول مذکور سے کسی کا یہ کہنا کہ نص کے خلاف روایت پر عمل واجب ہے، دفع ہو گیا)۔

اور تلویح اور حاشیہ شیخ الاسلام علی التلویح اور شرح عقائد اور فتاوی فضلیہ اور نقود وغیرہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ نصوص کا سمجھنا مجتہدوں پر خاص نہیں بلکہ غیر مجتہد بھی سمجھتے ہیں۔ تو بہر حال سمجھنا علماء کا معانی نصوص کو بلا خلاف ثابت ہوا۔ اور جب کہ یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوا اہل علم نفس معانی احادیث اور قرآن کو خوب سمجھ سکتے ہیں تو اب معلوم کرنا چاہیے کہ اسی طرح عالم متبع طالب حق کو کتب حدیث اور شروح حدیث اور کتب اسماء الرجال دیکھنے سے غالب ظن سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے، موافق فہم و استعداد کے، کہ فلاں حدیث صحیح ہے یا ضعیف ہے؟ اور معمول بہ ہے یا منسوخ ہے؟ اور اس کے معارض کوئی حدیث صحیح موجود ہے یا نہیں؟ اگرچہ دو چار ہی مسئلہ پر واقف ہو جاوے گو کہ حاوی کل مسائل کے دلائل پر نہ ہو۔ یعنی دس مسئلہ کی دلیل جانتا ہے اور (دیگر) مسائل میں مقلد ہے، تو یہ عیب کی بات نہیں، درست اور حق ہے۔ اس لئے کہ تجزی اجتہاد میں جائز ہے، بنابر قول حق کے جیسا کہ مولانا عبدالعلیؒ وغیرہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں، اور مسلّم الثبوت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے:

غیر المجتهد المطلق و لو كان عالماً يلزمه تقليد المجتهد فيما لا يقدر عليه من الاجتهاديات اى تحصيله باجتهاده بناءً على التّجزى فى الاجتهاد و يلزم التّقليد مطلقاً فيما يقدر عليه و فيما لا يقدر عليه بناءً على نفى بالتّجزى و قد عرفت ان الحقّ هو الاول۔انتهى ما قال مولانا عبد العلى فى شرح مسلّم الثبوت

(غیر مجتہد مطلق کو، اگرچہ کچھ عالم ہو، لازم ہے پیروی مجتہد کی ان مسئلوں میں جن میں اسے اجتہاد کی قدرت نہیں ہے۔ اور یہ بات انقسام اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ بات کہ اسے سب مسئلوں میں پیروی لازم ہے، نفی انقسام اجتہاد پر مبنی ہے۔ اور یہ تو تجھے معلوم ہے کہ حق پہلی ہی بات ہے)۔

اور اگر کہو کہ اطلاع اس امر کی یقیناً آج کے دن دشوار ہے تو کہا جائیگا کہ علم الیقین تو ان امور کا مجتہدین کو بھی نہیں ہوتا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں فرمایا ہے:

ورد بانه ان اراد عدم التّيقن ينفى هذه الاحتمالات فالمجتهد ايضاً لا يحصل له فى زماننا التيقن بذلك و انّما يبتنى اكثر امره على غالب الظّن و ان اراد انه لا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یدری ذا لک بغا لب الظّن منعناہ فی صورۃ النّزا ع لانّ المتبحّر فی المذ ھب المتتبع لکتب القو م الحا فظ من الحدیث و الفقہ بجملۃ صا لحۃ کثیراً ما یحصل لہ غا لب الظّن با نّ الحدیث غیر منسو خ و لا مؤ ل بتا ویل یجب القول بہ ۔ (اور یہ قول اس طور پر روکا گیا ہے کہ اگر ان احتمالات کے عدم وجود سے مراد یقین ہے، تو یقین تو مجتہد کو بھی حاصل نہیں ہوتا۔ وہ بھی اپنے اکثر مسائل غالب ظن پر مبنی کرتا ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ وہ شخص اس کو بغالب رائے نہیں جانتا تو اس کو نزاع کی صورت نہیں مانتے، کیونکہ متبحر فی المذہب جو قوم کی کتابوں کو دیکھتا بھالتا رہے حدیث اور فقہ میں سے مقدار شائستہ کا حافظ ہو، اکثر اوقات یہ بات اسے بہ ظن غالب حاصل ہو جاتی ہے کہ حدیث منسوخ نہیں اور نہ ایسی مأ ول جس کی تاویل کا قائل ہونا واجب ہووے) ۔

بلکہ آج کے دن پہلے سے زیادہ غلبہ ظن حاصل ہوتا ہے کیونکہ ابتداء زمانہ میں علم حدیث زبانی سیکھا جاتا تھا اور کتب مدون نہ تھیں اور قواعد ممہد نہ تھے اور کتب اسماء الرجال کا نام ونشان نہ تھا۔ اور اب بحمد اللہ سب کچھ مالا بدمنہ للعمل موجو ہے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل ابوشامہؒ کی کلام میں آئندہ آئے گا۔

☆ اور وجہ ثانی یہ کہ اگر کوئی شخص اہل علم حسب استطاعت ایک حدیث کو تحقیق کر کے اس پر عمل کرے تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوگا کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی۔ تو ہم کہتے ہیں کہ وہ شخص اس حدیث پر عمل کر کے گنہ گار نہ ہوگا اور اس کا عمل باطل اور قابل اعادہ نہ ہوگا، جیسا کہ مروی ہے کہ بعد نسخ قبلہ بیت المقدس کے بعض لوگ بدستور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اور جب آنحضرت ﷺ سے ان کو خبر پہنچی تو پھر مکہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ امر نہ کیا کہ جو نماز بیت المقدس کی طرف منہ کر کے، باوجود منسوخ ہونے استقبال بیت المقدس کے، پڑھ چکے ہو ان کا اعادہ کرو۔ چنانچہ فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں کہا ہے:

انّہ علیہ السّلام لم یأ مر الّذین صلّوا الی بیت المقد س بعد التّحو یل جاھلین بہ ان تعیدوا صلو تھم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو جنہوں نے بعد تبدیل جہت قبلہ کے، انجانے میں بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، نماز کے دہرانے کا حکم نہیں دیا)

تو عذر ان لوگوں کا جو کہ حدیث پر عمل کرنے سے بالکل منع کرتے ہیں بجمیع وجوہ باطل ہوا اور ثابت ہوا کہ عالم بالحدیث کو وقت جاننے ایک مسئلہ کے حدیث سے، تقلید کسی مجتہد کی نہ چاہیے اس مسئلہ خاص میں۔

☆ باقی رہی تقلید لاعلمی، سو یہ چار قسم ہے (جو ذیل میں درج کی جاتی ہیں)۔

تقلید کی اقسام

☆ قسم اول۔ واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی، مجتہد اہل سنت کی سے، لاعلی التعیین، جس کو مولانا شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے۔ اور صحیح ہے باتفاق امت۔ اور اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اسی طرح پر ہو جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہو تو عمل کئے جاؤں گا، تو جب معلوم ہو کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دوں گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اعلم انّ تقليد المجتهد على وجهين، واجب وحرام۔ فاحدهما ان يّكون من اتّباع الرّواية ولو دلالةً۔ تفصيله انّ الجاهل بالكتاب والسّنّة لا يستطيع التّتبّع ولا الاستنباط فكان وظيفته ان يّسأل فقيهاً ما حكم رسول اللّه ﷺ في مسئلة كذا وكذا بلا تعين فاذا اخبر اتّبعه سواء كان ماخوذاً من صريح نصّ او مستنبطاً منه او مقيساً على النّصوص فكلّ ذا لك راجع الى الرّواية عنه ﷺ ولو دلالةً وهذا قد اتّفقت الامّة على صحّته قرناً بعد قرنٍ (بل الامم كلّها اتّفقت على مثله في شرائعهم) وامارة هذا التّقليد ان يّكون عمله بقول المجتهد كالمشروط بكونه موافقاً للسّنّة فلا يزال متفحّصاً من السّنّة بقدر الامكان فمتى ظهر حديث يخالف قوله نبذه واخذ الحديث (سمجھ لے کہ مجتہد کی پیروی دو قسم کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ واجب اور حرام۔ سو ایک تو یہ ہے کہ حدیث کا اتباع ہو خواہ باعتبار دلالت کے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص قرآن اور حدیث کو نہیں جانتا اور وہ بذات خود جستجو سے مسائل اور استنباط کی طاقت نہیں رکھتا، تو اس کا یہی وظیفہ ہے کہ کسی بھی فقیہ کو پوچھ لے کہ آنحضرت ﷺ نے فلاں فلاں مسئلہ میں کیا حکم فرمایا ہے۔ جب فقیہ بتا دے تو اس کی پیروی کرے۔ خواہ صریح نص سے لیا ہو، یا اس سے استنباط کیا ہو یا منصوص پر قیاس کیا ہو۔ یہ سب صورتیں حضرت ﷺ کی روایت کی طرف رجوع کرتی ہیں اگرچہ بطور دلالت کے ہی ہوں۔ اور ایسی تقلید کی صحت پر امت کا ہر طبقہ میں اتفاق ہے بلکہ اور تمام امتیں اپنی اپنی شریعتوں میں ایسی صورت پر متفق ہیں۔ اور اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ اس کا عمل مجتہد کے قول پر بایں شرط ہے کہ وہ سنت کے موافق ہو۔ چنانچہ ہمیشہ بقدر طاقت سنت کی تلاش میں رہے، پھر جب ایسی حدیث مل جاوے کہ اس قول مجتہد کے مخالف ہو تو اس کو چھوڑ کر حدیث پر عمل کرے)۔

☆ قسم ثانی۔ مباح آوردہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کرلے کہ جب کہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے، اسی کی اتباع سے عہدہ تکلیف سے فارغ ہو جائیں گے۔ اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے۔ اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے۔ اور کسی شخص عمل کرنے والے کو برا نہ جانے اور ملامت اور نکیر نہ کرے۔ مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفع یدین اگر معلوم ہو تو اس کے استعمال سے نفرت اور انکار نہ کرے، بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہو کر کسی کرنے والے پر طعن نہ کرے۔

☆ قسم ثالث حرام و بدعت ہے۔ اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے۔

☆ قسم رابع شرک ہے۔ اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کا اتباع کیا، پھر اس کو حدیث صحیح، غیر منسوخ، غیر معارض، مخالف مذہب اس مجتہد کے مثلاً معلوم ہوگئی تو اب وہ مقلد بدستاویز ان عذرات کے جن سے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا ہے یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا اور یا اس میں بدوں سبب کے تاویل وتحریف کر کے اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث کوطرف قول امام کے لے جا تا ہے،غرض کہ وہ مقلد، مذہب اپنے امام کانہیں چھوڑ تا سوان قسموں میں قسم اول اور ثانی تومحتاج اثبات کی نہیں، کیونکہ دونوں کو فریقین تسلیم کرتے ہیں ۔لیکن قسم ثالث اور رابع بے شک معرکہ آراءاور محط انظار ہے۔ سودلائل قسم ثالث کے تو مبحث میں تقلید شخصی کے آویں گے۔ فانتظر۔

اورقسم رابع کواس مقام میں مدلل کیا جا تا ہے۔

☆قسم رابع۔تو واضح ہو جاوے کہ شرک ہونے پر ایسی تقلید کے آیات قرآنی اور حدیث نبوی بہت سی دال ہیں اور بہت علماء نے ان آیات اوراحادیث سے شرک ہونا ایسی تقلید کا ثابت کیا ہے۔پس نقل کر دینا اقاویل ان علماء کا جن میں وہ آیات اوراحادیث موجود ہیں مستغنی ہے، ذکرکرنے آیات کے سے علیحدہ۔

تو سنوکہ تفسیر نیشاپوری میں ضمن آیت:

اتّخذوا احبار هم و رهبانهم ارباباً مّن دون اللّه

کے مذکور ہے کہ یہ مرادنہیں کہ یہود ونصاری نے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا ٹھہرالیا تھا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اطاعت انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کی برخلاف حکم خدا اور رسول کے کی تھی۔عبارت تفسیر مذکور بعینہ لکھی جاتی ہے:

اختلفوا فی معنی اتّخاذهم ایّاهم اربابا بعد الا تّفاق علی انّه لیس المراد انّه جعلوهم آلهة فقال اکثر المفسّرین المراد انّهم اطاعوهم فی اوامرهم و نواهیهم و نقل عن عدی بن حاتم کان نصرانیاً فانتهی الی النّبیّ ﷺ و هو یقرء سورة براءة فلمّا وصل الی هذه الآیة قال عدی انّا لسنا نعبدهم فقال الیس تحرمون ما احلّ اللّه و تحلّون ما حرّم اللّه فقلت بلی۔ فقال تلک عبادتهم، قال الرّبیع قلت لابی العالیه کیف کانت الرّبوبیة فی بنی اسرائیل فقال انّهم ربما وجدوا فی کتاب اللّه ما یخالف قول الاحبار و الرّهبان فکانوا یأخذون باقوالهم و ما کانوا یقبلون حکم اللّه تعالی۔ قال العلماء انّما لم یلزم تکفیر الفاسق بطاعة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّیطا ن خلاف ما علیه الخوا ر ج لا نّ الفاسق و ان کا ن یقبل دعوة الشّیطا ن ا لّا انّه یلعنه و یستخف به بخلاف اولئک ا لا تبّاع المعظّمین قا ل الامام فخر الدّ ین الرّازی قد شا هد ت جماعة من مقلدة الفقهاء قر أ ت علیهم آ یا ت کثیرة مّن کتا ب اللّه فی مسا ئل کا نت تلک ا لآ یات مخالفة لمذ هبهم فیها فلم یقبلوا تلک ا لآ یا ت و لم یلتفتوا الیها و کا نوا ینظرو ن الی کا لمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظوا هر تلک ا لآ یا ت مع انّ الرّوا یة من سلفنا وردت بخلا فها و لو تا مّلت حقّ التّا مل و جد ت هذا الدّاء ساریاً فی عر ق الا کثرین ۔ انتهی ما فی تفسیر النیسا پوری و هکذا فی التفسیر الکبیر۔

(علماء مختلف ہیں یہود و نصاریٰ کے اپنے علماء کو پروردگار ٹھہرانے کے معنوں میں، بعد اتفاق اس بات کے کہ وہ اپنے علماء کو خدا نہیں کہتے تھے ۔سو اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ وہ امر و نہی میں اپنے علماء ہی کا کہنا مانتے تھے۔حضرت عدیؓ بن حاتم سے منقول ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سورہ براءۃ پڑھ رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے اتّخذوا احبار هم .. تو انہوں نے کہا کہ ایسا تو نہیں ہوتا۔آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم حرام نہیں ٹھہراتے جسے اللہ نے حلال کیا اور حلال نہیں ٹھہراتے جسے اللہ نے حرام کیا۔انہوں نے کہا یہ تو ٹھیک ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا یہی تو بندگی ہے۔

ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل کا علماء کو پروردگار ٹھہرانا کیونکر تھا؟ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ میں موجود مسئلے کے خلاف اپنے علماء کے اقوال پر عمل کرتے اور حکم خدا چھوڑ دیتے تھے۔

علماء نے کہا ہے کہ بخلاف خوارج کے، فاسق کی تکفیر اطاعت شیطان میں اس لئے لازم نہیں آتی کہ فاسق اگرچہ شیطان کا کہا مانتا ہے مگر اس کو برا کہتا رہتا ہے ۔بخلاف ان خوارج کے جو اپنے مقتداؤں کی تعظیم کرتے ہیں ۔

امام رازیؒ نے کہا ہے کہ میں ایک مقلد گروہ سے ملا اور ان کے مذہب کے خلاف کچھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیات میں نے ان کے روبرو پڑھیں تو انہوں نے ان آیات کی طرف توجہ نہ کی اور دوسری طرف تکتے رہ گئے، اور یہ حیرانگی یوں تھی کہ ان آیات مخالف مذہب پر بھلا کیوں کر عمل ہوسکتا ہے؟ اگر غور کیا جائے تو یہ مرض اکثر لوگوں میں پھیل رہا ہے)

پس امام فخر الدین رازیؒ کی تقریر سے واضح ہوا کہ اکثر مقلدین متعصبین مخالفت قرآن وحدیث کی کرتے رہے ہیں بسبب غلبہ تقلید کے۔ اور نیز ظاہر ہوا ان کی کلام سے کہ ایسی تقلید کہ مخالف قرآن وحدیث کے ہو وہ مذموم اور واجب الرد ہے۔ اور متعصبین سات آٹھ سو برس سے چلے آتے ہیں کہ باعث تعصب مذہبی کے ظاہر قرآن وحدیث پر عمل کرنا انہیں دشوار ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی مقلدین مصداق اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ کے ہیں۔ اور شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ جس کسی نے کہ اپنے امام کو ایسا سمجھ لیا کہ اس کی شان سے خطا بعید ہے، تو اس نظر سے اگرچہ دلیل خلاف قول اس امام کے ملے تو بھی اس کی تقلید کو نہ چھوڑے، تو وہ شخص داخل ہے اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا مّن دون اللّٰہ میں۔ چنانچہ عقد الجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

من یّکون عامیاً و یقلّد رجلاً من الفقھاء بعینہ یری انّہ یمتنع مثلہ الخطاء و ان ما قالہ ھو الصّواب البتہ و اضمر فی قلبہ ان لا یترک تقلیدہ ان ظھر الدّلیل علی خلافہ و ذالک ما رواہ التّرمذی عن عدی بن حاتم انّہ قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقرأ اتّخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا مّن دون اللّٰہ۔ قال انّھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنّھم کانوا اذا احلّوا لھم شیئاً استحلوہ واذا حرّموا علیھم شیئاً حرّموہ

(اور جو شخص انجان ہو اور فقہاء میں سے کسی ایک کی تقلید کرے یہ سمجھ کر کہ ایسے شخص سے خطا مشکل ہے اور یہ جو کہتا ہے یہی ٹھیک ہے اور دل میں یہ بات ٹھہرا رکھے کہ اس کی تقلید نہ چھوڑوں گا اگرچہ اس کے خلاف پر دلیل قائم ہو۔ وہ مصداق اس حدیث کا ہے جو ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت کی ہے کہ حضرت عدیؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ یہ آیت پڑھتے تھے کہ اتّخذوا احبارھم ...فرمایا کہ وہ لوگ ان کی بندگی نہیں کرتے تھے لیکن ان کا یہ حال تھا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس چیز کو وہ انہیں حلال بتا دیتے اس کو حلال جانتے اور جب کوئی چیز ان کو حرام بتا دیتے تو اسے حرام جانتے)۔

اور شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

و منها تقليد غير المعصوم اى غير النّبىّ ﷺ الّذى يثيب عصمة و حقيقته ان يّجتهد واحد من علماء الامة فى مسئلة فيظنّ متّبعوه انّه على الاصابة قطعاً او غالباً فيردوا به حديثاً صحيحاً و هذا التّقليدغير ما اتّفق عليه الامّة المرحومة فانّهم اتّفقوا على جواز التّقليد المجتهدين مع العلم بانّ المجتهد يخطى و يصيب و مع الاستشراف لنصّ النّبىّ ﷺ فى المسئلة و العزم على انّه اذا ظهر حديث صحيح خلاف ما قلّد فيه ترك التّقليد و اتبع الحديث قال رسول اللّه ﷺ فى قوله تعالى اتّخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا مّن دون اللّه، انّهم لم يكونوا يعبدونهم و لكنّهم كانوا اذا احلّوا لهم شيئاً استحلّوه و اذا حرّموا عليهم شيئاً حرّموه۔ (اور اس میں سے پیروی غیر معصوم یعنی غیر نبی کی ہے اور صورت اس تقلید کی یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں کسی عالم کی پیروی کرے اور یہ گمان کرے کہ وہ یقیناً حق پر ہے یا بظن غالب۔ اور اس تقلید کی وجہ سے حدیث صحیح کو رد کرے۔ سو یہ تقلید ایسی ہے کہ جس پر امت مرحومہ نے اتفاق نہیں کیا۔ امت کا اتفاق اس تقلید کے جواز پر ہے جہاں مجتہد سے خطا اور صواب دونوں کا احتمال تسلیم کیا جائے، اور حدیث کی تلاش اس ارادے سے جاری رکھی جائے کہ جس وقت حدیث خلاف مذہب کے ظاہر ہوگی تو تقلید کو چھوڑ کر حدیث کو لے گا۔ آنحضرت ﷺ نے اتّخذوا احبارهم ... یہود و نصاریٰ اللہ کو چھوڑ کر، علماء ان کی بندگی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا یہ حال تھا کہ جب ان کو وہ کوئی چیز حلال بتا دیتے تو حلال جان لیتے اور جب حرام بتا دیتے تو حرام جان لیتے)

اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی کی تقلید اپنے اوپر لازم سمجھ لیوے اور اس کے مخالف حکم خدا معلوم ہو جانے کے باوجود اس کا اتباع نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چھوڑے، تو اس نے بحکم آیت اتّخذوا احبار ھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ کے خدا کا شریک ٹھہرایا۔ چنانچہ فتح العزیز میں تحت آیت فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وّ انتم تعلمو ن (بقرہ:۲۲) کے فرماتے ہیں:

دریں جا باید دانست چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک وکفر است اطاعت غیر اوتعالی نیز با استقلال کفر است ومعنی اطاعت غیر با لاستقلال آنست کہ اورا مبلغ احکام ندانستہ ربقہ تقلید او در گردن اندازد وتقلید اورا لازم شمارد و باو جود ظہور مخالفت حکم او با حکم اوتعالی دست از اتباع او بر ندارد و ایں ہم نوعیست از اتخاذ انداد کہ در آیت کریمہ اتّخذوا احبا ر ھم و ر ھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ و المسیح ابن مر یم ۔ (تو بہ: ۳۱) نکوہش آن فرمودہ اند۔

اور مولانا اسماعیل صاحب دہلویؒ نے بوجہ بسط شرک ہونا ایسی تقلید کا بدلیل آیت اتّخذوا احبار ھم و ر ھبا نھم اور بہ دلیل حدیث نبوی کے جو کہ ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے نقل کی ہے، ثابت کیا ہے۔ اور یہی وجہ ہے جناب مؤلف (تنویر الحق) کی چوٹ کی مولوی اسماعیل صاحبؒ پر۔ تو سنو کہ مولانا اسماعیل دہلویؒ تنویر العینین میں فرماتے ہیں:

و لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص مّعین مع تمکن الرّ جو ع الی الرّوا یات المنقو لۃ عن النّبیّ ﷺ الصّر یحۃ الدّالۃ علی خلاف قول ا لا مام المقلّد فان لم یترک قول اما مہ ففیہ شا ئبۃ من الشّر ک کما یدّل علیہ حدیث التّر مذی عن عدی ابن حا تم انّہ سأل رسول اللّٰہ ﷺ عن قو لہ اتّخذوا احبارھم و رھبا نھم ار با باً مّن دو ن اللّٰہ۔ فقا ل انّکم حللتم ما احلّوا و حرّ متم ما حرّ موا۔ و لیس المراد بالتّقلید التّقلید فی العقا ئد علی ما ینطق بہ لفظ حللتم و حرّمتم فانّ التّحلیل و التّحریم انّما یستعملان فی ا لا فعال و لیس المراد بہ التّقلید مطلقاً و الّا لزم تکلیف کلّ عا می با لا جتھاد و لیس المراد بہ ردّ النّصوص و انکا رھا فی مقا بلۃ قول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آئمتهم و الا لم یکو نوا نصاری بل المراد ھو تا ویل ا لدّ لا ئل الشّر عیة الی قول آ ئمتهم۔ فعلم من هذا ان اتّباع شخص معین بحیث یتمسک بقو له و ان ثبت علی خلا فه دلا ئل من السّنّة و الکتب یأول الی قو له شو ب من النّصرا نیّة و حظّ من الشّر ک و العجب من القوم لا یخا فون من مثل هذا الا تّباع بل یحیفون تا ر که فما احقّ هذه ا لآ یة فی جوا بهم و کیف ا خا ف ما اشرکتم و لا تخا فو ن انّکم اشرکتم با للّه ما لم ینز ل به علیکم سلطا ناً فایّ الفریقین احقّ با لا من ان کنتم تعلمون ۔(انعا م :۸۱)۔ فتد بّر و انصف و لا تکن من الممترین و نعوذ با للّه ان نکون من المتعصّبین

(اور مجھے نہیں معلوم کہ کیونکر روا ہو گیا پیروی کرنا ایک شخص معین کی، باوجود قدرت رجوع طرف ان روایات کے جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں اور صریح دلالت کرتی ہیں قول امام کے خلاف پر۔ پھر اگر مقلد قول امام کو نہیں چھوڑتا تو اس میں شرک کی آمیزش ہے۔ چنانچہ دلالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو ترمذیؒ نے حضرت عدیؓ بن حاتم سے روائت کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس آیت (اتّخذوا احبار هم و ر هبا نهم) کے معنی میں پوچھا تو فرمایا کہ حلال ٹھہرایا تم نے ان کے حلال ٹھہرائے ہوئے کو اور حرام ٹھہرایا ان کے حرام ٹھہرائے ہوئے کو۔ اور نہیں مراد تقلید سے تقلید عقیدہ کی، جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر لفظ حلال اور حرام کا۔ کیونکہ حلال ٹھہرانا اور حرام ٹھہرانا دونوں افعال میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اور تقلید مطلق بھی مراد نہیں ہے۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ ہر انجان اجتہاد پر مکلّف ہو۔ اور نصوص کا رد کرنا بھی مراد نہیں ہے اماموں کے قول کے مقابلہ میں۔ نہیں تو نصاری اس کے مصداق نہ رہیں گے۔ بلکہ مراد تاویل کرنا ہے دلائل شرعیہ کا اماموں کے قولوں کی طرف۔ سو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ پیروی کرنی ایک شخص معین کی، اس طرح کہ جم جاوے اس کے قول پر، اگرچہ اس کا خلاف بھی ثابت ہو جاوے قرآن و حدیث سے، تو اسے تاویل کرے اپنے جماؤ کی طرف۔ یہ ایک آمیزش ہے نصرانیہ سے اور حصہ ہے شرک کا اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں پر تعجب ہے کہ ایسی پیروی سے خود تو ڈرتے نہیں، بلکہ جو ایسی تقلید کو چھوڑے اس پر زیادتی کرتے ہیں۔ سو کیا ہی ٹھیک بیٹھتی ہے یہ آیت ان کے جواب میں، اور کیوں کر ڈروں میں اس سے کہ شریک لاتے ہو تم اور نہیں ڈرتے ہو تم یہ کہ شریک مقرر کرتے ہو تم اللہ کے ساتھ اس چیز کو کہ نہیں اتاری اللہ نے اس پر تمہارے اوپر دلیل۔ سو کون دونوں فریقوں میں بہت لائق ہے اس کے ساتھ، کہہ دو اگر تم جانتے ہو)

اور قاضی ثناء اللہؒ نے بھی ایسی تقلید کو شرک کہا ہے اور اثبات اسکا آیت:

قل یا اھل الکتا ب تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم الّا نعبد الّا اللّٰہ و لا یشرك بہ شیئاً و لا یتّخذ بعضنا بعضاً ار با باً من دون اللّٰہ۔(انعام:۶۴)(کہہ کہ اے اہل کتاب آؤ طرف ایک بات کی کہ برابر ہے درمیان ہمارے اور تمہارے۔ یہ کہ نہ عبادت کریں ہم مگر اللہ کی اور نہ شریک لاویں اس کے ساتھ کچھ اور نہ پکڑیں بعض ہمارے بعض کو پروردگار سوا اللہ کے)۔

اور آیت اتّخذوا احبا ر ھم سے اور حدیث حضرت عدیؓ بن حاتم سے کیا ہے چنانچہ تفسیر مظہری میں تحت آیت قل یا اھل الکتا ب، حدیث حضرت عدیؓ بن حاتم نقل کر کے فرماتے ہیں:

و من ھھنا یظھر اذا صحّ عند احد حدیث مر فوع من النّبیّ ﷺ سا لماً عن المعا ر ضۃ و لم یظھر لہ ناسخ و کان فتوی ابی حنیفہ مثلاً خلا فہ و قد ذھب علی وفق الحدیث احد مّن ا لآ ئمۃ الا ر بعۃ یجب علیہ اتّباع الحدیث الثّا بت۔ و لا یمنعہ الجمود علی مذ ھبہ من ذا لک لئلا یلز م اتّخاذ بعضنا بعضاً ار با باً مّن دو ن اللّٰہ۔(جب کسی کے نزدیک حدیث مرفوع آنحضرت ﷺ کی صحیح ہو جاوے اور وہ معارضہ سے سالم ہووے اور نہ ہی منسوخ ہو، اور مثلاً امام ابو حنیفہؒ کا فتوی اس کے خلاف ہو۔ اور آئمہ اربعہ میں سے کوئی امام اس کے موافق گیا ہو، تو اس حدیث پر عمل واجب ہے ورنہ اتّخذوا ار با باً مّن دو ن اللّٰہ کا مصداق ہوگا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال آئمہ اربعہ درمنع تقلید

اس لئے آئمہ اربعہ نے ایسی ہی تقلید سے منع کیا ہے اوران کے اتباع نے اور صوفیہ اور محدثین نے اس تقلید کو گمراہی اور باعث غضب الٰہی قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آیت قرآنی یا کوئی حدیث یا قول صحابی کا میرے قول کے مخالف تم کو معلوم ہو، تو میرے قول کو چھوڑ دو۔ یعنی میری تقلید مت کرو۔ چنانچہ امام زندویسیؒ نے روضۃ العلماء میں صاحب ہدایہ کی روایت سے امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا ہے:

انّه يعنى ابا حنيفه سئل اذا قلت قو لاً و كتا ب اللّٰه يخا لفه، قا ل اتر كوا قو لى بكتا ب اللّٰه ، فقيل اذا كا ن محمّد الرّسو ل اللّٰه ﷺ يخا لفه قا ل اتركوا قو لى بخبر رسول اللّٰه ﷺ ۔ فقيل اذا كا ن قول الصّحا بة يخا لفه قا ل اتركوا قو لى بقول الصّحا بة ۔ (امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ جب آپ کوئی مسئلہ کہیں اور قرآن اس کے مخالف ہووے تو کیا کرنا چاہیے؟۔ آپ نے جواب دیا کہ میرا قول قرآن کے مقابلہ میں چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا کہ حدیث مخالف ہووے تو؟ جواب دیا کہ حدیث کے مقابلہ میں بھی میرا قول چھوڑ دو۔ پھر پوچھا گیا کہ اگر آثار صحابہ آپ کے قول کے مخالف ہوویں تو؟ جواب دیا کہ میرا قول صحابہ کے آثار کے مقابلہ میں بھی چھوڑ دو)

اور مدخل میں امام بیہقیؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال يعنى عبد اللّٰه بن المبا ر ك سمعت ابى حنيفه يقول اذا جا ء عن النّبىّ ﷺ فعلى الرّأ س والعين ، واذا جاء عن اصحاب النّبىّ ﷺ تختار قو لهم ، و اذا جا ء من التّا بعين زا حمنا هم ۔ انتهى ۔ كذا فى التفسير المظهرى

(عبداللہ بن مبارکؒ نے کہا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو کہتے سنا کہ آنحضرت ﷺ سے روایت آوے تو ہمارے سر آنکھوں پر، اور جب صحابہ سے روایت آوے تو ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ اور جب تابعین سے آوے تو مناقشہ کرتے ہیں)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اپنے قول سے ماخوذ نہ ہو اور وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کلام اس کا اس پر مردود نہ ہو، سوائے رسول اللہ ﷺ کے۔ یعنی قول غیر صحیح سب کا رد کر دینا چاہیے، چنانچہ یواقیت والجواہر میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں:

وکان الامام مالک یقول ما من احد الا ومأخوذ من کلامه ومردود علیه هو الا رسول اللّٰه ﷺ۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کو حدیث صحیح، مخالف میرے مذہب کے معلوم ہو، تو اس حدیث ہی کو میرا مذہب سمجھنا۔ یعنی میرا مذہب اول چھوڑ دینا۔ چنانچہ نہایہ میں امام الحرمینؒ فرماتے ہیں:

انّه یعنی الشّافعی قال اذا بلغکم خبر صحیح یخالف مذهبی فاتّبعوه واعلموا انّه مذهبی، نقله مولانا شاه ولی اللّٰه فی عقد الجید ثمّ قال وقد صحّ منصوصاً انّه قال اذا بلغکم عنّی مذهب وصحّ عندکم خبر علی مخالفته فاعلموا انّ مذهبی موجب الخبر (اور شافعیؒ نے کہا جب تمہیں میرے مذہب کے مخالف حدیث صحیح پہنچ جاوے تو اس کی پیروی کرو اور جان لو کہ وہی میرا مذہب ہے۔ اس قول کو شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں نقل کر کے کہا ہے کہ اچھی طرح یہ بات صحت کو پہنچ گئی ہے کہ شافعیؒ کہتے تھے کہ جب تمہیں میرے مذہب کا کوئی مسئلہ پہنچے اور حدیث اس کی مخالف ہو تو موافق حدیث کے ہی میرا مذہب جان رکھو)

امام احمد بن محمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ کسی کا کلام، رسول کے کلام کے معارض نہیں ہوسکتا۔ یعنی حدیث کے مقابل کسی کا قول پیش نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ یواقیت والجواہر میں شعرانیؒ فرماتے ہیں:

وکان الامام احمد یقول لیس لاحدٍ مع اللّٰه ورسوله کلام، لا تقلّدنی ولا تقلّدن مالکاً ولا الاوزاعی ولا النّخعی ولا غیرهم وخذ الاحکام من حیث اخذوا من الکتاب والسّنّة (امام احمدؒ کہتے تھے کہ اللہ اور رسول کے مقابل میں کسی کو بات کی مجال نہیں۔ نہ میری پیروی کرو اور نہ مالکؒ اور اوزاعیؒ اور نخعیؒ کی۔ اور وہاں سے احکام شریعت لو جہاں سے انہوں نے لئے ہیں یعنی کتاب اور سنت سے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقوال آئمہ دیگر در منع تقلید

خیر المحدثین طیبیؒ شرح مشکوۃ میں حدیث

الا انّی اوتیت القرآن و مثله معه الا یوشک رجل شبعان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلّوه وما وجدتم فیه من حرام فحرّموه ، الی آخر ما رواه ابو دائود (رقم حدیث:۴۶۰۴) و الدارمی عن المقدام بن معدی کرب عن النبیﷺ (خبردار ہوائے لوگو! میں قرآن دیا گیا ہوں اور اسی کے ساتھ اس جیسی اور چیز۔ خبردار ہو کہ تھوڑے دن جاتے ہیں کہ پیٹ بھرے لوگ تخت پر بیٹھ کر کہیں گے کہ قرآن کو مضبوط پکڑو اور جو اس میں حلال پاؤ، حلال جانو اور جو حرام پاؤ، سو حرام جانو)

کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بڑی جھڑکی اور خفگی ہے جو کہ پیدا ہوئی ہے غضب عظیم سے اس شخص پر جو حدیث کو ترک کرے، اس نظر پر کہ قرآن ہم کو کافی ہے، اب حدیث کی کچھ حاجت نہیں۔ پھر کیا حال ہے اس شخص کا جو کہ حدیث کو اپنے مذہب کی رعائت سے ترک کرے۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

فی هذا الحدیث توبیخ و تقریع ینشأ من غضب عظیم علی من ترک السّنّة و ما عمل بالحدیث استغناء عنها بالکتاب فکیف بمن رجح الرأی علی الحدیث و اذا سمع حدیثاً من الاحادیث الصّحیحة قال لا علی ان اعمل بها فانّ لی مذهباً اتبعه

(اس حدیث میں جھڑکی ہے تارک سنت پر، جو قرآن کو کافی جان کر حدیث کو خیال میں نہ لاوے۔ سو کیا حال ہے اس کا جو غالب کرے رائے کو حدیث پر اور جب کوئی حدیث سنے تو کہہ دے کہ مجھے حدیث سے کیا کام، میں تو اپنے مذہب کا پابند ہوں)

شیخ الصوفیہ محی الدین ابن العربیؒ فرماتے ہیں کہ جس نے حدیث کے مقابل میں قول کسی امام مجتہد کا یا کسی پیر پیشوا کا پکڑ رکھا اور حدیث کو ترک کیا تو وہ شخص گمراہ ہو گیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نکل گیا اللہ کے دین سے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اذا صحّ الحدیث و عا ر ضه قول صا حب او امام فلا سبیل الی العدو ل عن الحدیث و یتر ك قول ذا لک ا لا مام و الصّا حب للخبر ثمّ قا ل و لا یجوز ترك آ یة او خبر بقو ل صا حب او امام و من یفعل ذا لک فقد ضل ضلا لاً و خرج عن دین اللّه۔

(جسوقت حدیث صحیح ہو جاوے اور کسی رفیق یا امام کا قول اس کے معارض پڑے تو حدیث سے پھرنا نہ چاہیے بلکہ وہ رفیق اور امام کا قول کا چھوڑ دے، پھر کہا انہیں ابن عر بی نے، نہیں جائز چھوڑنا آیت اور حدیث کا کسی رفیق یا امام کے قول کے مقابلہ میں اور جس کسی نے ایسا کیا تو وہ بڑا گمراہ ہوا اور اللہ کے دین سے نکل گیا)

شیخ المشائخ محبوب سبحانی قطب ربانی محی الدین عبد القادر جیلانیؒ نے فتوح الغیب میں فرمایا ہے کہ فکر کرو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ میں، اور فریب مت کھاؤ کسی قول ضعیف یا قوی سے، یعنی حدیث کے مقابل کسی کا قول نہ مانو۔

امام دارکی شافعیؒ سے مروی ہے کہ جب کوئی ان کے سامنے حدیث کے مقابل کسی کا قول پیش کرتا تو فرماتے کہ تجھے ہلاکت، یہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ کی۔ چنانچہ خطیب بغدادیؒ نے سند صحیح سے نقل کیا ہے:

انّ الدّا ر کی من الشّا فعیة کا ن یستفتی و ربما یفتی بغیر مذ هب الشّا فعی و ابی حنیفه فیقا ل له هذا یخا لف قو لهما فیقو ل و یلکم حدث فلان عن فلاں عن النّبیّ ﷺ هکذا۔ انتهی نقله فی عقد الجید (دارکی شافعیؒ سے فتوی لیا جاتا۔ اور بسا اوقات وہ مذہب امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مخالف فتوی دیتے۔ کہا جاتا کہ یہ تو ان دونوں کے قول کے مخالف ہے، تو کہتے تیرا برا ہو، اس باب میں فلان نے فلاں سے اور اس نے آنحضرت ﷺ سے حدیث نقل کی ہے)۔

قاضی شمس الدین ابن خلکانؒ نے یوں نقل کیا ہے:

و کا ن ای الدّا ر کی اذا جاء ته مسئلة تفکّر طو یلاً ثم یفتی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فیھا و ربما افتی علی خلاف مذھب الاما مین الشّافعی و ابی حنیفه رضی اللّٰه عنھما فیقال له فی ذالک فیقول و یحة حدّث فلان عن فلان عن رسول اللّٰه ﷺ ھکذا و کذا

(دارکیؒ کا یہ حال تھا کہ جب اس کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو خوب فکر کرتے اور پھر فتوی دیتے اور بسا اوقات امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مخالف فتوی پڑتا۔ اعتراض ہوتا تو کہتے کہ اس مسئلہ میں فلاں فلاں راوی نے حدیث روایت کی ہے)۔

امام مجتہد شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ کہا کرتے کہ بڑا تعجب ہے کہ فقہاء مقلدین اپنے اماموں کی ضعیف بات پر واقف ہوکر پھر ایسے جم جاتے ہیں کہ اگر کسی دوسرے امام کا قول موافق کتاب اللہ اور حدیث کے ان کے آگے پیش کیا جاتا ہے تو ہرگز قبول نہیں کرتے بلکہ کتاب اللہ اور حدیث کے دفع کرنے کیلئے حیلہ سازیاں کرتے ہیں اور تاویلیں باطلہ پیش کرتے ہیں جیسا کہ کلام ان کا شاہ ولی اللہؒ عقد الجید میں نقل کرتے ہیں:

قال یعنی ابن عبد السّلام و من اعجب العجا ئب ان الفقھاء المقلّدین یقف احد ھم علی ضعف مأ خذ اما مه بحیث لا یجد لضعفه مد فعاً و ھو مع ذالک یقلّده فیه و یترك من شھد له الکتا ب و السّنّة و یتا و لھا با لتّا ویلا ت البعیده الباطلة۔ (ابن عبدالسلامؒ نے کہا کہ بڑا تعجب ہے کہ مقلد فقیہ لوگ اپنے امام کے ایسے ضعیف ماخذ پر واقف ہوجاتے ہیں کہ جس کی کوئی توجیہ نہیں کرسکتے اور پھر بھی اس میں اپنے امام کی پیروی کئے جاتے ہیں، اور جن کے مذہب کی کتاب وسنت اور صحیح قیاس شہادت دیتے ہیں اس کو اپنے امام کی تقلید پر جم کر چھوڑ دیتے ہیں، اور قرآن و حدیث میں بلاوجہ تاویلیں گھڑتے ہیں)

حافظ الفقہ والحدیث عبدالرحمٰن بن اسماعیل ابوشامہؒ ان فقہاء مقلدین کی طرف سے جو احادیث سے مستغنی ہوکر جزئیات پر منیہ اور قنیہ کے اکتفا کررہے تھے اور حدیث کو بہت مشکل جان کر وہی عذرات، جو سابق میں نقل کرکے ان سے جواب دیا گیا ہے، پیش کرتے تھے افسوس اور تحسر کیا کرتے اور ان کی جان پر واویلا کرتے۔ چنانچہ کتاب اصول میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قد حرّم الفقهاء فی زما ننا النّظر فی کتب الحد یث و ا لآ ثار و البحث عن فقهها و معا نیها و مطا لعة الکتب النّفیسة المصنّفة فی شرو حها و غریبها بل افنوا زما نهم و عمر هم فی النّظر فی اقوال من سبقهم من متأ خری الفقهاء و تر کوا النّظر فی نصوص نبیّهم المعصو م من الخطاء و آ ثار الصّحا بة الّذین شهدوا الو حی و عا ینوا المصطفی ﷺ و فهموا نفا ئس الشّر عیة فلا جر م حرم هؤ لاء رتبة ا لا جتهاد و بقوا مقلّدین علی الآباء و قد کا نت العلماء فی الصّد ر الاول معذو رین فی تر ک ما لم یقفوا علیه من الحدیث لکو ن الاحادیث لم تکن حینئذ فیما بینهم مدوّ نة انّما کا نت تلقی من افوا ه العلماء و هم یتفرّ قون فی البلدا ن و قد زا ل ذالک العذر و للّه الحمد بجمع ا لا حا دیث المجتمع بها فی کتب بوّ بو ها و قسمو ها و سهلوا الطّریق الیها و بینوا ضعف کثیر مّنها و صحته و تکلموا فی عدا لة الرّ جا ل و جر ح المجرو ح منهم و فی علل ا لا حا دیث و لم ید عوا للمستعمل ما یتعلل به و فسّروا القر آ ن و تکملوا فی غریبهما و فقهما و کلّ ما یتعلق بهما فی مصنّفا ت عدیده جلیلة وا لآ لا ت متهیا ت لذی طلب صا دق و ذکاء و فطانت و کذا اللغة و صنا عة العر بیة کل ذا لک فقد حر ره اهله و حققوه فا لتو صل الی ا لا جتهاد بعد الجمع و النّظر فی الکتب المعتمدة اذا رزق ا لا نسا ن الحفظ و الفهم و معرفة ا للسا ن اسهل منه قبل ذا لک ۔ (بلاشک ہمارے زمانہ میں فقہاء نے حدیث اور آثار کی کتابوں کو دیکھنا اور ان کی شرحوں کا مطالعہ کرنا اور معانی سمجھنا حرام ٹھہرا رکھا ہے بلکہ اپنی ساری عمر متأخر فقہاء کے اقوال کے دیکھنے میں ضائع کرتے ہیں اور نبی معصوم کے اقوال اور وہ صحابہ کرام، جنہوں نے آنحضرت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کو دیکھا اور کما حقہ شریعت کو سمجھا، کے آثار کو چھوڑ رکھا ہے۔ سو ضرور یہ لوگ رتبہ اجتہاد سے محروم رہ کر اپنے بڑوں کے مقلد رہے۔ اور اگلے علماء مخفی حدیثوں کے عمل نہ کرنے میں معذور ہیں کہ اس زمانہ میں حدیثیں مجتمع نہ تھیں بلکہ حدیثیں تو لوگوں کے منہ سے سنی جاتی تھیں اور لوگ جا بجا منتشر تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب یہ عذر جاتا رہا، بہ سبب اس کے کہ اب حدیثیں جمع ہوگئیں اور مسائل کے باب مقرر ہو گئے ہیں اور قوی ضعیف حدیث اور اچھے برے راوی کا حال بیان ہو گیا اور قرآن کی تفسیریں ہوگئیں اور قرآن وحدیث دونوں کی مشکلات اکثر کتابوں میں بیان ہوگئیں، اور سمجھ دار کے لئے ہر طرح کا سامان موجود ہو گیا اور اسی طرح لغت والوں نے علم لغت کو اور عربی دان لوگوں نے علم عربیت کو چھان دیا۔ سو ان کتابوں کی تالیف اور ان کو دیکھنے کے بعد اجتہاد کا رتبہ حاصل ہونا سہل ہو گیا ہے بہ نسبت اگلے عہد کے)

علی النبتیؒ ایک فقیہہ کو کہتے تھے کہ اے بیٹے بچیو اس بات سے کہ حدیث کے مخالف ہو کر رائے پر عمل کرو اور پھر کہو کہ یہ میرے امام کا مذہب ہے۔ اماموں نے تو صاف کہہ دیا ہے کہ جب ہمارے اقوال مخالف ہوں احادیث کے تو ہمارے اقوال کو چھوڑ دو۔ تو اگر تجھے امام ہی کی تقلید منظور ہے تو اس قول کو کیوں نہیں مانتا، اور دلیل یعنی حدیث پر جو متیقن ہے عمل کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ امام کے قول پر اس احتمال سے کہ امام کو کوئی دلیل معلوم ہوگی، جس کی مجھ کو اطلاع نہیں، عمل کرتا ہے۔ چنانچہ شیخ شعرانیؒ مشارق الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں:

و سمعت سیّدی علی النبتی یقول لفقیه ایّاك یا ولدی و ان تعمل برأی رأیة مخالفاً لّما صحّ فی الاحادیث و تقول هذا مذهب اما می فانّ الآئمّة کلّهم تبرؤا من اقوا لهم اذا خالفت صریح السّنّة و انت مقلّد لا حدهم بلا شکّ فما لک لا تقلّد هم فی هذا القول، و تعمل بالدّلیل کما تعمل بقول اما مک لاحتمال ان یکون له دلیل لم تطلع انت علیه

(میں نے سیدی علی نبتیؒ سے سنا کہ وہ ایک فقیہ کو کہتے تھے کہ اے لڑکے اس بات سے بچ کہ مخالف حدیث کے جو رائے ہو اس پر تو عمل کرے، اور کہے کہ یہ میرے امام کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب ہے، کیونکہ سارے امام اپنے ان اقوال سے بے زار ہیں جو صریح حدیث کے مخالف پڑیں۔ اورتو ان آئمہ سے کسی کا پیرو ہے تو اس قول میں ان کی پیروی کیوں نہیں کرتا۔اوراس یقینی دلیل (حدیث) پر جو تجھے مل گئی کیوں عمل نہیں کرتا۔ جب کہ تو آئمہ کے اقوال پر بایں احتمال عمل کرتا ہے کہ امام کو دلیل معلوم ہوگی، گو مجھے معلوم نہیں)

علامہ اکملؒ صاحب عنایہ ناقلاً امام علائیؒ سے فرماتے ہیں کہ جب کہ کسی مقلد کو دوسرا مذہب موافق حدیث کے معلوم ہو اور اپنا مذہب مخالف حدیث کے، تو اس مقلد کو چاہیے کہ اپنے مذہب سے انتقال کرے اس مذہب کی طرف جو موافق حدیث کے ہو۔ چنانچہ تقریر میں فرماتے ہیں:

و ذکر الا ما م العلا ئی انه یر جح القول با لا نتقا ل فی صورتین احد هما اذا کا ن مذ هب غیر امام یقتضی تشدیداً علیه و اخذاً با لا حتیا ط و الثّا نیة اذا رای بخلا ف مذ هب امامه دلیلاً من حدیث صحیح و لم یجد فی مذ هب امامه جوا باً قو یّاً و لا معا ر ضاً راجحاً علیه اذ لا و جه لهجر الحد یث الصّحیح محا فظة علی مذ هب التز مه قلت هذا موا فق لما نصّ علیه احمد و القد وری الحنفی و مشی علیه ابن الصّلا ح و غیره (امام علائیؒ نے ذکر کیا کہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونے کا قول دو صورتوں میں غلبہ دیا جاتا ہے۔ایک تو جب اس کے امام کے سوا کا قول تکلیف آمیز ہو اور دوسرے اس وقت جب مذہب کے خلاف کوئی حدیث صحیح مل جائے اور اس کے مذہب میں جواب قوی نہ پایا جائے، کیونکہ اپنی مذہب کا التزام کرنے میں حدیث صحیح کے چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول موافق مقولہ احمدؒ اور قدوری حنفیؒ کے ہے اور ابن صلاحؒ وغیرہ علماء کا بھی یہی مشرب ہے)۔

فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسری صورتوں میں انتقال کرنا واجب ہے۔ چنانچہ مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

اقول یجب الفر ق بین الصّورتین با نّ ا لا نتقا ل فی ا لا ولی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احتیاط و فی الثّانی واجب کما ھو ظاھر کلام العلائی ۔

(میں کہتا ہوں کہ واجب ہے فرق کرنا دونوں صورتوں میں، اس طرح کہ پہلی صورت میں انتقال مذہبی احتیاط ہے اور دوسری صورت میں واجب ہے ۔ چنانچہ ظاہر کلام علائی کا یہی ہے)

زبدۃ المحدثین حافظ ابومحمد بن حزمؒ نے اسی قسم کی تقلید کو حرام فرمایا ہے اور حرمت اس کی دلائل سے ثابت کی ہے ۔ چنانچہ نبذ الکافیہ میں فرماتے ہیں:

التّقلید حرام و لا یحلّ لاحدٍ ان یّأ خذ قول احد غیر رسول اللّٰہ ﷺ بلا برھان لقولہ تعالی:اتّبعوا ما انزل الیکم من ربّکم و لا تتّبعوا من دونہ اولیاء ، وقولہ تعالی : و اذا قیل لھم اتّبعوا ما انزل اللّٰہ قالوا بل نتّبع ما الفینا علیہ آباءنا، و قال تعالی ما دحاً لمن لم یقلد ، فبشّر عبادی الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنہ ، اولئک الّذین ھداھم اللّٰہ و اولئک ھم اولوا الالباب ۔ و قال اللّٰہ تعالی : فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسول ان کنتم تؤمنون باللّٰہ و الیوم الآخر ۔

فلم یبح اللّٰہ تعالی الرّدّ عند التّنازع الی احدٍ دون القرآن و السّنّۃ و حرم بذالک الرّدّ عند التّنازع الی قول قائل لانّہ غیر القرآن و السّنّۃ و قد صحّ اجماع الصّحابۃ کلّھم اوّلھم عن آخرھم و اجماع التّابعین اوّلھم عن آخرھم و اجماع تابعی التّابعین اوّلھم عن آخرھم علی الامتناع و المنع من ان یّقصد احد مّنھم الی قول انسان منھم او ممّن قبلھم فیأ خذ کلّہ فلیعلم من اخذ بجمیع اقوال ابی حنیفہ او جمیع اقوال مالک او جمیع اقوال الشّافعی او جمیع اقوال احمد ولا یترک شیئا من اقوال من اتّبع منھم الی قول غیرہ و لم یعتمد علی ما جاء فی القرآن و السّنّۃ غیر صارف لذلک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی قول انسان بعینه انه قد خالف اجماع الامّة اوّلها عن آخرها بیقین لا اشکال فیه وانّه لا یجد لنفسه سلفاً ولا اماماً فی جمیع الاعصار المحمودة الثّلاثة وقد اتّبع غیر سبیل المئومنین نعوذ باللّه من هذه المنزلة ۔انتهی علی ما فی عقد الجید

(تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہیں ہے کہ سوائے رسول اللہ ﷺ کے کسی کے قول کو بلادلیل لیوے بدلیل آیت ، اتّبعوا ما انزل الیکم من رّبّکم و لا تتّبعوا من دونه اولیاء ۔ چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے اور نہ چلو اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے ،

اور بہ دلیل اس آیت کے ، واذا قیل لهم اتّبعوا ما انزل اللّه قالوا بل نتّبع ما الفینا علیه آباءنا اور جو کہا جاتا ہے ان کو کہ چلو اس پر جو اتارا اللہ نے ، کہتے ہیں چلیں گے ہم جس پر دیکھا ہم نے اپنے بڑوں کو۔

اور اللہ تعالی اس کی مدح میں جو تقلید نہ کرے فرماتا ہے: فبشّر عبادی الّذین یستمعون القول فیتّبعون احسنه ، اولئک الذین هدا هم اللّه و اولئک هم اولوا الالباب تو خوشی سنا میرے بندوں کو جو سنتے ہیں بات اور پھر چلتے ہیں اسکے نیک پر، وہی ہیں جن کو راہ دی اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے۔

اور اللہ تعالی فرماتا ہے ، فان تنازعتم فی شیء فردّوه الی اللّه و الرّسول ان کنتم تؤمنون باللّه والیوم الآخر ۔ پھر اگر جھگڑو تم کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف ، اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر، اور آخرت کے دن پر ،۔

سو اللہ تعالی نے جھگڑے کے وقت رجوع سوا قرآن اور حدیث کے کسی طرف مباح نہیں کیا اور اسی سے جھگڑے کے وقت کسی قائل کے قول کی طرف رجوع کرنا حرام ہو گیا اس لئے کہ وہ قرآن اور حدیث کے مغائر ہے، اور بے شک تمام صحابہ کا اجماع اول سے آخر تک اور تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اور تبع تابعین کا اجماع اول سے آخر تک اس تقلید سے باز رکھنے پر اور منع کرنے پر ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی شخص

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے میں سے کسی انسان کے قول یا اپنے سے پہلے کے قول کی طرف قصد کرے، پھر وہ تمام اقوال کو لیوے، سو جس شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے سارے قول یا امام مالکؒ کے سارے قول یا امام شافعیؒ کے سارے قول یا امام احمدؒ کے سارے قول لئے، اور ان میں سے یا ان سے علاوہ اپنے مقتداء کا قول چھوڑ کر غیر کا قول نہیں لیتا، اور جو قرآن اور حدیث میں آیا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتا، جب تک کہ اسے کسی انسان معین کے قول کے موافق نہ کر لے، تو وہ خوب سمجھ لے کہ اس نے تمام امت اول سے آخر تک کا یقیناً خلاف کیا، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے، اور وہ اپنے واسطے محمود زمانوں نہ کوئی پیشوا پائے گا نہ امام۔ سو اس نے بے شک مؤمنوں سے الگ راہ اختیار کی۔ اس درجہ سے خدا کی پناہ ہے)۔

اور وجہ محمول ہونے اس کلام کی تقلید بمعرض نصوص پر ظاہر ہے اس لئے کہ مطلق تقلید کو جو کہ لاعلمی کے وقت کی جاوے اور اس میں مخالفت احادیث کی نہ ہو، کوئی ممنوع یا شرک نہیں کہتا۔ اسی واسطے جناب شاہ ولی اللہؒ، امام ابن حزمؒ کے اس کلام کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ کلام ابن حزمؒ کا اسی شخص کے حق میں ہے جو قرآن اور حدیث کے استنباط سے بھاگے اور ایک مسئلہ بھی حدیث سے استنباط نہ کرے اور نہ کسی اہل حق کو کرنے دے، یا اس کے حق میں ہے جس کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف مل جاوے اور وہ منسوخ بھی نہ ہو، پھر وہ شخص امام کی اتباع کو نہیں چھوڑتا اور حدیث کو ہرگز ہرگز نہیں قبول کرتا، تو یہ خصلت ہے منافقوں کی اور احمقوں کی۔ چنانچہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

انّما یتم (یعنی کلام ابن حزم) فیمن له ضرب من الاجتهاد و لو فی مسئلة واحدة و فیمن ظهر علیه ظهوراً بیّناً انّ النّبیّ ﷺ امر بکذا او نهی عن کذا و انّه لیس بمنسوخ امّا بان تتبع الاحادیث و اقوال المخالف و الموافق فی المسئلة فلا یجد لما نسخاً او بان یّری جمّاً غفیراً من المتبحّرین فی العلم یذهبون الیه یری المخالف له لا یحتج الّا بقیاس و استنباط او نحو ذالک فحینئذ لا سبب لمخالفة حدیث النّبیّ ﷺ الا نفاق خفیّ او حمق جلیّ و هذا هو الّذی اشار الیه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّیخ عزّ الدّ ین بن عبد السّلام حیث قا ل و من عجب العجائب انّ الفقهاء المقلّد ین یقف احد هم علی ضعف مأ خذ اما مه بحیث لا یجد لضعفه مد فعاً و هو مع ذا لک یقلّده فیه و یتر ک من شهد له الکتا ب و السّنّة و الا قسیة الصّحیحة لمذ هبهم جموداً علی تقلید اما مه بل یتحیل لدفع ظاهر الکتاب و السّنّة و یتأ و لها بالتّاویلا ت البعیدة البا طلة (یہ ابن حزمؒ کا قول اس شخص کے حق میں پورا ہوتا ہے جس کو کچھ اجتہاد حاصل ہے اگر چہ ایک ہی مسئلہ میں ہو، اور اس کے حق میں ہے جس پر خوب ظاہر ہو جاوے کہ نبی ﷺ نے یہ امر فرمایا ہے اور اس امر سے منع کیا ہے اور یہ منسوخ نہیں ہے ۔ یا تو احادیث کی جستجو اور مسائل میں مخالف اور موافق اقوال کی تلاش سے ظاہر ہو جاوے کہ اس کا نسخ کہیں نہیں ہے، یا اس طور سے کہ وہ متبحر علماء کے گروہ کثیر کو دیکھتا ہے کہ سب نے اس حدیث کو اختیار کر رکھا ہے اور اس کا مخالف صرف قیاس یا استنباط وغیرہ کو دلیل بنا رہا ہے ۔ اس صورت میں حدیث نبوی ﷺ کی مخالفت کا سوائے نفاق باطنی اور حماقت ظاری کے اور کوئی سبب نہیں ۔ اور یہ وہی مضمون ہے جس کی شیخ عزالدینؒ ابن عبدالسلامؒ نے اشارہ کیا ہے، چنانچہ کہا ہے کہ

نہایت تعجب خیز بات ہے کہ بعض مقلد فقہاء اپنے امام کی ایسی ضعیف بات پر اتنے واقف ہوتے ہیں کہ اس کا کوئی جواب نہیں پاتے ، اس کے باوجود اس مسئلہ میں اس کی تقلید کئے جاتے ہیں اور جن کے مذہب پر کتاب وسنت اور صحیح قیاس شاہد ہوں ، اس کو اپنے امام کی تقلید پر جمود کی وجہ سے چھوڑ دیتے ہیں ۔ بلکہ ظاہر کتاب و سنت تک کو ٹالنے کے لئے حیلہ سوچتے ہیں او اپنے امام کی طرف داری کے لئے دور دراز کی باطل تاویلیں اختراع کرتے ہیں)

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ فقہاء کی تفریعات کو کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ پر عرض کر کے جو موافق قرآن وحدیث کے دیکھو اس کو قبول کرو اور جو مخالف قرآن اور حدیث کے ہو وہ متاع بد اور کھوٹی ہے، اس کو انہیں کی ریش پر دے مارو اور ایسے فقہاء متقشفہ سے جنہوں نے تقلید کو دست آویز بنا کر قرآن وحدیث میں غور اور تتبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو ترک کر رکھا ہے، التفات مت کرو، اور ان سے دور رہنے میں خدا کی قربت سمجھو۔ چنانچہ رسالہ وصیۃ اور نصیحہ میں فرماتے ہیں:

ودائماً تفریعات فقہیہ را بر کتاب وسنت عرض کردن آنچہ موافق باشد درحیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن۔ امت را بہ ہیچ وجہ از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہاء را کہ تقلید عالمے را دست آویز ساختہ تتبع کتاب وسنت را ترک کردہ نہ شنیدن وبدیشاں التفات نہ کردن وقربت خدا جستن بدوری ایں ہا۔

اور عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی کسی امام کی تقلید کو اپنے ذمہ پر لازم سمجھ کر التزام کر لے اور اس امام کو ایسا سمجھے کہ وہ خطا سے پاک ہے اور اسی جہت سے کوئی حدیث صحیح، مخالف قول اپنے امام کے دیکھ کر حدیث کو قبول نہ کرے، تو یہ عقیدہ اس کا فاسد اور یہ قول اس کا کھوٹا ہے۔ کوئی اس کا گواہ نہیں، نہ عقل سے اور نہ نقل سے، اور ایسے ہی شخص کے حق میں یہ آیت وارد ہے:

انّا وجدنا آباءنا علی امّۃ وانّا علی آثارھم مقتدون۔ اور پہلے دینوں میں جو فساد ہوا ہے تو اسی عقیدہ سے ہوا ہے چنانچہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

والوجہ الثّانی ان یّظنّ بفقیہ انّہ بلغ الغایۃ القصوی فلا یمکن ان یّخطیء فمھما بلغہ حدیث صحیح صریح یخالف مقالہ یترك او ظنّ انّہ لمّا قلّدہ کلفہ اللّہ بمقالہ کالسفیہ المھجور علیہ فان بلغہ حدیث واستیقن بصحّتہ لم یقبلہ لکون ذمّتہ مشغولۃ بالتّقلید فھذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس لہ شاھد من النّقل والعقل وما کان احد من القرون السّابقۃ یفعل ذالک وقد کذب فی ظنّہ من لیس بمعصوم من الخطاء معصوماً حقیقۃ او معصوماً فی حقّ العمل بقولہ وفی ظنّہ انّ اللّہ تعالی کلّفہ بقولہ وان ذمّتہ مشغولۃ بتقلیدہ وفی مثلہ نزل قولہ تعالی وانّا علی آثارھم مقتدون۔ وھل کان تحریفات الملل السّابقۃ الا من ھذا الوجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی فقیہ کے حق میں یہ گمان کر لے کہ یہ نہایت اونچے درجے پر پہنچ گیا ہے اور ممکن نہیں کہ یہ خطا کرے۔ پھر جب اس مقلد کو صحیح صریح حدیث ایسی ملی کہ اس فقیہہ کے قول کے خلاف ہو تو قول کو نہیں چھوڑتا۔ یا یہ خیال کرتا ہے کہ جب میں اس کا مقلد ہو گیا تو میرے حق میں اللہ کا حکم اسی کا قول ہے۔ یہ مقلد ایسا ہے جیسا سفیہہ مھجور۔ جب اسے حدیث ملتی ہے اور اس کی صحت کا یقین بھی کر لیتا، تب بھی اپنے ذمہ کو تقلید سے متعلق سمجھے اور حدیث کو قبول نہیں کرتا۔ سو یہ اعتقاد فاسد ہے۔ اس کا عقل و نقل سے کوئی شاہد نہیں ہے۔ اور قرون سابقہ میں کوئی ایسا نہ کرتا تھا۔ اور اس نے اپنے گمان کاذب میں خطا سے غیر معصوم کو حقیقی معصوم یا اس کے قول پر عمل کرنے میں معصوم ٹھہرا لیا ہے۔ اور اس کے گمان میں یہ ہے کہ اللہ کا حکم اسی فقیہہ کا قول ہے اور اس کا ذمہ اسی فقیہ کی تقلید سے متعلق ہے۔ ایسے ہی کے مقلد کے حق میں یہ آیت اتری ہے و انّا علی آ ثار ھم مقتدو ن (ہم انہی کے نشان قدم پر چلتے ہے) اور کیا ملل سابقہ کی تحریفات اسی وجہ کی نہیں تھیں؟)

تو اب غور کرو کہ ایسی تقلید کو کتنے بڑے اکابر نے شرک کہا ہے۔ اور کتنوں نے اس کی مذمت کی ہے۔ پس اگر جناب مؤلف (تنویر الحق) ایسی تقلید کے شرک کہنے والوں کو جاہل جانتے ہیں تو پھر عالم کون ہوگا؟ اور معلوم نہیں کہ جناب مؤلف اس پر کیا دلیل رکھتے ہیں؟ مجرد قول جس میں اتنے بڑے اکابر پر جہل کا دعوی کیا ہے، کس طرح سنا جائے؟ اور جو مؤلف نے اس دعوی پر آیات اور حدیث اور بزعم خود اجماع کو نقل کیا ہے ان سے مطلق تقلید وقت لاعلمی کے ثابت ہوتی ہے، نہ یہ تقلید جس کا شرک ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ فافہم

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور دوسری بات اس اجماع مذکور سے یہ بھی نکلی کہ باطل ہے یہ قول نادانوں کا بھی کہ کہتے ہیں اللہ تعالی نے نہیں حکم کیا ہم کو ابو حنیفہؒ کی اتباع کرنے کا اور نہ کسی کا، بلکہ ارشاد کیا ہے ہم کو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے کا۔

❁ اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ قائل اس قول کے ایک تو شاہ ولی اللہؒ ہیں جیسا کہ رسالہ قول سدید میں فرماتے ہیں:

اعلم انّه لم یکلّف اللّٰه تعا لی احداً مّن عباده با ن یّکو ن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حنفیّاً او ما لکیّاً او شا فعیاً او حنبلیاً بل او جب علیهم الایمان بما بعث به سیّد نا محمداﷺ

(اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ ان پر واجب کیا ہے کہ جن احکام کو آنحضرت ﷺ لائے ہیں، وہ ان پر ایمان لاویں)

اور ایک ملا علی قاریؒ ہیں، چنانچہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں:

و من المعلوم انّ اللّٰه سبحا نه و تعا لی ما کلّف احداً ان یّکو ن حنفیّاً او ما لکیاً او شا فعیاً او حنبلیاً بل کلّفهم ان یّعملوا با لسّنّة ان کا نوا علماء او یقلّدوا علماء ان کان جهلاء

(یہ بات معلوم ہے کہ اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی ہونے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ یہ تکلیف دی ہے کہ حدیث پر عمل کریں اگر عالم ہیں، اور اگر انجان ہیں تو علماء کی پیروی کریں)

اور شیخ ابن الہمامؒ نے اور علامہ ابن امیر حاجؒ نے اور علامہ سید بادشاہؒ نے اور شیخ ابن الحاجبؒ نے اور قاضی عضد الملۃؒ نے اور صاحب مسلم الثبوت، محبّ اللہ بہاریؒ نے اور مولانا بحر العلوم عبد العلی لکھنویؒ نے اور صاحب مغتنم فاضل قندھاریؒ نے اور بہت سے علماء خلف اور سلف نے بھی کہا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو حکم نہیں کیا کہ ایک ہی امام کی آئمہ مجتہدین میں سے تقلید کرے جیسا کہ مبحث تقلید شخصی میں عنقریب سب کے کلاموں کو نقل کیا جائے گا، تو غرض سب کی یہی ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کی تخصیص نہیں کر دی، بلکہ عموماً اہل ذکر حق کا اتباع ناواقف پر واجب کیا ہے اور یہ دعوی ان حضرات کا بدیہی ہے اور ازالہء خطا کا اس سے مبحث تقلید شخصی میں کیا جائے گا۔ یہ معلوم نہیں کہ جناب مؤلف کس دلیل سے ان سب حضرات کو نادان کہتے ہیں۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور نام رکھتے ہیں اپنا فرقہ محمدیہ جیسے کہ نام رکھتے ہیں معتزلہ اپنا اہل توحید۔

❁ اقول۔ یہ ایک اور چوٹ ہے مولوی اسماعیل دہلویؒ پر اس لئے کہ انہوں نے ایضاح الحق میں ہدایت کی ہے کہ اپنا شعار محمدیہ خالصہ مقرر کر لینا چاہیے۔ چنانچہ عنقریب کلام تمام ان کا نقل کیا جائے گا۔ تو افسوس ہے کہ مولوی اسماعیل دہلویؒ کہ جس کی سعی سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ ایک عالم کو راہ راست پر کر دیا، معتزلی ہوں اور جناب مؤلف (تنویر الحق) سنّی۔

جواب اس کا لائق جناب مؤلف کے تو یہی تھا کہ ان کا بھی کوئی ایسا ہی لقب متعین کر کے اس کو ثابت کرتے، لیکن سبّ وشتم سن کر خاموش رہنا اور صبر کرنا طریق اہل اللہ کا ہے۔ رزقنا اللّٰہ اقتفاء اثرھم: قال اللّٰہ تعالی

فاصبر کما صبر اولو العزم۔ (احقاف:۳۵)

وقال اللّٰہ تعالی:

فاصبر علی ما یقولون وھجرھم ھجراً جمیلاً۔ (مزمل:۱۰)

روایات اکابرین در عدم التزام مذہب معین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور تیسری بات اس اجماع سے یہ نکلی کہ ثابت ہوئی تقلید بطریق تعیین مذہب معین کے اور باطل ہوئی تقلید بطریق عدم تعین کے، اس پر ثبوت تقلید کا بطریق تعین کے پس اس سبب سے کہ جب منعقد ہوا اجماع اہل سنت والجماعت کا اور اجماع آئمہ اربعہ کا اوپر نہ عمل کرنے اس عمل کے کہ مخالف ہوا آئمہ اربعہ کے تو ثابت ہوئی ان دونوں اجماعوں سے تقلید مذہب معین، اسلئے کہ یہ ایک فرد ہے افراد ان دونوں اجماعوں کے سے۔

اقول۔ یہ ایک اور چوٹ ہے مولوی اسماعیل دہلویؒ پر کیونکہ انہوں نے اس تقلید کو بدعت اور شعبہ رفض کا کہا ہے۔ چنانچہ عنقریب کلام ان کا آوے گا۔ اور حق بھی یہی ہے کہ وجوب تقلید مذہب معین پر کوئی دلیل شرعی کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع یا قیاس سے نہیں۔ اور نہ کوئی نقل کسی مجتہد یا فقیہہ متقدم معتمد علیہ سے، اور ظاہر ہے کہ جناب مؤلف نے بھی کوئی دلیل شرعی نہیں لکھی، مگر یہی کہ جب کہ چار مذہب کی تخصیص ثابت ہوئی تو ایک مذہب کی بھی ثابت ہوگئی۔ تو یہ دلیل ایسی ہے کہ قابل التفات اور جواب کے نہیں۔ کیونکہ یہ تو ایسی بات ہوئی کہ جب کہ چار جفت ہوئے تو ایک بھی جفت ہوگیا۔

اور بطلان اس ملازمۃ کا ظاہر ہے ہر عاقل پر، اور قطع نظر اس بطلان صریحی سے بنا اس کی تخصیص پر مذاہب اربعہ کی ہے اور اس کا حال بوجہ احسن معلوم ہو چکا ہے، تو دعوی وجوب تقلید مجتہد معین کا بے دلیل ہوا۔ اس لئے اس دعوی کو ہم نہیں مانتے۔ بلکہ ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دعوی کرتے ہیں کہ واجب جان کر ایک مجتہد کی تقلید کرنا بدعت ہے اور حرام۔ اور حرمت اس کی ثابت ہے کتاب اللہ سے اور حدیث سے اور اجماع سے اور اس قیاس سے جس کو جمہور دلالۃ النص کہہ کر تعبیر کرتے ہیں، اور امام رازیؒ قیاس نام رکھتے ہیں۔ اور تمام اکابر سلف اور خلف کی تصریحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عدم التزام مذہب معین طریق عمل ہے قرون ثلاثہ کا، تو بہ نظر اسی تعامل قرون ثلاثہ کے ہمارے آئمہ ثلاثہ نے فرمایا ہے کہ

عدم التزام مذہب معین مقلد کو درست ہے۔

پس پہلے اقاویل سلف نقل کئے جاتے ہیں، اس کے بعد دلائل کتاب اللہ اور حدیث اور اجماع اور قیاس بیان کئے جائیں گے۔ اس واسطے کہ ان دنوں میں نقل روایت سے لوگ بہت مطمئن ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین سے مروی ہے کہ جو شخص اپنی عورت کے کسی حادثہ میں مبتلا ہو اور اس نے حکم اس حادثہ کا کسی فقیہ سے پوچھا، اور فقیہ نے ایک حکم کہہ دیا کہ تیری عورت تجھ پر حلال ہوئی یا حرام ہوئی، تو اس شخص نے اس حکم کو اس حادثہ میں جاری کر دیا۔ مثلاً اس عورت کو حرام سمجھ کر چھوڑ دیا۔ پھر وہی حادثہ اس کو دوسری عورت میں پیش آیا، تو اس نے اسی فقیہ سے یا دوسرے سے حکم پوچھا، تو اس فقیہ نے یا دوسرے نے اب ایک اور حکم، مخالف پہلے حکم کے دیا، مثلاً اس عورت کو حلال کہہ دیا، تو اب اس شخص مبتلا کو اختیار ہے، چاہے تو اس دوسرے حادثہ میں پہلے فقیہ کی تقلید کرے، چاہے دوسرے فقیہ کی تقلید کرے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں کہا ہے:

و فی نوا در داؤد بن رشید عن محمد فی ر جل لیس بفقیه ابتلی بنا زلة فی المرأة فسئل عنها فقیهاً فا فتاه با مر من تحریم او تحلیل فعز م علیه و امضاه ثمّ افتا ه ذا لک الفقیه بعینه او غیره من الفقهاء فی امرأة اخری له فی عین تلک النّا زلة بخلاف ذا لک فا خذ به و عز م علیه وسعه الامرا ن جمیعاً و لو کا ن هذا الرّ جل سأ ل بعض الفقهاء عن نا زلة فا فتاه بحلا ل او حرا م فلم یعزم علی ذالک فی زو جته و ترك فتوی الاوّل و سعه ذا لک و لو کا ن امضی قو ل الاوّل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فی زوجته و عزم علیه فیما بینه و بین امرأته ثمّ افتاه فقیه آخر بخلاف ذالک لا یسعه ان یدع ما عزم علیه و یاخذ بفتوی الآخر قال محمّد و هذا کله قول ابی حنیفه و ابی یوسف و قولنا

(نوادر ابن رشید میں امام محمدؒ سے روایت ہے ایسے شخص کے حق میں کہ جو انجان ہے اور اسے ایک عورت کے باب میں ایک مسئلہ درپیش آیا اور اس نے کسی عالم سے پوچھا اور اس نے کچھ فتوی دیا حرام یا حلال اور اس شخص نے اس پر عمل کر لیا۔ پھر اسی عالم نے یا کسی اور نے ایک دوسری عورت کی نسبت اسی صورت میں اور طرح کا فتوی دیا اور اس نے اس پر بھی عمل کر لیا تو اس شخص کے لئے دونوں امر جائز ہیں۔ اور اگر اس شخص نے کسی عالم سے ایک مسئلہ میں فتوی پوچھا اور اس نے حرام حلال کا کچھ فتوی دیا اور اس نے اس پر اپنی زوجہ کی نسبت عمل نہیں اور وہ فتوی بلا عمل چھوڑ یا تو اس کے لئے یہ روا ہے۔ اور اگر اس فتوی ہر عمل کر چکا ہے اور دوسرے عالم نے اسی عورت خاصہ کی نسبت اور فتوی دیا تو دوسرے پر عمل جائز نہیں۔ امام محمدؒ نے کہا یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اور ہمارا قول ہے)

جناب مؤلف (تنویر الحق) نے اس روایت کو باب ثانی کے اخیر میں نقل کر کے اس سے دو وجہ سے جواب دیا ہے:۔

وجہ اول یہ کہ اس عبارت میں وسعه الا مران سے مراد یہ ہے کہ گنجائش ہے سائل کو نفاذ اس حکم کا، اور نفاذ حکم سے جواز اس فعل کا لازم نہیں آتا۔

وجہ دوسری یہ کہ یہ عبارت علی العموم تو نہیں، خواہ مخواہ روافض وخوارج مستثنی ہونگے اور اہل سنت متعین ہوں گے، اور جب کہ ایک دفعہ تخصیص ہو چکی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اس میں دوسرے فقیہ سے مجتہد فی المذہب مراد ہے۔ تمّ جوابه بکلا الوجهین۔

☆ سو جواب وجہ اول کا یہ ہے کہ لفظ امران سے جو تثنیہ کا صیغہ ہے ارادہ نفاذ مفرد کا خلاف نقل اور عقل کے ہے۔ اور علاوہ اس کے وہ نفاذ وسعت میں سائل کے کہا ں ہے۔ اور چاہیے وہ دو امر جو سائل کی وسعت میں ہوں کما تقتضیه قوله وسعه الا مران۔ اور وہ دو امر نہیں ہیں مگر عمل کرنا پہلے فقیہ کے فتوی پر، اور عمل کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دوسرے فقیہ کے فتوی پر ۔ فافہم ۔

☆ اور وجہ ثانی کا جواب یہ ہے کہ تخصیص پر اہل سنت کی تو یہ باعث ہے کہ روافض و خوارج اہل حق نہیں ہیں نزدیک اہل سنت کے، تو اس تخصیص سے تخصیص مجتہد فی المذہب کی کس طرح بلا قرینہ اور بلا باعث کی جاوے؟ اور جو کہ مؤلف نے جامعین فتاوی عالمگیری کے کلام کو قرینہ قرار دیا ہے وہ مفید نہیں کیونکہ قرینہ مخصص اس قول میں قائلین یعنی امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا کلام ہونا چاہیے۔

☆ ۲۔ امام مجتہد شیخ عز الدین بن عبد السلامؒ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی مقلد کسی مسئلہ میں کسی امام کی تقلید کر لے تو اس کو یہ ضروری نہیں کہ دیگر مسائل میں بھی اسی امام کی تقلید کا التزام کرے کیونکہ زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک یہی طریق عمل تھا کہ بدون تخصیص ایک مذہب کے تقلید کیا کرتے۔ چنانچہ سید بادشاہؒ شرح تحریر ابن الہمامؒ میں فرماتے ہیں:

افتی الشّیخ المتّفق علی علمه و صلا حه العلا مة عز الدّ ین بن عبد السّلام فی فتاواه لا یتعیّن علی العا می اذا قلّد اما ماً فی مسئلة ان یّقلّده فی سا ئر مسا ئل الخلا ف لا نّ النّاس من لد ن الصّحا بة الی ان ظهر ت المذا هب یتساء لو ن فیما یستنح لهم العلماء المختلفین من غیر نکیر۔ انتهی کلا م السّیّد بنوع من الا ختصار و یجیء تما مه عنقریب۔

(شیخ عز الدین ابن عبد السلامؒ، جن کے علم اور صلاحیت کا سب کو اقرار ہے، نے اپنے فتاوی میں یہ فتوی دیا ہے کہ عامی جب کسی مسئلہ میں کسی مجتہد امام کی تقلید کر لے تو اس پر متعین نہیں ہوتا کہ بقیہ تمام مسائل خلافیہ میں اس کی تقلید کرے ۔ کیونکہ تمام لوگ عہد صحابہ سے مذاہب کے ظاہر ہونے تک اپنی ضرویات میں بلا روک ٹوک علماء مختلف سے فتوی لیتے رہے ہیں)

اور مولانا شاہ ولی اللہؒ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

و قا ل الشّیخ ابن عبد السّلام لم یز ل النّاس یسئلون من اتّفق من العلماء من غیر تقیید بمذ هب و لا انکار علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احدٍ مّن السّائلين الى ان ظهرت المذاهب و متعصبوها من المقلّد ين

(شیخ عبدالسلامؒ نے کہا کہ لوگ ہمیشہ بلا قید مذہب جس عالم سے اتفاق پڑ گیا فتوی لیتے رہے ہیں اور کوئی مانع نہیں ہوا یہاں تک کہ مذہبوں کی ہٹ دھرمی پیدا ہوئی)

☆ ۳۔ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے یہ بات، جو ابن عبدالسلامؒ نے کہی ہے، ایک جماعت عظیمہ سے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ عدم التزام مذہب معین ایسا متفق علیہ ہوگیا ہے جس کا خلاف درست نہیں یعنی بحکم آیت

و يتبع غير سبيل المؤ منين نو له ما تو لى و نصله جهنم و سا ئت مصيراً (نساء: ۱۱۵)

(اور پیروی کرے خلاف راہ مسلمانوں کی، متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہے، اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں۔ اور بری جگہ ہے پھر جانے کی)۔

چنانچہ مولانا شاہ ولی اللہؒ، عقد الجید میں فرماتے ہیں:

ثمّ نقل (يعنى الشّيخ عبد الو هّا ب الشّعرانى) عن جماعت عظيمة مّن العلماء المذا هب انّهم كا نوا يعملون و يفتون بالمذا هب من غير التزا م مذهب معين من زمن اصحاب المذاهب الى زما نه على و جه يقتضى كلا مه انّ ذا لك امر لم يزل العلماء عليه قديماً و حديثاً حتّى صار بمنز لة المتّفق عليه فصار سبيل المؤ منين الّذى لا يصحّ خلا فه ۔

(اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ایک عظیم جماعت سے نقل کیا کہ فتوی دیتے تھے اور عمل کرتے تھے بغیر کسی مذہب معین کا التزام کئے اصحاب مذاہب سے لے کر ان (شیخ شعرانی) کے زمانہ تک۔ شیخ کے کلام کا مقتضی یہ معلوم ہوتا ہے کہ علماء سلف اور حال ہمیشہ سے اسی طریق پر ہیں۔ یہاں تک کہ یہ امر متفق علیہ اور گویا مسلمانوں کا ایسا طریق ہوگیا ہے کہ اس کا خلاف صحیح نہیں)

☆ ۴۔ شیخ کمال الملۃ محقق ابن الہمامؒ، جن کی رفعت شان اور علو مکان سے سب اہل علم واقف ہیں، فرماتے ہیں کہ جب کوئی کسی مسئلہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اس کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

درست ہے کہ دوسرے مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرے۔ کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ سب لوگ قرون اولی میں کبھی کسی کی تقلید کرتے، کبھی کسی کی تقلید کرتے۔ اور اگر کوئی اپنے نفس پر خود بخود التزام کرے کہ میں ایک ہی مذہب کی تقلید کروں گا، تو اس کے حق میں تین قول ہیں۔ اول یہ کہ اس کو التزام لازم ہے۔ دوسرا یہ کہ لازم نہیں۔ اور تیسرا یہ کہ التزام اور عدم التزام برابر ہیں۔ اور یہی غالب ہے اور پر ظن کے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

لا یرجع عمّا قلّد فیه اتّفاقاً۔ هل یقلّد غیره فی غیره المختار نعم للقطع بانّهم کانوا یستفتون مرةً واحداً و مرةً غیره غیر ملتزمین مفتیاً واحداً فلو التزم مذهباً معیناً کابی حنیفه او الشّافعی فقیل یلزم، و قیل لا، و قیل مثل من لم یلزم و هو الغالب علی الظّن

(نہ رجوع کرے بالاتفاق اس مسئلہ میں جس میں عمل کر چکا۔ رہی یہ بات کہ اور دوسرے مسئلہ میں مجتہد دیگر کی تقلید کرے، تو جواب اس کا مذہب مختار پر یہی ہے کہ ہاں کرے بہ سبب یقینی ہونے اس بات کے کہ لوگ بغیر التزام مذہب معین کے فتوی پوچھنے آئے ہیں، اور اگر کوئی التزام کرے ایک مذہب کا جیسے حنفی یا شافعی کا، تو کہا گیا ہے کہ لازم نہیں، اور کہا گیا ہے کہ ہاں التزام کرے، اور التزام نہ کرے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہیں اور یہی بات جی کو لگتی ہے)۔

تنبیہ۔ قوله لا یرجع عمّا قلّد۔ معنی اس کے یہ ہیں کہ جس حادثہ معینہ میں تقلید کر چکا ہے اس حادثہ خاص میں رجوع نہ کرے، اگرچہ اسی مسئلہ میں دوسرے حادثہ میں اور دوسرے وقت میں رجوع کر لے، جیسا کہ حسن شرنبالی حنفیؒ، سید علی السمہودیؒ، سید ابن العابدینؒ، سید احمد طحطاویؒ، سید بادشاہؒ شارح تحریر اور فاضل قندھاریؒ نے خوب دلائل اور تفصیل سے لکھا ہے جیسا کہ مبحث رجوع بعد العمل میں آئیگا، ان شاء اللّٰه

☆ ۵۔ سید بادشاہؒ شارح تحریر نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک یہی حال اور مسلک چلا آیا ہے کہ کبھی کسی کی تقلید کرتے اور کبھی کسی کی بدون انکار کے، اور ان تینوں قولوں میں سے اس قول کو کہ التزام سے بھی لزوم نہیں ہوتا، خوب دلائل سے ثابت کیا ہے، تو کہ خصم کو گنجائش اختیار کرنے قول اول کی، یعنی لزوم کی نہ رہے۔ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے کہ یہ تین اقوال اس شخص کے حق میں ہیں جو از خود ایک مذہب کا التزام کر لے۔ اور جو کوئی سرے ہی سے التزام نہ کرے تو اس پر بالاتفاق تعیین مذہب معین کی لازم نہیں، بدلیل اجماع صحابہ و من بعد ھم کے۔ اور کہا ہے کہ عامی محض کو تو تعین مذہب کی سراسر بے معنی اور باطل ہے، اس لئے کہ اس کو مذہب سے کیا خبر؟ اور اس کے اصول اور قواعد سے کیا اطلاع؟ پھر اس کا یہ قول کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، ایسا ہوگا جیسا کہ کہے میں نحوی ہوں۔

چنانچہ شرح تحریر مختصر الشرح ابن امیر حاج میں فرماتے ہیں:

لا یر جع المقلّد فیما قلّد فیه من احکا م المجتهدین ای عمل به تفسیر لقلد و الضمیر المجرور را جح الی المو صو ل اتفا قاً نقل الآ مدی و ابن الحا جب ا لا جماع علی عدم جواز الرّ جوع المقلّد فیما قلّد فیه

و قا ل الزّ رکشی لیس کما قا لا ففی کلام غیر هما ما یقتضی جر یا ن الخلا ف لعدم العمل ایضاً۔ و هل یقلّد غیره ای غیر من قلّده فی حکم غیره ای غیر الحکم الّذی عمل به اوّ لاً۔ المختار فی الجوا ب نعم للقطع با لا ستقراء با نّهم ای المستفتین فی کلّ عصرٍ مّن زمن الصّحا بة الی ا لآ ن کانوا یستفتو ن مرةً وا حداً من المجتهدین و مرةً غیره ای غیر المجتهد الاوّل حا ل کو نهم غیر ملتز مین مفتیاً وا حداً و شا ع ذا لک من غیر نکیر و هذا اذا لم یلتز م مذ هباً معیّناً فلو التز م مذ هباً معیّناً کا بی حنیفه او الشّا فعی فهل یلز م الا ستمرار علیه فلا یقلّد غیره فی مسئلة من المسا ئل ام لا فقیل یلز م کما یلز م ا لا ستمرار فی حکم حا دثة معیّنة قلّده فیه لا نه اعتقد انّ مذ هبه حقّ فیجب علیه العمل بموجب اعتقا ده و قیل لا یلز م و هو ا لا صحّ لا نّ التزا مه غیر ملز م اذ لا وا جب ا لّا ما او جبه اللّه و رسو له و لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یوجب علی احد ان یّتمذ هب بمذ هب ر جل مّن الا ئمّة فیقلّد ه فی کلّ ما یأ تی و یذر غیره و التزا مه لیس بنذ ر حتی یجب الو فاء به قلت و لو نذره لا یلز مه کما لا یلز م البحث عن الاعلم و اسد المذاهب علی المعتمد قا له السّیّد السمهودی و قا ل ابن حز م انّه لا یحلّ لحا کم و لا مفت تقلید ر جل فلا یحکم و لا یفتی ا لّا بقو له و قول ابن حز م لو یؤ خذ به و هو کما حکی عنه من دعواه ا لا جماع علی ان متتبع الرّخص فاسق و هو مردود بما افتی به الشّیخ المتّفق علی علمه و صلا حه العلا مه عزّ الدّ ین بن عبد السّلام فی فتاواه لا یتعیّن الی العا می اذا قلّد اماماً فی مسئلة ان یقلّده فی سائر مسا ئل الخلاف لا نّ النّاس من لد ن الصّحا بة الی ان ظهرت المذا هب یسئلو ن فیما یستنح علیهم العلماء المختلفین من غیر نکیر و سواء اتّبع الرّ خص فی ذا لک او العزا ئم لان من جعل المصیب وا حداً و هو الصّحیح لم یعینه و من جعل کل مجتهد مصیباً فلا انکار علی من قلّد فی الصّوا ب او قا ل ایضاً و اما ما حکا ه بعضهم عن ابن حزم حکایة ا لا جماع علی منع تتبع الرّ خص من المذا هب فلعلّه محمو ل علی من تتبعها من غیر تقلید لمن قا ل بها او علی الرّ خص المر کبة فی الفعل الوا حد کذا فی العقد الفرید فی احکام التّقلید للسّیّد علی السّمهو دی الشّا فعی بل قیل لا یصحّ للعا می مذ هب لا نّ المذ هب لا یکو ن ا لا لمن له نو ع نظر و بصیرة با لمذ هب او لمن قرء کتا باً فی فروع مذ هب و عرف فتاوی اما مه و اقواله وا ما من لم یتا هل لذا لک بل قا ل انا حنفیّ او شا فعیّ لم یصرّ من اهل ذالک المذ هب بمجرد هذا کما لو قا ل انا فقیه و نحوی لم

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

یصر فقیهاً او نحویاً و قا ل الا مام صلا ح الدین العلا ئی و الّذی صرح به الفقهاء فی مشهور کتبهم جواز ا لا نتقا ل فی احاد المسائل و العمل فیها بخلا ف مذ هبه اذا لم یکن علی و جه التتبع للرّ خص انتهی ۔ قلت و المراد بخلاف مذهبه المسا ئل التی عمل بها لا الّتی اعتقد ها بدو ن عمل قول الکما ل ثمّ حقیقة ا لا نتقا ل ای عن المذ هب انّما یتحقق فی حکم مسئلة خا صة قلّد فیه و عمل به و الا فقو له قلّدت ابا حنیفه فیما افتی به من المسا ئل مثلاً و التز مت العمل به علی ا لا جما ل و هو لا یعرف صور ها لیس حقیقة التّقلید بل هذا حقیقیة تعلیق التّقلید او وعد به لا نّه التز م ان یعمل بقو ل ابی حنیفه فیما یقع له من المسا ئل الّتی تقین فی الوقا ئع فا ن ارادوا یعنی المشا ئخ القا ئلین من الحنفیّة با ن المنتقل من مذ هب الی مذ هب آ ثم یستو جب التّعزیرات ارادوا هذا الا لتزا م فلا دلیل علی و جو ب اتباع المجتهد المعیّن با لتزا مه نفسه ذا لک قو لاً او نیّة شر عاً قلت و کذا لا یلز م با لعمل علی الصّحیح کما تقدّ م بل الدّ لیل اقتضی العمل بقو ل المجتهد فیما اذا احتا ج الیه لقو له تعا لی:

فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن ۔

و السؤا ل انّما یتحقق عند طلب الحکم الحا دثه المعیّنة و حینئذ اذا ثبت عنده قول المجتهد و جب عمله به انتهی کما نقله السّیّد السمهودی ۔

ثمّ قا ل السمهودی و اذا افتا ه مفتیا ن و اختلفا یخیّر علی ا لا ظهر۔ انتهی ۔

و قیل الملتزم کمن لم یلتز م بمعنی انّه ان عمل بحکم تقلید المجتهد لا یرجع عنه ای عن ذا لک الحکم و فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غیرہ ای غیر ذا لک الحکم له تقلید غیرہ من المجتهدین و هذا القو ل فی الحقیقة تفصیل لقو له و قیل لا قا ل المصنّف یعنی ابن الهما م و هو یعنی هذا القو ل الثّا لث علی الظّن کنا یة عن کما ل قوّته بحیث یجعل الظّن متعلّقاً بنفسه فلا یتعلّق بما یخا لفه ثمّ بین و جه غلبته بقو له لعدم ما یو جبه ای لزو م اتبا ع من التز م تقلیده شر عاً ای ایجا باً شر عیاً اذ لا یجب علی المقلّد ا لا اتبا ع اهل العلم لقو له تعالی: فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن

و لیس التزا مه من المو جبات شر عاً و یتخر ج منه ای یستنبط منه ای من جوا ز اتّباع غیر مقلد ہ الاوّل و عد م التّضییق علیه جواز اتّبا عه ر خص المذ هب ای اخذ ہ من المذا هب ما هو ا لاهو ن علیه فیما یقع من المسا ئل و لا یمنع منه ما نع شر عی اذ للا نسا ن ان یسلک المسلک الاخفّ علیه اذا کا ن له ای للا نسا ن الیه ای ذا لک المسلک سبیل ثمّ بین السبیل بقو له با ن لم یکن عمل بآخر ای بقو ل آ خر مخا لف لذا لک ا لا خف فیه ای فی ذا لک المحل المختلف فیه ۔ انتهی عبارة السّیّد بادشاہ۔ هکذا فی العقد الفرید للعلا مه ملا حسن الشر نبا لی الحنفی

(نہ پھرے مقلد اس مسئلہ میں جس میں عمل کر چکا بالاتفاق، ابن حاجبؒ اور آمدیؒ نے اس نہ پھرنے پر اجماع نقل کیا ہے، اور زرکشیؒ نے کہا ہے کہ جس طرح یہ دونوں کہتے ہیں یوں نہیں ہے، بلکہ ان دونوں کے سوا اوروں کے کلام سے اس صورت خاص میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ دیگر مسئلہ میں اور کی تقلید کرسکتا ہے تو جواب پسندیدہ یہی ہے کہ ہاں، کیونکہ جستجو کے بعد یقینی یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زمانہ صحابہ سے آج تک ہر زمانہ میں میں بغیر التزام ایک مذہب کے فتوی اور استفتاء چلا آیا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ گفتگو تو اس میں تھی کہ ایک مذہب معین کا التزام نہیں کیا، اور اگر ایک مذہب معین جیسے ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا التزام کر لیا تو یہ بات لائق گفتگو ہے کہ اس مذہب پر جمود ہے یا نہیں۔ سو بعض نے کہا کہ جمود ہے جیسا کہ جس حادثہ معین میں عمل کر چکا ہے اس میں جماؤ ہے۔ کیونکہ اسے حق جان چکا ہے اور بعض نے کہا جماؤ لازم نہیں اور یہ قول بہت صحیح ہے۔ کیونکہ مقلد کا التزام مذہب ضروری نہیں اس لئے کہ سوائے واجبات الٰہیہ کے کچھ واجب نہیں اور واجبات الٰہیہ میں سے یہ نہیں کہ اماموں میں سے کسی کا مذہب لے کر دیگر کے مذاہب کو چھوڑ دیا جائے۔ اور مقلد کا التزام کر لینا نذر کی طرح نہیں ہے کہ واجب الوفاء ہو۔

میں کہتا ہوں کہ اگر نذر بھی ہو تو بموجب مقولہ سید سمہودی کے، قول معتمد پر واجب الوفا نہیں ہے۔

اور ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ مفتی اور حاکم کو حلال نہیں کہ ایک مجتہد کا مقلد بن کر اس کے قول پر فتوی دیوے۔ اور ابن حزمؒ سے کسی نے دعوی اجماع اس پر نقل کیا ہے کہ رخصتوں کا ڈھونڈنے والہ فاسق ہے اس کا قول نہیں لیا جاتا۔ اور یہ قول اجماع ابن حزمؒ کا قابل رد ہے بہ سبب اس کے کہ شیخ عز الدین ابن عبد السلامؒ نے اپنے فتاوی میں فتوی دیا ہے کہ ان پڑھ جو کسی مسئلہ میں ایک مذہب پر عمل کرے تو اسے ضروری نہیں کہ دیگر مسائل خلافیہ میں بھی اسی کی تقلید کرے۔ اس لئے کہ عہد صحابہ سے ظہور مذاہب تک کے لوگ ضروریات میں علماء مختلف سے فتوی لیتے آئے ہیں۔

اور یہ بھی برابر ہے کہ جستجو رخصت کی ہو یا عزیمت کی کیونکہ جس نے ایک مجتہد کو مصیب ٹھہرایا ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اور اس نے تعیین نہیں کی اور جس نے ہر مجتہد کو مصیب ٹھہرایا ہے تو پیروی کرنی ٹھیک بات میں کیا جھگڑا ہے اور یہ بھی عز الدینؒ نے کہا ہے کہ وہ جو کسی نے ذکر کیا ہے کہ ابن حزم نے رخصتوں کی جستجو پر ممانعت بحوالہ اجماع بتائی ہے، سو شائد اس کے معنی یہ ہیں کہ بغیر پیروی اس مجتہد کے، جو ان رخصتوں کا قائل ہے، لاابالی ان پر عمل کرنا منع ہوگا۔ یا یہ کہ ان رخصتوں کو ایک فعل میں جمع کرے۔ یوں ہی ہے عقد الفرید سمہودی شافعی میں بلکہ کہا گیا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں کیونکہ مذہب اسی کا ہوتا ہے جسے مسائل مذہبی میں کچھ سمجھ بوجھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہو، یا اس نے مسائل مذہبی میں کوئی کتاب پڑھ کر اپنے امام کے فتوی جانے ہوں اور جس میں یہ اہلیت تو نہیں ہے بلکہ یوں ہی کہتا ہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، تو فقط اس کے کہنے سے وہ اس مذہب میں نہیں ہوسکتا۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں، تو محض ایسا کہہ دینے سے کوئی فقیہ اور نحوی کب ہوسکتا ہے؟

امام صلاح الدین علائیؒ نے کہا ہے کہ مشہور کتابوں میں فقہاء نے جس امر کو کھول کر بیان کیا ہے وہ تو انتقال مذہب کا جزئیات مسائل میں اور برخلاف اپنے مذہب کے جو مسئلے ہیں ان پر عمل کرنا ہے بشرطیکہ رخصتوں کو نہ ڈھونڈے۔ میں کہتا ہوں کہ مراد خلاف مذہب وہ مسئلے ہیں جن پر عمل کر چکا، نہ وہ مسائل جن پر بغیر عمل کے مقلد ہونا جی ہی میں ٹھانا ہے بسبب کہنے کمال الدین یعنی ابن ہمامؒ کے کہ حقیقت انتقال مذہب کی اسی مسئلہ میں ہوتی ہے جس میں عمل کر چکا۔ ورنہ بغیر مسئلوں کی صورت جانے بوجھے مجمل طور پر یہ کہنا کہ میں نے اپنے ذمہ پر یہ التزام کر لیا کہ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں یہ تقلید کی حقیقت نہیں ہے بلکہ یہ تقلید کا وعدہ ہے کیونکہ اس نے یہ التزام کیا ہے کہ جو آگے کو صورتیں پیش آویں گی ان میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کروں گا۔ پھر اگر مشائخ اپنے اس قول سے کہ انتقال کرنے والہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف گنہ گار لائق تعزیز ہے، یہ التزام ارادہ رکھتے ہیں تو شرع کے طور پر از خود التزام کر کے ایک معین مجتہد کی تقلید کرنے پر کوئی دلیل نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عمل سے بھی صحیح مذہب پر تقلید شخصی لازم نہیں ہے۔ چنانچہ اوپر گذرا، بلکہ دلیل تو حاجت کے وقت کسی مجتہد کے قول پر عمل کرنا چاہتی ہے بہ سبب اس آیت کے کہ فاسئلوا اھل الذّکر .... پوچھو اہل ذکر سے جو تم نہیں جانتے ہو، اور پوچھنا تو حاجت کے وقت ہوتا ہے۔ اور عند الحاجت جب کسی مجتہد کا قول اسے ملا اس پر عمل ٹھہر گیا۔ وہ عبارت ہو چکی جو سید سمہودیؒ نے نقل کی۔

پھر سمہودیؒ نے کہا ہے کہ کسی آدمی کو جب مختلف دو مفتیوں نے فتوے دیئے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ عمل میں مختار ہے اور کہا گیا ہے کہ التزام کرنے والا اور نہ کرنے والہ دونوں یکساں ہیں۔ اس کے معنی کر کے کہ جس مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول کے موافق عمل کر لیا تو اس سے نہ پھرے۔ رہا دوسرے مسئلہ اس میں اس کو دیگر مجتہد کی تقلید روا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ قول حقیقت میں تفصیل ہے اس بات کی کہ التزام سے تقلید لازم نہیں ہوتی ہے ۔ابن الہمامؒ نے کہا ہے کہ یہی قول جی کو لگتا ہے اور یہ مقولہ ابن ہمامؒ کا اشارہ ہے کہ یہ قول بہت زبردست ہے۔ اور یہ اشارہ یوں ہے کہ ابن ہمام نے اپنے گمان کو اسی قول سے لگایا ہے، دوسرے سے نہیں۔ پھر وجہ اس قول کے زبردست ہونے کی یوں بیان کی ہے کہ جس کی پیروی کا التزام کرے وہ شرعاً لازم نہیں ہوتا اس سبب سے کہ بموجب اس آیت کے فاسئلوا اھل الذّکر... پوچھو تم اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

مقلد پر صاحبان علم کا اتباع واجب ہے اور اس کا التزام موجبات شرعی میں سے نہیں ہے۔اور یہ تنگی جب نہ رہی تو اسی سے پیروی رخصتوں کی یعنی ان سہل باتوں مذاہب کی جن میں کوئی مانع شرعی نہ ہو، نکل آئی۔ اس لئے کہ آدمی کو روا ہے کہ جب اسے کوئی سہل طریقہ نظر آوے تو اسے اختیار کرے۔ پھر وہ سہل طریقہ اپنے اس قول سے بیان کیا ہے کہ ضرورت میں عزیمت پر عمل کرنے کی نوبت نہ پہنچی ہو)

☆ ۶۔علامہ ابن امیر حاجؒ نے کہا ہے کہ مختار یہی ہے کہ ایک مسئلہ میں ابوحنیفہؒ کی تقلید کرنا اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے امام کی تقلید کرنا مباح اور مجوز ہے واسطے یقین اس بات کے کہ تمام مخلوقات زمانہ صحابہ سے لے کر آج تک کبھی کسی کی تقلید کرتی تھی اور کبھی اور کسی۔اور یہ امر شائع ہو گیا اور متکرر ہو گیا ہے۔ اور اس پر کسی نے انکار نہیں کیا یعنی گویا سبیل مؤمنین کا یہی ہو گیا ہے۔اور فرمایا کہ ایک مذہب کے التزام سے وہ مذہب لازم نہیں ہو جاتا، اس واسطے کہ واجب اور لازم وہی امر ہوتا ہے جسے اللہ اور رسول لازم اور واجب کریں، حالانکہ اللہ اور رسول نے کسی کو حکم نہیں دیا کہ ایک مذہب کی خاص کر تقلید کرو۔ اور فرمایا کہ دلیل شرعی سے تو فقط یہی ثابت ہوتا ہے کہ وقت حاجت قول کسی مجتہد کا اخذ کیا جاوے۔ چنانچہ تحبیر شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

و ھل یقلّد غیرہ ای من قلّدہ اوّ لاً فی شیء فی غیرہ ای غیر ذا لک الشّیء کا ن یعمل اوّ لاً فی مسئلۃ بقو ل ابی حنیفہ و ثا نیاً فی اخری بقول مجتھد آ خر المختار کما ذکرہ الآ مدی و ابن الحا جب نعم للقطع با لا ستقراء التّا م با نّھم ای

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المستفتین فی کل عصر مّن زمن الصّحابۃ و ھلمّ جراً کانوا یستفتون مرۃً واحداً و مرۃً اخری غیرہ غیر ملتزمین مفتیاً واحداً و شاع و تکرّر و لم ینکر۔

(کیا جس مسئلہ پر عمل کر چکا ہے اس کے سوا اور مسئلوں میں مجتہد دیگر کی تقلید کر سکتا ہے؟ مثلاً ایک مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کر لیا اور دوسرے مسئلہ میں دیگر مجتہد کے قول پر؟ تو بموجب نقل آمدیؒ اور ابن حاجبؒ کے مختار مذہب یہی ہے کہ اس کو روا ہے۔ اس لئے کہ کامل جستجو سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ہر زمانہ کے لوگ صحابہ سے یہاں تک بغیر التزام ایک مذہب کے مختلف مفتیوں سے فتوے لیتے رہے اور بلا انکار یہ بات جاری رہی ہے)۔

اور دوسری جگہ تحریر کے وقیل لا کے تحت فرماتے ہیں:

اذ لا واجب الّا ما اوجبہ اللّٰہ تعالی و رسولہ و لم یوجب اللّٰہ و رسولہ علی احدٍ ان یّتمذھب بمذھب رجلٍ من الآئمّہ فیقلّدہ فی کلّ ما یأتی و یذر غیرہ۔ (واجب وہی ہے جو اللہ اور رسول نے واجب کیا اور انہوں نے یہ واجب نہیں کیا کہ ایک مذہب معین کر کے اس کی تقلید کرے اور سب کو چھوڑ دے)

اور تیسری جگہ تحت قول تحریر لعدم ما یوجبہ کے تحت فرماتے ہیں:

بل الدّلیل الشّرعی اقتضی العمل بقول المجتھد و تقلیدہ فیہ فیما یحتاج الیہ و ھو قولہ فاسئلوا اھل الذّکر و السّؤال انّما یتحقق عند طلب حکم الحادثۃ المعینۃ فاذا ثبت عندہ قول المجتھد وجب عملہ و اما التزامہ فلم یثبت من السّمع اعتبارہ ملزما انّما ذالک فی النّذر و لا فرق فی ذالک بین ان یّلتزمہ بلفظہ او بقلبہ علی ان قول القائل مثلاً قلّدت فلانا فیما افتی بہ تعلیق التّقلید و الوعد بہ ذکر المصنف۔

(بلکہ دلیل شرعی حاجت کے وقت بموجب اس آیت (پوچھو اہل ذکر سے..الخ)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کسی مجتہد کی تقلید چاہتی ہے اور پوچھنا حاجت کے وقت ہوتا ہے۔ سو اس وقت جو قول مجتہد کا ملے اس پر عمل ٹھہر گیا اور التزام کا نقلاً لازم ہو جانا درجہ اعتبار کو نہیں پہنچا۔ التزام تو نذر میں ہوتا ہے اور اس میں کچھ فرق نہیں کہ التزام زبان سے کرے یا دل سے۔ علاوہ یہ کہ مقلد کا یہ کہنا کہ میں فلاں مجتہد کی تقلید حاجت کے وقت کروں گا یہ تو تقلید کا وعدہ ہے۔ یہ قول مصنف نے یعنی ابن ہمامؒ نے ذکر کیا ہے)

☆ ۷۔ ابن الحاجب مالکیؒ نے کہا ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک مجتہد کی تقلید کرنا اور دوسرے مسئلہ میں کسی دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا تعامل قرون اولی سے ثابت ہے کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ قرون اولی میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ اور اگر کوئی ایک مذہب کا التزام بھی کر لے تو وہ التزام ایسا ہے جیسا عدم التزام۔ چنانچہ مختصر الاصول میں فرماتے ہیں:

و لا یر جع عنه بعد تقلیده اتفا قاً و فی حکم آ خر المختار جوازه لنا القطع بو قو عه و لم ینکر فلم التز م مذ ھباً معیّناً کما لک و الشّا فعی و غیره فشا نھا کا لاوّل۔

(بعد عمل کے بالاتفاق نہ پھرے اور دیگر مسئلوں میں مذہب مختار پر دوسرے مجتہد کی پیروی روا ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ یوں ہی ہوتا رہا ہے۔ اور اگر کسی مذہب معین کا التزام کر لے جیسے مذہب مالکؒ یا شافعیؒ کا تو وہ بھی پہلی ہی صورت کی طرح ہے)

☆ ۸۔ قاضی عضد الملۃ والدین شافعیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ زمانہ صحابہ سے لے کر ہر عصر میں یہی مسلک تھا کہ بدون التزام ایک مذہب کی تقلید کیا کرتے تھے۔ اور ابن حاجبؒ کے کلام کی خوب تفصیل سے شرح کی ہے۔ چنانچہ شرح مختصر میں فرماتے ہیں:

اذا عمل العا می بقو ل مجتھد فی حکم مسئلة فلیس له الرّ جو ع فیه الی غیره اتفا قاً و امّا فی حکم مسئلة اخری فھل یجوز له ان یقلّد غیره؟ المختار جوازه لنا القطع بو قوعه فی زمن الصّحا بة فا نّ النّاس فی کلّ عصر یستفتو ن المفتیین کیف ما اتفق و لا یلز مو ن سوا ل مفت بعینه و قد شا ع و تکرّر و لم ینکر فلو التز م مذ ھباً معیناً و ان کا ن لا یلز م کمذ ھب ما لک و مذ ھب الشّافعی و غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

هما ففيه ثلا ث مذا هب ۔ احد ها يلز م و ثا نيها لا يلز م و ثالثها انّه كا لا وّل و هو من لم يلتز م فا ن وقعت واقعة يقلّده فيها ليس له الرّ جوع و امّا فی غير ها فيتبع فيها من شاء۔

(جب عمل کرے کوئی انجان ایک مسئلہ میں کسی مجتہد کے قول پر تو اس مسئلہ میں اب بالاتفاق وہ نہ پھرے۔ اور رہا مسئلہ دوسرا تو مذہب مختار پر اس کے لئے اور مذہب دیگر پر عمل کرنا روا ہے ۔کس لئے کہ ہمیں درجہء یقین کو یہ بات پہنچ گئی ہے کہ زمانہ صحابہ میں یوں ہی تھا۔ کیونکہ لوگ ہر عہد میں حسب اتفاق بلا التزام مفتی واحد کے فتوی لیتے رہے ہیں اور یہ بات خوب پھیلی رہی ہے اور اگر ایک مذہب معین کا التزام کرلے، اگر چہ لازم نہیں ہوتا، مثلاً مذہب امام مالکؒ اور شافعیؒ ،کا تو اس میں تین قول ہیں ۔ایک تو یہ کہ التزام سے مذہب لازم ہو جاتا ہے، دوسرے یہ کہ نہیں لازم ہوتا، تیسرے یہ کہ التزام اور عدم التزام دونوں یکساں ہیں، اور اگر کسی مسئلہ میں عمل کرلیا تو اس میں نہ پھرے اور اور مسائل میں جس کی چاہے پیروی کرے)

☆ ۹۔ فاضل جامع و ماہر اصول ومعقول محبّ اللہ حنفی بہاریؒ نے، کہ ان کی جلالت شان سے اہل علم کابل وقندھار و ہندوستان وغیرہ کے خوب واقف ہیں، ویسا ہی کہا ہے جو کہ کلام سے ان ثقات مذکورین بالا کے لائح ہوا۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

و هل يقلّد غيره فی غيره، المختار نعم ، لما علم من استفتائهم مر ةّ وا حداً و اخری غيره بلا نكير و لو التز م مذهباً معيناً كمذ هب ابی حنيفه او غيره فهل يلزم الا ستمرار عليه فقيل نعم لا نّ الا لتزا م لا يخلوا عن اعتقاد غلبة الحقيقة فيه ۔ و قيل لا اذ لا واجب ا لا ما او جبه اللّه و لم يوجب على احدٍ ان يتمذ هب بمذ هب ر جلٍ من ا لا ئمة و قيل من التز م كمن لم يلتز م فلا ير جع عما قلّده فيه و فی غيره يقلّد من شاء و عليه السّبكی

و فی التّحرير و هو الغا لب على الظّن لعد م ما يو جبه شر عا و يتخر ج منه جواز تتبع ر خص المذا هب و لا يمنع فيه ما نع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شرعی اذ للانسان ان یسلک الا خف علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یکن عمل فیه بآخر وکان علیه السّلام یجب ما خفف علیهم۔ انتهی

وما نقل عن ابن عبد البرّ انّه لا یجوز للعامی تتّبع الرّخص اجماعاً فاجیب بالمنع اذ فی تفسیق متتبع الرّخص عن احمد روایتان وما اورد ربما یکون المجموع ممّا لم یقل به احد فیکون باطلاً اجماعا کما تزوّج بلا صداق ولا شهود ولا ولیّ فاقول مندفع بعدم اتّحاد المسئلة ولانّه لو تمّ لزم استفتاء مفت بعینه هذا۔

(اور کیا دیگر مسئلہ میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرسکتا ہے ؟ تو مذہب مختار پر جواب روا ہونے کا دیا جاوے گا، اس لئے کہ بلا روک ٹوک ہمیشہ مختلف مفتیوں سے فتوی پوچھنے کا طریق چلا آیا ہے۔

اور اگر التزام کرے کسی مذہب کا، جیسے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا، تو کیا اس پر جمود لازم ہوجاتا ہے؟ تو بعض نے کہا ہے کہ ہاں اس واسطے کہ التزام حق جان کر کیا ہوگا۔ اور بعض نے کہا ہے نہیں، اس لئے کہ واجب وہی ہے جو اللہ نے واجب کیا۔ اور اللہ نے یہ واجب نہیں کیا کہ اماموں سے ایک کا مذہب معین کرے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہے۔

ہاں جس مسئلہ میں عمل کر چکا اس میں نہ رجوع نہ کرے اور دیگر مسئلوں میں جس کی چاہے پیروی کرے۔ اور سبکیؒ اسی پر ہے۔

اور تحریر میں ہے کہ یہی جی کو لگتا ہے بہ سبب نہ ہونے اس دلیل شرعی کے جو اس کے سوا کو واجب کرے، اور اس سے یہ نکلتا ہے کہ مانع شرعی نہ ہو تو رخصتوں پر بھی عمل ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ آدمی کو جائز ہے کہ سہل طریقہ اختیار کرے، جو سہل طریقہ ہاتھ لگ سکے اور یہاں ہاتھ لگنا یوں ہوگا کہ اس میں اور مسئلہ پر عمل نہ کیا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ امت کیلئے سہل کو درست رکھتے تھے۔ ہوچکی عبارت تحریر کی۔ اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے منقول ہے کہ بالاجماع ان پڑھ کیلئے رخصتوں کا تجسس منع ہے، سو اس کا جواب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا ہے کہ رخصتوں کے متلاشی کو فاسق قرار دینے کے باب میں احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ اور وہ جو اس طرح اعتراض کیا گیا ہے کہ کبھی مجموع ایسا ہو جاوے گا کہ کسی کے مذہب پر نہیں رہے گا تو بالا جماع باطل ٹھہریگا۔ مثلاً ایک شخص نے بغیر مہر اور بلا گواہ اور ولی کے نکاح کیا۔ سو میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض مندفع ہو گیا بہ سب ایک نہ ہونے مسئلہ کے، اور بہ سبب اس بات کے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو، تو لازم آوے گا ایک مفتی معین سے فتوی پوچھنا)

☆ ۱۰۔ مولانا بحر العلوم عبد العلی حنفیؒ، جن کی تحقیق سے علوم نقلیہ اور عقلیہ میں کسی اہل علم کو انکار نہیں۔ جن کا نام ان کا ہر مدرسہ اور اہل علم کی ہر مجلس میں وظیفہ زبان ہو رہا ہے، نے فرمایا ہے کہ امت کا اجماع اس بات پر تھا کہ کبھی ایک امام کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے امام کی تقلید کرتے۔ اور ان تین اقوال میں سے، جو سب کی عبارتوں میں گزرے ہیں، اس قول کو کہ

التزام کر لینے سے مذہب لازم نہیں ہو جاتا، خوب ثابت کیا ہے۔ اور اس کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی شخص پر ایک مذہب معین کی تقلید واجب نہیں کی، تو اس کا واجب کہنا گویا نئی شریعت نکالنی ہوئی۔

اور اس قول کو کہ التزام کرنے سے ایک مذہب لازم ہو جاتا ہے، بوجہ معقول باطل کیا ہے۔

اور قول ثالث کو، یعنی التزام مثل عدم التزام کو، تو تسلیم کیا ہے۔ لیکن ان سب کے کلام فلا یرجع عمّا قلّده فيه و فی غيره يقلّد من شاء کو رفع اور ردّ کیا ہے۔ اور فرمایا کہ بعض متأخرین نے جو تشدید کی ہے کہ اگر حنفی ہو کر شافعی ہو جاوے تو قابل تعزیر کے ہوتا ہے، یہ ان کے اپنے گھر کی شرع ہے۔ اور بہت دھوم دھام سے اس التزام مذہب معین کو باطل کیا ہے۔ چنانچہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

وهل يقلّد غيره اى من قلّد به فی غيره اى غير ما قلّد فيه ؟ المختار نعم ان شاء لما علم من استفتائهم مرةً اما ماً واحداً و مرةً اخرى اما ماً غيره من غير نكير من احد فصار اجماعاً و تواتر هذا البحث لا مجال للمماراة فيه و لو التزم مذهباً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معیّناً ای عهد نفسه انّه علی هذا المذ هب کمذ هب ابی حنیفه او غیره من غیر ان یکو ن هذا ا لا لتزا م لمعرفة دلیل کل مسئلة و ظنّه را جحاً علی د لا ئل المذاهب ا لآ خرالمعلو مة مفصلاً بل انّما یکو ن العهد من نفسه بظنّ الخطاء اجها لاً او بسبب آ خر فهل یلز مه ا لا ستمرار علیه ام لا ؟ فقیل نعم یجب ا لا ستمرار و یحر م ا لا نتقال من مّذ هب الی مذ هب آخر حتّی شدد بعض المتأ خر ین المتکلّفین ۔ و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزّر و هذا تشریع من عند انفسهم لان الالتزا م لا یخلوا عن اعتقاد غلبة الحقیة فیه قلت لو تم ذالک فان الشّخص قد یلتزم من المتساویین امر المنفعة له فی الحا ل و دفع الحر ج عن نفسه و لو سلم فهذا الاعتقاد لم ینشأ بد لیل شر عی بل هو هوس من هو سات المعتقد و لا یجب الاستمرار علی هو سه ، فا فهم ۔

و قیل لا یجب ا لاستمرار و یصحّ ا لا نتقا ل و هذا هو الحقّ الّذی ینبغی ان یّؤ من و یعتقد به و لکن ینبغی ان لا یکون الانتقا ل للمتلهی فا ن التلهی حرا م فی التمذ هب کا ن او فی غیره اذ لا واجب ا لا ما او جبه اللّه تعا لی و الحکم له و لم یو جب علی احدا ن یتمذ هب بمذ هب ر جل من ا لآ ئمة فا یجا به تشریع جد ید و قیل من التز م کمن لم یلتز م فلا یرجع اما قلده فیه و فی غیره یقلد من شاء و علیه السبکی من الشا فعیة ۔

و فی التحریر و هو الغا لب علی الظّن لعد م ما یو جبه شرعاً ای لا نه لیس لا تبا ع مذ هب وا حد مو جب شر عی و هذا انّما ید لّ علی جزء الدعوی و هو انّه یقلّد من شاء ثم البیا ن قطعی اذا لم یو جبه الشّر ع با طل لا نّ التّشریع با لرّای

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

حرام و اما انّه لا یرجع عمّا قلّد فیه فلم یلزم منه قطعاً فلا ینطبق الدّلیل علی الدّعوی فتامّل۔

و یتخرج منه ای ممّا ذکر انّه لا یجب الا ستمرار علی مذهب جواز اتباع رخص المذاهب قال فی فتح القدیر لعلّ الما نعین للا نتقال انما منعوا لئلا یتتبع احد رخص المذاهب و قال هو حجر رحمة اللّٰه و لا یمنع منه ما نع شرعی اذ للا نسان ان یسئلک الا خف علیه اذا کان له الیه سبیل با ن لو یظنّها من الشّرع منع التحریم و ان لّم یکن عمل فیه بآخر هذا مبنی علی منع الا نتقال عما عمل به و لو مرّة۔ وکانؑ یحبّ الا خف علیهم۔ انتهی۔

لکن لا بدّ ان لا یکون اتّباع الرّخص المتلهی کعمل حنفی بالشطرنج علی رای الشافعی قصد الی اللهو وکشافعی شرب المثلث المتلهی به و هذا حرام با لا جماع لانّ التلهی حرام با لنّص القاطع۔ فافهم۔

و ما نقل عن ابن عبد البرّ انه لا یجوز للعامی تتّبع الرّخص اجماعاً فقد وجد ما نع شرعی عن اتباع الرّخص المذاهب فاجیب با لمنع ای بمنع هذا الا جماع اذ فی تفسیق متتبع الرّخص عن الا مام احمد روایتان فلا اجماع و لعلّ روایة التّفسیق انّما هو فی ما اذا قصد التّلهی فقط لا غیره۔

و ما اورد انّه علی تقدیر جواز الا خذ بکلّ مذهب احتمال وقوع الخلاف المجمع علیه اذ ربما یکون المجموع الّذی یعمل به ممّا لم یقل به احد فیکون با طلاً اجماعاً کمن تزوّج بلا صداق للا تباع بقول الا مامین ای ابی حنیفه و الشّافعی و لا شهود اتباعاً بقول الا مام مالک و لا ولیّ علی قول اما منا ابی حنیفه فهذا النکاح با طل اتفاقاً اما

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

عند نا فلا نتفاء شهود و اما عند غير نا فلا نتفاء الو لیّ فاقول مند فع بعدم اتحاد المسئلة و قد مرّ انّ ا لا جما ع علی بطلا ن القو ل الثّا لث انّما یکو ن اذا اتحد ت المسئلة حقیقةً او حکماً فتد بّر و لا نّه لو تمّ لز م استفتاء مفت بعینه و ا لا لاحتمل الوقوع۔

(اور کیا پیروی کرے دوسرے مجتہد کی سوا اس مسئلہ کے جس پر عمل کر چکا؟ تو مذہب مختار پر جواب روا ہونے کا ہوگا، اسلئے کہ بلا روک ٹوک ہمیشہ سے لوگ مختلف مفتیوں سے مسئلے پوچھتے آئے ہیں، تو یہ اجماع ہوگیا اور متواتر ہوگئی یہ بحث یہاں تک کہ جھگڑے کو اس میں گنجائش نہیں رہی۔

اور اگر کسی نے ایک مذہب معین کا التزام کرلیا، بغیر اس کے کہ یہ التزام تمام مسائل کے دلائل جان کر ہو، بلکہ گمان خطاء کے ساتھ جی میں ٹھان لے کہ میں فلاں مذہب پر ہوں، تو کیا اس التزام پر جمود لازم ہو جاتا ہے؟

تو بعض نے کہا ہے کہ ہاں جمود لازم ہے اور انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف حرام ہے ۔ یہاں تک کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ حنفی جب شافعی ہوجاوے تو اسے سزا دی جائے۔

ایسا کرنا گھر سے شریعت بنانا ہے۔ کیونکہ التزام اس میں حق کو غالب جان کر ہوتا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ امر مسلم نہیں اس لئے کہ کبھی آدمی برابر کی دو چیزوں میں سے ایک کا نفع وغیرہ کے لئے التزام کر لیتا ہے۔ اور اگر وہ امر تسلیم بھی کیا جاوے تو وہ حق کو غالب جاننا کچھ دلیل شرعی سے نہیں پیدا ہوا، بلکہ اعتقاد کرنے والے کی ایک خواہش ہے، اور خواہش پر جمود واجب نہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ التزام سے جماؤ لازم نہیں آتا اور یہی وہ امر حق ہے جس پر ایمان لانا اور اعتقاد کرنا چاہیے ۔ ہاں اتنی بات ہے کہ انتقال مذہب کھیل کے طور پر نہ ہو کیونکہ کھیل، مذہب اور غیر مذہب سب جگہ حرام ہے۔

اور جن لوگوں نے جمود کو لازم نہیں کیا انہوں نے یہ دلیل بیان کی ہے کہ واجب وہی ہے جو اللہ نے واجب کیا کیونکہ حکم اسی کو سزاوار ہے۔ اور اللہ نے ایک مذہب پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

استقلال واجب نہیں کیا۔ سوایسے امر کو واجب کہنا نئی شریعت بنانا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ التزام اور عدم التزام یکساں ہے۔ سو کسی مسئلہ پر عمل کے بعد رجوع نہ کرے اور اس مسئلہ کے سوا دوسرے مسائل میں جس کی چاہے پیروی کرے۔ اور شافعیوں میں سے سبکیؒ یہی کہتا ہے۔

اور تحریر میں ہے کہ یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ کسی ایک مجتہد کی پیروی واجب ہونے پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ اور یہ مذکور اس خبر دعوی پر کہ جس کی چاہے پیروی کرے قطعی دلالت رکھتا ہے اس سبب سے کہ جس امر کو شرع نے واجب نہیں کیا اس کو محض رائے سے واجب کہنا شریعت بالرائے ہے اور وہ حرام ہے۔ اور یہ بات کہ بعد عمل کے نہ پھرے، یہ دلیل سے یقین کے طور پر نہیں لازم آتا، سو دلیل اور مدعا میں مطابقت نہ رہی۔

اور یہ جو مذکور ہوا کہ ایک مذہب پر جماؤ لازم نہیں ہے، اس سے رخصتوں پر عمل کرنا بھی نکل آیا۔ فتح القدیر میں کہا ہے کہ شائد انتقال مذہب سے منع کرنے والوں نے اس لئے منع کیا ہے کہ کوئی مذاہب کی رخصتیں نہ ڈھونڈنے لگے۔ یہ اللہ کی رحمت کو تنگ کرنا ہے اور اس پر کوئی مانع شرعی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آدمی کو جائز ہے کہ سہل طریقہ مل سکے اس پر چلے، اس طرح کہ حرمت شرعی گمان میں نہ ہو اور عزیمت پر عمل نہ کر چکا ہو۔ آنحضرت ﷺ سہل عمل کو امت پر دوست رکھتے تھے۔ ہو چکی عبارت فتح القدیر کی۔

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ رخصتوں کی تلاش اور پیروی بطور لہو و لعب کے نہ ہو، جیسے حنفی کا شطرنج کھیلنا لہو و لعب کے ارادہ سے شافعی مذہب پر اور شافعی کا مثلث پینا لہو و لعب کے طور پر۔ ایسا کرنا بالاجماع حرام ہے کیونکہ لہو و لعب نص قطعی سے حرام ہے۔

اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے منقول ہے کہ ان پڑھ کے لئے بالاجماع رخصتوں کا تلاش کرنا جائز نہیں کیونکہ اس پر مانع شرعی پایا گیا ہے۔ سو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ اس اجماع کا دعوی کرنا درست نہیں، اس لئے کہ امام احمدؒ سے رخصتوں کے عمل کرنے والے کے فسق میں دو روایتیں ہے۔ تو اجماع کہاں رہا؟ اور شائد روایت فسق کی فقط لہو و لعب کی صورت سے متعلق ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ ہر مذہب سے رخصتیں تلاش کر کے ان پر عمل کرنے کی حالت میں اجماع کا اس لئے خلاف ہوتا ہے کبھی مجموعہ عمل کا ایسا ہو جائے گا کہ کسی کے مذہب پر نہ رہے گا۔ جیسے ایک شخص نے ایسا نکاح کیا کہ موافق مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے مہر نہ باندھا، اور موافق مذہب امام مالکؒ کے گواہ نہ کئے، اور موافق مذہب ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے ولی نہ ٹھہرایا، تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہے۔ حنفی کے نزدیک تو گواہوں کے نہ ہونے کے سبب اور دوسروں کے نزدیک ولی کے نہ ہونے کے سبب۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض دفع ہے بہ سبب ایک نہ ہونے مسئلے کے۔ اور یہ بات پہلے گذر چکی کہ جب تک حقیقت میں یا بطور حکم کے مسئلہ ایک نہ ہو تو قول ثالث کے باطل ہونے پر اجماع قرار نہیں پاتا۔

اور ایک بات یہ ہے کہ یہ اعتراض پورا ہو جائے تو مفتی معین سے فتوی پوچھنا لازم آئے گا)۔

نکتہ شناس محققین کو مولانا بحر العلوم کے اس کلام بلاغت نظام سے التزام تقلید کے باب میں اقوال ثلاثہ کی تحقیق خوب معلوم ہوئی اور خوب متیقن ہوا کہ امر حق یہی ہے کہ التزام سے بھی تقلید مجتہد معین کی لازم نہیں ہو جاتی۔

☆ ۱۱۔ حافظ الفقہ والاصول فاضل اخوند حبیب اللہ قندھاری حنفیؒ نے بھی یہی کہا ہے کہ بالاجماع التزام مذہب معین لازم نہیں۔ اگر کوئی اپنی طرف سے التزام کرے تو پھر اس میں تین قول ہیں۔ لیکن حق یہی ہے کہ لازم نہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے کسی بشر پر واجب نہیں کیا کہ ایک ہی مذہب کو پکڑے رہے۔ اور فرمایا ہے کہ عامی کو یہ درست ہی نہیں کیونکہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جس کو دلیل اور احکام کی کچھ معرفت ہو۔ سو اگر عامی ہو کر کہے کہ میں حنفی المذہب ہوں تو وہ ایسا ہے جیسا کہے میں نحوی ہوں۔ یعنی وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

و هل يقلّد المقلّد العا مل بمذ هب فی حكم غير ه؟ المختار نعم للقطع۔ با نّ المستفتين من عصر الصّحا بة و هلمّ جراً كا نوا يستفتو ن مرةً وا حداً و اخرى غيره غير

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتزمين مفتياً واحداً وشاء ذالک وتكرّر ولم ينكر فكان اجماعاً على انّ التزام مذهب معين غير لازم۔ واختلف فى انّه هل هو ملزم بمعنى انّه لو التزم فهل يلزم الا ستمرار عليه على ثلاثة اقوال فقيل نعم لانّ الا لتزام يبتنى على ظن حقية فيجرى على موجبه وقيل لا اذ لا واجب الّا ما اوجبه اللّه تعالى ولم يوجب على احدٍ ان يّتمذهب بمذهب امام بعينه فيقلده فى كل ما يأتى ويذر غيره والا لتزام لما لم يعهد ملزماً من الشّرع كان بمنزلة التزام كذا لفلان من غير ان يّكون له عليه فى التّقرير وهو الا صحّ فى الرافعى وغيره بل قال ابن حزم اجمعوا على انّه لا يحلّ لحاكم ولا مفت تقليد معين فلا يحكم ولا يفتى الّا بقوله انتهى۔ وقد انطوت القرون الفاضلة على عدم القول بذلک بل لا يصحّ للعامى مذهب ولو تمذهب به لانّ المذهب انّما يكون لمن له نوع نظر واستدلال ومعرفة باقوال امامه واحكامه۔ واما من لم يتاهل لذالک وقال انا حنفى اوشافعى كان لغواً كقوله انا فقيه اونحوى وغايته ان يكون وعداً۔ الى آخر ما قال مثل ما قال الاولون

(اور کیا پیروی کرسکتا ہے مقلد ایک مذہب کا کسی مسئلہ میں دیگر مجتہد کی؟ تو مذہب مختار پر جواب یہی ہے کہ ہاں کرسکتا ہے۔ کیونکہ زمانہ صحابہ سے آج تک لوگ بغیر التزام ایک مذہب کے فتوی پوچھتے چلے آئے ہیں۔ یوں اس بات پر اجماع ہوگیا ہے کہ ایک مذہب کا التزام لازم نہیں۔

اوراس بات میں علماء کا باہم اختلاف ہے کہ بعد التزام کے استمرار لازم ہے یانہیں؟ سو اس میں تین قول ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہاں استمرار ہونا چاہیے اور یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ التزام اپنے گمان میں حق جان کر اس نے کیا ہے تو اسکو اس پر رہنا چاہیے اور بعض نے کہا ہے کہ استمرار لازم نہیں کیونکہ واجب وہی ہے جو اللہ تعالی نے واجب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور اللہ نے یہ واجب نہیں کیا کہ کوئی شخص مجتہد معین کی تقلید کرے اور دیگر سب کو چھوڑ دے۔

اور التزام جب شرعی نہیں تو اس طرح ہوگا کہ جیسے کوئی یوں کہہ دے کہ فلاں شخص کے مجھے اتنے روپئے دینے ہیں، اور دینا اس کا کچھ بھی نہیں۔ تقریر میں ہے کہ یہی بات بہت صحیح ہے۔ رافعی وغیرہ میں ہے کہ بلکہ ابن حزم نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حاکم اور مفتی کیلئے تقلید ایک مجتہد معین کی حلال نہیں۔ ہو چکی تقریر ابن حزم کی

اور قرون سابقہ اس تعین مذہب سے خالی رہے ہیں۔ بلکہ ان پڑھ کا کوئی مذہب متعین ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جسے اقوال امام کی کچھ شناخت ہو۔ اور جو اس کا اہل نہیں اور وہ کہے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں تو یہ اس کا کہنا لغو ٹھہرے گا۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہہ دے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں)۔

☆ ۱۲۔ شیخ الفقہاء وامام الاصولیین مولانا اکملؒ صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) نے بھی تقریر الاصول میں ایسا ہی کہا ہے کہ التزام مذہب معین لازم نہیں۔ چنانچہ حبیب اللہ قندھاریؒ نقل کرتے ہیں۔

ثمّ فی التّقریر من المعلوم انّه لا یشترط ان یکون للمجتهد مذهب مدوّن و انّه لا یلزم احداً ان یّتمذهب بمذهب احد من الآئمة بحیث یأخذ باقواله کلها و یدع اقوال غیره کلّها کما قدّمناه بابلغ من هذا و من ههنا قال القرافی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یّقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحابة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر و قلّدهما فله ان یّستفتی ابا هریره و معاذ بن جبل و غیرهما فمن ادّعی رفع هذین الاجماعین فعلیه البیان ۔ اقول و انت تعلم ان اجماع الصّحابة لا یحتمل النّسخ باجماع آخر ۔ انتهی ما فی المغتنم۔

(تقریر میں ہے کہ یہ بات معلوم ہے کہ مجتہد کے لئے شرط نہیں کہ اس کا مذہب کتابوں میں مجتمع ہو اور یہ کہ کسی پر لازم نہیں کہ اماموں میں سے ایک امام کا مذہب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معین ٹھہرا لے اور باقی سب کو چھوڑ دے، اس طرح کہ ایک امام کے تمام اقوال پر عمل کرے اور دوسرے کے سب اقوال چھوڑ دے، چنانچہ پہلے اس کی تقریر اچھی طرح ہم کر چکے ہیں۔ اور یہیں سے قرافیؒ نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو مسلمان ہے وہ بلا روک ٹوک علماء میں سے جس کی چاہے پیروی کرے، اور صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھے اور ان کی تقلید کرے، اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے فتوی پوچھنا بھی جائز ہے۔ اب جس کو ان دونوں اجماعوں کے رفع کا دعوی ہے، وہ اپنے دعوی کی دلیل پیش کرے اور میں کہتا ہوں کہ صحابہ کا اجماع کسی اجماع متأخر سے اٹھ نہیں سکتا)

تنبیہہ۔ جو تین قول در باب التزام تقلید گذرے ہیں، وہ اس صورت میں ہیں جب کوئی اپنے نفس پر التزام کسی مذہب کا کرے۔ اور کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ یہ تین قول لزوم تقلید میں ہیں خواہ کوئی التزام کرے خواہ نہ کرے، اس لئے کہ قبل التزام کے بالاجماع تعیین مذہب لازم نہیں ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا ہر ایک عبارت سے ایسا ظاہر ہو رہا ہے جس کو ادنی طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ تینوں اقوال میں سے بھی قول حق اور مدلل بدلیل یہی ہے کہ التزام سے بھی لزوم ایک مذہب کا نہیں ہو جاتا، اور قول باللزوم محض غلط و بیدلیل شرعی ہے اگر کچھ دلیل ہے تو اسی قدر کہ لانّ الا لتزام لا یخلوا عن غلبة ظنّ الحقیة

سو اس کی بھی مولانا بحر العلومؒ نے خوب تحقیق کی ہے، پس کیونکر قول غلط و بیدلیل بلکہ مخالف دلیل، مقابل قول حق اور مدلل کے ہو سکتا ہے۔

☆ ۱۳۔ شرح شیخ ابن حاجب میں لکھا ہے کہ یوں کہنا کہ

جسکی ایک دفعہ کسی مسئلہ میں تقلید کی جاوے تو پھر دیگر مسئلوں میں بھی اسی کی تقلید واجب ہے، یہ منسوخ کرنا نص کا ہے، یعنی فا سئلوا اھل الذّکر کا، اور مخالف ہے اجماع سلف کے اور مخالف ہے حدیث کے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

لا یر جع بعد تقلید فیما قلّد اتفاقاً و فی حکم آ خر المختار جوازہ لقو لہ تعا لی فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمو ن۔ فا لقول بو جو ب الرّ جوع الی من قلّد اوّلاً فی مسئلة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یکون مقیّداً للنّص و هو یجری مجری النّسخ علی ما تقرر فی الا صول و لقوله ﷺ اصحابی کا لنّجوم با یّهم اقتدیتم اهتدیتم و انّ العوام فی السّلف کانوا یستفتون الفقهاء من غیر رجوع الی معین من غیر نکیر فحل محل الاجماع علی الجواز۔ کذا فی شرح ابن الحاجب کذا فی عقد الجید۔

اقول لنا فی هذا الحدیث بناء علی ما قال ابن حزم و البزاز و الا مام احمد کلام و انّما نقلناه محافظة علی النّقل ۔ فیبقی مستندنا فی کلامه عموم النص القرآنی و اجماع السّلف ۔

(جس مسئلہ میں عمل کرلیا تو بالاتفاق اس میں نہ پھرے اور دیگر مسئلوں میں مذہب مختار پر غیر مذہب پر عمل کرنا جائز ہے، بسبب اللہ کے فرمانے کے کہ پوچھو تم اہل ذکر سے اگر تم انجان ہو ۔سو پہلے ہی مجتہد کی طرف دیگر مسئلوں میں رجوع کو واجب جاننا نص کو مقید کرنا ہے، کہ جو قائم مقام نسخ کے ہے ۔اور بسبب آنحضرت ﷺ کے فرمان کے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں جس کی تم پیروی کروگے راہ یاب ہوگے ۔ اور بسبب اس کے کہ لوگ ہمیشہ سے بلاتعین مذہب، فتوی پوچھتے چلے آئے ہیں۔ تو یہ جواز پر اجماع ہوگیا۔ یہ شرح ابن حاجب میں ہے عقد الجید میں یوں ہی ہے میں کہتا ہوں کہ ہمیں اس حدیث میں بموجب مقولہ ابن حزمؒ اور بزازؒ اور امام احمدؒ کے کلام ہے۔اور ہماری سند عموم آیت اور اجماع سلف سے ہے)

☆ ۱۴۔ ابوالاخلاص ملاحسن الشرنبالی حنفیؒ نے دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کیا ہے کہ مذہب معین کا التزام ضروری نہیں اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بنام العقد الفرید لبیان الراجح من الخلاف فی جواز التقلید تالیف کیا ہے ۔ چنانچہ خطبہ کے بعد اس رسالہ کے فرماتے ہیں:

و بعد فیقول العبد الواثق بکرم ربّه الوفی ابوالاخلاص حسن الشرنبالی الحنفی قد ورد سؤال فی رجل حنفی المذهب یسیل منه دم او نحوه اراد تقلید الا مام مالک فی عدم نقض الوضوء بذلک الخارج و تقلیده ایضاً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عدم النّقض با للمس ا لّذی لا لذّ ة معه کما قا ل ا لا مام الاعظم مطلقاً فهل یجو ز له التّقلید و ما الحکم فی ذا لک ۔ ابسطوا الجوا ب و لکم الثوا ب من الکر یم الوها ب

فا جبت بجواز التّقلید من غیر تقلید با لعذ ر مجا نباً للتّلفیق مصا حباً للتّو فیق با لتّحقیق و سأ ذکر عن آ ئمّتنا جواز ذا لک بجملة من الفروع کقول اهل ا لا صول ان شاء اللّه تعا لی و جمعته بهذه ا لاوراق امتثا لاً لا مر النّبیّ ﷺ حیث امر بجمع العلم و التّقیید و سمّیته با لعقد الفرید لبیا ن الرّا جح من الخلا ف فی جواز التّقلید را جیاً مّن اللّه سبحانه القبول فهو خیر مسئول و اکر م ما مول

فقلت نعم یصحّ تقلید ا لامام ما لک فی عد م نقض الو ضوء بما یسیل من دم و قیح سواء کا ن من المخر ج او غیره و سواء کا ن التّقلید لمعذور او سا لم من العذر و سواء کان التّقلید بعد العمل بما یخا لفه من مذ هب ابی حنیفه او کا ن قبل العمل به و لکن علی المقلّد ا لا یتا ن بما هو مسنو ن او مستحب عند ا لا مام ابی حنیفه و هو شر ط عند الا مام مالک کان یتو ضأ تا ویا مر تبا موا لیاغسله مد لکا لجسده ۔

(حسن شرنبالی حنفیؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص حنفی کے حق میں یہ سوال آیا کہ خون نکلنے اور بغیر لذت عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹنے کے حکم میں امام مالکؒ کی تقلید کر سکتا ہے؟ میں نے اس کے جواز کا فتوی دیا بشرطیکہ وہ تلفیق سے بچے۔ اور میں اپنے آئمہ اور اہل اصول سے اس جواز پر دلائل نقل کر کے ایک رسالے میں جمع کرتا ہوں۔ سو میں نے کہا، کہ ہاں صحیح ہے تقلید امام مالکؒ کی وضو کے نہ ٹوٹنے میں خون اور پیپ کے بہنے سے، خواہ خون پیپ نکلنے کی جگہ سے ہو یا نہ ہو، اور خواہ یہ تقلید معذور کرے یا بلا عذر والہ، اور خواہ بعد عمل کے ہو یا نہ ہو، ہاں مقلد پر ضرور ہے ادا کرنا ان باتوں کا جو مسنون یا مستحب ہیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور شرائط میں سے ہیں امام مالک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک جیسے نیت کر کے پے بہ پے ترتیب وار اعضا کو مل کر وضو کرنا)۔

پھر اس کے بعد ہر دعوے کے ہر جزء کو دلائل سے ثابت کر کے رسالہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

فتحصل ممّا ذکرنا انّه لیس علی الانسان التزام مذهب معیّن وانّه یجوز له العمل بما یخالف ما عمله علی مذهبه مقلّداً فیه غیر اماله مستجمعاً شروطه و یعمل بامرین متضادین فی حادثین لا تعلق الواحدة منهما بالاخری و لیس له ابطال عین فعله بتقلید امام آخر لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لا ینقض۔

(تمام مذکور سے حاصل کلام یہ ہوا کہ التزام مذہب معین کا آدمی پر ضروری نہیں اور اپنے مذہب کے مخالف دیگر مجتہد کی بات پر عمل کرنا جائز ہے۔ ہاں شرائط کا لحاظ رکھے۔ اور دو مختلف حادثوں میں دو متضاد اقوال پر عمل کر سکتا ہے۔ لیکن خاص ایک ہی فعل میں دوسرے امام کی تقلید نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ کسی فعل کا اجراء قاضی کے صحیح حکم کی طرح ہے جو ٹوٹتا نہیں)۔

☆ ۱۵۔ سید محمد امین المشہور بابن العابدین الشامی حنفیؒ نے بھی ایسا ہی کہا ہے کہ تعین مذہب معین انسان پر لازم نہیں اگرچہ خود التزام کرے۔ اور اسناد اس دعوی کی تحریر شیخ ابن الہمامؒ اور شرح تحریر ابن امیر حاجؒ سے اور عقد الفرید ملا حسن شرنبالی حنفیؒ سے لائے ہیں۔ مگر چونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا اور شارح ابن امیر حاج کا اور ملا حسن شرنبالی کا ابھی گذرا ہے، اس لئے نقل کرنا عبارات شامی کا جو مشتمل ہے اوپر کلام ان اکابر کے، ضروری نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ عامی کو مذہب سے کیا علاقہ اس لئے کہ مذہب تو اس شخص کا ہوتا ہے جس کو کچھ بصیرت مذہب میں ہو۔ پھر عامی ہو کر اگر کوئی کہے کہ میں حنفی ہوں یا شافعی ہوں، تو وہ حنفی فی الواقع تھوڑا ہی ہو جاوے گا۔ جیسا کہ کہے کہ میں نحوی ہوں۔ چنانچہ ردالمحتار حاشیہ الدرالمختار میں عبارت تحریر اور تحبیر نقل کرنے کے بعد ارشاد کرتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قلت و ایضاً قالوا العامی لا مذھب لہ بل مذھبہ مذھب مفتیہ و عللہ فی شرح التّحریر بانّ المذھب انّما یکون لمن لہ نوع نظر و استدلال و بصر بالمذاھب علی حسبہ اولمن قرأ کتابا فی فروع ذالک المذھب و عرف فتاوی اماماہ و اقوالہ۔ و اما غیرہ ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذالک بمجرد القول کقولہ انا فقیہ او نحوی ۔و تقدّم تمام ذالک فی المقدّمۃ اوّل ھذا الشّرح و انّما اطلنا ذالک لئلّا یغتر بعض الجھلۃ بما یقع فی الکتب من اطلاق بعض العبارات الموھمۃ خلاف المراد فیحملھم علی تنصیص الائمّۃ المجتھدین۔

(میں کہتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں، بلکہ مفتی کا مذہب عین اس کا مذہب ہے۔ اور شرح تحریر میں مشائخ کے اس مقولہ کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ مذہب تو اس کا ہوتا ہے جو ایک طرح کی واقفیت مذاہب پر رکھے اور صاحب بصیرت ہو، یا مسائل جزیہ مذہب میں کوئی کتاب پڑھی ہو اور اپنے امام کے قول اور فتوے جانتا ہو۔ اور اس اہلیت کے بغیر جو کوئی کہے کہ میں حنفی یا شافعی ہوں، تو فقط اس کہنے سے حنفی شافعی نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ تو ایسی بات ہے کہ کوئی کہہ دے کہ میں فقیہ ہوں یا نحوی ہوں۔ آخر عبارت شرح تحریر تک۔

اور اس باب میں ہم نے اس لئے طول کلامی کی ہے کہ بعض جاہل کہیں بھٹک نہ جائیں ۔ کیونکہ فقہ کی بعض کتابوں میں کچھ بے قید عبارتیں وہم میں ڈالتی ہیں، اور جہلاء ان عبارات کو آئمہ کی رائے پر محمول کرسکتے ہیں)

☆ ۱۶۔ شیخ عابد سندھی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ تقلید مجتہد معین کے واجب ہونے پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی۔ اور بہت علماء نے عدم وجوب پر تصریح کی ہے۔ شیخ عابد سندھیؒ اپنے اس قول کو فقہاء حنفیہ اور مالکیہ اور شافعیہ کی طرف مستند کر کے فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر قرون اولی کا اجماع تھا کسی کو ایک ہی مجتہد کی تقلید کرنا حلال نہیں ہے۔ اور اس قول کو علامہ ابن امیر حاجؒ کی طرف مستند کرتے ہیں۔ چنانچہ طوالع الانوار حاشیہ الدر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المختار میں ارشاد فرماتے ہیں:

نا قلاً عن الشّیخ ابی المعا لی من علماء السّند و وجوب تقلید مجتهد معین لا حجّة علیه۔ لا من جهة الشّریعة و لا من جهه العقل کما ذکره الشّیخ ابن الهمام من الحنفیه فی فتح القدیر و فی کتا به المسمّی بتحریر ا لا صو ل و بعدم وجو به صر ح الشّیخ ابن عبد السّلام فی مختصر منتهی الاصو ل من الما لکیة و المحقق عضد الدّ ین من الشّا فعیة و ذکر ابن امیر الحا ج فی التّحبیر شر ح التّحریر انّ القرو ن الما ضیة من العلماء اجمعوا علی انّه لا یحلّ لحا کم و لا مفت تقلید ر جل وا حد بحیث لا یحکم و لا یفتی فی شیء من ا لا حکام ا لّا بقو له ۔

(شیخ ابو المعالیؒ نے علمائے سند سے نقل کیا کہ واجب ہونے تقلید مجتہد معین پر کوئی دلیل نہیں، نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی رو سے، جیسا کہ ذکر کیا اس امر کو شیخ ابن ہمامؒ نے حنفیوں میں سے اپنی کتاب فتح القدیر میں اور دوسری کتاب میں جس کا نام تحریر الاصول ہے، اور مالکیوں میں سے شیخ ابن عبد السلامؒ نے اپنی کتاب منتہی الاصول میں اس کی تصریح کی ہے کہ مجتہد معین کی تقلید واجب نہیں ہے اور اسی طرح شافعیوں میں سے عضد الدین محققؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور تحبیر شرح تحریر میں ابن امیر حاجؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگلے زمانے کے سارے علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ حاکم اور مفتی کو حلال نہیں ایک مجتہد معین کی تقلید اس طرح پر کرے کہ سوا اس مجتہد کے قول کے اور کسی کے قول پر حکم نہ کرے۔ ہو چکی عبارت شامی کی۔

☆ ۱۷۔ صفوۃ المحدثین امام ابن حزمؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا اجماع اس پر ہوا ہے کہ التزام ایک مذہب معین نہ چاہیے۔ پھر جو کوئی کہ ایسا التزام کرے تو اس نے مخالف کیا اجماع کے، اور اس کا اس امر میں کوئی پیشوا اور امام نہیں، اور اس نے مؤمنین کی رائے کے خلاف راہ اختیار کی۔ چنانچہ نبذ الکافیہ میں فرماتے ہیں:

و قد صحّ اجماع الصّحا بة کلّهم اوّ لهم عن آ خر هم و اجماع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّابعين اوّلهم عن آخرهم و اجماع تبع التّابعين اوّلهم عن آخرهم على الا متناع و المنع من ان يّقصد احد قول انسان منهم او ممن قبلهم فيأ خذ كلّه فليعلم من ا خذ بجميع اقوال ابى حنيفه او جميع اقوال مالک او جميع اقوال الشّافعى او جميع اقوال احمد ولا يترك قول من اتّبع منهم او من غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء فى القرآن و السّنّة غير صارف ذالک الى قول انسان بعينه انّه قد خالف اجماع الا مة كلّها اوّلها عن آخرها بيقين لا اشكال فيه و انّه لا يجد لنفسه سلفاً و لا اماماً فى جميع الا عصار المحمودة الثّلاثه فقد اتّبع غير سبيل المومنين ۔ نعوذ باللّه من هذه المنزلة ۔ (سارے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آخر تک یہ اجماع صحیح ہو چکا ہے کہ اس سے خود بھی باز رہا جائے اور دوسروں کو بھی منع کیا جائے کہ وہ کسی ہم عصر یا سلف میں سے کسی کے سارے اقوال مان لیں۔ جان لو کہ جو شخص امام ابو حنیفہؒ یا امام مالکؒ یا امام شافعیؒ یا امام احمدؒ کے سارے اقوال لے لیتا ہے، اور جس کی اتباع کر رہا ہے، اسے چھوڑ کر دوسرے کا قول تسلیم نہیں کرتا، اور قرآن وحدیث پر بھی اس وقت تک عمل نہیں کرتا جب تک اس کو انسان معین کے قول کی طرف نہیں لے جائے، بے شک اس شخص نے اجماع امت کی مخالفت کی۔ ایسا شخص قرون ثلاثہ میں اپنا کوئی مقتدا نہ پائے گا اس نے مسلمانوں کے راستے کے سوا دیگر راستہ اختیار کیا)۔

☆ ۱۸۔ بحر العلوم عبدالحی لکھنوی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ عمل کے باب میں ایک مجتہد کی تخصیص دھینگا دھینگی ہے، اس کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ شریعت کے حکم کا بدل دینا ہے اور خدا کی رحمت واسعہ کا بند کرنا ہے، اسلئے کہ شارع نے بندوں کو یہی تکلیف دی ہے کہ جس مجتہد غیر معین کی چاہیں تقلید کریں۔ چنانچہ شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

اعلم انّک قد علمت انّ التّكليف من الشّارع ليس الّا العمل بفتوى مجتهد على التّخيير و تخصيص العمل بفتوى

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد دو ن مجتهد تحكم لا يلتفت اليه بل هو تغير لحكم الشّا رع من دو ن بر ها ن و حجر ر حمة اللّه الوا سعة (شارع کی طرف سے فقط اتنی تکلیف ہے کہ کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے، اور ایک مجتہد کے قول کو دوسرے کی بہ نسبت خاص کرنا، سینہ زوری ہے۔ اسکی طرف کچھ خیال نہ کرنا چاہیے ۔ایسا کرنا شریعت کے حکم کو بلا دلیل بدل ڈالنا ہے اور اللہ کی رحمت کو تنگ کرنا ہے)۔

☆ ۱۹۔ مولانا رئیس المحققین المتأخرین شاہ ولی اللہؒ نے بدلائل عدیدہ اس التزام تقلید مذہب معین کو باطل کیا ہے اور کتاب مستطاب عقد الجید اور انصاف اسی کی تحقیق اور تفصیل میں تالیف فرمائی ہے۔ سو ان کتابوں کی تمام عبارات کی اس جگہ کہاں ہوسکتی ہے۔ طالب حق کو اور شائق تحقیق اور تدقیق کو چاہیے کہ ان کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ لیکن کچھ قدرے قلیل بطور تیمن اور تبرک کے ہم بھی ذکر کرتے ہیں، مگر پہلے اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ عامی کے حق میں تو شاہ صاحبؒ یوں فرماتے ہیں کہ اس کا کوئی مذہب ہی نہیں۔ اور اس کے عمل کی سبیل یہی ہے کہ وہ علماء وقت سے سوال کرے، جیسا کہ قبل ازیں ساتویں روایت (کلام سید بادشاہؒ) اور گیارھویں روایت (کلام اخون قندھاریؒ) اور پندرھویں روایت (کلام محقق شامیؒ) سے معلوم ہوا، تو مذہب اختیار کرنا ان کے نزدیک علماء ہی کی شان ہے، جو مسائل فروع واصول امام سے واقف ہیں۔ سو اس کے حق میں عقد الجید میں فرماتے ہیں:

اذا اراد هذا المتبحّر فى المذ هب ان يّعمل فى مسئلة بخلا ف مذ هب اما مه مقلداً فيها لا مام آ خر هل يجوز له ذا لک؟ اختلفوا فيه، فمنعه الغزا لى و شر ذمة و هو قو ل ضعيف عند الجمهور لا نّ مبنا ه على انّ ا لا نسا ن يجب عليه ان يّأخذ با لدّ ليل فا ذا فا ت ذالک لجهله با لدّ ليل ا قمنا اعتقاد ا فضيلة اما مه مقا م الدّ ليل فلا يجوز له ان يخر ج من مّذ هبه كما لا يجوز له ان يخا لف الدّ ليل الشّرعى و ردّ بان اعتقا د ا فضيلة ا لا مام على سا ئر ا لآ ئمة مطلقاً غير لازم فى صحّة التّقليد اجما عاً لا نّ الصّحا بة و التّا بعين

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كانوا يعتقدون انّ خير هذه الامة ابو بكر ثمّ عمر وكانوا يقلّدون في كثيرٍ من المسائل غيرهما بخلاف قولهما و لم ينكر على ذالك احد فكان اجماعاً على ما قلناه۔

و امّا افضلية قوله في هذه المسئلة فلا سبيل الى معرفتها للمقلّد الصّرف فلا يجوز ان يّكون شرطاً للتّقليد اذ يلزم ان لا يصحّ تقليد جمهور المقلّدين۔ فلو سلم ففي مسئتلنا هذه هذا عليكم لا لكم لان كثيراً ما يطلع على حديث يخالف مذهب امامه او يجد قياساً قوياً يخالف مذهبه فيعتقد الافضيلة في تلك المسئلة لغيره و ذهب الاكثرون الى جوازه منهم الآمدي و ابن الحاجب و ابن الهمام و النووي و اتباعه كابن حجر و الرملي و جماعات من الحنابلة و المالكية ممن يفضي ذكر اسمائهم الى التطويل و هو الذي انعقد عليه الاتفاق من مفتي المذاهب الاربعة من المتأخرين و استخرجوه من كلام اوائلهم۔

(اگر متبحر فی المذہب کسی مسئلہ میں اپنے امام کے خلاف کسی اور امام کا مقلد ہو کر عمل کرے تو کیا اسے اجازت ہے؟ اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام غزالیؒ اور ایک گروہ نے منع کیا ہے۔ جمہور کے نزدیک عدم جواز کا قول ضعیف ہے کیونکہ اس کی اصل یہ ہے کہ انسان پر مذہب کا دلیل کے ساتھ قبول کرنا واجب ہے، اور وہ اختیار دلیل معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ تو ہم نے اس کے امام کی افضلیت کے اعتقاد کو دلیل کے قائم مقام کر دیا۔ تو اب اس کو اپنے امام کے مذہب سے نکلنا جائز نہیں، جیسا کہ اس کو دلیل شرعی کی مخالفت جائز نہیں۔

یہ قول اس طور پر رد کیا گیا ہے کہ خود صحت تقلید تمام آئمہ پر اپنے امام کی افضلیت کا اعتقاد رکھنا باتفاق لازم نہیں ہے، کیونکہ صحابہ اور تابعین اعتقاد رکھتے تھے کہ اس امت میں افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں، پھر حضرت عمرؓ۔ اس کے باوجود وہ بہت سے مسائل میں ان دونوں کے خلاف تقلید کرتے تھے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ ،تو گویا ہمارے قول پر اجماع ہوگیا۔

رہا اس مسئلہ میں امام کے قول کا افضل ہونا، تو مقلد محض کے لئے اس کی پہچان کی کوئی صورت نہیں ہے، سو یہ شرط تقلید نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ شرط درست ہوتو لازم آتا ہے کہ عام مقلدین کی تقلید درست نہ ہو۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو ہمارے اس مسئلہ میں یہ تم کو مضر ہے، مفید نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اکثر اپنے امام کے مذہب کے خلاف حدیث پاتا ہے، یا قیاس قوی خلاف مذہب پاتا ہے۔ پھر وہ اس مسئلہ میں دیگر کی فضیلت کا معتقد ہوجاتا ہے۔

اور اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں جن میں سے آمدیؒ، ابن حاجبؒ، ابن ہمامؒ، نوویؒ اور انکے متبعین ہیں جیسے ابن حجرؒ، رملیؒ اور حنابلہ اور مالکیہ کی جماعتیں، جن کے اسماء کا ذکر موجب طواطت ہے۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر چاروں مذہب کے متأخر مفتیوں کا اتفاق ہو چکا ہے اور انہوں نے اس بات کو اپنے متقدمین کے کلام استنباط کیا ہے)

☆ ۲۰۔ شہید فی سبیل اللہ الجلیل مولانا محی الدین محمد اسماعیلؒ نے ایسی ہی تقلید کو بدعت حقیقی قرار دیا ہے اور شعبہ رفض کا ٹھہرایا ہے۔ اور جناب مؤلف (تنویر الحق) کو انہیں سے مقابلہ ہے اور انہیں کے کلام کے مقابلہ میں دعوی وجوب تقلید مجتہد معین کا کیا ہے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ اس عدم وجوب کا تمام عالم قائل ہے۔

اب سنو کلام بلاغت نظام مدلل بدلائل عظام مولوی اسماعیلؒ صاحب کا۔ آپ ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح میں احادیث صحیحہ سے استدلال کر کے مسائل متفرع کرتے جاتے ہیں اور بعد تفریح چند مسائل کے فرماتے ہیں:

مسئلہ خامسہ۔ استحسانات اکثر متأخرین از فقہاء صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند، یا ترویج امرے کہ خامل درقرون سابقہ بود برروئے کار مے آرند یا احیال امرے کہ دراں از منہ مروج بود بعمل مے آرند۔ مثل نماز معکوس و وجوب تقلید شخصی معین از آئمہ مجتہدین و ہبہ ثواب عبادات احیاء برائے اموات بخلاف نیابت درعبادت مالیہ کہ آن ثابت الاصل است ومثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی عشر و ترویج انزدار بنا بر اشتغال بعبادت ومطالعہ کتب وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق بجمع ہمت خود دراں واخمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن واخمال امر معروف ونہی عن المنکر وعدم مبالات باقامۃ جہاد لسانی وسنانی وامثال ایں امور محدثہ شان ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است۔

اور دوسری جگہ اسی ایضاح الحق میں ارشاد فرماتے ہیں:

بخلاف قسم ثانی کہ ہر کس را تحقیق احکام قیاسیہ واشغال صوفیہ وقوانین عربیہ ضرور نیست وارادۃ و تقلید شخصی معین از مجتہدین ومشائخ درارکان دین نہ بلکہ ہمیں قدر کافی ست کہ وقتے کہ حاجتے پیش آید از کسے از ایشاں استفسار کردہ شود نہ آنکہ ارادۃ و تقلید ہم مثل ایمان بالانبیاء از ارکان دین شمردہ شود ولقب حنفی وقادری بمشابہ لقب مسلمان وسنی اظہار کردہ شود وامتیاز از شافعیاں وچشتیاں مثل امتیاز از کفار وروافض از لوازم تدین شمردہ شود وانتقال را از مذہبے بمذہبے یا از طریقہ بطریقہ مثل ارتداد و ابتداع ونہی موجب قتل وہتک معدود کردہ شود۔ یا دعوی اجتہاد وولایت را مثل دعوی نبوت یا دعوی امامت بطریق نہی بر امام حق باعث قتال واہانت قرار دادہ شود آیا نمی بینی کہ باطاعت قاضی جبر کردن میرسد نہ براطاعت مجتہد کہ رد حکم قاضی دیگر را ہم نمیرسد چہ جائے احاد رعایا را بخلاف حکم مجتہد کہ بر ہر کسے قبول آن واجب نیست لاسیما در وقتیکہ آن کس خود مجتہد باشد کہ او را تقلید مجتہد اول اصلاً جائز نیست ونہی بر امام حق اگر چہ آن باغی لیاقت امامت داشتہ باشد اصلاً جائز نیست برخلاف دعوی اجتہاد کہ وقتیکہ ملکہ اجتہاد حاصل شود لابد دعوی اجتہاد باید کرد وتقلید را از گردن خود دور باید انداخت۔

بالجملہ غرض ازیں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب وسنت وتعلم تعلیم آں خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین وسعی در اشاعت آں از جنس اکل شرب ولباس است کہ مدار زندگانی بر آنست واشتغال باحکام فقیہہ معتبرہ واشغال صوفیہ نافعہ از قبیل مداواۃ ومصالحہ است کہ عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند وبعد ازاں بکار اصلی خود مشغول باشند وعنوان وشعار خود محمدیت خالصہ وتسنن قدیم باید داشت، نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ، بلکہ مذاہب وطرق را مثل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکان جند محمدی باید ساخت پس چناں کہ سپاہیان را عنوان سپہ گری شعار است واعلاء کلمہء سلطانی کار و بار و وقت کہ بہ دوائی محتاج مے شوند از ہر دو کانے کہ بدست آمد مے گیرند و بقدر حاجت بعمل آرند و باقی را برائے وقت ضرورت نگاہ میدارند و بہ کار و بار خود مشغول مے باشند۔ ہم چنیں محمد یہ خالصہ را شعار خود باید کرد واقامۃ ظاہر سنۃ را کار و بار خود باید داشت واحکام فقیہہ صحیحہ واشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد وزائد ازاں بآن توغل نباید کرد۔

سبحان اللہ مولانا مرحوم نے کیا اچھی تمثیل عمل بالحدیث کی امور مدار زندگانی کے ساتھ، اور عمل باقوال مجتہدین کی دوا کے ساتھ دی ہے۔ سو وجہ تشبیہ اول کی تو ایسی ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں۔ لیکن وجہ تشبیہ ثانی کی پس یہ ہے کہ جیسے کوئی دوا در ذات الجنب کے وقت کارآمد ہوتی ہے، ایسے ہی تقلید کسی مجتہد کے قول کی دل کے مرض، جہالت، کے وقت درکار ہوتی ہے۔ اور مذاہب مجتہدین کی تشبیہ عطاروں کی دوکانوں سے بہت خوب ہے۔ بنظر باریک غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی شخص التزام کر رکھے کہ میں عبداللہ نامی عطار ہی سے، مثلاً، دوا لیا کروں گا دوسرے سے کبھی نہیں لوں گا تو وہ بے شک ایک نہ ایک ہلاک ہی ہو جائے گا۔ یعنی کسی روز ذات الجنب میں مبتلا ہو رہا ہے اور عبداللہ عطار کے پاس اس کی دوا نہیں ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جس نے التزام کر رکھا ہو کہ میں تمام عمر امام ابو حنیفہ ؒ ہی کی (مثلاً) تقلید کروں گا امام شافعیؒ، امام مالکؒ کی ہرگز نہیں کروں گا تو وہ کسی نہ کسی دن گناہ میں مبتلا، یا کسی فرض کا تارک بھی ہو جائے گا۔ مثلاً ایک عورت حنفیہ ہو، جوان، مشتہاۃ، اور اس کا خاوند مفقود الخبر ہو، اور عرصہ چار برس کا گذر گیا ہو اور اس کو شہوت کا ایسا غلبہ ہو کہ زنا کے صادر ہونے کا خوف غالب ہو۔ تو دیکھو کہ اس عورت کو زنا سے بچنے کا امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں کوئی علاج نہیں۔ وہ تو یہی فرماتے ہیں کہ ۹۰ برس تک خاوند کی منتظر رہے۔ تو وہ خواہ مخواہ زنا میں مبتلا ہوگی۔ اور اگر التزام نہ ہوتا تو بے شک زنا سے بچ جاتی اس لئے کہ امام مالکؒ کے مذہب میں اس کی دوا، یعنی تجویز نکاح ثانی، بعد چار برس کے موجود ہے۔ ایسا ہی ایک شخص حنفی کو سفر میں ایسا موقعہ آن پڑا کہ نماز ظہر و عصر کی اپنے اپنے وقتوں میں ادا نہیں کر سکتا اور اس کو التزام تھا کہ شافعی مذہب کی تقلید کبھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ کرے گا اور جمع بین الظہر والعصر ہرگز نہ کریگا، تو وہ بے شک ایک نماز کو ان دونوں میں سے قضا ہی کرے گا۔ اور اگر اس کو التزام حنفیہ کا نہ ہوتا تو بے تامل دونوں نمازوں کو شافعی مذہب پر جمع کر کے ادا کرتا اور ترک فرض سے محفوظ رہتا۔

☆ ۲۱۔ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ رسالہ تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین میں، جس میں ایسی تقلید کو شبہ رفض کا فرمایا ہے، یہ ارشاد فرماتے ہیں:

و قد غلا النّاس فی التّقلید و تعصّبوا فی التزام تقلید شخص معیّن حتّی منعوا الاجتهاد و منعوا تقلید غیر اما مه فی بعض المسائل و هذا هی الدّاء العضال الّتی اهلکت الشّیعة هئولاء ایضاً اشرفوا علی الهلاك الا ان الشیعة قد بلغوا اقصا ها فجوّزوا رد النّصوص بقول من یّزعمون تقلیده و هئولاء اخذوا فیها و اولو الرّوایات المشهورة الی قول امامهم۔ (بے شک زیادتی کی ہے لوگوں نے تقلید کے باب میں اور ہٹ دھرمی کرتے ہیں ایک مجتہد معین کی تقلید کے التزام میں، یہاں تک کہ وہ قائل ہو گئے ہیں اجتہاد کے ممتنع ہونے کے، اور منع کرتے ہیں اپنے امام کے سوا تقلید سے بعضے مسئلوں میں، اور یہ وہ سخت مرض ہے کہ اس میں فرقہ شیعہ ہلاکت کو پہنچے ہیں اور اسی طرح یہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ شیعہ نے مبالغہ کر کے نصوص کو رد کیا ہے اپنے مقتدا کے قول کے مقابلہ میں، اور یہ لوگ مشہور روایتوں کی تاویل کر کے اپنے امام کے قول کی طرف کر لاتے ہیں)۔

☆ ۲۲۔ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی حنفی بھی مقر ہیں کہ طریق متقدمین کا یہی تھا کہ کسی ایک کی خاص کر تقلید نہیں کیا کرتے تھے اور اس قول کو آیت اور حدیث اور اجماع کی طرف مستند فرماتے ہیں۔ اور حافظ الحدیث ابن حزمؒ کی کلام سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ انصاف اور عدل اس میں ہے۔ چنانچہ تحصیل التّعرف فی معرفة الفقه و التّصوّف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لزوم اتّباع المجتهدین و الاقتداء بهم فیه طریقتان۔ فکان طریق المتقدمین انّهم لا یرون التزام مذهب معیّن و اتباع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجتهد واحد بل کا ن للمجتهدين العمل با جتهادهم و کا ن سبيل العوا م ان يستفتوا الفقهاء و ير جعوا اليهم من غير متابعة احد بعينه ۔ قا ل الحافظ ابو محمد بن حز م الظّا هری ما نعلم احداً فی زمان القرو ن الثّلا ثة الّذين هم خير القرو ن اخذ بقول احد بعينه و انّما حد ث ذا لک بعد تلک القرو ن من غير انکار احد فحل ذا لک محل ا لا جماع دليلهم علی ذا لک قوله سبحا نه فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن و يقو لو ن انّ النّاس ما مورو ن با لعمل با لکتا ب و السّنّة و الاجماع و ا لاقتداء با لعلماء فيما يفتو ن فما و جه التّعيين و التّخصيص و هذا اشارة قول النّبیّ ﷺ اصحا بی کا لنّجو م با يّهم اقتديتم اهتديتم ۔ و العلماء کلّهم فی حکمهم و هذا القول اقر ب ا لی ا لا نصا ف و العدل۔

اقول قد مرّ الکلام فی هذا الحديث فبقی مستند نا فی کلام الشيخ الآ ية و ا لا جما ع۔ (اتباع اور پیروی مجتہد معین میں دو طریقہ ہیں ۔ اگلے لوگوں کا تو یہ ہے کہ ان کے نزدیک تقلید مجتہد معین کی نہیں ہے بلکہ اس زمانے کے مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے اور عوام بغیر التزام ایک مجتہد معین کے علماء سے فتوی پوچھتے تھے۔

ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ قرون ثلاثہ میں ہم کسی کو نہیں جانتے کہ وہ ایک معین امام کے قول پر عمل کرتا ہو، بلکہ یہ امر ان زمانوں کے بعد پیدا ہوا ہے، تو یہ بمقام اجماع کے ہو گیا۔ اور ان لوگوں کی دلیل اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ (ترجمہ). اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے ۔ اور ان کا مقولہ یہ بھی ہے کہ لوگ قرآن اور حدیث اور اجماع امت اور اقوال علماء پر عمل کرنے کے مامور ہیں، سو کوئی وجہ تعین اور تخصیص کی نہیں ہے ۔ اور اسی طرف اشارہ کرتی ہے آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جس کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ اور علماء سب صحابہ کے حکم میں ہیں۔ اور یہ انصاف کے بہت قریب ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۳۔ ملا علی قاریؒ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو حنفی یا شافعی ہو جانے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ اگر اہل علم ہو تو قرآن وحدیث پر عمل کرو اور اگر عامی ہو تو کسی اہل علم سے پوچھ لے۔ چنانچہ شرح عین العلم میں فرماتے ہیں۔

و من المعلوم انّ اللّٰہ سبحا نہ و تعا لی ما کلّف احداً ان یّکو ن حنفیاً او ما لکیاً او شا فعیاً او حنبلیاً بل کلّفھم ان یّعملوا بالکتاب و السّنّۃ ان کا نوا علماء او یقلّدوا العلماء ان کا نوا جھلاء (اللہ نے کسی کو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بننے کی تکلیف نہیں دی، بلکہ اس بات کا مکلّف کیا ہے کہ اگر عالم ہو تو قرآن وحدیث پر عمل کرے، اگر لاعلم ہو تو علماء سے پوچھ لے)۔

اور سہم القوارض فی ذم الروافض میں فرماتے ہیں:

ثم اغر ب ایضاً فی نقلہ انّہ لو انتقل حنفی الی الشّا فعی لم یقبل شھادتہ و ان کا ن عا لماً کما فی اوا خر الجوا ھر۔ و ھذا کما تری لا یجوز لمسلم ان یتفوہ بمثلہ۔ فا نّ المجتھدین من اھل السّنّۃ و الجما عۃ کلّھم علی الھدا یۃ و لا یجب علی احدٍ مّن ھذہ ا لا مۃ ان یّکون حنفیاً او شا فعیاً او ما لکیاً او حنبلیاً بل یجب علی احا د النّاس اذا لم یکن مجتھداً ان یقلّد احداً مّن ھئو لا ا لا علام لقو لہ تعا لی: فا سئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون۔ وبقول بعض مشا ئخنا من تبع عا لماً لقی اللّٰہ سا لماً (اور جامع الرموز والے نے یہ نقل کر کے نہایت غریب بات کی ہے کہ اگر کوئی حنفی سے شافعی ہو جائے تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اگر چہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو۔ جواہر کے خاتمہ پر یوں ہی لکھا ہے۔

ایسی بات زبان سے نکالنا کسی مسلمان کو جائز نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے تمام مجتہد ہدائت پر ہیں، اور امت میں سے کسی پر واجب نہیں کہ حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہو۔ بلکہ جو مجتہد نہ ہو اس پر واجب ہے کہ کسی عالم کی تقلید کرے بسبب اس آیت کے پوچھ لو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بسبب ہمارے بعض مشائخ کے مقولہ کے کہ جو کسی عالم کی پیروی کرے گا وہ قیامت کے دن گرفت سے بچ جائے گا)۔

☆ ۲۴۔ علماء حنفیہ عراق اور ماوراء النہر نے سات مسئلوں میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے قول پر فتوی دے رکھا ہے۔ پھر اگر تقلید ایک ہی مجتہد کی واجب ہوتی تو وہ علماء حنفیہ کیوں مذہب مالک اور شافعی پر فتوی دیتے۔ جیسے کہ فرمایا شرح اسپیچاپی میں نقلاً عن جامع الفتاوی۔

افتی علماء العرا ق و ما وراء النهر علی قول ما لک و الشّافعی فی سبعة مسا ئل، منها تفریق امرأة الغا ئب با ر بع سنین (کہ علمائے عراق اور ماوراء النہر نے سات مسئلوں میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے اقوال پر فتوی دے رکھا ہے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ غائب مرد کی عورت کو چار برس بعد علیحدگی کا حکم دے دیا جائے)۔

اس روایت سے ان مقلدین متخصصین کا عذر دفع ہوا جو کہتے تھے کہ جس نے اپنے مذہب کے خلاف پر فتوی دیا ہے تو ایک یا دو مسئلوں میں دیا ہے، اور اس سے زائد ممنوع ہے۔ اور وجہ دفع ہونے کی ظاہر ہے اس شخص پر جو کہ دو میں اور سات میں فرق کر سکتا ہے۔

☆ ۲۵۔ فتاوی حسب المفتین میں بھی فرمایا ہے کہ مسئلہ نکاح زن مفقود میں امام مالکؒ کے مذہب پر حنفیوں نے عمل کر رکھا ہے چنانچہ بعد بیان مذہب امام مالکؒ کے درباب نکاح زوجہ مفقود کے فرمایا ہے:

قو ل ما لک معمول بها فی هذه المسئلة و هو احد قو لی الشّا فعی و لو افتی به الحنفیّ یجو ز فتواه۔

(مسئلہ نکاح زن مفقود میں امام مالکؒ کے قول پر عمل ہوتا ہے، اور ایک قول امام شافعیؒ کا بھی یہی ہے، اور حنفی المذہب اگر اس پر فتوی دیوے تو جائز ہے)

☆ ۲۶۔ خوارزم کے بعض علماء حنفیہ نے اختیار کر رکھا تھا کہ جو کوئی نماز میں خطاء سے قرأت غلط پڑھ جائے تو نماز اس کی فاسد نہیں ہوتی، یعنی اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے مذہب پر فتوی دے رکھا تھا۔ چنانچہ فتاوی بزازیہ میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان من علماء خوا ر زم یعنی من اصحا بنا من اختار عدم فساد الصّلوۃ با لخطاء فیھا اخذ بمذ ھب الشّا فعی فقیل لہ مذھبہ فی غیر الفا تحۃ فقا ل اخترت من مذ ھبہ ا لا طلاق و ترکت القید ۔ انتھی ۔ نقلہ العلا مۃ خا تم المتأ خرین ابن نجیم فی بعض رسا ئلہ فی الموقف و نقل الفھا مۃ ایضاً فی قول السّدید (خوارزم کے حنفی علماء میں سے ایسے بھی ہیں کہ بموجب مذہب شافعی کے صدور خطا سے نماز نہ ٹوٹنے کے قائل تھے۔ جب لوگوں نے ان سے کہا کہ امام شافعی کا یہ مسلک سوائے سورۃ فاتحہ کے اور باتوں میں ہے، تو جواب دیا جاتا کہ امام شافعیؒ کے مذہب سے مطلق بات لے کر سورۃ فاتحہ کی قید کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔ نقل کی ہے یہ عبارت ابن نجیمؒ نے وقوف کی بحث میں اپنے بعض رسائل میں، اور صاحب قول سدید نے بھی اس کو نقل کیا ہے)۔

تعین مذہب ضروری ہوتی تو یہ فتوی بعض علماء خوارزم کا بلانکیر کیوں جاری ہوتا؟

☆ ۲۷۔ قضاۃ متأخرین نے فتوی دے رکھا ہے تزکیہ کی جگہ گواہوں کو قسم کھلانے کا، بنا بر مذہب ابن ابی لیلیٰؒ کے۔ چنانچہ مولانا بحرالعلومؒ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لو و جد روا یۃ صحیحۃ من مجتھد آ خر یجوز العمل بھا ۔ الا تری انّ المتأ خرین افتوا بتحلیف الشّھود اقا مۃ لہ مقا م التّز کیہ علی مذ ھب ابن ابی لیلی

(سو اگر مذہب کی تعیین ضروری ہوتی، بلکہ اگر تعین مذاہب اربعہ کی لازم ہوتی، تو یہ فتوی امام ابن ابی لیلیٰؒ کے مذہب پر کیوں جاری ہوتا؟)

جب ملتزمین مذہب معین ان روایات کو دیکھتے ہیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ علماء حنفیہ کے یہ فتوے اور احکام مذہب امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ پر بنابر ضرورت تھے اور الضرورات تبیح المحظورات۔ چنانچہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے اپنی کتاب کے باب ثانی کے آخر میں آخری روایت کا یہی جواب دیا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ ان کے اس عذر کے جواب میں وہ روایات بھی نقل کی جائیں جن سے بلاضرورت، اذ مذہب مخالف پر فتوی دینا ثابت ہو۔ تو سنو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۸۔ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ سے ایک شخص نے ایک مسئلہ برخلاف حنفی مذہب کے دریافت کیا اور کہا کہ،

واسطے اجرائے اس حکم کے جو مخالف حنفیہ کے ہے، حنفی قاضی کسی شافعی المذہب کے پاس مقدمہ بھیجے، کہ وہ شافعی اپنے مذہب موافق کے حکم جاری کرے، اور حنفی قاضی اپنے مذہب کی مخالفت سے باز رہے،

(ابن حمزہؒ نے) جواب دیا کہ حنفی قاضی کا شافعی المذہب کے پاس مقدمہ بھیجنا درست ہے۔ اور اگر وہ حنفی قاضی خود ہی اس مقدمہ میں اپنے مذہب کے خلاف حکم جاری کردے تو بھی درست ہے۔ چنانچہ مجموع النوازل میں ذکر کیا ہے:

سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ عن الصّغیرۃ زوجھا من صغیر و قبل ابوہ۔ و کبرا الصغیران و بینھما غیبۃ منقطعۃ۔ و قد کان النّکاح بشھادۃ الفسقۃ۔ ھل یجوز للقاضی ان یّبعث الی شافعی المذھب لیبطل ھذا النکاح بسبب انّہ کان بشھادۃ الفسقۃ؟ قال نعم و للقاضی الحنفی ان یّفعل ذالک بنفسہ اخذاً بھذا المذھب و ان لم یکن مذھبہ۔ انتھی کذا فی عالم گیریہ (عطاء بن حمزہؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی چھوٹی عمر کی بیٹی کا نکاح ایک چھوٹی عمر کے لڑکے سے کردیا اور وہ دونوں بڑے ہوئے اور ان دونوں میں جدائی منقطعہ فقہی ہے، اور فاسقوں کی گواہوں سے یہ نکاح منعقد ہوا تھا۔ کیا قاضی کو جائز ہے کہ شافعی مذہب کے پاس اس مسئلہ کو بھیجے تاکہ گواہوں کے فاسق ہونے کی بنا پر اس نکاح کو باطل کرادے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں جائز ہے۔ اور حنفی قاضی خود بھی اس باب میں مذہب شافعی کو لے کر یہ حکم لگا سکتا ہے اگرچہ خود اس مذہب کا نہیں ہے۔ فتاوی عالم گیری میں یوں ہی ہے)۔

تو غور کرو کہ اگر عمل اور فتوی بمذہب مخالف، ضرورت ہی کے وقت جائز ہوتا تو اس سائل کو شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ نے، باوجودیکہ شافعی المذہب موجود تھا، اور حنفی کو اپنے مذہب کا خلاف کرنے کی ضرورت نہ تھی، کیوں حکم دیا کہ حنفی قاضی خود ہی اس نکاح کو برخلاف اپنے امام کے مذہب کے باطل کردے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ۲۹۔ شیخ الاسلام عطاء بن حمزہؒ نے قضا علی خلاف المذھب کو بلا ضرورت بھی درست کیا ہے ایسا ہی اور فقہاء نے بھی درست کیا ہے۔ چنانچہ غدہ میں فرمایا ہے:

یجوز للقا ضی ان یّبعث الی شا فعی المذ ھب لیبطل النّکا ح اذا کا ن التّز و یج بشھادۃ الفسقۃ و للحنفی ان یفعل ذالک و ھی مسئلۃ القضاء علی خلا ف مذ ھبہ ۔ کذا فی الفصو ل العما دیہ ۔ (قاضی کو جائز ہے کہ فاسق گواہوں کی گواہی سے ہونے والے نکاح کو باطل کرنے کے لئے شافعی قاضی کے پاس مقدمہ بھیج دے۔ اور حنفی قاضی بھی ایسا حکم لگا سکتا ہے اور یہ مسئلہ خلاف مذہب پر فتوی دینے کا ہے)۔

☆ ۳۰۔ امام طرطوسی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز جمعہ کی اقامت ہوگئی تھی اور قاضی ابو الطیبؒ طبری شافعی تکبیر کہنے کو مستعد ہوئے تو ناگاہ ایک جانور نے ان کے اوپر بیٹ کردی اور ظاہر ہے کہ شافعی مذہب میں جانوروں بیٹ کی نجس ہوتی ہے، لیکن قاضی ابوالطیبؒ نے اس بیٹ کے نجس نہ ہونے میں امام احمدؒ بن حنبل کی تقلید کر لی، اور کہا کہ میں اب حنبلی ہوں، اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ امام سید شریف علی السمہودیؒ نے نقلاً عن الکتاب الخادم فرمایا ہے:

انّ ا لا مام الطر طوسی حکی انہ اقیمت صلوۃ الجمعۃ و ھم القا ضی ابو الطّیب الطبری با لتّکبیر فا ذا طا ئر قد ذرق علیہ فقال انا حنبلی ثم احر م و د خل ، قلت و معلوم انہ انما کا ن شا فعیاً یجتنب الصلوۃ بذر ق الطا ئر فلم یمنعہ عملہ ای السا بق بمذ ھبہ فی ذا لک من تقلید المخالف انتھی علی ما نقلہ العلا مہ الحسن الشر نبا لی الحنفی فی العقد الفرید

☆ ۳۱۔ اور ایسا ہی مروی ہے کہ قاضی ابو عاصم عامریؒ حنفی نماز مغرب کے وقت قفالؒ شافعی کی مسجد میں تشریف لے گئے، تو قفالؒ شافعی نے انہیں دیکھ کر مؤذن کو حکم دیا کہ تکبیر میں دو دو کلمہ کہے واسطے خاطر داری قاضی حنفی کے باوجود کہ شافعی مذہب میں تکبیر میں ایک ایک کلمہ کہا جاتا تھا۔ اور قاضی حنفی کو امام بنایا تو انہوں نے بھی اپنے مذہب کے خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس خاطر قفال شافعی کے جہر بسملہ مع القرأۃ اور رفع الیدین وغیرہ شافعیوں کے موافق نماز میں ادا کیا۔ چنانچہ سید شریف علی السہمودیؒ کتاب خادم سے نقل فرماتے ہیں:

انّ القا ضی ابا عا صم العا مری الحنفی کا ن یفتی علی با ب مسجد القفا ل و المؤ ذن یؤ ذن المغر ب فتر ك و د خل المسجد فلما رآه القفا ل امر المؤ ذن ان یّثنی ا لا قا مة و قدم القا ضی فتقدّم و جهر با لبسمله مع القرأة و اتی شعار الشّافعیة فی صلو ته و معلوم انّ القا ضی ابا عا صم انّما یصلّی قبل بشعار مذ هبه فلم یمنعه سبق عمله بمذ هبه فی ذا لک ایضاً ۔ انتهی علی ما نقله العلامة الشر نبا لی الحنفی فی العقد الفرید ۔

اور طحطاویؒ نے بھی اس قصہ کو نقل کیا ہے۔

تنبیہ۔ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے روایت قفالؒ اور ابو عاصمؒ کے جواب میں یہ ارشاد کیا ہے کہ یہ روایت مخالف ہے اجماع کے۔ تو اس کو تم خوب دیکھتے چلے آتے ہو کہ اجماع امت کا کس طرف ہے۔ التزام کی طرف ہے یا عدم التزام کی طرف۔

اور مؤلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ

جائز ہے کہ کیا گیا ہو یہ فعل بنظر نفوذ کے، نہ بنظر اس کے یہ فعل درست ہے۔

سو بطلان اس قول کا صریح ہے اس لئے کہ یہ فعل اور اپنے امام کے مذہب کا ترک قاضی ابو عاصمؒ وغیرہ سے باوجود ممنوع جاننے کے واقع نہیں ہوا۔ ان پر کیا جبر ہوا تھا کہ باوصف علم عدم جواز اقدام کے مرتکب اس گناہ کے، یعنی ترک تقلید کے، بزعم مؤلف ہوئے تھے؟۔ راست فرمایا حضرت ﷺ نے:

من یّرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدّ ین (تر مذی: ۲۶۴۵)

(جس کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو دین کی سمجھ دیتا ہے)

☆ ۳۲۔ خاتم المتأخرین زین العابدین ابن نجیمؒ صاحب بحر الرائق حکم ملفق کی صحت کے قائل ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص تلفیق کو، جو جمع بین المذ هبین فی حادثه وا حده سے عبارت ہے، جائز رکھے وہ اختیار عمل بمذاہب مختلفہ میں بطریق اولی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز رکھے گا، کیونکہ جمع اول میں تو اختلاف بھی ہے اور ثانی مجمع علیہ ہے۔ چنانچہ رسائل زینیہ میں فرماتے ہیں:

و یمکن ان یؤ خذ صحّة ا لاستبدا ل من قو ل ابی یوسف و صحّة البیع بغبن فا حش بقول ابی حنیفه بناء علی جواز التّلفیق فی الحکم بین القو لین (اور ممکن ہے کہ استبدال کی صحت امام ابی یوسفؒ کے قول پر اور باوجود نقصان صریح کے بیع کی صحت امام ابوحنیفہؒ کے قول پر لی جاوے بنا بر جواز تلفیق کے دونوں قولوں کے حکم میں)۔

☆ ۳۳۔ خانیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ جس عورت کو میں نکاح میں لاؤں گا اس کو طلاق ہے۔ پھر اس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور کسی فقیہ سے پوچھا کہ اب اس کو طلاق ہوئی یا نہیں؟ تو فقیہ نے حکم دے دیا کہ طلاق نہیں ہوئی (چنانچہ مذہب شافعی کا ہے) تو اس شخص نے اس عورت کو اپنی زوجیت میں رکھا۔ اور پھر آئندہ ویسی ہی قسم کھالی اور بعد اس کے دوسری عورت سے نکاح کر کے حکم اس کا کسی دوسرے فقیہ سے پوچھا، تو اس دوسرے فقیہ نے برخلاف پہلے فقیہ کے حکم دیا کہ طلاق واقع ہوگئی (جیسا کہ مذہب حنفی میں ہے)، تو اس شخص کے حق میں ہمارے آئمہ کا یہ فتوی ہے اور حکم ہے کہ وہ شخص پہلی عورت کو پہلے فقیہ کی تقلید سے اپنے نکاح میں سمجھے اور دوسری عورت کو دوسرے فقیہ کی تقلید سے مطلقہ سمجھ کر چھوڑ دے۔

سو یہ حکم صریح دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ کبھی ایک فقیہ کی تقلید کرے اور کبھی دوسرے کی۔ اور ایک مسئلہ میں حنفی ہونا اور دوسرے مسئلہ میں شافعی ہونا درست ہے۔ اور ایک ہی امام معین کی تقلید واجب نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی حنفی تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصو ف میں فرماتے ہیں:

و نقل عن الخا نیه فی مسئلة تعلیق الطّلاق با لتّز و ج انّه قا ل اصحا بنا انّ صا حب الحا دثة اذا ستفتے عد لاً من اهل التقوی فافتی ببطلا ن الیمین وسعه ان یأ خذ بفتواه و یمسک المرأة ۔ فا ن تز و ج اخری بعد ها و قد حلف بطلاق کل امرئة تز و جها فا ستفتے فقیها آ خر مثله فا فتاه بصحّة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الیمین و وقو ع الطّلاق المضا ف الیه با لتز و ج ۔ فا نه یمسک ا لا ولی و یفارق الثا نیة و هذا کله دلیل علی انه یجوز الر جوع من فقیه الی فقیهه و ان یکو ن الشخص حنفی المذ هب فی مسئلة و شا فعی المذ هب او غیره فی اخری و لا یجب تقلید امام بعینه ۔

اور یہ روایت ذخیرہ، اورنوادر رستم میں اورقول سدید وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

☆ ۳۴۔ مولوی سید حیدرعلی ٹونکیؒ جو بڑے عالم متبحر جامع معقول اورمنقول شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ اورمولانا شاہ رفیع الدینؒ دہلوی کے تھے، اپنے رسالہ صیا نة الاناس من وسوسة الخنا س کہ جو ردّ میں مولوی فضل رسول بدایونی کے تحریر کیا ہے، فرماتے ہیں:

قول موسوس۔ بعض متر دد ین نے یہ حال سن کر استد عا کی کہ چند با تیں مولوی اسماعیل کی اس طرح سے نقل کر دیجئے کہ موافق مخالف سے تحقیق کی جاویں۔ ہر چند دانش مندوں پر مولوی اسماعیل (دہلوی) کے کلام سے ظاہر ہے کہ ان کو اصلاً قید مذہب وملت کی نہیں ہے اورسیف الجبار وغیرہ رسائل میں محقق ہو چکا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حال رسائل مذکور کا تو دیکھنے سے معلوم ہوگا، پر اتنا کہا جاتا ہے کہ ملت سے اگر مراد یہ ہے کہ مولوی اسماعیلؒ (دہلوی) کو قید دین اسلام کی نہیں تھی، کبھی مسلمان کبھی یہودی کبھی نصرانی کبھی مشرک بنتے تھے، تو یہ بات قابل جواب کے نہیں۔ اس کو ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔

اوراگر مرادملت سے وہی مذہب ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قید ایک مذہب کی اکثر لوگوں کے حق میں اکثر احوال میں اولی اور مستحسن بلکہ ضرور ہوتی ہے، کیونکہ دین پر چلنا سہل ہو جاتا ہے، لیکن ہر شخص کے واسطے ضرورنہیں۔ جس کو اللہ تعالی مرتبہ تحقیق کا دے وہ کیوں تقلید کرے۔ پھر تقلید ایک شخص معین کی اس پر اگر کوئی ادلہ شرعیہ اربعہ سے ہو تو لاؤ ذکر کرو۔ تقلید تو واسطے بے علم کے ہے ۔ فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن (پوچھو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے)

سید شریفؒ نے حکمة العین کے حاشیہ میں فرمایا ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایک جسمی ہے اور وہ سادات کرام ہیں، ان پر صدقہ زکوۃ حرام ہے۔ دوسری اولاد روحی ہے اور وہ علماء عظام ہیں، ان پر تقلید، جو دوسرے عالم کا صدقہ ہے، حرام ہے۔ اور جو تحقیق اصل ہوئے اور تقلید ضروری یعنی وقت نہ ہونے مرتبہ تحقیق کے ضرورت پڑے تو ہوئی، تو اس لئے مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ہے اور اگر مصیب ہو تو دو اجر، بخلاف عامی مقلد کے کہ اس کو خطا میں نہ دوگنا اجر، نہ ایک۔ محقق کے حق میں کلام برسبیل تنزل کیا گیا ورنہ عامی اور مقلد کو بھی موافق تحقیق متأخرین اور متقدمین کے تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب نہیں، اگرچہ اولی اور بہتر اور موجب سہل ہونے عمل کے ہے۔ اس ہمارے دعوے پر صحابہ کا اجماع حجت اور دلیل ہے تو جو شخص کہ تقلید ایک شخص کی لازم اور واجب کہتا ہے، وہ غلط کہتا ہے۔ جو عدم وجوب پر اجماع صحابہ کا ہے اس پر اس کو علم نہیں۔ اب سنو اس کا بیان مسلم کتاب علم اصول الفقہ کی جس خوبی سے ہے اور اخیر اور پچھلی کتابوں میں حاجت بیان کی نہیں۔ اس میں ہمارا مطلب ہے اور تحریر محقق ابن ہمام اور اس کی شرح میں بھی ایسی ہے۔ اب پہلی کتاب اور اس کی شرح کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں یوں ہے:

قا ل ا لا مام اجمع المحققون علی منع العوا م من تقلید اعیا ن الصّحا بة ر ضوا ن اللّٰه تعا لی علیهم فا نّ اقوا لهم قد تحتا ج فی استخرا ج الحکم الی تنقیة کما فی السّنّة و لا یقدر العوا م علیه۔ بل یجب علیهم اتّباع الّذ ین سبروا ای تعمّقوا و بوّ بوا ای اوردوا ابوا باً لکلّ مسئلة علی حدّة فهد بوا مسئلة کل با ب و نقحوا کل مسئلة من غیر ها و جمعوا بجا مع و فرّ قوا بفارق و عللوا ای اوردوا لکل مسئلة مسئلة علة و فصلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوا م تقلید من تصدی لعلم الفقه لا لاعیا ن الصّحا بة المجملین القول۔ و علیه ابتنی ابن الصّلاح منع تقلید غیر ا لآ ئمّة ا لا ربعة ا لا مام الهمام امام ا لآ ئمّه اما منا ابو حنیفه الکو فی و ا لامام ما لک و ا لامام شا فعی و ا لا مام احمد رحمهم اللّٰه و جزا هم عنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احسن الجزاء لانّ ذالک المذکور لم یدر فی غیر هم و فیه ما فیه فی الحا شیة قا ل القرا فی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر حجر و اجمع الصّحا بة علی انّ من استفتی ابا بکر و عمر امیر المؤ منین فله ان یستفتی ا با هریره و معا ذ بن جبل و غیر هما و یعمل بقو لهم من غیر نکیر فمن ا دّ عی برفع هذ ین ا لا جما عین فعلیه البیا ن انتهی۔ فقد بطل بهذین ا لاجما عین قو ل الا ما م

و قو له اجمع المحققو ن لا یفهم منه ا لا جماع الّذی هو الحجّة حتی یقا ل یلزم تعا ر ض ا لا جما عین بل الّذی یکو ن مختاراً عند احد و لکو ن الجما عة متّفقین علیه یقا ل اجمع المحققو ن علی کذا۔

ثمّ فی کلا مه خلل آ خر اذ المجتهدو ن ا لآ خرو ن ایضاً بذ لوا جهد هم مثل ا لآ ئمة ا لا ربعة و انکار هذا مکا برة و سوء اد ب۔ بل الحقّ انّه انّما منع من منع تقلید غیر هم لا نّه لم یبق روا یة مذ هبهم محفو ظة حتی لو و جدوا روا یة صحیحة من مجتهد آ خر یجوز العمل بها ا لا تر ی انّ المتأ خّرین افتوا بتحلیف الشّهود اقا مة له مو قع التّز کیة علی مذ هب ابن ابی لیلی۔

(امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ محققین اس پر متفق ہیں کہ عام لوگ صحابہ کی پیروی نہ کریں کیونکہ ان کے اقوال سے حکم، حدیث کی طرح بدقت نکلتا ہے اور عام لوگ اتنی قدرت نہیں رکھتے۔ غرض فقہاء کی پیروی چاہیے صحابہ کی نہیں۔ اور ابن صلاحؒ نے اسی وجہ سے آئمہ اربعہ، یعنی امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ، کے سوا دیگر کی تقلید سے منع کیا ہے کیونکہ دیگر مذاہب میں مذاہب اربعہ کی سی باتیں نہیں ہیں۔

اس پر اعتراض ہے۔ حاشیہ میں ہے کہ بقول قرافی اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہے، اسے کو روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ جو امیر المؤمنین ابو بکرؓ اور عمرؓ سے فتوی پوچھے، اسے ابو ہریرہؓ اور معاذؓ بن جبل وغیرہ سے بھی فتوی پوچھنا اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔ جس کسی کو ان دونوں اجماعوں کے اٹھ جانے کا دعوی ہو، اسے ضروری اپنے دعوی کی دلیل پیش کرنا چاہیے۔ تو ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمینؒ کا قول باطل ہو گیا۔

اور امام الحرمینؒ کے قول، محقق جمع ہو گئے ہیں، سے وہ اجماع مراد نہیں ہے جو حجت ہے۔ کہ یہ کہا جائے کہ دو اجماعوں میں مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ جو امر کسی کا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہے اور ایک گروہ خاص اس پر متفق ہو جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اس بات پر محقق جمع ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک خلل یہ ہے کہ مثل آئمہ اربعہ کے دیگر مجتہدین نے بھی کوششیں کی ہیں جس کا انکار ہٹ دھرمی اور گستاخی ہے۔ اس لئے سچی بات یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے علاوہ، دیگر کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے اس نے یہ وجہ ٹھہرائی ہے کہ دیگر مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں رہی ہیں، یہاں تک کہ اگر کسی اور مجتہد سے روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل جائز ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ متأخرین نے امام ابن ابی لیلیٰؒ کے مذہب پر تزکیہ کی جگہ گواہوں کو قسم دلانے پر فتوی دے دیا ہے)۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ طعنہ زنی، خصوصاً ایسے علماء پر عدم تقلید مذہب اور ملت کے، اور دوسرے مطاعن کا منشاء وہی نشہ و شراب قہر الٰہی کا ہے جیسے مکرر معلوم ہوا (تمام ہوئی تقریر مولانا حیدر علی ٹونکیؒ کی صیانۃ الاناس میں)۔

اور نیز مولانا حیدر علی ٹونکیؒ نے ۱۲۷۰ھ میں کسی سائل کے جواب میں ایک فتوی تحریر فرمایا تھا جو ۱۲۷۱ھ میں مع مواہیر علماء ٹونک اور دہلی طبع ہوا تھا۔ اسے بھی نقل کیا جاتا ہے:

چہ مے فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین در بارہ کسے کہ ایمان بر خدا و رسول آوردہ بر اتباع احکام شرعیہ بلا تقلید مذہبی از مذاہب اربعہ بدل و جان کمر بستہ و آئمہ اربعہ را پیشوائے خود مے داند و خود را محمدی مے گوید و مقلد مذہب معین را کہ خود را حنفی یا شافعی مثلاً می گوئد نیز محمدی مے داند مثل عبداللہ نومسلم و مانند آں آں شخص مسلمان سنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہست یا نہ و ہر کہ اورا مشرک یا کافر یا مردود گوید آں کیست۔ بینوا توجروا۔

جوابے ازیں استفتاء آنست کہ ایں سوال متضمن سہ سوال است۔

اول، آنکہ ہر کہ با وجود ایمان بخدا و رسول بر اتباع احکام شرعیہ بلا تقلید مذہب از مذاہب اربعہ بدل و جان کمر بستہ و آئمہ اربعہ و غیرھم از آئمہ اہل سنت و جماعت را بر حق میداند و خود را محمدی می گوید ایں اتباع جائز است یا نہ؟

دوم۔ آنکہ اورا کافر یا مشرک یا مردود گفتن و اورا از فرقہ اہل سنت خارج دانستن روا است یا نہ؟

سوم۔ آنکہ در صورتیکہ اورا کافر یا مشرک یا مردود گفتن روا نباشد حکم ایں گوینده چیست

جواب از سوال اول آنکہ در کتاب مسلم الثبوت کہ در اصول الفقہ بمذہب حنفی مثل آں تا ایں زمان تالیف نہ گشتہ در منہیہ آں از امام قرافی نقل کردہ ترجمہ اش اینست کہ اجماع منعقد است بریں کہ ہر کہ اسلام آورد برائے او روا است تقلید ہر مجتہد کہ بخواہد بغیر تعین من غیر حجر و نیز اجماع صحابہ است بر اینکہ شخصے کہ استفتاء از حضرت ابو بکر و حضرت عمر می کرد و تقلید ایں ہر دو مے نمود برائے او روا ست کہ استفتاء از ابی ہریرہ و معاذ بن جبل بکند و عمل باقوال ایناں نماید من غیر نکیر۔ پس کسے کہ رفع ایں ہر دو اجماع را دعوی کند بر او واجب است کہ دلیل دعوی خود بیان نماید۔ انتہی

ترجمہ حاصلش اینست کہ اتباع احکام شرعیہ واخذ آنہا از ہر مجتہد کہ خواہد بلا تقلید مذہب از مذاہب اربعہ و غیر ہا جائز است با جماع صحابہ۔ پس منکر و مخالف آن منکر و مخالف اجماع صحابہ است و در خوف تردی و ہلاک است، لیکن باید دانست کہ چنانکہ عدم تعین مجتہد در تقلید جائز است ہم چنیں تعیین نیز جائز است۔ بلکہ تعیین دریں زمانہ موجب سہولت عمل در دین ست و نیز در تقلید مجتہد معین فائدہ دیگر است کہ چوں بر مسئلہ ہر کتاب عمل جائز نیست بلکہ کتاب معتبر متداول در اہل سنت و جماعت در کار است و ہم چنیں بر قول ہر اہل علم عمل روا نیست کما صرح بہ المحققون از اینجا ست کہ فتوی مجتہد فاسق چنانکہ حجاج واجب التوقف است صرح بہ علی البزدوی وغیرہ و نیز حق تعالی میفرماید ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا ۔(حجرات:۶) (اگر آوے تمہارے پاس فاسق خبر لے کر تو تحقیق کرو) ۔ از ایں جاست کہ قول فاسق در روایات و در دیانات معتبر نیست،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ عالم موثوق بہ در دین ضرور ست ۔ وایں معنی در تقلید مجتہد سہل ست و در غیر دشوار۔ مبادا بقول فاسق عمل واقع گردد۔ و در ینجا غرض ما بیان عدم وجوب تعین مجتہد است و اینکہ ہر کہ تعین نکند او گمراہ نیست ۔

جواب از سوال دوم ۔ آنکہ چوں آن شخص متبع احکام بر وجہ مذکور ایمان بر خدا و رسول وے ﷺ میدارد و بسبب اتباع مذکور کہ با جماع صحابہ جائز است از ایمان خارج نگشت ،سنی مومن صحیح الا یمان باشد۔

جواب از سوال سوم آنکہ مومن صحیح الا یمان را کافر یا مشرک گفتن حسب فرمودہ رسول اللہ ﷺ روا نباشد، بلکہ خود کافر یا مشرک گوینده کافر مے گردد۔ درجمع الجوامع است

اذا قا ل الرّ جل لا خیه یا کا فر فقد باء به احد هما (بخاری:۶۱۰۳، ترمذی) (جس وقت ایک آدمی نے دوسرے کو کہا اے کافر ۔تو وہ کفر دونوں میں سے ایک کی طرف رجوع کرے گا)

اذا قا ل الر جل لا خیه یا کا فر فقد باء به احد هما ان کا ن الذی قیل له کا فر فهو کا فر و الا یر جع الی من قا ل (طبرا نی) (جس وقت ایک شخص نے اپنے بھائی مسلمان کو کافر کہا تو وہ کفر ایک کی طرف جوع کرے گا ۔جس کو کافر کہا گیا ہے اگر وہ کافر ہے تو کافر ہے ۔اور نہیں تو کہنے والے کی طرف رجوع کرے گا)۔

این ست حکم گوینده لفظ کافر و چوں مشرک مستلزم کفر است نیز حکم مشرک گوینده ہمیں باشد اگر شرک خفی مرادش نباشد آنچہ امام قرافی دو اجماع نقل کردہ وصاحب مسلم الثبوت آنرا ہم مسلم داشتہ اگر چہ بر تمامی اہل سنت و جماعت حجت است لیکن بسبب بودن نقل از عالم متبحر شافعی و محقق متبحر حنفی الزام حجت بر مقلد حنفی و شافعی اتم و اکمل ست ۔ و بر اہل علم مخفی نیست کہ از صحابہ کرام چند صحابہ معدود مجتہد بودند و باقی ہمہ مقلد باز اکثر و بیشتر ازیں ہا تقلید یک کس معین از صحابی مجتہد لازم نگرفتہ بودند باز اگر کسی مقلد یک کس معین اتفاقاً مے بود ایں تقلید خاص را بالخصوص واجب و لازم نمیدانست کہ خلاف اجماع صحابہ بود بلکہ تقلید دیگرے ہم جائز میدانست پس ایں مردم بے باک کہ خود ہا را با وجود بے علمی از اہل علم می شمارند آنچہ لفظ و معنی لا مذہب قرار دادہ اند در اکثر صحابہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باعتبار عمل و در جمیع صحابہ اعتقاد جوازش متحقق بود۔ و نیز متأخرین علماء حنفیہ تحلیف شہود موافق مذہب ابن ابی لیلی قائم مقام تزکیہ لازم شہود گردانیدہ اند۔ و قضاۃ امصار و اعصار بریں عمل می کنند با آنکہ در ہر چہار مذہب تحلیف شہود نا رواست۔ پس ایں لفظ لامذہب در مقام طعن بر زبان آوردن قدحی و جرحی است۔ العیاذ باللّٰہ تعالی۔

درصحابہ کرام ومفتیان وقضاۃ علماء متأخرین حنفیہ پس مومن صادق را از اہل علم لازم است کہ دریں آیت کریمہ:

افرأیت من اتّخذ الهه هواه و اضله الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشاوة فمن یّهد یه من بعد اللّٰه افلا تذ کرو ن((جاثیہ:۲۳) (بھلا دیکھ تو جس نے اپنی خواہش کی پرستش کی اور راہ سے بھٹک گیا، اللہ نے اس کے کان اور دل پر مہر کردی اور آنکھ پر اندھیرا ڈال دیا۔ اب اللہ کے سوا کون اسے راہ پر لاوے)

غور کند و خائف و خاشی باشد کہ خدانخواستہ باشد مصداق ہمیں آیہ کریمہ گردد۔ و ایں کاتب الحروف خود مقلد مذہب حنفی است۔ اگر کسے بریں مذہب طعن کند خود خصم اویم۔ لیکن از حق چارہ نیست خصوصاً ..کہ در حدیث وارد است :السّاکت عن الحقّ شیطا ن اخر س (حق بات سے چپ رہنے والہ گونگا شیطان ہے)۔ نیز درحدیث مرفوع است:من علم و کتم الجم بلجا م من النّار (جو کوئی جان بوجھ کر چھپاوے، آگ کی لگام دیا جائے گا)۔حق تعالی از رحمت خود ما را بر عداوت شیطان مطلع فرمودہ باینکہ ما ہم باوعداوت کنیم مامور فرمودہ۔

انّ الشّیطا ن لکم عدوّ فا تّخذوہ عدواً۔ انّما ید عو حز به لیکو نوا من اصحا ب السّعیر (فا طر :۶) (بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے، سوتم بھی اس کو دشمن سمجھو۔ وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوویں دوزخ والوں میں)

این شیطان ملعون عوام وامیان را بکید ے دردام خودمی آرد و با اہل علم بازی دیگر پیش میکند۔بعضے ازیں ہا بحد ثین بے ادب مے باشند وبعضے دیگر بمجتہدین۔ نعو ذ باللّٰه تعا لی منهما ۔ و نیز ایں ظاہر است نزد اہل علم کہ ہر کسے کہ از اظہار دین مطابق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تا کیدا حا دیث نبوی علی صا حبہا الصلوۃ والسلام و اجماع صحا بہ کرا م نا خوش گردد اورا خواص وعوام مؤمنین خناس من الجنۃ والناس دا نند حق تعالی ما را در اظہار دین منجملہ لا یخا فو ن لو مۃ لا ئم بفضل خود سا زد۔ و اللہ تعا لی اعلم ۔ودرشرح تحریر ابن ہمام صا حب فتح القدیر است

اعلم انّک قد علمت انّ التّکلیف من الشّا رع لیس ا لّا العمل بفتوی مجتھد علی التّخییر و تخصیص العمل بفتوی مجتھد دون مجتھد تحکم لا یلتفت الیہ بل ھو تغییر حکم الشّا رع من دو ن بر ھا ن و حجر رحمۃ اللّٰہ الوا سعۃ و الصّحابۃ احقّ با لتّقلید فا نّھم اقرب الی اخذ ا لا حکام من صا حب الو حی لکن لا یخلوا بعض احکا مھم عن اشارات خفیۃ فیحتا ج الی تبیین المجتھدین ا للا حقین و امّا المجتھدون الّذین اتّبعو ھم با حسا ن فکلّھم سواء فی صلو ح التّقلید بھم فا ن و صل فتوی سفیا ن بن عینیۃ او ما لک بن دینار او غیر ھم یجوز ا لا خذ بہ کما یجوز ا لاخذ بفتوی ا لآ ئمۃ الا ربعۃ ا لا انّہ لم یبق عن ا لآ ئمہ الآ خرین نقل صحیح ا لّا اقل القلیل و لذا منع من منع التقلید ایا ھم فا ن و جد نقل صحیح منھم فی مسئلۃ فا لعمل بہ و العمل بفتوی ا لآ ئمۃ الا ربعۃ سواء۔ ھذا آ خر ما قصد ت تر قیمہ فی شرح کتا ب التحریر ۔انتھی۔ و اللّٰہ اعلم با لصّوا ب

(شارع کی طرف سے تکلیف فقط اتنی ہی ہے کہ بلا قید کسی مجتہد کے قول پر عمل کیا جاوے۔ اور کسی مجتہد کی تخصیص کرنا سینہ زوری ہے اس کی طرف التفات نہ چاہیے۔ یہ طریق، حکم شارع کو بلا دلیل تبدیل کرنے کے اور اللہ کی رحمت واسعہ کو تنگ کرنے کے مترادف ہے۔

اور صحابہ تقلید کئے جانے کے زیادہ مستحق ہیں، کیونکہ وہ اخذ حکم میں صاحب وحی کے قریب ہیں۔ لیکن ان کے بعض کلام ایسے ہیں کہ ان کی تشریح کے لئے مجتہدین کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اور مجتہدین ،صحابہ کے اچھے پیرو ہیں، اور سب کے سب تقلید کئے جانے کا مساوی استحقاق رکھتے ہیں۔ سواگر سفیان بن عینیہؒ کا یا مالک بن دینارؒ وغیرہ کا فتوی مل جائے تو آئمہ اربعہ کی طرح ان کے فتوے پر عمل کرنا بھی جائز ہے۔

ہاں اتنی بات ہے کہ مذاہب اربعہ کے سوا، دیگر مذاہب کی روایات کم ملتی ہیں۔ اوران کی تقلید سے منع کرنے والوں نے اسی بنا پر منع کیا ہے۔ سواگر ان میں سے کسی سے نقل صحیح مل جائے تو اس پر اور آئمہ اربعہ کے قول پر عمل کرنا برابر ہے)

۳۵۔ میزان کبری مؤلفہ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ میں ہے:

کان ا لا مام ابن عبد البریقول لم یبلغنا عن احد من ا لآ ئمة انه امر اصحا به با لتزا م مذ هب معین لا یری صحةخلافه بل المتقول عنهم تقریر هم النّاس علی العمل بفتوی بعضهم بعضاً لا نّهم کلّهم علی هدی من رّ بّهم و کا ن یقول ایضاً لم یبلغنا فی حد یث صحیح و لا ضعیف انّ رسو ل اللّه ﷺ امر احداً من ا لآ ئمة با لتزا م مذ هب معیّن لا یری خلا فه و ما ذالک ا لّا لانّ کل مجتهد مصیب ۔ انتهی ۔

و نقل القرا فی ا لا جماع من الصّحا بة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر و قلّد هما فله بعد ذا لک ان یستفتی غیر هما من الصّحابة و یعمل به من غیر نکیر ۔ و اجمع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شا ء من العلماء بغیر حجر و من ادّعی رفع هذین الاجماعین فعلیه الدلیل ۔ انتهی ۔

و کا ن ا لا ما م الزما نی من آ ئمة ا لما لکیة یقو ل یجوز تقلید کل من اهل المذا هب فی النّوازل انتهی ما فی کتا ب المیزا ن الکبری للا مام الشّعرا نی ۔

و ایضاً فیه ۔ و ان قا ل احد من الما لکیة الیو م بئس ما صنع من انتقل من مذ هبه الی غیره قلنا له بئس ما قلت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انت لا ن امام مذ هبک الشّیخ جما ل الدّ ین بن الحا جب و الا ما م القرا فی جوزا ذا لک فقو لک هذا تعصب محض۔ فا ن ا لآ ئمة کلهم فی الحق سواء فلیس مذ هب اولی بالشّریعة من مذ هبه

و قد سئل ا لجلا ل الدّ ین السّیو طی عن حنفی یقول یجوز للا نسا ن ان یتحو ل حنفیاً و لا یجوز للحنفی ان یتحو ل شافعیاً او ما لکیاً او حنبلیاً ۔فقا ل قد تقدم آ ننا قلنا ان هذا تحکم من قا ئله لا دلیل علیه من کتا ب و لا سنّة لم یرو لنا فی حد یث صحیح و لا ضعیف تعین احد عن آ ئمة المذا هب علی غیره علی التّعیین و ا لاستد لا ل بتقدیم زمن ابی حنیفه لا تنتهض حجّة و لو صحّ لو جب تقلیده علی کلّ حا ل و لم یجز تقلید غیره البتة و هو خلاف ا لا جماع و خلاف ما رواه البهیقی فی کتا ب المد خل عن ابن عباس انّ رسو ل اللّه ﷺ قا ل مهما او تیتم من کتا ب اللّه فا لعمل به وا جب لا عذر لاحدٍ فی ترکه فا ن لم یکن فی کتا ب اللّه فسنّة لی ما ضیة فا ن لم یکن فی سنّة لی فما قا ل اصحا بی لا نّ اصحا بی کالنّجو م فی السّماء فا یّما اخذ تم به فقد اهتدیتم و اختلاف اصحا بی لکم ر حمة ۔انتهی۔

قا ل الجلال السیو طی ثمّ انّه یلز م من تخصیص تحریم الا نتقا ل بمذهب ا لا مام ابی حنیفه طر د ذا لک فی بقیة المذا هب فیقا ل بتحریم ا لا نتقا ل من مذ هب المتقدّم بالزّمن الی مذ هب المتأ خر کا لشّا فعی یتحو ل ما لکیاً و الحنبلی یتحو ل شا فعیاً دو ن العکس و کل قو ل لا دلیل علیه فهو مردود علی صا حبه۔ قا ل ﷺ کل عمل لیس علیه امر نا فهو ردّ ۔انتهی۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و رأیت فتوی اخری له مطو لة قد حث فیها علی اعتقاد ان سا ئر آ ئمة المسلمین علی هدی مّن رّ بهم و ان تفا وتوا فی العلم و الفضل و لا یجوز لا حد التّفضیل الّذی یؤ دی الی نقص فی غیر اما مه قیا ساً علی ما ورد فی تفضیل ا لا نبیاء علیهم الصّلاة و السلام ۔ فقد حرّ م العلماء التّفضیل المؤ دی الی نقص نبی او احتاره لا سیّما ان ادی ذا لک الی خصا م و وقیعة فی ا لا غرا ض و قد وقع ا لا ختلاف بین الصّحا بة فی الفروع و هم خیر ا لا مة و ما بلغنا ان احداً مّنهم خا صم من قال بخلا ف قو له و لا اعداه و لا نسبه الی خطاء و لا قصور و فی الحدیث اختلاف امتی رحمة و کا ن ا لا ختلا ف علی من قبلنا عذا باً او قا ل هلا کاً ۔

(امام ابن عبدالبرؒ کہتے تھے کہ ہم کو کسی امام سے ایسی روایت نہیں پہنچی کہ انہوں نے اپنے رفیقوں کو التزام مذہب معین کا امر کیا ہو، اس طرح پر کہ دیگر کے مذہب کو صحیح نہ جانے۔ بلکہ ان سے منقول ہے کہ وہ مخالفوں کے فتووں پر عمل کا بھی کہتے تھے کیونکہ وہ سب اللہ کی جانب سے ہدایت پر ہیں۔

اور یہ بھی ابن عبدالبرؒ کہتے تھے کہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں ہم کو یہ مضمون نہیں ملا کہ آنحضرت ﷺ نے امت میں سے کسی کو التزام مذہب معین کا اس طرح امر فرمایا ہو کہ اس کے سوا کسی کو حق نہ جانے۔ اور یہ مقولہ اسی وجہ سے ہے کہ مجتہد ٹھیک راہ پر ہے اور قرافیؒ نے صحابہ سے اس امر پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھ کر عمل کرے، اسے دیگر صحابہ سے فتوی پوچھ کر عمل کرنا بھی جائز ہے ۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جو مسلمان ہے اسے روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے بلا روک ٹوک تقلید کرے۔ اور جس کو ان دونوں اجماعوں کے اٹھنے کا دعوی ہے، وہ دلیل لاوے۔

آئمہ مالکیہ میں امام زمانیؒ کہتے تھے کہ سب اہل مذہب کی تقلید حاجات میں روا ہے ۔ ہو چکی عبارت میزان شعرانی کی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بھی میزان الکبری میں ہے کہ اگر کوئی مالکیوں میں سے کہے کہ آج کل جس نے انتقال مذہبی کیا، اس نے برا کیا، تو ہم کہیں گے کہ تو نے برا کیا جو ایسی بات کہی۔ کیونکہ تیرے مذہب کے امام شیخ جمال الدین ابن حاجبؒ اور امام قرافیؒ انتقال مذہبی کو جائز رکھتے تھے۔ سو تیرا یہ قول محض ہٹ دھرمی ہے، کیونکہ سب کے سب امام حق میں برابر ہیں۔ اور ایک مذہب از روئے شریعت کے دوسرے سے بہتر نہیں ہوسکتا۔

امام جلال الدین سیوطیؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی حنفی یوں کہے کہ دیگر مذہب والہ حنفی ہو جائے تو مضائقہ نہیں، مگر حنفی المذہب کو مالکی یا شافعی یا حنبلی نہ ہونا چاہیے۔ اس کے جواب میں سیوطیؒ نے کہا کہ یہ ہٹ دھرمی ہے۔ قرآن وحدیث سے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اور کسی صحیح یا ضعیف حدیث میں ہمیں یہ بات نہیں ملی کہ علی التعیین ایک مذہب کو دوسرے پر فوقیت دی جاوے۔

اور اس بات سے دلیل پکڑنا کہ امام ابوحنیفہؒ کا زمانہ مقدم تھا، درست نہیں۔ کیونکہ اگر یہ بات صحیح ہو جاوے تو ان کی تقلید ہر حال میں واجب ٹھہرے گی، اور کسی اور کی تقلید جائز نہ رہے گی، اور یہ بات اجماع کے بھی خلاف ہے، اور اس روایت کے بھی جسے امام بیہقیؒ نے کتاب مدخل میں حضرت ابن عباسؓ سے یوں روایت کیا ہے کہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک بات ملے تمہیں قرآن سے تو اس پر عمل واجب ہے، اس کے چھوڑنے کے لئے کوئی حیلہ نہیں ہوسکتا، اور اگر قرآن میں نہ ملے تو میری حدیث۔ اور حدیث میں بھی نہ ملے تو جو میرے اصحاب نے کہا ہو۔ کیونکہ میرے اصحاب ایسے ہیں جیسے آسمان میں ستارے۔ جس صحابی کا قول تم لوگے ہدائت پاؤ گے، اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ مذہب امام ابو حنیفہؒ سے انتقال کو حرام کہا جائے تو دیگر مذاہب کے معاملہ میں بھی یہ مسئلہ جاری ہوگا۔ اور متقدم زمانہ کے مذہب سے متاخر زمانہ کے مذہب کی طرف انتقال کرنا حرام ٹھہرے گا۔ چنانچہ شافعی المذہب، مالکی ہو جاوے، نہ اس کا الٹا۔ اور اس طرح کا ہر قول جس پر دلیل نہ ہو، کہنے والے کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر وہ کام جس پر ہمارا امر نہیں، مردود ہے۔

اور سیوطی کا ایک طویل فتوی میں نے دیکھا ہے جس میں یہ بتایا گیا کہ سب کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سب امام اللہ کی طرف سے ہدایت پر ہیں اگر چہ ان کے علم وفضل میں فرق ہو۔ اور کسی کو یہ مناسب نہیں کہ اپنے امام کی ایسی فضیلت بیان کرے جس سے دیگر آئمہ کی کسر شان ہو۔ اور اس کو فضیلت انبیاء پر قیاس کرنا چاہیے کہ علماء نے ایسی فضیلت ایک نبی کی جس سے نقص دوسرے نبی کا لازم آوے، حرام کہا ہے ۔خصوصاً اس وقت کہ یہ بحث موجب جھگڑے کا ہو، اور جزئی مسائل میں صحابہ، جو امت کے بہترین لوگ ہیں، باہم مختلف رہے ہیں، لیکن یہ نہیں سنا کہ ان میں سے کوئی اپنے مخالف سے لڑا ہو یا اس کی خطا گیری اور دشمنی کا درپے ہوا ہو اور حدیث میں تو یوں آیا ہے کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے اور اگلے لوگوں کا اختلاف، عذاب یا ہلاک بیان کیا گیا ہے)

اب کہاں تک روایتیں نقل کرتے جائیں ۔منصف ذی علم کو اسی قدر بس ہے اور متعصب جاہل کو چاروں مذہب کی کتابوں سے ہدایت نہیں ہوگی بلکہ ہر قول و دلیل میں تاویل پیش کرے گا۔

☆ منع تقلید میں دلائل

اب بعض اہل بصیرت کے لئے جو کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کا قصد رکھتے ہیں اور اسی کو مقصود اصلی اور کافی سمجھتے ہیں، دلائل شرعیہ کا بیان ہوتا ہے ۔

منع تقلید میں پہلی دلیل: آیت قرآن

ما آ تا کم الرّسول فخذوہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا(حشر: ۷)

(جو دے تم کو رسول، لے لو اور جس سے منع کرے، چھوڑ دو)۔

اور قول اللہ تعالی کا

اتّبعوا ما انزل الیکم من رّ بکم۔ (اعراف: ۲)۔

(چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے)

وجہ استدلال بعد میں بیان ہوگی ۔ پہلے چند مقدمات کی تمہید ہو جائے:۔

مقدمہ اولی۔ جو شئے اللہ تعالی کے امر سے واجب ہو ،اس کا ترک کرنا حرام ہوتا ہے ۔ چنانچہ تلویح میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حا صل هذا الكلام انّ و جو ب الشّيء يد لّ على حر مة تر كه و حر مة الشّيء يد لّ على و جو ب تر كه و هذا ممّا لا يصور فيه النزاع (کسی چیز کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا حرام ہے۔اور حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا واجب ہے)

مقدمہ ثانیہ۔آئمہ اربعہ کے مذاہب حق ہیں اور مصداق ہیں

ما آ تا كم الرّسو ل اور ما انزل کے على سبيل الدوران اس لئے کہ حق عنداللہ ایک ہی ہے۔اور یہ مقدمہ عندالجمہور مسلم ہے اور محتاج ایراد نقل کا نہیں۔

مقدمہ ثالثہ ۔ بعض آئمہ نے بعض احادیث کو اس لئے ترک کیا ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو اپنی تحقیق میں بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف وغیرہ، قابل عمل احادیث نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ وہ حدیث کو قابل عمل سمجھ کر پھر اپنے اقوال کی پابندی کی وجہ سے نہ مانتے تھے۔حا شا للّٰه عنهم

مقدمہ رابعہ۔جو مقلد محض کہ حدیث سے کچھ خبر نہ رکھتا ہو، اگر حدیث کو قبول نہ کرے تو اسکا عدم قبول فرع تحقیق کی مثل آئمہ اربعہ کے نہ ہوگی بلکہ ترک کرنا حدیث کا ہوگا

مقدمہ خامسہ ۔آج کل کے بعضے متعصب جو بعض احادیث میں تاویل بے باعث اور دعوی نسخ اور ضعف کا بے دلیل بلکہ بمجرد پابندی قول امام کی سے کر کے حدیث کو ترک کرتے ہیں، وہ ویسے نہیں جیسے کہ آئمہ۔ اس لئے کہ آئمہ سے دعوی نسخ وضعف اور تاویل کا خالصاً لتحقیق دین اللہ اور جمعاً بین الادلہ تھا اور آج کل کے لوگوں کو تاویل کرنا مراعاۃ لقول الامام مقابل قول رسول کے ہے، چنانچہ کلام بلاغت نظام مولوی اسماعیل صاحبؒ میں جو تنویر العینین سے نقل کیا گیا ہے، گذرا۔

مقدسہ سادسہ ۔آئمہ اربعہ کے مقلدین کو لازم ہے کہ چاروں اماموں کو برابر سمجھیں، نہ یہ کہ اپنے امام کے مذہب کو صواب اور محتمل خطاء اور دوسرے آئمہ کے مذاہب کو خطاء محتمل الصواب سمجھیں جیسا کہ علامہ نسفیؒ کے قول کا مقتضاء ہے جو اشباہ اور درمختار میں منقول ہے:

اذا سئلنا عن مذ هبنا و مذ هب خصو منا قلنا و جو با مذهبنا صوا ب يحتمل الخطا ء و مذ هب مخا لفنا خطاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یحتمل الصواب۔ انتھی ما فی الدر و ھکذا فی الا شباہ

(جس وقت ہمارے اور ہمارے مقابل کے مذہب کو کوئی پوچھے تو بطریق واجب ہونے کے ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے، اور ہمارے مخالف کا غلط ہے، ٹھیک ہونے کا گمان ہے)۔

اس لئے کم وبیش نہ سمجھے اور برابر سمجھے۔ کہ یہ قول بظاہر معنی نامقبول ہے جیسا کہ ابن حجرؒ اور محقق شیخ ابن الہمامؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سید محمد امین المشہور بابن العابدینؒ، ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ذا لک ظھر لک ان ما ذکر عن النّسفی من و جو ب اعتقا د ان مذ ھبه صوا ب یحتمل الخطاء مبنی علی انه لا یجوز تقلید المفضو ل و انه یلزم التزا م مذ ھبه و ان ذا لک لا یتا تی فی العا می و قد رأیت فی آ خر فتا وی ابن حجر الفقیه النّصریح ببعض ذالک فا نّه سئل عن عبارة النّسفی المذکوره ثمّ حرّر ان قو ل ا لا ئمة الشّا فعیة کذا لک ثمّ قا ل ان ذا لک مبنی علی الضّعیف من انّه یجب تقلید ا لا علم دون غیر ہ و ا لا صحّ انّه یتخیّر تقلید ای شا ء و لو مفضو لاً و ان اعتقده کذلک و حینئذ فلا یمکن ان یّقطع او یظنّ انّه علی الصّوا ب بل علی المقلّد ان یعتقد ان ما ذ ھب الیه امامه یحتمل انّه الحقّ قا ل ابن حجر ثمّ رأیت المحقق ابن الھما م صر ح بما یؤیّده حیث قا ل فی شر ح الھدا یة ان احدالعا می بما یقع فی قلبه انه اصو ب او لی و علی ھذا اذا استفتے المجتھد ین فا ختلفا علیه الاولی ان یأ خذ بما یمیل الیه قلبه منھما و عندی انه لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیه جاز لا ن میله و عد مه سواء و الوا جب علیه تقلید مجتھد و قد فعل۔

(جب تو نے یہ جان لیا تو تجھے ظاہر ہو گیا کہ نسفی کی بات:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اعتقاد رکھنا اس بات کا واجب ہے کہ اپنا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے،
کی بنا اس پر ہے کہ پیروی کم درجہ مجتہد کی جائز نہیں ہے اور اپنے مذہب کا التزام ضروری ہے۔ اور یہ بات ان پڑھ آدمی میں ہو نہیں سکتی اور میں نے آخر فتاوی ابن حجرؒ فقیہ میں دیکھا ہے کہ ان سے کسی نے نسفی کی اس عبارت نسفی کا حال پوچھا، تو اس نے لکھا کہ علماء شافعی بھی یوں ہی کہتے ہیں،

پھر کہا کہ اس مقولہ کی بنا ضعیف ہے اور وہ یہ ہے کہ تقلید زیادہ علم والے کی واجب ہے، غیر کی نہیں۔ حالانکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ تقلید میں آدمی مختار ہے جس کی چاہے کرے، خواہ کم درجہ ہی ہو۔ اور وہ شخص اپنے عقیدہ میں بھی اس کم درجہ کو گھٹیا جانتا ہو، اور اس حالت میں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ یقین یا گمان کے طور پر یہ جانے کہ وہ ٹھیک پر ہے، بلکہ مقلد پر یہ بات ہے کہ وہ اعتقاد کرے کہ جس طرف اسکا امام گیا ہے وہ محتمل حق کو ہے۔

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابن ہمامؒ بھی میری تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ عمل کرنا ان پڑھ کا اس قول پر جو اس کے جی میں ٹھیک معلوم ہو بہتر ہے اور اس بنا پر جب اس نے دو مجتہدوں سے فتوی پوچھا اور انہوں نے باہم اس کے جواب میں خلاف کیا، تو بہتر یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے جدہر اس کا دل مائل ہو، اس پر عمل کرے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس نے اس قول پر عمل کر لیا جس پر اس کا دل مائل نہ تھا، تو بھی جائز ہے کیونکہ اس کے دل کا مائل ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس پر واجب اسی قدر تھا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ سو وہ کر چکا)

اور طحطاویؒ نے بھی ظاہر معنی کو رد کر کے تاویل کر دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

و المراد انّ ما ذهب اليه امامنا صوا ب عنده مع احتما ل الخطاء اذ كل مجتهد يصيب و قد يخطىء فى نفس ا لا مر و اما بالنظر الينا فكل وا حد من ا لا ربعة مصيب فى اجتهاده فكل مقلد يقول هذه العبارة لو سئل عن مذ هبه عن لسا ن امامه الّذى قلده وليس المراد انه يكلّف كلّ مقلد اعتقا د خطاء المجتهد ا لآ خر الّذى لم يقلّده لا نّ تقليده وا حداً مّنهم انّما يسو غ بقدر ضرورة التقليد و هى كو ن المقلّد ليس من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اهل النّظر فی الا دلّة لا ستنبا ط ا لا حکا م الظنّیّة فیقلده فی العمل فقط فا ن قلت انه مکلّف به ایضاً و ا لالز م اداء التّکلیف مع اعتقا ده عدم صحّتها قلت لا یلزم ذلک ا لا لو اعتقد عدم صحتها ما قلّد فیه و نحن لا نقول بل هو علی الصّوا ب ظاهراً و اما تخطیة خلاف مذ هبه فما هو مکلّف بها ۔کذا لخّصه شیخنا من القول السدید لا بن ا لملا فر وخ مکی الحنفی اه ابو السعود ۔ انتهی کلام الطحطاوی فی حا شیة الدرالمختار

(اور مراد یہ ہے کہ جدھر ہمارا امام گیا ہے وہ ٹھیک ہے اس کے نزدیک مع گمان خطا کے کیونکہ ہر مجتہد درست اور نا درست پر ہوتا ہے حقیقت میں اور جب بنظر ہماری دیکھا جائے تو ہر ایک آئمہ اربعہ میں سے اپنے اجتہاد میں ٹھیک راہ پر ہے تو ہر مقلد عبارت مذکور کو مذہب کے سوال کے وقت گویا اپنے امام کی زبانی کہتا ہے، اور یہ مراد نہیں ہے کہ ہر مقلد اس کا مکلّف ہے کہ اور مجتہدوں کو خطا پر جانے کیونکہ تقلید کسی ایک مجتہد کی بقدر ضرورت روا ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ مقلد صاحب بصیرت نہ ہو کہ دلائل شرعی میں سے حکم نہ نکال سکے، سو فقط عمل میں مجتہد کی تقلید کر لی ۔ اور اگر تو یوں کہنے لگے کہ مقلد اس بات کا بھی مکلّف ہے ورنہ باوجود عقیدہ عدم صحت کے ادا کرنا تکلیفات شرعیہ کا لازم آوے گا تو میں جواب دونگا کہ وہ بات لازم نہیں مگر اس حالت میں کہ جس پر عمل کیا ہے اسے غیر صحیح جانے اور ہم یہ نہیں کہتے بلکہ وہ ٹھیک ہے بظاہر رہا غیر کو خطا پر جاننا، سو یہ امر تکلیف دادہ نہیں، یوں ہی ہمارے شیخ نے ابوسعود کے قول سدید سے ملخص کیا ہے۔ ہو چکی عبارت طحطاوی کی)

اور ابن الملا المکی حنفیؒ کہتے ہیں:

و لیس المراد ان یکلّف کل مقلّد ان یعتقد ذا لک فیما قلّد فیه اذ ذا لک تقلید فیما لا یحتا ج الیه و هو ممنو ع کما افد تک من قبل انّ التّقلید انّما یسو غ بقدر الضّرورة و هو محتا ج الی العمل فلا بدّ من التّقلید فی حصو له ۔ و امّا اعتقا د

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحّة ما قلّد فيه و بطلا ن كل ما عداه فليس من مكلفاة۔ فان قلت بل هو مكلّف به و ا لا يلز م اداء التّكليف مع اعتقا د عدم صحتها قلت لا يلز م ذلک ا لا لو اعتقد عدم صحّة ما قلّد فيه و نحن لا نقول به بل هو على الصوا ب ظا هراً حيث فعل ما عليه و هو ا لا خذ بقول مجتهد و اما تخطيئة من اخذ بخلا ف قو ل مجتهد مقلد به فما هو مكلف بها ۔

(یہ مراد نہیں کہ جس امر مسئلہ میں مقلد کسی مجتہد کے قول پر عمل کرے اس میں وہ اعتقاد کرے کیونکہ یہ ایسی بات میں تقلید کرنا ہے جس کی حاجت نہیں ہے اور یہ منع ہے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ تقلید بقدر ضرورت روا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کی عمل میں حاجت ہو، سو ضرور ہے کہ تقلید سے وہ حاصل ہو۔ اور یہ عقیدہ کہ جس پر میں نے عمل کیا وہ صحیح ہے اور جو ماوراء اس کے ہے وہ غیر صحیح ہے، سو اس کی تکلیف نہیں دی گئی۔ اور اگر کوئی کہے کہ وہ بھی تکلیف میں داخل ہے، نہیں تو باوجود عقیدہ نادرستگی کے ادائے تکلیف لازم آئے گی تو میں جواب دونگا کہ یہ امر لازم نہیں آتا مگر اس صورت میں کہ جس پر عمل کیا ہے اس کو غیر صحیح جانے، اور ہم یہ نہیں کہتے بلکہ وہ بظاہر ٹھیک راہ پر ہے اس لئے کہ جو اس کے ذمہ تھا وہ کر چکا اور وہ عمل کرنا ہے کسی مجتہد کے قول پر، رہا اوروں کا خطا پر جاننا سو یہ تکلیف میں داخل نہیں)

اور ایسا ہی ملا علی قاریؒ نے بھی شرح عین العلم میں نسفیؒ کے اس قول کی تغلیط کی ہے۔ تو مقلد کو چاہیے کہ چاروں مذاہب کو برابر جانے۔ پس جب یہ ممہد ہو لیا تو اب وجہ استدلال بیان ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ

جو شخص حنفی المذہب (مثلاً) ہو کر ایسی تخصیص اپنے مذہب کی کرتا ہے کہ شافعی مذہب کا (مثلاً) کسی مسئلہ میں اتباع نہیں کرتا، اور اس کو ناروا جانتا ہے، اور کرنے والے کو طعن کرتا ہے۔ تو

ترک کیا اس نے بعض ما آ تی به الرّسول کو بحکم مقدمہ ثانیہ کے،

اور ترک کرنا بعض ما آ تی به الرسول کا حرام ہے بحکم مقدمہ اولی کے۔

تو تخصیص کرنا اس حنفی کا اپنے مذہب کو اس طرح کہ شافعی کے کسی مسئلہ کا اتباع نہیں کرتا،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناروا جان کر، حرام ہوا، بحکم دونوں مقدموں کے۔

اور یہ دلیل جاری نہیں ہوسکتی آئمہ اربعہ وغیرھم من المجتہدین کے حق میں بسبب ترک کرنے ان کے بعض احادیث کو بحکم مقدمہ ثالثہ کے۔

اور مقلد محض عامی یہ بات نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ رابعہ کے۔

اور بعض مقلدین صاحب علم آج کے زمانہ کے جیسا کہ مؤلف (تنویرالحق) ہے، وہ بھی نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ خامسہ کے۔

اور دونوں قسم کے مقلدوں کی طرف سے یہ عذر کہ

ہم اپنے امام کے سوا دوسرے امام کا مذہب یقیناً ما آتی بہ الرّسول جانتے ہی نہیں بنا برقول علامہ نسفی، تو ترک کرنا ہمارا مذہب شافعی کے مسئلہ کو موجب ترک ما آتی بہ الرّسول کا نہ ہوا،

نہیں بن سکتا بحکم مقدمہ سادسہ کے۔ فافھم و تشکر۔

اور اس جگہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کو واجب ہوا کہ ہر مذہب کے تمام مسائل پر عمل کیا کرے ورنہ ترک بعض ما آتی بہ الرّسول کا لازم آوے گا۔ سنو کہ یہ دلیل اس مقلد کے حق میں جاری ہوتی ہے جو کہ قسم ثالث کو اقسام تقلید سے اختیار کرے اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے، وہ حقیقۃً تارک بعض ما آتی بہ الرسول کا نہیں ہے۔ بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے۔ اس لئے کہ تخصیص اس کی بنظر عدم استطاعت کے ہوگی کہ نص سے عموماً اتباع ما آتی بہ الرسول کا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اگر حنفی مذہب کے مسئلہ کے ضمن میں اخذ ما آتی بہ الرسول کرلیا تو بھی کافی ہے، تو اس نظر سے ترک بعض کا نہ ہوا۔ نظیر اس کی یہ ہے (مثلاً)

عموم آیت فاقرؤا ما تیسّر من القرآن۔ (مزمل: ۲۰) سے نماز میں قرأۃ کی فرضیت بدون تعین کے ثابت ہوتی ہے، تو اگر کسی شخص نے بنظر اس کے کہ تحقق عام کا ایک فرد میں ہو جاتا ہے بنظر اس کے کہ مجھے تمام قرآن کے حفظ پر طاقت نہیں، پارہ عم کو واسطے قرأۃ کے نماز میں خاص کر رکھا، تو اس شخص نے باقی قرآن کی قرأۃ کو ترک نہیں کیا۔ ہاں اگر کوئی شخص تمام قرآن پر قدرت کے باوجود پارہ عم کو اس نظر سے خاص کر لے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ اس پارے کا نماز میں پڑھنا واجب ہے اور باقی قرآن پڑھنا درست نہیں، تو بیشک اس نے باقی قرآن کو ترک کیا اور مرتکب ممنوع کا ہوا۔ جیسا کہ مقلد بتقلید قسم ثالث باوجود علم ایک مسئلہ کے بموجب مذہب دوسرے امام کے، اس نظر سے کہ ہم کو اپنے امام کے سوا کسی کی پیروی درست نہیں، اس مسئلہ کو عمل میں نہیں لاتا تو بے شک ترک کیا اس نے بعض ما آتی به الرّسول کو، بخلاف مقلد مخصص بتقلید قسم ثانی کے، کہ تخصیص اس کی بنظر کفایت یا عدم استطاعت وعملاً بعموم النص ہے۔

تو ثابت ہوا کہ ایسے مقلدین تارک بعض ما آتی به الرسول کے نہیں اور ان پر تقلید ہر مذہب کے ہر مسئلہ کی واجب نہیں۔ فافهم۔

منع تقلید میں دوسری دلیل: حدیث حضرت ابن مسعودؓ:

قال لا يجعل احدكم للشّيطان شيئاً من صلوته يرى حقاً عليه ان لّا ينصرف الّا عن يمينه لقد رأيت رسول اللّه ﷺ كثيراً ينصرف عن يساره (بخاری:۸۵۲) (حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو کوئی امام یہ التزام کرے کہ نماز سے فراغت کے بعد داہنے ہی طرف کو پھر کر بیٹھے اور بائیں طرف نہ بیٹھے تو اس نے اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ ٹھہرا دیا اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے)۔

شیخ الاسلام عینی حنفیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعودؓ کی اس کے حق میں ہے جو داہنی طرف ہی کے پھرنے کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر واجب نہ جانے تو دونوں طرف برابر ہیں۔ لیکن داہنی طرف اولی ہے۔ چنانچہ شرح بخاری میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فكانّه يرى حتمه وجوبه واما اذا لم يتوخ ذا لك فيستوى فيه الامران ولكن جهة اليمين اولى

(گویا وہ اس کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر یوں نہ ہو تو دونوں امر برابر ہیں لیکن سیدھی طرف اولی ہے)۔

اور طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ایک امر مستحب پر،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یعنی جیسا کہ اس مقام میں اختیار کرنا جانب یمین کا ہے، یوں اصرار کر رکھے کہ کبھی اس کو نہ چھوڑے تو اس سے شیطان نے حصہ پایا اضلال کا، پھر کیا حال اس شخص کا جو امر منکر اور بدعت پر مصر ہو رہے۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

و فیه ان من اصرّ علی امر مندو ب و جعل غر ما و لم یعمل با لرّ خصة اصا ب منه الشیطان من ا لا ضلا ل فکیف من اصرّ علی بد عة و منکر

(اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جو کوئی اصرار کرے ایک امر نفل پر اور اس کو ضروری ٹھہرا لے، اور رخصت جو اس کے مقابلہ میں ہے اس پر عمل نہ کرے تو اس کو شیطان گمراہی پہنچاتا ہے۔ پھر خیال کرنا چاہیے کہ جو شخص بدعت پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہے)

اور اسی جگہ سے ہے جو فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر فی نفسہ مستحب ہے، لیکن بعد نماز کے مکروہ ہے اس لئے کہ عوام دیکھ کر واجب جانیں گے، یا سنت سمجھیں گے۔ چنانچہ درالمختار میں فرماتے ہیں:

و سجدة الشّکر مستحبة به یفتی لکنّها تکره بعد الصّلوة لا نّ الجهلة یعتقدو نها سنّة او وا جبة و کلّ مبا ح یو دّی الیه فمکروه۔ و هکذا فی سا ئر کتب الفقه

(سجدہ شکر کا مستحب ہے اس پر فتوی دیا گیا ہے لیکن بعد نماز کے مکروہ ہے تاکہ انجان اس کو سنت اور واجب نہ ٹھہرالیں، اسلئے کہ جو مباح اس درجہ پر پہنچ جائے تو وہ مکروہ ہے)

اور طحطاویؒ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے تو اس حدیث کے فجوائے سے ان محدثین اور فقہاء کی تصریحات کے جب کسی امر مستحب کا التزام اور اس پر اصرار کرنا، فعل شیطانی اور مکروہ تحریمی ہوا، تو ایک مجتہد کے مذہب کا التزام اور حتماً اور وجوباً اصرار، جو مخالف اجماع قرون ثلاثہ کے اور مخالف قرآن کے ہے، کیونکر بدعت نہ ہوگا۔

☆ منع تقلید میں تیسری دلیل: اجماع صحابہ

قرافیؒ نے نقل کیا ہے:

و اجمع الصّحا بة علی انّ من استفتے ابا بکر و عمر و قلّد هما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فله ان یستفتی ابا هریرة و معا ذ بن جبل (اورجمع ہوگئے ہیں صحابہ اس پر کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھ کر ان کے قول پر عمل کرے، اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے فتوی پوچھنا بھی روا ہے)۔

چنانچہ صاحب مسلّم الثبوت نے حاشیہ منہیہ میں نقل کیا ہے۔

اور فاضل قندھاریؒ نے ناقلاً عن التقریر، مغتنم الحصول میں نقل کیا ہے۔

اور مولانا عبدالعلیؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں نقل کر کے اس پر تفریعات کی ہیں۔

اور عبدالوہاب شعرانیؒ نے میزان میں نقل کیا ہے۔

اور تمام کتب اصول میں مذکور ہے۔ فا لا قوی اجماع الصّحا بة۔یعنی قوی تر اجماع صحابہ کا ہے۔خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔

اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی میں روایت نمبر۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ سے بوجہ بسط معلوم ہوا۔ پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مؤمنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی۔ پھر اب:

ایک ہی مذہب کا التزام کرنا؛ اور اس کو واجب جاننا؛ اور اس التزام کے تارک کو گمراہ جاننا اور لا مذہب نام رکھنا اور لائق تعزیر جان کر تعزیر دینا اور مردود الشہادۃ کہنا؛

بدعت ضلالۃ اور حرام نہیں تو کیا ہے؟ اور ایسے عقیدے اور عمل والہ مصداق اس آیہ کریمہ و یتبع غیر سبیل المؤ منین۔(نساء:۱۱۵) کا کیونکر نہ ہوگا؟ اور تحت حدیث:

اتّبعوا سواد ا لا عظم و من شذّ شذّ فی النّار، من شذّ شذّ فی النّار

کا مصداق کس طرح نہ ہوگا؟

منع تقلید میں چوتھی دلیل: قیاس

یعنی قیاس مجتہد معین کا آئمہ اربعہ میں سے مجتہد معین پر خلفاء اربعہ میں سے

تصویر اس کی یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ، کہ جن کے اجتہاد سے کسی کو انکار نہیں اور فضائل ان کے اظہر من الشّمس ہیں، باجماع اہل سنت کے تقلید بالتخصیص ان کی واجب نہ ہوئی۔ اور کوئی مذہب ان کا خاص کر التزام نہیں کرتا تھا، تو اب (مثلاً) امام ابوحنیفہؒ کی تقلید بالتخصیص بطریق اولی واجب اور لازم ہر مسئلہ میں نہ ہوگی۔ پس قول اس کے واجب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا حرام ہوگا بحکم آیت کریمہ

و لا تقو لوا لما تصف السنتكم الكذ ب هذا حلال و هذا حرا م لتفتروا على اللّه الكذ ب (نحل:۱۱۶) (اور نہ کہو اس چیز کو جس سے تمہاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام، تا کہ نہ باندھو اللہ پر جھوٹ)

اور ہمارے اس استدلال سے کسی کو یہ شبہ نہ گذرے کہ غیر مجتہد ہو کر قیاس کیوں کیا؟ اس لئے کہ یہ وہ قیاس نہیں جو کہ مستنبط علیہ سے ہو اور جو مجتہد کے ساتھ مختص ہوتا ہے، بلکہ یہ دلالۃ النص ہے کما فی قو له تعا لی:

فلا تقل لّهما افّ ۔(بنی اسرائیل:۲۳)۔(سو نہ کہو ماں باپ کو اف)۔

د لا لة على نهى الضّر ب اور دلالۃ النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں چنانچہ شیخ ابن الہمامؒ تحریر میں فرماتے ہیں:

دلالة النّصّ يخا لف القياس فى انّ القياس يختصّ با لمجتهد و دلا لة النّصّ يفهمها العوام ۔(دلالۃ النص قیاس سے بایں طور جدا ہے کہ قیاس مجتہد کے ساتھ خاص ہے اور دلالۃ النص کو عام لوگ سمجھتے ہیں)۔

اور قیاس کہنا اس کو امام رازیؒ کے مذہب پر مبنی ہے۔ چنانچہ مسلم میں کہا ہے

و جمهور الحنفيّة و الشّا فعية على انّه نعنى به دلا لة النّصّ ليس بقياس، و قيل قياس جليّ و اختاره ا لا مام الرّازى ۔و هكذا فى مغتنم الحصو ل

(احناف اور شوافع کی اکثریت کا کہنا ہے کہ دلالۃ النص، قیاس نہیں ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ وہ قیاس جلی ہے اور اس کو امام رازیؒ نے پسند کیا ہے)۔

تنبیہ۔ جناب مؤلف (تنویر الحق) نے دعوی وجوب تعین پر دلیل بیان کی تھی کہ جب چار مذہب کا تعین واجب ہوا تو ایک کی تقلید بھی ہوگئی کیونکہ یہ ایک بھی تو انہیں چار میں سے ہے۔

اس کی مثال ایسی ہوئی کہ جب چار جفت ہوئے تو ایک بھی جفت ہوگیا۔ سو یہ تو ایسی دلیل ہے کہ آج تک کسی جاہل سے بھی صادر نہیں ہوئی، چہ جائے علماء سے۔ اور اس سے ہرگز وجوب ثابت نہیں ہوتا اور اس ہیچمدان نے عدم التزام مذہب معین کو باستدلال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چار دلیلوں کے اور باستشہاد ۳۵ روایات سلف اور خلف کے، (جن میں ہر ایک بدلائل ہے، بعض روایتوں میں اجماع امت کو حجۃ ٹھہرایا ہے اور بعض میں عدم وجود دلیل وجوب تعین کو سند پکڑا ہے، اور بعض میں عموم آیت قرآنی کو دلیل گردانا ہے، اور کسی میں قواعد اصولیہ اجماعیہ کو حجت ٹھہرایا ہے) ثابت کر دیا۔ تو اب قول کسی کا (جو مصداق ہے من شذ شذّ فی النّار کا) بلا دلیل کس طرح مقابل دلائل اور مدلل روایات کے ہوسکتا ہے۔ اور جو ایک دو قول ضعیف جناب مؤلف نے میں اس باب کے اخیر نقل کئے ہیں، کیونکر معارض ایسے حصن حصین دلائل وروایات کے ہو سکتے ہیں۔ اسی واسطے اس قدر تحقیق کے بعد مؤلف کے ضعیف اقوال کے ردّ کرنے حاجت نہیں رہی۔ لیکن چونکہ بعض طبائع کو جو کہ اصول فقہ سے واقف نہیں، اس کے باقی کلام سے دھوکہ ہو جائے گا، اس لئے مناسب ہے کہ مؤلف تنویر الحق کے باقی کلام کو معہ ان روایات کے ردّ کیا جاوے۔

ابطال دلائل وجوب تقلید معین

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور بیان باطل ہونے تقلید کا بطریق عدم تعین کے، ہے ساتھ کئی طریقوں کے۔ طریق اول یہ ہے کہ جب تقلید ثابت ہوئی آیت سے فاسئلوا اھل الذّکر وغیرھا سے تو مقتضائے اس کا یہ ہوا کہ اس پر عمل کر کر بری الذمہ ہو جائیں ہم بالیقین عہدہ تکلیف تقلید کے سے۔

❁ ثم قال (مؤلف تنویر الحق)۔ سو یہ بات حاصل ہوتی ہے تقلید مذہب معین میں ساتھ چھ وجہوں کے۔ وجہ اول یہ ہے کہ اس میں احتمال ہے پڑنے کا خلاف اجماعیات میں، یعنی ایسی بات کرے گا کہ اس سے سب کے نزدیک عمل باطل ہو۔ جیسے کہ ایک شخص نے عمل کیا بموجب مذہب امام مالک کے کہ وضو کیا قلتین کے کم سے، کہ اس میں نجاست پڑی تھی۔ اور مسح کیا بموجب مذہب شافعی کے چند بالوں پر۔ پھر نماز پڑھی تو یہ نماز چاروں اماموں میں سے کسی کے نزدیک جائز نہ ہوئی۔

❁ اقول (یعنی سید نذیر حسین)۔ غرض مؤلف کی وجہ اول سے یہ ہے کہ عدم تعین مذہب میں احتمال ہے پڑنے کا ان صورتوں میں جو باطل ہیں باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے، جیسا کہ صورت مذکورہ میں گذرا۔ اور جب کہ تقلید غیر معین میں ایسا احتمال ہوا تو تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

معین واجب ہوئی۔

پس معلوم کرنا چاہیے کہ یہ قول مؤلف کا باطل ہے۔اور یہ وجہ اول ہرگز مفید اور مثبت وجوب تقلید معین کو نہیں ہوسکتی۔اس لئے کہ ایسی صورت میں ترکب اجماع مرکب کا ممنوع ہے، اس لئے کہ اجماع مرکب میں اتحاد مسئلہ کا شرط ہے۔ اوراس جگہ مسائل مقلد فیھا مختلف ہیں۔مسئلہ پانی کا علیحدہ ہے۔ اورمسح کا علیحدہ۔

اسی جگہ سے ہے کہ محققین اصولین نے صورت نکاح بلا مہر اور بلا گواہ اور بلا ولی کا باطل باجماع مرکب ہونا تسلیم نہیں کیا۔چنانچہ مسلّم الثبوت میں کہا ہے:

و ما اورد انه ر بما یکو ن المجموع ممّا لم یقل به احد فیکو ن با طلاً اجماعاً کمن تز وّ ج بلا صداق و لا شهود و لا ولیّ ۔ فاقول مند فع بعدم اتّحا د المسئلة و لا نه لو تمّ لز م استفتاء مفت بعینه (اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ بسا اوقات مل جل کر ایسی صورت ہو جاتی ہے جس کا کوئی بھی قائل نہیں ہوتا بالاجماع، جیسے کہ ایک آدمی نے مہر اور گواہ اور ولی کے بغیر نکاح کرلیا۔تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اعتراض مندفع ہے مسئلہ ایک نہ ہونے کے باعث۔ نیز اگر یہ اعتراض درست ہو تو لازم آوے گا کہ ایک ہی مفتی سے فتوی پوچھا جاوے)۔

اور کہا شرح بحرالعلوم میں:

و ما اورد انّه علی تقدیر جواز ا لا خذ بکلّ مذ هب احتما ل وقو ع الخلا ف المجمع علیه اذ ربما یکو ن المجمو ع الّذی یعمل به ممّا لم یقل به احد فیکو ن با طلاً اجماعاً ، کمن تز وّج بلا صداق للا تّباع بقول ا لا ما مین ای ابی حنیفه و الشّا فعی ، و لا شهود اتبا عاً بقول الا ما م ما لک ، و لا ولیّ علی قو ل اما منا ابی حنیفه ۔ فهذا النّکا ح با طل اتفاقاً۔ اما عند نا فلانتفاع الشّهود و اما عند غیر نا فلا نتفاع الو لی فاقول مندفع بعدم اتّحاد المسئلة و قد مرّ انّ ا لا جماع علی بطلا ن القول الثّا لث انّما یکو ن اذ ا تحدت المسئلة حقیقةً او حکماً۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فتدبر۔ و لا نّه لو تمّ لز م استفتاء مفت بعينه و الا لا حتمل الوقوع۔ (اور وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ بر تقدیر جائز ہونے عمل جملہ مذاہب کے، احتمال ہے کہ کبھی کسی امر اجماعی کی مخالفت پڑ جاوے اور مل جل کر ایسی صورت ہو جائے جس کا کوئی بھی قائل نہ ہو۔ جیسے ایک شخص نے مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے مطابق نکاح میں مہر مقرر نہ کیا، مذہب امام مالکؒ کے مطابق گواہ بھی مہیا نہ کئے، ابو حنیفہؒ کے قول پر ولی بھی نہ کیا۔ سو یہ نکاح بالاتفاق باطل ٹھہرے گا۔ حنفیوں کے نزدیک تو گواہوں کے نہ ہونے کے سبب اور دوسروں کے نزدیک ولی کے نہ ہونیکے سبب۔

میرا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض مندفع ہے کیونکہ یہاں مسئلہ ایک نہیں ہے۔ اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ تیسرے قول کے باطل ہونے میں حقیقۃً یا حکماً مسئلہ ایک ہونا چاہیے اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آئے گا کہ ایک ہی مفتی سے فتوی پوچھا جاوے ورنہ وہی خرابی پیش آوے گی)۔

یہ عبارت مؤلف تنویر الحق کی وجہ اول کو لفظاً لفظاً ردّ کر رہی ہے اور کس طرح سے احتمال کو بیان کر کے رد کر دیا ہے۔

اور مغتنم الحصول میں کہا ہے:

ثمّ ما يتعلق به بعض المتفقهة فى المنع بين المذ هبين و لو فى مسئلتين من انّه خلاف ا لا جماع المر كّب مردود با نّ شر ط تركب ا لا جماع اتحاد المسئلة و ايضاً لو تمّ لز م استفتاء مفت بعينه فى جميع المسا ئل و قد عر فت بطلا نه با لا جماع كذا فى المسلّم الثبو ت)۔ (پھر بعض فقیہہ دو مسئلوں میں بھی خلاف اجماع مرکب کو دلیل ٹھہرا کر دو مذہبوں پر عمل کرنے کو منع کرتے ہیں، تو یہ بات مردود ہے اس طرح پر کہ اجماع مرکب میں اتحاد مسئلہ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ اعتراض پورا ہو جاوے تو لازم آئے گا کہ سب مسئلوں میں ایک مفتی سے پوچھا جائے۔ اور اس کا بالاجمع باطل ہونا تجھے معلوم ہو چکا ہے)۔

اگر کوئی کہے کہ تحقق اجماع مرکب کا اوپر بطلان ایسے وضو کے اس طرح ہو سکتا ہے کہ: بمذہب امام مالک مقدار مسح کا کم ہونا، یعنی ایک دو بال کا، مانع صحۃ وضو ہے، نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کمی مقدار پانی کی، یعنی کم ہونا قلتین سے۔؛ اور بمذہب امام ابوحنیفہؒ دونوں مقداروں کی کمی مانع ہے صحت وضو سے۔؛ اور امام احمدؒ کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک پانی کا قلتین سے کم ہونا مانع صحت وضو ہے، نہ مقدار مسح کی۔

تو جو کوئی اس طرح کا وضو کرے گا تو اس نے یہ سمجھا کہ ان میں سے کوئی چیز بھی مانع صحت وضو نہیں ہے، یعنی شمول عدم کرے، جیسا کہ توضیح میں ایسی صورت لکھی ہے۔ اور اس کو شمول عدم سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ شمول عدم باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے باطل ہے۔ تو یہ وضو بھی ان کے اجماع مرکب سے باطل ہوا۔ تو عدم التزام مذہب معین باطل ہوا کیونکہ اس میں احتمال ہے پڑنے کا ایسی باطل صورتوں میں۔

تو اب جواب اس کے چار ہیں:۔

اول یہ ہے کہ اسی طرح بعض اور صورتوں میں بھی شمول عدم متحقق ہے حالانکہ وہ صورتیں تمہارے نزدیک بھی مسلم الصحۃ ہیں۔

جیسا کہ ایک شخص نے پانی بقدر قلتین سے، جس میں کچھ نجاست تھی، امام مالکؒ کا مقلد ہو کر وضو کیا۔ اس لئے کہ جب ان کے مذہب میں قلتین سے کم پانی نجس نہیں ہوتا تو بقدر قلتین کے بطریق اولی نجس نہ ہوگا۔ اور مسح ربع سر کا امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہو کر کیا۔

تو ظاہر ہے کہ صحت وضو کی تجویز میں بھی شمول عدم میں موجود ہے۔ اس طرح کہ امام مالکؒ کے مذہب میں کمی ربع مسح کی مانع صحت وضو کو تھی اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں مقدار پانی کی کمی مانع تھی۔ تو گویا اس وضو کے جائز کرنے والے نے کہا کہ یہ دونوں امر مانع نہیں ہیں، تو شمول عدم بوجہ اظہر اس صورت میں متحقق ہو گیا۔

اور جب تمہارے نزدیک یہ صورت صحیح ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اپنی بیان کی ہوئی صورت کو فاسد کہو، اور ہماری بیان کردہ صورت کو صحیح کہو، باآنکہ شمول عدم دونوں صورتوں میں متحقق ہے۔ بلکہ پہلی صورت میں اہل اختلاف ایک عصر میں نہیں اور صورت ثانی میں اہل اختلاف کا ایک زمانہ میں اختلاف ہوا ہے۔ فلیس ذالک الا ترجیح المرجوح۔

اور اگر کہو کہ یہ صورت بھی باطل اور فاسد ہے تو بڑی مصیبت میں پڑو گے کہ تخصیص ایک مذہب کی ثابت کرتے کرتے مذاہب اربعہ سے ہاتھ دھو بیٹھو گے، کیونکہ یہ وضو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذہب میں درست ہے، اس لئے کہ ان کے مذہب میں کمی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مقدار پانی اور کمی مقدار مسح دونوں مانع صحت وضو نہیں ہیں۔ پس اگر اس صورت کو فاسد کہو گے تو مذہب شافعی اور احمد کا باطل ہو جائے گا اور انحصار مذاہب اہل سنت کا مذاہب اربعہ میں نہ رہے گا۔ بلکہ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ ہی کے مذاہب پر مذہب اہلسنت منحصر ہوگا۔

دوسرا یہ کہ صورت شمول عدم مقلد کو بالاجماع درست ہے۔ تصویر اس کی یہ ہے کہ جب ایک شخص نے امام مالکؒ کا مقلد ہو کر قلتین سے کم پانی نجاست افتادہ سے وضو کیا، تو اس پانی سے ہونے والے وضو کو امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ ہرگز فاسد نہیں جانتے، بنا بر اس بات کے کہ وضو کرنیوالے اس شخص نے اس مسئلہ میں امام مالکؒ کی تقلید کی ہے۔ اگر چہ وہ آئمہ اس پانی کو اپنے حق میں اور اپنے مقلدین کے حق میں نجس جانتے ہیں۔

اور ایسا ہی جب اس شخص امام شافعیؒ کا مقلد ہو کر دو بال پر مسح کیا، تو اس مسح کو امام مالکؒ اور امام اعظمؒ اس کے حق میں ناقض نہیں جانتے، اس نظر سے کہ وہ شخص اس مسح میں امام شافعیؒ کا مقلد ہے، اگر چہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ اس مسح کو اپنے حق میں اور اپنے مقلدین کے حق میں ناقص جانتے ہیں۔ تو یہ وضو بالجماع آئمہ اربعہ کے درست ہوا۔

اسی واسطے اور اسی طور پر بعض محققین نے نکاح بلا صداق، بلا ولی اور بلا شہود کو جو شمول عدم پر مشتمل ہے، بعد تسلیم اتحاد مسئلہ کے بھی درست کہا ہے، چنانچہ سید بادشاہؒ شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

و اعترض علیه بانّ بطلا ن الصّورة المذ کورة عند هما غیر مسلّم فا نّ ما لکاً مثلاً لم یقل ان من قلّد الشّا فعی فی عدم الصّداق انّ نکا حه با طل و لم یقل الشّا فعی ان من قلّد ما لکاً فی عدم الشّهود ان نکا حه با طل۔ انتهی۔ و اورد علیه ان عدم قو لهما با لبطلا ن فی حقّ من قلّد احد هما و راعی مذهبه فی جمیع ما یتو قف علیه صحّة العمل و ما نحن فیه من قلّد هما و خا لف کلا منها فی شیء و عدم القول بالبطلان فی ذا لک لا یستلز م عدم القول به فی هذا و قد یجا ب عنه بان الفارق بینهما لیس ا لا ان کل وا حد من

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المجتهد ین لا یجد فی صورة التّلفیق جمیع ما شر ط فی صحّتها بل یجد بعضها دو ن بعض و هذا الفارق لا یسلم ان یکو ن مو جباً للحکم با لبطلا ن و کیف یسلم و المخا لفة فی بعض الشرو ط اهو ن من المخا لفة فی الجمیع فیکو ن الحکم فی الصحة فی ا لا هون با لطریق اولی و من یدعی و جود فارق آ خر و و جود دلیل آ خر علی بطلا ن صورة التّلفیق علی خلاف الصّورة ا لا ولی فعلیه با لبرها ن فا ن قلت لا نسلم کو ن المخا لفة فی البعض اهو ن من المخا لفة فی الکلّ لا نّ المخا لف فی الکلّ یتبع مجتهداً وا حداً فی جمیع ما یتوقف علیه صحّة العمل و هنا لم یتّبع وا حداً۔

قلت هذا انّما یتمّ لک اذا کا ن معک دلیل من نصّ او اجماع او قیاس قوی ید لّ علی انّ العمل اذا کا ن له شرو ط یجب علی المقلّد اتّباع مجتهد وا حد فی جمیع ما یتوقف علیه ذا لک فأ ت به ان کنت من الصّا دقین و اللّه اعلم۔ انتهی کلام السّید بادشاه علی ما نقله ا لملّا حسن الشر نبالی الحنفی فی العقد الفرید۔ و ما اورد علیه فنجیب عنه ان شاء اللّه تعا لی فی مبحث التلفیق۔

(اور اس پر یہ اعتراض ہے کہ اس طرح پر صورت مذکور کا باطل ہونا ان دونوں کے نزدیک مسلم نہیں ہے کیونکہ امام مالک یہ نہیں کہتے کہ جس نے مہر مقرر نہ کرنے میں امام شافعیؒ کی پیروی کی تو اس کا نکاح باطل ہو گیا، اور امام شافعیؒ یہ نہیں کہتے کہ جس نے گواہ مقرر نہ کرنے میں امام مالکؒ کی پیروی کی اس کا نکاح باطل ہے۔

اس تقریر پر یوں اعتراض کیا گیا ہے کہ ان دونوں کا باطل نہ کہنا اس کے حق میں ہے جس نے ایک کی پیروی کر لی، اور اپنے امام کی ساری باتوں کی رعائت رکھی۔ اور ہم جس بات کے درپئے ہیں وہ اس کے حق میں کہ جس نے دونوں کی پیروی کی اور بعض باتوں میں ہر ایک کے مخالف ہوا۔ اور پہلی صورت کو باطل نہ کہنا اس کے باطل نہ کہنے کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لازم نہیں کرتا۔

اور کبھی اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کوئی مجتہد تلفیق کی صورت میں صحت عمل کی ساری شرطیں نہیں پاتا بلکہ بعض شرطیں پاتا ہے، اور یہ نہیں مانتے کہ فقط اتنا فرق باطل ہونے کی وجہ بن سکتا ہے۔ اور کیوں کر یہ امر مذکور مانا جاوے جب کہ بعض باتوں میں مخالفت، ساری باتوں میں مخالفت کی نسبت آسان ہے، تو سہل میں بطریق اولی صحت کا حکم دیا جائے گا۔ اور جس کو کسی اور فرق کا دعوی ہے اور تلفیق کے باطل ہونے کی دلیل اس کے پاس ہے تو وہ پیش کرے۔

پھر اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعضی باتوں میں مخالفت کا سہل ہونا بہ نسبت ساری باتوں کے ہمیں مسلم نہیں ہے، کیونکہ مخالفت کرنے والہ ساری باتوں میں ایک مجتہد کی پیروی کرتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ میں جواب دونگا کہ یہ بات تب ہوگی جب تیرے پاس کوئی دلیل آیت یا اجماع یا قیاس قوی سے ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ جب کسی عمل کی کئی شرطیں ہوں تو مقلد پر سب شرطوں میں ایک ہی مجتہد کا اتباع واجب ہے۔، اگر ایسی دلیل ہے تو لاؤ۔، ہو چکی عبارت سید بادشاہ کی جو ملا حسن شرنبالی نے عقد الفرید میں نقل کی ہے۔ اور اس پر جو اعتراض کیا ہے اس کا جواب ہم ان شاء اللہ بحث تلفیق میں دیں گے)۔

اور علامہ اکملؒ صاحب عنایہ، تقریر میں فرماتے ہیں:

و تعقب الاول بان الجمع المذکور لیس بضارّ لان ما لکاً لم یقل ببطلان انکحة الشّافعیة و لا الشّافعی ببطلان انکحة المالکیة بلا شهود و لکن فیه نظر ظاهر علی ما نقله القندهاری فی مغتنم الحصول۔

اقول و جه النظر ما مر فی کلام السّیّد باد شاه من ایراد و قد مر جوابه ایضاً۔

(پہلی رائے کا تعاقب یوں کیا گیا ہے کہ جمع مذکور اس لئے مضر نہیں کہ مالک نے شافعیوں کے نکاح باطل ہونے کو نہیں کہا اور نہ شافعی نے مالکیوں کے بلا شہود نکاحوں کو باطل کہا۔ لیکن اس میں اعتراض ظاہر ہے جیسا کہ نقل کیا قندھاریؒ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مغتنم الحصول میں۔

میں کہتا ہوں کہ وجہ اعتراض وہی ہے جو سید بادشاہؒ کے کلام میں گذری اور اس کا جواب بھی ہو چکا)۔

☆ تیسرا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ ایک امام کے مقلد کے فعل کو دوسرا امام فاسد کہتا ہے اور شمول عدم مقلد کو درست نہیں، لیکن مآل اور مبنی اس عدم جواز شمول عدم کا تو یہی ہے کہ اختلاف آئمہ اربعہ کا مستلزم بطلان شق مخالف کا ہوتا ہے اور اس کا بطلان، اجماع مرکب کے مبحث میں بوجہ بسط معلوم ہو چکا۔

☆ چوتھا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ اجماع مرکب آئمہ اربعہ کا بھی درست ہوسکتا ہے اور یہ صورت وضو کی باطل ہے۔

پھر بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تقلید ایک مجتہد کی ہر مسئلہ میں واجب ہو جاوے، بلکہ ہوسکتا ہے کہ مقلد ایسی صورتوں سے جن میں جمع بین المذاہب لازم آوے پرہیز رکھے اور اس کے باوجود التزام ایک مذہب کا نہ کرے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کرے کہ فجر کے وضو میں امام مالکؒ کے مذہب کے تمام مسائل پر اس طرح عمل کرے کہ جتنے شرائط اور ارکان اور سنن اور مستحبات ان کے مذہب میں ہیں، سب کو ادا کرے۔ اور کوئی امر ایسا نہ کرے کہ جس سے امام مالکؒ کے مذہب میں وہ وضو فاسد ہو جاتا ہے۔

اور ظہر کے وضو میں امام شافعیؒ کے مذہب کے تمام مسائل پر اسی کیفیت سے عمل کرے جو امام مالکؒ کے مذہب کے عمل میں گذری ہے۔

اور عصر کے وضو میں احمد بن حنبلؒ کی تقلید اسی کیفیت سے کرے۔

اور مغرب کے وضو میں ابو حنیفہؒ کی تقلید اسی کیفیت اور شرائط سے کرے جو گذرے ہیں،

تو اس شخص کے حق میں مؤلف (تنویر الحق) کی وجہ اول کیوں کر جاری ہوگی؟

اور اس پر شخص معین کی تقلید اس دلیل سے کیوں کر واجب ہوگی؟

اسی لئے ملا حسن شرنبالی حنفیؒ نے عقد الفرید میں کہا ہے:

فتحصل ممّا ذکر نّا انه لیس علی ا لا نسان التزا م مذ هب معیّن و انّه یجوز له العمل بما یخا لف ما عمله علی مذ هبه مقلّداً فیه غیر امامه مستجمعاً شرو طه و یعمل با مرین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متضا دین فی حا دثتین لا تعلق لوا حدۃ منھما با لا خری ۔
انتھی کما نقل سا بقا (جو ہم نے ذکر کیا اس کا حاصل کلام یہ ہے کہ ایک مذہب معین کا التزام کسی پر لازم نہیں ۔ اور جس پر عمل کر چکا ہو، اس کے مخالف عمل کرنا مع لحاظ شرائط کے، جائز ہے۔ اور جائز ہے عمل دو امر متضاد پر ایسے دو حادثوں میں کہ ایک کو دوسرے سے تعلق نہیں)۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مذہب غیر معین پر عمل کریگا تو احتمال ہے پڑنے کا غیر صواب میں نزدیک آئمہ اربعہ کے جیسا کہ ایک شخص نے عمل کیا بموجب مذہب شافعی کے، کہ پڑھا نماز میں ساتھ جہر بسم اللہ کے اور عمل کیا بموجب مذہب امام اعظم اور امام مالک کے ترک کیا جہر آمین کو تو نماز چاروں کے نزدیک خراب ہوئی

اقول ۔ ظاہر ہے کہ مآل اور مرجع اس وجہ کا وجہ اول ہی کی طرف ہے اور جب وجہ اول کی خاک اڑائی گئی تو اس کا کیا ذکر باقی رہا۔ اس لئے وجہ اول کے جواب کو اس پر منطبق کر لیں۔

رجوع بعد العمل

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ رجوع کرنا تقلید سے بعد عمل کرنے کے ممنوع ہے بالاتفاق، کہا یہ شیخ ابن حاجبؒ مالکی نے بیچ مختصر الاصول کے اور قاضی عضد الدینؒ شافعی نے شرح اس کی میں، اور شیخ ابن ہمام حنفیؒ نے بیچ تحریر الاصول کے اور صاحب درالمختار نے بیچ درمختار کے، اور سوائے ان کے اور علماء نے مانند آمدیؒ وغیرہ کے اور عبارت تحریر کی یہ ہے:

لا یر جع عمّا قلّد ای عمل به اتّفاقاً
(اس بات پر اتفاق ہے کہ نہ پھرے کوئی شخص اس مسئلہ سے جس پر عمل کر چکا)۔
اور کہا صاحب بحر الرائق نے بیچ رسائل زینیہ کے:

نقل الشّیخ فی تصحیحه عن جمیع ا لا صو لیین انّه لا یصحّ الر جوع عن التّقلید بعد العمل با لاتفاق ۔
(نقل کیا شیخ قاسمؒ نے بیچ تصحیح اپنی کے جمیع اصولیین سے کہ بلا شبہ نہیں صحیح، رجوع کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید سے بعد عمل کرنے کے بالاتفاق)

مثلاً ایک شخص نماز پڑھے بتقلید امام اعظمؒ کے، تو نہیں درست ہے کہ نماز پڑھے اور امام کے طریق پر۔ اور یاد اور نگاہ رکھنا اعمال کا کہ ہم نے فلانے مذہب پر عمل کیا ہے فلانے وقت، اب اس کے خلاف نہ کریں، مشکل ہے بسبب کم ہونے دینداری کے اور سستی ہونے کے امور دین میں۔ پس جب کہ یاد نہ رہا اس طور تو پڑے گا اس میں جو ممنوع ہے بالاتفاق، یعنی بالاجماع۔ پس اس لئے تعین مذہب ضروری ہوئی۔

اقول۔ جواب اس کے دو ہیں:۔

اول جواب ساتھ اثبات اختلاف کے رجوع بعد العمل میں اور ساتھ توڑ دینے دعوی اجماع کے اس کے ممنوع ہونے پر۔

تو کہتے ہیں ہم کہ اولاً دعوی اس اتفاق کا ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ نے کیا ہے اور باقی صاحب جن کا مؤلف نے ذکر کیا ہے، اور سوائے ان کے، سب ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ کے اتباع ہیں۔ تو معلوم کرنا چاہیے کہ رجوع بعد العمل کے منع ہونے پر اجماع کا دعوی محققین نے رد کر دیا ہے اور وہ اس مسئلہ میں اختلاف کے قائل ہیں۔ چنانچہ زرکشیؒ نے کہا ہے کہ جو ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ نے کہا ہے، غلط ہے۔ یعنی اجماع کا دعوی ٹھیک نہیں کیونکہ دوسروں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رجوع بعد العمل میں اختلاف ہے۔ بعض رجوع بعد العمل کو درست بعض نادرست کہتے ہیں۔ پس ہمیں جائز ہے کہ اتباع کریں اس شخص کا جو قائل ہے جواز کا۔ چنانچہ ملاحسن شرنبالی حنفی ناقلاً شرح تحریر سے فرماتے ہیں۔

قا ل الزر كشى ليس كما قا لا يعنى ا لآ مدى و ابن الحا جب ففى كلام غير هما ما يقتضى جر يا ن الخلا ف اى فلنا اتّباع القا ئل بجواز التّقليد بعد العمل بقو ل غير من قلّده و عمل به

(زرکشی نے کہا ہے کہ آمدی اور ابن حاجب نے جیسا کہا ہے ویسا نہیں ہے، کیونکہ ان کے سوا دیگر کے کلام میں وہ عبارت ہے کہ جس سے خلاف کا جاری ہونا پایا جاتا ہے، یعنی ہم کو جائز ہے اتباع اس کا جو یہ کہتا ہے کہ بعد عمل کے بھی دیگر کی تقلید روا ہے)

اور فاضل بہاریؒ، منیہ مسلم میں ارشاد فرماتے ہیں:

قا ل الزر كشى ا لاتفاق ذكره ا لآ مدى و ابن الحا جب و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیس کما قا لاہ ففی کلام غیر ھما ما یقتضی جر یا ن الخلاف بعد العمل ایضاً ۔ انتھی ما فی الحا شیۃ المنھیہ

(کہا زرکشی نے آمدی اور ابن حاجب نے اتفاق نقل کیا ہے، اور جیسا انہوں نے کہا یوں نہیں ہے، کیونکہ دیگر کے کلام میں بعد عمل کے بھی خلاف جاری ہے)

فاضل اکمل صاحب عنایہ نے تقریر میں زرکشی کا کلام نقل کر کے اس کی تائید کی ہے، اور کہا ہے کہ رجوع کرنا کیونکر ممنوع ہوگا جس حالت میں کہ غیر کے مذہب کو صحیح جانے ۔ چنانچہ فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں کہا ہے:

و فی التّقریر الا تفاق ذکرہ ا لآ مدی و ابن الحا جب و تعقبہ الز رکشی با ن کلام غیر ھما یقتضی ا لا ختلاف بعد العمل ایضاً و کیف یمتنع الرّ جوع اذا اعتقد صحّۃ غیرہ (تقریر میں ہے کہ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے اتفاق نقل کیا ہے اور اس پر زرکشیؒ نے یوں اعتراض کیا ہے کہ اوروں کے کلام سے عمل کے بعد بھی خلاف کا جواز ثابت ہے ۔ اور جب دوسرے مذہب کے صحیح ہونے کا اعتقاد جم جائے تو رجوع کیوں کر منع ہوگا؟)

اور ایسا ہی امام تقی الدین سبکیؒ نے بھی دعوی اجماع کو رد کر دیا ہے ۔ اور کہا ہے کہ سوائے ابن الحاجبؒ اور آمدیؒ کے اوروں کے کلام سے رجوع بعد العمل میں اختلاف معلوم ہوتا ہے ۔ اور کہا کہ کس طرح سے رجوع ممنوع ہوگا جب کہ صحت مذہب غیر کی معلوم ہوگی ۔ چنانچہ سید شریف علی السمہودیؒ ، عقد الفرید فی احکام التقلید میں فرماتے ہیں:

ثمّ رأیت فی فتاوی السّبکی انّہ سئل عن ذا لک فی ضمن مسا ئل (الی ان قا ل)انّ السّبکی و دعوی ا لا تّفاق فیھا نظر و فی کلام غیر ھما ما یشعر با ثبا ت الخلاف بعد العمل ایضاً و کیف یمتنع اذا اعتقد صحّتہ ۔انتھی ،کذا فی العقد الفرید للشر نبا لی ۔(پھر میں نے فتاوی سبکی میں دیکھا کہ .. ان سے رجوع کا مسئلہ پوچھا تو سبکیؒ نے کہا کہ دعوی اتفاق میں بحث ہے کیونکہ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ کے سوا اوروں کے کلام میں وہ عبارت ہے جس سے بعد عمل کے بھی خلاف سمجھا جاتا ہے اور کیوں کر رجوع منع ہوگا جب اس کی صحت پر اعتقاد ہو جائے) ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ایسا ہی محقق شامیؒ نے بھی کہا ہے کہ دعوی اجماع میں نظر ہے اس لئے کہ اختلاف مروی ہے۔ پس جائز ہے اتباع قول بالجواز کا۔ چنانچہ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

علی ان فی دعوی ا لاتفاق نظر فقد حکی ا لا ختلاف فیجوز اتّباع القا ئل با لجواز ۔ (علاوہ یہ کہ دعوی اتفاق میں بحث ہے کیونکہ خلاف بھی نقل کیا گیا ہے، لہذا جواز کے قائل کی پیروی ہوسکتی ہے)

بلکہ خود شیخ ابن الہمامؒ نے اگر چہ تحریر میں موافق ابن الحاجبؒ کے کہا ہے، لیکن فتح القدیر میں ابن حاجبؒ کے اتباع کو طاق پر رکھ کر حق کو اختیار کیا ہے، اور قائل اختلاف کے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مولانا بحرالعلومؒ، شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لا یر جع المقلّد عمّا عمل به من حکم جزیء اتفاقاً کذا فی المختصر و التّحریر للشّیخ و ان ذکر ههنا موا فقاً للمختصر و تنز لاً علی رأیه لکن کلام فی فتح القدیر مشعر با لخلاف بعد العمل (نہ رجوع کرے مقلد اس مسئلہ سے جس پر بطور حکم جزئی کے عمل کر چکا، بالاتفاق۔ یوں ہی ہے مختصر اور تحریر ابن ہمام میں۔ اور یہاں موافق مختصر کے مذکور ہوا ہے لیکن فتح القدیر میں اس کے کلام سے بعد عمل بھی خلاف کی خبر ملتی ہے)۔

بلکہ جمہور کے کلام سے رجوع بعد العمل میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ لزوم تقلید میں بعد التزام کے، جمہور کے تین قول ہیں

قیل یلز م و قیل لا و هو ا لا صحّ و قیل کمن هو لم یلزم ۔ (بعض نے کہا ہے کہ لازم ہو جاتا اور بعض نے کہا ہے کہ نہیں۔ اور یہ بہت صحیح ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ التزام کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے)۔

جیسا کہ سابق میں نو دس کتابوں کی عبارتوں سے معلوم ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ جب لزوم بعد الالتزام میں تین قول ہوئے تو منع رجوع میں کیوں کر اختلاف نہ ہوگا۔ چنانچہ مسلّم الثبوت میں کہا ہے:

و قیل مختلف فیه یعنی الرّ جوع بعد العمل اقول ید لّ علیه التّثلیث فی ا لا لتزا م فا ن و جوده لیس اولی من عدم ضرورة (بعض نے کہا ہے کہ رجوع کرنا بعد عمل کے اختلافی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ دلالت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں اس اختلاف پر اوپر کے تین قول، سو بلا شک التزام اور بلا التزام دونوں یکساں ہیں)۔

اور شرح بحر العلوم نے کہا ہے:

اقول یدلّ علیه التّثلیث فی المذا هب فی ا لالتزا م رأی مجتهد فا ن و جوده ای ا لا لتزا م لیس اولی من عدم ضرورة و لا معنی الاتفاق عند و جوده و ا لا ختلاف عند عد مه۔

(میں کہتا ہوں کہ دلالت کرتے ہیں اس پر تین قول مذہبوں میں جو در باب التزام ایک مذہب کے گذر چکے۔ تو التزام کرنا، نہ کرنے سے اولی نہیں ہوسکتا ہے اور التزام کے وقت اتفاق اور عدم التزام کے وقت اختلاف کی کوئی وجہ نہیں)

پس جب کہ زرکشیؒ اور شیخ تقی الدین سبکیؒ کے کلام سے، بلکہ خود شیخ ابن الہمامؒ کے کلام سے، بلکہ تمام قائلین بالتثلیث کے کلام سے ثابت ہوا کہ رجوع بعد العمل کے منع ہونے اجماع کا دعوی غلط ہے۔ تو یہ امر مختلف فیہ ٹھہرا۔ سو ہم نے بقول ملا حسن شرنبالیؒ حنفی کے جواز کو اختیار کیا۔ اس لئے کہ جواز رجوع مدلل ہے بعینها ان دلائل سے جو عدم التزام تقلید معین پر گذر چکی ہیں۔ اور امتناع رجوع پر کوئی دلیل، ادلہ شرعیہ سے نہیں ہے۔ ما انزل اللّٰه بها من سلطا ن۔ (یو سف: ۴۰)

☆ دوسرا جواب۔ یہ کہ اگر فرض بھی کیا جاوے کہ اجماع کا دعوی ثابت ہے تو بھی اس سے تقلید معین نہیں ہوتی کہ نقاد محققین، امتناع رجوع بعد العمل کے یہ معنی کرتے ہیں کہ: جب کوئی شخص ایک حادثہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اس کو درست نہیں کہ اس حادثہ خاص میں اس تقلید سے رجوع کرے۔

مثلاً ایک شخص نے ظہر کا وضو مسح ربع سر کے ساتھ امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہو کر کیا، تو اب اس کو درست نہیں کہ اس وضو خاص میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید سے رجوع کرے، اور اس مسح کو باطل کہے اور تمام سر کا مسح بنا بر مذہب امام مالکؒ وضو میں واجب جانے۔

اور امتناع رجوع بعد العمل کے یہ معنی نہیں کہ جب اس شخص نے مثلاً فرض ظہر میں، جمعہ کے دن، مسح ربع سر میں امام ابو حنیفہؒ کی تقلید اختیار کی تو اب اس کو دوسرے وضو میں مثلاً ہفتہ کے ظہر کے وضو میں یا جمعہ ہی کے عصر کے وضو میں بھی ربع سر کے مسح سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رجوع کرنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) سمجھے ہیں۔

اور بعض محققین اس امتناع کو اس محل میں جاری کرتے ہیں جس جگہ کسی کا ضرر لازم آوے۔ جیسے کہ ایک شخص نے بنا پر مذہب امام مالکؒ بلا شہود نکاح کیا۔ جب عورت نے مہر طلب کیا تو وہ شخص تقلید مالکؒ سے رجوع کرتا ہے، اور چاہتا ہے کہ میں حنفی مذہب کا مقلد ہو کر اس نکاح کو ناجائز ٹھہرا کر مہر دینے سے بچ جاؤں۔ تو اس محل میں اس کا مذہب مالک رجوع کرنا عورت کے لئے باعث ضرر ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ امتناع رجوع محمول ہے صورۃ تلفیق پر۔ لیکن یہ محمل خلاف تحقیق کے ہے، چنانچہ مبحث تلفیق میں آوے گا۔ اس لئے اسانید پہلے دونوں معنی کے نقل کئے جاتے ہیں۔

تو سنو کہ کہا محقق شامیؒ نے ردالمحتار میں بعد قول عدم جواز رجوع کے

او ھو محمو ل علی منع التّقلید فی تلک الحا دثه بعینها لا مثلها کما صر ح به ا لا مام السّبکی و تبعه علیه جماعة و ذالک کما لو صلّی ظهراً بمسح ربع الرأس مقلد للحنفی فلیس له ابطا لها باعتقاده لزو م مسح الکل مقلداً للما لکی۔ و اما لو صلّی یو ماً علی مذهب و اراد ان یّصلّی یو ماً آ خر علی غیره فلا یمنع منه علی ان فی دعوی ا لاتّفاق نظراً۔ فقد حکی ا لخلا ف فیجوز اتّباع القا ئل بالجواز کذا افاده العلا مة الشر نبا لی فی عقد الفرید ثمّ قا ل بعد ذکر فرو ع من اهل المذ هب صریحة با لجواز و کلام طویل فتحصل مما ذکرناه انه لیس علی ا لا نسا ن التزا م مذهب معیّن و انّه یجوز له العمل بخلاف ما عمله علی مذ هب غیر اما مه مستجمعاً لشرو ط و العمل با مرین متضا دین فی حا دثتین لا تعلق لوا حدة مّنهما با لا خری۔

(وہ حمل کیا گیا ہے منع تقلید پر جو بعینہ اسی مسئلہ میں ہو، نہ اس کے مثل اور دوسرے مسئلہ میں۔ چنانچہ امام سبکیؒ نے اس کی تصریح کی ہے اور ایک جماعت سبکی کی پیرو ہوئی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے چنانچہ ایک شخص نے بموجب مذہب چوتھائی سر کا مسح کر کے ظہر کی نماز پڑھی تو اب اسے نہیں چاہیے کہ امام مالکؒ کے مذہب کا اعتقاد کر کے اس نماز کو باطل ٹھہرادے۔ ہاں اگر ایک دن ایک مذہب کے موافق پڑھے اور دوسرے دن دوسرے مذہب کے موافق پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے منع نہ کیا جاوے۔

نیز اتفاق کے دعوی میں بحث ہے، کیونکہ اختلاف بھی نقل کیا گیا ہے۔ تو جو علماء رجوع بعد العمل کو جائز کہتے ہیں ان کی اتباع جائز ہے۔ یوں ہی کہا علامہ شرنبالیؒ نے عقد الفرید میں۔ پھر اصحاب مذاہب کے جزئی مسئلہ ذکر کر کے جس سے صریح جواز رجوع کا نکلتا ہے، کہا ہے کہ۔ انسان پر ایک مذہب معین کا التزام ضروری نہیں۔ الخ)۔

اور کہا طحطاویؒ نے حاشیہ درمختار میں

قلد الحنفی ما لکاً مثلاً فی نکا ح بغیر شهود ثمّ اراد الرّ جوع عن التقلید ای و یحکم بمذ هبه با نّ المهر لا یلز م فلیس له ذالک بز یادة ۔

و اعلم انّه لیس المراد نفی جواز التّقلید مطلقاً بل فی نحو ما ذکر ناه لا نّ الرّ جوع ههنا یلز م منه ضرر الغیر۔

و اعلم انّ تقلید الحنفی الشا فعی مثلاً فی مسئلة عبارة عن ا لا خذ بقو له مع بقا ئه علی مذ هبه فی المسئلة حتّی لو استفتی عن خصوص هذه المسئلة الّتی قلّد فیها لا یجیب السّا ئل ا لا بطبق مذ هب ا لا ما م و معنی بقا ئه علی مذ هبه فیها ان یّکو ن وقت العمل بمذهب الشّا فعی فی المسئلة الّتی قلّده فیها باقیة علی اعتقاد متا بعة الا مام فی حکم المسئلة الّتی قلّد الشّا فعی فیها ای با لنّسبة لما عساه ان یقع له فی المستقبل فا ن قلت ان بقائه علی مذ هب و لا یجیب الّا بقول امام یتضمّن الرّ جوع عمّا قلّده فیه قلت الممتنع الرّجوع عن عین تلک الواقعة المنقضیة لا ما یحد ث بعد ها من جنسها۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(چنانچہ تقلید کرے حنفی امام مالکؒ کی، مثلاً بے گواہی کے نکاح میں، پھر ارادہ کرے رجوع کا یعنی اپنے مذہب کے موافق کہے کہ مجھ پر مہر لازم نہیں، تو یہ اسے نہیں چاہیے، اور جان لے کہ بالکل غیر کی تقلید سے ممانعت مراد نہیں ہے، بلکہ ایسی صورتوں میں ہے جو ہم نے ذکر کی ہیں، کیونکہ ایسے رجوع میں ایک کا نقصان ہے۔

اور تقلید کرنا حنفی کا مثلاً امام شافعیؒ کا کسی مسئلہ میں یہ ہے کہ شافعی مذہب کا قول لے کر بھی اپنے مذہب پر باقی رہے اس مسئلہ میں یہاں تک کہ اس خاص مسئلہ میں اگر کوئی فتوی پوچھے تو اپنے امام کے قول کے موافق جواب دیوے۔

اور معنی باقی رہنے اپنے مذہب کے یہ ہیں کہ امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کریں گے اس مسئلہ کے وقت۔ لیکن اپنے امام کے تابعدار و معتقد رہیں گے آئندہ۔

پھر اگر تو کہے کہ اپنے مذہب پر باقی رہنے اور فتوے کا جواب اپنے امام کے موافق دینے کا مطلب اس صورت سے رجوع ہے جس پر عمل کر چکا۔ تو میں جواب دوں گا کہ ممتنع وہ رجوع ہے جو عین اسی حادثہ میں ہو نہ اس میں جو اسکی جنس سے پیدا ہوا ہو)

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں:

ثمّ انّ الشر نبا لی الحنفی قرّر انّ المنع عن الرّ جوع بعد العمل انّما هو فی تلک الحا دثة بشخصها لا فی مثلها

(شرنبالی حنفیؒ نے قرار دیا کہ منع رجوع بعد عمل اسی صورت میں ہے کہ جب اسی مسئلہ خاص میں ہو۔ اس کی مثل میں نہیں ہے)

اور کہا سید شریف علی السمہودیؒ نے عقد الفرید فی احکام التقلید میں:

المختار انّ کل مسئلة اتصل عمله بها فلا ما نع من اتباع غیر مذهبه ا لا وّل و به یعلم ما فی حکا یة ا طلاق ا لا تّفاق علی المنع ۔ و لعل المراد اتّفاق ا لا صو لیین ۔ ثمّ ان کا ن المراد من منع الرّ جوع حیث عمل فی الوا قعة عین تلک الواقعة المنقضیة لا ما یحد ث بعد ها من جنسها فهو ظاهر۔

کحنفی سلم شفعته با لجوار عملاً بعقیدته ۔ ثمّ عنّ له تقلید الشا فعیؒ حین ینز ع العقار ممن سلم له فلیس له

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک کما انّه لا یخا طب بعد تقلیده للشا فعیؒ باعادة ما مضی من عباداة الّتی یقول الشافعیؒ ببطلا نها المضیها علی الصحّة فی اعتقا ده فیما مضی فلو شری هذا الحنفی بعد ذالک عقاراً اخر و قلّد الشّا فعی فی عدم القول بشفعة الجوار فلا یمنعه ما سبق من ان یّقلده فی ذا لک فله ان یّمنع من تسلیم العقار الثّا نی ۔

فان قا ل ا لآ مدی و ابن الحا جب و من تبعهما با لمنع فی مثل هذا و عمموا ذا لک فی جمیع صور ما وقع العمل به اولا فهو غیر مسلم و دعوی ا لاتفاق علیه ممنو عة ۔ ففی الخا دم ان ا لا ما م الطر طوسیؒ حکی انه اقیمت صلوة الجمعة و هم القا ضی ابو الطّیّب الطبری با لتّکبیر فاذا طا ئر قد ذرق علیه فقا ل انا حنبلی۔ ثمّ احر م و د خل فی الصّلوة ۔ انتهی ۔

قلت و معلوم انّه انّما کا ن شا فعیاً یتجنب الصّلوة بذرق الطّا ئر فلم یمنعه عمله السّا بق بمذ هبه فی ذا لک من تقلید المخالف عند الحا جت الیه ۔

و فی الخا دم ایضاً انّ القا ضی ابا عا صم العا مری الحنفی کا ن یفتی علی با ب مسجد القفال و المؤ ذن یؤذن المغر ب فنز ل و دخل المسجد فلما رآ ه القفال امر المؤ ذّ ن ان یّثنی ا لاقا مة و قدم القا ضی فتقدم وجهر با لبسمله مع القرأة و اتی بشعار الشّا فعیة فی صلوة ۔

و معلوم انّ القا ضی ابا عا صم انّما یصلّی قبل بشعار مذ هبه فلم یمنعه سبق عمله بمذ هبه فی ذا لک ایضاً

ثمّ قا ل السّید السمهودی ثم رأیت فی فتا وی التقی السّبکی انّه سئل عن ذا لک فی ضمن مسا ئل الی ان قا ل السّبکی و دعوی ا لا تّفاق فیها نظر ۔ و فی کلام غیر هما ما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یشعر با ثبا ت الخلا ف بعد العمل ایضاً۔ و کیف یمنع اذا اعتقد صحّته و لکن و جه ما قا لا ہ انّه با لتزا م مذ ھب امام مکلّف به ما لم یظھر له غیره و العا می لا یظھر له الغیر بخلاف المجتھد حیث ینتقل من امارة الی امارة ھذا و جه ما قا له الآمدی و ابن الحا جب و لا بأس به لکنی اری تنز یله علی خصو ص العین فلا یبطل عین ما فعله و له فعل جنسه بخلا فه ۔ انتھی عبارة السّید ملخّصاً نقلاً عن عقد الفرید للعلا مه الشر نبا لی حنفی۔

(مذہب مختار یہ ہے کہ جس مسئلہ پر عمل کر چکا اس میں دیگر مذہب کے موافق عمل کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حکایت اتفاق منع میں جو شبہ ہے وہ اسے اوپر کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے شائد اتفاق سے اصولیوں کا اتفاق مراد ہے، پھر اگر منع رجوع سے وہی مسئلہ خاص بعینہا مراد ہے نہ اس کی جنس کا دوسرا، تو ظاہر ہے جیسے ایک حنفی مذہب نے موافق اپنے عقیدہ کے حق شفع پڑوسی کو دیا۔ پھر امام شافعیؒ کی تقلید کر کے وہ گھر چھین لیا تو اسے یہ روا نہیں، جیسا کہ نہیں کہا جاتا اس حنفی کو بعد تقلید مذہب شافعی کے ان مسئلوں کے اعادہ کو جن کو وہ کر چکا ہو اس وجہ سے کہ وہ مذہب حنفی میں ٹھیک تھے اگر چہ موافق مذہب شافعی کے ٹھیک نہ تھے، ہاں اگر یہ حنفی اس کے بعد کوئی اور گھر خریدے اور پڑوسی کے شفع نہ ہونے میں امام شافعیؒ کی تقلید کرے تو اسے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب بھی حنفی کے موافق عمل کرے، سوا سے پہنچتا ہے کہ دوسرا گھر پڑوسی کو نہ دیوے۔ سو اگر آمدیؒ اور ابن حاجبؒ اور ان دونوں کے پیرو نے ایسی صورتوں میں رجوع کو منع کہہ کر تمام سورتوں میں یہ حکم عام رکھا ہے تو یہ امر غیر مسلّم ہے، اور دعوی اتفاق کا ماننے کے قابل نہیں، کیونکہ خادم میں ہے کہ امام طرطوسیؒ نے حکایت کی کہ جمعہ کی نماز کی جماعت کھڑی ہوئی اور قاضی ابوالطیب طبریؒ نے تکبیر تحریمہ کا ارادہ کیا، یکا یک ایک جانور نے ان پر بیٹ کر دی، تو انہوں نے کہا کہ میں حنبلی ہوں، اور نیت باندھ کر نماز میں داخل ہو گئے۔ ہو چکی عبارت خادم کی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ شافعی تھے، جانور بیٹ کر دے تو بغیر دھوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نماز نہیں پڑھتے تھے، سو ان کے مذہب کے عمل درآمد سابق نے ان کو مخالف مذہب پر عمل کرنے سے وقت ضرورت کے باز نہ رکھا۔

اور یہ بھی خادم میں ہے کہ قاضی ابو عاصم عامری حنفی فقال ؒ کی مسجد کے دروازہ پر فتوی دیتے تھے اور موذن نے مغرب کی اذان دی تو وہ دروازے پر سے اتر کر مسجد میں آ گئے ۔ سو فقال ؒ نے جب ان کو دیکھا تو موذن سے کہہ دیا کہ اقامت کے لفظ دو، دو، دفعہ کہے، اور قاضی کو امام بنایا، قاضی صاحب امام بن گئے اور بسم اللہ اور قرأت پکار کر پڑھی، اور باقی باتیں موافق مذہب امام شافعی کے برتیں۔ ہو چکی عبارت خادم کی۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ پہلے قاضی ابو عاصم ؒ اپنے مذہب حنفی کے موافق عمل درآمد رکھتے تھے، سو پہلے کے عملدرآمد نے ان کو اس عمل سے منع نہ کیا۔

پھر سمہودی ؒ نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے تقی الدین سبکی ؒ کے فتوی میں کہ ان سے کسی نے بشمول اور مسائل کے رجوع مذہبی کا فتوی پوچھا، تو سبکی ؒ نے جوابات دے کر اس باب میں یہ کہا کہ دعوی اتفاق میں بحث ہے، کیونکہ اوروں کے کلام میں وہ عبارت ہے جس سے خلاف سمجھا جاتا ہے عمل کے بعد بھی، اور بھلا کیونکر رجوع منع ہوگا جب مخالف کی صحت کا عقیدہ جم جاوے، لیکن وجہ ان دونوں کے کہنے کی یہ ہے کہ جس مسئلہ میں عمل کر چکا بالتزام مذہب ایک امام کے تو جب تک اسے اس کے سوا اور نہ معلوم ہو اسی کا مکلّف رہے گا، برخلاف مجتہد کے کہ دم بھر میں ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف پھر جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے اس قول کی جسے آمدی ؒ اور ابن حاجب ؒ نے کہا ہے اور اس مقولہ میں کچھ ڈر نہیں لیکن میرے عقیدہ میں لگاؤ اس مقولہ کا خاص مسئلہ میں ہے تو جو کچھ کر چکا ہے بعینہ اس کو باطل نہ کرے، اور دوسرا مسئلہ اس جنس کا جو پیش آوے تو اس میں اس کو رجوع پہنچتا ہے۔ ہو چکی عبارت سمہودی ؒ کی بطور تلخیص کے شرنبالی ؒ کی عقد الفرید سے)

اور خود ملا حسن الشرنبالی الحنفی ؒ نے عقد الفرید میں بنقول روایات صحیحہ معتمدہ کے ان معنی کو ثابت کیا ہے جس کو شوق ہو عقد الفرید کو ملاحظہ کرے۔ اس مختصر میں ان کے تمام کلام کا نقل کرنا دشوار ہے۔ مگر قدرے قلیل تیمناً کہا جاتا ہے۔ تو سنو کہ شروع میں تحقیق منع رجوع بعد العمل کے فرماتے ہیں:

فا ن قلت کیف ھذا مع قول العلا مۃ الشّیخ ا لا مام کما ل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الدّ ین ابن الهما م فی تحریر مسئلة لا یر جع فیما قلّد فیه ای عمل به اتفاقاً۔ انتهی ۔

قلت لا یمنع ذا لک ما قلته من صحّة التّقلید لحمل المنع علی خصو ص العین لا خصو ص الجنس ۔ انتهی

(اگر کوئی کہے کہ کیوں کر ہوگا یہ باوجود قول ابن ہمام کے تحریر میں کہ نہ رجوع کرے اس مسئلہ میں جس پر عمل کر چکا بالاتفاق ۔ میں کہتا ہوں کہ رجوع کا منع کرنا خاص بعینہ اسی مسئلہ میں ہے نہ اس کی جنس میں)۔

اور اس کے بعد چند معتمدہ روایتیں اپنے جواب کی تائید میں نقل کی ہیں۔ اس کے ابن الحاجب شیخ خالد ازہریؒ کے کلام کے ظاہری معنی کو ردّ کیا ہے ۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و لمّا فیه من ردّ ما یتو هم من ظا هر عبارة ابن حا جب و من رد ما صر ح به فی شر ح جمع الجوا مع للشّیخ خا لد ا لاز هری مستنداً لذا لک الایها م حیث قا ل و اذا عمل العا می بقول مجتهد فی حا دثة فلیس له الرّ جوع عنه الی فتوی غیره فی مثل تلک الواقعة اجماعاً کما نقله ابن الحا جب و غیره ۔ انتهی عبارة الشیخ خا لد

و انت تر ی انّه لیس فی کلام متن جمع الجوا مع و لا کلام ابن الحا جب التّصریح با لمنع عن مثل ما قلّد فیه بل احتمال له ۔ و لنا ان یّمنع ذا لک ا لا حتما ل و نقول لیس فی کلام ابن الحا جب و لا جمع الجوا مع ا لّا المنع عن الرّ جوع عن عین ما قلّد فیه و عمل به لا نّ عبارة ابن الحا جب التّقلید هو العمل بقول الغیر من غیر حجّة۔ ثمّ قا ل و لا یر جع عنه بعد تقلیده اتفاقاً و فی حکم آ خر المختار جوازه لنا القطع بوقو عه و لم ینکر۔ انتهی ۔

لا نّ قو له و فی حکم آ خر یراد به حا دثة اخری ا عم من ان تما ثل ما فعله او تخا لفه و ان ارید به ما یخا لفه فقط قلنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المنع و کذا ا لکلام علی عبارة جمع الجوا مع و سنذ کر ما یحقق هذا انشا ء اللّٰه تعا لی فهذا قد علمت به جواز التّقلید بعد العمل فی جنس ما عمل بخلا فه انتهی کلام الشّر نبا لی الحنفی۔

(اس عبارت میں رد ہے اس کا جو وہم ہوتا تھا ظاہر عبارت ابن حاجبؒ سے اور رد ہے اس کا جس کی تصریح کی شیخ خالد ازہریؒ نے شرح الجوامع میں اس وہم کو دلیل ٹھہرا کر۔ چنانچہ کہا ہے کہ جب عمل کرے عامی کسی مجتہد کے قول پر کسی مسئلہ میں تو اسے اس مسئلہ کے مثل دوسرے مسائل میں مجتہد دیگر کے فتوی کی طرف رجوع کرنا بالاجماع جائز نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ متن جمع الجوامع اور کلام ابن حاجب میں مثل کی تصریح نہیں بلکہ اس کا احتمال ہے، تو ہمیں اختیار ہے کہ اس احتمال کو ہم نہ مانیں اور کہیں کہ ابن حاجبؒ کے کلام اور جمع الجوامع میں منع رجوع خاص مسئلہ بعینہ میں ہے جس پر عمل کر چکا۔ کیونکہ عبارت ابن حاجبؒ کی تو یہی ہے کہ تقلید عمل کرنا ہے غیر کے قول پر بغیر دلیل کے۔ پھر کہتا ہے کہ نہ رجوع کرے بعد تقلید کر لینے کے بالاجماع۔ اور دوسرے مسئلہ میں غیر کے قول پر عمل کرنا موافق مذہب مختار کے جائز ہے کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ اگلے زمانہ میں بلا روک ٹوک یوں ہی ہوا ہے۔ ہو چکی عبارت ابن حاجبؒ کی۔

اب اس کے قول سے مراد ہے کہ دوسرے مسئلہ میں عام بات ہے خواہ وہ مسئلہ پہلے کے موافق ہو یا مخالف۔ اور اگر کوئی فقط مخالف ہی لیوے تو ہم نہیں مانتے۔ اور اسی طرح کی گفتگو عبارت جمع الجوامع میں ہے۔ اور انشاء اللہ ہم عنقریب امر تحقیقی کو ذکر کریں گے۔ یہاں اتنی بات تو تو نے جان لی کہ عمل کر لینے کے بعد اس جنس کے دیگر مسائل میں دیگر مجتہد کی تقلید جائز ہے)

حاصل کلام یہ کہ اگر دعوی اجماع کا تسلیم بھی کیا جاوے تو معنی اس کے یہی ہیں کہ جس حادثہ خاص میں تقلید کر چکا اس میں اس سے رجوع نہ کرے، اگرچہ دوسرے حادثہ میں جو مثل اس کی ہو رجوع درست ہے۔ چنانچہ اتنے اکابر حنفیہ اور شافعیہ کے کلام میں گذرا۔ تو پھر بھی تقلید معین ہر مسئلہ میں ہر حادثہ میں ثابت نہ ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تتبع رخص

قال (مؤلف تنویرالحق)۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ تلاش کرنا مذاہب کی رخصتوں کا ممنوع ہے بالاجماع، کہا ہے اس کو ابن عبدالبر مالکیؒ نے کہا یہ بیچ مسلم کے، اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ جو کچھ ان کے نفسوں کے موافق ہے اسی کی طرف بہت دوڑتے ہیں بسبب کمی دین داری کے اور سستی کے امور دین میں، خصوصاً اس زمانے میں۔ پس پڑینگے لوگ بیچ ممنوع کے کہ بالاجماع ہے، پس کیونکر بری الذمہ ہوں گے عہدہ تقلید کے سے بالیقین۔

اقول۔ جناب مؤلف (تنویرالحق) نے اس قول میں یہ خیانت کی ہے کہ لا تقربوا الصّلوٰۃ کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا ہے، اس طرح سے کہ کتاب مسلّم الثبوت میں سے اجماع ابن عبدالبرؒ کا لے لیا ہے اور مسلّم الثبوت میں اس کا جو جواب لکھا ہے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ خیر یہ چالاکی ان سے کچھ نئی نہیں ہے۔ ہمیں اس چالاکی سے کچھ تعرض نہیں۔ اصل بات کا جواب دینا چاہیے، تو سنو کہ

اس چوتھی وجہ کے جواب دو ہیں:۔

اول جواب تو یہ ہے کہ ابن عبدالبرؒ کا دعوی اجماع منقوض ہے

☆ اثبات اختلاف امام احمدؒ کا اختلاف ثابت ہونے کے باعث

☆ اور احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کے باعث۔

اس کا بیان یہ ہے کہ امام احمدؒ سے روایت ہے کہ مذاہب کی رخصتوں کا تلاش کرنے والہ فاسق نہیں، تو تتبع رخص ان کے نزدیک ممنوع نہ ہوا، تو اجماع کہاں ہوا بنابر اس قاعدہ متفق علیہا کے خلاف الواحد مانع کذا فی جمیع کتب الاصول ایک کا خلاف بھی مانع اجماع ہے یوں ہی اصول کی سب کتابوں میں ہے۔

اگرچہ ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ وہ فاسق ہے۔ لیکن قاضی ابویعلیؒ و غیرہ نے روایت مفسقہ اس شخص کے حق میں محمول کی ہے جو غیر مأول ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ روایت متلہی کے حق میں ہے۔ اور روضۃ النووی میں سرے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شخص فاسق نہیں ہے۔ چنانچہ ہر ایک قول پر شاہد نقل کیا جاوے گا۔

نیز اجماع کے واسطے قرآن یا حدیث یا قیاس سے کوئی سند چاہیے۔ اور تتبع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رخص کے ممنوع ہونے پر کوئی سند و دلیل شرعی نہیں۔ چنانچہ عنقریب جہابذہ فن کی تحریروں سے معلوم ہوگا۔

نیز چند احادیث صحیحہ بھی موجود جن سے تتبع رخص جائز معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ عنقریب شارح تحریر کے کلام میں آئیں گی۔

کہا شیخ ابن الہمامؒ نے تحریر میں:

و یتخرج منه جواز اتباع رخص المذاهب و لا یمنع منه ما نع شرعی اذ للانسان ان یّسلک الاخفّ علیه اذا کان له الیه سبیل بان لم یکن عمل فیه بآخر و کان علیه السّلام یحب ما خفف علیهم۔ (اس سے رخصتوں کی پیروی کا جواز نکلتا ہے، اور کوئی مانع شرعی اس سے منع نہیں کرتا، اسلئے کہ انسان کو حق پہنچتا ہے کہ وہ سہل طریق پر چلے اگر عزیمت پر عمل نہ کر چکا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ امت پر تخفیف کو پسند کرتے تھے)۔

اور کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

و کان رسول اللّٰه ﷺ یحبّ ما خفف علیهم فی صحیح البخاری عن عائشة بلفظ عنهم و فی روایت بلفظ ما یخفف عنهم ای امّته و ذکروا عدّة احادیث صحیحة دالة علی هذا المعنی قلت و ذالک لقوله تعالی یرید اللّٰه بکم الیسر و لا یرید بکم العسر ۔ و روی الشّیخان و غیرهما حدیث انّما بعثتم میسرین و لم تبعثوا معسرین ۔ و لا حمد بسند صحیح خیر دینکم ایسره ۔و روی الشّیخ نصر المقدسی فی کتاب الحجّة مرفوعاً اختلاف امّتی رحمة۔ و نقله ابن الاثیر فی مقدمّة جامعة من قول مالک ۔و فی المدخل للبهیقی عن القاسم ابی محمّد انّه قال اختلاف امة محمد ﷺ رحمة ۔ و یترجح ما قاله بعضهم علی حمله علی الاختلاف فی الاحکام بما فی مسند الفردوس عن ابن عباس مرفوعاً اختلاف اصحابی رحمة لان فی المدخل للبهیقی عن عمر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن عبد العزیز قا ل ما یسر نی ان اصحا ب محمد ﷺ لم یختلفوا لا نھم لو لم یختلفوا لم تکن رخصة و اخر ج البھیقی فی حد یث لا بن عباس قا ل فیه ان اصحا بی بمنز لة النجو م فا یما اخذ تم به اھتدیتم و اختلاف اصحا بی لکم رحمة۔

قلت و اختلاف الصحا بة ھو منشاء اختلاف ا لامة و لما اراد ھا رو ن الر شید حمل الناس علی مؤ طا ا لا مام ما لک کما حمل عثما ن الناس علی القر آ ن قا ل له ما لک لیس علی ذا لک سبیل لا ن اصحا ب رسو ل اللّٰه افترقوا بعده فی الامصار فحد ثوا عند اھل کل مصر علمه و قد قا ل ﷺ اختلاف امّتی ر حمة و ھذا کا لصریح فی ان المراد الاختلاف فی ا لا حکام قا له السید علی السمھودی۔

و قا ل الکمال فی فتح القدیر فی با ب ا لاعتکا ف انّ اللّٰه یحبّ ا لا ناة و الرّفق فی کلّ شیء حتّی طلبه فی المشی الی الصّلوة و ان کا ن ذالک یفوت بعضھا معه با لجما عة و کره ا لا سراع و نھی عنه و ان کا ن محصلاً لھا کلّھا با لجما عة تحصیلا لفضیلة الخشو ع اذ ھو یذھب با لسّر عة۔ انتھی ۔

قلت و ھو معنی حدیث فی الجا مع الصغیر السیو طی عن عمر مر فو عاً افضل الذین یعملو ن با لر خص۔ انتھی

(اور آنحضرت ﷺ ان کے لئے آسان باتوں کو پسند فرماتے تھے۔صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت یوں ہے کہ دوست رکھتے تھے ہلکی باتوں کو امت سے اور ایک روایت میں امت کی تفصیل بھی آئی ہے۔

اور علماء نے بہت سی حدیثیں اس باب میں ذکر کی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ یرید اللّٰه بکم الیسر و لا یرید بکم العسر کی وجہ سے ہے۔اور بسبب روایت بخاری اور مسلم اور دیگر کے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور سخت گیر نہیں ۔ اور امام احمدؒ نے سند صحیح سے روائت کیا ہے کہ اچھا دین تمہارا وہ ہے جو سہل تر ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مرفوع روایت کیا شیخ نصر مقدسیؒ نے کتاب الحجۃ میں آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ اور نقل کیا ابن اثیرؒ نے امام مالکؒ کا قول اپنے جامع کے مقدمہ میں اور بیہقیؒ کی مدخل میں قاسم ابو محمدؒ سے کہ آنحضرت ﷺ کی امت کا اختلاف رحمت ہے۔

اور بعض نے جو یہ کہا ہے کہ اس اختلاف سے احکام میں اختلاف مراد ہے، اس کو ترجیح ہے بسبب اس مرفوع روایت کے جو حضرت ابن عباسؓ سے مسند فردوس میں آئی ہے کہ اختلاف میرے صحابہ کا رحمت ہے، کیونکہ بیہقی کی مدخل میں ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے کہا کہ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ باہم اختلاف نہ کرتے۔ اسلئے کہ اگر وہ اختلاف نہ کرتے تو رخصت کہاں سے آتی۔

اور امام بیہقیؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں، جس کے قول پر تم عمل کرو گے، ہدایت پاؤ گے اور میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے۔

میں کہتا ہوں کہ صحابہ ہی کے اختلاف سے امت کا اختلاف پیدا ہوا ہے۔

اور جس وقت ہارون رشید نے لوگوں کو مؤطا پر عمل کرانا چاہا جیسا کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو قرآن پر جمع کیا تھا، تو امام مالکؒ نے ہارون رشیدؒ سے کہا کہ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس سبب سے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد آپ کے صحابہ ادھر ادھر پھیل گئے اور ہر شہر والوں کو ہر ایک نے اپنے علم کی روایت کی، اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے تو یہ بمنزلہ صریح کے ہو گیا اس باب میں کہ مراد اختلاف سے احکام کا اختلاف ہے۔ سید سمہودیؒ نے یہ کہا ہے۔

اور ابن ہمامؒ نے فتح القدیر کے باب اعتکاف میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی کو ہر کام میں پسند کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو نماز کی طرف جانے میں بھی پسند کیا ہے اگرچہ اس سے جماعت وغیرہ میں ہرج پڑ جائے، تو جلدی مکروہ ہے اور اس سے نہی آئی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے جو جامع صغیر سیوطی میں حضرت عمرؓ سے مرفوع آئی ہے یہ معنی ہیں کہ اچھے لوگ میری امت کے وہ ہیں جو رخصتوں پر عمل کرتے ہیں)

اور سید بادشاہؒ شارح تحریر کہتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ما نقل عن ابن عبد البرّ من انه لا یجوز للعا می تتبع الرّخص اجماعاً فلا نسلم صحّة النقل عنه و لو سلم فلا نسلم صحة دعوی ا لا جماع کیف و فی تفسیق متتبع الرّخص روا یتا ن عن احمد و حمل القا ضی ابو یعلی الروا یة المفسقة علی غیر متأ ول و لا مقلد۔ انتهی ، هکذا فی العقد الفرید للعلا مه الشر نبا لی (اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ عامی کے لئے رخصتوں کا ڈھونڈ نا بالا جماع جائز نہیں ہے۔ تو اول تو اس نقل کو ہم صحیح نہیں مانتے۔ اور اگر صحیح مان بھی لیں تو دعوی اجماع کا نہیں مانتے۔ اس لئے کہ امام احمدؒ سے رخصتوں کے ڈھونڈنے والے کے فاسق ہونے کے باب میں دو روایتیں ہیں۔ اور ابویعلیٰؒ نے روایت فسق کو غیر متأ ول اور غیر مقلد پر حمل کیا ہے)

اور کہا فاضل بہاریؒ نے مسلّم الثبوت میں:

و ما عن ابن عبد البرّ انه لا یجوز للعا می تتبع ا لرّ خص اجماعاً فا جیب با لمنع اذ فی تفسیق متتبع الرّ خص عن احمد روا یتان

(اور وہ جو ابن عبدالبرؒ سے منقول ہے کہ عامی کو رخصتوں کا ڈھونڈ ھنا بالا جماع جائز نہیں۔ تو اس کا جواب دیا گیا ہے کہ ہم دعوی اجماع کو نہیں مانتے اس لئے کہ رخصتوں کے ڈھونڈ ھنے والے کے فاسق ہونے کے باب میں امام احمدؒ سے دو روائتیں ہیں)۔

اور کہا بحرالعلومؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں:

اذ فی تفسیق متتبع الرّ خص عن ا لا مام احمد روا یتا ن فلا اجما ع و لعلّ روا یت التفسیق انّما هو فی ما اذا قصد المتلهی فقط لاغیره

(جب رخصتوں کے ڈھونڈنے والے کے فاسق ہونے کے بارے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں، تو اجماع نہ رہا۔ اور شائد فاسق بنانے والی روایت اس صورت سے متعلق ہے جب لہو ولعب کا قصد ہو)۔

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل و یتخر ج منه جواز اتباع ر خص المذا هب و لا یمنع منه ما نع شر عی اذ للا نسا ن ان یسلک ا لا خف علیه اذا کا ن له سبیل الیه با ن لم یکن عمل بآ خر فیه و کا ن علیه وآله الصّلوة و السّلام یحب ما خفف علیهم۔ فی التّقریر اخر جه البخاری عن عا ئشه بلفظ علیهم و فی لفظ ما یخفف عنهم ای عن امّته و ید ل علیه عدة احا دیث صحیحة لکن ما عن ابن عبد البرّ لا یجوز للعا می تتبع الرّخص اجماعاً ان صحّ احتا ج الی جوا ب و یمکن ان یمنع صحةدعوی ا لا جماع اذ فی تفسیق متتبع الرّ خص عن احمد روا یتا ن و حمل القا ضی ابو یعلی الروا یة المفسقة علی غیر متأ ول و لا مقلد و فی روضة النووی انه لا تفسیق۔

(اس سے مذاہب کی رخصتوں پر چلنا جائز ثابت ہوتا ہے، اور کوئی مانع شرعی اس سے منع نہیں کرتا کیونکہ آدمی کو آسان طریقہ، جو ممکن ہو، اختیار کرنا جائز ہے۔ اور یہاں ممکن کا مطلب یہ ہے کہ وہ عزیمت پر عمل نہ کر چکا ہو۔

آنحضرت ﷺ امت پر آسان بات کو پسند کرتے تھے۔ اور اس مضمون پر چند صحیح حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔

لیکن ابن عبدالبرؒ کا قول کہ بالاجماع عامی کو رخصتوں کا ڈھونڈھنا جائز نہیں ہے، اگر درجہ صحت کو پہنچ جائے تو اس کا جواب دینے کی ضرورت پڑے گی۔

جواب یہ ہے کہ دعوی اجماع کے صحیح ہونے کو رد کیا جانا ممکن ہے کیونکہ رخصتوں کے ڈھونڈنے والے کے فسق کے بارے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں۔ اور حمل کیا ہے قاضی ابویعلیٰؒ نے فاسق بتانے والی روایت کو اس شخص پر جو تاویل نہ کرتا ہو اور پابند کسی کی تقلید کا نہ ہو۔ اور روضہ نووی میں ہے کہ فاسق بتانا ثابت نہیں)

رویانیؒ نے تتبع رخص سے منع کیا ہے۔ اس کے جواب میں ابن امیر حاجؒ فرماتے ہیں:

و تعقب هذا ای منع الرو یا نی عن تتبع الرّ خص با نّه ان اراد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

با لرّ خص ما یتقض فیه قضاء القا ضی و ھو ار بعة ما خا لف الاجماع او القوا عد او النص او القیاس الجلی فھو حسن متعین فا ن ما لم تقرہ مع تا کدہ بحکم الحا کم فاولی ان لا تقرہ قبل ذا لک و ان اراد با لرّخص ما فیه سھواً علی المکلّف کیف ما کا ن یلز م ان یکو ن من قلّد ا لا مام ما لکاً فی المیاہ و ا لا روا ث و تلک ا لا لفا ظ فی العقود مخا لفاً لتقوی اللّٰہ و لیس کذا لک۔ انتھی ماقا ل ابن امیر الحا ج فی شر ح التحریر۔ کذا فی عقد الفرید للشر نبا لی۔ (اور رو یانیؒ نے رخصتوں کے ڈھونڈنے پر جو ممانعت کی ہے، اس پر یوں اعتراض جو کیا گیا ہے کہ اگر اس نے رخصتوں سے وہ مسائل ارادہ کئے ہیں جس میں قاضی کی قضا ٹوٹ جائے (اور وہ چار مواقع ہیں۔ یا تو مخالف اجماع کے ہو یا قواعد شرعیہ یا نص کے یا قیاس جلی کے)، تو یہ خوب متعین بات ہے۔ کیونکہ جس چیز کا باوجود تاکید حکم حاکم کے ہم اقرار نہیں کرتے، تو اس سے پہلے اولی ہے کہ ہم اقرار نہ کریں۔۔اور اگر سہولت کا ارادہ کیا ہے تو یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کی طہارت وغیرہ میں امام مالک کی تقلید کر لی تو تقوی خلاف ہو گیا۔ ہرگز یوں نہیں)

اور ایسا ہی قرافیؒ نے بھی رویانیؒ کے مقابل ہو کر اس کے منع تتبع رخص کو رد کر دیا ہے چنانچہ تقریر میں صاحب عنایہ نے فرمایا ہے:

و تعقب القرا فی ا لا خیر با نّه ان اراد با لرّ خص ما یتقض فیه قضاء القا ضی فحسن متعین و ان اراد ما فیه سھو لة علی المکلّف کیف ما کا ن یلز م ان یّکو ن من قلّد ما لکاً فی المیاہ و الاروا ث مخا لفاً لّتقوی اللّٰہ تعا لی و لیس کذا لک ۔کذا نقله الفا ضل القند ھاری فی المغتنم (اور تعاقب کیا ہے قرافیؒ نے اخیر میں اس طرح کہ اگر ارادہ کیا ہے رخصتوں سے وہ مسائل، جس میں قاضی کی قضا ٹوٹتی ہے، تو یہ خوب متعین بات ہے۔ اور اگر سہولت کا ارادہ کیا ہے تو یہ کیونکر لازم آتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کی طہارت میں امام مالکؒ کی تقلید کر لی تو تقوی خلاف ہو گیا)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ تتبع رخص ممنوع ہے لیکن اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ تقلید مجتہد معین کی واجب ہو جاوے؟ کیا عدم تعین مذاہب کو تتبع رخص لازم ہے۔ اور احتمال اور ظن جیسا کہ مؤلف (تنویر الحق) کہتا ہے اس سے وجوب تعین ثابت نہیں ہو جاتا۔ مثلاً ایسے شخص کے حق میں جو ایک مذہب خاص کی تقلید تو نہیں کرتا اور چاروں مذاہب کے عزائم مسائل کو حوادث مختلفہ میں عمل میں لاتا ہے، یہ چوتھی وجہ جو مبنی بر احتمال ہے، کس طرح جاری ہوگی۔ فتدبر

تقلید بطریق تعین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ تقلید بطریق تعین کے جائز ہے بالاجماع اور تقلید بدوں تعین کے مختلف ہے درمیان علماء کے۔

اقول۔ مؤلف تنویر الحق کی غرض اس قول سے یہ ہے کہ

تقلید بطریق تعین، جس کا جواز مجمع علیہ ہے، کر کے بری الذمہ ہو سکتے ہیں نہ غیر معین کہ وہ مختلف فیہ ہے۔

اس کا جواب بہت ظاہر ہے۔ اس لئے کہ کلام اس تعین تقلید میں ہے جو بنظر وجوب کے ہو، جیسا کہ مؤلف دعوی کرتا ہے۔ اور اس کے جواز پر اجماع ہونے کے کیا معنی جب کہ باعتبار اعتقاد رکھنے وجوب شرعی کے بدعت ہونا اس کا قبل ازیں چاروں دلیلوں اور ۳۵ روایتوں سے ثابت ہو چکا ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور وجہ چھٹی یہ ہے کہ تقلید بدون تعین کے، کھولنا دروازہ فساد کا ہے دین میں، اور بند کرنا دروازہ فساد کا واجب ہے بالاجماع۔

اقول۔ مقدمہ اولی اس کا مردود ہے بلکہ تقلید بدون تعین کے عین مصلحت پر مشتمل ہے اور محافظ ایمان ہے ساتھ خدا اور رسول کے۔ اور مانع ہے اشراک فی الحکم سے۔ اور تقلید بطریق تعین کے بزعم وجوب رأس المفاسد ہے۔ اور منجر ہوتی ہے طرف شرک کے، جیسا کہ آج کل کے بعض لوگ اسی تقلید معین کے التزام سے مشرک ہو رہے ہیں، کہ روایت کیدانی کے مقابل میں اگر حدیث صحیح پیش کرو تو نہیں مانتے۔ بعض تو یہ عذر کرتے ہیں کہ ہمارا منصب ہی نہیں کہ حدیث کو سمجھیں۔ حلوا خوردن را روئے باید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باوجود اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے موافق حدیثوں کو سمجھتے ہیں اور حدیث کی کتابوں کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعضے تاویلیں کرتے ہیں۔

اور شرک ہونا ایسی تقلید کا سابق میں مدلل بدلائل بیان ہو چکا ہے، وہاں پر دیکھنا چاہیے۔

اب بتاؤ کہ تقلید بدون تعین مذہب معین سے فساد کا دروازہ کھلتا ہے یا تقلید بتعین ایک مذہب کے بزعم وجوب متضمن فساد ہے؟

اور تقلید غیر معین کے اختیار کرنے سے فساد کا دروازہ بند ہوتا ہے یا تقلید معین کے اختیار کرنے سے؟

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ جب کہ ہوئی تقلید غیر معین ایسی جو اوپر گذر گئی تو اقل مرتبہ یہ ہے کہ ہوگی مرجوح۔

❁ اقول۔ (سید نذیر حسین) جب کہ تقلید معین وجوباً کا بدعت ہونا ثابت ہو گیا تو اس کے راجح ہونے کے اور غیر معین کے مرجوح ہونے کے کیا معنی؟ یہ بات تو ظاہر ہی تھی لیکن اس مقام میں قابل اعلام اور تنبیہ کے یہ بات ہے کہ اس دلیل کے قبل کوئی دلیل پہلی اور دوسری اور تیسری نہیں گذری۔ اس لئے کہ مؤلف نے پہلے اس سے تین باتیں اپنے واہی اجماع سے استنباط کر کے بیان کی ٹھہرا دیں۔ اور تیسری بات اگرچہ ان معنی پر متضمن ہے لیکن وہ ایک ہے نہ تین۔ پھر اس دلیل کو جو حضرت مؤلف چوتھی دلیل فرماتے ہیں، اس سے معلوم ہو گیا کہ یا تو ایسے جاہل ہیں کہ ایک دو تین چار کی گنتی سے ناواقف ہیں، اور یہ نہیں جانتے کہ چار کے پہلے تین درجے احاد اعداد کے بھی ہوا کرتے ہیں، اور یا جھوٹ کہہ دیا کہ چوتھی دلیل، تاکہ عوام سمجھیں کہ اس سے پہلے تین دلیلیں گذر چکی ہیں اور تعداد دلائل ثابت ہو۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور پانچویں دلیل یہ ہے کہ جب کہ ہوئی یہ تقلید غیر معین مرجوح، تو ترک کرنا اس کا واجب ہوا ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے:

و لکلّ وّجهة هو مو لّیها فاستبقوا الخیرا ت (بقرہ:۱۴۸)۔ (اور ہر کسی کے لئے ایک طرف ہے کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے سو تم بھلائی کی طرف دوڑو)۔

اور ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے و یسارعو ن فی الخیرا ت (آل عمران:۱۱۴)۔ (دوڑ دوڑ لیتے بھلائیاں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقول (سید نذیر حسین)۔ جواب تو اس کا بھی ظاہر ہے کہ تقلید بطریق عدم تعین ہی سبیل مؤمنین، (صحابہ اور تابعین اور مجتہدین)، ہے۔ اور تقلید معین بزعم وجوب بدعت ہے اور کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ اور اجماع اور قیاس کے مخالف ہے۔ تو تقلید بطریق عدم تعین کا مرجوع ہونا اور اس کے ترک کرنے کا خیر ہونا کیونکر ہوسکتا ہے۔ لیکن ایک یہ امر اس میں بھی قابل تنبیہ ہے کہ جناب مؤلف نے ترک امر مرجوح کو خیر ٹھہرا کر واجب کہا اس آیت سے جو گذری ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جناب مؤلف کے نزدیک جو خیر ہے خواہ وہ سنت ہو خواہ وہ مستحب ہو، سب واجب ہے بحکم اس آیت کے، اور مستحب اور واجب میں فرق کرنا، جیسا کہ اجماع امت کا ہے، یہ سب بے معنی ہے، حالانکہ یہ بات زمانہ رسول اللہ سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے، خواہ وہ جاہل ہو خواہ عالم نہیں، کہی۔ اسلئے جس شخص نے اس بات کو سنا، اس نے سوائے قہقہہ کے کچھ جواب نہیں دیا۔ تنویر الحق کے ناظرین اگر مؤلف تنویر الحق کی اس دلیل پر مطلع ہو کر بھی ان کی لیاقت سے مطلع نہ ہوں تو خدا حافظ۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ چھٹی دلیل۔ ..... الی آخرہ

اقول۔ مدار اس دلیل کا اس مقدمہ پر ہے کہ تقلید غیر معین سے عہدہ تکلیف سے براءۃ نہیں ہوتی اور تم خوب دیکھ چکے ہو کہ تقلید غیر معین ہی سبیل مؤمنین کی ہے زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ اصحاب مذاہب تک، اور اسکا خلاف بدعت ہے۔ پھر کس طرح عہدہ برآئی نہ ہوگی تقلید غیر معین سے۔

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور طریقہ دوسرا.... الخ

اقول۔ مدار اس کا اس مقدمہ پر ہے کہ اپنا اپنا مذہب غلبہ ظن سے احسن ہوتا ہے مذہب غیر سے، جیسا کہ کہا ہے علامہ نسفیؒ نے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نسفیؒ کا یہ قول نامقبول ہے بظاہر معنی۔ اور ہر مقلد کی یہ شان نہیں کہ اپنے مذہب کو غیر مذہب سے بہتر سمجھ رکھے بلکہ اس کے نزدیک سب آئمہ حق میں برابر ہیں۔ چنانچہ اس کی تحقیق بوجہ بسط مقدمہ سادسہ میں مقدمات دلیل اول سے اوپر بطلان تقلید معین بزعم وجوب کے گذر چکی ہے۔ شائق کو چاہیے کہ وہاں پر دیکھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحث تلفیق

- قال (مؤلف تنویرالحق) ۔طریق تیسرا.... ۔الخ۔
- اقول ۔ اس طریق کا مبنی کئی امر ہیں:۔

ایک تو بطلان حکم مخالف للآئمہ الاربعہ ہے؛ اور ایک امتناع رجوع بعد العمل؛ اور ایک امتناع تتبع رخص۔

ان تینوں امور کی تحقیق بوجہ بسط علیحدہ علیحدہ گذر چکی اور ثابت ہو چکا ہے کہ یہ امور اولاً تو باطل ہیں ۔ ثانیاً باوجود تسلیم صحۃ مستلزم وجوب تعین مذہب معین کے نہیں ہوتے

اور ایک معنی جدید اس طریق کا یہ ہے کہ حکم ملفق باطل ہے بالاجماع، تو اس مبنی کی بنا بر اس طریق کی تقریر، قطع نظر صحت اور غلطی کے، یہ ہوگی کہ تلفیق باطل ہے بالاجماع۔ پس تقلید ایک مذہب کی واجب ہوگئی تو جواب اس کے دو ہیں۔

اول یہ کہ تلفیق امر مختلف فیہ ہے ۔بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک باطل ۔تو جس نے کہ بالاجماع باطل کیا ہے تو دعوی اس کا مردود ہے، اسی واسطے طحطاوی نے کہا ہے:

قولہ باطل بالاجماع لعلّہ لم یعتبر القول بجوازہ

(شائد کہ اجماع کے مدعی نے قول جواز کو خیال نہیں کیا)۔

اور پھر کہا و ھو باطل خلافاً لابن الھمام افادہ ابو السّعود۔

اور جب مدعی کا دعوی اجماع مردود ہوا اور حکم ملفق مختلف فیہ ہوا، تو اب ہم دعوی کرتے ہیں کہ جواز ہی تلفیق کا محقق ہے اور یہی مدلل بدلائل ہے۔ اور مختار ہے محقق ابن الہمام کا؛ اور سید بادشاہ شارح تحریر کا؛ اور خاتم المتأخرین ابن نجیم صاحب بحر کا؛ اور بعض آئمہ کا علماء خوارزم سے؛ اور ان سب علماء کا جو قضاء علی الغائب بصحۃ النکاح بعبارۃ النساء تجویز کرتے ہیں۔ بلکہ ثابت ہے جواز اس کا امام ابو یوسفؒ کے فعل سے۔ کہا صاحب بحر نے رسالہ بیع الوقف لا علی وجہ الاستبدال میں:

و یمکن ان یؤخذ صحّۃ الاستبدال من قول ابی یوسف

و صحۃ البیع بغبن فاحش بقول ابی حنیفہ بناء علی جواز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّلفیق فی الحکم بین القو لین قا ل فی الفتاو ی البزّا ز یه من کتا ب الصّلوة من فصل زلة القاری و من علماء خوارزم من اختار عد م الفساد با لخطاء فی القرأة اخذ بمذ هب ا لا مام الشّا فعی فقا ل له الیا قو جی مذ هبه من غیر الفا تحه۔ فقا ل للیا قو جی اخذت من مذ هبه ا لا طلا ق و ترکت القید لما تقرّر فی کلام محمّد انّ المجتهد یتبع الدلیل لا القا ئل حتّی صحّ القضاء بصحّة النکا ح بعبارة النّساء علی الغا ئب۔ انتهی و ما وقع فی آ خر التّحریر من منع التلفیق فا نّما غراه الی بعض المتأ خرین و لیس هذا المذ هب ۔انتهی کلام صاحب البحر الرا ئق ۔

(اورممکن ہے کہ صحت استبدال قول امام ابو یوسفؒ سے لیا جاوے اور صحت بیع نقصان صریح کا امام ابوحنیفہؒ کے قول پر تلفیق جائز ہونے کی بنا پر دوقولوں میں، کہا فتاوی بزازیہ میں کتاب الصلوۃ فصل زلۃ القاری میں۔

اورایک خوارزمی عالم نے اختیار کیا نماز کا عدم فساد، قرأت کی خطا سے امام شافعیؒ کے مذہب پر۔ اس عالم سے یاقوجیؒ نے کہا کہ شافعیؒ کا مذہب تو فاتحہ کے سوا میں ہے۔ اس نے یاقوجیؒ کو جواب دیا کہ میں نے امام شافعیؒ کے مذہب کو مطلق لے لیا ہے اور فاتحہ کی قید چھوڑ دی ہے ۔

مقرر ہوگیا یہ امر امام محمدؒ کے قول میں کہ مجتہد دلیل کا پیرو ہوتا ہے نہ کہ قائل کا۔ یہاں تک کہ صحیح ہے نکاح غائب کا حکم صحت عورتوں کے بیان پر۔ اوروہ جو آخر تحریر میں منع تلفیق کی بحث واقع ہوئی تو وہ بعض متأخرین کی طرف صاحب تحریر نے منسوب کی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے)۔

اور کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

و اعتر ض علیه با نّ بطلا ن الصّورة المذ کورة عند هما غیر مسلم فا ن مالکاً لم یقل ان من قلّد الشّا فعی فی عدم الصّداق ان نکا حه با طل و لم یقل الشّا فعی ان من قلّد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مالکاً فی عدم الشّهود ان نکا حه با طل ۔ انتهی ۔

و اورد علیه ان عد م قو لهما با لبطلا ن فی حقّ من قلّد احد هما ورا عی مذ هبه فی جمیع ما یتوقّف علیه صحّة العمل و ما نحن فیه من قلّد هما و خا لف کلاّ مّنهما فی شیء و عد م القول با لبطلا ن فی ذا لک لا یستلز م عدم القول به فی هذا و قد یجا ب عنه با نّ الفارق بینهما لیس ا لا ان کل وا حد من المجتهد ین لا یجد فی صورة التّلفیق جمیع ما شرط فی صحّتها بل یجد بعضها دو ن بعض و هذا الفارق لا یسلم ان یکو ن مو جباً للحکم با لبطلا ن

و کیف یسلم و المخا لفة فی بعض الشرو ط اهون من المخا لفة فی الجمیع فیلز م الحکم با لصّحة با لا هو ن با لطّریق ا لاولی و من یّد عی و جود فارق آ خر و و جود دلیل آخر علی بطلا ن صورة التّلفیق علی خلاف الصّورة الاولی فعلیه با لبر ها ن

فا ن قلت لا نسلم کو ن المخا لفة فی البعض اهو ن من المخا لفة فی الکلّ لا نّ المخا لف فی الکلّ یتبع مجتهداً واحداً فی جمیع ما یتوقف علیه صحّة العمل و ههنا لم یتبع وا حداً ۔ قلت هذا انّما یتمّ لک اذا کا ن معک دلیل من نصّ او اجماع او قیاس قویّ ید لّ علی انّ العمل اذا کا ن له شروط یجب علی المقلّد ههنا اتبا ع مجتهد وا حد فی جمیع ما یتوقف علی ذا لک فأ ت به ان کنت من الصّاد قین ۔ انتهی کلا مه کما مرّ من قو ل الغیر انّ الملّا حسن الشر نبا لی یدعی خلاف ما ادعاه السّیّد بادشاه فلذا نقل کلام السّیّد فی رسا لة العقد الفرید ثمّ اورود علیه کلا ماً طو یلاً لکن مبنی جمیع ذا لک علی ا لا جماع المر کب للآ ئمة الا ر بعة و قد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رأیت فساده و ما اورد علی سند منهیة بو جود الفارق من انّه مع التلفیق لا نجد شیئاً لنحکم علیه با لصّحّة او الفساد و ادعاه اهو نیة التقلید فی البعض من الکل یستلزم و جود موصو ف لیقا ل بو صفه با لا هو نیة و لا و جود لشیء حالة التلفیق۔ فا نتهی ۔

ادعاه ا لا هوینة فلا نحتا ج لا قا مة دلیل من نصّ او اجماع او قیاس علی منع التّلفیق۔ انتهی

ایراده فلا یخفی انّه با طل صریحاً و بعید من شا نه کل البعد و مصا درة علی المطلو ب اذ لا یخفی علی من له اد نی مسکة ان منا ط الایراد علی انّه لا و جود لشیء حا لة التّلفیق و هو عین الدّ عوی اعنی بطلا ن التّلفیق فکیف یصلح لکو نه دلیلاً و منع السّیّد رحمه اللّه لیس ا لا ایّاه و لا یطلب السّیّد الدّ لیل من نصّ او اجماع او قیاس قوی ا لا علی هذا فکیف ا لا ستغناء للمورد من اقا مة الدّ لیل کما لا نحتاج لا قا مة الدّلیل من نصّ او اجماع ۔ الخ ۔ فا لقول قول السّیّد بادشاه من جواز التّلفیق و اللّه اعلم بما هو التّحقیق

(اوراعتراض کیا گیا ہے اس پراس طرح سے کہ باطل ہونا صورت مذکور کا ان دونوں کے نزدیک غیر مسلم ہے کیونکہ امام مالک نے نہیں کہا کہ جس نے امام شافعیؒ کی تقلید کر کے بلامہر کے نکاح کرلیا تو نکاح اس کا باطل ہے ۔ اورامام شافعیؒ نے نہیں کہا کہ جوامام مالکؒ کی تقلید کر کے بغیر گواہوں کے نکاح کرلیا تو نکاح اس کا باطل ہے ۔ ہو چکی عبارت اعتراض شرح تحریر کی اوراعتراض کیا گیا ہے اس پر یوں کہ ان دونوں کا باطل نہ کہنا اس کے حق میں ہے جوایک کی تقلید کر کے مذہب کی تمام ضروری باتوں کی رعایت رکھے اوراس صورت میں جس میں ہماری تمہاری بحث ہے باطل نہ کہنا لازم نہیں، اور کبھی جواب اس اعتراض کا یوں دیا جاتا ہے کہ ان دونوں میں فرق فقط اتنا ہے کہ کوئی مجتہد صورت تلفیق میں اپنے مذہب کی صحت کی ساری شرطیں نہیں پاتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلکہ بعضی پاتا ہے بعضی نہیں۔اور یہ فرق ہم نہیں مانتے کہ باطل ہونے کا سبب پڑ سکے اور کیوں کر مانا جاوے حالانکہ مخالفت بعض شرطوں میں سہل ہے پوری مخالفت سے۔ سو لازم آئے گا حکم صحت کا دینا سہل پر بطریق اولی،اور جو شخص دعوی رکھتا ہے کہ اور بھی فرق ہے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ پھر اگر کوئی کہے کہ ہم نہیں مانتے کہ بعضی باتوں کی مخالفت پوری مخالفت سے سہل ہے، کیونکہ پوری مخالفت میں ایک مجتہد کے مذہب کی ساری شرطیں نہیں ہیں تو میں جواب دونگا کہ یہ بات تو جب پوری ہو کہ تیرے پاس آیت یا اجماع یا قیاس قوی سے ایسی دلیل ہو کہ دلالت کرے اس پر کہ کسی عمل کے لئے جب شرطیں ہوں تو مقلد پر واجب ہے کہ ان سب شرطوں میں ایک مجتہد کی پیروی کرے۔اگر سچا ہے تو دلیل لا۔ ہو چکا کلام سید بادشاہؒ کا اور آمدیؒ کا کلام بھی اسی مضمون کا گذر چکا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ملا حسن شرنبالیؒ ،سید بادشاہؒ کے خلاف کا مدعی ہے اس لئے اپنے رسالہ عقدالفرید میں سید بادشاہؒ کا کلام نقل کیا پھر اس پر بڑا اعتراض کیا ہے، لیکن مبنی اس سب کا آئمہ اربعہ کا اجماع مرکب ہے اور اس کا فساد تجھے معلوم ہو چکا اور وہ جو حاشیہ کی سند پر اور فاسق ہونے کا اعتراض کیا گیا ہے اس طرح پر کہ میں تلفیق میں کوئی خبر نہیں پاتا کہ اس پر صحت اور فساد کا حکم لگایا جاوے اور یہ دعوی کہ مخالفت بعض کے ساتھ بہ نسبت مخالفت پوری کے سہل ہے، یہ کسی موصوف کو چاہتا ہے تا کہ سہل ہونے کی صفت اس کے متعلق کی جاوے، اور حالت تلفیق میں کوئی چیز نہیں ہے، سو سہل ہونے کا دعوی جاتا رہا، سو ہمیں کسی دلیل کی حاجت نہیں آیت اور اجماع سے تلفیق کے منع پر۔ ہو چکا اعتراض۔سو یہ بات واضح ہے کہ یہ اعتراض صریح باطل ہے اور معترض کی شان سے بہت بعید ہے اور مطلوب پر مصادرہ ہے کیونکہ جسے کچھ بھی سمجھ ہے اسے معلوم ہے کہ مدار اعتراض کا اس پر ہے کہ حالت تلفیق میں کوئی چیز نہیں ہے اور وہ عین دعوی ہے یعنی باطل ہونا تلفیق کا سو یہ کیوں کر دلیل ہوسکتا ہے اور منع کرنا سید بادشاہؒ کا اس سے لگتا ہے اور اس پر آیت اور اجماع اور قیاس قوی سے سیدؒ نے دلیل طلب کی ہے تو اس اعتراض کرنیوالے کو دلیل سے بے پروائی کیوں کر ہوسکتی ہے کہ اس نے کہہ دیا کہ ہمیں دلیل قائم کرنے کی آیت اور اجماع سے حاجت نہیں۔سو اب بات تو سید بادشاہؒ ہی کی بات ہے کہ تلفیق جائز ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا مولانا المحقق ابن الملا فروخ المکی حنفیؒ نے قول سدید میں:

قد استفاض عند فضلاء العصر منع التّلفیق فی التّقلید و ذا لک با ن یّعمل مثلاً فی بعض اعمال الطّھارۃ و الصّلو ۃ او احد ھما بمذ ھب امام و فی البعض بمذ ھب امام آ خر، و لم اجد علی امتناع ذا لک برھا ناً ۔ بل قد اشار الی عدم منعه المحقق ابن الھما م فی التّحریر و انّه لم یدر ما یمنع منه و نقل منع التّلفیق عن بعض المتأ خرین قا ل شا ر ح تحریرہ العلامة ابن امیر ا لحا ج ھو العلا مه العراقی ۔ انتھی ۔

قلت و ھو من فضلاء ا لا صو لیین من الما لکیة و لا علینا ان نأ خذ بقو له خصو صاً قد و جدت عن بعض آ ئمتنا ما ید لّ علی جوازہ بل وقوعه و ھو ما نقله فی البزّا زیة انّ من علماء خوارزم یعنی اصحا بنا من اختار عدم فساد الصّلوۃ با لخطاء فی القرأة فیھا اخذاً بمذھب ا لا مام الشّافعی فقیل له مذ ھبه فی غیر الفا تحة ۔ فقا ل اخترت من مذ ھبه ا لا طلاق و ترکت القید لما تقرر فی کلا م محمّد ان المجتھد یتبع الدّ لیل لا القا ئل حتّی صحّ القضاء بصحّة النّکا ح بعبارة النّساء علی الغا ئب۔ انتھی نقله عنھا العلا مة خا تم المتأ خرین ابن نجیم فی بعض رسا ئله فی الوقف فانظر حیث لفق با ن اخذ بمذ ھبه ای بمذھب نفسه الحنفی فی انّ الفا تحه لیست برکن فلا یضرّ نقصا ن بعضھا فیما اخطا فیه یعنی اخطا خطاءً فا حشاً با ن قا ل مثلاً ایّاك نقعد و ایّا ك نستعین لسبق ا للسا ن فا خطا فا نّ الفا تحة نقصت بلفظ نقعد فلم یجز صلوۃ علی مذ ھب الشّا فعی ما لم یعد قرأة نعبد ۔ فا ذا اعاد ھا صحت و لم تفسد صلوتہ عندہ بھذا اللفظ لا ن عندہ الکلام الخطاء لا یفسد اذا کا ن قلیلاً و عند نا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

هو مفسد فا ذا اعاد ها على الصحّة لا يفيد لا نّ الصّلوة قد فسدت هذا و قد قا ل بعدم الفساد بعض المشا ئخ اذا اعاد ها على الصّحّة كما نقله الزاهدى و لكن ظاهر ما فى البزّا زية عن بعض علماء خوارزم انّه لا يفسد و لو لم يعد على الصّحّة اخذاً بمذ هب الشّا فعى فى عدم الفساد با لخطاء و هو عين التّلفيق۔ و كذا لک مسئلة النّكا ح فا نّه لا يصحّ بعبارة النّساء عند الشّا فعى و يصحّ عنده على الغا ئب۔ و عند نا الحكم با لعكس فى المسئلتين۔ فا ذا حكم بصحّة و قوعه بعبارة النّساء على الغائب فقد لفق و مع هذا فقد حكموا بصحة الحكم الملفق من المذ هبين

و كذا لک مسئلة ا لا مام ابى يو سف لما صلّى با لنّاس الجمعة و اخبر بو جود فارة ميتة فى ماء الحمام الذى اغتسل منه للجمعة فقا ل نأخذ بقول اخوا ننا من اهل المد ينة اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثاً ۔

قا ل فى المحيط البر ها نى و الفتاوى الظهيريه و لم يكن ذالک مذ هبه و ذكر المسئلة فى الظهيرية و غير ها فى كتا ب النّكا ح مستشهداً بها فى مسئلة من مسا ئل النّكا ح سيأ تى ذكر ها للحنفى ان يعمل بغير مذ هبه فهذا ابو يوسف امام المذ هب و كبيره المجتهد الكا مل قد قلّد عند الضّرورة و لم يكن ذا لک مذ هباً له بل مذ هبه تنجس الماء القليل و ان لم تغيّر بو قوع ما ينجسه فيه و لا شک عند الظّاهر انّه فعل الطّهارة و صلّى الصّلوة على مقتضى مذ هبه و انّما قلّد فى خصو ص الماء فقد حصل التلفيق منه و هو او فى حجة ۔

(مشہور ہو گیا علماء میں تقلید میں تلفیق کا منع ہونا اور اس کی صورت یہ ہے کہ عمل کرے وضو، غسل، نماز وغیرہ میں یا ان میں سے کسی ایک میں ایک مذہب کے موافق

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور بعضی چیزوں میں دوسرے امام کے موافق۔

مجھے اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں ملی بلکہ اس کے نہ ہونے پر ابن ہمام نے تحریر میں اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ تلفیق سے کون سی چیز منع کرتی ہے۔ ہاں بعض متاخر لوگوں نے اس کا منع نقل کیا ہے۔ اور ابن امیر حاجؒ نے کہ وہ متأخر، علامہ عراقیؒ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ عراقیؒ، مالکیوں کا ایک فاضل اصولی ہے، اور ہم پر ضروری نہیں کہ اس کے قول پر عمل کریں، خصوصاً اس حالت میں کہ اپنے مذہب کے بعض آئمہ کا ایسا کلام موجود ہے جو اس کے جواز بلکہ وقوع پر دلالت کرتا ہے۔

اور وہ کلام وہ ہے جو بزازیہ میں منقول ہے کہ خوارزم کے حنفی علما نے امام شافعیؒ کے مذہب قرأت کی خطا سے نماز کا فاسد نہ ہونا اختیار کیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ امام شافعیؒ کا تو یہ مذہب سورۃ فاتحہ کے علاوہ کی قرأت میں ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان کو مذہب کو بلا قید اختیار کیا ہے، اور قید سورۃ فاتحہ کو چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ کے کلام میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ مجتہد دلیل کا پیرو ہوتا ہے، نہ کہ کہنے والے کا۔ یہاں تک کہ عورتوں کے بیان پر غائب پر نکاح صحیح ہو جاتا ہے۔ نقل کیا اس کو ابن نجیمؒ نے اپنے بعض رسالہ میں۔

سو دیکھ کہ کیسی تلفیق ہوئی کہ اپنے مذہب حنفی سے یہ بات لی کہ سورہ فاتحہ رکن نہیں ہے تو ضرر نہیں پہنچا تا جب کہ اس میں کچھ صریح نقصان پڑ جائے، مثلاً تیزی زبان سے ایّا ك نتعبد و ایّاك نستعين کہہ دے تو خطا کیا، سو سورۃ فاتحہ کہ لفظ نتعبد کی رو سے گھٹ جاوے گی، سو نماز ایسے کی بمو جب امام شافعیؒ کے جائز نہ ہو گی تاوقتیکہ لفظ نعبد کو پھر نہ کہہ لے۔ جب پھر کہہ لے گا تو نماز درست ہو جاوے گی۔

اور اس کی نماز فاسد نہ ہو گی شافعی کے نزدیک کیونکہ بمو جب ان کے مذہب کے بھول چوک کا کلام نماز کو نہیں بگاڑتا جبکہ تھوڑا ہو،

اور ہمارے نزدیک وہ مفسد ہے، اور جب اس لفظ کو ٹھیک ٹھیک کہہ لیا تو فائدہ نہ دے گا کیونکہ نماز تو (پہلے ہی) بگڑ چکی۔ یاد رکھنا چاہیے اس بات کو۔

اور بلا شک بعض مشائخ نے یہ کہا ہے کہ نماز نہیں بگڑتی اگر ٹھیک ٹھیک اس لفظ کو پھر کہہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لے ۔ چنانچہ زاہدیؒ نے نقل کیا ہے۔لیکن ظاہر وہی ہے جو بزازیہ میں بعض علماء خوارزم سے ہے کہ اس لفظ کو دوبارہ ٹھیک نہ کہنے سے بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور یہ بات انہوں نے امام شافعیؒ کا مذہب لے کر کہا ہے کہ خطا سے نماز نہیں بگڑتی اور یہ عین تلفیق ہے۔

اور اسی طرح ہے مسئلہ نکاح کا کہ وہ عورتوں کے بیان پر امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتا اور غائب پر صحیح ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے مذہب میں حکم الٹا ہے دونوں مسئلوں میں ۔سو بموجب عورتوں کے بیان پر جب صحت نکاح کا حکم غائب پر دیا تو یہ تلفیق ہوئی۔ اور باوجود اسکے دونوں مذہب کے تلفیقی مسئلہ کا حکم صحت دیا گیا ہے۔

اور اسی طرح یہ مسئلہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے جمعہ کی نماز پڑھی اور جس حمام کے پانی سے نہائے تھے اس میں مردار چوہے کے ہونے کی خبر دی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے اس قول پر عمل کرتے ہیں کہ جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو ناپاک نہیں ہوتا۔محیط برہانی اور فتاوی ظہیریہ میں کہا ہے کہ یہ انکا پہلے مذہب نہ تھا۔

اور ظہیریہ اور فقہ کی دیگر کتابوں میں یہ مسئلہ بحث نکاح میں بطور استشہاد کے مسائل نکاح پر مذکور ہے کہ حنفی مذہب کو غیر مذہب پر عمل کرنا جائز ہے چنانچہ اس کا ذکر عنقریب آویگا۔

سو دیکھو کہ ابو یوسفؒ کہ امام مذہب اور مجتہد کامل ہیں، اور انہوں نے ضرورت کے وقت غیر کی تقلید کر لی ۔اور یہ ان کا مذہب نہ تھا ۔ بلکہ مذہب تو یہ تھا کہ تھوڑا پانی اگرچہ نجاست کے پڑنے سے بگڑے نہیں تو بھی نجس ہو جاتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے پانی کو پاک جانا اور اپنے مذہب کے موافق نماز پڑھی، فقط پانی کے مسئلہ میں دیگر امام کی تقلید کی ۔سو اس سے تلفیق حاصل ہوگئی ۔اور یہ بڑی حجت ہے)۔

واضح ہو کہ جواز تلفیق پر دلالت کرنے والی یہ روایات مستندہ الی الآئمہ محض الزاماً نقل کی گئی ہیں اور تحقیقی دلائل ہمارے نزدیک وہی ہیں جو تقلید شخص معین کے بطلان پر اور تقلید بدوں التزام کی حقیّت پر نقل کئے گئے ہیں، اس لئے کہ ان دلائل سے عموماً تخصیص و جوب باطل ہوتی ہے خواہ حادثہ واحد میں۔

☆ دوسرا جواب ۔فرض کیا کہ تلفیق باطل ہے لیکن اس سے وہ عدم تعین جس میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تلفیق نہ پائی جاوے کیونکر باطل ہوگی؟ کیا عدم التزام مستلزم تلفیق کو ہوتا ہے؟
مثلاً ایک شخص ایک محل میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اس طرح تقلید کرتا ہے کہ دوسرے مذہب کو اس میں خلط نہیں کرتا۔ اور دوسرے محل میں شافعی کی تقلید اسی طرح پر تقلید کرتا ہے تو اس شخص کے حق میں بطلان تلفیق کیا ضرر کریگا؟ اور اس کے مسلک کو کیونکر باطل کرے گا؟

تنبیہ۔ جناب مؤلف (تنویرالحق) نے ایک دلیل خاص اپنی طرف سے، جس میں کوئی ان کا مقتداء نہیں، بھی ارشاد فرمائی ہے۔ سو نقل کرنا اس کا سوائے تضعیع اوقات کے کچھ نہیں ہے اور رد میں اس کے اسی قدر کافی ہے کہ مدار اس دلیل کے تین امر ہیں۔
اجماع مرکب آئمہ کا،
اور منع ہونا رجوع بعد العمل کا بمعنی ظاہر،
اور منع ہونا تتبع رخص کا بالاجماع۔
بطلان ان تینوں امروں کا بوجہ بسط گذر چکا۔

❁ قال (مؤلف تنویرالحق)۔ اور یہ جو گمان کیا گیا ہے کہ تلفیق نزدیک صاحب بحر الرائق اور شیخ ابن الہمامؒ کے جائز ہے، سو یہ بات ان کے صریح کلام سے ثابت نہیں۔

❁ اقول (سید نذیر حسین)۔ مذہب صاحب بحر کا بھی ان کے کلام سے صاف معلوم ہوا اور مذہب ابن الہمام کا بھی ان کے کلام سے، اور کلام شاہ ولی اللہؒ کے کلام بلاغت نظام سے معلوم ہو چکا۔ پھر اگر مؤلف تنویرالحق ان کے کلام کو سمجھنے کی استعداد نہ رکھتا ہو تو صاحب بحر، اور ابن الہمامؒ کا کیا قصور؟
اور اگر تقلید مذموم کی پٹی کے سبب، جو آنکھ اور دل پر باندھ رہا ہے، نظر نہ آوے تو ہمارا اس میں کیا اختیار؟ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔
اور مؤلف تنویرالحق، ابن الہمامؒ اور صاحب بحر کے جن اقوال سے بطلان تلفیق نکالتا ہے ان میں سے ہرگز تلفیق کا بطلان مفہوم نہیں ہوتا۔
اور چونکہ مؤلف تنویر، باب ثانی کے اخیر میں ابن الہمامؒ کا قول، فتح القدیر سے بواسطہ عالمگیری اور صاحب بحر کا رسائل زینیہ سے مکرر لایا ہے اس لئے ردّ اس کا وہاں پر ہی ہوگا۔ تو اس جگہ صاف معلوم ہوگا کہ ان اقوال سے عدم التزام مذہب معین مطلقاً باطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتا، چہ جائے باطل ہونا تلفیق کا۔ فا نتظر۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ چوتھا طریق..... الخ۔

❁ اقول۔ اس طریق میں یہ خرافات کیا ہے کہ ہر مجتہد کو اپنے مذہب کے مخالف حکم نہ دینا چاہیے جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں:

و لو حکم بخلاف اجتهاده کا ن با طلاً اتفاقاً و ان قلّد غیره، لا نّه یجب علیه العمل بظنّه و لا یجوز له التّقلید مع اجتهاده اجماعاً۔ کذا فی شرح المختصر

(اور اگر حکم کیا اپنے اجتہاد کے خلاف تو باطل ٹھہرے گا بالاتفاق اگر چہ غیر کی تقلید ہی کیوں نہ کرے۔ کیونکہ اس پر واجب ہے کہ اپنے گمان کے موافق عمل کرے اور بالاجماع اس کو تقلید جائز نہیں باوجود اس کے اجتہاد کے)۔

اور پھر مقلد کو مجتہد پر قیاس کر کے کہا ہے کہ جب کہ مجتہد کو اپنے مذہب کے خلاف پر عمل نہ چاہیے تو اس کے مقلد کو بھی خلاف اپنے امام کے نہ چاہیے۔ انتہی حاصل کلامہ۔

لیکن ہم نے ایسا غافل کہیں نہیں دیکھا کہ مقلد کو مجتہد پر قیاس کرتا ہے، حالانکہ مجتہد کو دوسرے مجتہد کی تقلید حرام ہے اور مقلد کو وقت عدم العلم کے تقلید کسی مجتہد کی لاعلی التعین واجب ہے فا سئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن (نحل:۴۳) کے تحت۔ پس ردّ کیا اس غافل نے اس قیاس کرنے سے ادلہ اربعہ شرعیہ مذکورہ سابقہ کو جو تعین مذہب معین سے بزعم وجوب منع کر رہی ہیں اور سابق میں نقل کی گئی ہیں۔ اور ردّ کیا اقوال آئمہ کو جو ۳۵ روایتوں کے ضمن میں گذر چکے ہیں۔

اور قطع نظر ان ادلہ اور روایات سے نفس مختصر الاصول میں خاص کر یہ تصریح کی ہے کہ اگر حکم کرے مقلد مخالف اجتہاد امام اپنے کے تو حکم اس کا جائز ہے۔ چنانچہ کہا مختتم الحصول میں فی المختصر

و لو حکم المقلّد بخلا ف اجتهاد اما مه جری علی جواز تقلید غیره۔ انتهی۔، ای ابتنی الحکم علی ما یجیء من المقلّد هل له تقلید غیره۔ انتهی (اور اگر حکم کرے مقلد اپنے امام کے اجتہاد کے مخالف تو حکم اس کا جاری ہوگا بنا بر جائز ہونے تقلید غیر کے۔ یعنی بنا پاوے گا یہ حکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس تقریر پر جو آگے آوے گی کہ مقلد کو غیر کی تقلید جائز ہے یا نہیں)۔

پھر مخالف دلائل اربعہ کے اور ۳۵ روایات سلف کے اور باوجود خاص مختصر الاصول کی اس بات پر تصریح کے کہ اگر مقلد اپنے امام کے اجتہاد کے خلاف حکم کر دے تو حکم اس کا جاری ہو جاوے گا، قیاس مع الفارق جناب مؤلف کا سوائے غفلت اور کم فہمی کے کیا تصور کیا جاوے؟ ذرا اس مقام میں غور کرنا چاہیے۔

﴿ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ نقل کیا حمویؒ نے بیچ شرح اشباہ والنظائر کے فن ثانی میں بیچ کتاب التعزیر کے وفی الفتح

قا لوا ان المنتقل من مذ هب الی مذ هب با لا جتهاد و البر ها ن آ ثم یستو جب التعزیر فبلا اجتهاد و بر هان اولی۔

(مشائخ نے کہا ہے کہ انتقال کرنے والہ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف، گو اجتہاد اور دلیل سے ہو، گنہ گار ہے۔ سو بغیر اجتہاد اور دلیل کے ایسا کرنیوالہ بدرجہ اولی گنہ گار ہوگا)

﴿ اقول۔ فتح القدیر سے اس نقل میں بھی وہی نقشہ ہوا ہے کہ لا تقربوا الصّلوة کو تو لے لیا ہے اور انتم سکاری کو چھوڑ دیا ہے، اس لئے کہ شیخ ابن الہمامؒ نے مشائخ کا یہ قول فتح القدیر میں نقل کر کے اس کو ردّ کر دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ تشدیدات محض الزامات ہیں۔ یعنی کوئی امر شرعی اور حجت دینی نہیں۔ چنانچہ ابن امیر الحاجؒ شرح تحریر میں شیخ ابن الہمامؒ سارا کلام نقل فرماتے ہیں جیسا کہ ملاحسن شرنبالی حنفیؒ، جناب ابن امیر حاجؒ کا کلام نقل کرتے ہیں:

و قا ل ابن امیر الحا ج عقب کلام الما تن ابن الهمام فی هذا المحل ما نصّه و قا ل ایضاً یعنی شیخه ابن الهما م فی شر ح الهدا یة عقب ما قد مناه من بیا ن حقیقة ا لا نتقا ل و الغا لب ان مثل هذه یعنی التشدیدات الّتی ذکرو ها فقا لوا المنتقل من مذ هب الی مذهب باجتهاد و برها ن آ ثم یستوجب التّعزیر فبلا اجتهادو برها ن اولی و لا بد ان یرا د بهذا الا جتهاد معنی التحری و تحکیم القلب لا نّ العامی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیس له اجتهاد فتلک التّشدیدات الزا مات منهم ای من المشا ئخ لکف النّا س عن تتبع الرّ خص و الاّ اخذ العا می فی کل مسئلة بقول مجتهد یکو ن قو له اخف علیه و انا لا ادری ما یمنع هذا من العقل و السّمع کو ن ا لا نسا ن یتتبع ما هو اخف علی نفسه من قول مجتهد مسمو غ له ا لا جتهاد ما علمت من الشر ع ذمه علیه ۔ انتهی ما نقله الشر نبا لی عن ابن امیر حا ج فی العقد الفرید

(ابن ہمامؒ نے شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ غالب امکان یہ ہے کہ مشائخ سے منقول اس طرح کے تشددات (ایک سے دوسرے مذہب میں انتقال کرنے والہ، گو باجتہاد اور بالدلیل ہو، گنہ گار لائق تعزیر ہے۔ سو بلا اجتہاد اور بلا دلیل کے بدرجہ اولی گنہ گار ہوگا) میں اجتہاد سے تحری وتحکیم القلب کے معنی مراد لئے جاویں کیونکہ عامی کے لئے اجتہاد نہیں ہوتا سو یہ تشددات اس لئے کہ لوگ رخصتیں نہ ڈھونڈیں۔ ورنہ عامی ہر مسئلہ میں بموجب مذہب اس مجتہد کے عمل کرے گا جو اس پر سہل ہو۔

اور میں نہیں جانتا کہ اسے عقل اور نقل سے کون مانع ہے۔ اور مجتہد، اگر جائز التقلید، کے اقوال سے سہل بات کو لینے پر شرع میں کچھ مذمت نہیں)۔

سو دیکھو تصرف حضرت ناقل (مؤلف تنویر الحق) کا کہ قا لوا کے سر سے حرف ف کو اڑا دیا ہے اور خبر سے فتلک الشدیدات الزا ما ت منهم کو چھوڑ دیا۔ نعو ذ با للّٰه من هذه الخیا نة فی الدّ ین ۔

اور جب فتح القدیر سے نقل میں سرقہ اور خیانت ثابت ہو چکی تو اب سنو نفس مسئلہ انتقال کی تحقیق۔

جواز انتقال مذہب

ادلہ اربعہ اور سلف وخلف سے ۳۵ روایات سلف وخلف سے حقیۃ تقلید بدون تعین کے اثبات کے بعد اس امر کی حاجت نہیں رہی کہ جواز انتقال کو علیحدہ ثابت کریں۔ لیکن چونکہ عند القوم والعلماء اصولیین یہ مسئلہ کتب اصول میں مستقلاً درج ہے اس لئے ہم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی علیحدہ بیان کرتے ہیں۔

معلوم کرنا چاہیے کہ انتقال ایک مذہب سے دوسرے مذہب کے طرف بلاارتیاب درست ہے انہیں دلائل سے جن سے تقلید بطور عدم تعین کے ثابت ہو چکی ہے۔ اور علماء مذاہب میں سے بہت لوگوں سے جواز پر روایتیں ہیں۔

اور سب محقق لوگ جواز انتقال کے قائل ہیں اگر چہ بعض متأخرین، جیسے صاحب قنیہ وقہستانی وغیرہ کہ جو حدیث وقرآن بے بہرہ ہیں، منتقل کے حق میں تعزیر کی بات کرتے ہیں۔ لیکن صاحب مذہب اور ان کے شاگردوں ایسی کوئی بات منقول نہیں۔ اور ملاعلی قاریؒ، اپنے رسالہ سم القوارض میں لکھتے ہیں:

و فی الظهيرية روی عن ابی حنيفه انّه قال لا يحلّ لا حد ان يفتی بقولنا ما لم يعلم من اين قلنا۔ انتهی ۔ فاذا كان لا يجوز تقليد الامام من غير دليل فی الاحكام فكيف يجوز تقليد المقلدين الذين ما وصلوا الی مقام المجتهدين ۔ نعم يجوز للعامی ان يقلد العالم ولو مقلد الضرورة امر الدين ، انتهی (ظہیریہ میں امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کسی کو جائز نہیں کہ ہمارے قول پر فتوی دے جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں سے کہا ہے۔ (ہو چکا مقولہ امام کا)۔ سو جب احکام شرعی میں امام کی تقلید بے دلیل جائز نہیں تو ان مقلدوں کی تقلید جو مقام اجتہاد تک نہیں پہنچے کیونکہ جائز ہو سکتی ہے۔ ہاں انجان آدمی کو یہ جائز ہے کہ ضرورت دینی کیلئے کسی عالم کی تقلید کرے اگر چہ وہ عالم مقلد ہو)

پس ملاعلی قاریؒ کی عبارت کو غور سے دیکھو کہ منتقل کے حق میں قنیہ وغیرہ کی تجویز تعزیز بلا دلیل شرعی وبغیر نقل مجتہدین سابقین کے کیوں کر مقبول ہو؟

شیخ ابن الہمامؒ اور شارح ابن امیر حاجؒ کا کلام جس میں مانعین انتقال پر ردّ ہے وہ تو عبارت شرح ابن امیر حاجؒ سے جو ملاحسن شرنبالیؒ نے نقل کی ہے، معلوم ہو گیا۔ اب سنو کہ کہا سید بادشاہؒ نے شرح تحریر میں:

فان ارادوا يعنی المشائخ القائلين من الحنفية بان المنتقل من مذهب الی مذهب آثم يستوجب التعزيرات ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ارادوا هذا الالتزا م فلا دليل على و جو ب اتّباع المجتهد المعيّن با لتزا مه نفسه ذا لک قو لاً او نيةً شر عاً ۔ انتهى كما نقله الشّر نبا لى فى العقد الفريد (اگر مشائخ حنفیہ نے مذہب تبدیل کرنیوالے کو واجب التعزیر کہہ کر التزام مذہب معین ارادہ کیا ہے، تو پیروی مجتہد متعین پر کوئی دلیل شرعی نہیں کہ زبان یا نیت سے التزام کر کے ایک مجتہد کی پیروی کرے)۔

اور امام نوویؒ اور امام رافعیؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ انتقال جائز ہے۔ اور امام نوویؒ نے روضہ میں کہا ہے کہ جب مذاہب مدون ہو گئے تو اب مقلد کو ایک مذہب سے دوسرے میں منتقل ہونا جائز ہے۔ چنانچہ شیخ جلال الدین السیوطیؒ، جزیل المواہب میں فرماتے ہیں:

الانتقا ل من مذ هب الى مذ هب هو جا ئز كما جز م به الرّافعى و تبعه النّووى و قا ل فى الرّو ضة اذا دونت المذا هب قيل يجوز للمقلد ان يّنتقل من مذهب الى مذ هب ان قلنا يلزم الاجتهاد فى طلب ا لا علم و غلب على ظنّه انّ الثّا نى اعلم ينبغى ان يّجوز بل يجب و ان خير ناه فينبغى ان يجوز ايضاً

(ایک مذہب سے دوسرے مذہب میں منتقل ہونا جائز ہے جیسا کہ رافعیؒ کا قول ہے۔ جس کی پیروی میں نوویؒ نے روضہ میں کہا ہے کہ مذاہب مدون ہو گئے مقلد کا ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنا جائز بتایا گیا ہے۔ اگر ہم کہیں کہ زیادہ علم والے کی تلاش مقلد کیلئے ضروری ہے اور اسے گمان غالب ہو جائے کہ دوسرا مجتہد بڑا عالم ہے تو اسکو انتقال جائز بلکہ واجب ہوگا اور اگر مقلد کو مخیّر کریں تو بھی جائز ہے)

سیوطیؒ کے اس کلام میں غور کرنا چاہیے کہ سیوطیؒ نے جواز انتقال کو کیسا محقق کیا ہے۔ پس اگر اس کا بعض مالکیوں کے منع انتقال پر متضمن قول کو نقل کرنا، جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہے، تسلیم بھی کیا جائے تو وہ اس مالکی پر بطور طعن اور تعریض پر ہوگا۔

اور کہا مولانا بحر العلوم لکھنویؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں:

لا يجب ا لاستمرار و يصحّ ا لا نتقا ل وهذا هو الحقّ الّذى ينبغى ان يّؤ من و يعتقد به و لكن يّنبغى ان لا يكو ن ا لا نتقا ل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المتلهی فا ن التّلهی حرا م قطعاً فی التمذ هب کا ن او غیره

(تقلید میں جمود ضروری نہیں۔ اور انتقال درست ہے ۔ اور اسی بات کا ایمان اور اعتقاد کرنا چاہیے۔ تاہم انتقال بطورلہو ولعب ہوتو حرام ہے ۔ مذہب میں ہو یا کسی اور چیز میں)۔

اور قبل اس عبارت کے فرمایا:

حتّی شد د بعض المتأ خرین المتکلّفین و قا لوا الحنفی اذا صار شا فعیاً یعزر و هذا تشریع من عند انفسهم۔

(یہاں تک بعض متاخرین نے تشدد یہاں تک سختی کی ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر ایک حنفی المذہب، جب شافعی ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔ ایسا کہنا خود ساختہ شریعت ہے)

ان روایات سے ان روایات کا جواب ہو گیا جن میں انتقال مذہب کرنے والے کو سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے، اور جنہیں مؤلف تنویر الحق نے نقل کیا ہے۔

اب مشائخ سے تعزیر کی تنصیص کا سبب معلوم کرتے ہیں۔ وہ سبب یہ ہے کہ انتقال کرنے والے کا ایسا کرنا کسی نیک شرعی غرض سے نہ ہو بلکہ اتباع نفس کے لئے ہو۔ جیسا کہ ابوبکر جوز جانی کے عہد میں ایک شخص سے ہوا تھا۔ چنانچہ محقق شامیؒ نے ردالمحتار حاشیہ درمختار میں نقل کیا ہے:

قوله ارتحل الی مذ هب الشا فعی یعزر ای اذا کا ن ار تحا له لا لغر ض محمود شر عاً ، کما فی التتار خا نیه حکی انّ ر جلاً من اصحا ب ابی حنیفه خطب الی ر جلٍ من اصحا ب الحدیث ابنته فی عهد ابی بکر الجوز جا نی۔ فا بی ا لا ان یترك مذ هبه فیقرء خلف الامام و یر فع یدیه عند ا لا نحطا ط و نحو ذا لک۔ فا جا به فز و جه ۔ فقا ل الشّیخ بعد ما سئل عن هذه ، و اطرق رأسه ، النکا ح جا ئز و لکن اخا ف علیه ان یّذهب ایما نه وقت النّزاع لا نّه استخفف بمذ هبه الّذی هو حق عنده و ترکه لا جل جیفة منتنة و لو ان ر جلاً برء من مذهبه با جتهاد و ضح له کا ن محمودا ما جوراً۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جس وقت کہ منتقل ہوا مذہب شافعی کی طرف تعزیر دیا جاوے گا، یعنی جس وقت کہ انتقال کسی اچھی شرعی غرض سے نہ ہو۔ جیسا کہ تاتارخانیہ میں بتایا گیا ہے کہ ابوبکر جوزجانی کے زمانے میں ایک حنفی المذہب نے ایک اہل حدیث کے ہاں اس کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا۔ اہل حدیث نے یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر امام کے پیچھے الحمد پڑھنے اور رفع یدین کیا کرے۔ اس نے قبول کر لیا۔ سو اس نے نکاح کر دیا۔ ابوبکر جوزجانی سے کسی نے یہ تذکرہ کیا تو اس نے سر ہلا کر کہا کہ نکاح تو جائز ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ نزع کے وقت اس کا ایمان نہ جاتا رہے، کیونکہ اس نے اپنے اس مذہب کو ہلکا ٹھہرا کر ایک سڑی ہوئی چیز کی خاطر چھوڑ دیا۔ اگر کوئی آدمی دل کی گواہی سے اپنے مذہب سے بےزار ہو کر انتقال مذہب کرے تو یہ اچھی اور باعث اجر بات ہوگی)

اقول:

خذ ما صفا من هذا النقل و دع ما كدر۔ و اعلم ان معنى الاجتهاد فى كلام الشّامى هو الّذى قا له العلا مه ابن امير الحا ج فى شرح التّحرير للشيخ ابن الهما م كما مرّ فى العقد الفريد اعنى به التحرى و تحكيم القلب لا ن العا مى اين له الاجتهاد (میں کہتا ہوں کہ اس روایت سے صاف بات لے لو اور گدلی کو چھوڑ دو۔ اور اجتہاد کے معنی وہی ہیں جو شامی کی عبارت سے معلوم ہوتے ہیں جسے امیر ابن حاج نے شرح تحریر میں نقل کیا ہے۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ اجتہاد تحری و تحکیم القلب کو کہتے ہیں۔ اور عامی کے لئے اجتہاد کہاں ہے؟)۔

اب معلوم کرنا چاہیے کہ بعض آئمہ نے اس انتقال مذاہب میں بعض شروط بھی بیان کی ہیں۔ چنانچہ رویانیؒ نے کہا ہے کہ جواز انتقال میں تین شرطیں ہیں:

۔اول یہ کہ انتقال کرنے والہ تلفیق نہ کرے۔

دوسرے یہ کہ تتبع رخص نہ کرے۔

اور تیسرے یہ کہ جس کی طرف انتقال کرتا ہے اس کو اہل علم وفضل سے اعتقاد کرے۔ پس اس کی تقلید نہ کرے جس کو جاہل جانتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ انتقال کرنے والہ تلفیق نہ کرے
اور وہ مسئلہ جس میں مقلد تھا، حکم سے نقض کے قابل ہو۔ یعنی ایسا مسئلہ ہو جو اجماع، قواعد، نص اور قیاس جلی کے مخالف ہو۔

اور شیخ عزالدین بن عبدالسلامؒ نے ایک ہی شرط کو اختیار کیا ہے یعنی یہ کہ وہ مسئلہ، کہ جس میں مقلد تھا، اس قبیل سے ہو جو منقوض بحکم ہو سکے۔

اور بعض نقل کرتے ہیں کہ انشراح صدر بھی ان کی شرط ہے۔

اور امام صلاح الدین العلائیؒ نے کہا ہے کہ دو صورت میں انتقال مرجح ہے۔

اول یہ کہ مقلد پر مذہب ثانی میں تشدید سوائے ہو۔

اور دوسرے یہ کہ مذہب اول کے معارض کوئی حدیث صحیح معلوم ہووے۔

اور فاضل قندھاریؒ کہتے ہیں کہ دوسری صورت میں مرجح کیا، بلکہ واجب ہے۔

سو تمام یہ تحقیق کتاب تقریر میں بھی ہے اور شرح ابن امیر حاج میں بھی ہے۔ مگر شرح ابن امیر حاج میں بہت طوالت سے ہے۔ اس لئے عبارت تقریر کی نقل کی جاتی ہے۔ کہا تقریر میں:

و قا ل الرو یا نی یجوز ا لا نتقا ل بثلاثة شرو ط ان لا یجمع بین مذ ھبین علی صورة تخا لف ا لا جماع۔ کمن تز و ج بغیر صداق ولا ولی و لا شھود۔ و ان یعتقد فیمن قلّدہ ا لفضل بو صول اخبارہ الیہ فلا یقلد امیاً فی عما ئہ۔ و ان لا یتبع الرّخص۔ و تعقب القرا فی للاخیر با نّہ ان اراد با لرّ خص ما یتقض فیہ قضاء القا ضی فحسن متعین۔ و ان اراد ما فیہ سھولة علی المکلف کیف ما کا ن یلز م ان یکون من قلّد مالکاً فی المیا ہ و الا روا ث مخا لفاً للتّقوی اللّہ تعا لی و لیس کذا لک و تعقب ا لاول با نّ الجمع المذ کور لیس بضارّ لا ن ما لکاً لم یقل ببطلا ن انکحة الشّا فعیة بلا صداق و لا الشّافعی ببطلا ن انکحة الما لکیة بلا شھود۔ لکن فیہ نظر ظا ھر و۔ وافق ابن دقیق العید الرو یا نی علی الشّر ط ا لاول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ابد ل الثّا لث با ن لا یکو ن ما قلّد فیه مما ینقض فیه الحکم لو رفع و اقتصر الشّیخ عزّ الدّ ین بن عبد السّلام علی اشتراط هذا۔ و ذکر ا لا مام العلا ئی انّه یر جح القول با لانتقال فی صورتین۔ احد هما اذا کا ن مذ هب غیر اما مه یقتضی تشدید او اخذاً با لا حتیاط و الثّا نیة اذا رأی لخلاف مذ هب اما مه دلیلاً من حدیث صحیح و لم یجد فی مذ هب اما مه جوا باً قو یاً منه و لا معا ر ضاً را جحاً علیه اذ لا و جه لهجر الحدیث الصّحیح محا فظة علی مذ هب التز مه۔ قلت و هذا موا فق لما نصّ علیه احمد و القدوری الحنفی و مشی علیه ابن الصّلا ح و غیره۔ انتهی ما فی التقریر نقله الفا ضل القندهاری ثم قا ل اقول یجب الفر ق بین الصورتین با ن الانتقا ل فی ا لا ولی احتیا ط و فی الثا نی وا جب کما هو ظاهر کلام العلا ئی۔ انتهی ما فی المغتنم۔

(رویانی نے کہا ہے انتقال تین شرطوں سے جائز ہے:۔

اول تو یہ کہ دو مذہبوں میں اس طرح پر جمع نہ کرے کہ اجماع کے مخالف پڑ جائے۔ جیسے ایک شخص نے بغیر مہر اور بغیر ولی اور بلا گواہ کے نکاح کیا۔

اور جس کی تقلید کی ہے اس کی بزرگی کا اعتقاد رکھے۔ سوامی کی تقلید نہ کرے۔

اور رخصتوں کو نہ ڈھونڈے۔

قرافی نے آخری شرط پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر رخصتوں سے مراد وہ مسئلے ہیں جس کے اندر قاضی کا حکم نہ چلے تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر وہ مسئلے مراد لئے ہیں جس میں سہولت ہو تو یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ جس نے پانی اور لید کے باب میں امام مالکؒ کی تقلید کر لی تو تقوی کی مخالفت ہو جائے۔ ہرگز یوں نہیں ہے۔

اور پہلی صورت پر یوں اعتراض کیا گیا ہے اس طرح کا جمع کرنا مضر نہیں ہے کیونکہ امام مالکؒ نے یہ نہیں کہا ہے کہ شافعی مذہب والوں کے بغیر مہر کے نکاح باطل ہیں۔ اور نہ امام شافعیؒ نے یہ کہا ہے کہ مالکیوں کے بغیر گواہوں کے نکاح باطل ہیں۔ لیکن اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں بحث ہے۔

اور ابن دقیق العیدؒ نے پہلی شرط میں رویانیؒ کی موافقت کی ہے اور تیسری کو یوں بدل دیا ہے کہ جسکی تقلید کی ہے وہ ایسا مسئلہ نہ ہو کہ قاضی کا حکم اس میں مرافعہ کی حالت میں ٹوٹے۔ اور شیخ عزالدین ابن عبدالسلامؒ نے پہلی شرط پر کفایت کی ہے۔ اور علائیؒ نے کہا ہے انتقال مذہب والہ قول دو صورتوں میں غالب ہے۔ ایک تو یہ کہ انتقال کرنے والے کے امام کے غیر کا مذہب محتاط ہے؛ دوسرے یہ کہ غیر کے مذہب کی دلیل حدیث صحیح سے ہو اور اپنے امام کے مذہب میں اس کا قوی جواب نہ اور نہ کوئی معارض راجح ہو۔ کیونکہ التزام مذہب کے لئے حدیث چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ احمدؒ اور قدوری حنفیؒ اور ابن صلاحؒ وغیرہ کے قول کے موافق ہے۔ ہو چکی وہ عبارت جسے فاضل قندھاری نے نقل کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ دونوں صورتوں میں بایں طور پر فرق کرنا ضروری ہے کہ پہلی صورت میں انتقال، احتیاط کا درجہ ہے اور دوسری صورت میں واجب ہے۔ اور کلام علائی ہی سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مغتنم کی عبارت ختم ہوئی)۔

تو ظاہر ہے کہ رویانی کے پہلی دو شرطیں بوجہ اظہر باطل ہیں جیسا کہ تقریر کی عبارت میں گذرا۔ اور اس سے پہلے شرح تحریر وغیرہ متعدد مقامات میں ذکر ہوا۔ اور اس کی تیسری شرط بیشک مسلم الثبوت ہے۔ ظاہر ہے کہ امی کی تقلید کیوں کر درست ہوسکتی ہے۔

اسی جگہ سے شرط اول ابن دقیق العید کی بھی باطل ہوگی، اور اس کی شرط ثانی، جس میں شیخ عبدالسلام موافق ہیں، باعتبار مفہوم موافق کے تو صحیح ہے اور مسلّم، لیکن باعتبار مفہوم مخالف کے وہ بھی باطل ہے ابن عبدالسلام کے نفس کلام سے جو روایت نمبر ۲ میں گذری ہیں۔ بلکہ یہ شرط باعتبار مفہوم مخالف کے مخالف ہے ان ۳۵ روایات کے اور ادلہ اربعہ کے۔ اور انشراح صدر جو بعض روایات سے شرط ابن عبدالسلامؒ کے معلوم ہوتی ہے راجع ہے طرف ثالث شرط رویانیؒ کے، اور ہمارے موافق ہے۔

اب رہیں دونوں شرطیں امام علائیؒ کی۔ سو وہ شرطیں جواز کی نہیں بلکہ ترجیح انتقال کی ہیں۔

الحاصل ان شرطوں سے، جو کہ حق ہیں، بھی انتقال مذہب ممنوع نہیں ہوتا اور تقلید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مذہب معین واجب نہیں ہوتی۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا ملا علی قاریؒ نے شرح عین العلم کے:

فلو التز م احد مذ هباً كا بی حنيفه او الشا فعی ر حمهما اللّٰه فلزم عليه ا لاستمرار فلا يقلّد غيره فی مسئلة من المسا ئل ۔ (پھر اگر التزام کرے کوئی کسی مذہب کا مثلاً جیسے مذہب ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کا، تو اس کو استمرار لازم ہے۔ سو کسی اور کی تقلید کسی مسئلہ میں نہ کرے)۔

❁ اقول۔ اس کے دو جواب ہیں۔

☆ اول یہ کہ ملا علی قاریؒ نے شرح عین العلم میں یہ بھی کہا ہے:

و من المعلوم انّ اللّٰه سبحا نه و تعا لی ما كلّف احداً ان يكو ن حنفياً او ما لكياً ... الخ ما نقلنا سا بقاً (کہ اللہ تعالی نے کسی کو حنفی یا شافعی ہونے کا مکلّف نہیں کیا)

تو دیکھو کہ یہاں تو یہ اعتراف ہے کہ اللہ تعالی نے کسی پر خاص کر ابوحنیفہؒ کی تقلید واجب نہیں کی۔، اور مؤلف کی روایت میں، اگر تسلیم کی جاوے، قول بالوجوب ہے بسبب التزام کرنے کے۔ اور ظاہر ہے کہ التزام حجت شرعی موجب وجوب کے نہیں۔ تو دونوں کلام ان کے متعارض ہوئے۔ واذا تعا ر ضا تسا قطا۔

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ جو لوگ دلیل کے مخالف، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا قول نہیں مانتے۔ ان کے آگے قرآن، حدیث، اجماع، قیاس ۳۵ روایات آئمہ سلف اور خلف کے مخالف، ملا علی قاریؒ کا قول پیش کرنا سوائے مضحکہ کے کیا تصور کیا جاوے۔ جائے انصاف ہے کہ تمام جہان کے مقابل اکیلا ملا علی قاریؒ کس طرح ہوسکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نقار خانہ میں طوطی کی کون سنتا ہے۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا صاحب بحر الرائق نے شرح رسائل زینیہ کے

فو جب علی مقلّد ابی حنيفه ان يّعمل به و لا يجوز له العمل بقول غيره (واجب ہے مقلد امام ابوحنیفہؒ پر یہ کہ انہی کے قول پر عمل کرے۔ غیر کے قول پر عمل کرنا اس کو جائز نہیں)۔

❁ اقول۔ صاحب بحر الرائق کا یہ قول مطلق تقلید ابوحنیفہؒ میں نہیں ہے۔ بلکہ ایک

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ خاص میں فرمایا ہے۔یعنی وقت عصر میں، کیونکہ ان کے نزدیک اس مسئلہ میں مذہب امام ابوحنیفہؒ کا قوی اور مدلل ہے۔ چنانچہ یہ کلام صاحب بحر کا اسی رسالہ کے اخیر میں اس امر پر تصریح کر رہا ہے:

فاذا ظهر لنا مذ هب ا لا مام ا لا عظم ابی حنيفه فی هذين الوقتين و ظهر ايضاً دليله و قوّته و صحّته و انّه اقوی من دليلهما واجب علينا اتّبا عه و العمل به و ا لا ختيار به ،

(سو جب ظاہر ہوگیا ہمیں مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ان دونوں وقتوں میں۔اوران کی دلیل اوراس کی قوت اورصحت بھی ظاہر ہوئی، اور یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ صاحبین کی دلیل سے ان کی دلیل قوی ہے، تو ہمیں انہیں کی پیروی اورانہی قول پرعمل کرنا اوراسی کواختیار کرنا واجب ٹھہرا)۔

سو دیکھو چالاکی حضرت مؤلف (تنویرالحق) کی کہ ایک مسئلہ میں وجوب اتباع کو ہرمسئلہ میں وجوب اتباع کی دلیل قرار دے رہے ہیں۔

فان قلت ان تعليله بعد بقو له لما نقله القاسم فی تصحيح.. الخ ۔ نص علی کو ن التزا م التقليد علة لو جو ب ا لا تباع مع قطع النظر عن کو ن مذ هبه قو ياً او صحيحاً قلت قد دريت انّ الرّ جوع الممتنع انّما هو فی عين الحا دثه الّتی قلّده فيها فا لتّعليل به لا يفيد الا و جو ب ا لا تباع فی حادثة خا صة قلده فيها فا ذا لم يكن قو له فو جب ۔ الخ ۔ ايضاً فی و جو ب الاتباع فی جميع الحوادث بل فی حا دثه جز م فيه حقية الامام ابی حنيفه و قلده فيها فحصل المطلو ب من انه لم يحكم بو جو ب ا لا تباع فی كل مسئلة بل فی مسئلة وقت العصر و هذا مفاد تعليلنا بتقوية الدليل۔ و لم يحكم ايضاً فی كل الحوا دث بل فی حا دثه خا صة قلده فيها ۔ و هذا مفاد تعليله بقوله لما نقله ۔الخ

(اگر یوں اعتراض کیا جائے کہ جس قول کو قاسم نے اپنی تصحیح میں نقل کیا ہے اس کو مذکورہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بالا قول کی علت ٹھہرانا صریح دلالت کرتا ہے کہ التزام سے تقلید واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ مذہب قوی اور صحیح ہو یا نہ ہو۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہو ہی چکا کہ وہی رجوع منع ہے جو خاص اس مسئلہ میں ہو جس پر عمل کر چکا۔ تو یہ تعلیل اسی مسئلہ میں وجوب تقلید کا فائدہ دے گی جس پر حادثہ خاص میں عمل کر چکا۔ پھر جب جملہ مسائل میں وجوب تقلید مصرح نہ ہوئی بلکہ اسی مسئلہ میں مصرح ہوئی جس میں امام ابوحنیفہؒ کے حق پر ہونے کا یقین کر کے عمل کر چکا ہے، تو یہ بات حاصل ہوئی کہ اس نے ہر مسئلہ میں وجوب تقلید کا حکم نہیں کیا۔ بلکہ مسئلہ وقت عصر میں کیا ہے۔ اور یہی فائدہ ہماری اس بات میں ہے، تقویت دلیل کو ہم نے علت ٹھہرایا ہے۔ اور اس نے مسئلہ خاص میں وجوب تقلید کا حکم لگایا ہے۔ تو یہی فائدہ اس کو قاسم کی نقل سے ہوا)

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا تفسیر احمدی کے مؤلف نے، جو استاد ہیں عالمگیر بادشاہ کے، بیچ تفسیر احمدی کے

اذا التزم مذہباً یجب علیہ ان یّدوم علی مذہب التزامہ و لا ینتقل الی مذہب اخر (اور جب کسی نے ایک مذہب کا التزام کیا تو اس پر واجب ہے کہ ہمیشہ اسی مذہب پر رہے، دوسرے مذہب کی طرف انتقال نہ کرے)

❁ اقول۔ اس کا جواب بھی وہی ہے جو کہ ملا علی قاریؒ کے قول کا دوسرا جواب دیا گیا علاوہ یہ کہ اس شخص کا کلام اس قابل کہاں کہ علماء اصول کے اقوال کے مقابل بیان کیا جاوے۔ یہ تو ایسے حضرت ہیں کہ تفسیر احمدی میں صاف فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن اور حدیث اور اجماع پر عمل کرے گا تو وہ بھی امام ابوحنیفہؒ ہی کا مقلد ہو جائے گا، اس لئے کہ قرآن وحدیث واجماع پر عمل کرنا امام ابوحنیفہ ہی نے بنایا ہے۔ تو گویا سب صحابہ اور تابعین کو امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بناتے ہیں۔ اور ایسا ہی شیخ سدو کی بکری کو حلال طیب فرماتے ہیں۔ اور اسی تفسیر میں جا بجا ایسی خرافات ارشاد فرماتے ہیں کہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔ ایسے شخص کا بے دلیل کلام کس طرح ادلہ اربعہ اور جمہور مسلمین کے مقابل ہو سکے گا۔

❁ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور مولانا عبدالعلیؒ شرح تحریر میں لکھتے ہیں۔

و کذا للعامی الانتقال فی الحکم من مذہب الی مذہب فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

زما ننا لا یجوز لظھور الخیا نۃ (ہمارے زمانے میں عامی (ان پڑھ) کو ایک مذہب سے دوسرے کی طرف انتقال کرنا بسبب ظہور خیانت جائز نہیں)۔

اقول (سید نذیر حسین)۔ گذشتہ صفحات میں تم دیکھ چکے ہو کہ شرح مسلّم الثبوت اور شرح تحریر میں مولانا عبدالعلیؒ کا کلام باعلی ندا منادی ہے کہ بحر العلوم ایک مذہب کی تخصیص تو کہاں، مذاہب اربعہ کی تخصیص کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے مگر بعض وقت جو مذہب غیر سے نقل صحیح نہ ملے۔

اور تتبع رخص اور رجوع بعد العمل کو دھوم دھام سے جائز رکھتے ہیں۔ اور مانعین کے حق میں فرماتے ہیں کہ منع کرنا ان کا، اور تشدید ان کی، اپنے گھر کی شرع ہے۔ غرضیکہ ہر امر میں ہمارے موافق اور شاہد ہیں۔

اور محمل اس قول (جو صاحب تنویر نے نقل کیا) کا متلہی کے حق میں ہے جیسے کہ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

لا کن ینبغی ان لا یکو ن ا لا نتقا ل للمتلھی فان التلھی حرا م (لیکن انتقال لہو ولعب کے طور پر نہ ہو، کہ لہو ولعب حرام ہے)۔

بلکہ تعلیل ان کے ساتھ اس قول کی بظہور الخیانۃ شاہد بین ہے کہ یہ منع کرنا ان کا اسی شخص کے حق میں ہے جو مظنون خیانت اور تلہی کا ہو۔ کما لا یخفی

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور کہا بیچ فتاوی عالم گیری کے

ھذا کلّہ فی القا ضی المجتھد و امّا المقلّد فا نّما ولاہ لیحکم بمذ ھب ابی حنیفہ مثلاً فلا یملک المخا لفۃ فیکو ن معزو لاً بالنّسبۃ الی ذا لک الحکم۔ ھکذا فی الفتح القدیر

(کہ یہ سب باتیں قاضی مجتہد کے باب میں ہیں، اور مقلد کو تو ولائت قضا اس شرط پر دی گئی ہے کہ (مثلاً) امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر حکم کرے۔ وہ تو مخالفت کا اختیار نہیں رکھتا۔ ورنہ معزول ہو جاوے گا بہ نسبت اس حکم خلاف شرط کے)۔

اقول۔ معزول ہونا قاضی حنفی مقلد کا اس حکم میں جو برخلاف مذہب ابوحنیفہؒ کے ہو، اس جہت سے نہیں کہ اس پر تقلید ابوحنیفہؒ کی واجب تھی تو کہ مفید مدعا مؤلف کے ہو، بلکہ اس جہت سے ہے جو خود کلام ابن الہمام میں موجود ہے۔ یعنی مخالفت ولایت خاصہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی جہت سے۔اوراس میں کسی کی تاویل کو دخل نہیں اس لئے کہ

تصنیف را مصنف نیکو کند بیان آوردہ

خود فرماتے ہیں فانّما و لاہ لیحکم بمذ ھب ابی حنیفہ ۔اوراسی پر تفریع کرتے ہیں فیکو ن معزو لا کو۔اور یہ بات ایسی ہے کہ اس سے کوئی ادنی طالب علم بھی انکار نہ کرے، جیسا کہ کوئی بادشاہ کی طرف سے قاضی کسی شہر کا مقرر اور متعین ہو ۔ پھر وہ قاضی اس شہر کا دوسرے شہر کے قضایا میں حکم دے تو بھی معزول ہوگا بہ نسبت اس حکم کے بسبب مخالفت کے ولایۃ خاصۃ سے۔تو اس سے تھوڑا ہی لازم آتا ہے کہ اس شہر کی تخصیص اس کو شرعاً قطع نظر ولایت سے واجب ہو جاوے ۔ یہ تو کوئی اہل عقل نہیں کہے گا

اور لکھا ہے اشباہ ونظائر وغیرہ میں اگر حکم سلطان روم کا اس طرح پر صادر ہو کہ ممالک محروسہ سلطانیہ کے قضاۃ کسی کا دعوی پندرہ برس کے بعد نہ سنا کریں، بلکہ بعد پندرہ برس کے اس کے دعوی کو باطل سمجھیں، تو واجب ہے ان پر کہ اس دعوی کو نہ سنیں۔

تو دیکھو کہ قضاۃ خلاف حکم سلطانی حکم نہیں دے سکتے اس امر خاص میں۔تو اس سے اگر کوئی یہ سمجھے کہ یہ حکم شرع کا ہے کہ قضاۃ اپنے فرمان اور کاغذ میں اس حکم کو نافذ فرماتے ہیں، محض نادانی ہے اس کی ۔

لو امر السّلطان بعدم سماع الدّ عوی بعد خمسۃ عشر سنۃ لا تسمع و یجب علیہ عدم سما عھا کذا فی ا لا شباہ (اگر بادشاہ حکم کرے کہ پندرہ برس کے بعد دعوی نہ سنا جاوے تو قاضی پر واجب ہے کہ نہ سنے)

پھر جو کوئی اس وجوب سے وجوب شرعی سمجھے اس کی اپنی بے وقوفی ہے، صاحبِ اشباہ کا کیا قصور؟

❁ قال (مؤلف تنویرالحق) ۔اور کہا درالمختار میں بیچ کتاب القضا کے:

و فی الو ھبا نیۃ للشر نبا لی یفتی من لیس بمجتھد کحنفیۃ زما ننا بخلا ف مذ ھبہ عا مداً فلا ینفذ اتفا قاً ۔ (وہبانیہ میں ہے کہ، جوشرنبالی نے تالیف کی ہے، فتوی دے وہ شخص کہ نہیں مجتہد مانند حنفی زمانہ ہمارے کے بخلاف مذہب اپنے کے قصداً، پس نہ جاری کیا جاوے حکم اس کا اتفاقاً)۔

❁ اقول مستعیذاً با للّٰہ من المحرّ فین الضا لین المضلّین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الّذین یحرّ فو ن الکلم عن موا ضعه و لا یخا فو ن یو م الدّ ین

شرنبالی کے کلام میں یفتی کا لفظ نہیں ہے جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا ہے یفتی من لیس ... الخ ۔ اور ترجمہ بھی یفتی کا کیا ہے کہ فتوی دے ۔ بلکہ ان کے کلام میں لفظ قضا کا واقع ہے ۔ چنانچہ درمختار میں موجود ہے :

و فی شرح الو هبا نیة للشّر نبا لی قضی من لیس مجتهداً کحنفیة زما ننا بخلاف مذ هبه عا مداً لا ینفذ اتفاقا و کذا لک ناسیا عند هما الی آ خر ما فی الدر المختار ۔

سو جب کہ لفظ قضی کا ہوا تو معنی یہ ہوئے کہ قضا اپنے مذہب کے خلاف عمداً نافذ نہ ہوگی تو سبب اس کا وہی ہے جو شیخ ابن الہمامؒ کے کلام میں گزر چکا ۔ یعنی مخالفت ولایۃ خاصہ کی، تو ہم کو یہ روایت کسی طرح مضر نہ ہوئی ۔ لیکن مؤلف رئیس المحرفین کی چالاکی دیکھو کہ قضی کو یفتی بنا کر ترجمہ اس کا یہ کر دیا ہے کہ فتوی دے ۔

اس لئے جو قضا علی خلاف المذاہب کے عدم نفاذ سے وجوب تقلید مذہب معین کا ثابت کیا تھا، اس کا جواب تو صریح کلام ابن الہمام سے واضح ہی تھا، تو سمجھا کہ شائد کوئی مطلع ہو جائے گا ۔ اس واسطے اس عبارت میں قضی کو یفتی بنا دیا تا کہ عدم نفاذ فتوی خلاف المذہب کا بھی ثابت ہو اور التزام مذہب معین واجب ہو ۔ لیکن یہ نہ سمجھا کہ کوئی درالمختار کو بھی دیکھ سکتا ہے ۔ بریں عقل و دانش بباید گریست ۔ اگر ناظرین اس تحریف صریح پر مطلع ہو کر بھی اس کی خیانت سے متنبہ نہ ہوں تو خدا حافظ ۔

واضح ہو مسئلہ قضاء علی خلاف المذہب ہر چند کہ قابل تحقیق تھا، لیکن چونکہ اس محل سے کچھ تعلق نہ رکھتا تھا اس لئے اس سے سکوت واقع ہوا ۔

تنبیہ ۔ پس اب دلائل واہیہ مؤلف کے تمام ہوئے اور جیسے ان کا حرفاً حرفاً ردّ ہو گیا ہے وہ بھی علماء کو معلوم ہو گیا ۔ اب آگے اس کی آخر بات تک کا جو خرافات کیا ہے تو وہ ہماری بعض روایتوں سے جواب دیا ہے ۔

پہلی روایت عالم گیری کا جواب دیا ہے دو وجہ سے ۔ سو جواب ان دونوں وجہوں کا ہم دے چکے بعد نقل کرنے اس روایت کے ۔

اور پھر تحلیف شہود پر مذہب ابن ابی لیلی سے جواب دیا ہے دو وجہ سے ۔ سو وجہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اول کا جواب تو اسی مقام میں دے دیا ہے کہ جہاں روایت نقل کی تھی اور وجہ ثانی کا جواب اب دیتے ہیں۔

❁ قال (مؤلف تنویرالحق)۔ اور وجہ دوسری یہ ہے کہ قسم کھلانا گواہوں کا ایک قسم ہے تزکیہ کا اور تزکیہ گواہوں کا آئمہ اربعہ کا مذہب ہے۔

❁ اقول۔ اگر اس طرح کا اتحاد اقوال و مذاہب میں معتبر ہو تو کوئی صورت مخالف آئمہ اربعہ کے جہان میں نہیں نکلے گی۔ مثلاً وہی صورت جو مئولف نے وجہ اول میں طریق اول سے بیان کی تھی اور کہا تھا کہ یہ نماز چاروں کے نزدیک باطل ہے اس دلیل سے باطل نہ ہوگی کہ یہ نماز شق آخر ہے مذاہب آئمہ اربعہ سے۔ اسلئے کہ جواب مؤلف کا اس میں بھی جاری ہوسکتا ہے اس طرح کہ یہ بھی ایک نماز ہے اور نماز کے چاروں آئمہ قائل ہیں۔ غرض کہ جتنی صورتیں اجماع مرکب کے قائل نکالتے ہیں، جیسا کہ توضیح میں بیان کی گئی ہیں سب واہی ہو جائیں گی۔ اسلئے کہ اس طرح کا اتحاد سب صورتوں میں پیدا ہوسکتا ہے۔

❁ قال۔ اور پھر قاضی ابی عاصم عامری کی روایت سے جواب دیا ہے، دو وجہ سے

❁ اقول۔ سو جواب ان دونوں وجہوں کا ہم پہلے مقام میں دے چکے ہیں۔

❁ قال (مؤلف تنویرالحق) اور بعض لوگ شبہ کرتے ہیں اس عبارت سے کہ نقل کیا اس کو قرافیؒ نے

انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر نکیر۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ عبارت مقید ہے ساتھ نومسلم ہونے کے، یعنی جو نیا مسلمان ہو اس کو اختیار ہے کہ اختیار کرے تقلید کسی عالم مجتہد کی آئمہ اربعہ میں سے۔ سو اس میں کسی کو کلام نہیں اور مراد علماء سے آئمہ اربعہ ہیں، اس واسطے کہ اجماع منعقد ہوا ہے اوپر نہ کرنے اس عمل کے کہ مخالف ہوا آئمہ اربعہ کے اور کلمہ من کا تبعیضیہ ہے۔ پس معنی اس کے یہ ہوئے کہ جو شخص نومسلم ہو پس اس کو لازم ہے یہ کہ تقلید کرے ایک عالم کی آئمہ اربعہ میں سے۔

❁ اقول۔ یہ اخیر تلبیس ہے جناب مؤلف کی باب ثانی میں عصمنا اللّٰه منه۔ پس پہلے تمام کلام قرافی کا جس کا مؤلف نے جواب دیا ہے عبارت مسلّم الثبوت اور شرح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحرالعلوم سے سننا چاہیے کہ بعداس کے مؤلف کی خیانت ظاہر ہوجائے گی۔
کہا مسلّم الثبوت میں اورشرح بحرالعلوم میں:

فرع قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصحا بة فانّ اقوا لهم قد تحتا ج فی استخرا ج الحکم منها الی تنقیة کما فی السّنّة و لا یقدر العوا م علیه بل یجب علیهم اتبا ع الّذین سبروا ای تعمّقوا و بوّ بوا ای اوردوا ابواباً لکلّ مسئلة علی حدة فهذّ بوا مسئلة کل با ب و تفحوا کل مسئلة من غیر ها و جمعوا بجا مع و فر قوا بفارق و علّلوا ای اوردوا لکل مسئلة ممسئلة علّة و فصّلوا تفصیلاً یعنی یجب علی العوا م تقلید من تصدی لعلم الفقه لا لاعیان الصحا بته و علیه ابتنی ابن الصلا ح منع تقلید غیر ا لآ ئمة الا ربعة هم ا لا مام الهمام امام ا لآ ئمة ابو حنیفه الکو فی و الامام ما لک و الشا فعی و ا لا مام احمد لا ن ذا لک المذکور لم یدر فی غیر هم و فیه ما فیه فی الحا شیة قا ل القرا فی انعقد الاجماع علی ان من اسلم فله ان یقلّد من شاء من العلماء من غیر نکیر و اجمع الصّحا بة علی ان من استفتی ابا بکر و عمر امیری المؤمنین فله ان یستفتی ابا هریره و معا ذ بن جبل و غیر هما و یعمل بقو لهم بغیر نکیر فمن اد عی بر فع هذین الا جما عین فعلیه البیا ن۔ انتهی ۔
فقد بطل بهذ ین ا لا جما عین قول ا لا مام

و قو له اجمع المحققون لا یفهم منه ا لا جماع الّذی هو حجّة حتّی یقا ل یلز م تعا ر ض ا لا جما عین بل الّذی یکو ن مختا راً عند احد و یکو ن الجما عة متفقین علیه یقا ل اجمع المحققون علی کذا۔
ثمّ فی کلا مه خلل آ خر و هو انّ التّبویب لا د خل له فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّقليد و كذا التّفصيل فا نّ المقلد ان فهم مراد الصحابى عمل و الّا سأل عن مجتهد آ خر فا فهم. و بطل بهذا قول ابن الصّلا ح ايضاً ثم فى كلا مه خلل آ خر اذا المجتهدو ن الآخرو ن ايضاً بذ لوا جهدهم مثل ا لآ ئمة ا لا ربعة و انكار هذا مكا برة و سوء ادب فا لحقّ انه انما منع من منع التقليد غيرهم لا نه لم يبق روا ية مذ هبهم محفو ظة حتى لو و جد روا ية صحيحة من مجتهد آ خر يجوز العمل بها ا لا ترى ان المتأ خر ين افتوا بتحليف الشهود اقامة له مقا م التزكية على مذ هب ابن ابى ليلى۔

(امام الحرمینؒ نے کہا ہے کہ محققین اس پر متفق ہیں کہ عام لوگ صحابہ کی پیروی نہ کریں کیونکہ ان کے اقوال سے حکم، حدیث کی طرح بدقت نکلتا ہے اور عام لوگ اتنی قدرت نہیں رکھتے، بلکہ عوام کو فقہاء کی پیروی چاہیے صحابہ کی نہیں۔ اور ابن صلاحؒ نے اس بنیاد پر آئمہ اربعہ کے سوا دیگر کی تقلید سے منع کیا ہے۔ کیونکہ مذاہب اربعہ ان کے سوا دیگر مذاہب میں مسائل صاف نہیں پائے جاتے۔ اور اس میں اعتراض ہے۔

حاشیہ میں ہے کہ قرافیؒ کہتے ہیں کہ اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ جو مسلمان ہے اس کو روا ہے کہ علماء میں سے جس کی چاہے تقلید کرے۔ اور صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ جو امیر المؤمنین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھے اسے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل وغیرہ سے فتوی پوچھنا اور بلا دھڑک ان کے اقوال پر عمل کرنا جائز ہے۔ جو کوئی ان دونوں اجماعوں کے اٹھ جانے کا دعوی کرے، اسے لازم ہے کہ دلیل لائے۔ تو ان دونوں اجماعوں سے امام الحرمین کا قول باطل ہو گیا۔

اور امام الحرمین کے قول محقق جمع ہو گئے ہیں، سے وہ اجماع مراد نہیں ہے جو حجۃ ہے، کہ یہ کہا جاوے کہ دو اجماعوں میں مخالفت لازم آتی ہے۔ بلکہ جو امر کسی کا مختار اور پسندیدہ ہوتا ہے اور ایک گروہ خاص اس پر متفق ہو جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اس بات پر محقق جمع ہو گئے ہیں۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خرابی ہے، وہ یہ کہ ابواب بندی کو پیروی میں کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دخل ہے۔ کیونکہ اگر مقلد، مراد صحابی کو سمجھ لے تو عمل کر لے گا اور نہیں تو اور مجتہد سے پوچھ لے گا۔ اور اس سے ابن صلاحؒ کا قول بھی باطل ہو گیا۔

پھر اس کے کلام میں ایک اور خلل یہ ہے کہ مثل آئمہ اربعہ کے اور مجتہدوں نے بھی کوششیں کی ہیں، اور اس کا انکار ہٹ دھرمی اور گستاخی ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سوائے آئمہ اربعہ کے دیگر کی تقلید سے جس کسی نے منع کیا ہے، اس نے یہ وجہ ٹھہرائی ہے کہ دیگر مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں رہی ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کسی اور مجتہد سے روایت صحیح مل جائے تو اس پر عمل جائز ہے۔ کیا تو نے دیکھا نہیں کہ متاخرین نے قائم مقام تزکیہ کے ابن ابی لیلیٰؒ کے مذہب کے موافق گواہوں کے قسم دلانے پر فتوی دے دیا ہے)۔

تو معلوم کرو کہ حضرت مؤلف (تنویر الحق) نے اس جواب میں دو فریب کئے ہیں۔ اول یہ کہ جس اجماع قرافی کا یہ مضمون ہے کہ اجماع مسلمین کا قرون اولی سے لے کر اب تک منعقد ہے کہ نو مسلم کو اختیار ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے، اسی اجماع سے اکابر حنفیہ ناقلین اس اجماع کے اسی کتابوں میں تخصیص مذاہب اربعہ کو جو مختار ہے ابن صلاح کا باطل کرتے ہیں۔ جیسا کہ عبارت مسلم الثبوت اور شرح مسلم الثبوت سے اور سابق میں عبارت تقریر اور مغتنم الحصول سے معلوم ہوا۔ جناب مؤلف اسی اجماع مبطل سے تخصیص مذاہب اربعہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں لفظ علماء سے آئمہ اربعہ مراد ہیں اور باعث اس تخصیص مراد پر کیسے واہی اجماع مرکب مصنوعی جعلی بے دلیل کو ٹھہراتے ہیں جس کی قرار واقعی خاک اڑائی گئی ہے۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ یہ اجماع زمانہ صحابہ اور تابعین سے منعقد ہے، حالانکہ اس وقت آئمہ اربعہ کا تو لد بھی نہیں ہوا تھا۔ پھر قبل تولّد کے ان کو واسطے تقلید کے خاص کرنا، معنی لفظ علماء سے مراد رکھنا، بڑی چالاکی اور جھوٹ دلیرانہ ہے۔ ایسی تو جیہہ اور تاویل اور تلبیس اور تسویل آج تک سوائے مؤلف کے کسی سے صادر نہیں ہوئی۔

دوسرا فریب یہ ہے کہ دوسرے اجماع کو جو قرافیؒ نے نقل کیا ہے، جس کا یہ مضمون ہے کہ جو لوگ تقلید کرتے تھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تو وہی لوگ تقلید کر لیتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت معاذؓ کی، اور اس سے وجوب تخصیص ایک مذہب کا باطل ہوتا ہے، اس کو جناب مؤلف نے اڑا دیا۔ اور کہا کہ من تبعیضیہ ہے۔ تو معنی یہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے کہ کسی ایک کی تقلید کرے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ من تبعیضیہ ہونے سے تقلید بعض غیر معین کی ایک وقت میں اور ایک مسئلہ میں تو بے شک ثابت ہوتی ہے، لیکن یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ اسی بعض معین کی تقلید بالتخصیص ہر مسئلہ اور ہر حادثہ میں واجب ہو جائے۔ کیا تبعیض مستلزم ہے تعیین کو؟ باوجودیکہ خود اجماع صحابہ کا اس تعیین کو باطل کر رہا ہے۔ پس مؤلف کی تخصیص ساتھ کسی عالم کے آئمہ اربعہ میں سے بھی باطل ہوئی، اور من تبعیضیہ کہہ کر پھر اس کو ایک بعض میں منحصر کہنا بھی غلط ہوا۔ اور معنی اس اجماع کے جو قرافی سے نقل کیا ہے بانضمام اجماع ثانی کے، جو ہم نے نقل کیا ہے، یہ ہوئے کہ جو کوئی نو مسلم ہووے تو اس کو جائز ہے تقلید کسی عالم غیر معین اہل حق کی خواہ وہ آئمہ اربعہ میں سے ہوں خواہ غیر ان کا۔ اور اس کو جائز ہے کہ کبھی کسی ایک عالم اہل حق کی تقلید کرے اور کبھی دوسرے کی۔ اور یہی ہے مقتضائے کتاب اللہ کا اور حدیث رسول اللہ ﷺ کا اور قیاس کا اور تصریحات جمہور سلف اور محققین خلف کا، جیسا کہ دلائل اور نقول عدم التزام میں پہلے گذرا۔ پھر اب جو مخالف ہو اس سبیل کا اور طاعن ہو اس پر، تو وہ مخالف صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعین و علماء مجتہدین کا ہوگا۔ اور جب ان لوگوں سے مخالف ہوا تو تتبع غیر سبیل المؤمنین کا ہوا اور ایسی مخالفت سے خدا تعالی سارے مسلمانوں کو محفوظ رکھے

و اللّٰہ اعلم بالصّواب۔ فاعتبروا یا اولی الالباب

اصل مطلب صاحب رسالہ تنویر الحق کا دوسرے باب میں یہ ہے کہ تقلید ایک مجتہد خاص کی واجب ہے اور اس پر اجماع پایا گیا، اور مخالف اس کا مردود اور لا مذہب اور منکر اجماع کا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں دعوے مؤلف رسالہ مذکورہ کے لغو اور پایہء اعتبار شرعی سے ساقط ہیں۔ اسلئے کہ اس میں نہ کوئی دلیل وجوب شرعی اور نہ دلیل اجماع شرعی کی پائی جاتی ہے کہ دعوی مؤلف کا نزدیک واقفان قواعد شرعیہ کے قابل حجت اور سماعت کے ہو۔

وجوب شرعی اور اجماع شرعی

اب حقیقت حال وجوب شرعی اور اجماع شرعی کی کان لگا کر سنو کہ بطلان اس کا ہر ادنی اور اعلی پر واضح ہوگا۔ پس تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجوب ایک حکم ہے احکام شرعی میں سے،
اور حکم نزدیک اہل سنت و جماعت کے خطاب الٰہی ہے، کہ متعلق ہوتا ہے ساتھ فعل مکلّف کے از روئے وجوب کے یا از روئے اباحت کے۔

حق تعالیٰ فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الحکم الّا للّٰہ (نہیں ہے حکم مگر اللہ کے لئے)۔ اور اس کی شرح یوں ہے:

الحکم عند نا خطا ب اللّٰہ تعا لی المتعلق بفعل المکلّف اقتضاءً او تخییراً کذا فی مسلّم الثبو ت و تحریر ابن الھمام و غیر ھما من کتب ا لا صول (حکم ہمارے نزدیک اللہ کا خطاب ہے، مکلّف کے کام سے تعلق رکھتا ہے واجب یا مستحب کے طور پر)۔

اور دلائل قرآن وحدیث کے باعتبار شرعیہ کے چار طرح پر ہیں:

☆ دلیل اول قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ کہ احتمال تاویل کا اس میں نہیں ہوسکتا، جیسے کہ آیات صریحہ اور احادیث متواترہ صریحہ۔ اور اس دلیل سے فرض قطعی اور حرام ثابت ہوتا ہے۔

☆ اور دلیل دوسری قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ، جیسی کی آیات واحادیث کہ جن میں تاویل کو دخل ہے۔ اور اس دلیل سے فرض عملی ثابت ہوتا۔

☆ اور تیسری دلیل ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ۔ چنانچہ اخبار احاد صریحہ کہ مجال تاویل کی اس میں نہیں ہوسکتی اور اس دلیل سے وجوب اصطلاحی اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا۔

☆ چوتھی دلیل ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ۔ جیسے کہ اخبار احاد کہ جن میں احتمال تاویل کا پایا جاتا ہے اور اس سے سنت اور مستحب ثابت ہوتا ہے۔

اعلم ان الا دلۃ اربعۃ انواع۔ الاول قطعی الثبوت و الد لا لۃ کالآ یا ت القر آ نیہ و ا لا حا دیث المتوا ترۃ الصّریحۃ الّتی لا تحتمل التا ویل

من و جہ الثا نی قطعی الثّبو ت ظنی الد لا لۃ کا لآ یا ت و الا حاد یث المؤ لۃ ،

الثالث ظنّی الثبو ت قطعی الدلالۃ کالاخبار الاحاد الصریحۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الرابع ظنی الثبوت و الدلالة ، کالاخبار الاحاد المحتملة المعانی۔

فالاول یفید القطعی۔ و الثانی یفید الظنی ای هو الفرض العملی۔ و الثالث یفید الواجب و المکروه تحریماً ۔ و الرابع یفید السنة و الاستحباب ۔ هکذا فی الطحطاوی و غیره من کتب الاصول و الفروع الحنفیه ۔

اب علماء حقانی بعد وضوح و بیان دلائل اربعہ شرعیہ کے راہ انصاف سے غور فرما کر ارشاد کریں کہ اگر کوئی بھی دلیل ان دلائل اربعہ مذکورہ بالا سے وجوب تقلید ایک مجتہد خاص پر پائی جاتی ہو تو صاف بیان کریں کہ حق ظاہر ہو جاوے۔ و برائے خدا کتمان حق نہ کریں اسی واسطے سلف سے خلف تک کسی نے کوئی دلیل شرعی اس وجوب تقلید ایک مجتہد خاص پر قائم نہیں کی ۔ ہاں اگر ہو تو مؤلف رسالہ کا بیان کرے کہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاوے۔ اور بلا دلیل شرعی کے غلو کرنا دین میں سراسر مذموم ہے جیسا کہ خدا تعالی قرآن مجید میں فرماتا ہے یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔(نساء:۱۷۱)

حکم وجوب شرعی کا تو حال معلوم ہو چکا، اب آگے حکم اجماع شرعی کا حال سنو۔

پس اجماع شرعی کے واسطے دو امر ضروری ہیں:۔

پہلا امر یہ کہ اتفاق سارے مجتہدین ہم عصر کا اس مت سے اوپر امر شرعی کے متحقق ہو۔ اور دوسرا امر یہ کہ سند اس کی قرآن و حدیث سے پائی جاوے ، کیونکہ نہ پایا جانا سند کا مستلزم خطاء کو ہوگا، اور حکم کرنا دین میں بلا دلیل خطا ہے۔

پس اگر یہ دو امر ثابت نہ ہوں تو اجماع شرعی متصور نہ ہوگا، اگر چہ ہزاروں جمع ہو جاویں دین کے کسی کام پر، مگر اہل اجتہاد سے نہ ہوں ، اور سند اس کی کتاب و سنت سے نہ پائی جاتی ہو، تو ایسے اجماع کا کوئی اعتبار نہیں شرع میں، اس واسطے کہ اجماع شرعی عبارت ہے قول کل سے، اور قول کل کا بلا دلیل شرعی کے باطل ہے۔ تو یہ اجماع بھی باطل ہوگا۔ اور ایسا اجماع بے سند کہ جس پر اتفاق تمام مجتہدین ہم عصر کا نہ پایا جائے اور نہ کوئی سند اس کی کتاب وسنت سے پائی جاوے، باوجود اس کے ایسے اجماع کو من جملہ ادلہ شرعیہ سے جاننا اور حکم اجماع شرعی میں شمار کرنا سراسر کج فہمی اور نادانی ہے۔ بلکہ ایسا اجماع ما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وجدنا علیه آباءنا ۔(المائدہ:۱۰۴) کے حکم شامل ہوگا کہ جس پر خدا تعالی نے الزام دیا ہے اور غصہ فرمایا۔ توضیح اور تلویح کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

اما الخامس ففی السند و الناقل جمعهما فی بحث واحد لانّهما سببان۔ فالاول سبب ثبوت الاجماع۔ والثانی سبب ظهوره۔ والجمهور علی انه لا یجوز الاجماع الا عند سند من دلیل او امارة لان عدم السند یستلزم الخطاء اذ الحکم فی الدین بلا دلیل خطا۔ انتهی ما فی التلویح مختصراً

الاجماع و هو لغة العزم و الاتفاق کلاهما من الجمع و اصطلاحاً اتفاق المجتهدین من هذه الامة فی عصر علی امر شرعی و لا ینعقد باهل البیت و حدهم خلافاً للشّیعة و لا بالشّیخین عند الاکثر و لا بالخلفاء عند الاکثر و لا بالخلفاء الاربعة خلافاً لاحمد۔ و عن مالک الانعقاد بالمدینة فقط لا اجماع الا عن مستند علی المختار لنا اولا الفتوی بلا دلیل شرعی حرام الی آخر ما فی مسلّم الثبوت فان حجیة الاجماع لیست الّا لانّه اتّفاق المجتهدین من حیث هم مجتهدون واذا کان الفتوی لا عن دلیل و اجتهاد فلیس هو قول المجتهد من حیث هو مجتهد۔ انتهی ما قال العلامه عبد العلی لکهنوی مختصراً فی شرح مسلّم الثبوت

قال الشیخ ابن الهمام فی التحریر الاجماع العزم و الاتفاق لغة و اصطلاحاً اتفاق مجتهدی عصر علی امر شرعی و لا ینعقد باهل البیت و حدهم خلافاً للشیعة و لا ینعقد بمجتهدی المدینة طیبة و حدهم خلافاً لمالک و لا اجماع الّا عن سند۔ انتهی کلامه

و بالجملة یلزم احد الامرین کون الباطل صواباً او کون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الا جماع خطاءً لا ن ا لا جماع قول کل و قول کل بلا دلیل محر م فقول وا حد بلا دلیل با طل البتة کذا افاد العلا مة عبد العلی الکھنوی فی شرح التحریر للشیخ ابن الھمام ۔

(پانچویں بحث ۔ سند اور ناقل میں دونوں ایک ہی بحث میں ہے، اس لئے کہ دونوں سبب ہیں۔اول سبب ثبوت اجماع ہے اور دوسرا اس کے ظہور کا۔ اور جمہور اس پر ہیں کہ اجماع جائز نہیں بغیر دلیل اور قرینہ کے کیونکہ بغیر سند کے اجماع میں خطا لازم ہے، کیونکہ حکم دین میں بغیر دلیل کے خطا ہے۔ ہو چکی عبارت جو تلویح میں ہے ۔

لغت میں اجماع، قصد اور اتفاق کو کہتے ہیں اور دونوں جمع سے ماخوذ ہیں۔ اور اصطلاح میں اس سے مراد امت کے مجتہدوں کا ایک امر شرعی پر ایک زمانہ میں جمع ہونا ہے۔ اور فقط اہل بیت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا جیسے کہ اہل تشیع کہتے ہیں۔ اور نہ فقط شیخین سے نزدیک اکثر لوگوں کے۔ اور نہ فقط خلفاء اربعہ سے جیسا کہ امام احمدؒ کہتے ہیں۔ اور امام مالکؒ سے روایت ہے کہ اہل مدینہ سے ہی اجماع ہے، مگر مذہب مختار یہ ہے کہ بغیر سند کے اجماع نہیں اور ہماری دلیل پہلی یہ ہے کہ فتوی بغیر دلیل کے حرام ہے چنانچہ پوری عبارت مسلم الثبوت میں ہے کیونکہ حجت ہونا اجماع کا اس وجہ سے کہ وہ اتفاق مجتہدین کا ہے، اس حیثیت سے کہ وہ مجتہد ہیں۔ جب فتوی بغیر دلیل اور اجتہاد کے ہوا تو وہ مجتہد کا اجتہادی قول نہ رہا۔ ہو چکی عبارت جو مولوی عبدالعلی لکھنوی نے شرح مسلّم الثبوت میں کہی ہے ۔

شیخ ابن ہمامؒ نے تحریر میں کہا ہے کہ اجماع لغت میں عزم و اتفاق کو کہتے ہیں اور اصطلاح کے طور پر اتفاق کرنا مجتہدین کا ایک زمانے میں ایک امر شرعی پر اجماع کہلاتا ہے، اور فقط اہل بیت سے اجماع منعقد نہیں ہوتا جیسا کہ رافضی کہتے ہیں اور نہ اکیلے مجتہدین مدینہ سے جیسا کہ امام مالک کہتے ہیں۔ البتہ اجماع بغیر سند کے نہیں ہوتا ۔ ہو چکی عبارت تحریر کی ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم آئے گی ۔ یا جھوٹ کا سچ ہونا ، یا اجماع کا خطا پر ہونا، کیونکہ اجماع سب کے قول کو کہتے ہیں اور ایک بات کا سب کو مل کر بغیر دلیل کے کہنا حرام ہے، تو ایک کی بات بھی بے شک حرام ہے ۔ یوں ہی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا عبدالعلی نے شرح تحریر میں)۔

اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اتباع کرنا اجماع بغیر سند شرعی کا تحریفات دین کا موجب ہوتا ہے:

و منها اتباع الا جماع و حقيقته ان يتفق قوم من جملة الملة الّذين اعتقد العامة فيهم الا صابة غالباً او دائماً على شيء فيظن ان ذالک دليل قاطع على ثبوت الحكم و ذالک فيما ليس له اصل من الكتاب و السّنّة و هذا غير الاجماع الذى اجمعت الامة عليه فانّهم اتفقوا على القول بالا جماع الذى مستنده الكتاب او السنة او الاستنباط من احدهما و لم يجوزوا القول بالا جماع الّذى ليس مستند الى احدهما و هو قوله تعالى و اذا قيل لهم آمنوا بما انزل اللّه قالوا بل نتّبع ما الفينا عليه آبائنا

(اور ان میں سے ایک اتباع اجماع کا ہے اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ متفق ہوں ایسے لوگ جن پر ظن غالب صواب کا ہے ایک امر پر اور گمان کیا جاوے کہ یہ ضرور ثبوت حکم کیلئے ایک دلیل قاطع ہے اور یہ ان مسئلوں میں جن میں آیت اور حدیث سے کوئی اصل نہیں ہے اور یہ وہ نہیں جس پر امت نے اتفاق کیا ہے کیونکہ انہوں نے اس اجماع پر اتفاق کیا ہے جس کی سند قرآن یا حدیث یا ان دونوں کے امر مستنبط پر ہو، اور وہ لوگ اس اجماع کو جائز نہیں رکھتے جس کی سند بطور مذکور نہ ہو، بلکہ وہ اس آیت کا مصداق ہے۔ و اذا قيل لهم ...)۔

اور جناب قاضی ثناء اللہ قدس سرہ رسالہ اصول فقہ، جو بنا بر فرمائش اپنے پیر مرشد جناب مرزا جانجاناںؒ دھوم دھام سے لکھا ہے، میں فرماتے ہیں:

کسے کہ لازم گیرد بر خود مذہبی معین مثل مذہب ابی حنیفہ۔ پس بعضے گویند کہ جائز نیست آنرا تقلید دیگرے۔ و بعضے گویند کہ در مسائلے کہ موافق فتوی ابی حنیفہ دراں عمل کردہ است تقلید دیگرے جائز نیست۔ و در آنچہ عمل نہ کردہ است ہر کرا خواہد تقلید نماید۔ و کسیکہ بر خود مذہبی لازم نگرفتہ است بر تمام اقوال مذکورہ وے را جائز ست کہ تقلید ہر کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خواہد بکند۔لیکن بعد ازاں کہ در بعضے مسائل تقلید ابی حنیفہ کرد و در بعضے تقلید شافعی پس جائز نیست اورا کہ در انچہ تقلید شافعی کردہ تقلید ابی حنیفہ بکند بالعکس وبعضے گویند کہ مذہب لازم گرفتہ باشد یا نہ وعمل نمودہ باشد یا نہ جائز است ہر مقلد را تقلید ہر مجتہد۔ وایں اقرب ست بتحقیق چہ حق تعالی دریں باب ہیچ لازم نہ کردہ است وبدون التزام ہیچ لازم نشود قولہ تعالی فاسئلوا اھل الذّکر ان کنتم لا تعلمون ۔(نحل:۴۳)۔ عام است مقید ہیچ یکے ازیں قیود نیست و در صدر اول عوام از خواص عند الحاجت استفتاء مے نمودند وعمل مے کردند ومبالات ازیں قیود مروی نیست۔

پس قول مؤلف تنویر الحق کا کہ آیہ فاسئلوا اھل الذکر خاص ہے اور تقلید ایک مجتہد کی واجب ہوئی ہے بالاجماع، رد ہوگیا ساتھ قول قاضی صاحب قدس سرہ کے اور جاء الحق و زھق الباطل ۔ واضح ہوا۔ اللھم ارنا الحق حقاً و الباطل باطلاً برحمتک ۔

اب وصیت شیخ اکبر، کبریت احمر، جن کو مولانا عبدالعلیؒ اور مولانا نظام الدین ؒ وغیرہ خاتم ولایت احمدیہ کہتے ہیں، آخر فتوحات مکیہ سے نقل کی جاتی ہے:

و صیّة الّذی او صیک بہ ان کنت عالماً فحرام علیک ان تعمل بخلاف ما اعطاک اللّٰہ دلیلک و یحرم علیک تقلید غیرک من تمکنک من حصول الدّلیل فان لم تکن فی ھذہ الدّرجة و کنت مقلداً فایّاک ان تلتزم مذھبا بعینہ بل اعمل کما امرک اللّٰہ و ھو ان تسأل اھل الذّکر ان کنت لا تعلم ۔ و اھل الذّکر ھم العلماء بالکتاب و السّنّة و اطلب رفع الحرج فی نازلتک ما استطعت و اسأل عن الرّخصة فی ذالک حتی تجد ھا فانّ اللّٰہ یقول ما جعل علیکم فی الدّین من حرج ۔ و ان قال لک المفتی ھذا حکم اللّٰہ او حکم رسولہ فی مسئلتک فخذ بہ۔ و ان قال لک ھذا رأی فلا تأخذ بہ و سل غیرہ ۔(تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو عالم ہے تو تجھ پر حرام ہے کہ تو بر خلاف اس دلیل کے جو تجھے اللہ نے دی ہے عمل کرے، اور حرام ہے تجھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پر تقلید غیر کی اس حالت میں کہ تجھے حصول دلیل پر قوت ہے۔ اور اگر تو اس درجہ میں نہیں بلکہ مقلد ہے تو ایک مذہب خاص کا التزام کرنے سے بچو۔ بلکہ عمل کر جس طرح پر تجھ کو اللہ تعالی نے حکم کیا ہے، وہ یہ کہ اگر تو نہیں جانتا ہے تو اہل ذکر سے پوچھ لے، اور اہل ذکر قرآن اور حدیث کے جاننے والے علماء ہیں۔ سو تو اپنی ضرورت میں رفع حرج کی خواہش کر جب تک قوت ہے اور رخصت کی تلاش کر یہاں تک کہ پائے کیونکہ اللہ فرماتا ہے دین میں تجھ پر تنگی نہیں کی گئی، ۔ اور اگر تجھے مفتی کہے کہ یہ اللہ تعالی یا اس کے رسول کا حکم ہے تیرے فلاں مسئلہ میں تو، تو اس پر عمل کر اور اگر کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اس کو مت لے اور دوسرے سے پوچھ لے)

اور قاضی ثناء اللہ صاحب قدس سرہ کا مہر کیا ہوا ایک مختصر رسالہ ہمارے ہاتھ لگا ہے۔ چنانچہ اس رسالہ سے تھوڑی سے عبارت اس مقام میں نقل کی جاتی ہے:۔

و اما اذا لم یکن اهلیته ففر ضه ما قا ل اللّٰه تعا لی فاسئلوا اهل الذّ کر ان کنتم لا تعلمو ن۔ و اذا جاز اعتماد المستفتی علی ما یکتب له المفتی من کلا مه او کلام شیخه و ان علا فلان یجوز اعتماد الرّ جل علی ما کتبه الثّقا ت من کلام رسول اللّٰه ﷺ اولی با لجواز و اذا قدر انه لم یفهم الحدیث فکما لم یفهم فتوی المفتی فسل من یعرف معناه فکذا لک الحدیث و ان کا ن الرّ جل متبعاً لا بی حنیفه او مالک او الشّا فعی او احمد ر ضی اللّٰه عنهم و رأی فی بعض المسا ئل ان مذ هب غیره اقوی منه فا تبعه کا ن قد احسن فی ذا لک و لم یقدح ذا لک فی دینه و لا فی عدا لته بلا نزا ع بل هذا اولی با لحقّ و احبّ الی اللّٰه تعا لی و رسوله ﷺ فمن یّتعصّب بوا حد معین غیر الرّسول ﷺ و یری ان قوله هو الصّوا ب الّذی یجب اتباعة دو ن ا لآ ئمة ا لآ خرین فهو ضال جا هل غا یة ما یقا ل انه یسو غ او یجیب علی العامی ان یقلد وا حداً من ا لآ ئمة من غیر تعین زید و لا عمرو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتہی ما فیھا ۔ (جو اہل علم نہ، تو اس کے ذمہ پر یہ بات ہے کہ جو اللہ تعالی نے فرمائی ہے کہ اہل ذکر سے پوچھ لے اگر نہ جانے ۔، اور جب سائل کا اعتماد شرعاً اس پر جائز ہے جو مفتی اپنے یا اگلوں کے کلام سے لکھ دیوے، تو یہ بات بدرجہ اولی جائز ہے کہ ثقات دین نے جو آنحضرت ﷺ کا کلام لکھا ہے اس پر اعتماد کیا جائے ۔

اور جو یوں کہا جاوے کہ حدیث تو سمجھ میں نہیں آتی ۔تو جس طرح مفتی کا فتوی سمجھ میں نہیں آتا اور کسی ماہر سے اس کے معنی پوچھ لئے جاتے ہیں، اسی طرح حدیث سمجھ نہ آئے تو کسی سے پوچھ لو۔

اور اگر کوئی شخص ابو حنیفہؒ یا مالکؒ یا شافعیؒ یا احمدؒ کا مقلد ہو اور دیکھے کہ مذہب غیر کا اس کے مذہب سے قوی ہے اور اس کا اتباع کرے تو یہ اس نے اچھا کیا۔ نہ اس کے دین میں کوئی قدح نہیں ہوا اور نہ اس کی عدالت میں ۔ اور اس میں کسی اہل علم کا نزاع نہیں ہے بلکہ بہ نظر حق کے اولی ہے اور اللہ اور رسول کا پسندیدہ۔سو جس کسی نے رسول کے سوا کسی شخص معین کے مذہب پر تعصب کیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ یہی مذہب صواب اور واجب الاتباع ہے، دیگر آئمہ کا نہیں، تو وہ شخص گمراہ جاہل ہے ۔

انتہاء یہ کہ یوں کہا جاوے کہ ان پڑھ پر واجب ہے کہ بغیر تعین ایک کے آئمہ میں سے تقلید کرے اور کچھ زید وعمر کی تعین نہ کرے)

اور یہ عبارت بھی اسی رسالہ سے نقل کی جاتی ہے:

و من تعصّب بوا حد بعينه من الائمّة دون البا قين كا لرّا فضى و النّا صبى و الخارجى فهذه طريق اهل البدع و الا هواء الذين ثبت با لكتا ب والسّنّة۔ والا جماع انّهم مذ مو مو ن خا رجون عن الشّريعة انتهى ما فى الرسالة فى العمل بالحديث للقاضى ا لا جل ثناء الله صا حب تفسير المظهرى فمن شاء فليرا جع اليها

(جس نے رافضیوں اور ناصبیوں اور خارجیوں کی طرح دیگر آئمہ کو چھوڑ کر ایک کے مذہب کا تعصب کیا تو یہ طریقہ اہل بدعت اور نفسانیت کا ہے جن کے حق میں قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ وہ ملامتی ہیں، شریعت سے خارج ہیں)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بحث قلتین

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ پہلا بیچ بیان قلتین کے شبہ کرتے ہیں بایں طور کہ روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے

اذا کا ن الماء قلتین فا نّه لا ینجس ۔(ابو داؤد: ۶۳)

(جس وقت پہنچے پانی دو قلے کو تو وہ نا پاک نہیں ہوتا)

اور روایت کی گئی حضرت ابن عمرؓ سے کہ کہا:

سمعت رسول اللّٰه ﷺ سئل عن الماء یکو ن فی الفلاة من ا لا ر ض و ما ینو به من الدّوا ب و السّباع فقا ل رسول اللّٰه ﷺ اذا بلغ الماء قلتین لم ینجسه شیء (ابو داؤد: ۶۴)

(سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ ﷺ سے کسی نے جنگل کے پانی کے باب میں پوچھا جس میں چوپایہ پیتے پلاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی دو قلوں کو پہنچ جائے تو اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی)

پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ ہو پانی بقدر قلتین کے تو ناپاک نہ ہوگا جیسا کہ مذہب امام شافعیؒ کا ہے اور ہمیں نہیں معلوم ہوا ہے کہ امام اعظمؒ نے کس حدیث سے سند پکڑی ہے کہ پانی قلتین کا ناپاک ہو جاتا ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

اذا استیقظ احد کم من نو مه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلا ثاً فانه لا یدری این باتت یده (بخاری:۱۶۲۔مسلم:۲۳۷)

جس وقت تم میں سے کوئی نیند سے جاگے، تو ہاتھ کو تین دفعہ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں نہ ڈالے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ رات کو کہاں رہے)۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں، نیچے اس حدیث کے:

و انّ اهل الحجاز کا نوا یستنجو ن با لا حجار فاذا نام احد هم عر ق فلا یا من النا ئم من ان یطو ف یده علی ذا لک الموضع النّجس فاذا وقع یده علی ذا لک المو ضع النّجس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یتجنس یدہ فا ذا یغمس یدہ تنجس ماء

(اہل حجاز ڈھیلوں سے استنجا کرتے تھے۔ جب وہ لوگ سوتے تو موضع نجاست پر ہاتھ پہنچتا تھا۔ پھر وہی ہاتھ پانی میں پڑنے سے پانی ناپاک ہو جاتا تھا)۔

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

لا یبو لنّ احد کم فی الماء الدّا ئم الّذی لا یجری ثمّ یغتسل فیه ۔ متفق علیه ۔(صحیح بخاری:۲۹۳۔صحیح مسلم:۲۸۲)

(ہرگز پیشاب نہ کرے کوئی ٹھہرے پانی میں اور پھر اس میں نہاوے)

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا شر ب الکلب فی اناء احد کم فلیغسله سبع مرّات (بخاری: ۱۷۲۔مسلم:۲۷۹) (جس وقت کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھوڈالے)

اور روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا ولغ الکلب فی اناء ا حد کم فلیر قه ثم یغسله سبع مرّات (صحیح مسلم:۲۷۹)

(جس وقت کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا پانی پھینک کر سات دفعہ دھو ڈالے)

اور روایت ہے حضرت عطاؒ سے:

ان حبشیاً وقع فی زمزم فما ت۔ قا ل فا مر ابن الزّ بیر ان ینزو ماء زمزم ۔ قا ل فجعل الماء لا ینقطع ۔ قا ل فنظر فا ذا هو عین تنبع من قبل الحجر ا لاسود قا ل ابن الزّ بیر حسبکم ۔ رواه ۔ ابو بکر بن ابی شیبه فی مصنّفه

(ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا، عطاء کہتے ہیں کہ اس پر ابن زبیرؓ نے حکم دیا کہ چاہ زمزم کا پانی نکالا جائے ۔ کہتے ہیں کہ پانی ٹوٹ نہ سکا۔ دیکھا تو حجر اسود کی طرف سے پانی کی ایک سوت ابلی چلی آتی ہے ۔ تو ابن زبیرؓ نے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اسی قدر پانی کا نکل جانا کافی ہے)۔

اور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ زنجیاً وقع فی زمزم فما ت قا ل فا نزل الیه ر جل فاخرجه ثمّ قا ل انز حوا ما فیها من ماء زمزم ثمّ قا ل للذی فی البئر ضع دلو ك من قبل العین الّتی تلی البیت او الرّ کن فا نّها من عیو ن الجنّة رواه ابو بکر بن ابی شیبه فی مصنّفه

(ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ پھر ایک آدمی کنویں میں اتارا گیا جس نے اسے نکالا، پھر اس کا سارا پانی نکالنے کو لوگ مامور ہوئے، پھر اس آدمی سے جو کنویں میں تھا کہا کہ اس سوت کی طرف جو رکن کے پاس ہے اپنا ڈول رکھ دے۔ یہ سوت چشمہ ہائے جنت سے ہے)۔

اور روایت ہے حضرت ابن عباسؓ و حضرت ابن الزبیرؓ سے

امر بنز ح ماء زمزم عند وقوع زنجی و مو ته فیه ۔ رواه الدارقطنی

(امر کیا گیا زمزم کا پانی نکالنے کا جب ایک حبشی اس میں گر کر مر گیا تھا)

اور روایت ہے:

انّ زنجیاً وقع فی بئر زمزم فمات فیها ۔ فا مر ابن عباس و ابن الزّ بیر ان اخر ج و امرا ان ینز ح قا ل غلبتهم عین جا ء ت من الرّکن فا مر بها فدست با لقبا طی و المطارق حتّی نزحوها و الصّحا بة متوا فرو ن من غیر نکیر و لم ینکر منهم احد و کا ن ذا لک الافتاء بمحضر الصّحا بة و لم ینکر منهم احد ر ضی اللّه تعا لی عنهم ۔ رواه الطحاوی

(ایک حبشی زمزم کے کنویں میں گر کر مر گیا۔ پس حکم کیا ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے کہ کنویں سے حبشی کو نکالا جائے اور اس کا پانی کھینچا جائے۔ راوی کہتا ہے کہ وہ سوت جو رکن کی طرف سے آتی تھی اس کا پانی نہ ٹوٹا۔ سو اس سوت میں باریک کپڑے ٹھونس کر پانی نکالا۔ اور صحابہ جمع تھے کسی نے انکار نہیں کیا)

اور روایت کیا ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے خالد بن مسلمہؒ سے:

انّ علیاً ر ضی الله تعا لی سئل عمن با ل فی بئر قا ل ینز ح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔ (حضرت علیؓ سے پوچھا گیا کہ کوئی کنویں میں پیشاب کردے تو کیا کیا جائے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اس کنویں کا سارا پانی کھینچا جائے)

یہ صحیح حدیثیں، کہ بعض ان میں سے متفق علیہ ہیں اور بعض غیر متفق علیہ ہیں، اس بات پر صریح دلالت کرتی ہیں پانی اور پانی کا باسن نجس ہو جاتا ہے نجاست کے پڑنے سے۔ اور یہ پانی عام ہے جو شامل ہے قلیل کو اور کثیر کو۔ برابر ہے کہ کم ہو قلتین سے یا زیادہ یا برابر۔ پس واقع ہوا تعارض درمیان حدیثوں قلتین کے اور درمیان ان حدیثوں صحیحین کے۔ پس ضرور ہوا یہ کہ ترجیح دیویں حدیثوں صحیحہ کو اوپر ضعیفوں کے اور عمل کیا جاوے ان حدیثوں صحیحہ پر۔

اقول۔ بتوفیق اللّٰہ وتوقیفہ۔

اول تو یہ تمام حدیثیں، حدیث قلتین کے معارض ہی نہیں۔

حدیث اذا استیقظ اور حدیث اذا ولغ اس لئے معارض نہیں کہ ان میں تو فقط حکم باسن کے پانی کا بیان کیا گیا ہے، نہ پانی عام کا، جیسا کہ مؤلف (تنویر الحق) کو اشتباہ ہوا ہے۔ پس پانی بقدر قلتین کے اگر حوض میں ہو تو وہ مورد ان دونوں حدیثوں کا نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ حوض کو کسی بولی (زبان) میں باسن نہیں کہتے جیسا کہ پہلی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح صحیح بخاری میں کہا ہے:

قولہ فی وضوئہ ای اناء الّذی اعد للوضوء وفی روایۃ الکشمیہنی فی الاناء وھو روایۃ مسلم من طرق اخری ولابن خزیمۃ فی انائہ او وضوئہ علی الشّک والظّاھر اختصاص ذالک باناء الوضوء ویلحق بہ اناء الغسل لانّہ وضوء وزیادۃ وکذا باقی الآنیۃ قیاس لکن فی الاستحباب من غیر کراھۃ لعدوم ورود النّھی فیھا عن ذالک واللّٰہ اعلم وخرج بذکر الاناء البرک والحیاض التی لا تغیر بغمس الید فیھا علی تقدیر نجاستھا فلا یتنا ولھا النھی۔

(یعنی وضو کا برتن اور کشمیہنی کی روایت میں برتن ہے اور مسلم میں بھی اور طریق سے یہی ہے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں وضو اور برتن شک کے طور پر آیا ہے۔ اور ظاہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے کہ یہ وضو کے برتن کے ساتھ تخصیص ہے، اور غسل کا برتن اس کے ذیل میں آ گیا کیونکہ غسل میں وضو مع بڑھوتری کے ہوتا ہے۔ اور قیاساً اسی طرح اور برتن۔ لیکن بطریق استحباب کے ہے کراہۃً نہیں، اس لئے کہ اس باب میں نہی وارد نہیں ہوئی۔ واللہ اعلم۔ اور برتن کا ذکر کرنے سے وہ حوض وغیرہ، جن میں ناپاک ہاتھ ڈالنے کی نہی نہیں فرمائی، نکل گئے۔ سو ان کو نہی شامل نہیں)

اور اگر وہ پانی بقدر قلتین کے سوائے حوض کے کسی اور باسن میں ہو جیسا کہ پیپا (کنستر) وغیرہ تو بھی ان دونوں حدیثوں کے حکم سے خارج ہے۔ اس لئے کہ ان میں مراد وہ باسن ہیں جو ان کی عادت اور استعمال میں تھے اور وہ قلتین سے بہت چھوٹے ہوا کرتے تھے جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے تحت اسی حدیث کے

و کا نت عا د تهم استعمال ا لاوا نی الصّغيرة الّتی تقصر عن القلتين بل لا تقا ربها ۔ انتهی ۔

فان قلت ا لا ناء عا م يشتمل الصّغير و الكبير و قد تقرّر انّ العبرة لعموم ا لا لفا ظ لا لخصو ص المورد فما و جه التّخصيص با لصّغير۔ قلنا لا نسلم عمو م ا لا ناء مع و جود العهد الخا ر جی و قد قا ل فی مسلّم الثبو ت و اسم الجنس كذا لک حيث لا عهد ۔ انتهی ۔

فان قلت ما القرينة على العهد الخارجی قلنا العهد الخارجی هو ا لا صل ما لم تو جد قرينة على عد مه تقتضی العموم كذا فی التّلويح و التّو ضيح و المحلّی شر ح المؤ طا للمحد يث الشيخ سلام اللّه الحنفی و ههنا ليست قرينة على نفی العهد و و جود العموم و سيجیء تحقيق هذه المسئلة فی الحديث الماء طهور لا ينجس شیء ۔ ان شا ء اللّه تعا لی ۔ فا نتظر على انه على تقدير عمو م ا لا ناء هذا عليكم فان ا لا ناء الذی يكو ن طو له عشراً و عر ضه عشراً و و جوده ليس بمحا ل يكو ن دا خلاً فی هذا الحكم ۔ فما هو جوا بكم هو جوا بنا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ان لوگوں کی عادت تھی کہ دوقلوں سے چھوٹے برتن استعمال کرتے تھے۔

پھر اگر کوئی یوں کہہ بیٹھے کہ برتن کا لفظ عام ہے، بڑے چھوٹے سب برتنوں کو شامل ہے اور یہ بات طے ہو چکی ہے کہ خصوصیت محل ورود کی نہیں ہوتی بلکہ لفظوں کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ تو ہم جواب دیں گے کہ یہ امر مسلم نہیں کہ باوجود مسلم ہونے عہد خارجی کے برتن عام رہے۔ مسلم الثبوت میں کہا ہے اسم جنس عام ہے جہاں عہد نہ ہو۔ اگر کوئی یوں کہے کہ عہد خارجی پر کیا قرینہ ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ عہد خارجی اصل ہے جب تک اس کے نہ ہونے کا قرینہ باقتضاء عموم کے نہ ہو۔ یوں ہی ہے توضیح تلویح اور محلی شرح مؤطا شیخ سلام اللہ حنفی میں۔

اور یہاں عہد کے نہ ہونے پر کوئی قرینہ نہیں ہے اور تحقیق اس مسئلہ کی انشاء اللہ حدیث الماء طھور میں آوے گی۔

علاوہ یہ کہ جب برتن عام رہے تو تمہیں مضر ہے کیونکہ وہ برتن جو دہ در دہ ہو اس حکم میں داخل ہوگا۔ سو جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا)۔

پس ثابت ہوا کہ پانی بقدر قلتین کے، خواہ حوض میں ہو خواہ کسی بڑے باسن میں، مورد حکم ان دونوں حدیثوں کا نہیں اور وہ حدیثین معارض حدیث قلتین کے نہیں۔

اور حدیث لا یبو لن اس لئے معارض قلتین کے نہیں کہ وہ حدیث اپنے عموم پر باقی نہیں، بلکہ محمول ہے اس پانی پر جو قلیل ہو باجماع فریقین۔ جیسا کہ حضرت مؤلف نے بھی آگے چل کر کہا ہے کہ

جب منعقد ہوا اجماع امت کا اس پر کہ حکم پانی کثیر کا، حکم پانی جاری کا ہے۔ پس حدیث لا یبو لن .. الخ، اپنے عموم پر باقی نہ رہی۔ انتھی کلا م محمد شاہ۔

اور جناب مترجم تنویر الحق کے یعنی مولوی قطب الدین صاحب مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ میں تحت حدیث لا یبو لن کے فرماتے ہیں:۔

مراد پانی سے یہاں پانی قلیل ہے۔ اگر کثیر ہو، حکم جاری کا رکھتا ہے اور نجس نہیں ہوتا پیشاب وغیرہ سے، اور نہانا اس میں جائز ہے۔ انتہی کلامہ۔

اور حافظ عسقلانیؒ نے فتح الباری میں کہا ہے تحت حدیث لا یبو لن کے

و ھذا کلّہ محمو ل علی الماء القلیل عند اھل العلم علی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اختلا فهم فی حدّ القلیل و قد تقدّ م من لا یعتبر ا لا التغیر و عد مه و هو قوی لکن الفصل با لقلتین اقوی لصحّة الحدیث فیه و قد اعتر ف الطحاوی من الحنفیة بذ لک

(اور یہ محمول کیا گیا ہے تھوڑے پانی کے حکم میں علماء کے نزدیک مع اختلاف حد قلیل کے۔ اور پہلے اس مذہب کا ذکر ہو چکا ہے جس میں پانی کے تغیر اور عدم تغیر کا اعتبار ہے۔ اور یہ مذہب قوی ہے لیکن حد قلتین بہت قوی ہے کیونکہ اس میں حدیث صحیح ہوگئی ہے اور طحاوی حنفی نے بھی اس کی صحت کا اقرار کیا ہے)۔

اور جب کہ عموم پر نہ ہوئی تو قلتین کے معارض کیوں کر ہوئی؟

اور زمزم والی حدیث دو وجہ سے معارض قلتین کے نہیں ہوسکتی:

☆ وجہ اول۔ یہ کہ اس قصہ کے ثبوت ہی میں کلام ہے۔ خاص کر اس روایت میں جو کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اس لئے کہ کہا امام شافعیؒ نے کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت معلوم نہیں ہوتی اور ہم نے کبھی نہیں سنا کہ زمزم کا پانی کھینچا گیا ہے حالانکہ زمزم ہمارے پاس ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ نے سنن کبری میں کہا ہے۔

قا ل الزعفراقی قا ل ابو عبد اللّه الشّا فعی لا نعرفه عن ابن عباس و زمزم عند نا ما سمعنا بهذه۔

اور پھر محدث سلام اللہؒ نے محلی (شرح مؤ طا) میں کہا ہے:

و قا ل الشا فعی لا نعرف هذا عن ابن عباس ۔

اور تابع تابعین سفیانؒ بن عینیہ (جن کا ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں یہ ترجمہ کیا ہے ۔ثقہ، حافظ، فقیہ، امام حجۃ) مکہ میں ستر برس رہا لیکن کبھی کسی چھوٹے یا بڑے سے یہ حدیث نہ سنی اور نہ کسی سے یہ سنا کہ پانی کھینچا گیا تھا جیسا کہ بیہقی نے سنن کبری میں کہا ہے

و اخبر نا ابو عبد اللّه الحا فظ نا ابو الو لید الفقیه حد ثنا عبد اللّه بن شبر ویه قا ل سمعت ابا قدا مة سمعت سفیا ن بن عینیه یقول انا بمکة منذ سبعین سنة و لم ار احداً صغیراً و لا کبیراً یعرف حدیث الزّ نجی الّذی قا لوا انّه وقع فی زمز م ما سمعنا احداً یقول نز ح زمزم (سفیان بن عینیہؒ کہتے تھے کہ میں مکہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ستر برس سے ہوں اور میں کسی چھوٹے بڑے کو نہیں جانتا جو اس حدیث حبشی سے واقف ہو کہ زمزم میں حبشی گرا، اور میں نے پانی نکلوانا بھی نہیں سنا)۔

اور محدث سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

و نقل عن ابن عینیه انا بمکة منذ سبعین سنة لم ار صغیراً و کبیراً یعرف حدیث الز نجی و ما سمعت احداً یقول نز حت زمزم ۔(ابن عینیہؒ سے منقول ہے کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ستر برس سے ہوں۔ میں نے کسی چھوٹے بڑے سے حبشی کا زمزم کے کنویں میں گرنا اور پانی نکلوانا نہیں سنا)

اور ابن طاہر حنفیؒ نے مجمع البحار میں کہا ہے:

و ما روی ابن ابی شیبة انّ زنجیاً وقع فی بئر زمزم فنز ح الماء ضعفها البهیقی و روی عن سفیا ن بن عینیة قا ل انا بمکة سبعین سنةً لم ار احداً صغیراً ولا کبیراً یعرف حد یث الزنجی

(وہ جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حبشی زمزم کے کنویں میں گرا اور پانی نکا گیا، اس کو بیہقیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ اور سفیان بن عینیہؒ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ میں ستر برس سے ہوں۔ میں نے کسی چھوٹے بڑے کو نہیں دیکھا کہ حدیث حبشی کو جانتا ہو)۔

اور کہا ابوعبیدؒ نے کہ یہ روایت نزح زمزم کی، لائق شان زمزم کے نہیں۔ اس لئے کہ اس کی نعت میں حدیثیں اس مضمون کی آئی ہیں کہ وہ نہ کھینچا جاوے۔ جیسا کہ سنن کبری میں ہے:

قا ل ابو عبید و کذا لک لا ینبغی لا ن الآ ثار قد جا ء ت فی نعتها انها لا تنز ح ۔(ابوعبید نے کہا ہے یہ روایت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آثار میں آیا ہے کہ وہ کھینچا نہ جائے گا)۔

اور جو روایتیں حضرت ابن عباسؓ سے در باب نزح زمزم کے مؤلف (تنویر) نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے اور شرح معانی الآثار طحاوی سے نقل کی ہیں وہ سب نامقبول ہیں، اس لئے کہ وہ منقطع ہیں۔ کیونکہ راوی ان کا ابن عباسؓ سے قتادہ ہے، اور بعض روایتوں میں ابن سیرین ہے اور ان دونوں کو حضرت ابن عباسؓ سے ملاقات نہیں جیسا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیہقیؒ نے سنن کبری میں بعد روایت ابن سیرینؒ اور قتادہؒ کے ابن عباسؓ سے کہا ہے:

فا نهما لم يلقيا ابن عباس و لم يسمعا منه ۔

(وہ دونوں حضرت ابن عباسؓ سے نہیں ملے اور نہ ان کو سماعت ہے ان سے)۔

پھر کہا

و رواه جا بر الجعفى عن ابى الطفيل عن ابن عباس و مرة عن ابى طفيل تفسر ان غلا ماً وقع فى زمز م فنز حت و جا بر الجعفى لا يحتج به و رواه ابن لهيعه عن عمر و بن دينار عن ابن عباس و ابن لهيعه لا يحتج به ۔

(اور روایت کی جابر جعفی نے ابی الطفیل سے اور اس نے ابن عباسؓ سے، اور کبھی ابی طفیل سے کہ ایک غلام زمزم میں گرا اور پانی کھینچا گیا۔ حالانکہ جابر جعفی وہ ہے جس کی روایت حجت نہیں گنی جاتی۔ اور روایت کیا اسے ابن لھیعہ نے عمرو بن دینار سے اور اس نے ابن عباسؓ سے۔ اور ابن لہیعہ کی روایت بھی حجت نہیں گنی جاتی)۔

اور محدث سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

و قد روى ابن ابى شيبة عن قتاده عن ابن عباس ان حبشياً وقع فى زمز م فما ت فا نز ل اليه ر جلاً فا خر جه ثمّ قا ل اخرجوا ما فيها من ماء و هذا منقطع ۔

(اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے قتادہ سے اور اس نے ابن عباسؓ سے کہ ایک حبشی زمزم میں گر کر مر گیا اور ایک آدمی نے اتر کر اس کو نکالا اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اس کا پانی نکالو۔ یہ روایت منقطع ہے)۔

اسی انقطاع کی نظر سے مؤلف (تنویر الحق) نے روایتوں کے سر سے نام اس راوی کا، جو ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے، اڑا دیا ہے۔ یہ چالاکی کام نہ آئی اور چوری پکڑی گئی۔

☆ وجہ ثانی۔ حدیث زنجی کے حدیث قلتین سے معارض نہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ یہ روایت بجمیع طرق ثابت ہے۔ لیکن فعل صحابی کا ہے جس کو حدیث موقوف کہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حکم میں مرفوع کے (جس کی یہ پہچان ہے کہ اس میں اجتہاد کو دخل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ ہو جیسا کہ خبر دینا امور ماضیہ کا یا آئندہ کا یا خبر دینا کہ فلانے کام سے اتنا ثواب ہوتا ہے اور اس قدر عذاب ہوتا ہے) نہیں ہے۔ اور حدیث قلتین کی مرفوع ہے۔ یعنی قول پیغمبر ﷺ کا اور صحیح موصول الاسناد جید جس پر کسی طرح کا غبار نہیں۔ چنانچہ عنقریب خوب ثابت کریں گے۔ اور اہل اصول دین کا قاعدہ ہے کہ حدیث موقوف، حدیث مرفوع کے ہوتے ہوئے، حجت نہیں ہوتی، اور اس کے معارض نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ابن نجیم حنفی، بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

و حدیث النّبیّ ﷺ مقدّم علی غیرہ۔ انتھی۔ و ھکذا فی کتب الاصول۔ (اور نبی ﷺ کی حدیث، غیر کے کلام پر مقدم ہے)

اور آخری حدیث جو حضرت علیؓ سے مروی ہے، وہ بھی اسی وجہ سے قلتین کے معارض نہیں ہوسکتی، کہ وہ موقوف ہے۔ اور حدیث قلتین کی مرفوع۔

اور اگر بطور فرض محال کے فرض بھی کیا جاوے کہ یہ تمام حدیثیں، حدیث قلتین کی معارض ہیں تو بھی یہ لازم نہیں آتا کہ حدیث قلتین ترک کی جائے ان حدیثوں کو ترجیح دے کر۔ اس لئے کہ حدیث قلتین کی بھی صحیح اور جید ہے، چنانچہ عنقریب ثابت کیا جائے گا۔ اور جمع اور موافقت اس کے ساتھ ان حدیثوں کی ممکن ہے، چنانچہ علی التفصیل بیان کیا جاوے گا۔

اور یہ قاعدہ اصول حدیث کا ہے کہ جب تک احادیث صحیحہ متعارضہ میں جمع اور موافقت ہو سکے، ترجیح کی طرف رجوع نہیں کرتے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا ہے:

و الترجیح لا یصار الیہ مع امکان الجمع (جب تک دو حدیثوں میں جمع ممکن ہو تو ایک حدیث کی ترجیح کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا)۔

اور نخبۃ الفکر میں کہا ہے:

و ان عورض بمثلہ فلا یخلوا ما ان یمکن الجمع بین مدلولیھما بغیر تعسف اولاً فان امکن الجمع فھو النّوع المسمّی بمختلف الحدیث و ان لم یمکن الجمع فلا یخلوا ما ان یعرف التّاریخ اولاً فان عرف و ثبت المتأخر بہ فھو النّاسخ والآخر المنسوخ۔ و ان لم یعرف التّاریخ فلا یخلوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اما ان یمّکن تر جیح احد هما بو جه من و جوه التّر جیح المتعلق با لمتن تعیین او با لاسناد اولاً فا ن امکن التّر جیح تعین المصیر الیه و ا لا فلا ۔ انتهی مختصراً ۔

(اور معارض ہووے برابر کے درجہ کی حدیث، تو یا تو بلاتکلف دونوں حدیثوں میں جمع ممکن ہوگی، یا نہیں ۔ سو اگر جمع ممکن ہو تو اس قسم کا نام مختلف الحدیث ہے ۔ اور اگر جمع ممکن نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ تاریخ معلوم ہو ۔ سو اگر تاریخ معلوم ہو بعد والی ناسخ ہے اور دوسری منسوخ ۔ اور اگر تاریخ معلوم نہ ہو تو ہوسکتا ہے کہ ایک کی ترجیح قوت سند یا صحت متن حدیث کے سبب سے ممکن ہو ۔ سو اگر ترجیح ممکن ہے تو اسی کی طرف رجوع متعین ہوگا ۔ اور نہیں تو نہیں) ۔

اور شیخ محمد اکرم حنفیؒ کتاب امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

قال ملا الهداد فی شرح البزدوی التوفیق مقدم علی التر جیح

(ملا ہداد شرح بزدوی میں کہتے ہیں کہ موافقت کرنا حدیثوں میں مقدم ہے ترجیح پر)

اور تفصیل موافقت ہر ایک حدیث کی حدیث قلتین سے یہ ہے کہ حدیث لا یبو لن کو معہ دونوں پہلی حدیثوں کے بزعم مؤلف (تنویر الحق) عام کہیں گے اور حدیث قلتین کو ان کے حکم سے مخصوص ٹھہراویں گے ۔ یعنی یوں کہیں گے کہ قلتین کے ماسوائے ہر پانی پیشاب وغیرہ سے نجس ہوجاتا ہے اور جو بمقدار قلتین کے ہو وہ نجس نہیں ہوتا ۔

کذا قا ل الحافظ ابن حجر کما مرّ فی کلا مه عن فتح الباری ۔

(یوں ہی کہا حافظ ابن حجر نے چنانچہ فتح الباری سے ان کا کلام نقل ہو چکا)

اور حدیث زنجی کو یوں موافق کریں گے کہ عادات عوام وخواص کی سے ہے، کہ جب پینے کے پانی میں کوئی چیز مکروہ طبعی، اگرچہ وہ شرعاً پاک ہی ہو، جیسے خاک دھول، گاد وغیرہ پڑ جاتی ہے تو اس پانی کو صاف کئے بغیر نہیں پیتے ۔ اسی واسطے جب بزعم مخالف، زنجی کنویں میں گرا اور اس کا خون اور اس کی نجاست کنویں میں پانی پر ظاہر ہوئی تو اس کا از راہ نظافت اور لطافت کے پانی کھنچوایا ۔ ایسا ہی امام مجدد حضرت امام شافعیؒ نے اور جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حدیث زنجی سے جواب دیا ہے ۔ جیسا کہ سنن کبری میں ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل الشّا فعی لمخا لفیه قد رویتم عن سماك عن حر ب عن عکر مه عن ابن عباس عن النّبیّ ﷺ انّه قا ل الماء لا ینجسه شیء فتری ان ابن عباس رو ی عن النّبیّ ﷺ خبراً و ترکه ان کا نت هذه روا یته و یروو ن عنه انه تو ضأ من غدیر یدا فع جیفة و یرو ن عنه الماء لا ینجس فا ن کا ن شیء من هذا صحیحاً فهو یدل علی ان لم ینز ح زمزم للنّجا سة و لکن للتنظیف ان کا ن فعل و زمزم یشر ب و قد کا ن الدّم ظهر علی الماء۔

(امام شافعیؒ نے اپنے مخالفوں سے کہا کہ تم نے سماک اور حرب اور عکرمہ کے واسطے سے جو ابن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی، سو تمہیں کیا یہ گمان ہے کہ ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث روایت کریں اور باوجود اس کے کہ وہ ان کی روایت صحیح ہو پھر اس کو چھوڑ دیں۔ اور انہیں سے ایسے حوض کے پانی سے وضو کرنا روایت کرتے ہو جس میں نجاست پڑی تھی۔ اور انہیں سے یہ روایت کرتے ہو کہ پانی نجس نہیں ہوتا۔ پھر اگر ان میں سے کوئی روایت صحیح ہے تو وہ دلالت کرتی ہے تو وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمزم کا پانی بسبب ناپاک ہونے کے نہیں کھینچا گیا۔ بلکہ اگر کھینچا گیا ہے تو ظاہر صفائی کیلئے کھینچا گیا ہے کیونکہ وہ پینے کا پانی تھا اور اس حبشی کا خون اس پر چھا گیا تھا)

اور کہا محلی میں:

قا ل الشّا فعی لا یعرف هذا عن ابن عباس و ان کا ن قد فعل فلنجا سة ظهر تعلی الماء للتنظف

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ یہ ابن عباسؓ سے یہ بات معلوم نہیں۔ اور اگر کیا بھی ہو تو نجاست کی وجہ سے ہے جو پانی پر ظاہر ہوگئی واسطے لطافت طبع کے تھا)۔

اور کہا جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں:

و امّا ا لآ ثار المنقوله عن الصّحا بة و التّا بعین کا ثر ابن الزبیر فی الزّ نجی و علی ر ضی اللّه فی الفارة و النخعی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشعبی فی نحو السنور فلیست مما یشهد له المحد ثو ن بالصحة و لا مما اتفق علیه جمهور اهل القرو ن ا لا ولی و علی تقدیر صحتها یمکن ان یکون ذا لک تطیباً للقلو ب و تنظیفاً للماء لا من جهت الو جو ب الشّر عی کما ذکر فی کتب الما لکیة و دو ن نفی هذا ا لا حتمال خر ط القتاد و با لجملة فلیس فی هذا البا ب شیء یعتد یه و یجب العمل علیه و حدیث القلتین اثبت من ذا لک کلّه بغیر شبهة و من المحا ل ان یکو ن اللّه تعا لی شر ع فی هذه المسا ئل لعباده شیئاً زیادة علی ما لا یتفکو ن عند من ا لا ر تفا قا ت و هی ممّا یکثر و قوعه و یعم به البلوی ثم لا ینص علیه النّبیّ ﷺ نصاً جلیاً و لا یستفیض فی الصحا بة و من بعد هم و لا حدیث واحد فیه و اللّه اعلم۔

(اور وہ آثار جو صحابہ اور تابعین سے منقول ہیں جیسے اثر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا زنجی کے باب میں اور اثر حضرت علیؓ کا چوہے کے باب میں اور اثر نخعیؒ اور شعبیؒ کا بلی کے باب میں۔ سو وہ آثار ویسے نہیں جن کی صحت پر محدثین نے گواہی دی ہو۔ اور نہ قرون اولی کے لوگ ان پر متفق ہوئے ہیں۔ اور اگر وہ آثار صحیح بھی ہوں تو ممکن ہے کہ وہ دلی صفائی اور پانی کی نظافت کے لئے ہوں اور وجوب شرعی کے اعتبار سے نہ ہوں۔ چنانچہ یہی مالکی مذہب کی فقہ میں مذکور ہے۔ اور اگر یہ احتمال صحیح نہیں تو کچھ کہنا دشوار ہے۔

الحاصل اس باب میں کوئی ایسی روایت نہیں جس پر اعتماد اور عمل کیا جاوے۔ اور بلا شبہ قلتین کی حدیث ان سب سے زیادہ ثابت ہے۔ اور یہ بات محال ہے کہ ایسے روزمرہ کے مسائل میں اللہ تعالی نے کوئی حکم اپنے بندوں پر مشروع کیا ہو اور با وجود ان چیزوں کے کثرت وقوع اور عموم بلوے کے، آنحضرت ﷺ نے اس کی صاف صاف تصریح نہ فرمائی ہو اور صحابہ اور تابعین کو اس سے استفادہ نہ ہوا ہو اور ایک حدیث بھی اس میں مروی نہ ہوئی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و قال بعضهم انّ الفاء علی لفظ نزح بعد لفظ مات فی حدیث الزّنجی یقتضی ان علّة الامر با لنزح الموت لا امر آخر کما فی قو له زنی ما عز فرجم و سهی رسول اللّه ﷺ با لهاجرة بالبطحاء فتو ضا رواه الشیخا ن لیس الخروج علة التو ضی و الا فمقتضاه انه لو لم یخرج الی البطحاء فی الهاجرة لم یتو ضأ للصلوة و ان حا ن وقت الظّهر و لم یقل به عا قل و ثا نیاً انا سلمنا ان المعنی الظا هر کما قا ل هذا القائل لکنا صر فنا الحدیث عن المعنی الظّا هر الی المؤ ل جمعاً بین الد لا ئل ای جمعا بین هذا الحدیث للز نجی علی تقیدیر صحتها وحدیث القلتین الصحیح الثابت کمایثبت صحته عتقریب وحدیث بئربضا عة الصحیح کماسیجیء ذکره۔

(اوربعض کہتے ہے کہ حرف فا لفظ نزح پر بعدلفظ مات کے، حبشی کی حدیث میں دلالت کرتا ہے کہ سبب پانی نکالنے کے حکم کا، سوا حبشی کے پانی میں مرجانے کے، اور کوئی سبب نہیں جیسے کہ اس حدیث میں زنی ما عز فرجم ۔اوراس حدیث میں سهی رسول الله فسجد ۔تو میں پہلے تو یہ کہتا ہوں کہ اس بات کا کلی ہونا مسلم نہیں کیونکہ حدیث ابی جحیفہ میں ہے جسے شیخین نے روایت کیا خرج رسول الله با لها جرة با لبطحاء فتو ضأ اور یہاں آپ ﷺ کا نکلنا سبب وضو کا نہیں، ورنہ یہ ہوگا کہ جو آپ نہ نکلتے تو باوجود نماز کے وقت آنے کے وضو نہ کرتے اور یہ تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا ۔اور دوسرے یہ کہ ہم نے مانا کہ ظاہر معنے ویسے ہی ہیں جیسے بعضے لوگوں کے قول سے اوپر بیان ہوئی لیکن ہم نے دلیلوں کی موافقت کرنے کے لئے معنی ظاہر سے تاویل کرلی اور وہ دلیلیں برتقدیرصحت کے ایک تو حبشی والی حدیث ہے اور دوسری حدیث قلتین کی جو ثابت اور صحیح ہے چنانچہ اس کی صحت آگے مذکور ہوگی اور حدیث بئر بضاعۃ کی جس کا ذکر آگے آوے گا)

اور حضرت علیؓ کی حدیث سے یوں موافق کریں گے کہ حکم دینا حضرت علیؓ کا واسطے اخراج پانے اس کنویں کے جس میں کوئی پیشاب کردے، اس نظر سے نہیں تھا کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کنواں پیشاب سے نجس ہو جاتا ہے بلکہ اس نظر سے تھا کہ اگر اس آدمی کے پیشاب کر دینے سے درگذر کیا جاوے تو آئندہ کو اور کوئی پیشاب کر دے گا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پانی کے اوصاف میں تغیر واقع ہوگا اور یہ طبع کے بھی مخالف ہے ۔ ایسا ہی جواب دیا ہے محققین شافعیہ نے حضرت علیؓ کے قول سے جیسا کہ محلی میں ہے:

و اجا ب الشا فعية عن حد يث النهى عن البو ل با نّه انما نهى عنه لئلا يكون منجراً الى تنجس الماء و تغيره باقتداء الناس بذلک الرّ جل و لئلا يتنفر عنه طبعاً لا شر عاً (اور جواب دیا ہے شافعیوں نے پانی میں پیشاب کرنے کی حدیث سے اس طرح کہ وہ نہی اس لئے ہے کہ رفتہ رفتہ آخر کو پانی متغیر ہو کر نجس نہ ہو جاوے کیونکہ دیکھا دیکھی اور لوگ بھی پیشاب کرینگے اور اس طرح کہ اس نہی میں نفرت طبعی ہے، شرعی نہیں)۔

اور ایسا ہی کہا ہے مولوی قطب الدین نے مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں در باب نہ نجس ہونے پانی کثیر کے پیشاب وغیرہ سے ۔ چنانچہ بذیل حدیث لا يبو لن احد كم فى الماء الدا ئم (نہ پیشاب کرے کوئی کھڑے پانی میں) فرماتے ہیں: ۔

مراد پانی سے یہاں پانی قلیل ہے ۔ اگر کثیر ہو، حکم جاری کا رکھتا ہے اور نجس نہیں ہوتا پیشاب وغیرہ سے ۔ اور نہانا اس میں جائز ہے ۔ اور بعضوں نے کہا اکثر بھی ہو اگرچہ وہ نجس نہیں ہوتا لیکن اس میں پیشاب کرنا خوب نہیں ۔ شائد کہ اس کی دیکھا دیکھی اور بھی پیشاب کریں اور عادت اس کی پکڑیں ۔ اور رفتہ رفتہ پانی متغیر ہو جاوے یعنی رنگ اور مزہ اور بو بدل جاوے ۔ انتہی

پس جب کہ ہمارے نزدیک پانی کثیر ٹھہرا کنویں کا، تو ہم کو کون مانع ہے اس تاویل سے بیچ حدیث علیؓ کے جو اختیار کی ہے مترجم صاحب نے حدیث لا يبو لن میں اور اگر اس حدیث اور حدیث زنجی میں تاویلیں نہ کریں تو سوائے بربادی حدیث صحیح قلتین کے ایک اور صحیح حدیث جس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں (یہاں تک کہ حضرت مؤلف بھی اس کی صحت کے مقر ہیں، یعنی حدیث بئر بضا عة کی) باطل ہو جائے گی ۔

بیان اس کا یہ ہے کہ ایک کنواں جس کو بئر بضاعۃ کہتے ہیں ایسا تھا کہ اس میں حیض کے لتے اور کتے مرے ہوؤں کا گوشت اور ناپاکیاں متعفن پڑ جایا کرتی تھیں ۔ پھر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے پانی کا حال کسی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانی کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ جیسا کہ روایت کی ہے ترمذی نے ساتھ ایسی اسناد کے جس کے سب راوی ثقہ ہیں ابوسعید خدری سے:

قا ل قیل یا رسول اللّٰہ ا نتو ضأ من بئر بضا عة و ھی بئر یلقی فیھا الحیض و لحو م الکلاب و النتن فقال رسول اللّٰہ ﷺ انّ الماء طھور لا ینجسه شیء (ترمذی:۶۶)(ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا بئر بضا عة سے وضو کریں ہم لوگ کیونکہ وہ ایسا کنواں ہے جس میں ناپاک کپڑے اور مردار گوشت ڈالے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشک پانی پاک ہے اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی)۔

روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے بھی۔ اور کہا ترمذیؒ نے:

ھذا حد یث حسن و فی البا ب عن عا ئشه و ابن عباس

(یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں سیدہ عائشہؓ اور ابن عباسؓ سے بھی روایت ہے)

اور امام احمدؒ اور یحی بن معینؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحرالرائق میں کہا ہے قا ل الا مام ا حمدؒ ھو حدیث صحیح۔

اور محلی میں کہا ہے: و صححه احمد و ابن معین۔

اور جناب مؤلف کا کلام جس میں اس کی صحت کا اقرار ہے، آگے آوے گا۔

پھر اگر کہو کہ ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ نے کنویں کو وقوع نجاست سے نجس سمجھ کر تمام پانی کے نکالنے کا حکم دیا تھا تو مقتضائے اس حدیث مرفوع کا بھی باطل ہوتا ہے۔

اگر کہو کہ بئر بضا عة اس جہت سے پاک تھا کہ وہ باغوں کی طرف جاری تھا، پس وہ نہر جاری کے حکم میں ہوا، تو حدیث زنجی وغیرہ کے بظاہر معنی معارض بئر بضا عة کے نہ ہوئے، اور حدیث بئر بضا عة کی باعث تاویل کی حدیث زنجی میں نہ ہوئی، تو کہا جاوے گا کہ راوی اس بات کا کہ بئر بضا عة باغوں کی طرف جاری تھا، واقدی ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں:

ان ما ء ھا کا نت طریقاً للماء جا ر یاً الی البساتین علی ما اخر جه الطحاوی فی شر ح معا نی ا لآ ثار عن جعفر بن ابی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمرا ن عن محمد بن الشجاع البلخی بسنده الی الوا قدی۔ انتهی ۔ و کذا فی بحر الرا ئق ۔ (پانی بئر بضا عة کا باغوں کی طرف جاری تھا بنا بر اس روایت کے جسے طحاوی نے شرح معانی الآ ثار میں جعفر بن ابی عمران سے اور اس نے محمد بن شجاع بلخی سے اور اس نے اپنے سلسلے کو واقدی تک پہنچایا)

اور نسائی نے کہا ہے کہ واقدی متروک الحدیث ہے اور حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ۔ جیسا کہ کہا ابن حجر نے تقریب میں:

محمد بن عمر بن واقد ا لا سلمی الوا قدی المد نی القا ضی نزیل بغداد متر و ك مع سعة علمه من التا سعة

(محمد بن عمر بن واقد اسلمی واقدی مد نی قاضی با شندہ بغداد کی روایت با و جود اس کے وسیع العلم ہونے کے ترک کر دی گئی ہے اور وہ نویں طبقہ میں سے ہے)۔

اور امام نور الدین علیؒ، مختصر تنز یه الشریعه المر فوعة عن الاخبار الشنیعه المو ضو عة میں کہتے ہیں:

محمد بن عمر واقد واقدی، قا ل النّسا ئی یضع الحدیث۔

(محمد بن عمر واقدی کے متعلق نسائی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا تھا)۔

اور بیہقی کہتے ہیں کہ واقدی کی حدیث سے حجت نہ پکڑنی چاہیے، خاص کر اس حدیث میں کہ مرسل ہو جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں۔

و لکن قا ل بهیقی الوا قدی لا یحتج بحدیثه فضلاً عما یرسله۔ و کذا قا ل فی بحر الرا ئق و ما قا ل بعد قلنا قد اثنی علیه الداؤدی و ابو بکر بن العر بی و ابن الجوزی فجوا به ما فی المحلی من انهم لیسوا من آ ئمة الجر ح و التعدیل و ان سلم فا لجر ح مقدم علی التعدیل حیث عین ا لجا رح ای النسا ئی مثلاً سبب الجر ح ای و ضعه ا لا حا دیث و لم ینف المعد لون ذا لک السبب الخا ص و لا یکفی مجرد الثناء و سجیء عنقریب تحقیق تقدیم الجر ح علی التعدیل مع الشاهد و الدّ لیل فا فهم و انتظر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(لیکن بیہقی نے کہا ہے کہ واقدی کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی، خصوصاً وہ حدیث جو مرسل ہو، ہو چکی عبارت محلی کی۔ اور یوں ہی ہے بحر الرائق میں۔ اور وہ جو پھر کہا ہے کہ داؤدی اور ابو بکر بن عربی اور ابن جوزی نے اس کی تعریف کی ہے، تو اس کا جواب وہی ہے جو محلی میں ہے کہ یہ لوگ جرح اور تعدیل کے امام نہیں ہیں۔ اور اگر یہ امر مان بھی لیا جائے تو جرح، تعدیل پر مقدم ہے جب جرح کرنے والہ سبب جرح کا بیان کر دے۔ مثلاً یہاں نسائی نے جرح کا سبب، حدیث کا وضع کرنا بتا دیا ہے۔ اور تعدیل کرنے والوں نے اس کی نفی نہیں کی۔ اور فقط یوں ہی تعریف کرنا کفایت نہیں کر سکتا۔ اور عنقریب تحقیق اس کی آوے گی کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور اس کی دلیل بیان ہوگی۔ اور نظیر پیش کی جائے گی)۔

اور نقل کیا ہے ابن طاہر حنفی نے کہ واقدی بڑا جھوٹا ہے۔ اور اپنی رائے کی خاطر حدیثوں کے باطل کرنے میں حیلہ سازیاں کیا کرتا تھا جیسا کہ مجمع البحار میں فرماتے ہیں

قیل کذا ب احتا ل فی ابطا ل الحدیث نصرة للرأ ی فا ن بیر بضا عة مشهور فی الحجاز بخلاف ما حکی عن الوا قدی (کہا گیا ہے کہ بڑا جھوٹا ہے۔ اپنی رائے کی تائید کیلئے حدیثوں کو جھٹلانے میں حیلہ کیا کرتا تھا کیونکہ بیر بضاعۃ لوگوں کا عرب میں دیکھا ہوا ہے اور وہ اسکے خلاف روایت کرتا ہے)

پس ثابت ہوا کہ کوئی حدیث متفق علیہ، یا غیر متفق علیہ، حدیث قلتین کو ساقط اور متروک العمل نہیں کرتی اگر صحت حدیث قلتین کی ثابت ہو جاوے۔ لہذا اب حدیث قلتین کی صحت کی جاتی ہے اور مؤلف کی چاروں وجہوں کو نقل کر کے ان سے جواب دیا جاتا ہے۔ تو سنو۔

قال المؤلف (تنویر الحق)۔ پس کہتے ہیں کہ ہم کو حدیث قلتین کی نہیں ہے قابل سند کے اور قابل قبول کرنے کے ساتھ چار وجہ کے۔

وجہ اول یہ ہے کہ تحقیق حدیث قلتین کی ضعیف ہے کہ ضعف بیان کیا اس کا ایک جماعت نے محدثین سے کے جیسا کہ کہا زیلعی نے بیچ شرح کنز الدقائق کے

ان حدیث قلتین ضعیف ضعفه جماعة المحد ثین حتّی قا ل البهیقی من الشّا فعیة انّه غیر قویّ و ترکه الغزا لی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رویانی من شدّ ة اتباعهما الشّا فعی ر حمهم اللّه لضعفه (حدیث قلتین کی ضعیف ہے۔ محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ یہاں تک کہ بیہقی شافعی نے کہا ہے کہ وہ حدیث قوی نہیں ہے اور امام غزالیؒ نے اس کو بسبب ضعف کے چھوڑ دیا ہے۔ اور رویانیؒ نے بھی باوجودیکہ وہ شافعی پیرو ہیں)۔

اور کہا شیخ کمال الدینؒ نے بیچ فتح القدیر میں کہتے ہیں:

هذا الحديث ضعيف ضعفه الحا فظ ابن عبد البر و القا ضی اسما عيل بن ابی اسحاق و ابو بكر بن العر بی الما لكيو ن۔ انتهی كلام ابن الهمام ۔ (یہ حدیث ضعیف ہے حافظ ابن عبدالبرؒ اور قاضی اسماعیل بن ابی اسحاقؒ اور ابوبکر بن عربیؒ مالکیوں نے اسے ضعیف کہا ہے)۔

اور کہا صاحب قاموس نے، کہ وہ شافعی مذہب ہے، بیچ سفر سعادت میں کہتے ہیں کہ حاصل اس کا یہ: ہے

ضعفه بعض المحدثين و صححه بعضهم ۔

(بعض محدث اسے ضعیف کہتے ہیں اور بعض صحیح)۔

اور کتاب تمہید میں کہا:

ما ذهب اليه الشّا فعی من حديث قلتين مذ هب ضعيف

(وہ قلتین کی حدیث جس کی طرف شافعی گئے ہیں مذہب ضعیف ہے)۔

اور کہا دبوسیؒ نے اپنی کتاب اسرار میں

و هو حديث ضعيف ۔ (وہ حدیث ضعیف ہے)

اور صاحب ہدایہ نے ہدایہ میں کہا ہے:

انه ضعيف ضعفه ابو دا ؤد ،

(کہ وہ ضعیف ہے، امام ابوداؤدؒ نے اسے ضعیف کہا ہے)۔

اور کہا علی ابن المدینیؒ نے کہ وہ امام ہے اماموں حدیث کے سے اور شیخ ہے بخاریؒ وغیرہ کا (نقله الشيخ عبد الحق فی شرح المشكوة العر بی و الفارسی)۔

انه لم يثبت هذا الحديث عن رسول اللّه ﷺ

(یہ حدیث نبی ﷺ سے ثابت نہیں ہوئی)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حاصل کلام کا یہ ہے کہ تحقیق حنفیہ اور مالکیہ متفق ہیں او پر ضعف اس حدیث قلتین کے اگر چہ مختلف ہیں بیچ بیان کرنے وجہ ضعف کے۔

اقول۔ یہ حدیث صحیح ہے۔اور ضعیف کہنا اس کو بے وجہ معقول اور بے دلیل، نامقبول ہے۔پس اولاً صحت ثابت کی جاتی ہے۔بعد اس کے مضعفین کے کلام سے جواب دیا جائے گا۔

سنو کہ روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ وغیرھم نے۔اور سب کی اسانید قوی اور جید ہیں۔

ترمذی کی یہ اسناد ہے۔

حدّ ثنا هناد۔ نا عبدة عن محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر بن الزّ بير عن عبيد اللّه بن عبد اللّه بن عمر عن ابن عمر قال سمعت رسول اللّه ﷺ.. الخ (روایت کی ہمیں ہناد نے، کہا روایت کی ہمیں عبدہ نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے محمد بن جعفر بن زبیر سے انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے ابن عمرؓ سے۔کہا کہ سنا میں نے آنحضرت ﷺ سے)

اور راوی اس کے سب ثقہ اور صادق ہیں۔

امّا الاول فهو ثقة و امّا الثّا نى فهو ثقة ثبت و الثّا لث صدوق و الرا بع ثقة و الخا مس ثقة و السادس هو ابن عمر و هو احد المكثرين من الصحا بة۔ كل ذا لک فى تقريب التهذيب۔ (پہلا اور چوتھا اور پانچواں شخص ثقہ ہے اور دوسرا شخص ثقہ اور ثبت، اور تیسرا شخص صدوق ہے۔اور چھٹے حضرت ابن عمرؓ ہیں جو مکثرین صحابہ میں سے ہیں)

اور ابو داؤد کی ایک اسناد تو یہ ہے:

حدثنا ابن العلاء و عثمان ابن ابى شيبة و الحسن بن على و غيرهم قا لوا حد ثنا ابو اسا مة عن الوليد بن كثير عن محمد بن جعفر بن الز بير عن عبيد اللّه بن عبد اللّه بن عمر عن ابيه ..... الحديث (روایت کی ہمیں ابن علاء اور عثمان بن ابی شیبہ اور حسن بن علی وغیرہ نے اور کہا کہ روایت کی ہم کو ابو اسامہ نے ولید بن کثیر سے، انہوں نے محمد بن جعفر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن زبیر سے، انہوں نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے، انہوں نے اپنے باپ سے)

اس کے بھی سب راوی ثقات ہے:

امّا الاول فهو ثقة حافظ و الثّا نی ای فی الذ کر دو ن المر تبة ثقة حافظ و الثا لث ثقة حافظ له تصانیف و الرا بع اسمه حماد بن اسا مه و مشهور با بی اسا مه و هو ثقة ثبت و الخا مس صدوق و الباقون مرّ ذکر هم فی ر جا ل الترمذی

(کہ پہلا شخص ثقہ حافظ ہے اور دوسری جگہ جو شخص مذکور ہے وہ بھی ثقہ حافظ ہے، اور تیسرا بھی حافظ ثقہ ہے اور صاحب تصانیف ہے، اور چوتھے کا نام حماد بن اسامہ ہے اور ابی اسامہ کر کے مشہور ہے وہ ثقہ اور ثبت ہے، اور پانچواں صدوق ہے۔ اور بقیہ کا ذکر ترمذی کے راویوں کے ذیل میں گذر چکا)۔

اور (ابوداؤد کی) دوسری اسناد یہ ہے:

حدّ ثنا مو سی بن اسما عیل قا ل حدّ ثنا حمادح و حد ثنا ابو کا مل ثنا یز ید یعنی ابن زریع عن محمد بن اسحاق عن محمد بن جعفر قا ل ابو کا مل بن الزبیر عن عبید الله بن عبد الله بن عمر عن ابیه نحوه

(روایت کی ہم کو موسیٰ ابن اسماعیل نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں حمادح نے اور کہا روایت کی ہمیں ابو کامل نے، کہا روایت کی ہم کو یزید یعنی ابن زریع نے محمد بن اسحاق سے، انہوں نے محمد بن جعفر سے کہا ابو کامل بن الزبیر اور انہوں نے روایت کی عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے اور انہوں نے روایت کی اپنے باپ سے)

اس کے راوی بھی سب ثقہ ہیں:

ا مّا ا لاوّل فهو ثقة ثبت قا له العسقلا نی ثمّ قا ل و لا التفات الی قول ابن خرا ش تکلم الناس فیه ۔ الثا نی هو ابو اسا مة حماد بن اسا مه ثقة ثبت ۔ و الثا لث و هو فضیل بن حسین ابو کا مل ثقة حافظ ۔ و الرا بع ثقة ۔ و الباقون مرّ ذکر هم ۔

(پہلا شخص ثقہ اور ثبت ہے یہ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا۔ پھر کہا اس نے کہ نہیں خیال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے اس طرف وہ جو ابن خراش نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس شخص کے باب میں کلام کیا ہے۔ اور دوسرا ابواسامہ حماد بن اسامہ ثقہ اور ثبت ہے۔ اور تیسرا فضیل بن حسین ابوکامل ثقہ حافظ ہے۔ اور چوتھا ثقہ ثبت ہے اور باقی کا ذکر گذر چکا)،

اور تیسری اسناد یہ ہے:

ثنا موسی بن اسما عیل قا ل حدثنا حماد قا ل ثنا عا صم بن المنذر عن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عمر قا ل حدثنی ابی ---- الحدیث۔ (روایت کی ہم کو موسیٰ بن اسماعیل نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں حماد نے اور کہا روایت کی ہمیں عاصم بن منذر نے عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے اور کہا کہ مجھے میرے باپ نے)

اس کے راوی بھی وہی ہیں جن کا ذکر گزرا۔ مگر ایک عاصم بن المنذر ہیں سو وہ بھی صدوق ہیں و کل ذا لک فی التقریب للعسقلا نی (یہ سب تقریب میں ہے)

اور نسائی کی اسناد یہ ہے:

اخبر نا ھنا دبن السری و الحسین بن حر یث عن ابی اسا مۃ عن الو لید بن کثیر عن محمد بن جعفر عن عبید اللّٰہ بن عبد اللّٰہ بن عمر عن ابیہ

اس کے راوی بھی وہی ہیں سوائے حسین بن حریث۔ سو وہ بھی ثقہ ہیں۔ قا لہ فی تقریب التھذ یب۔

ایسا ہی ابن خزیمہ اور ابن ماجہ کی اسناد کو سمجھنا چاہیے۔

حاصل یہ کہ یہ حدیث جتنے طریقوں سے مروی ہے سب کے سب ثقات ہیں۔ اور اگر بالفرض کسی ایک راوی میں کچھ عیب نکالو گے تو اس کی تقویت دوسرے راوی سے قائم مقام اس کے ہو جاوے گی۔

غرض کہ روایت کے جہت سے حدیث قلتین میں ضعف کا نام نہ لے سکو گے اور حدیث کی صحت، سقم، قوت اور ضعف کا مدار راویوں پر ہوتا ہے اسلئے اسی قدر تعدیل روات سے حدیث قلتین کا صحیح ہونا ثابت ہو گیا۔ تاہم آئمہ جرح اور تعدیل کے اقوال جو اس حدیث کی صحت کے متضمن ہیں، بھی سن لو۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واضح ہو کہ اس حدیث پر عمل ہے امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن محمد بن حنبل، امام اسحاقؒ ، امام ابو عبیدؒ ،امام ابو ثورؒ اور ایک جماعت کا محدثین میں سے، اور تمام آئمہ شافعیہ کا سوائے غزالیؒ اور رد یانیؒ کے جیسا کہ کہا محلی میں:

و قال الشّا فعی و احمد ما بلغ القلتین فهو کثیر لا ینجس بوقو ع النّجا سة و به قا ل اسحاق و ابو عبید و ابو ثور و جماعة من اهل الحدیث منهم ابن خز یمه

(شافعیؒ اور احمدؒ کہتے ہیں کہ جو پانی حد قلتین تک پہنچ جاوے، وہ کثیر ہے۔ نجاست کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔، اور ایسا ہی کہا ہے اسحاقؒ اور ابوعبیدؒ اور ابو ثورؒ اور ایک جماعت اہل حدیث نے ان ہی میں سے ابن خزیمہؒ ہیں)۔

اور باقی آئمہ کا ،سوائے غزالیؒ اور رد یانیؒ کے،عمل سب پر روشن ہے اور ردالمحتار میں لکھا ہے

انّ المجتهد اذا استدلّ بحدیث کا ن تصحیحاً له کما فی التحریر و غیره ۔ یعنی عمل کسی مجتہد کا اوپر کسی حدیث کے تصحیح ہے اس حدیث کی۔

پس امام شافعی اور امام احمد اور اسحاق اور ابوثور اور جماعت دیگر مصحح ہوئی اس حدیث کی، اور تصحیح کی ہے اس حدیث کی ابن خزیمہؒ ،ابن حبانؒ، دارقطنیؒ اور حاکمؒ نے جیسا کہ کہا محلی میں و صححه ابن خز یمة و ابن حبا ن و الدار قطنی ۔

اور کہا بلوغ المرام میں و صححه ابن خز یمة و ابن حبا ن و الحا کم

اور کہا حاکم نے یہ حدیث صحیح الا سناد ہے، اور شیخین نے اس لئے روایت نہیں کی کہ اس میں ولید سے اسناد میں کچھ اختلاف واقع ہو گیا ہے جیسا کہ کہا محلی میں

و قا ل الحا کم صحیح ا لا سناد و لم یخر جاه لخلاف فیه عن الو لید بن کثیر ۔ (اس اختلاف کا جواب ہم عنقریب دینگے۔نذیر حسین)۔

اور کہا یحی بن معین نے کہ یہ حدیث خوب پختہ ہے۔ اور کہا بیہقی نے یہ حدیث موصول الاسناد اور صحیح ہے۔اور کہا منذری نے اس کی اسناد جید ہے اور اس پر کسی طرح کا غبار نہیں جیسا کہ کہا محلی میں:

و قا ل ابن معین جید و قا ل البهیقی مو صو ل صحیح و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال المنذری اسناده جید لا غبار علیه ۔

اور کہا ابن ماجہؒ نے کہ یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ بحر الرائق میں ضمن میں ایک اعتراض کے کہ جس کا جواب بے دلیل ہے

قد صححه ابن ما جه و ابن خز یمه و الحا کم و جماعة من اهل الحدیث ۔ (بلا شک صحت کی ہے اس کی ابن ماجہؒ اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ اور ایک جماعت اہل حدیث نے)۔

بلکہ حضرت طحاویؒ حنفی (جس نے تائید حنفی مذہب کی اپنے نفس پر واجب کر لی ہے اور جہاں تک بن آتی ہے حنفی مذہب ہی کی مددگاری کرتا ہے، جس کے حق میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، بستان المحدثین میں فرماتے ہیں: بہر حال تصانیف مفیدہ در مذہب دارد و بزعم خود در نصرت ایں مذہب مساعی جمیلہ بتقدیم رسانیدہ) نے لاچار ہو اقرار کر لیا ہے کہ حدیث قلتین کی صحیح ہے اور ثابت، اگرچہ عذر اضطراب معنی قلتین کا پیش لایا ہے (جس کا ہم جواب دیں گے۔ ان شاءاللہ۔ نذیر حسین)۔ یہ ہے کلام طحاویؒ کا شرح معانی الآثار میں

خبر القلتین صحیح و اسناده ثا بت لا کن انّما تر کناه لا نّا لا نعلم ما القلتان ۔ (حدیث قلتین کی صحیح ہے اور اسناد اس کی ثابت ہے، لیکن ہم نے اس پر عمل اس لئے نہیں کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ قلتین کیا ہے)۔

اور محلی میں ہے:

و اعترف الطّحاوی بصحته (طحاویؒ نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے)۔

اور فتح الباری میں ہے:

ا لفصل با لقلتین اقوی بصحة الحد یث فیه و قد اعتر ف الطحاوی من الحنفیة بذا لک

(حد فاصل قلتین کی بہت قوی ہے اس باب میں حدیث کے صحیح ہو جانے کے باعث۔ اور احناف میں سے طحاوی اس کی صحت کا قائل ہے)۔

اعتراف طحاوی حنفی کا سخت حجت ہے حنفیہ پر۔ الحاصل حدیث قلتین کی صحیح اور ثابت اور اسناد اس کی جید اور راوی اس کے ثقات اور اسی وجہ اور اسی نظر سے صحیح کہا ہے اس کو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ اور امام ابوعبیدؒ اور امام ابوثورؒ اور امام ابن خزیمہؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورامام ابن حبانؒ اورامام ابن ماجہؒ اورامام دارقطنیؒ اورامام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ اور امام یحی بن معینؒ اورامام منذریؒ اورامام طحاویؒ نے ۔پس اب ان لوگوں کے کلام کا جواب دینا چاہیے جو ان احادیث کوضعیف کہتے ہیں۔

تو واضح ہو کہ جن کا مؤلف (تنویرالحق) نے ذکر کیا ہے ان سب کے کلام سے حدیث قلتین کا ضعف ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ امام بیہقیؒ کے اس قول کے، جوامام زیلعیؒ نے نقل کیا ہے، یہ معنی ہیں کہ یہ حدیث ایسی قوی نہیں کہ علی شرط الشیخین ہو، نہ یہ کہ ضعیف ہے۔ ورنہ وہ کلام بیہقی کا جومحلی میں منقول ہو چکا، بے معنی ہو جائے گا۔اور ضعیف کہنا غزالیؒ ، ردیانیؒ ، دبوسیؒ ، صاحب ہدایہ، شیخ ابن الہمام، اوربعضے مالکیوں کا حدیث کوضعیف نہیں کردیتا کیونکہ یہ لوگ مقلدین ہیں، آئمہ جرح وتعدیل میں سے نہیں ہیں۔ ایسے سینکڑوں علماء شافعی اس کی تصحیح کررہے ہیں۔ تو جیسا کہ ہم نے ان سب کی تصحیح پر اعتماد نہیں کیا ایسا ہی ان علماء، جن کا مؤلف نے شمار کیا ہے، کا بھی خیال نہ چاہیے۔

اب رہا ضعیف کہنا ابن عبدالبرؒ اورابوداؤدؒ اورعلی بن المدینیؒ کا۔سوالبتہ جرح ان کا پایہ اعتبار میں ہے۔لیکن اگر با بیان سبب اور با دلیل ہو تو معتبر ہے ورنہ بے بیان سبب ان کی جرح بھی مقبول نہیں جیسا کہ وجیہ الدین علویؒ اسی ابن عبدالبرؒ سے حاشیہ شرح نخبہ میں نقل کرتے ہیں اورفرماتے ہیں:

و قد عقد ابن عبد البر فی کتا ب العلم با با لکلام المعا صرین بعضهم فی بعض و رأی ان اهل العلم لا یقبل جر حهم ا لّا ببیان واضح ۔(ابن عبدالبرؒ نے ہم عصر لوگوں کے کلام کرنے میں ایک باب منعقد کر کے کہا ہے کہ اہل علم ان ہمعصروں کی جرح بغیر واضح بیان کے قبول نہیں کرتے)

اورسوائے ان کے اوروں کا بھی یہی مذہب ہے کہ جرح کسی کا بے بیان سبب کے قبول نہیں کیا جاتا جیسا کہ کہا ہے شرح نخبہ اور حاشیہ علوی میں:

و الجر ح مقدّ م علی التّعدیل و اطلق ذا لک جما عة لکن محله التفصیل و هو انه مقدم ان صدر مبینا سببه من عارف باسبا به لا نه کا ن غیر مفسر ای لم یبیّن سببه مثل قو لهم فلان ضعیف و فلا ں لیس بشیء او نحو ذا لک مقتصراً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علی ذا لک لم یقد ح فیمن ثبت عدا لته لا نّ النّاس یختلفون فیما یجرح و ما لا یجرح فیطلق احد هم الجرح بناء علی امر اعتقده جر حا و لیس بجرح فی نفس الامر فلا بدّ من بیا ن سببه و ان صدر من غیر عا رف با لا سبا ب لم یعتبر ایضاً و هو الظا هر ۔(اور جرح مقدم ہے تعدیل پر اگر چہ ایک جماعت نے علی الاطلاق یہی کہا ہے لیکن یہ بات تفصیل طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ جرح جب مقدم ہے کہ کوئی جرح کے اسباب کو جاننے والہ مع سبب کے جرح کرے ۔ کیونکہ اگر سبب جرح کا بیان نہ کیا، مثلاً صرف کہہ دیا کہ فلان ضعیف ہے یا فلاں ہیچ پوچ ہے یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہہ دیا، تو کسی شخص ثابت العدالت کے بارے میں ایسی بات مضر نہ ہوگی کیونکہ لوگ ان باتوں میں جو مجروح کرتی ہیں اور نہیں کرتیں، مختلف ہیں ۔ سو بعضوں نے وہ با تیں جو ان کے اعتقاد میں جرح ہیں بہر حال جرح ٹھہرا رکھی ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں جرح نہیں ہے۔ سو اس بنا پر جرح کا بیان ضرور ہے اور اگر انجان سے جرح ہوگی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا)۔

اور کہا شرح نخبہ میں قبل اس کلام کے:

قال الذ ھبی و ھو من اھل الا ستقراء التا م فی نقد الرجال لم یجتمع اثنا ن من علماء ھذا الشا ن قط علی تو ثیق ضعیف و لا علی تضعیف ثقة ۔ انتہی۔ و لھذا کا ن مذ ھب النّسا ئی ان لا یترك حدیث الرّجل حتی یجتمع الجمیع علی ترکه و لیحذر المتکلّم فی ھذا الفنّ فا نّه ان عدّ ل بغیر تثبت و تجنبب عن التسا ھل کا ن کا لمثبت حکما لیس بثا بت فیخشی علیه ان ید خل فی زمر ة من رو ی حدیثاً و ھو یظن انه کذ ب و ان جرح بغیر تحرز اقدم علی الطعن فی مسلم بری من ذا لک و دمه بمیسم سوء یبقی علیه عاره ابداً و لآ نة ید خل فی ھذا تارةً من الھوی و الغرض الفاسد و کلام المتقد مین سا لم من ھذا الجرح غا لباً و تارة من المخا لفة فی العقا ئد و ھو مو جود

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قدیماً و حدیثاً انتھی کلام الحا فظ

(ذہبی نے نقد الرجال میں کہا ہے کہ اصول حدیث کے علماء میں سے دو عالم نہ ضعیف کے ثقہ بتانے پر جمع ہوئے ہیں نہ ثقہ کے ضعیف بتانے پر۔انتھی

اور اسی سبب سے نسائی کا مذہب یہ تھا کہ کسی راوی کی حدیث نہ چھوڑی جائے جب تک کہ سب اس کے چھوڑنے پر جمع نہ ہو جاویں۔ اور اس فن میں بولنے والے کو ذرا ڈرنا چاہیے کیونکہ اگر بغیر دلیل کسی کو عدل کہا تو ایک امر غیر ثابت کو گویا ثابت کیا، تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس گروہ میں شامل نہ ہو جائے جو کسی روایت کو جھوٹا سمجھنے کے باوجود اس کو روائت کرتے ہیں۔ اور اگر بے دھڑک کسی کو ثقہ کو غیر ثقہ بتا دیا تو اس کا وبال ہمیشہ اس پر رہے گا۔ایسا کبھی تو نفسانیت اور کسی بری غرض سے کیا جاتا۔ اور اگلے لوگوں کا کلام اکثر اس طرح کی جرح سے خالی تھا۔، اور کبھی ایسی بات عقیدوں کے اختلاف سے ہوتی ہے۔ یہ بات پہلے سے اب تک موجود ہے)۔

اور ظاہر ہے کہ کسی جارح مضعّف کا کلام متضمن وجہ ضعف کا اور سبب جرح کا نہیں۔ پس کیونکر مجرد اقوال بے دلیل سے حدیث صحیح ثابت کو، جس کو جماعت محدثین کی اور چودہ آئمہ مذکورہ بالا صحیح کہتے ہیں، ضعیف مانا جاوے۔ جائے انصاف کی ہے اور مقام داد کا۔

اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ضعیف کہنا ان کا باوجہ ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے الفاظ میں اور معنوں میں جیسا کہ حضرت مؤلف تنویر الحق آگے ذکر کریں گے۔ اور مضطرب ہے اسناد میں جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں

و وجهه انه اختلف فی سنده عن ابی اسا مة ۔ فمرة یقول عن الو لید بن کثیر عن محمد بن عباد بن جعفر ۔ و مر ة عن محمد بن جعفر بن الز بیر ۔ و مرة یر وی عن عبد الله بن عمر۔ و مرة عن عبید الله بن عبد الله بن عمر ۔ انتھی ۔ و کذا ذکره فی بحر الرا ئق

یعنی اس کی اسناد میں اختلاف ہے کیونکہ ولید کی روایت کبھی تو محمد بن جعفر سے اور کبھی محمد بن عباد بن جعفر سے ، اور ان کی روایت کبھی ہے عبداللہ بن عبداللہ سے اور کبھی عبید

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ بن عبداللہ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ بھی کالعدم ہے کیونکہ اس حدیث میں تینوں میں سے کوئی بھی اضطراب نہیں۔ سو نہ ہونا اضطراب لفظی اور معنوی کا تو وہیں پر بیان کیا جاوے گا جہاں پر مؤلف اس کا ذکر کریں گے۔ اور اضطراب اسنادی کو ذیل میں رفع کیا جاتا ہے۔

معلوم کرنا چاہیے کہ اضطراب اس اختلاف کا نام ہے جس میں توفیق یعنی جمع یا ترجیح بعض صورتوں اختلاف کے اوپر بعض کے ممکن نہ ہو۔ اور جہاں کہیں جمع یا ترجیح ہو سکے تو اس محل میں اضطراب نہیں پایا جاتا۔ جیسا کہ کہا وجیہ الدین علوی نے حاشیہ شرح نخبہ میں

قا ل ابن الصّلا ح و ھو ما اختلف الرّوا یة فیر ویه بعضھم علی و جه و بعضھم علی و جه اخر مخا لف له۔ و لا یتر جح احدی الروایتین علی ا لا خری و لا یمکن الجمع بینھما۔ فا ن تر جحت فا لحکم للرا جح و لا یکو ن الحدیث حینئذ مضطرباً و کذا ان امکن الجمع۔ انتھی مختصراً۔

(ابن صلاحؒ کہتے ہیں کہ اضطراب وہ ہے کہ مختلف ہو روایت اس کی۔ بعض راوی ایک طرح پر روایت کریں اور بعض دوسری طرح پر جو اس کے مخالف ہو، اور ایک کو ان دونوں روایتوں میں سے ترجیح نہ ہو، اور ان دونوں میں جمع بھی ممکن نہ ہو۔ اور اگر ایک روایت راجح ہو جاوے تو وہی عمل کے لائق ہے اور اس وقت حدیث مضطرب نہ کہلائے گی۔ اور اسی طرح جب کہ ان دونوں میں جمع ممکن ہو)۔

اسناد میں ولید کی ترجیح بھی ممکن ہے اور جمع بھی ہو سکتا ہے، پھر کہاں اضطراب رہا؟

صورت ترجیح کی یہ ہے کہ جو روایت ولید بن کثیر کی محمد بن جعفر بن زبیر سے ہے اور اس کی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سے ہے، وہ مرجح ہے۔ اور اس پر شاہد ہے روایت محمد بن اسحاق کی محمد بن جعفر بن الزبیر سے اور اس کی عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر سے جیسا کہ اول روایت میں ترمذیؒ کے اور دوسری روایت میں ابوداؤدؒ کے گذرا۔ اور اختیار کیا اس کو خطابیؒ نے جیسا کہ ذکر کیا ہے محلی میں:

و اجا ب عنه الخطا بی با ن ھذا اختلاف من قبل ابی اسا مة حماد بن اسا مة القر شی رواہ محمد اسحاق بن یسار عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محمد بن جعفر بن الز بیر فا لخطاء فی احدی روا یتیه متروك و الصوا ب محمول به و لیس فی ذا لک ما یو جب تو هین الحدیث ۔ (اور جواب دیا ہے اس سے خطابی نے اس طرح پر کہ یہ اختلاف جانب سے ابی اسامۃ حماد بن اسامہ قرشی کے ہے ۔ چنانچہ روایت کیا ہے اس کو محمد بن اسحاق بن یسار نے محمد بن جعفر بن زبیر سے تو خطا ایک روایت کی چھوڑ دی گئی اور ٹھیک بات پر عمل کیا گیا ۔ اب اس میں یہ نہیں رہا کہ حدیث کو ضعیف کرے)۔

اور صورت جمع کی یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ ولید نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے بھی روایت کی ہو اور محمد بن عباد بن جعفر سے بھی کی ہو۔ ایسا ہی عبداللہ بن عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہو اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہو اور یہ سب ثقات ہیں۔

امّا الاول فهو ثقة من السا دسة و الثا نی ایضاً ثقة من الثا لثه و الثا لث ایضاً کذا لک و هکذا الرا بع ۔ کذا فی تقریب التهذیب ۔ (پہلا شخص چھٹے طبقہ کا ثقہ ہے، اور دوسرا شخص تیسرے طبقہ کا ثقہ ہے اور تیسرا شخص بھی اسی طرح، اور چوتھا بھی)۔

اور اختیار کیا اس کو امام نوویؒ نے جیسا کہ ذکر کیا ہے بحر الرائق میں:

و اجا ب النّووی عن هذا با نه لیس اضطرا باً لا نّ الولید رواه عن کل من المحدّ ثین فحد ث مر ةً عن احد هما و مرةً عن الآخر رواه ایضاً عبد اللّه و عبید اللّه ابنا عبد اللّه بن عمر عن ابیهما و هما ایضاً ثقتا ن ۔ انتهی و کذا فی المحلی

(اور جواب دیا ہے نووی نے اس سے اس طرح پر کہ یہ اضطراب نہیں، کیونکہ ولید نے سب استادوں سے روایت کی ہے ۔ سو ایک دفعہ ایک اپنے استاد سے روایت کی ہے اور دوسری دفعہ دوسرے سے ۔ اور روایت کی ہے اسی طرح عبیداللہؓ اور عبداللہؓ نے اپنے والد حضرت عمرؓ ۔ اور وہ دونوں ثقہ ہیں)

علاوہ یہ کہ ترمذی کی روایت میں اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں نہ ابواسامہ واسطہ ہے اور نہ ولید بن کثیر ۔ پس ان میں اتنا دھوکہ ظاہری بھی نہیں ہوتا، اور ان میں اضطراب کی بو بھی نہیں آتی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو ثابت ہوا کہ اس اسناد میں اضطراب نہیں ہے۔
ایسا ہی نہ ہونا اضطراب کا متن میں اور معنوں میں بھی ثابت کیا جاوے گا۔
پس وجہ جرح مضعفین کی ثابت نہ ہوئی اور جرح ان کا بے وجہ باقی رہا۔ تو پھر اس کو کون قبول کرتا ہے با آنکہ صحت حدیث کی ثابت ہو۔

و بهذا التحقيق اندفع ما قال بعض قاصرى الانظار المعذورين فى بعض الحوا شى على بعض الكتب و لا يخفى ان الجر ح مقد م على التّعديل فلا يدا فعه تصحيح بعض المحدّ ثين له من ذكره ابن حجر و غيره و وجه الا ند فاع لا يخفى عليک بعد التّا مل الصّادق ا لا ترى ان تقديم الجر ح على التّعديل فر ع لو جود الجر ح و قد نفيناه لعدم و جود و جهه و جعلناه هباء منثوراً۔ فا ين المقدم و اين التقديم۔ و ان سلّمنا ان و جه الاضطراب فى ا لاسناد و المتن و المعنى فقد نفينا الاضطراب فى ا لا فراد و ستنفى ا لا خيرين و قد قا ل فى المسلم اذا تعا ر ض الجر ح و التّعديل فا لتّقديم للجر ح مطلقاً و قيل بل للتّعديل عند زيادة المعد لين و محل الخلاف اذا اطلقا او عين الجا ر ح شيئاً لم ينفه المعدل او نفاه لا بيقين و اما اذا نفاه يقيناً فا لمصير الى التر جيح اتفاقاً انتهى۔ و قا ل العلوى فى حا شية على شرح النخبة نعم ان عين سببا نفا ه المعدل بطر يق معتبر فا نهما يتعارضان۔ انتهى۔ فثبت صلوح معا ر ضة الجر ح للتعديل ثم التر جيح لجو دة ا لا سا نيد من حيث ثقا ة الرواة و من اللّه التا ئيد ۔ فا فهم۔ (اور اس تحقیق سے وہ شبہ اٹھ گیا جو بعض کوتاہ نظروں نے بعض کتابوں کے بعض حاشیوں میں کیا ہے جرح مقدم ہے تعدیل پر اور اس جرح کو بعض محدثوں کا صحیح کہنا نہیں اٹھا سکتا کہ ابن حجرؒ وغیرہ نے ذکر کر دیا۔ اور وجہ اٹھ جانے اس شبہ کے، بعد تامل صادق کے پوشیدہ نہیں ہے۔ کیا تجھے سوجھتا نہیں کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جرح کے تعدیل پر مقدم ہونے کی بات تب ہو جب جرح کا کہیں وجود ہو۔ اور ہم نے تو وجہ جرح کی نفی کر کے جرح کے وجود ہی کو ہباء منثوراً کر دیا ہے۔ تو اب تقدیم اور مقدم کہاں رہا۔ اور اگر وجہ اضطراب کو ہم متن حدیث یا سند یا معنی حدیث میں مان لیں تو اسناد کے اضطراب کو تو ہم اڑا چکے، اور باقی دو قسم کے اضطراب پر ہم عن قریب بحث کریں گے۔

اور بلا شبہ مسلم میں کہا ہے کہ جب جرح کو تعدیل معارض پڑے تو تقدیم جرح کو ہے ہر حال میں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ تقدیم تعدیل کو ہے جس وقت کہ تعدیل کرنے والے زیادہ ہوں۔ اور موقع اختلاف کا جب ہے کہ یا تو جرح اور تعدیل دونوں بلاسبب ہوں یا جرح کرنے والے نے جو سبب بتایا ہو اس کو تعدیل کرنے والا اٹھا نہ سکا ہو۔ یا اٹھایا ہو مگر مضبوط نہ ہو اور جس وقت کہ اچھی طرح اٹھادے تو بالاتفاق تعدیل کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ہو چکی عبارت مسلم کی۔ اور علوی نے اپنے حاشیہ پر جو شرح نخبہ پر ہے کہا ہے کہ ہاں اگر معین کر دے جرح کرنے والہ سبب، اور اٹھادے اس کو تعدیل کرنے والہ معتبر طور پر، تو دونوں باہم متعارض ٹھہریں گے۔ ہو چکی عبارت حاشیہ کی۔ تو ثابت ہو گیا قائل ہونا جرح کا معارضہ تعدیل کے۔ پھر ترجیح تعدیل کو ہے بہ سبب قوت سند کے جہاں کے راوی ثقہ ہوں)

اب مدار رہا کہ اضطراب معنوی اور متنی سے جواب دیا جاوے۔ سو مؤلف کی وجہ ثانی کے جواب کے بعد اس کا جواب دیا جاوے گا۔

قال (مؤلف تنویر الحق) اور وجہ دوسری یہ ہے کہ یہ حدیث قلتین، مخالف ہے اجماع صحابہ کے جیسا کہ کہا شیخ عبدالحقؒ نے بیچ شرح مشکوۃ وغیرہ کے

قال علی بن مد ینی و ھو امام آ ئمة الحدیث و شیخ البخاری انه مخا لف لا جماع الصّحا بة فا نّ الزّ نجی وقع فی بئر زمزم فامر ابن عباس و ابن الز بیر بنز ح الماء کله بحضور الصحا بة ولم ینکر منهم احد۔ (کہا علی بن مدینیؒ نے، اور وہ حدیث کے اماموں کے امام ہیں اور بخاریؒ کے استاد ہیں، کہ یہ قلتین کی حدیث اجماع کے مخالف ہے۔ کیونکہ حبشی زمزم میں گرا اور ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ نے حکم دیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تمام صحابہ کے مجمع میں کہ اس کا سارا پانی نکالا جاوے اور کسی صحابی نے انکار نہ کیا)
اور کہا طحاویؒ نے:

و کا ن ذا لک الا فتاء بمحضر الصّحا بة و لم ینکر منهم احد

(اور تھا وہ فتوی صحابہ کے مجمع میں اور کسی نے انکار نہ کیا)۔

اور کہا شیخ نے بیچ لمعات شرح مشکوۃ کے:

و کان ذا لک ا لا فتاء بمحضر الصحابة و لم یظهر من احدهم ا لا نکار فیکو ن حدیث قلتین مخا لف ا لا جماع

(اور تھا وہ فتوی صحابہ کے مجمع میں، اس پر کسی کا انکار ظاہر نہیں ہوا، تو حدیث قلتین اجماع کے مخالف ٹھہری)۔

اقول (سید نذیر حسین)۔ اس مغالطہ کے تین جواب ہیں:۔

☆ اول یہ کہ اس قصے کے ثبوت ہی میں کلام ہے۔ جیسا کہ سابقہ صفحات میں حدیث زنجی سے امام شافعیؒ کا انکار، اور سفیان بن عینیہؒ کا انکار، اور انکار ابوعبیدؒ کا اس قصہ کے وقوع سے بضمن عبارت سنن کبری اور محلی کے گذرا۔ اور جس روایت سے حنفی اس قصہ کو ثابت کہتے ہیں اس روایت کا منقطع ہونا عبارت سنن کبری اور محلی سے ثابت کیا گیا

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ یہ قصہ ثابت ہے اور اجماع پایا گیا۔ لیکن پھر بھی اجماع سکوتی ہوا۔ اور اجماع سکوتی کو امام شافعیؒ بلکہ بعض حنفی حجۃ شرعی نہیں جانتے۔ جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں بعد بیان مسئلہ اجماع سکوتی کے

و مختار الآ مدیؒ و الکر خیؒ ظنی و عن الشا فعیؒ لیس بحجة و علیه ابن ابا ن و البا قلا نی ۔ انتهی ۔ قلت و ذ هب اکثر الشّافعیة الی ان هذا هو مذهب الشّا فعی کذا فی منهیة المسلم فلا تغتر بما ذکره ابن حا جب عن الشا فعی من روایته علی خلا فه ایضاً فا ن صا حب البیت اعرف بما فی البیت من غیره ۔ (اور پسند یدہ آ مدیؒ اور کرخیؒ کا یہ ہے کہ اجماع سکوتی ظنی ہے۔ اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ وہ اجماع حجت نہیں ہے اور ابن ابانؒ اور باقلانیؒ اسی پر ہیں۔ ہو چکی عبارت مسلم الثبوت کی۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر شافعیہ اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طرف گئے ہیں کہ مذہب شافعی کا یہی ہے۔ منہیۃ مسلم میں یوں ہی ہے۔ سواب دھوکہ نہ دے گی وہ تقریر جو ابن حاجب نے اپنی روائت سے امام شافعی کا خلاف بھی اس میں ذکر کیا ہے، کیونکہ گھر والا گھر کی موجودات، دوسروں سے زیادہ جانتا ہے)۔

پھر کس طرح تمہارا یہ اجماع سکوتی، شافعیؒ پر حجت ہوگا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ فرض کیا کہ یہ اجماع سکوتی بھی حجت ہے لیکن یہ اجماع پانی کے نکالنے پر موجب اور مخبر اس بات کا کہاں ہوتا ہے کہ پانی کو نجس جان کر وجوباً نکالا تھا۔ بلکہ بلحاظ حدیث الماء طھور کے جو بئر بضاعۃ کے جواب میں وارد ہے اور خود ابن عباسؓ سے مروی ہے اور صحت اس کی سابق میں ثابت کی گئی ہے، اور بلحاظ ثبوت اس امر کے کہ ابن عباسؓ نے ایسے حوض میں سے وضو کیا ہے جس میں کچھ مردار پڑا ہوتھا، جیسا کہ ضمن میں عبارت سنن کبری کے گذرا، اور بلحاظ صحت حدیث قلتین کے، یہی کہیں گے کہ صحابہ کا زمزم کے پانی کو نکالنا اس سبب سے تھا کہ حبشی کے گرنے سے پانی پر خون اور نجاست ظاہر ہوگئی تھی، اور زمزم پینے کا پانی تھا۔ پس بطور نظافت اور لطافت کے اس کا پانی نکلوادیا تھا نہ بطور تطہیر نجاست کے۔ پھر کہو کہ حدیث قلتین کی اجماع کے کہاں مخالف ہوئی

کذا قال الامام الھمام الشّافعی کما مرّ سابقاً فی عبارۃ المحلّی و سنن کبری (جیسا کہ کہا امام شافعیؒ نے جیسا کہ گذر چکا پہلے عبارت محلی اور سنن کبری میں)

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث قلتین کی مضطرب ہے۔ یعنی الفاظ اور معانی اس کے مخالف ہیں آپس میں۔ اس لئے کہ ایک روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ

سئل رسول اللّٰہ ﷺ عن الماء یکون فی الفلاۃ من الارض و ما ینوبہ من الدّواب و السّباع فقال اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث۔ رواہ الترمذی و النسائی و ابو بکر و ابو داؤد و احمد (ترمذی:۶۷) (آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا اس پانی کے حق میں جو جنگل میں ہوتا ہے اور اس میں چوپائے پھرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب پانی قلتین کی حد کو پہنچ جاوے تو ناپاکی اسے مضر نہیں)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس یہ حدیث کہ روایت کیا ان محدثوں نے دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ پانی ہو قدر قلتین کے نہ اٹھا سکے گا نجاست کو پانی سے، یعنی نجس ہو جائے گا جیسا کہ مقتضاء ان حدیثوں کا کہ اوپر مذکور ہوئیں۔ اس لئے کہ معنی حمل کے، لغت میں اور قرآن شریف میں اٹھانے کے ہیں۔ بیچ منتخب اللغات وغیرہ کے، حمل برداشتن، انتہی۔

اور فرمایا اللہ تعالی نے:

و حمله و فصا له ثلاثون شهراً۔(احقاف:۱۵)

(اور مدت حمل اور دودھ چھڑانا ڈھائی برس ہیں)۔

اور، ایک اور جگہ فرمایا:

مثل الّذين حمّلوا التّوراة ثمّ لم يحملو ها كمثل الحمار يحمل اسفاراً (جمعہ:۵)(کہاوت ان کی جن پر لادی گئی تورات، پھر نہ اٹھایا انہوں نے، جیسے کہاوت گدھے کی پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں)۔

اور دوسری روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے:

قا ل قا ل رسول اللّه ﷺ اذا كا ن الماء قلتين لم ينجسه شيء (ابن ماجہ:۵۱۸۔ابوداؤد:۶۳)۔(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس وقت پانی حد دو قلوں کو پہنچ جاوے تو اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی)۔

پس یہ روایت دلالت کرتی ہے اس پر کہ جب کہ پڑے پانی قلتین میں کوئی نجس چیز، تو ناپاک نہیں ہونے کا، سو یہ معنی مخالف ہیں پہلی حدیث کے معنی کو باعتبار معنی والفاظ کے۔

اور تیسری روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ کہا، فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا بلغ الماء قلتين او ثلاثا لم ينجسه شيء (ابن ما جه: ۵۱۸)۔

(جس وقت پہنچ جاوے پانی بقدر دو یا تین قلوں کے، تو نہیں نجس کرتی اس کو کوئی چیز)

پس یہ روایت مشتمل ہے شک پر کہ دو قلے فرمائے ہیں یا تین قلے۔ پس یہ روایت مخالف ہوئی دونوں روایتوں پہلی کو۔ اور نہ معلوم ہوا کہ حضرت ﷺ نے دو قلے فرمائے ہیں یا تین۔

اور چوتھی روایت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا کان الماء اربعین قلة لم ینجسه شیء رواه محمد بن المنکدر
(جس وقت پہنچ جائے پانی بقدر چالیس قلے کے تو اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی)
اور کہا شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں:

و قد وقع الاضطرا ب فی ذا لک ا لحدیث ففی بعض الرّوایات لفظ قلتین و فی بعضها ثلاث قلا ل و فی بعضها اربعین قلة و فی بعضها ار بعین غر باً (بلا شک واقع ہوگیا اضطراب اس حدیث میں۔اس لئے کہ بعض روایتوں میں دو قلے کا لفظ ہے اور بعض میں تین قلے اور بعض میں چالیس قلے اور بعض میں چالیس بڑے ڈول)۔

اور مانند اس کے کہا ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوۃ میں۔

پس ثابت ہوا ان روایتوں سے اضطراب اس حدیث کا۔

اقول۔ اس قول میں مؤلف نے بہت ابلہ فریبی کی ہے۔اس لئے اس کے ردّ کو توجہ تام سے سننا چاہیے۔

تو پہلے سنو کہ جو اختلاف ایسا ہو کہ اس کے بعض وجوہ بعض پر مرجح ہوں، یا سب وجوہ آپس میں جمع اور موافقت قبول کر لیں، تو ایسے اختلاف سے حدیث میں اضطراب واقع نہیں ہوتا۔چنانچہ جواب وجہ ثانی کے ضمن میں قول ابن صلاح کا عبارت حاشیہ علوی میں مصدق اس معنی کا گزرا۔

اب سنو کہ مؤلف (تنویرالحق) نے اس حدیث میں اضطراب کی دو وجہ بیان کی ہیں۔

☆ وجہ اول یہ کہ بعض روایتوں میں لم یحمل الخبث آیا ہے۔اور اس کے معنی یہ ہیں کہ نہ اٹھا سکے گا نجاست کو، یعنی نجس ہو جائے گا۔اور دوسری روایت میں لم ینجسه آیا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ نجس نہیں کرتی اس کو کوئی چیز، یعنی نجس نہیں ہوتا۔

☆ وجہ دوم۔ یہ کہ ایک روایت میں دو قلے آئے ہیں، اور ایک میں ساتھ شک کے دو یا تین، اور ایک میں چالیس قلے، اور کسی میں چالیس غرب۔

☆ تو جواب اول کا یہ ہے کہ اختلاف لم یحمل الخبث اور لم ینجسه کا حدیث میں اضطراب پیدا نہیں کرتا اس لئے کہ معنی لم یحمل الخبث کے بھی وہی ہیں جو کہ لم ینجسه کے ہیں۔یعنی اپنے اوپر نجاست نہیں طاری ہونے دیتا اور نجس نہیں ہوتا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور جو مؤلف نے لکھے ہیں یہ ہرگز نہیں ۔اس کے لئے تین دلائل ہیں:۔

دلیل اول یہ ہے کہ معنی لم یحمل الخبث کے لغت میں یہ ہیں کہ نہیں اٹھاتا نجاست کو جیسا کہ خود مؤلف (تنویرالحق) نے منتخب اللغات سے اور آیات قرآن سے ان معنی کو نقل کیا ہے ۔ پھر اس نہ اٹھانے کے دو معنی ہیں ۔

ایک یہ کہ اٹھانے سے نجاست کے انکار کرتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید صندوق نہیں اٹھاتا، یعنی اٹھانے سے صندوق کے انکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا نہ اٹھانا حدیث قلتین میں متصور بھی نہیں ۔

اور ایک یہ معنی ہیں کہ نجاست کو اپنے اوپر آنے اور ظاہر ہونے نہیں دیتا۔ جیسے کہتے ہیں کہ زید پیدل چلنے میں تکلیف نہیں اٹھاتا۔یعنی پیدل چلتے ہوئے اس پر تکلیف نہیں طاری ہوتی اور وہ اس میں تکلیف نہیں پاتا ۔اور یہی معنی متصور اور محقق اور متعین ہیں حدیث قلتین میں۔

اور خود مولانا قطب الدین خان، مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

کہ جس وقت کہ ہووے پانی دو قلے، نہیں اٹھاتا ناپاکی کو، یعنی پلید نہیں ہوتا پلیدی پڑنے سے ۔انتہی کلامہ۔

اور نزدیک امام ابو یوسفؒ کے بھی یہی معنی متعین اور محقق ہیں۔

قا ل فی البزا زیه انّه رو ی عن ابی یو سف انّه صلّی الجمعة مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارة میتة فی بئر الحمام ۔ فقا ل نأ خذ بقول اخوا ننا من اهل المد ینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثاً انتهی ما فی ردّ المحتار ۔ هکذا فی الطحطاوی و غیر هما ۔ (بزازیہ میں کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے ایک حمام کے پانی سے نہا کر جمعہ کی نماز پڑھی۔ پھر لوگوں نے خبر دی کہ اس حمام میں سے مرا ہوا چوہا نکلا۔تو امام ابو یوسفؒ نے کہا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے قول پر عمل کر لیتے ہیں کہ جس وقت پانی بقدر دو قلوں کے پہنچ جاوے تو نجس نہیں ہوتا)۔

اور جو معنی مؤلف (تنویرالحق) نے بیان کئے ہیں یعنی نہیں اٹھا سکے گا۔ وہ معنی لم یحمل کے نہیں ہو سکتے بلکہ وہ معنی لم یتحمل کے ہیں، جو تحمل سے مشتق ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوراس حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔اسی واسطے جناب مؤلف نے ترجمہ حملہ کا حاشیہ میں یہ کیا ہے:

یعنی اٹھانا اس کا ۔انتہی ۔

اور یہ ترجمہ نہ کیا کہ، اٹھا سکتا ۔

اورترجمہ حملو کا یہ کیا ہے:

اٹھائے گئے ۔انتہی ۔

اور یہ نہیں ترجمہ کیا، کہ اٹھوا سکے گئے ۔

اورترجمہ لم یحملو ھا کا یہ کیا:

پھر نہ اٹھایا اس کو ۔انتہی

اور یہ نہیں ترجمہ کیا:

کہ نہ اٹھا سکے ۔

غرض کہ حمل کے معنی اٹھانا ہیں، اٹھا سکنا، نہیں ۔اور اٹھا سکنا تحمل کے معنی ہیں جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ۔اوران دونوں معنوں میں ہزاروں کوس کا فرق ہے، کیونکہ بنا بر معنی ، اٹھانے کے، معنی لم یحمل کے ہمارے موافق ہوتے ہیں، جیسا کہ بیان کیا گیا ۔اور بنا بر معنی، اٹھا سکنے کے، معنی لم یحمل کے موافق مؤلف کے یعنی نہیں اٹھا سکے گا نجاست کو، بلکہ نجس ہو جائیگا ، ہوتے ہیں ۔

اور جب کہ معنی لم یحمل کے نہیں اٹھاتا مؤلف کے تراجم اور زبان سے ثابت ہوئے تو نہ اٹھا سکے یعنی نجس ہو جانے کے معنی خود مؤلف کی تحریر اور اقرار سے باطل ہوئے اور ثابت ہوا کہ معنی حدیث لم یحمل کے بھی وہی ہیں جو معنی حدث لم ینجسہ کے تھے ۔یعنی کہ نہیں آنے اور طاری ہونے دیتا نجاست کو اپنے اوپر اور نہیں نجس ہوتا ۔

☆ دوسری دلیل یہ کہ جب کہ حدیث صحیح میں ابو داؤد کے جو مؤلف کے کلام میں گذری ہے اور ابن ماجہ کے لفظ لم ینجسہ سے ثابت ہو گیا تو واجب ہوا کہ معنی لم یحمل الخبث کے بھی وہی کئے جائیں جو لم ینجسہ کے ہیں ۔اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے اس پر کہ ایک حدیث سے دوسری اس مضمون کی حدیث کی تفسیر کرنی چاہیے جیسا کہ کہا نووی نے شرح مہذب میں ۔چنانچہ عنقریب آوے گا ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث حنفی نے شرح عربی مشکوۃ میں اقرار کیا ہے کہ معنی لم یحمل الخبث یہی رہیں گے کہ اپنے اوپر نجاست نہیں آنے دیتا اور اس کو دفع کر دیتا ہے۔ اور جو کہ بعض حنفیوں نے یہ معنی لم یحمل الخبث کے کئے ہیں کہ نجاست اٹھا نہیں سکتا بلکہ ضعیف ہو جاتا ہے صحیح نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قو له لم يحمل الخبث اى لم يقبله بل يد فعه و جاء روا ية لابى دا ئود فا نه لا ينجس و هذه الروا ية ان صحت دلت على ان تاويل لم يحمل خبثاً با نه لا يحمله و لا يطيق حمله لضعفه بل ينجس كما قا ل بعض اصحا بنا الحنفية غير صحيح۔ انتهى كلا م الشيخ ۔ (نجاست نہیں اٹھاتا یعنی نجاست کو قبول نہیں کرتا بلکہ دفع کر دیتا ہے ۔ اور ایک روائت ابو داؤد میں آیا ہے کہ نجس نہیں ہوتا، یہ روایت اگر صحیح ہو جائے تو دلالت کرتی ہے اس پر کہ یہ تاویل کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھاتا، یعنی نجس ہو جاتا جیسا کہ بعض ہمارے ساتھی حنفیوں نے کی ہے، صحیح نہیں ٹھہرے گی۔ ہو چکی عبارت شیخ کی)۔

☆ اقول و صحة روا ية ابى دا ئود كا لشمس فى نصف النهار كما حققناه ۔ فا فهم ۔ (میں کہتا ہوں کہ صحت روایت ابی داؤد کی دوپہر کے سورج کی طرح چمکتی ہے۔ چنانچہ ہم اس کی تحقیق کر چکے۔)

اور کہا مولانا عبدالعلی حنفیؒ نے ارکان اربعہ میں:

و ادلة صا حب الهدا ية انه لضعفه لا يطيق حمل النجا سة يرده ما وقع فى روا يته لا بى دا ؤد فا نه لا ينجس ۔ انتهى مختصراً (اور دلیل صاحب ہدایہ کو کہ بسبب ضعف کے نجاست کو نہیں اٹھاتا، ردّ کرتا ہے وہ جو ابو داؤد کی روایت میں آیا ہے کہ نجس نہیں ہوتا)۔

☆ تیسری دلیل یہ کہ اگر یہی معنی ہوں کہ جب کہ پانی قدر قلتین کو پہنچتا ہے تو نجس ہو جاتا ہے تو پھر یہ کیوں حد مقرر کر دی کہ جب کہ بقدر قلتین کے نہ ہو تب نجس ہو جاتا ہے۔ کیا جب کہ بقدر قلتین نہ ہو تو نجس نہیں ہوتا۔ یہ تو کوئی عاقل نہیں کہتا جیسا کہ ابن نجیم نے بحر الرائق میں کہا ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذکر شمس ا لآ ئمة السر خسی و تبعه فه الهدا یة ان معنی قوله لم یحمل خبثاانه یضعف و ینجس و هذا مردود من و جهین ذکرهما النووی فی شر ح المهذب ا لاول انه ثبت فی روا یة صحیحه لا بی دا ؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس فتحمل الروا یة ا لا خری علیها فمعنی لم یحمل خبثاً لم یجنس و قد قا ل العلماء احسن تفسیر غریب الحدیث ان یفسر بما جاء فی روا یتة اخری کذا لک الحدیث الثّا نی انّه ﷺ جعل القلتین حداً فلو کا ن کما ز عم هذا القا ئل لکا ن التقیید بذ لک با طلاً فا ن ما دون القلتین یساوی القلتین فی هذا۔ مختصراً۔

(شمس الآئمہ سرخسیؒ نے ذکر کیا اور صاحب ہدایہ اس کے پیرو ہوا کہ معنی اس کے کہ پانی نجاست نہیں اٹھا تا، یہ ہیں کہ نجاست سے دب کر نا پاک ہو جا تا ہے۔ اور یہ بات سرخسیؒ کی دو وجہ سے مردود ہے۔ وہ دونوں وجہیں وہ ہیں جو نووی نے شرح مہذّب میں ذکر کی ہیں۔

اول تو یہ کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس وقت پانی بقدر دو قلے کے پہنچ جاوے تو نا پاک نہیں ہوتا۔ سو اس روایت پر دوسری روایت بھی لگالی جاوے گی تو اب اس کے معنی کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھا تا، یہی ہوں گے کہ نجس نہیں ہوتا۔

اور علماء نے کہا ہے کہ اچھی تفسیر حدیث کے نادر لفظوں کی یہی ہے کہ دوسری روایت سے کی جاوے۔

دوسرے یہ کہ آنحضرت ﷺ نے دو قلوں کو حد ٹھہرایا ہے اس صورت میں اگر سرخسی کا کہنا ٹھیک ہو تو دو قلوں کی حد لگانا رائیگاں ہے، کیونکہ اب وہ پانی جو دو قلوں کی حد کو پہنچ گیا ہے، اور وہ پانی جو اس حد سے کم ہے، نا پاک ہونے میں برابر ہیں)۔

اور کہا محلی میں:

ثمّ ان ما ذکره شمس ا لآ ئمة السر خسی و تبعه صا حب الهدایة ان معناه انه یضعف عن النجاسة یرده روا یة ابی دا ؤد اذا بلغ الماء قلتین لم ینجس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(جو ذکر کیا سرخسیؒ نے، اور صاحب ہدایہ اس کا تابع ہوا، کہ معنی اس کے کہ پانی نجاست کو نہیں اٹھاتا، یہ ہیں کہ نجاست سے دب جاتا ہے، اس معنی کو رد کرتی ہے ابو داؤد کی وہ روایت کہ جب پانی بقدر دو قلوں کے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا)

☆ جواب وجہ ثانی کا یہ ہے کہ حدیث دو قلوں کی مروی ہے ساتھ سند صحیح اور قوی کے رسول اللہ ﷺ سے۔ اور سوائے اس کے، اور مقابل میں اس کے، سب روایتیں یعنی تین قلوں کی بھی، اور چالیس قلوں کی بھی، اور چالیس غرب کی بھی، سب نامقبول ہیں۔

تو حدیث قلتین میں اضطراب نہ ہوا۔ اضطراب تب ہوتا جب کہ سب روایتیں برابر کی قوت کی مختلفہ رسول اللہ ﷺ ثابت ہوتیں جیسا کہ معنی میں اضطراب کے گذرا۔ پس ایک ایک کو تفصیل وار سنتے جاؤ۔

حدیث اول یعنی جس میں یوں آیا کہ دو قلے یا تین، وہ تو شاذ ہے جیسا کہ کہا بحرالرائق میں:

و اجا ب النّووی عن هذا ا لا ضطرا ب اما عن الشک فی قوله قلتین او ثلاثا فهی روایة شا ذة و هی متروکة فو جودها کعد مها ۔ انتهی۔ و هکذا فی المحلی (نوویؒ کا کہنا ہے کہ دو یا تین قلوں کے شک والی روایت شاذ متروک ہے، اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے)۔

☆ اقول۔ شاذ کیا بلکہ منکر کیونکہ تمام روایتوں صحیحہ میں یعنی ترمذی کی اور ابوداؤد کی تین اور نسائی اور ابن خزیمہ کی بلکہ خود ابن ماجہ کی دو روایتوں میں یہی آیا ہے کہ اذا بلغ الماء قلتین یعنی دو قلے۔ اور سب آئمہ تعدیل نے اسی کو صحیح کیا ہے۔ اور روایت شک والی کو اصحاب ستہ میں سے محض ابن ماجہ ہی نے تخریج کیا ہے اور اس کے بعضے راویوں میں کلام ہے۔ ازاں جملہ حماد بن سلمہ کو کہ ان کے حافظہ میں آخر عمر میں فتور ہو گیا ہے جیسا کہ تقریب عسقلانی میں کہا ہے:

حماد بن سلمة بن دينار ثقة عا بد و تغير حفظه بآ خره۔

(حماد بن سلمہ بن دینار ثقہ اور عابد ہے اور آخر عمر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا)۔

اور ازان جملہ وکیع بن محرز کہ اس کو اوہام بہت رہتے تھے جیسا کہ کہا تقریب میں

وكيع بن محرز بن و كيع البصری صدوق له او هام۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(وکیع بن محرز بن وکیع بصری صدوق ہے، کچھ اسے وہم رہتے تھے)۔

اورازاں جملہ علی بن محمد کہ یہ بھول جاتے تھے۔ جیسا کہ کہا تقریب میں:

علی بن محمد بن ابی الخصیب صدوق ر بما اخطأ۔

انتھی مختصراً (علی بن محمد ابی خصیب صدوق ہے، کبھی چوک جاتا تھا)۔

پس بظن غالب یہ شک انہیں تینوں میں سے کسی سے صادر ہوا ہے، تو یہ حدیث ضعیف مقابلہ میں احادیث صحیحہ کے حدیث منکر ہوئی جیسا کہ کہا نخبۃ الفکر میں:

فا ن خو لف با ر جح منه فا لرا جح المحفو ظ و مقا بلة الشا ذ۔ و ان مع الضعیف فا لرا جح المعرو ف و مقا بله المنکر۔ (اگر مخالف پڑے بہت راجح حدیث ایک حدیث کے تو راجح کا نام محفوظ اور اس کی مقابل کا شاذ ہوگا۔ اور اگر اس طرح کے مقابلہ میں حدیث ضعیف ہو تو راجح کا نام معروف اور مقابل کا نام منکر ہے)۔

اور حدیث منکر کیونکہ مقابل ہو کر حدیث صحیح کے موجب اضطراب کے ہوگی۔

حدیث دوسری جس کو مؤلف نے چوتھی مرتبہ لا کر کہا ہے رواہ محمد بن منکدر۔

یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں اور نسبت کرنا مؤلف کا اس روایت کو محمد بن المنکدر کی طرف، کذب صریح اور بہتان قبیح ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ محمد بن منکدر نے کون سی کتاب میں اس روایت کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے تو جناب مؤلف قیامت تک ثبوت نہ پہنچا سکیں گے۔ نعو ذ با للّٰه من هذه الخیا نة

اصل حال یہ ہے کہ حدیث اربعین قلہ کی روایت کی دارقطنیؒ اور ابن عدیؒ وغیرہ نے ساتھ اسناد قاسم بن عبداللہ عمری کے بواسطہ جابر کے رسول اللہ ﷺ سے مرفوع اور یہ صحیح نہیں، کہا یہ خود ان محدثوں نے جنہوں نے اس کو روایت کیا ہے اس لئے کہ راوی اس کا قاسم جھوٹا ہے اور جھوٹی حدیثیں موضوع کیا کرتا تھا اور متروک الحدیث ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے جیسا کہ کہا نورالدین علی نے مختصر تنز یہه الشریعة المر فوعه میں

اذا بلغ الماء اربعین قلة لم یحمل خبثاً عد من حدیث جا بر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ولا یصح خلط فیه القا سم بن عبد الله العمری (جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کو تو نجاست نہیں اٹھا تا ۔ یہ حدیث جابر سے معدود ہے اور درجہ صحت کو نہیں پہنچتی ۔اس میں کچھ قاسم بن عبداللہ عمری نے خلط ملط کر دیا ہے)۔

اور دوسری جگہ اسی کتاب میں کہا ہے:

قا سم بن عبد الله العمری یکذ ب و یضع

(قاسم بن عبداللہ عمری جھوٹا ہے اور حدیث وضع کرنے والہ ہے)۔

اور کہا تقریب التہذ یب میں:

القاسم بن عبد اللّٰه بن عمر بن حفص بن عا صم بن عمر بن الخطا ب العمری المد نی متر و ك رماه احمد با لكذ ب ۔ انتهی ۔

(قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطاب عمری مدنی متروک ہے ۔ امام احمدؒ نے کہا ہے کہ یہ جھوٹا تھا)۔

اور کہا ابن طاہر حنفیؒ نے اپنے تذکرہ موضوعات میں:

فی الو جیز عن جا بر اذا بلغ الماء اربعین قلة لم یحمل الخبث خلط فیه القاسم بن عبد الله العمری

(وجیز میں جابر سے روایت ہے جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کو تو نجاست نہیں اٹھا تا ۔اس میں قاسم بن عبداللہ عمری نے خلط کر دیا ہے)۔

اور کہا قاضی شوکانیؒ نے فوائد المجموعہ فی الا حادیث الموضوعہ میں حدیث :

اذا بلغ الماء ار بعین قلة لم یحمل الخبث رواه ابن عدی عن جابر مرفوعاً و قا ل لا یصحّ خلط فیه القاسم بن عبد اللّٰه العمری (جس وقت پہنچ جاوے پانی چالیس قلوں کو تو نجاست نہیں اٹھا تا ۔ روایت کی ابن عدی نے جابر سے مرفوع اور کہا کہ یہ حدیث درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکتی ۔کچھ ملا دیا ہے اس میں قاسم بن عبداللہ عمری نے)۔

اور کہا بحر الرائق میں:

و روی الدار قطنی و ابن عدی و العقیل فی کتا به عن القاسم باسناده الی النبی ﷺ اذا بلغ الماء قلتین فا نّه لا یحمل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخبث و ضعفه الدار قطنی با لقاسم

(اور روایت کی دار قطنی اور ابن عدی اور عقیلی نے اپنی کتاب میں قاسم کی اسناد سے آنحضرت ﷺ تک کہ جس وقت پہنچ جاوے پانی دوقلوں کو تو وہ نجاست نہیں اٹھاتا، اور دار قطنی نے اس کو بسبب قاسم کے ضعیف کہا ہے)

البتہ حدیث چالیس قلوں کی روایت کی ہے دار قطنی نے اسناد صحیح سے بواسطہ روح بن قاسم کے محمد بن المنکدر سے، لیکن نہ رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً، جیسا کہ مؤلف نے افتراء کیا ہے۔ نعو ذ با للّٰہ منه بلکہ ابن عمرؓ سے موقوفاً۔ یعنی حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں نقل کیا۔ جیسا کہ کہا بحر الرائق میں:

و روی ای الدار قطنی باسناد صحیح من جهة رو ح بن القاسم عن ابن المنکدر عن ابن عمر قا ل اذا بلغ الماء ار بعین قلة لم ینجس۔ (اور روایت کی دار قطنی نے سند صحیح سے کہ روایت کی روح بن قاسم نے ابن المنکدر سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہ جس وقت پانی بقدر چالیس قلوں کے پہنچ جاوے تو ناپاک نہیں ہوتا)

اور کہا نور الدین علیؒ نے:

ثمّ قا ل ای الدّار قطنی کذا رواه القاسم عن ابن المنکدر عن جابر و وهم فی اسناده و کان ضعیفاً کثیر الخطاء و خا لفه روح و الثوری و معمر فرووه عن محمد بن المنکدر عن ابن عمر مو قو فاْ اخر جه الدار قطنی

(دار قطنی نے کہا اسی طرح روایت کی قاسم نے ابن المنکدر سے اور انہوں نے جابر سے اور اس کی سند میں قاسم کو وہم پڑ گیا ہے اور اہل حدیث کے نزدیک وہ ضعیف تھا، بہت بھولتا تھا اور روح اور ثوری اور معمر نے اس کے برخلاف روایت کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے روایت کی ہے محمد بن منکدر سے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے موقوف)

اور ایسا ہی روایت چالیس غرب کی جس کو شیخ ابن الہمام حنفیؒ اور ملا علی قاریؒ سے مؤلف نے نقل کیا ہے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول ہے جیسا کہ کہا بحر الرائق میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ار بعین غر باً ای دلواً عن ابی هریره ۔ انتھی۔ و کذا فی المحلی ۔ (اور چالیس ڈول حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے ۔ ہوچکی عبارت بحر کی اوراسی طرح ہے محلی میں)

الحاصل رسول اللہ ﷺ سے روایت اربعین یعنی چالیس قلہ کی جابر کے واسطے سے یا ابن عمرؓ کے واسطے سے ثابت نہیں۔ اور محمد بن المنکدر نے یہ نہیں کہا جیسا کہ مؤلف (تنویر الحق) نے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ اور ایسا ہی چالیس غرب کی روایت بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، بلکہ چالیس قلے عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہیں اور چالیس غرب ابو ہریرہؓ سے ۔ اور ظاہر ہے کہ قول رسول ﷺ کا مرفوع مقدم ہے قول صحابی پر جو موقوف ہے۔ جیسا کہ کہا بحر الرائق میں:

و حدیث النّبیّ ﷺ مقدّم علی غیره قا ل النّووی و هذا ما نعتمده فی الجوا ب۔ انتھی ما فی البحر و هکذا فی کتب الاصو ل ۔ (اور حدیث آنحضرت ﷺ کی مقدم ہے غیر پر، نوویؒ نے کہا ہے یہ وہ تقریر ہے کہ جس پر جواب میں ہم اعتماد کرتے ہیں)۔

پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین میں کسی طرح کا اضطراب نہیں، نہ تو اسناد میں اور نہ لفظوں میں اور نہ معنوں میں ۔ اب مؤلف کی پیش کردہ چوتھی وجہ کا جواب دیا جاتا ہے

قال (مؤلف تنویر الحق) اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ لفظ قلہ کا مشترک ہے درمیان معانی کثیرہ کے، اس واسطے کہ کہا جاتا ہے قلہ واسطے اس چھوٹی سی لکڑی کے کہ کھیلتے ہیں ساتھ اس کے لڑکے ساتھ مارنے ایک لکڑی لمبی کے اس پر کہ اس کو گلی کہتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے قلہ واسطے اس چیز کے کہ پانی پیتے ہیں ساتھ اس کے، اور کہا جاتا ہے قلہ اس چیز کو کہ ہلکا جانتا ہے اس کو اونٹ، اور کہا جاتا ہے قلہ جب کو یعنی بڑے مٹکے کو اور کہا جاتا ہے قلہ جرہ کو یعنی ٹھلیا کو اور کہا جاتا ہے قلہ قربہ یعنی مشک کو۔ پس یہ معانی مختلف ہیں آپس میں ۔ پس ہوئی یہ حدیث مشترک درمیان معانی مغائرہ کے ۔

اقول ۔ لفظ قلہ کا بلحاظ اصل وضع کے بے شک مشترک ہے معنی ذکر کئے ہوئے مؤلف کے میں، سوائے معنی گلی کے، اس لئے کہ گلی کھیلنے کے معنی قلہ مخففہ کے ہیں نہ مشددہ کے ۔ کذا فی الرشیدی وغیرہ ۔ لیکن اس حدیث میں بقرینہ پانی کے سوائے متعلقات و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظروف پانی کے کچھ مراد نہیں ہوسکتا جیسا کہ لفظ عین کا بیچ قول اللہ تعالی فیھا عین جاریۃ کے فی نفسہ تو مشترک تھا، بولا جاتا تھا آنکھ کو بھی، اور چشمہ پانی کو بھی۔لیکن اس آیۃ میں بقرینہ لفظ جاریہ کے سواء چشمہ کے کچھ مراد نہیں کہتے۔ پس لغو ہو گیا نقل کرنا مؤلف کا قلے کے ان معنی کو کہ اونٹ کی ہلکی جانی گئی چیز کو بولتے ہیں، اس لئے کہ اس چیز کو پانی کی تقدیر سے کیا علاقہ؟ اب رہا اشتراک پانی پینے کی چیز اور چھوٹی ٹھلیا میں اور بڑے مٹکے میں اور مشک میں، آیا ان سے کیا مراد ہے۔تو ہم کہتے ہیں کہ ان سب معنوں میں سے بڑا مٹکا موضع ہجر کا، جو بقدر اڑھائی مشک حجازی کے ہوتا ہے، مراد اور متعین ہے۔ اور اشتراک مدفوع ہے تین وجہ سے۔

اول یہ کہ حدیث نقل کی ہے امام شافعی نے اپنی مسند میں کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے جب کہ پانی ہو بقدر دو قلوں کے ساتھ قلوں موضع ہجر کے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔اور ابن جریج راوی اس حدیث کے کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا قلہ ہجر کو تو اس میں دو مشکیں اور کچھ زیادہ پانی آتا تھا تو کہا امام شافعی نے کہ پس احتیاط اس میں ہے کہ اڑھائی مشکیں ایک قلہ ہجر کے میں مقرر کی جاویں۔ چنانچہ کہا ہے بحرالرائق میں:

فا نّہ ای الشّا فعی قا ل فی مسندہ اخبر نی مسلم بن خا لد الزنجی عن ابن جر یج باسناد لا یحضر نی انّہ ﷺ قا ل اذا کان الماء قلتین لم یحمل خبثاً و قا ل فی الحد یث بقلال الھجر قال ابن جر یج رئیت قلال ھجر فا لقلۃ تسع فیہ قربتین و شیئاً و قا ل الشا فعی فالا حتیا ط ان تجعل قربتین و نصفاً فاذا کا ن خمس قر ب کبار کقر ب الحجاز لم یجنس انتھی۔ و ھکذا فی المحلی و قا ل ابن طا ھر الحنفی فی مجمع البحار فی تفسیر القلۃ الجب العظیم و جمعہ القلا ل و فی تفسیر قلال الھجر فھی قر یۃ بھا القلا ل انتھی۔ و قا ل الشیخ جلال الدین السیو طی فی الدر الثمین و القلۃ الجب العظیم لا نّھا لا تقل ای تر فع و تحمل انتھی

(شافعیؒ نے اپنی مسند میں کہا ہے کہ خبر دی مجھے مسلم ابن خالد حبشی نے ابن جریج سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسی سند کے ساتھ کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت پہنچ جاوے پانی بقدر دو قلوں کے تو نجاست نہیں اٹھاتا اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ قلے ہجر کے۔ کہا ابن جریج نے کہ میں نے ہجر کے قلے دیکھے، ایسے ہوتے ہیں کہ ایک میں دو مشکیزے سماتے ہیں یا دو سے کچھ زائد، اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ احتیاط یہ ہے کہ ڈھائی مشکیزے لئے جاویں تو جس وقت پانچ مشکیزے بڑے حجاز جیسے ہوں تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ہو چکی عبارت بحر کی۔ اور اسی طرح ہے محلی میں۔

اور ابن طاہر حنفیؒ نے مجمع البحار میں کہا ہے کہ بڑا مٹکا قلہ کی تفسیر ہے اور قلال جمع ہے اور ہجر اس گاؤں کا نام بتایا ہے جس میں وہ بڑے مٹکے عرب کے بنتے ہیں اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے درثمین میں کہا ہے کہ قلہ بڑے مٹکے کو کہتے ہیں اس واسطے کہ اقلال کے معنے اٹھانے کے ہیں اور مٹکا بھی اٹھایا جاتا ہے)۔

اور کہا شیخ عبدالحق حنفیؒ نے شرح مشکوۃ میں:

القلة بضمّ القا ف و تشد يد ا للام بمعنى الجرّة العظيمة اى الكو ن الكبير الّذى يجعل فيها الماء و تسميتها با لقلة اما من جهة علو ها و ار تفاعها او لان الرّ جل العظيم ير فعها و القلة اسم لكل مر تفع منه قلة الجبل و جمع القلة قلال بكسر القاف و المراد ههنا قلال هجر بفتحين كما جاء صر يحاً فى بعض روا يا ت هذا الحديث و ايضاً كا ن المعرو ف فى ذالک الز ما ن فا لظاهر وقوع التحديد به و الهجر اسم قر ية ينسب اليه القلال و قا ل ابن جريج رأيت قلال هجر كان كل قلة منها قر بتين او قر بتين و شيئا و قا ل الشا فعى كان ذالک الشىء مبهماً فاخذ نانصفاً احتيا طا و كان القلتان خمس قر ب۔ انتهى۔

اقول و ما قيل روا ية الشّا فعى منقطع للجها لة و و جهه ما قا ل الشا فعى باسناد لا يحضر نى بلا تسمية الرواة فلم يعلم ان روا ته عدو ل او لا فهو مد فوع با نّ الشّا فعى و ان تر ك تسمية

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الروا ة لكنهم عدو ل عنده و الشّا فعی معدل لهم بد ليل العمل علی روا يتهم و قد صر ح فی رد المختار نقلاً عن التحرير و غيره ان عمل المجتهد علی روا ية تصحيح لها و اطا ل ان الشا فعی من آ ئمة التعديل و الجر ح فكيف اجترء علی زعم جها لة رواة روا يته فا ن قلتم ان تعديل الشا فعی غير مسلم و روا ته مجرو حو ن فهذا يحتا ج الی بيا ن و اثبات جرح روا تها و الا فنا هيک تعديل معد ل و ای مستدل

(قلّہ، قاف کی پیش اور لام کی تشدید سے بڑی ٹھلیا پانی کی ہے، اور قلّہ یا تو بلندی اس ٹھلیا کے سبب سے اس کا نام رکھا گیا ہے یا یہ کہ بلند قد آدمی اس کو اٹھا سکتا ہے اور قلّہ ہر بلند چیز کو کہتے ہیں جیسے کہ قلہ پہاڑ کا اور قلہ کی جمع قلال قاف کے زیر سے ہے اور یہاں مراد ہجر گاؤں کے مٹکے ہیں چنانچہ بعض روایتوں میں اس حدیث کے واضح طور پر آیا ہے اور اس زمانہ میں مشہور بھی وہیں کا مٹکا تھا۔ سو ظاہر امر یہ ہے کہ یہ مقدار پانی کثیر کی حد ہوگئی۔

اور ہجر وہ گاؤں ہے جس کی طرف مٹکے عرب میں نسبت کئے جاتے ہیں اور ابن جریج نے کہا ہے کہ میں نے وہ مٹکے دیکھے ہیں ہر ایک میں دو مشکیزے یا کچھ اوپر دو سماتے ہیں اور امام شافعیؒ نے کہا کہ کچھ اوپر کہنا ایک امر مبہم ہے اس لئے بنظر احتیاط ہم نے آدھا لے کر ڈھائی کر لئے تو دو قلّے پانچ مشکیزوں کے ہو گئے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جو کہا گیا ہے کہ روایت شافعی کی منقطع ہے کیونکہ اس کے راویوں کا حال معلوم نہیں۔ امام شافعیؒ نے خود کہہ دیا ہے کہ یہ سند مجھے یاد نہیں، سو معلوم نہ ہوا کہ اس سند کے لوگ ثقہ ہیں یا نہیں۔ سو یہ کہنا ٹھیک نہیں اس طرح کہ اگرچہ امام شافعیؒ نے اس سند کے لوگوں کا نام نہیں لیا۔ لیکن وہ لوگ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے ان کی روایت پر عمل کیا ہے۔

اور ردالمختار میں تحریر وغیرہ سے نقل کر کے تصریح کی ہے کہ مجتہد کا کسی روایت پر عمل کرنا اس روایت کو صحیح کر دیتا ہے۔ اور اس میں بڑی طول کلامی کی ہے کہ امام شافعیؒ، جرح و تعدیل کے اماموں میں سے تھے۔ سو جن راویوں سے انہوں نے روایت کی ہے وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مستور الحال نہیں ہو سکتے۔ پھر اگر تم کہو کہ تعدیل امام شافعیؒ کی مسلم نہیں اور راوی اس کے اچھے نہ تھے، سو یہ باب قابل بیان اور لائق اثبات ہے ورنہ اتنی بڑی تعدیل کرنے والے کی تعدیل کفایت کرتی ہے)

☆ وجہ دوسری کہ دافع ہے وجود اشتراک کو اس حدیث میں درمیان چھوٹی ٹھلیا اور بڑے مٹکے کے، یہ ہے کہ اگر بڑا مٹکا مراد نہیں تھا تو حاجت اختیار کرنے اور بولنے دو قلّوں کے کیا تھی۔ ایک قلّہ کبیر کہہ دینے میں دو صغیر آ سکتے تھے جیسا کہ کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

الفصل با لقلّتين اقوى لصحّة الحد يث فيه و قد اعتر ف الطّحاوى من الحنفية بذا لک لکنه اعتذر عن القول به با ن القلّة فى العرف تطلق على الكبيرة و الصّغيرة كا لجرّ ة ولم يثبت من الحد يث تقدير هما فيكو ن مجملاً فلا يعمل به و قواه ابن دقيق العيد لكن استد لّ له غير هما فقا ل ابو عبد القا سم بن سلام المراد القلة الكبيرة اذ لو اراد الصغيرة لم يحتج لذ كر العدد فا ن الصغيرتين قدر وا حدة كبيرة و ير جع فى الكبيرة الى العرف عند اهل الحجاز و الطا هر ان الشا رع قدرهما على سبيل التو سعة و العلم محيط با نه ما خا طب الصحا بة ا لا بما يفهمو ن فا نتهى ا لا جمال۔

(حد فاصل دو قلوں کے ساتھ بہت قوی ہے کیونکہ اس میں حدیث صحیح ہو چکی اور طحاوی نے حنفیوں میں سے اس کا اقرار کیا ہے لیکن اس کے قائل ہونے سے یہ عذر پیش کیا ہے کہ قلہ عرف عرب میں چھوٹے بڑے مٹکے دونوں کو کہتے ہیں مثلاً ٹھلیا بڑی چھوٹی کو اور حدیث میں ان کا اندازہ ثابت نہیں ہوا تو یہ اندازہ مجمل رہا سو اس پر عمل کیوں کر ہو سکتا ہے اور اسی تقریر کو ابن دقیق العیدؒ نے تقویت دی ہے لیکن اور لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے سو کہا ابو عبد القاسم بن سلامؒ نے کہ مراد قلہ سے بڑا مٹکا ہے اس سبب سے کہ اگر چھوٹا مراد ہوتا تو دو کے ذکر کی حاجت نہ تھی کیونکہ دو چھوٹے ایک بڑے کے برابر ہو کر ایک بڑا ہو جاتا عرف اہل عرب میں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شارع نے ان سے ایک حد بیان کی ہے فراخی کے طور پر اور یہ بات معلوم ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام سے ایسی باتیں فرماتے تھے جو سمجھ میں آویں۔ تو اجمال اٹھ گیا)۔

☆ وجہ تیسری یہ کہ جب کہ اس حدیث میں قلہ کے چار معنوں کا احتمال ہوا، پانی پینے کی چیز اور ٹھلیا صغیرہ اور مشک اور بڑا مٹکا، تو اگر ہم اعتبار کریں پانی پینے کی چیز کو یعنی پیالہ وغیرہ کو یا ٹھلیا کو، یا مشک، تو اس میں شک رہتا ہے کہ شائد مٹکا مراد ہو اور اگر مٹکا بڑا ہجری مقدار اڑھائی مشک حجازی کی معین کریں تو اس میں پانی پینے کی چیز کا مقدار بھی آ جاتا ہے اور ٹھلیا کا مقدار بھی موجود ہے اور مشک بھی آ گئی۔ غرض کہ مٹکا بڑا مراد رکھنا بالیقین اختلاف سے نکالتا ہے اور سب معانی لفظ مشترک کے کو محیط اور متضمن ہے۔ اس لئے یہی متعین ہوا۔

و قد قال رسول اللّٰہ ﷺ دع ما یریبک الی ما لا یریبک

(فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چھوڑ دے وہ چیز جو تجھے شک میں ڈالے اور کر جو غیر مشکوک ہو)

اگر کہو کہ قلہ چھوٹے پہاڑ کو بھی کہتے ہیں پس معنی محیط اور متضمن سب معانی کو وہی ہے اور بڑا مٹکا متضمن اس کا نہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر چہ قلہ پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں لیکن اس حدیث میں در باب پانی کی تحدید کے یہ معنی نہیں ہو سکتے واسطے ثبوت حدیث بئر بضاعہ کے، حالانکہ اس میں پانی بقدر چوٹی پہاڑ کے نہ تھا اور باوجود اس کے آنحضرت ﷺ نے اس کو نجاست پڑنے سے بھی نجس نہیں قرار دیا اور فرمایا کہ یہ پاک ہے جیسا کہ سابق میں گذرا اور سوال بھی قلاۃ اور صحرا کے پانی سے نہ تھا نہ چوٹی پہاڑ سے

بریں عقل و دانش بباید گریست

پس ثابت ہوا کہ حدیث قلتین کی صحیح اور ثابت ہے از راہ اسناد کے بھی۔ اور تصریحات آئمہ جرح اور تعدیل سے بھی۔ اور یہی قابل عمل ہے۔ اور کسی طرح کا اس میں جرح اور خدشہ نہیں۔ اور نہ مخالف اجماع کے اور نہ مضطرب الاسناد والالفاظ والمعنی۔ اور نہ مشترک درمیان معنی کثیرہ کے۔

فالحمد للّٰہ علی توفیقه و الهام الحقّ بتحقیقه۔

اب مؤلف کی ایک اور وجہ کا جواب دیا جاتا ہے۔ بعد اس کے عشراً فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عشر کی خدمت گزاری سے شرف حاصل کیا جاوے گا۔

﴿ قال (مؤلف تنویر الحق)۔ اور ایک وجہ اور قلتین کی حدیث پر عمل نہ کرنے کی یہ ہے کہ تحقیق یہ حدیث: انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال الماء طھور لا ینجسہ شیء (ابوداؤد: ۶۷۔ ترمذی: ۶۶۔ نسائی: ۳۲۶)۔ (آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) صحیح تر ہے حدیث قلّتین کی سے یہاں تک کہ منعقد کیا ہے بخاری نے باب خلاف حدیث قلتین کے اور موافق حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کے۔ عبارت اس کی یہ ہے:

باب ما یقع من النّجاسات فی السّمن و الماء و قال الزھری لا بأس بہ لم یتغیّرہ طعم او ریح او لون

(یہ باب ہے اس بیان میں کہ نجاست گھی اور پانی میں پڑے اور کہا زہریؒ نے اس کا کچھ خوف نہیں جب تک کہ اس کا مزہ اور بو اور رنگ نہ بدلے)۔

اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ کا اور اتباع ان کے کا۔ پس حدیث قلّتین کی معارض حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کی، اور نہیں ہے ممکن حمل کرنا حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کا اوپر حدیث قلتین کے۔ یعنی یوں کہا جاوے کہ مراد حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء سے قدر قلتین کے ہے۔ سو یہ نہیں ممکن اس لئے کہ حدیث قلتین کی ضعیف ہے اور حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء کی صحیح ہے اس سے۔ پس اگر مراد لی جاوے حدیث الماء طھور لا ینجسہ شیء سے قدر قلتین کے تو لازم آوے گا باطل کر دینا عموم حدیث اقوی کا ساتھ حدیث ضعیف کے۔ اور یہ باطل ہے بالاتفاق۔ پس ہوگئی حدیث قلّتین کی متروک العمل ساتھ حدیث الماء طھور لا ینجسی شیء کے۔

﴿ اقول۔ اولاً تو حدیث الماء طھور میں لفظ ماء کا عام ہی نہیں بلکہ معہود بعہد خارجی ہے۔ اس لئے کہ یہ ہے اسم جنس معرف باللام اور اسم معرف باللام، عام اس وقت ہوتا ہے جب کہ عہد نہ ہو۔ جیسا کہ کہا مسلّم الثبوت میں:

و منھا الموصولات و الجمع المحلی و المضاف و اسم الجنس کذالک حیث لا عھد (اور اس میں سے موصولات والف لام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والی جمع اور مضاف اور اسم جنس بھی ایسا ہے جہاں عہد نہ ہو)۔

اور کہا توضیح میں:

ومنهااى الفاظ العام المفرد المحلى با للام اذا لم يكن المعهود

(لفظ عام سے ہے مفرد الف لام والا جس وقت کہ الف لام عہد کے لئے نہ ہو)۔

اور ایسا ہی سب کتابوں میں اصول کی لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ اسم معرف باللام میں اصل عہد خارجی ہے تو جب تک کوئی قرینہ مقتضی عموم کا مستحق نہ ہوگا، ہرگز اس اسم کو عام نہیں کہیں گے جیسا کہ کہا توضیح میں:

اعلم ان لام التّعريف امّا للعهد الخارجى او الذّ هنى و اما للجنسيّة اى الجنس و اما التّعريف الطبيعة لكن العهد هو الاصل ثم الا ستغراق ثم تعريف الطبيعة لا ن اللفظ الذى يدخل عليه ا للام دا ل على الماهية بدون ا للام فحمل ا للام على الفا ئدة الجديدة اولى من حمله على تعريف الطبيعة و الفا ئدة الجديدة اما تعريف العهد او استغرا ق الجنس و تعريف العهد او لى من ا لا ستغراق لا نه اذا ذكر بعض افراد الجنس خا ر جاً او ذهناً فحمل ا للام على ذا لک البعض اولى من حمله على جميع ا لا فراد لا ن البعض متيقن و الكل محتمل

(لام تعریف کا یا تو عہد خارجی کے لئے ہے یا ذہنی کے لئے یا جنس کے لئے یا تعریف کے لئے۔ لیکن عہد اصل ہے۔ پھر استغراق ہے پھر تعریف۔ کیونکہ وہ لفظ جس پر لام داخل ہے بغیر لام کے بھی ماہیت پر دلالت کرتا ہے۔ پھر حمل کرنا لام کا نئے فائدہ پر اچھا ہے۔ تعریف پر حمل کرتی ہے اور نیا فائدہ یا تعریف عہدی ہے یا استغراق جنس کا اور تعریف عہدی استغراق سے اولی ہے اس سبب سے کہ جس وقت بعض فرد جنس کے خارج یا ذہن کے طور پر ذکر کی گئی تو حمل کرنا لام کا ان بعضوں پر سارے افراد کے حمل کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ بعضے یقینی ہیں اور سب احتمالی)۔

اور کہا تلویح میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا تمهد هذا فنقو ل ا لا صل ای الرا جع هو العهد الخا ر جی لانّه حقیقة التّعیین و کمال التّمییز ثمّ ا لا ستغراق الی آ خر ما قا ل من تحقیق و تد قیق مع الجر ح علی بعض کلام صدر الشریعة(جس وقت یہ تمہید ہو چکی تو ہم کہتے ہیں راجح عہد خارجی ہے کیونکہ اس میں تعیین اور تمیز پوری ہے ۔ پھر استغراق ہے)

غرض کہ عہد خارجی بالاتفاق اصل ہوتا ہے اسم معرف باللام میں جب تک کوئی قرینہ عموم کا نہ ہو۔ پس ہم کہتے ہیں ساتھ توفیق اللہ کے کہ الماء طھور اس حدیث میں یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ پانی جس سے تم سوال کرتے ہو۔یعنی پانی بئر بضا عة کا، وہ پاک ہے ۔اور ظاہر ہے کہ پانی بئر بضا عه کا قدر قلتین سے کم نہیں تھا۔ پس اس الماء طھور سے پاکی اس پانی کی جو قلتین سے کم ہو ثابت نہ ہوئی، اور الماء طھور کا حدیث قلتین سے تعارض نہ ہوا۔ اور واضح ہو کہ کئی حنفیوں کو بھی اس پر اقرار ہے کہ الماء طھور میں عموم نہیں بلکہ مراد اس سے پانی بئر بضا عه کا ہے۔ازاں جملہ حضرت مؤلف ظاہری حضرت قطب الدین خان کہ مقلد محمد شاہ کے ہیں، اپنے ترجمہ مشکوۃ مسمی بمظاہر حق میں فرماتے ہیں تحت حدیث الماء طھور کے بعد بیان معنی بئر بضا عه کے

پس پانی اس کا بہت تھا اور چشمہ دار تھا۔ بلکہ لکھا ہے علماء نے کہ وہ جاری تھا اس وقت میں کہ راہ رکھتا تھا طرف باغ کے مثل نہر جاری کے، اس کا حکم حضرت ﷺ سے پوچھا جواب میں اس کے پانی کا حکم بیان فرمایا جو کہ مذکور ہوا۔ حاصل یہ کہ اس کی ظاہر عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ کنویں کا پانی پلید نہیں ہوتا تھوڑا ہو یا بہت بلکہ یہ جانے کہ یہ حکم پانی کثیر کا ہے۔ اور بعض روایت میں ہمارے علماء سے منقول ہے کہ کنواں چشمہ دار حکم پانی جاری کا رکھتا ہے ۔(ع ۔ خ)۔ انتہی کلامہ۔

بعینہ اور اسی مظاہر حق میں تحت حدیث قلتین کے فرماتے ہیں:

اور یہ جو حدیث بئر بضاعہ میں آیا ہے کہ الماء طھور لا ینجسه شیء یعنی پانی پاک ہے نہیں نجس کرتی اس کو کوئی چیز اور اس کو دلیل اپنی ٹھہرایا ہے اصحاب ظواہر نے، مراد ساتھ اس کے پانی کثیر ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اورازاں جملہ ابراہیم حلبی حنفی ہیں کہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

نعلم ان المراد به مورد النص و هو بئر بضا عة خاصة ۔ انتهى كلامه مختصراً (مراد پانی سے موقع سوال ہے اور وہ خاص بیر بضاعہ ہے)

پس افسوس کا مقام ہے کہ تنویر الحق کے ترجمہ میں (مولوی قطب الدین صاحب نے) اپنی پہلی تحریر کو خواب خرگوش کر دیا، کیونکہ وہاں تو اس حدیث میں عموم کا باطل کرتے ہیں اور تنویر الحق میں بتقلید محمد شاہ کے ثابت کرتے ہیں انّا للّٰه و انا اليه را جعون

☆ اورازانجملہ مولوی احمد علی سہارنپوری ہیں کہ بعض حواشی ترمذی میں فرماتے ہیں:

قو له فقا ل رسول اللّٰه ﷺ انّ الماء ا لا لف و اللام للعهد الخار جی فتا ويله انّ الماء الّذ ی تسالو ن عنه فا لجوا ب مطا بقی لا عموم كلى كما قا له ما لک (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ پانی پاک ہے۔ یہاں لفظ الماء پر جو الف لام ہے وہ عہد خارجی کے لئے ہے تو تاویل حدیث یہ ہوئی کہ اے لوگو جس قدر پانی سے تم پوچھتے ہو وہ ناپاک ہے تو اب جواب سوال کے مطابق ہے، عام نہیں جس طرح مالکؒ کہتے ہیں)۔

☆ وازانجملہ طحاویؒ ہیں کہ شرح معانی الآثار میں ایسا ہی کہتے ہیں اور بہت علماء حنفیہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ یہ حدیث عموم پر نہیں۔ اگرچہ انہوں نے وجہ بالتخصیص پاک ہونے بیر بضاعۃ کے حدیث قلتین سے وہ نہیں بیان کی جو ہم نے بیان کی ہے، بلکہ کہا ہے کہ وہ بیر بضاعہ باغوں کی طرف جاری تھا تو حکم میں نہر جاری کے ہوا۔ لیکن ہم نے سابق میں بضمن تاویل حدیث زنجی کے ثابت کر دیا ہے کہ یہ بات جاری ہونا اس کا طرف باغوں کے، غلط ہے۔ اور راوی اس کا واقدی ہے کذاب اور متروک اور واضع حدیثوں کا اور مبطل حدیثوں کا آئمہ کے نزدیک۔

كما مرّ عن التقريب للعسقلا نی و المختصر لنو ر الدّ ين على و مجمع البحار لا بن طا هر الحنفی و بهذا التّحقيق اند فع ما اورد على من قا ل با نّ المراد من الماء فی حديث الماء طهور لا ينجسه شيء الماء الّذی ورد عنه السؤا ل و هو ماء بئر بضا عة من انه مخالف لقو لهم العبرة للعموم الالفاظ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لالخصوص المحل و وجه الا ند فاع غير خفى على من يعلم الفا ظ العا م لا نه اذا علم الفا ظ العا م تيقن ان الماء فى هذا الحديث ليس من الفا ظ العا م فا ن كو نه عا ما مو قو ف على عدم كو نه للعهد الخا رجى الذى هوا لا صل و عدم كو نه للعهد بلا قرينة العموم انتفاء ا لا صل و هو كما ترى فاذا تيقن ان الماء ليس من الفا ظ العموم فى هذا الحديث جزم باند فاع الا يراد لا نه بعد ثبو ت عموم لفظ الماء فافهم و لا تغتر من تمثيل بعض ا لاعلام بقا عدة العبرة لعموم ا لا لفا ظ بحديث الماء طهور و بعد تحرير هذا التقريب رأيت ما فى غنية المستملى شر ح منية المصلى لا برا هيم الحلبى الحنفى فى هذا التصوير فو جد ته موا فقاً لى فى التقرير و هكذا نصّه و لا يقا ل العبرة لعمو م ا للفظ لا لخصو ص السبب لا نا نقول لا نسلم عموم ا للفظ و انما يكو ن لو كا نت ا للام للجنس او للا ستغراق و هو ممنوع و لا دليل عليه بل هى للعهد فا ن ا لا صل انه اذا امكن جعل ا للام للعهد لا تجعل لغيره و قد امكن ههنا لذكره فى السؤا ل فا ن قو ل السا ئل انتو ضأ من بير بضا عة المرا دبه من ما ئها قطعا و دعوى كو نه ﷺ استا نف جوا با عا ما يشتمل المسئو ل عنه و غيره لا بد له من دليل ۔ انتهى كلام الحلبى

(جیسا کہ گذر چکا عسقلانی کی تقریب اور مختصر نورالدین علی اور مجمع البحار ابن طاہر حنفی سے اور اس تحقیق سے اٹھ گیا وہ اعتراض جوان لوگوں پر کیا گیا تھا کہ جو حدیث الماء طھور میں کہتے ہیں کہ مراد پانی سے یہاں بیر بضاعۃ ہے۔ اور وہ اعتراض یہ تھا کہ یہ تمہارا مقولہ اس مشہور مسئلہ کے مخالف ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے ۔ موقع کے خصوص کا نہیں ۔ اور اس شبہ کے اٹھ جانے کی وجہ مخفی نہیں ان پر جو الفاظ عام کو جانتے ہیں کیونکہ الفاظ عام کی تفصیل جاننے کے بعد یہاں تو معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لفظ عام نہیں کیونکہ لفظ عام ہونا موقوف تھا اس پر کہ یہاں الف لام عہد خارجی کے لئے جو اصل ہے نہ ہووے اور بغیر قرینہ عموم یہ ایک چیز کی اصل کو نفی کرنا ہے۔ اور یہ ٹھیک نہیں۔ سو جس وقت یقین ہوگیا کہ حدیث میں لفظ الماء الفاظ عام میں سے نہیں تو اس اعتراض کے اٹھنے کا بھی یقین ہوگیا کیونکہ وہ اعتراض جب تھا کہ پہلے عموم یہاں ثابت ہو جاوے۔ سمجھ لے اور دھوکھا نہ کھا بعض لوگوں کے اس مثال دینے سے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے اور لکھنے اس تقریر کے۔ دیکھی میں نے وہ عبارت جو غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ابراہیم حلبی حنفی میں ہے۔ تو اس مسئلہ میں، میں نے ان کی تقریر اپنے موافق پائی اور وہ عبارت ان کی یہ ہے کہ اعتراض نہ کرے کوئی کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے خصوص سبب کا نہیں۔ کیونکہ ہم جواب دیں گے کہ ہم عموم لفظ کا یہاں نہیں مانتے یہ تو جب ہوتا کہ الف لام جنسی یا استغراقی ہوتا اور وہ ممنوع بلا دلیل ہے۔ بلکہ یہاں الف لام عہد خارجی کے لئے ہے کس واسطے کہ اصل یہی ہے کہ جب تک الف لام کو عہد خارجی کے لئے لینا ممکن ہو تو اور غیر کے واسطے نہیں کیا جاتا اور یہاں بسبب سوال کے وہ ممکن ہے کیونکہ سوال سائل کا یہی ہے کہ بیر بضاعہ کے پانی کا حکم فرمائے اور یہ دعوی کرنا آپ نے نیا عام جواب دیا ہے کہ بیر بضاعۃ اور سب مقدار کے پانیوں کو شامل ہے، اس کے لئے کوئی دلیل چاہیے)۔

اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ اس حدیث الماء طھور سے ہر پانی کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے تو کہا جاوے گا کہ اس حدیث کے پانی عام سے وہ پانی جو قلتین سے کم ہو، مخصوص ہے جیسا کہ نقل کیا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے بعض شافعیہ سے چنانچہ کہا ہے محلی میں:

ثمّ عموم حدیث الماء طھور لا ینجسه شیء مخصو ص بمفهو م حدیث القلّتین عند الشا فعیه (عموم حدیث الماء طھور کا خاص ہے مضمون سے حدیث قلتین کے نزدیک شافعیہ کے)

تو حدیث الماء طھور کے یہ معنی ہوئے کہ ہر پانی جو کہ قلتین سے کم نہ ہو، پاک ہے۔ اور اس میں بطلان عموم اقوی کا ساتھ حدیث ضعیف کے لازم نہیں آتا جیسا کہ مؤلف نے کہا ہے اس لئے کہ حدیث قلّتین میں کسی طرح کا ضعف نہیں اور یہ حدیث بھی صحیح اور قوی اور جید ہے قابل عمل کے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ ۔ جب کہ ثابت ہوگیا کہ حدیث الماء طھور کی اور حدیث قلّتین کی معارض نہیں اور دونوں کا محل ایک ہی ہے تو وہ حدیثیں جو مؤلف نے اپنی سند میں پیش کی ہیں یعنی حدیث ولوغ کلب اور حدیث اذا استیقظ اور حدیث نھی عن البول فی الماء الدائم اور سوائے اس کے اور کچی پکی روایتیں جو دلالت کرتی ہیں پانی کے نجس ہونے پر، ان حدیثوں اور حدیث الماء طھور میں اسی طرح موافقت اور جمع کی جاوے گی جیسے کہ حدیث قلّتین کو اس حدیث سے موافق اور جمع کیا تھا۔ پس باطل اور لغو ہوگیا مؤلف کا بیان کرنا دو وجہ کو واسطے اسقاط حدیث الماء طھور کو نقل کرنا ان دو وجہوں کا اور رد کرنا اس کا موجب حرح اوقات ہے ۔ ہماری غرض بوجہ کامل حاصل ہوگئی یعنی ثابت ہوا کہ حدیث قلّتین ہی سزاوار ہے عمل کے اور اس میں کسی طرح کا نقصان نہیں اور مؤلف نے جو پانچ وجہ سے اس کا متروک ہونا بیان کیا تھا وہ سب باطل ہوگیا۔

جاء الحقّ و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاً ۔ (بنی اسرائیل: ۸۱)

اب حضرت مؤلف کی عشر فی عشر کی خدمت گذاری کی جاتی ہے۔

قال (مؤلف تنویر الحق) ۔ جب کہ نہ ہوئی کوئی تقدیر کسی امام کی بیچ باب پانی کے فوق مقتضائے ان احادیث کے سوائے تقدیر ابی حنیفہؒ اور اتباع ان کی کے اور تھا اجماع منعقد اوپر باطل ہونے اس عمل کے کہ مخالف ہو آئمہ اربعہ کے تو ہوئی تقدیر ابی حنیفہؒ اور اتباع ان کی کے صحیح اور مطابق ساتھ ان حدیثوں صحیحہ کے اور اجماع مذکور کے اور تقدیر فوقانیؒ یہ ہے کہ کہا ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بیچ کتاب اپنی کے کہ نام اس کا مصنف ہے:

حدّثنا ابو معاویه عن عاصم عن عکرمه انّه قال مرّ رسول اللّٰه ﷺ بغدیر فقالوا یا رسول اللّٰه ﷺ انّ الکلاب تلغ فیه و السّباع فقال رسول اللّٰه ﷺ للسبع ما اخذ فی بطنه و للکلب ما اخذ فی بطنه فاشربوا و توضئوا قال ابو حنیفه لا باس به اذا کان عشراً فی عشر ما لم یتغیر طعمه و ریحه و لونه و توضئوا به ۔ انتھی کلام ابی بکر

(روایت کی ہمیں ابو معاویہ نے عاصم سے انہوں نے عکرمہ سے، یہ کہ گذرہوا رسول اللہ ﷺ کا ایک جھیل پر، سو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کتے اور درندے اس میں منہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ڈالتے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ واسطے کتوں اور درندوں کے جو پیٹ میں آ گیا۔ تم اس میں سے پانی پیؤ اور وضوکرو، امام ابو حنیفہؒ نے کہا۔کچھ ڈر نہیں۔جب وہ دہ در دہ ہو اوراس کا مزہ اور بو اور رنگ نہ بدلے تو وضوکرو)۔

اور یہی ہے مذہب امام ابو حنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ اورامام محمدؒ کا اور کہا یہ ہدایہ میں اسی پر فتوی ہے اور موافق مذہب امام اعظمؒ کے مذہب کے ہے امام احمد بن حنبلؒ کا بیچ نجاست رقیقہ کے جیسا کہ ہے بیچ ترجمہ مشکوۃ کے کہ شیخ کا ہے اور ارکان اربعہ میں کہ مولانا عبدالعلیؒ کی ہے۔

اقول۔اصل شبہ ہمارا حنفیوں پر یہ تھا کہ تم نے جو حد پانی کثیر کی دہ در دہ اور مثل اس کے ٹھہرائی ہے اس کی اصل کیا ہے۔اور یہ اعتراض نہ تھا کہ قلتین کو نجس کیوں کہتے ہو۔ جس کے جواب میں مؤلف نے بزعم خود یہ زور شور وغوغائے عام کا سا کیا۔سو ظاہر ہے کہ مؤلف نے جواب اصل اعتراض ہمارے کا نہیں دیا۔یعنی دہ در دہ کو دلیل شرعی سے ثابت نہ کیا۔یعنی اس کے بیان سے اصل دہ در دہ کی ثابت نہ ہوئی۔ اس لئے کہ اولاً تو امام ابو حنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کا مذہب یہ ہرگز نہیں کہ جو پانی بقدعشرفی عشر ہو وہ کثیر ہے اور کسی حنفی نے علماء معتبرین سے یہ نہیں کہا کہ امام ابو حنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ دہ در دہ کے قائل تھے۔ بلکہ مذہب ان کا رأی مبتلی بہ کے ہے۔ اور معنی اس کے یہ ہیں کہ اگر پانی استعمال کرنے والے کو اس بات کا یقین ہو کہ پلیدی اس تمام پانی میں، جس میں وضوکرتا ہے، ملی ہوئی ہے تو وضو وغیرہ نہ کرے۔ اور اگر ایسا ہو کہ ناپاکی ایک جانب میں پانی کے پڑی تھی اور وہ ناپاکی دوسری جانب نہیں پہنچی تو اس دوسری جانب میں وضوکرنا یا غسل کرنا اس کو درست ہے اور وہ جانب پانی کی پاک ہے۔

اور عشر فی عشر کی بنا اس پر ہے کہ امام محمد بن الحسن سے کسی نے سوال کیا تھا پانی کے حوض کبیر کی کیا حد ہے۔انہوں نے کہا میری مسجد کی مقدار۔پس انہوں نے مسجد کو ناپا تو اندرونی زمین اس کی ہشت درہشت نکلی اور بیرونی اس کی دہ در دہ معلوم ہوئی۔پس بعض نے دہ در دہ کو کالوحی من السماء سمجھ لیا اور بعض نے ہشت درہشت کو۔اور متأخرین نے اسی پر جمود کرلیا۔حالانکہ امام محمد نے آخر کو اپنے قول سے رجوع کرلیا ہے اور قائل ہو گئے ہیں ساتھ قول امام ابوحنیفہؒ اورامام ابو یوسفؒ کے،یعنی اعتبار کیا رائے مبتلا بہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کو ۔غرض کہ یہ تقدیر دہ در دہ کی کسی امام کے نزدیک آئمہ اربعہ کے یا امام ابو یوسفؒ یا امام محمدؒ کے حق و ثابت نہیں اور کوئی امام اس کا قائل نہیں ۔ اور کچھ اس پر دلیل نہیں ما انزل اللّٰہ بھا من سلطان۔

اسی واسطے اکابر حنفیہ سے بھی مروی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب اعتبار رأی مبتلی بہ کے ہے نہ دہ در دہ اور اسی کی طرف رجوع کیا ہے امام محمدؒ نے جیسا کہ کہا شمس الآئمہ سرخسیؒ نے مبسوط میں کہ یہی ظاہر المذہب اور یہی اصح ہے ۔ چنانچہ بحر الرائق میں ذکر کیا ہے:

قال ابو حنیفه فی ظاهر الروایة عنه یعتبر فیه اکبر رأی المبتلی ان غلب علی ظنّه انّه بحیث تصل النجاسة الی الجانب الآخر لا یجوز الوضوء والاجاز وممّن نصّ علی انه ظاهر المذهب شمس الآئمه السرخسی فی المبسوط و قال انه الاصح ۔ (کہا امام ابو حنیفہؒ نے ظاہر روایت میں کہ پانی کے باب میں برتنے والے کے ظن غالب کا اعتبار ہے ۔ اگر اس کا گمان غالب ہو جاوے کہ ایک کنارہ کی پلیدی دوسری جانب تک پہنچ جاتی ہے تو وضو جائز نہیں، بصورت دیگر جائز ہے اور جس شخص نے یہ کہا کہ یہ ظاہر مذہب ہے وہ شمس الآئمہ سرخسیؒ ہیں کہ انہوں نے مبسوط میں بیان کر کے یہ کہا ہے کہ یہ بہت صحیح ہے)

اور کہا امام ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن فی سورۃ الفرقان میں:

انّ مذهب اصحابنا ان کل ما تیقنا فیه جزء من النجاسة او غلب فی الظن ذالک لا یجوز الوضوء به سواء کان جاریاً او لا (مذہب ہمارے ساتھیوں کا یہ ہے کہ جس پانی میں نجاست کے مخلوط ہونے کا ہمیں یقین ہو یا گمان غالب ہو تو وضو اس سے جائز نہیں ۔ قطع نظر اس بات کے کہ وہ پانی جاری ہو یا نہ ہو)،

اور کہا امام ابوالحسن کرخیؒ نے اپنی مختصر میں:

و ما کان من المیاه فی الغدران او فی مستنقع من الارض وقعت فیه النجاسة نظر المستعمل فی ذالک فان کان فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

غا لب رأيه ان النجا سة ثم لم تختلط بجميعه لكثرته تؤ ضا من الجا نب الذى هو طاهر عنده فى غا لب رأيه فى اصا بة الطا هر منه و ما كا ن قليلا يحيط العلم ان النجا سة قد وصلت الى جميعه او كا ن ذا لک فى غا لب رأ يه لم يتوضاء (اور جو پانی حوض یا گڑھوں میں ہو اور اس میں نجاست پڑ جاوے۔ برتنے والا غور کرے، اگر اس کے گمان غالب میں یہ آوے کہ نجاست بسبب کثرت پانی کے سارے پانی میں نہیں ملی تو جو کونہ اس کے عند یہ میں نجاست سے بچا ہوا ہے اس سے وضو کرے۔ اور اگر پانی تھوڑا ہو اور یہ معلوم ہو جاوے یقیناً کہ سارے پانی میں نجاست مل گئی یا ظن غالب ہو تو اس سے وضو نہ کرے)

اور کہا رکن الاسلام ابوالفضل عبدالرحمٰن کرمانیؒ نے شرح ایضاح میں:

و اختلف الروا يا ت فى تحديد الكثير و الظّا هر عن محمّد انّه عشر فى عشر و الصّحيح عن ابى حنيفه انّه لم يو قت فى ذالک بشيء فا نما هو موكول الى غلبة الظّن فى خلو ص النجاسة (مختلف ہوئیں روایتیں کثیر پانی کی مقدار کے بیان میں۔ اور ظاہر امام محمدؒ سے یہ ہے کہ وہ دہ در دہ ہے اور صحیح امام ابوحنیفہؒ سے یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حد مقرر نہیں کی بلکہ انہوں نے برتنے والے کے گمان پر نجاست کے پھیلاؤ میں سونپا ہے)

اور کہا حاکم شہیدؒ نے اپنی کافی میں:

الّذى هو جمع كلام محمّد قا ل ابو عصمة كان محمّد بن الحسن يوقت عشرة فى عشرة ثم ر جع الى قول ابى حنيفه و قا ل لا اوقت فيه شيئاً (وہ تقریر جو جمع ہے کلام امام محمدؒ کے یہ ہے کہ ابوعصمہؒ نے کہا کہ محمدؒ بن حسن دہ در دہ پانی کی حد بتاتے تھے پھر امام ابوحنیفہؒ کے قول کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ میں کچھ حد نہیں لگاتا)۔

اور کہا امام اسپیچابیؒ نے شرح مختصر طحاوی میں:

ثمّ الحدّ الفا صل بين القليل و الكثير عند اصحا بنا هو الخلوص و هو ا ن يّخلص بعضه من جا نب الى جا نب و لم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یفسر الخلو ص فی روا یة ا لا صو ل و سئل محمد عن حدّ الحو ض فقا ل مقدارمسجدی فذرعوه فو جدوه ثما نیة و به اخذ محمّد بن سلمة و قا ل بعضهم مسحوا مسجد محمّد و کان دا خله ثمان و خار ج عشراً فی عشر ثم ر جع محمد الی قول ابی حنیفه و قا ل لا اوقت فیه شیئاً ۔ (پھر وہ حد جو پانی کثیر اور قلیل میں فاصلہ کر دے، ہمارے ساتھیوں کے نزدیک نجاست کا پھیلاؤ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف پہنچ جائے ۔ اور ظاہر روایت میں پھیلاؤ کی وضاحت نہیں ہے۔ اور کسی نے امام محمدؒ سے حوض کی مقدار پوچھی، تو انہوں نے کہا کہ جتنی مقدار میری مسجد کی ۔ پھر لوگوں نے مسجد کی پیائش کی تو طول وعرض آٹھ گز پایا۔ سو محمد بن مسلمہ کا یہ مذہب ٹھہر گیا۔ اور بعض نے کہا کہ مسجد کی پیائش ہوئی تو اندرونی طول وعرض آٹھ گز تھا اور باہر دہ در دہ۔ پھر رجوع کیا امام محمدؒ نے امام ابی حنیفہؒ کے قول کی طرف اور کہا کہ میں کوئی حد مقرر نہیں کرتا)۔

اور معراج الدرایہ میں کہا ہے:

الصّحیح عن ابی حنیفه انّه لم یقدر فی ذا لک شیئاً و انّما قال هو مو کو ل الی غلبة الظّن فی خلو ص النّجاسة من طرف الی طرف و هذا اقرب الی التّحقیق لا نّ المعتبر عدم وصو ل النّجاسة و غلبة الظّن فی ذا لک یجری مجری الیقین فی و جو ب العمل کما اذا اخبرواحد بنجاسة الماء و جب العمل بقو له و ذا لک یختلف بحسب اجتهاد الرأی و ظنه (روایت صحیح امام ابی حنیفہؒ سے یہ ہے کہ انہوں نے کوئی حد مقرر نہیں کی، بلکہ گمان غالب پھیلاؤ نجاست پر سونپا ہے۔ اور یہ امر تحقیق کے زیادہ قریب ہے کیونکہ اعتبار نجاست کے نہ پہنچنے کا ہے اور گمان غالب اس باب میں قائم مقام یقین کے ہے وجوب عمل میں جیسا کہ ایک آدمی خبر دے پانی کے ناپاک ہونے کی تو اس کے قول پر عمل واجب ہو جاتا ہے اور یہ گمان بمقتضائے لوگوں کی عقلوں کے مختلف ہے)۔

اور ایسا ہی کہا ہے شرح جمع الجوامع اور مجتبیٰ میں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا غایۃ البیان میں:

ظا ھر الرّوا یۃ عن ابی حنیفہ اعتبارہ بغلبۃ الظّن و ھو الاصح

(ظاہر روایت امام ابوحنیفہؒ سے گمان غالب کا اعتبار ہے اور یہی بہت صحیح ہے)

اور ینابیع میں ہے:

قا ل ابو حنیفہ الغدیر العظیم ھو الّذی لا یخلص بعضہ الی بعضہ و لم یفسرہ فی ظا ھر الرّوا یۃ و فو ضہ الی رأی المبتلے بہ و ھو الصّحیح و بہ اخذ الکر خی

(امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ بڑا تالاب وہ ہے کہ ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہنچے اور ظاہر روایت میں اس کی تفسیر نہیں۔ بلکہ برتنے والے کی رائے پر رکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور کرخیؒ کا معمول بہ ہے)۔

ابن نجیم حنفیؒ، بعد نقل کرنے روایات مذکورہ کے، بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

و ھکذا فی اکثر کتب آئمّتنا بھذہ النقول المعتبرۃ من مشائخنا المتقدّ مین مذ ھب اما منا ا لا عظم ابی حنیفہ و ابی یو سف و محمد فتعین المصیر الیہ و اما ما اختارہ کثیر من مشا ئخنا المتأ خرین بل عامتھم کما نقلہ فی معرا ج الدّرا یۃ من اعتبار العشر فی العشر فقد علمت انہ لیس مذ ھب اصحا بنا۔

فان قلت ان فی الھدا یۃ و کثیر من الکتب ان الفتوی علی اعتبار العشر فی العشر و اختارہ اصحا ب المتو ن فکیف ساغ لھم تر جیح غیر المذ ہب؟ قلنا لما کان مذھب ابی حنیفہ التّفویض الی رأی المبتلی بہ و کان الرّأ ی یختلف بل من النّاس من لا رأی لہ اعتبر المشا ئخ العشر فی العشر توسعۃ و تیسراً علی النّاس۔

فان قلت ھل یعمل بما صح من المذ ھب او بفتوی المشا ئخ۔ قلت یعمل بما صح من المذ ھب فقد قا ل ا لا مام ابو اللیث فی النوازل سئل ابو نصر فی مسئلۃ وردت علیہ ما تقول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رحمک اللّٰه و قفت عند ك كتب ار بعة كتا ب ابرا هيم بن رستم و آ دا ب القا ضى عن الخصا ف و كتا ب المجرد و كتاب النوادر من جهة هشا م هل يجوز لنا ان نفتى منها اولاو هذه الكتب محمو دة عند ك ۔ فقا ل ما صح من اصحا بنا فذلک علم محبو ب مر غوب فيه مر ضى به۔ و اما الفتيا فانى لا ارى لا حد ان يفتى بشىء لا يفهمه و لا يحتمل اثقال الناس فا ن كا نت مسا ئل قد اشتهرت و ظهرت و انجلت عن اصحا بنا ر جو ت ان يسع ا لاعتماد عليها فى النوازل ۔ انتهى ۔

و على تقدير عدم ر جوع محمد عن هذا التقدير فما قدر به يستلز م به تقديره به ا لا فى نظره و هو لا يلز م غيره بل يختلف باختلاف ما يقع فى قلب كل و ليس هذا من قبيل الامور التى يجب فيها على العا مى تقليد المجتهد اليه اشار فى فتح القدير يؤ يده ما فى شر ح الزا هدى عن الحسن۔ و الاصح عنده ما لا يخلص بعض الماء الى بعض بظن المبتلى به و اجتهاده و لا ينا ظر المجتهد فيه ۔ انتهى ۔

فعلم من هذا ان التقدير بعشر لا ير جع الى اصل شر عى يعتمد عليه كما قا له محى السّنّة فا ن قلت قا ل فى شر ح الوقا ية انما قدر به بناه على قو له ﷺ من حفر بئر فله حو لها اربعون ذرا عاً فيكو ن له حريمها من كل جا نب عشرة ففهم من هذا انه اذا اراد اخر ان يحفر فى حريمها بئراً يمنع، لا نه ينجذ ب الماء اليها و ينقض اليها و ينقص الماء فى البئر الاولى و ان اراد ان يحفر بئر با لوعة يمنع ايضاً لسرا ية النجاسة الى البئر ا لا ولى و تنجس ماء ها و لا يمنع فيما وراء الحر يم و هو عشر فى عشر فعلم ان الشر ع اعتبر العشر فى

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

العشر فی عدم سرا یة النجا سة حتی لو کا نت النجاسة تسری یحکم با لمنع ۔ قلت ھو مردود من ثلا ثة او جه ۔
الاول ۔ ان یکو ن حریم البئر عشرة اذرع من کل جا نب قو ل البعض و الصّحیح انه ار بعو ن من کل جا نب کما سیأ تی ان شاء اللّٰه تعا لی ۔
الثّا نی ان قوا م ا لا ر ض اضعا ف قوام الماء فقیاسه علیها فی مقدار عد م السرا یة غیر مستقیم ۔
الثّا لث ۔ انّ المختار المعتمد فی البعد بین البا لو عة و البئر نفوذ الرا ئحة فا ن تغیّر لو نه او ر یحه او طعمه ینجس و ا لّا فلا۔ کذا فی الخلاصة و فتاوی قا ضی خا ن و غیر ھما و صرح فی التاتارخانیه ان اعتبارالعشر فی العشر علی اعتبار حا ل ارا ضیھم و الجوا ب یختلف با ختلا ف صلا بة الارض و رخا و تھا ۔

(اور اسی طرح پر ہے ہمارے اماموں کی اکثر کتابوں میں اور ان معتبر نقلوں سے ہمارے متقدمین مشائخ کا مذہب امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا ثابت ہوا تو اسی طرف رجوع کرنا ٹھہر گیا۔ اور وہ جو بہت سے مشائخ متاخرین نے اختیار کیا ہے جیسے کہ معراج الدرایہ میں نقل کیا ہے کہ اعتبار دہ در دہ کا ہے تو یہ ہمارے اصحاب کا مذہب نہیں۔

اگر تو کہے کہ ہدایہ اور بہت کتابوں میں یہ ہے کہ فتوی دہ در دہ پر ہے اور فقہ کے متنوں میں اسے پسند رکھا ہے تو انہوں نے غیر مذہب کی ترجیح کیونکر پھیلائی؟

تو جواب یہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ کا مذہب رائے مبتلی بہ ہے اور رائے مختلف ہوتی ہے، بلکہ بعض آدمیوں کی رائے ہوتی ہی نہیں۔ تو مشائخ نے دہ در دہ کو لوگوں کی آسانی کے لئے معتبر کرلیا ہے۔

پھر اگر تو کہہ دے کہ کیا عمل کیا جاوے اس پر جو مذہب کی رو سے صحیح ہوا ہے۔ کیونکہ کہا ہے امام ابواللیثؒ نے نوازل میں۔ کسی نے پوچھا ابونصر سے کہ کیا کہتے ہو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تم ان چار کتابوں، کتاب ابراہیم بن رستم کی، آداب القاضی خصاف کی، کتاب الحجر د چوتھی کتاب النوادر ہشام کی، کی نسبت، کہ کیا ہمیں جائز ہے کہ ہم فتوی دیویں ان میں سے یا نہیں؟ اور یہ کتابیں تمہارے نزدیک اچھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو ہمارے اصحاب سے صحیح ہو گیا تو وہ مسئلہ نہایت پسندیدہ ہے۔ رہا فتوی دینا۔ سو میں کسی کے واسطے اعتقاد نہیں کرتا کہ بغیر سمجھے فتوی دیوے۔ اور لوگوں کا بوجھ اپنے ذمہ لیوے۔ ہاں اگر مسائل شہرت پکڑ جاویں اور ہمارے اصحاب سے ظاہر ہو جاویں تو مجھے امید ہے کہ نوازل میں بھروسہ ان پر جائز ہوسکتا ہے۔ اور برتقدیر نہ رجوع کرنے امام محمدؒ کے اس اندازہ سے خواہ مخواہ انہوں نے اپنی رائے سے یہ اندازہ کیا ہوگا سو وہ غیر کو کچھ ضروی نہیں، بلکہ بنظر اپنے اپنے جی میں پڑنے کی مختلف ہے۔ اور یہ کچھ ان باتوں میں سے نہیں ہے کہ انجان پر اس میں مجتہد کی تقلید ضروری ہو۔ چنانچہ اس طرف فتح القدیر میں اشارہ کیا ہے اور اسی کی تائید کرتی ہے وہ تقریر جو شرح زاہدی میں ہے حسن سے۔ اور بہت صحیح حسن کے نزدیک کثیر پانی کا اندازہ یہی ہے کہ برتنے والے کے ظن غالب میں ایک طرف کی نجاست دوسری طرف نہ پہونچے۔ اور ظنی مجتہد فیہ مسئلہ میں کچھ تکرار نہیں ہوسکتی۔ سو اب اس سے معلوم ہو گیا کہ اندازہ دہ در دہ کا کسی ایسی اصل شرع کی طرف رجوع نہیں کرتا جس پر اعتماد کیا جاوے۔

چنانچہ محی السنہؒ نے کہا ہے پھر اگر تو کہے کہ شرح وقایہ میں کہا ہے کہ یہ اندازہ آنحضرت ﷺ کے اس قول کی بنا پر کیا گیا ہے کہ جو کوئی کنواں کھودے تو اس کے لئے گرد کی چالیس گز زمین ہے۔ تو چار دیواری اس کی ہر جانب سے دس گز ہوگی تو اس سے سمجھا گیا کہ جس وقت کوئی دوسرا شخص کنواں کھودنا چاہے پہلے شخص کی اس حد کے اندر، تو منع کیا جاوے گا۔ کیونکہ پانی دوسرے کنویں کی طرف کھینچ کر پہلے کنویں کا پانی گھٹ جائے گا۔ اور اگر دوسرا شخص گندے پانی کا چوبچہ کھودنا چاہے تو بھی منع کیا جاوے گا کہ نجاست کنویں میں سرایت نہ کرے اور پانی ناپاک نہ ہووے۔ اور باہر چار دیواری کے ممانعت نہیں۔ اور یہ اندازہ کی مقدار دہ در دہ ہوئی۔ سو معلوم ہو گیا کہ شرع نے دہ در دہ کا اعتبار کیا نجاست سرایت نہ کرنے میں کیونکہ اگر اس سے زیادہ مقدار میں بھی نجاست سرایت کرتی تو ممانعت مذکورہ بالا ہوتی،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تین طرح سے ساقط ہے۔
اول۔ یہ کہ ہر طرف سے چار دیواری کا دس گز ہونا بعض کا قول ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ہر طرف سے چالیس گز ہوگا چنانچہ انشاء اللہ اب آتا ہے۔، دوسرے یہ کہ زمین پانی سے کئی درجہ موٹی چیز ہے سو پانی کا قیاس زمین پر کرنا ٹھیک نہیں، تیسرے یہ کہ پسندیدہ اور معتمد علیہ کنویں اور نجاست کے چوبچہ میں اتنی دوری ہے جس میں بدبو پہنچے، سو اگر پانی کا رنگ اور بو مزہ بدل جاوے تو ناپاک ہو جاوے گا اور نہیں تو نہیں یونہی خلاصہ میں اور فتاوی قاضی خان وغیرہ کتابوں اور تاتارخانیہ میں تصریح کی ہے کہ اعتبار دہ در دہ کا زمین کے حال پر ہے تو جواب یہ ہے کہ کہیں زمین سخت ہے اور کہیں نرم)

☆ اور کہا اشباہ والنظائر میں:

و منها حدّ الماء الكثير الملحق با لجارى الاصح تفويضه الى رأى المبتلى به لا التقدير بشيء من العشر فى العشر و نحوه (اور حد پانی کثیر کی کہ جو حکم میں جاری پانی کے ہے، صحیح اس میں برتنے والے کی رائے پر سونپا ہے، اندازہ دہ در دہ کا نہیں ہے)

☆ اور صاحب تفسیر نیشاپوری نے کہا ہے کہ تقدیر عشر فی عشر کی محض لا اصل ہے۔ اس کی دلیل شرع سے ثابت نہیں ہوتی۔

☆ اور کہا مولانا بحر العلومؒ نے ارکان اربعہ میں:

ثمّ اختلف الرّوا يا ت فى تحديد الغدير العظيم ففى ظاهر الرّواية عن ا لا مام ابى حنيفه عد م التّقدير و حمل التّفويض الى رأى المبتلى به كما هو دا به الشريف فى امثا ل هذا فا ن غلب على الظّن انه لا يقبل النجاسة تو ضا وا لا لا و فى الرّوا يا ت ا لآ خر يعتبر التحريک و قد ره المتأ خرو ن المساحة۔ انتهى مختصراً (مختلف ہوئیں روایتیں بڑے تالاب کی حد میں۔ سو ظاہر روایت میں امام ابوحنیفہؒ سے یہی روایت ہے کہ اس کی حد معین نہیں بلکہ انہوں نے اپنی اس عادت شریف کے موافق، جو ایسے مسئلوں میں ان کی ہے، برتنے والے کی رائے پر سونپا ہے۔ سو اگر اسے گمان غالب ہو جاوے کہ یہ پانی نجاست قبول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرتا تو وضو کر لے اور نہیں تو نہیں۔ دیگر روایتوں میں پانی کے ہلانے کو لیا ہے اور متاخرین نے پانی کے ناپ کو لیا ہے)۔

☆ اور کہا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح مشکوۃ میں:

و ظا هر الرّوا یة عن ابی حنیفه غلبة الظّن۔ ان غلب الظّن وصو ل النّجاسة لطر ف ا لآ خر لم یتوضأ و الا تو ضا و اعتبر ابو سلیمان الجو ز جا نی ا لکثیر با لمسا حت و اختاره المتأ خرو ن۔ فقوم اعتبروا ثما نیة فی ثما نیة و قو م بخمسة عشر فی خمسة عشر و الاکثرو ن بشر فی عشر۔ انتهی مختصراً۔ (اور ظاہر روایت امام ابوحنیفہؒ سے گمان غالب کا ہے۔ سو اگر گمان غالب سے نجاست کا پہنچنا دوسری طرف معلوم ہو تو وضو نہ کرے اور اگر معلوم نہ ہو تو وضو کر لے۔ اور ابوسلیمان جوز جانیؒ کثیر پانی کو ناپنے سے اعتبار کرتے ہیں۔ اور اسی کو متأخرین نے اختیار کر لیا ہے۔ سو ایک قوم نے ہشت در ہشت اور ایک قوم نے پانزدہ در پانزدہ کا اعتبار کیا ہے اور اکثر لوگوں نے دہ در دہ کو اختیار کیا ہے)۔

☆ اور شیخ عبدالحق نے ترجمہ فارسی مشکوۃ میں بھی دہ در دہ کو مذہب متأخرین ہی کا قرار دیا ہے، اگرچہ امام کا مذہب تحریک کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن ہم کو اس کی تحقیق منظور نہیں کہ مذہب امام کا اعتبار تحریک ہے یا اعتبار رائے مبتلی بہ۔ ہمارا مقصود تو اثبات اس امر کا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب تحدید دہ در دہ کی نہیں۔ سو وہ اس کلام سے جو شیخ کے ترجمہ مشکوہ میں ہے، یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و نزد امام ابو حنیفه واصحاب او اگر آب آن قدر بود که بجنبا نیدن اجزاء اواز هم جدا نگردد کثیر است والاقلیل۔ ونزد متأخرین مشائخ بمساحت قرار یافته وبعض غلبه ظن معتبر دارند۔ اگر ظن غالب وصول نجاست بجانب دیگر است وضو نکند والا بکند۔ انتهی مختصراً۔

☆ اور ایسا ہی برہان الدین صاحب ہدایہ نے کہا ہے یعنی دہ در دہ کو قول بعض مشائخ کا قرار دیا ہے، نہ کہ امام ابو حنیفہؒ کا۔ اگرچہ فتوی دینا اس پر کہا ہے، لیکن صاحبِ بحر نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ یعنی ثابت کیا ہے کہ ہم کو عمل کرنا اور فتوی دینا اس پر نہ چاہیے جیسا کہ عبارت بحرالرائق میں گزرا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علاوہ یہ کہ ہم کو اس سے بحث نہیں کہ فتوی حنفیوں کا کس پر ہے۔غرض یہی ہے کہ دہ در دہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا نہیں۔سو وہ ہدایہ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔جیسا کہ ہدایہ میں کہا:

و الغدیر العظیم الّذی لا یتحر ك احد طر فیه بتحریک ا لآخر اذا وقعت نجاست فی احد جا نبیه جاز الو ضوء من الجا نب الآخر لانّ الظّا هر انّ النّجاسة لا تصل الیه اذ اثر التحریک فی السرایه فوق اثر النجاست ثمّ عن ابی حنیفه انّه یعتبر التحر یک با لاغتسا ل و هو قو ل ابی یو سف رحمه اللّه و عنه با لتحریک با لید و عن محمد با لتو ضی و وجه ا لاول ان الحا جة الیه فی الحیا ض اشد منها الی التو ضی و بعضهم قدروا با لمسا حة عشراً فی عشر بزراع الکر باس توسعة للا مر علی الناس و علیه الفتوی

(بڑا تالاب وہ ہے کہ ایک کنارہ کا پانی دوسرے کنارے کے پانی کو ہلانے سے نہ ہلے۔تو جس وقت ایک کنارے پر نجاست پڑ جاوے دوسرے کنارے سے وضو جائز ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہاں تک نجاست نہیں پہونچی اس واسطے کہ حرکت پانی کی نجاست سے زیادہ دوڑتی ہے۔

پھر امام ابو حنیفہؒ سے روایت یہ ہے کہ وہ پانی کی حرکت جو نہانے سے ہوتی ہے اس کو اعتبار کرتے تھے اور یہی امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔اور ان سے ایک روایت ہاتھ کی حرکت بھی ہے۔اور امام محمدؒ نے وضو کی حرکت کو لیا ہے اور پہلی صورت کی وجہ یہ ہے کہ حوضوں میں وضو کی نسبت نہانے کی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اور بعض نے دہ در دہ کا اندازہ فراخی امر کے لئے کیا ہے۔اس پر فتوی ہے)۔

☆ اور سب سے سخت حجت اور دلیل اوپر نہ ہونے دہ در دہ کے مذہب ابو حنیفہؒ کا ،اقرار جناب مترجم تنویر مؤلف ظاہری کا یعنی نواب محمد قطب الدین خان صاحب کا ہے۔اور یہی کافی ہے واسطے الزام کے۔تو سنو کہ آپ نے مظاہر حق ترجمہ مشکوۃ میں صاف اقرار کیا ہے کہ مذہب امام اعظمؒ کا تحدید پانی کثیر میں تحریک ہے جیسا کہ شیخ عبد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحق کے ترجمہ میں گذرا۔ اور دہ در دہ کی تقدیر بعض متأخرین کے نزدیک ہے۔ چنانچہ تحت حدیث قلتین کے فرماتے ہیں:

پس آگے اختلاف کیا ہے آئمہ اربعہ نے بیچ مقدار قلیل وکثیر کے۔ امام مالکؒ تو کہتے ہیں کہ جس پانی کا رنگ مزہ بو متغیر نہ ہو نجاست کے پڑنے سے، وہ کثیر ہے۔ اور جو متغیر ہو جاوے وہ قلیل ہے۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کہتے ہیں کہ جو مقدار قلتین کے ہو، کثیر ہے اور اگر کم ہو قلیل ہے۔ اور امام اعظمؒ اور ان کے مذہب والے کہتے ہیں کہ اگر پانی اس قدر ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلے، وہ کثیر ہے۔ والا قلیل۔ اور بعضے متأخرین نے دہ در دہ کو کثیر کہا ہے۔ انتھی کلام النواب مولانا قطب الدین نقلاً عن مظاہر حق

اب اس میں غور کرو کہ مولوی قطب الدین نے کیا صریح کہہ دیا کہ دہ در دہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا نہیں، بلکہ بعضے متأخرین کا ہے۔ اور پھر تنویر الحق میں بہ تقلید محمد شاہ کے کہہ دیا کہ دہ در دہ ہی مذہب ہے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اتباع کا۔ واللہ اعلم۔

اس اختلاف اور تعارض کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ آیا پہلی تحریر مظاہر حق سے ان کو سہو واقع ہوئی یا جان بوجھ کر ایسے تعصب میں گرفتار ہوئے، یا مظاہر حق میں تقلید شیخ عبدالحق کی تھی اور تنویر الحق میں محمد شاہ کی تقلید اختیار کی ہے۔

پس جب کہ اتنے آئمہ حنفیہ کی تصریحات سے بلکہ خود مؤلف ظاہری یعنی مولوی قطب الدین خان کی مظاہر حق کی عبارت سے ثابت ہوا کہ دہ در دہ کسی کے نزدیک متقدمین سے معتبر نہیں اور ظاہر ہے کہ جو لوگ متأخرین اس کے قائل ہیں، اس کے پاس بھی کوئی دلیل شرعی اس پر نہیں ہے۔ اور یہ دہ در دہ کسی اصل شرعی کی طرف رجوع نہیں کرتا جیسا کہ کلام سے خاتم المتأخرین ابن نجیم حنفی کے، جو بحر الرائق سے منقول ہوا، گذر چکا ہے تو قول مولانا شہید فی سبیل اللہ مہاجراً الی اللہ عالم ربانی حافظ قرآنی محی سنت عالم نبیل مولانا و مقتدانا مولوی اسماعیل رضی اللہ عنہ کا کہ یہ تحدید عشر فی عشر یعنی دہ در دہ کی بدعت حقیقہ ہے، ثابت اور مصدق ہو گیا۔ اور وہ قول مولوی اسماعیل صاحب کا یہ ہے جو ایضاح الحق میں فرماتے ہیں:

مسئلہ خامسہ۔ استحسانات اکثر متأخرین از فقہاء و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند مثل تحدید کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء الکثیر بعشر فی عشر ہمہ از قبیل بدعات حقیقہ است۔ انتھی مختصرا غائیۃ الا ختصار

(و مرّ تما مه فی جوا ب البا ب الثّا نی فی جملة الروا یا ت الدالة علی عد م ا لا لتزا م بمذ ھب معین۔ اور پوی عبارت جواب میں باب ثانی کے بذیل روایات عدم التزام تقلید مذہب معین کے گذر چکی)۔

اور جو کہ مؤلف نے مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم دہ در دہ کے قائل تھے۔ اس سے خود مؤلف کا اقرار ثابت ہوتا ہے کہ کسی عالم حنفی المذہب نے اپنی کتاب میں یہ مذہب امام اعظمؒ کا نقل نہیں کیا۔ اس لئے کہ اگر کسی کتاب حنفی میں یہ مذہب امام کا منقول ہوتا تو جناب مؤلف اپنی معتبر کتابوں جیسے، منیہ، قنیہ، شرح وقایہ، ہدایہ، کنز، قدوری، درمختار، بحرالرائق، فتاوی قاضی خان، فتاوی عالم گیری کو چھوڑ کر اپنے مذہب کو ابی بکر کی کتاب سے جو حنفی مذہب سے بالتفصیل واقف نہیں، بلکہ وہ ایک محدث ہے، نہ حنفی نہ شافعی، کیوں نقل کرتے۔ اس بات پر غور کرنا چاہیے اور اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ امام اعظمؒ دہ در دہ کے قائل نہیں۔

اور منشاء لکھنے ابوبکر بن ابی شیبہ کا یہی ہے کہ اس کو التزام ہے رد اور طعن کرنے کا ابو حنیفہؒ پر۔ اسی لئے ان کے بعض اتباع کو عشر فی عشر کے قائل دیکھ کر یہ سمجھا کہ امام ابوحنیفہؒ بھی اس کے قائل ہوں گے۔ اس پر پہلی حدیث عکرمہ کی متضمن پاک ہونے مطلق حوضوں کے جن میں کتے اور درندے پانی پی جاویں مخالف حنفی مذہب کے نقل کی، بعد اس کے بطور طعن کے حنفیوں کے مشہور مذہب کو امام اعظمؒ کا مذہب سمجھ کر نقل کر دیا۔ اور دراصل یہ طعن ابوبکرؒ کا ابوحنیفہؒ پر درست نہیں کیونکہ عشر فی عشر کے قائل نہیں جیسا کہ سب اکابر حنفیہ نقل کرتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ سابق میں عبارتیں سب کی گذریں۔

اور جو کہ مؤلف نے اخیر میں کہا ہے کہ

یہی ہے مذہب امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا اور امام محمدؒ کا، اور کہا یہ ہدایہ میں اس پر فتوی ہے۔ انتھی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں بڑی فریب بازی کی ہے اور دروغ گوئی اختیار کی۔ اس لئے کہ ہدایہ میں تو اسی قدر ہے کہ اس پر فتوی ہے۔ اور اس میں یہ نہیں کہا کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے، بلکہ اس عشر فی عشر کو بعض مشائخ کا مذہب ٹھہرایا ہے جیسا کہ عبارت ہدایہ کی نقل کی گئی ہے۔ تو مؤلف محمد شاہ کی دروغ گوئی اور چالاکی دیکھو کہ دونوں امر یعنی عشر فی عشر مذہب ہونا امام اعظمؒ کا اور صاحبینؒ کا اور فتوی ہونا اس پر ہدایہ کی طرف نسبت کرتا ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخیانۃ۔

اور جو کہ مؤلف تنویر الحق نے بعد اس کے کہا ہے کہ:

موافق مذہب امام اعظمؒ کے مذہب ہے امام احمد بن حنبلؒ کا بیچ نجاست رقیقہ کے،

اور اس کو نسبت کیا ہے طرف ترجمہ مشکوۃ شیخ عبد الحقؒ کے اور ارکان اربعہ مولوی عبد العلیؒ کے، تو ظاہر ہے کہ غرض مؤلف کی یہی ہوگی کہ امام احمد بن حنبلؒ بھی قائل ہیں دہ در دہ کے بیچ نجاست رقیقہ کے۔ اور یہ محض غلط اور کذب صریح اور بہتان ہے مولانا عبد العلیؒ پر اور شیخ عبد الحقؒ پر۔ کیونکہ مولوی عبد العلیؒ اور شیخ عبد الحقؒ نے ہرگز نہیں کہا کہ امام اعظمؒ اور احمد بن حنبلؒ نجاست رقیقہ میں دہ در دہ کا مذہب رکھتے ہیں بلکہ مولوی عبد العلیؒ کے کلام سے جو ارکان اربعہ سے نقل کیا گیا ہے اور شیخ عبد الحقؒ کے کلام سے جو ترجمہ مشکوۃ اور شرح اس کی سے نقل کیا گیا ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ دہ در دہ مذہب امام اعظمؒ کا نہیں، چہ جائے کہ امام احمدؒ بھی ان کے اس مذہب میں موافق ہوں۔

تو دیکھو جناب مؤلف (تنویر الحق) نے کس قدر جھوٹ لکھنا اختیار کیا ہے اور حوالے جھوٹے دیئے ہیں، اس مقام میں مؤلف کی دیانت سے مطلع ہونا چاہیے۔

پس ثابت ہوا کہ دہ در دہ کی حد چاروں اماموں کے خلاف ہے، تو بزعم مؤلف جو قائل ہیں اس بات کے کہ جو کچھ مخالف ہے آئمہ اربعہ کے وہ باطل ہے بالاجماع، یہ تحدید عشر فی عشر کی باطل ہوئی اور قول مولوی اسماعیل شہیدؒ کا کہ تحدید دہ در دہ کی بدعت حقیقی ہے، خوب ثابت ہوا۔

اور اگر بفرض محال فرض بھی کیا جائے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے صاحبین قائل ہیں عشر فی عشر کے تو ان کا قائل ہونا مقابل خصم کے کیا حجت ہے، جس حالت میں کہ شافعیؒ کی حدیث مرفوع پر مؤلف نے اتنی لے دے کی اور اس کے مذہب کو بزعم خود ضعیف کر دیا،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کا قول اگر چہ بے دلیل ہو، مثل قرآن کے ہے۔ وہ کیا نبی ہیں کہ جناب مؤلف نے قول ان کا بے دلیل نقل کر دیا۔ قول صاحب ہدایہ کا کہ اس پر فتوی ہے مثل حدیث اور قرآن کے نقل کر کے خوش ہو گئے۔ مردانگی تو یہ تھی کہ جس طرح حدیث کو رسول اللہ ﷺ کی، جس پر شافعی کا عمل ہے، رد کر دیا تھا اسی طرح دہ در دہ کو کسی حدیث سے یا قرآن سے یا اجماع شرعی سے یا قیاس سے ثابت کرتے۔ مجرد مذہب کا معرض استدلال اور محل ترجیح بالدلائل میں پیش کرنا شان اور شعار اہل علم کی نہیں، کچھ تو شرم اور لحاظ چاہیے۔ خیریت الماضی لا یذکر آئندہ پھر جناب مؤلف کی خدمت میں التماس ہے کہ دہ در دہ کو کسی دلیل شرعی سے دو برس میں یا چار برس میں یا دس برس میں ثابت کر کے ہم مشتاقوں کو مسرور وممتاز فرماویں۔

الحمد للّٰہ اولاً و آخراً و ظاھراً و باطناً علی ما ارانا الحقّ فی تحقیق حدیث القلتین الصحیح الثابت المروی عن رسول اللّٰہ سید الثقلین ﷺ

تنبیہہ، جواب دینا آئندہ کلام مؤلف کا حرفاً حرفاً نقل کر کے موجب تضیع اوقات ہے اور راقم کو اشتغال علمی سے کہاں فرصت ہے کہ سب اس کی توجیہات رکیکہ و ضعیفہ و دلائل نا مرضیہ کو نقل کرے، اس لئے اس کے حاصل کلام کو معہ تمام متمسکات کے اپنی عبارت وجیز ومختصر میں بیان کر کے ہر ایک بات کا بخوبی جواب دیویں گے۔

مستحب وقت فجر: غلس

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ دوسرا بیچ بیان وقت مستحب فجر کے..

اقول۔ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے یوں ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر نماز فجر کی غلس میں پڑھا کرتے تھے اور یہ تغلس مروی ہے بہت صحابہ سے جو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ ان میں سے ہیں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت جابرؓ اور حضرت ابو بردہؓ اور حضرت سہلؓ بن سعد اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ اور حضرت قیلہؓ بنت مخرمہ کما قال فی المحلی و الجامع للترمذی اور بہت طرق اور اسانید سے یہ تغلیس ثابت ہے اور بہت حدیثیں اس مضمون

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی وارد ہیں ازاں جملہ یہ کہ روایت ہے حضرت عائشہؓ سے:

کنّ نساء المؤ منا ت یشھد ن مع رسول اللّٰہ ﷺ صلوۃ الفجر متلفقات بمرو طھنّ ثم یتقلبن الی بیو تھن حین یقضین الصّلوۃ لا یعرف ھن احد من الغلس ۔(بخاری:۵۷۸۔مسلم:۶۴۸)

روایت کی یہ حدیث بخاری اور مسلم اور امام مالک اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرھم نے ساتھ اسانید صحیحہ کے باتفاق معانی کے اگرچہ لفظوں میں بعض روایتیں مختلف ہیں ۔مثلاً بعض روایتوں میں یتقلبن ہے اور بعض میں یرجعن اور بعض میں ینصرف النساء ۔علی ہذا القیاس۔غرض اس حدیث میں کسی طرح کا ضعف نہیں اور حاصل معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ جو عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی فجر آنحضرت ﷺ کی اقتداء میں پڑھنے کے لئے مسجد میں حاضر ہوتیں تو وہ ایسی غلس میں نماز پڑھ پڑھا کر اپنے گھروں کو چلتیں کہ اس وقت اتنی تمیز کسی کو نہ ہوتی کہ یہ عورتیں ہیں یا مرد اور یہی معنی ہیں عدم امتیاز کے جیسا کہ کہا عینیؒ نے شرح بخاری میں:

و قیل معنی ما یعرفھن احد ما یعرف اعیا نھن و ھذا بعید و لا وجہ ان یقا ل ما یعرفھن احدای انساء ھن ام ر جال ۔

(اور بعض نے کہا ہے کہ معنی اس کے کہ ان کو پہچان نہیں سکتا تھا کوئی، یہ ہیں کہ ان کی صورتیں کوئی نہیں پہچانتا تھا اور یہ بات بعید ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی یہ شناخت نہ ہوتی تھی کہ وہ مرد ہیں یا عورت)۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

معناہ ما یعرفن انساء ھن ام ر جال و قیل ما یعرف اعیا نھن و ھذا ضعیف۔ انتھی۔ و ھکذا فی المحلی و فتح الباری مع ما لہ و ما علیہ (معنی اس کے یہ ہیں کہ ان کی شناخت نہ ہوتی تھی کہ وہ مرد ہیں یا عورت ۔اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی صورت نہیں پہچانی جاتی تھی اور یہ قول ضعیف ہے ۔ اور یوں ہی ہے محلی اور فتح الباری میں مع اعتراض اور جواب کے)

اور سیاق حدیث سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ حاضر ہونا عورتوں کا نماز فجر میں اور فارغ ہونا ان کا نماز سے اور پھرنا ان کا حالت غلس میں امر مدامی تھا۔اور رسول اللہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ﷺ ہمیشہ فجر کی نماز غلس ہی میں پڑھتے تھے۔

کما یدلّ علیه قولها کن یشهدن ثم ینقلبن او یرجعن لاسیما اسمیة الجملة المصدرة بان المخففة من المثقلته التی وردت فی روایة من عدا الشیخین اعنی مالکاً و الترمذی و ابا داؤد و النسائی و ابن ماجه

(جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر یہ قول حضرت عائشہؓ کا کہ عورتیں آن کر واپس جاتی تھیں۔خصوصاً جملہ اسمیہ کا ہونا لفظ ان خفیفہ کے ساتھ (یعنی اصل ان مخففہ کی انّ ثقیلہ تھی جس سے تاکید سمجھی جاتی ہے) جوسوا امام بخاریؒ اور مسلمؒ کے مالکؒ، ترمذیؒ، ابوداؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ کی روایت میں آیا ہے)

با آنکہ ایک روایت صحیحہ میں صاف آ گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تمام عمر میں ایک ہی مرتبہ فجر کی نماز اسفار کر کے ادا کی ہے اور باقی تمام عمر غلس میں پڑھتے رہے جیسا کہ روایت کیا امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابومسعود سے:

انّه ﷺ صلّی الصّبح مرةً بغلس ثمّ صلّی مرةً اخری فاسفر بها ثم کانت صلوته بعد ذالک التّغلیس حتّی مات لم یعد الی ان یسفر (ابو داود: ۳۹۴) (آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز ایک دفعہ اندھیرے میں پڑھی تھی۔ پھر دوسری دفعہ سویرے پڑھی۔ پھر اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا)۔

پس اسی واسطے کہ سیاق سے حدیث عائشہؓ کی بھی مواظبت معلوم ہوتی ہے اور حدیث ابومسعودؓ کی سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ نے تمام عمر میں سوائے ایک مرتبہ کے غلس ہی میں پڑھی ہے، کہا فتح الباری میں:

و حدیث عائشه تقدم فی ابواب ستر العورة و لفظه اصرح فی مراده فی هذا الباب من جهة التغلیس بالصّبح و ان سیاقه یقتضی المواظبة علی ذالک و اصرح ما اخرجه ابو داؤد من حدیث ابی مسعود انّه ﷺ اسفر بالصّبح مرةً ثمّ کانت صلوته بعد بالغلس حتی ماتت لم یعد الی ان یسفر۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اورعورتوں کے پردہ کے باب میں حدیث حضرت عائشہؓ کی گزر چکی اوراس کے لفظ اس باب میں خوب واضح ہیں اس مراد میں کہ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھی تھی اوراس کا طرز کلام اس بات کی ہمیشگی کو چاہتا ہے۔اور وہ حدیث بہت واضح ہے جسے ابوداؤدؒ نے ابی مسعودؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ سویرے نماز پڑھی پھراندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا)۔

اگراعتراض کروکہ یہ حدیث ضعیف ہے اس لئے کہ ایک راوی اس کا یعنی اسامہ بن زید ضعیف ہے، کہا نسائی اور دارقطنی نے کہ قوی نہیں اور کہا احمد نے کہ کچھ چیز نہیں ہے اور کہا ابوحازم نے کہ اس سے احتجاج نہیں چاہیے۔

تو جواب اس کے دو ہیں:۔

☆ اول یہ کہ اس حدیث کو صحیح کہا ہے ابن خزیمہؒ نے اور سکوت کیا ہے اس پر جرح کرنے سے ابوداؤدؒ نے جب کہ نقل کیا اس نے اس حدیث کو اپنی سنن میں۔ اور بیہقیؒ نے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقات ہیں، اور خطابیؒ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اسناداً اور راوی اس کا اسامہ بن زید ایسی ثقاہت سے متصف ہے کہ بخاری کے راویوں میں سے ہے۔اور تحقیق کہا آئمہ محدثین نے کہ جس راوی سے بخاری اور مسلم روایت کریں یا بخاری اکیلا ہی روایت کرے، تو اس راوی کے حق میں کسی طعن اور جرح کرنے والے کا قول مقبول نہیں، اگرچہ وہ طاعنین کتنے ہی ہوں جیسا کہ کہا محلی حنفی میں:

و قد اخرج ابو داؤد و صححه ابن خزيمه من طريق اسامة بن زيد الليثي عن ابن شهاب عن عروه عن بشير بن ابى مسعود عن ابيه انّه ﷺ صلّى الصبح مرةً بغلس ثمّ صلّى مرةً اخرى فاسفر بها ثمّ كانت صلوته بعد ذالك التغليس حتى مات لم يعد الى ان يّسفر۔ و قد سبق تخريجه فان قيل فيه اسامة بن زيد الليثي و قد قال فيه النّسائي و الدّارقطني ليس بقويّ و قال احمد ليس بشيء و قال ابو حازم لا يحتج به ۔ قلنا الحديث مما صححه ابن خزيمه و سكت عليه ابو داؤد و ما سكت هو عليه لا ينزل عن درجة الحسن۔ قال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

البهيقى رواته كلهم ثقا ت و خبر ا لا سفار مختلف فى اسناده و متنه ۔ و قا ل الخطا بى هو حديث صحيح اسناداً و اسا مة من ر جال البخارى و قد قا لوا من رو ى عنه الشيخا ن او احدهما عنه لا ينظر للطا عنين فيه و ان كثروا ۔

(ابوداؤد نے روایت کی اور ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح بتایا اسامہ بن زیدلیثی کے طریق سے کہ ان سے ابن شہاب نے روایت کی اور ان کو عروہ نے بشیر بن ابی مسعود سے اور ان کو ان کے باپ نے یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ نماز اندھیرے میں پڑھی پھر دوسری دفعہ سویرے۔ پھر اندھیرے میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ انتقال فرمایا۔ ..اگر کہا جاوے کہ اس میں ایک راوی اسامہ بن زیدلیثی ہے جس کے متعلق امام نسائیؒ اور امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں ہے اور امام احمدؒ نے کہا ہے کہ ناچیز ہے اور ابوحازم نے کہا ہے کہ اس کی روایت سے حجت نہیں۔

ہم کہیں گے کہ یہ حدیث وہ ہے جس کی صحت ابن خزیمہؒ نے کی اور ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور جس پر ابوداؤدؒ سکوت کرے وہ درجہ حسن سے کم نہیں ہوتی۔ اور امام بیہقیؒ نے کہا ہے کہ راوی اس کے سب ثقہ ہیں۔ اور سویرے پڑھنے کی حدیث کی سند میں اختلاف ہے اور خود متن حدیث میں بھی۔

اور خطابیؒ نے کہا کہ وہ حدیث اسناد کے طور پر صحیح ہے اور اسامہ، صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہے اور اہل حدیث کا کہنا ہے کہ جس شخص سے دونوں شیخ (بخاری و مسلم) یا ایک روایت کریں تو اس میں گنجائش طعن کی نہیں رہتی اگرچہ طعن کرنے والے کتنے ہی ہوں)۔

پس جب کہ امام بخاریؒ رئیس الناقدین نے اسامہ بن زید سے روایت کی تو پھر جرح کسی کا کیا ضرر کرتا ہے۔

☆ دوسرا یہ کہ فرض کیا کہ بخاری کے رواۃ پر جرح مقبول ہے لیکن پھر بھی وہ جرح مقبول ہوتا ہے جو کہ بابیان سبب ہو جیسا کہ شرح نخبہ اور حاشیہ علوی میں کہا ہے:

لا نّه ان كا ن غير مفسر اى لم يبين سببه مثل قو لهم فلان ضعيف و فلان ليس بشيء او نحو ذا لك مقتصراً على

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک لم یقدح فیمن ثبت عدالته لانّ النّاس یختلفون فیما یجرح وما لا یجرح فیطلق احدھم الجرح بناءً علی امر اعتقدہ جرحا ولیس یجرح فی نفس الامر فلا بدّ من بیان سببه (اسلئے کہ اگر جرح بلاتفسیر ہو، مثلاً یوں کہہ دینا کہ فلاں شخص ضعیف ہے یا ناچیز ہے وغیرہ کہہ کر وضاحت نہ کرے تو یہ جرح نہ ہوگی اس شخص کے حق میں جس کی عدالت ثابت ہو چکی ہو۔ کیونکہ لوگ جرح اور غیر جرح میں مختلف ہیں۔ سو بعض اپنے عندیہ کے موافق کسی پر جرح کر دیتے ہیں اور حقیقت میں وہ جرح نہیں ہوتی۔ سو ضروری ہوا سبب جرح کا بیان کرنا)

اور کہا مسلّم الثبوت میں:

اکثر الفقهاء والمحدّثین لا یقبل الجرح الّا مبینا ولو حکما کما عن علماء هذا الشان بخلاف التعدیل

(اکثر فقہاء اور محدث نہیں قبول کرتے جرح کو مگر وہ جرح کہ مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو۔ اور نہیں تو جرح مقبول نہ ہوگی بخلاف تعدیل کے)۔

اور کہا امام نوویؒ نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں:

لا یقال الجرح مقدم علی التّعدیل لانّ ذالک فیما اذا کان الجرح ثابتاً مفسراً بسبب والا لا یقبل الجرح

(کوئی نہیں کہہ سکتا کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر، کیونکہ جرح مع بیان اور تفسیر سبب کے ہو تو مقبول ہے وگرنہ نامقبول ہے)۔

اور ظاہر ہے کہ جارحین اسامہ نے بیان سبب کا نہیں کیا۔ یہی کہا لیس بالقوی ولیس بشیء ولا یحتج به (کہ قوی نہیں اور ناچیز ہے اور اس کی روایت حجت کے لائق نہیں)، اور یہ معتبر نہیں کما قالاہ۔

پس ان حدیثوں سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ﷺ کا فعل یہی تھا کہ ہمیشہ غلس میں نماز پڑھتے، اسفار میں فقط ایک ہی دفعہ پڑھی ہے کہ بعد اس کے تمام عمر کبھی اسفار میں نہیں پڑھی۔

اور یہی مذہب ہے بہت سے صحابہ کا اور تابعین کا جن میں سے ہیں ابوبکرؓ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ اور ابن الزبیرؓ اور ابوموسی اشعریؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ، اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا اور امام احمدؒ کا اور اسحاقؒ اور جمہور آئمہ کا جیسا کہ کہا ترمذیؒ نے:

حدیث عا ئشه حدیث حسن صحیح و هو الذی اختاره غیر واحد من اهل العلم من اصحا ب النّبیّ ﷺ منهم ابو بکر و عمر و من بعد هم من التا بعین و به یقول الشّا فعی و احمد و اسحاق یستحبو ن التغلیس بصلوة الفجر، انتهی

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

و هو مذ هب ما لک و الشا فعی و الجمهور

(کہ یہ مذہب ہے مالکؒ اور شافعیؒ اور جمہور کا)

اور کہا محلی میں:

و عن ابی مو سی و ابن الز بیر و عمر بن عبد العزیز انهم کا نوا یغلسو ن۔ (ابوموسیٰؓ اور ابن زبیرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں روایت ہے کہ غلس میں نماز پڑھتے تھے)۔

اور جناب مؤلف (تنویرالحق) کا یہ دعوی کہ غلس میں نماز پڑھنے کی حدیث منسوخ ہے اس حدیث ابن مسعودؓ سے:

ما رأیت رسول اللّه ﷺ صلّی صلوة ا لّا لمیقا تها ا لّا صلوتین صلوة المغر ب و العشاء یجمع و صلّی الفجر یو مئذ قبل میقاتها۔ (بخاری: ۱۶۷۵۔ مسلم: ۱۲۸۹۔ ابوداؤد: ۱۹۳۴)

(نہیں دیکھا میں نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے مگر نماز کے وقت پر۔ ہاں دو نمازیں ایک مغرب اور دوسری عشاء مزدلفہ میں غیر وقت پڑھیں اور صبح کی نماز اسی روز وقت مقرر سے پہلے پڑھی)۔

مع ان روایات ابن مسعودؓ کے جو عبدالرحمٰن بن یزید سے ان مضمون کی مؤلف نے نقل کی ہیں۔

اور حدیث اسفروا با لفجر فا نّه اعظم للا جر۔ (ترمذی: ۵۴) (اجالا کرو صبح کی نماز میں کیونکہ اس میں بڑا ثواب ہے) سے و ما فی معناه

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایات ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا:

ما اجتمع اصحا ب محمّد ﷺ علی شیء ما اجتمعوا علی التّنویر با لفجر (نہیں جمع ہوئے اصحاب رسول اللہ ﷺ کسی چیز پر جیسے جمع ہوئے اجالے میں صبح کی نماز پڑھنے پر)۔

پس جواب یہ ہے کہ دعوی نسخ کا صریح البطلان ہے اس لئے کہ ناسخ کا متأخر ہونا ضروری ہے جیسا کہ کہا مسلم الثبوت ونخبۃ الفکر وغیرھما میں۔ اور یہاں معاملہ برعکس ہے، یعنی جس کو منسوخ کہتے ہو یعنی غلس، اس کا مؤخر ہونا اور اس پر مداومت رسول اللہ ﷺ کی سند صحیح سے ثابت ہے، جیسا کہ ابھی سنن ابی داؤد سے منقول ہو چکا۔ اور جن حدیثوں کو مؤلف نے سند پکڑا ہے ان سے ہرگز نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

حدیث ابن مسعودؓ سے اس لئے ثابت نہیں ہوتا کہ جب کہ ثابت ہوئی مواظبت رسول اللہ ﷺ تغلیس پر جیسا کہ ثابت کیا گیا، تو واجب ہوا حمل کرنا حدیث ابن مسعودؓ کا جمعاً بین الدلیلین اس پر کہ اس دن نماز میں داخل ہوئے ہوں گے بعد طلوع فجر کے باوجودیکہ غلس دور نہیں ہوئی ہو اس لئے کہ غلس کے معنی تاریکی آخر شب کی ملی ہوئی روشنی صبح سے ہیں، جیسا کہ کہا محلی میں:

فا لغلس بقا یا ظلمة اللیل یخا لطها بیا ض الفجر نقله عیاض عن الا ظهری و الخطا بی۔ انتهی۔ و هکذا فی عمدة القا ری شرح صحیح البخاری للعینی حنفی

(غلس کے معنی پچھلی رات کے اندھیرے کے ہیں جس میں صبح کی سفیدی ملی ہوتی ہے۔ نقل کیا یہ عیاض نے اظہری سے اور خطابی سے، ہو چکی عبارت محلی کی۔ اور یوں ہی ہے عینی کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں)

اور ظاہر ہے کہ وہ کچھ آنے اور قلیل میں نہیں بلکہ تا تنویر کامل وہ تاریکی باقی رہتی ہے اور اس کی بدایت بھی ہے اور نہایت بھی، اور اس میں تقدیم فعل بھی ممکن ہے اور تاخیر بھی ممکن ہے اسی واسطے کہا فتح الباری میں:

و اما حدیث ابن مسعود الّذی اخر جه المصنّف و غیره انّه قال ما رأیت رسول اللّه ﷺ صلّی صلوة فی غیر وقتها غیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ذالک الیو م یعنی یو م المز دلفة فمحمو ل علی انّه د خل فیها مع طلو ع الفجر من غیر تا خیره و انّ فی حدیث زید بن ثا بت و سهل بن سعد ما یشعر بتا خیر یسیر لا انّه صلا ها قبل ان یطلع الفجر (اور وہ حدیث ابن مسعودؓ کی جسے بخاریؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے سوائے اس دن کے آنحضرت ﷺ کو غیر وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا، یعنی فجر کی نماز مزدلفہ والے دن۔ سو وہ محمول ہے اس پر کہ بغیر تاخیر آپ ﷺ نے طلوع فجر ہوتے ہی نماز شروع کر دی۔ چنانچہ حدیث زید بن ثابت اور سہل بن سعد سے سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے طلوع فجر کے بعد تھوڑی سی تاخیر کی اور اس کے یہ معنی نہیں کہ فجر سے پہلے پڑھ لی)۔

اور کہا محلی حنفی میں:

و اجا ب عنه الحا فظ و غیره با نّه محمو ل علی انّه د خل فیها مع اوّل طلوع الفجر و کا ن المعتاد التّا خیر منه بحیث لا یفوت التغلیس۔ و الله اعلم۔ (اور جواب دیا اس کا حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے اس طرح پر کہ وہ حدیث محمول ہے اس پر کہ اول طلوع فجر میں آپ نے نماز شروع کی اور روزمرہ اس کی بہ نسبت دیر کر کے پڑھنے کی عادت تھی اس طرح کہ پچھلی رات کی اندھیری فوت نہ ہو)

اور مؤید ہے اس تاویل کو حدیث صحیح بخاری کی عبدالرحمٰن بن یزید سے:

قال خر جت مع عبد اللّه الی مکه ثمّ قد منا جمعاً فصلّی الصّلو تین کلّ صلوة و حد ها با ذا ن و اقا مة و العشاء بینهما ثم صلی الفجر حین طلع الفجر۔ قا ئل یقول طلع الفجر و قائل یقول لم یطلع الفجر (کہا عبدالرحمٰن بن یزید نے کہ گیا میں عبداللہؓ کے ساتھ مکہ کو اور ہم دونوں مزدلفہ پہنچے سو دو نمازیں انہوں نے پڑھیں ہر ایک جدا مع اذان اور تکبیر کے اور کھانا عشاء کا درمیان ان دو نمازوں کے۔ پھر جب طلوع ہوئی فجر، نماز صبح ایسے وقت پڑھی کہ بعضے کہتے تھے کہ صبح ہوگئی اور بعضے کہتے تھے کہ نہیں)

الحاصل وہ غلس جس میں حضرت ابن مسعودؓ نے مقام مزدلفہ میں ایک دفعہ نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پڑھی تھی اور کہا تھا کہ ایسا ہی ایک دفعہ اس مقام پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے پڑھی تھی اور سوا اس کے کبھی آپ نے وقت معتاد سے مجاوزت نہیں کی، وہ غلس ابتدائی تھی۔ اور جس پر رسول اللہ ﷺ کو مواظبت تھی وہ غلس مؤخر۔ غلس ابتداء سے تھی پس کہاں رہا تعارض قول ابن مسعودؓ میں اور احادیث غلس میں؟ اور کیوں کر بے دلیل ناسخ ہوگا قول حضرت ابن مسعودؓ کا حدیث تغلیس کو؟

ایسا ہی حدیث اسفروا بالفجر و ما فی معناہ سے بھی نسخ حدیث تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جب کہ ثابت ہوئی حدیث غلس کی روایت شیخین وغیرھما سے، اور معارض ہوئی اس کے حدیث اسفار کی جو شیخین نے نقل نہیں کی، اور قاعدہ وقت تعارض کے درمیان دو حدیثوں کے نزدیک اہل حدیث کے یہ ہے کہ اولاً تو ان کو آپس میں جمع اور موافق کریں، اور اگر موافق نہ ہوسکیں تو دیکھیں کہ دونوں میں سے کون ازراہ تاریخ مؤخر ہے۔ پس مؤخر کو ناسخ سمجھ کر اختیار کریں۔ اور اگر تاریخ بھی معلوم نہ ہو تو ایک کو دوسرے پر ترجیح دیویں۔ اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو دونوں کے عمل سے متوقف رہیں اور رجوع کریں طرف مادوں کے جیسا کہ کہا شرح نخبہ میں:

و ان عورض بمثله فلا یخلوا اما ان یّمکن الجمع بین مدلولیهما بغیر تعسف او لاً فا ن امکن الجمع فهو النّوع المسمی بمختلف الحدیث۔ و ان لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التا ریخ او لا فا ن عرف و ثبت المتأ خر به او باصر ح منه فهو النا سخ وا لآ خر المسو خ۔ و ان لم یعرف التّا ریخ فلا یخلوا اما ان یمکن تر جیح احد هما بو جه من وجوه التّر جیح اولا فا ن امکن التّر جیح تعین المصیر الیه و الا فلا فصار ما ظا هره التعا ر ض واقعا علی هذا التر تیب۔ الجمع ان امکن فا عتبار الناسخ و المسو خ فا لتر جیح ان تعین ثم التوقف عن العمل با حد الحدیثین (اگر دو حدیثوں میں معارضہ پڑے تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو دونوں میں جمع کرنا ممکن ہوگا بلا تکلف، یا نہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو اس قسم کا نام مختلف الحدیث ہے اور اگر ناممکن ہو تو اس سے خالی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں کہ تاریخ معلوم ہوگی یا نہ ہوگی ۔سو اگر تاریخ معلوم ہوئی تو بعد والی حدیث ناسخ ہے اور دوسری منسوخ ۔ اور اگر تاریخ معلوم نہ ہوئی تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو کسی وجہ سے ترجیح ممکن ہوگی یا نہیں ۔ اور ظاہر میں جو دو حدیثوں میں معارضہ ہوا کرتا ہے تو اس کا دفع اس ترتیب پر ہے کہ اول جمع کرنا جو ممکن ہو وے ، پھر اعتبار ناسخ منسوخ کا ہے ، پھر ترجیح اگر ہو سکے ، پھر دونوں حدیثوں کے عمل سے توقف کرنا)

پس بنا پر اس قاعدہ کے اگر دونوں حدیثوں میں موافقت اور جمع کرو تو ممکن ہے کئی وجہ سے ۔

وجہ اول یہ کہ مراد اسفار سے ظہور صبح کا ہے اس انداز پر کہ کسی کو شک نہ رہے باوجود یکہ تاریکی بھی باقی رہے جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و اما ما رواہ اصحا ب السّنن و صحّحہ غیر وا حد من حدیث رافع بن خد یج قا ل قا ل رسول اللّٰہ ﷺ اسفروا با لفجر فا نّہ اعظم للا جر فقد حملہ الشّا فعی علی انّ المراد بذ لک تیقّن طلو ع الفجر (اور وہ جو اہل سنن نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کو صحیح بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے فجر روشنی میں پڑھا کرو ، بڑا اجر ہے ۔ تو اس کو امام شافعیؒ وغیرہ نے اس پر حمل کیا ہے کہ فجر کا وقت طلوع ہونا یقینی ہو جاوے ، مراد ہے)

اور کہا ترمذی نے اپنی جامع میں بطور حکایت کے شافعیؒ واحمدؒ واسحاقؒ سے :

انّ معنی ا لاسفار ان یضح الفجر فلا یشک فیہ و لم یرو ان معنی ا لا سفار تا خیر الصلوۃ

(معنی اسفار کے یہ ہیں کہ صبح میں شک نہ رہے ، نہ یہ کہ نماز میں تاخیر کرے) ۔

پھر اس تاویل پر عینی حنفیؒ اور شیخ ابن الہمام حنفیؒ نے اعتراض کیا ہے کہ رفع شک اور تیقن صبح کا تو مدار ہے صحت نماز کا ، پھر کیا معنی ایسے اسفار کے اعظم للا جر ہونے کے ۔لیکن بعض منصف حنفیوں ہی نے جواب بھی دیا ہے کہ مدار صحت کا تو مطلق تیقن ہے خواہ چند آدمیوں کو ہو ، اور مدار بڑائی اجر کا اس حدیث میں نزدیک آئمہ کے یہ ہے کہ ایسا ظہور صبح کا ہو کہ ہر ایک شخص بے غور و تامل کے پہچان لے ۔ چنانچہ ابوداؤد کے انعقاد باب سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واضح ہوا۔

با ب وقت الصّبح ۔ حدّ ثنا اسحاق بن اسما عیل نا سفیا ن عن ابن عجلا ن عن عا صم بن عمر بن قتادہ بن نعما ن عن محمود بن لبید عن رافع بن خدیج قا ل قا ل رسول اللّٰہ ﷺ اصبحوا با لصّبح فا نّہ اعظم لا جورکم او اعظم للاجر انتھی ما رواہ ابو داؤد (ابو داؤد:۴۲۴) ۔ قو لہ اصبحوا با لصّبح قا ل فی النھا یۃ ای صلو ھا عند طلو ع الصبح یقا ل اصبح الرّ جل اذا د خل فی الصّبح قلت بھذا یعرف ان روا یۃ من روا ھذا الحد یث بلفظ اسفروا با لفجر مروی با لمعنی و انّہ دلیل افضلیۃ التّغلیس بھا علی التّا خیر ا لا سفار کما فی مر قاۃ۔

(یہ با ب ہے بیا ن وقت صبح میں ۔ روا یت کی ہمیں اسحاق بن اسما عیل نے اور کہا روایت کی ہم کو سفیان نے ابن عجلا ن سے اور انہوں نے عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان سے، انہوں نے محمود بن لبید سے، انہوں نے رافعؓ بن خدیج سے کہ کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے روشنی میں صبح کی نماز پڑھو اجر پاؤ گے، یا یہ فرمایا کہ بڑا اجر ملے گا۔ ہو چکی روایت ابی داؤد کی۔

نہا یہ میں کہا ہے معنے اس کے یہ ہیں کہ صبح کی نماز طلوع صبح کے وقت پڑھو۔ جب کوئی صبح کو کہیں سے آوے تو اہل عرب اصبح الر جل بولتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے معلوم ہوا کہ وہ روایت کو جو لفظ اسفروا با لفجر کے ساتھ آئی ہے وہ روایت بالمعنی ہے اور بلا شک وہ دلیل ہے اندھیرے میں پڑھنے کے افضل ہونے پر بہ نسبت دیر میں پڑھنے کے جیسا کہ مرقاۃ میں ہے)

پس بنا بر اس روایت کے اجر عظیم تغلیس میں بھی ثابت ہوا اور نماز غلس ہی میں پڑھنی مرجح ہوئی۔ اور کہا بیہقی نے حمل اسفار کا اس حدیث میں یعنی جو کہ مدار بڑائی اجر کا ہے، یہی ہے کہ یقیناً معلوم ہو جاوے ورنہ نفس صحت تو قبل تبین یقینی کے، واسطے اس شخص کے جو اپنی جانچ اور مہارت سے وقت پہچان لے، بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ کہا محلی میں:

و اجا ب الا وّلون عن حدیث الاسفار با جو بۃ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

احد ھا ما حکاہ التر مذی عن الشا فعی و احمد و اسحاق ان معنی ا لاسفار ان یضییء الفجر فلا یشک فیہ و لم یرو ان معناہ تا خیر الصّلوۃ و رد با نہ یا باہ تعلیلہ باعظمیۃ ا لا جر فا نّ الصلو ۃ قبل تیقن الوقت فاسدۃ لا اجر لھا اصلاً قلت لعلّ مراد ا لآ ئمۃ بدوالصّبح و تیقنہ لکل وا حد من غیر تعمق النّظر فی ا لا فق لا التیقن مطلقاً فا نّہ لا صلوۃ عند الشّک فی الوقت اجما عاً۔

قا ل عیا ض فی تفسیر الحد یث ای صلّو ھا بعد تبین وقتھا و سطو ع ضوء الفجر و لا تبادروا اول مبا دی ا لفجر قبل تبینہ و قا ل البھیقی و الطّریق الصّحیح ان یحمل حد یث الاسفار علی تبین الفجر و ان کا ن یجوز الد خو ل فیھا من القیم با لا جتھاد قبل التبین۔ (اور حدیث دیر میں پڑھنے کی جو ہے اس سے سویرے پڑھنے والوں نے کئی طرح جواب دیا ہے۔ایک تو وہ جو ترمذیؒ نے امام شافعیؒ سے حکایت کی ہے اور احمدؒ اور اسحاقؒ نے کہا کہ معنی اسفار میں پڑھنے کے یہ ہیں کہ فجر کی نماز پڑھے اس طرح کہ اس میں صبح کے نہ ہونے کا شک باقی نہ رہے۔اور یہ ارادہ نہیں کہ نماز میں دیر کی جاوے۔

لیکن اسفار کو افضل اجر کا وعدہ دینا اس جواب کو بگاڑتا ہے کیونکہ نماز یقینی وقت سے پہلے فاسد ہے، اس پر اجر ہرگز نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شائد مراد اکابر کی یہ ہے کہ صبح شروع ہوجاوے اور بغیر غور کرنے کے ہر ایک یقین کرلے نہ کہ مطلق یقین۔کیونکہ بالاتفاق شک کے وقت نماز نہیں ہوتی۔

تفسیر حدیث میں عیاضؒ نے کہا ہے کہ وقت کے کھل جانے کے بعد نماز پڑھو یعنی ایسے وقت کہ صبح ظاہر ہوجاوے اور صبح کے ظہور سے پہلے نماز میں جلدی مت کرو۔

اور بیہقیؒ نے کہا ہے کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ حدیث اسفار کے صبح کے ظہور پر حمل کی جاوے اگرچہ صبح کے حال کے جاننے والے کا اجتہاد کے طور پر یقین سے پہلے بھی نماز کا شروع کرلینا جائز ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور حدیث طبرانی وغیرہ کی:

نوّر یا بلا ل با لفجر قدر ما یبصر القوم مواقع نیلھم

(روشن کر صبح کو اے بلال ایسا کہ لوگ اپنے تیروں کے گرنے کی جگہ دیکھ لیویں)

جو عینی نے شرح بخاری میں اور مؤلف نے بواسطہ محلی کے تنویر الحق میں نقل کی ہے یہ حدیث بدون تصحیح کسی امام کے آئمہ حدیث میں سے حجت نہیں۔ اس لئے نفس محلی ہی میں، جس سے مؤلف نے نقل کی ہے، یہ حدیث ضعیف ہے اسناداً

حدیث الطبرانی بسند ضعیف۔ انتھی ما فی المحلی۔

(حدیث طبرانی کی سند ضعیف سے ہے)۔

پس کس طرح بے تصحیح کسی محدث کے اس کو قبول کیا جاوے تو یہ حدیث مانع اور مبطل نہ ہوگی اس مجمل کی جو بیان ہوا وجہ اول میں۔

☆ وجہ ثانی یہ ہے کہ حدیث اسفار میں یہ مراد نہیں کہ جب کہ روشنی ہو اس وقت نماز شروع کرے۔ بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ شروع نماز غلس ہی میں کرے، لیکن اتنی طویل قرأت پڑھے کہ پڑھتے پڑھتے حالت اسفار میں اختتام اس کا ہو۔ جیسا کہ کہا فتح الباری میں

و حملہ الطّحاوی علی انّ المراد ا لا مر بتطو یل القرأۃ فیھا حتی یخر ج من الصّلوۃ مسفراً و ابعد من زعم انّہ ناسخ للصّلو ۃ فی الغلس (اور حمل کیا ہے طحاویؒ نے اس کو اس پر کہ مراد یہ ہے کہ اتنی لمبی قرأت پڑھے کہ روشنی میں فارغ ہو اور وہ شخص بہت بعید ہے جس نے یہ گمان کیا کہ یہ اسفار کی حدیث اندھیرے میں پڑھنے کی حدیث کی ناسخ ہے)۔

اور کہا ہے طحاوی حنفیؒ نے حدیث غلس میں:

و الّذی ینبغی ان یبدأ با لغلس و یختم با لاسفار و ھو قول ابی حنیفہ و محمد و ابی یوسف (لائق یہ ہے کہ شروع کی جاوے نماز اندھیرے میں اور ختم کیجاوے اجالے میں اور یہ قول ابوحنیفہؒ اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے)

نقل کیا اس کو محلی اور پھر کہا:

و ھو احسن و جوہ الجمع و بہ یجمع ا لا حا دیث و المذا ھب و یئو یّدہ ما للنسا ئی عن انس انّہ ﷺ کا ن یصلّی الصّبح الی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان ینفسخ البصر (اور یہ خوب وجہ ہے موافقت کی اسی سے جمع ہو جاتی ہیں حدیثیں اور مذاہب۔ اور تائید کرتی ہے اس کی وہ روایت جو نسائی میں ہے انس سے کہ آنحضرت ﷺ صبح کی نماز پڑھتے تھے روشنی تک)

☆ وجہ تیسری یہ کہ امر بالاسفار محمول ہو چاندنی راتوں پر کیونکہ ان راتوں میں اشتباہ روشنی صبح کا ساتھ روشنی چاند کے بہت ہوتا ہے، نقل کیا اس کو خطابیؒ نے جیسا کہ کہا محلی میں

الثّا نی انّ ا لا مر با لاسفار خا ص فی اللیا لی المقمرة احتیاطا لعدم تبین الصّبح حکا ها الخطا بی انتهی ۔ اقول و ما قیل من انّه تخصیص بلا مخصو ص فمر دود با نه ایّ مخصص اقوی من احا دیث الغلس المر و یة بروا یة اصحا ب السّتّ و غیرهم المتعا ر ضه للاسفار فلا بدّ من الحمل علی ما صلح له و منه ا للیا لی المقمرة و ما قیل من انّه مخا لف لما عن ابرا هیم النخعی من روا یته اجما ع الصّحا بة علی التّنو یر فسیجیء و جوا به با ثبا ت ان قو ل النّخعی غیر مستقیم علی الظّا هر و لا یفید تعا مل جمیع الصّحا بة او اکثر هم علی ا لاسفار

(دوسرے یہ کہ حکم اجالے کا خاص ہے چاندنی راتوں میں بنظر احتیاط کے بسبب عدم ظہور صبح کے۔ حکائت کی یہ توجیہ خطابی نے۔ ہو چکی عبارت محلی کی۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ توجیہہ تخصیص بلا وجہ ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اندھیرے کے حکم والی حدیثوں سے، جنہیں صحاح ستہ وغیرہ نے روایت کیا ہے، بڑھ کر اور کون سی وجہ آئے گی۔ سو ضروری ہے محمول کرنا حدیث اسفار کا مناسب معنے پر اور وہ چاندنی راتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ توجیہہ مخالف ہے اس کے جو ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ اجماع صحابہ کا روشنی پر ہے۔ تو اس کا جواب یہ ثابت کر دینا ہے کہ وہ قول ٹھیک نہیں ہے اور سارے صحابہ یا اکثر کے تعامل کو مفید نہیں)۔

الحاصل ان وجوہ سے تعارض حدیث غلس کا اور اسفار کا مرتفع ہو سکتا ہے۔ یعنی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دونوں قسم کی حدیثوں میں ان وجوہ سے جمع اور موافقت ہوسکتی ہے۔ اور حدیث غلس کی معمول بہ رہتی ہے۔

اور اگر توفیق اور جمع بین الاحادیث نہ کرو اور بے دلیل اور خلاف قواعد اہلحدیث کے رجوع کروطرف نسخ کے، تب بھی غلس باقی رہتی ہے واسطے عمل کے، کیونکہ مؤخر بھی یہی ہے نہ اسفار، جیسا کہ روایت ابوداؤد میں گذرا۔ تو حدیث غلس جو مؤخر ہے ناسخ ہوگی اور حدیث اسفار منسوخ ہوگی۔

اور اگر اس سے بھی انحراف کرو تو تیسری وجہ کو اختیار کرو۔ یعنی حدیث اسفار کی متروک العمل ہو اور حدیث غلس کی معمول بہ رہے۔ اس لئے کہ حدیث اسفار کو شیخین نے روایت نہیں کیا اور غلس کو شیخین نے اور امام مالکؒ اور باقی اصحاب سنن نے روایت کیا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ وقت ترجیح کے ایسی روایات میں سے روایت شیخین کی مقدم ہوتی ہے ان کے غیر کی روایت پر جیسا کہ کہا شرح نخبہ میں:

و من ثم ای من هذه الجهة و هی ار جحية شرط البخاری علی غيره قدم صحيح البخاری علی غيره من الكتب المصنفة ثم صحيح مسلم لمشا ر كته للبخاری فی اتفاق العلماء علی تلقی كتا به با القبول ثم يقدم فی الارجحية من حيث الا صحية ما وا فقه شرطها۔ انتهی ۔ و هكذا فی حجة اللّٰه البا لغه كما سيجیء

اقول۔ ا لا ما روی الز هری عن سا لم بن عبد اللّٰه ابن عمر عن ابيه او محمد بن سيرين عن عبيدة بن عمرو عن علی او ابراهيم النّخعی عن علقمه عن ابن مسعود او غير هم المتساوو ن لهم فی الرّ تبة و لا يخفی ان روا ية ا لا سفار ليست بهذه المثا بة فيقدم عليها ما رواه الشيخا ن

(اسی جگہ سے یعنی اس جہت سے (یعنی راجح ہونے شرط بخاری سے غیر پر) مقدم رکھی گئی بخاری دیگر کتابوں پر۔ پھر مسلم بسبب شریک ہونے اس کے اس بات میں کہ بخاری کی طرح لوگوں نے اس کو بھی مقبول رکھا ہے۔ پھر مقدم رکھی جائے گی وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

روایت جوان کی شرط کے موافق ہو۔ ہو چکی عبارت شرح نخبہ کی اور یوں ہی ہے حجۃ اللہ البالغہ میں چنانچہ آگے آئے گا۔

میں کہتا ہوں ہاں وہ جو روایت کی ہے زہری نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے انہوں نے اپنے باپ سے، یا محمد بن سیرین نے عبیدہ بن عمر سے انہوں نے علی سے، یا ابراہیم نخعی نے علقمہؒ سے انہوں نے ابن مسعودؓ سے، یا اسی طرح اور مساوی درجہ کے لوگ۔ اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روایت اسفار کی ایسی نہیں، تو اس پر بخاری اور مسلم کی روایت مقدم رہے گی)

الغرض۔ نسخ غلس کا حدیث اسفروا سے عاقل نہیں کہہ سکتا، جب کہ جمع بین الاحادیث بھی ممکن ہے اور وہ مؤخر ہونا حدیث غلس کا ازراہ تاریخ کے بھی ثابت ہے اور ترجیح حدیث غلس کی حدیث اسفار پر بھی متحقق ہے۔

اور ابراہیم نخعیؒ کے قول:

ما اجتمع اصحاب محمّد علی شیء ما اجتمعوا علی التّنویر

(نہیں جمع ہوئے اصحاب محمد ﷺ کسی شئے پر جیسا کہ جمع ہوئے اجالے میں نماز کے پڑھنے پر)

سے بھی نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اگر کہو کہ مراد اصحاب مجتمعین علی التنویر سے بیچ کلام نخعی کے کل صحابہ یا جمہور صحابہ ہیں، تو قول اس کا منقطع ہوگا۔ اس لئے کہ اس کو سب صحابہ سے یا جمہور سے ملاقات نہیں۔ بلکہ فقط ایک دو صحابہ سے ملاقات ہے، جیسا کہ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں:

ابرا هیم بن یز ید بن قیس بن ا لاسود النّخعی ابو عمران الکوفی الفقیه ثقة ا لا انّه یر سل من الخا مسة۔

(ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود نخعی ابوعمران کوفی فقیہ ثقہ ہے مگر مرسل روایت کرتا ہے پانچویں طبقہ میں سے ہے)۔

تو دیکھو حافظ ابن حجرؒ نے نخعیؒ کو پانچویں طبقہ میں شمار کیا ہے اور پانچویں طبقے والے وہ لوگ ہیں جن کو ایک یا دو صحابیوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ اور بعض کو ان میں سے سماع کسی صحابی سے ثابت نہیں جیسا کہ خود ابن حجرؒ، مقدمہ تقریب میں فرماتے ہیں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الخا مسة الطبقة الصّغرى منهم الّذين رأ وا الوا حد او الاثنين و لم يثبت لبعضهم السّما ع من ا لصّحا بة كا لا عمش

(پانچواں طبقہ صغری ان میں کہ انہوں نے ایک یا دو صحابیوں کو دیکھا بلکہ بعض کو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں جیسے کہ اعمش)۔

اور شیخ الاسلام امام النقا دجن کو ابن حجرؒ، شرح نخبہ میں اور فاضل بہاریؒ مسلّم الثبوت میں یوں فرماتے ہیں:

هو من اهل الا ستقراء التا م فی نقد الرّجا ل

(وہ لوگوں کے پرکھنے پر بڑی تلاش کا آدمی ہے)۔

یعنی محمد بن احمد ذہبیؒ، ابراہیم نخعیؒ کو ان میں سے گنتے ہیں جن کو کسی صحابی سے سماع حدیث ثابت نہیں اور کہتے ہیں کہ اگر نخعیؒ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے بلا واسطہ کچھ نقل کرے تو نقل اس کی حجت نہیں۔ میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں:

ابرا هيم نخعى احد ا لا علام ير سل عن جماعة لم يصحّ له سماع عن صحا بى و كا ن لا يحكم العر بيّة ر بما لحن و لكن الامر على انّه حجّة و انّه اذا ارسل عن ابن مسعود و غيره فليس ذا لک بحجّة انتهى على ما نقله العلا مة المحقق احمد بن يحى سعد الدين التفتازا نى فى المجموعة له المشهورة با لعقود العشرة ۔ يعنى بده عقد در ده علم

(ابراہیم نخعیؒ اعلام میں سے ہیں، ایک جماعت سے مرسل روایت کرتے ہیں اور ان کو کسی صحابی سے سماع نہیں، اور زبان عربی میں محکم نہ تھے بارہا غلطی کرتے تھے۔ ان کی روایت حجت ہے لیکن جب ابن مسعودؓ وغیرہ سے مرسل روایت کریں تو حجت نہیں۔ ہو چکی وہ عبارت جو نقل کی علامہ احمد بن یحی سعد الدین تفتازانی نے اپنے مجموعہ میں جو عقود عشرہ کے نام سے مشہور ہے)

پس ثابت ہوا کہ نخعیؒ کو ایک دو صحابہ سے ملاقات بدون سماع کے ہے۔ پس جماعتوں سے خبر دینا اس کا کہ تمام یا اکثر اصحاب اسفار کیا کرتے تھے، اپنے دیکھنے سے ان کی تو دشوار ہی ہے، خواہ نخواہ کسی اور سے سنا ہوگا۔ جب اس شخص کا ذکر نہ کیا تو قول اس کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منقطع ہوا۔ اور یہ قول منقطع حجت نہیں۔

کما مرّ عن میزان الاعتدال و ھکذا فی کتب اصول الحدیث

(گذر چکا میزان الاعتدال سے اور یوں ہی ہے دیگر کتب اصول حدیث میں)

اور اگر کہو کہ مراد نخعیؒ کی ان اصحاب سے جو اسفار کرتے تھے ایک دو اصحاب ہیں تو مسلّم۔ لیکن ایک دو اصحاب کے فعل سے وہ تغلیس جو رسول اللہ ﷺ کے عمل میں تھی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ جیسے جلیل الشان صحابہ کا عمر بھر اس پر عمل رہا، کیوں کر منسوخ ہو جاوے؟ یہ تو کسی ذی ہوش سے آج تک مروی نہیں۔

ہاں البتہ اگر سب صحابہ خلفاء راشدین اربعہ وغیرھم بلا خلاف ایک کے اسفار پر اتفاق کرتے تو کہا جاتا کہ بے شک اتفاق ان کا دلالت کرتا ہے منسوخ ہونے پر غلس کے۔ اور جب کہ یہ اتفاق نہ کسی نے ثابت کیا اور نہ آئندہ ان شاء اللّٰہ ثابت ہوگا، پھر کس طرح بعض صحابہ کے فعل سے فعل مداومی رسول اللہ ﷺ کا اور معتاد شیخین حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرھما کا منسوخ ہو سکتا ہے۔

ولا یقول بامکانہ الا من اشرب فی قلبہ التعصب او الجھل من قواعد الاصول و من شروط النسخ۔

(اور اس کے امکان کا وہی اقرار کرے گا جو متعصب ہے یا جو قواعد اصول سے بے خبر اور شرائط نسخ وغیرہ سے غافل ہے)

اسی واسطے بعض حنفیہ نے بھی قول نخعی سے دعوی نسخ غلس کا رد کر دیا جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ محدثؒ دہلوی حنفی نے محلی شرح مؤطا میں:

و الثّانی بادعاء النّسخ و استدلّ علی النّسخ بما اخرج الطّحاوی عن ابراھیم ما اجتمع اصحابہ ﷺ ما اجتمعوا علی التّنویر و ھذا اسناد صحیح قالوا و لا یجوز اجتماعھم علی خلاف ما فارقھم علیہ النّبیّ ﷺ الا لعلمھم بنسخ التغلیس المروی عن عائشۃ

قلت کیف یدعی نسخ التغلیس و قد اخرج ابو داؤد و صححہ ابن خزیمۃ من طریق اسامہ بن زید اللیثی عن ابن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شهاب عن عروة عن بشير بن ابی مسعود عن ابيه انّه ﷺ صلّی الصّبح مرّة بغلس ثمّ صلّی مرةً اخری فاسفر بها ثم كانت صلوته بعد ذالک التغليس حتّی مات و لم يعد الی ان يسفر۔ و قد سبق تخريجه

فان قيل فيه اسامة بن زيد اللّيثی و قد قال فيه النّسائی و الدّارقطنی ليس بالقوىّ و قال احمد ليس بشیء و قال ابو حازم لا يحتج به ۔ قلنا الحديث مما صحّحه ابن خزيمه و سكت عليه ابو داؤد ما سكت هو عليه لا ينزل عن درجة الحسن ۔ قال البهيقی رواته كلهم ثقات ۔ و خبر الاسفار مختلف فی اسناده و متنه ۔ و قال الخطابی هو حديث صحيح اسناداً و اسامة من رجال البخاری و قد قالوا من روی عنه الشّيخان او احدهما لا ينظر للطّاعنين فيه و ان كثروا۔ و مما يشهد بعدم النّسخ كتابة عمر الی عماله و ابی موسی الا شعری ان صلوا الصبح و النجوم بادية مشتبكة كما سجیء فی الكتاب۔ فلو كان التّغليس منسوخاً لما خفی علی مثل عمر و ابی موسی و لا نكر عليه الصّحابة ذالک و ايضاً سيجیء فی الكتاب انّ ابا بكر الصّديق كان يقرء بالبقرة فی صلوة الصّبح و هی تقتضی تغليسه بصلوة الصّبح و كذالک يجیء عن ابن عامر عن عمر انه قرأ فيها بسورة يوسف و الحج قرأة بطيئة قال فقلت و اللّه اذا لقد كان يقوم حين يطلع الفجر قال نعم ۔

و اخرج ابن ماجه عن مغيث بن سمّی قال صلّيت مع عبد اللّه بن الزّبير الصّبح بغلس فلما سلّمت اقبلت علی ابن عمر قلت ما هذه الصّلوة قال كانت هذه صلوتنا مع رسول اللّه ﷺ و ابی بكر و عمر فلما طعن عمر اسفر بها عثمان ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

انتهی ۔ و روی ابن ابی شیبة کا ن النّاس یغلسو ن الفجر فی زمن عثما ن ما یعرف بعضهم بعضنا

و عن ابی موسی و ابن الزّبیر و عمر بن عبد العزیز انّهم کا نوا یغلسون فا ذا ثبت التّغلیس من هئو لاء الصّحا بة الکبار فما روی النّخعی ما اجمتع اصحا به ﷺ ما اجتمعوا علی التّنو یر ، لو صحّ فمحمو ل علی اجتماع من ادرکه النّخعی من الصّحا بة من اهل العراق لا علی جمیعهم۔

(دلیل پکڑی ہے نسخ پر اس روایت سے جسے روایت کیا طحاویؒ نے ابراہیمؒ سے کہ نہیں جمع ہوئے اصحاب آنحضرت ﷺ کے جیسے جمع ہوئے روشنی میں نماز کے پڑھنے پر اور یہ سند صحیح ہے ۔

مشائخ نے کہا ہے کہ ان کا اجتماع اس کے خلاف پر جس پر آنحضرت ﷺ ان کو چھوڑ گئے تھے ، بغیر اس کے نہیں ہوسکتا کہ ان کو اندھیرے میں پڑھنے والی روایت حضرت عائشہؓ کے منسوخ ہونے کا علم ہو۔

میں کہتا ہوں کیونکر نسخ کا دعوی کیا جا سکتا ہے جب کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے اور تصحیح کی اس کی ابن خزیمہؒ نے سلسلہ اسامہ بن زیدلیثیؒ سے اور انہوں نے ابن شہابؒ سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے بشیر بن ابی مسعودؒ سے انہوں نے اپنے باپ سے، یہ کہ صبح کی نماز آنحضرت ﷺ نے اندھیرے میں ایک دفعہ پڑھی پھر دوسری دفعہ روشنی میں پڑھی پھر تا وفات اندھیرے میں پڑھتے رہے ۔

اگر کہا جاوے کہ اس سند میں اسامہ بن زیدلیثی ہے اور نسائی اور دارقطنی نے کہا ہے کہ وہ قوی نہیں اور احمد نے کہا ہے کہ ناچیز ہے اور ابی حازم نے کہا ہے کہ اس کی روایت حجت نہیں ۔

ہم کہیں گے کہ یہ حدیث وہ ہے جس کی صحت ابن خزیمہؒ نے بیان کی اور ابوداؤدؒ نے اس پر سکوت کیا ہے اور جس پر ابوداؤدؒ سکوت کرلے وہ درجہ حسن سے کم نہیں ہے ۔ بیہقیؒ نے کہا ہے کہ راوی اس کے سب ثقہ ہیں اور اسفار کی خبر کی سند اور نیز متن میں اختلاف ہے ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور خطابیؒ نے کہا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے سند کے طور پر اور اسامہ بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ اور اہل اصول حدیث نے کہا ہے کہ جس سے بخاری اور مسلم روایت کریں یا ان میں سے ایک روایت کے، تو پھر اس کے طعن کرنے والوں پر نظر نہ ہوگی اگرچہ کتنے ہی ہوں۔

اور وہ جو نہ منسوخ ہونا اس حدیث کا ثابت کرتا ہے وہ حضرت عمرؓ کا خط لکھنا ہے اپنے عاملوں کو اور ابوموسیٰ اشعریؓ کو، یہ کہ صبح کی نماز پڑھو ایسے وقت کہ تاریکی کھلی ہو جیسا کہ آگے مؤطا میں ہے۔ سو اندھیرے میں پڑھنا اگر منسوخ ہوتا تو حضرت عمرؓ اور ابو موسیٰؓ پر مخفی نہ رہتا اور صحابہ ان پر انکار کرتے اور بھی مؤطا میں آوے گا کہ حضرت ابوبکرؓ سورہ بقرہ صبح کی نماز میں پڑھتے تھے۔ سو یہ اندھیرے میں پڑھنا چاہتا ہے۔ اور اسی طرح یحیٰ نے ابن عامر سے اور وہ عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سورہ یوسف اور سورہ حج ترتیل سے پڑھی تھی صبح کی نماز میں۔ مجھے ابن عامر نے کہا میں نے لوگوں سے پوچھا کہ کیا صبح ہوتے کھڑے ہوئے تھے کہا کہ ہاں اور روایت کی ابن ماجہ نے مغیث بن سمّی سے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، تو اندھیرا تھا۔ جب میں نے سلام پھیرا تو میں ابن عمرؓ کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ انہوں نے کہا یہ ہماری نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ کی ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ کی۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عثمانؓ نے سویرے پڑھنی شروع کر دی۔ ہو چکی عبارت ابن ماجہ کی۔ اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے کہ لوگ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ایسے اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے کہ ایک کو ایک نہیں پہچانتا تھا۔ اور ابوموسیٰؓ اور ابن زبیرؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ وہ بھی اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ سو جس وقت ان اکابر صحابہ سے اندھیرے میں نماز پڑھنا ثابت ہوگیا تو پھر وہ جو نخعیؒ نے روایت کیا ہے کہ جس طرح صحابہ اجالے میں نماز پڑھنے میں مجتمع ہوئے ہیں اس طرح کسی بات پر نہیں ہوئے، اگر درجہ صحت کو پہنچ جاوے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جن صحابہ کو نخعیؒ نے پایا ہے ان کا یہ دستور ہوگا، نہ سارے صحابہ کا)۔

اور کہا فتح الباری میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ابعد من زعم انّه نا سخ للصّلوة فی التّغلیس

(اور یہ بہت دور ہے جس نے یہ کہا کہ اجالے میں نماز پڑھنے کی حدیث اندھیرے میں پڑھنے کے حکم کی ناسخ ہے)

پس ثابت ہوا کہ مؤلف (تنویر الحق) کی کسی دلیل سے نسخ تغلیس کا ثابت نہیں ہوتا، یعنی نہ حدیث ابن مسعودؓ سے۔ اور نہ اسفروا با لفجر سے۔ اور نہ قول نخعیؒ سے۔ اور جو کہ مؤلف نے حدیث غلس سے اخیر میں مسئلہ کے جواب دیا ہے کہ

یہ غلس حدیث عائشہ والی محمول ہے اوپر اندھیرے مسجد کے، نہ اوپر اندھیرے میدان کے، انتہی۔

اسی کا نام ہے تحریف جس کو مولوی اسماعیل صاحب دہلویؒ حظ نصرانیت بتاتے ہیں جیسا کہ باب ثانی کے جواب کے ضمن میں گذرا۔ اس لئے کہ حدیث حضرت عائشہؓ میں غلس، مسجد سے گھروں کی طرف سفر کی حالت میں بیان کی ہے، نہ مسجد میں نماز کے لئے موجود ہونے کے وقت میں، جیسا کہ فرمایا ہے

ثمّ یتقلبن الی بیو تھنّ حین یقضین الصّلوة ما یعرفھن احد من الغلس (بخاری: ۳۷۲۔ مسلم: ۶۴۵۔ ابوداؤد: ۴۲۳)۔ (پھر نماز پڑھ کر اپنے گھر کو جاتی تھیں اور اندھیرے کے سبب شناخت نہ ہوتی تھی)

پس دیکھو کہ اس قول سے تاریکی خاص مسجد میں کہاں سمجھی جاتی ہے۔

علاوہ یہ کہ سوائے حضرت عائشہؓ کے اوروں کی روایت میں اتنی تحریف کی گنجائش نہیں۔ اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے اس قول کو رد کر دیا ہے جیسا کہ کہا ہے محلی میں:

و اجاب ابن الھما م عن حدیث عا ئشه بحمله علی غلس دا خل المسجد لان حجر تھا کا نت فیه و کان سقفه مقا ر با۔ انتہی۔ و فیه مع کو نه بعیدا انه لا یختص روا یة التغلیس بعا ئشة بل روا ھا جماعة من الصحا بة کما سبق

(اور جواب دیا ہے ابن ہمامؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے یوں کہ اندھیرا مسجد کے اندر کا حال تھا اس وجہ سے کہ حضرت عائشہؓ کا حجرہ اندر ہی تھا اور اس کی چھت نیچی تھی۔ ہو چکا کلام ابن ہمامؒ کا۔ اور اس میں سوا اس کے کہ یہ کلام بعید ہے، یہ بھی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ روایت کچھ حضرت عائشہؓ ہی پر مخصوص نہیں بلکہ ایک جماعت صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے، چنانچہ پہلے گذر چکا)۔

پس رد ہوا کلام مؤلف تنویر الحق کا بجمیع اجزاء۔ اور باقی رہا معمول بہ ہونا حدیث غلس کا، جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے۔

و للّٰہ الحمد اوّلاً و آ خراً و ظاھراً و با طناً علی ما وفقنا الاثبات الغلس المروی عن النّبیّ ﷺ المعتاد له مدّة عمره علیه الصّلوة و السّلام

(اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اس اندھیرے میں فجر نماز پڑھنے کی روایت ثابت کرنے کی توفیق دی جو آنحضرت ﷺ سے ثابت اور ان کا ہمیشہ کا عمل تھا)

وقت ظہر: اول و آخر

قال (مؤلف تنویر الحق)۔ مسئلہ تیسرا بیچ وقت مستحب ظہر کے

اقول۔ کئی حدیثوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شدید گرمیوں میں بھی اول وقت ہی ظہر پڑھا کرتے تھے اور اسی کی رغبت دلاتے تھے۔ روایت کی بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے:

قا ل قا ل رسول اللّٰہ ﷺ لو یعلم النّاس ما فی النّداء و الصّف الاوّل ثمّ لم یجدوا الا ان یستھموا علیه لا ستھموا علیه و لو یعلمون ما فی التھجیر لا ستبقوا الیه (بخاری:۶۱۵۔مسلم:۴۳۷)

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر لوگ اذان اور صف اول کا ثواب جانتے اور قرعہ ڈال کر اس کو پاتے تو اس پر قرعہ ڈالتے۔ اور اگر ظہر کے اول وقت کے ثواب کو جانتے تو اس کی طرف دوڑتے)۔

اور روایت کی امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے:

قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی الظّھر با لھا جرة و لم یکن صلوة اشدّ علی اصحا ب رسول اللّٰہ منھا ۔ھکذا فی المشکوة (ابوداؤد:۴۱۱)۔(آنحضرت ﷺ ظہر کی نماز اول وقت پڑھا کرتے تھے اور کوئی نماز

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صحابہ پر اس نماز سے زیادہ سخت نہ تھی)۔

اور روایت کی ہے بخاری اور مسلم نے محمد بن عمرو بن الحسن رضی اللہ سے:

قال سألنا جابر بن عبد اللّٰہ عن صلوۃ النّبیّ ﷺ فقال کان یصلّی الظّھر بالھاجرۃ و العصر و الشّمس حیّۃ۔ (بخاری: ۵۶۰۔ مسلم: ۶۴۶)۔ (کہا محمد بن عمرو بن حسن نے کہ ہم نے جابرؓ بن عبداللہ سے آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ظہر اول وقت اور عصر آفتاب کی تیزی کے وقت پڑھتے تھے)۔

اور روایت کی بخاری و مسلم نے سیار بن سلامہ سے:

قال دخلت انا و ابی علی ابی برزہ الاسلمی فقال لہ ابی کیف کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی المکتوبۃ فقال کان یصلّی الھجیرۃ الّتی تدعونھا الاولی حین تدحض الشمس ... الخ (بخاری: ۵۴۷۔ مسلم: ۴۶۱) (کہا سیار بن سلامہ نے کہ میں اور میرے والد، ابی برزہ اسلمیؓ کے پاس گئے۔ ان سے میرے والد نے آنحضرت ﷺ کی نماز کا حال پوچھا۔ تو انہوں نے کہا کہ سورج کے ڈھلتے ہی جسے لوگ اول دوپہر کہتے ہیں... الخ)۔

اور روایت کی مسلم نے جابر بن سمرہؓ سے (مسلم: ۶۱۸):

قال کان النّبیّ ﷺ یصلّی الظّھر اذا دحضت الشّمس

(جابر بن سمرہ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ ظہر پڑھا کرتے تھے سورج کے ڈھلتے ہی)

اور خباب سے:

قال شکونا الی رسول اللّٰہ ﷺ الصّلوۃ فی الرّمضاء فلم یشکنا (مسلم: ۶۱۹) (کہا کہ ہم نے شکائت کی آنحضرت ﷺ سے نماز کی جلتی زمین میں، آپ نے وہ شکائت نہیں سنی)

پھر کہا:

قال زھیر قلت لابی اسحاق فی الظھر، قال نعم، قلت افی تعجیلھا، قال نعم (زہیر نے کہا کہ میں نے ابی اسحاق سے پوچھا کہ یہ بات کیا ظہر کی نماز کے بارے میں تھی۔ کہا ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا ظہر کی جلدی کے بارے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں تھی۔ کہا، ہاں)

اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

قال کنا نصلّی مع رسول اللّٰہ ﷺ فی شدّ ۃ الحرّ فا ذا لم یستطع احد نا ان یمکن جبھتہ من ا لا ر ض بسط ثو بہ فسجد علیہ (بخاری:۳۸۵۔مسلم:۶۲۰)۔(انس نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز بڑی گرمی میں پڑھا کرتے تھے پھر جب زمین پر پیشانی نہیں ٹک سکتی تھی تو بعض لوگ کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کیا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قا لت ما رأیت اشدّ تعجیلاً للظّھر من رسول اللّٰہ ﷺ و لا من ابی بکر و لا من عمر (ترمذی:۱۵۵)۔(حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے زیادہ جلدی کرنے والا ظہر میں نہیں دیکھا)۔

پھر کہا امام ترمذیؒ نے:

و فی البا ب عن جا بر بن عبد اللّٰہ و خبا ب و ابی بر زۃ و ابن مسعود و زید بن ثا بت و انس و جا بر بن سمرۃ قا ل ابو عیسی حدیث عائشہ حدیث حسن و ھو الذی اختارہ اھل العلم من اصحا ب النبی ﷺ و من بعد ھم قا ل علی قا ل یحی بن سعید و قد تکلم شعبۃ فی حکیم بن جبیر من اجل الحدیث الذی روی عن ابن مسعود عن النّبیّ ﷺ من سأ ل النّاس و لہ ما یغنیہ قا ل یحی و رو ی لہ سفیا ن و زا ئدۃ و لم یر یحی بن معین بحدیثہ بأ ساً قا ل محمد و قد روی عن حکیم بن جبیر عن سعید بن جبیر عن عا ئشہ عن النّبیّ ﷺ فی تعجیل الظّھر۔(اور اس باب میں جابر بن عبداللہ اور خباب اور ابی برزہ اور ابن مسعود اور زید بن ثابت اور انس اور جابر بن سمرہ سے روایت ہے۔ کہا ابو عیسی نے کہ حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث حسن ہے۔ اور یہ وہ مسئلہ ہے جسے اہل علم نے اختیار کیا ہے صحابہ میں سے اور ان کے بعد والوں نے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا علی نے کہ یحی بن سعید نے کہا کہ شعبہ نے حکیم بن جبیر میں اس حدیث کے سبب کلام کیا ہے جسے اس نے ابن مسعودؓ کے واسطے سے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی حاجت رفع کر سکے۔ یحی نے کہا کہ سفیان اور زایدہ نے یہ حدیث روایت کی ہے اور ابن معین نے حکیم بن جبیر کی حدیث میں کچھ حرج نہیں بتایا اور محمد نے کہا ہے کہ بلا شک روایت کی گئی حکیم بن جبیر سے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تعجیل ظہر کے باب میں)

(حاشیہ از تلطف حسینؒ دہلوی: اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ ایک شخص نے شعبہ سے کہا کہ سفیان تمہارے مخالف ہیں۔ تو کہا کہ میرا دماغ پریشان کیا تو نے۔ حالانکہ خبر پہنچی مجھے یحی بن معین سے کہ کہا انہوں نے کہ جو کوئی مخالف ہوا سفیان کا تو سفیان کے قول کا اعتبار ہے۔ اور کہا ابوداؤد نے کہ خبر دی مجھے احمدؒ نے بواسطہ وکیع کے شعبہ سے کہا شعبہ نے سفیان زیادہ حافظ ہیں مجھ سے۔ اور نیز خود ابوداؤد نے اس سے پہلے کہا کہ قول سفیان کا معتبر ہے)

اور روایت کی ہے نسائی نے خباب سے مثل روایت مسلم کے خباب سے جو گذری۔ اور روایت کی ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے:

قا ل شکو نا الی رسول اللّٰہ ﷺ حرّ الرّ مضاء فلم یشکنا ۔(نسائی :۴۹۷) (ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ سے شکائت کی جلتی زمین کی گرمی کی ۔آپ نے شکائت نہ سنی)

اور حضرت خباب سے مثل اس کے۔

اور حضرت ابو برزہؓ کہتے ہیں:

قال کا ن النّبیّ ﷺ یصلّی صلوۃ الھجیرۃ التی تد عونھا الظّھر اذا د حضت الشّمس

(آپ ﷺ سورج کے ڈھلتے ہی ظہر پڑھا کرتے تھے)

اور روایت کی ابوداؤدؒ نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے

کنت اصلّی الظّھر مع رسول اللّٰہ ﷺ فا خذ قبضۃ من الحصا لتبرد فی کفی اضعھا لجبھتی اسجد علیھا لشدّ ۃ الحرّ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(ابوداؤد:۳۹۹) (جابر بن عبداللہؓ نے کہا کہ میں ظہر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھتا تو ایک مٹھی کنکر اپنے ہاتھ میں لیتا کہ جب وہ سرد ہوں تو اس پر سجدہ کروں)

اور حضرت زید بن ثابتؓ سے:

قال کا ن رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی الظّھر با لھا جرۃ (ابوداؤد:۴۱۱)۔

(آنحضرت ﷺ اول وقت ظہر پڑھا کرتے تھے)

پس یہ روایات صریح دلالت کرتی ہیں اس پر کہ عمل میں آنحضرت ﷺ کے یہی تھا کہ بحر د زوال کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور بعض روایات میں جن سے مؤلف کو تمسک ہے خلاف ان کا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ روایت کی ہے بخاری و مسلم وغیرھما نے حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے:

اذا اشتدّ الحرّ فا بردوا با لصّلوۃ فا نّ شدۃ الحرّ من فیح جھنّم

(بخاری: ۵۳۳۔ مسلم: ۶۱۵)۔ (کہ جس وقت گرمی شدت کی ہو جاوے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ شدت کی گرمی دوزخ کی سانس ہے)۔

اور روایت کی طحاویؒ نے حضرت ابی خلدہؓ سے:

کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا کا ن الشّتاء بکر بصلوۃ الظّھر و اذا کان الصّیف ابر دھا (آنحضرت ﷺ سردی کے موسم میں ظہر سویرے پڑھا کرتے تھے اور جب گرمی ہو جاتی تھی تو ٹھنڈا کر کے پڑھا کرتے تھے)۔

اور اسی مضمون کی ابی مسعودؓ سے اور روایت کی طحاویؒ نے مغیرہ بن شعبہؓ سے

کنّا نصلّی مع رسول اللّٰہ ﷺ صلوۃ الظّھر با لتھجیر ثمّ قا ل ابردوا با لصّلوۃ فا نّ شدّ ۃ الحرّ من فیح جھنم

(مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر کے پڑھا کرو کیونکہ شدت گرمی دوزخ کا سانس ہے)۔

اور ایسی ہی روایت ہے ابن ماجہ کی لیکن اس میں لفظ ثمّ کی جگہ ف ہے۔

پس ابراد والے کہتے ہیں کہ حدیثیں تھجیر کی منسوخ ہیں ساتھ حدیث مغیرہ کے۔ اور تھجیر والے جواب دیتے ہیں کہ جہاں تک تاویل ہو سکے نسخ کے قائل نہ ہونا چاہیے جیسا کہ کہا شرح نخبہ وغیرہ میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ان عور ض بمثله فلا یخلوا اما ان یّمکن الجمع بین مد لو لیهما بغیر تعسف اولاً۔ فا ن امکن الجمع فهو النّوع المسمّی بمختلف الحدیث و ان لم یمکن الجمع فلا یخلوا اما ان یعرف التّا ریخ او لا؟ فا ن عرف و ثبت المتأ خر به او باصر ح منه فهو النّاسخ و ا لآ خر المنسو خ۔ انتهی مختصراً

(اگر دو حدیثوں میں معارضہ پڑے تو یا تو ان دونوں کے مطلب میں موافقت کرنا ممکن ہوگا بغیر تکلف کے، یا نہ ہوگا۔ اگر ممکن ہو تو اس کا نام مختلف الحدیث ہے۔ اور اگر ناممکن ہو اور تاریخ سے معلوم ہو جائے کہ کون سی مؤخر ہے تو وہ ناسخ ہوگئی)

تو دیکھو کہ جمع کو نسخ پر مقدم رکھا۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

انّ النّسخ لا یصار الیه ا لا اذ عجز نا عن التّا ویل

(نسخ کی طرف اسی وقت رجوع کیا جاتا ہے جب تاویل نہ ہو سکے)۔

اور ان احادیث میں جمع اور تاویل ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ تہجیر جو عادت رسول اللہ ﷺ کی تھی اور شیخین کی، یہ افضل ہے اور امر ابراد کا حدیث ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور مغیرہؓ میں از راہ رخصت کے شفقت ہے کیونکہ وجوب تو باتفاق جمہور کے نہیں ہے جیسا کہ کہا عینی حنفی نے شرح صحیح بخاری میں:

فا ن قلت ظا هر ا لا مر للو جو ب قلت ا لا جماع علی عد مه و قا ل بعضهم و غفل الکر ما نی فنقل ا لا جماع علی عدم الو جو ب قلت لا یقال انّه غفل بل الّذین نقل عنهم ا لا جماع کا نّهم لم یعتبروا کلام من ادعی الو جو ب فصار کا لعدم۔

(اگر کوئی کہے کہ ظاہر امر کا وجوب کے لئے ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اجماع اس کے خلاف پر واقع ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کرمانی سے غفلت ہوگئی کہ اس نے اجماع نقل کیا ہے امر کے وجوب کے لئے نہ ہونے پر۔ میں کہوں گا کہ یہ نہ کہا جاوے کہ کرمانی سے غفلت ہوگئی بلکہ جن لوگوں سے وجوب کا دعوی منقول ہے، ان کا کلام معتبر نہ ٹھہرا تو بمنزلہ نہ ہونے کے ہوگیا)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پھر کہا عینیؒ نے :

کا نت العلّة فیه دفع المشقّة عن المصلّی لشدّ ة الحرّ و کا ن ذا لک للشفقة علیه

(اس میں سبب نمازیوں سے تکلیف کا دفع کرنا تھا اور یہ بطور شفقت ہوا)

ایسا ہی نماز پڑھنا آنحضرت ﷺ کا ابراد سے جیسا کہ روایت حضرت ابی خلدہؓ اور حضرت ابومسعودؓ میں آیا ہے ۔ یہ اس پر محمول ہے کہ گا ہے ابراد کیا واسطے اظہار جواز اور رخصت کے، پس کیا حاجت ہے نسخ کی ؟ بلکہ کیونکر جائز ہو قول بالنسخ خلاف قاعدہ اہلحدیث کے جو جمع کو نسخ پر ایک درجہ مقدم رکھتے ہیں ۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

اختلف العلما فی الجمع بین هذین الحدیثین ا لا براد ر خصة و التّقدیم افضل و اعتمدوا حدیث خبا ب و حملوا حد یث الابراد علی التّر خیص و التّخفیف فی التّا خیر و بهذا قا ل بعض اصحا بنا و غیرهم و قا ل جماعة حدیث خبا ب منسوخ با حا دیث ا لا براد ۔

(ان دونوں حدیثوں کی موافقت کرنے میں لوگ مختلف ہوئے ہیں ۔ سوبعض نے کہا ہے کہ ٹھنڈا کر کے پڑھنا رخصت ہے اور سویرے پڑھنا افضل ہے۔ اور اعتماد کیا ہے حدیث خباب پر اور محمول کیا ہے ٹھنڈک کی حدیثوں کو رخصت پر۔ اور اسی کے قائل ہوئے ہیں ہمارے بعض اصحاب اور دیگر لوگ ۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ حدیث خباب کی ٹھنڈک کی حدیثوں سے منسوخ ہے)۔

اور کہا فتح الباری میں:

و جمع بعضهم بین الحدیثین با نّ ا لا براد ر خصة و التّعجیل افضل (اور موافقت کی ہے بعض نے دونوں حدیثوں میں اس طرح پر کہ ٹھنڈک کا حکم رخصت کا ہے اور جلدی پڑھنا افضل ہے)

پس ظاہر ہے کہ از راہ دلیل کے اور موافق قواعد اہل حدیث کے تو مرجح یہی ہے کہ گرمیوں میں بھی ظہر آفتاب ڈھلتے کے ساتھ ہی پڑھیں لیکن اگر گرمی کی برداشت نہ کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سکے اور تہجیر پر کمر نہ باندھے اور ابراد اختیار کرے تو اس کو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا جو ایک مثل ہے، نزدیک تمام جہاں کے آئمہ کے سوائے امام ابوحنیفہؒ کے، خارج ہو جاوے یا قریب آ جاوے۔

اور حد میں اس ابراد کے علماء قائلین بالا براد میں آپس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب قریب ایک ہاتھ کے سایہ دیواروں کا ہو جائے اس وقت ٹھنڈک ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک بعد ربع قامت سایہ کے ٹھنڈک ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک بعد ثلث قامت اور بعض کے نزدیک بعد نصف کے اور اس میں اور قول بھی ہیں، لیکن یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جاوے۔ کہا فتح الباری میں:

فقد اختلف العلماء فی غا یة ا لا براد فقیل حتّی یصیر الظّل ذرا عاً بعد ظلّ الزّوا ل و قیل ر بع قا مة و قیل ثلثها و قیل نصفهاو قیل غیر ذا لک و نز لها الما زری علی اختلا ف الاوقا ت و الجاری علی القوا عد انّه یختلف با ختلا ف الاحوال لکن یشترط ان لا یمتد الی آ خر الوقت

(مختلف ہوئے ہیں علماء ٹھنڈک کی حد میں۔ سو بعض نے کہا ہے کہ سایہ زوال کے بعد جب گز بھر ہو جائے۔ اور بعض نے کہا کہ جب آدمی کے قد کی چھوتھائی ہو جاوے اور بعض نے کہا ہے کہ آدھا قد اور بعض نے اس کے علاوہ اور باتیں کہی ہیں۔ اور مازری نے وقتوں کے اختلاف اور قاعدہ پر چھوڑا ہے لیکن اتنی شرط ہے کہ آخر وقت تک ٹھنڈک کا انتظار نہ پہنچ جاوے)۔

اور کہا محلی شرح مؤطا میں:

و اختلف فی حدّ الابراد فقا ل النّو وی ا لا براد ان یؤ خر بحیث یحصل للحیطا ن فیء یمشو ن فیها و هو المختار عند الحنفیة فی حدّه کما فی الدّر المختار۔ و عند ما لک الی ان یزید ظلّ کلّ شیء ربعه۔ و قا لت الحنا بلة الی ان یتکسر الحرّ و عن ابن عمر اذا کا ن الفیء ذرا عاً و نصفاً الی ذراعین و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كان الجدران في ذالک الزّمان سبعة اذرع و قيل حتّى يكون الظّل ذراعاً بعد فيء الزوال و قيل ربع القامة و قيل الثّلث و قيل النّصف و قيل يختلف باختلاف الازمنة۔

(ابرادیعنی ٹھنڈک کی حد میں اختلاف ہے۔نووی نے کہا کہ ٹھنڈک یہ ہے کہ دیواروں کا اتنا سایہ ہو جائے کہ اس میں نمازی چلیں اور حنفیوں کے نزدیک یہی بات پسندیدہ ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔ اور مالکؒ کے نزدیک یہاں تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ اس کی چوتھائی بڑھ جائے۔اور حنبلیوں نے کہا ہے کہ گرمی کی شدت ٹوٹ جاوے اور ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ جن ایام میں ڈیڑھ گز سایہ اصلی ہو تو دو گز تک ٹھنڈک کی حد ہے اور اس زمانے میں دیواریں سات گز کی ہوتی تھیں۔اور بعض نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ سوا گز سایہ ہو جائے اور بعض نے کہا کہ چوتھائی قد آدم اور بعض نے کہا ہے تہائی اور بعض نے آدھا اور بعض نے کہا ہے کہ وہ ہر زمانہ میں مختلف ہے)

اقول۔

و ما في الهداية من ان اشتداد الحرّ في تلک البلاد يكون حين بلوغ ظل كل شيء مثله فتحقق الابراد في التّاخير عنه فهو باطل لا اصل له لانّه لا يبقى حينئذ وقت الظّهر كما سنحققه عنقريب انشاء اللّٰه (میں کہتا ہوں کہ وہ جو ہدایہ میں ہے کہ ان شہروں میں گرمی کی شدت ایک مثل تک رہتی ہے اور ٹھنڈک اس سے بعد ہے، سو یہ بے اصل بات ہے، اس وقت تو ظہر کا وقت بھی نہیں رہتا، عنقریب اسکی تحقیق ہم کرینگے)

قال۔ مسئلہ چھوتھائی بیان آخر وقت ظہر کا

اقول بتائید اللّٰه و توفيقه

اولاً معلوم کرنا چاہیے کہ یہ مسئلہ چوتھا دراصل دو مسئلے ہیں۔ایک مسئلہ آخر وقت ظہر کا اور ایک مسئلہ اول وقت عصر کا۔تو دلائل اور نقول مذاہب دونوں قسموں کی لائی جاویں گی اور جس دلیل سے آخر ظہر کا ثابت ہوگا اسی سے بعینہ اول وقت عصر کا ثابت ہوگا۔اور جس دلیل سے اول وقت عصر کا ثابت ہوگا اسی سے یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ آخر وقت ظہر کا قبل اس کے ہے۔ایسا ہی حال ہے نقول کا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اب سنو کہ اس مسئلہ میں تمام امام مجتہد ایک طرف ہیں اور اکیلے ابوحنیفہؒ بنا بر مذہب مشہور کے ایک طرف ، یہاں تک کہ امام محمدؒ اور ابو یوسفؒ شاگردان کے بھی اس مسئلہ میں ان سے الگ ہیں اور موافق جمہور علماء کے ۔ یعنی جمہور علما قائل ہیں اس بات کے کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی نہیں رہتا بلکہ وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے اور اکیلے امام ابوحنیفہؒ سے یہ مشہور ہے کہ دو مثل تک وقت ظہر کا رہتا ہے اور عصر داخل نہیں ہوتی مگر بعد دو مثل کے ۔ کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ نے تفسیر مظہری میں:

و امّا آ خر وقت الظّهر فلم يو جد فی حد يث صحيح و لا ضعيف انّه يبقى بعد مصير ظلّ كل شيء مثله و لذا خا لف ابا حنيفه فی هذه المسئلة صا حباه و وا فقا الجمهور

(اور آخر وقت ظہر، سو کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں نہیں پایا جاتا کہ بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے ۔ اسی واسطے صاحبین نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کر کے جمہور کی موافقت کی ہے)

اور کہا فتح الباری میں:

و لم ينقل عن احدٍ مّن اهل العلم مخا لفة فی ذا لک ا لّا عن ابی حنيفه فی المشهور عنه قا ل اوّل وقت العصر مصير ظلّ كلّ شيء مثليه قا ل القر طبی خا لفه النّاس كلّهم فی ذا لک حتی يعنی الآ خذين عنه ۔

(اور کسی اہل علم سے منقول نہیں کہ انہوں نے اس میں مخالفت کی ہو سوائے امام ابو حنیفہؒ کے قول مشہور میں ۔ انہوں نے کہا ہے کہ اول وقت عصر کا دو مثل پر ہے ۔ قرطبیؒ نے کہا ہے سب لوگ اس میں ان کے مخالف ہیں یہاں تک کہ ان کے شاگرد بھی) ۔

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تحت احادیث اول وقت عصر کے:

و فی هذه ا لا حا ديث و ما بعد ها دليل لمذ هب ما لک و الشّا فعی و احمد و جمهور العلماء انّ وقت العصر يد خل اذا صار ظلّ كلّ شيء مّثله و قا ل ابو حنيفه لا يد خل حتّی يصير ظلّ الشّيء مثليه و هذه ا لا حا ديث حجّة للجماعة عليه مع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حد یث ابن عباس فی بیان الموا قیت و حدیث جا بر و غیر ذالک (اوران حدیثوں میں اور اس کے مابعد کی حدیثوں میں امام مالکؒ اورامام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور جمہور علماء کے مذہب کی دلیل ہے کہ ایک مثل پرعصر کا وقت داخل ہو جا تا ہے ۔اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ دومثل پر داخل ہوتا ہے ۔اور یہ حدیثیں ان پر حجت ہوسکتی ہیں مع اس حدیث ابن عباسؓ کے جو وقتوں کے بیان میں ہے ۔اور حدیث جابرؓ وغیرہ کی)

اور کہا محلی میں شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے:

اعلم انّه قا ل الجمهور اذا صار ظلّ شیء مّثله بعد ظلّ نصف النهار خر ج وقت الظّهر و د خل وقت العصر و قا ل ابو حنیفه فی المشهور عنه انه لا یخر ج الظّهر بمصیر الظّل المثل و لا ید خل العصر بل یکو ن اوّل وقت العصر بمصیر ظلّ کل شیء مثلیه قا ل القر طبی خا لفه النّا س کلّهم حتّی اصحا به ۔ (جمہور نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے بعد جب ایک مثل سایہ ہو تو ظہر کا وقت جا تا رہتا ہے اورعصر کا وقت داخل ہو جا تا ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے قول مشہور میں کہا ہے کہ ایک مثل پرظہر کا وقت نہیں جا تا اورعصر کا وقت داخل نہیں ہوتا ، بلکہ عصر کا اول وقت دومثل پر ہوتا ہے۔ اور قرطبی نے کہا ہے کہ اس میں سب ان کے مخالف میں یہاں تک کہ ان کے شاگرد بھی)۔

اور کہا علامہ عابد سندھیؒ حنفی نے مواہب لطیفہ شرح مسند ابوحنیفہؒ میں ذیل میں اس حدیث امام ابوحنیفہؒ کے:

ابو حنیفه عن شیبا ن عن یحی عن بر یده ر ضی اللّه قا ل قال رسول اللّه ﷺ بکروا بصلوة العصر (روایت کی ابوحنیفہؒ نے شیبان سے انہوں نے یحی سے انہوں نے بریدہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ عصر کی نماز اول وقت پڑھو)۔

و قد اختلف العلماء فی د خو ل وقت العصر فا لجمهور علی ان وقت العصر ید خل یصیر ورة ظل کل شیء مثله بالافراد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بدلیل ما اخرجه البخاری الی آخر ما سیجیء فی الا دلة

(اور دخول وقت عصر میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ جمہور تو اس پر ہیں کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جاتا ہے بدلیل حدیث بخاری کے)

دلائل جمہور کے یہ ہیں:

روایت کی ہے امام نسائی نے:

اخبر نا عبید اللّٰه بن سعید نا عبد اللّٰه بن الحار ث قا ل ثور حدّ ثنی سلیمان بن موسی عن عطا بن ابی ر با ح عن جا بر قال سأل ر جل رسول اللّٰه ﷺ عن موا قیت الصّلوة فقال صلّ معی فصلّی الظّهر حین زا غت الشّمس و العصر حین کا ن فیء کلّ شیء مّثله و المغرب حین غا بت الشّمس و العشاء حین غا ب الشّفق۔ قا ل ثمّ صلّی الظّهر حین کا ن فیء الا نسا ن مثله و العصر حین کا ن فیء الا نسا ن مثلیه و المغر ب حین کا ن قبیل غیبو بة الشّفق قا ل عبد اللّٰه بن الحا رث ثمّ قا ل فی العشاء اری الی ثلث اللیل۔ (نسائی:۵۰۴)

(روایت کی ہم کو عبید اللہ بن سعید نے اور کہا روایت کی ہمیں عبد اللہ بن حارث نے اور کہا کہ کہا ثور نے روایت کی مجھے سلیمان بن موسیٰ نے عطاء بن ابی ر باح سے اور انہوں نے جابر سے کہ کہا جابر نے کہ پوچھا ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے نمازوں کا وقت، تو آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے ساتھ نماز پڑھ۔ تو ظہر آپ ﷺ نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی، اور عصر ایک مثل پر، اور مغرب غروب کے بعد، اور عشاء شفق چھپے۔ پھر دوبارہ ظہر ایک مثل پر، اور عصر دو مثل پر، اور مغرب شفق چھپنے سے پہلے۔ کہا عبد اللہ بن حارث نے کہ شائد ثور نے عشاء کو تہائی رات تک کہا ہے)

راوی اس کے سب معتمد اور قابل اسناد کے ہیں:

امّا ا لاوّل فهو ابو قدا مة السّر خسی و الثّا نی ابو محمّد ثقة ۔الثا لث ایضاً ثقه ۔ الرّا بع صدوق فقیه۔ الخا مس فقیه فاضل ۔ و السّادس صحا بی جلیل الشّا ن قا له فی تقریب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التھذیب (پہلا ابوقدامہ سرخسی ہے دوسرا ابومحمد ثقہ ہے۔ تیسرا بھی ثقہ ہے۔ چوتھا صدوق فقیہ ہے۔ پانچواں فقیہ فاضل ہے۔ چھٹا صحابی عالی قدر ہے)۔

اور معنی مختصر اس کے یہ ہیں کہ ایک شخص سائل مواقیت کے لئے آنحضرت ﷺ نے پہلے دن ظہر بحد زوال آفتاب کے پڑھی۔ اور عصر اس وقت پڑھی جب کہ ایک مثل سایہ آ لیا۔ اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوے اور عصر کو دو مثل پر جا پڑھا۔

ایسا ہی کہا ہے معنی میں اس حدیث کے شیخ سلام اللہ محدث حنفی نے اور امام نووی شافعی نے جیسا کہ کلام ان کا عنقریب آوے گا۔ اور یہ معنی نہیں ہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی۔ اور کچھ وقت بقدر چار رکعت کے دونوں نمازوں میں مشترک ہے جیسا کہ مذہب ہے بعض کا اور جیسا کہ جناب مؤلف نے پانچویں طریق میں کہا ہے۔

دلیل مرجح باعث اختیار کرنے معنی اول کے یہ ہے کہ روایت کی ہے امام مسلم نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ قا ل اذا صلّیتم الظّھر فا نّه وقت الی ان یحضر العصر (آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ظہر کی نماز پڑھو تو اسی کا وقت ہے جب تک عصر کا وقت نہیں آیا)۔

اور ایک روایت میں مسلم کی یوں آیا ہے:

وقت الظّھر ما لم یحضر العصر۔

(وقت ظہر کا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہیں آیا)۔

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے:

وقت صلوة الظھر اذا زا لت الشّمس عن بطن السّماء ما لم یحضر العصر (صحیح مسلم:۶۱۲)

(نماز ظہر کا وقت سورج کے ڈھلنے سے عصر کے نہ آنے تک ہے)

اور فرمایا اللہ تعالی نے:

انّ الصّلوة کا نت علی المؤ منین کتا باً مو قو تاً (نساء:۱۰۳)۔

(یعنی ہر نماز کا وقت علیحدہ علیحدہ ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

انّما التفریط علی من لم یعمل حتی یجیء وقت الصّلوۃ الاخری۔(ابوداؤد:۴۴۱)

(سستی اسی کی ہے کہ اس نے ایک نماز نہیں پڑھی اور دوسری نماز کا وقت آ گیا)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں کہا ہے:

قو لہ تعا لی انّ الصّلوۃ کا نت علی المؤ منین کتا باً موقو تاً یقتضی الکو ن لکل صلوۃ وقتاً علیحدۃ و لذا قا ل رسول اللّٰہ ﷺ انّما التفریط ان یؤ خّر الصّلوۃ حتی یجیء وقت الاخری ۔(کہ آیت ان الصلوۃ..الخ، چاہتی ہے کہ ہر نماز کا وقت علیحدہ ہے اور اس واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا، تفریط یہ ہے کہ ایک نماز میں یہاں تک تاخیر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آ جاوے)۔

تو مقتضائے ان احا دیث اور اس آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہوسکتی ۔ پھر اگر حدیث جابر ثمّ صلّی الظّھر حین کا ن فیء الا نسا ن مثلہ کے وہ معنی نہ کریں جو ہم نے کئے ہیں ۔یعنی یہ کہ پڑھ چکے ایک مثل میں۔ بلکہ یہ کریں کہ پڑھنی شروع کی جب کہ ایک مثل ہوئی، تو تعارض ہوگا درمیان ان احادیث کے جن سے امتیاز اوقات ہر نماز کی معلوم ہوتی ہے ۔اور اس حدیث جابر میں جس سے اشتراک نکالتے ہیں۔اور شرح نخبہ سے منقول ہو چکا ہے کہ وقت تعارض کے درمیان دو حدیثوں کے موافقت اور جمع کرنی چاہیے اور صورت موافقت کی یہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے یعنی پہلے دن عصر شروع کی جب کہ ایک مثل سایہ آ لیا۔اور دوسرے دن ظہر سے فارغ ہوئے ایک مثل پر ۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں تحت حدیث اذا صلیتم الظھر فانّہ وقت الی ان یحضر العصر کے قول ﷺ

اذا صلیتم الظّھر فا نّہ وقت الی ان یّحضر العصر معناہ وقت لاداء الظّھر و فیہ دلیل للشّا فعی و للا کثرین انّہ لا اشترا ک بین وقت الظّھر و وقت العصر بل متی خر ج وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظّهر بمصير ظلّ الشّيء مثله غير الظّل الّذى يكو ن عند الزوا ل د خل وقت العصر و اذا د خل وقت العصر لم يبق شيء من وقت الظهر۔

و قال ما لک و طا ئفة من العلماء اذا صار ظلّ كلّ شيء مثله د خل وقت العصر و لم يخر ج وقت الظّهر بل يبقى بعد ذالک قدر اربع ركعا ت صا لح لظهر و العصر اداء و احتجوا بقو له ﷺ فى حد يث جبريل صلّى بى الظهر فى يو م الثّا نى حين صار ظلّ كلّ شيء مثله و صلّى بى العصر فى اليو م الاول حين صار ظل كل شيء مثله فظاهره اشتراكهما فى قدر اربع ركعا ت

و احتجّ الشّا فعى و الا كثرو ن بظا هر الحديث الّذى نحن فيه و اجا بوا عن حديث جبريل با ن معناه فر غ من الظّهر حين صار ظلّ كلّ شيء مثله و شر ع فى العصر فى اليو م ا لاول حين صار ظل كلّ شيء مثله فلا اشترا ك بينهمافهذا التا ويل متعين للجمع بين الاحاديث و انّه اذا حمل على الا شترا ك يكو ن آ خر وقت الظّهر مجهو لاً لا نّه اذا ابتداء بها حين صار ظلّ كلّ شيء مثله لم يعلم متى فر غ منها و ح مجهو لاً و لا يحصل بيا ن حدود ا لاوقا ت و اذا حمل على ما تا ولناه حصل معرفة آ خر الوقت و انتظمت ا لا حا ديث على اتّفاق و با للّه التّو فيق۔ انتهى۔

اقول و جه ما قا ل من انه لم يعلم متى فر غ منها و ح يكون آ خر وقت الظهر مجهو لاً .. الخ۔ انه ليس وراء المثل حدا معيناً من الشّارع و تحديد المثلين لا اصل له و انّما هو تشريع من عند الرأى ما انزل اللّه بها من سطا ن و لذا قا ل القا ضى الپا نى پتى فى التّفسير المظهرى و اما آ خر وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظهر فلم یو جد فی حدیث صحیح و لا ضعیف انّه یبقی بعد مصیر ظلّ کلّ شیء مثله و لذا خا لف ابا حنیفه فی هذه المسئلة صا حباه و وا فقا الجمهور انتهی و کذا قا ل غیر واحد من العلماء فا فهم و لا تغتر۔

(یہ فرمانا آنحضرت ﷺ کا کہ جب تم نے ظہر پڑھی تو اس کا وقت ہے یہاں تک کہ عصر کا وقت آوے، معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ وقت ظہر کے ادا کرنے کا ہے، اور اس میں امام شافعیؒ اور اکثر کے لئے دلیل ہے اس بات کی کہ ظہر اور عصر کی نماز میں شراکت وقت کی نہیں، بلکہ سوا سایہ اصلی کے ایک مثل سایہ ہوکر جہاں ظہر کا وقت گیا عصر کا وقت آیا، اور جب عصر کا وقت آیا تو ظہر کا وقت باقی نہیں رہتا۔

اور امام مالک اور ایک گروہ علماء نے کہا ہے کہ جہاں ایک مثل سایہ ہوا تو عصر کا وقت آجاتا ہے اور ظہر کا وقت بھی باقی رہتا ہے بقدر چار رکعت کے، اور دلیل لائے ہیں یہ لوگ جبریل والی حدیث میں آنحضرت ﷺ کے اس فرمانے کی کہ دوسرے دن جبریل نے نماز پڑھائی ظہر کی اس وقت کہ سایہ ہر چیز کا ایک مثل تھا اور پہلے دن عصر اس وقت پڑھائی کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل تھا تو اس سے بظاہر یہ معلوم ہوا کہ بقدر چار رکعت کے یہ وقت مشترک ہے۔

اور امام شافعیؒ اور دیگر علماء نے اس اوپر والی ظاہر حدیث سے حجت پکڑی ہے اور حدیث جبریل سے یوں جواب دیا ہے کہ معنے اس کے یہ ہیں کہ ظہر کی نماز سے ایک مثل پر فارغ ہوئے اور پہلے دن عصر ایک مثل پر شروع کی تو اب شراکت وقت کی نہ رہی تو یہ تاویل بہ سبب موافقت پیدا کر دینے دو حدیثوں کے ٹھہر چکی ہے۔ کیونکہ جب شراکت وقت کی ہوگی تو ظہر کا آخر وقت مجہول رہے گا کیونکہ جب اسے ایک مثل پر شروع کیا تو یہ نہ معلوم ہوا کہ اس سے فارغ کب ہوئے تو اب ظہر کا وقت مجہول رہا اور وقتوں کی حد نہ حاصل ہوگی اور جب ہماری تاویل لی جاوے تو آخر وقت کی پہچان بھی معلوم ہوگئی اور حدیثیں متفق ہوگئیں۔ اور اللہ ہی کے ہاتھ توفیق ہے۔ ہو چکی عبارت نووی کی۔

میں (نذیر حسین) کہتا ہوں کہ وجہ اس قول کی کہ یہ نہ معلوم ہوا کہ اس سے فارغ کب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اورظہر کا وقت مجہول رہے گا، یہ ہے کہ سوا ایک مثل کے اور کوئی حد معین نہیں شارع کی طرف سے، اور دو مثل کی کوئی اصل نہیں بلکہ وہ ایک عقلی شرع ہے کوئی دلیل اس کی نہیں نازل ہوئی۔ اسی واسطے قاضی پانی پتی نے تفسیر مظہری میں کہا ہے کہ آخر ظہر کا وقت ایک مثل کے بعد باقی رہنا کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں نہیں پایا جاتا۔ اس لئے صاحبین نے اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ سے مخالف ہوکر جمہور کی موافقت کی ہے۔ ہوچکی عبارت مظہری کی۔ اور اسی طرح کہا دیگر علماء نے۔ سو سمجھ اور دھوکا نہ کھا)

اور محلی میں مؤطا کے حنفی شارح نے کہا:

اعلم انّه قا ل الجمهور اذا صار ظلّ كلّ شيء مثله بعد ظل نصف النّهار خر ج وقت الظّهر و د خل وقت العصر و قا ل طائفة لا يخر ج وقت الظّهر بل يبقى قدر ار بع ركعا ت صا لح للظّهر و العصر و نسب ذا لک الى ما لک و احتجوا بان جبريل صلّى الظّهر فى اليوم الثّا نى حين ما صلّى العصر فى اليو م الاوّل و هو حين ما صار ظلّ كلّ شيء مثله فظاهره يد لّ على اشترا كهما فى قدر اربع ركعات و اجا بوا عنه بان معناه فر غ من الظّهر حين صا ر ظل كل شيء مثله فلا اشتراك و هذا التّا ويل متعين للجمع بين ا لا حا ديث۔

(جمہور نے کہا ہے کہ سایہ اصلی کے سوا جب ایک مثل سایہ ہوا تو ظہر کا وقت جاتا رہتا ہے اور عصر کا وقت آجاتا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے کہ ظہر کا وقت نہیں جاتا بلکہ بقدر چار رکعت کے وقت مشترک باقی رہتا ہے اور یہ مقولہ امام مالک کی طرف منسوب ہے اور دلیل ان لوگوں کی یہ ہے کہ جبریل نے دوسرے دن ایسے وقت ظہر کی نماز پڑھی کہ پہلے دن عصر پڑھی تھی یعنی ایک مثل پر، تو ظاہر یہ بات معلوم ہوئی کہ بقدر چار رکعت کے وقت مشترک ہے۔ اور اس مقولہ کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ایک مثل پر ظہر سے فارغ ہوئے تو اب اشتراک نہ رہا۔ اور یہ تاویل موافقت احادیث کے لئے متعین ہے)۔

جو جناب مؤلف نے دعوی نسخ سے دفع تعارض کیا ہے، سو اول تو یہ خلاف قاعدہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اہل اصول حدیث کے ہے کہ وہ جمع کو نسخ پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ حدیث نسائی کی جو ہم نے دلیل ٹھہرائی ہے یہ حدیث جبریل کی نہیں کہ مقدم ہو سب احادیث میقات پر۔ بلکہ یہ حدیث سائل کی اور اس کی تقدیم اور تاخیر حدیث اذا صلّیتم الظّھر فانّہ وقت الی ان یحضر العصر سے معلوم نہیں۔ حالانکہ ناسخ کا مؤخر ہونا از راہ تاریخ کے یقیناً معلوم ہونا چاہیے۔ پس دعوی مؤلف کا باطل ہوا۔ جو کچھ مؤلف نے پانچویں طریق میں بزعم خود زور شور سے حدیث جبریل کو مبطل تحدید ایک مثل کے اور مثبت مثلین کے قرار دیا ہے تو اس جگہ سے اس کا جواب دیا گیا۔ دوبارہ یہی کہا جائے گا اور شاہد مقوی اس حدیث کے وہ حدیث جبریل کی ہے جو روایت کی ہے ترمذی اور ابوداؤد اور ابن حران اور حاکم نے اور تحسین کی ہے اس کی ترمذی نے اور تصحیح کی ہے حاکم نے یعنی حدیث ابن عباسؓ کی۔

انّ النّبیّ ﷺ قال امّنی جبریل عند البیت مرّتین فصلّی الظّھر فی الاولی منھما حین کان الفیء مثل الشراك ثمّ صلّی العصر حین کان کل شیء مثل ظلّہ و صلّی المرّۃ الثّانیۃ الظھر حین کان ظلّ کلّ شیء مّثلہ بوقت العصر بالامس ثمّ صلّی العصر حین کان ظلّ کلّ شیء مثلیہ۔

اور معنی اس کے بھی وہی ہیں جو بیان کردہ حدیث نسائی کے ہیں۔ یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پر اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل تک، بعینہ اسی دلیل سے جو گذری حدیث نسائی میں۔

اور روایت کی ہے بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قالت کان النّبیّ ﷺ یصلّی العصر و الشّمس لم تخرج من حجرتھا (بخاری: ۵۴۴۔ مسلم: ۶۱۱)۔ (کہا حضرت عائشہؓ نے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا)

اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے:

انّ رسول اللّٰہ ﷺ صلّی العصر و الشّمس فی حجرتھا لم یظھر الفیء من حجرتھا۔ (بخاری: ۵۴۴)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ سورج میرے حجرے سے نکلتا تھا اور نہ حجرے کی دیواروں کا سایہ ظاہر ہوتا تھا)

اور ایک روایت میں یوں ہے:

كان النّبيّ ﷺ يصلّى صلوة العصر و الشّمس طا لعة فى حجر تى لم يظهر الفيء بعد (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج میرے حجرے میں چمکتا رہتا تھا اور دیواروں کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا)

پھر کہا امام بخاریؒ نے:

قال ابو عبد اللّٰه و قا ل ما لک و يحى بن سعيد و شعيب و ابن ابى حفصة و الشّمس قبل ان تظهر (كہا ابوعبداللہ نے کہ کہا مالکؒ اور یحیٰ بن سعیدؒ اور شعیبؒ اور ابن ابی حفصہؒ نے کہ قبل نکلنے آفتاب کے حجرے سے)

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

كا ن النّبيّ ﷺ يصلّى العصر و الشّمس طا لعة فى حجر تى لم يفى الفيء (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ سورج میرے حجرے میں رہتا تھا اور دیواروں پر سایہ نہ چڑھتا تھا)

پھر کہا امام مسلمؒ نے:

و قا ل ابو بكر لم يظهر الفيء بعد (اور اسی طرح ابوبکر نے کہا ہے)

اور مسلمؒ کی ایک روایت میں اس طرح ہے:

يصلّى العصر و الشّمس واقعة فى حجر تى

(نماز عصر پڑھتے اور سورج حجرے میں ہوتا تھا)

اور روایت کی ہے امام ترمذیؒ نے:

صلّى رسول اللّٰه ﷺ العصر و الشّمس فى حجر تها

(نبی ﷺ نے نماز عصر پڑھی اور سورج حجرے میں تھا)

پھر کہا امام ترمذیؒ نے:

و فى البا ب عن انس و ابى اروى و جا بر و رافع بن خد يج

(اور اس باب میں انس اور ابی اروی اور رافع بن خدیج سے روایت ہے)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایت کی ہے امام ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہؓ سے اس طرح :

صلّی النّبیّ و العصر و الشّمس فی حجر تی لم یظهر الفیء بعد (نماز پڑھی نبی ﷺ نے عصر کی ایسے وقت کہ سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا اور دیواروں پر سایہ نہ چڑھتا تھا)۔

اور امام نسائیؒ نے اس طرح:

انّ رسول اللّه ﷺ صلّی صلوة العصر و الشّمس فی حجر تها لم یظهر الفیء من حجر تها (آنحضرت ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی کہ سورج میرے حجرے میں تھا اور دیوار پر سایہ نہ آیا تھا)۔

اور امام ابوداؤدؒ نے اس طرح:

انّ رسول اللّه ﷺ کا ن یصلّی العصر فی حجر تها قبل ان تظهر (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے کہ سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا اور ہنوز حجرے سے باہر نہ ہوا تھا)۔

اور ایسی ہی روایت کی ہے امام مالکؒ نے حضرت عائشہؓ سے۔

اور روایت کی ہے مالکؒ نے نافع مولی ابن عمرؓ سے:

انّ عمر بن الخطّا ب کتب الی عمّا له ان اهم امر کم عندی الصّلوه فمن حفظها و حا فظ علیها حفظ دینه و من ضیّعها فهو لما سواه اضیع ثم کتب ان صلّو ا الظّهر حین کا ن الفیء ذرا عاً الی ان یّکو ن ظلّ احد کم مثله۔ الحدیث

(عمرؓ بن خطاب نے اپنے عاملوں کو خط لکھا کہ ضروری امر میرے نزدیک نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی تو تمام دین کی باتوں کی حفاظت کی۔ اور جس نے اس کو کھویا تو وہ بڑا بے دین ہوا۔ پھر لکھا کہ ظہر اس وقت پڑھو کہ سایہ گز بھر ہو، تا ایک مثل۔ آخر حدیث تک)

قا ل ابن عبد البر تحت حد یث ابی هریره الّذی یجیء فی متمسکا ت المؤ لف انه موقوف فی المؤ طا ا لا انه فی حکم المر فوع فان المواقیت لا تؤ خذ با لرأ ی کذا فی المحلی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فکا ن هذا الحدیث لعمر ایضاً فی حکم المر فوع

(کہا ابن عبدالبرؒ نے بذیل اس حدیث ابی ہریرہؓ کے کہ جو مؤلف کی دلیلوں میں آگے آوے گی کہ یہ موقوف ہے مؤطا میں مگر حکم میں مرفوع کے ہے، اس واسطے کہ نماز کا وقت بغیر آنحضرت ﷺ سے سنے کوئی اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتا۔ یوں ہی ہے محلی میں۔ تو حضرت عمرؓ والی یہ حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوئی)

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له با ب وقت العصر۔ و قا ل ابو اسا مة عن هشا م فی قعر حجر تها کذا وقع هذا التّعلیق فی روا یة ابی ذر و ا لا صیلی و کریمة و الصّوا ب تا خیره عن ا لاسناد الموصو ل کما به عادة المصنّف و الحا صل انّ انس بن عیا ض و هو ابو ضمرة ا للیثی و ابا اسامة رو یا الحدیث عن هشا م و هو ابن عروة بن الزّ بیر عن ابیه عن عا ئشة و زاد ابو اسا مة التقید بقعر الحجرة و هو او ضح فی تعجیل العصر من الرّوایة المطلقة و قد و صل ا لا سما عیلی طریق ابی اسا مة فی مستخر جه لکن لفظه و الشّمس واقعة فی قعر حجر تی و عرف بذا لک انّ الضّمیر فی قو له فی حجر تها لعا ئشه و فیه نوع التفاوت اسناد ابی ضمرة کلّهم مد نیو ن و المراد بالحجرة و هی بضمّ المهملة و سکو ن الجیم البیت و المرا د با لشّمس ضوء ها۔

قو له فی روا یة الزّ هری و الشّمس فی حجر تها ای با قیة۔ و قو له لم یظهر الفیء ای فی المو ضع الّذی کا نت الشّمس فیه و قد تقدّ م فی اوّل المواقیت من طریق ما لک عن الزّهری بلفظ و الشّمس فی حجر تها قبل ان تظهر ای تر فع۔ فهذا الظّهور غیر ذا لک الظّهور۔ و محصله انّ المراد بظهور الشّمس خرو جها من الحجرة و بظهور الفیء انبسا طه فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحجرة ۔ و لیس بین الرّوا یتین اختلاف لا ن انبسا ط الفیء لا یکو ن ا لا بعد خرو ج الشّمس

قو له ابن عینیه فی روا یة الحمیدی فی مسند ه عن ابن عینیه ثنا الزّ هری و فی روا یة محمّد بن منصور عند الاسماعیلی عن سفیا ن سمعته اذنای و وعاه قلبی من الزّهری قو له و الشمس طا لعة ای ظاهرة قو له بعد با لضمّ بلا تنوین قو له و قا ل ما لک الی آ خره یعنی ان ا لا ربعة المذ کورین رووه عن الزّ هری بهذا ا لاسناد فجعلوا الظهور للشّمس و ابن عینیه جعله للفیء و قد منا تو جیه ذا لک و طریق الجمع بینهما ۔ و ان طر یق ما لک و صلها المؤ لف فی اوّل المواقیت و اما طریق یحی بن سعید و هو الانصاری وصلها الزّ هلی فی الزّ هر یا ت و اما طر یق شعیب و هو ابن ابی حمزه فو صلها الطّبرا نی فی مسند الشّا میین و اما طریق ابن ابی حفصة و هو محمد بن میسره فرویناه من طریق ابن عدی فی نسخة ابرا هیم بن طهما ن عن ابی حفصه و المستفاد من هذا الحدیث تعجیل صلوة العصر فی اول وقتها و هذا هو الذی فهمت عا ئشه و کذا الراوی عنها عروة و احتج به علی عمر بن عبد العزیز فی تا خیره صلوة العصر کما تقدم و شذ الطحاوی فقال لا دلا لة علی التعجیل لا حتمال ان الحجرة کا نت قصیرة الجدار فلم تکن الشمس تحتجب عنها ا لا بقرب غروبها فید ل علی التاخیر لا علی التعجیل و تعقب با ن الّذی ذکره من ا لا حتمال انّما یتصور مع اتسا ع الحجرة و قد عر ف با لا ستفا ضة و المشا هدة ان حجر ازوا ج النّبیّ ﷺ لم تکن متسعة و لا یکو ن ضو ء الشمس با قیاً فی قعر الحجرة الصّغیرة ا لا و الشّمس قا ئمة

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مرتفعة و الا متى ما لت حدا ار تفع ضوء ها عن قعر الحجرة و لو كا نت الجدر قصيرة

قال النّووى كا نت الحجرة ضيقة العر صة قصيرة الجدار بحيث كا ن طو ل جدار ها اقل من مسا فة العر صة بشيء يسير فا ذا صار ظلّ الجدار مثله كا نت الشّمس بعد فى او اخر العر صة انتهى و الى هنا انتهى كلام الحا فظ ۔

(یہ باب وقت عصر کے بیان میں ہے ۔روایت کی ابواسامہ نے ہشام سے کہ دھوپ بیچ حجرے میں ہوتی تھی ۔ یہ نسخہ اسی طرح پر ہے روایت ابی ذر اور اصیلی اور کریمہ میں اور ٹھیک بات یہ ہے کہ اصل روایت سے اس کو پیچھے روایت کرنا چاہیے جیسے کہ مصنف کی عادت ہے اور حاصل یہ ہے کہ انس بن عیاض یعنی ابوضمرہ لیثی اور ابو اسامہ دونوں حدیث کو ہشام بن عروۃ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضرت عائشہؓ سے اور ابواسامہ نے بیچ حجرے کے قید لگا دی ہے اور یہ قید تعجیل عصر میں بہت واضح ہے روایت بے قید سے ۔اور اسماعیلی نے اپنی مرویات میں ابواسامہ کی روایت کو موصول کر دیا ہے لیکن لفظ اس کے یہ ہیں کہ سورج بیچوں بیچ حجرے میں ہوتا تھا اور اس سے جانا گیا کہ حجر تھا میں ضمیر جو ہے وہ حضرت عائشہؓ کی طرف پھرتی ہے اور اس میں ایک طرح کا التفات ہے اور ابوضمرہ کی سند میں سب راوی مدنی ہیں اور حجرہ سے مراد گھر ہے اور سورج سے مراد دھوپ ہے ۔اور یہ قول روایت زہریؒ میں کہ سورج میرے حجرے میں ہوتا تھا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ سورج باقی رہتا تھا اور یہ قول کہ سایہ نہیں چڑھتا تھا یعنی جہاں آفتاب ہوتا تھا اور اس کی بحث اول وقتوں کی بحث میں مالک کی روایت زہری سے جو تھی اس میں ہو چکی ہے جس کے لفظ یہ تھے کہ سورج حجرے میں ہوتا تھا پہلے اس سے کہ چڑھے یعنی بلند ہو ۔سو یہاں ظہور کے معنی وہ ظہور کے نہیں اور محصل یہ کہ مراد سورج کے ظہور سے اس کا حجرے میں پھیل جانا ہے اور دونوں روایتوں میں اختلاف نہیں کیونکہ سایہ کا پھیلنا سورج کے نکل جانے کے بعد ہوتا ہے اور قول کہ ابن عیینہ سوحمیدی کی روایت میں اس کی مسند میں ہے کہ روایت کیا ابن عیینہ نے اور کہا کہ روایت کی ہمیں زہری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اور روایت محمد بن منصور میں نسخہ اسماعیلی میں روایت کی سفیان نے میرے کانوں نے اسے سنا اور دل نے یاد رکھا زہری سے اور یہ قول کہ سورج چمکتا تھا یعنی خوب ظاہر تھا اور یہ قول کہ مالک نے آخر تک یعنی چاروں شخصوں مذکور نے زہری سے اسے سند کے ساتھ روایت کی ہے سوظہور سورج کے لئے کیا ہے اور ابن عیینہ نے سایہ کے لئے کیا ہے اور اس کی وجہ اور موافقت کا طریقہ دونوں روایتوں میں آگے گذر چکا اور مالک والی سند کو مؤلف نے اول وقتوں کی بحث میں موصول کیا ہے اور یحی بن سعید کی سند زہری کی مرویات میں زہلی نے اس کو موصول کر دیا ہے اور شعیب کی سند کو طبرانی نے اپنے شامیوں کی مسند میں اسے موصول کر دیا ہے اور سند ابن ابی حفصہ کی کہ وہ محمد بن میسرہ ہے سو روایت کی اسے ہم نے طریق ابن عدی سے نسخہ ابراہیم بن طہمان میں کہ جس کی روایت ہے ابن ابی حفصہ سے اور فائدہ اس حدیث سے عصر کا جلدی پڑھنا اول وقت پر ہے اور یہی حضرت عائشہؓ نے اس سے سمجھا ہے اور اسی طرح اس کے راوی عروہ نے، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز پر عصر کی نماز دیر کر کے پڑھتے دیکھ کر عروہ نے اسی حدیث سے حجت پکڑی ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور طحاوی نے سب سے کنارہ ہو کر یہ کہہ دیا کہ اس حدیث میں عصر کی دلالت نہیں بسبب محتمل ہونے اس بات کے کہ حجرے کی دیواریں چھوٹی ہوں تو اس سے سورج رک نہیں سکتا تھا سوا غروب کے وقت تو دلالت اس حدیث کی عصر کے دیر پر ہوئی نہ جلدی پر، اور یہ قول طحاوی کا یوں رد کیا گیا ہے کہ یہ احتمال جب چلتا کہ حجرہ چوڑا ہوتا اور یہ بات بطور نقل اور مشاہدہ کے معلوم ہے کہ ازواج مطہرات کے حجرے چوڑے نہ تھے اور چھوٹے حجرے کے وسط میں دھوپ بغیر اس کے باقی نہیں رہ سکتی کہ سورج بلند ہو۔ کیونکہ سورج کے نیچے ہوتے ہی وسط سے دھوپ چڑھ جاوے گی اگرچہ دیواریں چھوٹی ہی ہوں کہا انہوں نے کہ حجرے کا تنگ تھا صحن اور چھوٹی تھیں دیواریں اس کی اس قدر کہ صحن سے بھی کچھ چھوٹی تھیں تو جب دیوار کا سایہ ایک مثل ہوتا تھا تو سورج صحن کے کنارہ پر ہوتا تھا۔ ہو چکی عبارت نووی کی۔ اور یہاں تک تھا کلام حافظ ابن حجر کا)۔

اقول (یعنی سید نذیر حسین):

قوله تعقب۔ الخ۔ لا ريب فيه اصلاً لمن له قريحة سليمة عن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التّعصب و الجوا ب عنه با ن لا و جه للتعقيب فيه لانّ الشّمس لا تحتجب عن الحجرة القصيرة الجدر الا بقرب غروبها و لا د خل ههنا لا تساع الحجرة و لا لضيقها و انّما الكلام فی قصر جد ر ها جهل بحت و تعصب محض لانّ مجرد قصر الجدر لا يصلح سبباً لتا خير ا لا حتجا ب الی قر ب الغرو ب حتی ينضم معه اتساع العر صة فا نا اذا فر ضنا جداراً ارتفا عه ذرا عين و فر ضنا سا حة قدا مه ذرا عاً فلا يمكن ان يصير ظل الجدار مثله او مثليه ما دا مت الشّمس ای ضو ء ها فی السّا حة بل غا ية ما يو جد الظلّ مقدار نصف الجدار و اذا فر ضنا سا حة قدام ذ لک الجدار قدر اربعة اذ رع و شيئا فا ذا يحصل الظّلّ للجدار مثليه و مع ذا لک لا تخر ج الشّمس عن السّاحة و هذا لا يخفی علی من له عقل ساذج من التّعصب و الحمية ۔ فعلم من هذا التّمثيل البد يهی انّه لا بدّ من انضمام اتساع العر صة مع قصر الجدر و الحال انّه كان عرصة حضرة عائشه مساوياً للجدارا المغر بی سوی شیء يسير كما قا ل النووی۔ فثبت شذوذ الطحاوی و سقط جوا ب المجيب عن التعقيب ۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ رد قول طحاوی کا جو شخص عقل مند ہے اور کچھ اسے تعصب نہیں ہے اس کے نزدیک بلا شک ہے اور یوں جواب دینا کہ اس رد کی کچھ حاجت نہیں ، اس لئے کہ سورج چھوٹی دیواروں کے حجرے سے سوا وقت غروب کے نہیں رک سکتا ، چوڑائی اور تنگی کو اس میں کچھ دخل نہیں ۔ البتہ دیواروں کے چھوٹے پن میں گفتگو ہے تو یہ جواب محض نادانی اور تعصب ہے کیونکہ فقط دیواروں کا چھوٹا ہونا بغیر چوڑائی کے ملائے سورج کے رکاوٹ کا سبب نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ مثلاً ہم جب دو گز کی اونچی دیوار فرض کریں اور صحن گز بھر کا تو جب تک دھوپ انگنائی میں ہے دیوار کی ایک مثل یا دو مثل سایہ نہیں ہو سکتا بلکہ بہت ہو گا تو دیوار سے آدھا ہو گا اور جب صحن کچھ اوپر چار گز لیا تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابھی دھوپ انگنائی میں ہوگی کہ دیوار کا سایہ دو مثل ہو جاوے گا۔ اور یہ اس شخص پر ظاہر ہے جس کی عقل بلا آمیزش ہے اور اس کو کچھ تعصب نہیں ہے۔ تو اب اس کھلی ہوئی مثال سے معلوم ہو گیا کہ دیواروں کے چھوٹے ہونے کی حالت میں صحن کی چوڑائی کا ملانا بھی ضرور ہے اور حال یہ ہے کہ چوڑائی حضرت عائشہؓ کے حجرے کی دیوار کے لمبائی سے کچھ ہی بڑی تھی جیسا کہ نوویؒ نے کہا تو اب طحاویؒ کا کہنا جاتا رہا اور جواب مجیب کا اٹھ گیا)

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں حدیث عائشہؓ کے تحت:

قوله كا ن يصلّى العصر و الشّمس فى حجرتها قبل ان تظهر و فى روا ية يصلّى العصر و الشّمس طا لعة فى حجرتى لم يفى الفيء بعد ۔ و فى روا ية و الشّمس واقعة فى حجر تى، معناه كله التكبير با لعصر فى اول وقتها و هو حين يصير ظل كل شيء مثله وكا نت الحجرة ضيقة العر صة قصيرة الجدار بحيث يكو ن طو ل جدار ها اقلّ من مسا حة العر صة بشيء يسير فا ذا صار ظل الجدار مثله دخل وقت العصر و يكو ن الشّمس بعد فى اوا خر العر صة لم ير تفع الفيء فى الجدار الشر قى۔ (یہ قول کہ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرے میں رہتا اور دھوپ دیوا پر نہیں چڑھتی تھی، مطلب ان سب روایتوں کا عصر کی نماز جلدی پڑھنے کا ہے اور وہ ایک مثل ہے اور حجرہ تنگ تھا اور دیوار اس کی چھوٹی تھی اس طرح کہ لمبائی دیوار کی انگنائی سے کچھ چھوٹی تھی تو جب ایک مثل دیوار کا سایہ ہوتا تھا تو عصر کا وقت ہو جاتا تھا اور سورج کنارہ میں صحن کے ہوتا تھا اور سامنے کی دیوار پر سایہ نہیں چڑھتا تھا۔ ہو چکی عبارت نووی کی)۔

اقول:۔

و ما اورد عليه با نّه يمكن ان يكو ن طو له اقل من نصف مساحة العر صة فيكو ن الصّلوة عند المثلين و الشّمس فى حجر تها فهو جهل بحت اختر ا ع ا لا مكا ن على خلاف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الواقعیات المر ئیا ت المشا ھدات کمن قا ل فی حق زید موجود انه یمکن ان یکون میتاً و ھو کما تر ی

(میں کہتا ہوں اور یہ جو اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ دیوار کی لمبائی انگنائی کے آدھے سے بھی کم ہو تو دو مثل پر نماز ہو جب بھی سورج حجرہ میں رہے تو یہ نادانی ہے کیونکہ خلاف ایک امر واقعی دیکھے ہوئے کے ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ کوئی زید موجود کو کہہ دیوے کہ ممکن ہو کہ مردہ ہو اور یہ جیسی بات ہے سب جانتے ہیں)

اور کہا محلی میں مؤطا کے حنفی شارح نے تحت قول حضرت عائشہؓ:

کا ن یصلّی العصر و الشّمس فی حجر تھا قبل ان تظھر ای تعلو و تصعد من قا عة الدّار الی الجدار الشّر قی قا ل الخطابی معنی الظّھور ھھنا الصّعود و منه قو له تعا لی و معا ر ج علیھا یظھرو ن ۔ قا ل عیا ض قیل المراد تظھر علی الجدر و قیل تر تفع کلھا عن الحجرة و علی ھذا فتظھر بمعنی نزو ل عنھا کماقا ل ۔ فتلک شکاة ظا ھر عنک عا ر ھا ۔

(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج حجرہ میں ہوتا تھا اور دھوپ صحن سے دیوار شرقی پر نہیں چڑھتی تھی۔ خطابیؒ نے کہا ہے کہ معنی ظہور کے یہاں چڑھنے کے ہیں اور اسی قسم سے یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ، سیڑھیاں ہیں کہ اس پر چڑھتے ہیں۔، عیاضؒ نے کہا کہ بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ دھوپ دیوار شرقی پر نہیں چڑھتی تھی اور بعض نے کہا ہے کہ سب دھوپ حجرہ سے باہر ہونا مراد ہے تو اب ظہور کے معنی زائل ہونے کے ہوں گے جیسے اس مصرعہ عربی میں ہے:

فتلک شکاة ظا ھر عنک عار ھا)۔

خلاصہ مطلب حدیث عائشہ کا یہ ہوا کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ تنگ صحن والے میں جس کی دیوار قدرے چھوٹی تھی، صحن سے ابھی تک آفتاب کی دھوپ باقی رہتی تھی۔ اور سایہ دیوار مغربی کا صحن میں سے دیوار مشرقی پر نہیں چڑھتا تھا، یعنی سایہ ایک ہی مثل ہوتا تھا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے۔

اور روایت کی امام بخاریؒ نے سیارؒ بن سلامہ سے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قا ل د خلت انا و ابی علی ابی برزه ا لا سلمی فقال له ابی کیف کا ن رسول اللّه ﷺ یصلی المکتو بة فقا ل کا ن یصلّی الهجیر الّتی تد عو نها ا لا ولی حین تد حض الشّمس و یصلّی العصر ثم یر جع احد نا الی ر حله فی اقصی المدینة و الشّمس حیّة ۔ (صحیح بخاری:۵۴۸)

(کہا سیار بن سلامہ نے کہ میں اور میرے والد ابی برزہؓ کے پاس گئے تو میرے والد نے ان سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ فرض نماز کس وقت پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ظہر تو سورج ڈھلتے ہی پڑھا کرتے اور عصر پڑھ کر بعض لوگ کنارہ مدینہ کے رہنے والے اپنے گھر پہنچ جاتے تھے اور آفتاب تیز رہتا تھا)۔

کہا امام ابوداؤدؒ نے:

حد ثنا یوسف بن موسی نا جریر عن منصور عن خیثمه قا ل حیا تها ان تجد حر ها۔ (روایت کی ہمیں یوسف بن موسیٰ نے کہا کہ روایت کی ہمیں جریر نے اور کہا کہ یہ روایت منصور کے واسطہ سے خیثمہ سے ہے کہ سورج کی حیات کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تیزی موجود رہے)۔

اور کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له الی ر حله بفتح الراء و سکو ن المهملة ای مسکنه ۔ قو له فی اقصی المدینة صفة للرحل۔ قو له و الشّمس حیّة ای بیضاء نقیة ۔ قا ل الزین بن المنیر المراد بحیا تها قوة اثر ها حرارة و لو نها و شعا عا و انارة و ذا لک لا یکون بعد مصیر الظل مثلی الشیء (ر حل کے معنی سکونت کی جگہ کے ہیں، اور کنارہ مدینہ گھر کی صفت ہے۔ اور سورج جیتا ہے، یعنی سفید ہے ۔ زین بن منیر نے کہا کہ مراد اس کی حیات سے سب لوازم آفتاب کا قائم رہنا ہے اور یہ دو مثل پر نہیں رہتے)۔

و فی ابو دا ئود باسناد صحیح عن خیثمة احد التّا بعین قا ل حیا تها ان تجد حر ها (اور ابوداؤد میں صحیح اسناد سے خیثمہ تابعی کی روایت ہے کہ حیات سورج کی یہ ہے کہ حرارت موجود ہو)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور روایت کی ہے امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے :

قال کان رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حیّة فیذ ھب الذاھب الی العوا لی فیأ تیھم و الشّمس مر تفعة و بعض العوا لی من المدینة علی اربع امیال او نحوہ ۔ (بخاری: ۵۵۰)۔(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور آفتاب بلند اور تیز ہوتا تھا ۔ بعض جانے والے مدینہ سے چار میل چلے جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا)

اور روایت کی امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

قا ل کنا نصلّی العصر ثم یذ ھب الذا ہب الی قباء فیأ تیھم و الشمس مر تفعة۔ (مسلم: ۶۲۱)(حضرت انسؓ نے کہا کہ ہم لوگ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور بض جانے والے قبا پہنچ جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا)۔ اور انہی الفاظ سے امام مالکؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے

اور روایت کی ہے امام نسائیؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یصلّی العصر ثمّ یذ ھب الذا ھب الی قباء فقا ل احد ھما الضّمیر الی الز ھری و اسحاق بن عبد اللّٰہ الرا وییں عن انس فیا تیھم و ھم یصلّو ن و قا ل ا لآ خر و الشّمس مر تفعة ۔(نسا ئی: ۵۰۶)۔(آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور پھر بعض جانے والے قبا پہنچ جاتے تھے ۔اب ایک راوی کا تو یہ قول ہے کہ ان کو نماز پڑھتے جا پکڑتے تھے اور ایک کا یہ کہ وہاں پہنچنے کے بعد سورج بلند رہتا تھا)

اور امام نسائیؒ کی دوسری روایت میں یوں ہے:

انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حیّة و یذھب الذّا ھب الی العوالی و الشّمس مر تفعة ۔(نسائی: ۵۰۷)۔(آنحضرت ﷺ عصر پڑھتے اور سورج بلند اور تیز رہتا تھا اور بعض جانے والے عوالی کی طرف جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا)

اور تیسری روایت میں یوں ہے:

کا ن رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی بنا العصر و الشّمس بیضاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محلقة (نسائی:۵۰۸)۔(آنحضرت ﷺ ہمارے ساتھ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے اور سورج کی ٹکیہ تیز رہتی تھی)۔

اور روایت کی ہے امام ابن ماجہؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے:

انّ النّبیّ ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس مر تفعة حیّة فیذھب الذّا ھب الی العوالی و الشّمس مر تفعة (آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج اس قدر بلند ہوتا تھا کہ عوالی کی طرف جانے والے وہاں پہنچ جاتے اور سورج پھر بھی بلند رہتا تھا)

اور روایت کی امام ابوداؤدؒ نے حضرت انسؓ سے

انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس بیضاء مرتفعة حیّة و یذ ھب الذّا ھب الی العوا لی و الشّمس مر تفعة (نبی ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج تیز اور بلند رہتا تھا اور بعد نماز کے عوالی کے جانے والے وہاں پہنچ جاتے تھے پھر بھی سورج بلند ہی رہتا تھا)۔

پھر کہا:

حدّ ثنا الحسن بن علی حدّ ثنا عبد الرّزاق نا معمرعن الز ھری قا ل و العوا لی علی میلین او ثلا ثة قا ل و احسبه قا ل او اربعة ۔(روایت کی مجھے حسن بن علی نے کہا روایت کی ہمیں عبد الرزاق نے، کہا روایت کی ہم کو معمر نے زہریؒ سے کہ انہوں نے کہا کہ عوالی کی سمت جانا دو میل تھا یا تین۔معمر کہتے ہیں مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ شائد چار میل کہا)۔

اور روایت کی امام مالکؒ نے نافع مولی ابن عمرؓ سے:

انّ عمر بن الخطا ب کتب الی عمّا له انّ اھمّ امر کم عندی الصّلوة فمن حفظھا و حا فظ علیھا حفظ دینه و من ضیعھا فھو لما سوا ھا اضیع ثمّ کتب ان صلّوا الظّھر اذا کا ن الفیء ذراعا الی ان یّکو ن ظلّ احد کم مثله و العصر و الشّمس مرتفعة بیضاء نقیّة قدر ما یسیر الرّا کب فر سخین او ثلا ثة قبل غرو ب الشمس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(حضرت عمرؓ نے اپنے عاملوں کو خط لکھا کہ بڑا ضروری کام میرے نزدیک نماز ہے۔ اس کا حفاظت رکھنے والہ تمام دین کی باتوں کا حفاظت رکھنے والہ ہے۔ اور اس کا ضائع کرنے والہ، دین کی دیگر باتوں سے بھی بے بہرہ ہے۔ پھر لکھا کہ ظہر ایک گز سایہ سے ایک مثل تک پڑھا کرو اور عصر ایسی پڑھا کرو کہ سورج بلند اور تیز ہوا کرے کہ بعد نماز کے غروب سے پہلے سوار دو تین فرسنگ چلا جاوے)۔

اور امام مالکؒ کی ایک روایت میں یوں آیا ہے:

انّ عمر بن الخطاب کتب الی ابی موسی الا شعری ان صلّی العصر و الشّمس بیضاء نقیة قدر ما یسیر الرا کب ثلا ثة فراسخ (حضرت عمرؓ نے ابوموسی اشعریؓ کو لکھا کہ عصر ایسی پڑھنا کہ سورج صاف روشن ہو کہ نماز کے بعد سوار تین فرسنگ چلا جاوے)

کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قو له و الشّمس مر تفعة حیّة فیه اشارة الی بقاء حر ها وضوء ها کما تقدم ای فی کلام ابی دا ؤد و ابن المنیر قو له بعد ذا لک فیأ تیهم و الشّمس مر تفعة ای دو ن ذا لک الارتفاع لکو نها لم تصل الی الحدّ الذی یو صف بانها منخفضة و فی ذا لک دلیل علی تعجیله صلی اللّه علیه و سلّم بصلوة العصر لو صف الشّمس با لارتفاع بعد ان یمضی مسا فة اربعة امیا ل و روی النّسا ئی و الطحاوی و ا للفظ له من طر یق ابی ا لا بیض عن انس قا ل کا ن رسول الله ﷺ یصلّی بنا العصر و الشمس بیضاء محلقة ثمّ ار جع الی قو می فی ناحیة المدینة فا قول لهم قو موا فصلّوا فا ن رسول اللّه ﷺ قد صلّی قا ل الطحاوی نحن نعم ان اولئک یعنی قو م انس لم یکو نوا یصلو نها الا قبل اصفر و الشّمس فد ل ذا لک علی انه ﷺ کان یعجلها ۔

قو له و بعض العوا لی کذا وقع ههنا ای بین بعض العوا لی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

المدينة المسا فة المذ كورة و روى البهيقى حد يث البا ب من طر يق ابى بكر الصنعا نى عن ابى اليما ن شيخ البخارى فيه و قا ل فى آ خره و بعد العوا لى بضم المو حدةو با لدا ل المهملة و كذا لک اخر جه المصنف فى ا لاعتصا م تعليقا و وصله البهيقى من طر يق ا للليث عن يو نس عن الز هرى لاكن قا ل اربعة اميا ل او ثلا ثة و روى هذاالحديث ابو عوا نة فى صحيحه و ابو العباد السرا ج جميعا عن احمد بن الفر ج ابى عتبة عن محمد بن حمير عن ابرا هيم بن ابى عيلة عن الزهرى و لفظه و العوا لى من المد ينة على ثلا ثة اميا ل و اخر جه الدار قطنى عن المحا ملى عن ابى عتبه المذ كور بسنده المذكور فو قع على ستة اميا ل و رواه عبد الرزاق عن الزهرى فقا ل فيه على ميلين او ثلا ثة فيحصل من ذا لک اى اقر ب العوا لى من المدينة مسا فة ميلين و ابعد ها مسافة ستة اميا ل و كا نت روا ية المحا ملى محفو ظة۔

قو له و بعض العوا لى الى مدر ج من كلام الزهرى و لم يقف الكر ما نى على هذا فقا ل من كلام البخارى او انس او الزهرى كما هو عا دته۔ انتهى مختصراً۔

(آفتاب بلند اور تیز ہو، اس قول میں اشارہ ہے کہ روشنی اور تیزی باقی رہے چنانچہ پہلے گذر چکا۔ یعنی ابوداؤد اور ابن منیر کے کلام میں۔

اور یہ قول کہ بعد نماز کے وہاں پہنچ جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا یعنی پہلی بلندی سے کم۔ اور بلند اس لئے کہا کہ اس مرتبہ تک نہیں پہنچا کہ عرف میں اس کو پست کہا جاوے۔ اور اس میں آنحضرت ﷺ کے عصر جلدی پڑھنے کی دلیل ہے کیونکہ چار میل جانے کے بعد سورج بلند رہتا تھا۔ اور نسائی اور طحاوی نے ابی الابیض کی سند سے بواسطہ حضرت انسؓ کے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمارے ساتھ عصر پڑھا کرتے تھے اور سورج کی ٹکیہ روشن رہتی تھی۔ پھر میں مدینہ کے سرے پر اپنی قوم میں جاتا تھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوران سے کہتا تھا اٹھو نماز پڑھو آنحضرت ﷺ تو نماز پڑھ چکے ۔کہا طحاویؒ نے کہ ہاں وہ لوگ یعنی قوم انسؓ کے سورج کے زرد ہونے سے پہلے ہی عصر پڑھ لیتے تھے تو اس سے یہ بات نکلی کہ آنحضرت ﷺ جلدی عصر پڑھتے تھے۔

اور یہ قول کہ اور بعض نجد کی زمین، یہاں یونہی مروی ہے یعنی بعضی نجد (عوالی) کی زمین اور مدینہ میں وہی مسافت ہے ۔اور اس باب میں بیہقیؒ نے روایت کی ہے طریق ابوبکر صنعانی سے اور انہوں نے ابی الیمانؒ، بخاریؒ کے استاد سے، اس میں لفظ بعض کی جگہ دال سے بعد بائے موحدہ کے پیش کے ساتھ کہا۔ اور اسی طرح بخاری نے معلق روایت کی ہے اور بیہقی نے اس کو موصول کیا ہے سند لیثؒ سے کہ وہ بواسطہ یونس کے زہریؒ سے روایت کرتے ہیں۔لیکن کہا ہے کہ چار میل یا تین میل۔ اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں یہی حدیث روایت کی ہے اور ابوعباس سراج نے اور دونوں کی سند یہ ہے روایت ہے احمد بن فرج ابی عتبہ سے کہ روایت کی انہوں نے محمد بن حمیر سے اور انہوں نے ابراہیم بن ابی عیلہ سے، انہوں نے زہریؒ سے، اور لفظ اس کے یوں ہیں نجد (عوالی) کی زمین مدینہ سے تین میل ہے۔

اور روایت کی دارقطنیؒ نے بواسطہ محاملی اور ابی عتبہ کی سند مذکور کے ساتھ اور ذکر کئے اس میں چھ میل۔ اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے تو اس میں دو اور تین میل کہی۔

تو ان سب روایتوں سے حاصل ہوا کہ قریب ترین زمین (عوالی) نجد کی مدینہ منورہ سے دو میل کی مسافت پر ہے اور بعید ترین چھ میل پر۔

اور محاملی کی روایت چھ میل والی پکی ہے اور یہ میلوں کی تفصیل زہری کا کلام ہے۔امام کرمانی کو یہ حال نہ کھلا تو وہ بطور شک کے اپنی عادت کے موافق کہنے لگا کہ یہ کلام امام بخاریؒ کا ہے یا حضرت انسؓ یا امام زہریؒ کا)

اور کہا فتح الباری میں حدیث حضرت انسؓ: قال کنّا نصلّی ثمّ یذ ھب الذا ھب قبا فیا تیھم و الشّمس مر تفة کے تحت:

قو له کنّا نصلّی العصر مع رسول اللّه ﷺ کما یظھر ذا لک من الطّریق ا لا خری قد رواه خا لد بن مخلد عن ما لک کذالک مصرحا به اخر جه الدّار قطنی فی غرا ئبه۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قو له ثمّ يذ هب الذّا هب الى قبا كا ن انساً اراد با لذّا هب نفسه كما يشعر بذ لک روا ية ابى ا لا بيض المقد مة

قو له الى قبا فيأ تيهم اى اهل قبا و هو على حد قو له و اسأل القرية و اللّه اعلم قا ل النووى فى الحد يث المبادرة بصلوة العصر فى اول وقتها لا نّه لا يمكن ان يّذ هب الذا هب بعد صلوة العصر ميلين لو اكثر و الشّمس لم يتغيّر الّا اذا صلّى العصر حين صار ظلّ الشيء مثله ففيه دليل للجمهور فى انّ اوّل وقت العصر مصير ظل كل شيء مثله خلا فاً لا بى حنيفه و قد مضى ذا لک فى البا ب الذى قبله۔ انتهى مختصراً

(ہم پڑھتے تھے عصر یعنی ساتھ آنحضرت ﷺ کے جیسا کہ ہویدا ہوتا ہے دوسرے طریق سے اور البتہ روایت کی اس کو خالد بن مخلد نے مالک سے۔ ایسی ہی اس کی تصریح کے ساتھ روایت کی اس کو دارقطنی نے اپنی غرائب میں۔ اور یہ قول کہ پھر جانے والا طرف قبا کے جاتا تھا، انس نے جانے والے سے اپنے کو ارادہ کیا جیسا کہ مخبر ہے اس کے ساتھ روایت ابی الابیض کی جو گذری۔ اور قبا سے اہل قبا مراد ہیں جیسا کہ قرآن میں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔

کہا نوویؒ نے کہ اس حدیث میں عصر جلدی پڑھنی مراد ہے کیونکہ بعد نماز عصر کے ممکن نہیں کہ جانے والہ دو میل یا زیادہ اس سے جاوے اور سورج متغیر نہ ہو مگر جب ایک مثل پر پڑھے۔ پس اس میں جمہور کی دلیل ہے اس بات پر کہ اول وقت عصر کا ایک مثل ہے خلاف ابوحنیفہؒ کے۔ اور البتہ یہ گذرا پہلے باب میں)

اور کہا امام نوویؒ نے:

قو له و الشّمس مر تفعة حيّة قال ا لخطا بى حيا تها صفاء لونها قبل ان تصفراو تغيّر و هو مثل قو له بيضاء نقيّة و قال هو ايضاً وغيره حيا تها و جود حرّ ها و المراد بهذه ا لاحاديث و ما بعد ها المبادرة لصلوة العصر اوّل وقتها لا نّه لا يمكن ان يّذ هب الذّا هب بعد صلوة العصر ميلين و ثلا ثة والشّمس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد لم یتغیّر بصفرة و نحو ها ا لا اذا صل العصر حین صار ظلّ الشّیء مثل و لا یکاد یحصل هذا ا لّا فی ا لایام الطویلة

(یہ قول کہ سورج بلند اور روشن ہوتا، کہا خطابیؒ نے سورج کی حیات سے یہ مراد ہے کہ اس کا رنگ صاف ہو زرد نہ ہو۔ اور اسی طرح سورج کے صاف ہونے سے مراد ہے۔ اور خطابی و دیگر علماء نے کہا ہے کہ حیات سے مراد گرمی اور تیزی کا رہنا ہے۔ اور مراد ان سب حدیثوں سے عصر کی نماز میں جلدی ہے کہ اول وقت پڑھو کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ جانے والہ دو تین میل جاوے اور آفتاب متغیر نہ ہو جب تک کہ عصر ایک مثل پر بڑے دنوں میں نہ پڑھی جاوے)

اور روایت کی ہے بخاریؒ اور مسلمؒ اور مالکؒ نے حضرت انسؓ سے:

کنّا نصلّی العصر ثمّ یخر ج ا لا نسا ن الی بنی عمرو بن عوف فیجد هم یصلّو ن العصر (بخاری:۵۵۰۔ مسلم:۶۲۱)۔ (ہم عصر کی نماز پڑھ لیتے پھر بعض لوگ بنی عمرو بن عوف قبیلہ کے پاس جاتے اور ان کو نماز پڑھتے پاتے)۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّه قا ل صلّی لنا رسول اللّه ﷺ العصر فلما انصرف اتاه رجل من بنی سلمة فقا ل یا رسول اللّه انا نر ید ننحر جزورا لنا و نحن نحب ان تحضر ها قا ل نعم فا نطلق و انطلقنا معه فو جد نا الجزور لم تنحر فنحر ت ثم قطعت ثم طبخ منها ثم اکلنا قبل ان تغیب الشمس (صحیح مسلم:۶۲۴)

(آنحضرت ﷺ ہم لوگوں کو جب عصر کی نماز پڑھا چکے تو ایک شخص آپ کے پاس آیا بنی سلمہ میں سے۔ اور کہا کہ ہم اونٹ ذبح کرنا چاہتے ہیں اور آپ بھی تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا۔ پھر آپ ﷺ اور ہم سب گئے تو اونٹ ہمارے سامنے ذبح ہوا اور پارچہ ہو کر بقدر ضرورت پکایا اور غروب سے پہلے ہم نے کھایا)

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت رافعؓ بن خدیج سے:

یقول کنّا نصلّی العصر مع رسول اللّه ﷺ ثمّ تنحر الجزور فنقسم عشر قسم ثم تطبخ فنأ کل لحماً نضیجاً قبل مغیب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الشّمس (صحیح مسلم:۶۲۵)

(رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح ہوتا اور دس حصے ہو کر پکتا اور غروب سے پہلے اچھا پکا ہوا گوشت ہم کھاتے)

کہا حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قوله ۔ بنی عمرو بن عوف ای بقباء لا نّها کا نت منازلهم و اخراج المصنّف لهذاالحدیث مشعر با ن کا ن یر ی انّ قو ل الصّحابی کنا نفعل کذا مسند و لو لم یصرح با ضا فته الی زمن النّبیّ ﷺ و هو اختیار الحا کم۔ و قا ل الدّار قطنی و الخطیب و غیر هما هو موقوف و الحقّ انّه موقوف لفظاً مرفوع حکماً لا ن الصّحا بی اورده فی مقام ا لا حتجا ج فیحمل علی انّه اراد کو نه فی زمن النّبیّ ﷺ۔ و قد روی ابن المبا ر ك هذا الحدیث عن ما لک فقا ل فیه کا ن رسول اللّه ﷺ یصلّی العصر۔ الحد یث اخر جه النسا ئی

قا ل النّووی قا ل العلماء کا نت منازل بنی عمرو بن عو ف علی میلین من المدینة و کا نوا یصلّو ن العصر فی وسط الوقت لا نّهم کا نوا یشتغلو ن با عما لهم و حرو ثهم فدل هذا الحد یث علی تعجیل النّبیّ ﷺ بصلوة العصر فی اوّل وقتها و سیأ تی فی حد یث الز هری عن انس انّ الرّ جل کا ن یأ تیهم و الشّمس مر تفعة

(یہ قول کہ بنی عمر بن عوف یعنی قباء کیونکہ وہ وہاں رہتے تھے اور اس حدیث کو بخاری کا روایت کرنا جتاتا ہے اس بات کو کہ بخاری کا عند یہ یہ ہے کہ صحابی کا یہ کہنا کہ ہم یوں کیا کرتے تھے مسند حدیث کی قسم سے ہے اگر چہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کرنے کی تصریح صحابی نہ کرے۔ اور یہ بات حاکم کی بھی مختار ہے اور دار قطنی اور خطیب وغیرہ نے کہا ہے کہ اس طرح کی حدیث موقوف ہے۔ اور حق بات یہ ہے کہ ایسی حدیث لفظوں میں موقوف ہوتی ہے اور حکم میں مرفوع۔ اس واسطے کہ صحابی دلیل کے مقام پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لا یا ہے تو محمول ہو گی اس پر کہ اس کی مراد آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اس فعل کا کرنا ہے۔ اور ابن مبارکؒ نے یہ حدیث مالکؒ سے روایت کی ہے اور اس میں کہا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا کرتے تھے... آخر حدیث تک۔ نسائی میں یہ روایت ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے گھر مدینہ سے دو میل پر تھے اور بیچ کے وقت میں وہ لوگ نماز پڑھا کرتے تھے کیونکہ کھیتی وغیرہ کا کام کیا کرتے تھے تو دلالت کی اس حدیث نے آنحضرت ﷺ کے عصر جلدی پڑھنے پر اول وقت میں۔ اور آگے حدیث زہریؒ میں حضرت انسؓ کی روایت سے آئے گا کہ لوگ وہاں پہنچ جاتے تھے اور سورج بلند رہتا تھا)۔

اور کہا ملا عابد سندھی حنفیؒ نے کہ حدیث رافع بن خدیجؓ کی، یعنی جس میں اونٹ کے ذبح کرنے کا ذکر ہے، دلیل ہے مذہب جمہور پر کہ ایک مثل کے بعد وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کلام ان کا بعینہٖ عنقریب آوے گا۔

اور کہا امام نوویؒ نے ذیل میں اسی حدیث نحر جزور کے:

هذا تصريح با لمبا لغة فى التكبير بالعصر

(یہ تصریح ہے عصر کے جلدی کرنے میں)

اور دلیل میں حدیث بنی عمرو بن عوف کے:

و فى هذه ا لا حا ديث و ما بعد ها دليل لمذ هب ما لک و الشافعى و احمد و جمهور العلماء انّ وقت العصر يد خل اذا صار ظلّ كلّ شىء مثله ۔ و قا ل ابو حنيفه لا يد خل حتى يصير ظلّ الشّىء مثليه۔ و هذه ا لا حا ديث حجّة للجماعة عليه مع حديث ابن عباس فى بيا ن الموا قيت وحديث جا بر و غير ذا لک (یہ اور اگلی حدیثیں دلیل ہیں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ اور سب علماء کے مذہب کی کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ نہیں ہوتا جب تک دو مثل سایہ نہ ہو۔ اور یہ حدیثیں اور حدیث ابن عباسؓ اور جابرؓ وغیرہ جو وقتوں کے بیان میں ہیں، ان پر حجت ہیں)

پس خلاصہ مطلب ان احادیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں پڑھتے تھے کہ بعد عصر کے دو کوس یا تین کوس یا چھ کوس تک کوئی جاتا تو بھی آفتاب کو بلند پاتا۔ اور ایسے وقت میں پڑھتے کہ آفتاب میں خوب گرمی اور روشنی اور شعاع اور تیزی ہوتی۔ اور ایسے وقت میں پڑھتے کہ بعد نماز کے اونٹ کو ذبح کر کے اور قطع کر کے اور دس حصے تقسیم کر کے اور خوب پکا کر کھاتے تو بھی آفتاب باقی رہتا۔ تو دیکھو کہ یہ امور سوا اس کے کہ عصر ایک مثل پڑھیں کیونکر ہو سکتی ہیں۔

اور روایت کی ہے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے ابوبکر بن عثمان سے:

قا ل سمعت ابا اما مة يقول صلّينا مع عمر بن عبد العزيز الظهر ثمّ خر جنا حتى د خلنا على انس بن ما لک فو جد نا ه يصلّى العصر فقلت يا عمّ ما هذه الصّلوة الّتى صلّيت قا ل العصر و هذه صلوة رسول اللّه ﷺ كنّا نصلّى معه (بخاری: ۵۴۹۔ مسلم: ۶۲۳)۔ (کہا عثمان نے کہ میں نے ابوامامہ سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ نماز پڑھی ظہر کی۔ پھر وہاں سے حضرت انس بن مالکؓ کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا اے چچا یہ کیسی نماز ہے؟ کہا کہ عصر کی نماز ہے اور ایسی نماز ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے علاء بن عبدالرحمٰن سے:

انّه د خل على انس بن ما لک فى داره با لبصرة حين انصرف من الظّهر و داره بجنب المسجد فلما د خلنا عليه قا ل اصليتم العصر فقلنا له انّما انصرفنا السّا عة من الظّهر قا ل فصلّوا العصر فقمنا فصلينا فلمّا انصرفنا قا ل سمعت رسول اللّه ﷺ يقول تلک صلوة المنا فق يجلس ير قب الشّمس حتّى اذا كا نت بين قر نى الشّيطا ن قا م فنقر ها اربعاً لا يذ كر اللّه فيها ا لا قليلاً (صحیح مسلم: ۶۲۲)

(علاء بن عبدالرحمٰن، حضرت انسؓ کے پاس گئے بصرہ میں ظہر پڑھ کر اور ان کا گھر مسجد کے پاس تھا۔ غرض کہ جب ان کے پاس گئے تو حضرت انسؓ نے ان سے پوچھا کہ تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے عصر کی نماز پڑھ لی۔ ہم نے کہا کہ ہم اس وقت ظہر پڑھ کے آئے ہیں۔ حضرت انسؓ نے کہا عصر پڑھو، ہم نے کھڑے ہو کر عصر پڑھی، جب پڑھ چکے تھے تو حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کو دیکھتا رہتا ہے جب سورج غروب ہونے کو ہوتا ہے تو چار ٹکریں لگا لیتا ہے کچھ یوں ہی اس میں تھوڑا سا پڑھ لیتا ہے)

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں:

قوله سمعت ابا اما مة و هو اسعد بن سهيل بن حنيف و هو عم الراوى و فى القصّة دليل على انّ عمر بن عبد العزيز كان يصلّى الصّلوة فى آخر وقتها تبعاً لسلفه الى ان انكر عليه فرجع اليه كما تقدم و انّما انكر عليه عروة فى العصر دو ن الظّهر لانّ وقت الظّهر لا كرا هة فيه بخلاف وقت العصر۔ و فيه دليل على صلوة العصر فى اوّل وقتها ايضاً و هو عند انتهاء وقت الظّهر ۔ و لهذا تشكك ابو اما مة فى صلوة انس ا هى الظهر او العصر ۔ فيد لّ ايضاً على عد م الفا صلة بين الوقتين و قو له له يا عمّ هو على سبيل التوقير و كو نه اكبر سناً مع ان نسبهما مجتمع فى ا لا نصار و لكن ليس عمه على الحقيقة ۔ و اللّه اعلم (میں نے ابی امامہ سے سنا، یہ شخص اسعد بن سہیل بن حنیف راوی کے چچا ہیں، اور اس قصہ میں دلیل ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ آخر وقت نماز پڑھا کرتے تھے اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی۔ یہاں تک کہ عروہؒ نے ان پر نکیر کیا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا۔ چنانچہ یہ قصہ او پر گزر چکا۔ اور سوا اس کے نہیں کہ عروہ نے ان پر عصر کے باب میں نکیر کیا۔ ظہر کے باب میں نہ کیا۔ کیونکہ ظہر کے وقت میں کراہت نہیں بخلاف وقت عصر کے۔ اور اس میں سے یہ دلیل بھی نکلی کہ عصر کی نماز کا اول وقت انتہائی ظہر ہے۔ اسی واسطے ابوامامہ نے انسؓ کی نماز میں شک کر کے پوچھا کہ یہ ظہر کی نماز ہے یا عصر کی؟ تو اس نے دلالت کی کہ ان دونوں وقتوں میں فاصلہ نہیں۔ اور ابوامامہ نے حضرت انسؓ کو چچا بوجہ توقیر اور بڑا جان کر کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تھا ورنہ وہ ان کے چچا حقیقت میں نہ تھے ہاں دونوں کا نسب انصار میں ہے)

اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں ذیل میں ان دونوں حدیثوں کے:

هذا ن الحد يثا ن صريحا ن فى تبكير بصلوة العصر فى اوّل وقتها و انّ وقتها يد خل بمصير ظلّ كلّ شىء مثله و لهذا كان الآخرو ن يؤ خرو ن الظّهر الى ذا لک الوقت و انّما ا خر ها عمر بن عبد العزيز على عادة ا لا مراء قبله قبل ان تبلغه السنة فى تقديمها فلما بلغته صار الى التقديم و هذا حين ولى عمر بن عبد العزيز المد ينة نيا بة لا فى خلا فته لا ن انساً توفى قبل خلا فة عمر بن عبد العزيز نحو تسع سنين

(یہ دونوں حدیثیں عصر کی جلدی پڑھنے میں واضح ہیں۔ اور اس بات میں کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے۔ اسی واسطے ظہر کی نماز کی تاخیر اس وقت تک وہ لوگ کرتے تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسی واسطے تاخیر کی کہ ان کے پہلے کے امیروں کی عادت تھی۔ اور جلدی کے باب کی حدیث پہنچنے سے پہلے تاخیر کیا کرتے تھے۔ اور جب عمر بن عبدالعزیزؒ کو جلدی کی حدیث پہنچ گئی تو انہوں نے اس طرف رجوع کیا۔ اور یہ قصہ اس زمانے کا ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ کے عامل تھے۔ کیونکہ حضرت انسؓ ان کی خلافت سے نو برس پہلے فوت ہو چکے تھے)

اور کہا ملا عابد سندی حنفیؒ نے مواہب لطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ میں:

فا لجمهور على ان وقت العصر يد خل بصيرورة ظل كل شىء مثله بالافراد بد ليل ما ا خر جه البخارى عن رافع بن خديج قا ل كنّا نصلّى مع النّبىّ ﷺ صلوة العصر ثمّ ننحر الجزور فتقسم على عشرقسم ثمّ نطبخ فنأ كل لحماً نضيجاً قبل ان يغيب الشّمس۔

و عند الشيخين عن انس قال كا ن رسول اللّه ﷺ يصلّى العصر و الشّمس مر تفعة حيّة فيذ هب الذّا هب الى العوا لى فيأ تيهم و الشّمس مرتفعة و بعض العوا لى من المدينة على

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اربعة اميا ل۔ و فی روا یة الی قباء
و فی حد یث اسعد بن سهل بن حنیف فیما ا خر جاه عنه قا ل صلّینا عمر بن عبد العزیز الظّهر ثمّ خر جنا حتّی د خلنا علی انس بن ما لک فو جد نا ه یصلّی العصر فقلت یا عمّ ما هذه الصّلوة قا ل العصر و هذه صلوة رسول اللّه ﷺ الّتی کنّا نصلّی معه و عند هما من حد یث عا ئشه انّ رسول اللّه ﷺ کا ن یصلّی العصر و الشّمس فی حجر تها قبل ان تظهر و قد ثبت ان جبر یل صلّی با لنّبیّ ﷺ فی الیو م ا لا وّل صلوة العصر عند صیرورة ظلّ کلّ شیء مثله و صلّی فی الیو م الثانی حین کا ن ظلّ کلّ شئی مثلیه و قا ل الوقت ما بین هذین الوقتین و علی هذا کا فة العلماء من الصّحا بة و التّابعین و ا لآ ئمّة (سو جمہور اس پر ہیں کہ ایک مثل پر عصر کا وقت داخل ہو جا تا ہے بدلیل اس حدیث رافع بن خدیج کے جسے امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ رافعؓ نے کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ عصر کی نماز پڑھتے تھے پھر اونٹ ذبح کر کے اور اس کے دس حصے کر کے اسے پکاتے اور غروب سے پہلے خوب اچھا پکا ہوا گوشت کھا لیتے۔
اور شیخین نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے تھے اور سورج بلند اور تیز رہتا تھا اور جانے والے عوالی کے بعض گاؤں میں پہنچ جاتے تھے اور بعض ایسے گاؤں مدینہ سے چار میل پر ہیں اور ایک روایت میں قبا کا جانا آیا ہے۔
اور اس حدیث میں جو اسعد بن سہل بن حنیف سے شیخین نے روایت کی یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ ظہر پڑھی پھر نکلے اور حضرت انسؓ کے پاس گئے تو انہیں عصر پڑھتے پایا۔ تو میں نے کہا چچا یہ کون سی نماز ہے؟ تو انہوں نے کہا عصر ہے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہم عصر اسی وقت پڑھا کرتے تھے۔
اور شیخین نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھتے اور سورج ان کے حجرے میں ہوا کرتا تھا اور دھوپ دیواروں پر نہ پھیلتی۔ اور بلا شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جبریل نے آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھائی پہلے دن عصر کی ایک مثل پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور دوسرے دن دو مثل پر اور کہا کہ وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔ اور ان پر اکثر صحابہ اور تابعین اور امام ہیں)

پس حاصل مطلب مع الشرح حدیث اول کا یہ ہوا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ باقتداء سلف امراء کی نماز ظہر کی مثلاً اخیر وقت میں پڑھتے۔ یعنی قریب ایک مثل کے، نہ بعد اس کے جیسا کہ مقتضی ہے اجماع صحابہ اور تابعین اور تمام آئمہ کا سوا امام ابوحنیفہؒ کے اوپر دخول وقت عصر کے بعد ایک مثل کے۔ جیسا کہ کلام میں سبھوں کے گذرا۔ اور بہت صریح دلالت کرنے والہ اس پر کہ تاخیر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک مثل تک تھی، نہ خارج اس کے، قول امام نووی کا شرح صحیح مسلم سے نقل ہو چکا۔ تو ایسے وقت میں ابوامامہ نے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ظہر پڑھی اور بعد نماز کے جب حضرت انسؓ کے پاس گئے تو ان کو عصر پڑھتے پایا، تو پوچھا کہ یہ کون سی نماز پڑھتے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا کہ عصر پڑھتا ہوں اور اسی وقت میں ہم صحابہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

اور حاصل دوسری حدیث کا یہ ہوا کہ علاء بن عبدالرحمٰنؒ اپنے معمول کے وقت پر یعنی ایک مثل کے قریب، نہ خارج اس کے، ظہر پڑھ کر انسؓ کے گھر میں، کہ وہ گھر مسجد سے قریب ہی تھا، گئے۔ تب انسؓ نے پوچھا کہ عصر پڑھ چکے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو ابھی ظہر پڑھی ہے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ ابھی پڑھو نماز عصر کی، تو پڑھی ہم نے عصر۔ تب کہا حضرت انسؓ نے کہ نماز تاخیر کر کے وقت اول سے پڑھنی نماز ہے منافق کی۔

اور روایت کی ہے نسائی اور ابوداؤد نے حضرت ابن مسعودؓ سے:

قا ل کا نت قدر صلوة رسول اللّٰه ﷺ الظهر فی الصّیف ثلا ثة اقدا م الی خمسة اقدا م و فی الشّتاء خمسة اقدا م الی سبعة اقدام (سنن ابوداؤد: ۴۰۰)۔

(عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز کی مقدار گرمی میں تین قدم سے لے کر پانچ قدم تک تھی اور سردی میں پانچ قدم سے لے کر سات قدم تک)

کہا مرقاۃ الصعود میں:

قال الخطا بی هذا امر یختلف فی ا لاقا لیم و البلدا ن و ذا لک لا نّ العلّة فی طو ل الظّلّ و قصره هو زیادة ارتفاع الشّمس فی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السّماء و انحطا طها و کا نت صلوة رسول اللّه ﷺ بمکّة و المدینة و هما من ا لاقا لیم الثّا نی و قول ابن مسعود ینز ل علی هذا التّقدیر فی ذا لک ا لاقا لیم دو ن ا لاقا لیم الّتی هی خا ر جة عن ا لاقا لیم الثّا نی ۔ انتهی مختصراً

(خطابی نے کہا کہ یہ امر اقلیموں اور شہروں میں مختلف ہے۔ اس لئے کہ لمبائی سایہ کی اور کوتاہی سورج کی بلندی اور پستی سے ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی نماز مکہ اور مدینہ میں تھی۔ اور یہ دونوں جگہ دوسری اقلیم میں ہیں۔ اور وہ قول ابن مسعودؓ کا اس صورت پر انہی اقلیموں میں لگے گا اور ولائتوں میں نہیں)۔

اور کہا فتح الودود میں:

و المراد ان یبلغ مجموع الظّلّ ا لا صلی و الزّا ئد هذا المبلغ لان یّصیر الزّا ئد هذا المبلغ و یعتبر ا لا صلی سوی ذا لک ۔ اقول و الدّ لیل علیه ظا هر الحدیث و هو لیس بمستثنی عنه الظّلّ ا لا صلی بل ا لا طلاق علی سبیل الشّمو ل کما لا یخفی

(اور مراد یہ ہے کہ سایہ اصلی اور زائد دونوں مل کر اس حد کو پہنچے، نہ یہ کہ صرف سایہ زائد اس حد کو پہنچے اور اصلی الگ لیا جاوے۔ میں کہتا ہوں کہ دلیل اس پر ظاہر حدیث ہے کیونکہ اس میں سے سایہ اصلی کو علیحدہ نہیں کیا بلکہ مطلق دونوں کے شمول کے طور پر بولا گیا ہے، چنانچہ ظاہر ہے)

اور کہا ارکان اربعہ میں:

و خمسة ا لاقدا م یکو ن اقل من المثل

(اور پانچ قدم ایک مثل سے کم ہوتے ہیں)

پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی نماز ظہر مکہ مدینہ میں ایسے انداز سے ہوتی تھی کہ گرمی میں ابتداء اس کے تین قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی تھی اور انتہاء پانچ قدم معہ سایہ اصلی کے۔ اور سردیوں میں ابتداء اس کے پانچ قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی اور انتہاء اس کے سات قدم معہ سایہ اصلی کے ہوتی۔ الغرض دونوں موسم کی نمازوں کی انتہاء بعد وضع کرنے سایہ اصلی کے ایک مثل سے ورے ہوتی تھی اور اس سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کبھی رسول اللہ ﷺ نے تجاوز نہیں کیا۔

پس یہ ہیں دلائل قویہ جمہور کے اس مذہب ہر کہ آخر وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے۔ اور بعد اس کے وقت عصر کا داخل ہو جاتا ہے۔

اور دلائل انصار مذہب مشہور امام ابوحنیفہؒ کے، جن میں سے جناب مؤلف ہیں، چار تو جناب مؤلف نے بیان کئے ہیں:

دلیل اول ۔ یہ کہ روایت ہے ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

اذا اشتدّ الحرّ فا بردوا با لصّلوة فا نّ شدّة الحرّ من فيح جهنم۔ رواه الشيخا ن و غير هما ۔ (جس وقت گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ ہے)۔

وجہ استدلال مؤلف تنویر الحق نے یہ کہی ہے کہ اس حدیث کی تفسیر ہے روایت عبد اللہ بن رافع کی حضرت ابو ہریرہؓ سے:

انّه سأ ل ابا هريرة عن وقت الصّلوة فقا ل ابو هريرة انا اخبرك فصلّ الظّهر اذا كا ن ظلّك مثلك ۔ رواه ما لك ۔

(عبداللہ بن رافع نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نماز کا وقت پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بتاؤں ظہر ایک مثل پر پڑھا کرو)

اور یہ حدیث دال ہے اس پر کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے اس قدر کہ دس رکعتیں ظہر کی پڑھ سکیں اور اگر مسبوق آ ملے تو وہ بھی دس رکعتیں اپنی پڑھ سکے پہلے آنے آخر وقت کے، اور اس میں قریب دو مثل کے وقت آ جاوے گا۔

پس مؤلف تنویر الحق کی اس دلیل کے دو جواب ہیں:۔

☆ پہلا جواب یہ ہے جو شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں بیان کیا ہے:

قا لوا معناه مع الفيء ا لا صلى بحيث يكو ن المجموع ذا لك القدر و يحصل ذا لك با لا براد فى الصّيف و التكبير فى الشّتاء فلا دليل فيه لمن قا ل ببقاء وقت الظّهر بعد ما صار الظّلّ مثله (مشائخ نے کہا ہے کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ مع سایہ اصلی کے مجموعہ اس قدر ہو۔ اور اس مقدار میں گرمی کے ٹھنڈک اور جاڑے کی جلدی حاصل ہے، تو اب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس میں اس شخص کی دلیل نہ رہی جس نے ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت رہنا بتایا ہے)

اقول ۔ شرح اس کی یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے سایہ اصلی کو استثناء تو کیا ہی نہیں ۔ پس مراد ایک مثل سے ان کے کلام میں ایک مثل معہ سایہ اصلی کے ہوگی ۔ اور وہ بھی تقریباً ۔ تو جب کہ سایہ اصلی کو اس میں سے نکالیں اور تحقیقاً مقدار سایہ کی معلوم کریں تو اس قدر وقت نکلتا ہے کہ بخوبی نماز ظہر سے امام اور مسبوق قبل انتہاء ایک مثل کے فارغ ہو سکتے ہیں ۔ پس نہیں ہوئی دلیل اوپر باقی رہنے وقت ظہر کے بعد اختتام ایک مثل کے بیچ اس حدیث کے ۔

☆ دوسرا جواب یہ کہ جب کہ ثابت ہو چکیں حدیث صحیحہ دالہ اس پر کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا اور مقدم ہونا ان احادیث کا سوائے ایک حدیث کے جو جبریل کی امامت کی ہے معلوم نہیں تو کہ ان سبھوں کو منسوخ کہیں ۔ پس واجب ہوا جمع اور اتفاق کرنا اس حدیث ابوہریرہؓ میں اور ان احادیث میں، تو کہتے ہیں ہم کہ مراد حضرت ابوہریرہؓ کی یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہو جا امام ہو کر خواہ مسبوق ہو کر ایسے وقت تک کہ سایہ تیرا مثل تیرے ہو ۔ ایسا ہی کہا ہے امام نوویؒ نے اور شیخ سلام اللہؒ نے معنی میں اس قول کے :

و صلّی المرّ ۃ الثّا نیۃ الظّھر حین کا ن ظلّ کلّ شیء مّثلہ لوقت العصر با لا مس

(اور دوسرے دن ظہر پڑھی ایک مثل پر جو پہلے دن کے عصر کا وقت تھا)

جو کہ حدیث میں جبریل کے وارد ہے واسطے دفع تعارض کے حدیث جبریل اور حدیث اذا صلّیتم الظّھر فا نّہ وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر پڑھو تو عصر کا وقت آنے تک اس کا وقت ہے) سے اور واسطے دفع اشتراک کے جیسا کہ ضمن میں اول حدیث کے ہماری احادیث میں سے کلام ان کا نقل کیا گیا ۔

☆ دلیل ثانی مؤلف کی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے :

انّ رسول اللّہ ﷺ قا ل انّما مثلکم و مثل اھل الکتا ب کر جل استأ جر اجراً فقا ل من یّعمل لی من غدوۃ الی نصف النّھار علی قیرا ط قیرا ط فعملت الیھود ۔ ثمّ قا ل من یّعمل لی من نصف النّھار الی صلوۃ العصر علی قیرا ط قیرا ط فعملت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

النّصاری۔ ثمّ قال من یّعمل لی من العصر الی ان تغیب الشّمس علی قیرا طین فا نتم هم۔ فغضب الیهود و النّصاری فقا لوا ما لنا کنا اکثر عملاً و اقل عطاء ۔ رواه الشیخا ن و التر مذی۔

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری کہاوت اور اہل کتاب کی کہاوت اس آدمی کی سی ہے کہ اس نے کئی مزدور لگائے اور کہا جو میرا کام فجر سے دو پہر تک کرے تو اس کو ایک قیراط ۔سو یہ یہود ہوئے ، پھر کہا جو نماز عصر تک دو پہر سے کرے، تو اسے بھی ایک قیراط ۔ یہ نصاری ہوئے ، پھر کہا کہ نماز عصر سے شام تک جو کرے تو اسے دو قیراط۔سو وہ تم ہو۔اور یہود و نصاری جل گئے کہ ہم سے کام تو بہت لیا اور اجرت تھوڑی دی)

وجہ استد لا ل مؤ لف کی یہ ہے کہ یہود نے اپنے عمل کو جو فجر سے ظہر تک تھا، اور نصاری نے اپنے عمل کو جو ظہر سے عصر تک تھا، عمل سے مسلمین کے بہت بڑا ساتھ صیغہ افعل التفضیل کے کہا تو معلوم ہوا کہ وقت عصر کے سے وقت ظہر کا بہت ہی بڑا ہے۔تو چاہیے کہ دو ثلث وقت ظہر کا ہو اور ایک ثلث وقت عصر کا ، جیسا کہ دو قیراط ہیں بہ نسبت ایک قیراط کے۔پس ہو جائے گا وقت ظہر کا سوا سا یہ اصلی کے دو مثل تقریباً۔

☆ پس جواب اس کے چار ہیں جو کلام شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے ، جو ردّ میں قاضی ابو زید دبوسی حنفی کے صادر ہو چکا ہے، مستفاد ہوتے ہیں۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے:

قوله فی حد یث ابن عمر و نحن کنّا اکثر عملاً تمسک به بعض الحنفیة کا بی زید فی کتا ب ا لاسرار الی ان وقت العصر من مصیر ظل کل شیء مثلیه لا نه لو کا ن من مصیر کل شیء مثله لکا ن مسا و یاً لوقت الظهر و قد قا لوا کنا اکثر عملاً فد ل علی انه دو ن وقت الظهر و اجیب بمنع المساواة و ذا لک معرو ف عند اهل العلم بهذا الفن و هو ان المدّ ة التی بین الظهر و العصر اطو ل من المد ة التی بین العصر و المغرب و اما ما نقله الحنا بلة من ا لا جماع علی ان وقت العصر ر بع النّهار فمحمو ل علی التّقریب اذا فر عنا علی ان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اوّل وقت العصر مصير الظل مثله كما قا له الجمهور و اما على قول الحنفية فالّذى من الظّهر الى العصر اطول قطعاً و على التنزل لا يلزم من التّمثيل و التّشبيه التسوية من كل جهة و با ن الخبر اذا ورد فى معنى مقصود لا تؤ خذ منه المعارضه لما ورد فى ذا لک المعنى بعينه مقصود فى امر آخر و با نّه ليس فى الخبر نص على ان كلا من الطا ئفتين اكثر عملا لصدق ان كلهم مجتمعين اكثر عملاً من المسلمين و با حتما ل ان يكو ن اطلق ذا لک تغليباً و باحتما ل ان يكون ذكر قول اليهود خا صة فيند فع ا لاعترا ض من اصله كماجز م بعضهم و يكو ن نسبة ذا لک للجميع فى الظّاهر غير مرادة بل هو عمو م اريد به الخصو ص و با نّه لا يلزم من كو نهم اكثر عملاً ان يّكو نوا اكثر زما ناً لا حتما ل كو ن العمل فى زمنهم كا ن اشق و يئو يّده قو ل تعا لى ر بّنا:

و لا تحمل علينا اصراً كما حملته على الّذين من قبلنا،

و ممّا يؤ يّد كو ن المراد كثرة العمل و قلته لا با لنسبة الى طول الزما ن و قصره كو ن اهل ا لا خبار متفقين على ان المدة التى بين عيسى و نبينا ﷺ دو ن المدة التى بين نبيّنا و قيام السا عة لا ن جمهور اهل المعرفة با لا خبار قا لوا انّ مدّ ة الفترة بين عيسى و نبيّنا عليهما السلام ستّ مأة سنة و ثبت ذا لک فى صحيح البخارى عن سلمان و قيل انها دو ن ذا لک حتى جا ء عن بعضهم انها مأة و خمس و عشرو ن سنة و هذه مدّ ة المسلمين با لمشا هدة اكثر من ذا لک فلو تمسكنا با نّ المراد التمسک بطو ل الز ما نين و قصر هما للزم ان يكو ن وقت العصر اطول من وقت الظهر و لا قا ئل به فد ل ان المراد كثرة العمل و قلته ـ و الله سبحا نه و تعا لى اعلم۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(حدیث ابن عمرؓ میں اس قول سے کہ ہم سے کام بہت لیا، بعض حنفیوں نے جیسے ابی زید نے کتاب الاسرار میں یہ تمسک کیا ہے کہ وقت عصر کا اگر ایک مثل پر ہو تو ظہر کے وقت کے برابر ہو جاوے گا، جب کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم سے کام بہت لیا ہے تو دلالت ہوئی اس بات پر کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے کم ہے۔ اور جواب دیا گیا ہے مساوات کے منع سے۔ اور یہ بات اہل علم میں اس فن کے نزدیک مشہور ہے کیونکہ وہ مدت جو ظہر اور عصر کے مابین ہے لمبی ہے۔

اور وہ جو حنبلیوں نے نقل کیا ہے اجماع اس پر کہ وقت عصر چوتھائی دن ہے۔ تو وہ تقریب پر حمل کیا گیا ہے جس وقت کہ یہ تفریع کی ہم نے کہ عصر کا وقت ایک مثل پر ہوتا ہے جیسا کہ جمہور نے کہا ہے۔ اور بہر کیف حنفیوں کے قول پر تو وہ مدت جو عصر اور ظہر کے مابین ہے، لمبی ہے یقینی۔ اور اگر اس کا خلاف مانا جاوے تو تمثیل میں ہر طرح کی مساوات لازم نہیں ہے۔

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ ایک ایسے معنی میں جو اصل مراد ہے جب حدیث وارد ہووے تو ایسے معنی سے جو امر دیگر میں ضمنی مراد ہے، معارضہ نہیں کیا جاتا۔

اور ایک جواب یوں ہے کہ حدیث میں یہ واضح نہیں ہے کہ یہود و نصاری ہر ایک کے کام بہت ہیں، بسبب اس کے کہ یہ بات بھی صادق آ سکتی ہے کہ دونوں نے مل کر مسلمانوں سے بہت کام کئے۔ اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تغلیب کے طور پر یوں فرما دیا ہو۔ اور ایک احتمال یہ ہے کہ خاص قول یہود کا ذکر کر دیا ہے تو اصل میں اعتراض ہی نہیں جیسا کہ بعض نے یہی توجیہہ بالیقین کی ہے۔ تو اب ظاہر میں دونوں فرقوں کی نسبت مراد نہ ہوگی۔ بلکہ عام بول کر خاص مراد لیا گیا ہے۔

اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عمل میں بہت ہونے سے زمانے کی زیادتی لازم نہیں۔ کیونکہ یہ احتمال ہے کہ ان پر عمل سخت سخت تھے اور اس کی تائید کرتی ہے یہ آیت: ربّنا و لا تحمل.... اور اس بات کی تائید پر کہ کثرت عمل بخیال کثرت زمانے کے یہاں مراد نہیں، یہ امر ہے کہ اہل تاریخ اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ کے مابین جو مدت ہے وہ اس مدت سے کم ہے جو آنحضرت ﷺ اور قیامت کے مابین ہے۔ کیونکہ جمہور مؤرخین نے کہا ہے کہ زمانہ فترۃ چھ سو برس ہیں اور یہ صحیح بخاری

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ اور بعض نے اس سے بھی کم کہا ہے۔ یہاں تک بعضوں سے سوا سو برس کی روایت آئی ہے۔ اور مدت مسلمانوں کی جو آج کے دن تک ہے دیکھی بھالی بات ہے۔ کہ اس سے زیادہ ہے سو اگر دلیل ٹھہراویں ہم اس پر کہ بڑائی اور چھوٹائی دونوں زمانوں کی مراد ہے، تو لازم آوے گا کہ عصر کا وقت ظہر کے وقت سے لمبا ہو جاوے گا، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ تو معلوم ہو گیا کہ صرف کمی بیشی عمل کی مراد ہے)

تفصیل جوابات مع شرح یہ ہے کہ صدر کلام شیخ الاسلام ابن حجر کا رد ہے ابوزید دبوسی حنفی پر اور قول ان کا و بان الخبر اذا ورد .. الخ . جوابات ہیں استدلال مؤلف کے۔ سو وہ چار ہیں۔

☆ اول جواب یہ کہ جو حدیث ایک معنی پر دلالت کرے اور اسی معنی کے قصد سے وہ صادر ہو تو اس کے معارض نہ ہوگی وہ حدیث جس میں وہ معنی پائے جاتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث بقصد اس معنی کے وارد نہیں ہوئی بلکہ ارشاد سے اس کی غرض اور کچھ ہے۔

اقول۔ تشریح اس کی یہ ہے کہ احادیث یک مثلی جو سابق میں نقل ہوئیں، مقصود ان سے تحدید ہے آخر وقت ظہر کی۔ اور اول وقت عصر کی۔ تو دلالۃ ان حدیثوں کی وقت ظہر اور عصر پر بطور عبارت النص کے ہوئی اور حدیث اجارہ کی، جس سے مؤلف کو استدلال ہے، غرض اور قصد اس کے سوق سے اخبار ہے اس بات سے کہ یہود اور نصاری دونوں فریق باوجود کثرت عمل کے کمتر ہیں امت محمد یہ سے بیچ جزائے عمل کے۔ اور بقاء اس امت کا قلیل ہے بہ نسبت ان دونوں کے مل کر۔ پس دلالت اس حدیث کی اوپر کمی وبیشی وقت عصر اور ظہر کے اگر تسلیم بھی کی جاوے تو بطور اشارۃ النص کے ہوگی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ اشارۃ النص، معارض عبارۃ النص کے نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ عبارۃ النص مرجح اور معمول بہ ہوتی ہے۔ اور اشارۃ النص مرجوح اور متروک ہوتی ہے جیسا کہ کہا صدر الشریعۃ حنفیؒ نے توضیح میں:

اما المتن فکتر حج النص علی الظا ھر و المفسر علی النص و المحکم علی المفسر و الحقیقۃ علی المجاز و الصر یح علی الکنایۃ و العبارۃ علی ا لاشارۃ و ا لاشارۃ علی الدلا لۃ۔

(لیکن متن سو جیسا کہ غالب رہنا نص کا ظاہر پر اور مفسر کا نص پر اور محکم کا مفسر پر اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کا مجاز پر اور صریح کا کنایہ پر اور عبارت کا اشارہ پر اور اشارہ کا دلالت پر)

اور کہا علامہ تفتازانیؒ نے تلویح میں :

اعلم انّ الثّا بت با لاشارة و العبارة سواء فی الثّبو ت با لنّظم و فی القطعية ايضاً عند ا لا كثر ا لا انه عند التعا ر ض يقدم العبارة على ا لا اشارة لمكا ن القصد با لسّوق كقو له عليه السّلام فی النّساء انّهنّ نا قصات عقل و دين ۔ الحديث سبق لبيان نقصا ن دينهن و فيه اشارة الى ان اكثر الحيض خمسة عشر يو ما و هو معا ر ض بما روى انّه ﷺ قا ل اقل الحيض ثلاثة ايام و اكثر عشرة ايام و هو عبارة فرجح (جو ثابت ہو اشارہ اور عبارت سے نظم قرآن سے، ثابت ہونے میں دونوں برابر ہیں اور قطعی ہونے میں بھی اکثر اہل اصول کے نزدیک، ہاں جب دونوں میں معارضہ پڑے تو عبارۃ، اشارۃ پر مقدم ہے کہ وہ سیاق کلام کا مسبب ہے۔ جیسے کہ عورتوں کے باب میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول کہ وہ عقل اور دین میں ناقص ہیں..۔ سیاق تو اس کا ان کے دین اور عقل کے نقصان کے باب میں ہے اور اس میں اشارہ یہ بھی ہے کہ اکثر مدت حیض کی پندرہ دن ہیں اور یہ اشارہ معارض ہے اس کے جو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اقل مدت حیض تین دن اور اکثر مدت حیض کی دس دن ہیں اور یہ عبارۃ النص ہے تو یہ مقدم ہے)۔

اور امام محمدؒ نے اس حدیث اجارہ یہود و نصاری سے تاخیر نماز عصر کی افضل و اولی لکھا ہے از روئے دلالت نص کے اپنے مؤطا میں اور اس حدیث سے یہ استدلال نہ کیا کہ وقت عصر کا بعد مثلین کے ہوتا ہے۔

اب معلوم ہو کہ دلالۃ النص کمتر ہوتی ہے اشارۃ النص سے عند التعارض

انّ الدّ لا لة ايضاً كا لا شارة لكن ا لا شارة اولى عند التّعا ر ض كذا فی نور ا لا نوار و التو ضيح و غير هما من كتب الفقه

(دلالت بھی اشارہ کی طرح ہے، لیکن اشارہ اولی ہے معارضہ کے وقت)

اور حال اشارۃ النص کا قبل ازیں معلوم ہو چکا کہ بمقابلہ عبارت النص کے مرجوح اور غیر معمول بہ ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے حدیث مؤطا کی بستان المحدثین میں نقل کرکے توجیہہ وتشریح اس حدیث کی خوب کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

نسخہ شانزدہم از مؤطا روایت امام محمد بن الحسن الشیبانی است وامام مذکور بجہت شہرت و کثرت احوال نویساں محتاج تعریف وتوصیف نیست مؤطا خود را بریں حدیث ختم نمودہ اخبرنا مالک عن عبد اللّٰہ ابن عمر انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال ان اجلکم فیما خلا من الامم کما بین الصلوۃ العصر الی مغرب الشمس وانما مثلکم و مثل الیھود و النصاری کرجل استعمل عملا فقال من یعمل لی الی نصف النھار علی قیراط قیراط فعملت الیھود ثمّ قال من یّعمل لی من نصف النّھار الی العصر علی قیراط قیراط ، فعملت النّصاری علی قیراط قیراط ۔ثم قال من یّعمل لی من صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس علی قیراطین قیراطین الا فانتم الّذین تعملون من صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس علی قیراطین قیراطین۔ فقال فغضب الیھود و النّصاری و قالوا نحن اکثر عملاً و اقل عطاءً قال ھل ظلمتکم من حقّکم شیئاً ؟ قالوا لا قال فانہ فضل اوتیہ من اشاء (بخاری: ۵۵۷)۔ ثمّ قال محمد ھذا الحدیث یدلّ علی انّ تاخیر العصر افضل من تعجیلھا الا ترٰی انہ جعل ما بین الظّھر الی العصر اکثر ممّا بین العصر الی المغرب فی ھذا الحدیث۔ و من عجّل العصر کان ما بین الظّھر الی العصر اقلّ ممّا بین العصر الی المغرب۔ فھذا یدلّ علی تاخیر العصر و تاخیر العصر افضل من تعجیلھا ما دامت الشّمس بیضاء نقیۃ ثمّ یخالطھا صفوۃ و ھو قول ابی حنیفہ و العامۃ من فقھاءنا۔

(روایت کی مالکؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مدت تمہاری بہ نسبت زمانہ امتوں سابق کے ایسی ہے جیسے نماز عصر سے مغرب تک، اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کہا وت تمہاری اور یہود و نصاری کی مانند اس شخص کے ہے کہ اس نے کئی مزدور ٹھیرا کر کہا کہ کون میرا کام کرے دو پہر تک ایک قیراط کی اجرت پر۔ سو وہ یہود ہو لئے۔ پھر کہا کون ہے جو پھر ظہر سے عصر تک کرے ایک قیراط پر۔ سو وہ نصاری ہوئے۔ پھر کہا کہ نماز عصر سے شام تک دو قیراط پر کون کرے۔ سو وہ تم ہوئے کہ نماز عصر سے شام تک دو قیراط پر کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ یہود و نصاری جل گئے کہ ہم نے کام تو بہت کیا اور مزدوری کم۔ خدا نے فرمایا کہ کیا تمہاری حق تلفی ہوئی؟ کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ یہ میرا انعام ہے جس کو چاہوں دوں،

کہا امام محمدؒ نے یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس پر کہ تاخیر عصر کی اس کی جلدی سے افضل ہے۔ کیا تجھے سوجھتا نہیں کہ ظہر اور عصر کے مابین جو ہے اسے زیادہ ٹھہرایا ہے بہ نسبت اس کے کہ جو عصر سے غروب تک ہے۔ اور جو جلدی عصر پڑھے گا تو ظہر سے عصر تک کا وقت کم ہو جاوے گا اور عصر سے غروب تک کا بڑھ جاوے گا۔ تو یہ دلالت کرتا ہے اس پر کہ تاخیر عصر کی افضل ہے تعجیل سے۔ اور تاخیر جب تک ہے کہ سورج صاف رہے، زردی آمیز نہ ہو جاوے۔ اور یہی قول ابی حنیفہؒ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے)۔

راقم الحروف (شاہ عبدالعزیز) گوید آنچہ امام محمد از یں حدیث استنباط کردہ اند صحیح است و مدلول حدیث ہمیں قدر است کہ مابین صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس کمتر از مابین نصف النہار الی صلوۃ العصر می باید تا قلّت عمل و کثرت عطاء کہ مقصود از تشبیہ است درست گردد۔ وایں معنی بدون تاخیر عصر از اول وقت آن متحقق نمی شود۔ اما آنچہ از بعضے فقہاء منقول است کہ باین حدیث تمسک کردہ اند در آنکہ وقت عصر از مابعد المثلین شروع می شود و قبل ازاں وقت ظہر است پس دلالت حدیث براں ممنوع است۔ آرے اگر لفظ مابین وقت العصر الی الغروب می بود گنجائش ایں استدلال می شد۔ لفظ حدیث مابین صلوۃ العصر الی مغرب الشّمس است۔ وظاہر است کہ صلوۃ العصر در اول وقت متحقق نمی شود تا مدعا حاصل گردد و مدار تشبیہ بر مقالہ مابین نماز عصر است بر وفق آنچہ معمول آن جناب بود تا وقت غروب و آن کمتر از مابین ظہر و عصر می شد گواز ابتدائے وقت عصر تا غروب مساوی آن باشد و اگر کسی را بخاطر رسد کہ تشبیہ برائے تفہیم است و دریں صورت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تخئیل لازم آید زیرا کہ صلوۃ عصر را تعینے نیست ہر کسی در وقتے از اوقات متسعہ می خواند بخلاف وقت عصر کہ فی نفسہ متعین است۔ گوئیم تشبیہ برائے تفہیم مخاطبین است ومخاطبین وقت متعارف نماز آن جناب را می شناختند۔ پس نسبت بایشاں بوجہ احسن تفہیم متحقق شد و دیگراں را بسماع از ایشاں ایں معنی واضح شد و تفہیم متحقق شد۔ نظیرش آنکہ حضرت عائشہ در وقت معمول نماز عصر آنجناب فرمودہ است کان یصلی العصر و الشمس فی حجرتھا لم یظھر الفیء بعد ومعلوم است کہ ایں بیان وتفسیر غیر از کسانی را کہ آن حجرہ مبارک را دیدہ باشند و بودن آفتاب را دراں حجرہ وظہور سایہ را دراں مقائسہ کردہ باشند فائدہ نمی کند کذا ہذا و نیز باید دانست کہ آنچہ در کلام امام واقع شدہ کہ و من عجل العصر کان ما بین الظھر الی العصر اقلّ مما بین العصر الی المغرب بظاہر مخدوش است۔ زیرا کہ موافق قاعدہ ظلال انقضاء مثل وقتی می شود کہ ربع النہار باقی می ماند در اکثر بلدان پس وقتین مساوی باشند نہ زیادہ وکم وی تواں توجیہ کرد کہ مراد امام از ما بین الظہر ما بین وقت المتعارف للصلوۃ است یعنی از ابتدائے وقت متاخر خصوصاً در ایام صیف کہ ابراد آن مستحسن است۔ و اللّٰہ اعلم

☆ جواب دوسرا یہ کہ اس حدیث اجارہ میں یہ نہیں کہا کہ ہر ایک فرقہ نے علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے بلکہ بظاہر الفاظ یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریق نے مل کر کہا ہو کہ ہم نے زیادہ عمل کیا ہے۔ پس زیادتی عمل فقط نصاری کے عمل مسلمین سے ثابت نہ ہوئی، تو کہ وقت ان کے عمل کا وقت عمل مسلمین سے زائد کہو۔

☆ جواب تیسرا یہ کہ بباعث کثرت عمل یہود کے بہ نسبت نصاری کے احتمال ہے کہ دراصل زیادہ رکھنے والے اپنے عمل کو یہودی ہوں۔ اور یہ نسبت ظاہری طرف دونوں کے مجازاً ہو از راہ تغلیب کے اور بطور اطلاق عام اور ارادہ خاص کے۔

☆ جواب چوتھا یہ کہ ان لوگوں نے اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے عمل سے مسلمانوں کے۔ اور عمل کے زیادہ ہونے سے زمانہ عمل کا زیادہ ہونا ضرور نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تھوڑے زمانے میں مثلاً ایک دن کوئی اس قدر کام کرے کہ وہ کام اسی قدر دوسرے آدمی سے دو دن میں ہو۔۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور یہی مراد ہے اس حدیث میں بحق عمل نصاری کے۔ یعنی اگر نصاری کو بھی زیادہ رکھنے والے اپنے عمل کو ٹھہرادیں، تو معنی اس کے یہی ہیں کہ فقط عمل ان کا زیادہ ہے عمل سے مسلمین کے، نہ یہ کہ زمانہ ان کے عمل کا زیادہ ہے زمانہ عمل مسلمانوں کے سے بہ تمسک دو وجہ کے۔

وجہ اول۔ کہ ارشاد کرتا ہے اللہ تعالی:

ربّنا و لا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الّذ ین من قبلنا(بقرہ:۲۸۶) (اے پروردگار نہ بوجھ رکھ ہم پر جیسے کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر رکھا)

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال پہلی امتوں کے کثیر تھے اور شاق۔ تو اس سبب سے عمل ان کا کثیر ہوا امت محمدیہ سے نہ بسبب طول زمانہ کے۔

وجہ ثانی یہ کہ مدت عمل نصاری کی نصف ہے مدت عمل سے مؤمنین کے بحساب ان دونوں کے۔ اس لئے کہ مدت عمل کو مؤمنین کے آج تک بارہ سو برس ہوئے (یعنی معیار الحق کی تصنیف کے وقت تک) اور مدت عمل نصاری کی جو معیاد اس کی عیسی علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک قریب چھ سو برس کے ہے جیسا کہ روایت کیا ہے امام بخاریؒ نے حضرت سلمانؓ سے کہ زمانہ فترت کا عیسی علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ تک چھ سو برس ہیں۔ اور خدا جانے کہ آئندہ اس امت کو کب تک بقاء ہے۔ اور مدت نصاری کی بہ نسبت مؤمنین کے کس قدر کم ہو جائے گی۔ پس کس طرح کہو گے کہ زمانہ عمل نصاری کا زیادہ ہے عمل مؤمنین کے سے تو کہ ظہر کا وقت عصر سے بڑا ہو جاوے۔

پس معلوم ہوا کہ نصاری نے اگر اپنے عمل کو زیادہ کہا ہے تو باعتبار شاق ہونے عمل کے ہے۔ جیسا کہ شاہد ہے اس پر ربّنا و لا تحمل علینا۔ نہ باعتبار طول مدت عمل کے۔ تو نہ ثابت ہوا اس قول سے نصاری کے زیادہ ہونا وقت ظہر کا وقت عصر سے

☆ دلیل ثالث مؤلف تنویر الحق کی یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابوذرؓ سے۔ کہا

کنّا مع رسول اللّه ﷺ فی سفر فاراد المؤ ذن ان یؤ ذن للظّهر فقال النّبیّ ﷺ ابرد۔ ثمّ اراد ان یّؤ ذن فقا ل له ابرد۔ حتّی ساوی الظل التلول۔ فقا ل النّبیّ ﷺ انّ شدّ ة الحرّ من فیح جهنم (بخاری: ۵۳۵۔ مسلم: ۶۱۶)۔ (ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ سو مؤ ذن

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے اذان کا ارادہ کیا۔ سو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈک ہونے دے۔ پھر ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ اتنی ٹھنڈک تک کہ ٹیلوں کا سایہ برابر ہو جاوے۔ اور فرمایا کہ گرمی کی شدت دوزخ کا سانس ہے)۔

وجہ استدلال مؤلف نے دو بیان کئے ہیں:۔

ایک یہ کہ سایہ ٹیلوں کا بعد ڈھل جانے بہت آفتاب کے ہوتا ہے۔ پس اقل یہ کہ ڈھلے بقدر چوتھائی حصہ آدھے دن کے۔ پس ہوگا اس وقت سایہ آدمی کا نصف قد۔ اور جب شروع ہو کر ظہور سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگا تو ہوگا سایہ آدمی کا ڈیڑھ قد۔ پس جب ایسے وقت اذان ہوئی تو پھر نماز بوجہ مسنون سے اور نماز مسبوق سے دو مثل تک پہلے آخر ہونے وقت کے فراغت ہوگی۔

دوسری یہ کہ تجربہ کیا گیا، یعنی گولہ بنا کر مثل ٹیلے کے زمین پر رکھا گیا تو جب سایہ کو ایک مثل دیکھ کر نماز پڑھی تو قریب دو مثل کے پہلے آخر وقت کے فراغت پائی۔

☆ پس جواب اس کے استدلال واہی سے تو کیا دیویں کیونکہ وہ مجرد ایک ابلہ فریبی ہے اور دعوی بے دلیل۔ اس لئے کہ اولاً دعوی یہ کیا کہ اقل یہ کہ ڈھلے دن بقدر چوتھائی آدھے دن کے، اور اس پر کوئی دلیل نہیں۔ پھر کہا کہ وقت ظہور سایہ ٹیلوں کے برابر ڈیڑھ قد سایہ آدمی کا ہوتا ہے۔ اور یہ محض غلط بلکہ ظہور سایہ ٹیلوں کا آدھے قد سایہ آنے کے بھی پہلے ہو جاتا ہے۔ اور مساوی ٹیلوں کے بھی اسی وقت ہو جاتا ہے جب کہ سایہ ہر شئے کا برابر ہوتا ہے۔ جس کو ارتفاع ٹیلے کی زمین سے پہچان ہو وہ جانتا ہے۔

پھر دعوی کیا کہ نماز مسبوق کی اور امام کے پہلے آخر وقت آنے کے دو مثل کے قریب تک ہوتی ہے، یہ بھی غلط ہے اور دھوکا۔ وہاں مسبوق کون تھا جس کو شامل کیا ہے۔ ایک حادثہ معینہ منقضیہ میں مسبوق کا کیا ذکر؟ یہ تحدید آئندہ نمازوں کی تھی کہ مسبوق کا وقت پیدا کیا؟ حکایت ماضی میں اس چیز کا جو ثابت نہ ہو ضم کرنا بڑی حماقت ہے۔

اور پھر دعوی دس رکعت ظہر سے فراغت ہونے کا قریب دو مثل کے بھی غلط۔ کیونکہ اگر بالفرض بعد ایک مثل کے نماز شروع ہو تو بھی سوا مثل کے اندر اندر دس رکعت نماز سے فراغت ہوتی ہے۔

ایسا ہی دعوی اس کا اپنے تجربہ میں کہ جب کہ ایک مثل ٹیلہ کے نمازیں شروع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں تو قریب دومثل کے فراغت پائی، بھی غلط ہے۔ اورفراغت دس رکعت ظہر سے بوجہ مسنون سوامثل کے اندر حاصل ہوسکتی ہے۔

جناب مؤلف سے تعجب ہے کہ امام صاحبؒ کی مدح میں کہہ چکے ہیں کہ وہ ہر شب میں ہزار رکعت پڑھتے تھے۔جس کے بحساب گھنٹوں کے، بعد وضع کرنے چار گھنٹہ کے، فی گھنٹہ ایک سوپچیس رکعت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ باب اول کے رد میں گذرا۔ اوراپنے دس رکعت ظہر سے اتنے وقت میں فراغت ہونی بیان کرتے ہیں کہ ایک مثل ٹیلوں کی سے قریب دومثل کے سایہ گذر گیا تھا، سوچنے کا مقام ہے۔

تو اس کے استدلال تو بالکل واہی ہوئے۔ اوراس حدیث کی ہرگز دومثل پر دلالت نہیں۔

ہاں البتہ ظاہر حدیث سے بای الرائے میں اس قدر سمجھا جاتا ہے کہ پڑھنا ظہر کا بعدایک مثل کے، اس حادثہ سفر میں آنحضرت ﷺ سے صادر ہوا ہے۔اوراس سے یہ شبہ گذرتا ہے کہ وقت ہرظہر کا بعدایک مثل کے باقی رہتا ہے۔

پس جواب اس سے تین ہیں:۔

اول یہ کہ مساوی کہنا راوی کا سایہ ٹیلوں کوظاہر ہے کہ تخمیناً اورتقریباً ہے۔نہ بایں طور کہ گز رکھ کر ناپ لیا تھا۔اسی واسطے صحیح مسلم اورابوداؤد کی روایت میں مساوات کا ذکر نہیں ہے، بلکہ اتنا ہی ہے کہ حتّی رأینا فیء التلول یہاں تک کہ دیکھا ہم نے سایہ ٹیلوں کا۔

اورصحیح بخاری میں بھی تین مقام میں بلا ذکر مساوات ہے دوجگہ کتاب المواقیت میں ہے۔ حتّی رأینا فیء التلول اورایک جگہ بدء الخلق میں ہے حتی فاء الفیء۔اور راوی نے اس کی تفسیر کی۔ یعنی التلول یعنی وقع الظل تحت التلول کذا ذکر فی الکرمانی۔

خلاصہ ان عبارتوں کا یہ ہے یعنی ظاہر ہوا سایہ نیچے ٹیلے کے اور دیکھا ہم نے سایہ ٹیلوں کا اوروہ تخمیناً برابر ہونا پھر بھی معہ سایہ اصلی کے ہے نہ اس طرح سے کہ سایہ اصلی الگ کرکے مساوی کہا ہے و ھذا لا یخفی علی من لہ ادنی عقل۔

تو دراصل اس وقت سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل کے ہوگا یا کچھ زیادہ۔ اورمثل کے ختم ہونے میں اتنی دیر ہوگی کہ بخوبی نماز سے فارغ ہوئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے۔

☆ دوسرا جواب یہ ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب مشرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں۔ اور وقت اذان کے سایہ جانب مشرقی بھی ظاہر ہو گیا۔ پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں، نہ مقدار میں جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و یحتمل ان یّراد بھذہ المساواۃ ظھور الظّل بجنب التل بعد ان لم یکن ظا ھراً فساواہ فی الظّھور لا فی المقدار۔ انتھی و ھکذا فی المحلی (اور احتمال ہے کہ ارادہ کیا جاوے اس برابر سے ٹیلے کے نیچے سایہ کا ظاہر ہو جانا کہ پہلے بالکل نہ تھا تو برابری ظہور میں ہوئی مقدار میں نہ ہوئی)

☆ تیسرا جواب یہ کہ یہ تاخیر آنحضرت ﷺ سے سفر میں واقع ہوئی ہے۔ پس شائد کہ آنحضرت ﷺ نے اس ارادہ سے تاخیر کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کر کے پڑھیں گے جیسا کہ اور سفروں میں جمع کرنا دو نمازوں کا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے۔ چنانچہ عنقریب ثابت کیا جاوے گا۔ پس سفر کے وقت پر حضر کے وقت کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ جواب بھی حافظ ابن حجرؒ نے دیا ہے جیسا کہ کہا فتح الباری میں:

و یقا ل قد کا ن فی السّفر فلعلّہ اخّر الظّھر حتّی یجمعھا مع العصر (اور کہا جاتا ہے کہ سفر میں تھے شائد کہ تاخیر ظہر کی اس لئے کی ہو کہ عصر کے ساتھ ملاویں)

و ھکذا نقلہ فی المحلی الحنفی علی و جہ القبول و التسلیم (اور اسی طرح ہے محلی میں مان کر اور تسلیم کر کے نقل کیا ہے)۔

قلت (یعنی سید نذیر حسین)۔ منشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں رہتا، ثابت ہیں جمعاً بین الادلۃ یہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔

☆ دلیل رابع مؤلف (تنویر الحق) کی یہ کہ حدیث میں حضرت بریدہؓ کے واقع ہے:

فلمّا کان الیوم الثا نی امرہ فا برد با لظّھر فا برد بھا فا نعم ان یبرد بھا رواہ مسلم فی تمام الحد یث (اور جب دوسرا دن ہوا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ نے حکم کیا ان کو تو ظہر ٹھنڈک میں پڑھی اور اسے خوب ٹھنڈا کیا)

اور روایت میں حضرت ابوموسیٰؓ کے یوں وارد ہے:

ثم اخّر الظهر حتى كا ن قريباً من وقت العصر با لا مس۔ رواه مسلم۔ (پھر تاخیر کی ظہر کی، یہاں تک کہ گذشتہ روز کی عصر سے قریب ہوگئی)۔

وجہ استد لا ل یہ بیان کی ہے کہ نماز دوسرے دن بہت ٹھنڈی کر کے پڑھی تھی بایں طور کہ قریب تھا آخر اس کا ابتداء وقت پہلے دن کی عصر کے۔ اور پہلے دن کی عصر اس وقت پڑھی تھی کہ آفتاب اونچا اور سفید تھا۔ اور اس وقت پانچ گھڑی دن تھا۔ اور دوسرا یہ کہ لفظ فا نعم ان یبر د کا اول خود دلالت کرتا ہے دو مثل پر اور اگر مجمل کہو تو بیان کر دیا ہے اس کو حدیث ابی سعید کی نے جو او پر گذری۔

اقول۔ وہ حدیث یہ ہے کہ کہا ابوسعید خدریؓ نے:

اذن مؤذ ن النبی ﷺ للظّهر فقا ل ابر د ابرد و قال انتظر انتظر فا ن شدة الحر من فيح جهنم فا ذا اشتد الحر فابردوا عن الصلوة رواه الطحاوی وغیره (آنحضرت ﷺ کے مؤذن نے اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈک کر، یا فرمایا ٹھہر جا، اسلئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کا سانس ہے۔ جب گرمی کی شدت ہوا کرے تو نماز ٹھنڈک میں پڑھا کرو)۔

پس ہر چند کہ جواب اس کا یہی تھا کہ کچھ نہ بولتے: آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی

تاہم واسطے دفع اشتباہ بعض ناواقفوں کے کہا جاتا ہے کہ اس حدیث سے دو مثل تو کیا ایک مثل سے تجاوز کی بو بھی نہیں آتی ہے۔ اور آج تک کسی حنفی نے بھی نہیں کہا کہ فانعم ان یبرد بها سے (جس کے یہ معنی ہیں کہ خوب ٹھنڈا کیا) اس ظہر کو دو مثل تک ٹھنڈا کرنا مراد ہے۔ اور یہ استنباط اس مؤلف ہی نے اختراع کیا ہے بریں عقل و دانش بباید گریست

غور کرو کہ خوب خوب ٹھنڈا کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ایک مثل سے باہر نکل جاوے۔

اور جو دو وجہ استدلال کی مؤلف نے بیان کی ہیں وہ بالکل واہی اور پوچ ہیں۔

☆ وجہ اول۔ اس لئے کہ عصر پہلے دن کی آنحضرت ﷺ نے ایک مثل پر پڑھی تھی جس کو مؤلف کہتا ہے کہ پانچ گھڑی دن رہے پڑھی تھی۔ اور پھر ظہر دوسرے دن کی اس پانچ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھڑی دن رہے کے قریب کہتا ہے۔ اور دلیل اس پانچ گھڑی کی مقدار پر اس کو ٹھہراتا ہے کہ آفتاب اس وقت بلند اور سفید خالص تھا۔ اور اتنا نہیں جانتا کہ پھر ڈیڑھ پہر دن رہے بھی آفتاب سفید اور بلند ہوتا ہے۔ شائد اس کے نزدیک پہر ڈیڑھ پہر دن رہے آفتاب نیچا اور زرد ہوتا ہوگا اور پانچ گھڑی دن رہے بلند اور سفید ہو جاتا ہوگا۔ یہ باتیں سوائے باؤلوں (پاگلوں) کے کسی سے صادر نہیں ہوتیں۔

☆ اور وجہ ثانی اس لئے لغو ہے کہ لفظ فانعم ان یبرد بھا کا جس کے یہ معنی ہیں کہ خوب ٹھنڈا کیا، کسی عاقل کے نزدیک، خواہ وہ ہندو ہی ہو، دو مثل پر دلالت نہیں کرتا۔ اور نہ اس کے اجمال کو حدیث ابوسعیدؓ کی اٹھاتی ہے کیونکہ اس میں بھی ایسا کوئی لفظ نہیں جس سے ایک مثل سے تجاوز کرنا معلوم ہو۔ چنانچہ حدیث بالا اس کی منقول ہے۔ پھر نہیں معلوم کہ مؤلف مجنون کس خبط سے انعم ان یبرد بھا سے دو مثل نکالتا ہے۔ فالی اللّٰہ المشتکی۔

پس ان چاروں دلیلوں مؤلف کی سے بوجہ معقول جوابات ہو لئے۔ اور ثابت ہو گیا کہ اس کی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وقت ظہر کا بعد ایک مثل کے باقی رہتا ہے، چہ جائے دو مثل تک۔

اب سنو کہ مؤلف نے حدیث جبریل سے بھی، جو متمسک جمہور کے در باب ایک مثل کے ہے، استدلال کیا ہے اس پر کہ وقت ظہر کا دو مثل تک رہتا ہے۔ اور وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ

جبریل نے دوسرے دن ظہر کی نماز اس وقت پڑھی تھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی یعنی ایک مثل پر۔ پس اس سے اشتراک دونوں نمازوں کا ایک وقت میں بقدر چار رکعت کے پیدا ہوا اور پھر وہ اشتراک منسوخ ہے حدیث اذا صلّیتم الظّھر فانّہ وقت الی ان یحضر العصر (جب تم ظہر پڑھو تو اس کا وقت ہے عصر کے وقت ہونے تک) سے۔ تو آخر وقت ظہر کا ایک مثل منسوخ ہوا بدلالت حدیث حضرت ابوہریرہؓ کے، اور متعین ہوا دو مثل آخر وقت ظہر کا۔

تو جواب اس کا تحت اول حدیث کے احادیث ایک مثلی میں سے کلام سے شیخ سلام اللہ حنفیؒ اور امام نوویؒ کے گذرا۔ اور حاصل اس کا یہ ہے کہ جبریل نے دوسرے دن ظہر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ایک مثل پر فراغت پائی تھی نہ یہ کہ شروع کی تھی۔ اور پہلے دن عصر اس وقت میں یعنی بعد ایک مثل کے شروع کی تھی، پس اشتراک نہ رہا تو کہ اس کے نسخ سے آخر وقت ظہر کا دو مثل ہو جاوے اور ان معنی کو امام نوویؒ نے خوب مدلل بیان کیا ہے۔ پس طرف پہلی حدیث ایک مثلی کے رجوع کرنا چاہیے۔

اور ایک دلیل عقلی مؤلف نے بیان کی ہے وہ یہ کہ

بعد دو مثل کے نماز پڑھنے سے بالیقین نماز اپنے وقت میں ادا ہوتی ہے اور اگر ایک مثل کے بعد پڑھیں تو شائد ہے کہ اللہ کے نزدیک وقت نہ ہوا ہو۔ پس ہوگی نماز قبل وقت کے، اور یہ درست نہیں بالاجماع۔

پس اس کا جواب یہ ہے کہ اگر باوجود قیام دلائل قطعیہ کے اور اتفاق تمام جہاں کے اوپر ایک مثل کے خلاف امام ابوحنیفہؒ کا بے دلیل موجب اس بات کا ہوسکتا ہے کہ بعد ایک مثل کے، قبل دو مثل کے نماز عصر کی پڑھنی قبل وقت سے ہوگی، اس احتمال سے کہ شائد عنداللہ وقت نہ ہوا ہو، تو چاہیے کہ اگر کوئی مدعی بلا دلیل دعوی کرے کہ وقت نماز عصر کا بعد تین مثل کے داخل ہوتا ہے اور اس پر کچھ دلیل نہ رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ دو مثل پر کوئی دلیل نہیں رکھتے، تو اس کے دعوی بلا دلیل سے نماز عصر کو تین مثل کے ورے جائز نہ رکھیں، اس احتمال سے کہ شائد اللہ کے نزدیک تین ہی مثل کے بعد وقت ہوتا ہو۔ اور یہ کوئی نہیں کہے گا، حتی المؤلف الحنفی۔ حالانکہ یہ قول تین مثل کا اور حنفیوں کا دو مثل کا دونوں برابر ہیں بے دلیل ہونے میں۔ پس معلوم ہوا کہ مجرد خلاف بے دلیل عمل سے اوپر امر بادلیل اور متفق علیہ جمہور کے مانع نہیں ہوتا اور باعث عدم احتیاطی کا نہیں ہوتا۔

اور ایک دلیل دو مثل پر صاحب ہدایہ نے بیان کی ہے وہ یہ کہ

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ابردوا بالظّھر فان شدّۃ الحرّ من فیح جہنم (یعنی ٹھنڈا کرو ظہر کو شدت گرمیوں میں) اور شدت گرمی کی دیار عرب میں عین مثل پر ہوتی۔ پس ٹھنڈک اسی وقت پر ہوگی جب کہ ایک مثل سے سایہ متجاوز ہوگا۔ جیسا کہ ہدایہ میں فرماتے ہیں:

و لہ قولہ علیہ السّلام ابردوا بالظّھر فانّ شدّۃ الحرّ من فیح جھنم و اشدّ الحرّ فی دیارھم فی ھذا الوقت۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس جواب دینا اس تقریر کا ہم کو ضروری نہیں کیونکہ خدا کے فضل و کرم سے حنفیوں ہی نے اس کو ردّ کر دیا ہے۔ کہا قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ نے تفسیر مظہری میں:

و هذا الاستد لال ضعيف جداً و دلا لة حديث ا لا براد على بقاء وقت الظّهر بعد المثل ممنو ع بل ا لا براد امر اضا فى و شدّة الحرّ انّما يكو ن عند الزّوا ل و بعض ا لا براد يحصل قبل بلوغ الظّل مثل الشىء و لو كا ن الحر فى ديا رهم حين بلو غ ظل الشّىء مثله اشد مما قبله لكا ن مقتضى الامر بالابراد تعجيل الصّلوة فى اوّل الوقت ۔(اور یہ دلیل پکڑنا واضح ضعف ہے۔ اور دلالت کرنا حدیث ابراد ظہر کا اس پر کہ ظہر کا وقت بعد ایک مثل کے رہتا ہے، مسلم نہیں ہے۔ بلکہ ابراد ایک امر اضافی ہے اور شدت گرمی کی عین دوپہر میں ہوتی ہے۔ اور ایک مثل پہلے کچھ گھٹ جاتی ہے اور اگر ان کے ملک میں ایک مثل پر شدت گرمی کی ایک مثل کے پہلے سے زیادہ ہوتی تو یہ چاہیے تھا کہ جلدی کر کے اول وقت پر نماز ہو)

اور کہا مولانا عبد العلی حنفیؒ نے ارکان اربعہ میں:

و يخد شه انّه رو ى النّسا ئى و ابو داؤد عن ابن مسعود قا ل كان قدر صلوة رسول اللّه الظّهر فى الصّيف ثلاثة اقدام الى خمسة و فى الشّتاء خمسة اقدام الى سبعة اقدام ۔ و خمسة الاقدام تكون اقل من المثل فقد علم انّ البر د يحصل اذا كان ظلّ القا مة خمس اقدامها فلا يعار ض حديث ا لا براد حديث جبريل۔(اور اس میں خدشہ ہے، کیونکہ نسائی اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مقدار نماز ظہر گرمی میں تین قدم سے پانچ تک تھی اور سردی میں پانچ سے سات تک۔ اور پانچ قدم ایک مثل سے کم ہوتے ہیں۔ سو معلوم ہوا کہ پانچ قدم سایہ قدم آدم پر ٹھنڈک حاصل ہو جاتی تھی۔ تو حدیث ابراد اور حدیث جبریل میں معارضہ نہ رہا)

اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے، جو حنفیوں کے سردار ہیں، فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں:

ان غا ية ما لزم من استد لا ل الهدا ية ان وقت الظّهر يبقى بعد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بلو غ الظّلّ مثله و لا يلز م منه ا لا نتها الى بلو غ الظّلّ مثلين فالدّ ليل قا صر عن المد عى۔ انتهى ۔

وما قا ل ابن الهمام فى الجوا ب ا لا ان يقا ل انّه ﷺ صلّى فى اليو م الثّا نى عند بلو غ الظّلّ مثلين فهو المتعين للعصر من دو ن معا ر ض فيهما قبيلة وقت الظّهر۔ انتهى

فجوا ب ما قال الشّيخ سلام اللّه الحنفى فى جوا ب من استدل بما رو ى عنه عليه السلام انه صلى العصر حين صار ظلّ كل شيء مثليه على كو ن اول وقت العصر بمصير الظل مثلين و هو ما فى المحلى و هو كما ترى حكا ية حا ل لا يد ل على كو ن اول وقته ذا لک۔ انتهى ۔

والاعتذار عن ايراد ابن الهمام على استدلال صاحب الهداية با نه لا قا ئل بكو ن ما بعد بلو غ الظّل المثل و قيل بلو غ مثلين خطاء عظيم لا نه خلاف ما هم عليه من ان وقت العصر من بعد بلو غ الظل المثل الى مثلين قبلهما و بعد هما الى الغروب وعلى التنز ل لا يقتحم الما نع فا نه يطلب الدليل على القول او عدم ذا لک القول فكيف يجد به عدم قو لهم بلا دليل اطمينا ناً فا فهم فيبقى ايراد ابن الهمام كما كا ن۔

(مقصود دلیل ہدایہ کا یہ ہے کہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت باقی رہتا ہے تو اس سے یہ کیوں کر لازم آیا کہ دو مثل وقت کی انتہاء ہے۔ تو دلیل اثبات مدعا سے قاصر ہے۔ ہو چکی عبارت فتح القدیر کی۔ اور وہ جو جواب میں ابن الہمام نے کہا ہے کہ مگر یہ کہا جاوے کہ آنحضرت ﷺ نے دوسرے دن دو مثل پر عصر پڑھی تو وقت عصر کا معین ہو گیا اور اس سے پہلے ظہر کا وقت رہ گیا تو جواب اس کا وہ ہے جو سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں اس کے جواب میں کہا ہے جس نے آنحضرت ﷺ کے دو مثل پر نماز عصر پڑھنے سے عصر کا اول وقت دو مثل پر ثابت کیا ہے کہ یہ ایک حکائت حال ہے اس پر دلالت اس میں نہیں کہ وہ اول وقت ہے۔ ہو چکی عبارت محلی کی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ابن الہمام نے ہدایہ کی دلیل پر اعتراض جو کیا ہے اس سے یوں عذر کرنا، کہ اس کا تو کوئی قائل بھی نہ تھا، بڑی خطا ہے۔ اس واسطے کہ مشائخ کے مسلک کا انکار کرنا ہے۔ وہ تو اس پر ہیں کہ وقت عصر کا مثل اور مثلین سے غروب تک ہے۔ اور اگر وہ عذر مانا بھی جائے تو معترض کب چپکا رہ سکتا ہے۔ وہ تو دلیل طلب کرے گا۔ بے دلیل صرف کسی کے قائل نہ ہونے سے اس کو اطمینان کا فائدہ کیونکر ہوگا۔ غرض کہ اعتراض ابن ہمامؒ کا اپنے حال پر رہا)۔

احناف کی ان عبارتوں سے چار جواب صاحب ہدایہ کے معلوم ہوتے ہیں:۔

☆ اول یہ کہ دعوی حاصل ہونے ٹھنڈک کا دیار عرب میں ایک مثل پر نہ ورے اس کے مخدوش ہے۔ کیونکہ ابن مسعودؓ کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ گرمیوں میں پانچ قدم سایہ ڈھلنے تک ظہر کی نماز پڑھا کرتے اور سردیوں میں سات قدم تک، جو ایک مثل ہوتا ہے، فارغ ہو چکتے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ پانچ قدم ایک مثل سے کم ہی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ اس دیار میں پانچ قدم پر، دو قدم پہلے ایک مثل سے، ٹھنڈک ہو جاتی ہے اور یہی قدر مراد حدیث ابردوا میں جو مجمل ہے۔ پس حدیث ابراد معارض حدیث جبریل کی جس میں ایک مثل وقت ظہر کا پایا جاتا ہے، نہیں ہے۔ ھذا ما صل جواب مو لا نا عبد العلی۔

☆ دوسرا جواب یہ کہ شدت گرمی کی تو وقت زوال ہی کی ہوتی ہے اور بعد زوال کے ایک مثل کے ورے کچھ تو ٹھنڈک ہو جاتی ہے۔ پس کافی ہے مقتضی امر کو اسی قدر۔ اور اگر بقول صاحب ہدایہ کے ملک عرب میں ایک مثل پر زیادہ شدت گرمی کی ہوتی ہے بہ نسبت نصف النہار کے، یا چوتھائی مثل کے، یا آدھی مثل کے، تو مقتضی امر کا یہ ہوا کہ قبل ایک مثل کے ٹھنڈک میں نماز پڑھیں۔

اقول۔ یہی مجمل ہے قول اس شخص کا جو ابردوا بالظّھر کے یہ معنی کرتا ہے کہ ظہر اول وقت میں پڑھو۔ یعنی اگر تم کہو کہ شدت گرمی کی عین مثل پر ہوتی ہے بہ نسبت اول وقت کے تو اول وقت پڑھو تو کہ ابراد حاصل ہو بیچ وقت ظہر کے کہ ایک مثل ہے۔ پس دفع ہو گیا یہاں سے اعتراض مؤلف کا جو مسئلہ تیسرے میں اس معنی پر کیا تھا، اور اس معنی کو واہی کہہ کر واہی بن گیا تھا۔ یہ نہ سمجھا کہ یہ معنی مطلقاً نہیں بلکہ اس تقدیر پر ہے جو ہم نے اور ہمارے پیشواؤں کچے حنفیوں نے اختراع کی ہے کہ دیار عرب میں گرمی وقت ایک مثل کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بہ نسبت اول وقت کے زیادہ ہوتی ہے۔فتدبر۔

(حاشیہ از تلطف حسین دہلویؒ۔میاں صاحب کا قول ، فتدبر، اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثل پر خوب ٹھنڈک ہو جاتی ہے جیسا کہ خود مؤلف تنویر نے تیسرے طریق میں حدیث ابوذر کی نقل کی کہ مؤذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ ٹھنڈک ہونے دو۔ پھر ارادہ کیا تو بھی یہی فرمایا۔ پھر تیسری بار ارادہ کیا تو فرمایا کہ اتنی ٹھنڈک یہاں تک ٹیلوں کے برابر سایہ ہو جاوے۔انتہی مختصرا۔اور اس حدیث کو دلیل ٹھہرایا۔ اور مؤلف کے اور پیشواؤں کا یہ حال ہے کہ فرماتے ہیں کہ مثل پر بہت شدت گرمی کی ہوتی ہے۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ حنفی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ قال ابو حنیفه اشد الحر فی دیا ر هم فی هذا الوقت حین صار ظل کل شیء مثله۔ یعنی امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بہت شدت گرمی کی مثل پر ہوتی ہے۔ اور شیخ سلام اللہ حنفی محلی میں نقل کرتے ہیں کہ صاحب ہدایہ نے دلیل پکڑی ہے یہ کہ ابراد نہیں حاصل ہوتا مگر بعد جانے شدت گرمی کے اور نہیں جاتی شدت گرمی کی مگر بعد مثل کے، اور مثل تک بہت شدت ہوتی ہے۔عبارتہ ہکذا۔ و استدل صاحب الهدا یة با ن ا لا براد لا یحصل ا لا بعد ذها ب اشتداد الحر و لا یذهب فی تلک ا لبلاد ا لا بعد کو ن الظل مثله۔ اب مؤلف تنویر اگر اپنی دلیل کو ٹھیک رکھنا چاہیں تو چاہیے کہ پہلے اپنے امام اور پیشواؤں کی تکذیب کریں اور تقلید بے دلیل سے باز آویں)

☆ تیسرا جواب یہ فرض کیا کہ ملک عرب میں ایک مثل کے بعد ہی ٹھنڈک ہوتی ہے ۔لیکن تم نے ہر ملک میں یہی حکم دے رکھا ہے۔ پس ایک ملک کی گرمی پر ہر ملک کو کس دلیل سے قیاس کیا ہے۔

هذا الجوا با ن مما قا له القا ضی ثنا ء الله (یہ دونوں جواب وہ ہیں جن کی تقریر قاضی ثناءاللہؒ نے کی ہے)

☆ چوتھا جواب یہ کہ بطور فرض محال کے فرض کیا کہ ہر ملک میں عرب ہو، خواہ ہند خواہ روم خواہ شام، گرمی وقت ایک مثل تک زیادہ رہتی ہے اور بعد ایک مثل کے ٹھنڈک ہوتی ہے۔لیکن ایک مثل کے بعد سے دو مثل تک وقت رہنا ظہر کا کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟ تو دلیل ناقص رہی۔ هذا مفاد کلام ابن الهمام۔

☆ اقول۔ اگر ایک مثل سے نمازیں شروع ہوں اور لمبی قرأت اور طویل رکوع اور سجود سے بیس رکعتیں پڑھیں تو ڈیڑھ مثل تک بخوبی فراغت حاصل ہوتی ہے۔ پھر کیا دلیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے باقی رہنے پر وقت ظہر کے دو مثل تک ۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی دلیل قوی یا ضعیف نہیں جس سے وقت ظہر کا دو مثل تک ثابت ہو۔ اسی واسطے جناب قاضی ثناء اللہ پانی پتی، جن کو شاہ عبد العزیز بھی وقت کہا کرتے، نے باوجودیکہ بڑے حنفی اور فقیہہ تھے صاف کہہ دیا ہے کہ یہ وقت دو مثل تک کسی حدیث صحیح یا ضعیف سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور اسی واسطے صاحبین امام سے مخالف ہو کر موافق جمہور کے ہو گئے جیسا کہ ابتداء مسئلہ میں کلام ان کا تفسیر مظہری سے نقل کیا گیا۔

پس اسی واسطے امام قمقام عالی مقام امامنا و مولانا ابو حنیفہ النعمان افاض اللہ شآ بیب العفو و الغفران اپنے مذہب کو اخیر میں چھوڑ کر قائل ہوئے کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے، اور حنفی لوگ ان کے متبع پھر بھی مانند کچہری عدالت کے وکیلوں کے ان کی طرف سے وکیل ہو کر جھگڑا اور مجادلہ نہیں چھوڑتے ۔ بڑا تعجب ہے کہ مدعی اور مدعی الیہ تو آپس میں راضی اور موافق ہو گئے ہیں اور وکیلوں کو جنگ و جدال سے اب تک صبر نہیں ہے ۔ اور رجوع امام کا اپنے مذہب سے طرف قول صاحبین اور جمہور کے بہت آئمہ حنفیہ نے اپنی کتب میں لکھا ہے ۔ ایک ان میں سے صاحب خزانۃ الروایات ہیں کہ ملتقی البحار سے رجوع امام کا نقل کرتے ہیں اور ایک صاحب فتاوی شافی ہیں اور ایک صاحب کتاب انیس اور ایک صاحب الجواہر المنیر شرح تنویر الابصار ہیں اور ایک امام ہندوانی ہیں اور ایک صاحب صراط القویم ہیں ۔ چنانچہ ملا عابد سندی حنفی مواہب لطیفہ شرح مسند امام ابی حنیفہ میں فرماتے ہیں:

و قد الّف الشّیخ زین الدّین بن نجیم صاحب البحر الرائق رسالته لتائید مذهب الامام فی هذه المسألة خاصة و استدلّ علی مطلوبه بادلّة متعددة و اجاب عنها الشیخ ابو الحسن السندی فی حاشیة علی فتح القدیر لابن الهمام لکن لما رأیت رجوع الامام الی قول الجمهور ما وسعنی ذکر شیء من الادلة و الجواب علیها .... مع انه روی فی المسألة المذکورة عن الامام ابی حنیفه روایات متعددة ۔فمنها روایة صیرورة الظّلّ مثلین سوی فیء الزوال ، ۔ و منها روایة المثل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

.و المشهور ان كلتا الروا يتين فى خرو ج الظهر و مجيء العصر و ذكر فى المحيط البر ها نى و الا صرار لا تعر ض فى رو ا ية المثلين بخرو ج الظّهر و انّما هى فى مجيء العصر و منها ان المعتبر فى خرو ج الظّهر المثل و فى مجيء العصر المثلا ن ،

ثمّ المشهور بين ا لا صحا ب ان ا لا ولى رو ا ية محمد و الثانية رو ا ية الحسن عنه و الثا لثه رو ا ية اسد بن عمرو عنه و ان ا لاولى هى ظا هر الرو ا ية فلذلک اتخذ ها الناس مذ هباً للا ما م كما هو رأى الحنفية فى ظا هر الرو ا ية و جعل صاحب المبسو ط ا لا ولى رو ا ية ابى يوسف عنه و الثا نية رواية محمد عنه و الثا لثة رو ا ية الحسن عنه و جعل الطحاوى فى شر ح ا لآ ثار الرو ا ية ا لا ولى رو ا ية ابى يوسف و الثا نية رو ا ية الحسن عنه و ذكر فى خزا نة الرو ا يات نا قلاً عن الملتقى البحار ان ابا حنيفه قد ر جع فى خرو ج وقت الظهر و دخو ل وقت العصر الى قولهما و ممن نقل ايضاً رجوع ا لا مام الى قول صاحبيه صا حب الفتاوى الشا فى و صا حب كتا ب الانيس و صا حب الجوهر المنير شر ح تنوير ا لابصار و ذكره ايضاً فى زيادا ت الهندوا نى على مستد رك الشيبا نى فى با ب ما يحل اكله و ما لا يحل و قا ل قد صح رجوع ابى حنيفه عن قو له لا يحل اكل لحم الخيل و عن اختلاف الشفق و خرو ج وقت الظّهر و د خو ل وقت العصر و عن اشياء عدد ها و ممّن نقل الرّ جو ع ايضاً صا حب صرا ط القويم فا ذا كان هذا القدر مقرراً فى ر جوع ا لا ما م و انضم الى ذا لک قول اهل مذ هب اذا كا ن ا لا مام فى جا نب و صا حباه فى جا نب فا لمفتى با لخيار ان شاء افتى بقول ا لا ما م و ان

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

شاء افتی بقول الصاحبین کان العدول الی قول الجمهور واجباً

و اما قول صاحب البحر لا نفتی و لا نعمل الا بقول الامام الاعظم و ان افتی المفتون بخلافه فذا لک محله فیما لم یختلف الروایة فی تلک المسئلة عن الامام و لم ینقل عنه الرجوع و الا فمتی اختلف الروایات عنه و کانت احدا هما مما یتمسک صاحباه و یرویانه عن الامام فهل ذالک الا قول الامام فمن افتی بقولهما فانما رویاه من قول الامام لا برأیهما المجرد عن قول الامام ۔ فتنبّه

(شیخ زین الدین بن نجیم، صاحب بحر الرائق نے ایک رسالہ خاص اس مسئلہ میں تالیف کیا ہے جس میں اپنے امام کے مذہب کی تائید کی ہے۔ اور اپنے مطلوب پر چند دلیلیں پیش کی ہیں اور اس کا جواب شیخ ابوالحسن سندھیؒ نے ابن الہمامؒ کی فتح القدیر کے حاشیہ میں دیا ہے۔ لیکن میں نے جو امام ابوحنیفہؒ کا رجوع جمہور کے قول کی طرف دیکھا تو دلیلیں اور جوابات ذکر نہ کئے۔

اور امام سے اس مسئلہ میں چند روایتیں ہیں۔ یوں بھی ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل سایہ ہو۔ اور ایک مثل کی بھی روایت ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں ظہر کے جانے اور عصر کے آنے میں ہیں۔ اور محیط برہانی اور اصرار میں مذکور ہے کہ دو مثل کی روایت میں ظہر کے جانے کی بحث نہیں ہے وہ تو صرف عصر کے آنے کی ہے۔ اور یوں بھی روایت ہے کہ ظہر جانے میں تو ایک مثل کا اعتبار ہے اور عصر آنے میں دو مثل کا۔ پھر مشائخ میں مشہور یوں ہے کہ پہلی روایت امام ابوحنیفہؒ سے امام محمدؒ کی ہے اور دوسری حسنؒ کی اور تیسری اسدؒ بن عمرو کی۔ اور پہلی ظاہر الروایت ہے، اسی واسطے لوگوں نے اسے مذہب ٹھہرایا ہے جیسا کہ حنفیوں کی رائے ظاہر الروایت میں ہے۔ اور صاحب مبسوط نے پہلی روایت ابو یوسفؒ کی ٹھہرائی ہے اور دوسری امام محمدؒ اور تیسری حسنؒ کی۔ اور طحاوی نے شرح آثار میں پہلی ابو یوسفؒ کی دوسری حسنؒ کی۔ اور ملتقی البحار کے حوالے سے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہے۔ اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے امام کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف نقل کیا ہے صاحب فتاوی شافی ہے اور صاحب کتاب انیس اور صاحب جوہر منیر شرح تنویر الابصار۔

زیادات ہندوانی میں جو مستدرک شیبانی پر ہے حلال وحرام کے باب میں رجوع ذکر کر کے کہا ہے کہ بلاشک صحیح ہوگیا رجوع ابوحنیفہؒ کا اس قول سے کہ گھوڑے کا گوشت حلال نہیں اور اختلاف شفق سے اور وقت ظہر کے جانے اور عصر کے آنے سے۔ اور کئی مسئلے ذکر کئے ہیں۔

اور ان لوگوں میں سے صاحب صراط قویم بھی ہے سو جب یہ روایات رجوع میں ٹھہریں اور ان سے ملائیں وہ قول اہل مذہب کا کہ جب امام ابوحنیفہؒ ایک جانب ہوں اور صاحبین ایک جانب۔ تو مفتی کو اختیار ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی دے یا امام کے قول پر۔ تو اب جمہور کے قول کی طرف پھرنا واجب ہوگیا۔

اور یہ قول صاحب بحر کا کہ ہم تو امام ہی کے قول پر فتوی اور عمل رکھتے ہیں اگرچہ اور مفتی فتوی دیویں اس کے مخالف، تو وہ ایسے مقام پر ہے کہ جہاں روایتیں مختلف ہیں اور رجوع منقول نہ ہو۔ ورنہ جہاں روایات مختلف ہوں اور ایک روایت ایسی ہو کہ صاحبین اپنا عمل درآمد اس پر ٹھہراویں اور امام سے اس کو نقل کریں تو وہ بھی امام ہی سے نقل کرتے ہیں نہ محض اپنے رائے سے۔ ہو چکا کلام سندھی کا)۔

اور اسی سبب سے بہت سی کتب مشہورہ متداولہ معتبرہ میں جیسے بدائع اور غایۃ البیان حاشیہ ہدایہ اور ینابیع اور غرر الاذکار اور برہان اور فیض وغیرھا میں ایک مثل کی تصحیح کی ہے۔ اور اسی کو مذکور فی الاصل کہا ہے اور قابل عمل ٹھہرایا ہے۔ اور طحاویؒ نے بھی اسی کو اخذ کیا ہے جیسا کہ کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں:

و روی عن ابی حنیفه ان وقت الظّهر الی المثل کما قالت الثلاثه البا قیة و الجمهور ۔ و فی البدائع هو الصحیح المذکور فی الاصل ۔ و فی غایة البیان بها اخذ ابو حنیفه و هو المشهور عنه ۔ و فی الینابیع هو الصحیح عن ابی حنیفه ۔ و فی الدر المختار و هو قولهما و زفر ۔ و قال الطحاوی و به ناخذ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔ و فی غرر ا لا ذکار و ھو الما خوذ بہ۔ و فی البرھا ن ھو الاظھر لبیا ن جبریل و ھو نص فی البا ب ۔ و فی الفیض و علیہ عمل الناس الیو م و بہ یفتی ۔ (اور امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ وقت ظہر کا مثل تک ہے جیسا کہ تینوں اور جمہور کہتے ہیں۔ اور بدائع میں ہے کہ یہی صحیح ہے۔ اور یہی اصل میں مذکور ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ اسی کو امام ابوحنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور یہی روایت امام سے مشہور ہے۔ اور ینابیع میں مذکور ہے کہ یہی صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور درمختار میں ہے کہ یہی قول ہے صاحبینؒ اور زفرؒ کا۔ اور طحاویؒ نے کہا کہ ہم لوگ اسی کو لیتے ہیں۔ اور غرر الاذکار میں ہے کہ یہی لیا گیا ہے۔ اور برہان میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے کیونکہ جبریل نے بیان کیا اور یہی نص ہے اس باب میں، اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا عمل ہے ان دنوں اور اسی پر فتوی ہے)

اور واضح ہو کہ نقل کرنا ہمارا رجوع امام طرف مثل کے؛ اور بیان کرنا ہمارا معتمد ہونے اور قابل فتوی کے ہونے کو نزدیک بہت سے علماء حنفیہ کے؛ محض بطور الزام ہے۔ اور بصورت اظہار خبر واقعی کے۔ اس لئے نہیں کہ امام کے رجوع سے ہم کو گنجائش عمل کی احادیث ایک مثل پر ہوئی۔ حا شا و کلاّ ۔ اس لئے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبین اور تمام حنفی اگلے پچھلے ایک مثل کے قائل نہ ہوتے، تب بھی ہمیں احادیث یک مثلی صحیحہ مرویہ عن النبی ﷺ پر عمل کرنے میں کچھ تامل نہ ہوتا ۔ ہمارے نزدیک حدیث رسول پر عمل، مجتہد کے عمل اور اخذ پر موقوف نہیں، جیسا کہ باب ثانی کے جواب میں بدلائل قطعیہ ثابت کیا گیا ہے۔ و اللّٰہ تعا لی اعلم با لصّوا ب

فا لحمد للّٰہ علی ما وفقنا لا ثبا ت المثل للفصل بین الظّھر و العصر با لحجج السّا طعۃ و القول الفصل و ایّد نا علی نفی الفصل با لمثلین الذی لم یثبت فی حدیث صحیح و لا ضعیف عن النبی ﷺ سید الثّقلین ولم یتلقاہ با لقبول جمھور اھل العلم من المجتھدین الماجورین فی النشا تین و صلی اللّٰہ علی رسو لہ محمد و آ لہ الطا لبین للحسنیین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جمع بین الصلوتین

قال (مؤلف تنویرالحق) ۔مسئلہ پانچواں دونمازوں کا بیچ ایک وقت کے

اقول ۔اس مسئلہ کی تحقیق کان لگا کر سننی چاہیے کہ اس مسئلہ میں جناب مؤلف نے بہت ابلہ فریبی اور حق پوشی کی ہے کہ دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں۔ یعنی ایک روایت ابوداؤد کی جس کے راوی میں ضعف تھا ہماری دلیل ٹھہرا کر نقل کر دی۔ اور جو روایتیں صحیحہ متعددہ اس میں تھیں، چھوڑ دیں۔

ایسا ہی ایک روایت طبرانی کی معجم اوسط سے، اور ایک روایت حاکم کی اربعین سے جن میں کچھ ضعف تھا، دلائل ٹھہرا کر نقل کر کے ان کے بعض راویوں پر طعن کر دیا۔ اور جو روایتیں صحیحہ متعددہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ اور مسند ابی یعلی اور مصنفات بیہقی اور مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد اور معانی الآثار طحاوی اور مستخرج لابی نعیم وغیرھا میں مشہور اور متداول تھیں، نقل کر کے ان کا جواب نہیں دیا۔

کاش صحاح ستہ ہی کی صحیح حدیثوں کو دلیل ٹھہراتا اور پھر ان سے جواب دیتا۔ یہ کیا دین داری ہے اور کیا مردانگی کہ کتب متداولہ صحیحہ بخاری و مسلم جیسی کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور ان سے دو ضعیف روایتیں نقل کر کے ان کا جواب دیدیا، تاکہ عوام کو یقین ہو کہ مجوزین جمع بین الصلوتین کے فقط اسی قدر دلیلیں رکھتے ہیں جن کو مؤلف نے ضعیف کر دیا۔

خیر جو کیا بزعم خود اچھا کیا۔ اب ہم سے تحقیق اس مسئلہ کی کما ینبغی سننا چاہیے کہ اپنی دلیلیں کیسی قوی پیش کرتے ہیں اور تمام حنفیوں کے عذرات کو، جو مؤلف نے بیان کئے ہیں وہ بھی اور جو دیگر حنفیوں نے بیان کئے ہیں وہ بھی، کس طرح بالاستیعاب نقل کر کے ان کا جواب دیتے ہیں۔

پس مخفی نہ رہے کہ جمع بین الصلوتین فی السفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ ﷺ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے جن میں ہیں علیؓ اور عبداللہؓ بن عمرؓ اور انسؓ اور عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص اور عائشہؓ اور ابن عباسؓ اور اسامہؓ بن زیدؓ اور جابرؓ اور ابوجحیفہؓ اور معاذؓ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بن جبل اور ابن مسعودؓ فی احد الروایتین، اور سعدؓ بن ابی وقاص اور سعیدؓ بن زید اور ابو موسی اشعریؓ اور ابو ہریرہؓ وغیرھم، اور مروی ہیں روایتیں ان کی ان تیرہ کتب حدیث میں جن کا ذکر بالا گذرا، اور کتنی اور کتب میں سوائے ان کے۔ لیکن مجموعہ روایات میں بعض تو ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ ﷺ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے اور کیفیت اس جمع کی بیان نہیں کی۔ پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس جمع سے جمع صوری ہے، یعنی پہلی نماز کو آخر وقت میں پڑھا اور دوسری کو اول وقت پڑھا۔ تو یہ بظاہرا اور بصورت جمع معلوم ہوتی ہے اس طور پر کہ اس میں تاویل جمع صوری کو دخل ہے، بیان کی گئی ہے۔ اس لئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو دخل نہیں، ذکر کرتے ہیں۔

منصفین بافہم اور ناظرین باعلم ان حدیثوں مجملۃ الکیفیت کو بھی انہیں احادیث بینۃ الکیفیت پر محمول سمجھیں۔ تو واضح ہو کہ جمع بین الصلوتین دو قسم ہے۔ جمع تقدیم اور جمع تاخیر۔ پس دونوں قسموں کی حدیثیں علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں۔

☆ جمع تقدیم کی احادیث

روایت کی مسلم نے حکم بن عقبہ کے طریق سے ابو جحیفہؓ سے۔

قا ل خرج رسول اللّٰہ ﷺ با لھا جرۃ الی البطحی فتو ضأ فصلی الظّھر رکعتین و العصر رکعتین و بین یدیہ عنزۃ قا ل شعبۃ و زاد فیہ عو ن عن ابیہ ابی جحیفۃ و کا ن یمرّ من ورائھا المرأۃ و الحمار (مسلم: ۵۰۳)

(ابو جحیفہؓ نے کہا کہ نکلے آنحضرت ﷺ دوپہر کو بطحاء کی طرف اور وضو کیا اور ظہر اور عصر دو دو رکعت پڑھی۔ اور ان کے آگے ایک برچھی کھڑی تھی)۔

اور دوسری روایت بخاری کی اس طرح ہے:

خر ج علینا رسول اللّٰہ ﷺ با لھا جرۃ فصلّی با لبطحاء الظھر و العصر رکعتین و نصب بین یدیہ عنزۃ (بخاری:۳۵۵۳)

(نکلے آنحضرت ﷺ دوپہر کو اور نماز پڑھی بطحاء میں ظہر کی دو رکعت اور عصر کی دو رکعت اور ان کے آگے ایک برچھی کھڑی تھی)۔

کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فيه دليل على القصر و الجمع فى السّفر و فيه ان الافضل لمن اراد الجمع و هو نازل فى وقت ا لا ولى ان يقدم الثّا نية الى الاولى (اس حدیث میں دلیل ہے قصر اور جمع کرنے کی سفر میں۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ جو شخص ارادہ جمع کرنے کا رکھتا ہے اور ٹھہرا ہے پہلے وقت میں تو اس کے لئے افضل ہے کہ دوسری نماز کو پہلی نماز کے وقت میں ادا کرے)۔

اور کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح مؤطا میں:

و ظا هره تقديم العصر فى وقت الظهر۔ انتهى ۔

اقول و جه الظهور كو ن الها جرة ظر ف الخروج و الو ضوء و الصلوة جميعاً لا ن كلاّ من الخرو ج و الو ضوء و الصلوة مرتب الوقوع و متقا ر ب الو جود فا ن الفاء على لفظة فتو ضأ فصلى للتر تيب بلا مهلة۔ انتهى ۔ قا ل فى الفوا ئد الضّيا ئية الفاء للتر تيب بلا مهلة ۔ انتهى۔

و قا ل المحشى ا لملا صادق قو له قدس سره بلا مهلة هذا القيد مما فا ت المصنّف ولا بدّ منه لا يقا ل يستفاد من قو له ثمّ مثلها بمهلة لانّا نقول لا نم ذا لک الجواز ان يستفاد منه التفاوت با العمو م و الخصو ص و نحن نقول لو لا تنصيص المصنف عليه فى شر حه لا مكن ان يقا ل خا لف الجمهور و اختيار كو ن الفاء لمطلق التر تيب انتهى ۔ فيكو ن المعنى على ما تقتضيه الفاء انّه عليه السّلام خر ج فى الها جرة و توضّأ فى الها جرة و صلّى الظّهر و العصر فى الها جرة۔ فا ن قلت يحتمل انّه عليه السّلام صلى الظّهر كما قلتم اى غير متراخ عن الخروج فى الها جرة و التو ضى فيها لكنّه صلّى العصر بعد د خو ل وقتها قلنا هذا خلاف الظّا هر۔ و قد تقرّر انّ النّصو ص من الكتاب و السّنّة تحمل على الظّواهر ما لم يصرف منها ما نع قطعى ۔ كذا قا ل فى العقا ئد النسفيّة و هنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لم یو جد ما نع یمنع حمل الحدیث علی الظّا ھر۔ فا ن قلت ما یتمسک به الحنفیة من ا حا دیث الجمع الصوری و انکار بعض الصّحا بة کا بن مسعود عن الجمع و قطعیة ثبوت تعین المیقا ت للصلوا ت و نھی عمر بن الخطا ب عن الجمع بین الصّلوة ما نع عن حمل الحد یث علی الظّا ھر ، قلنا لا شیء۔ و لا وا حد مما تمسکوا به مو جب لا متنا ع الجمع بین الصّلوتین مطلقاً مقد ما کا ن الجمع او مؤ خرا کما ستری فی مقا م الجوا ب عن ادلتھم۔ فیبقی ظوا ھر ا لا حا دیث سا لمة عن الموا نع ۔ فتعین الحمل علیھا ۔ فتد بر علی ان لفظ فصلی مع مقو لة لفظ الظھر مع معطو ف علیه و ھو لفظ العصر مر تب غیر مترا خ عن الخرو ج و التو ضی فیھا فکیف یسو غ ربط فصلی مع الخرو ج و التو ضی بعد ما ینزع عنه ما ھو المعطو ف علی معمو له ۔ فا فھم۔

(اور ظاہر اس کا مقدم کرنا ہے عصر کا ظہر کے وقت میں۔ ہو چکی عبارت محلی کی۔

میں کہتا ہوں کہ وجہ ظاہر ہونے کی یہ ہے کہ دو پہر کو نکلتے ہی آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اور یہ سب کچھ حرف فا سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا مہلت تھا۔

کہا فوائد ضیائیہ میں فا بلا مہلت کے ترتیب کے واسطے ہے۔

اور کہا ملا صادق خشی نے کہ یہ قول کہ بلا مہلت ہے، مصنف کافیہ سے رہ گیا ہے۔ اور یہ ضرور چاہیے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ اس کے یہ کہنے سے کہ ثم ، فا کی مانند ہے ساتھ مہلت کے مہلت نکلتی ہے۔ کیونکہ ہم کہیں گے کہ ہم یہ نہیں مانتے اس لئے کہ جائز ہے کہ اس سے فرق عموم اور خصوص کا نکلے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اگر اس پر مصنف اپنی شرح میں جتلا نہ دیتا تو ممکن تھا کہ یہ کہا جاتا کہ اس نے جمہور کا خلاف کر کے فا کو مطلق ترتیب کے لئے ہونا پسند کیا ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

تو اب معنی فا کے اقتضا پر یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ دو پہر کو نکلتے ہی وضو کر کے ظہر اور عصر پڑھتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ خیر ظہر تو جیسے تم کہتے ہو پڑھی، لیکن عصر اپنے وقت پر پڑھی ہو، تو ہم کہیں گے یہ خلاف ہے ظاہر کا۔ اور یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ کوئی مانع قطعی جب تک نہ ہو، نصوص اپنے ظاہر معنی پر محمول ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی عقائد نسفی میں ہے، اور یہاں کوئی مانع قطعی نہیں،

اگر کوئی کہے کہ وہ حدیثیں جمع صوری کی جس سے حنفیوں نے دلیل پکڑی ہے اور بعض صحابہ جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کا جمع کو انکار کرنا اور نمازوں کے وقتوں کا قطعی ہونا اور حضرت عمرؓ کا جمع صلوتین کو منع کرنا، حدیث مذکور کے ظاہری معنی لینے کا مانع ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ کوئی بھی ان میں سے مطلق جمع کو خواہ مقدم ہو خواہ مؤخر مانع نہیں ہے۔ ...تو حدیث اپنے ظاہر معنی پر رہی۔

علاوہ بریں لفظ فصلی مع ظہر اور عصر مرتب ہیں اس میں فصل نہیں ہوسکتا)۔

مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ وقت زوال آفتاب کے بطحاء میں تشریف لے گئے۔ اسی وقت میں بلامہلت وضو کیا۔ اسی وقت بلامہلت ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔

اور روایت کی امام ابوداؤدؒ نے:

حد ثنا قتيبة بن سعيد نا الليث بن سعد عن يز يد بن ابى حبيب عن ابى الطّفيل عن معا ذ بن جبل انّ النّبىّ ﷺ كا ن فى غز وة تبوك اذا ارتحل قبل زيغ الشّمس اخر الظّهر الى ان يجمعها الى العصر فيصليهما جميعاً و اذا ارتحل بعد زيغ الشّمس عجّل العصر الى الظّهر و صلّى الظّهر و العصر جميعاً ثمّ سار و كا ن اذا ارتحل قبل المغر ب اخر المغر ب حتى يصيلها مع العشاء و اذا ار تحل بعد المغر ب عجل العشاء فصيليها مع المغر ب۔ (ابوداؤد: ۱۲۰۸) (روایت کی ہمیں قتیبہ بن سعید نے، کہا روایت کی لیث بن سعد نے یزید بن حبیب سے، انہوں نے ابوطفیل سے، انہوں نے معاذ بن جبلؓ سے، یوں کہ آنحضرت ﷺ سفر غزوہ تبوک میں اگر قبل ڈھلنے آفتاب کے سوار ہوتے تو ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ ملا کر پڑھتے۔ اور اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد ڈھلنے آفتاب کے سوار ہوتے تو عصر کو ظہر کے وقت میں ظہر سے ملا کر پڑھتے۔ اور اگر سوار ہوتے قبل غروب آفتاب کے تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھتے۔ اور اگر بعد غروب کے سوار ہوتے تو عشاء کو بھی مغرب ہی کے ساتھ پڑھ لیتے)

اس حدیث کے سب راوی ثقات ہیں:

امّا ا لا وّل فهو قتيبة بن سعيد بن جميل بفتح الجيم بن طريف الثّقفى ابو ر جاء البغلا نى بفتح الموحدة و سكو ن المعجمة يقا ل اسمه يحى و قيل على ثقة ثبت۔ و الثّا نى هو الليث بن سعد بن عبد الرحمن الفهمى ابو الحارث المصرى ثقة ثبت فقيه امام مشهور۔ و الثّا لث هو يز يد بن ابى حبيب المصرى ابو ر جاء و اسم ابيه سو يد ثقة فقيه۔ و البا قيان صحا بيا ن۔ كل ذا لک فى التقريب (کہ پہلا قتیبہ بن سعید بن طریف ثقفی ہے ثقہ اور ثبت ہے۔ دوسرا لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن ہے جو ثقہ فقیہ امام مشہور ہے۔ تیسرا یزید بن ابی حبیب مصری ہے جو ثقہ فقیہ ہے اور باقی دونوں صحابی ہیں)

اور کہا امام ترمذیؒ نے:

و روى على بن المد ينى عن احمد بن حنبل عن قتيبه هذا الحديث و حد يث معا ذ حد يث حسن غر يب تفرد به قتيبة لا نعرف احد رواه عن ا لليث غيره۔ و حد يث الليث عن يز يد بن ابى حبيب عن ابى الطفيل عن معا ذ حد يث غر يب و المعرو ف عند اهل العلم حديث معا ذ من حد يث ابى الز بير عن ابى الطفيل عن معا ذ ان النبى ﷺ جمع فى غز وة تبو ك بين الظهر و العصر و بين المغر ب و العشاء رواه قرة بن خا لد و سفيا ن الثورى و ما لک و غير وا حد عن ابى الز بير المكى۔

(اور روایت کیا علی بن مدینیؒ نے احمد بن حنبلؒ سے انہوں نے قتیبہؒ سے اس حدیث کو۔ اور حدیث معاذ کی حسن غریب ہے اس میں قتیبہ اکیلا ہے، ہم نہیں جانتے کسی کو کہ لیث سے روایت کی ہو۔ اور حدیث لیث کی یزید بن ابی حبیب سے انہوں نے ابو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

طفیل سے انہوں نے معاذ سے حدیث غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک مشہور حدیث معاذ کی حدیث ابی الزبیر سے کہ انہوں نے ابوطفیل سے روایت کی ہے اور انہوں نے معاذ سے، اس طرح پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک میں جمع کیا ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو۔ روایت کی یہ حدیث قرۃ بن خالد نے اور سفیان ثوریؒ اور مالکؒ اور دیگر نے ابی زبیر مکیؒ سے)

اور کہا امام ابوداؤد نے:

و لم یرو هذا الحد یث ا لا عن قیتبة و حده۔ انتهی (اور یہ حدیث اکیلی قتیبہ نے روایت کی ہے اور کسی نے نہیں روایت کی۔ ابوداؤد کی عبارت ختم ہوئی)

اقول لا یخفی علی العا لم با صو ل الحدیث ان تفرد الرّاوی بروا یة انّما یستلز م کو نها منکرة شا ذ ة مردودة اذا کا ن ذالک الرّاوی غیر ضا بط و لا ثبت او یخا لفه فی تلک الرّوایة احفظ منه و اضبط۔ و اما اذا کان المتفرد حافظا ثقة ثبتاً و لم یخا لفه احد فیها او خالفه احد لکن المخا لف مثله فی الحفظ و التثبیت فحینئذ لا تکو ن روا یته التی تفرد بها مردودة۔ بل هی مقبو لة۔ ثم المقبو لة بشر ط الاول صحیحة و بشر ط الثا نی حسنة قا ل ا لا مام ابن الصلا ح فیه تفصیل فما خا لف مفرده احفظ منه و اضبط فشا ذ مردود و ان لم یخالف و هو عد ل ضا بط فصحیح و ان رواه غیر ضا بط لکن لا یبعد عن در جة الضّا بط فحسن و ان بعد فمنکر۔ انتهی نقله السّیّد جمال الدین المحد ث صا حب رو ضة ا لا حبا ب فی رسا لته فی اصو ل الحد یث۔ ثمّ قا ل و یفهم من قو له احفظ و اضبط علی صیغة التّفضیل انّ المخا لف ان کا ن مثله لا یکو ن مردودا۔ انتهی۔

و قا ل ا لا مام النووی فی مقد مة شر حه علی صحیح مسلم و اذا انتفت المتا بعا ت و تمحض فرداً فله اربعة احوا ل۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حا ل يكو ن مخا لفاً لروا ية من هو احفظ منه فهذا ضعيف و يسمّى شا ذاً و منكراً

و حا ل لا يكو ن مخا لفاً و يكو ن هذا الرّاوى حا فظا ضابطاً متقنّا فيكو ن صحيحاً۔

و حا ل يكو ن قا صراً عن هذا و لكنّه قريب من در جته فيكو ن حديثه حسناً

و حا ل يكو ن بعيداً عن حا له فيكو ن شا ذاً منكراً مردوداً

فحصل ان الفرد قسما ن مقبول و مردود ۔ و المقبول ضر با ن فرد لا يخا لف روا ية كا مل ا لا هلية و فرد من هو قريب منه ۔ و المردود ايضاً ضر با ن ۔ فرد مخا لف للاحفظ و فرد ليس فى روا يته من الحفظ و ا لاتقا ن ما يجبر تفرده ۔و اللّه اعلم ۔ انتهى

و اذا تمهد هذا فنقول ان تفرد قتيبة بهذه الروا ية عن الليث لا يضرّ صحّة الحد يث لا نّ قتيبة ثقة ثبت كما مرّ عن التّقريب و لم يخا لفه احد فى تلك الروا ية عن ا لليث و من ادعى خلافه فعليه البيا ن ۔

و كذا تفرد الليث بهذه الروا ية عن يز يد بن ابى حبيب ان قا ل به قا ئل لا يضرّ صحّة الحد يث لا نّ ا لليث ثقة ثبت فقيه امام مشهور كما مرّ عن التقريب و لم يخا لفه احد فى تلك الروا ية عن يز يد و ۔ كذا تفرّد يز يد بن ابى حبيب بهذه الرّوا ية عن ابى الطّفيل ان قا ل به قا ئل لا يضرّ صحّة الحد يث لا ن يز يد و ان خا لفه ابو الز بير المكى فى الروا ية عن ابى الطفيل لكن ابا الز بير المكى ليس با ثبت من يز يد بل ليس مسا وياً له ۔ لا ن يز يد ثقة فقيه كما مرّ عن التّقريب فهو فى المر تبة الثّا نية لا نّ مد حه مؤ كّد ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وقد قا ل الحا فظ فی التّقریب فا مّا المرا تب فاوّ لها الصّحابة فا صر ح بذ لک لشر فهم ۔ الثّا نیة من اکّد مد حه اما با فعل کا و ثق الناس او بتکریر الصفة لفظا کثقة ثقة او معنی کثقة حا فظ ۔ انتهی ۔

و ابا الزّ بیر المکی صدوق فقط و مع ذا لک مد لس۔ قا ل الحافظ فی التّقریب محمّد بن مسلم بن تدرس(بفتح المثناة و سکو ن الدّ ا ل المهملة و ضمّ الرّاء) ا لاسدی مو لا هم ابو الزّ بیر المکی صدوق ا لا انّه ید لس من الرّا بعة انتهی۔ فهو فی المرتبة الرا بعة ۔ لما قا ل الحافظ الرا بعة من قصر عن در جة الثا لثة قلیلاً و الیه الاشارة بصدوق او لا بأس به او لیس به بأس ۔ انتهی ۔

فکیف یخدش تفرد یزید بن ابی حبیب با لرّوا یة عن ابی الطّفیل خلاف ابی الز بیر المکی الّذی هو دو نه فی التثبت و الثقا هة ۔ فا فهم

(میں (یعنی نذیر حسین) کہتا ہوں کہ عالم اصول حدیث پر پوشیدہ نہیں کہ اکیلا ہونا راوی کا حدیث کو منکر شاذ مردود تب کرتا ہے جب وہ راوی ضابط نہ ہو یا اس روایت میں اپنے سے زیادہ حافظ حدیث یا زیادہ ضابط کے مخالف پڑے ۔ اور جب یہ نہ ہو بلکہ وہ بھی حافظ ثقہ ہو اور مخالف نہ ہو۔ یا ہو تو برابر والے سے ہو تو اس صورت میں وہ روایت مردود نہ ہوگی بلکہ مقبول ہوگی ۔ پھر مقبول بشرط اول صحیح ہے اور بشرط ثانی حسن ۔ کہا ابن الصلاح نے اس میں تفصیل ہے ۔ سو اگر وہ اپنے سے زیادہ مخالف ہے تو شاذ ہے اور اگر مخالف نہیں اور خود بھی ثقہ ہے تو صحیح ہے۔ اور اگر ایسے غیر ضابط نے روایت کی ہے کہ وہ درجہ ضابط سے دور نہیں ہے تو حسن ہے۔ اور اگر دور ہے تو منکر ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی ۔ نقل کیا اس کو سید جمال الدین محدثؒ نے جو کہ روضہ کے مصنف ہیں اپنے اصول حدیث کے رسالہ میں۔ پھر کہا ہے کہ اس سے سمجھا جاتا ہے کہ مخالف ہونا بہت حافظ سے لیا ہے کہ اگر برابر والے سے مخالف ہو تو مردود نہ ہوگی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا امام نوویؒ نے اپنے اس مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہ جب متابعت حدیث کی اور راوی کی روایت سے نہ ہو اور راوی اکیلا رہے تو چار حال اس کے ہو سکتے ہیں:۔
یا تو اپنے سے بڑھ کر راوی سے مخالف ہے تو یہ قسم تو ضعیف ہے اور اس کا نام شاذ منکر ہے، یا مخالف نہ ہوگا اور یہ راوی خود بھی حافظ ضابط جید الروایۃ ہے تو یہ قسم صحیح ہے۔
اور ایک حال اس نمبر۲ سے کم والے کا ہے وہ یہ کہ راوی اس کے قریب قریب ہو تو حدیث حسن رہے گی،
اور ایک حال اس نمبر۲ سے دور والے کا ہے تو وہ حدیث شاذ منکر مردود ہے۔
تو اب معلوم ہو گیا کہ فرد روایت دو قسم کی ہے۔ مقبول اور مردود۔ اور مقبول دو طرح ہے، ایک یہ کہ اپنے سے بڑھ کر مخالف نہ ہووے اور ایک اس سے قریب۔ اور مردود بھی دو قسم ہے۔ ایک یہ کہ اپنے سے بڑھ کر مخالف ہووے اور ایک یہ کہ راوی اچھا نہ ہو۔ ہو چکی عبارت اس کی۔
جب یہ تمہید ہو چکی تو ہم کہتے ہیں کہ اکیلا ہونا قتیبہ کا اس روایت میں لیث سے صحت حدیث کو مضر نہیں۔ اس لئے کہ قتیبہ ثقہ ثبت ہے۔ چنانچہ گذر چکا تقریب سے۔ اور کوئی اس کے مخالف اس روایت میں نہیں۔ اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہے تو وہ دلیل بیان کرے۔
اور اسی طرح اکیلا ہونا لیث کا اس روایت میں یزید بن ابی حبیب سے اگر کوئی کہے تو صحت حدیث کو مضر نہیں۔ کیونکہ لیث ثبت ثقہ فقیہ امام مشہور ہے جیسا کہ گذرا تقریب سے۔ اور اس کے کوئی مخالف نہیں روایت میں۔
اور ایسا ہی اکیلا ہونا یزید کا اس روایت میں نہیں ضرر کرتا صحت حدیث کو۔ کیونکہ یزید کے مخالف اگرچہ اس روایت میں ابو زبیر مکی ہے لیکن وہ یزید سے بڑھ کر نہیں، بلکہ برابر بھی نہیں۔ کیونکہ یزید ثقہ فقیہ ہے چنانچہ تقریب سے گذرا تو وہ مرتبہ ثانی میں رہا کیونکہ اس کی مدح میں تاکید ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے اول مرتبہ صحابہ کا ہے ان کے شرف کے سبب سے۔ دوسرے وہ جس کی مدح میں تاکید ہو یا تو صیغہ افضل التفضیل سے جیسے اوثق النّاس، یا دو دو دفعہ صفت کا بولنا لفظ کے طور پر، جیسے ثقہ ثقہ یا معنی کے طور پر جیسے ثقہ حافظ۔ اور ابو زبیر فقط ثقہ ہے اور مدلس بھی ہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے محمد بن مسلم تدرس ابوزبیر مکی صدوق ہے مگر مدلس، چوتھے طبقہ میں۔ تو چوتھے مرتبہ میں ہوا۔ چنانچہ تقریب میں ہے چوتھا طبقہ وہ جو تیسرے سے کچھ کم ہووے اور اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ صدوق کا اور لا بأس به و لیس به بأس کا۔

تو اب کیوں کر خدشہ ڈالے گا خلاف ابوزبیر مکی، جو درجہ ثقاہت میں کم ہے، کا یزید بن ابی حبیب کی روایت میں ابی الطفیل سے)

پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث قتیبہ کی باوجود تفرد قتیبہ کے اول تو صحیح ہے کما حققناہ۔ ورنہ اس کے حسن ہونے میں تو کسی اہل بصیرت کو کلام نہیں کما قال الترمذی و حدیث حسن غریب۔ یعنی غریب ہے بنظر تفرد کے اور حسن ہے اس نظر سے کہ خلاف اس کا کسی احفظ او اضبط سے بہ نسبت اس کے رواۃ کے مروی نہیں۔

اور جو مؤلف نے زیلعی حنفیؒ سے نقل کیا ہے کہ کوئی حدیث در باب جمع تقدیم کی مضبوط نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ زیلعی آئمہ جرح اور تعدیل میں سے نہیں۔ اس کا مذہب تو یہ ہے کہ حنفی مذہب کی فقہ تراشی کرے نہ یہ کہ حدیثوں کو جرح کرے۔

اور جو کہ مؤلف نے یہ قول ابوداؤدؒ سے بواسطہ عینیؒ کے نقل کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث صحیح ابوجحیفہ کی، جو بخاری اور مسلم سے نقل ہو چکی ہے، جس سے صاف جمع تقدیم ثابت ہوتی ہے، روایت کی ہے۔ اور یہ حدیث قتیبہ بن سعید کی جس کا صحیح ہونا ثابت کیا گیا ہے روایت کی ہے اور جرح قدح اس پر نہیں کیا۔ اور سوائے تفرد قتیبہ کے جو کہ منافی صحت حدیث کے نہیں، کما حققناہ، کچھ زبان پر نہیں لایا۔ پھر کس طرح تسلیم کیا جاوے کہ یہ قول بھی کہا ہو۔ تو اگر جناب مؤلف کو کچھ غیرت آئے تو نشان دہی کریں کہ امام ابوداؤدؒ نے کون سی کتاب میں یہ بات کہی ہے۔

پس محقق ہوا کہ جمع تقدیم احادیث صحیحہ سے، جو بعض ان سے بروایت شیخین ہیں اور بعض کم ان کے درجہ سے، ثابت ہے۔

☆ اب سنو حدیثیں تاخیر کی:

روایت کی امام مسلمؒ نے حضرت نافع سے:

ان ابن عمر کا ن اذا جد به السّیر جمع بین المغر ب و العشاء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بعد ان یّغیب الشّفق و یقول انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن اذا جد بہ السّیر جمع بین المغر ب و العشاء۔ (صحیح مسلم:۷۰۳)

(ابن عمرؓ کو جب سفر پیش آتا تو بعد غروب شفق کے مغرب اور عشاء جمع کر لیا کرتے تھے اور کہتے کہ رسول اللہ ﷺ کو جلدی سفر کی ہوتی تو مغرب اور عشاء کو جمع کرتے)۔

اور روایت کی ہے ترمذیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے:

انّہ استغیث علی بعض اھلہ فجد بہ السیر و اخر المغر ب حتی غا ب الشّفق ثمّ نز ل فجمع بینھما ثمّ اخبر ھم انّ رسول اللّٰہ ﷺ کا ن یفعل ذا لک اذا جد بہ السّیر

(ابن عمرؓ کو بعض اہلخانہ کی عیادت کے لئے جلدی جانے کی ضرورت پڑی تو انہوں نے مغرب میں غروب شفق تک تاخیر کی۔ پھر اتر کر مغرب اور عشاء ملا کر پڑھیں۔ پھر لوگوں سے کہا کہ سفر میں آنحضرت ﷺ بھی یونہی کیا کرتے تھے جلدی کے وقت)

پھر کہا ترمذیؒ نے ھذا حدیث حسن صحیح (یہ حدیث حسن صحیح ہے)

اور روایت کی امام بخاریؒ نے سالم بن عبداللہ سے:

و اخّرابن عمر المغر ب و کان استصر خ علی امرأتہ صفیۃ بنت ابی عبید فقلت لہ الصّلوۃ۔ فقا ل سر حتی سا ر میلین او ثلا ثۃ۔ ثمّ نز ل فصلّی۔ فقا ل ھکذا رأیت النّبیّ ﷺ یصلی اذا عجلہ السیر (صحیح بخاری:۱۰۹۱)

(اور تاخیر کی ابن عمرؓ نے مغرب کی نماز میں اس سفر میں کہ اپنی اہلیہ صفیہ کے پاس انہیں پہنچنا ضروری تھا۔ سو میں نے کہا نماز کا وقت آ گیا۔ فرمایا کہ ابھی چلے چلو۔ یہاں تک کہ دو یا تین میل اور چلے۔ پھر اتر کر نماز پڑھی اور کہا کہ جلدی کے سفر میں آنحضرت ﷺ بھی یوں ہی کیا کرتے تھے)

اور یہ بات ادنی عاقل بھی جانتا ہے کہ اگر بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کوس مسافت چلیں تو اتنی شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشاء کا داخل ہو جاتا ہے۔ اور صاف سنو کہ روایت کی امام بخاریؒ نے اسلمؒ سے:

قا ل کنت مع عبد اللّٰہ بن عمر بطر یق مکہ فبلغہ عن صفیۃ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنت ابی عبید شدة وجع فاسرع الیها حتّی اذا کا ن بعد غروب الشّفق ثمّ نز ل فصلّی المغر ب و الغنمة جمع بینهما و قال انی رأیت النّبیّ ﷺ اذا جد به السّیر اخّر المغر ب و جمع بینهما

(میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ مکے کے رستہ میں تھا۔ تو ان کی اہلیہ صفیۃ بنت ابی عبید کی خبر پہنچی کہ بہت بیمار ہیں تو جھٹ پٹ چل دیئے۔ جب شفق غروب ہوگئی تو مغرب اور عشاء جمع کر کے پڑھیں۔ اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ سفر کی جلدی میں مغرب میں تاخیر کر کے جمع کر لیا کرتے تھے)۔

اور روایت کی ہے امام نسائیؒ نے اسماعیل بن عبدالرحمٰنؒ سے:

قال صحبت ابن عمر الی الحمی فلما غر بت الشّمس هبت ان اقول له الصّلوة فسار حتی ذهب بیا ض ا لا فق و فحمة العشاء ثم نز ل فصلّی المغر ب ثلا ث رکعا ت ثمّ صلّی رکعتین علی اثر ها ۔ ثمّ قا ل هکذا رأ یت رسول اللّه ﷺ یفعل

(میں حمی تک ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ جب سورج ڈوب گیا تو میں یہ کہتے ہوئے ڈرا کہ نماز کا وقت آ گیا اور وہ شفق کے غروب تک چلتے گئے۔ پھر اتر کر تین رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں اس کے پیچھے پڑھیں اور کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یوں ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے)۔

اور روایت کی ہے امام ابوداؤدؒ نے نافعؒ سے:

ان ابن عمر استصرخ علی صفیة و هو بمکّه فسار حتّی غربت الشّمس و بد ت النّجو م فقا ل انّ النّبیّ ﷺ کا ن اذا عجّل به امر فی سفر جمع بین ها تین الصّلوتین فسار حتی غا ب الشّفق فنز ل فجمع بینهما (حضرت ابن عمرؓ کو ان کی اہلیہ کی شدید علالت کی خبر پہنچی.. تو وہ چلے یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا اور ستارے ظاہر ہوئے۔ تو کہا کہ جب آنحضرت ﷺ کو جلدی کا سفر پیش آتا تھا تو ان دونوں نمازوں کو جمع کر لیا کرتے تھے، پھر چلے اور شفق غروب ہوگئی پھر اتر کر دونوں نمازیں پڑھیں)

اور روایت کی ہے امام ابوداؤدؒ نے عبداللہ بن دینار سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قال غا بت الشّمس و انا عند عبد اللّه بن عمر فسر نا فلمّا رأيناه قد امسى قلنا الصّلو ة فسار حتى غا ب الشفق و تصوبت النّجو م ثمّ انه نز ل فصلّى الصلو تين جميعاً ثم قال رأيت رسول اللّه ﷺ اذا جد به السّير صلّى صلو تى هذه يقول يجمع بينهما بعد ليل (سورج ڈوب گیا اور میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ اور چلتے گئے۔ جب شام ہوئی تو میں نے کہا کہ نماز۔ تو وہ چلتے ہی گئے یہاں تک کہ شفق غروب ہوگئی اور تارے چمکنے لگے۔ تو اتر کر دونوں نمازیں پڑھیں۔ پھر کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ سفر کی ضرورت میں یوں ہی پڑھا کرتے تھے یعنی رات پڑے جمع کر لیا کرتے تھے)۔

پھر کہا:

قا ل ابو داؤد رواه عا صم بن محمد عن اخيه عن سا لم و رواه ابن ابى نجيح عن اسما عيل بن عبد الر حمن بن ذويب انّ الجمع بينهما من ابن عمر كا ن بعد غيو ب الشّفق

(اور روایت کی عاصم بن محمد نے اپنے بھائی سے اس نے سالم سے۔ اور روایت کی ابن ابی نجیح نے، اس نے اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن ذویب سے، یہ کہ جمع کیں دونوں نمازیں حضرت ابن عمرؓ نے بعد غروب شفق کے)۔

اور روایت کی ہے امام محمدؒ نے مؤطا میں بواسطہ امام مالکؒ کے کہ ابن عمرؓ نے شفق کے غائب ہونے کے بعد مغرب، عشاء کے ساتھ جمع کی تھی (ذكره فى المحلى شرح مؤطا)

و ما قا ل محمّد بلغنا عن ابن عمر اى بطر يق اخرى انه صلّى المغرب حين اخر الصّلوة قبل ان تغيب الشّفق فكيف نسلمه بلا اسناد۔ و على تقدير و جود ا لاسناد المتّصل كيف يعا ر ض الصحيحين و التّر مذى و النّسا ئى و ابا دا ؤد مع روا ية الشّيخين مقد مة على غير هما كما مرّ عن شر ح النّخبة و سيجىء ايضا (اور وہ جو محمدؒ نے کہا ہے کہ ابن عمرؓ سے دوسری روایت یوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمیں پہنچی ہے کہ ابن عمرؓ نے غروب شفق سے پہلے پڑھی تھی تو وہ بلا سند کے کیوں کر مسلم ہوسکتی ہے۔ اور سند بھی ہو تو صحیحین اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد کی روایت کو کس طرح معارضہ کرسکتی ہے۔ فقط شیخین کی روایت ہوتی تو بھی غیر پر مقدم ہوتی۔ چنانچہ شرح نخبہ سے اوپر گذر چکا اور آگے بھی آئے گا)۔

پس حاصل مطلب حدیث ابن عمر کا، جو ان چھ کتابوں میں مروی ہے، یہ ہوا کہ ابن عمرؓ نے سفر عجلت میں مغرب اور عشاء کو شفق کے غروب کے بعد، یعنی وقت عشاء میں پڑھا۔ اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھی سفر عجلت میں ایسا ہی کر لیتے تھے۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انس بن مالکؓ سے:

قا ل کا ن النّبیّ ﷺ اذا اراد ان یّجمع بین الصّلوتین فی السّفر اخّر الظّھر حتّی ید خل اوّل وقت العصر ثمّ یجمع بینھما

(صحیح مسلم:۷۰۴)(آنحضرت ﷺ جب سفر میں دونمازوں کو جمع کرنا چاہتے تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ عصر کا اول وقت آجاتا، پھر دونوں کو جمع کر لیتے)

لفظ حتّی اس حدیث میں بمعنی الی ہے۔ کیونکہ داخل ہے فعل ید خل پر۔ مغتنم الحصول میں ہے:

و قد تد خل ای حتّی علی ا لا فعا ل فتنصبھا بتقدیر ان و یکو ن للغا یۃ ۔

اور کہا شرح ملا میں:

و حتّی کذا لک ای مثل الی فی کو نھا ا لا نتھا ء الغا یۃ ۔

اور جناب مؤلف تنویر الحق کو بھی اس پر اقرار ہے۔ چنانچہ تنویر الحق میں موجود ہے۔

اور جبکہ حتّی بمعنی الی ہوا۔ تو ظاہر ہے کہ واسطے انتہاء اس فعل کے ہوگا جس کے متعلق ہوگا نہ انتہا معمول متعلق اپنے کے، چنانچہ حدیث امر ت ان اقا تل النّا س حتّی یقو لوا لا الہ الّا اللّہ (بخاری:۱۳۹۹۔مسلم:۲۰) میں حتی واسطے انتہاء اقا تل کے ہے، نہ واسطے انتہاء النّاس کے، جو مفعول ہے اقا تل کا۔

اور آیۃ لا ید خلو ن الجنّۃ حتّی یلج الجمل فی سمّ الخیا ط ۔(اعراف:۴۰)۔ میں حتّی واسطے انتہاء لا ید خلو ن کے ہے، نہ واسطے انتہاء جنت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جومفعول ہے لا یدخلو ن کا۔جیسا کہ نہیں مخفی اس شخص پر بھی جو ہدایت النحو پڑھا ہوا ہوگا تو اس حدیث میں بھی حتّی واسطے انتہاء اخّر کے ہوگا، نہ واسطے انتہاء ظھر کے جومفعول ہے اخّر کا۔

پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ دونمازوں کے جمع کرنے کا ارادہ فرماتے ،تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ منتھی تاخیر کا، اول وقت عصر کا ہوتا۔ یعنی ظہر نہ پڑھی ہوتی کہ عصر کا وقت آجاتا۔ تو وقت عصر شروع ہوجانے پر جمع بین الصلوتین کرتے۔ اور ان معنی سے کسی اہل علم سے انکار نہیں،لیکن محرفین للنصوص کو واسطے اتباع اور حمایت قول اپنے امام کے باوجود بداہت ان معنی کے کبھی نہ مانیں گے اور نئے محرف معنی خلاف نحو اور لغت کے اختراع کریں گے جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

پس معنی حدیث کے یہ ہوئے کہ حضرت تاخیر فرماتے نماز ظہر کو بایں طور کہ منتہی نماز ظہر کا اول وقت عصر کا ہوتا اور اس پر دلالت کرتا ہے پھرنا ضمیر بینھما کا دونوں وقتوں کی طرف بیچ حدیث آئندہ کے۔انتھی کلام المؤلف تنویر الحق

اور مردود ہونا اس معنی کا معلوم ہو چکا جب کہ ہم نے آیت اور حدیث کی سند اور گواہی سے ثابت کر دیا کہ اول وقت عصر کا منتہی تاخیر کا ہے نہ منتہی نماز ظہر کا جومفعول ہے اخّر کا۔

نیز یہ کہ اگر اول وقت عصر کا بقول مؤلف کے منتہی ظہر کا ہو تو ثمّ یجمع بینھما کے کچھ معنی نہیں بنتے۔کیونکہ بعد انتہا اور ہو چکنے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا اس کا ساتھ عصر کے کس طرح ہو؟

اور یہ جو مؤلف نے ضمیر بینھما کی طرف دو وقتوں کے راجع ٹھہرائی ہے تو اس کا جواب تیسری حدیث میں آوے گا۔

اور روایت کی ہے امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ اذا عجل علیه السّیر یؤ خر الظّھر الی اوّل وقت العصر فیجمع بینھما و یؤ خر المغر ب حتی تجمع بینھا و بین العشاء حین یغیب الشمس (مسلم:۷۰۴) (آنحضرت ﷺ کو جب جلدی کا سفر پیش آتا تو ظہر کی اتنی تاخیر کرتے کہ اول وقت عصر کا آجاتا تو دونوں کو جمع کر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیتے۔اور تاخیر مغرب میں کر کے عشاء کے ساتھ جمع کر لیتے شفق کے غروب کے بعد)

اس میں بھی الی واسطے انتہاء تاخیر کے ہے، بعینہ اسی دلیل اور شواہد سے جو حتی میں گذری۔پس حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہوا کہ جب آنحضرت ﷺ سفر عجلت کرتے تو تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ منتہی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا پھر جمع کرتے ظہر اور عصر کو یعنی بعد دخول اول وقت عصر کے۔اور مغرب کو بھی مؤخر کرتے۔ یہاں تک کہ جمع کرتے اس کو ساتھ عشاء کے جب کہ شفق غائب ہو چکتی ۔فقط۔

لیکن جناب مؤلف اس حدیث میں بھی معنی تاخیر ظہر کے ویسے ہی کرتے ہیں جو اول حدیث حضرت انسؓ میں کرتے تھے۔ پس باطل ہونا ان معنی کا بھی گذر چکا۔ اور علاوہ اس سے دوسری تحریف اس حدیث میں مؤلف نے یہ کی ہے کہ

حین یغیب الشّفق کو ظرف یجمع کا فقط باعتبار عشاء کے ٹھہرایا ہے۔ جیسا کہ آیہ فا غسلوا و جو ھکم و ایدیکم الی المرا فق ۔(مائدہ:۶) میں الی متعلق ہے فاغسلوا کے فقط باعتبار ایدی کے،

تو جواب اس تحریف کا یہ ہے کہ اس آیت میں تو تعلق الی المرا فق کا فاغسلوا سے مع لحاظ وجوہ کے ممکن ہی نہیں۔ اس لئے کہ وجوہ کی مرافق غایت نہیں ہوسکتی۔ اس واسطے الی المرا فق کو فقط بلحاظ ایدی کے فا غسلوا سے تعلق دیا ہے بخلاف اس حدیث کے کہ وہاں تعلق حین یغیب الشّفق کا یجمع سے بدون لحاظ مغرب اور عشاء کے دونوں کے ممکن نہیں اور یجمع ایسا لفظ ہے کہ اس سے لفظ مغرب کو جدا کر کے مظروف حین کا ہرگز نہیں کہہ سکتے، یونکہ جمع کرنا سوائے تعدد اشیاء کے نہیں ہوسکتا ۔فقط ایک ہی شئے کو کوئی کیا جمع کرے گا۔اور اس کے کچھ معنی نہیں کہ جب کہ شفق غائب ہو چکتی تب عشاء اکیلی کو جمع کرتے ۔ ہاں البتہ اگر لفظ حدیث کے یصلّی المغرب و العشاء حین یغیب الشّفق ہوتے تو کہہ سکتے کہ حین متعلق ہے یصلّی کے فقط باعتبار عشاء کے اور درحالتیکہ حدیث میں لفظ یجمع کا ہے تو تعلق حین کا ساتھ اس کے بعد تجرد اس کی کے مغرب سے کبھی نہیں ممکن ۔ فتد بر فیہ۔

اور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے:

قا ل کان رسول اللّٰہ ﷺ اذا ارتحل قبل ان تز یغ الشّمس اخّر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الظّهر الی وقت العصر ثمّ نز ل فجمع بینهما فا ن زا غت الشّمس قبل ان یّر تحل صلّی الظهر ثمّ رکب(بخاری: ۱۱۱۱۔مسلم: ۷۰۴) (آنحضرت ﷺ جب سفر میں جاتے سورج ڈھلنے سے پہلے،تو ظہر کو عصر کے وقت تک تاخیر کر کے دونمازوں کو جمع کر لیتے تھے۔اور اگر سورج ڈھلے سوار ہوتے تو ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے تھے)۔

مطلب اس کا احادیث سابقہ سے معلوم ہو چکا۔لیکن مؤلف کی اس میں ایک اور تحریف ہے، وہ یہ ہے کہ

ضمیر بینهما کی راجع ہے طرف دو وقتوں کے۔یعنی طرف وقت ظہر اور وقت عصر کے۔تو معنی یہ ہوئے کہ جمع کرتے دو وقتوں کو، نہ ایک وقت میں دونمازوں کو۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث میں دو وقت کہیں بھی مذکور نہیں۔اگر ہے تو وقت عصر کا اکیلا مذکور ہے۔پھر جو مذکور ہی نہ ہو اس کو مرجع ٹھہرانا بڑی حماقت ہے بخلاف ظہر اور عصر کے جس کو ہم مرجع ٹھہراتے ہیں کہ وہ صریح اور ظاہر موجود ہے۔شائد بسبب غیظ وتعصب کے نظر نہیں آتا ہوگا لیکن اس کے نہ دیکھنے سے لفظ ظہر اور عصر کا جو صریح اور مبین ہے،معدوم تو نہیں ہونے کا۔

اب ایک اعتراض اور ہے مؤلف کا ان احادیث حضرت انسؓ پر۔وہ یہ ہے کہ ایک راوی ان حدیثوں کا زہریؒ ہے اور اس کو عادت ہے ادراج کی جیسا کہ کہا طحاویؒ اور کرمانیؒ اور زیلعیؒ نے۔پس احتمال ہے کہ لفظ حتّی یدخل اوّل وقت العصر کا پہلی حدیث انسؓ میں اور لفظ الی اوّل وقت العصر کا دوسری اور تیسری حدیث میں اور لفظ حین یغیب الشّفق کا دوسری حدیث میں زہریؒ نے اپنی طرف سے ملا دیا ہوگا، تو یہ حدیث مدرج ہوئی اور مجروح۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ان حدیثوں میں ادراج کی بو بھی نہیں آتی اور کسی لفظ کو ان میں سے مدرج نہیں کہہ سکتے۔اس لئے کہ لفظ حتّی یدخل اور الی اوّل وقت العصر جار مجرور ہیں اور متعلق یجمع کے۔اور حین تغیب الشّفق ظرف ہے یجمع کا۔اور ہدایۃ النحو پڑھنے والہ جانتا ہے کہ جار مجرور کو اور ظروف کو ذرہ بھر استقلال نہیں ہوتا۔اور بغیر اپنے متعلقات کے ان کا وجود ہی نہیں ہوتا۔اور سوائے اپنے متعلقات

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے کچھ معنی مستقل نہیں رکھتے۔ جب کہ مدرج وہ کلمہ ہوتا ہے جس کو فی الجملہ استقلال ہو۔ جیسا کہ روایت کی ہے خطیب نے طریق سے ابوقطن اور شباتہ کے ابو ہریرہؓ سے

قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النّار۔ تو اس میں یہ لفظ مستقل اسبغوا الوضوء جو دراصل قول ابو ہریرہؓ کا ہے، نہ رسول اللہ ﷺ کا، ابوقطن اور شباتہ نے حدیث مرفوع ویل الاعقاب میں ملا دیا۔

اور روایت کی ہے دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں طریق سے عبدالحمید بن جعفر کے بسرۃ بنت صفوان سے

قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول من مسّ ذکرہ او انثییہ او رفغنیہ فلیتوضأ (کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ جس کسی نے اپنے ذکر یا فوطے یا رانیں چھولیں تو وہ وضو کرے)۔

تو اس میں عبدالحمید نے انثییہ اور رفغینہ کو اپنے پاس سے ملا دیا

ذکر کلا الحدیثین مع بیان ادراج العلامۃ العلوی فی حاشیۃ علی شرح النخبہ (دونوں حدیثیں مع بیان ادراج علامہ علویؒ نے اپنے حاشیہ شرح نخبہ میں ذکر کی ہیں)۔

پس الفاظ غیر مستقلہ میں جن کا وجود ہی نہیں ہوتا سوائے اپنے متعلقات کے، اور کچھ معنی ہی نہیں رکھتے سوا متعلقات کے، احتمال ادراج کا نکالنا بڑی جہالت کی بات ہے۔ خاص کر حین یغیب الشّفق کو جو اخیر میں دوسری حدیث کے واقع ہے، مدرج کہنا کمال درجہ کی جہالت ہے۔ کیونکہ وہ ظرف متعلق جمیع کے اور معمول اس کا ہے۔ اور ادراج اخیر میں حدیث کے سوائے جملہ کے جو معمول بھی ہو کسی لفظ حدیث کا، متصور نہیں۔ کہا شرح نخبہ میں:

و امّا مدرج المتن فھو ان یّقع فی المتن کلام لیس منہ فتارۃ فی اوّلہ و تارۃً فی اثنائہ و تارۃً فی آخرہ و ھو الاکثر لانّہ یقع بعطف جملۃ علی جملۃ (اور متن حدیث میں ادراج کبھی تو حدیث کے شروع میں، کبھی بیچ میں اور کبھی آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ اکثر ہے کیونکہ یہ ایک بات کے ساتھ دوسری بات ملتی ہے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور کہا علویؒ نے حاشیہ میں :

لا نّه یقع بعطف جملة علی جملة ای فی الواقع فیکن استقلاله من ا للفظ السّا بق فیتمیز من لفظ الحدیث

(ایک بات کے ساتھ دوسری ملتی ہے تو پہلی بات سے با لاستقلال الگ رہتی ہے تو حدیث کے لفظ جدا رہتے ہیں)

اور کہا ابن دقیق العیدؒ نے :

انّما یکو ن الادرا ج بلفظ تا بع یمکن استقلا له عن ا للفظ السّابق انتهی۔ کذا فی حا شیة العلوی۔ (ادراج ایسے پہلے لفظ سے تابع ہوتا ہے کہ وہ خود بھی پورا ہو سکے۔ حاشیہ علوی میں یوں ہی ہے۔)

اقول مثا له ما رو ی ابو خیثمه و زهیر بن معا ویه عن الحسن بن الحر عن القاسم بن مخیمره عن علقمه عن عبد اللّه بن مسعود ان رسول اللّه ﷺ علمّه التّشهد فی الصّلوة فقا ل قل التّحیّا ت للّه فذکره حتّی قا ل اشهد ان لا اله ا لّا اللّه و اشهد انّ محمّداً رسول اللّه۔ فا ذا قلت هذا فقد قضیت صلوتک۔ ان شئت ان تقو م فقم و ان شئت ان تقعد فا قعد ۔ کذا رواه ابو خیثمه ۔ فا در ج فی الحد یث فا ذا قلت الخ ۔ و انّما هو من کلا م ابن مسعود لا من کلام النّبیّ ﷺ کذا ذکره العلوی فانظر الی استقلا ل الجملة و اذا قلت (میں کہتا ہوں کہ مثال اس کی وہ حدیث ہے جو روایت کی ابوخیثمہ زہیر بن معاویہ نے حسن بن حر سے، اس نے قاسم بن مخیمرہ سے، اس نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں تشہد سکھایا تو فرمایا التحیا ت للّه پڑھ۔ پھر اسے ذکر کر کے جب یہاں پہنچے اشهد ان لا اله الا اللّه و اشهد ان محمد ا رسو ل اللّه ۔ جب تو یہ کہہ چکا تو تیری نماز پوری ہو چکی ۔ تو اب کھڑا ہونا چاہتا ہے تو کھڑا ہو جا، بیٹھنا چاہے تو بیٹھ۔ یونہی روایت کیا ہے ابوخیثمہ نے۔ اور فاذا قلت هذا سے اخیر تک ملایا ہوا کلام ابن مسعودؓ کا ہے، آنحضرت ﷺ کا نہیں۔ یوں ہی ذکر کیا علویؒ نے)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ ان احادیث ثلاثہ میں سے کسی میں ادراج متصور نہیں ۔ چہ جائیکہ وقوع اس کا ۔

اور اگر اعتراض کرو کہ اگر چہ اس حدیث میں زہریؒ نے ادراج نہیں لیکن اس کی عادت تو ہے اور جس کی عادت ایسی ہو وہ شخص مجروح ہوتا ہے اور ساقط العدالت اور حدیث اس کی نامقبول ہوتی ہے ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ امام زہریؒ کی یہ عادت نہیں کہ ادراج فاحش جو مسقط عدالت ہوتا ہے، وہ کرتا تھا ۔ بلکہ ادراج اس کا اسی قدر ہوتا ہے کہ تفسیر کسی لفظ نادر کی کر دیں ۔ اور اس قدر ادراج مسقط عدالت نہیں ہوتا ۔ خاص کر ان احادیث میں جو بخاری اور مسلم کی مروی ہوں ۔ کہا علویؒ نے حاشیہ شرح نخبہ میں:

قالوا الادراج باقسامه حرام لما فيه التّلبيس و التدليس و ان كان بعضه اخفّ من بعض كتفسير لفظ غريب مثل المزابنة و المخابرة و العرايا و نحوها ممّا فعله الزّهرى و غيره من الآئمّه بل لا يظهر التّحريم فى مثله سيما فى المتفق عليه و قول ابن السمعانى و غيره المعتمد له ساقط العدالة و ممّن يحرف الكلم عن مواضعه و هو ملحق بالكذبين يحمل على ما عداه و قد ذكرنا من المصنف و من ابن دقيق العيد ما يدل على جوازه فى الجمله ۔ (کہا لوگوں نے کہ ادراج کی ساری قسمیں حرام ہیں کیونکہ اس میں دھوکہ ہے ۔ اگر چہ بعض قسمیں بعض سے کم تر ہیں ۔ جیسے نئے لفظ کی تفسیر جیسے مزابنۃ، مخابرۃ اور عرایا، وغیرہ ۔ چنانچہ زہری اور آئمہ حدیث نے کیا ہے ۔ سو ایسی صورت میں حرمت نہیں معلوم ہوتی خصوصاً متفق علیہ میں ۔ اور سمعانی کا یہ قول کہ ادراج کرنے والہ ساقط العدالۃ، محرف، اور جھوٹا ہے، مذکورہ بالا صورت کے سوا کی صورتوں پر صادق آئے گا ۔ اور ہم نے مصنف اور دقیق العید سے وہ عبارت ذکر کی ہے جو جواز پر دلالت کرتی ہے) ۔

اور زہریؒ اس درجہ کا امام ہے کہ کوئی بھی عالم بالحدیث اس پر کسی نوع کا طعن نہیں رکھتا ۔ بلکہ سب متفق ہیں اس کی جلالت شان اور علوّ مکان پر ۔ اور وہ راوی ہے سب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اصحاب صحاح کا۔ پھر جو کوئی زہری کا مجروح ہونا زبان پر لائے وہ مجنون ہے۔

کہا شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں:

محمّد بن مسلم بن عبيد اللّه بن عبد اللّه بن شها ب بن عبد اللّه بن ا لحا رث بن زهره بن كلا ب القر شى الز هرى و كنيته ابو بكر الفقيه الحا فظ متّفق على جلا لته و اتّقا نه ۔ مات سنة خمس و عشرين و قيل قبل ذا لک بسنة او سنتين ۔ و هو من رؤ س الطبقة الرا بعة (ابوبکر محمد بن مسلم ...القرشی زہری فقیہ حافظ ہے۔اس کی بزرگی اور حفظ سب مانتے ہیں۔ طبقہ رابعہ کا بڑا آدمی ہے)۔

اور کہا شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح مؤطا میں:

محمّد بن مسلم بن عبد اللّه بن شهاب ا لزهرى المد نى الامام المعرو ف ا حد الفقهاء و آئمّة المحد ثين و العلماء الاعلام با لمدينه المشار اليه فى فنو ن الشّريعة

(محمد بن مسلم زہری فقہاء میں سے امام اور محدثین میں کے بڑے علماء سے مدینہ کے مشہور شخص فنون شریعت میں نامی آدمی تھے)

اور کہا شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفیؒ نے ترجمہ مشکوۃ میں:

زہری کہ تابعی مشہور است یکے از اعلام امت وآئمہ ایشان است در فقہ وحدیث۔

اور صاحب صحیح بخاری ومسلم وغیرہ اس کی جلالت شان اور ثقاہت اور ضبط احادیث میں اتفاق رکھتے ہیں تو کیا طاقت ہے کسی کی کہ ایک ایسے امام مجتہد رئیس کو مجروح کہے۔ اور اس کی روایت کو جو صحیحین میں مروی ہو، نامقبول کہے۔

پس یہ ہیں دلائل ہمارے جواز جمع بین الصلوتین پر جن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح وقدح کو دخل نہیں۔لیکن جناب مؤلف تسلیم سے جواز جمع حقیقی کے منکر ہیں اور کئی عذر پیش کرتے ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولف تنویر کے عذرات جمع بین الصلوتین کا جواب

ایک عذر ان کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں جمع حقیقی نہیں کرتے تھے بلکہ ہمیشہ سفر میں جمع صوری کرتے اور اس عذر پر مؤلف کو کئی باعث ہیں۔

☆ باعث اول کہ روایت ہے ابن مسعودؓ سے:

انّ النّبیّ ﷺ کا ن یجمع بین الصّلوتین فی السّفر ۔ روا ہ الطحاوی (کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سفر میں دونمازوں کو جمع کیا کرتے تھے)

اور مراد اس جمع سے اس حدیث میں جمع صوری ہے بشہادت دو شاہدوں کے۔

شاہد اول یہ کہ دوسری روایت میں ابن مسعودؓ سے یہ مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ سوائے عرفات اور مزدلفہ کے کوئی نماز اپنے وقت کے سوائے نہ پڑھتے تھے۔ جیسا کہ روا یت کی ہے امام نسائی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے:

قال کا ن رسول اللّٰہ ﷺ یصلّی الصّلوۃ لوقتھا ا لا بجمع و عر فات ۔ (آنحضرت ﷺ وقت پر نماز پڑھا کرتے تھے مگر مزدلفہ اور عرفات میں)

پس نفی سے جو اس حدیث سے مستفاد ہوتی ہے معلوم ہوا کہ پہلی حدیث میں جمع صوری مراد ہے اور اسی کا اثبات ہے۔

☆ شاہد دوسرا یہ کہ ابن مسعودؓ نے ایک سفر حج میں جمع صوری کی ہے۔ جیسا کہ روایت کی ہے طحاویؒ نے عبدالرحمٰنؒ بن یزید سے کہ وہ کہتے ہیں:

صحبت ابن مسعود فی حجۃ فکا ن یؤ خر الظّھر و یعجّل العصر و یؤ خّر المغر ب و یعجّل العشاء و یصفر بصلوۃ الغداۃ ۔ (کہ میں ابن مسعودؓ کے ساتھ حج کے سفر میں رہا۔ وہ ظہر کی تاخیر اور عصر کی جلدی کرتے تھے۔ اور مغرب کی تاخیر اور عشاء کی جلدی کرتے تھے۔ اور فجر روشنی میں پڑھتے تھے)۔

پس حضرت ابن مسعودؓ کے اس فعل سے یہ معلوم ہوا کہ مراد حدیث مرفوع میں جمع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صوری ہے۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ شاہد اول حدیث نسائی کی نا مقبول اور مجروح اور متروک ہے۔ کیونکہ دو راوی اس کے رواۃ میں سے مجروح ہیں۔ ایک سلیمان بن ارقم کہ اس کی توثیق اور تعدیل کسی نے نہیں کی۔ بلکہ ضعیف کہا ہے اس کو جیسا کہا ابن حجرؒ نے تقریب میں :

سلیمان بن ارقم البصری ابو معاد ضعیف ۔

(سلیمان بن ارقم ابومعاد ضعیف ہے)

اور کہا مقدمہ تقریب میں :

الثا منة من لم یو جد فیه تو ثیق لمعتبر و و جد فیه اطلاق الضعف و لو لم یفسر و الیه ا لا شارة بلفظ ضعیف ۔ انتهی ۔

(آٹھویں وہ لوگ کہ ان میں کسی معتبر سے توثیق نہ پائی جاوے۔ بلکہ ان میں ضعف پایا جائے اگر چہ ضعف کی تفسیر نہ ہو اور اسی کی طرف اشارہ ہے لفظ ضعیف کا)۔

اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا۔ اور صاحب احادیث، افراد کا، کہا تقریب میں:

خالد بن مخلد القطوانی بفتح القاف و الطاء ابو الهیثم الیحیی مو لا هم الکو فی صدوق متشع و له افراد ۔

(خالد بن مخلد قطوانی صدوق شیعہ ہے مفرد حدیثیں روایت کرتا ہے)۔

اور ایسا ہی دوسرا شاہد بھی مقبول نہیں۔ اس لئے کہ فعل ابن مسعودؓ صحابی کا اس وقت مجمل حدیث مرفوع، جو ابن مسعودؓ کے سوا اور بہت صحابہ سے بھی مروی ہے، کا بیان ٹھہرایا جاتا جب کہ اس کے بیان میں فعل رسول ﷺ کا نہ پایا جاتا۔ اور جب کہ بروایت رؤساء محدثین بخاری اور مسلم وغیرھما کے فعل آنحضرت ﷺ کا اپنا فعل ان احادیث مجملہ کا مبین ثابت ہو گیا، تو ابن مسعودؓ کے فعل کو اس کا مفسر ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہے

یعنی جب کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابو داؤد اور مؤطا امام محمد کی روایات میں صاف آ گیا کہ آنحضرت ﷺ جمع حقیقی کیا کرتے تھے (جیسا کہ وہ روایتیں نقل ہو چکیں) تو معلوم ہوا کہ جو حدیثیں کیفیت جمع سے مجرد ہیں، مثلاً اول روایت ابن مسعودؓ کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جس میں کلام ہے، اور سوائے اس کے ان میں بھی ویسی ہی جمع مراد ہے، اور وہ روایتیں مرفوعہ شیخین وغیرھما کی، ان احادیث مجملۃ الکیفیت کی بیان پڑی ہیں۔ پس کیا حاجت ہے کہ فعل رسول کو چھوڑ کر فعل صحابی کو مجمل کا بیان ٹھہراویں۔

کہا بحر الرائق میں:

وحدیث النّبیّ ﷺ مقد م علی غیرہ (حدیث رسول دوسروں پر مقدم ہے)

پس ثابت ہوا کہ حدیث اول میں ابن مسعودؓ کی جمع صوری مراد نہیں۔ اور مثبت اس کی نہ تو حدیث ثانی ابن مسعودؓ کی، جو امام نسائیؒ نے روایت کی، ہوسکتی ہے اور نہ فعل حضرت ابن مسعودؓ کا۔

اب اگر اعتراض کرو کہ اگر جمع حقیقی درست ہوتی تو حضرت ابن مسعودؓ کیوں نہ اختیار کرتے اور جمع صوری کیوں کرتے؟

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جمع حقیقی رخصت ہے اور ترک اس کا افضل اور عزیمت ہے۔ پس اگر فرض بھی کیا جاوے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے جمع صوری کی، نہ حقیقی۔ بلکہ جمع صوری بھی نہ کی اور نمازیں اپنے اپنے اول وقتوں میں پڑھیں، تو اس عزیمت کے اختیار کرنے سے یہ تھوڑی لازم آتا ہے کہ رخصت یعنی جمع حقیقی ممنوع ہو جاوے۔ جیسا کہ کسی نے سفر میں افطار اختیار نہ کیا اور روزہ رکھا، تو اس سے یہ تھوڑا لازم آتا ہے کہ اس شخص نے افطار کو منع جانا۔ فتدبر

☆ باعث ثانی۔ مؤلف کا عذر اول پر یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباسؓ سے کہ کہا

صلّی رسول اللّٰہ ﷺ سبعاً جمیعاً و ثمانیا جمیعا الظھر و العصر و المغرب و العشاء رواہ الشیخان و غیرھما۔ و فی روایۃ لمسلم بالمدینۃ فی غیر خوف و لا مطر۔ و قال اراد ان لا یحرج امتہ۔ و للطحاوی عن جابر بالمدینۃ للترخص من غیر خوف و لا علّۃ۔ (بخاری:۵۶۲۔ مسلم:۷۰۵)

(آنحضرت ﷺ نے سات اور آٹھ رکعتیں پڑھی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کی۔ روایت کی شیخین وغیرہ نے۔ اور ایک روایت مسلم میں ہے مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے۔ اور کہا ابن عباسؓ نے کہ آپ ﷺ نے یہ ارادہ کیا کہ امت پر تنگی نہ رہے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۔اور روایت کی طحاوی نے کہ مدینہ میں رخصت کے واسطے بغیر خوف اور سبب کے)۔
اور تفسیر ہے اس کی یہ حدیث ابن عباسؓ کی کہ کہا

صلّیت مع النّبیّ ﷺ با لمد ینة ثما نیا جمیعا و سبعاً جمیعاً اخّر الظّھر و عجّل العصر و اخّر المغر ب و عجّل العشاء۔ رواہ النسا ئی

(میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آٹھ اور سات رکعتیں اکھٹی پڑھیں ۔ تاخیر کی ظہر میں اور عصر میں جلدی۔ اور تاخیر کی مغرب میں اور عشاء میں جلدی) ۔

پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے ۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیثیں جمع کی حالت قیام میں ہیں ، نہ حالت سفر میں ۔ چنانچہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے ۔اس واسطے نسائی راوی اس حدیث کے نے ترجمہ اس حدیث کا یہ منعقد کیا ہے کہ الوقت الذی یجمع فیھا للمقیم ۔

تو کیفیت جمع مقیم پر کیفیت جمع مسافر کو قیاس کرنا، باوجودیکہ مسافر کی جمع حقیقی شیخین وغیرھما کی روایت سے ثابت ہو چکی ہے، قیاس مع الفارق ہے۔ اور قیاس مقابل نصوص کے ہے۔ پس ایسے قیاس کرنے والوں سے کیا بعید ہے کہ مسافر کو مقیم پر قیاس کر کے مسافر کی قصر کو بھی نا جائز رکھیں ۔

تنبیہ۔اس حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کی، جس سے جمع حالت اقامت میں ثابت ہوتی ہے، بڑے جھگڑے اور اختلاف ہیں ۔ترمذی کا یہ دعوی ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے بالاجماع ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ دعوی ٹھیک نہیں بلکہ حدیث معمول بہ ہے نزدیک بعض کے بظاہر معنی اور نزدیک اکثر کے بمعنی مئول ہے ۔تو تفصیل ہر ایک کی عبارات مرقومۃ الذیل سے معلوم کرنی چاہیے:۔

قال النّووی فی شر حه علی صحیح مسلم و للعلماء فیھا تاویلا ت و مذا ھب۔ و قد قا ل التر مذی فی آ خر کتا به لیس فی کتا بی حد یث اجمعت الامة علی ترك العمل به الا حدیث ابن عباس فی الجمع با لمد ینة من غیر خو ف و لا مطر و حدیث قتل شا رب الخمر فی المرّ ة الرابعة ۔ و ھذا الذی قا له

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الترمذی فی حدیث شارب الخمر هو کما قاله فهو حدیث منسوخ دل الاجماع علی نسخه و اما حدیث ابن عباس فلم یجمعوا علی ترک العمل به بل لهم اقوال منهم من تأوله علی انه جمع بعذر المطر و هذا المشهور عن جماعة من الکبار المتقدمین و هو ضعیف بالروایة الاخری من غیر خوف و لا مطر۔ انتهی۔

و ردّه الحافظ ایضاً حیث قال فی فتح الباری قال مالک لعله کان فی مطر لکن رواه مسلم و اصحاب السنن من طریق حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر بلفظ من غیر خوف و لا مطر فانتفی ان یکون الجمع المذکور للخوف او للسفر او للمطر، انتهی

و قال النووی و منهم من تأوله علی انه کان فی غیم فصلّی الظهر ثم انکشف الغیم و بان ان وقت العصر دخل فصلاها و هذا ایضاً باطل لانه و ان کان فیه ادنی احتمال فی الظهر و العصر فلا احتمال فی المغرب و العشاء انتهی۔

و تعقبه الحافظ بانه مبنی علی انه لیس للمغرب الّا وقت واحد و المختار عنده خلافه و هو ان وقتها یمتد الی العشاء فعلی هذا فالاحتمال قائم ۔ انتهی

و قال النووی و منهم من تأوله علی تأخیر الاولی الی آخر وقتها فصلاها فیه فلما فرغ منها دخلت الثانیة فصلاها فصارت صورته صورة جمع و هذا ایضاً ضعیف او باطل لانّه مخالف للظاهر مخالفة لا تحتمل و فعل ابن عباس الّذی ذکرناه حین خطب و استدلاله بالحدیث لتصویب فعله و تصدیق ابی هریرة له و عدم انکاره صریح فی رد هذا التّاویل۔ انتهی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اقول و ذا لک ما عن عبد اللّٰه بن شفیق قا ل خطبنا ابن عباس یو ماً بعد العصر حین غر بت الشمس و بد ت النجو م و جعل الناس یقو لو ن الصلوة الصلوة قا ل فجا ء ہ ر جل من بنی تمیم لا یفتر و لا یثنی الصلوة ۔ فقا ل ابن عباس اتعلمنی با لسنة لا ام لک ثم قال رأیت رسول اللّٰه ﷺ جمع بین الظهر و العصر ، وا لمغر ب و العشاء ۔ قا ل عبد اللّٰه بن شفیق فحا ك فی صدری من ذا لک شیء فا تیت ابا هریرة فسألته فصدق مقا لته رواه مسلم قا ل الشیخ سلام الله فی المحلی قلت لیس فیها کما تر ی ما یدل علی ان صلوة ابن عباس المغر ب کا نت بعد غیبو بة الشفق۔ انتهی

و قال الحافظ هذا الذی ضعفه ای النووی استحسنه القرطبی و رجحه قبله امام الحرمین و جزم به من القد ماء ابن الماجشون و الطحاوی و قواه ابن سید الناس با ن ابا الشعشاء و هو راوی الحدیث قد قا ل به فیما رواه الشیخان من طریق ابن عیینة عن عمرو بن دینار فذ کر هذا الحدیث و زاد قلت یا ابا الشعشاء اظنه اخر الظهر و عجل العصر و اخر المغر ب و عجل العشاء قا ل و انا اظنه ۔ قا ل ابن سید الناس و راوی الحد یث ادری با لمراد من غیره ۔ قلت لکن لم یجز م بذ لک بل لم یستمر علیه فقد تقدم کلا مه لا یو ب و تجو یزه ان یکو ن الجمع بعذر المطر لکن یقوی ما ذکر من الجمع الصوری ان طر ق الحد یث کلها لیس فیه صفة الجمع فا ما ان تحمل علی ظاهر ها فیستلزم اخرا ج الصلوة عن وقتها المحدود بغیر عذر و اما ان یحمل علی صفة مخصوصة لا یستلز م لا خرا ج و یجمع بها بین متفر ق الاحا دیث و هو اولی و اللّٰه اعلم۔ انتهی ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

و قا ل النّووى و منهم من قا ل هو محمو ل على الجمع بعذر المر ض او نحوه مما هو فى معناه من ا لا عذار و هذا قول احمد بن حنبل و القا ضى حسين من اصحا بنا و اختاره الخطا بى و المتو لى و الرو يا نى من اصحا بنا و هو المختار فى تا ويله لظاهر الحديث ولفعل ابن عباس و موا فقة ابى هريره و لان المشقة فيه اشد من المطر۔ انتهى۔

و تعقبه الحا فظ با نّه لو كان جمعه ﷺ بين الصّلوتين لعارض المر ض لما صلى معه ا لا من به نحو ذا لک العذر و الظا هر انه ﷺ جمع با صحا به و قد صر ح بذ لک ابن عباس فى رواية ۔انتهى۔

و اجيب با نّهم انّما صلّوا معه تحريا لفضل الصلوة خلفه فالجمع ابيح لهم تبعا للنبى ﷺ و ان لم يجز استقلالّا انتهى۔

و قا ل النّووى و ذهب جماعة من ا لآ ئمّة الى جواز الجمع فى الحضر للحا جة لمن لا يتخذه عا دتا و هو قو ل ابن سيرين و اشهب من اصحا ب ما لک و حكا ه الخطا بى عن القفا ل الشا شى الكبير من اصحا ب الشا فعى عن ابى اسحاق المروزى عن جما عة من اصحاب الحديث و اختاره ابن المنذر و يؤيّده ظاهر قو ل ابن عباس اراد ان لا يحر ج امته فلم يعلله بمر ض و لا غيره و اللّه اعلم۔ انتهى ،

و كذا قا ل الحا فظ و زاد بعد ابن سيرين ربيعة فا فهم۔

فان قلت يرد هذا التّا ويل ما رواه التر مذى عن ابن عباس مرفوعاً من جمع بين الصّلوتين بغير عذر فقد اتى باباً من ابوا ب الكبا ئر قلنا هذا الحديث لا يصلح للاحتجاج ففيه حنش و هو حسين بن قيس واه ضعيف بل متروك بل قيل كذا ب قا ل الشيخ سلام المحدث حسين بن قيس واه ۔ قا ل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الحافظ وغفل الحاکم فاستدرکه قال الترمذی وحنش ضعیف عند هم ضعفه احمد وغیره۔ انتهی ۔ و قا ل الحا فظ فی التقریب حنش مترو ك و قا ل نور الدین علی فی مختصر تنزیه الشریعة الحسین بن قیس کذا ب قال الحافظ السیوطی فی الوجیزحسین بن قیس کذبه احمد وقال القاضی محمدبن علی الشوکانی فی الفوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعه حسین بن قیس کذ به احمد قیل قد اخر ج هذا الحد یث الحاکم و قا ل حسین ثقة و تعقبه المنذ ری فقا ل لا نعلم احد اوثقة غیر الحسین بن مغیره کذا ذکره نور الدّ ین علی اقول فا ن سلمنا تو ثیق الحا کم و غیره الحسین لکن التعدیل لا یعا ر ض الجر ح الذی یکو ن مع بیا ن السبب کالکذ ب فی جر ح الحسین ما لم ینف المعدل ذا لک السبب کما مر عن مسلّم الثبو ت و شر ح نخبة و حا شیة العلوی و انت تر ی ان الحا کم و غیره لم ینف سبب الجر ح فی الحسین و هو الکذ ب علی انه قا ل الذ هبی و هو من اهل الاستقراء التّام فی نقد الر جا ل لا یحل لا حد ان یغتر بتصحیح الحا کم ما لم ینظر الی تعقبا تی و تلخیصا تی ذکره الشیخ ا لا جل شا ه عبد العزیز قدس سره فی بستان المحدثین

(امام نوویؒ شرح صحیح مسلم میں کہتے ہیں کہ علماء کے اس باب میں کئی مذہب اور چند تاویلیں ہیں ۔اور ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے آخر میں کہا ہے کہ میری پوری کتاب میں کوئی ایسی حدیث نہیں کہ علماء نے اس کے چھوڑ دینے پر اتفاق کیا ہو مگر حدیث ابن عباسؓ کی جمع صلوتین میں بلا خوف اور بارش کے، اور حدیث چوتھی دفعہ شراب خور کو قتل کرنے کی ۔اور ترمذی کی تقریر شراب خور ولی حدیث میں اسلئے ہے کہ وہ منسوخ ہے اور اجماع اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔رہی حدیث ابن عباسؓ کی تو اس کے ترک پر اجماع نہیں بلکہ اس کے باب میں علماء کے چند قول ہیں ۔بعض

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کہا ہے کہ بارش کے سبب سے جمع کی تھی اور یہی ایک جماعت متقدمین کبار سے مشہور ہے اور یہ دوسری روایت کی رو سے ضعیف ہے کہ اس میں بلا خوف اور بلا بارش کے آیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس کو رد کیا ہے۔ چنانچہ فتح الباری میں کہا ہے کہ مالکؒ نے کہا ہے کہ شائد وہ جمع کرنا بارش میں تھا، لیکن مسلمؒ اور اصحاب سنن نے سند حبیب بن ابی ثابت عن سعید بن جبیر سے روایت کیا اس میں بلا خوف اور بارش کے ہے۔ سواب یہ بات نہیں رہی کہ وہ جمع کرنا خوف یا سفر یا بارش کے سبب سے ہو، ہو چکی عبارت اس کی۔

اور امام نوویؒ نے کہا ہے کہ اور بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ اس روز آسمان پر بادل تھے۔ سو ظہر کی نماز پڑھی، اتنے میں بادل چھٹ گئے اور معلوم ہوا کہ عصر کا وقت آ گیا، سو اسے بھی پڑھ لیا۔ اور یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر ظہر اور عصر میں شبہ ہو سکتا تھا تو مغرب اور عشاء میں تو نہیں ہو سکتا۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس پر یہ کہا ہے کہ اس کی بنا تو اس پر ہے کہ مغرب کا وقت ایک ہے اور اس قائل کے نزدیک مغرب کا وقت عشاء تک ہے تو وہ شبہ اپنے حال پر رہا۔

اور امام نوویؒ نے کہا ہے کہ بعض نے یہ سمجھا ہے کہ آخر وقت میں ایک نماز پڑھی، اتنے میں دوسری نماز کا وقت آ گیا تو وہ بھی پڑھ لی تو صورت جمع ہوئی۔ اور یہ بھی ضعیف ہے یا باطل ہے کیونکہ ظاہر کا ایسا مخالف ہے جس کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا۔ اور ابن عباسؓ کا وہ فعل خطبہ کے وقت جسے ہم ذکر کر چکے اور حجت پکڑنا ان کا حدیث سے اپنے فعل کی تصدیق میں اور تصدیق کرنا ابو ہریرہؓ کا اسے، اور انکار نہ کرنا اس پر، یہ اس تاویل کے رد میں واضح ہے۔

میں کہتا ہوں یہ وہ ذکر ہے جو عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے خطبہ پڑھا ایک دن جب سورج ڈوب گیا اور تارے نکل آئے اور لوگ نماز نماز چلا رہے تھے تو ایک آدمی نے بنی تمیم میں سے جب یہ کہا تو ابن عباسؓ نے کہا، کیا تو مجھے سنت سکھاتا ہے؟ میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا ہے کہ ظہر اور عصر جمع کی اور مغرب اور عشاء۔

عبداللہ بن شقیقؒ نے کہا کہ یہ بات سن کر میں ابو ہریرہؓ کے پاس آیا اور ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ روایت کی یہ مسلم نے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی میں کہا کہ اس میں یہ دلالت نہیں کہ نماز ابن عباسؓ کی شفق کے ڈوبنے کے بعد تھی۔ اور کہا حافظ ابن حجرؒ نے جس کو نوویؒ نے ضعیف کہا ہے، اس کو قرطبیؒ نے مستحسن بتایا ہے۔ اور پہلے اس سے امام الحرمین ترجیح دے چکے ہیں۔ اور متقدمین میں ابن ماجشون اور طحاوی نے اس کا یقین کیا ہے، اور تقویت دی اس کو ابن سید الناسؒ نے یوں کہ حدیث کے راوی ابوشعشاء نے شیخین کی روایت میں کہ جو ابن عیینہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے، اس کو مانا ہے۔ چنانچہ اس میں راوی سے ہے کہ میں نے ابوشعشاء سے پوچھا کہ مجھے یوں گمان پڑتا ہے کہ ظہر کی تاخیر کی اور عصر کی جلدی اور مغرب کی تاخیر کی اور عشاء کی جلدی۔ تو اس نے کہا میرا بھی یہی گمان ہے۔ کہا ابن سید الناسؒ نے کہ راوی حدیث کا مراد حدیث خوب جانتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابوشعشاء نے اس پر یقین کامل نہیں کیا کیونکہ کلام کرنا اس کا ایوب سے اور یہ تجویز اس کی کہ جمع بارش کے سبب تھی اوپر گذر چکا، لیکن واسطے جمع صوری کے قوت کی وجہ یہ ہے کہ سارے اسباب کی حدیثوں میں طریقہ جمع کا کہیں مذکور نہیں۔ سو اب اگر ظاہر پر حدیثوں کو رکھا جاوے تو ضرور نماز کا اپنے وقت معین سے بغیر عذر کے نکالنا لازم آوے گا۔ اور حدیثوں کو ایک طریقہ خاص ایسے پر محمول کرنا چاہیے کہ وقت سے نکالنا نہ لازم آوے اور احایث متفرقہ میں یوں موافقت نکالی جاوے تو وہ اولی ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

اور کہا نوویؒ نے کہ بعض نے یوں کہا ہے کہ یہ عذر مرض پر محمول ہے یا اور کوئی ایسا عذر جو بیماری کے قائم مقام ہو۔ اور یہ امام احمد بن حنبلؒ اور قاضی حسینؒ کا شافعیوں میں سے مقولہ ہے اور پسند کیا ہے اس کو خطابی اور متولی اور رویانی نے ہمارے ساتھیوں میں سے اور یہی پسندیدہ ہے ظاہر حدیث کے ڈھنگ سر بٹھانے میں بسبب فعل ابن عباس کے اور اس پر موافقت کرنی حضرت ابو ہریرہؓ کی اور اس میں بہ نسبت بارش کے تکلیف بھی زیادہ ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔

اور اس پر حافظ ابن حجرؒ نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اس عذر سے یہ نماز پڑھتے تو ان کے ساتھ فقط معذور ہی پڑھتے۔ حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عام صحابہ کے زمرہ میں یہ نماز پڑھی۔ چنانچہ ابن عباسؓ نے ایک روایت میں کھول کر کہا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے ساتھ عام صحابہ نے آپ ﷺ کی اقتداء کی بزرگی کے لئے وہ نماز پڑھی ہو تو ان کو جمع آنحضرت ﷺ کے اتباع میں مباح ہوگئی، اگرچہ مباح نہ تھی۔

اور کہا نوویؒ نے ایک جماعت اماموں کی اس طرف گئی ہے کہ جو عادت نہ بنالے اس کو حالت اقامت میں ضرورت کے وقت جمع کرنا جائز ہے۔ اور یہ مقولہ ابن سیرین اور اشہب کا مالکیوں میں سے ہے۔ اور ذکر کیا خطابی نے قفال شاشی کبیر شافعی سے بواسطہ ابواسحاق مروزی کے ایک گروہ اہل حدیث سے اور پسند کیا ہے اس کو ابن منذر نے اور تائید کرتی ہے اس کی ابن عباسؓ کی یہ بات کہ آپ نے امت کی تنگی رفع کرنے کے لئے یہ کیا کیونکہ بیماری وغیرہ کو سبب نہ ٹھہرایا۔

اور اسی طرح کہا ہے ابن حجرؒ نے اور بعد ابن سیرین کے ربیعہ کا نام بڑھا دیا ہے۔

پھر اگر تو کہے کہ اس تاویل کو ترمذی کی وہ روایت رد کرتی ہے جو ابن عباسؓ سے مرفوع آئی ہے کہ جس کسی نے بلا عذر نمازوں کو جمع کیا تو کبیرہ گناہ کیا۔ تو ہم جواب دیں گے کہ یہ روایت حجت کے لائق نہیں۔ اس میں حنش یعنی حسین بن قیس راوی سست اور ضعیف ہے بلکہ اس کی روایت متروک ہے، بلکہ بعض نے اسے جھوٹا کہا ہے، کہا شیخ سلام اللہ محدث نے حسین بن قیس روایت کا سست ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے کہا کہ حاکمؒ نے اس کی استدراک میں غفلت کی ہے۔ کہا ترمذی نے کہ حنش ان لوگوں کے نزدیک ضعیف ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا کہ وہ متروک ہے اور نورالدین علیؒ نے مختصر تنزیہہ الشریعہ میں کہا ہے کہ حسین بن قیس بڑا جھوٹا ہے، کہا حافظ سیوطیؒ نے وجیز میں کہ حسین ابن قیس کو امام احمد نے جھوٹا بتایا ہے اور کہا قاضی محمد بن علی شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں کہ حسین بن قیس کو امام احمدؒ نے جھوٹا بتایا ہے، لوگوں نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حاکمؒ نے روایت کر کے کہا ہے کہ حسین ثقہ ہے اور اس پر منذری نے اعتراض کیا ہے کہ سوائے حسین بن مغیرہ کے اور کسی نے اس کو ثقہ نہیں بتایا۔ یوں ہی ذکر کیا ہے نورالدین علی نے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر ہم حسین کا ثقہ ہونا حاکم وغیرہ کے قول پر مان بھی لیں تب بھی تعدیل اس جرح کی معارض نہیں پڑا کرتی کہ مع سبب کے ہو۔ جیسے کہ جھوٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حسین کی جرح ہے۔ جب تک تعدیل والہ اس سبب کو نہ اٹھاوے۔ چنانچہ مسلّم الثبوت اور شرح نخبہ اور حاشیہ علوی سے منقول ہو چکا۔ اور یہ تجھے معلوم ہے کہ حاکم وغیرہ نے سبب جرح کی نفی نہیں کی حسین کے باب میں کہ وہ سبب جھوٹ تھا۔ نیز یہ کہ ذہبی نے، جو نقد الرجال میں ماہر ہے، کہا ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ حاکم کی صحت پر دھوکہ کھاوے جب تک کہ میری باتوں پر نظر نہ ڈال لیوے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے بستان المحدثین میں یہ ذکر کیا ہے۔)

☆ باعث ثالث۔ مؤلف کا عذر اول پر تیسرا باعث یہ ہے کہ

احادیث شیخین کی انسؓ سے، یعنی جو ہم نے جمع تاخیر میں نقل کی ہیں، وہ بھی جمع صوری ہی پر دلالت کرتی ہیں بایں طور کہ الی ان میں واسطے انتہاء ظہر کے جو مفعول ہے متعلق الی کا ہے۔ اور ضمیر بینھما کی طرف دونوں وقتوں کی راجع ہے نہ طرف دو نمازوں کے۔ اور حین یغیب الشّفق متعلق ہے یجمع کے فقط بلحاظ عشاء کے۔

☆ جواب اس خرافات کا ان احادیث کے ذیل میں گذر چکا جو مقام جمع تاخیر میں منقول ہیں۔۔ وہاں پر دیکھو۔

☆ باعث رابع۔ مؤلف کا عذر اول پر یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے صفیہ بنت ابی عبید کی عیادت کے سفر میں عصر اور ظہر مابین وقت دونوں نمازوں کے اتر کر اول ظہر پڑھی پھر عصر اور ایسا ہی مغرب اور عشاء۔ اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ مغرب قبل غیوب شفق کے پڑھی اور عشاء بعد اس کے جیسا کہ روایت ہے عبداللہ بن واقد اور نافع سے:

ان مؤذن ابن عمر قال الصّلوۃ قال سر سر حتّی اذا کان قبل غیوب الشّفق نزل فصلّی المغرب ثم انتظر حتی غاب الشفق فصلّی العشاء ثم قال ان رسول اللّٰہ ﷺ کان اذا عجّل به امر صنع مثل الذی صنعت فسار فی ذالک الیوم و اللیلة مسیرة ثلاث (ابو داؤد: ۱۲۱۲)

رواہ عن ابن جابر ایضاً و قال ابو داؤد رواہ عبد اللّٰہ بن العلاء عن نافع قال حتی اذا کان عند ذھاب الشفق نزل فجمع بینھما۔ (ابو داؤد: ۱۲۱۳)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(حضرت ابن عمرؓ کے مؤذن نے کہا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے۔ انہوں نے جواباً کہا ابھی اور چلے چلو۔ یہاں تک کہ جب شفق غروب ہونے کو تھی تو اتر کر مغرب پڑھی۔ اور غروب شفق کا انتظار کیا۔ پھر غروب شفق کے بعد عشاء پڑھی۔ پھر کہا آنحضرت ﷺ کو جب کسی امر میں جلدی ہوتی تھی تو ایسا کیا کرتے تھے جیسے میں نے کیا۔ اور اس رات دن میں تین منزل گئے۔ روایت کی ابوداؤد نے اور روایت کی ابن جابر سے بھی اور کہا ابوداؤد نے کہ عبداللہ بن علاء نے نافع سے روایت کر کے کہا ہے کہ جب شفق غروب ہونے لگی تو اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں)۔

اقول۔

روایة ابی داؤد عن ابن جابر و قوله رواه عبد اللّٰه بن العلاء عن نافع تعلیقا ن۔ و التّعلیق لا یکو ن حجّة۔ فیبقی علینا الجواب عن الروایة الاولی الموصولة۔

اور روایت ہے حضرت نافعؒ سے، کہا

خرجت مع عبد اللّٰه بن عمر، و هو یرید ارضا له فقال نزلنا منزلنا فاتاه رجل فقال ان صفیة بنت ابی عبید لما بها فلا اظن ان تدرکها۔ فخرج مسرعاً و معه رجل من قریش فسرنا حتی اذا غابت الشّمس لم یصل الصّلوة و کان عهدی بصاحبی و هو محافظ علی الصّلوة فلما ابطأ قلت الصّلوة یرحمکم اللّٰه فما التفت الیّ و مضی کما هو حتّی کان فی آخر الشّفق فنزل فصلّی المغرب ثمّ اقیم العشاء و قد توارت الشفق فصلّی بنا ثم اقبل علینا فقال کان رسول اللّٰه ﷺ اذا عجّل به امر یصنع هکذا۔ رواه الطحاوی و النسائی۔

(نسائی: ۵۹۵)۔ (میں عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ تھا اور وہ اپنے کھیت پر جاتے تھے کہ ایک آدمی نے آ کر کہا کہ صفیہ بنت ابی عبید بیمار ہے، مجھے نہیں گمان کہ تم اسے دیکھ سکو۔ تو وہ جلدی چل دیئے اور ان کے ساتھ ایک شخص قریش میں سے تھا۔ تو ہم چلے یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی حالانکہ وہ بڑے پابند نماز تھے۔ جب دیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوئی تو میں نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے نماز کا وقت آ گیا۔ انہوں نے نہ سنا اور چلتے گئے یہاں تک کہ جب شفق چھپنے لگی تو اتر کر مغرب پڑھی ۔ پھر عشاء پڑھی رات پڑے۔ پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو جب کوئی جلدی کا امر ہوتا تو یونہی کیا کرتے تھے)۔

اور روایت ہے عطافؒ سے کہ وہ روایت کرتے ہیں نافعؒ سے کہ کہا:

اقبلنا مع ابن عمر حتی اذا کنّا ببعض الطّریق استصر خ علی صفیة زو جة بنت ابی عبید فراح مسر عا حتی غا بت الشمس فنودی با لصلوة فلم ینز ل حتّی اذا امسی فظنّ انّه نسی۔ فقلت الصّلوة۔ فسکت حتّی اذا کا د الشّفق ان یّغیب نزل فصلّی المغر ب و غا ب الشّفق فصلّی العشاء و قا ل ھکذا کنّا نفعل مع رسول اللّه ﷺ اذا جد به السّیر ۔ رواه الطحاوی

(ابن عمرؓ کے ساتھ ہم گئے ایک رستہ میں ۔ان کی اہلیہ صفیہ بنت ابی عبید کی بیماری کی خبر آئی، تو وہ جلدی سے چل نکلے ۔ جب سورج ڈوب گیا تو نماز کے لئے کسی نے کہا تو وہ اترے نہیں۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ لوگوں نے گمان کیا کہ نماز بھول گئے تو میں نے نماز کو کہا۔ تو چپ ہو رہے یہاں تک کہ شفق غروب کے قریب پہنچی تو اترے اور مغرب پڑھی اور جب شفق غروب ہو گئی تو عشاء پڑھی اور کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ یوں ہی کیا کرتے تھے جب آپ کو سفر پیش آتا جلدی کا)۔

اور روایت ہے کثیر سے کہ پوچھا ہم نے سالم بن عبداللہؒ سے:

ھل کا ن عبد اللّه یجمع بین شیء من صلوته فی سفره فذ کر ان صفیة بنت ابی عبید کا نت تحته فکتبت الیه و ھو فی زراعة له انی فی آ خر یو م من ایّا م الدّ نیا و اوّل یو م من ایّام الآ خرة فر کب فسر ع السّیر حتی اذا حا نت صلوة الظّھر قا ل له المؤ ذ ن الصّلوة یا ابا عبد الر حمن۔ فلم یلتفت حتی اذا کان بین الصلوتین نز ل فقا ل اقم فا ذا سلمت فا قم فصلّی ثمّ رکب حتّی اذا غا بت الشّمس قا ل له المؤ ذ ن الصّلوة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فقال كفعلک فی صلوة الظّهر و العصر ثمّ سار حتّی اذا اشتبکت النّجو م نز ل ثمّ قا ل للمؤذن اقم فصلی ثم انصرف فا لتفت الینا فقا ل قا ل رسول اللّه ﷺ اذا حضر احد کم ا لا مر الّذی یخا ف فوته فلیصل هذه الصلوة۔

(نسائی: ۵۹۷)۔ (کیا عبداللہ بن عمرؓ نماز جمع کیا کرتے تھے سفر میں۔ تو انہوں نے ذکر کیا کہ صفیہ بنت ابی عبید نے جو ان کی اہلیہ تھیں، انہیں لکھا جب کہ وہ اپنی کھیتی پر تھے کہ میرا وقت اخیر ہے۔ سو وہ جلدی چل نکلے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو مؤذن نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن نماز کا وقت آ گیا۔ انہوں نے نہ سنا۔ اور جب دو نمازوں کے بیچ کا وقت ہوا تو اتر کر کہا کہ تکبیر کہو۔ جب سلام پھیروں میں تو پھر تکبیر کہہ، پھر نماز پڑھی اور سوار ہو گئے جب سورج ڈوب گیا تو مؤذن نے پھر کہا انہوں نے کہا مثل ظہر عصر کے کریں گے اور چلتے گئے۔ جب تارے نکل آئے تو اتر کر مؤذن سے کہا کہ تکبیر کہہ جب سلام پھیروں تو پھر تکبیر کہہ۔ پھر نماز پڑھی پھر متوجہ ہو کر کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تمہیں کوئی ایسا کام پیش آوے کہ تم اس کے ہاتھ سے جاتے رہنے کا خوف کرو تو اس طرح نماز پڑھا کرو)۔

اور روایت ہے حضرت نافعؒ سے کہ کہا:

اقبلنا مع ابن عمر فلمّا کا نت تلک ا للیلة سار حتّی امسینا فظننا انّه نسی الصّلوة فقلنا له الصّلوة فسکت و سار حتی کا د الشّفق ان یّغیب ثمّ نز ل فصلّی و غا ب الشّفق فصلّی العشاء ثم اقبل علینا فقا ل هکذا کنّا نصنع مع رسول اللّه ﷺ اذا جد به السّیر۔ (نسائی: ۶۰۰)۔

(نکلے ہم ابن عمرؓ کے ساتھ۔ جب شام ہوئی تو ہم نے جانا کہ وہ نماز بھول گئے تو ہم نے ان کو کہا کہ نماز کا وقت آ گیا۔ وہ چپ ہو رہے اور چلتے گئے یہاں تک کہ شفق غروب ہونے لگی تو اتر کر نماز پڑھی اور جب شفق ڈوب گئی تو عشاء پڑھی پھر ہم سے متوجہ ہو کر کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ یوں ہی کیا کرتے تھے)

پس یہ حدیثیں دلالت کرتی ہیں اس پر کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ابن عمرؓ نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ جمع کرنا ان کا بعد خروج وقت پہلی نماز کے اور بعد غیبوبۃ شفق کے بعد ہوا ہے۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم اور ترمذی سے اور دو روایت ابوداؤد سے اور ایک روایت نسائی سے اور ایک روایت مؤطا امام محمد سے گذر چکا۔ اور یہ روایات جو مؤلف کی طرف سے اوپر نقل ہوئی ہیں جن سے جمع صوری کرنی ابن عمرؓ کی واضح ہوتی ہے یہ سب واہیات اور مردود اور شاذ اور مناکیر ہیں۔ پس تفصیل وار ایک ایک کھوٹ سنتے جاؤ۔

☆ روایت اول ابوداؤد کی جس میں قبل غیوب الشفق واقع ہے، اس لئے منکر ہے کہ مخالف ہے صحاح کے، اور خود ضعیف ہے، کیونکہ ایک راوی اس کا محمد بن فضیل بن غزوان ہے، اور یہ مجروح ہے کہ نسبت کیا گیا طرف رفض کے اور مقلب الاحادیث ہے اور حدیث موقوف کو مرفوع کر دیا کرتا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا ہے:

محمد بن فضيل بن غزوا ن بفتح المعجمه و سكون الزاء الضبى مولاهم ابو عبد الرحمن الكوفى صدوق رمى با لتشيع ۔ (محمد بن فضیل بن غزوان صدوق ہے۔ لوگوں نے شیعہ کہا ہے)

اور نورالدین علی نے مختصر تنزيه الشريعة میں کہا ہے:

محمد ابن غزوا ن يقلب ا لا خبار و يرفع الموقوف

(محمد بن غزوان حدیثوں کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور موقوف کو مرفوع کر ڈالتا تھا)۔

☆ اسی طرح دوسری روایت جس میں لفظ آخر الشّفق کا واقع ہے اور اس کو طحاوی اور نسائی نے روایت کیا ہے، وہ بھی منکر ہے۔ اس لئے کہ اس کی طحاوی والی اسناد میں بشر بن بکر ہے اور وہ غریب الحدیث ہے۔ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف، قا له الحافظ فى التقريب۔ اور اس کی نسائی والی اسناد میں ولید بن قاسم ہے اور روایت میں اس سے خطا واقع ہوتی تھی۔

کہا تقریب میں الوليد بن القا سم بن الو ليد الهمدا نى الكو فى صدوق و يخطى (ولید بن قاسم بن ولید ہمدانی کوفی صدوق ہے۔ بھول جاتا تھا)

☆ اسی طرح روایت تیسری طحاوی کی جس میں كاد الشّمس دال سے واقع ہے،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وہ بھی منکر ہے کیونکہ اس میں عطّاف ہے اور وہ وہمی ہے۔ کہا تقریب میں:

عطّاف بتشديد الطاء بن خا لد بن عبد اللّٰه بن العاص المخزومی ابو صفدا ن المد نی صدوق يهم (عطاف طاء کی تشدید کے ساتھ بن خالد بن عبداللہ بن العاص مخزومی ابوصفوان مدنی صدوق ہے۔ وہمی تھا)

اور یہی راوی عطاف ہے پانچویں روایت کا جس میں کاد دال سے وارد ہے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ پس اس جگہ سے منکر ہونا اس روایت نسائی کا بھی معلوم ہو گیا۔

☆ اب رہی چوتھی روایت سو وہ شاذ ہے اس لئے کہ اس میں یہ کہا ہے کہ ابن عمرؓ نے اس رات میں مغرب اور عشاء کو بھی مثل ظہر اور عصر کے بین الوقتین پڑھا، حالانکہ یہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرھما کے اور وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب موافقت اور نسخ نہ بن سکے۔ کہا حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں:

اما الصّحيحان فقد اتّفق المحدّ ثو ن على ان جميع ما فيهما من المتّصل المر فوع صحيح با لقطع و انّهما متوا تر ان الى مصنفيهما و انّه كل من يهو ن امر هما فهو مبتد ع غير سبيل المؤ منين و ان شئت الحقّ المصرا ح فقسهما بكتا ب ابن ابى شيبة و كتا ب الطحاوى و مسند الخوارز مى و غير هما تجد بينها و بينهما بعد المشر قين (صحیحین پر محدثین کا اتفاق ہے کہ جو حدیثیں ان میں متصل مرفوع ہیں، یقینی صحیح ہیں۔ اور اپنے مصنف تک یہ دونوں کتابیں متواتر پہنچی ہیں۔ اور جو اس میں کلام کرے وہ بدعتی گمراہ ہے۔ اور اگر تجھے حق خالص درکار ہے تو کتاب ابن ابی شیبہ اور طحاوی کی کتاب اور مسند خوارزمی وغیرہ ٹٹول تاکہ تجھے مشرق مغرب کا فرق معلوم ہو جاوے صحیحین اور غیر میں)۔

اور واضح ہو کہ شاہ ولی اللہؒ نے کتب احادیث کے طبقات ٹھہرائے ہیں۔ پس طبقہ اولی میں صحیحین اور مؤطا کو رکھا ہے اور جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد اور مجتبی نسائی اور مسند احمد کو طبقہ ثانیہ میں رکھا ہے۔ اور مصنف عبدالرزاق اور مسند ابی یعلی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبد بن حمید اور طیالسی اور کتب بیہقی اور کتب طحاوی اور طبرانی کو طبقہ ثالثہ میں (جس میں سب اقسام کی حدیثیں یعنی صحیح اور حسن اور غریب اور معروف اور شاذ اور منکر اور مقلوب موجود ہیں)،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرایا ہے۔ اور کتاب الضعفاء لابن حبان اور کامل بن عدی اور کتب خطیب اور جوزقانی اور ابن عساکر اور ابن نجار اور دیلمی اور مسند خوارزمی کو طبقہ رابعہ میں (جس میں بہت خلط ملط ہے اور صحاح اور ضعاف اور منکرات اور موضوعات کی کھچڑی پک رہی ہے) شمار کیا ہے۔ پس ہم نے خلاصہ ان کے کلام کا جو حجۃ اللہ البالغہ میں فرما گئے ہیں، بیان کردیا ہے اور طالب تفصیل اور دلیل کو چاہیے کہ کتاب مستطاب حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ سے مشرف ہو، تاکہ صحیحین کی قدر معلوم ہو، اور واضح ہو جائے کہ یہ طبقہ اولی میں ہیں اور مقدم ہیں باقی سب کتب پر اور احادیث طحاوی وغیرہ کی جن کو جناب مؤلف بمقابل صحیحین کے متمسک ٹھہراتے ہیں قلعی کھل جاوے گی۔

اور کہا شرح نخبہ میں:

و من ثمه ای من هذه الجهة و هی ار جحية شر طا البخاری علی غیره قدم صحیح البخاری علی غیره من الکتب المصنفة ثمّ صحیح مسلم لمشا ر کته للبخاری فی اتّفاق العلماء علی تلقی کتا به با لقبول ایضاً ثمّ یقدم فی الارجحیة من حد یث ا لا صحیة ما وافقه شر طهما

(اور اسی جہت سے غالب ہونا شرط بخاری کا ہے غیر پر۔ مقدم رکھی گئی ہے بخاری دیگر کتابوں پر پھر صحیح مسلم بسبب شریک ہونے اس کے بخاری کے ساتھ علماء کے قبول میں۔ پھر وہ مقدم ہے جو ان کی شرطوں کے موافق ہو)

اور یہ قاعدہ ہے کہ جو ضعیف حدیث، مقابل صحیح کے ہو، وہ منکر ہوتی ہے۔ اور جو حدیث مقابل ارجح کے ہو، وہ شاذ کہلاتی ہے کما مرّ عن شرح النّخبه۔ پس مؤلف کی تمام حدیثیں مردود ہوگئیں۔ ان میں سے چوتھی شاذ اور باقی تمام منکر۔

تنبیہ۔ ایک حدیث حضرت طحاوی کی اور ہے جس میں لفظ عند کا واقع ہے۔ اور مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے شب مذکور میں نزدیک غائب ہونے شفق کے مغرب پڑھی تھی۔ یعنی نہ بعد اس کے۔ سو اگرچہ اس کو جناب نے مؤلف نے نقل نہیں کیا لیکن پھر بھی اس کی خدمت گذاری چاہیے۔

تو واضح ہو کہ وہ حدیث بھی واہی اور منکر ہے۔ اس لئے کہ دو راوی اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مجروح ہیں۔ ایک یحی بن عبد الحمید حمانی، کہ یہ شخص چور تھا احادیث کا اور جھوٹا تھا۔ کہا تقریب التہذیب میں:

یحی بن عبد الحمید بن عبد الرحمن بشھین بفتح الموحدۃ و سکون المعجمۃ الحانی بکسر المھملہ و تشدید المیم الکوفی حافظ الا انّھم اتّھموا بسرقہ الحدیث (یحی بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کوفی حافظ ہے مگر علماء نے حدیث کی چوری کا اسے دھبہ لگایا ہے)۔

اور کہا نورالدین علیؒ نے مختصر تنزیہ الشریعہ میں:

یحی بن عبد الحمید کان یکذب و یسرق۔

(یحی بن عبدالحمید جھوٹ بولتا تھا اور حدیث چراتا تھا)

اور ایک اسامہ بن زید بن اسلم، کہ یہ شخص ضعیف تھا بسبب حافظہ نہ ہونے کے۔ کہا تقریب میں:

اسامہ بن زید بن اسلم العدوی مولاھم المدنی ضعیف من قبل حفظہ۔ (اسامہ بن زید العدوی ضعیف ہے حفظ کی جانب سے)

پس باطل ہوئیں سب روایات متمسکات کی جمع صوری والوں کی جن سے یہ ثابت کرتے تھے کہ حضرت ابن عمرؓ نے شب مذکور میں قبل غائب ہونے شفق کے مغرب پڑھی تھی اور عشاء بعد اس کے، اور جمع صوری کی تھی، اور باقی رہا ثبوت ہمارا اس بات کو کہ ابن عمرؓ نے مغرب بعد غائب ہونے شفق کے پڑھی تھی اور جمع حقیقی کی تھی۔ فللّٰہ الحمد

☆ باعث خامس۔ مؤلف کا عذر اول پر یہ ہے کہ روایت ہے عمرؓ بن الخطاب سے انّہ کتب فی الآفاق ینھاھم ان یّجمعوا بین الصّلوتین و یخبرھم انّ الجمع بین الصّلوتین فی وقت واحد کبیرۃ من الکبائر۔ رواہ الامام محمد فی مؤطا۔ (حضرت عمرؓ نے مملکت میں لکھ بھیجا کہ ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا گناہ کبیرہ ہے)۔

اس نامہ سے معلوم ہوا کہ جمع بین الصلوتین ایک وقت میں بڑا گناہ ہے۔ اور اس نامہ پر کسی صحابی کا انکار نہیں پایا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک جمع کرنا آنحضرت ﷺ کا دو نمازوں کو بطور جمع صوری کے ہوگا جیسا کہ دلالت کرتی ہے اس پر روایت طبرانی کی:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انّ النّبیّ ﷺ کا ن یجمع بین المغر ب و العشاء و یؤ خر هذه فی آ خر وقتها و یعجل هذه فی اوّل وقتها

(آنحضرت ﷺ مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے ایک کو آخر وقت تک تاخیر کر کے دوسری کو جلدی اول وقت میں پڑھ لیتے تھے)۔

پس جواب اس کا یہ ہے کہ جمع صوری کی جیسے تحقیق ہوئی تم معلوم کر چکے ہو۔ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ منع کرنا عمرؓ کا جمع بین الصلوتین سے حالت اقامت میں بلا عذر تھا۔ جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدھم کا اوپر عدم جواز جمع بلا عذر کے۔

اب رہی حدیث طبرانی کی جس سے صوری نکلتی ہے۔ سو جواب اس کے دو ہیں:

اول یہ کہ اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے، یا پیش کرنے سند کے، کیوں کر تسلیم کی جاوے۔ یہ کتاب اس طبقہ کی ہے جس میں سب اقسام کی حدیثیں، صحیح اور سقیم، مختلط ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کیا گیا۔

دوسرا یہ کہ فرض کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے، لیکن اس میں سفر کا کیا ذکر ہے تو کہ کہو کہ سفر کے جمع کی کیفیت بیان کی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ اس میں کیفیت اس جمع کی بیان ہوئی ہے جو حالت قیام میں بلا عذر آنحضرت ﷺ نے جمع کی تھی۔ جیسا کہ روایت میں ابن عباسؓ کی جو نسائیؒ نے روایت کی ہے (اور جناب مؤلف کے باعث ثانی کے ضمن میں نقل ہو چکی ہے) تصریح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حالت قیام میں مقام مدینہ میں ایسی جمع صوری کی تھی۔ پس اس پر جمع سفری کو کس طرح قیاس کیا جاوے۔ فتد بر

تنبیہ۔ دو حدیثیں اور ہیں کہ وہ جمع صوری پر دلالت کرتی ہیں اور ان کو جناب مؤلف نے نقل نہیں کیا پس ان کو نقل کر کے ان کا جواب بھی دینا چاہیے۔

ایک حدیث یہ جو روایت کی ہے ابوداؤدؒ نے عثمان بن شیبہ اور ابن المثنی سے کہ وہ روایت کرتے ہیں ابواسامہ سے اور وہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن عمر بن علی سے اور وہ محمد روایت کرتے ہیں اپنے دادا علیؓ بن ابی طالب سے:

انّ علیاً کا ن اذا سا فر سار بعد ما تغر ب الشّمس حتّی تکاد ان تظلم ثمّ ینزل فیصلّی المغر ب ثمّ ید عوا بعشا ئه فیتعشی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثمّ یصلی العشاء ثمّ یرتحل و یقول ھکذا کان رسول اللّٰہ یصنع (حضرت علیؓ جب سفر کرتے تھے، چلتے جاتے۔ جب سورج ڈوب جاتا اور اندھیرا قریب ہوتا، اتر کر مغرب پڑھتے اور کھانا کھا کر عشاء پڑھتے، پھر سوار ہو جاتے۔ اور کہتے تھے کہ ایسے ہی آنحضرت ﷺ کرتے تھے)

پس جواب اس کا یہ ہے کہ محمد بن عمر بن علی کو اپنے دادا سے ملاقات نہیں۔ تو یہ روایت محمد کی ان سے مرسل ہوئی جیسا کہ کہا تقریب التہذیب میں:

محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب صدوق من السادسہ و روایتہ عن جدہ مرسلۃ (محمد بن عمر بن علیؓ بن ابی طالب صدوق چھٹے طبقہ میں ہے اور روایت اس کی اپنے دادا سے مرسل ہے)۔

اور کہا مقدمہ کتاب میں:

السّادسۃ طبقۃ عاصروا الخامسۃ لکن لم یثبت لھم لقاء احد من الصّحابۃ کابن جریج (چھٹا طبقہ وہ ہے جو پانچویں کے ہم زمانہ ہوئے ہیں لیکن انہیں ملاقات کسی صحابی کی نہیں ہے جیسے کہ ابن جریج)

اور روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہاء اور جمہور محدثین کے۔ جیسا کہ کہا امام نوویؒ نے مقدمہ شرح مسلم میں:

ثمّ مذھب الشّافعی و المحدّثین او جمھورھم و جماعۃ مّن الفقھاء انہ لا یحتج بالمرسل۔ انتھی مختصراً (پھر مذہب شافعی اور محدثین کے گروہ اور ایک جماعت فقہاء کا یہ ہے کہ حدیث مرسل حجت نہیں)

☆ اور دوسری روایت یہ ہے کہ روایت کی ہے طحاویؒ نے حضرت عائشہؓ سے:

قالت کان رسول اللّٰہ ﷺ یؤخر الظّھر و یقدم العصر و یؤخر المغرب و یقدم العشاء۔

(حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ تاخیر کرتے تھے ظہر میں اور مقدم کرتے عصر کو اور تاخیر کرتے مغرب میں اور مقدم کرتے عشاء کو)

پس جواب اس کا یہ ہے کہ ایک راوی اس کا مغیرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ شخص مجروح ہے کہ وہمی تھا۔ قالہ الحافظ فی التقریب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس الحمد للہ عذر اول سے مؤلف کے کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری کیا کرتے تھے بوجہ احسن جواب ہو گیا۔ اور جتنی روایتیں حنفیہ کی دلائل جمع صوری کی تھیں سب کا ضعف ظاہر ہو گیا اور ثابت ہوا کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت ﷺ جمع صوری سفر میں کیا کرتے تھے۔

اب سنو کہ یہ جمع صوری سفر میں جیسی کہ از راہ نقل کے باطل ہے اور بے اصل ہے از راہ عقل کے بھی واہی ہے۔ اس لئے کہ جمع بین الصلوتین رخصت ہے بحق مسافرین کے یعنی اپنے اپنے وقتوں میں نماز پڑھنی سفر میں شاق ہوتی ہے اس واسطے شارع نے ترحم سے اجازت جمع کی دے دی۔ پس اگر تم کہو کہ مراد جمع سے سفر میں جمع صوری ہے تو یہ جمع رخصت نہ رہی بلکہ اور مصیبت ہو گئی۔ اس واسطے کہ آخر جز اول نماز کا اور اول جزء دوسری نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن، چہ جائے عوام مصلین جامعین بین الصلوتین۔ تو جمع صوری اکثر لوگوں کو مشکل اور شاق ہوئی بہ نسبت ادا نمازوں کے اپنی اوقات میں کیونکہ وقت تو ایک طرف طویل ہوتا پس جس وقت چاہا اور فرصت ملی اول وقت یا اوسط یا آخر نماز پڑھ لی اور مصیبت سے تحری اور آخر اور اوائل اوقات کے بچے رہے۔

ایسا ہی کہا ابن عبدالبرؒ اور خطابیؒ نے جیسا کہ کہا سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں:

و حمله الحنفية على الجمع الصورى بان صلى الظهر فى آخر وقتها و العصر فى اول وقتها ورده ابن عبد البر و الخطابى وغيرهما با ن الجمع رخصة فلو كا ن صوريا لكا ن اعظم ضيقاً من ا لا يتا ن بكل صلوةفى وقتها لان اوا ئل الاوقات و اوا خرها مما لا يدركه اكثر الخا صة فضلاً عن العامة و صريح ا لا خبار ان الجمع فى وقت احدى الصلوتين۔ انتهى۔

و التعقيب بان معرفة اول الوقت و آخره يحصل بحسب الظن و التخمين خصو صاً فى صورة كثرة القافلة و حضور الناس الذين لهم مهارة فى معرفة الوقت ليس بشىء لا ن تخمين اوائل الاوقات و الظن من خوا ص الخا صة و الرخصة

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لعا مة المصلين المسا فرين و منهم بل اكثر هم لا رأى له و لا تخمين و كذاكثرة القا فلة لا تو جد مع كل من يسا فر بل كثير من الناس المسا فرين من لا ثا نى معه فا لحق ان الجمع الصورى ليس بر خصة و الجمع الذى هو ر خصة ليس بصورى ، انتهى

(اورمحمول کیا احناف نے اس کو جمع صوری پر اس طرح پر کہ ظہر کو آخر وقت میں پڑھا اور عصر کو اول وقت میں ۔ اور رد کیا ہے اسے ابن عبدالبرؒ اور خطابیؒ وغیرہ نے اس طرح کہ جمع کرنا نماز کا رخصت ہے، پھر اگر صوری ہو، تو وقت پر نماز پڑھنی بڑی مشکل ہو گی ۔ کیونکہ اول وآخر وقت تو جاننے والے بھی مشکل سے جانتے ہیں، عوام تو جان چکے۔ اور ظاہر حدیثیں یہ ہیں کہ جمع ایک نماز کے وقت میں دو نمازیں ہیں ۔ انتہی

اور یوں کہنا کہ اول اور آخر وقت اٹکل سے معلوم ہوسکتا ہے خصوصاً جہاں آدمیوں کی ایک جماعت ہو تو وہاں صاحب شناخت بھی ہوتے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اول وقت اور آخر میں اٹکل کرنا بڑے صاحب شناخت کے لئے ہے اور رخصت عام نمازیوں اور مسافروں کے لئے ہے ۔ اور بعض ان میں سے بلکہ اکثر ایسے ہیں کہ ان کو کچھ اسباب میں سمجھ اور اٹکل نہیں ۔ اور پھر سارے مسافروں کے ساتھ قافلہ بھی نہیں پائے جاتے بلکہ بہت بے چارے مسافر تو ایسے ہیں کہ ان کو رفیق دوسرا بھی نہیں ملتا، تو ٹھیک یہ بات ٹھہری کہ جمع صوری رخصت نہیں ہوسکتی اور وہ جمع صلوۃ جو رخصت ہے جمع صوری نہیں ہے)

☆ اور ایک عذر مئولف کا یہ ہے کہ

حدیثیں جواز کی ظنی ہیں کہ اخبار احاد ہیں اور توقیت نمازوں کی قطعی ہے

قال اللّٰه تعا لى: انّ الصّلوة كا نت على المئو منين كتا باً موقو تاً ، و حا فظوا على الصّلوا ت و الصّلوة الوسطى .

پس کیوں کر احادیث ظنیہ سے مقتضائے قرآن کو جو قطعی ہے، چھوڑ کر جمع بین الصلوتین کو جائز کہیں ۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہ توقیت ہر مصلی پر اور ہر نماز کی عموم نص سے ثابت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے ۔تصویر اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان آیات سے عموماً ہر نماز کو، ظہر ہو خواہ عصر خواہ مغرب ہو، خواہ عشاء ہو، خواہ فجر، عموماً ہر نمازی پر خواہ مقیم ہو، خواہ مسافر، خواہ مریض، خواہ سالم (صحتمند)، خواہ دریا میں ہو کشتی پر، خواہ خشکی میں، واجب کردی ہے اور شاہد ہے اس عموم پر لفظ الصّلوۃ کا اور المئو منین جو صیغ جمع سے ہے اور معرف باللام اور الفاظ عموم سے ہیں۔ قا ل فی التّو ضیح و غیرہ و منھا ای من الفا ظ العام الجمع معرف با لـلام ۔ (الفاظ عام میں سے وہ جمع ہے جس پر الف لام ہو)

تو ہم کہتے ہیں کہ اس عموم سے مخصوص ہیں مصلی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے جو مسافر ہوں ان احادیث صحاح سے جو جمع بین الصلوتین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتے ہیں اگر چہ اخبار احاد ہیں، کیونکہ تخصیص عام کتاب اللہ کی اخبار احاد سے ہمارے نزدیک درست ہے ۔ اور یہی ہے مذہب جمہور علماء اسلام کا اور آئمہ اربعہ سے بھی منقول ہے۔ اگر چہ بعض مشائخ حنفیہ جیسے مشائخ عراق کا اس میں خلاف ہے ۔ اور متاخرین حنفیہ بھی اس پر جم گئے ہیں ۔کہا تلویح میں:

و عند جمھور العلماء اثبا ت الحکم فی جمیع ما یتنا ولہ من الافراد قطعاً و یقیناً عند مشا ئخ العراق و عا مۃ المتأ خرین و ظنا عند جمھور الفقھاء و المتکلمین و ھو مذ ھب الشا فعی و المختار عند مشا ئخ سمر قند حتی یفید و جو ب العمل دو ن الا عتقاد و یصح تخصیص العا م من الکتا ب بخبر الوا حد و القیاس ۔ (اور جمہور علماء کے نزدیک یہ ہے کہ سب فردوں کو عام شامل ہے یقینی ثبوت حکم کو مشائخ عراق اور عام متاخرین کے نزدیک متضمن ہوتا ہے اور ظنی جمہور فقہاء اور متکلمین کے نزدیک ۔اور وہی مذہب شافعی کا ہے اور مختار مشائخ سمرقند کا بھی یہی ہے۔ تو اب عام وجوب عمل کا مفید ہے اعتقاد کا نہیں ۔ اور صحیح ہے تخصیص قرآن کی خبر واحد اور قیاس کے ساتھ)

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں:

تخصیص عا م الکتا ب بخبر الوا حد جا ئز فی المختصر و بہ قا لت ا لآ ئمۃ ا لا ربعۃ (تخصیص عام کی آیات قرآن میں خبر واحد کے ساتھ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جائز ہے مختصر میں ہے کہ یہی کہا ہے چاروں اماموں نے)

پس جناب مؤلف پر یہی حجت بس ہے کہ عدم جواز اس تخصیص کا خلاف ہے آئمہ اربعہ کے۔ اس لئے کہ جناب کا یہ مذہب ہے کہ جو کچھ مخالف ہو آئمہ اربعہ کے وہ مخالف ہے اجماع کے اور باطل ہے۔ تو مؤلف ہم سے اس تخصیص کے جائز ہونے کی دلیل طلب نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر بھی ہم جواز اس تخصیص کا ثابت کرتے ہیں اور عدم جواز کا جواب دیتے ہیں۔ مگر عربی عبارت میں کیونکہ عوام تو سمجھتے ہی نہیں پھر کیا فائدہ ہندی میں۔ با آنکہ عربی عبارت میں اختصار ہے:

فاعلم انّ لنا دليلين على الجواز :۔

الدّ ليل الاوّل ما قا ل الفا ضل المحقق حبيب اللّه القند هارى فى المغتنم و هو انّ عا م الكتا ب قطعى المتن ظنى الدّ لالة و خا ص الخبر با لعكس فتسا ويا فو جب الجمع فى المسلم تبعا للتحرير يرد عليه مع ابتنا ئه على ظنية العا م ان قطعية الخبر ضعيف لضعف ثبوته لانّ الدّلالة فر ع الثّبوت بخلاف قطعية الكتاب فلا مساواة اقول قوة قطعية دلا لة الخبر بمعنى ان ثبت ثبت مد لو له لا ينا فى ضعف ثبو ته فيجوز فثبت المساواة ۔انتهى ۔

اقول بناء هذا الدّ ليل على ظنية د لا لة العا م من الكتا ب و هو المذ هب ا لمنصور المتّفق عليه الجمهور و وجهه ان كل عا م يحتمل التخصيص و اعتر ض عليه بانّه ان اريد بالاحتمال مطلق ا لا حتما ل يكو ن نا شيا عن الدّ ليل اولا فهو لا يضر قطعية العا م كما ان احتمال الخا ص المجاز بلا دليل و قرينة لا يضر قطعية الخا ص و ان اريد ا لا حتمال النّا شى عن الدّ ليل منعنا و جوده و اجيب عنه بانّ المراد الاحتمال النّا شى عن الدّ ليل و الدّ ليل شيو ع التّخصيص و كفى به دليلا قا ل فى التّلويح كل عا م يحتمل التخصيص و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التخصيص شا يع فيه كثيرا بمعنى انّ العا م لا يخلوا عنه ا لّا قليلاً بمعو نة القرا ئن كقو له تعا لى انّ اللّه بكلّ شيءٍ عليم ، و للّه ما فى السّما وا ت و ا لا ر ض ، حتى صار بمنز لة المثل انّه ما من عا مٍ ا لّا وقد خصّ منه البعض و كفى بهذا دليلاً على ا لا حتمال و هذا بخلاف احتما ل الخا ص المجاز فانّه ليس بشا ئع فى الخا ص شيو ع التّخصيص فى العا م حتى ينشأ عنه احتمال المجاز فى كل خا ص انتهى .

و اعترض على الجوا ب با نّا لا نسلم انّ التّخصيص ا لّذى يورث الشّبهة و الا حتمال شا ئع بل هو فى غا ية القلّة لا نّه انّما يكو ن بكلام مستقل مو صو ل با لعا م فا جا ب عنه فى التّلو يح و قا ل فيه نظر لا نّ مراد الخصم با لتّخصيص قصر العا م على بعض المسمّيات سواء كا ن بغير مستقل او بمستقل مو صو ل او متراخ و لا شكّ فى شيو عه و كثرته بهذا المعنى فا ذا وقع النّزا ع فى اطلاق اسم التّخصيص على ما يكو ن بغير المستقل او با لمستقل المترا خى فله ان يّقول قصر العا م على بعض المسمّيا ت شا يع فيه بمعنى انّ اكثر العمو مات مقصور على البعض فيو ر ث الشّبهة فى تناول الحكم لجميع ا لا فراد فى العا م سواء ظهر له مخصص اولا و يصير دليلاً على احتما ل ا لا قتصار على البعض فلا يكو ن قطعياً فا ن قلت قصر العام با لكلام المو صو ل قليل و بالمترا خى نسخ و ليس بتخصيص لانّ تا خير المخصص تجهيل قلنا تا خير المخصّص كتا خير النّا سخ و لم يقو لوا باستلزا م تا خير النّا سخ التجهيل فكذا هذا فا ن قلت انّ الدّوا م قطعا ليس با لصّيغة فى المنسو خ بخلاف الكلّ فى العا م قلنا هذا الفر ق لا يعتد به اذ لا حاجة فى فهم الدوام الى

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الصّیغة بل یکفی له ظا هر ا لا مر سیّما وقت القرا ئن فا ن قوله تعا لی اقیموا الصلوة یفید بظا هره دوا م و جو ب اقا مة الصلوة علی تفصیل بینه الشا رع مع عد م صیغة تد ل و ضعا علی الدوا م فیه و ان لم تقو لوا بد لا لة علی الدوام لز م عدم و جو ب اقا متها بعد حین و هو خلاف ما اتفقوا علیه من وجوب اقا متها دا ئماً فظهر ان الفر ق بین ا لکلام الموصول و المتراخی با ن ا لا ول مخصص و الثا نی ناسخ تحکم لا دلیل علیه و ثبت ان العا م من الکتا ب و غیره ظنی دلا لة لکن المخا لف المد عی بقطیعة العا م یقو ل او لا ان لفظ العام موضو ع للعمو م قطعا و هو لازم له عند اطلاقه و مد لو ل له کا لخا ص ا لا بد لیل و ثا نیا انه لو جاز ارادة البعض بلا قرینة و دلیل لارتفع ا لا ما ن عن ا للغة و الشر ع و لما صح منا مثلاً الحکم بعتق جمیع عبید من قا ل کل عبد لی فهو حر اجیب عما قا ل اولا با نا سلمنا و ضع ا للفظ للعمو م و سلمنا دلا لته علی العمو م حین اطلا قه کما هو مقتضی ا للزوم بینهما لکنا لا نسلم قطعیة ا لدلا لة علی المد لو ل بقیام ما نع و هو شیوع التخصیص و احتما ل المخصص کما حققناه و هذا لا ینا فی ا للزو م بین الدا ل و المد لو ل و لم یلز م الانفکاك بینهما لما سلمنا الد لا لة علی العمو م کذا فی شرح المسلم لمولانا بحر العلوم عبد العلی ا للکهنوی مع زیادة ایضا ح و اجیب عما قا ل ثا نیا با ن الظن یجب العمل به فلا یر تفع کذا فی المسلم نفسه ای نحکم علی ما نفهم من العا م ظا هرا بلا تو قف و نحکم مثلا بعتق جمیع عبید من قال کل عبد لی فهو حر فکیف یر تفع ا لامان بل یتحقق الارتفاع اذا خصصناه بلا دلیل و قرینة فا لقول قول القا ئلین

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

بظنية العا م من الكتب و غيره فا فهم و لا تقلد مخالفا للحق و الدّ ليل الثّا نى ما قا ل الفا ضل محقق القند هارى فى المغتنم ان الصحا بة خصوا و احل لكم ما وراء ذا لكم بلا تنكح المرئة على عمتها و لا على خا لتها و يو صيكم اللّه فى او لادكم بلا يرث القا تل و لا يتوارث اهل الملتين و نحن معا شر ا لا نبياء لا نرث ولا نورث فان قيل مخصص بالاجماع لا با لسنة قلنا بل اجماع على التخصيص اذ وقع فلم ينكر و ان قيل انما يتم لو لم يخص يقا طع قلنا لو كا ن توا تر كذا فى المسلم انتهى ۔ و قا ل فى المسلم تلك الاحاديث مشا هير لا جما عهم على العمل بها فز يادتها على الكتا ب و هو نسخ عند نا اقول الظا هر انه استنبط شهرتها من اجما عهم على العمل بها فلا نسلم صحة استنباطه اذا الشهرة بعد ا لا جماع على العمل و ا لاجماع بعد التخصيص و لم تكن تلك ا لاحا ديث حين التخصيص الا من اخبار ا لاحاد فمن يد عى شهر تها قبل التخصيص بها و العمل عليا فعليه البيان فثبت بهذا التحقيق ان تخصيص العا م من الكتا ب بخبر الوا حد قبل تخصيصه بقطعى جا ئز و الما نعون ايضا يستد لو ن بدلائل منها ان العا م من الكتاب قطعى و خبر الوا حد ظنى فكيف يسقط حكمه و انى ينسخه و لو فى البعض فهو منقوض بما اثبتناه من ظنية العا م فلذا قال القند هارى انه غير تا م على القو ل بظنية العا م و منها ان عمر رد حد يث فا طمة بنت قيس انّه عليه السّلام لم يجعل لها سكنى و لا نفقة لما كا ن مخصصا لقو له تعا لى اسكنو هن فقا ل كيف نترك كتا ب ر بنا و سنة نبينا بقول امرأة لا ندرى اصدقت ام كذ بت و اجيب عنه فى المسلم بان

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رد ها لتر ددہ فی صد قها و لذا و صفها بما و صف اشعار العلیة التر ددو و للرد۔ انتهی۔

قال الفا ضل القند هاری التردد اما لاحتما ل خبر الوا حد الکذب ففیه المد عی و اما لجها لة امر ها فی العدا لة فینا فی تعدیل جمیع الصحا بة ا لا ان یقا ل لعله لقصور الضبط۔ انتهی۔

اقول یؤ ید ہ تردد عمر فی تلک المرأة خا صة بد لیل نسبته اصدقت ام کذ بت الیها خا صة و الا لقا ل کیف نتر ك کتا ب ربنا و سنة نبینا لقول من یر وی و یخبر متفرداً و منها انه قا ل النبی ﷺ اذا رو ی عنی حدیث فا عر ضوه علی کتا ب الله فان وافقه فا قبلوه و ان خا لفه فردوه قا ل فی المسلم محمو ل علی النسخ فا نه مخا لفة تا مة فلا یصح با لضعیف و اما المخصص فله موا فقه لا نه بیا ن انتهی ۔

قال فی المغتنم الظا هر من المخا لفة ما یشتمل اخرا ج بعض ما کا ن دا خلا سواء سمی تخصیصاً او بیا ناً او غیره و فی المنها ج متقو ض بالمتوا تر فی المسلم ورد با ن غا یة ما لز م منه تخصیص الحدیث و العام المخصو ص حجة فی البا قی اقول مراد ا لنا قض انه خبر وا حد فی مقا بلة ا لا جماع علی العمل بالمتواترفلایصلح حجة و مجرد احتمال التخصیص لا یجدی نفعا بل لا بد من و جود مخصص لا یقال هو الاجماع لانّ الاجماع علی العمل لا ان العمل للاجماع ۔ قد یقا ل ظاهر الحدیث ایجا ب تحقیق الحا ل فی محل الر تبة فلا یتناول المتوا تر او یقا ل خص بد لیل العقل و الحق ان الحدیث ضعیف بل قیل مو ضو ع بل من اشد الموضوعا ت بل قیل و ضعته الز نا دقة و قیل مخا لف لقوله تعا لی ما

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آتاکم الرسو ل فمبطل لنفسه۔ انتهی ۔

اقول هذا هو الحق الذی ینبغی ان یؤ من به فا ن هذا الحدیث مکذوب موضو ع با طل لا اصل له و ضعه الزنادقة الملعونو ن و استدل به الجهلة المتعصبو ن فلذا رده المتقدمو ن و المتأ خرو ن قا ل بحر العلوم مو لا نا عبد العلی اللکهنوی الحنفی فی شر حه علی المسلم قا ل صا حب سفر السعادت انّه من اشد الموضوعات قال الشیخ ابن حجر العسقلا نی قد جاء بطر ق لا تخلو عن المقا ل و قا ل بعضهم قد و ضعه الز نادقة و ایضا هو مخا لف لقو له تعا لی ما آ تا کم الرسو ل فخذوه، فصحة هذا الحدیث یستلز م و ضعه و رده فهو ضعیف مردود۔ انتهی ۔

و قا ل ابن طاهر صا حب مجمع البحار فی تذ کر ته و ما اورده ا لا صو لیو ن من قو له اذا روی عنی حدیث فاعرضوه علی کتا ب الله فا ن وافقه فا قبلوه و ان خا لفه فردوه

قال الخطا بی و ضعته الز نادقة و ید فعه حدیث انی اوتیت الکتا ب و ما یعدله و یروی و مثله

و کذا قا ل الصنعا نی و هو کما قا ل انتهی

و قا ل القا ضی محمد بن الشو کا نی فی الفوا ئد المجمو عه حدیث اذا رو ی عنی حد یث فا عرضوه علی کتا ب اللّه فاذا وافقه فا قبلوه وان خالفه فردوه قال الخطابی وضعته الزنادقة و ید فعه اوتیت القرآن و مثله معه و کذا قا ل الصنعا نی قلت و قد سبقهما الی نسبة وضعه الی الزنادقة ابن معین کما حکاه عنه الذ هبی علی ان فی هذا الحد یث المو ضوع نفسه ما یدلّ علی رده لا نا اذا عر ضنا ه علی کتاب الله خا لفه ففی کتاب اللّه عزّ و جل ما آ تا کم الرسول فخذوه و ما نها کم عنه

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فا نتهوا و نحو هذا من الآ يا ت ۔انتهى

فبطل جميع ما تمسک به الما نعو ن للتخصيص بجميعها و بقى ما اثبتناه من جواز تخصيص عا م الكتا ب بخبر الواحد قبل تخصيصه بقطعى

(جان کہ ہمارے لئے جواز کی دو دلیلیں ہیں: پہلی تو وہ جو فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے مغتنم میں کہا ہے کہ قرآن کا عام، ثبوت میں یقینی اور دلالت میں ظنی ہوتا ہے اور خاص حدیث کا اس کے برعکس ہوتا ہے، تو دونوں برابر ہو گئے تو اب جمع واجب ہے۔

مسلم میں تحریر کی متابعت کے طور پر ہے کہ عام آیت کے ظنی ہونے کی بنا پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یقینی ہونا حدیث کا ضعیف ہے بسبب ضعف ثبوت اس کے، اسلئے کہ دلالت ثبوت کی فرع ہے، برخلاف یقینی ہونے قرآن کے۔تو اب برابر ہوئے۔

میں کہتا ہوں وجہ مضبوطی یقینی ہونے دلالت حدیث کے یہ ہے کہ اگر یہ حدیث ثابت ہے تو مطلب اس کا ثابت ہے، اور اس کو ضعف ثبوت منافی نہیں تو یہ بات جائز رہی اور برابری ثابت ہوگئی۔ ہو چکی عبارت اس کی، میں کہتا ہوں بنا اس دلیل کی ظنی ہونے دلالت عام قرآنی پر ہے اور یہ مذہب قوی اور جمہور کا اتفاقی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر عام میں تخصیص کا احتمال ہوتا ہے اور اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر اس احتمال سے عام احتمال مراد ہے کہ پیدا ہونے والا کسی دلیل سے ہو، خواہ نہ ہو، تو یہ یقینی ہونے عام کو مضر نہیں جیسا کہ وہ احتمال مجاز کا قطعیہ خاص کو مضر نہیں کہ بلا دلیل اور بلا قرینہ کے ہو۔ اور اگر احتمال دلیل والا لیا ہے تو ہم اس کا ہونا نہیں مانتے۔ اور اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ مراد احتمال سے وہی دلیل والا ہے اور دلیل تخصیص کا پھیلنا ہے اور یہ دلیل کافی ہے۔تلویح میں کہا ہے ہر عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے اور تخصیص اس میں پھیل رہی ہے اس معنی کر کے کہ کوئی عام اس سے خالی نہیں ہوتا مگر بعض جگہ، اور تخصیص مقام کے لگاؤ سے ہوتی ہے جیسے قول اللہ کا، اللہ ہر چیز کو جانتا ہے، اور، واسطے اللہ کے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یہاں تک کہ ایک مثل مشہور ہوگئی ہے کہ کوئی عام نہیں جس میں تخصیص نہ ہوئی ہو، اور اس قدر دلیل کافی ہے، احتمال کے لئے اور یہ برخلاف اس احتمال کے لئے ہے جو خاص میں مجاز کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایسا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں پھیلا کہ ہر خاص میں مجاز کا احتمال چل جاوے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ اور اس جواب پر یوں اعتراض کیا گیا ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ اس طرح کی تخصیص جو شبہ اور احتمال پیدا کردے، پھیل رہی ہے، بلکہ وہ بہت کم ہے کیونکہ وہ تو مستقل موصول کلام سے ہوتی ہے اور اس کا جواب تلویح میں ہے۔ چنانچہ کہا ہے کہ اس میں بحث ہے کیونکہ مراد مقابل کی تخصیص سے گھر جانا عام کا بعضے معنوں پر ہے خواہ وہ مستقل سے ہو یا نہ ہو، اور موصول ہو یا نہ ہو، اور اس کے پھیلاؤ میں کوئی شک نہیں تو جب بحث پڑی تخصیص کے بولنے میں کہ غیر مستقل سے ہے یا مستقل غیر موصول سے، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ گھرنا عام کا بعضے معنوں پر پھیل رہا ہے اس معنی کر کے کہ اکثر عام بعض معنوں پر گھر رہے ہیں تو اب عام کے سارے معنی کے شامل ہونے میں شبہ پڑ گیا خواہ مخصص ظاہر یا نہ ہو اور احتمال کے لئے دلیل ہوئی تو عام قطعی نہ رہا۔ اگر تو کہے کہ تخصیص کلام موصول سے تو کم ہے اور غیر موصول سے تخصیص نہیں ہوتی، نسخ ہوتا ہے کیونکہ مخصص کو مؤخر کرنا جہالت میں ڈالتا ہے، تو ہم کہیں گے کہ مؤخر کرنا مخصص کا مثل مؤخر کرنے ناسخ کے ہے اور ناسخ میں لوگوں نے یہ نہیں کہا کہ جہالت میں ڈالنا لازم آتا ہے، تو یہاں بھی یونہی ہے۔ اگر تو کہے کہ یقینی ہمیشگی منسوخ میں بمقتضائے لفظ کے نہیں بخلاف سارے معنی کے عام میں، تو ہم کہیں گے کہ یہ فرق اعتبار کے لائق نہیں کیونکہ ہمیشگی کے سمجھنے میں لفظ کی طرف حاجت نہیں بلکہ ظاہر امر کافی ہے خصوصاً قرینوں کے ہوتے ہوئے مثلاً قول اللہ تعالیٰ کہ تم نماز پڑھو، ظاہر میں فائدہ دیتا ہے کہ تفصیل شرعی پر نماز ہمیشہ کے لئے ہے، باوجود نہ ہونے ایسے لفظ کے کہ اس میں ہمیشگی کی دلالت ہو۔ اور اگر یوں کہہ دیں کہ ہمیشہ کی دلالت نہیں تو ایک وقت کے بعد نماز کا نہ واجب ہونا لازم آئے اور یہ اس کے خلاف ہے جس پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ نماز ہمیشہ واجب ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ یہ فرق کلام موصول اور غیر موصول میں کہ ایک مخصص ہے اور ایک ناخ سینہ زوری ہے، کوئی اس پر دلیل نہیں۔ اور ثابت ہو گیا یہ کہ عام قرآنی وغیرہ دلالت میں ظنی ہے لیکن جسے عام کے یقینی ہونے کا دعوی ہے وہ پہلے تو یوں کہتا ہے کہ لفظ عام یقینی عموم کے لئے بنا ہے اور وہ اس کو لازم ہے بولنے کے وقت اور وہی اس کے معنی ہیں خاص کی طرح مگر جب کوئی دلیل اس کے خلاف پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آجاوے تو خیر اور پھر یوں کہتا ہے کہ بلا قرینہ اور دلیل کے اگر بعضے معنی کا ارادہ عام سے جائز ہو جاوے تو لغت اور شرع کا بھروسہ اٹھ جاوے اور البتہ اس مقولہ سے کہ میرے سارے غلام آزاد ہیں یہ حکم صحیح نہ ہو کہ سارے غلام آزاد ہیں، پس جواب پہلی بات کا تو یوں دیا گیا ہے کہ ہم نے لفظ کا عموم کے لئے بنا ہونا مان لیا اور یہ مانا کہ بولتے وقت عموم پر دلالت بھی کرتا ہے چنانچہ وضع اور دلالت میں ملازمہ ہے لیکن معنی پر یقینی دلالت کرنا بسبب ایک مانع کے نہیں مانتے اور وہ تخصیص کا پھیلاؤ ہے۔ چنانچہ تحقیق اس کی اوپر ہم نے کی اور یہ بات لفظ اور معنی میں ملازمہ جو تھا اس کو منافی نہیں اور اس سے ان دونوں میں علیحدگی لازم نہیں آتی جب کہ ہم نے دلالت عموم پر مان لی۔ یوں ہی ہے شرح مسلم الثبوت مولانا بحر العلوم لکھنوی میں مع زیادہ توضیح کے اور دوسری بات کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ گمان غالب پر عمل واجب ہے تو بھروسہ نہ اٹھا یونہی مسلم کے متن میں ہے، یعنی ظاہر میں عام سے جو ہم سمجھتے ہیں اس پر حکم کرتے ہیں بلا توقف تو اب ہم مثلاً سارے غلاموں کے آزاد ہونے کا اس شخص کے حق میں حکم کر دیں گے کہ کہے میرے سارے غلام آزاد ہیں تو اب کیونکر بھروسہ اٹھا۔ بھروسہ تو جب اٹھے کہ بلا دلیل اور قرینہ کے ہم تخصیص کر لیں تو اب مقولہ ان ہی لوگوں کا رہا جو عام کے ظنی ہونے کے قائل ہیں تو خوب سمجھ لے اور غیر حق پر مت اڑ اور وہ دوسری دلیل وہ ہے جو محقق قندھاریؒ نے مغتنم میں کہی ہے کہ صحابہ نے یہ آیت و احلّ لکم .. الخ کو اس حدیث سے مخصوص کی ہے کہ لا تنکح المرأۃ ..الخ اور یہ آیۃ یو صیکم اللہ الخ اس حدیث سے لا یرث القاتل ..الخ پھر اگر یوں کہا جاوے کہ یہ تخصیص اجماع سے ہے، حدیث سے نہیں، تو ہم کہیں گے کہ اجماع تخصیص پر ہے کیونکہ تخصیص بلا نکیر کے واقع ہوئی۔ اور اگر کہا جاوے کہ یہ جب پورا ہوتا کہ یقینی سے تخصیص نہ ہوتی، تو ہم کہیں گے کہ یہ اعتراض جب ہوتا کہ متواتر ہونا اس کا ثابت کرتے، اور مسلم میں کہا ہے کہ یہ حدیثیں مشہور ہیں بسبب اجماع ان کے عمل پر، سو زیادت ان کی قرآن پر نسخ ہے ہمارے نزدیک، میں کہتا ہوں کہ مشہور ہونا ان کا ان کے عمل کے اجماع سے نکالا ہے تو ہم اس نکالنے کی صحت کو نہیں مانتے اس واسطے کہ مشہور ہونا تو بعد اجماع کے ہے اور اجماع بعد تخصیص کے اور یہ حدیثیں تخصیص کے وقت خبر واحد تھیں،

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تو جو شخص تخصیص سے پہلے اور عمل سے پہلے مشہور ہونا ان کا بیان کرتا ہے، وہ دلیل لاوے۔ سو ثابت ہوا اس تحقیق سے کہ تخصیص عام قرآن کی خبر واحد سے پہلے تخصیص ان کی یقینی سے جائز ہے اور مانعین بھی کئی دلیلوں سے حجت پکڑتے ہیں۔ ایک دلیل تو یہ ہے کہ عام قرآنی یقینی ہے اور خبر واحد ظنی ہے، تو اس کا حکم اس سے کیوں کر ساقط ہوسکتا ہے اور وہ اس کا ناسخ کیوں کر ہوسکتا ہے، اگرچہ بعض معنوں میں ہی ہو، اور یہ دلیل عام کی ظنی ہونے سے ٹوٹ گئی۔ چنانچہ قندھاری نے کہا ہے کہ یہ دلیل عام کی ظنی ہونے کی بنا پر پوری نہیں ہے اور ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث فاطمہؓ بنت قیس کی کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے بعد طلاق کے مکان سکونت اور نفقہ نہیں ٹھہرایا جو اس آیت کی اسکنو ھن ... الخ مخصص تھی، نہیں مانی اور کہا کہ ہم اللہ کا قرآن اور آنحضرت ﷺ کا طریقہ ایک عورت کے قول پر کیوں کر چھوڑ دیں، ہم کیا جانیں وہ سچی ہے یا جھوٹی ہے۔ اور جواب دیا گیا اس کا مسلم میں کہ ان کا اس حدیث کو نہ ماننا اس لئے تھا کہ انہیں تردد تھا کہ وہ سچی ہے یا نہیں اس لئے کہا کہ نہ معلوم سچی ہے یا جھوٹی تا کہ تنبیہ ہو کہ سبب نہ ماننے کا یہ ہے۔ ہو چکی عبارت اعتراض کی۔ کہا فاضل قندھاریؒ نے کہ ان کا تردد یا تو اس لئے تھا کہ خبر واحد میں جھوٹ کا احتمال ہے تو اس میں تو مدعا ہے یا اس کی عدالت کا حال معلوم نہ تھا تو یہ اس کے مخالف ہے کہ صحابہ سب صاحب عدالت ہیں۔ ہاں یوں ہوسکتا ہے کہ بسبب اس کے قصور حافظہ کے ہو۔ میں کہتا ہوں اس کی تائید کرتا ہے حضرت عمرؓ کا خاص اس عورت کے باب میں تردد کر کے یہ کہنا کہ جانے وہ سچی ہے یا نہیں او نہیں تو یہ کہتے ہم قرآن اور آں حضرت کا طریقہ ایک عورت کے کہنے سے کیوں کر چھوڑ دیں اور ایک دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی حدیث مجھ سے پہنچے تو اسے قرآن پر پیش کرو، اگر وہ موافق قرآن ہو تو لے لو، نہیں تو چھوڑ دو۔ مسلم میں کہا کہ یہ حدیث منسوخ کے حق میں ہے کہ اس میں بڑی مخالفت ہوتی ہے تو وہ امر ضعیف سے نہیں ہو سکنے کا اور مخصص میں تو موافقت ہوتی ہے کیونکہ وہ تو بیان ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ کہا مغتنم میں مخالفت سے ظاہر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شامل ہے اس کو کہ سارے معنوں میں سے بعضوں کو نکال دیں خواہ اس کا نام تخصیص ہو یا بیان وغیرہ۔ اور منہاج میں ہے کہ یہ دلیل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

حدیث متواتر سے ٹوٹ گئی اور مسلم میں ہے کہ یہ نقض مردود ہے کہ غایۃ اسے یہ لازم آتا ہے کہ وہ حدیث مخصوص ہووے یعنی سوائے متواتر کے اور میں یہی دلیل ہے تو یہ عام مخصوص البعض ہوئی اور وہ اپنے معنی میں حجت ہوا کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ مراد دلیل کے توڑنے والے کی یہ ہے کہ خبر واحد مقابلہ میں اس اجماع کے ہے جو متواتر کے عمل پر ہے تو حجت نہیں ہوسکتی اور مجرد احتمال تخصیص کا نفع نہیں دیتا بلکہ مخصص کا ہونا ضرور ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اجماع ہے کیونکہ اجماع تو عمل پر ہے۔ عمل تو اجماع کے سبب سے نہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ ظاہر حدیث کا واجب کرتا ہے کہ اس کے رتبہ کی تحقیق ہو تو متواتر کو شامل نہیں ہونے کی یا یوں کہا جاوے کہ عقلی دلیل سے مخصوص ہے اور حق یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف ہے بلکہ موضوع بعض لوگوں نے کہا ہے، بلکہ کہا بڑے موضوعات میں سے ہے۔ بلکہ علماء نے کہا ہے کہ زندیقوں نے اسے بنایا ہے اور بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ اس آیت کے مخالف ہے کہ (ترجمہ) جو تمہیں رسول دیوے ..الخ۔ تو اپنے آپ باطل کرنے والے ہوئے۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ میں کہتا ہوں یہی وہ حق ہے جس کا یقین سزاوار ہے کیونکہ یہ حدیث جھوٹی ہے کچھ اس کی اصل نہیں زندیقوں نے بنالی ہے اور جاہل متعصبوں نے اس سے حجت پکڑی ہے۔ اس واسطے اس کو متقدمین اور متاخرین نے رد کیا ہے کہا بحر العلوم نے شرح مسلّم میں کہ صاحب سفر السعادت نے کہا ہے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے کہا شیخ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہ یہ کئی طریقوں سے آئی ہے اور کوئی طریق کلام سے خالی نہیں اور بعض نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور بھی اس آیت کے مخالف ہے کہ (ترجمہ) جو تمہیں رسول دیوے تو اس کو لو .. تو صحت اس کی اس کے وضع کو لازم پکڑتی ہے تو وہ ضعیف مردود ہے ہو چکی عبارت اس کی اور کہا شیخ ابن طاہر حنفیؒ نے جن کی مجمع البحار ہے اپنے تذکرہ میں کہ وہ جو اصول فقہ والے حدیث کہہ کر یہ قول لاتے ہیں کہ مجھ سے جب کوئی حدیث تم کو پہنچے تو اس کو قرآن سے ملاؤ اگر موافق ہووے تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو خطابیؒ نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور اس کو یہ حدیث دفع کرتی ہے کہ میں قرآن اور اس کے برابر اور دیا گیا ہوں اور بعض روایتوں میں قرآن کی مثل بھی آیا ہے اور اسی طرح صنعانیؒ نے کہا ہے اور یہ بات یونہی ہے۔ ہو چکی عبارت اس کی اور کہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قاضی محمد بن شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں کہ یہ حدیث کہ جب تمہیں مجھ سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو قرآن سے ملاؤ اگر موافق ہووے تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو۔ خطابیؒ نے کہا ہے کہ زندیقوں نے بنالی ہے اور اس کو یہ حدیث دفع کرتی ہے کہ میں قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہوں اور ایسا ہی صنعانیؒ نے کہا ہے میں کہتا ہوں کہ ان دونوں سے پہلے ابن معین نے وضع اس کی کو زندیقوں کی طرف نسبت کیا ہے۔ چنانچہ ذہبیؒ نے ابن معین سے اس کی حکائت کی ہے۔ علاوہ اس کے خود اس میں وہ مضمون ہے جو اس کو رد کرتا ہے کیونکہ ہم نے جب اس کو قرآن پر پیش کیا تو قرآن میں ہے کہ جو تمہیں رسول دیوے اس کو لو اور جسے منع کرے اس سے باز رہو اور ایسی بہت آیتیں ہیں۔ ہو چکی عبارت اس کی۔ سو وہ باطل ہو گیا وہ سب جس سے منع تخصیص والوں کا مدعا تھا اور جواز تخصیص خبر واحد سے بلا تخصیص یقینی کے جسے ہم نے ثابت کیا تھا)

پس حاصل یہ ہوا کہ توقیت ہر نماز کی ہر نمازی پر عموم نص سے جو ظنی الدلالت ہوتا ہے واجب تھی، لیکن اخبار احاد جمع بین الصلوتین نے اس عموم کی تخصیص کر دی۔ اب اس توقیت کے یہ معنی ہوئے کہ اپنے اوقات میں ہر نماز پڑھنی عموماً ہر ایک مصلی پر فرض ہے سوائے نماز ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے۔ وہ مسافر کو یا غیر اس کے کو جس کے حق میں احادیث سے جمع ثابت ہے پہلے اپنے وقت کے یعنی دوسری نماز کے وقت میں پڑھنی بھی درست ہے۔

یہ جواب بطور تحقیق اور ترقی کے ہے۔ اور اگر اس سے تنزل کریں اور مان لیں کہ ہر عام ظنی نہیں ہوتا، بلکہ وہ عام جس کی ایک دفعہ تخصیص ہو چکی وہ ظنی ہوتا ہے اور اسی کی تخصیص خبر واحد سے درست ہے، نہ ہر عام کی۔ تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اس لئے کہ اس عام میں جس میں گفتگو ہے پہلے ایک دفعہ احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ سے تخصیص ہو چکی ہے۔ یعنی مصلی ظہر اور عصر عرفات کے اور مغرب اور عشاء مزدلفہ کے اس عام کے حکم سے مخصوص ہیں کہ ان کو جمع بین الصلوتین باتفاق اہل سنت کے درست ہے۔ اور یہ قاعدہ اجماعی ہے کہ جب کہ ایک دفعہ کوئی عام مخصص ہو جاوے تو وہ بالاتفاق ظنی الدلالت ہو جاتا ہے اور تخصیص اس کی خبر واحد سے، بلکہ قیاس سے درست ہے۔

کہا تلویح میں:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لما لم یبق العا م بعد التّخصیص قطعیا جاز فی العام بعد التخصیص من الکتا ب و الخبر المتوا تر معلو ما کا ن المخصص او مجهو لا ان یخصص بخبر الوا حد و القیاس اجما عاً (جب بعد تخصیص کے عام یقینی نہ رہا خواہ مخصص معلوم ہو یا نہ ہو تو اب عام قرآن اور حدیث متواتر کی خبر واحد اور قیاس سے تخصیص جائز ہے)

☆ اور اگر اعتراض کرو کہ بنا بر حنفی اصطلاح کے احادیث جمع عرفات اور مزدلفہ کی مخصص نہیں، کیونکہ مخصص نزدیک ان کے موصول چاہیے۔ بلکہ وہ حدیثیں ناسخ ہیں اور عام منسوخ البعض کی قطعیت ان کے مذہب میں باقی رہتی ہے۔ پس کس طرح یہ اخبار احاد مخصص اس عام قطعی کے ہوسکتی ہیں۔

☆ جواب اس کا یہ ہے کہ حق یہی ہے کہ جب کہ ایک دفعہ کسی عام کا بعض افراد پر قصر ہوتا ہے، تو وہ عام ظنی الدلالۃ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ قصر کلام موصول سے ہو خواہ متراخی سے۔ اور حنفی جو فرق کرتے ہیں نسخ اور تخصیص میں ساتھ متراخی اور موصول ہونے کے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں رکھتے۔ اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی دلیل ان کی ہے تو یہی ہے کہ تاخیر مخصص میں تجہیل لازم آتی ہے۔ سو جواب اس کا پہلی عبارت میں گذرا۔ پس اگر حنفی بلا دلیل قصر توقیت کو بحق ماسوی مصلین عرفات اور مزدلفہ کے مستلزم ظنیہ عموم توقیت کا نہ مانیں گے اور اپنی اصطلاح بے دلیل پر جمے رہیں گے تو کیا اندیشہ اور اس عام کے ظنی ہونے میں کیا شک۔ تم نہیں دیکھتے کہ جبکہ شیوع قصر کا عام میں باعث ظنی الدلالت ہونے پر لفظ عام کا ہو گیا جیسا کہ ہم نے عربی عبارت میں ثابت کر دیا ہے تو وقوع قصر کا ایک لفظ خاص میں کیونکر اس لفظ خاص کو ظنی الدلالت نہ کرے گا۔ فا عتبروا یا اولی الابصار۔ پس ثابت ہوا کہ جمع بین الصلوتین بعذر سفر وغیرہ منافی اور مخالف کتاب اللہ کے نہیں۔ فللّٰہ الحمد و المنّۃ

جناب مؤلف نے بعد اس عذر ثانی کے، جس کا جواب ختم ہوا، جرح اور قدح کیا ہے ان روایات پر جن کو اس نے ہمارا متمسک ٹھہرایا تھا۔ سو تم نے دیکھا کہ ان میں سے ہم نے کسی حدیث کو بھی دلیل نہیں پکڑا۔ پس جرح ان کا کس کو ضرر کرتا ہے۔

اور جناب مؤلف نے بعد اس جرح اور قدح کے دو عذر اور در باب عدم جواز عمل کے احادیث جمع بین الصلوتین پر لکھی ہیں۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ ایک عذر یہ کہ روایت ہے ابوذرؓ سے کہ کہا فرمایا مجھ کو رسول خداﷺ نے:

کیف انت اذا کا نت علیک امراء یئو خرو ن الصّلوۃ عن وقتھا او یمیتو ن الصّلوۃ عن وقتھا قا ل قلت فما تا مر نی قا ل صلّ الصّلوۃ لوقتھا۔ (صحیح مسلم: ۶۴۸)

(تیرا کیا حال ہوگا جب امراء لوگ نماز کو وقت سے ٹال دیں گے یا مار ڈالیں گے۔ میں نے کہا آپ مجھے بتایئے۔ کہا تو اپنے وقت پر پڑھو)

تو اس حدیث سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ نماز اپنے وقت میں پڑھنی چاہیے۔ پس جب تک احادیث جمع الصلوتین کی مثل اس کے نہ ہوں تو نہ چھوڑا جاوے گا عمل اس پر

☆ پس جواب اس کا کیا دیویں اور کس ناواقف سے خطاب کریں۔ اتنا نہیں جانتا کہ جب کہ مجوزین جمع کے اپنی اوقات میں نماز پڑھنے کی فرضیت کتاب اللہ سے مان کر پھر اس سے مسافر کو مخصوص ٹھیراتے ہیں پھر اس حدیث ابوذرؓ میں یہ بات نہ کہہ سکیں گے۔

☆ اور ایک عذر جناب مؤلف کا یہ ہے کہ

ادنی درجہ ہوگا کہ احادیث جواز جمع حقیقی کی اور احادیث عدم جواز کی متعارض ہونگی۔ اور یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ جب کہ تعارض ہو درمیان دو حدیثوں کے تو وہ دونوں ساقط ہو جاتی ہیں پس دونوں قسموں کی حدیثیں ساقط ہوں گی اور ہمارا تمسک آیات اور احادیث توقیت سے باقی رہے گا۔

☆ پس یہ عذر بھی قابل جواب کے نہیں۔ اس لئے کہ اول تو کوئی حدیث صحیح رسول اللہ ﷺ سے مروی نہیں جس سے عدم جمع کا حالت سفر میں مستفاد ہو جیسا کہ سابق میں واضح ہو چکا۔ اور اگر بالفرض کوئی حدیث مخالف احادیث جمع کے پائی بھی جاتی، اور دونوں میں تعارض واقع ہوتا تو پھر یہ کس نے قاعدہ باندھا ہے کہ دونوں ساقط ہو جاتی ہیں؟ یہ قاعدہ آج تک کسی اہل اصول فقہ یا حدیث سے مروی نہیں۔ شائد مؤلف نے کسی دیوار پر لکھا دیکھا ہوگا۔ اذا تعا ر ضا تسا قطا۔ اہل اصول حدیث کا یہ قاعدہ شرح نخبہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولاً ان دونوں حدیثوں کو آپس میں موافقت کرنا چاہیے۔ اور اگر بلا تکلف موافقت نہ ہو سکے تو مؤخر کو ناسخ کہنا چاہیے۔ اور اگر تقدیم اور تاخیر معلوم نہ ہو تو دونوں میں جو مرجح اور اقوی ہے، جیسے حدیث بخاری اور مسلم کی بہ نسبت غیر ان کی کے، اس کو اختیار کرنا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ اور کتب اصول حنفیہ میں بھی ایسے مراتب ٹھیرائے ہیں اگر چہ اس میں جمع کو مؤخر کیا ہے۔غرض کہ اذا تعا ر ضا تسا قطا کا اہل اصول کوئی قائل نہیں۔

☆ اخیر عذر مؤلف کا یہ ہے کہ: عدم جمع میں احتیاط ہے، اس لئے کہ اگر کوئی جمع نہ کرے گا تو نماز اس کی بالاتفاق اپنے وقت میں ہوگی۔اور اگر جمع کرے گا تو شائد کہ اللہ کی نزدیک درست نہ ہو۔پس نماز اس کی بدون وقت کے ناجائز ہوگی۔

☆ پس جواب اس کا یہ ہے کہ تشکیک مذکور اس صورت میں جاری ہوتی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدلائل ہو۔ اور صورت اختلاف کی ہو۔ حالانکہ مسئلہ جمع میں مانعین کا دعوی بے دلیل ہے۔ اور ناجائز کہنا ان کا خلاف ہے اختلاف نہیں۔ پس اگر صحت میں عمل مدلل بدلائل کے قول بے دلیل شک ڈال دیا کرے تو سینکڑوں اعمال باطل ہو جاویں اور حق اور باطل میں کچھ تمیز نہ رہے۔

پس ردّ ہوئے سب عذرات جناب مؤلف (تنویرالحق) کے۔

دیگر احناف کے عذرات در بارہ جمع بین الصلوتین کا جواب

☆ بعض یہ عذر کرتے ہیں کہ کہا حضرت ابن مسعودؓ نے:

ما رأيت رسول اللّٰه ﷺ صلّى صلوة الّا لميقا تها الّا صلوتين صلوة المغر ب و العشاء بجمع و صلى الفجر يو مئذ قبل ميقاتها (بخاری:۱۶۸۲۔مسلم:۱۲۸۹)۔

(میں نے نہیں دیکھا آنحضرت ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے مگر وقت پر ہی، ہاں دو نمازیں مغرب اور عشاء مزدلفہ میں اور فجر اس دن وقت سے پہلے پڑھی)۔

☆ پس جواب اس کے تین ہیں:۔

اول یہ کہ اگر اس نفی ابن مسعودؓ کو تم سب احادیث اثبات پر جو باقی ۱۴ صحابہ سے مروی ہیں، غالب ٹھہرا کر کہو کہ جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں، تو تم پر ایک یہ پہاڑ مصیبت کا گرے گا کہ جمع بین الظہر والعصر کو عرفات میں کیوں درست رکھتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعودؓ سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی ہوتی ہے۔ پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو۔یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعودؓ کا جمع فی العرفات کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بنابر شہرت عرفات کے تھا، تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی۔ کیونکہ ۱۴ صحابی سوائے ابن مسعودؓ کے اس کے ناقل ہیں۔ تو اسی واسطے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کا استثناء نہ کیا۔ اور اب محمل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی۔ اور اگر کہو کہ جمع فی العرفات بالمقائسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقائسہ سے۔ و علی هذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جو امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے:

و الجوا ب عن هذا الحد یث انه مفهو م و هم لا یقو لو ن به و نحن نقو ل با لمفهو م و لکن اذا عا ر ضه منطوق قد مناه علی المفهوم و قد تظا هرت ا لا حا دیث الصحیحة بجواز الجمع

(اور جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہ مفہوم ہے اور وہ لوگ مفہوم کے قائل نہیں اور ہم جب قائل ہیں کہ منطوق مخالف نہ ہو اور جہاں مخالف ہو تو منطوق کو مقدم رکھتے ہیں اور حدیثیں صحیح جمع صلوۃ کی بہت ہیں)

تیسرا جواب یہ ہے جو شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی میں کہا ہے:

فقد صحّ فی البخاری عن ابن مسعود نفی رؤ یته الجمع عنه ﷺ ا لّا بمز د لفه ثمّ رأیت فی مسند ابی یعلی من طر یق ابن ابی لیلی عن ابی قیس ا لاز دی عن ابن مسعود کا ن ﷺ یجمع بین الصّلوتین فی السّفر فلو حمل ا لا ثبات فی حد یث ابی یعلی علی حا ل الجد فی السّیر و النفی فی حد یث البخاری علی حا ل النّزو ل فی المنز ل لکا ن له و جه فیئو ل الی مذهب ما لک (اور بلا شک صحیح ہوا بخاری میں ابن مسعودؓ سے کہ سوائے مزدلفہ کے جمع صلوتین کرتے آنحضرت ﷺ کو نہ دیکھا۔ پھر میں نے مسند ابی یعلی میں طریقہ ابن ابی لیلی سے وہ ابی قیس ازدی سے اور وہ ابن مسعودؓ سے راوی ہیں یہ دیکھا کہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے سفر مین جمع صلوتین کیا کرتے تھے سو اگر حدیث ابویعلی میں اثبات جمع جلدی چلنے کے وقت پر حمل کیا جائے اور نفی جمع حدیث بخاری کی میں اوپر حال اترنے منزل پر حمل کیا جائے تو البتہ ایک طریقہ ہوگا، پس مآل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

امام مالکؒ کے مذہب کی طرف ہو جاوے گا)

اور بعضے حنفی یہ عذر کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے:

انّما التّفریط علی من لم یّصل الصّلوۃ حتی تجیء وقت الصّلوۃ الاخری۔ رواہ مسلم عن ابی قتادہ عن النّبیّ ﷺ

(ابو داؤد۔ ۴۴۱)۔(تفریط یہ ہے کہ ایک نماز نہ پڑھی اور دوسری نماز کا وقت آ گیا، روایت کی مسلم نے ابوقتادہ سے انہوں نے آنحضرت ﷺ سے)۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے ۔نہ اس کے حق میں جو مسافر ہو۔ اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو بھی حکم اس کا شامل ہوگا۔ تو کہا جاوے گا کہ اولاً تو ظرف قول کا باعث اور قرینہ اس کی تعمیم یا تخصیص پر نہیں ہوتا ۔ اور اگر ظرف کو دخل ہو تو کہا جاوے گا کہ یہ قول آنحضرت ﷺ نے وقت نماز فجر کے اور فوت ہو جانے نماز فجر نیند ، میں فرمایا تھا جیسا کہ ابتداء اس حدیث سے ظاہر ہو رہا ہے ۔ پس حکم سفر کی فجر ہی کا بیان کیا، جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا، نہ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشاء کے سفر کا۔

علاوہ یہ کہ مسافر جمع کرنے والے کو یہ ضرور ہے کہ ارادہ جمع کرنے کا پہلے نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے۔ جس شخص نے ارادہ جمع کرنے کا نہ کیا یہاں تک کہ وقت نماز اول کا گذر گیا، تو بے شک اس کی جمع درست نہ ہوگی ۔ پس اگر بقرینہ ظرف کے اس حدیث میں مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد اور محمل اس حدیث کا ہوگا۔ اور اس میں ہمارا کیا حرج، جب کہ ہم نیت جمع کو قبل گذرنے وقت پہلے نماز کے شرط صحت جمع کی جانتے ہیں۔ فافہم۔

☆ اور بعض حنفی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ

آنحضرت ﷺ نے حمنہ بنت جحش کو اسکے ایام استحاضہ میں ایسی کیفیت سے نماز پڑھنی فرمائی تھی کہ وہ جمع صوری تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو بھی جمع صوری ہی چاہیے۔

☆ اس کا جواب بھی ظاہر ہے کہ وہ مقیم تھے۔ پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس کرنا باوجودیکہ اس کے حق میں ایسے نصوص قاطعہ تاویل کے وارد ہیں جن سے صاف جمع حقیقی معلوم ہوتی ہے، قیاس مع الفارق ہے اور مقابل نصوص کے، اور وہ بالاتفاق مردود ہوتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پس ثابت ہوا کہ عدم جواز جمع بین الصلاتین کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں اور مانعین جمع بین الصلوتین کی کوئی دلیل نہیں رکھتے ۔ اور جواز اس کا احادیث صحاح سے جو پندرہ صحابی سے مروی ہیں اور تیرہ کتب احادیث میں، جن میں صحیحین بھی ہیں ، روایتیں ان کی ثابت ہیں ۔ اور بہت صحابہؓ اور تابعینؒ اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بھی اس کے جواز کے قائل ہیں۔

فللّٰه الحمد اوّلاً و آ خراً و ظا هراً و با طناً علی ما ایّد نا لاثبات الجمع فی السّفر بین الصّلو تین الصّحیح الثّا بت المروی عن النّبیّ صا حب قاب قو سین ﷺ و آ له و صحبه صفوة الثقلین

خاتمہ کتاب

مخفی نہ رہے کہ بعد تحریر جواب باب ثانی تنویر کے اور اثبات اس امر کے کہ تقلید مذہب معین کی بزعم وجوب تعین کے درست نہیں ، حاجت جواب باب ثالث تنویر کے جس میں جناب مؤلف نے احادیث کو اپنے محل سے بگاڑا تھا، اور ان میں تحریفات کر کے طرف اپنے مذہب کے کھینچا تھا، باقی نہ رہی تھی ، کیونکہ جب التزام کی کچھ حقیقت نہ رہی تو عالم بالحدیث بدوں تحریف اور پھیر نے حدیث کے طرف کسی مذہب کے عمل کرتے اور عوام کسی عالم ربانی سے لا علی التّعین اس عنوان سے کہ فلاں مسئلہ حدیث میں کس طرح آیا ہے، دریافت کرتے ۔ لیکن پھر بھی ہم نے چند مسائل کو باب ثالث سے قلم بند کر دیا ہے تاکہ لوگوں پر قوت دلائل اہل حق کی ظاہر ہو جاوے اور جناب مؤلف (تنویر الحق) کی خیانت اور تصرف سے احادیث میں اطلاع ہو جاوے ۔ پس علماء باانصاف سے امید یہ ہے کہ ان چند مسائل کو نمونہ تحقیق اہل حق سمجھ کر باقی مسائل کو بھی اس پر قیاس کریں۔ اور ان مسائل میں جناب مؤلف کی چالاکی سے بچتے رہیں ۔ اور اگر ہم کو آئندہ فرصت ہوئی تو باقی مسائل کی بھی تحقیق لکھیں گے ۔

و آ خر دعوانا ان الحمد للّٰه ربّ العالمین و الصّلوة علی خیر خلقه محمد و آ له و اصحا به اجمعین ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ثبوت الحق الحقیق

(معیار الحق کی طبع واشاعت کے بعد ایک موقع پر حضرت میاں صاحب محدث دہلویؒ نے لکھا تھا: اس عاجز نذیر حسین نے اگر چہ ایک صورت تقلید شخصی کی معیار الحق میں بہ سبیل تنزل مباح میں درج کی تھی لیکن عند التحقیق الحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہوسکتی۔ اسلئے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔ اس موضوع پر ان کی ایک تحقیقی تحریر فتاوی نذیریہ میں موجود ہے جسے یہاں درج کیا جارہا ہے۔)

☆ سوال۔ ما قو لکم رحمکم اللّٰہ تعا لی عا می اور غیر عا می پر جو درجہ اجتہاد کو نہیں پہنچا ہے ایک مذہب معین کی تقلید کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور جس پر تقلید واجب ہے اگر وہ ایک مذہب معین کی تقلید نہ کرے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ اور اس کے ساتھ کھانا پینا اور شادی کی رسم رکھنا درست ہے یا نہیں؟

☆ جواب۔ ماہران شریعت غرا پر مخفی نہیں کہ جو شخص مو من با للّٰہ و الیوم الآخر اور تصدیق جاء به النّبیّ ﷺ من ضروریات الدّ ین و غیرها من الفروعات الشر عیة خا لصاً (نبی ﷺ نے جو ضروریات دین بتلائی ہیں اور شریعت کے فروعات بتلائے ہیں ان کی تصدیق کرتا ہو) رکھتا ہو اور ہر صورت سے پابند شرع ہو یعنی حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہو۔ پس بے شک وہ مسلمان متقی اور اس آیت کریمہ کا مصداق ہے۔

☆ لیس البرّ ان تو لّوا و جو ھکم قبل المشرق و المغرب و لکنّ البرّ من آ من با للّٰہ و الیوم الآ خر و الملا ئکة و الکتاب و النّبیّین (بقرہ: ۱۷۷)...(نیکی یہ نہیں ہے کہ تم اپنے منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔ بلکہ نیک وہ آدمی ہے جو اللہ تعالی پر قیامت کے دن پر فرشتوں کتابوں اور نبیوں پر ایمان رکھتا ہو)

☆ اولئک الّذین صدقوا و اولئک ھم المتّقون۔ (بقرہ: ۱۷۷)۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں)

☆ اولئک علی ھدیً مّن رّبّھم و اولئک ھم المفلحون (بقرہ:۵)۔ (یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں)

وغیرھا من الآیات۔

☆ و عن عباس بن عبد المطلب قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ذاق طعم الا یما ن من رضی با للّٰہ ر بّاً و باا لاسلام دیناً و بمحمّد رسولاً (مسلم:۳۴) (حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے رسول ہونے پر راضی ہوا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا)

☆ و عن انس قال قال رسو ل اللّٰہ ﷺ من صلّی صلو تنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذا لک المسلم الّذی له ذمّة اللّٰہ و ذ مّة رسوله فلا تخفروا ا للّٰہ فی ذمّته رواہ البخاری کذا فی المشکوۃ (بخاری:۳۹۱) (حضرت انسؓ نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جس کیلئے اللہ کا عہد ہے۔ سو اللہ کے عہد میں خیانت نہ کرو)

فی الجملہ جو شخص موصوف بصفات دین اسلام اور احکام شرع پر بطریق اہل سنت کاربند ہو، وہ اگرچہ ایک مذہب معین کا مقلد نہ ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی کہ درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو، سو وہ شخص مذکور خاصہ مسلمان اور شریعت محمدیہ کا متبع ہے۔ از روئے شرع شریف اس کی مسلمانی میں کسی طرح کا عیب و نقصان متصور نہیں ہوسکتا۔ بہر حال وہ شخص بمقتضائے اس آیت کریمہ فان تا بوا و اقا موا الصّلوۃ و آ توا الزّ کو ۃ فا خوا نکم فی الدّ ین (اگر وہ توبہ کریں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ ادا کریں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں) کے برادر دینی ہے، گو مذہب معین کا التزام نہ رکھتا ہو۔ پھر جو کوئی اس کو برا کہے اور شادی غمی میں اس سے نفرت و عداوت کرے اور نہ ملے وہ فاسق اور مخالف کتاب و سنت اور مبتدع متعصب اغلظ ہے۔ ایسے متعصب بدعتی اغلظ سے ملنا ترک کرے۔ کیونکہ برضا و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رغبت مبتدع سے ملنا ہدم اسلام کا موجب ہے جیسا کہ اس مضمون کی حدیث مشکوۃ وغیرہ میں وارد ہے۔ کیونکہ تقلید شخصی اور التزام مذہب معین پر شارع کا حکم اور خطاب صادر نہیں ہوا۔ پس جس عقیدہ پر خدا اور رسول ﷺ کا حکم ناطق نہ ہو وہ عقیدہ اور عمل مردود اور قبیح ہوتا ہے

قال اللّٰہ تعالی: و من یّبتغ غیر الا سلام دیناً فلن یّقبل منه (آل عمران: ۸۵)۔ (اللہ تعالی فرماتے ہیں جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا)

و قال اللّٰہ تعالی: ما انزل اللّٰہ بها من سلطان۔ ان الحکم الّا للّٰہ (یوسف:۴۰) (اللہ نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم صرف اللہ کا ہے)

و لیس لغیر اللّٰہ حکم وا جب القبول و الا مر واجب الا لتزام بل الحکم و ا لا مر و التّکلیف لیس ا لا له ، انتهی ما فی التفسیر ا لکبیر و النیشا پوری

(اللہ کے سوا کسی کا حکم واجب القبول اور کسی کا امر واجب الالتزام نہیں ہے۔ بلکہ حکم اور امر اور کسی کو مکلّف بنانے کا حق صرف اللہ کا ہے)

اور سارے اہل اصول حکم کے معنی شرعاً اس طرح لکھتے ہیں:

ا لحکم خطاب اللّٰہ تعا لی المتعلّق بفعل المکلّف اقتضاء ای طلبا و هو امّا لطلب الفعل حتماً او غیره او طلب التّر ك کذالک او تخییراً ای ابا حة کذا فی مسلّم الثّبوت فی علم الاصول قا لوا ان ثبت الطّلب لفعل غیر کف بد لیل ظنّی فیه شبهة فا لواجب او کف فکرا هة التّحریم و ان لم یکن الطّلب جاز ما بل را جحاً فا مّا ان یّکون لفعل غیر کف کالنّدب او کف فکرا هة التّنزیه و ان لم یکن الطّلب اصلاً بل یکون تخییراً بین الفعل و عد مه فا با حة کذا فی شرح المسلّم و غیرها من کتب ا لا صول (حکم کا معنی ہے اللہ تعالی کا خطاب جو کسی مکلّف کے متعلق ہو۔ اگر قطعی دلیل سے حتمی طور پر کرنے کا حکم ہو تو وہ واجب ہے، اور اگر ظنی دلیل سے حتمی طور پر روکا جائے تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر کسی کام کا کرنا ضروری قرار

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہ دیا جائے، بلکہ بہتر سمجھا جائے تو وہ مندوب ہے۔ اگر روکا جائے تو وہ کراہت تنزیہی ہے۔اور کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا جائے تو اس کا نام اباحت ہے)

پس تقلید شخصی نہ اقتضاء میں داخل ہے نہ تخییر یعنی اباحت میں

لا الاباحة ای ما یکون فعله و ترکه متساویین حکم شرعی لانّ الاباحة من ا لا حکام و لا حکم ا لّا با لشّر ع فثبت کون الاباحة شر عیاً لا نّه ای ا لا با حة خطا ب الشّرع و الخطاب حکم شر عی تخییراً ای من الخطا ب التّخییری کذا فی مسلّم الثبو ت و شرو حه (اس لئے کہ اباحت، یعنی جس کا کرنا نہ کرنا برابر ہو، ایک حکم شرعی ہے کیونکہ احکام سے ہے۔ اور حکم شریعت ہی کی ایک شاخ ہے۔تو معلوم ہوا کہ اباحت حکم شرعی ہے۔اس لئے اباحت شرع کا خطاب ہے اور خطاب حکم شرعی ہے۔یعنی اباحت شریعت کا تخییری حکم ہے۔مسلّم الثبوت میں ایسا ہی ہے)

اور جب تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل نہ ہوئی نہ اقتضاء، نہ تخییراً، پس بدعت مذمومہ ہے۔

کما قال رسول اللّه ﷺ من احد ث فی امر نا هذا ما لیس منه فهو ردّ ۔ و قال رسول اللّه ﷺ من عمل عملاً لیس علیه امر نا فهو ردّ (بخاری: ۲۶۹۷) (آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو آدمی ہمارے دین میں نیا کام جاری کرے جو اس کا جزو نہ ہو تو وہ کام مردود ہے۔اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر کوئی ایسا کام کرے جس میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے)

اسی نظر سے فاضل جلیل علامہ نبیل محمد اسماعیل علیہ الرحمۃ والغفران نے تقلید شخصی والتزام مذہب معین کو بدعات حقیقیہ میں شمار کیا ہے۔

ملا علی قاریؒ، سمط القوارض وشرح عین العلم میں اور عبدالعظیم ملا ابن فروخ مکیؒ قول سدید میں لکھتے ہیں:

اعلم انّ اللّه لم یکلّف احداً مّن عباده ان یّکون حنفیاً او مالکیاً او شافعیاً او حنبلیاً بل او جب علیهم ا لا یمان بما بعث به محمّداً ﷺ والعمل بشریعته انتهی ما فی القول

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

السد يد مختصراً (جان لو کہ اللہ تعالی نے کسی بندے کو بھی یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بنے، کیونکہ ان کے لئے آنحضرت ﷺ کے احکام پر ایمان لانا اور اس پر عمل کرنا فرض قرار دیا ہے)

اور اس عاجز (نذیر حسین) نے اگرچہ ایک صورت تقلید شخصی کی معیار الحق میں بہ سبیل تنزل مباح میں درج کی تھی، لیکن عند التحقیق الحقیق، مباح میں بھی داخل نہیں ہوسکتی ۔ اسلئے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔...

. و فی التّفسیر الکبیر المسئلة الثّا نیة ا لا کثرون من المفسّرین قا لوا لیس المراد من ا لا رباب انّهم اعتقدوا فیهم انهم آلهة العالم بل المراد انهم اطا عوهم فی اوا مر هم و نوا هیهم نقل عن عدی بن حا تم کان نصرا نیاً فا نتهی الی رسول اللّه ﷺ و هو یقرء سورة برائة فو صل الی هذه الآیة فقلت لسنا نعبد هم فقال الیس یحرّ مون ما احلّ اللّه فتحرّ مو نه و یحلّون ما حرّم اللّه فتستحلّو نه فقلت بلی قال فتلک عبادتهم و قال الرّ بیع قلت لا بی العا لیة کیف کانت تلک الرّ بو بیة فی بنی اسرا ئیل فقال انّهم ربما وجدوا فی کتاب اللّه ما یخا لف اقوال ا لا حبار و الرّ هبان فکا نوا یأخذون باقوا لهم و ما کا نوا یقبلون حکم کتاب اللّه تعالی قا ل شیخنا و مو لا نا خا تم المحقّقین و المجتهدین رضی اللّه تعا لی عنه قد شاهدت جماعة من مقلدة الفقهاء قرئت علیهم آیات کثیرة من کتاب اللّه تعا لی فی بعض مسائل و کا نت مذا هبهم بخلاف تلک ا لآ یات و لم یلتفتوا الیها و بقوا ینظرون ابی کا لمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواهر ا لآ یات مع انّ الرّوایة عن سلفنا و ردت علی خلافها و لو تامّلت حقّ التّا مل و جدت هذا الدّاء ساریا فی عروق الاکثرین من اهل الدّ نیا فان قیل انّه تعا لی لما کفر هم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسبب انّهم اطاعوا ا لا حبار و الرّ هبان فا لفاسق يطيع الشّيطان فو جب الحكم بكفره كما هو قول الخوارج و الجواب انّ الفاسق و ان كان يقبل دعوة الشّيطان ا لا انّه لا يعظمه لكن يلعنه و يستخف به اما اولئک ا لا تباع كا نوا يقبلون قول الاحبار و الرّ هبان و يعظمو نهم فظهر الفرق انتهى ما فى الكبير مختصراً من سورة البرائة۔

(تفسیر کبیر ہی میں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ اہل کتاب کے اپنے مولویوں اور پیروں کو رب بنانے کا یہ طلب نہیں ہے کہ وہ ان کو عقیدۃً خدا سمجھتے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ اوامر و نواہی میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔ حضرت عدیؓ بن حاتم سے روایت ہے (یہ پہلے عیسائی تھے) کہ وہ آنحضرتؐ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ اس وقت سورۃ برائت کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا جب وہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیتے تھے تو کیا تم ان کو حلال یا حرام نہیں سمجھتے تھے؟ حضرت عدیؓ نے عرض کیا ہاں۔ تو فرمایا یہی ان کی عبادت تھی۔ ربیع کہتے ہیں میں نے ابو العالیہ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل ان کو خدا کس طرح بناتے تھے تو آپ نے کہا وہ کتاب اللہ کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ان کے اقوال قبول کر لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہؒ خاتم المحققین والمجتہدین فرماتے ہیں میں نے فقہائے مقلدین کی ایک جماعت اس طرح کی دیکھی ہے کہ میں نے بعض مسائل میں ان کو قرآن پاک کی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے مذہب کے خلاف تھیں تو انہوں نے ان آیات کو نہ تو قبول کیا اور نہ ان کی طرف توجہ ہی کی اور حیران و پریشان دیکھتے رہے۔ مطلب یہ کہ ہمارے مجتہدین کے اقوال اگر انکے برخلاف ہوں تو ان ظاہر آیات پر عمل کیسے کر سکتے ہیں۔ اگر آپ اچھی طرح غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بیماری اکثر اہل دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان کی پیروی کرنیوالے کو تو صرف فاسق کہا جاتا ہے اور مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرنیوالوں پر خدا نے کفر کا فتوی کیوں لگا دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق اگرچہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے لیکن اسکو دل سے برا جانتا ہے اس پر لعنت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کرتا ہے اور اس کو ذلیل سمجھتا ہے، اور یہ لوگ مولویوں اور پیروں کی اطاعت کرتے ہیں تو یہ انکی تعظیم کرتے ہیں اور ان کو حق پر سمجھتے ہیں۔ سو ان دونوں میں یہ فرق ہے)

تقریر و تقلید مقلدان مذہب بلا دلیل مثل تقریر و تقلید مردمان ایام جاہلیت کے ہے۔ لہذا مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے:

واذا قیل لھم اتّبعوا ما انزل اللّٰہ یعنی چو گفتہ می شود ایشانرا کہ پیروی کنید حکم را کہ خدا نازل کردہ است و وسوسہ شیطان وطریقہ آباء واجداد خود را بگذارید قالوا گویند کہ ما پیروی حکم خدا نمی کنیم زیرا کہ ما را کجا لیاقت است، کہ کنہ حکم الٰہی دریافت نمائیم و نیز از کجا یقین بہم رسانیم کہ آنچہ ما می گوئید حکم الٰہی است بل نتّبع ما الفینا علیہ آباءنا یعنی ملیکہ ما پیروی کنیم آن رسم و رواج را، کہ یافتہ ایم برآن پدران گذشتہ خود را آن چیز را کہ ایشان از قدیم میخورو ندمی خوریم وآن چیز را کہ ایشاں حرام می دانستند می دانیم، زیرا کہ پدراں گذشتہ ما از ما داناتر عاقل تر بودند، اگر دریں رسم و رواج نقصانے می یافتند، ہرگز آن را معمول نمی بہ گذاشتند، و نیز اگر ما خلاف آباء واجداد خود کردہ درخوردن وآشامیدن بیبا کی نمائیم مطعون خلائق وخصوصاً اقارب وعشائر خود شویم و ما را از برادری خارج کنندہ و با ما نشست و برخاست وعلاقہ مناکحت و موا کلت موقوف کنند، چنانچہ ہمیں عذر در ہنود ہر قوم از بقال و کائیستھ و راجپوت و غیرھم از رواج و رسم خود برنمی گردند، و بعضے از جہال مسلمین نیز بآموختن از ایشاں در ترک نکاح بیوگان و دیگر رسوم باطلی ہمیں قسم اعذار بیان می کنند، و ابن اسحاق و ابن ابی حاتم از ابن عباس آوردہ، کہ روزے آنحضرت ﷺ با یہودیاں ہم کلام شدہ، آن قدر ایشان را خوبی ہائے اسلام فہمانیدند، در ترک قبول اسلام آن قدر ایشان را لاجواب کردند کہ ہیچ جائے عذر نماند و مقطع سخن بریں افتاد کہ رافع بن خارجہ و مالک بن عوف و دیگر دانشمندان آنہا گفتند، کہ حقیقت دین شما مسلم لیکن نتّبع ما وجدنا علیہ آباءنا فھم کانوا اعلم و خیراً منا پس حق تعالی ایں آیت نازل فرمودہ

بعد اس کے شاہ صاحبؒ مرحوم تحت مضامین اس آیت مذکور کے فرماتے ہیں:

چہارم آنکہ دریں آیت اشارہ است با بطال تقلید بدو طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کرا تقلید می کنی نزد تو محقق است یا نے، اگر محقق بودن او را نہ می شناسی، پس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باو جود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید می کنی ، و اگر محقق بودن او را می شناسی پس بکدام دلیل می شناسی اگر بہ تقلید دیگری می شناسی دران خواہد رفت وتسلسل لازم خواہد آمد، و اگر بعقل می شناسی ، پس آنرا چرا درمعرفت حق صرف نہ می کنی و عار تقلید برخود گوارا میداری ، طریق دوم آنکہ کسے را کہ تقلید می کنی ، اگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است ، پس تو واو برابر شدید ، اوراچہ ترجیح ماند، کہ تقلید اومی کنی ،اگر بدلیل دانستہ ، بس تقلید وقتے تمام می شود کہ تو ہم آن مسئل را بہماں دلیل بدانی ولامخالف او باشی نہ مقلد او وچو تو ہم آن مسئلہ رابدلیل دانستی تقلید ضائع شد،انتہی مافی العزیزی

(شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں آیت و اذا قیل لھم اتّبعوا ما انزل اللّٰہ کے تحت لکھتے ہیں کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ حکم الٰہی کی پیروی کرو اور آباء و اجداد اور شیطان کی پیروی چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ ہم خدا کے حکم کی اطاعت نہیں کر سکتے کیونکہ ہم میں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے کہ ہم خدا کے حکم کو سمجھ سکیں ۔اور پھر ہمیں یہ یقین بھی کیوں کر آ سکتا ہے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ حکم خداوندی ہے ۔ہم تو اسی رسم ورواج کی پابندی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے ۔ جو وہ کھاتے تھے، ہم کھائیں گے، جو حرام جانتے تھے، ہم اس کو حرام جانیں گے ۔ کیونکہ ہمارے باپ دادا ہم سے زیادہ عقل مند تھے، اگر اس میں وہ کوئی خرابی دیکھتے تو ضرور اس کو چھوڑ دیتے ۔ اب اگر ہم ان کے رسم ورواج کی خلاف ورزی کر کے کھائیں پئیں گے تو تمام آدمی ہم کو طعنہ دیں گے اور خصوصاً برادری ناراض ہو کر ہم کو برادری سے خارج کر دے گی ۔ ہم سے تعلقات منقطع کر لیں گے ۔ بالکل اسی طرح ہندو بھی اپنے رسم ورواج کو نہیں چھوڑتے اور بعضے جاہل مسلمان رسوم باطلہ کے ترک کرنے میں یا بیوہ کا نکاح کرنے میں بالکل یہی عذر پیش کرتے ہیں ۔ ابن ابی اسحاق اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے یہودیوں سے کلام شروع کیا ۔ ان کو اسلام کی خوبیاں اس طرح سمجھائیں اور اسلام قبول نہ کرنے کے بارے میں ان کو ایسا لاجواب کیا کہ کوئی عذر باقی نہ رہ گیا ۔ بالآخر رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے کہا کہ آپکے دین کی حقانیت تو مسلم ہے لیکن ہم اپنے باپ دادا کی پیروی کرینگے کیونکہ وہ ہم سے بہتر بھی تھے اور عالم بھی زیادہ تھے ۔تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چوتھی بات یہ ہے کہ اس آیت میں تقلید کے ابطال کی طرف اشارہ ہے دوطریق سے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک حق پر ہے یا نہیں؟ اگر تو اس کے حق پر ہونے کو نہیں جانتا اور اس کو غلطی پر ہونے احتمال کو بھی سمجھتا ہے تو اس کی تقلید کیوں کرتا ہے۔ اگر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے تو کیوں کر جانتا ہے۔ اگر کسی اور کے کہنے پر تجھے اعتبار آ گیا ہے تو پھر اس کا حق پر ہونا جانتا ہے یا نہیں؟ اس طرح تسلسل اور دور لازم آئے گا۔ اور اگر عقل سے اس کا حق پر ہونا سمجھتا ہے تو اس عقل کو حق کی معرفت میں استعمال کیوں نہیں کرتا؟ کیوں اپنے لئے تقلید کی ذلت گوارا کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اس نے بھی اس مسئلہ کو تقلید سے معلوم کیا ہے یا دلیل سے؟ اگر اس نے بھی اسے تقلید ہی سے معلوم کیا ہے تو پھر تو اور وہ برابر ہو گئے۔ وہ تجھ سے بہتر کیوں کر ہوا۔ اور اس نے اگر اسے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی صحیح تقلید تو یہ ہے کہ تو بھی اسے دلیل سے معلوم کر۔ ورنہ تو اسکا مخالف ہوگا نہ کہ مقلد۔ اور جب تو نے اسے دلیل سے معلوم کر لیا تو تقلید ختم ہوگئی)

قا ل فی التّفسیر الکبیر المسئله الثّا نیة معنی ا لآ یه ان اللّه تعا لی امر هم بان یّتّبعوا ما انز ل اللّه من الدّ لا ئل البا هره فهم قالوا لا نتّبع ذا لک و انّما نتّبع آ باء نا و اسلافنا فکانّما عا ر ضوا الدّ لا لة با لتقلید و اجاب اللّه تعا لی عنهم بقوله او لو کان آ با ئهم لا یعقلون شیئاً و لا یهتدون۔ و فیه مسا ئل۔ المسئله الثّا نیه۔ تقریر هذا الجواب من و جوه احد ها ان یّقال للمقلّد هل تعترف بان شر ط جواز التّقلید ا لا نسان ان یعلم کو نه محقا ام لا فا عترف بذا لک لم یعلم جواز تقلیده ا لا بعد ان تعرف کو نه محقا فکیف عر فت انه محق و ان عر فته بتقلید اخر لزم التّسلسل و ان عر فته با لعقل فذاك کاف فلا حا جّة الی التّقلید و ان قلت لیس من شر ط جواز تقلیده ان یعلم کو نه محقا فاذن قد جوزت تقلیده و ان مبطلا فاذن انت علی تقلید لا تعلم انک محق او مبطل

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و ثا نیها ان ذا لک التّقدم کان عا لماً بهذا الشّیء الا انا لم قدر نا ان ذا لک التّقدم ما کان عا لماً بذ الک الشّیء قطّ و ما اختار فیه البتة مذ هبا فا نت ما ذا کنت تعمل فلا تقدیر ان لا یو جد ذالک المتقدم و لا مذ هبه کا ن لا بدّ من العدول الی النظر فکذا ههنا

و ثا لثها انک ان قلدت من قبلک فذالک المتقدم کیف عرفته اعرفته بتقلید ام لا بتقلید فان عرفته بتقلید لزم امّا الدّور و امّا التّسلسل و ان عرفته لا بتقلید بل بد لیل فاذا اوجبت تقلید ذالک المتقدّ م و جب ان تطلب العلم با لدّ لیل لا با لتّقلید لا نّک لو طلبت با لتقلید لا با لدّ لیل فان ذالک المتقدم طلبه با لدّ لیل لا با لتقلید کنت مخا لفا له فثبت ان القول بالتقلید یفضی ثبو ته الی نفیه فیکون باطلاً ۔انتهی ما فی التفسیرالکبیر۔

نز لت فی المشرکین امروا با تّباع القر آ ن و سائر ما انز ل اللّه تعا لی من الحجج القا هره و البیّنات البا هره فجنحوا الی التّقلید و قیل نزلت فی طا ئفة من الیهود دعا هم رسول اللّه ﷺ الی ا لاسلام فقا لوا بل نتّبع ما و جد نا علیه آ با ء نا لانّهم کا نوا خیرا منّا و اعلم ... الی اخر ما فی التفسیر ابی السعود

(تفسیر کبیر میں کہا ہے دوسرا مسئلہ آیت کا معنی ہے اللہ تعالی نے ان کو حکم دیا کہ خداوند تعالی کی واضح دلیلوں کی پیروی کرو۔ تو انہوں نے جواباً کہا کہ ہم اس کی پیروی نہیں کریں گے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کی پیروی کریں گے۔ گویا انہوں نے دلیل کا مقابلہ تقلید سے کیا۔ اور اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا کہ اگر چہ ان کے باپ بے سمجھ اور گمراہ ہی ہوں تب بھی انہی کی پیروی کریں گے۔ اور اس میں بہت سے مسائل ہیں۔ دوسرا مسئلہ۔ اس جواب کی کئی طریق سے تقریر کا ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کیا تو یہ اقرار کرتا ہے کہ کسی انسان کی تقلید کرنے کے لئے اس کے حق پر ہونے کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علم بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر وہ اقرار کرے کہ ہاں اس کے حق پر ہونے کا علم ضروری ہے تو اس سے پوچھا جائے کہ تم کو اس کا حق پر ہونا کیسے معلوم ہوا۔ اگر کسی دوسرے کی تقلید سے ہوا ہے تو تسلسل اور دور لازم آئے گا۔ اور اگر تو نے عقل سے معلوم کرلیا ہے تو یہ عقل دلیل تلاش کرنے کے لئے کافی ہے۔ تقلید کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر مقلد کے حق پر ہونے کا علم ضروری نہیں سمجھتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اس کے باطل پر ہونے کے جواز کے باوجود اس کی تقلید کرلی۔ اس وقت تم کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ تم حق پر ہو یا باطل پر۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فرض کرلو جس کی تقلید تم کرتے ہو اگر اس کو اس مسئلہ کا علم نہ ہوتا یا وہ خود ہی دنیا میں پیدا نہ ہوتا تو تم کیا کرتے؟ یقیناً تم کو کسی اور طرف نگاہ اٹھانا پڑتی۔ سو اب بھی ایسا ہی کیوں نہیں کر لیتے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ جس پہلے شخص کی تم تقلید کر رہے ہو اس نے اس مسئلہ کو کیسے معلوم کیا۔ اگر کسی اور کی تقلید سے معلوم کیا ہے تو دور لازم آئے گا اور اگر اس نے دلیل سے معلوم کیا ہے تو اس کی تقلید تو یہ ہے کہ تم بھی دلیل سے اس کو معلوم کرو ورنہ مخالفت لازم آئے گی۔ تو معلوم ہو گیا کہ تقلید سے کوئی بات کہنا تقلید کی نفی کی طرف لے جاتا ہے۔ پس تقلید باطل ٹھہری۔ تفسیر کبیر کا مضمون ختم ہوا۔

یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی کہ جب ان کو دلائل کے اتباع کی دعوت دی گئی تو وہ تقلید آباء کی طرف جھک گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے حق میں نازل ہوئی۔ انکو حضور ﷺ نے اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے ہمارے باپ دادا ہم سے بہتر تھے، زیادہ عالم تھے، ہم انکی پیروی کرینگے۔ تفسیر ابوالسعود)

پس آیات کریمہ مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مقلدان زمانی باوصف درس و تدریس صحاح ستہ وقرآن مجید کے بنا بر اعتماد قواعد مختر عہ متاخرین اور روش و عادت اہل کتاب ونصوص صریحہ قرآن وحدیث سے بلطائف الحیل وتاویلات رکیکہ مقابلہ ومعارضہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فہم وفراست کہاں کہ مقاصد قرآن وحدیث پر عبور کریں، جو کچھ اسلاف کرام نے قواعد واصول مقرر کئے ہیں ان پر عمل کرتے ہیں، پس ان پر فرمودہ رسول مقبول ﷺ راست آیا۔

لتتّبعنّ سنن من كان قبلكم شبراً بشبر ذراعاً بذراع حتّى لو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

د خلوا حجر ضب تبعتمو هم قلنا یا رسول اللّٰه الیهود و النّصاری قال فمن۔ انتهی ما فی صحیح البخا ری و غیره من کتب الحد یث (تم اپنے سے پہلے لوگوں کی پوری پوری پیروی کرو گے ۔ بالشت با بالشت اور ہاتھ با ہاتھ۔ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے بل میں گھسا ہوگا تو تم بھی گھسو گے ۔ ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہود و نصاری کی پیروی کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کس کی)۔ (صحیح بخاری:۳۴۵۶)

ان نافہم مقلدوں ہم چنیں طریقہ وشعار پر صد ہزار افسوس ہے کہ آئمہ مجتہدین کے اقوال پر بھی کار بند نہیں ہوتے ۔ بلکہ بمقتضائے مضمون آیت کریمہ فی کل واد یھیمون یعنی وادی جہالت میں سرگردان رہتے ہیں، اور تابعداران ومتبعان خدا ورسول کو بزعم فاسد خود سب وشتم وزدوکوب کرتے ہیں اور لا مذہب و بد دین کہتے ہیں ۔ پس ان کے یہ تمام آثار وشعار بہ سبب ہوائے نفسانی وموجب عدم تدبر قرآن وحدیث واقوال سلف صالحین ومتاخرین محققین کے خلاف ہیں ۔ اور اقوال بلا دلیل پر نازاں وفرحاں ہیں، مسلّم الثبوت میں مذکور ہے:

عن آ ئمّتنا لا یحلّ لا حدٍ ان یّفتی بقو لنا ما لم یعلم من این قلنا انتهی و هکذا فی سمّ القوارض للملا علی قا ری الهر وی (ہمارے اماموں کا قول ہے کہ کسی آدمی کو اس وقت تک ہمارے قول پر فتوی دینا جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کو معلوم نہ ہو جائے کہ ہم نے وہ قول کیوں کہا ۔ ملا علی قاری کی سم لقوارض میں بھی اسی طرح ہے)

اسماء کتب اہل اصول مذہب حنفی وغیرہ کے عدم وجوب تقلید شخصی میں یہ ہیں ۔

باب ثامن عشر قضا فتاوی عالمگیری ۔ وفتح القدیر ۔ و تحریر ا لا صول لا بن الہمام ۔ وتقریر شرح تحریر صاحب عنایہ وتجیر شرح تحریر امیر الحاج وشرح تحریر سید بادشاہ ۔ شرح منہاج علامہ قاسم ۔ و مسلم الثبوت محبّ اللہ البہاری ۔ و مختصر ا لا صول ابن حاجب ۔ وعضدی شرح مختصر الاصول وشرح تحریر ومسلم مولانا نظام الدین و بحر العلوم مولوی عبد العلی ۔ و عقد الفرید شرنبلا لی ۔ وطحطاوی و ردالمحتار وطوالع الانوار حواشی درمختار و مغتنم الحصول علامہ حبیب اللہ قندھاری ۔ وقول سدید شیخ الشیوخ سید احمد طحطاوی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف شیخ عبدالحق محدث دہلوی وکتاب الرد علی من اخلد الی الارض للشیخ جلال الدین السیوطی وعلامہ عبدالبر وقرافی در شرح اصول، وعبدالوہاب درمیزان و یواقیت وعقد الجید وحجة الله البالغه شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وسوالات عشرہ شاہ عبدالعزیز وقاضی ثناء اللہ پانی پتی کا رسالہ عمل بالحدیث وکتاب فارسی جوگویا ترجمہ مسلم الثبوت ہے۔ تنویر العینین وایضاح الحق مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی۔

جیسا کہ واقفان ومزاولان کتب مذکورہ پرمخفی نہیں ہے۔ اس صورت میں مقلدین ہوا پرستان پر واجب ہے کہ بنظر انصاف وتدبر تمام کتب مذکورہ کو ملاحظہ فرما کر افراط وتفریط سے بازآویں تارضائے مولا پاویں

اندکے با تو بگفتم وبدل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے

لو کنّا نسمع او نعقل ما کنّا فی اصحاب السّعیر الآیه

(اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے)، (ملک: ۱۰)

هل یستوی الّذین یعلمون و الّذین لا یعلمون۔ الآیه

(کیا جاہل اور عالم کبھی برابر ہو سکتے ہیں) (زمر: ۹)

فا سئلوا اهل الذّکر ان کنتم لا تعلمون (اگر تم کو معلوم نہیں تو کسی اہل ذکر اہل علم سے پوچھ لو) (نحل: ۴۳)۔ وغیرھا من الآیات

مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا شرعاً فرض وواجب ہے۔ یعنی ہر جاہل لاعلمی کے وقت کسی عالم اہل الذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ وہ فاضل ہو خواہ مفضول ہو۔ کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے، مسئلہ دریافت کرلیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھ لے یا دو سے، فی الجملہ جس سے تسلی اور دل جمعی ہو، پھر جب ایک سے یا دو سے مثلاً دریافت کرلیا، عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا، اس پر شرعاً مواخذہ نہ رہا اور اسی پر قطعاً اجماع ہو چکا۔

اعلم ان کلا من المجتهدین و العلماء الکا ملین من اهل الذکر الّذین و جب سوالهم و اتباعهم لمن لم یصل الی درجة النّظر و الاستدلال فاذا عمل احد من المقلد ین بقول احد منهم فقد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ادی ما علیه هذا خلاصة ما یستفاد من القول السدید و غیره (جان لینا چاہیے کہ ہر اس آدمی کے لئے جو درجہ نظر و استدلال تک نہیں پہنچا ہے سارے مجتہد اور علمائے کاملین اہل ذکر ہیں۔ جن سے مسئلہ پوچھنے کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا جب کوئی مقلد کسی عالم کے قول پر عمل کرے گا تو اس نے اپنی تحقیق کر لی۔ القول السدید وغیرہ سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے)۔

مسئله یجوز تقلید المفضول مع وجود الا فضل فی العلم عند الا کثر و عن احمد و کثیر المنع بل یجب النظر فی الارجح ثم اتباعه لنا اولا کما اقول عموم فاسئلوا اهل الذّکر و ثانیا القطع فی عصر الصحابة باستفتاء کلّ صحابی مفضول فکان اجماعاً و من ثم قال الامام لو لا اجماع الصّحابة لکان مذهب الخصم اولی انتهی ما فی مسلّم الثبوت (افضل اور اعلم کے ہوتے ہوئے بھی مفضول کی تقلید اکثر اہل علم کے نزدیک جائز ہے۔ ہاں امام احمد اور کچھ دوسرے علماء اسکے قائل نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک زیادہ صحیح کی تلاش ضروری ہے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اولاً اللہ تعالی نے اہل الذکر میں عموم رکھا ہے اور ثانیاً صحابہ کے زمانہ میں یہ فیصلہ ہوگیا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول صحابہ بھی فتوی دیا کرتے تھے تو گویا اس پر اجماع ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اگر صحابہ کا اجماع نہ ہوتا تو ہمارے مخالفین کی بات راجح ہوتی۔ مسلم الثبوت کا مضمون ختم ہوا)

فمن انکر عموم اهل الذّکر فاولی له ثمّ اولی له اللهم ارنا الحقّ حقّاً و الباطل باطلاً۔ و اللّه اعلم بالصّواب فاعتبروا یا اولی الالباب (سو جو عموم اہل ذکر کا انکار کرے اس پر نہائت ہی افسوس ہے۔ خداوندا ہمیں حق، حق دکھا اور باطل، باطل)

الراقم العاجز محمد نذیر حسین

(منقول از فتاوی نذیریہ جلد اول مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ طبع سوم ۱۹۸۸ء ص ۱۶۹۔۱۸۰)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اذا وقعت الواقعة ليس لوقعتها كا ذبة خا فضة الرا فعة

واقعة الفتوى دافعة البلوى

بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حيم

سوال: اضعف العباد نجم الدین مرشد آبادی بحکم آیت کریمہ لا تلبسوا ا لحقّ بالباطل علماء دین محمدی سے سوال کرتا ہے کہ عمل تقلیدی کسی حجت شرعیہ میں سے ہے یا نہیں ۔ مقلد النبی نہایت ایذا پا کر مضطر ہو کر سوا ل کرتا ہے ۔ّبینوا بالحق و لا تکتموا الحقّ

جواب ۔عمل تقلیدی کسی ایک حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے ۔ یعنی عمل بقول اس شخص کے کرنا جس کا قول بلا دلیل شرعی کے حجت نہ ہو اس کو عمل تقلیدی کہتے ہیں اور تعریف تقلید کی یہ ہے:

التّقليد العمل بقول الغير من غير حجّة متعلّق بالعمل و المراد بالحجّة حجّة من الحجج ا لاربع كذا فى كتب ا لاصول و غير هما كما لا يخفى على الما هر بالاصو ل ۔

پس تقلید کی تعرف سے حسب اصطلاح مقلدین کے واضح ہوا کہ عمل تقلیدی دلائل اربع یعنی کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ اجماع صحابہ کرام و مجتہدین عظام اور قیاس صحیح مجتہد مسلّم الا جتہاد سے خارج ہے ۔ اور یہ امر تکلیفی شرعی نہیں اور جو عمل بلا ادلہ ار بعہ کے پایا جاوے وہ عمل تکلیفی شرعی نہیں وہ مردود و باطل ہے شرعاً ۔ پس عمل تقلیدی بھی مردود اور باطل ہوا ۔ الحمد للہ کہ بے اصل شرعی ہونا تقلید کا بموجب اصطلاح مقلدین کے ثابت ہوا اور یہ سخت حجت ہے مقلدین پر کما لا يخفى على المتفطن المنصف الما هر بالشريعة المحمد ية۔

قال فخر الدّين الرّازى فى الكبير هذه ا لآ ية دا لة على ان ما سوا هذه الا صول الار بع اعنى الكتا ب و السنّة و الاجماع و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

القیاس مردود و با طل و قد امر اللہ تعا لی فی کل وا حد منھا بتکلیف خا ص معین دل ذا لک علی انہ لیس للمکلف ان یتمسک بشیء سوے ھذہ ا لا صو ل ا لار بعة و اذا ثبت ھذا فتقو ل القو ل با لا ستحسا ن الذی یقو ل بہ ابو حنیفة ر ضی اللّٰہ و القو ل با لاستصلا ح الذی یقو ل بہ ما لک ر حمہ اللّٰہ ان کا ن المراد بہ احد ھذہ الا مور ا لار بعة فھو تغییر عبارة و لا فا ئدة فیہ و ان کا ن مغا ئر ا لھذہ ا لار بعة کا ن القول بہ باطلاً قطعاً لد لا لة ھذہ ا لآ یة علی بطلا نہ کما ذکر نا ۔ انتھی ما فی التفسیر الکبیر من تحت آ یة اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسو ل و اولی ا لا مر

اور اسی ... سے شوکانی نے قول مفید فی حکم التقلید میں لکھا ہے کہ نصوص آئمہ اربعہ کے مصرح ہیں منع تقلید میں:

قا ل الشّو کا نی قد ذکرت نصو ص ا لآ ئمة ا لا ر بعة المصر حة بالنھی عن التقلید فی الر سا لة التی سمیتھا القول المفید فی حکم التقلید فلا تطو ل المقا م بذ کر ذا لک و بھذا ... نعلم ان المنع من التقلید ان لم یکن اجماعاً (ھذا علی التنز ل لانّ اجماع السّلف من القرو ن الثلا ثة و تعا ملھم علی عدم جواز التقلید بلا دلیل ما انز ل بھا من سلطا ن کما لا یخفی علی اھل الدّ یا نة و الا یقا ن من سورة القر آن و من ادعی فعلیہ البیا ن با لبرھان کما قا ل اللّٰہ تعا لی: قل ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صا دقین) فھو مذ ھب جمھور و یؤید ھذا حکا یة ا لاجماع علی عدم جواز تقلید الاموا ت و کذالک علی المجتھد برأیہ انما ھل خصة لہ عند عدم تقلید و لا یجوز لغیرہ ان یعمل بہ بالاجماع فھذان ا لجماعان ... تقلید من اصلہ ۔ انتھی ما فی ھدا یة..السا ئل

اور برعکس وخلاف اس کے ہر مقلد مجرد تقلید آباء واسلاف کے فریفتہ اور مغرور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہوکر کتاب وسنت سے لڑ رہا ہے اور اسی تقلید بلا دلیل پر اڑ رہا ہے اور بعض اپنے خیال خام پر شاداں اور اپنے ہوس نا فرجام پر نازاں ۔ چنانچہ آیت کریمہ کل حزب بما لدیھم فرحون ایسے ہی مقلد متعصب پر مشعر اور مخبر ہے ۔ وہ ذرا غور اور فکر نہیں کرتا کہ تقلید بلا دلیل زمر مشترک فیہ ہے درمیان حق اور مبطل کے ۔ اس لئے کہ ہر فرقہ کہ جس کی تقلید بلا دلیل کرتا اور اس کو اچھا جانتا ہے اور دوسرا فرقہ مقابل فرقہ اول کے برعکس اس کے سمجھتا ہے ۔ پس اگر یہ تقلید بلا دلیل فی نفسہ مفضی الی الحق والصواب ہو تو واجب ہو ہونا شئ اور نقیض شئ کا حق اور صواب پر، کیونکہ ہر شخص اپنے مقلد کو اچھا اور دوسرے کو ناپسند رکھتا ہے اور یہ امر بالبداہۃ باطل بلا ریب ہے شرعاً اور عقلاً و لا یلقا ھا الا العا لمو ن اور اسی سبب سے اللہ جل شانہ جا بجا اپنے کلام پاک میں تقلید بلا دلیل کو روکتا ہے خاص کر سورۃ زخرف میں. زیادہ تقلید بلا دلیل کی شناعت اور مذمت فرمائی ہے:

و قا لوا لو شاء الرحمن ما عبد نا ھم ما لھم بذ لک من علم ان ھم ا لا یخرصون ام آ تنا ھم کتاباً من قبلہ فھم بہ مستمسکون بل قا لوا انا و جد نا آبا ئنا علی امۃ و انا علی آ ثا رھم مھتدون و کذا لک ما ار سلنا من قبلک فی قر یۃ من نذ یر الّا قال مترفو ھا انا و جد نا آ با ئنا علی امۃ و انا علی آ ثار ھم مقتدون قا ل او لو جئتکم باھدی مما و جد تم علیہ آ باء کم قالوا انا بما ار سلتم بہ کا فرو ن فا نتقمنا منھم .. الی آ خر الآیۃ

و المعنی انّھم وجدوا ذ لک البا طل فی کتا ب منز ل قبل القرآن حتی جاز لھم ان یعولوا علیہ و ان یتمسکوا بہ ۔ و المقصو د منہ ذکرہ فی معر ض ا لا نکار و لما ثبت انہ لم ید ل علیہ لا دلیل عقلی و لا دلیل نقلی و جب ان یکو ن القو ل بہ با طلاً ثم قا ل تعا لی :

بل قا لوا انا و جد نا آ با ئنا علی امۃ و انا علی آ ثا ر ھم ۔

و المقصود انہ تعا لی لما بین انہ لا دلیل لھم علی صحۃ ذلک القو ل البتتہ بیّن انہ لیس لھم حا مل یحملھم علیہ ا لّا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

التقليد المحض ثمّ بين ان تمسک الجها ل بطريقة التقليد امر کا ن حا صلاً من قديم الد هر فقا ل و کذ لک ما ار سلنا من قبلک فی قر ية من نذ ير الّا قا ل مترفوها انّا و جد نا آ با ئنا علی امة و انا علی آ ثار هم مقتدو ن ۔

و فی ا لآية مسا ئل ۔ المسئلة ا لاو لی : قا ل صا حب الکشا ف قرِیء علی اِمة با لکسر و کلتا هما من الامّ و هو القصد فا لا مة الطر يقة التی تو م ای تقصد کا لمرحلة للمر حو ل و الامة الحالة التی يکو ن عليها ا لآم و هو القا صد ۔

المسئلة الثا نية ۔ لو لم يکن فی کتا ب الله الّا هذه ا لآ يا ت لکفت فی ابطا ل القو ل با لتقليد و ذ لک لا نه تعا لی بيّن ان هئو لا ء الکفار لم يتمسکوا فی ا ثبا ت ما ذ حبوا اليه لا بطر يق عقلی و لا بد ليل نقلی ۔ ثم بيّن انهم ذهبوا اليه بمجرد تقليد الآ باء و الاسلا ف و انما ذکر تعا لی هذه المعا نی فی معرض الذ م .... و ذ لک يد ل علی المبطل و بين المحق و ذ لک لا نه کما حصل لهذه الطا ئفة قو م من المقلدة فکذ لک حصل لاضدا د هم اقوا م من القلدة فلو کا ن التقليد طر يقاً الی الحق لو جب کو ن الشئی و نقيضه حقاً و معلو م ان ذ لک با طل ۔ انتهی ما فی التفسير الکبير بلفظه

اور نیز دوسری دلیل بطلان تقلید پر یہ ہے کہ قول بوجوب تقلید موجب منع تقلید سے ہوگا اور جو چیز مفضی ہو ثبوت اس کا طرف نفی اس کی کے، یعنی ہر مقلد دوسرے مقلد کی تقلید کو نفی اور ناپسند کرتا ہے تو وہ باطل ہے، تو واجب ہوا اس قول سے بطلان تقلید کا

و اذ قا ل ابرا هيم لا بيه و قو مه اننی برا ء مما تعبدو ن الّا الذ ی فطر نی فا نه سيهد ين .. الی آ خر ا لآ ية

اعلم انّه تعا لی لما بيّن فی الآية المنتقد مة انه ليس لاو لئک الکفار داع يد عوهم الی تلک الاقاويل البا طلة الّا تقليد آلاباء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و الاسلا ف ثمّ بين انه طر يق باطل و منهج فا سد وان الرجوع الى الدليل او لى من ا لاعتما د على التقليد ارد فه بهذه ا لآ ية و المقصو د منها ذكر و جه آ خر يد ل على فساد القول بالتقليد و تقريره من و جهين ا لا ول انه تعا لى حكى عن ابراهيم ؑ انه تبرأ عن دين آ با ئه بنا ء على الد ليل فتقو ل اما ان يكو ن تقليد ا لآ با ء فى ا لا ديا ن محر ماً او جا ئزاً فا نكان محر ماً فقد بطل القو ل با لتقليد و ان كا ن جا ئزاً فمعلو م ان اشر ف آ با ء العر ب هو ابرا هيم و ذ لک لا نّه ليس لهم فخر و لا شرف ا لّا با نّهم من او لا ده و اذا كا ن كذ لک فتقليد هذا الاب الذى هو اشرف دين ا لآ با ء او لى من تقليد سا ئر ا لآباء و اذا ثبت ان تقليده او لى من تقليد غيره فتقو ل انه تر ك دين آلاباء و حكم با ن اتباع الد ليل او لى من متا بعة ا لآ با ء و اذا كان كذ لک و جب تقليده فى تر ك تقليد ا لآ با ء و و جب تقليده فى تر جيح الد ليل على التقليد و اذا ثبت هذا فتقو ل فقد ظهر ان القو ل بو جو ب التقليد يو جب المنع من التقليد و ما افضى ثبو ته الى نفيه كا ن با طلاً فو جب ان يكو ن القو ل بالتقليد با طلاً فهذا طر يق دقيق فى البطا ل التقليد ۔ انتهى ما فى التفسير الكبير

و من صورة صٓ ۔ و عجبوا ان جا ء هم منذ رمنهم و قا ل الكافرو ن هذا سا حر كذا ب ۔ اجعل الآ لهة الهاً وا حداً ان هذا لشئى عجا ب ۔ و انطلق الملا ء منهم ان امشوا و اصبروا ولى آلهتكم ان هذا لشئى يراد ما سمعنا بهذا فى الملة ا لآ خرة ان هذاا لا ا ختلا ق ۔ ا لآ ية ۔

اقو ل منشاء التعجب من و جهين

الاول : هو ان القو م ما كا نوا من ا صحا ب النظر و الاستدلال

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بل کا نت او ھا مھم تا بعة للمحسو سا ت فلما و جدوا فی الشاھد ان الفا عل الوا حد لا تفی قدر ته و عمله ؟ بحفظ الخلق العظیم قا سوا الغا ئب علی الشا ھد فقا لوا لا بد فی حفظ العا لم الکثیر من آ لھة کثیرة یتکفل کل وا حد منھم بحفظ نوع آخر و الو جه الثا نی ان اسلا فھم لکثر تھم و قوة عقو لھم کانوا مطبقین ؟؟ علی الشر ك فقا لوا من العجب ان یکو ن او لئک ا لاقوا م علی کثر تھم و قوة عقو لھم کا نوا جاھلین مبطلین و ھذا الانسا ن الواحد یکون محقاًصادقاً و اقول لعمری لو سلمنا اجرا ء حکم الشا ھد علی الغا ئب من غیر دلیل و حجة لکا نت الشبھة ا الاو لی لازمة و لما توا فقنا علی فساد ھا علمنا ان اجرا ء حکم الشا ھد علی الغا ئب فاسد قطعاً و اذا بطلت ھذہ القا عدة فقد بطل اصل کلا م المشبھة فی الذات فھو انّھم یقولون لما کا ن فی کل مو جود فی الشّاھد یجب ان یکو ن جسماً و مختصاً بحیز وجب فی الغائب ان یکون کذا لک و اما المشبھة فی ا لافعا ل فھم المعتز لة الّذین یقولون الامر الفلانی قبیح منا فوجب ان یکو ن قبیحاً من اللّه فثبت بما ذکر نا ان صحّ کلام ھئولاء المشبھة فی الذّا ت و فی الافعال لز م القطع بصحة شبھة ھئولاء المشرکین و حیث توافقنا علی فسا د ھا علمنا ان عمدة کلا م المجسمة و کلام المعتزلة باطل فاسد و اما الشبھة الثانیة فلعمری لو کان التقلید حقاً لکا نت ھذہ الشبة لازمة و حیث کا نت فاسدة علمنا ان التقلید با طل ۔ انتھی ما فی الکبیر بلفظه من عینه

پس قول امام رازی سے صاف واضح ہوا کہ اگر تقلید بلا دلیل صحیح اور حق ہو تو شبہہ فرقہ مجسمہ و کلام معتزلہ کا بھی حق ہو حالانکہ قول و شبہ ان دونوں فرقوں کا باطل ہوا تو تقلید بلا دلیل بھی باطل ہوئی۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ سورہ یونس میں فرماتا ہے:

قا لوا اجئتنا لتلفتنا عما و جد نا علیه آ با ء نا فنکو ن لکما الکبر یا ء فی ا لا ر ض و ما نحن لکما بمو منین۔

اعلم ان حا صل هذا الکلا م انّهم قا لوا لا نترك الدّ ین الّذی نحن علیه لانّا وجد نا آباء نا علیه فقد تمسکوا با لتّقلید و دفعوا الحجّة الظاهرة بمجرد الاصرار انتهی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحا جة۔

سورۃ ھود میں فرمایا ہے:

قا لوا یا شعیب ا صلوتک تا مر ان نتر ك ما یعبد آ باء نا او نفعل فی اموا لنا ما نشاء

و قد اشاروا فیه الی التمسک بطر یقة التقلید لا نهم استبعدوا منه ان یا مرهم بترك عبا دة ما کا ن یعبد آ باء هم یعنی الطریقة الّتی ا خذ ناها من آ باء نا و اسلافنا کیف نترکها و ذلک تمسک بمحض التقلید انتهی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحا جة۔

و ایضاً سورۃ صا فات میں تحت آیت: فهم علی آ ثا رهم یهرعون کے امام رازیؒ لکھتے ہیں:

و المقصود من ا لآ یة انه تعا لی علل استحقا قهم للو قو ع فی تلک الشدا ئد کلها بتقلید الآباء فی الدین و ترك اتباع الدلیل و لو لم یو جد فی القرآن آیة غیر هذه ا لآ یة فی ذمّ التّقلید لکفی انتهی ما فی التفسیر الکبیر بقد الحا جة

اب تحریر بالا سے ماہران شریعت غرا پر مخفی نہ رہے کہ جب مذہم وقباحت تقلید بلادلیل کی کلام ربانی سے قطعاً ثابت ہوئی تو مسلمان دیندارتقوی شعار پر ازراہ وجوب محبت واطاعت خالق اکبراور رسول اطہر کے ماننا کلام ربانی کا اور بدل وجان تصدیق کرنا اس کا در باب ذم تقلید بلا دلیل کے فرض اعتقادی وعملی ہوا، والاّ ساتھ شقاق ونفاق کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

منسوب ہوگا اور دائرہ اسلام سے باہر، بنا بر اس کے کہ محبّ مطیع پر اطاعت و تابعداری محبوب مطاع کی واجب ہے چنانچہ اس پر آیت کریمہ و الذین آ منوا اشد حبّاً للّٰہ۔ وغیرھا من الآیات شاہد عدم ہے۔ اور اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول فرض ہے اور حاکم مطلق اللہ تعالی ہے اور ہر گاہ حاکم مطلق نے تقلید بلا دلیل کو باطل اور مذموم فرمایا تو مخلوق محکوم پر فرمان برداری حاکم مطلق کی فرض ہوگی اور بے حکم حاکم کوئی امر اپنی طرف سے نکالنا اور اس کو نیک سمجھنا اور اس پر چلنا نہایت قبیح ہوگا اور مخالفت حاکم کی لازم ہوگی کیونکہ باذن اللہ نہیں ہے۔

اور قرآن میں فرمایا ہے:

و ما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن اللّٰہ۔

ای بامر اللّٰہ لانّ طاعۃ الرّسول و جبت بامر اللّٰہ کذا فی المعالم و غیرہ من التّفاسیر۔

پس قول بلا دلیل پر تقلید کرنا کسی عالم کی اگر چہ وہ بڑا نامی کامی ہو باطل اور موجب نارضامندی خدا و رسول کا ہوگا چنانچہ آیت کریمہ سے اظہر من الشّمس ہے اور کور باطن کو نہ سوجھے تو آفتاب عالم تاب کا کیا قصور اسی واسطے سارے اہل اصول لکھتے ہیں:

الحاکم ھوالذی صدر الحکم منہ و لا حکم الّا من اللّٰہ تعالی۔

کذا فی مسلّم الثبوت و ھکذا فی تحریر ابن الھمام۔

اور حکم خطاب ہی ہے اللہ تعالی کا کہ جو متعلق ہے ساتھ فعل مکلّف کے چنانچہ مسلّم الثبوت وغیرہ کتب اصول میں بتفصیل مذکور ہے اور دلیل اس پر قرآن شریف ہے:

ان الحکم الّا للّٰہ۔

و لیس لغیر اللّٰہ حکم واجب القبول و لا امر و اجب الالتزام بل الحکم و الامر و التکلیف لہ تعالی شانہ۔ انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً۔

پس آیت کریمہ اور نیز کتب اصول ہر چہار مذہب سے صاف واضح ہوا کہ تقلید بلا دلیل حکم الٰہی سے خارج اور مذموم و قبیح ہے جیسا کہ اوپر آیت اور تفسیر سے اس کا بیان شافی و کافی ہو چکا تو اب ہر مسلمان طالب حق کو بہت غور و فکر چاہیے کہ مقلدین مقابلین ورطہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دریائے تقلید نا پیدا کنار میں حضرت نوحؑ کے زمانہ سے لغایت حال غرق ہوتے چلے آتے ہین پھر بھی مقلدین زمانہ حال کے نصوص قرآنی میں نظر کر کے عبرت نہیں پکڑتے اور خواہ مخواہ مصداق آیت کریم لھم قلوب لا یفقھون بھا.. الی آخرہ کے ہوتے ہیں۔ صد حیف کیونکہ تقلید بلا دلیل ایسی پوچ و لچر و محض بے اصل ہے کہ خدا تعالی نے معرفت توحید و رد شرک و کفر و معرفت رسالت رسول اللہ ﷺ میں بجز تقلید انبیاء سابقین کے اکتفا نہ کیا بلکہ اوپر اثبات صانع و رد شرک و ثبوت نبوت رسول مقبول ﷺ کے دلائل قاہرہ گوناگوں جا بجا اپنے کلام پاک میں قائم کئے اور مقلدین متعصبین کو کہ جو دلائل شرعیہ ،ما انزل اللہ پر اصلاً نظر و فکر نہیں کرنی تھی طرح طرح کے الزامات دیئے چنانچہ ماہران قرآن شریف پر ہوایدا و آشکارا ہے:

اعلم انّه تعالی لما اقام الد لائل القا ھرة علی ا ثبات الصّانع و ابطل القو ل با لشر یک عقبه مما ید لّ علی النّبوّة و لما کانت نبوّة محمّد ﷺ مبنیة علی کون القرآن معجزاً اقام الدلالة علی کو نه معجزاً فظھر انّه سبحا نه کما لم یکتف فی معرفة التّوحید بالتقلید فکذا فی معرفة النّبوّة لم یکتف بالتقلید انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً بقدر الحا جة من تحت قو له تعا لی ان کنتم فی ریب مما نز لنا علی عبد نا .. الی آ خر ا لا یة۔

اور جو قول بعض عالم سادہ لوح زمانہ حال کا ہے کہ مجھے تقلید کافی ہے اور نظر و غور دلائل میں کچھ ضرور نہیں کیونکہ میں مقلد ہوں اور مقلد کو دلیل سے کیا کام ،سو قول اس کا مردود اور باطل ہے اس لئے کہ دین میں نظر دلائل کی طرف مہما امکن بقدر استعداد ا لا بد و ضرور ہے ہر مکلّف مومن با للہ و الیوم ا لآ خر پر چنانچہ صا حب تفسیر کبیر نے سورہ جا ثیہ میں تحت آیت کریمہ تلک آ یا ت اللّٰہ نتلو ھا علیک با لحقّ فبا یّ حد یث بعد اللّٰہ و آیاته یؤمنو ن ، کے لکھا ہے:

ثمّ قا ل تعا لی فبا یّ حد یثٍ بعد اللّٰہ و آ یا ته یو منون۔ یعنی ان من ینتفع بھذہ ا لآیات فلا شئی بعده یجوز ان ینتفع به و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ابطل قو ل من یزعم انّ التّقلید کاف و بیّن انّه یجب علی المکلّف التّامل فی دلائل دین اللّه تعالی انتھی ما فی التفسیر الکبیر۔

اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ اگر تم کو دلیل ملے یعنی اگر دلیل شرعی کتاب اور سنت سے تم پر ظاہر ہو تو اس پر عمل کرو اور میرے قول بلا دلیل کو چھوڑ دو چنانچہ درمختار وطحطاوی وغیرہ سے واضح ہوتا ہے:

قال لا صحّ به ان توجه لکم دلیل فقو لوا به ۔ انتھی ما فی الدر المختار مختصراً۔

ای ظھر لکم فی المسئلة و جه الد لیل علی غیر ما اقو ل انتھی ما فی الطحطاوی۔

اب جو کوئی کہے کہ یہ آیات کفار کے حق میں وارد ہیں وہ تو بڑا باہل اور بے وقوف ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص محال کا جیسا کہ کتب احادیث و کتب اصول فقہ واستدلالات صحابہ کرام سے جا بجا واضح ہوتا ہے اور اس بارہ میں تفسیر اتقان نے بہت کچھ لکھا ہے کما لا یخفی علی الما ھر با لشریعة الغراء۔

اور کچھ بطلان اس کا تفسیر عزیزی سے لکھا جاتا ہے۔

چہارم آنکہ دریں آیت اشارہ است بابطال تقلید بدوطریق، طریق اول آنکہ از مقلد باید پرسید کہ ہر کرا تقلید میکنی نزد تو محق ست یا نے، اگر محق بودن او را نمیشنا سی پس باوجود احتمال مبطل بودن او چرا او را تقلید میکنی واگر محق بودن او میشنا سی پس بکدام دلیل میشنا سی اگر بتقلید دیگر میشنا سی سخن دراں خواہد رفت وتسلسل لازم خواہد آمد واگر بعقل میشنا سی پس آنرا چرا در معرفت حق صرف نمیکنی وعار تقلید بر خود گوارا میداری۔ طریق دوم آنکہ کسی را کہ تقلید میکنی اگر ایں مسئلہ را او ہم بتقلید دانستہ است پس تو واو برابر شدید او را چہ ترجیح ماند کہ تقلید او میکنی واگر بدلیل دانستہ است پس تقلید وقتے ؟؟؟ تمام میشود کہ تو ہم آں مسئلہ را بہمان دلیل بدانی والاّ مخالف او باشی نہ مقلد او وچوں تو ہم آں مسئلہ را بدلیل دانستے تقلید ضائع شد۔ انتھی ما فی التفسیر العزیزی۔

اے مسلمانوں! تم سن چکے مذمت اور برائے تقلید بلا دلیل کے قرآن مجید وغیرہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے تو اب کتاب وسنت وسنت پر مستعد اور مستقیم بدل وجان ہو جاؤ کہ جنت نعیم مکان عیش و آرام ابدی کا تم کو سرکار عالی جاہ سے عنایت ہوگا۔

یا ایّھا النّاس قد جاء کم بر ھا ن مّن رّ بکم و انز لنا الیکم نوراً مبیناً .. ا لآ یة ۔ و البرھا ن ھو محمد ﷺ و انّما سمّا ہ بر ھا ناً لانّ حرفته اقامة البرھان علی تحقیق الحقّ و ابطا ل الباطل و النّو ر المبین ھو القرآن و سمّا ہ نوراً لانّه سبب لوقو ع نور الا یما ن فی القلب ۔ انتھی ما فی التفسیر الکبیر مختصراً

تنبیہ: رجوع کرنا کرنا طرف قاضی یا فتوی مفتی کے یا حکم کرنا قاضی کا اوپر شہادات شاہدان عدول کے باتباع اولی الامر کا بدلیل شرعی ہے اس کو تقلید اصطلاحی مقلدین نہیں کہتے کیونکہ تقلید اصطلاحی یہ ہے کہ گلے میں پٹا ڈال کر بلا دلیل ایک شخص کا ہو رہنا اور اسی طرح عمل اوپر روایت راوی حدیث متصل مرفوع کے بدلیل شرعی ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے فلیبلغ الشا ھد الغا ئب ..الحدیث ۔ اور جو مفتی یا قاضی سے غلطی واقع ہو جاوے تو رجوع طرف قرآن وحدیث کے ضرور ہے جیسا کہ فرمایا خدا تعالی نے:

فا ن تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرّسو ل .. الآ یة

و ما علینا الا البلا غ و اللّٰہ اعلم بالصّوا ب فا عتبروا یا او لی ا لا لبا ب ۔ تمت ۔ اللّٰھم لک الحمد علی ما وفقتنی لتحریر ھذہ الرّسا لة المسمّا ة بوا قعة الفتوے دافعة البلوی سنه ۱۲۹۷ من ھجرة خیر البر یّة علیه و علی آ له و اصحا به الف الف صلوا ت و تحیّة ر بّنا تقبّل منّا انّک انت السّمیع العلیم و ا غفر لنا و ار حمنا انّک علی کلّ شئی قدیر۔

المو لف العا جز محمد نذیر حسین عا فا ہ اللہ فی الدا رین

اس کے قاضی طلا محمد پشاوری کا قصیدہ در مدح عمل بالحدیث فارسی، اور امام ابن قیم کا قصیدہ نونیہ عربی سے چند اشعار درج ہیں۔

(طبع باہتمام مولوی تلطف حسین فی الطبع الفاروقی الواقع فی الدہلی)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید احمد حسن دہلوی

ڈپٹی سید احمد حسن ۱۲۵۸ھ ۔۱۸۴۲ء میں دہلی پیدا ہوئے ۔ خورجہ میں مولوی محمد حسین خور جوی سے منطق فقہ اصول پڑ ھی ۔ اور علی گڈ ھ میں مولوی فیض الحسن سہار پوری سے بھی منطق فقہ اصول فقہ پڑھی ۔ پھر دہلی آئے اور میاں نذ یر حسین صاحب سے حدیث تفسیر فقہ کی تعلیم حاصل کی اور حکیم امام الدین خان سے طب پڑھی ۔ تکمیل کے بعد میاں نذ یر حسین صاحب کے پاس افتاء کا کام کرنے لگے اور پھر میاں صاحب کی تجویز اور سے ڈپٹی نذ یر احمد کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوگئی ۔ ان دنوں مولوی نذ یر احمد صاحب گورکھپور میں مقیم تھے اس لئے یہ شادی وہیں انجام پائی ہوئی اور میاں صاحب نے وہاں نکاح پڑ ھایا ۔ شادی کے بعد احمد حسن صاحب ٹونک چلے گئے ۔ جب مولوی نذ یر احمد حیدر آباد دکن گئے تو انہوں نے سید احمد حسن کو بھی وہاں بلا لیا اور آپ بطور اسسٹنٹ کمشنر ملازم ہو گئے ۔ پھر جلد ہی ناندیر میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے جس پر ایک مدت تک فائز رہے اور وہیں پنشن پر ریٹائر ہوئے ۔ ۱۸۹۱ء ۔ ۱۳۰۸ھ میں حج کیا اور حجاز میں ان مصائب سے دوچار ہوئے جو عاملین بالحدیث کا ان دنوں وہاں مقدر تھیں ۔ ۱۳۰۹ھ میں واپس آئے ۔ تفسیر و حدیث پر گہری نظر تھی فقہ واصول پر مہارت تھی قانوں بھی جانتے تھے اور ادب سے بھی لگاؤ تھا نیز شعر و ادب کا بھی ذوق تھا ۔

عبد الحمید اٹاوی کہتے ہیں کہ جب آپ حیدر آباد میں اسسٹنٹ کمشنر تھے تو مولوی چراغ علی اسسٹنٹ ریونیو سکرٹری کے طور پر دورے پر آئے ۔ باتوں میں مولوی چراغ علی نے کہا کہ قرآن مجید کو نازل ہوئے ۱۲ سو سال کا عرصہ گزر گیا ہے ۔ اس لئے اب وہ پرانا ہو گیا ہے ، اس میں ترمیمات کرنی چاہیں ، سید احمد حسن نے کہا کہ انجیل کو ۱۸ سو سال ہو گئے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہیں ، پہلے پادریوں سے اس میں ترامیم کرایئے ،قرآن کا نمبر بعد میں آئے گا ۔ یہ سن کر مولوی چراغ علی صاحب کا چراغ علم بجھ گیا ۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۲۰ء)

سید احمد حسن ریٹائر ہوکر دہلی میں مقیم ہوئے اور کچھ عرصہ جامع مسجد و مدرسہ فتح پوری کے ممبر بھی رہے ۔ مولوی ادریس نگرامی نے تذکرہ علمائے حال میں لکھا ہے کہ :

مولوی حافظ احمد حسن ،مولوی عبدالرب کے مدرسہ میں تعلیم دیتے ہیں (ص ۱۰)

یہ تذکرہ ۱۳۱۳ھ ۔ ۱۸۹۵ء میں مرتب ہوا اور ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا ۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت آپ دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم دہلوی میں مدرس تھے ۔ ڈپٹی نذیر احمد کے بیٹے اور سید احمد حسن کے سالے مولوی بشیر الدین احمد نے واقعات دارالحکومت دہلی میں آپ کے حالات میں لکھا ہے :

مولوی احمد حسن دہلی کے معزز سادات میں سے ہیں ۔ حدیث و فقہ میں شمس العلماء سید نذیر حسین محدث کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں ۔ علم طب بھی بالاستیعاب حاصل کیا ہے ۔ علاوہ محدث وفقیہہ ہونے کے بڑے بھاری ادیب بھی ہیں ۔ ..سنت نبوی کے سختی سے پابند ہیں ۔ اگرچہ کئی مواقع بیش قرار ماہوار کی انگریزی ملازمت کے ہوئے مگر نہیں کی ۔ بالآخر حیدرآباد دکن میں ملازم ہوئے .. باوجود کہ ضلع کی حکومت حاصل تھی مگر مزاج میں غائت درجہ کا حلم وانکسار اور خلق ہے اور فقیرانہ زندگی بسر کرتے رہے .. کتب بینی تصنیف وتالیف کے سوا کوئی مشغلہ نہ رہا ..جس کسی کو ایک سچے اور راست باز دین دار مسلمان کا نمونہ دیکھنا ہو وہ آپ کو دیکھ لے ۔ (واقعات دارالحکومت دہلی ۔ص ۴۲۰۔۴۲۱ ۔ ج ۲) ۔

سید احمد حسن کی تصانیف میں یہ کتابیں شامل ہیں :

احسن الفوائد ۔ شاہ ولی اللہ شاہ عبدالقادر رفیع الدین کے تراجم ہیں اس پر احسن الفوائد کے نام سے احادیث نبوی سے مستفاد حواشی لکھے ۔ بار اول اپنے خرچ پر ۱۳۱۵ھ ۔ ۱۸۹۷ء میں شائع کرایا ۔ پھر جید برقی پریس دہلی سے ۱۳۴۷ھ ۔ ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا ۔ تعداد صفحات ۸۲۲

احسن التفاسیر ۔ سات جلدوں میں لکھی ہے ۔ یہ تفسیر بالماثور ہے اور پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں دہلی سے شائع ہوئی ۔ ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے احادیث وآثار کی تخریج کر کے مکتبہ سلفیہ لاہور سے شائع کی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات الاحکام من کلام رب الانام ۔ پہلی مرتبہ فتح پرنٹنگ پریس دہلی سے ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں ۴۱۹ صفحات پر شائع ہوئی ۔ سورہ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آیات متعلقہ احکام کی تفسیر ہے ۔

تنقیح الرواہ فی تخریج احادیث المشکوۃ ۔ چار حصوں میں کام کیا تھا۔ ابتدائی نصف کام خود کیا، بقیہ نصف مولوی شرف الدین دہلوی سے لکھوایا ۔ پہلا حصہ مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں دوسرا مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں شائع ہوا ۔ ۔ باقی دو حصے غیر مطبوع تھے ۔ جناب عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے مطبع مجتبائی کے ورثا سے خریدے اور بعد تحقیق و تصحیح و اضافہ (جوان کی زیر نگرانی حافظ صلاح الدین یوسف اور قاری نعیم الحق نے کیا) شائع کئے ۔

حاشیۃ الدھلویہ علی بلوغ المرام ۔ یہ حاشیہ عربی زبان بڑا مقبول ہوا ، اسے مختصر شرح بھی کہا جا سکتا ہے پہلی مرتبہ مطبع فاروقی دہلی سے ۱۳۲۵ھ میں ۳۵۰ صفحات پر شائع ہوا ۔ پھر ۱۹۷۸ء میں سرگودھا اور بعد ازاں بیروت سے شائع ہوا ۔ اس کا اردو ترجمہ ابوانس محمد سرور گوہر نے کیا جو مکتبہ قدوسیہ لاہور سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوا جس کی تعداد صفحات ۵۷۴ اور تکمیل ترجمہ کی تاریخ ۱۷ جنوری ۲۰۰۲ء ہے ۔

تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الانتصار ۔ مولوی ارشاد حسین صاحب رام پوری کے ردّ میں لکھی گئی ۔

صراط الاھتدی فی بیان الاقتداء ۔ اہل حدیث کے بعض امتیازی مسائل کی تحقیق ہے اور اہل حدیث کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا جواز ثابت کیا گیا ۔ ۱۲۸۹ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوئی ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تلخیص الا نظار فیما بنِی علیه ا لا نتصار

بسم اللّه الرّ حمن الرّحیم ۔ الحمد للّه الّذی یستحقّ ا لوجود لذا ته فهو الواجب با لذّا ت و الصّلوة و السّلام علی رسوله الّذی وجب اتّبا عه علی المخلو قات و علی آ له و صحبه و ناصر دینه علی حسب الدّر جا ت ۔ امّا بعد ۔

نا ظرین قریب الا نصاف اور لاحظین بعید الا عتسا ف پر یہ امر مخفی نہیں کہ ۱۲۸۳ھ یعنی زما نہ انطباع اور انتشار معیار (الحق) سے اب تک ہر جگہ یہ بڑا شہرہ اور غلغلہ تھا کہ مصطفیٰ آ باد عرف رام پور میں مولوی ارشاد حسین بطرز شا ئستہ کتاب مذکور کا جواب تحریر فر ما رہے ہیں ۔ اس افواہ متوا لیہ مورث شوق کی گرم با زاری سے راقم الحروف کے دل میں بھی مولوی صا حب مذکور کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا ۔ الحمد للہ کہ بعد انتظار اور اشتیاق وا فر کے یہ تمنا پوری ہوئی کہ ۱۵ جمادی الثا نی ۱۲۹۰ھ کو مولوی صا حب مذکور کے افادات مسمی بانتصار الحق مجھ تک پہنچے اور اس کے مضا مین نظر سے گذ رے ۔ نا ظرین موصوفہ صفت با لا کی خدمت میں سچ عرض کیا جا تا ہے کہ بقول مشہور تسمع با لمعیدی خیر من ان تراه ۔ جب تک دل مشتاق کو ان افا دات کے دیکھنے کا اشتیاق تھا تو وہی سماں کچھ خوب تھا، کیونکہ اس حا لت میں سوائے اشتیاق روز افزوں کے اور کچھ تا سف نہ تھا، بخلا ف اس حا لت حال کے کہ بخدا ایک حا لت عجیبہ ہے جس میں سرور اشتیاق بھی ہا تھ سے گیا، اور سوائے تا سف چند در چند کے اور کچھ ہا تھ نہ آ یا ۔ قطع نظر اور تا سفات کے یہ بڑا تا سف ہے کہ با وصف اس کے کہ مؤلف مذکور علوم عقلیہ کی مہا رت میں بڑے شہرہ آ فاق اور اپنے زعم میں ہر طرح کے بگا ڑ سنوار میں خوب طاق ہیں، لیکن با یں ہمہ کلام ا کا بر کا مقا بلہ تو جیہات عقلیہ سے ٹھہرا کر پھر تو جیہات بھی وہ ذکر کیں کہ خیر سے نہ خود بدولت کو مفید نہ مقا بل کو مضر ۔ مگر چونکہ شروع کتا ب میں حضرت مؤلف نے نا ظرین کتا ب کو یہ ارشاد فر ما دیا ہے کہ اگر اس کتا ب کے سب مبا حث

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ناپسند ہوں تو جواب ہر بحث و دلیل کا بتفصیل حوالہ قلم فرمائیں اور اگر بعض ناپسند ہوں تو اس کا جواب لکھیں اور باقی کو صراحتاً تسلیم کریں۔ اور یہ بھی فرما دیا ہے کہ یہ شایان اہل علم نہیں کہ مضامین چند موقع متعددہ سے لے کر بے ملاحظہ سابق و لاحق محل اعتراض ٹھہراویں اور اس کا نام ردّ جواب قرار دیں۔ نظر بر آن راقم الحروف ان چند سطور میں حضرت مؤلف کے پہلے یہ تسکین کرے دیتا ہے کہ برطبق فحوائے کلام مذکورہ مؤلف کے راقم الحروف نے ایسا جواب بسیط جامع اقوال سابق و لاحق انتصار کو معرض تحریر میں لانا شروع کیا کہ انشاء اللہ وہ جواب اس حیثیت سے غالباً حسب مرضی مؤلف ہوگا۔ اور پہلے سے اس حکایت تسکین کی اس نظر سے ضرورت پڑی کہ بغیر ... دید اس حکایت خاطر خواہ کے ان سطور کے ملاحظہ فرمانے سے خدانخواستہ مؤلف کو یہ مایوسی نہ ہو کہ انتصار کے قول قول کے جواب کا کوئی متکفل نہ ہوا۔ اور بعد تذکرہ حکایت مذکورہ کے تمام منتظرین جواب اولی الالباب کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہے کہ تحریر موعودہ بالا پر راقم الحروف کو زیادہ تر یہ امر باعث ہوا ہے کہ حضرت مؤلف کی خوشی خاطر مجھے منظور نظر ہے، وگرنہ ماشاء اللہ مؤلف نے تو اپنے مسلّمات سے ہی طرز بحث کو ایسا قریب الانقطاع پہنچا دیا ہے کہ مع لحاظ مؤلف کے جمیع اقوال سابق و لاحق کی نہایت مختصر تقریر میں مؤلف کی ساری لمبی چوڑی قیل وقال کا جواب ہوسکتا ہے اور جواب بھی بشرط انصاف ایسا مسکت کہ جس کا مبنی سراپا وہ معلومات کہ جن سے انحراف کرنا سوائے مکابر کے اور کسی کی شان نہیں۔ ہرگاہ کہ حکایت تسکین اوپر ذکر ہو چکی ہے اس لئے اپنے اس قول مذکورہ بالا کی تصدیق کے واسطے مسطر السطور طالبین حق کے لئے اس بحث مختصر سے باحث ہونے کو اب اتنا محل تو ہم نہیں جانتا مگر وہ بحث متضمن ہے، ایک تمہید کو اور وہ یہ ہے کہ شروع بحث مبحوثہ بالذات یعنی صفحہ ۵۲، انتصار سے صفحہ ۱۹۱ تک مؤلف انتصار نے اپنے زعم میں مؤلف معیار کی وہ ایرادات دفع کی ہیں جو بہ تمسک اقوال اکابر مؤلف معیار نے اس بحث خاص یعنی وجوب اتباع مجتہد معین میں صاحب تنویر پر وارد کئے تھے۔ چنانچہ صفحہ مذکور میں مؤلف انتصار نے خود اس بات کی تصریح کر کے کہا ہے کما قال:

یہاں تک دفع ہو گئے سب توہمات فاسدہ اور شبہات کاسدہ مؤلف معیار کے۔

اور پھر اس کلام کے متصل خود اپنے کلام سابق اور لاحق کا خلاصہ نکال کر کہا ہے:

اور خلاصہ تمام کلام ہمارے کا یہ ہے کہ مقلد صرف ملتزم مذہب پر مسائل تقلید یہ میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تقلید امام اپنے کی علی التعیین واجب ہے جب تک کوئی ضرورت قویہ معتبرہ ترک تقلید پر باعث نہ ہو اور جب تک احتیاط مذہب غیر میں نہ ہو اور جب تک قوت اجتہادی حاصل نہ ہو اور درصورت وقوع ضرورت معتبرہ کے اور احتیاط کے بیچ مذہب غیر کے بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہب مقلد کے اور وقت پہنچ جانے مقلد کے مرتبہ اجتہاد کو اگر چہ فی الجملہ ہو بہ نظر کشفی یا استدلال چھوڑ دینا تقلید امام معین اپنے کا بغرض محمود ممنوع نہیں اور جتنی نقول کلام اکابر کی نقل کی ہیں مؤلف نے بیچ باب عدم وجوب تقلید معین کے سب محمول ہیں انہیں حالات پر۔ چنانچہ تصریحیں اس کی ذیل میں ہر روایات منقولہ مؤلف کے ہم نے ذکر کر دیں اور صورت میں ہم وجوب تقلید معین کا قول کرتے ہیں اس کو روایت مذکورہ سے ثابت کیا۔ چنانچہ تعداد ان روایات مذکورہ کی اور سوائے اس کے اور بھی چند روایتیں کلام آئمہ دین اور علماء محققین سے عنقریب آتی ہیں اور اگر چہ بعد اس کے تفصیل کی حاجت رد کرنے مقدمات ممہدہ اور تفریعات موہمہ کی نہ تھی مگر واسطے سمجھنے عوام مومنین کے ..الخ۔

اب بعد نقل اس خلاصہ کلام مقررہ مؤلف کے راقم الحروف کہتا ہے کہ مؤلف نے اپنے اس خلاصہ کلام میں اسباب ترک تقلید اور وجوب تقلید اور بالتفصیل یہاں تک یعنی صفحہ ۱۹۱ تک شبہات مؤلف معیار کا بزعم خود اس طرح مندفع ہو جانا کہ جس سے ..... پر مقدمات ممہدہ مؤلف معیار کا چنداں محتاج الیہ نہ رہنا، یہ سب کچھ بے شک ایسا بیان کر دیا ہے کہ جس شخص نے شروع بحث سے یہاں تک مؤلف کا کلام تفصیلی دیکھا ہے اس کی سمجھ میں اس خلاصہ سے وہ سب امور تفصیلی آ سکتے ہیں۔ ہاں جس شخص نے شروع بحث سے یہاں تک مؤلف کا کلام تفصیلی نہیں دیکھا، اس خلاصہ سے اور باتیں تو مؤلف کی اس کی سمجھ میں آ جانی چنداں دشوار نہیں کیونکہ اگر چہ یہ کلام مذکورہ مؤلف کا بنام نہاد خلاصہ ہے لیکن تاہم اور باتیں اس میں بالوضاحت مذکور ہیں، مگر البتہ عدم وجوب بالذات اور وجوب بالعرض کا فرق جو اوپر کی تصریحات میں مؤلف نے نکالا ہے اور وجوب بالعرض کے لئے دو سبب بتلائے ہیں اس کا اس خلاصہ سے سمجھ میں آنا محل تردد ہے، کس لئے کہ ذرا ایک تو وہ بات ہی باریک ہے، دوسرے مؤلف نے اس مضمون کی طرف اپنے خلاصہ میں صرف اتنے قول سے اشارہ کیا ہے (اور جس صورت میں ہم تقلید معین کا قول کرتے ہیں ..الخ) چونکہ صرف اس قدر قول مجمل مؤلف

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے صورت معہودہ مؤلف کا سمجھ میں آنا ایک ذرا دشوار تھا اس لئے راقم الحروف خود مؤلف ہی کی کلام منقولہ تصریحات مصرحہ مؤلف سے صورت معہودہ مؤلف کی توضیح کرے دیتا ہے تا کہ مؤلف کا یہ خلاصہ جمیع امور مصرحہ انتصار کو خوب واضح المراد ہو جاوے۔ چنانچہ اولاً تو تصریحات مذکورہ میں سے مؤلف نے صفحہ ۱۵۲ میں کہا ہے:

(اور یہی ... مذکور جو تحریر سے نقل کی مفید مدعائے خصم نہیں، اس لئے کہ حاصل اس کا تو یہی ہے کہ زمانہ صحابہ میں تعین تقلید کا دستور نہ تھا، اس کا ہم کو انکار نہیں، لیکن قیاس کرنا اس مسئلہ میں حکم اس زمانہ کو اوپر زمانہ صحابہ کے مع الفارق ہے اس لئے کہ زمانہ صحابہ اور تابعین میں مذہب مدون نہ تھے۔ اور مجتہدین نے جمیع حوادث ضروریہ میں کلیۃً یا جزئیۃً مسائل مستنبط نہیں کئے تھے اور بھی نفوس اکثر مومنین میں بجہت قربت زمانہ نبوت اور خیریت قرنین کے احتیاط اور تورع غالب تھا تو بجہت اس اسباب کے طرف وجوب تعین تقلید مجتہد کی حاجت نہ تھی بلکہ یہ امر مضر تھا اور زمانہ آئمہ مجتہدین میں مذاہب مدون ہو گئے اور مذہب ہر مجتہد کا حوادث ضروریہ مقلدین کو جامع ہو گیا اور نفوس پر اتباع اہواء غالب آیا۔ اس سبب سے تعین تقلید کو واجب کیا۔ انتہی بلفظہ

اور پھر صفحہ ۱۵۴ میں کہا ہے:

اور ثانیاً کما مر یہ کہ زمانہ صحابہ اور تابعین میں مسائل مستنبط ایک مجتہد کے حوائج ضروریہ مقلدین کو کافی نہ تھے اور بھی مقلدین کو اتباع احکام شرع اور ملازمت احکام شرعیہ پیش نظر تھے، اجراء ہواء اور اعراض قیود شرع سے مثل اس زمانہ کے ملحوظ نہ تھا۔ انتہی

اور پھر صفحہ ۱۵۵ میں کہا ہے:

اور ثالثاً یہ کہ حکم عدم وجوب تقلید مجتہد معین کا جو بعض اکابر سے واسطے ملتزم یا غیر ملتزم کے ہے باعتبار اصل کے اور بالذات ہے، یعنی قطع نظر عروض عوارض کے اگر مقلد کو دیکھو تو ان میں سے کسی پر تعیین کرنا مجتہد معین کا واجب نہیں۔ اما بالنظر الی عروض العوارض یعنی وقت ظہور فسادات نیت اور غلبہ تلہی علی النفوس کے کہ ادنی ثمرہ اس کا یہ ہے کہ ان پڑھ جاہل دو چار باتیں اور حدیثیں کسی مولوی سے سن کر آئمہ مجتہدین پر طعنے کرتے ہیں، اور لاکھوں علماء دین اور صلحاء اور فقہاء مسلمین کو زندیق اور کافر کہتے ہیں، تعیین کرنا تقلید امام معین کا واجب ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور پھر صفحہ ۱۶۹ میں کہا ہے:

اب منصفین عقلاء پر جو ادنی بوئے تدین رکھتے ہیں خوب ظاہر ہوا کہ کلام اکابر علماء جو مؤلف معیار نے بیچ عدم وجوب تقلید مجتہد معین کے نقل کیا ہے، محمول ہے حق مجتہد میں یا حالت ضروریات پر یا عدم وجوب بالذات پر۔۔۔الخ۔

اور پھر اسی صفحہ میں کہا ہے:

حکم وجوب تعیین تقلید میں جو بسبب عوارض کے کیا گیا اور حکم عدم وجوب تعیین میں جو بالذات مع قطع النظر عن عروض العوارض ہے اور بعض مذکور، یعنی فاسئلوا اھل الذکر، اس پر دال ہے منافات نہیں۔ پس بعض مذکور جو دال تھے او پر اطلاق کے بالذات بحال خود باقی رہے۔ انتہی،

اور پھر صفحہ ۱۸۲ میں کہا ہے:

اور یہ کلام ملا علی قاری کا جو شرح عین العلم سے نقل کیا ہے و من المعلوم انّ اللّٰہ سبحانہ ما کلّف احد .. الخ۔ علی تقدیر تسلیم صحت نقل کچھ ہم کو مضر نہیں اس واسطے کہ بالذات مع قطع النظر عن عروض العوارض یہ بات واقعی ہے لیکن بر تقدیر عروض عوارض کے حکم کیا گیا ہے تعیین تقلید کا اور اس صورت میں حکم بھی اسی طور پر ہے، کما مرّ سابقاً۔ انتہی بلفظہ۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ مؤلف نے اپنے اس قول منقولہ صدر میں یہ جو کہا ہے کہ بر تقدیر عروض عوارض کے حکم کیا گیا ہے تعیین تقلید کا اور اس صورت میں حکم الٰہی اسی پر طور ہے، انتہی۔

اس امر کو حکم الٰہی قرار دینے کی بنا مؤلف نے اس بات پر رکھی ہے کہ آیت او فوا بالعھد کو وجوب تعین بعد الالتزام میں اپنا محل استدلال ٹھہرا کر آیت فاسئلوا کو اسی آیت سے مقید گردانا ہے۔ چنانچہ صفحہ ۱۶۹ میں کہا ہے:

اور ثانیاً یہ کہ ہم نے اس محل پر وجوب تعیین تقلید میں بعد الالتزام کلام کیا ہے اور دلیل وجوب اس کی آیت او فوا بالعھد گزاری ہے۔ پس یہی آیت مقید گردانی گئی نص مطلق مذکور کو اور نسخ آیت بالا آیہ بلا تامل جائز ہے۔ انتہی۔

مگر راقم الحروف مؤلف سے یہاں اتنا پوچھتا ہے کہ آیت او فوا بالعھد سے تم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے وجوب بالذات لیا ہے یا بالعوارض، لامحالہ بوجہ مخالف امر تسلیمی کے مؤلف کو شق ثانی اختیار کرنی پڑے گی و ھذا الشق منقوض کما سیجیء۔ پس اس تقدیر پر امر مذکورہ کو حکم الٰہی مؤلف کا کہنا لغو ہو گیا۔ اب بعد لحاظ اس خلاصہ منقولہ مؤلف اور اس کے ضمیمہ ماخوذہ تصریحات مؤلف سے حسب قرارداد مؤلف کی تفریعاً کئی امر معلوم ہوئے۔

❁ اول یہ کہ مؤلف نے دو سبب یعنی تدوین مذاہب اور فساد نفوس کو سبب وجوب قرار دے کر مکلفین کی اس حالت کو بالعرض کر کے تعبیر کیا ہے اور ان اسباب کے حدوث سے مکلفین اول کی حالت کو بالذات کر کے۔

❁ دوسری یہ کہ جگہ جگہ کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار کے محل میں مؤلف نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ کلام عدم وجوب بالذات پر دال ہیں اور یہ ہم کو مضر نہیں، تو اس سے مراد مؤلف کی یہ ہے کہ جب سبب وجوب تدوین مذاہب اور غلبہ تلہی قرار دیا دیا تو ان سببوں کے حدوث سے پہلے عدم وجوب ہم کو مضر نہیں۔

❁ تیسری یہ کہ بحسب الاصل عدم وجوب بالذات کو مؤلف نے مسلّم رکھ کر بعد حدوث ان دونوں سببوں مذکورہ کے بالعرض انہیں دو سببوں پر مدار وجوب عرضی کو رکھا ہے۔

❁ چوتھے یہ کہ جب مؤلف نے وجوب عرضی کا مدار ان سببوں پر رکھا ہے اور وجوب عرضی کو ان سببوں کا سبب مانا ہے تو انتفاء ان سببوں سے وجوب عرضی مثبتہ مؤلف کا انتفاد واجب ہوگا، لانّ انتفاء السبب یو جب انتفاد السبب۔

❁ پانچویں یہ کہ بعد قائل ہونے وجوب عرضی کے مؤلف نے کئی سبب اس واجب عرضی کے ترک کے بھی اپنے خلاصہ میں ذکر کئے ہیں لیکن چونکہ راقم الحروف کو ابھی اس واجب عرضی کے ثبوت میں کلام ہے، اس سبب سے ان اسباب ترک واجب سے راقم الحروف کی بحث متعلق نہیں لانّ ترك الشیء فرع تسلیم ثبوته و ذالك لیس بمسلّم عندنا۔

❁ چھٹی یہ کہ بالفرض اگر محرر السطور حکایت مذکورہ بالا اوپر ذکر نہ بھی کرتا تو بھی یہ بحث مختصر مؤلف کی اس شرط کی مخالفت نہ تھی جو مؤلف نے اپنی کتاب انتصار کے اول میں اقوال لاحق وسابق انتصار کی بہ نسبت ٹھہرائی ہے کیونکہ جب کاتب الحروف نے خود مؤلف کی ہی خلاصہ کلام اقوال سابقہ کو مبنی بحث کا ٹھہرا کر تمام ابحاث لاحقہ انتصار کو ردّ کر دیا کما

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیظہر تو تمام اقوال سابق ولاحق ملحوظ ہو گئے اور تصریح تسلیم کی حاجت نہ رہی کما لا یخفی۔

جب یہ امور مذکورہ معلوم ہو چکے تو اب سنا چاہیے کہ مؤلف انتصار نے حکم عدم وجوب اتباع مجتہد معین کو بالذات اور حکم وجوب اتباع مجتہد معین کو بنظر عروض عوارض لے کر اس پر جو بنا اس بات کی رکھی ہے کہ انتصار، معیار الحق کا ردّ محض بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ کس لئے کہ ابھی تک عقل سلیم کئی وجہ سے خود اسی وجہ کو تسلیم نہیں کرتی جس کو مؤلف نے بنائے مذکورہ کا مبنی علیہ ٹھہرایا ہے۔ پھر اس مبنی علیہ مخدوش پر ابھی سے یہ امر متفرع کر لینا کہ انتصار، معیار کا ردّ ہے اپنی جگہ مؤلف کی صرف یہ ایک من سمجھوتی ہے اس طرح تو ایک فارسی خواں منشی نے کچھ الٹی سیدھی تحریر لکھ کر اور علی ھذا القیاس محمد شاہ پنجابی نے اکثر توجیہات مردودہ تنویر کو مکرراً پھر اپنی کتاب مدار الحق میں درج کر کے اپنی اپنی جگہ ہر ایک نے اپنا دل یوں خوش کر لیا تھا کہ ہم نے معیار الحق کا جواب لکھ دیا حالانکہ اکثر موافق ومخالف ان دونوں کج بحثوں کی مزخرفات کو دیکھ کر بے ساختہ اس امر کے مقر تھے اور اب تک مقر ہیں کہ اس قسم کی تحریروں کو معیار کا ردّ گمان کرنا بدرجہ غایت غلط فہمی اور نا انصافی ہے۔ چنانچہ اسی قسم کی افواہ پے بہ پے گوش زد کر کے ان تحریوں کے ردّ و جواب کی طرف زیادہ تر اعتنا اب تک مصروف نہیں کی کیونکہ جو تحریر بلا ردّ وابطال کے خود بخود خواطر اکثر ناظرین میں بے وقعت ہو، اس کے ردّ وابطال میں مشغول ہونا کچھ اتنا امر مہم نہیں، صرف جھوٹے کو گھر تک پہنچانا باقی ہے بلا صرف اعتنائے تام کئے، انشاء اللہ فی وقت من الاوقات یہ بھی ہو رہے گا۔ ہاں مؤلف انتصار کی من سمجھوتی اور ان کی ہٹ دھرمی میں اتنا فرق ہے کہ مؤلف انتصار نے بظاہر ایسی کچھ توجیہہ اور تلمیع کر دی ہے کہ بادی النظر میں قاصر النظر اس کتاب کو معیار کے جواب ہونے کا توہم کر سکتا ہے مگر حقیقت میں بوجوہ عدیدہ سرے سے خود ابھی وہ مبنی ہی مخدوش ہے جس پر مؤلف نے اپنی ساری توجیہہ کی بنا رکھی ہے۔ نظر برآں بعد افشاء صرف اس تحریر کے اکثر خواطر انصاف مظاہر میں غالباً وہی کیفیت پیش آ جاتی تو عجب نہیں کہ جو کیفیت بہ نسبت اور تحریروں کے مرکوز خواطر ہے والا بعد افشاء جواب تفصیلی کے انشاء اللہ تعالیٰ یہ امر ضرور پیش آمدنی ہے قد جعل اللہ لکل شیء قدراً۔

اور ان وجوہ موعودہ میں سے:

اول وجہ تو یہ ہے کہ دلیل واضح سے تا وقتیکہ مؤلف یہ ثابت نہ کرے کہ منجملہ اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عوارض محتملہ عقلیہ کے دونوں عرضوں مذکورہ انتصار کو سبب بننے میں یہ وجہ ترجیح کی ہے تو تخصیص ان دونوں سببوں کی ممنوع ہے لانّ اعرا ض الشیء غیر عدیدة فلا یخصص ا خد منها بما مر جح

- دوسری وجہ یہ کہ بعد ثبوت وجہ ترجیح کی جب تک ان اسباب میں سببیت و جوب مجوث عنہ کی دلیل واضح سے نہ ثابت کی جاوے گی اس وقت تک تقریب غیر مسلّم ہے۔
- تیسری وجہ یہ کہ بعد اثبات سببیت و جوب مجوث عنہ کے جب تک اسباب مقبولہ مصرحہ کا تحقق جمیع مقلدین میں نہ ثابت کیا جاوے گا تو علی العموم دعوی حکم واجب عرضی کا قابل اعتنا نہ ہوگا۔
- چوتھی، بوجہ انظار مذکورہ کے مؤلف کا یہ کہنا بھی ابھی مسلّم نہیں کہ کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار عدم وجوب ذاتی پر محمول ہیں اور نقول مفیدہ وجوب منقولہ انتصار وغیرہ وجوب بالعرض پر دال ہیں، کس واسطے کہ یہ کلام موقوف تھا اس بات پر کہ پہلے دلیل واضح سے مبحث میں وجوب بالعرض کو مؤلف ثابت کرتا۔ و اذ لیس فلیس بناء علیه فحوا لتفریع اول و ثانی و ثالث کا منقوض ہوا اور بموجب حکم تفریع رابع کے وجوب بالعرض مثبتہ مؤلف غیر ثابت رہا اور نقول عدم وجوب مطلقاً اپنی حالت پر رہیں کما لا یخفی علی من له ادنی فهم۔

اگرچہ اس تمہید سے ہی تمام جولان گاہ انتصار کی نیست و نابود ہوگئی کیونکہ مؤلف انتصار نے انتصار بھر میں یہ جو دو حملے رستما نہ کئے تھے، ایک تو نقول معیار کو عدم وجوب ذاتی پر محمول کرنا، اور ایک واجب بالعرض ثابت کرنا، یہ دونوں اس تمہید سے کما حقہ منقوض ہوگئی لیکن بعد اس تمہید کے کچھ اور بھی انتصار کی مٹی خوار کی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اب بعد تمہید مذکورہ بالا کے مؤلف انتصار نے از بسم اللہ تا آخر اپنی انتصار میں جو کچھ خامہ فرسائی کی اس سب کی نسبت مؤلف مذکور سے استفسار ہے کہ وہ بتمامہ مثبت مدعا ہے یا بہ بعضہ۔ بفرض محال علی تسلیم ہر دو شق جس قدر مضامین کو اپنی سات آٹھ برس کی محنت میں سے حضرت مؤلف نے مثبت مدعا ٹھہرائیں گے اسی قدر مضامین مؤلف کی طرف سے ہم اضافہ کر کے اور مؤلف کا دل خوش کرنے کیلئے ان سب کو فرضاً مثبت مدعائے مؤلف مان کر قرار داد مؤلف پر حضرت مؤلف سے اتنا عرض کریں گے کہ کیوں حضرت مولوی صاحب یہ آپ کے استدلالات اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہمارے اضافہ کئے ہوئے استدلالات وجوب بالذات پر دلالت کرتے ہیں، یا واجب بالعرض پر۔ باختیار شق اول، اولاً تو حضرت مؤلف کو خلاف تسلیم کا دھبہ لگے گا اور قطع نظر اس سے سات آٹھ اور محنت کر کے از سر نو معیار کا پھر جواب لکھنا پڑے گا کیونکہ حضرت مؤلف نے تمام کلام اکابر مفیدہ عدم وجوب منقولہ معیار سے یہی تو ایک بچنے کا ڈھنگ نکالا ہے کہ جگہ جگہ اپنی کتاب انتصار میں بے دھڑک فرما دیتے ہیں کہ فلاں قول عدم وجوب بالذات پر دلالت کرتا ہم کو مضر نہیں، یہاں تک کہ حکم آیت فاسئلوا ...سے بھی یہ ہی طریقہ مخلصی کا ڈھونڈا ہے۔ پھر جب عدم وجوب بالذات کی تسلیم سے حضرت مؤلف نے خلاف تسلیم کر کے وجوب بالذات کو اختیار کیا تو معیار کے جواب ہو جانے کا کیا ذکر اور باختیار شق ثانی ان عوارض کی نسبت دریافت کیا جائے کہ وہ عوارض خاص وہی دو سبب مصرحہ انتصار ہیں یا کوئی اور۔ اگر اپنی سات آٹھ برس محنت کو حضرت مؤلف نے ردّی نہ کیا اور محل استصار انتصار پر ہی رکھا تو ان دونوں سببوں کی سببیت میں بوجوہ عدیدہ جو کچھ کلام ہے وہ اوپر گذر چکا فلیتذکر۔ اور اگر حضرت مؤلف نے اپنی سات آٹھ برس کی محنت سے ہاتھ اٹھا کر استصار میں انتصار سے تجاوز کیا اور، اور کوئی نیا سبب ڈھونڈ ڈھانڈ کر نکالا تو اس تقدیر پر انتصار کے ناقص شمار کرنے کے صریح اقرار کرنے سے گو مؤلف کو جحاب دامنگیر حال ہو مگر مؤلف کی زبان حال یہ امر بخوبی معلوم اور مفہوم ہو جائیگا کہ حیثیت اثبات مدعا سے انتصار کو مؤلف نے کان لم یکن ٹھہرایا۔ پھر اس سبب جدید میں بعد اس کی درپیشی کے کلام مناسب کیا جائے گا۔

اب حاصل اس تمام بحث مختصر کا یہ ہوا کہ تقلید معین کا وجوب بالذات تو حسب اعتراف اور اقرار مؤلف کے ثابت نہیں کما مرّ من کلمه مرارا، ہاں واجب بالعرض کا مقلد ملتزم اور غیر ملتزم کے حق میں مؤلف نے دعوی کر کے مؤلف تنویر کو بھی اس مطلوب میں اپنا ہم مقصد اور اس کے کلام کا اپنے آپ کو بڑا موجہ سدید التوجیہ قرار دیا تھا چنانچہ صفحہ ۱۴۴ میں کہا ہے:

> باقی رہی قسم ثالث کہ بیشتر مسلمان بلاد اسلام کے اسی قسم میں داخل ہیں، ان پر حکم وجوب تقلید امام معین کا کیا جاتا ہے اور مقصود مؤلف تنویر کا ان لوگوں سے جن پر حکم وجوب کیا جاتا ہے یہی قسم ثالث ہے۔ انتہی بلفظہ

سو یہ شق ایسی بلا دلیل مؤلف نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہے کہ جس کی نسبت اب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تک اس سے مطالبہ دلیل ہے تو اب اس طرز بحث مؤلف انتصار پر بہر حال انتصار اور تنویر سے تائید اور تثبیت وجوب اتباع مجتہد معین کی متصور نہیں ہوسکتی، بصورت دعوی بلا دلیل کے تو یہ امر ظاہر اور باہر ہے اور بر تقدیر اس بات کے کہ مؤلف نے بالکل انتصار کو کالعدم ٹھہرا کر بعد اعلام مطالبہ دلیل کے آگے کو کسی اور تحریر میں اپنے اس دعوی کو مدلل کیا اور وہ استدلال خصم کے نزدیک بھی سالم عن المعارضہ رہا تو اس صورت میں بالا صالت محل تائید وہ تحریر ٹھہرے گی کہ جس میں یہ دعوی مدلل ہوگا، نہ یہ دعوی مجرد اس بنا پر متحسسین حق خالص ذرا نظر غور و انصاف سے انصاف فرمائیں کہ انتصار سے تائید وجوب نکلتی ہے یا یہ نکلتا ہے کہ اب تک تنویر وانتصار سے بالدلیل وجوب معین ثابت نہیں ہوا بلکہ اب تک حالت منتظر ہمیں ہے اور یہ بھی انصاف فرمائیں کہ مؤلف انتصار کی ان توجیہات رکیکہ سے کہ جو اثبات مطلب میں ہیں، نہ حالت منتظرہ رکھتے ہیں تحقیق معیار میں کونسا خفا آ گیا جو اس خفا کے دفع کو اظہار حق سمجھ کر ردّ قول انتصار کو بحث اضراراً للحق جانا جاوے، مگر مؤلف کی مایوسی اور بعضے بدگمانوں کی بدگمانی کا خیال کر کے ہمیں حکایت تسکینی مذکورہ بالا کی نسبت بھی یہی خیال ہے کہ اس کا ظہور بھی جلدی سے ہو جائے تو بہتر ہے۔

و اللّٰہ ھو المستعا ن و علیہ التکلا ن۔ ھذا آ خر ما ار د نا ایرادہ فی ھذا المقا م و التو فیق من المو فق العزیز العلام و آ خر دعوا نا ان الحمد للہ رب العا لمین ۔

حررہ احقر زمن احمد حسن دہلوی ۔۲۵ جمادی الثانی ۱۲۹۰۔

صورۃ ما افادہ العلا مۃ التحریر الفھا مۃ الشھیر محترمنا و مخدو منا مو لا نا محمد بشیر سھسوا نی مؤیداً لھذا التحریر لا زا لت شمو س افا داتہ طا لعۃ۔

فی الواقع صاحب انتصار کو اس بات کا توصراحتاً اعتراف ہے کہ تقلید مجتہد معین بالذات واجب نہیں لیکن اس نے معظم اپنی اس کتاب میں اس طرف صرف کی ہے کہ تقلید مجتہد معین کا وجوب بالعرض ثابت کرے اور یہ اس سے نہ ہو سکا کیونکہ اسباب وجوب بالعرض جو اس نے پیش کئے ہیں ان سے وجوب بالعرض ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے، اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

واسطے کہ اثبات وجوب بالعرض موقوف ہے اس پر کہ کسی واجب اجماعی کا ادا کرنا یا کسی حرام اجماعی سے اجتناب موقوف ہو تقلید مجتہد معین پر اور اسباب مذکورہ انتصار سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی ۔ بدیں لحاظ یہ قول بلا شک صحیح ہے کہ انتصار معیار کا جواب نہیں اور جو تحقیق در باب تقلید مجتہد معین معیار الحق میں ہے اس میں صاحب انتصار الحق کی توجیہات رکیکہ سے کچھ خلل نہیں واقع ہوا۔ فقط ۔ محمد بشیر تجاوز عنہ العلیم الخبیر

تقریر واجب التوقیر من افادات خیر خواہ خلق لوجہ اللہ مولوی مرزا محمد عبداللہ دہلوی حنفی متضمن ایں معنی کہ در استدلال انتصار بموجب اصول حنفیہ فساد یست عظیم وقباحتے فخیم ۔

میں نے بھی حسب اتفاق اس تحریر کو دیکھا اور بعد اس کے دیکھنے کے مقامات غور طلب انتصار میں بھی غور کیا اور چناں چنیں سے مجھے گو قطع نظر ہے لیکن اتنی بات میرے عندیہ میں بھی بیشک ہے کہ یہ طریقہ استدلال مؤلف انتصار کا خالی از فساد نہیں، کس واسطے جب بحسب الاصل مؤلف نے توسیع تقلید لاعلی التعین کو مان لیا اور بعد اس تسلیم کے بوجہ غلبہ فساد نفوس کے بالعرض اس توسیع کی تضیق کا حکم لگایا تو مقابل کو یہ بڑی گنجائش نکل آئی کہ وہ بنائے طرز بحث مؤلف پر توسیعات مذہب معین میں بھی بعینہ یہ ہی سبب جاری کر سکتا مثلاً واجب موسع میں جمہور کے نزدیک یہ توسیع ہے کہ مکلّف کا اس واجب موسع کو جمیع اجزائے وقت میں ادا کرنا عین وقت پر ادا کرنا اور بالاجماع اس ادا میں وہ عاصی نہیں:

کما قال فی المسلّم اذا کا ن الوا جب مو سعاً فجمیع الوقت وقت لا داء ثم قال مجیباً لمضیقین و لنا ان الآ مر وسع وقت الفعل لا نه لو اتی فی ایّ جزء لا یعد عا صیاً با لاجماع و فسّره الشا ر ح بانه ای باتفاق العلماء المجتهد ین ثم قال ردّاً علی المضیقین و التعین تضیق ثم قال الشا ر ح ای متعین جزء الوقت کاول الوقت او آ خره للا داء مناف لتو سعته الآ مر الحا کم ۔

اب طرز بحث مؤلف انتصار پر بوجہ فساد نفوس کے مظنہ ترک جمیع وقت سے یا تو اس توسیع مختار جمہور میں تحقیق کا اقرار کر کے عامل بالتوسع کو عاصی کہنا پڑے گا جیسے کہ توسیع مبحوث میں یا توسیع ماثور اپنے حال پر رکھی جاوے گی۔ شق اول خلاف اصول ہے اور شق ثانی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عین مدعائے مقابل ہے کما لا یخفی ۔

بنا براں اخوان مذہب کی خدمات میں بصد نیاز التماس ہے کہ وہ حضرات کتاب مذکور کو صرف اس نظر سے نہ دیکھیں کہ وہ معیار الحق کا جواب ہے جو کچھ کہ اس میں لکھا ہے وہ خواہ مخواہ مؤید مذہب ہے، بلکہ اس کی طرز بحث کا ذرا پس و پیش مدنظر رکھ کر یہ امر زبان پر لائیں کہ انتصار الحق ہمارے مذہب کی مؤید اور ناصر ہے ۔ اگر ان حروف میں حسب اقتضائے مقام مجھے اختصار مدنظر نہ ہوتا تو اور نظائر بھی نظیر مذکورہ بالا کی قبیل سے میں اخوان مذہب کی خدمات میں پیش کرتا ولیکن عاقل را نکتہ۔۔۔بس است ۔

و ماعلینا الا البلاغ المبین ۔حررہ ننگ خلق اللہ محمد مرزا عبداللہ بیگ عفی عنہ۔

قطعہ تاریخ تصنیف نتیجہ فکر نکتہ رس دقیقہ دان مولوی محمد غلام اکبر خان صاحب المتخلص بہ مسلم

اکبر اسی کا نام ہے تحریر مختصر
قربان ہوں اس جواب پر از اختصار کے
معقولیانہ بحث رقم کرکے کر دیئے
گم ہوش کیا ہے فاضل منطق شعار کے
تاریخ لکھ کے میں بھی اس پر بلا دریغ
جوہر دکھاؤں اب سخنِ آبدار کے
معقولیو! سنو سر جرأت سے کیا ہی خوب
دندان شکن جواب دیئے انتصار کے (۱۲۹۰ھ)

اشتہار واجب الاظہار

ناظرین بصیرت آگیں اور مناظرین حق گزین کی خدمت میں بذریعہ اس اشتہار کے یہ چند معروضات مفصلہ ذیل معرض گذارش میں لائی جاتی ہیں:۔

اول، تو یہ کہ اصحاب خبرت اس تحریر کے اختصار کو خیال نہ فرماویں بلکہ یہ ملحوظ رکھیں کہ مؤلف انتصار نے اپنی تمام کتاب میں جس توجیہہ پر مدار بحث رکھ کر اس کو محض بے دلیل چھوڑ دیا تھا ، اس تحریر مختصر میں اس کی نسبت مطالبہ دلیل کیا گیا ہے ۔نظر بریں بعد افشاء اس تحریر کے اگر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خود مؤلف انتصار یا کسی اور مؤید انتصار نے اس مدار دعوی کو مدلل کیا تو فبہا، ورنہ وہ مدار مدعا کتاب مذکور میں محض بلا دلیل رہے گا۔

دوسری، یہ کہ بصورت عدم اقامت دلیل گو ردقول قول انتصار کا التزام کیا گیا ہے لیکن بطور مناظرہ کے وہ التزام محض تطوع ہے کیونکہ تا اقامت دلیل مقابل کو دعوی مدعی پر طلب دلیل امر اہم تھا، سو اس تحریر میں موجود ہے۔

تیسری، یہ کہ سوائے مؤلف انتصار کے اگر کوئی اور صاحب اس تحریر کے جواب کے متکفل ہو ں گے تو ان کی نسبت وہ امر ملحوظ رہیں گے:۔

اول تو یہ کہ بخلاف اپنے منصب مناظرہ کے اگر

وہ صاحب مشغول جواب ہوں گے تو ان کا وہ جواب قابل اعتنا نہ ہوگا کیونکہ اس طرح کی بحث شان مناظر سے بعید ہے،۔

دوسرے بموجب داب مناظرہ کے اگر ان صاحب نے دلیل مطلوبہ پیش کی اور دعوی مؤلف انتصار کو مدلل کیا تو ان صاحب کا ساختہ پرداختہ عین مؤلف انتصار کا ساختہ پرداختہ شمار کیا جا ئے گا، کس لئے کہ نیابۃً وہ صاحب مؤلف مذکور کے دعوی بے دلیل کو مدلل کریں گے، بخلاف اس مشتہر کے کہ اس نے مؤلف معیار کا کوئی دعوی مدلل نہیں کیا بلکہ بنظر اظہار حق پیرایہ استدلال مؤلف انتصار میں جو خدشے تھے ان کو بیان کیا ہے اور اتنا امر ہر مظہر حق کو بموجب اجازت مؤلف انتصار کے مباح تھا۔ کما لا یخفی علی من طالع مقدمۃ کتابہ،۔

المشتہر۔ احمد حسن عفی عنہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سید محمد نذیر سہسوانی

آپ کا اسم گرامی سید محمد نذیر بن سید نوازش علی فاضلی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۷۰ھ میں ہوئی۔ سید امیر حسن محدث اور سید امیر احمد محدث سے سہسوان، دہلی، میرٹھ، آگرہ میں صرف نحو منطق حکمت ادب فقہ تفسیر و حدیث اصول و کلام حاصل کئے۔ ذکی اور سریع الفہم تھے۔ میور کالج آگرہ میں باضابطہ دستار بندی ہوئی۔ قوت مباحثہ و حاظر جوابی و استحضار علمی میں ممتاز تھے۔ چند رسائل مناظرہ آپ کی یادگار ہیں:

- رسالہ تلک عشرۃ کاملہ۔ سید امیر حسن کی براہین اثنا عشر کا جواب مولوی عبدالحق خیرآبادی نے لکھا تو اس کا جواب سید محمد نذیر نے فارسی میں لکھا اور آگرہ سے طبع کرایا۔
- براہین اثنا عشر رسالہ اردو جس میں انتصار الحق پر بارہ اعتراض لاجواب ہیں بتائید معیار الحق لکھا اور طبع ہو کر شائع ہوا۔
- مناظرہ احمدیہ اردو کیفیت مباحثہ شیخوپور جس میں مفصل حالات مناظرہ و تحریرات مولوی سید امیر احمد و مولوی عبدالقادر بن مولوی فضل رسول بدایونی مندرج ہیں۔ بتعداد کثیر طبع ہوئی۔

اس کے سوا اور بہت سے رسائل مطبوع غیر مطبوع آپ کی تالیف ہیں۔ چند سال قصبہ بسولی ضلع بدایوں میں بتعلق ملازمت مدرسہ قیام رہا۔ ۳۴ سال کی عمر میں ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ء) کو وطن میں وفات پائی۔

(حیاۃ العلماء۔ ص ۱۰۷۔۱۰۸)

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

براہین اثنا عشر

بسم اللّٰہ الرّ حمن الرّ حیم۔ الحمد للّٰہ ربّ العا لمین و الصّلوۃ و السّلام علی رسو لہ محمّد و آ لہ و اصحا بہ اجمعین ۔ امابعد:

سید محمد نذیر سہسوانی کہتا ہے کہ ان ایام میں رسا لہ انتصار الحق مصنفہ مولوی ارشاد حسین صا حب رام پوری کا ان اہل علم کے مطا لعہ سے گذرا جو حقیقت میں عا لم ہیں اور علوم مروجہ سے واقف ، ان کا یہ قول ہے کہ مصنف انتصار الحق کو واقفیت علوم سے بخو بی نہیں اور نہ ان میں قا بلیت جواب معیار الحق کی ہے ، اور جو لوگ علم سے واقف نہیں اور نہ تحقیق مسائل دینیہ سے آ شنائی رکھتے ہیں ، مثل مولوی محمد علی مدرس مدرسہ منشی امو جان صا حب غفرہ اللہ اور حا فظ یوسف نقاش اور اکذ ب الناس اور اجہل الجا ہلین محمد شاہ پنجا بی وغیرھم ، وہ البتہ اس کتا ب کو عصا ئے پیری سمجھ کر لا جواب سمجھتے ہیں اور اس کے مصنف کو عا لم بے بدل تصور کرتے ہیں ۔ کا تب الحروف نے تنقیح میں اس امر کے ضروری جان کر صرف اوقات تحقیق اس امر میں منا سب جا نا ۔ بعد تحقیق و تفتیش کے معلوم ہوا کہ قول اہل علم کا بجا ہے اور حقیقت میں مولوی صا حب موصوف کو لیا قت جواب معیار کی نہیں ۔ چنا نچہ اس شخص پر جو مطا لعہ کتا ب مذکور سے مشرف ہوا ہو یہ با ت مخفی نہیں اور میں چند دلائل اس با ت کے پیش کرتا ہوں تا کہ دیکھنے وا لوں کو بصیرت حا صل ہو۔ اہل انصا ف سے امید ہے کہ بنظر غا ئر اس تحریر کو ملا حظہ فرما ویں اور جو کچھ کا تب الحروف نے دلائل نا واقفیت اور غیر قا ل ہو نے مصنف انتصار کے واسطے جواب معیار کے تر قیم کئے ہیں اس کو بھی بنظر انصا ف دیکھیں ۔ انشاء اللہ تعا لی ان کو کلام احقر کی تصدیق ہو گی ۔

اور قبل شروع مطلب کے اس امر کا جا ننا بھی ضرور ہے کہ بعض اغلا ط اہل علم سے بسبب غفلت اور نسیا ن و غیر ھما کے صادر ہو جا تی ہیں ۔ اس میں کسی کو کلام نہیں لیکن بعض با تیں ایسی ہو تی ہیں کہ ان سے آ دمی اہل علم کی نظر سے سا قط ہو جا تا ہے چنا نچہ صا حب

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتصار الحق سے اسی قسم کی غلطیاں صادر ہوئی ہیں کہ وہ مبنی ان کے جہل پر ہیں۔ وہ اغلاط ایسے نہیں کہ علمائے باتمیز سے صادر ہوتے ہوں۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مقصود راقم کا فقط یہی ہے کہ مصنف انتصار الحق کو لیاقت جواب معیار کی نہیں اور نہ یہ کتاب قابل تعریف، اس واسطے تمام کتاب سے تعرض نہ کیا گیا۔ البتہ چند اشخاص نے اس کتاب کے جواب لکھنے کا قصد کیا ہے، وہ تمام مطالب سے تعرض کریں گے اور نام ان صاحبوں کے اخیر اس تحریر میں مذکور ہوں گے۔ اور عبارت سہل وسلیس کو میں نے اس واسطے اختیار کیا ہے کہ جو آدمی بے علم ہو وہ بھی میری بات کو سمجھ لے۔

اب اصل مدعا کے دلائل سنیں۔

☆ پہلی دلیل: اوپر ناواقفیت اور جہل صاحب انتصار الحق کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷۵ میں لکھتے ہیں:

> یہ جو مؤلف معیار نے کہا ہے کہ حدیث قلتین کو تصحیح کیا ہے ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور حاکم اور دار قطنی نے اور نقل کرتا ہے اس کو کبھی محلی مؤلفہ شیخ سلام اللہ سے اور کبھی بلوغ المرام شیخ ولی اللہ سے، اور کہتا ہے کہ امام طحاوی نے بھی صحت اس حدیث کی تسلیم کر لی ہے۔ انتہی بلفظہ۔

دیکھو یہ شخص کیسا ناواقف ہے کہ بلوغ المرام کو کہ جس میں حدیث قلتین کی تصحیح کی گئی ہے، تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب بتاتا ہے، حالانکہ سب اہل علم جانتے ہیں کہ بلوغ المرام تصنیف حافظ ابن حجر عسقلانی کی ہے، نہ شاہ ولی اللہ۔ کلکتہ میں دو بار مطبوع ہو چکی ہے مترجم اور غیر مترجم، اور اس کا مختصر بھی مترجم لوگوں میں شائع ہے، اور اہل علم نے بھی اس پر شرحیں لکھی ہیں، اگر اتحاف النبلاء کو بھی یہ شخص دیکھتا تو ایسی بات نہ کہتا۔ یہ بات تو حافظ یوسف (نقاش) اور خواجہ ضیاء الدین صاحب اور محمد شاہ بھی نہ کہیں گے باوجودیکہ ان کو علم سے آشنائی نہیں، بلکہ محمد علی بھی اس کو جانتے ہوں گے۔

☆ دوسری دلیل: جہالت اور ناواقفیت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۴ میں لکھتے ہیں:

> یہ قول امام رازی کا تفسیر نیشاپوری میں تحت تفسیر کریمہ اتخذوا احبارھم .. الخ کے نقل کیا اور راقم الحروف نے تفسیر کبیر میں تحت آیت مذکورہ کے یہ قول نہ پایا۔ شاید کسی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور محل میں امام رازی نے کہا ہوگا۔ انتہی۔

دیکھو یہ قول امام فخر الدین رازی کا جو صاحب تفسیر نیشا پوری نے نقل کیا ہے تفسیر کبیر میں اسی آیت کریمہ کے تحت میں شروع صفحہ میں موجود ہے، معلوم نہیں کہ آنکھیں مصنف کی دیکھتے وقت کہاں پر تھیں۔ اور اگر باوجود دیکھنے کے انکار کیا تو یہ بات نہایت خیانت اور کذب کی ہے اور شان مؤلف کی اس سے بلند ہے، البتہ عذر قدیم یعنی جہالت اور ناواقفی مقبول خاطر اہل انصاف ہے۔ اے اہل انصاف برائے خدا بلا نفسانیت کہو جو شخص ایسا ناواقف ہو اس کی بات پر اعتماد کرنا اور اسکو اپنا پیشوا بنانا شان ایمان کے مخالف ہے یا موافق، اور ایسے شخص کو جو عالم بتاوے اور اس کی مثل دوسرے کو نہ سمجھے، وہ کیسا ہے۔

☆ تیسری دلیل: اوپر ناواقفی اور جہالت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ میں بحر العلوم مولوی عبد العلی پر اعتراض کرتے ہیں حیث قال:

اور یہ جو بحر العلوم نے فرمایا: الا تری ان المتاخرین افتوا بتحلیف الشھود اقامة له مقام التزکیة علی مذھب ابن ابی لیلی۔ انتھی۔ معلوم نہیں کہ کون سے متاخرین نے تحلیف شہود پر قائم مقام تزکیہ کے کر کے فتوی دیا ہے۔ کتب مستعملہ مذہب حنفی مثل ہدایہ اور شرح وقایہ اور قدوری اور کنز اور منتقی اور درمختار اور شامی اور قاضی خان اور عالمگیری اور درر غرر اور قہستانی اور تاتارخانی وغیرہ ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا بلکہ اکثر جگہ مخالف اس کے دیکھنے میں آیا۔ الخ۔

دیکھو اس شخص کا تکبر کہ بحر العلوم متاخرین سے تحلیف شہود کو نقل کرتے ہیں اور یہ شخص ان کی تکذیب کرتا ہے۔ اگر فقط بحر العلوم یہ بات متاخرین سے نقل کرتے اور ہم کو کتب مروجہ میں یہ بات نہ ملتی تب بھی محل اعتراض نہ تھا چہ جائیکہ بحر الرائق میں موجود ہے:

و فی التھذیب للقلانسی و فی زماننا لما تعذرت التزکیة لغلبة الفسق اختار القضاة کما اختاره ابن ابی اللیلی استحلاف الشھود لغلبة الفتن۔ انتھی۔ قلت و لا یضعفه ما فی الکتب المعتمدة کالخلاصة و البزازیة من انه لا یمین علی الشاھد لانه عند ظھور عدالته و الکلام عند خفائھا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خصو صاً فی زما ننا ان الشا هد مجهو ل الحا ل و کذا المز کی غا لباً و المجهو ل لا یعرف بالمجهو ل ۔ انتهی

مقام غور ہے کہ صا حب رسا لہ (انتصار الحق) اس قدر نا واقف ہے کہ چند کتا بوں مقررہ کے نہ ہو نے میں یہ مبا لغہ کرتا ہے اور تکذ یب بحر العلوم کی اپنے ذہن میں قرار دیتا ہے۔ اس کے اس جہل کو خیال کر نا چا ہیے۔ اور در مختار میں بھی یہ مسئلہ بحر سے نقل کیا ہے چنانچہ صا حب در مختار کہتا ہے :

و فی البحر عن التهذ یب تحلیف الشهود فی زما ننا لتعذر التز کیة اذا المجهو ل لا یعرف المجهو ل و اقره المصنف ثم نقل عن الصیر فیة تفویضه للقا ضی قلت و لا تنس ما مرّ عن الا شباه ۔

دیکھو کذ ب اور جہا لت مؤلف انتصار کی کہ کتا بوں کا نام لیا اور کہا ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا۔ اگر در مختار کو بھی دیکھتا تو کبھی ایسا کلام نہ کرتا۔ اغلب یہ ہے کہ عمداً صا حب رسا لہ یہ بات کہی ہے۔ غرض دونوں شقیں ہم کو مفید ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وہم کر ے کہ مؤلف نے اس واسطے در مختار کا نام لیا کہ اس کے مصنف کے نز دیک تحلیف شہود نا جا ئز ہے، تو ہم جواب دیں گے کہ مؤلف اس تقدیر پر یہ کبھی نہ لکھتا کہ ہر چند تلاش کیا گیا کہیں اثر اس کا نہ پایا، بلکہ یوں کہتا کہ یہ مسئلہ غلط ہے اور مفتی بہ نہیں، چنانچہ در مختار میں ہے و لا ینس ما مرّ من ا لا شباه، یا مثل اس کے۔ اور شامی کا نام بھی اس مقام پر غلطی سے لیا

☆ چوتھی دلیل او پر نا واقفیت اور جہا لت صا حب انتصار کی یہ ہے کہ اسی صفحہ میں در مختار سے نقل کیا حیث قا ل :

قا ل فی الدر المختار فی کتا ب الشها دا ت لو علم الشاهد ان القا ضی یحلفه و یعمل بالمنسو خ له الامتناع عن اداء الشهادة لا نه لا یلز مه ۔ انتهی ۔ بزا زیه

میں کہتا ہوں کہ یہ لکھنا مصنف انتصار کا محض غلط ہے ۔ کتا ب الشہا دات میں یہ ہر گز نہیں، اول سے آخر تک دیکھا گیا۔ اس مقام پر جس کا حوالہ صاحب انتصار نے دیا ہے یہ عبارت نہیں ہے ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ کتا ب الشہا دات میں اصل مسئلہ مو جود تھا وہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مولوی صاحب کو نظر نہ پڑا اور ایک عبارت اپنی طرف سے بنا کر کتاب الشہادات کی طرف منسوب کر دی، منشاء اس کا بجز کذب یا جہالت کے کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ و الثانی ھو المتعین بحسن الظن بالمصنف و فیه المطلوب

☆ پانچویں دلیل او پر نا واقفیت اور جہالت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں :

اور جو مؤلف معیار نے کہا ہے کہ مبنی قول ابن صلاح کا قول امام الحرمین کا ہے، سراسر غلط ہے۔ امام الحرمین نے تو منع تقلید عوام کا واسطے صحابہ کرام کے مثل ابن صلاح کے قول کیا ہے اور اس منع کو محققین کی طرف منسوب کیا ہے، البتہ امام فخر الدین رازی اجماع محققین او پر اس منع کے نقل کرتے ہیں اور ابن صلاح منع تقلید غیر آئمہ اربعہ اس پر متفرع فرماتے ہیں، شائد مؤلف معیار نے لفظ قال الامام سے جو مذکور ہے مسلم میں امام الحرمین سمجھا اور بجہت قلت نظر اور شوق تخطیہ کے ناقل اجماع محققین کو نہ پہنچا قال العلامة السید السمهودی الشافعی فی العقد .. الخ ،

اقول بحول اللہ وقوتہ، یہاں سے جہل صاحب انتصار کا اہل علم پر کھل گیا کہ یہ صاحب ایسے ناواقف ہیں کہ جو کچھ کسی رسالہ میں دیکھتے ہیں یا کسی سے سن لیتے ہیں وہی ان کے نزدیک قول محقق ہے اور باوجود اس کے صاحب معیار پر، کہ علمائے محققین میں سے ہیں اور صدہا شاگردان کے مثل مصنف انتصار کیبلکہ افضل ان سے موجود ہیں، طعن اور تشنیع کرتے ہیں، بلکہ گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ راقم الحروف اسی مقام پر واقفیت اور محققیت صاحب معیار ثابت کرتا ہے اور جہل اور ناواقفی صاحب انتصار سب اہل علم پر روشن کئے دیتا ہے۔

اے طالبین حق بگوش و ہوش سنو! کہ جناب رئیس المحدثین امام المحققین جناب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب زید مجدہم نے لفظ امام سے جو عبارت مسلم میں ہے

قال الامام اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصحابة الخ۔

فرمایا کہ مراد امام الحرمین ہیں اور صاحب انتصار نے کہا کہ یہ بات مبنی قلت نظر پر ہے اور مراد اس سے امام رازی ہیں۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ یہ ایک بڑی دلیل جہل اور غفلت صاحب انتصار کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتب اصول سے ہے۔ دیکھو تقریر شرح تحریر ابن ہمام اور تیسیر شرح تحریر اور شرح تحریر بحر العلوم اور اعلام الاخیار اور مغتنم الحصول فی علم الاصول اور ... بشرح منہاج الاصول بیضاوی کہ ان کتب میں نام امام الحرمین یا برہان کہ تصنیف امام الحرمین کی اصول میں ہے بتصریح موجود ہے۔ شرح منہاج اور شرح تحریر بحر العلوم اور مغتنم میں بالتصریح قال امام الحرمین موجود ہے اور تقریر اور تیسیر اور اعلام الاخیار میں نقل الامام فی البرہان مذکور ہے۔ چنانچہ کاتب الحروف نے یہ سب کتابیں اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور بعض دیار ہند میں برہان امام الحرمین بھی موجود ہے، اگر خوف تطویل نہ ہوتا تو اس میں زیادہ تفصیل کی جاتی۔ صاحب انتصار کو اپنے جہل پر نادم ہو جانا چاہیے کہ سمہودی کی تقلید پر شروح تحریر ابن ہمام کی طرف رجوع نہ کیا۔ سبحان اللہ! جس شخص کے جہل کا یہ حال ہو کہ تحقیق کو بے تحقیق بات قرار دے اور بے تحقیق بات کو تحقیق مقرر کرے وہ بلا شبہ مقابل مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب کا کیوں نہ بنے، اور اپنے آپ کو اعلم علماء کیونکر نہ قرار دے۔ یہی ایک دلیل واسطے مدعا ہمارے کے کافی ووافی ہے۔

☆ چھٹی دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کی یہ ہے کہ اپنے آپ کو ملک المناظرین تصور کرتے ہیں اور صفحہ ۱۲ میں بڑی تطویل اس باب میں کی کہ

> صاحب معیار نے اپنے آپ کو مانع قرار دیا اور نقل پر منع وارد کی باوجودیکہ کتب مناظرہ میں تصریح ہے کہ نقل پر منع وارد نہیں ہوتی۔ اور اس قدر نہ سمجھے کہ صاحب معیار خود لکھتے ہیں، تو مانع کو اس قدر سند منع کی کافی ہے اور مدعی کو اثبات دعوی کا ساتھ دلیل قوی کے لازم ہے، حالانکہ جناب مؤلف نے دعوی لقاء ان چاروں صحابہ کا کسی دلیل اور بینہ سے ثابت نہیں کیا۔ انتہی

دیکھو اس عبارت میں صاحب معیار آپ کو مانع کہتا ہے اور مصنف تنویر کو مدعی اور آپ بمقتضائے کمال علمی کے صاحب تنویر کو ناقل قرار دیتے ہیں اور معنی مانع کے یہاں پر یہ ہیں کہ منع مجازی دو طرح پر ہوا کرتی ہے۔ ایک بمعنی تصحیح نقل اور دوسرے بمعنی طلب دلیل۔ چنانچہ رشیدیہ اور آداب باقیہ وغیرہ سے یہ امر ثابت ہے، اور یہاں پر بمعنی ثانی ہے۔ جس نے مطبوع رشیدیہ دیکھا ہوگا یا آداب باقیہ اس کے مطالعہ سے گذری ہوگی وہ اس بات کا ہرگز انکار نہ کرے گا۔ آپ نے جو اتنی تطویل لاطائل اس مقام پر کی اور مصنف معیار کو کسی طر

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ح مانع نہ ٹھہرایا بجز جہالت کے کوئی عذر آپ کی طرف سے نہیں۔ ان کا کلام جو اردو میں تھا وہ بھی نہ سمجھ سکے، صاحب تنویر کو ناقل قرار دینا محض غلط ہے، اور جو آپ کی کلام میں مفاسد اس مقام پر ہیں اور ان سے آپ کی نا آشنائی علم مناظرہ سے ثابت ہوتی ہے اس کا ذکر کرنا اس مقام پر کہ اختصار ملحوظ ہے مناسب نہیں۔ حضرت عبارات کتب لکھنا اور مطالب نہ سمجھنا منافی علم ہے۔ اب ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں اس کو ارشاد فرمایئے اگر کوئی عیسائی یا رافضی کسی کتاب میں جو غیر معتبر ہو، یہ بات نکال دے کہ فلانی بات خلاف اہل اسلام یا اہل سنت کی فلاں کتاب میں موجود ہے، تو آپ اس کو تسلیم کریں گے یا فرماویں گے کہ یہ بات قابل قبول کے نہیں۔ جون سی شق مرکوز خاطر ہو اس کو لے لیجئے۔ آپ کے طریقہ پر اس نقل میں کلام کرنا ناجائز معلوم ہوتا ہے۔ جو جواب آپ اس نصرانی اور رافضی کو دیں گے، وہی جواب ہمارا ہے۔ اگر اہل مناظرہ کا یہ مطلب ہوتا جو آپ سمجھے ہیں تو اس کے غیر مسلّم ہونے میں کبھی کلام نہ ہوتا بلکہ وہ اہل مناظرہ ارباب جہالت میں معدود ہوتے۔ یہ آپ کی بے علمی کا ثمرہ ہے کہ مطلب کتب نہیں سمجھتے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد

اگر آپ اہل انصاف سے ہوتے تو منع مجازی کی دوسری قسم بیان کر کے کچھ تعرض فرماتے اور بغیر اس کے آپ کا کلام کچھ آپ کو مفید نہیں۔

☆ ساتویں دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹ میں لکھتے ہیں:

و هكذا في مختصر الاصول السيد الشريف الجرجاني۔

حالانکہ مختصر الاصول سید شریف جرجانی کی تصنیف نہیں۔ لوگوں میں غلطی سے مشہور ہو گیا ہے اور اسی طرح چھاپنے والوں نے بھی غلط لکھ دیا ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا ہے، ملا علی قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے کہ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا نہیں اور مولوی عبدالعزیز صاحب نے بھی صاحب تنزیہہ کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ میر سید شریف کا نہیں ہے اور نہ ان کو ان علوم میں اس کا .... اور آپ نے ایک طرہ یہ کیا کہ اس کا اپنی طرف سے نام بھی بنا لیا۔ شاہ جہان آباد میں یہ بات مشہور ہے کہ یہ رسالہ تصنیف میر سید شریف کا نہیں... فلاں کا ہے جو اہل علم تھے۔ اور پیر مصنف انتصار کے وہ بھی یہی فرماتے تھے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ثقات موجود ہے جنہوں نے شاہ عبدالغنی صاحب سے بلا واسطہ سنا ہے اور مختصر الاصول ایک کتاب اصول فقہ میں ابن حاجب کی مشہور ہے نہ کہ رسالہ مختصر الاصول اصول حدیث میں سید شریف جرجانی کا۔

☆ آٹھویں دلیل اوپر نا واقفیت اور جہالت صاحب انتصار الحق کی یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۰ میں لکھتا ہے:

اور نقل مؤلف کی بیچ موضوعیت اس حدیث کے فوائد مجموعہ شوکانی سے تصحیح کو نہیں پہنچی، ہر چند تفحص کیا یہ حدیث راقم نے نہ پائی۔ چاہیے کہ مؤلف تصحیح نقل کرے۔ اور یہ لکھتے ہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ مؤلف نے شوکانی سے فقط یہ بات نقل کی ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا ہے، تو اولاً ہم کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے حدیث اطلبوا العلم ..الخ۔ موضوعات میں شمار کیا، نہ طلب العلم ... الخ۔ کو کما مرّ۔

میں کہتا ہوں کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ صاحب انتصار کچھ بھی نہیں سمجھتے جو ایسی بات کہتے ہیں۔ خود اپنی کتاب کے صفحہ ۲۱ میں نقل کرتے ہیں:

و فی المقا صد بز یادة فا ن طلب العلم فر یضة علی کل مسلم۔ و قا ل ضعیف۔ بل قا ل ابن حبا ن با طل لا ا صل له و ذکره ابن الجوزی فی المو ضو عا ت و کذا نقل فی ا للآ لی من ابن حبا ن۔

اس قدر نہیں سمجھتے کہ یہ وہی حدیث ہے بعض طرق میں کچھ لفظ زیادہ ہو گئے ہیں اور ابن جوزی نے اسی کو موضوعات میں لکھا ہے۔ یہ کہنا کہ حدیث طلب العلم ...اور ہے اور یہ اور مبنی غفلت پر ہے۔ علل متناہیہ میں ابن جوزی نے اس حدیث کے سب طرق لکھتے ہیں۔ نویں طریق کے رد میں لکھتے ہیں:

و فی الطر یق التا سع احد ین ..... وانما هو احمد بن محمد بن ا لصلت.. قا ل الدا ر قطنی کا ن یضع الحد یث قا ل و لا یصح لا بی حنیفه سماع من انس و لا رؤیته و لم یلق ابو حنیفه ا حداً من الصحا بة ۔ انتهی۔

بالجملہ اگر مصنفات ابن جوزی کی طرف رجوع کرتے تو ایسی غلط بات نہ لکھتے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

☆ نویں دلیل اوپر ناواقفیت اور جہالت صاحب انتصار کے یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۳۸ میں لکھتے ہیں:

بس یہ جو مؤلف معیار نے کہا کہ قائل اس کلام کے ایک تو شاہ ولی اللہ صاحب ہیں، پہلے تو یہ امر صریح غلط ہے کہ قول سدید میں شاہ ولی اللہ کہا، قول سدید مؤلف ہے عبد العظیم ابن ملا فروخ مکی کی نہ شاہ ولی اللہ صاحب کی۔ دیکھو اخیر قول سید میں کہا ہے

قال جا معها محمد عبد العظيم المكى الحنفى و بعد تعليق هذه ا لا سطر بعدة سنين ظفرت فى اثناء المطا لعة ... الخ۔ اس کلام کی بعینہ وہ مثل ہے: چہ خوش گفت سعدی در زلیخا۔ شائد مؤلف معیار نے کسی سے ... نام قول سدید کا سن لیا ہے اور نظر سے نہیں گذری۔ انتہی

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ایک دلیل ہے ناواقفیت اور بے علمی صاحب انتصار کی ہے اس لئے کہ قول سدید میں ابن محمد فروخ مکی کا حوالہ خود صاحب معیار لائے ہیں۔ صاحب معیار پر یہ بات مخفی نہیں۔ دوسرا قول سدید جو شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیف ہے اس سے صاحب انتصار بسبب بے علمی کے غافل ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رجوم الشیاطین میں فرماتے ہیں کہ یہ مسئلہ یعنی تقلید کا شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں بتفصیل موجود ہے مثل القول السديد فيما يتعلق بالتقليد۔

☆ دسویں دلیل جہالت اور ناواقفی صاحب انتصار پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ میں فرماتے ہیں:

اور ثانیاً یہ کہ کلام دوسرا ملا علی قاری کا جو رسالہ تشنیع فقہاء الحنفیہ میں کہ معروف ہے رسالہ رد قفال کر کے فرماتے ہیں کہ

قلنا لا يجوز للقا ضى ما قلتمو ه بل يجب عليه ضمان لتعيين مذ هبٍ من هذه المذا هب اما مذ هب الشا فعى فى جميع الوقا ئع و الفرو ع و اما مذ هب ابى حنيفه و غير هم و ليس له ان ينتحل من مذاهب الشا فعى فى بعض ما يهواه و مذهب ابى حنيفه فى البا قى ما يرْهاه ، لا قا لوا جوزنا ذلک..... الى التحبط و الخرو ج عن الضبط و حا صله ير جع

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

الی نفی التکا لیف لا ن مذ ھب الشا فعی لذا ؟ اقتضی تحر یم شیء و مذ ھب ابی حنیفہ ابا حتہ ذلک الشیء بعینہ و علی العکس فھو ان شاء ما ل الی الحل و ان شاء ما ل الی الحرا م فلا یتحقق الحل و الحرا م و فی ذلک اعدا م التکلیف و ابطال فا ئدتہ و استیصا ل قا عدتہ و ذلک با طل ۔ انتھی ۔منا فات

صریح رکھتا ہے ساتھ کلام منقول شرح عین العلم کے، تو اگر محمل مذکور پر نہ محمول کرو اس کو تو یوں تطبیق کرو کہ کلام منقول شرح عین العلم ذکر کیا ہے، دلیل نہیں مذہب بعض علماء جو وہ تقلید علی التعین کو واجب نہیں کہتے اور کلام رسالہ تشنیع الفقہاء جو ہم نے نقل کیا ہے مبنی ہے اوپر تحقیق کے نزدیک ان کے۔

چنانچہ تفصیل اس کے ساتھ نقل کرنی پوری عبارت شرح عین العلم کی عنقریب ہوئی جاتی ہے اور تلبیس مؤلف معیار کی کما ینبغی کھلی جاتی ہے۔ اور یہی دونوں جواب ...الخ ۔ انتھی بلفظہ

میں کہتا ہوں کہ یہ کلام بھی بڑی پکی دلیل ہے مصنف انتصار کی جہالت پر اور برہان قوی ہے اس کی ضلالت پر، اس واسطے کہ یہ کلام ہی ملا علی قاری کا نہیں ہے بلکہ کلام امام الحرمین ہے جس شخص کو ذرا بھی علم ہوگا وہ ایسی بات نہ کہے گا۔ صاحب رسالہ باوجودیکہ اپنے آپ کو اکابر علماء سے زائد سمجھتا ہے چنانچہ صاحب محلی شارح مؤطا کو پایہ علمی ثابت نہیں کرتا اور قدرت خدا یہ ہے کہ لفظ قا ل کے معنی خود نہیں جانتا جس کو ہدایت الخو اور شرح مأۃ عامل سے آشنائی ہوگی وہ بھی ایسی بات نہ کہے گا۔ و یجیء لھذا تفصیل ۔

☆ گیارھویں دلیل جہل اور ناواقفی صاحب انتصار پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۹۷ میں کہتا ہے :

معلوم نہیں کون سے متاخرین نے تحلیف شہود پر قائم مقام تزکیہ کے کر کے فتوی دیا ہے، کتب مستعملہ مذہب حنفی میں مثل ہدایہ اور شرح وقایہ اور قدوری اور کنز اور ملتقی اور درّ مختار اور شامی ...الی قولہ... ہر چند تلاش کیا گیا لیکن اثر اس کا نہ پایا۔ انتھی

حالانکہ یہ قول : کہیں اثر اس کا نہ پایا، کذب محض ہے ۔ درمختار میں کتاب الشہادات میں مرقوم ہے:

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

و فی البحر عن التهذیب تحلف الشهود فی زما ننا لتعذر التزکیة اذا المجهو ل و اقرّه المصنف ثم نقل عن الصیر فیه؟؟ للقا ضی قلت و لا تنس ما مرّ من ا لا شباه۔ ،

دیکھو اس جہالت کو کہ درمختار میں یہ مسئلہ موجود تھا، باوجود اس کے یہ کہنا کہ کہیں اثر اس کا نہ پایا بجز جہل یا کذب کے متصور نہیں۔ اشباہ والنظائر اور.. میں بھی یہ مسئلہ مذکور ہے اگر چہ اس میں علماء کو اختلاف ہے لیکن یہ کہنا کہ کہیں اثر اسکا نہ پایا، باوجودیکہ کہ چھاپہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ مسطور ہے، دلیل کمال جہل کی ہے۔ یہ امر اگر چہ تیسری دلیل میں تبعاً مذکور ہے لیکن بسبب صالح ہونے دلیل مستقل کے دوبارہ مستقلاً ذکر کیا۔

☆ بارھویں دلیل جہالت اور ناواقفیت مؤلف انتصار الحق پر یہ ہے کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۸ میں لکھتے ہیں:

اور دلیل ثالث جو اجماع منقول خرافی سے لایا ہے جواب اسکا بوضاحت تمام پہلے ہو چکا ہے۔

...اور ہم کہتے ہیں کہ ملا علی قاری نے تشنیع الفقہاء الحنفیہ میں فرمایا ہے کہ نہ منع کرنا صحابہ کا مسلمانوں کو تقلید لاعلی التعین سے بجہت ضرورت عدم کفایت مذاہب مجتہدین صحابہ کے واسطے حوادث مستفتین کے تھا

کما قا ل قیل الیس فی عهد الصحا بة ر ضی الله تعا لی عنهم کا ن الوا حد من الناس مخیراً بین ان یا خذ فی بعض الوقا ئع بمذ هب الصدیق ا لا کبر و فی بعضها بمذ هب الفاروق قلت انما کا ن کذ لک لان ا صو ل الصحا بة لم یکن کا فیة لعا مة الوقا ئع ولا شا ملا ت لکا فة المسا ئل لانهم لم یتفرعوا التفریع التفا ریع و تمهیدا.. حصو ل و التفا صیل فلاجل الضرورة یحمل للمقلد ن اتباع الصدیق فی بعض الوقا ئع و اتباع الفارو ق فی بعضها و اما فی زما ننا فمذ هب الآ ئمة کا فیة لمعرو ف لکل فا نه ما من واقعة تقع ا لا و نجد ها فی مذ هب الشا فعی و غیره ا یضاً

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یہ بارہ دلیلیں قطعی ہیں اثبات جہالت مولوی ارشاد حسین صاحب کے ۔..فقط ۔
و آخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العا لمین ۔

☆ بے شک یہ امر واقعی ہے کہ مؤلف انتصار الحق کو لیاقت جواب لکھنے کی معیار کا نہ تھی بطور اختصار مؤلف براہین اثنا عشر نے بارہ دلائل قاطعہ مثبت مدعا پر اکتفا کی اس لئے راقم الحروف بھی یہاں زیادہ طول عرض نہیں کرتا صرف ایک دلیل اس امر پر لکھ دیتا ہے کہ مؤلف نے بوجہ اپنی بے لیاقتی کے خود تو نقول مندرجہ انتصار کو کتب منقول منہا سے نہیں برآمد کیا اور موید ین سے سن سنا کر جیسا کسی نے کہا اس کے اعتماد پر ان نقول کو درج کتاب کر دیا، اور وہ دلیل یہ ہے کہ صفحہ ٦٦ میں عبارت حاشیہ مولوی نظام الدین کو مؤلف انتصار نے نقل کر کے بڑے فخر سے مؤلف معیار کے قول کا جواب دیا ہے ۔ راقم الحروف نے جو حاشیہ مذکور دیکھا تو جس طرح سے مؤلف مذکور نے وہ عبارت نقل کی ہے اس... نہ پائی ۔ اب اس صورت حال سے صریحاً ثابت ہوتا ہے کہ مولوی ارشاد حسین نے ملا نظام الدین کا حاشیہ نہیں دیکھا ۔ فقط
راقم السطور ۔ محمد صدیق ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

متفرقات:

☆ ثنائی تحریر: در بارہ تقلید

مولانا اشرف علی تھانوی کا حملہ جماعت اہل حدیث پر

ہم بھی ہیں سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو
آج دیکھیں کاٹ تیرے ابروئے خمدار کی

مولانا اشرف علی صاحب (مقیم تھانہ بھون) کو میں اس وقت سے جانتا ہوں جبکہ آپ جامع العلوم کان پور میں مدرس تھے اور مولود کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ دیوبندی خیال کے ہو گئے۔ اب تو آپ مشائخ زمانہ سے ہیں۔ بڑے عالم ہیں بڑے مصنف ہیں۔ مگر میں ابتدا سے .... دیکھتا رہا ہوں کہ آپ مسئلہ تقلید اور اہل حدیث کے متعلق جو کچھ فرماتے ہیں وہ محض سطحی ہوتا ہے۔ اہل حدیث سے آپ کو اتنا تنفر ہے کہ حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی مصنف اکمل البیان آپ سے بیعت تھے۔ موصوف کے غیر مقلد ہونے کی خبر ممدوح کو جب پہنچی تو آپ نے ان کو بذریعہ خط اطلاع دی کہ چونکہ تم غیر مقلد ہو اس لئے میں اپنے سلسلہ بیعت سے تم کو خارج کرتا ہوں۔

خیر ہر شخص اپنا مخصوص نظریہ رکھ سکتا ہے۔ آپ نے رسالہ اقتصاد تصنیف کیا۔ اس میں بھی مسئلہ تقلید ایسے سطحی پیرائے میں لکھا کہ افراد اہل حدیث کے لئے باعث مسرت ہے۔ کیا مزے کی دلیل لکھتے ہیں کہ:

شیر خوار بچے ماں باپ کی تقلید کر کے زبان سیکھتے ہیں تو ہم آئمہ فقہ کی تقلید کر کے دین کیوں نہ سیکھیں۔

ماشاء اللہ کیسی زبردست دلیل ہے .. اس رسالہ کے جواب سے تو ہم رسالہ تقلید شخصی اور سلفی میں فارغ ہو چکے ہیں آج مولانا موصوف کی جس توجہ کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہے۔

اخبار العدل نے لکھا ہے:

نئے فرقوں کے حامی دین میں رخنہ اندازی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور قرآن عزیز کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آیات مبارکہ کا اپنی مرضی سے غلط ترجمہ شائع کر کے عوام کو گمراہ کرنے کے درپے ہیں ۔اسی سلسلہ میں خانقاہ اشرفیہ کے رسالہ النور کے تازہ پرچے سے ہم ذیل کا اقتباس نقل کرتے ہیں ۔جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حدیث کا بالخصوص یہ مرغوب طریقہ ہے کہ وہ اپنے ڈھب کا غلط ترجمہ کر کے عوام کو گمراہ کریں ۔حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی سے ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء نہ ہوتے تو ہم سب بھٹکتے پھرتے ۔ وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے ۔حضور (اشرف علی) نے ارشاد فرمایا ۔ واقعی اندھیر ہوتا۔ یہ غیر مقلد اجتہاد کے بڑے مدعی ہیں ۔ ہر شخص ان میں کا اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے ۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے تم بھی استنباط کرو ۔ان مسائل کو فقہا کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں ۔ پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے ان ہی مسائل سے موازنہ کرو ۔معلوم ہو جائے گا کہ کیا فرق ہے ۔ کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے ۔فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہائت خطرناک چیز ہے ۔اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے ۔اس سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا ۔اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کر دی تھی ۔ بہت جھگڑے اور فساد ہو چکے تھے ۔اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی ۔اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا ۔اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں ۔ میں نے بھی اس کا وعظ سنا تھا ۔ بڑا پکا اور کٹر غیر مقلد تھا ۔ وعظ میں کہا تھا و جعلنا من بین ایدیھم سداً و من خلفھم سداً فاغشینا ھم فھم لا یبصرون (یسین :۹)(کردی ہم نے ان آگے اور ان کے پیچھے آڑ پس ڈھانپ دیا ہم نے ان کو سو وہ نہیں دیکھتے) اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ: کردی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی ۔اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھپا لیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے ۔پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑ کر حقیقت سے بے خبر ہو گئے ۔

غرض صرف و نحو و منطق کو بدعت کہتا تھا ۔مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی (یہ فقرہ بھی بڑھا دیتے کہ وہ جماعت غیر مقلدین کی تھی ۔تو وضاحت ہو جاتی ۔ ورنہ اب تو شک رہا کہ شائد وہ شخص اور اس کی جماعت حنفی ہوں) ۔ یہ حالت ہے عوام کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے۔ ان کے نہ عقائد کا اعتبار اور نہ مخالفت کا اعتبار۔ جو جی میں آیا کر لیا۔ جس کے چاہے معتقد ہو گئے۔ دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے۔ بڑے بڑے علماء صلحا بندگان دین کا مرکز رہا ہے۔ مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے۔ کسی کا کیا اعتبار کیا جائے۔ وقت پر حقیقت کھلتی ہے۔ جب کوئی کام آ کر پڑتا ہے یا ایسا کوئی رہزن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا۔ ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

(العدل یکم اگست ۱۹۳۴ء)۔

جناب ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

ناظرین! غور فرمایئے اتنے بڑے عالم اتنے بڑے شیخ طریقت اور طریق کلام یہ جس کا ایک ایک فقرہ نظری قابل بحث بلکہ لائق تردید ہے۔ کیا آپ کا فرض نہ تھا کہ جس شخص کے وعظ سے آپ اتنا بڑا استدلال کرتے ہیں کہ سارے فرقہ اہل حدیث کو اس سے آلودہ کرتے ہیں اس کی شخصیت بتاتے اس کی علمیت کا پتہ دیتے۔ فرقہ اہل حدیث میں اس کی قبولیت کا ثبوت دیتے۔ پھر کہتے کہ یہ لوگ ایسے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بھی ہم بھی ایک معتبر حنفی مفسر کی تفسیر کے حوالہ سے قصہ سنا کر ساری حنفی جماعت پر چسپاں کریں تو کیا ہمارا یہ فعل صحیح ہوگا۔ واللہ ہرگز نہیں۔ قصہ مذکور یہ ہے:

مولانا عبدالحقؒ مصنف تفسیر حقانی اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ایک مداری (غالباً پیر و فقیر ماننے والہ حنفی تھا) تماشا کرتے ہوئے کہتا تھا بھائیو! آ منت با للّٰہ بی بی آمنت کا ایک بلا تھا و ملا ئکتہ اس نے اس کی ملائی کھالی و کتبہ اس نے اسے کتوں سے پڑوا دیا و رسلہ اور رسیوں سے باندھا۔

کیا ہم بھی بمشورہ شیخ سعدیؒ: بیا لائد ہمہ گاوان دہ را سارے حنفی فرقہ کو اس مداری سے ملا دیں۔ خدا ہم سے ایسا نہ کروائے۔ خیر یہ تو ایک جاہل کا مقابلہ دوسرے جاہل سے ہے۔ اب ہم ایک عالم مفسر قرآن کی تفسیر آپ کو سناتے ہیں۔ وہ بھی اسی دلی میں رہنے والہ اور انہی اکابر علما میں داخل تھا جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ آپ تفسیر حسینی کے مصنف علامہ حسین کو جانتے ہوں گے وہ آیت یوم تد عوا کلّ انا س با ما مھم میں فرماتے ہیں گفتہ شود یا حنفی یا شافعی یعنی اس آئت میں جو ذکر ہے کہ قیامت کے روز ہر آدمی کو اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے امام کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ہر آدمی کو حنفی شافعی کہہ کر بلایا جائے گا۔ فاضل مفسر کو اثبات تقلید میں یہ خیال نہ رہا کہ ہر آدمی کے کلیہ میں کلیان سنگھ، رام دتا مل بھی داخل ہیں۔ کیا ان کو بھی یا حنفی، یا شافعی کہا جائے گا۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ کلامی اصطلاح میں اس مضمون کا نام رکھنے میں ہمیں دقت معلوم ہوتی ہے کہ اس کا نام برہان رکھیں، خطاب رکھیں، جدل کہیں، یا اس کا نام شعر، تجویز کریں ... ہاں اس مقابلے کے لئے تیار ہیں مگر یہ کیا بات ہے کہ وہی مسائل ہم بتائیں جو پہلے فقہا نے بتائے ہیں۔ بلکہ اصل مقابلہ یہ ہے کہ زمانہ حال کی ضرورت میں سے چند مسائل (مثلاً ارسال زر بذریعہ منی آرڈر وغیرہ) فریقین کے سامنے پیش کر کے پوچھا جائے کہ ان مسائل کس جواب قرآن وحدیث سے استنباط کرو۔ اہل حدیث قرآن و حدیث سے کریں گے اور مولدین اقوال فقہا سے بتا دیں گے۔ بالمشافہ بیٹھ کر دونوں فریق لکھیں گے۔ مولانا تھانوی خود تکلیف نہ فرما سکیں تو علامہ عدلی یا علامہ عصری کو مقرر فرما سکتے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۳۔۴)

☆ جناب یحیٰی نعمانی در بارہ تقلید و اجتہاد

جناب یحیٰی نعمانی ماہنامہ الفرقان میں لکھتے ہیں:

ہمارے ایک قاری مولانا احمد نبی صاحب نے گزشتہ شمارے میں ایک مضمون کے بارے میں سوالات کئے ہیں۔ ان کا خط طویل ہے۔ اختصار کے ساتھ ذیل میں پہلے وہ خط دیا جا رہا ہے اور پھر کچھ اس میں کئے گئے سوالات پر کچھ وضاحتی جواب بھی۔

ہمارے محترم قاری صاحب لکھتے ہیں:

جون (۲۰۰۱ء) کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ آپ کا مضمون مسلکی اختلاف کو جنگ مت بنایئے کئی بار پڑھا۔ اس مضمون کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں:

آپ نے اپنے اس مضمون میں تحریر فرمایا ہے کہ . مسلک اہل حدیث سے ہمارے بزرگوں کا کوئی اصولی و بنیادی اختلاف نہیں . یہ بات ذرا کھٹکی۔ اس لئے کہ جو قیاس و اجماع کا منکر ہو اور جس کے نزدیک اس زمانے میں تقلید واجب نہ ہو اس سے ہمارے بزرگوں کا اختلاف اصولی کیسے نہیں ہوگا؟ ان اصولی اور بنیادی چیزوں کے اختلاف کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہم کن اختلافات کے دائرہ میں لاسکیں گے؟..آپ نے بار بار مسلمانوں کے نازک حالات کی دہائی دی ہے اور اتحاد و اتفاق کی اہمیت پر زور دیا ہے۔لیکن حالات کی نزاکت کے پیش نظر کیا ہم ایک گمراہ فرقے کا رد چھوڑ دیں؟..ہم کیا کریں؟ کیسے اپنے مسلک اور کیسے اپنے اکابر کا دفاع کریں...والسلام

جواب۔ جہاں تک راقم سطور نے غور کیا ہے اہل حدیث مکتب فکر سے علماء احناف کا اختلاف خالص جزوی اور فرعی ہے، اصولی نہیں، ایسا اختلاف صحابہ کے دور سے لے کر آج تک ہر زمانے کے علما حق اور اہل سنت میں رہا ہے۔اس اختلاف کی نوعیت ایسی بنیادی نہیں ہے کہ اس کو انگیز نہیں کیا جا سکتا۔کسی حلقے کے کچھ افراد کا رویہ غلط ہونا اور چیز ہے اور کسی مکتب فکر کا بنیادی طور پر غلط اور گمراہ کن ہونا اور چیز ہے۔

اس کم علم کے نزدیک یہ بات شائد صحیح نہیں ہے کہ یہ اختلاف اس لئے اصولی ہے کہ اہل حدیث حضرات اجماع اور قیاس کے منکر ہیں اور اسی بنا پر جماعت اہل حدیث ایک گمراہ جماعت ہے۔

اس مسئلہ پر غور کرنے سے پہلے ایک بات یہ صاف ہونی چاہیے کہ کونسا اختلاف ہوتا ہے جو اصولی کہلاتا ہے اور اس میں ایک فریق گمراہ اور راہ حق سے قطعاً ہٹا ہوا ہوتا ہے؟ جب کسی ایسی واضح اور یقینی مسئلہ میں اختلاف ہو جس میں قرآن وسنت کے ناقابل تاویل یقینی نصوص ہوں (یا جن میں تاویل صرف سینہ زوری سے ہی کی جاسکتی ہو) اور صحابہ کرام اور سلف صالحین و آئمہ دین کا اس سلسلہ میں اختلاف نہ ہو، تو اس کو اصولی اور بنیادی اختلاف کہا جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ جتنے اختلافات ہوں گے وہ سب فروعی اور جزوی ہوں گے چاہے کسی فریق کی غلطی ہمارے لئے کتنی ہی واضح اور یقینی کیوں نہ ہو۔

اس مسئلہ کا ذہن میں صاف ہونا بہت ضروری ہے۔ہر اختلاف اصولی نہیں ہوا کرتا، چاہے ہمیں اپنے موقف کی صحت پر کیسا ہی یقین کیوں نہ ہو۔

پھر سچی بات یہ ہے کہ اہل حدیث اجماع اور قیاس کی حجیت کے منکر نہیں ہیں۔ آپ براہ راست اہل حدیث علماء سے دریافت کرلیں وہ اجماع اور قیاس کی حجیت کے قائل ملیں گے۔اسی طرح علامہ شوکانی اور مولانا نواب صدیق حسن صاحب کی اصول فقہ کی کتابیں دیکھ لیں وہ دونوں اجماع وقیاس کی حجیت کے قائل ہیں۔مزید عرب ممالک میں جو

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نئی کتابیں لکھی جا رہی ہیں اور اہل حدیث حضرات کے مدارس میں داخل ہیں ان میں بھی ان دونوں اصولوں کا تذکرہ بحیثیت مصادر تشریع کے ملتا ہے۔ اہل علم کے لئے یہ اشارہ بھی مناسب ہوگا کہ یہ کتابیں بنیادی طور پر متکلمین اور شوافع کے طرز پر ہوا کرتی ہیں۔

پھر ایک علمی حقیقت یہ بھی ہے کہ اجماع اور قیاس دونوں براہ راست دلیل شرعی نہیں ہیں۔ امت کے علماء کا اتفاق خود شارع نہیں ہے بلکہ چونکہ امت بحیثیت مجموعی غلطی نہیں کر سکتی، اس لئے یہ اتفاق و اجماع مقصود شریعت کو جاننے کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔ اس طرح قیاس بھی قرآن وسنت کے احکام کو وسیع تر تناظر میں دیکھنے اور اس کے بالواسطہ مدلول کو سمجھنے کا نام ہے۔ اس لئے یہ دونوں (اجماع وقیاس) قرآن وسنت ہی کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ اصل بنیاد قرآن وسنت ہیں۔ ان میں سے کسی کا انکار کرنے والا یقیناً گمراہ ہے۔

ہاں اگر کچھ عملی مثالیں ہمارے نزدیک اس کی ہیں کہ فلاں فلاں مسائل میں یہ حضرات ہمارے نزدیک اجماع کے خلاف رائے رکھتے ہیں، یا قیاس کے حکم کو نہیں مانتے تو اہل علم جانتے ہیں کہ وہ ان مسائل میں اجماع امت ہونے کے ہی منکر ہیں۔ یا کچھ اور تاویل کرتے ہیں، یا اس قیاس کے بجائے کسی اور قیاس یا کسی اور دلیل شرعی کو بنیاد بناتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کو منکر اجماع منکر قیاس کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ احناف کو کوئی اس لئے منکر حدیث کہے کہ وہ اس کے نزدیک بعض مسائل میں فلاں فلاں حدیثوں کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح کئی ایسے مسائل ہیں کہ بعض لوگوں نے امام ابوحنیفہ کی رائے کو اجماع کیخلاف کہا ہے۔ ابن المنذر کی کتاب الاجماع میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا قیاس کو دلیل شرعی نہ ماننے والے کو ہم ایک اجتہادی غلطی کرنے والا نہیں مان سکتے؟ کیا ہم ابن حزم اور سارے ظاہری فقہا کو انکار کی پاداش میں گمراہ اور اہل سنت سے خارج کر دیں گے؟ اہل علم تو اس سے بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ ہماری اصول فقہ کی کتابوں میں اس بات میں اختلاف ہے کہ امہات عقائد اور ضروریات دین کے علاوہ کسی فقہی مسئلہ میں کبھی اجماع ہوا بھی ہے؟ بعض حضرات علماء تو اس کو ایک علمی عنقا ہی کہتے ہیں، دیگر بعض حضرات اجماع سکوتی کو اجماع مانتے ہیں بعض اس کے منکر ہیں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا تقلید شخصی نہ کرنے والا گمراہ ہو جائے گا؟ اس کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جواب میں ذرا مسئلہ تقلید و اجتہاد پر اصول فقہ کی کتابیں اگر دیکھی جائیں اور خاص طور پر رد المحتار (شامی) کا مقدمہ تو اندازہ ہوگا کہ تقلید شخصی اور التزام مذہب کے بارے میں یہ شدت آخری دور کی پیداوار ہے۔ شامی نے تو مختلف مسالک پر بیک وقت عمل کرنے تک کی گنجائش رکھی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ عالم علماء دیوبند کے نزدیک اس دور فتن میں جب کی اتباع ہوای عام ہے تقلید شخصی ضروری ہے۔ مگر ہم کو منصوص اور یقینی طور پر ثابت مسائل کو ایک درجہ پر نہیں رکھنا چاہیے جن کی بنیاد ہماری رائے کے مطابق کسی مصلحت پر ہو۔ یہ تفقہ کی ایک اہم شرط ہے کہ احکام کے درجات الگ الگ رکھے جائیں، ہماری مصلحت پر مبنی رائے سے کوئی دوسرا شخص اختلاف کرے اور اس کے ذہن میں کوئی اور مصلحت ہو تو ہم کو اس کو اس کا حق دینا چاہیے، ایسی صورت میں ایک موقف پر بیجا اصرار اور شدت دوسری طرف غلو اور شدت پیدا کرتا ہے۔ اور غلو ان چیزوں میں ہے جو اتحاد و اتفاق کے امکانات کو قتل کر دیتی ہیں۔

مسلک دیوبند اور اہل حدیث حلقے کے وہ حضرات جو واقعی اہل علم ہیں اور جن کو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی علمی و دینی تاریخ سے واقفیت ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہ کو سلسلہ تجدید دین کی ایک اہم شخصیت جانتے ہیں۔ دونوں ان کی علمی و دینی امامت کے قائل ہیں۔ سچی حقیقت اور انصاف کی بات یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک تقلید اور علماء راسخین کے لئے براہ راست اجتہاد اور کتاب وسنت اور صحابہ و تابعین کے فتاوی کی اتباع دونوں کی گنجائش ہے۔ وہ دونوں طریقوں میں ایک اعتدال پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ایک طرف وہ اپنی تصانیف میں علماء کو کسی نہ کسی درجے میں اجتہاد اور فقہا کی تخریجات پر کتاب وسنت کی روشنی میں غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور تقلید جامد کی مخالفت کرتے ہیں دوسری طرف مذاہب اربعہ کی تقلید کی اندھا دھند مخالفت کو بھی وہ جہالت سمجھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ میں اسباب اختلاف الفقہا کا باب۔ نیز عقد الجید اور تفہیمات کے بعض حصے) خود ان کا طرز یہ ہے کہ وہ بعض مسائل میں فقہ حنفی کے خلاف رائے رکھتے ہے اگرچہ ذاتی طور پر وہ عملاً حنفی ہی تھے۔

ہر زمانہ میں راسخ العلم علماء کا رویہ یہی رہا ہے اس طرح کے اجتہادی مسائل میں ان کا ذاتی میلان کسی قدر ایک طرف ہوسکتا ہے مگر پھر بھی وہ اعتدال کے رشتے کو نہیں چھوڑتے اور دونوں نقطہ ہائے نظر کو قریب رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیخ ابن عربی کا حلقہ دیوبند میں جو مقام ہے اس سے کون ناواقف ہوگا۔ وہ بھی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ظاہری مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور قیاس کے علی الاعلان انکار کے ساتھ ساتھ اجتہاد اور عدم تقلید کے بھی داعی ۔ اور خود بھی مسالک اربعہ کی تقلید سے آزاد ۔ حالانکہ وہ زمانہ تقلید کا زمانہ تھا ۔ تصوف اور وحدت الوجودی مضامین کے بیان نے ان کو جو مقام دیا ہے عدم تقلید، ظاہریت ،اور انکار قیاس اس کو کم نہیں کر سکے ۔

.... اصل اہل حدیث مسلک اور اس انتہا پسندانہ رجحان میں تفریق کرنے کی ضرورت ہے ۔ قرآن کی تعلیم تو ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم دشمنوں اور کافروں کے ساتھ بھی انصاف کریں ۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کے جرائم کی فہرست گنائی ۔ ان کی بے ایمانیاں انبیاء کا قتل، اللہ سے غداری، عہد کی پامالی ، اور ظلم کے جرائم گنانے کے بعد یہ بھی کہا کہ اس سب کے باوجود وہ سب ایک جیسے نہیں ہیں ۔ ان میں ایک بڑی تعداد نہایت خدا ترس پارسا اور عبادت گذار ہے ۔ نیکیوں کی طرف سبقت کرتی ہے اور اچھائیوں کے فروغ کی کوشش کرتی ہے ۔ اور وہ یقیناً صالحین میں سے ہے ۔ ان کے کفر کے باوجود ان کے اچھے کاموں کا انکار نہیں کیا جائے گا ۔ (آل عمران ۱۱۳۔۱۱۵) اس طرح قرآن نے انصاف، حقیقت پسندی اور اعتدال کا ایک نمونہ قائم کیا ہے ۔ پھر جب معاملہ کسی صاحب ایمان جماعت کا ہو تو اس کے ساتھ انصاف اس کی خوبیوں اور اس کے اہل حق وعدل کا اعتراف کتنا ضروری ہوگا ؟

کسی شخص کی مذمت ایک نازک شرعی مسئلہ ہے اگر اس مذمت میں دینی پہلو بھی ہو تو وہ اور مزید خطرناک بات ہے ۔ پھر کسی دینی جماعت کو جس کے اپنے علماء ہوں ۔ جس کی دینی خدمات کی ایک تاریخ ہو اور جس کے متبعین کی ایک جماعت ہو تو اس کو گمراہ کہنا یا اصول دین سے منحرف بتلانا بہت ہی نازک بات ہے ۔

(ماہنامہ الفرقان لکھنو ۔ جولائی ۲۰۰۱ء ۔ ص ۲۵ تا ۳۰)

☆☆☆

والحمد للّٰہ اولاً و آخراً و ظاھراً و باطناً و الصّلوۃ و السّلام علی سیّدنا و مولانا محمّد و علی آلہ و صحبہ اجمعین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اہل حدیث، اکابرین کی نظر میں

☆ **علامہ ابن احمد نقوی دہلی**، تاریخ اہلحدیث جلد دوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

تاریخ اہل حدیث کی یہ دوسری جلد ہے اس سے قبل اس کی پہلی جلد جو اسی قدر ضخیم تھی ڈاکٹر بہاء الدین نے مرتب کی اور مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند نے اسے شائع کیا۔ اب یہ اس منزل کی طرف گویا دوسرا قدم ہے اور کئی ایسے اہم قدم اس سمت میں اٹھائے جا سکیں گے تاکہ قدسیوں کی داستان کا یہ قافلہ اپنی منزل پر پہنچ جائے۔

جن اہل علم کی تاریخ اہل حدیث پر نظر ہے وہ اس دردناک حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں کہ آج ہم جس تاریخ کو پڑھ رہے ہیں اور جن سرفروشان تحریک تمسک بالقرآن و الحدیث کے کارناموں سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں یہ ساری تاریخ خاک وخون، ابتلاء و آزمائش، دار ورسن، اور قید و بند کی دلگداز، اور دل خراش داستان ہے۔ یہ داستان اس دور کی ہے جب اخراج الوھا بیین عن المسا جد کا دور تھا اور اللہ کے متقی بندوں کو اللہ کے گھر میں محض اس لئے داخل نہیں ہونے دیا جاتا تھا کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ اگر مفسدوں کی عقابی نگاہوں سے بچ کر کوئی موحد مسجد میں آ گیا تو اسے جبراً مسجد سے نکال دیا جاتا تھا اور اگر کسی نے کسی طرح مسجد میں نماز پڑھ لی تو سمجھا جاتا تھا کہ مسجد نجس ہوگئی اور باقاعدہ اسے غسل دیا جاتا تھا۔ اللہ کی رحمتیں ہوں ہمارے ان بزرگوں پر جنہوں نے تحقیر، تعزیز، تہدید وتعصب اور تشدد کو برداشت کیا لیکن راہ حق سے منہ نہیں پھیرا۔ اسیر بلا ہوئے لیکن ثابت قدم رہے پھانسی کے پھندے تک پہنچے مگر چٹان کی طرح عقیدہ تو حید خالص پر ڈٹے رہے۔ آج ان کی قربانیاں ہمارے لئے سرمایہ افتخار ہیں اور عزیمت کی یہ داستانیں ہمیں بھی عزم وعزیمت کا سبق دے رہی ہیں۔ یہ وہ چراغ سعادت تھے جو ظلمات باطل میں نور صداقت پھیلاتے رہے، خود شہید ہوئے پر ہمیں زندگی کی توانائیاں اور ایمان کی حرارت عطا کر گئے۔ وہ کل بھی زندہ تھے، آج بھی زندہ ہیں، و لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموا ت بل ا حیاء کے مطابق آئندہ بھی زندہ رہیں گے۔ ہماری تاریخ میں، ہمارے دلوں میں، ہمارے خیالوں میں زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آج برصغیر ہندو پاک بنگلہ دیش میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی ۵۰ کروڑ کے قریب ہے۔ ان میں دس کروڑ فرزندان توحید خالص ضرور ہونگے۔ یہ اتنی بڑی تعداد خاک وخون کے صحرا وسمندر سے گزر کر آئی ہے۔ یہ طائفہ شہداء وصدیقین، صدیوں کی طویل ریاضت اور امتحان کے بعد نمایاں ہوا ہے۔ لہذا اس طائفہ قدسی کی داستان حشر انگیز بھی ہے اور جنون انگیز بھی، یہ خون جگر سے لکھی ہوئی داستان ہے، جسے اشک خونین سے تر آنکھوں سے پڑھنا چاہیے

تاریخ اہل حدیث کے اس دوسرے حصہ کا آغاز سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے ہوتا ہے۔ اس عنوان کے تحت اس علاقہ کے جغرافیائی حالات بھی آ گئے ہیں۔ دور فاروقی سے لے کر مختلف ادوار میں اہل حدیثوں کا تذکرہ بھی ہے جو مختصر مگر معلوماتی ہے۔ پھر فقہی مذاہب کی ترویج اور اس کے بعد ان علماء کا تذکرہ ہے جنہوں نے اس دور ظلمت میں بھی سنت کا چراغ روشن رکھا۔ پھر تکفیری مہم اور تحریف کی داستان ہے۔ مباحث اور مقدمات کی تفصیل ہے۔ مقدمات کے فیصلوں کی نقل، جو انگریزی میں ہے، بڑی تفصیل سے درج کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب ایک ایسی ہمہ جہت دستاویز بن گئی ہے جس میں تاریخ بھی ہے، جغرافیہ بھی، ایمان وعقیدہ بھی، بحث ونظر بھی، اور عدالتی کاروائی بھی۔ جو قاری جس عنوان میں دل چسپی رکھتا ہو اس کے لئے بھرپور مواد ہے۔ اس قاموسی انداز نے اسے بڑا وقیع بنا دیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص جو خرابی صحت کا شکار ہے کس طرح اور کس کامیابی سے اس ہفت خوان سے گذرا ہے۔ سچ ہے عزم صمیم اور طلب صادق ہو تو دشواریاں سدراہ نہیں ہوتیں۔

کتاب میں عبرت وموعظت کی بڑی دل گداز داستانیں ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ حدیثوں پر عمل کرتے تھے۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں سماع کے بارے میں علماء کا جو مناظرہ ہوا، اس میں خواجہ صاحب نے السّماع لاهله کو حدیث کے طور پر پیش کیا، حالانکہ یہ امام غزالی کا قول ہے۔ اور خواجہ نظام الدین اولیاء کے حریفوں نے ماننے سے انکار کر دیا کہ حدیث نہیں فقہ سے دلیل پیش کرو۔ خواجہ صاحب کو بڑی غیرت ہوئی کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو حدیث کو بھی اہمیت نہیں دیتے اور اس پر انہوں نے بڑے قلق کا اظہار کیا۔ لیکن خود خواجہ نظام الدین اولیاء سجدہ تعظیمی کو روا رکھتے تھے۔ ایک بار بغداد سے کوئی عالم ان سے ملنے آیا ہوا تھا وہ اس سے محو گفتگو تھے کہ ایک مرید آیا اور اس نے خواجہ صاحب کو سجدہ کیا۔ وہ بغدادی عالم چیخ اٹھا، ایسا مت کر شریعت

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں اس کی اجازت نہیں ہے۔خواجہ نظام الدین نے کہا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ مجھے سجدہ کریں لیکن میں نے اپنے مرشد شیخ فرید الدین گنج شکر کو دیکھا ہے کہ ان کے مرید انہیں سجدہ تعظیمی کرتے ہیں لہذا میں اپنے مریدوں کو منع نہیں کرسکتا۔ دیکھئے سماع کے جواز میں تو خواجہ صاحب کو موضوع حدیث یاد آ گئی لیکن سجدہ کے بارے میں صحیح حدیث لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق یاد نہیں آئی۔ اور اپنے مرشد کی مشرکانہ طریقت کو شریعت پر ترجیح دیتے رہے۔ قاضی ضیاء الدین نے اپنی علالت کے دوران خواجہ نظام الدین کو عیادت کے لئے آنے کی اجازت نہیں کہ میں آخر وقت میں ایک بدعتی سے ملنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ سماع کے قائل ہیں۔کاش قاضی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی گرفت کرتے کہ خواجہ نظام الدین سجدہ تعظیمی پر عمل کرتے ہیں جو شرک ہے۔ بدعت کے مقابلے میں شرک کہیں زیادہ ہولناک ہوتا ہے۔ انّ الشّرك لظلم عظيم

شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی حنفی تھے لیکن فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔فقہ کی بندش سے بچنے کے لئے شیخ گرامی مرتبت خود امامت کرتے تھے کیونکہ بطور مقتدی انہیں فاتحہ خلف الامام کی اجازت نہ تھی۔ (دیکھئے۔تاریخ اہل حدیث جلد دوم۔ص۲۳۳)

دیو بند سے جاری ایک فتوی دیکھئے: سوال: جو شخص آئمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ایسے شخص کی امامت فی نفسہ تو جائز ہے لیکن ان کے بعض افعال ایسے ہیں جو مفسد صلوۃ ہیں، مثلاً وہ لوگ ڈھیلے سے استنجا نہیں کرتے۔اس زمانے میں قطرہ آنا یقینی ہو گیا ہے۔اس لئے ایسے لوگوں کے پاجامے اکثر ناپاک ہوتے ہیں، بایں وجہ ان کی امامت سے احتراز چاہیے (محمد شفیع مدرس دارالعلوم دیو بند)۔ (تاریخ اہل حدیث جلد دوم۔ص۳۱۱)

اس فتوی کو پڑھ کر ہنسئے کہ یہ ایک لطیفے سے کم نہیں۔اسی کے ساتھ ماتم بھی کیجئے اس ذہنیت کا جو پیروان کتاب وسنت کے خلاف کیسے کیسے مضحکہ خیز حربے استعمال کرتی تھی۔

افغانستان کے ایک قاضی کا تشدد دیکھئے:۔

امیر حبیب اللہ والی افغانستان کی ہدایت پر مولوی محمد علی قصوری نے نصاب تعلیم تیار کیا جس میں ترجمہ قرآن بھی شامل تھا۔امیر نے حکم دیا کہ قاضی القضاۃ مذہبی نقطہ نظر سے معائنہ کرکے ہمارے حضور پیش کریں۔قاضی القضاۃ نے مولوی محمد علی قصوری سے کہا، یہ آپ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے کیا ستم ڈھایا کہ قرآن مجید کا ترجمہ نصاب میں رکھ دیا۔ بچے قرآن شریف جیسی پرحکمت کتاب کو نہیں سمجھ سکتے وہ وہابی ہو جاتے ہیں .. جب تک قرآن شریف کا ترجمہ نصاب سے خارج نہ کر دیا جائے اسے جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مولوی محمد علی قصوری نے اصرار کیا کہ ترجمہ قرآن شریف نصاب میں رہنا ضروری ہے، تو قاضی القضاۃ نے دھمکی دی کہ میں قاضی القضاۃ ہوں میرے ایک فتوے پر تم توپ سے اڑا دیئے جاؤ گے۔

(تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲۔ص ۲۱۳۔۲۱۴)

ایسے بے توفیق فقیہان حرم کی داستانوں سے ہماری بھی تاریخ بھری پڑی ہے۔

شیخ ابوالحسن عامل بالحدیث تھے، سینہ پر ہاتھ باندھتے اور رفع یدین کرتے تھے۔اس زمانے میں شیخ ابوالحسن کے ایک سندھی ہم وطن ابوالطیب تھے جو مذھباً حنفی اور عقیدتاً چشتیہ سلسلے کے صوفی تھے، وہ شیخ سے مقابلہ کرتے۔ مدینہ میں جو ترک قاضی آتا، اس سے شیخ کی شکایت کرتے کہ وہ آئمہ احناف کے مخالف ہیں۔ اکثر قضاۃ نے ابوالطیب کی بات پر دھیان نہیں دیا۔ پھر ایک متعصب ترک قاضی آیا اور ابوالطیب کی شکایت پر اس نے شیخ ابو الحسن کو حکم دیا کہ وہ زیر ناف ہاتھ باندھیں اور تکبیر اولی کے سوا رفع یدین نہ کریں۔ شیخ نے کہا کہ وہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور اسے ترک نہیں کر سکتے۔ اس پر قاضی نے شیخ ابوالحسن کو جیل میں بند کروا دیا۔ (تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲ ص ۲۴۲)

میر مرتضی ملتان کے رہنے والے بڑے صالح اور متقی آدمی تھے۔ جو شخص ان کے پاس مرید ہونے آتا میر مرتضی اس سے سوال کرتے، اگر اللہ تجھے فرزند عطا کرے اور تیری بیوی رواج کے مطابق ناچ گانا کرے تو تو اسے قبول کرے گا یا نہیں؟ وہ شخص جواب دیتا، جیسا حضرت فرمائیں گے۔ اس پر میر مرتضی نصیحت فرماتے، میرے کہنے کا کیا اعتبار، یہ کہہ کہ جو کچھ خدا اور اس کے رسول کا فرمودہ ہے اس پر عمل کروں گا۔

میر مرتضی نے ایک بار برہان پور میں نشہ کے خلاف آیات واحادیث پڑھتے ہوئے بھنگ کے حرام ہونے پر گفتگو کی اور ایک تہدید آمیز حدیث پڑھی۔ ایک کشمیری عالم اٹھ کھڑا ہوا اور ان کی توہین کرتے ہوئے کہنے لگا، حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھنگ کہاں تھی؟ یہ تو حضور ﷺ کے پانچ سو سال بعد دریافت ہوئی ہے، تو جعلی حدیث پڑھ رہا ہے، اس کی سزا ملنی چاہیے۔ اس بات پر شرپسندوں نے سید مرتضی کو بہت پریشان کیا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(تاریخ اہل حدیث۔ ج ۲۔ص ۲۴۰)

شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ اللہ کی قدرت تو وہ ہے کہ محمد ﷺ اور جبریل جیسے کروڑوں پیدا کرسکتا ہے۔اس پر مولوی فضل حق جو قبوری قبیلے کے ممتاز عالم تھے، معترض ہوئے اور امتناع نظیر کی بحث چھڑ گئی۔قبوری حضرات کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی جس طرح اپنا قبیل پیدا نہیں کرسکتا اسی طرح خاتم النبیین کا مثل بھی پیدا نہیں کرسکتا۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

شاہ محمد اسماعیلؒ نے اس اعتراض کو مسترد کرتے ہوئے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی :الیس الذی خلق السما وا ت و الا ر ض بقا در علی ان یخلق مثلھم بلی و ھو الخلاق العلیم (یسن۔۸۱)۔کیا وہ اللہ جس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا یہ قدرت نہیں رکھتا کہ وہ ان جیسے لوگ پیدا کردے۔بیشک وہ سب سے بڑا خالق اور علم والا ہے۔(تاریخ اہل حدیث ج ۲۔ص ۲۸۶)

مولوی فضل حق نے غالب سے اصرار کیا کہ وہ شاہ اسماعیل کی تردید میں لکھیں۔ غالب کو ان باتوں سے رغبت نہ تھی لیکن مولوی فضل حق ان کے دوست تھے اس لئے خیال خاطر احباب کے طور پر غالب نے مثنوی بیان نمو داری شان نبوت لکھی۔شاہ اسماعیل کی دلیل برحق تھی لہذا غالب بھی غیر شعوری طور پر وہی بات کہہ گئے

بہر کجا ہنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمینے ہم بود

مولوی فضل حق اس پر بہت بگڑے اور غالب سے کہا یہ تم نے کیا بک دیا۔ہزار عالم ہوں تب بھی رحمۃ للعالمین ایک ہی ہوگا۔چنانچہ غالب نے مجبوراً پھر مثنوی کو موڑ دیا اور دلیل پیش کی کہ بیشک اللہ تعالی خالق ہے اور ہر قسم کی تخلیق پر قادر ہے لیکن جس طرح نظام شمسی میں صرف ایک سورج کی گنجائش ہے اسی طرح کائنات میں بھی صرف ایک خاتم النبیین کی گنجائش ہے اور اللہ تعالی دوسرا خاتم پیدا نہیں کرے گا

غیرت او بر نیا بد تثنیہ درمحمد رہ نیا بد تثنیہ

ہمایوں تشیع کی طرف مائل تھا۔(اس کا بھائی) مرزا کامران اس کی مخالفت کرتا تھا ۔ایک مرتبہ ایک قبرستان کے پاس سے گذر رہے تھے، دیکھا کہ ایک کتا قبر پر پیشاب کر رہا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے مرزا کامران نے طنز کیا، معلوم ہوتا قبر کسی رافضی کی ہے۔ ہمایوں نے برجستہ جواب دیا اور وہ کتا سنی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث ج ۲۔ص ۵۹۱)

غرض ڈاکٹر بہاء الدین نے دلچسپ انداز میں تاریخ مرتب کی ہے اور اہلحدیثوں کیلئے یہ بڑا قیمتی تحفہ ہے۔ مؤلف کی عرق ریزی، ژرف نگاہی اور ایک بہت بڑی مہم کو سر کرنے کے ناقابل تسخیر جذبہ سے کوئی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک فرد واحد وہ کام کر رہا ہے جو پوری جماعت (اکیڈیمی) کے کرنے کا ہے۔ یہ اللہ تعالی کی توفیق ہے کہ اس نے انہیں اس حوصلہ سے نوازا۔ اللہ تعالی انہیں مزید حوصلہ اور استقامت عطا فرمائے کہ وہ سلفیوں کے لئے چراغ روشن کر رہے ہیں اور ان کی آئندہ نسلوں کے لئے نشان منزل قائم کر رہے ہیں۔ بلاشبہ علامہ محمد اسحاق بھٹی کی طرح ڈاکٹر محمد بہاء الدین بھی نواب صدیق حسن خان، مولانا محمد جونا گڈھی اور علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمھم اللّٰہ کی صف کے اہل قلم میں سے ہیں جن کی نگارشات سلفیوں کے لئے سرمہ چشم بصیرت کا کام دیتی ہیں۔

جمیعۃ اہل حدیث ہند مستحق تبریک ہے کہ اس نے ڈاکٹر صاحب کو اس ہمالیاتی مہم سر کرنے کے لئے آمادہ کیا، اس کا سہرا مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے سر جاتا ہے کہ جماعت کی ایک دیرینہ آرزو پوری ہو رہی ہے اور ایک مستقل گراں مایہ علمی اثاثہ جماعت کے ہاتھ آرہا ہے۔ یہ سیریز مکمل ہو جائے تو اسے جماعت کے مدارس کے نصاب میں شامل کیا جانا چاہیے اور باقاعدہ تاریخ اہلحدیث بطور ایک مضمون کے پڑھائی جائے اور امتحان میں پرچہ رکھا جائے تاکہ ہمارے نوعمر اپنی تاریخ سے کما حقہ واقف ہوسکیں کیونکہ تاریخ اہلحدیث، تاریخ امت یعنی تاریخ اسلام کا ایک روشن ترین باب ہے۔

(پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی۔ یکم تا ۱۵ فروری ۲۰۰۹ء)

☆ **حافظ عبدالحمید گوندل** اڈیٹر ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدرآباد سندھ، تاریخ اہل حدیث جلد اول و دوم پر اپنے تاثرات یوں بیان فرماتے ہیں:

زمانہ کبھی بھی باکمال افراد سے خالی نہیں رہا۔ ہر دور میں باصلاحیت افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں جو اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لئے زندہ جاوید ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ممدوح جناب ڈاکٹر بہاء الدین

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صاحب بھی انہی مردان کار میں شامل ہیں۔آپ نے جہاں درس وتدریس کے میدان میں عزت وتوقیر حاصل کی وہیں اب بحیثیت مورخ اپنی جداگانہ اور مستحکم شناخت بھی بنالی ہے۔تحریک ختم نبوت، اور تاریخ اہل حدیث جیسی عظیم کتابیں ثابت کرتی ہیں کہ آپ کے پاس تحقیق کی بصیرت بھی ہے اور ناقد کی بصارت بھی۔یہی وجہ ہے کہ آج ان کا نام اور ان کا لکھا ہوا لفظ لفظ سند کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔تاریخ اہل حدیث کے عنوان سے جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ کی عظیم تحقیقی تاریخی اور علمی تصنیف زیر طباعت ہے ڈاکٹر صاحب کی نواز ش سے انڈیا سے طبع شدہ پہلی دو جلدیں برادر عزیز جناب محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ کے توسط سے راقم کے قلب وذہن کو شاد کام کر چکی ہیں۔

فجزا هم اللّٰه خيراً احسن الجزاء

(ماہنامہ دعوت اہل حدیث حیدآباد سندھ۔جون ۲۰۰۹ء۔ص۱۰)

☆ **پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر** ڈائریکٹر، سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ''تاریخ اہل حدیث'' جلد اول اور دوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

اسلام کی بنیادی تعلیمات کے اصل سرچشمے صرف قرآن وحدیث ہی ہیں۔ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے: انّا نحن نزلنا الذكر وانّا له لحفظون۔

اس دعوت کو دنیا کے سامنے پیش کرنے والے خود پیغمبر علیہ السلام تھے۔بعد ازاں صحابہ کرام نے اس کام کو بخوبی انجام دیا پھر یہ سلسلہ چلتا رہا۔انہی لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لا تزال طائفة مّن أمّتی ظاهرين على الحق لا يضرّهم من خذلهم حتى تقوم الساعة''۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دور سے لے کر ہمیشہ ہی رہے ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔یہ دعوت اہل علم دیتے رہے اس کے سرخیل بڑے بڑے لوگ ہیں جو دنیاوی شہرت سے الگ ہوکر کام کرتے رہے۔تاریخ کے ہر دور میں یہ دعوت رہی۔

بعض لوگ اس شاہراہ سے الگ ہوکر بعض شخصیات کے نام سے اپنا تعلق جوڑتے رہے، بعض معروف دینی مدارس اور شہروں کی نسبت پر نازاں رہے، لیکن یہ لوگ اپنی نسبت محمد

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی غیر کی طرف نہ کرتے تھے اور نہ ہی کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ کے بقول چوتھی صدی ہجری سے قبل لوگ کسی متعین مذہب کی تقلید نہ کرتے تھے گویا چوتھی صدی ہجری کے بعد حنفی، شافعی، مکی اور حنبلی کی نسبتیں چلیں۔ اپنے اپنے ذوق اور تعلق اور محبت کی بات تھی۔ دینِ اسلام میں کوئی نسبت اور تعلق رکھ کر کام کرے۔ تبلیغ کے مختلف رنگ اور طریقے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ بعض حلقوں سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کرنیوالے لوگ کوئی جماعت یا گروہ نہیں تھا، بلکہ محض محدثین کی جماعت تھی۔ نیز عام طور پر محدثین کو بھی ایسے گروہوں میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی اگر وہ کسی امام کے شاگرد تھے۔ اس پر بھی صبر نہ کیا گیا بلکہ اس گروہ کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان کے مختلف نام لکھے گئے۔ ان کی تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ حالانکہ یہ عام فہم بات ہے کہ چار صدیوں تک جب تقلیدی مذاہب نہ تھے تو ان چار صدیوں میں صرف قرآن کی دعوت تھی جو دعوت اس وقت تھی وہ اب بھی ہے۔ اس معاملے میں ہر ایک کو آزادی ہے کہ جو جس راہ پر چلنا چاہے چلے اس پر پابندی نہیں ہے لیکن اپنے ہی مسلک اور اپنی طرزِ عمل کو مذہبی طور پر درست سمجھنا اور دوسروں پر تنقید کرنا درست نہیں ہے۔ ایسا کرنا نہ حالات زمانہ کا تقاضا ہے اور نہ علمی لحاظ سے درست ہے۔ لیکن بعض حلقوں کی طرف سے زبان کے علاوہ تحریری طور پر اس مقدس گروہ کو تختہء مشق بنایا گیا تو دوسری طرف سے بھی اسکا جواب دیا گیا۔ دونوں طرف سے افراط اور تفریط سے کام لیا گیا۔

برصغیر پاک و ہند میں بھی پہلے آنے والے لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب ''برصغیر میں اسلام کے نقوش اولین'' میں ۲۲ صحابہ کرام کی نشان دہی کی ہے جو برصغیر میں آئے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس لحاظ سے صرف قرآن وحدیث کے داعی اور عامل تھے۔ اسی طرح محمد بن قاسم کے ساتھ آنے والے لوگ بھی اس تحریک کے راہی تھے۔ آج بھی یہ لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف اسماء سے پائے جاتے ہیں۔ کہیں ان کو اہل حدیث، کہیں اہل اثر اور کہیں سلفی کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔ اس چیز کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی اہل علم اس جماعت کا صحیح تعارف کرائے اور اس کی تاریخ کی تدوین وترتیب کے فرض کو نباہے۔ یہ دیکھ کر نہایت ہی خوشی ہوئی کہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے اس کوہ گراں کو ہاتھ ڈالا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پہلے ڈاکٹر صاحب نے تحریک ختم نبوت لکھ کر کئی قرض چکا دیئے۔ ماضی کے دبیز پردوں میں چھپے ہوئے حقائق کو سامنے لا کر انہوں نے عظیم خدمت انجام دی۔ خاص کر دیارِ مغرب میں بیٹھ کر بے سروسامانی کی حالت میں اس فریضہ کو انجام دیا اور بحث کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ اب تک آٹھ جلدیں سامنے آ چکی ہیں۔ باقی بھی جلد مکمل ہوں گی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس قافلے کے حدی خوانوں کو ان کے اصل مقام پر بیان کیا ہے اور تمام چیزوں کو بدلائل ثابت کیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

اب تاریخ اہل حدیث کے اس کام کو شروع کیا۔ کافی عرصہ سے کئی دفعہ ان سے اس موضوع پر خط و کتابت میں، انٹرنیٹ اور فون پر گفتگو ہوتی رہتی ہے اور وہ فرماتے تھے اس سلسلے میں نقشہ ذہن میں ہے، انشاء اللہ کام ہوگا۔ اب دو جلدیں ''تاریخ اہل حدیث'' کی شائع ہوگئی ہیں اور ان میں بہت خوبصورت انداز میں تاریخ اہل حدیث بیان کی ہے۔ الزامات کی تردید کی ہے اور مسلک اہل حدیث کے اہم مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں کونسی شخصیات اس گروہ میں کہاں کہاں معروف رہی ہیں، ان کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے اس میدان میں سبقت لے جانے والے حضرات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا غلام رسول قلعہ میہان سنگھ (گوجرانوالہ)، نواب سید صدیق حسن، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان، مولانا عبدالرحیم صاحبِ الدر المنثور فی تراجم اہل صادقپور، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی صاحبِ تاریخ اہل حدیث، حکیم مظفر حسین کی الحیاۃ بعد المماۃ، سید عبدالباقی کی حیاۃ العلماء، مسعود عالم ندوی کی ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، مولانا ابو یحیٰی امام خاں نوشہروی کی تراجم علماء اہلحدیث ہند اور ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کی علمی خدمات اور مولانا محمد جونا گڑھی کی تاریخ اہل حدیث شامل ہیں۔ دیگر کئی علماء کی تصنیفات کا ذکر ہے۔ ابتداء میں اس کتاب کا خاکہ نہایت مختصر الفاظ میں لکھا ہے جو قابل دید ہے۔

اس میں دیگر چیزوں کے علاوہ بھی کئی چیزوں کا ذکر ہے عرض مؤلف میں لکھا ہے:

> ''اس کتاب میں انشاء اللہ اہل حدیث کی ان خدمات کا ذکر ہوگا جو انہوں نے تقلید کے جمود کو توڑنے میں انجام دیں۔ ان خدمات کا احاطہ کیا جائے گا جو فتنہ انکارِ حدیث کے سدّ باب میں انجام دی گئیں۔ برصغیر میں عیسائی مشنریوں سے تحریری اور تقریری مقابلوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی حکایت بیان ہو گی اور قادیانیت کے رد وابطال میں اہل حدیث حضرات نے جو خدمات انجام دی ہیں ان کا ذکر بھی اختصار سے ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اور برطانیہ میں اہل حدیث کی تنظیم کی نشوونما اور خدمات بیان ہوں گی اور تراجم علماء کے باب میں برطانیہ میں عمل بالحدیث کی ترویج کرنے والے علماء کی خدمات کا بیان ہوگا''

(جلد نمبر ا، ص ۳۰)۔

اس تحریر کے مطابق ڈاکٹر صاحب نے جہاں تک میں نے دیکھا ہے حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے والد محترم حضرت مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری دامت برکاتھم العالیہ کا مرغوب موضوع ''تاریخ اھل حدیث'' ہے۔ جب وہ بیان فرماتے ہیں تو واقعات قطار اندر قطار صفیں باندھ کر چلتے چلے آتے ہیں کئی دفعہ کئی ساتھیوں سے عرض کیا کہ ان کو ٹیپ ریکارڈر پر لا کر لکھ کر ان کو دکھا دیں۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ شاید اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان کے بیٹے سے لینا تھا۔ سچ ہے: ''الولد سرّ لابیه''۔

ڈاکٹر صاحب نے عمل بالحدیث کو دورِ صحابہ سے لے کر ہر صدی میں ثابت کیا ہے۔ برصغیر میں اہل حدیث کے لیے لفظ ''وہابی'' کا استعمال اور اہل حدیث کے لیے اس کی قانونی ممانعت کا ذکر کیا۔ پھر وہابی کے لفظ کی تاریخ پر خوبصورت انداز سے روشنی ڈالی کہ وہ کون لوگ تھے۔ اس کتاب میں امام بخاریؒ کو مجتہد مطلق دلائل سے ثابت کیا ہے۔

(جلد نمبر ا، ص ۱۰۴-۱۱۶)۔

''شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مسلک'' کے عنوان سے یہ لکھا ہے کہ وہ فروع میں اہل حدیث اور اصول میں حنبلی ہے اور سورۃ فاتحہ کو نماز کا رکن سمجھتے تھے (غنیۃ الطالبین مترجم فارسی، ص ۴، بحوالہ تاریخ اہل حدیث، ۱/ ۱۲۶)۔

شاہ ولی اللہؒ کے اقوال سے ثابت کیا کہ تقلید چوتھی صدی کے بعد شروع ہوئی۔ بعد ازاں مسلک اہل حدیث کے بعض اہم مسائل پر کلام کیا ہے۔ اس میں توحید اور شرک بھی شامل ہیں۔ مسئلہ رفع الیدین پر مختلف تحریروں کا ذکر کیا ہے۔

جلد اوّل کے آخر میں مختلف شخصیات پر قلم اٹھایا ہے۔ جس میں بعض اہل حدیث اور بعض دیگر مکاتب فکر کی شخصیات ہیں آخر میں کتابیات کی فہرست ہے (۶۷۱-۶۷۵)۔

جلد دوم میں سندھ اور ہند میں اہل حدیث کی آمد کا ذکر کیا۔ بعد ازاں برصغیر کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور مقامات پر اہل حدیث کا ذکر کیا پھر ایک عنوان فقہ: حقیقت و حجیت اور تقلید: حقیقت و حجیت کے متعلق لکھا ہے۔ اس طرح فقہی مذاہب کی ترویج کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ابن خلکان کی عبارت نقل کی ہے کہ دو مذہب بزور سلطنت پھیلے۔ حنفی مذہب مشرق سے افریقہ تک اور مالکی مذہب اُندلس میں۔ (وفیات الاعیان، ۲/ ۲۱۶؛ تاریخ اہل حدیث، ۲/ ۱۲۵)۔

ہند سے اہل حدیث کی نشاۃ ثانیہ پر کلام کیا ہے۔ ہندوستان میں فقہ حنفی پر گفتگو کی۔ ہندوستان میں بعض غلط مسائل اور رسوم رائج تھے۔ انکا ذکر ہے، مختلف علماء کا ذکر کیا ہے بعض علماء حنفیہ نے اپنے مسلک کی تائید کیلئے بعض کتب احادیث میں تحریف کی ہے۔ اس کا حوالوں سے ذکر ہے، بعدازاں ان مقدمات کا ذکر ہے جو عدالتوں میں ہوئے اور ان کی بناء پر دلائل کی وجہ سے اہل حدیث کو آمین بالجھر وغیرہ کرنیکی مساجد میں اجازت ملی۔

یہ کتاب بہت ہی مفید اور کار آمد ہے اور ڈاکٹر صاحب کے لیے ذخیرہ آخرت ہے۔ یہ ایک بہت بڑا کام ہے جو ڈاکٹر صاحب سے اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عنایت فرمائے تاکہ اس کام کو مکمل کرلیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی قیادت بالخصوص ناظم عمومی مولانا اصغر علی سلفی حفظہ اللہ مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے ساڑھے تیرہ سو صفحات پر مشتمل تاریخ اہل حدیث کی دو ضخیم جلدوں کو نہایت عمدہ کاغذ پر خوبصورت اور مضبوط جلد سے مزین کر کے نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر۔ ڈائریکٹر، سیرت چیئر۔

اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ ۳۰ جون ۲۰۰۹ء

☆ **مولانا محمد یوسف انور** نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان، تاریخ اہل حدیث جلد اول و دوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

جماعتی احباب بزرگ عالم دین بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ گرداسپوری (آف بوریوالہ) مدظلہ العالی سے بخوبی متعارف ہیں۔ مولانا موصوف پون صدی سے میدان تبلیغ میں ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود بحمداللہ اب بھی جب وہ جلسوں اور کانفرنسوں کی اسٹیج پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو نوجوانوں کی سی آن بان کے ساتھ خطاب فرماتے اور مجمعے لوٹ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لیتے ہیں۔جس محفل میں ہوں، رونق محفل وہی ہوتے ہیں۔تقسیم ہند سے قبل مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ومولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی سرپرستی اور مولانا سید محمد شریفؒ گھڑیالوی کی زیر امارت مسلک حقہ کی تبلیغ کرتے رہے۔پھر تقسیم ہند کے بعد مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ ،مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ اور مولانا معین الدین لکھوی مدظلہ العالی کی رفاقت سے لے کر آج تک مرکزی جمیعت اہلحدیث پاکستان کے زیر نظام دعوت دین میں شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔انہی مولانا گورداسپوری کے فرزند ارجمند ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہیں جو قریباً نصف صدی سے ہمارے دیرینہ دوست ہیں:

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

نوعمری سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو تاریخ اسلام سے گہرا شغف رہا ہے۔جس زمانے میں وہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں استاذ رہے بہت سی چھوٹی بڑی تاریخی اہمیت کی حامل کتب اور جماعتی رسائل و اخبارات میں بے حد معلوماتی مضامین ان کے رشحات قلم کے شاہکار ہیں۔بہاولپور یونیورسٹی کے دوران اور پھر اڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ میں جا کر یہ ذوق خوب پروان چڑھا۔ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد تو ماشاءاللہ ان کی ریسرچ کے جوہر جوبن پر آ گئے چنانچہ انہوں نے کئی جلدوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل تحریک ختم نبوت کی جس طرح تدوین فرمائی ہے اس کی نظیر قبل ازیں ناپید ہے۔اس عنوان پر اکابر اہل حدیث کی چیدہ چیدہ تحریروں تصنیفوں اور مناظروں کو انہوں نے یکجا کر کے بڑی خوب صورتی سے حاشیہ آرائی اور گلدستہ کی سی نگارشات کے ساتھ قلم وقرطاس کے حوالہ کیا ہے۔اگر مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند نے ڈاکٹر صاحب کو مورخ عصر کا لقب دیا ہے تو بلا شبہ یہ ان کے حسب حال ہے۔کہاں برصغیر ہندو پاک اور کہاں برطانیہ کی لمبی مسافت پر فرد واحد کی عظیم ترین تگ وتاز اور کمال کاوش جسے ایک پوری انجمن بھی بصد مشکل تکمیلی مراحل سے گذار سکے ،اکیلے ڈاکٹر صاحب کا اس اہم کام کو سرانجام دینا ان کی کرامت سے کم نہیں۔جزاہ اللّٰہ احسن الجزاء

مزید برآں زیر نظر تصنیف شہیر، تاریخ اہل حدیث، کی دو ضخیم جلدوں کی اشاعت ڈاکٹر صاحب موصوف کا ایک اور تاریخی کارنامہ ہے جب کہ تیسری جلد طباعت کیلئے تیار ہے اور اس موضوع پر مزید علمی مواد زیر ترتیب ہے۔ڈاکٹر صاحب نے تاریخ اہلحدیث کی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ترتیب و تدوین کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے جسے بڑی اولوالعزمی اور تندہی کے ساتھ وہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف عمل ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جہاں تک مسلک اہل حدیث کی حقانیت اور صداقت کا تعلق ہے تو وہ بڑی واضح اور شفاف حقیقت ہے۔ بقول مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم، اسلام کا اگر کوئی دوسرا نام ہو سکتا ہے تو وہ اہل حدیث ہے۔ کلمہ طیبہ دو ہی اجزاء ہیں لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ یعنی عبادت اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ بقول شاعر:

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن　　پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلّم داشتن

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اطیعوا اللّٰہ و اطیعوا الرّسول و لا تبطلوا اعمالکم۔ (سورۃ محمد)

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اس سے ہٹ کر اپنے اعمال کو برباد مت کرو

دوسرے لفظوں میں قرآن اور حدیث ہی اسلام کی بنیاد و اساس ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ تقلیدی مذاہب اس مرکز رشد و ہدایت سے ادھر ادھر ہی ہو کر بنے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ان کے ۱۵ سال بعد امام مالکؒ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد امام شافعیؒ اور امام احمدؒ پیدا ہوئے۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی پیدائش پہلی صدی ہجری میں ہے مگر بحیثیت ایک عالم و مفتی اور مجتہد کے وہ دوسری صدی میں دنیا کے سامنے آئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طبقہ اولیٰ زمانہ صحابہ میں ان چاروں فرقوں کا نام نہ تھا کیونکہ جن آئمہ کی طرف ان فرقوں کی نسبت ہے وہی نہ تھے تو فرقہ کہاں؟

ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ نے پہلی جلد میں قدامت اہل حدیث کو مدلل طور پر بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عہد صحابہ سے لے کر تبع تابعین تک کسی تقلیدی مذہب کا وجود نہ تھا اور اس دور مبارکہ کے مسلمانوں کا طریقہ صرف عمل بالحدیث تھا۔ انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ کا فرمان ذکر کیا ہے:

تو جان لے کہ لوگ چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص مذہب کی تقلید پر جمع نہ تھے۔،

آگے چلتے ہوئے انہوں نے توحید و سنت کے مقابلے میں شرک و بدعات اور غلط رسومات کے نتیجہ میں امت کے فرقوں میں تقسیم ہو جانے کی افسوس ناک روش کا تذکرہ کیا ہے۔ ان منتشر حالات میں مسلک اہلحدیث کو صراط مستقیم قرار دیتے ہوئے اہل حدیث کا

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سنت نبوی کے ساتھ تمسک یہاں تک کہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین اور نماز تراویح جیسی سنتوں پر عمل پیرا ہونے سے مقلدین کی طرف سے طعن وتشنیع اور مقدمات تک قائم کئے جانے اور بہت سی دوسری کٹھن آزمائشوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

تاریخ اہلحدیث جلد دوم میں غلط فتووں کے سبب مخالفین کے جبر وتشدد اور اخراج عن المساجد جیسی ابتلاؤں اور اذیتوں کو بیان کیا ہے۔ ان کشیدہ حالات اور پریشان کن زمانہ میں ہمارے اسلاف نے جس عزیمت اور استقامت کا مظاہرہ کیا، اسے پڑھ کر حیرانگی ہوتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ ہم تو ان پاکبازوں کے مارے ہوئے شکار کھا رہے ہیں جنہوں نے بے سروسامانی کے باوجود قرآن وسنت کی تبلیغ ودعوت کی راہ میں مشکلات ومصائب کو آڑے نہ آنے دیا۔ ان میں سے بعض نے تو اپنے مجاہدانہ کردار پر قید وبند کی صعوبتیں ہی برداشت نہیں کیں بلکہ کالے پانی کی سزائیں بھی جھیلیں۔

ڈاکٹر صاحب نے حوالہ جات کے ساتھ اس المیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ مقلدین نے اپنے فقہی مذاہب کی تائید میں قرآن مجید کی آیات اور صحاح ستہ کی روایات میں تحریف وتاویل جیسی جسارتوں سے بھی گریز نہیں کیا۔ اسی وجہ سے علامہ اقبال نے کہا

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ایک اور جگہ علامہ اقبال نے بے راہ روملّاؤں کے بارے میں کہا ہے:

زمن بر صوفی و ملّا سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرائیل و مصطفیٰ را

بہرحال عبرت وموعظت اور عزم وعزیمت کی یہ دل گداز داستانیں انتہائی سبق آموز بھی ہیں اور ہمارے سلسلہ سلف صالحین کی جدوجہد پر فخر وانبساط کا باعث بھی ہیں۔ آج اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے کہ ہمارا حال بھی روشن اور مستقبل بھی تابناک ہے کیونکہ فرزندان توحید کروڑوں کی تعداد میں نہ صرف برصغیر ہندو پاک اور بنگلہ دیش میں ہیں بلکہ مشرق وسطیٰ، اور یورپی ممالک میں بھی ان کی بھاری تعداد صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ علمی و

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سائنسی اور ٹیکنالوجی کے اس دور ترقیات میں صادقین کی اس تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے اور شرک و بدعات کے بادل چھٹتے جارہے ہیں۔ بقول کسے:

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

فاضل دوست جناب ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ ہمارے بے پناہ شکریے اور تحسین و تعریف کے مستحق ہیں جنہوں نے علالت طبع کے باوجود، اور دیار غیر میں بیٹھ کر ہمارے نامور گروہ صدق و صفا اور طائفہ منصورہ کی خدمات جلیلہ کا قطرہ قطرہ اکٹھا کر کے تاریخ اہل حدیث کی صورت میں ایک ایسا صاف ستھرا اور شفاف دریا بہا دیا ہے جس میں قارئین غوطہ زن ہو کر اپنے اندر ایک نکھار و تازگی اور بہار محسوس کریں گے اور پھر ولولہ تازہ اور جذبہ صادقہ سے سرشار ہو کر داعی الی الحق بن کر سرگرم عمل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آخر میں ہم ادارہ ترجمان اردو بازار دہلی کو مبارک باد پیش کریں گے جنہوں نے تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کو بارگراں نہیں سمجھا بلکہ سعادت دارین سمجھ کر یہ عظیم خدمت انجام دی اور وقت کی اہم ضرورت کا احساس کیا۔

دعا گو۔ (مولانا) محمد یوسف انور۔ خطیب مرکزی جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار فیصل آباد، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان۔ ممبر گورنمنٹ متحدہ علماء بورڈ پنجاب (پاکستان)۔ ۲۸ مارچ ۲۰۰۹ء

☆ **علامہ ابن احمد نقوی** تاریخ اہل حدیث جلد سوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

تاریخ اہل حدیث کے سلسلے (سیریز) کی یہ تیسری ضخیم جلد ہے جو ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کا ایک عظیم علمی اور تاریخی خزانہ ہے۔ آج کے دور میں جب کہ سہل انگاری اور عام ذہن کی وجہ سے محنت اور لگن اور وابستگی کا جذبہ سرد ہوتا جارہا ہے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی ذات تاریکیوں میں چراغ کی مانند ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی مرتب کردہ تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کو دیکھیں تو آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھیل جاتی ہیں کہ اس دور میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کوئی انسان تن تنہاء ایسے کام کرسکتا ہے جن کے لئے انجمنیں اور اکاڈمیاں مامور کی جاتی ہیں ۔ غالبًا اس میدان میں اس وقت مورخ عصر علامہ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہے جو ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کے ہم پلہ قرار دیا جا سکے ۔ اللہ تعالی ہمارے ان دونوں عظیم وعبقری علماء کو عافیت سے رکھے کہ یہ ہماری عظمت ماضی کے روشن مینار ہیں ان کے علمی وفکری کاموں سے شاہ اسماعیل شہید، سید نذیر حسین محدث ، مولانا ابوالکلام آزاد اور شیخ الاسلام علامہ امرتسری رحمھم اللّٰہ کی روایتیں زندہ وتابندہ ہیں ۔

۸۰۰ صفحات پر محیط اس انسائیکلو پیڈیا میں علامہ محمد بہاء الدین نے ایمان وعقیدہ سے لے کر افراد سب پر اجمال وتفصیل سے اظہار خیال کیا ہے خاص طور پر محسن الملک مہدی علی خان ، جو شیعیت سے نکل کر تقلید میں آئے اور پھر اپنے علم ومطالعہ اور توفیق الہی سے مسلک کتاب وسنت سے وابستہ من الظلمات الی النور کے اس روحانی سفر کے بعد انہوں نے اپنے رفیق کار سید احمد خان کو ظلمتوں سے نکالنے کی کوشش کی ۔ اس جلد میں محسن الملک اور سرسید احمد کی مراسلت بڑا ہی ایمان افروز اور روح پرور مطالعہ ہے ۔ محسن الملک سید مہدی علی کی فکر عمیق ، عقیدہ راسخ ، اور ایمان محکم کو ان کی تحریر میں دیکھا جا سکتا ہے جس بیبا کی سے انہوں نے سرسید احمد کے شذوذ کی گرفت کی ہے گویا علماء کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے ۔ سرسید احمد کے سارے دلائل اور بحوث محسن الملک کے بے لاگ اور بے باک لہجہ کے آگے سسکتے نظر آتے ہیں ۔ معلوم نہیں ہمارے دانش ور جو سرسید احمد سے عقیدت کے جذبہ کے تحت ان کی تفسیر کو ایک کارنامہ قرار دیتے ہیں اور ان کی نیچریت کو ان کے سائنسی مزاج کا نتیجہ قرار دیتے ہیں ، انہوں نے محسن الملک کی یہ مراسلت سنجیدگی اور غیر جذباتی انداز سے پڑھنے کی زحمت گوارا کی یا نہیں ۔ مغرب کی نیچر پرستی سے سرسید احمد کی مرعوبیت کے مقابلے میں سید مہدی علی کی بے باکی اور مومنانہ استقامت قاری کے دل میں سرور اور نگاہ میں نور بڑھاتی ہے ۔ اس لئے اس مراسلت کا ہمارے ان طالب علموں ، داعیوں اور جدید علم کی طرف آنے والے علماء کو بطور خاص مطالعہ کرنا چاہیے ۔ علامہ محمد بہاء الدین نے ان تمام بکھرے موتیوں کو ایک لڑی میں پرو کر ایک بڑا قیمتی تحفہ پیش کیا ہے ۔ تاریخ اہل حدیث کی یہ انسائیکلو پیڈیا ایک ایسا بے بہا سرمایہ ہے جسے ہر باذوق سلفی کے پاس ہونا چاہیے ۔ یہ معلوم نہیں کہ ڈاکٹر صاحب ابھی اس کی کتنی اور ضخیم جلدیں پیش کریں گے ، ظاہر ہے ہر جلد اپنی جگہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قیمتی علمی و تاریخی دستاویز ہوگی اور سرمہء چشم سلفیان ۔ تاریخ کے اس سلسلے کے اختتام پر ان ضخیم جلدوں کو تلخیص کر کے یہ سارا قیمتی سرمایہ ایک یا دو جلدوں میں سمیٹ لیا جائے تو قاری کو مطالعہ میں بھی آسانی ہوگی اور اسے حاصل کرنے کا شوق بھی بڑھے گا ۔ سلفی جامعات کے منتہی طلباء کے لئے اس کا تفصیلی مطالعہ مفید بھی ہے اور ناگزیر بھی کیونکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے ماضی سے کما حقہ آشنا ہو سکتے ہیں ۔ ہمارے مبلغین کے لئے بھی اس کا مطالعہ بیحد ضروری ہے کیونکہ وہ اس مناظراتی مزاج سے نبرآزما ہو سکتے ہیں جو آج بھی غیر مقلدوں سے مصالحت تو کیا ان کے وجود کو برداشت پر رضامند نہیں ہیں ۔

اس جلد میں علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری کا مقدمہ بڑا بسیط اور اہم ہے ۔ ڈاکٹر صاحب موصوف جماعت کے اکابرین میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور ان کی تحریریں ان کے اعلیٰ علمی مرتبہ کو ظاہر کرتی ہیں اس بسیط مقدمہ سے بلا شبہ کتاب کی افادیت و اہمیت میں اضافہ ہوا ہے ۔

مولانا محمد مقیم فیضی نائب ناظم مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند کا شمار بھی جماعت کے ممتاز اہل قلم میں ہوتا ہے ۔ وہ کم لکھتے ہیں لیکن ان کے قلم کی گلکاریاں قاری کو مسحور کر دیتی ہیں ۔ اللہ انہیں صحت و عافیت سے نوازے ۔ انکا مقدمہ بھی قابل مطالعہ دستاویز ہے ۔

تاریخ اہل حدیث کے سلسلہ میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد جماعت اہل حدیث دو اور تین ٹکڑوں میں بٹ گئی ۔ پنجاب اور بنگال تحریک سلفیت کے بڑے اہم مراکز تھے ۔ اب پنجاب (پاکستان) اور بنگلہ دیش سے ہمارا رابطہ بڑی حد تک منقطع ہے ۔ جمیعت اہل حدیث ہند (بھارت) جو کبھی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے نام سے پورے برصغیر کی نمائندگی کرتی تھی اب صرف ہندوستان کی نمائندہ ہے ۔ تقسیم وطن کے بعد جماعت اور جمیعت نے ہبوط وصعود کے جو مراحل طے کئے ہیں ان کی صحیح اور جامع روداد ابھی تک مرتب نہیں کی جا سکی ہے ۔ ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ برصغیر کی تاریخ اہلحدیث مرتب فرمارہے ہیں ۔ ۱۹۴۷ء کے بعد کے واقعات متحدہ ہندوستان سے بہت مختلف ہیں اور ان کی داستان سرائی ، و تاریخ نویسی کا عمل شروع نہیں ہوا ہے اس لئے ۱۹۴۷ء کے بعد کے واقعات کی ترتیب کے لئے یا تو پورا مواد یک جا کر کے ڈاکٹر محمد بہاء الدین کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ اپنی معجزاتی کاوش سے اسے بھی اپنی قاموسی جلدوں کا حصہ بنا دیں یا پھر یہ کام

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جامعہ سلفیہ (بنارس) کے سپرد کیا جائے تاکہ علامہ ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری کی نگرانی و سربراہی میں تقسیم ہند کے بعد جماعت کی وقائع نگاری کو مرتب کریں۔ اسی طرح تاریخ اہلحدیث کی تدوین کا کام مکمل ہوسکتا ہے۔ بھارت میں تقسیم کے بعد ابتدائی دور کی کس مپرسی اور نزاعی کیفیت کے بعد جماعت اور جمیعت نے جس طرح سنبھالا لیا ہے اور آج وہ خزان دیدہ چمن پھر کس طرح شاداب گلستاں میں تبدیل ہوا ہے، عزیمت کی تاریخ کا یہ ایک اہم باب ہے اور اسے پوری دقت نظر سے مرتب کیا جانا چاہیے۔ مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند نے تاریخ اہل حدیث کی اشاعت کا جو قابل فخر پراجیکٹ شروع کیا ہے وہ ایک تاریخ ساز قدم ہے مگر تقسیم وطن کے بعد کے اس آخری یا تکمیلی باب کے اضافہ کے بارے میں بھی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی کو ابھی سے اقدام کرنا چاہیے تاکہ ڈاکٹر بہاء الدین کی قلمی کاوش مکمل ہونے کے بعد آخری باب کی تدوین و ترتیب تعویق میں نہ پڑے اور، تاریخ اہل حدیث کامل، جماعت کے ہاتھوں میں پہنچے۔

(پندرہ جریدہ ترجمان۔ دہلی، یکم یا ۱۵ نومبر ۲۰۰۹ء)

☆ **پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر**، تاریخ اہلحدیث جلد سوم پر یوں تبصرہ کناں ہیں:

مذاہب عالم میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو عقائد، اعمال اور تاریخ کے لحاظ سے محفوظ ہے۔ قرآن وسنت تو بدرجہ اتم محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ سیر، مغازی، تراجم صحابہ، وغیرہ کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو کامل استنباط اور اعتماد کے ساتھ مرتب نہ کیا گیا ہو۔ علمائے کرام، نبیؐ آخرالزمان کے حقیقی وارث ہیں۔ اسی نسبت سے ان کے تذکار کو بھی محفوظ کیا گیا۔ حدیث وسنت پر عامل علماء کی ایک جماعت ہر دور میں ہر اسلامی خطے میں دعوت اسلام اور تبلیغ دین کے حقیقی تقاضوں کی تکمیل میں مصروف رہی ہے۔ ان کے تراجم پر بھی بے شمار کتب لکھی گئی ہیں۔ اسی طرح برصغیر پاک وہند کے اہل حدیث علماء پر بھی کتب منصۂ شہود پر آئی۔ مثلاً تراجم علمائے حدیث ہند۔ ابویحییٰ نوشہرویؒ، تاریخ اہل حدیث، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، جماعت مجاہدین، مولانا غلام رسول مہرؒ اور معروف مؤرخ مولانا محمد اسحٰق بھٹی کی تصنیفات میں کاروان سلف، دبستان حدیث، قافلہ حدیث وغیرہ۔

برطانیہ میں مقیم ڈاکٹر بہاؤالدین کی زیر تبصرہ کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' جلد سوم

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔مؤلف شہیر کو اللہ نے توفیق دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دور سے منصۂ شہود پر آنے والے طائفہ منصورہ کی سعی جمیلہ کو اہل علم اور عوام کے سامنے پیش کریں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حق ادا کر دیا ہے۔

فاضل مصنف ایک ماہر مؤرخ اور نقاد کے طور پر علمی حلقوں میں معروف ہیں اور اس سے قبل انہوں نے دس جلدوں میں قادیانیت کے شجر ملعون کو اکھاڑ پھینکنے کی اہل حدیث سرگرمیوں کو حوالہ قرطاس کر کے اہل علم سے داد تحسین وصول کی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے برصغیر کے نامور علماء اور ادباء کی سیرتوں کے ساتھ ساتھ ان کے تاریخی ورثہ کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔

ان کا یہ کام بھی قاموسی اور دستاویزی نوعیت کا ہے جس میں علماء کے تراجم کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ اہمیت جماعتی کارناموں کے سابقہ ریکارڈ کی حفاظت اور اس کے تعارف کو دی گئی ہے۔ جو موجودہ وقت کا ایک بڑا اہم کام اور عصری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اسی طرح انہوں نے جماعتی تاریخ کے تجزیاتی پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں۔ بلکہ جابجا اپنی ناقدانہ بصیرت کا ثبوت فراہم کیا ہے اور واقعات کو صحیح تناظر میں پیش کر کے سچائیوں کو اُجاگر کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اور بہت سے گمشدہ حقائق کو طشت از بام کیا ہے۔طرز بیان دلنشین ومؤثر ہے۔تحریر میں لطافت وچاشنی ہے۔مصنف کی ایک بہت بڑی خوبی ان کی حقیقت پسندی اور حقیقت بیانی ہے۔ جو آج کے دور میں اپنی نایابی نہیں تو کمیابی کی وجہ سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں عامل بالحدیث اہل علم کے حالات وتراجم جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی نادر و اچھوتی تحریروں کو بھی جگہ دی ہے۔مثلاً اس کتاب میں انہوں نے مشہور سندھی عالم شیخ محمد حیات سندھیؒ (م۱۱۶۳ھ) کی کتاب ''الایقاف علی سبب الاختلاف'' (ص،۴۷-۶۵) شاہ ولی اللہؒ (م۱۱۷۶ھ) کی ''تحفة الموحدین'' شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (م۱۸۳۱ء) کی ''ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح''، سرسید احمد خان'' کی ''راہ سنت در ردّ بدعت''، مولانا خرم علی بلہوری کی ''نصیحة المسلمین''، سرسید احمد خان (م۱۸۹۸ء) کی ''کلمة الحق''، حافظ عبداللہ کی ''قانون المساجد'' سید اقتدار احمد سہسوانیؒ کی آیات القرآن فی بعض مسائل تقویۃ الایمان کو ماہنامہ محدث دہلی کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

۱۹۳۹ء کے متعدد شماروں سے تلخیص واختصار کے بعد نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں جماعت کے معروف علماء کے مناظروں کی روئیداد اہل حدیث پر ہونے والے اعتراضات اور ان کے جواب میں اہل علم کی تحریروں کا ذکر بھی کتاب میں شامل ہے۔ اس کتاب میں ایک اور قابل توجہ بات سرسید احمد خان کی نیچریت سے پہلے والی زندگی سے پردہ اُٹھانا ہے۔ جس دور میں وہ عمل بالحدیث اور اطاعت رسول کے ایک بہت بڑے مدعی تھے۔ اس سلسلے میں مصنف کتاب کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

> ''اس دور میں جب ہر سو گھمبیر سناٹا تھا۔ دور دور تک روشنی کی کرن نظر نہیں آتی تھی۔ کلمۂ حق کہنے پر زبان کٹتی تھی۔ جس شخص نے سنت کی شمع جلائی عمل بالحدیث کا آواز بلند کیا۔ خانقاہیت کے علی الرغم کلمہ حق بلند کیا اسی شخص کا حق ہے کہ اسکے دور اوّل کے کاموں کی یاد تازہ کی جائے''۔

ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اگر کوئی راہ ہدایت سے بھٹک جائے تو اس کا علاج نہیں سوائے قادر مطلق کے۔ سرسید کی نیچریت کے عمل کے لیے نواب محسن الملک مہدی حسن خانؒ کی تحریریں بہت گہرائی رکھتی ہیں اور اہل علم کے لیے ہر لحاظ سے تقویت کا باعث ہیں اور عقیدہ کی پختگی کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ جن معروف بزرگوں کا ذکر کتاب میں شامل ہے ان میں سے سید احمد شہید بریلویؒ، شاہ اسمعیل شہیدؒ، سید محمد علی مدراسیؒ، مولانا ولایت علی صادق پوریؒ، معروف شاعر مومن خان مومنؒ، سید عبداللہ غزنویؒ، مولانا سخاوت علی جونپوریؒ، مولانا عبداللہ الہ آبادیؒ، محسن الملک سید مہدی علیؒ، مولانا عبدالحکیم نصیر آبادیؒ اور مولانا منہاج الدینؒ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ مصنف نے اپنی کتاب میں مختلف علاقوں میں جماعت اہل حدیث اور مسلک محدثین کی اشاعت وترویج اور آغاز وارتقاء پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں مدراس، مبارک پور، میوات، میوناتھ بھنجن، جیراجپور، بنگال، سندھ، کشمیر، جموں، بلتستان، سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور کئی دیگر مقامات پر اہل حدیث علماء وشخصیات کا تعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ان کی سرگرمیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

مصنف نے اپنی کتاب میں اہل حدیث علماء اور عیسائی، پادری، قادیانی مناظروں کے مابین ہونے والے مباحثوں اور مناظروں کا بھی ذکر کیا ہے اور فریقین کے مابین ہونے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

والے دلچسپ مباحثوں کی تفصیل فراہم کی ہے۔ان مناظروں میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے کاٹھ گڈھ میں ہونے والا لدھیانوی علماء کا تحریری مناظرہ شامل ہے جس کے ثالث مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ مقرر ہوئے تھے اور یہ مناظرہ مع فیصلہ ثالث مولانا عبدالحی کے فتاوی سے نقل کیا گیا ہے۔اسی طرح لکھنو کے اخبار مشیر قیصر کے اڈیٹر سے مولانا محمد حسینؒ بٹالوی کا اخباری صفحات پر ۱۸۸۳۔۱۸۸۴ء میں ہونے والا تحریری مباحثہ شامل ہے جو بمبئی میں میاں صاحب سیدنذیر حسین محدثؒ سے بمبئی کے بعض علماء کی چھیڑ چھاڑ کے نتیجہ میں ہوا تھا۔ان مباحثوں سے پہلے خود سیدنذیر حسینؒ محدث کا جامع مسجد دہلی شاہ محمد فصیح غازی آبادیؒ سے ہونے والا مباحثہ نقل کیا ہے۔

کتاب جملہ معنوی محاسن کے آراستہ ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد سے بھی مزین ہے جس کے لئے مصنف اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے اپنی گذارشات کا اختتام ڈاکٹر مقتدی حسن ازھری مرحوم صدر جامعہ سلفیہ بنارس کے ان الفاظ سے کرتا ہوں جو انہوں نے جلد سوم پر اپنے تاثرات بیان فرماتے ہوئے لکھے ہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

> جماعتی تاریخ میں موصوف کے اس شاہکار کی تصنیف ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر تشکر و امتنان کی ذمہ داری ادا کرنے سے جماعت اور پورا علمی حلقہ بھی قاصر ہے، البتہ اہل ذوق ونظر اس تحقیق انیق کو آنکھوں سے لگائیں گے، دل میں اتاریں گے، اور مصنف کیلئے ہمیشہ دعائے خیر سے اپنی زبان کو تازہ رکھیں گے ...برصغیر کے اہل قلم پر جو ذمہ داری عائد تھی اسے موصوف محترم نے دیار مغرب میں بیٹھ کر بے سروسامانی کی حالت میں جس طرح ادا کیا ہے اس کا اجر صرف اللہ رب العالمین دے سکتا ہے ہمارا فرض مصنف کے لئے دعائے خیر، مواد کی فراہمی میں ان کے ساتھ تعاون اور انکے بے مثال کارنامہ کی قدر دانی ہے۔اللہ تعالی مصنف کو اجر جزیل سے نوازے اور دعوت عمل بالکتاب و السنہ سے سب کے دلوں کو منور فرماوے۔آمین
>
> پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر چیرمین شعبہ علوم اسلامیہ،
> ڈائرکٹر سیرت چیئر اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور پاکستان

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

القرآن الکریم ۔تنزیل من رب الرحیم

آثار الصنادید۔سرسید احمد خان، مطبع نامی نولکشور۔۱۹۰۰ء۔۱۳۱۸ھ

الحیاۃ بعد المماۃ۔حکیم فضل حسین بہاریؒ ۔الکتاب انٹرنیشنل دہلی،۲۰۰۴ء

ایضاح الحق الصریح،شاہ اسماعیل دہلویؒ،مترجم عبدالکریم، مطبع صدیقی لاہور۔۱۳۰۱ھ

امام شوکانی۔عطاء اللہ حنیفؒ ۔مکتبہ عتیقیہ جھوک دادو ضلع لائل پور۔طبع ثنائی پریس ۱۹۴۶ء

اردو میں وہابی ادب ۔خواجہ احمد فاروقی۔ شائع کردہ شعبہ اردو دہلی یونیورسٹی ۔ ۱۹۶۹ء

ابوالکلام آزاد۔عبدالکریم شورش۔لاہور۔۱۹۹۴ء

آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی۔ عبدالرزاق ملیح آبادی ۔مکتبہ خلیل اردو بازار لاہور

ارواح ثلاثہ،مولانا اشرف علی تھانویؒ ،اسلامی اکاڈمی لاہور، ۱۹۷۶ء

افادات وملفوظات حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ۔مرتبہ محمد سرور۔سندھ ساگر اکیڈیمی لاہور

براہین اثنا عشر۔سید محمد نذیر سہسوانیؒ

بت شکن۔عنایت علی صادق پوریؒ

بزم ارجمنداں ۔محمد اسحاق بھٹی۔لاہور۔۱۹۹۹ء

ترتیب القاموس المحیط ۔ دارا العالم الکتب ۔ریاض

تفسیر کبیر۔امام فخر الدین رازیؒ

تفسیر معالم التنزیل۔امام بغویؒ

تذکرہ کاملان رامپور ۔احمد علی خان شوق۔ ہمدرد پریس دہلی، ۱۹۲۹ء

تراجم علماء حدیث ہند ۔ابو یحی امام خانؒ ۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ

تلخیص الانظار فی ما بنی علیہ الا نتصار ۔سید احمد حسن دہلویؒ ۔مصنفہ ۱۲۹۰ھ

تحریک آزادی میں علماء کا کردار (۱۸۵۷ء سے پہلے) فیصل احمد بھٹکلی لکھنو ۲۰۰۳ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تحریک شیخ الہند۔محمد میاں، کراچی، ۱۹۸۸ء
تذکرۃ الظفر۔قمر احمد عثمانی۔کمالیہ۔ ۱۹۷۷ء
تبیان الشرک۔ولایت علی صادقپوریؒ
تذکرۃ الرشید۔ادارہ اسلامیات لاہور۔۱۹۸۶ء
تحریک جہاد۔حافظ صلاح الدین یوسف۔گوجرانوالہ۔۱۹۸۵ء
ثبوت الحق الحقیق۔سید محمد نذیر حسینؒ
جامع ترمذی۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذیؒ
جماعت مجاہدین۔غلام رسول مہر۔غلام علی اینڈ سنز۔لاہور
جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات۔محمد مستقیم سلفی۔بنارس۔۱۹۹۲ء
حیاۃ العلماء سید عبدالباقی سہسوانی۔مطبع نولکشور لکھنو۔۱۹۲۲ء
حجۃ اللہ البالغہ۔دارالکتب العلمیہ بیروت۔حواشی محمد سالم ہاشم۔۲۰۰۱ء
خطبات ابوالکلام۔مالک رام۔اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور
دررالمنثور فی تراجم اہل صادقفور، عبدالرحیم صادقپوری۔اہلحدیث ٹرسٹ کراچی ۱۹۹۶ء
دررِبہیہ۔قاضی محمد بن علی شوکانی۔اردو ترجمہ سید صدیق حسن قنوجی۔مطبع صدیقی لاہور
سنن ابن نسائی۔امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ
سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ
سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ
سوانح قاسمی۔سید مناظر احسن گیلانی۔مکتبہ رحمانیہ لاہور
سرگذشت مجاہدین۔غلام رسول مہر۔غلام علی اینڈ سنز۔لاہور
شیخ الہند مولانا محمود حسن از ابوسلمان شاہ جہان پوری۔کراچی ۱۹۸۸ء
صحیح بخاری۔امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ
صحیح مسلم۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ
صیدالفوائد۔ویب سائٹ
موطا۔امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحیؒ
مسند، امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانیؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عقد الجید مترجم اردو از ساجد الرحمٰن کاندھلوی۔ قرآن محل کراچی (اغلباً ۱۳۷۹ھ)
عطاء اللہ شاہ بخاری۔ از شورش کاشمیری۔ مکتبہ چٹان لاہور ۱۹۹۴ء
علمائے ہند کا شاندار ماضی۔ محمد میاں، جلد دوم، سوم، مکتبہ محمودیہ، لاہور۔ ۱۹۷۷ء
فتاوی نذیریہ جلد اول مکتبہ المعارف الاسلامیہ گوجرانوالہ طبع سوم ۱۹۸۸ء
فیروز اللغات۔ مولوی فیروز الدین۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی
فیض الفیوض۔ فیاض علی صادقپوریؒ
فتاوی قادریہ۔ محمد لدھیانوی۔ مکتبہ قادریہ۔ لاہور
معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم۔ دار المطرقہ۔ بیروت لبنان
المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی۔ مکتبہ بریل لیڈن
مشکوۃ المصابیح۔ امام ابو محمد حسین بن مسعود البغوی۔ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ
المنجد (عربی۔ اردو) دار الاشاعت کراچی
معیار الحق سید نذیر حسینؒ محدث، مطبع نامی۔ طبع اول۔ لاہور
معیار الحق، سید نذیر حسینؒ، مع ترجمہ تلطف حسین۔ دہلی۔ ۱۲۹۷ھ
معیار الحق۔ سید نذیر حسین محدثؒ، مکتبہ نذیریہ قصور ۱۹۳۵ء
مکاتیب نذیریہ مرتبہ سید عبدالعزیزؒ و سید عبدالرؤفؒ۔ محبوب الطابع دہلی (اغلباً ۱۹۴۰ء)
مجموعہ رسائل تسعہ۔ شائع کردہ عبدالرحیم صادقپوریؒ، مطبع فاروقی دہلی۔ ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۳ء)
موج کوثر۔ شیخ محمد اکرام۔ طبع ۱۷۔ لاہور۔ ۱۹۹۲ء
مہر منیر۔ مولوی فیض احمد۔ طبع پنجم۔ اپریل ۱۹۸۷ء
مولانا سندھیؒ اور ان کے چند معاصر۔ ابو سلمان شاہ جہان پوری کراچی۔ ۲۰۰۰ء
مولانا محمد احسن نانوتوی، از محمد ایوب قادری۔ مکتبہ عثمانیہ، کراچی، ۱۹۶۶ء
نزھۃ الخواطر۔ عربی، جلد ۷۔ عبدالحی لکھنوی
نزھۃ الخواطر۔ ج ۸۔ عبدالحی، علی میاں، مترجم اردو انوار الحق قاسمی۔ کراچی ۲۰۰۴ء
نقش حیات۔ حسین احمد مدنی۔ اسلامی اکاڈمی لاہور
نیل الاوطار۔ امام شوکانیؒ۔ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان
واقعۃ الفتوی دافعۃ البلوی۔ سید محمد نذیر حسین محدثؒ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان میں وہابی تحریک ۔ قیام الدین ۔ ترجمہ محمد مسلم، کراچی طبع سوم ۱۹۸۰ء
۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ ۔ از عبداللطیف ۔ ندوۃ المصنفین ۔ دہلی

The Indian Muslims, A Documentary Record, Prof Shan Muhammad, Vol 5 , Interest in World War 1, Islamic Book Centre , Sales . 26 Paisa Akhbar, Anarkali, lahore

رسائل و جرائد:

ماہنامہ اشاعۃ السنہ
ماہنامہ الفرقان لکھنو
ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۶ء
پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

.....

سفینہ صداقت

تاریخ اہلحدیث بظاہر تو ایک مختصر سا عنوان ہے لیکن دیکھئے تو یہ داستان عزیمت کئی صدیوں پر محیط ہے۔ ہندوستان میں اس کے معروف علمبرداروں میں شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی، علامہ فاخر زائر الہ آبادی، شاہ ولی اللہ اور ان کا خانوادہ گرامی اور اس خاندان کے گل سرسبد شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی۔ پھر علماء مجاہدین صادق پور مولانا ولایت علی، مولانا عنایت علی، مولانا یحییٰ علی، خاتم المحدثین حضرت میاں صاحب، علامہ ثناء اللہ امرتسری اور ابوالکلام آزاد رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام آتے ہیں۔ یہ علماء صاحب قلم تھے، اہل زبان بھی تھے، اور شمشیر بکف بھی تھے۔ بدلے ہوئے حالات میں عام طور سے وہابی تحریک مجاہدین کو تسلیم نہیں کیا جاتا لیکن اس تاریخی حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ برصغیر میں فرنگی استعمار کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلاف جس طائفہ قدسی نے مسلح جدوجہد کی وہ سلفی (وہابی) تھے۔ اس جیش حریت کے سپہ سالار امام السلفیین شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ تھے۔ معرکہ حق و باطل میں کبھی پاسداران حق کو پسپا بھی ہونا پڑتا ہے۔ احد وحنین وموتہ کے معرکے اس کی تاریخی شہادت پیش کرتے ہیں، معرکہ بالاکوٹ بھی اسی کی توسیع قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن جو چنگاری وہابی مجاہدین نے سلگائی وہ ۱۸۵۷ء میں شعلہ جوالہ بن گئی، اور پھر یہ آگ متواتر شعلہ زن رہی، تا آنکہ صلیبی استعمار کو اپنی انگلیاں جلا کر برصغیر سے رخصت ہونا پڑا۔ حریت کی اس خونچکاں داستاں میں وہابیوں کا جتنا خون بہا، اور کس کس طرح وہابی علماء مجاہدین نے سامراجیوں پر عرصہ حیات تنگ کیا، اس کی تھوڑی سی جھلک ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ہنٹر صلیبی سامراج کا نمائندہ تھا۔ آستانہ (ترکی) میں رہ چکا تھا، عربی فارسی کا عالم تھا۔ اس نے جہاں وہابیوں کو غدار اور جنونی لکھا ہے وہیں ان کے عزیمت واستقامت، ان کے پاکیزہ کردار، اور اپنے مشن کیلئے ان کی غیر متزلزل وابستگی کا اعتراف کیا ہے۔ اس نے کھل کر اس بات کو مانا ہے کہ کسی وہابی نے کبھی انگریزوں سے معافی نہیں مانگی، نہ کبھی اپنے عمل پر اظہار پشیمانی کیا، بلکہ وہ تمام وہابی مجاہدین جو پکڑے گئے، مارے گئے، قید وبند کا شکار ہوئے، کالا پانی بھیجے گئے، اپنے آپ کو مجاہد فی سبیل اللہ سمجھتے تھے۔ شہادت ان کے لئے ایک ایسا اعزاز تھی جس کے آگے ہفت اقلیم کی بادشاہت بھی ہیچ تھی۔ بدقسمتی سے ہماری تاریخ عزیمت کے یہ روشن ابواب اب کسی کو یاد نہیں ہیں۔ تحریک جہاد کو سکھوں کے خلاف بغاوت کہہ کر اس کے اصل مقصد کو ہی مسترد کر دیا گیا۔ راجہ ہندراؤ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نام سید احمد رائے بریلوی کے واضح خطوط کو کوئی نہیں پڑھتا۔ ہمارے بعض مسلمان دانش ور آج بھی تلبیس کی تائید میں اسے سکھوں کے خلاف معرکہ آرائی سمجھتے ہیں۔ حالات کے جبر کا یہ عالم ہے کہ مولوی فضل حسینؒ نے جب حضرت میاں صاحبؒ کی سوانح عمری الحیاۃ بعد المماۃ لکھی تو اس میں جہاں وہابیوں کے تعلق کے نتیجہ میں حضرت میاں صاحب کو ایک سال تک راولپنڈی میں قید کئے جانے کا واقعہ لکھا ہے وہیں سرکار انگلشیہ سے وفاداری کا باب بھی باندھا ہے۔ تذکرہ صادقہ میں انگریزوں کی انصاف پسندی کا قصیدہ ہے جب کہ مجاہدین صادق پور پر جو ستم گذرے اس کی تفصیل مولوی محمد جعفر تھانیسریؒ نے تاریخ عجیبہ میں نقل کی ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ تاریخ اہلحدیث کو صحیح تناظرہ میں لکھا جائے۔ مولانا نذیر احمد املویؒ نے اہلحدیث اور سیاست میں واقعات کو اصل پس منظر میں پیش کر کے اور لغویات سے پاک کر کے پیش کرنے کی کوشش کی، پھر بھی ایک مفصل مطالعہ کی ضرورت برقرار رہی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو کہ انہوں نے ولایت میں ڈاکٹر محمد بہاء الدین کو ڈھونڈھ نکالا اور پھر اس مہتم بالشان کام کی ذمہ داری ان کے ناتواں کاندھوں پر رکھ دی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ پیرانہ سالی، بیماری اور نقاہت کے باوجود ڈاکٹر صاحب مجاہدانہ سرفروشی اور سرگرمی سے اس ذمہ داری کو انجام دے رہے۔ تاریخ اہلحدیث کی تین ضخیم جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اب یہ چوتھی جلد نذر قارئین کی جارہی ہے۔

علامہ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے جس عرق ریزی سے یہ کام کیا ہے اسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک شخص ضعف اور پیرانہ سالی میں اس ہمہ گیر انداز میں اتنا بڑا علمی کام کرسکتا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی عبقریت، بلکہ عزم وعزیمت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وعافیت سے نوازے اور عمر خضر عطا فرمائے کہ وہ اپنی ذات سے ایک انجمن ہیں، ایک اکیڈمی ہیں، ایک چلتی پھرتی لائبریری ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب نیاز مندوں کی دعائیں قبول فرمائے۔ (آمین)

تاریخ اہلحدیث ہند کی چوتھی جلد کو علامہ ڈاکٹر بہاء الدین نے اہلحدیثوں کی علمی سرگرمیوں کے تذکرے کے لئے مخصوص کردیا ہے۔ علماء صادق پور کے مجاہدانہ تذکرے تو کتابوں میں موجود ہیں لیکن مولانا ولایت علی صادق پوری امیر المجاہدینؒ بیک وقت ایک سحر البیان خطیب اور معرکہ آراء انشاء پرداز بھی تھے۔ اگرچہ ان کی کتابیں بیشتر مختصر رسالوں کی شکل میں ہیں، تاہم اصلاح عقائد اور تفہیم دین میں ان کی افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ ویسے وقت کی ضرورت اور مصلحت کے تحت انہوں نے سید احمد رائے بریلویؒ کی شہادت کے بعد غیب وحضور کے نظریہ پر بھی رسالے لکھے، اور مجاہدین کو یقین دلایا کہ امیر المؤمنین کا دوبارہ ظہور ہوگا۔ یعنی ظہور امام مہدی کے عقیدے کا سہارا لے کر انہوں نے وہابی مجاہدین کے حوصلہ کو بلند رکھنے کی کوشش کی۔ ہم آج اس مہم کو مضحکہ خیز کہہ سکتے ہیں لیکن اس زہرہ گداز دور میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ایسی باتیں مصلحتاً ضروری تھیں۔علماء صادقپور کے تذکرے میں امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب مولانا یحییٰ علیؒ صادق پوری کا نام بھی لیں گے ۔ وہ اگرچہ صاحب تصانیف نہیں تھے لیکن عزم وعزیمت واستقلال کے پیکر تھے۔مولوی جعفر علی تھانیسریؒ نے ان کے جو حالات لکھے ہیں اس سے ان کی ذات قدسی صفات اور استقامت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ان ہی کے صاحبزادہ گرامی محمد یوسفؒ رنجور کی صحبت اور تلقین سے ابوالکلام آزادؒ سلفیت کی آغوش میں آئے۔

خاتم المحدثین حضرت میاں صاحب سید نذیر حسینؒ کی کتاب معیار الحق پر اس جلد میں بڑی تفصیل سے تبصرہ کیا گیا ہے پوری کتاب نقل کردی گئی ہے۔کتاب کی سابقہ اشاعتوں میں کتابت کی جو غلطیاں، ترجمہ کی تکرار، اور الجھاؤ تھا، اسے بھی دور کردیا گیا ہے اور ہر پہلو سے اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔مولانا فضل حسینؒ نے معیار الحق کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت میاں صاحب کے ایک حنفی شاگرد محمد شاہ پنجابی پاک پٹنی نے شاہ محمد اسماعیل شہید کی کتاب تنویر العینین کا جواب لکھا، اور اسے نواب قطب الدین کے نام سے شائع کردیا۔نواب صاحبؒ، حضرت میاں صاحبؒ کے دوست تھے۔کتاب دیکھ کر حضرت میاں صاحبؒ سمجھ گئے کہ محمد شاہ پنجابی کی کارستانی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسکا جواب لکھا، اور مقدمہ میں محمد شاہ کی شرارت کو بھی ظاہر کردیا۔ (الحیاۃ بعد المماۃ۔الکتاب انٹرنیشنل دہلی،صفحہ۔۳۲۷۔۳۲۸)

اس طرح یہ جلد سلفی لٹریچر کا تعارف کراتی ہے ڈاکٹر صاحب نے صحیح لکھا ہے کہ اردو نثر میں سادگی اور سلاست کے آغاز کا کریڈٹ غالب اور سرسید کو دیا جاتا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ پہلے پہل تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ) سے سلیس نثر کا آغاز ہوا۔وہابی علماء کا مقصد بلاغت کے جوہر دکھانا، یا مقفی ومرصع عبارت لکھنا نہیں تھا، ان کے سامنے اصلاح معاشرہ اور اصلاح عقائد کی مہم تھی، اس کے لئے انہوں نے سلیس اور عام فہم اسلوب میں عوام کو مخاطب کیا، اور ایسی سادہ عبارت لکھی جو پڑھنے والے کے دل ودماغ میں اتر جائے۔اور بلاشبہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے۔تقویۃ الایمان نے برصغیر میں مسلمانوں کے عقائد میں انقلاب پیدا کردیا، ان کی زندگیوں کا رخ بدل دیا اور وہ مزاروں سے مسجدوں کی طرف آگئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی طرح تاریخ اہلحدیث کا یہ سلسلہ بھی ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کا حیرت انگیز علمی کارنامہ ہے۔ ہماری علمی و تصنیفی تاریخ میں اس گراں بہا اضافے سے ہمارا علمی سرمایہ گراں بہا تر ہوگیا ہے۔ جلد چہارم میں ڈاکٹر صاحب کا بسیط اور وقیع مقدمہ ہے جو خود خاصے کی چیز ہے، اس میں تاریخ بھی ہے، ادب بھی، اور دینی لٹریچر پر تبصرہ بھی۔

اس مقدمے کے آخر میں ڈاکٹر صاحب نے ان اصحاب واحباب کا نام بنام شکریہ ادا کیا ہے جو اس عظیم الشان مہم میں ان کے معاون وشریک رہے ہیں۔ یہ ڈاکٹر صاحب کی عالی حوصلگی ہے کہ انہوں نے اس انکساری اور فراخدلی سے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا۔ ورنہ اس سارے کام کا اصل کریڈٹ تو خود ڈاکٹر صاحب کو ہی جاتا ہے اگر وہ پیش قدمی نہ کرتے تو پھر دوسرے بھی ہم قدم نہیں ہوسکتے تھے۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

عظیم علمی تاریخی اور دینی مہمات ہمیشہ اسی طرح شروع ہوتی ہیں۔ اللہ تعالی کا کوئی بندہ، عباد اللہ کا نعرہ لگاتا ہے اور سرفروشان صداقت اس کی صدا پر لبیک کہتے ہیں۔ سلفی تاریخ میں ڈاکٹر محمد بہاء الدین کا نام اس لحاظ سے ہمیشہ درخشاں رہے گا کہ انہوں نے جماعت کے فکری جمود کو توڑنے کے لئے اپنے قلم کو تیشہ بنایا اور راہ حق میں صداقت وعزیمت کی داستاں سرائی سے دلوں کو برمایا۔

(علامہ) ابن احمد نقوی، نئی دہلی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

کوئی قوم اپنی تاریخ سے کٹ کر زندہ جاوید اور پر وقار نہیں رہ سکتی۔ تاریخ اقوام و ملل اور ادیان و مذاہب کے ماننے والوں کا وہ ورثہ گراں مایہ اور دولت بے بہاء ہے جسے ہر قوم سنبھال کر رکھنا چاہتی ہے۔ اور اس سے کسی بھی مرحلے میں دست بردار ہونے کے لئے آمادہ نہیں ہوسکتی۔ تاریخ چونکہ قوموں کے تہذیبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی، معاشی جہود وحیات وممات و وفیات ہر طرح کے وقائع کو اپنے اندر محفوظ رکھتی ہے، اس لئے ضمناً ان چیزوں کا ذکر تاریخ میں آتا ہے۔

اہل حدیث کا عقیدہ و منہج اور تہذیب و ثقافت وتمدن وغیرہ ٹھیک ٹھیک وہی ہے جسے اسلام نے پیش کیا ہے کیونکہ اہل حدیث اس ٹھیٹھ اسلام کے قائل ہیں جسے اللہ تعالی نے نبی پاک محمد ﷺ کے ذریعہ انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنا آخری پیغام اور دین و شریعت دے کر بھیجا۔

اس لئے تاریخ اہل حدیث رنگ ونسل اور خطہ وجغرافیہ کی حد بندیوں اور فرقہ واریت سے ہٹ کر سارے عصر ومصر میں پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی تاریخ میں سب سے عظیم الشان حجم ومعنویت کے اعتبار سے تاریخ اہل حدیث ہے۔ صرف رجال وشخصیات اہل حدیث کی تاریخ اس قدر ضخیم وعظیم ہے کہ اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا عاجز ہے۔ خصوصاً ہر دور میں مجددانہ ومصلحانہ کارنامے اہل حدیث کے حصہ میں آئے ہے اور اس کی ایک ہی وجہ ہے جو اہم ترین اور لازمی ہے۔ اور وہ ہے دین میں ہر طرح کے غلو وزیادتی، نقص وکمی اور ملاوٹ و پیوندکاری اور تاویل وتحریف کو اہل حدیث ہی نصوص کتاب وسنت اور صحابہ کرام کے فہم وعمل کی روشنی میں دور فرماتے ہیں، اور اس کو اصلی شکل میں پیش کرنے کا کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ یہ نسخہ کیمیا اور اصل اصول انہی کے حصہ میں ہے جس میں ان کا کوئی شریک وسہیم نہیں۔ اسی لئے مجددین ومصلحین کی تاریخ میں اہل حدیث کے علاوہ کوئی اور دکھائی نہیں دیتا کیونکہ فاقد الشیء لا یعطیه یہ پیمانہ ونمونہ صرف اور صرف حاملین کتاب وسنت کے

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پاس ہے، اور اس کے بغیر اصلاح وتجدید کا کام ہرگز نہیں ہوسکتا

لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا۔

زیر نظر سطور تاریخ اہل حدیث کی چوتھی جلد کیلئے لکھے جا رہے ہیں جو ہندوستان کے آخری دور کے علماء اہل حدیث کے فقط علمی کارناموں پر مشتمل ہے۔ یہ جلد چہارم ضخامت کیبا وجود اس دور کے علمی واصلاحی کارناموں کو اپنے اندر سمونے سے قاصر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس دور کے چند علماء کرام کی علمی خدمات کا احاطہ تو دور کی بات ہے ان کا سرسری جائزہ بھی مجلدات کا متقاضی ہوگا۔ اس سلسلہ میں المعی وقت، احوذی زمان، عبقری عصر، اور لوذعی دھر، امام ہمام، نواب صدیق حسن خان کے علمی کارناموں کا جائزہ اطناب وتطویل کا باعث ہوگا۔ چہ جائیکہ امام عصر، محدث یگانہ، شیخ الکل فی الکل، سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عالمی علمی کارناموں کو منظر عام پر لایا جا سکے۔

تدوین تاریخ کا جو انداز واسلوب تاریخ اہل حدیث کے مرتب ومصنف ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے اختیار کیا ہے وہ ایک اچھوتا مفید اور اپنی مثال آپ ہے کہ آپ واقعات کی تلاش بسیار کے ساتھ حقائق تک پہنچنے کا روایۃً ودرایۃً جو جوجتن ہوسکتا ہے بڑی عرق ریزی سے کرتے ہیں۔ وہ تاریخ کے ذکر کے ضمن میں واقعات وروایت کے ذکر پر بس نہیں کرتے، بلکہ علمی جائزہ لینے کے ساتھ شواہد کے طور پر بہت سے نمونے سپرد قلم وقرطاس فرماتے ہیں جس کے بے شمار فوائد ہیں، اور قاری کو تاریخ کے علمی خزانوں کے حوالہ سے اور زیادہ تشنہ کام کرنے کی بجائے اسے فوری طور پر ان تاریخی مواد وچشموں سے سیراب کرتے ہیں اور بہت سے نادر ونایاب سلسلہ ذہبیہ کو جوڑتے نظر آتے ہیں وہیں پر ان لعل وگہر سے قارئین کو بھی مالا مال کرتے جاتے ہیں۔

اس چوتھی جلد کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ صادقان صادق پور کو دنیا عام طور پر سیف وسناں، تیر وتفنگ، اور جہاد وقتال، اور آزادی واستخلاص وطن کے حوالہ سے اور ان کی معرکہ آرائیوں کے قبیل سے جانتی ہے، مگر ان کے علمی ترکتازیوں اور قلمی جہاد اور لسانی اور علمی کارنامے پس منظر میں چلے گئے ہیں۔ خصوصاً امیر العسکر سپہ سالار اعظم، مبلغ اسلام، اور محسن ہند، مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی رحمھم اللہ کے جہود علمیہ مبارکہ کو اس وقت کی دنیا نہیں جانتی۔ ایسے میں ڈاکٹر صاحب کا ان کی کتابوں اور علمی کارناموں کو اس

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جلد میں لانے کا کارنامہ لائق صد تعریف وتوصیف ہے۔ یہی نہیں کہ محترم مصنف حفظہ اللہ نے ان اہم علمی کارناموں کے کے سرسری ذکر پر اکتفا کیا ہے بلکہ ان کی نادر و نایاب تصانیف ورسائل کے تعارف کے ساتھ ان کتب ورسائل کو بھی شامل کتاب کر دیا ہے اور ان نادر علمی کتابوں کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے جس کے ذریعہ سے کسی زمانہ میں اصلاح وتجدید کا کام انجام پایا تھا، اور شرک و بدعت اور کتاب وسنت اور اس کی تعلیمات سے دوری کے بعد اس کے ذریعہ انقلاب عظیم برپا ہو گیا تھا۔ حق تو یہ ہے کہ ان علمی و دینی اور دعوتی رسائل و کتب کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترستی تھیں اور مصنف محترم نے اسے موجودہ دور کے تقاضوں اور طرز پر منظر عام پر لاکر جہاں اس صدقہ جاریہ کو از سر نو زندہ فرما دیا، وہیں پر ان صاحبان سیف وسنان کے علمی وقلمی ورثے کو بھی از سر نو حیات جاوداں عطا فرما دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی کوہ کنی، علمی غواصی اور جستجو کامل پیہم مصروف ومشہور اور لائق قدر ہے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف مورخ اہل حدیث ہونے کے ساتھ صاحب طرز ادیب بھی ہیں۔ آپ کی تحریروں میں ادبی ذوق رکھنے والوں کی تسکین ہوتی ہے۔ اور علمی لعل وگہر تاریخی حقائق کی فراوانی کے ساتھ اس تاریخ کے باب میں بھی اپنے خاص اسلوب و بیان سے قاری کے ذوق وشوق کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ چوتھی جلد خصوصاً اس پر شاہد عدل ہے۔

جوینده یا بنده کے تحت ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ اپنے اس علمی سفر اور میدان میں کامیاب ہیں۔ اور تلاش بسیار کا سلسلہ جاری ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے پاس بھی بعض مزید مواد پرانے دستاویز اور مراجع حاصل ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی میں اس پر کام ہو رہا ہے جسے جلد ہی ان کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اس چوتھی جلد کو قارئین کے حوالہ کرتے ہوئے اللہ تعالی کی ذات پاک اور بے نیاز و بندہ نواز سے امید واثق ہے کہ یہ جلد بھی بقیہ جلدات کی طرح قارئین کرام کو پسند آئے گی اور نفع بخش ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب حفظہ اللہ مولف کتاب اور سب کی خواہش ہے کہ عظمت صحابہ کے تناظر میں منعقد ہونے والی تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بعنوان: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ رب کے وفادار اور خدمت انسانیت کے سچے علمبردار، کی مناسبت سے یہ جلد منظر عام پر آجائے۔ خصوصاً فاضل گرامی

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عالم جلیل سراپا حرکت ونشاط اور پیہم رواں دواں شخصیت برادر گرامی شیخ جمیل احمد شیر خان ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ کی دیرینہ خواہش اور جہد مسلسل تھی کہ تیسویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر یہ کتاب منظر عام پر ضرور آئے اور اس کے لئے جو جتن اور محنت اور جانفشانی انہوں نے کی ہے اور کتاب کو طباعت کے مرحلہ میں داخل کرنے کے لئے جس قدر عرق ریزی مطلوب تھی عجلت اور شتابی میں آپ نے اور آپ کے اہل خانہ عالمہ فاضلہ بہن عائشہ مختار سلمہا نے جو کچھ کیا ہے اس کا اجر اللہ تعالی کے یہاں متعین ہے اس پر ہم متعلقین وخدامان جماعت وجمعیت اہل حدیث ہند صمیم قلب سے ڈاکٹر صاحب موصوف اور جملہ معاونین خصوصاً بھائی شیر خان جمیل احمد کے شکر گزار ہیں اور اس توفیق سدید پر عرض گزار ہیں کہ وہ بھی رب کریم کا شکریہ ادا کریں اس نے ان پر یہ عنایات کریمہ نچھاور فرمایا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت از و شناس کہ بخدمت بداشتت

اخیر میں سب کے شکریہ کے ساتھ امیر محترم حافظ محمد یحی دہلوی حفظہ اللہ جن کی شب بیداری اور دعائے نیم شبی اور عظیم تجربے کے بدولت ہم کچھ کر پا رہے ہیں، ان کے اور ان کے نائبین اپنے نائب وخازن اور دیگر اراکین عاملہ وشوری ومحسنین ومعاونین کے شکریہ ادا کرتے ہوئے، پھر رب کریم کے دربار میں آہ زاری کرتے ہیں کہ رب العزت والجلال ہمارے ہر چھوٹے بڑے عمل کو اپنی خاص مرضی وعنایت سے شرف قبولیت سے نواز دے۔

ر بنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔ و تب علينا انك انت التوا ب الر حيم ۔ و صلى الله على محمد و سلم تسليماً كثيراً

(مولانا) اصغر علی امام مہدی سلفی ۔ ناظم عمومی مرکزی جمیعت اہل حدیث ہند۔
دہلی ۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ ۔ ۵ مارچ ۲۰۱۰ء

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ا

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تاریخ اہل حدیث

جلد پنجم

تالیف

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	تاریخ اہل حدیث (جلد پنجم)
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
صفحات	۶۹۹
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
سخن ہائے گفتنی	۷
عرض مولف	۱۲
شیخ عبداللہ الہ آبادی	۱۴
اعتصام السنه فی قامع البدعة	۱۷
باب اول: اتباع سنت کی ضرورت	۱۸
باب ثانی: تقلید کی مذمت اور ردّ بدعت	۵۶
اللباب فی صلوة الاحباب	۹۲
الباب الاول: فی حکم رفع الیدین	۹۳
الباب الثانی: فی حکم وضع الیدین علی الحیازیم فی الصلوة	۱۰۴
الباب الثالث: فی حکم التعوذ جھراً وسراً	۱۱۰
الباب الرابع: فی حکم البسملة مع الفاتحہ	۱۱۳
الباب الخامس: فی قرأة الفاتحة خلف الامام	۱۱۴
الباب السادس: فی حکم التامین	۱۲۰
الباب السابع: فی حکم البسملة مع السورة	۱۲۳
الباب الثامن: فی حکم جلسة الاستراحة	۱۲۵
الباب التاسع: فی حکم قنوت الفجر	۱۲۶
باب العاشر: فی حکم التورّک فی الجلسة الاخیرة	۱۲۸
ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین	۱۲۹
کسوٹی: **ما انا علیه و اصحابی**	۱۴۱
منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری	۱۴۷

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروعات میں لفظ، حق و باطل، کا استعمال	۱۵۵
ہدایہ کی بنا غالباً عقلی دلائل اور ضعیف احادیث پر ہے	۱۶۰
بخاری و مسلم کی ترجیح وتقدیم	۱۶۳
احادیث صحیحین کا قطعی ہونا	۱۶۸
بجواب مطاعن صحیحین	۱۷۴
اہانت حدیث کفر ہے	۱۹۴
صاحب ہدایہ مجتہد نہ تھا	۱۹۷
طعن ابن ہمام وغیرہ کا جواب	۱۹۹
کیا امام بخاری، شافعی المسلک تھے	۲۱۴
مجتہد مستقل، مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب	۲۱۹
التماس برائے آئندہ	۲۲۱
تبیان لرد البرھان	۲۲۲
ابطال دعوی حصر مذاہب باجماع مرکب	۲۲۹
ابطال دعوی حصر نجات مذاہب اربعہ میں	۲۳۰
اقرار ملا علی قاری کہ التزام کسی پر واجب نہیں	۲۳۱
شاہ ولی اللہ کے نزدیک تعیین کو بحق عامی مرجح کہنا کذب ہے	۲۳۲
وجوب التزام اور رواج تعیین مذہب کا شیوع	۲۳۵
حکم تلفیق	۲۴۰
حکم رجوع بعد العمل	۲۴۲
جواز قضا بخلاف مذہب	۲۴۴
قائل ہونا کئی علماء اہل سنت کا ساتھ تعدد حق کے	۲۴۶
جواز تقلید مفضول	۲۵۷
عامی کا کوئی مذہب نہیں	۲۶۱
تجزی اجتہاد اور جواز استدلال بالحدیث بحق غیر مجتہد مطلق	۲۸۲
اثبات اجتہاد اصحاب صحاح ستہ کا	۲۹۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شعرانی کا قول کہ امام ابوحنیفہ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں	۲۹۵
خاتمۃ الرسالہ	۲۹۷
ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۴۔اگست ۱۸۷۷ء	۲۹۹
مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء	۳۰۲
ضمیمہ نمبر ۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء	۳۱۰
ضمیمہ نمبر ۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء	۳۲۱
ضمیمہ نمبر ۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۵۔اگست ۱۸۷۷ء	۳۳۰
ضمیمہ نمبر ۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸۔ستمبر ۱۸۷۷ء	۳۴۰
ضمیمہ نمبر ۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵۔ستمبر ۱۸۷۷ء	۳۵۱
ضمیمہ نمبر ۷، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲۔ستمبر ۱۸۷۷ء	۳۵۶
ضمیمہ نمبر ۸، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۹۔ستمبر ۱۸۷۷ء	۳۶۶
ضمیمہ نمبر ۹، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷۔اکتوبر ۱۸۷۷ء	۳۷۷
ضمیمہ نمبر ۱۰، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء	۳۸۳
ضمیمہ نمبر ۱۱، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۰۔نومبر ۱۸۷۷ء	۳۸۸
ضمیمہ نمبر ۱۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء	۳۹۳
ضمیمہ نمبر ۱۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر یکم دسمبر ۱۸۷۷ء	۴۰۱
ضمیمہ نمبر ۱۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸۔دسمبر ۱۸۷۷ء	۴۰۵
ضمیمہ نمبر ۱۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵۔دسمبر ۱۸۷۷ء	۴۱۵
ضمیمہ نمبر ۱۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲۔دسمبر ۱۸۷۷ء	۴۱۹
ضمیمہ نمبر اول سفیر ہندوستان امرتسر یکم جنوری ۱۸۷۸ء	۴۲۷
ضمیمہ نمبر دوئم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۵۔جنوری ۱۸۷۸ء	۴۳۶
ضمیمہ نمبر سوئم و چہارم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء	۴۴۴
ضمیمہ نمبر پنجم، اخبار سفیر ہندوستان مرتسر ۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء	۴۵۷
ضمیمہ نمبر ششم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶ فروری ۱۸۷۸ء	۴۵۹
ضمیمہ نمبر ہفتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۸ء	۴۷۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر ہشتم ،اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۔ مارچ ۱۸۷۸ء	۴۸۱
ضمیمہ نمبر نہم ،اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۹۔ مارچ ۱۸۷۸ء	۴۸۸
ضمیمہ نمبر دہم ،اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶۔ مارچ ۱۸۷۸ء	۴۹۴
ضمیمہ نمبر یاز دہم ،اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۳۔ مارچ ۱۸۷۸ء	۵۰۰
ضمیمہ نمبر دواز دہم ،اخبار سفیر ہند امرتسر ۶۔ اپریل ۱۸۷۸ء	۵۱۵
ضمیمہ نمبر سیز دہم ،اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲۔ مئی ۱۸۷۸ء	۵۲۴
ضمیمہ نمبر چہار دہم ،اخبار سفیر ہند امرتسر ۸۔ جون ۱۸۷۸ء	۵۳۲
ضمیمہ نمبر پانز دہم ،اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء	۵۴۱
متفرقات: ضمیمہ نا معلوم	۵۶۸
تتمہ دوم: اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷ اکتوبر ۱۸۷۷ء	۵۷۷
مولوی حبیب اللہ کو نصیحت	۵۸۳
تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء	۵۸۵
تتمہ نمبر اول اخبار سفیر ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم اعلان عام	۵۹۰
حل عبارت فتوحات	۵۹۴
ضمیمہ نمبر پانز دہم اخبار سفیر ہندوستان مرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء	۵۹۵
ادلہ کاملہ	۵۹۷
اظہار الادلہ	۶۲۰
نوٹ نمبر ایک (بابت مناظرہ امام اوزاعیؒ و امام ابوحنیفہؒ)	۶۴۸
نوٹ نمبر ۲ (بابت فاستمعوا له و انصتوا)	۶۵۸
نوٹ نمبر ۳ (بابت: گفتگو مابین امام ابو یوسفؒ و امام اسحاقؒ بن راہویہ)	۶۶۰
نوٹ نمبر ۴ (بابت: الایمان لا یزید و لا ینقص)	۶۶۲
نوٹ نمبر ۵ (بابت: لو کان الایمان عند الثریا ..)	۶۷۵
منح الباری سے نوٹ	۶۷۸
اعلان دافع ہذیان	۶۸۳
کتابیات	۶۹۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخن ہائے گفتنی

اہلِ حدیث کا مسلک تو اسی دن وجود میں آ گیا تھا جب پہلے پہل ہادیِ عالم ﷺ نے فاران کی بلندیوں سے اللہ کا پیغام اللہ کے بندوں تک پہنچایا تھا۔ اہلِ حدیث کا مسلک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ

﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾

اور ﴿ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾

ہی پر اس کے مسلک کی بنیادیں استوار ہیں۔

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلّم داشتن

ہمارے عقائد کی سادگی واضح ہے اور ہمارے اصول وضوابط کے نکات روشن۔ اپنے عقائد و افکار پر ہماری پختگی کسی خوفِ ملامت اور اظہارِ مداہنت کی پرواہ نہیں کرتی۔ اس غیر لچکدار رویّے پر کوئی خواہ کچھ ہی کہے مگر اپنے ایمان سے انحراف کرنا ہم نے کبھی گوارا نہیں کیا۔ اس عقیدۂ صحیحہ پر استقامت اور اس فکر و منہج کی پیروی کی ایک مسلسل و مستقل تاریخ ہے۔ معاندین خواہ اس تاریخی تسلسل کا کتنا ہی انکار کریں مگر حقائق اپنی جگہ ثابت و محکم ہیں۔

چوتھی صدی ہجری میں جبکہ تقلیدی مذاہب پروان چڑھ چکے تھے امام ابن المنذر، امام محمد بن مخلد العطار، امام ابوحفص عمر بن احمد بن شاہین، امام حسین بن اسماعیل المحاملی، امام ابن خزیمہ، امام ابن الحدّاد الغسانی رحمۃ اللہ علیہم۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچویں صدی ہجری میں امام محمد بن علی الساحلی ، امام ابن حزم ، محدث خطیب بغدادی ، امام محمد بن ابی نصر الحمیدی ، امام عبد الرحمان بن قاسم الشعبی رحمة الله علیهم ۔

چھٹی صدی ہجری میں امام ابو عامر محمد بن سعدون العبدری القرشی ، امام عبداللہ بن احمد بن یربوع ، امام ابراہیم بن عبد الصمد التنوخی ، امام ابن ابی مروان ، امام حسن بن مسلم (م ۵۹۴ھ) رحمة الله علیهم ۔

ساتویں صدی ہجری میں امام ابن الرومیہ الاندلسی ، امام بکر بن ابراہیم اشبیلی ، شیخ عز الدین بن عبد السلام ، علاّمہ عبد العزیز بن علی اللخمی اشبیلی ، امام ابوالحسن عمر بن علی دمشقی ثم بغدادی (م ۶۴۵ھ) رحمة الله علیهم ۔

آٹھویں صدی ہجری میں شیخ الاسلام امام تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ ، شیخ الاسلام حافظ ابن قیم ، حضرت نظام الدین اولیاء ، مولانا فخر الدین زرادی سامانوی ، شیخ شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری ، امام عبد الرحمان تلمسانی رحمة الله علیهم ۔

نویں صدی ہجری میں امام محمد بن یعقوب فیروز آبادی ، امام ابن حجر عسقلانی ، علاّمہ احمد بن علی المقریزی ، امام محمد بن ابراہیم ابن الوزیر ، علاّمہ احمد بن طوغان بن عبداللہ الشیخونی (م ۸۰۸ھ) رحمة الله علیهم ۔

دسویں صدی ہجری میں شیخ محمد بن طاہر پٹنی ، علاّمہ محمد بن مصطفےٰ الدسوقی ، شیخ جعفر بن میران بوبکانی ، شیخ عبد النبی گنگوہی رحمة الله علیهم ۔

گیارہویں صدی ہجری میں امام یحیٰ بن حسین الاہدل ، ملاّ عبد القادر بدایونی ، قاضی نصیر الدین برہانپوری ، شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی رحمة الله علیهم

بارہویں صدی ہجری امام ابراہیم بن حسن الکورانی ، مرزا مظہر جان جاناں دہلوی ، امام محمد بن اسماعیل یمانی ، شیخ محمد حیات سندھی ، شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی ، امام محمد بن عبد الوہاب نجدی ، شیخ ابوالحسن کبیر سندھی ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمة الله علیهم ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ وہ اربابِ علم وتحقیق ہیں جو شاہراہِ عام سے الگ اپنی مخصوص شان رکھتے تھے اور ظاہر ہے کہ ان اصحابِ علم وفضل کا ایک مخصوص حلقۂ ارادت بھی ہوگا جو ان کے علم وفضل کا خوشہ چیں اور ممنونِ تحقیق ہوگا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں بعض اکابر کا شمار تو بلاشبہ اربابِ تحقیق وتجدید میں ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا قطعاً درست نہیں ہوگا کہ اہلِ حدیث کا مسلک صرف خواص کا مسلک تھا۔ بلکہ ہر دور میں یہ خاص و عام ہر دو کا مسلک رہا ہے۔ تقلیدِ شخصی کا جمود اگر خواص کے لیے قابلِ نفریں ہے تو عوام کے لیے بھی مذموم۔

مسلکِ اہلِ حدیث کے ساتھ معاندین نے مختلف اندازِ ستم اختیار کیے۔ انکے عقائد پر ناروا الزامات لگا کر انہیں خارجی، غیر مقلد، لا مذہب، وہابی اور بے دین قرار دیا گیا۔ مختلف اندازِ ستم میں سے ایک اندازِ ستم یہ بھی ہے کہ ہماری تاریخ کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہمیں نومولود فرقہ یا مولانا مناظر احسن گیلانی کی زبان میں کہہ لیجیے ''فتنۂ حادثہ'' قرار دیا گیا۔ ہمارے اکابر کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی بنایا گیا۔ ہمارے اسلاف کے کارناموں کو اپنے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

برّصغیر کی صورتحال ہر قسم کے اندازِ ستم کی بہترین مثال ہے۔ احناف کے ہر دو گروہ (دیوبندی، بریلوی) کا مشقِ ستم اہلِ حدیث رہے۔ برّصغیر میں پیدا ہونے والے ہر نومولود فرقے کا پہلا فریضہ اہلِ حدیث کی ہی مخالفت رہا۔ علاّمہ شبلی نعمانی جیسے روشن خیال مفکر کی ذہنی سطح بھی ایک زمانے میں یہ رہی کہ

''ایک مسلمان عیسائی تو ہوسکتا ہے لیکن غیر مقلد (اہلِ حدیث) کیسے ہوسکتا ہے؟''

برّصغیر میں اہلِ حدیث کی تاریخ کے ساتھ نقب زنی کی جو پہلی منظّم کاوش ہوئی ہم اسے ''سندھی فلسفۂ تاریخ'' کا نام دیتے ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھی نے نہ صرف سیّدین شہیدین کی تحریک کو مسخ کر دیا بلکہ علماء صادق پور کی خدمات پر بھی خطِ تنسیخ پھیر دی۔ ''سندھی فلسفۂ تاریخ'' کے جواب میں مولانا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالغفار صادق پوری کی خواہش پر مولانا مسعود عالم ندوی نے جنبش قلم فرمائی ۔'' سندھی فلسفۂ تاریخ '' کا اظہار بار بار مختلف اہلِ قلم کی تحریروں میں ہوتا رہا ۔ خود مولانا سندھی کی تحریریں بھی ہر چند برس بعد مرحلۂ طباعت سے گزرتی رہیں ۔ دوسری طرف صورتحال یہ رہی کہ مولانا ندوی کی تحریر کردہ کتاب '' مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے افکار و خیالات پر ایک نظر'' صرف دو یا تین مرتبہ مرحلۂ طباعت سے گزری ۔ تاریخ اہل حدیث پر معاندانہ الزامات کا جواب دینے والے اہلِ قلم کی تعداد بھی محدود رہی ۔ پروفیسر محمد مبارک ، ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری ، حافظ صلاح الدین یوسف ، محمد احسن اللہ ڈیانوی عظیم آبادی وغیرہم کا شمار ان اہل قلم میں ہوتا ہے جنہوں نے مضامین سے ایک قدم آگے بڑھ کر کتابی شکل میں مسلکِ اہلِ حدیث پر ناروا الزامات لگانے والوں کی دلائل کی روشنی میں خبر لی اور'' جاء الحق و زھق الباطل '' کو صفحاتِ تاریخ میں عملی شکل میں مرتسم کر دیا ۔ مگر ہماری جماعتی بے حسی برقرار رہی ، ان کی کتابیں کتنی شائع ہوئیں اور ان کی تصنیفات سے خود اہلِ حدیث اہل قلم نے کس قدر اعتناء کیا ؟ فیاسفا علیٰ ھذا ۔

ہماری جماعتی غفلت اپنے عروج پر تھی ، معاندین کے اندازِ ستم جاری و ساری تھے کہ عین موقعِ تنزل وسقوط پر جبکہ ہر سُو تاریکی اور مایوسی کا غلبہ تھا اللہ ربّ العزت کے فضل وکرم سے برادرِ مکرم ڈاکٹر محمد بہاء الدین نے وہ غیر معمولی کارنامہ انجام دیا جو تاریخِ اہلِ حدیث کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں ۔ سلف و اکابر کے قدیم دستاویزات کھنگال کر اسلاف کی خدمت کے مختلف پہلوؤں اور تاریخ اہلِ حدیث کے مختلف مخفی گوشوں کو قرطاسِ ابیض پر منتقل کر دیا ۔ جماعت کے اربابِ قلم کے لیے ان کی خدمت ، ترکِ جمود کی ایک عملی کاوش بھی ہے اور خدمتِ قلم کی ایک روشن بھی ۔

تاریخِ اہلِ حدیث کی چار جلدیں منظرِ شہود پر آچکی ہیں اور پانچویں جلد کے لیے ڈاکٹر صاحب موصوف کی خواہش پر راقم نے چند سطور قلمبند کیے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں۔ کیونکہ ''تاریخِ اہلِحدیث'' کا جس انداز سے انہوں نے آغاز کیا ہے وہ ناقابلِ اختتام ہے۔ جیسے جیسے اور جس جس طرح ان کی رسائی ذخیرۂ معلومات تک ہورہی ہے وہ اسے خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔ ان کی کاوش نہ صرف معاندین کے لیے لمحۂ فکریہ ہے بلکہ سلفی فکر کے نمائندہ اہلِ قلم کے لیے ایک تحریک بھی ہے۔

تاریخِ اہلِ حدیث ہمارے نزدیک اب صرف تاریخ نہیں بلکہ ایک قلمی تحریک ہے۔ ڈاکٹر صاحب اس قلمی تحریک کے قائد ضرور ہیں مگر تنہا مسافر نہیں دامے، درمے، سخنے لوگ ضرور ان کی اس قلمی تحریک کے رکن بنیں گے۔

انشاء اللہ

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی۔ کراچی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض مؤلف

لله الحمد و المنة کہ تاریخ اہل حدیث کی پانچویں جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے جو ہندوستان میں انیسویں صدی کے اہل حدیث علماء کی ترویج مسلک عمل بالحدیث کی ترک تازیوں کی داستان کا ایک حصہ ہے۔

جلد ہذا مولانا عبداللہ مئوی عرف جھاؤ میاں، حافظ ایضاح الحق، شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، اور حافظ محمد شفیع کی خدمات جلیلہ کے ذکر سے منور ہے۔ مولانا عبداللہ مئوی کی مشہور کتابیں اعتصام السنہ، اللباب فی صلوۃ الاحباب، ایصال طرق المصلین، اور حافظ ایضاح الحق کا رسالہ: کسوٹی: ما انا علیه و اصحابی، اس جلد میں شامل ہیں۔ ان کتب کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی منح الباری نقل کی گئی ہے جو سید عثمان مقلد ابوحنیفۃ النعمان کی ایک تحریر کے جواب میں لکھی گئی تھی جس میں انہوں نے ہدایہ کو بخاری شریف کے مقابلے میں مرجح قرار دیا تھا۔ اس کے ساتھ شیخ الاسلام بٹالویؒ نے تبیان لردّ البرہان نامی ایک رسالہ شائع کیا تھا جس کی وجہ تصنیف میں شیخ الاسلام بٹالوی فرماتے ہیں:

> میاں عثمان اول نے مسئلہ ترجیح صحیح بخاری میں بمقابل علمائے دہلی کے سر اٹھا کر کچلا یا اور اجر پایا ہے، ویسا ہی میاں فضل احمد بن مولوی عبدالرحمٰن نے، جو میاں عثمان کا بے علمی و نافہمی میں چھوٹا بھائی ہے، اور اس سے ایک درجہ متنزل مسئلہ وجوب تقلید معین معین وعدم جواز عمل بالحدیث میں قلم چلایا، اور ایک رسالہ برہان المقلدین تالیف کر کے اپنے جہل پوشیدہ کو ظاہر کر دکھایا ہے۔

اس کے بعد اخبار سفیر ہندوستان امرتسر میں ۴۔ اگست ۱۸۷۷ء سے آخر سال تک شائع ہونے والے ۱۶ ضمیمے، اور ۱۸۷۸ء میں شائع ہونے والے ۱۵ ضمیمے شامل اشاعت ہیں۔ ان ضمیموں کے علاوہ دو تتمے اور حافظ محمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شفیع امرتسری ، مولوی محمد وحید اور اور مولوی عبدالمجید صاحب کی تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں ۔ یاد رہے کہ یہ ضمیمے اور تتمے جو بعد ازاں اشاعۃ السنہ النبویہ کا پیشرو ہوئے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کے اشتہار مسائل عشرہ کے ان جوابات کے جواب میں شائع ہوئے تھے جو ان دنوں برصغیر کے احناف کی جانب سے شائع ہوئے تھے ۔

نیز اس جلد مسائل عشرہ کے جواب میں شائع کی طرف سے شائع ہونے والی دو تحریریں بھی شامل کی گئی ہیں ۔ پہلی تحریر اظہار الحق المعروف ادلہ کاملہ ہے جو دیوبندی بزرگوں کی طرف سے شائع ہوئی تھی اور دوسری اظہار الادلہ ہے جو ایک حیدرآبادی بزرگ کی طرف سے مطبع نظامی کان پور سے ۱۲۹۶ھ میں شائع ہوئی تھی ۔

اس جلد میں شامل ہونے والی تقریباً سبھی دستاویزات برسوں پرانی مطبوعات ہیں ، اوران میں جن کتب سے حوالے دیئے گئے ہیں وہ اس سے بھی پرانی مطبوعات ہیں جن کی عبارتیں اور حوالہ کے لئے دیئے گئے صفحات نمبر کا تعین (خستہ اوراق کی فوٹو کاپیاں ہونے کی وجہ سے) میرے لئے ناممکن تھا ۔ اس لئے کوشش کی گئی ہے کہ ان عبارات کو متداول طبع شدہ نسخوں سے نقل کیا جائے ۔ میرے پاس کوئی ذاتی کتب خانہ نہیں ہے اور اپنی علالت کے باعث کتب خانوں سے استفادہ بھی نہیں کرسکتا ، اس لئے جو حاضر تھا وہی پیش کر دیا گیا ہے ۔ تاہم جہاں ممکن ہوا ہے اصل کتابوں کی مختصر عبارتوں کو مکمل کر دیا ہے ، اس دور کی کتابتی اور طباعتی اغلاط کی بھی ممکنہ حد تک تصحیح کر دی گئی ہے اور ضرورت کے مطابق اصل مصنفین کی مشارالیہ عبارتوں کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تائیدی احادیث اور تفسیری روایات بھی اضافہ کر دی گئی ہیں ۔

امید ہے کہ ناظرین اس میں پائی جانے والی اغلاط پر متنبہ فرمائیں گے تاکہ کسی آئندہ موقع پر ان کی اصلاح کی جاسکے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی اس کتاب کو عامہ مسلمین کے لئے مفید بنائے ۔ آمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ عبداللہ الہ آبادی

سید عبدالحی لکھنوی نے نزھۃ الخواطر میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ لکھا ہے:

الشیخ العا لم المحدث عبدالله الصدیقی المحمدی الاله آبادی احد کبار العلماء ، و لد و نشأ بمئو قریة جا معة من اعمال اله آباد علی عشرة امیا ل من البلدة ، و اشتغل با لعلم علی اساتذة بلاده مدة ثم سا فرالی دهلی وأخذ عن الشیخ اسحاق بن افضل العمری الدهلوی، و استنسخ الکتب المتداوله بخط مستقیم مع الحواشی و التعلیقا ت۔ و کان قلیل الدرس کثیر التصنیف، له مصنفات کثیرة ....

و من مصنفا ته :

الیم الزغرب فی لغا ت الحدیث المنتخب، مرتب علی حروف المعجم ، والعروة الو ثقی لمنبع سنة سید الوری ، فی الحدیث علی تر تیب الابواب الفقه،

و عمدة الصلاة و فا ئز النجاة۔ فی الحدیث مقتصراً علی مسائل الصلاة ،

و اعتصا م السنة و قا مع البدعة، مر تب علی با بین فی الأیات و الأحادیث المر ویة فی البا ب۔ صنفه سنة ۱۲۷۱ھ ،

و النبرا س المنیر لصلاة الیا جیر،

و معین ا لأبرار علی الصلاة فی ا للیل و النهار، جمع فیه من السور القرآنیه ما یقرأ ها النبی ﷺ فی الصلاة ،

و الریا ض الأ نضر فی الفقه ا لا کبر، فی مسا ئل الصلاة استخر جها من الأ حا دیث الصحیحة المر فوعة مر تباً علی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابواب الفقه۔

و صمصا م الحديد المسلول، فی قطع لغاديد البد عة و لرأی و المذاهب والتقليد المخذول،

و الا عجاز التين فی معجزات سيد المرسلين، و ذا لك مفرش .الكلام المبين. للمفتی عنائت احمد،

وله تر جمة شر ح الصدور،

والبدور السا فره،

وله سيف الحديد فی قطع المذا هب والتقليد،

هذا ما وصل الیّ من مئولفا ته۔ واما غير ذالك من الرسائل فمنها:العروةالمتين فی اتباع سنة سيد المرسلين،صنفه بالهندية سنة ۱۲۷۳ھ۔و منها ۔السيف المسلول فی ذم التقليد المخذول، بالهنديةصنفه سنة ۱۲۷۳ھ ۔ كما فی تذ كرة النبلاء

قا ل الشيخ شمس الحق الديا نوی:

له منقبة عظيمة فی اشاعة السنة لو لا فيه بعض التشددات فی بعض المسا ئل ر حمه الله و غفر الله له ، وقداستنسخ الكتب الستة بيده وقرأعلی احفاد الشيخ ولی الله الدهلوی بل قيل: انه قرأ علی الشيخ عبد العزيز الدهلوی ايضاً ۔ و له اتباع كثيرو ن فی بنگا له ۔ انتهی

(نز هه الخوا طر۔ ج ۷ ص ۳۰٤۔۳۰٦)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تراجم علماء حدیث ہند میں آپ کا ترجمہ بایں الفاظ ہے:

محمد عبداللہ عرف جھاؤ مولد ومنشا مئو آئمہ۔ راجپوت خاندان سے تھے تعلیم کے متعلق اتنا معلوم ہے کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد ہیں جہاں سے فارغ ہونے کے بعد مولد میں وارد ہوئے تو اپنے مکان میں اس بنا پر نہ ٹھہرے کہ آبا واجداد نے زمین دار ہونے کے باعث مکان ظلم کے مال کے ساتھ بنایا ہے۔ یہ سن کر وہاں کے جولاہوں نے درخواست کی کہ ہم لوگ مزدوری پیشہ ہیں حلال کی کمائی کھاتے ہیں ہمارے ہاں تشریف لائیے۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرمائی اور اس قوم میں رہنے لگے یہاں رفتہ رفتہ ایک جماعت قائم کر لی کچھ مدت بعد اعظم گڈھ چلے گئے پھر موضع مئو املوآئے یہاں بھی جماعتیں بنائیں۔ آملو سے بنگال کا قصد کیا، موضع جامڑیہ ڈاک خانہ بنیر ضلع راجشاہی میں رہنے لگے اس نواح میں آپ کے اثر سے ایسی جماعت قائم ہوئی جو عمل میں نمونہ سنت تھی۔ یہ جماعت جھوؤ کے نام سے منسوب ہوئی۔ آپ نے کئی رسالے لکھے اعتصام السنۃ شائع ہوا۔ آپ کا ترجمہ مولوی شمس الحق نے لکھا مگر چھپ نہ سکا۔ سن وفات اندازاً ۱۳۰۰ھ۔۱۸۸۲ء ہے۔

(تراجم علمائے حدیث ہند)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتصام السّنّة

فی

قامع البدعة

(مولانا محمد عبداللہ مئوئی غفراللہ ذنوبہ۔ مطبع لوز کان پور۔
نبی بخش پرنٹر کے اہتمام سے ۱۲۹۲ھ۔۱۸۷۵ء میں چھپی۔
بروایت سید عبدالحی لکھنوی ۱۲۷۱ھ کی تصنیف ہے)

اللھم اھد نا ھدی کتابہ الکریم و سنن نبیہ الفخیم و طرق اصحا بہ الذین بذ لوا جھد ھم فی سبیلہ و رسو لہ فلھم لذ لك اجر عظیم و من سلك مسلکھا فتبوّء مقعدہ من دارالنعیم

(اے اللہ راہ دکھلا تو ہمیں راہ کتاب اپنی بزرگ کی اور راہیں نبی اپنے بزرگ کی اور راہیں اصحاب نبی ﷺ کی، جنہوں نے خرچ کی طاقت اپنی کو راہ اللہ میں اور طریقہ رسول اللہ ﷺ میں، پھر واسطے انہوں کے واسطے اسی کے مزدوری بڑی ہے اور جو کہ چلا ان راہوں کو پھر لیا جگہ اپنی بہشت میں)

اما بعد فھذہ رسا لة فی اتباع السنّة جمعھا عبد اللہ المحمدی علی با بین ،

ا لا ول: فیہ ا لآ ی و ا لا حا دیث و ما سوا ھما ،

الثا نی: فیہ ا لاحا دیث و ما عدا ھا۔

(بعد حمد ونعت کے پھر یہ ایک رسالہ ہے اتباع سنت میں، جمع کیا اس رسالہ کو عبداللہ محمدی نے دو باب پر۔ اول باب میں آیتیں اور حدیثیں اور سوا ان دونوں کے، ثانی باب میں حدیثیں اور سوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے، و سمّها باعتصا م السنة فی قمع البد عة کے تا کہ نفع لیویں ساتھ رسالہ کے اصحاب عقل اور نادانی کے)۔

البا ب ا لا ول

فيه الآی و ا لا حا ديث و ما سوا هما

(باب پہلا: اس میں آیتیں اور حدیث اور سوا ان دونوں کے)

قا ل الله تعا لی فی سورة البقرة :

و ما جعلنا القبلة الّتی کنت علیها الّا لنعلم من یّتّبِع الرّسو ل ممّن ینقلب علی عقبیه، و ان کا نت لکبیرة ا لّا علی الذین هدی الله ،و ما کا ن الله لیضیع ایما نکم، انّ الله بالنّاس لرؤف رحیم۔

(فر ما یا اللہ تعالی نے سورہ بقرہ میں، اور نہیں کیا ہم نے قبلہ کو جو تھا تو اس پر، مگر تا کہ جا نیں ہم کون پیروی کرتا ہے رسول کی بعض اس سے کہ پھرا دین با پ دا دوں اپنے پر، اور بے شک تھا قبلہ سے پھرنا ان پر سخت، مگر ان لوگوں پر نہ تھا سخت کہ ہدایت کیا ان کو اللہ تعالی نے اور نہیں اللہ تعالی ضائع کرتا نماز کو ان کی۔ بے شک اللہ آدمیوں کے ساتھ بڑا مہربان رحم والا ہے)۔

عن البراء بن عا زبٍ قا ل: کا ن رسو ل الله ﷺ صلّی نحو بیتِ المقدِسِ ستّة عشر شهراً او سبعة عشر شهراً ،و کا ن رسو ل الله ﷺ یحبّ ان یو جّه الی الکعبة ،فا نز ل الله عزّ و جلّ: قد نری تقلّب وجهك فی السما ء ،فتو جّه نحو الکعبة ،و قال السّفهاء من النّاس، و هم الیهود ،و ما ولّاهم عن قبلتهم التی کا نوا علیها ، قل لله المشرق و المغر ب ۔ یهدی من یشا ء الی صرا ط مستقیم (بقره :۱٤۲)، فصلّی مع النّبیّ ر جل ثمّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرج بعد ما صلّی، فمرّ علی قو مٍ من الا نصار فی صلوۃِ العصر یصلّو ن نحو بیتِ المقدس فقا ل: ھو یشھد انّہ صلّی مع رسول اللہ ﷺ و انّہ تو جّہ نحو الکعبۃ۔ فتحرّف القو م حتّی تو جّھوا نحو الکعبۃ ۔ (بخاری حد یث نمبر ۳۹۹)

(روایت ہے حضرت براءؓ بن عازب سے کہا، رسول اللہ ﷺ نماز پڑھی طرف بیت المقدس کے سولہ یا سترہ مہینے، اور تھے رسول اللہ ﷺ دوست رکھتے پھرنے اپنے کا کعبہ کی طرف ۔ اتارا اللہ تعالی نے : تحقیق کہ دیکھا ہم نے پھرنا تیرے چہرے کا طرف آسمان کے ۔ پھر پھیرا حضرت نے منہ اپنا طرف کعبہ کے اور کہا بے وقوفوں نے بعض آدمیوں سے حالانکہ یہود تھے کس نے پھیرا انہوں کو قبلہ ان کے جو تھے اس پر ۔ کہہ تو اللہ تعالی ہی کے واسطے ہے پورب پچھم ۔ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے راہ سیدھی کی طرف ۔ پھر نماز پڑھی نبی ﷺ کے ساتھ ایک مرد نے ۔ پھر نکلا بعد اس کے کہ نماز پڑھی، پھر گذرا قوم پر انصار سے نماز عصر میں، نماز پڑھتے وہ سب بیت المقدس کی طرف ۔ پھر کہا وہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک نماز پڑھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اور بے شک رسول اللہ ﷺ نے منہ پھیرا کعبہ کی طرف ۔ پھر پھری قوم یہاں تک کہ پھرے کعبہ کی طرف ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے ۔ بخاری حدیث نمبر ۳۹۹)۔

(انّ رسو ل اللہ ﷺ لمّا ھا جر الی المد ینۃ، امرہ اللہ ان یستقبل بیت المقدس ففر حت الیھود ۔ فاستقبلھا بضعۃ عشر شھراً و کا ن رسو ل اللہ ﷺ یحبّ قبلۃ ابرا ھیمؑ ، فکا ن ید عوا و ینظر الی السماء ، فا نز ل اللہ : فو لّوا و جو ھکم شطرہ ۔، فا ر تا ب من ذلك الیھود و قا لوا : ما و لّا ھم عن قبلتھم اللتی کا نوا علیھا ۔ فا نز ل اللہ : قل للہ المشرق و المغر ب ، و قا ل : فاینما تو لوا فثم و جہ اللہ (سیاطی ۔لباب النقول فی اسباب النزول طبع ۱۴۱۹ھ)

فیہ شدّۃ اتّباع السّنّۃ للا نصار و غیر اتّباع السّنّۃ الیھود فمن تبع السّنّۃ فقد صلح و من لا ،فقد طلح (اس حدیث میں سخت اتباع سنت کی ہے انصار کے واسطے اور غیر اتباع سنت ہے یہود نابکار کے واسطے، پھر جس نے پیروی سنت کی کی پھر بیشک بہتری پائی، اور جس نے نہ پیروی کی سنت کی کہتری پائی)

عن ابی ھر یرۃ عن رسو ل اللہ ﷺ انہ قا ل من اطا عنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقد اطاع الله ومن عصا نی فقد عصی الله ۔الخ ۔ اخر جه مسلم
(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے وہ روایت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ سے ۔ بیشک حضرت ﷺ نے فرمایا جس نے اطاعت کی میری پھر تحقیق اطاعت کی اللہ کی، اور جس نے نافرمانی کی میری بے شک نافرمانی کی اللہ کی ۔ آخر روایت تک)۔

عن جا بر قال قال رسول الله ﷺ اما بعدفا ن خير الحد يث كتا ب الله و خير الهدى هد ى محمدٍ و شرّ ا لا مور محد ثا تها و كل بدعةٍ ضلا لة ا خر جه مسلم ۔ (روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اما بعد: بہتر کلام، کلام اللہ اور بہتر راہ، راہ محمد ﷺ کی ہے اور بدتر کام نئے کاموں کا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے ۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

عن ابی هر يره ان رسو ل الله ﷺ قا ل :كلّ امتی يدخلون الجنة الّا من ابی۔ قا لوا : يا رسو ل الله ،و من يأبی؟ قا ل: من اطاعنی د خل الجنة، و من عصا نی فقد ابی (بخاری ۔۷۲۸۰) (روایت ہے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہر امت میری داخل ہو یں جنت کو مگر جس نے انکار کیا، کہا گیا اور کون ہے کہ انکار کیا ۔ فرمایا جس نے اطاعت کی میری، داخل ہوا وہ جنت کو اور جس نے نافرمانی کی میری، پھر تحقیق انکار کیا)۔

عن جا بر قال جاء ت ملا ئكة الى النّبی ﷺ و هو نائم فقا ل بعضهم : انّه نا ئم و قا ل بعضهم انّ العين نا ئمة و القلب يقظا ن، فقا لوا: انّ لصا حبكم هذا مثلاً ، قا ل فا ضربو له مثلاً ، فقا ل بعضهم: انّه نائم ، و قا ل بعضهم ان العين نا ئمة و القلب يقظا ن ۔

فقا لوا: مثله كمثل رجلٍ بنى داراً و جعل فيها مأدبةً و بعث داعياً ۔فمن اجاب الدا عی د خل الدار، وأكل من المأ د بةِ ،و من لم يجب الداعی لم يد خل الدّار و لم يأ كل المأ د بة۔ فقالوا : اوّ لو ها له يفقهها، فقا ل بعضهم: انه نا ئم، و قا ل بعضهم :انّ العين نا ئمة و القلب يقظا ن، فقا لوا: فالدار: الجنّة ،و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الداعی: محمد ﷺ۔ فمن اطاع محمداً فقد اطاع الله، و من عصی محمداً فقد عصی الله، و محمد فرّق بین الناس۔
(بخاری: حدیث نمبر ۷۲۸۱)

(روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا آئے فرشتے نبی ﷺ کی طرف حالانکہ حضرت سونے والے تھے۔ پھر کہا سب نے بیشک واسطے اس صاحب تمہارے کے مثل ہے پھر بیان کرو تم مثل کو واسطے صاحب اپنے کے۔ کہا بعض ان کے نہ بیشک وہ سونے والا ہے اور کہا بعض ان کے بے بیشک آنکھ سونے والی ہے اور دل جاگنے والا ہے۔ پھر کہا سب نے مثل حضرت کے مانند مثل ایک مرد کے بنایا گھر اور کیا گھر میں کھانا دعوت کا، اور بھیجا ایک بلانے والے کو، پھر جس نے قبول کیا دعوت کرنیوالے کی، داخل ہوا گھر کو اور کھایا کھانے کو۔ اور جس نے نہ قبول کیا دعوت کرنیوالے کی، نہ داخل ہوا گھر کو اور نہ کھایا کھانے کو۔ پھر کہا سب نے بیان کرو تم قصہ کو بوجھے؟ کہا بعض ان کے نے، بیشک یہ سونے والا ہے، اور کہا بعض ان کے نے بیشک آنکھ سونے والی ہے، اور دل جاگنے والا ہے، پھر کہا سب نے گھر جنت ہے اور دعوت کرنے والا محمد ﷺ ہے۔ پھر جس نے اطاعت کی محمد ﷺ کی، تحقیق اطاعت کی اللہ عزوجل کی، اور جس نے نافرمانی کی محمد ﷺ کی اس نے نافرمانی کی اللہ کی، اور محمد ﷺ جدا کرنے والے حق اور باطل کے درمیان آدمیوں کے۔ روایت کیا اس حدیث امام بخاریؒ نے)۔

عن انس قا ل جا ء ثلا ثة رهطٍ الى بيو تِ ازواج النبیّ ﷺ يسألو ن عن عبادة النبیّ ﷺ۔فلما ا خبروا كأ نّهم تقا لّو ها فقا لوا: واين نحن من النّبی ﷺ، قد غفر الله له ما تقدّم من ذنبه و ما تأخّر، فقا ل ا حد هم: امّا انا فا صلّی ا للّيل ابداً۔و قا ل آ خر: انا ا صو م الد هر و لا افطر، و قال آخر: انا اعتزل النّسا ء فلا اتزوّ ج ابداً۔فجا ء اليهم رسو ل الله ﷺ فقا ل: انتم الّذين قلتم كذا و كذا، اما و اللّه انّی لا خشا كم لله و اتقا كم له، لكنّی ا صو م و افطر، و اصلّی و ار قد، و اتز وّج النّساء، فمن ر غب عن سنّتی فليس منّی۔ متفق عليه (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا آئیں تین جماعت بی بیاں (خواتین) نبی ﷺ کی طرف پوچھتے عبادت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ سے۔ پھر جب خبر دی گئی عبادت سے، گویا کہ انہوں نے تھوڑی جانی عبادت نبی ﷺ کی پھر کہا سب نے کہاں مرتبہ ہمارا مقابلہ مرتبہ نبی ﷺ سے، حالانکہ تحقیق کہ بخشا اللہ تعالی نے گناہ میں اگلے اور پچھلے حضرت کے، پھر کہا ایک ان کے نے ہم نماز پڑھیں گے رات کو ہمیشہ اور دوسرے نے کہا ہم روزہ رکھیں گے دن کو ہمیشہ اور نہ افطار کریں گے ہم، اور کہا اور نے کنارہ کر یں گے ہم عورتوں سے پھر نہ نکاح کریں گے ہمیشہ کو۔ پھر آئے نبی ﷺ ان سب کی طرف۔ پھر فرمایا تم وہی ہو کہ کہا تم نے ایسا ایسا۔ آگاہ ہو، قسم ہے اللہ کی میں بڑا ڈرنے والا اور پرہیز کر نے والا اللہ کے واسطے ہوں، لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار کرتا ہوں، اور نماز پڑھتا ہوں، اور سوتا ہوں، اور نکاح کرتا ہوں عورتوں کا۔ پھر جس نے بے رغبتی کی میری سنت سے پھر وہ نہیں ہے طریقہ میرے سے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۰۶۳)

ف۔ خلاف پیغمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

عن ابی موسی عن النبی ﷺ قا ل :انّما مثلی و مثل ما بعثنی الله تعا لی به کمثل رجلٍ اتی قو ماً فقال: یا قو م انّی رأیت الجیش بعینیّ، و انّی انا النذ یر العر یا ن ، فا لنّجاء۔ فا طاعه طا ئفة من قو مه فادلجوا فا نطلقوا علی مهلهم فنجوا ،وکذّبت طا ئفة مّنهم فاصبحوا مکا نهم، فصبّحهم الجیش فا هلکهم و اجتاحهم، فذ لك مثل من اطاعنی فا تّبع ما جئت به، و مثل من عصا نی و کذّب بماجئت به من الحق۔ متفق علیه ۔

(روایت ہے حضرت ابوموسی اشعریؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مثل میرے اور مثل اس کے کہ بھیجا اللہ تعالی نے ساتھ اس کے مانند مثل ایک مرد کے کہ آیا ایک قوم کو پھر کہا اے قوم میری نے بیشک دیکھا میں نے ایک لشکر کو ساتھ دونوں آنکھوں کے اپنے کے اور میں ڈرانیوالا ننگا (عریان) ہوں پھر جلدی کرو تم نجات کی طرف۔ پھر اطاعت کی اس کی ایک جماعت نے نے قوم اس کی سے پھر چلے رات کو آہستگی سے پھر نجات پائی، اور جھٹلایا ایک جماعت نے ان میں سے پھر صبح کیا جگہ اپنی پر پھر لیا ان کو صبح کے وقت لشکر نے پھر ہلاک کیا اس نے۔ پھر یہ مثل اس کی ہے جس نے اطاعت کی میری پھر پیروی کی اس کو جس کو لایا میں اور مثل اس کے جس نے نافرمانی کی میری اس کی کہ لایا میں اس کو حق سے ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ بخاری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نمبر ۶۴۸۲)۔

معنی انا النذ یر العر یا ن کا نت عا د ۃ العر ب اذا رأی الجیش یجنبی للهب یغری الثو ب و یا خذہ بیدہ و یعلوہ و یدور علی رأسہ و یجیء علی قو مہ و یعلمها من الجیش الذی تجیء للنهك (معنی انا النذ یر العر یا ن کے تھے عادت عرب کی جب دیکھے لشکر کو جو آوے واسطے لوٹ کے اتارتا کپڑا اور لیتا اس کو ہاتھ میں اپنے اور اونچا کرتا اس کو اور گھماتا اس کو سر پر اور آتا قوم پر اپنی اور خبردار کرتا قوم کو لشکر سے جو آتے واسطے لوٹ کے)

الآن انظروا الی ما کفروا فیه و هو عصیا ن الله و رسو له بمحبة ا لآ باء و الا مها ت و الدراری و غیر هم کا بی طا لب قا ل اخترت النار با لعار و هکذا کفروا فی محبّة المذا هب الاربعة التی جعلها الاحبار و صنفوا للتا ئید کتاب العقول و هنّ کتب الفقه و الاصول کا لتو ضیح و الوقا یة و التلویح و الهدا یة و علی مسا ئلها قیاس افترانی(و الدورا ن)... و الاستقراء و التمثیل و الدو زان و برهان لمیّ و انیّ و هکذا کفروا فی محبة الطرا ئق ا لار بعة التی صنعها .... و فیها مرا قبة برزخی و ذکر منشا ریّ و اسدیّ وو جد رقّاصیّ علی الدّفو ف و الطنا بیر و البرا بط و کشف تد عی غیباً و هو خا صة الله و ان قا ل اهل کشا فٍ و جفارٍ و ر مّا لٍ و کها نٍ صا دقةً کان او کا ذ بةً و هو خلا ف الله و رسو له فلا تطعهم لانّ و حیّ الر سول و الها مه ﷺ لنا دین یهبّة و کلامهم مز خرف مموکهة و فی الناس کثیر یحبّ بعض شعر الجا می و الحا فظ و بعض مثنوی النظا می و السعدی و بعض ید ما وت؟ الملك و شعر التلسی و الکبیر او لئك کلهم یذ هبون مذ هب الصغیر؟ لانّ القرآن و تفا سیره کتفسیر البخاری و التر مذی و الحا کم و السیو طی و ابن عباس و نحوه و لا بیضاوی لانّ فیه حد یثاً و ضعیاً و لا کشا ف لانّ مصنفه معتز لیّ و نحو هما یهدی الی الجنان و غیره یصل الی النیران و کتب الا حا دیث کصحیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البخاری و مسلم و الترمذی و ابی داؤد و النسائی و ابن ماجه و ابن خزیمه و ابن حبان و المستدرك و مسند ابی عوانه و السنن الکبیر و الدارمی و الدار قطنی و البهیقی و الموطا و مسند احمد و فیه بضع و سبع مأة الف حدیث ونحوه یرشد الی دار الثواب لانّ کلام الله و کلام الرسول یقینی و المضمرات و النوادر و النهایة و المحیط و الخلاصة یدخل الی دار العقاب لانّ کلام الناس عقلیّ

(اب دیکھو تم طرف اس کے کہ کافر ہوئے اس میں اور وہ نافرمانی کرنا اللہ تعالی کی اور رسول اس کے کی بسبب محبت باپ دادوں کے اور ماں دادی کے اور غیر انہوں کے جیسے برادری اور استاد اور پیر مانند ابو طالب کے کہا اس نے اختیار کیا میں نے دوزخ کو بسبب شرم کے اور اسی طرح کافر ہوئے محبت مذہب اربعہ میں کہ ٹھہرا لیا اس کو مولویوں نے اور تصنیف کیا واسطے تائید مذہب کے کتابیں عقل کی اور وہ کتابیں فقہ اور اصول کی ہیں جیسے توضیح و وقایہ کے اور تلویح اور ہدایہ کے اور مسائل پر اس کے قیاس اقترانی ہے اور استثنائی ہے اور استقراء اور تمثیل ہے اور دوران اور برہان لمّی اور انّی ہے اور اسی طرح سے کافر ہوئے محبت طریقہ اربعہ میں جیسے چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و مجددیہ کہ بنا لیا اس کو درویشوں نے اور اس میں مراقبہ برزخی ہے اور ذکر منشاری ہے اور اسدی ہے اور وجد ناچنے کا ہے دھن پر اور طنبوروں پر اور بربطوں پر اور کشف ہے کہ دعوی کیا جاوے اس سے غیب کا اور وہ خاصہ اللہ کا ہے اور اگر کہیں کشف والے اور جفر والے اور رمل والے اور کہانت والے سچے ہوں یا جھوٹے ہوں حالانکہ وہ خلاف اللہ اور رسول اللہ کے ہے پھر مت پیروی کرتو انہوں کی اس واسطے کہ وحی رسول کے اور الہام رسول کا واسطے ہم سبھوں کے دین روشن ہے اور کلام انہوں کا جھوٹ اور باطل ہے اور لوگوں میں بہت ہیں کہ دوست رکھتا ہے بعض ان کا شعر جامی اور حافظ کا اور بعض مثنوی نظامی اور سعدی کا اور بعض دوست رکھتے ہیں پدماوت ملک کو اور دوہہ تلسی اور کبیر کا یہ سب گئے طریقہ خواری کو اس واسطے کہ قرآن اور تفسیر قرآن مانند تفسیر بخاری اور ترمذی کے اور حاکم اور سیوطی و حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے اور مانند اس کے، اور نہ بیضاوی اس واسطے کہ اس میں حدیثیں وضعی ہیں اور نہ کشاف اس واسطے کہ بے شک مصنف اس کا معتزلی ہے اور مانند ان دونوں کے، راہ دکھلاویں بہشتوں کی طرف اور سوائے ان کے داخل کریں دوزخوں کی طرف اور کتابیں حدیث کی جیسے صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و ابی داؤد اور نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان و مستدرک و ابی عوانہ اور سنن کبیر و دارمی و دار قطنی و بیہقی و موطا مالک و مسند امام احمد اور اس میں کئی اور سات لاکھ حدیث ہے اور مانند اس کے دیکھاویں گھر ثواب کی طرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس واسطے کہ کلام اللہ اور کلام رسول یقینی ہے اور مضمرات ونوادر ونہایہ ومحیط وخلاصہ داخل کریں گھر عذاب کی طرف اس واسطے کہ کلام آدمیوں کا عقلی ہے)۔

عن انس قال قال رسول الله ﷺ من احیا سنّتی فقد احیا نی و من احیانی کان معی۔ اخر جه القا ضی فی الشفاء و زاد الترمذی فی الجنّة

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے زندہ کیا سنت میری کو، اس نے جلایا (زندہ کیا) مجھے، اور جس نے جلایا مجھے، ہوگا میرے ساتھ ۔ روایت کی اس حدیث کو قاضیؒ نے شفا میں اور زیادہ کیا امام ترمذیؒ نے فی الجنة، کہ جنت میں)

(حدیث سنن ترمذی یوں ہے:

عن علی بن زید، عن سعید بن المسیّب قال : قا ل انس بن ما لك : قا ل لی رسو ل الله ﷺ : یا بنیّ ان قدرت ان تصبح و تمسِی لیس فی قلبك غِشّ لاحدٍ فافعل ، ثمّ قا ل لی : یا بنیّ و ذلك من سنّتی ، و من ا حیا سنّتی فقد احبّنی، و من ا حبّنی کا ن معی فی الجنّة ۔سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۶۷۸)

(عن کثیر بن عبد الله(هو ابن عمرو بن عوف) عن ابیه ، عن جدّه،انّ النّبی ﷺ قا ل لبلا ل بن الحارث: اعلم ۔ قا ل: اعلم یا رسو ل الله ۔ قا ل : انّه من ا حیا سنّة من سنّتی قد امِیتت بعدی فانّ له من ا لا جر مثل من عمِل بها من غیر ان ینقص من اجو ر هم شیئاً، و منِ ابتدع بدعة ضلا لةٍ لا یرضاها الله و رسو له کا ن علیه مثل آ ثا م من عمِل بها لا ینقص ذلك من اوزار الناس شیئاً ۔سنن ترمذی حدیث نمبر ۲۶۷۷)

قا ل تعا لی فی سورة الصّف: یا ایّها الّذین آمنوا لِم تقو لون ما لا تفعلو ن۔ کبر مقتاً عند الله ان تقو لوا ما لا تفعلو ن (صف ۲۔۳) (فرمایا اللہ نے سورہ صف میں اے لوگو ایمان لاتے ہو، کس واسطے کہتے ہو تم اس کو کہ نہیں کرتے ہو تم، بڑی ہے برائی اللہ کے پاس وہ کہ کہتے ہو تم اسکو کہ نہیں کرتے ہو تم اس کو)۔

عن اسا مة قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ یقول:یجاء با لر جل یو م القیا مة فیلقی فی النار، فتند لق اقتا به فی النار فیدور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كما يدور ا لحمار بر حاه، فيجتمع اهل النار عليه، فيقو لو ن: اى فلا نا ما شأ نك. اليس تأ مر نا بالمعرو ف و ننها نا عن المنكر۔ قا ل كنت امر كم با لمعروف و لا آ تيه، و انها كم عن المنكر و آ ته۔ متفق عليه (روایت ہے حضرت اسامہؓ سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے لایا جاوے ایک مرد قیامت کے دن پھر ڈالا جائے دوزخ میں نکالے جاویں انتڑیاں اس کی دوزخ میں پھر پھرے انتڑیاں جیسا کہ پھرے گدھا ساتھ چکی اپنی کے پھر اکٹھا ہو ویں دوزخی اس پر پھر کہیں اے فلا نے کیا حال ہے تیرا آ یا نہیں کرتا تھا حکم ہمیں ساتھ شرع کے اور منع کرتا تھا ہمیں خلاف شرع سے۔ کہے تھا میں حکم کرتا تم کو ساتھ شرع کے اور نہ آ تا میں حکم شرع کو اور منع کرتا میں تم کو خلاف شرع سے اور آ تا میں خلاف شرع کو)۔

قا ل الله تعا لى فى سورة مر يم :

فخلف من بعد هم خلف اضاعوا الصلوة و اتّبعوا الشهوا ت فسو ف يلقو ن غيّاً۔ (مریم:۶۰)

(فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ مریم میں: پھر باقی رہی پیچھے نبیوں کے اور اصحاب نبیوں کے اولاد بد، چھوڑ دیا نماز کو اور پیروی کی خواہشیں نفس اپنے کی پھر قریب ہے کہ پڑیں نالی دوزخ کو)

(تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: تر كوا الصلوة المفرو ضة ، و قال ابن مسعود و ابرا هيم: اخّرو ها عن وقتها۔ و قا ل سعيد بن المسيّب : هو ان لا يصلى الظهر حتى يأتى العصر و لا العصر حتى تغر ب الشمس)۔

عن عبد الله بن مسعودانّ رسو ل الله ﷺ قا ل ما من نبى بعثه الله فى امةٍ قبل الّا كا ن له من امته حواريو ن و اصحا ب يا خذ و ن بسنته و يقتدو ن با مره ثم انها تخلف من بعدهم خلو ف يقو لون ما لا يفعلون و يفعلون ما لا يؤمرو ن فمن جاهد هم بيده فهو مومن و من جا هد هم بلسا نه فهو مومن و من جا هد هم بقلبه فهو مو من و ليس وراء ذ لك من الا يما ن حبّة خردلٍ۔ ا خر جه مسلم (روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں کسی نبی سے کہ بھیجا اس کو اللہ تعالیٰ نے ایک امت میں آگے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے مگر تھی واسطے نبی کے اس کی سے مدد گار اور اصحاب لیتے اور سب سنت نبی اپنے کی پیروی کرتے ساتھ حکم نبی اپنے کے پھر بے شک آئی پیچھے ان کے سے اولاد بری کہنے کوئی بات نہ کرتے اور کرتے اس چیز کو کہ نہ حکم کئے گئے واسطے اس کے پھر جس نے جہاد کیا انہوں نے ساتھ ہاتھ اپنے کے پھر وہ مومن ہے اور جس نے جہاد کیا انہوں سے ساتھ ہاتھ اپنے کے وہی مومن ہے اور جس نے جہاد کیا ان کو دل سے اپنے پھر وہی مومن ہے اور نہیں ہے ورے اس کے ایمان سے برابر ایک دانہ رائی کے۔ روایت کیا اس کو امام مسلمؒ نے)۔

عن زيد بن ارقم: قا لت الا نصار: يا رسو ل الله لكل نبى اتّباع، و انّا قد اتّبعنا ك فادع الله ان يجعل اتبا عنا منّا، فدعا به۔ (بخاری:۳۷۸۷) (روایت ہے حضرت زیدؓ بن ارقم سے کہا، کہا انصار نے یا رسول اللہ ﷺ ہر نبی کے واسطے پیروی کرنے والے ہیں اور بے شک پیروی کی ہم نے تیری پھر دعا مانگ تو اللہ تعالیٰ کو کہ کرے پیروی کرنے ہماری کو ہم سے۔ پھر دعا مانگی حضرت ﷺ نے ساتھ اس کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے)

كا نت ا لآ ئمة يستبشرو ن ا لا مناء من اهل العلم فى ا لا مور المبا حة ليا خذوا باسهلها و اذا و ضح الكتا ب و السنة لم يتعدوه الى غير ه اقتداءً با لنبى ﷺ ا خر جه البخارى ۔

(تھے سب امام مشورہ لیتے امتیوں کو اہل علم سے امور مباحثہ میں تا کہ لیویں آسان تر کاموں کا پھر جب ظاہر ہوتا قرآن اور حدیث تجاوز نہ کیا انہوں نے اس کو طرف غیر اپنے کے اقتداء کرنے کے ساتھ نبی ﷺ کے روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے)۔

بخارى با ب ا لاقتداء بسنن رسو ل الله ﷺ و قو ل الله تعا لى : و ا جعلنا للمتقين اما ماً (الفرقان : ٧٤) قا ل : ائمة نقتدى بمن قبلنا و يقتدى بنا من بعد نا ۔

قا ل ابن عون ثلا ث ا حِبّهن لنفسى و لاخوا نى: هذهِ السّنة ان يتعلّموها و يسألوا عنها، و القرآن ان يتفهمو ه و يسألوا الناس عنه، و يد عوا الناس ا لّا من خيرٍ۔ ا خر جه البخا رى ۔

(کہا ابن عون نے تین چیز ہے کہ دوست رکھتا ہوں میں ان کو واسطے نفس اپنے کے اور واسطے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی اپنے کے اس سنت کو یہ کہ سیکھیں اس کو اور پوچھیں اس سے اور قرآن کو یہ کہ بوجھیں اس کو اور پوچھیں اس سے اور چھوڑیں لوگوں کو مگر نیک بات۔ روایت کی اس کو امام بخاریؒ نے)

عن ابن مسعو یقول فی السنة خیر من ا لا جتها د فی البد عة و قا ل ابن عمر صلوة السفر ر کعتا ن من خا لف السنة فقد کفر اخر جهما القا ضی فی الشفا ء (روایت ہے ابن مسعودؓ سے کہتے ہیں سنت میں بہتر ہے اجتہاد کرنے سے بدعت میں اور کہا حضرت ابن عمرؓ نے نماز سفر کی دو رکعت ہے جس نے خلاف کیا سنت کو پھر تحقیق کافر ہوا۔ روایت کیا دونوں کو قاضیؒ نے شفا میں)۔

قا ل الله تعا لی فی سورة المجا دله:

لا تجد قو ماً یّؤمنون با لله و الیوم ا لآخر یوآدّو ن من حآدّ الله و رسوله و لو کانوا آ با ئهم او ابنا ء هم او اخوانهم او عشیرتهم، او لئك کتب فی قلو بهم الایما ن و ایّد هم بروح منه و ید خِلهم جنا تٍ تجری من تحتها الا نهار خالدین فیها رضی الله عنهم و رضوا عنه، او لئك حزب الله، الا انّ حزب الله هم المفلحون۔ (مجادلہ:۲۰)

(اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے، گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے کنبہ (قبیلے) کے (عزیز) ہی کیوں نہ ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کو لکھ دیا ہے اور جن کی تائید اپنی روح سے کی ہے، اور جنہیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہ خدائی لشکر ہے، آگاہ رہو بے شک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب ہونگے۔ ترجمہ محمد جونا گڈھی)

عن انس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ لا یؤ من ا حد کم حتی اکون احبّ الیه من وا لده وو لده والناس اجمعین۔ متفق علیه

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، نہ ایمان لاوے ایک تمہارا یہاں تک کہ ہووں میں دوست تر اسکی طرف باپ اسکے سے اور بیٹا اس کے سے اور سارے آدمی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے۔ بخاری حدیث نمبر ۱۵)

عن انس قال قال رسول الله ثلاث من كنّ فيه و جد حلاوة الايما ن: ان يكو ن الله و رسو له احب اليه مما سوا هما، و ان يحب المر ء لا خيه لا يحبّه الا لله، وان يكره ان يعود فى الكفر كما يكره ان يقذ ف فى النار(بخارى حد يث نمبر ١٦)

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ تین خصلت ہیں جو کہ ہوں وہ خصلتیں اس میں پاوے بسبب اس کے شیرینی ایمان کی جو کہ ہو اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ دوست تر اس کی طرف اس سے کہ سوا ان دونوں کے ہے اور جو کہ دوست رکھے ایک بندہ کو نہیں دوست رکھتا اس کو مگر اللہ تعالی ہی کے واسطے اور جو کہ مکروہ جانے پھرنا کفر میں پیچھے اسکے کہ چھوڑایا اس کو اللہ تعالی نے کفر سے جیسا کہ مکروہ جانتا ہے گرنے کو آگ میں۔ یہ روایت ہے متفق علیہ)

(عن انس عن النبی ﷺ قا ل : ثلا ث من كنّ فيه و جد حلا و ة ا لا يما ن : من كا ن الله و رسو له ا حبّ اليه ممّا سوا هما ۔ و من ا حبّ عبداً لا يحبّه الّا لله۔ و من يكره ان يعود فى الكفر بعد اذ انقذه الله كما يكر ه ان يلقى فى النار ۔صحيح بخا رى حد يث نمبر ٢١)

عن ابى هريرة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ و الذى نفس محمد ﷺ بيده لا يسمع فى احدٍ من هذه ا لا مة يهودىّ و لانصرا نىّ ثم يمو ت و لم يو من بالذى ار سلت به ا لا كا ن من ا صحا ب النار۔ ا خر جه مسلم ۔(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم اس کی ذات کی کہ جان محمد ﷺ کی ہاتھ میں اس کے ہے نہ سنا کسی نے اس امت سے یہودی اور نہ نصرانی پھر مرے اور نہ ایمان لایا ساتھ اس کے کہ بھیجا گیا میں ساتھ اس کے مگر ہے اصحاب دوزخ سے روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

عن ابى موسى قا ل قال رسو ل الله ﷺ : ان مثل ما بعثنى الله به من الهدى و العلم كمثل الغيث الكثير ا صا ب ار ضاً فكا نت منها طا ئفة طيبة قبلت الماء فا تبنت الكلاء و الوثب الكثيرة و كا نت منها اعادب امسكت الماء فتنفع الله بها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس فشر بوا و سقوا و زرعوا و اصا ب منها طا ئفة ا خری انما هی فیعا ب لا تمسك ما ء و لا تنبت کلا ءً فذ لك مثل من فقه فی دین الله و نفعه ما بعثنی الله به فعلم و علّم و مثل من لم یر فع بذ لك راساً و لم یقبل هدی الله الذی ار سلت به۔ متفق علیه ۔

(روایت ہے حضرت ابوموسیٰؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مثل اس کی کہ بھیجا مجھے اللہ تعالی نے ساتھ اس کے ہدایت اور علم سے مانند مینہ بہت کے ہے پہنچا زمین کو پھر تھے بعض اس سے ایک ٹکڑا پاک قبول کیا اس نے پانی کو پھر جمایا سبزہ کو اور گھاس بہت اور تھے بعض اس سے زمین سخت بند رکھا اس نے پانی کو پھر نفع دیا اللہ تعالی نے اس سے لوگوں کو پھر پیا اور سینچا اور زراعت کی اور پہنچا اس سے ٹکڑا دوسرے کو وہ زمین پٹ پر ہے نہ بند کیا پانی کو اور نہ جمایا سبزہ کو، پھر یہ مثل اس کی بوجھا (سمجھ بوجھ) دین اللہ میں اور نفع دیا اس کو بھیجا اللہ تعالی نے مجھے ساتھ اس کے پھر سیکھا اور سکھلایا اور مثل اس کے کہ نہ اٹھا ساتھ اس کے سر کو اور نہ قبول کیا ہدایت اللہ کو جو بھیجا گیا میں ساتھ اس کے۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)۔

عن عبد الله بن یز ید ، عن عبد الله بن عمرٍ قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ لیا تینّ علی امّتی ما اتی علی بنی اسرا ئیل حذ و النّعل بالنّعل حتّی ان کا ن منهم من اتی امّه علا نیةً لکا ن فی امّتی من یّصنع ذ لك، و انّ بنی اسرا ئیل تفرّ قت علی ثِنتین و سبعین ملّةً ،وتفترِق امتی علی ثلاثٍ و سبعین ملةً کلهم فی النارِ ا لّا ملةً وا حدةً۔ قال: و من هی یا رسو ل الله ﷺ ،قا ل: ما انا علیه و اصحا بی۔ (سنن الترمذی حدیث نمبر ۲٦٤١)

(روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، البتہ آوے گا امت پر میری جیسا کہ آیا بنی اسرائیل پر اندازہ برابر ہونے جوتے کا ساتھ جوتے دوسرے کے، یہاں تک کہ ہووے بعض ان میں سے وہ کوئی کہ صحبت کی اپنی ماں کو علانیہ البتہ ہوگا امت عین میری وہ کوئی کہ کیا اس بات کو اپنی ماں کے ساتھ، اور بیشک بنی اسرائیل جدا ہوئے بہتر (۷۲) مذہب پر اور جدا ہوگی امت میری تہتر (۷۳) مذہب پر سب یہ دوزخی ہیں مگر ایک نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوزخی۔ کہا، کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا، وہ کہ میں اس پر ہوں اور اصحابی میرے اس پر۔ روایت کی اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)۔

قا ل الله تعا لى فى سورة النساء: فلا و ربّك لا يؤ منو ن حتى يحكّمو ك فيما شجر بينهم ثمّ لا يجدوا فى انفسهم حر جاً ممّا قضيت و يسلّموا تسليماً۔(النساء:٦٥)

(قسم ہے تیرے پروردگار کی، یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمان برداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ ترجمہ محمد جونا گڈھی)

نزو لها هكذا:

عن عروة قا ل : خا صم الز بير ر جلاً من ا لا نصارفى شريجٍ من الحرّ ةِ ۔ فقا ل النبى ﷺ : اسقِ يا زبير، ثمّ ارسِلِ الماء الى جا رك۔ فقا ل الا نصارىّ: يا رسو ل الله ، أن كا ن ابن عمتك ؟ فتلوّن و جهه ثم قا ل: اسقِ يا زبير ثم ا حبِسِ الماء حتّى ير جِع الى الجدر، ثمّ ارسِل الماء الى جا ر ك ، واستو عى النبىّ ﷺ للزّبير حقّه فى صريح الحكم حين أحفظه ا لا نصا رى، و كا ن اشار عليهما بأمرٍ لهما فيه سعة۔ قا ل الز بير: فما ا حسب هذه ا لآ ياتِ الّا نز لت فى ذلك(فلا و ربّك لا يؤ منون حتّى يحكّمو ك فيما شجر بينهم)۔ (صحيح بخارى ۔ حد يث نمبر ٤٥٨٥)۔

(بیشک ایک مرد انصار سے جھگڑا ہوا حضرت زبیرؓ کا پانی میں جو کہ سینچنے ساتھ اس کے پیڑ کھجوروں کا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کے واسطے سینچ اے زبیر پھر چھوڑ پانی کو پڑوسی کی طرف اپنے۔ پھر کہا انصاری نے، زبیرؓ بیٹا پھوپھی آپ کی کا۔ پھر متغیر ہوا منہ رسول اللہ ﷺ کا، فرمایا سینچ تو اے زبیرؓ پھر بند رکھ پانی کو تا کہ ہووے پانی جدار تک ....کہا زبیرؓ نے معلوم کیا میں نے یہ آیت اتری اسی بات میں فلا و ربك.. الخ)۔

(سنن ابن ماجہ میں روایت ہے: عن عروة بن الز بير انّ عبد الله بن الز بير

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدّثه : انّ ر جلاً من الا نصار خا صم الز بير عند رسو ل الله ﷺ فی شرا ج الحرّةِ التی یسقون بها النخل ۔ فقا ل ا لا نصاری سرِّح الماء یمرّ ۔فأبی علیه ، فا ختصما عند رسو ل الله ﷺ ۔ فقا ل رسو ل الله ﷺ : اسق یا زبیر ، ثم ارسِل الماء الی جا ر ك۔ فغضِب الا نصاری ، فقا ل : یا رسو ل الله ﷺ ان کا ن ابن عمّتك؟ فتلوّن و جه رسو ل الله ﷺ ثم قا ل : یا زبیر ، اسق، ثم ا حبس الماء حتّی یر جع الی الجدر۔ قا ل : فقا ل الز بیر : و الله انی لا حسب هذه ا لا یة نز لت فی ذلك. (فلا و ر بك .. النساء :۶۵۔)

و فی روا یةٍ ا خری عن ابن عباس:

انّ منا فقاً خا صم یهو دیاً فد عاه الیهودی الی رسول الله ﷺ و دعا المنافق الی کعب بن ا لا شرف ثم انهما ا حتکما الی رسو ل الله ﷺفحکم للیهودی فلم یر ض المنا فق و قا ل تعال ننحا کم الی عمر۔ فقا ل الیهودی لعمر قضی الی رسو ل الله ﷺ فلم یر ض بقضا ء ه ،و خا صم الیك فقا ل عمر للمنافق و کذا لك قا ل نعم فقا ل مکا نکما حتی ا خر ج الیکما فد خل فا خذ سیفه ثم خر ج فضر ب عنق المنا فق حتی یرد و قا ل هکذا اقضی لمن یعرض ؟ بقضا ء الله و رسو له فنز لت فقا ل جبر یل ان عمر قد فر ق بین الحق و البا طل فسمّی الفاروق ا خر جه السیو طی ، کذ لك ایضاً کعب بن الا شرف کا ن یهو دیاً یحق البا طل و یبطل الحق یر تعی؟ کما کمحافظی دفا تر النصاری و یسبّ النبی ﷺ کما ابن خطلٍ و امر أة ا لا عمی فکلهم قد قتلوا لذ لك

(اور روایت دوسری ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک:

لڑا ایک منا فق، یہودی کو۔ پھر بلا یا یہودی نے اس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اور بلا یا منا فق نے اس کو کعب بن اشرف کی طرف پھر بے شک لے گئے یہ دونوں حکم کو رسول اللہ ﷺ کی طرف پھر حکم کیا واسطے یہودی کے پھر نہ راضی ہوا منا فق اور کہا آ ؤ تو حکم لے چلیں ہم حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ کی طرف پھر کہا یہودی نے حضرت عمرؓ کے واسطے حکم کیا واسطے میرے رسول اللہ ﷺ نے پھر نہ راضی ہوا ساتھ حکم رسول اللہ ﷺ اور جھگڑا لایا تمہاری طرف ۔ پھر کہا حضرت عمرؓ نے منافق کے واسطے اور ایسی ہی ہے کہا منافق نے ہاں ، پھر کہا حضرت عمرؓ نے ٹھہرو تم دونوں یہاں تک کہ آؤ میں تم دونوں کی طرف پھر داخل ہوئے گھر میں پھر لیا تلوار کو پھر نکلے پھر ماری گردن منافق کی یہاں تک کہ مرا ، کہا حضرت عمرؓ نے ایسے ہی حکم کرتا ہوں میں اس کے واسطے کہ نہ راضی ہوا ساتھ حکم اللہ کے اور حکم رسول اس کے کے پھر اتری یہ آیت اعنی : فلا و ر بك .. الخ ۔ پھر کہا جبریل نے بے شک عمرؓ نے جدا کیا درمیاں حق اور باطل کے پھر نام رکھے گئے عمر فاروق روایت کیا اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے اسی طرح یہی کعب بن اشرف تھا یہودی ثابت کرتا تھا باطل کو اور باطل کرتا تھا حق کو اور رشوت لیتا مانند سب محافظ دفتر کچہری نصاری کے اور گالی دیتا نبی ﷺ کو جیسا کہ گالی دیتا تھا ابن خطل اور بی بی اندھی کے پھر تینوں مارے گئے بسبب گالی دینے کے حکم رسول اللہ ﷺ سے)

(معالم التنزیل میں امام بغوی نے اس آیت کریمہ کے تحت لکھا ہے : و قال مجاھد و الشعبی : نزلت فی بشر المنافق و الیھودی اللّذین اختصما الی عمرؓ ۔ قوله : (فلا)، ای: لیس الامر کما یزعمون انھم مؤمنون ثم لا یرضون بحکمك ، ثم استأنف القسم ،(و ربك لا یومنون) ، و یجوز ان تکون (لا) فی قوله ، (فلا) صلة ، کما فی قوله (فلا اقسم) ، (حتی یحکموك) ، ای یجعلوك حکماً ، (فیما شجر بینھم) ، ای اختلف و اختلط من امورھم و التبس علیھم حکمه، و منه الشجر لا لتِفا فِ اغصانه بعضھا ببعض ، (ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً)، قال مجاھد ، شکّاً ، و قال : غیره ، ضیقاً ۔ (مما قضیت)، و قال الضحاك : اثماً ، ای یأثمون بانکارھم ما قضیت ، (و یسلّموا تسلیماً) ، ای ینقادوا لامرك انقیاداً ۔)۔

و جاء ت الا حادیث الا خری فی باب امر الحق

(اور آئی حدیثیں اور مقدمہ امر حق میں) ۔

عن بریدة قال قال رسول الله ﷺ القضاة ثلاثة اثنان فی النار و واحد فی الجنة ۔ رجل عرف الحق فقضی به فھو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الجنة و ر جل عرف الحق فلم یقض به و جا ر فی الحکم فهو فی النار و ر جل لم یعرف الحق فقضی للناس علی جهلٍ فهو فی النار ا خر جه ا لا ر بعة و صححه الحا کم ۔

(روایت ہے حضرت بریدہؓ سے کہا، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ، فیصلہ کرنے والے تین ہیں، دو دوزخی اور ایک جنتی۔ جس مرد نے پہچانا حق کو پھر فیصلہ کیا اس کے ساتھ وہ جنتی ہے اور جس مرد نے پہچانا حق کو پھر نہ فیصلہ کیا اس کے ساتھ اور ظلم کیا فیصلہ میں پھر وہ دوزخی ہے اور جس مرد نے نہ پہچانا حق کو پھر فیصلہ کیا لوگوں کے واسطے نادانی پر پھر وہ دوزخی ہے ۔ روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ، امام ابوداؤدؒ، امام نسائیؒ و امام ابن ماجہؒ نے اور صحیح کہا اس کو امام حاکمؒ نے)۔

عن جده قا ل با یعنا رسو ل الله ﷺ علی ان نقو ل با لحق انما کنا لا نخا ف فی الله عز و جل لو مة لا ئم ا خر جه مسلم ۔

(روایت ہے دادا اس کے سے کہا بیعت کی ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات پر کہ کہیں ہم حق کو جہاں کہیں ہوویں ہم نہ ڈریں ہم راہ اللہ میں ملامت کرنے والی ملامت سے ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)

عن ابی ذر قا ل قا ل رسول الله ﷺ قل الحق و لو کا ن مرّ ۔ صححه ابن حبا ن (روایت ہے حضرت ابی ذرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہہ تو حق بات کو اگرچہ ہے کڑوی ۔ صحیح کیا اس کو امام ابن حبانؒ نے)

عن ابی سعید ن الخد ری انّ النبی ﷺ قا ل انّ اعظم الجهاد کلمة عدلٍ عند سلطا نٍ جا ئرٍ ا خر جه التر مذی و فی روا یة ابی دا ؤد امیرٍ جا ئرٍ (روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا تحقیق کہ بہت بڑا جہاد ہے بات حق کہنی پاس بادشاہ ظالم کے ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے اور ایک روایت سنن ابی داؤد میں، یا امیر ظالم کے)

ما تبعه فی اتباع سنة رسو ل الله ﷺ و قا ل لا تتبعوا قو لی و فعلی ان کا ن خلاف الله و رسو له

(کیا خوب اتباع حضرت عمرؓ کا اتباع سنت رسول اللہ میں اور کہا مت پیروی کرو تم قول میرے کو اور فعل میرے کو اگر ہووے خلاف اللہ کے اور خلاف رسول کے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا ل ابو بكر لست بمعصو مٍ فا طا عتى عليكم فر ض فى الامور التى توا فق سنة رسو ل الله ﷺ و شر يعة الله ان امرتكم بخلا فهما با لفر ض فلا تقبلوا فا ذنوا بى ا خر جه عبد العزيز فى ا ثنى عشر فى الطعن الثا من

(کہا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہیں ہوں میں معصوم پھر اطاعت کرنا میری تم پر فرض ہے ان کا موں میں جو ہو موا فق سنت رسول اللہ ﷺ کے اور شریعت اللہ کے اگر حکم کروں میں تم کو خلاف دونوں کے بالفرض پھر مت قبول کرو تم حکم میرے کو پھر آ گاہ کرو تم مجھے۔ روایت کیا اس کو عبدالعزیز محدث دہلوی نے اثنا عشر میں طعن آٹھویں میں)

انّ عبد الله بن عمر كتب الى عبد الملك بن مر وا ن ان يبا يعه فكتب اليه بسلم الله الر حمن الر حيم امّا لعبد الملك امير المومنين سلا م عليك فا نى ا حمد اليك الله الذى لا اله ا لّا هو و اقرّ لك بالسمع و الطا عة على سنة الله عز و جل و سنة رسو ل الله فبما استطعت ا خر جه ما لك فى المو طا اتفق السلف الصا لح على قبو ل ا حكا م الخلفاء فيما استطا عوا ما لم يا مروا بالمعصية۔

(بے شک حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے لکھا عبدالملک بن مروان کی طرف بیعت کرے یہ اس کی پھر لکھا اس کی طرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد حمد کے، واسطے عبدالملک امیر المومنین کے سلام علیک پھر بے شک میں حمد کرتا ہوں طرف تیرے اللہ کی جو نہیں ہے معبود برحق سوائے اس کے اور اقرار کرتا ہوں میں واسطے تیرے ساتھ سننے اور اطاعت کے سنت اللہ اور سنت رسول اللہ پر جس میں کہ طاقت رکھوں۔ روایت کیا اس کو مالکؒ نے موطا میں۔ متفق ہوئے سلف صالح قبول کرنے احکام خلفاء کا جس میں طاقت رکھیں جب تک کہ نہ حکم کریں ساتھ معصیت کے)

قا ل الله تعا لى فى سورة آل عمران:

قل ان كنتم تحبّو ن الله فا تّبعو نى يحببكم الله و يغفر لكم ذنو بكم و الله غفور رحيم۔ قل اطيعوا الله و الر سو ل فا ن تو لّوا فا ن الله لا يحب الكا فر ين (کہا اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہہ تو اگر ہو تم دوست رکھتے ہو تم اللہ کے پھر اتباع کرو تم میری، دوست رکھے تم کو اللہ اور بخشے واسطے تمہارے گنا ہوں کو اور اللہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ کہہ تو اطاعت کرو تم اللہ تعالی کی اور رسول کی پھر اگر منہ پھیرا بے شک اللہ نہیں دوست رکھتا ہے کافروں کو)۔

محبة الرسو ل اتبا ع اقا و يله و افا عيله ﷺ كا حكا م الصلوة انه ﷺ ير فع يد يه فيها عند التحريمة و الو ضع و الر فع و عند النّهوضة من العقدة ا لا ولى و يضع يد يه على الحيازيم و اوا مر الز كوة و الصيا م و منا سك الحج و الما كل و المشا ر ب و الملا بس و انه ﷺ يلبس القما ئص و ا لا زار و يكوّر العما ئم و يضع القلا نس و قوا عد البراز و البو ل لم يتبت استطا بة ا لا حجا ر و الميا ه للذ كر و البظر من رسو ل الله و كا ن ابن عباسٍ لم يز ل يبو ل مبا ل رسو ل الله ﷺ حين حيوته ۔

(محبت رسول کی پیروی کرنا باتوں کی اور فعلوں کی ان کے جیسے احکام نماز کے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ اپنے نماز میں نزدیک تحریمہ کے اور جھکانے سر کے اور اٹھانے سر کے اور نزدیک اٹھنے تشہد اول سے اور رکھتے دونوں ہاتھ اپنے سینہ پر، حکم زکوۃ اور روزہ کا اور عبادت حج کی اور کھانے اور پینے اور پہننے کا اور بے شک رسول اللہ ﷺ پہنتے کرتے اور ازار اور باندھتے عمامہ اور رکھتے ٹوپی سر پر اور قاعدہ بیٹھنے اور موتنے کا، ثابت ہوا استنجا پتھر اور پانی کا واسطے پیشاب مرد اور عورت کے رسول اللہ ﷺ اور تھے ابن عباس ہمیشہ پیشاب کرتے جگہ پیشاب کرنے رسول اللہ ﷺ کے جب تک جیتے رہے وہ)

ا لايما ن جز ء ا ن ان تعلم الله الهاً و الرسو ل رسو لاً علم الله هكذا يكو ن ان لا تشر ك به ما عدا ه و علِم الر سولِ كذايصير ان لا نتبع ما سوا ه ا لا وّل التو حيد و خلا فه شر ك و الثا نى اتباع السنة و خلا فه بد عة فمن عبد الرسو ل و الهبل فهو مشر ك و من ا خذ اقولة الصحا بة و ا لا حبار و الر هبا ن عند كو ن السنة فهو مبتدع و من و حّد تو حيد الله و سنّ سنة رسو ل الله و عمل بهما فهو ا فضل من الذى لا يا خذ هما كا الصعا ليك المجا هيل الذين يعبدو ن ا حدا ث الجدود و ما سوا ها يتبدّعو ن بد عةً كصلوة المعا كيس و التراويح و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما صلها ابو بکر و قا لها عمر بد عة و ما صلها عثما ن و علی ا لا کما صلها رسو ل الله ﷺ ثلا ث عشر ر کعة فی اعتکا فه و مجا لس المواليد و يحتجرون؟ ار بعين ليلةً و الذی ما کا ن فی عهد النبی ﷺ فهو بدعة لانّ اقوا ل الصحا بة تدلّ علی ذلك کقو ل عمر نعم البدعة فی الترا ويح ا خر جه البخاری و کقو ل ابن عمر عن مجا هد قال کنت مع ابن عمر فثوّب ؟ ر جل فی الظهر و العصر قا ل ا خر ج بنا فانّ هذه بدعة ا خر جه ابو دا ؤد۔

(ایمان کے دو جزء ہیں یہ کہ جانے تو اللہ کو اللہ اور رسول کو رسول اور جاننا اللہ کا اس طرح ہوتا ہے کہ مت ساجھی کر تو ساتھ اس کے کسی کو کہ سوائے اس کے ہے، اول تو حید ہے اور خلاف اس کا شرک ہے اور ثانی اتباع سنت ہے اور خلاف اس کا بدعت ہے پھر جس نے پوجا رسول کو اور بت کو پھر وہ مشرک ہے اور جس نے لیا اقوال صحابہ کے اور مولویوں کے اور درویشوں کے نزدیک ہونے سنت کے پھر وہ بدعتی ہے اور جس نے جانا تو حید اللہ کی اور جانا سنت رسول کی اور مانا دونوں کو پھر وہ افضل ہے اس سے کہ نہ لیا اس نے دونوں کو مانند درویشوں جاہل کے جو پوجتے ہیں قبریں باپ داداوں کی اور سو اس کے اور کرتے ہیں بدعت مانند معکوس نماز اور تراویح کے اور نہ پڑھا اس کو حضرت ابوبکرؓ نے اور کہا حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت اور نہ پڑھا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے مگر جیسا کہ پڑھا رسول اللہ ﷺ نے تیرہ رکعت اعتکاف میں اپنے اور مولود کرنا اور چلہ نشین ہوتے ہیں اور وہ چیز کہ نہ تھی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں پھر وہ بدعت ہے اس واسطے کہ بے شک قول سب صحابہ دلالت کرتا ہے اس پر جیسے قول حضرت عمرؓ کا نعم البد عة تراویح میں روایت کی اس کو امام بخاریؒ نے اور جیسے قول حضرت ابن عمرؓ کا روایت کا مجاہدؒ سے کہا تھا میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ پھر کہا ایک مرد نے ا لصلوة خير من النو م نماز بہتر ہے نیند سے ظہر میں یا عصر، کہا نکل تو ہمارے ساتھ اس واسطے کہ بیشک یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

عن ابی رافع قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ لالفينّ ا حد کم متکئاً علی ار يکته يا تيه ا لا مر من امری مما امر ت به او نهيت عنه فيقو ل لا ادری ما و جد نا فی کتا ب الله اتبعنا ه ا خر جه احمد و ابو دا ؤد و التر مذی و ابن ما جه و البهيقی فی د لائل النبوة ۔(روایت ہے ابی رافعؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ البتہ پاؤنگا میں ایک تمہارے کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکیہ لگائے ہوئے تخت پر اپنے آوے گا اس کو امر میرے سے اس سے کہ حکم کیا گیا میں ساتھ اس کے یا منع کیا گیا میں اس سے، پھر کہے نہیں جانتا ہوں میں، جو پایا ہم نے قرآن میں پیروی کریں گے ہم اس کی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے اور امام بیہقیؒ نے دلائل النبوۃ میں)۔

فیه الکنا یة من ا لاستکبار و ا لاسترا حة لعدم الخرو ج بطلب علم الحد یث۔ (اس حدیث میں اشارہ ہے غرور کرنے اور آرام لینے سے واسطے اسکے کہ نہ نکلے طلب علم حدیث میں)

عن المقدا م بن معدی کرب عن رسو ل الله ﷺ انّه قا ل : الا ،انّی اوتیت الکتا ب و مثله معه، الا یو شِك رجل شبعان علی اریکته یقول: علیکم بهذا القرآن فما و جد تم فیه من حلالٍ فاحِلّوه و ما وجد تم فیه من حرامٍ فحرّموه۔ الا لا یحل لکم الحمار ا لا هلیّ و لا کل ذی نابٍ من السبع و لا لقطة معا هدٍ الا ان یستغنی عنها صا حبها و من نزل بقومٍ فعلیهم ان یقروه فان لم یقروه فله ان یعقبهم بمثل قراه۔ سنن ابی دا ؤد حد یث نمبر ٤٦٠٤)۔ (روایت ہے مقدامؓ بن معدی کرب سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے خبردار ہو بیشک دیا گیا میں قرآن اور مانند اس کے ساتھ اس کے خبردار رہو قریب ہے مرد آسودہ تخت پر اپنے کہے لازم پکڑو تم ساتھ اس قرآن کے پھر جو کہ پاؤ تم اس میں حلال سے پھر حلال جانو تم اس کو اور جو کہ پاؤ تم اس میں حرام سے پھر حرام جانو تم اس کو، اور حرام کیا رسول اللہ ﷺ نے جیسا کہ حرام کیا اللہ نے، خبردار ہو نہیں حلال ہے تمہارے واسطے گدھا گھر کا اور نہر؟ کچلی والے درندوں سے اور نہ پڑی ہوئی چیزوں کے مگر یہ کہ بے پرواہ ہو اس سے مالک اس کا روایت کیا اس کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

(عن المقدا م بن معدی کر ب، عن رسو ل الله ﷺ قا ل : الا لا یحلّ ذو نابٍ من السباع، و لا الحمار ا لا هلیّ، و لا ا للقطة من ما ل معا هدٍ الا ان یستغنی عنها، و ایّما ر جلٍ ضا ف قو ماً فلم یقروه ، فانّ له ان یعقِبهم بمثل قراه ۔سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۸۰۴

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن خا لد بن الوليد: قا ل غزوت مع رسو ل الله ﷺ خيبر ، فاتتِ اليهود فشكوا ان الناس قد اسرعوا الى حظا ئر هم، فقا ل رسو ل الله ﷺ : ا لا لا تحلّ اموا ل المعا هدين الا بحقّها، و حرا م عليكم حمر ا لا هلية و خيلها و بغالها، و كل ذى نابٍ من السبا ع ، و كل ذى مخلبٍ من الطّير ۔سنن ابو دا ؤد حدیث نمبر ۳۸۰۶)

عن عمرو بن عوف قا ل قال رسول الله ﷺ ان الدين لبا ذر الى الحجاز كما تا ذر الحية الى حجرها و ليعقلن الذين من الحجاز معقل ا لاز و ية من رأس الجبل ان الد ين بدء غر يباً و سيعود غر يباً كما بد ء۔ فطو بى للغر با ء۔ و هم الذ ين يصلحون ما افسد الناس من بعدى من سنتى ا خر جه التر مذى ۔

(روایت ہے حضرت عمروؓ بن عوف سے کہا فر ما یا رسول اللہ ﷺ نے بیشک دین سمٹ جا وے کعبہ و مدینہ کی طرف جیسا کہ سمٹ جا وے سا نپ اپنے بل میں اور البتہ پنا ہ لیویں کعبہ و مدینہ سے ما نند لینے پہاڑی بکری کی سر پہاڑ سے بیشک دین پہلے غریب تھا اور قریب ہے کہ ہووے غریب جیسا کہ پہلے تھا پھر خوشی ہو واسطے غر با ء کے اور وہ جو صلا حیت پر لا ویں گے اس کو کہ کر دیا اس کو لوگوں نے پیچھے میرے سے سنت میری کو ۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذیؒ نے)۔

عن انس ان رسو ل الله كا ن يقو ل لا تشددوا على انفسكم فيشددِ الله عليكم فانّ قو ماً شدّدوا على انفسهم فشدد الله عليهم فتلك بقا يا هم فى الصوا مع و الد يا ر ر هبا نية ابتدعوها ما كتبنا عليهم۔ ا خر جه ابو دا ؤد

(روایت ہے انسؓ سے بیشک رسول اللہ ﷺ تھے فر ما تے مت سختی کرو تم جیوں پر اپنے پھر سختی کرے اللہ تم پر پھر بے شک ایک قو م نے سختی کی اپنے جیوں پر پھر سختی کی اللہ نے انہوں پر پھر یہ بقا یا ہیں عبادت خانے یہود و نصاری میں لیا ر ہبا نیت کو سر نو سے نہیں فرض کیا ہم نے ان پر)۔

ف ۔ راہب اسے کہتے ہیں کہ سوائے عبادت کے واسطے کچھ علاقہ دنیا سے نہ رکھیں

عن غضيف بن الحار ث الثما لى قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ما ا حد ث قو م بد عةً ا لا رفِع مثلها من السنة فتمسك بسنةٍ خير

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من ا حدا ث بد عةٍ ۔ا خر جه ا حمد۔(روایت ہے غضیفؓ بن حارث ثمالی سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا قوم نے بدعت کو مگر اٹھائی جاوے مانند اس کے سنت پھر چنگل مارنا سنت میں بہتر ہے کرنے بدعت سے۔روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ نے)۔

قا ل الله تعا لى فى سورة عمرا ن: و ما محمد ا لّا رسو ل قد خلت من قبله الر سل افأن ما ت او قتل انقلبتم على اعقا بكم و من ينقلب على عقبيه فلن يضرّ الله شيئاً ،سيجزى اللّه الشاكر ين (فرمایا اللہ تعالی نے سورہ عمران میں اور نہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول۔بیشک گذرے آگے اس کے بہت رسول۔پھر اگر مرے یا مارے جاوے، پھرو گے تم اپنے دین اپنے باپ دادوں پر، پھر ہرگز نہ ضرر کرے گا اللہ کا کچھ۔قریب ہے کہ بدلا دیوے اللہ شکر والوں کو)۔

عن ابى هريره قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ تر د علىّ امّتى الحو ض۔ و انا أذود الناس عنه كما يذود الرّ جل عن ابله۔ قا لوا يا نبىّ! الله اتعرفنا۔ قا ل: نعم۔ لكم سيماء ليست لا حدٍ غيركم۔ ترِ دو ن علىّ غرّا محجّلين من آ ثار الو ضوء، و ليصّدنّ عنّى طا ئفة منكم فلا يصِلو ن۔ فا قو ل: يا ربّ! هؤلا ء من اصحا بى۔ فيجيبنى ملك فيقو ل: و هل تد رى ما ا حد ثوا بعد ك۔ (مسلم حدیث نمبر۵۸۳)(روایت ہے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آویں میری امت مجھ پر حوض کوثر پر اور ہٹاؤں میں لوگوں کو ان سے جیسا کہ ہٹاوے مرد اونٹ کا اپنے اونٹ سے۔کہیں اے نبی اللہ ﷺ کے آپا پہچانے گا تو ہم کو فرمایا ہاں واسطے تمہارے ایک پہچان ہے کہ نہیں کسی کو سوائے تمہارے آؤ گے تم ہم پر منہ ہاتھ پر چمکتے اثر وضو سے اور البتہ روکے جاویں ہم سے ایک جماعت تم میں سے پھر نہ پہنچیں گے ہم تک پھر کہوں میں اے رب میرے یہ اصحاب میرے سے ہیں پھر جواب دے ایک فرشتہ پھر کبھی نہیں جانا تو نے کہ کافر؟ ہوئے پیچھے تیرے۔روایت کیا اس حدیث کو مسلمؒ نے)۔

رأيتم كيف و جد تم حا ل ار تداد الصحا بة اللهم ثبت اقدا منا على صرا ط الكتا ب المبين ا حا ديث سيد المر سلين

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ان لا تا خذ فحا ح المحد ثین و مذا هب المبتد عین و ان تاخذ دین المخلصین کا صحا ب نبی العا لمین ابی بکر و عمر و عثما ن و علی و غیر هم آ مین یا رب العا لمین ۔

(دیکھا تم نے کیونکر پایا تم نے حال پھرنے صحابہ کا دین سے۔اے اللہ ثابت رکھ ہمارے پیروں کو راہ کتاب روشن پر اور حدیثیں سید المرسلین پر اور یہ کہ نہ لیویں ہم طریقہ نئی بات نکالنے والے دین میں اور مذہب بدعتوں کا اور یہ کہ لیویں ہم دین خالصوں کا جیسے اصحاب نبی عالم کے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ اور سوا اس کے ایسے ہی جیوا ے رب عالم کے)۔

عن ابی موسی عن النبی ﷺ قا ل ان الله تعا لی اذا اراد رحمة امّةٍ من عباده قبض نبیها قبلها فجعله لها فر طاً و سلفاً بین ید یها و اذا اراد هلکة امةٍ عذّبها و نبیها حیّ فا هلها و هو ینظر فا قر علیه بهلکتها حین کذ بوه و عصوا امره ۔ ا خر جه مسلم ۔ (روایت ہے حضرت ابی موسیٰؓ سے وہ روایت کرتا ہے نبی ﷺ سے فرمایا بے شک اللہ تعالی جب چاہے رحمت امت کا بندوں اپنے سے مارے نبی اس کے کو آگے اس کے پھر کرے نبی کو واسطے امت کے پیشوا سا مان کرنے والا آگے امت کے اور جب چاہے ہلاک کرنے امت کے عذاب میں ڈالے امت کو حالانکہ نبی امت کا جیتا ہے ہلاک کرے امت کو حالانکہ نبی دیکھتا پھر اللہ ٹھنڈک کرے آنکھ نبی کے ساتھ ہلاک کرنے امت کے جب کہ جھٹلایا امت نے نبی کو اور نافرمانی کیا حکم اس کے کو۔روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)

قا ل الله تعا لی فی سورة ا لا حزا ب ، و ما کا ن لمو منٍ و لا مو منةٍ اذا قضی الله و رسو له امراً ان یکو ن لهم الخیرة من امر هم، و من یعص الله و رسو له فقد ضلّ ضلا لًا مبیناً (احزاب :۳۶) (فرمایا اللہ تعالی نے سورہ احزاب میں ،نہیں لائق ہے واسطے مرد مومن اور عورت مومنہ کے جب کہ حکم کرے اللہ تعالی اور رسول، اللہ کا ایک امر کو کہ ہووے انہوں کے واسطے اس میں بہتری کسی کو (یعنی اللہ ورسول کے فیصلے کے بعد کسی شخص کو کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہ جاتا) اور جس نے نافرمانی کی اللہ کی اور اس کے رسول کی پھر تحقیق کہ بھٹکا راہ بھٹکنی ظاہر کر)۔

حینئذ جا ء ت امور الدین و الد نیا علی الرا ئے و القیاس و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاجماع فا ن فوا طأ القر آ ن و ا لا حا ديث هذه الثلثة قبِل و ا لا فلا تقبل مئآ ت ا لآ يه و الو ف الحد يث الصحيح و ان كا ن تعظيمها ان لا تمسها النساء ذا ت الحيض و النفساء و غير هما و يستر بغلا ف مذهّبٍ و نقرء فى يو م ثا لثةٍ و ا لار بعين لا نتزاء رو ح الميت و يو ضع على الاو ثا ن كا لتعزية و المرا قد عند اعرا س ا لا اشبا ح و ا لا سا قدة و يكتب لتسخير النساء و ا لا مراء ،(اس وقت آنے امور دین اور دنیا کے رائے اور قیاس اور اجماع پر پھر اگر موافق ہوا قرآن اور حدیثیں، ان تینوں کو قبول کیا جائے ۔ یہ دونوں اگر موافق نہ ہوں قرآن اور حدیثیں، ان تینوں کو پھر نہ قبول کیا جائے ۔سینکڑوں آیتیں اور ہزاروں حدیثیں صحیح اگر چہ ہے تعظیم قرآن اور حدیث کے یہ کہ نہ چھوئے ان دونوں کو عورتیں حیض والیاں اور زچے والیاں اور سوا ان دونوں کے اور رکھی جائیں قرآن اور حدیث غلاف سنہری میں اور پڑھا جاوے سوم کے دن اور چہلم کے دن واسطے نکالنے روح میت کے اور رکھا جاوے وشنوں پر جیسے تعزیہ اور قبروں پر نزدیک عرس میرا اور استاد کے اور لکھا جاوے واسطے پھنسانے عورتوں اور امیروں کے)۔

و جاء الحد يث فى با ب الشفا عة و الرأ ى ۔

حد ثنى را فع بن خد يج قا ل قد م نبى الله ﷺ المد ينة، و هم يأ بّرو ن النخل ، يقو لون يلقّحو ن النخل۔ فقا ل، ما تصنعو ن۔ قا لوا كنا نصنعه ۔ قا ل، لعلكم لو لم تفعلوا كا ن خيراً ۔فتر كوه ۔فنفضت او قا ل فنقصت۔ قا ل فذ كروا ذلك له فقا ل: انّما انا بشر۔ اذا امرتكم بشىء من دينِكم فخذوا به، و اذا امر تكم بشىء من رأ ى فا نّما انا بشر۔ قا ل عكر مة : أو نحو هذا ۔ قا ل المعقرىّ : فنضت۔ و لم يشك ۔ا خر جه مسلم ۔

(اور آئی حدیث باب سفارش اور رائے میں ۔

حدیث کیا مجھے رافع ؓ بن خدیج نے کہا آئے نبی ﷺ مدینہ کو اور وے پھول نر کھجور کا مادی میں رکھتے ۔ پھر فرمایا حضرت ﷺ نے کیا کرتے ہو تم ۔ کہا، تھے ہم کرتے اس کو آگے سے ۔ فرمایا اگر نہ کرو تم البتہ ہو بہتر ۔ پھر چھوڑا اس کو سب نے ۔ پھر چھڑ گیا پھول اس کا یا ناقص ہو گیا ۔ پھر ذکر کیا رسول اللہ ﷺ سے ، فرمایا میں آدمی ہوں جب حکم کروں میں تم کو ساتھ کسی چیز کے دین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمہارے، پھر لو تم اس کو، اور جب حکم کروں تم کو ساتھ کسی چیز کے رائے سے، پھر میں آدمی ہوں مانند تمہارے۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

(مسند احمد میں روایت ہے: مررت مع النبیّ فی نخل المد ینة ،فرأی اقوا ماً فی رؤوس النخل یلقّحو ن النخل۔ فقا ل : ما یصنع هؤلا ء ۔ قا ل : یأخذو ن من الذکرِ فیحطو ن فی ا لا نثی یلقّحو ن به ۔ فقا ل : ما ا ظنّ ذ لك یغنی شیئاً فبلغهم فترکو ه و نز لوا عنها۔ فلم تحمل تلك السنة شیئاً ۔فبلغ ذلك النبی ﷺ فقا ل : انّما هو ظنّ ظننته ان کا ن یغنی شیئاً فا صنعوا ، فا نما انا بشر مثلکم و الظّن یخطی و یصیب، و لکن ما قلت لکم قا ل الله عز و جل ،فلن أکذب علی الله ۔)

عن ابن عباس ان زو ج بر یره کا ن عبداً یقا ل له مغیث کا نّی انظر الیه یطو ف خلفها یبکی و دمو عه یسیل علی لحیته فقال النبی ﷺ لعباس یا عباس ا لا تعجب من حبّ مغیثٍ بریرة و من بغض بریره مغیثاً فقا ل النبی ﷺ لو را جعته قا لت یا رسو ل الله ﷺ تأ مر نی قا ل انما اشفع قا لت لا حا جة لی فیه ۔ا خر جه البخاری ۔

(روایت ہے حضرت ابن عباسؓ سے بے شک میاں، بریرہ کا غلام تھا، نام اس کا تھا مغیث، گویا کہ دیکھتا ہوں میں اس کی طرف پھرتا پیچھے بریرہ کے اور آنسو اس کی ٹپکتے داڑھی پر اس کے پھر فرمایا نبیﷺ نے عباسؓ کے واسطے، اے عباسؓ تعجب نہیں کرتا تو محبت مغیث سے بریرہ کو اور بغض بریرہ سے مغیث کو۔ پھر فرمایا نبیﷺ نے اگر تو رجوع ہو مغیث کو البتہ بہتر ہے کہا یا رسول اللہ حکم کرتے ہو مجھے۔ فرمایا سفارش کرتا ہوں میں۔ کہا نہیں حاجت واسطے میرے سفارش کرنے میں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے)۔

فیها ذم النبی ﷺ الرأی و الشفا عة بدو ن امر الله و هو الالها م فذ لك دلیل علی انّ رای غیر النبی ﷺ و الشفا عة لیس لهما اعتبار و من نسبه الی النبی ﷺ خر ج منه ا لا یمان لانّ اقوا ل الرسو ل و افعا له ﷺ و ارا یه حتّی الحرء ة سنة سنیة للا نسان و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجا نّ و لانّ الله تعا لی قا ل فی سورة الحشر و ما اتا کم الر سو ل فخذوه و ما نها کم عنه فا نتهوا و قا ل تعا لی فی سورة النساء من یطع الر سو ل فقد اطاع الله و من تو لی فما ار سلنا ك علیهم حفیظاً۔

(دونوں حدیثوں میں ہے برائی کرنی نبی ﷺ کی رائے کی اور سفارش بدون حکم اللہ کے اور وہ الہام ہے پھر یہ مذمت دلیل ہے اس بات پر کہ بے شک رائے سوائے نبی ﷺ کے اور سفارش نہیں ان دونوں کا اعتبار اور جس نے نسبت مذمت ان دونوں کے نبی ﷺ کی طرف کی نکلا اس سے ایمان اس واسطے کہ بیشک قول رسول کا اور فعل رسول کا یہاں تک کہ آداب مگنے موتنے کا سنت بڑے ہیں انسان اور جن کے واسطے کہ بے شک اللہ نے فرمایا سورۃ حشر میں، اور وہ کہ دے تمہیں رسول پھر لوتم اس کو اور وہ کہ منع کرے تم کو اس سے پھر باز رہو تم۔ اور فرمایا اللہ تعالی نے سورہ نساء میں۔ جس نے اطاعت کی رسول کی پھر تحقیق کے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا نہیں بھیجا ہم نے تجھے نگہبان)۔

عن ابن شها ب انّ عمر بن الخطا ب قا ل و هو علی المنبر یا ایها الناس انّ الر أی انما کا ن من رسو ل الله ﷺ مصیباً لانّ الله عز و جل کا ن یر یه و انما هو منا الظن و التکلف ا خرجه ابو دا ؤد ۔ (روایت ہے ابن شہاب سے بے شک عمرؓ بن خطاب نے کہا حالانکہ منبر پر تھے اے لوگو بیشک رائے تھی رسول اللہ ﷺ سے صواب اس واسطے کہ بیشک اللہ عزوجل تھا دیکھتا اس کو اور وہ رائے ہم سے ظن اور تکلف ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابوداؤدؒ نے)

قا ل بعض السلف ما جا ء نا عن رسو ل الله ﷺ قبلنا علی الر أس و العین و ما جا ء نا عن الصحا بة فنا خذ و نتر ك و ما جا ء نا عن التا بعین فهم ر جا ل و نحن ر جا ل قا ل الغزا لی ذ لك فی ا حیاء العلو م۔ (کہا بعض سلف نے جو کہ آیا ہم کو رسول اللہ ﷺ سے قبول کیا ہم نے اس کو سر اور آنکھ پر اور جو کہ آیا ہم کو صحابہ سے پھر لیں گے ہم اس کو اور چھوڑیں گے ہم اس کو اور جو کہ آیا ہم کو تابعین سے پس وہ مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔ امام غزالیؒ نے کہا اس کو احیاء العلوم میں)۔

قا ل المحد ث الد هلوی فی تنویر العینین فی ا ثبا ت مسئلة رفع الید ین فهم الصحا بة لیس حجةٍ (کہا محدث دہلوی محمد اسماعیلؒ نے تنویر العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین میں رائے اور بوجھ (سمجھ) صحابہ کا نہیں ہے دلیل)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابی هر یرة قا ل قا ل رسول الله من تمسك بسنتی عند فساد امتی فله اجر مأة شهید۔ ا خر جه البهیقی (روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہا فر مایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے چنگل مارا ساتھ سنت میری کے نزدیک فساد امت میری کے پھر واسطے اس کے ثواب سو شہید کا ہے روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے)۔

فی ذلك دلیل علی منع ا لا جتهاد سوا النبی ﷺ لانّ المجتهد یخطی و یصیب فلذ لك الز م علی العا لم الر با نی ان یوز ن قیا سا ت الجلیة و الخفیة فی میزا ن ا لآ یة و الحد یث الصحیح کل یو م و الّا فیخطی .. تکرار الخطا مو جب لعدم ا لا عتبار لانّ المحدث الد هلوی یعنی عبد العزیز قا ل فی ا صو ل الحد یث علم الحد یث اشرف من کل علم و لا یبلغ علم علی در جته لانّ علم القر آ ن و عقا ید ا لاسلا م و ا حکا م الشر یعة و قوا عد الطر یقة و الکشفیا ت و العقلیا ت کلها موقوف علی بیا ن سید آ ل عد نا ن و ان لا یوز ن ذلك و لا یضر ب علی هذا المیزا ن و المعیار لیس لها اعتبار ۔(ان حدیثوں میں دلیل ہے منع اجتہاد پر سوائے نبی ﷺ کے واسطے کہ بے شک مجتہد خطا کرتا ہے اور نہیں خطا کرتا ہے پھر اسی واسطے بہت لازم ہے عالم اللہ والے کو کہ تولیں قیاسیں روشن اور پوشیدہ کو ترازو آیت اور حدیث صحیح میں ہر دن اور اگر ایسا نہ کرے گا پھر خطا کرے گا۔ پھر تکرار خطا کا سبب ہے عدم اعتبار کا اس واسطے کہ بے شک محدث دہلوی یعنی عبدالعزیز نے کہا اصول حدیث میں، علم حدیث اشرف ہے ہر علم سے اور نہ پہنچے کوئی علم درجہ علم حدیث پر اس واسطے کہ بے شک علم قرآن اور عقیدہ اسلام اور حکمتیں شریعت کی اور قاعدہ طریقت کے اور سب کشف و عقل کی باتیں موقوف ہیں بیان سردار آل عدنان پر یعنی رسول اللہ ﷺ۔ اور اگر نہ تو لا جائے یہ سب اور نہ مارا جاوے اس ترازو اور کسوٹی پر نہیں ہے ان سب کا اعتبار)۔

قال الله تعا لی فی سورة النساء :

یا ایها الذین آ منوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسو ل و او لی الامر منکم فا ن تناز عتم فی شیء فردّوه الی الله و الرسو ل ان کنتم مو منو ن با لله و الیو م ا لآ خر۔

(فرمایا اللہ تعالی نے سورہ نساء میں: اے لوگو لائے ہو ایمان اطاعت کرو تم اللہ کی اور اطاعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروتم رسول کی اور سردار لشکر کی تم سے ہو پھر اگر آپس میں جھگڑا کروتم کسی چیز میں پھر رجوع کروتم اس کو کتاب اللہ اور کتاب رسول کی طرف اگر ہوتم ایمان لاتے ہو اللہ اور دن قیامت کے ساتھ)۔

کل معانٍ فی القرآن ان یطیعوا اللہ و الرسول و ھھنا اطاعۃ اولی الامر امیر السرایا و ان کان قولہ وافق اللہ و الرسول لانّ الحدیث دال علی ذلك فسیاتی عن روایۃ علیؓ (ہر جگہ قرآن میں یہ کہ اطاعت کروتم اللہ اور رسول کی اور اس جگہ اطاعت اولی الامر سردار لشکر کی ہے اگر ہو قول اس کا موافقت کرے اللہ اور رسول کی اس واسطے کہ حدیث دلالت کرنیوالی ہے اس آیت پر پھر قریب ہی آوے گی حدیث روایت علیؓ سے)

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال علی المرء المسلم السمع و الطاعۃ فیما احبّ و کرہ ،الّا ان یؤمر بمعصیۃٍ ،فان اِمر بمعصیۃٍ فلا سمع ولا طاعۃ اخرجہ مسلم (روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے، وہ روایت کرتا ہے نبی ﷺ سے، بے شک فرمایا حضرت ﷺ نے، مرد مسلمان پر سننا اور اطاعت ہے جس میں کہ دوست رکھتا ہے اور مکروہ جانتا ہے، مگر حکم کیا جاوے گناہ میں پھر اگر حکم کیا جاوے گناہ میں پھر اس میں سننا اور اطاعت نہیں ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)

(انّ ربّی قال لی ان قم فی قریشٍ فانذرھم، فقلت أی ربِّ اذا یثلغوا رأسی۔ ای یشدخوا۔ فقال انّی مبتلیك و مبتلٍ بك و منزِل علیك کتاباً لا یغسلہ الماء تقرؤہ نائماً و یقظاناً فابعث جنداً أبعث مثلیھم و قاتل بمن اطاعك من عصاك و انفق انفق علیك علی المرء السلم السمع و الطاعۃ فی عسرۃٍ و یسرہٖ و منشطہٖ و مکرھہٖ ما لم یؤمر بمعصیۃ اللہ فاذا امر بمعصیۃ اللہ فلا سمع و لا طاعۃ۔ (مجموع الفتاوی ابن تیمیہ۔ طبع ۱۳۹۸ھ، ۱۳۔۴۰۰)۔

عند الخاصم ترجِع رجل الی القرآن و الحدیث الصحیح فی امور العبادۃ کالصلوۃ و الصیام و المعاملۃ کالنکاح و الطلاق فلا یرجع الی القدوری و الکنز فان الاولین کتابا بالیقین و الرحمۃ و الآخرین کتابا بالعقل و البدعۃ (نزدیک جھگڑے آپس کے رجوع ہو مرد قرآن اور حدیث صحیح کی طرف امور عبادت میں جیسے نماز اور روزہ اور معاملہ میں جیسے نکاح اور طلاق پھر نہ رجوع ہو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف کتاب قدوری اور کنز کے پھر بے شک دونوں پہلوں کی کتاب دو یقین اور رحمت کی ہے اور دو دوسری کتاب عقل اور بدعت کی ہے)۔

عن عبد الر حمن بن عبد رب الكعبه قا ل :

د خلت المسجد فا ذا عبد الله بن عمرو بن العا ص جا لساً فی ظلّ الكعبة، و الناس مجتمعو ن عليه ، فأتيتهم ، فجلست اليه ، فقا ل: كنّا مع رسو ل الله ﷺ فی سفرٍ، فنز لنا منزلاً، فمنّا من يصلح خِباء ه ، و منّا من ينتضِل، و منّا من هو فی جشره ، اذ نا دی منا دی رسو ل الله ﷺ : الصلاة جا معة ، فا جتمعنا الی رسو ل الله ﷺ ، فقا ل :

انه لم يكن نبیّ قبلی ا لّا كا ن حقاً عليه ان يد لّ أ مته على خير ما يعلمه لهم ، و ينذر هم شرّ ما يعلمه لهم ، و انّ امّتكم هذه جعِل عافيتها فی اوّلها، و سيصيب آ خر ها بلا ءً و امور تنكرو نها ، و تجیء فتنة فير قّق بعضها بعضاً ، و تجیء الفتنة فيقو ل المؤمن: هذه مهلكتی، ثم تنكشِف ، و تجیء الفتنة فيقو ل المؤمن هذه هذه ، فمن ا حبّ ان يز حزح عن النار و يد خل الجنة فلتأته منيّته و هو يؤمن با لله و اليو م ا لآ خر و ليأت الی الناس الذی يحبّ ان يؤتی اليه ، و من با ع اما ماً فاعطاه صفتة يدهِ وثمرة قلبه، فليطعه ان استطاع، فا ن جا ء آ خر ينازعه فا ضر بوا عنق ا لآ خر، فد نو ت منه فقلت (له) ، أنشد ك الله ! انت سمعت هذا من رسو ل الله ﷺ ؟فأ هوی الی ا ذ نيه و قلبه بيديه، و قا ل: سمعته ا ذ نا ی وو عا ه قلبی۔ فقلت له: هذا ابن عمّك معا و ية يأ مر نا ان نأ كل اموا لنا بيننا با لبا طل، و نقتل انفسنا، و الله عزّ و جلّ يقو ل: يا ايها الذين آ منوا لا تا كلوا اموا لكم بينكم بالبا طل ا لّا ان تكو ن تجا رة عن ترا ضٍ منكم و لا تقتلوا انفسكم، انّ الله كا ن بكم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ر حیماً۔(نساء : ۲۹) قا ل: فسکت سا عةً ثمّ قا ل: ا طعه فی طاعة الله، و اعصِه فی معصیة الله عزّ و جلّ۔ ا خر جه مسلم (صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۷۷۶)

(...روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے کہا جو بیعت کرے امام کی پھر دیوے مارنے ہاتھ اس کے کے اور فائدہ دل اس کے کا پھر چاہیے کہ اطاعت کرے امام کی اگر طاقت رکھے بھاگ کر آوے دوسرا لڑے اس سے پھر تم گردن دوسرے کی پھر پاس گیا میں ان کے کہا میں نے قسم دیتا ہوں تم کو سنا تو نے یہ رسول اللہ ﷺ سے، پھر اشارہ کیا کان اور دل کی طرف اپنے کہا سنا اس کو دو کان میرے نے اور یاد کیا اس کو دل میرے نے پھر کہا میں نے اس کو یہ بیٹا تیرے چچا کا معاویہ حکم کرتا ہے ہمیں یہ کہ کھاویں ہم مالوں کو آپس میں ساتھ جھوٹ کے اور ماریں ہم جانوں اپنے کو اور اللہ تعالی کہتا ہے اے لوگو ایمان لائے مت کھاؤ مالوں کو آپس میں جھوٹ کر مگر یہ کہ ہووے سوداگری راضی ہونے آپس میں اور مت مارو جانوں کو بے شک اللہ تعالی تمہارے ساتھ رحم والا ہے۔ کہا چپ رہے ایک ساعت پھر کہا اطاعت کر تو اس کی اطاعت اللہ میں اور نافرمانی کر تو اس کی گناہ اللہ عزوجل میں۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلمؒ نے)۔

قا ل الله تعا لی فی سورة الفر قا ن:

یوم یعضّ الظّا لم علی ید یه یقو ل یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً ۔یا ویلتی لیتنی لم ا تخذ فلا ناً خلیلاً۔ لقد اضلّنی عن الذ کر بعد اذ جاء نی ۔ و کا ن الشیطا ن للا نسا ن خذو لاً۔ و قا ل الرسو ل یا ر ب انّ قو می اتخذوا هذا القرآن مهجوراً (فرمایا اللہ تعالی نے سورہ فرقان میں: اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔ اور رسول کہے گا کہ اے میرے پروردگار! بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ ترجمہ۔ محمد جونا گڈھی)

یو م القیا مة ... الکفار و المنا فقون الفجا ر علی عد م ا تباع الرسو ل المختار و تقو ل نبی ا لا برار یا غفار ما اتخذ هذ ا القر آ ن و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلا می ھؤلا ء ا لا شرار اعلم ان السوا ل یو م یو م القیا مة عند ذی الجلا ل من ا لا فعا ل و الاقوا ل و .. ثم السوا ل الا حسا ب و الا نسا ب بل السوا ل من الثوا ب و العقا ب ۔ (دن قیامت کے ہوویں سب کافر منافق جو نہ پیروی کرتے رسول مختار پر اور کہیں نبی ابرار اے غفار نہ لیا اس قرآن کو اور کلام میرے کو یہ لوگ برے جانو تم بیشک سوال قیامت کے دن نزدیک اللہ تعالی کے فعلوں اور قولوں سے ہے اور نہیں اس جگہ حسبوں نسبوں کا سوال بلکہ سوال ہے ثواب اور عذاب کا)۔

کا ن ابو ھر یرہ یحد ث انہ سمع رسو ل اللہ ﷺ یقو ل ما نھیتکم عنہ فا جتنبوہ و ما امر تکم بہ فا فعلوا منہ ما استطعتم، فانّما أھلك الذ ین من قبلکم لکثرة مسا ئلھم و اختلا فھم علی انبیا ء ھم۔ ا خر جہ مسلم (و فی روا یةٍ : عن النبی ﷺ : ذرو نی ما تر کتکم ، و فی حد یث ھما مٍ : ما تر کتم ، فا نّما ھلك من قبلکم، ثم ذکروا نحوہ ۔

(تھے حضرت ابو ہریرہؓ حدیث کرتے، بے شک سنا اور سنے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے جس کو منع کیا میں نے تم کو پرہیز کرو تم اس کو اور جس کو حکم کیا میں نے تم کو ساتھ اس کے پھر کرو تم اس کو جہاں تک طاقت رکھو تم۔ پھر ہلاک ہوئے وہ لوگ کہ آگے تمہارے تھے واسطے سوال کرنے اور خلاف کرنے انہوں کے نبیوں پر اپنے)۔

ذرو نی ما تر کتکم فا نما ھلك الذین من قبلکم بکثرة مسا ئلھم و ا ختلا فھم علی انبیا ء ھم ما نھیتکم عنہ فا جتنبو ہ و ما امر تکم بہ فا فعلوا منہ ما استطعتم ۔ اصول الاحکام ،ابن حزم،)

قا ل اللہ تعا لی فی سورة البقرة :

و اذا قیل لھم اتبعوا ما انز ل اللہ قالوابل نتبع ما الفینا علیہ آبا ء نا او لو کان آ با ئھم لا یعقلو ن شیئاً و لا یھتدو ن

(فرمایا اللہ تعالی نے سورۃ بقرہ میں: اور جب کہ کہا جاتا انہوں نے واسطے پیروی کرو تم اسکی کہ اتارا اللہ نے کہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس کی کہ پایا ہم نے اس پر باپ دادوں کو اپنے، آیا اور اگر تھے باپ دادے انہوں کے نہ جانتے تھے اور نہ ہدایت پر تھے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الله تعالی فی الاعراف:

و اذا فعلوا فاحشةً قالوا وجدنا علیها آباءنا و الله امرنا بها قل ان الله لا یامر بالفحشاء اتقولون علی الله ما لا تعلمون۔ (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف میں: اور جب کہ ٹھہرالیا انہوں نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ کو حاکم کو، کہتے پایا ہم نے اسی پر باپ دادوں اپنے کو اور اللہ نے فرمایا ہم کو ساتھ اس کے، کہدے تو بیشک اللہ نہیں فرماتا ساتھ برائی کے۔ آیا کہتے ہو تم اللہ پر اس چیز کو کہ نہیں جانتے ہو تم)۔

و انّ النبی ﷺ یوماً ذکر الیهود و وعظهم و صمّهم، قالوا بل نتبع ما وجدنا علیه آباءنا۔ هذا مختصر الحدیث الذی اخرجه عبد العزیز فی تفسیره

(اور بیشک نبی ﷺ نے پند (نصیحت) کی یہودیوں کو ایک دن اور بہت پند کی انہوں کو اور چپ کیا انہوں کو لاچار ہو کر کہا بلکہ پیروی کرتے ہیں ہم اس کی کہ پایا ہم نے اس پر باپ دادوں کو اپنے۔ یہ حدیث مختصر جس کو روایت کیا عبدالعزیز نے اپنی تفسیر میں)

عن ابی سفیان بن حرب قال قال رسول الله ﷺ اعبدوا الله وحده و لا تشرکوا به شیئاً و اترکوا ما یقول آباءکم اخرجه البخاری هذا مختصر من مطولٍ دمّر الله و رسوله التقلید۔ (روایت ہے ابوسفیان بن حرب سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے پوجو تم اللہ کو حالانکہ وہ اکیلا ہے اور مت ساجھی کرو تم ساتھ اللہ کے کسی کو اور چھوڑو تم اس کو جو کہتے تھے باپ دادے تمہارے۔ روایت کی اس حدیث کو بخاری نے۔ یہ حدیث چھوٹی ہے بڑی سے)۔

برا کہا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے تقلید کو

قال الله تعالی فی سورة الاحزاب:

لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة

(فرمایا اللہ نے سورہ احزاب میں بیشک ہے واسطے تمہارے رسول اللہ ﷺ میں اقتداء اچھا)۔

و قال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهتد یتم ا خر جه القا ضی فی الشفاء (مد ح الله و رسو له الا قتداء
(اور فر ما یا رسول اللہ ﷺ نے اصحاب میرے ما نند ستارے کے ہیں ساتھ جس کے اقتداء کرو گے تم راہ پا ؤ گے تم روایت کی اس حد یث کو قاضی نے شفا میں (تعریف کی اللہ اور رسول نے اقتداء کی)۔

التقلید من القلا دة فی ا للغة و شا خ اعناق ا لا نا ث و قیل قلادة اعناق ا لکلا ب و فی ا لا صطلا ح التقلید اتباع ا حدٍ بلا دلیل
(تقلیدہ قلادہ سے ہے لغت میں ساتھ معنی ہار گردن عورت کے اور کہا گیا وہ ساتھ معنی پٹہ گردن کتے کے اور اصطلاح میں تقلید پیروی کرنا کسی کی بلا دلیل شرعی کے)۔

و ا لاقتداء من القد وة فی ا للغة المقدم و فی ا لا صطلا ح الاقتداء هو التمسك بالدلیل الشر عی و هو القر آ ن و الحد یث الصحیح ثبت من القر آ ن و الحد یث بحسن ا لا قتداء وبقبح التقلید
(اور اقتداء قدوہ سے ہے لغت میں ساتھ معنی پیشوا کے اور اصطلاح میں اقتداء وہ چنگل مارنا ساتھ دلیل شرعی کے اور وہ قرآن اور حدیث صحیح سے ثابت ہوا قرآن اور حدیث سے بھلائی اقتداء کی اور برائی تقلید کی)

قا ل ابو حنیفه و ا لا حمد لا تقلّدو نی و لا تقلدنّ غیر نا خذوا ا لا حکا م من حیث ا خذوا من الکتا ب و السنة و قا ل ابو حنیفه ا یضاً اذا صحّ الحد یث فهو مذ هبی
(کہا امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ نے مت تقلید کرو تم میری اور مت تقلید کرو تم سوائے ہمارے۔ لو تم حکموں کو جہاں سے لیا انہوں نے قرآن اور حدیث سے۔ اور کہا امام ابوحنیفہؒ نے بھی، جب صحیح ہو حدیث پھر وہی ہے مذہب میرا)۔

و قا ل ما لك ما من ا حدٍ ا لّا و هو مأ خو ذ من کلا مه و مر دود علیه ا لّا رسو ل الله ﷺ
(اور کہا امام مالکؒ نے نہیں کوئی مگر وہ کہ لیا جائے کلام اس کے سے اور رد کیا جائے اس پر مگر رسول اللہ ﷺ کا کلام ایسا نہیں ہے)۔

عن الشا فعی مهما قلت من قو ل فیه عن رسو ل الله ﷺ خلاف ما قلت فا لقو ل قا له رسو ل الله ﷺ هو قو لی و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جعل مردودة ۔ (روایت ہے امام شافعیؒ سے، جب کہوں میں بات سے اس میں رسول اللہ ﷺ سے ہے خلاف اس کے کہ کہا میں نے پھر قول کہ کہا اس کو رسول اللہ ﷺ وہی بات میری اور کیا جاوے خلاف رد کیا گیا)۔

و قا ل الشعبی ما حدّثو کھؤلا ء عن رسو ل الله ﷺ فخذوه و ما قا لوه بر أیهم فا لقه فی الحش فهذه ا لاقوا ل نقل عن عقد الجید و غیره (اور کہا امام شعبیؒ نے جو کہ حدیث کریں تجھے علماء لوگ رسول اللہ ﷺ سے پھر لے تو اس کو اور جو کہ اس کو کہیں اپنی عقل سے اور رائے سے پھر ڈال تو اس کو آگ جلتی میں ۔ پھر یہ سب قول نقل کیا گیا عقد الجید وغیرہ سے)۔

عن عدی بن حا تم قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ یقو ل فی سورة برأة ۔ اتخذوا ا حبار هم و ر هبا نهم ار با باً من دو ن الله قا ل اما انهم لم یکو نوا یعبدو نهم لکنهم اذا ا حلّوا لهم شیئاً احلوه و اذا حرّ مو ا علیهم شیئاً حرّموه ا خر جه التر مذی۔

(روایت ہے حضرت عدیؓ بن حاتم سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سورہ برات میں ،لیا انہوں نے مولویوں اور درویشوں اپنے کو مالک سوائے سوائے اللہ تعالی سے۔فرمایا خبردار ہو بے شک نہ تھے یہ سب پوجتے ان کو لیکن جب وہ حلال کرتے ان کے واسطے کچھ حلال جانتے اور جب حرام کرتے وے ان پر کچھ حرام جانتے یہ اس کو۔)

(قدم (عدی بن حا تم) علی النّبی ﷺ و هو نصرا نیّ فسمعه یقرأ هذه الآیة: ا تخذوا ا حبار هم و ر هبا نهم ار با باً من دو ن الله و المسیح ابن مر یم و ما امروا الا لیعبدوا الهاً وا حداً لا اله ا لّا هو سبحا نه عمّا یشرکو ن ۔

قا ل : فقلت له : انّا لسنا نعبد هم۔

قا ل : أ لیس یحر مو ن ما ا حلّ الله فتحرّمو نه ، و یحلّو ن ما حرّم الله فتحلّونه ۔ قا ل : قلت : بلی ۔ قا ل : فتلك عبا د تهم ۔امام ابن تیمیہ،حقیقۃ الاسلام و الایمان۔طبع ۱۴۰۹ھ)

(اتیت النبی ﷺ و فی عنقی صلیب من ذهبٍ ۔ فقا ل یا عدیّ اطر ح عنك هذا الو ثن، و سمعته یقرأ فی سورة برا ء ة اتخذوا ا حبار هم و ر هبا نهم ار باباً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من دو ن الله۔ قا ل اما انهم لم يكو نوا يعبدونهم و لكنّهم كا نوا اذا ا حلّوا لهم شيئاً استحلّو ه و اذا حرّموا عليهم شيئاً حرّمو ه ، جامع ترمذی۔طبع ۱۴۰۸ء)....۔

فيه مذا ميم شرك تقليد المقلد من ا لاعلا م كا لا نعا م فى هذه ا لا نا م لانّ تا ويلهم ا لد لا ئل الشر عية الى قو ل ائمتهم فعلِم من هذا ان اتباع شخصٍ معينً بحيث يتمسك بقو له و ان .. على خلا فه دلا ئل من السنة و الكتا ب و يا ول الى قو له شو ب من النصرا نية و حظ من الشر ك و العجب من القو م لا يخا فو ن من مثل هذا الا تباع بل يخيفون تا ر كه فما ا حق هذه ا لآ ية فى جوا بهم :و كيف اخا ف ما اشركتم و لا تخا فو ن انّكم اشر كتم با لله ما ينزل به عليكم سلطا ناً ،فا ى الفر يقين ا حق با لا من ان كنتم تعلمو ن۔(الانعا م : ۸۱)فتد بر و انصف و لا تكن من الممترين و نعو ذ با لله ان نكو ن من المتعصبين ۔ انتهى قو ل المحد ث الدهلوى من العلة الى ههنا و ايضاً قو له (فى) صرا ط المستقيم ان تجد حد يثاً صحيحاً صر يحاً غير منسو خ لا تتبع ا حداً من المجتهد ين المشهورين ۔

(اس حدیث میں برائیاں شرک تقلید مقلدوں کی علماؤں سے مانند چوپاؤں کے ان دنوں میں اس واسطے کہ بے شک تاویل کرنا انہوں کا دلیلیں شرعیہ کو طرف قول اماموں اپنے کے پھر جانا گیا اس سے کہ کہ بے شک پیروی کرنا ایک شخص معین کی اس حیثیت سے کہ چنگل مارے ساتھ قول اس کے کے اگر چہ ثابت ہو خلاف اس کے دلیلیں قرآن اور حدیث سے اور تاویل کرے قول اس کے کی طرف ملاوٹ ہے نصرانی ہونے سے اور حصہ ہے شرک سے۔اور تعجب ہے قوم سے کہ نہیں ڈرتے ہیں مانند اس اتباع کے بلکہ ظلم کرتے ہیں چھوڑنے والے اس اتباع کرنے والے کے کیا خوب ہے یہ آیت جواب میں انہوں کے اور کیونکر ڈروں میں اس کو کہ شرک کرتے ہو اور نہیں ڈرتے ہو تم بیشک شرک کیا تم نے اللہ کے ساتھ اس کے تم پھر دلیل کون ان دونوں فرقوں کا لائق تر ہے ساتھ امن کے اگر ہو تم جانتے پھر فکر کرو اور انصاف کرو مت ہو شک کرنے والوں سے۔اور پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ کے ساتھ یہ کہ ہوویں ہم متعصبوں سے ۔ پورا ہوا قول محدث دہلوی یعنی محمد اسماعیلؒ اس جگہ تک حرف حلت؟ سے اور بھی قول اس کا صراط مستقیم میں ہے اگر پاوے تو حدیث صحیح صریح غیر منسوخ کو مت پیروی کو تو کسی کی ان مجتہدین مشہورین سے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قا ل المحد ث الدهلوی یعنی ولی الله فی الفو ز الکبیر ان رغبت انو ذج الیهود فتری العلماء الفجا ء الذین یطلبو ن الد نیا الد نیا و یتقلدو ن بتقلید السلف و یعر ضون من نصو ص کتا ب الله و سنة نبیه ﷺ و یستندو ن استحسا ن کلا مهم و یتعمقو نه ویتشددو نه ویر غبو ن عن کلا م الشا رع المعصو م و یتبعون با حا دیث موضو عةٍ و تا ویلا تٍ فا سدةٍ انظر هم کا نهم هم۔

(اور کہا محدث دہلویؒ یعنی ولی اللہ نے فوز الکبیر میں اگر چاہے تو نمونہ یہود کا پھر دیکھے تو علماؤں بد کو جو طلب کرتے ہیں دنیا بد کو اور تقلید کرتے ہیں ساتھ تقلید سلف کے اور منہ پھیرتے ہیں صریح کلام اللہ سے اور سنت نبی اللہ سے، اور سند لیتے ہیں نیک کلام انہوں کے اور خوب غور سے دیکھتے ہیں اس کو اور سخت پکڑتے ہیں اس کو اور نہیں چاہتے کلام شارع معصوم کا اور پیروی کرتے ہیں حدیثیں موضوعہ کی اور تاویلیں فاسدہ کے دیکھو تو انہوں کو گویا کہ یہ یہود ہیں)۔

ف۔ یہ مضمون بھی فوز الکبیر میں ہے کہ جس نے نہ دیکھا ہو نصرانی کو مشائخ اور پیرزادے کو دیکھ لے کہ اپنے باپ دادوں کو اللہ سمجھتے ہیں اور بعضے مرتبہ الوہیت میں ملاتے ہیں اور جس نے منافقوں کو نہ دیکھا ہو مصاحبین امراؤں کو دیکھو کہ رات اور دن ان کو سوائے جھوٹ اور فریب اور دغا بازی کے کچھ کام نہیں۔

قا ل الله تعا لی فی سورة النسا ء :

و اذا جا ء هم امر من ا لا من او الخو ف اذا عوا به و لو ردو ه الی الر سو ل و الی او لی ا لا مر منهم لعلمه الذین یستنبطو نه منهم (فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں اور جب کہ آوے انہوں کو حکم امن اور خوف سے ظاہر کریں اس کو اور اگر رجوع کرتے اس حکم کو رسول اللہ ﷺ کی طرف اور طرف صحابہ کے ان میں سے البتہ جانتے اس حکم کو وہ لوگ کہ نکالتے اس حکم کو)

الاجتهاد من الجهد القوة و السعی و فی الا صطلاح ا لا جتهاد استنبا ط ا لا حکا م الغیر المنصو صة عن ا لا ر کا ن ا لا ر بعة المعلومة علی القوا عد المتقررة عند هم ا لا وّل اجلی کا لشمس الرا بعة فی معد ل النهار و الثا نی ا خفی کا لبو م الفرّار لانّ النبی ﷺ قا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تركت فيكم امر ين لن تضلوا ما تمسكتم بهما كتا ب الله و سنه رسو له اخر جه ما لك مر سلاً و كتا ب الله و عتر تى ا خر جه البخارى مر فوعاً ۔ عن انس سئل النبى ﷺ من آ ل محمد قا ل كل تقى ا خر جه القاضى فى الشفاء العترة ا لآ ل و لآ ل النسب و القرا بة و تخصيص العترة لشدّة اتبا عهم فى السنة و لانّ علياً قا ل ا لا انى لست نبيٍ و لا يو حا الىّ و لكنى اعمل بكتا ب الله و سنة نبيه ﷺ ما استطعت اخرجه القا ضى فى الشفا ء۔(اجتہاد جہد سے ہے ساتھ معنی قوت اور سعی کے اور اصطلاح میں اجتہاد نکالنا حکمیں غیر صریح کا چار ارکان معلوم سے قاعدہ مقرر کئے گئے پر نزدیک اصولیوں کے اول یعنی قرآن اور حدیث روشن تر ہے مانند سورج چوتھے آسمان کے دوپہر میں اور ثانی یعنی قیاس اور اجماع مانند الو بھا گنے والے سے اسی واسطے بیشک نبی ﷺ نے فرمایا چھوڑا میں نے تمیں دو حکم پر ہرگز گمراہ نہ ہو گے تم جب تک کہ چنگل مارو گے تم ساتھ ان دونوں کے کتاب اللہ کی اور سنت رسول اس کے کی ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مالکؒ نے مرسل اور کتاب اللہ کی اور اولاد اپنی ، روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے مرفوع ۔ روایت ہے انس سے پوچھے گئے نبی ﷺ کون ہے آل محمد کا ۔فرمایا ہر متقی ہے روایت کیا اس حدیث کو قاضی نے شفا نے عترۃ ساتھ معنی آل کے اور آل ساتھ معنی نسب اور قرابت کے اور خاص کرنا عترت کا حدیث میں بسبب سخت پیروی کرنا انہوں کا حدیث کا اور اس واسطے کہ بیشک حضرت علیؓ نے کہا خبردار ہو نہیں ہوں میں نبی اور نہ وحی کیا گیا میری طرف لیکن عمل کرتا ہوں میں ساتھ کتاب اللہ کے اور سنت نبی اس کے کے جہاں تک کہ طاقت رکھوں روایت کیا اس حدیث کو قاضی نے شفا میں)۔

عن ام الحصين قا لت قا ل رسو ل الله ﷺ ان امّر عليكم عبد مجدّع اسود يقو د كم بكتا ب الله عز و جل فاستمعوا له و اطيعوه۔ ا خر جه مسلم ۔(روایت ہے ام حصینؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر سردار کیا جاوے تم پر غلام ناک کٹا کن کٹا،لب کٹا ،کا لاحکم کرے تم کو کتاب اللہ عزوجل کے ساتھ سنو تم اس کو اور اطاعت کرو تم اس کی ۔روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)

الاجتهاد يحتمل الصواب و الخطاء فا نت تز ن اجناس مسائل الراى و القياس فى قسطاس كتاب الله و حد يث نبى الجن و الناس فان عد ل تكستة؟ نا خذ ها و الا فلا و لا ينبغى للحنا بلة و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشوا فع و الموا لك ا لحنا ئف ان يقلدوا آ ئمتهم و ينسبوا اليهم بل يقتدو هم و ينسبوا الى النبى ﷺ با ين يقو لوا انا محمدىّ لا حنبلى و لا شا فعى و ما لكى و لا حنفى كعيسا ئى و مو سا ئى لانّ هذه الانساب حد ثت بعد النبى ﷺ و اصحابه و التابعين لانّ الحد يث الصحيح فى تقبيح البد عة ظا هرنحو، كل بد عة ضلا لة و كل ضلا لة فى النار و كذا لك حا ل جشتيه و القا در ية و النقشبند يه و المجدديه و غيرها

(اجتہاد احتمال رکھتا ہے صواب اور خطا کو پھر تو تو لے جنسیں مسائل رائے اور قیاس کو ترا زو کتاب اللہ میں اور حدیث نبی جن وانس میں ۔ پھر اگر برابر ہوا پلہ اس کا لے تو اس کو اور اگر نہ ہو برابر مت لے تو اس کو اور نہیں لائق ہے واسطے سب حنبلیہ اور شافعیہ اور مالکیہ اور حنفیہ کے یہ کہ تقلید کریں ان سب اماموں کی اور نسبت کریں اس کی طرف بلکہ اقتداء کریں انہوں کی اور نسبت کریں نبی ﷺ کی طرف ساتھ اس طرح کہ میں محمدی ہوں ، نہ حنبلی اور نہ شافعی اور نہ مالکی اور نہ حنفی جیسے عیسائی اور موسائی اس واسطے کہ بے شک یہ نسبتیں پیدا ہوئیں بعد نبی ﷺ اور اصحاب اس کے کے اور تابعین کے اس واسطے کہ بیشک حدیث صحیح برائی بدعت میں ظاہر اور باہر ہے ، مانند ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے یعنی ہر بدعتی دوزخی ہے ۔ اور اسی طرح حال چشتیہ اور قادریہ اور نقش بندیہ اور مجددیہ کا اور غیر انہوں کا ہے) ۔

الباب الثانى
فيه الا حاديث و ما عدا ها
(باب دوسرا: اس میں حدیثیں اور سوا حدیثوں کے ہے)

تقلید کی مذمت اور ردّ بدعت

انّ ابا هر يره قال: لمّا تو فّى رسول الله ﷺ ،و كا ن ابو بكر، و كفر من كفر من العرب ،فقا ل عمر: كيف نقا تل الناس، و قد قال رسول الله ﷺ :امرت ان اقاتِل الناس حتّى يقولوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا اله الا الله، فمن قا لها فقد عصم منّى ما له و نفسه الّا بحقّه و حسا به على الله ۔ فقا ل و الله لا قا تلنّ من فرّق بين الصلوة و الزّ كو ة ،فانّ الز كوة حقّ الما ل، و الله! لو منعونى عنا قاً كا ن يؤدّونها الى رسو ل الله ﷺ لقا تلتهم على منعِها۔ قا ل عمر: فو الله! ما هو الّا شر ح الله صدر ابى بكر، فعرفت انّه الحق۔ متفق عليه (صحيح بخارى حد يث نمبر ۱۳۹۹۔۱۴۰۰)

(بے شک حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا جب وفا ت کی رسول اللہ ﷺ نے اور تھے حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ،اور کا فر ہوا وہ کہ کا فر ہوا عرب سے۔ پھر کہا حضرت عمرؓ نے کیونکر قتل کرے گا تو لوگوں کو حا لانکہ بیشک فر ما یا رسول اللہ ﷺ حکم کیا گیا میں یہ کہ قتل کروں میں لوگوں کو یہاں تک کہ کہیں لا اله ا لا الله ۔پھر جس نے کہا اس کو پھر بے شک پناہ میں ہو مجھ سے مال اس کا اور جان اس کی مگر سا تھ حق اس کے کے، حساب اس کا اللہ پر ہے۔ پھر کہا قسم خدا البتہ قتل کرونگا میں اس کو کہ فرق کیا درمیان نماز اور زکوۃ کے پھر بیشک زکوۃ حق مال کا ہے اللہ کی قسم اگر نہ دیا مجھے ..بھیڑ کا کہ دیتے تھے اس کو رسول اللہ ﷺ کو، البتہ قتل کرونگا میں ان کو نہ دینے پر۔ کہا حضرت عمرؓ نے قسم اللہ تعالی کی نہ کھلا سینہ میرا مگر کھو لا اللہ تعالی نے سینہ حضرت ابو بکرؓ کا پھر پہچا نا میں نے بیشک یہ بات حق ہے۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)۔

انّ فاطمة ابنة رسول الله ﷺ ار سلت الى ابى بكر ن الصديق تسأله ميرا ثها من رسو ل الله، مما أفا ء عليه بالمد ينة و فدك، و ما بقى من خمسِ خيبر ۔

فقا ل ابو بكر: انّ رسو ل الله ﷺ قا ل لا نور ث ما تر كنا صدقة، انّما يأ كل آ ل محمد ﷺ فى هذا المال،

و انّى و الله! لا ا غيّر شيئاً من صدقةِ رسو ل الله ﷺ عن حالها التى كا نت عليها، فى عهد رسو ل الله ﷺ، و لأعملنّ فيها بما عمل به رسول الله۔

فا بى ابو بكرٍ ان يد فع الى فا طمة شيئاً ۔ فو جد ت فا طمة على ابى بكر فى ذلك ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا ل : فهجر ته ، فلم تكلّمه حتى تو فّيت ۔ و عا شت بعد رسو ل الله ﷺ ستة اشهرٍ۔ فلما تو فّيت دفنها زو جها علىّ بن ابى طا لب ليلاً ۔ و لم يؤذن بها ابا بكرٍ ، و صلى عليها علىّ ۔

و كا ن لعلىّ من الناس و جهةً، حيا ة فا طمة، فلما تو فّيت استنكر على و جو ه الناس ۔ فا لتمس مصا لحة ابى بكر و مبايعته۔ و لم يكن با يع تلك ا لا شهر ۔

فارسل الى ابى بكر : ان ائتنا ، و لايأتنا معك ا حد (كرا هية محضر عمر بن الخطا ب) ۔ فقا ل عمر، لا بى بكر : و الله ! لا تد خل عليهم و حد ك ۔ فقا ل ابو بكر : و ما عسا هم ان يفعلوا بى ۔ انّى ، و الله لآ تينّهم ۔

فد خل عليهم ابو بكر، فتشهّد علىّ بن ابى طا لب، ثم قا ل ؛ انا قد عر فنا ، يا ابا بكرٍ، فضيلتك و ما اعطا ك الله ، و لم ننفِس عليك خيراً سا قه الله اليك ۔ و لكنك استبددت علينا بالا مر ۔ و كنا نر ى لنا حقاً لقرا بتنا من رسو ل الله ﷺ ۔ فلم يز ل يكلّم ابا بكر حتى فا ضت عينا ابى بكرٍ ۔ فلمّا تكلّم ابو بكرٍ قا ل : و الذى نفسى بيده ! لقرا بة رسو ل الله ﷺ ا حبّ الىّ ان ا صل من قرا بتى ۔ و اما الذى شجر بينى و بينكم من هذه ا لا موا ل ، فا نّى لم آ ل فيها عن الحق ۔ و لم اتر ك امراً رأيت رسو ل الله ﷺ يصنعه فيها ا لّا صنعته ۔ فقا ل علىّ لابى بكرٍ : مو عد ك العشية للبيعة ، فلما صلّى ابو بكرٍ صلا ة الظهرشِ، رقى على المنبر ، فتشهّد ، و ذكر شأن علىّ و تخلّفه عن البيعة ، و عذره بالذى اعتذر اليه ۔ ثم استغفر ، و تشهّد علىّ بن ابى طا لب فعظّم حق ابى بكر، و انه لم يحمله على الذى صنع نفا سةً على ابى بكر ۔ و لا انكا راً للذى فضّله الله به ۔ و لكنا كنا نر ى لنا فى ا لا مر نصيباً فا ستبدّ علينا ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوجد نا فی انفسنا ۔ فسرّ بذ لك المسلمو ن ۔ و قا لوا : أصبت۔ فكا ن المسلمو ن الی علیّ قر یباً ۔ حین را جع ا لا مر المعرو ف ۔ اخرجه مسلم

(بے شک حضرت فاطمہؓ بیٹی رسول اللہ ﷺ نے بھیجا کسی کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف، مانگا ان سے میراث اپنا رسول اللہ ﷺ سے۔ پھر کہا حضرت ابوبکرؓ نے بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نہیں وارث کیا گیا میں جو کہ چھوڑا میں نے صدقہ ہے۔ کھاتے ہیں آل محمد کے اس مال میں اور بے شک اللہ تعالیٰ کی قسم بدلوں کچھ صدقہ رسول اللہ ﷺ کے حال سے جو تھا اس پر زمانہ رسول اللہ ﷺ میں اور البتہ عمل کرونگا میں ساتھ اس کے کہ عمل کیا ساتھ اس کے رسول اللہ ﷺ ۔ یہ حدیث بڑی ہے روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

و فی روا یة للبهیقی ر ضیت فا طمة من ابی بکر و ... ابو بکر ن الصدیق لست تار کاً شیئاً کا ن رسو ل الله ﷺ یعمل به الّا عملت به انی ا خشی ان تر کت من امره ان یزیع؟ ا خر جه القاضی فی الشفاء۔

(اور بیہقی کی ایک روایت میں کہ راضی ہوئیں حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور کہا حضرت ابوبکرؓ نے نہیں میں چھوڑنے والا کسی چیز کو کہ تھے رسول اللہ ﷺ عمل کرتے ساتھ اس کے مگر عمل کروں میں ساتھ اس کے بے شک میں ڈرتا ہوں یہ کہ چھوڑوں میں حکم رسول اللہ ﷺ کا یہ کہ کج ہو جاوے دل میرا۔ روایت کیا اس حدیث کو قاضیؒ نے شفاء میں)۔

(بخاری: با ب قول النبی ﷺ : لا نو ر ث ما تر کنا صدقة

عن عروة عن عا ئشة: أنّ فا طمة و العبّاس اتیا ابا بکر یلتمسا ن میرا ثهما من رسو ل الله ﷺ و هما حینئذٍ یطلبا ن ار ضیهما من دفك و (سهمهما) من کیبر۔

فقا ل لهما ابو بکر ؛ سمعت رسو ل الله ﷺ یقول : لا نو ر ث، ما تر کنا صدة۔ انما یأکل آ ل محمد من هذا الما ل ۔ قا ل ابو بکر : و الله لا ادع امراً ر أیت رسو ل الله ﷺ یصنعه فیه الّا صنعته ، قا ل : فهجر ته فا طمة ، فلم تکلم حتی ما تت) صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۷۲۵۔۶۷۲۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عروة بن الز بير انّ عا ئشة ام المو منين؛ ا خبر ته انّ فا طمة بنت رسو ل الله ﷺ سألت ابا بكر الصديق بعد وفا ة رسو ل الله ﷺ ان يقسم لها ميررا ثها ، ما تر ك رسو ل الله ﷺ مما افاء الله عليه ، بخاری حدیث نمبر ۳۰۹۲ فقا ل لها ابو بكر : ان رسو ل الله ﷺ قا ل : لا نو ر ث، ما تر كنا صدقة، فغضِبت بنت رسو ل الله ﷺ فهجر ت ابا بكر فلم تز ل مها جر ته حتى توفِيت ـ و عا شت بعد رسو ل الله ﷺ ستّة اشهر، قا لت: و كا نت فا طمة تسأل ابا بكر نصيبها ما تر ك رسو ل الله ﷺ من خيبر و فدك و صدقته بالمد ينة، ف ٠ بى ابو بكر عليها ذلك ، و قا ل : لست تا ر كاً شيئاً كا ن رسو ل الله ﷺ يعمل به الّا عملت به ـ فا نى ا خشى ان تر كت شيئاً من امره ان ازيغ ، فاما صدقته بالمد ينة فدفعها عمر الى علىّ و عباس۔ فامّا كيبر و فدك فامسكها عمر و قا ل : هما صدقة رسو ل الله ﷺ كا نتا لحقو قه التى تعروه و نوا ئبه، و امر هما الى من و لى ا لا مر، قا ل : فهما على ذلك الى اليو م قا ل ابو عبد الله : اعترا ك: افتعلت من عروته فا صبته، و منه يعروه و اعترا نى ـ صحیح بخاری حدیث نمبر۳۰۹۳

عن عروه عن عا ئشة ـ انّ النبى ﷺ قا ل : لا نور ث، ما تر كنا صدقة ٦٧٢٧

عن عروة ، سمعت عا ئشة زو ج النبى ﷺ تقول: ارسل ازوا ج النبى ﷺ عثما ن الى ابى بكر يسأله ثمنهنّ مما افاء الله على رسو له ﷺ فكنت انااردّهنّ، فقلت لهنّ : الا تتقين الله ـ الم تعلمن ان النبى ﷺ كا ن يقول : لا نو ر ث، ما تر كنا صدقة۔ ير يد بذ لك نفسه ـ انما يأكل آ ل محمد فى هذا الما ل۔ فا نتهى ازوا ج النبى ﷺ الى ما ا خبر تهن، قا ل : فكا نت هذه الصدقة بيد علىّ۔ منعها علىّ عبا ساً فغلبه عليها۔ ثم كا ن بيد حسن بن على ثم بيد حسين بن على، ثم بيد على ابن حسين ، و حسن بن حسن ـ كلا هما كا نا يتدا و لا نها ـ ثم بيد زيد بن حسن و هى صدقة رسو ل الله حقاً (صحیح بخاری حدیث نمبر۴۰۳۴)

عن ابى هر يره: انّ رسو ل الله و قال : لا يقسم ور ثتى د ينار اً ـ ما تر كت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد نفقة نسا ئی و مؤو نة عا ملی فهو صدقة ۔(صحیح بخاری حدیث نمبر ٦٧٢٩)

عن عروة عن عا ئشة :أنّ ازوا ج النبی ﷺ حین تو فی رسو ل الله ﷺ اردن ان یبعثن عثما ن الی ابی بکر یسألنه میرا ثهنّ، فقا لت عا ئشة: الیس قال رسو ل الله ﷺ : لا نو ر ث ، ما تر کنا صدقة صحیح بخاری حدیث نمبر٦٧٣٠)

عن علیّ انّ رسول الله ﷺ بعث جیشاً و امّر علیهم ر جلاً، فاوقد نا راً ، و قا ل: ا د خلو ها۔ فاراد ناس ان ید خلو ها، و قا ل ا لآ خرو ن: انّا(قد) فررنا منها۔ فذ کِر ذلك لر سو ل الله ﷺ فقا ل للّذین ارا دوا ان ید خلو ها: لو د خلتمو ها لم تزا لوا فیها الی یو م القیا مة۔ و قا ل للآ خر ین قو لاً حسناً ، قا ل لا طا عة فی معصیة الله، انّما الطّا عة فی المعروف ۔ متفق علیه ۔(صحیح مسلم حدیث نمبر٤٨٦٥)

(روایت ہے حضرت علیؓ سے بیشک رسول اللہ ﷺ نے بھیجا لشکر کو کسی طرف سردار کیا ان پر ایک مرد کو پھر جلایا اس نے آگ پھر کہا کو دو تم اس میں ۔ پھر ارادہ کیا لوگوں نے کو دنا آگ کا اور کہا اوروں نے بے شک ہم بھاگے آگ سے ۔ پھر ذکر کئے گئے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے واسطے پھر فرمایا واسطے ان کے کہ ارادہ کیا تھا کو دنا آگ کا اگر کود تے تم آگ میں ہمیشہ رہتے تم آگ میں قیامت تک اور فرمایا دوسروں کو واسطے جو نہ کو دنے کا ارادہ رکھتے آگ میں باتیں نیک اور فرمایا نہیں اطاعت ہے نافرمانی اللہ میں اطاعت ہے اس بات میں جو موافق قرآن اور حدیث کے ہو۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)

هذا الحد یث ید ل علی انّ قو ل الصحا بة و فعله الذی هو خلاف الله و رسو له لیس با لا تباع لانّ رسول الله ﷺ قال للذین یر یدو ن ا قتحا م النار قو لاً نسجاً و للذین لا یریدو ن اقتحا م النار قو لاً حسناً و کلّهم صحا بی، فهذا الحد یث تفسیر او لی الا مر منکم۔

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بیشک قول صحابہ اور فعل صحابہ جو ہو خلاف اللہ کے اور رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہے قابل اتباع کے اس واسطے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسطے ان لوگوں کے کہ ارادہ کرتے کودنے کا آگ کا باتیں بری اور واسطے ان لوگوں کے کہ نہیں ارادہ کرتے کودنے کا آگ میں باتیں اچھی اور سب یہ صحابی تھے۔ پھر یہ حدیث تفسیر اولی الا مر منکم کی)۔

عن عا ئشه قا لت قا ل رسو ل الله ﷺ من ا حد ث فی امر نا هذا ما ليس منه فهو ردّ ۔ا خر جه مسلم ۔

(روایت ہے حضرت عائشہؓ سے، کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، جس نے بدعت کی شرع ہماری میں کہ نہیں ہے وہ شرع ہماری سے پھر وہ مردود ہے۔ روایت کی اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)

(من ا حد ث فی امر نا هذا ما ليس فيه فهو ردّ ۔ صحیح بخاری)

من ا حد ث فی امر نا هزا ما ليس منه فهو ردّ۔ سنن ابن ماجہ)

ف۔خواہ وہ امر عبادت سے ہو خواہ معاملات سے ہو۔

عن جا بر بن عبد الله قا ل كا ن رسو ل الله ﷺ يقو ل فی خطبته نحمد الله و اثنی عليه بما هو اهله ثم يقو ل من يهده الله فلا مضلله و من يضلله فلا ها دی له انّ اصدق الحد يث كتا ب الله و احسن الهد ی هدی محمد و شر ا لا مور محدثاتها و كل محد ثة بدعة و كل بد عة ضلا لة و كل ضلا لة فی النار۔ ا خر جه النسا ئی ۔

(روایت ہے حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے کہا تھے رسول اللہ ﷺ فرماتے خطبہ میں اپنے، کرتا ہوں میں تعریف اور صفت کرتا ہوں میں اللہ کی ساتھ اس کے کہ لائق ہے وہ اس کو۔ پھر فرماتے، جس کو اللہ تعالی ہدایت کرے پھر نہیں گمراہ کرنے والا اس کا کوئی اور جس کو گمراہ کرے اللہ پھر نہیں ہدایت کرنے والا اس کا کوئی بے شک سچا کلام قرآن ہے اور بہتر راہ، راہ محمد ﷺ کی ہے اور برے کام نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے یعنی ہر بدعتی دوزخی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائیؒ نے)

(عن ابن مسعودٍ انه كا ن يقول : انّما هما اثنتا ن الكلام و الهدی ، فأحسن الكلا م كلا م الله ، و ا حسن الهدی هدی محمدٍ ۔

ألا و ايا كم و محد ثا ت ا لا مورِ ، فان شرّ ا لا مور محد ثا تها ، ان كلّ محد ثةٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بد عة ،

و فی لفظ : غیر انکم تستحد ثو ن و یحدّث لکم ، فکل محد ثةٍ ضلا لة و کل ضلا لةٍ فی لنار .(ابن تیمیه ۔ بیا ن الدلیل)۔

انما ھما ا ثنتا ن الکلام و الھدی ، فا حسن الکلام کلام الله و ا حسن الھدی ھدی محمد ، ا لا و ایا کم و محد ثا ت ا لا مور ، فا ن شر ا لا مور محد ثا تھا و کل محد ثة بد عة ، و کل بد عة ضلا لة ، ا لا لا یطو لن علیکم ا لا مد فتقسو قلو بکم ، ا لا ان کل ما ھو آ ت قریب ... الحد یث جا مع الصغیر للسیو طی)

عن ابی السوار العدوی قا ل سمعت عمرا ن بن حصین قا ل قا ل النبی ﷺ :الحیاء لا یأ تی الّا بخیر۔ فقا ل بشیر بن کعبٍ: مکتو ب فی الحکمة:انّ من الحیاء وقاراً ، و انّ من الحیاء سکینة۔ فقا ل له عمرا ن بن حصین: انا ا حدّ ثك عن رسو ل الله ﷺ و تحدّ ثنی عن صحیفتك (صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۱۱۷)

روایت ہے ابی سوار عدوی سے کہا سنا میں نے عمرانؓ بن حصین کو کہا نبی ﷺ نے حیا نہیں لاتی مگر نیکی ۔ کہا بشیر بن کعب نے لکھا ہے حکمت میں بے شک حیا سے وقار ہے اور بے شک حیا سے بردباری ہے ۔ کہا اس کے واسطے عمرانؓ بن حصین نے میں حدیث کرتا ہوں تجھے رسول اللہ ﷺ اور تو حدیث کرتا ہے مجھے اپنی کتاب حکمت سے ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے

فیه دلیل علی انّ جوا ب الحد یث حد یث و لا جوا ب له قو ل الحکمة و الا جداد و ا لا شیا خ و الا سا تذہ

(اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ جواب صحیح حدیث کا صحیح حدیث ہے اور بجواب حدیث کے قول حکمت اور قول باپ دادے اور مشائخ پیرزادے اور استاد کا نہ چاہیے)۔

عن عبدالله انّ رسول الله ﷺ اصطنغ خا تماً من ذھبٍ، فکان یجعل فِصّه فی با طنِ کفّه اذالبسه، فصنع الناس، ثمّ انّه جلس علی المنبر فنزعه، فقا ل: انّی کنت ألبس ھذا الخا تم و اجعل فِصّه من داخلٍ، فر می به۔ ثمّ قال: والله! لا البسه ابداً۔ فنبذ النا س خوا تیمھم۔ (مسلم حد یث نمبر ۵۴۷۳) (روایت ہے حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہؓ سے بیشک رسول اللہ ﷺ نے بنائی انگوٹھی سونے کی۔ پھر تھے کرتے نگینہ اس کا اندر ہتھیلی اپنی کے جب پہنتے اس کو پھر بنایا لوگوں نے انگوٹھی سونے سے پھر بیٹھے حضرت ﷺ منبر پر پھر نکال ڈالا اس کو پھر فرمایا بیشک تھا میں پہنتا اس انگوٹھی کو اور کیا میں نگین اس کی کو اندر سے پھر پھینکا انگوٹھی کو پھر کہا قسم اللہ کی نہ پہنوں میں اس کو کبھی پھینکا لوگوں نے انگوٹھی اپنی کو)

عن ابن عمر قا ل : اتخذ النبی ﷺ خا تماً من ذهبٍ فا تخذ الناس خوا تيم من ذهبٍ ۔ فقا ل النبی ﷺ : انی اتّخذ ت خا تماً من ذهبٍ، فنبذه ۔ و قا ل انی لن البسه ا بداً ۔ فنبذ النّاس خوا تيمهم (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۲۹۷)

فيه دليل على سر عة ا لا تباع فی السنة و لا مكث فيه ۔

(اس حدیث میں دلیل ہے جلدی اتباع کرنے پر سنت میں نہ سستی کرنا اتباع سنت میں)

و ما كا ن ﷺ يسأل مما لم ينز ل عليه الو حی فيقو ل لا ادری او لم يجب حتی ينز ل الله عليه الو حی و لم يقل بر أی و لا بقياس لقو له تعا لی بما ارا ك الله و قا ل ابن مسعود سئل النبی ﷺ عن الرو ح فسكت حتی نز لت ا لآ ية۔ ا خرجه البخاری ۔ (تھے رسول اللہ ﷺ پوچھے جاتے اس سے کہ نہ اتری آپ پر وحی۔ پھر فرماتے نہیں جانتا ہوں میں، یا جواب نہ دیتے یہاں تک کہ اتاری اللہ تعالی نے آپ پر وحی، اور نہ کہا ہرگز ساتھ رائے اور قیاس کے بسبب قول اللہ تعالی کے، ساتھ اس چیز کے کہ خبر دی تجھ کو اللہ نے ۔ اور کہا حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھے گئے نبی ﷺ روح سے ۔ پھر چپ رہے یہاں تک کہ اتری یہ آیت ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے)۔

(عن ابن مسعود قا ل كنت مع النبی ﷺ فی حر ثٍ بالمد ينةِ۔ و هو يتوكّأ على عسيبٍ فمرّ بنفرٍ من اليهود فقا ل بعضهم : سلوه عن الرو ح ، و قا ل بعضهم: لا تسألوه، لا يسمِعكم ما تكر هو ن ۔ فقا موا اليه فقا لوا ۔ يا ابا القاسم، حدِّ ثنا عن الرو ح، فقا م سا عة ينظر، فعرفت انّه يو حی اليه ۔ فتأخّر ت عنه حتّی صعد الو حی ثمّ قا ل : و يسئلو نك عن الرو ح قل الرو ح من امر ر بّی ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۲۹۷)

كم مكان كا ن من قرآن كذ لك ما اجا ب رسو ل الله ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال السا ئلين حتى نز لت فا جا ب منه و فى زما ننا اهل العلم قر ء كتا ب الصرف مثل الز نجا نى و الز رادى و اقصا ه الفصو ل ا لا كبرى و كتا ب النحو ، نحو شرح ماة عا مل و هدا ية النحو و انتها ء الكا فيه و كتا ب المعا نى كمختصر المعا نى الى بحث ما انا قلت و كتا ب المنطق شبه ايسا غو جى و قال اقول و اعلاه القطبى و كتا ب الحكمة كميبذى ثم انشر فى محا فل ا لا غنياء و ا لا ذ كياء بمسا ئل الا علال و الا دغام و رسم ا لخط و التمر ين و المعرب و المبنى و المنصرف و غير المنصرف و التا كيد و التكرار و التغليب و الالتفات و الاو ليا ت و الخطا بيا ت و الشعريا ت و التجر با ت و السفسطيا ت و ابعا د الثلا ثة و الهيو لى و النقطة و اشعار الفرزدق و الزبعرى و الا عشى او كلمات القياس و الر ا ى و الشا ستر و الجو نس و ما حدّث بالقر آ ن و الحديث الصحيح الّا حد يثاً ضعيفاً او و ضيعاً لا نه ما نعلمهما ممن علمهما و يجيب جوا ب السا ئلين با لرأ ى و ا لا جماع لا بهما ۔

(بہت جگہ قرآن میں اسی طرح کہ نہ جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے سوال سائلین کا یہاں تک کہ اتری آیت پھر جواب دیا آیت سے اور ہمارے زمانہ میں اہل علم پڑھے کتاب صرف کی جیسے زنجانی اور زرادی اور انتہا اس کا فصول اکبری اور کتاب نحو کی شرح ماۃ عامل اور ہدایت النحو اور انتہاء اس کا کافیہ، اور کتاب معانی کی جیسے مختصر معانی بحث انا قلت تک اور کتاب منطق کی جیسے ایساغوجی اور قال اقول اور انتہاء اس کی قطبی اور کتاب حکمت جیسے میبذی پھر ظاہر کیا بیچ مختلف نادانوں کے اور عقل مندوں کے مسئلہ اعلال اور ادغام کا اور رسم خط اور تمرین کا اور معرب اور مبنی کا اور منصرف اور غیر منصرف کا اور تاکید اور تکرار کا اور تغلیب اور التفات کا اور اولیات اور خطابیات اور شعریات کا اور تجربات اور سفسطیات کا اور ابعاد ثلاثہ اور ہیولی اور نقطہ کا اور شعرین فرزدق اور زبعری اور اعشی کا اور باتیں قیاس اور رائے کا اور شاستر اور جونس کا اور نہ بولا قرآن اور حدیث صحیح کے مگر حدیث ضعیف اور وضعی کے اس واسطے کہ بیشک نہ پڑھا قرآن اور حدیث کو اس شخص سے کہ پڑھا تا وہ اس کو قرآن اور حدیث اور جواب دیوے سائلین کا ساتھ رائے اور اجماع کے نہ قرآن اور حدیث کے ساتھ)۔

انّه سمع ابى هريرة يقو ل قا ل رسو ل الله ﷺ يكو ن فى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخر الز ما ن دجا لو ن و؟ كذا بو ن يا تو نكم من ا لا حا ديث بما لم تسمعوا انتم و لا آ با ء كم فا ياكم وا يا هم لا يضلو نكم۔ ا خر جه مسلم (بیشک سنا ابو ہریرہؓ کو کہتے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہوویں آخر زمانے میں بہت دجال اور جھوٹے آویں تم کو حدیث سے ساتھ اس کے کہ نہ سنا تم نے اور نہ باپ دادے تمہارے نے پھر بچاؤ تم اپنے کو انہوں سے نہ گمراہ کریں تم کو اور نہ فتنہ میں ڈالیں تم کو ۔روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

سمعت عبد الله بن عمرو بن العا ص يقو ل سمعت رسول الله ﷺ يقو ل ان الله لا يقبض العلم انتزا عاً ينتز عه من الناس و لكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يتر ك عا لماً اتخذ الناس ر ؤساً جها لاً فسئلوا فا فتوا بغير علمٍ فضلوا و اضلوا ۔ ا خر جه مسلم ۔

(سنا میں نے عبداللہؓ بن عمرو بن عاص کو کہے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے کہ بیشک اللہ نہ قبض کرے علم کو نکالنے کر کہ نکالے اس کو لوگوں سے لیکن قبض کرے علم کو ساتھ قبض عالموں کے یہاں تک کہ جب نہ چھوڑے عالم کو لیویں لوگ سرداریں جاہل کو پھر پوچھے جاویں فتوے بغیر علم کے پھر گمراہ ہوں اور گمراہ کریں ۔روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

اخبر نی سا لم بن عبد الله بن عمر قا ل سمعت النبی ﷺ يقو ل لا تمنعوا اما ء كم المسا جد اذا ستا ذ نكم اليها قا ل فقال بلا ل بن عبد الله و ا لله انا لنمنعهن قا ل فا قبل عبد الله سبه سباً شد يداً ما سمعته سبّه مثله قط و قا ل ا خبر ك عن رسو ل الله ﷺ و تقو ل لنمنعهن۔ا خر جه مسلم ۔

(خبر دی مجھے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ نے، کہا سنا میں نے نبی ﷺ کو فرماتے مت منع کرو تم خواتین اپنی کو مسجد کے جانے سے جب اذن مانگیں تم کو جانے مسجد کی طرف کا ۔کہا پھر کہا بلال بن عبداللہ نے قسم ہے اللہ کی میں منع کرونگا ان کو ۔کہا پھر آئے حضرت عبداللہؓ اس پر، گالی دیا اس کو گالی سخت نہیں سنا میں نے اس کو گالی دینا اس کا کبھی ،اور کہا خبر کرتا ہوں میں تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو کہتا ہے قسم ہے اللہ کی میں منع کرونگا ۔روایت کیا اس حدیث کو مسلمؒ نے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عبد الله بن عمر انّ النبیّ قا ل لا یمنعنّ ر جل اهله ان یاتوا المسا جد فقال ابن لعبد الله بن عمر فا نا نمنعهن فقا ل عبد الله ا حد ثك عن رسو ل الله ﷺ و تقو ل هذا قا ل فما كلمه عبد الله حتّی ما ت ا خر جه ا حمد۔

(روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا نہ منع کرے مرد بی بی اپنی کو آنے مسجد کو۔ پھر کہا بیٹا عبداللہ بن عمرؓ نے پھر منع کرونگا ان کو پھر کہا عبداللہؓ نے میں حدیث کر تا ہوں تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو کہتا ہے یہ بات۔ پھر نہ کلام کیا بیٹوں کو اپنے عبداللہؓ نے یہاں تک کہ مرے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ نے)۔

فیه د لیل علی ان لا یعا ر ض الحد یث بقو ل الصحا بة و التابعی و لا بقو له لانّ خو ف خرو ج ا لا یما ن یعلم منه (اس حدیث میں دلیل ہے اس بات پر کہ نہ مقابلہ کرے حدیث کو ساتھ قول صحابہ اور تابعی کے اور ساتھ اپنے کے اس واسطے کہ بیشک خوف نکلنے ایمان کا معلوم کیا جاتا ہے اس سے)۔

و عن وبرة قا ل كنت جا لساً عند ابن عمر فجاء ر جل فقا ل ایصلح لی ان اطوف با لبیت قبل ان اتی المو قف فقا ل نعم فقا ل فانّ ابن عباس یقو ل لا تطف با لبیت حتی تا تی الموقف فقا ل ابن عمر فقد حجّ رسو ل الله ﷺ فطا ف بالبیت قبل ان یا تی المو قف فیقو ل رسو ل الله ﷺ ا حق ان نا خذ او بقو ل ابن عباس ان كنت صاد قاً ۔ا خر جه مسلم

(روایت ہے وبرہؒ سے، کہا تھا میں بیٹھنے والا پاس حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پھر آیا ایک مرد کہا آیا بہتر ہے واسطے میرے یہ کہ طواف کروں میں کعبہ کی قبل آنے موقف کے پھر کہا ہاں بے شک حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتا ہے مت طواف کر کعبہ کی یہاں تک کہ آوے تو موقف کو پھر کہا حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے تحقیق حج کیا رسول اللہ ﷺ پھر طواف کیا کعبہ کے آگے آنے موقف کے کے پھر ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لائق تر ہے یہ کہ تو آوے یا ساتھ قول حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے اگر ہے تو سچا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

فیه بر ها ن با ز ع علی انّ ا خذ قو ل ابن عباس لیس باحری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عند قو ل رسو ل الله ﷺ لا نه صحا بی و انه نبی

(اس حدیث میں دلیل روشن ہے او پر اس بات کے کہ بے شک لینا قو ل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا نہیں ہے لائق تر نزدیک قول رسول اللہ ﷺ اس واسطے کہ وہ صحابی ہے اور آپ ﷺ نبی ہیں)۔

عن ابن بر یده قا ل ر أی عبد الله بن المغفل ر جلاً من اصحابه یحذف؟ فقا ل له لا تخذف فانّ رسو ل الله ﷺ کان یکره او قا ل ینهی عن الخذف فا نه لا یصطاد به الصید ولا یتکیء به العدو و لکنه یکسر السنّ و بقفاء العین ثم رآ ه بعد ذلك یحذف فقا ل له ا خبر ك ان رسو ل الله ﷺ کا ن یکره او ینهی عن الخذ ف ثم ارا ك تحذف لا اکلمك کلمة کذا و کذا و روا یة لا اکلمك ابداً ۔ا خر جه مسلم (روایت ہے ابن بریدہؓ سے کہا دیکھا عبداللہ بن مغفل نے ایک مرد کو اصحاب اپنے سے کنکر لے پھینکا۔ پھر کہا واسطے اس کے مت پھینک تو کنکری پھر بیشک رسول اللہ ﷺ تھے مکروہ جانتے یا کہا منع کرتے کنکری پھینکنے سے پھر بے شک نہیں کیا جاتا ساتھ کنکری کے شکار اور نہیں زخمی کیا جاتا ساتھ اس کے دشمن لیکن وہ تو ڑے ہے دانت اور پھوڑے آنکھ کو پھر دیکھا بعد اس کے کنکری پھینکتا ہے پھر کہا واسطے اس کے خبر دیتا ہوں میں تجھے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ تھے مکروہ جانتے یا منع کرتے کنکری مارنے سے پھر دیکھا میں نے تجھے کہ کنکری پھینکتا ہے تو نہ بات کروں گا میں تجھے بات ایسی ایسی اور ایک روایت میں نہ بات کروں گا میں تجھے کبھی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

فیه حجّة با هرة علی ان یقو ل قا ئل لر جل افعل کذا و کذا مرّة و مرتین هکذا قا ل رسو ل الله ﷺ او فعله فان لم یفعل فلا یتکلم معه ابداً۔

(اس حدیث میں ہے دلیل ظاہر اس بات پر کہ کہے کہنے والا ایک مرد کو کہ تو ایسا ایسا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ ایسا ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یا کیا رسول اللہ ﷺ پھر اگر نہ کیا اس کو پھر نہ چاہیے کہ کلام کرے اس کے ساتھ کبھی)۔

عن ابی ایو ب الا نصاری قا ل کا ن رسو ل الله ﷺ اذا اتی بطعا م اکل منه و بعث بفضله الیّ و انه بعث الیّ یو ماً بفضله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم یا کل منها لانّ فیها فو ماً فسا لته أ حرا م هو قا ل لا و لکنّی اکره من ا جل ر یحه قا ل فا نّی اکره ما کر هت۔ ا خر جه مسلم

(روایت ہے حضرت ابی ایوبؓ انصاری سے، کہا تھے رسول اللہ ﷺ لا یا جا تا کھا نا کھا تے اس سے اور دیتے بچا ہوا اپنا مجھے ۔ اور بھیجا ایک دن کھا نا بچا ہوا اپنا مجھے کہ نہ کھا یا تھا اس سے اس واسطے کہ بے شک تھا اس میں لہسن پڑا تھا پھر پو چھا میں نے آپ کو آیا حرام ہے فرما یا نہیں لیکن میں مکروہ جا نتا ہوں میں اس بد بو کے سبب سے کہا میں بھی مکروہ جا نتا ہوں جسے مکروہ جا نتے ہیں آپ ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ)۔

کره ایو ب ا لا نصا ری فو ماً لان رسو ل الله کر هه و لیفعل کل متبع السنة کذ لك ۔(مکروہ جا نا ابوایوب نے انصاریؓ نے لہسن کو اس واسطے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے مکروہ جا نا لہسن کو اور چا ہیے کہ کہ کرے ہر تبع سنت کا اسی طرح اتباع سنت کا)۔

عن ابی سعید ن الخد ری ان معا ویة لما جعل نصف الساع من الحنطة عد ل سا عٍ من تمرٍ انکر ذلك ابو سعید قا ل اخرج فیها ا لّا الذی کنت ا خرج فی عهد رسو ل الله ﷺ صا عاً من تمرٍ او صا عاً من زبیبٍ او صا عاً من شعیرٍ او صا عاً من افطٍ؟۔ ا خر جه مسلم (روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ سے بے شک حضرت معاویہؓ نے جب کیا آدھ سیر گیہوں سے برابر سیر بھر کھجور سے انکار کیا اس کو حضرت ابوسعیدؓ نے کہا نکالوں گا میں گیہوں میں مگر وہ کہ تھا میں نکالتا زمانہ رسول اللہ ﷺ میں سیر بھر کھجور سے یا سیر بھر منقہ سے یا سیر بھر جو سے یا سیر بھر پنیر سے ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

فیه د لیل ان لا نتبع غیر الله و الرسو ل صحا بیاً کا ن او تابعیاً لانّ ابا سعید ن الخد ری لم یتبع معا و یه بن ابی سفیا ن فا نه و جد فعله خلاف الرسو ل

(اس حدیث میں دلیل ہے اس پر کہ مت پیروی کر تو غیر اللہ اور رسول کے، صحابی ہو یا تابعی ہو اس واسطے کہ بیشک حضرت ابوسعید خدریؓ نے نہ پیروی کی حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی اس واسطے کہ پایا حضرت ابوسعیدؓ نے فعل حضرت معاویہؓ کو خلاف رسول ﷺ کے)۔

اخبر ا نی ابن وعکة السبا ئنی قا ل سا لت عبد الله بن عباس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقلت انا نكو ن با لمغر ب فيا تينا المجو س با لا سقية فيها الما ء و الو د ك فقا ل اشر ب فقلت ارای ترا ه فقا ل ابن عباس سمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل د با غه طهوره۔ اخرجه مسلم

(خبر دی مجھے ابن وعلہ سبائی نے کہا پوچھا میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو پھر کہا میں نے ہوتا ہوں میں ملک مغرب میں پھر آتے ہیں ہم لوگ مجوس کے مشکوں کے ساتھ اس میں پانی اور چربی پھر کہا تو اس سے پانی پی پھر کہا میں نے آیا رائے اپنی سے کہتا ہے۔ تو پھر کہا حضرت ابن عباسؓ نے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے، بجھاؤ چمڑے کا پاکی اس کی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔

فيه مذ مة الرا ئے و هی ر كن الفقهاء

(اس حدیث میں مذمت ہے رائے کی اور وہی ہے رکن فقیہوں کے)۔

عن ابی هر يرة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ الو جو ء مما مسّت النار و لو من نور اقط فقا ل له ابن عباس ا نتو ضأ من الدّهن انتو ضأ من الحميم فقا ل ابو هر يره يا ابن ا خی ا ذا سمعت حد يثاً عن النبی ﷺ فلا تضر ب له مثلاً ۔ا خر جه الترمذی

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وضو اس سے ہے کہ چھوئے اسے آگ اگرچہ ٹکڑا پنیر سے ہے کہا پھر کہا اس کے واسطے حضرت ابن عباسؓ نے آیا وضو کریں ہم تیل سے آیا وضو کریں ہم گرم پانی سے پھر کہا حضرت ابو ہریرہؓ نے اے بیٹے بھائی میرے کے جب سنے تو حدیث نبی ﷺ سے پھر مت مار تو واسطے اس کے مثل کو۔ روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ نے)۔

فيه صدق قو ل رسو ل الله ﷺ و اتبا عه على ان يقو ل ﷺ الطين ذهب و الذ هب طين هكذا فصدق قو له ﷺ و ان قا ل عالم الملكو ت و النا سوت عكسه ﷺ لانّ الله تعا لی قا ل من يطع الرسو ل فقد اطاع الله ۔ (اس حدیث میں سچائی قول رسول کی ہے اور اتباع اس کی کے اس بات پر یہ کہے رسول اللہ ﷺ یہ مٹی سونا ہے اور یہ سونا مٹی ہے ایسے ہی سچ جانے تو قول رسول اللہ ﷺ اگر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چہ کہیں سب عالم آسمان کے اور زمین کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے اس واسطے کہ بے شک اللہ تعالی نے فرمایا جس نے اطاعت کی رسول اللہ کی اس نے اطاعت کی اللہ کی)۔

عن ابن شها ب انّ سا لم بن عبد الله حدّثه : انه سمع ر جلاً من اهل الشا م و هو يسأل عبد الله بن عمر، عن التمتع بالعمرة الى الحجّ، فقا ل عبد الله بن عمر: هى حلا ل. فقا ل الشا ميّ انّ ابا ك قد نهى عنها، فقا ل عبد الله بن عمر: ار أيت ان كان ابى نهى عنهى و و صنعها رسو ل الله: (أ) امر ابى يتّبع ام امر رسو ل الله ﷺ .فقا ل الر جل : بل امر رسو ل الله، فقا ل : لقد صنعها رسو ل الله۔ (تر مذى حد يث نمبر ٨٢٤)

(روایت ہے ابن شہاب ؒ سے بے شک سالم بن عبداللہؓ اس نے سنا ایک مرد شامی سے جو پوچھتا تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو فائدہ لینے ساتھ عمرہ کے حج تک، پھر کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے یہ عمرہ حلال ہے۔ پھر کہا شامی نے بے شک تیرے باپ نے منع کیا عمرہ سے۔ پھر کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آیا خبر دی تو اگر تھا میرا باپ منع کیا عمرہ سے اور کیا عمرہ رسول اللہ ﷺ نے آیا حکم باپ اپنے کا اتباع کیا جاوے یا حکم رسول اللہ ﷺ کا اتباع کیا جاوے پھر کہا مرد نے بلکہ حکم رسول اللہ ﷺ کا اتباع کیا جاوے۔ پھر کہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بے شک کیا عمرہ رسول اللہ ﷺ نے حج کے ساتھ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)۔

فيه دليل على عدم اتباع ا لآ با ء و ا لا شيا خ و ا لا سا تذه لانّ ابن عمر لم يتبع ابا ه عمر و ايضاً فيه حجة على انّ تر ك سنة الصحا بة سنة الصحا بة لان قو ل ابن عمر يد ل على هذا و قو له سنتى و سنة الخلفاء الرا شدين فيها موا جدة المعطو ف و المعطو ف عليه كمثل قو له تعا لى نعبد الهك و اله آ با ء ك و يقا ل لها و صل لجهة جا معٍ و يقا ل لعكسه فصل المغا ئرة المعطو ف و المعطو ف عليه و قواعد بيا ن هذه القواعد تنبيه الناس على انّ سنة الصحا بة ليست غير سنة رسو ل رسو ل الله ﷺ لا نه ﷺ قا ل ما انا عليه و اصحابى و لا يفهم مغا ئرة السنة من هذه القا عدة و العبارة ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس حدیث میں دلیل ہے اوپر نا اتباع کرنے باپ دادوں کے اور پیروں کے اور استادوں کے اس واسطے کہ بے شک حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے نہ اتباع کی اپنے باپ حضرت عمرؓ کی اور اس میں دلیل ہے اوپر اس بات کے کہ بیشک ترک کرنا سنت صحابہ کا سنت صحابہ کی ہے اس واسطے کہ بیشک قول عبداللہ ابن عمرؓ کا دلالت کرتا ہے اس بات پر اور قول رسول اللہ ﷺ سنتی و سنة الخلفاء الرا شدين ۔ اس میں مواحدہ معطوف اور معطوف علیہ کے ہے مانند قول اللہ تعالی کے نعبد الهك و اله آ با ئك کا اور کہا جاتا ہے اس کو وصل بسبب جامعیت کے اور کہا جاتا ہے خلاف اس کے کہ فصل بسبب مغائرت معطوف اور معطوف علیہ کے اور فائدہ بیان اس قاعدہ کا خبردار کرتا ہے لوگوں کو اس بات پر کہ بے شک سنت صحابہ کی نہیں غیر سنت رسول اللہ ﷺ کے کہ بیشک حضرت ﷺ نے فرمایا جس پر میں ہوں اور اصحاب میرے اسی پر اور نہیں سمجھا جاتا مغائرت سنت اس قاعدہ اور عبارت سے)۔

عن عمر انه قبّل الحجر و قا ل انى اعلم انك حجر لا تضر و لا تنفع و لو لا انّى ر أيت رسو ل الله ﷺ يقبلك ما قبلتك ۔متفق عليه ۔(روایت ہے حضرت عمرؓ سے بے شک انہوں نے بوسہ دیا حجر اسود کو اور کہا بے شک جانتا ہوں میں کہ تو پتھر ہے نہ ضرر کرے نہ نفع دے اور اگر نہ دیکھتا میں رسول اللہ ﷺ بوسہ لیتے تیرا نہ بوسہ لیتا میں تیرا۔ یہ روایت متفق علیہ ہے)

فيه شدة اتباع عمر فى السّنّه (اس حدیث میں سخت اتباع عمرؓ کی سنت میں)

عن انس بن ما لك قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ يا تى على الناس زمان الصا بر فيهم على دينه كا لقا بض على اتهمر ۔ اخر جه التر مذى (روایت ہے حضرت انسؓ بن مالک سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا صبر کرنے والا ان میں دین پر اپنے مانند پکڑنے والا چنگاری کے ہے۔ روایت کیا اس کو امام ترمذیؒ نے)۔

عن ابى امية الشعبا نى قا ل اتيت ابا ثعلبه الخشنىّ فقلت له كيف تصنع فى هذه ا لآ ية قا ل ا يّة آ يةٍ قلت قو له تعا لى

يا ايها الذين آ منوا عليكم انفسكم لا يضرّ كم من ضلّ اذا اهتديتم

قا ل اما و الله لقد سا لت عنها خبيراً سا لت عنها رسو ل الله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ قا ل بل ایتمروا بالمعروف و تنا ھوا عن المنکر حتی اذا ر أیت شحاً مطا عاً و ھو ی متّبعاً و دنیاً من نرۃً و اعجا ب کل ذی ر أی برا یہ فعلیک بخا صۃ نفسک و دع العوا م فانّ من ورا ئکم ایا م الصبر فیھن مثل القبض علی الجمر للعا مل فیھنّ مثل ا جر کمسین ر جلاً یعملو ن مثل عملکم قیل یا رسول اللہ ﷺ ا جر خمسین ر جلاً منا او منھم قا ل لا بل اجر خمسین ر جلاً منکم۔ ا خر جہ التر مذی ۔

(روایت ہے ابی امیہ شعبانی سے کہا آیا میں ابا ثعلبہ خشنی کو پھر کہا میں نے اس کے واسطے کیونکر کرے گا اس آیت میں، کہا کون آیت؟ کہا میں نے قول اللہ تعالی کا، اے لوگو ایمان لاتے لازم پکڑو اپنی جانوں اپنے پر کہ نہ ضرر دے تم کو جو کہ گمراہ ہوا جب کہ ہدایت پائی تمنے ۔کہا خبر دار قسم اللہ کی بے شک پوچھا تم نے اس آیت سے خبر دار کہ پوچھا میں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کو، فرمایا اطاعت کرو تم قرآن وحدیث کے اور باز رہو تم خلاف قرآن وحدیث سے یہاں تک جب کہ دیکھے تو بخیل اطاعت کیا گیا اور پیروی کرنے والا خواہش نفسوں کی اور دنیا اختیار کئے گئے اور خوش نہ ہونا ہر صاحب رائے کا ساتھ رائے اپنی کے پھر لازم پکڑ تو ساتھ خاص نفس اپنے کے اور چھوڑ عام لوگ کہ اس واسطے کہ بے شک پیچھے تمہارے دن صبر کے ہیں ان دنوں میں مانند پکڑنے چنگاری کے ہے واسطے عمل کرنے والے قرآن وحدیث کے ان دنوں میں مانند ثواب پچاس مرد کا عمل کریں کے مثل عمل تمہارے کے ۔کیا یا رسول اللہ ﷺ ثواب پچاس مرد کا ہم میں سے یا ان میں سے سے فرمایا نہیں بلکہ ثواب پچاس مرد کا تم میں سے ۔روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)۔

عن ابی سعید قا ل اخرج مروان المنبر یوم العید فبدع بالخطبۃ قبل الصلوۃ فقا ل رجل یا مروان خا لفت السنۃ اخرجت المنبر یوم عید و لم یخرج بہ وبدأت بالخطبۃ قبل الصلوۃ و لم یکن یبد ء بھا فقا ل ابو سعید اما ھذا فقد قضی بما علیہ سمعت رسو ل اللہ ﷺ یقو ل من ر أی منکم منکراً ما استطاع ان یغیرہ بیدہ فلیغیرہ فان لم یستطع فبلسا نہ فا ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم يستطع بلسا نه فبقلبه و ذالك ا ضعف الايما ن۔اخرجه ابن ماجه و ابو دا ؤد (روایت ہے ابی سعید سے کہا نکالا مروان نے منبر کو عید کے دن پھر شروع کیا ساتھ خطبہ کے آگے نماز کے پھر کہا ایک مرد نے اے مروان خلاف کیا تو نے سنت کا نکالا تو نے منبر کو عید کے ص ۵۲ ۔ دن اور نہ کیا منبر اور شروع کیا تو نے خطبہ کے ساتھ آگے نماز کے حالانکہ نہ تھا خطبہ آگے نماز کے پھر کہا ابوسعید نے اے پر یہ پھر بے شک ادا کیا اس کو کہ تھا او پر اس کے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے جس نے دیکھا خلاف شرع کو جہاں تک طاقت رکھے مٹانے کا اس کی ہاتھ سے پھر چاہیے کہ مٹاوے اس کو ہاتھ اپنے سے پھر اگر طاقت نہ رکھے ہاتھ کے پھر ساتھ زبان اپنی کے پھر اگر نہ طاقت رکھے ساتھ زبان اپنی کے پھر دل میں برا جانے اس کو اور یہ ضعیف تر ایمان کا ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ اور ابوداؤدؒ نے)

هذا عند العقل ا حسن لانّ قلو ب الناس لا علنج بعد الصلوة فى شىء من ا لا شياء و يسيرو ن الى بيو تهم لا نها محزن سرور ايا م الا عباد و منع ر جل ذلك ا لا مر لا نه كا ن بد عةٌ خلاف السنه (یہ بات نزدیک عقل کے نیک تر ہے اس واسطے کہ بے شک دل لوگوں کا نہیں تر دد میں ہوتا نماز کے بعد کچھ کسی میں اور جاویں گھروں کی طرف اپنے اس واسطے کہ گھر جگہ خوشی دن عید کا ہے اور منع کیا مرد نے اس کو اس واسطے کہ بیشک یہ امر تھا بدعت خلاف سنت کے)۔

عن ابن عمر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ لو تر كنا هذا البا ب للنساء قا ل نا فع فلم يد خل منه ابن عمر حتى ما ت۔ ا خر جه ابو دا ؤد ۔(روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اگر چھوڑتے ہم اس دروازہ کو عورتوں کے واسطے البتہ بہتر ہوتا۔ کہا نافع نے پھر نہ داخل ہوئے اس دروازہ سے حضرت ابن عمرؓ یہاں تک کہ مرے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)

ينبغى للسنى الطا هر هكذا يسرع فى اتباع السنة

(لائق ہے واسطے سنی پاک، مقابل بدعتی کے ایسی ہے کہ جلدی کرے اتباع سنت میں)

قا ل صلى عثما ن بمنىٍ ار بعاً ۔فقا ل عبد الله: صلّيت مع النبى ﷺ ر كعتين و مع ابو بكر ر كعتين و مع عمر ركعتين، و زا د عن حفص : و مع عثما ن صدراً من اما ر ته ثم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا تمّها ۔ زا د من ههنا عن ابی معا و یة ۔ثم تفرّ قت بکم الطر ق، فلو دِدت انّ بی من ار بع ر کعا تٍ ر کعتین متقبّلتین ۔قا ل الاعمش فحدّ ثنی معا ویة بن قرّة عن اشیا خه انّ عبد الله صلی ار بعاً، قا ل فقیل له : عِبت علی عثما ن ثمّ صلّیت ار بعاً۔ قا ل الخلاف شرّ ۔ا خر جه ابو دا ؤد (حدیث نمبر ۱۹۶۰)

(کہا نماز پڑھی حضرت عثمانؓ نے منیٰ میں چار رکعت پھر کہا حضرت عبداللہؓ نے نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی ﷺ کے دو رکعت اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ دو رکعت اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دو رکعت اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ ابتدائے خلافت میں ان کے۔ پھر پوری پڑھی انہوں نے نماز پھر جدا ہوئے ساتھ تمہارے راہیں پھرا چھا جانتا ہوں میں بے شک میرے واسطے چار رکعت سے دو رکعت قبول کی گئیں۔ کہا اعمش نے پھر حدیث کیا مجھے معاویہ بن قرۃ نے استادوں اپنے سے کہ بے شک عبداللہ نے پڑھی چار رکعت پھر کہا گیا ان کے واسطے عیب کیا تو نے حضرت عثمانؓ پر پھر نماز پڑھی تو نے چار رکعت کہا عبداللہ نے خلاف بد ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

هذا الحد یث یدلّ علی انّ افعا ل الصحا بة و اقوا لهم شرّ و لا خیر فیها الّا اذا کا ن القر آ ن و الحد یث مفقو دین لکن التو قف احسن فیها و مصداق هذا :عن شر یح انه کتب الی عمر یسا له فکتب الیه الیه ان اقض بما فی کتا ب الله فا ن لم یکن فی کتا ب الله فبسنة رسو له ﷺ فا ن لم یکن فی کتا ب الله و لا فی سنة رسو ل الله ﷺ فا قض بما قضی الصا لحو ن فا ن لم یکن فی کتا ب الله و لا فی سنة رسو ل الله ﷺ و لم یقض به الصا لحو ن فا ن شئت فتقدم و ان شئت فتاخر و لا ارا ی التا خر ا لّا خیراً لك السلا م علیك ۔ ا خر جه النسا ئی فیه نظر لانّ عمر قا ل انما هو ای الر أی منا الظن و التکلف سبق ذکره

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے اسپر کہ بے شک فعلیں صحابہ اور قولیں صحابہ شر ہیں، نہیں اس میں خیر مگر جب ہو قرآن اور حدیث گم، لیکن توقف کرنا اس میں بہتر ہے اور مصداق اس توقف کا روایت ہے شریحؒ سے بے شک لکھا اس نے حضرت عمرؓ کی طرف پوچھا اس سے۔ پھر لکھا حضرت عمرؓ نے اس کی طرف، حکم کر ساتھ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کہ جو قرآن میں ہے پھر اگر نہ ہو قرآن میں پھر ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ کے پھر اگر نہ ہو قرآن میں اور نہ حدیث میں پھر حکم کرتو ساتھ اس کے کہ حکم کیا اس کے ساتھ نیکوں نے پھر اگر نہ ہو قرآن اور حدیث میں اور نہ حکم کیا ہو اس کے ساتھ نیکوں نے پھر اگر چاہے تو حکم آگے کر اور اگر چاہے تو حکم پیچھے کر اور نہیں دیکھتا ہوں میں تاخیر حکم میں مگر خیر واسطے تیرے السلام علیک۔ روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے تقدم حکم میں تامل ہے اس واسطے کہ بے شک عمر نے فرمایا عقل اور رائے ہم سے گمان اور تکلف ہے۔ آگے ہوا ذکر اس کا)۔

انّ د حية بن خليفة خر ج من قر يةٍ من دمشق مرّةً الى قر ية عقبة من الفسطا ط و ذ لك ثلا ثة اميا ل فى ر مضا ن ثم انه افطر و افطر معه اناس و كره ا لآ خرو ن ان يفطروا فلما رجع الى قر يته قا ل و الله لقد ر أيت اليو م امراً ما كنت اظن انّى ارا ه قو ماً ر غبوا عن هد ى رسو ل الله ﷺ و اصحا به يقول ذلك للذين صا موا ثم قا ل عند ذلك اللهم اقبضنى اليك۔

اخر جه ابو دا ؤد۔

(بے شک دحیہ بن خلیفہ نکلا گاؤں دمشق سے ایک طرف گاؤں عقبہ کے کہ شہر فسطاط سے تھا اور گاؤں اس سے تین کوس پر رمضان میں پھر اس نے توڑا روزہ اور ساتھیوں نے بھی توڑا اور مکروہ جانا اوروں نے توڑنا روزے کا۔ پھر جب آئے گاؤں میں اپنے کہا بے شک میں نے دیکھا اس کو ایک قوم کو کہ منہ پھیرا سنت رسول اللہ ﷺ سے اور اصحاب اس کے سے۔ کہتے یہ بات واسطے ان لوگوں کے کہ روزہ رکھے رہے اور توڑا نہ اس کو۔ پھر کہا نزدیک اس بات کے اے اللہ جان قبض کرلے تو میری اپنی طرف۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)

و جا ء فى الحد يث لمسلمٍ لقصر صلوة ثلا ثة اميا ل او ثلا ث فرا سخ ا يضاً۔ هذا الحد يث يد ل على شدة اتباع السنه

(اور آئی حدیث مسلم کے واسطے قصر نماز تین کوس یا نو کوس کے بھی۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے سخت اتباع سنت رسول اللہ ﷺ کے)

عن جنّا بٍ قا ل اتينا رسو ل الله و هو متو سّد بر دةٍ فى الكعبة فشكو نا اليه فقلنا ا لا تستنصر لما ا لاند عوا الله لنا فجلس محمراً و جهه فقا ل قد كا ن من قبلكم يو خذ الر جل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیخفر له فی ا لار ض ثم یو تی بالمنشار فجعل علی راسه فیجعل فر قتین ما یصرفه ذلك عن دینه و یمشط بامشا ط الحد ید ما دو ن عظمه من لحمٍ و عصبٍ ما یصرفه ذلك عن دینه و الله لیمنّ الله هذا ا لا مر حتی یسیر ا الرا کب ما بین صنعاء ما یخا ف ا لا الله و الذ ئب علی غنمه و لکنکم تعجلو ن ا خر جه ابو دا ؤد و البخاری (روایت ہے جناب سے کہا آیا میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حالانکہ آپ تکیہ لگائے چادر کے سایہ کعبہ میں تھے پھر گلہ کیا ہم نے آپ کی طرف پھر کہا آیا نہیں مدد کرتے ہماری آیا نہیں دعا مانگتے اللہ کو ہمارے واسطے۔ پھر بیٹھے حالانکہ چہرہ مبارک سرخ غصے سے تھا پھر فرمایا بے شک آگے تمہارے سے لوگ پکڑتے مرد کو پھر کھود کے زمین میں اسے کرتے پھر لاتے آرہ پھر کرتے سر اس کے پر پھر کرتے اس کو دو ٹکڑے نہ پھرتا اس کو یہ دین سے اس کو اور کرتے کنگھی لوہے کی سوائے ہڈی اس کی کے گوشت اور پٹھے سے نہ پھرتا اس کو یہ دین سے اس کو قسم اللہ کی احسان رکھتا ہے اللہ اس امر کو یہاں تک کہ چلے سوار درمیان ملک صنعا کے نڈرے کسی کو مگر اللہ کو اور بھیڑیوں کو بھیڑوں پر اپنے لیکن جلدی کرتے ہو تم۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابو داؤدؒ و امام بخاریؒ نے)۔

هذا الحد یث ید ل علی الر جل ا لا ضعف من ا لا یما ن الذی یغیر من الر جل العما لم یسلسل بحبا لیه الشیا طین المر دّة و لا یقتله

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے مرد ضعیف ایمان کے سے جو فریب میں پڑتا ہے مرد عالم سے جو باندھتا ہے جال اپنے میں شیطان سرکش کو اور نہیں کرتا وہ اس کو قتل)۔

عن جریر قا ل سمعت رسول الله ﷺ یقول ما من ر جل یکون فی قو م یعمل فیهم بالمعا صی یقدرو ن علی ان یغیر و ا لا صا بهم الله منه بعقا بٍ من قبل ان یمو توا۔ ا خر جه ابو داؤد

(روایت ہے حضرت جریرؓ سے، کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے نہیں کوئی مرد کہ ہووے قوم میں عمل کرے ان میں گناہوں کا طاقت رکھیں یقین اس پر کہ روکیں وے سب پھر نہیں روکتے ہیں اس کو مگر پہنچا وے اللہ انہوں کو اس سے عذاب میں آگے مرنے انہوں کے سے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

هذا الحد يث يد ل على انّ العا لم و ا لا مير ان لم يمنع ا حداً من المنكرا ت على قدرته ا صا به الله العقا ب

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ بے شک عالم اور امیر اگر نہ منع کرے کسی کو خلاف شرع سے طاقت پاتی اپنی میں پہونچاوے اللہ ان کو عذاب)۔

عن العرس عن النبى ﷺ قا ل اذا علمت الخطيئة فى ا لارض كا ن من شهد ها فكر ههها و قا ل مرّةٍ انكر ها كا ن كمن غا ب عنها و من غا ب عنها فر ضيها كا ن كمن شهد ها ۔ ا خر جه ابو داؤد (روایت ہے عرس سے روایت کرتا ہے وہ نبی ﷺ سے فرمایا جب معلوم کرے تو گناہ کو زمین میں ہے جو کہ حاضر ہوا گناہ کو پھر مکروہ جانا اس کو اور فرمایا ایک مرتبہ انکار کیا اس کا ہے مانند اس کے غائب ہوا اسی سے اور جو کہ غائب ہوا اس سے پھر راضی ہوا اس کو ہے مانند اس کے کہ حاضر ہوا اس کو روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

هذا الحد يث يد ل على المتقى وقع بخلب الظلم فى مو ضعٍ مكروه و لا على الفا جر الذى يسمع المعا ز ف و المز ا مير مع رقص الجوارى و ا لا مارد و يشر ب الخمر ا لا خمر

(یہ حدیث دلالت کرتی ہے متقی پر پڑا چنگل ظالم میں جگہ بد میں، اور نہ اوپر فاجر کے جو سنتا ہے باجا ہاتھ اور منہ کا ساتھ ناچ عورتوں اور لڑکوں کے اور پیتا ہے شراب لعل کو)۔

عن عبد الله انه كا ن يقو ل من سره ان يلقى الله عز و جل غداً مسلماً فليحا فظ على هؤلا ء الصلوا ت الخمس حيث ينادى بهنّ فا ن الله عز و جل شر ع لنبيكم ﷺ سنن الهدى و انهنّ من سنن الهدى و انى لا ا حسب منكم ا حداً الا له مسجد يصلى فيه فى بيته فلو صليتم فى بيو تكم و تر كتم مسا جد كم لتر كتم سنة نبيه و لو تر كتم سنة نبيكم لضللتم ۔ الخ۔ اخر جه النسا ئى و ابن ما جه (روایت ہے عبداللہ بے شک وہ تھے کہتے جو کہ خوش آوے اس کو ملاقات کرنا اللہ عز وجل سے دن قیامت کے حالت اسلام میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر چاہیے کہ حفاظت کرے ان پانچ نماز جہاں اذان دیویں ساتھ انہوں کے اس واسطے کہ بیشک اللہ عزوجل نے شرع کیا واسطے نبی تمہارے کے طریقہ ہدایت کے اور بے شک یہ طریقے ہدایت کے ہیں اور بے شک نہیں جانتا میں تم میں سے کسی کو مگر اس کے واسطے مسجد ہے کہ نماز پڑھے اس میں پڑھے گھر میں اپنے پھر اگر پڑھا تم نے نماز گھر میں اپنے اور چھوڑا تم نے مسجدوں کو اپنی البتہ چھوڑا تم نے سنت نبی اپنے کو اور اگر چھوڑا تم نے سنت نبی اپنے کو البتہ گمراہ ہو گے تم۔ الخ۔ روایت کیا اس کو امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے)۔

عن حصين انّ بشر بن مروا ن رفع يد يه يو م الجمعة على المنبر فسبّ عمارة بن رو بية الثقفى و قا ل ما زاد رسو ل الله ﷺ على هذا و اشار باصبعه السبا بة ا خر جه النسا ئى ۔

(روایت ہے حصین سے بے شک بشر بن مروان نے اٹھایا دونوں ہاتھ اپنا دن جمعہ کے منبر پر پھر گالی دی عمارہ بن رویہ ثقفی نے اور کہا نہ زیادہ کیا رسول اللہ ﷺ اس پر اور اشارہ کیا ساتھ انگلی کلمہ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائیؒ نے)۔

عن امية بن عبد الله قا ل لعبد الله بن عمر انا نجد صلوة الحضر و صلوة الخو ف فى القر آ ن و لا نجد صلوة السفر فى القر آ ن فقا ل له ابن عمر يا ابن ا خى ان الله عز و جل بعث الينا محمداً و لا نعلم شيئاً فا نما نفعل كما ر أينا محمداً ﷺ يفعل ا خر جه النسا ئى و ابن ما جه (روایت ہے امیہ بن عبداللہ سے کہا واسطے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاتا ہوں میں نماز حضر کے اور خوف کے قرآن میں اور نہیں پاتا میں نماز سفر کی قرآن میں۔ پھر کہا حضرت ابن عمرؓ نے اس کے واسطے اے بیٹے بھائی میرے کے بے شک اللہ نے بھیجا ہماری طرف محمد ﷺ کو حالانکہ نہ جانتے ہم کچھ کرتے ہیں ہم جیسا کہ دیکھا ہم نے محمد ﷺ کرتے۔ روایت کیا اس کو امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ نے)

كا ن ابن عمر لا يز يد فى السفر على ركعتين لا يصلى قبلها و لا بعد ها فقيل له ما هذا قا ل هكذا ر أيت رسو ل الله ﷺ يصنع ۔ ا خر جه النسا ئى (تھے حضرت ابن عمرؓ نہ زیادہ کرتے سفر میں دو رکعت نماز پر۔ نماز پڑھتے آگے دو رکعت کے پیچھے دو رکعت کے پھر کہا گیا ان کے واسطے یہ کہا ہے کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے۔ روایت کیا اس کو امام نسائیؒ نے)۔

عن انس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ جاهدوا بايد يكم و السنتكم و اموا لكم ا خر جه النسا ئى

(روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جہاد کرو مشرکوں کو اور بدعتیوں کو ساتھ ہاتھوں کے اور زبانوں کے اور مالوں کے ساتھ اپنے)۔

عن علىّ قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ لعن الله من لعن وا لده و لعن الله من ذبح بغير الله و من آ وى محد ثاً و لعن الله من غيّر منار ا لار ض۔ ا خر جه النسا ئى

(روایت ہے حضرت علیؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لعنت کری اللہ نے جو کہ لعنت کرے باپ اپنے کو اور لعنت کرے اللہ جو ذبح کرے غیر اللہ کے واسطے اور لعنت کرے اللہ جو جگہ دیوے بدعت کرنے والے کو اور لعنت کرے اللہ جو کہ مٹایا نشانی زمین کی)۔

عن عبد الله بن عباس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ابى الله ان يقبل عمل صا حب بد عةٍ حتى يد ع بد عتها ۔ ا خر جه ابن ماجه (روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انکار کیا اللہ تعالی نے قبول کرنا عمل صاحب بدعت کا یہاں تک کہ چھوڑے بدعت اپنی کو)۔

عن عبد الله بن عمرو بن عا ص قا ل: سمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل: لم يزل امر بنى اسرائيل معتد،لاً حتّى نشأ فيهم المولّدون،ابناء سبا يا الا مم۔ فقا لوا با لرأى فضلّوا واضلوا۔ اخرجه ابن ما جه (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۶)

(روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص سے، کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہمیشہ رہا کام بنی اسرائیل کا اچھا یہاں تک کہ پیدا ہوئے ان میں مولدون اور بیٹے لونڈیوں خلق کی پھر کہا ان سب نے ساتھ رائے کے پھر گمراہ ہوئے اور گمراہ کیا۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہؒ نے)

المولدو ن الذى كا ن وا لده عر بياً و امه عجمياً۔

(مولد، جو ہو باپ اس کا عربی اور ماں اس کی عجمی)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عبد الله بن مسعود ان النبیّ قا ل سیلی امور کم بعدی، رجال یطفئون السّنّة و یعملو ن با لبد عةِ، و یؤخّرون الصّلوة عن موا قیتها۔ فقلت :یا رسو ل الله ان ادر کتهم کیف افعل۔ قا ل تسألنی یا ابن ام عبدٍ کیف تفعل۔ لا طاعة لمن عصی الله ۔ ا خر جه ابن ما جه (روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ سردار ہوویں کا موں تمہارے کا پیچھے میرے لوگ جو طعنہ ماریں سنت میں اور عمل کریں بدعت میں اور تاخیر کریں نماز کو وقتوں سے پھر کہا میں نے یا رسول اللہ ﷺ اگر پاؤں میں انہوں کو کیونکر کروں میں۔ فرمایا، پوچھتا ہے تو اے ابن ام عبد کیونکر کرے تو، نہیں اطاعت ہے اس کے واسطے کہ نافرمانی کیا اس نے اللہ کی۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے)۔

عن ابن عمر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ المو من الذی یخا لط الناس و یصبر علی اذا ئهم اعظم اجراً من المو من الذی لا یخالط الناس و لا یصبر علی اذا ئهم ا خر جه ابن ما جه ۔

(روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ مرد مومن جو ملا ہو لوگوں میں اور صبر کرے ایذا دینے ان کی پر بڑا ثواب ہے اس مرد مومن سے جو نہ ملا ہو لوگوں کو اور نہ صبر کرے ایذا انہوں پر۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے)۔

فیه دلیل علی اسو ء الحا ل الذی یعتز ل عن الناس و یذ هب الی اقلا ل الجبا ل و العیرا ن و الا سرا ب و القیا فی دو ن علّة حر ج ا لا وا مر و النوا هی (اس حدیث میں دلیل ہے بدتر حال اس شخص پر کہ گوشہ پکڑے لوگوں سے اور جاوے چھوٹے پہاڑوں کی طرف اور غار چوٹی پہاڑوں کی طرف اور جنگلوں میں نہیں بسبب تنگی احکام شرعی اور خلاف شرعی سے)۔

عن انس بن ما لك قا ل قیل یا رسو ل الله ﷺ متی نتر ك الامر با لمعرو ف و النهی عن المنکر قا ل اذا ظهر فیکم ما ظهر فی ا لا مم قبلکم ۔ قلنا یا رسو ل الله ﷺ و ما ظهر فی ا لا مم قبلنا قا ل الملك فی صغا ر کم و الفا حشة فی کبار کم و العلم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ر ذا لکم یعنی الفساق ا خر جه ابن ما جه ۔

(روایت ہے حضرت انسؓ بن ما لک سے کہا، کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ کب چھوڑیں ہم حکم شرعی اور منہیات شرعی کو۔ فرمایا جب ظاہر ہو تم میں وہ کہ ظاہر ہوا امت میں پہلے تمہارے کے۔ کہا ہم نے یا رسول اللہ ﷺ اور کیا ظاہر ہوا امت میں آگے ہمارے۔ فرمایا ملک ہووے ہاتھ چھوٹوں تمہارے میں اور زنا بڑوں تمہارے میں اور علم رزالوں تمہارے میں یعنی فاسقوں تمہارے میں ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے)۔

عن عمر انت احب الیّ یا رسو ل الله من کل شئی ا لّا نفسی التی بین جنبیّ۔ فقا ل له علیه الصلوة و السلام لا تکو ن مومناً حتی اکون ا حبّ الیك من نفسك۔ فقا ل عمر و الذی انزل علیك الکتا ب لا نت ا حب الیّ من نفسی التی بین جنبیّ فقا ل رسو ل الله ﷺ ا لآ ن یا عمر قد تمّ ایما نك ۔

(روایت ہے حضرت عمرؓ سے دوست تر تو میری طرف یا رسول اللہ ﷺ ہر چیز سے مگر میرا نفس جو دونوں پہلو میرے میں ہے پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں تو مومن یہاں تک کہ ہوں میں دوست تر طرف تیرے نفس سے پھر کہا حضرت عمرؓ نے قسم ہے اس کی جس نے اتارا کتاب کو آپ پر البتہ آپ دوست تر ہیں میری طرف نفس میرے سے جو دو پہلو میرے میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، اب اے عمرؓ پورا ہوا ایمان تیرا)۔

و قیل لر سو ل الله ﷺ متی اکو ن مو مناً ،و فی لفظٍ آ خر مومناً صا دقاً ،قا ل اذا ا حببت الله ۔فقیل متی احب الله۔ قا ل اذا ا حببت رسو له ۔فقیل و متی ا حبّ رسو له۔ قا ل اذا اتبعت طر یقته و استعملت بسنته و ا حببت بحبّه و ابغضت ببغضه، و وا لیت بو لا یته، و عا دیت بعدا و ته، و یتفا وت الناس فی الایما ن علی قدر تفاوتهم فی محبتی و یتفا وتو ن فی الکفر علی قدر تفاو تهم فی بغضی۔ ا لا لا ایما ن لمن لا محبة له۔ ا لا لا ایما ن لمن لا محبة له۔ ا لا لا ایما ن لمن لا محبة له۔ (اور کہا گیا واسطے رسول اللہ ﷺ کب ہوویں ہم مومن اور لفظ دوسرے میں مومن سچا۔ فرمایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ دوست رکھے تو اللہ تعالی کو۔ پھر کہا گیا کب دوست رکھوں میں اللہ تعالی کو۔ فرمایا جب دوست رکھے تو اس کے رسول کو۔ پھر کہا گیا کب دوست رکھوں میں اس کے رسول کو۔ فرمایا جب پیروی کرے تو طریقہ رسول کے اور عمل کرتو ساتھ دوستی رسول اس کے کے اور بغض کرتو ساتھ بغض رسول اس کے کے اور دوستی کرتو ساتھ دوستی رسول اس کے کے اور عداوت کرتو ساتھ عداوت رسول اس کے کے۔ تفاوت ہوتے ہیں لوگ ایمان میں اندازہ تفاوت ہونے انہوں کا محبت میں میرے اور تفاوت ہوتے ہیں کفر میں اندازہ تفاوت ہونے انہوں کے بغض میرے میں اور خبر دار ہونہیں ہے ایمان اس کے واسطے کہ نہیں محبت اس کو خبر دار ہونہیں ہے ایمان اس کے واسطے کہ نہیں محبت اس کو خبر دار ہو کہ نہیں ہے ایمان اس کے واسطے کہ نہیں محبت اس کو)۔

و قیل لرسو ل الله ﷺ نری مو مناً یخشع و مو مناً لا یخشع ما السبب فی ذلك۔ فقا ل من وّ جد لا یما نه حلا وةً خشع، و من لم یجد ها لم یخشع۔ فقیل بِم تو جد او بما تنا ل و تکتسب فقا ل بصدق الحبّ فی الله۔ فقیل و بم یو جد حبّ الله او بم یکتسب۔ فقا ل بحبّ رسو له فالتمسوا ر ضا ء الله و ر ضا ء رسو له فی حبّهما (اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے دیکھا ہم نے مومن کو کہ عاجزی کرتا ہے اور دوسرے مومن کو دیکھا کہ نہیں عاجزی کرتا ہے کیا سبب ہے اس میں پھر فرمایا جس نے پایا ایمان کے واسطے اپنی حلاوت عاجزی کرے اور جس نے نہ پایا حلاوت ایمان کا نہ عاجزی کرے۔ پھر کہا گیا ساتھ کس طرح کے پایا جاوے یا پہونچایا جاوے اور کمایا جاوے۔ پھر فرمایا ساتھ صدق دوستی اللہ کے میں پھر کہا گیا اور ساتھ کس چیز کے پایا جاوے دوستی اللہ کی اور کس طرح کمایا جائے۔ پھر فرمایا ساتھ دوستی رسول اس کے کی۔ پھر ڈھونڈھو خوشی اللہ کی اور خوشی رسول اس کے کی دونوں کی میں)

و قیل لرسول الله ﷺ من آل محمدٍ الذین امرنا بحبّهم و اکرا مهم و البرور بهم۔ فقا ل ا هل الصّفاءِ و الوفاءِ من آ من بی و اخلص۔ فقیل له و ما علا متهم۔ فقا ل ایثار محبتی علی کل محبو بٍ و اشتغا ل البا طن بذ کری بعد ذکر الله۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و فی اخری علا متهم اِ د ما ن ذکری و الا کثار من الصلوة علیّ ۔

(اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے کون ہے آل محمد جو کہ حکم کئے گئے ہم ساتھ دوستی کرنے اور اکرام کرنے اور نکوئی کرنے انہوں کے پھر فرمایا وہ اہل صفا اور وفا ہیں جو ایمان لائے میرے ساتھ اور خالص کیا پھر کہا گیا واسطے حضرت ﷺ کے اور کیا علامت ہے انہوں کی ۔ پھر فرمایا اختیار کرنا محبت میری کو ہر محبوب پر اور شغل باطن کا ساتھ ذکر میرے کے بعد ذکر اللہ کے اور لفظ دوسرے میں علامت انہوں کی ہمیشہ ذکر کرنا میرے اور کثرت کر درود سے مجھ پر)۔

و قیل لرسول الله ﷺ منِ القویّ فی الایما ن بك ۔ فقا ل من آمن بی و لم یر نی فا نّه مو من بی علی شو قٍ منه و صدقٍ فی محبّتی و علا مة ذلك منه انّه یودّ رؤیتی بجمیع ما یملك۔

و فی ا خری ملأ ا لار ض ذهباً ۔ذلك المو من بی حقاً و المخلِص فی محبّتی صدقاً

(اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کیواسطے کون قوی ہے ایمان میں تیرے ساتھ پھر فرمایا جو ایمان لایا ساتھ میرے حالانکہ نہ دیکھا مجھے پھر وہ مومن ہے ساتھ میرے شوق پر مجھ سے اور ..محبت میری میں اور علامت اس کی اس سے بے شک وہ دوست رکھتا ہے دیکھنے میرے کو ساتھ تمام اس چیز کے کہ مالک ہوتا ہے اور روایت دوسری میں ساتھ بھری زمین کے سونا یہ مومن ہے حق اور مخلص ہے محبت میری میں سچا)۔

و قیل لر سو ل الله ﷺ أر أیت صلوة المصلّین علیك ممّن غا ب عنك و من یّأ تی بعد ك ما حا لهما عند ك ۔فقا ل اسمع صلوة اهل محبّتی و اعرفهم و تعرض علیّ صلوة غیر هم عرضاً۔ ا خر ج هذه ا لا حا دیث عن عمر الی ههنا ابوعبد الله محمد بن سلیمان صا حب دلا ئل الخیرا ت (اور کہا گیا رسول اللہ ﷺ کے واسطے آیا...تو درود درود بھیجنے والوں کا تجھ پر جو کہ غائب ہوئے تجھ سے اور جو کہ آوے گا تیرے پیچھے کہا...دونوں کا نزدیک تیرے پھر فرمایا سنتا ہوں میں درود اہل محبت اپنی کا اور پہچانتا ہوں میں انہوں کو اور ظاہر کیا جائے گا مجھ پر درود و غیر انہوں کا ظاہر کرنے کر یہ روایت کیا ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثوں کو عمر سے یہاں تک عبداللہ بن محمد بن سلیمان صاحب دلائل الخیرات نے)۔

عن ابی سعید ن الخد ری انّ رسو ل الله ﷺ کا ن یخر ج الاضحی و یو م الفطر فیبدء بالصلوة فا ذا صلی صلو ته قا م فا قبل علی الناس و هم جلوس فی مصلا هم فا ن کا نت له حاجة یبحث ذکره للناس و کا نت حا جته بغیر ذلك امر هم بها و کا ن یقو ل تصدقوا تصدقوا تصدقوا و کا ن اکثر من یتصدق النساء ثم ینصرف فلم یز ل کذ لك حتی کا ن مر وا ن بن الحکم فخر جت محا صراً مروان حتی اتینا المصلی فا ذا کثیر بن الصلت قد بنی منبراً من طینٍ و لبنٍ فا ذا مر وا ن یناز عنی یده کا نت یجر نی نحو المنبر و انا اجرّه نحو الصلوة فلما ر أیت ذ لك معه قلت این ا لا بتداء بالصلوة فقا ل یا با سعید قد تر ك ما نعلم قلت کلا و الذی نفسی بیده لا ناتون بخیرٍ مما اعلم ثلث مرارٍ ثم انصرف روا ه الشیخا ن۔

(روایت ہے حضرت ابوسعید خدریؓ سے بے شک رسول اللہ ﷺ تھے نکلتے دوعید میں پھر پہلے نماز پڑھتے پھر جب نماز پڑھ لیتے کھڑے ہوتے پھر آتے لوگوں پر حالانکہ وہ بیٹھے ہوتے جگہ پر اپنے پھر جب ہوتی کوئی حاجت آپ ﷺ کو بھیجنے کسی طرف لشکر بند کرنے اس کو لوگوں کو یا ہوتے کچھ حاجت سوائے اس کے حکم کرتے ان کو ساتھ اس کے اور تھے فرماتے صدقہ دو صدقہ دو صدقہ دو اور تھے اکثر جو کہ صدقہ دیتا عورتیں تھیں پھر جاتے گھر کی طرف پھر ہمیشہ ایسی ہی رہا یہاں تک کہ پھر نکلا میں ہاتھ پکڑے مروان کا یہاں تک کہ آیا میں عیدگاہ میں پھرنا گہاں کثیر بن الصلت بنا رہا تھا منبر مٹی اور اینٹ کچی سے پھرنا گہاں مروان نے کھینا میرا ہاتھ گویا کہ کھینچا مجھے منبر کی طرف اور میں کھینچتا اسے نماز کی طرف پھر جب دیکھا میں نے اس بات کو اس کے ساتھ کہا میں نے کہاں ہے ابتداء نماز کا پھر کہا اس نے ابوسعید چھوٹ گئی جو کہ جانتا تھا تو کہا میں نے نہیں ایسا قسم اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے نہ آؤ گے تم نیکی کو اس کو کہ جانتا ہوں میں تین بار کہہ کر گھر چلے گئے۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے)۔

یعنی ر جع ابو سعید الی بیته ولم یحضر الجما عة لبد عة و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فيه دليل على انّ البد عة ليست بخير و السنة فيها خير۔

(یعنی ابوسعید چلے گئے گھر کی طرف اپنے اور نہ ملے جماعت میں بسبب بدعت مروان کے اور اس میں دلیل ہے اوپر اس بات کے کہ بے شک بدعت بد ہے اور سنت نیک ہے)۔

قا ل ابو ذر لو وضعتم الصمصا مة على هذه و اشار الى قفا ه ثم ظننت الى انفذ كلمةً سمعتها من النبى ﷺ قبل ان يجيروا علىّ لا نفد تها ۔ا خر جه البخارى (کہا حضرت ابوذرؓ نے اگر رکھو تم تلوار کو اس پر اور اشارہ کیا گردن کی طرف پھر گمان کیا میں نے کہ بیشک پہنچا دوں میں ایک بات کو کہ سنا میں نے نبی ﷺ سے آگے مارنے میرے کے البتہ پہنچا دوں میں اس بات کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے)۔

كتب عمر بن عبد العزيز الى ابى بكر بن حز م انظر ما كا ن عند ك من حد يث رسو ل الله ﷺ فا كثر فا نى خفت دروس العلم و ذها ب العلماء و لا تقبل الّا حد يث النبى و ليفشوا العلم و ليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم فانّ العلم لا يهلك حتى يكو ن سرّا ۔ا خر جه البخا رى۔

(لکھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے طرف ابی بن حزمؒ کے دیکھ تو اس کو کہ ہے تیرے پاس رسول اللہ ﷺ پھر کثرت کر تو اس کو ساتھ پڑھانے اور پڑھانے کے پھر بے شک ڈرتا ہوں میں کم ہونے علم کے اور جانے عالموں کے اور مت قبول کر تو کسی کی بات کو مگر حدیث نبی کی اور چاہیے کہ ظاہر کر تو تم علم کو اور چاہیے کہ بیٹھیں یہاں تک کہ سکھلاوے جو کہ نہیں جانتا پھر بے شک علم نہیں ہلاک ہوتا ہے یہاں تک کہ ہووے پوشیدہ۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ نے)۔

و ر حل جا بر بن عبد الله مسيرة شهرٍ الى عبد الله بن انيس فى حد يثٍ وا حدٍ و قد تعلّم ا صحا ب النبى ﷺ بعد كبر سنّهم ا خر جه البخا رى (اور گئے حضرت جابرؓ بن عبداللہ راہ ایک مہینے کی عبداللہ بن انیس کی طرف ایک حدیث کے واسطے اور تحقیق علم حاصل کیا اصحاب نبی نے پیچھے بڑی عمر۔ روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے)۔

عن عا ئشه قا لت قا ل رسو ل الله ﷺ ستة لعنهم لعنهم الله و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كل نبى يجا ب الزا ئد فى كتا ب الله و المكذ ب بقدر الله و المتسلط با لجبرو ن ليعز من ا ذله و يذ ل من اعزه الله و المستجل من عترنى ما حرّم الله و و النار ك لسنغى ا خر جه البهيقى فى المد خل و رزين فى كتا به

(روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے چھ شخص ہیں کہ لعنت کرتا ہوں میں انہوں کو لعنت کرے اللہ انہوں پر اور ہر نبی دعا قبول کی گئی، بڑھانے والا قرآن میں اور جھٹلانے والا ساتھ قضا وقدر کے اور قہر کرنے والا ظلم کے ساتھ تاکہ عزت دیوے مشرک بدعتی کو اور ذلت دیوے موحد اور متبع سنت کو اور الحاد کرنے والا کعبہ اور مدینہ میں یا حلال کرنے والا حرام اللہ کو اور عکس اس کے اور حلال کرنے والا قرابتی میرے سے جس کو حرام کیا اللہ نے اور چھوڑنے والا میری سنت کو۔ اس حدیث کو بیہقیؒ نے مدخل میں اور رزینؒ نے اپنی کتاب میں روایت کیا)۔

اللعنة على الذى ير ك السنة و يا خذ البد عة و كذلك اللعنة على الذى ير ك الحد يث متعمداً او يا خذ الحد يث الضعيف متعمداً۔ (لعنت ہے اس پر جس نے چھوڑا سنت کو اور لیا بدعت کو اور اسی طرح لعنت ہے اس پر جس نے چھوڑا صحیح حدیث کو جان بوجھ کر اور لیا حدیث ضعیف کو جان بوجھ کر)

عن الحسن زعم اقوام على عهد رسول الله ﷺ انهم يحبو ن الله فا راد ان يجعل لقولهم تصديقاً من عمل فمن اد عى محبته و خا لف سنة رسوله فهو كذا ب و كتا ب الله يكذ به و قول نافى القياس اول من قا س ابليس عن عطا ءٍ من علم و لم يعمل فهو كا لكلب ينيح و طرد و تر ك و مثله كبا عور بن بلعم قا له صا حب المدار ك

(روایت ہے حسن سے کہا قوم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بیشک یہ دوست رکھتے اللہ تعالیٰ کو پھر ارادہ کیا کہ کرے اللہ تعالیٰ قول انہوں کا سچ عمل سے۔ پھر جس نے دعویٰ کیا محبت اللہ کی اور خلاف کیا سنت رسول اللہ ﷺ کو پھر وہ جھوٹا ہے اور اللہ کا کلام اسے جھٹلاتا ہے اور قول دور کرنے والا قیاس کا یہ کہ پہلے جس نے قیاس کیا ابلیس تھا۔ روایت ہے عطاؒ سے جس نے سیکھا اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل نہ کیا پھر وہ مثل کتے کے ہے بھونکتا ہے اور دور کیا جاتا ہے اور چھوڑا جاتا ہے اور مثل اسکے مانند باعور بن بلعم کے ہے قرآن میں کہا اس کو صاحب مدارکؒ نے)

عن مخر مة قا ل رجع عروة الى ا صحا به فقا ل اى قو م و الله و فد ت على الملو ك و فد ت على قيصر و كسرى و النجاشى و الله ان ر أيت ملكاً قط يعظمه ا صحا به ما يعظم ا صحا ب محمد ، محمداً ﷺ و الله ان يتخمّ تخا مة ا لا وقعت فى كف ر جل منهم فذ لك بها و جهه و جلده و اذا امر هم ابتدروا امره و اذا تو ضا كا دوا يقتلو ن على و ضو ئه و اذا تكلم خفضوا اصوا تهم عنده و ما يحدو ن اليه النظر تعظيماً له و الله قد عر ض عليكم خطه رشدٍ فا قبلو ها ا خر جه البخا رى هذا مختصر من مطول ۔ (روایت ہے مخرمہ سے کہا پھر عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف پھر کہا اے قوم میری قسم اللہ کی رسول کی میں نے بادشاہوں پر اور رسول کے میں بادشاہ روم اور بادشاہ حبشی پر قسم اللہ کی نہیں دیکھا میں نے ایسا بادشاہ کبھی کہ تعظیم کرے اس کے اصحاب اس کی جیسا کہ تعظیم کرتے ہیں اصحاب محمد کے، محمد ﷺ کی ۔قسم ہے اللہ کی نہیں تھوکے تھوک کر مگر پڑی اس سے کف سے مردان کے میں سے پھر ملے ساتھ اس تھوک کے منہ اور بدن اپنا اور جب حکم کرے انہوں کو سبقت کریں کام پر اس کے اور جب وضو کرے لڑیں پانی وضو پر اس کے اور جب کلام کریں نیچی کریں آواز اپنی کو پاس اس کے اور نہ تیز دیکھیں اس کی طرف بسبب تعظیم کے قسم اللہ کی بے شک عرض کیا گیا تم پر خصلت ہدایت کی پھر قبول کرو تم اس کو ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے یہ مختصر ہے مطول سے)۔

عن ابن عمر عن النبى ﷺ بعثت بين يدىّ السا عة با لسيف هتى يعبد الله و حده لا شر يك له وجعِل رزقى تحت ظلّ رمحى و جعِل الذلة و الصغار على من خا لف امر ى (مسند احمد)

بعثت بين يدىِ السا عة مع السيف ، و جعل رزقى تحت ظل رمحى و جعِلتِ الذلة و الصغار على من خا لف امر ى و من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشبّه بقومٍ فهو منهم (فتح الباری لا بن حجر طبع ۱۴۰۷ھ ۔ ۶۔۱۱۶)
(روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی نبی ﷺ سے کہ کی گئی روزی میری نیچے سایہ نیزے میرے کے اور کی گئی ذلت وخواری اس پر جس نے خلاف کیا حکم میرے کو)۔

قا ل عمر انّ نا ساً یجا دلو ن بالقر آ ن فخذو هم با لسنن فانّ اصحا ب السنن اعلم بکتا ب الله ا خر جه القا ضی فی الشفاء
(کہا حضرت عمرؓ نے لوگ لڑتے ہیں تم پر یعنی قرآن کے ساتھ پھر لوتم انہوں کو ساتھ حدیثوں کے اس واسطے کہ بے شک اصحاب حدیث کے بہت جاننے والے ہیں کتاب اللہ کو۔ روایت کیا اس کو قاضیؒ نے شفا میں)۔

عن زید بن اسلم عن ابیه سمعت عمر یقو ل فیم الر ملا ن الآن و قد اطا الله ا لاسلا م علی الکفر و اهله و ایم الله ما ندع شیئاً کنا نفعله علی عهد رسو ل الله ﷺ ا خر جه ابن ما جه
(روایت ہے زید بن اسلم سے وہ روایت کرتا ہے اپنے والد سے سنا میں نے حضرت عمرؓ کو کہتے کس میں دوڑتا ہے اب حالانکہ اللہ نے قوی کو اسلام کو اور دور کیا کفر کو اور اہل کفر کو اور قسم اللہ کی نہ چھوڑیں ہم کسی چیز کو کہ تھے ہم کرتے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں)

عن علی قا ل لو کا ن الدین علی الرا ئے لکا ن اسفل الخف اولی بالمسح من اعلا ه و قد ر أیت رسو ل الله ﷺ یمسح علی ظا هر خفه ۔ ا خر جه ابو دا ؤد
(روایت ہے حضرت علیؓ سے کہا اگر دین ہوتا رائے پر البتہ ہوتا نیچے موزے کے بہتر مسیح کرنا اوپر موزوں سے اور بے شک دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ مسح کرتے پشت موزے اپنے پر ۔روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے)

عن علی قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ اذا تقا ضی الیك ر جلا ن فلا تقض ا لا ول حتی تسمع کلا م ا لآ خر فسو ف تد ری کیف نقضی قا ل علی فما زلت قا ضیاً بعد ا خر جه ا حمد (روایت ہے حضرت علیؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب قضیہ لاویں تیری طرف دو شخص پھر مت فیصلہ کر اول کا یہاں تک کہ سنے تو بات دوسرے کی پھر قریب معلوم کرے تو کیونکر فیصلہ کرے۔ کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علیؓ نے پھر ہمیشہ رہا میں قاضی اب تک ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ نے)۔

عن عبادة بن صا مت غزی مع معا و یة ار ض رو م فنظر الی الناس و هم یبا یعو ن کسر الذ هب با لد نا نیر و کسر الفضة با لدرا هم فقا ل یا ایها النا س انکم یا کلو ن الر بوا سمعت رسو ل الله ﷺ یقو ل لا تتبا عوا الذ هب با لذ هب الّا مثلاً بمثلٍ لا زیا دة بینهما و لا نظرة فقا ل له معا و یة یا ابا الو لید لا اری الربوا فی هذه الّا ما کان من نظرةٍ فقا ل عبادة ا حدّثك عن رسو ل الله ﷺ و تحد ثنی عن رایك لئن ا خر جنی الله لا اسا کنك بار ض لك علی فیها امر ة فلما نقل لحق بالمد ینة فقا ل له عمر بن الخطا ب ما اقد مك یا ابا الو لید فقصّ علیه القصة و ما قا ل من مسا کنته فقا ل ار جع یا ابا الو لید الی ارضك فقبح الله ار ضاً لست فیها و امثا لك و کتب الی معا ویة لا امرة لك علیه و احمل الناس علی ما قا ل فا نه هو الا مر۔

اخرجه ابن ما جه ۔

روایت ہے حضرت عبادہؓ بن صامت سے جہاد کیا حضرت معاویہؓ کے ساتھ ملک روم میں پھر دیکھا لوگوں کی طرف حالانکہ وے خرید وفروخت کرتے زیادتی سونے کی دیناروں کے ساتھ اور زیادتی چاندی کے درہموں کے ساتھ پھر کہا اے لوگوں بے شک کھاتے ہو تم بیاج کو سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے مت بیچو سونے کو سونے کے ساتھ مگر برابر نہیں زیادتی درمیان دونوں کے اور نہیں ادھار۔ پھر کہا معاویہ نے ان کو ابا ولید نہیں دیکھتا ہوں میں بیاج اس میں مگر جو کہ ہے ادھار ہے پھر کہا عبادہ نے کرتا ہوں میں حدیث تجھے رسول اللہ ﷺ سے اور تو بات کرتا ہے مجھے اپنی رائے سے اگر نکالا مجھے اللہ نے نہ ٹھہروں گا میں اس زمین میں جہاں تیری سرداری ہے وہاں ہم پر پھر جب پھرے آئے مدینہ میں پھر کہا ان کو حضرت عمرؓ نے کون لایا تجھے یہاں ابا ولید پھر بیان کیا عمر پر قصہ اپنا اور ٹھہرنے اپنے کا جو کہا تھا پھر کہا جا تو اے ابا ولید گھر کی طرف اپنے پھر بری کرے اللہ اس زمین کو کہ نہیں ہے اس پر اور مانند تیرے کے اور کہا معاویہ کی طرف نہیں حکومت تیری اس پر اور اٹھا لوگوں کو کہنے ان کے پر اس واسطے کہ بیشک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ امر حق ہے۔ روایت کیا اس کو امام ابن ماجہؒ نے)۔

فیه تقبح رأی شخصٍ یعار ض به کلا م الرسو ل المقبو ل لان کل نبی معصو م و غیر هم لیس بمعصو م و اتخا ذ اقاویلهم و افا عیلهم فر حاً و قر حاً سنة لامّتهم واقوا ل امتهم و افعا ل امتهم لیست بسنة لا حد کحر ب الصفین و الجمل و قتل عثما ن و الحسین و سبّ عباسٍ علیاً و غر الفا طمةِ ابا بکر ن الصدیق و و غر عمر علیاً و ما عداه الکثیر یطلب الطوامبر قا ل الله تعا لی من قتل مو مناً متعمداً فجزا ئه جهنم ۔ و قا ل النبی ﷺ قتا ل المسلم کفر و سبا به فسق ۔ ا خرجه التر مذی و الحقد الرا ئد علی الثلا ثة قبیح و کذ لك المذا هب ا لار بعة و الطرا ئق ا لا ر بعة و غیر ها کا لقا در یه و المجددیة و النقشبند یه و الچشتیة قبیح و بد عة لیست بسنة و النسبة الیها یحرّ الی الا ثنین و السبعین؟ فر قةً لا نهم زا ئدو ن علی الوا حدة لان رسو ل الله ﷺ قا ل کلهم فی النار ا لا وا حدة و هو ر جل یتثبت بحبل القر آ ن الصریح و الحد یث الصحیح اللهم ثبتنا علی دین سید المر سلین و آ له الطا هر ین و اصحا به الرا شدین و التا بعین المهتدین اجمعین ۔

(اس حدیث میں برائی ہے رائے شخص کی کہ مقابلہ کرے ساتھ اس کے کلام رسول مقبول ﷺ کو اس واسطے کہ بیشک ہر نبی معصوم ہیں اور غیر انہوں کے معصوم نہیں ہیں اور لینا قول اور فعل انہوں کا رحمت کا ہو یا غضب کا سنت ہے واسطے امت انہوں کے اور قول اور فعل امت کا انہوں کے نہیں سنت واسطے کسی جیسے جنگ صفین جنگ معاویہؓ اور علیؓ کا اور جنگ جمل اور جنگ علیؓ اور عائشہؓ کا اور قتل عثمانؓ کا اور حسینؓ کا اور گالی عباس کے علی کو اور کینہ فاطمہؓ کا ابو بکر صدیقؓ کو اور کینہ عمرؓ کا علیؓ کے ساتھ اور سوائے اس کے بہت قصے ہیں کہ چاہیے بہت سا دفتر۔ فرمایا اللہ تعالیٰ جس نے قتل کیا مومن کو جان بوجھ کر پھر بدلا اس کا جہنم ہے اور فرمایا نبی ﷺ نے قتل کرنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کا کفر ہے اور گالی دینا اس کا فسق ہے روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے۔ اور کینہ زائد تین دن سے بد ہے اور اسی طرح مذاہب اربعہ جیسے حنفیہ شافعیہ و مالکیہ وحنبلیہ اور غیر اس کا جیسے قادریہ اور مجددیہ اور نقشبندیہ اور چشتیہ بد اور بدعت ہے نہیں ہے سنت اور نسبت کرنا اس کی طرف کھینچ لے جاوے گا بہتر مذہب کی طرف اس واسطے کہ یہ سب زائد ہیں ایک پر اس واسطے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب دوزخ میں ہوں گے ایک نہیں اور وہ ایک مرد ہے کہ چنگل مارے ساتھ رسی قرآن صحیح کے اور حدیث صحیح کے۔ اے اللہ ثابت رکھ ہم سبھوں کو دین سید المرسلین پر اور طریقہ اس کے آل طاہرین شرک و بدعت سے اور اصحاب اس کے راشدین توحید اور سنت کی طرف اور تابعین مہتدین سب پر۔

تمام ہوا رسالہ اعتصام السنة فی قامع البدعه

اللباب فی صلوٰۃ الاحباب

(۱۲۶۷ھ)

(مصنفہ مولانا محمد عبداللہ محمدی مئوی عرف جھاؤمیاں)

نحمد الله الذی جنا به المستطاب و نصلی علی نبیه الذی هو اکرم الانسا ب (تعریف کرتے ہیں ہم اللہ کی جو درگاہ اس کی پاک ہے اور درود بھیجتے ہیں ہم نبی اللہ پر جو وہ بزرگتر ونکا ہے)۔

اما بعد فعبد الله المحمدی جمع رسالة علی عشرة ابواب و سمّها باللباب فی صلوة الاحباب لینفع بها اصحاب الغبارة و ارباب النهی و الالباب

(اے پھر بعد حمد ونعت کے پس عبداللہ محمدی نے جمع کیا اس نے ایک رسالہ دس باب پر اور نام رکھا اس کا اللباب فی صلوۃ الاحباب تاکہ نفع لیویں ساتھ اس رسالہ کے صاحب نادانی کے اور صاحب عقل کے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الباب الاول

فی حکم رفع الیدین

(پہلا باب: حکم رفع یدین میں)

عن ابن عمر انّ رسول الله ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوة ،و اذا کبّر للرّکوع و اذا رفع رأسه من الرّکوع رفعهما کذلك ایضاً ۔متفق علیه (صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۳۵) وفی روایة بهیقی و ابی سلیمان الخطابی فما زالت تلك صلوته ﷺ حتی لقی الله تعالی ۔

(روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے برابر دونوں مونڈھوں اپنے کے جب شروع کرتے نماز اور جب اللہ اکبر کہتے واسطے رکوع کے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے ۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے ۔ اور اس کا مرتبہ حدیث صحیح سے بڑھ کر ہے ۔ اور ایک روایت میں واسطے بیہقی اور سلیمان خطابی کے، پس ہمیشہ رہے اسی طرح کی نماز رسول اللہ ﷺ یہاں تک کہ ملاقات کی حضرت ﷺ نے اللہ تعالی کی، یعنی وفات فرمائی)۔

قال الناس انّ المجاهد یقول صلیت وراء ابن عمر بضع سنین فلم یرفع یدیه قط الّا فی التکبیرة التحریمة اذ به سقط العمل علی روایته لانّ الراوی یروی حدیثاً ولا یعمل علیه فکیف یعمل علیه احد فهذه القاعدة باظلة لانّ الراوی ان لا یعمل علی روایته لا یبطل العمل علیه و الراوی کان صادقاً و عمل علی روایته او لم یعمل لانّ البخاری یروی عنه ذلك عن نافع انّ ابن عمر کان اذا دخل فی الصلوة کبّر و رفع یدیه و اذا قال سمع الله لمن حمده و اذا اقام من الرکعتین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع يد يه و رفع ذا لك ابن عمر الى النبى ﷺ من هذا ظهر بطلا ن قصّة مجا هدٍ و مو ضو عيتها و لانّ راوى رفع اليدين ليس عبد الله بن عمر فقط بل راويه ابوبكرو عمر و عثمان و على و طلحة و زبير و سعد و سعيد و عبد الرحمن بن عوف و ابو عبيده بن الجراح و ما لك بن الحويرث و زيد بن ثا بت و ابى بن كعب و عبد الله بن مسعود و ابو موسى ا لا شعرى و عبد الله بن عباس و حسن بن على بن ابى طا لب و برا ء بن عاز ب و زياد بن حا رث و سهل بن سعد و ابو سعيد ن الخد رى و ابو قتاده و سلما ن الفارسى و عبد الله بن عمر بن العا ص و عقبة بن عا مر و بريدة و ابو هر يره و عمار بن يا سر و صدى بن عجلان و عمير ن الليثى و ابو مسعود ن الا نصا رى و ام المو منين عا ئشه و ابو الدرداء و عبد الله بن الز بير و انس بن ما لك و وا ئل بن حجر و ابو حميد ن الساعدى و محمد بن مسلمة و جا بر البيا ضى و ابو اسيد و صحا بىّ لم يسمّ اسمه و اعرا بى لم يسمّ اسمه ايضاً ۔

(کہا لوگوں نے بے شک مجاہدؒ کہے، نماز پڑھی میں نے پیچھے حضرت ابن عمرؓ کے کئی برس پس اٹھایا اپنے دونوں کبھی مگر تکبیر تحریمہ میں اس واسطے کہ بسبب اس کے ساقط ہوا عمل روایت حضرت ابن عمرؓ پر اس واسطے کہ بے شک راوی روایت کرے ایک حدیث اور نہ عمل کرے اس حدیث پر پھر کیوں عمل کرے اس پر کوئی ۔ پس یہ قاعدہ باطل ہے اس واسطے کہ بیشک راوی اگر عمل نہ کرے اپنی روایت پر نہ باطل ہو عمل اس حدیث پر، اور راوی سچا ہے عمل کیا روایت کیا اپنی پر یا نہ عمل کیا اس واسطے کہ بے شک بخاری روایت کرتا ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتا ہے نافع سے بے شک حضرت ابن عمرؓ تھے جب داخل ہوتے نماز میں اللہ اکبر کہتے اور اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور جب رکوع کرتے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور جب کہتے سمع الله لمن حمده اور جب کھڑے ہوتے دو رکعت سے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے اور مرفوع کیا اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ نے طرف نبی ﷺ کی ۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا جھوٹ قصہ قول مجاہدؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اور بناوٹ اس قصہ کا۔ اور اس واسطے کہ بے شک راوی رفع یدین کے نہیں ہے عبداللہ بن عمرؓ بلکہ راوی رفع یدین کے ہیں حضرت ابوبکرؓ وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر وسعد وسعید وعبدالرحمٰن بن عوف وابوعبیدہ بن الجراح و مالک بن الحویرث وزید بن ثابت وابی بن کعب وعبداللہ بن مسعود وابوموسیٰ الاشعری وعبداللہ بن عباس وحسن بن علی بن ابی طالب وبراء بن عازب وزیاد بن حارث وسھل بن سعد وابوسعید ن الخدری وابوقتادہ وسلمان الفارسی وعبداللہ بن عمر بن العاص وعقبۃ بن عامر وبریدۃ وابوہریرہ وعمار بن یاسر وصدی بن عجلان وعمیر ن اللیثی وابو مسعود ن الانصاری وام المومنین عائشہ وابوالدرداء وعبداللہ بن الزبیر وانس بن مالک ووائل بن حجر وابوحمید ن الساعدی ومحمد بن مسلمۃ وجابر البیاضی وابو اسید اور ایک صحابی نامعلوم الاسم، اور ایک اعرابی نامعلوم الاسم)

ان لم یسمع اسم الصحا بة فی الحد یث فلا یضعف لانّ اصحاب النبی ﷺ کلھم صادقون فی روا یتھم و ان لم یعلم احد اسم الراوی فی وسط سند الحد یث فھو ضعیف اذ لا یعلم ا حد انه صا دق ام کا ذب معتمد علیه ام لا و فی سفر السعا دة مر قو م با ب رفع الیدین فی ثلا ث موا ضع افتتا ح الصلوة و وضع الرا س و رفعھا تکبرة؟ روات الا حا دیث التی حکمھا کحکم المتوا تر و ھی ار بع مأة حد یثٍ و افا عیل الصحا بة و اقا ویلھم ثا بت فیه و العشرة المبشرة یسو قو ن لم یز ل عمل النبی ﷺ علی ذلك حتی طوی طر یق المو ت و لم یثبت با ب عدم رفع الیدین فی الموا ضع المذ کورة قط۔

(اگر نہ معلوم ہوا نام صحابہ کا حدیث میں پس نہ ضعیف ہوگی وہ حدیث اس واسطے کہ بیشک سب اصحاب نبی ﷺ کے سچے ہیں روایت میں اور اگر نہ معلوم کیا کسی نے نام راوی کا درمیان سند حدیث کے پس وہ حدیث ضعیف ہے اس واسطے کہ نجانا کسی نے کہ بے شک وہ راوی سچا ہے یا جھوٹا ہے معتمد علیہ ہے یا نہیں۔ اور سفر السعادت میں لکھا ہے باب رفع الیدین کا تین جگہوں میں شروع نماز میں اور جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں ساتھ بہت راویین حدیث کے جو حکم اس کا مانند حکم حدیث متواتر کے ہے اور وہ چار سو حدیث میں اور فعلیں صحابہ کی اور قولیں صحابہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رفع یدین میں ثابت ہیں اور عشرہ مبشرہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیشہ رہا عمل نبی ﷺ کا رفع یدین پر یہاں تک کہ وفات فرمائی حضرت نے۔ اور نہ ثابت ہوا مقدم عدم رفع یدین کا ان جگہوں مذکور میں کبھی)۔

و کتا ب البخاری جمع فیه ا لا خبار و الآ ثار فی رفع الیدین و لکلها اسنا د کثیر و فیه یر وی عن الحسن البصری قا ل کا ن اصحا ب رسو ل الله ﷺ یر فعو ن اید یهم فی الصلوة و فی روا یة اذا ر کعوا و اذا رفعوا کانها المراوح و قال عبد الرزاق المحد ث ما رأیت صلوةً جا معةً من ابن جریج و هو رفع ید یه فی ا لا فتتا ح و الو ضع و الرفع و تعلّم ابن جر یجٍ من عطاءٍ و عطا ء من ابن الز بیر و ابن الز بیر من ابی بکر ن الصدیق اخرجه ابن حجر فی تخریج الهدا یه (اور ایک کتاب بخاریؒ کے جمع کیا اس نے اس میں حدیثیں مرفوع اور موقوف رفع یدین کے اور واسطے ہر حدیثوں کے سندیں بہت اور اس کتاب میں روایت کرتا ہے حسن بصری سے کہا تھے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو نماز میں اور ایک روایت میں جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے گویا وہ سب ہاتھ پنکھے ہیں اور کہا عبدالرزاقؒ محدث نے نہیں دیکھا میں نے پوری نماز میں ابن جریجؒ سے اور وہ رفع یدین کرتا شروع نماز میں اور سر جھکانے میں اور سر اٹھانے میں اور سیکھا ابن جریجؒ نے عطاءؒ سے اور عطاءؒ نے ابن زبیرؓ سے اور ابن زبیرؓ نے ابی بکر صدیقؓ سے۔ روایت کیا اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے تخریج ہدایہ میں)

عن علی بن ابی طا لب قا ل لما نز لت هذه ا لآ یة علی رسو ل الله ﷺ انا اعطینا ك الکو ثر فصل لر بك و انحر قا ل رسول الله ﷺ لجبریل ما هذه النحرة التی امر نی ر بی قال انها لیست بنحرةٍ و لکنه یا مر ك اذا تحرمت للصلوة ان تر فع ید یك اذا کبر ت و اذا ر کعت و اذا رفعت را سك من الر کوع فا نها صلو تنا و صلوة الملا ئکة الذین فی السما وا ت السبع قا ل النبی ﷺ رفع الا یدی من ا لا ستکا نة قا ل الله تعا لی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ما استكا نوا لر بهم و ما يتضر عون۔ ا خر جه الحا كم فى تفسير انا اعطينا ك الكو ثر فصل لر بك و انحر و صححه على شر ط الشيخين

(روا یت ہے حضرت علیؓ بن ابی طا لب سے کہا جب اتری آ یت رسو ل اللہ ﷺ پر انّا اعطيناك ...الخ،فر مایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے جبر یلؑ کے، کیا ہے یہ نحرہ جو حکم کیا مجھے اللہ تعا لی نے۔ کہا جبر یلؑ نے بیشک نہیں ہے یہ نحرہ لیکن اللہ حکم کرتا ہے تجھے جب کہ تحریمہ با ندھے تو واسطے نماز کے یہ کہ اٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے جب کہ اللہ اکبر کہے اور جب تو رکوع کرے اور جب سر اٹھاوے تو رکوع سے پس بیشک یہ نماز میری اور نماز ملائکہ کی جو آسمان سا تویں پر ہیں فرمایا نبی ﷺ نے اٹھانا ہاتھوں کا عاجزی سے ہے ۔کہا اللہ تعالی نے : پس عا جزی کیا واسطے رب اپنے کے اور نہ رو ئے۔ روا یت کیا اس حد یث کو امام حا کمؒ نے تفسیر انا اعطينا ك .. الخ میں مستدرک میں اور صحیح کہا اس حد یث کو شرط بخاری اور مسلم پر)۔

ف ۔ رفع یدین کر نا حد یث متفق علیہ میں ثا بت ہے اور اس آ یت سے بھی ثابت ہوا۔

قال المحد ث الد هلوى فى تنوير العينين فى ا ثبا ت مسئلة رفع اليد ين ثبت رفع اليدين فى موا ضع الا ربعة المذ كورة بروايا تٍ صحيحةٍ ثابتة وآ ثار مر ضيةٍ راجحةٍ و مذ هب حقة صادقةٍ عن النبى ﷺ و عن كبراء الصحا بة و عظما ء العلماء و الفقهاء المجتهد ين بحيث لا يشويها نسخ و لا تعا رض حتى ادّعى بعضهم التوا تر و لا اقل من ان تكو ن مشهورةً كذ لك ثبت رفع المسجة

(کہا محدث دہلوی محمد اسماعیلؒ نے تنویر العینین میں ثابت ہوا رفع یدین چاروں جگہ مذکورہ میں ساتھ روایات حدیثیں مرفوعہ صحیحہ ثابتہ موقوف اچھی اور مذہبین حق سچے نبی ﷺ اور اکا بر صحا بہ اور اکا بر علماء اور فقہاء مجتہدین سے اس حدیث کہ نہ ملا ان روایتوں کو حدیث نا سخ اور حدیث تعارض کے یہاں تک کہ دعوی کیا بعض نے حدیث متوا تر کا اور نہ کم ہوئے یہ روایت مشہور ہونے سے ما نند رفع یدین کے ثابت ہوا اٹھانا انگلی کلمہ کا التحیات میں)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال ۔ما هو فی المشکوة فی با ب صفة الصلوة عن عبد الله بن مسعود قا ل الا ا صلی بکم صلوة رسو ل الله ﷺ فصلی و لم یر فع ید یه الّا مر ةً وا حدةً مع تکبیرة ا لا فتتا ح ا خر جه التر مذی و النسا ئی و ابو دا ؤد ۔

(یہ سوال ہے اس چیز کا کہ وہ مشکوۃ میں باب صفت الصلوۃ میں ہے ۔روایت ہے حضرت عبد اللہؓ بن مسعود سے کہا آیا نماز پڑھاؤں میں ساتھ تمہارے نماز رسول اللہ ﷺ ۔پس نماز پڑھی حضرت عبداللہؓ بن مسعود ،نہ اٹھائے دونوں ہاتھ اپنے مگر ایک مرتبہ ساتھ تکبیر افتتاح کے روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے)۔

جوا به ۔ قا ل التر مذی هذا حدیث حسن و قا ل ابو دا ؤد لیس هو بصحیح علی هذا المعنی انّ عبد الله بن مسعود ما فعل رفع الیدین فی اهبا ط الها مة و اصعا د ها فمن سلك هذه السکة فسار مسیرة لغوی و الضلا لة فا نه یر وی فیهما و سوی هذه اربع مأة خبرٍ و اثر کا نها متوا تر و من سیاق الروایة یبر ز انه رای المبتد عین فی عصره یتکرّرو ن فصاعداً رفع الیدین فی التکبیرة التحریمة فا نکر ذا لك و قا ل لم یر فع ید یه رسو ل الله ﷺ فی التکبیرة ا لاو لی مر تین فصا عداً کذا لك یفعل المبتد عو ن فی زما ننا الیو م ذ لك و ضعفه ابن حبا ن و کذ لك رده علی بن عبد المد ینی والا مام احمد و الدار قطنی و هکذا ملك المحد ثین البخاری وغیره قائل بضعفه (جواب ہے سوال کا ،کہا امام ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن ہے اور مرتبہ حسن درمیان صحیح اور ضعیف کے ہے ۔اور کہا امام ابوداؤدؒ نے نہیں یہ حدیث صحیح ان معنوں پر کہ بے شک حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے نہیں کیا رفع یدین جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں پس جو کہ چلا اس گلی کو پس چلا راہ گمراہی کی اس واسطے کہ بیشک حضرت عبداللہؓ بن مسعود روایت کرتے ہیں جھکانے سر میں اور اٹھانے سر میں اور سوائے اس کے چار سو حدیث مرفوع اور موقوف ہیں گویا کہ وہ حدیثیں متواتر ہیں اور روانگی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیشک حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہؓ بن مسعود دیکھا بدعتیوں کو زمانہ میں اپنے دو بار رفع یدین کرتے تھے پھر زیادہ دو بار سے رفع یدین کرتے تھے پھر زیادہ دو بار سے تکبیر تحریمہ میں۔ پس انکار کیا حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس رفع یدین کرنے کو۔ اور کہا حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے نہیں رفع یدین کیا رسول اللہ ﷺ نے تکبیر پہلی میں دو مرتبہ پھر زیادہ دو مرتبہ سے جیسا کہ کرتے ہیں بدعتی زمانہ میں ہمارے آج کے دن رفع یدین کو تکبیر تحریمہ میں یعنی رافضی۔ اور ضعیف کیا اس حدیث کو ابن حبانؒ نے اور اسی طرح مردود کہا اس حدیث کو علی بن عبداللہ المدینیؒ نے اور امام احمدؒ اور دار قطنیؒ اور اسی طرح رئیس المحدثین بخاریؒ اور غیر بخاری کہتے ہیں ساتھ ضعیف اس حدیث کے)۔

عن ابن مسعود قال صليت مع رسول الله ﷺ و ابی بكر و عمر لا يرفعون ايديهم الّا عند الافتتاح قال الامام احمد و ابن تيميه و ابن الجوزی بوضعه۔

(روایت ہے حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نہ اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو کوئی مگر نزدیک شروع نماز کے۔ کہا امام احمدؒ اور ابن تیمیہؒ اور ابن جوزیؒ نے ساتھ موضوع ہونے اس حدیث کے)۔

و انّ عبد الله بن الزبير رأى رجلاً يصلی فی المسجد الحرام و رفع يديه عند الركوع و عند رفع الراس منه فقال لا تفعل انه امر فعله رسول الله ﷺ فی اول الاسلام ثم تركه و نسخ هذا قول ابن الزبير فهو ليس بحديث ولا يوجد له اسناد صحيح فی كتب المحدثين و كذا قول ابن مسعودٍ رفع رسول الله ﷺ فرفعنا و تركنا فتركنا۔

(اور بے شک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا ایک مرد کو نماز پڑھتا کعبہ میں اور اٹھایا دونوں ہاتھ اپنے نزدیک رکوع کے اور نزدیک سر کے اٹھانے رکوع سے۔ پس کہا مت کر تو بیشک رفع یدین ایک حکم تھا اس کو کیا رسول اللہ ﷺ نے ابتداء اسلام میں پھر چھوڑا اس کو اور منسوخ کی گئی یہ حدیث۔ یہ قول حضرت ابن زبیرؓ کا ہے پس نہیں حدیث اور نہ اس کے لئے کتب محدثین میں صحیح اسناد ہیں۔ اور اسی طرح پر صحیح نہیں یہ قول حضرت ابن مسعودؓ کا کہ رفع یدین کیا رسول اللہ ﷺ نے ہم نے کیا اور چھوڑا آپ نے، ہم نے بھی چھوڑ دیا)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن البراء بن عازب قال قال رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه ثم لا يعود اخرجه ابو داؤد فی اسنادہ راویان شریك ضعفه ابن حجر (روایت ہے براءؓ بن عازب سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب شروع کرے کوئی نماز اٹھاوے دونوں ہاتھ اپنے برابر دونوں مونڈھوں اپنے کے پھر رفع یدین کرے۔ پھر نہ کرے۔ اس حدیث کو روایت کیا اس کی اسناد میں دو راوی ہیں ایک شریک جس کو ضعیف کہا امام ترمذیؒ نے دوسرے یزید بن ابی زیاد اس کو ضعیف کہا ابن حجرؒ نے)۔

عن البراء بن عازبٍ قال رأیت رسول الله ﷺ یرفع یدیه حین افتتح الصلوة ثم لا یرفع هما حتی انصرف اخرجه ابو داؤد و قال هذا الحدیث لیس بصحیح و ضعفه ابن حجر۔

(روایت ہے براءؓ بن عازب سے کہا دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے جب شروع کرتے نماز پھر نہ اٹھاتے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ پھرتے نماز سے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے اور کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور ضعیف کہا اس حدیث کو ابن حجرؒ نے)

و موا قیف الشیخین و علی و ابی سعید الخدری و ابی هریره و عبد الله بن عمر و انس بن مالك و غیرهم کلها ضعیف و موضوع فی عدم رفع الیدین

(اور حدیثیں موقوف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابی ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت انسؓ بن مالک اور غیرانہوں کے سب ضعیف اور موضوع ہیں عدم رفع یدین میں)

سوال: قال الناس حدیث رفع الیدین فی وضع الرأس و رفعها بعد نهوضة التشهد منسوخ فانّ ذالك فی روایة مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم فی الصلوة کانها اذناب خیلٍ شمسٍ اسکنوا فی الصلوة

(یہ سوال ہے: کہا لوگوں نے حدیث رفع یدین کی جھکاتے سر اور اٹھاتے سر اور بعد اٹھنے تشہد کے منسوخ ہے اس واسطے کہ بیشک یہ حدیث منسوخ ہے روایت مسلم میں ہے کیا ہے واسطے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے کہ دیکھتا ہوں میں تم کو اٹھانے والے ہاتھوں کو اپنی نماز میں گویا یہ ہاتھ دمیں گھوڑے سرکش کی ہیں ٹھہراؤ تم ان ہاتھوں کو نماز میں)

جوا ب۔ هذه طا ئفة من الحد يث الذى ا خر جه مسلم عن جابر بن سمره قا ل كنا اذا صلينا مع رسو ل الله ﷺ قلنا بايد ينا السلا م عليكم و ر حمة الله و اشار بيده الى الجانبين فقا ل رسو ل الله ﷺ على ما تو مئو ن با يد يكم ما لى ار ى را فعى ايد يكم و فى روا ية ما لى ار ى ايد يكم كا نها ا ذ نا ب خيلٍ شمسٍ اسكنوا فى الصلوة و انما يكفى ا حد كم ان يضع يده على فخذه ثم يسلم على ا خيه من عن يمينه و شما له۔

(یہ ٹکڑا ہے اس حدیث سے کہ روایت کیا اس کو امام مسلمؒ نے روایت ہے جابرؓ بن سمرہ سے کہا تھے جب نماز پڑھتے ہم ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اشارہ کرتے ہم ساتھ ہاتھوں اپنے کے اسلام علیک ورحمۃ اللہ اور اشارہ کیا ساتھ ہاتھ اپنے کے دونوں طرف پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کس پر اشارہ کرتے ہو تم ساتھ ہاتھ اپنے کے۔ کیا ہے واسطے میرے کہ دیکھتا ہوں میں اٹھانے والے ہاتھوں اپنے کو اور ایک روایت میں، کیا ہے واسطے میرے کہ دیکھتا ہوں میں ہاتھوں تمہارے کو گویا وہ دمیں ہیں گھوڑے سرکش کی ہیں ٹھہراؤ تم ہاتھوں کو نماز میں اور کفایت کرتا ہے ایک تمہارے کو یہ کہ رکھے ہاتھ اپنا ران پر اپنی پھر سلام کرے بھائی اپنے پر داہنے طرف اپنے سے اور بائیں طرف اپنے سے)۔

قا ل عبد الله بن المبار ك لم يثبت حد يث عبد الله بن مسعود قا ل ا لا ا صلى بكم صلوة رسو ل الله ﷺ الى آخره كذا لك لم يثبت حد يث عد م رفع المسبحة و ما قا ل بعض علماء ما وراء النهر و صا حب ا لكيدا نى من ثبو ت عدم رفع المسبحة كله با طل لا نهم ليسوا باراكين الحد يث۔

(کہا عبداللہؒ بن مبارک نے نہ ثابت ہوئی حدیث حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہا نہ پڑھاؤں میں تم کو نماز رسول اللہ ﷺ کی۔ الخ۔ اسی طرح نہ ثابت ہوئی حدیث نہ انگلی اٹھانے کلمہ کی، اور وہ کہ کہا بعض علمائے ماوراء النہر اور صاحب کیدانی نے ثبوت نہ اٹھانے انگلی کلمہ کی، سب جھوٹ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس واسطے کہ یہ سب نہ تھے محدثوں سے)۔

اعلم انه خفی علی ابی حنیفه حد یث مر فوع صحیح مسند متفق علیه فی رفع الید ین فی ا لا نتا ج و الر ضع و الر فع و النهوضة من التشهد لاول سوی حد یث ضعیفٍ فی عد م رفع الیدین کذ لك خفی علی عبد الله بن مسعود حا ل رفع الید ین فی الموا ضع ا لار بعة المذ کورة کما قد خفی علیه ا لا خذ بالرکبة و قد خفی علی ما لك بن انس حد یث وضع الید علی الا خری فی الصلوة و قد خفی علی علی حر مة بیع امها ت الاو لا د و علی عمر تطهیر المتیمم من الجنا بة

(جان تو بے شک تحقیق کے پوشیدہ ہوا امام ابوحنیفہؒ پر حدیث مرفوع صحیح مسند متفق علیہ رفع الیدین میں شروع نماز میں اور جھکانے سر اور اٹھانے سر میں اور اٹھنے تشہد اول سے سوائے حدیث ضعیف عدم رفع میں اسی طرح پوشیدہ رہا حضرت عبداللہؓ بن مسعود پر حال رفع یدین کا چار جگہیں مذکورہ پر جیسا کہ تحقیق کے پوشیدہ ہوا ان پر پکڑنا زانو کا رکوع میں اور تحقیق کہ پوشیدہ ہوا حضرت مالکؒ بن انس پر حدیث رکھنا ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر نماز میں اور تحقیق کہ پوشیدہ ہوا حضرت علیؓ پر حرام ہونا بیچنا ام ولد کا اور پوشیدہ ہوا حضرت عمر فاروقؓ پر پاک ہونے تیمّم والے کا جنابت سے)۔

جواب اخیر ہے کہ خطا ہو گیا عدم رفع یدین میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے جیسا کہ خطا ہو گیا ان سے نماز پڑھنے فجر میں آگے صبح صادق سے اور جس لونڈی سے لڑکا ہو اس کو ام ولد کہتے ہیں اور جو بی بی سے صحبت کر کے نہاوے اسے غسل جنابت کہتے ہیں۔

(رفع الیدین کے باب میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرماویں

عن جا بر بن سمرة :

صلّیت مع رسو ل الله ﷺ فکنّا اذا سلّمنا قلنا با ید ینا ، السلام علیکم ،السلام علیکم ۔ فنظر الینا رسو ل الله ﷺ فقا ل : ما شأنکم۔ تشیرو ن بایدیکم کانّها اذ نا ب خیلٍ شمسٍ۔ اذا سلّم ا حد کم فلیلتفت الی صا حبه و لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یؤمی بیدہ۔صحیح مسلم

عن جا بر بن سمرة :

خر ج علینا رسو ل الله ﷺ فقا ل : ما لی ارا کم را فعی اید یکم کانّھا ا ذ نا ب خیل شمسٍ ۔ اسکنوا فی الصلاة ۔ قا ل ثم خر ج علینا فرآ نا حلقاً ۔ فقا ل : ما لی ارا کم عِزین! قا ل ثم خر ج علینا فقا ل : ا لا تصفّون کما تصفّ الملا ئکة عند ربّھا ۔ فقلنا یا رسو ل الله و کیف تصفّ الملا ئکة عند ر بھا ۔ قا ل : یتمو ن الصفو ف الاول و یترا صو ن فی الصف ۔صحیح مسلم

عن جا بر بن سمرة : کنّا اذا صلّینا مع رسو ل الله ﷺ قلنا : السلا م علیکم و ر حمة الله ۔ السلا م علیکم و ر حمة الله ، و اشا ر بیدہ الی الجا نبین ۔ فقا ل رسو ل الله ﷺ : علا م تومئو ن با یدیکم کا نّھا ا ذ نا ب خیلٍ شمسٍ ۔ انّما یکفی ا حد کم ان یضع یدہ علی فخذہ ثم یسلّم علی ا خیہ من علی یمینہ و شما لہ ۔صحیح مسلم

عن جا بر بن سمرة : کنّا اذا صلّینا خلف رسو ل الله ﷺ فسلّم ا حد نا اشار بیدہ من عن یمینہ و من عن یسا رہ فلمّا صلّی قا ل ما با ل ا حد کم یومی بیدہ کا نّھا ا ذ نا ب خیل شمس انّما یکفی ا حد کم او ألا یکفی ا حد کم ان یقو ل ھکذا و أشا ر بأصبعہ یسلم علی ا خیہ من عن یمینہ و من عن شمالہ ۔ سنن ابوداؤد

عن جا بر بن سمرة قال :

د خل علینا رسو ل الله ﷺ و الناس را فعوا اید یھم فی الصلاة ۔

فقا ل : ما لی ارا کم رافعی اید یکم کا نّھا اذ نا ب خیل شمس اسکنوا فی الصلوة ۔ سنن ابوداؤد

عن جا بر بن سمرہ :

کنا اذا صلینا خلف النبی ﷺ سلمنا با ید ینا قلنا السلا م علیکم السلا م علیکم۔ فقا ل ما با ل اقوا مٍ یسلّمو ن با ید یھم کا نّھا ا ذ نا ب خیل شمس اما یکفی ا حدکم اذا جلس فی الصلوة ان یضع ید ہ علی فخذہ و یشیر با صبعہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و یقو ل السلا م علیکم السلا م علیکم ۔ طحاوی ۔شرح معانی الآ ثار

عن جا بر بن سمرة : صلّیت مع رسو ل الله ﷺ فکنا اذا سلّمنا قلنا باید ینا السلا م علیکم السلا م علیکم قا ل : فنظر الینا رسو ل الله ﷺ فقا ل: ما شأنکم تشیرو ن بأیدیکم کا نها ا ذ نا ب خیل شمس ۔ اذا سلّم احدکم فلیلتفت الی صا حبه و لا یؤمی بیده ۔سنن نسائی

عن جا بر بن سمرة : کنّا نصلّی خلف النبی ﷺ فسلّم با ید ینا فقا ل ما با ل هؤلا ء یسلّمو ن با ید یهم کا نّها ا ذ نا ب خیلٍ شمسٍ اما یکفی ا حد هم ان یضع یده علی فخذه ثم یقو ل السلا م علیکم السلا م علیکم ۔سنن نسائی)

البا ب الثا نی

فی حکم و ضع الید ین علی الحیا زیم فی الصلوة

(باب دوسرا:حکم رکھنا دونوں ہاتھوں کا سینوں پر)

قا ل الله تعا لی: فصلّ لر بّك و انحر

(نماز میں فرمایا اللہ تعالی پھر نماز پڑھ اور سینہ پر ہاتھ رکھ تو)۔

عن علیّ فی تفسیر و انحر و ضع ید ه الیمنی علی وسط ساعده الیسری ثم و ضعهما علی صدره فی الصلوة ا خر جه السیو طی فی الدر المنثور (روایت ہے حضرت علیؓ سے تفسیر و انحر میں رکھنا ہاتھ داہنا اپنے درمیان پہونچا اپنا بایاں پر پھر رکھنا دونوں ہاتھوں کا سینہ پر اپنے نماز میں ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام سیوطیؒ نے درمنثور میں)

عن وا ئل بن حجر قا ل صلّیت مع النبی ﷺ فو ضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ا خر جه ابن خز یمه فی صحیحه و قا ل المحد ث ا لاله با دی هذا حد یث صحیح لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقة لا حدٍ ان یجر ح و یقد ح فیه لانّ ابن حجر صححه و وثق ر جا له و ثو قاً بلیغاً و یو جب العمل علی کل امیرٍ و فقیر

روایت ہے حضرت وائلؓ بن حجر سے، کہا نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی ﷺ کے۔ پھر رکھا ہاتھ اپنا داہنا اپنے بائیں ہاتھ پر سینہ پر اپنے روایت کیا۔ اس حدیث کو ابن خزیمہؒ نے صحیح میں اپنی اور کہا محدث الہ آبادی یعنی حاجی محمد فاخرؒ یہ حدیث صحیح ہے نہیں طاقت واسطے کسی کے یہ طنز وطعن کرے اس میں اس واسطے کہ بے شک حافظ ابن حجرؒ نے صحیح کہا اس حدیث کو اور توثیق کیا رجال سند اس حدیث کی توثیق بہت اور واجب کیا اس حدیث پر عمل کو ہر امیر وفقیر پر)۔

و عنه قا ل حضرت رسو ل الله ﷺ نهض الی المسجد ثم وضع یمینه رلی یسا ره علی صدره ا خر جه البهیقی فی سننه و ایضاً ا خر جه ابو الشیخ فی سننه عن انس عن النبی ﷺ مثله و ذکره النو وی و غیر وا حد من العلما ء

(روایت ہے حضرت وائلؓ بن حجر سے، کہا حاضر ہوا میں رسول اللہ ﷺ کو گئے حضرت مسجد کی طرف پھر رکھا ہاتھ دایاں اپنا بائیں ہاتھ پر اپنے پر سینہ اپنے پر روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے سنن میں اپنی اور بھی روایت کیا اس حدیث کو ابوشیخ نے سنن میں اپنی میں حضرت انسؓ سے وہ نبی ﷺ سے مانند اس کے اور ذکر کیا اس حدیث کو امام نوویؒ نے اور بہت علماء نے اس کو)۔

و عن طا ؤس قا ل کا ن رسو ل الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره فی الصلوة ا خر جه ابو دا ؤد فی المرا سیل (روایت ہے طاؤسؒ سے، کہا: تھے رسول اللہ ﷺ رکھتے ہاتھ داہنا اپنا بائیں ہاتھ اپنے پر سینہ اپنے پر نماز میں۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے مراسیل میں)

ف ـ المر سل الذی قا له التا بعی قا ل رسو ل الله ﷺ ، او فعل رسو ل الله ﷺ و لم یذ کر اسم شیخه فا لطا ؤس تابعی و ابن عباس شیخه (مرسل جو کہے اس کو تابعی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اور نہ ذکر کیا نام اپنے استاد کا۔ پھر طاؤسؒ تابعی ہے اور ابن عباسؓ، استاد طاؤسؒ کا۔

(اس باب میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرماویں

عن طا ؤس بن کیسا ن : کان رسو ل الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الیسری ثم یشدّ بهما علی صدره و هو فی الصلاة۔ ابو داؤد، او رده فی المراسیل

عن طا ؤس بن کیسا ن : کا ن رسو ل الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشدّ بینهما علی صدره و هو فی الصلاة۔ سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۷۵۹

حد ثنا محمد بن قدا مة بن اعین عن ابی بدرٍ، عن طا لو ت عبد السلا م ، عن ابن جر یر الضبیّ،عن ابیه قا ل : ر أیت علیّاً علیه السلا م، یمسِك شما له بیمینه علی الرسغ فو ق السّرّة۔

قا ل ابو دا ؤد: روی عن ابی هر یرة و لیس بالقوی سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۷۵۷

حد ثنا مسدد : حد ثنا عبد الر حمن بن زیا د عن عبد الر حمن بن اسحاق الکو فی، عن سیار ابی الحکم ، عن ابی وا ئل قا ل : قا ل ابو هر یرة : ا خذ الاکف علی ا لا کفّ فی الصلوة تحت السّرة

قا ل ابو داؤد : سمعت ا حمد بن حنبل یضعف عبد الر حمن بن اسحاق الکوفی ۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۵۸

حد ثنا ابو تو بة : حد ثنا الهیثم یعنی ابن حمید ، عن ثورٍ ، عن سلیما ن بن موسی ، عن طا ؤس قا ل:

کا ن رسو ل الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشدّ بینهما علی صدره ، و هو فی الصلاة ۔سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۷۵۹

عن وا ئل بن حجر : صلیت مع النبیّ فو ضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره ۔ تحفة المحتا ج الی ادلة المنها ج ۔لا بن ملقن ۔ طبع مکه ۱۴۰۶ھ۔ حکم المحد ث: صحیح او حسن

عن طاؤس بن کیسا ن : کا ن رسو ل الله ﷺ یضع یده الیمنی علی یده الیسری ثم یشدّ بهما علی صدره و هو فی الصلاة ۔ نیل ا لاو طار للشو کا نی۔ حکم المحد ث :مر سل

عن وا ئل بن حجر : صلیت مع رسو ل الله ﷺ فو ضع یده الیمنی علی الیسری علی صدره ۔ عو ن المعبو د لشمس الحق العظیم آ با دی ۔ ۲۔۲۶۵۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبع بیروت ۱٤۲۱ھ ۔ حکم المحدث : لا شیء فی الباب اصح من حدیث وائل المذکور (ھذا)

عن وائل بن حجر : و ضعھما (یعنی : الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ) علی صدرہ ۔ ، مجموع فتاوی ابن باز ،۱۱۔۱۳۳۔طبع تاسع عشرۃ ۔ حکم المحدث : صحیح)

سوال : عن ابی جحیفه انّ علیاً قال السنة و ضع الکف علی الکف فی الصلوة و وضعهما تحت السرة اخرجه رزین هکذا فی تیسیر الوصول و قد وجد فی بعض نسخ ابی داؤد ایضاً و لابن ابی شیبه بهذا اللفظ من سنة الصلوة و ضع الایدی تحت السرة (سوال ۔ روایت ہے ابی جحیفہ سے بے شک حضرت علیؓ نے کہا سنت ہے رکھنا کف کا کف پر نماز میں اور رکھنا دونوں کا کف کا نیچے ناف کے ۔ روایت کیا اس حدیث کو رزین نے اسی طرح تیسیر الوصول میں اور تحقیق پایا گیا بعض نسخے ابی داؤدؒ میں بھی اور واسطے ابن ابی شیبہؒ کے ساتھ اس لفظ کے ، سنت نماز سے ہے رکھنا ہاتھوں کا نیچے ناف کے)

جواب: فی تخریج الهدایة هذا القول ضعیف باتفاق المحدثین لانّ فی سنده ابا شبعة عبد الرحمن بن اسحاق الواسطی و هو ضعیف سوی هذا ان تدبرت حق التدبیر فلا تجد ذلك خلافالاول بل هو لتقویته لانّ علیاً اذا فسّر تفسیر و انحر ثم رای مبتدعاً یضع یدیه تحت السرة فقال السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوة و وضعهما تحت السرة کذلك قال رسول الله الصحابی لیس ثوباً مصفراً امر تکها امك هذا لفظ غضب و لا حکمٍ و همزةً الا ستفهام مقدر فی الموضعین و تقدیر همزاً الا ستغفام مستعمل کثیر فی کلام العرب و شبهة فی کلام الله: کلوا و تمتعوا قلیلاً انکم مجرمون (مرسلات:٤٦) قال ابن الهمام حدیث فوق السرة و تحت السرة و لیس صحیح

(یہ جواب ہے سوال کا ۔ تخریج ہدایہ میں یہ قول ضعیف ہے ساتھ اتفاق محدثوں کے اس واسطے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ بیشک سند اس حدیث میں ابوشیبہ عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطے ہے اور وہ ضعیف ہے سوائے اس بات کے اگر فکر کرے تو حق فکر کرنے کا پس نہ پاوے گا اس قول کو خلاف قول اول کے بلکہ یہ قول واسطے تقویت قول اول کے ہے اس واسطے کہ بے شک حضرت علیؓ نے جب تفسیر کیا تفسیر و انحر کی پھر دیکھا کسی بدعتی کو رکھے دونوں ہاتھ اپنے نیچے ناف کے کے پھر کہا سنت ہے رکھنا ان کا کف پر اور رکھنا دونوں کا نیچے ناف کے، جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے ایک صحابی کے پہنا کپڑا سوہا کیا تجھ کو کپڑا سوہے کا ماں تیری نے یہ لفظ غضب کا ہے اور نہ حکم کا اور ہمزہ استفہام کا مستعمل بہت کلام عرب میں اور مانند اس کے کلام اللہ میں ہے، کھاؤ تم فائدہ تھوڑا بیشک تم گنہگار ہو۔ کہا کمال الدین بن ہمامؒ نے حدیث ناف کی اوپر کی ناف کے نیچے کی صحیح نہیں ہے)

(اس باب میں یہ احادیث بھی ملاحظہ فرمالیں:

عن علیؓ قال : السنة و ضع الکف علی الکفّ فی الصلاة تحت السّرة ۔ سنن ابو دا ؤد

عن ابی ھر یرة قا ل : ا خذ ا لاکفّ علی ا لا کفّ فی الصلوة تحت السرّہ۔ سنن ابی دا ؤد ۔ حکم المحد ث :فیه عبد الر حمن بن اسحاق الکو فی سمعت ا حمد یضعفه

عن علی قا ل : انّ من السنة فی الصلاة و ضع الکفّ علی الکفّ تحت السرّة ۔ سنن الکبری للبھیقی ۔ حکم المحد ث : فی اسنا ده ضعف ۔

عن علیؓ انه کا ن یقول : انّ من السنة الصلاة و ضع الیمین علی الشما ل تحت السرة ۔ سنن الکبری للبیھقی ۔ حکم المحد ث :فیه عبد الر حمن بن اسحاق الوا سطی جر حه احمد بن حنبل و یحی بن معین و البخاری و غیرھم

السنة و ضع الکفّ علی الکفّ تحت السرة ۔ الوھم و الا یھا م لا بن قطا ن ۔ حکم المحد ث: ضعیف

عن علی بن ابی طا لب انه قا ل : من السنة فی الصلاة و ضع ا لا کفّ علی ا لا کفّ تحت السرة ۔ النووی شر ح مسلم ۔ حکم المحد ث :متفق علی تضعیفه

انّ من السنة فی الصلاة و ضع ا لا کف علی ا لا کف تحت السرة ۔ تھذ یب الکما ل للمزی ۔ حکم المحد ث : فیه زیاد بن زید السوا ئی قا ل ابو حا تم مجھو ل

عن علیؓ ، انه و ضعھما ای ایدیه تحت السرة ۔ فتح الباری لا بن حجر ۔حکم المحد ث :

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسنا ده ضعیف

انّ علیاً قا ل : السنة و ضع الکف علی الکف فی الصلا ة تحت السرّة ۔ التلخیص الحبیر لا بن حجر العسقلا نی ۔حکم المحد ث : فیه عبد الر حمن بن اسحاق الواسطی ، و هو متروک و اختلف علیه فیه مع ذ لك

عن علیّ قا ل : السنة و ضع الکف علی الکف تحت السرة ۔ الدرا یة فی تخریج ا حا دیث الهدا یة طبع ۱٤۱۳ھ، لا بن حجر العسقلا نی ۔حکم المحد ث : اسنا ده ضعیف

عن علی انه قا ل : ان من السنة و ضع الکف علی الکف تحت السرة ۔ عمدة القاری فی شرح صحیح البخا ری ۔ طبع ۱٤۲۱ھ بیرو ت ۔ للعینی ۔ حکم المحد ث : هذا قو ل علی بن ابی طا لب و اسنا ده الی النبی ﷺ غیر صحیح

اخذ الا کف علی ا لا کفّ تحت السرة ۔ نیل ا لا و طار لا ما م الشو کا نی۔ حکم المحد ث :فی اسنا ده عبد الر حمن بن اسحاق ضعفه ا حمد و قا ل البخاری فیه نظر

عن وا ئل بن حجر : و ضع رسو ل الله ﷺ یمینه علی شما له فی الصلاة تحت السرة ۔ عو ن المعبود لشمس الحق العظیم آ با دی۔ حکم المحد ث :زیادة تحت السرة فی هذا الحد یث (لا تصح)

قا ل ابو هر یره: ا خذ ا لا کف علی الا کف فی الصلوة تحت السرة ۔ عو ن المعبود لشمس الحق العظیم آ با دی ۔ حکم المحد ث : فی اسنا ده عبد الر حمن بن اسحاق و قد عرفت حا له فلا یصح ا لا حتجا ج به

قال ابو هر یرة :ا خذ ا لا کف علی الا کف فی الصلوة تحت السرة ۔ تحفة ا لا حو ذی لعبد الر حمن المبار ك فوری ۔ حکم المحد ث :فی اسنا ده عبد الر حمن بن اسحاق الواسطی فهذا الحدیث لا یصلح للا حتجا ج و لا للا ستشها د و لا للا عتبار

عن وا ئل بن حجر : ر أیت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی الصلوة زا د لفظ تحت السره ۔ تحفة الا حو ذی للمبا ر کفوری۔حکم المحد ث : و ان کا ن اسنا ده جید لکن فی ثبو ت زیا دة تحت السرة فیه نظراً قو یاً

ا لا ثر المر وی عن علیّ فی و ضع الیدین تحت السرة فی الصلا ة ۔ مجموع فتا وی ابن عثیمین ۱۳۔۹۷ طبع ۱٤۱۹ھ۔ حکم المحد ث : ضعیف)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الباب الثالث

فی حکم التعوذ جهراً و سراً

(باب تیسرا: حکم کہنے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں بلند اور پوشیدہ آواز سے)

قال الله تعالی:

و اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطان الرجیم۔

ما امر الله فی التعوذ بجهرٍ و لا بسرٍ و عدم امره دلیل علی ان التعوذ تابع للقرآن ان تجهر الصلوة فتجهر ها و ان تسرّ الصلوة فتسرّها کذا لك یروی الشافعی فی مسنده انّ ابا هریرة جهر التعوذ فی الصلوة و یروی ابو داؤد و النسائی فی سننهما قال ابو هریره جهرت کما جهر النبی ﷺ و اسررت کما اسرّ النبی ﷺ۔

(کہا اللہ تعالی نے اور جب پڑھے تو قرآن پھر پناہ مانگ تو اللہ تعالی کے ساتھ شیطان راندے ہوئے سے۔ نہ حکم کیا اللہ تعالی نے اعوذ باللہ کہنے میں ساتھ بلند اور پست کے اور نہ حکم کرنا اس کا دلیل ہے اس بات پر کہ بیشک اعوذ باللہ کہنا تابع ہے واسطے قرآن کے اگر بلند کرے تو نماز کو پھر بلند کرتو اعوذ باللہ کو اور اگر پوشیدہ پڑھے تو نماز کو پھر پوشیدہ کرے تو اعوذ باللہ کو۔ اسی طرح روایت کرتا ہے امام شافعیؒ مسند میں اپنی بیشک حضرت ابو ہریرہؓ بلند کیا اعوذ کو نماز میں روایت کرتا ہے ابوداؤد اور نسائی سنن میں اپنی کہا ابو ہریرہؓ نے بلند کیا میں نے جیسا کہ بلند کیا نبی ﷺ نے اور پوشیدہ کیا میں نے جیسا کہ پوشیدہ کیا نبی ﷺ نے)

علِم من ذلك اجهار التعوذ فی الصلوة و اسرارها فیها من النبی ﷺ۔ (جانا گیا اس حدیث سے بلند کہنا اعوذ باللہ کا نماز میں اور پوشیدہ کہنا اس کا نماز میں نبی ﷺ سے ہے)۔

و یقرأ رسول الله ﷺ التعوذ بانواع شتی و یرویه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الترمذی و ابو دا ؤد عن ابی سعید ن الخد ری قا ل یقو ل رسو ل الله ﷺ بعد التکبیر اعو ذ با لله السمیع العلیم من الشیطا ن الر جیم من همزه و نفخه و نفثه

(اور پڑھتے رسول اللہ ﷺ اعو ذ با لله کو کئی طرح پر اور روایت کرتا ہے اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام ابو دا وٗدؒ، حضرت ابوسعید خدریؓ سے کہا فرماتے رسول اللہ بعد الله اکبر کے اعو ذ با لله ....آخر تک)۔

عن ابی هر یره قا ل کنت مع النبی ﷺ فی المسجد اذ د خل ر جل یصلی فا فتح الصلوة فتعوذ ثم قا ل ا لحمد لله ر ب العالمین فسمع النبی ﷺ فقا ل له یا ر جل قطعت علی نفسك الصلوة اما علمت انّ بسم الله الر حمیم من الحمد لله فمن ترکها فقد تر ك آ یة و من تر ك آ یة افسد علیه صلوته اخرجه الثعلبی (روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا تھا میں ساتھ نبی ﷺ کے مسجد میں ناگہاں آیا ایک مرد تا کہ نماز پڑھے پھر شروع کیا نماز۔ پھر اعو ذ با لله کہا۔ پھر کہا ا لحمد لله رب العالمین۔ پھر سنا نبی ﷺ نے پھر فرمایا واسطے اس کے اے مرد کا ٹا تو نے ذات اپنی پر نماز کو آیا نہیں جانا تو نے کہ بے شک بسم الله .. الحمد سے ہے پھر جس نے چھوڑا بسم الله ..کو بے شک چھوڑا اس نے آیت فاسد کیا اپنے پر نماز اپنی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو ثعلبی نے)

ف ۔ نهض النبی ﷺ من التشهد ا لاول ثم سجد سجد تین سهواً ثم سلّم ۔(اٹھے نبی ﷺ تشہد اول سے اور نہ بیٹھے پھر سجدہ کیا دو سجدہ سہو کا پھر سلام پھیرا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے)۔

و سلم النبی ﷺ فی صلوة الظهر او العصر فی الر کعتین تحا در و تذ کر فا تمّ ثم سجد سجد تین بعد السلا م و کبر فی السجد تین و بعد السجدة سلم (اور سلام پھیرا نبی ﷺ نے نماز ظہر میں یا عصر میں دو رکعت کے درمیان میں نہیں کلام کیا اور یاد آئی نماز پھر پوری کی نماز پھر سجدہ کیا دو سجدہ پیچھے سلام اور الله اکبر کہا دونوں سجدوں میں اور پیچھے سجدہ کے سلام پھیرا دوبارہ)۔

و صل النبی ﷺ فی یو مٍ و انصر ف عن الصلوة و بقیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ركعة اذ خر ج من المسجد عقبه طلحه بن عبد الله و قا ل يا رسو ل الله ﷺ نسيت ر كعةٍ ر جع المسجد و امر بلا لاً حتى اقا م و قضى ر كعة و سلّم و انصرف (اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے ایک دن اور پھرے نماز سے اور باقی رہی ایک رکعت نماز سے ناگہاں نکلے مسجد سے پیچھے گئے حضرت ﷺ کے حضرت طلحہؓ بن عبداللہ اور کہا یا رسول اللہ ﷺ بھلا یا آپ نے ایک رکعت۔ پھر ے حضرت ﷺ مسجد کی طرف اور فرما یا بلال کو یہاں تک کہ تکبیر کہا بلال نے اور ادا کیا حضرت ﷺ نے ایک رکعت باقی کو اور سلام پھیرا اور پھرے نماز سے)

و صلّى النبى صلوة الظهر و زاد ركعةً ثم سجد سجد تين ثم سلّم و اقتصر عليهما (اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے نماز ظہر کی اور زیادہ کیا ایک رکعت پھر سجدہ کیا دو سجدہ پھر سلام پھیرا اور اختصار کیا حضرت ﷺ نے دونوں سجدے پر)۔

و صلّى النبى ﷺ العصر ثلا ث ر كعا ت و ذ هب الى البيت عقبه الصحا بة و اعلموا ر جع الى المسجد و ركع ر كعةً و سلم و بعد السلا م سجد سجد تين و كر ر السلا م ۔

(اور نماز پڑھی نبی ﷺ نے عصر کی تین رکعت اور گئے گھر کی طرف پیچھے گئے حضرت ﷺ کے صحابہ اور اطلاع کی حضرت ﷺ کو پھرے حضرت ﷺ مسجد کی طرف اور ایک رکعت ادا کیا اور سلام پھیرا اور بعد سلام کے دو سجدہ کیا اور دوبارہ سلام کیا)۔

اعلم انّ النبى ﷺ سهى هذه الموا ضع الخمسة المذ كورة من الحد يث فى عمر ه الكا مل و لم يثبت غير ذلك قا ل ا لا ما م احمد لا يسجد ا حد ا لّا فى هذه الموا ضع الخمسة المذ كورة و من هذه ا لا حا ديث المذ كورة لا يكو ن سجدة السهو على من تر ك البسمله و غير ها

(جان تو کہ بے شک نبی ﷺ نے سہو کیا ان پانچ جگہوں ذکر کی گئی حدیث سے تمام عمر اپنی میں ۔اور نہ ثابت ہوا سوا اس کے۔ کہا امام احمدؒ نے نہ سجدہ کرے مگر ان پانچ جگہوں مذکورہ میں اور ان حدیثوں پانچ ذکر کی گئی ہے نہیں ہوتا سجدہ سہو کا اوپر اس شخص کے کہ چھوڑا بسم اللہ کو)۔

علِم انّ التعوذ بالصلوة الجهرى سنة لانّ الر جل عوّذ با لجهر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و سمعه النبی ﷺ و لم یمنعه هذا سنة تقریرٍ و فهم ایضاً من ذلك فی الصلوة الجهری من ام الکتا ب قر ئة البسملة بالجهر و التعوذ فی الر کعة ا لا ولی سنة و فی البا قیة قیاس

(جانا گیا اس حدیث سے کہ بے شک اعو ذ ساتھ بلند قرأت کے سنت ہے اس واسطے کہ بے شک مرد نے اعو ذ کہا ساتھ بلند آواز کے اور سنا اس کو نبی ﷺ نے اور نہ منع کیا۔ اس حدیث کو سنت تقریر کہتے ہیں۔ اور سمجھا گیا یہ بھی اس حدیث سے نماز بلند میں الحمد کے ساتھ پڑھنا بسم اللہ ساتھ بلندی کے اور اعو ذ با لله کہنا پہلے رکعت میں سنت ہے اور باقی رکعتوں میں اعو ذ با لله کہنا قیاس ہے)۔

البا ب الرا بع

فی حکم البسملة مع الفا تحه

(چوتھا باب: حکم بسم اللہ کہنے میں الحمد کے ساتھ)

عن نعیم المجمر قا ل صلیت وراء ابی هریرةفقرأ ببسم الله الر حمن الر حیم ثم بامّ القر آ ن حتی اذا بلغ و لا الضا لین قال آ مین و یقو ل کلما سجد و اذا قا م من الجلو س الله اکبر ثم یقو ل اذا سلم و الذی نفسی بیده انی لا شبهکم صلوة برسو ل الله ﷺ ا خر جه النسا ئی و ابن خز یمه۔

(روایت ہے نعیم مجمرؒ سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے حضرت ابی ہریرہؓ کے۔ پھر پڑھا ساتھ بسم الله .. کے پھر ساتھ الحمد کے یہاں تک کہ جب پہونچا و لا الضا لین کو کہا آمین اور رکع کہتا جب سجدہ کرتا اور جب کھڑا ہوتا جلوس سے اللہ اکبر پھر کہتا جب سلام پھیرتا قسم اس کی کہ جان میری اس کے قبضہ میں ہے البتہ مشابہ تر میں تم کو از روئے نماز کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن خزیمہ نے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابی هر یره قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ اذا قر أ تم الفا تحة فا قرؤا بسم الله الر حمن الر حیم فا نها ا حدی آ یا تها اخرجه الدار قطنی و صححه قا ل فا قر ء بسم الله الر حمن الر حیم و ما قا ل اقر ء با لجهر او السرّ فبسم الله تا بع للسورة الجهری و السری و ان یکن علی نوع وا حدٍ فقا ل ذا لك هذا و جمع الحا کم فی کتا به قرء ة البسملة الجهری فی الصلوة الجهری و تسعة عشر حد یثاً فی الدر المنثور ۔

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب پڑھوتم ا لحمد لله پڑھوتم بسم اللہ ... ۔ پھر بے شک بسم الله ..ایک آیت الحمد کی ہے روایت کیا اس حدیث کو امام دار قطنیؒ نے اور صحیح کہا اس کو فرمایا پھر پڑھوتم بسم الله کو اور نہ فرمایا پڑھ تو ساتھ بلندی کے اور پستی کے ۔ پھر بسم اللہ تابع ہے واسطے بلند اور پست کے اور اگر ہوتا بسم اللہ ایک طرح پر پھر فرماتے یہ اس طرح پر ہے ۔ اور جمع کیا حاکم نے اپنی کتاب میں پڑھنا بسم الله جہری کا نماز جہری میں اور انیس حدیث درمنثور میں ہے)۔

البا ب الخا مس

فی قر أة الفا تحة خلف ا لا ما م

(پانچواں باب: پڑھنے الحمد میں پیچھے امام کے)

عن عبادة بن الصا مت قا ل قا ل رسو ل الله لا صلوة لمن یقرأ بام القرآن متفق علیه (صحیح بخاری حد یث نمبر۷۵۶)

و زا د احمد ابو دا ؤد و التر مذی و ابن حبا ن لعلکم تقرء ون خلف اما مکم قلنا نعم قال لا تفعلوا ا لّا بفا تحة الکتا ب فا نه لا صلوة لمن لم یقرء بها و فی روا یة لا بی دا ؤد فلا تقرؤا بشیء من القر آ ن اذا جهر ت ا لا با م القر آ ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ایضاً فی روا یة ابن حبا ن و لیقرء ا حد کم بفا تحة الکتا ب فی نفسه

(روایت ہے حضرت عبادہؓ بن صامت سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں نماز ہوتی واسطے اس کے کہ نہ پڑھا الحمد کو یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

اور زیادہ کیا امام احمدؒ اور امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ اور امام ابن حبانؒ نے شائد کہ پڑھتے ہو تم پیچھے امام کے اپنے کے۔ کہا ہم نے ہاں، فرمایا مت پڑھو تم کچھ مگر الحمد کو اس واسطے کہ بے شک نہیں ہوتی نماز اس کی کہ نہ پڑھا الحمد۔

اور ایک روایت میں ہے واسطے ابوداؤد کے پھر مت پڑھو تم کچھ قرآن سے جب بلند پڑھوں میں مگر الحمد کو اور یہی روایت ابن حبان میں ہے اور چاہیے کہ پڑھے ایک تمہارا الحمد کو جی میں)۔

(من قرأ خلف ا لا ما م فلیقرأ بفا تحة الکتا ب ۔ راوی عبادة بن ا لصا مت ۔ علی بن ابی بکر الهیثمی، مجمع الزوا ئد و منبع الفوا ئد ، مو سسة المعارف ١٤٠٦ھ ، ٢۔١١٤ ۔حکم المحد ث: ر جا له مو ثقو ن)

سوال:ما جوا ب هذا الحد یث : عن جا بر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ من کا ن له اما م فقرأة الا ما م له قرأة ۔ اخر جه ابن ما جه ۔(سوال ہے کہ کیا جواب ہے اس حدیث کا: روایت ہے حضرت جابرؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نے جو کہ ہو واسطے اس کے امام پھر پڑھنا امام کا واسطے اس کے پڑھنا ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ابن ماجہؒ نے)

جوا ب: قا ل الحا فظ ابن حجر فی تخریج الهدا یة قا ل ابو حنیفه فی سنده جا بر ن الجعفی ما ر أ یت ا حداً اکذ ب منه ۔

(یہ جواب ہے سوال کا۔ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تخریج الہدایۃ میں کہا امام ابوحنیفہؒ نے سند اس حدیث میں جابر جعفی ہے نہیں دیکھا میں نے کسی کو جھوٹا بڑا اس سے)

(اس باب میں درج ذیل روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

من کا ن له اما م فقرأة ا لا ما م له قر أة ۔ لم یثبت عند اهل العلم لارسا له و انقطاعه ۔ البخاری ، خیر الکلام فی القرأة خلف ا لا ما م طبع مد ینه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

١٤٠٥ھ ...

حکم المحد ث :من کا ن له اما م ... لم یثبت لا نه اما مر سل و اما ضعیف ۔ الدرا یة فی تخریج ا حا دیث الهدا یه، لابن حجر ، مکتبه الفیصلیه ١٤١٣ھ

من کا ن له اما م ...حکم المحد ث : فیه اسما عیل بن عبد الله ابو یحی قا ل ابو حا تم متروك الحد یث ، ، الجر ح و التعدیل لا بن ابی حا تم ۔ بیرو ت ١٢٧١ھ

من کا ن له امام ... راوی انس بن ما لك ۔ محمد ابن حبا ن البستی ، المجروحین من المحد ثین ، دار الصمیعی ١٤٢٠ھ ۔ ، حکم المحد ث:فیه غنیم بن سا لم یروی عن انس بن ما لك العجا ئب لا یعجبنی الروا یة عنه فکیف ا لا حتجاج به ۔

صلی ر جل خلف النبی ﷺ فجعل یقرأ و ر جل ینها ه ۔ الحد یث ۔ فقا ل النبی ﷺ من کا ن له اما م فقرأته له قر أة ۔ راوی جا بر بن عبد الله ۔ الکامل فی ضعفا ء عبد الله بن ا حمد بن عدی ۔ ٣۔١١٠ ۔، ١٤١٨ھ ، حکم المحد ث :لم یوصله فزاد فی اسنا ده جا بر غیر الحسن بن عماره

من کا ن له اما م ... راوی : ابو سعید الخدری ۔ الکا مل فی ضعفا ء الر جا ل ، عبد الله بن ا حمد بن عدی ۔ ١۔٥٢٤۔ دار الکتب العلمیه ١٤١٨ھ ۔ حکم المحد ث :لا یتا بع اسما عیل بن عمرو ا حد علیه و هو ضعیف

من کا ن له اما م ...، راوی جا بر بن عبد الله ، حکم المحد ث :لم یسنده عن موسی بن ابی عا ئشة غیر ابی حنیفه و الحسن بن عمارة و هما ضعیفا ن۔ سنن الدار قطنی ، علی بن عمر الدار قطنی ١۔٦٦٩ ، دار المعرفة ، ١٤٢٢ھ

من کا ن له امام ... راوی عبد الله بن عمر ۔، سنن دار القطنی ، ١۔٦٧٢ ۔ حکم المحد ث :فیه محمد بن الفضل مترو ك

من کا ن له اما م .. راوی ابو هر یره ،سنن دا ر قطنی ۔ ١۔٦٨٤۔ حکم المحدث : فیه ابو یحی التیمی و محمد بن عباد ضعیفا ن ۔

من کا ن له امام ... راوی جا بر عبد الله ، ۔ سنن دار قطنی ١۔٦٨٠۔ حکم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المحد ث : فيه جا بر و ليث ضعيفا ن

من كا ن له اما م .. على بن ا حمدبن حز م، المحلى با لآ ثار ، دار الجيل۔ ۳۔۲٤۲ ۔ حكم المحد ث : سا قط

من كا ن له اما م ... راوى جا بر بن عبد الله ۔ السنن الكبرى للبيهقى ۲۔۱٦۰۔ حكم المحد ث :فيه جا بر الجعفى و ليث بن ابى سليم لا يحتج بهما ۔ و كل من تابعهما على ذلك ا ضعف منهما ، او من ا حد هما ۔

عن النبى ﷺ من كا ن له اما م ... راوى عبد الله بن عمر ۔ سنن الكبرى، احمد بن الحسين البيهقى ۲۔۱٦۱۔ ، دار المعرفة ۱٤۱۳ھ ۔ حكم المحد ث :مرفوع و هو غلط منكر (و فيه) خا ر جة لا يحتج به

من كا ن له اما م ..راوى عبد الله بن شداد ، عون المعبود شر ح سنن ابى داؤد شمس الحق العظيم آ با دى ۳۔۳٦ بيرو ت ۱٤۲۱ھ۔ حكم المحد ث :ضعيف

من كا ن له اما م ، راوى جا بر بن عبد الله ، مجموع فتاوى و مقا لا ت متنوعه، عبد العزيز بن عبد الله بن باز ۔طبع التاسعه عشرة ، دار القاسم الر يا ض ۔ ۱۱۔۲۱۸۔ حكم المحد ث : ضعيف

من كا ن له امام... ، راوى ، جا بر بن عبد الله ، اروا ء الغليل فى تخر يج احاديث منار السبيل ، محمد نا صر الدين الالبا نى، المكتب ا لاسلا مى بيروت ۱۳۹۹ھ ، ۲۔۲٦۸ ۔ حكم المحد ث :فيه جا بر الجعفى ضعيف جداً

من كا ن له اما م .. راوى ابو هريره ۔ مجموع فتاوى و رسا ئل ، محمد بن صا لح بن عثيمين، دار الثر يا ۔ ۱٤۱۹ھ ، ۳۱۰۔۱۲۲۔ حكم المحد ث : لا يصح)

سوال: ما جوا ب هذا الحد يث عن انس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ من قر أ خلف ا لا ما م ملىء فوه نا راً ا خر جه ابن حبا ن فى الضعفاء (یہ سوال ہے کیا ہے جواب اس کا ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے پڑھا پیچھے امام کے کچھ بھرا جاوے منہ اس کا آگ کو ۔ روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے کتاب الضعفاء میں) ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب۔ قال الحافظ ابن حجر فی تخریج الهدایة فی سنده مامون بن احمد احد الکذابین

(یہ جواب ہے اس سوال کا۔ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تخریج الہدایۃ میں سند الحدیث میں مامون بن احمد ہے جو جھوٹوں میں سے ایک ہے)۔

(درج ذیل بھی قابل ملاحظہ ہیں:

من قرأ خلف الامام ملیء فوه ناراً۔ راوی :انس بن مالك ۔محمد بن حبان البستی ، المجروحین من المحدثین ، دار الصمیعی ۱٤۲۰ھ ۔ ۲۔۳۸۳ ۔ حکم المحدث َموضوع

..... ملیء فوه ناراً ۔ ابن القیسرانی ، معرفة التذکرة فی الاحادیث الموضوعة ، ۲۲۸ ۔ بیروت ۱٤۰٦ھ ۔ حکم المحدث :فیه مامون بن احمد الهروی دجال یروی الموضوعات

....ملیء فوه ناراً ۔ راوی انس بن مالك ،محمد بن طاهر المقدسی القیسرانی ، تذکرة الحفاظ ۳٤۵، دار الصمیعی الریاض ۱٤۱۵ھ ، حکم المحدث : فیه مامون بن احمد الهروی دجال من الدجالة یروی الموضوعات

... ملیء فوه ناراً ۔ محمد بن احمد بن عثمان الذهبی ،میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، دار المعرفة بیروت ۳۔٤۲۹۔ حکم المحدث :فیه مامون بن احمد السلمی اتی بطامات و فضائح

ملیء فوه ناراً ۔ الالبانی ۔ صفة صلوة النبی ﷺ ، من التکبیر الی التسلیم کانك تراه ، مکتبة المعارف ۱٤۱۷ھ ، ۱۰۱ ۔ حکم المحدث :موضوع)

سوال : ما جواب هذا الحدیث عن زید بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ من قرأ خلف الامام فلا صلوة له

(یہ سوال ہے۔ کیا ہے جواب اس حدیث کا۔ روایت ہے حضرت زیدؓ بن ثابت سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے پڑھا پیچھے امام کے کچھ پھر نہیں نماز واسطے اس کے)۔

جواب قال الحافظ ابن حجر فی تخریج الهدایة فی سنده

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد بن سلیما ن متهم یعنی فی وضع الحد یث

(جواب ہے سوال کا، کہا حافظ ابن حجرؒ نے تخریج الہدایۃ میں سند میں اس حدیث کے احمد بن سلیمان ہے تہمت کیا یعنی موضوع کرنے حدیث میں)

(نیز ملاحظہ فرمائیں:

..فلا صلوة له ، راوی ، زید بن ثا بت ۔ ابن حبا ن، المجرو حین من المحدثین ، دار الصمیعی ۱٤۲۰ھ ، ۱۸۰،۱ ۔ حکم المحد ث :لا ا صل له

(..فلا صلوة له ۔ عن زید بن ثا بت ۔ ابن عبد البر ، ا لاستذ کا ر ۔ ۱۔۵۱٤ ۔ ، حکم المحد ث: غیر ثا بت

...فلا صلوة له ۔ راوی زید بن ثا بت ۔ محمد بن ا حمد بن عثما ن الذهبی، تلخیص العلل المتنا هیة، مکتبة الرشد الر یا ض ۱٤۱۹ھ ، ۱٤٦ ۔ حکم المحد ث : با طل

.. فلا صلوة له ، راوی زید بن ثا بت ،محمد نا صر الدین البا نی ، السلسلة الضعیفیة والمو ضو عة و ا ثر ها السیء فی ا لا مة ، دار المعارف الر یا ض طبع او لی ۔ ۹۹۳ ۔ حکم المحد ث :با طل ۔

عن علی قا ل : من قرأ خلف ا لا ما م فلیس علی الفطرة ۔ راوی ، عبد الله بن ابی لیلی ، البخاری ، الضعفا ء الکبیر ، محمد بن عمر العقیلی ،دار الکتب العلمیه بیرو ت ۱٤۰٤ھ ، ۲۔۳۱۷ ۔حکم المحد ث : لا یصح

عن علی : من قرأ خلف ا لا ما م فقد ا خطأ الفطرة ۔ راوی عبد الله بن ابی لیلی ۔ البخاری ۔ الدرا یة فی تخر یج ا حا دیث الهدا یة ، ا حمد بن علی بن حجر ا لعسقلا نی مکتبة الفیصلیه ۱٤۱۳ھ ،۔۱٦۵

من قرأ خلف ا لا ما م فقد ا خطأ الفطرة ، راوی علی بن ابی طا لب ۔ محمد بن اسما عیل البخاری۔ خیر الکلا م فی القرأة خلف ا لا ما م ،

مکتبة ا لا یما ن المدینة المنورة ۱٤۰۵ھ ، ۱۳ ۔ حکم المحد ث : لا یصح

عن علی قا ل : من قرأ خلف ا لا ما م فلیس علی الفطرة ۔ راوی عبد الله بن ابی لیلی ۔ محمد بن عمر العقیلی۔ الضعفاء الکبیر، دار الکتب العلمیه بیرو ت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱٤۰٤ھ ، ۲۔۳۱۷۔ حکم المحدث :لا یتابع عبد الله علیه ۔)

سوال: ما جواب هذا الحدیث عن سعدٍ قال وددت انّ الذی یقرأ خلف الامام فی فیه جمرة و فی روایةٍ حجر فی روایة عنه ملیء فوه قتناً و فی روایةٍ رضفاً (یہ سوال ہے، کیا ہے اس کا جواب۔ روایت ہے حضرت سعد سے کہا دوست رکھتا ہوں میں بے شک وہ شخص کہ پڑھتا ہے پیچھے امام کے منہ میں اس کے چنگاری ہے اور روایت میں پتھر ہے اور ایک روایت میں اس سے بھرا جاوے اس کا منہ گندگی سے اور ایک روایت میں پتھر گرم سے)۔

جوابہ: قال الحافظ ابن حجر فی تخریج الهدایة هذا الکلام لیس باهل العلم ۔

و جوابه الثانی ان کان هذا کلام سعدٍ و مطلبه انّ الامام یجهر و المقتدی کذا فهذا التمنی احسن له و ان کان مقصوده لم یقرأ احد سورة الفاتحة فهو باطل لان حذاء کلام الرسول قول احد لیس بحجةٍ ۔

(جواب یہ ہے۔ کہا حافظ ابن حجرؒ نے تخریج الہدایہ میں یہ کلام نہیں ہے اہل علم کا۔ اور جواب اس کا دوسرا یہ ہے کہ اگر ہے یہ کلام سعد کا اور مطلب سعد کا یہ کہ بے شک جہر کرے امام اور مقتدی اسی طرح جہر کرے پس یہ آرزو نیک تر ہے واسطے سعد کے اور اگر ہے مقصد سعد کا کہ نہ پڑھے کوئی سورۃ الحمد کو پھر یہ بات جھوٹ ہے اس واسطے کہ بے شک برابر کلام رسول اللہ ﷺ کے قول کسی کا دلیل نہیں ہے)۔

الباب السادس فی حکم التامین

(چھٹا باب: حکم آمین کہنے میں)

عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال اذا امّن الامام فامنوا فانه من وافق تامینه تامین الملائکة غفر له ما تقدم من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذنبی۔ متفق علیه ۔

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے بے شک نبی ﷺ نے فرمایا جب آمین کہے امام پھر آمین کہو تم اس واسطے کہ بے شک جو موافق ہوا کہنا اس کا آمین کہنے فرشتوں کے بخشا وے گا واسطے اسکے وہ چیز کہ آگے بھیجا گناہ اپنے سے روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے)

عن وا ئل بن حجر قا ل سمعت النبی ﷺ قر ء غیر المغضوب علیهم و لا الضا لین فقا ل آ مین و مدّ بها صو ته ا خر جه الترمذی و الدار قطنی و حسّنه و الحا کم عن ابی هر یرة بهذا اللفظ و رفع بها صو ته و صححه و زاد البخاری و ابن ما جه فیر تج بها المسجد و قا ل التر مذی یقو ل غیر وا حد من اهل العلم من ا صحا ب النبی ﷺ و التا بعین و من بعد هم یرو ن ان یر فع الر جل صو ته با لتا مین و لا یخفیها و قا ل مجد الدین المحد ث فی سفر السعا دة ا لصحا بة یوا فقو ن بتا مین النبی ﷺ فی الجهر و السر (روایت ہے حضرت وائلؓ بن حجر سے کہا سنا میں نے نبی ﷺ کو پڑھا غیر المغضو ب علیهم و لا الضا لین پھر فرمایا آمین اور بڑھایا ساتھ اس کے آمین کے آواز اپنی کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور امام دار قطنیؒ نے اور حسن کہا اس کو، اور حاکمؒ روایت کرتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے ساتھ اس لفظ کے، اور اونچا کیا نبی ﷺ نے ساتھ آمین کے آواز اپنی کو اور صحیح کہا اس حدیث کو اور زیادہ کیا بخاری اور ابن ماجہ نے پھر گونج اٹھے ساتھ آمین کے مسجد اور کہا امام ترمذیؒ نے بہت اہل علم سے اصحاب نبی ﷺ سے اور تابعین سے اور جو ان کے بعد ہیں دیکھا ان ب نے اونچا کرنا مرد کا آواز اپنی ساتھ آمین کہنے کے اور پست کہی آمین کو اور کہا مجد الدین محدثؒ نے سفر السعادۃ میں سب صحابہ موافقت کرنے ساتھ آمین نبی ﷺ کے بلند اور پست میں)۔

و الحد یث الذی ا خر جه التر مذی عن علقمه بن وا ئل عن ابیه ان النبی ﷺ قر ء غیر المغضو ب علیهم و لا الضا لین فقا ل آ مین و خفض بها صو ته ا خطأ شعبة فقا ل عن حجرٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انی العنبس و انما هو حجر بن العبس و یکنی ابا السکن و زاد فیه عن علقمه بن وا ئل و لیس فیه عن علقمه و انما هو حجر بن عنس وا ئل بن حجر و قا ل خفض بها صو ته و انما هو مدّ بها صو ته ۔(اور حدیث جس کو روایت کیا امام ترمذیؒ نے علقمہؒ بن وائلؓ سے وہ اپنے باپ سے کہ بیشک نبی ﷺ نے پڑھا .. و لا الضا لین کو پھر کہا آمین اور پست کیا ساتھ آمین کے آواز اپنی کو خطا کیا اس حدیث میں شعبہؒ نے پھر کہا حجر بن ابی العنبس اور وہ ہی حجر بن العنبس اور کنیت کیا گیا اس کا ابا سکن اور زیادہ کیا اس میں علقمہ بن وائل اور نہیں اس میں علقمہ۔ اور وہ حجر بن عنس عن وائلؓ بن حجر ہے۔ اور کہا پست کیا ساتھ آمین کے آواز اپنی کو اور ہے وہ بڑھایا ہوا ساتھ آمین کے آواز اپنی کو)

(نیز ملاحظہ فرمائیں:

انّه صلّی مع رسو ل الله ﷺ، فلمّا قرأ : غیر المغضو ب علیهم و لا الضالین قا ل : آ مین، خفض بها صو ته۔

راوی وا ئل بن حجر حضر می وا لد علقمه ، المحد ث بخاری ، السنن الکبری للبهیقی دار المعرفة ۱٤۱۳ھ ، ۲۔۵۷۔ حکم المحد ث :خطأ

انّ النبی ﷺ لمّا قا ل آ مین خفض بها صو ته ، راوی وا ئل بن حجر الحضرمی وا لد علقمه ۔ بخاری ۔ التاریخ الکبیر ، محمد بن اسما عیل البخاری ۔ دار الباز مکه مکر مه ، ۳۔۷۳ ۔ حکم المحد ث :خو لف (شعبة) فیه فی ثلا ثة اشیاء

خفض بها سو ته ، راوی وائل بن حجر ، البا نی، ا صل صفة الصلاة، طبعه اولی ۱٤۲۷ھ ، ۱۔۳۷٤۔ حکم المحد ث : کذا قا ل شعبة ، یقا ل انه وهم فیه و هو الصوا ب (یعنی رفع بها صو ته)

قا ل آ مین ، خفض بها صو ته و و ضع یده الیمنی علی یده الیسری، راوی وا ئل بن حجر ، مقبل بن ها دی الوا دعی ، ا حا دیث معلة ظا هر ها الصحة ۔دار ا لآ ثار یمن طبع ۱٤۲۱ھ ،۳۹۰ ۔ حکم المحد ث : قا ل الدار قطنی و البخاری ا خطأ شعبة فیه و فی قو له خفض بها صو ته۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انّ النبی ﷺ قرأ غیر المغضو ب علیهم و لا الضا لین و قا ل آ مین و خفض بها صو ته ۔ راوی وا ئل بن حجر ، محمد بن عیسی التر مذی، سنن تر مذی دار الکتب العلمیة ، ۲٤۸ ، حکم المحد ث : أخطأ شعبة فی موا ضع من هذا الحد یث

رأیت رسو ل الله ﷺ یسجد علی انفه مع جبهته و سمعته یقول : آ مین و خفض بها صو ته ۔ راوی وا ئل بن حجر ۔ محمد بن علی ابن المقلن البدر المنیرفی تخر یج ا لا حا دیث و ا لآ ثار الواقعة فی الشر ح الکبیر ، دار الهجرة السعودیة ۱٤۲۵ھ ، ۳۔۵۸۱۔

حکم المحد ث : خلاف ما علیه ا لا کثر و ا لاحفظ ۔

و خفض بها صو ته (ای قو له آ مین) راوی وا ئل بن حجر ۔ عبد الر حیم بن الحسین العراقی طر ح التثریب فی شر ح التقریب مو سسة التا ریخ العربی ، ۱٤۱۳ھ ،۲۔۲٦۸

و خفض بها صو ته،محمد بن علی الشو کا نی، نیل ا لا و طار شر ح منتقی الا خبار ، دار الفکر ۱٤۰۳ھ ۲۔۲٤۷۔ حکم المحد ث : اعلت باضطرا ب شعبة فی اسنا د ها و متنها و وردت من طریق تنتفی بها هذه العلة

خفض بها صو ته ،راوی ، وا ئل بن حجر ، محمد نا صر الدین البا نی ، ضعیف سنن التر مذی، المکتب الاسلا می بیرو ت ۱٤۱۱ھ ، ۲٤۸)

البا ب السا بع

فی حکم البسملة مع السورة

(باب ساتواں: حکم بسم اللہ کہنے میں سورۃ کے ساتھ)

عن انس قا ل صلّی معا ویه بالمد ینة صلوةٍ فجهر فیها بالقرأة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقرء فيها بسم الله الر حمن الر حيم لام القر آ ن و لم يقرء بها للسورة التى بعد ها و لم يكبر حين يهوى فلما سلم ناداه من سمع ذلك من المها جر ين و ا لا نصار يا معا وية اسرِ قت الصلوة ام نسيت اين بسم الله الر حمن الر حيم و اين التكبير وفى روا ية اسر قت من صلو تك بسم الله الر حمن الر حيم و اين التكبير فلما صلى بعد ذ لك قر أ بسم الله الر حيم لامّ القرآ ن و السورة التى بعد ها و كبر حين يهوى سا جداً۔

اخرجه الشا فعى فى ا لامّ و البهيقى فى شعب ا لا يما ن و الدار قطنى و الحاكم باسناد صحيح (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا نماز پڑھی حضرت معاویہؓ نے مدینہ میں نماز ایک پھر کیا نماز میں پڑھنے کے ساتھ پھر پڑی نماز میں بسم اللہ، الحمد کے ساتھ اور نہ پڑھا بسم اللہ واسطے سورۃ کے بعد الحمد کے اور نہ اللہ اکبر کہا وقت جھکنے کے۔ پھر جب سلام پھیرا پکارا ان کو جس نے سنا اس طرح کو مہا جرین اور انصاری اے معاویہؓ آیا چرایا تو نے نماز کو یا بھولا تو نے کہاں ہے بسم اللہ اور کہاں ہے اللہ اکبر کہنا۔ اور ایک روایت میں آیا چورایا تو نے نماز اپنی سے بسم اللہ کو اور کہاں ہے اللہ اکبر کہنا۔ پھر جب نماز پڑھی حضرت معاویہؓ نے بعد اس کے پڑھا بسم اللہ کو واسطے الحمد کے اور سورہ جو بعد الحمد کے ہے اور اللہ اکبر کہا جب جھکے سجدہ کو روایت کیا اس حدیث کو امام شافعیؒ نے کتاب الامّ میں اپنی اور امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں اور امام دارقطنیؒ اور امام حاکمؒ نے ساتھ سند صحیح کے)۔

علِم منه ان جميع الصحا بة لم يسمع قط من فى النبى ﷺ سورة القر آ ن بدو ن البسملة و عدم التكبير حين السجود و ما سبب ذ لك يقهرو ن على معا وية لا نهّ تر كها فيها و ان كان قو لهما و تر كهما سنة فيقو ل كلا هما سنتا ن و فى با ب البسملة كتب جمعه المحد ثو ن و عشرو ن حد يثاً فى الدر المنثور (جانا گیا اس حدیث سے کہ بے شک سب صحابہ نے نہ سنا کبھی منہ سے نبی ﷺ کے سورہ قرآن کو بدون بسم اللہ کے اور نہ اللہ اکبر کہنا وقت سجدہ کرنے کے اور کیا نسبت ہے اس کا کہ قہر کیا کیا سب نے حضرت معاویہؓ پر اس واسطے کہ بے شک حضرت معاویہؓ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑا نے بسم اللہ اور اللہ اکبر کو نماز میں اور اگر ہوتا کہنا دونوں کا اور چھوڑ نا دونوں کا سنت سنت پھر کہتے دونوں سنت ہے۔ اور مقدمہ بسم اللہ میں کتاب بہت جمع کیا ان کو محدثوں نے اور بیس حدیث درمنثور میں ہے)۔

عن انس صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثما ن فلم اسمع ا حداً یجھر بسم اللہ الر حمن الر حیم ا خر جه البخاری و مسلم و احمد و النسا ئی المراد منه فی الصلوة السری لم یسمع ا حد البسملة جھراً (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے اور حضرت ابی بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے پھر نہ سنا میں نے کسی کو بلند کرے بسم اللہ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ و امام مسلمؒ اور امام احمدؒ و امام نسائیؒ نے۔ مراد اس حدیث سے نماز سری میں ہے کہ نہ سنا کسی نے بسم اللہ کو بلند)۔

عن انس صلیت خلف النبی ﷺ و ابی بکر و عمر و عثما ن و علی فکا نوا یجھرو ن بسم اللہ الر حمن الر حیم ا خر جه الحا کم فی المستد ر ک و صححه المراد منه فی الصلوة الجھری سمع کل البسملة جھراً۔ (روایت ہے حضرت انسؓ سے نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی ﷺ کے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے پھر تھے جہر کرتے بسم اللہ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کہا اس کو۔ مراد اس حدیث سے نماز جہری میں ہے سنا ہر ایک نے بسم اللہ کو بلند)۔

الباب الثامن

فی حکم جلسة الاستراحة

(آٹھواں باب: حکم جلسہ استراحت میں)

عن مالك بن الحویرث انه رأی النبی ﷺ یصلی فاذا کان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی و ترٍ من صلوته لم ینهض حتی یسوی قا عداً ۔ ا خر جه البخا ری (روایت ہے حضرت ما لکؓ بن حویرث سے بے شک اس نے دیکھا نبی ﷺ کو نماز پڑھتے پھر جب ہوتے طاق نماز اپنی سے نہ اٹھتے یہاں تک کہ نہ بیٹھتے ٹھیک ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے)۔

کا نت جلسة ا الاستراحت فی ا الا ولی و الثا لثه

ہے جلسہ استراحت پہلی رکعت چہارگانی نماز میں اور تیسری رکعت چہارگانی میں ۔

البا ب التا سع فی حکم قنو ت الفجر

(نواں باب: حکم قنوت فجر میں)

قرأة قنو ت الفجر و عدم قر أ ته متسا ویا ن و لکن ا لقر أة ارجح من عد م القر أة (پڑھنا قنوت کا فجر میں اور نہ پڑھنا قنوت کا فجر میں برابر ہے لیکن پڑھنا قنوت فجر کا غالب بہت ہے نہ پڑھنے قنوت فجر کے سے)

عن انس قا ل لم یز ل رسو ل الله ﷺ یقنت فی الفجر حتی فارق الد نیا ا خر جه عبد الرزاق فی مسنده و صححه الحا کم فی ا لا ر بعین و زاد البزا ز و ابو بکر حتی ما ت و عمر حتی ما ت (روایت ہے حضرت انسؓ سے کہا ہمیشہ رسول اللہ ﷺ دعا قنوت پڑھتے فجر کی نماز میں یہاں تک کہ چھوڑا دنیا کو ۔ روایت کیا اس حدیث کو عبدالرزاقؒ نے اپنی مسند میں اور صحیح کہا اس حدیث کو امام حاکمؒ نے چہل حدیث میں اپنی اور زیادہ کیا بزازؒ نے: اور حضرت ابوبکرؓ نے یہاں تک کہ وفات کیا اور حضرت عمرؓ نے یہاں تک کہ وفات کیا)۔

عن ابی هر یرة قا ل کا ن رسو ل الله ﷺ اذارفع ر أسه من الر کوع فی الر کعة الثا نیة یعنی من الصبح رفع ید یه فیدعو بهذا الدعا اللهم اهد نا فیمن هد یت و عا فنا فیمن عا فیت و تو لنا فیمن تو لیت و با ر ک لنا فیما اعطیت و قنا شر ما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قضيت فا نك تقضى و لا يقضى عليل انه لا يذ ل من وا ليت و لا يعز من عا ديت تبا ر ك ر بنا وتعا ليت نستغفر ك و نتوب اليك صلى الله على النبى ا خر جه الحا كم و صححه ۔

(روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے، کہا: تھے رسول اللہ ﷺ سر اٹھاتے اپنا رکوع سے دوسری رکعت میں نماز صبح کے اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے پھر دعا فرماتے اللھم اھد نا ... الخ ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام حاکمؒ نے اور صحیح کیا اس کو)۔

عن ابن عباس قا ل كا ن رسو ل الله ﷺ يقنت و نحن نومن خلفه ا خر جه الحا فظ ابن حجر العسقلا نى (روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے کہا تھے رسول اللہ ﷺ دعا قنوت پڑھتے اور آمین کہتے ہم سب پیچھے حضرت ﷺ کے۔ روایت کیا اس حدیث کو حافظ ابن حجرؒ نے)۔

و لم يقرء رسول الله ﷺ دعا القنو ت فى الو تر اخرجه مجد الدين المحد ث فى سفر السعا دة (اور نہیں پڑھا رسول اللہ ﷺ نے دعائے قنوت کو وتر میں۔ روایت کیا اس حدیث کو مجد الدین محدثؒ نے سفر السعادت میں)

(نیز درج ذیل روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد الله بن عباس ؛ انّ النبى ﷺ كا ن يقنت فى الفجر يد عو على حىّ من بنى سليم ۔ ، تهذ يب ا لآ ثار و تفصيل الثا بت عن رسو ل الله ، محمد بن جر يرطبرى ،مسند ابن عباس ۔ مطبعة المد نى ، حكم المحد ث: اسناده صحيح ۔

كا ن النبى ﷺ يقنت فى الفجر و يكبر يو م عرفة من صلاة الغداة.. راوى على بن ابى طا لب و عمار بن ياسر ، الذهبى، ميزا ن الا عتدا ل فى نقد الرجال ، دار المعرفة بيرو ت، ۳-۲٦۸، حكم المحد ث : فيه عمرو بن شمر ذكر من جر حه۔

ما زا ل رسو ل الله ﷺ يقنت فى الفجر حتى فارق الد نيا۔ راوى انس بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالك ۔علی بن ابی بکر الهیثمی مجمع الزوا ئد و منبع الفوا ئد ، موسسة المعارف ۱٤۰٦ھ ، ۲۔۱٤۲ ۔ حکم المحد ث : ر جا له مو ثقو ن)

باب العا شر

فی حکم التّورّك فی الجلسة الا خیرة

(دسواں باب: حکم سرین پر بیٹھنے کا جلسہ اخیرہ میں)

عن ابن حمید فی حد یث طو یل و فی آ خره حتی اذا کا نت السجدة التی فیها التسلیم ا خر ج ر جله الیسری و قعد متورکاً علی شقه ا لا یسر قا لوا صدقت هکذا کا ن یصلی رسو ل الله ﷺ اخر جه التر مذی و ابو داؤد (روایت ہے حضرت ابوحمیدؓ سے حد یث بڑی میں اور آ خر اس حد یث میں یہاں تک جب ہوتا سجدہ جس میں سلام پھیر نا ہے نکا لتے بایاں پیر اپنا اور بیٹھتے جانب بائیں سرین پر اپنے ، کہا سچا ہے تو ایسے تھے نماز پڑ ھتے رسول اللہ ﷺ ۔ روایت کیا اس حد یث کو امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے)۔

ف ۔ قال ابو حمید قبالة الصحا بة کا نوا عشرا، اوقف منکم من صلوة رسول الله ﷺ قا لوا فی التصدیق قو له صدقت (کہا حضرت ابوحمیدؓ نے رو برو صحابہ کے کہ دس تھے ، میں واقف تر ہوں تم سے نماز رسول اللہ ﷺ سے ۔ کہا سب نے سچائی کرتے قول میں ان کے لفظ صدقت کا یعنی اس بات میں تو سچا ہے)۔

تمام ہوا یہ رسا لہ سنہ بارہ سوسڑسٹھ (۱۲٦٦) ہجری میں ۔ فقط ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایصال طرق المصلین

الی طریق رسول رب العالمین

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی سید المرسلین و آله و اصحابه اجمعین ۔

اما بعد حمد ونعت کے پھر محمد عبداللہ محمدی نے جمع کیا ایک رسالہ اور نام رکھا اس کا ایصال طرق المصلین الی طریق رسول رب العالمین تا کہ نفع لیویں اس رسالہ سے پیروی کرنے والے سنت سید المرسلین ﷺ کے۔

عن عبد الله بن عمر وقال قال رسول الله ﷺ ليا تين على امتى كما اتى على بنى اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى ان كان منهم من اتى امه علانية لكان فى امتى من يصنع ذلك و ان بنى اسرائيل تفرقت على ثنين و سبعين ملة و تفترق امتى على ثلاثٍ و سبعين ملةً كلهم فى النار الا ملة واحدة قالوا من هى يا رسول الله ﷺ قال ما انا عليه و اصحابى ۔ اخرجه الترمذى ۔

(روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص سے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ آوے گا امت پر میری جیسا کہ آیا بنی اسرائیل پر جیسا برابر ہوتا جوتے کا مانند جوتے کے دوسرے کے یہاں تک کہ اگر ہوگا بعض بنی اسرائیل میں وہ کوئی کہ صحبت کیا ماں سے علانیہ البتہ ہوگا امت میں میری وہ کوئی کہ کرے گا یہ صحبت اپنی ماں کے ساتھ اور بے شک بنی اسرائیل جدا ہوئے بہتر مذہب پر اور جدا ہوگی امت میری تہتر مذہب پر اور یہ سب دوزخ میں ہوں گے مگر ایک مذہب نہ ہوں گے دوزخ میں کہا کون ہیں وہ یا رسول اللہ فرمایا جس پر میں ہوں اور اصحابی میرے اسی پر ہوں گے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ف۔ عہد علیؓ میں تابعین ان کے شیعہ کہے جاتے تھے جب عبداللہ بن سبا یہودی کے باعث سے ان میں سب دشنام حق اصحاب ثلاثہ میں ظاہر ہونے لگا تو ایسی قباحت سے انہوں نے اپنے تئیں سنی مقابل میں ان کے کہنے لگا اگرچہ معنی شیعہ میں قباحت نہیں مددگار کے معنی میں ہے لیکن اقوال افعال بد دیکھ کر انہوں نے اپنے تئیں ان سے نکال لیا جیسا کہ لفظ حلال خور کا معنی میں بہتر ہے لیکن بسبب افعال واقوال بد انہوں کے کہ گند اٹھانا پیشہ انہوں کا ہو گیا اب اپنے تئیں ساتھ اس نام کے مشہور کرنا بد معلوم ہوتا ہے اسی طرح شیعہ کے لفظ کو قیاس کرنا چاہیے اور جو لفظ کہ اس میں نسبت کی ان کی طرف پائی جائے اس سے بھی پرہیز کرے بخلاف اس سنی کے کہ مقابل بدعتی کے ہے۔ پھر بعد ان کے نعمان بن ثابت امام ابوحنیفہؒ پیدا ہوئے سنہ ۸۰ ہجری میں اور سنہ ۱۵۰ میں ستر برس کی عمر میں وفات کیا اور جو مشہور کرتے ہیں کہ ابو حنیفه سراج امتی یعنی امام ابوحنیفہؒ چراغ امت میری کا ہے، روایت کیا اس کو ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب موضوع میں اور اسی طرح سے فضائل امام شافعیؒ کے بھی ہیں یہ سب جھوٹ قول کسی کا۔ عقیدہ فرقہ مرجیئہ کا یہ ہے کہ ایمان ایک قول ہے بدون عمل کے۔ کہا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں کہ مرجیئہ کے بارہ فرقہ ہیں۔ جہمیہ، صالحیہ، شمریہ، یونانیہ، نجاریہ، غیلانیہ، کرامیہ، قشبیہ، حنفیہ، معادیہ، مرنسیہ؟۔ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب حنفیہ بہ نسبت مذاہب ثلاثہ کے قیاس اور زیادتی میں بڑھ کے ہے اس واسطے کہ تینوں سے قیاس اور زیادتی کم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ حنفیہ کو داخل کیا فرقہ مرجیئہ میں سید سند نے اور حقیقت حال کا یہ ہے کہ ابتداء میں حدیثیں کم ہاتھ لگی تھیں بسبب تفارق صحابہ کے اسی باعث سے اگلوں میں کثرت قیاس کا اور زیادتی کے بہت اور انتہاء میں حدیثیں بہت ہاتھ لگیں بسبب مشقت اور جستجو کے اسی باعث پچھلوں میں قلت قیاس اور زیادتی کی ہوئی اور ان کے تابعداروں کو حنفی کہتے ہیں اور صحیح روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سے کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی یہ طبقہ تبع تابعین میں سے ہیں۔ پھر بعد ان کے امام مالکؒ بن انس ایک سو چودہ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۹۹ھ میں چھیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اور ان کے تابعداروں کو مالکی کہتے ہیں۔ پھر ان کے بعد امام محمد بن ادریس شافعیؒ پیدا ہوئے ایک سو پچاس ہجری میں اور ۲۰۴ھ میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چون برس کی عمر میں وفات پائی ان کے تابعداروں کو شافعی کہتے ہیں۔ پھر بعد ان کے امام احمد بن حنبلؒ پیدا ہوئے ایک سو چونسٹھ میں اور ۲۴۱ھ میں ۷۷ برس کی عمر میں وفات پائی اور ان کے تابعداروں کو حنبلی کہتے ہیں۔ اور ان میں چشتیہ اور نقشبند یہ و قادر یہ و مجدد یہ بھی داخل ہیں اور بارہ امام ان میں سے امام باقرؒ و امام جعفرؒ و امام موسیٰ کاظمؒ وغیرہ ہیں ان کے تابعداروں کو شیعہ کہتے ہیں مقابل سنی کے، اور جو عداوت رکھتے ہیں حضرت علی کے ساتھ وہ خارجی ہیں۔ اور جو کہ عداوت اہل بیت سے رکھتے ہیں وہ ناصبی ہیں جیسے مروان وغیرہ۔ اب اطلاق امامیہ کا ان سب پر صادق آتا ہے اس واسطے کہ یہ سب نسبت رکھتے ہیں اپنے اماموں کے ساتھ۔ لیکن ان میں اور ان میں اتنا ہی فرق ہے بموجب مثل مشہور کے کہ سگ ...شغال کیونکہ ان دونوں میں اب کفر اور شرک اور بدعت اور زنا اور غصب وغیرہ کثرت سے ہے، نام کو اسلام میں داخل ہیں۔ اور فرق اتنا ہے کہ ایک سبّ و دشنام صحابہ کا کرتا ہے اور ایک نہیں کرتا ہے۔ اور فضیلت سب امام رافضیوں کے اوپر سب امام سنیوں کے بہت ہے، اس واسطے کہ وہ سب اہل بیت نبی ﷺ سے ہیں اور وہ سب غیر اہل بیت نبی ﷺ سے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ یہ دونوں شاگرد؟ امام محمد باقرؒ کے ہیں۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ فضیلت امام سے فضیلت ماموم کی نہیں ہوتی، اور عکس میں بھی یہی بات ہے جب تک کہ یکساں نہ ہوں دونوں اطاعت اللہ اور رسول اللہ میں۔ یہ جب برابر ہوئے پھر اور فضیلت خیال کریں گے۔ اور یہ سب کسی کا مذہب نہ رکھتے تھے سوائے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے۔ پھر ان کے تابعداروں کو چاہیے کہ یہ بھی کسی کا مذہب نہ رکھیں، لا مذہب ہوں۔ بموجب قول سعدی شیرازی کے الناس علی دین ملوکھم سب لوگ اپنے دین بادشاہوں پر ہوویں۔ اور مذہب رکھنا بھی بدعت ہے مصداق اس کا روایت کا سنن نسائی میں ہے کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار.....

عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فثوّب رجل فی الظهر و العصر قال اخرج بنا فانّ هذه بدعة اخرجه ابو داؤد۔

(روایت ہے مجاہدؒ سے تھا میں ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے پھر کہا ایک مرد نے ظہر یا عصر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوة خير النو م ۔کہا نکل تو ہمارے ساتھ اس مسجد سے پھر بے شک یہ بدعت ہے ۔ روایت کیا اس کو امام ابوداؤدؒ نے)۔

(نیز ملاحظہ فرمائیں:

عن العر باض بن سا ريه قا ل صلّى بنا رسو ل الله ﷺ صلاة الصبح فوعظنا موعظةً بليغةً ذرفت منها العيو ن و و جلت منها القلو ب ،

فقيل : يا رسو ل الله ﷺ كأنها مو عظة مودّعٍ فاوصينا،

قا ل : عليكم بالسمع و الطا عة، و ان كا ن عبداً حبشياً ، فا نه من يعش منكم فسيرى اختلا فاً كثيراً، فعليكم بسنتى و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنوا جذ ، و ايا كم و محد ثا ت ا لا مور ، فا نّ كل بد عة ضلا لة ۔ يوسف بن عبد الله بن عبد البر ، جا مع بيا ن العلم و فضله ، دار ابن الجوزى، الدمام ١٤١٩ھ ، ٢۔١١٦٤ ۔ حكم المحد ث : ثا بت صحيح

یہی حد یث شر ح السنة ، حسين بن مسعود البغوى، دار الكتب العلميه ١٤١٢ھ ، ١۔١٨١ پر بھی ہے حكم المحد ث: حسن

عن العر با ض بن سا ريه : قا ل : وعظنا رسو ل الله ﷺ مو عظةً و جِلت منها القلو ب و ذرِفت منها العيو ن فقلنا يا رسو ل الله كا نها مو عظة مو دّع فاو صينا قا ل : او صيكم بتقوى الله و السمع و الطا عة و ان تأمّر عليكم عبد و انه من يعش منكم فسيرى اختلا فاً كثيراً فعليكم بسنتى و سنة الخلفا ء الراشدين المهد يين عضوا عليها با لنوا جذ و ايا كم و محد ثا ت ا لا مور فانّ كل بد عةٍ ضلا لة۔ زكى الدين عبد العظيم المنذرى ، التر غيب و التر هيب ، دار الفجر للترا ث قا هره ، ١٤٢١ھ ، ١۔٨٠ ۔ حكم المحد ث: لا ينز ل عن درجة الحسن و قد يكو ن على شر ط الصحيحين او ا حد هما۔

یہی حد یث البدر المنير فى تخر يج ا لا حا ديث و ا لآ ثار الواقعه فى الشر ح الكبير لعمر بن على ابن المقلن ، دا ر الهجرة السعو ديه ١٤٢٥ھ ، ٩۔٥٨٢ پر بھی ہےاور حكم المحد ث: صحيح ۔

عن عر با ض بن سا ريه ، قا ل قا ل رسو ل الله : انه من يعش منكم بعدى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین من بعدی ،۔ تمسکوا بها و عضوا علیها بالنوا جذ، و ایاکم و محد ثات ا لا مور ، فا ن کل بد عة ضلا لة ۔ احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیه ، اقتضاء الصرا ط المستقیم لمخا لفة ا صحا ب الجحیم ، مکتبه الرشد الر یا ض ، ۱٤۲۱ھ ، ۲۔۸۳ ۔

حکم المحد ث: صحیح

کل بدعة ضلا لة و کل ضلا لة فی النار ، محمد نا صر الدین ا لا لبا نی ، ا حکا م الجنا ئز و بد عها، مکتبه المعارف ۱٤۱۲ھ ، ۲۹٤ ،

حکم المحد ث: اسنا ده صحیح ۔

نیز علامہ ناصر الدین البانی نے یہی حکم تحریم آلات الطرب، دار الصدیق، ۱۴۲۰ھ، کے صفحہ ۱۶۲ پر بھی لگایا ہے)

اور جو یہ آیا ہے کہ بہتر فرقہ دوزخ میں جاویں گے اور ایک بہشت میں اور وہ جس پر رسول اللہ ﷺ تھے اور ان کے سب صحابی تھے.....تو بہتر یہی ہے کہ محمد یہ کہے کیونکہ یہ سب بدعتوں سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ہے ...

اور آدمی تین طرح پر ہیں:

ایک وہ جو کہتا ہے کہ قرآن اور حدیث اگر ہمارے امام کے قول کے موافق ہے تو اس کو لیں گے۔

اور دوسرے یہ کہ اگر قول امام کا موافق قرآن وحدیث کے ہے تو لیں گے۔

تیسرے یہ کہ اگر امام کا قول موافق قرآن وحدیث کے ہو یا نہ ہو جب بھی لیں گے۔

دوصورت میں کافر ہوا ،ایک میں مومن ہوا۔قا ل الله تعا لی من یطع الرسو ل فقد اطاع الله ۔فرمایا اللہ تعالی نے جس نے اطاعت کی رسول کی بیشک اطاعت کی اللہ کی۔

اور روایت صحیح مسلم میں ہے:

من اطاعنی فقد اطاع الله و من عصا نی فقد عصی الله

(جس نے اطاعت کی میری پھر بے شک اطاعت کی اس نے اللہ کی اور جس نے نافرمانی کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری، نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی)۔

عن عدی بن حا تمٍ قا ل سمعت رسو ل الله ﷺ یقرء فی سورة برأة اتخذوا ا حبار هم و رهبا نهم ار با باً من دو ن الله قا ل اما انهم لم یکو نوا یعبدو نهم لکنهم کا نوا اذا ا حلوا لهم شیئاً ا حلوه و اذا حر مو ا علیهم شیئاً حر موه۔ ا خر جه الترمذی۔(روایت ہے حضرت عدیؓ بن حاتم سے کہا سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو پڑھتے سورۃ برأۃ میں اتخذوا ا حبار هم . الخ... لیا ان سبھوں نے علماء اور درویشوں کو مالک سوائے اللہ کے۔ فرمایا خبردار بے شک وہ سب نہ تھے کہ پوجیں ان کو لیکن تھے جب حلال کرتے ان کے واسطے کوئی چیز حلال جانتے یہ سب اس کو اور جب حرام کرتے ان پر کوئی چیز حرام جانتے یہ سب اس کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)۔

ف۔ کفار عرب جانوروں کو ساتھ نام سائبہ اور بحیرہ اور وصیلہ اور حام کے بتوں کے نام چھوڑ دیتے تھے۔ اور غلہ کھیتیوں میں اور میوہ باغوں میں اور زیوروں میں اور نقدوں میں کچھ اللہ کے نام کا اور کچھ اپنے معبودوں کے نام کا ٹھہرا لیتے تھے۔ جیسے اب کے مسلمان وغیرہ شیخ سدو کا بکرا اور احمد کبیر کی گائے اور مرغی سالار کی اور گائے میمنی کی ٹھہراتے ہیں۔ اور غلہ اور میوہ اور نقد اور زیور میں بھی اسی طرح سے اس طرح ٹھہرا لیتے ہیں۔ اس میں اور اس میں کچھ فرق نہیں ہے حرام ہونے میں۔ جیسے سور اور بچہ سور کا۔ اور اسی طرح پر چڑھاوا تعزیہ کا اور قبروں کا اور جھنڈا درخت و طاق وغیرہ کا حرام ہے۔ پھر جس نے ان سب چیزوں کو اپنے اجتہاد فاسد سے حلال بتایا لوگوں کو اور انہوں نے عمل کیا اس پر دونوں مشرک کافر ہوئے، بموجب اس آیت اور حدیث کے کیونکہ اللہ کے حرام کو حلال کہتے ہیں۔ اور عکس میں اس کے کافر اور مشرک ہوں گے۔ ان کے اور ان کے اتنا ہی فرق ہے کہ ان کے معبود نبی ہوتے تھے جیسے ابراہیمؑ، عزیرؑ، اور ان کے معبود ولی ہوتے تھے جیسے غوث الاعظم وخواجہ معین الدین۔ پھر دونوں کے پوجنے والے کافر و مشرک ہیں۔ اور دونوں کے نام کا چڑھا ہوا حرام ہے۔ جو جانور کسی کے نام کا جو کرتے تھے ان کا کان پھاڑ دیتے تھے اس کو بحیرہ کہتے تھے، اور جو سانڈ کر دیتے تھے اس کو سائبہ کہتے تھے۔ اور جو کسی کی منت مانتے کہ فلانے جانور کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر بچہ نر ہوئے تو ہم اسی کی نیاز کر دیں، پھر جو اکٹھا نر و مادہ ہوتا تو نر کو بھی نیاز نہ چڑھاتے کہ مادہ کے ساتھ مل کر وہ بھی نیاز نہ چڑھے، اس مادہ کو وصیلہ کہتے تھے۔ اور جس جانور کے پیٹ سے دس بچے ہو لیتے، اس پر لادنا اور چڑھنا موقوف کر دیتے، اس کو حامی کہتے تھے۔ ان سبھوں کو کھانا حرام ہے اور جو اس طرح کے اور جانور ہوں۔

اور حدیث ابو داؤد میں ہے: عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ من تشبّه بقوم فهو منهم

(جس نے مشابہت کیا ساتھ کسی قوم کے پھر وہ اسی قوم میں سے ہے)

(نیز ملاحظہ فرمائیں:

بلوغ المرام من ادلة الاحكام ، لا حمد بن علی بن حجر العسقلانی دار الفيحاء ١٤١٧ء میں یہ حدیث موجود ہے اور حكم المحدث : صحيح

من تشبه بقومٍ فهو منهم و فی لفظٍ : ليس منا من تشبه بغيرنا ۔ ابن تيميه ، مجموع فتاوى شيخ الاسلام ابن تيميه طبع اولى ١٣٩٨ھ ، ٢٥۔٣٣١ ۔ حكم المحدث ۔ جيد

من تشبه بقوم فهو منهم ۔ ابن حجر العسقلانی ، فتح البارى بشرح صحيح البخارى ، مكتبه السلفيه ١٤٠٧ھ ، ١٠، ٢٨٢۔ حكم المحدث: ثابت (و) اسناده حسن

من تشبه بقوم فهو منهم ، عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطى ، الجامع الصغير فى احاديث البشير النذير ۔ دار الكتب العلميه بيروت۔ ٨٥٩٣، حكم المحدث: حسن ۔

مجموعه فتاوى ابن باز : حكم المحدث ، اسناده حسن ، نيز : ثابت ، نيز صحيح ، نيز اسناده جيد ، اسناده حسن

ناصر الدين البانی ، صحيح الجامع الصغير و زيادته ، المكتب الاسلامی بيروت ١٤٠٨ھ ، ح رقم ٦١٤٩، حكم المحدث: صحيح ۔

من تشبه بقوم فهو منهم ، البانی ، صحيح سنن ابى داؤد ، مكتب التربية لدول الخليج ، ١٤٠٩ھ ، حكم المحدث: حسن صحيح)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ جو مسلمان وغیرہ مثل کفار عرب کے کرتے ہیں، اور اس کے کھانے کا جو مولوی اور درویش فتوی دیتے ہیں، یہ دونوں مشرکوں اور کافروں میں سے ہیں۔ اور فاتحہ کرنا کھانوں پر اور دسواں اور بیسواں اور چہلم وسوئم برسی و چھ ماہی وغیرہ کرنا اور راگ اور ناچ ساتھ باجوں کے کرنا، سوائے دف کے، اور داڑھی مونڈانا اور کترانا اور جو رسمیات شادی اور غمی کی ہیں یہ سب کرنا مشابہات کفار سے ہیں۔ بدعت اور حرام ہیں۔ جاننا چاہیے اللہ تعالی کے حکم بھیجنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے۔ سو جو کوئی کسی امام مجتہد کے یا غوث وقطب کے یا مولوی اور مشائخ یا باپ دادوں کے یا کسی بادشاہ وزیر کے یا پادری پنڈت کی بات کو اور اس کے راہ اور رسم کو رسول ﷺ کے فرمان سے مقدم سمجھے اور آیت وحدیث مقابل میں اپنے پیر اور استاد کے قول کی سند پکڑے یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہی کا حکم ہے ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے، بلکہ اصل حاکم اللہ تعالی ہے، پیغمبر خبر دینے والے ہیں۔ پھر جو کوئی کسی کی بات اس کی خبر کے موافق ہو تو مانئے اور جو موافق نہ ہو نہ مانئے۔ نزدیک محدثوں کے حالات خواب جو رسول اللہ ﷺ سے ہیں، داخل شرع نہیں ہیں۔

اور اسی طرح سے توضیح میں ہے کہ الہام ولی کا بھی داخل شرع میں نہیں ہے اگر دونوں موافق قرآن اور حدیث کے ہے تو لینا چاہیے۔

اب جاننا چاہیے کہ ہونا وجود مجتہد کا اور ولی کا محال نہیں ہے جیسا کہ ذہن عوام میں یہ بات ثابت ہے، بلکہ یہ بات امکان سے ہے۔ کیونکہ آگے ان چاروں کے اور زمانے میں بھی ان کے مجتہد اور ولی تھے، اور بعد ان کے بھی تھے۔ جیسے امام ابن ابی لیلیٰؒ اور امام داؤدؒ، امام ابن الجوزیؒ، وامام ابن حزمؒ وامام ابن دقیق العیدؒ وشیخ محی الدین عربیؒ وشیخ محمد حیات سندھیؒ اور سید احمد بن ادریس مغربیؒ اور بہت سوائے ان کے تھے۔ اور یہ سب محدث کامل تھے، صحت وسقم حدیث سے اور لغات اس کی سے خوب ماہر تھے، نہ اب کے مولوی کہ صحیح وحسن میں اور ضعیف وموضوع میں امتیاز نہیں رکھتے اور لغت حدیث کے ماہر کہ عنترہ کو قوم ہے عشرہ جانتے ہیں کہ اسم عدد ہے، اور مربد؟ کو کھلیان کھجور کے معنی پر ہے مرید پڑھتے ہیں، پیر کے مقابلہ میں وخرّ موسی کو حمار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ سمجھتے ہیں۔ وائے بریں فضلاء بے حیا پر کہ دعوی فضیلت کا کر کے گمراہ کرتے ہیں مصداق اس کا قول شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا جو ہے فوز الکبیر میں

ان ر غبت انمو ذ ج الیھود فتر ی العلماء القبحا ء الذین یطلبون الد نیا الد نیة و یتقلدو ن بتقلید السلف و یعر ضون من نصو ص کتا ب الله و سنة نبیه ﷺ و یستندو ن استحسا ن کلا مھم و یتعمقو نه و یشددونه و یر غبو ن عن کلا م الشارع المعصو م یقیدو ن با حا دیث مو ضو عةٍ و تاویلا تٍ فاسدةٍ انظر ھم کا نھم ھم

(اگر خواہش کرے تو نمونہ یہود کا پھر دیکھے تو برے علماء کو جو طلب کرتے ہیں دنیا بد کو تقلید کرتے ہیں ساتھ تقلید سلف کے اور منہ پھیرتے ہیں، نص کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے اور سند پکڑتے ہیں باتیں انہوں کی اور خوب غور سے اسے دیکھیں اور مضبوط پکڑیں اور منہ پھیریں کلام شارع معصوم سے یعنی رسول اللہ ﷺ، اور پیروی کریں ساتھ حدیثیں موضوعہ کے اور تاویلیں فاسدہ کے دیکھ تو ان کو گویا کہ یہ یہود ہیں)۔

اور مصداق اس کا یہ آیت ہے:

قا ل الله تعا لی: اتا مرو ن الناس با لبرّ و تنسو ن انفسکم و تتلو ن الکتا ب افلا تعقلو ن

(فرمایا اللہ نے حق یہود میں آیا حکم کرتے ہو تم لوگوں کو ساتھ معروف اور نہی منکر سے اور بھلاتے ہو تم ذاتوں اپنی کو حالانکہ پڑھتے ہو تم تورات کو، آیا پھر نہیں جانتے ہو تم)۔

قا ل الله تعا لی: ما آ تا کم الرسو ل فخذوه و ما نھا کم عنه فانتھوا

(فرمایا اللہ نے جو کہ دے تمہیں رسول، لو تم اس کو اور جو کہ منع کرے تم کو اس سے باز رہو تم)

ف: صنم پرستی سے جو صورت دار ہو اور وثن پرستی سے جو صورت دار نہ ہو تعزیہ و مکان تبرک و توپ و طاق جھنڈا و نشان و قبر و چھڑی و درخت وغیرہ آدمی کافر ہو جاتا ہے اور مشرک اور اسی طرح سے صریح کلام اللہ کے نہ ماننے سے اور صریح کلام الرسول کے نہ ماننے سے کافر و مشرک ہو جائے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو کہ مولویوں اور درویشوں نے اپنے قیاس اور عقل سے جس چیز کو حلال کیا اس کو حلال جانا جس کو حرام کہا اس کو حرام جانا اور بدون تحقیق عمل کر گیا یہ نہ جانا کہ اللہ تعالی نے کہا یا رسول ﷺ نے کہا یا کسی ملا مجتہد کا قول ہے یا کسی حکیم کا یا کسی فاسق فاجر کا قول ہے یا کسی پیر مشائخ کا قول ہے اس سے بھی مشرک و کافر و گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے مصداق اس کے یہ حدیث ہے:

عن عبد الله بن عمر و بن العا ص يقو ل انّ الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينز عه من الناس و لكن يقبض العلماء حتى اذا لم ير ك عا لماً اتخذ الناس رؤساً جها لًا تسئلوا فا فتوا بغير علم فضلّوا و اضلّوا ۔ ا خر جه مسلم

(روایت ہے حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص سے کہتے سنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے بیشک اللہ نہیں قبض کرے گا علم کو نکال لینے علم کو لوگوں سے لیکن قبض کرے گا علم کو ساتھ مارنے عالموں کے یہاں تک کہ جب چھوڑے عالم کو، لیں لوگ سرداروں جاہل کو، پھر پوچھے جاویں فتوی، دیویں بغیر علم کے، پھر گمراہ ہوویں اور گمراہ کریں اوروں کو۔ روایت کیا اس حدیث کو امام مسلمؒ نے)۔...

قا ل الا ما م عز الدين بن عبد السلا م اذا صح الحد يث فهو مذهبى و اذا اريتم كلا مى يخا لف الحد يث فا عملوا بالحديث و اضر بوا بكلا مى الحا ئط نقله الشيخ ولى الله المحد ث فى عقد الجيد (کہا امام عزالدین بن عبدالسلامؒ نے جب صحیح ہووے حدیث پھر وہی مذہب کا ہم سمجھو ں کا اور جب تم دیکھو کلام ہمارے کو خلاف ہوتا ہے حدیث کو پھر عمل کرو تم ساتھ حدیث کے اور مارو تم کلام ہمارے کو دیوار پر۔ نقل کیا اس کو شاہ ولی اللہؒ نے عقد الجید میں)

و قا ل ابو حنيفه لا ينبغى لمن لا يعرف دليلى ان يفتى بكلامى و قا ل لا تقلدو نى ولا تقلدن ما لكاً و لا غيره و خذ الا حكا م من حيث ا خذوا من الكتا ب و السنة ۔

(اور کہا امام ابوحنیفہؒ نے نہیں لائق ہے واسطے اس کے کہ نجانے دلیل ہماری فتوی دے ساتھ کلام ہمارے کے اور کہا مت تقلید کرو تم مالک کی اور کسی اور کیلے تو حکم شرعی کو جہاں سے لیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے قرآن اور حدیث سے یہ بھی عقد الجید میں ہے)۔

و قال الامام احمد لیس لا حدٍ مع الله و رسو له ﷺ کلام و قال ایضاً لر جلٍ لا تقلد نی و لا تقلد ن ما لکاً و الاوزا عی و لا النخعی ولا غیرهم خذ الاحکا م من حیث اخذوا من الکتا ب و السنة (اور کہا امام احمدؒ نے نہیں کسی کے واسطے اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کچھ کلام۔ اور کہا ایک مرد کو مت تقلید کر تو میری نہ مالک کی اور اوزاعی کی اور نہ نخعی کی نہ کسی اور کی تو حکم شرعی کو لے جہاں سے انہوں نے لیا قرآن اور حدیث سے۔ یہ بھی عقد الجید میں ہے)

پھر تو یہی چاہیے کہ قرآن اور حدیث کو وسیلہ نجات ظاہرہ کا سمجھ کر بلا ریب و شیب عمل کرے تا کہ یہ سرخروئی جہان کی حاصل ہووے اور ثواب عظیم پاوے مصداق اس کا یہ حدیث ہے:

عن ابی هر یره قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ من تمسّك بسنّتی عند فساد امتی فله ا جر مأة شهید۔ ا خر جه البهیقی (روایت ہے ابو ہریرہؓ سے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے چنگل مارا سنت میری پر نزدیک فساد امت میری کے پھر واسطے اس کے ثواب ہے سو شہید کا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقیؒ نے)

ف۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام سر اور آنکھ پر اور کلام صحابہ کا لینا نہ لینا ہم پر اختیار ہے اور تابعین جیسے ہم ہیں ویسے وہ ہیں۔

اب تقلید اور اقتداء کو سمجھنا چاہیے کہ تقلید کسے کہتے ہیں اور اقتداء کسے کہتے ہیں تا کہ فرق ہونا دونوں کا معلوم ہووے اور کون بہتر ہے اور کون برا ہے۔ اور تعریف تقلید کی یہ ہے:

التقلید اتباع غیر معصو م بحسن ظنٍ بلا دلیل شر عی (تقلید پیروی کرنا ہے غیر معصوم کے ساتھ گمان نیک کے بدون دلیل شرعی کے (یعنی قرآن و حدیث)

اور تعریف اقتداء کی یہ ہے:

ا لا قتداء هو التّمسّك با لدّ لیل الشّرعی

(اقتداء وہ چنگل مارنا ہے ساتھ دلیل شرعی کے یعنی قرآن اور حدیث)۔

اور حال مذہب تہتر کا کتاب ارشاد الفحول فی علم الاصول میں خوب مفصل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان ہے یہاں پر مجمل بیان ہے اور فرقہ مرجئہ اور قدریہ کا حال حدیث میں بھی ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن عبد الله ابن عباس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ صِنفا ن من امتی لیس لهما فی ا لاسلا م نصیب المر جیئة و القدریة۔

اخر جه الترمذی (روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے دو گروہ ہیں امت میری سے نہیں ہے واسطے ان دونوں کے حصہ اسلام سے ایک مرجیئہ دوسرے قدریہ۔ روایت کیا اس حدیث کو امام ترمذیؒ نے)

(ملاحظہ فرمائیں اس حدیث پر حکم المحد ث : غریب حسن صحیح ۔

عن عبد الله بن عمر ۔ صنفا ن من امتی لیس لهما فی الاسلا م نصیب المرجئة و القدریة، الکا مل فی ضعفاء الر جا ل میں عبد الله بن ا حمد عدی ، دار الکتب العلمیه ۱۴۱۸ھ، ۷۔۳۹۶ پر۔ نے اس پر حکم المحد ث لگایا ہے: فیه محمد بن عبد الر حمن بن ابی لیلی مع سو ء حفظه یکتب حدیثه ۔

عبداللہ بن عباس سے اس روایت پر ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء ۶۔۳۳۲ پر یہ حکم لگایا ہے: انکر علی علی بن نزار

اور حضرت ابوبکر سے یہ روایت کی گئی ہے: صنفا ن من امتی لا ید خلو ن الجنة القدریة و المر جئة ۔ اور ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء ۷۔۵۰۴ پر اس پر یہ حکم لگایا ہے: منکر بهذا الاسنا د

انس بن مالک کی روایت سے، صنفا ن من امتی لا ید خلو ن الجنة القد ریة و الحرو ریة ، پر الکامل فی الضعفاء ۷۔۵۰۵، میں ابن عدی نے یہ حکم لگایا ہے: منکر بهذا الاسنا د ،

اور انس بن مالک کی روایت: صنفا ن من امتی لا تنا لهم شفاعتی : المر جئة و القدریة ، پر دارقطنی نے تعلیقا ت الدار قطنی علی المجرو حین لا بن حبا ن، الفاروق الحد یثیة القا هره ۱۴۱۴ھ،۱۱۴، میں یہ حکم لگایا ہے: ما حد ث بهذا الحد یث سلمه بن وردان، و الراوی له عبد الله بن ما لك بن سلیما ن الهروی عن ابیه من خبثاء المر جئة)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرجیئہ کا حال اور گذر چکا ہے اور قدریہ وہ ہیں کہ انکار قضا وقدر کا کریں اور عقیدہ ان کا یہ ہے کہ بندہ اپنے فعل کا پیدا کرنے والا ہے پہلے سے قضا وقدر نہیں ہے۔

ا لحمد لله رب العا لمين و الصلوة و السلا م على
سيد المر سلين و آ له و اصحا به اجمعين
تمت

کسوٹی

ما انا عليه و اصحا بی

بسم الله الر حمن الر حيم

شکر اس خدا کا جس نے دنیا کی زینت کے لئے سونا پیدا کیا اور اسکی کھرائی کھوٹائی معلوم کرنے کو کسوٹی بنائی اور دین کی عزت حاصل کرنے کو سمجھ کو سونا بنایا اور اس کی بھلائی برائی دریافت کرنے کو حدیث اور قرآن کو کسوٹی ٹھہرایا۔

اور درود محمد مصطفیٰ ﷺ پر جس کی کسوٹی حدیث تمام عالم میں مشہور ہوئی اور ٹھگ اور دغا بازوں کے فریب سے ساری خدائی بچ گئی۔

سوا ے بھائیو! سونا بدون لگائے کسوٹی کے مت خریدو کیونکہ سونا اور کچا پیتل دونوں کی صورت ایک ہے شاید کوئی ٹھگ پیتل کو سونا کہہ کے بیچ جائے اور تم اور تمہاری بی بی پیتل کی نتھ پہن کر ناک پکڑ کر پچھتائے۔ اسی طرح دین میں بعض جھوٹے دغا باز عالم بن کر جھوٹا مسئلہ بنا بنا کر کتابوں میں لکھوا کر بھجواتے ہیں سو اگر بے لگائے کسوٹی قرآن اور حدیث کے کوئی مسئلہ پر چلو گے قیامت میں ہاتھ سر پر رکھ کر روؤ گے۔

خبردار آج کل کے دنیا دار مولویوں نے عجب طرح کا فساد برپا کیا کہ جھوٹا مسئلہ جو مولویوں نے ذہن کی تیزی سے نکالا ہے بنگلی زبان میں چھپوا کر شرم کے مارے اپنا نام چھوڑ کر دوسرے کا نام لکھوا کر بچواتے ہیں اور انہیں میں سے بعض ایسے ہیں کہ امام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باڑوں میں گھس کر امامیہ مذہب والوں کے سامنے بڑے فخر سے بولتے ہیں کہ جس طرح یہاں ملا باقر اور کلینی کی بات پر چلنا فرض ہے اسی طرح ہم لوگوں کو بھی چاروں امام کی بات پر چلنا فرض ہے اور جس طرح تم چار یار میں سے ایک علی کو مانتے ہو اسی طرح ہم لوگ بھی چار امام میں سے ایک حنفی کو مانتے ہیں۔ مگر آج کل لوگ اس طرح کے پیدا ہوئے ہیں کہ امام کے تعزیہ کو توڑ کر اب امام مذہب کو توڑنے کی فکر کر رہے ہیں خدا خیر کرے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تابوتوں کی طرح مذہب کو مذہب کو ایک کر ڈالیں گے اور سب کو قرآن اور حدیث پر چلاویں گے۔ فقط۔

سبحان اللہ ان بے فرقوں کو حدیث قرآن پر چلنا غیرت اور رافضی بننے میں عزت۔ اے بھائی جس کا سونا اچھا ہوتا ہیوہ کسوٹی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور پیتل بیچنے والا ناخوش۔ محمد ﷺ کے کلمہ گو کو چاہیے کہ خدا اور رسول کی باتوں پر چلے اور مذہب کی باتوں پر نہ چلے کیونکہ جناب سید احمدؒ نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ رواج پایا چار مذہب نے اور رواج کے معنی بدعت ہے اور جو گنوار مذہب کو فرض بولتے ہیں، اس کا جواب سنو۔ اول تو ان سے پوچھو کہ چاروں مذہب فرض ہیں تو چاروں پر چلنا ضرور ہوا جس طرح وضو میں چار فرض ہیں چاروں ادا کرنا ضرور ہوتا ہے۔ اگر وہ کہیں تین کو دل میں مانو ایک پر چلو تو ان سے کہو کہ اگر کوئی وضو کرنے والا فقط منہ دھو ڈالے اور تین فرض دل میں مانے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر کہیں نہیں ہوگی تو تم کہو چار مذہب بھی ادا نہ ہوں گے۔ بعضے گھبرا کر کہتے ہیں کہ چار مذہب کو مثل چار کتاب کے جانتے ہیں اور چاروں پر ایمان لاتے ہیں مگر چلتے ہیں فقط ایک قرآن پر۔ سو تم جواب یوں کہو کہ قرآن سب کے پیچھے اترا پچھلے پیغمبر پر اور پہلی کتابیں منسوخ ہوگئیں سچ مچ اگر مذہب کو تم ایسا ہی جانتے ہو تو تمہاری ہی دلیل سے تین امام کا مذہب منسوخ ہوگیا اور پچھلے امام کا مذہب باقی رہا۔ دوسرے یہ کہ ان سے پوچھو کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہماری امت میں تہتر مذہب ہوں گے اس میں سے ایک جنتی ہے اور سب دوزخی۔ سو تم اس حدیث کو سچ جانتے ہو یا جھوٹ۔ اگر کہیں کہ ہم سچ جانتے ہیں تو تم ان سے پوچھو کہ حدیث میں تو ایک ہی مذہب جنتی ہے اور تم چار مذہب کو جنتی جانتے ہو۔ سو کہو تو تم سچے ہو یا نبی؟ اگر کہیں کہ ہم سچے ہیں اور نبی نعوذ باللہ.. تو وہ کافر ہو گئے۔ اگر کہیں کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ سچے ہیں اور ہم جھوٹے اور حقیقت میں چاروں مذہب ایک ہی ہے اور ظاہر میں غیریت معلوم ہوتی ہے تو ان سے کہو کہ سب مذہب کو ملا کر ایک مذہب قرار دو اور نام اس کا محمدی رکھ دو اور اس نام پاک سے مت چڑو کیونکہ تعزیہ والے بھی بولتے ہیں بولو محمد یا حسین ۔تم کیا تعزیہ والے سے بھی گئے گذرے جس طرح سید احمد صاحب (بریلوی) نے سب طریقہ کو ملا کر محمدیہ طریقہ نام رکھ دیا۔

اگر کوئی پوچھے کہ اس جناب نے سب طریقہ کو ملا کر محمدیہ طریقہ نام رکھ دیا تو پھر چاروں طریقہ کا نام کاہے کو لیتے تھے۔تو کہو اگر فقط محمدیہ طریقہ میں بیعت لیتے تو لوگ سمجھتے کہ یہ بھی کوئی طریقہ ہے ایک طریقہ کو لوگ پکڑے رہتے اور آپس میں مذہب والے کی طرح جھگڑتے اور اگر چاروں کو ایک نہ سمجھو گے تو ناحق دوزخی ہو گے سبب اس کا یہ ہے کہ اگر چاروں مذاہب کو تہتر مذہب میں داخل جانو گے اور ایک کو جنتی تو تین امام کو دوزخی کہنا پڑے گا اور اس عقیدے سے بے شک دوزخ میں جاؤ گے۔ اور اگر چاروں کو تہتر سے خارج سمجھو گے تو حساب کی رو سے ستتر (۷۷) مذہب ٹھہرے گا اور حضرت ﷺ کا ۷۳ کہنا سچ نہ پڑے گا اور جو حضرت ﷺ کو صادق نہ سمجھے گا دوزخ میں پڑے گا۔نعوذ باللہ منھا۔پناہ مانگو ایسے عقیدہ سے اور چاروں مذہب کو ملا کر ایک مذہب محمدیہ قرار دو اور آپس میں اگلے لوگوں کی طرح فرقہ فقہ مت ہو۔

تیسرے یہ کہ فرض تو دو طرح کا ہوتا ہے بعض چیز کا حق جاننا فرض ہے جیسے بہشت اور دوزخ کو صرف جاننے ہی سے فرض ہو جاتا ہے سو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ چار مذہب پر چلنا فرض ہے یا جاننا۔اگر وہ کہیں کہ جاننا فرض ہے تو تم کہو پھر کسی مذہب پر چلنا کیا ضروری ہے فقط جاننا کفایت کرتا ہے۔

چوتھے یہ کہ بعض گنوار بولتے ہیں کہ اگر مذہب بدعت ہوتا تو چار مصلی مکہ میں کیوں ہوتے۔ان سے پوچھو کہ چار مصلے تو چاروں اماموں کے چوتھے قرن میں پیغمبر ﷺ کے پیچھے سینکڑوں برس کے بعد بنا بھلا یہ تو کہو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کا مصلی کیا ہوا کوئی چرا کر کہیں چھپا رکھا ہے یا نہیں چار میں سے کوئی ہے ،اگر تم جانتے ہو تو بتلاؤ آنحضرت ﷺ کا کون مصلا ہے ہم اسی کو اختیار کریں۔اگر وہ کہیں کہ چاروں مصلا حضرت ﷺ ہی کا ہے تو کہو پھر اوروں کا نام کاہے کو لیتے ہو چاروں مصلا محمدیہ ہے جس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر چا ہو پڑھو۔ نقل مشہور ہے جس کا کھا ئیے اس کا گا ئے اور اگر ہم نہیں جا نتے ہیں تو کہو بس تم جا ہل ہو علم کا دعوی مت کرو اور اگر مصلا کی تحقیق تم کو منظور ہو تو پیران پیر جناب مولا نا شاہ عبدالعزیز کی تفسیر جس کا نام فتح العزیز ہے سورۃ بقرہ میں و ما الله بغا فل عما تعملو ن کے تحت میں پانچ سو انتیس صفحہ میں واقع ہے اور تصحیح سے ایسے شخص کی کہ سردار عالموں اور حافظوں کے ہیں چھپی ہے دیکھ لو بدعت یا نہیں۔

پانچویں یہ کہ بعضے گنوار برسر منبر محمدیوں پر طعن کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنے والوں کی عادت فاحشہ کی سی ہے کہ ان کو ایک بس نہیں ہوتا، اور اپنے تئیں سراہتے ہیں کہ ہم لوگوں کی خصلت نیک بی بیوں کی ہے، کہ صرف ایک شوہر پر اکتفا کرتے ہیں، یعنی فقط حنفی کی بات پر چلتے ہیں، اور دوسروں کی نہیں سنتے اگر چہ محمد ﷺ کی بات ہو اور امام ابوحنیفہؒ سب سے بڑے اور کڑے اور پہلے ہوئے۔ اور پہلے کے نام پر بیٹھ رہنا اور دوسرا خاوند نہ کرنا نشانی ہے عصمت کی۔ ان سے پوچھو کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ، محمد رسول اللہ ﷺ کے پہلے ہوئے اور ان دونوں کی امت میں سے بعضے تابعدار ہوئے آنحضرت ﷺ کے، اور بہتیرے پہلے نبیوں کے نام پر بیٹھے ہیں۔ سو تمہارے نزدیک کون اچھے ہیں۔ اگر کہیں کہ جو محمد ﷺ کے تابعدار ہوئے وہ اچھے ہیں، تو کہو ان سے کہ اس سے معلوم ہوا کہ جو امام ابوحنیفہؒ کی تابعداری کرتے تھے وہ امام شافعیؒ کے بھی تابعدار ہیں اور ان کی بات پر چلتے ہیں تو وہ اچھے ہوں گے گو تمہارے نزدیک نبی ہی ہوں نعو ذ با لله منها۔ اور اگر کہیں کہ جو پہلے نبیوں کے نام پر بیٹھے ہیں اور محمد ﷺ کو نہیں مانتے، وہی اچھے ہوئے۔ تو ان سے کہو کہ تم لوگ بھائی بند یہود اور نصاری کے محمد ﷺ کا کلمہ گوئی کی دعوت مت کرو اور امام لوگ ہادی تھے اور ہادیوں کی شان میں نسبت شوہریت کرنا قباحت ہے، کیونکہ اگر ہوتا ہے ایک عورت حنفی ہے اور اس کی بیٹی اور ماں بھی حنفی کہلاتے ہیں اگر یہاں بی بی (بیوی) کی نسبت ہو تو تینوں کا ایک کی بی بی کہلانا درست نہیں۔ اور امام لوگ بڑے تھے بڑوں کی شان میں ایسی نسبت کرنی بے ادبی ہے نعو ذ با لله منها۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یارو! جتنے امام آگے گذرے ہیں سب کو اپنا پیشوا سمجھو اور جو پیچھے ہونے والے ہیں ان کی تابعداری میں حیلے نہ لاؤ۔ ایسا کروگے تو عجب نہیں کہ تابعداری سے امام مہدیؑ کے بھی محروم ہو۔

اور اس زمانہ میں جن لوگوں پر تفضیلوں کا پرتو پڑا ہے ان کا حال یہ ہے۔ کان دھر کے سنو۔ چاروں امام کو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں مگر ایک امام کو تین امام پر تفضیل دیتے ہیں، اور اپنے تئیں سراہتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اپنے ٹیڑ کو نہیں دیکھتے دوسروں کی پھولی ٹٹولتے ہیں۔ اور مقبولوں پر جو چاروں مذہب ہیں، حق کو دائر سمجھتے ہیں عیب لگاتے ہیں اور عوام کو ان کی صحبت سے روکتے ہیں، اور مصداق پورے اس آیت یصدو ن عن سبیل الله و یبغو نها عو جاً کے بنتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ نئے مذہب والے اگرچہ چاروں امام کو مانتے ہیں مگر ایک مذہب کا قرار نہیں دیتے سو یہ ان کی گمراہی کی نشانی ہے۔

اے بھائیو! ایسے لوگوں سے پہلے تو یہ بات پوچھو کہ جناب امیر المومنین سید احمد سلمہ اللہ کے طریقے میں تم نے بیعت حاصل کی ہے یا نہیں؟ اگر کہیں نہیں تو جواب دینے کا کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ مشعل کا فائدہ آنکھ والوں کو ہوتا ہے اندھے کو کیا فائدہ؟ مثل مشہور ہے کہ اندھے کے سامنے رونا اپنے دیدے کھونا، تم کو خدا نے آنکھ دی ہے اگر تم کو کوئی اندھا کہے تو ہنس کر ٹال دو۔ اور اگر کہیں کہ اس جناب پاک سے ہم کو بیعت ہے، تو تم ان سے کہو کہ ایک بات ہم تم کو پوچھتے ہیں جو جواب تمہارا ہے وہی جواب ہمارا سمجھ اور ان سے سوال کرو کہ طریقہ چشتیہ اور قادریہ اور نقشبندیہ اور مجددیہ اور محمدیہ میں تم کو بیعت ہے اور سب کو تم مانتے ہو مگر کسی طریقہ کا اقرار نہیں دیتے ہو سو تم راہ پر ہو یا گمراہ۔ اگر راہ پر ہو تو ہم بھی راہ پر ہیں اگر کہیں کہ ہم گمراہ ہیں تو تم کہو گمراہ کے کہنے سے ہم چڑتے نہیں خدا تم کو راہ پر اول لاوے پھر فرصت سے گفتگو کر لینگے۔

حاصل یہ کہ جو بات کہ حضرت ﷺ سے ثابت ہو گو کہ چاروں امام کے نزدیک درست ہے اور رفع یدین کرنا اکثروں کے نزدیک درست ہے اور چھوٹے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑکے کا ختنہ کر دینا حنفی مذہب میں درست ہے اس پر طعن اور انکار کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور جب کافر ہوا تو اس کی جورو کو طلاق ہوا۔ اور اگر طعن اور انکار نہیں کرتا ہے اور نہ کرنے میں اپنی تقصیر کا قائل ہوتا ہے، تو اللہ چاہے تو پکڑے اور معاف کرے گا اگرچہ ساری عمر نہ کرے۔

اللہ رب العالمین ہم لوگوں کو سنت کے انکار اور طعن سے بچا رکھے۔ آمین۔

یہ رسالہ جس کا نام ما انا علیه و اصحا بی ہے، اور مولف کا نام حافظ ایضاح الحق ہے، تمام ہوئی کسوٹی.....

(جس مطبوعہ نسخے سے اعتصام السنہ، اللباب فی صلوۃ الاحباب، ایصال طرق المصلین، اور کسوٹی، اڈٹ شدہ شکل میں نقل کی گئی ہیں، اس کے صفحہ اخیر (صفحہ ۱۴۰) کی اختتامی عبارت درج ذیل ہے:

کتاب فیض انتساب مسمی باعتصام السنۃ مصنفہ جناب غفران مآب غریق دریائے سنت قامع بنائے بدعت محدث بے مثل ...مولانا محمد عبداللہ مئوئی (مئو ایک قریہ ہے مسمی مئو قاضی طیب قریب الہ آباد)...منسلکان سلسلہ محمدی کو عمل کے واسطے کافی ہے ...

جزاہ اللہ عنی و عن سائر العالمین احسن الجزاء

وانا المدعو بہ، الٰہی بخش متوطن بمبئی)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منح الباری

فی تر جیح صحیح البخاری

(۱۲۸۶ھ۔۱۸۶۹ء)

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے دو رسالے، منح الباری اور تبیان اکٹھے شائع ہوئے تھے جو فوٹو کاپی کی صورت میں دارالدعوۃ السلفیہ لاہور سے مجھے حاصل ہوئے ہیں۔ یہ مطبوعہ نسخہ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی مرحوم کی ملکیت تھا، اور اس کا ٹائٹل صفحہ یوں ہے:

منح الباری فی تر جیح صحیح البخاری

رسا لہ تبیا ن فی ردالبر ھا ن

فاضل جلیل عالم نبیل مولانا ابوسعید بن شیخ عبدالرحیم

حسب فر مائش محمد یاسین خان سوداگر، در بیت السلطنت لاہور در مطبع منشی گوبند سہائے طبع شد)

بسم اللہ الر حمن الر حیم

الحمد للہ و سلا م علی عبادہ الذین ا صطفی

اما بعد: ایک تحریر مسمی عثمان کی متضمن سبّ وشتم علمائے دہلی کی جو ہدا یہ پر بخاری کو مرجح ٹھہراتے ہیں اور مشتمل بعض مطاعن صحیحین پر جو بعضے متعصبین حماۃ مذہب سے صادر ہوئے ہیں میری نظر سے گذرے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ محرر اس کا کوئی نا واقف بے علم آدمی ہے جس کو عبارت لکھنے کا بھی شعور نہیں کہ اگر چہ (یعنی اگر چہ کہ کہتا ہے) کے ساتھ کاف ملاتا ہے اور تامل کو عین سے بلا تامل (یعنی تعمل بعین مہملہ لکھتا ہے) لکھتا ہے۔ مبتداء کے بعد خبر نہیں لاتا اور خبر کے پہلے مبتداء کو نہیں ذکر کرتا نہ ہندی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک لکھتا ہے نہ ہی فارسی با موقع لاتا ہے نہ عربی عبارت بحسب قاعدہ نقل کرتا ہے۔ یہ تو وصف ہیں اس کی عبارت کے اور اوصاف معانی اور متضمنہ عبارت اس کی کے کس کے بیان میں آسکتی ہے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان، تنازع ترجیح بخاری میں اور مضامین اس کے مثبت مجتہدات امام اعظمؒ اور صاحب ہدایہ کے اوپر مجتہدات بخاری کے اور دعوی آپ کا اثبات رجحان ہدایہ اور دلیل آپ کی مثبت ضعف ہدایہ اور نیز دعوی آپ کا اثبات رجحان بہ نسبت صحیح بخاری اور دلیل آپ کی مثبت تساوی تصحیح بخاری صحیح امام ابوحنیفہ وغیرہ متقدمین اور اودھر متمسک مرجحین بخاری کا اجماع امت اوس کے خلاف میں آپ کی تقاریر میں اجماع ابن الہمام وعبد الحق الغرض اس کی عبارت اور معنی دونوں شاہد عدل گذرے اس کی بے علمی اور بے فہمی پر لہذا جواب اوس کی تحریر کا لکھنا مناسب معلوم نہ ہوا اور موجب تضیع اوقات اور تسوید اوراق نظر آیا:

اگر صد باب حکمت پیش ناداں
بخوانے آیدش بازیچہ در گوش

لیکن چونکہ اس اعراض اور خاموشی میں عامہ کا ضرر متصور تھا کیونکہ یہ اس خاموشی و اعراض کو عجز اور لاجوابی مشہور کرتا اور عوام اس میں مذبذب ہوتے اس لئے جواب اس کی تحریر کا لکھتا ہوں اور اس کو چار ناچار مخاطب ٹھہراتا ہوں۔

پس پہلے اس کی تحریر کما ھو ھو معہ اصل فتوی علمائے دہلی کے نقل کرتا ہوں تا کہ ملاحظہ سے اس کی تحریر کی سب لوگ بے علم اور محض اناڑی ہونا اس کا یقین کریں پھر اس تحریر کی عبارت اور ضبط الفاظ کی غلطیوں کی فہرست مجمل لکھوں گا پھر اس کے مضامین واہیہ کا بتفصیل رد لکھوں گا۔ و ما توفیقہ الّا باللہ و ھو حسبی و نعم المعین

نقل فتوی علمائے دہلی مطابق نقل و تلخیص مخاطب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسول اللہ

سوال مختصر المرقوم ۲۵ ماہ جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ مطبع مترودہ شہر ناگ پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ زید یوں کہے کہ اگر ہدایہ خلاف بخاری کے ہو، تو بخاری کو ہدایہ سے رد کریں گے۔ و عمرو برخلاف و برعکس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے۔ بینوا و لکم ا لا جر عند الله تعا لی

الجواب: درصورت مرقومہ قول عمرو کا صحیح و برحق اور قول زید کا حق نہیں، اس واسطے کہ جمہور علماء ہر چہار مذہب کے اتفاق رکھتے ہیں اس پر کہ بعد کتاب اللہ کے صحیح تر اور معتبر صحیح بخاری ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق محدث باوجودیکہ حنفی ہیں، ترجمہ فارسی مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

جمہور علماء برانند کہ کتاب او درصحت مقدم ست بر جمیع کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ گفتہ اند اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔

ترجمہ: صحیح تر کتابوں کی بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے، اسی طرح کہا ہے ملا علی قاری حنفیؒ، و شیخ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ نے۔ پھر جب صحیح بخاری ساری کتابوں سے صحیح زیادہ تر نزدیک جمہور علماء کے ٹھہری تو ہدایہ پر بھی مقدم ہوگی صحت حدیث و عمل میں۔ انتہی کلامہ۔

پس منصف دیندار کو کافی ہے اور متعصب و بدعتی کو مفید نہیں۔ و الله اعلم بالصواب۔ سید محمد نذیر حسین۔ محمد اسد علی اسلام آبادی۔ حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ

(واضح ہو کہ اصل فتوی میں عمرو سے عکس قول زید کا منقول نہیں جس کا عنوان رد کرنا ہدایہ کا بخاری سے بنتا ہے۔ مخاطب نے نقل فتوی میں خیانت کر کے یہ عبارت بنائی ہے۔ لہذا اصل فتوی بعینہ نقل کرتے ہیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ زید یوں کہے کہ مثلاً اگر ہدایہ خلاف بخاری شریف کے ہو تو بخاری شریف کو ہدایہ سے رد کریں گے۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر بخاری شریف کے خلاف ہدایہ ہو تو ہم بخاری شریف پر عمل کریں گے دونوں قولوں میں کون سا باطل اور کون سا صحیح۔ بینوا و لکم الا جر عند الله تعالی

الجواب: درصورت مرقومہ قول عمرو کا صحیح و برحق ہے اس واسطے کہ جمہور علماء ہر چہار مذہب کے اتفاق رکھتے ہیں اس پر کہ بعد کتاب اللہ کے صحیح تر اور معتمد صحیح بخاری ہے چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی باوجودیکہ حنفی مذہب ہیں ترجمہ فارسی مشکوۃ شریف میں لکھتے ہیں:

> وجمہور علماء برآنند کہ کتاب او درصحت مقدم است بر جمیع کتب مصنفہ در حدیث تا آنکہ گفتہ اند اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ ترجمہ: صحیح تر کتابوں کی بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے۔ تمام ہوئی عبارت شیخ علیہ الرحمۃ کی ترجمہ مشکوۃ میں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سے کہا ہے ملا علی قاری حنفی اور شیخ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے۔ پھر جب صحیح بخاری ساری کتابوں سے صحیح زیادہ تر نزدیک جمہور علماء کی ٹھہری تو ہدایہ پر بھی مقدم ہوگی صحت حدیث وعمل میں، اور جناب مولوی احمد علی حنفی نے بھی بیچ مقدمہ صحیح بخاری کے لکھا ہے اتفق العلماء علی ان اصح الکتب المصنفه صحیح البخاری و مسلم و اتفق الجمهور علی ان صحیح البخاری اصحهما صحیحاً انتهی کلا مه ۔ پس منصف دیندار کو کافی ہے بدعتی متعصب کو مفید نہیں واللہ اعلم بالصواب ۔ تمام شد۔ مواہیر سید محمد نذیر حسین، محمد اسد علی، حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ)

نقل تحریر معتر ضانہ مخاطب کما هو هو مزین باغلاط نتائج طبع نکتہ زائے جناب۔

واضح ہو فتوی، مسطور الصدر کہ در حقیقت فتنہ بلا وغش مبتلا پس احقر العباد بعد ملاحظہ جواب جواب ہذا تحت قلم لایا یہ ہے کہ، افسوس بر حال مجیب کہ جواب بیسا ختہ معدن فساد شر انگیز بلا تمیز لکھ دیا نعوذاً با لله۔ هذا علم لا ینفع و هذا القلب لا یخشع ۔ بسا تعجب کہ سوال سایل واقع فروع دین ہے یا وصول دین ولفظ حق و ناحق در اصطلاح فقہاء کس جا مستعمل کیا جاتا ہے جب اتنی بھی تمیز نہ ہو خواہ مخواہ مفتی الزمان کہلاویں گویا کہ اشتہار اشتہار روسیاہی اپنا ٹھہراویں۔ برادنی طالب علم باول نظر واضح ہوگا کہ سوال سائل واقع فروع دین ہے۔ من شرح منظومه منقو لا من المصفی الخطاء و الصواب یستعملا ن فی المجتهداه و الحق و البا طل یستعملان فی المعتقداة باعث ایں خفاش انکہ مصرع: بدوزد ہوا دیدہ دانش مند (اصل میں ایسا ہی مرقوم ہوتا ہے کہ مخاطب کو گلستان سعدی بھی جو اطفال دبستان نوک زبان رکھتے ہیں یاد نہیں۔ کاتب عمر دراز)۔ علاوہ چہ خوش عمرو کہ منصف دیندار وزید کہ متعصب و بدعتی بکر باہی مثل انکہ کل شیء یر جع الی ا صله۔ مصرع: عاقبت گرگ زادہ گرگ شود۔ حاصل کلام او پر صاحبان درایت و فطانت مخفی نہ رہے کہ سوال سائل او پر کئی وجہ کے مشتمل ہے مگر بدو وجہ اول انکہ صاحب ہدایہ مسئلہ فروعیہ بصحت ابوحنیفہ و بتقلید صاحب خود و ہم بتحقیق اپنے لایا ہے (معلوم نہیں کہ مخاطب والا مناقب نے یہ ترکیب نحوی کہاں سے اوڑائی ہے۔ یہ فصاحت و بلاغت نام خدا کیوں کسی کو نصیب ہوگی۔ حاشیہ از عمر دراز فائض۔ کاتب) اگر خلاف بخاری شریف کی ہو کیا حکم۔ دوم آنکہ اگر اپنے ہی اجتہاد سے وتوقیت پا کر بدعی لنخ کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبول علیہ فقہاء کا ہو کیا حکم ۔ جواب ہر دو بوجہ مختصر اول آنکہ اگر صاحب ہدایہ بتقلید ابو حنیفہؒ جس مسئلہ کو قبول کیا ہو بخاری سے رد کریں تو گویا رد کرنا ابو حنیفہ کا ہوتا ہے یہ مردود نا محمود چونکہ مجتہد مستقل و امام مکمل کے قول اجتہادیہ کو رد کریں بخاری ہو خواہ وغیرہ ۔ چنانچہ عبدالحق محدثؒ نے شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ

اعتماد بر تصحیح و تنقید آئمہ مجتہدین ست و اکابر سلف چو ایشاں حدیثے را تلقی بقول کردہ و عمل بداں نمودہ اند، انکار و اعتراض بر ایشاں بتقلید محدثین کہ مشہور اند، جائز نباشد، و التزام ایشاں بحکم این جماعۃ تحکم ...الخ ۔

و کذا قال شاہ ولی اللہ

قطع نظر ازیں اگر چہ حدیثے معمول بہ امام اعظم باشد و در صحاح وغیرہ آنرا بضعف منسوب کردہ باشند تضعیف ایشاں نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الخ ۔

الغرض بہر حال مقدم را فضیلتے است کہ نمیرسد متاخر را بگوید در حق وے عبارت ہذا بر سالہ دلائل قوی ترک قرأۃ للمقتدی اگر چہ کہ صحیح بخاری بھی حملہ آوراصح الاصح کی ہے لیکن: گر بہ شیرست در گرفتن موش ۔ دوم انکہ صاحب ہدایہ خود مجتہد مطلق مشہور شرعا قول مجتہد با جتہاد غیر رد نہیں ہوتا اجماعاً چنانچہ صفحہ ۳۷ فی الا شباہ

القاعدہ او لی الا جتہاد و لاینقض با لا جتہاد و دلیلہا الاجماع قد حکم ابو بکرؓ فی مسائل و خالفہ عمرؓ فیہا لم ینقض حکمہ . الخ ۔

تنبیہ: یک نکتہ ہم اور سکھلاتے ہیں اس مجیب حق پوش باطل نیوش کو کہ اجتہاد اولی اپنا رد نہیں ہوتا با جتہاد ثانی، اپنے مثلاً ایک شخص صلوۃ رکعتین کو رکعت اول متجری ؟؟ کس جانب کو پڑھا پھر تغیر کیا جہت دوسرے کے، نماز بلا کراہت صحیح ہوئی، کما فی الا شباہ ۔ اگر چہ کہ شرح سفر السعادت و میزان الکبری بتوصیف و تعریف. (ہدایہ)..و بخاری ہر جا موجود چہ سود کہ زنگ تعصبی و زنگ حسودی مانع حق بین و راہ یقین کی ہو علاج اس بیماری کا من جانب اللہ ہے:

بو دار کر سکے نہ ہر یک چرم سخت کو
گر چہ سہیل چمکے ہے سارے جہان پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لفظ بو عام ہے بد بو، اور خوش بو دونوں پر استعمال اس کا جائز ہے مگر ہندیوں نے اس میں تصرف کر کے خاص بنالیا ہے اور فقط بد بو کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں میر تقی میر فرماتے ہیں: تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے دہان سے۔ مخاطب والا مناقب نے معلوم نہیں کہ یہ محاورہ کہاں سے پیدا کیا ہے اور علاوہ اسکے چرم کو سخت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ حاشیہ از عمر دراز کاتب)

چنانچہ در شرح سفر السعادت صفحہ ۲۱ و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور ست و معتبرین کتاب ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر جا کار بدلیل معقول نہادہ اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالبًا اشتغال وقت آن اوستاد در علم حدیث کمتر بودہ ست ولیکن شرح ابن الہمام جزاہ اللہ تعالی خیر الجزاء تلافی آن نمودہ و بتحقیق کار فرمودہ الخ۔ وہم چنیں میزان الکبری صفحہ ۴۷ فانی خصصتہ بمزید اعتناء و طالعت علیہ کتاب بتخریج احادیث کتاب ہدایہ للحافظ الزیلعی وغیرہ بحق بخاری شریف در میزان الکبری صفحہ ۷۵ و ممن خرج لهم الشيخان مع كلام الناس فيم جعفر بن سليمان الضبعی۔الخ۔

وانکہ عبارت مجیب ترجمہ فارسی مشکوۃ آوردہ کہ کتاب او در صحت مقدم است بر جمیع کتب مصنفہ در حدیث رحم کرے اللہ بر حال مجیب کہ اتنی سی عبارت مذکور کے گھمنڈ پر ترجیح بخاری شریف کو بجمیع کتب فقہ متفق علیہ کے دے چکا و صادق آمد اینکہ مردیست از ابن مسعود کہ شما در زمانہ ہستید کہ ہوا تابع علم ست و اینک میرسد زمانہ کہ علم تابع ہواست

ایکہ پئے نفس و ہوا میروے
راہ نہ انیت خطا میروے

اور مجیب غافل اس عبارت سے شیخ موصوف بصفحہ ۲۰ سفر السعادت مرقوم فرمایا ہے:

وکتب ستہ کہ مشہور اند در آن اقسام احادیث از صحاح وحسان وضعیف موجود وتسمیہ صحاح بطریق تغلب انتہی۔

عبارت مذکور شیخ سے واضح ہے کہ بخاری بھی ہم سر صحاح کتب متصفہ ہم عصر کی ہے بلکہ کمتر تصنیفات متقدمین سے چنانچہ ولفظ مقدم مبالغہ قال الشافعی ما تحت اديم السماء اصح من موطا مالك و قال ابن العربی الموطا هو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا صل ا لاول و کتا ب بخاری ھو ا لا ل الثا نی

و نیز بایں کہ فرمود شیخ موصوف شرح سفر السعا دت صفحہ ۱۸، اخراج کردہ ست مسلم در کتاب خود بسیاری از رواۃ کہ سالم نیستند از غوائل جریح وہم چنیں در کتاب بخاری جماعہ اند کہ تکلم کر دہ شد ست در ایشا ں پس مدار کار در حق رواۃ بر اجتہاد علماء و صواب دید ایشاں با شد۔ الخ۔

عبارت ہذا شیخ کی صاف واضح ہے کہ عمل کرنا بخاری کا با جتہاد وصوا بدید علماء کے ہو کیونکر سبقت تصنیفات علماء مجتہدین سی ہو گی معہذا اسماعیل بخاری خود منتسب مذہب شافعی کا ہے چنانچہ محقق شاہ ولی اللہؒ رسالہ انصاف میں تحریر فرمایا ہے:

و استدل شیخنا العلا مة علی اد خا ل بخاری فی الشا فعیة بذ کرہ فی الطبقا ت الشا فعیة و کلام النووی شا ھد لہ

پس جائے غور و انصاف ہے کہ مجیب نے مخالفان بخاری کو کہ خود وہ مقلد شافعی کا ہے بدعتی لکھ دیا بلا تعمل اس کا کیا علاج۔ ولیکن قلم در کف دشمن ست۔

باوجود ملاحظہ ان عبارتوں کے مفسد و متعصبوں نے بتقلید نفس بہ عوام الناس ہر شہر وقریہ فساد عظیم بر پا کر دیا کہ تفرقہ اخوۃ المومنین میں واقع گویا کہ نمونہ قیام قیامت کا بنا دیا ہے ھذا الیوم یفر ء المری من ابہ و ا خیہ پر ظاہر و گرفتار مورد عتاب آیہ کریمہ قال اللہ: و لا تبغ الفساد فی ا لا ر ض و اللہ لا یحب الفساد ولہذا گفتہ اند زلة العا لم ازلة العا لم یعنی لغزش یک عالم لغزش یک جہا نست فو یل للجا ھل مر تین و للعا لم سبعین مر ۃ بفہم ناقص آتا ہے کہ یہ فتنہ بلا اور کسی کی جانب سے شر انگیزی اگر ساتھ رائے مبتلا بہ ان حضرات صاحب مہر کی ہو بلا ریب کہا جاوے کمثل الحمار یحمل اسفارا چار پائے بر د کتابی چند۔ یا آنکہ مرویست از عائشہؓ مرفوعاً چوں خواہد اللہ با بندہ بدی مسلط کند پیش از مرگ بیکسال شیطا نے را کہ گمراہ کند اورا۔ الخ۔ یا آنکہ گفتہ اند علماء اسباب سوی خاتمہ نعوذاً باللہ منہا چہار چیز اند از انجملہ ایذا دادن مسلمانان ولفظ بدعتی لکھنا مجیب کا اظہار تقوی و پارسائی اپنی کا:

لو کان فی العلم دون التقی شرف
لکان اشرف مخلوق اللہ ابلیس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخانہ کس ست حرفی بس است ۔

الرقیمہ سید عثمان غفر اللہ المنان مقلد ابوحنیفۃ النعمان

ساکن صدر کامٹی مورخہ ۱۳ شعبان المعظم ۔ فقط

تمام ہوئی عبارت تحریر مخاطب کی کما ھو ھو، ہر چند وجہ غلط اغلاط اس عبارت کے علماء پر مخفی نہ رہے گی ولیکن بنظر تنبیہ و اعلام اوساط کی وجہ بعض اغلاط اس عبارت کی بطور فہرست کے بیان کرتا ہوں:

فتوی مسطور الصدر کہ درحقیقت: کاف غلط یا مبتداء مفقود الخبر

نعوذاً باللہ: تنوین مضارع غلط، نعوذ بلا تنوین چاہیے ۔ یہ دلیر آخر تحریر میں بھی ایسا ہی لکھتا ہے۔

وصول دین: واؤ غلط

مجتہداۃ و معتقداۃ: رسم الخط غلط

بدوز دہوا دیدہ ہوشمند: دانش مند غلط، صحیح ہوشمند ہے، جو محافظ وزن ہے

مگر بدو وجہ: استثنا غلط کیونکہ بعد اثبات مفید نفی ہے اور وہ منافی مقصود مخاطب یا عبارت میں حذف مخل ہے

بصحت ابوحنیفہ: اسناد صحت طرف ابوحنیفہ غلط و صحیح اسناد تصحیح ہے

وثوقیت پاکر: نسبت اس کی طرف صاحب ہدایہ کی بلا ذکر محل وثوق غلط

مقبول علیہ: لفظ علیہ غلط، و صحیح مجرد مقبول

جواب ہر دو وجہ: یہ جواب نہیں بلکہ جواب کا رد ہے

چونکہ: غلط بے محل

قول اجتہادیہ: تانیث اجتہادیہ غلط

دلائل قوی ۔ غلط اور صحیح نام رسالہ الدلیل القوی ہے عبارت ہذا بر سالہ: باغلط ترکیب غلط

اگر چہ کہ: ضم کاف غلط طرفہ یہ کہ اور جگہ بھی ایسا ہی لکھتا ہے

چنانچہ صفحہ ۳۷ ۔ فی الا شباہ ۔ محض بے ربط کسی محاورہ کے موافق نہیں نہ ہندی کے نہ فارسی کے نہ عربی کے، ایسا ہی جا بجا بولتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانع حق بین وراہ یقین کے ہو۔ غلط و بے ربط ومہمل خصوصاً لفظ حق بین کہ صحیح حق بینی ہے

وہم چنیں میزان الکبری صفحہ ۴۷۔ اشارہ بے مشار لیہ ممکن الاشارہ وحوالہ خلاف محاورہ

وانکہ مجیب: خبر ندارد

متصنفہ: غلط اور صحیح مصنفہ

چنانچہ ولفظ مقدم مبالغہ: مہمل ومطلبش دربطن قائل کیونکہ عبارت متفرع علیہا میں لفظ مقدم کا نشان نہیں

ونیز باینکہ: متعلق ندارد

پس کیونکر سبقت ہوگے۔ غلط اور صحیح لی جائے گی

بلاتعمل: غلط و بے موقع صحیح لفظ نلا تامل

تفرقہ واقع: رابطہ ندارد

یفر ء المر ی من ابیہ: ہمزہ یفرء ورسم خط المری غلط، داب مضاف طرف ضمیر متکلم کے بحذف یا غلط، اور صحیح یفرّ المر ء من ابیہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ پارہ عم کا بھی مطالعہ نہیں ورنہ سورہ عبس میں اس جملہ کا رسم الخط دیکھ کر لکھتے

یہ فتنہ بلا اور کس کی جانب سے: سراسر بے مضمون ومہمل

بخانہ کس است حرفی بس است: یہ مصرع اوزان بحور قدیمہ وجدیدہ سے خارج ہے اور ترکیب بھی اس جملہ کی غلط

الرقمہ: بالتعریف غلط و الصحیح التنکر

یہ نمونہ ہے بیان اغلاط تحریر مخاطب کا باقی کو اس پر قیاس کرنا چاہیے اب اس کے مضامین عبارت کا رد تفصیلی لکھا جائے۔

بسم اللہ الر حمن الر حیم: رب زد نی علماً۔

فروعات میں لفظ، حق و باطل، کا استعمال

قولہ ا لاو ل: لفظ حق و ناحق سر اصطلاح فقہاء کس جا مستعمل کیا جاتا ہے اتنی بھی خبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں.. الی ان قا ل .. من منظو مه نا قلاً عن المصفی .. الخ

جوابہ: مردخدا استعمال لفظ حق و باطل خاص کر فرعیات میں کتب مذاہب ار بعہ میں جابجا موجود ہے تمہیں نظر نہ آوے تو کس کا قصور ہے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

تم کو ایک کتاب شرح منظومہ کہیں سے ہاتھ لگ گئی ہے اور کوئی کتاب فقہ حدیث کی نظر نہیں آئی: حفظت شیئاً و غا بت عنك اشیاء۔ با ایں ہمہ ایک شیخ وقت جا مع بین الفقہ والحدیث کے حق میں ایسے ایسے الفا ظ بولتے ہو۔ کیا یہ تبرّا تمہارے مذہب کا جزو ہے۔نعو ذ با لله من ذلك ۔

اب مجھ سے سنو کہ استعمال لفظ حق و باطل کا فروعات میں بہت جگہ پایا جا تا ہے۔ امام طحاویؒ رئیس الحنفیہ شرح معانی الآ ثار میں جو محض تائید مذہب حنفی میں مدون ہے کما نص علیہ مو لانا شاہ عبدالعزیز فی بستان المحد ثین بہت جگہ جب کسی مسئلہ فرعیہ حنفیہ میں بسبب کمال ضعف اور بے بنیاد ہونے اس مسئلہ کے تا ئید سے عاجز ہو جا تا ہے تو برملا کہہ دیتا ہے کہ قول ابی حنیفہؒ اس باب میں باطل ہے چنانچہ دراسات اللبیب میں فرماتے ہیں:

و هذا ابو جعفر الطحاوی مع مبا لغته المفرِطةِ فی نصرة المذهب اذا تمّت الحجّة علی ابی حنیفه تراه فی معا نی ا لآثار کیف یأتی بکلامٍ حد یدٍ حتی یقول فی بعض المواضع فما قال ابو حنیفة با طل انتهی (ترجمہ: اور یہ ابوجعفر طحاویؒ باوجود یکہ نہایت مبالغہ کرتا ہے حنفی مذہب کی تائید میں جب کوئی دلیل ابوحنیفہؒ پر ہوچکتی ہے تو تم دیکھتے ہو اس کو کہ کیسی تیز کلام شرح معانی الآ ثار میں لاتا ہے یہاں تک کہ بعض جگہ کہہ دیتا ہے کہ جو کچھ کہا ابو حنیفہ نے سو باطل ہے۔ تمام ہوا کلام طحاوی کا)۔

ایسا ہی امام نوویؒ فقیہ ومحدث شافعی نے تقریباً سو جگہ میں مسائل فرعیہ میں حق و باطل کا استعمال کیا ہے ایک جگہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

قا ل ابو حنیفه و بعض السّلف انه تجب الز کوة فی قلیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحبِّ و کثیرہ و ھذا مذ ھب با طل منا بذ بصریح ا لا حا دیث الصحیحۃ انتھی و قس علی ھذا با قی موا ضعہ

(ترجمہ: کہا ابوحنیفہؒ اور بعضے اگلوں نے کہ واجب ہے زکوۃ تھوڑے بہت غلہ میں اور یہ مذہب باطل ہے پھینکا گیا ہے صریح حدیثوں کی سند سے جو صحیح ہیں اور قیاس کر اسپر با قی مواضع شرح مسلم کو جن میں مسائل فرعیہ کی نسبت لفظ باطل مستعمل ہوا ہے)

اور ایسا ہی حضرت امام شعرانیؒ نے جس کی کلام سے تم بھی مستدل ہو بہت جگہ مسائل فرعیہ میں لفظ حق و باطل استعمال کیا ہے ایک جگہ کتاب لوائح الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں:

و قا ل بعض الحنفیۃ عند قو لہ تعالی فا مسحوا بو جو ھکم و ایدیکم انّ الحقّ مع الشافعیّ لقو لہ لا یصحّ التیمّم علی الصخرۃ و لیس علیھاغبا ر

(ترجمہ: کہا بعض حنفیہ نے بذیل قولہ تعالی فا مسحوا بو جو ھکم و ایدیکم کہ حق شافعیؒ کے ساتھ ہے جو کہتے ہیں کہ صحیح نہیں تیمّم کرنا اس پتھر پر جس پر غبار نہ ہو)۔

ایسا ہی ملا علی قاری حنفیؒ سے بہت جگہ یہ استعمال پایا جاتا ہے چنانچہ کتاب مخ الازہر میں فرماتے ہیںؒ

فی المسا ئل الا جتھادیّۃ ا حتما لا ت ار بعۃ ا لاو ل ان لیس للہ حکم معین قبل ا لاجتھاد بل الحکم فیھا ما ا دّی الیہ رأی المجتھد فعلی ھذا یتعدّد الا حکا م الحقۃ ۔ الخ

(ترجمہ۔ اجتہادی مسئلوں میں چار احتمال ہیں۔ اول یہ کہ اجتہاد سے پہلے اللہ کی طرف سے کوئی حکم مقرر نہیں بلکہ حکم وہی ہے جس کی طرف مجتہد کی رائے پہنچے پس احتمال پر احکام حقہ متعدد ہوں گے)

پھر فرمایا:

و کا ن حکم دا ؤد و سلیما ن علیھماالسلا م با لاجتھاد دو ن الو حی و الّا لما جا ز لسلیما ن خلا فہ و لا لداؤد الر جوع عنہ ولو کان کل من الا جتھاد ین حقاً ۔الخ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: اور تھا حکم داؤد اور سلیمان کا کا اجتہاد سے نہ وحی سے ورنہ نہ جائز ہوتا سلیمان کو خلاف کرنا داؤد کا اور نہ داؤد کو باز رہنا اپنے حکم سے اور اگر ہوں دونوں اجتہاد حق..الخ)

اور اطلاق لفظ حق مسائل اختلافیہ اجتہادیہ فرعیہ پر اس عنوان سے کہ سب حق پر ہے یا حق دائر ہے ادنی طالب علموں تک کو معلوم ہے اور چھوٹی بڑی کتابوں میں درج ہے تفسیر احمدی میں ہے:

قا لت المعتز لة کل مجتهد مصیب و الحق فی موا ضع الخلاف متعدد و عند نا المجتهد یصیب مرّةً و یخطی ا خری و الحق فی موا ضع الخلا ف وا حد۔ انتهی ۔(ترجمہ: کہا معتزلوں نے سب مجتہد حق پر ہیں اور حق موضع اختلاف میں متعدد ہوتا ہے اور ہمارے نزدیک مجتہد کبھی مطلب پر پہنچتا ہے اور کبھی چوک جاتا ہے اور حق موقع اختلاف میں ایک ہی ہوتا ہے بلاتعیین)

تفسیر معالم میں ہے:

و ذهب جما عة الی انه لیس کل مجتهدٍ مصیب بل اذا ا ختلف اجتها د مجتهد ین فی حا د ثةٍ کا ن الحق مع وا حدةٍ لابعینه ۔ انتهی ما ار د نا نقله عنهما و لسنا نحن بصدد تحقیق ما هو الحق فی مسئلة تعدد الحق و و حد ته و انّ ایتهما ار جح د لیلاً و حری قبو لاً و او لی ا حتیا طاً و عملاً

(ترجمہ: اور گئی ہے ایک جماعت طرف اس بات کے کہ ہر مجتہد حق کو پہنچنے والا نہیں ہوتا بلکہ جب دو مجتہدوں کا اختلاف ایک حادثہ میں پایا جاوے تو حق ایک کے ساتھ ہوتا ہے بلاتعیین۔ تمام ہوا جو ہم نے نقل کرنا چاہا ان دونوں سے۔ اور ہم اس بات کی تحقیق کے درپے نہیں کہ مسئلہ تعدد حق اور وحدت حق میں سے کون سی بات حق ہے اور ان میں کون سی بات دلیل کی راہ سے غالب ہے اور قبول کرنے کے لائق ہے اور عمل واحتیاط کی راہ سے بہتر ہے)۔

اور رسالہ عقد الجید میں جناب مولانا شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

قو له یعنی البیضاوی و المخطی لیس بمبطلٍ قلنا لمّا لم یکن مبطلاً لم یکن مخالفاً للحق لانّ کل مخالفٍ للحق مبطل و ما ذا بعد الحقّ ا لا الضلال و الحق انّ ما نسب الی ا لآ ئمة ا لا ر بعة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قو ل مخرّج الی ان قا ل و الحق انّ ا لاختلاف ار بعة اقسام احد ها ما تعیّن فیه الحق قطعاً و یجب ان ینقض خلا فه لا نّه با طل یقیناً و ثا نیها ماتعیّن فیه الحق بغا لب الرأی فخلا فه با طل ظناً الی ان قا ل و تفصیل ذ لك انه ان کا نتِ المسئلة مما ینتقض فیها قضاء القا ضی بان یکو ن فیها نصّ معرو ف من النبی ﷺ فکل ا جتهادٍ خلا فه با طل و ان کا ن ا لا جتهاد فی معرفة واقعةٍ قد وقعت ثم اشتبه الحا ل مثل مو ت زیدٍ و حیو ته فلا جر م انّ الحقّ وا حداً الی آ خر ما قا ل

(ترجمہ: قول اوس کا یعنی بیضاوی کا کہ خطا کرنے والا اجتہاد میں باطل پر نہیں ہوتا، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جب باطل پر نہ ہوا تو حق کا مخالف نہ ہوا کیونکہ مخالف حق کا باطل ہی ہوتا ہے اور حق کے سوائے بجز باطل کے اور کچھ نہیں ہوتا اور اس باب میں حق یہ ہے کہ جو آئمہ ار بعہ کی طرف اس مسئلہ میں نسبت کرتے ہیں وہ ایک ایسی بات ہے کہ نکالی گئی ہے ان کے کلام سے بعینہ کلام نہیں ہے یہاں تک کہ کہا شاہ ولی اللہؒ نے اور حق یہ بات ہے کہ اختلاف چار قسم ہے ایک وہ جس میں حق یقیناً ایک جانب مقرر ہوا اور واجب ہو کہ اس کے خلاف کو توڑا جاوے کیونکہ وہ یقینی باطل ہوگا، دوسرے وہ جس میں حق غالب ظن سے ہو نہ یقیناً پس اس کا خلاف ظنی باطل ہوگا یہاں تک کہ کہا شاہ صاحب نے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر وہ مسئلہ اجتہادیہ ایسا ہو جس میں قضا قاضی کی یعنی جو اس کی مخالف ہو ٹوٹ جا سکے بسبب اس کے کہ اوس مسئلہ میں آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث مشہور و معروف مروی ہو پس اس مسئلہ کے خلاف جو اجتہاد ہو سو باطل ہے اور اگر اجتہاد ایسے مسئلہ میں ہو جس میں دریافت حال اس حادثہ کا منظور ہو جو ایک دفعہ واقع ہو چکا ہو اور پھر اس میں شک پڑ گیا ہو جیسی موت و حیوۃ زید کی تو ایسے محل میں بے شک حق ایک ہی ہوگا۔ آخر اس کلام تک جو شاہ ولی اللہؒ نے مفصل و مدلل بیان کیا ہے)

پس جب کہ اس قدر استعمال لفظ حق و باطل کا فرعیات میں شائع ہوا تو وہ قول شرح منظومہ کا سوائے قاعدہ جزئیہ اور اصطلاح خاص بعض علماء کے کیا ہوگا۔ اب فرمائیے کہ یہ سب اکابر استعمال کرنے والے حق و باطل کی فروعات میں بے تمیز ہیں یا تمہاری نظر کا قصور ہے مناسب یہ ہے کہ اپنی ہی بینائی کا علاج کیجئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب دیگر یہ سوال وجواب فروعات سے نہیں بلکہ اصول اور معتقدات سے ہے اصول ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ یہ سوال وجواب تقدیم وترجیح کا ہے اور اس مین حکم تعارض کا بیان ہے اور یہ عین مسائل اصول فقہ اور اصول حدیث سے ہے:

قال فی التو ضیح ا لا صو لی با ب المعا ر ضة و التر جیح اذا ورد د لیلان یقتضی ا حد ھما عدم ما یقتضیه ا لآ خر فی محلٍ وا حدٍ فی زما نٍ وا حدٍ فان تسا ویا قوةً او یکو ن احدھما اقوی بوصفٍ ھو تا بع فبینھما معا ر ضة و القوة المذکورة ر جحا ن الخ (ترجمہ کیا توضیح میں جو اصول فقہ کی کتاب ہے یہ بات ہے معارضہ اور ترجیح کا جب وارد ہوں دو دلیلیں ایک ان میں سے وہ بات چاہتی ہو جو دوسری نہیں چاہتی ایک ہی موقع میں ایک ہی وقت میں پھر اگر یہ دونوں قوت میں برابر ہوں یا ایک ان میں سے کسی ایسی صفت سے جو اس کے تابع ہو قوت رکھتی ہو تو ان دونوں میں معارضہ تصور کیا جاتا ہے اور وہ قوت جو اس کی صفت سے حاصل ہے رجحان گنی جاتی ہے)

پس تقدیم وترجیح احد المتعارضین کو جو مسائل اصول سے ہے مسائل فروع سے کہنا کمال بے خبری ہے۔ رہا معتقدات سے ہونا اس کا سو وہ بھی ظاہر ہے جب کہ حکم اس تعارض کا بحیثیت اعتقاد پوچھا جاوے بایں طور کہ عند التعارض ہدایہ کو مقدم سمجھا جاوے یا بخاری کو مقدم اور لایق عمل اعتقاد کیا جاوے بہر حال یہ جواب وسوال فروعات سے تو کسی طرح شمار نہیں کیا جاتا پس استعمال لفظ حق و باطل کا اس میں شرح منظومہ کے بھی مخالف نہ ہوا۔

ہدایہ کی بنا غالباً عقلی دلائل اور ضعیف احادیث پر ہے

قو له الثا نی: علاوہ چہ خوش عمرو کو منصف دیندار اور زید کو متعصب وبدعتی بک رہا ہے

جوا به: زید بدعتی کیا مشرک اور منافق ہے بحکم عین نصوص آئمہ دین کے جن میں ابو حنیفہ بھی ہیں اور منکر ہے حدیث کا بدلیل مطلق بولنے اس کلمہ کے کہ بخاری کو ہدایہ سے رد کریں گے۔، اور مصداق ہے ان روایات حنفیہ کا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الخلا صه من ردّ حد یثاً قال بعض مشا ئخنا یکفر و قال المتا خرو ن ان کا ن متواتراً کفر۔ اقو ل هذا هو الصحیح ا لّا اذا کان ردّ احادیث ا لا حاد علی و جه ا لا ستخفا ف و الاستحقار و الانکار انتهی ما فی منح الا ز هر لعلی القا ری الحنفی

(ترجمہ: خلاصہ میں ہے کہ جو کوئی رد کرے کسی حدیث کو کہا مشائخ نے وہ کافر ہو جاتا ہے اور کہا پچھلے فقہاء نے اگر وہ حدیث متواتر ہو تو کافر ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ یہی بات صحیح ہے کہ بجز رد کرنے خبر متواتر کے کافر نہیں ہوتا مگر اسحالت میں کہ خبر واحد کو ہلکا اور خفیف جان کر انکار کرے تو اس کے انکار سے بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تمام ہوا مطلب منح الا ز ہر کا جو ملا علی قاری حنفی کی تصنیف ہے)۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہدایہ عبارت ہے مجموعہ چند اقوال اجتہادیہ علماء حنفی سے جن میں بعض اقوال تو موافق ہیں آیات اور احادیث صحیح بخاری و مسلم وغیرھما کے سو ان میں عمرو کو بلکہ کسی اہل حق کو کلام نہیں اور نہ ان سے سوال ہے، اور بعضے اقوال مخالف ہیں صحیحین کے۔ پھر وہ تین قسم ہیں، ایک وہ جن کا ماخذ اور احادیث صحیحہ ہیں سوائے احادیث صحیحین کے، دوسرے وہ جن کا ماخذ احادیث ضعیفہ ہیں، تیسرے وہ جن کا کوئی اصل شرعی نہیں فقط دلائل عقلیہ سے جو بمقابل نصوص صحیحہ کے بالاتفاق شرعاً حجت نہیں مدلل ہیں۔ اور یہ دو قسم اخیر اس میں اکثر اور غالب ہیں اور کافی ہے واسطے ثبوت اس امر کے اقرار شیخ عبدالحق کا شرح سفر السعادۃ میں جس کو تم نے نہایت کج فہمی سے دلیل ترجیح ہدایہ کے اوپر صحیح بخاری کی سمجھ کر نقل کیا ہے وہ یہ ہے جو شیخ عبدالحق نے بضمن جواب اوس شخص کے جو حنفی مذہب کو رائے پر مبنی ٹھہراتا ہے کہا ہے:

وکتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتا بہا است نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالبًا اشتغال وقت آن استاد در علم حدیث کمتر بودہ ست۔ انتہی

اور موید ہے اس کلام اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر کرخی حنفی کا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہدایہ کے بے اعتباری اور اسکی احادیث کا بے اصل ہونا ثابت کرتا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیث قا ل فی تنبیه الو سنان انّ الحد یث ما لم یثبت له سند فی الا صو ل لا یصلح للتمسك والقبول فانّ مو ضو عا ت الزنا دقة و اهل البدع قد جا وزت مأة الفٍ من الاحادیث کماصرّح به انقاد و لو و جده وا جد فی بعض کتب الحنفیة فلیس به اعتداد کیف و اکثر متا خری فقهائنا الحنفیة من علماء ما وراء النهر و العراق و الخراسان لم یسندوا ا حادیثهم التی یذ کرو نها فی کتب الحنفیة الی ا صل من ا صو ل الحدیث الجلیل الشان حتی صا حب الهدا یة التی علیه مدار رحی الحنفیة یظهر ذ لك لمن را جع شر حها المو سو م بفتح القدیر للشیخ الا ما م حجة الحنفیة مو لا نا المحقق کما ل الدین ابن الهمام علیه التحیة و ا لا کرا م فانه شکر الله مساعیه قد با لغ فی حمایة مذهب ا لا ما م ا لاعظم ابی حنیفه الکو فی بتائیده با لا حا دیث الثا بتة فی الصحاح و السنن و المسانید و المعا جم و لم یتیسر له عند تخر یج ا حا دیث الهدایة فی اکثر الموا ضع الظفر بلفظ الحد یث الذی ذکره صاحب الهدا یة و لم یظفر فی بعضها بشیءٍ ا صلاً ۔

(ترجمہ: جہاں پر کہا ہے کتاب الوسنان میں کہ جب تک کسی حدیث کی سند ثابت نہ ہو کتب حدیث میں تو وہ سند پکڑنے اور قبول کرنے کے لائق نہیں کیونکہ وضعی حدیثیں جو چھپے مرتدوں اور بدعتیوں نے وضع کی ہیں ایک لاکھ سے بڑھ گئی ہیں جیسا کہ بیان کیا ہے پرکھنے والوں نے اور اگر کوئی پادے اوس حدیث کو کسی حنفی کی کتاب میں تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور کیونکر اعتبار ہو جس حالت میں کہ اکثر پچھلے فقہاء حنفیہ ماوراء النہر اور عراق اور خراسان نے جن حدیثوں کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ان کی سندیں کتب حدیث بلند شان تک نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ صاحب ہدایہؒ نے جس پر حنفیوں کی چکی پھر رہی ہے ایسا ہی کیا ہے ۔ یہ بات اس پر ظاہر ہو جو ہدایہ کی شرح تصنیف ابن الہمام کو دیکھے کیونکہ اس نے حمایت مذہب امام ابوحنیفہؒ حد کو پہنچا دی ہے ساتھ مدد کرنے اس کی ان احادیث سے جو کتب صحاح اور سنن اور مسندوں اور معجموں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ثابت ہیں اور وقت نکالنے سندوں احادیث ہدایہ کے امام ابن الہمامؒ کو بہت جگہ وہ لفظ حدیث کا نہیں ملا جو صاحب ہدایہؒ لایا ہے اور بعض جگہ کچھ بھی پتہ نہیں ملا اوس حدیث کا جس کو صاحب ہدایہ لایا ہے۔ تمام ہوا جو تنبیہ الوسنان میں ہے)

پس قابل ترجیح ہدایہ کا بنظر اول کے اوپر احادیث بخاری یا مسلم کی مبتدع ہے اور مخالف اجماع امت کا اور قابل ترجیح ہدایہ کا بنظر قسم دوم کے اور بھی بڑھ کر بدعتی اور فاسق ہے اور قابل ترجیح اوس کی کا بنظر قسم سوم کے مشرک ہے اور دین سے خارج ۔نعوذ باللہ من ذلك

بخاری و مسلم کی ترجیح و تقدیم

ثبوت دعوی اول کا یہ ہے کہ باجماع امت محمدیہ ثابت ہو چکا ہے کہ احادیث بخاری اور مسلم کی مقدم اور مرجح ہیں صحت میں اور قوت عمل میں ساتھ اون کے غیر پر۔

قال الامام ابو عمرو بن الصلاح فی کتاب معرفة انواع علوم الحدیث اول من صنف الصحیح البخاری ابو عبد الله محمد بن اسماعیل الجعفیّ مولاهم و تلاه ابو الحسین مسلم بن الحجاج النیشاپوری القشیری من انفسهم و مع انه اخذ عن البخاری و استفاد منه یشارکه فی کثیر من شیوخه و کتابا هما اصحّ الکتب بعد کتاب الله العزیز و امّا روینا عن الشافعیّ انه قال ما اعلم فی الارض کتاباً اکثر صواباً من کتاب مالك و منهم من رواه بغیر هذااللفظ فانما قال قبل وجود کتابی البخاری و مسلم ۔ ثم ان کتاب البخاری اصحّ الکتابین صحیحاً و اکثر قواعد و امّا ما رویناه عن ابی علیّ النیشاپوری استاذ الحاکم ابی عبد الله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحا فظ من انه قا ل ما تحت اد يم السما ء كتا ب ا صحّ من كتاب مسلم بن الحجا ج فهذا و قو ل من فضّل من شيو خ المغر ب كتاب مسلمٍ على كتا ب البخارى ان كان المرا د به انّ كتاب مسلمٍ يتر جح با نه لم يما زجه غير الصحيح فا نه ليس فيه بعد خطبته ا لّا الحد يث الصحيح مشرو داً غير ممزو جٍ بمثل ما فى كتا ب البخارى فى ترا جم ابوا به من ا لا شياء التى لم يسندِ ها على الو صف المشرو ط فى الصحيح فهذا لا بأس به و ليس يلز م منه انّ كتا ب مسلمٍ ار جح فيما ير جع الى نفس الصحيح على كتا ب البخا رى و ان كا ن المراد به ان كتا ب مسلمٍ ا صحّ صحيحاً فهذا مر دود على من يقو له الى ان قا ل بعد عدٍّ الا قسا م السبعة للصحا ح هذه امهات اقسا مه و اعلا ه الاوّل و هو الذى يقو ل فيه اهل الحد يث كثيراً صحيح متفق عليه يطلقو ن ذ لك و يعنو ن به اتفاق البخارى و مسلمٍ لا اتفاق الامة لكن اتفاق ا لامة عليه لاز م من ذ لك و حا صل معه لاتفاق الامة على تلقّى ما اتفقا عليه با لقبو ل۔ انتهى مختصراً

(ترجمہ۔ کہا امام بزرگ ابوعمرو بن صلاحؒ نے بیچ کتاب معرفۃ انواع علوم الحدیث کے کہ پہلے جس نے کتاب صحیح تصنیف کی بخاریؒ تھا اور اس کے پیچھے لگا مسلمؒ اور وہ با وجود یکہ بخاریؒ سے سیکھتا اور فائدہ اٹھاتا تھا بخاریؒ کے استادوں سے بھی روایت رکھتا ہے اور ان کی دونوں کتابیں صحیح تر ہیں سب کتابوں سے بعد قرآن کے اور جو شافعی سے ہم کو روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ موطا امام مالکؒ سے بہتر کتاب روئے زمین پر نہیں جانتا ہوں، سو یہ کہنا ان کا پہلے وجود کتاب بخاری و مسلم سے تھا یعنی جب تک یہ کتابیں جمع نہ ہوئی تھیں تو موطا بہتر تھی پھر جس وقت تصنیف ہوئیں یہ کتابیں تو موطا کی بہتری ان کے سامنے پست ہوگئی۔ پھر ان دونوں میں بخاری کی کتاب بہت صحیح اور فائدہ مند ہے اور جو ہم کو ابوعلی نیشاپوری استاد حاکمؒ سے روایت پہنچی ہے کہ اس نے کہا ہے کہ صحیح مسلم سے صحیح تر کتاب زیر آسمان کوئی نہیں سو یہ کہنا اون

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اور مغربی لوگوں کا جو مسلم کو ترجیح دیتے ہیں اگر اس غرض سے ہو کہ مسلم کی کتاب کو اس سبب سے ترجیح ہے کہ اس میں بجز احادیث متصل الاسناد کے اور کی ملونی نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں تراجم ابواب میں بے سند حدیثوں کی ملونی ہے تو کہنا ان کا بجا ہے کچھ برا نہیں لیکن اس سے صحیح مسلم کی ترجیح نفس احادیث کی جہت سے ثابت نہ ہوئی۔ اور اگر یہ کہنا ان کا اس مراد سے ہو کہ کتاب مسلم کی نفس صحت میں بڑھ کر ہے تو یہ کہنا ان کا مردود ہے یہاں کہ کہا امام ابن الصلاح نے بعد شمار کرنے ساتوں قسم صحاح کے یہ ہیں اصل اقسام صحاح کی ان میں بلند تر اور قسم اول وہ ہے جس کو اہل حدیث صحیح متفق علیہ بولا کرتے ہیں، یہ کہہ کر مراد رکھتے ہیں اتفاق بخاری اور مسلم کا۔ نہ اتفاق تمام امت کا، لیکن اس سے اتفاق تمام امت کا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ تمام امت نے ان کی کتابوں کو قبول کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ تمام ہوا کلام ابن الصلاح کا مختصراً)

و قا ل شیخ الاسلا م ابن حجر الحا فظ فی شر ح نخبة الفکر یلتحق بهذا التفصیل ما اتفق الشیخان علی تخر یجه با لنسبة الی ما انفرد به ا حد هما و ما انفرد به البخا ری با لنسبة الی ما انفرد به مسلم لا تفاق العلماء علی تلقّی کتا بیهما با لقبول و اختلاف بعضهم فی ایّهما ار جح فما اتفقا علیه ار جح من هذه الحیثیة و قد صرّح الجمهو ر بتقد یم صحیح البخا ری و لم یوجد عن ا حدٍ التصریح بنقیضه و اما ما نقل عن ابی علی النیشا پوری انه قا ل ما تحت اد یم السما ء اصحّ من کتا ب مسلمٍ فلم یصرِّح بکو نه ا صحّ من صحیح البخا ری لا نه نفی و جود کتا بٍ ا صحّ من کتاب مسلمٍ اذِ المنفیّ انما هو بصیغة افعل من زیا دة الصحة و لم ینف المسا وا ت و کذا ما نقِل عن بعض المغار بة انه فضّل صحیح مسلمٍ علی صحیح البخاری فذ لك فیما یر جع الی حسن السیاق و جو دة الو ضع و الترتیب و لم یفصِح ا حد منهم بانّ ذ لك را جع الی ا لا صحیّة۔الی آ خر ما قال

(ترجمہ: اور کہا اسلام کے بزرگ حدیث کے حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں کہ ملتی ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیل سابق سے یہ کہ بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث کو ترجیح ہے اس پر جو ایک ہی روایت ہے اور ان کی اکیلی اکیلی روایتوں میں بخاری اکیلے کی روایت کو ترجیح ہے اس لئے کہ علماء کا اتفاق ہے ان کی کتابوں کے قبول کرنے پر اور اختلاف بعضوں کا اس میں ہے کہ ان دونوں میں کون مرجح ہے پس جس پر دونوں کا اتفاق ہو وہ تو اس اتفاق سے مرجح ہوئے اور صحیح بخاری کی مسلم سے ترجیح اور تقدیم اکثر علماء نے بیان کی ہے اور اسکا اختلاف کسی ایک بھی ثابت نہیں اور جو ابوعلی نیشاپوریؒ سے منقول ہے کہ کہا اس نے کہ زیر آسمان مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں سو اس میں یہ بیان نہیں کہ مسلم بخاری سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اوس نے اوس کتاب کا نہ ہونا بیان کیا ہے جو مسلم سے زیادہ صحیح ہو اور اس میں مسلم کے برابر صحیح کی نفی نہیں ہوئی ایسا ہی جو بعض مغربیوں سے منقول ہے کہ اوس نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے بہتر کہا ہے سو یہ بہتر کہنا اس کا راجع ہے طرف خوبی سیاق اور پختگی ترتیب اور وضع احادیث کے اور کسی نے بیان نہیں کیا کہ یہ بہتر کہنا راجع ہے طرف صحت کی یعنی بہتر کہنا اس کا بنظر وضع و ترتیب مسلم کے ہے نہ اس نظر سے کہ مسلم کو صحت میں ترجیح ہے)

و قا ل ا لاما م النووی فی مقدمة شر ح صحیح مسلمٍ اتفق العلماء علی انّ ا صحّ الکتب بعد القرآن العزیز الصحیحا ن البخا ری و مسلم و تلقّتهما ا لا مة بالقبو ل و کتا ب البخا ری اصحهما صحیحاً واکثر هما فوا ئد و معا رف ظا هرةً و غامضةً و قد صحّ انّ مسلماً کان ممن یستفید من البخا ری و یعترف با نه لیس له نظیر فی علم الحد یث و هذاالذی ذ کر نا من تر جیح کتا ب البخا ری هو المذ هب المختار الذی قا له الجما هیر و اهل الا تقا ن والحذق و الغوصِ علی اسرار الحدیث و قال ابو علی الحسین بن علی النیشا پوری الحافظ شیخ الحا کم ابی عبد الله بن البیّعِ کتا ب مسلمٍ ا صحّ و وا فقه بعض الشیوخ المغر ب و الصحیح ا لاول ۔

(ترجمہ: اور کہا امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں کہ متفق ہیں علماء اس بات پر کہ صحیح تر کتابوں سے بعد قرآن کے صحیح بخاری و صحیح مسلم ہیں تمام امت محمدیہ نے ان کو قبول کر لیا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتاب بخاری کی دونوں میں سے زیادہ صحیح اور اور فائدہ مند ہے اور صحیح ہو چکی ہے یہ بات کہ مسلمؒ فائدہ اٹھاتا تھا بخاریؒ سے اور اقرار کرتا تھا کہ بخاری بے نظیر ہے علم حدیث میں ۔ یہ جو ہم نے بخاری کو غالب ٹھہرایا ہے یہی مذہب ہے جمہور علماء کا اور صاحبان مضبوطی اور مہارت کا اور غوطہ مارنے والوں کا دریائے اسرار حدیث میں اور کہا ابوعلی نیشاپوری حاکم کے استاذ نے کہ کتاب مسلم کی زیادہ صحیح ہے اور اس کے موافق ہوئے بعض مشائخ مغرب کے لیکن صحیح وہی بات ہے جو پہلے کہی گئی یعنی صحیح تر ہونا کتاب بخاری کا)۔

و قا ل شیخ ا لاسلام الحا فظ ذھبی فی تا ر یخ ا لاسلا م اما جا مع البخاری ا لصحیح فا جلّ کتب ا لاسلا م و افضلھا بعد کتا ب اللہ و ھو اعلی فی وقتنا ھذا یعنی سنة ثا لث عشر بعد سبع مأة و من ثلا ثین سنةٍ یفر حون العلماء بعلوّ سما عه فکیف الیو م فلو ر حل شخص لسماعه من الف فر سخٍ لما ضاعت ر حلته

(ترجمہ: اور کہا شیخ الاسلام حافظ ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں کہ کتاب جامع صحیح بخاری بزرگ تر ہے کتب اسلام سے اور بہتر ہے تمام سے بعد قرآن کے اور وہ بلند تر ہے ہمارے زمانہ میں یعنی ۱۳ ۷ھ میں اور تیس سال سے علماء خوش ہوتے ہیں اس کے سماع عالی رتبہ سے پس اگر کوئی شخص اسکے سننے کے واسطے تین ہزار کوس سفر کرے تو اسکا سفر رائیگاں نہ ہوگا)

و قا ل القسطلا نی فی شر ح البخاری و امّاتا لیفه یعنی البخاری فانھا سا ر ت مسیر الشمس و دا ر ت فی الد نیا فما جحد فضلھا ا لا الذی یتخبطه الشیطا ن من المسّ و اجلّھا و اعظمھا الجا مع الصحیح

(ترجمہ: اور کہا قسطلانی نے شرح بخاری میں کہ تصنیفات بخاری کی پھر رہی ہیں جہاں کہیں کہ سورج پھرتا ہے اور دنیا بھر میں دورہ کر رہی ہیں یعنی تمام جہان میں لوگ اس کو دستور العمل جان کر لئے پھرتے ہیں اور مشہور کرتی ہیں پس اس کی بزرگی کا منکر نہ ہوگا مگر وہی جسکو شیطان نے دیوانہ کر رکھا ہے ہاتھ لگا کر اور بڑی بزرگ سب تصانیف سے اس کی جامع صحیح ہے)۔

و قال الشیخ الحا فظ ابن کثیر فی البدایة و النھا یة وکتا به

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصحیح یستسقی بقر أ ته الغما م و ا جمع علی قبو له و صحّه ما فیه اهل ا لا سلا م ۔(ترجمہ: اور کہا شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے تاریخ بدایہ ونہایہ میں کہ کتاب بخاری کی جامع صحیح اس کے پڑھنے کی برکت سے مینہ مانگا جاتا ہے اور اس کے مقبول ہونے اور صحیح ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہو گیا ہے)

احادیث صحیحین کا قطعی ہونا

و قا ل مو لا نا شا ہ ولی الله فی حجة الله البا لغه اما الصحیحا ن فقد اتفق المحد ثو ن علی انّ جمیع ما فیهما من التصل المر فوع صحیح با لقطع و انّهما متوا ترا ن الی مصنّفیهما و انه کل من یهوّن امر هما فهو مبتد ع متبع غیر سبیل المو منین و ان شئت الحق الصراح فقسه بکتا ب ابن ابی شیبه و کتا الطحاوی و مسند الخوا ر زمی و غیر هما لتجد بینها و بینهما بعد المشر قین

(ترجمہ: اور کہا مولانا شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں کہ صحیح بخاری ومسلم جو ہیں ان میں جو حدیث متصل مرفوع ہے سو صحیح ہے یقیناً باتفاق محدثین کے اور سند متواتر سے مصنفوں تک پہنچی ہے اور جو کوئی ان کو خفیف اور ہلا جانے و بالا تفاق چلنے والا ہے وہ راہ جو مومنوں کی نہیں اگر تو حق صریح ڈھونڈے تو ان کو کتاب ابن ابی شیبہ اور کتاب طحاوی اور مسند خوارزمی سے مقابلہ کر کے دیکھ تو تجھ کو ان میں اون میں دو مشرقوں کی دوری معلوم ہو)۔

ف: ابن ابی شیبہؒ بخاریؒ ومسلمؒ کا استاذ ہے اور اس کی کتاب کا نام مصنف ہے اور طحاوی حنفی کا مذہب کہ ایک فقیہہ ہے اس کی کتاب شرح معانی الآثار اور مسند خورزمی ابو المو ید محمد بن محمود خوارزمی کی تالیف ہے اور اسے مسند امام اعظم بھی بولتے ہیں کیونکہ اس میں خوارزمی نے مرویات امام اعظمؒ کو بزعم خود جمع کیا ہے اور بہت جگہ خطا کی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو جلالت شان صحیحین کی دریافت کرنی منظور ہو تو ان کتابوں سے مقابل کر کے دیکھے تو معلوم ہو کہ یہ کہاں اور وہ کہاں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قا ل السید جمال الدین صا حب رو ضة ا لاحبا ب فی رسالته فی ا صو ل الحد یث اوّل من صنّف فی الصحیح المجرد ا لا ما م ا لبخاری ثم مسلم و کتا با ھما ا صح الکتب بعد کتا بِ الله العزیز الی ان قا ل و اعلی اقسا م الصحیح ما اتفقا علیه ثم انفرد به البخا ری ثم انفرد به مسلم ۔ الی آ خر ما قا ل (ترجمہ: اور کہا سید جمال الدینؒ نے جو مصنف روضۃ الاحباب کے ہیں اپنے رسالہ اصول حدیث میں کہ پہلے جس نے فقط صحیح یعنی بے ملونی حسن وضعیف کی تصنیف کی ہے امام بخاریؒ ہے پھر امام مسلمؒ اور ان کی کتابیں سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں ما سوائے قرآن کے یہاں تک کہ کہا سید جمال الدینؒ نے کہ بلند ترین اقسام صحیح وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو پھر وہ جو اکیلے بخاری کی روایت ہو پھر وہ جو اکیلے مسلم کی روایت ہو۔ الخ)

و قا ل الشیخ العلا مة الحِبر الفها مة محمد المقلب با لمعین السند ھی فی الدرا سا ت و کونهما ا صح کتابٍ فی الصحیح المجرّد تحت ادیم السما ء و انهما ا صح الکتب بعد القر آن العزیز با جماع من علیه التعویل فی هذا العلم الشر یف قاطبة فی کل عصرٍ و اجماعِ کل فقیهٍ مخا لفٍ و موا فقٍ علی ما لا یوجد مثل ذ لك ا لا جماع علی فضل ابی حنیفه علی الفقها ء الثلا ثة من المعا ند و المخالف مع دعوی ذ لك من اکثر اهل المذ هب (ترجمہ: اور کہا شیخ علامہ بہت دانش مند وفہمیدہ نے جن کا نام محمد اور لقب معین سندھیؒ ہے کتاب درا سات میں کہ بخاری و مسلم کا سب کتب صحیحہ محض سے جو زیر آسمان ہیں زیادہ صحیح ہونا اور ان کا قرآن کے بعد درجہ صحت میں پہنچنا اجماع سے ہر زمانہ کے محدثین اور فقہاء کے مخالف ہو خواہ موافق ثابت ہے ایسا اجماع کہ پایا نہیں گیا و ایسا اجماع ابو حنیفہؒ کی بزرگی پر بہ نسبت باقی تینوں اماموں کے حالانکہ اس بزرگی کا اکثر اہل مذہب حنفی نے دعوی بھی کیا ہے)

ایسا ہی اور صدہا علمائے حنفیہ اور شافعیہ اور محدثین وغیرھم اپنی تصانیف میں لکھتے ہیں کہ حدیث بخاری اور مسلم کی مقدم اور مرجح ہے غیر پر با جماع مسلمین کے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر بعضے اہل تحقیق اتباع آئمہ اربعہ سے اور اکثر اشعری اور عامہ اہل حدیث اس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں کہ حدیث مسلم و بخاری سے علم نظری یقینی حاصل ہوتا ہے۔ پس بنا بر اس مذہب کے منکر حدیث شیخین کا کافر ہوگا اور بعضے جو کہتے ہیں کہ علم یقینی ان کی حدیث سے حاصل نہیں ہوتا ان کے نزدیک اگرچہ منکر ان کی حدیث کا کافر نہ ہوگا لیکن فاسق اور تارک واجب ضرور ہوگا کیونکہ ان کے نزدیک وجوب عمل میں ساتھ حدیث شیخین کے اور اصحیتہ اور ارجحیتہ میں اس کی کچھ تردد وکلام نہیں۔

قا ل الامام ابو عمرو بن الصلا ح فی علو م الحد یث و ھذا القسم یعنی المتفق علیه مقطوع بصحّته و العلم الیقینی النظری واقع به خلافاً لقو ل من نفی ذ لك محتجاً با نه لا یفید ا لّا الظن و انما تلقته ا لامة با لقبو ل لانه یجب علیه العمل با لظن و الظن قد یخطیء و قد کنت ا میل الی ھذا و احسبه قو یاً ثم با ن لی ان المذ ھب الذی ا ختر نا ہ اولاً ھو الصحیح لانّ ظنّ من ھو معصو م من الخطا ء لا یخطیء و الامة فی اجما عھا معصو مة من الخطاء و لھذا کا ن ا لا جماع المبنی علی ا لا جتھاد حجة مقطو عاً بھا و اکثر ا جما عا ت العلماء کذ لك و ھذہ نکتة نفیسة نا فعة و من فوا ئد ھا القو ل بانّ ما انفرد به البخاری او مسلم مندر ج فی قبیل ما یقطع به لتلقی ا لا مة کل وا حد من کتا بیھما با لقبو ل سوی ا حر فٍ یسیرةٍ تکلم علیھا النقا د من الحفا ظ کا لدار قطنی و غیرہ و ھی معرو فة عند اھل ھذا الشا ن ۔ انتھی کلام ابن الصلاح

(ترجمہ: کہا امام ابوعمرو بن الصلاحؒ نے کتاب علوم الحدیث میں اور یہ قسم یعنی جس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہو یقینی صحیح ہے اور علم یقینی جو دلیل سے حاصل ہوا کرتا ہے اس قسم سے حاصل ہے بخلاف اوس شخص کے جو کہتا ہے یقینی علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ ظنی حاصل ہوتا اور قبول کرنا امت کا اس قسم کو اسی جہت سے ہے کہ عمل کرنا ساتھ ظنی بات کے واجب ہوتا ہے اور ظن میں خطا کا بھی احتمال ہے اور میں بھی اس مذہب مخالف کی طرف مائل ہوگیا تھا اور اس کو اچھا جاننے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگا تھا پھر مجھے معلوم ہوا کہ مذہب صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے اختیار کیا تھا یعنی حدیث متفق علیہ کو مفید علم یقینی جاننا اس لئے کہ ظن معصوم میں خطا کا احتمال نہیں اور امت اپنے اجماع میں خطا سے معصوم ہوا کرتی ہے، اسی واسطے جو اجماع مبنی اجتہاد پر ہوتا ہے دلیل قطعی شمار کیا جاتا ہے اور اکثر اجماع علماء کے ایسے ہوتے ہیں سو یہ ایک بڑا نفیس نکتہ ہے اس سے یہ بات بھی نکل آئی کہ جو اکیلے بخاری کی روایت ہو یا اکیلے مسلم کی وہ بھی قسم مفید علم یقینی میں داخل ہے کیونکہ امت نے دونوں کتابوں کو قبول کر لیا ہے، سوائے تھوڑے حرفوں کے جن پر دار قطنی وغیرہ پرکھنے والوں نے کلام کیا ہے اور وہ حروف مشہور ہیں اس فن والوں میں)

و قا ل البلقينى قدنقل بعض الحفا ظ المتا خر ين مثل قول ابن الصلاح عن جماعة من الشا فعية كا بى اسحاق الشا فعى و ابى حا مد الا سفرا ئى و القا ضى ابى الطيب و الشيخ ابى اسحاق الشيرازى و عن السّر خسى من الحنفية و القا ضى عبد الو ها ب من الما لكية و ابى يعلى و ابى الخطا ب و ابن الزا غو نى من الحنا بلة و ابن فور ك و اكثر اهل العلم من الاشعر ية و اهل الحد يث قا طبة و مذ هب السلف عامة انتهى على ما نقله السيو طى فى التد ريب ۔

(ترجمہ: اور کہا بلقینیؒ نے بیشک نقل کیا ہے بعض حدیث کے حافظوں نے مثل قول امام ابن الصلاحؒ کے ایک جماعت شافعیہ سے جیسے ابو اسحاق شافعیؒ ہوئے اور ابو حامد اسفرائیؒ اور قاضی ابو الطیبؒ اور شیخ ابو اسحاق شیرازیؒ اور نقل کیا ہے امام سرخسیؒ سے حنفیہ میں سے اور قاضی عبد الوہابؒ سے مالکیوں میں سے اور ابو یعلیؒ اور ابن الزاغوانیؒ سے حنبلیوں سے اور ابن فورکؒ اور اکثر اہل علم سے اشعریہ میں سے اور سب کے سب اہل حدیث سے اور یہی نقل کیا مذہب تمام سلف کا۔ تمام ہوا کلام بلقینیؒ کا جیسے سیوطیؒ نے تدریب میں نقل کیا ہے)

و قال النووى فى مقد مة شر ح مسلم بعد ايرا د كلام ابن الصلا ح متعقّباً و معتر ضاً عليه و هذا الذى ذكره الشيخ فى هذه الموا ضع خلاف ما قا له الحققن و ا لا كثرو ن فا نهم قالوا ا حا ديث الصحيحين التى ليست بمتوا ترة انما تفيد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الظن فا نها آ حا د و ا لا حا د انما تفيد الظن على ما تقرر و لا فرق بين البخا ری و مسلم و غير هما فی ذ لك و تلقی ا لامة بالقبو ل ا نما افا د و جو ب العمل بما فيهما و هذا صحّت اسانيد ها و تفيد ا لّا الظن فكذا الصحيحا ن و انما يفترق الصحيحان و غير هما من الكتب فی كون ما فيهما صحيحاً لايحتاج الى النظر فيه بل يجب العمل به مطلقاً و ما كان فی غير هما لا يعمل به حتى ينظر و يو جد فيه شرو ط الصحيح و لا يلز م من اجماع ا لامة على العمل بما فيهما اجماعهم على انه مقطوع با نه من كلا م النبی ﷺ و قد اشتد انكار امام ابن بر ها ن على من قال بما قا له الشيخ انتهى كلا م النووی قال السيو طی فی التد ريب قا ل شيخ ا لا سلا م ما قاله النووی مسلّم من جهة ا لا كثرين فا ما المحققو ن فلا فقد وافق ابن الصلا ح ايضاً محققون ۔

ترجمہ: اور کہا نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں بعد نقل کرنے کلام ابن الصلاحؒ کے اس پر اعتراض کی نظر سے کہ یہ جو شیخ ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے سو خلاف ہے قول محققین کے اور اکثر علماء کے اس لئے کہ انہوں نے حدیث شیخین کو جو متواتر نہ ہو مفید ظن بتلایا ہے کیونکہ وہ خبر واحد ہوتی ہے اور خبر واحد بجز ظن فائدہ نہیں دیتی اور اس مفید ظن ہونے میں بخاری و مسلم اور ان کے سوائے سب برابر ہیں رہا یہ فرق کہ ان کو علماء نے قبول کر لیا ہے سو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ان پر عمل واجب ہے بالاتفاق اور بجز ان کے اوروں کی حدیثوں پر جو غیر متواتر ہیں عمل کرنا تب واجب ہوتا جب ان کی صحت ثبوت کو پہنچ لے ۔ الحاصل یہ دونوں مفید ظن ہی ہیں اور فرق ان میں یہی ہے کہ بخاری و مسلم کی حدیث کی صحت ثابت ہو چکی ہے اس میں کچھ بحث و تامل کی ضرورت نہیں ہے اور بہر حال اس پر عمل واجب ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور بجز ان کے اوروں کی حدیث واجب العمل نہیں جب تک کہ اوس کی صحت ثابت نہ ہو لے اور اس میں بحث و نظر کر کے صحت کو نہ دیکھ لیا جاوے اور اس اجماع سے جو بخاری و مسلم کے واجب العمل ہونے پر منعقد ہو چکا ہے علم یقینی حاصل نہیں ہوتا اور بلا شبہ سخت انکار کیا ہے امام ابن برہان نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر جو شیخ ابن صلاح کی طرح کہے۔ تما ہوا کلام نوویؒ کا کہا امام سیوطیؒ نے تد ریب میں کہ شیخ الاسلام فر ماتے ہیں کہ جو نوویؒ نے ابن الصلا حؒ پر اعتراض کیا ہے کہ قول اس کا اکثر علماء کے خلاف ہے سوٹھیک ہے لیکن یہ جو کہا ہے کہ یہ قول محققین کے بھی خلاف ہے سو غلط ہے کیونکہ محققین ابن صلاح کے ساتھ بھی ہیں یعنی ابو اسحاق شافعی اور ابو حامد اسفرائی اور قاضی ابو الطیب ؒ اور شیخ ابو اسحاق شیرازی اور سرخسی حنفی اور قاضی عبد الو ہاب مالکی اور ابو یعلی اور ابو الخطا ب اور ابن الزاغوانی حنبلی اور ابن فورک اور اکثر اہل علم اشعریہ اور اہل حدیث سب کے سب اور سلف صالحین تمام)

و قال الحا فظ ا لا ما م ابن حجر فی شر ح نخبة الفكر الخبر المحتفّ بالقرا ئن يفيد العلم خلا فاً لمن ابى ذ لك و قا ل و هو انوا ع منها ما ا خر جه الشيخا ن فی صحيحهما مما لم يبلغ التواتر فا نه ا حتفّ به قرائن منها جلا لتهما فی هذا الشا ن تقد مهما فی تمئيز الصحيح على غير هما و تلقّى العلماء لكتابيهما با لقبو ل و هذا التلقّى و حده اقوى فی افادة العلم من مجرد كثرة الطرق القا صرة عن التوا تر الّا انة هذا مختص بمالم ينقده ا حد من الحفا ظ و بما لم يقع به التجاذب بين مد لو ليهما من غير تر جيحٍ و ما عدا ذ لك فا لا جماع حاصل على تسليم صحته قا ل و ما قيل انهم اتفقوا على وجوب العمل به لا على صحته فممنوع لانهم اتفقوا على وجوب العمل بكل ما صحّ و لو لم يخر جا ه فلم يبق للصحيحين مزيّة فيما ير جع الى نفس الصحة انتهى قا ل السيو طى قا ل ابن كثير و انا مع ابن الصلا ح فيما عوّل عليه قلت و هذا الذى ا ختاره و لا اعتقد سواه۔ انتهى كلام السيوطى (ترجمہ: اور کہا حافظ امام سیوطیؒ نے شرح نخبۃ الفکر میں کہ حدیث گھری ہوئی نشانیوں صحت سے مفید یقین ہوتی ہے بخلاف قول اوس شخص کے جو اس کا منکر ہے اور کہا کہ وہ کئی قسم ہے ایک ان میں سے وہ حدیث ہے جس کو شیخین بخاری و مسلم روایت کریں اور وہ تو اتر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نہ پہنچی ہو اس کو کئی نشانیاں صحت کی لگ رہی ہیں جلالت شیخین کی اور ان کا مقدم ہونا حدیث صحیح کی تمیز و پہچان میں اور تمام علماء کا قبول کر لینا ان کی کتابوں کو اور یہ قبول کر لینا ان کا اکیلا ہی قوی نشانی ہے واسطے مفید ہونے اس کی حدیث کے یقین کو اور بڑی مفید ہے بہ نسبت اس کثرت سندوں کے جو تواتر کو نہ پہنچی لیکن یہ حکم قطعیت و یقین کا خاص ہے اب حدیثوں سے جن کو کسی حافظ نے پرکھا نہیں ہے اور ان سے جن میں باہم تعارض نہیں اور سوائے اس کے باقی حدیثوں کی تسلیم صحت پر اجماع ہو چکا ہے کہا امام ابن حجرؒ نے کہ یہ جو کسی نے کہا ہے کہ علماء کا اجماع اس پر ہے کہ ان کی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے نہ اس پر کہ ان کی صحت مسلم ہے سو یہ بات قابل تسلیم نہیں کیونکہ عمل تو ہر حدیث پر واجب ہے خواہ اس کو شیخین نے روایت نہ کیا ہو۔ پس خاص ان کی حدیث کو صحت کی راہ سے کیا فوقیت رہی۔ تمام ہوا کلام ابن حجرؒ کا کہا سیوطی ؒ نے کہ فرمایا ابن کثیرؒ نے کہ میں تابع ہوں ابن الصلاحؒ کی اوس بات میں جو انہوں نے کہی ہے اور اسپر اعتماد کیا ہے میں کہتا ہوں کہ میں بھی اسی کو اختیار کرتا ہوں اور یہی اعتقاد رکھتا ہوں تمام ہوا کلام سیوطیؒ کا)۔

پھر ان دونوں مذہبوں میں بعضے محققین نے تطبیق بھی دی ہے چنانچہ در اساسات میں مفصل و مدلل مذکور ہے اور بعض نے مذہب ابن صلاح کو ترجیح دی چنانچہ ابن کثیرؒ اور امام سیوطیؒ سے عبارات متذکرہ بالا میں مدلل مذکور ہے اور ہم کو اس مقام میں اس کی تفصیل اور احد الطرفین کی تائید منظور نہیں بلکہ غرض ہماری اتنی ہی ہے کہ رتبہ صحیحین کا اس قدر بلند ہے کہ کئی محققین ان کی احادیث کو مفید علم یقینی نظری کہتے ہیں اور بعضے اگرچہ مفید علم ظنی کہتے ہیں لیکن وہ بھی مرجح اور واجب العمل ہونے میں ان کی احادیث کی کچھ چون و چرا نہیں کرتے۔

بجواب مطاعن صحیحین

اب ایک اور بات واجب التنبیہ کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ جو کلام میں ابن صلاحؒ کی گزرا ہے کہ سوی احرف یسیرۃٍ تکلم علیھا بعض اھل النقد من الحفاظ کالدار قطنی و غیرہ، اور کلام میں شارح نخبۃ کی نیز گزرا ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الّا انّ هذا مختص بمالم ينقّده ا حد من الحفاظ ، یہ مستثنیٰ ہے حکم قطعیت سے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ سب ا حا دیث صحیحین کی قطعی الصحۃ ہیں سوا ئے ان چند احادیث کے جن میں دارقطنیؒ وغیرہ نے کلام کیا ہے یعنی وہ قطعی الصحۃ نہیں نہ یہ کہ مستثنیٰ ہے حکم اصحیۃ اور ارجحیۃ اور واجب العمل ہونے سے ا حا دیث صحیحین کے چنانچہ شاہد ہیں اس پر الفاظ مستثنیٰ منہ کے ان دونوں اما موں کی کلام میں امام ابن الصلا حؒ کے یہ الفاظ :

ما انفرد به البخاری او مسلم مندر ج فی قبیل مایقطع به سوی احر فٍ یسیرةٍ ای فهی لا تند ر ج فیما یقطع

اور حا فظ ابن حجر عسقلا نی کے یہ الفاظ :

و هذا التلقّی و حد ه اقوی فی افادة العلم الّا انّ هذا مختصّ بما لم ینقّد احد ای فهو لا یشمل القدر المنقّد منهما لعدم وجود التلقّی له

ایسا ہی ثا بت کیا ہے امام سیوطیؒ اور صا حب دراسا ت نے۔ قال صا حب الدراسات:

ثم مما یهمّ ان یعرف انّ ما انتقِد علیهما انما استثنی عمّا حکمه المقطوع کما صرّح به شا ر ح النخبة و صرّ ح ایضاً الشیخ ابن الصلا ح قال السیو طی استثنی ابن الصلا ح من المقطوع بصحته ما تکلِم فیه من ا حا دیثهما فقا ل سوی ا حر فٍ یسیرةٍ تکلّم علیها بعض اهل النقد من الحفا ظ کا لدارقطنی و غیره فانّ جمیع ما ا خر جا ه مقطوع الصحةِ کالمتوا تر ا لّا انّ القطع فیه نظریّ کما مرّ من المقد ما ت القطعیّة و فی المتوا ترِ ضروریّ فما لم ینتهض علیه تلك المقد مات مما لم یجتمع علیه الا مة و شذّ منه بعض الحفا ظ لم یکن قطعی الصحة فینز و ل منه حکم القطعیة من عد م حنث الخالف و تکفیر الجا مد و ما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یشبه ذ لك لا کو ن ما انتقد علیه صحیحاً یجب به العمل من غیر وقفةٍ و نظرٍ الی ان قا ل فجمیع ما فی الکتا بین یجب العمل به من غیر وقفة و نظرٍ اذ المنتقد منهما لم ینز ل عن اعلی در جا ت الصحةِ و هی در جة ما ا خر جه الشیخا ن فانّ کو ن اخرا جهما فی تلك الدر جة انما لما یر جع الی سلطنتهما فی الصنعة و اما متهما فی الفن و تقدّمهما فی تمئیز الصحیح علی غیر هما و عر فا ن العلل جلّها و دِقها فهما اما ما ن فنّ الجر ح و التعدیل و معرفة ا لاسبا ب الخفیة التی لم یبلغ الی عشرِ عشیر هما من انتقد علیهما فهذا الصحّ لما اتفقا علی اخراجه مسبّبة کما لِهما فی علم الحد یث من غیر ر جو ع الی امرٍ غر یبٍ عن ذلك الکما ل کتلقّی ا لا مة و غیره من القرا ئن الخا ر جةّ من اعتبارً مجردِ علمهما و هذا القدر و هو ا لا تفاق علی ا لا خرا ج یو جد فی المنتقدِ منهما فثبت انه فی اعلی درجا ةِ الصحة، و فوق ما هو علی شر یطتهما و لم یخر جا ه فلا ر یبة فی و جو ب العمل بالمنتقد منهما من غیر وقفةٍ الی ما یندفع به ذ لك ا لا نتقا د بمجر د ا خرا جهما فکیف اذا نظِر فیما اجا بوا عن ذ لك بما جعلوه هبا ءً منثوراً حتی حکم المتقنو ن حکماً کلّیّاً علی مانقل السیو طی عن النو وی فی شر ح البخاری ان کلّ ما ضعّف من احا دیثهما فهو مبنی علی عللٍ لیست بقاد حةٍ و حکموا حکماً کلیاً انّ کلّ ما فیهما من الانقطاع و التد لیس فی الظاهر فلیس ذ لك به فی الحقیقة هذا مما عقدوا علیه الا نا مل مجملاً و قد صرّف فی تفصیل الردّ و الوا جب عن حد یثٍ حد یثٍ اجزاء علی حیازةٍ قا ل السیو طی وقد الّف الر شید العطا ء کتا باً فی الرد و الجوا بِ حد یثاً حد یثاً و قا ل العرا قی قد افردت کتاباً لما تکلّم فیه من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا حا ديث الصحيحين او ا حد هما مع الجوا ب عنه و قد سوّد شيخ ا الاسلا م ما فى البخا رى من الاحا ديث المتكلم فيها فى مقدمة شر حه و اجا ب عنها حد يثاً حد يثاً ثم قا ل السيو طى و يخمل ههنا يعنى فى التدريب بجواب شا ملٍ لا يختص بحديثٍ دو ن حد يثٍ ثم سا قه بما حا صلها ذ لك ا لاجما ل المتقدم من تقد مهما فى هذا الشان على اجلّة المشا ئخ حتى على من ا خذا عنه كا بن المد ينى و عنه ا خذ البخا رى و مع ذ لك فكا ن ابن المد ينى اذا بلغه من البخارى شىء يقول ما رآى مثل نفسه و كا ن محمد بن يحى الز هلى اعلم اهل عصره يعلّل حد يث الز هرى و قد استفاد ذ لك من الشيخين جميعاً و قال مسلم عر ضت كتا بى على ابى زر عة الرا زى فما اشا ر انّ له علّة تر كته قال اى السيو طى فا ذا عرِف ذ لك و تقرر انهما لا يخر جان من الحد يث ا لّا ما لا علّة له او له علّة غير مؤ ثرةٍ عند هما فبتقدير تو جيه كلام من انتقد عليهما يكو ن قو له معار ضاً لتصحيحهما و لا ريب فى تقديمهما فى ذلك على غير هما فتند فع ا لا عترا ض من حيث الجملة و قله يعنى السيو طى فبتقدير تو جيهه الخ ، اشارة الى ما هو الواقع فى ا لا كثر من عدم تو جيه كلا مهم و سو ء فهمهم و ظنهم عليهما بما هما بِيا ن عنه و من تصفّح كلام الناقدين ثم سر د السيو طى ا مثلةً مفصلةً من ز لك يجب عليك الر جو ع اليها فما اعظم افتضاح من يظن من اهل زما ننا انّ الا نتقا د فى حد يثهما يو جب الو قفة فى العمل فا نه مفصِح من عدم رجو عه الى ا صو ل هذ الفن الشر يف۔ انتهى كلا مه

(ترجمہ: کہا صاحب دراسات نے پھر ایک بڑے مطلب کی بات یہ جانی جاوے کہ جو حدیثیں پر کھی گئی ہیں شیخین کی وہ مستثنیٰ یعنی نکالی گئی ہیں اس قسم سے جو قطعاً و یقیناً صحیح ہے جیسا کہ بیان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے مصنف شرح نخبہ نے اور نیز شیخ ابن صلاحؒ نے کہا امام سیوطیؒ نے کہ شیخ ابن صلاحؒ نے حکم سے قطعی الصحۃ کے نکال لیا ہے ان حدیثوں کو جن میں لوگوں نے کلام کیا ہے چنانچہ کہا کہ سوائے تھوڑے حرفوں کے جن پر دارقطنی وغیرہ پر کھنے والوں نے کلام کیا ہے وجہ نکالنے کی یہ ہے کہ شیخین کی تمام روایتیں قطعی الصحۃ ہیں فرق اس میں اور ان میں یہی ہے کہ ان کا قطعی ہونا دلیل سے ثابت ہے جیسا کہ مقدمات قطعیہ اس دلیل کے گذر چکے ہیں اور متواتر کا قطعی ہونا بداہۃً بلادلیل ثابت ہے پس وہ حدیث جس پر وہ مقدمات قائم نہ ہوں مثلاً اس میں اتفاق امت ہی کا نہ پایا جاوے بلکہ بعضے حفاظ حدیث اس کی صحت سے انکار کریں تو وہ قطعی الصحۃ نہ ہو گی اور حکم قطعیت کا جیسے جھوٹا نہ ہونا اس شخص کا جو ان کے صحیح ہونے پر قسم کھالے اور کافر ہو جانا اس شخص کا جو ان کی حدیث سے انکار کرے یہ سب احکام قطعی الصحۃ کے اس حدیث غیر متفق علیہ سے اٹھ جاویں گے اور یہ نہیں کہ اسکا صحیح ہونا اور بلا توقف و بلا تامل واجب العمل ہونا جاتا رہے گا یہاں کہ ارشاد کیا کہ تمام حدیثیں جو ان کتابوں میں ہیں یعنی خواہ پر کھی ہوئی ہیں خواہ اتفاقی سب واجب العمل ہیں بلا توقف و بلا تامل اس لئے کہ جو پر کھی ہوئی ہیں وہ درجہ اعلی سے یعنی روایت شیخین سے تو پست نہیں ہو گئیں کیونکہ اس درجہ میں ہونا ان کا بنظر بادشاہی شیخین کی ہے صنعت حدیث میں اور ان کی امامت کی اس فن میں اور بنظر ان کے مقدم ہونے اوروں پر اور ان کی پہچان کی حدیث کی بڑی چھوٹی علتوں کو کیونکہ وہ دونوں امام ہیں فن جرح وتعدیل میں اور پہچان میں علتوں احادیث کے ان کی پہچان کے مقابل پہچان اون شخصوں کو جو ان پر اعتراض کرتے ہیں دسویں حصے کے دسویں حصہ کو نہیں پہنچی پس یہ صحیح ہونا ان کی اتفاقی حدیثوں کا محض بسبب ان کے کمال کے ہے فن حدیث میں بلا لحاظ کسی اجنبی سبب کے جیسے قبول کر لینا امت کا ان کی احادیث کو اور سوائے اسکے اور وہ اسباب جو علاوہ ان کے علم وکمال سے ہیں سو یہ بات یعنی روایت کرنا شیخین کا بالاتفاق ان پر کھی ہوئی احادیث میں پایا جاتا ہے پس ثابت ہوا کہ وہ حدیثیں اعلی درجہ صحت میں ہیں اور بلند تر ہیں اون احادیث سے جو شیخین کی شرط پر ہیں لیکن شیخین نے ان کو روایت نہیں کیا اور کچھ شک نہ رہا واجب العمل ہونے میں ان پر کھی ہوئی احادیث کے بمقتضائے فقط روایت کرنے شیخین کے ان احادیث کو بلا تردد و انتظار ان جوابوں کے جن سے اعتراضات ان پر کھنے والوں کے اٹھ جائیں۔ پس کیا حال ہو جب کہ ہم نظر کریں طرف جوابات ان اعتراضوں کے جو علماء نے قلم بند کئے ہیں اور ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتراضوں کو اڑتی خاک بنا دیا ہے یہاں تک کہ عام حکم لگا دیا ہے ان مضبوطوں نے چنانچہ نقل کیا ہے سیوطیؒ نے امام نوویؒ سے شرح بخاری میں کہ شیخین کی کسی حدیث کا ضعف اگر کسی نے بیان کیا ہے تو بنا اس کی ایسی ہی علتوں پر ہے کہ وہ صحت کے خلاف نہیں اور نیز عام حکم لگا دیا ہے کہ جہاں کہیں صحیحین میں بحسب ظاہر انقطاع سند یا تدلیس معلوم ہوتی ہے وہ حقیقت میں تدلیس و انقطاع نہیں۔ یہ ہے مجمل تسلیم و تقریران کی اور تفصیل وار ہر ہر حدیث کے جواب بھی کئی کئی علیحدہ جزوں میں تصنیف کی گئی ہیں۔ کہا امام سیوطی نے کہ بیشک تصنیف کی ہے ایک کتاب رشید عطانی ایک ایک حدیث کے رد و جواب میں اور کہا امام عراقیؒ نے کہ میں نے ایک کتاب مستقل میں وہ اعتراضات جو دونوں کی یا ایک کی احادیث پر کئے گئے ہیں معہ ان کے جوابات کے قلم بند کئے ہیں اور شیخ الاسلام نے بھی مقدمہ شرح بخاری میں احادیث محل کلام اور ان کے جوابات کو ایک ایک کر کے لکھا ہے۔ پھر کہا سیوطیؒ نے کہ ہم یہاں پر یعنی کتاب تدریب الراوی میں ایک ایسا مجمل جواب دیتے ہیں جو ہر ایک حدیث کا جواب ہو سکے اور کسی ایک سے خصوصیت نہ رکھے۔ پھر اس کو بیان کیا جس کا خلاصہ وہی مجمل بات ہے جو گذری یعنی مقدم ہونا شیخین کا اس فن میں بڑے بڑے مشائخ سے یہاں تک کہ اپنے استادوں سے جیسے امام ابن المدینیؒ کہ بخاریؒ ان کا شاگرد بھی ہے باوجود اس کے پھر جب ابن المدینی کو بخاری کی کوئی پہنچتی تو فرماتے کہ بخاریؒ نے اپنے جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ اور محمد بن یحی ذہلیؒ اپنے زمانہ کے بڑے جاننے والے تھے کہ زہری کی حدیث کو معلول کر دیا کرتے سو یہ سب شیخین سے سیکھے تھے اور کہا امام مسلمؒ نے کہ میں نے اپنی کتاب کو ابوزرعہؒ کے سامنے پیش کیا پس انہوں نے کہیں اشارہ نہ کیا کہ اس میں فلاں علت ہے جس کا میں نے لحاظ نہ کیا ہو کہا سیوطیؒ نے جب معلوم ہوا یہ امر اور ثابت ہوا کہ شیخین اسی حدیث کی روایت کرتے ہیں جو علت سے خالی ہو یا وہ حدیث جس میں علت ہو مگر ان کے نزدیک موثر نہ ہو تو درصورت بن پڑنے اعتراضوں کے جو پرکھنے والوں نے کئے ہیں ان کے اعتراض اور شیخین کی تصحیح میں مقابلہ ٹھہرے گا سو اس مقابلہ میں شیخین ہی مقدم ہوں گے پس دفع ہو گئے سب اعتراضات مجمل جواب سے۔ یہ جو کہا ہے امام سیوطیؒ نے کہ درصورت بن پڑنے ان کے اعراضوں کے مقابلہ ہوگا سو یہ اشارہ ہے طرف اس بات کی کہ اکثر اون کے اعتراض بن نہیں پڑتے اور وہ محض بدظنی اور سوئے فہمی سے ناشی ہیں اور ان سے شیخین بری ہیں۔ پھر بیان کیں سیوطیؒ نے مثالیں اس کی تفصیل وار جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے قابل ہیں پس کتنی بڑی فضیحت ہے ان لوگوں کے واسطے جو ہمارے ہم عصر ہیں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ پرکھے جانے سے شیخین کی حدیثیں واجب العمل نہیں رہیں ان کے عمل سے توقف لازم ہو گیا ہے اس بات سے ان کی صاف واضح ہے کہ ان کو فن حدیث شریف کی طرف رجوع نصیب نہیں ہوا)۔

اور بعضے وجوہات جواب احادیث منتقدہ کے بجواب طعن مخاطب کے شان میں صحیحین کے ذکر کئے جاویں گے۔ ان شاء اللہ تعالی۔

اس مقام میں یہ بات محقق ہوگئی کہ احادیث منتقدہ منجملہ احادیث بخاری و مسلم کی جو کلام میں ابن الصلاحؒ کے بلفظ سوی احرف یسیرۃ اور کلام میں حافظ ابن حجرؒ کے بلفظ الا انّ ھذا مختص بما لم ینقد مستثنی ہیں وہ حکم قطعیہ سے مستثنی ہیں نہ حکم اصحیت اور ارجحیت سے اور ثابت ہوا کہ جملہ احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بالا جماع اصح اور ارجح ہیں اوروں کی احادیث سے پس قائل ترجیح ہدایہ کا احادیث بخاری یا مسلم پر بنظر قسم کے بالا جماع مبتدع اور خارق اجماع ہوگا اور اگر ہم علی التنزل احادیث منتقدہ کو حکم اصحیت اور ارجحیت سے مستثنی سمجھیں تو بھی قایل ترجیح ہدایہ کا مطلق احادیث بخاری پر مبتدع ہے کیونکہ اطلاق اسکا مقتضی ہے کہ ہدایہ کو احادیث غیر منتقدہ مسلّمہ اجماعیہ پر بھی ترجیح ہے اور یہ امر بلانزاع اہل تسلیم وتنقید کے باطل اور خلاف اجماع ہے۔ بہرحال مبتدع ہونا اس شخص کا ہر طرح سے ثابت ہے۔

ثبوت دعوی دوم محتاج دلیل وبیان نہیں، اس لئے کہ آج تک نہ کوئی محقق نہ غیر محقق، نہ کوئی محدث نہ فقیہ، کوئی قائل نہیں کہ احادیث ضعیفہ مرجح اور مقدم ہیں احادیث اجماعیہ پر، بلکہ فی نفسہ احتجاج میں ساتھ حدیث ضعیف کے کلام ہے۔ محدثین کہتے ہیں کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف سے احتجاج درست ہے، نہ احکام حلال وحرام میں۔ چنانچہ رسالہ اصول حدیث سید جمال الدین محدثؒ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مشرح ہے اور بعضے فقہاء کہتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف کئی طرق سے مروی ہو تو تعدد طرق اسکا جبر نقصان کر دیتا ہے اور وہ حسن لغیرہ ہو کر لائق احتجاج کے احکام میں ہو جاتی ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ اگر ضعف اوس حدیث کا بسبب مستور ہونے راوی کے، یا قلیل الحفظ ہونے کے، یا تدلیس کرنے کے ہو، تو وہ حدیث ضعیف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعدد طرق سے جبر قبول کر کے ملحق بحسن ہوسکتی ہے۔ اور احتجاج ساتھ اس کے درست ہو جا تا ہے۔ اور اگر ضعف اس کا بسب اتہام راوی کے یا کذب اس کے کے یا خطا فاحش کے ہوتو وہ حدیث تعدد طرق سے کسی طرح درجہ قبول اور احتجاج کو نہیں پہنچتی۔ یہ اقوال علماء کے اصول حدیث میں مبسوط ہیں بخوف طوالت نقل عبارات مناسب نہ جانا۔ حاصل یہ ہے کہ نفس احتجاج میں ساتھ حدیث ضعیف کے یہ اختلاف ہی مقدم اور مرجح ہونا اوس کا حدیث صحیح اتفاقی سے بجز نا واقف یا مبتدع کے کس کے وہم و خیال میں آ سکتا ہے۔ پس قائل ترجیح ہدایہ کا نظر قسم دوم یعنی بنظر اون مسائل ہدایہ کے جو احادیث ضعیفہ سے مدلل ہیں احادیث بخاری یا مسلم پر بڑا بھاری مبتدع اور مخالف امت اسلامیہ کا اور فاسق بلا شبہ وتردد ہوگا۔

ثبوت دعوی سوم، یعنی مشرک ہونا اوس شخص کا جو ہدایہ کے ان مسائل کو جو دلائل عقلیہ اور رائے پر مبنی ہیں حدیث بخاری یا مسلم پر ترجیح دے بہت ظاہر ہے:

قال القسطلا نی فی الموا هب اللد نیة و رأس ا لا دب معه ﷺ كمال التسليم له و النقيادلا مره و تلقّی خبره بالقبو ل و الصدق دو ن ان يحمله بمعا ر ضة خيا لٍ با طلٍ يسميه معقولاً او يسميه شبهةً او شكاً فيقدّم عليه آراء الر جا ل و زيا دا ت اذ ها نهم فيوحّده بالتحكيم و التسليم و الانقياد و الا ذعان كما يو حّد المر سل بالعيادة الخضو ع و الذلّ و الا نا بة و التو كل فهما تو حيدان لّا نجاة للعبد من عذاب الله تعا لى الا بهما تو حيد المر سل وتو حيد متابعة الر سو ل ﷺ فلا يحاكم الرسول الى غيره و لا ير ضى بحكم غيره۔ انتهى ملخصاً من المدار ج هذا آ خر كلا م القسطلا نی۔

(ترجمہ: کہا علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں کہ سرّ ادب کا ساتھ آنحضرت ﷺ یہ ہے کہ ان کے حکم کو پورا پورا مانا جاوے، اور ان کے ارشاد کی تابعداری کی جاوے، اور ان کی حدیث کو سچا جان کر قبول کیا جاوے بدون اس کے کہ معارض ٹھہراویں اوسکو ایک خیال باطل کے جس کا نام رکھیں دلیل عقلی یا شبہ یا شک، اور مقدم کریں اس پر لوگوں کی رائے و قیاس کو، اور ان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہنوں کی تراشی ہوئی فضول باتوں کو، یعنی اس واہیات سے مجرد ہو کر آنحضرت ﷺ کی تابعداری اختیار کریں۔ پس ایک کر مانیں آنحضرت ﷺ کو حاکم جاننے اور تسلیم کرنے اور فرمان برداری اور ان پر یقین کرنے کے باب میں جیسا کہ ایک کر جانتے ہیں اس کے بھیجنے والے یعنی حق جل وعلا کو عبادت اور عاجزی اور ذلت اور رجوع اور توکل کے بجالانے میں۔ پس یہ دو توحیدیں ہیں جن کے سوائے بندے کو اللہ کے عذاب سے چھٹکارا نہیں۔ ایک توحید رسول کے بھیجنے والے کی یعنی عبادت وغیرہ میں دوسری توحید رسول مقبول کی یعنی تابعداری میں۔ پس نہ لے جاویں کوئی مقدمہ آنحضرت ﷺ فیصلہ کروانے کو طرف کسی اور کی اور نہ راضی ہوں کسی اور کے حکم سے بیچ مقدمہ ارشاد آنحضرت ﷺ کے۔ تمام ہوئی یہ بات مدارج سے مختصر ہو کر یہ ہے آخر کلام قسطلانیؒ کا)

و عن بلا ل بن مسعود انه كا ن يقو ل ثلاث لاينفع معهنّ عمل الشر ك با لله و الكفر و الرأى قتل يا ابا عمروٍ و ما الر أى قال تترك كتا ب الله و سنة نبيه و تقول بالر أى۔ رواه الهروى

(اور روایت ہے بلال بن مسعود سے وہ کہا کرتے کہ تین چیزیں جن کے ہوتے کوئی عمل کام نہیں آتا، ایک شرک کرنا دوسرا کفر تیسرا رائے۔ کسی نے پوچھا اے ابوعمرو، رائے کیا چیز ہے۔ فرمایا وہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر عقل سے بات کہو۔ روایت کی ہے یہ ہروی نے)

و قال الشيخ ا لا كبر محى الدين بن العر بى فى الفتو حا ت اذا صحّ الحد يث و عا ر ضه قو ل صا حبٍ او امامٍ فلا سبيل الى العدو ل عن الحد يث و يترك قول ذ لك ا لا ما م و الصاحب للخبر ثم قا ل و لا يجو ز ترك آ يةٍ او خبرٍ بقو ل صا حبٍ او امامٍ و من يفعل ذ لك فقد ضلّ ضلا لًا و خر ج عن دين الله (اور کہا شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں کہ جب کہ صحیح ہو کوئی حدیث اور اس کے مقابل پایا جاوے قول کسی صاحب یا امام کا تو نہیں ہے راہ طرف پھر جانے کی حدیث سے بلکہ چھوڑا جاوے گا قول اس امام اور صاحب کا اس حدیث کی خاطر۔ پھر کہا کہ نہیں جائز ترک کرنا کسی آیت کا یا کسی حدیث کا کسی صاحب یا امام کے قول سے اور جو کوئی ایسا کرے پس وہ گمراہ ہوا اور نکل گیا خدا کے دین سے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و روی الشیخ محی الدین فی الفتو حا ت بسنده الی ا لا ما م ابو حنیفه انه کا ن یقو ل ایا کم و القول فی دین الله تعا لی بالرأ ی و علیکم با تباع السنة فمن خر ج عنها ضلّ ۔ و کا ن یقول ای ابو حنیفه حرا م علی من لم یعرف د لیلی ان یفتی بکلا می و کا ن یقو ل ایا کم و آرا ء الر جا ل و د خل علیه مرّةً ر جل من اهل الکو فة و الحد یث یقرء عنده فقال الر جل دعونا عن هذه الا حا دیث فز جره ا لا ما م زجراً شد یداً و قال له لو لاالسنة مافهِم ا حد نا القر آ ن و د خل علیه شخص الکو فة بکتاب دا نیا ل فکاد ابو حنیفه یقتله و قا ل له ا کتا ب ثمّ؟ غیر القر آن و الحد یث و قیل له مرةً قد تر ک الناس العمل بالحد یث و اقبلوا علی سما عه فقا ل ر ضی الله عنه نفس سما عهم للحد یث عمل به و کا ن یقو ل لم یز ل الناس فی صلا حٍ ما دا م فیهم من یطلب الحد یث فا ذا طلبواالعلم بلا حد یثٍ فسدوا الی آ خر مانقل عنه الاما م الشعرانی فی المیزا ن الکبری و نقل الز ند ویسیّ فی رو ضة العلماء عن صاحب الهدایة انّ ابا حنیفة سئِل اذا قلتقو لًا و کتاب الله یخالفه قا ل اتر کوا قو لی بکتاب الله فقیل اذا کا ن خبر الرسو ل ﷺ یخا لفه قا ل اتر کوا قو لی بخبر الرسو ل ﷺ فقیل اذا کان قو ل الصحا بة یخالفه قال اتر کوا قولی بقو ل الصحابة ۔

(ترجمہ: اور روایت کیا ہے شیخ محی الدینؒ نے فتوحات میں ساتھ اپنی سند کے جو امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتی ہے کہ وہ یعنی امام صاحب فرمایا کرتے کہ بچو لوگو اس بات سے کہ دین میں کوئی بات عقل سے کہو اور لازم پکڑو اپنے اوپر پیروی حدیث کی کیونکہ جو کوئی اس سے نکل گیا وہ گمراہ ہو گیا اور کہا کرتے یعنی امام ابوحنیفہؒ کہ حرام ہے فتوی دینا میری کلام سے اس شخص کو جو میری دلیل نہ جانے اور کہا کرتے کہ بچو لوگوں کی رائے کی باتوں سے اور آیا ان کے پاس ایک شخص

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوفی جس وقت ان کے پاس حدیث پڑھی جاتی تھی پس کہنے لگا کہ چھوڑو ہم کو ان حدیثوں سے۔ پس امام نے اس کو سخت ڈانٹا اور کہا کہ اگر حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو نہ سمجھتا اور ایک دفعہ کوفہ میں ان کے پاس ایک شخص دانیال کی کتاب لے آیا پس امام اس کو قتل کرنے لگے اور کہا کہ کیا سوائے قرآن و حدیث کے کوئی اور بھی یہاں کتاب ہے۔ اور ایک دفعہ کسی نے ان سے کہا کہ لوگ حدیث پر عمل کرنا چھوڑ بیٹھے ہیں اور فقط حدیثوں کے سننے کی طرف متوجہ ہیں امام نے فرمایا حدیث کا سننا خود عمل ہے اور کہا کرتے کہ ہمیشہ لوگ درستی میں رہیں گے جب تک ان میں کوئی حدیث کا طالب رہے گا اور جب علم کو سوائے حدیث کے طلب کرنے لگیں گے تو خراب ہو جاویں گے، تا آخر ان اقوال تک جو امام سے میزان کبری میں شعرانی نے نقل کئے ہیں اور نقل کیا ہے امام زندویسی نے روضۃ العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ کے کہ امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ جب آپ کچھ بات کہیں اور قرآن اس سے مخالف ہو تو ہم کیا کریں فرمایا کہ میری بات کو چھوڑ دو۔ قرآن کے سامنے۔ پھر پوچھا کہ اگر حدیث اس کے خلاف ہو تو پھر کیا کریں فرمایا کہ چھوڑ دو میری بات کو حدیث کے سامنے پھر پوچھا گیا کہ اگر اقوال اصحاب اس کے مخالف ہوں، فرمایا چھوڑ دو میری بات کو سامنے اقوال اصحاب کے)۔

ایسا ہی مذمت اور امتناع اس عمل بالرائے کا معارض نص کے صدہا علماء صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین سے مروی ہے اور کتب سلف وخلف میں جیسے میزان و منہج اور لوائح انوار قدسیہ اور یواقیت اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور قسطلانی شرح بخاری اور نووی شرح مسلم اور طیبی شرح مشکوۃ اور دراسات اللبیب میں موجود بخوف اطناب کے نقل کرنا سب عبارات کا ملتوی رکھا اور اصل اس باب میں یہ آیت کریمہ ہے اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ اور ایک حدیث ترمذی کی اس پر شاہد ہے جو بضمن عبارت تفسیر نیشاپوری، عدی بن حاتمؓ سے منقول ہے:

قال فی التفسیر النیشاپوری اختلفوا فی معنی اتخاذھم ایاھم ارباباً بعد الاتفاق علی انہ لیس المراد انہ جعلوھم الھۃ فقال اکثر المفسرین المراد انھم اطاعوھم فی اوامرھم و نواھیھم ونقِل عن عدی بن حاتمٍ انہ کان نصرانیاً فانتھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی النبی ﷺ وھویقرء سورۃ برا ئۃ فلما و صل الی ھذہ الآیۃ قا ل عدیّ انّالسنا نعبد ھم فقا ل الیس تحرّمو ن ما ا حلّ اللہ و تحلّو ن ما حر م اللہ فقلت بلی فقال تلك عبا دتھم ۔ قال الربیع قلت لا بی العا لیۃ کیف کا نت الر بو بیۃ فی بنی اسرائیل فقال انھم ر بما وجدوا فی کتا ب اللہ ما یخا لف قو ل ا لا حبار و الر ھبا ن فکا نوا یأخذو ن باقوا لھم وما کا نوا یقبلو ن حکم اللہ تعا لی قا ل العلما ء و انما لم یلز م تکفیر الفاسق بطاعۃ الشیطا ن خلاف ما علیہ الخوا ر ج لانّ الفاسق و ان کا ن یقبل دعوۃ الشیطا ن الّا انہ یلعنہ و یستخِفّ بہ بخلاف او لئك الا تباع المعظمین قا ل ا لا ما م فخر الدین الرازی قد شا ھد ت جماعۃً من مقلدۃ الفقھاء قرأت علیھم آ یاتٍ کثیرۃٍ من کتا ب اللہ فی مسا ئل کا نت تلك الآیات مخا لفۃ لمذ ھبھم فیھا فلم یقبلوا تلك ا لآ یا ت و لم یلتفتوا الیھا و کا نوا ینظرو ن الیّ کا لمتعجّب یعنی کیف یمکن العمل بظوا ھرتلك ا لآ یا ت مع ان الروا یۃ عن سلفنا وردت بخلافھا و لو تا ملت حق التا مل و جد ت ھذہ الداء سار یاً فی عِرقِ ا لا کثرین انتھی ما فی النیشا پوری ۔

(ترجمہ: کہا تفسیر نیشاپوری میں کہ اختلاف کیا ہے اہل تفسیر نے معنی میں ٹھہرا لینے یہود و نصاری کے اپنے مولو یوں اور در ویشوں کو معبود بعد اتفاق کے اس با ت پر کہ وہ حقیقت میں ان درویشوں کی پرستش تو نہیں کیا کر تے تھے پھر کیا مراد ہے اس معبود ٹھہرانے سے ۔ پس کہا اکثر مفسروں نے کہ مراد یہ ہے کہ وہ تابعداری کرتے درویشوں کی امر و نہی میں چنانچہ روایت عدی بن حاتمؓ سے کہ وہ نصرانی تھے ۔ پس پہنچے پاس آنحضرت ﷺ کے جس حالت میں کہ آپ ﷺ سورہ برأۃ پڑھ رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے تو عدی بن حاتم بولے کہ ہم عبادت تو نہیں کرتے اپنے مولویوں اور درویشوں کی، یعنی پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالی ہماری طرف اس بات کو منسوب کرتا ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تم حرام نہیں سمجھتے اس چیز کو جو اللہ نے حلال کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی ہے اور حلال نہیں جانتے اس چیز کو جو اللہ نے حرام کر دی ہے عرض کیا کہ یہ بات تو بے شک ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ یہی عبادت ہے ان مولویوں اور درویشوں کی یعنی جسے اللہ تعالی تمہارے نام لگاتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل میں خدا بنا لینا کیونکر مروج تھا انہوں نے کہا کہ وہ جو کبھی اللہ کی کتاب میں کوئی بات مخالف قول اپنے دانشمندوں کے اور درویشوں کے پاتے تو انہیں کا قول مانتے اللہ کی کتاب کا حکم نہ قبول کرتے ۔علماء نے کہا ہے کہ اگر مخالف حکم خدا کے کسی کا کہنا ماننا اس کا معبود ٹھہرا لینا ہے تو پھر فاسق کو باوجود یکہ وہ برخلاف حکم خدا کے شیطان کی تابعداری کرتا ہے کیوں نہیں کافر کہتے جیسا کہ خارجی لوگ فاسق کو کافر کہتے ہیں برخلاف اس کے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ فاسق اگرچہ موافق کہنے شیطان کے عمل کرتا ہے لیکن اسکو حاکم نہیں جانتا اس واسطے اس کو لعنت کرتا ہے اور ذلیل جانتا ہے یعنی غفلت سے موافق مرضی شیطان کی اس سے عمل بد ہوتے ہیں نہ یہ کہ یہ اس کو اپنا حاکم معظم جان کر اس کی اطاعت کرتا ہے اور یہ عذر ان لوگوں کے حق میں کارگر نہیں جو اپنے مولویوں اور درویشوں کی عظمت اور صدق سے خلاف حکم خدا کی تابعداری کرتے ہیں کہا امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کہ میں نے دیکھا کئی ایک مقلد فقیہوں کو پڑھیں میں نے ان پر آیتیں قرآن کی در باب کئی مسائل کے جو مخالف تھیں وہ آیتیں ان مسائل میں ان کے مذہب سے پس نہ مانی انہوں نے وہ آیتیں اور رخ نہ کیا ان کی طرف اور حیران سے ہو کر میری طرف دیکھنے لگے کہ کیونکر عمل ہو سکے ان آیات پر جس حالت میں کہ ہمارے بزرگوں سے ان کیخلاف روایتیں آچکی ہیں اور اگر تو اے مخاطب تامل کرے ٹھیک ٹھیک تو پاوے تو اس مرض کو گھسا ہوا بہتیروں کی رگوں۔ تمام ہوئی وہ عبارت جو نیشاپوری میں ہے)

اور ایسا ہی تفسیر کیا ہے اس آیت کو تفسیر کبیر اور تفسیر مظہری اور تفسیر عزیزی اور حجۃ اللہ البالغہ اور عقد الجید میں۔ پس ثابت ہوا کہ ترجیح دینے والا ہدایہ کا بنظر ان مسائل کے جن کا کوئی اصل شرعی نہیں اور مجرد رائے اور عقلی دلیلوں سے ثابت ہیں احادیث بخاری یا مسلم پر شرک ہے۔ اور مخالف اجماع تمام آئمہ دین کا۔ تمام ہوا جواب مخالف کے اس قول کا جس میں زید کو بدعتی کہنے پر پیچ و تاب کھاتا تھا ان دیکھا زید کس درجہ کو پہنچا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ الثالث :

اول انکہ صاحب ہدایہ بتقلید ابوحنیفہ جس مسئلہ کو قبول کیا ہو بخاری سے رد کر یں تو گویا رد کرنا ابوحنیفہ کا ہوتا ہے یہ مردود نامحمود چونکہ مجتہد مستقل و امام مکمل کے قول اجتہادیہ کو رد کریں بخاری ہو خواہ غیر چنانچہ عبدالحق محدث شرح سفر السعادت میں لکھا ہے کہ اعتماد بر تصحیح وتنقید آئمہ مجتہدین است واکا بر سلف چون ایشان حدیثے را تلقی بقبول کردہ وعمل بدان نمودہ انکار واعتراض بر ایشان بتقلید محدثین کہ مشہور اند جایز نباشد والتزام ایشان بحکم ایں جماعۃ تحکم الخ ۔ وکذا قال شاہ ولی اللہ وطعن نظر ازیں اگر چہ حدیثی معمول بہ امام اعظم باشد ودر صحاح وغیرہ آنرا بضعف منسوب کردہ باشند تضعیف ایشان نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الخ ۔ الغرض بہر حال مقدم را فضیلتے است کہ نمیرسد متاخر بگوید درحق وی عبارت ہذا بر سالہ دلائل قوی ترک قراء للمقتدی انتہی قول المخاطب

جوابہ : اقول عا ئذاً باللہ من الکاذبین السا رقین المحر فین الکلم عن مواضعہ غیر خا ئفین عن یو م الدین ۔ اس کلام میں مخاطب نے عجب دھوکہ اور سرقہ اور کذب اور خیانت کی ہے کمال توجہ سے بقصد انصاف اگر کوئی اسکا جواب سنے تو اسی سے بے انصاف اور متعصب ہونا مخاطب کا اس پر واضح ہو جائے گا بیان دھوکہ اور سرقہ کا یہ ہے کہ مخاطب نے دعوی یہ کیا کہ رد کرنا قول اجتہادی ابوحنیفہؒ کا بخاریؒ سے مردود اور نامحمود ، اور دلیل میں وہ عبارتیں لایا جن میں ترجیح مسائل اجتہادیہ ابوحنیفہؒ کا حدیث بخاری پر ذکر بھی نہیں ۔ اس نے چالاکی اور دھوکہ سے ماقبل اور مابعد ان عبارتوں کا سرقہ کر کے اپنے دعوی کی دلیلیں کر دکھائی ہیں سو پہلے رد اسکے دعوی کا کرتا ہوں پھر اس کی دلیل کا بے ربط ہونا اور اس کے دعوی سے اجنبی ہونا اور بعض عبارات کا مسروق ہونا بیان کیا جاوے گا ۔

رد دعوی ، یہ کہ رد کرنا قول اجتہادی ابوحنیفہؒ کا بلکہ ان کے استاذ حمادؒ اور استاذ الاستاذ ابراہیمؒ کا بلکہ باقی آئمہ اجتہاد کا جو حدیث کے مخالف ہو حدیث نبوی سے جو بخاری میں مروی ہو یا کسی اور کتاب حدیث میں صحت کو پہنچی ہو واجب وفرض ہے اور مخالف اس کا مردود اور مخالف ہے اجماع کا اور مصداق ہے من شذ شذ فی النار کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ثبوت اس امر کا بضمن اثبات دعوی ثالث رد قول ثانی میں مخاطب کے گزرا پس ایسے امر اجماعی اتفاقی کو مردود و نامحمود کہنا خود مردود ہونا ہے۔

بیان بے ربط ہونے دلیل مخاطب کا اور اظہار اسکے سرقہ اور دھوکہ دہی کا، یہ ہے کہ دعوی اس کا یہ تھا کہ ابوحنیفہؒ کے قول فرعی اجتہادی کو بخاریؒ سے رد کرنا مردود ہے سو یہ دعوی عبارات شرح عبدالحق اور رسالہ دلیل قوی سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ان میں رد نہ کرنے قول فرعی اجتہادی ابوحنیفہؒ کا ذکر نہیں بلکہ رد نہ کرنے تصحیح ابوحنیفہؒ کا بعض احادیث کو ذکر ہی بایں طور کہ جس حدیث کو امام ابوحنیفہ صحیح کہہ دیں اور قبول کر لیں اس حدیث کو بتقلید محدثین مشہور کے رد نہ کرنا چاہیے اور ضعیف نہ کہنا چاہیے۔ عبارت رسالہ دلیل قوی تو اس مطلب پر صریح ناطق ہے لیکن عبارت شرح عبدالحق کی کچھ تفصیل چاہتی ہے جس کو مخاطب نے بطور سرقہ چھوڑ دیا ہے سو کچھ بیان اسکا ہم کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ شیخ نے شرح سفر میں ایک تنبیہ منعقد کر کے ابن الہمام سے نقل کیا ہے کہ محدثین جو بخاری و مسلم کو اور مصنفات کتب حدیث پر ترجیح دیتے ہیں یہ تحکم بلا دلیل ہے اور یہ بات مقلد کے واسطے لائق تسلیم ہے نہ مجتہد کے واسطے بلکہ مجتہد کو پہنچتا ہے کہ صحت و سقم حدیث کا اپنے اجتہاد سے دریافت کریں پس ہو سکے گا کہ بعض حدیثیں مجتہد کے نزدیک بخاری و مسلم کے برابر ہوں یا بڑھ جائیں۔ یہ مختصر ترجمہ کلام ابن الہمام کا نقل کیا گیا ہے و حاصل این سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح و تنقید مجتہدین و اکابر سلف تا آخر اس عبارت تک جو مخاطب نے نقل کی ہے پس بنظر انصاف دیکھو کہ ان عبارتوں میں ترجیح مسئلہ فرعیہ اجتہادیہ ابوحنیفہؒ کی حدیث بخاری پر کہاں فرمائی ہے۔ ان میں تو اتنا ہی ذکر ہے کہ جس حدیث کو امام مجتہد ابوحنیفہؒ وغیرہ صحیح کہہ دیں ان کو بتقلید محدثین ضعیف نہ کہنا چاہیے۔ سو ظاہر ہے کہ ان کی حدیث صحیح کو رد نہ کرنے سے رد نہ کرنا ان کے قول اجتہادی فرعی کا جو مخالف ہو صریح احادیث صحیحہ کے کہاں لازم آتا ہے۔ باقی رہا کلام اس میں کہ بقطع نظر بے ربط ہونے اور اجنبی ہونے ان عبارات کے مدعائے مخاطب سے یہ عبارات فی نفسہا بھی صحیح ہیں یا نہیں۔ سو اس کو بھی سننا چاہیے کہ کلام ابن الہمامؒ اور اس کے مقلد عبدالحق کا مخالف ہے اجماع امت کے کیونکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ تدوین کتب صحاح سے ۸۰۸ھ تک علماء کا اس پر اتفاق رہا کہ بخاری و مسلم کی حدیث مقدم وارجح ہے حدیث غیر ان کے سے چنانچہ اجماع امت کا بضمن ثبوت دعوی اول کے رد میں قول ثانی مخاطب کے بیسیوں علماء سے نقل کیا گیا جب ابن الہمام ؒ ۸۰۸ھ میں پیدا ہوا اور اسکو ترمیم مذہب حنفی کی مدنظر ہوئی تو سب کتابوں میں سے حنفیہ کی لائق توجہ اور ترمیم کے کتاب ہدایہ پائی کیونکہ لوگوں میں بڑی معتبر مشہور تھی اور حقیقت میں ضعیف مسائل اور واہیا تضعیفہ حدیثوں سے پر تھی اور صحیح حدیثوں بخاری و مسلم کی مخالف تھی پس اس کو کوئی سبیل نظر نہ آئی جس سے اس کی ترمیم ہو اور اس کی حدیثیں جو شیخین کے سوائے اوروں کی روایتیں ہیں قوی ہوں اور بخاری و مسلم کی برابر ہوں لہذا اس نے یہ تدبیر نکالی کہ اس قاعدہ اجماعی کو کہ احادیث بخاری و مسلم احادیث غیر سے ارجح اور اصح ہیں توڑنا چاہیے تاکہ احادیث ہدایہ پر بخاری و مسلم کو ترجیح نہ رہے اور یہ وہ برابر ہو جاویں چنانچہ عبدالحق ناقل کلام ابن الہمام اور مقلد اس کا صاف اس بات کا اقراری ہے اور یہ اقرار اسکا بعد اس عبارت کے جو مخاطب نے نقل کی ہے موجود ہے مخاطب اسکو مضر مطلب سمجھ کر سرقہ کر گیا ہے وہ یہ ہے جو بعد نقل کرنے کلام سابق ابن الہمام کے بضمن تنبیہ بولا ہے

> وحاصل ایں سخن آنست کہ اعتماد بر تصحیح وتنقید آئمہ مجتہدین واکابر سلف ست و چون ایشان حدیثے را تلقی بقبول کردہ وعمل بدان نمودہ اند انکار واعتراض بر ایشان بتقلید علمائے محدثین کہ مشہور اند جایز نباشد والزام ایشاں بحکم ایں جماعہ تحکم ومکابرہ ست وایں کلام در مقام معارضہ ومصادمہ فقہاء ست با محدثین قرار دادہ محدثین ہماں است کہ اولاً مذکور شد ولیکن فقہاء را دراں مجال مقال وسیع است باین وجہ کہ مذکور شد وایں سخن نافع ومفید است درغرض از شرح ایں کتاب کہ اثبات وتائید مذہب آئمہ مجتہدین خصوصاً مذہب حنفی است وغرض شیخ ابن الہمام نیز ہمین ست و اللہ اعلم و ھو الملھم للصواب انتھی کلام عبد الحق

دیکھو یہ کیسا صریح اقرار ہے ان کا اس بات پر کہ قرار دادتمام محدثین کا تو یہی تھا کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں صحیح تر اور راجح ہیں احادیث غیر سے لیکن شیخ ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الہمامؒ نے واسطے تائید مذہب حنفی کے اس کا خلاف کیا ہے۔

و قا ل الشیخ العلا مة الحبر الفها مة فی الدرا سات یر ید یعنی ابن الهمام بهذاالکلا م ا لا نقدا ح فیما تما لأت علیه کلمة المحدثین سلفاً و خلفاً المتقد مین و المتا خر ین الا الشیخ المذ کور و من تبعه من تلا مذته و بعض الحنفیة المتا خر ین من التر تین بین صحاح ا لا حا دیث و انها سبعة اقسامٍ اعلاها ما اتفق البخا ری و مسلم ثم ما انفرد به البخا ری ثم ما انفرد به مسلم الی ان قالو غر ضه من ذ لك کما قا ل الشیخ الدهلوی فی مقد مة شر ح سفر السعا دة بعد ما مشا ء مشا ه و ر ضی بما ارتضا ه تا ئید مصا د مة الفقهاء الحنفیة بالمحدثین و معار ضتهم ایا هم قا ل الشیخ الد هلوی ومجا ل مقال الفقهاء فیما قرره المحد ثو ن وا سع و قال ای عبد الحق مشیراً الیکلا م بن الهمام السا بق و هذا نافع مفید فی غر ضنا من شر ح هذا الکتا ب یعنی السفر و هو تائید المذ هب الحنفی و هذا صر یح فی اقرار هم بانّ تا ئید مذ هب الحنفیة انما یتاتّی بصیرورةِ الصحیحین لغیر ها من الصحا ح بابطال الخصو صیة منهما صحةً و ثقةً و ان محاولة الا نقداح المذ کور فی التر تیب المتقدم انما لکو ن هذا المذ هب فی الاغلب علی خلاف ما فی الصحیحین هذا ماحا ولوا و ارادوا لکن الله سبحا نه وتعا لی ما شا ء کا ن و ما یشأ لم یکن۔

(ترجمہ: اور کہا شیخ علامہ دانشمند بڑے فہمیدہ نے درا سات میں کہ ارا دہ کرتا ہے ابن الہما م ساتھ اس کلام کے توڑ نے اور خلل ڈالنے کا اس با ت میں جس پر متفق ہیں تمام محدث اگلے پچھلے بجز شیخ ابن الہما مؒ اور اس کے بعض شا گردوں کے اور بعض متا خرین حنفیہ کے وہ کیا بات ہے ترتیب صحیح حد یثوں کی اور یہ کہ وہ سات قسم ہیں۔ سب سے بلند درجہ وہ ہے جس پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہو اس سے اتر کر وی جو اکیلے بخاریؒ کی روایت ہو اس سے اتر کر وہ جو اکیلے مسلم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روایت ہو یہاں تک کہ کہا صاحب درا ساتؒ نے غرض ابن الہمام کے اس خلل ڈالنے سے تائید ہے مقابلہ فقہاء کی ساتھ محدثین کے چنانچہ شیخ عبدالحق دہلویؒ نے اس غرض کو اس کی بیان کیا ہے اور اس کی مرضی پر راضی ہو کر اور اس کی چال اختیار کر کے کہا ہے کہ مجال گفتگو فقہاء کی اس امر قرار داد محدثین میں فراخ ہے اور عبدالحق نے ابن الہمام کے اس کلام کی طرف اشارہ کر کے کہا ہے یہ بات نفع دینے اور مفید ہے ہمارے مطلب کو جو شرح کرنے سے اس کتاب سفر السعادۃ کی مقصود ہے وہ کیا ہے تائید مذہب حنفی کی سو دیکھ لو کہ یہ صاف اقرار ہے اس کا اس بات میں تائید حنفی مذہب کی تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ صحیحین اور دوسری کتابیں برابر ہو جاویں اور صحیحین کی خصوصیت صحت اور وثوق کی باطل ہو جاوے اور نیز اقرار ہے ان کا اسباب میں کہ انہوں نے اس ترتیب کتب صحاح کو اسی واسطے توڑنا چاہے ہے کہ مذہب ان کا غالبًا خلاف احادیث صحیحین کے تھا یعنی اسلئے انہوں نے صحیحین کی خصوصیت کو اڑا کر سب کی برابری کا دعوی کیا ہے، انہوں نے یہ تو چاہا لیکن اللہ نے جو چاہا سو ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا)

یعنی صحیحین کا بلند درجہ ہونا چاہا تھا سو ہو گیا اور ان کی دل کی دل ہی میں رہ گئی اور صاحب تنبیہ الوسنان بھی اس حمایت کی طرف مشیر ہیں چنانچہ سابقاً ان سے منقول ہو چکا ہے کہ

ا لا مام حجة الحنفية مو لا نا المحقق كمال الدين ابن الهما م عليه التحية و الاكرا م فا نه شكر الله مسا يعه قدبا لغ فى حما ية مذ هب ا لا ما م اعظم ابى حنيفه الكو فى بتا ئيده با لا حاديث الثا بتة فى الصحاح و السنن و المسا نيد و المعا جم و لم يتيسّر له عند تخر يج ا حا ديث الهدا ية فى اكثر الموا ضع الظفر بلفظ الحد يث الذى ذ كره صا حب الهدا ية و لم يظفر فى بعضٍ بشىء منه ا صلاً (ترجمہ: حنفیوں کے دستاویز امام ابن ہمام آپ پر تحیت اور اکرام ان کی سعی کو اللہ مشکور کرے کہ انہوں نے بڑی ہی کوشش کی ہے حمایت کرنے میں مذہب امام اعظمؒ ابوحنیفہ کوفی کی ساتھ مدد کرنے اس کی ان احادیث سے جو ثابت ہیں صحاح اور سنن اور مسانید اور معاجم میں اور نہیں میسر ہوئی ان کو وقت بیان کرنے سندوں احادیث ہدایہ کے بہت جگہ اطلاع ان الفاظ حدیث پر جو ہدایہ میں مزکور ہیں اور بعضے جگہ ان کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث ہدایہ کا کچھ بھی پتہ نہیں ملا)۔

پس جواب اس کا یہاں اسی قدر ہے کہ یہ کلام باقرار خود حنفیہ کی محض حمایت اور تائید کے واسطے خلاف اجماع اور قرار دادسلف صالحین کے ۸۰۸ھ تک ایک حیلہ سازی کی راہ سے صادر ہوئی ہے لہذا مردود و نامحمود ہے اور اگر رد تفصیلی اس کا مطلوب ہو تو کتاب دراسات اللبیب میں دیکھنا چاہیے اس میں ابن الہمام کے کلام اور اس کے شاگرد ابن امیر حاج کے کلام کو لفظ بلفظ نقل کر کے اچھے دلائل سے ان کی بیخ کنی کی ہے اور آٹھ دلیلوں کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ حدیث بخاری مسلم کے برابر کسی کی حدیث نہیں ہوسکتی اور قول ابن الہمام کا پوچ اور باطل ہے جب کلام ابن الہمام اور عبدالحق کی یہ خاک اڑائی تو عبارت دلیل قوی جو بے چارہ احمد علی سہارپوری کی تصنیف ہے جو آج کے خام مقلدوں سے ہے اور جناب مولانا سند المحدثین مفتی و مجیب (یعنی سید نذیر حسین محدث دہلوی۔ بہاء) کے شاگردوں سے بھی نسبت نہیں رکھتا کیا اصل رکھتی ہیں کہ لائق جواب اور مستحق خطاب ہو اور یہ کلام اس کی اصل رسالہ میں بہر حال مقدم را فضیلتے ست کہ نمیرسد متاخر را کہ بگوید درحق وے کہ صحیح وقوی را میگزارد وضعیف را از خذ میکند۔ الخ کمال دلیل ہے اس کی نادانی پر یہ نہ سمجھا کہ تقدم زمانی سے فضیلت علمی اور بصیرت نظر حاصل نہیں ہوتی بہتیرے جاہل زمانہ متقدم میں ہوتے ہیں اور پھر وہ عالم متاخر سے افضل نہیں گنے جاتے اور بہتیرے علماء تابعین سے غیر ثقہ اور بے تحقیق ہیں کہ وہ محدثین سے افضل اور زیادہ ناقد نہیں شمار کئے جاتے اور یہ بات محدث پر مخفی نہیں۔ علاوہ یہ کہ حاصل کلام احمد علی کا وہی ہے جو مفاد کلام ابن الہمام اور عبدالحق کا ہے سو جو اس کا جواب گزرا سو اس کا سمجھا جاوے۔

بیان کذب وخیانت مخاطب، آپ نے شرح عبدالحق کی عبارت نقل کر کے پیچھے اس کے کہا ہے کذا قال شاہ ولی اللہ پس مطلب اس کا یہ ٹھہرا کہ شاہ ولی اللہ نے بھی کہا ہے کہ محدثین کی تقلید سے مجتہدین کی تصحیح وتنقید پر طعن نہ چاہیے اور یہ بات سراسر کذب ہے نعوذ باللہ من الکاذبین جناب شاہ ولی اللہؒ نے کسی کتاب میں یہ بات نہیں لکھی اگر حضرت مخاطب شیخ الکاذبین کو کچھ غیرت وتاشرم ہو تو شاہ ولی اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی اس کتاب کا نام لکھے جس میں یہ بات لکھی ہے اور عبارت اس کی نقل کرے ۔ اور جو بعد ختم باقی عبارت کے رسالہ دلیل قوی کا حوالہ دیا ہے اس سے یہ کذب اور خیانت اس کی اٹھ نہیں سکتی بلکہ اور بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ رسالہ دلیل لقوی میں وہ عبارت اس طرح نہیں جس طرح مخاطب نے نقل کی ہے اور اس میں کذا قال شاہ ولی اللہ بعد عبارت عجالہ نافعہ مولانا شاہ عبد العزیز کے جو اور ہی مطلب رکھتی ہے منضم ہے اور عبارت عبد الحق کا اس میں اس مقام میں نام ونشان بھی نہیں۔ تمام عبارت اس رسالہ دلیل قوی کی یہ ہے:

وکتب دیگر ہم سوائے صحاح ستہ معتبر اند و دران بسیارے از احادیث صحیحہ واجب العمل ہستند وبعضی از ایشان در صحاح ستہ نیست مولانا عبد العزیز صاحب در عجالہ نافعہ فرمودہ اند کہ موطا گویا ام احیحین ست وضبط رجال این کتاب مجمع علیہ است وصحیح بخاری ہر چند در بسط وکثرت احادیث دہ چند موطا باشد لیکن طریق روایت احادیث وتمیز رجال وراہ اعتبار واستنباط از موطا آموختہ اند انتہی ملخصاً وکذا قال شاہ ولی اللہ وسوائے ازیں مستدرک حاکم کہ آنچہ از بخاری ومسلم احادیث صحیحہ ماندہ دریں کتاب آوردہ بعضے بر شرط صحیحین وبعضے بر غیر شرط ایشان وصحیح ابن خزیمہ وصحیح ابن حبان وغیرھا وقطع نظر ازیں اگر حدیثے معمول امام اعظم باشد ودر صحاح وغیرہ آنرا بضعف منسوب کردہ باشند تضعیف ایشان بہ نسبت امام اعظم قابل حجت نیست الی آخر ما نقلہ المخاطب بسرقۃ آخر کلا مہ الذی اورد ناہ سابقاً۔

تو دیکھو اس میں عبارت شیخ عبد الحق کی کہا مذکور ہے اور اشارہ کذا قال شاہ ولی اللہ کا اس کی طرف کہاں متصور ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ مخاطب کا عبد الحق کی عبارت کے بعد کذا قال شاہ ولی اللہ کہنا اور شاہ ولی اللہ کو اپنا اور عبد الحق کا ہم مذہب ٹھہرانا سراسر کذب وخیانت ہے ۔ اب ناظرین اس تحریر سے امید ہے کہ اسی خیانت اور کذب کو کافی دلیل اوپر بے دیانتی اور تعصب اور بے انصافی مخاطب تبرّائی کی تصور فرماویں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہانت حدیث کفر ہے

قو لہ الرا بع :
اگر چہ کہ صحیح بخاری بھی حملہ آ ور اور اصح الا صح کی ہے لیکن گر بہ شیر ست در گرفتن موش۔

جوا بہ: اقول عا ئذاً با للہ من الکفر و الا رتداد ۔ یہ کلمہ مخا طب کا صریح کفر ہے اور مو جب اہا نت حد یث رسول اللہ ﷺ کا کیونکہ اس میں ا حا دیث بخاری کو بلی سے تشبیہ دی ہے اور کتب حد یث کو جن سے بخاری ا صح ہے چو ہے سے تشبیہ دی ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بخاری اگر چہ مسلم و غیرہ چو ہے کے ما نندوں کے سا منے بلی کی طرح شیر ہے لیکن ہدا یہ کے سا منے جو شیر کے ما نند پھر بھی بلی ہی ہے ۔سو دیکھو کہ اس میں کیسی صاف کھلی کھلی اہا نت صحیح بخاری کی بلکہ تمام کتب ا حا دیث کی پائی جاتی ہے اور اہا نت حد یث اور رد کرنا استخفاف اور استحقار سے بلا ا ختلاف کفر ہے شرح فقہ ا کبر ملا علی قا ری اور میزان شعرانی اور کتب فقہ حنفیہ میں یہ مسائل بکما ل تشدید ثا بت ہین چنا نچہ عبا رت شرح فقہ ا کبر کی ابتدا میں جواب قو ل دوم مخا طب کے گزر چکی یہ تو صریح اہا نت ہے حد یث کی علمائے حنفیہ نے اشارآ با لسبا بہ کے مسئلہ میں کہا تھا حرام ہے اشارہ سبا بہ سے جیسے اہل حد یث کر تے ہیں جس پر ملا علی قاری حنفی نے کہا اس لفظ میں کہ جیسے اہل حد یث کر تے ہیں اہا نت محد ثین کی پا ئی جاتی ہے اور یہی کا فی ہے واسطے تکفیر کیدا نی کے

حیث قا ل فی تز ئین العبارۃ لتحسین ا لا شا رہ و قد ا غر ب الکیدانی حیث قال و العا شر من المحر ما ت ا لا شا رۃ بالسبابۃ کا ھل الحد یث ای مثل اشارۃ جماعۃٍ یجمعھم العلم بحد یث الرسو ل علیہ السلا م و ھذا منہ خطاء عظیم و جر م جسین منشا ئہ الجھل عن قواعد ا لا صول و مرا تب الفرو ع من المنقو ل و لو لا حسن الظن و تا ویل کلامہ بسببہ لکا ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفرہ صر یحاً و ارتدا دہ صحیحاً فھل لمومن ان یحر م ما ثبت فعلہ ﷺ ما کا د ان یکو ن نقلہ متواتراً و یمنع ما علیہ عامۃ العلماء کابراً عن کا برٍ و الحا ل انّ ا لا ما م ا لا عظم و الھما م الاقدم قا ل لا یحلّ لا حدٍ ان یاخذ بقو لنا ما لم یعرف مأخذہ من الکتا ب و السنۃ و اجماع ا لامۃ و القیاس الجلیّ فی المسئلۃ و قا ل الشا فعیّ اذا صحّ الحد یث علی خلاف قو لی فاضر بوا قو لی علی الحا ئط و اعملوا با لحد یث الظا ھر الی ان قال مع انہ یکفی فی مو جب تکفیر الکیدا نی اھانۃ المحدثین الذین ھم عمدۃ آ ئمۃ الدین المفھو م من قو لہ کا ھل الحد یث المفضیۃِ الی قلّۃ ا لا دب المفضیٔ بسو ء الخا تمۃ لانّ من المعلو م انّ اھل القر آ ن اھل اللہ و اھل الحدیث اھل رسول اللہ و انشد فی ھذا المعنی

اھل الحدیث ھم اھل النبی و ان
لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

ھذا آ خر کلا م علی القا ری

قلت و لبعضھم ماینا سب ما انشدہ

دین النبی محمدٍ مختار
نِعم المطیّۃ للفتی الآ ثار
لا تر غبنّ عن الحدیث و اھلہ
فالرأی لیل و الحدیث نھار

و قد سلف عن مو لا نا ا لا جل شا ہ ولی اللہ ان من یھو ن امر الصحیحین فھو مبتدع متبع غیر سبیل المو منین انتھی و قد قا ل اللہ تعا لی من یشا قق الرسو ل من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المو منین نو لہ ما تو لی و نصلہ جھنم و ساء ت مصیراً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: جہاں پر کہ کہا ملا علی قاریؒ نے تزئین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں کہ بے شک انوکھی بات کہی ہے کیدانی نے جہاں پر کہ کہا ہے کہ دسواں حرام فعل نماز میں اشارہ کرنا ہے ساتھ انگلی شہادت کے مثل اہل حدیث کے یعنی مثل اشارہ کرنے جماعت علمائے حدیث رسول اللہ ﷺ کے اور یہ بات کیدانی کی بھاری خطا اور بڑا جرم ہے سبب اس کا جاہل ہونا ہے کیدانی کا اصول کے قاعدوں سے اور روایات فرعیہ کے مراتب سے اور اگر حسن ظن نہ ہوتا اور بمقتضائے حسن ظن کے اس کے کلام میں تاویل نہ کی جاتی تو اس کیدانی کا کفر صاف صاف اور مرتد ہونا ٹھیک ٹھیک ثابت ہو چکا تھا۔ بھلا کسی مومن کو پہنچ سکتا ہے کہ حرام کہے فعل رسول اللہ ﷺ یعنی اشارہ کو جس کی نقل قریب ہے کہ متواتر ہو جاوے اور منع کرے اس فعل سے جس پر تمام علماء بڑوں سے بڑوں کا اتفاق چلا آتا ہے حالانکہ امام بزرگ اور سردار مقدم یعنی ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ حلال نہیں کسی کو کہ میرے قول کو قبول کرلے جب تک نہ جان لے اس کی اصل قرآن یا حدیث یا اجماع یا روشن قیاس سے، اور کہا امام شافعیؒ نے جب کہ صحیح ہو حدیث برخلاف قول میرے کے تو دے مارو میرے قول کو دیوار پر اور عمل کرو حدیث ظاہر پر۔ یہاں تک کہ کہا ملا علی قاریؒ نے باوجود اس وجہ کافت کہنے کیدانی کی کافی ہے وجہ کافر کہنے اس کیے کی یہ کہ اس نے محدثین کی جو عمدہ اماما ن دین میں سے ہیں اہانت کی ہے چنانچہ وہ اہانت اس کی اس لفظ سے کہ مثل اہل الحدیث کی طرف اشارہ نہ کرنا چاہیے سمجھی جاتی ہے جس سے اس کا کم ادب ہونا جو برائی خاتمہ کی طرف لے جاتا ہے نکلتا ہے یہ اس لئے کہ یقینی بات ہے کہ اہل حدیث اہل رسول اللہ ﷺ کے ہیں چنانچہ اس باب میں کسی نے شعر کہا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اہل حدیث آنحضرت ﷺ کے اصحاب ہیں کیونکہ اگرچہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی ذات شریف کی صحبت نہیں پائی لیکن آپ کے انفاس قدسی یعنی کلمات پاک کے تو ہم صحبت ہیں۔ یہ ہے آخر کلام علی قاری کا۔

میں کہتا ہوں کہ اسی شعر کے مناسب ہے جو اور کسی نے یہ مضمون شعر میں ادا کیا ہے کہ دین آنحضرت ﷺ کا پسندیدہ ہے اور واسطے آدمی کے آثار مرویہ خوب سواری ہے، یعنی منزل مقصود کا وسیلہ ہے مت پھیر تو منہ اپنا حدیث اور حدیث والوں سے کیونکہ رائے اور عقل اندھیری رات ہے اور حدیث روشن دن ہے۔

اور اس سے پہلے شاہ ولی اللہؒ سے منقول ہو چکا ہے کہ جو کوئی صحیحین کی شان کو ہلکا جانے وہ بدعتی ہے مومنون کی راہ سے الگ راہ لینے والا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو کوئی مخالفت کرے رسول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷻ بعد اس کے کہ اس کو راستہ معلوم ہو چکا اور پیچھے لگے اس راہ کے جو مومنوں کی راہ نہیں پھیریں گے ہم اس کو جدھر پھرتا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ کیا بری پھرنے کی جگہ ہے)۔

اب حضرت مخاطب کی جناب میں بنظر الدین النصیحة کے حسبۃً للہ التماس ہے کہ اس کلمہ توہین حدیث سے توبہ کریں اور گفتگوئے نفسانی میں ایمان سے نہ ہاتھ دھو بیٹھیں و ما علینا الا البلاغ

صاحب ہدایہ مجتہد نہ تھا

قو له الخا مس :

دوم آنکہ صاحب ہدایہ خود مجتہد مطلق شرعاً قول مجتہد باجتہاد غیر رد نہیں ہوتا اجماعاً چنانچہ صفحہ ۳۷ فی الاشباہ القاعدة اولی الاجتہاد لاینقض بالاجتہاد..الخ

جوابہ: اقول، اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ صاحب ہدایہ کو مجتہد مطلق کہنا محض بے خبری ہے کسی نے علماء مسلمین سے آج تک صاحب ہدایہ کو مجتہد قرار نہیں دیا سبھی اس کو مقلدین سے شمار کرتے ہیں پس مجتہد کہنا مخاطب کا صاحب ہدایہ کو سوائے کذب اور دھوکہ دہی یا جہل اور ناواقفی کے کیا تصور کیا جائے

قال الملا علی القاری فی سم القوار ض فی رد الروا فض قال کما ل با شا ان الفقهاء سبع طبقا تٍ۔ (یہ تفصیل طبقات فقہائے حنفیہ کی خاص اصطلاح ہے دوسرے علماء اصول وغیرہ اس میں اور تفصیل کرتے ہیں جس کا بیان عقد الجید میں میں موجود ہے اور اس رسالہ کی اخیر میں بھی کچھ ذکر اس کا آوے گا۔ اس مقام میں یہ تفصیل الزاماً نقل کی گئی ہے۔ محمد حسین) الاو لی طبقة المجتهد ین فی الشرع کا لآ ئمة الا ر بعة و الثا نية طبقة المجتهد ين فی المذ هب کابی یو سف و محمدٍ و سا ئر ا صحا ب ابی حنیفه و الثا لثة طبقة المجتهد ين فی المسا ئل التی لا روا یة فیها عن صا حب المذ هب کا لخصا ف و ابی جعفر الطحاوی و ابی الحسن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکرخی و شمس ا لآ ئمة الحلوا ئیّ و شمس ا لا ئمة السرخسی و فخر ا لا سلا م البز دوی و قا ضی خا ن و الرا بعة طبقة اصحا ب التخر یج کا لفخر الرازی و ا حزا بھم فا نھم لا یقدرون علی ا لا جتھاد ا صلاً لکنھم ل،ا حا طتھم بالا صو ل و ضبطھم للماخذ یقدرو ن علی تفصیل قو لٍ مجملٍ و حکمٍ مبھمٍ و الخامس ا صحا ب التر جیح من المقلدین کا بی الحسن القدوری و صا حب الھدا یة انتھی مختصراً ملخصاً و ھکذا فی شرو ح الد ر المختار و غیر ھا من کتب طبقا ت الحنفیه

(ترجمہ: کہا ملاعلی قاری نے اپنے رسالہ سم القوارض میں جو رافضیو ں کے رد میں ہے کہ کہا کمال پا شا نے فقہاء کے سات درجہ ہیں پہلا درجہ مجتہد ین شریعت کا جیسے آ ئمہ ار بعہ یعنی امام ما لکؒ ،امام ابوحنیفہؒ ،امام شافعیؒ ،امام احمدؒ ، دوسرا درجہ مجتہد ین مذہب کا جیسے ابو یوسفؒ ،محمدؒ اور باقی شا گرد ابوحنیفہؒ کے تیسرا درجہ مجتہد ین مسائل کا جو امام سے مروی نہیں جیسے خصاف طحاویؒ ، کرخیؒ ،شمس الائمہ حلوائیؒ ،شمس الائمہ سرخسیؒ ،فخر الاسلام بز دویؒ ،قاضی خانؒ ، چوتھا درجہ ان کا جو مجتہدوں کے اقوال سے اور مسائل نکا لتے ہیں جیسے فخر الدین رازیؒ (نسخہ مو جودہ سم القوارض میں ایسا ہی پا یا لیکن صحیح ابو بکر رازیؒ معلوم ہوتا ہے ۔محمد حسین) اور گروہ ان کا کیونکہ یہ لوگ اجتہاد پر تو قادر نہیں لیکن چونکہ قاعدوں پر وہ احا طہ رکھتے ہیں اور اصول کو پہچا نتے ہیں اس لئے قا در ہیں اس پر کہ مجمل بات کو مفصل کر دیں اور ایک حکم سے کئی با تیں نکا لیں پا نچواں درجہ مقلدوں کا جو ایک مسئلہ کو دوسرے پر تر جیح دے سکیں جسے قدوری اور صا حب ہدا یہ، تمام ہوا مطلب سم القوا رض کا مختصراً، یعنی ذکر چھٹے اور سا تویں درجہ کا مع باقی تفصیل کے اس میں چھوڑا گیا۔ اور ایسا ہی ذکر طبقات درمختار کی شرحوں اور کتب حنفیہ میں مسطور ہے)

جواب دوم، یہ کہ اگر چہ مجتہد کا قول دوسرے مجتہد کے قول سے رد نہیں ہوسکتا لیکن حدیث رسول اللہ ﷺ سے تو باتفاق تمام مسلمین کے رد ہوسکتا ہے اور اس میں تو بجز منا فق اور مصداق من یشا قق الرسو ل کے کسی کو دم مار نے کی جگہ نہیں چنا نچہ بذیل ثبوت دعوی ثالث ہو چکا ہے سو حضرت مجیب کے نز دیک بھی حدیث ہی کی نظر سے بخاری کے ساتھ ہدا یہ وا جب الرد ہے چنا نچہ تفصیل اسکی مقام تمہید صورت نزا ع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں گزر چکی ، نہ یہ کہ اجتہاد بخاری سے اجتہاد صاحب ہدایہ کا مردود ہے پس یہ قاعدہ اشباہ کا جس مفاد عدم نقض اجتہاد مجتہد با جتہاد غیر ہے نہ عدم نقض اجتہاد مجتہد بحدیث رسول اللہ ﷺ قول حضرت مجیب کے منافی نہ ہوا بلکہ مدعائے مخاطب سے اجنبی ٹھہرا اور یہ مخاطب کا قول کہ یک نکتہ ہم اور سکھاتے ہیں محض فضول ہے کیونکہ یہ نکتہ نفیسہ تو بعینہا اشباہ والنظائر میں بعد بیان اس قاعدہ منقولہ جناب کے موجود ہے پھر اس کو قاعدہ اشباہ سے علیحدہ اپنے طبع نکتہ زا کا نتیجہ قرار دینا بجز فضولی کے کیا تصور کیا جاوے

طعن ابن ہمام وغیرہ کا جواب

قولہ السادس :

اگر چہ کہ شرح سفر السعادۃ ومیزان الکبری بتوصیف

ہدایہ ہر جا موجود چہ سود الی قولہ چنانچہ در شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۱ (مخاطب کی تحریر میں نشان صفحہ ۲۱ کا موجود ہے اور حقیقت میں یہ عبارت صفحہ ۲۹ میں موجود ہے ۔محمد حسین) وکتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور ومعتبرین کتاب ست نیز دریں وہم انداختہ چہ مصنف وی در اکثر جا کار بدلیل معقول نہادہ اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالبًا اشغال آن استاد در حدیث کمتر بودہ ست ولیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیراً تلافی آن نمودہ

جوابہ:

قربان تمہارے اس فہم وذکا وطبع نکتہ زا کے کہ کلام شیخ کو جو سراسر ہجو اور مذمت ہدایہ کی ہے مدح اور توصیف سمجھے ۔

با من از جہل مقابل شد نا منفعلے
کہ گرش ہجو کنم میشودش مع عظیم

آپ نے لفظ معتبر اور مشہور کے گھمنڈ پر اس عبارت کو توصیف ہدایہ سمجھ لیا اور یہ نہ سمجھا کہ شہرت واعتبار اس کا مقلدین حنفیہ میں کس کام ہے جس حالت میں کہ بنا اس کی احادیث ضعیفہ پر ہے اور اکثر جگہ مبنی اس کا عقل اور رائے ہے یہاں تک کہ اس کے سبب سے حنفیوں کا مذہب بدنام ہوا اور ضعیف مشہور ہوا اور ان کا لقب اصحاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرائے ٹھہرا مثل مشہور ہے: بدنام کنی نام نکونا می چند۔

اور یہی ہے مقصود شیخ عبدالحق کا اس عبارت سے جس کو تم نے توصیف ہدایہ سمجھ کر نقل کیا ہے چنانچہ پہلے یہ اتہام لوگوں کے شرح سفر السعادۃ میں ذکر کر کے پھر وہ عبارت فرمائی ہے اور کہا ہے کہ کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور اور معتبر ترین کتاب ہاست نیز دریں وہم انداختہ الخ، یہاں تک کہا کہ اس کی بنا اکثر جگہ عقل پر ہے اور جو حدیث لاتا ہے ضعف سے خالی نہیں ہوتی اور مولف اس کا حدیث میں کم شغل رکھتا تھا اور شیخ ابن الہمام نے اس کی تلافی جبر نقصان کیا ہے۔ پس ادنی اہل عقل وانصاف پر بھی مخفی نہ رہے گا کہ یہ عبارت شیخ کی سراسر مذمت ہے ہدایہ کی نہ تعریف وتوصیف اس کی جیسا کہ حضرت مخاطب نامنفعل کے طبع نکتہ زا میں سمایا ہے

قو له السا بع:

وہم چنیں میزان الکبری صفحہ ۴۷

فا نی خصّصته بمز یدِ اعتناءٍ و طالعت علیه کتا ب تخر یج احا دیث کتاب هدا یة للحافظ الز یلعی و غیره

جوا بہ:

اگر اس عبارت میں لفظ خصصته بمز ید اعتناء کو توصیف ہدایہ سمجھا ہے تو سراسر غلطی ہے یا دھوکہ دہی کیونکہ ضمیر منصوب خصصته کی اس کلام میں ہدایہ کی طرف نہیں پھرتی اس لئے کہ ہدایہ کا اس سے پہلے ذکر بھی نہیں بلکہ ضمیر اس کی طرف مذہب امام ابوحنیفہ کے پھرتی ہے اور اسی کا پہلے خصصته کے ذکر ہے چنانچہ ابتداء میں اسکے کہا ہے:

اعلم یا ا خی اننی طالعت بحمد الله ادِلّة المذا هب الا ر بعة وغیر ها لا سیّما ادلة مذ هب ا لا ما م ابی حنیفه فا نی خصّصته بمز ید اعتناءٍ

پس خصصته کی ضمیر کو ہدایہ کی طرف پھیرنا اور اس جملہ کو ہدایہ کی تعریف سمجھنا بجز غلط فہمی یا دروغ گوئی کے کیا سمجھا جاوے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جملہ طا لعت کتا ب تخر یج الہدا یۃ کو توصیف سمجھا ہے تو بھی غلطی ہے اسلئے کہ مطالعہ سے تخر یج ہدا یہ کے خود ہدا یہ کا وثوق اور اعتبار ثا بت نہیں ہوتا یہ اور ہے وہ اور۔

قو له الثا من

وبحق بخاری شریف درمیزان صفحہ ۷۵

و ممن خر ج لهم الشيخا ن مع كلا م الناس فيهم جعفر ابن السليما ن الضبعیّ

جوا بہ:

اقول عا ئذا با لله من كيد الخائنين ۔امام شعرانی نے میزان میں یہ کلام واسطے رفع جرح رفع کے رواۃ بخاری سے فرمایا ہے اور اس میں بعض رواۃ بخاری کو جس میں کچھ کچھ طعن تھی ذکر کر کے پھر اس کا جواب دیا ہے اور صحیح بخاری کی تعدیل و توصیف فرمائی۔ چنانچہ کہا ہے

قا ل الحا فظ المز نی و الحا فظ الز يلعیّ و ممن خرّج الهم الشيخا ن مع كلا م الناس فيهم جعفر بن سليما ن الضبعیّ و الحا رث بن عبيدٍ و ايمن بن ثا بل الحبشیّ الى ان قا ل و ابى اويسٍ لكن للشيخين شرو ط فى الروا ية عمّن تكلم الناس فيه منها انهم لا يروو ن عنه ا لا ما توبِع عليه و ظهر ت شوا هده و عملوا انّ له ا صلاً فلا ير ووں عنه ما انفرد به او خا لفه فيه الثقا ت و ذ لك كحد يث ابى او يس الذى رواه مسلم فى صحيحه مر فو عاًيقو ل الله عز جل قسمت الصلوة بينى و بين عبدى نصفين الحد يث مع انه لم يتفرد به رواه غير ه من الثقا ت كذ لك منهم الا ما م مالك و شعبة و ابن عيينة و صار حد يثه متا بعةً الى ان قا ل فقد با ن لك انه ليس لنا تر ك حديثِ كلِ من تكلم الناس فيه بمجر د الكلا م فر بما يكو ن قد تو بِع عليه و ظهر ت شوا هده ۔ الخ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: کہا حافظ مزیؒ نے اور حافظ زیلعیؒ نے کہ ایک ان راویوں سے جن کے حق میں لوگوں نے کلام کیا ہے اور شیخین نے ان کی حدیث روایت کی ہے جعفر بن سلیمان ضبعی ہے اور ایک حارث بن عبید اور ایک ایمن بن ثابل حبشی ہے یہاں تک کہ گنتے گنتے کہا کہ ابواویس، لیکن درحقیقت شیخین ان سے یوں ہی روایت نہیں کرتے بلکہ شیخین نے ان لوگوں کی روایتوں میں کئی شرطیں لگا رکھی ہیں ایک یہ کہ شیخین اس سے وہی روایت لاویں گے جن میں ان کے ساتھ اور راوی ثقہ بھی شامل ہوں اور ان کی روایتوں کے شواہد پائے جاویں اور شیخین خوب جان لیں کہ ان کی حدیث کی اصل ثابت ہے اور یہ نہیں کہ ان راویوں کی اکیلے حدیث یا وہ حدیث جو اور ثقات کے مخالف ہو روایت کریں مثال اس کی حدیث ابواویس کی ہے جو مسلم نے اپنی کتاب صحیح میں روایت کی ہے آنحضرت ﷺ سے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ میں نے نماز کو یعنی سورۃ فاتحہ کو اپنے میں اور اپنے بندے میں آدھوں آدھ کر دیا ہے سو دیکھو اس حدیث میں ابواویس اکیلا ہی راوی نہیں بلکہ یہ حدیث سوائے اس کے اور ثقہوں سے بھی اسی طرح مروی ہے چنانچہ امام مالکؒ اور شعبہؒ اور سفیان بن عیینہؒ سے بھی ایسے ہی آچکی ہے اور اس حدیث میں ابواویس کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں، یہاں تک کہ کہا شعرانیؒ نے کہ اس بیان سے تجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ ہم کو گنجائش نہیں کہ فقط لوگوں کے کلام اور اعتراض کرنے سے کسی کے حق میں اس کی حدیث کو ترک کر دیں کیونکہ کبھی اس کی حدیث اور ثقہوں سے بھی مروی ہوتی ہے اور اس کے شواہد ظاہر ہو جاتے ہیں۔ تمام ہوا مطلب امام شعرانی کا)۔

اور اس کلام سے پانچ سطر پہلے امام شعرانیؒ نے فرمایا ہے:

انّ مجر د الكلام فى شخصٍ لا يسقط مر ويّه فلا بدّ من الفحص عن حاله و قد خر ج الشيخا ن لِخلقٍ كثيرٍ ممن تكلم الناس فيهم۔ (فقط لوگوں کے اعتراض کسی راوی میں اس کی روایت کو ساقط نہیں کرتے بلکہ تحقیق اس کے حال کی لازم ہوتی ہے اور کیونکر ساقط ہو جس حالت میں شیخین نے بہتیرے راویوں سے جو محل کلام ہیں روایتیں کی ہیں یعنی پھر وہ بحکم بیان مذکور ساقط نہیں گنی جاتیں)

اب ان عبارات کو امام شعرانیؒ کی دیکھنا چاہیے کہ کس طرح طعن مخالفین کو رواۃ بخاری سے دفع کر رہے ہیں اور کس تشریح سے توثیق و تنزیہہ صحیح بخاری کی بجالا رہے ہیں مخاطب سارق نے اس طعن مخالفین کو ان عبارات سے انتخاب کر کے شعرانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف منسوب کر دیا اور اصل کلام شعرانی کو جو اس طعن کے جواب میں بخاری کی تنز یہہ و توثیق میں مرقوم ہے از راہ خیانت و سرقہ چھپا لیا فعلی الله الجزاء۔ اور عنقریب اور بھی جوابات طعن رواۃ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بشرح و بسط تمام لکھے جاویں گے انشاء اللہ تعالی

قو له التا سع

اتنی سی عبارت کے گھمنڈ پر ترجیح بخاری شریف کو بجمیع کتب فقہ متفق کے دے چکا۔

جوا به:

اتنی ہی عبارت پر بحکم آنکہ العا قل تکفیه الا شا رہ اکتفا کیا گیا تھا اب چونکہ آپ نے اس کو اتنے سے سمجھا تو دیکھا بضمن ثبوت دعوی اول کے بجواب قول ثانی تمہارے کے کیسا عبارتوں سلف وخلف کا جھاڑ باندھ دیا اب بھی اگر حق نہ سوجھے تو خدا حافظ۔

قو له العا شر:

شیخ موصوف بصفحہ ۲۰ شرح سفر السعادۃ فرمایا ہے وکتب ستہ کہ مشہور اند دران اقسام حدیث از صحاح وحسان وضعیف موجود وتسمیہ صحاح بطریق تغلیب

جوا به:

یہ حکم تغلیب مجموعہ صحاح ستہ پر بنظر کتب اربعہ ترمذی وابوداؤد ونسائی وابن ماجہ کے ہے، نہ ہر جز و مجموعہ پر کیونکہ باجماع مسلمین سلف وخلف کے بخاری ومسلم مجرد صحاح سے مولف ہیں چنانچہ بضمن ثبوت دعوی اول بجواب ثانی گذر چکا ہے اور خود شیخ عبدالحق کی کلام میں یہ تخصیص حکم تغلیب کی کتب اربعہ سے پائی جاتی ہے چنانچہ مقسمہ اصول حدیث میں جو مشکوۃ مطبوع کے اول لگ رہا ہے کہتا ہے:

فصل الكتب الستة المشهورة المقررة فى ا لا سلام التى يقا ل لها الصحا ح الستة صحيح البخارى و صحيح المسلم و الجامع للتر مذى و السنن لا بى دا ؤد و النسا ئى و سنن ابن ما جة و عند البعض المو طا بد ل ابن ما جة و صا حب جا مع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا لا صو ل ا ختار المو طا و فی هذه الکتب الا ر بعة اقسا م من الصحا ح و الحسا ن و الضعا ف و تسمیتها بالصحا ح الستة بطر یق التغلیب انتهی کلا م الشیخ المو صو ف

(ترجمہ: فصل چھ کتابیں مشہور مقرر اسلام میں جن کو صحاح ستہ کہتے ہیں یہ ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ اور بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی جگہ موطا مقرر ہے اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو گنا ہے اور ان چار کتابوں میں یعنی ترمذی، ابوداؤد، اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہر قسم کی حدیثیں صحیح اور حسن اور ضعیف موجود ہیں پھر سب کو جو صحاح کہا جاتا ہے تو تغلیباً کہا جاتا ہے۔ تمام ہوا کلام شیخ کا)

اب دیکھو لفظ هذه الکتب الا ر بعة تمہارے فہم کو کیسا جھٹلا رہا ہے اور کیا بلند آواز سے منادی ہے کہ حکم تغلیب کتب اربعہ سے خاص ہے اور صحیحین کو شامل نہیں۔ ایسا ہی کہا ہے بیچ بیان مطلب عبارت شیخ کے تمہارے پیشوا صاحب رسالہ دلیل قوی نے حیث قال

و در صحاح ستہ سوائے بخاری و مسلم احادیث ہر قسم از صحاح و حسان و ضعاف موجود و تسمیہ بصحاح تغلیبی ست چنانچہ شیخ عبدالحق در مقدمہ ترجمہ مشکوۃ گفتہ کتب ستہ کہ مشہور اند دران اقسام احادیث از صحاح و حسان و ضعاف موجود و تسمیہ صحاح بطریق تغلیب است انتہی و بخاری و مسلم اگرچہ التزام ایں امر کردہ کہ حدیث غیر صحیح در صحیحین خود نیارند الخ

قو له الحا دی عشر :

تحت اد یم السماء ا صح من مو طا ..

جوابہ:

یہ قول قبل وجود صحیح بخاری کے تھا اور جب نیر اعظم بخاری نے طلوع کیا تو اس کے نور نے سب پر غلبہ کر لیا چنانچہ یہ امر کئی علماء سے بضمن ثبوت دعوی اول بضمن رد قول ثانی مخاطب کے نقل کیا گیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قو له الثا نی عشر:

و نیز با ینکہ فرمود شیخ موصوف شرح سفر السعا دۃ صفحہ ۱۱۸ اخراج کر دہ ست مسلم در کتا ب خود بسیا رے از رواۃ کہ سالم نیستند از غوامل جرتح (ایسا ہی منقول ہے تحریر مخاطب میں اور صحیح لفظ جرح ہے۔ محمد حسین) و ہم چنیں در کتا ب بخاری جماعۃ اند کہ تکلم کر دہ شدہ ست در ایشان پس مدار کار در حق رواۃ بر اجتہا د علماء وصوابد ید ایشاں با شد

جوا بہ:

حضرت شیخ عبد الحقؒ نے یہ کلام ابن ہما مؒ کا تر جمہ کیا ہے چنا نچہ شروع تر جمہ میں ابن الہما م کا نا م لیا ہے اور بعد ختم تر جمہ کے کہا ہے کہ حاصل اس سخن کا یہ ہے کہ اعتماد تصحیح وتنقید مجتہد ین پر چا ہیے یہاں تک کہ کہا کہ یہ با ت بڑی مفید ہے وا سطے غرض ہما ری کے جو تا ئید ہے مذ ہب کی خصوصاً حنفی مذ ہب کی اور غرض ابن الہما م کی بھی اس کلام سے یہی ہے۔

یہ ہے تر جمہ کلام شیخ کا اور اصل کلام سا بقاً بضمن رد قول ثا لث آ چکا ہے اس سے ثا بت ہوا کہ یہ قد ح ابن الہما م کا رواۃ مسلم و بخا ری میں محض بسبب حسد کے ہے شا ن صحیحین میں اور صرف بنظر حما یت وتا ئید مذ ہب حنفی کے صا در ہوا ہے اور یہ کلام عدو حا سد کا ہے نہ کہ منصف عا دل کا کہ لائق خطا ب اور مستو جب جوا ب ہو با ایں ہمہ اس کا جوا ب لکھا جا تا ہے

پس وا ضح ہو کہ جوا بات مطا عن رواۃ شیخین کے صد ہا علما ئے حد یث نے اجما لاً وتفصیلاً تحریر کئے ہیں چنا نچہ سا بقاً بضمن ثبوت دعوی اول کے بجوا ب قول ثا نی مخاطب کے صا حب در اسا تؒ اور امام سیوطیؒ اور عطا رشیدؒ اور عرا قیؒ اور شیخ الا سلام ابن حجر عسقلا نیؒ کے کلا م سے مجمل جوا با ت گز ر چکے ہیں اور بضمن جوا ب قول ثا من مخاطب کے ایک جوا ب امام شعرا نیؒ کی طرف سے نقل کیا گیا اب اس مقا م میں مفصل جوا بات کلام سے شیخ ابن حجرؒ اور امام نو ویؒ کے جو اور اما موں کے کلا م سے جیسے امام ابو الفتح قشیریؒ اور امام ابوالحسن المقدسیؒ اور امام ابوعمرو بن صلا ح شہر زوریؒ متمسک ہیں نقل کئے جا تے ہیں

قا ل الشیخ ا لا ما م رئیس الا سلا م ابن حجر فی مقد متة فتح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البارى شر ح صحيح البخا رى ينبغى لكل مصنفٍ ان يعلم انّ تخر يج صا حب الصحيح ايّ راوٍ كا ن مقتضٍ لعدالته عنده و حّة ضبطه و عدم غفلته لا سيّما ماانضا ف الى ذ لك ا طباق جمهور ا لا ئمة على تسمية الكتابين با لصحيحين و هذا المعنى لم يحصل لغير من خرّج عنه فى الصحيحين فهو نهاية اطباق الجمهور على تعديل من ذكر فيهما هذا ا ذا ا خر ج له فى ا لا صو ل فا مّا ان ا خر ج له فى المتا بعات و الشوا هد و التعا ليق فهذا يتفا وت در جا ت من ا خر ج له فى الضطب و غيره مع حصو ل اسم الصدق لهم و حينئذ اذا و جد نا لغيره فى ا حدٍ منهم طعناً فز لك الطعن مقا بل للتعديل لهذا ا لا ما م و لايقبل ا لّا مبيّن السببِ مفسراً بقا د حٍ تقد ح فى عدا لة هذا الراوى و فى ضبطه مطلقاً او فى ضبط الخبر بعينه لانّ الاسباب الحا ملة للا ئمة على الجر ح متفا وته منها ما يقدح و منها لا يقد ح و قد كا ن الشيخ ابو الحسن المقدسىّ يقو ل فى الر جل الذى يخر ج عنه فى الصحيح هذا جا ز القِنطرة يعنى بذ لك انه لا يلتفت الى ما قيل فيه قال الشيخ ابو الفتح القشيرى فى مختصره و هكذا نعتقد و به نقو ل و لا يخر ج عنه ا لّا بحجةٍ ظا هرةٍ و بيا نٍ شا فٍ يز يد فى غلبة الظنّ على المعنى الذى قدّمنا ه من اتفاق الناس بعد الشيخين على تسمية كتا بيهما با لصحيحين و من لوا زم ذ لك تعديل رواتهما قلت فلايقبل الطعن منهم ا لّا بقا د حٍ وا ضحٍ لانّ اسباب الكر ح مختلفة و مدار ههنا على خمسة ا شياء البد عة او المخالفة او الغلط او جها لة الحا ل او دعوى ا لا نقطا ع فى السند بان يد عى فى الرا وى انه كا ن يد لّس او ير سيل فا ما جهالة الحا ل فمند فع عن جميع من ا خر ج لهم فى الصحيح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لانّ شر ط الصحیح ان یکو ن را ویه معرو فاً بالعدا لة فمن زعم انّ ا حداً منهم مجهول فکا نه نا زع المصنف فی دعواه انه معرو ف و لا شك ان المد عی لمعرفته مقدّم علی من ید عی عدم معرفته و لا شك لما مع المثبت من زیا دة العلم و مع ذ لك فلا تجد فی ر جا ل الصحیح ا حداً ممن یسو غ اطلاق اسم الجها لة علیه ا صلاً و اما الغلط فتارةً یکثر من الراوی و تا رةً یقلّ فحیث یو صف بکو نه کثیرالغلط ننظر فیما ا خر ج له ان وجِد مر ویاً عنده او عند غیره من روا یة غیر هذا الموصوف با لغلط علِم انّ المعتمد ا صل الحد یث لا خصو ص هذا الطریق و ان لم یو جد ا لّا من طر یقه فهذا قا د ح یو جب التوقف عن الحکم بصحّة ما هذا سبیله و لیس فی الصحیح بحمد الله من ذ لك شیء و حیث یو صف بقلّة الغلط کما یقال سیّء الحفظ او له او ها م او له منا کیر و غیر ذ لك من العبارات فا لحکم فیه کالحکم فی الذ ی قبله الّا انّ الروا یة عن هؤلا ء فی المتا بعا ت اکثر منها عند المصنف من الروا یة عن او لئك و اما المخا لفة و ینشأ عنها الشذو ذ و النکا رة و هذا لیس فی الصحیح سوی نزرٍ یسیرٍ و اما دعوی ا لا نقطا ع فمدفوعه عمّن ا خر ج لهم البخاری لما علِم من شر طه و مع ذلك فحکم من ذکِر من ر جا له بتد لیسٍ او ارسا ل، ان تیسّر احادیثهم المو جودة عنده بالعنعة فان و جد التصریح بالسماع اند فع ا لا عترا ض و اما البد عة فالمو صو ف بها امّا ان یکو ن ممن یکفّر بها او تفسّق فا لمکفّر بها لا بدّ ان یکو ن ذلك التکفیر متفقاً علیه من قوا عد جمیع ا لائمة کما فی غلاة الروا فض و لیس فی الصحیح من حد یث هؤلا ء شیء البتتة و المفسّق بها کبد ع الخوار ج و الروا فض الذین لایغلو ن و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غير هؤلا ء من الطوا ئف المخا لفين لا صو ل السنة خلا فاً ظاهراً لكنه مستند الى تا ويلٍ ظا هره شا ئع فقدِ اختلف اهل السنة فى قبو ل حديث من هذه سبيله الى آ خر مافصّله و برّء به شان الجا مع الصحيح و قد نقلنا كلا مه بنحوٍ من الاختصا ر

(کہا شیخ امام اسلام کے رئیس شیخ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہ لائق ہے واسطے ہر منصف کے کہ جان لے کہ روایت کرنا صحیح کتاب کی مصنف یعنی بخاری کا کسی راوی کے حدیث کو چاہتا ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک عادل ہو اور اس کا ضبط صحیح ہو اور وہ غافل نہ ہو خاص کر اس وقت یہ باتیں ضروری معلوم ہوتی ہیں جب کہ مقتضائے صحت کے ساتھ اس بات کو بھی ملا دیں کہ جمہور علماء متفق ہیں ان کی کتابوں کے صحیحین نام رکھنے پر اور یہ بات سوائے ان راویوں کے جن سے شیخین نے روایت کی ہے کسی میں پائی نہیں جاتی اور یہ بات نہایت اتفاق جمہور کی ہے اوپر عادل ہونے راویوں صحیحین کے لیکن یہ بات اس راوی کی شان میں ہے جس سے اصل مقصود روایت ہو، رہا وہ جس شواہد اور متابعات اور تعلیقات میں روایت ہو سو حال اس کا ضبط اور عدل وغیرہ کی نظر سے مختلف ہے باوجود اس کے کہ نام صدق اس پر بھی بولا جاتا ہے پھر جب کہ پاویں ہم کسی راوی میں ان میں سے کسی کا طعن واعتراض تو وہ طعن مقابل ہوگا عادل جاننے اس امام کے جس نے اس راوی کو قبول کر لیا ہے سو وہ طعن قبول نہ ہوگا جب تک کہ اس کا سبب ایسا کھلا کھلا بیان نہ ہو جس سے اس کی عدالت ٹوٹ جاوے یا اس کا ضبط ٹوٹ جاوے یا خاص کر کسی حدیث میں اس کے ضبط کا خلل ثابت ہو یہ اس واسطے شرط کی گئی ہے کہ باعث طعن کرنے اماموں کے راویوں کو مختلف ہوا کرتے ہیں کوئی تو ایسا ہوتا ہے جو عدالت کو توڑے اور کوئی ایسا کہ نہ توڑ سکے اسی واسطے شیخ ابوالحسن مقدسیؒ کہا کرتے حق میں اس شخص کے جس سے بخاری میں روایت ہو کہ یہ شخص پل کے اوس پار اتر گیا ہے یعنی اب اس پر جو کوئی طعن کرے تو وہ لائق التفات نہیں ۔ کہا شیخ ابوالفتح قشیریؒ نے اپنی کتاب مختصر میں کہ میرا بھی یہی اعتقاد ہے اور یہی کہتا ہوں اور اس سے باہر نہ ہونا چاہیے بجز دلیل ظاہر کے اور بیان شافی کے جو اس سے غلبہ ظن میں جو علماء کے اتفاق سے اوپر صحیحین نام رکھنے ان دو کتابوں کے حاصل ہے بڑھ جاوے ۔ جب یہ بات صحیح ہوئی تو اس سے عدالت صحیحین کے راویوں کی ثابت ہوئی اور لازم آئی ۔ کہتا ہوں میں یعنی ابن حجر کہ اس تقدیر پر کسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اعتراض وطعن ان کے حق میں قبول نہ کیا جاوے گا بجز باعث طعن واضح بیان کے اس لئے کہ باعث طعن مختلف ہوتے ہیں لیکن پھر پھرا کر یہاں پانچ چیزیں ٹھہرتی ہیں بدعت، یا مخالفت یا غلطی یا جہالت حال راوی کی یا دعوی منقطع ہونے سند کا اس طرح پر کہ فلانا راوی مدلس تھا یا ارسال کیا کرتا تھا سو جہالت حال تو صحیح بخاری کے تمام راویوں سے اٹھی ہوئی ہے کیونکہ صحیح کی شرط یہ ہے کہ اس کا راوی مشہور ہو عدالت میں پھر جو کوئی کسی صحیح کے راوی کو مجہول کہے تو گویا اس نے صحیح کے مصنف کا مقابلہ کیا اس باب میں کہ اس نے اس راوی کو مشہور ومعروف سمجھا تھا اور اس نے اس کو مجہول بتایا سو اس میں شک نہیں کہ دعوی مشہور ومعروف کہنے والے کا مقدم ہوگا کیونکہ مشہور کہنے والے کو اس راوی کے حال سے زیادہ واقفیت ہے کہ وہ اس کے نہ جاننے والے کو نہیں ہے باوجود اس حکم کے پھر بھی صحیح بخاری کے راویوں میں ایسا کوئی نہیں جس پر جہالت کا بولنا جائز ہو۔

اب سنو غلطی کا حال سو یہ کسی راوی سے بہت ہوتی ہے اور کسی سے تھوڑی۔ پس جہاں کوئی راوی بہت غلطی سے موصوف ہوا تو ہم دیکھیں گے کہ اس کی حدیث مصنف کے نزدیک یا کسی اور محدث کے نزدیک سوائے اس کے کسی اور سے بھی مروی ہے یا نہیں اگر مروی ہو تو معلوم ہوا کہ مصنف کا اعتماد اصل حدیث پر ہے یعنی بنظر اس راوی کے جو غلطی سے موصوف نہیں نہ بنظر خاص طریق اس راوی غلطی والے کے اور اگر کسی راوی سے بجز اس کے مروی معلوم نہ ہو تو البتہ یہ بات صحت کے خلاف اور باعث توقف ہے اس کے صحیح کہنے سے لیکن خدا کے فضل سے صحیح بخاری میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے اور جہاں کوئی راوی تھوڑی غلطی کرنے سے موصوف ہوا جیسے کہا کرتے ہیں کہ فلانا بری یادداشت والا ہے اور فلانا وہم رکھتا ہے اور فلانے کی کچھ منکر حدیثیں ہیں یا مثل ان کے اور عبارتیں تو اسکا حکم بھی وہی ہے جو پہلی قسم کا گذرا یعنی اس کی حدیث کو دیکھا جاوے گا کہ کسی اور سے بھی مروی ہے یا نہیں۔ پھر حسب تفصیل سابق حکم جاری کیا جائے گا لیکن ان کی روایتیں نزدیک مصنف کے متابعات میں بہت ہیں بہ نسبت اون کی روایات کے۔

اب سنو حال مخالفت کا جس سے شاذ اور منکر ہونا حدیث کا پیدا ہوتا ہے۔ سو یہ صحیح بخاری میں سوائے قدر قلیل کے نہیں۔ اب سنو حال دعوی انقطاع سند کا، سو یہ بخاری کے تمام راویوں سے اٹھا ہوا ہے کیونکہ اس کی شرط اور التزام سب کو معلوم ہے کہ وہ بلا ثبوت سماع ولقائے باہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راویوں کے کسی کی حدیث نہیں لاتا باوجود اس کے مدلس یا صاحب صاحب ارسال کہنا اس کے راوی کو تب تک بھی ہوگا جب تک کہ ان کی حدیثیں معنعن یعنی عن عن کے ساتھ پائی جاویں گی اور جب وہی حدیثیں لفظ سماع سے مل جاویں گی تو پھر وہ اعتراض کہاں رہے گا۔

اب رہی بدعت سو راوی اس کا نامزد کیا تو کفر کی طرف منسوب ہوگا اور کیا فسق کی پس جو راوی جو بسبب بدعت کے منسوب بکفر ہوگا اس میں یہ ضروری بات ہے کہ کفر اس کا سب اماموں کا متفق علیہ ہوگا جیسے غالی رافضیوں کا کفر یعنی جو حضرت علیؓ کو چھوٹا خدا جانتے ہیں و علی ھذا القیاس ۔سوا ایسے لوگوں سے صحیح بخاری میں کوئی حدیث نہیں ہے اور جو راوی کہ بسبب بدعت کے فاسق گنا جاتا ہے جیسے خارجی یا وہ رافضی جو غالی نہیں ہیں اور سوائے ان کے اور لوگ جو اصول اہل سنت کے مخالف ہیں لاکن یہ اپنے خلاف میں کسی تاویل کو مستند رکھتے ہیں جو اہل سنت میں اس کے ظاہر معنی مشہور ہیں سو ایسے اہل بدعت کی حدیث قبول کرنے میں اختلاف ہے یعنی بعضے لوگ بعضی وجہوں اور شرطوں سے قبول کرتے ہیں اور بعضے نہیں کرتے تا آخر اس بیان تک جو شیخ ابن حجرؒ نے تفصیل سے فرمایا ہے اور صحیح بخاری کو اعتراضوں سے بری کیا ہے ہم نے ان کے کلام کو کسی قدر اختصار سے نقل کیا ہے)

اور تمہارے مستند اور معتمد صاحب رسالہ دلیل دلیل قوی مولوی احمد علی سہارنپوری نے واسطے تنزیہہ اور دفع مطاعن رواۃ بخاری کے بڑا اہتمام کیا ہے چنانچہ مقدمہ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ سے عبارت مذکورہ نقل کر کے کہا ہے:

ھذا ما ذکرہ الحا فظ ابن حجرٍ فی مقدمۃ فتح الباری فی او ل الفصل التا سع ثم سر دا اسما ء من طعِن فیھم من رواۃ الصحیح و اجا ب عن ا لاعترا ضا ت لکن لما کا ن بنا ء ھذہ الفصو ل علی ا لا ختصا ر تر کنا التفصیل و رأینا ان نذ کر علی سبیل التمثیل من رواۃِ الصحیح المجرو حین عمران بن حطا ن و مروا ن ابن الحکم فنقل ما حکاہ الحا فظ من الاعترا ض علیھما و ما ا جاب بہ عنہ عبا ر تہ عمرا ن بن حطّان السدوسیّ الشاعر المشھور کا ن یر ی رأی الخوار ج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال ابو العباس المبرد کا ن عمران رأس القعدية من الريّة و خطيبهم و شا عرهم انتهى ۔ و القعدية قو م من الخوا ر ج و کان عمرا ن دا عيةً الى مذ هبه و هوالذى ر ثى عبد الر حمن بن ملجمٍ قا ل علىؓ و قد و ثّقه العجلى و قا ل قتا ده لا يتّهم فى الحد يث و قا ل ابو دا ؤد و ليس فى اهل الاهواء ا صح حد يثاً من الخوا ر ج ثم ذكر عمرا ن هذا و غيره و قا ل يعقو ب ابن شيبة ادر ك جماعة من الصحا بة و صا ر فى آ خر عمره الى ان رآ ى رأى الخوار ج و قا ل العقيلىّ حدّث عن عا ئشة و لم يبيّن سما عه قلت و لم يخرِّج البخا رى سوى حد يثٍ وا حدٍ من روا ية يحى بن ابى كثيرٍ عنه قا ل سألت عن عا ئشة عن الحر ير فقا لت أئت ابن عباسٍ فساله قا ل فسألته فقا ل أئت ابن عمر فساله فقال حد ثنى ابو حفص انّ رسو ل الله قا ل انما يلبِس الحر ير فى الد نيا من لا خلاق له فى ا لآ خرةانتهى و هذا الحد يث انما ا خر جه البخارى فى المتا بعا ت فلِلحديث عنده طر ق غير هذا من روا ية عمر و غيره و قد رواه مسلم من طر يقٍ ا خرى عن ابن عمر نحوه الى آ خر ما نقله المو لوى ا حمد على عن الحا فظ ا لا ما م ابن حجر و قال ا لا مام النووى فى مقد مة شر ح مسلمٍ عا ب عا ئبو ن مسلماً ر حمه الله براوا يته فى صحيحه عن جماعةٍ من الضعفاء المتو سطين الواقعين فى الطبقة الثا نية الذين ليسوا من شر طِ الصحيح و لا عيب فى ذ لك بل جوا به من اوجهٍ ذكر ها الشيخ الا ما م ابو عمرٍ و بن الصلا ح ا حد ها ان يكو ن ذ لك فيمن هو ضعيف عند غيره ثقة عنده و لا يقا ل الجر ح مقدم على التعديل لانّ ذ لك فيما اذا كان الجر ح ثا بتاً مفسّراً بسببِ و الّا فلا يقبل الجر ح اذا لم يكن كذا و قد قا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا ما م الحا فظ ابو بكرٍ ا حمد بن على بن ثا بت الخطيب البغدادى و غيره ما احتجّ البخا رى و مسلم و ابو دا ؤد به من جماعةٍ علم الطعنِ فيهم من غير هم فمحمو ل على انه لم يثبت الطعن المؤثِّر مفسّراً لسببٍ الثا نى ان يكو ن ذ لك واقعاً فى المتا بعا ت و الشوا هد لا فى الا صو ل الثا لث ان يكو ن ضعف الضعيف الذ ى احتجّ به طر ء بعد ا خذه عنه ، الرا بع ان يعلوا بالشخص الضعيف اسنا ده و هو عنده من رواية الثقا ت فيقصر على العا لى و لا يطوِّل با ضافة النازل اليه الى آخر مالخصناه من كلا م النووى

(ترجمہ: یہ وہ تذکرہ ہے جو حافظ ابن حجرؒ نے مقدمۃ فتح الباری کی ابتداء میں فصل نویں میں ذکر کیا ہے پھر حافظ ابن حجرؒ نے بیان کئے نام ان راویوں بخاری کے جس میں لوگوں نے طعن کئے ہیں اور پھر ان طعنوں کے جوابات تحریر کئے ہیں لیکن جب کہ ان فصلوں کی بنا اختصار پر ہے اس لئے تفصیل کو ہم نے چھوڑ دیا ہے اور بطور تمثیل دو راویوں مطعون بخاری کا ذکر کرنا مناسب دیکھا ہے ایک عمران بن حطان دوسرا مروان۔ پس ان کے حق میں جو اعتراض اور جواب ابن حجرؒ نے بیان کیا سو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ پس یہ ہے عبارت حافظ ابن حجر کی ان کے بیان میں عمران بن حطان سدوسی شاعر مشہور تھا اعتقاد اس کا خارجیوں کا تھا ابو العباس مبرد نے کہا ہے کہ عمران سردار تھا قعدیہ کا جو صفریہ میں سے ہیں اور ان کا خطیب اور شاعر تھا قعدیہ ایک قوم ہے خارجیوں میں سے اور یہ عمران اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو بلانے والا تھا اور یہ وہی ہے جس نے عبدالرحمٰن ابن ملجم قاتل علیؓ کا مرثیہ کہا تھا لیکن اس کو عجلی نے ثقہ بتلایا ہے اور قتادہؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث میں متہم نہیں کیا جاتا تھا اور ابو داؤد نے کہا ہے کہ بدعتیوں میں صحیح حدیث لانے والا خوارج سے بڑھ کر کوئی نہیں پھر ان میں سے اس عمران وغیرہ کا ذکر کیا اور یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ عمران نے کئی صحابہ کو پایا لیکن اخیر عمر میں خوارج کے اعتقاد پر ہو گیا اور عقیلی نے کہا ہے کہ اس نے عائشہ سے ایک حدیث روایت کی ہے لیکن اپنی سماع ظاہر نہیں کی۔ میں کہتا ہوں کہ بخاری نے اس کی کوئی حدیث روایت نہیں کی بجز ایک حدیث کے جو یحی بن کثیر نے اس عمران سے روایت کی ہے کہ اس نے بیان کیا میں نے پوچھا عائشہؓ سے حکم ریشمی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کپڑے کا۔انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ سے جا کر دریافت کرو، کہا کہ میں نے پھر ابن عباسؓ کے پاس جا کر پوچھا۔تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ کے پاس جا کر پوچھو، پس انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا ہے ابوحفص یعنی عمر بن الخطابؓ نے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا اسکا آخرت میں حصہ نہ ہوگا۔تمام ہوئی حدیث مذکور۔سو اس حدیث کو امام بخاریؒ متابعات ہی میں لایا ہے کیونکہ یہ اسکے نزدیک کئی اور طریقوں سے حضرت عمرؓ وغیرہ سے بھی ثابت تھی اسلئے ان روایات کی متابعت میں اسکو بھی لے آیا ہے اور بلا شبہ امام مسلمؒ نے بھی اور طریقوں ابن عمرؓ وغیرہ کے سے اسکو روایت کیا ہے۔تا آخر اس کلام تک جو مولوی احمد علی نے حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا ہے اور کہا امام نوویؒ نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہ عیب پکڑا ہے عیب پکڑنے والوں نے مسلمؒ پر کہ انہوں نے اپنی صحیح میں ضعیف متوسط راویوں سے جو دوسرے طبقہ کے لوگ ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں کیوں روایت کی لاکن حقیقت میں یہ کچھ عیب نہیں بلکہ اس کا کئی وجہ سے جواب ہوسکتا ہے جن وجوہات کو شیخ ابوعمرو بن الصلاحؒ نے ذکر کیا ہے ایک یہ وجہ ہے کہ وہ ضعیف راوی جس کو معترض ضعیف کہتا ہے مسلمؒ کے نزدیک ثقہ ہو اس پر کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ جرح مقدم ہے تعدیل سے یعنی ضعیف کہنے والے کا قول مقدم ہے بہ نسبت قول ثقہ کہنے والے کے بحکم اصول کے کیونکہ یہ اعتراض اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ جرح، جرح کرنے والوں کا بابیان سبب و دلیل ہو، نہیں تو وہ ہرگز مقبول نہیں اور بلا شبہ کہا ہے امام حافظ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ نے کہ جس راوی کی سند لی ہے بخاریؒ و مسلمؒ و ابوداؤدؒ نے اور لوگوں نے اس پر طعن کیا ہے تو وہ طعن اور جرح ان کا ثبوت کو نہیں پہنچا اور موثر بابیان سبب نہیں پایا گیا۔دوسری وجہ یہ کہ حدیث ضعیف راوی کی متابعات میں لی گئی ہو نہ اصل مقصود حدیثوں میں تیسری وجہ یہ کہ اس ضعیف راوی میں جو ضعف کسی نے نکالا ہے وہ پیچھے کر بعد اس کے کہ مسلمؒ اس سے سند لے چکا ہو پیدا ہوا ہو۔چوتھی وجہ یہ کہ سند اس کی اس ضعیف راوی سے بلند ہوتی ہو اور وہ نزدیک مسلمؒ کے بروایت ثقات نیچے کے درجہ میں ہو، پس مسلمؒ بنظر بلندی سند کے اسی ضعیف کی اسناد کو ذکر کر کے اس پر اکتفا کرتا ہو اور ساتھ اس کے سند نازل کو جو ثقات کی سند تھی بخوف تطویل ذکر نہ کرتا ہو۔آخر اس کلام تک جسے ہم نے مختصر کر کے نقل کیا ہے امام نوویؒ سے۔

اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں بذیل احادیث رواۃ مطعونین کے ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کا مفصل جواب بھی تحریر کیا ہے شائق طالب کو اصل شرح کا ملاحظہ درکار ہے۔ بالجملہ مطاعن لوگوں کے بحق بعضے راویوں بخاری ومسلم کے آئمہ محدثین نے ھباءً منثوراً اور نسیاً منسیاً کر دیئے ہیں اور اصحیت پر احادیث شیخین کے کسی کو اہل اسلام میں سے کچھ اعتراض اور کلام باقی نہیں رہا ہے۔ یہ بزرگوار ابن الہمام اور بتقلید اس کے عبدالحق ناحق ان اعتراضات اور مطاعن کو مقام مصادمہ محدثین میں بغرض نصرت مذہب حنفی کے جان بوجھ کر باوجود علم اور اطلاع کے جوابات اور رفع ان مطاعن کے پیش کرتے ہیں ایسوں کے حق میں کیا اچھا کسی نے شعر کہا

ان کنت لا تدری فتلك مصیبة
و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

(اگر تو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر جانتا ہے تو یہ اور بھی بڑھ کر مصیبت ہے)

کیا امام بخاری، شافعی المسلک تھے

قو له الثا لث عشر

مع ہذا اسماعیل بخاری منتسب مذہب شافعی کا ہے چنانچہ محقق شاہ ولی اللہؒ رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں

و استد ل شیخنا العلا مة علی اد خا ل البخا ری فی الشا فیعة بذ کره فی الطبقا ت الشا فعیة و کلا م النووی شاهد له

پس جائے غور ہے کہ مجیب نے مخالفین بخاری کو کہ خود وہ مقلد شافعی کا ہے بدعتی لکھ دیا بلا تعمل اس کا کیا علاج۔

جوابہ:

واہ آپ کا تعمل بعین مہملہ کہ ... آپ اوس میں ایسے مصروف ہوئے کہ امام بخاریؒ کے نام تک ظفر یاب نہ ہوئے نام کا محمد مشہور ہے جس کی جگہ نام ان کے باپ کا اسماعیل فرما دیا اور مسئلہ متنازعہ فیہا سے بھی خواب خرگوش میں چلے گئے کہ متنازع فیہ ترجیح ہدایہ کی تھی صحیح بخاری پر جس کو چھوڑ کر آپ تقلید بخاری کی ثابت کرنے لگے اور پھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفریع اس پر یہ اجنبی کی کہ مخالفین بخاری کو بدعتی کیوں کہا یہ سب خوبیاں اس تعمل بعین مہملہ کی ہیں اگر کچھ تامل کو کارفرما ہوتے تو امام بخاریؒ کا نام کہیں نہ کہیں ڈھونڈ بھال کے لکھتے اور مبحث ترجیح ہدایہ کو چھوڑ کر اثبات تقلید بخاری کے درپے نہ ہوتے اور بوقت تفریع سمجھتے کہ امام بخاریؒ کے مخالفین کو تو کسی نے بدعتی نہیں کہا بلکہ احادیث بخاری کو جس میں بخاریؒ کے مقلد ہونے کو کچھ دخل نہیں..مرجح ٹھہرایا ہے اور اس امر کے مخالف کو مبتدع کہا ہے جس کو ایک جہان مبتدع کہہ رہا ہے۔ الغرض تعمل چھوڑ کر تامل اختیار کرتے تو ایسی باتیں ناشی عدم تامل سے نہ کہتے۔ اب ہم بقطع نظر آپ کے تعمل کے خوبیوں سے امام بخاریؒ کا اجتہاد بتصریحات آئمہ نقل ثابت کرتے ہیں اور خیانت مخاطب کی عبارت رسالہ انصاف میں ظاہر کر کے اس سے بھی مجتہد ہونا امام بخاریؒ کا ثابت کئے دیتے ہیں پس اولاً اقوال آئمہ نقل متضمن ثبوت اجتہاد امام بخاری ؒ بیان کئے جاتے ہیں پھر عبارت رسالہ انصاف سے مجتہد ہونا امام بخاریؒ کا اور خیانت و سرقہ مخاطب کا ثابت کیا جاوے گا:

قا ل ا لا مام ا حمد ما اخر جت خرا سان مثله یعنی البخا ری و قال اسحاق بن را هو یه لو کان فی زمن الحسن لاحتا ج الیه لمعرفته بالحد یث و فقهه و قا ل نعیم بن حما د فقیه هذه ا لا مة و هکذا قا ل یعقو ب بن ابرا هیم الدورقیّ و منهم من فضّله فی الحد یث و الفقه علی ا حمد بن حنبل و اسحاق ابن را هویه و قا ل ابو محمد عبد الله بن عبد الر حمن الدا ر می محمد بن اسما عیل البخا ری افقهنا و اعلمنا و ا غو صنا و قال اسحاق بن را هو یه هو ا بصر منی نقل هذه ا لا قا ویل الشیخ ا لا مام ابن کثیر فی تا ریخ البدا یة و النها یه و ا لامام الحا فظ ابن حجرٍ فی شر حه للبخا ری و تا ر یخه و الشیخ العلامة القسطلا نی فی شر حه للبخا ری و غیره من آ ئمة الحد یث و التوا ر یخ و نقل ابن حجر عن ابی مصعب انّ محمد بن اسماعیل افقه عبد نا و ابصر بالحد یث من ا حمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن حنبل و عنه قال لو ادر كت ما لكاً و نظر ت الى و جهه و و جه محمد بن اسما عيل لقلت كلا هما وا حد فى الفقه و الحديث وقال قتيبه بن سعيدٍ جالست الفقهاء و العبّا د و ما رأيت منذ عقلت مثل محمد بن اسما عيل و هو فى زما نه كعمر فى الصحا بة و سئل قتا دة عن طلاق السكران فد خل محمد يعنى البخا رى فقا ل للسا ئل هذا ا حمد بن حنبل و اسحاق بن را هو يه و لى ابن المد ينى سا قهم الله اليك و اشار الى البخا رى انتهى ۔ و قا ل ا لا ما م النووى فى التهذ يب و مناقبه لا تستقصى لخر و جها عن ان تحصى و هى منقسمة الى حفظٍ و سروا يةٍ و اجتهادٍ الى آخر ما قال و قد عدّه الرملى مجتهداً مستقلاً لكنا لا نطيل الكلام بنقل عبا رته

(ترجمہ: کہا امام احمدؒ نے کہ دیار خراسان نے بخاریؒ جیسا کوئی نہیں نکالا یعنی وہاں ایسا کوئی پیدا نہیں ہوا اور کہا اسحاق بن راہویہؒ نے اگر ہوتا بخاریؒ، حسن بصریؒ کے زمانہ میں تو وہ محتاج ہوتا بخاریؒ کا بسبب اس کے کہ وہ خوب جانتا تھا حدیث اور اجتہاد اور کہا نعیم بن حمادؒ نے بخاریؒ کے حق میں کہ یہ اس امت کا مجتہد ہے اور ایسا ہی کہا ہے یعقوب بن ابراہیم دورقیؒ نے اور بعضوں نے اس کو امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق راہویہؒ سے بھی غالب ٹھہرایا ہے حدیث اور اجتہاد میں اور کہا ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰنؒ نے کہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہم سب سے بڑھ کر مجتہد ہے اور عالم اور غور والا ہے اور کہا اسحاق بن راہویہؒ نے کہ بخاری مجھ سے بھی زیادہ بصیرت والا ہے نقل کیا ان اقوال کو شیخ حافظ بن کثیرؒ نے تاریخ بدایہ والنہایہ میں اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح بخاری اور اپنی تاریخ میں اور شیخ علامہ قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں اور ان کے سوائے اوروں نے بھی اماموں حدیث اور تواریخ سے، اور نقل کیا ہے ابن حجرؒ نے ابو مصبؒ سے کہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہمارے نزدیک امام احمد بن حنبلؒ سے بھی بڑا مجتہد اور بڑی بصیرت والا تھا حدیث میں اور اسی ابو مصعبؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر میں امام مالکؒ کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ اور امام بخاریؒ فقہ و حدیث میں برابر ہیں اور کہا امام قتیبہ ابن سعیدؒ نے کہ ہم نشین رہا میں مجتہدوں اور زاہدوں اور عابدوں کا لیکن میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیلؒ کے برابر کسی کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں دیکھا اور کہا کہ یہ اپنے زمانہ میں ایسا تھا جیسے حضرت عمرؓ صحابہ میں ۔اور سوال کیا کسی نے قتادہؒ سے کہ متوالے کی طلاق کا کیا حکم ہے پس اس وقت امام بخاریؒ آ گئے ۔پس کہا قتادہؒ نے سائل کو کہ یہ احمد بن حنبلؒ ہے اور اسحاق بن راہویہؒ ہے اور علی بن مدینیؒ ہے ۔ان کو اللہ تیری طرف کھینچ لایا ہے اور اشارہ کیا امام بخاریؒ کی طرف ۔اور کہا امام نوویؒ نے مہذب میں کہ مناقب امام بخاریؒ کے پورے پورے بیان نہیں ہو سکتے کیونکہ شمار سے باہر ہیں اور وہ منقسم ہیں حفظ اور فہم اور اجتہاد پر، تا آخر اس کلام تک جو نوویؒ نے فرمایا ہے اور امام رملیؒ نے بھی بخاریؒ کو مجتہد مستقل شمار کیا ہے ۔اب ہم اس کی کلام نقل کرنے سے عبارت کو طول نہیں کرتے)۔

اب حال عبارت شاہ ولی اللہؒ کا جس سے مخاطب جا لپٹا ہے سننا چاہیے کہ معنی عبارت مذکور کا یہ نہیں کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کا مسائل فرعیہ میں جو محل بحث ہیں مقلد تھا جیسا کہ مخاطب نے اس پر متفرع کیا ہے بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ امام بخاریؒ اپنے اجتہاد میں امام شافعیؒ کی طرف منتسب تھا کیونکہ طریق اجتہاد اور ترتیب دلائل اور استنباط مسائل میں رائے امام بخاریؒ کو رائے امام شافعیؒ سے توافق اور تطابق تھا اور مخاطب نے بھی اولاً اسی انتساب کا دعوی کیا ہے اگر چہ بعد نقل عبارت مذکورہ کے بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد اس دعوی کو فراموش کر کے تقلید بخاری کا مدعی ہو گیا ہے الحاصل اس عبارت سے شاہ صاحبؒ کے مجتہد ہونا بخاریؒ کا ثابت ہوتا ہے نہ مقلد ہونا ہونا، غایۃ مافی الباب یہ کہ اجتہاد بخاریؒ آپ کے نزدیک منتسب ہوا نہ مستقل اور عدم استقلال اجتہاد سے کسی مجتہد کے مقلد ہونا اس مجتہد کا لازم نہیں آتا۔

اب حال رسالہ شاہ ولی اللہؒ کا جس سے مخاطب جا لپٹا ہے سننا چاہیے کہ معنی عبارت مذکور کے یہ نہیں کہ امام بخاریؒ، امام شافعیؒ کا مسائل یہ مطلب عبارت مذکورہ کا عبارات ماقبل و مابعد سے ایسا روشن ہوتا ہے جیسا نصف النہار کا روشن آفتاب مخاطب ان سب عبارات کو مضر مطلب سمجھ کر سرقہ کر گیا اور شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کر کے نوش کر گیا ہے ۔ہم اس مقام میں اون سب عبارات کو نقل کر کے سرقہ وخیانت مخاطب ثابت کرتے ہیں اور مجتہد مطلق منتسب غیر مقلد ہونا امام بخاریؒ کا ان عبارات سے ثابت کئے دیتے ہیں پس واضح ہو کہ اصل وہ کلام جس سے مخاطب جا لپٹا ہے شاہ صاحبؒ کا خود اپنا کلام نہیں بلکہ فقیہ ابن زیاد یمنی شافعیؒ کا کلام ہے جو اس کے فتاوی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شاہ صاحبؒ نے نقل کیا ہے اس کی ابتداء میں امام بلقینی شافعی کے مجتہد مطلق غیر منتسب ہونے کا دعوی ہے پھر اس کی تائید وتنظیر میں بعضے اور مجتہدین مطلقین منتسبین کا حال اجتہاد منقول ہے اور شرح قنیہ اور شرح مہذب اور کتاب الرد علی من اخلد الی الارض اور تہذیب اور کتاب رافعی کی شہادات سے ان کے اجتہاد مطلق کا ثبوت دیا ہے پھر معنی منتسب ہونے اس مجتہد منتسب کے جن سے مقلد ہونا اس کا باطل ہو اور اجتہاد ثابت ہو بیان کئے ہیں پھر امام بخاریؒ کو ان کی سلک میں منسلک کیا ہے اور مثل ان کے مجتہد مطلق منتسب قرار دیا ہے حیث قال

بعد ذكر البلقينى و غيره من المجتهدين المطلقين المنتسبين و معنى انتسابه الى الشافعى انه جرى على طريقته فى الاجتهاد و استقراء الادلة و ترتيب بعضها على بعضٍ و وافق اجتهاده اجتهاده و اذا خالف احياناً لم يبال بالمخالفة و لم يخرج عن طريقته الّا فى مسائل و ذلك لا يقدح فى دخوله فى مذهب الشافعى و من هذا القبيل محمد بن اسماعيل البخارى فانه معدود فى طبقات الشافعية و ممن ذكره فى طبقات الشافعية تاج الدين السبكى و قال انه تفقّه بالحميدىّ و تفقّه الحميدىّ بالشافعىّ و استدلّ شيخنا العلامة على ادخال البخارى فى الشافعية بذكره فى طبقاتهم و كلام النووى شاهد له انتهى ما فى الانصاف نقلاً عن فتاوى الفقيه بن زياد مختصراً

(ترجمہ: اور معنی اس کے منسوب ہونے کے طرف شافعیؒ کے یہ ہیں کہ وہ چلا ہے شافعیؒ کے انداز پر اجتہاد میں اور دلیلوں کی تلاش اور ترتیب میں اور اس کا اجتہاد شافعی کے اجتہاد کے موافق ہو گیا ہے اور کبھی اس سے مخالفت بھی کرتا ہے تو کچھ پرواہ نہیں رکھتا کیونکہ اس مخالفت سے اس کے انفاز سے نکل نہیں جاتا بجز چند مسائل کے جن میں خروج اس کا ثابت ہوتا ہے سو وہ اس کے داخل ہونے کو شافعیوں میں توڑ نہیں دیتا اور اسی قسم سے مجتہدین منتسبین سے جو شافعی کی طرف بسبب توافق اجتہاد وترتیب دلائل کے منسوب ہیں امام بخاری ہیں جو طبقات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شافعیہ میں معدود ہیں سبکی نے ان کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاریؒ نے فقاہت پیدا کی حمیدیؒ سے اور حمیدیؒ نے امام شافعیؒ سے، اور ہمارے استاد نے امام بخاریؒ کو طبقات شافعیہ میں مذکور ہونے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے کہ وہ شافعیوں میں داخل ہے اور نوویؒ کا کلام بھی اس پر شاہد ہے۔ تمام ہوا جو انصاف میں فقیہ ابن زیاد سے نقل کیا ہے مختصر ہو کر)۔

مجتہد مستقل، مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب

اس کے بعد شاہ ولی اللہؒ نے عبارت کتاب انوار کی متضمن تفسیر معنی منتسب ہونے مجتہد کی جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد منتسب مقلد نہیں ہوتا اور منتسب ہونا اس کا محض توافق رائے کے سبب سے ہوا کرتا ہے نقل کی ہے حیث قال

و من شوا هد ما ذكر نا ا يضاً ما فى كتا ب الانوارِ حيث قا ل و المنتسبو ن الى مذ هب الشا فعى و ابى حنيفه و ما لك و احمد اصناف احد ها العوام و تقليد هم الشا فعى متفرع على تقليد الميت و الثا نى البا لغو ن الى ربة ا لا جتهاد و المجتهد لايقلد مجتهداً و انما ينسبو ن اليه لجر يهم على طر يقته فى الاجتهاد و استعمال الا دلة و تر تيب بعضها على بعضٍ و الثالث المتو سطون و هم الذين لم يبلغوا ر تبة الا جتهاد لكنهم وقفوا على ا صو ل ا لا ما م و تمكنوا من قياس ما لم يجدوه منصوصاً على ما نص عليه و هؤلا ء مقلدو ن له انتهى ما فى ا لا نصا ف نقلاً عن ا لا نوار۔

(ترجمہ۔ جہاں پر کہا ہے مولانا شاہ ولی اللہؒ نے کہ اس کے شاہدوں سے وہ بھی ہے جو کتاب انوار میں کہا ہے کہ جو لوگ مذہب شافعی وغیرہ کی طرف منسوب ہیں وہ کئی قسم ہیں ایک عامی سو ان کی تقلید تو فرع ہے تقلید میت کی، دوسرے وہ جو رتبہ اجتہاد کو پہنچ گئے ہیں سو مقلد نہیں کیونکہ ایک مجتہد دوسرے کی تقلید نہیں کرتا۔ پھر جو ان کو طرف شافعی کے منسوب کرتے اور شافعی المذہب کہہ کر پکارتے ہیں تو محض اسی سبب سے کہ یہ لوگ اپنے اجتہاد اور استعمال و ترتیب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل میں امام شافعی کے انداز پر چلے ہیں۔ تیسرے بیچا بیچ کے لوگ جو رتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچے لیکن اپنے امام کے قواعد پر مطلع ہیں اور اس کے اقوال پر اور نئی باتوں کو قیاس کر سکتے ہیں سو فقط یہی لوگ مقلد ہیں۔ تمام ہوا جو انصاف میں انوار سے ہے)

اس کے بعد آپ نے مجتہد مطلق کی دو قسم بیان کی ہیں ایک مستقل دوسرے منتسب الی المستقل، پھر ان دونوں کے خصائل بیان کئے ہیں اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد منتسب مجتہدین مطلقین میں داخل ہے اور ربقہ تقلید سے آزاد۔ لہذا آپ کی اس کلام کو بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

قا ل ر حمه الله تعالى اعلم ان هذا المجتهد قد يكو ن مستقلاً و قد يكو ن منتسباً الى المستقل و المستقل من امتا ز عن سائر المجتهد ين بثلا ث خصا لٍ ا حد يها ان يتصرف فى الاصو ل و القواعد التى يستنبط منها الفقه و ثا نيها ان يجمع الاحاديث و ا لآ ثار فيصِّل ا حكا مها و يتنبّه لما خذِ الفقهِ منها و يجمع مختلفا تها و ير جّح بعضها على بعض، و يعيّن بعض محتملا تها و ثا لثتها ان يفرِّغ التفا ر يع التى تر د عليه مما لم يسبق بالجوا ب فيها من القرو ن المشهو د لها با لخير و المجتهد المنتسب هو المقدى المسلّم و له فى الخصلة ا لاولى الجا رى مجرا ه فى الخصلة الثا نية و المجتهد فى المذ هب هو الذى سلّم منه ا لاو لى و الثا نية و جرى مجرا ه فى التفا ريع على منها ج تفا ريعه انتهى مختصراً غاية ا لا ختصار

(فرمایا شاہ ولی اللہؒ نے جان لے کہ یہ مجتہد یعنی مجتہد مطلق کبھی مستقل ہوتا ہے اور کبھی منسوب طرف کسی مستقل کے پس مستقل وہ ہے جو ممتاز ہو باقی مجتہدین سے تین خصلتوں میں ایک خصلت یہ کہ تصرف کرے ان قاعدوں میں جن سے مسائل فقہ نکالے جاویں خصلت دوسری یہ کہ احادیث اور آثار کو اکٹھا کرے اور ان سے احکام حاصل کرے اور ان میں مسئلہ نکلنے کی جگہ کو جان جاوے اور متعارض احادیث کو آپس میں متفق کر دے اور بعضے احادیث مرجحہ کو غیر مرجحہ پر ترجیح دے اور جن حدیثوں کے معانی کئی احتمال رکھتے ہیں ان میں ایک احتمال کو معین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دے۔خصلت تیسری یہ کہ جو مسائل فرعیہ پہلے کسی نے نہ نکالے ہوں جب اس پر وہ پیش ہوں ان کو احادیث سے استنباط کرے اور مجتہد منسوب طرف دوسری کے وہ ہے کہ جو خصلت اول میں تو اسی کی چال چلے اور اس کو قبول کر لے اور خصلت دوسری میں خود اوس جیسا ہو اور ان دونوں کے سوائے ایک اور مجتہد فی المذہب کہلاتا ہے یہ وہ ہے جو خصلت اولی میں بھی اسی کی چال چلے اور خصلت ثانی میں بھی اس کا تابع ہو رہے اور خصلت ثالث میں یعنی استنباط مسائل فرعیہ جدیدہ میں اس کے قائم مقام ہو۔تمام ہوا کلام شاہ ولی اللہ کا نہایت مختصر ہو کر)

سو ان عبارات سے شاہ صاحب کی صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ آپ کے نزدیک بھی مجتہد تھا نہ مقلد امام شافعیؒ کا اور منسوب ہونا اس کا طرف شافعی کے اور معدود ہونا شافعیوں میں محض بنظر توافق رائے و اتحاد طریق اجتہاد امام بخاریؒ اور امام شافعیؒ کے تھا نہ بنظر مقلد ہونے امام بخاریؒ کے، اب آئندہ جو مخاطب نے سبّ وشتم سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے اس کا جواب و جزا بعد آنکھ بند کرنے کے اللہ سے پاوے گا۔

بوقت صبح شود ہم چو روز معلومت
کہ با کہ باختۂ عشق در شبِ دیجور

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

التماس برائے آئندہ:

اگر اس کے جواب میں کچھ آپ کو لکھنا منظور ہو تو قلم کو سبّ وشتم سے روک کر لکھنا اب کے تو اس طرف سے آپ کے دشنام وطعنوں کے جواب دینے سے اعراض اور عمل آیت و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً پر کیا گیا آئندہ شاید نفس راغب انتقام ہو جاوے اور متمسک

لا یحبّ اللہ الجھر بالسّوء الّا من ظلم

اور

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا

ہو بیٹھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ما ابر یء نفسی ان النفس لامّا ر ۃ با لسو ء ا لا ما ر حم ر بی

لہذا آپ پہلے ہی سے اپنے نفس کو سمجھاویں اور یہ شعر سناویں:

صائب دہن خویش بدشنام میا لا صائب

کین زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

و السلا م علی من اتبع الھدی

خا تمة الطبع:

الحمد لله و المنة کہ رسا لہ مخ الباری از تو الیف فاضل اجل عالم با عمل جا مع معقول ومنقول حا وی فروع وا صول حا می دین رب المشر قین ورب المغر بین حافظ حد یث رسول الثقلین مو لا نا ابوسعید لمدعو بہ محمد حسین البتا لوی ثم اللا ہوری دا مت بر کا تھم و عمت فیو ضا تھم در احسن زمان و اسعد آ وا ن پانز دہم شہر رجب المرجب ۱۲۸۶ ہجری از قا لب طبع بر آ مدہ با عث وفور رشد اسلامیا ن وموجب از یا د رشادایمانیاں گر دید ایز دتعالی ببر کت انفاس طیبہ آں پیشرومسلک دین قویم ورہنمائے صراط مستقیم مار ہروان شرع را چراغ تو فیق فرار راہ نہاد و بسر منزل یقین رسا ناد

و ھو المو فق و منه السداد

☆☆☆

تبیا ن فی رد البر ھا ن

(در جواب فضل احمد بن عبدالرحمٰن)

بسم الله الر حمن الر حیم

الحمد لله الذریء البضم الباریء ال... فا لمعطی لها المطا یا من الجسم فالمرکب فیها العلو م و الحکم فالمصطفی منهم الرسل او لی العزم فا لمجتبی منهم سیدنا محمدا الحشم ذاالمجد والکر م نبی العرب و العجم الشا هد بخطبه الحجر و الیقم النا طق بخطمه؟ ا للو ح و القلم الرؤف الر حیم بمو منی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا لا مم كا سب المعدم ووا صل الر حم عصمة ا لا را مل و ثمال من يتم و ابيض يستسقى الغمام بو جهه ۔ ثما ل اليتامى عصمة للارا مل و اشهدان لا اله الا الله و حد ه لا شر يك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله من اتبع ا ثره فئكمه فهو القرم النا ئل الحظ الفخم و من تو لى عن ذكر ه و .. با هل الراى و فكره فهو القزم الا يهم تقس و اتكس؟ و فى الحطمة جثم وزيد له فيها من التيغظ و الحدم ۔

اس کے بعد ار باب فطا نت و اصحاب دیا نت پر مخفی نہ رہے کہ جیسے میاں عثمان ہمارے خواہ مخواہ مخا طب اول نے مسئلہ ترجیح صحیح بخاری میں بمقا بل علمائے دہلی کے سر اٹھا کر کچلا یا اور اجر پایا ہے ویسا ہی میاں فضل احمد بن مولوی عبدالرحمٰن جو میاں عثمان کا بے علمی و نافہمی میں چھوٹا بھائی ہے اور اس سے ایک درجہ متنزل مسئلہ وجوب تقلید معین معین و عدم جواز عمل بالحدیث میں قلم چلایا اور ایک رسالہ برہان المقلدین تالیف کر کے اپنے جہل پوشیدہ کو ظاہر کر دکھایا ہے، سچ ہے:

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

عبارت اور مضمون دونوں کی تحریروں کے یکساں ہیں اور شہادت میں جہل اور نافہمی دونوں کی یک زبان ۔ اس کی تحریر کے بیانات تو رسالہ منح الباری میں ثبت ہو چکے ہیں، اس کی تحریر کے چند الفاظ کی اظہارات بیان قلم بند کی جاتی ہیں صفحہ سات میں اس رسالہ کے آپ نے بذیل ترجمہ عبارت حضرت شاہ ولی اللہ کے یبقی سدی مھملا، کا ترجمہ: تا رہا نابکار، کیا ہے ۔ یعنی تا رہا نکما، سو یہ ترجمہ یا بلیغ بیان مخاطب کی جہالت پر شہادت ادا کر دیا ہے اس لئے کہ یہاں معنی سدی کے تا نا نہیں ہے بلکہ وہی مہمل ہے جو اسکے بعد اس کی تفسیر کر رہا ہے اور معنی عبارت شاہ ولی اللہ کے یہ ہیں کہ جس کو ہند یا کسی اور دیار میں بجز ایک مذہب کے کسی اور مذہب سے اطلاع نہ ہو تو پھر اگر وہ شخص اس مذہب کو بھی ہاتھ سے چھوڑ دے تو اس کی گردن سے حلقہ اسلام نکل جاوے گا یعنی کسی طرح متعبد شریعت نہ رہے گا اور موید ہیں اس معنی سدی کو اقوال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفسرین کے تفسیر میں:

ایحسب ا لا نسا ن ان یترك سدی (القیامۃ:۳۶)، کے

قا ل البیضاوی: مهملا لا یکلف و لا یجا زی(و هو یتضمن تکر یر انکاره للحشر و الد لا لة علیه من حیث ان الحکمة تقتضی ا لا مر بالمحا سن و النهی عن القبا ئح ، و التکلیف لا یتحقق الا بالمجا زاة و هی قد لا تکو ن فی الد نیا فتکو ن فی ا لآ خرة) ،

و قال الجلال المحلی مهملا لا یکلف بالشرائع ۔

و قا ل البغوی مهملاً لا یؤمر ولاینهی ۔(قا ل السدی : معنا ه المهمل و ابل سدی اذا کا نت تر عی حیث شاء ت بلا را ع)

پھر معلوم نہیں آپ کا علم وفہم بلند پرواز جولا ہوں کے تانے میں کیونکر جا الجھا ۔اور صفحہ ۱۶ میں آپ نے بذیل ترجمہ عبارت شعرانی کے جملہ طا لعت علیه کتا ب تخر یج ا حا دیث الهدا یه للحا فظ الز یلعی کا ترجمہ یہ کیا ہے:

کہ مطالعہ کردیم بر استاذ خود کتاب ہدایہ کہ معانی احادیث از تصانیف حافظ زیلعی است ۔انتہی بلفظہ ۔

سو یہ ترجمہ پہلے سے بڑھ کر مخاطب کی بے علمی اور ان پڑھ ہونے کی شہادت سنا رہا ہے اور اس شعر کی صورت میں جلوہ دکھا رہا ہے:

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایها السّاقی ادر کاساً و ناولها

اسلئے کہ جیسے اس شعر میں شاعر نے زلیخا کو تصنیف سعدی کہا ہے ویسے ہی اس ترجمہ میں مخاطب ماعر نے ہدایہ کو تصنیف حافظ زیلعی قرار دیا ہے اور فی الواقعہ ہدایہ بر ہان الدین علی بن محمد مرغینا نی کی تصنیف ہے ۔

قا ل فی القا موس و مر غینا ن بکسر العین بلدة بما وراء النهر منه علی بن محمد مو لف کتا ب الهدا یه انتهی ۔

اور زیلعی ایک اور شخص ہے محدثین حنفیہ سے اس کی تصنیف تخر یج ہدا یہ اور شرح کنز وغیرہ ہے ۔اور جیسے اس شاعر نے مضمون زلیخا کو ا لا یا ایها السا قی سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعبیر کیا ہے ویسے ہی مخاطب ماعر نے مضمون تخریج احادیث کو معانی احادیث سے تفسیر کیا ہے اور فی الحقیقت تخریج احادیث نام ہے نکالنے سندوں احادیث کا یعنی جو حدیثیں بعض کتابوں میں بلا اسناد مذکور ہیں ان کی سندیں تلاش کر کے ان کو مسند کر دیں اوران میں یہ نشان لگا دیں کہ اس حدیث کو فلاں اسناد سے فلاں محدث نے روایت کیا ہے چنانچہ احادیث ہدایہ کو ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب نصب الرایہ فی تخریج الہدایہ میں اور احادیث احیاء العلوم کو عراقیؒ نے تخریج احیاء میں اسی طرح تخریج کیا ہے اور اسی قسم سے تخریج حافظ زیلعیؒ کی جس میں احادیث ہدایہ کو حافظ نے مسند کیا ہے اور ان کی اسانید کو ڈھونڈ بھال کر بہم پہنچایا ہے، حضرت ماعر نے اوس تخریج کو نفس ہدایہ سمجھا اور پھر اس کو تصنیف حافظ زیلعیؒ بتلایا ہے۔ اور اس کے وصف تخریج کو معانی احادیث سے تفسیر کیا ہے۔ ان باتوں میں تو آپ نے اس ترجمہ کو ہم سر اس شعر کے کیا ہے اور کئی باتوں میں اس کو اس شعر پر بھی فوق دے دیا ہے چنانچہ کتاب ہدایہ کو مفعول طا لعت کا ٹھہرایا ہے اور علیہ کی ضمیر مجرور کو طرف استاد شعرانی کے جس کا نام ونشان بھی نہیں راجع کیا ہے لیکن مجھے ان باتوں کی تشریح کی فرصت نہیں اور ان باتوں کو کسی کی تشریح وتوضیح کی حاجت نہیں: حاجب مشاطہ نیست روئے دلارام را۔ اور صفحہ ۱۸ میں آپ نے کہا ہے کہ:

ہر یک ازینہا مجتہد مطلق بود کہ اورا مجتہد فی المذہب نیز گویند انتہی بلفظہ۔

یہ بھی آپ کی بے علمی کی شہادت میں شاعدل ہے اس لئے کہ مجتہد مطلق کو مجتہد فی المذہب کہنا محض جہل اور سراسر ہزل ہے یہ اور ہے وہ اور ہے چنانچہ اسی رسالہ انصاف میں جس سے مخاطب نے جابجا نقل لایا ہے اس میں اس میں فرق بتشریح تام ارقام فرمایا ہے حیث قال

اعلم ان للمجتهد قد يكون مستقلاً و قد يكون منتسباً الى المستقل و المستقل من امتاز؟ عن سائر الجتهدين بثلاث خصال احدها ان يتصرف فى الاصول و القواعد التى يستنبط منها الفقه و ثانيتها ان يجمع الاحاديث و الآثار فيصل احكامها و يتنبه لما خذ الفقه منها و يجمع مختلفاتها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و یر جح بعضها علی بعض و یعین بعض محتملا تها و ثا لثها ان یفرّع التفا ریع التی ترد علیه ممالم یسبق بالجوا ب فیها من القرو ن المشهود لها با لخیر و المجتهد المطلق المنتسب المقتدی المسلم له فی الخصلة ا لا و لی الجا ری مجرا ہ فی الخصلة الثا نیة و المجتهد فی المذ هب هو الذی سلم منه ا لا ولی و الثا نیة و جرا مجرا ہ فی التفریع علی منهاج تفار یعه انتهی مختصراً۔

اور ایسا ہی مولف رسا لہ انصاف نے رسا لہ عقد الجید میں ان دونو ں میں فرق بیان فرما یا ہے حیث قا ل :

المنتسب من سلم ا صو ل شیخه و استعا ن بکلا مه کثیراً فی تتبع ا لا د لة و التنبه للما خذ و هو مع ذ لك مستیقن بالاحکام من قبل اد لتها قا در استنبا ط قل ذ لك منه او اکثر و انما یشترط الا مور المذ کورة فی المجتهد المطلق و اما الذی هودو نه فی المر تبة فهو مجتهد فی المذ هب و هو مقلد لا مامه فیماظهر فیه نصه الی آ خر ما فی عقد الجید۔

علی ہذا القیاس بیسیوں غلطیاں فاحش مخاطب کی بے علمی پر شاہد اس رسا لہ میں مو جود ہیں لیکن خوف تطویل اور قلت فرصت ان کی تفصیل کی مرخص نہیں۔ الغرض آپ میں اور میاں عثمان میں کچھ تھوڑا ہی فرق نظر آیا لہذا تحریر کرنا جواب آپ کی تحریر کا بھی مناسب معلوم نہ ہوا لیکن جیسے آخر عثمان کو با وجود مخاطب صحیح نہ ہونے کے چار نا چار مخاطب ٹھہرایا ہے ویسے ہی آپ کو بھی با وصف لائق خطاب نہ ہونے کے بخیال اس امر کے کہ کم علم لوگ آپ کی تحریر میں بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیکھ کر غرہ؟ نہ ہو جاویں خواہ مخواہ مخاطب کیا جاتا ہے وجبراً و کرہاً ننگ خطاب عالی جناب کا اٹھا لیا جاتا ہے۔ بر سر فرزند آدم ہر چہ آید بگزرد۔ پس اولاً تمام رسا لہ کا ایک مجمل جواب ھا جاتا ہے جس سے آپ کا بے علم ہونا اور آپ کے رسا لہ کا بے اعتبار ہونا ثابت ہو پھر تفصیل وار ہر ایک فقرہ کا علیحدہ علیحدہ مختصر جواب لکھا جاوے گا۔ جواب مجمل یہ ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے یہ رسالہ خود اپنی تحقیق سے کتب مذکورۃ الرسالہ کا مطالعہ فرما کر تصنیف نہیں کیا بلکہ محمد شاہ پنجابی کے کے رسائل تنویر الحق وتحفۃ العرب والعجم وغیرھما جو بظاہر نواب قطب الدین نے اپنے نام سے چھپوائے ہیں دیکھ دا کھ کر ان عبارتیں تقلید کے مضمون کی اپنے رسالہ میں درج کر لی ہیں (محمد شاہ پنجابی کے ایک رسالے کا جواب متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء)۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ جس طرح غلط یا صحیح تام یا ناقص مختصر یا مطول سالم یا مسروق مقدم یا موخر عبارتیں کتابوں کی ان رسالوں میں منقول ہیں اسی طرح غالبًا رسالہ مخاطب میں موجود ہیں اور بعضی عبارتیں اس میں خاص تحفۃ العرب کی ہیں مخاطب نے ان کو فرضی کتابوں کے حوالے سے نقل کیا ہے مثلاً صفحہ ۱۲ میں یہ عبارت نقل کی ہے:

فا ن تنا زعتم فی شیء فردّو ہ الی الله و الرسو ل الی کتاب الله و سنّة الرسو ل ان کنتم تعلمو ن بهما و الا فا لی العا لم بهما لانّ الردّ الی الله و الرسو ل یتعذر فی هذا الز ما ن انتهت عبارة تحفة الحر مین ۔ تمام ہوئی عبارت منقولہ مخاطب کی

سو یہ عبارت خاص تحفۃ العرب والعجم کی ہے اور سولہویں صفحہ میں اس کے موجود، مخاطب نے اس کو تحفۃ العرب والعجم سے نقل کر کے فرضی کتاب تحفۃ الحرمین کی طرف منسوب کر دیا اور صفحہ ۱۴ میں جو عربی عبارت رسالہ شیخ عبدالرحمٰن مفتی مکہ کی نقل کی ہے وہ بھی خاص تحفۃ العرب والعجم کی عبارت ہے اور اس کے صفحہ ۵۱ میں موجود۔ مخاطب نے اس کو بھی اسی تحفہ سے بادنی تغیر نقل کر کے فرضی رسالہ مفتی مکہ کے نامزد کر دیا ہے، اس سے علم اور وسعت نظر اور کتاب بینی آپ کی خوب ثابت ہوئی جس کو اس بیان میں شک ہو وہ عبارات رسالہ مخاطب کو عبارات اون رسائل سے مطابق و مقابل کر کے دیکھ لے اور اگر کسی کو مخاطب سے ملاقات حاصل ہو سکے تو اوس سے بالمشافہ تصحیح نقل طلب کرے یعنی درخواست کرے کہ جن کتابوں سے آپ نے یہ عبارتیں نقل کی ہیں جیسے رسالہ تحفۃ الحرمین اور رسالہ عبدالرحمٰن مفتی مکہ اور برہان امام الحرمین اور شرح منہاج اور رسالہ ملاعلی قاری اور فتح المبین ابن حجر مکی، وہ اصل کتابیں ہم کو دکھاویں اور عبارات مندرجہ رسالہ ان کتابوں سے بتلاویں اس وقت آپ کے علم و کتب بینی کی قلعی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھلے اور صداقت ہمارے اس بیان کی کہ یہ رسالہ رسائل محمد شاہ کا انتخاب ہے، عیاں ہو رہے ۔ یہ تقریر کہ یہ رسالہ اعتبار سے کیوں ساقط ہے سو یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو روایتیں تنویر الحق سے منقول ہیں ان کے جوابات اور اکثر روایات تحفۃ العرب کے جوابات تو کتاب معیار الحق میں بوجہ بسط مذکور ہیں اور جو بعضی نئی روایتیں تحفۃ العرب سے یا رسالہ انصاف سے نقل کی ہیں، اون میں جو صحیح ہیں وہ مدعائے مخاطب سے اجنبی ہیں اور جو اس کے مدعا کی مثبت ہیں وہ اعتبار سے ساقط ہیں ۔ تر کی تمام شد، تفصیل اس اجمال کی جابجا بذیل جواب ہر ایک روایت کے معلوم ہوگی ۔ انشاء اللہ

جوابات تفصیل وار:

واضح ہو کہ نقل کرنا اصل عبارات رسالہ کا بسبب کم فرصتی کے ملتوی رکھ کر حاصل ترجمہ اون کا ہندی زبان میں نقل کر کے جواب ان کا دیا جاتا ہے جس کسی کو ہماری صحت نقل میں تردد ہو وہ تراجم کو اصل رسالہ سے مقابل کر کے دیکھ لے اور نیز واضح ہو کہ رسالہ مخاطب کا مختصر خرافات محمد شاہ کا ہے چنانچہ ثبوت اسکا عنقریب گذر چکا ہے اور اسکے جوابات معیار الحق میں مفصل لکھے جا چکے ہیں باوجود اس کے جب کہ مخاطب نے انہیں رد کی ہوئی باتوں کو انتخاب کر کے پیش کیا لہذا اس کے جوابات میں بھی وہی جوابات معیار الحق پیش کئے جاویں گے اور جہاں کہیں مخاطب نے کوئی بات جدید رسالہ جدیدہ محمد شاہ سے انتخاب کر کے یا بطور خرق عادت کسی اور کتاب سے دیکھ کر لکھی ہے اس کے جواب ہم بھی جدید لکھیں گے اور اسکو فی الجملہ بسط سے بیان کریں گے ۔ پس سننا چاہیے کہ جو آپ نے دیباچہ رسالہ میں طعن کیا ہے کہ اردو زبان میں رسالے بناتے ہیں، جواب اس کا یہ ہے کہ اسپر ہم کو دو باعث ہیں اول یہ کہ ہم اپنے مخاطبوں کو عالم نہیں سمجھتے اور ان کو بجز اردو کے کسی زبان میں ماہر نہیں دیکھتے ۔ پس عربی عبارتیں لکھ کر ان کو پڑھاتے کہاں پڑے پھریں ۔ دوسرے قصد تسہیل و تعلیم عامہ مسلمین ۔ تصدیق باعث اول کی ناظرین کو ملاحظہ سے خطبہ اس رسالہ کے ہو جاوے گی خصوصاً اس شخص کو جو اس خطبہ کو حضرت مخاطب سے پڑھوا کر معنی اس کے دریافت کرے اور دیکھے کہ آپ اس میں کتنے لفظوں کو صحیح پڑھتے ہیں اور کتنے لفظوں کے معنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتلاتے ہیں۔ اور تصدیق باعث ثانی متوجہ ہونا ہم لوگوں کا ہے طرف تراجم عربی کتابوں سے ہندی زبان میں ۔ اور جو آپ نے کہا ہے کہ علماء دہلی نے جن کتابوں کا اپنے فتوی میں حوالہ دیا ہے اون میں سے جو کتاب ہمارے پاس تھی اوس میں فتوی کہیں نہ پایا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ وہ کتابیں آپ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوں گی مبلغ علم آپ کا رسائل محمد شاہ ہے وبس، پھر اتنی بوالہوسی ولاف گزاف کیا زیبا ہے۔ اور حوالے ان کتابوں کے سب صحیح ہیں چنانچہ بمقابل آپ کے روایتوں کے نشان مواضع اون کی عبارتوں کے کتاب معیار الحق میں بقید نمبر صفحات کے بتلائے جاویں گے اور جو عبارتیں معیار الحق میں منقول نہیں وہ بعد اختتام رد مخاطب خاتمہ رسالہ میں بعینہا نقل کی جاویں گی۔ اور جو آپ نے تفسیر مظہری اور منار اور نور الانوار کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ مذہب مخالف آئمہ اربعہ کا باجماع مرکب آئمہ اربعہ کے باطل ہے۔

ابطال دعوی حصر مذاہب باجماع مرکب

جواب اسکا توضیح تلویح و مسلم اور خود نور الانوار سے معیار الحق میں صفحہ ۳۹ سے صفحہ ۴۳ تک لکھا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اجماع مرکب میں اتحاد زمانہ اہل اجماع کا شرط ہے اور آئمہ اربعہ کا زمانہ ایک نہ تھا۔

اور جو آپ نے فتح المبین اور برہان اور تحریر اور شرح منہاج کی عبارتیں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ مذاہب آئمہ اربعہ کے قواعد مضبوط ہیں اور مسائل واضح اور مدون اور منتشر ہو گئے ہیں اس واسطے بجز ان کے اور کسی مذہب کا اتباع جائز نہیں۔

جواب اس کا شرح مسلّم الثبوت اور شرح تحریر ابن الہمام سے معیار الحق کے صفحہ ۳۱ و صفحہ ۴۴ اور صفحہ ۸۹ اور صفحہ ۱۲۹ میں بوجہ بسط منقول ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جیسے آئمہ اربعہ کے مذاہب مضبوط اور قواعد مقرر ہیں ایسے ہی اور مجتہدوں کے بھی ہیں اور تدوین مسائل کو تقلید میں دخل نہیں۔ رہی شہرت ان کے مسائل کی سو جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اور مذہبوں کی روایت بسند صحیح محفوظ مل جاوے تو پھر یہ مذاہب مشہورہ اور وہ مذہب غیر مشہور بسبب مل جانے روایت صحیحہ اوس مذہب کے اتباع میں برابر ہیں ۔ کیا نہیں دیکھتے کہ متاخرین حنفیہ نے تزکیہ شہود بتکلیف بنا بر مذہب ابن ابی یعلی کے باوجود یکہ چاروں اماموں کے خلاف ہے اختیار کر رکھا ہے۔ یہی جواب ہیں اوس عبارت تحریر کے جس کو مخاطب نے اشباہ والنظائر سے نقل کیا ہے اور اس میں مجمل اجماع کا دعوی ہے۔

اب رہی عبارت طحطاوی کی متضمن اس مضمون کے کہ آچکے ہیں دین طائفہ ناجیہ اہل مذہب اربعہ میں منحصر ہے جو ان سے خارج ہے ناری ہے۔

ابطال دعوی حصر نجات مذاہب اربعہ میں

سو جواب اس کا شرح مسلّم اور شرح تحریر اور تاریخ یافعی اور تاریخ ابن خلکان اور کتب طبقات سے معیار الحق کے صفحہ ۳۰ سے صفحہ ۳۶ تک لکھا گیا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دعوی حصر اگر اس نظر سے ہے کہ اس زمانہ میں بجز ان مذاہب کے اور اہل مذاہب حقہ کے اقوال سے سند صحیح نہیں ملتی اس لئے اب ناچار حق انہیں میں منحصر ہو گیا ہے تو ان معنوں کر یہ قول صحیح ہے لیکن اس سے حق ہونا اون روایتوں مذاہب غیر آئمہ اربعہ کا جو سند صحیح سے ہم تک پہنچ جاوے محل تردد نہ ہوگا اور متبع اون روایات کا فرقہ ناجیہ سے خارج نہ ٹھہرے گا۔ اور اگر یہ حصر اس نظر سے ہو کہ روایت کسی اور مذہب کی سند صحیح ملے یا نہ ملے بہر حال حکم شریعت سے حق انہیں میں منحصر ہے تو یہ دعوی باطل ہے کیونکہ آئمہ اربعہ کے پہلے بھی صدہا مجتہد اہل حق ہوئے اور بعد میں بھی بیسیوں ہو چکے ، اور ان سب کو مخالف حق اور اہل نار سے کیوں کر کہا جائے۔

اور جو آپ نے شامی محشی درمختار کی عبارت اس مضمون کی نقل کی ہے کہ حکم عدم انتقال مذہب میں حنفی وشافعی وحنبلی و مالکی برابر ہیں۔

جواب اس کا خود اسی شامی کی کلام سے معیار الحق کے صفحہ ۷۶ ، اور صفحہ ۱۲۲ میں موجود ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ شامی کے نزدیک انتقال اوسی صورت میں ممنوع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جب کہ غرض منتقل کی فاسد ہو اور قصد اسکا تلاعب ہو اور جس صورت میں غرض اس کی محمود ہو یا اوسکو دوسرا مذہب متحری اور غلبہ ظن سے بہتر اور ارجح معلوم ہو تو انتقال اسکا محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر پائے گا۔

اقرار ملا علی قاری کہ التزام کسی پر واجب نہیں

اور جو آپ نے عبارت ملا علی قاری کی متضمن وجوب تعیین مذہب نقل کی ہے، اس کا رد کلام خود اسی ملا علی قاری سے معیار الحق کے صفحہ ۱۲۴ میں موجود ہے، مگر وہاں کلام ان کا مختصر منقول ہے، لہذا یہاں فی الجملہ تفصیل سے نقل کیا جاتا ہے۔ پس سننا چاہیے کہ ملا صاحب نے شرح عین العلم میں پہلے کہا ہے کہ احتساب یعنی روکنا ممنوعات اختلافیہ سے اوس شخص کو جس کے مذہب میں وہ ممنوع ہیں ظاہرا بنا بر بیان احیاء العلوم کے لازم ہے۔ پھر کہا:

و قد ذهب جمع الى انه لاحِسبة ا لا فى مثل الخمر و الخنز ير و ما يقطع بكو نه حرا ماً كا كل الميتة و الد م وما ا جمع على تحريمه حيث جوز؟ لكل مقلد ان يختار من المذا هب ما اراد رفقا به و قد قا ل الله تعا لى فا سئلوا اهل الذ كر ان كنتم لاتعلمو ن ا لآ يه و قا ل عليه السلا م من تبع عا لماً لقى الله سالماً و من المعلو م ان الله سبحا نه و تعا لى ما كلف ا حداً ان يكو ن حنفياً او ما لكياً او شا فعياً او حنبلياً بل كلفهم ان يعملوا بالكتاب و السنة ان كا نوا علماء و ان يقلدوا العلماء ان كا نوا من الجهلاء ۔ انتهى بقدرة الضرورة

ایسا ہی ملا صاحب نے رسالہ سم القوارض میں جملہ اخیرہ کو زیب رقم فرمایا ہے۔ پس باوجود اس وصیت و اقرار ملا صاحب کے کہ اللہ اور رسول نے کسی پر مذہب معین ٹھہرا لینا واجب نہیں کیا پھر واجب کہنا، اور؟ اوس تعیین اپنی رائے سے بفرض صحت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل مخاطب کی کون سنتا ہے اور مومن باللہ سوائے اللہ اور رسول کے حاکم احکام فرض و واجب کس کو جانتا ہے جو لوگ اتخذوا احبارھم و رھبانھم من دون اللہ کے مصداق ہیں وہ انکو اپنا حاکم جانیں اور ان کا کہنا بلا سند شریعت مانیں۔

اور جو آپ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے نقل کیا ہے کہ فقہاء کے نزدیک عامی کے حق میں تعیین مذہب مرجح ہے اور انتقال ناجائز۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک تعیین کو بحق عامی مرجح کہنا کذب ہے

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ نے بتقلید صاحب تحفۃ العرب والعجم کے شاہ ولی اللہ پر تہمت باندھی ہے اور شیوہ سرقہ وتحریف ومکر وتزویر کو جلوہ گر کیا ہے جناب شاہ ولی اللہؒ ہرگز قائل نہیں کہ عامی کے واسطے تعیین مذہب لازم ہے اور انتقال اس پر حرام ہے، ان کے نزدیک تو عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں ہے چنانچہ اوسی رسالہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

فصل فی العامی ۔ اعلم ان العامی لا مذھب لہ و انما مذھبہ فتوی مفتیہ

پھر اس پر عبارت بحر الرائق کو شاہد لا کر اس کے بعد فرماتے ہیں:

و قد علم من ھذا ان مذھب العامی فتوی مفتیہ

پھر اوسی بحر الرائق کے باب قضاء الفوایت سے صریح یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

و ان کان عامیاً لیس لہ مذھب معین فمذھبہ مذھب مفتیہ

پھر چند سطور کے بعد کیا الہراسی، صاحب جمع الجوامع سے وجوب تعیین نقل کر کے امام نوویؒ سے اس کا رد نقل کرتے ہیں اور عدم تعیین کو مدلل اور مرجح فرماتے ہیں چنانچہ ارشاد کرتے ہیں:

و قطع الکیا الھراسی یجب علی العامی ان یلتزم مذھباً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معیناً و ا ختار فی جمع الجوا مع انه یجب ذ لك و لا یفعله بمجرد التشهیر بل یختار مذ هباً یقلده فی کل شیء یعتقده راجحا او مسا و یاً لغیره لا مر جوحاً و قا ل النووی الذی یقتضیه الدلیل انه لا یلز مه التمذ هب بمذ هب بل یستفتی من شا ء و لکن من غیر تلقط للر خص و لعل من منعه لم یثق بعد م تلقطه و اذا التز م مذ هباً معیناً فیجو ز له الخرو ج عنه علی ا لا صح و فی کتاب زندٍ لابن ارسلا ن قطعه

والشا فعی وما لك و نعما ن۔ و ا حمد بن حنبل و سفیا ن ۔ وغیر هم من سا ئر ا لآ ئمة ۔ علی هدی و الا ختلا ف ر حمة ۔

و فی شر حه غا یة البیا ن لو ا ختلف جوا ب مجتهد ین متساوین فا لا صح ان للمقلد ان یتخیر بقو لٍ من شا ء منهما و قد مرّ ما فی التحفة فی هذه المسا ئل ۔

اور وہ عبارت جس کو ان چوروں نے شاہ ولی اللہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ درحقیقت شاہ صاحب کی اپنی عبارت نہیں بلکہ وہ ابوالفتح ہروی کی عبارت ہے شاہ صاحب نے اس کو مثل عبارت کیا الہراسی اور صاحب جمع الجوامع کے نقل کر کے پھر اس کو رد کیا ہے اور عدم التزام کو اس کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے ان کذابوں نے وہ عبارت ابوالفتح کی شاہ ولی اللہ کی عبارت ٹھہرائی ہے اور اس کے رد کو جو شاہ ولی اللہؒ سے صادر ہوا ہے سرقہ کر لیا ہے تمام عبارت اس رسالہ کی نقل کی جاتی ہے تا کہ ان کا سرقہ اور بہتان عام وخاص پر واضح ہو:

قال ر حمه الله فی خا تمة عقد الجید و قا ل ابو الفتح الهر وی و هو من تلا مذة ا لامام مذ هب عا مة ا لا صحا ب فی ا لاصول ان العا می لا مذ هب له فان و جد مجتهداً قلده و ان لم یجد و و جد متبحراً فی المذ هب قلده و ان یفتیه علی مذ هب نفسه و هذا تصریح با نه یقلد المتبحر فی نفسه و الرا جح عند الفقهاء ان العا می المنتسب الی مذ هبٍ لا یجو ز له مخا لفته و لو لم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یکن منتسباً الی مذ ھب فھل یجو ز ان یتخیر و یقلد ایّ مذھبٍ شا ء فیه خلا ف مبنی علی انه یلز مه التقلید بمذ ھب معین ام لا و فیه و جھا ن قا ل النووی و الذ ی یقتضیه الد لیل انه لا یلز م بل یستفتی من شا ء و لکن من غیر تلقط للر خص و ھذا آخر ما ارد نا ایرا دہ فی ھذہ الر سا لة ھذا آخر ما قا لہ مولانا الا جل شا ہ ولی الله قدّس سرہ و ما فیه من اشترا ط عدمِ التلقط للر خص ففیه بحث مبسو ط فی المعیار من صفحه ۱۱۰ الی صفحه ۱۱۲ ۔

اس عبارت سے سرقہ اور بہتان ان خانیوں کا ثابت ہوا اور شاہ ولی اللہؒ کا قایل تعیین نہ ہونا خوب محقق ہو گیا اور اسکے ضمن میں قابل تعیین نہ ہونا صاحب بحر الرائق حنفی اور امام نوویؒ کا بھی ثابت ہو گیا اور ان کے سوائے اور علماء سے بھی مروی ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا چنانچہ صاحب ردالمختار حاشیہ درالمختار سے معیار الحق کے صفحہ ۷۶ میں اور صاحب مغتنم الحصول سے معیار الحق کے صفحہ ۷۳ میں اور سید بادشاہ شارح تحریر ابن الہمام سے صفحہ ۶۷ میں مفصل منقول ہے اور امام سیوطیؒ سے میزان شعرانی کے صفحہ ۱۷، اور صفحہ ۴۶ میں منقول ہے ان کی عبارت بعینھا عنقریب نقل کی جاوے گی اور جو آپ نے رسالہ انصاف شاہ ولی اللہ کی عبارت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جب کسی کو ہند یا کسی اور ملک میں شافعی وغیرہ مذہب کا کوئی عالم نہ ملے نہ کتاب تو اس پر تقلید خاص مذہب ابوحنیفہؒ کی واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بحث وجوب تعیین شرعی اختیاری میں ہے جو منجانب شارع بلا دخل خارجی عذروں کے ہوتا ہے، نہ وجوب اضطراری میں جو موجبات عارضی سے ہوا کرتا ہے اور شاہ صاحب کی اس عبارت سے وجوب اضطراری نکلتا ہے نہ شرعی اختیاری بلکہ شرعی اختیاری وجوب کی اس سے نفی ثابت ہوتی ہے اور بلا غبار واضح ہوتا ہے کہ جس جگہ اور مذہبوں کی روایت یا کتاب یا عالم فتوی بتلانے والا موجود ہو جیسی حرمین یا اس وقت میں اکثر دیار ہند جہاں ان دنوں بسبب کثرت چھپ جانے کتب مختلف مذاہب کے ہر مذہب کی روائے مل جاتی ہے اور علمائے حقانی ہر مذہب کی بات بتلا سکتے ہیں ایسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ کسی کو تقلید خاص مذہب ابوحنیفہ کی واجب نہیں ہے چنانچہ یہ بیان شاہ صاحب کی عبارت میں صراحۃً پایا جاتا ہے مخاطب شیر بہادر نے جو اکیلا عقل و نقل دونوں سے لڑ رہا ہے ان سب عبارات کو شاہ صاحب کے سرقہ کر لیا ہے لہذا ہم ان عبارات کو نقل کر کے ان سے عدم تعیین شرعی اختیاری ثابت کر دیتے ہیں۔

وجوب التزام اور رواج تعیین مذہب کا شیوع

پس سنو شاہ صاحب نے رسالہ انصاف میں بیان مجتہد منتسب اور مجتہد فی المذہب کے ذیل میں ارشاد فرمایا ہے کہ سنہ دوسو ہجری کے بعد جو کوئی درجہ اجتہاد کو پہنچا ہے وہ ایک مذہب پر اعتماد کرنے سے اور اسی کے التزام سے پہنچا ہیاور یہی واجب تھا اس زمانہ میں اگرچہ پہلے اس کے یہ التزام نہیں پایا گیا اور اس وقت یہ امر واسطے تحصیل رتبہ اجتہاد کے کچھ واجب بھی نہ تھا پھر اس دوی پر عبارت فتاوی ابن زیاد اور عبارت کتاب انوار کو شاہد لا کر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ پہلے زمانہ میں واسطے تحصیل اجتہاد کے التزام مذہب کا واجب نہ ہونا اور بعد دوسو برس کے اس کا واجب ہو جانا کیونکر متصور ہے۔ پھر اسکے جواب میں یہ ارشاد کیا ہے کہ ہر چند اصلی واجب تو یہی تھا کہ تمام امت میں کوئی مجتہد جاننے والا مسائل فرعیہ کا دلائل تفصیلیہ سے ہو اور اس کے واسطے کئی طریق ممکن تھے جن سے بلاتعیین حاصل کرنا اجتہاد کا واجب تھا یعنی جیسے دوسو برس تک مروج تھا لیکن جس حالت میں کہ بعد دوسو برس کے بجز ایک طریق خاص یعنی اعتماد مذہب معین کے اور کوئی طریق تحصیل اجتہاد کا باقی نہ رہا تو بسبب ناچاری وہی طریق خاص بحق طالب رتبہ اجتہاد کے واجب السلوک ہو گیا جیسے بھوکے آدمی کو اگر چہ بلاتعیین کسی نی کسی طریق سے کھانا مول لے کر یا جنگل سے میوہ اٹھا کر یا شکار کر کے مخمصہ دور کرنا واجب ہو جاتا ہے نہ خاص کرنا کسی طریق معین کا لیکن درصورت میسر نہ ہونے شکار یا میوہ کے خاص کر لینا طریق معین یعنی مول لینا کھانے کا واجب ہو جاتا ہے اس کے بعد چند مثالیں اور ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اسی پر قیاس کرنا چاہیے تعیین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کو جو بعض مواضع میں جہا کہیں سوائے ایک مذہب کے نہ کتا ب ملے نہ علماء بسبب نا چاری کے واجب ہو جاتی ہے اور جہاں سب مذاہب کی معرفت میسر ہو وہاں یہ تعیے وا جب نہیں ہوتی ۔ یہ ہے خلا صہ تر جمہ کلام شاہ و لی اللہ کا اور اصل عبا رت جناب کی یہ ہے:

حا ل الناس قبل المأة الرا بعة و بيا ن سبب ا لا ختلاف بين الاوا ئل و الاوا خر فى الا نتسا ب الى مذ هب من المذا هب و عد مه و بيا ن سبب ا ختلا ف العلما ء فى كو نهم من اهل الاجتهاد فى المذ هب و الفرق بين ها تين المنز لتين اعلم ان الناس كا نوا فى المأة ا لاو لى و الثا نية غير مجتمعين على التقليد لمذ هب وا حد .. الى ان قا ل .. بل كا ن الناس على در جتين العلماء و العا مة و كا ن من خبر العا مة انهم كا نوا فى المسا ئل ا لا جما عية التى لا ا ختلا ف فيها بين المسلمين او بين جمهور المجتهد ين لا يقلدو ن ا لا صا حب الشرع و كانوا يتعلمو ن صفة الو ضوء و الغسل و ا حكام الصلوة و الزكوة و غير ذ لك من آ با ئهم و معلمى بلاد هم فيمشو ن على ذ لك و اذا وقعت لهم واقعة نا درة استفتوا فيها اى مفتٍ و جدوا من غير تعيين مذ هبٍ قا ل ابن الهما م فى آخر التحرير كا نوا يستفتو ن مرة وا حداً و مرة غيره غير ملتز مين مفتياً واحداً انتهى ۔ و اما العلماء فكا نوا على مرتيبتين منهم من امعن فى تتبع الكتا ب و السنة وا لآ ثار حتى حصل له بالقوة القر يبة من الفعل ملكة ان ينتصب للفتيا فى الناس يجنيبهم؟؟ فى الو قا ئع غا لباً بحيث يكو ن جوا به اكثر مما يتوقف فيه و يحضّ باسم المجتهد و هذا ا لاستعداد يحصل تا رةً باستفرا غ الجهد فى جميع الروا يا ت فا نه ورد كثير من الوقا ئع فى ا لا حا ديث و كثير منها فى آ ثار الصحا بة و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التابعين و تبع التا بعين مع ما لا ينفك عنه العا قل العا رف باللغة من معرفة مواقع الكلا م و صا حب العلم با لآ ثا ر من معرفة طر ق الجمع بين المختلفا ت و تر تيب الد لا ئل و نحو ذ لك كحا ل الاما مين القد وتين ا حمد بن حنبل و اسحاق بن را هو يه و تا رةً با حكام طرق التخر يج و ضبط ا لا صو ل اللمر وية فى كل با بٍ عن مشا ئخ الفقه من الضوا بط و القواعد مع جملةٍ صا لحةٍ من السنن و ا لآ ثا ر كحا ل الامامين القد وتين ابى يو سف و محمد بن الحسن و منهم من حصل له من معرفة القر آن و السنن ما يتمكن به من معرفة راس الفقه و امها ت مسا ئلها بادلتها و تو قف فى بعضها و احتا ج فى ذ لك الى مشا ورة العلماء لا نه لم يتكا مل له الادوات كما يتكا مل للمجتهد المطلق فهو مجتهد فى البعض غير مجتهدٍ فى البعض و بعد المأ تين ظهر فيهم التمذ هب للمجتهد ين با عيا نهم و قلّ من لا يعتمد على مذ هب مجتهدٍ بعينه و كا ن هذا هو الواجب فى ذ لك الزما ن و سبب ذ لك انّ المشرغل با لفقه لايخلو عن حالتين ا حد يهما ان يكو ن اكبر همه معرفة المسائل التى قد اجا ب فيها المجتهدو ن من قبل ادلتها التفصيلية و نقد ها و تنقيح مأخذ ها و تر جيح بعضها على بعضٍ فهذا امر جليل لا يتم له ا لّا با مامٍ يأتسى به و قد كفى مؤنةَ فر شِ المسا ئلِ و ايراد الد لا ئل فى كل با بٍ فيستعين به فى ذ لك ثم يشتغل بالنقد و التر جيح و لا بدّ لهذا المقتدى ان يّستخر ج اشياءً مما لم يسبق اليه اما مه و يستدرِك عليه اشيا ءً فا ن كا ن استد را كه اقلّ من موا فقته عدّ من اصحا ب الو جو هِ فى المذ هب و ان كا ن اكثر لم يعدّ تفرّده و جهاً فى المذ هبِ و كا ن مع ذ لك منتسباً الى صا حب المذ هب فى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجملةِ ممتا زاً عمّن يا تسى با مامٍ آ خر فى كثيرٍ من اصو ل
مذ هبه و فروعه و يو جدلمثلِ هذا بعض مجتهدا تٍ لم يسبق
بالجوا بِ فيها اذِ الوقا ئع متتا لية و البا ب مفتو ح فيا خذها
من الكتا ب و السنة و آ ثار السلفِ من غير اعتمادٍ على اما مه
و لكنها قليلة بالنسبة الى ما سبق بالجوا ب فيه و هذا هو
المجتهد المطلق المنتسب و ثا نيتهما ان يكو ن اكبر همِّه معرفة
المسا ئل التى استفتِيته المستفتو ن مما لم يتكلم فيه
المتقدمو ن و حا جته الى امامٍ ياتسى به فى ا لا صو لِ الممهّدةِ
فى كل با ب اشدّ من حا جةِ ا لاو ل لا نّ مسا ئل الفقه متعا نقة
متشا بكة فرو عها يتعلق بامّهاتها فلو ابتدء هذا بنقد مذا ههبم
و تنقيح اقوا لهم لكان ملتز ماً لما لا يطيقه و لا يتفرّغ طو ل
عمره فلا سبيل الى ما همّه الّا ان يجيل النظر فيما سبق و
يفرّع التفاريع و قد يو جد المثل هذا استدرا كا ت على اما مه
با لكتا ب و السنة و آ ثار السلف و القياس لكنها قليلة
بالنسبة الى موا فقا تها و هذا هو المجتهد فى المذ هب الى ان
قا ل مو لا نا بعد مانقل عن فتاوى ابن زيادٍ و كتا ب الانوار
ما يؤيّد مقا لته فا ن قلت كيف يكون شىء وا حد غير وا جبٍ
فى زما نٍ وا جباً فى زما نٍ آ خر من انّ الشرع واحد فليس
قولك لم يكنِ ا لا قتداء بالمجتهد المستقلّ واجباً ثمّ صار
واجباً ا لّا قو لًا متنافياً قلت الوا جب ا لا صيليّ هو ان يكو ن
فى ا لا مة من يعرف الا حكا م الفر عية من ادلّتها التفصيليّة
اجمع على ذ لك اهل الحق و مقدمّة الوا جبِ واجب فا ذا كان
للوا جبِ طرق متعدّدة و جب تحصيل طر يقٍ من تلك الطرق
من غير تعيينٍ و اذا تعيّن له طر يق وا حد و جب تحصيل
ذالك بخصو صه كما اذا كا ن الر جل فى مخمصةٍ شديدةٍ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يخاف منها الهلاك و كا ن لد فع مخمصته طرق من شراء الطعام و التقا طِ الفواكه من الصحراء و اصطيا دِ ما يتقوّت به و جب تحصيل شيءٍ من هذه الطرق لا على التّعيين فا ذا وقع فى مكانٍ ليس هنا ك صيد و لا فوا كه و جب عليه بذ ل الما ل فى شرا ء الطعا م و كذا لك كا ن للسّلفِ طرق الى تحصيل هذاالواجب و كا ن الوا جب تحصيل طر يقٍ من تلك الطرقِ لا على التعيينِ ثم انسدّت تلك الطرق ا لّا طر يق وا حد فو جب ذ لك الطر يق بخصوصه الى ان قا ل مو لا نا بعد ذكر المثا لين ا لآ خر ين و شوا هد ما نحن فيه كثيرة جدّاً و على هذا ينبغى ان يقا س و جو ب التقليد لا مام بعينه فا نه قد يكو ن وا جباً و قد لا يكو ن وا جباً فا ذا كا ن ا لا نسا ن فى بلاد الهند و ماورا ء النهر و ليس هنا ك عا لم شا فعىّ و لا مالكىّ و لا حنبلىّ و كتا ب من كتب هذه المذا هب و جب عليه ان يّقلِّد لمذ هب ابى حنيفة و يحرم عليه ان يخر ج من مذ هبه لا نّه حينئذٍ يخلع عن عنقه ربقة الشريعةِ و يبقى سدًى مهملاً بخلاف ما اذا كان فى الحر مين فا نه ميسّر له هنا ك معرفة جميع المذا هب و لا يكفيه ان يأخذ من السنةِ العوا م و لا ان يأخذ من كتا بٍ غيرِ مشهورٍ ذكِر كلّ ذلك فى النهر الفا ئق شرح كنز الد قا ئق۔ انتهى كلام مو لا نا ا لا جل شا ه ولى الله بحذ ف كثير و اختصا ر غير يسير۔

اس عبا رت سے مولا نا و لى اللہ كى خوب واضح ہو گيا كہ آپ كے نز ديک واجب ہونا تعيين مذہب كا اس جگہ ہے جہاں كہيں سوائے ايک مذہب كے اور مذا ہب سے اطلا ع ممكن نہ ہو اور جس جگہ اور مذا ہب سے اطلاع ممكن ہو جيسے حر مين يا آ ج كل ديا ر ہند وہاں تقليد مذہب معين آپ كے نز ديک وا جب نہيں۔ پس اس سے وجوب اضطرارى ثا بت ہوا جيسے ہم نے بيان كيا ہے نہ وجوب شرعى اختيارى جس كا مخاطبين كو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوی ہے اور بضمن اس تفصیل کے جواب استدلال مخاطب کا ساتھ اس عبارت رسالہ انصاف کے و بعد المأتین ظهر فيهم التمذ هب للمجتهد ين با عيا نهم .. الخ نیز ادا ہو چکا اور معلوم ہو گیا کہ جو مطلب اس عبارت کا مخاطب سمجھا ہے وہ صحیح نہیں ہے مخاطب اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ بعد دوسو برس کے عامہ مقلدین میں تعیین مذہب کا رواج ہو گیا تھا اس زمانہ میں یہی واجب تھا اور فی الحقیقت مطلب اس عبارت کا بدلیل عبارات ماقبل و مابعد کے یہ ہے کہ بعد دوسو برس کے مجتہدین فی المذہب اور مجتہدین منتسبین میں التزام طریق اجتہاد مجتہد معین مروج ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا اگرچہ پہلے مجتہدوں کو یہ امر ضروری نہ تھا۔

حکم تلفیق

اور جو آپ نے عبارت سوالات عشر کی متضمن اس مضمون کی نقل کی ہے کہ حنفی المذہب کو بعض احکام میں شافعی مذہب کی طرف انتقال کرنا تین شرطوں سے جائز ہے اول یہ کہ کسی مسئلہ میں شافعی مذہب کو کتاب اللہ اور حدیث کی راہ سے مرجح و غالب پاوے، دوسرے یہ کہ اپنے مذہب میں تنگی پاوے، اور معذور ہو جائے، تیسرے یہ کہ انتقال میں احتیاط و عزیمت کی نظر رکھے اور ساتھ ان شروط کے عدم تلفیق کی بھی رعایت رکھے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ عبارت عین حجت ہے مخاطب اور اس کے پیشواؤں اور ہم مذہبوں پر کیونکہ اس میں انتقال بلحاظ شروط کی اجازت ہے اور یہ لوگ مطلق انتقال مذہبی کو اگرچہ ان شروط کے مطابق ہو کفر سے بڑھ کر جانتے ہیں جہاں کسی نے حنفی ہو کر شافعی مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کیا وہ ان کے نزدیک لامذہب بنا اور دین سے خارج ہوا خواہ اس نے اس مسئلہ کو حدیث کی راہ مرجح دیکھ کر اختیار کیا ہو خواہ تنگی اور عذر سے برتا ہو خواہ اس میں احتیاط پر چلا ہو پھر معلوم نہیں کہ یہ لوگ باوجود نا جائز جاننے مطلق انتقال کے ایسی عبارتیں متضمنہ جواز کس منہ سے نقل کرتے ہیں کچھ حیا و شرم رکھتے ہوں تو ایسی عبارات کو جو ان کے تعامل اور اعتقاد کی مخالف ہیں چھپا رکھیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کی نقل واستدلال سے ساکت رہیں:

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہرچہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجثے کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ ست تکیہ بچون و چرا کنند

یہ عبارتیں تو اہل حق کے اقوال کی موید ہیں اور انہیں کے دعاوی کو مثبت ہیں چنانچہ اصل اوسی فتوی میں جس کے جواب میں مخاطب کی تحریر ہے استدلال ساتھ ان کے موجود ہے جہاں پر کہ کہا ہے، جب معلوم ہو چکا کہ تعیین ایک مذہب کی فرض و واجب نہیں ہے تو حنفی کو بھی عمل کرنا اوپر مذہب شافعی وغیرہ کے مضائقہ اور ممنوع نہیں شرعاً خصوصاً جب تنگی ہو ایک مذہب میں یا کوئی حدیث صحیح غیر منسوخ پاوے تو بلاریب اس پر عمل کرے یہ عین دین ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سوالات عشرہ میں فرماتے ہیں:

اول آنکہ از روئے دلیل حقیت قول بعضی آئمہ باوجود عبور ادلہ مخالف آن ترجیح یافتہ باشد بریں تقدیر ہیچ قیدی نیست در آن مسئلہ موافق حدیث صحیح غیر منسوخ ظاہر الدلالۃ عمل نماید گو در مسائل دیگر مقلد یک شخص باشد۔ تمام ہوا کلام مولانا مغفور کا بطور اختصار کے۔

یہاں تک ختم ہوئی عبارت فتوی علمائے دہلی کی، اب رہی اس مقام میں کلام اون شروط میں جو اس عبارت میں مذکور ہیں۔ سو شرط اول تو ان میں علی الاطلاق مسلّم الثبوت ہے فی الواقعہ انتقال میں ترجیح مذہب کی بحکم کتاب وسنت کی رعایت چاہیے اور درصورت غیر مرجح ہونے کسی مذہب کے انتقال طرف اس کے نہ چاہیے، شرط ثانی کی یوں تفصیل چاہیے کہ منتقل اگر کسی مذہب میں تنگی پاوے اور وہ اس تنگی کا متحمل نہ ہو اور شریعت سے مخاطب عمل بالرخصۃ کا ہو تو اس کو اختیار ہے جس مذہب کو آسان اپنے لائق دیکھے اس کی طرف انتقال کرے اور اگر وہ اس تنگی کا متحمل ہوسکتا ہے اور شریعت سے مخاطب اختیار عزیمت کا ہے تو رخصت والے مذہب کی طرف انتقال نہ کرے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری شرط میں یہ ضمیمہ چاہیے کہ روایت واحتیاط وعزیمت کے ساتھ اپنی اہلیت کو بھی دیکھ لے اگر یہ اہل عزیمت واحتیاط کا ہے تو اس کی رعایت اس پر واجب ہے اور اگر یہ اہل رخصت کا ہے تو اس پر رعایت احتیاط واجب نہیں اور باوجود عدم احتیاطی کے دوسرے مذہب میں انتقال اس کا جائز ہے۔ زیادہ تفصیل اور دلیل اس کی بضمن ردقول قہستانی کے جوعنقریب آتا ہے لکھی جاوے گی۔ شرط چوتھی یعنی رعایت تلفیق سومحل کلام ہے۔ بناء اس کی مزہب متاخرین پر ہے اور کوئی دلیل شرعی اس پر قائم نہیں نہ کتاب نہ سنت نہ اجماع نہ قیاس اور متقدمین خصوصاً رؤساء حنفی مذہب کے نزدیک یہ تلفیق جائز ہے اور انتقال مذہب میں رعایت عدم تلفیق کی کچھ ضرورت نہیں اس سے زیادہ بیان اس کا جواب میں قول مابعد کے آتا ہے۔

حکم رجوع بعد العمل

اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ حکم ملفق بالا جماع باطل ہے، اسکا جواب اسی درمختار کی شرح طحطاوی سے اور سید بادشاہ کی تحریر سے اور صاحب بحرالرائق حنفی کے رسالہ سے اور ابن ملا فروخ مکی حنفی کے رسالہ قول سدید سے جس میں فتوی بعض علماء خوارزم اور فعل امام ابو یوسف سے استشہاد ہے معیار الحق میں صفحہ ۱۱۵ سے صفحہ ۱۱۸ تک مرقوم ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ صاحب درمختار کا دعوی اجماع عدم جواز تلفیق پر باطل ہے اور مذہب مختار ومنصور میں تلفیق مذہب جائز ہے اور امتناع تلفیق فقط بعض متاخرین کی رائے ہے کوئی دلیل نص یا اجماع یا قیاس اس پر قائم نہیں اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ رجوع یعنی پھر جانا مجتہد کی تقلید سے بعد عمل کے باطل ہے اور آپ کے پیشوا محمد شاہ نے اس پر اجماع کا بھی دعوی کیا ہے، اس کا جواب عقد الفرید شرنبالی حنفی سے اور مسلّم الثبوت فاضل محبّ اللہ حنفی سے اور تقریر الاصول صاحب عنایہ حنفی سے اور مغتنم الحصول فاضل قندھاری حنفی سے اور ردالمحتار حاشیہ درمختار سے اور طحطاوی حاشیہ اسی درمختار سے اور شرح مسلّم الثبوت سے معیار الحق میں صفحہ ۱۰۴ سے ۱۰۹ تک بڑے کروفر سے مسطور ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ دعوی اجماع کا عدم جواز رجوع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد العمل پر فقط ابن حاجب اور آمدی نے کیا ہے باقی محققین اس کے جواز کے قائل ہیں اور جو عدم جواز رجوع کے بھی یہ معنی نہیں کہ جب کسی مقلد نے کسی مجتہد کے قول پر ایک دفعہ عمل کیا تو اس کو تمام عمر اوس قول سے رجوع کرنا اور اسکا چھوڑ دینا جائز نہیں بلکہ معنی اسکے یہ ہیں کہ جس حادثہ معینہ میں کسی مجتہد کے قول پر عمل کر چکا ہے خاص اس حادثہ میں اس کے قول سے رجوع نہ کرے اوس کے سوائے اور حوادث میں اس کو اختیار ہے جس کی چاہے تقلید کر لے اور اس مجتہد کے قول کو بلا شک چھوڑ دے۔ اس مقام میں ایک عبارت ردالمختار کی عبارات متذکرہ سے بمراد تمثیل نقل کی جاتی ہے:

قا ل فی شر ح قولِ صا حب الدر المختار و ان الر جو ع عن التقليد .. الخ ، او هو محمو ل على منع التقليد فى تلك الحادثة بعينها لا مثلها كما صرّح به ا لا مام السبكى و تبعه عليه جماعة و ذ لك كما صلى ظهراً بمسح ربع الر أس مقلداً للحنفى فليس له ابطا لها باعتقا د لزو م مسح الكل مقلداً للمالكى و امّا لو صلى يو ماً على مذ هبٍ و اراد ان يصلى يوماً آ خر على غيره لا يمنع منه على انّ فى دعوى ا لا تفاق نظراً فقد حكى ا لا ختلا ف فيجو ز اتباع القا ئل بالجوا ز كذا فاده العلا مة الشر نبا لى فى العقد الفر يد ثم قا ل بعد ذِكر فرو ع اهل المذا هب صريحةً با لجواز و كلا مٍ طو يلٍ فيحصل مما ذكر نا ه انه ليس على ا لا نسا ن التزا م مذ هب معين و انه يجو ز له العمل بخلاف ما عمله على مذ هب غير اما مه مستجمعاً لشرو طه و العمل با مر ين متضا دين فى حا د ثتين لاتعلّق لوا حدة منهما با لا خرى۔ انتهى ما فى رد المحتار حاشيه الدر المختار۔

اور اسی مضمون کی ایک اور مثال خود زبان گوہر فشان حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے فتاوی عالمگیری میں منقول ہے اور معیار الحق کے صفحہ ۶۴ میں موجود طالب شائق اصل فتاوی عالمگیری یا معیار الحق میں اس کو ملاحظہ کرے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواز قضا بخلاف مذہب

اور جو آپ نے درمختار سے نقل کیا ہے کہ مقلد کی قضا خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہیں ہوتی اس کا جواب معیار الحق کے صفحہ ۱۲۶ میں باستشہاد فتح القدیر کے یہ مسطور ہے کہ نافذ نہ ہونا قضا مقلد کا خلاف مذہب اپنے اپنے امام کے اس سبب سے نہیں ہے کہ مقلد کو خروج اپنے مذہب سے ناجائز ہے بلکہ اس نظر سے ہے کہ اس کو خاص ایک مذہب کی قضا سپرد کی گئی ہے عام اختیار نہیں دیا گیا تا کہ ہر مذہب کے موافق قضا کر سکیں پس نافذ نہ ہونا قضا کا خلاف اپنے مذہب کے لوازم تعیین مذہب سے نہ ہوا بلکہ ولایت خاصہ کی مقتضائے سے، اور یہاں علاوہ اوس جواب کے قول درمختار کا صاف ابطال کیا جاتا ہے اور بمقابل اس کے نافذ ہو جانا قضائے مقلد کا خلاف اپنے مذہب کے بعض شروح درمختار و بحر الرائق وفتاوی عالمگیری وغیرہ معتبرات حنفیہ سے ثابت کیا جاتا ہے:

قو له و اما التقليد فلا ينفذ .. الخ ۔ يعا ر ضه صر يح عبارةِ شر ح الطحاوى السا بقة و ما بعد ها فانّ و ضعها فى المقلد كذا فى الطحطاوى و ذكِر فى شر ح الطحاوى و جا مع الفتاوى القا ضى اذا لم يكن مجتهداً و لكنه قضى بتقليد فقيهٍ ثم تبين انه خلاف مذ هبه ينفذ و ليس لغيره نقضه الخ ۔ اذا قضى فى فصلٍ مجتهدٍ فيه و هو لايعلم بذ لك الا صحّ انه لا يجو ز قضائه و انما ينفذ اذا علم بكو نه مجتهداً فيه قا ل شمس الآئمة و هذا ظا هر المذ هب كذا فى خزا نة المفتين و فى الخلاصة ان لهذا الشر ط يعنى كو نه عا لماً با لا ختلا ف و ان كا ن ظا هر الذ هب لكن يفتى بخلا فه كذا فى البحر الرا ئق و ذكر فى مجمو ع النوازل سئِل شيخ ا لاسلام عطا بن حمزة عن ابِ الصغيرةِ زوّجها من صغيرٍ و قبِل ابو ه و كبر الصغير

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انِ وبینهما غیبة منقطعة و قد کان التز و یج بشها دة الفسقة هل یجو ز للقا ضی ان یبعث الی شا فعی المذ هب لیبطل هذا النکا ح بسبب انی کان بشها دة الفسقة قا ل نعم و للقا ضی الحنفی ان یفعل ذ لك بنفسه ا خذاً بهذا المذ هب و ان لم یکن مذ هبه و هی مسئلة القضا ء علی خلاف مذ هبه الی آ خر ما فی الفتا وی العالمگیر یه ۔

یہ چند عبارتیں معتبرات حنفیہ سے الزاماً نقل کی گئی ہیں ان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قضا مقلد کی خلاف اپنے مذہب کے نافذ ہو جاتی ہے اور قول درمختار کا مذہب آئمہ حنفیہ کے خلاف ہے۔ اب مخاطبین کو لازم ہے کہ ان روایات آئمہ مذہب کو بسروچشم قبول کر کے قضائے مقلد بخلاف مذہب نافذ سمجھیں اور دعوی وجوب التزام معین سے رجوع کریں اور درصورت نہ ماننے ان روایات آئمہ کے اپنے تئیں لامذہب سمجھ کر اوروں کو معذور رکھیں۔

اور جو آپ نے فتاوی حمادیہ سے نقل کیا کہ جو کوئی اہل اجتہاد سے نہ ہو اور وہ ایک قول سے دوسرے کی طرف انتقال کرے تو لائق تعزیز ہے، اس کا جواب تحریر ابن ہمام اور شرح تحریر ابن امیر حاج اور شرح تحریر سید بادشاہ اور عقد الفرید شرنبالی حنفی اور جزیل المواہب امام سیوطی اور شرح مسلّم الثبوت اور ردالمحتار حاشیہ درمختار سے معیار الحق میں صفحہ ۱۲۰ سے ۱۲۲ تک مبسوط ہے۔ حاصل تقریر شرح مسلّم الثبوت اور ردالمحتار کا اوس کے جواب میں یہ ہے کہ حکم تعزیر اسی انتقال کی نسبت ہے جس میں تلاعب اور کھیل مقصود ہو اور غرض فاسد ملحوظ ہو ورنہ انتقال غرض صحیح اور نیت صالح سے محمود اور ماجور ہوگا اور حاصل تقریر باقی کتابوں کا کتب مذکورہ بالا سے یہ ہے کہ یہ حکم تعزیر محض تشدید اور الزام بلا موجب ہے اور دعوی بلا دلیل ہے کوئی دلیل شرعی یا عقلی التزام مذہب اور عدم جواز انتقال پر قائم نہیں لہذا مقلد کو اختیار ہے جس مذہب پر چاہے چلے اور جس طرف چاہے انتقال کرے زیادہ تفصیل اور تائید اس جواب کی کلام سے شعرانی اور ملا علی قاری وغیرہ کی بذیل رد قول قہستانی کے بجواب قول مابعد مخاطب کے آوے گی۔ ان شاء اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل ہونا کئی علماء اہل سنت کا ساتھ تعدد حق کے

اور جو آپ نے قہستانی سے نقل کیا ہے کہ جو لوگ مواضع اختلاف میں سب کو حق کہتے ہیں جیسے معتزلہ وہ لوگ عامی کو ہر مذہب پر چلنے کا اختیار دیتے ہیں اور جو لوگ مواضع اختلاف میں حق ایک جانب سمجھتے ہیں وہ لوگ عامی کے واسطے التزام مذہب ضروری کہتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قہستانی اس لائق نہیں کہ اس کے قول یا نقل پر اعتماد کیا جائے اور احکام حلال و حرام فرض و واجب میں اس کی بات سنی جاوے یہ شخص ایک جنگلی جاہل بے تمیز تھا اور علم و فقاہت سے محض عاری کتابیں بیچا کرتا تھا اور اسی ذریعہ سے جس کتاب میں کوئی بات واہی تباہی دیکھتا اس کو اپنی تصنیف میں درج کر دیتا جیسے حاطب اللیل یعنی رات کو ایندھن لانے والا سوکھی گیلی گھاس پلاس کا ٹا سانپ بچھو سب کچھ بلا تمیز اٹھا لاتا ہے ویسے ہی حضرت کا انداز تھا اسی واسطے علماء نے لقب آپ کا حاطب اللیل مقرر کر رکھا ہے اور علم و کمال آپکا فقط کتاب فروشی میں جو کمثل الحمار یحمل اسفاراً سے بڑھ کر نہیں ہے منحصر کر رکھا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی بدستاویز کلام متین عصام الدین کے رسالہ سم القراض فی ردالروافض میں فرماتے ہیں:

ثم اغرب ایضاً یعنی القهستانی فی نقله انه لو انتقل حنفی الی الشافعی لم تقبل شهادته و ان کان عالماً کمافی آخر الجواهر وهذا کما تری لا یجوز للمسلم ان یتفوّه بمثله فانّ المجتهدین من اهل السنة و الجماعة کلهم علی الهدایة و لا یجب علی احدٍ من هذه الامة ان یکون حنفیاً او شافعیاً او مالکیاً او حنبلیاً بل یجب علی احاد الناس اذا لم یکن مجتهداً ان یقلد احداً من هأولاء الاعلام لقوله تعالی: فاسلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون

و لقول بعضِ مشائخنا من تبع عالماً لقی الله سالماً و امّا ما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتهر عن الحنفية من انّ الحنفيّ اذا انتقل الى مذ هب الشافعيّ يعزٰر و اذاكا ن ا لا مر بالعكس يخلع فهو قو ل مبتدع و مختر ع نعم لو انتقل طاعناً فی مذ هبه ا لاول سواء كا ن حنفياً او شا فعياً يعزّر فتد بر فانه يجب حمله على ما تقرر و تحرر و لقد صدق عصا م الدين فی حق القهستا نی انه لم يكن من تلا مذة شيخ ا لاسلام الهر وی لا من اعا ليهم و لا من ادا نيهم و انّما كان دلّا ل الكتب فی زما نه و لا كان يعرف الفقه و غيره بين اقرا نه و يؤيده انه يجمع فی شر حه هذا بين الغثّ السمين و الصحيح و الضعيف من غير تحقيقٍ و تصحيحٍ فهو كحا طب الليل جا مع الر طب و اليابس فی ا لليل سا محه الله بفضله و كر مه و لا جعلنا ممن تزِلّ قد مه او قلمه

اس عبارت کا ترجمہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ اس سے اتباع قہستانی کی کہ وہ مہ کے سامنے خاک اڑے اور اہل حق اتباع سنت کی آنکھیں سرد ہوں۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ:

(پھر قہستانی نے ایک انوکھی بات نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر حنفی المذہب شافعی مذہب کی طرف انتقال کرے تو اس کی گواہی مقبول نہیں اگر چہ وہ عالم ہی ہو چنانچہ آخر کتاب جواہر میں یہ مسئلہ مذکور ہے سو اس بات کو تم دیکھتے ہو ایسی ہے کہ مسلمان کو ایسی بات کا منہ سے نکالنا جائز نہیں کیونکہ مجتہد سبھی اہل سنت کے ہدایت پر ہیں اور کسی کو یہ لازم نہیں کہ خاص کر حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی ہو جاوے۔ بلکہ عام لوگوں میں جو کوئی رتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر بلا تعیین اتباع کسی مجتہد کا ان میں سے واجب ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے پوچھ لو تم کسی اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے اور ہمارے بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو کوئی کسی عالم کا تابع ہو گیا وہ اللہ تعالی کو باسلامت ملے گا اور جو یہ حنفیوں سے مشہور کرتے ہیں کہ اگر کوئی حنفی المذہب شافعی مذہب کی طرف انتقال کرے تو اس کو تعزیر دی جاوے اور اگر شافعی المذہب حنفی مذہب کی طرف آوے تو اس کو خلعت دی جائے، یہ ایک بدعت اور بناوٹ کی بات ہے البتہ اگر مذہب اول پر طعن کر کے انتقال کرے تو لائق تعزیر ہے خواہ حنفی ہو خواہ شافعی پس اس کو سوچ لے کیونکہ اسی پر حمل کرنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے حکم تعزیر کو اور بلا شبہ سچ فرمایا ہے عصام الدین نے قہستانی کے حق میں کہ یہ شیخ الاسلام ہروی کے شاگردوں میں نہ تھا، نہ بڑوں میں نہ چھوٹوں میں، بجز اس کے کہ شیخ الاسلام کے زمانہ میں کتابوں کا دلال تھا اور کچھ نہ تھا اور اپنے ہم عصروں میں نہ فقہ جانتا تھا نہ کوئی اور علم اور اس بات کا موید یہ امر ہے کہ یہ اپنے اس شرح میں سب دبلی تازی صحیح ضعیف روائتیں جمع کئے جاتا ہے نہ کسی روایت کی تحقیق کرتا ہے نہ صحت دیکھتا ہے پس یہ حاطب اللیل یعنی رات کو ایندھن لانے والے کی طرح ہے جو سب سوکھی گیلی دریا میں کی سمیٹ لاتا ہے اللہ تعالی اس کو ان باتوں میں نہ پکڑے اور اس کا قصور معاف کرے اور ہم کو ان میں نہ کرے جن کا قدم یا قلم پھسل جاوے۔ تمام ہوا کلام ملا علی قاری کا)

اب حضرات مخاطبین اتباع قہستانی کیا تو قہستانی کے اتباع اور اس کے کلام کے تمسک سے توبہ کریں اور کیا ملا علی قاری کے اس انعام واکرام اور عطائے خطاب کو بحق قہستانی تعصب اور گستاخی سمجھ کر اس کے اتباع اور اس کے کلام کے تمسک سے جو جابجا عمل میں لاتے ہیں استغفار بجالاویں۔

اب ہم بقطع نظر قہستانی کے جہل و بے اعتباری سے رد اس کے کلام کا علماء مذہب سے نقل کرتے ہیں اور اس کا یہ دعوی کہ مواضع اختلاف میں سب کو حق پر کہنا فقط معتزلہ کا مذہب ہے باطل کردکاتے ہیں۔

واضح ہو کہ مسئلہ تعدد حق سے معتزلہ کو کچھ خصوصیت نہیں بڑے بڑے رئیس آئمہ اہل سنت و جماعت کا بھی یہی مذہب ہے۔ شیخ ابوالحسن وغیرہ اشاعرہ اور قاضی ابوبکر باقلانی اور امام ابن عبدالبر مالکی اور امام ابو یوسف اور امام محمد شاگردان امام مذہب حنفی اور ابن شریح اور شیخ اکبر صاحب فتوحات مکی اور شیخ عبدالوہاب شعرانی یہ سب حضرات یہی مذہب رکھتے ہیں کہ مواضع اختلاف میں سب حق پر ہوتے ہیں چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں:

ا ختلفوا فی تصویب المجتهد ین فی المسا ئل الفر عیة التی لاقا طع فیها هل کلّ مجتهدٍ فیها مصیب اوِ المصیب فیها واحد و قال با لاوّل الشیخ ابو الحسن ا لا شعریّ و القا ضی ابو بکر و ابو یو سف و محمد بن الحسن و ابن شر یح ونقِل عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمهور المتكلمين من الا شا عرة و المعتز لة و فى كتا ب الخراج لا بى يو سف اشا را ت الى ذ لك تقا رب و التصريح۔

اورمحی السنۃ بغوی تفسیر معالم میں فرماتے ہیں:

و احتج من ذهب الى انّ كلّ مجتهدٍ مصيب لظا هر ا لآ يه اى آية: كلاّ آ تينا حكماً و علماً (الا نبياء :۷۹)و الخبرحيث وعد الثوا ب للمجتهد على الخطا ء و هو قو ل اصحا ب الر أى و ذهب جماعة الى انه ليس كل مجتهدٍ مصيب بل اذا اختلف اجتهاد مجتهد ين في حا د ثةٍ كا ن الحق مع وا حد لا بعينه انتهى(تفسیر معالم التنزیل کی تفصیلی عبارت یوں ہے : قال الحسن: لو لا هذه الآ ية لر أيت الحكا م قد هلكوا و لكن اللّه حمد هذا بصوا به و ا ثنى على هذا باجتهاده ۔ و ا ختلف العلماء فى ان حكم دا ؤدؑ كا ن با لا جتها د او بالنّص ، و كذا لك حكم سليما نؑ ، فقا ل بعضهم: فعلاً با لاجتهاد ، و قا لوا يجوز الاجتهاد للا نبياء ليد ر كوا ثوا ب المجتهد ين، الّا ان دا ؤدؑ ا خطأ و ا صا ب سليما نؑ ۔ و قا لوا: يجوز الخطأ على ا لا نبياء ا لّا انهم لا يقرو ن عليه ، فا ما العلماء فلهم ا لا جتهاد فى الحوا د ث اذا لم يجدوا فيها نص كتا ب و لا سنة ، فا ذا أخطأوا فلا ا ثم عليهم ، فا نه مو ضوع عنهم ، لما: ..

عن عمرو بن العا ص انه سمع رسو ل الله ﷺ يقو ل : اذا حكم الحاكم فا جتهد فأصا ب فله اجرا ن ، و اذا حكم فا جتهد فأخطأ فله اجر ۔

و قا ل قو م : ان دا ؤدؑ و سليما نؑ حكما با لو حى ، فكا ن حكم سليما نؑ ناسخاً لحكم دا ؤدؑ ، و هذا القا ئل يقو ل لا يجوز للا نبياء الحكم با لا جتهاد لا نّهم مستغنو ن عن ا لا جتهاد با لوحى ، و قا لوا لا يجوز الخطأ على ا لا نبياء ، و احتج من ذهب الى ان كل مجتهد مصيب بظا هر ا لآ ية و با لخبر حيث وعد الثوا ب للمجتهد على الخطا، و هو قو ل اصحا ب الر أى ، و ذهب جماعة الى انّه ليس كل مجتهد مصيباً بل اذا ا ختلف اجتهاد مجتهدين فى حا د ثة كا ن الحق مع وا حد لا بعينه، و لو كا ن كل وا حد مصيباً لم يكن للتقسيم معنى ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قو له عليه السلام : و اذا اجتهد فا خطأ فله اجر، لم يرد به انه يؤجر على الخطأ بل يؤجر على اجتها ده فى طلب الحق لأن ا جتهاده عبادة ، و ا لاثم فى الخطأ عنه مو ضوع اذ لم يأل جهده)

اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

و منها انّ المجتهد قد يخطى و قد يصيب و ذهب بعض الاشاعرة و المعتزلة الى انّ كل مجتهدٍ مصيب انتهى مختصراً

اور شیخ عبد الوہاب شعرانی جن کی کلام سے مخاطب بھی جا بجا متمسک ہے میزان کبری کے صفحہ ۱۸ میں فرماتے ہیں:

و كذا لك ابن عبد البر كان يقو ل كل مجتهدٍ مصيب

اور صفحہ ۳۱ میں اس کے فرماتے ہیں:

فان قلت فا ذا قلتم انّ جميع مذا هب المجتهد ين لا يخر ج شىء منها عن الشر يعة فا ين الخطاء الوارد فى حد يث اذا اجتهد الحا كم و اخطأ فله ا جر و ان ا صا ب فله اجرا ن

(اور ایسا ہی شاہ ولی اللہ نے عقد الجید میں حدیث مذکور سے حق ہونا مجتہدوں کا ثبوت اجر مخطی سے نکالا ہے چنانچہ جواب میں قول بیضاوی کے جو اس حدیث کو دلیل خطاء مجتہد سمجھا تھا فرماتے ہیں: قو له من ا صا ب فله ا جر ان الخ ، قلنا هذا عليكم لا لكم ا لان الخطاء الذى يو جب ا لا جر لا يكو ن معصية ، فلا بد ان يكو ن حكمين لله تعا لى احد هما ا فضل من الآ خر كالعزيمة و الر خصة او هذا فى القضاء و لا بد ان للتحقق فى الخا ر ج اما قو ل المد عى او المنكر۔ انتهى۔ حاشیہ محمد حسین)

مع انّ استمدا د العلماء كلهم من بحر الشر يعة فا لجوا ب انّ المرا د با لخطاء ههنا هو خطاء المجتهد ين فى عدم مصا دقة الدليل فى تلك المسئلة لا الخطا ء الذى يخر ج به عن الشر يعة لانه ا ذا خر ج عنِ الشريعة فلا ا جر له لقو له ﷺ كل عملٍ ليس عليه امر نا فهو رد و قد ا ثبت الشا رع له ا لا جر فما بقى ا لّا انّ معنى الحد يث انّ الحا كم اذا اجتهد و صا دف نفس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدليل الوارد فی ذ لك عن الشا رع فله ا جرا ن و ان لم يصادف عين الدليل و انما صا دف حكمه فله ا جر وا حد فالمراد با لخطا ء ههنا الخطا ء ا لا ضا فیّ لا الخطا ء المطلق فافهم فانّ اتقا د نا انّ سا ئر آئمة المسلمين على هدیً من ربهم الى ان قا ل فی صفحته ۳۲ فيا سعا دة من اطلعه الله على عين الشر يعة و رأى انّ كلّ مجتهدٍ مصيب و يا ندا مة من قا ل المصيب وا حد و الباقی مخطیء الى ان قا ل فی صفحه ۳۵ نقلاً عن فتو حات الشيخ محی الدين ابن العر بی لا ينبغی لاحدٍ يخطّیء مجتهداً او يطعن فی كلا مه هذا آ خر ما نقلنا ه عن الشعرا نی مختصراً غا يةا لا ختصا ر

اور کئی عبارتیں شعرانی کی متضمن اس مضمون کے آئندہ بھی کئی جگہ آویں گی مگر اس مسئلہ تعدد حق میں تفصیل مطلوب ہے اور اس امر کی تنقیح لا بد ہی کہ دو قول باہم مخالف جن میں ایک کا مقتضائے حلت ایک شی کے ہو اور مقتضائے دوسرے کا حرمت اس چیز کی کیونکر حق ہو سکتی ہیں، سو ایک صورت اس امان کی جس میں طالب حق کو اطمینان حاصل ہو اس مقام میں لکھی جاتی ہے جس کو اس سے زیادہ تفصیل اور تحقیق مطلوب ہو وہ کتاب عقد الجید کے اوائل میں نظر کرے۔ بیان اس صورت کا یہ ہے کہ مسئلہ تعدد حق میں حق ہونا اور لائق عمل ہونا دو قول مختلف کا ایک شخص کے حق میں ایک ہی وقت ایک ہی حالت میں مراد نہیں ہے جس میں دو ضدوں کا باہم جمع ہونا لازم آتا ہے بلکہ حق اور لائق عمل ہونا ان کا دو شخصوں کے حق میں ہے جن میں ایک شخص کی نسبت ایک قول حق اور لائق عمل ہے اور دوسرے کے واسطے دوسرا قول حق اور لائق عمل ہے یا ایک ہی شخص کے واسطے ایک حالت اور ایک زمانہ میں ایک قول حق اور لائق عمل ہے اور دوسری حالت اور دوسرے زمانہ میں دوسرا قول حق اور لائق عمل ہے ان میں ایک قول عزیمت (ان دونوں جہتوں اور عزیمت کے رخصت اعتبار کرنے سے اور عزیمت سے قوی کو اور رخصت سے ضعیف کو مختص کرنے سے مذہب معتزلہ سے تمیز ہو گئی کیونکہ وہ ان جہات اور ان کی شرطوں کے قائل نہیں بلکہ علی الاطلاق سب کے واسطے سب قولوں کو حق کہتے ہیں۔ اور نیز اس اعتبار جہات اور شرائط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب سے وہ اعتراضات جو ہمارے علمائے اہل سنت نے مذہب معتزلہ پر وارد کئے ہیں مذہب اہل حق سے دور ہو گئے۔ ایک یہ اعتراض کہ دوضدوں کا جمع ہونا دو شخصوں میں بھی منع ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سب کے واسطے برابر احکام لائے ہیں۔ اور ایک یہ کہ جب عامی غیر ملتزم المذہب کو دو مجتہدوں نے دو باتیں مختلف بتلائیں اور اس کو ایک طرف غلبہ معلوم نہ ہوا تو اس کے واسطے دو ضدیں جمع ہوئیں، اور ایک یہ کہ جب مجتہد کی رائے بدل گئی یا مقلد کو مجتہد ہو کر دوسری بات سوجھی تو ان کے واسطے بھی درصورت تعدد حق دو ضدیں جمع ہوئیں۔ یہ اعتراضات تلویح میں مذکور ہیں اور وجہ ان کے دور ہونے کی مذہب اہل حق سے تقریر حاشیہ اور متن اور عبارت میزان منقول متن سے خوب معلوم ہو رہی ہے۔ محمد حسین) اور احتیاط اور تشدید پر محمول ہے اور یہ ایک قوی الایمان قوی الجسم غیر معذور اور غیر ضعیف کے حق میں لائق عمل ہے اور دوسرا قول جواز اور رخصت اور تخفیف پر محمول ہے اور یہ دوسرے شخص ضعیف الایمان ضعیف الجسم معذور لاچار کے حق میں لائق عمل ہے اور ان دونوں قولوں میں پہلا قول دوسرے شخص کے حق میں واجب التعمیل والقبول نہیں ہے اور دوسرا قول پہلے شخص کے حق میں جائز العمل والاخذ نہیں علی ہذا القیاس حق ہونا ان دونوں کا ایک شخص کے حق میں دو وقتوں اور دو حالتوں میں سمجھنا چاہیے۔ الغرض حق اور لائق عمل ہونا ہر ایک قول کا ایک شخص کے حق میں ایک حالت میں نہیں ہے بلکہ دو شخصوں کے حق میں ہے یا ایک شخص کے حق میں دو حالتوں اور دو وقتوں میں ہے پس اس معنی کر دونوں قول مختلف باوجود ضدیت کے حق بھی رہی اور دو ضدوں کا جمع ہونا بھی لازم نہ آیا۔ اس مضمون کو امام شعرانی نے میزان کبریٰ تیں جزو کی کتاب میں ادا کیا ہے اور محض اسی مضمون کے اثبات میں وہ کتاب تصنیف کی ہے دو ایک عبارتیں اس کی اس مقام میں بنظر تصدیق اس مضمون کی نقل کی جاتی ہیں:

قال رحمه الله فی خطبة کتابه و یوضح لك ذلك ان تعلم یا اخی انّ الشریعة جاءت من حیث الامرِ و النهی علی مرتبتین تخفیف و تشدید لا علی مرتبةٍ واحدهٍ کما سیاتی ایضاحه فی المیزان فانّ جمیع المکلفین لا یخرجون عن قسمین ضعیف و قوی من حیث ایمانه و جسمه فی کل عصرٍ و زمانٍ فمن قوِی منهم خوطِب بالتشدید و الاخذ بالعزائم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و من ضعف منهم خو طِب بالتخفيف و ا لا خذ با لر خص و كل منهما حينئذٍ على شر يعةٍ من ر بهفلا يو مر القوى با لنز و ل الى الر خصةِ و لا يكلف الضعيف بالصعود للعز يمة و قد رفِع الخلا ف فى جميع ادلةِ الشر يعة واقوال علمائها عند كل من عمل بهذه الميزا ن و قو ل بعضهم انّ الخلا ف الحقيقىّ بين طا ئفتين مثلاً لا ير تفع بالحكمل محمو ل على من لم يعرف قوا عد هذا الكتا ب لانّ الخلا ف الذى لا ير تفع من بين اقوا ل آ ئمة الشر يعة مستحيل عند صا حب هذه الميزان فا متحن يا ا خى ما قلته لك فى كل حد يثٍ و مقا بله او كلّ قولٍ و مقا بله تجد كل وا حدٍ منهما لا بدّ ان يكو ن مخففاً و الآخر مشدّداً و لكل منهما ر جا ل فى حا ل مبا شر تهم الاعمال و من المحا ل ان لا يو جد لنا قو لا ن معاً فى حكمٍ وا حدٍ مخففا ن او مشدّدا ن و قد كو ن فى المسئلة الوا حدة ثلا ثه اقوا ل او ا كثر او قو ل مفصل فالحا ذق ير دّ كل قو لٍ الى ما ينا سبه و يقا ر به فى التخفيف و التشديد بحسب ا لامكا ن و قد قا ل ا لا مام الشا فعى ر حمه الله و غيره انّ اعمال الحديثين اوِ القو لين او لى من الغا ء ا حدِهما و انّ ذ لك من كما ل مقا م ا لا يما ن الى ان قا ل (بصفحه ٥) ثم انّ لكلٍّ من المرتبتين ر جالاً فى حا ل مبا شر تهم للتكا ليف فمن قوِى منهم من حيث ايما نه و جسمه خو طِب با لعز يمة و التشديد الوارد فى الشريعة صر يحاً او مستنبطاً منها فى مذ هب ذ لك المكلف او غيره و من ضعف من حيث مر تبة ايما نه و جسمه خو طب بالر خصة و التخفيف الوا رد كذ لك فى الشر يعة صر يحاً او المستنبط منها فى مذ هب ذ لك المكلف او مذ هب غير ه كما اشار اليه قو له تعا لى فا تقو ا الله ما ستطعتم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطاباً عاماً و قو له ﷺ اذا امر تكم با مرٍ فا توا منه ما ستطعتم اى كذا لك فلا يؤمر القوى المذ كور با لنزو ل الى مرتبة الر خصة و التخفيف و هو يقدر على العمل با لعزيمة و التشديد لا نّ ذ لك كا تلاعب با لدين كما سيا تى ايضا حه فالمر تبتا ن المذ كور تا ن على التر تيب الو جو بىّ لا على التخيير فليس لمن قدر على استعما ل الماء حسّاً او شر عاً ان يتمّم با لترا ب و ليس لمن قدر على القيا م فى الفر يضة ان يصلى جالساً و ليس لمن قدر على الصلوة على الصلوة جالساً ان يصلى على الجنب الى ان قا ل فا متحن يا ا خى بهذه الميزا ن جميع ا لا وا مر و النواهى الواردة فى الكتاب و السنة و ما ابتنى و تفرع على ذ لك من جميع اقوا ل المجتهد ين و مقلد يهم الى يو م الدين تجد ها كلها لا تخر ج عن مرتبتى تخفيفٍ و تشديدٍ و لكل منهما ر جال كما سبق و من تحقق بما ذكر نا ذو قاً و كشفنا كما ذقنا ه و كشِف لما و جد جميع اقوال المجتهد ين و مقلديهم دا خلةً فى قوا عد الشر يعة المطهرة و صحّت مطا بقة قو له با للسان انّ سا ئر ا لآ ئمة على هدى من ر بهم لا عتقا ده ذلك بالجنان و علِم جز ماً و يقيناً انّ كلّ مجتهدٍ مصيب و ر جع عن قو له المصيب وا حد لا بعينه الى ان قال (بصفحه ٥) اذا نظر ت بعين ا لا نصا ف تحققت بصحّةِ ا لا عتقا د انّ سا ئر آ ئمة ا لار بعة ومقلد يهم على هدىّ من ر بهم فى ظا هر ا لا مر و با طنه و لم تعتر ض على من تمسّك بمذ هبٍ من مذا هبهم و لا على من انتقل من مذهبٍ منها الى مذ هب و لا على من قلّد غير اما مه منهم فى اوقا ت الضرورا ت الى ان قال (بصفحه ١٢) من الوا جب على كل مقلدٍ من طر يق ا لا نصا ف ان لا يعمل بر خصةٍ قا ل بها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اما م مذ هبه ا لا ان كا ن من اهلها و انه يجب عليه العمل بالعزيمة التى قا ل بهاغير اما مه حيث قدر عليها لانّ الحكم را جع الى كلام الشا رع با لا صا لة لا الى كلام غيره لا سيما ان كا ن دليل الغير اقو ى خلاف ما عليه بعض المقلدين حتى انه قا ل لى لو و جد تّ حد يثاً فى البخا رى و مسلمٍ لم يأخذ به اما مى لا اعمل به و ذ لك جهل منه بالشر يعة واو ل من يتبرأء منه اما مه و كا ن من الوا جب عليه حمل اما مه على انه لم يظفر بذ لك الحد يث او لم يصحّ عنده از لم يظفر بحد يث مما اتفق عليه الشيخان قا ل بضعفه ا حد فمن يعتدّ بتضعيفه ابداً هذا آ خر ما لخصنا ه من كلام الشعرا نى ر حمه الله و سأزيد عليه عبا را تٍ ا خرى له فيما سيجىء ان شا ء الله تعالى و المراد من المقلدين الذين الحقهم با لمجتهد ين فى كونهم على هدىً من ر بهم و كو ن اقوا لهم دا خلة فى قوا عد الشر يعة المطهرة هم المجتهدو ن فى المذ هب و من يلو نهم من ا صحا ب الطبقة الثا لثةِ المذ كورةِ فى الصفحة الثا من و الا ربعين من هذا المجلد فى متن منح البارى فا نهم مع ما معهم من ملكةِ ا لا ستنبا ط هو دو نه فى المر تبة فهو مجتهد فى المذهب و هو مقلد لا ما مه فما ظهر فيه نصّه الى آ خر ماقال و قد نقلنا ه فيما سلف فى هذه الرسا لة

اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ مسئلہ تعدد حق عین حق ہے اور اکا بر اہل سنت اس کے قائل ہیں اور خصوصیت اس کی معتز لہ سے جیسا کہ قہستا نی سمجھا ہے باطل ہے اور جب یہ خصوصیت باطل ہوئی تو تعیین مذہب امام واحد جسکو قہستا نی نے اسی خصوصیت پر متفرع کیا تھا نیز باطل ہوگئی ا ذا بطل ا لا صل بطل الفر ع۔ اور اگر ہم بطور تنزل مذہب وحدت حق کو مان لیں اور تسلیم کر لیں کہ مواضع اختلاف میں حق پر ایک ہی شخص ہوتا ہے اور باقی سب خطا پر جب بھی اس سے تعیین مذہب امام واحد کی ثابت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتی اسلئے کہ بنا بر اس مذہب کے وہ ایک جس کی جانب حق ہے کوئی معین نہیں سب کی طرف اس کا احتمال ہے اور سب میں وہ دائر ہے چنانچہ بضمن عبارت بغوی گذرا کا ن الحق مع وا حدٍ لا بعینه اور بضمن عبارت شعرانی گذرا ار جع عن قوله المصیب وا حد لا بعینه اور علی ہذا القیاس اور کتابوں میں مسطور اور لوگوں میں مشہور ہے کہ حق دائر ہے کسی ایک جانب معین نہیں پھر اس سے تعیین ایک مذہب کی کیونکر ثابت ہوگی یہ اس وقت ثابت ہو جب کہ وہ صاحب حق خاص کر معین ہو اور حق ہونا اس کے مذہب کا بالیقین معلوم ہو اور اس کے سوائے سب کا خطا پر ہونا یقیناً ثابت ہو سو ان باتوں کا ثبوت قائلین وحدیث حق کو بھی دعوی نہیں۔ اسی واسطے وہ حق کو دائر کہتے ہیں اور الحق مع وا حدٍ لا بعینه بول رہے ہیں اور صاحب بحر الرائق رسالہ وقف میں مسئلہ قضا بخلاف مذہب میں لکھتے ہیں:

و فی فتاوی الصغری و ذ کر الصدر الشهید فی شر ح آ دا ب القضاء ان قضی القا ضی فی المجتهدا ت ینفد و ان لم یکن عن اجتهادٍ لانّ القضاء لا ینتقض ما لم یظهر الخطاء بیقینٍ و فی المجتهدا ت، لا نتبینذ لك فلا ینتقض اذا قضی فی المجتهد فیه انتهی ما قال صا حب البحر و فیه تصریح بان المجتهدا ت لایتبیّن فیهاالخطاء بیقینٍ

اگر کسی کو شبہ گذرے کہ درمختار میں لکھا ہے کہ اگر کوئی ہمارے مذہب اور ہمارے مخالفین کے مذہب کا حال ہم سے دریافت کرے تو ہم یہ کہیں گے ہمارا مذہب صواب ہے اور خطا ہونا اس کا احتمالی ہے اور مذہب مخالفین کا خطا ہے اور حق ہونا اسکا احتمالی ہے پس اس سے حق ہونا اپنے اپنے مذہب کا بالتعیین ثابت ہوا اور تعیین مذہب کا ثبوت نکل آیا تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قول درمختار کا محدثات اور مخترعات سے نسفی کے ہے پہلے اس کے کوئی اس کا قائل نہیں ہوا اور کوئی دلیل شرعی بھی اس پر قائم نہیں اسی واسطے درمختار کے شارحین طحطاوی اور شامی نے اس کو رد کر دیا ہے، اور حنفیوں کے سردار امام ابن الہمام اور حافظ ابن حجر شافعی ابن ملا فروخ مکی حنفی سے خلاف اس کا نقل کیا ہے۔ عبارتیں ان کی معیار الحق کے صفحہ ۹۴ و ۹۵ میں موجود ہیں۔ وہاں نظر کرنی چاہیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مقام میں اس کے ردّ میں تھوڑی سے عبارت میزان کی نقل کی جاتی ہے صفحہ ۳۰ میں میزان کے کہا ہے:

فا ن قلت فما الجوا ب ان نا ز عنا احد فیما قلناه من المقلدین الذین یعتقدو ن ان الشر یعة جاء ت علی مر تبةٍ وا حدةٍ و هی ما علیه اما مه فقط و یری غیر قو ل اما مه خطا ءً یحتمل الصوا ب قلنا له الجوا ب اننا نقیم علیه الحجة من فعل نفسه و ذ لك اننا نراه یقلد غیر اما مه فی بعض الوقا ئع فنقو ل له هل صا ر مذ هب اما مك فا سداً حا ل عملِك بقول غیره و مزهب الغیر صحیحاً ام مذ هبك با قٍ علی صحته حا ل عملك بقول غیره و لعله لا یجد له جواباً سد یداً یجبیك به ابداً علی و جه الحق۔ انتهی

خلا صہ جواب قول قہستا نی بسبب اس کے جہل کے لائق اعتبار و التفات نہیں اور بعد تسلیم اس کی لیا قت کے نفس الا مر کے مطا بق نہیں اور بعد تسلیم مطا بقت کے اس کے مد عا کو مثبت نہیں ۔ اب حضرات مخا طبین کو چا ہیے کہ ایک دو اور ایسے شخصوں کے قول معرض مبا حثہ میں پیش کریں اور اپنے پیشوا ؤں کی قلعی کھلوا ئیں۔

جواز تقلید مفضول

اور جو آپ نے اما م غزا لیؒ کا کلا م اس مضمون کا نقل کیا ہے کہ مقلد جس کو افضل جا ن لے اس کے سوائے دوسرے کی تقلید اس کو جا ئز نہیں بلکہ اسی کی پیروی اس پر وا جب ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حا صل اس کا عدم جواز تقلید مفضول با وجود افضل کے ہے ابتداء ہو خواہ بعد تقلید افضل کے اور یہ ا جما ع صحا بہ کے بر خلاف ہے ۔ اصحاب رسول ﷺ با وجود اس اعتقا د کے کہ ابو بکرؓ اور عمرؓ سب صحا بہ سے افضل ہیں پھر اور لوگوں کی تقلید ابتداء بھی کر لیتے اور بعد مقلد ہو جا نے دونوں حضرت کے بعض مسائل میں نیز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیا کر تے لہذا جمہور مجتہد ین حنفیہ اور مالکیہ اور اکثر حنبلیہ اور شا فعیہ اسی جواز کے قائل ہے اور قول عدم جواز کو بہ دستا ویز ا جماع صحا بہ ضعیف اور مردود کہتے ہیں چنا نچہ کتب اصول فقہ وغیرہ میں اقوال ان کے مدلل با جماع صحا بہ منقول ہے۔ کہا مولا نا و لی اللہؒ نے عقد الجید میں:

ا ذا ارا د ھذا المتبحر ان یعمل فی مسئلةٍ بخلا ف مذ ھب اما مه مقلِداً فیھا لا ما م آ خر ھل یجو ز له ذ لك ا ختلفوا فیه فمنعه الغزا لی و شر ذمة و ھو قو ل ضعیف عند الجمھور لانّ مبناه علی انّ ا لا نسان یجب علیه ان یا خذ با لد لیل فا ذا فا ت ذلك بجھله بالد لا ئل اقمنا اعتقا د ا فضلیته اما مه مقا م الدلیل فلا یجوز له ان یخا لف الد لیل الشر عی وردّ بانّ اعتقاد افضلیة ا لا ما م علی سائر ا لآ ئمة مطلقاً غیر لازمٍ فی صحة التقلید اجما عاً لانّ الصحا بة و التا بعین کا نوا یعتقدون انّ خیر ھذه ا لا مة ابو بکر و عمر و کا نوا یقلدو ن فی کثیر من المسا ئل غیر ھما بخلاف قو لھما و لم ینکر علی ذلك فکا ن اجما عاً علی ماقلناه و امّا افضلیة قو له فی ھذه المسئلة فلا سبیل الی معرفتھا للمقلد الصرف فلا یجوز ان یکو ن شر طاً للتقلید اذ یلزم ان لا یصح تقلید جمھور المقلد ین فلو سلِّم لفی ؟ مسئلتنا ھذا علیکم لا نه کثیراً ما یطّلع علی حد یثٍ یخا لف مذ ھب اما مه او قیاسٍ قویٍ یخا لف مذھبه فیعتقد ا لا فضلیة فی تلك المسئلة لغیره و ذ ھب الاکثرو ن الی جوازه منھم ا لآ مد ی و ابن الحا جب و ابن الھما م و النووی و اتبا عه کا بن حجر و الرّملی

(قولہ: ابتداء۔ الخ ، اس تقسیم پر الفاظ عبارت احیاء کے شاہد ہیں عبارت منقولہ مخاطب میں لفظ یاخذ اپنے اطلاق اور عموم سے شاہد اور دوسرے اسی جگہ اس عبارت میں و رأی من یری انه یجو ز لکل مقلد ان یختا ر من المذا ھب ما اراد غیر معتقد به الخ ۔ لفظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یختار اسپر شاہد ہے کیونکہ اختیار مذہب غالبًا اختیار ابتدائی پر بولا جاتا ہے اور کبھی اطلاق اس کا بعد تمذہب بمذہب اول پر بھی ہوتا ہے اس سے باطل ہوگئی وجہ تطبیق قول غزالی کی ساتھ مذہب جمہور کے جو صاحب تحفۃ العرب والعجم نے صفحہ ۴۱ میں تحفہ کے لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قول غزالیؒ کے یہ معنی ہیں کہ مقلد جب کسی ایک مجتہد کو افضل العلماء سمجھ لے تو اسکو اوس مجتہد کے مذہب پر قائم اور مستمر رہنا واجب ہے۔ پس یہ قول ان معنی کر مذہب جمہور جو کے جو تقلید مفضول کو جائز کہتے ہیں منافی ہوا یعنی جواز تقلید مفضول بنا بر مذہب جمہور تقلید ابتدائی پر محمول ہے اور قول غزالی کا عدم جواز تقلید مفضول یہ بعد اختیار تقلید افضل پر محمول ہے۔ انتھا بمعناہ وجہ اس کے اندفاع کی نفس الفاظ سے عبارت غزالی کے ظاہر ہے جسکا بیان گزرا۔ حاشیہ محمد حسین بٹالویؒ)

و جماعا ت من الحنا بلة و الما لكية ممن يفضى ذكر اسما ئهم الى التطو يل و هو الذى انعقد عليه الا تفاق من مفتى المذاهب ا لآ ئمة ا لا ر بعة من المتا خر ين و استخر جو ه من كلا م اوائلهم۔ انتهى

اور کہا شیخ ابن الہمام حنفیؒ نے تحریر الاصول میں اور محبّ اللہ حنفیؒ نے منہیہ مسلم میں اور ابن امیر حاج حنفیؒ اور سید بادشاہؒ نے تحریر کی شرحوں میں اور فاضل قندھاریؒ نے مغتنم الحصول میں امام ابن عبد البر مالکیؒ اور اکملؒ صاحب عنایہ اور مولانا عبد العلیؒ شارح مسلّم الثبوت اور امام شعرانیؒ نے اپنی اپنی تصانیف عدیدہ میں اور ان کے سوائے بیسیوں علماء نے

نقل القرا فى ا لا جماع من الصحابة على انّ من استفتى ابا بكرٍ و عمر و قلد هما فله بعد ذ لك ان يستفتى غير هما من الصحابة و يعمل به من غير نكيرٍ و اجمع العلماء على انّ من اسلم فله ان يقلد من شا ء من العلماء بغير حجر و من اد عى دفع هذ ين ا لا جما عين فعليه الد ليل انتهى ماقا له هؤلا ء المذكو رو ن نقلاً عن القرا فى و اللفظ للشعرا نى و قا ل صاحب المغتنم بعد نقله اقو ل و انت تعلم انّ اجماع الصحابة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا یحتمل النسخ با جماع آ خر انتهی ما فی المغتنم

اور سید شامی نے حاشیہ درمختار میں کہا ہے:

فی تحریر ابن الهما م و شر حه یجوز تقلید المفضول مع و جو د ا لافضل و به قا ل الحنفیة و الما لکیة و اکثر الحنا بلة و الشا فعیة و فی روا یةٍ عن ا حمد و طا ئفةٍ کثیرةٍ من الفقهاء لا یجوز

اور کہا سید طحطاوی نے حاشیہ درمختار میں:

بل نصوا علی جواز التقلید مع و جود الفا ضل

اور کہا فاضل حبیب اللہ قندھاری نے مغتنم الحصول میں:

تقلید المفضو ل مع و جود الافضل فی العلم جا ئز عند الاکثر و علیه الحنفیة و الما لکیة و اکثر الشا فعیة و ا حمد فی روا یةٍ و ممنوع عند کثیر و علیه ابن شر یح و القفال و ابن السمعانی و ا حمد فی روا یةٍ للا کثر القطع (ای الد لیل للا کثر) با ن الصحا بة متفا وت در جا تهم کا نوا یفتون مع الاشتهار و التکر یر من غیر نکیر علی المفتیّ و لا علی المستفتی فکا ن اجما عاً قا ل ا لآ مد ی لو لا ا لا جماع لکا ن مذ هب الخصم او لی المانعو ن (ای قا ل الما نعو ن) اقوا لهم للمقلد کا لا دلّة للمجتهد و ا جیب اوّلا با نه قیاس یعا ر ض ا لا جماع الذی ذکر نا و ثا نیاً بالفرق فانّ التر جیح سهل علی المجتهد بخلاف العا میّ فی المسلّم التر جیح قد یکو ن با لتّحرّی کما قال علما ء نا فی تعار ض قیا سین اقول قد مرّ انّ تحرٰی العوام لیس بوا جب و لا مو جب انتهی ما فی المغتنم مختصراً

پس بمقابل اجماع صحابہ اور اتفاق جمہور علماء کے قول امام غزالی جس کی بنا ضعیف دلیل پر ہے کیونکر تسلیم کیا جائے مخاطبین سے تعجب ہے کہ انہوں نے حنفی ہو کر مذہب حنفیہ کو اس مسئلہ میں بالائے طاق رکھ دیا ہے اور امام غزالیؒ شافعی المذہب کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباع اختیار کرلیا ہے باوجود اس کے پھر حنفی کے حنفی بنے بیٹھے ہیں کوئی اور ایسا کرے تو اس کو لامذہب کہہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے اور نظر انصاف عنایت کرے۔

عامی کا کوئی مذہب نہیں

اور جو آپ نے میزان شعرانی کی یہ عبارت نقل کی ہے

فلو لا الزا مهم للعامیّ بمذ هب معين ليضلّ عن طر يق الهد ی۔ انتهی ۔یعنی اگر علماء عامی کے واسطے ایک مذہب لازم نہ کر دیتے تو وہ راہ ہدایت سے گمراہ ہو جاتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت کا میزان کبریٰ امام شعرانی میں کہیں پتہ نہیں اور اگر یہ لوگ اس عبارت کو میزان سے نکال دیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ اسی میزان کے اندر اور عبارتیں اس کے معارض اور مخالف بھی موجود ہیں اور بلند آواز سے پکار رہی ہیں کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور اس کے واسطے تعیین مذہب کی ضرورت بھی نہیں جس مذہب پر چاہے چلے اور موافق قول جس عالم کے چاہے عمل کرے۔ پس ان عبارات کے معارض و مقابل اس عبارت منقولہ مخاطب کو بفرض صحت نقل کیونکر مانا جاوے اور دو کلاموں کو جو باہم مخالف و معارض ہوں کیوں کر تسلیم کیا جائے اور وہ عبارتیں جن میں عامی کی تعیین مذہب کی نفی کی ہے اور اس کو سب مذاہب پر عمل کرنے میں مخیّر فرمایا ہے یہ ہیں:

نقل السيو طیؒ عن جماعةٍ كثيرةٍ من العلماء انّهم كانوا يفتو ن الناس با لمذا هب ا لا ر بعة لا سيّما العوا م الذين لا يتقيّدون بمذ هب و لا يعرفو ن قواعده و لا نصو صه و يقو لو ن حيث وافق فعل هئو لاء العوام قو ل عا لمٍ فلا بأس به

تمام ہوئی عبارت میزان کی جو صفحہ ۱۷ میں فرمائی ہے اور اوس میں دوسری جگہ بیان احوال منتقل مذہب میں کلام امام سیوطی کو متمسک ٹھہرا کر نقل کیا ہے حیث قال:

الثا نی ان يكو ن الحا مل له على الا نتقال امراً دنيو ياً كذ لك

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکنه عا میّ لا یعرف الفقه و لیس له من مذ هب سوی ا لاسم کغا لب المبا شرین و ار کا ن الدو لة و خدام الدارس فهذا امره خفیق اذاانتقل عن مذهبه الذی کا ن یز عم انه متعبّد به و لا یبلغ الی حدّ التحریم لا نه الی ا لآ ن عا میّ لا مذ هب له فهو کمن اسلم جد یداً له؟ التمذ هب بایّ مذ هب شا ء من مذاهب ا لآ ئمة

تمام ہوئی عبارت میزان کی جوصفحہ ۴۶ میں فرمائی ہے۔ علاوہ اس کے اور علمائے مذاہب سے بھی یہی مروی ہے کہ عامی کا کوئی مذہب نہیں مذہب اس کا وہی ہے جو اس کو کسی عالم نے بتلا دیا تھا چنانچہ سابقاً ایک حاشیہ اور ایک متن میں حضرت شاہ ولی اللہ اور صاحب بحر الرائق سے صراحۃً اور امام نووی سے اشارۃً منقول ہو چکا ہے اور صاحب ردالمحتار اور صاحب منتظم الحصول اور سید بادشاہ شارح تحریر کے اقوال کا پتہ و نشان بقید صفحات معیار الحق بتلایا گیا پھر اب اوس عبارت میزان غیر صحیح النقل والبیان کو مقابل عبارات صریحہ صحیحہ اسی میزان کے اور معارض اقوال فصیحہ اون علمائے والا شان کے بلا دلیل وبرہان کس طرح تسلیم کیا جاوے اور جو آپ نے میزان شعرانی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

و اما من لم یصل الی شهودِ عین الشر یعة ا لاو لی وجب علیه التقلید بمز هب وا حد اور دوسری عبا رت فان قیل هل یجب علی المحجو ب عن الا طلا ع علی عین الشر یعة التقلید بمذ هب معینٍ ام لا فا لجواب نعم ۔ الخ ۔

یعنی جو کوئی محجوب ہو اور مرتبہ مشاہدہ سے عین الشریعۃ کے دور ہو اس پر تقلید ایک مذہب کی واجب ہے۔ جواب اس کا اسی میزان سے بتفصیل تام لکھا جاتا ہے ناظرین باانصاف اسکو توجہ تام سے استماع فرماویں۔

پس اولاً ایک تمہید لکھی جاتی ہے۔ پھر جواب مرقوم ہوگا۔ وہ تمہید یہ ہے کہ ان عبارتوں میں تقلید عامی سے کچھ مطلب نہیں بلکہ بیان تقلید عالم محجوب کا مقصود ہے بشہادت دو امر کے اول یہ کہ امام شعرانی کے نزدیک عامی کا کوئی مذہب ہی نہیں چنانچہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول سابق کی رد میں ان سے منقول ہو چکا دوسری یہ کہ بعض عبارتوں میں شعرانی کی جو عنقریب نقل کی جاتی ہیں اس محجوب کے حق میں یہ کہا ہے کہ جب اس کو شریعت پر اطلاع ہوجاوے اور اس کا حجاب اٹھ جاوے اور یہ ترجیح مذہب کو چھوڑ کر تساوی مذاہب کا اعتقاد کر لے تو اس پر تقلید معین واجب نہیں رہتی۔ سو ان باتوں کا پایا جانا عامی میں متصور نہیں۔

یہ تمہید ہو چکی تو اب جواب لکھا جاتا ہے کہ ہر چند امام شعرانی کے نزدیک بحق محجوب جو عین شریعت کا واصل نہ ہو تقلید ایک مذہب کی واجب ہے لیکن وجوب اسکا جبھی تلک ہے کہ وہ حجاب تقلید میں بند رہے اور عین شریعت تک نہ پہنچے اور سب مذاہب کو مساوی نہ جانے اور جب کہ حجاب اس کا اٹھ جاوے اور وصول عین شریعت اس کو نصیب ہو اور اپنے اعتقاد ترجیح مذہب کو چھوڑ کر سب مذاہب کو مساوی جاننے لگے تو اسوقت وہ وجوب تقلید معین سے آزاد ہو جاتا ہے اور التزام مذہب اس پر واجب نہیں رہتا چنانچہ عبارت منقولہ مخاطب سے یہ مطلب ثابت ہوتا ہے اور کئی اور عبارتوں میں شعرانی کی صریح بھی آچکا ہے صفحہ ۳۸ میں میزان کے ہے:

فان و صلت الی شهودٍ عین الشر یعة ا لاو لی فهناك لا یجب علیك التّقید بمذ هبٍ لانك تر ی اتصا ل جمیع مذا هب المجتهد ین بها و لیس مذ هب او لی بها من مذ هب فیر جع الامر عند ك الی مر تبتی التخفیف و التشدید بشر طها۔انتهی

اور رفع اس حجاب کا اور وصول عین شریعت کا جس سے وجوب تعیین مذہب رفع ہو جاتا ہے امام شعرانی کے نزدیک دو طریق سے ہے ایک طریق کشف اور ذوق دوسرا طریق تصدیق وتسلیم۔ سو اگرچہ رفع حجاب طریق اول سے تو ان کے نزدیک اہل باطن وصاحبان کشف ہی سے مختص ہے اور اس طریق سے خاص کر انہیں کا التزام چھوٹتا ہے لیکن رفع اس حجاب کا طریق ثانی سے تمام علماء کے واسطے حاصل ہوسکتا ہے اور اس طریق سے سب علماء کا مذہب چھوٹ جا سکتا ہے۔ سو امام شعرانی نے حاصل کرنے اس طریق کے سب علماء کو وصیت کی ہے اور اس طریق سے رفع حجاب اور ترک التزام مذہب کا سب محجوبین کو ارشاد کیا ہے جہاں پر کہ کہا ہے کہ جن کو وصول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت بطریق ذوق وکشف میسر نہیں اور رفع حجاب اونکا اس طریق سے متصور نہیں تو وہ طریق تسلیم ہی کو اختیار کرلیں اور اسی طریق سے اپنا حجاب اوٹھا کر ترجیح وتعیین مذہب معین کو چھوڑ دیں اور سب مذاہب کو مساوی جان لیں اور جیسے منہ سے سب مذاہب کو ہدایت پر کہتے ہیں ویسے ہی دل سے بھی اعتقاد کرلیں اور نفاق سے بچ جاویں اور التزام مذہب معین کو ترک کر کے سب مذاہب کو دو مرتبہ تخفیف وتشدید عزیمت و رخصت پر منقسم سمجھ کر لائق رخصت ہوں تو اس پر عمل کریں خواہ کسی مذہب میں ہو لائق عزیمت ہوں تو اس پر عمل کریں خواہ کسی مذہب میں ہو اور یہ نہ سمجھیں کہ فلاں رخصت ہمارے مذہب میں نہیں ہے ہم کیونکر عمل میں لاویں اور فلاں عزیمت ہمارے امام نے نہیں فرمائی ہم کس طرح اختیار کریں بلکہ یقیناً جان لیں کہ درصورت ان کے اہل رخصت ہونے کے یہ عمل بالرخصت کے امام کی طرف سے مختار ہیں خواہ وہ کسی مذہب میں ہو اور درصورت ان کے اہل عزیمت ہونے کے یہ عمل بالعزیمت کے امام کی طرف سے مامور ہیں خواہ وہ کسی مذہب میں ہو۔ کسی امام نے یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم کہیں عزیمت ہو خواہ رخصت وہ ہر شخص کو ہماری اتباع سے واجب القبول ہے وہ اس کا اہل ہو خواہ نہ ہو اور ہر شخص کو ہماری اتباع سے اور مذاہب کی رخصتوں اور عزیمتوں پر عمل کرنا ناجائز ہے اگرچہ وہ اس عمل کی اہلیت رکھتا ہو۔

حاصل کلام شعرانیؒ یہ ہے کہ سب علماء کو لازم ہے کہ اپنے حجاب تقلید وترجیح مذہب کو دور کریں اور تساوی مذاہب کے قائل ہو جاویں کشف ویقین سے محروم ہوں تو تسلیم ہی پر اکتفا کریں اور تخصیص اور تعیین مذاہب کو بالائے طاق رکھ کر سب مذاہب سے جس بات کے اہل ہوں اس پر عمل کرلیا کریں۔ اس مضمون سے تمام کتاب میزان مشحون ہے اور اسی کے اثبات میں یہ کتاب تصنیف ہے اور اس میں صدہا علماء کے اقوال سے اس مضمون کی تائید ہے طالب شائق اس کتاب کو اول سے آخر تک مطالعہ کرے اور حظ اس تقریر کا اٹھاوے۔ ہم اس مقام میں چند عبارتیں اس کی جو مصدقہ اس مضمون کی ہیں نقل کرتے ہیں۔ صفحہ ۴ میں اس کتاب کے فرماتے ہیں:

و کا ن من اعظم البوا عث علی تا لیفها للاخوانِ فتح با ب العمل بما تضمنّه قوله تعا لی شرع لکم من الدین ما و صّی به

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوحاً و الذی او حینا الیك و ما و صینا به ابرا هیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیه و لیطابقوا فی تقلید هم بین قو لهم با للسا ن انّ سا ئر آ ئمة المسلمین علی هدیٍ من ر بهم و بین اعتقا دهم ذلك بالجنا ن لیقو موا بوا جب حقو ق آ ئمتهم فی ا لا دب معهم و یجو زوا الثوا ب المر تب علی ز لك فی الدار آخر ة و یخر ج من قا ل ذ لك منهم بلسا نه انّ سا ئر آ ئمة المسلمین علی هدیٍ من ر بهم و لا یعتقد ذ لك بقلبه عما هو متلبس به من صفة النفاق ا لاصغر ویسدّ المقلدو ن با ب المبادرة الی الا نکار علی من خا لف قواعد مذهبهم ممن هو من اهل ا لا جتهاد فی الشر یعة من د خو ل جمیع اقوال ا لآ ئمة المجتهد ین و مقلد یهم الی یو م الدین فی شعا ع نور الشر یعة فتا مّل و تد بّر فیما ار شدك یا ا خی الیه و ذلك ان تعلم و تحقق جاز ماً انّ الشر یعة المطهرة جا ء ت من حیث شهود ا لا مر و النهی فی کل مسئلةٍ ذا ت خلافٍ علی مرتبتین تخفیفٍ و تشدیدٍ لا علی مر تبةٍ وا حدةٍ کما یظنه بعض المقلد ین ثم ان لکل من المر تبتین ر جا لاً فی حا ل مباشر تهم التکا لیف فمن قوی منهم من حیث ایما نه و جسمه خو طِب بالعزیمة و التشدید الوا رد فی الشر یعة صر یحاً او المستنبط منها فی مذ هب ذ لك المکلف او غیره و من ضعف منهم من حیث مر تبة ایما نه او ضعف جسمه خو طب بالرخصة و التخفیف الوارد کذ لك فی الشر یعة صریحاً او مستنبطاً منها فی مذ هب ذ لك المکلف او مذ هب غیر ه انتهی ملخصاً

اور صفحہ ۷ میں اس کے فرماتے ہیں:

فا عمل یا ا خی بهذه المیزا ن و علّمها لا خوا نك من طلبة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المذا هب ا لا ر بعة ليحيطوا بها علماً ان لم يصلوا الى مقا م الذوق لها بطر يق الكشف كما اشار اليه قو له تعا لى فا ن لم يصبها وابل فطلّ و ليفو زوا ۔ ايضاً لصحة اعتقا د هم فى كل آئمتهم و مقلد يهم و ليطا بقوا بقلو بهم قو لهم با للسا ن ابّ سا ئر ا لآ ئمة على هدىٍ من ر بهم ان لم يكن ذ لك كشفاً و يقيناً فليكن ايما ناً و تسليماً انتهى

اورصفحہ۱۲میں فرماتے ہیں:

انّ من الوا جب على كل مقكدٍ من طر يق الا نصافِ ان لا يعمل بر خصةٍ قا ل بها اما مه الّا ان كا ن من اهلها و انه يجب عليه العمل با لعزيمة التى قا ل بها غير اما مه حيث قدر عليها انتهى

و قد مرّ اتمّ من هذا

اورصفحہ۱۶میں فرماتے ہیں:

ثم لا يخفى ياخى ان كل من فعل الرخصة بشرطها او المفضول بشر طه فهو على هدىً من ربه فى ذ لك و لو لم يقل به اما مه۔

اورصفحہ۱۷میں فرماتے ہیں:

قا ل الزر كشى و بعد اذ علمت هذا فحينئذ تعرف انّ ا حداً من ا لآ ئمة ا لا ر بعة او غير هم لم يتقلد امر المسلمين فى القول بر خصةٍ او عزيمةٍ ا لا على حدّ ما ذكر نا من هذه القا عدة فينبغى لكل مقلدٍ للآ ئمة للآ ئمة ان يعرف مقا صدهم انتهى كلام الزر كشى و هو اعظم شا هدٍ لصحّة هذه الميزا ن فلم ينقل لنا عن ا حدٍ من ا لآ ئمة ا لا ر بعة و لا غير هم فيما بلغنا انه كا ن يطر د ا لا مر فى كل عز يمة قا ل بها او ر خصة قا ل بها فى حق جميع ا لا مة ابداً و انما ذ ك فى حق قومٍ دون قومٍ و قد بلغنا انه كا ن يفتى الناس بالمذا هب ا لار بعة الشيض

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا ما م الفقيه المحد ث المفسر ا لا صو لى الشيخ عبد العزيز الد يرمنيّ و شيخ ا لاسلا م عز الدين بن جماعةِ المقدسى و الشيخ العلامة الشيخ شهاب الدين البرلسّى والشيخ على بنتيىّ الضرير و نقل الشيخ الجلال السيوطى عن جماعة كثيرةٍ من العلماء انهم كا نوا يفتنون الناس بالمذا هب الار بعة لاسيّما العوا م الذين لا يتقيّدو ن بمذ هب الى آ خر ما قا ل

اور صفحہ ۲۷ میں فرماتے ہیں:

فان قلت فعلى ما قررتم من انّ سا ئر ا لآ ئمة الا ر بعة على هدىً من ر بهم فكل شخصٍ يز عم انه يعتقد انّ سا ئر آ ئمة المسلمين على هدىً من ر بهم نفر ت نفسه من العمل بقو ل غير اما مه و حصل له به الحر ج و الضيق فهو غير صادق فى اعتقا ده المذ كور فا لجوا ب نعم و ا لا مر كذ لك و لا يكمل الاعتقا د الّان تساوى عنده العمل بقو ل كل مجتهدٍ على حدٍ سواءٍ بشر طه السا بق فى الميزان انتهى ما قا ل و اراد رعا ية المقلِدِ للعزيمة او الر خصةِ كما مرّ۔

اور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں:

و سمعت سيدى عليّا الخوا ص ر حمه الله يقو للا يكمل لمومنٍ العمل با لشر يعة كلها و هو مقلد بمذ هب وا حدٍ ابداً و لو قا ل صا حبه اذا صحّ الحد يث فهومذ هبى لتر ك ذ لك المقلد ا لا خذ با حا ديث كثيرةٍ صحت عند غير اما مه الى ان قا ل بعد ختم كلا م الخواص و هوكلا م نفيس فان الشر يعة انما يكمل ا حكا مها بضمّ جميع ا لا حا ديث و المذا هب بعضها الى بعضٍ حتى تصير كا نها مذ هب وا حد ذو مر تبتين انتهى ملخصاً

نیز فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فان قلت فاذن من الزم الناس بالتقئيد بمذ هبٍ وا حدٍ فقد ضيق عليهم و شقّ عليهم فالجوا ب انه ليس فی ذ لك مشقة لانّ صا حب ذ لك المذ هب لم يقل بالزا م الضعيف بالعزيمة بل جوز له الخرو ج من مذ هبه الى الر خصةِ التی قا ل بها غيره فر جع مذ هب هذا ا لا ما م الى مر تبتی الشر يعة۔ انتهی

اور صفحہ ۲۳۳ میں جلد ثانی کے فرماتے ہیں:

و ليكن ذ لك آ خر ما فتح الله به من ايضا ح كتا ب الميزا ن الشعرا نيةِ المدخلةِ لجميع اقوا ل المجتهدين و مقلد يهم فی الشر يعة المحمد يةِ و تو جيه اقوا لهم و قد حا و لت الجمع بين اقوال ا لآئمة و مقلديهم و تو جيه كلٍ منهما لجميع الاخوان من مقلدی ا لآ ئمة الا ر بعة بين اعتقا دهم بالجنا ن و قو لهم با للسان انّ سا ئر آ ئمة المسلمين على هدیً من ربهم ايما ناً و تسليماً ان لم يصِلوا الى ذ لك نظراً و استد لا لاً كما مرّ بيا نه فی الخطبة ۔ انتهی

ان عبارات سے ہمارا مدعا تصدیق ہوا اور خوب محقق ہو گیا کہ اگر چہ امام شعرانی نے بحق محجوب تاوقتیکہ وہ حجاب میں پھنسا ہوا التزام مذہب معین کو واجب کہا ہے لیکن اس حجاب میں پھنسے رہنے اور اوس کے سبب سے ایک مذہب پر ہمیشہ جمے رہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ اوس حجاب کے اٹھا دینے اور التزام مذہب معین کے چھوڑ دینے کی نہایت تاکید سے بار بار وصیت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر محجوب کا حجاب کشف و یقین سے نہ اٹھے اور اسکو ذوق و یا نظر و استدلال سے وصول اس رتبہ کا نصیب نہ ہو تو وہ تصدیق و تسلیم ہی سے شرف اس رتبہ کا حاصل کرے اور ہمارے کہہ دینے ہی سے اپنے حجاب تقلید و ترجیح مذہب کو اٹھا کر سب مذاہب کو مساوی جان لے اور التزام مذہب معین ترک کر کے سب مذاہب میں سے جس بات کا اپنے تئیں اہل جانے اس پر عمل کر لیا کرے۔ اب حضرات مخاطبین کو دیکھئے کہ تمام میزان تیس جزو کی کتاب میں سے جو اس مضمون میں تصنیف ہے دو سطریں اپنے ڈھب کی سمجھ کر لے لی ہیں اور باقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کو بالائے طاق رکھا تو گویا آپ لوگوں نے فرط عادت تقلید سے اس شخص کی تقلید کو اختیار کیا ہے جس نے لا تقربوا الصلوۃ کو نماز نہ پڑھنے کی دلیل سمجھ کو پیش کیا تھا اور انتم سکاری کو اوروں کے واسطے چھوڑ دیا تھا واہ سبحان اللہ تقلید ہو تو ایسی ہو۔

یہاں تک جوابات ایک ایک روایت مخاطب کے جو بحث اول اور بحث دوم میں بہوس اثبات حصر کا رد در مذاہب آئمہ چہار اور بتمنائے وجوب تقلید مذہب مجتہد واحد لا تھا تحریر ہوئی۔ اب بجواب اوس خرافات مخاطب کے جو بجواب بعض عبارات فتوی علماء کے بولا ہے قلم اٹھایا جاتا ہے اس کے بعد جواب بحث سوم اور چہارم اور پنجم رسالہ جناب کا قلم بند کیا جائے گا۔

پس واضح ہو کہ علمائے دہلی کے فتوی میں شواہد عدم ثبوت تقلید معین سے یہ عبارت میزان شعرانی کی منقول ہے:

و کا ن ا لا ما م ابن عبد البر یقول لم یبلغنا عن ا حدٍ من الآئمة انه امر ا صحابه بالتزا م مذهبٍ معینٍ لا یری صحة خلافه بل المنقو ل عنهم تقریر هم الناس علی العمل بفتوی بعضهم بعضاً لانهم کلهم علی هدیً من ر بهم

یعنی حافظ ابن عبدالبرؒ کہا کرتے کہ کسی امام کا حکم دینا الزام مذہب معین کا اپنے اتباع کو مروی نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے فتوی پر عمل کرنے کی تقریر اور اجازت ان سے منقول ہے۔

اس کے جواب میں آپ نے کہا ہے کہ یہ عبارت حق میں اس شخص کے ہے جو درجہ اجتہاد کے قریب ہو اور اگر اس عبارت کو اس شخص پر محمول نہ کریں تو اس میں اور اوس عبارت میں جو وجوب التزام مجوب میں گزر چکی ہے تعارض ہوگا۔

جواب الجواب میں فقیر ملتمس ہے کہ اگرچہ شعرانی نے اوس عبارت میں تا رہنے حجاب مجوب کے اس کے التزام مذہب کے وجوب پر تصریح کی ہے لیکن اوس حجاب میں پھنسے رہنے اور اوس التزام پر جمے رہنے کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ بہت جگہ اس میزان میں اوس حجاب کے اٹھا دینے کا کشف ونظر سے خواہ تسلیم وتصدیق سے ارشاد کیا ہے اور التزام مذہب کے ترک کر دینے کا بڑی تاکید اور تشدید اور دلیلوں کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زور اور تائید سے حکم دیا ہے چنانچہ مفصل بیان اسکا بکواب آخر روایات متمسکہ مخاطب کے گزرا لہذا اوس عبارت متضمنہ التزام اور اس عبارت مویدہ عدم التزام میں کچھ تعارض نہیں رہا پس تاویل کرنا اور خاص کر دینا اس عبارت کا بحق صاحب قرب رتبہ اجتہاد کے جس کو مخاطب نے اس تعارض موہوم پر متفرع کیا ہے باطل ہو گیا۔ علاوہ یہ کہ بہتیری عبارتوں میں شعرانی کی امر عدم التزام بحق عامہ مقلدین کے پایا جاتا ہے اور ان میں لفظ کل مقلد موجود ہے چنانچہ عبارات منقولہ سابق میں گزر چکا ہے۔ اس سے بھی تاویل کرنا اور خاص کرنا آپ کا عبارت مسطورۃ الفتوی کو اوس شخص سے جو رتبہ اجتہاد کے قریب ہو باطل ہوتا ہے اور تو جیہ القول بما لا یر ضی به قا ئله میں داخل ہوتا ہے

اور اوس فتوی میں عدم التزام کے مویدات سے اجماع صحابہ کو قرافی سے بواسطہ امام شعرانی کے نقل کیا ہے:

هكذا الفاظه و نقل القرافى ا لا جماع من الصحا بة على انّه من استفتى ابابكرٍ و عمر و قلّد هما فله ان يستفتى بعد ذلك غير هما من الصّحا بة ويعمل به من غير نكير

اس کے جواب میں آپ نے ملا علی قاری سے بلا نام ونشان اس کی کتاب کے نقل کیا ہے:

انّما كا ن ذ لك فى ذلك الز ما ن لانّ مسا ئل الصحا بة لم تكن كا فيةًلعا مة الو قا ئع لانّهم لم تمهدوا ا لاصو ل للاستخرا ج الاحكا م فلِاجلِ الضرورة يحلّ للمقلد اتباع ا لاما مين امّا فى زما ننا فمذ هب ا لآ ئمة الا ر بعة كا فية لمعرفة الكل فلا ضرورة الى ا لا تباع ا لا ما مين۔

تمام ہوا کلام ملا علی قاریؒ کا مطابق نقل مخاطب کے، ۔جیسا غلط وصحیح آپ کے رسالہ میں منقول تھا ویسا ہی ہم نے نقل کر دیا ہے اور جو اس میں غلطیاں ہیں وہ حضرت مخاطب کی لیاقت علمی کی نشانیاں ہیں اسی واسطے ان کو تغیر نہیں دیا اور حاصل مطلب (چنانچہ مخاطب کے پیشوا محمد شاہ نے رسالہ مدار الحق میں مطلب اس عبارت کا یہی ٹھہرایا ہے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدم التزام مذہب کوفعل حرام سمجھ کر اس کے رواج کو زمانہ صحابہ میں بحکم اسی قاعدہ الضرورات تبیح .. الخ کی ضرورت پر حمل کیا ہے اور ایک جگہ اوس رسالہ میں اس عدم التزام مذہب کو حکم میں گوشت خنزیر اور خون اور اس جانور کی جس پر غیر خدا کا نام پکارا جاوے ٹھہرا کر اس کے جواز کی توایتوں کو تمسک اسی قاعدہ کی ضرورت پر حمل کیا ہے اور آیت حر مت علیکم المیتة .. ا لآیه اس پر دلیل پیش کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلب اس عبارت کا وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو اس کے جواب کو جو متن میں ثبت ہے توجہ سے سننا چاہیے ۔محمد حسین) اس کا بقوائے جملہ لِا جل الضرورة یحلّ کے یہ ہے کہ زمانہ صحابہ میں بھی التزام مذہب ایک ہی شخص کا واجب تھا اور اتباع دوسرے کا حرام لیکن صحابہ میں اس واجب کا متوک ہونا اور اس فعل حرام کا مروج رہنا ضرورت کے سبب سے تھا اور بحکم قاعدہ الضرورا ت تبیح المحظورا ت (ضرورتیں مباح کرا دیتی ہیں ممنوعات کو) کے اس ترک واجب اور فعل حرام پر اتفاق ہوگیا تھا نعو ذ با لله من قو لهم ذ لك كبر ت كلمة تخر ج من افوا ههم ان يقو لو ن ا لا كذ با (پناہ پکڑتے ہیں ہم ساتھ اللہ کے ان کی اس بات سے ۔ یہ بڑی بات ہے جو نکلتی ہے ان کی موہوں سے ۔نہیں کہتے مگر جھوٹھ)

جواب الجواب میں فقیر کہتا ہے کہ اولاً ملاعلی قاری سے ایسی واہی بات کہنے کی امید نہیں۔ غالبًا یہ ان لوگوں کا افتراء ہے۔ اور اگر ان کو اپنی راست بازی کا دعوی ہے تو اس کلام کی سند صحیح کتاب معتبر ومشہور ومتداول سے نکال کر بتلا ویں۔ اور اگر انہوں نے بالفرض یہ بات کہی بھی ہے، تو قول ان کا نامقبول اور پایہ اعتبار سے ساقط ہے اس لئے کہ آپ کا فعل اجماعی صحابہ کو حرام کہنا اور اوس کے وقوع کو ضرورت پر حمل کرنا اوس وقت صحیح ہوتا جب کہ وجوب اتباع امام واحد اور حرام ہونا اتباع دواماموں کا کسی دلیل شرعی سے ثابت ہوتا، تاکہ اس کی رعایت سے آپ کو اوس فعل اجماعی میں گنجائش تاویل اور کلام کی نکلتی ، ورنہ آپ جس اجماع کو صحابہ کے چاہیں گے فعل حرام قرار دے کر اوس کے وقوع کو ضرورت پر حمل کرلیں گے اور ایک رکن دین کی بیخ کو کندہ کر ڈالیں گے اور آج تک وجوب اتباع امام واحد اور حرام ہونا اتباع دواماموں کا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں بلکہ اس کا خلاف یعنی عدم وجوب اتباع امام واحد دلیل سے ثابت ہے چنانچہ اقوال علماء کے مصرح اس مدعا کے کہ اتباع امام واحد واجب نہیں اور اس کے وجوب پر کوئی دلیل قائم نہیں اور اتباع دواماموں کا حرام نہیں بلکہ بلا تردد جائز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے عنقریب نقل کی جاویں گی پھر باوجود ثابت نہ ہونے وجوب اتباع امام واحد کے اور ثابت نہ ہونے حرمت اتباع دو اماموں کے اوس اجماع قطعی صحابہ کو کیونکر فعل حرام مان کر وقوع اوس کا ضرورت کے سبب تسلیم کیا جاوے، اس میں تو اجماع صحابہ سے انکار ہے اور رکن سوم اسلام کا ابطال ہے۔

اب سنو اون اقوال علماء کو جو وجوب اتباع امام واحد اور حرمت اتباع دو اماموں کی نفی کرتی ہیں اور اسکے خلاف یعنی عدم تعیین مذہب کی تصدیق کرتی ہیں اور اس کلام نافرجام ہادم رکن اسلام کی جڑ اوکھارتی ہیں پس اولاً انہیں حضرت ملا علی قاری کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔ شرح عین العلم میں مسئلہ احتساب میں لکھتے ہیں کہ احتساب یعنی روکنا ممنوعات شرعیہ سے محل اختلاف میں نہ چاہیے پس حنفی شافعی کو متروک التسمیہ (یعنہ وہ جانور جس پر ذبح کے وقت جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھیں) عمداً کی کھانے سے اور ضب (ضب بمعنی سوسمار جسکو ہندی میں گوہ کہتے ہیں) کھانے سے نہ نہ روکے اور شافعی حنفی کو نبیذ (یعنی نچوڑا کھجور وغیرہ کا جو نشہ نہ دے) غیر مسکر کے پینے سے اور ذوی الارحام کی وراثت لینے سے نہ روکے اور اگر شافعی اپنے مذہب والے نبیذ پیتے دیکھے یا حنفی اپنے مذہب والے کو سرخ کپڑا پہنتے دیکھے تو یہ صورت محل تامل ونظر ہے سو ظاہر بنا بر بیان احیاء العلوم کے اس صورت میں روکنا لازم ہے کیونکہ اس میں خلاف اپنے اپنے مذہب کا پایا جاتا ہے اور یہ بری بات ہے۔ اس کلام کے بعد اس کا خلاف ایک جماعت علماء سے نقل کرتے ہیں اور اوس میں عام اجازت دیتے ہیں کہ جس مذہب سے کوئی چاہے موافق اپنی مرضی کی باتیں نکال لے اور بلا شک رخصتوں پر عمل کیا کرے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تم سوال کرو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی کسی عالم کے تابع ہو وہ اللہ کو با سلامت ملا۔ پھر فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ حنفی ہو جاوے یا مالکی یا شافعی یا حنبلی بلکہ علماء کو یہ تکلیف دی ہے کہ کتاب اللہ اور سنت پر عمل کریں یعنی خواہ کسی مذہب کے موافق ہو اور جہلاء کو یہ تکلیف دی ہے کہ علماء کا اتباع کریں یعنی خواہ کوئی ہو اور کسی مذہب کا حکم بتاوے۔ یہ ہے حاصل ترجمہ کلام جناب کا اور اصل کلام آپ کا بقدر ضرورت سابقاً اس رسالہ میں گزر چکا ہے۔ اور اسی مضمون کا دوسرا کلام آپ کا سابقاً سم القوارض سے منقول ہو چکا ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب اور علماء مذاہب کے اقوال کو نقل کیا جاتا ہے۔

کتاب طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں ملا عابد سندیؒ، شیخ ابو المعالیؒ سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

و جو ب تقليد مجتهدٍ معينٍ لا حجة عليه لا من جهة الشريعة و لا من جهة العقل كما ذكره الشيخ ابن الهما م من الحنفية فى فتح القدير و فى كتا به المسمى بتحرير ا لا صو ل و بعدم و جو به صرّح الشيخ ابن عبد السلا م فى مختصر منتهى الاصول من المالكية و المحقق عضد الدين من الشا فعية و ذكر ابن امر حا ج فى شر ح التحرير انّ القرون الما ضية من العلماء اجمعوا على انه لا يحل لحا كمٍ و لا مفتٍ تقليد ر جلٍ واحدٍ بحيث لا يحكم و لا يفرى فى شىء من ا لا حكام الا بقوله۔ انتهى

اور قول سدید میں ابن ملا فروخ مکی حنفیؒ فرماتے ہیں:

اعلم انّه لم يكلف الله تعا لى ا حداً من عبا ده با ن يكو ن حنفياً او ما لكياً او شا فعياً او حنبلياً بل او جب عليهم الايمان بما بعث به سيدنا محمداً ﷺ

اور شرح تحریر میں سید بادشاہؒ لکھتے ہیں:

افتى الشيخ المتفق على علمه و صلا حه العلا مة عز الدين بن عبد السلا م فى فتاوا ه لا يتعين على العا ميّ اذا قلد اما ماً فى مسئلةٍ ان يقلده فى سا ئر المسا ئل لانّ الناس من لدنِ الصحابةِ الى ان ظهر ت المذا هب يتسا ء لو ن العلماء المختلفين من غير نكير

اور تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصو ف میں شیخ عبد الحق مخاطبین کے امام بلکہ دین و ایمان نے بعض جزئیات فقہ متضمنہ عدم التزام مذہب کو نقل کر کے فرمایا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وھذاکلہ دلیل علی انہ یجو ز الر جو ع من فقیہٍ الی فقیہٍ و ان یکون الشخص حنفیّ المذ ھب فی مسئلۃٍ و شا فعیّ المذ ھب او غیرہ فی ا خری و لا یجب تقلید امامٍ بعینہ

اور کتاب تحبیر شرح تحریر میں ابن امیر حاجؒ نے اور اس کتاب کے مختصر میں سید بادشاہؒ نے اور مسلّم الثبوت میں فاضل محبّ اللہ حنفیؒ نے اور اس کی شرح میں مولوی عبدالعلیؒ نے اور مغتنم الحصول میں فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ نے اور سوائے ان کے اور بہت سے علماء اصولیین نے فرمایا ہے

۱) لا وا جب ا لا ما او جبہ اللہ و رسولہ و لم یو جب اللہ و رسو لہ علی ا حدٍ ان یتمذ ھب بمذ ھبِ ر جلٍ من ا لآ ئمۃ فیقلدہ فی کل ما یاتی و یذر غیرہ و زا د فی شر ح المسلّم فایجا بہ تشریع جد ید

(ایک جاہل غوی نے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ جو اصولیین نے وجوب تقلید معین کی نفی کی ہے سو مراد ان کی اوس نفی وجوب سے نفی فرضیت ہے نہ نفی اس وجب کے جسکا ترک کرنا مکروہ تحریمی ہوتا ہے چنانچہ حنفیہ کے نزدیک مقرر ہے کیونکہ اصولیوں کے نزدیک وجوب بمعنی فرض بولا جاتا ہے، اسکا جواب مفصل بضمن رد رسالہ میں جاہل کے لکھا جاوے؟ گا اس مقام پر اتنا کہا جاتا ہے کہ شافعی تو اس وجوب مصطلح حنفیہ کے قائل ہی نہیں پس ان کی عبارتوں میں تو گنجائش نہیں کہ نفی وجوب سے نفی فرضیت خاص کر مراد لیں اور وجوب مصطلح حنفیہ کو حکم نفی سے بچا رکھیں، رہے اصولین حنفیہ سو ان کے نزدیک بھی کتب اصول میں معنی وجوب کے خاص کر فرض نہیں لئے جاتے بلکہ اعم اور اشمل لئے جاتے ہیں جو واجب اور فرض دونوں کو شامل ہوں چنانچہ توضیح میں بصفحہ ۳۴۵ لکھا ہے۔ وقد یطلق الوا جب عندنا علی المعنی ا لاعم ، ایضاً ای اعم من الفرض و الوا جب بالتفسیر المذکور وھو ان یکون الفعل اولی من التر ک مع منع الترک اعم من ان یکو ن ھذا المعنی بالقطعی او الظنی انتھی۔ پس بنابر اس اطلاق کے نفی وجوب ان عبارات میں نفی فرضیت اور نفی وجوب مصطلح حنفیہ دونوں کو شامل ہوگی باقی تفصیل اس کی رد میں رسالہ مدار الحق میں اس جاہل کے ہوگی۔ انشاء اللہ۔ محمد حسین بٹالویؒ)

اور کتاب تقریر الاصول میں علامہ اکمل لکھتے ہیں:

و من المعلو م انہ لا یشتر ط ان یکو ن للمجتھد مذ ھب مدو ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و انه لا یلز م ا حداً ان یتمذ هب بمذ هب ا حدٍ من ا لآ ئمه بحیث یا خذ باقوا له کلها و یدع اقوا ل غیرِہ کلها

اور عقد الفرید میں ملا حسن شرنبالی حنفی بعد بیان طویل اور بحث عریض کے لکھتے ہیں:

فیحصل مما ذکر نا ہ انه لیس علی ا لا نسا ن التزا م مذ ھبٍ معینٍ و انه یجوز له العمل بما یخا لف ما عمله علی مذ ھبه مقلداً فیها غیر اما مه مستجمعاً شرو طه الی آ خر ماقال

ان اقوال مدللہ سے ثابت ہوا کہ وجوب اتباع مجتہد اور حرمت اتباع دو مجتہدوں کی شرعاً ثابت نہیں اور اس پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں بلکہ اس کا خلاف یعنی عدم التزام مذہب مجتہد واحد اور جواز اتباع مذاہب مجتہدین مختلفین بلا ارتیاب ثابت ہے اور دلائل سے موید ہے باوجود اس کے پھر کس مانع کی اقتضا سے اور کس مشکل کے مقتضا سے اوس اجماع قطعی صحابہ کو ظاہر سے پھیر کر اوس میں اس تاویل وتسویل کو جگہ دیویں کہ تھا تو اتباع دو مجتہدوں کا زمانہ صحابہ میں بھی حرام لیکن اجماع صحابہ کا اس فعل حرام پر ضرورت کے سبب سے ہو گیا تھا اور صحابہ نے بحکم قاعدہ الضرورات تبیح المحظورات (یعنی ضرورتیں مباح کر دیتی ہیں ممنوعات کو) کے اس فعل حرام پر اتفاق کر لیا تھا نعوذ باللہ من ذلک یہ بات پیروان صحابہ کو تو منہ سے نکالنی بڑی مشکل ہے اہل بدعت جو چاہیں سو کہیں۔

علاوہ یہ کلام اور وجہ سے بھی باطل ہے وہ یہ ہے کہ اگر صحابہ کے وقت میں بسبب اس ضرورت کے کہ ان کے مسائل سب حوادث کے واسطے کافی نے تھے اور اصول ان کے ممہد نہ تھے عدم التزام فعل حرام لاچاری کو حلال تھا تو آئمہ اربعہ وغیرہم مجتہدین ہی کے زمانہ میں یہ عدم التزام حرام سمجھا جاتا اور رواج اس کا موقوف ہوتا اس وقت تو مسائل تام وعام وکافی ووافی ہر ایک مجتہد کے مذہب میں غالباً مضبوط ہو چکے تھے اور قواعد ممہد ہو چکے تھے حالانکہ زمانہ مجتہدین میں بھی اس عدم التزام کا رواج موقوف نہ ہوا اور باوجود رفع ضرورت کے ایک ایک امام کا اتباع رائج نہ ہوا اور کسی نے آئمہ مجتہدین سے اس فعل حرام سے لوگوں کو نہ روکا اور امر واجب یعنی اتباع مذہب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام واحد کا حکم نہ دیا چنانچہ عبارات منقولہ سابق سے صاف ثابت ہو چکا ہے اور جناب مخاطب بھی اس امر کے مقر ہیں چنانچہ صفحہ ۱۳ میں اپنے رسالہ کے فرماتے ہیں:

وآنچہ مجیب گفتہ کہ ہیچ روایت از اصحاب وآئمہ اربعہ در وجوب تقلید مذہب معین صادر نشدہ جوابش آنکہ مسلّم دارم کہ روایت از ایشان نشدہ لیکن بادعوی نکنیم کہ دراں زمان تقلید بمذہب معین واجب بود از جہت کثرت اجتہاد بلکہ بعد از مائتین تقلید بمذھب معین درمیان امت جاری شدہ بسبب قلت اجتہاد۔انتہی بلفظہ الشریف

اور اگر کہو کہ آئمہ اربعہ وغیرھم مجتہدین کے وقت میں مسائل کافی نہ ہو چکے تھے اور قاعدہ واصول مقرر نہ ہوئے تھے اور وہ ضرورت جو زمانہ صحابہ میں درپیش تھی ان کے زمانہ میں مرتفع نہ ہوئی تھی اسلئے ان میں بھی اس فعل حرام یعنی عدم التزام کا رواج رہا تو جواب اس کا یہ ہے کہ پھر کیا ملا جی ہی کے وقت گیارھویں صدی میں سب مذاہب کے اصول ممہد ہوئے تھے اور کیا اسی وقت آئمہ اربعہ کے مذہب کل مسائل کی معرفت کو مکتفی بنے تھے اور کیا اوسی وقت وہ ضرورت مستمرہ متوارثہ مرتفع ہوئی تھی تا بحکم ارتفاع اوس ضرورت کی اتباع مذہب واحد کا گیارھویں صدی میں واجب ہو گیا ہو۔ یہ تو دیوانوں کی باتیں ہیں صاحب ہوش وحواس ایسی باتیں کب کہتا ہے اور ملا علی قاری کی یہ کب شان ہے کہ اونہوں نے یہ بات کہی ہو۔ الحق یہ عبارت ان خانیوں نے اپنے پاس سے بنا کر درج رسالہ کر لی ہے یا کسی اور مفتری نے کسی کتاب میں ملا جی کی ملا دی ہے چنانچہ اکثر علماء کی تصنیفات میں یہ خیانتیں مفسدوں سے واقع ہوئی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ عدم التزام مذہب پر اوس کی مشروعیت اور حقیقت کے سبب سے تھا لاچاری اور ضرورت کی جہت سے نہ تھا اور اوسی اجماع کے حکم سے زمانہ مجتہدین میں بھی اوس عدم التزام کا رواج چلا آیا اور ان کے بعد اور سلف صالحین اور خلف منصفین میں بھی اوسی کا رواج چلا آیا ہے اور اس وقت بھی بحکم اوس اجماع کے وہ عدم التزام محمود اور مباح ہے اور ناجائز کہنے والا اس کا اجماع صحابہ کا منکر ہے و اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

اور جو آپ نے اس کلام مردود کی تائید میں عبارت برہان امام الحرمین کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس مضمون کی نقل کی ہے کہ عمل بمذاہب صحابہ جائز نہیں بلکہ اتباع مذہب آئمہ اربعہ لازم ہے کیونکہ انہوں نے مسائل کو واضح کر دیا ہے یہ عبارت باوجودیکہ تائید سے اوس کلام کے عاری ہے کیونکہ اس میں تعیین مذہب کا ذکر نہیں تاہم جواب اس کا ہوامش میں اس رسالہ کے گزر چکا ہے۔

اور جو آپ نے عبارت شرح سفر عبدالحق کے اس مضمون کی نقل کی ہے کہ اقرار متاخرین کا یہی ہے کہ مذہب کو معین کر لے اور دوسری عبارت شیخ کی اس مضمون کی کہ عوام بلکہ علماء اس زمانہ کو متابعت مجتہدین سے چارہ نہیں ،۔

جواب اول عبارت کا ان میں سے یہ ہے کہ تحقیقات سابقہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ متفق علیہ صحابہ کرام بھی یہی عدم تعین مذہب ہے اور معمول و مروج زمانہ آئمہ اربعہ وغیرھم متقدمین وسلف صالحین بھی یہی عدم تعیین ہے اور اکثر علماء متاخرین نے بھی اسی عدم تعیین کو حق اور مدلل کہا ہے اور خود حضرت شیخ صاحب نے بھی عمداً یا خطاء اقرار کیا ہے کہ متقدمین میں تعیین مذہب کا رواج نہ تھا اور یہی قریب بانصاف ہے اور یہی آیت فاسئلوا اھل الذکر کے عام اور مطلق ہونے کا مقتضا ہے چنانچہ عبارت آپ کی نقل کی جاتی ہے پھر قرار داد بعض متاخرین کو بمقابل اجماع صحابہ اور سلف صالحین اور اکثر متاخرین کے اور بمقابل اقرار خود حضرت شیخ کے کون پوچھتا ہے اور وہ عبارت جناب کی متضمن اوس اقرار کے یہ ہے جو صفحہ ۲۷ میں شرح سفر السعادۃ کے فرماتے ہیں:

گویند کہ طریقہ پیشینیاں بر خلاف ایں بود ایشاں اتباع مجتہد واحد را از واجبات نمی داشتند مجتہدان را عمل باجتہاد خود بود وسبیل عوام رجوع بایشاں بی آنکہ التزام متابعے احدی کنند وانکار بر دیگرے نمایند حتی در مسائل نوشتہ اند کہ اگر مردے (یہ مسئلہ فتاوی عالمگیری کی کتاب القضا میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول ہے۔محمد حسین) را در مادہ زنیواقعہ افتاد وحکم آن از مفتی پرسید و بجانبے از حل وحرمت حکم کرد وبحکم وی عمل نمود وقت دیگر بازنے دیگر ہمان واقعہ رونمود وبمفتی دیگر کہ نہ بر مذہب اول ست رجوع آورد وی برخلاف اول حکم کرد اگر بایں زن دیگر معاملہ بحکم این مفتی دیگر کند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جایز باشد ہر چند واقعہ یکی ست آن زن مثلاً بحکم مذہب اول حلال بود وایں بحکم مذہب ثانی حرام ولیکن در مادہ یک زن درست نبود

اسکے بعد شیخ نے ایک جماعت سے مشروط ہونا انتقال کا ساتھ ان شروط کے جن کا بیان سوالات عشرہ میں سابقاً لکھا گیا ہے نقل کیا ہے بعد اس کے پھر قول متقدمین اور مویدات اس کے ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

وایشان گویند کہ مجتہد را نیز نرسد کہ یکے را بمذہب خود دعوت کند و التزام و اتباع خود را بروی لازم گرداند ونقل کردہ اند کہ بعضے مجتہدین نیز در وقت وجود مصلحت دفع جرح بمذہب غیر خود عمل کردہ اند تا می آرند کہ وقتی امام شافعی رحمہ اللہ حلق راس کردہ بود وموی ہا بر بدن و جامہ وے افتادہ بود پس ہم چناں نماز کرد ظاہر این بمذہب وی مانع جواز نماز یا کراہت آن بود واز امام ابو یوسف نیز می آرند کہ وقتے در امامت بود پس خبر دادند کہ موشے در چاہ کہ بآں وضو کردہ بود افتادہ است ۔ فرمود کہ امروز بقول برادران خود کہ اہل مدینہ اند عمل کردیم کہ چوں آب بقدر قلتین گردد پلید نگردد وحجت این طائفہ آنست کہ تمامہ متمسک بکتاب وسنت اند ومقتدایان دین اند دیگر تعیین وتخصیص را چہ وجہ باشد ونص

فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون نیز ہمبر ینست وایں مذہب بظاہر نزدیک تر بانصاف نماید وبفہم زودتر درآید ہذا آخر ما نقلناہ من کلام الشیخ مختصراً ۔

اور ایسا ہی شیخ نے کتاب تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف میں قول متقدمین معہ شواہد و دلائل کے نقل کر کے اخیر میں اس کے کہا ہے و هذا القول اقرب الی الانصاف والعدل ۔ یعنی قول عدم تعیین مذہب نہایت قریب ہے انصاف اور عدل کے۔

پھر اب اس اقرار خود بدولت کے برخلاف اور اجماع صحابہ اور سلف صالحین کے خلاف دوسری بات آپ کی اپنی عقل سے کہیں یا متاخرین سے نقل کریں کیوں کر تسلیم کی جاوے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا جواب دوسری عبارت جناب کا سو اس مقام پر اسی قدر بس ہے کہ مخاطب اس کو تائید میں تعیین مذہب کے لایا ہے اور اس میں تعیین کا ذکر نہیں، اس میں تو مطلق مجتہدین کی اتباع پر تصریح ہے سو مدعائے مخاطب سے اجنبی ہے۔ زیادہ تفصیل و جوہ فساد اس عبارت کی دریافت کرنی ہو تو کتاب دراسات کے اوائل میں دیکھو۔

اور نیز اس فتوی میں آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و ان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول الآیہ، نقل کر کے اس سے یہ بات نکالی ہے کہ مسئلہ تقلید مجتہد معین میں بھی طرف قرآن اور حدیث کے رجوع کرنا چاہیے اور دیکھا چاہیے کہ آیا یہ تقلید معین قرآن و حدیث سے فرض و واجب معلوم ہوتی ہے یا نہیں اور بلا رجوع قرآن و حدیث کے ناحق جھگڑنا نہ چاہیے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس آیت سے وجوب تقلید اولی الامر مستفاد ہے سو آئمہ اربعہ ہیں بالاجماع، اور معنی فردوہ الی اللہ و الرسول کے یہ ہیں کہ عالم ہوں تو اپنے تنازع کو کتاب اور سنت کی طرف رد کریں اور اگر جاہل ہوں تو عالم بکتاب و سنت کی طرف رد کریں اور علماء کی پیروی کریں سو پیری منحصر ہے چاروں اماموں میں۔

جواب الجواب میں فقیر ملتمس ہے کہ واہ آپ کی تیز فہمی اور باریک بینی کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان، علمائے دہلی تو یہ کہیں کہ بحکم اس آیت کے مسئلہ متنازعہ فیہا تقلید معین میں رجوع کتاب و سنت کی طرف لازم ہے اور بلا دلیل باہم تنازع مناسب نہیں اور آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تو وجوب اتباع آئمہ اربعہ کا نکلتا ہے۔ مرد آدمی ذرا آنکھ تو کھولو اور ہوش سنبھالو۔ انہوں نے کیا اس آیت پر عدم اتباع آئمہ اربعہ کا متفرع کیا تھا جس کے جواب میں تم اس آیت سے وجوب اتباع آئمہ اربعہ کا ثابت کرنے لگے اور نیز اس فتوی میں آیت کریمہ فاسئلوا اھل الذکر نقل کر کے اس سے یہ بات نکالی ہے کہ اس آیت میں اہل ذکر عام ہے پس بمقتضائے اس کے عموم کے ہر ایک اہل ذکر کا اتباع جائز ہوا اور خاص کرنا ایک مذہب کا باطل ہو گیا۔ اس کے جواب میں بھی آپ نے وہی لفظ دریں چہ شک است، جو محمد شاہ کے رسائل سے سیکھ رکھا ہے لکھ دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واہل الذکر در احکام فروع دین منحصر ہستند باما مان چہار انتہی بلفظہ

جواب الجواب میں فقیر ملتمس ہے کہ اس میں بھی آپ نے وہی کام کیا ہے کہ سوال از آسمان و جواب از ریسمان۔

علمائے دہلی نے تو اس آیت سے بطلان تخصیص مذہب واحد استنباط کیا ہے اور آپ اوس کے جواب میں تخصیص آئمہ اربعہ ثابت کر رہے ہیں۔ منشا اس اندھا پن کا یہ ہے کہ جناب مخاطب نے یہ باتیں رسالہ تحفۃ العرب والعجم سے نقل کی ہیں اور وہاں یہ باتیں تخصیص مذاہب آئمہ اربعہ کے ثبوت میں مرقوم ہیں اب جناب مخاطب بے سوچے سمجھے ہر موقع اور ہر ایک بات کے جواب میں اون باتوں کو نقل کرتے جاتے ہیں آفرین ہے تقلید ہو تو ایسی ہو اور درین چہ شک است کو یاد رکھا ہو تو ایسا ہی ہو۔

اب ایک اخیر جواب مخاطب عالی جناب کا متعلق ایک مضمون فتوی دہلی کی نقل کر کے اس کا جواب الجواب لکھا جاتا ہے۔ آپ صفحہ ۱۳ میں اپنے رسالہ کے فرماتے ہیں کہ

> آنچہ مجیب گفتہ کہ ہیچ روایت از اصحاب و آئمہ اربعہ در وجوب تقلید مذہب معین صادر نشدہ جوابش انکہ مسلم دارم کہ روایت از ایشاں نشدہ لیکن ما دعوی نکنیم کہ در آن زمان تقلید بمذہب معین واجب بود از جہت کثرت اجتہاد بلکہ بعد از مأیتین تقلید بمذہب معین درمیان امت جاری شدہ بسبب قلت اجتہاد چنانچہ شاہ ولی اللہ در انصاف گفتہ اعلم ان الناس کانوا فی المأۃ الاولی و الثانیۃ غیر مجتمعین علی تقلید مذھبٍ واحدٍ بعینہ انتھی و بعد المأتین ظھر فیھم التمذھب باعیانھم

جواب الجواب:

یہ ہے کہ آپ کا دعوی رواج تقلید معین کا بعد دوسو برس کے باطل ہے اور حق یہ ہے کہ دوسو برس کے بعد بھی تا خروج بعضے متاخرین متعصبین مشددین یہی عدم التزام مروج چلا آیا ہے چنانچہ یہی حضرت شاہ ولی اللہ جن سے مخاطب نے بزعم خود رواج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب بعد المأتین نقل کیا ہے شیخ عز الدین بن عبد السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ہمیشہ سے لوگ بلا التزام مذہب مسائل پوچھتے رہے یہاں تک کہ متعصبین ظاہر ہوئے حیث قال فی عقد الجید:

قال یعنی عز الدین بن عبد السلام لم یزل الناس یسئلون من اتفق من العلماء من غیر تقئیدٍ بمذہب معین و لا انکارٍ علی احدٍ من السائلین الی ان ظہرت المذاہب و متعصبوھا من المقلدین

اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہؒ نے امام شعرانی سے رواج عدم التزام کا پہلوں اور پچھلوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

و نقل یعنی الشیخ عبد الوھاب الشعرانی عن جماعۃٍ عظیمۃٍ من علماء المذاہب انھم کانوا یعملون و یفتنون بالمذاہب من غیر التزام مذہبٍ معینٍ من زمن الصحاب المذاہب الی زمانہ علی وجہٍ یقتضی کلامہ انّ ذلک لم یزل العلماء علیہ قدیماً و حدیثاً حتی صار بمنزلۃ المتفق علیہ فصار سبیل المومنین الذی لا یصحّ خلافہ۔

اور اس مضمون کی بعضی روایتیں بضمن رد قول منسوب بملا علی قاری کے سابقاً نیز گذر چکے ہیں۔ الغرض یہ قول آپ کا کہ بعد دوسو برس کے تقلید معین کا تمام امت میں رواج ہو گیا تھا باطل ہے۔ اور جو آپ نے اس قول باطل کی دلیل بیان کی ہے کہ دوسو برس کے پہلے اجتہاد کی کثرت تھی اس لئے اس وقت التزام مذہب واحد پایا نہیں گیا اور بعد دوسو برس کے اجتہاد کی قلت ہوگئی تو التزام کا رواج ہو گیا، یہ سراسر پوچ اور مجنون کی بڑ ہے بھلا کثرت اجتہاد مجتہدوں سے عامی مقلدوں اور عوام الناس کو کیا علاقہ کیا مجتہدوں کے کثرت اجتہاد سے عامی اور جاہل بھی مجتہد ہو گئے تھے کہ محتاج تقلید نہ رہے ہوں۔ علاوہ یہ کہ سابق میں آپ نے قلت مسائل کو جو فرع قلت اجتہاد کی ہے دلیل اور موجب عدم رواج التزام مذہب معین قرار دیا ہے اور صحابہ کے عدم التزام اجماعی کو اسی قلت کے سبب سے مروج مانا ہے اور اپنے زمانہ میں کثرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل کے سبب سے التزام مذہب واحد کو ضروری کہا ہے، اب یہاں اس کا عکس کہہ دیا یعنی قلت کو موجب التزام اور کثرت کو مقتضی عدم التزام۔ سچ کہتے ہیں کہ:

دروغ گو را حافظہ نباشد۔

اور جو آپ نے کلام حضرت شاہ ولی اللہ کو شاہد اپنے مدعا کا سمجھ کر نقل کیا ہے وہ سراسر آپ کی جہالت اور غلط فہمی ہے کیونکہ معنی کلام حضرت شاہ ولی اللہ کی یہ نہیں کہ بعد دوسو برس کے عامہ امت محمدیہ میں تقلید مذہب معین کا رواج ہو گیا تھا بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ بعد دوسو برس کے مجتہدین منتسبین میں التزام مذہب معین کا اور اعتماد کرنے کا اوپر قواعد ایک ایک مذہب کے رواج ہو گیا تھا چنانچہ تشریح اور بیان اس کا سابقاً اس رسالہ میں گزرا ہے۔ فقط

یہاں تک جوابات مضامین بحث اول اور بحث ثانی مخاطب کے اور جوابات اون خرافات مخاطب کے جو جواب میں بعض عبارتوں فتوی علمائے دہلی کے بولا تھا تمام ہوئی۔ اب جواب بحث سوم و چہارم و پنجم رسالہ مخاطب کا لکھا جاتا ہے۔

تجزی اجتہاد اور جواز استدلال بالحدیث بحق غیر مجتہد مطلق

پس واضح ہو کہ عنوان بحث سوم کا آپ نے یہ لکھا ہے،

بحث سوم در بیان شرط عدم تقلید وفتوی دادن از حدیث بغیر از ملاحظہ فقہ، انتہی

اور واسطے اثبات مضمون اس عنوان کے آپ نے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ ایک عبارت شیخ عبدالرحمٰن مفتی مکہ کی جسکا یہ مضمون ہے کہ جو کوئی رتبہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو اس پر تقلید ایک مذہب کی واجب ہے اور اجتہاد ایک مدت سے مفقود ہے۔ شیخ قاسم اہل قرن تاسع نے اپنے زمانہ میں کہا ہے کہ اجتہاد مدت سے موقوف ہے آج کل کا تو کیا ہی کہنا۔ دوسری عبارت حضرت شاہ ولی اللہ کی جس کو مخاطب نے عدم جواز افتاء بحدیث کی دلیل سمجھ کر نقل کیا ہے اور کہا ہے۔

وفتوی دادن از حدیث بغیر ملاحظہ فقہ وتقلید مذہب مشرطست بآنکہ پنج لاکھ حدیث یادداشتہ باشد چنانچہ شاہ ولی اللہ در اقتصاد گفتہ سئل احمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایکفی الر جل مأة الف حد یث حتی یفتی من الحدیث۔ قا ل لا۔ حتی قیل خمسمأة الف حد یث۔ قال ار جوا ۔ انتھی

یعنی پانچ لاکھ حدیث یاد ہو، تو حدیث سے فتوی دیں۔

جواب: عبارت اول کا یہ ہے کہ حکم وجوب تقلید معین کا بحق اوس شخص کے جو رتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو سراسر باطل ہے چنانچہ بار بار دلائل اور نقول بطلان اس حکم کی گزر چکی ہیں ہاں البتہ مطلق تقلید بحق غیر مجتہد واجب ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں کہ وہ غیر مجتہد کسی قسم کا اجتہاد نہ رکھتا ہو اور مقلد محض ہو اور اگر وہ بعض مسائل میں مجتہد ہو اور بعض میں مقلد جس کو علماء مجتہد فی بعض المسائل کہتے ہیں اور بنا بر مذہب حق تجزی اجتہاد و تقلید کے مجتہد ہونا ایسے شخص کا مسلّم رکھتے ہیں تو ایسے شخص کے حق میں ان مسائل میں جن کو یہ اپنے اجتہاد سے قرآن وحدیث سے نکال لے سکتا ہے مطلق تقلید واجب نہیں چنانچہ مولانا عبدالعلی شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

غیر المجتھد المطلق و لو کان عا لماً یلز مه تقلید المجتھد فیما لا یقدر علیه من الا جتھادیا ت ای تحصیله با جتھاده بنا ءً علی التجزی فی ا لا جتھاد و یلز مه التقلید مطلقاً فیما یقدر علیه و فیما لا یقدر علیه بنا ءً علی نفته ای التجز ی و قد عرفت انّ الحق ھو ا لاول۔ انتھی کلا مه

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ بنا بر مذہب تجزی اجتہاد کی جو حق اور معتبر ہے مجتہد فی البعض کو تقلید مجتہد فی المطلق کے اون مسائل میں جن کے استنباط پر یہ قادر ہے واجب نہیں۔ اور جو آپ نے کہا ہے کہ اجتہاد مدت سے مفقود ہے، یہ بھی وہم یا مغالطہ ہے اس لئے اگر چہ اجتہاد مطلق مستقل چند مدت سے نہیں پایا گیا لیکن اجتہاد فی البعض اور اجتہاد منتسب تو آج تک جاری ہے اور یہ رتبہ اجتہاد اس وقت بھی بہتیروں اہل حدیث کو حاصل ہے اگر ہم ان لوگوں کا نام ذکر کریں تو مبتدعین جل کر کوئلہ ہو جائیں گے لہذا ذکر اسامی سے ان کے سکوت ہی مناسب ہے۔ ہم نے تو اسی اجتہاد فی البعض کے وجود کا دعوی کیا ہے اور علماء محققین اجتہاد مطلق کے جواز وقوع کا بارھویں صدی میں دعوی کر گئے ہیں اور اصولیین کتب اصول میں قیامت تک اس کے امکان وقوع پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصریح کر چکے ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی،عقد الجید میں فرماتے ہیں:

حقیقة ا لا جتهاد اسفرا غ الجهد فی ادراك ا لا حكام الشر عية الفر عية عن ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها الى اقسامٍ اربعةٍ الكتا ب و السنة و الا جماعو القياس و يفهم من هذا انه اعمّ من ان يكو ن استفرا غاً فی ادرا ك حكم ما سبق التكلم فيه من العلماء السابقين او لا وا فقهم فی ذ لك او خا لف و من ان يكون ذ لك با عانة البعض فی التنبه على صور المسا ئل و التنبه على ما خذ ا لا حكام من ا لادلة التفصيلية او بغير اعانةٍ منه فمايظن فيمن كا ن موا فقاً لشيخه فی اكثر المسا ئل لكنه يعرف لكل حكمٍ دليلاً و يطمئنّ قلبه بذ لك الدليل و هو على بصيرةٍ من امره انه ليس بمجتهدٍ ظن فا سد و كذ لك ما يظنّ من انّ المجتهد لا يو جد فی هذه ا لاز منة اعتما داً على الظن ا لاو ل بناء فا سدٍ على فا سدٍ ۔

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ اجتہاد نام استنباط احکام کا ہے خواہ وہ احکام پہلوں نے بھی نکالیے ہوں خواہ اسی مجتہد نے نئی نکالی ہوں اور خواہ وہ دوسری مجتہد کی اعانت سے نکالی ہوں خواہ بے اعانت اور جو شخص مسائل کو دلائل سے جانتا ہے وہ مجتہد ہے اگر چہ وہ اکثر مسائل میں اپنے شیخ کا موافق ہے اور ان معنی مجتہد کا وجود اس زمانہ میں بھی پایا جاتا ہے اور جو کوئی اس کی نفی کرتا ہے وہ فاسد الظن اور معنی اجتہاد سے جاہل ہے اور مولانا نظام الدین شرح مسلّم میں فرماتے ہیں:

اعلم ان بعض المتعصبين قا لوا ا ختتم ا لا جتهاد المطلق على ا لآ ئمة الر بعة و لم يو جد مجتهد مطلق بعد هم وا لا جتهاد فی المذ هب ا ختتم على العلامة النسفی صا حبِ الكنز و لم يو جد مجتهد فی المذ هب بعده و هذا غلط ر جم با لغيب فا ن سئل من اين علمتم هذا لايقدرو ن على ايراد د ليلٍ ا صلاً ثم هو اخبار با لغيب و تحكم على قدرة الله تعا لی فمن اين يحصل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم ان لا یو جد الی یو م القیا مة ا حد یتفضل الله علیه بنیله مقا م الا جتهاد فاجتنب عن مثل هذه التعصبا ت۔

اوراس کے ولدارشدمولانا عبدالعلی اپنی شرح میں یہ قول متعصبین کانقل کر کےفرماتے ہیں:

و هذا کله هو س من هوسا تهم لم یا توا بد لیل و لا یعبأ بکلا مهم و انما هم من الذین حکم الحد یث انهم افتوا بغیر علمٍ فضلّوا و اضلّوا و لم یفهموا انّ هذا ا خبار با لغیب فی خمسٍ لا یرلمهنّ ا لا الله ۔

اگرکوئی اعتراض کرے کہ اجتہاد کے واسطےبعض ایسی شرطیں ہیں جوآج کل کسی میں پائی نہیں جاتیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ شرطیں اجتہادمطلق کے واسطے ہیں نہ واسطے اجتہاد فی البعض کے چنانچہ علامہ شامی شرح درمختار میں تلویح سے نقل کر کے کہتا ہے:

و شر طه ا لاسلا م و العقل و البلو غ و کو نه فقیه النفس ای شد ید الفهم با لطبع و علمه با للغة العر بیة و کو نه حا ویاً بکتاب الله فیما یتعلق با لا حکا م و عا لماً بالحد یث متناً و سنداً و نا سخاً و منسو خاً و با لقیاس و هذه الشرو ط فی المجتهد المطلق الذی افتی فی جمیع ا لا حکا م و اما المجتهد فی حکمٍ دو ن حکمٍ فعلیه معرفة ما یتعلق بذ لك الحکم مثلاً ا لا جتهاد فی حکم یتعلق بالصلوة لا یتوقف علی معرفة جمیع ما یتعلق با حکام النکا ح۔

اورحضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان شروط کوعقدالجید میں تفصیل سے بیان کر کے فرمایاہے:و انما یشتر ط ا لامور المذ کورة فی المجتهد المطلق . الخ ۔

اور جواب دوسری عبارت کا یہ ہے کہ رسالہ انصاف میں یہ عبارت بایں لفظ کہ حتی یفتی من الحد یث ہرگزنہیں اور وہاں حدیث سے فتوی دینے کا کوئی سوال نہیں۔مخاطب نے از راہ کمال دینداری اور امانت شعاری کے لفظ ، من الحد یث ،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا پاس سے ملا کر اس عبارت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ فتوی دے حدیث سے ۔ نعوذبا لله من هذا الكذ ب ، اور با وجود ارتکاب اس فعل شنیع تحریف وتغییر وکذب وجعل سازی کے پھر اخیر رسالہ میں کہا ہے کہ

ایں فقیر سراپا تقصیر از برائے خیر خواہی مسلمانان ایں چند عبارات بطریق اختصار از کتب معتبرہ معہ ترجمہ نوشتہ از خداوند کریم رجائے ثواب دارد

پھر ختم کلام پر کہا کہ:

ایں کمترین ہیچ تغیر وتحریف درعبارت کتب نکردہ چنانچہ برعلمائے ماہران مخفی نیست واگر کسی را شک باشد باید کہ ہمراہ کتب مذکورہ مقابلہ کند تا یقین حاصل شود ۔ هذا آخر كلا مه الكا ذب

سبحان اللہ! کیا دلیر سارق ہے اور کیا صریح جعل سازی کر کے پھر اپنے امتحان صدق وامانت کی اجازت دیتا ہے:

چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد

شائد یہ سمجھا ہوگا کہ رسالہ انصاف کس کے پاس ہوگا اور کون میرے قول کی تصدیق اور تصحیح نقل کرتا پھرے گا اور یہ نہ سمجھا کہ لكل فر عو ن موسی مثل سائر ہے اور دفع انتحال مبطلین علماء حقانیوں میں رائج ودائر ہے ۔

اب سنو حقیقت حال اس عبارت کی کہ وہ دراصل کس لفظ سے ہے اور معنی کیا رکھتی ہے آیا مدعائے مخاطب سے بھی کچھ تعلق رکھتی ہے یا اوس سے محض اجنبی اور مخالف ہے پس واضح ہو کہ الفاظ اوس عبارت کے جن میں لفظ ، من الحد یث ، کا بعد لفظ یفتی کے نشان نہیں یہ ہیں:

سئل ا حمد ایکفی للر جل مأة الف حد یثٍ حتی یفتی قا ل لا۔

اور مطلب اس کا بشہادت ماقبل وما بعد کے یہ ہے کہ پوچھے گئے امام احمدؒ کہ بھلا ایک لاکھ حدیث واسطے فتوی دینے کے فقہ اور اجتہاد سے برعایت ان قواعد کے کہ اولاً حکم اس فتوی کا قرآن میں دیکھیں وہاں سے نہ ملے تو حدیث میں دیکھیں وہاں سے نہ ملے تو قول متفق علیہ جمہور خلفاء وفقہاء کو تلاش کریں وہ نہ ملے تو کسی بڑے عالم اور پورے ضابط کا قول تلاش کریں وہ نہ ملے تو قول مشہور کو ڈھونڈیں وہ بھی نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملے تو قرآن وحدیث کے عموم اور ایماء سے نکالیں، آیا کافی ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان قواعد کی رعایت سے اجتہادی فتوی دینے کے واسطے کم از کم پانچ لاکھ حدیث درکار ہے، تو حاصل اس کا یہ ہوا کہ ایسے اجتہاد کے واسطے پانچ لاکھ حدیث شرط ہے نہ یہ کہ حدیث پر فتوی دینے کے واسطے پانچ لاکھ حدیث کا یاد ہونا شرط ہے بلکہ حدیث پر فتوی دینے کی تو اس میں دوسرے ہی درجہ یعنی قرآن کے بعد وصیت ہے۔ پس یہ عبارت مدعائے مخاطب کے موافق نہ ہوئی بلکہ مخالف اور مناقض ٹھہری۔ یہ ہم نے خلاصہ ترجمہ کلام جناب شاہ ولی اللہ کا واسطے اظہار مطلب اوس عبارت کے لکھا ہے اور اصل عبارت جناب کی یہ ہے جو بضمن بیان اسباب اختلاف اہل حدیث اور اصحاب رائے کے بعد ذکر روش وکمال طبقہ عبدالرحمٰنؒ بن مہدی و یحی بن قطانؒ و احمد بن حنبلؒ وغیرھم کے در بارہ تحقیق وتفتیش احادیث وتنقید رجال کے فرماتے ہیں:

و هذه الطبقة هی الطراز ا لاو ل من طبقا ت المحد ثین فر جع المحققون منهم بعد ا حكامٍ فی الروا یة و معرفة مرا تب الاحادیث الی الفقه فلم یكن عند هم من الرأی ان یجمع علی تقلید ر جل ممن مضی مع ما یرون من ا لا حا دیث و الآثار المنا قضة فی كل مذ هٍ من تلك المذا هب فا خذوا یتبّعو ن احادیث النبی ﷺ و آثار الصحا بة و التا بعین و المجتهد ین علی قواعد ا حكمو ها فی نفو سهم و انا ابیّنها لك فی كلماتٍ یسیرةٍ كا ن عند هم انه اذا وجِد فی المسئلة قر آ ن نا طق فلا یجو ز التحوّل منه الی غیره و اذا كان القر آ ن محتملاً لوجوهٍ فا لسنة قا ضیة علیه فا ذا لم یجدوا فی كتاب الله اخذو سنة رسو ل ا لله ﷺ سوا ء كان مستفیضاً دا ئراً بین الفقهاء او یكو ن مختصاً باهل بلدٍ او اهل بیت و سواء عمِل به الصحا بة و الفقهاء او لم یعملوا به و متی كان دی المسئلة حد یث فلا یتّبع فیها خلاف ا ثرٍ من ا لآ ثا ر و لا ا جتهاد وا حدٍ من المجتهد ین و اذا افر غوا جهد هم فی تتبع ا لاحا دیث و لم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یجدوا فی المسئلة حد یثاً ا خذوا باقوال جماعةٍ من الصحا بة و التابعین و لا یتقیدو ن بقولٍ دو ن قومٍ فان التفق جمهور العلماء و الفقهاء علی شیءٍ فهو المقنِع و ان ا ختلفوا ا خذوا بحد یث اعلمهم علماً و او ر عهم ور عاً او اکثر هم ضبطاً او ما اشهر عنهم و ان و جدوا شیئاً یستوی فیه قو لا ن فهی مسئلة ذا ت قو لین فا ن عجزوا عن ز لك تامّلوا فی عمو ما ت الکتاب و السنة و ایما ئاتهما و اقتضاء ا تهما و حملوا نظیر المسئلة علیها فی الجوا ب و کا نت هذه ا لا صو ل مستجر جة عن صنیع الاوا ئل و تصریحا تهم الی ان قا ل مو لا نا بعد ایرا د عدةِ روا یاتٍ تؤیّد هذه الا صو ل عن الصحا بة و التا بعین و من بعد هم من المجتهد ین و بالجملة فلما مهّدوا الفقه علی هذه القواعد فلم تکن مسئلة من المسا ئل التی تکلم فیها من قبلهم و التی رفعت فی زما نهم ا لّا و جدوا فیها حد یثاً مرفوعاً متصلاً او مر سلاً او مو قو فاً صحیحاً او حسناً او صا لحاً للاعتبار او و جدوا ا ثراً من آ ثار الشیخین و سا ئر الخلفاء و قضا ة ا لا مصار و فقهاء البلدا ن اواستنبا طاً من عمو م او ایماءٍ او اقتضا ءٍ فیسّر الله لهم العمل با لسنة علی هذا الو جه و کان اعظمهم شا ناً و او سعهم روا یةً و اعرفهم للحد یث مر تبةً و اعمقهم فقهاً ا حمد بن محمد بن حنبل ثم اسحاق بن را هویه وکا ن تر تین الفقه علی هذا الو جه یتوقف علی جمع شیءٍ کثیر من ا لا حا دیث وا لآ ثار حتی سئل ا حمد یکفی للر جل مأة الف حد یث حتی یفتی قا ل لا قیل خمس مأة الف حد یثٍ قال ار جوا کذا فی غا یة المنتهی و مراد ا لا فتا ء علی هذا الاصل۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام ہوا کلام مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کا جو رسالہ انصاف میں فرمایا اور ایسا ہی بعینہ آپ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۴ سے صفحہ ۱۵۵ تک مرقوم ہے تو دیکھو اس میں جملہ مرادہ الافتاء علی ھذا الاصل یعنی مراد احمد کی اس کلام سے یہ ہے کہ اگر کوئی اس طور پر یعنی برعایت ان قواعد ہفتگانہ فتوی فقہی دینا چاہے تو اس کو پانچ لاکھ حدیث درکار اور جملہ کا ن تر تیب الفقه علی هذا الو جه یتو قف علی جمع شیءٍ کثیر من ا لا حا دیث..الخ، یعنی ترتیب فقہ واجتہاد کی اس طور پر یعنی برعایت ان قواعد ہفتگانہ کے موقوف ہے جمع کرنے بہت سی احادیث کے، یہ جملے کیسے صریح ناطق ہیں کہ اس عبارت میں یاد داشت پانچ لاکھ حدیث کی فتوی فقہی اجتہادی کے واسطے شرط ٹھہرائی ہے نہ واسطے فتوی دینے موافق حدیث صحیح صریح کے بلکہ حدیث کے موافق فتوی دینے کی تو اس میں عین وصیت ہے چنانچہ ابتداء میں اس عبارت کے صاف تصریح ہے کہ بعد قرآن کے حدیث میں مسئلہ تلاش کریں۔ پس اگر اس میں پاویں تو اس کا اتباع کریں اس کے خلاف کسی مجتہد کے اجتہاد کا اتباع نہ کریں۔ پس اس سے مخاطب جمع سازی اور دروغ اور مخالف ہونا اس عبارت کا اس کے دعوی سے ثابت ہوگیا۔

اب ہم بمقابل اس کے اس دعوی کے کہ حدیث سے فتوی دینا بدون ملاحظہ فقہ کے سوائے یاد داشت پانچ لاکھ حدیث کے جائز نہیں، یہ دعوی کرتے ہیں کہ فقہ سے فتوی دینا بدون ملاحظہ قرآن وحدیث کے اور بلا دریافت اصل اس مسئلہ فقہی کے حدیث وقرآن سے ہرگز جائز نہیں بلکہ بتصریح امام مذہب حنفی حضرت امام ابوحنیفہ کوفی کے حرام ہے آپ کہا کرتے:

حرا م علی من لم یعرف د لیلی ا ن یفتی بکلا می

اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپ کہتے

لا یحل لاحد ان یفتی بکلامنا ما لم یعلم من این قبِلنا

یہ قول آپ کا میزان شعرانی کے صفحہ ۶۳، اور تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصو ف میں، جو شیخ عبدالحق کی تصنیف ہے، منقول ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ جس کو ہماری کلام کی دلیل یعنی قرآن وحدیث سے معلوم نہ ہو اس پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام ہے کہ ہماری کلام سے فتوی دے اور امام احمد بن حنبلؒ جن کے کلام کو تم نے دلیل عدم جواز افتاء بالحدیث سمجھ لیا تھا کہا کرتے کہ حدیث ضعیف بھی ہو تو مجھے بہتر معلوم ہوتی ہے لوگوں کی رائے یعنی قیاس کی باتوں سے اور ان کے بیٹے عبداللہؒ نے ان سے پوچھا کہ ایک شہر میں ایک شخص تو محدث ہے لیکن اس کو صحیح وضعیف کی پہچان نہیں اور دوسرا وہ شخص جو رائے یعنی قیاسی باتوں سے واقف ہے ان دونوں میں سے مسائل دین کس سے پوچھیں۔ آپ نے جواب دیا حدیث والے سے پوچھیں قیاس والے سے نہ پوچھیں چنانچہ میزان شعرانی کے صفحہ ۶۸ میں منقول ہے:

و کا ن و لده عبد الله یقول سألت ا لا ما م ا حمد بن حنبل عن الر جل یکو ن فی بلدٍ لایجد فیها ا لا صاحب حد یثٍ لا یعرف صحیحه من سقمه و صا حب الر أی فمن یسأل منهما عن دینه فقا ل یسأل صا حب الحد یث و لا یسأل صا حب الرا ئے و کان کثیراً ما یقو ل ضعیف الحد یث احبّ الینا من رأی الر جال و کذا لك نقل عن ا لا مام دا ؤد۔

یہاں تک جواب بحث سوم کا تمام ہوا۔ اس بحث سوم کے ذیل میں مخاطب نے بمقابل فتوی ثانی علمائے دہلی کے بعد تسلیم اصح ہونے بخاری کے یہ دعوی کیا ہے کہ احوال میں عمل ہدایہ پر بہتر ہے کیونکہ ہدایہ بھی صحیح ہے اور شاہد اس دعوی پر عبارت شرح سفر السعادۃ اور عبارت میزان کو جو بصفحہ ۵۰ بضمن کلام عثمان منقول ہو چکی ہیں، پیش کیا ہے۔ پھر اس دعوی پر یہ تفریع کی ہے کہ جب کہ بخاری اور ہدایہ دونوں صحیح ٹھہری تو دونوں پر عمل جائز ہوا لیکن بہتر یوں ہے کہ واقف اقسام حدیث اور حال رواۃ بخاری پر عمل کرے اور جو ایسا نہ ہو وہ ہدایہ پر عمل کرے خصوصاً مقلد حنفی کہ اس کو ہدایہ پر عمل کرنا لازم ہے تا کہ بسبب ناوافی کے تلفیق میں نہ پڑے۔

جواب اس مضمون کا بتشریح حال بخاری و ہدایہ کے رسالہ منح الباری میں گزر چکا ہے اور خاص کر حال عبارت شرح سفر اور عبارت میزان کا کہ ان کو توثیق و تصحیح ہدایہ سے کچھ علاقہ نہیں صفحہ ۵۰ میں اس رسالہ کے گزر چکا ہے۔ اور بیان جواز تلفیق کا صفحہ ۸۴ میں اس رسالہ کے ہو لیا ہے اب دوبارہ رد اس کلام کا موجب تطویل ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات اجتہاد اصحاب صحاح ستہ کا

اور عنوان بحث چہارم کا آپ نے یہ لکھا ہے بحث چہارم در میان تقلید مفسرین ومحدثین وصحاح ستہ، اور شائد مراد آپ کی صحاح ستہ سے جامعین صحاح ستہ ہو گی، پھر اس بحث کے ابتداء میں آپ نے دعوی کیا ہے کہ بعد دو سو سال کے سب محدثین اور مفسرین وغیرھم مقلدین اور منسوب بمذہب چلے آئے ہیں اور اس پر چند عبارتیں رسالہ انصاف کی جن میں مجتہد منتسب ہونے اصحاب صحاح ستہ کا بالفاظ صریحہ ذکر ہے شاہد لا کر اس پر یہ تفریع کی ہے کہ جب ایسے اکابروں نے تقلید نہ چھوڑی تو اس وقت کے غیر مقلد کیوں چھوڑتے ہیں اور باوجودیکہ حدیثوں پر ان محدثوں کے عمل کرتے ہیں پھر ان کا مذہب قبول کرنے سے کیوں انکار کرتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ یہ محدثین مسائل فرعیہ میں کسی کے مقلد نہ تھے اور کسی کے مذہب کے پابند نہ تھے۔ احادیث وقرآن پر عمل کرتے اور یہی اپنا مذہب رکھتے سو یہی طریق اہل حق کا ہے جن کو مخاطب نے غیر مقلد کہا ہے۔ پس طریق محدثین اور اسوقت کے اہل حق کا سر بسر موافق ٹھہرا اور ان میں اور اون میں کسی طرح کا اختلاف نہ رہا۔ اور جو آپ نے عبارات انصاف بہوس اثبات تقلید ان کے لوگوں کی نقل کی ہیں ان عبارات سے مجتہد ہونا ان لوگوں کا ثابت ہوتا ہے نہ مقلد ہونا کیونکہ ان میں بعضی عبارتوں میں تو صریح اطلاق مجتہد بحق بعض اون اکابر کے موجود ہے چنانچہ کہا ہے:

و امّا ابو داؤد و التّرمذی فهما مجتهدا ن منتسبا ن الی ا حمد و كذا لك ابن ما جة و الدا ر می فیما نری۔

اور باقی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب شافعی وغیرہ کی طرف منتسب تھے سو ان کے منتسب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ اصول اجتہاد اور طریق ترتیب دلائل واستنباط میں شافعی وغیرہ کے موافق تھے اور ان کی رائے اون کی رائے سے متحد تھی نہ یہ کہ یہ لوگ شافعی وغیرہ کی فروعات میں جو محل بحث ہیں مقلد تھے ثبات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا بنقل عبارات اسی رسالہ انصاف اور بیان دلائل کے اس مجلد کے صفحہ ۶۹ سے ۷۳ تک متن منح الباری میں ہو چکا ہے۔ اس مقام میں خود مخاطب کے کلام واقرار سے اس مضمون کو ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ نے صفحہ ۱۷، اور ۱۸ میں اپنے رسالہ کے صریح اقرار کر لیا ہے کہ یہ لوگ مجتہد مطلق تھے اور منسوب بمذھب شافعی ہونا ان کا محض اس جہت سے تھا کہ انہوں نے اپنے اجتہاد کو اصول امام شافعی پر بنا کیا ہے اور ان کا اجتہاد اون کے اجتہاد سے موافق ہو گیا ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

وبعض از ایشاں وغیر ایشاں کہ بدرجہ اجتہاد رسیدہ بودند مثل امام محمد وابی یوسف ومحمد بن اسماعیل بخاری ومسلم وترمذی وابوداؤد وغیرھم بسبب اجتہاد مخالفت از امام خود کردہ انداز مذہب امام خود خارج نمی شوند۔

اس پر عبارت انصاف سے یہ وصف امام بخاری میں ثابت کر کے کہا ہے

وازیں قسم ست امام محمد وابی یوسف درطبقات حنفی وہر یک از ایشان مجتہد مطلق بود کہ اورا مجتہد فی المذہب نیز گویند ومجتہد مطلق آنست کہ اجتہاد خود را باصول وقواعد دیگر بنا کند پس ہر کس کہ اجتہاد خود را باصول ابوحنیفہ بنا کرد چنانچہ محمد وابی یوسف منسوب باوشدند واگر اجتہاد خود را باصول شافعی بنا کرد چنانچہ مسلم وبخاری منسوب باوشد۔

اسی طرح دو چار اوروں کو مجتہد بنا کر معنی ان کے منتسب ہونے کے جیسے ہم نے بیان کئے ہیں ویسے ہی آپ نے رسالہ انصاف سے نقل کئے ہیں چنانچہ فرمایا ہے:

و معنی انتسا به الی الشّا فعی انّه جر ی علی طر یقه فی الا جتهاد و استقراء ا لا دلّة و تر تیب بعضها علی بعض و وافق اجتها ده ا جتهاده ۔

اس بیان سے مخاطب کے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجتہد تھے نہ مقلد۔ غایۃ مافی الباب یہ کہ آپ کے نزدیک اجتہاد ان کا منتسب ہوا نہ مستقل چنانچہ کلام مابعد سے آپ کے جو اجتہاد مستقل کی سوائے آئمہ اربعہ کے اوروں سے نفی کرتا ہے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ آپ ان محدثین کے اجتہاد مستقل کی نفی کرتے ہیں نہ اجتہاد منتسب کی سو اس سے مقلد ہونا ان محدثین کا لازم نہیں آتا۔ پس معلوم نہیں کہ آپ باوجود ایسے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح اقراروں کے پھران لوگوں کومقلد کیوں کہتے ہیں پس کیا تو آپ مجتہد منتسب اور مجتہد مستقل اور اجتہاد اور تقلید کے معنی نہیں سمجھتے فقط میاں مٹھو کی طرح الفاظ ہی یاد کر رکھے ہیں چنانچہ مجتہد مطلق کو مجتہد فی المذہب قرار دینا آپ کا اس احتمال کا موید ہے اور بیان مفصل اس کا ابتدائے رسالہ میں ہو چکا ہے اور کیا بحکم آنکہ دروغ گورا حافظہ نباشد بات کہہ کر بھول جاتے ہیں اور کیا دیدہ دانستہ بحکم اذا لم تستحی فا صنع ما شئت بنظر اغوائے خلق اللہ یہ چالاکیاں کر رہے ہیں۔

اور عنوان بحث پنجم کا آپ نے یہ لکھا ہے: بحث پنجم در بیان سند ہر یک از آئمہ اربعہ باصحاب ابرار

پھر اس بحث کی ابتداء میں یہ دعوی کیا ہے کہ یہ سب آئمہ کی سند استفادہ علوم اور استفہام احکام اصحاب تک پہنچتی ہے اور شاہد اس پر یہ عبارت میزان جس میں بعض اسانید آئمہ کا بیان ہے وارد کی ہے:

ا لا ما م ابو حنيفة عن عطا عن عبد الله بن عباس عن رسول الله ﷺ ، ا لا مام ما لك عن نا فع عن ابن عمر عن رسو ل الله ﷺ ، ا لا مام الشا فعی عن ما لك عن نا فع عن ابن عمر عن رسو ل الله ﷺ ، ا لا ما م ا حمد عن الشا فعی عن ما لك عن نا فع عن ابن عمر عن رسو ل الله ﷺ۔

پھر اس پر یہ تفریع کی ہے کہ جب کہ سند سب آئمہ کے اصحاب تک پہنچی تو مقلد ان کے عین مقلد اصحاب کے ہوئے پس ان پر طعن کرنا عین اصحاب پر طعن ہوا اور یہ عین گمراہی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کی ہر بات ایسی ہی اسانید متصلہ سے اصحاب تک نہیں پہنچتی اور نہ میزان شعرانی میں اس کا دعوی ہے بلکہ بعضی باتیں آئمہ کی ایسی اسانید سے اصحاب اور آنحضرت ﷺ تک پہنچتی ہیں اور یہی بات میزان کی مقام بیان اسانید سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہاں یہ چاروں اسانید بطور تمثیل کے بیان کے ہیں نہ بطور قاعدہ کلیہ کے چنانچہ قبل بیان اون اسانید کے صفحہ ۵۶ میں صاف فرمایا ہے:

هذا مثال صورة اتصال مذا هب المجتهد ين و اقوا ل مقلّديهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنحو الكتا ب و السنة من طر يق السند فتامّله

اس کے بعد وہ چاروں اسانید ذکر کی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو مخاطب سمجھ بیٹھا ہے کہ آئمہ اربعہ کی ساری باتیں ایسی ہی اسانید متصلہ سے اصحاب تک پہنچتی ہیں سو غلط ہے اور کیونکر غلط نہ ہو جس حالت میں کہ بہتیری باتیں آئمہ اربعہ وغیرھم کی اس قسم (قسم اول) سے ہیں جن کی اسناد اصحاب تک نہیں پہنچتی کوئی تابعین تک رہتے ہیں کوئی تبع تابعین تک کوئی مرسل ہے کوئی مقطوع کوئی منقطع ہے کوئی معضل چنانچہ ماہرین علم اسانید اور ناظرین کتب حدیث پر مخفی نہیں خصوصاً حال مرویات امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا تو ادنی طالب علموں پر جن کو موطا امام مالک اور مسند خوارزمی میں نظر ہے پوشیدہ نہیں اور بہتیری باتیں آئمہ اربعہ وغیرھم کی اس قسم کی (قسم دوم) ہیں جن کی سند بجز قیاس کے اور کچھ نہیں ہے۔ آئمہ نے بسبب میسر نہ آنے حدیث کے ان باتوں کو اپنے قیاس سے فرمایا ہے اور ان کے بعد احادیث صحیحہ مخالف ان قیاسی باتوں کے محدثین کے نزدیک ثابت ہوئی ہیں اور اس قسم کی باتیں سب اماموں سے بڑھ کر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں پائی جاتی ہیں یہ اس لئے کہ ان کے وقت میں علم حدیث کا متفرق شہروں اور سرحدوں اور دیہات میں زبانی زبانی چرچا تھا نہ اس وقت لوگوں نے ان متفرق مواضع کا سفر کر کے حدیثیں حاصل کیں اور نہ کوئی کتاب جامع جو سب کو گھر بیٹھے مل جاتی کسی نے تصنیف فرمائی اس لئے آپ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں پس آپ نے لاچاری کو بہت مسائل میں قیاس دوڑایا بخلاف اور اماموں کے کہ ان کے وقت میں احادیث کی تدوین وتصنیف ہوگئی اور لوگوں نے سفر کر کے حدیثیں جمع کر دیں لہذا ان اماموں کو بہ نسبت ابوحنیفہؒ کے بہت حدیثیں پہنچیں اور ان کے مذہب میں نسبت مذہب ابوحنیفہؒ کے قیاس کم پایا گیا اور اس بات میں امام ابوحنیفہؒ کا کچھ کسر شان نہیں اور نہ وہ کسی کے محل وطعن وکلام میں ہیں کیونکہ وہ معذور تھے اور بوقت نہ ملنے نص صریح کے قیاس کے مامور تھے البتہ ان کے بعض مقلد متعصب جن کو صحیح حدیثیں بخاری ومسلم کی مخالف اقوال قیاسی ان کے امام کے سنائی جاتی ہیں تو یہ اقوال امام کے نہیں چھوڑتے اور حدیث صحیح کو قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں:

مارا بحدیث چہ کار، قول امام بیار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بے شک محل طعن ولعن ہیں ہیں اور جس قدر لے دے ان پر کوئی کرے یہ اس کے لائق ہیں اور انہیں کے حق میں زبان طعن وتشنیع اہل حق کی جاری ہے ورنہ مجتہدوں کو کون برا کہتا ہے اور ان کے مسائل حقہ پر جن کی اسناد متصل آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب تک پہنچتی ہے کون طعن کرتا ہے۔

شعرانی کا قول کہ امام ابوحنیفہ کو بہت حدیثیں نہیں پہنچیں

یہ ہم نے امام شعرانیؒ کے کلام کا خلاصہ ترجمہ لکھ دیا ہے اور ان کی کتاب سے بیان قسم ثانی اقوال آئمہ کا اور حال نہ پہنچنے بہتیری روایتوں کا امام ابوحنیفہؒ کو اور حال کثرت قیاس کا ان کے مذہب میں اور بیان ان کے معذور ہونے کا اور ان کے بعض اتباع متعصبین کے لائق طعن وملامت ہونے کا نقل کر دیا ہے پس جس کو اس بیان کی صحت میں کچھ کلام ہو یا اس میں بے ادبی اور سوء ظنی یا خلاف گوئی کا گمان ہو تو وہ امام شعرانی کے حق میں جو کہنا ہے سو کہے اور ان کی کتاب کا رد لکھے مجھ ناقل اور مترجم کو معاف رکھے اور اگر میری نقل کی صحت اور مطابقت میں کچھ تردد ہو تو امام شعرانی کا کلام متضمن اس بیان کا میزان کبری میں دیکھ لے صفحہ ۲۷، اور ۳۷ میں اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:

و اعتقا د نا و اعتقا د کل منصفٍ فی ا لا ما م ابی حنیفه انّه لو عاش حتی دوِّنت ا حا دیث الشریعة بعد ر حیل الحفا ظ فی جمعها من البلا د والثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك كل قیاسٍ كا ن قا سه و كا ن القیاس قلّ فی مذ هبه كما قلّ فی مذهب غیره بالنسبة الیه لكن لمّا كا نت ادلّة الشر یعة متفرّقة فی عصره مع التا بعین وتا بع التا بعین فی المدا ئن و القعری و الثغور كثر القیاس فی مذ هبه بالنسبة الی غیره من ا لآ ئمة لعدم و جود النص فی تلك المسا ئل التی قا س فیهابخلاف غیره من ا لآ ئمة فا ن الحفا ظ كا نوا قد ر حلوا فی طلب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاحادیث و جمعها فی عصرهم من المدا ئن و القری و دوّنوها فجا وبت ا حا دیث الشر یعة بعضها اله بعضٍ فهذا کا ن سبب کثرة القیاس فی مذ هبه و قلّته فی مذا هبِ غیره و یحتمل انّ الذی ا ضاف الی ا لا ما م ابی حنیفه انه یقدّم القیا س علی النص ظفر بز لك فی کلا م مقلدیه الذین یلز مو ن العمل بما و جدوه عن اما مهم من القیاس و یتر کو ن الحد یث الذی صح بعد مو ت ا لا ما م فا لاما م معذور و اتبا عه غیر معذو رین و قو لهم انّ اما منا لم یأخذ بهذا الحد یث لا ینتهض حجة لِاحتما ل انه لم یظفر به او ظفر به و لن لم یصح عنده و قد تقدم قو ل ا لآ ئمة کلّهم اذا صحّ الحد یث فهو مذ هبنا و لیس لاحد معه قیاس و لا حجة ا لا طا عة الله و رسوله بالتسلیم له ۔ انتهی ما قا ل اشعرا نی نا قلاً عن بعض ا لآ ئمة ۔

اور صفحہ ۴۰ میں اس کے فرماتے ہیں

و اعتقا د نا فی جمیع آ ئمة المجتهد ین انهم کا نوا لا یثبتو ن لهم قو لاً فی الشر یعة الّا عند فقدِهم النصفی ذ لك عن الشا رح فلو انّ ا لاما م ابا حنیفه ظفر بحد یث من مسّ فر جه فلیتوضأ لقا ل به ا یضاً و حمله علی اهل العا فیة من الوسواس مثلاً او الی ا لا کا بر من العلماء و الصا لحین و نزّل الحد یثین علی مر تبتی المیزا ن

اور صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں:

فا ن قلت فما ا صنع با لا حا دیث التی صحّت بعد مو ت امامی و لم یأخذ به فا لجوا ب الذی ینبغی لك ان تعمل بها فانّ امامك لو ظفر بها و صحّت عنده لر بما امر ك بها فانّ ا لآئمة کلهم اسری فی ید الشریعة

اور صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف ما علیه بعض المقلدین حتی انه قا ل لو و جد ت حدیثاً فی البخا ری و مسلم لم یأخذ به اما می لا اعمل به ذ لك جهل منه بالشر یعة و او ل من یتبرّء منه اما مه و کا ن من الواجب علیه حمل اما مه علی انه لم یظفر بذ لك الحد یث او لم یصحّ عنده انتهی مختصراً و قد مرّ بتما مه سا بقاً۔

تمام ہوا جواب رسالہ مخاطب کا فا الحمد لله علی ذ لك حمداً کثیراً طیباً مبار کاً فیه کما یحب و یر ضی ۔

اب ہم اپنے اس رسالہ کوایک خاتمہ پرختم کرتے ہیں۔

خا تمة الر سا له

اولاً راقم کا یہ ارادہ تھا کہ رسالہ مخاطب کے جواب میں اختصار اور اجمال اختیار کریں اور اسکی اکثر باتوں کے جواب میں معیار الحق کے جوابوں پر اکتفا کریں اور جن کتابوں کے حوالے سے فتوی علماء دہلی میں عدم ثبوت تقلید معین کا دعوی کیا ہے ان کی عبارتوں کے پتہ ونشان معیار الحق میں بتلا دیں اور اس میں نہیں ان کو بضمن خاتمہ کے بعینہا نقل کر دیں اصل تمام عبارتیں کتب مذکورۃ الفتوی کی نقل کرنے کی تکلیف نہ اٹھاویں چنانچہ ابتدائے رسالہ میں اس ارادہ کو ظاہر بھی کر چکے ہیں لیکن بعد تحریر جوابات چند اقوال مخاطب کے قلم راقم میں ضبط نہ رہا اور یہ فرط حمیت حق سے بے بس ہوگیا اور تنگی میدان اختصار سے لاچار ہوکر عرصہ وسیع بسط وتفصیل میں تیز گام ہو چکا پس مخاطب کے ہر ہر قول کے جواب میں طومار لکھتا گیا اور اصل عبارات مذکورۃ الفتوی اوران کے سوائے اور بیسیوں روایات سلف وخلف متضمنہ نفی تقلید معین کو بوجہ بسط رقم زد کرتا گیا۔ پس اب اور روایات کے نقل کرنے کی خاتمہ میں کچھ حاجت نہیں رہی اور نفی وجوب تقلید معین بہت نقول اور دلائل سے واضح ہوگئی ۔سو جس دل میں تو حید واتباع سنت کا نور ہے وہ اس سے فائدہ اٹھائے گا اور جو کور باطن ختم الله علی قلو بهم و علی سمعهم کا مصداق ہے وہ اس کی دہ چند تفصیل وبیان سے بھی راہ حق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ پاوے گا :

و من کا ن فی هذه اعمی فهو فی ا لآ خرة اعمی و ا ضلّ سبیلاً ۔ (فیه اقتباس با لآ یة و المراد باسم ا لا شاره ههنا هذه الرسا لة و با لآ خرة روا یا ت ا خر مبسو طة فی مطا وی الکتب الکبار و قد اقتبس بهذه ا لآ یة علی نحو ما فعلنا الامام سیو طی فی تتمته لتیمم تفسیر ا لجلا ل المحلی)

اللہ تعالی سب مومنوں کے دلوں کو نور توحید و اثبات سنت سے روشن کرے اور ظلمت تقلید تعصّبا نہ سے پناہ میں رکھے آ مین ثم آ مین ۔

ا ختتم الکتا ب بعو ن الملك الو هاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۴۔ اگست ۱۸۷۷ء

ایک کارسپانڈنٹ ہم کو خبر دیتے ہیں کہ بارہویں ماہ حال (جولائی ۱۸۷۷ء) کو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری روپڑ ضلع انبالہ سے واپسی کے وقت ایک شب کے لئے لودہانہ میں ٹھہرے۔ وہاں مولوی عبدالعزیز صاحب وغیرہ نے چاہا کہ ایک مجمع میں مولوی صاحب موصوف کو بلائیں اور شوروغل مچا کر کاٹھ گڈھ کے الزام کو دور کریں۔ اسی نیت سے انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب ممدوح کو ایک رقعہ لکھا جس میں مسائل عشرہ مندرجہ اشتہار کے جواب میں تقریری مباحثہ کی درخواست کی تھی۔

مولوی محمد حسین صاحب نے بھی اس کے جواب میں ایک رقعہ لکھا جس میں مولوی عبدالعزیز وغیرہ مولوی صاحبان کو پابندی قوانین وکارروائی کاٹھ گڈھ کی یاد دلائی۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالعزیز وغیرہ مولوی صاحبان نے دوسرا رقعہ لکھا جس میں مولوی محمد حسین صاحب کی بات کا جواب نہ تھا۔

مولوی محمد حسین صاحب نے پھر اس کا جواب لکھا، لیکن ادھر سے پھر کچھ جواب نہ آیا۔

چنانچہ ان چاروں رقعوں کی نقل مطابق اصل ارسال خدمت کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کو معہ ان رقعوں کے اپنے اخبار کے ضمیمہ میں جگہ دیں گے۔

زیادہ تسلیم۔

راقم: ثالث بالخیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نحمده و نصلی ۔ بسم اللہ الر حمن الر حیم

بخدمت شریف جناب مولوی محمد حسین صاحب لاہوری سلمہ حال واردلدھیانہ

آپ کے اشتہار مشتہرہ اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء ہمارے ملاحظہ میں گذرے۔ چونکہ ان کے جوابات حسب درخواست آپ کے ہم پر لازم ہیں اور آپ نے اس میں تحریراً وتقریراً درخواست کی ہے سواب آپ اتفاقیہ یہاں وارد ہیں ،تو بہتر ہے ایک مجلس میں حسب شرائط مجوزہ مباحثہ مقام کاٹھ گڈھ ضلع ہوشیار پور ہم کو منظور ہیں۔ ان شرائط کی پابندی سے ہم ذرا قدم پس وپیش نہ کریں گے۔

اب آپ براہ مہربانی تحریر فرماویں کہ آپ اپنے سوالوں کا جواب تقریراً کس وقت سننا چاہتے ہیں۔ زیادہ والسلام۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء۔

الراقم: خادم الطلباء: محمد۔

العبد۔ خادم العلماء اسماعیل۔

الراقم عبدالعزیز، بقلم عبداللطیف

جواب اس کا مولوی محمد حسین صاحب کی طرف سے

مولوی صاحبان والا شان مولوی عبدالعزیز صاحب ومولوی محمد اسماعیل صاحب ومولوی محمد صاحب

بجواب رقعہ سامی مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء اولاً یہ التماس ہے کہ میں نے اپنے اشتہار میں کہیں نہیں لکھا کہ تقریراً کوئی جواب پیش کرے، بلکہ تحریری جواب کا اس میں مطالبہ ہے۔ دیکھو ضمیمہ اس اشتہار کا جو ۸ جون کو چھپا ہے جس میں چند لکھنے لکھانے پر تصریح ہے۔ لہذا آپ کو لازم ہے کہ آپ جواب اس کا کسی مشہور اخبار میں چھپوا دیں یا بطور مستقل اس کو چھپوا کر شائع کریں۔

قطع نظر اس سے شروط مجوزہ کاٹھ گڈھ میں سے شرط دوم کا ذمہ دار یہاں کون ہوگا اور مکان مناظرہ کون سا تجویز کیا ہے۔ آپ اسکی تعیین فرمادیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر کوئی ثالث ذمہ دار ہو اور اقرار نامہ ذمہ داری فساد بتسلیم دو سو روپئہ جرمانہ کے لکھ دے اور مکان بھی کسی ثالث کا تجویز ہو، تو ہم کو عذر نہیں ہے۔

ثانیاً آپ مناظرہ کاٹھ گڈھ میں جن مسائل کی جواب دہی سے بالکل انکاری تھے اور کہتے تھے کہ جب تک کسی مسئلہ میں علماء حرمین کی منصفی منظور نہ ہو ہم گفتگو نہیں کریں گے۔ اب جو آپ درخواست گفتگو کرتے ہیں، کیا اس اصرار سے انکار و رجوع کیا ہے، یا اب بھی وہی بات پیش کریں گے۔

اگر اس سے رجوع ہے تو صاف لکھیں کہ ہم علماء حرمین کی منصفی کی خصوصیت میں خطا پر تھے، اب اس کا ذکر نہ لاویں گے۔ اور اگر اب بھی وہی بات پیش کرنی ہے، تو یہ گفتگو عبث ہے، پہلے وہی گفتگو طے ہونی چاہیے۔

ثالثاً آپ کا اقرار تھا کہ اگر آئندہ گفتگو ہوگی تو کاٹھ گڈھ میں ہوگی اب یہاں کیوں تجویز کی ہے اور اس اقرار سے کیوں انحراف فرما رہے ہیں۔

جواب ان تینوں باتوں کا جلد لکھیں۔

الراقم محمد حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت شریف مولوی محمد حسین صاحب

بجواب آپ کے عنایت نامہ کے مختصراً لکھا جاتا ہے کہ مکان شیخ احمد جان سوداگر چوڑی بازاں برائے مباحثہ تقریری کے ہم نے تجویز کیا ہے۔ جس قدر تعداد زر نقد کا اقرار نامہ چاہیے، اسی شیخ احمد جان صاحب لکھا لیں۔

غرض کہ ہم ہر طرح سے تقریری مباحثہ کو حاضر ہیں۔ آپ ضرور بالضرور وقت تحریر فرماویں تامل نہ کریں۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء۔

الراقم خادم الطلبا۔ محمد۔

الراقم عبدالعزیز۔

الراقم اسماعیل۔ بقلم عبداللطیف۔

مرقومہ یکم رجب ۱۲۹۴ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولوی محمد حسین بٹالوی کا جواب

مولوی صاحبان محمد اسماعیل و محمد عبدالعزیز و محمد صاحب

آپ نے میری ایک بات کا جواب لکھا، دو باتوں اخیر کا جواب نہیں لکھا۔ اور بڑی بات جواب طلب وہی ہے جو دوسری ہے۔ اب اس کا جواب لکھیں۔

اور مکان شیخ احمد جان ہم کو منظور نہیں ہے، یہ شخص ثالث نہیں ہے، آپ کا طرف دار ہے۔ پہلی دفعہ جو یہ رقعہ لے کر آیا تھا تو زبانی سخت سست الفاظ مجلس عام میں ہم کو کہہ گیا ہے۔ یہ گھر میں کیا ڈھیل کرے گا۔

محمد حسین۔ ۱۳ جولائی ۱۸۷۷ء

مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

(جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں) میں نے اشتہار مطبوعہ ۲۶ مئی میں دس سوال علماء حنفیہ پنجاب و ہندوستان کی خدمت میں پیش کر کے درخواست کی تھی کہ ان کے جواب میں آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ معنی مقصود پر قطعاً دلالت کرے پیش کریں۔ اس کے جواب میں مجھے ایک تحریر ملی ہے جس میں پانچ مسئلوں کے جوابات ہیں لیکن کسی جواب میں کوئی آیت قطعی الدلالۃ مذکور نہیں نہ حدیث صحیح۔ لہذا میں ان جوابات کا خلاصہ نقل کر کے ان کے جوابات تحریر کرتا ہوں۔ بدون اس کے کہ میں کسی کو مخاطب کروں یا اس تحریر کے لغو یا غیر مہذبانہ عامیانہ باتوں کا جواب دوں اس کی ایک تو یہ وجہ ہے کہ لغو و خلاف باتوں کا جواب دینا اسی کا کام ہے جو ویسا بن جاوے۔

وجہ دوم یہ کہ محرر اس تحریر نے خود اپنے تئیں چھپایا ہے اور اپنی تحریر کو ایک لڑکے کے نام سے جو ہنوز مکتب میں اردو، فارسی کے ابتدائی رسالہ پڑھتا ہے چھپوایا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔غرض اس کی اس پردہ کرنے میں ایک تو یہ ہے کہ جو باتیں عامیانہ خلاف از شان علماء یا غیر مہذبانہ بعید از عادت شرفا اس میں درج ہیں وہ اس لڑکے کے ذمہ لگیں، محرر صاحب اس سے بری سمجھے جاویں۔

غرض دوم یہ کہ وہ لڑکا ملازمان پولیس کا بیٹا بھتیجہ ہے۔ پس بلحاظ ملازمت اس کے متعلقان کے کوئی جواب میں قلم نہ اٹھائیگا اور عیب وصواب اس تحریر کا شہرہ عام نہ ہوگا۔

پس بلحاظ ان دو وجہ کے میں کسی کو مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان غیر مہذب باتوں کا جواب لکھتا ہوں۔ کاناً ماکان و عمن کان۔

پس واضح ہو کہ اول سوال میرا یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا رفع یدین نہ کرنا کسی حدیث سے ثابت کیا جائے۔ اس کے جواب میں یہ قصہ پیش کیا ہے:

اجتمع ابو حنيفه والاوزاعی بمكة فقا ل ا لاوزاعی لا بی حنيفه ما بالكم لا تر فعو ن ايديكم فی الصلوة عند الر كوع و عند الرفع منه فقا ل ابو حنيفه انه لم يصح من رسو ل الله ﷺ فی ذلك شئی فقا ل كيف لم يصح و حد ثنی الز هری عن سا لم عن ابيه عن رسو ل الله ﷺ ان كا نه ير فع يد يه اذا افتتح الصلوة و عند الر كو ع فقا ل له ابو حنيفه حد ثنا حماد و عن ابرا هيم عن علقمه و الاسود عن عبد الله بن مسعود انرسو ل الله ﷺ كا ن لا ير فع يد يه الّا عند افتتا ح الصلوة ثم لا يعود من ذلك فقال ا لاوزاعی ا حد ثك عن الز هری عن سا لم عن ابيه عن النبی ﷺ و تقو ل حد ثنی حماد عن ابراهيم فقا ل له ابو حنيفه كا ن حماد افقه من الز هری و كا ن ابرا هيم افقه من سا لم و علقمه ليس بدو ن ابن عمر فی الفقه وان كا نت لا بن عمر صحبة و للا سود فضل كثير و عبد الله عبد الله له فضل كثير فی الفقه و حق الصحبة من صغره عند النبی ﷺ علی عبد الله بن عمر فسكت الاوزاعی۔ انتهی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کیا اس کو خوارزمیؒ نے اپنی مسند میں اور ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اور مولوی احمد علی سہارن پوری نے حاشیہ بخاری میں۔

جواب، اس قصہ کے دو ہیں:

اول یہ کہ یہ قصہ ضعیف بلکہ جعلی و وضعی ہے اور جو حدیث عدم رفع کی اس میں مذکور ہے وہ بھی اس شخص کی خانہ ساز ہے جس نے یہ قصہ گھڑ لیا ہے۔

جواب دوم یہ کہ اگر بطور فرض محال اس قصہ کو تسلیم بھی کیا جاوے تو بھی وہ حدیث جو اس قصہ میں محمل تمسک و مدار استدلال ہے ضعیف ہے اور اس کے راوی محل کلام ہیں۔

تفصیل جواب اول یہ ہے کہ ضعیف اور وضعی ہونا اس قصہ کا بین دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

دلیل اول جو اس کے ضعف کی مثبت ہے یہ ہے کہ در اصل یہ قصہ مسند خوارزمی میں ابن عینیہؒ سے مذکور ہے اسی سے فتح القدیر میں لائے ہیں اور اسی سے حواشی بخاری میں۔ اور حدیث بلا اسناد جس کی مبدء سند میں سقوط و انقطاع ہو معلق کہلاتی ہے اور وہ ضعیف اور مردود شمار کی جاتی ہے چنانچہ شرح نخبۃ الفکر کے صفحہ ۳۶ میں ہے:

ثم المردود اما ان یکون لسقطٍ او طعنٍ فا لسقط اما ان یکون من مبادی السند او من آخرہ فا لاول معلق وانما ذکر المعلق فی قسم المردود للجھل بحال الراوی المحذوف۔انتھی مختصراً۔

اور کبھی معلق مقبول بھی ہو جاتی ہے جب دوسرے طریق سے اس کی سند متصل ہو جائے جیسا بخاریؒ و مسلمؒ کے تعلیقات ہیں۔ ان میں بھی ابن الصلاحؒ وغیرہ نے یہ کلام کی ہے کہ جو تعلیق ان میں بصیغہ جزم نہیں ہے وہ نہیں ہے۔ چنانچہ شرح نخبہ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے:

ان وقع ھذا التعلیق والحذف فی کتاب الزمت صحتہ کالبخاری و مسلم فما اتی فیہ بصیغۃ الجز م کقا ل فلا ن و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روی فلا ن دلّ علی انه ثبت اسناده و ما اتی بغیر الجزم ففیه مقا ل

اور بہت ظاہر ہے کہ مسند خوارزمی اس قسم کی کتاب نہیں جس میں صحت کا التزام ہو اور غیر صحیح اس میں پایا نہ جاوے بلکہ وہ طبقہ رابعہ سے ہے جس میں ضعاف تو کیا موضوعات بھی مندرج ہیں۔ چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۴۰ میں کتب طبقہ رابعہ کا ذکر کر کے کہا ہے:

و کاد مسند الخوا رز می ان یکون من هذه الطبقة، و اصلح هذه الطبقة ما کا ن ضعیفاً محتملاً و أسوؤ ها ما کا ن موضوعاً او مقلو باً شید ید النکارة، و هذه الطبقة مادة کتاب المو ضوعات لا بن الجوزی۔

جس کو ہماری اس دلیل میں کلام ہو وہ یہ ثابت کرے کہ مسند خوارزمی ایسی کتاب ہے جس میں صحت کا التزام ہے اور اس کی تعلیق بھی مثل تعلیقات صحیحین کے صحیح گنے جاتے ہیں۔ یہ نہ ہو سکے تو اس قصہ کی سند نقل کرے ولیکن ساتھ اس کے تصحیح بھی آئمہ حدیث سے جن پر تصحیح کے باب میں اعتماد ہے، معرض نقل میں لاوے۔ مجرد وجود سند اور اس کے رجال کی توثیق اور اس کے تصحیح جو آج کل کے لوگوں کے خیال میں آوے کافی نہ ہوگی۔ چنانچہ امام ابن الصلاحؒ جو ۶۴۳ھ میں گزر چکے ہیں (کما نص علیه الذی فی الطبقا ت) اپنی کتاب علوم الحدیث جو مقدمہ ابن الصلاح کے نام سے مشہور ہے صفحہ ۷۔۱۰ میں فرماتے ہیں:

اذا و جد نا فیما یر وی ن اجزا ء الحد یث و غیر ها حد یثاً صحیح ا لاسناد و لم نجده فی ا حد الصحیحین ولا منصوصاً علی صحته شئی من مصنفا ت آ ئمة الحد یث المعتمده المشهورة فا نا لا نتجا سر علی جز م الحکم بصحته فقد تعذر فی هذه ا لاعصا ر ا لاستقلا ل با درا ک الصحیح بمجرد اعتبار الا سا نید لا نه من اسناد فی ذلك ا لا و تجد فی رجاله من اعتمد علی روا یته علی ما فی کتا به عیراً عما یشتر ط فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصحیح فآ ل ا لا مر اذن فی معرفة الصحیح و الحسن الی الاعتماد علی ما نصّ علیه آ ئمة الحد یث فی تصا نیفهم التی یو من فیها لشهر تها من التغیر و التحر یف وصار معظم المقصو د بما یتدا ول من ا لا سا نید خا ر جاً عن ذ لك ابقا ء سلسلة الا سناد التی خصت بها هذه الامة زاده الله شر فاً ۔ (الی ان قال) ۔ ثم ان الز یادة فی الصحیح علی ما فی الکتا بین یتلفها طا لبها ما اشتمل علیه ا حد المصنفات المعتمدة المشهورة لائمة الحد یث کا بی دا أود السجستا نی و ابی عیسی التر مذی و ابی عبد الر حمن النسا ئی و ابی بکر بن خز یمه و ابی الحسن الدار قطنی و غیر هم منصو صاً علی صحته فیها لا یکفی مجر د کو نه مو جوداً فی کتا ب ابی دا ؤد و کتا ب التر مذی و کتا بالنسا ئی و سا ئر من جمع فی کتابین الصحیح و غیره ۔ الخ

اور امام نوویؒ نے کہا کہ صحیحین کے سوائے اور کتابوں کی حدیث بدون نظر و تحقیق شروط صحت کے لائق عمل نہیں ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا:

ا نما یفترق الصحیحا ن و غیر هما من الکتب فی کو ن ما فیهما صحیحاً لا یحتا ج الی النظر فیه بل بحیث العمل بهمطلقاً و ما کا ن فی غیر هما لا یعمل به حتی ینظر و یو جد فیه شرو ط الصحة ۔

ایسا ہی قاضی محمد بن علی الشوکانی الیمانیؒ نے نیل الاوطار میں فرمایا ہے۔

دلیل دوم ۔جس سے اس قصہ کا وضعی وجعلی ہونا ثابت ہو یہ ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات منقول ہے کہ لم یصح عن رسو ل الله ﷺ فی رفع الیدین شیء ۔یعنی آنحضرت ﷺ سے رفع یدین کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی، اور یہ بات سراسر کذب ہے یا جہالت کی بات ہے۔اس لئے کہ حدیث رفع یدین کے صحت وثبوت میں آج تک کسی کو علماء مسلمین سے کلام نہیں ہے ۔اور ادنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طالب علم جن کے کان میں حدیث کی صدا پہنچتی ہوگی اس سے بے خبر نہیں ہے۔ صدہا احادیث اس باب میں مروی ہیں اور بقول عراقی شرح تقریب میں پچاس صحابی و باعتراف عینی حنفیؒ شرح بخاری میں کئی اوپر تیس صحابی نے اس رفع یدین کو آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور کثرت رواۃ سے یہ حدیث رفع یدین حد تواتر معنوی کو پہنچ گیا ہے یہاں تک کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس کو منجملہ اخبار متواترہ کے شمار کیا ہے اور اپنے رسالہ الازھار المتناثرہ فی اخبار المتواترہ میں اس کو درج فرمایا ہے۔ عراقیؒ نے تقریب میں عشرہ مبشرہ کو اس کا راوی ٹھہرایا ہے اور امام حاکمؒ نے کہا ہے کہ ایسی کوئی حدیث نہیں جس کو عشرہ مبشرہ نے باتفاق روایت کیا ہو بجز حدیث رفع یدین کے۔ اسی واسطے امام علی ابن مدینیؒ نے جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا استاد ہے فرمایا ہے کہ حدیث رفع یدین تمام خلقت پر حجت ہے اور جو کوئی اس کو سنے اس کو لازم ہے کہ رفع یدین کرے۔ چنانچہ تخریج مسند رافعی میں لکھا ہے کہ:

قال ابن المدینی فی حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ھذا الحدیث عندی حجۃ علی الخلق فکل من سمعہ فعلیہ ان یعمل بہ لانہ لیس فی اسنادہ شئی

پس ایسی حدیث متواتر یا مشہور کو بجز کاذب یا جاہل کے کون غیر صحیح کہہ سکتا ہے اور چونکہ جناب امام ابوحنیفہؒ ہمارے اور تمام منصفوں کے اعتقاد میں تہمت کذب سے بری ہیں اور علم حدیث سے ایسے بے خبر نہیں ہیں جن پر ایسی خبر مشہور مخفی رہے اسلئے ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ بات جو ان کے نام لگائی ہے محض کذب ہے اور یہ قصہ جو اس میں یہ کتاب درج ہے سراسر بناوٹی ہے۔

اور ایک اور وجہ اس بات کے کذب ہونے کی یہ ہے کہ حنفیہ حدیث رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں اور اسی کو مذہب امام بتلاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ دعوی منسوخ ہونے ایک شئے کا فرع مان لینے اسے بلکہ ثبوت اور وجود کے ہے اس لئے کہ اگر اس کے وجود کو نہ مانیں تو مورد نسخ کس چیز کو کہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں حنفیہ اور ان کے امام حدیث رفع یدین کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں تو انہوں نے ہرگز نہ کہا ہوگا کہ رفع یدین میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ پس خود الفاظ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معانی اس بات سے ثابت ہوا کہ یہ بات وضعی ہے اور کتب اصول حدیث میں ثابت ہے کہ کبھی موضوع ہونا حدیث کا اس کے الفاظ اور مضامین سے بھی ثابت ہو جاتا ہے گو اس کے واضع کا علم نہ ہو اور اس کے وضع کرنے کا اقرار پایا نہ جاوے۔ کتاب علوم الحدیث ابن الصلاح صفحہ ۷۸ میں ہے:

و انما یعرف کو ن الحد یث مو ضوعاً باقرار وا ضعه او ما ینز ل منز لة اقراره فقد یفهمو ن الو ضع بقرینة حا ل الراوی و المروی و قد و ضعت ا حا دیث طو یلة یشهد بو ضعها رکاکة الفا ظها و معا نیها۔

اور حاشیہ شرح نخبہ صفحہ ۴۵ میں ہے:

ر بما یجتمع ر کة اللفظ و المعنی و ذلك ابلغ بل رکا کة المعنی کا فیة فی الد لا لة علی الو ضع۔

اور جواہر الاصول میں ہے:

المو ضوع هو اردی اقسا م الحد یث و یعرف باقرار وا ضعه او معنی اقراره علی ما قا لوا او قرینة فی الراوی و المر وی کرکا کة اللفظ و المعنی او کلیها فی ا ی معنی کا ن

ملا علی قاری حنفیؒ نے جب اس بات کو کذب سمجھا اور شان امام سے بعید پایا تو اس کی یہ تاویل کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حدیث رفع یدین معنی کی راہ سے صحیح نہیں اسلئے کہ اس کے معارضے اور مقابلے میں حدیث عدم رفع بھی پائی جاتی ہے چنانچہ شرح موطا و شرح مشکوۃ میں لکھتا ہے:

ای لم یصح معنی اذ هو معار ض و الا فاسنادی صحیح۔

ولیکن یہ تاویل باطل ہے اور نہایت بعید۔ کسی نے حدیث صحیح کو بسبب تعارض کے معنی کی راہ سے غیر صحیح نہیں کہا ایسا تعارض تو بعض آیات قرآن میں بھی پایا جاتا ہے اور صدہا حدیث میں بھی موجود ہے۔ علماء ان آیات و احادیث کو باوجود تعارض کے صحیح و مقبول جانتے ہیں۔ چنانچہ شرح نخبہ میں لکھا ہے:

ثم المقبو ل ینقسم الی معمو ل به و الی غیر معمو ل به لا نه ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلم من المعارضة فهو المحكم و ان عو رض فان امكن الجمع فهو النوع المسمى بمختلف الحد يث ۔

اور بر خلاف اس کے کسی سے پایا نہیں گیا کہ اس نے تعارض کے سبب کسی حدیث کو غیر صحیح کہد یا ہو۔ پس ایسی تا ویل بعید جس کو نہ لفظ سے مناسب ہے نہ کسی محاورہ سے موافقت کیونکہ تسلیم کی جاوے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ بات سراسر کذب ہے اور اس کے سبب سے وہ قصہ وضعی بنتا ہے۔

دلیل سوم جس سے اس قصہ کا وضعی یا مہمل ہونا ثابت ہو، یہ ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات نقل کی ہے:

كان حماد افقه من الز هرى و كا ن ابراهيم افقه من سا لم . الخ

یہ بات بھی کسی وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتی۔ بعض وجوہ سے تو کذب معلوم ہوتی ہے اور بعض وجوہ سے مہمل ولغو اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ کذب اور لغو دونوں سے مبرا ہیں، اس لئے نسبت کرنا اس کا طرف امام ابوحنیفہؒ کے کذب متصور ہوگا اور اس قصہ کو جعلی و وضعی خیال کیا جائے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کلام کے تین معنی و محمل ہیں۔

اول یہ کہ اس کو دعوی لم يصح فى ذلك شئى کی تائید ٹھہراویں اور مشعر عدم صحت حدیث حضرت ابن عمرؓ جو امام اوزاعیؒ نے پیش کی تھی بناویں اور تقریر اس کی یوں کریں کہ حدیث حضرت ابن عمرؓ رفع یدین میں صحیح نہیں اس لئے کہ اس کے راوی بہ نسبت رواۃ عدم رفع کے فقہ یعنی اجتہاد میں کم ہیں اور حدیث راوی قلیل الفقہ کے صحیح نہیں ہوتی۔ سو اس محمل کی نظر سے یہ کلام سراسر کذب و باطل ہے اور مخالف جملہ علماء سلف وخلف کے جن میں خود جناب امام ابوحنیفہؒ بھی داخل ہیں کسی نے ان میں سے مطلق فقہ راوی کو شرط صحت نہیں ٹھہرایا ہے چہ جائے کہ زیادت فقہ۔ توضیح میں بصفحہ ۲۴۷ شروط راوی فقط چار چیزیں ٹھہرائی ہیں۔ عقل وضبط وعدالت واسلام۔ حیث قال

فصل فى شرو ط الراوى و هى ار بعة العقل و الضبط و العدالت و الاسلا م ۔

ایسا ہی رسالہ اصول طیبی میں ہے، حیث قال:

و فيه فصلا ن ا لاو ل فى العدا لة و الضبط فا لعد ل ان يكو ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الراوی با لغاً مسلماً و عا قلاً سلیماً ...(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر۲۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

(یہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹، و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء ہے۔ یہاں پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے، منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

من اسبا ب الفسق و خوارم المردة و الضبط ان یکو ن متیقظاً حا فظا غیر .. مفقل؟ و لا ساہ و لاشا ك فی حا لتی التحمل و الا داء فا ن حد یث عن .. حفظه ینبغی ان یکو ن حا فظاً و ان حد ث عن کتا به ینبغی .. ان یکو ن ضا بظاً له و ان حد ث بالمعنی ینبغی .. ان یکو ن عا ر فاً بما ... بالمعنی ۔

ایسا ہی مقدمہ ابن صلاح وشرح نخبہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مرقوم ہے۔تو دیکھو ان شروط راوی میں فقہ..(نہیں) یعنی اسکا مجتہد ہونا کہاں شمار کیا گیا ہے ۔اور جو توضیح میں ضبط کے معنی میں لکھا ہے

اما الضبط فهو سماع الکلا م کما ... ثم فهم معناه ،

اس کا محمل وہ شخص ہے جو حکایت بالمعنی کرے چنانچہ طیبیؒ کے کلام میں گذرا اور ایسا ہی ابن صلاحؒ نے کہا ہے۔ اور اگر مراد اس کی یہ نہیں بلکہ عام روایت میں فہم معنی کو شرط ٹھہرایا ہے تو کلام اس کے غلط اور مخالف اجماع قرون اس پر ہونے کے ہے ۔اسی واسطے تلویح میں اس معنی کر اس کلام کو رد کر دیا ہے چنانچہ کہا ہے:

اما الضبط لا یخفی ان الضبط بهذا المعنی لا نشتر ط فی .. قبو ل الروا یة لا نهم کا نوا یقبلو ن ا خبار ا الاعرا ب الذین لا یتصور منهم ا لا تصا ف بذ لك و شا ع و ضاع من غیر نکیر الا ان هذا یفید .. ما کا ن علی ما صرح به فی سا ئر کتب الاصو ل و الیه اشار فخربن .... بقو له و هو مذ هبنا فی الترجیح ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض حنفیان اصولیین نے یہ لکھا ہے کہ اگر حدیث راوی غیر فقیہ کی سب قیاسوں کے مخالف ہوتو وہ مقبول نہیں ہے ولیکن اس بات کو ... سے کچھ تعلق نہیں ....اس قسم سے نہیں ہے باایں ہمہ ان لوگوں کے قول کو انہیں کے محققین علماء نے رد کر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ حدیث صحیح علی الاطلاق مقبول ہے اگر چہ راوی اس کا فقیہ نہ ہو اور وہ سب قیاسوں کی مخالف ہو اور اس بات کو مذہب ابوحنیفہؒ و آئمہ سلف کا بتلایا ہے اور اسکے خلاف کا بدعت و مستحدث نام رکھا ہے۔ کتاب تنقیح صفحہ ۲۲۵؟ میں دلیل اشتراط فقہ راوی حدیث مخالف قیاس میں یہ لکھی ہے:

ان النقل با لمعنی کا ن مستفیضاً فیهم فا ذا قصر فهم الراوی لم یؤمن ان یذ هب شیء من معا نیه فید خله تشبه زائدة تخلل عنها القیاس ۔

پس اس دلیل کو تلویح وفصول و غایۃ التحقیق میں مفصل رد کر دیا ہے۔ چنانچہ تلویح میں فرمایا ہے

و فی بحث اما اولاً فا ن الشبه فی القیاس فی امر ستة حکم الاصل و تعلیله فی الجمله و تعیین الو صف الذی به التعلیل و و جود ذا لك الوصف فی الفر ع و نفی المعا ر ض فی الاصل و نفیه فی الفر ع ۔ و اما ثا نیاً فلا ن الظا هر من حا ل عدو ل الصحا بة نقل الحد یث بلفظه و لهذا تجد فی کثیر من الاحادیث شك الراوی و انما استفاض النقل بالمعنی عند العلماء لتقر ر لفظ الحد یث با لروا یة و التد وین ۔ واما ثا لثاً فلا نهنقل عن کبار الصحابة انهم تر کوا القیاس بخبر الواحد الغیر المعرو ف با لفقه وقد نقل ا حب الکشف ما یشیر الی ان هذا الفر ق مستحدث انتهی

اور فصول میں فرمایا ہے:

فا ما عند ابی الحسن الکر خی و من تا بعه من اصحا بنا فلیس فقه الراوی شر طاً لتقدیم الخبر علی القیاس بل یقبل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خبر كل عد ل مطلقاً بشر ط ان لا يكو ن مخا لفاً للكتا ب السنة المشهورة لان تغيير الخبر من الراوى بعد ثبو ت عدالته و ضبطه امر مو هو م و الظا هر انه ير وى لما سمع و لو غير لغيره على و جه لا يتغير المعنى ا هذا.. هو الظا هر من حا ل الرواة العدو ل خصوصاً من الصحا بة لمشا هد تهم احوا ل النصو ص و هم من اهل ا للسا ن ۔

اور غایۃ التحقیق میں جو شیخ ابن الہمامؒ کے استاد شیخ عبدالعزیز مصنف کشف کی تصنیف ہے فرمایا ہے:

قا ل صدر السلام ابو اليسر و اليه ما ل اكثر العلماء لان التغير من الراوى بعد ثبو ت عدا لته و ضبط امر مو هو م و الظا هر انه ير وى كما سمع و لو غيره لغيره على و جه لا يتغير المعنى هذا هو الظا هر من الصحا بة و رواة العدل لا ن الاخبار وردت بلسا نهم فعلمهم بلسا نهم يمنع عن غفلتهم عن المعنى و عد م تفهمهم اياه بعدا لتهم و تقوا هم تر فع تهمة الزيادة و انقصا ن عليه قا ل فلاں القياس هو الذى يو جب وهنا فى روا ية و المو قو ف على القياس الصحيح بتعذر فيجب القبول كى لا يتوقف العمل با لا ختبار و استد ل غيره على صحة هذا القول بان ؟ قبل حد يث حسن بن ما لك فى الجنين وقضى به و ان كا ن مخا لفاً لقياس ان الجنين ان كان حياً و جبت الد ية كا ملة و ان كا ن ميتاً فلا يجب شئى و لهذا قال كذ بنا با ن نقضى فيه بر أينا و فيه سنة رسول الله ﷺ و قيل ايضاً خبر الضحا ك فى تو ريث المر أة من دية زو جها و كا ن القياس عنده خلاف ذلك لا ن الميرا ث انما يثبت فيما كا ن فى ملك المو ر ث و الزو ج لا يملك الدية قبل المو ت لا نها تجب بعدالموت و معلو م انهما لم يكو نا من فقهاء الصحا بة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و لم ینقل هذا القو ل عن اصحا بنا بل المنقول عنهم ان خبر الوا حد مقدم علی القیاس و لم ینقل التفصیل ا لا ثری انهم عملوا بخر ابی هریره فی الصا ئم اذا اکل او شر ب نا سیاً و ان کا ن مخا لفاً للقیاس حتی قا ل ابو حنیفه لو لا الروا یة لقلت بالقیاس و قد ثبت عن ابی حنیفه انه قا ل ما جا ء عن الله تعا لی و عن رسو ل الله ﷺ فعلی الراس و العین و لم ینقل عن ا حد من السلف اشترا ط الفقه فی الراوی فثبت انه قو ل مستحد ث انتهی۔

اور جب کہ اجلہ حنفیہ کی نقل سے ثابت ہو گیا کہ نزدیک سب آئمہ کے خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے مطلق فقہ راوی کم ہو خواہ زیادہ شرط صحت وقبولیت مطلق حدیث نہ تھی؟ خواہ وہ حدیث قیاسوں کی مخالف ہو خواہ موافق نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ یہ کلام ان معنی کر کذب ہے اور امام ابوحنیفہؒ پر افتراء ہے اسی واسطے علامہ محمد معین سندھیؒ نے جو اجلہ اہل سنت احناف سے ہیں، دراسات میں فرمایا ہے:

الرا بع کما دل العقل علی ان فقه الراوی لا اثر له فی صحة الروا یة لا یسنمد قو ل ذلك الی ابی حنیفه دل النقل من الثقات علی انه مو ضوع مختلق علی السلف الصا لح و مستحد ث من للمتا خر ین ممن لا یعبا به بقو له علی و ضوح فساده شهد بذ لك .. فخر الاسلا م و الشیخ الا جل عبد العزیز صا حب ... و التحقیق هو شیخ ا لا ما م ابن الهمام و صر ح بذ لك فی التحقیق فقا ل و لم ینقل عن ا حد من السلف اشتراط الفقه فی الراوی فثبت انه قو ل مستحد ث انتهی۔

و اذا اجتمع العقل و النقل قویت الا مارا ت و صا رت د لیلاً قطعیاً علی کذ ب الحکا یة واختلا فها

محمل دوسرا اس کلام کا یہ ہے کہ اس کو تائید دعوی لم یصح کی نہ ٹھہراویں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اس دعوی کو بے دلیل سمجھیں اور اس کلام کو مشعر ترجیح حدیث عدم رفع کے اوپر حدیث رفع یدین کے قرار دیں چنانچہ ابن الہمام نے بعد ختم اس قصہ کے لکھا ہے:

فرجح الا ما بفقه الرواة كما رجح الاوزا عی بعلو الاسناد

گو حاصل اس کا بنا بر اس کے کہ ما بہ الترجیح یہاں فقہ راوی قرار دی گئی ہے اور ما بہ الترجیح میں اشتراک مفضل و مفضل علیہ کا ممکن نہیں ہے یہ ہوگا کہ راوی حدیث عدم رفع یدین فقیہہ ہیں نہ کہ راوی حدیث رفع یدین کے۔ اس لئے حدیث عدم رفع کو حدیث رفع یدین پر ترجیح ہے۔ سو ان معنی کر بھی یہ کلام سراسر کذب ہے اس لئے کہ فقیہہ ہونے میں راویوں حدیث کے رفع یدین کے کسی کو کلام نہیں ہے علماء ماہرین پر تو یہ بات مخفی نہیں تھی ولیکن بنظر اعلام متوسطین کے چند نقول معتبرین اس باب میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ اول راوی اس حدیث کے ابن عمر ہیں سو ان کے حق میں اصولیین حنفی لکھتے ہیں کہ یہ فقہ و اجتہاد میں معروف و مشہور ہیں توضیح میں لکھا ہے بصفحہ ۲۲۵:

و اما ان كا ن معرو فاً با لفقه و الا جتهاد كا لخلفاء الرا شدين و العباد لة ای عبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس و عبد الله بن عمر فحد يثه يقبل وافق القياس۔

ایسا ہی اکمال فی اسماء الرجال و تقریب التہذیب میں ہے جس کو زیادہ تفصیل ان کے علم و کمالات کی دیکھنی منظور ہو وہ جامع الاصول و طبقات ذہبی کا مطالعہ کرے

دوسرے سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، یہ اپنے وقت میں بڑے فقیہ نامی تھے فقہاء سبعہ اہل مدینہ میں معدود تھے جامع الاصول میں ہے:

سا لم بن عبد الله القر شی العدوی ا حد فقهاء المد ينة من سا د تهم و علماء هم و ثقا تهم۔ انتهى مختصراً۔

ایسا ہی اکمال، تقریب، و ملخص طبقات میں ہے

تیسرے زہریؒ جن کے حق میں تقریب میں ہے: الفقيه الحا فظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتفق علی جلا لته و اتقا ئه و هو من را س الطبقة الرا بعة
اس سے بڑھ کر جا مع ا لاصول وملخص طبقات ذہبی ہے من شا ء فلیراجعها

چوتھے اوزا عیؒ پیش کر نیوالا اس حدیث کا بمقا بلہ امام ابوحنیفہؒ کے یہ بھی فقہ وحدیث کے امام تھے۔ کہا تقریب میں ابو عمر الفقیه ثقة جلیل اور کہا جا مع الاصول میں:

هو شیبا نی امام اهل الشام و لم یکن بالشا م اعلم با لسنه منه قیل انه اجا ب فی سبعین الف مسئله ۔ انتهی مختصراً۔

اور کها ملخص طبقا ت میں ا لاوزا عی الحا فظ حجة لم یکن ان یضر فی هذه الکرا دیس و هو شیخ ا لا سلا م کثیر الاجتهاد فی العبادة حا فظ اهل زما نه خا شع عا لم ا لا مة امام عصره قا ل الذ هبی کا ن اهل الشا م ثم اهل ا لا ندلس علی مذ هب الا وزا عی مد ة العمر قنی الحا ر فو ن به و بقی منه ما یو جد فی کتب الخلا ف ۔ انتهی مختصراً

تو دیکھو کس مرتبہ کی فقاہت راویوں حدیث ابن عمرؓ کی ثابت ہے جیسا کا فقیہہ ہونا ان راویوں کا بشہادت اجلہ علماء کے ثابت ہوا، اور ان کا غیر فقیہ کہنا صاف کذب ہوگا۔ اورنسبت اس کی طرف طرف ابوحنیفہؒ کی نیز کذب۔

محمل تیسرا اس کا یہ ہے کہ اس کو مشعر حدیثوں کی بزیادۃ فقہ ٹھہراویں اور یوں کہیں کہ راوی تو دونوں کے فقیہ ہیں لیکن رواۃ حدیث عدم رفع کے زیادہ فقیہ ہیں جیسا کہ الفاظ اس قصہ کے اس پر شاہد ہیں اس میں کئی جگہ فلاں اور .. تفضیل بولا ہے جس سے نفس فقہ میں شراکت معلوم ہوتی ہے اور زیادۃ فقہ میں ترجیح اس محمل کی راہ سے .....خلاف واقع معلوم ہوتی ہے۔ ثانیاً خلاف فطرت صحیحہ کے، ثالثاً لغو وعبث اور نسبت کرنا امر خلاف ....اصول ولغو وعبث کا طرف جناب ابوحنیفہؒ کے .... کچھ متصور نہیں ہو سکتا۔ اس سے بھی کذب یا لغو ہونا بجز کنہ کا ثابت ہوتا ہے۔ تفصیل امر اول یہ ہے کہ حماد کو زہری اس قصہ کہنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ زہری کی جلالت و امامت و فقاہت و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدالت مسلم ومشہور ۔ اور حماد کے ضبط و عدالت .. میں قصور ۔ زہری کا تو مجمل حال عنقریب لکھا جا چکا ہے، حماد کا حال تقریب میں لکھا ہے:

حماد بن ابی سلیما ن اب ا لا شعری مو لا هم اسما عیل الکوفی فقیه صدوق له او ها م من السا دسه ر می با لارجا ء

یہ الفاظ جو حماد کے حق میں کہے گئے ہیں وہمی ہونا اور مرجی ہونا اس کی ضبط وعدالت دونوں کو ہیں ۔ چنانچہ نخبۃ الفکر میں ہے:

ثم الطعن اماان یکو ن بکذ ب الراوی ... بذلك او فحش او غفلةاو فسقه او وهم او مخا لفة او تهمة او سو ء حفظه او بدعته

اور اس کے رتبہ کو زہری سے تین درجہ کم کرتے ہیں زہری صحابہ سے اتر کر دوسرے رتبہ فقہ وکمال نیچے ملا اس لئے کہ ان کے حق میں مکرر الفاظ توثیق کہے گئے ہیں جو دوسرے میں ہی معزز ہیں اور حماد پانچویں مرتبہ میں ہے جس کے لئے ضعف مرتبہ الفاظ بولے گئے ہیں ۔ تقریب التہذیب میں بیان وشرح مراتب میں ہے:

اما المرا تب فا ولها الصحا بة فاصرح بذ لك شر فهم .. اکد مد حه اما با فعل کا و ثق الناس او بتکر یر الصفة لفظاً او معنی کثقة حا فظ الی ان قا ل ا لخا مسة من قصر عن کثقة ثقه قلیلاً و الیه الا شا رة بصدوق سئی الحفظ او صدوق او ها م او تغیر با خره و ملتحق بذ لك من ر می بنوع من البد عة کا لتسمیع و القدر و النصب و الا ر جا ء و التجهم مع بیا ن الدا عیة من غیر ه۔

پس ایسے ضعیف قلیل الضبط قاصر العدالت کو بہ نسبت ایک امام جلیل الشان متفق الضبط والفقہ سے کیوں کر افقہ مانا جاوے ۔ کیا بدون ضبط حدیث کے حدیث میں افقہ ہونا ممکن ہے یا باوجود جرح بدعت تفقہ کا اعتبار ہے حاشا وکلا۔

اگر تفقہ فقط تیزی طبع اور باتیں بنانے کا نام ہے تو اس کا اعتبار نہیں اور نہ شرع میں اس کا فضل وارد ہے اور اگر کتاب وسنت میں سمجھ دار ہونے کا نام فقہ ہے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ اس میں زیادہ وہی ہوگا جو قرآن وحدیث زیادہ جانتا ہوگا اور ان میں خوب ضابط و ماہر و بایں ہمہ ارجا بدعت سے مبرا۔ اس کی تائید میں مجھے ایک بات یاد آئی کہ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ ہمارا استاد زیادہ فقیہ ہے یا تمہارا استاد۔ انہوں نے کہا تم بتلاؤ علم قرآن وحدیث وآثار صحابہ میں کون زیادہ ہے۔ جب امام محمدؒ نے اعتراف کیا کہ امام مالکؒ زیادہ ہیں، تو امام شافعیؒ نے اس سے امام مالکؒ کا زیادہ فقیہہ ہونا ثابت کر دیا۔ چنانچہ فاضل قندھاری مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

و کو ن ابی حنیفه افقه من ما لك لا یقتضی کو نه افقه من کل اهل المد ینة علی ان الخصم بل الشا فعیة علی ان ما لکاً هو ا لاعلم فقد ذکر الیا فعی ان الشا فعی قا ل لمحمد بن الحسن نا شد تك الله من اعلم بکتا ب الله صا حبا او صا حبکم ثم بالسنة ثم باقا ویل الصحا بة فقا ل محمد بن الحسن فی کل ذلك اللهم صا حبکم فقا ل الشا فعی فلم یبق الا القیاس ، و القیاس لا یکو ن ا لا علی هذه ا لا صو ل

اور اس قصہ کو ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

قا ل الشا فعی قا ل لی محمد بن الحسن ایهما اعلم صا حبنا ام صا حبکم یعنی ابا حنیفه و ما لکاً قا ل قلت علی الا نصا ف قا ل نعم قلت نا شد تك من اعلم بالقر آ ن صا حبا ام صاحبکم قا ل اللهم صا حبکم ۔ قا ل قلت نا شد تك الله من اعلم با لسنة صا حبنا ام صا حبکم قا ل اللهم صا حبکم ۔ قال قلتنا شد تك الله من اعلم باقا ویل اصحا ب رسو ل الله ﷺ قا ل اللهم صا حبکم قا ل الشا فعی فلم یبق ا لاالقیاس ، و القیاس لا یکو ن ا لا علی هذه ا لا صو ل فعلی ای شئی تقیس

اور جب کہ اکابر مجتہدین نے اقرار وتسلیم سے معلوم ہوا کہ جو کوئی قرآن و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث میں زیادہ ہے وہی زیادہ فقیہ ہے تو پھر کس طرح تسلیم کیا جاوے کہ حماد جو ضبط حدیث میں قاصر ہے نسبت امام زہری جلیل الشان کے زیادہ فقیہ ہو۔

ایسا ہی افقہ ہونا ابراہیم کا بہ نسبت سالم بن عبداللہ بن عمر کے خلاف واقع معلوم ہوتا ہے۔ سالم بن عبداللہ کثیر العلم صحابہ کے شاگرد تابعین طبقہ ثالثہ سے فقہ میں اس رتبہ کے امام کہ فقہاء سبعہ اہل مدینہ میں شمار کئے گئے۔ چنانچہ مجمل احوال ان کا مذکور ہو چکا ہے اور ابراہیم بے چارہ پانچویں طبقہ کے لوگوں سے جس نے دو صحابہ کو دیکھا ہے اور کسی سے کچھ نہیں سنا اور بایں ہمہ زبان عربی سے بھی خوب واقف نہ تھا۔ بسا اوقات اس میں خطا کرتا تھا۔ چنانچہ شیخ الاسلام محمد بن احمد ذہبیؒ نے لکھا ہے:

ابرا هيم النخعى ا حد ا لاعلا م ير سل عن حماد لم يصح له سماع عن صحا بى و كا ن لا يحكم العر بية ربما انتهى كما نقله عنه ا حمد بن يحى بن سعد الدين التفتازا نى فى المجمو عة له المشهورة بده عقده

اور ظاہر ہے کہ جو شخص ایک زبان سے خوب واقف نہ ہو اس میں خطا کرتا ہو وہ اس میں اجتہاد و تفقہ کیا کریگا اور اس کا زیادہ فقیہ ہونا نسبت ایک مسلم الاجتہاد اہل لسان کے کیونکر مسلّم ہوگا۔ اب رہا افقہ ہونا علقمہ اور اسود اور ابن مسعودؓ کا ابن عمرؓ سے سو بھی موافق واقع نہیں ہے۔ علقمہ کو تو خیر خود اس قصہ میں افقہ نہیں کہا اتنا ہی کہا ہے کہ علقمہ، ابن عمرؓ سے کم نہیں اور ظاہر ہے کہ کم نہ ہونے سے زیادہ ہونا لازم نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں مساوی ہوں۔ ایسا ہی اسود کو افقہ نہیں کہا۔ اس کے حق میں اتنا ہی کہا کہ اسود کے لئے بزرگی ہے۔ اس میں یہ نہیں پایا جاتا کہ فقہ میں بزرگی ہے۔ اگر یہ مقصود اس کلام سے ہوتا تو ابوحنیفہؒ قول صحابی کو قول تابعی پر علی الاطلاق مقدم نہ کہتے اور حنفیہ بہ تقلید امام تقلید صحابہ کو واجب نہ بتلاتے بلکہ اس میں یہ تفصیل کرتے کہ اگر صحابی بہ نسبت تابعی کے زیادہ فقیہ ہو تو اس کا قول مقدم ہے اس لئے کہ مدار تقلید کا اجتہاد ہے۔ پس جو شخص فقہ و اجتہاد میں کم ہو وہ افقہ سے تقلید میں کس طرح مقدم ہو سکتا ہے حالانکہ ابوحنیفہؒ نے علی الطلاق فرمایا ہے کہ قول صحابی ہمارے اقوال سے مقدم ہیں۔ روضۃ العلماء میں زندویسی نے لکھا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ابا حنیفه سئل اذاقلت قو لًا و کتا ب الله یخا لفه قا ل اترکوا قو له بکتا ب الله فقیل اذا کا ن خبر الرسول یخا لفه قا ل اتر کوا قو لی بخبر الرسو ل ﷺ فقیل اذا کا ن قول الصحابة یخا لفه قا ل اتر کوا قو لی بقول الصحا بة انتهی ۔

اور مدخل میں بیہقی نے کہا ہے: قا ل عبد الله سمعت (یعنی ابن المبا ر ك) ابا حنیفه یقو ل اذا جاء عن النبی ﷺ فعلی الراس و العین و اذا جا ء من اصحا ب النبی ﷺ نختار قولهم و اذا جاء عن التا بعین زا حمنا هم ۔

اور جو ابن مسعودؓ کے حق میں کہا ہے کہ ان کو ابن عمرؓ پر فضیلت ہے فقہ میں اور حق صحبت میں صغر سنی سے، یہ بھی موافق واقع معلوم نہیں ہوتے جیسے ابن مسعودؓ صغیر سنی سے حضرت ﷺ کے پاس رہے، ویسے ہی ابن عمرؓ صغیر سنی سے صحبت میں رہے ایسا ہی ان کی علم و فقاہت کو سمجھنا چاہیے ۔ وہ بھی علم میں بڑے متبحر اور فقہ و اجتہاد میں مشہور، اسی واسطے ابن مسلک کے ہم سلک ہو کر عبادلہ ثلاثہ میں گنے گئے ہیں ۔ کتاب توضیح سے عنقریب نقل ہو چکا ہے کہ عبد اللہ بن عمرؓ عبادلہ ثلاثہ سے اور فقہ و اجتہاد میں میں معروف و مشہور ہیں ۔ اب اور سنو، تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

عبد الله بن عمر بن الخطا ب ابو عبد الر حمن و لد بعد المبعث بیسیر و استصغر یو م ا حد و هو ابن ار بع عشرة سنة و هوا حد المکثر ین من الصحا بة و العبا دلة و کا ن اشد اشد الناس اتبا عاً للا ثر ۔

اور جامع الاصول میں ہے:

هو ابو عبد الر حمن عبد الله بن عمر بن الخطا ب اسلم و هو صغیر کا ن من اهل الورع و العلم و الز هد و شدید التحری و التر قی فی فتیاه

اور ملخص طبقات ذہبی میں لکھا ہے:

.....ا لا مام ابو عبد الرحمن العدوی المد نی الفقیه .. و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العمل ۔ قال جا بر ما منا الاما لت به الد نیا عبد الله بن عمر من ابی ابی جعفر محمد بن علی قا ل ... اذا سمع من رسو ل الله ﷺ حد یثاً اجدر ان لا یز ید منه من بن عمر ۔

ان کی جو دت طبع و ذکا جو ما دہ تفقہ کا ہے اس قدر تھا کہ صغیر سنی میں بعض باتوں میں ... سے فوق لے جاتے ۔ چنا نچہ صحیح بخاری میں با ب طر حِ ا لا ما م المسألة علی اصحا به لیختبِر ما عند هم من العلم وغیرہ ابواب میں روایت ہے(عبد الله بن دینار عن ابن عمر قا ل : قا ل رسو ل الله ﷺ : انّ من الشجر شجرة لا یسقط ورقها ۔ و انها مثل المسلم فحدثو نی ما هی ۔ فوقع الناس فی شجر البوادی ، قال عبد الله : و وقع فی نفسی انها النخلة ، فا ستحییت ثم قا لوا: حدِّ ثنا ما هی یا رسول الله ﷺ ۔ قا ل : هی النخلة ۔ صحیح بخاری حد یث نمبر ٦١

عبد الله بن دینار عن ابن عمر عن النبیّ و : انّ ،م الشجر شجرة لا یسقط ورقها، و انّها مثل المسلم، حدّثو نی ما هی؟ ۔ قا ل: فوقع الناس فی شجر البوادی۔ قا ل: فوقع فی نفسی انّها النخلة، ثم قا لوا : حد ثنا ما هی یا رسو ل الله ۔ قا ل : هی النخلة۔ صحیح بخاری حد یث نمبر ٦٢

عبد الله بن د ینار عن عبد الله بن عمر : انّ رسو ل الله ﷺ قا ل : انّ من الشّجر شجرة لا یسقط ور قها ۔ و هی مثل المسلم، حدِّثو نی ما هی ۔ فوقع الناس فی شجر البا د یة، ووقع فی نفسی انّها النّخلة ۔ قا ل عبد الله ۔ فا ستحییت، فقا لوا : یا رسو ل الله ﷺ ١١ خبر نا بها ۔ فقا ل رسو ل الله ﷺ هی النّخلة ۔ قا ل عبد الله : فحد ثت أبی بما وقع فی نفسی فقا ل : لأن تکو ن قلتها ا حبّ الیّ من ان یکو ن لی کذا و کذا ۔ صحیح بخاری حد یث نمبر ١٣١) کہ آنحضرت نے اپنے اصحاب سے سوال کیا کہ درختوں میں ایک درخت ہے جس کا پتا نہیں جھڑتا اور وہ مثل مسلمان کے ہے۔وہ کونسا درخت ہے۔عبد اللہ بن عمرؓ جو سب لوگوں سے کم سن تھے سمجھ گئے کہ وہ درخت خر ما ہے ولیکن حیا کے سبب نہ بولے ۔ جب آنحضرت ﷺ نے بتلا دیا تو انہوں نے اپنے باپ کے پاس یہ بات ظا ہر کی۔تس پر انہوں نے افسوس کیا اور کہا اگر کہہ دیتا تو مجھے فلا ن نعمت سے اچھا ہوتا ۔ جب کہ ان کا ایسا حال ..وکثرت علم کا ثا بت ہے اور صغیر سنی سے ان کو صحبت بھی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہے تو دعوی فضیلت ..کا ان پر حق صحبت صغیر سنی میں فقہ میں ...واقع نہ ہوگا۔اس بیان سے ثابت ہوا کہ دعوی افضلیت رواۃ حدیث عدم رفع کا بہ نسبت رواۃ رفع کے موافق واقع نہیں۔خصوصاً دعوی افقہ ہونے حماد کا زہری سے اور ابراہیم کا سالم سے،(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔بہاء)

ضمیمہ نمبر۳۔اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

اس کے کذب ہونے میں کچھ بھی خفا نہیں۔اسی نظر سے اکابر حنفیہ جو حنفی مذہب کی نصرت کا ٹھیکہ لے کر اس کی مدد میں جہاں تک بن پڑا کوشش کر گئے ہیں اور اس کی تصحیح سے لاچار ہو کر اس کے غیر صحیح ہونے کو مان گئے ہیں چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفی کتاب محلی میں اس عدم تسلیم کو ان عمدہ الفاظ سے ظاہر کر رہے ہیں:

قال بعض الشراح و فیه انه لو سلم کون حماد و ابراهیم افقه من الزهری و سالم و سلم کون ما رواه الفقهاء راجحاً علی من دونهم فی الفقه اذا کانوا حفاظاً وا حفظ الی آخر ما سیجیء بما ... به تامل او عدم تسلیم شیخ سلام الله الحنفی

واجب ہے تامل اور عدم تسلیم شیخ سلام اللہ حنفی بھی جو مسلم القول علماء حنفیہ کے ہیں ثابت ہوا تو اس کے متابعات میں ذکر کرنا قول علامہ محمد معین حنفیؒ صاحب دراسات کا اگرچہ خصوم اس کے نام سے جلتے ہیں اور اس کو اپنے مذہب حنفی سے اجنبی سمجھتے ہیں۔ نامناسب نہیں ہے منصف اس کو مانیں گے متعصب شیخ ہی کے قول کو کافی جانیں:

قال رحمه الله و کون رواته افقه من رجال حدیث ابن عمران سلم فلا نسلم حصول الترجیح بحدیث ابن مسعود الی آخر ما سیجیء۔

تفصیل امر دوم یہ یعنی بیان مخالف ہونے اس کلام کا بنظر محمل ثالث کے اصول صحیحہ سے یہ ہے کہ منجملہ اصول صحیحہ عقلیہ کی خبر نقل بھی شاہد ہے ایک یہ اصل ہے کہ جب تک دو دلیلوں ہر عمل ہو سکے ایک کو ان دونوں سے مہمل و بے کار نہیں کرنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہیے۔ بناءعلی ہذا الاصل ایک اور اصل مقرر ہے کہ جب تک دو حدیثوں صحیح میں جمع و توفیق ممکن ہو ان میں سے ایک کو ترجیح دینا اور دوسرے کو مرجوح ساقط العمل ٹھہرانا جائز نہیں چنانچہ امام ابن الصلاح کتاب علوم الحدیث میں فرماتے ہیں:

النوع السا دس و الثلا ثون معرفة مختلف الحد یث انمایکمل للقیام به ا لآ ئمة الجا معو ن بین صنا عتی الحد یث و الفقه الغوا صو ن علی المعا نی الد قیقه اعلم ان ما یذ کر فی هذا البا ب ینقسم الی قسمین ا حد هما ان یمکن الجمع بین الحدیثین و لا یبعد ابداء و جه ینفی تنافیهما فتعین حینئذ المصیر الی ذلك القو ل بهما معا مثا له حد یث لا عدوی و لا طیرة مع حد یث لا یو رد مهر فی علی مصحح و فر ض المجذو م فرا ر ك من ا لاسد الی ان قا ل بعد ذکر و جه الجمع بینهما و قدرو یناه عن محمد بن اسحاق بن خز یمه ا لا ما م انه قا ل لا اعرف انه روی عن النبی ﷺ حد یثا ن متعارضان باسنا دین صحیحین متضا دین فمن کان عنده فلیا تنی به لا الف بینهما۔

القسم الثا نی ان یتضا دا بحیث لا یکمن الجمع بینهما و ذلك علی خبر ین ا حد ها ان یظهر کو ن ا حد هما نا سخاً و الآ خر منسو خاً فیعمل النا سخ و یتر ك المنسو خ والثا نی ان لا یقوم د لا لة علی ان الناسخ ایهما و المنسو خ ایهما فیفزع حینئذ الی التر جیح و یعمل با لا ر جح منهما و ا لا ثبت کالترجیح بکثرة الرواة او بصفا تهم فی خمسین و جهاً من و جوه التر جیها ت اکثر

شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے نخبہ میں کہا ہے:

و ان عور ض بمثله فا ن امکن الجمع هو النوع المسمی بمختلف الحد یث اولاً و ثبت التا خیر فهو الناسخ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنسوخ اولا فا لتر جیح ثم التو قف

اوراس کی شرح میں کہا ہے :

فصا ر ما ظا ھرہ التعا ر ض واقعاً علی ھذا التر تیب الجمع ان امکن فا عتبار الناسخ و المنسو خ فا لتر جیح ثم التو قف ۔

اور شیخ ابوالفیض محمد بن علی الفارسیؒ نے جواہر الاصول میں کہا ہے:

و المختلف قسما ن ا حد ھما ان یمکن الجمع بینھما فتعین المصیر الی ذلك و یجب العمل بینھما کحد یثی لا عدوی و لا یو رد و الثا نی ان لا یمکن الجمع بو جہ فا ن علمنا ا حدھما ناسخاً قدمناہ و ان علمنا با لرا جح منھما کا لتر جیح بصفات الرواۃ او کثر تھم فی خمسین و جھاً من انواع الترجیح جمعھا الا مام ابو بکر ا لحازمی فی کتا بہ الناسخ و المنسو خ

اور امام نوویؒ نے شرح مسلم صفحہ ۲۵۳ میں بذیل حدیث پڑھنے دو رکعت کے بعد وتر کے کہا ہے کہ یہ رکعتیں یہاں جواز کے لئے پڑھی گئی ہیں پھر کہا:

و ما اشار الیہ القا ضی عیا ض من تر جیح الا حا دیث المشھورۃ ورد روایۃ الر کعتین جالساً فلیس بصوا ب لا ن الا حا دیث اذا صحت و امکن الجمع تعین و قد جمعنا بتنھما

اور شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح موطا میں کہا:

فیہ انہ لو سلم کو ن حماد و ابرا ھیم افقہ من الز ھری و سالم و سلم کو ن ما رواہ الفقھاء را جحا علی من دو نھم فی افقہ اذا کا نوا حفا ظاً او احفظ ؟ انما یصار الی التر جیح اذا لم یمکن الجمع و قد امکن بحمل الر فع علی حا ل دو ن حا ل

ایسا ہی اور بہت کتب اصول میں ہے ۔ استقصاء عبارت سب کا موجب طول ہوتا ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ رجوع کرنا طرف ترجیح کے باوجود امکان جمع کے خلاف اصول حقہ صحیحہ ہے اور سرزد ہونا ایسی بات کا امام کی شان سے بعید ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی کہے کہ مذہب ابوحنیفہؒ یہی ہے کہ ترجیح جمع پر مقدم ہے چنانچہ کتب اصول مذہب حنفی توضیح وغیرہ میں یہ مسئلہ مرقوم ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ مجرد مذکور ہونے سے اس مسئلہ کے کتب اصول مذہب حنفیہ میں یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ ان کتابوں میں بہت باتیں ایسی مندرج ہیں جو امام ابوحنیفہؒ سے مروی نہیں علماء حنفیہ نے ان کو اپنی طرف سے گھڑ کر امام ابوحنیفہؒ کے ذمہ لگایا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ، حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۶۵۔۱۶۶ میں فرماتے ہیں۔

و منها ای المسا ئل التی ضلت فی بوا دیها ا لا فها م، و زلت ا لاقدا م، و زلت ا لاقلا م

انی و جد ت بعضهم یز عم ان بنا ء الخلا ف بین ابی حنیفه و الشا فعی علی هذه ا لا صو ل المذ کورة فی کتا ب البز دوی و نحوه، و انما الحق ان ا کثر ها ا صو ل مخر جة علی قو لهم: و عندی ان المسئلة القا ئله با ن الخا ص مبین، و لا یلحقه البیا ن، و ان الز یا دة نسخ، و ان العا م قطعی کا لخا ص،وان لا تر جیح بکثرة الرواة ،و انه لا یجب العمل بحد یث غیر الفقیه اذ اانسد با ب الرأی ، و ان لا عبرة بمفهو م الشر ط و الو صف ا صلاً و ان مو جب ا لا مر هو الو جو ب البته :

و امثا ل ذلك ا صو ل مخر جة علی کلا م ا لآ ئمة، و انه لا تصح بها روا یة عن ابی حنیفه و صا حبیه، و انه لیست المحا فظة علیها و التکلف فی جوا ب ما یرد علیها من صناع المتقدمین فی استنبا طا تهم کما یفعله البز دوی و غیره ا حق من المحافظه علی خلا فها و الجواب عما یر د علیه۔

(الی ا ن ذکر لها امثلة ثم قا ل) و یکفیك د لیلاً علی هذا قول المحققین فی مسئلة: لا یجب العمل بحد یث من اشتهر بالضبط و العدا لة دو ن الفقه ا ذا انسد با ب الرأیی کحد یث المصرا ة ان هذا مذ هب عیسی بن ابا ن، و ا ختاره کثیر من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتا خر ین ۔

و ذهب ا لكر خی و تبعه كثير من العلماء الى عدم اشرتا ط فقه الرا وی لتقد يم الخبر على القياس، قا لوا: لم ينقل هذا القو ل من اصحا بنا، بل المنقول عنهم ان خبر الوا حد مقدم على القياس، ا لا ترى انهم عملوا بخبر ابی حنيفه فی الصا ئم اذا اكل او شر ب نا سياً، و ان كا ن مخالفاً للقياس حتى قال ابو حنيفه : لو لا الروا ية لقلت با لقياس۔ و ير شدك ايضاً اختلا فهم فی كثير من التخر يجا ت اخذاً من صنا ئعهم و رد بعضهم على بعض۔

پس جو مدعی اس امر کا ہے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کے عندیات و اعتقادات سے ہے وہ بنقل صریح و بسند صحیح یہ مسئلہ ان تک پہنچاوے اور اس وقت ہم یہ نہ کہیں گے کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ بات نہ کہی ہوگی ان کی شان سے یہ بعید ہے اس کی جگہ یوں کہیں گے کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ بات کہی تو برا کیا اور حق وصواب کا خلاف کیا۔

الغرض یہ مسئلہ غلط ہے اب چاہو اس کا صدور امام سے نہ سمجھو اور اس حکایت کو کذب جانو چاہو ان کو اس کا قائل ٹھہرا کر ان کا تخطیہ پسند کرو۔

تفصیل امر ... بباعث عبث و بے فائدہ ہونے اس کلام کا محمل ثالث ...راہ سے یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ رواۃ حدیث ابن مسعودؓ کے زیادہ فقیہ ہیں لیکن یہ زیادتی اکیلی کس کام آتی ہے اور کب اس حدیث کو حدیث ابن عمرؓ پر ترجیح دیتی ہے جس حالت میں کہ بمقابلہ اس کے حدیث ابن عمرؓ میں تین وجہ قوی ترجیح کے پائے جاتے ہیں۔

وجہ اول ترجیح حدیث ابن عمرؓ کی یہ ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ باتفاق علماء مسلمین کے یہاں تک کہ کوئی موافق یا مخالف اس میں دم نہیں مارتا اور کسی مسلمان نے آج تک اس میں کلام نہیں کی بخلاف حدیث ابن مسعودؓ کے کہ اس کی صحت میں کلام ہے۔ کوئی طریق اس کا کلام سے خالی نہیں ہے طریق حماد جو اس حکایت میں گھڑ لیا ہوا ہے اس کا ضعف کچھ بیان ہو چکا ہے کچھ آئندہ تفصیل جواب ثانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بیان ہوگا اگر کوئی اور طریق اس کا ....تو اس کا حال ضعف میں سن لے گا یا ہم کسی موقع پر بیان کر دیں گے اسی واسطے آئمہ سلف اور خلف جیسے ابن مبارکؒ اور ابو داؤدؒ اور بخاریؒ اور علی بن المدینیؒ اور احمد بن حنبلؒ اور یحیٰ بن آدمؒ اور ابو حاتمؒ اور ابن حبانؒ اور بیہقیؒ اور دار قطنیؒ ...اور صنعانی نے مطلقاً بدون تخصیص کسی ...حدیث کو ضعیف کہا ہے چنانچہ جو اقوال ان آئمہ...تفصیل جواب دوم میں نقل کی جائے گی۔

وجہ دوم حدیث ابن عمرؓ کی علو اسنادی ہے یعنی ابن عمرؓ کی حدیث کی سند عالی ہے کیونکہ اس میں آنحضرت ﷺ سے لے کر...تک تین واسطے ہیں اعنی ابن عمرؓ اور سالمؒ اور زہری بخلاف حدیث ابن مسعودؓ کے کہ اس کی سند نازل ہے...اور اس میں تین واسطے سے زیادہ واسطے ہیں یعنی حماد اور ابراہیم اور علقمہ و اسود۔ و ابن مسعود اور محدثین سلف و خلف کے نزدیک عالی سند کو نازل پر ترجیح ہے کیونکہ سند عالی میں بسبب کم ہونے واسطہ کے خلل کا احتمال کم ہے اور نازل میں بسبب کثرت واسطوں کے خلل کی زیادتی کا خوف اس لئے ہے۔ (غرض) یہ علو سند بڑی بھاری وجہ ترجیح کی ہے امام عبد اللہ بن المبارکؒ ہم صحبت ابو حنیفہؒ کے اور امام احمد بن حنبلؒ اور رئیس الآئمہ یحیٰ بن معین اور حاکم ابو عبد اللہ اس علو سند کو بڑی بھاری بات سمجھتے ہیں اور اس کو سنت سلف بتلاتے اور اس کی رغبت دلاتے۔ امام ابن الصلاحؒ نے اٹھائیسویں نوع میں کتاب معرفۃ علوم الحدیث کے فرمایا ہے:

و رو ینا عن ا حمد بن حنبل انه قیل له ایر حل الر جل فی طلب العلو فقا ل بلی و الله لقد کا ن علقمه و ا لاسود یبلغهما حد یث عن عمر فلا یقنعا ن حتی یخر جا ا لے عمر فیسمعا ن منه

اور کہا انتیسویں نوع میں

و رو ینا عن عبد الله بن المبار ك قا ل ا لاسناد من الدین لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء و طلب العلو سنة ایضاً و استحب الر حلة فیه علی ما سبق ذکره قا ل ا حمد بن حنبل طلب ا لا سناد العا لی سنة عن السلف و قد روینا ان یحی بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معین قیل له فی مر ضه الذی ما ت فیه ماتشتهی قا ل بیت خالٍ و اسناد عا لٍ قلت العلو یبعد ا لاسناد من العلو لا ن کل ر جل من ر جا له یحتمل ان یقع الخلل من جهة سهواً او عمداً ففی قلتم قلة جها ت الخلل و فی کثر تهم کثرة جهات الخلل و هذا جلی وا ضح ۔

اور کہا علویؒ نے حاشیہ صفحہ ۲۷ شرح نخبہ میں:

وقا ل الحا کم فی طلب ا لا سناد العا لی سنة صحیحة فذ کر حد یث انس فی لجئی الا عرا بی و قو له یا محمد انا ناهیولك .. فز عم کذا الحد یث قا ل و لو کا ن طلب العلو فی الاسناد غیر مستحب لا نکر علیه سوا له عما ا خبره رسو له عنه و لا مره با لاقتصاء علی ما ا خبره الرسو ل عنه

اور حافظ امام ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے:

و لما کا ن ا لا سناد من خصائص هذه ا لا مة و ذلك انه لیست امة من ا لا مم یمکنها ان تسندعن نبیها اسنادا متصلاً غیر هذه الا مة فلهذا کا ن الطلب ا لاسناد العا لی مر غبا فیه کما قال ا لا ما م ا حمد بن حنبل ا لاسناد العا لی سنة عن سلف و قیل لیحیی بن معین فی مر ض مو ته ما تشتهی قا ل بیت خا ل و اسناد عا ل و لهذا تدا عت ر غبا ت کثیر من الائمه النقا د و الجهابذة الحفا ظ الی الر حلة الی اقطار البلاد و طلبا لعلو ا لاسناد و ان کا ن قد منع من جواز الر حلة بعض الجهلة من العباد فیما حکا ه الرا مهر مزی فی کتا به الفا ضل ثم اعلم ان علو ا لاسناد ابعد من الخطا و العلة من نز و له و قا ل بعض المتکلمین کلما طا ل ا لاسناد کا ن النظر فی التراجم و الجر ح و التعدیل اکثر فیکو ن الا جر علی قدر المشقة و هذا لا یقا بل ما ذکر ناه و الله اعلم انتهی کلا مه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی ما نقله خیر معا صرینا السید العلا مه ابو الطیب فی منهج الوصو ل الی اصطلا ح ا حا دیث الرسول ۔

وجہ سوم ترجیح حدیث ابن عمرؓ کی مروی ہونا اس حدیث ابن عمرؓ کی مروی ہونا اس حدیث ابن عمرؓ کا ہے سوائے ان کے پچاس صحابہ سے اور پہنچنا اس کا حد تواتر معنوی کو بخلاف ابن مسعودؓ کی حدیث کے جو ایک ابن مسعودؓ تک بھی سند صحیح سے نہیں پہنچ سکتی اور نہ کسی اور صحابی سے سند صحیح سے ثابت ہے۔ اسی واسطے شیخ سلام اللہ حنفی شیخ عبدالحق حنفی دہلویؒ کے پوتے نے محلی شرح موطا میں ناچار ہوکر مان لیا ہے کہ اگر حنفیہ کے اصول پر ترجیح کو جمع و تطبیق پر مقدم ہی سمجھا جاوے تو بھی یہ قاعدہ مفید نہیں اور جواب امام کا پورا بن نہیں سکتا۔ یہ جواب تب پورا ہوتا جب کہ راوی حدیث رفع یدین سوا ابن عمر کے اور کوئی نہ ہوتا حالانکہ وہ پچاس اصحابی سے مروی ہے چنانچہ بعد ان دو عبارتوں کے جو بضمن تفصیل امر اول و ثانی متفرق گزر چکی ہیں یہ بات انہوں نے کہی ہے ہم اس مقام میں پوری عبارت واسطے اتمام فائدہ طلبا و ناظرین کے نقل کرتے ہیں ۔ شیخ موصوف بعد نقل کرنے اس حکایت موضوعہ مکذوبہ کے فرماتے ہیں:

فیه انه لو سلم کون حماد و ابراهیم افقه عن الز هری و سا لم و کون ما رواه الفقهاء راجحاً علی من دونهم فی الفقه اذا کانوا حفا ظاً او احفظ و انما یصار الی التر جیح اذا لم یمکنالجمع و قد امکن بحمل الرفع علی حا ل دو ن حا ل و لو سلم تقدیم التر جیح علی الجمع کما هو اصل الحنفیة فا نما یتم الجواب اذا اقتصر روایة علی ابن عمر و قد تقدم انه رواه خمسو ن قا ل الا ما م البخاری فی جز ء رفع الیدین و من ز عم انه بد عة فقد طعن فی الصحا بة لا نه لم یثبت عن ا حد منهم تر که ۔

جب شیخ سلام اللہ سے جو مخاطبین کے نزدیک مسلم القول ہے یہ تسلیم و اعتراف ثابت ہے اور خصوم پر قوی حجت تو اس کے متابعات میں قول علامہ محمد معین حنفی کا نقل کرنا نامناسب نہیں ہے گو خصوم اس کو نہ مانیں، طلاب حق اور اہل سنت تو اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نفع اٹھاویں گے۔ جناب ممدوح نے فرمایا ہے:

علی ان حد یث ابی عمر فی الرفعات قد عرفت فیما سبق انه قل حد یث یوا زیه فی القوة و انه من المتوا تر ۔ .. هو طور مو طر لا یز عز عه عا صفا ت الر یا ح فضلاً عن غیر ها

پھر امام ابن الجوزیؒ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص حد یث رفع یدین کا ان احادیث سے مقابلہ کرنا چاہے جو عدم رفع میں مروی ہیں وہ احمق ہے ذکر کیا اس کو ابن حجر عسقلانیؒ نے تخر یج بمسند رافعی میں۔ چنانچہ فرمایا ہے

و لقد صدق ابن الجو زی حیث حکم علی من حا ول معارضة حد یث الرفعا ت بما روی من ا لا حا دیث فی عد مها فقا ل ما ابله من یحتج بهذه ا لا حا دیث یعنی التی تر وی فی عدم الرفع ا لا مرة فی التحر یم لیعا ر ض بهاالا حا دیث التامه حکا ه الحا فظ ابن حجر فی تخریج مسند الرا فعی

خلاصہ اس بیان کا یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا کہ حد یث ابن مسعودؓ کے راوی فقیہ ہیں جس سے ایک وجہ تر جیح اس کی اس حد یث میں پائی جاتی ہے ولیکن اس کے مقابل حد یث ابن عمرؓ میں تین وجہ تر جیح کی پائی جاتی ہیں صحت سند جس میں ثقا ہت رواۃ بھی مندرج ہے علوسند کثر ت طرق جو شہرت اور تواتر معنوی تک پہو نچی ہوئی ہے پس ایک وجہ فرضی الو جود کو تین وجہ تحقیقی یقینی پر کس طرح تر جیح ہوسکتی ہے اور فقہ راوی کے با وجود اس کے غیر ثقہ وہی بدعتی ہونے کے کب کام آتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ وہ کلام محمل ثالث کی راہ سے بھی صحیح و لائق تسلیم نہیں ہوسکتی بلکہ کذب اور خلاف اصول صحیحہ اور عبث و بے فاہدہ معلوم ہوتی ہے جیسے محمل اول کی راہ سے ضعف اور ثانی کی راہ سے کذب معلوم ہو چکی ہے۔ اس سے تیسری دلیل کذب پر اس حکا یت کے قائم ہوگئی۔ پس شہا دت تین دلائل کے ثا بت ہو گیا کہ یہ قصہ ضعیف بلکہ وضعی وجعلی ہے اور جناب ابوحنیفہ کی شان نہیں ہے کہ ایسی با تیں اپنی زبان گو ہر افشان سے فر ما ویں جو اس جعلی قصہ میں مندرج ہیں۔

تفصیل جواب دوم یہ ہے کہ بعد فرض وتسلیم صحت اس قصہ کے محل استشہاد و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مناط استدلال اس میں حدیث ابن مسعود ہی ہے جس کو امام نے حماد سے نقل کیا ہے اور اس نے ابراہیم سے ..الخ ۔ سو اسناد کی جہت سے ضعیف ہے دو راوی اس کی اسناد میں ضعیف ہیں ایک حماد دوسرا اور ۔ حماد کا ضعف تو بضمن تفصیل امر اول امور متفرعہ محمل ثالث محامل مذکورہ دلیل ثالث کے ثابت ہو چکا ہے ۔ رہا دوسرا راوی سو تفصیل اس کے حال کی اور ذکر کرنا اس کے نام کا میں مناسب نہیں سمجھتا ۔ اتنا کہتا ہوں کہ امام یحی بن سعید قطان اور ابن عدی اور دار قطنی اور نسائی اور بخاری وغیرھم نے اس کو ضعیف کہا ہے بعض نے علت ضعف سوء حفظ بیان کی بعض نے کچھ اور اور ان کے کلمات ان کی تصنیفات میں ہیں جیسی بخاری کی کتاب الضعفاء اور نسائی کی ...ضعفاء ۔ اور بعض آئمہ کے اقوال حافظ ابن ...نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ذہبی نے جس کو مسلم الثبوت میں ان الفاظ سے یاد کیا ہے: هو من اهل المعرفة ... فی نقد الر جال میزان الاعتدال میں اور ابن الہمام وعینی حنفی نے شروح ہدایہ میں نقل کیا ہے ۔ پس اگر ہمارے مخاطبین حساب دوستاں در دل سمجھ گئے اور اس شخص کو پہچان کر اس کے ضعف کو مان گئے یا حماد کے ضعیف ہونے سے اس حدیث کو ضعیف جان کر منفعل ہو گئے تو حاجت تفصیل باقی نہ رہے گی ۔ ان کا اس راوی کے ...کلام مان لینا کافی ہو گا ۔ یہ نہ ہوا تو فقط حماد کا ضعف، ضعف حدیث کے لئے وافی ہو گا اس لئے کہ تمام سند سے ایک راوی کے ضعیف ہونے سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے اور اگر انہوں نے حماد کے ضعف کو نہ مانا اور اس دوسرے راوی کے ضعف کو بھی نہ جانا یا ان مجمل حوالوں کو خلاف واقع سمجھا تو لاچار ہو کر ہم کو تفصیل کرنی پڑے گے (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے ۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۴ ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۲۵ ۔ اگست ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

بالفعل مجھ کو تفصیل حال اس راوی سے دو مانع روکتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک یہ کہ وہ راوی اگر چہ خاص کر حدیث میں ضعیف ہے ولیکن وہ کئی اور علوم دین وفضائل وکمالات میں ہم سر اور علماء کے ہے اور میرا بھی معتقد فیہ ہے۔ اور اگر میں نے ذکر اس کے ضعیف ہونے کا علم حدیث میں کیا تو عوام جہلاء خصوصاً وہ جن کو ان کی جناب میں پہلے سے سوءظنی ہے ان کے باقی کمالات کو مٹانے لگیں گے اور ان کو حقارت سے یاد کریں گے۔ یہ بات مجھے منظور نہیں۔ اور انصاف سے بھی بعید ہے کہ ایک وصف کے نہ ہونے سے دوسری صفت کی نفی لازم نہیں آتی اور نہ جامع ہونا جمیع صفات وکمالات کا لوازم کمال سے ہے۔ سلف میں بہت ایسے گزرے ہیں کہ وہ ایک فن میں کامل تھے دوسرے سے واقفی نہیں رکھتے تھے باوجود اس کے وہ اپنے فن کے امام مانے گئے کسی نے ان کو اہانت سے متہم نہیں کیا۔ ملخص طبقات ذہبی میں خلیلی کے ذکر میں کہا ہے:

العلا مة البارع رئيس اهل الحد يث بما وراء النهر القا ضى ابو عبد الله الحسين بن الحسين بن محمد بن عبد الحليم الفجا رى الشا فعى كا ن من ا ذ كيا زما نه الجا مع الجلا لة فى العلم تر ك حد يثه و كذا لك شيخه مع عبا دته فكم من اما م فى فن مقصر عن غيره كسيبويه مثلاً امام فى النحو و لا يدرى ما لحد يث و وكيع امام فى الحد يث و لا يعرف العر بية و كا بى نواس راس فى الشعراء عن غيره و عبد الر حمن بن مهدى امام فى الحد يث و لا يدرى ماا لطب ۔ و محمد بن الحسن راس فى الفقه لا يدرى ما القرأة و كحفص امام القرأة تاسف فى الحد يث : و للحروب رجا ل يعرفو ن بها

اس کا موید ہے جو کہا گیا ہے لکل فن ر جا ل۔ اور نیز کہا گیا ہے:

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست

مانع دوم۔ یہ کہ خصوم حاسدین میرے اس محدثانہ کلام کو اہانت پر حمل کریں گے اور مجھے اس شخص کی طرف سے منحرف وغیر معتقد قرار دیں گے حالانکہ میں ان کے معتقدین سے ہوں۔ اور سوائے اسکے کہ میں ان کو علم حدیث میں بہ نسبت اور آئمہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فن کے کم سمجھتا ہوں، کوئی بدگمانی نہیں رکھتا و اللہ علی ذلك شهید و کفی به شهیداً۔

پس بلحاظ ان دو مانع کے میں تفصیل نام و حال اس دوسرے راوی سے تعرض نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ لوگ خود در پئے تفتیش ہوئے اور میرے اس بیان کے مکذب ہو کر اس راوی کے حال کے کرید کرنے لگے تو ان کے مقابلہ میں میں بھی قلم اٹھاؤنگا۔ اس صورت میں بدنام کرنے والے اس شخص کے عوام میں وہ لوگ ہوں گے نہ راقم۔ غیر معتقدان کے وہ قرار دیئے جائیں گے نہ یہ عاجز۔ و قد جاء الوزر علی البادی۔ اور اگر کسی ثالث بالخیر کو بنظر انصاف و تحقیق کے ابھی سے ملاحظہ حال اس شخص کا منظور ہو تو وہ تمام رواۃ اس اسناد کے تفتیش کرے ان میں خود بخود اس شخص کو پہچان جاوے گا اور اس کے حق میں اقوال علماء مذکورین جیسے ہم نے مجملاً ذکر کئے ناطق پاوے گا۔

بالجملہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے دو راوی مجروح ہیں۔ اسی واسطے آئمہ حدیث نے حدیث حضرت ابن مسعودؓ کو بلاتفصیل و تخصیص کسی طریق کے ضعیف کہہ دیا ہے۔ اگر یہ طریق ضعف رواۃ سے محفوظ ہوتا تو علی الاعلان اس کو ضعیف نہ کہتے اس طریق کو اس سے مستثنیٰ کرتے۔

اب سنو اقوال ان آئمہ کے جو حدیث ابن مسعودؓ کو ضعیف فرما گئے ہیں۔ پس سننا چاہیے کہ عبداللہ بن مبارکؒ نے جو امام ابوحنیفہؒ کے صحبتی ہیں اس نے حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہوئی۔ ایسا ہی امام بخاریؒ اور امام احمدؒ و امام علی بن المدینیؒ اور امام ابوداؤدؒ اور امام یحی بن آدمؒ اور امام ابوحاتمؒ اور امام دارقطنیؒ اور امام دارمیؒ اور امام حمیدی کبیرؒ اور امام بیہقیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ بڑی اچھی حدیث اہل کوفہ کے پاس یہی حدیث ابن مسعودؓ کی ہے اور حقیقت میں یہ بڑی ضعیف ہے۔ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے محلی شرح موطا میں بعد نقل کرنے حدیث ابن مسعودؓ کے کتاب ترمذی و ابوداؤد سے کہا ہے:

قال ابو داؤد و هذا حدیث مختصر من طویل لیس هوالصحیح علی ذلك اللفظ قال الحافظ ابن حجر فی تخریج الرافعی قال ابن المبارك لم یثبت عندی و ضعفه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد و شیخه یحی بن آ دم و البخاری و ابو دا ؤد و ابو حاتم و الدار قطنی و الحمیدی الکبیر و البهیقی و قا ل ابن حبا ن هذا احسن خبر روی اهل الکو فه و هو فی الحقیقة اضعف شئی یعو ل علیه لا ن له علة تو هنه و وقع فی الخلا صه للنووی حکا یة ا لاتفاق علی تضعیف هذا الحد یث انتهی ۔

و قا ل ابن القطا ن هو عندی صحیح ولا یقو ل ثم لایعود فقد قالوا ان و کیعاً کا ن یقو ل من قبل نفسه و کذا قا ل الدار قطنی انه صحیح ا لا هذه ا للفظة ذکره الحا فظ فی تخر یج الهدا یة

اور امام محمد بن علی شوکانیؒ نے فوائد مجموعہ میں کہا ہے:

و قد ضعفه ابن المبا ر ك و احمد و البخاری ۔ و قا ل النووی فی الخلا صة اتفقوا علی تضعیف هذا الحد یث، انتهی ۔ و قد عا ر ضه ا حا دیث متوا ترة علی نحو عشرین صحا بیاً ۔ و الثبت مقدم علی النا فی علی فر ض صلا حیةهذا الحد یث و الفرد للا عتبار فکیف و هو کما تر ی۔

ملا علی قاریؒ نے کتاب موضوعات میں بعض آئمہ سے نقل کیا ہے:

و منها ا حا دیث المنع عن رفع الیدین فی الصلو ة عند الرکوع و الر فع منه کلها کذ ب با طلة لا یصح منها شئی کحدیث ابن مسعود الا ا صلی بکم صلوة رسو ل الله ﷺ قال فصلیفلم یر فع ید یه ا لا لاول مر ة قا ل ابن المبا ر ك قد ثبت حد یث سا لم عن ابیه فی الر فع و لم یثبت حد یث ابن مسعود کحد یثه ا لآ خر صلیت مع رسو ل الله ﷺ و ابی بکر و عمر فلم یر فعوا ا لا عند افتتا ح الصلوة و هو منقطع لا یصح۔

اور شیخ ابن طاہر حنفیؒ نے اپنے رسالہ موضوعات میں کہا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قا ل ابن حبا ن هذا ا حسن خبر رو ی اهل الكو فة و هو فی الحقيقة اضعف شئی ۔ و قا ل النووی اتفقوا على ضعفه ۔

ان دو صا حبوں ا خیر الذکر نے حمیت مذہبی کو کام میں لا کر اس جرح کا کچھ جواب بھی دیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے بعد نقل اس کلام کے کہا ہے:

قلت حد يث ابن مسعود رواه ابو دا ؤد و التر مذی قا ل الترمذی حد يث حسن و ا خر جه النسا ئی عن ابن المبا ر ك بسنده فما نقل عن ابن المبار ك غير ضا ر بعد ما ثبت بالطريق التی ذكر نا ها ۔

اور شیخ ابن طاہرؒ نے بعد نقل کرنے کلام نوویؒ کے کہا ہے:

قا ل الز ر كشی نقل ا لا تفاق ليس بشیء فقد صححه ابن حزم و الدار قطنی و ابن القطا ن و غير هم و بو ب عليه النسائی ر خصته فی تر كه و نقل ابن حجر فی تخر يج احاديث الهدا يه تصحيحه عن الدار قطنی و ابن القطا ن ۔

اور ذکر تصحیح امام ابن حزمؒ اور تحسین امام ترمذیؒ کا صاحب محلی نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔

پس جواب ملا علی قاریؒ کی پہلی بات کا یہ ہے کہ اگر چہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی تحسین کی ہے ولیکن خود ہی ابن المبارکؒ سے اس کی تضعیف نقل کر دی ہے چنانچہ صفحہ ۳۶ میں اپنی کتاب کے کہا ہے:

و قا ل عبد الله بن المبا ر ك قد ثبت حد يث من ير فع و ذكر حد يث الز هری عن سا لم عن ابيه و لم يثبت حد يث ابنمسعود ان النبی ﷺ لا ير فع يد يه ا لا فی او ل مر ة ۔

پس باوجود نقل اور تسلیم اس کلام کے پھر حسن کہنا ان کا کیونکر لائق تسلیم وقبول ہے خصوصاً جس حالت میں کہ ترمذی کو تصحیح وتحسین میں تساہل بھی ہے۔ اسی واسطے اس کی جامع، سنن ابی داؤد ونسائی سے نیچے درجہ شمار کی جاتی ہے اور اس پر بسبب صحیح کہنے بعض احادیث ضعیفہ کے سخت تشنیع محدثین واقع ہوئی ہے چنانچہ دیباچہ محلی شرح موطا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نقل ہے:

قا ل الذ ھبی انحطت ر تبة جا مع التر مذی عن سنن ابی داؤد و النسا ئی لاخرا جه حد یث ..و الکلبی و امثا لها۔ فی المیزان لا تغتر بتحسین التر مذی فعند المخا لفة غا لباً ضعا ف ۔

اور حا فظ ابن قیمؒ زا دالمعاد میں بعد نقل کر نے حد یث علی مرتضیٰؓ در با ب مسئلہ جواز ا جتما ع نام اور کنیت آنحضرت ﷺ کے جس کو تر مذیؒ نے حسن اور صحیح کہا، فر ما یا ہے و حدیث علی فی صحته نظر و للترمذی نوع تسا هل فی التصحیح ۔ اور تا ئید کرتا ہے اس کی جو امام شوکا نیؒ نے صفحہ ۲۵۴ میں فوائد مجموعہ کے ایک حد یث سخت ضعیف نقل کر کے کہا ہے:

و فی اسنا ده کثیر بن عبد الله بن عمرو بن عو ف قا ل ابن حبا ن له عن ابیه عن جد ه نسخة موضو عة قد روی له الترمذی و صحح حد یثه و اعتر ض علیه بذ لك۔

اور جواب دوسری بات کا جو درحقیقت ابن ہمام کی طبع زاد ہے اور ان کی تقلید سے ملا علی قا ریؒ و شیخ عبد الحق دہلویؒ و ابرا ہیم حلبیؒ نے وہ با ت کہی ہے یہ ہے کہ وہ طریق جس سے حد یث ابن مسعودؓ، ابن مبارکؒ سے نسا ئیؒ نے روا یت کی ہے وہی طریق عاصم بن کلیب کا ہے جس میں بڑی زور شور سے محد ثین کے کلام مشہور و معروف اور ان حضرات کو معلوم ہے ۔ پس ذ کر کر نا اس طریق کا بمقا بل جر ح ان آئمہ جا رحین کے کب لا ئق ہے اور اگر ابن مبا رکؒ کے روا یت کر نے سے اس حد یث کو طر یق عاصم سے یہ حضرات سمجھ گئے ہیں کہ ابن مبارکؒ نے اس کو صحیح سمجھا ہے اور عا صم بنکلیب کی تعدیل کی ہے تو یہ محض نا واقفی کی بات ہے۔ اصول حد یث میں یہ ثا بت ہو چکا ہے کہ اگر کوئی ثقہ کسی شخص سے کوئی روا یت کرے تو اس سے اس شخص کی تعدیل اس ثقہ کی طرف سے متصور نہ ہو گی چنا نچہ امام ابن صلاحؒ نے ۲۳ ویں نوع میں اپنی کتا ب علوم الحد یث کے فر ما یا ہے:

السابعة اذا روی العد ل عن ر جل و سما ه لم تجعل روا یة عنه تعد یلاً منه له لان ذ لك یتضمن التعد یل و الصحیح هو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاو ل لا نه یجوز ان یر وی عن غیر عد ل فلم یتضمن روایته عند تعدیله

اور جواب ابن طاہرؒ کی پہلی بات کا یہ ہے کہ امام ابن حزمؒ کی تصحیح اگر سبب جرح حدیث کو اٹھا کر ہوتی تو صلاحیت معارضہ رکھتی اور جس حالت میں کہ جارحین نے سبب جرح مبین ومفصل بیان کیا ہے اور امام ابن حزمؒ نے اس کو نہیں اٹھایا تو انکا جرح اس کی تصحیح پر مقدم ہے چنانچہ کتاب مسلّم الثبوت میں جو حنفی مذہب میں معتبر کتاب ہے کہا ہے:

اذا تعا رض الجر ح و التعدیل فا لتقدیم للجر ح مطلقاً عند الا کثر و قیل للتعدیل عند زیادة المعد لین و محل الخلا ف اذا اطلقا او عیّن الجا ر ح سببا لم ینفد العدل او نفا ه لابتعین۔

اور مقدمہ امام ابن الصلاحؒ کی تئیسویں نوع میں لکھا ہے:

اذا جتمع فی شخص جر ح و تعدیل فا لجر ح مقدم لا ن المعدل یخبر عما ظهر من حا له و الجار ح یخبر عن با طن خفی علی المعد ل فا ن کا ن عدد المعد لین ا کثر فقد قیل التعد یل او لی والصحیح الذی علیه الجمهور ان الجر ح اولی لما ذکر نا ه و الله اعلم ۔

ایسا ہی اور کتب اصول حدیث میں مرقوم ہے۔ بناءً علی هذا تصحیح ابن حزم کا لعدم ہے اور قول امام نووی کا کہ یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے بلاغبار صحیح ہے۔ اور مراد اس کی یہ ہے کہ یہ حدیث باتفاق ان لوگوں کے جن کے اقوال مستند بدلیل ہیں اور اعتبار رکھتے ہیں ضعیف ہے۔ اب رہا صحیح کہنا دارقطنی اور ابن قطان کا سو محض بحسب زعم شیخ ابن طاہرؒ کے ہے بحسب واقع ان دونوں صاحبوں نے تصحیح اس حدیث کی بدون لفظ ثم لا یعود کے کی ہے چنانچہ عنقریب محلی شرح موطا کی عبارت میں گذرا۔

و قا ل ابن القطا ن هو عندی صحیح و لا تقو ل ثم لا یعود فقد قا لوا ان و کیعاً کا ن یقو ل من قبل نفسه ۔ و کذا قا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدار قطنی انه صحیح ا لا هذه ا للفظ ذکر ه الحا فظ فی تخریج الهدا یة، نہ تصحیح کل متن کی اور نہ تصحیح خاص اس اسناد کے۔

پس نسبت کرنا شیخ صاحب کا تصحیح اس حدیث کو بلا تفصیل اور حوالہ کرنا اس کا تخریج مسند رافعی پر بجز خطا یا مغالطہ کے کیا متصور ہے۔

جواب دوسری بات ابن طاہرؒ کا یہ ہے کہ استنباط کرنا نسائیؒ کا اس حدیث سے عدم رفع میں اس پر دال نہیں ہے کہ یہ حدیث نسائی کے نزدیک صحیح ہے اور راوی اس کے اس کے نزدیک ثقہ۔ محدثین بسا اوقات ایک حدیث ضعیف راوی ضعیف سے باوجود اس کے ضعیف ہونے کے نقل کر دیتے ہیں اور اس کو عمل میں لے آتے ہیں اور وہ اس حدیث کے صحیح شمار نہیں کئے جاتے چنانچہ مقدمہ ابن الصلاحؒ سے عنقریب نقل ہو چکا ہے کہ جب کوئی ثقہ کسی شخص سے روایت کرے تو اس کے روایت کرنے سے اس کی تعدیل ثابت نہیں ہوتی۔ اسی عبارت کے متصل اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی عالم کسی حدیث پر عمل کر لے اور اس کو حجت ٹھہرا لے تو اس سے اس کی تصحیح ثابت نہیں ہوتی چنانچہ کہا ہے:

و هکذا نقو ل ان عمل العا لم او فتیاه علی وفق حد یث لیس حکماً منه بصحة ذلك الحد یث و کذا لك مخا لفة للحد یث لیس قد حاً منه فی صحته ولا فی را ویه۔

اور خاص کر امام نسائیؒ کی تو یہ عادت ہے کہ ہر راوی ضعیف کی حدیث کو اخذ کر لیتا ہے جب تک کہ اس کے ضعف و متروک ہونے پر اتفاق نہ ہو اگر چہ بہت لوگ اسکو ضعیف کہیں چنانچہ طیبیؒ کے اصول میں ہے:

قیل کا ن مذ هب النسا ئی ان یخرّ ج عن کل من لم یجمع علی تر که۔

ایسا ہی شرح نخبہ میں ہے بصفحہ ۹۴۔

اور جو شخص ضعیف راوی سے باوجود علم اس کے ضعف کے حدیث کو روایت کرے اس کی روایت سے تصحیح کب مستفاد ہو سکتی ہے۔ اس بیان سے سب اعتراضات حنفیہ کے او پر جا رحین اس حدیث کے مندفع ہوئے اور ضعف اس حدیث کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلامزاحمت ثابت ہو گیا، جس سے جواب ثانی کا مل ہوا۔ اور اس سے دو جواب اس قصہ مکذوبہ موضوعہ کے پورے ہو گئے اب ہم دونوں کو ایک تتمہ اور ایک لطیفہ سے ختم کرتے ہیں۔

تتمہ:

یہ جو بضمن دلیل اول ابن الصلاحؒ کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے کہ پچھلے زمانوں میں تصحیح احادیث مجرد اعتبار اسانید سے متعذر ہے اور باب تصحیح میں تصریح و تنصیص آئمہ سلف کے بکار ہے اس میں بعض علماء نے جو ابن الصلاحؒ سے پیچھے ہوئے جیسے عراقیؒ نوویؒ سیوطیؒ ابن جماعیؒ، یہ کلام کیا ہے کہ اگر کسی کو پچھلے زمانوں میں وہ قوت تمیز حاصل ہو جو متقدمین کو تھی تو وہ بھی اپنے اجتہاد سے حدیث کو صحیح کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابوالحسن قطانؒ نے ابن الصلاح کےؒ زمانہ میں اور حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ نے اور حافظ زکی الدین منذریؒ وغیرہ نے اس کے پیچھے بعض احادیث کو صحیح کہا ہے لیکن اس کلام کو میرے مدعا سے مخالفت نہیں ہے میرا مدعا جس پر میں نے عبارت ابن الصلاحؒ کو شاہد ٹھہرایا ہے اس مقام میں اسی قدر ہے کہ مجرد وجود سند اور ثقاہت اس کے رجال کے جو آج کل کے لوگوں کے خیال میں آوے کافی نہ ہوگی جب تک کہ اس فن کے ناقد آئمہ حدیث سے اس کی تصحیح ثابت نہ ہو، سو اس میں متعقبین ابن الصلاح کو بھی کلام نہیں انہوں نے بھی منصب تصحیح کے واسطے کمال معرفت وقوت وتمیز واتقان کو شرط ٹھہرا رکھا ہے اور یہ نہیں کہا کہ کس و ناکس یہ منصب رکھتا ہے۔ رہا یہ امر کہ جو ابن الصلاحؒ اور اس کے متعقبین میں اختلاف ہے ابن صلاح کے نزدیک تصحیح متقدمین سے مخصوص ہے۔ متاخرین پر اس کا دروازہ بند ہے اس کے متعقبین کے نزدیک یہ منصب آئمہ متاخرین میں بھی پایا جاتا ہے، اس میں حق پر کون ہے، سو یہ دوسری بات ہے جس سے اسجگہ بحث نہیں اور اگر کسی کو اس میں بحث منظور ہے تو اس گفتگو سے جس میں یہ تحریر ہو رہی ہے علیحدہ ہو کر اس میں بحث شروع کرے۔ میں اس اختلاف میں حق بجانب ابن الصلاحؒ خیال کرتا ہوں اور اس کے مقابلین میں خطا کا گمان رکھتا ہوں اور میں اس میں کچھ تحریر بھی کر چکا ہوں۔ من شاء فلیرا جعھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لطیفہ:

بعض مضامین میرے ان جوابوں کے ہمارے مخاطب پردہ نشین کو جو ایک بچہ کے حجاب میں بحث کر رہا ہے بواسطہ تحریر میرے احباب کے پاس پہنچے اس کے جواب میں جو کچھ گوہر افشانی ان سے ہوئی ہے وہ اس مقام میں نقل کر دینا موجب لطف سمجھتا ہوں اور اس میں دو فائدے مدنظر رکھتا ہوں۔ ایک یہ کہ اس شخص کو پھر حوصلہ قلم اٹھانے کا میری اس تحریر کے جواب میں باقی نہ رہے، دوسرے یہ کہ اس کی علمیت و فضیلت جس کا وہ مدعی ہے اور بلحاظ اس فضیلت کے طالب کہنے کو اپنی ہتک سمجھتا ہے لوگوں پر منکشف ہو جاوے۔

پس واضح ہو کہ اولاً جو میں نے لکھا ہے کہ یہ قصہ بلا اسناد ہے اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے تو کتب معتبرہ سے نشان دے دیا اور وہ بلا مسند ہیں۔ ھذا کلا مہ۔

اسکا جواب یہ ہے کہ سند و اسناد اصطلاح اہل اصول میں کتاب معتبر کو نہیں کہتے بلکہ طریق متن حدیث کو کہتے ہیں یعنی ان راویوں کو جن کے ذریعہ سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔ دیکھو شرح نخبہ اور دو تین ورق کا رسالہ اصول جو جامع ترمذی کے ابتداء میں لگ رہا ہے۔ شرح نخبہ کی عبارت یہ ہے:

الاسناد حکایۃ طریق المتن۔

اور اس کی دوسری جگہ میں ہے:

الاسناد ھو الطریق الموصلۃ الی المتن و المتن ما ینتھی الیہ الاسناد۔

پس آپ کا کتاب فتح القدیر و خوارزمی کو سند سمجھنا بجز ناواقفی کے اصول حدیث میں کیا متصور ہوا، اور اگر آپ کا یہ دعوی ہے کہ ان کتابوں میں جو کچھ ہے و باسناد مصطلح اہل اصول ہے تو یہ خلاف واقع ہے ان کتابوں میں باسند باتیں بھی ہیں اور بلا اسناد بھی ہیں۔ دیکھو یہی قصہ مناظرہ کا جس کی سند سفیان تک نہیں پہنچائی۔ اور ثانیاً جو میں نے لکھا ہے کہ یہ قصہ خوارزمی میں ابن عیینہ سے بلا اسناد قبول؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا ہے کہ نہیں صفیان سے ہے (ایسا ہی صفیان صاد سے جناب کی تحریر میں ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دراصل یہ لفظ سین سے ہے۔محمد حسین) پھر فرمایا ہے کہ اب کہو کون سا سلسلہ اسناد کا ٹوٹا (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۵ ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ہشتم ستمبر ۱۸۷۷ء

(مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

کہ شاگرد کا شیخ سے فاصلہ رہا ہے فرق باعتبار..اسماء الرجال تاریخ دین سے نکالو ورنہ دروغ بے فروغ سے کیا حاصل ہے۔ھذہ کلا مہ ۔

اس کے جواب میں، میں (یعنی محمد حسین بٹالوی) کہتا ہوں کہ آپ کا یہ کہنا کہ ابن عینیہ ابن صفیان ہے اس سے آپ کی ناواقفی مشاہیر... سے ثابت ہوتی ہے جناب من! ابن عینیہ ہی سفیان کو کہتے ہیں اگر کسی استاد سے مشکوۃ بھی پڑھ لیتے تو یہ بات نہ کہتے۔اور آپ کا یہ کہنا کہ کون سا سلسلہ اسناد کا ٹوٹا ہے کہ شاگرد کا شیخ سے فاصلہ رہا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حدیث کے کوچہ میں کبھی قدم نہیں رکھا آپ نے خوارزمی کو شاگرد اور ابن عینیہ کو شیخ سمجھ کر سلسلہ سند کو متصل سمجھ لیا ہے اور یہ بات اہل حدیث کے درس میں بیٹھنے والا نہ کہے گا جناب من خوارزمی ساتویں صدی میں ہوا اور سفیان بن عینیہ تیسری صدی میں گزر چکا۔سنہ پیدائش خوارزمی، فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ کے صفحہ ۸۳ میں لکھا ہے:

محمد بن محمود بن محمد بن الحسن الخوار ز می ابو المؤید الخطیب و لد سنه ٦٠٣ ثلاث وست مأة

اور سن وفات ابن عینیہ تقریب میں صفحہ ۱۵۲ بیان کیا ہے:

سفیا ن بن عینیه بنابی عمرا ن میمون الهلا لی ابو محمد الکوفی ثم المکی ثقة حافظ فقیه اما م حجة ا لّا انه تغیر حفظه بآ خره . . الی ان قال .. ما ت فی ر جب سنه ثما ن و تسعین یر ید بعد المأة کما صر ح به فی خطبة الکتا ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس با وجود تین سو برس کے فاصلہ کے دوشخصوں میں ایک کو شاگرد اور دوسرے کو استاد خیال کرنا بجز جناب فضیلت مآب کے کس سے ہوسکتا ہے اور ایسی دلیری اور بہادری جس میں عقل ونقل دونوں سے مقابلہ ہو بجز آپ کے کون کرسکتا ہے

ثالثاً جو میں نے بحوالہ کتب اصول لکھا ہے کہ حدیث معلق ضعیف ہوتی ہے اس کے جواب میں آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ بانی مبانی اصول کون ہیں حنفی شافعی یا صحابہ کرام یا آنحضرت ﷺ۔ دوسرے یہ کہ یہ بات اصول حدیث میں کہاں ثابت ہے، بیان کرو یا حوالہ کتاب کا دو۔ اس کے جواب میں یہ التماس ہے اگر چہ بنانے والے کتب اصول کے صحابہ اوررسول اللہ ﷺ نہیں ولیکن اقوال صحابہ اور احادیث آنحضرت ﷺ اور آیات کتاب اللہ سے وہ اصول مستنبط ہیں جن پر ہمارا اعتماد ہے۔ اسی مسئلہ ضروری...اسناد کو ملاحظہ فرمائیں جس سے حدیث معلق کی بے اعتباری نکلتی ہے کہ اس میں آیات واحادیث وآثار موجود ہیں جن کی تفصیل خطبہ صحیح مسلم میں مرقوم ہے اور ثبوت ضعف حدیث معلق کا شہادت کتاب ونقل عبارت سے ہماری تحریر میں گزر چکا ہے۔

اسی طرح کی اور چند باتیں قلم گوہرافشان میں لائے ہیں ولیکن نقل کرنا ان سب کا موجب تضیع اوقات نظر آیا، لہذا مشتے نمونہ خردار پر اکتفا کیا گیا۔

و لیکن هذا آخر ما کملت به الجواب عن حکایة المناظرة التی وضعها الکاذبون و نقلها القاصرة ذلك الحجة البالغه القاهرة فله الحمد علی ما اسبغ علینا من نعمة الباطنة و الظاهرة

دوسرا سوال میرا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا آہستہ آمین کہنا کسی حدیث صحیح قطعی الدلالۃ سے ثابت کیا جائے یا کوئی آیت قطعی الدلالۃ اس میں پیش کی جائے۔ اس کے جواب میں ہمارے مخفی مخاطب نے یہ لکھا ہے کہ صاحب صحیح بخاری نے صفحہ ۱۰۷ میں کہا ہے کہ آمین دعا ہے اور بہت ظاہر ہے کہ آمین ایک طرح کی دعا ہے پس دلیل قوی معشر عظیمہ اعنی علماء حنفیہ کی یہ آیت ہے قال اللہ تعالی: ادعوا ربّکم تضرعاً و خفیة۔ الآیہ۔ (ترجمہ۔ دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر چپکے)۔ اور اس تحریر سے ہماری بلاتکلف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکل اول منعقد و ہویدا ہوتی ہے کما لا یخفی علی ادنی عاقل ۔ اوراس دلیل ہماری کو صاحب قسطلانی شارح صحیح بخاری نے صفحہ ۸۴ سطر ۱۶ میں بیان کیا ہے ۔ پس ثابت ہوا قول بخاری اور آیت قرآن مجید سے کہ آمین کو آہستہ کہنا چاہیے نہ چلاّ کر اور پکار کر ۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ بعض مفسرین نے اس آیت کے کچھ اور معنی کئے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مقلد کسی مفسر شافعی وغیرہ کے مت بنو ترجمہ قرآن کا کتب لغت وغیرہ سے کرلو اور دلائل باعتبار احادیث کے ہیں اس قرطاس میں گنجائش نہیں ۔

جواب اس کا دو طریق سے ہے ۔ طریق عامی ، طریق خاص اصولی ۔

تقریر طریق عامی جس کو عوام بھی سمجھ سکیں ، یہ ہے کہ اس استدلال میں آپ کے تین وجہ سے کلام ہے ۔

اول یہ کہ اس آیت میں بزعم جناب کے دعا کے آہستہ کہنے کا ارشاد ہوا ہے نہ بہ آہستگی آمین کا ۔ حکم آہستگی آمین اس سے تب مستفاد ہے جب کہ آمین دعا ہو اور دعا ہونا آمین کا کسی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ مجیب نے اس پر کوئی دلیل کتاب اللہ یا حدیث سے جس کا ہمارے اشتہار میں مطالبہ ہے پیش کی ہے ۔ اور جو بزعم خود قول بخاری کو دلیل سمجھ کر لایا ہے وہ آیت یا حدیث نہیں ہے ۔ پس حکم آہستگی آمین کا اس آیت سے ثابت نہ ہوا ۔

وجہ دوم یہ کہ اس آیت میں مراد اخفاء سے بہت نہ چلاّنا ہے ، نہ ایسا آہستہ کہنا جس کو کوئی نہ سنے ۔ چنانچہ اور کئی آیتیں اس مراد کی تفسیر کرتی ہیں ۔ ازانجملہ یہ آیت ۔ و لا تجهر بصلوتك و لاتخافت بها و ابتغ بين ذالك سبيلاً (الاسری : ۱۱۰) ۔ یعنی نہ بہت اونچی دعا مانگ نہ بہت آہستہ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ راہ ۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہ آیت دعا کے باب میں نازل ہوئی ہے

رواه البخاری فی صحیحه ۔

(حد ثنا طلق بن غنا م : حد ثنا زا ئده عن هشا م ، عن ابيه ، عن عا ئشةؓ ، قا لت : انزِل ذ لك فی الدعا ۔ بخاری حدیث نمبر ۴۷۲۳

حد ثنا عبيد بن اسما عيل : حد ثنا ابو اسامة عن هشا م ، عن ابيه ، عن عا ئشةؓ : قا لت : نز لت هذه ا لآ ية (و لا تجهر بصلا تك و لا تخا فت بها) فی الدعا ۔ صحیح بخاری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث نمبر ۷۵۲۶

تفسیر معالم التنزیل میں امام بغویؒ نے لکھا ہے: و قا ل قوم : نز لت ا لآ یة فی الدعا ، و ھو قو ل عا ئشةؓ و النخعی ، و مجا ھد و مکحو ل ۔ ، ا خبر نا عبد الوا حد المليحی، انا ا حمد بن عبد الله النعيمی ، انا محمد بن يوسف ، ثنا محمد بن اسما عيل ، ثنا طلق بن غنا م ، ثنا زا ئدة عن هشا م عن ابيه ، عن عا ئشةؓ(فی قو له تعا لی) (و لا تجهر بصلا تك و لا تخا فت بها) ، قا لت ۔ انزل ذ لك فی الدعا)

بناءً علیہ اس آیت سے چلاّ نے کی مما نعت اور میا نہ آ واز سے دعا ما نگنے کی ہدایت نکلی ۔ پس اگر بطور تنز ل ما نا بھی جا وے کہ آ مین دعا ہے، تو اس سے حکم آ مین اسی قدر مستفاد ہوا کہ آ مین کو چلاّ کر نہ کہیں بلکہ میا نہ آ واز سے ، جو نہ بہت بلند ہو نہ بہت پست اور یہ مفید مدعا مخالفین نہیں ہے ۔ ان کا مدعا اور مذ ہب تو یہ ہے کہ آ مین ایسی آہستہ کہی جا وے جس کو پاس وا لے نہ سنیں ۔ پس اس کو دعا مان کر بھی کا م نہ بنا ۔

وجہ سوم یہ کہ اگر ہم فرض بھی کر لیں کہ مرادا خفا سے اس آیت میں ایسی آہستگی ہے جس میں آ واز نہ نکلے تو بھی حکم آ مین اس سے مستثنیٰ رہے گا ۔ اس لئے کہ جس پیغمبر ﷺ پر یہ آیت اتری اسی نے آ مین کو اور کئی دعا ؤں میں جہر کیا ہے ۔ پس اگر حکم آ مین اوران دعاؤں جہری کا اس سے مستثنیٰ نہ ہوتا تو وہ آ مین وغیرہ دعا ئیں جہر سے کیوں کرتے ۔ کیا یہ آیت آ نحضرت ﷺ سے پیچھے حنفیوں کے امام پر اتری ہے؟ یا آ نحضرت ﷺ کی سمجھ میں اس کے معنی نہیں آ ئے ؟ یا حضرت ﷺ نے دیدہ و دانستہ آیت کا خلاف کیا ہے؟ مسلمان کی تو یہ شا ن نہیں ہے کہ کو ئی با ت ان میں سے آنحضرت ﷺ کے لئے تجویز کرے ۔ اس آیت سے تمسک کر نے وا لے جو چا ہیں سوفر ما ویں ۔ الحاصل اخفاء آ مین جس طرح کہ حنفیہ کا مذ ہب وا دعا ہے اس آ یت سے ہر گز ہر گز ثا بت نہیں ہوتا جب تک کہ یہ تین امر ثا بت نہ کریں:

اول آ مین کا دعا ہونا ۔

دوم مراد ہونا اخفاء سے آ مین آ ہستہ کہنا جس کو کو ئی نہ سنے ۔

سوم آ مین کا اس آ یت سے مستثنیٰ نہ ہونا ۔

اور بدو ن اثبات ان امور کے اس آ یت سے تمسک کر نا ایسا ہے ایسا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کوئی بکری کو حرام کہے اور اس کی دلیل میں آیت حرمت خنزیر پیش کرے یا آیت حلت شتر بھیڑ سنا دے۔ اور ہر چند جہلاء کے سامنے تو یہ تمسک و استدلال بالآیۃ شمار کیا جاویگا ولیکن علماء کے نزدیک یہ بجز جہالت مستدل کچھ متصور نہ ہوگا۔

تقریر طریق خاص اصولی

جس کو واثقان اصول فقہ و اصول مناظرہ و اصول منطق سمجھ سکتے ہیں اور اس میں انہیں وجوہ ثلاثہ مذکورہ سابق کی علمی طرز پر تفصیل ہے، کہ تصویر استدلال مجیب کے جس کو آپ نے بغرض اظہار منطق دانی کے شکل اول سے تعبیر فرمایا ہے اس طرح ہے:

ا لآ مین دعا و کل دعا یجب اخفاء بحیث لا یسمعه من یلی الدا عی فلآ مین یجب ا خفاء کذ لك

اس میں تین وجہ سے کلام ہے۔ اول یہ کہ اس کا صغری ممنوع و غیر مسلّم ہے، کیوں جائز نہیں کہ آمین اسم فعل ہو جس کے معنی یہ ہیں ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے۔ یا یہ دعا کی طرح حدیث میں آیا ہے یا یہ اللہ کا نام ہو، جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

قا ل ابن عباس و قتاده معناه کذ لك یکو ن و قا ل مجا هد هو اسم من اسما ء الله تعا لی و هو طا بع الدعاء و قیل خا تم الله علی عباده و دفع به الآ فات عنهم کخا تم الکتا ب یمنع من الفساد و ظهور ما فیه۔ انتهی۔

اور سنن ابوداؤد میں ابو مصبح سے مروی ہے:

قا ل کنأا نجلس الی ابی ز هیر النّمیری، و کا ن من الصحابة، فیتحد ث ا حسن الحد یث فا ذا دعا الر جل منّا بد عاءٍ قا ل: اختِمه بآ مین ۔ فا نّ امین مثل الطابع ، علی الصحیفة۔ قا ل ابو زهیر ا خبر کم عن ذلك، خر جنا مع رسو ل الله ﷺ ذات لیلةٍ، فاتینا علی ر جلٍ قد الحّ فی المسألةِ۔ فوقف النبی ﷺ یستمع منه۔ فقا ل النبی ﷺ: او جب ان ختم۔ فقا ل ر جل من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القو م: با یّ شیء یختم۔ فقا ل بآمین۔ فا نّه ان ختم بآ مین فقد اوجب۔ فا نصرف الر جل الذی سأل النبی ﷺ ، فاتی الر جل فقا ل : اختِم یا فلا ن ! بآ مین و ابشر و هذا لفظ محمود (سنن ابو دا ؤد حد یث نمبر ۹۳۸) ۔

طرفہ یہ کہ کلام امام ابوحنیفہؒ جو مبسوط میں منقول ہے نیز اس کی مؤید ہے کہ آمین دعا نہیں ۔مبسوط میں لکھا ہے:

رو ی عن ابی حنیفه انه قا ل و لا یقو ل ا لا مام آ مین انما یقو ل الما مو م و ذ لك لا ن ا لا ما م دا ع و الما مو م مستمع و انما یؤمن المستمع لا لدا عی کما فی سا ئر الا دعیة خا ر ج الصلوة ۔

اور موطا امام محمد میں ہے:

فا ما ابو حنیفه فقا ل یومن خلف الا ما م و لا یؤمن ا لا ما م ۔

اور یہ قول امام کا کہ امام آمین نہ کہے ہمارے نزدیک لائق اعتماد نہیں اس لئے کہ حدیث میں صریح آ چکا ہے کہ امام آمین کہتا ہے محل تمسک ہمارا اس نقل میں یہ قول امام کا ہے کہ امام داعی ہے اور داعی کی شان سے آمین کہنا نہیں ہے ۔اس سے صاف ثابت ہوا کہ آمین دعا نہیں بلکہ منافی دعا ہے ۔اور یہ قول حنفیہ پر سخت حجت ہے ۔اور جو مجیب نے قول بخاریؒ سے جو دراصل قول عطا تابعیؒ کا ہے آمین کے دعا ہونے پر استدلال کیا وہ اولاً بجائے خود حجت نہیں خصوصاً ہمارے اشتہار کے جواب میں جس میں آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح قطعی الدلالۃ کا مطالبہ ہے، ثانیاً معارض ہے ساتھ اقوال ان آئمہ کے جن کی تقلید حنفیہ پر واجب ہے اور اس کا خلاف بزعم ان کے حرام ۔ رابعاً اس حدیث مرفوع سے مخالف ہیں جو ابوداؤد سے نقل ہوئی ۔آئندہ اگر مخاطب کو اس آیت سے استدلال کی ہوس ہے تو ان معارضات کو اٹھاوے اور بدلیل صریح قرآن وحدیث ثابت کرے کہ آمین دعا ہے ورنہ اس آیت سے تمسک کرنا بڑی شرم کی بات ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تنبیہ:

ایک موسوس نے جس کے برابر زمرہ مقلدین میں کوئی کذاب نہیں دیکھا نہ سنا آمین کے دعا ہونے پر آیت قد ا جیبت دعو تکما سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ موسیٰؑ دعا کرتے تھے اور ہارونؑ آمین کہتے تھے۔ باایں ہمہ اللہ تعالی نے دونوں کے فعل کو دعا کہا اس سے معلوم ہوا کہ آمین بھی دعا ہے۔ انتھی کلا مہ

اس کا جواب اس نظر سے لکھا جاتا ہے کہ مبادا کوئی اس کو دیکھ کر چونک اٹھے اور ہمارے مقابلہ کو مستعد ہو جائے پھر ہم دوبارہ اس کی جواب دہی کی حاجت پڑے۔ پس سنا چاہیے۔

اولاً یہ کہنا کہ آپ کا کہ حضرت ہارونؑ محض آمین کہتے تھے دعا نہ مانگتے تھے، ثبوت طلب ہے۔ خصم اس کو نہیں مانتا اور اس میں بعض اقوال مفسرین کو بدون مستند کے کتاب اللہ وسنت سے حجت نہیں جانتا۔

ثانیاً اگر بطور تنزل حضرت ہارونؑ کا فقط آمین کہنا مان بھی لیا جائے تو بھی اس میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں دعا کا اطلاق دعا ہارونؑ وموسیٰؑ دونوں کے فعل پر بطور مجاز وتغلیب کے ہے کہ نہ بحسب حقیقت چنانچہ معارضات اربعہ سابقہ حقیقی ہونے سے اس اطلاق کے قرائن صارفہ قویہ ہیں اور بسا اوقات ایک متجاور پر دوسرے کے وصف کا حکم کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آیت:

یخرج منهما اللؤلؤ و المرجان (الرحمان:۲۲)

میں، موتی نکلنے کو دونوں دریاؤں کی طرف نسبت کیا ہے حالانکہ واقع میں وہ دریا شور سے نکلتے ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

و انما یخرج ای اللولؤ من المالح دون العذب، و هذا جائز فی کلام العرب ان یذکر شیئا ن ثمّ یخص احد هما بفعل کما قال عزّ و جلّ: یا معشر الجن و الانس ألم یأتکم رسل منکم (الانعام:۱۳۰) و کانت الرسل من الانس دون الجن۔

(و قال بعضهم یخرج من ماء السماء و ماء البحر۔ قال ابن جریج: اذا أمطرت السماء فتحت الاصداف افوا ها فهیچما وقعت قطرة کانت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لؤلؤة)۔

تفسیر بیضاوی میں ہے:

(کبار الدرر و صغا رہ، و قیل المر جا ن الخرز ا لا حمر ، وان صحّ ان الدرر یخر ج من الملح فعلی الاول) انما قا ل منهما لأ نّه مخر ج من مجتمع الملح و العذ ب، او لانّهما لما اجتمعا صارا کا لشی ء الوا حد فکأن المخر ج من احدهما کا لمخر ج منهما ۔

اسی طرح پر جا ئز ہے کہ دعا حقیقۃً فعل حضرت موسیٰؑ کا نام ہو نہ فعل حضرت ہارونؑ کا، ولیکن حق تعا لی نے بسبب مجا ورت دونوں کے اس کو دونوں کے فعل پر اطلاق فر ما یا ہے۔ پس جب تک جنا ب موسوس اولاً بنقل متصل ... ہارون کا فقط آمین کہنا ثابت نہ کریں وثا نیاً حقیقت ہونا اطلاق دعا کا اوپر آمین حضرت ہارونؑ کے بنقل صریح کتاب وسنت یا محاورہ متوا ترہ یا مشہورہ عرب عر باء کے ثابت نہ کریں استدلا ل آپ کا اس آیت قد ا جیبت دعوتکما پر محض وسواس وتلبیس ہے۔ عصمنا الله منه

وجہ دوئم: یہ کہ کبری شکل جنا ب کا صدق محل منع ہے اور وجوب اخفاء دعا جس کو کوئی نہ سنے غیر مسلّم ہے۔ اور دلا لت آیت ادعوا ر بکم تضر عاً و خفیة کی اس پر ممنوع ہے۔ کیوں جا ئز نہیں کہ مرادا خفا سے اس آیت میں یہ ہو کہ شور وغل نہ مچا ؤ۔ نہ یہ کہ بالکل پست آواز کرو جس کو کوئی نہ سنے چنا نچہ جملہ انّ اللّٰه لا یحبّ المعتدین، جو اس آیت کے اخیر میں ہے اسی معنی کا مؤید ہے جو ہم نے تجو یز کئے ہیں۔ اور آیت

لا تجهر بصلو تك و لا تخا فت بها و ابتغ بین ذ لك سبیلاً

اور آیت

وا ذ کر ر بك فی نفسك تضر عاً و خفیة دو ن ا لجهر من القول بالغدو و الآصا ل و لا تکن من الغا فلین (ا لا عرا ف:۲۰۵)

نیز اسی کے مؤید ہے اور حدیث عا ئشہؓ کہ یہ آیت دعا میں میں نا ز ل ہوئی ہے اسی معنی کی مفسر ہے۔ وحدیث ابی موسیٰؓ جس میں صا ف تصریح ہے کہ لوگ چلا کر اللہ کا نا م لیتے تھے جس پر آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو روکا اسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرف مشعر۔ چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں بذیل آیت اد عوا ر بکم (الاعراف:۵۵) کے لکھا ہے:

ان الله لا یحب المعتدین ای المعتدین فی الدعاء
و قیل اراد به ا لاعتداء با لجهر و الصیا ح، قا ل ابن جر یج:
من ا لاعتداء رفع الصو ت و النداء بالدعا و الصیاح۔
روینا عن ابی موسی قا ل: لمّا غزا رسو ل الله ﷺ خیبر
اشر ف الناس علی وادٍ فر فعوا ا صوا تهم با لتکبیر، فقا ل
رسو ل الله ﷺ :ار بِعوا علی انفسکم انّکم لا تدعو ن ا صمّ و
لا غا ئباً ،انّکم تد عو ن سمیعاً قریباً ۔

اور یہ حدیث حضرت ابوموسی اشعریؓ کی صحیح بخاری میں موجود ہے (جو یوں ہے

:عن ابی موسی ا لاشعریؓ قا ل : کنّا مع رسو ل اللہﷺ فکنّا اذا اشرفنا علی وادٍ هلّلنا و کبّر نا ار تفعت ا صوا تنا۔ فقا ل النبیّ ﷺ : یا ایّها النّاس ! ار بعوا علی انفسکم، فانّکم لا تدعو ن ا صمّ و لا غا ئباً ، انّه معکم ، انّه سمیع قریب۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۹۹۲

عن ابی موسی ا لاشعری قا ل : لمّا غزا رسو ل الله ﷺ خیبر او قا ل : لمّا تو جّه رسو ل الله ﷺ اشرف النّاس علی وا دٍ فر فعوا ا صوا تهم با لتّکبیر : الله اکبر، الله اکبر ، لا اله ا لّا الله ، فقا ل رسو ل الله ﷺ : ار بعوا علی انفسکم انّکم لا تد عو ن ا صمّ و لا غا ئباً۔ انّکم تد عو ن سمیعاً قر یباً و هو معکم ۔، و انا خلف دا بّة رسو ل الله ﷺ فسمعنی و انا اقول : لا حو ل و لا قوّة ا لّا با لله، فقا ل لی : یا عبد الله بن قیسٍ، قلت: لبیك رسو ل الله ۔ قا ل : ا لا ا دلّك علی کلمة من کنزٍ من کنوز الجنةِ ۔ قلت : بلی یا رسو ل الله فدا ك ابی و امّی ، قا ل : لا حو ل و لا قوّة الّا با للّه ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۲۰۲،

عن ابی موسی قال : کنّا مع رسو ل الله ﷺ فی غزاةٍ فجعلنا لا نصعد شرفاً و لا نعلوا شر فاً و لا نهبط فی وادٍ الّا رفعنا ا صوا تنا بالتّکبیر ، قا ل : فد نا منّا رسو ل الله ﷺ فقا ل : یا ایّها النّاس ، ار بعوا علی انفسکم ، فانّکم لا تدعو ن اصمّ و لا غا ئباً ، انّما تدعون سمیعاً بصیراً ۔ ثمّ قا ل : یا عبد الله بن قیس ، الا اعلّمك کلمة هی من کنوز الجنّة ۔ : لا حو ل و لا قوة ا لّا با لله ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۶۱۰

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابی موسی قال : کنّا مع النبی ﷺ فی سفرٍ فکنّا اذا علو نا کبّر نا فقا ل: ار بعوا علی انفسکم فا نّکم لا تدعو ن ا صمّ و لا غا ئباً ۔ تد عو ن سمیعاً بصیراً قر یباً ۔ ثم اتی علیّ و انا اقول فی نفسی : لا حول و لا قوۃ الّا با لله ۔ فقا ل لی : یا عبد الله بن قیس قل : لا حو ل و لا قوۃ ا لّا با لله ، فا نّها من کنوز الجنّة ، او قا ل : الا ادلّك ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۳۸۶)

اور نیز معالم میں بصفحہ ۳۷۱ بذیل آیت دوم یعنی ا ذکر ر بك فی نفسك .. الخ کے لکھا ہے:

اراد فی صلوۃ الجهر لا تجهر جهراً شدیداً بل فی خفض و سکو ن ،تسمع من خلفك۔ و قا ل مجا هد و ابن جر یج : امر ان یذکروه فی الصدور و بالتضرّع الیه فی الدعا و الاستکانة ، دون رفع الصو ت و الصیا ح با لدعا ۔

اور نیز تفسیر معالم میں بصفحہ ۵۴۰ بذیل آیت سوم لا تجهر بصلو تك و لا تخا فت بها (الا سرا: ۱۱۰) کے لکھا ہے:

ا خبر نا عبد الوا حد بن ا حمد المليحی، ا نا ا حمد بن عبد الله النعیمی انبانا محمد بن یو سف، ثنا محمد بن اسما عیل، انا یعقو ب بن ابرا هیم حدثنا هیشم، ثنا ابو بشر، عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قو له تعا لی: و لا تجهر بصلوتك و لاتخافت بها، قا ل: نز لت و رسو ل الله ﷺ مختف بمکة، کا ن اذاصلّی با صحا به رفع صو ته با لقر آ ن، فا ذا سمعه المشر کو ن سبّو القر آ ن و من انز له و من جاء به۔ فقا ل الله تعا لی لنبیّه ﷺ: و لا تجهر بصلو تك، ای بقر أتك فیسمع المشر کو ن فیسبّوا القر آ ن ، و لا تخا فت بها عن اصحا بك ، فلا تسمعهم ۔ و ابتغ بین ذلك سبیلًا ۔

و بهذا ا لا سناد عن محمدبن اسما عیل قا ل حد ثنا مسددعن هیشم عن ابی بشر باسناد مثله و زا د وا بتغ بین ذالك

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبيلا ۔ اسمعهم و لا تجهر حتى يأ خذوا عنك القر آن۔
و قا ل قو م: نز لت الآ ية فى الدعا و هو قول عا ئشه ر ضى الله عنها ، و النخعى و مجا هدو مكحو ل۔
ا خبر نا عبد الواحد المليحى، انا ا حمد بن عبد الله النعيمى، انا محمد بن يو سف، حد ثنا محمد بن اسماعيل، ثنا طلق بن غنا م، ثنا زا ئدة عن هشا م عن ابيه، عن عا ئشه ر ضى الله عنها،(فى قو له تعا لى) و لا تجهر بصلو تك و لا تخا فت بها ، قالت: نز لت ذلك فى الدعا۔
و قا ل عبد الله بن شداد: كان ا لاعرا ب من بنى تميم اذا سلم النبى ﷺ: قا لوا اللهم ار زقنا ما لًا و ولداً فيجهرو ن بذ لك۔ فا نز ل الله هذه ا لآ ية: و لا تجهر بصلو تك ۔
اى: لا تر فع صو تك بقر أتك او بدعا ئك و لا تخافت بها۔ و المخا فته خفض الصو ت و السكو ت۔ و ابتغ بين ذ لك سبيلا اى بين الجهر و الخفاء ۔
ا خبر نا ابو عثما ن سعيد بن اسما عيل الضبى، انا ابو محمد عبد الجبار بن محمد الخز اعى، ا خبر نا ابو العباس محمد بن ا حمد المحبو بى، ثنا ابو عيسى التر مذ ى، ثنا محمود بن غيلا ن ثنا يحى بن اسحاق، ثنا حماد بن سلمة، عن ثا بت عن عبد الله بن ر با ح ا لانصارى، عن ابى قتا ده ان النبى قال لا بى بكر: مررت بك و انت تقرأ القر آن و انت تخفض صو تك۔ فقا ل انيأ سمعت من نا جيت۔ فقا ل ار فع قليلاً ۔و قال لعمر: مررت بك و انت تقرأ و انت تر فع صو تك۔ فقال انى او قظ الو سنا ن وا طرد الشيطا ن۔ فقال ا خفض قليلاً ۔
تمام ہوئیں عبارتیں تفسیر معالم التنزیل کی ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر ۶۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۵ ستمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور یہ جو اس میں اول حدیث حضرت ابن عباسؓ منقول ہے یہ صحیح بخاری میں بصفحہ ۶۸۶ و جامع ترمذی میں بصفحہ ۱۵۹ موجود ہے اور جو آخر میں حدیث حضرت ابن عباسؓ لائے ہیں یہ ترمذی میں بصفحہ ۶۲ جلد اول میں موجود ہے اور جو حدیث حضرت عائشہؓ سے نقل فرمائی وہ صحیح بخاری کے صفحہ ۶۸۶ و ۹۳۶ میں آئی ہے۔ اور قسطلانیؒ نے شرح اس حدیث میں ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے حدیث حضرت عائشہؓ و حدیث اول حضرت ابن عباسؓ میں تطبیق و توفیق ہوسکتی ہے۔ حیث قال:

عن عائشه انها قالت انزل ذلك اى قوله و لا تجهر الخ ۔ فى الدعا من باب اطلاق الكل على الجزء اذ الدعاء من بعض اجزاء الصلوة واخرج الطبرى و ابن خزيمه و الحاكم من طريق خفض بن غياس عن هشام الحديث و زاد فيه فى التشهد و هو مخصص لحديث اذ ظاهره اعم من ان يكون داخل الصلوة و خارجها و عنه ابن مردويه من حديث ابى هريره كان رسول الله ﷺ اذا صلى عند البيت رفع صوته بالدعا او مراده ها معنا ها اللغوى على ما لا يخفى

اور تفسیر بیضاوی میں بصفحہ ۲۸۵ بذیل آیت تنازع فیھا کے لکھا ہے:

انه لا يحب المعتدين، المجاوزين ما امروا به فى الدعا وغيره، نبّه به على ان الداعى ينبغى ان لا يطلب ما لا يليق به كرتبة الانبياء عليهم الصلوة و السلام، و الصعود الى السماء، و قيل هو الصياح فى الدعا و الاسهاب فيه، (و عن النبى ﷺ فسيكون قوم يعتدون فى الدعاء، و حسب المرء ان يقول: اللهم انى اسألك

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجنة و ما قرب اليها من قو ل و عمل، و اعو ذ بك من النار و ما قرب اليها من قو ل و عمل ثم قرأ : انه لا يحب المعتدين)

اور بذیل آیت دوم بصفحہ ۳۰۸ لکھا ہے:

و اذ كر ر بك فى نفسك، عا م فى ا لا ذكار من القر أة و الدعاء و غيرهما، ا و امر للما مو م با لقرائة سراً بعد فرا غ ا لاما م عن قرأته كما هو مذ هب الشا فعى ،تضر عاً و خفيه، متضر عاً و خائفاً ،دو ن الجهر من القو ل، و متكلماً كلا ما فو ق السر و دو ن الجهر فا نه اد خل فى الخشو ع و الا خلاص ، (بالغدو و الآ صا ل ، باوقا ت الغدو و العشيا ت ، و قرِىء ، و الِايصا ل ، و هو مصدر اصل اذا د خل فى ا لا صيل و هو مطا بق للغدو، و لا تكن من الغا فلين ، عن ذكر الله ۔) ۔

اور تفسیر جلالین میں بذیل آیت دوم لکھا ہے:

و فوق السرّ دو ن الجهر من القو ل اے قصداً بينهما ۔

اور طرفہ یہ کہ مفسرین اسی آیت متمسکہ مخاطب سے اخفا اور جہر دونوں کو نکالتے ہیں ۔ اور اس آیت کو دعاء سری و جہری دونوں کے مشروعیت کی دلیل ٹھہراتے ہیں ۔ تفسیر عباسی میں ہے:

اد عوا ر بكم تضر عاً علا نية و خفية سراً و يقا ل تضر عاً مستكيناً و خفيه اے خو فاً

تفسیر معالم التنزیل میں بذیل آیت تدعو نه تضر عاً و خفيه (الانعام:۶۳) جو اس آیت سے لفظ و معنی میں متفق ہے، لکھا ہے: اى علا نية و سراً ایسا ہی تفسیر جلالین میں ہے اور ایسا ہی تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے:

معلنين و مسرين، او اعلا ناً و اسراراً ۔

اور اگر مراد خفیہ کے اس آیت میں عدم مطلق جہر ہوتا نہ عدم جہر عنیف تو مفسرین یہاں اخفاء کے ساتھ جہر کو جمع نہ کرتے اور حق تعالی بھی آیات سابق الذکر میں سر و جہر کو جمع نہ فرماتا ۔ پس ان آیات اور اقوال مفسرین و احادیث سید المرسلین ﷺ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقوال صحابہ وتابعین سے صاف ثابت ہوا کہ یہاں مراد اخفا سے ایسا اخفا ہے جو مطلق جہر کے منافی نہیں ہے بلکہ جہر عنیف کے منافی ہے جس کو چلّانا کہتے ہیں۔ حنفیہ سلف و خلف سے جو اس آیت کو تمسک کرتے ہیں عموماً اور مخاطب سے خصوصاً ہم کو تعجب و افسوس ہے کہ ان آیات کو مطلق جہر کی ممانعت پر دلیل پکڑتے ہیں اور عوام کالانعام کو قرآن کی آڑ میں بہکاتے ہیں۔ مجھے اپنے مخاطب کم علم نافہم پر اتنا افسوس نہیں جس قدر اس کے پیشوایان مذہب پر افسوس ہے جیسے ملا علی قاریؒ، شیخ عبد الحق دہلویؒ کہ یہ باوجود اس کے کہ عالم و محدث کہلاتے اور فقہ اور حدیث اور تفسیر میں نظر رکھتے سب طرف سے آنکھ بند کر کے اس آیت سے ہاتھ مار گئے ہیں اور اس کو مطلق جہر کے منافی پر دلیل ٹھہرا گئے۔ الحق، تقلید نے ان کی آنکھوں پر پٹی لگا رکھی تھی اور بیساختہ ناحق میں ان کی قلم وزبان جاری کی۔ فانا لله و انا اليه را جعو ن۔

تنبیہ لطیف:

جناب مجیب نے کہیں سے سن لیا ہوگا کہ مفسرین نے معنی اس اخفا کے ایسے کئے ہیں جو مطلق جہر کے منافی نہیں رہتے بلکہ جہر عنیف کے منافی ہیں، چنانچہ ہم نے تفصیل سے لکھ دیا ہے، پس اسکے جواب میں اپنی اخیر تقریر میں فرمایا ہے کہ مقلد کسی مفسر شافعی وغیرہ کے مت بنو، ترجمہ قرآن کا کتب لغت وغیرہ سے کرلو۔

اس کے جواب میں راقم ملتمس ہے کہ بیان مفسرین اس معنی کی تفصیل میں بے دلیل نہیں ہے بلکہ آیات قرآن واحادیث نبویہ وآثار صحابہ کے اس بیان پر شاہد عدل ہے پس اتباع مفسرین اس معنی کے قبول کرنے میں عین اتباع آیات واحادیث ہے کہ تقلید مفسرین۔

ثانیاً قول جناب کا اگر اسی محل میں محدود مقصود ہے تو یہ دھینگا دھینگی ہے آپ اس کو انصاف سمجھتے ہیں تو دلیل خصوصیت کی بیان فرماویں اور اگر تمام قرآن کی نسبت یہ قول فرمایا ہے کہ جو معنی قرآن کے لغت سے ثابت ہوں وہ کرلو اس میں کسی کی تقلید نہ کرو تو، دل ما شاد وچشم ما روشن، ہم بھی اسی بات کے مشتاق ہیں اور اسی آب زلال کے پیاسے کہ لوگ تقلید مفسرین وفقہاء کی چھوڑ دیں اور بدون پابندی کسی مفسر وفقیہ کے قرآن وحدیث کے ظاہر معنی پر جو جمہور اہل لسان سمجھتے ہیں عمل کریں۔ سو الحمد للہ آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بھی اس کی اجازت دی اور اپنی زبان گوہر افشاں سے یہ کلمہ فرمایا۔ اس تقدیر پر ہم آپ کے اس کلمہ کے شکر گذار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا عمل بھی اس کے موافق کرے۔ لیکن اس مقام میں باوجود صدق اس قانون کے مفسرین کا اتباع چھوڑنا مناسب نہیں اس لئے کہ یہاں مفسرین کے کلمات کتاب اللہ وسنت وآثار صحابہ کے معافق ہیں جو لغت عرب عربا سے مخالف نہیں۔

وجہ سوم۔ یہ کہ بعد تسلیم صدق کبری کے کلیہ کبری ممنوع ہے اور دلیل جناب جس سے یہ کلیہ نکالی ہے منقوض ہے بہت موانع سے حکم ومفاد اس دلیل کا جو آپ سمجھے ہیں متخلف ہے بہت جگہ قرآن سے جہر دعا کی مشروعیت نکلتی ہے اور سینکڑوں مواضع میں آنحضرت ﷺ سے بہ جہر ثابت ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ثمّ اذا مسّکم الضّرّ فالیہِ تجئرو ن (نحل:۵۳)۔

(یعنی جب تم کو دکھ نکلتا ہے تو تم اس کی طرف آوازیں بلند کرتے ہو)۔

یہ بات اللہ تعالیٰ نے بطور احسان جتانے کے فرمائی ہے اور اس فعل پر انکار نہیں کیا۔ اور بہت مواقع میں جیسے بعد خروج از نماز و بوقت قیام از خواب و بوقت صباح وشام و بوقت خواب و بیداری اور گھر سے نکلتے وقت اور داخل ہوتے ہوئے اور مجالس میں بیٹھے ہوئے اور مجالس سے اٹھتے وقت اور مواقع سفر ونزول غم و بلا میں بوقت لباس پہننے اور کھانا کھانے اور بیت الخلا میں جانے اور اس سے نکلنے کے اور بوقت دیکھنے چاند اور سننے آواز رعد اور دیکھنے بادل اور آندھی کے اور دن عرفہ کے اور شب قدر میں اور بجواب چھینک کے اور کسی سائل دعا کی درخواست پر اور ان کے سوائے صدہا مواضع میں آنحضرت ﷺ سے دعائیں واستعاذہ مروی ہیں جن کا ظاہر جہر ہے اور وہ دعائیں صحاح ستہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ ظاہر محتمل تاویل ہوتا ہے اور خصم کو اس میں چوں چرا کی گنجائش رہتی ہے اس لئے اس مقام میں چند ایسی حدیثیں نقل کرتے ہیں جن میں جہر آنحضرت ﷺ یا آپ کی تقریر کسی کی جہر پر منصوص ہے اور تاویل انکار کو اس میں گنجائش نہیں۔ وہ یہ ہیں جو نمبروار لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری (حدیث نمبر ۶۳۶۴) عن ام خالد قالت سمعت النبی ﷺ اللہ ﷺ یتعوذ من عذاب القبر (الحدیث)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عن موسی بن عقبی قا ل : حدثتنی ابنة خا لد بن سعید بن العا صی: انها سمِعت النبی و و هو یتعوّذ من عذا ب القبر (صحیح بخاری حد یث نمبر : ۱۳۷۶)

۲۔صحیح مسلم (حدیث نمبر۲۲۳۲)عوف سے بن ما لک روایت ہے۔

قا ل صلّی رسو ل الله ﷺ علی جنا زةٍ، فحفظت من دعاء ه هو یقو ل: اللهم اغفر له و ار حمه و عا فه و اعف عنه، و اکر م نز له ، و وسّع مد خله، و ا غسله بالماء و الثّلج و البرد، و نقّه من الخطا یا کما نقّیت الثّو ب ا لا بیض من الدّ نس، و أبدِله داراً خیراً من دا ر ه ، و اهلاً خیراً من اهله، و زو جاً خیراً من زو جه، و اد خله الجنّة ، و أعذه من عذا ب القبر و من عذا ب النار۔

اس روایت کے اخیر میں ہے کہ اس دعاء نبوی کے لئے عوف نے یہ آرزو کی کہ میت میں ہوتا تا کہ وہ دعا مجھے بھیجتے۔ قا ل : تمنّیت ان اکو ن انا ذلك المیت۔

۳۔صحیح مسلم صفحہ ۱۰۰ میں ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر اونٹنی کی اوجھڑی وغیرہ ڈال دی۔ جب بی بی فاطمہؓ آئیں تو انہوں نے اٹھایا؟ جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو بآواز بلند بدعا کی جس کو سن کر مشرکین ڈر گئے چنانچہ راوی کہتا ہے

(عن عبد الله بن مسعود: بینما رسو ل الله ﷺ یصلّی عند البیت، و ابو جهلٍ و اصحا ب له جلوس ۔ و قد جزور بالامس۔ فقا ل ابو جهلٍ: ایّکم یقوم الی سلا جزورِ بنی فلانٍ فیأخذه ، فیضعه فی کتِفیی محمدٍ اذا سجد ۔ فا نبعث اشقی القوم فأخذه ، فلمّا سجد النبی ﷺ و ضعه بین کتفیه ۔ قا ل : فاستضحکوا ۔ و جعل بعضهم یمیل علی بعض ۔ و انا قا ئم انظر ۔ لو کانت لی منعة طر حته عن ظهر رسو ل الله ﷺ ۔ و النبی ﷺ سا جد ، ما یرفع رأسه ، حتی انطلق انسا ن فأخبر فا طمة ، فجاء ت ، و هی جو یریة، فطرحته عنه ۔ ثم اقبلت علیهم تشتمهم)فلمّا قضی النبی ﷺ صلوته رفع صو ته، ثم دعا علیهم، و کان اذا دعاء دعا ثلاثاً ۔ واذا سأل، سأل ثلاثاً ۔ ثم قا ل: اللهم! علیك بقریشٍ۔ ثلا ث مرا تٍ ۔ فلمّا سمعوا صو ته ذهب عنهم الضحك و خا فوا دعوته

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ثم قا ل : اللهم بأبی جهل بن هشا م ، و عتبة بن ربيعة، و شيبة بن ربيعة ، و الوليد بن عقبة ، و امية بن خلفٍ، وعقبة بن ابی معيطٍ۔

و ذكر السّا بع ولم ا حفظه ،

فو الّذی بعث محمداً ﷺ بالحق ! لقد رأيت الذين سمّی صرعی يو م بدرٍ ۔ ثم سحِبوا الی القليب، قليب بدر (صحيح مسلم)

۴۔ *سنن ترمذی* (حدیث نمبر ۳۴۱۹) میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے :

سمعت رسو ل الله ﷺ يقول ليلةً حين فرغ من صلو ته: اللّهم انّی اسئلك ر حمة من عند ك تهدی بها قلبی، و تجمع بها أمری، و تلمّ بها شعثی، و تصلح بها غا ئِبی ، و تر فع بها شاهدی ، و تزكّیّ بها عملی ، و تلهمنی بها رشدی ، و تردّ بها الفتی ، و تعصمنی بها من كل سو ءٍ، اللهم اعطنی ايما ناً و يقينا ٍ ليس بعده كفر ، و ر حمة انا ل بها شرف كرا متِك فی الد نيا وا لآ خرة ، اللهم انی اسئلك الفو ز (فی العطا ء و يروی) فی القضا ء و نز ل الشهداء و عيش السعدا ء والنصر علی الا عدا ء .. الخ۔

ضمیمہ نمبر ۷۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۲۲ ستمبر ۱۸۷۷ء

(یہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء ہے جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

۵ ۔ *ابوداؤد* میں عن فضا لة بن عبيد يقو ل سمع رسو ل الله ﷺ رجلاً يدعو فی صلوته .. الخ

۶ ۔ اس میں ہے بصفحہ ۲۰۸ عن بر يدة ان رسو ل الله ﷺ سمع رجلاً يقول ا للهم انی اسئلك انت الله لا اله الا انت ۔ الخ ۔

اس میں ہے بصفحہ ۲۱۴ عن انس بن ما لك قا ل :كنت ا خد م النبی ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فکنت اسمعه کثیراً یقو ل: ا للھم انی اعو ذ بك من الھمّ وا لحز نِ و ظلع الدّین و غلبة الر جا ل ۔ (سنن ابو دا ؤد حد یث نمبر ۱۵۴۱ء)

۸ ۔ اس میں ہے بصفحہ ۲۱۰ ۔ حد ثنا مسدد و سلیما ن بن دا ؤد العتکیّ، و ھذا حد یث مسددٍ، قا لا : حد ثنا المعتمر قا ل : سمعت دا ؤد الطفاویّ قا ل : حد ثنی ابو مسلم البجلیّ عن زید بن ارقم قا ل: سمعت النبی ﷺ یقو ل: و قا ل سلیما ن : کا ن رسو ل اللہ ﷺ یقول فی دبر صلوتہ،

اللھم ! ر بّنا و ربّ کل شیء ، انا شھید انّك انت الرّ ب و حد ك لا شر یك لك، اللھم! ر بّنا و ربّ کلّ شیء ، انا شھید ان محمداً عبد ك و رسو لك ، اللھم ! ر بّنا و ربّ کلّ شیء، انا شھید ان العباد کلّھم اخوۃ، اللھم! ربّنا و ربّ کلّ شیء اجعلنی مخلصاً لك و اھلی فی کل سا عةٍ فی الد نیا و الآ خرۃ ، یا ذا الجلا ل و الا کرا م اسمع و استجب، اللہ اکبر ا لا کبر ، اللھم ! نور السما وا ت و ا لا ر ض ۔

قا ل سلیما ن : رب السما وا ت و الا ر ض ۔ اللہ اکبر الا کبر، حسبی اللہ و نعم الو کیل ، اللہ اکبر ا لا کبر (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۵۰۸)۔

۹ ۔ اس میں ہے بصفحہ ۱۰۰ جلد ۲۔ سئل مر وا ن ابا ھر یرۃ: کیف سمعت رسو ل اللہ ﷺ یصلّی علی الجنا زۃ۔ قا ل ابو ھر یرہ :ا للھم أنت ربّھا و أنت خلقتھا ۔ و انت ھد یتھا للاسلا م و انت قبضت رو حھا و انت اعلم بسرّھا و علا نیتھا، جِئنا شفعاء (لہ) فا غفر لہ (سنن ابو دا ؤد حد یث نمبر ۳۲۰۰)

۱۰ ۔ اس میں ہے بصفحہ ۱۰۱ جلد ۲ حد ثنا عبد الر حمن بن ابرا ھیم الد مشقی ، حد ثنا الولید ۔ ح ۔ و حد ثنا ابرا ھیم بن موسی الرازی، ا خبر نا الولید، و حد یث عبد الر حمن، اتمّ قا ل : حد ثنا مروان بن جنا ح عن یو نس ابن میسرہ بن حلبسٍ، عن وا ثلة بن الاسقع قا ل: صلّی بنا رسو ل اللہ علی ر جل من المسلمین فسمعتہ یقو ل: اللھم انّ فلا ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن فلا نٍ فی ذمّتك فقهِ فتنة القبر ،
قا ل عبد الر حمن: فی ذمتك و حبل جوارك، فقِهِ من فتنة القبر و عذاب النار ، و انت اهل الوفاء و الحقّ اللهم فا غفر له و ار حمه انّك انت الغفور الر حیم ۔ (سنن ابو دا ؤد حد یث نمبر ۳۲۰۲)

اسی قسم کی اور صد ہا ا حا دیث ہیں جن میں جہر آنحضرت ﷺ کا ادعیہ و اذ کا ر میں منصوص ہے ولیکن اس مقا م بخوف تطویل اسی قدر پر اکتفا کیا جا تا ہے ۔ اب مدعیان کلیہ کبری ومستدلین آیت مذکورہ آپ ہی غور فر ما ئیں کہ باو جود ثبوت جہر بعض دعا ؤں کے اجازت وتقریر الٰہی وفعل تقریر حضرت رسالت پناہی سے وہ کلیۃ کہاں رہتی ہے ولیکن اس غور کے واسطے علم وفہم وانصاف وحیا شرط ہے۔کما قیل ۔

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجمع کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ ست تکیہ بچون و چرا کنند

پس اگر مستدلین آیت مذکور میں کچھ انصاف سے بہرہ ہوتا تو بعد علم اس بات کے کہ آنحضرت ﷺ نے بعض ادعیہ میں جہر کیا ہے کبھی اس آیت سے تمسک نہ کرتے اور اس سے وجوب اخفا عموماً ادعیہ میں نہ نکا لتے انہوں نے اتنا نہ سوچا کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ پر اتری تھی اور آنحضرت ﷺ کو اس کے معنی مراد پر سب سے بڑھ کر اطلاع تھی باو جود اس کے جب آنحضرت ﷺ نے بعض ادعیہ میں جہر کیا ہے تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم نے تراش کئے ہیں ۔ یہ نہیں تو اتنا ہی سو چتے کہ ہم خود صد ہا دعا ؤں میں جہر کرتے ہیں اور ربنا ،ربنا، یا خدا، پکارتے ہیں اور طرفہ یہ کہ یہی آمین جو نماز میں کڑوی معلوم ہوتی ہے خارج از نماز امام کے ساتھ مقتدیوں سے مل کر اونچی آواز سے کہتے ہیں اور ا للھم ر بنا آ مین اللھم ر بنا آمین چار الفی مدوں سے پکارتے ہیں۔سو اگر مقتضائے وفجوائی آیت مذکور کا یہی عموم ہے اور نفی مطلق جہر ہے تو ہم اس کا خلاف کیوں کرتے ہیں ۔کیا وہ دعا ئیں اور وہ آمین خارج از صلوۃ دعا ئیں نہیں ہیں، یا عموم حکم آیت ان کو شامل نہیں ، ولیکن آفت تقلید نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی آنکھوں کو بند کر دیا ہے اور ان کو کوئی بات سوچنے سمجھنے نہیں دی، جو آتا ہے اسی آیت کو آمین کے رد میں پڑھ سناتا ہے، کوئی اس کے ترجمہ لفظی یا عموم وخصوص افرادی کو نہیں سوچتا۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ کلیہ کبری لائق تسلیم نہیں اور چونکہ کلیہ کبری شکل اول کی شرائط سے ہے اس لئے انتاج اس شکل کا باوجود فقدان اس شرط کے ممکن نہیں۔ اور یہ مدعا باصطلاح اصول فقہ یوں ادا ہوسکتا ہے کہ قول جناب مخاطب کا ہر دعا میں اخفا واجب ہے علی العموم صحیح نہیں اور دلائل جن سے یہ عموم نکالا ہے اپنے عموم پر نہیں آیات کتاب اللہ واحادیث نبویہ سے اس میں تخصیصات لاحق ہیں جن کی تفصیل گزر چکی اور جب ان تخصیصات کو خصوم مانتے ہیں تو تخصص جہر آمین کی مانتے کیوں شرم آتی ہے۔ کیا دعا جہری وآمین خارج از صلوۃ اس عموم کی مخصص ہو کر جائز وحلال ہیں و آمین داخل صلوۃ غیر مخصص وحرام۔ لا حول و لا قوا الا باللہ۔ اس تقریر عموم و تخصص میں یہ شبہ خصوم کا باقی ہے کہ اس سے تخصص عموم کتاب اللہ کے ساتھ خبر واحد کے لازم آتی ہے جب کہ متاخرین حنفیہ ناجائز بتلاتے ہیں سو اس کا جواب تفصیل جواب سوال کے جواب میں آوے گا۔ ان شاء اللہ تعالی

خلاصہ تقریر طریق خاص اصول کا یہ ہوا کہ اولاً اس کا صغری ممنوع ہے ثانیاً صدق کبری ممنوع۔ ثالثاً کلیہ کبری ممنوع۔ پس جب تک حضرت مجیب صاحب ہمارے ان ممنوع ثلاثہ کو بدلائل بینہ نہ اٹھاویں استدلال آپ کا آیت سے نامسموع و غیر مقبول ہے۔

و لیکن ھذا آخر ما یختم بہ الکلام فی المسئلۃ الجھر بآمین الذی ھو خاتم الدعا کما قالہ سید المرسلین فللہ الحمد و لہ المنۃ علی ما وفقنا لا فحام المخاصمین و علی رسولہ الصلوۃ و السلام و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

تیسرا سوال: میرا یہ تھا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا آنحضرت ﷺ کا کسی حدیث قطعی الدلالۃ سے ثابت کیا جاوے۔ اس کے جواب میں ہمارے مخاطب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستور نے فرمایا ہے صحیح بخاری کے صفحہ ۱۰۲ میں حدیث مذکور ہے کہ کہا راوی نے کہ تھے لوگ حکم کئے جاتے کہ رکھیں ہاتھ اپنا دایاں اور پونچے بائیں اپنے کے اور ایسے ہی صاحب ترمذی کی روایت سے ثابت ہے۔ لیکن یہ ہر دو حدیث مجمل ہیں بیان ان کا یہ یہ حدیث کہ روایت کیا ابوبکر ابی بن شیبہؒ نے

ر أیت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی الصلوة تحت السرة (ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نے نبی ﷺ کو رکھا، دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر نماز میں زیر ناف)۔

تحقیق کیا مولوی قطب الدین مرحوم نے تنویر الحق کے صفحہ ۱۰۳ میں کہ یہ حدیث صحیح ہے او پر شرط مسلم اور نظیر حسین صاحب نے جو استاد مشتہر صاحب کے ہیں معیار میں کچھ جواب نہیں دیا اور بلا وجہ کسی حدیث کو کہد ینا منا ظرہ اور علم سے بعید ہے۔ فتا مل ۔

جواب اس کا یہ ہے کہ وارد کرنا حدیث بخاری کا جس کی تائید میں روایت ترمذی کا بھی نام لے دیا ہے اس مقام میں بجز اظہار نا واقفی و کم فہمی کے مشعر کسی امر کا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ حدیث بیان محل ہاتھ رکھنے سے ساکت ہے۔ چنانچہ مخاطب نے اس کے مجمل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ پس وارد کرنا اس کا میرے سوال کے جواب میں کیا معنی رکھتا ہے؟ شائد جناب مخاطب کی غرض اس سے یہ ہو کہ عوام میں یہ مشہور ہوگا کہ مولانا صاحب نے جواب سوال سوم کا حدیث بخاری سے ادا کیا ہے۔ پس اگر یہی غرض تھی تو کوئی بڑی لمبی سی حدیث بخاری کی خواہ وہ کسی مضمون بیع و شرا میں ہوتی نقل کر دیتے، پس عوام میں خوب آپ کا نام ہوتا۔ رہے علماء سو جیسے وہ اس استدلال پر ہنستے ایسے اس پر ہنستے ہیں۔ اب رہی حدیث ابن ابی شیبہ کی سو ضعیف ہے اس کی سند میں انقطاع ہے راوی اس کا علقمہ بن وائل ہے جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور اس نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا، نہ اس سے کچھ سنا۔ نفی سماع تقریب التہذیب میں موجود ہے حیث قال:

علقمه بن وا ئل بن حجر بضم المهمله و سكو ن الجيم الحضرى الكو فى صدوق انه لم يسمع من ابيه ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورنفی لقاء کی شیخ ابن ہمام کر چکا ہے جوحنفیوں کا جداستاد ہے، اورحنفی مذہب کی نصرت کوفرض جان کر مدت العمر ساعی رہنا اوراس نصرت کی غرض سے اس نے بعض باتوں میں خلاف حق کہنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔اس مذہب کے پاس سے علماء سلف وخلف کی مخالفت کی پرواہ نہیں کی۔ چنانچہ ایک بات اس میں یہ کہہ رکھی ہے کہ مقدم سمجھنا صحیح بخاری اور مسلم کا اور کتابوں سے جس کو جملہ محدثین مانتے آئے ہیں، تسلیم نہیں۔حیث قال

فی تتمة با ب النوا فل من فتح القدیر و قو ل من قا ل ا صح الا حا دیث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد به البخا ری ثم ما انفر د به مسلم ثم ما اشتمل علی شر طهما من غیره ثم ما اشتمل علی شر ط ا حد هما تحکم یجوز التقلید فیه

اوراس بات میں بجز نصرت مذہب حنفی کے کچھ مقصود اس کا نہیں، چنانچہ شیخ عبدالحق حنفیؒ نے شرح سفرالسعادۃ میں اس بات کا اقرار کیا ہے، حیث قال

واین سخن نا فع و ومفید است درغرض از شرح ایں کتاب کہ اثبات وتا ئید مذہب آئمہ مجتہدین خصوصاً مذہب حنفی است وغرض شیخ ابن الہما م نیز ہمیں ست۔

اوراس کی بات کے علا مہ سندھیؒ نے درا سات اللبیب میں اور مو لا نا صدیق حسن نے منہج الوصول میں بخو بی رد کر دیا اور کچھ بھی کلام اس میں میرے رسالہ منح الباری فی تر جیح صحیح البخا ری میں بھی مو جود ہے۔ اسی حضرت ابن الہما مؒ نے فتح القدیر میں صاف فر ما دیا ہے کہ علقمہ بن وائل، اپنے باپ کے مرنے سے چھ مہینے پیچھے پیدا ہوا ہے چنانچہ حدیث شعبہ اخفاء آمین میں جو اسی علقمہ بن وائل سے مروی ہے جس کو وہ اپنے باپ سے نقل کرتا ہے نقل کر کے پہلے اسی کی یہ تین خطائیں ذکر کی ہیں کہ اس میں شعبہ نے رفع کی جگہ ا خفی کہد یا ہے اور ابن العنبس کی جگہ ابوالعنبس اور علقمہ کو بیچ میں بڑھا دیا ہے

و فیه علة ا خری ذکر ها التر مذی فی علله الکبیر انه سئل البخاری هل سمع علقمه من ابیه فقا ل انه و لد بعد مو ت ابیه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لستّ شهر۔

اسکا قول حنفیوں پر قرآن سے بڑھ کر حجت ہے،اسی واسطے ہم نے اس کے حال کے بیان میں تفصیل کی ہے،اور ثبوت اس امر کا کہ حدیث منقطع جس کی سند میں انقطاع ہوا قسام ضعیف سے ہے اور لائق عمل واعتبار کے نہیں ہے چھوٹی بڑی کتابوں میں اصول کی موجود ہے۔مختصر الاصول طیبی میں ہے:

و الضر ب الثا نی ما یختص با لضعیف الی ان عد فیه المنقطع فقا لالمنقطع ما لم یتصل سنده با ی و جه کا ن سواء ترک الراوی من اول ا لاسناد او وسط او آ خره ا لا ان غا لب استعما له فی من دون التا بعی کما لك عن ابن عمر

اورنخبۃ الفکر میں ہے:

ثم المر دود اما ان یکو ن لسقط او علق فا السقطاء ان یکون من مادی ؟ السند من مصنف او من آ خره بعد التا بعی او غیر ذا لك فا ول المعلق و الثا نی المر سل و الثا لث ان کا ن باثنین فصا عداً مع التوا لی فهو المعضل و الا فا لمنقطع ۔

ایسا ہی جواہر الاصول اور منہج الوصول اور مقدمہ ابن الصلاح میں ہے۔اس بیان سے ضعف اس حدیث کا بدلیل صریح ثابت ہوا جس سے آپ کا یہ کہنا کہ کسی حدیث کو بلا وجہ ضعیف کہد ینا مناظرہ اور علم سے بعید ہے مندفع ہوگیا۔اب انصاف فرماویں کہ ہمارا ضعیف کہنا اس حدیث کا با دلیل ہے بے دلیل اور سنداس کی منقطع ہے یا متصل۔

اور جو آپ نے اس کی تصحیح میں یہ بات فرمائی ہے (تحقیق کیا مولوی قطب الدین خان مرحوم نے تنویر الحق کے صفحہ۱۰۲ میں کہ یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے اور نذیر حسین صاحب نے جو استاد مشتہر صاحب کے ہیں معیار میں کچھ جواب نہیں دیا) یہ محض کذب ہے۔تنویر الحق میں کچھ تحقیق اس حدیث کی موجود نہیں ہے ہاں اس میں مجرد دعوی صحت ہے چنانچہ پوری عبارت اس کی نقل کی جاتی ہے

(کہا ابوبکر بن ابی شیبہ نے حد ثنا و کیع عن موسی بن عمر عن علقمه بن وا ئل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن وا ئل بن حجر عن ابیه ر أیت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی الصلوة تحت السرة ۔ یہ حدیث صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے)

تمام ہوئی عبارت تنویر الحق بلا کم و کاست ۔

تو دیکھو اس میں کسی قسم کی تحقیق نہیں کی ہے، خالی دعوی ہے جس کو کوئی تحقیق نہیں کہہ سکتا ہے ۔ تحقیق تب ہو جب کہ اس دعوی میں دلائل وشواہد سے بحث کی جاوے ۔ پس تحقیق کہنا آپ کا مجرد دعوی کو بجز کذب اور تغلیط کے کیا متصور ہے آپ نے جب دیکھا کہ اب حق حق کہنے سے تو کام نہیں چلتا تو کہا چلو ایک کذب بھی اس میں ملا دیں اور لوگوں کو جھوٹ کر بہکا دے ولیکن یہ نہ سوچا کہ تنویر الحق کسی اور کے پاس بھی ہو گی اس میں دیکھنے والے کو کوئی تحقیق نظر نہ آوے گی تو مجھے کیا کہا جاوے گا ۔ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا ہے اذا لم تستحی فا صنع ما شئت ۔

الحاصل کلام آپ کی بجواب مسئلہ سوم بالکل بے معنی و لایعنی ہے جو حدیث صحیح اس میں آپ لائے ہیں اس کو زیر ناف سے کچھ علاقہ نہیں اور جس میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں ۔

تنبیہ لطیف

مقلدین سبھی ایک روش رکھتے ہیں ۔ پڑھے ہوئے ان پڑھ سبھی ایک بولی بولتے ہیں الّا من عصمه الله تعا لی ۔ ان پڑھ پر (جس نے بجز تنویر الحق وغیرہ اردو رسائل کچھ نہیں دیکھا جو کچھ لکھا اسی سے لکھا جیسے ہمارے مخاطب مستور ہیں) کچھ افسوس نہیں، افسوس ان پر ہے جو لوگوں میں خواندہ مشہور ہیں ۔ پھر ان پڑھوں کی چال چلتے ہیں جیسے مولوی وحید الزمان لکھنوی حیدر آبادی ہیں کہ ترجمہ اردو شرح وقایہ میں یہی بولی بولے ہیں اور اس حدیث زیر ناف کی تصحیح میں اپنے علم کا حال کھولے ہیں چنانچہ صفحہ ۹۷ میں اس کتاب کے فرماتے ہیں:

اور کہا بعض جہلاء نے کہ نہیں ہے کوئی حدیث مرفوع اس باب میں واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہے کیونکہ کہا ہے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں

حد ثنا و کیع عن موسی بن عمر عن علقمه بن وا ئل بن حجر عن ابیه ر أیت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلوة تحت السّرة

پھر اس کا ترجمہ کر کے کہا ہے:

بعض علماء نے هذا حد یث صحیح من حیث السند لا ن فیه رجالاً کلّهم سوی الصحا بی ثقا ت

(یعنی یہ حدیث صحیح ہے اس واسطے کہ جتنے راوی ہیں اس میں صحابی چھوڑ کر سب ثقہ ہیں)۔

سو اس میں آپ نے وہی چال اختیار کی جو ہمارے مخفی مخاطب نے کی۔ وہ بے چارہ تنویر الحق کے بھروسہ پر مدعی صحت ہوا، یہ حضرت بعض علماء (جس سے شائد دوسرا بھائی جناب کا ہو یا کوئی اور عالم تقلیدی) کے توکل پر مجرد توثیق رواۃ کی نظر سے مدعی صحت اس حدیث کے ہو بیٹھے ہیں۔ پھر بایں ہمیں سرمایہ بڑے فخر سے اپنی باتوں پر نازاں ہیں اور اپنے مقابلین اہل حدیث کو جاہل بتلاتے ہیں۔ ان کی لن ترانیاں کسی نے دیکھنی ہوں تو دیباچہ اس کتاب کو دیکھئے پھر ان شیخیوں کو ان تحقیقوں کے مقابل کر کے داد حق دے۔

جناب من! مجرد ثقہ ہونے سے رواۃ کے حدیث صحیح نہیں ہو جاتی جب تک کہ ساتھ اس توثیق رواۃ کے تین وصف اور اس میں محقق ہوں اور باثبات و تحقیق ان چاروں اوصاف کے تصحیح اس کی عمل میں نہ آوے یا کوئی امام جلیل الشان جو فن تصحیح میں مسلم القول ہو اس کی تصحیح نہ کرے۔ ثبوت ضرور ہونے تصحیح آئمہ کا بضمن بحث رفع یدین گذر چکا۔ اس مقام میں ضروری ہونا محقق ان اوصاف کا جو علاوہ توثیق رجال سے صحت حدیث کے واسطے بکار ہیں بیان کرتا ہوں۔ سو تین صفتیں یہ ہیں۔

۱۔ متصل ہونا اس کے اسناد کا۔ ۲۔ منتفی ہونا شذوذ کا۔ ۳۔ منتفی ہونا چھپے عیب کا۔

چنانچہ تعریف حدیث صحیح سے جو چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھی ہے، ان اوصاف کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نخبہ اور اس کی شرح الشرح میں ہے:

و خبر ا لا حا د بنقل عد ل تا م الضبط متصل السند غیر معلل و لا شا ذ هو الصحیح لذا ته فبا القید ا لا ول خر ج من عرف ضعفه او جهل عیبه کما سیجیء بیا نها و با لثا نی المعضل و کذا قلیل الضبط و با لثا لث المنقطع و المعضل و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المر سل ۔

مقدمہ ابن الصلا ح میں ہے:

اما الحد یث الصحیح فھو الحد یث المسند الذی یتصل سندہ بنقل العد ل الضا بط عن العد ل الضا بط الی منتھاہ و لا یکون شا ذاً و لا معللاً و فی ھذہ ا لاو صا ف احتراز عن العلق و العضل و الشا ذ و ما فیہ علّۃ قا د حۃ وما فی روا تہ نوع جرح

ایسا ہی خلا صہ اصول طیبی و جواہر الاصول و منیح الوصول میں ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ اسی کتاب کے دیباچہ میں خود مولوی صاحب نے ایسا ہی فرمایا ہے:

صحیح اس کو کہتے ہیں جس کو دیندار پرہیز گار، خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اس میں کوئی پوشیدہ ہو اور معتبر لوگوں کے مخالف بھی نہ ہو۔

پھر تعریف حسن ذکر کر کے فرمایا ہے ضعیف حدیث اس کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اس کے راوی میں کوئی وجہ ضعف مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو۔ تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اس کا نام معلق ہے اور اگر اثناء سے ساقط ہو مثلاً صحابی کا نام مذکور نہ ہو اور تابعی بیان کرے تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو معضل ہے نہیں تو منقطع۔ بناء علیہ آپ کو لازم تھا کہ فقط توثیق رواۃ سے دعوی صحت کا نہ کرتے بلکہ اتصال سند بھی ثابت کرتے لقاء و سماع ہر ایک راوی کا اپنے شیخ سے ثبوت کو پہنچاتے۔ پھر نفی شذوذ و نفی علت بدلیل کرتے۔ ان چاروں مراتب کو طے کر کے دعوی صحت اس حدیث کا زبان پر لاتے، پھر اس کی صحت کے منکر کو جاہل بتلاتے۔ افسوس آپ نے بدون اثبات ان امور رابعہ کے دعوی صحت بمجرد تقلید بعض مجاہیل کے کیا اور یہ نہ جانا کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ راوی اس کا علقمہ جو اپنے باپ کے پیچھے پیدا ہوا ہے اور بایں ہمہ اپنے مقابلین منکرین صحت اس حدیث کو جاہل بتلایا تو گویا اپنے کلام میں اپنے جہل و ناواقفی کا اظہار کیا یا میری اس بات کو تصدیق کیا کہ مقلدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور عالم کہلا کر بحجاب تقلید ان پڑھوں کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔ پس شق اول آپ کو مطالعہ کتب تواریخ واسماء رجال کا جس نے حال انقطاع واتصال اسانید کا معلوم ہو لازم ہے پھر ترمیم اس ترجمہ شرح وقایہ کی واجب۔ اور شق ثانی ترک کرنا اس تقلید کا جو دیدہ دانستہ خلاف حق پر باعث ہوتی ہے۔ غرض اس واسطے شیخ سعدی یا بعض اکابر نے فرمایا ہے

ز تقلید اندیشہ بس واجب است
کہ تقلید پابند ہر طالب است

ضمیمہ نمبر ۸۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور حافظ ناصر الاسلام حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اس تقلید کے رد میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا اخیر یہ ہے:

و اھرب عن التقلید فھو ضلالۃ
ان المقلد فی سبیل الھالک

اور اسی نظر سے اکابر حنفیہ جو حنفی مذہب کے اعیان اور رؤساء شمار کئے جاتے ہیں اس تقلید کو عار سمجھ کر اس کے نام سے بھاگتے اور صاف کہتے کہ ہم ابوحنیفہؒ کی ہر بات میں تابع نہیں ہیں۔ منجملہ ان کے امام طحاوی حنفی ہےؒ جو کہا کرتا:

کیا جو کچھ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے میں اس کا قائل ہوں۔ مقلد نہ ہوگا مگر متعصب یا بے وقوف۔

ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجر قسطلانیؒ نے لسان المیزان میں۔ چنانچہ ملا حیات سندھی حنفی رسالہ ایقاف علی سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں۔

نقل الحا فظ ابن حجر فی لسا ن المیزا ن عن الطحاوی انہ قال او کلما قا ل ابو حنیفہ اقول بہ و ھل یقلد ا لا عصبی او

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غبی فطار ت هذا الکلمة بمصر حتی صار ت مثلاً

اور جب کہ یہ روش حضرت لکھنوء کی اس مسئلہ میں معلوم ہوئی تو اسی بات پر باقی کتاب کو قیاس کرنا چاہیے۔ اکثر اس میں ایسی ہی باتیں بالو کی دیوار اور سراب کے آثار ہیں۔ اگر مجھے حق تعالی نے توفیق دی اور اس پرچہ کو ترقی بخشی تو میں سب مضامین واہیہ اس کتاب کو اس پرچہ میں حسب موقع حرف بحرف رد کرونگا انشاء اللہ تعالی۔ و ما تو فیقی ا لا با لله و هو حسبی و نعم الو کیل ۔

و لیکن هذا ا ختتا م الکلا م علی و ضع الید ین تحت السرة فی الصلو ة المخا لف لهدی النبی المبعو ث با لحجج... فلله الحمد علی ما وفقنا لا بطا ل البا طل با لآ یا ت الوا ضحا ت و علی رسو له الصلوة و السلا م و علی انه الطیبین و ازوا جه الطا هرا ت

چوتھا سوال میرا یہ تھا کہ مقتدی کو خاص کر سورہ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا اللہ تعالی یا آنحضرت ﷺ کا آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح قطعی الدلالۃ سے ثابت کیا جائے

اس کے جواب میں مخاطب مستور نے یہ فرمایا ہے:

جواب اس کا موقوف ہے اوپر چند مقدمات کے:

اول یہ کہ عام غیر مخصوص البعض قطعی ہوتا ہے مثل خاص کے جیسا خاص معارض ہوتا ہے عام سے ایسا ہی عام معارض ہوتا ہے ساتھ خاص کے۔

ثانی یہ کہ حجت متواتر یا حدیث مشہور یا خبر واحد میں تخالف سمجھا جاوے اور تقدم وتاخر زمانہ معلوم نہ ہو تو متواتر پر عمل کیا جاتا ہے۔

ثالثاً یہ کہ عبرت واسطے عموم الفاظ کے ہے نہ واسطے خاص مورود کے جب تک کہ مورد میں کچھ خصوصیت ثابت نہ ہو۔

جب تینوں امر ممہد ہو چکے تو کہتے ہیں ہم کہ الحمد للہ کا پیچھے امام کے پڑھنا منع ہے بموجب آیت کریمہ کے قال اللہ تعالی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فا ذا قری القر آ ن فاستمعوا له و انصتوا .. ا لآ یه

(ترجمہ: پس جس وقت پڑھا جاوے قرآن پس سنو تم اس کو اور چپکے رہو)۔

غرض بمو جب دو مقدموں پہلوں کے عمل کیا جاوے گا ساتھ آیت شریف کے اور چھوڑا جاوے گا عمل خلاف اس کے کا جو ہو حدیث بشرط صحت قسم احاد وغیرہ سے اور موید ہے اسی امر کو روایت سعد بن ابی وقاص ؓ سے

و انه قا ل وددت ان الذی یقرأ خلف ا لا ما م فی فمه جمرة

(ترجمہ۔ تحقیق سعد بن وقاص صحابی سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا دوست رکھتا ہوں ۔ میں کہ تحقیق وہ شخص پڑھے پیچھے امام کے اس کے منہ میں انگارے بھریں)۔

روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے۔ اور ایسا ہی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جس نے پڑھا پیچھے امام کے پس تحقیق چوک گیا وہ سنت سے۔ روایت کیا اس کو ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے اور طحاویؒ نے۔ اگر کسی کو خلجان ہو کہ آیت خاص ہے واسطے خطبہ کے بسبب ورود اور شان نز و ل کے تو رفع کیا گیا ہے ساتھ مقدمہ ثالث کے دیکھو اللہ تعالی نے ایک شرط کی دو جزائیں بیان فرمائیں تا کہ شامل ہو نماز سریہ جہریہ کو کما لا یخفی علی من له ادنی مسکة فی العلم

اس کا جواب بھی مثل جواب سوال سوئم دو طریق سے ہے۔ طریق عامی اور طریق خاص اصولی۔ تقریر طریق عامی کی یہ ہے کہ ہم نے جواب مسئلہ میں آیت یا حدیث قطعی الد لالة مانگی ہے اور یہ آیت مما نعت قرأة فاتحہ میں پیچھے امام کے قطعی الدلالة نہیں ہے، دو وجہ سے۔

وجہ اول یہ کہ اس آیت میں بوقت پڑھے جانے قرآن کے انصات و استماع کا امر ہے یعنی جب قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنو اور سکوت کرو۔ سو ظاہر ہے کہ سننا چپکے ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آہستہ پڑھتے بھی جائیں اور سنتے بھی جاویں۔ اور ایسا ہی سکوت بالکل ہی نہ پڑھنے کو نہیں چاہتا بلکہ آہستہ پڑھنے پر بھی سکوت بولا جاتا ہے۔ پس آیت سے قطعاً ثابت نہ ہوا کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اس وقت کچھ نہ پڑھو محض چپکے ہو رہو۔ ثبوت اس امر کا کہ آہستہ پڑھنے پر سکوت بولا جاتا ہے یہ ہے کہ حدیث بخاری اور مسلم میں آیا ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا ہے کہ آنحضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ مابین تکبیر تحریمہ وقرأۃ قرآن کے سکوت فرماتے، تو میں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آپ اس حالت سکوت میں کیا پڑھا کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھتا ہوں: اللھم باعد بینی و بین خطا یا ی۔ الفاظ اس حدیث کے یہ ہیں:

عن ابی ھر یرہ قا ل کا ن رسو ل اللہ ﷺ یسکت بین التکبیر و بین القرأۃ اسکا تۃً ، قا ل: ا حسبہ قا ل : ھنیّۃً۔ فقلت: با بی و امی یا رسو ل اللہ ﷺ ،اسکا تک بین التکبیر و بین القر أۃ ما تقو ل۔ قا ل: اقول :اللھم باعِد بینی و بین خطا یا ی کما با عدت بین المشر ق و المغر ب ،اللھم نقِّنی من الخطا یا کما ینقّی الثّو ب الابیض من الدّ نس، ا للھم ا غسل خطا یا ی بالماء و الثلج و البرد ۔ رواہ الشیخا ن (صحیح بخاری حد یث نمبر ۷٤٤)

ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نماز میں دوسکتہ کرتے۔ ایک بعد تکبیر کے اور ایک بعد قرأۃ فاتحہ کے۔ چنانچہ سمرہؓ بن جندب سے روایت ہے:

انہ حفظ عن رسو ل اللہ ﷺ سکتین، سکتۃ اذا کبّر و سکتۃ اذا فر غ من قر أت غیر المغضو ب علیھم و لا الضّالین ۔ رواہ اصحا ب السنن

شیخ عبدالحقؒ نے لمعات شرح مشکوۃ میں بذیل شرح اس حدیث کے لکھا ہے کہ سکتہ اول اتفاقی ہے جس میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے حیث قال:

انّ السّکتۃ ا لاو لی متّفق علیھا یقر أ فیھا دعاء ا لافتتا ح

اس سے صاف ثابت ہوا کہ آہستہ پڑھنے کو بھی سکوت کہا جاتا ہے۔ پس جائز ہے کہ آیت کریمہ میں اسی معنی کی راہ سے سکوت کا ارشاد ہو نہ اس معنی سے کہ بالکل کچھ نہ پڑھا جاوے۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ حدیث سکتہ میں اطلاق سکوت کا قرأۃ آہستہ دعا پر مجازاً آیا ہے نہ حقیقۃً چنانچہ شیخ عبدالحقؒ نے اسی عبارت کے متصل یہ بھی کہا ہے کہ:

وھی لیست السکتۃ فی الحقیقۃ بل المراد بہ عد م الجھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالقرأة

اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی معنی سکتہ کے ایسے نہیں جو آہستہ پڑھنے پر حقیقۃً صادق آویں۔ پس تجویز کرنا ایسے معنی کا آیت میں کس طرح ہوسکتا ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ جس معنی کر اور جس طرح اس حدیث میں اطلاق سکوت کا عدم جہر قرأۃ پر پایا گیا ہے اور یہی عدم جہر مراد ٹھہرایا گیا ہے اسی معنی کر اور اسی طرح اس آیت میں اطلاق انسات وسکوت کا عدم جہر قرأۃ پر ہوسکتا ہے اور یہی عدم جہر اس سے مراد بن سکتا ہے۔ وہ حقیقۃً ہے تو یہ بھی حقیقۃً وہ مجازاً ہے تو یہ بھی مجازاً ہے۔ اس میں اگر کوئی اعتراض کرے کہ وہاں حدیث سکتہ میں تو معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی لینے پر ایک قرینہ باعث ہے وہ یہ کہ دوسری حدیث سے آنحضرت ﷺ کا آہستہ دعا پڑھنا بجائے اس سکتہ کے ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں معنی حقیقی سکتہ کے مراد نہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا ہی اس آیت میں معنی حقیقی چھوڑ کر معنی مجازی سکتہ کے مراد لینے پر قرینہ صارفہ موجود ہے وہ یہ کہ حدیث سے آنحضرت ﷺ کا تجویز کرنا پڑھنا فاتحہ کو بوقت قرأۃ امام اور خاص کرنا ممانعت جہر سے ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں معنی حقیقی انصات کے مراد نہیں۔ مراد اس سے معنی مجازی انصات کے ہیں جس سے آہستہ پڑھنا منافی نہیں ہے۔

ثبوت اس امر کا کہ آنحضرت ﷺ نے ممانعت قرأۃ ... سے خاص کیا اور مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کا امر فرمایا ہے یہ کہ موطا مالک صفحہ ۲۹ میں ہے:

ما لك عن الز هرى عن اكميه عن ابى هر يره ان رسو ل الله انصرف من صلوة جهر فيها با لقر أة فقا ل أ قر أ معى ا حد قا ل فقا ل ر جل، نعم يا رسو ل الله۔ قا ل فقا ل رسو ل الله انى اقول ما لى انازع القر آن .

اور یہ حدیث سنن ابوداؤد میں صفحہ ۱۱۹

(ابوداؤد میں یہ حدیث اور اس سے متعلق جو کچھ یوں ہے درج ذیل ہے۔

حدثنا القعنبّ عن ما لك ، عن ابن شهاب، عن ابن اكمية الليثىّ، عن ابى هريرة : انّ رسول الله ﷺ انصرف من صلاةٍ جهر فيها بالقرأة فقا ل : هل قرأ معنى ا حد منكم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنفاً۔ فقال ر جل : نعم یا رسو ل الله ﷺ! ۔ قا ل : انّی اقول ما لی انازع القر آ ن ۔ قا ل : فا نتهی الناس عن القرأة مع رسو ل الله ﷺ فیما جهر فیه النبیّ بالقرأة من الصلوات حین سمعوا ذلك من رسو ل الله ﷺ

قا ل ابو دا ؤد : روی حد یث ابن اکمیة هذا معمر و یو نس و اسامة ابن زید ، عن الزهری علی معنی ما لك ۔سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۶

حد ثنا سفیا ن عن الز هری قا ل : سمعت ابن اکمیة یحدّث سعید بن المسیّب قا ل : سمعت ابا هر یرة یقول : صلّی بنا رسو ل الله ﷺ صلاة نظنّ انها الصبح ۔ بمعناه الی قو له : ما لی انازع القر آ ن۔

قا ل ابو دا ؤد: قا ل مسدد فی حدیثه قا ل معمر : فا نتهی الناس عن القر أة فیما جهر به رسو ل الله ﷺ و قا ل ابن السر ح فی حد یثه : قا ل معمر عن الزهری قا ل ابو هریرة : فا نتهی الناس ۔ و قا ل عبد الله بن محمد الز هری من بینهم قا ل سفیا ن و تکلم الز هری بکلمه لم اسمعها فقا ل معمر انه قا ل : فا نتهی الناس۔

قا ل ابو دا ؤأد : و رواه عبد الر حمن بن اسحاق عن الز هری، و انتهی حد یثه الی قو له : ما لی انازع القر آ ن ، و رواه ا لاوزاعی عن الز هری قا ل فیه : قا ل الز هری : فاتّعظ المسلمو ن بذ لك فلم یکو نوا یقرؤون معه فیما یجهر به

قا ل ابو دا ؤد : سمعت محمد بن یحی بن فارس قا ل قو له : فا نتهی الناس من کلام الزهری (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۷)

، و جامع الترمذی میں مروی ہے

(ترمذی یوں روایت ہے: حد ثنا سفیا ن (بن عینیة) عن الز هری، عن محمود بن الربیع ، عن عبادة بن الصا مت عن النبی ﷺ قال : لا صلاة لمن لم یقرأ بفا تحة الکتا ب ۔

قال ، و فی البا ب عن ابی هر یرة ، و عا ئشه و انس و ابی قتا ده و عبد الله بن عمرو

قا ل ابو عیسی : حد یث عبادة حد یث حسن صحیح ، والعمل علیه عند اکثر اهل العلم من ا صحا ب النبی ﷺ ، منهم : عمر بن الخطا ب ، و (علی بن ابی طا لب) ، و جا بر بن عبد الله ، و عمرا ن بن حصین ، و غیرهم ، قا لوا: لا تجز یء صلاة ا لّا بقر أة فا تحة الکتا ب۔(و قا ل علیؓ بن ابی طا لب: کل صلاةٍ لم یقرأ فیها بفا تحة الکتا ب فهی خدا ج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر تمام۔) و به یقو ل ابن المبار ك و الشا فعی و ا حمد و اسحاق (سنن ترمذی۔حدیث نمبر ۲۴۸)

اوراسی قدر لفظ حدیث کے محفوظ ہیں،اور جو آگے ان کتابوں میں مذکور ہے

فا نتهی الناس عن القر أة مع رسو ل الله

یعنی لوگ باز آ گئے حضرت کے ساتھ پڑھنے سے، یہ باتفاق آئمہ محدثین کے حدیث سے نہیں ہے، بلکہ زہری کی کلام ہے جو پایہ حجت سے ساقط ہے چنانچہ سلام اللہ حنفی نبیرہ شیخ عبدالحق دہلوی محلی شرح موطا میں کہا ہے:

قا ل ابو دا ؤد و سمعت محمد بن یحی فا رس قوله فا نتهی الناس من کلا م الز هری۔

و کذا رو ی ا لاوزا عی عن الز هری فاتعظ المسلمو ن بذ لك فلم یکو نوا یقرؤون فبما یجهر فیه رسو ل الله ﷺ قا ل النووی و کو نه من کلا م الز هری متفق علیه عند الحفا ظ منهم البخاری و ا لاو زا عی و الذهبی.. انتهی۔

ملاعلی قاری حنفی نے مرقاۃ میں کہا ہے:

نقل میرك عن ابن الملقن ان قو له فا نتهی الناس۔ الخ ، هو من کلا م الز هری لا مر فوعاً قا له البخاری و الذهبی و ابن فا رس و ابو دا ؤد و ابن حبا ن و الخطا بی و غیره۔

اورامام محمد بن علی الشوکانیؒ نے نیل الاوطار میں کہا ہے:

قو له فا نتهی الناس عن القر أة مد ر ج فی الخبر کما بینه الخطیب و اتفق علیه البخاری فی تا ریخه و ابودا ؤد و یعقوب بن سفیا ن و الذ هبی

ایسا ہی کہا ہے قرطبی مالکی نے اپنی تفسیر میں۔

دیکھو اس حدیث سے اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے اونچی پڑھنے پر جو باعث خلجان ومنازعہ ہوا تھا انکار کیا اور اسی سے منع فرمایا چنانچہ جامع ترمذی میں بعد روایت کرنے اس حدیث کے کہا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ليس فى الحد يث ما يد خل على من رأى القر أة خلف الامام لا ن ابا هر يره هو الذ ى روى عن النبى ﷺ هذاالحد يث و روى ابو هر يره عن النّبى ﷺ انه قال من صلى صلوة لم يقرأ فيها بام القر آ ن فهى خدا ج غير تما م فقال له حا مل الحد يث انى اكو ن ا حيا ناً وراء ا لا ما م قا ل اراً بها فى نفسك انتهى كلام التر مذى ۔

و معنى قو ل ابى هريره اقرأ بها فى نفسك اقرأ بها سراً بحيث يسمع نفسك و لهذا اتفقوا على ان الجنب لو تد بر القرآن بقلبه من غير حر كة ا للسا ن لا تكو ن قا ريا مر تكباً لقر أة الجنب المحرمة قا ل النووى فى شر ح المسلم

(سنن ابو دا ؤد ۔ عن ابى هر يرة قا ل : قا ل لى رسو ل الله ؛ ا خر ج فناد فى المد ينة انه لا صلا ة الّا بقر آ ن و لو بفا تحة الكتا ب فما زا د ۔ و لو بفا تحة الكتا ب فما زا د ۔ *سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۱۹*

عن ابى هر يرة قا ل : امر نى رسو ل الله ﷺ ان انا دى انه لا صلا ة ا لّا بقرأة فا تحة الكتا ب فما زا د ۔ *سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۸۲۰*

حد ثنا القعنبّ عن ما لك عن العلاء بن عبد الر حمن انه سمع ابا السا ئب مو لى هشا م بن زهرة يقول : سمعت ابا هر يرة يقول : قا ل رسو ل الله ﷺ :من صلّى صلاة لم يقرأ فيها بأم القر آ ن فهى خدا ج، فهى خدا ج فهى خدا ج غير تما م ۔

قا ل : فقلت : يا ابا هر يرة ! انّى اكو ن ا حيا ناً وراء ا لا ما م۔

قا ل : فغمّر ذراعى و قا ل : اقرأ بها يا فا رسىّ فى نفسك ! فا نى سمعت رسول الله ﷺ يقو ل : قا ل الله عز و جل : قسمت الصلاة بينى و بين عبدى نصفين ، فنصفها لى و نصفها لعبدى ، و العبدى ما سأل .. الحد يث۔ *سنن ابو داؤد حدیث نمبر ۸۲۱*)

اور کہا امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بذیل حدیث مذکور کے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و المنا ز عة ، قا ل صا حب النها ية نا ز ع ای جا ذب کا نهم جهروا بالقر أة خلفه فا نست عليه الحد يث استد ل به القائلو ن با نه لا يقر أ المؤتم خلف ا لا ما م فی الجهر ية و هی خا ر ج عن محل الزا ع لا ن الکلا م فی قر أة المؤتم خلف الا ما م سراً و المنا ز عة انما تکو ن مع جهر المؤتم لا مع اسراره ۔

اور کہا قرطبی مالکیؒ نے اپنی تفسیر میں:

و المعنی فی حد يثه لا تجهر وا ا ذا جهر ت فا ن ذلك تنا زع وتجا ذب و تخا لج اقرؤا فی انفسکم بنيه حد يث عبادة و افتی الفاروق بر أی ابی هر يرة الراوی لمحد ثين فلو فهم المنع جملة من قو له ما لی انازع القرآ ن لما افتی بخلا فه

قلت و سيجیء حديث عباده و افتاء عمر الفاروق عنقريب انشاء الله۔

ایسا ہی معنی حدیث منا زعت کے مرقات الصعود اور نہایہ جزری میں لکھے ہیں ان سب کی کلام سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اونچے پڑھنے پر انکار کیا ہے نہ مطلق قرأۃ سے۔ اور سنن ابوداؤد میں ہے۔

عن عمرا ن بن حصين: أنّ النّبیّ ﷺ صلّی الظّهر فجا ء رجل فقر أ خلفه بِسبّحِ اسم ر بّك ا لا علی ۔ فلمّا فر غ قا ل: ايّكم قر أ ۔ قا لوا رجل ، قال: قد عرفت انّ بعضكم خا لجنيها (سنن ابو دا ؤد حد يث نمبر ۸۲۸)

یہ حدیث بھی صریح اس امر میں ہے کہ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے سبح اسم ر بك اونچے سے پڑھا تو آنحضرت ﷺ نے اس پر انکار کیا اور فرمایا کہ مجھے اس نے خلجان میں ڈالا۔ اور مشکوۃ صفحہ ۷۳ میں ہے:

عن ابن عمر البيا ضی قا ل قا ل رسو ل الله ان المصلی يناجی ر به فلينظر ما ينا جيه به و لا يجهر بعضكم علی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض بالقر آ ن رواہ ا حمد۔

یہ بھی صریح ہے کہ مقتدی امام پر یا دوسرے مقتدی پر جہر نہ کرے۔ الغرض یہ سب حدیثیں خاص جہر سے ممانعت کرتی ہیں نہ مطلق قرأۃ سے۔ اب وہ حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن میں امر قرأۃ فاتحہ مقتدی کے واسطے وارد ہے:

عن محمد بن اسحاق عن مکحو ل عن محمود بن الر بیع عن عبادۃ بن الصا مت قا لکنا خلف رسو ل اللہ فی صلوۃ الفجر فقر أ رسو ل اللہ ﷺ فثقلت علیہ القر أۃ فلما فر غ قا ل لعلکم تقرؤو ن خلف اما مکم قلنا نعم یا رسو ل اللہ قا ل لا تفعلوا ا لا بفا تحۃ الکتا ب فا نہ لا صلو ۃ لمن لم یقرہ بھا رواہ انو دا ؤد و التر مذی و قا ل حسن و فی لفظٍ لا تقرأہ بشیء من القرآن اذا جھر ت بہ ا لا با م القر آ ن روا ہ ابو داؤد و انسا ئی و الدار قطنی و قا ل ر جا لہ کلھم ثقا ت و عن عبادہ ان النبی ﷺ قا ل لا یقرؤن ا حد منکم بشیء من القرآن ا ذا جھر ت بہ ا لا با م القر آ ن رواہ الدار قطنی و قال ر جا لھم کلھم ثقا ت کذا فی منتقی ا لا خبار و فی شر حہ نیل ا لاو طار ا خر جہ ا یضاً ا حمد و البخاری فی جز ء القر أۃ و صححہ ابن حبان والحا کم و البھیقی من طر یق ابن اسحاق قا ل حد ثنی مکحو ل عن محمود بن ر بیع عن عبادۃ و تابعہ زید بن واقد و غیرہ مکحو ل الی ان قا ل محمد بن اسحاق قد صر ح بالتحد یث فذ ھبت مظنۃ تد لیسہ و تا بعہ من تقد م انتھی کلام الشو کا نی

قلت قو ل الشا ر ح محمد بن اسحاق قد صر ح با لتحد یث فذھبت مظنۃ تد لیسہ جوا ب عما قیل فی ابن اسحاق انہ مدلس و قد اتی با لعنعنۃ کما فی روا یۃ التر مذی و غیرہ تفصیلہ ان محمد بن اسحاق و ان کا ن من عا د تہ التد لیس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا كنه صر ح فی هذا الحد یث با لتحد یث كما فی روا یة البهیقی و غیره حیث قا ل حد ثنی مكحو ل الخ ۔ و تقرر فی اصو ل الحد یث ان المد لس الثقة اذا صر ح با لتحدیث او السما ع فی الروا یة فر دا نیة مقبو لة و مظنة التد لیس عنه فی تلك الروا یة مر فوعة یبقی الكلا م فی ثبو ت ثقته فیكفی فی ذلك حجة علی القو م قو ل امام الحنفیة بل ایما نهم ابن الهما م فی فتح القدیر حیث قال و هو اے تو ثیق ابن اسحاق هو ا لحق ا لاز م نا نقل فیه عن ما لك لا ثبت و لو صح لم یقبله اهل العلم كیف و قد قا ل شعبه فیه ای فی ابن اسحاق هو امیر المؤمنین یعنی فی الحد یث و روی عنه مثل الثوری و ابن اد ریس و حماد بن زید و یز ید بن زریع و ابن علیّه و عبد الوار ث و ابن المبا ر ك و احتمل ا حمد و ابن معین و عامة اهل الحد یث غفر الله لهم و قد اطا ل البخاری فی توثیقه فی كتا ب القر أة خلف ا لا ما م له و ذكره ابن حبا ن فی الثقا ت و ان كا ن ما لكا ر جع عن الكلا م فی ابن اسحاق و اصطلح معه و بعث الیه هد یته ذكر ها انیتهی ما فی فتح القدیر ۔ و نقل ا لا مام ا لذ هبی فی میزا ن ا لاعتدا ل فی حقه عن ا حمد بن حنبل هو حسن الحد یث و عن ابن المد ینی حدیثه عندی صحیح و عن یحی ابن كثیر و غیره سمعنا شعبة یقو ل ابن اسحاق امیر المؤمنین فی الحد یث و عن ابی زر عه سأ لت یحی بن معین عن ابن اسحاق قا ل صدوق الحجة و عن الشا فعی قا ل قا ل الا ز هری لا یزا ل بهذه ا لا لحر ة علم ما دا م بها ذا لك یرید محمد بن اسحاق ۔ و عن سفیا ن عن الز هری نحوه و لفظه ولا یزا ل بالمد ینة علم ما دا م بها و عن شعبه لو كا ن بی سلطا ن لا مر ت ابن اسحاق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على المحد ثين و نقل ايضاً من الآ ئمة ا لآ خر ين تضعيفه و الكلا م فيه ثم قا ل بعد .. وا ليتى فا لذى يظهر لى ان محمد بن اسحاق صا لح حسن الحد يث صا لح الحا ل صدوق و ما انفر د به ففيه نكا ر ة فا ن فى حفظه شيئاً و قد ا حتج به ايمته انتهى كلا م الذهبى ۔ و قد علمت انه ليس بمنفر د فى هذه الروا ية بل قد تا بعه عليها زيد بن وا قد و غيره و اليه اشار الشا ر ح بقو له و تا بعه من تقد م انتہی

یہ حدیث بھی صریح ہے اس بات میں کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدی کو پڑھنے سورہ فاتحہ کا امر فرمایا اور ممانعت قرأت کو جہر سے مخصوص کیا۔ ایسا ہی آنحضرت ﷺ کے اجل اصحاب سے مروی ہے چنانچہ فتوی ابو ہریرہؓ کا بذیل کلام ترمذی اور قرطبی کے نقل ہو چکا ہے اور حضرت عمر فاروقؓ سے طحاوی حنفی شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم تیمی نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام پوچھا تو آپ نے فرمایا پڑھا کر۔ پھر ان سے کہا اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میرے پیچھے ہو۔ پھر اس نے کہا اگرچہ آپ قرآن پڑھتے ہو کہا اگرچہ میں قرآن پڑھتا ہوں۔ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں۔ (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۹۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

عن ابرا هيم التيمى قا ل سئلت عمر بن الخطا ب عن القرأة خلف ا لا ما م فقا ل لى اقرأ ۔قلت وان كنت خلفك۔ قا ل و ان كنت خلفى۔ قلت و ان قر أت قا ل و ان قر أت ۔

یہ بھی صریح ہے اس باب میں کہ اکابر صحابہ کے نزدیک بھی معنی اس آیت کے یہ نہیں ہیں کہ قرآن مجید پڑھنے کے وقت کچھ نہ پڑھو بلکہ معنی اس کے یہی ہیں کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے سامنے اونچی نہ پڑھو اور اگر وہ اس آیت سے مما نعت بالکل نہ پڑھنے کی سمجھتے تو اپنے پیچھے قرآن پڑھنے کی اجازت نہ دیتے (یعنی قرآن پڑھتے ہوئے فاتحہ پڑھنے کی) ایسا ہی مورد نزول اس آیت کا اس معنی مما نعت خاص جہر قرأۃ کی متعین ہونے کا مؤید ہے اور اقوال صحابہ و تابعین جو شان نزول اس آیت میں مروی ہیں اس کے شاہد۔ تخریج ہدایہ میں ہے جو زیلعی حنفی کی تصنیف ہے۔

البهيقى عن مجا هد قال قال رسو ل الله ﷺ يقرأ فى الصلوة فسمع قر أة فتى من ا لا نصار فنز ل و اذا قرىء القر آ ن فا ستمعوا له و انصتوا و هذا مر سل و للدار قطنى من حد يث ابى هر يره نز لت هذه ا لآ ية فى رفع الصو ت و هم خلف رسو ل الله فى الصلوة انتهى ما في تخريج الز يلعى

ایسا ہی تفسیر معالم میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے، حیث قال:

نز لت هذه ا لآ يت فى رفع الا صوات و هم خلف رسو ل الله فى الصلوة

ایسا ہی اور اقوال معالم میں منقول ہیں جو اس کے مؤید ہیں

(معالم التنزیل میں منقول اقوال یوں ہیں: ا ختلفوا فى سبب نزول هذه ا لآ ية ـ فذ هب جما عة الى انها فى القر أة فى الصلوة۔

روى عن ابى هر يره انّهم كا نوا يتكلمو ن فى الصلوة بحوا ئجهم فأمروا بالسكو ت و الاستما ع الى قراءة القر آ ن

و قا ل قو م : نز لت فى تر ك الجهر بالقراءة خلف ا لا ما م ـ

رو ى زيد بن اسلم عن ابيه عن ابى هر يرة قا ل : نز لت هذه ا لآ ية فى رفع ا لا صوا ت و هم خلف رسو ل الله ﷺ فى الصلاة ـ

و قا ل الكلبى : كا نوا ير فعو ن ا صوا تهم فى الصلوة حين يسمعو ن ذكر الجنة و النار ـ

و عن ابن مسعودؓ انه سمع نا ساً يقرؤون مع ا لا ما م، فلما انصرف قا ل : اما ان لكم ان تفقهوا و اذا قرىء القر آ ن فاستمعوا له و انصتوا كما امر كم الله ؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و هذا قول الحسن و الزهری و النخعی : ان الآیة فی القرآن فی الصلاة ۔

و قال سعید بن جبیر و عطاء و مجاهد : ان الآیة فی الخطبة، امروا بالانصات لخطبة الامام یوم الجمعة ، و قال سعید بن جبیر : هذا فی الانصات یوم الاضحی و الفطر و یوم الجمعة ، و فیما یجهر به الامام ۔ و قال عمر بن عبد العزیز : الانصات لقول کل واعظ ۔ و الاول اولاها ، و هو انّها فی القراءة فی الصلاة لان الآیة مکیة و الجمعة و جبت بالمدینة ۔ و اتفقوا علی انه ما مور بالانصات حالة ما یخطب الامام ۔

اخبرنا عبد الوهاب بن محمد الخطیب، ثنا عبد العزیز بن احمد الخلال، ثنا ابو العباس الاصم، ثنا الربیع، ثنا الشافعی، ثنا مالك عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة : انّ رسول الله ﷺ قال : اذا قلت لصاحبك انصِت و الامام یخطب یوم الجمعة فقد لغوت ۔

و اختلف اهل العلم فی الورائة خلف الامام فی الصلوة فذهب جماعة الی ایجابها سواء جهر الامام بالقراءة ام أسرّ ۔ روی ذلك عن عمر و عثمان و علیء و ابن عباس و معاذ ، و هو قول الاوزاعی و الشافعی ،

و ذهب قوم الی انه یقرأ فیما اسرّ الامام فیه القراءة و لا یقرأ ازا جهر ۔ یروی ذلك عن ابن عمر و هو قول عروة بن الزبیر و القاسم بن محمد ، و به قال الزهری و مالك و ابن المبارك و احمد و اسحاق ۔ و ذهب قوم الی انه لا یقرأ سواء اسر الامام او جهر۔ یروی ذلك عن جابر ، و به قال الثوری و اصحاب الرأی ۔ و تمسك من لا یری القراءة خلف الامام بظاهر هذه الآیة ،

و من اوجبها قال الآیة فی غیر الفاتحة و اذا قرأ الفاتحة یتبع سکتات الامام و لا ینازع الامام فی القراءة ، و الدلیل علیه ما :

اخبرنا ابو عثمان سعید بن اسماعیل الضبی، ثنا ابو محمد عبد الجبار بن محمد الجراحی، ثنا ابو العباس المحبوبی، ثنا ابو عیسی الترمذی ، ثنا هناد ، ثنا عبدة بن سلیمان، عن محمد بن اسحاق عن مکحول ، عن محمود بن الربیع، عن عبادة بن الصامتؓ قال : صلّی النبیّ الصبح فثقلت علیه القرآة ، فلما انصرف قال : انّی اراکم تقرؤون وراء اماکم ؟ قال : قلنا : یا رسول الله ای و الله ، قال : لا تفعلوا الّا بامّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن فانّه لا صلوة لمن لم یقرأ بھا۔) پس یہ سب کی سب احادیث اور آثار قرائن قویہ اس امر پر ہیں کہ معنی انصات کی اگر حقیقۃً چپکا رہنا اور بالکل کچھ نہ پڑھنا ہی فرض کیا جائے تو وہ اس آیت میں مراد نہیں ہے بلکہ مراد اسی سے اس جگہ معنی مجازی ہیں جو آہستہ قرآن پڑھنے کے منافی نہیں ہیں جیسے حدیث سکتہ میں بقرینہ دوسری حدیث کے معنی حقیقی اس کے مراد نہیں بلکہ مجازی معنی سکتہ کے مراد ہیں جو آہستہ دعا پڑھنے کے مخالف نہیں اور اگر انصات سے اس آیت میں معنی حقیقی یعنی بالکل نہ پڑھنا مراد ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ کے خیال مبارک میں یہ معنی گذرتے آنحضرت ﷺ کے اصحاب بھی اس کو سمجھتے بلکہ حق تعالی جو منزل اس آیت کا ہے موقع دیکھ کر اس آیت کو نازل فرماتا کہ رفع صوت کی رد میں اس کو نہ لاتا۔ شائد ہمارے مقابلین باوجود اس کے کہ وہ قول صحابی کو حجت جانتے ہیں خصوص جو بیان مورد نزول میں ہو اور وہ اس کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں چنانچہ ان کا امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتا ہے

قول الصحا بی حجة عند نا یجب تقلیده ما لم ینفه شیء من السنة ۔

ہماری ضد میں اس قول سے منکر ہو جاویں اور کہنے لگیں کہ حق تعالی نے تو اس آیت کو خاص کر جہر کے رد میں نازل نہیں کیا اصحاب اور تابعین نے اس کو غلط فہمی سے اس سے خاص سمجھا ہے اور بنا بر اس غلط فہمی کے فتوی قرأت کا پیچھے امام کے دیا جس نے دیا ولیکن مجھے معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی شان میں وہ کیا کہیں گے آیا آنحضرت ﷺ نے بھی اس آیت کے معنی کو نہیں سمجھا اور خاص جہر کی ممانعت پر اس آیت کو غلطی سے حمل کیا اور بنا بر اس غلط فہمی کے مقتدیوں کو جہر قرأۃ سے پیچھے اپنے منع فرمایا اور آہستہ پڑھنے کا ارشاد کیا، یا یہ آیت آنحضرت ﷺ کے سامنے نہیں اتری ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ یا ان کے شاگردان پر اتری۔ مسلمان کی تو یہ طاقت نہیں کہ کوئی بات ان میں سے تجویز کرے، ان کو اختیار ہے جو چاہیں سو کہیں یہ لوگ آگے کیا کچھ نہیں کہہ گئے ان سے یہ کہنا بھی بعید نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی کو نہیں سمجھا ہمارے امام نے جو انبیاء اور اولیاء کا استاد ہے خوب سمجھا ہے چنانچہ صاحب درمختار نے اپنے امام کی فہم اور اجتہاد کو حضرت عیسیٰؑ و موسیٰؑ کے علم و تعلیم پر ترجیح دی ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتاب درمختار میں (جس کو بعض حنفی کتاب آسمانی سمجھتے ہیں اور بسند متصل عن ابی حنیفه عن حماد عن ابرا هیم عن علقنه عن ابن مسعود عن النبی ﷺ عن جبر یل عن الله عز و جل خدائے تعالیٰ تک پہنچا دیتے ہیں چنانچہ مجمع عام میں ایک حنفی نے میرے سامنے یہ دعوی کیا اور یہ سند پڑھ کر سنائی) ۔ صاف لکھ دیا ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ جیسا کوئی بنی اسرائیل میں ہوتا تو وہ یہود اور نصاری نہ بنتے اور کہا ہے کہ قیامت کے قریب جب حضرت عیسیٰؑ اتریں گے تو اسی مذہب پر حکم کیا کریں گے حیث قال:

لو کا ن فی امت مو سی و عیسی مثل ابی حنیفه لما تهو دوا و لما تنصروا .. الی ان قال .. و قد جعل الیه الحکم لا صحا به و اتبا عه من زمنه الی هذه ا لا یا م الی ان یحکم بمذ هبه عیسی ۔ انتهی ۔

اور سچے معتقدین پکے متبعین امام نے حضرت خضرؑ کو جو بقول بعض اکابر نبی تھے اور ان کے حق میں حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے

آ تینا ه ر حمةً من عند نا و علمنا ه من لد نا علماً

امام ابوحنیفہؒ کا شاگرد بنایا ہے اور کہا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے پانچ برس تک امام ابوحنیفہ کی زندگانی ان سے علم پڑھا ہے اور ۲۵ برس ان کی قبر پر سے، چنانچہ طحطاوی ؒ نے شرح درمختار میں یہ قول نقل کیا ہے:

اعلم ان الله تعا لی قد خص ابا حنیفه با لشر یعة و الکرا مة و من کرا ما ته ان الخضر علیه السلا م کا ن یجی الیه کل یو م وقت الصبح و یتعلم منه ا حکام الشر یعة الی خمس سنین فلما تو فی ابو حنیفه نا جی خضر ر به الهی ان کا ن لی عند ک منز لة فا ذن لا بی حنیفه حتی یعلمنی من القبر علی حسب عا دته حتی اعلم شر ع محمد ﷺ علی الکما ل لتحصل لی الطریقة و الحقیقة فتودی ان ا ذ هب الی قبره و تعلم منه ما شئت فجا ء الخضر و تعلم منه ما شا ء کذ لك الی خمس و عشرین سنة حتی اتم الد لا ئل و ا لاقاو یل ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ہر چند بعض حنفی نے از راہ انصاف و دیانت کے یا بعض رفع طعن و ملامت کے ان غالیوں کے ان اقوال کو ردّ یا تاویل کر دیا ہے چنانچہ طحطاویؒ نے درمختار کے دوسرے مقولہ کے ذیل میں کہا ہے:

و الذی ینبغی الطا ئفة الحنفیة ان لا یتکلموا بهذه ا لا لفا ظ المو هم فا نها مو جبة للتکلم فیهم بل ان بعض الحمقاء یسبّون ا لا ما م و ینفو ن عنه ا لا جتهاد فا لا و لی یجنبه

مگر ان اقوال سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں ایسے دلیر بھی ہیں جو ایسی باتیں کہہ دیتے ہیں جن کے ردّ یا تاویل کی ان کے بھائیوں یا حمایتیوں کی حاجت پڑتی ہے۔ پس ایسے شیر بہادروں سے یہ بھی بعید نہیں کہ صاف کہدیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی کہ مقتدیوں کو قرأت فاتحہ کا پیچھے امام کے امر فرمایا فحوائے کلام ومقتضائے مقام تو یہی ہے کہ سبھی حنفی جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کو صحیح مان کر، نقد و جرح سے سالم جان کر اس کے مقابلہ میں قرآن کی آیت پڑھ دیتے ہیں بے شک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے، ورنہ حدیث کے مقابلہ میں کبھی قرآن نہ پڑھیں بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں ولیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے اس لئے وہ ایک ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدہ کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی، اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے مگر چونکہ وہ اس قاعدہ کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدہ پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹتی ہے وہاں اس قاعدہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی بلکہ رائے فقیہ سے تمسک کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کے لئے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کی فہم کو آنحضرت ﷺ کی فہم سے اچھا جانتے ہیں۔ اب میں واسطے تصدیق اپنے دعوی کے ایک مثال جس سے یہ ثابت ہو کہ قاعدہ ان کا محض انکار کی آڑ ہے اور حقیقت میں وہ اس کی پابندی نہیں کرتے ذکر کرتا ہوں۔

مسئلہ جمعہ قرآن میں یوں ناطق ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا ذا نودی للصلوۃ من یو م الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع۔ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمو ن(الجمعۃ : ۹)

ضمیمہ نمبر ۱۰۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچ مسئلوں کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری

(تصحیح: پچھلے ہفتہ کے ضمیمہ میں کارپردازوں کی غلط کاری سے نمبر ۹ کی جگہ ۸ لکھا گیا ہے حالانکہ ضمیمہ نمبر ۸ ماہ ستمبر کی ۲۹ تاریخ کو چھپ کر شائع ہو چکا ہے مہربانی کر کے ناظرین اس کی صحت کریں)۔

جب اذان ہو دن جمعہ کے تو دوڑو طرف ذکر خدا کے یعنی نماز جمعہ کے اور سودا تجارت چھوڑ دو۔ تا دیکھو اس میں صریح ہے اس میں کہ جمعہ کے واسطے بادشاہ یا شہر یا بازار ہونے کی کچھ شرط نہیں۔ پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور اس کو بمقابلہ ایک قول صحابی کے، بلکہ بقول ایک عالم مذہب حنفی جس کا قول بالاتفاق حجت نہیں، ترک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں، حاکم نہیں، بازار و کوچہ نہیں، وہاں جمعہ صحیح نہیں چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے

لا تصح الجمعۃ ا لّا فی مصر جا مع او فی مصلّی المصر و لا یجو ز فی القری لقو لہ علیہ السلام لا جمعۃ و لا تشریق و لا فطر و لا ا ضحی ا لا فی مصر جا مع، و المصر الجا مع کل موضع لہ امیر و قا ض ینفذ ا لا حکا م و یقیم الحدود و ھذا عن ابی یو سف رو ی عنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مسا جد ھم لم یسعھم، ا لاول ا ختیار الکر خی و ھو ا لظا ھر ، و الثا نی ا ختیار الشلجی؟ و قا ل فی فتح القدیر فی تخر یج الحد یث رفعہ المصنف و انما رواہ ابن ابی شیبہ مو قو فاً علی علیؓ۔ و فی حا شیۃ الھدا یۃ صفحہ ۱۴۸ فی تفسیر المصر: قا ل الکرخی: ھو اقیمت فیہ الحدود و نفذت فیہ ا لا حکا م و ھو اختیار الز محشری ،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و عن ابی عبد الله البلخی انه قا ل : ا حسن ما سمعت انه اذا اجتمعوا فی اکبر مسا جد هم لم یسعوا فیه فهو مصر جا مع۔ و عن ابی حنیفة هو بلدة کبیرة فیها سلك و اسواق و لها رساتیق و یر جع الناس الیه فی ما وقعت لهم من الحوا د ث۔

ان عبارات میں غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا، اور اس قاعدہ کو کون لے گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابندی قاعدہ کی نہیں ہے بلکہ پابند تقلید امام کے ہیں۔ پس اگر اس کی محافظت قرآن کے اخذ کرنے میں دیکھتے ہیں تو اس اس کو ہاتھ مارتے ہیں اور اگر وہ تقلید حدیث پر عمل کرنے سے قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔

یہاں سے صدق کلام امام رازی کا معلوم ہوا جو اس نے کہا ہے کہ مذہب حنفی قانون مستقیم پر مبنی نہیں ہے، کبھی قرآن کی طرف رجوع کرتے، کبھی قیاس کی طرف، کبھی حدیث کی طرف دوڑتے ہیں، کبھی آثار کی طرف۔ چنانچہ رسالہ ترجیح مذہب شافعی میں فرماتے ہیں:

و اما ا صحا ب الر أی فا ن امر هم فی با ب الخبر و القیاس عجیب ۔ فتارة یر جحو ن القیاس علی الخبر و تا رة بالعکس۔ ا ما ا لا ول فهو مذ هبنا ان التصریة سبب مثبت للرد و عند هم لیس کذ لك و دلیلنا ما ا خر ج فی الصحیحین.. الی ان نقله بتما مه ثم قا ل :

و اعلم ان الخصو م لما لم یجدوا لهذا الخبر تا و یلاً۔ البتة بسبب انه مضرّ فی محل الخلا ف ا ضطروا الی ان یطعنوا فی ابی هر یرة ۔ و قالوا انه کا ن متسا هلاً فی الروا یة و ما کا ن فقیهاً۔ و القیاس علی خلاف هذا الخبر لا نّه نقتضی تقدیر خیار العیب با لثلاث و یقتضی تقویم اللین بصا ع من تمر من غیر زیا دة و لا نقصا ن و یقتضی ا ثبا تاً عو ض مقا بلة لین حا دث بعد العقد و هذه ا لا حکا م مخا لفة ا لا صو ل فو جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد الخبر لا جل القياس، هذا كلا مهم فی تر جيح القياس على الخبر، اما كلا مهم فی تر جيح الخبر على القياس الجلی فهو من و جو ہٍ ا حد ها ان انتقا ض الطهارة بسبب القهقهة فی الصلة امر يا با ه القياس الظا هر ثم انهم ا ثبتوا ذلك بسبب خبر ضعيفٍ ما قبله ا حد من علماء الحد يث۔ و ثا نيها و هو اعجب من ا لا ول انهم يقد مو ن عمل الصحا بة على القياس الجلی بل على الد ليل المستفاد من نص القر آ ن۔

اما ا لا ول فلا نه اذا وقعت عصفورة فی بئر و تفسخت قا لوا ينز ح منها عشره اد ل و يصير الباقی طا هراً ۔ و صريح العقل يشهد بد فع هذا الحكم لان ما ء البئر شیء متشا به ا لا جزا ء فكيف يعقل ان يكو ن نز ح بعض ذ لك الما ء سبباً بصيرورة الباقی طا هراً ۔فعند هذا قا لوا انما حكمنا بذ لك لا نه نقل عن بعض الصحا بة۔

و اما الثا نی فا ن البا ئنة فی مر ض المو ت صر يح كتا ب الله نقتضی انها ليست زو جته له لا نها لو كا نت زو جته لكا ن اذا ما تت يجب ان ير ث عنها لقو له تعا لی:

و لكم نصف ما تر ك ازوا جكم ۔(الآ ية)

و با لا جماع الزو ج لا ير ث منها فثبت انها ليست زو جة له ، و اذا ثبت هذا و جب ا لا يور ث منه لا ن الر بع نصيب الزوج الزو جا ت فممتنع ان يكو ن شیء منه نصيباً لهذه البا ئنة بدليل ظا هر من كتا ب الله تعا لی فی هذه المسئلة۔

ثم انهم قا لوا انها تر ث بد ليل ان عثما ن بن عفا ن قضی بذلك فی حق تما ضر زو جة عبد الر حما ن بن عو ف، و العجب ان ابن عو ف و ابن الز بير كا نا مخا لفين لعثما ن فی هذه الفتوى ثم انهم قد موا فتوى عثما ن فی هذه المسئلة على

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظا هر الكتا ب الله تعا لى مثبت انهم تا رة يقد مو ن القياس على الخبر و تارة يقد مو ن عمل بعض الصحا بة على الكتا ب و تا رة يعكسو ن ا لا مر فى هذه ا لا بوا ب و ذ لك يد ل على ان طر يقتهم غير بينة على قا نو ن مستقيم۔ انشد بعضهم

دين النبى محمد مختار
نعم اعطيه للفتى ال خبار
و لربما غلط الفتى سبل الهدى
و الشمس واضحة لها انوار
لا تغفلن عن الحديث و اهله
فا الرأى ليل و الحديث نهار

انتهى كلا م الرازى

اور یہ طریق ان کا خلاف طریق سلف صالحین صحابہ وتابعین وآئمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ کے ہے۔ بلکہ ارشاد آنحضرت ﷺ کے جو سب اماموں کے امام ہیں نیز مخالف ہے۔آنحضرت ﷺ کے قول سے ثابت ہے حدیث وجوب اتباع میں مثل قرآن ہے۔اور آئمہ دین سلف صالحین حضرت کا رتبہ جناب باری سے بالا ہے اور نہ اس وجہ سے کہ پایہ ثبوت حدیث کا قرآن سے اعلی، بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن میں اجمال اور ابہام ہوتا ہے۔اور حدیث اس کی مفسر مبین بنتی ہے۔اس لئے انہوں نے یہ اتفاق کر رکھا ہے کہ:

السنة قا ضية على كتا ب الله و ليس كتا ب الله بقا ض على السّنّة۔

یعنی حدیث قرآن پر حاکم ہے اور قرآن حدیث پر حاکم نہیں ہے۔ان لوگوں نے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم واجمال قرآن کو پیش کرے اور اس کی دستاویز سے حدیث کو متروک العمل بتاوے، مبتدع ہے، اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔پس پہلے قول آنحضرت ﷺ کا نقل کیا جاتا ہے۔پھر اقوال ان آئمہ کے معرض نقل میں آویں گے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن ابی داؤد میں مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے :

عن رسو ل الله ﷺ انه قا ل ا لا انی او تیت ا لکتا ب و مثله معه ا لا یو شك ر جل شعبا ن علی ار یکته یقول علیکم بهذا القر آ ن فما و جد تم فیه من حلا ل فا حلّوه و ما و جد تم فیه من حرا م فحر مو ه ا لا لا یحل لکم الحمار ا لا هلی و لا کل ذی نا ب من السبا ع و لا لقطة معا هد۔

اورسنن دارمی میں بصفحہ ۷۶ یہ باب مقرر کیا ہے کہ:

السّنّة قا ضیة علی کتا ب الله

اوراس میں اس حدیث کومعرض استدلال میں پیش کیا ہے الفاظ اس کے یہ ہیں:

ان رسو ل الله ﷺ حر م اشیاء یو م خیبر ا لحمار و غیره ثم قا ل یو شك الر جل متکئاً علی ار یکته یحد ث بحد یثی فیقول بیننا و بینکم کتا ب الله فما و جد نا فیه من حلا ل استحللناه و ما و جد نا فیه من حرا م حر منا ا لا و ان ما حرم رسو ل الله ﷺ فهو مثل ما حر م اللّه به ۔

اسی باب میں بصفحہ ۷۷ یحی بن ابی کثیر سے روایت کیا ہے:

انّه قا ل السّنّة قا ضیة علی القر آ ن و لیس القر آ ن بقا ض علی السّنّة ۔

اورحسانؓ سے روایت کیا ہے

انّه قا ل : کا ن جبر یل ینزل علی النّبی ﷺ با لسّنّة کما ینزل علیه بالقر آ ن

اورمکحول سے نقل کیا ہے:

قا ل: السّنّة سنتا ن سنة ا لا خذ بها فر یضة و تر کها کفر و سنة ا لا خذ بها فضیلة و تر کها الی غیر ها حر ج

اورسعید بن جبیر سے روایت کیا ہے:

انه حد ث یو ماً بحد یث عن النبی ﷺ فقا ل ر جل فی کتا ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله ۔

ضمیمہ نمبر ۱۱۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

ما یخا لف هذا فقا ل ا لا انی ا حد ثك عن رسو ل الله ﷺ وتعرض فیه بکتا ب الله و کا ن رسو ل الله ﷺ اعلم بکتاب الله منك ۔

اس قول کو ناظرین ملاحظہ فرماویں بعینہ وہی جو ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ قرآن اچھا سمجھتے تھے یا اور۔ اور اس میں بصفحہ ۲۸ حضرت عمر فاروقؓ سے نقل ہے:

انه قال سیأ تی نا س یجا د لو ننی بشبهات القر آ ن فخذوهم با لسّنن فا ن ا صحاب السّنن اعلم بکتا ب الله ۔

اس حدیث کی شرح میں طیبیؒ نے شرح مشکوۃ میں لکھا ہے:

فی هذا الحد یث تو بیخ و تقریع ینشاء من غضب عظیم علی من تر ك السنة و ما عمل بالحد یث استغناء عنها با لکتا ب بمن ر جح الرأی علی الحد یث و اذا سمع حد یثاً من الاحادیث الصحیحة قال لا علیّ ان اعمل بها فا ن له مذ هباً اتبعه ۔

امام ابی حنیفہؒ سے میزان کبری میں شعرانی نے نقل کیا ہے:

انه د خل علیه مرّة ر جل من اهل الکو فه و الحد یث یقری عنده فقا ل الر جل دعو نا عن هذه ا لا حا دیث فز جره ا لا ما اشد الز جر و قا ل له لو لا السنة ما فهم ا حد نا القر آ ن ثم قا ل للر جل ما تقو ل فی لحم انفرد و این دلیله من القر آ ن فاقحم الر جل فقال للا ما م فما تقو ل انت فیه فقا ل لیس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هو من بهيمة ا لا نعا م ثم قال الشعرا نى فا نظر يا ا خى الى مفا ضلة ا لاما م عن السنة و زجر ه من عر ض له بترك انظر فى ا حا ديثها الى آ خر ما يليق بالمرا جعة ۔

ایسا ہی امام شافعیؒ سے میزان میں نقل کیا ہے حیث قال:

روى الهر وى بسنده الى ا لا ما م الشا فعى انه قا ل حد يث رسو ل الله ﷺ مستغن بنفسه اذا صح انتهى ۔ يعنى انه لا يحتا ج الى قو ل اذا صح د ليله لا ن السنة قا ضية على القرآن و لا عكس و هى مبينة لما اجمل منه انتهى ما فى الميزا ن

اور جگہ امام شعرانیؒ نے اس پر اجماع کا دعوی کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب منہن میں کہا ہے:

قد اجتمعت ا لامة على انّ السنة قا ضية على الكتا ب و ليس الكتا ب بقا ض على السنة ۔ انتهى

ایسا ہی امام احمدؒ سے ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے حیث قال:

ذكر ا حمد ا لا حتجا ج على ابطا ل قو ل من عا ر ض السنن بظا هر القر آ ن و رد ها بذ لك و هذا فعل الذين يستمسكو ن با لمتشا به فى رد المحكم فا ن لم يجدوا لفظاً متشا بهاً غير المحكم استخر جوا من المحكم وصفاً متشا بهاً و ردوه به لهم طر يقا ن فى رد السنن ا حد هما رد ها با لمتشا به من القر آ ن او من السنن الثا نى جعلهم المحكم متشا بهاً و اما طر يقة الصحا بة و آ ئمة الحد يث كا لشا فعى و الا ما م ا حمد و مالك و ابى حنيفه و ابى يو سف و البخارى و اسحاق فعكس هذه الطر يق و هى انهم ير دو ن المتشا به الى المحكم و يوافق النص المحكم ما يفسر لهم التشا به و يبينه لهم فيتفق دلا لته مع دلا لة المحكم و يوا فق النصو ص بعضها بعضاً و يصدق بعضها بعضاً فا نها كلها من عند الله و ما كا ن من عند الله فلا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف فيه و لا تنا قض و فصله فی مو ضع ا خر و مثله بامثله منها رد المحكم الصريح الذی لا يحتمل ا لّا و جهاً واحداً من و جو ب الطما نية و تو قف اجزا ء الصلوة و صحتها عليه كقو له ﷺ لا تجزیء صلوة لا يقيم الر جل فيها صلبه فی ركو عه و سجو ده و نحوه با لمتشا به من قو له و ار كعوا واسجدوا ۔ و منها رد المحكم الصريح من تعيين التكبير للد خو ل فی الصلو ة با لمتشا به من قو له و ذكر اسم ربه فصلی ۔ و منها رد المحكم فی اشترا ط النية لعبادةالو ضو و الغسل با لمتشا به من قو له اذا قمتم الی الصلو ة فا غسلو ا و جو هكم .. الخ و لم يا مر با لنية ۔ و منها رد السنة الثا بته المحكمة فی النهی عن بيع الر طب با لتمر بالتشا به من قو له و احل الله البيع و با لمتشا به من القياس فی غا ية الفساد و منها رد السنة الصحيحه الصريحه فی النهی عن الجلوس علی فر ش الحر ير كما فی صحيح البخاری با تشا به من قو له و هو الذی خلق لكم ما فی الارض جميعاً۔ و منها رد السنة الصحيحة الصريحة المحكمة فی خر ص الثمار فی الز كوة و العرا يا و غيرها اذا بد ء صلاحها بقو له انما الخمر و الميسر و الا نصا ب و الازلا م رجس من عمل الشيطا ن ۔

و منها رد السنة الصحيحة المحكمة فی استحبا ب صلوة النساء جماعة لا مفر دا ت كما فی المسند و السنن بالتشا به من قو له لن يفلح قو م و لّوا امر هم امر ء ة الی ان ذكر منها ردهم السنة فی مسئلة الفا تحة و الجهر بآ مين فقا م و منها ردّ النصو ص المحكمة الصريحة الصحيحة فی تعيين قرأة فا تحة الكتا ب فر ضاً بالتشا به من قو له فا قرؤا ما يسر منه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و منها ترك السنة المحكمة الصحيحة فی الجهر بآمين كما فی الصحيحين فرد بقوله تعالی و اذا قرء القرآن فاستمعوا له و انصتوا و الذی نزلت عليه هذه الآية هو الذی رفع صوته بالتامين و الذين امروا بها رفعوا اصواتهم و لا معارضة بين الآية و السنة بوجه الی آخر ما ذكر من الامثلة التی تزيد علی سنّين ۔ و من لم تيسر له مطالعة ذلك الكتاب فعليه بمطالعة الا نتفاد الرجيح شرح الاعتقاد الصحيح و الجنة فی الا سوة الحسنة بالسنة لخير معاصرينا السيد ابيالطيب لازال معوانا لسنة السنة ۔

ان احادیث وآثار واقوال سے ثابت ہوا کہ قرار دادآنحضرت ﷺ اوران کے اصحاب وتابعین وآئمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اورعمل میں قرآن کی مانند بلکہ بڑھ کر ہے پس جس نے حدیث صحیح کو مجمل ومبہم آیت قرآن سے رد کیا وہ تمام سلف کا مخالف ہوا پھر اگر وہ اس مخالفت میں معتمد ہے تو مبتدع ہے ورنہ احمق اور جاہل ہے کائناً من کان و متی کان و اينما كان ۔ یہ شخص بلا ریب یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ معنی آیت نہیں سمجھتے تھے جیسا میں سمجھتا ہوں یا وہ جس کا میں مقلد ہوں ایسے شخص سے مسئلہ فرعی میں بحث فضول ہے اولاً اس سے حقیقت نبوت وامامت بحث کرنی بکار ہے اورخواص نبوت وامامت میں گفتگو لازم ۔ ہمارے مخاطبین اگر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق جانتے ہیں اوران کی فہم کو اپنی اورامام کی فہم سے افضل مانتے ہیں تو اس بحث کے طالب نہ ہوں گے اور بدوں چوں وچرا کے مان لیں گے کہ اگر معنی آیت انصتوا کے یہی ہوتے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اصلاً و مطلقاً کسی طرح کچھ نہ پڑھو تو آنحضرت ﷺ کے خیال مبارک میں آتے اور وہ مقتدیوں کو بحالت قرأت امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد نہ فرماتے اورممانعت قرأۃ خلف الامام کوکو جہر سے خاص نہ کرتے اورجس حالت میں آپ نے اس ممانعت کو جہر سے خاص کیا اورآہستہ پڑھنے کا ارشادفرمایا ہے (حاشیہ۔قیدآہستگی کی اگرچہ حدیث عبادہؓ بن صامت میں جوسابقاً نقل ہوچکی ہے مذکورنہیں انہیں اسی حدیث ابن حبانؒ نے بروایت السنن ..زیادہ لیقرأ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا حد کم لقاء الکتا ب فی نفسه کو روایت کیا ہے۔ دیکھو تخریج الہدایہ) تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم یا ہمارے امام جی سمجھتے تھے۔

وجہ دوم۔ ہم نے فرض کیا اور علی التنز ل ما ن لیا کہ آیت مذکور میں مطلقاً قرأۃ سے اگر چہ سرّاہو ممانعت مقصود ہے اور انصات بالکل چپکے رہنے کا ہی نام ہے پھر بھی اس ممانعت سے خاص قرأۃ فاتحہ کے پیچھے امام کے یقیناً نہیں نکلتی قرأۃ فاتحہ حکم اس آیت سے مخصوص مستثنیٰ ہوسکتی ہے اور احادیث نبوی میں جو وجہ اول میں منقول ہو چکی ہیں جن میں مقتدیوں کے واسطے قرأۃ فاتحہ کا ارشاد ہے یہی بات پائی جاتی ہے اور کیونکر نہ ہو جس نبی پر یہ آیت اتری ہے اسی جناب سے فاتحہ پڑھنے کا ارشاد صادر ہوا ہے اگر اس آیت میں ممانعت عام مراد ہوتی تو آنحضرت ﷺ اس کا خلاف نہ کرتے اور مقتدیوں کو خاص قرأۃ فاتحہ کا امر نہ فرماتے یہ جواب اس آیت سے محدثین و آئمہ مجتہدین نے جو قرأۃ فاتحہ کو بحق مقتدی واجب بتاتے ہیں دیا ہے چنانچہ کہا امام بغویؒ نے بیچ معالم کے:

و یتمسك من لا یر ی القرأة خلف الا ما م بظا هر هذا الآ یة و من او جبها قال ا لآ یة فی غیر ا لفا تحه ۔

اور کہا شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بجواب آیت و حدیث :ا ذا قرء فانصتوا کے:

انها عموما ت و حد یث عباده خا ص و مبنی العا م علی الخاص وا جب کما تقرر فی ا لا صو ل و هذا لا محیص عنه و تو یده ا لا حا دیث المتقدمة القا ضیة لو جو ب قر أة فا تحة الکتا ب فی کل رکعة من غیر فرق بین ا لا مام و الما مو م لان البر أة عن عهد تها انما یحصل بنا قل صحیح لا بمثل هذ ه العمو ما ت التی قر نت بما یجب تقدیره علیه ۔

اور کہا امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں بمقابل تمسک اس آیت کے۔

ا صول الثا لث و هو المعتمد ان الفقهاء اجمعوا علی انه یجو ز (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر ۱۲۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

تخصیص عموم القرآن بخبر الوا حد ..ان عمو م قو له تعالی: و اذا قرىء القر آ ن فاستمعوا له و انصتوا، يوجب سكو ت الما مو م عند قر أة ا لا ما م ا لّا ان قو له عليه الصلوة و السلا م : لا صلوة لمن لم يقرأ بفا تحة الكتا ب ،اخص من ذلك العمو م و ثبت ان تخصيص عمو م القرآن بخبر الوا حد لاز م فو جب المصير الى تخصيص عمو م هذه الآ ية بهذا الخبر۔

قلت و الخبر الذى ا ختاره مخصصاً البغوى و الشو كا نى وغير هما من ا لآ ئمة الشا فعية افحم للخصم و اد فع لما يبديه من ا لا حتما لا ت لكو نه نصاً فى البا ب لا مسا غ فيه لنوع من ا لار تيا ب

اور کہا شیخ سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں:

و استد ل من اسقطها فى الجهر ية بقو له تعا لى و اذا قرى ء القر آ ن فا ستمعوا له و انصتوا و لقو له صلى الله و سلم واذا قر ء ا لا ما م فا نصتوا و قد اجيب عند مجمل ا لانصا ت فيما عدا الفا تحة

اس بیان سے ثابت ہوا کہ باوجود تسلیم اس امر کے کہ معنی انصات کے محض چپ رہنا ہے اور آیت سے مقصود معانی مطلق قرأۃ ہے اگرچہ سرّاً ہو اس آیت سے ممانعت قرأۃ خاص فاتحہ کی ثابت نہیں ہوتی۔

تقریر طریق خاص اصولی یہ ہے کہ جن مقدمات کو آپ نے موقوف علیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرایا ہے وہ محل کلام ہیں۔ مقدمہ اولی جناب کہ عام قطعی ہے، ممنوع ہے اور آپ سے تعجب ہے کہ باوجودیکہ آپ مقام بحث واستدلال میں قائم تھے اس مقدمہ کو بے دلیل چھوڑ گئے اور اس کو باوجود مختلف فیہ ہونے کے اصول مسلّمہ یا علوم متعارفہ سے خیال کر بیٹھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتب ورسائل اصول فقہ میں آپ کی نظر نہیں پڑی اور آواز ظنی ہونے عام کے کبھی کان میں پہنچی ہے ورنہ یہ بات زبان پر نہ لاتے۔ اور اگر لاتے تو اس کو مدلل کر دکھاتے۔ ہم اس مقدمہ میں مذاہب علماء واختلاف آراء کا ذکر کرتے ہیں شاید اس کے ملاحظہ سے آپ اس مقدمہ کی بداہت کا دعوی چھوڑ دیں اور اس کو بدفع دلیل خلاف مدلل فرماویں۔ کتاب توضیح میں ہے:

حکم العا م التو قف عندالبعض حتی یقو م الد لیل لا نّی مجمل ۔ و عند البعض یثبت ا لا د نی فی الجمع و الوا حد فی غیر ہ و عند نا و عند الشا فعی یو جب الحکم فی الکل ۔ لکن عند الشا فعی ھو دلیل فیہ شبھۃ فیجوز تخصیصہ بخبر الواحد و القیاس لا نّ کل عا م یحتمل التخصیص ھو شا ئع فیہ ۔ و عند نا ھو قطعی مساوٍ للخا ص و سیجیء معنی القطع فلا یجوز تخصیصہ بوا حد منھما ما لم یخص بقطعی ۔

یہ جو اس عبارت توضیح میں لکھا ہے کہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک عام قطعی ہے مراد اس سے عیسی بن ابان وغیرہ متاخرین حنفیہ ہیں نہ آئمہ مذہب متقدمین مثل امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے ہے چنانچہ تلویح میں اس اجمال کی تفصیل ہے حیث قال:

حکم العا م عند عا مۃ ا لاشاعرۃ التو قف حتی یقوم دلیل عموم او خصوص و عند الثلجی و الجبائی الجزم بالخصوص کا لوا حد فی الجنس و الثلا ثۃ فی الجمع و التوقف فی ما فق؟ ذ لك و عند جمھور العلماء ا ثبا ت الحکم فی جمیع ما یتنا ولہ من ا لا فراد قطعاً و یقیناً عند مشا ئخ العراق و عا مۃ المتا خر ین و ظناً عند جمھور الفقھاء و المتکلمین و ھو مذ ھب الشا فعی و المختار عند مشا ئخ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمرقند حتی یفید و جو ب العمل دون الاعتقا د و یصح تخصیص العا م من الکتا ب بخبر الوا حد و القیاس

اور امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی کتاب محصول میں لکھا ہے:

یجوز تخصیص الکتا ب عند نا و ھو قو ل الشا فعی و ابی حنیفه و ما لك و قا ل قو م لا یجوز ا صلاً و قا ل عیسی بن ابان ان کا ن قد خص قبل ذلك بد لیل متصل او لم یخص اصلاً لم یجز و اما القا ضی فا نه اختا ر التو قف

یہاں تو امام رازیؒ نے کچھ متاخرین کے اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے۔ ولیکن تفسیر کبیر میں اس مسئلہ پر دعوی اجماع کیا ہے (جس سے آپ کی مراد اجماع آئمہ متقدمین وصحابہ وتابعین ہوسکتی ہے)۔ شیخ ابن الحاجبؒ مالکی نے مختصر الاصول میں مسئلہ تخصیص ذکر کرکے فرمایا ہے: و به قا لت ا لآ ئمة ا لار بعة ۔

ایسا ہی مغتنم الحصول میں کہا ہے۔ اور امام ربانی محمد علی الشوکانیؒ نے ارشاد الفحول میں کہا ہے:

اتفق اھل العلم سلفاً وخلفاً علی ان التخصیص للعمو ما ت جائز و لم یخا لف فی ذلك ا حد ممن یعتد به و ھو معلو م من ھذه الشریعة المطھرة حتی قیل انه لا عا م ا لا و ھو مخصوص ا لّا قو له تعا لی و الله بکل شئی علیم الی آ خر ما ذکر من اشباه ھذه ا لآ یة ۔

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ عام کو قطعی کہنا ایک شرذمہ متاخرین کا قول ہے۔ متقدمین آئمہ جن میں امام ابوحنیفہؒ بھی داخل ہیں، اس عام کو ظنی کہتے اور تخصیص اس کی خبر واحد سے جائز رکھتے۔ پس ایسے اختلافی مسئلہ کو جس میں کثرت جانب خلاف ہے آپ نے کس طرح صحیح سمجھ لیا اور بلا تردد اس کو اصول مسلمہ سے قرار دے کر اپنے جواب کو اس پر متفرع کر دیا۔ آئندہ کچھ انصاف کو جائز رکھتے ہیں تو اس کو مدلل فرماویں ورنہ اپنے جواب سے دست بردار ہو جاویں۔

ہر چند ہم کو اس مقام میں اس قدر منع کافی ہے اور تزئیف جواب مخاطب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے اتنی کلام وافی، تاہم بغرض تشویق ناظرین ہم مقام منع سے ترقی کر کے مقام ادعاء میں قائم ہوتے ہیں اور غلط ہونا اس مسئلہ کا دلیل سے ثابت کرتے ہیں۔

پس واضح ہو کہ مذہب حق ومنصور مذہب جمہور ہے کہ عام ظنی الدلالۃ ہے اور اس مذہب پر دو دلیلیں قائم۔ ایک یہ کہ تخصیص عام میں ایسا شائع ہے کہ بمنزلہ مثل مشہور ہو گیا ہے۔ ما من عام الّا و قد خص منه البعض یعنی کوئی ایسا عام نہیں جس میں تخصیص نہ ہو۔ پس شیوع تخصیص کا ہر عام میں مورث ظن وشبہ کا ہے چنانچہ توضیح کی عبارت میں خلاصہ اس دلیل کا گذرا اور تلویح میں اس کو مفصل بیان کیا ہے حیث قال:

قد سبق ان القائلین بان العام یوجب الحکم فیما یتناوله منهم من ذهب الی ان موجبه ظنی و منهم من ذهب الی انه قطعی بمعنی انه لا یجوز الخصوص احتمالاً نا شیاً عن الدلیل تمسك الفریق الاول بان کل عام یحتمل التخصیص و التخصیص شائع فیه کثیر بمعنی ان العام لا یخلو عنه الا قلیلا بمعونة القرائن کقوله تعالی: ان الله بکل شیء علیم، و لله ما فی السماوات و ما فی الارض، حتی صار بمنزلة المثل ما من عام الا وقد خص منه البعض و کفی بهذا دلیلاً علی الاحتمال و هذا بخلاف احتمال الخاص المجاز فانه لیس بشائع فی الخاص شیوع التخصیص فی العام حتی ینشأ عنه عند احتمال المجاز فی کل خاص۔

پھر صاحب توضیح نے اس دلیل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جو تخصیص عام کو ظنی کرتی ہے وہ شائع نہیں اور جو شائع ہے وہ ظنی نہیں کرتے۔ ظنی کرنے والی تخصیص وہ ہے جو کلام مستقل موصول سے ہو۔ سو نہایت قلیل ہے چنانچہ کہا ہے:

و لا نسلّم ان التخصیص الذی یورث شبهة فی العام شائع بلا قرینة فان المخصص اذا کان هو العقل او نحوه فهو فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم ا لا ستثنا علی ما یا تی و لا یور ث شبهة فا ن کل ما یوجب العقل . کو نه غیر دا خل لا ید خل و ما سوای ذلك یدخله فی العا م و ان کا ن المخصص هو الکلا م فا ن کا ن مترا خیاً فلا نسلم انه مخصص بل نا سخ فبقی الکلا م فی المخصص الذی یکو ن مو صو لًا و قلیل ما هو ۔

اس کے جواب میں صاحب تلویح نے یہ کہا ہے کہ یہ اعتراض سوء تو ہم صاحب توضیح سے پیدا ہوا ہے وہ مطلب کلام خصم یہ سمجھا ہے کہ جو تخصیص عام کو بقیہ افراد میں ظنی کر دیتی ہے وہ بہت شائع ہے ۔ و مطلب کلام خصم بطور مطلب سعدی دیگر است ،اور ہی ہے، وہ یہ ہے کہ قصر عام کا بعض افراد پر شائع ہے جو ہر عام کو ہر فرد میں ظنی بنا تا ہے خواہ اس قصر کو آپ تخصیص بہ کہیں چنا نچہ بعد نقل خلا صہ اعتراض توضیح کے کہا ہے:

و فیه نظر لا ن مراد الخصم بالتخصیص قصر العا م علیبعض المسمیا ت سوا ء کا ن بغیر مستقل او بمستقل موصو ل اور مترا خ و لا شك فی شیو عه و کثر ته بهذا المعنی فا ذا وقع النزا ع فی اطلاق اسم التخصیص علی ما یکو ن بغیر المستقل او با لمستقل المترا خی فله ان یقو ل قصر العام علی بعض المسمیا ت شا ئع فیه لمعنی ان اکثر العموما ت مقصور علی البعض فیو ر ث الشبهة فی تنا ول الحکم لجمیع ا لا فراد فی العام سواء ظهر له مخصص او لا و یصیر د لیلاً علی ا حتما ل ا لا قتصا د علی البعض فلا یکون قطعیاً و المصنف تو هّم ان مراد الخصم ان التخصیص شا یع فی العا م فیو رث الشبهة فی ترنا و له الجمیع ما بقی بعد التخصیص کما هو المذ هب فی العا م الذی خص منه البعض و لهذا قا ل لا نسلم ان التخصیص الذی یو ر ث شبهة فی العام شا ئع بلا قرینة و قد عر فت ان المرا د ان التخصیص ای

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القصر على البعض شا ئع كثير فى العمو ما ت با لقرا ئن المخصصة فيو ر ث الشبهة البعضية فى كل عا م فيصير ظنياً فى الجميع و حينئذ لا ينطق بجوا ب المذكور عليه اصلاً ولا يكو ن لقو له بلا قرينة معنىً ثم لا يخفى ان قو له و ان كا ن المخصص هو الكلا م فا ن كا ن مترا خياً فلا نسلم انه مخصص لا يستقيم ا لا ان ير يد بالمخصص ا لاو ل ما اراده الخصم و لا فا ئدة فى منع كو نه مخصصا با لمعنى ا لآ خر الاخص ۔ انتهى

دوسری دلیل عام کے ظنی ہونے پر یہ ہے کہ صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین عام کتاب اللہ کی خبر واحد سے تخصیص جائز رکھتے اور اگر عام ان کے نزدیک قطعی ہوتا تو تخصیص اس کی خبر واحد سے جو باتفاق ظنی ہوتی ہے کبھی تجویز نہ کرتے۔

ذکر مذاہب آئمہ مجتہدین تو بضمن عبارت محصول ومختصر الاصول گذر چکا ہے تفصیل مذاہب صحابہ بحث مقدمہ ثانیہ میں آوے گی۔ ان شاء الله تعالى

یہی کلام متضمن اثبات واستدلال ظنی ہونے عام میں۔

اب ابطال دلائل خلاف میں جن سے ظنیت عام کی متصور ہے کلام کی جاتی ہے۔ پس واضح ہو کہ مدعیان قطعیت عام کی ایک یہ دلیل ہے کہ لفظ جب کسی معنی کے واسطے موضوع ہوتا ہے تو وہ معنی اس کے لوازمات سے ہو جاتے ہیں اور جب تک کوئی قرینہ اس کے خلاف پر دلالت نہ کرے وہ اس سے منفک نہیں ہوتے، بناء علیہ جب کہ لفظ عام معنی عموم کے واسطے موضوع ہے تو وہ عموم اس کو لازم ہے جب تک دلیل تخصیص ثابت نہ ہو۔ دوئم یہ کہ اگر بدون قیام قرینہ عام کے بعض مسمیات غیر مراد سمجھے جاویں تو لغت وشرع سے امان اٹھا جاوے۔ شرع کے خطابات اکثر عام ہیں پس اگر کسی کا عموم مراد نہ ہو تو احکام شرع درہم برہم ہو جاویں۔ ایسا ہی لغت میں جب کوئی بات بلفظ عموم کہے تو چاہیے کہ وہ نافذ ہو۔ یہ دونوں دلیلیں صاحب توضیح نے ذکر کی ہیں حیث قال:

لانّ اللفظ متى و ضع لمعنى كا ن ذ لك المعنى لازماً له ا لّا ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تد ل القر ینة علی خلا فه و لو جاز ارادة البعض بلا قرینة لا رفع اما ن عن ا للغة و الشر ع لا ن خطا بات الشر ع عا مة ۔

جواب دلیل اول کا یہ ہے کہ اگر چہ بلا دلیل و بدون قرینہ تجو یز کرنا غیر مراد ہونے معنی کسی لفظ کا لازم وملزوم میں انفکا ک کا قائل ہوتا ولیکن تجو یز کرنا غیر مراد ہونے بعض افراد عام کا بلا دلیل وقرینہ نہیں شیوع تخصیص عام میں جو بمنز لہ ضرب المثل ہورہا ہے دلیل قوی وقرینہ صریح اس تجو یز پر ہے۔ چنانچہ عبارت تلویح میں نقل ہو چکا۔

و التخصیص شا یع فیه بمعنی ان العا م لا یخلو عنه الّا قلیلاً بمعو نة القرا ئن حتی سار بمنز لة المثل و کفی بهذا دلیلاً علی ا لا حتما ل ۔

اس سے ثابت ہوا کہ عموم علی وجہ العموم لوازم شاملہ لفظ عام سے نہیں ہے پس انفکا ک لفظ عام ومعنی عموم کو انفکا ک لازم کا ملزوم سے سمجھنا قلت تد بر سے ناشی ہے۔ اگر چہ اکا بر سے سرزد ہوا ہے۔

فا نظروا الی ما قیل لا الی من قا ل فا ن المحققین یعرفو ن الر جا ل بالحق لا الحق با لر جا ل ۔

جواب دلیل ثانی یہ ہے کہ رفع امان لغت وشرع سے تب متصور ہو جب کسی عام شرعی یا لغوی کو بلا دلیل وقرین مخصوص کرلیا جائے اور وہ بحسب ظاہر مدلول عموم عمل میں نہ آوے اور جس حالت کہ عام کو ظاہر عموم پر حمل کریں اور تا وقتیکہ اس میں قرینہ تخصیص نہ ہو مخصوص نہ سمجھیں تو قف محض اس کی قطعیت دلالت میں رکھیں اور تر دد فقط وجوب اعتقا داستغراق میں تو رفع امان کس طرح متصور ہے۔ یہ جواب بھی تلویح میں مذکور ہے ولیکن اس میں بیان اس کا اس انداز پر ہوا ہے جو مورد ایک اعتراض کا ہوتا ہے ہم نے وہ انداز چھوڑ دیا اور اس طرز سے اس کو ادا کیا جس پر وہ اعتراض نہیں بن ہوسکتا ہے اس کے اخیر میں خلاصہ ہمارے جواب کا ان الفاظ سے موجود ہے:

و مع القو ل بو جوب العمل با لعموم الظا هر لا یرتفع الا ما ن

اور یہی معنی ایجاب مع الظن کے ہیں جو امام شافعیؒ و جمہور فقہاء و متکلمین و مشائخ سمرقند سے تلویح میں منقول ہے حیث قال فیما نقل عند سابقا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و حکم العا م ا ثبا ت الحکم مما یتنا ولہ من ا لا فراد ظناً عند جمھور الفقھاء و المتکلمین و ھو مذ ھب الشا فعی و المختار عند مشا ئخ سمر قند حتی یفید وجو ب العمل دو ن ا لاعتقا د و یصح تخصیص العا م من الکتا ب بخبر الوا حد و القیاس انتھی مختصراً و قد مرّ تما ماً۔

اس کی نظیر خبر واحد ہے اور قائسین کے نزدیک قیاس کہ مفاد ان دونوں کا ظن ہے جو مفید اعتقاد نہیں ہوسکتا بایں ہمہ ظاہر مدلول ان کا واجب العمل ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ادلہ مدعیان قطعیت عام ناتمام ہیں وادلہ ظنیت عام صحیح وثابت بلا کلام۔ جس سے مقدمہ اولی جناب کا مخدوش ہوا اور پایہ صدق و اعتبار سے ساقط ٹھہرا جس سے استدلال جناب مخاطب کا آیت مذکورہ سے باطل ہوا۔

ایسا ہی مقدمہ ثانیہ جناب (کہ حجت متواترہ یا مشہورہ اور خبر واحد میں تخالف ہو تو عمل تواتر پر واجب ہے اور اختیار ترجیح لازم) علی الطلاق مسلّم نہیں ہے۔ کیوں جائز نہیں کہ حجت متواترہ وخبر واحد میں باہم تطبیق وتوفیق عمل میں لاویں اور ایک کو دوسرے کے سامنے بالکل بالکل ساقط الاعتبار نہ ٹھہراویں۔ خصوصاً جس حالت میں کہ حجت متواترہ باوجود قطعیت ثبوت ظنی الدلالۃ ہو اور اس کے معارض خبر واحد باوجود ظنیت ثبوت کے قطعیۃ الدلالۃ جس سے دونوں میں مساواۃ متصور ہے اور جمع وتطبیق برعایت دونوں کے دو جہتوں کے مناسب نظر آتی ہے۔ پس اگر اس آیت سے تمسک کرنے کی حرص ہے تو اس مقدمہ کو مبرھن فرماویں اور ہماری سند منع کو اٹھاویں ورنہ شرم وانصاف کو کام میں لاویں اور اس تمسک سے باز آویں۔ مقام ادعا واستدلال میں قائم ہونا اور مقدمات نظریہ دلیل کو بلا دلیل چھوڑ دینا شان محصلین سے بعید ہے۔

یہ ہم نے بطور منع مقدمہ ثانیہ میں کلام کی ہے اب ہم اس مقام سے مترقی ہوکر خلاف اس مقدمہ کے مدعی بنتے ہیں اور عدم جواز پر ترجیح یا؟ امکان جمع وتطبیق بدلیل عقلی ونقلی ثابت کرتے ہیں۔

دلیل عقلی اس عدم جواز ترجیح پر یہ ہے کہ عموم آیات امثال

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وما آ تا کم الرسو ل فخذوہ

وغیرہ نے (جو احصاء سے خارج ہیں جن سے حجیت آیات و احادیث سرور کائناتﷺ ثابت ہے) جملہ آیات و احادیث کو متواتر ہوں خواہ اخبار احاد عموماً حجت ٹھہرایا ہے اور بلا تفصیل و اشتراط شہرت و تواتر واجب العمل بنایا ہے۔ پس مجرد تعارض و زیادت قوت تواتر سے خبر واحد کو متروک العمل ٹھہرانا، اور پایہ حجیت و اعتبار سے ساقط کرنا ابطال اس عموم کا ہے اور مخصوص کرنا اس کا ہے بلا مخصص جو فریقین کے نزدیک جائز نہیں۔

دلیل عقلی جو انہیں ادلہ عامہ سے مستفاد ہے یہ ہے کہ جمع و تطبیق میں دو دلیلوں متعارض کا اعمال متحقق ہے اور ترجیح میں ایک کا انفاء تیقن اور بشہادت عقل اعمال دونوں کا ایک کے انفاء سے بہتر ہے۔ اس قاعدہ کو سب عقلاء مانتے ہیں اور ہر فن میں اس کو دستور العمل جانتے ہیں اور بنا بر اس کے جمع کو ترجیح پر مقدم کرتے ہیں۔

صدر الشریعۃ توضیح میں فرماتے ہیں:

اعما ل الد لیلین وا جب ما امکن فیعمل بکل وا حد فی مو ردہ ا لا ان لا یمکن۔

ضمیمہ نمبر ۱۳۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

یکم دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے منجانب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور اقوال اور آئمہ دین و فقہاء و محدثین کے مثل امام نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور ابو بکر حازمیؒ، ابو الفیض فارسیؒ و امام ابن کثیرؒ و امام ابن الصلاحؒ و شیخ سلام اللہ حنفیؒ کے جواب، جواب مسئلہ اول ضمیمہ نمبر ۳ صفحہ ۲۷۵ میں گذر چکے ہیں، جو صاف مصرح ہیں کہ باوجود امکان جمع تطبیق کے اختیار ترجیح جائز نہیں ہے۔ ان ادلہ سے ثابت ہوا کہ اختیار ترجیح باوجود امکان تطبیق بشہادت عقل و نقل ناجائز ہے اور تصریحات آئمہ کے خلاف۔ یہ تو ہے کلام مبطل تقدیم ترجیح کی جمع پر عموماً متعارضین میں۔ اب خصوصاً ترجیح عام میں بہ نسبت خاص کے جس سے اس مقام میں بحث ہے کلام کی جاتی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پس واضح ہو کہ یہی ادلہ جو عموماً تقدیم ترجیح کے مبطل ہیں خاص کر ترجیح عام میں اوپر خاص کے جاری ہو سکتے ہیں۔

وعلاوہ براں ایک یہ دلیل بھی اس پر قائم ہے کہ اصحاب رسول اللہ نے عام کتاب اللہ کو خصوص سنت پر جو ان کو بروایت احاد صحابہ پہنچی تھی ترجیح نہیں دی بلکہ تخصیص اس عام کے خاص سے جمع تطبیق اختیار کے چنانچہ استدلال ان ادلہ سے اجلہ علماء واکابر فضلاء اصولیین سے ثابت ہے اور مشاہیر کتب اصول میں موصول۔ امام رازیؒ جو فن اصول وکلام میں امام تھے۔ اپنی کتاب محصول میں فرماتے ہیں:

المسئلة الاولى يجوز تخصيص الكتاب بخبر الواحد عندنا وهو قول الشافعي وابي حنيفه ومالك وقال قوم لا يجوز اصلاً وقال عيسى بن ابان كان قد خص قبل ذلك بدليل متصل او لم يخص اصلاً لم يجز واما القاضي فانه اختار التوقف۔ لنا ان العموم وخبر الواحد دليلان متعارضان وخبر الواحد اخص من العموم فوجب تقديمه على العموم وانما قلنا انهما دليلان متعارضان لان العموم دليل بالاتفاق واما خبر الواحد فهو ايضاً دليل لان العمل به يتضمن دفع ضرر مظنون فكان العمل به واجباً فكان دليلاً واذا ثبت ذلك وجب تقديمه على العموم لان تقديم العموم يفضي الى انفاءه بالكلية واما تقديمه على العموم فلا يفضي الى انفاءه العام بالكلية فكان ذلك اولى كما في سائر المخصصات واما جمهور الاصحاب فقالوا اجتمعت الصحابة على تخصيص عموم القرآن بخبر الواحد وبينوه بصور خمس .. الخ۔ وقد نقل مختصراً۔

فاضل حبیب اللہ قندھاریؒ، مغتنم الحصول میں فرماتے ہیں:

مسئله تخصيص الكتاب بخبر الواحد جائز في المختصر وبه قالت الآئمة الاربعة ... الى ان قال بعد ذكر استدلالات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الما نعین و الجوا ب عنها کما سنفصلها عنقریب ... ۔
المجوّزو ن ۔ اوّلاً عا م لکتا ب قطعی المتن ظنی الد لالة و خاص الخبر با لعکس فتساویا فو جب الجمع۔
فی المسلم تبعاً للتحریر یر د علیه مع ابتنا ئه علی ظنیة دلالة العا م ان قطعیة د لا لة الخبر ضعیف لضعف ثبو ته لا ن الد لا لة فر ع الثبو ت بخلاف قطعیةالکتا ب فلا مساواة ۔
اقو ل قطعیةد لا لة الخبر بمعنی ان ثبت ثبت مد لوله لا ینافی ضعف ثبو ته فیجوز فثبت المساواة ۔
و ثا نیاً الصحا بة خصوا و ا حلّ لکم ما وراء ذا لکم بلا تنکح المر أة علی عمّتها و لا علی خا لتها و یو صیکم الله فی اولادکم بلا یر ث القا تل و لا یتوا ر ث اهل ملتین شیء و نحن معا شر ا لا نبیاء لا نور ث ۔ فا ن قیل تخصیص بالاجماع لا بالسنة ۔ قلنا اجماع علی التخصیص ا ذ وقع فلم ینکر ۔ و ان قیل انما یتم لو لم یخص من قبل بقا طع قلنا لو کا ن لتوا تر کذا فی السلم و ا جیب با ن تلك ا لا حا دیث مشاهیر فیجوز تخصیص العا م بها کتقیید مطلق و هو المسمی با لز یا د ة علی النص مع انه نوع من النسخ عند نا و لا یخفی ما فیه علی القول بقطعیة العا م ۔ انتهی ما فی المغتنم
قلت و انا ابو سعید ا للا هوری تعریض صاحب المسلّم و التحریر با ن الد لیل مبنی علی ظنیة العام مد فوع با ن الظنیة العا م هو القو ل المنصور و هو المذ هب للجمهور فلا ضیر فی ابتناء الدلیل علیه و لا فتور ۔
و جوا ب الفا ضل القند هاری با ن قطعیة الخبر بمعنی ان ثبت ثبت مد لو له لا ینا فی ضعف ثبو ته اجا ب عنه بعض الافا ضل من معا صرینا فی کتا ب ا لا نتصار فی جوا ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المعیار بما نصه القطعیة بهذا المعنی را جعة الی مد لولا ت الالفا ظ متو قفة علی ثبو ت الدا ل و لیست هی متحققة بعد فضلاً عن کو نها قطعیة مع ان القطعیة بهذا المعنی مو جودة فی المو ضوعا ت و المنا کیر و الشوا ذ و غیرها مما لا یثبت الحکم الشر عی ا صلاً ۔ و قا ل قبله بیسیر انّ دلا لة الدا ل صفة للدا ل و قطعیتها فرع قطعیة المو صو ف فما لم یکن الموصو ف قطعیاً لا یمکن قطعیة صفة مثلاً اذا قیل ان جملة زید قا ئم ید ل قطعاً علی ثبو ت القیا م لز ید فلا بد لالة القطعیة ان یتحقق هذه الجملة فی الواقع و اذا وقع الشك فی تحققها الواقع فکیف تد ل قطعاً علی ثبو ت القیا م له فا لخبر انما لیثبت الحکم الشرعی من حیث کو نه خبر الرسو ل لا من حیث کو نه کلا ما و الا علی معنی کما هو الظا هر فدلالةالخبر علی الحکم الشرعی قطعاً لا یمکن بکو نه خبراً قطعاً ۔

و هذا کلا م لا محصل له انما نشأ من قلة تد بر و سوء رؤیة و تفکر لا ن صا حب هذا الکلام لم یفر ق بین دلا لة ا للفظ و قطعیتها و بین صدق ا للفظ و قطعیة فتصدی لنفی قطعیة الصدق و به عز م مع ان مطلو به انما کان نفی قطعیة الد لا لة التی یدعیها الخصم فقال انّ هذه القطعیة با لنسبة الی دلالة ا للفظ مسلّمة و نظر الی الواقع و نفس الا مر منتفیة و هذا نفی صریح للصدق و المطا بقة و لیس نفی لما ید عیه الخصم من قطعیةا لد لا لة و قو له قطعیة الد لا لة التی هی من الاوصاف فر ع لقطعیة الدا ل التی هو المو صو ف فکلما لم یو جد لا تو جد غلط نشاء عن ذ لك الخلط فا ن و جود الموصو ف و تحققه فی نفس ا لا مر عبار ة عن صدقه و لیس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلك مو قو فاً عليه لصحة الد لا لة التى هى من او صا فه بل قد يتحقق هذه من العلم ينفيه ا لا تر ى الى ان قو ل القا ئل زيد حمار قطعى د لا لة مع كذ به و عدم تحققه واقعاً ۔ و ما اشتبه عليه ان هذه القطعية غير نا فعة لا يثبت بها ا لا حكا م لو جو دها فى المو ضو عا ت و الشوا ذ و نحو ها بلا كلا م ۔ فهذا تخليط آ خر عليه لا تعلق له بهذا المقا م ۔ فا ن المد عى هنا ليس ا لا ان الخا ص قطعى د لا لةً و ان كا ن ظنياً ثبو تاً و تحققاً و ان ضعف ثبو ته لا ينا فى قطعية د لا لته فهذا لا يحوم الشك و الر يب حو له و لا يز عزعه تخليط المخا طب و قو له و مع ذا لك لا اتر ك له الجوا ب ولا آ لو عن تمحيص الخطاء فيه من الصوا ب ۔ فاقو ل الانتفاع بخبر الوا حد القطعى د لا لة الظن ثبو ته ليس بمجر د حكم ا لد لا لة ۔

(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۱۴۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۸ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

بل هو مبنى على تسليمه و قبو له و صحة نقله من اهل الضبط و العدا لة و اذ لم يو جد ذلك فى المو ضوعا ت و المنكرا ت لم يجز ا لا نتفاع بها مع تسا و يها فى و جو ه الدلالات فقد علم بذ لك ان منا ط ا لا نتفاع به امر ان الثبوت و الد لا لة فا عتبار ا حد هما دون ا لآ خر ناشٍ من قلة تد بر و عجا له ۔ ثم ما يتحقق فيه من هذا المنا ط من خصو ص خبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا حا د فهو مساوٍ للعا م من الكتا ب عند جمهور اهل الاجتهاد ۔ فكما ان الخا ص لا ينفع بقطعية من كل و جه نظر الى ظنية ثبو ته فلا يفيد ا لا و جوب العمل دو ن ا لا عتقا د فكذ لك العا م لا ينتفع بقطعية ثبو ته نظر الى ظنية د لا لته حيث لا يحتج به الّا فى اعما ل العباد فثبت هذا انهما سيئان و به استقا م صحة ما اور ده الفا ضل القند ها رى من البرهان ۔

و استد لا ل الفا ضل القند ها رى ثا نياً با ن الصحا بة خصوا عمو م القر آ ن بخصو ص ا خبار ا لا حا د ۔ اجا ب عنه صاحب ا لا نتصار تبعاً للفا ضل الكهنوى الملقب ببحر العلوم فى تلك الديا ر ۔ اولًا با ن ا خبار ا لا حاد عند نا متواترا ت عند الصحا بة لا نهم سمعوها من النبى ﷺ مشافهة فصارت عند هم قطعية و استشهد على هذه الدعوى بما قا له العلا مه تفتا زا نى فى شر ح العقا ئد ۔ و صدر عنه مثل ذلك فى التلو يح كما سيجىء ۔ و ثا نياً با ن هذه ا لاخبار لم تخصص عمو م الكتا ب فا ن عمو مقو له تعا لى و احل لكم ما وراء ذلكم انما هو فى ما وراء المحر ما ت المذ كوره سا بقاً ومنها ا لا خت على ا لا خت و يفهم من مفهو مها الموا فق حرمة الجمع بين المحا ر م فلم يد خل العمة على بنى ا خيها فيما ورا ء كم فلا يكو ن مخصصاً بل الحد يث لا حكا م ما دل عليه قو له و ان تجمعوا بين ا لا ختين ۔ و عمو م قو له تعا لى يو صيكم الله لم يخص بحد يث لا ير ث القا تل و لا يتوا ر ث اهل ملتين شتى۔ بل بقو له لا يتخذ المؤمنو ن الكافر ين لان الميرا ث من با ب الو لا ية و لم يخص ايضاً بقو له نحن معاشر ا لا نبياء لان النبى ﷺ لم يكن دا خلاً فى الخطا ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و كل ما قا له هؤلا ء لا يصح بو جه ۔ اما ماقا لوا (ای صا حب الا نتصار و الفا ضل الكهنوی و العلا مة التفتا زا نی) اولًا فلا ن ما سمعه الصحا بی عن النبی ﷺ و ان كا ن عنده كالمتوا تر عند نا ولكن ليس كل ما وقع به التخصيص فهو مسموع لكل من المخصصين بل الظا هر المشا هده بعضهم سمعه من النبی ﷺ و بعضهم عن بعض ۔ ا لا ترى الى قو ل براء بن عا ز ب الذى ذكره فى التو ضيح ما كل ما نحد ثه سمعناه من رسو ل الله ﷺ و الى حد يث معشر الا نبياء انما ير ويه عن النبی ﷺ ابو بكر و وافقه الآ خرون بتسليم التخصيص له و التصديق ولو كا ن ا حد غيره سمعه من النبی ﷺ لقا م بشهاد ته اذ وقع دعوى ا لار ث من اهل البيت النبی ا لاكرم فا ن قلت قد اعترف اهل البيت و غيرهم بعلمه كما فى صحيحى البخارى و مسلم قلت ذلك اعترا ف با لعلم بالسماع عن النبی ﷺ و العلم قد يحصل با لا خبار و هو التين ههنا كما تشهد به ا لآ ثار حيث تصرح با ن سيدة النساء فا طمة الزهرا و زو جه اسد الله الغا لب طلبا ار ث النبی ﷺ و كذا عمه عباس بن عبد المطلب و لو كا نواسمعوا عن النبی ﷺ هذا الخبر لما خا لفوه و لما اقد موا على هذا الامر ۔ فثبت بهذا ان التخصيص تصريحاً او تقريراً وقع من الكل مع ان سما ع بعض المخصصا ت لم يكن الّا للقل فكو ن للمسمو عا ت للصحا بة كا لمتوا ترا ت التقصى عن ما الز م عليهم من المقا ل ۔ و ما ما قا لا (ای صا حب ا لا نتصار و فا ضل الكهنوی) ثانياً فلا ن شمو ل ا لا ختين للعمة و بنت ا ختيها و كذا للخالة و بنت ا ختها مجر د ظن و تخمين لا يصح لغة و لا عرفاً و لا عقلاً با ليقين اما ا لا و لا ن فظا هر ان و اما الثالث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلا نالمفهو م الموا فق من ا لاخت ليس كل ذا ت ر حم حتى يشتمل ما نحن فيه و كو نها (اى الخا لة للزو جة و بنت اختها و عمة الزو جة و بنت ا خيها) من المحار م مثل ا لا ختين لم يثبت قبل هذا الحد يث بد ليل صريح و ان كا ن مستند هذه المجازفة القياس ۔ فليجر ايضاً فى بنتيخا لتين و بنتى عمتين بلا التباس ۔ فتحر ما ن كما حر مت ا لا ختا ن ولا يقول به ا حد كما اتفق عليه الفر يقا ن ۔على انه على هذا التقدير تخصيص للقر آ ن بالقياس ۔ و هو لا يجوز عند احد من علماء الناس ۔ و كو ن آ ية لا يتخذ المؤمنو ن الكافرين او لياء مخصصاً لآ ية الميرا ث لا يستقيم الّا ا ذا ثبت كو ن هذه ا لا ية مو صو لًا بتلك ا لآ ية كما يقتضيه مذ هب الحنفيه فى عدم جواز ترا خى المخصص و ان الميرا ث من الو لا ية امقصو دة فى ا لآ ية و اثبا ت هذا ليس هينا و لا بينا ۔ و على تقدير ترا خى ا لآية يكو ن آ ية الميرا ث منسوخة فلا يكو ن تخصيصها بحد يث القاتل ا لا تخصيص القطعى با لظنى و دعوى عدم د خو ل النبى ﷺ فى خطا ب يوصيكم مع صلا حية شمو ل لفظ الضمير للموجو دين زمن النزو ل المشا فهين لهذه ا لآ ية تحكم بمحجة ظا هر الخطا ب و يكذ ب فهم فهم اصحا ب النبى و اهل بيته اهل اللسان او لى ا لالبا ب ۔

قا ل الشو كا نى فى ارشاد الفحو ل على ما لخصه عنه صاحب الحصو ل ۔ الخطا ب الخا ص با لا مة نحو يا ايها الامة ، لا يشتمل الرسو ل ﷺ قا ل الصفى الهندى بلا خلاف و اما اذا كا ن الخطا ب بلفظ يشمل الرسو ل نحو يا ايها الناس يا ايها الذين ا منوا يا عيبادى فذ هب ا لا كثرو ن الى انه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یشمله و قا ل جما عة لا یشمله ۔ و الحق ان الخطا ب با لصیغة التی تشمله یتنا و له بمقتضی اللغة العر بیة لا شك فی ذلك و لا شبهة حیث کا ن الخطا ب من جهة الله سبحا نه

و ما یکذ به من فهم ا لا صحا ب و اهل بیت النبی او لی الالباب فقد مر ذکره قر یباً فلا نعیده خو فاً من ا لا طنا ب ۔ فا ن قلت تبعاً للفا ضل الکهنوی ان اهل البیت اذ طلبوا الارث ما اد خلوا النبی ﷺ فی عمو م الخطا ب ۔ بل قا سوا حا له علی حا ل امته فی البا ب ۔ قلت لو ان الا مر کذ لك لترکوا قیاسهم بمجرد سماع الخبر و لما اصر منهم علی دعواه من ا صر و هی سیدة النساء فا طمة الز هراء غضب علی ابی بکر و هجر ته ستة اشهر و لم تکلم الی ان و صلت الی ابیه خیر البشر ۔ لا یخفی ذلك علی را جع کتب الصحاح و کشف القناع عن و جه الحق الصرا ح ۔ و هذا الکلام اند فع به جمیع ماقا ل هؤلا ء خلا فاً للمرا م فلله الحمد و به الاعتصام

و جواب الفا ضل القند هاری عن ا لاعتراض ا لاو ل علی الدلیل الثانی مؤید با نه لم یکن قبل هذه التخصیصات و جود للا جماع فکیف ید عی ا حد ان هذه التخصیصا ت وقع بالاجماع بل الحق کما قا ل الفا ضل انه وقع منهم التخصیص و اذ لم ینکر فعد ذا لك اجما عاً بلا محیص

و الجواب با ن تلك ا لا حا دیث مشا هیر مجا ب با نه لا یخلوا اما ان یکو ن المراد با لشهرة منها المشتهرة المصطلحة عند الحنفیة او الشهرة المبحو ثة عنها فی الا صو ل الحدیثیه فعلی الشق ا لاو ل لا یتصور لها و جود فی القر ن الاول الذی ظهر فیه تلك ا لا حا دیث و وقع فیه التخصیصات و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على الشق الثا نى فهو من ا خبار ا لا حا د التى لا تليق عندكم لا ن تكو ن نا سخاً لليقينيا ت

و يؤيد تفريع الشق ا لا ول ما قا ل فى التو ضيح و غيره من كتب ا لا صو ل الخبر لا يخلو من ان يكو ن روا ته فى كل عهد قو ماً لا تحصى عدد هم و لا يمكن توا طئهم على الكذ ب لكثر تهم و عدا لتهم و تبا ئن اما كنهم اويصير كذ لك بعد القر ن ا لا ول أو لايصير بل روا ته ا حاد و الاول متوا تر و الثا نى مشهور و الثا لث لخبر الوا حد ۔ انتهى

و يؤيد تفريع الشق الثا نى ما قا له حا فظ ابن حجر فى نخبة الفكر بعد ما عد المتوا تر و المشهور و العزيز و الغر يب و كلها سوى ا لا ول احاد فيها المقبو ل و المردود لتو قف الاستدلال بها على البحث عن ا حوا ل روا تها دو ن ا لا ول، انتهى ۔

و بهذا التا ئيد و الجوا ب اند فع ما مقا ل صا حب ا لا نتصار فى تشيد ا لا جماع و الشهرة خلاف الحق و الصوا ب فا نه مبنى على الغفلة عن معنى الشهرة و ا لا جماع فمن امعن النظر فى ا لا صو ل يؤمن به بلا نزا ع

و ما اشار اليه الفا ضل من ا لاعترا ض على هذا الجوا ب بقوله لا يخفى ما فيه المراد به ان العا م عند هم قطعى يوجب اليقين و ليس كذ لك المشهور فا ن غا ية مفا ده الطما نية و التسكين فا ذا هو سخط عن ا لاو ل بلا خفاء فلا يجوز تخصيصه به اذ هو نسخ بلا امتراء

اورامام ربانی مجتہد یمانی محمد بن علی الشوکانی ارشادالفحول میں فرماتے ہیں:

و اختلفوا فى جواز تخصيص الكتا ب العزيز بخر الوا حد ۔ فذ هب الجمهور الى جوازه مطلقاً و ذهب بعض الحنا بلة الى المنع مطلقاً ۔ و حكى ذلك عن طا ئفة من المتكلمين و الفقهاء و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طا ئفة من اهل العرا ق و ذهب عيسى بن ابا ن الى الجواز اذا كا ن العا م قد خصّ بد ليل قطعى متصلاً كا ن او منفصلاً و ذهب القا ضى ابو بكر الى الوقف و الحق ما ذهب اليه الجمهور و يد ل عليه اجماع الصحا بة فا نهم خصوا قو له سبحا نه تعا لى يو صيكم الله فى او لا د كم بقو له ﷺ انا معشر ا لا نبياء لا نور ث و خصوا التوار ث بالمسلمين عملاً بقو له لا ير ث المسلم الكا فر ۔ و ايضاً يد ل على جوازه د لالة بينة وا ضحة ما وقع من اوا مر الله عز و جل باتباع نبيه ﷺ من غير تقييد فا ذا جاء عنه الد ليل كا ن اتبا عه وا جباً و اذا عا ر ضه عمو م قر آ نى كا ن سلو ك ؟ طر يقة الجمع بيننا العا م على الخا ص متحتماً و دلا لة العا م على افرا ده ظنية لا قطعية فلا و جه لمنع تخصيصه با لا خبار الصحيحة ا لا حا ديث الى ان قا ل فى آ خر البا ب فى مسئلة بنا ء العا م على الخا ص بعد ما ذكر ا لا ختلا ف فى البنا ء فى صورة العلم بتقد يم ا حد هما و تا خر ا لآ خر و الجهل با لتا ريخ ما نصه و الحق الذى لا ينبغى العدو ل عنه فى صورة الجهل البناء و ليس عنه ما نع يصلح التثبت به و الجمع بين الادلة ما امكن هو الوا جب و لا يمكن الجمع مع الجهل ا لا با لبنا ء و قد تقرر ان الخا ص اقوى دلا لة من العا م و الا قوى ار جح و فى العمل با لعا م اهما ل للخا ص و ليس فى التخصيص اهمال للعا م و قد نقل ابو الحسين ا لا جماع على البنا ء مع جهل التا ريخ و الحا صل ان البنا ء هو الرا جح على جميع التقا دير المذ كورة فى هذه المسئله انتهى ما فى ارشاد الفحول على ما لخصه العلا مه السيد ابو الطيب فى حصو ل الما مو ل من علم ا لا صو ل ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ تفتازانی تلویح میں بجواب دلیل عدم جواز تخصیص کے (جس کا حاصل یہ ہے کہ کتاب اللہ قطعی ہے اور خبر واحد ظنی) فرماتے ہیں:

فقد يجا ب با ن عا م الكتا ب قطعى المتن لا الد لا لة و التخصيص انما يقع فى الد لا لة لا نه وقع الد لا لة فى بعض الموا رد فيكو ن تر ك ظنى بظنى و بعبا رة ا خرى الكتا ب قطعى المتن ظنى الد لا لة و الخبر با لعكس فكا ن لكل قوة من و جه تو جب الجمع و هو او لى من ابطا ل الخبر با لكلية و قد يستد ل با ن الصحا بة كا نوا يخصصون الكتا ب بخبر الواحد من غير نكير اجما عاً على جوازه و جوا به ان خبر الوا حد قطعى عند الصحا بة بمنز لة المتوا تر عند نا لا نه سمعه من النبى ﷺ مع انهم انما كا نوا يخصصون الكتا ب بالخبر بعد ما ثبت تخصيصه بقطعى من اجماع و غيره و قد عر فت ان العا م الذى خص منه البعض يصير ظنياً و يجو ز تخصيصه بخبر الوا حد و القياس ۔ قلت و هذا الذى قا له العلا مة فى الجوا ب عن ا لا حتجا ج با لا جماع فيعيد من شانه كل البعد و قد مر ما يد فعه فى عبارة المغتنم و ما كتبه فى تا ئيد ها و الذ ب عنها هذا۔

اس نقل و تفصیل سے بیان ادلہ تخصص عیاں ہوا اور عدم جواز ترجیح عموم کتاب اللہ خصوص سنت پر ثبوت کو پہنچا۔ اب ابطال ادلہ مخالفین جو اس تخصیص کو نا جائز کہتے ہیں اور عموم قرآن کو خصوص خبر واحد پر ترجیح دیتے ہیں عمل میں آتا ہے۔

پس واضح ہو کہ ادلہ مخالفین دعوی عدم جواز تخصیص پر تین ہیں۔ اول یہ کہ عام کتاب اللہ قطعی ہے اور خبر واحد ظنی ہے۔ اور چونکہ مخصص متراخی ناسخ ہوتا ہے اس لئے تخصص عموم قرآن کی خصوص خبر واحد سے جو اس سے متراخی ہے جائز نہیں۔ اور یہ دلیل ان کی دو وجہ سے نا تمام ہے اول یہ کہ عام کا قطعی کہنا بعض حنفیہ کی خانہ ساز بات ہے۔ مذہب جمہور بدلائل قویہ و براہین قطعیہ اس کا مکذب ہے۔ شیخ عبدالعزیز بخاری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جو اصول بزدوی کا شارح ہے تحقیق شرح حسامی میں لکھا ہے

مو جب العا م الذ ی لم یخص منه عند الجمهور من الفقهاء و المحد ثین لیس بقطعی و هو مذ هب الشا فعی و الیه ذهب ابو منصور الما تر دی و جما عة من مشا ئخنا و عند عا مة مشا ئخنا العرا قیین کا لکر خی و الجصا ص مو جبه قطعی ۔

اور علامہ تفتازانی نے حواشی شرح عضدی میں لکھا ہے ۔

العام عند بعض الحنفیه قطعی کا لخا ص فلا یجوز تخصیصه بخبر الوا حد ۔

اور مختصر الاصول اور اس کی شرح عضدی میں ہے

اما التخصیص بخبر الوا حد فقا ل بجوازه ا لا ئمة ا لار بعة و قا ل ابن ابا ن من الحنفیة اذا کا ن العا م قد خص من قبل بد لیل متعسلاً کا ن او متفصلاً قا ل الکر خی انما یجوز اذا کا ن قد خص من قبل بد لیل متفصل قطعیاً کا ن او ظنیاً ۔ و قد نقل هذ ین القو لین الفا ضل الجلیل العا لم النبیل المولوی عبد الحی اللکهنوی فی رسا لة ا ما م الکلام فیما یتعلق بالقر أة خلف ا لا ما م ۔

ایسا ہی تلویح اور محصول سے بضمن مقدمہ اولی مخاطب کے گذرا اور بضمن جواب الجواب مسئلہ اولی کے ضمیمہ نمبر ۳ میں حجۃ اللہ البالغہ سے نقل ہو چکا ہے مسئلہ قطعیت عام آئمہ متقدمین سے مروی نہیں ۔ یہ محض تخریج متاخرین کی ہے ۔ ان نقول سے خلاف جمہور ہونا اس مسئلہ کا ثابت ہوا اور دلائل اس کے بطلان کے ہماری تقریر اثبات تخصیص میں ذکر ہو چکے ہیں ۔

وجہ دوم یہ کہ متراخی کو ناسخ کہنا ، اور مخصص کو موصول سے خاص کرنا یہ اسی خانہ ساز بات سے خانہ زاد ہے ۔ اس کے سوا کوئی اس کا اصل و بنیاد نہیں ۔ چنانچہ حسامی میں لکھا ہے

و اختلف فی خصو ص العمو م فعند نا لا یقع مترا خیا و عند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشا فعی یجوز فیه الترا خی و هذا بنا ء علی ان العمو م مثل الخصو ص عند نا فی ا ثبا ت الحکم قطعاً و بعد الخصو ص لا یبقی القطع فکا ن تغیراً من القطع الی ا لا حتما ل فیفید بشر ط الو صل انتهی ۔

اور تنقیح متن توضیح میں لکھا ہے:

اختلف فی التخصیص با لکلا م المستقل فعند الشا فعی یصح مترا خیاً و عند نا لا بل یکون نسخاً الی ان استد ل لمذ هب الشا فعی بآ یا ت ثم ا جا ب عنها با جو بة لا تخلوا عن التکلف و التعسف ثم قا ل و اصحا بنا قا لوا کل ما هو تفسیر یصح مترا خیا التفا قاً و ما هو تغییر لا یصح ا لا مو صو لاً اتفا قاً کا الا ستثناء و انما اختلفوا فی التخصیص بنا ء علی انه عند نا بیا ن تغییر و عنده بیا ن تفسیر لما عر ف ان العام عنده دلیل فیه شبهة فیحتمل الکل و البعض فبیا ن ارادة البعض یکو ن تفسیراً فیصح مترا خیاً کبیا ن المجمل و عندنا قطعی فی الکل فیکو ن التخصیص تغییر مو جبه اقو ل لا فرق عند الشا فعی بین التخصیص و ا لا ستثناء بنا علی انالعا م محتمل عنده فعلی هذا کلا هما یکو نا ن تفسیرا عنده لکن ا لا ستثناء لما کا ن غیر مستقل لا بد من اتصا له و التخصیص مستقل فیجو ز فیه الترا خی و عند نا کلا هما تغییر و هو لا یجو ز ا لا مو صو لاً

اور ارشاد الفحول میں فرمایا ہے:

الفصل السا دس فی تا خیر البیا ن عن وقت ا لحا جة اعلم ان کلمایحتا ج الی البیا ن من مجمل و عا م و مجاز و مشترک و فعل مترد د و مطلق اذا تا خر بیا نه فذ لك علی و جهین ۔

ا لا ول ان یتا خر عن وقت الحا جة و ذ لك فی الوا جبا ت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفو رية لم يجز و لهذا نقل البا قلا نى اجماع ار با ب الشرا ئع على امتنا عه ۔

الثا نى تا خير ه عن وقت ورو د الخطا ب الى وقت الحا جة الى الفعل ۔ و ذ لك فى الوا جبا ت التى ليست بفو رية حيث يكو ن الخطا ب لا ظا هر له كا لاسما ء المتوا طية و المشتر كة او له ظا هر و قد استعمل فى خلا فه كتا خير التخصيص و النسخ و نحو ذا لك و فى ذلك مذا هب ۔

الا ول ۔ الجواز مطلقاً و عليه عا مة الفقهاء و المتكلمين اختاره الراز ى و ابن ا لحا جب ۔

الثا نى المنع مطلقاً و اليه ذهب ابو اسحاق المر وزى و الصير فى و ابو بكر الد قا ق و هو قو ل كثير من الحنفية و المعتز لة و ابن دا ؤد ا لظا هرى و وا فقهم بعض الما لكيه و الشا فعية و استد ل هؤلاء بما لا يسمن و لا يغنى من جوع ۔ ۔ الى ان قا ل ؛ بعد ذكر مذا هب ا خرى ۔ زيفها فهذه جملة المذاهب المر وية فى هذه المسئلة و انت اذا تتبعت موا رد هذه الشر يعة المطرة و جد تها قا ضية بجواز تا خير البيا ن عن وقت الخطا ب قضاء ظا هرا وا ضحاً لا ينكر ه

(یہاں نمبر اول تتمہ اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم۔ اعلان عام، مطبوع ہے جسے میں متفرقات میں نقل کر رہا ہوں۔ بہاء) (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۱۵۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہور)۔

من له اد نى خبرة بها و مما رسة بها و ليس على هذه المذا هب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المخا لفة لما قا له المجو زو ن ا ثاره من علم و قد ا ختلف القا ئلو ن بجواز التا خير في جواز تا ثير البيا ن على التدريج بان يبين بيا ناً او لاً ثم يبين بيا ناً ثا نياً كالتخصيص بعد التخصيص و الحق الجواز لعدم و الما نع من ذلك امن شر ع و لا عقل فا لكل بيا ن انتهى ما في ارشاد الفحو ل على ما لخصه في حصو ل الما مو ل من علم ا لا صول

تلویح میں اس بات کی تائید کی ہے کہ یہ اختلاف عام ومجمل ومشترک و ظاہر مؤل سب میں جاری ہے اور کہا ہے کہ تخصیص میں مقارنت کو شرط کرنا محض اصطلاح ہے یعنی اس پر دلیل قائم نہیں ہے اور کہا ہے کہ اس اصطلاح پر حنفیہ چل نہیں سکتے۔ کبھی متراخی کو بھی مخصص کہہ دیتے ہیں اور کہا ہے کہ ایسے مخصص مقارن کا پایا جانا بھی کم ہے حیث قال:

و قد نبهت على ان اشتراط ا لاستقلا ل و المقا ر نة في التخصيص مجر د ا صطلا ح من ان العمدة في التخصيص عند الجمهور انما هي ا لا ستثنا ء و الشر ط و الصفة و الغا ية و بد ل البعض على انه ليستمر لهم الجرى على هذا الاصطلا ح التصريحهم با ن العا م ا ذا خص منه البعض صا ر ظنياً يجوز تخصيصه بخر الوا حد و القياس و لا يخفى ان التخصيص بكلا م مستقل مقا ر ن في غا ية الند رة ثم الخلاف في جواز التر اخي جا ٍ في كل ظا هر يستعمل في خلا فه كا لمطلق في المقيد و النكرة في المعين۔

اور مولانا عبدالعلی لکھنوی جن کو ہندوستان میں بحرالعلوم کہتے ہیں اور ہر فن میں اس کی سند لیتے ہیں، کتاب فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

مسئله لا يجوز تا خير المخصص عن العا م بحيث يعد عرفا تا خيرا عند الحنفية خلا فاً للشا فعية ۔ قا ل ا لا ما م فخر الاسلا م هذا مبنى على الخلاف في قطعية العا م فلما كا ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قطعیاً عند نا و بالتخصیص یصیر ظنیا فا لمخصص منزّله من القطع الی الظن و هو بیا ن تغیرولا یجوز تا خیره فوجب القر ان بین المخصص و العا م و لما کا ن عنده ظنیاً محتملاً للتخصیص و التخصیص یقید ظنیا کما کا ن فالمخصص لم یغیره من شیء بل قرر ا لا حتما ل الذی کا ن قبله فیکو ن بیا ن تفسیره و لا فیه القر ان و فیه نظر ظا هر فا ن المخصص و ان لم یکن مغیراً الو صفة لکنه یغیر ما یفهم من ظا هره من غیر قر ینة و هو العمو م لنا ان العا م بلا مخصص یفید ارادة الکل فا لتا خیر تجهیل و نقض ا لآ مدی بتا خیر النسخ فا نه یجوز اتفا قاً و یجا ب با نك او جبت الی سما ع النا سخ فلا تجهیل بخلا ف المخصص فا نه مفید ان العمو م غیر مراد من ا لا صل و تجهیل و قد یجا ب با ن الدوام قطعاً لیس با لصیغة هنا ك بخلاف الکل فی العا م فتامل اعلم ان الد لیل یجر ی فی المخصص الثا نی ای مخصص المخصو ص فلا یجوز تا خیره ایضاً ثم اشار الی توجیه کلما ت المشا ئخ الدّا لة علی جواز تا خیره و قا ل لعلّ مراد المجو زین منا لتا خیر المخصص تا خیر المخصص التفصیلی عن ا لا جما لی فا نه حینئذ بیا ن المجمل و المختار فیه جواز التا خیر الی وقت الحا جة ثم ان تحمل عبارا تهم هذا التو جیهه لا یخلو عن بعدٍ کما لا یخفی علی النا ظر فیها واعلم ان الشا فعیة انما جو زوا تا خیر المخصص الی وقت الحا جة کما صرح به صا حب المحصو ل و حینئذ نقول العام لکو نه ظنیاً عند هم غیر مطلو ب ا لا عتقا د لعمو مه فا ن الظن لا یطلب ا لاعتقا د فی الشر ع و لا هو مطلو ب العمل لانّ الکلا م فی ما قبل الحا جة وقت العمل وقت الحا جة لا یجوز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التا خير عنه اتفا قاً فحينئذٍ لا تجهيل و لا ا غواء بخلا ف ما اذا كا ن العام مقطو عاً فا نه يجب اعتقا د الحكم المقطوع فيلزم ايجا ب اعتقا د خلا ف الواقع و هو ا غواء و تجهيل فهذا الد ليل ا يضاً مبنى على قطعية العا م انتهى

یہ عبارات علماء معتبرین حنفیہ ومحدثین سب کے سب باعلی نداء منادی ہیں کہ مخصص کے واسطے مقارنت کو شرط ٹھہرانا اور متراخی کو ناسخ کہنا بجز اس کے کوئی اصل نہیں رکھتا کہ عام کل افراد میں قطعی الدلالۃ ہے اور خاص کر عبارت مولانا عبدالعلیؒ صریح ناطق ہے کہ جو دلیل اس اشتراط پر قائم کرتے ہیں (یعنی لزوم تجہیل) وہ بھی اسی قطعیت عام پر مبنی ہے۔ اور جب کہ قطعیت عام باطل قویہ باطل ہو چکی ہے تو اب ابطال اس دلیل کا جو اس قطعیت پر مبنی ہے جداگانہ دلائل سے ضروری نہیں۔ وہی ادلہ اس کے ابطال کے کافی ہیں باین ہمہ جو کچھ خاص کر اس کی نقض وابطال میں علماء نے کلام کی ہے وہ عبارت مسلّم الثبوت اور اس کی شرح میں موجود ہے چنانچہ اولاً اس میں آمدی سے نقل کیا ہے کہ تراخی مخصص مثل تراخی ناسخ ہے جو باتفاق جائز ہے ویسی ہی یہ بھی جائز ہونی چاہیے اور ثانیاً از خود کہا ہے کہ یہ دلیل عدم جواز تاخیر مخصص اول مخصص ثانی میں بھی جاری ہوسکتی ہے پس چاہیے کہ وہ بھی جائز نہ ہو حالانکہ کلمات مشائخ سے اس کا جواز نکلتا ہے اور جو نقض اول کے جواب میں اولاً اس میں لکھا ہے کہ عمل منسوخ پر سماع ناسخ تک واجب ہوتا ہے تو تجہیل نہ ہوئی بخلاف مخصص کے کہ اس میں قبل ورود مخصص عموم خیال کیا جاتا ہے اور بعد ورود مخصص معلوم ہوتا ہے کہ یہ عموم مراد نہ تھا اور یہ صاف تجہیل ہے اس کا جواب اسی عبارت شرح کے اخیر میں موجود ہے کہ قبل وقت حاجت وموقع عمل عام میں اعتقاد عموم مطلوب نہیں ہوتا اور نہ عموم کا مراد ہونا قطعاً سمجھا جاتا ہے اور بوقت عمل مخصص خود موجود ہوتا ہے پس تجہیل کسی وقت نہ ہوئی اور جو ثانیاً اس کے جواب میں کہا ہے کہ منسوخ میں دوام قطعاً صیغہ سے مفہوم نہیں ہوتا بخلاف استغراق افراد عام کے جو صیغہ سے سمجھا جاتا ہے اس کا جواب بھی اسی عبارت اخیر میں موجود ہے کہ خصم کے نزدیک اعتقاد عموم شرعاً مطلوب ہے نہیں پس وہ کیونکر مانے گا کہ عموم قطعاً صیغہ عام سے سمجھا جاتا ہے۔ یہی امر تو متنازع فیہ ہے۔ پس اسکا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ت خصم اس میں مجرد دعوی سے کیونکر متصور ہے۔ اور جو نقض ثانی کے جواب میں کہا ہے کہ اس میں تاخیر مخصص تفصیلی کے اجمالی سے ہے۔ پس یہ بیان مجمل ٹھہرا جس کے تاخیر وقت حاجت تک جائز ہے اسکا جواب اولاً اسی عبارت میں موجود ہے حیث قال:

ثم ان تحمل عبارا تهم هذا التو جيه لا يخلوا عن بعدٍ ۔

ثانیاً یہ کہ جیسے آپ بعد ورود مخصص تخصیص عام کو مجمل جانتا ہے اور اس کے تخصیص کو بیان مجمل نام رکھتا ہے۔

ثالثاً یہ کہ کلام محض بے معنی ہے اس لئے کہ کلام تراخی میں مخصص ثانی کے ہے عام مخصوص البعض سے نہ اس کے تراخی میں مخصص اول سے..(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر ۱۶۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۲ دسمبر ۱۸۷۷ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور مجمل ہونا عام مخصوص البعض کا اس کے بیان کو بیان مضمل بناتا ہے نہ مجمل ہونا مخصص اول کا علاوہ بریں مجمل ہونا مخصص اول کا بھی بہرصورت لازم نہیں ہے۔ بالجملہ جو کچھ ان حضرات نے اس باب میں کیا ہے نا تمام ہے اور مبنی اس کا وہی قطعیت عام ہے۔ پس جو اس کا حال ہے سو اس کا ہوگا اور جس دلیل سے اس کا ابطال ہو چکا ہے اسی سے اس کا بطلان سمجھا جائے گا۔

تنبیہہ لطیف:

صاحب انتصار سے تعجب ہے کہ عدم جواز تاخیر متراخی مخصص پر کئی براہین قطعیہ کے وجود کا مدعی ہوا۔ پر بجز عبارت شرح مسلّم الثبوت جس میں بجز لزوم یا تجہیل کسی دلیل کا نام ونشان نہیں۔ کچھ نہ لا سکا۔ پھر یہ تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ جواب تجہیل معیار میں بصفحہ ۲۴۲ سطر ۲۰ ادا ہو چکا ہے حیث قال،

تا خير المخصص كتا خير النا سخ ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے جواب سے متعرض نہیں ہوا بلکہ اس جواب کے وجود کا کتاب معیار میں انکاری ہوگیا۔ پھر تعجب پر تعجب ہے کہ عبارت شرح مسلّم میں جس سے وہ تقریر لزوم تجہیل نقل کیا ہے، سرقہ تو خیانت عمل میں لایا ہے، مطلب کی بات کو اس سے لے لیا ہے اور اس کا اول و آخر جو اس تجہیل کا رافع تھا چھوڑ دیا۔ ناظرین انتصار (انتصار الحق) و معیار (معیار الحق) اس کی ایسی باتوں سے اس کے علم وفہم وانصاف یا انتساف کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اور اس کتاب کا جواب معیار (معیار الحق) نہ ہونا سمجھ سکتے ہیں۔

اس بیان سے بے اصل و بے دلیل ہونا عدم جواز تراخی مخصص کا ثابت ہوا جس کے ثبوت سے بیان وجہ دوم اتمام کو پہنچا، جس کے اتمام سے دو وجہ ناتمامی دلیل اول مخالفین پر قائم ہوئیں اور تقریریں خصوم کی سب کی سب اس میں باطل ہوگئیں

دلیل دوم مخالفین کے عدم جواز تخصیص و وجوب ترجیح پر یہ ہے کہ بعض صحابہ نے عموم قرآن کو خصوص خبر واحد پر ترجیح دی ہے اور بہ تجویز تخصیص جمع و تطبیق اختیار نہیں کی۔ دیکھو جب فاطمہؓ بنت قیس نے حضرت عمرؓ کے پاس یہ حدیث پیش کی کہ جب وہ مطلقہ ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو نفقہ اور سکنی نہ دلوایا۔ پس حضرت عمرؓ نے اس کی حدیث کو نہ مانا اور کہا:

لا ندع کتاب ربّنا سنة نبینا بقول امرء لا ندری اصدقت ان کذبت احفظت ام نسیت فانّی سمعت رسول الله ﷺ یقول لها النفقه و السکنی۔

(یعنی ہم ایک عورت کے کہنے سے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کو نہیں چھوڑتے۔ ہم نہیں جانتے یہ سچ کہتی ہے یا جھوٹ، بھول گئی ہے یا اس نے یاد رکھا ہے۔ میں نے تو آنحضرت ﷺ سے سنا ہوا ہے کہ مطلقہ کے واسطے نفقہ اور سکنی ہے)۔

نقل کیا اس قصہ کو نور الانوار و توضیح میں اور کچھ ذکر اس کا جامع ترمذی و سنن ابوداؤد وغیرہ میں بھی ہے (حدثنا عمّار ابن زریق عن ابی اسحاق قال: کنت فی المسجد الجامع مع الاسود فقال: أتت فاطمة بنت قیسٍ عمر بن الخطاب فقال: ما کنا لندع کتاب ربنا و سنة نبینا ﷺ لقول امرأة لا ندری أ حفظت ذلك ام لا؟۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۲۹۱) ۔ مطلب اس کا (ص۶۶۲)۔ یہ ہے کہ نہ ماننا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر فاروقؓ کا حدیث فاطمہؓ کو اس نظر سے نہ تھا کہ یہ خبر واحد ہے اور عموم کتاب اللہ کی معارض۔ اور چونکہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے اور عموم قرآن قطعی۔ اس لئے ترجیح عموم قرآن کی اس پر واجب ہے۔ اور تخصیص اس کی ناجائز۔، بلکہ رد کرنا اور انکار اس حدیث کو علی تقدیر الصحۃ والتسلیم اس لئے تھا کہ ان کو خاص کر فاطمہؓ بنت قیس راوی حدیث کے حافظہ وصداقت میں شک تھا۔ اور بسبب اس کے اس حدیث کا صحیح ہونا ان کے نزدیک ثابت نہ تھا۔ اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حدیث کو صحیح مان کر اس کے راویوں کو عادل وضابط جان کر بنظر خبر واحد ہونے کے نہ مانا اور عموم کتاب اللہ کو اس پر ترجیح دی جیسا کہ حنفی دعوے رکھتے ہیں اور اس پر اس قصہ سے استدلال کرتے ہیں۔ صاحب توضیح اس قصہ کو اسی غرض وادعاء سے لایا ہے ولیکن تلویح ومسلّم الثبوت، مغتنم الحصول میں اس ادعا کو اسی تقریر سے جو ہم نے بیان کی ہے رد کر دیا ہے

قال فی التنقیح من التوضیح و اما الا نقطاع الباطن فاما بمعارضة او بنقصان فی الناقل اما الاول فاما بمعارضة الکتاب کحدیث فاطمة بنت قیس قوله تعالی اسکنوهن اما فی السکنی فظاهر و اما فی النفقه فلان قوله تعالی من وجدکم مجمل عندنا علی قرأة ابن مسعود و اتفقوا علیهن من وجدکم۔ انتهی۔

و قال فی التلویح قوله کحدیث فاطمة بنت قیس فیه بحث لان الکلام فی خبر العدل و هذا مستنکر یریتهم روایة بالکذب و الغفلة و النسیان لا لکونه فی مقابلة عموم الکتاب و الا لما کان لقوله حفظت او نسیت صدقت او کذبت معنی و ایضاً لا خفاء فی ان القرأة الشاذة غیر متواترة و لا مفیدة للقطع فکیف یرد الحدیث بمعاضتها و کیف یقبل من الراوی ان هذا کلام الله تعالی و لا یقبل ان ذلك کلام الرسول و هو یمرء و مسمع۔ انتهی ما فی التلویح

و قال فی مسلّم الثبوت و ردها لتردده فی صدقها و لهذا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وصفها بما و صف اشعا راً بعلة التردد و الرد ۔ انتهی ۔ و زا د فی المغتنم اقو ل التردد ا ما لاحتما ل خبر الوا حد الکذ ب ففیه المد عی و اما لجها لة امر ها فی العدا لة فینا فی تعدیل جمیع الصحا بة ا لا ان یقا ل لعله لقصور الضبط ۔

اور مؤید ہے کلام صاحب تلویح کو جو خود صاحب توضیح نے اس سے پہلے کہا ہے کہ حدیث فاطمہ بنت قیس مستنکر ہے ۔ اس لئے وہ لائق عمل نہیں ہے حیث قال:

و ان رده الکل فهو مستنکر لا یعمل به کحد یث فا طمة بنت قیس ۔

پھر اب کیونکر کہہ دیا کہ رد کرنا اس حدیث کا بہ سبب معارضہ قرآن کے ہوا ہے ۔ یہ تب منظور تھا جب کہ اس کو صحیح مان کر اور اس کی رواۃ کو عادل و ضابط جان کر پھر بنظر مجرد معارضہ قرآن رد کیا جاتا و اذ لیس فلیس

صاحب انتصار نے اس جواب پر یہ اعتراض کیا ہے کہ قصور ضبط جو تم نے سبب رد قرار دیا ہے اس کے خبر واحد ہونے سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ اگر وہ تواتر یا شہرت کو پہنچتی تو محتمل قصور ضبط نہ ہوتی ۔ ولیکن مطلب اس کا مصداق مطلبش دربطن شاعر ہے ۔ جناب من! یہ کون کہتا ہے کہ خبر واحد محتمل نہیں ہوتی ۔ کلام و نزاع تو اس میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو اس جہت سے رد کیا کہ خبر واحد عموماً و مطلقاً قرآن کے سامنے لائق عمل نہیں ۔ یا اس نظر سے کہ خاص کر راوی اس حدیث کے حفظ وصدق کا ہم کو اعتبار نہیں ۔ آپ مدعی امر اول کے ہیں اور رد کرنا بنظر امر ثانی بھی ہو سکتا ہے ۔ آپ اس کو اٹھا دیں تو کام بنتا ہے ورنہ ایک شخص کے روایت کے نہ ماننے سے عموماً خبر واحد کا بے اعتبار ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔

یہ جواب دلیل دوم کا ہم نے بطور تنزل و بنا بر تسلیم اس قصہ کے دیا ہے اور اگر ہم اس قصہ کو نہ مانیں ، یا فعل عمرؓ کو اس باب میں حجت نہ جانیں تو بھی گنجائش ہے ۔ اس قصہ کے نہ ماننے کی یہ وجہ ہے کہ اس کے بعض الفاظ پر آئمہ محدثین نے جرح کیا ہے اور حضرت عمرؓ سے اس کے ثابت ہونے سے انکار کیا ہے ۔ دار قطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ جوان سے نقل کیا ہے کہ ہم سنت رسول اللہ کو کس طرح چھوڑ دیں ۔ یہ محفوظ نہیں ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،اس کو جماعت ثقاۃ نے ذکر نہیں کیا ہے۔ ذکرہ النوویؒ فی شرح مسلم صفحہ ۴۸۳ جلد اول والزرقانی فی شرح المؤطا صفحہ ۶۶ جلد ۳۔ اور احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ یہ جوان سے نقل کیا ہے کہ ہم کتاب اللہ کو نہیں چھوڑتے مطلقہ کو نفقہ دلاتے ہیں، یہ ہرگز قول عمرؓ نہیں ہے۔ قرآن میں مطلقہ ثلاثہ کے واسطے نفقہ وسکنی کہاں ہے ذکرہ فی مسك الختا م شرح بلو غ المرا م صفحه ۲۴۲ و فی آ خره هذا لا يصح عن عمر قا ل ذلك الدار قطنی و قا ل السنة بيد فا طمه

امام ابن القیمؒ نے کہا ہے کہ یہ حضرت عمرؓ پر افتراء ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نیز انسان کو لائق نہیں کہ نصرت مذہب کے واسطے صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں جھوٹ بناوے۔ چنانچہ شرح بلوغ المرام میں ہے:

قا ل العلا مه ابن القيم و نحن نشهد ما لبد شهادته فسأل عنها اذا لقيناه ان هذا كذ ب على عمر و كذ ب على رسو ل الله ﷺ ينبغی ان لا يحمل ا لا نسا ن فر ط ا لا نتصار للمذاهب و التعصب على معار ضة السنن النبوية الصحيحه الصريحة بالكذ ب البحت ۔ انتهى

اور وجہ اس کے کذب ہونے کی ظاہر ہے کہ کسی حدیث صحیح میں ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ تجویز فرمایا ہے اور نہ قرآن میں یہ حکم آیا ہے اسی واسطے جب اس قول منسوب بحضرت فاروقؓ کا کوئی محمل نہ بنتا تھا تو عیسی بن ابان نے اس کی تاویل کی کہ مراد قرآن وحدیث سے اس قول میں قیاس ہے اس لئے کہ وہ انہیں دونوں سے ثابت ہوا کرتا ہے۔ اور بعض نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ مراد قرآن سے آیت اسکنو هن ہے اور سنہ سے وہ جوان سے منقول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ وسکنی ہے چنانچہ توضیح میں بصفحہ ۲۲۶ یہ دونوں تاویلیں منقول ہیں اور نفقہ کا قرآن میں ہونا صاحب توضیح نے اس حیلہ سے ثابت کیا ہے کہ قرأۃ ابن مسعودؓ میں انفقوا عليهن من و جد كم آچکا ہے اور چونکہ تاویلیں ضعیف ہیں اس لئے اس کلام کو بجز کذب کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ تاویل عیسی بن ابان اس لئے کہ اس صورت میں رد حدیث فاطمہؓ بقیاس ہوا جو باتفاق صحابہ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلفصالحین نا جائز ہے، اور تاویل بعض علماء اس لئے ضعیف ہے کہ اسکنو ھن میں مطلقہ ثلاثہ کے واسطے سکنی کا ذکر نہیں ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جاوے تو پھر نفقہ کا اتنا بھی قرآن میں ذکر نہیں ہے:

قا ل اسما عیل القا ضی الذی فی کتا ب ر بنا انما ھو النفقة لا و لات الحمل ۔ انتھی علی ما نقله الزرقا نی فی شرح المو طا

اور جو حدیث اس باب میں حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں اس کا راوی حضرت عمرؓ سے ابراہیم نخعی ہے جس کو حضرت عمرؓ سے ملاقات نہیں ۔ اور تاویل صاحب توضیح کا ضعیف ہونا صاحب تلویح کی کلام سے ثابت ہو چکا ہیاور باوجود ثبوت اس قصہ کے حجت نہ جاننا فعل حضرت عمرؓ کا اس میں یہ وجہ رکھتا ہے کہ ابن عباس حضرت فاروق کے اس امر میں مخالف تھے چنانچہ شرح صحیح مسلم، وشرح بلوغ المرام، وتلویح وغیرہ کتابوں میں ثابت ہے اور اقوال صحابہ جب باہم متخالف ہوں تو بالاتفاق حجت نہیں ہوتے چنانچہ تلویح صفحہ ۲۳۷ وحسامی صفحہ ۹۴ ونورالانوار صفحہ ۱۸۵ وغیرہ کتب اصول میں موجود ہے وازانجا کہ یہ مطالب مانحن فیہ سے اجنبی ہیں اس لئے ہم نے اس کی تفصیل واس میں نقل اقاویل سے تعرض نہیں کیا۔

الحاصل اولاً یہ قصہ بجمیع الفاظ حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں ۔ اور اگر بالفرض اس کو مانا بھی جائے تو اس سے رد کرنا حضرت عمرؓ کا حدیث فاطمہ بنت قیس کو بنظر قطعیت عموم قرآن وظنیت خصوص خبر واحد کے نہیں نکلتا۔

دلیل سوم مخالفین کے عدم جواز تخصیص وجوب ترجیح عموم قرآن پر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو قرآن پر عرض کرو اگر اس کو موافق قرآن پاؤ تو مانو ورنہ اس کو رد کردو ۔ بناء علیہ حدیث جب عموم قرآن کے مخالف ہو تو اس کا رد کرنا واجب ہے ۔ تخصیص عموم قرآن اس حدیث سے جائز نہیں ۔ اس حدیث کو بڑے بڑے مشاہیر حنفیہ اپنی تصانیف میں لائے ہیں ۔ تو ضیح میں کہا:

انما یر د (ای الحد یث المعار ض للکتاب) لتقدم الکتا ب حتی یکون عا م ا لکتا ب و ظا ھرہ او لی من خا ص خبر الوا حد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونصه و لا ينسخ ذلك بهذا و لا يزا د به عليه

تلویح میں اس قول کی تشریح کے بعد لکھا ہے:

و استد ل على ذلك بقو له عليه السلا م يكثر لكم ا لا حا ديث من بعدى فا ذا روى لكم حد يث عنى فاعرضوه على كتا ب الله تعا لى فما وا فق فا قبلوا و ما خا لف فر دوده

ایسا ہی اور کتب اصول میں یہ استدلال موجود ہے۔ جواب اس کے کئی ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ بعض محدثین نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بعض نے موضوع۔ امام یحی ابن معین جو جرح اور تعدیل میں مقبول خلائق ہیں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث زندیقوں یعنی چھپے مرتدوں نے وضع کی ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ متواتر ومشہور کو بھی قرآن پر عرض کیا جاوے۔ پھر اگر مخالف ہو تو ترک کی جاوے حالانکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ ازانجملہ یہ کہ یہ حدیث خود اپنے مضمون کی مبطل ہے اس کو قرآن پر عرض کیا گیا ہے تو خلاف قرآن پایا۔ تفصیل ان جوابات کی معہ زیادت بعض اجوبہ کے عبارات ذیل میں موجود ہے

مولانا عبدالعلیؒ شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

قا ل صا حب سفر السعادة انه من اشد المو ضو عا ت قا ل الشيخ ابن حجر العسقلا نى قد جا ء بطر يق لا تخلو عن المقال و قا ل بعضهم قد و ضعه الز نا دقة و ايضاً هو مخالف لقو له تعا لى ما آ تا كم الرسو ل فخذوه فصحة هذا الحديث يستلز م و ضعه و رده فهو ضعيف مر دود۔ انتهى

اور شیخ ابن طاہرؒ صاحب مجمع البحار تذکرۃ الموضوعات میں فرماتے ہیں:

و ما اور ده ا لا صو ليو ن من قو له اذا روى عنى حد يث فاعر ضوه على الكتا ب فا ن وا فقه فا قبلواه و ان خا لفه ردوه قا ل الخطا بى و ضعته الز نا د قة و يد فعه حد يث انى او تيت الكتا ب و ما يعدله و ير وى و مثله ۔ و كذا قا ل الصنعانى و هو كما قا ل۔ انتهى۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام محمد بن علی الشوکانیؒ فوائد مجموعہ میں فرماتے ہیں:

حد یث اذا روی عنی حد یث فا عر ضوہ علی کتا ب اللہ فا ذا وا فقہ فا قبلوہ و ان خا لفہ ردوہ قا ل الخطا بی و ضعتہ الزنا دقۃ و ید فعہ او تیت القر آ ن و مثلہ معہ و کذا قا ل الصنعا نی ۔ قلت و قد سبقھا الی نسبۃ الز نا دقہ ابن معین کما حکا ہ الذ ھبی علی ان فی ھذا الحد یث المو ضو ع نفیہ ما یدل علی ردہ لا ا ذا اعر ضنا ہ علی کتا ب اللہ خا لفہ ففی کتا ب اللہ عز و جل ما آ تاکم الرسو ل فخذوہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا و نحوہ من ا لآ یا ت ۔ انتھی

اور امام شوکانی، ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں:

البحث الثا نی انہ قد اتفق من یعتد بہ من اھل العلم ان السنۃ المطھرۃ مستقلہ بتشریع ا لاحکام و انھا کا لقرآن فی تحلیل الحلا ل و تحریم الحرا م ۔ و قد ثبت عنہ ﷺ انہ قا ل و انی او تیت القر آ ن و مثلہ معہ ای من السنن التی لم ینطق بھا القر آ ن و ذا لك کتحریم لحو م الحمر ا لا ھلیہ و تحریم کل ذی نا ب من السبا ع و مخلب من الطیر و غیر ذلك مما لم یات علیہ الحصر و ما ورد من طر یق ثو با ن فی ا لا مر یعر ض الاحا دیث علی القر آ ن فقا ل یحی بن معین انہ مو ضوع و ضعتہ الز نا دقۃ و قا ل عبد الر حمن بن مھدی الخوا ر ج و ضعوا حد یث ما آ تا کم عنی فاعر ضوا ہ علی کتا ب اللہ الخ ۔ و قد عا ر ض حد یث العر ض قو م فقا لوا عر ضنا ھذا الحد یث علی کتا ب اللہ فخا لفہ لا نا و جد نا فیہ ما آ تا کم الر سو ل فخذو ہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا قا ل ا لا و زاعی الکتا ب ا حو ج الی السنہ من السنۃ الی ا لکتا ب ۔ قا ل ابن عبد البر یر ید انھا تقضی علیہ و یبین المراد منہ ۔ و قا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحی بن ابیکثیر السنة قا ضیة علی الکتا ب و الحا صل ان ثبو ت حجة السنة المطهرة و استقلا ل بتشریع ا لا حکا م ضروریه و دینیه و لا یخا لف فی ذلك ا لا من لا حظ فی دین الاسلا م ۔ انتهی ما فی ارشاد الفحو ل علی ما لخصه فی حصو ل الما مو ل

اور علامہ طیبی شارح مشکوۃ مختصر اصول حدیث میں فرماتے ہیں:

و کذا ما اردہ ا لا صو لیو ن من قو له ا ذا روی عنی حد یث فاعر ضوہ علی کتا ب الله فا ن وا فقه فا قبلو ہ و ان خا لفه فر دو ہ قا ل الخطا بی و ضعته الز نا د قة و ید فعه قو له ﷺ انی قد او تیت الکتا ب و ما یعد له یر وی او تیت الکتا ب و مثله معه ۔

ایسا ہی فاضل قندھاری نے مغتنم الحصول میں فرمایا ہے اور ایسا ہی مسلم الثبوت ومنہاج الاصول وتلویح وغیرہ کتب اصول میں اس حدیث کو رد کیا ہے۔ نقل کرنا عبارات ان سب کا موجب تطویل ہے اسلئے مجمل حوالہ پر اکتفاء کیا گیا۔ ولیکن نقل کرنا عبارت تلویح کا بغرض اظہار ایک لطیفہ عجیبہ کے مناسب نظر آیا پس سنا چاہیے کہ علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا:

و اجیب با نه خبر الوا حد و قد خص منه البعض اعنی المتوا تر و المشهور فلا یکو ن قطعیاً فکیف یثبت به مسئلة الا صو ل (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر اول۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

یکم جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہور)

علی انه مما یخا لف عمو م قو له تعا لی ما آ تا کم الرسو ل فخذوہ و قد طعن فیه المحد ثو ن با ن فی روا یة یش ید بنر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیعه و هو مجهول و ترك فی اسناده واسطة بین الا شعث و ثوبان فیکون منقطعاً و ذکر یحی بن معین انه حدیث و ضیعة الزنادقة ۔ و ایراد البخاری ایاه فی صحیحه لا ینافی الا نقطاع او کون احد رواته غیر معروف بالروایة ۔انتهی ما فی التلویح ۔

یہ عبارت ہمارے مدعا کے موافق ہے اور ہمارے اجوبہ کی شاہد اور مؤید ومع ذالک اس میں ایک ایسا لطیفہ عجیبہ فرمایا ہے جس سے عمدہ نتیجے نکل سکتے ہیں ۔ وہ یہ کہ علامہ نے بعد رد وتضعیف اس حدیث کے فرمایا ہے کہ وارد کرنا بخاری کا اس حدیث کو اپنی صحیح میں منافی انقطاع و جہالت رواہ نہیں ہے ۔ اور یہ بات سراسر غلط اور محض خط ہے ۔ صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود نہیں ہے اور نہ یہ کتاب مستطاب ایسی واہیات و خرافات کے نسبت کرنے کی لائق ہے ۔ جس نے مجلس حدیث میں کبھی بھی گذر کیا ہوگا وہ ایسی بات نہ کہے گا ۔ پس تعجب ہے کہ علامہ زمان نے کیونکر ایسا کہہ دیا ۔ اگر کوئی میرے اس تعجب سے تعجب کرے اور اس حدیث کے وجود کا صحیح بخاری میں مدعی ہو کر نکال دے تو میں اپنی کل جائداد اس کو انعام میں دیتا ہوں اور حلقہ اس کی اطاعت وتلمذ کا کان میں ڈالتا ہوں ۔ کوئی ہرگز نہ نکال سکے گا اگرچہ مشرق سے مغرب تک کے سب لوگ جمع ہو جائیں اور سب مل کر تلاش کریں ۔ اس سے ایک یہ عمدہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اکابر علماء سے بھی غلطی فاش ہوسکتی ہے اور خلاف حق وواقع ان کی قلم سے سرزد ہو جاتا ہے چنانچہ مثل مشہور ہے لکل عالم ھفوة و لکل جواد کبوة ۔ اور ایک یہ نتیجہ نکل سکتا ہے جو اسی نتیجہ اول کے فرع ہے کہ تقلید اکابر علماء ہر بات میں جائز نہیں جس نے ایسا کیا وہ کبھی نہ کبھی چاہ ضلالت میں گرا ۔ سچ فرمایا ہے امام طحاوی نے جو حنفیوں کے پیش وا ہیں کہ میں ہر بات میں ابوحنیفہ کا مقلد نہیں جو مقلد ہوا وہ جاہل یا متعصب بنا ۔ چنانچہ اصل عبارت انکی ضمیمہ نمبر ۸ مطبوعہ ۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء میں گذر چکی ۔

اس تفصیل سے جوابات دلیل سوم مخالفین کے تمام ہوئے ۔ جن کے اتمام سے سب دلائل مخالفین کا ابطال ہوا اور عدم جواز ترجیح عموم قرآن خصوص حدیث پر ثابت ہوا جس سے وجوب جمع وتطبیق ثبوت کو پہنچا اور اس سے مقدمہ ثانیہ جناب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخدوش ہوا اور اس سے جواب استدلال حضرت مخاطب کو آیت کریمہ سے بطریق خاص اصولی اتمام کو پہنچا جس کے تمام ہونے سے دونوں جواب اس کے استدلال کے عامی وخاص اصولی پورے ہوئے۔

اب اس کے مویدات میں کلام کی جاتی ہے۔

پس واضح ہو کہ مؤیدات استدلال مخاطب (جو اسکی تحریر میں مذکور ہیں) دو ہیں۔

اول اثر سعدؓ بن وقاص کہ انہوں نے فرمایا ہے میں دوست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے الحمد پڑھے اس کے منہ میں انگار پڑیں۔

دوم۔ اثر حضرت علیؓ کہ جس نے امام کے پیچھے الحمد کو پڑھا وہ سنت سے چوک گیا۔

سوان دونوں اثروں میں کئی وجہ سے کلام ہے۔

وجہ اول: یہ کہ یہ اثر حضرت سعدؓ وامیر المؤمنین علیؓ سے بسند صحیح ثابت نہیں۔ اثر سعدؓ کو امام بخاریؒ اور ابن عبد البرؒ نے ضعیف بتلایا ہے۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ جس نے اس کو سعدؓ سے نقل کیا اس کا نام معلوم نہیں ہوا اور فرمایا کہ عالموں کی یہ کلام نہیں ہے کہ اصحاب نبوی کے منہ میں پتھر یا آگ یا بد بو بھری جائے۔ چنانچہ رسالہ قرأۃ خلف الامام میں (جو امام ابوحنیفہؒ کے مقابلہ میں تالیف کیا ہے) فرماتے ہیں:

و احتج (ای ابو حنیفه) ایضاً بخبر روی دا ؤد بن قیس عن رجل من و لد سعد عن سعد قا ل ووددت ان الذی یقر ء خلف ا لا ما م فی فمه جمرة. وهذا مر سل و لم یعرف الرجل و لا سمّی

اور نیز اسی رسالہ میں بجواب اس قول کے جو ابن مسعود کے مثل قول سعد نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں:

و اما حد یث ابن مسعود فلا یصح و لا یشبه کلا م اهل العلم لا نه لا یحل لاحد ان یتمنی ان یملاء افواه ا صحا ب رسو ل الله ﷺ کعمر و حذیفه و ابی و عا ئشه فی جما عة آ خر ین ممن روی عنهم القر أة خلف ا لا ما م ر ضفاً او ناراً او ترا باً۔

انتهی کلا مه علی ما لخّصه الز یلعی فی تخر یج الهدا یة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابن عبد البرؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے، کسی ثقہ نے اس کو نقل نہیں کیا چنانچہ اصل عبارت ان کی عنقریب ذکر کی جاتی ہے۔ اور جو حضرت علیؓ سے اثر نقل کیا ہے اسکو دار قطنیؒ وابن حبانؒ وامام بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے۔

رواه (يعنى حد يث على من قر أ خلف ا لا ما م فقد ا خطأ الفطرة) ابن شيبه و عبد الرزاق ۔ و قا ل الدار قطنى لا يصح اسنا ده ۔ و قال ابن حبا ن فى كتا ب الضعفاء ان هذا ير ويه ابن ابى ليلى ا لا نصارى و هو با طل ۔ و يكفى فى بطلا نه اجماع المسلمين

اور حافظ ابن حجرؒ نے تخریج ہدایہ میں کہا ہے:

و عن على من قر أ خلف ا لا ما م فقد ا خطأ الفطرة ۔ ا خر جه ابن ابى شيبه و عبد الرزق و الدار قطنى مو قو فاً و ضعفه البخا رى فى جز ء القرأة ۔ و قا ل ابن حبا ن فى تر جمة عبد الله بن ابى ليلى من الضعفاء و هذا با طل ۔

اور شیخ سلام اللہؒ نے محلی شرح مؤطا میں کہا ہے:

و روى ا بن ابى شيبه و عبد الرزاق عن على من قر أ خلف الاما م فقد اخطاء الفطرة قا ل الدار قطنى لا يصح اسنا دهو ضعفه البخارى ۔ انتهى

مولوی محمد عبد الحی صاحب لکھنوی کو اللہ تعالی جزائے خیر دے کہ انہوں نے رسالہ امام الکلام میں جملہ آثار متمسکہ حنفیہ میں بسط سے کلام کی اور آٹھ وجہ سے ان کا لائق تمسک نہ ہونا مما نعت قرأۃ میں ثابت کیا۔ منجملہ ان وجوہ ہشت گانہ کے ایک یہ وجہ فرماتے ہیں: (امام الکلام۔ص ۴۰):

و الثا لث ان كثيراً من تلك ا لآ ثار مما لا يحتج بسنده كا ثر زيد بن ثا بت من قر أ خلف ا لا ما م فلا صلوة له ۔ فقد قا ل البخارى فى رسا لة القر أة فى حق سنده لايعرف لهذا الاسناد سماع بعضهم عن بعض و لا يصح مثله انتهى ذكر ة الذ يلعى و قال ابن عبد البر قو ل زيد بن ثا بت من قر أ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلف ا لا ما م فصلو ته تا مه و لا اعا نة يد ل على فساد ماروى عنه انتهى ، و كا ثر على ؓ من قر أ خلف ا لا ما م فقد اخطاء الفطرة كما مر نقله عن ابن حبا ن و الدا ر قطنى و كاثر سعد و دت ان الذى يقرأ خلف ا لا ما م فى فمه جمرة ۔ قا ل ابن عبد البر منقطع لا يصح و لا نقله ثقة ۔ انتهى

اور بعد اختتام سب وجوہات کے فرماتے ہیں:

فظهر من هذا كله ان استد لا لًا با لآ ثار على مذ هبهم و ان كان هو مسلك عا متهم لا يخلو عن اشياء لا ز مة عليهم و به و ضح ان قو ل من قا ل بفساد الصلوة با لقر أة خلف ا لا ما م و استند ببعض ا لآ ثار المذ كورة سا قط عن ا لا عتبار لا ينبغى ان يلتفت اليه او لو الابصار ۔ انتهى

وجہ دوم، وجوہ قادحہ آثار مویدہ استدلال مخاطب سے یہ ہے کہ ہم نے فرض کیا اور مان لیا کہ یہ آثار واہیہ سب صحیح ہیں ولیکن قول وفعل صحابی جس میں رائے و اجتہاد کو دخل ہو جمہور علماء اسلام کے نزدیک جن میں امام شافعیؒ بھی داخل ہیں لائق سند واستدلال نہیں اور ظاہر ہے کہ مسئلہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام جولانگاہ اجتہاد ہے۔ اس میں دلائل عموم جن سے نفی قرأۃ کا اجتہاد ہوسکتا ہے موجود ہیں۔ پس جس کسی نے قرأۃ فاتحہ کی نفی کی ہے اس نے عموم نصوص سے جن کو حنفیہ پیش کرتے ہیں اجتہاد و استنباط کیا ہے۔ پس باوجود محل اجتہاد ہونے اقوال مانعین قرأۃ کے وہ کس طرح لائق تمسک واستدلال ہوسکتے ہیں۔ اب سنو اقوال علماء اسلام کے جن سے لائق سند نہ ہونا قول صحابی کا ثابت ہوتا ہے۔ توضیح میں لکھا ہے:

تقليد الصحا بى يجب اجما عاً فيما شا ء فسكتوا مسلّمين و لا يجب ا جما عاً فيما ثبت ا لخلا ف بينهم و اختلف فى غير هما و لا لا يعليم اتفا قهم و الا ا ختلا فهم فعند الشا فعى لا يجب لا نه لما لم ير فعه لا يحمل على السما ع و فى ا لا جتهاد هم و سا ئر المجتهد ين سواء لعمو م قو له تعالى فا عتبروا يا او لى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا لا بسار ۔ و لا ن كل مجتهد يخطى و يصيب عند اهل السنة والجما عة و عند ابى سعيد البر دعى يجب لقو له عليه الصلوة و السلا م ا صحا بى كا لنجو م با يهم اقتد يتم اهتد يتم ۔ و عند الكر خى يجب فيما لا يد ر ك با لقياس ۔ انتهى مختصراً

ایسا ہی حسامی میں بعد نقل مذہب ابوسعید بردعی و ابوالحسن کرخی کے کہا ہے:

قا ل الشا فعى لا يقلّد ا حد منهم ۔

نورالانوار میں اس پر یہ زیادہ کیا ہے:

سواء كا ن مدر كا با لقياس او لا ۔ لانّ الصحا بة كا ن يخالف بعضهم بعضاً و ليس ا حد هم او لى من ا لآ خر ۔ فتعين البطلا ن

اور شیخ ابن طاہر حنفیؒ نے مجمع البحار میں کہا ہے:

و المو قو ف ما روى عن الصحا بى من قو ل او فعل متصلاً او منقطعاً و هو ليس بحجة

اور طیبیؒ نے رسالہ مختصر اصول میں کہا ہے:

المو قو ف و هو مطلقاً ما روى عن الصحا بى من قو ل او فعل متصلاً كا ن او منقطعاً و هو ليس بحجة على ا لا صح ۔

اور شیخ ابوالفیض محمد بن علی الفارسیؒ نے جواہر الاصول میں کہا ہے:

البا ب ا لثا نى فى انوا عه و هى نوعا ن منها ما يشتر ك فيه الاقسا م الثلا ثة و منها ما يختص با لضعيف الى ان فصل انواع الضر ب الثا نى وعد منها المو قو ف ۔

امام محمد بن علی الشوکانیؒ نے حجت نہ ہونا قول صحابی کا جمہور علماء کی طرف نسبت کیا ہے۔ اور قائلین حجیت قول صحابی کے جواب میں کہا ہے کہ اگرچہ صحابہ کرام کی بزرگی وفضیلت علم و دین میں مسلّم ہے ولیکن اس سے ان کے اتباع کا وجوب لازم نہیں آتا اور نہ خدا نے کہیں اس بات کا اذن دیا ہے۔ اور کہا ہے کہ حدیث ا صحا بى كالنجو م جس سے قائلین حجیت تمسک کرتے ہیں صحیح نہیں ہے۔ اس کے بعد کہا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فا عرف هذا و ا حر ص عليه فا نّ الله لم يجعل اليك و الى سا ئر هذه ا لا مة رسو لًا الا محمداً ﷺ و لم يا مر ك با تباع غيره و لا شر ع لك على لسا ن سواه من امته حر فاً وا حداً و لا جعل لك شيئا من الحجة عليك فى قو ل غير كا ئنا من كان

انتهى كلا م الشو كا نى على ما نقله عنه فى هدا ية السا ئل الى ادلة المسا ئل

راقم کہتا ہے کہ جو امام شوکانی نے دلیل عدم حجیت اقوال صحابہ بیان کی ہے کہ خدا تعالی نے بجز آنحضرت ﷺ کے کسی کا اتباع کسی پر لازم نہیں کیا، کتاب وسنت و اجماع امت اس پر شاہد ہے۔ تفصیل اس اجمال کی مبحث تقلید میں کی جاوے گی۔ اس مقام میں قول امام مالک کا اس کی تائید میں ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی کلام سے ماخوذ نہ ہو، اور وہ اس کی طرف پھیری نہ جاوے بجز صاحب اس روضہ مبارک کے کہ آنحضرت ﷺ ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالوہاب شعرانی نے میزان کبری میں ان سے نقل کیا ہے:

و كا ن يقو ل ما من ا حد ا لا و ما خو ذ من كلا مه و مر دود عليه هو الّا صا حب هذه الرو ضة يعنى به رسو ل الله ﷺ

اور جو امام شوکانیؒ نے کہا ہے کہ حدیث اصحابی کالنجوم ....ضعیف ہے اس کی تائید میں بہت سے اقوال علماء کبار کے موجود ہیں اور امام ابن جوزیؒ نے علل متناہیہ میں فرمایا ہے:

روى نعيم بن حما د قا ل حد ثنا عبد الر حيم بن ز يد العمى عن ابيه عن سعيد بن المسيب عن عمر بن الخطا ب قا ل قال رسو ل الله ﷺ سألت ر بى مما يختلف فيه ا صحا بى من بعدى فا و حى الله الىّ يا محمد ان ا صحا بك عندى بمنز لة الجنو م فى السماء بعضها ا ضو ء من بعض فمن ا خذ بشئى مما هم عليه من ا ختلا فهم فهو على هد ى قا ل المؤلف و هذا لا يصح بنعيم مجرو ح قا ل يحى بن معين، عبد الر حيم كذاب۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کمال الدین محمد نے تیسیر الاصول الی منہاج الاصول میں کہا ہے:

روی عبد الله بن رو ح المدا ئنی بلفظ ا صحا بی مثل النجو م با یھم اقتد یتم اھتد یتم و فیه مقا ل و رواه بمعنا ه الدار می و فیه ضعف و قد روی من طرق کثیرة قا ل ابن حز م ھو خبر مو ضوع ۔ و قا ل البزا ز لا یصح ۔ و قا ل البھیقی ھذا الحدیث مشھور المتن واسا نیده ضعیفة لم یثبت فیه اسناد انتھی ملخصاً ۔

اور ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوۃ میں کہا ہے:

قا ل ابن الر بیع اعلم ان حد یث ا صحا بی کا لنجو م با یھم اقتد یتم اھتد یتم ۔ ا خر جه ابن ما جه کذا ذکره الجلا ل السیو طی فی تخر یج ا حا دیث الشفاء ۔ و لم ا جده فی سنن ابن ما جه بعد البحث عنه ۔ و قد ذکره ابن حجر العسقلا نی فی تخر یج ا حا دیث الرا فعی فی با ب اد ب القا ضی و ا طا ل الکلا م علیه و ذکر انه ضعیف واهٍ بل ذکر عن ابن حز م انه مو ضوع با طل لکن ذکر عن البھیقی انه قا ل ان حد یث مسلم یو دی بعض معنا ه یعنی قو له ﷺ النجو م امنة السماء ۔ الحد یث۔ قا ل ابن حجر ھو یؤدی صحة التشبیھه للصحا بة با لنجو م اما فی الاقتداء فلا یظھر نعم یمکن ان یتلمح ذ لك من معنی ا لا ھتداء بالنجو م ۔ قلت ا لظا ھر ان ا لا ھتداء فر ع ا لا قتداء قا ل ابن حجر ظا ھر الحد یث انما ھو اشارة الی الفتن الحا د ثة بعد انقرا ض الصحا بة من طمس السنن و طھور البد ع انتھی ۔ و تکلم علی ھذا الحد یث ابن السبکی فی شر ح مختصر ابن ا لحا جب و لم یغیره ابن ما جه و ذکره صاحب جا مع ا لا صو ل و ذکره صا حب المشکوة و قا ل اخر جه رز ین ۔ انتھی کلام القا ری ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولوی عبدالعلی مرحوم شرح مسلّم الثبوت میں فرماتے ہیں:

و اما المعار ضة با صحا بی کا لنجو م فبا ھم اقتدیتم اھتد یتم روا ہ ابن عدی و ابن عبد البر و خذوا شطر دینکم من الحمیراء ھی ام المؤمنین عا ئشہ الصدیقہ ؓ کما فی المختصر فند فع با نھما ضعیفا ن لا یصلحا ن للعمل فضلاً عن معار ضة الصحا ح ۔ و اما الحد یث ا لاو ل فلم یعرف قا ل ابن حز م فی رسا لتہ اکبری مکذو ب مو ضوع با طل و بہ قا ل ا حمد و البزا ز و اما الحد یث الثا نی فقا ل الذ ھبی ھو من الاحادیث الوا ھیة التی لا یعرف لھا اسناد و قا ل السبکی و الحا فظ ابو الحجا ج کل حد یث فیہ لفظ الحمیراء لا ا صل لہ ا لا حد یث وا حد فی النسا ئی کذا فی التیسیر انتھی ۔

ایسا ہی مغتنم الحصول وتقریرالاصول وشرح مسلم مولوی علی اللہ لکھنوی وشرح منار ملا نظام الدین لکھنوی ومیزان الاعتدال ذہبی مین اس حدیث کو باطل اور موضوع اور ضعیف کہا ہے۔ مغتنم الحصول کے یہ لفظ ہیں:

فی التقریر بنا ء علی قو ل ابن حز م مکذ و ب مو ضوع با طل و لہ طرق من روا یة عمر و ابنہ و جا بر و انس بالفاظ مختلفة لا یصح منھا شئی و من ثم قا ل ا حمد حد یث لا یصح ۔ و قا ل البزا ز مثلہ

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح نہیں جیسا کہ امام شوکانی نے کہا ہے اور اگر بالفرض اس کی صحت کو مانا بھی جاوے تو اس سے تقلید صحابہ یعنی بلا دلیل مان لینا ان کی ایسی باتوں کا جن میں رائے کو دخل ہو نہیں نکلتا۔ غایت مفاد اس کا یہ ہے کہ ان کا اقتداء کیا جاوے، سو عام تقلید کو مستلزم نہیں۔ جائز ہے کہ مراد اس سے ان اقوال و فعال میں اقتداء ہو جو مستند بصریح کتاب وسنت ہوں چنانچہ سبل السلام شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے:

اما حد یث: علیك بسنتی و سنة الخلفاء الرا شدین بعدی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر دوئم اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۵ جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

تمسکوا بها و عضوا عليها با لنوا جذ ا خر جه ا حمد و ابو داؤد و ابن ما جه و التر مذی و صححه الحا کم ۔ وگفت برشرط شیخین ست ومثل اوست حدیث اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر ا خر جه التر مذی و قا ل حسن و اخر جه ا حمد و ابن ماجه و ابن حبا ن ۔ واورا طریقها ست که دروے مقال ست مگر آنکه بعض وے مقوی ست پس نیست مراس نسبت خلفائے راشدین مگر طریقه ایشاں که موافق طریقه آنحضرت ﷺ باشد زیرا که حدیث عام ست مر هر خلیفه راشد را خاص نیست بشیخین ۔ ومعلوم است از قواعد شریعت که هیچ خلیفه راشد را نمیرسد که طریقه جز طریقه که براں حضرت ﷺ بودند مشروع کند ۔ وابن عمر بنفس خود خلیفه راشد ست ۔ مع هذا الجمیع مذکور را بر معین در شب بدعت نام کرد و گفت که ایں سنت ست فتا مل بآنکه صحابہ ؓ خلاف کرده شیخین را در مواضع و مسائل پس دلالت کرد بر اینکه حمل نه کردند ایشاں حدیث را بر حجت بودن قول وفعل او ۔ و بر ماوی در شرح الفیه که در اصول فقه است تحقیق کلام دریں مقام کرده ۔ یعنی بر ینکه قول شیخین حجت نیست با آنکه گفته است که حدیث اول دلالت میکند بر ینکه چوں اتفاق کنند خلفائے ار بعه بر قولے آں قول حجت باشد نه وقتیکه یکے ازاں منفرد بود ۔ وتحقیق اینست که اقتداء تقلید نیست بلکه غیر اوست کما حققناه فی شرح نظم الکا فل فی بحث ا لا جماع ۔ انتهی ما فی سبل السلا م علی ما نقله فی مسك الختا م ۔ و قد نقل صا حب المسك عن الشو کا نی نفسه فیما نقل عنه سا بقاً ما نصه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔اگر بوجہ صحیح ثابت شود (یعنی اصحا بی کا النجو م ۔محمد حسین) معنی وے چنیں باشد کہ مزید عمل صحا بہ بایں شریعت حقہ وملت مطہرہ ثابتہ از کتاب وسنت و حرص ایشاں بر اتباع قرآن وحدیث ومشی برطریق ایں ہر دو مقتضی آنست کہ اقتداء غیر شان بایشاں درعمل برآں واتباع آں ہدایت کا ملہ است زیرا کہ اگر یکے را از صحابہ بگویند چرا چنیں گفتی وچرا چنیں کردی وے عاجز از ابراز حجت از کتاب وسنت نشود ودرمیان ان الکن نہ گردد وبرمثل ایں حمل محمول است قولہ ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی ابی و بکر و عمر و قو لہ ﷺ بسنتی و سنۃ الخلفاء الرا شدین ۔انتہی کلام الشوکانی

اور مویدات وجہ دوم اور اس کے شواہد منقولہ سابقہ سے یہ بھی ہے کہ اکثر علماء اتفاق شیخین حضرت ابوبکرؓ وحضرت فاروقؓ کو اجماع نہیں سمجھتے اور حجت شرعیہ شمار نہیں کرتے ۔ایسا ہی اتفاق اہل بیت نبوی کو ۔ چنانچہ مسلم الثبوت اور اس کی شرح میں ہے:

و لا ینعقد با ھل البیت و حد ھم خلا فاً للشیعہ لا دعا ئھم العصمۃ و لا با لشیخین عند ا لا کثر و لا با لخلفاء ا لار بعۃ خلا فاً لا خبر و بعض الحنفیۃ قا لوا اقتدوا با لذین من بعدی ابی بکر و عمر و علیکم بسنتی ۔ الحد یث ۔ قلنا خطا ب للمقلدین و بیا ن لا ھلیۃ الا تبا ع لان ؔ المجتھد ین کا نوا یخالفو نھم و المقلد وِن قد یقلدو ن غیر ھم ۔ انتھی ۔

پس جب کہ خاص کر شیخین واہل بیت نبوی کے اتفاق کے حجت شرعیہ ہونے میں یہ کلام ہے، اور جو ان کی اقتداء میں نصوص وارد ہیں، اس میں علماء یہ تاویلیں کرتے ہیں جو عبارت مسلم وعبارت سبل السلام میں منقول ہیں تو احاد صحابہ کے قول و فعل کو کون پوچھتا ہے۔

وجہ سوم وجوہ قادحہ آثار مویدہ استدلال مخاطب سے یہ ہے کہ ہم نے بطور تنزل مانا کہ فعل وقول صحابی حجت ولائق سند ہیں جسے بعض حنفیہ کہتے ہیں ولیکن وہ قول وفعل جب صریح سنت کے مخالف ہوں تو اس کو حنفی بھی لائق حجت نہیں جانتے اور ظاہر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ آثار مانعہ قرأۃ فاتحہ صریح سنت کے مخالف ہیں۔ پس باوجود تسلیم حجیت مطلق آثار کے یہ آثار بسبب معارضہ سنت کیلائق استدلال واعتبار نہیں رہے۔ میرے خیال میں یہ مسئلہ ایسا نہیں جس میں کوئی مسلمان شک کر سکے۔ اور اس پر شواہد و دلائل کا مطالبہ کرے ولیکن چونکہ مجھے ایسے لوگوں سے کام پڑا ہے جو رسول مقبول ﷺ کی بات نہیں مانتے جب تک کہ اس کی تائید وتصدیق میں کلام علماء نہیں پاتے۔ اس لئے میں اس مقام میں چند اقوال صحابہ وتابعین وآئمہ وعلمائے دین نقل کرتا ہوں۔ زیادہ تفصیل اس کی مبحث تقلید میں ہوگی۔

پس سنا چاہیے امام الحنفیہ شیخ ابن الہمام فتح القدیر کے باب جمعہ (صفحہ ۲۶۴) میں فرماتے ہیں:

و الحا صل ان قو ل الصحا بی حجة فیجب تقلیده عند نا اذا لم ینفیه شئی آ خر من السنه

اس عبارت فتح القدیر کو مولوی عبدالحی بھی اپنے رسالہ امام الکلام میں لائے ہیں اور جو اس پر اعتراض وارد ہوتے تھے ان کو بتفصیل رد کئے ہیں حیث قال:

و السا دس انه صرّح ابن الهما م و غیره ان قو ل الصحا بی حجة ما لم تنفه شیء من السنة و من المعلوم ان ا لا حا دیث المر فوعة دا لة علی اجا زة قر أة الفا تحه خلف ا لا ما م کما سیأتی عند ذکر ا دلة الشا فعیة فکیف یؤخذ با لآ ثار و یترک السنه فا ن قلت تلك ا لا حا دیث متکلم فیها من حیث الاستنبا ط و ا لا سناد قلت لیس الکلا م فیها ا زید من الکلا م فی روا یا ت الترک و المنع و ا لاسقا ط۔ فا ن قلت قد وا فقت الما ئعین ایضاً کثیر من الروا یا ت قلت کذ لك لا هل ا لا ثبات۔ فا ن قلت قد صرّح ابو دا ؤد و غیره با نه اذا تعا رض الخبران عن رسو ل الله ﷺ یعمل بما عمل به اصحا به بعده فههنا لما تعا ر ضت ا لآ ثار المر فوعة یؤخذ بما عمل به اجلآء اصحا به بعده و ما هو الا المنع و الترک۔ قلت هذا ا ذا توا فق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(لے اتفق) عمل الصحا بة بعده فی التر ك و ليس كذا لك فان اقوا لهم و افعا لهم ا يضاً مختلفة فی ا لار تكا ب و التر ك ۔

شیخ ابن نجیم حنفی بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

حد يث النبی ﷺ مقدم على غير ه ۔ قا له فی جوا ب ما او رد فی معار ضة حديث القلتين حد يث ار بعين دلوا من قو ل ابی هر يره مو قو فاً

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ سب مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کسی کے قول سے نہ چھوڑی جاوے اور کہا ہے کہ اگر صحابی کوئی حدیث روایت کرے اور پھر اس کے ظاہر کا خود خلاف کرے تو ہم اس کے کہنے سے ظاہر حدیث کو نہ چھوڑیں گے اس لئے کہ اگر ہم صحابی کے ہم عصر ہوتے تو اس سے مقابلہ کرتے اور جھگڑتے ۔ پھر اس کے کہنے سے ہم حدیث کو کس طرح چھوڑ دیں ۔ چنانچہ علامہ ہارون ابن بہاء الدین حنفی کتاب

نا ظورة الحق فی فر ضية العشاء ان لم يغب الشفق

میں (جس کا ایک نسخہ مطبوعہ بلغار میرے ہاتھ میں پہنچا ہے۔ محمد حسین) فرماتے ہیں:

قا ل الشا فعی ا جمع المسلمو ن على من استبا نت له سنة رسو ل الله لم يجعل له ان يد عها لقو ل ا حد ۔

اور شیخ ابن الہمام حنفیؒ نے کتاب تحریر میں اور اس کے شارح ابن امیر الحاج ؒ نے اس کی شرح تحبیر میں کہا ہے:

و اذا حمل الصحا بی مر وية الظا هر فی حكم على غير الظا هر فذ هب ا لا كثر من العلماء منهم الشا فعی و الكر خی ان المعمول به هو الظا هر دو ن ما ما حمل عليه الراوی من تاويله ۔ و قا ل الشا فعی كيف اتر ك الحد يث بقو ل من لو عا صر ته لحا ججته يعنی الصحا بی انتهى ما فيهما بمعناه و ان لم يكن بلفظه

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں امام شافعیؒ سے بواسطہ ان کی کتاب امّ کے نقل کیا ہے کہ جب ان کے زمانہ میں آثار صحابہ جمع ہوئے اور ان کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف احادیث صحیحہ نظر آئے اور انہوں نے سلف کی یہ چال دیکھی کہ جہاں وہ کسی کا قول حدیث کے خلاف پاتے تو اس کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کرتے، تو انہوں نے اقوال صحابہ کو ترک کر دیا اور کہا کہ وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

و منها ان اقوال الصحابة جمعت فی عصر الشافعی فکثرت و اختلفت و تشعبت و رأی کثیراً منها یخالف الحدیث الصحیح حیث لم یبلغهم و رأی السلف لم یزالوا یرجعون فی مثل ذلك الی الحدیث فترك التمسك باقوالهم ما لم یتفقوا و قالهم رجال و نحن رجال۔

پھر حضرت شاہ ولی اللہ و امام عبدالرحمٰن بن مہدی و یحیٰ بن سعید قطان و یزید بن ہارون و عبدالرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و مسدد و احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ و فضل بن دکین و علی المدینی اور ان کے اقران سے یہی مذہب نقل کیا ہے:

حیث قال بعد ذکر تدوینهم الحدیث و جمعهم الاثار و اکثارهم من الروایة و تتبع الطرق و امعانهم فی الفحص کان عندهم انه اذا وجد فی المسئلة قرآن ناطق فلا یجوز التحول منه الی غیره و اذا کان القرآن محتملاً لوجوه فالسنة قاضیة علیه فاذا لم یجدوا فی کتاب الله اخذوا سنة رسول الله سواء کان مستفیضاً دائراً بین الفقهاء او یکون مختصاً باهل بلد و اهل بیت او بطریق خاصة و سواء عمل به الصحابة و الفقهاء او لم یعملوا به و متی کان فی المسئلة حدیث فلا یتبع فیها خلاف اثرٍ من الآثار و لا اجتهاد احدٍ من المجتهدین۔

ایسا ہی آپ کے تلمیذ رشید اور درفرید علامہ محمد معین حنفیؒ نے دراسات اللبیب میں امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے اور اس کی تائید اور اس کی تائید میں اقوال حنفی آئمہ کو نیز وارد کیا ہے حیث قال:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الو جه الثا من التمسك بآ ثار الصحا بة و ذ لك عند و جدا ن
المر فوع الصحيح على خلا فه تمسك ضعيف قا ل الد ليل
الحق على و جو ب تر كه فا ن قو ل المعصو م الوا جب علينا
اتبا عه بمجر د ثبو ت صحته عند نا لا يعا ر ضه قو ل غير ه
كا ئناً كا ن فيحمل قو ل الصحا بى انه لم يبلغه قو ل المعصوم
و هو كثير فى الصحا بة على ما سيجىء او بلغه لكن تر كه
لعار ض اجتها دى لا يكو ن فهمه فيه حجة على غير ه و لا
ينحصر ذ لك فى علم نسخه كما نقو ل به الحنفيه لا حتما ل و
جوه آ خر كبلو غ حد يث آ خر اليه فهمه معا ر ضاً بهذا
الحديث مع ثبو ت تا خر ذلك ا لآ خر عنده فعمل بما هو الآخر
عملاً و سواء فى هذا ان يكو ن الحد يث المترو ك من روا يته
او روا ية غيره و ليس الحد يث ا لآ خر معار ضاً با لاول كما
فهم و مثا ل هذا حد يث ابن عمر فى رفع اليد ين فى كل رفض
و خفض رواه فعمل به ثم تر كه فهذا ان صح يجو ز ان يكو ن
تر كه لبلو غ حد يث ابن مسعود فى عدم رفع و تعا ر ضهما فى
فهمه و ثبو ت التا خر عنده بحد يث ابن مسعود مع ان الجمع
بينهما ممكن بو جوه شتى تصدى لبيا نه العلماء ۔ و لهذا قا ل
الا ما م الشا فعى كيف اتر ك قو ل الرسو ل ﷺ لقو ل من لو
عا صرته لزا حمته اى لزا حمتهم فيما او لوا و فيما فهمو ا من
التعا ر ض و فيما بدى لهم من التر جيحا ت مما يبدو لى ا لآ ن
فى كل ذلك مزا حمة التلميذ لا ستا ذه و كا ن جا ئزا عليهم
الر جوع الى فهمهم و تر ك فهمهم و كيف لا نقو ل بجواز هذا
مع انه ثبت اعتما د هم على قو ل بعض التا بعين از يد من
الاعتما د على انفسهم فمع هذه ا لا حما لا ت فيما ذهب اليه
كيف يتر ك بقو له قو ل المعصو م الحق الذى انسد دو نه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب المزا حمة رأساً ﷺ و كيف يحل ذلك للمسلم او ليس ذ لك من قبيل تر ك اليقين با لشّك و ليس قو ل الصحا بة حجة عند ابى حنيفه مطلقاً على ما نسب اليه من لم يتيقن مذهبه فقد قا ل اما م الحنفيه ابن الهما م فى شر ح الهدا ية فى با ب الجمعة ان قو ل الصحا بى حجة عند نا فيجب تقليده ما لم ينفه شئى من السنة و لا يعا ر ضه كلام اتى به فى با ب الاستفتا ح اذا فهم على و جهه مع انه مخدو ش من و جه آ خر عند نا و ذهب المشا هير من الحنفية على ما صرّح به فى التحبير الى عدم و جو ب قبو ل تا ويل الصحا بة كتقليد هم ۔ و قا ل الكر خى اذا حمل الصحا بى مر وية الظا هر فى حكم على غير ظا هر فالمعمو ل به هو الظا هر دو ن ما حمل عليه الراوى .. الى ان قا ل .. و قد تكليمنا فى اجزاء مفردة على ان ا لآ ثار لا تقادم المر فوع عند الكل حتى الحنفيه ايضاً بالبسط من هذا و المقصود ههنا ان المر فوع لا سيما المخر ج لشيخين لا بتر ك با لآ ثا ر و قد ا ثبتنا ذلك بد ليل حق لا مرية فيه للمنصف و الله الهادى ۔ انتهى ۔

اور یہ کلام صاحب درا سات کی اگر چہ جہلاء خوا رج کے اس زما نہ کے نزدیک لائق استنادنہیں ولیکن اہل سنت واصحاب حدیث تو اس کو ما نیں گے اور مدلل بدلائل سمجھ کر حجت جا نیں گے اور منکر ین بھی کچھ شرم وانصاف کریں تو اس کو مان لیں ۔اس لئے کہ جو کچھ اس میں کہا ہے وہ ان کے معتقدین کی کلام میں موجود ہے ۔پس وہ اسی نظر سے اس کو مان لیں اور حجت جان لیں ۔اور علا مہ ہا رون بن بہاء الدین حنفی نے نا ظورۃ الحق میں پہلے حا فظ ابن عبد البرؒ ما لکی سے نقل کیا ہے کہ جس کسی کو کو ئی حدیث پہنچی اس پر وا جب ہے کہ اس کو بنا بر عموم عمل میں لا وے جب تک کہ اس کی تخصیص اس کے نزدیک ثابت نہ ہو ۔پھر خود فر مایا ہے کہ صحابی پر حدیث صحیح سے حجت ہوسکتی ہے چہ جائے ان کی ورے کے لوگ ۔پس جب کسی کا قول مخالف حدیث معلوم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتو کہیں کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

قا ل ابن عبد البر یجب علی کل من بلغه شئی من الحد یث ان یستعمله علی عمو مه حتی یثبت عنده ما یخص او ینسخه انتهی ۔ و الصحا بی محجوج بالحد یث الصحیح فکیف بمن دونهم و لو ظهر الفتوی مخا لفاً للحد یث الصحیح یحمل علی ان صا حبه لم یبلغه هذا الحد یث و لو بلغه لر جع الیه تحسیناً للظن به فمن هو اهله ا ذ لو خا لفه لقلّة المبا لا ة و التها ون به لسقط عدا لته و لا یقبل فتواه و لا روا یته ۔ انتهی ما فی النا ظورة

تذئیل لطیف

یہ جو اس عبارت میں نا ظورہ کی لکھا ہے اور اس سے پہلی عبارات درا سات میں گذرا ہے کہ قول صحابی مخالف حدیث نبوی کو اس پر حمل کرنا چاہیے کہ وہ حدیث اس صحابی کو نہیں پہنچی۔ اور اس سے پہلی عبارت حجۃ اللہ البالغہ میں گذرا ہے کہ سلف اپنے اقوال مخالفہ حدیث کو چھوڑ کر حدیث کی طرف رجوع کرلیا کرتے، اور اس سے پہلے کلام امام شافعی میں گذرا ہے کہ اگر صحابی ظاہر حدیث کو چھوڑ کر خلاف ظاہر پر حمل کرے گا تو ہم اس کی تقلید سے ظاہر حدیث کو نہ چھوڑیں گے۔ یہ سب جواب ہے اس وسوسہ کا جو ہم لوگوں کے دلوں میں شیطان ڈالتا ہے اور کان میں پھونکتا ہے کہ اگر یہ حدیث لائق عمل ہوتی تو صحابی اس کا خلاف نہ کرتا۔ کیا صحابی تمہارے خیال میں آنحضرت ﷺ کا متبع نہ تھا؟ اور وہ باوجود صحبت آنحضرت ﷺ اور مشاہدہ وحی و نبوت حدیث کا خلاف کیا کرتا تھا؟ پس اگر صحابی سے حسن ظنی ہے تو اس حدیث کے عمل کا نام نہ لو ورنہ صحابی کو مخالف سنت نبوی کہو۔

حاصل جواب جو ان عبارات میں گذرا ہے یہ ہے کہ وہ حدیث اس صحابی کو نہیں پہنچی اور اگر پہنچی ہے تو اس کے معنی اس کے خیال میں نہیں آئے۔ وہ اپنے فہم سے خلاف ظاہر کو مراد سمجھا ہے اور اس کا فہم کسی دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ اسی واسطے ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معاصرین صحابہ اوران سے متاخرین تابعین نے ان کے اس قول وفہم کونہیں مانا اور خودبھی انہوں نے اپنے فہم وقول سے رجوع کرلیا ہے ھذا حا صل کلا م ھؤلاء الاعلا م

میں اس مقام میں چندروایات کتب حدیث تصدیق وتائیداس جواب کے نقل کرتا ہوں ۔ اور نہ پہنچنا بعض ا حا دیث کا ا کا برصحا بہ کو حجت نہ ہونا فہم صحا بی ..(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے ۔ بہاء)

ضمیمہ نمبرسوم ۔اخبارسفیر ہندوستان امرتسر

۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کوظفر احمد صاحب نے مشتہر ہے ۔منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لا ہوری)

اور رجوع ان کا اپنے اقوال سے نقل صحیح سے ثابت کر دکھا تا ۔ پس اس تا ئید کو دومقصد پر منقسم کرتا ہوں ۔ مقصد اول میں آ ثار مصدقہ نہ پہنچنے ا حا دیث کے ذکر کرتا ہوں ۔ مقصد ثانی میں حجت نہ ہونا فہم صحابی کا اور انکار بعض کا بعض پر اور اصرار نہ کرنا ان کا اپنے قول وفہم پر ثبوت کو پہنچا تا ہوں ۔ اوران دونوں مقصد سے پہلے ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں جس میں مجمل شہادت علماء ان مضامین کی تا ئید میں معرض نقل میں لا تا ہوں ۔متن ۔مقدمہ ۔قال الشیخ محمد حیاۃ الحنفی السندھی فی الا یقاف علی سبب الا ختلا ف

اعلم انّ اللّٰہ تعالی اصطفی من خلقه محمّداً ﷺ و جعل بینهم و بینه رسولاً وعلّمه کلّ ما یتعلّق بالدّین الّذی بعث به ومن ا صحابه الّذین اختارهم اللّٰہ لصحبته و نصرة دینه مغترفین من بحور علومه منهم المقل و المکثر علی قدرالاستعداد و الفهم و الملازمة۔ و النّاس فی ذلك متباینون بوناً عظیماً و لم یحط احد منهم بجمیع معلوماته بل ولا بجمیع مقولاته اذ لا تحیطا الانهار بالبحور ..

ثمّ انتقل ﷺ و قام مقامه وزیره الاکبر و صدیقه الافخر فکان ر ضی الله عنه یعمل بالکتا ب و ما بلغه من السنّة و ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لم یجد فیها شاور ا لصّحابة فان وجد عند هم نصاً ا خذ به و قد فاته بعض الاحادیث

ثمّ انتقل الی اللّه تعا لی و قا م مقامه الفاروق وکان یعمل بالقرآن و الحد یث و ان لم یجد فیها شیئاً شاور الصّحابة فان وجد عند هم نصاً ا خذ به و قد فاته بعض الآثار

و کان الصحا بة رضی اللہ عنہم اعلم النّاس با لکتا ب و السنّة و افهمهم بهما و کانوا یعملون بهما و کانوا یرجعو ن عن اقوا لهم و افعالهم اذا بلغهم الحدیث الّذی فاتهم

نقل الحافظ ابن القیم عن ابن حز مؒ ما حاصله انّه قد یحفظ الانسان الحد یث فلا یحضره ذکره فیفتی بخلافه و قد یعرض هذا فی القرآن الا تری ان عمر رضی اللہ عنہ نهی ان یزاد فی المهر علی عدد مهر النّبی صلی اللہ علیہ وسلم حتّی ذکرته امرأة بقول اللّه تعالی و آ تیتم احدیهن قنطاراً ۔ فترک قوله و قالکل وا حدٍ اعلم من عمر و کذلك امر برجم امر أة ولد ت لستة اشهر فذ کره علی رضی اللہ عنہ بقوله تعالی و حمله و فصاله ثلاثو ن شهراً مع قوله تعالی: والوا لدا ت یرضعن اولادهن حولین کاملین۔ فرجع عن الامر برجمها ۔ وهم ان یسطو بعیینه بن حصن اذ جفاعلیه حتی ذکر الحار ث بن قیس بقول اللّه تعا لی و اعرض عن الجاهلین ۔ فا مسك و انکر موته صلی اللہ علیہ وسلم حتی قرىء قوله تعا لی انّك میّت و انّهم میّتو ن ۔ فرجع عن ذلك و قد کان علم الآیة و لکن نسیها لعظم الخطب الوارد علیه و قد یذکر العالم الدّلیل ولکن یتاول فیه تاویلاً من خصوص و نسخ وغیرهما ولا شکّ انّ الصحا بة رضی اللہ عنہم ما کان کلّ وا حدٍ مّنهم یطلع علی جمیع ما صدر عنه صلی اللہ علیہ وسلم لاشتغالهم بامر معاشهم و اغراضهم فیحضر عنده بعض دون بعض فلمّا مات صلی اللہ علیہ وسلم و ولی ابوبکر کان اذا جاء تهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القضيّة وليس فيها نصّ، سأل غيره ۔ فان وجد نصّاً تبعه و الّا اجتهد و قد يكون فى تلك القضيّة نصّ عند غير من حاضراً عنده كان التّيمّم للجنب عند عمار وغيره و غا ب عن عمرو ابن مسعود جواز المسح على الخفين عند على ؓ و حذيفه و غابعن عائشه و ابن عمر و ابى هريره مع انّهم مدنيّون و توريث بنت الابن مع البنت عند ابن مسعود وغاب عن ابى موسى و توقيت الاستيذان كان عند ابى موسى وابى سعيد و ابى(بن كعب) و غاب عن الفاروق۔ و كان علم جواز النفر للحائض اذا طافت طوا ف الفرض عند ابن عباس و ام سليم وغا ب عن زيد بن ثا بت وكان علم نسخ حل متعة النساء وعلم حرمة الحمر الاهلية عند على ؓ وغيره وغاب عن ابن عباس وكان علم عدم جواز الصّر ف نسيئة عند عمرو ابى سعيد وغيرهما و غا ب عن طلحة و ابن عباس و مثل هذا كثيراً

و نقل ابن القيم ايضاً عن شيخه ابن تيمية جماع الاعذار فى ترك من ترك من ا لآئمّة حديثاً ثلاثة اصناف ۔ احدها عدم اعتقاده انّه ﷺ قاله ۔ و الثّانى عدم اعتقاده انّه اراد تلك المسئلة بذلك القول ۔ الثا لث اعتقاد نسخه و هذه تتفرع الى اسباب متعددة منها ان لا يكون الحديث قد بلغه و قاس وقد يوا فق قياسه الحديث المتروك و يخالفه آخر وهذا السّبب هو الغالب على اكثر ما يوجد من اقوال السّلف مخالفاً لبعض الاحاديث فان الاحاطة بحديث رسول الله ﷺ لم يكن لاحد واعتبر بالخلفاء الرّاشدين الّذين هم اعلم النّاس برسول اللّه ﷺ خصو صاً الصّديق الاكبر الّذى قلّ ما فارقه و قد خفى عليه ميراث الجدّة و علمه المغيرة بن شعبة و عمران بن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصين و محمد بن مسلمه و خفى على عمر توريث المرأة من ديّة زوجها حتّى اخبره رجل من اهل البادية وخفى عليه حديث اخذ الجزية عن المجوس حتّى اخبره عبدالر حمن بن عوف و خفى عليه حديث النهى عن القدوم على ما فيهالطّاعون حتّى اخبره عبد الرحمن و خفى عليه حديث الرّيح حتى اخبره ابوهريرة و كان يفتى باختلاف الدّية فى الاصا بع و كان عند ابن عباس و ابى موسى علم انّ النّبىّ ﷺ قال هذه و هذه سواء و عمل به معا وية حين بلغه و كان لا يرى هو (يعنى عمر) و ابنه عبد اللّه التطيب عند الاحرا م ولا يعد رمى الجمرة قبل طوا ف الفرض و قد صحّ جواز ذ لك عنه ﷺ و كان يرى عدم التّوقيت فى المسح على الخفّين و قد صحّ فى التّوقيت احاديث وكان علىؓ و ابن عباس يريان ابعد الاجلين على المتوفّى عنها زوجها و قد صحّ عنه ﷺ ان انقضاء عدّ تها بوضع حملها و كان يرى زيد بن ثا بت و ابن عمر وغيرهما انّ المفوضه اذا مات عنها زوجها لا مهر لها و قد صحّ انه ﷺ جعل لها المهر كاملاً و هذا با ب وا سع و امّا المنقول فيه عن غير الصّحابة فا كثر من ان يّحصى فا ذا خفى على اعلم الامّة و افقهها بعض السّنّة فما الظّن بمن بعد هم فمن اعتقد ان كل حديث بلغ كل فرد من الآئمّة او اماماً معيناً فقد اخطأ خطأً فاحشاً قال ابو عمر و ليس احد بعد رسول اللّه ﷺ ا لّا و قد خفيت عليه بعض السّنّة

و هذا الدّواوين جمعت بعد انقراض الآئمّة ولا يمكن انحصار الاحاديث فيها وليس كلّ من عنده هذه الدّوا وين يحيط بها علماً بل دوا وين المتقدمين صدورهم وهم اعلم ومنها ان يكون الحديث بلغه لكن لم يصح عنده وصحّ عند غيره

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیکون حجّة علی من بلغه من وجه صحیح لا علی من لم یبلغ و لهذا علق کثیر من الآ ئمة القول بموجب الحد یث علی صحّته فیقول قولی فیها کیت کیت و قد روی فیها حد یث بخلافه فان صحّ فهو قولی و امثلة هذا کثیرة جداً ۔ انتهی ما فی الا یقا ف مختصراً۔

(تو جان لے بلا شبہ خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو اپنی مخلوق سے چن لیا اور اپنے بندوں میں اور اپنے میں پیغا مبر بنا یا اور ان سب کو جو کچھ دین کے متعلق تھا، تعلیم فر ما یا اور آنحضرت ﷺ کے اصحاب، جن کو خدا نے آپ کی صحبت اور آپ کے دین کی مدد کے لئے چن لیا تھا، آپ کے دریائے علوم سے چلو بھرتے تھے اپنی سمجھ و قابلیت وصحبت کے اندازہ کے موافق، کوئی کم کوئی زیادہ۔ اس میں وہ آپس میں بڑا فرق رکھتے۔ ان میں سے کسی نے آپ کی سبھی معلومات اور اقوال پر احاطہ نہ کیا کیونکہ نہریں دریاؤں کو گھیر نہیں سکتیں۔ ولیکن ہنوز آنحضرت ﷺ فوت نہ ہوئے تھے کہ جملہ امت کو سبھی کچھ، جس کی تبلیغ کے وہ ما مور تھے، پہنچ گیا۔ وہ لوگ متفرق وطنوں، مختلف مکانوں اور شہروں میں رہتے تھے۔ ان میں ایک کو وہ علم ہوتا جو دوسروں کے پاس نہ ہوتا۔ اور کبھی وہ معنی حدیث میں اختلاف کرتے جیسے ان لوگوں کو ہوا جن کو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا تھا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں پڑھیں۔ پھر کسی نے اس کے ظاہری معنی لئے، کسی نے تاویل کی (بنی قریظہ ایک یہودی قبیلے کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کو بہت ستاتے تھے ... جب آنحضرت ﷺ نواح مدینہ میں ان پر دھاوا کرنے کو نکلے تو یہ حکم دیا۔ پھر کسی نے ان میں سے اس حکم کے ظاہری معنی کا لحاظ کیا اور کہا کہ ہم راستہ میں نماز پڑھیں گے اور کسی نے اس حکم کی تاویل کی اور یہ بات کہی کہ اس حکم سے جلد پہنچنا مقصود ہے، نماز میں تاخیر کرنا مقصود نہیں ہے۔ پس نماز راستہ میں پڑھ لی۔ جب آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو آنحضرت ﷺ نے کسی فریق کو سرزنش نہ کی۔ دیکھو صحیح بخاری)۔ اور کبھی نص (آیت قرآن یا حدیث) سے استنباط کرنے میں اختلاف کرتے، جیسے عمرو بن عاصؓ کو اتفاق ہوا جب کہ انہوں نے سخت سردی میں جنابت سے تیمّم کر لیا۔ اور کبھی اور میں اختلاف کرتے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی، تو آپ کے قائم مقام وزیر اکبر اور صدیق افخر ہوئے، تو آپ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ پر جو آپ کو معلوم ہوتی، عمل کرتے۔ ان دونوں میں (اپنے نزدیک) کوئی حکم نہ پاتے تو اصحاب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے مشورہ لیتے۔ پس اگر ان اصحاب شوریٰ کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو عمل میں لاتے اور بعض حدیثیں آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتیں۔ اگر ان کے پاس بھی کوئی حدیث نہ پاتے تو (کسی حکم) کتاب وسنت پر قیاس فرماتے۔ (مترجم محمد حسین کہتا ہے اس رسالہ میں جا بجا اکابر صحابہ کے قیاس کرنے کا ذکر ہے اور بہت سی کتب حدیث میں انہی اکابر صحابہ سے قیاس کی نفی و مذمت بھی مروی ہے۔ ان آثار نفی و مذمت کی نظر سے اصحاب ظواہر آثار مثبتہ قیاس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ جن مسائل کو ان اکابر نے بصورت قیاس بیان کیا ہے، ان مسائل میں ان کا اعتماد در اصل قیاس پر نہ تھا بلکہ اور دقیق استنباط کتاب وسنت پر تھا جس کو انہوں نے لائق سمجھ مخاطبین نہ دیکھا اس لئے ان مسائل کو سمجھ مخاطبین کے موافق صورت و پیرایہ قیاس میں بیان کیا۔ اس تاویل کی تائید میں وہ یہ نظیر پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے ایک عورت نے اپنی ماں کی طرف سے حج کرنے کا پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر تیری ماں پر قرض ہو تو اس کو تو ادا کرے گی یا نہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا حق بھی ادا کرو۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنحضرت ﷺ نے مخاطب کے سمجھانے کو پیرایہ قیاس میں بیان کیا ہے، نہ یہ کہ درحقیقت آنحضرت ﷺ نے حج کا قرض پر قیاس کیا ہے کیونکہ قیاس بوقت موجود نہ ہونے نص کے ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ کا کلام خود نص ہے جو وحی غیر متلو کہلاتا ہے۔ پس اس کے ہوتے آنحضرت ﷺ کا قیاس کرنا کب متصور تھا)۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام عمر فاروقؓ ہوئے۔ وہ بھی قرآن وحدیث پر عمل کرتے اور اگر قرآن وحدیث میں کوئی امر نہ پاتے تو اور اصحاب سے پوچھتے۔ ان کے پاس کوئی حدیث پاتے تو اس کو لے لیتے۔ اور بعض حدیثیں آپ کو بھی معلوم نہیں ہوئیں۔ اور اگر کوئی حدیث ان کے پاس بھی نہ پاتے تو اکثر یا گاہے قول صدیق اکبر کو ہی عمل میں لاتے۔ ورنہ خود اجتہاد کرتے اور لوگوں کی رائے بھی لیتے پھر جس رائے کو صواب سمجھتے اس پر عمل کرتے اور اپنی رائے میں خطا کم کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا تو آپ کے قائم مقام عثمان ذوالنورینؓ ہوئے۔ وہ بھی کتاب وسنت پر اور غالباً یا ناداً اقوال شیخین (صدیقؓ وفاروقؓ) پر عمل کرتے۔ پھر آپؓ نے انتقال کیا اور آپ کے قائم مقام (علی مرتضیٰؓ) شوہر فاطمہ زہراءؓ ہوئے تو آپ بھی قرآن وحدیث وقیاس پر عمل کرتے۔ سبھی صحابہ کو قرآن و حدیث کا علم وفہم خوب تھا اور وہ سب قرآن وحدیث پر عمل کرتے اور اپنے قول وفعل سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رجوع کر لیتے، جب ان کو (اپنے قول وفعل کے مخالف) کوئی حدیث پہنچتی جو پہلے نہ پہنچی تھی ۔اور بعض فروعات میں آپس میں اختلاف بھی رکھتے مگر امر حق کے مان لینے سے قصور نہ کرتے ۔وہ مشرق ومغرب وجنوب وشمال میں پھیل گئے تھے اور مختلف قوموں نے ان سے علوم حاصل کئے ۔پھر اصحاب کم ہوتے گئے اور اختلاف بڑھتا گیا۔ان لوگوں کی جہت سے جنہوں نے ان سے علوم حاصل کئے تھے یہاں تک کہ وہ بالکل تمام ہوئے ۔اور فتوے وغیرہ میں تابعین ان کے قائم مقام ہوئے اور وہ اختلاف علم وفہم کے سبب اختلاف میں بڑھ گئے ۔پھر تبع تابعین ان کے قائم مقام ہوئے تو وہ اختلاف میں اور بھی بڑھ گئے اور بعض مسائل جن میں پہلے صحابہ میں اختلاف تھا، تابعین وتبع تابعین کا اتفاق ہوگیا اور وہ امر اختلافی اتفاقی بن گیا۔ ہر زمانہ اور ہر شہر میں بہت لوگ صاحب فتوی وحدیث واجتہاد ہوگئے اور ان کے مذاہب مختلف اور آراء متفرق ہوگئے ۔خدا تعالی نے آئمہ اربعہ کے شاگردوں اور ساتھیوں کو توفیق دی تو انہوں نے ان کے مذاہب کو ضبط کیا اور ان کی کتابیں تصنیف کیں اور انکو پھیلایا یہاں تک کہ خدا کی حکمت سے، جس کو وہی جانتا ہے، اور مذاہب کے اتباع بجز اقل قلیل باقی نہ رہے ۔وہ مذاہب بے نشان ہوگئے ۔ان ہی چاروں اماموں کے مذاہب معمول ومروج رہے۔

ان سب مذاہب کے اختلاف کے بہت سبب ہیں جن کا حصر وشمار ممکن نہیں ۔ازانجملہ علموں اور سمجھوں کا مختلف ہونا اور نصوص (قرآن وحدیث) کے الفاظ ونظم ترکیب کے لحاظ سے کئی معنوں کا محتمل ہونا۔ وغیرہ ذلک۔ حافظ ابن القیمؒ نے امام ابن حزمؒ سے نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی انسان کو حدیث یاد ہوتی ہے مگر فتوی دینے کے وقت اس کا دھیان نہیں ہوتا ۔پس وہ اس لئے حدیث کے برخلاف فتوی دیتا ہے اور یہی امر کبھی قرآن کی نسبت پیش آتا ہے۔کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت عمرؓ نے ازواج مطہرات سے بڑھ کر مہر مقرر کرنے سے منع کیا تو ایک عورت نے آپ کو خدا کا یہ قول کہ تم نے جو عورتوں کو بہت مال مہر میں دیا ہو تو ان سے واپس نہ لو، یاد دلایا جن سے انہوں نے اپنا قول چھوڑ دیا اور (تواضعاً) یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے سبھی لوگ علم میں زیادہ ہیں ۔اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو، جس نے چھ مہینے کا بچہ جنا تھا، بعلت زنا سنگسار کرنے کا حکم دیا تو حضرت علی مرتضیؓ نے خدا کا یہ قول کہ بچے کا حمل اور دودھ پلانا ڈھائی برس ہوتا ہے معہ اس قول کے: مائیں اپنی اولاد کو دو برس دودھ پلائیں جو پورا دودھ پلانا چاہیں، ۔ یاد دلایا اور یہ جتایا کہ پہلے قول میں چھ مہینے کم سے کم مدت حمل کا ذکر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ پس انہوں نے اس حکم رجم سے رجوع فرمایا اور آپؓ نے عینیہ بن حصن پر جب اس نے آپ کی جناب میں گستاخی و سختی کی، حملہ کرنا چاہا یہاں تک کہ حارث بن قیس نے خدا کا قول: جاہلوں سے درگزر کرو؛ یاد دلایا تو آپؓ نے اس سے درگذر کیا اور آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے فوت ہو جانے کو تعجب سمجھ کر اس سے انکار کیا یہاں تک کہ ان کے سامنے قول خداوندی: (اے محمد) تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں. پڑھا گیا۔ اس پر انہوں نے اس انکار و اصرار سے رجوع فرمایا۔ یہ آیت تو آپ کو معلوم تھی ولیکن اس بھاری امر (آنحضرت ﷺ کی وفات) کے سبب آپ اس کو بھول گئے تھے۔ اور کبھی کوئی عالم (مسئلہ کی) دلیل رکھتا ہے مگر اس میں تجویز نسخ یا تخصیص وغیرہ تاویل کرتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب سے سب کوئی ان باتوں پر مطلع نہ ہوتا جو آنحضرت ﷺ سے صادر ہوئیں کیونکہ وہ اپنی معاش وغیرہ امور میں مشغول رہتے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بعض حاضر ہوتے، بعض نہ ہوتے۔ جب آنحضرت ﷺ فوت ہوئے اور ابوبکرؓ ان کے خلیفہ ہوئے تو جب ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول نہ ہوتا تو آپ اور لوگوں سے پوچھتے پھر اگر ان کے پاس کوئی قول خدا اور رسول پاتے تو اس کی پیروی کرتے ورنہ اجتہاد کرتے اور کبھی خدا و رسول کا قول اس شخص کے پاس ہوتا جو وہاں حاضر نہ ہوتا تھا، مثلاً جنبی کیلئے تیمّم کا حکم عمارؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور حضرت عمرؓ و ابن مسعودؓ کو نا معلوم، مسح موزہ کا جواز حضرت علیؓ و حذیفہؓ کے پاس تھا اور حضرت عائشہؓ اور ابن عمرؓ ابی ہریرہؓ سے، باوجودیکہ یہ مدینہ کے رہنے والے تھے، مخفی تھا۔ پوتے کو بیٹے کے ساتھ چھٹے حصے کا وارث کرنا حضرت ابن مسعودؓ کو معلوم تھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری کو نا معلوم۔ کسی کے گھر جانے کیلئے تین دفعہ اذن چاہنے کی حدیث حضرت ابوموسیٰ و ابوسعید خدری و ابی بن کعب کو معلوم تھی اور حضرت عمر فاروقؓ سے مخفی۔ حیض والی عورت کو طواف فرض کے بعد طواف رخصت کے سوائے مکہ سے کوچ کرنے کا جواز حضرت ابن عباسؓ و ام سلیم کو معلوم تھا اور حضرت زید بن ثابت کو نا معلوم۔ متعہ کا منسوخ ہونا اور گدھے کا حرام ہونا حضرت علی کو معلوم تھا اور حضرت ابن عباسؓ پر پوشیدہ۔ چاندی سونے کی بیع میں نسیہ (قرض) کا عدم جواز عمر فاروقؓ و ابوسعیدؓ وغیرہ کو معلوم تھا اور طلحہؓ و ابن عباسؓ پر مخفی۔ اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔ صحابہ گذر گئے تو ان کے نائب تابعی مجتہد ہوئے جو ان سے علم حاصل کئے ہوئے تھے وہ سبھی علموں اور فہموں میں مختلف تھے اور وہ سب بقدر اپنے علم کے فتوی دیتے اور کسی کو خدا نے اس کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کیا اور سب اس فتوی میں خدا کی طرف سے ثواب پاتے۔ ٹھیک فتوی دیا تو دوثواب، ورنہ ایک۔ اور کبھی کسی کو حدیثیں باہم متعارض پہنچتیں تو وہ ایک حدیث کی طرف کسی وجہ ترجیح کی نظر سے مائل ہوتا اور دوسرا اسی حدیث کی طرف جس کو اس نے چھوڑ دیا تھا اور وجہ سے مائل ہوتا۔ اس کی مثالیں بھی بہت ہیں۔

ان وجوہات سے بعض علماء نے بعض آیات وحدیث کو ترک کیا ہے اور ان کے ہمسروں نے ان کا خلاف کیا۔ انہوں نے احادیث کو لے لیا جن کو پہلوں نے ترک کیا تھا اور پہلوں نے ان حدیثوں کو لے لیا جن کو انہوں نے ترک کیا، نہ اس لئے کہ عمداً نصوص (آیات وحدیث) کا خلاف کریں (بلکہ ان وجوہات سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں) اور کسی کو دلیل صحیح (آیات و حدیث) بلا تعارض وغیرہ موانع عمل کے پہنچ جائے تو اس کو اس دلیل کا ترک کرنا بجز عناد یا تقلید باقی نہ رہا۔ صحابہ اس طریق پر تھے۔ کلام ابن القیم جو اس نے امام ابن حزم سے نقل کیا تھا تمام ہوا۔

اور ابن القیم نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے نقل کیا ہے کہ جملہ عذرات ان آئمہ کے جنہوں نے کسی حدیث کو ترک کیا ہے تین قسم ہیں۔ اول: اس حدیث کو کلام رسول نہ سمجھنا۔ دوسرا: اس حدیث کے وہ معنی نہ سمجھنا جو معنی اس حدیث پر عمل کرنے والے نے سمجھے ہیں۔ تیسرا: اس کو منسوخ سمجھ لینا۔ ان عذرات کی شاخیں کئی قسم ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ اس شخص کو حدیث نہیں پہنچی اور اس نے قیاس کیا اور اس کا قیاس اس حدیث متروک کے موافق ہوا، اور کسی اور حدیث کے مخالف۔ یہی سبب ہے اکثر ان اقوال علماء سلف کا جو نصوص کے مخالف ہیں، کیونکہ سبھی احادیث رسول پر کسی کو احاطہ حاصل نہ تھا اس باب میں تو خلفاء راشدین، جو رسول اللہ ﷺ کے حالات سے بہت واقف تھے، خصوصاً صدیق اکبر (جو رسول اللہ ﷺ سے کم ہی جدا ہوتے تھے) کے حال سے معلوم کرے۔ صدیق اکبرؓ پر دادے کی میراث مخفی رہی۔ اور ان کو مغیرہ بن شعبہ و عمران بن حصین و محمد بن مسلمہ نے بتلائی۔ حضرت عمرؓ پر عورت کو خاوند کی دیت سے وارث کرنے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ ایک جنگل کے رہنے والے نے ان کو اس کی خبر دی اور آپ پر مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث مخفی رہی یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر وبا کی زمین میں جانے سے ممانعت مخفی رہی اور وہ بھی عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بتائی۔ اور آپ پر آندھی کی حدیث مخفی رہی (یعنی وہ حدیث جس میں یہ بیان ہے کہ آندھی آنے کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت کیا کہیں) جو ابو ہریرہؓ نے بتائی اور آپ انگلیوں کے خون بہا میں اختلاف رکھتے تھے۔ اس باب میں ابن عباسؓ، ابی موسیٰ اشعریؓ کے پاس یہ علم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ بڑی انگلی اور چھوٹی انگلی خون بہا میں برابر ہیں۔ پس آپؓ نے اس کو قبول کیا۔ اور امیر معاویہؓ نے بھی اس پر عمل کیا جب ان کو ایسا علم ہوا اور آپ کے بیٹے عبداللہ احرام حج کے وقت خوشبو لگانے کو جائز نہ سمجھتے اور طواف فرض سے پہلے رمی جمار کے بھی قائل نہ تھے اور یہ امور آنحضرت ﷺ سے صحیح ہو چکے ہیں۔ اور آپ مسح موزہ میں تعیین مدت کے قائل نہ تھے حالانکہ صحیح حدیث میں تعیین آ چکی ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ و ابن عباسؓ اس عورت حاملہ کی نسبت جس کا خاوند فوت ہو جائے عدت دونوں عدتوں (وضع حمل اور چار مہینے دس دن) سے جو دور ہوتی تجویز کرتے حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اور زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ وغیرہ کا اعتقاد تھا کہ جس عورت کا بلا زفاف خاوند مر جاوے اور مہر مقرر ہو، اس کو مہر لینا نہیں آتا، حالانکہ آنحضرت ﷺ سے صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو پورا مہر دلایا ہے اور یہ باب (مخفیات صحابہ) فراخ ہے۔ اور جو اس قسم کی باتیں صحابہ کے سوا اور لوگوں سے منقول ہیں وہ شمار سے بڑھ کر ہیں۔ پس جب امت کے زیادہ جاننے والے اور بڑے مجتہدوں پر بعض احادیث مخفی رہیں تو ان کی نسبت کیا خیال کرنا چاہیے جو ان کے بعد ہوئے۔ پس جو شخص یہ سمجھے کہ سبھی حدیثیں اماموں کو یا کسی خاص امام کو پہنچ گئی ہیں تو اس نے سخت خطا کی۔ ابو عمرو ابن عبدالبر نے کہا ہے آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس پر آنحضرت ﷺ کی بعض حدیثیں مخفی نہ رہی ہوں اور یہ حدیثوں کے دفتر (کتابیں) گذر جانے آئمہ کے بعد تالیف ہوئی ہیں اور ان میں بھی سب حدیثوں کا منحصر ہو جانا ممکن نہیں ہے۔ اور یہ بھی نہیں ہوتا کہ جس کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہوں اس کو سبھی کچھ، جو ان میں ہے، یاد ہوتا ہے۔ اور متقدمین کے دفتر تو ان کے سینے ہی تھے اور وہ خوب جاننے والے تھے۔ ازانجملہ یہ سبب ہے کہ حدیث تو کسی شخص کو پہنچی مگر بسند صحیح نہ پہنچی۔ سند صحیح سے وہ کسی اور کو پہنچی۔ وہ حدیث اسی شخص کے حق میں لائق سند ہے جس کو سند صحیح سے پہنچے، نہ اس کے حق میں جس کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اسی واسطے بہت سے اماموں نے بعض احادیث کے ماننے کو صحیح ہونے کی شرط پر معلق کیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں مسئلہ میں ہمارا یہ قول ہے اور اس کے خلاف میں حدیث مروی ہے (جو ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے) اگر یہ حدیث ثابت ہو جاوے تو یہی ہمارا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول ہے۔اس کی مثالیں نہایت کثرت سے ہیں)۔

قا ل ا لا ما م ابن قيم الجو ز ية فى اعلا م الموقعين عن رب العا لمين ۔ قا ل ابو عمر و ليس ا حد بعد رسو ل الله ﷺ الا و قد خفى عليه بعض امره فنحن نسأل المقلدين هل يمكن ان يخفى على اما مكم مثل ذ لك فا ن انكروه فقد انزلوه فو ق منز لة ابى بكر و عمر و عثما ن و على و الصحابة كلهم فليس ا حد منهم ا لا و قد خفى عليه بعض ما قضى الله و رسو له ۔

فهذا الصديق اعلم ا لا مةبه خفى عليه ميرا ث الجد حتى اعلمه به محمد بن مسلمه و المغيرة بن شعبه و خفى عليه ان الشهيد لا دية له حتى ا علمه عمر فر جع الى قو له و خفى عمر تيمم الجنب و دية ا لا صا بع حتى ا خبر بكتا ب عمر و بن حز م فرجع عليه ۔ و خفى عليه شا ن ا لا ستيذا ن حتى ا خبره به ابو موسى و ابو سعيد الخد رى

و خفى على عثما ن اقل مدة الحمل حتى ذكره ابن عباس

و خفى على ابى مو سى ا لا شعرى ميرا ث بنت ا لا بن مع البنت السدس حتى ذكر له ان رسو ل الله ﷺ ورّثها ذ لك

و خفى على ابن مسعود حكم المفو ضة و ترددوا اليه فيها شهراً فا فتا هم بر أ يه حتى بلغ النص بمثل ما افتى به

(ترجمہ۔اور ابن قیمؒ نے کتاب اعلام الموقعین میں کہا کہ ہے امام ابوعمرؒ نے فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا نہیں جس پر آنحضرت ﷺ کی کوئی بات مخفی نہ رہی ہو۔پس ہم مقلدین سے پوچھتے ہیں کیا ایسا مخفی رہنا احادیث رسول ﷺ کا تمہارے امام پر بھی ممکن ہے؟ پس اگر وہ اس کو نہ مانیں تو انہوں نے اس کو چاروں خلفاء کے اوپر کے درجہ پہنچایا۔ان میں سے تو کوئی ایسا نہیں جس پر کوئی بات اللہ ورسول کی مخفی نہ رہو۔یہ صدیق اکبر جو تمام امت سے زیادہ عالم تھے ان پر دادے کی وراثت مخفی رہی جو ان کو محمدؒ بن مسلمہ ومغیرہؓ بن شعبہ نے بتائی۔ اور آپ پر خون بہا شہید مخفی رہا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے بتایا تو آپ نے آپ کے قول کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف رجوع فرمایا۔ اور مخفی رہا حضرت عمرؓ پر تیمّم جنبی کا اور خون بہا انگلیوں کا یہاں تک کہ خبر دی گئی کتاب عمرو بن حزم سے (جو ان کو آنحضرت ﷺ سے ملی ہوئی تھی) پس اس کی طرف رجوع کیا۔ اور پوشیدہ رہا آپ پر دستور اذن مانگنے کا یہاں تک کہ خبر دی اس کی ابوموسیٰ اور ابوسعید نے۔ اور مخفی رہی حضرت عثمانؓ پر کم سے کم مدت حمل کی یہاں تک کہ ذکر کیا اس کو ابن عباسؓ نے۔ اور پوشیدہ رہی ابوموسیٰؓ پر میراث پوتی کی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ یہاں تک آپ کو کہا گیا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو وارث کیا ہے۔ اور ابن مسعودؓ پر حکم اس عورت کا جس کا خاوند بلا زفاف فوت ہوگیا اور مہر مقرر نہ تھا آپ کو ایک مہینہ اس میں تردد رہا۔ پھر اپنی رائے سے فتویٰ دیا یہاں تک کہ اس کے موافق حدیث پہنچ گئی)۔

و هذا با ب لو تتبعناه لجاء سفير كبير فنسأل فرقة التقليد هل يجوز ان يخفى على من قلد تموه بعض شان رسو ل الله ﷺ كما خفى ذلك على سا دات ا لا مة او لا ۔ فا ن قا لوا لا يخفى عليه و قد خفى على الصحا بة مع قر ب عهد هم بلغوا فى الغلو مبلغ مدعى العصمة فى الا ئمة و ان قالوا بل يجوز ان يخفى عليهم و هو الواقع و هم مرا تب فى الخفاء فى القلّة و الكثرة قلنا فنحن ننا شد كم الله الذى هو عند لسا ن كل قائل و قلبه اذا ق ضى الله و رسو له امرا خفى على من قلد تموه و تو جبو ن العمل بما قضا ه الله و رسو له عينا لا يجوز سوا ه فا عدوا لهذا السوال جوا باً و للجوا ب صوا باً فا ن السوا ل واقع و الجوا ب لا ز م ۔

و المقصو د ان هذا هو ا لذى منعنا من التقليد فا ين معكم حجة وا حدة لقطع الغدر و تسو غ لكم ما ارتضيتموه لانفسكم من التقليد انتهى على ما نقل عنه السيد العلا مة ابو الطيب فى الجنة فى ا لا سوة الحسنة با لسنة

(ترجمہ۔ اور یہ باب ایسا ہے اگر ہم اس کو تلاش کریں تو بڑی کتاب ہو جاوے۔ پس اب ہم فرقہ مقلدین سے پوچھتے ہیں، کیا جن کی تم تقلید کرتے ہو ان پر کچھ حال آنحضرت ﷺ کا مخفی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے۔ جیسے ان سرداروں امت پر مخفی رہا یا نہیں؟ پھر اگر کہیں کہ ہمارے اماموں پر مخفی نہیں رہا جو صحابہ پر مخفی رہا ہے باوجود ان کے قرب زمانہ کے، تو غلو میں ایسے بڑھے ہیں جیسے مدعیان عصمت آئمہ (یعنی شیعہ) بڑھے ہیں۔ اور اگر کہیں کہ ہاں آئمہ پر مخفی رہا ہے اور یہی امر واقع ہے۔ اور وہ اس خفا میں کثرت وقلت میں متفاوت ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہم تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتے ہیں، جو ہر بولنے والے کی زبان و دل کے پاس ہے، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی حکم فرماوے جو تمہارے اماموں پر مخفی رہا تو پھر کیا تم کو اس کے ماننے نہ ماننے میں اختیار باقی رہتا ہے یا تمہارا اختیار ٹوٹ جاتا ہے۔ اور تم اس حکم پر کاربند ہونے کو واجب جانتے ہو؟ اس سوال کے لئے جواب بناؤ اور جواب کے لئے صواب تیار کرو اس لئے کہ سوال تم پر پڑا ہے۔ اور جواب لازم ہے۔ ہماری غرض اس کلام سے اظہار اس امر کا ہے کہ ہم کو اسی بات نے جو تم پر پڑی ہے تقلید سے روکا ہے۔ پس تمہارے پاس کون سی ایک دلیل ہے جو عذر کو توڑے اور تمہارے لئے تقلید کو جو تم نے اپنے لئے پسند کر رکھی ہے، جائز کر دے)۔

و قا ل ابن القيم فى مو ضع آ خر و اذا جا ء ت هذه اى النفس المطمئنة بتجر يد المتا بعة للرسو ل ﷺ جا ء ت تلك اى الامارة بتحكيم آ را ء الر جا ل و اقوا لهم فا تت با لشبه المضلة مما يمنع من كما ل المتا بعة و تقسم با لله تعا لى ما مراد ها ا لا الا حسا ن و التو فيق ۔ (اور کہا امام ابن قیم نے دوسری جگہ۔ نفس مطمئنہ خالص کرنے متابعت رسول اللہ کی بات لاتا ہے تو نفس امارہ حکومت اور لوگوں کے پیش کرتا ہے۔ اور ایسا شبہ گمراہ کرنے والا پیش کرتا ہے جو کمال متابعت نبوی سے روکتا ہے اور وہ قسم کھاتا ہے کہ میرا مقصود بجز حسن ظنی وموافقت کے اور کچھ نہیں)۔

(میرا خیال ہے کہ شائد نمبر ۴ ضمیمہ بھی اوپر والے صفحات میں شامل ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر پنجم ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

و الله تعا لی یعلم انها کا ذبة وما مرا د ها ا لا التفلت من سجن المتا بعة الی فضاء اراد تها و حظو ظها و تر أه ای تر ی النفس ا لا مار ة صا حبها تجر ید المتا بعه للنبی ﷺ و تقدیم قو له علی ا لآ راء فی صورة تنقیص العلماء و سا ء ة الادب علیهم المفضی الی اسا ء ة الظن بهم و انهم قد فا تهم الصوا ب و کیف لنا قوة ان نرد علیهم او نخطی با لصوا ب دو نهم و تقا سم با لله ان ار دت ا لا ا حسا ناً و تو فیقاً اولئك الذ ین یعلم الله ما فی قلو بهم فا عر ض عنهم و عطهم و قل لهم فی انهسهم قو لاً بلیغاً

و الفرق بین تجر ید متا بعة المعصو م و اهدا ء اقوا ل العلماء و القا ئها ان تجر ید المتا بعة ان لا یقدم علی ما جا ء به الرسول ﷺ قو ل ا حد و لا ر أیه کا ئناً من کا ن و ما کا ن بل ینتظر فی صحة الحد یث

(اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کا مقصود بجز اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قید متابعت نبوی سے چھوٹ جاوے ۔ اور اپنی خواہشوں اور حظوں میں جا پڑے ۔ اور وہ نفس امارہ کو خالص متابعت نبوی میں علماء کی بے ادبی و کسر شان سوجھاتا ہے اور یہ جتلاتا ہے کہ کیا ان لوگوں سے راستی فوت ہوگئی اور ہم کو ویسی کس طرح بہم پہونچ گئی ہے کہ ہم ان کی باتوں کو رد کریں ۔ اور خود راستی کا حصہ ان کے سوا لے جائیں ۔ اور خدا کی قسم کھاتا ہے کہ اس بات سے میری یہی غرض ہے ان لوگوں سے نیک گمان رکھنا اور ان سے ملاپ و موافقت کرنا ۔ ان لوگوں کے جو دلوں میں خدا جانتا ہے ۔ پس ان سے منہ کو پھیر لے اور ان کو نصیحت کر اور ان کو ایسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کہہ جوان کے دلوں پر پوری جا لگے۔

اور آنحضرت ﷺ کے خالص متابعت کرنا اور علماء کے اقوال ڈھا دینا یہ فرق رکھتا ہے کہ متابعت خالصہ اس کا نام ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بات پر کسی کی بات اور رائے کو مقدم نہ کیا جاوے، کوئی بات ہو اور کسی کی ہو)

اولاً فا ذا صح نظر فی معناه ثا نیاً فا ذا تبین له لم یعدل عنه و لوخا لفه من بین الشرق و الغر ب و معا ذ الله ان یتفق ا لامة علی تر ك ما جا ء به نبینا ُ بل لا بد ان یکو ن فی ا لا مة من قال به و لو خفی علیك فلا یحتمل جهلك بالقا ئل به حجة علی الله تعا لی و رسو له ﷺ فی تر که بل ا ذ هب الی النص و لا تضعف و اعلم انه قد قا ل به قا ئل قطعاً ولکن لم یصل الیك علم هذا مع حفظ مرا تب العلماء و موالاتهم و اعتقا د حر متهم و لعا نتهم و اجتها د هم فی حفظ الدین و ضبط فهم رضی الله عنهم دا ئرون بین الا جر و الا جر ین و المغفرة و لکن لا یو جب هذا اهدار النصوص و تقدیم قو ل وا حد منهم علیها الشبهة انه اعلم منك فا ن کا ن کذ لك فمن ذهب الی النص فهو اعلم به منك ایضاً فهلا وافقه ان کنت صا دقاً

فمن عر ض عر ض اقوا ل العلماء علی النصوص و وز نها بها و خا لف منها ما خا لف النص لم یهدر اقوا لهم و لم یهضم جانبهم بل اقتدای بهم فا نهم کلهم امروا بذ لك بل مخا لفتهم فی ذلك اسهل عن مخا لفتهم فی القا عدة الکلیة التی امروا بها و دعوا الیها من تقد یم النص علی اقوا لهم ۔ انتهی

(بلکہ پہلے صحت حدیث کو دیکھا جاوے۔ پھر اگر صحیح ہو تو اس کے معنی کو خیال کیا جائے۔ جب وہ معلوم ہو چکے تو اس سے عدول نہ کیا جاوے اگر چہ مشرق سے مغرب تک کے لوگ اس کے مخالف ہوں۔ اور خدا کی پناہ ہے کہ تمام امت ترک حدیث پر اتفاق کر لے۔ یہ کبھی نہ ہوگا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی امت میں اس کا قائل ہوگا۔ اگر چہ تجھ پر اس کا حال چھپا رہا اور تیرا نہ جاننا اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائل کو اللہ کے سامنے اس حدیث کے ترک کرنے میں سند نہیں ہوسکتا ہے۔ پس حدیث کی طرف جا، اور ہمت نہ ہار اور جان لے کہ کوئی نہ کوئی اس کا قائل ہوگا اگر چہ تجھے اس کا علم نہیں۔ اور باوجود تیرے اس عمل بالحدیث اور ترک اقوال علماء کے، ان علماء کی محبت وتعظیم مراتب اور ان کی امانت واجتہاد کا اعتقاد دور نہیں ہوتا۔ وہ لوگ پھر بھی دوثوابوں سے ایک کے مستحق ہیں (یعنی راستی پر دوثواب کے اور خطا پر ایک کے) لیکن اس ثواب کے استحقاق سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے قول سے نصوص کو چھوڑا جائے، اس شبہ سے کہ وہ تجھ سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور اگر ان کے زیادہ جاننے کا خیال درست ہے تو اس نص پر عمل کرنے والا بھی تجھ سے زیادہ جاننے والا ہے پھر تو اس کی پیروی کیوں نہیں کرتا اگر تو اس خیال میں سچا ہے۔

پس جس کسی نے اقوال علماء کو نصوص پر پیش کر کے تولا اور جس کو خلاف نصوص پایا اس کا خلاف کیا تو اس نے علماء کے اقوال کو.. اور نہ ان کی تعظیم کو توڑا، بلکہ ان کی پیروی کی اس لئے کہ انہوں نے خود یہ امر فرمایا ہے (یعنی ہمارے اقوال مخالفہ حدیث کو چھوڑ دو اور حدیث صحیح کو عمل میں لاؤ۔ ہمارا وہی قول ہے جو حدیث صحیح میں ہے) بلکہ ان کے ان اقوال جزئیہ کی مخالفت ان کی اس قاعدہ کلیہ کی مخالفت سے جو انہوں نے فرمایا ہے اور اس کی طرف بلایا (وہ یہ کہ نصوص کو ہمارے اقوال سے مقدم سمجھو) آسان تر ہے)

ضمیمہ نمبر ششم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۶ فروری ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے۔ منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

و قا ل قدوة المحد ثين و الفقهاء من الحنا بلة صا حب كتا ب المغنى و لا باس با لا حتباء و ا لا ما م يخطب رو ى ذ لك عن ابن عمر و جماعة من ا صحا ب رسو ل الله ﷺ و اليه ذهب سعيد بن المسيب و الحسن و ابن سيرين و عطاء و شر يح و عكر مه بن خا لد و سا لم و نا فع و ما لك و الثورى و الاوزاعى و الشا فعى و اصحا ب الر أ ى ۔ قا ل ابو دا ؤد و لم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یبلغنی ان ا حد کر هه ا لا عبادة بن نسی لا ن سهل بن معا ذ رض رو ی ان رسو ل الله ﷺ نهی عن الحبوة یوم الجمعة و الامام یخطب رواه ابو دا ؤد و قا ل و لنا ما روی یعلی بن شدا د بن اوس قا ل شهد ت مع معا و یه بیت المقدس فجمع بنا فا ذا جلّ من فی المسجد ا صحا ب رسو ل الله ﷺ فرأیتهم محبتین و ا لا ما م یخطب و فعله ابن عمر و انس و لم نعرف لهم مخا لفاً فصار اجما عا و الحد یث دی اسنا ده مقال علی ما قا له ابن المنذر ثم قا ل و الا و لی تر که لا جل الجز و ان کا ن ضعیفاً یحتمل النهی فی الحد یث علی کرا هته و احوا ل الصحا بة الذین فعلوا ذلك علی انه لم یبلغهم الخبر و الله تعا لی اعلم ۔ انتهی

و نقل العلا مه ا حمد بن عبد الحلیم بن عبد السلا م فی کتا به رفع الملا م عن ا لآ ئمة ا لاعلا م جمله من ا حا دیث لم تبلغ الخلفاء ا لار بعة الرا شدین و بلغت غیر هم من الصحا بة التی مر ذ کر ها فی عبار ة ا لا یقا ف و ا لاعلا م و زا د علیها اشیاء من مخفیا ت عمر و عثما ن و علی ثم قا ل و هذا با ب وا سع بلغ المنقو ل منه عن ا صحا ب رسو ل الله ﷺ عدداً کثیراً جداً و اما المنقو ل منه ، یعنی من عدم بلو غ الحد یث مع صحته عن غیر هم یعنی الصحا بة فلا یمکن ا لا حا طة به فا نه الو ف و هؤلا ء یعنی طبقة الصحا بة کا نوا اعلم ا لا مة و افقهها و اتقا ها و ا فضلها فمن بعد هم انقص منهم فخفاء بعض السنة علیه او لی فمن اعتقد ان کل حد یث صحیح قد بلغ کل وا حد من ا لآ مه او اما ماً معینا فهو مخطی خطاء فا حشا قبیحاو لا یقو لن قا ئل ان ا لا حا دیث قد دو نت و جمعت فخفاء ها و الحا ل هذه بعید لا ن هذه الدوا وین المشهورة فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السنن انما بعد انقرا ض ا لآ ئمة المتبو عين ۔ انتهى نقلاً من ا صله و قال القسطلا نی فی شر ح البخاری فی الر د علی قو ل نافع لو اعتمر رسو ل الله ﷺ من الجعرا نه لم يخفی علی عبد الله بن عمر ما نصه قا ل ا لمفا قسی الذ ين ذكره جما عة انه اعتمر من الجعرا نه حين فر غ من حنين و الطا ئف و ليس فی قو ل نا فع حجة لا ن ابن عمر لم يحد ث بكل شئی علمه و لا كل ما علمه حد ث به نا فعاً و لا كل حد ث به نا فعاً حفظ به نافع ۔ انتهى كلا مه

و المقصو د بنقل هذا القو ل فی هذا المقام هو ان المر ء قد تنسی الكلا م بعد ما اتقنه و حفظ ما فيه من المرا م فهو و جه آ خر لمخا لفة النصو ص من هؤلا ء ا لا كالاكا بر و قد عرض مثل هذا امير المؤمنين عمرؓ كما مر فی كلا م ابن تيميه علا مة العصر

((یعنی پھر اس مخالفت جزیہ آسان کے بدلے مخالفت قاعدہ کلیہ جو دشوار ہے کیوں اختیار کرتے ہو کیا اس میں ان کے اقوال کا ڈھا دینا لازم نہ آئے گا، مترجم) اور کہا محدثین اور فقہاء کے پیشوا صاحب کتاب مغنی نے جو حنبلی علماء سے ہیں۔ احتباء (کمر و گھٹنوں پر چادر کا پیچ لگا کر بیٹھنا) کا بحالت خطبہ امام کوئی ڈر نہیں، ایسا ہی مروی ہے ابن عمر اور ایک جماعت اصحاب سے ۔ اور اسی کے قائل ہیں سعید بن میبّبؒ و حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ و عطاؒ و شریحؒ (تابعین)، اور مالکؒ اور ثوریؒ و اوزاعیؒ و شافعیؒ.. (یہ امام ہیں) ۔ ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ مجھے کسی سے نہیں پہنچا کہ اس نے اس کو برا سمجھا ہو بجز عبادہؓ بن نسی (تابعی) کے اس لئے اس نے برا جانا کہ سہل بن معاذ نے حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے احتباء سے دن جمعہ کے بحالت خطبہ امام منع کیا ہے ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے ۔ صاحب مغنی نے کہا اور ہمارے جواز احتباء پر یہ روایت سند ہے کہ یعلی بن شداد نے کہا ہے کہ میں معاویہؓ کے ساتھ بیت المقدس گیا تو انہوں نے ہم کو جمعہ پڑھایا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ سب مسجد میں اصحاب بیٹھے ہیں اور سب احتباء کئے ہوئے ہیں اور امام خطبہ پڑھ رہا ہے ایسا ہی ابن عمرؓ نے کیا ہے اور ہم نہیں دیکھتے ان کا کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالف تو جواز فعل پر ان کا اجتماع ہوا۔

اور جو حدیث مخالفت احتباء میں ہے اس کی اسناد میں کلام ہے چنانچہ ابن منذر نے کہا ہے۔ پھر کہا صاحب مغنی نے کہ بہتر یہی ہے کہ احتباء کو ترک کیا جاوے اس حدیث کے باعث اگر چہ یہ ضعیف ہے اور اس نہی کو (جو اس حدیث سے مستفاد ہے) کراہت پر حمل کیا جائے۔ اور صحابہ کے عمل کو جنہوں نے اس کا خلاف کیا ہے اس پر حمل کیا جائے کہ یہ حدیث ان کو نہیں پہنچی واللہ اعلم۔

اور نقل کیا علامہ احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام نے اپنی کتاب رفع الملام میں چند احادیث کو جو خلفاء اربعہ کو نہیں پہنچیں اور غیروں کو پہنچی ہیں جن کا ذکر عبارت ایقاف واعلام میں گذرا اور اسپر کئی اور چیزوں کو زیادہ کیا وہ حضرت عمر وعثمان وعلی پر مخفی رہیں۔ یہ باب فراخ ہے پہنچ جاتے ہیں منقولات مخفیات صحابہ بڑی شمار کو۔ رہے وہ احادیث کو اوروں کو نہیں پہنچیں پس ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہزاروں ہیں اور یہ طبقہ صحابہ تمام امت سے زیادہ عالم اور سمجھ دار اور مضبوط اور بزرگ تھے پس جو ان کے پیچھے ہوئے وہ ان سے کم ہوں گے۔ پس ان سے چھپا رہنا بعض احادیث کا بطریق اولی ہوگا۔ پس جو کوئی اعتقاد کرے کہ تمام حدیثیں سب اماموں یا کسی ایک کو پہنچی ہیں تو وہ خطاوار ہے بہت بڑی وسخت خطا سے اور کوئی یہ نہ کہے کہ حدیثیں تو جمع ہو چکی تھیں۔ پس ایسی حالت میں پوشیدہ رہنا احادیث کا بعید ہے اس لئے کہ یہ دفتر احادیث کے پیچھے گذر جانے آئمہ کے جمع ہوئے ہیں۔ انتہی

اور کہا قسطلانی نے شرح صحیح بخاری میں رد میں اس قول نافع (تابعی) کہ اگر آنحضرت ﷺ عمرہ مقام جعرانہ سے کرتے تو ابن عمرؓ صحابی پر مخفی نہ رہتا۔ جس کا بیان یہ ہے کہ مفاقسی نے کہا ہے کہ جماعت علماء نے تو یہ ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جعرانہ سے عمرہ کیا جب کہ حنین و طائف سے رجوع فرمایا اور نافع کی بات کچھ پسند نہیں اس لئے کہ ابن عمرؓ نے جو کچھ جانا لوگوں کو نہیں سنایا اور نہ نافع کو کہا اور نہ نافعؒ نے سب کچھ حضرت ابن عمر کا کہا یاد رکھا۔ تمام ہوا قول قسطلانیؒ کا۔

ہمارا مقصود اس قول کے نقل کرنے سے اس جگہ یہ ہے کہ انسان کبھی بات سن کر سمجھ کر بھول جاتا ہے۔ پس یہ اور وجہ نصوص سے مخالفت کرنے کا برکی نکل آئی۔ ایسا حضرت عمر کو پیش آیا جیسا کہ کلام امام ابن تیمیہ میں، جو ایقاف سے منقول ہے، گزر چکا ہے۔)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہم اس مقدمہ کو ختم کرتے ہیں اور بیان مقاصد کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ و باللہ التوفیق۔

مقصد اول، بیان میں ان احادیث کے جو اجلہ صحابہ کو نہیں پہنچیں اور ایک مدت تک ان پر مخفی رہیں اور اس میں اس اجمال کی تفصیل ہے جو مقدمہ میں گذرا وہاں مجرد دعاوی تھے یہاں ان کے شواہد نقول و آثار و اقوال علماء مقبولین اعصار و امصار سے ذکر کئے جائیں گے۔

مخفیات ابوبکر صدیق:

۱۔ میراث جدہ جو آپ کو معلوم نہ تھی، حضرت مغیرہؓ وغیرہ نے آپ کو بتائی۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۶، مشکوۃ صفحہ ۲۵۶، موطا مالک صفحہ ۳۲۷، جامع ترمذی صفحہ ۳۳ جلد ۲۔ سنن ابوداؤد۔ سنن ابن ماجہ۔

جاء ت الجدة الى ابى بكر تسأله ميرا ثها فقا ل ما لك فى كتاب الله و ما لك فى سنة رسو ل الله شئى فا ر جعى حتى اسأل الناس مقا ل ، فقا ل المغيره حضرت رسو ل الله ﷺ اعطا ها السدس ۔ (مشكوة با ب الفرا ئض) ۔

کسی متوفی کی دادی حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئی اور اپنے حق وراثت کی سائل ہوئی۔ فرمایا کہ تیرے لئے قرآن وحدیث میں کچھ نہیں آیا۔ اب تو جا، میں لوگوں سے پوچھتا ہوں۔ پس اس نے پوچھا مغیرہؓ صحابی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو چھٹا حصہ دلایا ہے)۔

(عن قبيصة بن ذؤيب انّه قا ل : جاء ت الجدّة الى ابى بكر الصديق تسأله ميرا ثها ۔ فقا ل : : ما لكِ فى كتا ب الله شيء ، و ما علِمت لكِ فى سنّة نبى الله شيئاً، فا ر جعى حتّى اسأل الناس ۔ فسأل الناس، فقا ل المغيرة بن شعبة: حضرت رسو ل الله ﷺ اعطا ها السّدس ، فقا ل ابو بكر : هل معك غير ك ؟ فقا م محمد بن مسلمة فقا ل مثل ما قا ل المغيرة بن شعبة۔ فانفذه لها ابو بكر۔

ثم جاء ت الجدّة ا لا خرى الى عمر بن الخطا ب تسأله ميرا ثها ، فقا ل : ما لكِ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی کتا ب الله شیء و ما کا ن القضاء الذی قضِی به الّا لغیر كِ و ما انا بِزا ئدٍ فی الفرا ئض و لکن هو ذلكِ السّدس، فا ن اجتمعتما فیه فهو بینکما و ایّتکما ما خلت به فهو لها ۔سنن ابوداؤد حدیث نمبر۲۸۹۴)

۲۔حدیث

امر ت ان اقا تل الناس حتی یقو لوا لا اله ا لا الله و ان محمدا رسو ل الله و یقیموا الصلوة و تؤتو ا الزکا ة ،

آپ کو پوری معلوم نہ تھی اس لئے آپ نے جواز قتل مانعین زکوۃ پر اور وجوہ سے استدلال کیا۔شرح مسلم للنووی صفحہ ۳۹۔شرح بخاری قسطلانی صفحہ ۷ ج ۳۔

و استد ل ابو بکر و اعترا ض عمر دلیل علی انهما لم یحفظا عن رسو ل الله ﷺ ما رواه ابن عمر و انس و ابو هر یره و کا ن هؤلا ء الثلا ثة سمعوا هذه الز یا دة التی فی روا یا تهم فی مجلس آ خر فا ن عمر لو سمع ذلك لما خا لف و لما کا ن احتج بالحد یث فا نه بهذه الز یا دة حجة علیه و لو سمع هذه الز یا دة ابو بکر لاحتج بها و لما ا حتج بها با لقیاس و العمو م

(شر ح مسلم نووی با ب ا لا مر بقتا ل الناس حتی یقو لوا لا اله ا لا الله)

(حضرت ابوبکرؓ کا قتل مانعین زکوۃ میں یہ دلیل پیش کرنا کہ(زکوۃ نماز جیسی ہے اور حقوق اسلام سے) اور حضرت عمرؓ کا ان پر اعتراض کرنا (کہ آنحضرت ﷺ نے کہا ہے کہ لا اله ا لا الله محمد رسو ل الله کہنے والے کو مارنے کا مجھے حکم نہیں ہے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان دونوں کو وہ حدیث نہیں پہنچی جو ابن عمر و انس و ابو ہریرہ نے روایت کی ہے جس میں یہ آیا ہے کہ مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں کو قتل کروں جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھیں اور زکوۃ نہ دیں ۔ اسلئے کہ اگر حضرت عمرؓ یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنتے تو حضرت ابوبکرؓ کا خلاف نہ کرتے اور نہ وہ حدیث جس میں یہ لفظ نہیں ان کے سامنے پڑھتے اور اگر حضرت ابوبکرؓ نے یہ حدیث سنی ہوتی تو وہ حضرت عمرؓ کے سامنے اسی کو پیش کرتے قیاس وعموم کو سند نہ ٹھہراتے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخفیات حضرت عمر فاروق:

۱۔ حدیث خون بہاء اسقاط حمل آپ کو معلوم نہ تھی پس لوگوں کو قسم دے کر سوال کیا اور شہادت لے کر اس کو مانا۔ صحیح بخاری (حد ثنا عبید الله بن موسی عن هشام، عن ابیه: انّ عمر نشد الناس : من سمع النبیّ قضی فی السقط؟ فقا ل المغیرة : انا سمعته قضی فیه بغرةٍ عبدٍ او امةٍ۔ قا ل: ائت من یشهد معك علی هذا۔ فقا ل محمد بن مسلمة : انا اشهد علی النبی ﷺ بمثل هذا ۔ صحیح بخاری حد یث نمبر ۶۹۰۷، ۶۹۰۸) سنن ابی دا ؤد صفحہ ۲۷۲۔ سنن دارمی صفحہ ۳۱۲۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۲۶، قسطلا نی ج ۱۰ صفحہ ۸۰۔ مسلّم الثبوت صفحہ ۸۶ وغیرہ۔ ازالۃ الخفاء جلد ۲۔

ان عمر بن الخطا ب تشد الناس ان استحلف الصحا به من سمع النبی ﷺ قضی فی السقط و قا ل المغیره انا سمعته قضی فیه فی السقط بغرة عبد او امة قا ل ائت من یشهد معك علی هذا فقا ل محمد بن مسلمه انا اشهد علی النبی ﷺ بمثل هذا فیه ان الو قا ئع الخا صة قد تخفی علی الاکا بر و یعلمها من دو نهم ۔ قسطلا نی با ب جنین المر أة ۔

(حضرت عمرؓ نے صحابہ کو قسم دے کر پوچھا کسی نے آنحضرت ﷺ سے اسقاط حمل میں کچھ فیصلہ سنا ہے۔ مغیرہ بولا میں نے سنا ہے کہ آپ نے اس میں ایک غلام یا لونڈی بدلہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا تیرے ساتھ کوئی اس پر گواہ ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا میں بھی گواہ ہوں)۔

اس حدیث میں پایا جاتا ہے کہ کبھی خاص واقعات بڑوں پر مخفی رہتے ہیں اور ان سے چھوٹے ان کو جانتے ہیں)۔

۲۔ انگلیوں کے خون بہاء کی حدیث آپ پر مخفی تھی اور آپ کی اس میں یہ رائے تھی کہ چھوٹی انگلی کا خون بہاء کم ہو اور بڑی کا زیادہ۔ حدیث سنی تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔

حدیث خون بہا انگشت صحیح بخاری(عن عکر مة، عن ابن عباس عن النبی ﷺ قا ل : هذهِ و هذهِ سواء، یعنی الخنصر و ا لا بها م ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۸۹۵) و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن اربعہ میں ہے اور حضرت عمرؓ کا فتوی اس کے خلاف میں اور رجوع اس سے کتاب بیہقی اور شرح مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول فقہ حنفیہ، دراسات اللبیب صفحہ ۲۲۲ میں منقول ہے

و ترك عمر رأيه فى دية الاصابع و كان رأيه فى الخنصر و البنصر تسعاً فى الوسطى و فى المسجه اثنا عشر و فى الابهام خمسة عشر و كل ذلك فى التيسير قال الشارح و كذا ذكر غيره و الذى فى رواية البهيقى انه كان يرى فى المسجه اثنا عشر و فى الوسطى ثلاث عشر بخبر عمرو بن حزم فى كل اصبع عشر من الابل (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت) ۔ و عن ابن عباس عن النبى ﷺ قال هذه و هذه سواى يعنى الخنصر و البنصر ۔ صحيح بخارى ۔

(حضرت عمرؓ نے اپنی رائے کو انگلیوں کے خون بہا میں چھوڑ دیا ان کی رائے یہ تھی کہ سب سے چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی کے نو اونٹ ہوں اور بیچ والی کے اور کلمہ کی کے بارہ اور انگوٹھہ کے ۱۵۔اونٹ ۔ یہ بات کتاب تیسیر میں ہے اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ وہ انگشت سبابہ کے بارہ اونٹ تجویز کرتے اور بیچ والی کے تیرہ ۔ یہ سب عمرو بن حزم کی حدیث میں ہے (جس میں یہ تھا کہ ہر انگلی کے دس اونٹ ہیں) ۔ (یہ مضمون شرح مسلم کا ہے) اور ابن عباس سے صحیح بخاری میں نقل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یہ وہ یعنی سب سے چھوٹی اور اس کے ساتھ برابر ہیں)

۳ ۔ حدیث ...سوا تین دفعہ اذن مانگنے کے کسی کے گھر میں داخل ہونے کو آپ پر مخفی تھی ابوموسی اشعریؓ نے وہ حدیث سنائی تو آپ نے نہ پہچانی یہاں تک کہ ابو موسیؓ نے اس پر گواہی دی ۔

صحیح بخاری صفحہ ۲۷۷ ۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ ۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۰۵ جلد ۲ ۔ وغیرہ ۔

انّ ابا موسى استأذن على عمر ثلاثاً ۔فكأنّه و جده مشغولاً ۔ فرجع، فقال عمر: الم نسمع صوت عبد الله بن قيس، ائذنوا له، فدعِى له ۔ فقال: ما حملك على ما صنعت ۔ قال انّا كنّا نؤمر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بهذا۔ قا ل لتقيمنّ على هذا بيِّنة أو لا فعلنّ، فخر ج فا نطلق الى مجلسٍ من ا لا نصار، فقا لوا: لايشهد لك على هذا ا لّا اصغر نا، فقام ابو سعيد فقا ل: كنّا نؤمر بهذا۔ فقا ل عمر: خفِي علىّ هذامن امر رسو ل الله ﷺ ، ألهانى الصفق بالاسواق (صحيح مسلم با ب الا ستيذا ن حد يث نمبر ٥٦٣١)

(ابوموسیٰؓ (صحابی) نے حضرت عمرؓ سے تین دفعہ پاس آنے کا اذن چاہا وہ شائد کسی کام میں مشغول تھے (اس لئے اجازت نہ دی تو وہ پھر گئے) پھر حضرت نے کہا میں نے ابوموسی کی آواز سنی تھی ان کو آنے کی اجازت دو۔ پھر بلائے گئے اور ان سے حضرت عمرؓ نے کہا تجھے پھر جانے کا کیا باعث ہوا۔ انہوں نے کہا ہم کو ایسا ہی حکم ہوا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ کا) حضرت عمرؓ نے کہا اس پر گواہی لاؤ ورنہ تجھے ایسا ایسا کرونگا (یعنی مار پیٹ) وہ نکلے اور مجلس انصار کی طرف گئے وہ لوگ بولے اس بات کی تو ہم سب سے چھوٹا گواہی دے سکتا ہے۔ پس ابوسعید خدریؓ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ہم کو ایسا ہی حکم ہے حضرت عمرؓ بولے مجھ پر یہ امر (آنحضرت ﷺ کا) چھپا رہا مجھے بازار کے لین دین نے روکا)۔

۴۔ کفار مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث آپ پر مخفی تھی جو آپ کو عبدالرحمٰن بن عوف نے بتائی۔ مؤطا صفحہ ۱۲۱۔ زرقانی جلد ۳ صفحہ ۴۷۔

ان عمر بن الخطا ب ذكر المجود فقا ل ما ادرى كيف اصنع فى امر هم فقا ل عبد الر حمن بن عو ف اشهد لسمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل سنوا بهم سنة اهل الكتا ب (مؤطا باب الجز ية اهل الكتا ب) ۔ قال الزر قا نى فى الشر ح فيه ان الصحا بى الجليل قد يغيب عنه علم ما اطلع عليه غيره من اقوا ل النبى و احكامه و لا نقص عليه فى ذلك ۔

(حضرت عمرؓ نے مجوس کا ذکر کیا پس فرمایا میں نہیں جانتا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کروں۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرو۔ یہ مضمون مؤطا کا ہے۔ زرقانی نے اس کی شرح میں کہا ہے کہ اس میں یہ پایا گیا کہ صحابی جلیل الشان پر آنحضرت ﷺ کی ایسی باتیں چھپی رہتی ہیں جن کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورلوگ جانتے ہیں، اوراس میں ان کا کچھ نقصان نہیں ہے)۔

۵۔آپ کوحدیث وارث ہونے زوجہ کے خون بہائے خاوند سے معلوم نہ تھی جب ضحاکؓ نے حدیث سنائی تو آپ نے اپنی رائے چھوڑ دی۔ جامع ترمذی جلد ۲صفحہ ۲۵۔سنن ابی داؤدجلد۲صفحہ ۵۰۔مسلّم الثبوت۔تحقیق شرح حسامی۔اسدالغابہ۔ازالۃ الخفا۔

حدثنا ا حمد بن صا لح : حد ثنا سفیا ن عن الز ھری، عن سعیدٍ قا ل : کا ن عمر بن الخطا ب یقو ل: الدّ یّة للعا قلةِ و لا تر ث المرأ ة من دیّة زو جھا شیئاً حتّی قا ل له الضّحا ك بن سفیا ن: کتب الیّ رسو ل الله ﷺ ان ورِّ ثِ امرأ ة اشیم الضّبا بیّ من د یّة زو جھا۔ فر جع عمر۔

قا ل ا حمد بن صا لح : حد ثنا عبد الرزاق بھذا الحد یث عن معمر، عن الز ھری ، عن سعید ، و قا ل فیه :

و کا ن النبیّ استعمله علی ا لا عرا ب ۔سنن ابو دا ؤد با ب المرأةترث من دیة زو جھا حد یث نمبر ۲۹۲۷۔

(حضرت عمرؓ فرماتے کہ دیت عصبات کے واسطے ہے اورمقتول کی جوروا س سے وارث نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ضحاکؓ بن سفیان نے آپ سے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے لکھا تھا (جب وہ بدوی لوگوں پر کاردار تھا) کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اس کے خون بہاء سے وراثت دے۔پس حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کیا)۔

۶۔وبا کی جگہ جانے نہ جانے کی حدیث آپ کو بلکہ کل ہمرا ہیان لشکر مہاجرین وانصار کومعلوم نہ تھی مگر ایک عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو۔صحیح بخاری صفحہ ۸۵۳۔صحیح مسلم جلد۲صفحہ ۲۲۹۔

عن عبد الله ابن عبا س: انّ عمر بن الخطا ب خر ج الی الشّا م حتّی اذا کا ن بِسرغ لقیه امراء ا لا جناد ۔ ابو عبیدة بن الجرّاح و ا صحا به ، فا خبروه انّ الو باء وقع بارض الشّا م۔ قا ل: ابن عباس : فقا ل عمر: ادع لی المها جر ین الا و لین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فدعا هم فاستشار هم، و ا خبر هم انّ الو با ء قد وقع بالشّا م ۔ فا ختلفوا، فقا ل بعضهم :قد خر جنا ل،أمرٍ و لا نرى ان ترجع عنه، و قا ل بعضهم : معك بقيّة الناس و ا صحا ب رسو ل الله ﷺ و لا نرى ان نقدِمهم على هذا الو با ء ، فقا ل : ار تفعوا عنى۔ ثم قا ل: اد ع الى ا لا انصار۔ فد عا هم فا ستشا ر هم۔ فسلكوا سبيل المها جر ين۔ و ا ختلفوا كا ختلا فهم ۔ فقا ل: ارتفعوا عنى۔ ثم قا ل : ادع لى من كا ن ها هنا من مشيخة قريشٍ من مها جرة الفتح ۔ فدعو تهم فلم يختلف منهم عليه رجلاً نِ۔ فقا لوا : نرى ان نر جع بالناس و لا تقدِمهم على هذا الو با ء ۔ فنا دى عمر فى الناس : انى مصبّح على ظهرٍ فاصبحوا عليه ۔ فقا ل ابو عبيده بن الجرا ح : أفراراً من قدر الله ۔ فقا ل عمر : لو غير ك قا لها يا ابا عبيدة۔ نعم نفرّ من قدر الله الى قدر الله ۔ أرأيت لو كا ن لك ابل هبطت وا د ياً له عدوتان، ا حد اهما خصيبة و الا خرى جد بة، اليس ان رغبت الخصبة ر عيتها بقد ر الله ۔ و ان رعيت الجذ بة رعيتها بقد الله ۔ قا ل : فجا ء عبد الر حمن بن عو ف و كا ن متغيّباً فى بعض حا جته ، فقا ل انّ عندى فى هذه علماً ۔سمعت رسو ل الله ﷺ يقو ل: اذا سمعتم به بار ضٍ فلا تقدموا عليه، و اذا وقع بار ضٍ وانتم بها فلا تخر جوا فرا راً منه ۔ قا ل : فحمِد الله عمر ثم انصرف (صحيح بخارى با ب ما يذكر فى الطاعو ن، حد يث نمبر ۵۷۲۹)

(حضرت عمرؓ ملک شام کی طرف نکلے تو (مقام سرغ میں) ان کو فوجی افسر ملے اور خبر دی کہ شام میں وبا پڑی ہوئی ہے حضرت عمرؓ نے (ابن عباسؓ کو) کہا مہاجرین کو بلاؤ۔ وہ ان کو بلا لائے تو آپؓ نے ان سے مشورہ لیا ان کا اختلاف رائے ہو گیا (کسی نے پیچھے چلنے کی رائے دی، کسی آگے چلنے کی)۔ آپؓ نے فرمایا تم چلے جاؤ۔ پھر کہا اب انصار کو بلاؤ۔ وہ بلا لائے۔ پس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ نے ان سے مشورہ کیا۔ وہ بھی مہاجرین کی چال چلے۔ آپؓ نے کہا تم بھی چلے جاؤ۔ پھر عبدالرحمٰنؓ بن عوف جو اپنے کام میں کہیں غائب تھے، آ گئے، اور کہا میرے پاس اس امر میں آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے کہ اگر کسی زمین میں وبا ہو تو وہاں نہ جاؤ۔ اگر اس زمین میں وبا پڑے جہاں تم ہو تو وہاں سے وبا سے بھاگ کر نہ نکلو)۔

۷۔ حدیث تیمّم جب بعد علم وسماع کے آپکی یاد سے غائب ہوگئی اور باوجود یاد دلانے حضرت عمارؓ کے یاد نہ آئی۔ صحیح بخاری صفحہ ۴۸۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۶۱۔ سنن ابو داؤد صفحہ ۴۴۔

حدّ ثنی عبد الله بن ها شم العبدیّ : حدّ ثنا یحی یعنی ابن سعید القطّا ن، عن شعبة: قا ل: حدّ ثنی الحکم عن ذر عن سعید بن عبد الر حمن بن ابزی، عن ابیه انّ ر جلاً اتی عمر فقا ل: انّی اجنبت فلم ا جد ما ءً۔ فقا ل: لا تصلّ ۔فقا ل عمار: اما تذ کر یا امیر المو منین اذ انا و انت فی سر یّةٍ فا جنبنا، فلم نجد ماءً۔ فا مّا انت فلم تصلّ ،و امّا انا فتمعّکت فی التّرا ب وصلّیت۔ فقا ل النبی ﷺ :انّما کا ن یکفیك ان تضر ب بیدیك ا لار ض، ثم تنفخ، ثم تمسح بهما وجهك و کفّیك۔ فقا ل عمر: اتّق الله، یا عما ر۔ فقا ل : ان شئت لم ا حدّث به قا ل الحکم : و حدّثنیه ابن عبد الر حمن بن ابزی عن ابیه، مثل حد یث ذر قا ل : و حدّثنی سلمة عن ذر، فی هذا الاسناد الذی ذکر الحکم ، فقا ل عمر : نولّیك ما تولّیت ۔ صحیح مسلم باب التیمم، حد یث نمبر ۸۲۰۔ (کسی نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جنبی ہو کر پانی نہیں پاتا تو آپ نے کہا (بے نہائے) نماز نہ پڑھا کر۔ عمارؓ (صحابی) نے کہا اے امیر المومنین آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ ایک لشکر میں تھے اور ہم دونوں جنبی ہوئے اور پانی نہ پایا۔ پس آپ نے تو نماز نہ پڑھی اور میں مٹی میں لیٹ گیا (تیمّم کے ارادہ سے) پھر نماز پڑھی۔ پس آنحضرت ﷺ نے فرمایا کافی تھا تجھ کو دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارنا اور ان کو پھونک جھاڑ کر منہ اور ہتھیلیوں پر مل لینا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اے عمارؓ خدا سے ڈر (یعنی سوچ سمجھ کر کہہ جو کہہ سکتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے)

(جاء ر جل الی عمر بن الخطا ب فقا ل : انّی ا جنبت فلم ا صِبِ الماء، فقا ل عمار بن یا سر لِعمر ابن الخطا ب : اما تذ کر انّا کنّا فی سفرٍ انا و انت۔ فامّا انت فلم تصلّ، و اما انا فتمعّکت فصلّیت۔ فذ کرت ذلك للنبیّ ۔ فقا ل النبیّ ﷺ : انّما کا ن یکفیك ھکذا ، و ضر ب النبیّ بکفّیه ا لار ض ۔ و نفخ فیھما، ثمّ مسح بھما و جھه و کفّیه (صحیح بخاری حد یث نمبر ۳۳۸)

(عذر ۔مو لا نا و اولینا مولوی ابوسعید محمد حسین صا حب لا ہوری دا م مجدھم کے ضروری سفر اور ذوالاحترام محبی محی الدین صا حب کی بیما ری کے با عث سے ضمیمہ کا یہ نمبر وقت پر نہیں نکلا ۔ نا ظرین معاف فرمائیں ۔ عارض ۔محمد عبدالعزیز)

ضمیمہ نمبر ہفتم ۔اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد نے مشتہر کہا ہے ۔منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۸ ۔ حد یث امر ت ان اقا تل الناس میں ذکر نماز وزکوۃ کا آپ کو معلوم نہ تھا ۔شرح نووی صفحہ ۳۹ ۔عبارت وترجمہ نمبر ۲ مخفیات ابوبکرؓ میں گذری ۔

۹ ۔ حیض والی عورت کے لئے بدون طواف رخصت مکہ سے چلے آنے کی حد یث آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کے خلاف فتوی دیتے ۔ حد یث صحیح مسلم میں اور صحیح بخاری میں ہے اور فتوی حضرت عمرؓ کا شرح مسلم میں بصفحہ ۴۲۷ اور ابو دا ؤد، صفحہ ۲۷۳ وقسطلا نی صفحہ ۲۸۹ جلد ۳ وغیرہ ۔

عن ابن عباس قال : اِمِر النّاس ان یّکو ن آ خر عھدِ ھم بالبیت الّا انه خفِّف عن الحا ئض(با ب طوا ف الوداع ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۵۵)۔

عن ابن عباس قا ل: اِمِر النّاس ان یّکو ن آ خِر عھدِ ھم بالبیت، الّا انه خفِّف عن المر أة، الحا ئض (صحیح مسلم : حدیث نمبر ۳۲۲۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن عا ئشه : انّ رسو ل الله ﷺ ذكرصفيّة بنت حيّ، فقيل انّها قد حا ضت، فقا ل رسو ل الله ﷺ ـ لعلّها حا بِستنا! ، فقا لوا : يا رسو ل الله ! انّها قد افاضت، فقا ل : فلا اِذاً ـ (سنن ابو دا ؤد حد يث نمبر ۲۰۰۳)

قا ل النووى فى شر ح مسلم هذا مذ هب الشا فعى و ما لك و ابى حنيفه و العلماء كا فة ا لا ما حكا ه ابن المنذر عن عمر و ابن عمر و زيد بن ثا بت ـ

(حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم ہے کہ اخیر وقت ان کا (یعنی گھر کی طرف پھرتے ہوئے) کعبہ میں ہو (یعنی طواف کر کے پھریں) ولیکن یہ طواف اس عورت کے لئے معاف ہو جس کو حیض آ جاوے (یعنی قبل طواف) ۔

نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ یہی مذہب ہے امام شافعیؒ و مالکؒ و ابوحنیفہؒ اور سب علماء کا بجز حضرت عمرؓ ، وابن عمرؓ وزیدؓ کے ۔ چنانچہ ابن المنذر نے حکایت کیا ہے) ۔

(عن الحا رث بن عبد الله بن اوس قا ل : اتيت عمر بن الخطا ب فسألته عن المر أةِ تطو ف با لبيت يو م النحرِ ثم تحيض، قا ل : ليكن آ خر عهدِ ها بالبيت، قا ل ؛ فقا ل الحا رث : كذ لك افتا نى رسو ل الله ﷺ، قا ل : فقا ل عمر: أرِ بت عن يد يك ، سألتنى عن شيءٍ سألت عنه رسو ل الله ـ لِكيما اخالف (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۰۰۴)

۱۰۔۱۱ ۔ آندھی کے وقت طریقہ مسنونہ آپ کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ ابو ہریرہؓ نے بتلایا ۔ رفع الملام عن الآئمۃ الاعلام

اس شخص کا حکم آپ کو معلوم نہ تھا جس کو نماز پڑھتے ہوئے شک ہو جاوے یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث سنائی ۔ رفع الملام عن الآئمۃ الاسلام

و تذا كر هو (اى عمر) و ابن عباس امر الذى يشك فى صلو ته فلم يكن قد بلغته السنة فى ذلك حتى يحد ثه عبد الر حمن بن عو ف عن النبى ﷺ انه يصر ح الشك و يبنى على ما استقين و كا ن مر ة فى السفر فها جت ر يح فجعل يقو ل من يحد ثنا عن الر يح قا ل ابو هر يره فبلغنى و انا فى ا خريات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الناس فحد ثت را حلتی حتی اد ر که فحد ثت بما امر به النبی ﷺ عند هبو ب الر یح فهذه موا ضع لم یکن یعلمها حتی بلغه ایا ها من لیس مثله

(آپؓ اور ابن عباسؓ میں اس شخص کا ذکر آیا جو نماز میں شک کرتا ہے تو اس میں آپ کو سنت نہ پہنچی تھی۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنائی کہ نماز میں شک کو چھوڑ دے اور یقین پر نماز کی بنا رکھے۔ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے کہ آندھی آگئی آپ کہنے لگے کون ہے جو ہم کو آندھی کے باب میں حدیث سنائے۔ ابو ہریرہؓ جو پیچھے کے لوگوں میں تھے آئے اور جو آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا تھا سنائی (حاشیہ۔ آنحضرت ﷺ کا اس موقع پر دعائے خیر کا ارشاد ہے اور آپ کی ادعیہ سے صحیحین میں یہ کلمات مروی ہیں اللھم انی اسألك خیر ها و خیر ما فیها و خیر ما ار سکت به و اعو ذ بك من شر ها و شر ما فیها و شر ما ار سلت به۔ فتح محمد خان احقر التلامذہ مصنف علام)

۱۲۔ مکہ سے حج کے واسطے آٹھویں تاریخ احرام باندھنے کی سنیت وفضیلت آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ لوگوں کو پہلی تاریخ احرام باندھنے کا حکم دیتے۔ سنیت اہلال صحیح مسلم میں ہے صفحہ ۳۸۹ وصفحہ ۳۹۶ وغیرہ اور فتوی حضرت عمرؓ موطا میں صفحہ ۱۳۱

عن جا بر فی حد یث حجة النبی ﷺ

فلمّا کا ن یو م التر و یة تو جهوا الی منی فا هلوا بالحج ۔

(صحیح مسلم با ب حجة النبی حد یث نمبر ۲۹۵۰)

(یہ حدیث یہاں نقل کی جاتی ہے جو حد ثنا حا تم بن اسما عیل المد نیّ۔ عن جعفر بن محمد، عن ابیه قا ل: د خلنا علی جا بر بن عبد الله، فسأل عن القوم حتّی انتهی الیّ فقلت: انا محمد بن علیاً بن حسین، فأهوی بیده الی رأسی فنز ع زِرّی ا لا علی، ثم نز ع زرّی ا لاسفل، ثم و ضع کفّه بین ثدیاً و انا یو مئذ، غلام شا ب، فقا ل: مر حباً بك یا ابن ا خی! سل عمّ شئت، فسألته، و هو اعمی، و حضر وقت الصلاةِ، فقا م فی نِسا جه ملتحِفاً بها۔ کلّما و ضعها علی منکبیه ر جع طر فا ها الیه من صغر ها، و رداؤه علی جنبه علی المشجبِ، فصلّی بنا، فقلت: ا خبر نی عن حجّة رسو ل الله ﷺ فقا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیده فعقد تسعاً۔ فقا ل : ان رسو ل الله ﷺ مکث تسع سنین لم یهجّ ۔ ثم اذّن فی الناس فی العا شرة انّ رسو ل الله حا جّ۔ فقدم المد ینة بشر کثیر ، کلّهم یلتمس ان یأتم برسو ل الله ﷺ ، و یعمل مثل عمله، فخر جنا معه ۔ حتی اتینا ذا الحلیفة ، فو لد ت اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر فارسلت الی رسو ل الله ﷺ کیف اصنع؟ قا ل : اغتسلی و استثفری بثو بٍ و ا حر می ۔ فصلّی رسو ل الله و فی المسجد، ثم ر کب القصوا ء ، حتی اذا استو ت به نا قته علی البیدا ء ، نظر ت الی مدّ بصری بین ید یه، من را کبٍ و ماشٍ، عن یمینه مثل ذ لك وعن یساره نمثل ذ لك و من خلفه مثل ذ لك ... الخ ... حدیث نمبر ۲۹۵۰ صحیح مسلم)

و فی المؤطا یا اهل مکه ما شا ن الناس یا تو ن شعثا و انتم مد هنون اهلوا اذا ر أیتم الهلا ل ۔

و فی المحلی شر ح المو طا و قا ل الشا فعی و بعض الما لکیة و کثیر ان الا فضل للمکیان یحر م یو م التر و یة و احتجوا بما فی مسلم عن جا بر امر نا النبی ﷺ ا ذا اهللنا ان تحرم اذا تو جهنا الی منی و هو الما ثور

(جابرؓ سے روایت ہے کہ جب آٹھویں تاریخ ہوئی اور لوگ متوجہ منی ہوئے تو حج کا احرام باندھا۔ موطا میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے مکہ والو تمہارا کیا حال ہے لوگ بکھرے بال آتے ہیں اور تم بالوں کو تیل لگا رہے ہو۔ پہلی تاریخ کو احرام باندھو۔

محلی شرح موطا میں ہے، امام شافعیؒ و بعض مالکی اور بہتیروں نے کہا کہ مکہ کے واسطے افضل یہی ہے کہ آٹھویں کو احرام باندھے اور اس پر یہ سند لائے ہیں جو صحیح مسلم میں جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ہم کو یہ حکم ہے کہ جب ہم منی کی طرف متوجہ ہوں تو احرام باندھیں)۔

اور یہی فعل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے بھی مروی ہے ۔

(حا شیه ۔ فا ن قلت کا ن عمر مع النبی ﷺ فی حجته فکیف یخفی علیه اهلا ل الصحا بة یو م التر ویه فلعله مع علمه به حمله علی الر خصة و جعل ا لا هلا ل عند رؤیة الهلا ل من العز یمة ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلنا سلمنا وعلمه به و عدم نسیا نه ایا ہ بعد حفظه و لکن لا یلز م منه علمه با مر النبی ﷺ و قو له الذی رواه عنه جا بر و تجو یز اعتقا ده با فضلیة خلا فه یر جح عدم علمه به اذ لو علمه ما فضّل خلا فه فهذا التجو یز و الاحتمال مما یؤید الخفاء بلا مقال ۔)

۱۳۔آنحضرت ﷺ کا مدینہ سے کعبہ کو قربانی بھیج کر محرم نہ ہونا، آپ پر مخفی تھا اس لئے حکم دیتے کہ قربانی بھیجنے والا محرم ہو جاتا ہے۔فعل نبوی بخاری میں، اور مسلم صفحہ ۴۳۵، سنن نسائی صفحہ ۳۵۲، اور حضرت عمرؓ کا خلاف قسطلانی جلد ۳ ص ۲۵۰۔

عن عا ئشه قا لت: فتلت قلا ئد هد ی النّبی ﷺ ثمّ اشعر ها و قلّد ها او قلّد تّها ثمّ بعث بها الی البیت و اقا م بالمد ینة، فما حر م علیه شئی کا ن له حلّ (صحیح بخاری با ب اشعار البد ن حدیث نمبر ۱۶۹۹) ۔

قا ل القسطلا نی قال ابن المنذر قا ل عمر و علی و قیس بن سعد و ابن عمر و ابن عباس و النخعی و عطا و ابن سیرین و آ خرو ن من او صل الهد ی و اقا م حر م علیه ما یحر م علی المحر م (بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ قربانیوں کے پٹی بنائی اور آپ نے ان کے کوہان میں زخم کر کے ان کے گلے میں لٹکا دیئے اور ان کو کعبہ کو بھیج دیا اور آپ مدینہ ٹھہرے آپ پر کچھ حرام نہ ہوا جو حلال تھا (یعنی شکار کرنا خوشبو لگانا بیوی کے پاس جانا و امثال ذلک) یہ بخاری میں ہے۔

قسطلانی نے کہا کہ ابن منذر نے کہا کہ حضرت عمرؓ وعلیؓ وقیسؓ وابن عمرؓ وابن عباسؓ ونخعیؒ وعطاؒ و ابن سیرینؒ اور کئی اور نے کہا ہے کہ جو کوئی قربانی بھیجے اور خود ٹھہرا رہے تو اس پر حرام ہو جاتا ہے جو محرم پر حرام ہے۔یعنی شکار وغیرہ)۔

(عن قا سم عن عا ئشة قا لت : فتلت قلا ئد بدنِ رسو ل الله بیدیّ ثم اشعرها و قلّد ها ثم بعث بها الی البیت و اقا م بالمد ینة فما حر م علیه شیء کان له حِلّاً ۔سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۷۵۷)

۱۴۔مسح موزہ میں تعین مدت آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی اس لئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ قائل تھے کہ جب تک چاہو مسح کرتے جاؤ جب حدیث پہنچی تو تعیین کے قائل ہوئے۔ کتاب ابن ابی شیبہ۔ کتاب حاکم محلی شرح موطا، ازالہ الخفاء جلد۲ صفحہ ۷۷۔

عن زید بن الصلت ان عمر بن الخطا ب قا ل اذا د خلت رجلیك فی الخفین و انت طا هر فا مسح علیهما ما بد ء لك و الیه ذهب الشا فعی فی القد یم ثم ر جع و قا ل با لتو قیت قا ل البهیقی روی ان عمر جا ء ه الثبت فی التو قیر فر جع الیه ۔ ازاله الخفاء عن خلا فة الخلفاء ۔(زید سے روایت ہے کہ عمرؓ بن خطاب نے کہا کہ جب تو پاؤں موزہ میں پاک ہو کر ڈال لے تو اس پر مسح کئے جا جب تک چاہے۔ اور اسی طرف شافعیؒ پہلے گئے تھے۔ پھر اس سے پھر آئے اور تعیین مدت کے قائل ہو گئے۔ بیہقیؒ نے کہا ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت عمرؓ کے پاس دلیل مضبوط تعیین مدت کیلئے آ گئی تو اس کی طرف پھر آئے)۔

۱۵۔ احرام سے پہلے خوش بو ملنا۔ طواف فرض سے پہلے کنکر مارنا۔ رفع الملام عن الآئمۃ الاسلام۔

عبارت اس کتاب کی بضمن عبارت ایقاف مقدمہ میں گذر چکی ہے۔ اور تفصیل ان امور کی اور کتب حدیث سے بنظر اکتفا بہ تفصیل سابق فروگذاشت ہوئی اور اس کا ذکر دوبارہ بنظر پورا کرنے نمبر شمار مخفیات حضرت عمر فاروقؓ کے عمل میں آیا۔ ناظرین ان کی تفصیل کو تفصیل مخفیات سابقہ پر قیاس کریں۔ جن کو اس سے طمانیت نہ ہو وہ پچھلے نمبروں پر اکتفا کریں۔

مخفیات عثمان ذی النورینؓ

۱۔ جس عورت کا خاوند فوت ہو جاوے اس کا خاوند کے گھر میں عدت پورا کرنا آپؓ کو معلوم نہ تھا یہاں تک کہ فریعہ بنت مالک نے بتایا۔

موطا صفحہ ۲۱۷۔ سنن ابوداؤد صفحہ ۳۱۳۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۵۴۔ دارمی صفحہ ۲۹۷۔ سنن نسائی صفحہ ۳ ج ۲۔ سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۶۴۔ رفع الملام۔

عثما ن لم یکن عنده علم با ن المو فی عنها تعتد فی منز ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الموت حتی حدثته الفریعه بنت مالك اخت ابی سعید الخدری بقصتها لما توفی زوجها و ان النبی ﷺ قال لها امکثی فی بیتك حتی یبلغ الکتاب اجله فاخذ به عثمان۔ رفع الملام

(حضرت عثمانؓ کے پاس اس بات کا علم نہ تھا کہ مرحوم خاوند والی عورت اسکے گھر میں عدت پوری کرے جہاں وہ مرا یہاں تک کہ فریعہ مالک کی بیٹی ابوسعید خدریؓ کی بہن نے اپنا قصہ سنایا کہ جب اس کا خاوند فوت ہوا تو اس کو آنحضرت ﷺ نے کہا تو اپنے گھر میں ٹھہرے رہ جب تک کہ عدت اپنی میعاد کو نہ پہونچے۔ پس حضرت عثمانؓ نے اس حدیث کو لے لیا (یعنی اس پر حکم جاری کیا)

(عن زینب بنت کعب بن عجرة:انّ الفریعة بنت مالك بن سنان و هی اخت ابی سعید الخدری اخبرتها انّها جاءت الی رسول الله ﷺ تسأله أن ترجع الی اهلِها فی بنی خدرة، فانّ زوجها خرج فی طلبِ اعبدٍ له أبقوا حتی اذا کانوا بطرفِ القدوم لحِقهم فقتلوه۔ فسألت رسول الله ﷺ ان ارجع الی اهلی فانّی لم یترکنی فی مسکنٍ یملِکه و لا نفقةٍ۔ قالت: فقال رسول الله ﷺ : نعم۔ قالت فخرجت حتّی اذا کنت فی الحجرة او فی المسجد دعانی أو امر نی فدعِیت له ، فقال : کیف قلتِ۔ فردد ت علیه القصّة الّتی ذکرت من شأن زوجی۔ قالت : فقال: امکثی فی بیتك حتّی یبلغ الکتاب اجله ، قالت: فاعتددت فیه اربعة اشهرٍ و عشراً۔ قالت: فلمّا کان عثمان بن عفّان ارسل الیّ فسألنی عن ذلك فأخبرته فاتّبعه و قضی به۔ سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۲۳۰۰)

۲۔محرم کے لئے شکار کا گوشت کھانے کی ممانعت ان کو معلوم نہ تھی۔حضرت علیؓ نے حدیث سنائی تو آپ نے دستور العمل بنائی۔رفع الملام،سنن ابوداؤد صفحہ ۲۵۵۔اور موطا صفحہ ۱۳۷ میں آپ کا عمل موافق اس ممانعت کے منقول ہے۔

و اهدی له مرة صیدا فانه کان قد صید لاجله فهمّ باکله حتی اخبره علیؓ بانّ النبی ﷺ رد لحماً اهده له (رفع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الملا م) (اور ایک دفعہ آپ کو ہدیہ شکار پہنچا جو گو یا آپؓ کے لئے پکڑا گیا تھا پس جب کھانے لگے تو حضرت علیؓ نے منع کر دیا اور کہا کہ آنحضرت ﷺ نے گوشت شکار جو آپ کو بحالت احرام ہدیہ بھیجا گیا تھا رد کر دیا تھا)۔

عن اسحاق بن عبد الله بن الحا رث عن ابیه ، و کا ن الحا رث خلیفة عثما ن ر ضی الله عنه علی الطا ئف۔ فصنع لعثما ن طعا ماً فیه من الحجل و الیعاقیب و لحم الو حو ش، فبعث الی علیّ ر ضی الله عنه ،فجاء ه الرسول و هو یخبِط لِا با عر له فجاء و هو ینفض الخبط عن یده. فقا لوا له : کل، فقال: اطعموه قو ماً حلا لٌ فاِنّا حر م. فقا ل علیّ ر ضی الله عنه :انشد الله ! من کا ن ههنا من اشجع، اتعلمو ن انّ رسو ل الله ﷺ اهدی الیه ر جل حِمار و حشٍ، و هو محرِ م ، فأبی ان یأکله. قا لوا : نعم (ابوداؤدحدیث نمبر۱۸۴۹ء)

عن ابن عباس انّه قا ل : یا زید بن ارقم! هل علِمت انّ رسو ل الله ﷺ اهدِی الیه عضو صیدٍ فلم یقبله و قا ل : ا نا حر م. قا ل : نعم (سنن ابوداود حدیث نمبر ۱۸۵۰)

۳۔ اقل مدت حمل آپ پر مخفی تھی جو ابن عباسؓ نے بتلائی۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین۔ عبارت گذر چکی۔ ترجمہ بھی ہو چکا۔ دوبارہ اس کا ذکر کرنا بنظر اتمام نمبر شمار کے ہوا۔

مخفیات باب مدینۃ العلم علی مرتضی

۱۔ حدیث عدت حاملہ آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ ابعد الاجلین کے قائل تھے۔ حدیث صحیح بخاری میں صفحہ ۸۰۲، جامع ترمذی میں صفحہ ۱۵۳، سنن ابوداؤد میں صفحہ ۳۱۵، سنن نسائی۔ ج ۲ صفحہ ۵۰۔ اور مذہب جناب علیؓ کا لمعات شرح مشکوۃ، توضیح۔ صفحہ ۴۱، قسطلانی۔ صفحہ ۲۰۲ جلد ۸، اور کئی تفاسیر میں۔

عن سبیعه قا لت افتا نی (ﷺ) ا ذا و ضعت ان انکح (بخاری مختصراً) ۔

(یہ احادیث یوں ہیں :انّ زینب بنت ابی سلمة ا خبر ته عن امّها امّ سلمه زو ج

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النبی ﷺ : انّ امر أةّ من اسلم یقا ل لها : سبیعة، کا نت تحت زو جها، توفّی عنها و هی حبلی، فکطبها ابو السنا بل بن بعکكٍ، فا بت ان تنکحه، فقا لت : و الله ما یصلح ان تنکهیه حتی تعتدی آ خر ا لا جلین ۔ فمکث قر یباً من عشر لیا لٍ ثم جا ئت، النبی ﷺ فقا ل : انکحی ۔ بخاری حد یث نمبر ۵۳۱۸)

عبید الله بن عبد الله عن ابیه : انه کتب الی ابن ا لا رقم ان یسأل سبیعة الاسلمیة : کیف افتا ها النبی ﷺ ۔ فقا لت : افتا نی اذا و ضعت ان انکح (صحیح بخاری حد یث نمبر ۵۳۱۹)

عن المسور بن مخر مة : انّ سبیعة ا لا سلمیّة نفِست بعد وفا ة زو جها بلیالٍ، فجا ء ت، النبی ﷺ فاستأذنته ان تنکح، فا ذن لها فنکحت (صحیح بخاری حد یث نمبر ۵۳۲۰)

قا ل القسطلا نی فی الشر ح و هذا قد ا جمع علیه الجمهور العلماء من السلف و آئمة الفتوی فی ا لا مصار ۔ ا لا ما رویعن علی انها تعتد ابعد الاجلین یعنی از وضعت قبل ا لا ربعة الاشهر تر بصت الی انقضا ئها و لا یحل بمجرد الو ضع و ان انقضت العدة قبل الو ضع تر بصت الی الو ضع و به قا ل ابن عباس لکن مر وی عنه انه رجع عنه

(سبیعہؓ نے کہا مجھے آنحضرت ﷺ نے فتوی دیا تھا کہ جب میں جنوں تو نکاح کرلوں ۔ بخاری ۔ قسطلا نی نے کہا اس پر تمام علماء سلف اور فتوی کے اماموں کا اتفاق ہے بجز حضرت علیؓ کے جن سے یہ مروی ہے کہ عورت حاملہ جس کا خاوند مر جاوے دو عدتوں میں سے بڑی عدت کو شمار کرے ۔ یعنی اگر چار مہینے گذرنے سے پہلے بچہ جنے تو چار مہینے کو پورا کرے ۔ اگر جننے سے پہلے چار مہینے گذر جائیں تو جننے تک ٹھہرے ۔ یہی قول ہے ابن عباسؓ کا ۔ ولیکن ان سے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کرلیا ہے)۔

۲ ۔ حدیث مہر مفوضہ آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کو مہر دلانے کے قائل نہ تھے ۔ مذہب جناب کا لمعات شرح مشکوۃ و ترمذی صفحہ ۱۴۶ میں ہے ۔ اور حدیث مہر سنن ابی داؤد صفحہ ۲۸۷ و سنن نسائی ج ۲ صفحہ ۳۱ و دارمی صفحہ ۲۹۰ میں بھی مروی ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن مسعود، انه سئِل عن ر جلٍ تز وّ ج امرأة و لم يفرض لها صداقاً ،و لم يد خل بها حتى ما ت، فقا ل ابن مسعود: لها مثل صداق نساء ها، لا وكس و لا شطط، و عليها العدّة و لها الميرا ث ، فقام معقل بن سنا ن ا لاشجعى فقال : قضى رسو ل الله ﷺ فى بروع بنتِ وا شقٍ، امرأةً منّا، مثل ما قضيت ـ ففر ح بها ابن مسعود (رواه الترمذى)

و قا ل (ابو عيسى) وقا ل بعض اهل العلم من اصحا ب النبى ﷺ ، منهم علىّ بن ابى طا لب و زيد بن ثا بت و ابن عباس و ابن عمر : اذا تزوّج الر جل المر أة و لم يد خل بها و لم يفرض لها صداقاً حتى ما ت، قا لوا : لها الميرا ث، و لا صداق لها ، و عليها العدة، و هو قول الشا فعى، و قا ل : لو ثبث حديث بِر وع بنت واشق لكا نت الحجة فيما روى عن النبى ﷺ و روى عن الشا فعى انه ر جع بمصر بعد عن هذا القول ـ و قا ل بحد يث، بروع بنت وا شق۔(سنن تر مذى حد يث نمبر ۱۱۴۵)

(ابن مسعودؓ سے سوال ہوا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کر کے بغیر زفاف فوت ہو گیا ہے ۔اور مہر مقرر نہ تھا (اس صورت میں مہر دینے کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا اس عورت کو مہر مثل چاہیے ۔معقلؓ بن یسار نے کہا آنحضرت ﷺ نے بروع بنت واشق کے حق میں ایسا ہی حکم فرمایا تھا۔ترمذیؒ نے کہا اس پر ہے عمل بعض صحابہ کا ۔اور کئی اصحاب نے (جن میں حضرت علیؓ و زیدؓ، ابن عباسؓ و ابن عمرؓ ہیں) کہا ہے کہ اس کے لئے مہر نہیں)

۳ ۔ حدیث گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا آپؐ نے اور آپ کی اہل بیت سیدۃ النساء نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی تھی ۔ ورنہ دونوں حضرات دعوی میراث نہ کرتے اور نہ حضرت سیدۃ النساء میراث نہ ملنے پر ناراض ہوتیں۔
صحیح مسلم ج ۲ صفحہ ۹۱ ۔صحیح بخاری صفحہ ۴۳۵، ۵۷۵، ۹۹۶ ۔سنن اربعہ۔

عن عا ئشه ان فا طمه بنت رسو ل الله ﷺ سألت ابا بكر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصديق بعد وفا ت رسو ل الله ﷺ ان تقسم لها ميرا ثها ما ترك رسو ل الله ﷺ مما افا ه الله عليه ۔ فقا ل لها ابو بكر ان رسو ل الله ﷺ قا ل ما تر كنا صدقة فغضب فا طمه بنت رسو ل الله فهجر ت ابا بكر فلم تز ل مها جر ته حتى تو فيت ۔ و فى حد يث ما لك بن اوس ان عمر قا ل لعلى و عباس جئتنى يا عبا س تسئلنى نصيبك من ابن اخيك و جاء نى هذا يريد علياً يريد نصيب امر أ ته من ابيها فقلت لكما ان رسول الله ﷺ قا ل لا نور ث ما تر كنا صد قة ۔(صحيح بخارى مختصراً با ب فر ض الخمس) ۔

(بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے بعد وفات آنحضرت ﷺ کے تقسیم وراثت چاہی جو آنحضرت ﷺ پیچھے چھوڑ گئے اس مال سے جو اللہ نے ان کا خالصہ دیا۔ ابوبکر نے کہا آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جو ہم چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے۔ اس پر حضرت فاطمہ ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکرؓ سے کلام ترک کر دی اور ہمیشہ ترک کلامی رہی یہاں تک کہ فوت ہوگئیں۔

اور مالک بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ تم آئے ہو میرے پاس اپنے بھتیجے کے مال سے حصہ مانگتے اور یہ یعنی علیؓ اپنی بیوی کا حصہ اس کے باپ کے مال سے چاہتے۔ پس میں نے تم کو کہہ دیا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، ہمارا کوئی وارث نہیں۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ سب فی سبیل اللہ ہے)

ضمیمہ نمبر ہشتم ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

(حا شيه ۔ فا ن قيل يحتمل انهما سمعا الحد يث النبى ﷺ لكنهما اوّلاه و خصصا ه بما ل له بال ؟ ما تر ك النبى عن طعا م و اثا ث و سلا ح قلنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولاً هذا التا ويمجّه ظا هر الفا ظ الحد يث حيث تصرح الطلب ما ل و با ل من ار ض خيبر و فد ك ۔ و ثا نياً يكذ به ما ذهب اليه ابو بكر و عمر و سا ئر الصحا بة كما قا له النووى ۔ و ثا لثاً التا ويل بلا مو جب حرا م ۔ و لا موجب ههنا من عقل و لا نقل ۔ فتجو يزه بالنسبة اهل بيت النبى ﷺ سو ء اد ب و جر ئة فمثل من تجو زه اقرار عن تجو يز عدم علمهم بما فى البا ب كمثل من فر من المطر و قا م تحت الميزا ب ۔ فا ن قيل قد اعتر ف على و ابن عباس بحضرة عمر انهما يعلما ن ان رسو ل الله قا ل لا يور ث ما تر كنا صدقة ، قلنا الاعترا ف بالعلم لا يلز م سما عها عن النبى ﷺ فعلمها سمعاه من الصحا به بعد ما وقع عنهم دعوى ا لار ث لا جل القرابة ۔ فا ن قيل ان عبا ساً و علياً لم يد عيا ا لار ث بل طلبا القسمة للتد بير و التصر ف ، قلنا هذا القو ل و ان صدر عن بعض ا لا كا بر و لكنه مما يمجّه فهم الصبيا ن و الا صا غر ۔ كيف و ظا هر الحد يث يكذ به و الفا ظ الفاروق تد فعه ۔ ولهذا قا ل القسطلا نى بعد ذكر هذ التا ويل ما نصه و عور ض بقو له فى آ خر الحد يث فى روا ية النسا ئى ثم جئتما نى ا لآ ن تختصما ن يقو ل هذا ا ريد نصيبى من ابن ا خى و يقو ل هذا ار يد نصيبى من امرأتى و الله لا قضى بينكما ا لا بذ لك اى الا بما تقد م من تسليمها على سبيل الولا يه ۔ منه سلمه ر به)

۴ ۔ حد يث لا تعذ بوا بعذا ب الله آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ نے ایک قوم مرتدین کو آگ میں جلا دیا ۔ ابن عباسؓ نے سن کر اعتراض کیا تو آپ (علیؓ) نے اس اعتراض کو مان لیا اور کہا صدق ابن عباس ۔

صحیح بخاری صفحہ ۴۲۳، ۱۰۲۳، سنن ترمذی صفحہ ۱۸۹ ۔ سنن ابو دا ؤد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ وغیرہ ۔ قسطلا نی جلد ۵ صفحہ ۱۶۶ وغیرہ ۔

انّ علياً حر ق قو ماً ار تد و عن ا لاسلا م فبلغ ذلك ابن عباس فقا ل لو كنت انا لقتلتهم لقو ل رسو ل الله ﷺ من بد ل دينه فا قتلو ه و لم اكن ا حر قهم لا ن رسو ل الله ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال لا تعذ بوا بعذا ب الله فبلغ ذ لك علياً فقا ل صدق ابن عباس ۔ تر مذی با ب ما جاء فی المر تد ۔ قا ل القسطلا نی و انما حر قهم علی ؓ با لر أی و الا جتهاد و کا نه لم یقف علی النص فی ذلك قبل (حضرت علیؓ نے ایک قوم کو جو اسلام سے پھر گئی تھی جلا دیا۔ یہ بات ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں ہوتا تو ان کو (یوں ہی) مار ڈالتا، کیونکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے جو کوئی دین کو بدل دے اس کو قتل کرو ولیکن آگ میں نہ جلانا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب سے عذاب نہ کرو۔ یہ بات (ابن عباسؓ کی) حضرت علیؓ کو پہنچی تو آپؓ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے (یہ مضمون ترمذی کا ہے)۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو اپنی رائے واجتہاد سے جلا دیا۔ گویا آپ کو اس فعل سے پہلے حدیث ممانعت نہ پہنچی تھی)۔

۵۔ عورت کو خون بہا خاوند سے وراثت دلانے کی حدیث آپ کو ابتدائے حال میں معلوم نہ تھی۔ بعد میں معلوم ہوئی تو آپ دلانے لگے۔ لمعات شرح مشکوۃ۔ دارمی صفحہ ۴۰۰۔

نقل الطیبی عن علیؓ انه کا ن لا یو رث من دیة الزو ج الزوجه و ا لا خوة من ا لا م۔ لمعا ت۔،

عن عا مر قا ل کا ن علی ؓ لا یور ث ا لا خوة من ا لا مّ و لا الزو ج و لا المر أة من الدیة شیئاً (دار می)۔ و ما روی عنه قبله التو ریث فهو محمو ل علی ما بعد العلم۔

(طیبی (شافعی محدث) نے علی مرتضیٰؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ خاوند اور جورو اور ماں کی طرف سے بہن بھائیوں کو خون بہاء کی وراثت نہ دلاتے۔

ایسا ہی دارمی نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے۔

اور جو اس سے پہلے وراثت دلانا نقل کیا ہے وہ حالت علم پر جو پیچھے ہوا محمول ہے)

۶۔ حدیث صلوۃ توبہ آپ پر مخفی تھی جو حضرت ابوبکرؓ نے آپ کو بتائی۔ جامع ترمذی صفحہ ۵۶۔۵۷۔ رفع الملام:

و کذا لك علی ؓ قا ل کنت اذاسمعت من رسول الله ﷺ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیثاً نفعنی اللہ بما شاء ان ینفعنی منه و اذا حد ثنی غیر ہ استحلفته فا ذا حلف لی صدقته و حد ثنی ابو بکر و صدق ابو بکر و ذکر حد یث صلو ۃ التو به المشهور ۔ رفع الملا م ۔

(حضرت علیؓ فرماتے ہیں اگر میں آنحضرت ﷺ سے کوئی حدیث سنتا تو مجھے خدا تعالی جو چاہتا اس سے نفع پہنچاتا۔ اور جب مجھے کوئی اور حدیث سناتا تو میں اس کو قسم دیتا۔ پھر وہ قسم کھاتا تو میں وہ مانتا۔ اور مجھے ابوبکرؓ نے حدیث سنائی اور سچ کہا۔ پھر حدیث صلوۃ توبہ کو جو مشہور ہے ذکر کیا)۔

۷۔ قربانی بھیجنے سے محرم نہ ہونے کی حدیث آپ پر مخفی تھی بشرح نمبر ۱۳ مخفیات عمر فاروقؓ۔ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم وسنن نسائی میں ہے اور مذہب آپ کا قسطلانی میں ہے۔ عبارت نمبر ۱۳ مخفیات عمر فاروقؓ میں گذر چکی۔

عذر تغیر طرز تحریر

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ یہ تفصیل مخفیات خلفاء اربعہ کی قلم میں آئی ہے۔ ایسے ہی اور صحابہ کے مخفیات کی تفصیل میرے خیال میں موجود ہے۔ ولیکن بالفعل اس کو ملتوی رکھتا ہوں۔ اور بجائے نقل عبارات معہ تراجم کے مجرد حوالہ کتب بقید صفحات کتاب مطبوع کے اکتفا کرتا ہوں۔ پھر اگر ناظرین کو اس تفصیل کا شائق و طالب پاؤنگا تو کسی اور موقعہ پر یا بضمن رسالہ مستقلہ میں تفصیل کو قلم میں لاؤنگا۔ بالفعل طوالت تفصیل سابق نے مجھے ناظرین کی ملالت وتھکان سے ڈرا دیا ہے اور میری قلم کو جولانی عرصہ تفصیل سے ہٹا دیا۔ ورنہ وہ ابھی نہ تھکا تھا اور نہ خود بخود رکا تھا۔ و اللہ سبحا نہ المعین و الموفق۔

مخفیات حبر ہذہ الامۃ عبداللہ بن عباسؓ

۱۔ حدیث عدت حاملہ جس کا خاوند مرجائے آپ کو معلوم نہ تھی اس لئے آپ ابعد الاجلین کے قائل تھے بشرح نمبر اول از مخفیات علیؓ۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول صفحہ ۳۲۳۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۵۳۔ سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۵۰۔ ترمذی نے کہا یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث (یعنی جس میں آپ کا مذہب مذکور ہے) صحیح ہے۔

۲۔ حدیث حرام ہونے گدھے کے آپ پر مخفی تھی جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہو چکی ہے۔ حدیث حرمت صحیح بخاری صفحہ ۸۲۹، صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، وغیرہ میں ہے۔ اور مذہب ابن عباسؓ کا شرح مسلم صفحہ ۱۴۹ اور بخاری میں بصفحہ ۸۳۰، و فتح الباری میں۔ فتح الباری میں ہے کوئی صحابی بجز ابن عباسؓ گدھے کو حلال نہیں کہتا۔

(عن سا لم عن نافع عن ابن عمر :نهى النبىّ عن لحو م الحمر ا لا هلية يو م خيبر ۔ صحيح بخارى حد يث نمبر ۵۵۲۱

عن علىّ قال : نهى رسو ل الله ﷺ عن المتعة عا م خيبر و لحو م حمر ا لا نسية ۔ صحيح بخارى حد يث نمبر ۵۵۲۳

عن جا بر بن عبد الله قا ل : نهى النبى ﷺ يو م خيبر لحو م الحمر و ر خّص فى لحوم الخيل ۔ صحيح بخارى حد يث نمبر ۵۵۲۴۔

حد ثنا سفيا ن : قا ل عمرو: قلت لجا بر بن زيد ؛ يز عمو ن انّ رسو ل الله ﷺ نهى عن حمر ا لا هلية، فقا ل : قد كا ن يقو ل زا ك الحكم بن عمرو الغفارى عند نا بالبصرةِ ۔ و لكن ابى ذ لك البحر ابن عباس و قرأ : قل لا ا جد فى ما او حى الىّ محرّماً ۔ انعا م : ۱۴۵ (صحيح بخارى حد يث نمبر ۵۵۲۹)

۳۔ حدیث اخیر مما نعت متعہ آپ کو ایک وقت تک نہ پہنچی تھی اس لئے آپ اس کو حلال کہتے۔ حدیث مما نعت اخیر صحیح مسلم میں بصفحہ ۴۵۱ ہے۔ اور مذہب ابن عباسؓ کا شرح صحیح مسلم صفحہ ۴۵۰ و ہامش بخاری صفحہ ۷۶۷ و ترمذی صفحہ ۱۴۳ وغیرہ میں ہے۔ ترمذی وغیرہ نے کہا کہ ابن عباسؓ کو جب حدیث پہنچی تو اس نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

(حدثنا ابن ابى عمر : حد ثنا سفيان عن الز هرى عن عبد الله و الحسن ابنى محمد بن على عن ابيهما، عن على بن ابى طا لب : انّ النبى ﷺ نهى عن متعة النّساء و عن لحو م الحمر ا لا هلية زمن خيبر ۔

قا ل ابو عيسى : حد يث على حد يث حسن صحيح و العمل على هذا عند اهل العلم من ا صحا ب النبى ﷺ و غير هم ۔ و انّما رو ى عن ابن عباس شىء من الرّ خصة فى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المتعة ۔ ثمّ رجع عن قو له حيث ا خبِر عن النّبی ﷺ و امر اكثر اهل العلم على تحريم المتعة و هو قو ل الثورى و ابن مبا ر ك و الشا فعى و ا حمد و اسحاق ۔ سنن تر مذى حديث نمبر ۱۱۲۱)

۴ ۔ ایک رو پیہ کی بیع دو رو پیہ سے جا ئز سمجھتے اور حد یث مما نعت آ پ کو معلوم نہ تھی ۔ یہاں تک کہ ابوسعید خدریؓ نے مما نعت کی حد یث سنا ئی ۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۹۱ ۔ قسطلا نی جلد۴ صفحہ ۹۱ ۔ صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۷ ۔ شرح صحیح مسلم اور قسطلا نی میں ہے کہ جب آ پ کو حد یث ابوسعید پہنچی تو آ پ نے اپنے قول سے ر جوع کیا۔

۵ ۔ حد یث مہر مفو ضہ آ پ پر مخفی تھی بشر ح نمبر۲ مخفیات علیؓ ۔ سنن تر مذی صفحہ ۱۴۶ ۔ حد یث تر مذی نمبر۲ مخفیات علیؓ میں گذر چکی ۔

۶ ۔ مسح موزہ کی حد یث آ پ پر ایک مدت تک مخفی رہی اس لئے آ پ مسح سے انکار کر تے ۔ جب معلوم ہو ئی تو کر نے لگے ۔ کتاب ابن ابی شیبہ ۔ محلی شر ح مو طا ۔ میں دونوں امر آ پ سے منقو ل ہیں جن میں تطبیق اس طر ح ہو سکتی ہے کہ قبل علم انکار تھا اور بعد العلم اقرار ہوا ۔ یہ کتاب مطبو ع نہیں اس لئے نمبر صفحہ نہیں لکھا گیا۔

۷ ۔ قر أۃ رسول اللہ نماز ظہر و عصر میں آ پ کو معلوم نہ تھی ۔ سنن ابی دا وٗد ۔ اس میں آ پ کا صر یح قول ہے کہ میں نہیں جا نتا کہ آ نحضرت ﷺ ظہر و عصر میں قر آ ن پڑ ھا کر تے یا نہیں ۔

۸ ۔ قر با نی پہنچنے سے محرم نہ ہو نے کی حد یث بشر ح نمبر۱۳ مخفیات عمر فاروقؓ ۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۳۰ ۔ صحیح مسلم مع شر ح صفحہ ۴۲۵ ۔ قسطلا نی صفحہ ۲۵۰ ۔ محرم ہو جا نا یہ کہ خوشبو لگا نا عورت کے پاس جا نا شکار کر نا اور مثل اس کی افعال حرام ہو جا ویں ۔

مخفیات عبداللہؓ بن مسعود

(جو بسبب کثر ت ملا زمت نبوی کے اہل بیت سے خیال کئے جا تے اور آ نحضرت ﷺ کے تکیہ و نعلین و کوزہ بر دار تھے)۔

۱ ۔ رکوع میں گھٹنے پکڑ نے کی حد یث آ پ پر مخفی رہی آ پ دونوں ہا تھ رانوں میں دبا تے جو سا بق دستور تھا ۔ جا مع تر مذی صفحہ ۳۶ ۔ سنن نسا ئی صفحہ ۹۰ ۔ سنن ابو دا وٗد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحہ ۱۰۸۔ صحیح ابن حبان ۔قسطلا نی جلد۲ صفحہ ۱۱۹ ۔اور حدیث سنت نبوی صحیحین میں بھی ہے ۔قسطلا نی نے کہا کہ شاید ابن مسعودؓ کو حدیث نہ پہنچی ہوگی ۔ پھر اس کا مستبعد ہونا بھی کسی سے نقل کیا ۔ پر سوا اس کے کچھ بن نہیں پڑا۔

۲ ۔حدیث تیمّم جب آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی ۔عمارؓ بن یاسر نے اپنا قصہ سنایا، تو اس پر یقین نہ آیا ۔صحیح بخاری۔صفحہ ۵۰ ۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۸ ۔صحیح مسلم صفحہ ۱۶۱ ۔عینی، نووی، ترمذی نے کہا ہے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا ہے ۔

(عن ابی ذرّ : ان رسو ل الله قا ل : انّ الصعید الطیّب طهور المسلم، و ان لم یجد الماء عشر سنین ۔ فا ذا و جد الماء فلیمِسّه بشر ته، فا نّ ذا لك خیر۔

قا ل ابو عیسی : هذا حد یث حسن (صحیح)

و هو قو ل عامّ الفقهاء : ان الجنب و الحا ئض اذا لم یجد الماء تیمّما و صلّیا ۔ و یروی عن ابن مسعود : انه کا ن لا یر ی التیمم للجنب، و ان لم یجد الماء ۔ و یروی عنه : انه رجع عن قو له فقا ل : یتمم اذا لم یجد الماء ۔ سنن ترمذی حدیث نمبر ۱۲۴)

۳ ۔ حد یث مہر مفو ضہ (جس کی تشریح نمبر ۲ مخفیات علیؓ میں ہو چکی) آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی ۔اس میں اپنی رائے سے فتوی دیا ۔ جب حدیث پہنچی تو بڑے خوش ہوئے ۔ نسائی ابو دا وٗد کی روایت میں ہے کہ اس مسئلہ میں لوگوں نے ایک مہینہ تقا ضا کیا آپ کچھ جواب نہ دیتے ۔آخر اجتہاد کیا تو یہ فتوی دیا۔

۴ ۔سنت فجر کے بعد دائیں کر وٹ لیٹ جا نا جو آنحضرت ﷺ کے قول فعل سے ثا بت ہے آپ پر مخفی تھا ۔اس لئے آپ اس فعل پر انکار کر تے اور اس کو بدعت کہتے ۔فعل آنحضرت ﷺ صحیح بخاری میں ہے (حدثنی ابو ا لا سود عن عروة بن الز بیر ، عن عا ئشة قا لت : کا ن النبی ﷺ اذا صلّی ر کعتی الفجر ا ضطجع علی شقّه ا لا یمن ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۱۶۰

عن الز هری قا ل : ا خبر نی عروة الز بیر انّ عا ئشة قا لت : کا ن رسو ل الله ﷺ اذا سکت المؤذّن با لا و لی من صلاة الفجر قا م فر کع ر کعتین خفیفتین قبل صلاة الفجر بعد ان یستبین الفجر ثم ا ضطجع علی شقّه ا لا یمن حتی یأتیه الموذن للا قا مة ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۲۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس باب میں آپ کا ارشاد ابو داؤد صفحہ ۱۷۸ میں اور ابن مسعودؓ کا انکار قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۳۷۶ میں ہے۔ بدعت کہنا عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے۔ حافظ امام رئیس الاسلام ابن حزمؒ نے اس فعل کو بفحوائے ظاہر امر نبوی کے واجب کہا ہے اور قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ انکار ابن مسعودؓ اس پر محمول ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کا ارشاد نہیں پہنچا۔

۵۔ آخری حرمت متعہ کی حدیث آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ اس کو حلال طیب کہتے تھے۔ اور منع کرنے والوں کو یہ آیت پڑھ کر سناتے

یا ایھا الذین آ منوا لا تحر موا طیبا ت ما ا حل الله لکم۔

(اے ایمان والو! اللہ کے حلال طیب کو حرام مت کرو)۔

حدیث صحیح مسلم مع الشرح صفحہ ۴۵۱ میں ہے۔ اور قول حضرت ابن مسعودؓ کا صحیح بخاری میں صفحہ ۶۶۴، و ۷۵۹ میں ہے۔ قرطبی، نووی، قسطلانی نے کہا ہے کہ ابن مسعودؓ کے آیت پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو حلال جانتے اور نسخ سے بے خبر تھے۔ پھر جب ان کو نسخ پہنچا تو اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

ضمیمہ نمبر نہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۹ مارچ ۱۹۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری)۔

مخفیات عبداللہؓ بن عمرؓ

(جو اتباع سنت پر ایسے شیدا ہوئے کہ لوگ ان پر تغیر عقل کا خوف کرنے لگے۔ قال الذہبی فی طبقات الحفاظ)

۱۔ حدیث مسح موزہ آپ پر مخفی تھی۔ آپ نے سعد کو مسح کرتے دیکھا تو اس پر انکار کیا پس انہوں نے کہا کہ مدینہ جاؤ گے تو اپنے باپ سے پوچھنا۔ ابن ماجہ صفحہ ۷۷۔ موطا صفحہ ۱۲۔ زرقانی صفحہ ۷۳۔ محلی شرح موطا۔ زرقانی اور صاحب محلی نے کہا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی بڑے پرانے اصحاب پر ایسی کھلی باتیں مخفی رہتی ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کو اور لوگ جانتے ہیں۔

۲۔ حدیث مہر مفوضہ معلوم نہ تھی۔ بشرح نمبر۲ مخفیات علیؓ۔ جامع ترمذی صفحہ ۱۴۶۔ عبارت بھی گذر چکی ترجمہ بھی ہو چکا۔

۳۔ حدیث فضیلت نماز جنازہ جس میں قیراط کی برابر فرمایا ہے آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے سنائی تو آپ نے متہم بسہو کیا۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا اور انہوں نے تصدیق کیا تو آپ نے مان لیا اور افسوس کیا۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۷۷۔ قسطلانی جلد۲ صفحہ ۴۸۳۔ مسلم مع الشرح صفحہ ۳۰۷۔ یہ حدیث نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے بھی روایت کی ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ اس میں صحابہ کی رغبت طاعات میں افسوس اس پر جوان سے رہ جاوے، پایا جاتا ہے۔

۴۔ حدیث جواز غسل عورت کے بدون بال کھولے، آپ کو معلوم نہ تھی۔ اس لئے آپ حکم دیتے کہ عورت بال کھول کر نہائے۔ بی بی عائشہؓ نے فرمایا کہ یوں کیوں نہیں کہہ دیتا کہ عورتیں سر کو منڈا دیں۔ میں تو آنحضرت ﷺ کے سامنے سر پر تین چلو ڈال لیتی تھی (یعنی بدون بال کھولنے کے)۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۵۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷۔ حجۃ اللہ البالغہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ حضرت ابن عمرؓ کو نہ پہنچی تھی امام نوویؒ نے بھی نہ پہنچنا تجویز کیا ہے۔

۵۔ آنحضرت ﷺ کا خوش بو لگانا قبل احرام آپ کو معلوم نہ تھا اس لئے آپ فرماتے کہ میں گندتک مل لوں تو بہتر ہے اس سے کہ خوش بو ملوں۔ بخاری صفحہ ۲۰۸۔ مسلم صفحہ ۳۷۹۔ قسطلانی جلد۳ صفحہ ۱۲۱۔ نسائی صفحہ ۲۴۳۔ بخاری وقسطلانی میں ہے کہ سعید بن جبیر نے ابراہیم نخعیؒ کے ابن عمرؓ کا پرہیز کرنا خوش بو سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ تو کیا کرے گا قول ابن عمرؓ کو جب کہ فعل رسول اس کے خلاف ثابت ہے۔

(عن عائشہ زوج النبی ﷺ قالت: کنت اطیّب رسول اللہ ﷺ لاحرامہ حین یحرم ولِحِلّہ قبل ان یطوف بالبیت۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵۳۹

عن سعید بن جبیر قال کان ابن عمر یدّھن بالزیت، فذکرتہ لابراھیم۔ فقال: ما تصنع بقولہ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵۳۷

اخبرنا حمید بن مسعدۃ عن بشرٍ۔ یعنی ابن المفضّل۔ قال: حدثنا شعبۃ عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراهيم بن محمد بن المنتشِر ، عن ابيه قا ل :

سألت ابن عمر عن الطِّيبِ عندا لا حرا م ، فقا ل : لان اطلّى بالقطِرا ن احبّ اليّ من ذلك ۔ فذكر ت ذلك لعا ئشة فقا لت :

ير حم الله ابا عبد الر حمن ، لقد كنت اطيِّب رسو ل الله ﷺ فيطو ف فى نسا ئه ، ثم يصبح ينضح طَيباً ۔سنن نسائی حدیث نمبر ۲۷۰۵)

۶ ۔حدیث جواز رخصت حائضہ بدون طواف وداع (جس کی شرح نمبر۴ مخفیات عمر میں گذری) آپؓ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنی ۔اس لئے پہلے آپ منع کرتے جب بی بی عائشہؓ سے حدیث سن لی تو جائز کہنے لگے ۔ بخاری صفحہ ۲۳۷ ۔شرح مسلم صفحہ ۴۲۷ ۔قسطلانی جلد۳ صفحہ ۲۸۹ ۔نسائی ۔طحاوی ۔قسطلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے نہیں سنا ۔ پھر نسائی وطحاوی سے اس کی تائید لایا ہے جس میں ان کا حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث نقل کرنا پایا جاتا ہے ۔

۷ ۔ایک روپئہ سے دو روپئہ کی بیع کی ممانعت کی حدیث آپ نے حضرت سے نہ سنی تھی اس لئے آپ اس کو جائز کہتے ۔صحیح مسلم مع شرح جلد۲ صفحہ ۲۷ ۔نووی ؒ نے کہا ہے کہ حدیث ممانعت کی آپ کو نہ پہنچی تھی جب پہنچی تو اس کی طرف رجوع کیا ۔

۸ ۔آنحضرت ﷺ کا نماز اشراق پڑھنا آپ کو معلوم نہ تھا اس لئے آپ اس کی نفی کرتے اور اس کو بدعت بتلاتے ۔صحیح بخاری صفحہ ۱۵۷ ۔و ۲۳۸

عن مجا هد قا ل : د خلت انا و عروة بن الز بير المسجد فا ذا عبد الله بن عمر جا لس الى حجرة عا ئشة، و اذا انا س يصلّو ن فى المسجدِ صلاة الضحى، قا ل فسألناه عن صلا تهم۔ فقا ل : بد عة الحد يث ۔ بخاری حدیث نمبر ۱۱۷۵)۔مسلم صفحہ ۴۰۹ ۔قسطلانی جلد۲ صفحہ ۳۸۲ ۔عینیؒ نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے نہ دیکھنے سے واقع میں نہ پڑھنا آنحضرت ﷺ کا ثابت نہیں ہوتا ۔

۹ ۔آنحضرت ﷺ کا ماہ رجب میں عمرہ نہ کرنا آپ کی یاد سے جاتا رہا ۔اس لئے آپ فرماتے کہ آنحضرت ﷺ نے رجب میں عمرہ کیا ہے ۔بی بی عائشہؓ نے اس پر انکار کیا تو آپ چپ رہے ۔ بخاری صفحہ ۲۳۹ ۔مسلم صفحہ ۴۰۹ ۔قسطلانی جلد۳ صفحہ ۳۰۰ ۔روایت سکوت ابن عمرؓ، مسلم میں ہے ۔نوویؒ نے کہا ہے کہ ان کے سکوت سے معلوم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا کہ آپ کو اشتباہ یا شک یا سہو ہو گیا تھا۔

(عن مجا ھد قا ل : د خلت انا و عروة بن الز بیر المسجد فا ذا عبد الله بن عمر جا لس الی حجرة عا ئشة، و اذا انا س یصلّو ن فی المسجدِ صلاة الضحی، قا ل فسألناه عن صلا تهم۔ فقا ل : بد عة ۔ ثم قا ل له : کمِ اعتمر النّبی ﷺ ؟ قا ل ار بع، ا حدا ھن فی رجبٍ، فکر ھنا ان نردّ علیه

قا ل : و سمعنا استِنا ن عا ئشة ام المو منین فی الحجرة، فقا ل عروة : یا امّا ه ، ا لا تسمعین ما یقو ل ابو عبد الر حمن ؟ قا لت عا ئشة : ما یقول ۔ قا ل یقول : انّ رسو ل الله ﷺ اعتمر ار بع عمرا تٍ ا حدا ھنّ فی ر جب ۔ قا لت : یر حم الله ابا عبد الر حمن ، ما اعتمر عمرةً ا لّا و ھو شا ھده ، و ما اعتمر فی ر جب قطّ۔

حد ثنا ابو عا صم : ا خبر نا ابن جر یج قا ل : ا خبر نی عطاء عن عروة بن الز بیر قا ل : سألت عا ئشة قا لت : ما اعتمر رسو ل الله فی ر جب ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷)

۱۰۔ حدیث تیمّم جب آپ پر مخفی تھی ۔ رفع الملام ، جس کی عبارت بضمن مقدمہ صفحہ ۱۱ بواسطہ ایقاف گذری ۔ دوبارہ ذکر اس کا بنظر اتمام نمبر شمار کے ہوا۔

مخفیات ابو ہریرہؓ

(جو حافظہ کے خزانہ تھے اور تمام اصحاب کرام سے بڑھ کر حدیث کی روایت کرنے والے)

۱۔ آنحضرت ﷺ کا بحالت صیام فجر تک جنبی رہنا آپ پر مخفی تھا اس لئے آپ حکم دیتے کہ جس کو جنبی رہ کر فجر ہو جائے اس کا روزہ نہیں ۔صحیح بخاری صفحہ ۲۵۸ ۔ صحیح مسلم صفحہ ۳۵۴ ۔قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۴۱۸ ۔موطا صفحہ ۸۷ ۔نوویؒ وقسطلانیؒ نے کہا ہے جب حضرت ابو ہریرہؓ کو حدیث پہنچی تو اپنے قول کو چھوڑ دیا۔

۲۔ حدیث مسح موزہ آپ پر مخفی تھی ۔ اس لئے آپ کا اس سے انکار تھا ۔ جب حدیث پہنچی تو قائل ہو گئے ۔محلی شرح موطا ۔اس میں اقرار وانکار دونوں منقول ہیں ۔

۳۔ حدیث لا عدوی یعنی مرض سے مرض لگ نہیں جاتا ۔آپ کو بعد علم بھول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے ۔صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۲۳۰۔سنن ابوداؤد جلد۲ صفحہ ۱۹۰۔ابوسلمہ شاگرد ابو ہریرہؓ نے کہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سوا اس کے اور کوئی حدیث بھولے ہوں۔

مخفیات عائشہ صدیقہؓ حرم رسول اللہ ﷺ

۱۔ آنحضرت ﷺ کا موزہ پر مسح کرنا آپ کو معلوم نہ تھا۔شریحؒ نے پوچھا تو آپؓ نے اس کو علیؓ وابن عباسؓ کی طرف بھیجا۔صحیح مسلم صفحہ ۱۳۵۔سنن ابن ماجہ صفحہ ۷۸۔نسائی صفحہ ۱۳۔محلی شرح موطا۔محلی میں ہے کہ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ آپؓ نے فرمایا مجھے اس کا علم نہیں۔

۲۔آنحضرت ﷺ کا ایک موقع پر بحالت قیام پیشاب کرنا آپ کو معلوم نہ تھا۔آپ فرماتیں کہ جو کوئی تم کو یہ بات کہے اس کی مت مانو۔ترمذی صفحہ ۳۔اور فعل آنحضرت ﷺ کا صحیح بخاری صفحہ ۳۶ میں ہے۔ابن حبانؒ نے کہا کہ وہ موقع ایسا تھا کہ اس جگہ ایک تو دہ میلے کا تھا آگے سے اونچا پیچھے سے نیچا۔بیٹھنے کی وہاں جگہ نہ تھی۔اور کہتے ہیں اور کوئی عذر بھی نہ تھا۔

۳۔یہ حدیث کہ میت کو گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔آپ نے آنحضرت ﷺ سے نہ سنی تھی اس لئے آپ حضرت عمرؓ راوی حدیث کو منسوب بخطا کرتیں۔صحیح بخاری صفحہ ۱۷۲ وغیرہ۔میت کو دوسرے کے رونے سے عذاب تب ہوتا ہے جب کہ وہ یہ طریقہ جاری کر گیا ہو اور اس کو پسند رکھتا مرا۔

مخفیات زیدؓ بن ثابت

۱۔ حدیث جواز رخصت حائضہ بدون طواف رخصت آپ کو معلوم نہ تھی اس لئے آپ حکم دیتے کہ بدون طواف وہ عورت نہ جاوے۔صحیح بخاری صفحہ ۲۳۷۔صحیح مسلم صفحہ ۴۲۷۔صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آپ کے اس مسئلہ میں بحث ہوئی جب آپ کو تصدیق ہوئی تو ان کی بات کو مان گئے۔

۲۔مہر مفوضہ کی حدیث بشرح نمبر۲ مخفیات علیؓ۔سنن ترمذی صفحہ ۱۴۶۔عبارت اس کی گذر چکی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخفیات ابوموسی اشعریؓ

۱۔ پوتی کا حصہ بیٹی کے ساتھ آپ کو معلوم نہ تھا اس میں حدیث کے خلاف فتوی دیا ابن مسعودؓ کی حدیث پہنچی تو بولے اس کے ہوتے مجھ سے فتوی نہ پوچھا کرو۔ صحیح بخاری۔صفحہ ۹۹۷۔قسطلانی جلد ۹ ص ۴۷۵۔قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ قول ابوموسیٰؓ اس بات کی طرف مشعر ہے کہ انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور اس حدیث کو ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔

۲۔ حدیث بول بحالت قیام آپ کو معلوم نہ تھی۔اس لئے آپ چھینٹوں کے خوف سے شیشے میں پیشاب کرتے۔صحیح بخاری صفحہ ۳۶۔اگر حدیث جانتے تو یہ تکلف نہ کرتے اس لئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ذرہ ذرہ چھینٹیں اگر بدن پر پڑ جاویں تو معاف ہیں چنانچہ علامہ عینی وقسطلانی نے کہا ہے۔

مخفیات مسور بن مخرمہؓ

۱۔آپ پر محرم کا سر کو دھونا مخفی تھا ابن عباسؓ نے اس مسئلہ جھگڑے جب حدیث ملی تو قائل ہو گئے۔صحیح بخاری صفحہ ۲۴۸۔موطا صفحہ ۱۲۵۔قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۳۵۷۔قسطلانیؒ نے کہا کہ جب حضرت مسورؓ کو حدیث ایوب پہنچی تو حضرت ابن عباسؓ سے کہنے لگے کہ پھر میں تم سے کبھی نہ جھگڑوں گا۔

ذبابۃ المقصد الاول

جس میں بعض مخفیات تابعین وآئمہ مجتہدین کا طرداً وتبعاً ذکر ہے۔

عروہؒ بن الزبیرؓ

۲۔آپ پر صلوۃ الکسوف کی ایک رکعت میں ایک رکوع کرنے کی حدیث مخفی تھی اس لئے انہوں نے اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کی نماز کو جس میں ایک ایک رکوع تھا خلاف سنت کہا۔بخاری صفحہ ۱۴۲۔صلوۃ الکسوف کی نماز میں ایک ایک رکعت میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ایک رکوع بھی ثابت ہے اور دو دو تین تین چار چار پانچ پانچ بھی پائے گئے ہیں۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمانؓ

۳۔آپ پر سجدہ سورۃ انشقت کا مخفی تھا۔حضرت ابو ہریرہؓ کو کرتے دیکھا تو اس پر انکار کیا۔ بخاری صفحہ ۱۴۶۔قسطلانیؒ نے کہا ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ نے حدیث سنائی تو پھر آپ نے کچھ جھگڑا نہ کیا۔

عکرمہ تلمیذ ابن عباسؓ

۴۔آپ پر سنت عدد تکبیرات نماز جو رکوع وسجود وقیام کے وقت ہوتے ہیں مخفی تھی۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ کو مکہ میں تکبیرین کہتے دیکھا تو ان کو احمق بنایا۔پس ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ تو سنت ہے۔ بخاری صفحہ ۱۰۸۔ابو ہریرہؓ کا نام اس قصہ میں طحطاوی نے ذکر کیا ہے اور قسطلانی نے نیز۔

ضمیمہ نمبر دہم۔اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۶ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

مخفیات سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ

آپ پر جواز خوش بولگانے کا بعد کنکر مارنے جمرۃ العقبی کے مخفی تھا۔ ولید نے پوچھا تو اس کو منع کیا۔فتوی سالمؒ موطا صفحہ ۱۲۷ میں ہے۔اور آنحضرت ﷺ کا خوش بولگانا بخاری صفحہ ۲۳۶ میں ہے۔قسطلانیؒ نے کہا کہ نسائی کی حدیث میں ہے کہ جب تم کنکر مار چکو تو تم کو سوائے مجامعت سب کچھ حلال ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخفیات عبید بن جریج

آپ پر چار سنتیں آنحضرت ﷺ کی مخفی تھیں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کو کرتے دیکھا تو ان پر انکار کیا

۱۔ رکن یمانی و حجر اسود کو خاص کر مس کرنا یا بوسہ دینا۔

۲۔ بالوں سے صاف چمڑے کا جوتا پہننا۔

۳۔ زردی کا خضاب کرنا۔

۴۔ آٹھویں تاریخ حج کا احرام باندھنا۔ بخاری صفحہ ۲۸ وغیرہ۔ موطا صفحہ ۱۲۸۔ ابن عمرؓ نے یہ چاروں فعل آنحضرت ﷺ کی طرف نسبت کئے۔ اور اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ بھی لائے ہیں۔

مخفیات ہندؓ بنت الحارثؓ

اس پر حدیث مستحاضہ کی چھپی رہی اس لئے بوقت استحاضہ نماز نہ پڑھتی اور روتی رہتی۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷۔ صحیح مسلم صفحہ ۱۵۱۔ (استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں کہ عورتوں کو بدون مقررہ ایام حیض و نفاس کے مرض کے طور پر جاری رہتا ہے)۔

مخفیات ضحاکؒ بن قیس

آپ پر آنحضرت ﷺ کا تمتع کے واسطے ارشاد مخفی تھا اسلئے کہ آپ کہتے تھے کہ یہ کام وہ شخص کرتا ہے جو حکم الٰہی سے جاہل ہوتا ہے۔ قول آپ کا موطا صفحہ ۱۳۳ میں ہے۔ اور ارشاد و پسند کرنا آنحضرت ﷺ کا تمتع کو صحیح بخاری صفحہ ۲۱۳ مسلم صفحہ ۳۹۶۔ سعد نے حضرت ضحاکؒ کو کہا کہ تم جو کہتے ہو برا کہتے ہو۔ یہ کام حضرت ﷺ نے کیا اور ہم نے بھی آپکے ساتھ۔

مخفیات ابراہیم نخعیؒ

ان پر سنت فجر کے بعد لیٹ جانے کی حدیث مخفی تھی اس لئے اس کو شیطان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا لیٹنا کہتے تھے نعو ذ باللہ ۔قسطلانی جلد۲ صفحہ ۳۷۶ ۔عینی بر ہامش بخاری صفحہ ۱۵۵ ۔قسطلانیؒ نے کہا کہ اس کا اس فعل کو شیطان کا لیٹنا کہنا اس پر محمول ہے کہ اس کو حدیث نہیں پہنچی (ورنہ فعل رسول کو عمداً فعل شیطان کہنے سے ایمان کہاں رہتا ہے)

مخفیات امام دارالہجرہ مالک بن انس

(جن کو آنحضرت ﷺ کے آثار واخبار بواسطہ اولا دمہاجرین وانصار پہنچے اور وہ دین کے گھر میں نشو ونما پائے)

۱۔ چھ روزہ شوال کی حدیث آپ کو معلوم نہ تھی آپ ان کو اہل جہالت واہل جفا کی زیادتی کہتے ۔قول آپ کا موطا صفحہ ۹۸ میں ہے ۔اور حدیث صحیح مسلم صفحہ ۳۶۹ اور زرقانی شرح موطا جلد۲ صفحہ ۱۲۷ میں ہے ۔زرقانیؒ نے کہا ہے کہ آپ کو حدیث نہیں پہنچی ۔

۲۔ اکیلے جمعہ دن روزہ رکھنے کی ممانعت میں جو حدیث وارد ہے آپ کو نہیں پہنچی ۔آپ صاف کہتے تھے کہ ہم نے کسی سے اس کی ممانعت نہیں سنی بلکہ بعض اہل علم کو روزہ رکھتے دیکھا ہے ۔قول آپ کا موطا صفحہ ۹۸ میں ہے اور حدیث ممانعت بخاری صفحہ ۲۶۶ ،اور مسلم صفحہ ۳۶۱ میں ہے ۔نوویؒ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ معذور تھے اس لئے کہ ان کو حدیث نہیں پہنچی ۔داؤدی مالکی نے کہا ہے کہ اگر یہ حدیث امام مالکؒ کو پہنچتی ، وہ اس کا خلاف نہ کرتے ۔ایسا ہی کہا ہے زرقانیؒ نے شرح موطا میں ۔

۳۔ محرم کے واسطے بحالت ناموجودگی تہ بند کے پاجامہ کی اجازت میں جو حدیث میں ہو چکی ہے آپ کو معلوم نہ تھی ۔آپ فرماتے ہم نے کسی سے نہیں سنا کہ اس کے لئے اجازت یا استثنا آئی ہو ۔آپ کا قول موطا صفحہ ۱۲۶ میں ہے اور حدیث اجازت بخاری میں صفحہ ۲۴۹ ،اور مسلم صفحہ ۳۷۳ پر ہے ۔محلی شرح موطا اور قسطلانی میں ہے کہ یہ حدیث امام مالکؒ کو نہیں پہنچی ۔

۴۔ گیہوں اور جو کے بیع میں کمی بیشی جائز ہونے کی حدیث آپ کو معلوم نہیں ہوئی ۔اس لئے آپ ان میں کمی بیشی جائز نہ کہتے اور ان کو ایک جنس سمجھتے ۔قول آپ کا موطا صفحہ ۲۶۶ میں ہے اور حدیث جواز صحیح مسلم مع الشرح صفحہ ۲۵، ۲۶ جلد۲ ،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن ابی داؤد جلد۲ صفحہ ۱۲۰، نسائی جلد۲ صفحہ ۱۶۲۔ اس قول کے صریح حدیث کے مخالف ہونے سے بعض اہل ظاہر نے جوش مذہبی اور حمیت دینی سے امام مالکؒ کو برا بھی کہا ہے۔ چنانچہ زرقانیؒ نے شرح موطا میں اس سے نقل کیا ہے

القط افقه من ما لك فا نه اذا ر ميت له لقمتا ن احد هما شعير فا نه يذ هب عنها و يقبل على لقمة البر

(ترجمہ:۔ القط، امام مالک سے زیادہ سمجھ دار ہے کیونکہ جب اس کو دو لقمے پھینک دو جن میں ایک جو کی روٹی کا ہو، تو وہ اس کو چھوڑ کر گیہوں کے ٹکڑے کی طرف جائے گی)

اور عبدالحمید صائغ سے نقل کیا ہے:

انه حلف با لمشى الى مكه ليخا لفن ما لكاً فى المسئله

(اس نے قسم کھائی ہے کہ میں امام مالک کے اس مسئلہ میں مخالفت کرونگا ورنہ کعبہ تک چلتا جاؤنگا۔ (زرقانی جلد۲ ص۱۲۴)۔

راقم کہتا ہے میں نے وہ مخفیات امام مالکؒ کے ذکر کئے ہیں جن کا مخفی رہنا ان پر ان کے اقوال سے ثابت ہے۔ رہے وہ مخفیات جو ان کے عمل وخلاف نصوص کرنے سے ہوتے ہیں، سو بہت ہیں۔ ازانجملہ مدت مسیح موزہ۔ ازانجملہ نہی صیام دہر، ازانجملہ حدیث نہی خوش بولگانے کی محرم متوفی کو۔ ازانجملہ حدیث صعب بن جثامہ جس میں یہ ذکر ہے کہ اس نے گوشت کا ٹکڑا آنحضرت ﷺ کی طرف پھینکا نہ یہ کہ وہ زندہ جانور تھا۔ ولیکن ان کی تفصیل ذکر وحوالہ سے ہم قلم کو روکتے ہیں اور تفصیل سابق پر اکتفا کرتے ہیں۔

مخفیات امام محمد بن ادریس شافعیؒ

(ان کو کوئی احادیث اصلاً نہیں پہنچی۔ اور کئی بسند صحیح نہیں پہنچیں، اگرچہ بسند ضعیف پہنچ گئیں)

۱۔ حدیث صلوۃ الخوف جس میں یہ ارشاد ہے کہ رکعت اولی صف ثانی کی محافظت کرے آپ پر مخفی تھی۔ آپ فرماتے صف اول رکعت اولی میں محافظت کرے۔ اس لئے اجلہ شافعیہ نے اس مسئلہ میں اتباع شافعی کا چھوڑ دیا ہے اور صاف کہہ دیا ہے کہ امام شافعی کو یہ حدیث نہیں پہنچی، یا وہ بھول گئے۔ (دراسات اللبیب فی الاسوۃ الحسنۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالحبیب ص ۲۹۴۔ اور حدیث صلوۃ الخوف صحیح مسلم صفحہ ۲۷۸)۔

شرح عمدہ میں ابن دقیق العیدؒ نے کہا ہے کہ غزالیؒ نے کتاب وسیط میں شافعی کا اس مسئلہ میں اتباع کیا ہے ولیکن ان کی طرف سے عذر بھی کیا گیا ہے کہ بوقت وسیط ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی۔

۲۔ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہننے کی ممانعت کی حدیث آپ کو معلوم نہ ہوئی۔ اس لئے آپ اس کو جائز بتلاتے۔ ان کی اتباع سے بیہقیؒ وغیرہ نے ان کا خلاف کیا اور کہا اگر شافعی کو یہ حدیث پہنچتی تو وہ بھی اس کے قائل ہو جاتے (عقد الجید از شاہ ولی اللہ ص ۱۰۱۔ شرح مسلم جلد ۲ ص ۱۹۳)۔

بیہقیؒ نے شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے اس کی ممانعت میں آنحضرت ﷺ کی کوئی حدیث نہیں پائی بجز اس کے کہ حضرت علیؓ نے کہا ہے کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے منع کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہیں بھی منع کیا ہے۔

۳۔ حدیث بریدہ جو مسلم میں اوقات صلوۃ میں مروی ہے آپ کو سند صحیح سے نہیں پہنچی اس لئے آپ اس میں متوقف رہے۔ جب اورونکو اس کی صحت ثابت ہوئی تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کیا۔ (عقد الجید، از شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۱۰۱)۔ حدیث بریدہ مسلم میں بصفحہ ۲۲۳ ہے

۴۔ حدیث بروع بنت واشق جس کا ذکر نمبر ۲ مخفیات علیؓ میں گذرا، آپ کو بسند صحیح نہیں پہنچی۔ اس لئے آپ اس میں کہتے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو جاوے تو اس کے سامنے کسی کی بات پر کچھ سند نہیں (عقد الجید۔ صفحہ ۱۰۰۔ منہن شعرانی۔ میزان شعرانی۔ صفحہ ۶۲)۔

عقد الجید میں حاکمؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں شافعی کے پاس حاضر ہوتا تو اس کے ساتھیوں کے سر پر کھڑا ہو کر کہتا کہ حدیث صحیح ہو چکی ہے اب آپ اس کے قائل ہو۔

۵۔ حدیث صلوۃ مستحاضہ جس کا ذکر ہند بنت الحارث کے ذیل میں گذرا ہے بہ سند صحیح آپ کو نہیں پہنچی اس لئے آپ فرماتے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو جائے تو میں اس کا قائل ہوں اور یہ ہم کو قیاس سے پیاری ہے۔ (دراسات اللبیب صفحہ ۷۲۔ منہج شعرانی۔ میزان شعرانی صفحہ ۶۶)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخفیات امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؒ

۱۔حدیث، من مسّ ذکرہ فلیو ضأ (یعنی جو اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگاوے وہ پھر وضو کرے) آپ پر مخفی تھی اس لئے آپ شرم گاہ کو ہاتھ لگ جانے سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہ تھے۔حدیث ترمذی صفحہ ۱۳، ابوداؤد صفحہ ۲۲ وغیرہ میں ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ کا مذہب کتب فقہ اور موطا محمد صفحہ ۴ میں ہے۔شعرانیؒ نے میزان میں کہا کہ اگر امام ابو حنیفہؒ یہ حدیث پاتے تو اس کے قائل ہو جاتے اور اس کو اہل عافیت پر محمول کرتے۔

۲۔حدیث:اذا جاء احد کم یو م الجمعة و الا ما م یخطب فلیرکع رکعتین و لیتجوز فیھما۔

(یعنی جب کوئی تم میں سے جمعہ کے دن اس حالت میں آوے کہ امام خطبہ پڑھ رہا ہے تو دو رکعتیں مختصر سی پڑھ لیں)

آپ پر مخفی تھی۔آپ کہتے جب امام نکل آوے تو پھر کوئی نماز نہیں۔حدیث صحیح مسلم صفحہ ۲۸۷ میں ہے اور آپ کا قول ہدایہ صفحہ ۱۵۱ وغیرہ کتب فقہ میں ہے۔امام نوویؒ نے شرح مسلم میں کہا ہے:

لا اظن عالماً یبلغه هذا اللفظ صحیحاً فیخالفه

(یعنی میں گمان نہیں کرتا کہ کسی عالم کو یہ لفظ صحیح ہو کر پہنچیں تو پھر وہ اس کا خلاف کرے)

دراسات میں کہا ہے کہ نہ پہنچنے کے لفظ سے ابوحنیفہؒ وغیرہ کی طرف سے عذر بیان کیا ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں پہنچی چنانچہ قبل اس کے ذکر ابوحنیفہؒ وغیرہ اور ان کے خلاف کا اس میں ہوا ہے۔

۳۔آنحضرت ﷺ کا استسقاء یعنی طلب بارش کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا اور چادر کو الٹانا آپ کو معلوم نہیں ہوا۔اس لئے آپ کہتے کہ اس میں کوئی نماز نہیں ہے اور نہ چادر کا الٹانا۔صرف دعا ہے۔

حدیث نماز استسقاء صحیح مسلم میں صفحہ ۲۹۳، بخاری صفحہ ۱۳۹ پر ہے اور مذہب امام کا ہدایہ صفحہ ۱۵۶، وموطا محمد صفحہ ۴۴ وغیرہ میں ہے۔

امام قسطلانیؒ نے شرح بخاری کے صفحہ ۲۷۸ میں بعد ذکر اس موقع کے جس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آنحضرت ﷺ نے فقط دعا پر اکتفا فرمایا ہے، کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث سے تمسک کیا ہے اور کہا ہے کہ استسقاء میں نہ نماز ہے نہ چادر الٹانا:

و لعله لم يبلغه الا حاديث المصرحة بذلك

(یعنی شائد آپ کو وہ حدیثیں نہیں پہنچیں جن میں صاف نماز و چادر الٹانے کا بیان ہے)۔

ضمیمہ نمبر یازدہم ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۳ مارچ ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۴ ۔ سجدہ شکر آنحضرت ﷺ سے حدیث میں ثابت ہے آپ اس کو مکروہ بتلاتے ۔ حدیث آپ کو معلوم ہوتی تو یہ لفظ نہ کہتے ۔ مکروہ کہنے کی وجہ آپکے مختاروں (وکیلوں) نے یہ بیان کی ہے کہ نعمتیں الٰہی بے شمار ہیں پس کس کس نعمت کے شکر کی تکلیف لوگوں پر ڈالیں ۔

احادیث سجدہ مشکوۃ صفحہ ۱۲۳ میں ہیں ۔ اور آپ کا قول اور آپ کے وکیلوں کے استدلال حاشیہ پر ۔ یہ وجہ استدلال ایسی ہے جس کو کوئی ادبی ذی علم بھی نہ مانے ۔ یہ بزرگوار اتنا نہیں سمجھے کہ سنت میں تکلیف کہاں ہوتی ہے ۔ باوجود وعدہ ثواب اس کے فعل اور اس کے ترک کا مکلّف مختار ہوتا ہے ۔ علاوہ مشہور ہے ما لا يدرك كله لا يترك كله یعنی جو سبھی ہاتھ میں نہ آوے وہ سبھی چھوڑا نہ جاوے ۔

۵ ۔ حدیث رفع الیدین (جو آج کل متنازع فیہ ہے جس کی صحت آپ کے پیچھے متفق علیہ ہوگئی ہے) آپ کو بسند صحیح نہیں پہنچی ۔ اس لئے جب آپ کے پاس کسی نے حدیث رفع یدین (جس کی سند پر آپ کو اعتماد و وثوق نہ ہوا) پیش کی تو آپ اس پر بطور ظرافت معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ فعل کرنے والا گویا اڑنا چاہتا ہے (یعنی ہاتھ مارتا ہے کہیں اڑے گا) حدیث صحاح ستہ وغیرہ میں ہے اور آپ کا یہ طعن و انکار ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ذکر کیا ہے اور اس کو خوارزمی اپنی مسند میں (جس کو حنفیہ اپنے دل کی تسکین کیلئے مسند ابوحنیفہ کہتے ہیں) نیز لایا ہے، پیش نہ کرتے هو الظن الحسن بجنا به

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند خوازمی کو مسند ابوحنیفہؒ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی کتاب زلیخا میں شیخ سعدی کا کوئی قول منقول دیکھ کر کہدے: چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔

یا کسی حدیث کی کتاب میں کسی صحابی کی مسندات و مرویات کو دیکھ کر اس کتاب کو اس صحابی کی تصنیف کہنے لگے کما قا له الشیخ عبد العزیز الد هلوی فی البستا ن۔ ص۳۰۔

۶۔ حدیث تقسیم غنیمت جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گھوڑے کے دو حصے دیئے اور اس کے سوار کا ایک حصہ بسند صحیح امام کو نہیں پہنچی اس لئے آپ نے اس کو خلاف عقل سمجھ کر نہیں مانا اور کہا کہ میں گھوڑے چار پایہ کو مسلمان پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور اگر حدیث صحیح سند سے پہنچ جاتی تو کبھی اس کے سامنے ایسا نہ کہتے۔

حدیث قسمت صحیح بخاری صفحہ ۴۰۱ میں ہے اور صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۹۲ میں، اور قول امام، قسطلانی جلد۵ صفحہ ۸۶ اور تاریخ بغداد میں جس کی نقل مسند خوارزمی میں ہے۔ وکلاء حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کا اس مسئلہ میں یہ تمسک بیان کیا ہے

للفارس سهما ن و للر جل سهم

قسطلانیؒ نے اس حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ گھوڑے کے سبب سے سوار کے دو حصے ہیں۔ سوائے اس حصہ کے جو اس کی ذات کے لئے ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں صاف آچکا ہے کہ گھوڑے کے دو حصے اور آدمی کا ایک، تو سوار کے لئے تین ہوئے۔ اگر یہ حدیث امام کو پہنچتی تو ضرور اس حدیث کو جوان کی طرف سے ان کے وکیل پیش کرتے ہیں اس کے تابع کرتے ہیں اور اس کے سامنے قیاس پیش نہ کرتے۔

۷۔ حدیث خرص تمر یعنی کھجوروں کے پھلوں کا زکوۃ لینے کے واسطے اندازہ کرنا کہ کس قدر ہیں۔ پھر ایک تہائی یا چوتھائی چھوڑ کر اس کا معاملہ لینا جیسے ہندوستان میں معاملہ زمین میں قدیم رواج تھا، آپ پر مخفی تھا اس لئے امام فرماتے کہ خرص کچھ چیز نہیں۔ اور آپ کے وکیلوں نے تو اس کو سود و قمار ہی میں داخل کر دیا اگر آپ کو حدیث آنحضرت ﷺ پہنچتی تو اس کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے اور نہ وکیلوں کو اس جرأت کی ضرورت پڑتی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث خرص سنن ابوداؤد صفحہ ۲۲۵ وغیرہ میں ہے۔ اور صحیح بخاری صفحہ ۲۰۰، اور مسلم صفحہ ۲۴۶ جلد ۲ وغیرہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اور قول امام الخرص لیس بشئی محلی شرح موطا میں۔

خطابیؒ نے کہا ہے کہ خرص آنحضرت ﷺ کا معمول رہا اور ان کے بعد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کا۔ کوئی صحابی اس کا منکر نہیں۔ اور نہ کوئی تابعی بجز شعبیؒ کے۔ پس حضرات حنفیہ کے نزدیک یہ سب اکابر قمار باز سود خور گذرے نعوذ باللہ من ذلك۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا۔

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ یہ چند مخفیات ان کی میں نے بطور تمثیل ذکر کئے ہیں ورنہ ان کی سب مخفیات کو میں کہاں شمار کر سکتا ہوں اور اس دریا نا پیدا کنار کو میں کوزہ سے کیونکر ناپ سکتا ہوں۔ میرے خیال میں تو صحاح ستہ وغیرہ کی اکثر حدیثیں ان پر مخفی رہی ہیں۔ اسی واسطے ان سے بہت احادیث کا خلاف سرزد ہوا ہے۔ جس کی اصلاح کے لئے عینی و ابن الہمام ہاتھ پاؤں مار گئے ہیں اور تکلفات بعیدہ عمل میں لائے ہیں۔ اگرچہ کچھ ان سے بن نہیں پڑا اور وہ خلاف عام ان سے اٹھ نہیں سکا ولنعم ما قیل:

و لن یصلح العطار ما افسده الدهر

ہر چند ابنائے روزگار میرے اس دعوی کو نظری بلکہ غیر صحیح بتلائیں گے ولیکن اگر چند روز صبر فرمائیں گے اور اس پرچہ کو باستقلال و حوصلہ ملاحظہ میں لائیں گے تو اس دعوی کو صحیح بدیہی الثبوت پائیں گے۔ یہ پرچہ غالباً انہیں حضرت کی مخفیات کے اظہار و اجتہادات کے امتحان و اختبار (یعنی آزمائش) کے لئے بنابر وصیت جناب کے طیار ہوا ہے

(امام صاحبؒ کی وصیت کہ جب تک میری کلام کو جانچ نہ لو کہ صحیح بادلیل ہے یا نہیں ہے فتوی نہ دو۔ اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ اگر ہماری رائے سے بہتر تم کو ملے تو ہمارے پاس لاؤ ہم اس کو قبول کریں گے۔

میزان کبری صفحہ ۶۳ میں ہے:

قال (ابو حنیفه) حرام علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی و کان اذا افتی یقول هذا رأی ابی حنیفه و هو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باحسن منه فهو او لی با لصوا ب ۔

ایسا ہی شیخ عبدالحق دہلوی نے تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصو ف میں نقل کیا ہے۔الفاظ اس کے یہ ہیں:

انه کا ن یقو ل هذا الذی نحن علیه الر أی لا نجبر علیه ا حدا و لا نقو ل یجب علی ... قبو له فمن کا ن عنده ا حسن منه فلیأ ت لنقبل)

اگر یہ چندروز اسی استقامت سے جاری رہا اور ہمارے دوستوں کے ملاحظہ سے گذرتا گیا تو سب راز نہانی ظاہر کردے گا اور چھپی باتیں بتلا دے گا۔ میں نے چند مخفیات اور بھی مسودہ میں درج کئے اور ان کے نمبر ونشان سب لگا دیئے تھے مثلاً لوہے کی انگوٹھی مہر میں دلانے کی حدیث، محرم متوفی کو خوش بو نہ لگانے کی حدیث۔ایک گواہ اور قسم کے ساتھ قضا کی حدیث۔ایک حیوان سے دو حیوان کے بیع کی حدیث۔ وعلی ہذا القیاس۔ پھر بوقت تبییض ان کو محو کر دیا اور یہ سوچا کہ یہ مضامین تو بڑی بحث وتفصیل طلب ہیں اور یہی مدار ورکن رکین اس پرچہ کے ہیں۔پس ان کو ضمنی وطبعی مباحث میں کیوں لائیں اور ان سے شیئاً فشیئاً بسط وتفصیل سے کیوں بحث نہ کریں۔ جب مسائل عشرہ اشتہار کے مباحث ختم ہوں گے تو پھر ان کو دیکھا جائے گا۔اور سبب مخفی رہنے اکثر احادیث صحاح ستہ وغیرہ کا امام ابوحنیفہ پر یہ ہے کہ ان حضرت کو سفر کا اتفاق کم ہوا (ص۴۳) اور ان کے وقت میں جمع ہونے کتب حدیث کا اتفاق نہیں ہوا۔پس جو کچھ کوفہ میں بیٹھے بیٹھے معلوم ہوا سو ہوا، اور جو رہ گیا سو رہ گیا۔اور یہی سبب ہے کہ امام مالکؒ کو فقط مدینہ میں رہنے کے سبب بہ نسبت امام شافعیؒ واحمد بن حنبلؒ کے حدیث کم پہنچی ہے۔ان کو بھی اتفاق سفر کم ہوا ہے، اور ان دونوں صاحبوں کو بہت۔اور چونکہ مسکن امام مالکؒ دارالھجرۃ وملجاو ماوی دنیائے اسلام ومشہد ومزار مسلمین آفاق تھا، اس لئے انکو بہ نسبت امام ابوحنیفہؒ کے حدیثیں زیادہ پہنچیں۔اور کوفہ چونکہ ایسا نہ تھا اس لئے ان سے بہت حدیثیں رہ گئیں۔علاوہ براں امام ابوحنیفہؒ کو تفقہ واستنباط کی طرف بہت توجہ تھی اور سماع و درس حدیث کی طرف کم اور یہی وجہ ہے کہ تفقہ واجتہاد ان کا شہرہ آفاق تھا اور حدیث کے دفتر میں ان کا نام نہیں۔صحاح ستہ کو اول سے آخر تک دیکھو گے تو ان کی روایت کا نام پتہ نہ پاؤ گے بجز ایک جگہ کے کتاب علل ترمذی میں کہ وہاں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کا ذکر ہے۔ سو بھی ایک شخص جابر جعفی کے کاذب ہونے کی ان سے نقل ہے۔ باقی بالخیر۔ بخلاف بقیہ آئمہ ثلاثہ کے کہ ان میں سے امام مالکؒ و امام احمدؒ کی روایات تو ان سب کتابوں میں موجود ہیں اور امام شافعیؒ کی روایات سوائے صحیحین کے سنن اربعہ وغیرہ میں پائی جاتی ہیں۔

اور ان (امام ابوحنیفہؒ) کی یہ قلت حدیث ان کے تقوی و ورع و دیانت و امامت و فقہ و اجتہاد میں دخل انداز نہیں ہے اور نہ کسی طرح سے ان کی جناب میں طعن یا سوءظنی کا باعث ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ جیسے تبحر و کثرت حدیث ایک دینی کمال ہے ایسے ہی تفقہ و اجتہاد بھی دینی کمال۔ اور سلف میں بہت سے ایسے امام ہوئے ہیں جو ایک فن میں کمال رکھتے اور دوسرے میں ویسے ماہر نہ تھے۔ چنانچہ ملخص طبقات ذہبی سے ضمیمہ نمبر ۴ مطبوعہ ۲۵۔ اگست ۱۸۷۷ء میں گذر چکا ہے۔

اب میں ان دعاوی کی تصدیق کے لئے اقوال علماء نقل کرتا ہوں اور ہر ایک بات پر حنفیہ وغیرہ کی شہادتیں پیش کرتا ہوں تا کہ ہمارے الٹی سمجھ والے حنفی بھائی میری ان باتوں کو (جو ان کی برأت وحمایت کے لئے تہمت مخالفت حدیث سے کہی ہیں) الٹا طعن و اہانت نہ سمجھنے لگیں اور میری حسن ظنی کو جس پر خدا گواہ ہے و کفی به شهداً سوءظنی نہ خیال کر بیٹھیں بلکہ بمعائنہ اقوال علماء کے یہ جان لیں کہ یہ باتیں سراسر حسن ظنی پر مبنی ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کو طاعنین کی اس تہمت سے کہ امام ابوحنیفہؒ عمداً خلاف حدیث کا کرتے اور حدیث کے ہوتے قیاس کو عمل میں لاتے، بری کرتے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ یہ باتیں امام کے حق میں کیوں کہتے اور ان کی طرف سے یہ عذرات کیوں کرتے۔ پس سنا چاہیے کہ امام شعرانیؒ (جنہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب اور ان کی اس تہمت سے حمایت و برأت میں میزان کبری کے ۱۴ صفحات پورے کئے ہیں) اسی کتاب میں بصفحہ ۷۲ فرماتے ہیں:

و اعتقا د نا و اعتقا د كل منصف فى ا لا ما م ابى حنيفه بقرينة ما رويناه آ نفاً عنه من ذم الر أى و التبر ى منه و من تقد يمه النص على القياس انه لو عا ش حتى دو نت ا حا ديث الشر يفه بعد ر حيل الحفا ظ فى جمعها من البلاد والثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك كل قياس كان قا سه و كا ن القياس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قل فی مذ هبه کما قل فی مذ هب غیره با لنسبة الیه ؟ لکن لما کا نت ادلة الشریعة متفر قة فی عصره مع التا بعین و تا بع التا بعین فی المدا ئن و القری و الثغور کثر القیاس فی مذهبه با لنسبة الی غیره من ا لآ ئمةضرورة لعدم و جو د النص فی تلك المسا ئل التی قاس فیها بخلاف غیره من الآئمة فا ن الحفا ظ کا نوا قد ر حلوا فی طلب ا لا حا دیث و جمعها فی عصر هم من المدا ئن و القری و دو نو ها فجا وبت الا حا دیث الشر یعة بعضها بعضاً فهذا کا ن سبب کثرة القیاس فی مذ هبه و قلته فی مذ هب غیره و یحتمل ان الذی اضا ف الی ا لا ما م ابی حنیفه انه یقدم القیاس علی النص ظفر بذ لك فی کلا م مقلد یه الذ ین یلز مو ن العمل بما وجدوه عن اما مهم من القیاس و یترکو ن الحد یث الذی صح بعد مو ت ا لا ما م فا لا مام معذور و اتبا عه غیر معذو رین و قو لهم ان اما منا لم یا خذ بهذا الحد یث لا ینتهض حجة لاحتما ل انه لم یظفر به او ظفر به لکن لم یصح عنده و قد نقدم قو ل ا لآ ئمة کلهم اذا صح الحد یث فهو مذ هبنا و لیس لا حد معه قیاس و لا حجه الا طا عة الله و رسو له با لتسلیم له ۔ انت هی ما قا ل الشعرا نی فی المیزا ن ۔ و قا ل فی امنهج متی نقل ا حد عن ا لا ما م ابی حنیفه قیا ساً یخا لف نصاً صح بعده فله العذر العظیم فی ذلك لکو نه لم یجد النص اصلاً او وجده لکن لمیصح عنده و لو عا ش حتی دونت احادیث الشر یعة التی صحت بعده و ظفر بها و صحت عنده لا خذ بهذا ۔ انتهی مختصرا و قد نقله بتما مه فی الدرا سا ت صفحه ۲۹۰ ۔

(ترجمہ: ہمارا اور تمام منصفوں کا اعتقاد امام ابوحنیفہؒ کی نسبت بقرینہ ان باتوں کے جو ہم نے ان سے نقل کی ہیں (یعنی رائے سے بے زار ہونا اور حدیث قرآن کو قیاس پر مقدم کرنا) یہ ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اگر وہ جیتے رہتے یہاں تک کہ احادیث جمع ہوئیں بعد سفر کرنے حفاظ حدیث کے اس کے جمع کرنے کے لئے شہروں اور سرحدوں میں اور ان احادیث کو امام ابوحنیفہؒ پاتے تو ان کو لے لیتے اور تمام قیاسوں کو جو کر چکے تھے چھوڑ دیتے، اور ان کے مذہب میں قیاس کم ہوتا، جیسے اوروں کے مذہب میں ان کی نسبت کم ہے۔ ولیکن جب کہ دلائل شریعت (یعنی احادیث) ان کے زمانہ میں تابعین و تبع تابعین کے ساتھ شہروں اور بستیوں اور سرحدوں میں متفرق تھے تو ان کے مذہب میں بہ نسبت اور اماموں کے قیاس زیادہ ہوا۔ ضرورت کے سبب اس لئے کہ جن مسائل میں انہوں نے قیاس کیا نص نہ پائی بخلاف اور اماموں کے کہ ان کے زمانہ میں حدیث کے حافظوں نے شہروں اور بستیوں سے حدیث جمع کرنے کے لئے سفر کئے۔ اور احادیث کو جمع کیا۔ یہی سبب آپ کے مذہب میں قیاس زیادہ ہونے کا اور اوروں کے مذہب میں کم۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف نص پر قیاس مقدم کرنے کو نسبت کیا ہے اس نے یہ امر آپ کے مقلدوں کے کلام میں پایا ہے جو امام کے قول پر عمل کرنے کو لازم سمجھتے ہیں اور حدیث کو جو بعد فوت امام صحیح ہوئی چھوڑ دیتے ہیں ولیکن امام معذور ہے اور یہ لوگ معذور نہیں۔ اور ان کا یہ کہنا کہ ہمارے امام نے یہ حدیث نہیں لی کچھ سند نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ امام کو تو حدیث نہیں پہنچی یا ان کے نزدیک صحیح نہیں ہوئی (ولیکن ان کو تو پہنچ گئی اور صحیح ہو چکی ہے) اور سب اماموں کا یہ قول گذر چکا ہے کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے اور کسی کا حدیث کے سامنے قیاس وعذر نہیں بجز اس کے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کو مانے۔ تمام ہوا قول امام شعرانی کا جو میزان میں ہے۔ اور شعرانی کی کتاب منہن میں کہا ہے کہ جب کوئی امام ابوحنیفہؒ سے قیاس نقل کرے جو خلاف صحیح ہو تو اس میں امام کی طرف سے بڑا عذر ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حدیث نہیں پائی اور اگر پائی تو بسند صحیح نہیں پائی۔ اور اگر وہ جیتے رہتے یہاں تک کہ حدیثیں جمع ہوئیں جو ان کے مرنے کے بعد صحیح ہوئیں تو ان کو لے لیتے۔ یہ مختصر مضمون منہج کا ہے پورا دراسات میں بصفحہ ۲۹۰ ہے۔)

یہ بات جو امام شعرانیؒ نے فرمائی یہی بعینہ ہمارے معظم دوست جامع الفضائل والکمالات مولوی محمد عبدالحی صاحب ابوالحسنات کی تحقیق ہے چنانچہ امام شعرانی کی عبارت اپنے رسالہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر کے صفحہ ۱۸ میں لائے ہیں اور اس پر ایک عمدہ تفریع (جس میں امام کی جناب میں ایک متوسط اعتقاد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بیان ہے)، فرمائی ہے حیث قال:

و فیه ا یضاً اعتقا دنا و اعتقا د کل منصف فی ابی حنیفه انه لو عا ش حتی دو نت ا حا دیث الشر یعة و بعد ر حیل الحفاظ فی جمعها من البلا د و الثغور و ظفر بها لا خذ بها و تر ك کل قیاس کا ن قا سه و کا ن القیاس قل فی مذ هبه کما قل فی مذهب غیره لکن لما کا نت ادلة الشر یعة متفر قة فی عصره مع التا بعین و تبع التا بعین فی المدا ئن و القری کثر القیاس فی مذ هبه با لنسبة الی غیره من ا لآ ئمة ضرورة لعدم الوجود النصو ص فی تلك المسا ئل التی قا س فیها بخلاف غیره من ا لآ ئمة ۔ انتهی ۔ اقو ل تفر ق الناس من قدیم الز ما ن الی هذا الاوا ن فی هذا البا ب الی الفر قتین فطا ئفة قد تعصبوا فی الحنفیة تعصباً شدیداً او التز موا بما فی الفتا وی التزا ماً شد یداً او ان و جدوا حد یثاً صحیحاً اوا ثر ا صر یحاً علی خلا فه زعموا انه لو کا ن هذا الحد یث صحیحا لا خذ به صا حب المذ هب و لم یحکم بخلا فه و هذا جهل منهم بما روت الثقا ت عن ابی حنیفه من تقدیم ا لاحا دیث و ا لآ ثار علی اقوا له الشر یفه فیتر ك ما خا لف الحد یث الصحیح راأی سدید و هو عین تقلید ا لا ما م لا تر ك تقلید و طا ئفة زعموا ان ا لا مام قا س علی خلا ف ا لا خبار و هجر ما ورد به الشرع و ا لآثار فظنوا فی حقه ظنو ناً سیئة و اعتقدوا عقائد قبیحة و مطا لعة المیزا ن لهم نا فع و لا و ها م دا فع ۔ فلیتخذ العاقل مسلك البین و یهجر طر یق الطا ئفتین

(خلاصہ ترجمہ: لوگ پرانے زمانہ سے اب تک دو فرقے ہو رہے ہیں ایک فرقہ تو حنفیوں میں سخت تعصب کر رہے ہیں انہوں فتاووں کو پکڑ رکھا ہے اور اگر حدیث صحیح ان کے خلاف پاتے ہیں تو کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہمارے مذہب کا امام اس کو لے لیتا اور اس کے خلاف حکم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ دیتا اوران کی یہ بات ان کی جہالت ہے اس بات سے جو ثقہ لوگوں نے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہے کہ وہ اپنے اقوال پر حدیث کو مقدم سمجھتے۔ پس خلاف حدیث کو چھوڑ دینا بہت درست رائے ہے۔ اور یہ عین تقلید امام ہے نہ کہ ترک تقلید۔ اور ایک فرقہ یہ خیال کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے حدیثوں کو عمداً چھوڑ کر اپنا قیاس کیا ہے۔ سوانہوں نے ان کے حق مین بدظنی کی اور ان کی نسبت برا اعتقاد جمایا۔ کتاب میزان کبری کا مطالعہ دونوں فریق کو نافع ہے اور ان کے وہموں کو دافع۔ دانا کو چاہیے کہ بیچ کی چال اختیار کرے۔ اوران دونوں فریق کی راہ چھوڑ دے۔ کلام مولانا عبدالحی کی تمام ہوئی)۔

و اقو ل و انا ابو سعید جا مع هذه الشتا ت هذا الذی یعتقده حبی ابو الحسنا ت فی ا لا ما م ابی حنیفه هو اعتقا دی و به ثقتی و علیه اعتمادی فلله الحمد علی ما رز قنا من التو فیق و الو فاق و عصمنا من الشقا ق و النفاق (میں (محمد حسین) کہتا ہوں جوان پراگندہ مضامین کا جامع ہوں، میرا اعتقاد بھی امام ابوحنیفہ کی جناب میں یہی ہے کہ انہوں نے عمداً حدیث کا خلاف نہیں کیا۔ جو ہوا بسبب نہ پہنچنے احادیث کے ہوا۔ پس خدا کا شکر ہے جس نے مجھ کو علماء سے توافق عطا فرمایا اوران کی مخالفت سے بچایا)۔

اور شیخ عبدالحق حنفی دہلوی نے کتاب اکمال فی اسماء الرجال میں بعد ذکر مناقب ابوحنیفہؒ کے (کہ انہوں نے قضا قبول نہ کی اور اپنی جان دے دی اور دنیا سے نفرت کی اور وہ چوبی ستون میں تقریر کریں تو اس کو سونے کا بنادیں وغیرہ) فرمایا ہے۔

الغر ض بایراد ذکره فی الکتا ب و ان لم یرو عنه حد یث التبر ك؟ بعلو مر تبه و وفور علمه (آپ کا ذکر اس کتاب میں تبرکاً ہے ورنہ ان سے کوئی حدیث مروی نہیں ہے۔ یعنی مشکوۃ میں جو صحاح ستہ وغیرہ کا مجموعہ ہے)۔

اور جناب شرح سفر السعات کے صفحہ ۱۹ میں فرماتے ہیں:

ولیکن اشتغا ل وے و یاران وے در جا نب فقه و وضع مسائل و استیعا ب اصول وفروع آں غالب افتاد وسلسلہ روایت حدیث از ایشاں کمتر بر پا شد نہ آنکہ تمسک واستدلا ل ایشاں با حادیث نبود۔ حاشا۔

اور شیخ عبدالحقؒ نے اس سے پہلے فرمایا ہے: آوردہ اند کہ نزد امام اعظم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صندوقہا بود از صحائف حدیث

اور اس کے پیچھے فرمایا: گفتہ اند کہ مشائخ او کہ از یشاں سماع حدیث کردہ و رائے جمعی از صحابہ کہ از یشان شنیدہ سہ صد کس بودند۔ و آنہا کہ از وے روایت سند وے کردہ اند پانصد کس اند۔ و مجموع استاداں وے در علم چہار ہزار کس اند۔

یہ باتیں اگر ثبوت کو پہنچیں تو ہم کو تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں بلکہ چشم ما روشن دل ما شاد۔ ولیکن آوردہ اند و گفتہ اند والی مجہول نقلیں جن کا ناقل معلوم نہ ہو ثقہ ہے یا کوئی کاذب لائق اعتماد نہیں ہوتیں خصوصاً جس حالت میں کہ ان کا خلاف ثقات مقبولین سے ہو۔ دیکھو نقل دوم کا خلاف خود شیخ صاحب نے کتاب اکمال میں نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے کسی اصحاب سے روایت حدیث نہیں کی:

حیث قا ل بعد ذکر الصحا بة الذ ین ادر ك ابو حنیفه زما نهم مانصه و لم یلق ا حداً منهم و لا ا خذ عنهم۔

اور ملا علی قاریؒ نے شرح نخبہ میں کہا ہے: ان المعتمد ان لا روا یة للا ما م عن ا حدٍ من الصحا بة

ایسا ہی بعینہ محمد اکرم حنفیؒ نے امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں سخاویؒ سے نقل کیا ہے۔ پھر اب اس نقل دوم کو جس میں امام صاحب کے ایک جماعت صحابہ سے شاگردی کا دعوی ہے کیونکر صحیح مانا جاوے۔ اسی واسطے مجدد العلم فی ہذا الاوان مولانا صدیق حسن خان نے کتاب اتحاف النبلاء صفحہ ۴۲۳۔۴۲۴ میں اس نقل وادعا کو رد کر دیا ہے اور ان عمدہ لفظوں سے اس مطلب کو ادا فرمایا:

ولہذا جمعے از اہلحدیث گفتہ اند کہ بضاعت وے در حدیث مزجاۃ ست (یعنی قلیل) و آنکہ گفتہ اند کہ مشائخ وے بچہار ہزار کس میرسند محتاج سند ست واز اثر ہمیں مبالغہ ہا ست کہ خطیب و ابن جوزی و غیرہما بر وے طعن کردہ اند و ابونعیم در حلیہ ذکر او ننمودہ۔

اور مطلب اس کے جملہ اخیرہ کا یہ ہے کہ ان لوگوں نے جھوٹ بنا بنا کر امام کو محل اعتراض خلائق بنا دیا۔ اور ہدف سہام طعن و ملام کیا۔ ان کے حال پر یہ مصرعہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوب صادق آتا ہے: بدنام کنندہ نکونامی چند۔

ایسے ہی نقل اول لائق قبول نہیں۔ بھلا اگر صندوق کتابوں حدیث کے ان کے پاس ہوتے تو کسی کے پاس انکے اتباع سے نہ پہنچتے ؟ کیا ان سب کو کیڑا کھا گیا۔ یا وہ دریا برد ہوگئی، یا وہ امام قشیری کے صندوق کے ساتھ دریا میں ڈال کر خواجہ خضر کے پاس رکھی گئی تا کہ جب عیسیٰؑ قیامت کے قریب نزول فرمائیں تو ان کو دستور العمل بنائیں جس کا قصہ طحطاویؒ نے شرح درالمختار صفحہ ۵۵ میں بعض جہلا حنفیہ سے نقل کیا ہے۔ اور اس کو بوجہ عدیدہ باطل کیا۔ اور اس کی ابتداء میں کہا ہے:

والذی ینبغی للطا ئفة الحنفیة ان لا یتکلموا بهذه ا لا لفا ظ فانها مو جبة للتکلم فیهم بل ان بعض الحمقی یسبو ن ا لا مام و ینفو ن عنه الا جتهاد

(ترجمہ۔ طائفہ حنفیہ کو لائق ہے کہ ایسے الفاظ وہم انداز نہ بولیں کیونکہ وہ لوگوں کے برا کہنے کا سبب ہوتے ہیں بلکہ بعض احمق امام کو گالیاں دینگے اور ان کے اجتہاد کو مٹائیں گے)

وہ صندوق کہیں ہونے لگا تو ان کا اثر کہیں ہدایہ شرح وقایہ میں بھی پایا جاتا۔ اور طحاویؒ یا عینیؒ یا ابن الہمامؒ ہی اس سے نقل لاتا۔ اگر کوئی اعتراض کرے کہ عرب میں حنفی مذہب کی بہت کتابیں ہیں جن میں حدیثوں سے استدلال ہے۔ خصوصاً برہان شرح مواہب الرحمٰن۔ چنانچہ شیخ عبدالحق نے شرح سفر السعادت میں فرمایا ہے:

نظر در کتب حنفیہ کہ در دیار عرب مشہور ست باید انداخت تا حقیقت حال منکشف گردد مواہب الرحمٰن کتابیست دریں مذہب شارح او التزام کردہ کہ دلیل از آیت قرآن واحادیث صحیحین بیارد۔

پس کیا عجب ہے کہ اس صندوق کی حدیثیں انہی کتابوں میں ہوں۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ بات کہ اگر پچھلے زمانہ میں (جس میں عرب وعجم میں زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوتا تھا اور ادھر سے ادھر برسوں میں کوئی جاتا اور وہاں سے یہاں سالوں تک کوئی خبر نہ ہوتی۔ چہ جائے کہ کوئی کتاب یا خط۔ ایک حج کرنے کے واسطے سالوں کے سال لگ جاتے اور لوگ حج سے پھر آنے کو نئی دنیا سے پھر آنا سمجھتے) کوئی کہتا تو لوگ مان بھی لیتے اور اس پر ایمان لے آتے، ولیکن اس زمانے میں جس میں مشرق سے مغرب تک کی خبریں وکتابیں ادھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اودھر اور اودھر کی ادھر پہنچتی ہیں (مثلاً لاہور سے مکہ شریف پندرہ سولہ دن میں پہنچ جاتے ہیں، اور اندلس وقسطنطنیہ و بلغار وحرمین کی کتابیں لاہور بیٹھے بیٹھے مل جاتی ہیں) یہ باتیں کون سنتا ہے، اور ان کو بجز بھولا پن کوئی کیا خیال کرسکتا ہے۔ وہ کون سی کتاب کتب موجودہ ہندوستان سے فائق ہے جو عرب میں ہے، اور وہ اصل یا اس سے نقل ہندوستان میں پائی نہیں جاتی۔ کوئی ایک کتاب ایسی فائق بتلا دے تو اس عاجز سے سوروپیہ انعام پاوے۔ وہی برہان شرح مواہب الرحمٰن (جس پر شیخ عبدالحق دہلوی فخر کررہے ہیں) سو میری نظر سے گذر چکی ہے اور اس وقت میرے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ اس میں بھی کوئی بات بڑھ کر عینیؒ وابن الہمامؒ بلکہ اس کے شاگرد حلبی سے نہیں ہے۔ اور نہ ان صندوقوں کی احادیث سے اس میں اثر۔

الحاصل یہ باتیں ان حضرات کی پرانے زمانے کے ناواقفوں کو ڈرانے اور معتقد بنانے کے لئے ہیں۔ صحت و واقعیت سے ان کا کچھ تعلق نہیں۔ عبدالرحمٰن بن محمد ابن خلدونؒ نے اپنی تاریخ (جسکا قلمی نسخہ میری نظر سے گذرا ہے) کہا ہے:

اعلم ان الآ ئمة المجتهدين نفا و توا فى ا لا كثار من هذه الصنا عة و الاقلا ل فا بوا حنيفه يقا ل بلغت روا يته الى سبعة عشر حد يثاً او نحو ها و ما لكانما صح عنده ما فى كتاب المو طا و غا يتها ثلا ثة ما ة حد يث و نحو ها ۔ و احمد بن حنبل فى مسنده خمسو ن الف حد يث و لكل ما اداه اليه اجتهاده (ترجمہ: تو جان لے کہ آئمہ مجتہدین حدیث کی قلت وکثرت میں متفاوت تھی۔ کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی روایتیں حدیث کی سترہ ہوئیں یا اس کی مثل۔ اور مالکؒ کے نزدیک وہی حدیثیں صحت کو پہنچیں جو موطا میں ہیں اور وہ نہایت تین سو ہیں یا مثل اس کی۔ اور احمد بن حنبلؒ کی مسند میں پچاس ہزار حدیثیں ہیں جو ان کے اجتہاد نے بہم پہنچائی ہیں)۔

پھر جملہ اخیرہ کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ جس نے شرط روایت حدیث میں تشدد کیا اس کی حدیثیں کم ہوئیں جس نے توسع وتساہل کیا اس کی زیادہ۔ امام ابو حنیفہؒ کی شرط میں تشدد تھا اس لئے ان کی حدیثیں کم ہوئیں، نہ یہ کہ انہوں نے عمداً روایت حدیث کو ترک کردیا۔ اور محدثین کے شروط میں توسع ہوا تو ان کی احادیث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثرت کو پہنچ گئیں۔ هذا کلا م ابن خلدو ن الحضر می

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ یہ تو ہم بھی نہیں کہتے کہ امام نے عمداً روایت حدیث کو ترک کر دیا ہے اور احادیث صحیحہ کے موجود ہوتے ان سے منہ پھیر لیا ہے و لیکن یہ بات کہ قلت ان کی حدیث کی تشدد شروط کے سبب سے ہے، خلاف واقع معلوم ہوتی ہے۔ اور واقع اور مشاہدہ کا اس میں فتوی یہ ہے کہ یہ قلت حدیث بسبب پراگندہ ہونے حدیث کے ان کے زمانہ میں شہروں اور بستیوں میں سفر نہ کرنے امام کے ان کی طلب میں واقع ہوئی ہے (جیسا کہ امام شعرانی اور مولوی عبدالحی لکھنوی نے کہا ہے) یا بسبب مشغول ہونے امام کے وضع اصول وترتیب مسائل اجتہادیہ میں (جیسا کہ شیخ عبدالحق دہلوی نے فرمایا ہے) اور اکثر شروط روایت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے متبعین مذہب کو ہم دیکھتے ہیں تو ان میں بہ نسبت شروط آئمہ محدثین کے بدرجہا تساہل وتوسع وضعف پاتے ہیں۔ اور شروط محدثین میں ان کی نسبت تشدد وقوت۔ اگر اس مطلب کی اس جگہ تفصیل کرنی چاہوں تو اس کے لئے ایک ضخیم جلد بکار ہے۔ اس لئے بطور نمونہ دو تین مثالوں کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں اور بقیہ تفصیل کو کسی اور موقع پر حوالہ کرتا ہوں۔

۱۔ آپ حدیث مرسل کو (جس کو تابعی آنحضرت ﷺ سے روایت کرے اور صحابی کا یا جس سے اس نے سنی ہے نام نہ لے) حجت سمجھتے اور قبول کرتے۔ محدثین اور جمہور علماء اس کو لائق سند نہیں جانتے۔ وہ کہتے ہیں معلوم نہیں جس راوی کا اس تابعی نے نام نہیں لیا وہ کون ثقہ ہے۔ ثقہ ہے اگر صحابی فرض کیا جائے، یا غیر ثقہ چنانچہ پچھلوں میں ایسے بھی ہوئے ہیں۔ دیکھو شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۳۹۔ مسلّم الثبوت۔ صحیح مسلم صفحہ ۲۲ مع الشرح۔ احکام الاحکام ابوالحسن آمدی۔ شرح مختصر الاصول۔ شرح مغنی۔ تلویح توضیح۔ شرح سفر السعادت میں عبارت ہر ایک کتاب کی بعینہا نقل کرتا، یہ سبھی کتابیں بحمد اللہ میرے پاس موجود ہیں ولیکن بخوف طوالت مجرد حوالہ پر اکتفا کیا گیا۔

۲۔ آپ حدیث مدلّس کو (جو اپنے ہم عصر راوی سے اس حدیث کو روایت کرے جو اس سے نہ سنی ہو) اور وہم یوں ڈالے کہ سنی ہوئی ہے) قبول کرتے اور اس کو لائق عمل سمجھتے اور محدثین اس کو مردود سمجھتے ہیں۔ اور جب تک کہ مدلس ثقہ کے سماع اس راوی سے ثابت نہ ہو اور وہ صاف نہ کہدے کہ میں نے یہ حدیث اس راوی سے سنی ہے ہرگز قبول نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ۔ دیکھو مقدمہ شرح مسلم صفحہ ۱۰ ۔ شرح نخبہ صفحہ ۴۰ ۔ شرح سفر السعادۃ صفحہ ۷ ۔ اصول فخر الاسلام بزدوی، جو جملہ کتب اصول فقہ کی جڑھ ہے۔

۳ ۔ آپ حدیث مستور (جس کے عادل ہونے پر کسی کی نص وشہادت نہ پائی جائے) قبول رکھتے اور محدثین اس کو بجز تحقیق حال عدالت راوی نہیں مانتے ۔ وجیہ الدین علوی نے شرح شرح نخبہ میں اور اصولیین حنفیہ نے اصول فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے عذر کیا کہ انہوں نے ابتدائے اسلام میں مستور راوی کی حدیث کو قبول کیا ہے، جن میں غالب عدالت تھی ۔ میں کہتا ہوں یہ عذر بھی نکما ہے اس لئے کہ زمانہ تابعین ہی میں فسق و بدعت پھیل گیا تھا ۔ اکثر فرقہ مبتدعہ خوارج معتزلہ جہمی قدری جبری وغیرہ تابعین کے قرن میں ظاہر ہو چکے تھے چنانچہ ناظرین سیر و تواریخ پر مخفی نہیں اگرچہ بعد اس کے یوماً فیوماً ترقی ہوتی گئی ۔ بہرحال امام ابوحنیفہؒ نے ایسا زمانہ کوئی نہیں پایا جس میں لوگوں میں فسق و بدعت نہ پایا گیا ۔ پس ماننا ان کا حدیث مستور کو بنابر حسن ظنی بے اصل کے ہوا ۔ دیکھو شرح نخبہ صفحہ ۶۰ ۔ اور تمام کتب اصول فقہ جن کا نام نمبر اول کے ذیل میں گذرا۔

اب انصاف سے کہنا چاہیے کہ آیا شروط امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اتباع میں تساہل ہے یا شروط محدثین میں ۔ بعد مراجعت کتب مذکورہ کے کبھی کوئی نہ کہے گا کہ شروط ابوحنیفہؒ میں تشدد ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابن خلدونؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے شروط و اصول پر اطلاع نہیں ہوئی ۔ بالجملہ ان تحقیقات وتصریحات سے ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ کو احادیث کم پہنچی ہیں اور مخفی بہت رہی ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اس پرچہ میں یوماً فیوماً ہوتی رہے گی ۔

اب میں اس ذنابہ کو ختم کرتا ہوں جس کے اختتام سے مقصد اول کا اتمام ہو اور مقصد ثانی کا شروع عمل میں آوے۔

مقصد ثانی

بیان میں ان آثار کے جن سے فہم صحابہ کا حجت ومستند نہ ہونا اور ان کے اقوال وافعال پر جو ان کی مجرد رائے وفہم پر مبنی معلوم ہوئے اور صحابہ وتابعین کا مواخذہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا۔ اور خود ان کا اپنے ایسے اقوال پر مصر نہ رہنا بلکہ بعد علم دلیل ان سے رجوع ثابت ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوۃ کو قتل کرنا شروع کیا تو حضرت عمر فاروقؓ ان پر معترض ہوئے اور کہا:

كيف نقا تل الناس و قد قا ل رسو ل الله امر ت ان اقا تل الناس حتى يقو لوا لا اله الّا الله و ان محمدا رسو ل الله

(یعنی تو لوگوں کو کیوں مارتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہے کہ میں تب تک ماروں جب تک کہ وہ لا اله ا لا الله محمد رسو ل الله نہ کہیں۔ صحیح بخاری صفحہ ۱۸۸۔ صحیح مسلم صفحہ ۳۷)

فعل حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی سمجھ میں بعد میں آ گیا تو اس کو حق کہنے لگے۔ جب تک سمجھ میں نہ آیا معترض رہے۔

قا ل القسطلا نی فی شر ح قو ل عمر فعرفت انه الحق بما ظهر من الد ليل الذى اقا مه الصديق لا انه قلده فى ذلك

۲۔ حضرت عمر فاروقؓ نے قرآن یک جا لکھوانے کی تجویز کی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ ان پر معترض ہوئے اور کہا:

كيف تفعل شيئاً لم يفعله رسو ل الله

(یعنی تم وہ کام کیوں کرتے ہو جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا)۔

جب ان کی سمجھ میں اس کی بہتری آ گئی اور دونوں نے مل کر زیدؓ بن ثابت کو لکھنے پر مامور کیا، تو وہ دونوں پر معترض ہوئے، اور کہا:

كيف تفعلا ن شيئاً لم يفعله رسو ل الله ﷺ

(یعنی تم دونوں وہ کام کیوں کرتے ہو جو آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا)۔ (صحیح بخاری)۔

جو بعد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کا کہنا مان لیا، اور حضرت زید بن ثابتؓ نے دونوں کا، تو وہ اپنی اپنی سمجھ میں آ جانے سے تھا، نہ محض ان کے کہنے سے۔ چنانچہ ان کا یہ قول حتى شر ح الله صدرى۔ اس پر نص ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ دوازدہم۔اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۶۔اپریل ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون اشتہار مجریہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا۔من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری)

۳۔آپ نے جب ابوموسیٰؓ کو تین دفعہ اذن لے کر پھر جانے پر ڈانٹا ہے (جس کا ذکر مخفیات عمرؓ ۳ میں گذرا) تو ابوسعید خدریؓ آپ پر معترض ہوئے اور بولے:

یا ابن الخطا ب لا تکو نن عذا باً علی اصحا ب رسو ل الله

ﷺ (اے خطاب کے بیٹے آنحضرت ﷺ کے اصحاب کو دکھ نہ دے) (مسلم جلد۲ص ۲۱۱)

اگر چہ حضرت عمرؓ نے اپنی خفگی کی وجہ بتلائی کہ میں نے تحقیق حدیث چاہیے تھی ولیکن چونکہ ابوسعیدؓ کے سمجھ میں وہ خفگی بے وجہ تھی اس لئے وہ اعتراض سے نہ ٹلے۔اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حدیث سن کر افسوس کیا اور اس کی طرف رجوع فرمایا اور مان لیا۔

۴۔آپؓ نے ملک شام میں وبا پڑنے کی خبر سن کر سرغ مقام سے واپسی کا ارادہ کیا، تو ابوعبیدہؓ بن جراح آپ پر معترض ہوئے اور بولے:

ا فرا را من قدر الله

(یعنی تقدیر سے بھاگ کر لوٹتے ہو)۔(صحیح مسلم صفحہ ۲۹۹)۔

اگر چہ حضرت عمر فاروقؓ نے اعتراض ابوعبیدہؓ کو بوجہ معقول رد کیا اور کہا:

نعم نفر من قدر الله الی قدر الله

(یعنی ہم تقدیر سے بھاگتے ہیں تو جاتے بھی اسی کی طرف ہیں)۔

ولیکن مقصود نقل اس اعتراض سے یہ ہے کہ ابوعبیدہؓ نے فہم فاروق کو حجت نہ سمجھا تو اعتراض کر دیا۔ ہمارا ان جملہ اعترا ضات کے نقل سے یہ ادعا نہیں کہ جو اعتراضات انہوں نے آپس میں کئے ہیں وہ سب واقع میں بھی صحیح ہیں۔

۵۔آپ نے تمتع سے (حج وعمرہ کے درمیان احرام کو کھول دینا) منع کیا تو آپ کے فرزند عبداللہؓ نے نہ مانا اور ایک شام کے باشندہ کو جواز کا فتوی دیا۔اس نے کہا تمہارا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باپ (عمرؓ) تو منع کرتا تھا۔ اس کے جواب میں بولے:

ارأیت ان کا ن ابی نهی عنها و صنعها رسو ل الله ﷺ امر ابی یتبع ام امر رسو ل الله ﷺ

(یعنی بتلا تو اگر میرے باپ نے اس سے منع کیا ہو اور آنحضرت ﷺ نے یہ کام کیا ہو تو میرے باپ کا کہا مانا جاوے گا یا آنحضرت ﷺ کا ارشاد)۔

سنن ترمذی صفحہ ۱۰۷۔ ملخص طبقات ذہبی

ایسا ہی حضرت عمرانؓ بن حصین صحابی آپ پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمتع کیا اور قرآن میں بھی اس کا حکم آیا۔ پھر کوئی آیت اس کی ناسخ نازل نہیں ہوئی۔ اور نہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع کیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی تو ایک آدمی (حضرت عمر فارقؓ) اپنی رائے سے اس سے منع کرنے لگا (صحیح بخاری۔ ص ۲۱۳۔ صحیح مسلم۔ ص ۴۰۳)

۶۔ آپ نے زیادتی مہر سے منع کیا تو ایک بڑھیا عورت آپ پر معترض ہوئی

۷۔ آپ نے ایک عورت کو چھ مہینے کا بچہ جننے پر حکم حد زنا کا دیا، حضرت علیؓ آپ پر معترض ہے۔ نمبر ۶، ۷ کا ذکر مقدمہ میں گذر گیا۔

۸۔ حضرت عثمانؓ نے آنحضرت ﷺ کی مسجد میں عمارت قدیم پر زیادتی و تکلف کیا تو بہت لوگ آپ پر معترض ہوئے۔ پس آپ نے ان کے جواب میں کہا کہ میں نے حضرت ﷺ سے سنا ہے کہ جو کوئی خدا کے لئے مسجد بنا دے تو بہشت میں اس کیلئے ویسا ہی گھر بنتا ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۶۴۔ صحیح مسلم صفحہ ۲۰۱)

۹۔ آپ نے بھی تمتع سے حضرت عمرؓ کی طرح منع کیا تو حضرت علیؓ آپ پر معترض ہوئے۔ اور مقام عسفان میں آپ کے ساتھ خوب جھگڑے۔ حضرت عثمانؓ نے ہر چند کہا کہ مجھے آپ چھوڑ دو (یعنی جو میں کہوں کہنے دو) آپ نے کہا میں نہیں چھوڑ سکتا (یعنی جو میں کہتا ہوں سو کہوں گا) آخر ان کی مخالفت کی اور خود تمتع کا احرام باندھا اور کہا میں کسی کے کہنے سے آنحضرت ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑتا (صحیح مسلم صفحہ ۴۰۲ صحیح بخاری صفحہ ۱۲۱)

قا ل النووی فی الشر ح فیه اشاعة العلم و منا ظرة و لاة الامور و غیر هم فی تحقیقه و و جو ب منا صحة المسلم فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلك ۔

(ترجمہ: حضرت علیؓ کی گفتگو میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں، علم کو پھیلانا ظاہر نا اور حاکموں سے علم کی تحقیق میں جھگڑنا اور نصیحت مسلمان کا واجب ہونا)۔

۱۰۔ حضرت علیؓ نے مرتدوں کو جلایا تو حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ اس پر معترض ہوئے آپ نے ان کا اعتراض سن کر کہا کہ ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے۔ (صحیح بخاری صفحہ ۴۲۳۔ سنن ترمذی صفحہ ۱۸۹)۔ عبارت اس کی نمبر ۴ مخفیات علیؓ میں گذری۔

۱۱۔ عبد اللہ بن عباسؓ نے چاندی کی چاندی سے بیع کمی بیشی کے ساتھ جائز کر دی تو ابو سعید خدریؓ آپ پر معترض ہوئے اور کہنے لگے تم نے یہ بات آنحضرت ﷺ سے سنی ہے یا قرآن میں پائی ہے۔ صحیح بخاری صفحہ ۲۹۱۔ آپ نے ابو سعیدؓ کے اعتراض کو مان لیا اور اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ چنانچہ نمبر ۴ مخفیات ابن عباسؓ میں گذرا۔

۱۲۔ آپ نے ایک شخص کو فتوی دیا کہ حاجی کو طواف قدوم (مکہ جاتے ہی طواف کرنا) نہیں چاہیے۔ مستفتی نے نہ مانا اور حضرت ابن عمرؓ سے فتوی لیا کہ طواف کرنا چاہیے۔ صحیح مسلم مع شرح صفحہ ۵۰۵۔ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے سائل کو کہا کہ اگر تو سچا ہے یعنی اسلام و اتباع نبوی میں تو آنحضرت ﷺ کی سنت کے سامنے کسی کی سنت کی طرف نہ جا۔

۱۳۔ آپ نے یہ روایت کی کہ آنحضرت ﷺ نے محرم ہو کر میمونہؓ سے نکاح کیا تو حضرت سعیدؓ بن مسیّب نے آپ کو منسوب بوہم کیا اور کہا:

و هم ابن عباس فی تز و یج میمو نه و هو حلا ل

(یعنی ابن عباس کو وہم ہو گیا اس روایت میں کہ آنحضرت ﷺ نے میمونہ سے محرم ہو کر نکاح کیا ہے۔ سنن ابو داؤد۔ ص ۲۵۴)

ابن عباسؓ کی روایت کی تاویل و محمل صحیح بھی ہے۔ چنانچہ نوویؒ نے شرح مسلم میں ذکر کیا ولیکن نقل قول سعید سے یہ مقصود ہے کہ وہ لوگ فہم صحابی کو نہ مانتے اور ان کا وہم کرنا اور بھول جانا تجویز کرتے۔ آگے ان کی تجویز درست ہو خواہ نا درست۔

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے عدم جواز تیمّم کا جنبی کے واسطے فتوی دیا تو حضرت ابو موسی اشعریؓ ان پر معترض ہوئے اور حدیث عمارؓ سے ان کا معارضہ کیا۔ (صحیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری صفحہ ۵۰۔اس کا ذکر مخفیات ابن مسعودؓ میں گذرا)

۱۵۔آپ نے ابتداء متعہ کو حلال طیب کہا ہے۔ پھر جب اس کا نسخ پہنچا تو اپنے قول سے رجوع کیا۔(شرح مسلم صفحہ ۴۵۱۔اس کا ذکر مخفیات ابن مسعود میں گذرا)۔

۱۶۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ یا حضرت عمروؓ نے عدم جواز غسل عورت بدون کھولنے بالوں کے فتوی دیا تو بی بی عائشہؓ آپ پر معترض ہوئیں (مسلم صفحہ ۱۵۰۔ حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۴۷)۔، حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت ابن عمرؓ ہے اور صحیح مسلم میں ابن عمروؓ ہے۔ اس کا ذکر مخفیات ابن عمر میں گذرا۔

۱۷۔ابو ہریرہؓ نے فتوی دیا کہ روزہ دار جنبی ہو کر صباح کرے تو اس کا روزہ نہیں، تو عبدالرحمٰنؓ بن حارث نے نہ مانا اور بی بی عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا۔ جب انہوں نے درست ہونے میں حدیث سنائی، تو حضرت ابو ہریرہؓ اس کو مان گئے اور اپنا قول چھوڑ دیا۔(مسلم صفحہ ۳۵۳۔۳۵۴۔اس کا ذکر مخفیات ابو ہریرہؓ میں گذرا)۔

۱۸۔ابوموسی اشعریؓ نے فتوی دیا کہ بہن کا حصہ بیٹے اور پوتے کے ساتھ نصف ہے تو ابن مسعودؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ اگر میں یہ فتوی دوں تو گمراہ ہوں۔ پھر صحیح فتوی بتلایا کہ بیٹی کا نصف اور پوتے کا چھٹا حصہ۔ باقی بہن کا۔تب ابوموسی اشعری نے مان لیا۔(بخاری۔صفحہ ۹۹۷۔اس کا ذکر مخفیات ابوموسیٰؓ میں گذرا)۔

۱۹۔آپ شیشے میں پیشاب کرتے تو حضرت حذیفہؓ آپ پر معترض ہوئے۔(بخاری مع الہامش، ص ۳۶۔اس کا ذکر مخفیات ابوموسیٰؓ میں گذرا)

۲۰۔مسورؓ بن مخرمہ نے محرم کے لئے سر دھونے کو ناجائز کہا، تو ابن عباسؓ ان پر معترض ہوئے اور ان کے قول پر ابوایوب انصاریؓ نے حدیث سے شہادت دی۔ جب مسور کو وہ شہادت پہنچی تو اپنے قول سے رجوع کیا۔اور ابن عباسؓ سے کہا

لا اما ریك ابداً۔ ای لا اجا دلك یعنی میں تم سے پھر کبھی نہ جھگڑوں گا۔

حدیث بخاری میں ہے اور یہ قول مسورؓ زرقانی صفحہ ۱۴۵ جلد ۲ اور قسطلانی جلد ۳ صفحہ ۳۵۷ پر۔

زرقانیؒ نے امام ابن عبدالبرؒ سے نقل کیا ہے کہ اس قصہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کا جب آپس میں اختلاف ہو تو ان کا قول دوسرے پر بلا دلیل حجت نہیں۔اور یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم ... الخ ، کا محل وہ ہے جو صحابی آنحضرت ﷺ سے نقل کرے، نہ وہ جو اپنی اجتہاد و رائے سے کہے۔ چنانچہ مزنی وغیرہ اہل نظر نے کہا ہے۔ ورنہ ابن عباس ؓ بھی کہہ دیتے کہ تو بھی ستارہ ہے میں بھی ستارہ ہوں، جس کا کسی نے اقتدا کیا اس نے راہ پایا، اور محتاج دلیل وسند کا نہ ہوا۔

راقم کہتا ہے کہ یہ قول ابن عبدالبر ؒ کا میری اس بات کی تائید کرتا ہے جو میں نے ضمیمہ نمبر اول و دوم ۱۸۷۷ء میں اس حدیث کو صحیح مان کر بطور تنزل کہی ہے اور سچ پوچھو تو یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے ضعف میں کسی کو جائے کلام نہیں ہے۔

۲۱۔ حضرت معاویہ ؓ بن ابی سفیان ؓ نے جب تمتع سے منع کیا تو حضرت سعد ؓ بن ابی وقاص معترض ہوئے اور بولے:

فعلنا ها و هذا يو مئذ كا فر با لعرش

(یعنی ہم نے تمتع اس دن کیا تھا جس دن یہ مکہ میں کافر بیٹھا تھا (یعنی حدیبیہ کے دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ عمرہ کیا تھا) (صحیح مسلم۔ص ۴۰۲ سطر ۱۰)

(اس حدیث میں مذکور واقعہ بھی مخفیات امیر معاویہ میں شمار ہوسکتا ہے۔ بہاء

انّ عبادةبن الصا مت ا لا نصارى، النقيب، صا حِب رسو ل الله، غزا مع معاوية ار ض الرّو م ، فنظر الى النّاس و هم يتبايعون كِسر الذّهبِ با لدّ نانير ، و كِسر الفضّةِ بالدرا هم ، فقا ل : يا ايّها الناس! انّكم تأكلو ن الر با ء، سمعت رسو ل الله ﷺ يقول : لا تبتا عوا الذهب با لذهب ا لّا مثلاً بمثلٍ ، لا زيا دة بينهما و لا نظِرة۔ فقا ل له معا و ية: يا ابا الو ليد ! لا ارى الرّ با فى هذا ا لّا ما كا ن من نظِرةٍ۔ فقا ل عبا دة : ا حدّثك عن رسو ل الله ﷺ و تحدّثنى عن رأيك ! لئن ا خر جنى الله لا اسا كنك بأر ض لك علىّ فيها اِمر ة۔ فلما قفل لحِق بالمد ينة، فقا ل له عمر بن الخطا ب: ما اقد مك يا ابا الو ليد؟ فقصّ عليه القِصّة ، و ما قا ل من مسا كنتِهِ، فقا ل : ار جع يا ابا الو ليد ! الى ار ضك، فقبّح الله ار ضاً لست فيها و امثا لك ، و كتب الى معا و يةَ: لا اِمرة لك عليه و ا حملِ الناس على ما قا ل ، فا نّه هو ا لا مر ۔سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸)

۲۲۔ انہوں نے صدقۃ الفطر میں اپنی رائے لگائی کہ ایک صاع کھجور کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے نصف صاع گیہوں ہونی چاہیے۔ تو ابوسعید خدریؓ نے وہ رائے نہ مانی اور کہا

لا ا خ ر ج فیھا الا الذی کنت ا خ ر ج فی عھد رسو ل اللہ صاعاً من تمر (میں تو وہی نکالوں گا جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں نکالتا رہا، ایک صاع کھجور کا۔ الخ)۔ صحیح بخاری۔ص ۲۰۴۔ صحیح مسلم ص ۳۱۸۔ سنن ابوداؤد۔ص ۲۲۷۔ جامع ترمذی۔ ص ۸۹۔ سنن ابن ماجہ۔ص ۳۲۲)۔

صاع ایک پیمانے کا نام ہے جس میں تقریباً اڑھائی سیر انگریزی گیہوں آتے ہیں اور یہی صاع ہر قسم کے طعام سے صدقہ دینا لازم ہے اور جو امام ابوحنیفہؒ نے گیہوں سے نصف صاع تجویز کیا ہے اس میں ان کا بجز امیر معاویہؓ کوئی پیشوا نہیں ہے اور نہ کوئی حدیث صحیح نصف صاع میں ثابت ہے۔ تفصیل اس کی انشاء اللہ کسی موقع میں ہوگی۔

۲۳۔ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لینا اور اپنا خلیفہ کرنا تجویز کیا اور ان کے نائب مروان نے ان کے حکم سے مدینہ میں خطبہ کیا کہ امیر المومنین معاویہؓ کی رائے ہے کہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا خلیفہ کرے ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت پر۔ تو عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ اس پر معترض ہو کر کہنے لگے کہ یہ تو سنت ہرقل اور قیصر کی ہے۔ ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں کیا اور نہ کسی اور کو اپنے گھر والوں میں۔ مروان بولا پکڑو اس کو۔ وہ اپنی ہمشیرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر میں جا چھپے۔ مروان وہاں پہنچا اور حضرت عائشہ سے باتیں کرنے لگا اور بولا یہ (عبدالرحمٰن) وہ ہے جس کے حق میں یہ آیت اتری ہے و الذی قا ل لوالد یہ افٍ لکما اتعدا ننی ان ا خ ر ج .. الخ (ا حقا ف: ۱۷) (یعنی جس نے اپنے ماں باپ کو کہا ہے تم کو تف ہے)... بی بی عائشہ پردہ کی آڑ میں بولیں یہ (مروان) جھوٹ کہتا ہے یہ آیت عبدالرحمٰن کے حق میں نہیں اتری، خدا کی قسم یہ تو فلاں شخص کے حق میں اتری ہے۔ ہاں مروان کے باپ کو آنحضرت ﷺ نے لعنت کی ہے جب یہ اپنے باپ کی پشت میں تھا۔ سو یہ اس لعنت سے فیض یاب ہوا۔ (بخاری۔ص ۲۱۵۔ قسطلانی جلد ۷ ص ۳۷۹۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲۔ نسائی، ابن ابی حاتم، اسماعیلی)۔

نمبر ۲۴۔ انہوں نے اپنی رائے سے کہہ دیا کہ آیت:

و الذین یکنزو ن الذ ھب و الفضۃ و لا ینفقو نھا فی سبیل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله فبشر هم بعذا ب اليم (یعنی جولوگ چاندی سونا جمع کرتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ نہیں کرتے ان کوخبر سنادے دکھ والی مار کی)۔

اہل کتاب کے حق میں اتری ہے تو ابو ذر غفاریؓ ان پر معترض ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ مسلمانوں کے حق میں بھی اتری ہے۔ امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کے پاس حضرت ابو ذرؓ کی شکائت لکھ بھیجی انہوں نے ابو ذرؓ کوشام سے مدینہ میں بلا لیا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ صحابی جلیل الشان ہیں۔ بڑے زاہد وصوفی منش مال جمع رکھنے میں ان کا مذہب یہ تھا جوکسی ظریف نے کہا ہے: گرمرد ہے تو عاشق کوڑی نہ رکھ کفن کو۔،

حضرت عثمانؓ نے حضرت کعب احبارؓ سے کہا کہ حضرت عبد الرحمٰن فوت ہوئے ہیں اور مال چھوڑ گئے ،تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔حضرت کعبؓ بولے اگر اس میں خدا کا حق نکالتا رہا ہے تو اس میں کچھ ڈر نہیں ۔حضرت ابو ذرؓ نے کعب کو لاٹھی سے مار کر کہا کہ میں نے تو آنحضرت ﷺ سے یہ سنا ہوا ہے کہ اگر پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہوتو میں اس کو چھوڑ جانا پسند نہیں کرتا (مشکوۃ۔ص ۱۵۸)

۲۵۔ انہوں نے حضرت امام حسنؑ کی شہادت کو مصیبت نہ سمجھا اور ایک بدبخت کے اس موقع پر یہ کلمہ کہنے پر کہ جمرة اطفا ها الله (یعنی یہ امام حسن ایک انگارتھا جس کو خدا نے بجھا دیا)، سے سکوت کیا۔اور باتوں کا بھی ان پر الزام لگایا جن میں بدوں تجویز اس امر کے کہ آپ نے حدیث کے معنی سمجھنے میں غلطی کی اور اس میں اپنی رائے فاسد لگائی ان کی خلاصی مخالفت نبوی سے ممکن نہیں ہے چنانچہ خالد سے روایت ہے:

قا ل وفد المِقدا م بن معديكر ب و عمرو بن ا لاسود و ر جل من بنى اسد من اهل قِنّسرين الى معاوية بن ابى سفيا ن، فقال معا ويه للمقدا م: اعلِمت انّ الحسن بن على تو فى فر جّع المقدا م، فقا ل له فلا ن: اتعدّ ها مصيبة. فقا ل له: و لِم لا اراها مصيبة و قد و ضعه رسو ل الله ﷺ فى حِجره، فقا ل هذا منّى و حسين من على. فقا ل ا لاسدى جمرة اطفا ها الله.

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقا ل المقدا م: امّا انا فلا ابر ح اليو م حتى ا غيظك و اسمِعك ما تكره۔ ثمّ قا ل: يامعا و يه! ان انا صدقت فصدّقنى و ان انا كذبت فكذّ بنى۔ قا ل افعل۔ قا ل: فا نشد ك با لله! هل سمعت رسو ل الله ﷺ ينهى عن لبس الذ هب۔ قا ل نعم۔ قا ل فانشدك با لله! هل تعلم انّ رسو ل الله ﷺ نهى عن لبس الحرير۔ قا ل نعم۔ قا ل فا نشد ك با لله! هل تعلم ان رسو ل الله ﷺ نهى عن لبس جلود السباع و الر كو ب عليها۔ قا ل نعم ۔ قا ل فو الله لقد ر أيت هذا كلّه فى بيتك يا معا و يه! فقا ل معاويه: قد علمت لن انجو منك يا مقدا م! فامر له معا و ية بما لم يأمر لصا حبيه و فر ض لا بنه فى المأتين ففر قها المقدا م على ا صحا به ، قا ل : ولم يعط ا لا سدىّ احداً شيئاً ممّا ا خذ۔ فبلغ ذلك معا و ية ۔ فقا ل : امّا المقدا م فر جل كر يم بسط يده ، و اما الا سدىّ فر جل حسن الامساك لشيئه ۔(ابو دا ؤد۔ با ب جلود النمور۔ حد يث نمبر ١٤٣١) ۔

(ترجمہ: خالد نے کہا مقدام بن معدی کرب اور عمرو بن اسود اور ایک آدمی بنی اسد قبیلے کا معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہ نے مقدام سے کہا تو نے جانا حسن بن علی فوت ہو گئے۔ مقدام نے انا لله و انا اليه را جعو ن پڑھا۔ ایک آدمی (خدا اس سے وہ معاملہ کرے جس کے وہ لائق ہے) بولا کیا تو اسکو مصیبت سمجھتا ہے مقدام نے کہا کیوں نہ سمجھوں یہ وہ شخص ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے اپنے گود میں لیا اور کہا یہ میرا ہے اور حسین حضرت علی کا۔ اسدی بولا وہ انگار تھا جس کو خدا نے بجھا دیا ہے۔ مقدام نے (غصہ ہو کر) کہا کہ میں تو یہاں سے نہ ٹلوں گا جب تک تجھے غصہ میں نہ ڈالوں گا اور وہ باتیں نہ سناؤں جو تجھے بری لگیں پھر بولا اے معاویہ اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرو۔ جھوٹ بولوں تو جھٹلا دو۔ اس نے کہا ہاں، ایسا ہی کرونگا ،مقدام نے کہا تجھے خدا کی قسم سے پوچھتا ہوں تو نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ وہ سونا پہننے سے منع کرتے معاویہ بولا ہاں۔ مقدام نے کہا تجھے خدا کی قسم سے پوچھتا ہوں تو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ معاویہ بولا ہاں۔ مقدام نے کہا تجھ سے خدا کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم سے پوچھتا ہوں آنحضرت ﷺ نے درندوں کے چمڑے پہننے اور ان پر بیٹھنے سے منع کیا ہے۔ معاویہ بولا ہاں۔ مقدام نے کہا یہ سب کچھ اے معاویہ تیرے گھر میں میں نے دیکھا ہے۔ معاویہ بولا میں جان چکا ہوں کہ میں تجھ سے ہرگز چھٹنے نہ پاؤنگا)۔

ذنابۃ المقصد الثانی

یہ چند تمثیلیں مواخذات صحابہ میں نے ذکر کی ہیں جن کو مشتے نمونہ خروار و یکے از ہزار کہا جائے تو بجا ہے۔ رہے مواخذات علماء تابعین و آئمہ مجتہدین سو مستغنی از تفصیل و تمثیل ہیں جس نے کبھی اقوال و مذاہب ان علماء کے کسی کی زبان سے بھی سنا ہوگا گو ان کی کتب کو نہیں دیکھا وہ ان کے مواخذات سے بے خبر نہ ہوگا۔ اور جس نے کسی عالم کی مجلس میں بھی گذر کیا ہوگا اسکے کانوں میں یہ قصہ پہنچ چکا ہوگا کہ ان لوگوں میں سے ایک نے دوسرے کی بہت باتوں کو نہیں مانا اور ان پر مواخذہ کر کے اپنا نیا مذہب نکالا ہے یہاں تک کہ شاگرد استادوں سے جھگڑتے رہے اور ان سے مسائل و مذاہب میں مخالف ہو گئے۔ ایک شخص نے ایک امر کو حلال کہا ہے اور دوسرے نے اس کو حرام۔ ایک نے سنت کہا ہے دوسرے نے مکروہ بلا کلام۔ مثلاً امام اعظم مذہب حنفی کچھ کہتے ہیں اور ان کے شاگرد کچھ، اور ان کے شاگردان شاگرد اور کا اور اور ان سے پچھلے دوسرے طور۔ اسی واسطے مذاہب تابعین و مجتہدین صدہا تک پہنچ گئے اور سب کے سب مذہب واحد پر متفق نہ رہے اگر ایک دوسرے کی بات پر مواخذہ نہ کرتا تو ان سب کا مذہب واحد پر اتفاق ہو جاتا نہ کوئی حنفی کہلاتا، نہ شافعی، نہ یوسفی، نہ حنبلی، سب کے سب محمدی کہلاتے اور اتباع محمدی کو بلا اختلاف اپنا شعار بناتے۔

یہ حال سن کر بھی کسی کو شک رہے اور بدون ذکر مثال اس کی تسکین خاطر نہ ہو تو وہ ذنابہ مقصد اول کو جس کے مخفیات کے ضمن میں بعض مواخذات کا بھی بیان ہو چکا ہے مطالعہ میں لاوے۔ اور اگر کسی کو اس گلزار کی سیر سیر ہو کر مطلوب ہے تو وہ بشرط استعداد علمی کتب خلافیات کا ملاحظہ کرے جیسے فتح القدیر، شرح معانی الآثار، کتب مذہب حنفی، منہاج مذہب شافعی سے مغنی، مذہب حنبلی سے۔ وعلی ہذا القیاس۔ شرح معانی الآثار میں امام ابوجعفر طحاوی نے باوجود اس کے کہ مذہب حنفی کی نصرت میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بزعم خود بڑی سعی و جانفشانی کی ہے کما ل قا ل المو لی ا لا جل الشیخ عبد العزیز الد ھلوی فی بستا ن المحد ثین۔ پھر جہاں قول..(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر سیز دہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۲ مئی ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب کا جواب ہے جن کو ظفر احمد صاحب نے مشتہر کیا ہے من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

امام ابوحنیفہؒ کو مخالف حدیث پایا ہے اور اس کی نصرت وتائید میں ان سے کچھ بن نہیں آیا تو مواخذہ سے درگذر نہیں کیا اور اس قول کو صاف باطل کہہ دیا ہے (ھذا ابو جعفر الطحاوی مع مبا لغۃالمفر طۃ فی نصرۃ المذ ھب اذا تمت الحجۃ علی ابی حنیفہ تراہ فی معا نی ا لآ ثار کیف یا تی بکلا م حد ید حتی قا ل فی بعض المواضع قا ل ابو حنیفہ باطل ۔ درا سا ت ا للبیب فی اسوۃ الحسنۃ با لحبیب) اور کئی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ سے مخالفت کی ہے اور اس مخالفت کے باوجود کچھ پرواہ نہیں رکھی۔ دیکھو مسئلہ طلاق نشہ کی حالت میں اور مسئلہ شروع نماز فجر غلس میں۔ یہاں سے طحاویؒ کے اس قول کی تائید نکلتی ہے جو ضمیمہ نمبر ۶، ۱۸۷۷ء میں طحاوی سے نقل ہوا:

او کلما قا ل ابو حنیفہ اقلدہ و لا یقلد ا لا عصبی او غبی (کیا جو کچھ امام ابوحنیفہ نے کہا ہے میں اس کا مقلد ہوں؟ مقلد تو نہ ہوگا مگر متعصب یا بے عقل)

اور ان سب سے بڑھ کر کتاب محلی ابن حزم ہے جس کے حق میں امام عزالدین بن عبدالسلام (عزالدین وہ شخص ہے جس کے علم وصلاحیت پر اتفاق ہے دیکھو عقد الفرید ملا حسن شرنبالی حنفی کی اس میں کہا ہے: قا ل الشیخ المتفق علی علم و صدقہ الشیخ عز الدین بن عبد السلا م .. الخ) کتاب مفتاح کنز الدرایہ میں فرماتے ہیں لا نظیر لہ فی الاسلا م یعنی کتاب محلی لانظیر اسلام کی کتابوں میں کوئی کتاب فقہ نہیں ہے۔ اس کتاب مستطاب میں امام ابن حزمؒ نے ایک ایک نام لے کر مواخذہ کیا ہے اور جس کا قول خلاف حدیث پایا ہے اس کو ان الفاظ سے رد کر دیا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدق الله و رسوله و كذ ب فلا ں يسميه

(اللہ تعالی اور اس کے رسول نے اس مسئلہ میں سچ فرمایا ہے اور فلاں شخص نے (جن جن کا نام لیتا ہے) جھوٹ بولا ہے)

میں نے ان لوگوں کے ناموں کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ مجمل طعن بلا تفصیل سن کر ہمارے دوست ہم سے نہ الجھیں اصل کتاب کی طرف توجہ فرمائیں گے تو ان کے جرح وطعن کو حق و با دلیل پائیں گے اور حافظ ابن حزمؒ کی اس حق گوئی پر احسان منائیں گے۔

سوال۔ ابن حزمؒ کی سخت زبانی و تیز کلامی مشہور دیار و امصار ہے پس ایسے شخص کے مواخذات کا کیا اعتبار ہے۔ ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ وفیات الاعیان میں باوجود صفت وثنا ابن حزمؒ کی بایں الفاظ:

كا ن ابن حزم حا فظاً عا لماً بعلوم الحد يث و فقيهاً مستنبطاً للا حكا م من الكتا ب و السنة و كا ن متقناً في علو م جمةٍ عاملاً بعلمه۔

اس کے حق میں کہا ہے کہ اس کی زبان سے کوئی نہیں چھوٹا، اس لئے دلوں کو اس سے نفرت ہوگئی، اور فقہاء کا وہ ہدف (نشانہ بدگوئی) ہو گیا، اور فقہاء اس کے بغض پر مائل ہوئے اور اسکی باتوں کو رد کرنے لگے، اور عام لوگوں کو اسکے پاس جانے سے روک دیا، اور بادشاہوں کو اس کے فتنہ سے ڈرایا، پس سلاطین نے اس کو اپنے پاس سے دور پھینک دیا۔ ابن عریف نے کہا ہے کہ ابن حزمؒ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار سے کوئی نہیں بچا۔

جواب۔ یہ تیز کلامی وسخت زبانی اس امام عالی مقام کی محض احیاء سنت و اماتت بدعت کی نیت سے ہوئی ہے نہ تعصب ونفسا نیت سے جب اس نے فقہاء کو اپنے آئمہ اور اساتذہ کی تقلید پر مقلدین احبار اور رہبان کی طرف معتکف پایا اور ان کی کلام کو مخالف نصوص صریحہ دیکھا تو فرط حمیت سنت سے اس کو برا کہا۔ یہ برا کہنا ایسا ہے جیسے صحابہ رسول اللہ ﷺ امور خلاف حق وسنت دیکھ سن کر ان امور کے مرتکبین کو برملا برا کہتے اور برطبق لا يخا فون لو مة لا ئم کسی کی پرواہ نہ رکھتے دیکھو ابن عباسؓ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ذکر ہوا کہ نوف بکالی (ایک عالم تابعی امام اہل دمشق کا نام ہے) کہتا ہے کہ حضرت موسیٰ وحضرت خضرؑ کے ساتھ ہو چلا تھا، وہ نہیں تھا جو بنی اسرائیل کا نبی تھا۔ تو حضرت ابن عباسؓ سن کر جوش میں آ گئے اور صاف کہہ دیا کذب عدو اللہ یعنی خدا کے دشمن نے جھوٹ کہا ہے۔

فعن سعید بن جبیر قا ل قلت لا بن عباس ان نو ف البکالی یز عم ان موسی لیس موسی بنی اسرا ئیل انما ھو موسی آخر فقا ل کذ ب عدو اللہ الحد یث رواہ البخاری فی صحیحہ

۲۔ حضرت عبادہؓ بن صامت کے پاس ایک شخص نے ذکر کیا کہ ابو محمد (شام کا ایک باشندہ) کہتا ہے کہ وتر واجب ہے۔ حضرت عبادہؓ غصے میں آ گئے اور تیز کلام ہو کر بولے: کذ ب ابو محمد یعنی ابو محمد نے جھوٹ کہا ہے:

فعن ابن محیر یز ان ر جلاً من بنی کنا نۃ ید عی المخد جی سمع ر جلاً با شا م یکنی و ابا محمد یقو ل ان الوتر وا جب قال المخدجی فر حت الی عبادۃ بن الصا مت فا عتر ضت لہ و ھو رائح الی المسجد فا خبر تہ با لذی قا ل ابو محمد ، قا ل عبا دۃ کذ ب ابو محمد سمعت رسو ل اللہ ﷺ یقو ل خمس صلوۃ کتبھن اللہ تعا لی علی العباد ۔ الحد یث رواہ مالك فی مو طاہ ۔

۳۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام کے پاس کسی نے ذکر کیا کہ حضرت کعبؓ احبار نے کہا ہے کہ جو ساعت جمعہ کے دن دعا مقبول ہونے کی آئی ہے وہ تمام سال میں ایک دن میں آتی ہے، تو حضرت عبداللہؓ بن سلام غصہ میں آ کر بولے کذ ب کعب ۔ پھر جب ٹھیک بات ان کی طرف سے پہنچی تو بولے صدق کعب :

فعن ابی ھر یرہ قا ل لقیت عبد اللہ بن سلا م فحد ثتہ بہ مجلسی مع کعب ا لا حبار و ما حد ثتہ فی یو م الجمعۃ فقلت لہ قا ل کعب ذلك فی کل یو م سنۃ قا ل عبد اللہ کذ ب کعب فقلت لہ ثم قر أ کعب التو راۃ فقا ل بل ھی فی کل جمعۃ فقال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبد الله بن سلا م صدق كعب ۔ (الحدیث رواہ مالک ص ۲۸ ۔ واصحاب السنن)

خلاصہ ترجمہ ان تینوں حدیثوں کا وہی ہے جو پہلے نقل حدیث کی ہندی (مراد اردو زبان) مضمون میں کیا گیا ہے اس لئے دوبارہ اس کا اعادہ نہیں کیا۔

اور اگر حضرت عمر فاروقؓ کی تیز کلامیاں وسخت گوئیوں کو شمار کیا جائے تو ایک دفتر طویل ہو جائے پس یہ تیز کلامی وسخت زبانی موجب عار وشنار نہ ہو بلکہ عین دین و سنت اخیار جس کو مصنفین اس مصرع کا مصداق کہہ سکتے ہیں:

و تلك شكاة ظاهر عنك عارها

یا محمل اس بیت کا:

لا عيب فيهم غير ان سيوفهم
لهن فلول من قراع الكتائب

اتحاف النبلاء میں بعد نقل مضمون تاریخ ابن خلکانؒ کے اس کے جواب میں کہا ہے:

گوئم ایں وقوع او از جہت تصلب ... در اتباع واجتناب از ابتداع بود واکثر آئمہ را مقلد محض یافتہ حامی احبار ورہبان خود دیدہ ورفض سنن ونبذ کتاب اللہ وتمسک بفروع مجتہد فیہا مشاہدہ نمودہ زبان را در ذم ایشاں مطلق ساختہ اگر نیت صالحہ ہمراہ دارد انشاء اللہ تعالی ضرر ے ازاں بسوئے وے عائد نخواہد شد ولہذا شیخ اکبر در باب ثالث وعشرین ومائتین از فتوحات مکیہ گفتہ:

غا يت الو صلة ان يكو ن الشيء عين ما ظهر و لا يعرف انه هو كما ر أيت النبى ﷺ فى المنا م و قد عا نق ابا محمد بن حز م المحد ث فغا ب الوا حد فى ا لآ خر فلم نر الا وا حداً و هو رسو ل الله ﷺ فهذه غا ية الو صلة و هى المعبر عنها بالا تحا د ۔ و لنعم ما قيل ۔ تو هم و شينا بليل مزاره ۔ فهّم ليسعى بيناً با لتبا عد ۔ فعا نقه حتى اتحد نا تعا نقاه ۔ فلما اتا نا ما ر أى غير وا حد ۔ و يقر ب منه ما قيل با لفا رسية ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذبہ وصل بحدیست میاں من و تو
کہ رقیب آمد و نشناخت نشان من و تو

رز قنا الله من هذه ا لا تحاد نصيباً فی الد نيا و ا لآ خرة

(ترجمہ۔ غایت وصال واتحاد دو چیزوں کا یہ ہے کہ ایک شئے دوسری کی عین ہو جائے اور خود نظر نہ آوے جیسے میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ابن حزم محدث کو گلے لگایا۔ پس ایک دوسرے میں غائب ہو گیا۔ پس بجز (ص ۵۷) ایک آنحضرت ﷺ دوسرے کو نہ دیکھا اور یہ پرلے درجہ کا وصال ہے جس کو اتحاد کہتے ہیں اور کیا اچھا کسی نے نظم میں کہا ہے۔ ہماری چغلی کھانے والے نے ایک رات ہمارے محبوب کا ہمارے پاس آنا خیال کیا۔ یوں اس کوشش میں لگا کہ ہم میں دوری ڈال دے۔ سو میں نے اسے گلے لگا لیا یہاں تک کہ ہم دونوں ایک ہو گئے۔ پس جب وہ ہمارے پاس آیا تو بجز ایک کے کسی کو نہ دیکھا۔

اور اسی کے قریب ہے ہے جو کسی نے فارسی میں کہا ہے کہ مجھ میں اور تیرے میں ایسا جذبہ وصال ہے کہ رقیب آیا اور اس نے میرا اور تیرا نشان نہ پایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا اتحاد و وصال سے دنیا و آخرت میں حصہ دے (جیسا حافظ ابن حزم کو آنحضرت ﷺ سے ملا)

رہا یہ امر کہ فقہاء نے اس کو ہدف سہام ملام کیا اور عام لوگوں اور سلاطین کو اس کے اتباع سے روک دیا اور سلاطین زمانہ نے اس کو اپنے پاس سے دور کر دیا، سو جواب اس کا یہ ہے کہ وہ فقہاء خود ابن حزمؒ کے مدعی علیہ ہیں اور جن پر ابن حزمؒ نے مواخذات کئے ہیں ان کے وہ بھائی بند اور مقلد ہیں۔ جب وہ امام ابن حزمؒ کے مواخذات وعلمی اعتراضات کی جواب دہی سے عاجز آئے تو برا بھلا کہنے سے دلوں کے ارمان نکال گئے اور بزعم خود اپنے پیشواؤں کا بدلہ لینے کی یہ تجویز نکالی کہ چلو علمی جواب تو آتا نہیں گالیوں ہی سے اس کو چور کریں۔ جیسے ہمارے وقت کے مخاطبین جب جواب دہی مسائل سے عاجز آتے ہیں تو سبّ وشتم کے فیر چلاتے ہیں۔ پس ایسے برا کہنے والوں کی بدگوئی کا کیا اعتبار ہے۔ ہاں اگر کوئی ثالث بالخیر برا کہتا وہ جس پر ابن حزمؒ نے اعتراض نہیں کیا اور نہ اس کے امام یا استاد کو کچھ کہا ہے تو بشرط مدلل ہونے اس کی کلام کے اس کا برا کہنا اور لوگوں کو ابن حزمؒ کی طرف سے نفرت دلانا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کب لائق لحاظ ہے اوران سلاطین کا ابن حزمؒ کو اپنے قرب سے ہٹانا کس طرح لائق التفات بادشاہوں کو جس نے ان کی ہوائے نفسانی کے مطابق فتوی دیا اس نے جو چاہا کروا لیا جس کو چاہا رسوا کرایا جس کو چاہا انعام دلایا پس یہ بھی انہیں فقہاء اعداء سنت کا کام تھا اور بظاہر بادشاہوں کا نام ایسے لوگوں کے تقرب کے لئے حلال کو حرام بنادیا اور نماز روزہ انکے لئے معاف کر دیا چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (جن کو مولوی عبد العلی صاحب لکھنوی شرح مسلّم الثبوت خاتم ولایۃ محمدیہ لکھتے ہیں) فتوحات مکیہ کے تین سو اٹھارویں باب میں ایسے فقہاء کا حال نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

و اعلم انه لما غلبت ا لا هواء على النفوس و طلبت العلماء المرا تب عند الملو ك تر كوا المتحجه البيضاء و جنحوا الى التا ويلا ت البعيدة ليمشوا ا غرا ض الملو ك فيما لهم فيه هوى نفس ليستندوا فى ذلك الى امر شر عى مع كو ن الفقيه ربما لا يعتقد ذلك و يفتى به و قد ر أينا منهم جما عة على هذا من قضا تهم و فقها ئهم ولقد اجز نى الملك الظا هر غازى بن الملك النا صر صلا ح الدين يو سف بن ايو ب و قدوقع بينى و بينه فى مثل هذا كلا م فنا دى بملو كٍ فقا ل جئنى بالجرمدا ن فقلت ما شا ن الجر مدان قا ل انت تنكر ما يجرى فى بلدى و مملكتى من المكرا ت و الظلم و انا و الله اعتقد ماتعتقد فيه من ان ذلك كله منكر و لكن و الله يا سيدى ما منه منكر ا لا بفتيا فقيه و خط يده عندى بجواز ذلك فعليهم لعنة الله تعا لى و لقد افتا نى فقيه و هو فلا ن و عيّن لى افضل فقيه عنده فى بلده فى الدين و التقشف با نه لا يجب علىّ صو م شهر ر مضا ن هذا بعينه بل يجب علّ شهر فى السنة و الا ختيار لى فى اى شهر شئت عن شهور سنة قا ل السلطا ن فقلت ؟ فى با طنى و لم ا ظهر له ذلك و هو فلا ن فسمّا ه لى ر حم الله تعالى جميعهم فليعلم ان الشيطا ن قد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکنه الله تعا لی علی حضرة الخیا ل و جعل له سلطا ن فیها فا ذا رأی الفقیه یمیل الی هوی یعرف انه یر دی عند الله تعا لی ز یّن له سو ء عمله بتا ویل غر یب و یمهد له فیه و جهاً یحسنه له فی نظره و یقو ل له ان الصدر ا لاو ل قد دانوا لله با لرأی و قا س العلماء فی ا لا حکا م و استنبطوا العلل لله شیئاً و طر دوها و حکموا فی المسکوت عنه بما حکموا به فی المنصوص علیه للعلة الجا معة بینهما و العلة من استنبا طه فا ذا مهد له هذا السبیل جنح الی نیل هوا ه و شهو ته بو جه شر عی فی ز عمه فلا یزال هکذا نعمله فی کل ما له او سلطا نه فیه هوی نفسه و یر د الاحادیث النبو یه و یقو ل لو ان هذا الحد یث یکو ن صحیحاً و ان کا ن صحیحاً لو لم یکن خبرا آ خر یعا ر ضه و هو نا سخ له لقا ل به الشا فعی ا ن کا ن هذا الفقیه شا فعیاً او لقا ل به ابو حنیفه ان کان الر جل حنفیاً و هکذا اقوا ل اتباع ا لآ ئمة کلهم و یروو ن الحد یث والا خذ به مضلا و ان الواجب علیهم تقلید هؤلا ء ا لآ ئمة و امثا لهم فیما حکموا به اان عا رضت اقوا لهم الاخبار النبو یة فا لا لی الر جوع الی اقا و یلهم و تر ک ا لاخذ بالا خبار و الکتا ب فا ذا قلت لهم قد رو ینا عن الشا فعی انه قا ل اذا اتا کم الحد یث یعا ر ض قولی فا ضر بوا بقو لی الحائط و خذوا بالحد یث فا ن مذهبی الحد یث و قد رو یناه عن ابی حنیفه انه قا ل لاصحابه حرا م علی کل من افتی بکلا می ما لم یعرف د لیل و ما روینا شیئاً من هذا عن ابی حنیفه ا لا من طر یق الحنفیین و کذا لك الما لك الما لکیه و الحنا بله فا ذا ضایقتهم فی مجا ل هذا الکلا م هر بوا و سکتوا و قد جر ی لما هذا معهم مرا راً با لمغر ب و المشرق فما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منهم ا حد على مذ هب من يز عم انه على مذ هب نقل نسخ الشر يعة با لا هواء و ان كانت ا لا خبار الصحا ح مو جو دة مسطرة فى الكتب الصحاح و اسماء الرواة فى كتب التوا ر يخ معلو مة با لجر ح و التعديل مضبو طة و الا سا نيد محفوظة مصئو نة من التغير و التبديل و لكن اذا تر ك العمل بها واشتغل الناس با لرأى و دا نعوا انفسهم نقبادى المتقد مين مع معا ر ضة ا لا خبار الصحا ح لها فلا فر ق بين عد مها و و جو د ها اذ لم يبق لها حكم عند هم و اى نسخ اعظم من هذا و اذا قلت لا حد هم فى ذلك يقو ل لك هو المذ هب و هو الله كاذب فا ن صا حب المذ هب قا ل لما عا ر ض الخبر كلا مى فخذ بالحد يث فلو انصف لكا ن على مذ هب الشا فعى من ترك الكلا م الشا فعى للحد يث المعا ر ض له فا لله تعا لى ياخذ بيد الجميع ۔

(ترجمہ: تو جان لے کہ نفسوں پر ہوا غالب ہوتی ہے اور علماء بادشاہوں کے پاس مراتب طلب کرتے ہیں تو شریعت کا روشن راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور بعید تاویلوں کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ بادشاہوں کی غرضیں چلائیں جن میں ان کے نفسوں کی خواہشیں ہوں اس میں شرعی سند لے کر باوجود اس کے کہ فقیہہ کو خود اس کا اعتقاد نہیں ہوتا پر وہ بادشاہوں کی خاطر فتوی دیتا ہے اور میں نے ان میں جماعت فقہاء اور قاضیوں کو دیکھا ہے اور مجھے بادشاہ غازی ظاہر بن صلاح الدین یوسف بن ایوب نے خبر دی اور میری اس سے اس باب میں کلام ہوئی ۔ پس اس نے اپنے غلام کو بلایا اور حکم دیا اور حکم دیا جرمدان (جرمدان چرمدان کا معرب ہے اور چرمدان کو لغات عزیزیہ میں بمعنی کیسر لکھا ہے ۔ شائد یہاں مراد کوئی تھیلہ یا بستہ ہو ۔ محمد حسین) لے آؤ ۔ میں نے کہا کیا حال ہے جرمدان کا یعنی کیوں طلب کیا ہے ۔ وہ بولا تو ان باتوں پر جو میرے شہر اور حکومت میں ہو رہی ہیں انکار کرتا ہے یعنی ظلم وغیرہ منکرات پر اور قسم ہے کہ میرا بھی ان میں وہی اعتقاد ہے جو تو اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ سب کی سب بری باتیں ہیں ولیکن ان میں سے کوئی بات نہیں ہوتی مگر فقیہ کے فتوی سے اور اس کا لکھا ہوا جواز میں ان چیزوں کے میرے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس موجود ہے۔ پس ان پر خدا کی لعنت ہو اور قسم ہے مجھے فلا نے فقیہ نے (جس کا نام اس نے لیا تمام فقیہوں سے جو اس شہر میں تھے ظاہر دین داری میں افضل) مجھے فتوی دیا ہے کہ مجھ پر خاص کر مہینے رمضان کے روزے واجب نہیں مجھے اختیار ہے جس مہینہ میں چاہوں سال بھر میں روزے رکھ لوں۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس کو اپنے دل میں لعنت کی اور بظاہر کچھ نہ کہا اور وہ فلا نا شخص جس کا اس نے میرے پاس نام لیا، خدا تعالی ان پر رحم کرے کہ خدا تعالی نے شیطان کو اس کے خیال میں جگہ دی ہے اور اس میں اس حکومت کر رکھی ہے، پس جس وقت کسی فقیہ کو دیکھتا ہے کہ یہ ہوا نفس کی طرف مائل ہے تو اس کو اس کا برا عمل اچھا کر دکھاتا ہے کسی عجیب تاویل سے اور اس کو ایک وجہ بتا دیتا ہے جس کو وہ اپنی نظر میں بہتر سمجھتا ہے۔

(امام مسجد فتح پوری دہلی سے متعلق دو صفحات یہاں مطبوع ہیں جنہیں متفرقات میں نقل کیا گیا ہے۔ بہا)

(عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

ضمیمہ نمبر چہار دہم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۸ جون ۱۸۷۸ء

(بقیہ مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء جس میں ان پانچوں جواب ہے جن کو ظفر احمد حمد نے مشتہر کیا من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

اور کہتا ہے کہ صدر اول (یعنی صحابہ) نے خدا کی اطاعت عقل سے کی اور علماء نے احکام میں قیاس کیا اور بہت چیزوں میں ملتوں کو نکالا جن کو مطرد سمجھ کر قیاس کیا۔ جب یہ راستہ اس کے لئے بنا دیا تو وہ اپنی ہوا و شہوت کی شرعی وجہ سے حاصل کرنے کی طرف مائل ہوا پس وہ اپنے اور اپنے بادشاہ کی سب نفسانی باتوں میں ہمیشہ ایسا ہی کرتا ہے اور احادیث صحیح نبویہ کو رد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حدیث اگر صحیح ہوتی یا کوئی اور حدیث اس کی معارض نہ ہوتی جو اس کی ناسخ ہو تو امام شافعیؒ ضرور اس کا قائل ہوتا (یہ تب کہتا ہے جب کہ وہ فقیہ شافعی ہو) یا امام ابوحنیفہؒ اس کا قائل ہوتا (یہ تب کہتا ہے جب کہ وہ فقیہ حنفی ہو) اسی طرح تمام اماموں کے اتباع کہتے ہیں اور حدیث اور اس کے عمل و اخذ کو گمراہی خیال کرتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ان پر تقلید ان اماموں کی واجب ہے اس میں جو وہ کہیں۔ اگرچہ ان کے اقوال احادیث نبویہ کے مخالف ہوں پھر بھی رجوع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا طرف اقوال آئمہ کے عمل حدیث وقرآن سے بہتر ہے۔ اور ان کو کہیں کہ ہم کو امام شافعیؒ سے روایت پہنچی ہے کہ جب تم کو میرے قول کے خلاف حدیث پہنچے تو میرے قول کو دیوار سے مارو اور عمل حدیث پر کرو۔ ایسا ہی ہم کو ابوحنیفہؒ سے پہنچا ہے کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو کہا کہ حرام ہے اس پر جو میری دلیل نہ جانے یہ کہ میرے کلام سے فتوی دے۔ اور ہم کو یہ بات ابوحنیفہؒ سے نہیں پہنچی مگر حنفیہ کی سند وطریق سے اور نہ شافعیؒ سے مگر شافعیوں کی سند وطریق سے۔ ایسا ہی مالکیہ وحنابلہ کے طریق سے مالکؒ واحمد بن حنبلؒ کے اقوال۔ پس جب ان کو مجال جواب نہیں رہتی تو بھاگ جاتے ہیں اور چپ ہو جاتے ہیں اور ہم کو یہ ماجرہ کئی دفعہ مشرق ومغرب میں پیش آئے ہیں۔ پس ان میں سے ایک بھی نہیں ہے جو اپنے امام کے مذہب ہو سکے جسکے مذہب پر ہونے کا وہ دعوی کرتا ہے۔ پس شریعت نفسانی ہے، ہواؤں سے منسوخ ہوگئی ہے اور حدیثیں صحیح اگرچہ کتابوں میں موجود ہیں اور ان کے راویوں کے نام معہ جرح وتعدیل مرقوم اور سندیں حدیثوں کی تبدل سے محفوظ ولیکن جب ان پر عمل چھوٹ گیا اور لوگ قیاس سے مشتغل ہوئے اور پرانے علماء کے فتاوی باوجود ان کی مخالفت نصوص سے ماننے لگے تو حدیثوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا جب کہ ان کے نزدیک ان کا کچھ حکم نہ رہا۔ اس سے بڑھ کر کیا نسخ ہوگا جب تو کسی کو ان میں سے کچھ کہے گا تو وہ کہے گا ہمارا بھی مذہب ہے اور خدا کی قسم ہے کہ وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ اس مذہب کے امام نے کہا ہے کہ جب صحیح حدیث میری کلام کے مخالف ہو تو حدیث کو لے لو اور میرے کلام کو پائخانہ میں چھوڑ دو اس لئے کہ میرا مذہب وہی حدیث ہے۔ پس اگر وہ انصاف کرے تو شافعی مذہب پر وہی ہے جو شافعی کے قول کو جو حدیث کے مخالف ہو چھوڑ دے (یعنی ایسا ہی حنفی وہ ہے جو ابوحنیفہ کے کلام مخالف حدیث کو چھوڑ دے۔ پس اللہ تعالی سب کو سنبھال لے)۔

پس ایسے لوگوں کے فتوی لگانے اور کسی کو بادشاہوں کے پاس سے ہٹانے کا کیا اعتبار ہے۔ ناظرین ان حضرات کے تعصّبات کو خیال میں نہ لاویں اور بمقابل ان کے یہ غور فرماویں کہ بعض متعصبین نے اس امام عالی مقام پر اعتراض کیا ہے تو کیا ہوا جمہور علماء اور فقہاء تو اس کو پیشوا جانتے ہیں اور جا بجا اپنی کتب مذہبیہ میں اس کی نقل و قول پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگر وہ اس تیز کلامی کے سبب سے ساقط الاعتبار ہو جاتا تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب مذاہب اربعہ میں اس کی نقل وقول پر اعتماد کیوں کیا جاتا رہا۔

یہ امر کہ کتب مذاہب اربعہ میں اس کے قول ونقل پر اعتماد واقع ہے یا نہیں، سو علماء ناظرین اسفار مذاہب اربعہ کے نزدیک محتاج بیان نہیں۔ ہاں عامی اس سے بے خبر ہیں سو ان کی اطلاع کے لئے دو ایک عبارتیں معتبرات حنفیہ کی جن میں نقل وقول ابن حزمؒ سے اشتہا داوران پر اعتماد واقع ہوا ہے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

۱۔ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی جن کی حنفیت شہرہ آفاق ہے شرح سفر السعادۃ کے صفحہ ۳۰ میں بضمن وصل اخیر قسم ثانی مقدمہ کے امام ابن حزمؒ کے قول سے استشہاد کرتے ہیں اوران کو بخطاب امام وحافظ (یعنی حافظ الحدیث) یاد فرماتے ہیں حیث قال:

امام حافظ ابومحمد بن حزم گفتہ کہ اصحاب ابوحنیفہ ہمہ متفق اند کہ حدیث ہر چند اسناد اوضعیف بود مقدم تر اولی تر از قیاس است۔

۲۔ حلبی نے شرح کبیر منیۃ المصلی میں اس حدیث موقوف کی تصحیح میں ہے کہ جمعہ وعیدین مصر کے سوا نہیں ہوتی ہیں، ابن حزمؒ کے قول پر اعتماد کیا ہے چنانچہ کہا ہے:

روی ابن ابی شیبه عن علیؓ انه قا ل لا جمعة و لا تشریق و لا صلوة فطر و لا ا ضحی ا لّا فی مصر جا مع او مد ینة عظیمة صححه ابن حز م فی المحلی و روی مر فوعاً و هو ضعیف و علی هذا القیاس

سوال۔ ابن حزمؒ کے قول پر علماء کا اعتماد اوران کی نقل وروایت سے استشہاد تو مسلّم ہے۔ ولیکن یہ کیا بات ہے کہ بعض علماء ظاہر یہ (جن میں سے ابن حزم ہیں) کی بات کو مواضع اجماع میں نہیں مانتے اوران کے خلاف کی پرواہ نہیں رکھتے۔ دیکھو نوویؒ نے شرح مسلم کے صفحہ ۱۲۷ میں بذیل حدیث مسواک کے کہا ہے کہ شیخ ابوحامد اسفرائنیؒ نے امام داؤد ظاہریؒ سے (جو ابن حزم کا پیشوا ہے) وجوب مسواک نقل کیا ہے پھر کیا یہ نقل صحیح نہیں ہے اور اگر صحیح بھی مانی جاوے تو داؤدؒ کا خلافِ اجماع میں مضر نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں میں کچھ تو ہے جس کے سبب سے یہ اجماع کے رکن نہیں بنائے گئے اوراس کمیٹی کے ممبروں سے نکالے گئے۔

جواب۔ یہ بات ہی ان نفسانی فتووں کی طرح تعصب وہوا ہی سے پیدا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی ہے اور حمیت مذہب و آفت تقلید نے ان سے کہلوائی ہے اس کے سوا اور کوئی دلیل اس پر نہیں پائی گئی:

قا ل ا لا مام الر با نی المجتهد الیما نی محمد بن علی الشوکانی فی نیل ا لاو طار شر ح منتقی ا لا خبار تحت حدیث السوا ك و هو من السنن المؤکدة و لیس بوا جب فی حا ل منا لا حوا ل قا ل النووی با جماع من یعتد به فی الاجماع و حکی ابو حا مد ا لاسفرا ئینی عن دا ؤد الظا هری انه او جبه فی الصلوة و حکی لما ور د عنه انه وا جب لا یبطل الصلوة بتر که و حکی عن اسحاق بن را هو یه انه واجب تبطل الصلوة بتر که عمداً قا ل النووی و قد انکر اصحا بنا المتا خرو ن علی الشیخ ابی حا مد و غیره نقل الوجو ب عن دا ؤد و قا لوا مذ هبه انه سنة کا لجما عة و لو صح ایجا به عن دا ؤد و لم تضر مخا لفته فی انعقا د ا لاجماع علی المختار الذی علیه المحققن و الا کثرو ن قا ل و اما اسحاق فلم یصح هذا المحکی عنه ۔ انتهی ۔

و عدم الاعتادِ بخلا ف دا ؤد مع علمه و ور عه و ا خذ جما عة من ا لآ ئمة ا لا کا بر لمذ هبه من التعصبا ت التی لا مستند لها ا لا مجر د الهوی و العصبیة و قد کثر هذا الجنس فی اهل المذهب و ما ادری ما هو البر ها ن الذی قا م لهؤلا ء المحققین حتی ا خر جواه من دا ئرة علما ء المسلمین فا ن کان لما وقع منه من المقا لا ت المستبعدة فهی بالنسبة الی مقا لا ت غیره المو سسة علی محض الر أ ی المضا دة لصریح السنة فی حیز القلة المبا لغه فا ن التعویل علی الر أی و عدم ا لا عتناء با لا دلة قد ا فضی بقو م الی التمذ هب بمذا هب لا توا فق الشر یعة منها الا القلیل النادر ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں بذیل مسئلہ مسواک کہا ہے کہ یہ مسواک سنت موکدہ ہے اور کسی حالت میں واجب نہیں ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ بات ان لوگوں کے اتفاق سے ثابت ہے جن کا اجماع میں اعتبار ہوتا ہے۔ اور ابو حامد اسفرائینیؒ نے داؤد ظاہریؒ سے اس کا وجوب نقل کیا ہے اور نوویؒ نے اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ ایسا واجب نہیں ہے جس کے ترک سے نماز بالکل نہیں ہوتی۔ اور اسحاق بن راہویہؒ سے منقول ہے کہ یہ ایسا واجب ہے جس کے ترک سے نماز نہیں ہوتی ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ ہمارے متاخرین علماء نے ابو حامد وغیرہ کا داؤد سے وجوب نقل کرنا نہیں مانا اور کہا ہے کہ اس کا مذہب بھی یہی ہے کہ مسواک سنت ہے جیسے اور جماعت کا مذہب ہے (یا جیسے جماعت سنت ہے)

اور اگر امام داؤدؒ کا واجب کہنا ثابت ہو تو تو داؤدؒ کی مخالفت اجماع کو ضرر نہیں دیتی جیسے محققین واکثرین نے اختیار کیا ہے۔ اور اسحاقؒ سے تو یہ قول وجوب صحیح ہے نہیں ہوا۔ تمام ہوا کلام امام نوویؒ کا۔

(امام شوکانی نے کہا) باوجود علم و پرہیزگاری داؤد کے، اختیار کرنی بڑے اماموں کی ایک جماعت کے اس کے مذہب کو اس کے خلاف میں شمار میں نہ لانا ان تعصّبات سے ہے جن کے لئے سوائے ہوائے نفسانی و رعصب مذہبی کے کچھ سند نہیں اور اس قسم کا تعصب اہل مذہب میں بہت ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان محققین (بزعم خصم) کے پاس کون سی دلیل قائم ہوئی ہے جس کے حکم سے انہوں نے داؤد کو زمرہ علماء سے خارج کر دیا اور اگر یہ اخراج داؤد کی بعض بعید باتوں کے سبب سے ہے تو وہ یہ نسبت اوروں کی ایسی باتوں کے جو محض رائے پر مبنی ہیں اور صریح حدیث کے خلاف، نہایت قلت میں ہیں اسلئے کہ رائے پر اعتماد کرنے اور نصوص کے قصد نہ کرنے نے تو قوم کو ان مذاہب کی طرف پہنچا دیا ہے جن کو سنت سے بجز شاذ و نادر کہیں مناسبت نہیں (پھر باوجود اس کے ان لوگوں کا ... ساقط الاعتبار نہ ٹھہرا)

بعض علماء نے اعتبار نہ کرنے خلاف ظاہر یہ پر یہ استدلال کیا ہے کہ یہ لوگ مجتہد نہیں اس لئے کہ شروط اجتہاد سے رائے و قیاس بھی، جس کے یہ قائل نہیں۔ اور صاحب تنویر نے جو نصرت مذہب کے واسطے خطابیہ کی طرح کذب کو حلال جانتا ہے اور اس فن میں درجہ امامت واجتہاد کا پاس کیا ہوا ہے چنانچہ مفصل بیان اس کا معیار الحق میں ہو چکا ہے، اس پر اس افتراء سے استدلال کیا ہے کہ داؤد و ابن حزم ظاہری اہل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنت سے نہیں ہے اس لئے کہ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں میں کہا ہے:

و الظا هری من لا یقو ل با لقیاس و لا بآ ثار الصحا بة و التابعین کداؤد و ابن حز م و بینهما المحققون من اهل السنة کا حمد و اسحاق ۔

راقم (محمد حسین بٹالوی) بجواب استدلال ان علماء کے کہتا ہے کہ ثبت العرش ثمانقش یعنی پہلے چھت بنالیں پھر نقش نگار کی فکر میں پڑیں ۔ پہلے قیاس کو نصوص شرعیہ سے ثابت کریں پیچھے اس کے منکر پر انکار متوجہ فرماویں اور اس کو دائرہ مجتہدین سے خارج بتاویں ۔

اس عاجز نے حسامی سے بزدوی تک اکثر کتب اصول مصنفہ سلف وخلف دیکھیں پر کسی میں کوئی دلیل صحیح صریح مشروعیت قیاس پر نہ پائی اگر کوئی شخص ایک آیت صریح یا حدیث صحیح مشروعیت قیاس پر مجھے بتلا دے تو انعام موعودہ اشتہار سے دو چند انعام پاوے ولیکن قیود اشتہار کا یہاں بھی لحاظ رکھیں اور بے سوچے بن سمجھے مثال آیت فا عتبروا یااولی ا لا بصار، یا حدیث ا ر أیت لو کا ن ابیك دین ۔ یا حدیث ا ر أیت لو تمضمضت ، یا حدیث معاذ بن جبل سے جو اس باب میں مشہور ہے، نہ لپٹ جاویں ورنہ پیچھے پچھتائیں گے، اور بجائے انعام بجز خسارت وندامت کچھ نہ پائیں گے۔ اور جب کوئی دلیل اس کی مشروعیت پر نہ ملے تب تک ظاہریہ کی طعن وتشنیع سے متوقف رہیں اور بنظر روایات استدلالات ذیل انکار قیاس کو خلاف حق نہ سمجھے اور نہ ظاہریہ کو اس میں متفرد خیال کریں ۔ اجلہ صحابہ وآئمہ تابعین بلکہ خود رسول امین بلکہ خود رب العالمین اس قیاس کے منکر ہیں اور اس کو ضلالت وہوائے نفس و پیشہ ابلیس فرما چکے ہیں ۔ صحیح بخاری میں (حدیث نمبر ۷۳۰۷ وغیرہ)

با ب ما یذ کر من ذمّ الر أی و تکلّفِ القیاس و قو ل الله:

و لا تقف، ما لیس لك به علم (الاسراء:۳٦) ...

الی ان ذکر بسنده الی ابن عمر :

یقو ل سمعت النبی ﷺ یقو ل :

انّ الله لا ینزع العلم بعد ان اعطا کموه انتزا عاً ، و لکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ينتزعه عنهم مع قبض العلماء بعِلمِهم فيبقى نا س جهّا ل يستفتو ن فيفتو ن برأ يهم، فيضِلّو ن و يضِلّو ن، فحدّثت به عا ئشة زو ج النبى ﷺ ۔ ثم انّ عبد الله ابن عمرو حجّ بعد ۔ فقا لت: يا ابن اختى، انطلق الى عبد الله داستثبت؟ لى منه الذى حدّثنى عنه ۔ فجئته فسألته فحدّثنى به كنحو ما حدّثنى ، فا تيت عائشة فأخبر تها فعجِبت، فقا لت: و الله لقد حفظ عبد الله عمرو ... الى ان قا ل... بعد روا ية قو ل سهل بن حنيف : يااٰيها الناس اتّهِموا رأ يكم على دينكم ، لقد رأيتنى يو م ابى جندل و لو استطيع ان اردّ امر رسو ل الله ﷺ لرددأته، و ما و ضعنا سيو فنا على عوا تقنا الى امر يفظعنا الّا اسهلنّ بنا الى امرٍ تعرفه غير هذا الا مر ، قا ل ؛ و قا ل ابو وا ئل ؛ شهِد ت صفين ، و بِئست صفين

قا ل ابو عبد الله ا تهموا را يكم يقو ل ما لم يكن فيه كتا ب و لا سنة و لا ينبغى له ان يفتى ۔

و قا ل متصلاً به ، با ب ما كان النبى ﷺ يسئل عما ينز ل فيه الو حى فيقو ل لا ادرى و لم يجب حتى ينز ل عليه الوحى و لم يقل برأى ولا بقياس لقو له تعا لى بما ارا ك الله و قال ابن مسعود سئل النبى ﷺ عن الرو ح فسكت ثم ذكر حد يث سوا ل جا بر ايا ه عما يصنع فى ما له و عدم اجابته اياه بشئى حتى نز لت آ يت الميرا ث ۔۔

(ترجمہ: یہ باب ہے جس میں برائی رائے وتکلیف قیاس کا ذکر ہے اور قول اللہ تعالیٰ کا (جو اس کا موید ہے) کہ اس چیز کے پیچھے مت لگ جس کا تجھے علم نہیں (یعنی اٹکل وقیاس سے اس میں کچھ نہ کہہ) یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے اپنی سند سے ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ وہ کہتے میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دے کر چھین نہ لے گا (یعنی تمہارے سینوں سے نہ نکال دے گا) ولیکن اس طرح چھینے گا کہ علماء کو مع علم فوت کر دے گا پس جاہل لوگ باقی رہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں گے۔ ان سے مسائل پوچھے جاویں گے تو وہ اپنی رائے سے فتوی دیں گے پس آپ بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔

یہاں تک کہ امام بخاریؒ نے سہلؓ بن حنیف (صحابی) کا یہ قول (لوگو تم اپنی رائے کو برا کہو) نقل کر کے (اس کی تفسیر میں) کہا اپنی رائے کو اس امر میں برا سمجھو۔ جس میں کتاب اللہ وسنت نہ ہو اس میں مفتی کو لائق نہیں کہ فتوی دے۔ پھر اس کے متصل فرمایا ہے: باب ہے اس بات کے بیان میں کہ آنحضرت ﷺ جب ایسے امر سے سوال کئے جاتے جس میں وحی نہ آتی تو آپ جواب نہ دیتے اور صاف فرماتے اس کو میں نہیں جانتا عقل وقیاس سے کچھ نہ کہتے اس لئے کہ اللہ تعالی نے ان کو کہہ رکھا ہے کہ (میں نے تیری طرف کتاب اس لئے اتاری ہے کہ تو لوگوں میں ان باتوں کا حکم کرے) جو تجھے اللہ سجھائی ہیں (یعنی نہ اپنی عقل وقیاس سے)

ابن مسعود نے کہا کہ آنحضرت ﷺ روح کے حال سے سوال کئے گئے تو آپ چپ رہے یہاں تک کہ اس باب میں آیت نازل ہوئی۔ پھر امام بخاری نے وہ حدیث ذکر کی جس میں جابر کا آنحضرت ﷺ سے اپنے مال کے باب میں سوال کرنا اور آنحضرت ﷺ کا تا نزول آیت میراث کچھ جواب نہ دینا مذکور ہے)۔

قال ابو سعید و یقر ب من هذه ا لاستد لا لات ما استد ل به الشیخ ا لا کبر محی الدین بن العر بی فی البا ب الثا من عشر و ثلا ث ماة من الفتو حا ت قبیل ما نقلنا عنه فی نبمر الثا لث عشر حیث قا ل و من هذا البا ب ای نسخ ا:لشریعة بالاغراض حلف ا لا نسا ن علی ما ابیح له ان لا یفعله او یفعله ففر ض الله تحلة ا لا یما ن و هو من با ب ا لاستد را ج و المکره الالهی ا لا من عصمة ا لله با لتنبیه علیه فما ثم شا ر ع الا الله قا ل تعا لی لنبیه لتحکم بین الناس بما ارا ك الله و لم یقل بما رأیت بل عتبه سبحا نه و تعا لی لما حر م علی نفسه با لیمین فی قصة عا ئشة و حفصه فقا ل تعا لی تبتغی مر ضا ت ازواجك فکا ن هذا مما ر أته نفسه فهذا ید لك ان قو له تعا لی بما ارا ك الله انه ما یو حی به الیه لا ما یراه فی ر أیه فلوکا ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدين با لراى لكا ن ر أى النبى او لى من ر أى كل ذى رأى فاذا كا ن هذا حا ل النبى ﷺ فيما ر أته نفسه فكيف ر أى من ليس بمعصو م و من الخطا اقر ب اليه من ا لا صابة فد ل على ان ا لا جتهاد الذى ذكر ه رسو ل الله ﷺ انما هو فى طلب الدليل على تعيين الحكم فى المسئلة الواقعة لا فى تشريع حكم النا زلة فا ن ذلك شر ع لم يا ذن الله به الى آ خر ما يليق للمرا جعة

(ترجمہ: ابوسعید محمد حسین بٹالوی کہتا ہے کہ انہیں استدلالات حضرت امام بخاریؒ کے قریب ہیں جو استدلالات شیخ محی الدین بن عربیؒ نے فتوحات کے باب ۳۱۸ میں اس عبارت کے (جو ضمیمہ نمبر۱۳ میں گذری) کچھ پہلے ذکر کئے ہیں جہاں پر کہا ہے کہ اسی قسم (یعنی نسخ شریعت بغرض نفسانی) سے ہے کہ انسان قسم کھالے اس چیز پر جو خدا نے اس کے لئے مباح کی ہے اس طرح پر کہ وہ کام نہ کرے گا یا کرے گا پس اللہ نے ایسے قسم کے کھولنے کے لئے کفارہ مقرر کیا ہے اور یہ از قسم استدراج تدبیر الٰہی اس سے وہی بچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس پر نگاہ کر کے بچا لے۔ پس یہاں کوئی شارع نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے وہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو فرماتا ہے کہ (میں نے تجھ پر اس لئے کتاب اتاری ہے) کہ تو لوگوں میں حکم کرے اس چیز سے جو تجھے اللہ بتلا دے اور یہ نہیں فرمایا کہ جو تیری رائے میں آوے بلکہ اس پر عتاب کیا جب کہ آنحضرت ﷺ نے قصہ عائشہؓ و حفصہؓ میں اپنے اوپر حلال کو حرام کر لیا۔ سو فرمایا اے نبی تو نے اللہ کے حلال کو حرام کیوں کر لیا اپنی بیویوں کی رضا مندی چاہنے کو۔ پس یہ ایسی بات تھی کہ آنحضرت ﷺ کی رائے میں آ گئی تھی اس سے تجھے معلوم ہو گیا کہ خدا کا یہ کہنا کہ حکم کر اس چیز سے جو تجھے اللہ بتلاوے یہ ہے کہ ان کی طرف وحی ہو، نہ وہ جو آپ کی رائے میں آ جاوے۔ سو اگر دین رائے سے ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی رائے تمام رائے والوں کی رائے سے بہتر ہوتی جب آنحضرت ﷺ ان باتوں میں جو آپ کی رائے میں آویں یہ حال ہے تو کیا حال ان لوگوں کی رائے کا جو معصوم نہیں ہیں اور خطا کی طرف بہ نسبت صواب زیادہ تر نزدیک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت نے جو اجتہاد کا ارشاد کیا ہے وہ یہی ہے کہ دلیل تعین حکم کسی مسئلہ میں.. (عبارت اگلے ضمیمے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر پانزدہم ۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۳ محرم ۱۲۹۶ھ ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء

(جس میں بقیہ وخاتمہ جواب اس جواب کا ہے جس کو ظفر احمد صاحب نے بمقابلہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء مشتہر کیا ہے ۔ من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری سلمہ ربہ)

طلب کی جاوے نہ یہ کہ حکم شرعی کسی مسئلہ میں از خود نکالے جاویں ۔ اس لئے کہ اللہ تعالی نے اس کی اجازت نہیں دی ۔ اخیر اس بیان تک جو دیکھنے کے لائق ہے)۔

اور اس سے پہلے جلد اول باب ۶۷ فتوحات میں آیت و لا تقو لوا لمن یقتل فی سبیل الله اموا ت سے نفی قیاس پر استد لا ل کیا ہے اور کہا ہے ۔ هذا اول دلیل علی ابطا ل القیاس ۔ اور وہ بھی لائق مراجعت ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں ہے۔

با ب ا جتنا ب الرأی و القیاس ۔

عن عبد الله بن عمرو بن العا ص، قا ل سمعت رسول الله ﷺ یقو ل: لم یز ل امر بنی اسرا ئیل معتد لًا حتّی نشأ فیهم المو لّدون ، ابناء سبا یا الا مم۔ فقا لوا با لر أی، فضّلوا و اضلّوا (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۵۶)

(ترجمہ: یہ باب ہے امر اجتناب رائے وقیاس کا ۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ بنی اسرائیل کا کام (دین) معتدل رہا یہاں تک ان میں مولدین (غیر ملک کی پیدائش) اور لونڈیوں کی اولاد پیدا ہوئی ۔ انہوں نے قیاس سے باتیں نکالی ۔ پس آپ بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا)

ایسا ہی سنن دارمی میں بصفحہ ۲۸ حضرت عروۃ بن زبیر سے مروی ہے اور حلیۃ الاولیاء ابی نعیم میں ہے:

عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جد ه ان رسو ل الله ﷺ قال او ل من قاس امر الدین برأ یه ابلیس فقا ل الله تعالی اسجد لا د م قال انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طیب ۔ قا ل جعفر فمن قا س امر الدین بر أیه قو له تعا لی یوم القیا مة با بلیس لا نه اتبعه با لقیاس کذا فی الدر المنثور للسیوطی

(ترجمہ: حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے وہ اپنے والد امام باقر سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد امام حسینؑ سے اور وہ اپنے والد حضرت علیؑ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ دین کے کام میں سب سے پہلے شیطان نے قیاس دوڑایا ہے۔ اللہ نے اس کو فرمایا تو آدم کی طرف سجدہ کر اس نے کہا (یہ حکم خلاف قیاس ہے) میں اس سے بہتر ہوں میں ناری ہوں اور وہ خاکی۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جس نے دین میں قیاس کیا اس کو اللہ قیامت کے دن شیطان کے ساتھ ملا دے گا کیونکہ وہ قیاس میں اس کا پیرو ہے۔ ایسا ہی درمنثور سیوطی میں ہے)

حیوۃ الحیوان دمیری کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۸ میں لکھا ہے کہ یہ بات حضرت امام جعفر صادقؑ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو بالمشافہ کہی اور ان کو قیاس کرنے سے منع کیا:

فقال فی ذکر الظبی ذکر ابن خلکا ن فی تر جمة جعفر الصادق انه سأل ابا حنیفه ما تقو ل فی محر م کسر ربا عیة ظبی فقا ل یا ابن بنت رسو ل الله ﷺ لا اعلم فیه فقا ل ان الضبی لا یکو ن ر با عیاً و هو ثنی ابداً .. الی ان استشهد علیه بقو ل الجو هری و شعر الشا عر ثم قا ل قا ل ابن شبرمة د خلت انا و ابو حنیفه علی جعفر بن محمد ا لصادق فقلت هذا الر جل فقیه من اهل العراق فقا ل لعله الذ ی یقیس الدین بر أ یه ا هع نعما ن بن ثا بت و لم اعرف اسمه ا لا ذلك الیومفقا ل ابو حنیفه نعم انا ذا لك اصلحك الله فقا ل له جعفر الصادق اتق الله ولا تقس الدین بر أیك فا ن او ل من قا س بر أ یه ابلیس اذ قا ل انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین فا خطاء بقیا سه و ضل ۔ .. الی ان قا ل .. ایّما اعظم عند الله الصوم والصلوة ۔ قال الصلوة قال ما با ل الحا ئض ص ٦٤ ۔تقضی الصو م و لا تقضٰ الصلوة اتق الله یا عبد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله و لا تقس الدين بر أ يك فا نا نقف غداً و من خا لفنا فنقول قا ل الله و قا ل الرسو ل ﷺ و تقو ل انت و اصحابك سمعنا و ر أينا فيفعل الله بنا و بكم ما شا ء ۔ انتهى مختصراً من اصله ۔ (ترجمہ: دمیری نے ہرن کے ذیل میں کہا ہے کہ ابن خلکانؒ نے بذیل ترجمہ حضرت جعفر صادقؑ کہا ہے کہ حضرت امام نے ابوحنیفہؒ سے پوچھا تم اس محرم کے بارے میں کیا کہتے ہو جو ہرن کا چوتھا دانت توڑ دے یعنی اس کے لئے کیا سزا ہے۔ انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہرن تو چار دانت ہوتا ہی نہیں۔ وہ تو ہمیشہ دو دانت ہوتا ہے۔ پھر اس پر مصنف نے جوہری کے قول اور ایک شاعر کی شہادت پیش کی پھر کہا ابن شبرمہ نے بیان کیا ہے کہ میں اور ابوحنیفہؒ، امام جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ یہ شخص عراق کا فقیہہ ہے۔ امام جعفرؑ نے فرمایا شاید وہی ہے جو دین میں قیاس کرتا ہے۔ کیا یہ نعمان بن ثابت ہے (ابن شبرمہ نے کہا) میں نے اس دن سے پہلے ان کا نام نہیں سنا تھا کہ نعمان ہے۔ ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ ہاں میں وہی نعمان ہوں اللہ آپ کا بھلا کرے۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ تو اللہ سے ڈر اور دین میں قیاس مت کیا کر کیونکہ پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے جب اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آدم کی طرف سجدہ کرو تو اس نے کہا میں آدم سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے بنایا ہے اور اس کو مٹی سے۔ سو اس قیاس میں چوک گیا اور گمراہ ہوا۔ یہاں تک کہ کہا بتلاؤ تو روزہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے یا نماز۔ امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ نماز۔ پس امام جعفرؑ نے فرمایا پھر حائضہ عورت کا کیا حال ہے کہ روزہ کی قضا دیتی ہے اور نماز کی نہیں (یعنی یہاں قیاس کہاں گیا) اللہ کے بندے خدا سے ڈر اور دین میں قیاس نہ کر۔

ہم اور ہمارے مخالفین اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے پس ہم تو یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا اور رسول مقبول ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تم اور تمہارے ساتھی کہو گے کہ ہم ایسا سنا اور ایسا قیاس کیا۔ پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ جو چاہے گا سو کرے گا۔ حیاۃ الحیوان کا مضمون باختصار ختم ہوا جو اصل کتاب سے نقل کیا گیا ہے)۔

ایسا ہی منع کرنا حضرت امام جعفر صادقؑ کا حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کتاب لوا ئح ا لا نوار القد سية فى منا قب اللعلماء الصو فيه میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے ذکر کیا ہے جس کو شیخ معین نے دراسات اللبیب کے صفحہ ۳۳ میں بھی نقل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے اور اس کے ذیل میں کہا ہے:

و قو له هذا لا بی حنیفه لا احتما ل له ان یحمل علی انه محمول علی القیاس فی مقا بلة النصو ص و لا علی فوات شرا ئطه لا باء ظا هر کلا مه عن ذ لك و لتبر یة ای حنیفه عن ا لا مر ین فی جلا لة مر تبته و کما ل اد به با لشریعة ۔

(اس قول امام جعفرؒ میں یہ احتمال نہیں کہ یہ اس قیاس پر محمول ہے جو مقابل نصوص ہو یا جس میں شرطیں قیاس کی پائی نہ جاویں ۔ ایک تو اس سے ظاہر کلام جعفر صادق کی اباء کرتی ہے دوسری امام ابوحنیفہؒ کا ایسے قیاس سے بری ہونا اور شریعت کی نسبت بڑا با ادب ہونا (یعنی وہ قیاس مقابل نصوص و فاقد الشروط کب کرتے تھے کہ جعفرؒ کی ممانعت کو اس پر حمل کیا جائے)

اور اس سے یہ عذر اہل قیاس کا کہ مورد ذم اس حدیث میں قیاس بمقابل نصوص یا فاقد الشروط ہے رفع ہوا۔ اس سے زیادہ تفصیل جواب سے ایسے عذرات کی بعد اختتام نقول آوے گی ۔ اور کنز العمال میں ہے جو شیخ علی متقی استاد شیخ عبدالحق دہلوی کی تالیف ہے:

من قا ل فی الدین بر أ یه فقد اتهمنی (ابو نعیم عن جا بر)

(جس نے دین میں کچھ قیاس سے کہا اس نے مجھے متہم کیا (یعنی نبی نہ سمجھا) ۔ اس حدیث کو ابونعیم نے جابر سے روایت کیا ہے)

لا تقیسوا الدین فا ن الدین لا یقا س و او ل من قا س ابلیس (الد یلمی عن علی)

(دین میں قیاس نہ کرو ۔ دین قیاس نہیں کیا جاتا ۔ جس نے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس ہے ۔ اس حدیث کو دیلمی نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے)۔

و فیه ا یضاً عن ابی هر یره تعمل هذه ا لا مة بر هة بکتا ب الله ثم تعمل بر هة بسنة رسو ل الله ﷺ ثم تعمل بر هة با لر أی فا ذا عملوا با لرأی فقد ضلوا و اضلوا

(اسی کتاب میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ یہ امت (محمدیہ) ایک زمانہ کتاب اللہ پر عمل کرے گی پھر کچھ زمانہ سنت پر پھر قیاس پر ۔ پس جب رائے پر عمل کیا تو گمراہ ہوئے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو گمراہ کیا)۔

اور اس حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کو ہروی نے روایت کیا ہے چنانچہ دراسات اللبیب میں بصفحہ ۶۷ ذکر کیا ہے۔

اور سنن ابی داؤد میں حضرت علیؓ سے منقول ہے:

لو کا ن الدّین با لرّ أی لکا ن اسفل الخفّ او لی بالمسح من اعلا ہِ و قد ر أیت رسو ل الله یمسح علی ظا ھر خفّیه (سنن ابو داؤد حدیث نمبر۱۶۲) (ترجمہ: اگر دین رائے سے ہوتا تو موزہ کا تلا اوپر کی نسبت زیادہ لائق مسح تھا ولیکن میں نے نبی ﷺ کو موزہ کے اوپر مسح کرتے دیکھا ہے)۔

دراسات میں بصفحہ ۳۷ یہ بات حضرت عثمانؓ سے بھی نقل کی ہے۔

اور سنن دارمی میں بصفحہ ۳۶ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے مروی ہے:

قا ل لایا تی علیکم عا م ا لا ھو شر من الذی قبله اما انی لست اعنی عا ماً ا خصب من عا م و لا امیراً من امیرٍ و لکن علماء کم و خیا ر کم و فقھا ء کم یذ ھبو ن ثم لا تجدو ن منھم خلفاء و یجئی قو م یقیسون ا لا مر بر أ یھم

(ترجمہ: تم پر جو سال آوے گا اس سے پچھلا اس سے برا ہوگا میری اس سے یہ مراد نہیں کہ پہلا سال دوسرے سے ارزانی و آبادی میں اچھا ہوگا اور نہ یہ کہ ایک کا حاکم دوسرے سے اچھا ہوگا و لیکن مراد یہ ہے کہ علماء اور اچھے لوگ سمجھ دار جاتے رہیں گے پھر تم ان کے خلیفہ نہ پاؤ گے اور ایسی قوم آوے گی جو اپنے قیاس کا کام کرے گی)

اور اس اثر کو ہرویؒ نے بھی نقل کیا ہے چنانچہ دراسات میں ہے۔ اور اسے سنن میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے: ایاك و المکا ئد (یعنی قیاس سے بچو) چنانچہ تفسیر اسکی محصول کے نقول میں آوے گی۔ اور اس میں حسن بصریؒ سے مروی ہے:

انه تلا ھذه ا لآ یة خلقتنی من نار و خلقته من طین قا ل قس ابلیس و ھو او ل من قاس۔ (ترجمہ: حسن بصری نے یہ آیت پڑھی خلقتنی من نار..الخ اور کہا شیطان نے قیاس کیا اور وہی ہے پہلے قیاس کرنے والا)

اور اس میں شعبیؒ سے نقل ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انه قا ل و الله لئن ا خذ تم بالمقا ئيس لتحر من الحلا ل و لتحلن الحرا م و عنه انه قا ل ما حد ثو ك هؤلا ء عن رسو ل الله ﷺ فخذ به و ما قا لوا بر أيهم فا لقه فى الحش، انتهى ما فى سنن الدا ر مى و فى روا ية عنه ذكره الرازى و الفا طمى فبل عليه ۔(ترجمہ: شعبیؒ نے کہا ہے خدا کی قسم ہے اگر قیاسوں کو لو گے تو حلال کو حرام کرو گے اور حرام کو حلال ۔اور یہ بھی اس سے منقول ہے کہ جو کچھ لوگ تجھے آنحضرت ﷺ سے سنا ویں وہ لے لے، اور جو رائے سے کہیں اس کو پائخانہ میں پھینک دے ۔دارمی کا مضمون ہو چکا۔ اور ایک روایت میں جس کو رازیؒ اور فاطمیؒ نے ذکر کیا ان سے یہ لفظ مروی ہے کہ اس پر پیشاب کر دے)

اور حلیۃ الاولیاء ابی نعیم میں شعبی سے یہ الفاظ منقول ہیں:

۱۔ایا ك و المقا ئسه فى الدين ۔(دین میں قیاس کرنے سے بچو)۔

۲۔ اذا سئلت عن شئى فلاتقس بشئے فتحر م حلاً و تحل حرا ماً ۔(جب تجھ سے کوئی پوچھے تو اسکے جواب میں قیاس نہ کر جس میں تو حلال کو حرام کریگا اور حرام کو حلال)

۳۔ انما هلكتم با نكم تر كتم ا لآ ثار وا خذ تم بالمقا ئيس و لقد ابغض الى هؤلا المسجد حتى انه لا بعض الىّ من كنا سة دارى

(تم اس لئے ہلاک ہوئے ہو کہ تم نے آثار کو چھوڑ دیا ہے اور قیاسوں کو لے لیا ہے۔ مجھے ان لوگوں نے مسجد (جہاں یہ رہتے ہیں) سے نفرت دلائی ہے یہاں تک کہ مجھے وہ مسجد (ان کے سبب) کوڑہ کی ڈھیر سے بری لگتی ہے)

اور محصول رازیؒ میں حضرت ابوبکرؓ سے منقول ہے:

اى سما ء تظلنى و اى ار ض تقلنى اذا قلت فى كتا ب الله بر أى ۔(مجھے کون سا آسمان اپنے سایہ میں رہنے دے اور کون سی زمین مجھے اٹھا رکھے جب میں کتاب اللہ میں کچھ اپنی رائے سے کہوں)۔

یہ بات آپ نے تب کہی جب آپ سے کلالہ کا سوال ہوا۔

اور اسی میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے:

ايّا كم و اصحا ب الر أى فا نهم اعداء السنن اعنيتهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاحا ديث ان يحفظو ها فقا لوا با لر أى فضلوا و اضلوا ۔ و عنه انه قا ل ايا كم و المكا ئلة ۔ قيل و ما المكا ئلة قا ل المقائسة (اہل قیاس سے بچنا، یہ لوگ حدیثوں کے دشمن ہیں احادیث یاد کرنے سے یہ تھک گئے تو قیاس سے باتیں بنانے لگے پھر آپ گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا)

حاشیہ۔ یہاں برادر عزیزم محمد اسماعیل گنگوہی اس قول حضرت عمر فاروقؓ کو ملاحظہ فرماویں کہ انہوں نے اہل قیاس کو اعداء سنت کہا ہے۔ پس اگر میں نے اعداء ابن حزمؒ کو جو بجز اہل قیاس نہ تھے ضمیمہ نمبر ۱۳ مطبوعہ ۱۲ مئی ۱۸۷۸ء میں اعداء سنت کہا تو کون سا بھس ملا دیا جس پر آپ آشفتہ ہوئے اور ضمیمہ اخبار نور الانوار مطبوعہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء میں اس کے مقابلہ میں مجھے برا بھلا کہنے پر کھڑے ہوئے۔ برخوردار من! علمی گفتگو اور شئے ہے اور بچوں کیسی لڑائی اور۔ میں نے اسی نظر سے آپ کو دعا لینے کی وصیت کی اور خطاب سے معافی چاہی ہے۔ علمی جواب اس کا یہ تھا کہ پہلے ان فقہاء اعداء ابن حزمؒ کا صلحاء ہونا ثابت کرتے اور جو انصار ابن حزمؒ ان پر عیب لگاتے ہیں اس سے ان کو بری کرتے پھر ان کو اعداء سنت کہنے پر خفا ہوتے کما قیل:

ثبت العرش ثم انقش۔

اور حضرت عمرؓ فاروق سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مکائلہ سے بچو کسی نے کہا مکائلہ کیا شئے ہے، فرمایا: قیاس کرنا۔

اور حضرت علیؓ سے وہ قول نقل کیا ہے جو مسح موزہ کے حکم میں ہے سنن ابوداؤد سے نقل ہو چکا ہے۔ اور آپ سے یہ بھی نقل کیا ہے:

من اراد ان يقتحم حر جهنم فليقل فى الجد بر أ يه و هذا ايضاً يروى عن عمر (ترجمہ: جو کوئی دوزخ کی گرمی میں بیٹھنا چاہے وہ دادے کے مسئلہ میں کچھ عقل سے کہے۔ اور یہ قول بھی حضرت عمرؓ سے مروی ہے)۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے:

... يذ هب قرا ء كم و صلحاء كم و يتخذ الناس رؤسا جها لاً يقيسو ن ا لا مور بر أيهم و قا ل اذا قلتم فى دينكم با لقياس احللتم كثيراً مما حر مه الله تعا لى و حر متم كثيراً مما ا حل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله و قا ل ان الله تعا لى قا ل لنبييه عليه السلا م و ان ا حكم بينهم بما انز ل الله و لم يقل بما ر أيت و لو جعل لا حد كم ان يحكم بر أ يه لجعل ذ لك لر سو ل الله و لكن قيل له و ان احكم بينهم بما انز ل الله و قا ل و ايا كم و المقا ئيس فا نما عبد الشمس و القمر با لمقا ئيس (تمہارے قاری وصالحین جاتے رہیں گے تو لوگ جاہلوں (جو حدیث سے واقف نہ ہوں گے) کو رئیس بنالیں گے پس وہ قیاس سے کام نکالیں گے اور فرمایا جب تم نے دین میں قیاس کیا تو بہتیرے حراموں کو حلال کر دیا اور حلالوں کو حرام۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں میں وہ حکم کر جو اللہ نے اتارا ہے اور یہ نہ فرمایا کہ وہ حکم کر جو تیری تائے میں آوے۔ سو اگر تم کو رائے سے حکم دینے کا اختیار ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو (پہلے) اختیار ہوتا، ولیکن رسول کو تو یہی حکم ہوا کہ جو اللہ نے اتارا ہے وہی حکم دے اور فرمایا قیاسوں سے بچو، سورج اور چاند کی عبادت قیاسوں ہی سے ہوئی ہے)۔

اور حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے:

السنّة ما سنه رسول الله ﷺ لا تجعلوا الرأ ى سنة للمسلمين

(طریق دین وہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے نکالا۔ تم لوگوں کی رائے کو دین نہ بناؤ)۔

اور ابن سیرینؒ سے نقل کیا ہے:

انه كا ن يذ م القياس و يقو ل او ل من قا س ابليس

(آپ قیاس کو برا کہتے اور فرماتے کہ جس نے پہلے قیاس کیا وہ شیطان تھا)۔

اور فتح الباری میں ابن بطال سے نقل کیا ہے:

اول من انكر القياس ابراهيم النظا م و تبعه بعض المعتز لة و ممن ينسب الى الفقه داؤد بن على

(کہ پہلے قیاس سے نظام نے انکار کیا اور اس کے تابع بعض معتزلہ ہوئے اور مجتہدین سے داؤد ظاہری)۔

پھر کہا:

و تعقب بعضهم ا لا ولية التى ادعا ها ابن بطا ل با ن انكار القياس ثبت عن ابن مسعود من الصحابة و من التا بعين عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عا مر الشعبی من فقهاء الکو فه و عن محمد بن سیرین من فقهاء البصرة و ذلك مشهور عنهم نقله ابن عبد البر و من قبله الدا ر می و غیره عنهم و عن غیر هم

(اور اس دعوی اولیت کا (جو ابن بطال نے کیا ہے) بعضوں نے یوں تعاقب کیا ہے کہ یہ انکار صحابہ میں سے ابن مسعودؓ سے ثابت ہے اور تابعین میں سے شعبی سے جو کوفہ کے مجتہدین سے ہیں۔ اور حسن بصریؒ سے جو بصرہ کے مجتہدین سے ہیں۔ یہ انکار ان لوگوں سے مشہور ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبرؒ نے نقل کیا ہے اور اس سے پہلے دارمی وغیرہ نے ان سے بھی اور دوسروں سے بھی)۔

اور شرح منہاج بیضاوی میں ہے:

و الحق انه اشتهر من اهل البیت کا لباقر و الصادق و غیر هما من ا لآ ئمة رضوان الله علیهم اجمعین انکار القیاس ۔ کما اشتهر عن ابی حنیفه وما لك و الشا فعی القول بوجوب العمل

(ترجمہ: حق یہی ہے کہ اہل بیت نبوی سے (جیسے امام باقرؒ اور امام جعفرؒ) انکار قیاس مشہور ہے۔ جیسے ابوحنیفہؒ و شافعیؒ سے اس پر عمل کا وجوب مشہور ہے)۔

یہ ہے مشت نمونہ خروار و یکے از ہزار نقول و آثار متضمنہ انکار قیاس سے۔ اس کے مقابلہ میں قائلین قیاس یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ احادیث و آثار ان قیاسوں کے باب میں وارد ہیں جو نصوص کے مقابلہ میں یا اور شروط ان میں مفقود ہیں اور اس پر یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جن لوگوں سے یہ مذمت روایت ہوئی ہے انہیں سے قیاس کرنا اور اس کا مشروع ہونا بھی مروی ہے۔ پس وجہ تطبیق یہی ہے کہ قیاس با شروط کو انہوں نے جائز رکھا اور استعمال کیا اور قیاس فاقد الشروط سے منع فرمایا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو قیاسات آنحضرت ﷺ یا بعض صحابہ سے مروی ہیں ان میں مشروعیت قیاس صراحۃً ثابت نہیں ہوتی بلکہ تمہاری کتر بیونت سے مشروعیت نکلتی ہے۔ یہ مشروعیت اس صریح ممانعت کی مساوی نہ ہوئی تا کہ اس کے سبب اس میں وہ تاویل و تطبیق مسلّم ہو۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جنہوں نے کسی موقعہ پر کوئی قیاس پیش کیا ہے ان کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظر میں اصل دلیل مسئلہ کوئی اور ہو پر انہوں نے اپنے مخاطبین کے سمجھانے کو بصورت قیاس مسئلہ بنایا ہو اس سے مجرد قیاس کی مشروعیت یا اس کے جمیع انواع کی صحت نہیں نکلتی۔ حضرت صدر الشریعۃ مولف شرح وقایہ نے کتاب توضیح میں دعوی کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد انتظار وحی قیاس کیا کرتے اور اس پر احادیث ذیل سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ ایک عورت نے آنحضرت ﷺ کے پاس آکر کہا کہ میرے بوڑھے باپ پر حج فرض ہو گیا ہے اور وہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا کیا میں اس کی طرف سے حج کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تیرے باپ پر قرض ہو تو تو ادا کرو یا نہیں؟ وہ بولی ہاں ادا کروں گی۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالی کا قرض زیادہ لائق ادا ہے (اس سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فریضہ حج کو قرض پر قیاس فرمایا اور اس کے وجوب سے اس کا وجوب نکالا)

۲۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ روزہ دار بوسہ لے تو کیا حکم ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کلی کر کے پانی پھینک دو، تو کیا روزہ جاتا ہے؟ (یعنی اس پر بوسہ کو قیاس کرنا چاہیے)

پھر صاحب شرح وقایہ نے اس استدلال کا آپ ہی جواب دیا ہے کہ ان احادیث میں احتمال ہے کہ آپ نے حکم ان مسائل کا وحی سے جانا ہو۔ پر بیان اس کا بطریق قیاس کیا (یعنی ان احادیث سے آنحضرت ﷺ کا قیاس کرنا ثابت نہ ہوا)۔ چنانچہ توضیح میں بصفحہ ۲۳۵ فرمایا ہے:

لکن یحتمل فی الحد یثین انه علیه السلا م علمه با لو حی لکن بینه بطر یق القیاس لما کا ن موا فقاً له لیکو ن اقر ب الی فهم السا مع۔

ترجمہ اس کا وہی ہے جو قبل نقل عبارت کہا گیا۔ یہی جواب ان احادیث کا صاحب توضیح سے پہلے امام آئمۃ الحدیث محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے ادا کیا ہے چنانچہ اپنی صحیح کے صفحہ ۱۰۸۸ء میں کہا ہے:

با ب من شبه ا صلاً معلوماً با صل مبیّن، و قد بین النبی ﷺ حکمها لیفهم السا ئل ... الی ان ذکر الحد یث:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن عباس : انأ امرأةً جاء ت الى النّبىّ فقا لت : انّ امّى نذ ر ت ان تحجّ، فما تت قبل ان تحجّ۔ افأحجّ عنها ۔ قا ل : نعم ۔ حجّى عنها ۔ أرأيت لو كا ن على امّك دين، اكنت قا ضيته ، قا لت : نعم۔ قا ل فا قضوا الله الذى له فان الله احق با لوفاء۔

(حد يث نمبر ۷۳۱۵ صحيح بخارى)..

(یہ باب ہے بیان فعل اس شخص کا جس نے ایک حکم معلوم کو ایک حکم مبین سے جس کو اللہ تعالی نے بیان کر رکھا ہے تشبیہ دی تا کہ سائل کو اس کا حکم معلوم جو شرع سے ثابت ہے سمجھا وے ۔ پھر اس حدیث ادائے حج کو ذکر کیا اور ایک اور حدیث بھی لائے)

اور صاحب درا سات نے اس جواب کو جملہ آ ثار متمسکہ اہل قیاس کا جواب ٹھہرایا ہے چنانچہ بعد نقل کرنے آ ثار حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ وحضرت ابن عباسؓ کے جواو پر نقل ہوئے ، کہا ہے:

و حمل هذا على قياس خا ص كا لوا قع فى مقا بلة النص وكالفا ئت بعض شروطه خلا ف الظا هر لا يصار اليه الابداع و الجمع بين هذا و بين ما اشتهر عنه من القيا سا ت لا يتعين دا عياً، لم لا يجوز ان يجمع بين هذا و ذا ك با ن ما ينقل من وقيا سا تهم و ان سلم تواتر النقل و اجماع جميع الصحا بة على ذ لك من غير نكير لا يدل على ان ذلك هو الحجة لهم فى اثبا ت تلك ا لا حكا م بل يجوز ان يكون تلك ا لا حكا م عند هم ثا بتة با لا ستنبا ط الد قيق من الكتا ب و السنة و الاسباب الخفية من غير طر يق القياس المتنا ز ع فيه و بينوا على السا معين بطر يق القياس الغير المثبت عند هم لتقريب فهمهم و تنقليش ا ذ ها نهم بذ لك كما قا ل صدر الشر يعة فى الحد يثيں المتقد مين

(ترجمہ: اور مذمت کا (جو ان اکا بر سے مروی ہے) کسی قیاس خاص پر محمول کرنا جیسے قیاس مقابل نص ہوتا ہے یا قیاس فا قد الشروط ۔ خلاف ظاہر ہے جس کی طرف رجوع کرنا بدون

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث جائز نہیں۔ اور اگر تطبیق اس مذمت اور ان قیاسات میں جو ان سے منقول ہیں باعث سمجھے گئے ہیں تو یہ باعث ہونے کے لئے متعین نہیں۔ یہ کیوں جائز نہیں کہ اس میں اور ان میں یوں تطبیق کریں کہ اگر ان سے قیاسات کا وقوع بنقل تواتر ماننا بھی جاوے اور اس پر صحابہ کا بلا اختلاف وانکار اجماع بھی فرض کیا جاوے تو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کے پاس دلیل احکام (جن میں انہوں نے قیاس کیا) یہی قیاس تھا۔ بلکہ جائز ہے کہ وہ احکام ان کے نزدیک باستنباط دقیق کتاب وسنت سے ثابت ہوں انہوں نے سامعین کو بطور قیاس سمجھائے ہوں تو کہ ان کے قریب الفہم ہوں اور ان کے ذہن میں بچ جائیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ نے پہلی دو حدیثوں میں کہا ہے۔ صاحب دراسات کا قول ہو چکا)۔

اس کے سوا دو جواب اور بھی ہیں۔ میں نے اسی جواب کا نقل کرنا مناسب سمجھا جس کو اکابر حنفیہ نے مان رکھا ہے۔

اور امام رازیؒ نے محصول میں بعد نقل ان آثار سابقہ کے کہا ہے:

فا ن قلت هؤلا ء الذين نقلتم عنهم المنع من القياس هم الذين د للنا على ذ ها نهم الى القو ل به فلا بد من التو فيق و ذلك بان نصر ف الروا يا ت الما نعة من القياس الى بعض انوا عه و ذلك حق لا ن العمل بالقياس لا يجوز عند نا الا عند شرائط مخصو صة ۔ قلت هب ان الذين نقلنا عنهم المنع من االقياس هم الذ ين د للتم على انهم كا نوا عا ملين با لقياس ا لا انا نقلنا عنهم التصريح با لرد و المنع على الاطلاق من غير تقييد بصورة خا صه و انتم ما نقلتم عنهم التصريح بالقبو ل بل رو يتم عنهم اموراً ثم د للتم بو جو ه د قيقة غامضة على ان تلك ا لا مور دا لة على قو لهم با لقياس و معلوم ان التصريح با لرد اقوى مما ذكر تموه فكا ن قو لنا راجحاً ۔ الى ان اورد اسئلة و ا جو بة حا صلها منع ا نعقا د الاجماع على القياس ۔ ثم قا ل سلمنا انعقا د ا لا جماع على قياسما لكن لم ينقل الينا ا نهم اجمعوا على النوع الفلا نى من القياس او

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على كل انوا عه و لم يلز م منانعقا د ا لا جماع على صحة نوعٍ انعقا ده على صحة كل نوع فا ذن لا نواع ا لا و يحتمل ان يكو ن النوع الذى اجمعوا عليه هو هذا النوع او يكو ن غيره و اذا كا ن كذا لك صا ر كل انوا عه مشكو كاً فيه فلا يجوز العمل بشيء منه

(ترجمہ: اگر تو کہے کہ جن لوگوں سے تم نے قیاس کی ممانعت نقل کی ہے انہیں کا قیاس پر چلنا ہم نے بتلا دیا ہے۔ پس ان دونوں امروں (مختلف) میں تطبیق کی ضرورت ہوئی۔ سو یہ ہے کہ ممانعت کی روایات کو ہم بعض انواع قیاس کی طرف پھیریں (جن میں شروط متحقق نہیں) اور حق یہی ہے اس لئے کہ قیاس پہ عمل کرنا بدون شروط مخصوصہ جائز نہیں ہے (تو اس کے جواب میں) میں کہونگا، ہم نے مانا کہ جن لوگوں سے قیاس کی ممانعت ہم نے نقل کی ہے انہیں کا قیاس پر عامل ہونا بھی بتلایا ہے ولیکن (ان کا انکار وعمل دونوں مساوی نہیں) رد وانکار تو صریح ہے اور وہ بھی بطور عموم جو کسی صورت سے خاص نہیں اور ان کا عمل تم نے صریح نقل نہیں کیا بلکہ کئی ایسے امور نقل کئے ہیں جن سے بوجوہ باریک و پوشیدہ ان کا قائل بقیاس ہونا نکالا ہے۔ اور یہ خود معلوم ہے کہ صریح رد وانکار تمہارے خیالی واستنباطی امور سے قوی ہے۔

(یہاں تک کہ امام رازیؒ نے کئی سوال وجوابات، جن کا حاصل انعقاد اجماع کا قیاس پر تسلیم نہ کرنا ہے، وارد کئے۔ پھر کہا): ہم نے کسی نہ کسی قیاس پر ان کا اجماع بھی مانا لیکن ہم تک یہ نقل نہیں پہنچی کہ انہوں نے خاص فلانے قیاس پر یا اس کے سب اقسام پر اجماع کیا ہے اور کسی خاص نوع کی صحت پر اجماع ہونے سے جملہ انواع کی صحت پر اجماع ہونا لازم نہیں آتا۔ پس کوئی نوع قیاس نہیں مگر اس میں احتمال ہے کہ شائد یہ وہ نہ ہو جس پر انہوں نے اتفاق کیا ہے۔ اس سے سبھی انواع قیاس مشکوک ہوئے اور کسی پر عمل جائز نہ ہوا)۔

ان عبارات سے ہماری وجوہات جواب کی پوری تائید ہوئی اور عذر اہل قیاس کی بیخ کنی ہوئی۔ سوائے اس کے وہ لوگ اور عذر بھی پیش کرتے ہیں اور خیالی دلائل بھی، اپنے پاس رکھتے ہیں۔ ولیکن ہم کو اس مقام میں ان کے جملہ عذرات و استدلالات سے پوری بحث منظور نہیں کہ ان کی تفصیل کریں اور ان کے جوابات بتفصیل لکھیں۔ ہمارا مقصود اس مقام میں فقط اتنا ہی ہے کہ ظاہر یہ انکار قیاس میں متفرد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں سو اس بیان سے حاصل ہے۔ پوری بحث ابطال قیاس ہم انشاء اللہ تعالی رسالہ مستقلہ میں کریں گے جو بعد اختتام بحث مسائل اشتہار قلم میں آوے گا۔

اس مقام میں ہم مجمل جواب جملہ عذرات واستدلالات ادا کرتے ہیں:

قا ل ا لاما م محمد بن علی الشو کا نی فی ادب الطلب و اما القیاس فا علم ان اهل الا صو ل قد رسموه با نه مسا واة اصل لفر ع فی علة حکمه ثم شر طوا له شرو طاً و قیدو ه بقیود هی معلومة عند عا ذنی الفن لکنهم تو سعوا فی هذه المسا واة ثبتو ها با مور هی مجر د خیا ل لیس علی ثبو ته اثار ة من علم و بیا نه انهم جعلوا مسلك العلة انوا عاً فا کثر ما قیل انها عشرة ثم الجمیع من المسا لك ا لا القلیل فی بحت الرأی و محض الد عا وی و المجر دة فعلیك ان تضع قد مك مو ضع المنع و تقو م مقا م ا لا نکار حتی یو جب علیك المصیر الی شیء منها ما لا نقدر علی دفعه و لا نشك فی صحته کمسلك النص علی العلة و مسلك لقطع با نتفاء الفارق و مثل هذا فجر ی الخطا ب و ما شا به هذه الامور و ایا ك ان نثبت ا لا حکا م الله تعا لی بخیا لات تقع لك او لعا لم مثلك من سا بق ا لا مة او لا حقها۔ و با لجملة فا لقیاس الذی یذ کره ا لا صو لیو ن لیس بد لیل شر عی و لا جا ء د لیل شرعی علی حجیته و ان ز عم ذلك من لا خبرة له با لا دلة الشر عیة و لا بکیفیة ا لاستد لا ل بها۔ و اما ما کا نت العلة فیه منصو صة فا لد لیل هنا هو ذلك النص لا ن الشا رع کانه صرّح باعتبا ر ها اذا و جد ت فی شیء من المسا ئل من غیر فر ق بین کو نه ا صلاً او فر عاً۔ و هکذا ما وقع القطع فیه نبقی الفا رق فا نه بهذا القدر قد صار ا لا مر ان ا للذا ن لا فارق بینهما شیئاً وا حدا ما دل علی ا حد هما دل علی الآخر بدو ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا ختيا ر تعدية و لا اعتبار ا صلية و فر عية ۔ و اما فحوى الخطا ب و لحنه فهما را جعا ن الى المفهو م و المنطوق و ان سما ها البعض بقياس الفحوى و بحث العمل با لمفهو م خارج عما نحن بصدره ۔ و قد جا ء ت لغته العر ب الحا كية لما كا نوا يفهمو نه و يتحا ورو ن به و يعملون عليه ان مثل هذا المفهو م كا ن معتبراً لد يهم و لهذا قا ل من قال من قال من العلماء انه منطوق لا مفهو م و لقد تلا عب كثير من اهل الر أى با لكتا ب و السنة تلا عباًلا يخفى بهذه الذ ريعة القيا سية و عو لوا على ما هو او هن من بيت العنكبو ت و قد مو ه على آيا ت و ا حا ديث و ما هذه با ول فا قوة جا ء بها الشيطا ن و حسنها لنوع ا لا نسا ن و كل من كا ن له فهم لا يغر ب عنه ان الله عزو جل لم يتعبد عباده بمجر د قو ل عا لم انه قد افا ده مسلك تخر يج المنا ط او تنقيح المنا ط او الدو را ن او نحو هذا الهذ يا ن ۔

(ترجمہ: امام ربانی شوکانی نے کتاب ادب الطلب میں فرمایا ہے، رہا قیاس سو جان لے کہ اصولیوں نے اس کی یہ تعریف کی ہے (اصل کا فرع سے علۃ حکم میں مساوی ہونا) پھر اس کی کئی شرطیں کی ہیں اور کئی قیدیں لگائی ہیں جو اس فن کے جاننے والوں کو معلوم ہے لیکن انہوں نے اس مساوات کو وسعت دی ہے اور اس کو ایسے خیالی امور سے ثابت کیا ہے جن کے ثبوت پر اثر علم پایا نہیں جاتا۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انہوں نے مسلک علۃ (وہ طریق جس سے علۃ کا علم حاصل کرتے ہیں) کو کئی قسم ٹھہرایا ہے جو بموجب قول اکثرین دس قسم ہیں۔ پھر وہ سب کے سب اقسام بجز قدر قلیل محض رائے اور مجرد دعاوی ہیں۔ تجھے ان کے مقابلہ میں یہی چاہیے کہ مقام لا نسلم میں کھڑا ہو جائے اور انکار کی جگہ قائم رہے جب تک کہ تجھے ایسی دلیل کی طرف رجوع حاصل نہ ہو سکے جس کے دفع کرنے پر تو قدرت نہ رکھے اور اس کی صحت میں شک نہ لائے جیسے یہ مسلک ہے کہ شارع علۃ کو خود بیان فرماوے۔ یا دو چیزوں میں شرعاً فرق نہ ہونے کا یقین حاصل ہو جاوے یا فحوائے کلام شارع سے کچھ حکم معلوم ہو۔ ایسے ہی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امور۔اور سے بچو کہ مجرد اپنے یا پہلے پچھلوں کے خیالات سے احکام ثابت کرنے لگے۔

خلاصہ یہ کہ جس قیاس کو اصولی ذکر کرتے ہیں وہ شرعی دلیل نہیں اور نہ اس کی دلیل ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم ہے۔اگر چہ وہ لوگ جن کو ادلہ شرعیہ کی خبر نہیں اور نہ کیفیت استدلال کا علم ،اس کے مدعی ہیں۔

رہا وہ قیاس جس کی علۃ پر شارع کی نص ہے (سو مستقل دلیل نہیں) اس لئے کہ وہاں دلیل نص ہے شارع نے اس کے اعتبار کرنے کا جہاں وہ پائی جائے حکم دے دیا ہے۔سوائے اس فرق کے کہ ایک کو اصل کہیں اور دوسرے کو فرع ایسا ہی وہ قیاس ہے جس میں باہم دو چیزوں کے فرق نہ ہونے کا یقین ہے وہاں اسی قدر سے تصریح شارع دو چیزیں ایک معلوم ہوتی ہیں بدون اختیار اس امر کے کہ ہم ایک کا حکم دوسرے میں لے جائیں یا ایک کو اصل اور دوسرے کو فرع کہیں۔

اب رہا فحوائے کلام ولحن خطاب سو منطوق ومفہوم کلام کی طرف راجع ہیں (یعنی درحقیقت وہ قیاس نہیں) اگر چہ بعض اس کا قیاس الفحوائے نام رکھتے ہیں اور جب کہ وہ از قسم مفہوم ٹھہرا تو اس کی بحث قیاس سے خارج ہے اس لئے کہ لغت عرب جس میں ان کے فہم ومحاورہ کا بیان ہے یہ حکم دیتی ہے کہ یہ مفہوم ان کے نزدیک معتبر ہے اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ مفہوم نہیں منطوق ہے اور بہتیرے اہل رائے کتاب وسنت کے ساتھ بذریعہ قیاس کھیل رہے ہیں اور ایسے وہموں پر جو مکڑی کے جالے سے بھی ضعیف تر ہے اعتماد کئے بیٹھے ہیں اور اس کو آیات و احادیث سے مقدم سمجھے ہوئے ہیں اور یہ پہلی مصیبت نہیں جس کو شیطان نے بہم پہنچایا اور نوع انسان کے لئے اچھا کر دکھایا۔

اور جس کسی کو کچھ سمجھ ہے اس پر یہ بات مخفی نہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو مجردان اقوال علماء سے مکلّف نہیں فرمایا جو کہتے ہیں کہ یہ قیاس یا قیاسی حکم مسلک تخریج مناط سے حاصل ہوا ہے یا تنقیح مناط سے یا دوران سے یا مثل اس کے اور بکواس سے (جو اہل قیاس وردزبان رکھتے ہیں اور کمالات علمی سے خیال کرتے ہیں)۔

ترجمہ عبارت امام شوکانی کا ہو چکا جس میں مجمل جواب جملہ عذرات و استدلالات اہل قیاس کا ادا ہوا۔تفصیل پھر سہی۔یار باقی صحبت باقی

بالجملہ اس بیان بابرہان سے ثابت ہوا کہ انکار قیاس اجلہ صحابہ وتابعین و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر مجتہدین بلکہ خود رسول امین بلکہ الہ العالمین سے ثابت ہے اور ظاہر یہ اس انکار میں متفرد نہیں ہیں ۔ یہ تو ان لوگوں کا جواب ہے جو ظاہر یہ کو انکار قیاس کے سبب دائرہ مجتہدین سے خارج کرتے ہیں ۔ اب رہا جواب صاحب تنویر کا جو خاص کر ابن حزمؒ کو بدستاویز عبارت حجۃ اللہ البالغہ کے دائرہ اہل سنت سے خارج کرتا ہے ۔ سو یہ ہے کہ عبارت حجۃ اللہ البالغہ سے تو اس بات کی بو بھی نہیں آتی ۔ ہاں اس میں بطور عادت قدیمہ کذب وتحریف کے کچھ جھوٹ ملا دیں اور یہ جملہ وضعی ان ابن حزم لیس من اھل السنۃ اس میں داخل کر دیں تو کار براری سہل ہے اس عبارت کا مطلب تو فقط اسی قدر ہے کہ بعضے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہاں دو ہی قسم کے لوگ ہیں ۔ اہل رائے ۔ اور اہل ظاہر اور یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے قیاس یا استنباط کیا وہ اہل رائے ہوا اور یہ بات ہرگز نہیں اور رائے سے یہاں فہم وعقل مراد نہیں ۔ اس سے تو کوئی بھی فریقین سے خالی نہیں ۔ اور نہ وہ رائے مراد ہے جس میں سنت پر اعتماد نہ ہو ۔ اس کو تو کوئی بھی مسلمان نہیں لے سکتا ۔ اور نہ وہ استنباط کا نام ہے اس سے تو احمدؒ واسحاقؒ بھی خالی نہیں ۔ جو بالاتفاق اہل رائے نہیں بلکہ مراد اہل رائے سے وہ لوگ ہیں جو بعد تسلیم مسائل اتفاقی یا جمہوری کے کسی مجتہد کے اصول پر تخریج مسائل کرتے ہیں ۔ اور بلحاظ ان اصول کے ایک نظیر کو دوسرے پر قیاس کرتے ہے اور احادیث وآثار کی خود تلاش نہیں کرتے اور اہل ظاہر وہ ہیں جو قیاس کے قائل نہیں اور نہ اقوال صحابہ وتابعین کو مانتے ہیں ۔

اور ان دونوں فرقوں کے بیچ میں تیسرا فرقہ محققین اہل سنت کا ہے جیسے امام احمدؒ و امام اسحاقؒ (یعنی جو نہ مطلقاً منکر قیاس ہیں نہ تارک احادیث وآثار) چنانچہ اصل عبارت جناب کی یہ ہے :

و منھا انی و جد ت بعضھم یز عم ان ھنا لك فر قتین لا ثا لث لھما ۔ اھل الظا ھر و اھل الرا ی ۔ و ان کل من قا س و استنبط فھو من اھل الرأی ۔ کلا و اللہ بل لیس المراد با لرأی نفس الفھم و العقل فا ن ذ لك لا ینفك من ا حد من العلماء و لا لرأی الذی لا یعتمد علی سنۃ اصلاً فا نہ لا ینتحلہ مسلم البتتہ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا القدرة علی ا لاستنبا ط و القیاس فا ن ا حمد و اسحاق بل الشا فعی ایضاً لیسوا من اهل الرأی با لاتفاق و هم یستنبطون و یقیسون بل امراد من اهل الرأی قو م تو جهوا بعد المسا ئل المجمع علیها بین المسلمین او بین جمهو ر هم الی التخر یج علی اصل ر جل من المتقد مین فکا ن اکثر امرهم حمل النظیر علی النظیر و الرد الی ا صل من ا صو ل دو ن تتبع الا حا دیث و ا لآ ثار ۔ و الظا هری من لا یقو ل بالقیاس و لا با لآ ثار الصحا بة و التا بعین کدا ؤد و ابن حزم و بینهما المحققو ن من اهل السنة کا حمد و اسحاق

ترجمہ اس عبارت کا وہی ہے جو قبل نقل عبارت بیان کیا گیا۔

تو دیکھو اس عبارت میں ابن حزم یا ظاہر یہ کو خارج از اہل سنت کہاں فرمایا ہے۔ اور صاحب تنویر کا باستشہاد اس عبارت کے ابن حزم کو اہل سنت سے خارج کرنا بجز دروغ گوئم بر روئے تو کے کیا بن سکتا ہے۔ اور اگر یہ زعم ہے کہ اس عبارت میں فرقہ ثالث کو محقق اہل سنت کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کے مقابل اہل ظاہر اہل سنت نہیں ہیں تو اس کا ابطال یہ ہے کہ اس عبارت میں تین فرقوں کا ذکر ہے۔ اہل رائے، اہل ظاہر، فرقہ ثالث محققین اہل سنت۔ پس اگر فرقہ ثالث کے محقق اہل سنت ہونے سے فرقہ اہل ظاہر کا اہل سنت نہ ہونا بحکم تقابل ثابت ہوتا ہے تو ویسے ہی اہل رائے کا بھی اہل سنت نہ ہونا ثابت ہونا چاہیے اس لئے کہ جیسے اہل ظاہر کو فرقہ ثالث سے تقابل ہے ویسے ہی اہل رائے کو بھی تقابل ہے۔ اور یہ بات آپ کے منہ کبھی نہ نکلی کیونکہ یہ بات گھر لگتی ہے اور فرقہ جناب کو (جن کی پونجی بجز رائے وقیاس کچھ نہیں) سنی ہونے سے خارج کرتی ہے۔

اب اگر کوئی چوتھا شخص کہے کہ اس عبارت سے غیر محقق ہونا اہل ظاہر و اہل رائے دونوں فرقوں کا نکلتا ہے تو یہ اور بات ہے۔ اس عبارت کے مقلد کے لئے حجت ہوسکتی ہے اور محقق صاحب بصیرت کے لئے نہیں وہ اس بات کو شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال سمجھے گا اور بنظر ادلہ ابطال قیاس اہل قیاس کو کبھی محقق نہ کہے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بیان سے ثابت ہوا کہ ظاہریہ یا ابن حزمؒ میں ایسا کوئی عیب نہیں جس سے وہ اہل سنت یا مجتہدین اہل سنت سے خارج ہوں اور ان کے خلاف کا انعقاد اجماع میں لحاظ نہ کیا جائے۔

اس سے قول امام شوکانی کا (کہ مقلدین کا خلاف ظاہریہ کے پرواہ نہ کرنا محض تعصب و ہوائے نفسانی سے ناشی ہے) صدق ثابت ہوا اور جواب سوال دوم متعلق حال ابن حزمؒ اتمام کو پہنچا جس کے اتمام سے متیقن ہوا کہ محلی ابن حزمؒ واسطے ملاحظہ مواخذات آئمہ مذاہب کے لائق مراجعت واعتبار ہے۔

اس سے ذنابہ مقصد ثانی کا اختتام ہوا اور اس کے اختتام سے دونوں مقصد ختم ہوئے۔ اور ان کے اختتام سے تزئیل کا سرانجام ہوا جس سے وجہ سوم (جس کا ابتداء بیان ضمیمہ نمبر۲ مطبوعہ ۵ جنوری ۱۸۷۸ء صفحہ ۶ سے ہے) وجوہ قادحہ آثار مؤیدہ استدلال مخاطب سے پوری ہوئی۔

اب وجہ چہارم وجوہ قادحہ آثار مؤیدہ استدلال مخاطب سے بیان میں آتی ہے۔ وجہ چہارم یہ ہے کہ آثار واقوال صحابہ قائلین حجیت آثار کے نزدیک بھی تب ہی حجت ولائق استناد ہوتے ہیں جب کہ وہ باہم متخالف ومتعارض نہ ہوں۔ اور جب وہ آپس میں متعارض ہوں تو ان کو وہ لوگ بھی حجت نہیں جانتے اور وہ آثار بالاتفاق حجت ولائق دستاویز نہیں رہتے۔ اور آثار مؤیدہ استدلال مخاطب باوجود مخدوش و مجروح ہونے کے بوجوہ سابقہ اسی قسم سے ہیں بعضے صحابہ سے کسی گیلی سوکھی سند سے ممانعت یا ترک مروی ہے تو دوسرے صحابہ سے امر یا فعل قرأۃ بھی ثابت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ وحضرت عمر فاروقؓ سے امر قرأۃ فاتحہ ضمیمہ نمبر۸ مطبوعہ ۲۹ ستمبر ۱۸۷۷ء میں بصفحہ ۳۹۹۔۴۰۰ منقول ہو چکا ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے طحاویؒ نے نقل کیا ہے کہ وہ امام کے پیچھے نماز ظہر میں فاتحہ پڑھتے اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ وہ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے۔ ایسا ہی حضرت عائشہؓ، وحضرت ابیؓ بن کعب، وحضرت حذیفہؓ بن الیمان، وعبادہؓ وابوسعیدؓ سے قرأۃ فاتحہ مروی ہے:

ففی تخریج الهدایة للزیلعی الحنفی و قد اثبت البخاری عن عمر و ابی بن کعب و حذیفه و ابی هریره و عائشه و عبادة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وابی سعید فی آخرین انهم کا نوا یقرؤن القر أة خلف الاما م

(ترجمہ: زیلعی کی تخریج میں ہے امام بخاریؒ نے حضرت عمرؓ، وحضرت ابیؓ وحذیفہؓ وحضرت ابو ہرہؓ، وحضرت عائشہؓ وحضرت عبادہؓ وحضرت ابی سعیدؓ سے مع اور لوگوں کے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ لوگ قرأة فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے)

اور ایسا ہی ذکر قائل قرأة صحابہ کا ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان نمبر اول مطبوعہ یکم جنوری ۱۸۷۸ء میں ان سے نقل ہوا۔

اور ہمارے خیر المعاصرین مولوی محمد عبد الحی لکھنوی نے رسالہ امام الکلام میں بعد نقل آثار متعارضہ قرأة وترک قرأة کے کہا ہے:

و هذه آ ثار شهد ت با ن المسئلة خلا فية بين الصحا بة و آئمة ا لا مة ... الى ان فصل اقوا لهم ۔

(یہ آثار اس بات پر شہادت دے رہے ہیں کہ مسئلہ قرأة فاتحہ خلف الامام صحابہ وآئمہ میں مختلف فیہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کے اقوال کو تفصیل سے بیان کیا)۔

بناء علی ہذا الاختلاف وہ آثار واقوال مؤیدہ استدلال مخاطب لائق استدلال نہ رہے اور باتفاق فریقین ساقط الاعتبار ٹھہرے۔

فقال فی شر ح المغنی بعد نقل الا ختلا ف فی حجية قو ل الصحابة۔ محل النزاع يعنى هذا ا لا ختلاف فيما اذا قال صحا بى قو لاً ولم يشتهر ذلك فى اقرا نه ليظهر المخا لفة أ و الموا فقة و اما اذا اشتهر ذلك القو ل و خا لفو ه لا يجب تقليده با لا جماع (ترجمہ: شرح مغنی میں (جو اصول حنفیہ کی معتمد علیہ کتاب ہے) بعد نقل اختلاف کے حجت ہونے قول صحابہ میں کہا ہے کہ اختلاف ونزاع اس محل میں ہے کہ صحابی ایک بات کہے اور وہ مشتہر نہ ہوتا کہ اس قول میں اور صحابہ کی مخالفت یا موافقت معلوم ہو اور اگر وہ قول مشتہر ہوا ہے اور دوسرے صحابہ نے اس کی مخالفت کی ہو تو وہ باتفاق لائق تقلید و حجت نہیں ہے)

اور ایسا ہی ضمیمہ نمبر ایک مطبوعہ یکم جنوری ۱۸۷۸ء میں توضیح سے نقل ہو چکا ہے

و قا ل خير المعا صرين فى امام الكلا م :

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثا من (یعنی من ا لاعترا ضا ت الواردة علی استد لا لا لهم با لآ ثار) ان جما عة من الصحا بة قد ثبت عنهم تجو یز القر أة خلف الامام کما مر سا بقاً فما التر جیح لا ختیار آ ثار المنع و ترک هذه مطلقاً .. الی ان اورد اسئلة و ا جو بة حا صلها تز ئیف الا ستد لا ل با لآ ثار علی عدم جواز القر أة ۔

(ترجمہ۔مولوی عبدالحی نے رسالہ امام الکلام میں کہا ہے:

آٹھواں اعتراض حنفیہ کے استدلال بآثار پر یہ ہے کہ ایک جماعت صحابہ سے تجویز قرأۃ بھی ثابت ہے۔پس آثار ممانعت کے لئے کیا ترجیح ہے۔پھر چند سوالات و جوابات ایسے وارد کئے ہیں جن سے اس استدلال کی سستی ثابت ہو)۔

تنبیہ لطیف:

صاحب ہدایہ نے جب آثار متخالفہ ومتعارضہ کو لائق حجت واستدلال نہ سمجھا تو ترک قرأۃ پر اجماع صحابہ کا دعوی کر لیا لیکن بحمداللہ انہیں کے اتباع واشیاع نے اس دعوی کو سچا نہیں سمجھا۔اور اس خیال سے کہ بسبب کذب صریح ہونے اس قول کے لوگ صاحب ہدایہ کی تکذیب کریں گے اس میں یہ تاویل کی کہ مراد اجماع سے اس قول میں اتفاق اکثرین کا ہے۔یا اجماع منقول بنقل احاد جس کو نقل خلاف مانع نہیں، یا اجماع سکوتی۔ولیکن بحمداللہ اس تاویل کو انہیں کے منصفین نے رد کر دیا ہے اور پایہ صدق و اعتبار میں رہنے نہیں دیا۔

قا ل فی امام الکلا م ۔ قد استد ل شر ذمة قلیلة من اصحا بنا فی هذه المسئلة باجماع الصحا بة کما قا ل صا حب الهدا یة بعد ذکر حد یث قر أة ا لا ما م قر أة له و علیه اجماع الصحابه ورده الجو نفوری فی حوا شیه بقو له لو کا ن فیه اجماع لکا ن الشا فعی اعرف به ۔ انتهی ۔ و مما یر ده ایضاً مطا لعة کتب الحد یث فا نها متوا طبة علی ذکر الخلا ف الواقع بین الصحابة فی هذه المسئلة و لو کا ن ا لا جماع لما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ن الخلاف و النزاع و قد تو جه العینی فی انها یه الی توجیه قول صا حب الهدا یه بو جوه ا حد ها انه سماه اجماعاً باعتبار الا کثر و قد روی منع القر أة عن ثمانین نفراً من الصحا بة ۔ و ثا نیها انه اجماع ثبت بنقل الاحاد فلا یمنعه نقل البعض بخلا فه کنقل حد یث با لا حاد ثم لما ثبت نقل الا مر ین ترجح ما قلنا لا نه موا فق لقو ل العامة و ظا هر الکتاب و السنة ۔ و ثا لثها انه یجوز ان یکو ن ر جوع المخالف ثا بتاً ختم ا لا جماع ۔ و را بعها انه لما ثبت نهی العشرة الذ ین ذکر هم السند مو نی و لم یثبت رد ا حد هم علیهم عند تو فر الصحا بة کا ن اجما عاً سکو تیاً انتهی ملخصاً۔

و لا یخفی علی من نظر بعین البصیرة مافیه من الر کا کة ۔ اما فی ا لا ول فهو انه و ان صح اطلاق الا جماع علی اتفاق الا کثر لکن نسبة المنع الی ا لا کثر لیست بظا هر لا نه لا یخلوا اما ان یر ید با لا کثریة الا کثریة بالنسبة الی جمیع الصحا بة اویر ید با لنسبة الی الذین تکلموا فی هذه المسئلة ۔ فان ار ید ا لاول فبطلا نه وا ضح ۔ و ان ارید الثا نی فضعفه ایضاً لائح لا ن کو ن الما نعین اکثر من المبیحین محتا ج الی ثبو ته بسند معتمد و عدم نقل خلا فه بسند معتد و اذ لیس فلیس ۔

و ما فی الثا نی فلا ن مجر د نقل اجماع علی مسئلة ثبت فیها نزاع لا یفید شیئاً فی محل النزاع ۔و ترجح هذا المقو ل بکونه موا فقاً للکتا ب و السنة مو رد المما نعة کیف لاو ظا هر الکتاب و السنة لایشهد ان بالکرا هة الا طلا قیة

و اما فی الثا لث فلا ن مجر د جواز ر جوع المخا لف لا یفید فی صحة دعوی الا جماع مع انه مشتر ک ا لا لزا م من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجانبين من غير دفاع ۔

و اما فی الرا بع فلا ن ثبو ت النهی عن العشرة الذ ین ذکر هم السند مو تی لیس ببین و لا مبر هن و مع ثبو ة خلا فه ا یضاً مروی و ان لم یو جد الر د الصریح و بالجملة فا لمسئلة لیست بمحل للا جماع لا الاجماع السکو تی و الا الاجماع الصریحی و لا ا لا جماع ا لا کثری ۔

(ترجمہ: چند اشخاص نے ہمارے (حنفی) لوگوں سے مسئلہ قرأۃ فاتحہ میں اجماع صحابہ سے تمسک کیا ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے بعد ذکر اس حدیث کے کہ امام کی قرأۃ مقتدی کی ہوتی ہے، کہا ہے کہ اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اور اس کو فاضل جون پوری نے اپنے حواشی میں اس قول سے رد کر دیا کہ اگر اس پر اجماع ہوتا تو امام شافعی اس کو خوب جانتے۔ اور اس بات کو کتب حدیث کا مطالعہ بھی رد کرتا ہے وہ سب ذکر اختلاف پر متفق ہیں۔ اگر وہ اجماع ہوتا تو اختلاف صحابہ کیوں ہوتا۔

عینیؒ نے نہایہ شرح ہدایہ میں قول صاحب ہدایہ کی کئی وجہ سے توجیہہ کی ہے۔

اول یہ کہ اس نے اکثر لوگوں کے لحاظ سے اجماع کا نام لیا ہے کیونکہ منع قرأۃ اسّی (۸۰) نفر صحابہ سے مروی ہے۔

دوم۔ یہ کہ یہ اجماع بنقل احاد ثابت ہوا ہے جس کو نقل خلاف بعض مانع نہیں ہے۔ چنانچہ نقل اخبار احاد کا حال ہے۔ پھر جب دونوں نقلیں ثابت ہوئیں، تو ہمارا قول غالب ٹھہرا کیونکہ وہ اقوال اکثرین وظاہر کتاب وسنت کے موافق ہے۔

سوم یہ کہ مخالف اجماع کا رجوع ممکن ہے۔ پس اجماع پورا ہوا۔

چہارم یہ کہ دس اصحاب سے جن کا ذکر سند مونی نے کہا ہے ممانعت ثابت ہے اور انکار بوقت وفور صحابہ ثابت نہیں تو سکوتی اجماع ہو گیا۔ عینی کا قول مختصر ہو کر تمام ہوا۔

اور جوان وجوہات میں ضعف ہے سو صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ وجہ اول میں یہ ہے کہ اگرچہ اتفاق اکثر کو اجماع بولنا صحیح ہے ولیکن اکثر کا مانع قرأۃ ہونا ظاہر نہیں ہے اس لئے کہ اگر یہاں جمیع کی نسبت کثرت کا ادعا ہے تو اس کا بطلان ظاہر ہے اور اگر مجوزین قرأۃ کی نسبت کثرت مراد ہے تو بھی بدون سند لائق تسلیم نہیں ہے۔ دوسرے میں یہ کہ خالی نقل (بلا سند) محل نزاع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کسی امر کے مفید نہیں ہے اور اس کا مرجح ہونا محل منع ہے۔ اور کیونکر نہ ہو جس حالت میں ظاہر کتاب وسنت مطلق ممانعت پر شاہد نہیں ہیں

تیسرے میں یہ کہ مجرد امکان رجوع مخالف دعوی اجماع کے لئے مفید نہیں اور یہ بات خصم بھی کہہ سکتا ہے۔

چوتھی میں یہ کہ ثبوت ممانعت ان دس اصحاب سے (جن کا سند مونی) نے ذکر کیا ہے واضح نہیں ہے اور نہ مدلل ہے۔ اور ثابت بھی ہو تو اس کا خلاف بھی مروی ہے اگر چہ یہ اس کے رد صریحی کا وجود نہیں۔ الحاصل یہ مسئلہ محل اجماع نہیں ہے نہ محل اجماع سکوتی کا، نہ اجماع صریحی کا، نہ اجماع اکثری کا)۔

ترجمہ عبارت امام الکلام کا تمام ہوا۔ اس سے ناظرین عبرت پکڑیں اور یہ سمجھ لیں کہ تقلید ایسی آفت ہے جو عقلاء وفضلاء کو بھی راہ راست سے سچلا دیتی ہے۔ دیکھو عینیؒ نے باوجود اس علم وکمال کے توجیہ کلام ہدایہ میں کیسی ضعیف باتیں کہی ہیں جو ادنی محقق سے صادر ہونی محال ہیں۔

و لیکن هذا آ خر الکلا م فی مسئلة قر أة الفا تحه خلف الامام التی شهد ت بها سنة سید ا لا نا م و عمل بها ا لا صحا ب العظا م و ا لآ ئمة الکرا م ۔ فلله الحمد اولاً و آ خر علی ما وفقنا لا شاعة سنة النبی ﷺ و سلا م علی رسو لنا و اما منا محمد و آ له و اصحا به و هو احسن ما یقع به الختا م۔

پانچواں سوال میرا یہ تھا کہ وجوب تقلید کسی شخص کا آئمہ اربعہ سے آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح صریح قطعی الدلالۃ سے ثابت کیا جاوے۔

اس کے جواب میں آپ نے آیت فاسئلوا اهل الذ کر ان کنتم لا تعلمو ن جس کے معنی یہ ہیں: پوچھو اہل ذکر سے اگر نہیں ہو تم جانتے، پیش کی ہے۔ پھر جب اس استدلال کا برطبق مثل مشہور چور کی داڑھی میں تنکا فساد سوجھا اور یہ کھٹکا ہوا کہ اس آیت سے تو مطلق تقلید ثابت ہوتی ہے نہ تقلید مجتہد معین آئمہ اربعہ سے تو اس کا لمی جواب یہ دیا کہ تحقق مطلق بدون فرد خاص ممکن نہیں پس تعیین ثابت ہوئی۔ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ یہ جواب بھی غلط تھا اس لئے اس پر مطمئن نہ ہوآپ ہی اعتراض کرتے ہیں کہ تحقق مطلق تو فرد مبہم ومنتشر میں بھی ہوسکتا ہے۔اس طرح کبھی ابو حنیفہؒ کی تقلید اختیار کی کبھی شافعیؒ کی، پھر تعیین کدھر گئی؟ پھر اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس طرح تعیین مقلد سے متصور نہیں کیونکہ اگر بدون ترجیح مذہب کے اس فرد مبہم کی تعیین کرے گا کہ کبھی حنفی ہو اور کبھی شافعی تو اس کا عمل باطل ہوگا اور لائق مضحکہ اور اگر ترجیح دینا چاہے گا، تو یہ امر فی الجملہ مجتہد کے سوائے کسی سے نہیں ہوسکتا۔

یہ آپ کی بے ضبط تحریر و بے ربط تقریر کا عمدگی و شائستگی سے مطلب ادا ہوا ہے۔اصل عبارت جناب نقل کرتے تو ناظرین مطلب اس کا اچھی طرح نہ سمجھتے۔اس کا جواب بنظر سابق تو ایسا مناسب تھا جیسے جوابات سابقہ بتفصیل ادا ہوئے اور اصول ونقول مؤیدات ان کی تائید میں لکھے گئے۔ولیکن چونکہ جناب کا خطاب ڈیڑھ سال سے شروع ہے اور ناظرین کو اس کے اختتام کا از بس خیال ہے اور بحکم کل جدید لذیذ اس کے جواب کو پرانا سمجھ کر اوروں کے جوابات کی طرف رغبت ہے خصوصاً جواب ادلہ کاملہ تصنیف مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ اللہ تعالی جس کے بہت لوگ متقاضی ہیں، اور بعض حریف یہ باتیں بھی بناتے ہیں کہ ایک لڑکے کے خطاب میں مصروف ہوکر فضلاء کے جواب سے جان چھوڑاتے ہیں۔نظر براں اس انداز کو یہاں چھوڑا گیا اور اس تفصیل سے قلم کو روک دیا اور جواب مختصر پر جس سے فساد جواب مخاطب ظاہر ہوا اکتفا کیا گیا۔

تفصیل مبحث تقلید بضمن جواب رسالہ مولوی محمد قاسم صاحب یا بضمن رسالہ مستقلہ۔ان شاء اللہ تعالی (ادلہ کاملہ نامی رسالہ متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء)

پس واضح ہو کہ ہمارا مطلوب جواب مسئلہ میں آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صریح ہے اور آیت فاسئلوا اھل الذکر .. الخ سے تقلید امام معین بطور قطعیت و صراحت تو کیا ثابت ہوگی بطور ظنیت و اشارت بھی ثابت نہیں۔اولاً اس لئے کہ اس آیت میں تقلید کی بو بھی نہیں۔اس میں تو سوال کا ارشاد ہے۔سو بھی متعلق دلیل وثبوت چنانچہ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمو ن با لبینا ت و الز بر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب اس کا یہ ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے بھی انسان ہی رسول بھیجے ہیں جن کی طرف وحی کی (لوگو!) اگر تمہیں علم کتاب نہیں تو اہل علم سے اس کا ثبوت و بیان پوچھو۔ وہ تم کو کتب سابقہ سے یہ بات نکال کر بتا دیں گے۔

تو دیکھو اس مطلب کو تقلید سے کچھ تعلق نہیں بلکہ صریح مخالفت ہے اس لئے کہ تقلید بالاتفاق بلا دلیل بات مان لینے کا نام ہے۔ چنانچہ کتب اصول وشروح کتب فقہ میں یہ تعریف تقلید موجود ہے اور اسی نظر سے حافظ ابن قیمؒ نے قصیدہ نونیہ میں یہ شعر کہا ہے:

اذا جمع العلماء ان مقلداً
للناس کا لاعمی هما الاخوان

یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ لوگوں کا مقلد اندھے کی مثل ہے اور وہ دونوں آپس میں بھائی ہیں۔ جو بن دیکھے اور بدون سمجھنے دلیل کے دوسرے کی بات مان لیتے ہیں۔ اور اس آیت میں دلیل و بیان کے سوال کا ارشاد ہوا ہے۔ پس یہ آیت گویا مانع تقلید ٹھہری نہ مجوز تقلید۔

اس آیت سے جواز تقلید نکالنا چہ جائے وجوب غلطی فاحش ہے گو صدور اسکا بعض اکابر سے ہوا ہے اور ہمارے بعض رسائل تالیف اوائل عمر میں بھی پایا جاتا ہے۔ اب ہمارا اس سے رجوع ہے اور یہ کچھ نئی بات نہیں۔ اکابر صحابہ وتابعین وآئمہ مجتہدین نے اپنے اقوال سے ایک وقت رجوع کیا ہے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ ہمارے اس قول پر جب کوئی انکار کرے گا تو ہم اس کے جواب میں تفصیل ان اقوال کی جن سے سلف نے رجوع کیا ہے قلم میں لاویں گے۔

ثانیاً فرض کیا اور مان لیا کہ یہ آیت دلیل جواز یا وجوب مطلق تقلید کے لئے ہے ولیکن اس سے تقلید امام معین ہرگز ثابت نہیں ہوتی چنانچہ مخاطب کو بھی یہ بات سوجھ گئی ہے۔ اور جو آپ نے اس میں حیلہ حوالہ کیا ہے وہ لا ینفع ہے۔ آپ کا جواب اخیر کہ تعیین فرد مبہم ومنتشر مقلد سے تصور نہیں۔۔ الخ۔ اس ایک تقریر سے مدفوع ہوسکتا ہے کہ جیسے تعیین فرد مبہم ومنتشر مقلد محض سے غیر متصور ہے ویسے ہی ابتداء تعیین مذہب خاص اس سے غیر ممکن ہے اور اس میں وہی دلیل آپ کی جاری ہوسکتی ہے جو اس میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری کی ہے اس طرح کہ اگر مقلد محض چاروں مذاہب سے بدون ترجیح ایک مذہب کو اختیار کرے گا تو عمل اس کا بقول آپ کے باطل و لائق مضحکہ ہوگا اور اگر ترجیح دینا چاہے گا تو اس پر قادر نہ ہوگا کیونکہ یہ امر فی الجملہ مجتہد کے سوائے کسی سے بقول آپ کے ہو نہیں سکتا۔

الغرض تعیین بدلی (یعنی آج حنفی ہونا کل شافعی، پرسوں مالکی، ترسوں حنبلی) اور تعیین خاص ابتدائے (یعنی ہوش سنبھالتے ہی چاروں مذاہب سے ایک مذہبی حنفی یا شافعی خاص کر لینا) دونوں بلا تفاوت سر مو یکساں ہیں۔ اگر تعیین بدلی مقلد محض سے ناممکن ہے تو تعیین خاص ابتدائی بھی ناممکن ہے۔ اور اگر تعیین خاص ابتدائی مقلد محض کے لئے جائز ہے تو ویسے ہی تعیین بدلی بھی جائز ہے۔

اس میں، اس میں فرق ہے تو بتلائے اور انعام موعود سابق سے دو چند انعام پائے ورنہ اس آیت کے استدلال سے باز آئے۔ اور یہ غور فرمائے کہ میں دلیل صریح قطعی الدلالۃ کا طالب ہوں اور یہ آیت مانحن فیہ میں قطعی الدلالۃ تو کیا ہوگی ظناً و اشارۃً بھی دلالت نہیں کرتی۔

یہ تو آپ کے جواب کا جواب ہے۔ اب آپ کے اعلان کا جواب دیا جاتا ہے جو پرچہ مطبوعہ کوہ نور میں مندرج ہے اور ضمیمہ سفیر ہند سے کسی کے کہنے یا خود منفعل ہونے نکال دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مبلغات انعام مندرجہ اشتہار دے دو، ورنہ مجبوراً چارہ جوئی کیجائے گی۔

الجواب۔ جناب من! حلوہ خوردن را روئے باید۔ حلوہ کھانے والے اور منہ ہیں۔ آپ کا منہ اس لائق نہیں۔ آپ جواب اشتہار کا میری شرط کے مطابق دیتے تو بدون مطالبہ انعام پاتے۔ آئندہ انعام کی حرص ہو تو جواب صحیح آپ سے نہ ہو سکے تو طلباء مدرسہ سہارن پور سے جن سے آپ کو شد و بود حاصل ہو لکھوا کر شائع کریں اور انعام موعود سے سہ چند انعام پاویں۔ زیادہ کیا عرض کروں گنجائش وقت نہیں۔

خاتمہ : و لیکن هذا آخر ما تکلمنا بتائید الله الاحد فی فعص جواب الطالب المستور بذیل ظفرا حمد بحیث ظهر کساده و فسد۔ و عجز صاحبه عن المعارضه و امر خد۔ فلم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقدر علیه الی هذا الا مد ولا یقدر فیما بعد انشاء الله ذو المجد فلله الحمد و به ثقتی و فیه ر حبتی و هو الصمد و سلام علی نبیه محمد و آله و اصحا به الی آخر ا لا بد۔ نمقه ابو سعید محمد حسین ا للا هوری

(اطلاع۔ مدت سے صحبت حضرت عبداللہ غزنوی نزیل امرتسر کا (جس کی ترغیب اشتہار میں دے چکا ہوں) شائق ہوں مگر اشغال روزمرہ مانع رہے۔ اس مہینہ جنوری میں اللہ تعالی نے توفیق دی تو ان کی خدمت میں حاضر ہونگا وہاں اگر تحریر پر چہ جنوری ۱۸۷۹ء کی فرصت نہ ملی تو اس کی کسر پر چہ فروری میں انشاء اللہ نکال دونگا اور کسی قدر عوض اس کا پر چہ ہذا میں بھی آ گیا ہے۔ ابوسعید عفا اللہ عنہ)

.....

متفرقات

ضمیمہ نا معلوم

(درج ذیل عبارت پر مشتمل چند صفحات اس نسخے میں لگے ہوئے ہیں جس کی فوٹو کاپی سے ۸ اور ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء کے ضمیمے نقل کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ عبارت وہاں اجنبی معلوم ہونے کے باعث یہاں الگ سے نقل کی جارہی ہے۔ بہاء)

(و لکنّه ﷺ ما مات حتی بلغ الی مجموع امّته جمیع ما امر بتبلیغه الیهم و کانوا متفرقین الاوطان و مختلفة الامکنة و البلدان وکان عند بعضهم من العلم مالیس عند غیره وکانوا یختلفون تارةً فی المعنی من النّص کما وقع لمن امرهم النّبیّ ﷺ ان لا یصلّوا العصر الّا فی بنی قریظه فمنهم من اخذ بظاهره و منهم من ا خذ بتاویله و یختلفون تارةً فی الاستنباط من النّصّ بالقیاس کما وقع لعمرو بن العاص

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حین تیمم من الجنابة من شدّة البرد متلولا قوله تعا لی لا تقتلوا انفسکم ، و تارةً فی غیر ذلك۔)

(و الاقاس علی ما فی ا لکتا ب و السنّة او علی ا حد هما و اخذ به)

(و الا کان غالباً او تارةً بقول الصدیق و الاجتهاد و استخرج آ راء النّا س فما رآ ه صوا باً ا خذ به و قلما

یخطیء فی رأیه ثم انتقل الی اللّه وقام مقا مه ذو النورین ؓ فکان یأخذ بالکتا ب و السنّة و قول الشّیخین

غا لباً او تارةً ثمّ انتقل الی اللّه تعا لی و قام مقامه زو ج الزهراء ؓ فکان یا خذ بالکتاب والا ثر والقیاس ا لانور)

(وکانوا یختلفون فی بعض الفروع و لم یقصروا فی اتّباع الحقّ و تفرّقوا فی مشارق الارض و مغاربها و جنوبها و شمالها و ا خذ منهم العلوم اقوام متفرقون ثمّ لا یزا لو ن یقلون و کثر الاختلاف بسبب اتباعهم الّذین اخذ عنهم العلوم حتی انقرضوا بالکلیة۔

وقام مقامهم فی الفتوی وغیره علماء التابعین و زادوا فی الاختلاف لاختلافهم فی العلوم و الفهوم ثمّ قام مقامهم علماء التّا بعین و زادوا فی الاختلاف و ربّما اتفقوهم و من قبلهم فی ما کان مختلفاً فیه قبل فصار الامر الّذی یجتمعو ن علیه مجمعاً علیه بعد ان کان مختلفاً فیه و کان فی کلّ زمن و بلد خلق کثیر من اهل الاجتهاد و الفتوی و الحدیث و نحوها و کانت لهم مذاهب مختلفة و آراء مبتدرة و وفق اللّه تعا لی تلامذة الائمة الاربعة واصحابهم فحفظوا مذا هبهم و دوّنوها و نشروها حتّی لم یبق من اتّباع غیرهم الّا اقل قلیل بحکمة یعلمها اللّه تعالی و تدا رست مذا هب غیرهم و بقیت مذ هبهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معمو لة

و سبب الاختلاف اشياء كثيرة لا يمكن حصرها منها الاختلاف فى العلوم و الفهوم و كون النّصوص قابلة للاحتمالات با عتبارا ت الالفاظ و النظم التركيب و ايساق و غير ذا لك ۔)

(و مضى الصّحابة وخلفهم التّابعون الآخذون عنهم وكانوا مختلفين فى العلوم والافهام و كلّ كان يفتى على مبلغ علمه ولايكلّف اللّه نفساً الّا وسعها وكلّ ماجور على ما ا صاب فيه اجرين و ماجور فيما خفى عنه اجراً وا حداً و قد يبلغ الرّجل نصّان ظاهر التّعارض فيميل الى ا حدهما بنوع من التّرجيحات و يميل غيره الى ما تر كه بنو ع آ خر من التّرجيحا ت و مثل هذا كثير۔

و لهذه الوجوه ترك بعض العلماء ما تركوا من الاحاديث و الآيات و خالفهم نظرائهم فاخذ هئولاء ما ترك اولئك واخذ اولئك ما ترك هئولا ۔ لا للقصد الى خلاف النّصوص و اذا قامت الحجّة على من بلغه شيء صحيح من الدّليل اى من غير تعارض او نحو ه فلم يبق تركه الّا للعناد و التّقليد وعلى هذه الطريقة كانت الصحابة ؓ۔ انتهى كلا مه ملخصاً ۔)

(وذكر ابن القيم من اسباب الاختلاف اشياء منها ان احد المجتهدين يعتقد ضعف احد والآخر ثقته ومنها ان بعضهم يشترط فى خبر الواحد العدل شرطاً يخالفه غيره ومنها عدم معرفته بدلالة الحديث امّا لكون لفظ الحد يث الحد يث غريباً عنده او يكو ن لفظه مشتركاًاومجملاً اومحتملاً فيه الحمل على ظاهرمعناه الحقيقى والمجازى ومنها عدم تفطنه لدخول فرد معين تحت عام بعد علمه به امّا لعدم احاطة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحقيقة ذلك الفرد ومماثلته لغيره من الافراد الدّا خلة تحت العام و امّا الخطرة على باله و امّا لاعتقاده و اختصاصه بخصيصة تخرجه من العام و منها اعتقاده العموم فيما ليس بعام او الاطلاق فى المقيّد فيذهل عن التقييد ۔ و منها اعتقاده عدم دلالة اللفظ على الحكم المتنازع فيه اما لعدم معرفته مدلول اللفظ فى عرف الشّرع فيحمله على خلاف مدلوله اويكون له فى عرف الشرع معنيان فيحمله على احد هما و يحمل غيره على غير ذلك او لفهمه من الخاص العموم او من العام المخصو ص و من المطلق المقيد و من المقيد المطلق و منها انّ النّصّ عارضه ما يساويه او اقوى منه و للتّعارض انواع قال ابن القيمؒ فمن هداه اللّه تعالى الى الاخذ با لحق حيث كان و مع من كان ورد الباطل مع من كان فهذا اعلم النّاس و اهدا هم سبيلاً و اقومهم قيلاً و اهل هذا المسلك اذا اختلفوا فاختلافهم رحمة وهدى وهو من باب التّعاون على الدّين كل يخبربمارأه صواباً عنده فان قوبل بين الآراء المختلفة وعرضت على كتاب اللّه و سنّة رسول اللّه ﷺ و تجرد النّظر من التّعصب و الحميّة و استفرغ و سعه وقصد طاعة اللّه و رسوله ﷺ قل ان يخفى عليه الصّواب من تلك الاقوال وما هو اقرب اليه و هذا النّوع من الاختلاف لا يوجب معاداة و لا افترا قا فى الكلمة و لا تبديد الشمل ۔ انتهى

قلت اذا كان المعبود ا لآمر بالعبادة وا حد و الرّسول ﷺ واحداً و الدّين واحداً و هئولاء العلماء كلّهم يريدون اتّباع الدّين و لا يقصرون و كل له فضائل و كمالات و قد قال اللّه فا سئلوا اهل الذّ كر ان كنتم لا تعلمون۔فالتعصب لمعين

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والجمود على قوله لماذا ؟نقل الحافظ ابن حجر فى لسا ن الميزا ن عن الطحاوى انّه قال او كلّ ما قال به ابوحنيفه اقول به ؟ وهل يقلّد ا لّا عصبى او غبى فطارت هذه الكلمة بمصر حتى صارت مثلاً ۔ انتهى ۔ و مذهب كلّ امام ما قاله و لم يرجع عنه ولا يمكن عن مجتهد قولان متباينان من غير رجوع من ا حد هما۔ اللّهم الا ان يكو ن متردداً فى ذلك و يحتمل ان يقول المجتهد قولاً ثمّ يرجع الى غيره ثم يرجع عن الآخر الى الاوّل و لم ار لهذا مثالاً فى الاقوال المجتهدين ولم يكن لاحد من تلامذه الامام واصحابه ان يعرف جميع مذهبه و هذا ظاهر وغالب اختلاف اصحاب اربا ب المذا هب سببه ان بعضهم يعرف من المذ هب ما لا يعرف غيره و منهم من يعرف القول المرجوع عنه ولا يعرف المرجوع اليه و يفتى بالاوّل و منهم من لا يعرف عن الامام نصاً فيقيس على مسائل الامام و يخا لفه غيره فى ذلك القياس فتارة يصيب هذا و تارةً هذا و كثيراً ما يختلفون فى فهم معانى قول الامام و دلالتها و هذا با ب واسع جداً و ليس كل ما يستنبط ر جل من اقوال الامام يكون مذ هبه بل تارة يوا فق مذ هبه و تارةً يخالفه ولا ينبغى ان تنسب الاقوال المستنبطة من اقوال الآئمة للآئمة بانّها اقوالهم او مذاهب لهم قطعاً لانّه يحتمل انها عرضت عليهم قبلوا شيئاً منها و ردوا اشياء آخر و هذا كما لا ينسب ما استنبط المجتهدون من اقوال النّبى ﷺ اليه على انّها اقوا له و يحتمل كونها شريعة قال ابن تيميه فى ردّ الروافض تجد احد الطائفتين او الرجلين من النّاس لا يكذّ ب بما يخبر به من العلم لكن لا يقبل ما تاتى به طائفة اخرى من الحقّ سواء كان من باب الصّدق المعروف با لخبر او من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصّدق المعروف با لنّظر فيقبل ما ذكرته طائفةمن معقول و منقول و يرد ما ذكر ته الطّائفة ا لاخرى ۔ انتهى

قلت هذا كثير فى اصحا ب ار باب المذا هب خصوصاً فى اهل زماننا هذا تراهم لا يعتمدون الا ما وجدوه منقولاً من اهل مذهبهم سواء كا ن ذلك قول امامهم ام لا ۔

(فا ئدة) الّذى ظهر لهذا القاصر ان معظّم المسائل المذكورة فى اصول الفقه مأخوذ من اقوال الآئمة ذلك ان ينظر مثلاً بعض اتباع الآئمة فى مسائلهم فيجد كثيراً منها راجعة الى اصل واحد فيجعل ذ

لك الاصل قاعدة لها و لا مثا لها و قس على هذا و ربّما يوافق التّاخر المتقدم و ربّما يخالفه وربّمايقلّده

فربّمايصيب المتقدم وربمايصيب المتأخّروالانصاف خير الاوصاف فى باب الاختلاف و الرجوع على الاتفاق اولى من الافتراق و اللّه اعلم بالصّوا ب و اليه المرجع و المآ ب ۔ و صلّى اللّه تعالى على سيّد نا محمّد خير خلقه و آ له و صحبه و بارك و سلّم۔)

اور ابن قیم نے کہا ہے کہ ا ختلاف کے بہت سے اسبا ب ہیں ۔ ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کوضعیف سمجھتا ہے دوسرا اس کو ثقہ خیال کرتا ہے ازانجملہ یہ کہ ایک مجتہد ایک راوی کو عا دل کی حد یث میں شرط لگا تا ہے جو دوسرا نہیں لگا تا ۔ ازانجملہ یہ کہ وہ معنی حد یث کو نہیں جا نتا ، یا تو اس لئے کہ اس حد یث کے الفا ظ اس کے نز دیک کم استعمال ہیں یا اس لئے کہ وہ مشترک المعنی یا مجمل ہے ۔ یا یہ کہ وہ ظاہری معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں پر محمول ہو نے کے متحمل ہے ۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ کسی حد یث کو عام جان کر اس میں کسی خاص فرد کے داخل ہو نے کا یقین نہیں رکھتا ۔ یا تو اس لئے کہ وہ اس فرد کی حقیقت اور بقیہ افراد سے اس کی مما ثلت و مشا بہت کا علم نہیں رکھتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا اس لئے کہ وہ اس میں اپنے دل میں شبہ رکھتا ہے یا اس کو کسی وجہ خصوصیت سے حکم عام سے خارج کرتا ہے اور ازانجملہ یہ کہ وہ اس حدیث کو جو عام نہیں ہے، عام سمجھتا ہے یا اس حدیث کو جو مقید ہے، مطلق خیال کرتا ہے اور اس کی قید سے غافل ہے۔ اور ازانجملہ یہ کہ وہ لفظ حدیث کا حکم متنازعہ فیہ پر دلالت کرنا نہیں مانتا، یا تو اس لئے کہ اس کے عرف شرع میں معنی نہیں جانتا اس لئے خلاف معنی پر محمول کرتا ہے یا یہ کہ عرف شرح میں اس حدیث کے دو معنی ہیں وہ اس حدیث سے ایک معنی لیتا ہے، دوسرا دوسرے معنی۔ یا وہ حدیث خاص کو عام سمجھتا ہے یا عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتا ہے اور مقید کو مطلق۔ اور ازانجملہ یہ کہ اس حدیث کے معارضہ (مقابلہ) میں اور حدیث اس کے مساوی یا اس سے زیادہ قوی پائی جاتی ہے۔ اور تعارض کے کئی اقسام ہیں۔

ابن القیم نے کہا ہے کہ جس شخص کو خدا ہدایت کرتا ہے وہ حق بات کو لے لیتا ہے جہاں کہیں ہو اور جس کے پاس ہو، اور ناحق کو رد کرتا ہے خواہ وہ کیسے شخص کے ساتھ ہو۔ ایسا شخص تمام مخلوق سے زیادہ عالم ہے اور سب سے زیادہ ہدایت پر ہے اور سب سے زیادہ راست گو۔ ایسے لوگ باہم اختلاف بھی کرتے ہیں تو ان کا اختلاف رحمت ہے اور ہدایت اور یہ اختلاف کرنا ایک دوسرے کو اپنی رائے سے جس کو اپنے نزدیک صواب سمجھتا ہے اطلاع دیتا ہے۔ پس اگر ان سبھی مختلف آراء کا آپس میں مقابلہ کیا جاوے اور ان سب کو کتاب اللہ وسنت رسول پر پیش کیا جاوے اور اپنی نظر کو جو ان آراء لگاتے ہیں تعصب اور حمیت و پاسداری سے مجرد کریں اور اپنی وسعت اور قصد طاعت خدا اور رسول کو پورا خرچ کریں تو ان اقوال و آراء سے جو صواب اور جو قریب صواب ہے کم مخفی رہے۔ اس قسم کا اختلاف آپس میں عداوت پیدا نہیں کرتا اور نہ کلمۃ الاسلام میں تفرقہ و پراگندگی بہم پہنچاتا ہے

میں (محمد حیات) کہتا ہوں کہ جب کہ (سب کا) معبود، عبادت کا حکم دینے والہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ہے اور رسول (دین اسلام لانے والا) ایک ہے اور دین (اسلام) ایک، اور یہ سبھی علماء اتباع دین کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس میں اپنی طرف سے قصور نہیں کرتے اور ہر ایک کے لئے فضائل و کمالات حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ تم اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم کو علم نہیں ہے، پھر ایک شخص کے لئے تعصب کرنا اور اسی قول پر جمے رہنا کس لئے ہے۔ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں امام طحاوی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے: کیا جو کچھ ابوحنیفہ نے کہا ہے، میں اسی کا قائل ہوں؟ (ایسی) تقلید (ایک شخص کی ہر بات میں) تو وہی کرتا ہے جو متعصب یا بے سمجھ ہوتا ہے۔ یہ کلمہ طحاوی کا مصر میں اڑ گیا اور ضرب المثل ہوا۔ اور مذہب مجتہد وہ ہوتا ہے جو اس نے کہا پھر اس سے رجوع نہیں کیا۔ اور ایک مجتہد سے دو قول مختلف کا سرزد ہونا بجز اس کے کہ وہ ایک قول سے رجوع کرے، ممکن نہیں مگر اس صورت میں کہ ان دو نوں میں اس کو تردد ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مجتہد نے پہلے ایک قول کہا ہو، پھر اس سے دوسرے قول کی طرف رجوع کیا ہو پھر اس قول سے پہلے قول کی طرف رجوع کیا ہو، اس کی مثال مجھے اقوال مجتہدین سے کوئی معلوم نہیں اور کسی امام کے شاگرد اور رفیق اس کے سبھی مذہب کو نہیں جانتے اور یہ امر ظاہر ہے۔

آئمہ مذاہب کے شاگردوں کے باہمی اختلاف کا غالبًا یہ سبب ہوا ہے کہ بعض شاگردوں نے امام کا مذہب اس قول کو جانا جس کو دوسرے نے نہ مانا اور بعض نے امام کے پہلے قول کو جس سے امام نے رجوع کیا تھا۔ امام کا مذہب سمجھ لیا اور اسی پر فتوی دیا۔ اور دوسرے قول کو (جس کی طرف رجوع کیا تھا) معلوم نہ کیا۔ اور بعضوں نے امام کا کوئی قول نہ پایا بلکہ امام کے اقوال و مسائل پر قیاس کر کے اسی قیاس کو مذہب امام قرار دیا اور دوسرے شاگردوں نے اس قیاس میں خلاف کیا۔

پس کبھی یہ صواب کو پہنچا، کبھی وہ مصیب ہوا۔ اور بسا اوقات قول امام کے معنی سمجھنے میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف کا دروازہ نہایت فراخ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور یہ نہیں ہے کہ جو بات کوئی امام کے قول سے نکال لے وہی امام کا مذہب بن جائے ۔ بلکہ کبھی وہ استنباطی بات مذہب امام کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالف پڑتی ہے اور یہ مناسب نہیں ہے کہ جو اقوال ومسائل امام کے اقوال سے نکالے گئے ہیں ۔ ان اقوال کو امام کی طرف منسوب کیا جاوے اور ان کو یقیناً اقوال و مذاہب امام ٹھہرایا جاوے ، کیونکہ احتمال ہے کہ اگر ان اقوال کو امام کے سامنے پیش کیا جاتا تو بعض اقوال کو امام قبول کرتا اور بعض اقوال کو رد کر دیتا۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ جو مسائل مجتہدوں نے آنحضرت ﷺ کے اقوال سے استنباط کئے ہیں اور ان کو قطعاً آنحضرت ﷺ کے اقوال نہیں مانا جاتا۔ تاہم ان کا شریعت ہونا بھی محتمل ہے ۔امام ابن تیمیہؒ نے کتاب منہاج السنہ میں کہا ہے کہ تو دو جماعتوں مختلف مذاہب یا دو شخصوں میں سے ایک کو ایسا پاوے گا کہ وہ اس علمی بات کو جس کی خود خبر دیتا ہے جھوٹ نہیں سمجھتا۔ لیکن جو دوسری جماعت یا دوسرا شخص حق سنادے خواہ وہ خبر (حدیث واثر) سے معلوم ہوا ہو یا نظر (فکر وقیاس) سے اس کو قبول نہیں کرتا جو اپنا فریق عقلی یا نقلی بات کہے اس کو مانتا ہے اور جو دوسرا فرقہ کہے اس کو رد کرتا ہے ۔ کلام ابن تیمیہ تمام ہوا۔

مصنف ایقاف کہتا ہے کہ یہ بات اہل مذاہب کے پیروان خصوصاً ہمارے زمانہ (۱۱۶۳ھ) میں بہت ہے ۔ ان کو تم دیکھو گے کہ وہ بجز اس بات کے جو اپنے مذاہب والوں سے منقول پاویں گے خواہ وہ قول امام ہو خواہ نہ ہو اور کسی بات پر اعتماد نہ کریں گے

فائدہ ۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مسائل جو اصول فقہ میں مذکور ہیں آئمہ کے اقوال سے ماخوذ ومستنبط ہیں ۔ اسی طور پر کہ بعض پیرو آئمہ کے اکثر مسائل امام کو ایک قانون کی طرف رجوع ہوتے دیکھتے ہیں، تو وہ اس قانون کو ان مسائل اور ان کے نظائر وامثال کیلئے اصول قرار دیتے ہیں وعلی ہذا القیاس ۔ پھر کبھی پچھلا پیرو، پہلے کے موافق ہوتا ہے اور کبھی مخالف اور کبھی اس کی تقلید کر لیتا ہے اور کبھی پہلا مصیب ہوتا ہے اور کبھی پچھلا صواب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر پہنچتا ہے اور اختلاف میں انصاف کرنا بہترین اوصاف ہے اور اتفاق کی طرف رجوع کرنا افتراق سے بہتر ہے اور خدا تعالیٰ حق وصواب کو خوب جانتا ہے اور اسی کی طرف سب کا بازگشت۔

و صلّی اللّٰہ علی محمّد و آلہ و اصحا بہ اجمعین

تتمہ دوم۔ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۲۷۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء

(جواب اشتہار مولوی حبیب اللہ صاحب، رقم زدہ: حافظ محمد شفیع صاحب امرتسری ۱۳ شوال ۱۲۹۴ھ)

میں نے اشتہار مشتہرہ آپ کا در جواب اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کے دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ اشتہار آپ کا مولوی صاحب کے اشتہار کے جواب سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا۔ سوال از آسمان جواب از ریسماں ہے۔

مولوی صاحب کے اشتہار کا منشاء یہ تھا کہ آپ لوگ مقلدین اس بات کے مدعی ہیں کہ کنز قدوری ہدایہ کفایہ وغیرہ میں کل مسائل موافق قرآن حدیث کے ہیں اور رفع الیدین اور اونچی آواز میں آمین حرام مکروہ ہے۔ اور اسی زعم عاملان حدیث کو انواع تکالیف پہونچاتے ہیں بناء علیہ مولوی صاحب ممدوح نے بمقابلہ مجادلین کے دس مسئلہ کا اشتہار دیا اگر آپ لوگ اس دعوی میں صادق ہیں تو ان مسئلوں کا ثبوت کسی آیت یا حدیث سے دیویں۔ پس مقتضی انصاف وحقانیت کا یہ تھا کہ آپ یا اور علماء مقلدین اگر ثبوت اس کا رکھتے لکھ کر مشتہر کرتے ورنہ اپنے دعوی سے دست بردار ہو کر آئندہ عاملان حدیث سے نہ جھگڑتے۔

آپ نے برخلاف داب مناظرہ کے جس سے اظہار حق مقصود ہے بدون دینے جواب کے سائل پر سوال کر دیئے جس سے عاملان حدیث پر کچھ ذرہ بھی الزام عائد نہیں ہوسکتا اور نہ آپ قرضہ سے سبکدوش ہو سکتے ہیں بلکہ دانایان انصاف پسند بخوبی جانتے ہیں کہ چند عامیان نافہم کی تسلی کے لئے یہ اشتہار آپ نے چھپوایا ہے۔

اگرچہ آپ کا اشتہار خلاف داب مناظرہ اور خلاف طریق تحقیق حق کے ہے لیکن ہم بامید جواب سوالات عشرہ اس روش ناز یبا سے بھی قطع نظر کر کے جواب دیتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔

سوال اول آپ کا کہ رفع یدین کے لئے کوئی حدیث قولی..الخ

جواب، اس کا یہ ہے کہ اولاً یہ سوال لائق الزام نہیں اور نہ اس بہانہ سے سنت سے انکار ہوسکتا ہے کیونکہ آپ نے کوئی سند نہیں دی اس پر کہ صرف فعل آنحضرت ﷺ کا قابل حجت اور لائق اتباع نہیں۔ نعوذ با لله منه۔ اور آپ نے ثابت نہیں کیا کہ حدیث قولی ہر سنت کے واسطے ضرور ہے۔ بدون ثابت کرنے اس کے یہ سوال آپ کا آپ کو کچھ فائدہ نہیں دیتا لیکن جو شخص کچھ قدرے بھی قرآن وحدیث سے شعور رکھتا ہے یقیناً جانتا ہے کہ قول فعل تقریر آنحضرت ﷺ کی جو منسوخ اور خاصہ اور زلہ نہ ہو ہر ایک قابل حجت اور مثبت سنہ ہے۔ دیکھو اللہ فرماتا ہے:

وما آ تا کم الرسو ل فخذوه و ما نها کم فا نتهوا۔

(یعنی جو کچھ تم کو رسول نے دیا ہے لے لو اور جس سے منع کیا ہے چھوڑ دو)

اور فرماتا ہے:

لقد کا ن لکم فی رسو ل الله اسوة حسنة

(یعنی تحقیق ہے واسطے تمہارے ساتھ رسول خدا کے پیروی نیک)۔

اور صدہا آیتیں اور حدیثیں ہیں جو اس پرچہ میں سما نہیں سکتیں جب کہ فعل آنحضرت ﷺ کا ساتھ رفع یدین کے بحد تواتر کو پہونچ گیا اور منسوخ بھی نہیں کیونکہ حدیث اس رتبہ کی صحیح نہیں ہوئی۔ اور حدیث خوارزمی میں دو راوی ضعیف ہیں۔

اور حدیث جابر بن سمرہ کی بیان ہے حالت سلام کا۔ بمو جب اس قاعدہ اصول تمہارے کے:

و اذا کا نت فی ا حد الخبر ین زیا دة فا ن کا ن الراوی وا حدا یو خذ با لمثبت للز یادة کما فی الخبر المروی فی التخا لف

(منار و شر حه)،

اور خاصہ کا بھی احتمال نہیں کیونکہ جمہور صحابہ و تابعین و تبع تابعین و آئمہ مجتہدین و عمایدصالحین مثل شیخ عبدالقادر جیلانیؒ و سید علی ہمدانیؒ وغیرھما سب عمل کرتے چلے آئے ہیں اور نہ کسی منکر نے آج تک یہ دعوی کیا ہے۔ پس اسی لئے یہ فعل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کا جو زینت فرما مسند تشریع وتبلیغ ہیں ﷺ ہمارے لئے کافی وشافی ہے۔ مگر آپ چونکہ کمال جوش سے فعل آنحضرت ﷺ کو کافی نہ جان کر طالب حدیث قولی ہوئے ہیں لیجئے اور بغور سنیئے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ نے ساتھ سند صحیح کے مالکؓ بن حویرث سے نقل کیا ہے اور مشکوۃ صفحہ ۴۸ میں درج ہے:

و عنه قا ل قا ل لنا رسو ل الله ﷺ صلوا كما ر أيتمو نى اصلى۔ متفق عليه (یعنی کہا مالکؓ بن حویرث نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھو تم جیسا دیکھا تم نے مجھے نماز پڑھتا)۔

اور کہا خیر جاری میں نیچے اس حدیث کے:

هذا تخصيص للا هتما م بشا نها و رعا ية آ دا بها و سننها و شا ن الجما عة و بيا ن كيفيتها (یعنی یہ حکم خاص کر واسطے اہتمام نماز ورعایت آداب وسنن نماز وشان جماعت وکیفیات اس کی کے ہے)

اور تسلیم کیا اہل اصول حنفیہ نے مثلاً صاحب منار ونور الانوار وغیرھما نے اس کی صحت کو اور ثابت کیا ہے اس سے امام نوویؒ نے کرنا تکبیر تحریمہ کا۔

اور استدلال ہمارا ساتھ اس حدیث کے اس طرح پر ہے کہ وہ شخص جس کو مخاطب کیا تھا حضرت ﷺ نے ساتھ اس حدیث کے یعنی جس کو فرمایا تھا کہ نماز پڑھو تم جیسا دیکھا تم نے مجھے نماز پڑھتا۔ وہ مالکؓ بن حویرث ہے اور اسی مالکؓ نے دیکھا نے حضرت ﷺ کو کہ نماز میں رفع الیدین کرتے تھے اور یہی مالکؓ خود بھی رفع الیدین کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ایسا ہی کیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نماز میں۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث صلوا كما ر أيتمو نى ا صلى شامل اور متناول ہے رفع یدین کو اور یہ حدیث قولی ہے۔ اس میں امر ہے ساتھ رعایت آداب اور سنون نماز کے جس میں رفع الیدین بھی داخل ہے۔ ثبوت اس کا کہ مخاطب ساتھ اس حدیث قولی کے مالکؓ بن حویرث ہے یہ روایت بخاری کی ہے:

حد ثنا محمد بن مثنى قال ا خبرنا عبد الرحمن ؟ قا ل ا خبر نا ايوب عن ابى قلا به قا ل حد ثنا ما لك (اى بن الحو ير ث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

) قال اتينا النبی ﷺ ...الحدیث

اور دلیل اس کی کہ دیکھا حضرت مالکؓ نے آنحضرت ﷺ کو رفع یدین کرتے نماز میں یہ روایت صحیح مسلم کی ہے:

عن مالك بن الحوير ثِ انّ رسول الله ﷺ كان اذا كبّر رفع يديه حتّى يحاذى بهما اذنيه، و اذا ركع رفع يديه حتّى يحاذى بهما اذنيه، و اذا رفع رأسه من الركوع، فقال: سمع الله لمن حمده، فعل مثل ذلك (صحیح مسلم حدیث نمبر ۸۶۵)

(کہ روایت ہے حضرت مالکؓ بن حویرث سے کہ تھے رسول اللہ ﷺ جس وقت تکبیر کہتے اٹھاتے ہاتھوں اپنے کو اور برابر کرنے ان کو کانوں اپنے تک اور جب رکوع کرتے، اٹھاتے ہر دو ہاتھ اپنے، اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے، پس فرماتے سمع الله لمن حمده اور کرتے مثل اس کے)۔

اور ثبوت اس کا کہ خود حضرت مالکؓ بن حویرث رفع یدین کرتا اور کہتا کہ آنحضرت ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے:

عن ابی قلابة انّه رأى مالك بن الحوير ث اذا صلّى كبّر ثمّ رفع يديه، و اذا اراد ان يركع رفع يديه، و اذا رفع رأسه من الرّكوع رفع يديه، و حدث انّ رسول الله ﷺ صنع هكذا (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۳۷)

عن ابی قلابة انّه رأى مالك بن الحوير ث، اذا صلّى كبّر ثمّ رفع يديه، و اذا اراد ان يركع رفع يديه، و اذا رفع رأسه من الرّكوع رفع يديه، و حدّث انّ رسول الله ﷺ كان يفعل هكذا (صحيح مسلم حديث نمبر ۸۶۴)

(کہ روایت ہے حضرت ابی قلابہؒ سے البتہ دیکھا اس نے حضرت مالکؓ بن الحویرث کو کہ جب نماز پڑھتا تھا تکبیر کہتا پھر اٹھاتا اپنے دونوں ہاتھ اور جب ارادہ کرتا کہ رکوع کرے اٹھاتا ہر دو ہاتھ اور جب اٹھاتا سر اپنا رکوع سے اٹھاتا ہاتھ اور بیان کرتا تھا کہ تھے رسول اللہ ﷺ کرتے تھے اس طرح)۔

پس مجموعہ ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مالک بن حویرث نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رفع یدین کو آنحضرت ﷺ کی نماز میں دیکھا اور جو فعل مالکؓ بن حویرث نے حضرت ﷺ کی نماز میں دیکھا وہ مامور اور مدلول ہے حدیث صلّوا کما رأیتمونی اصلّی کا۔ پس رفع یدین بھی مامور اور مدلول ہے صلوا کما رأیتمونی اصلّی کا، اور یہ بدیہی الانتاج ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث قولی صلوا کما رأیتمونی اصلی دال اور متناول ہے رفع یدین کو۔

اب ہم ثابت کرتے ہیں اصول حنفیہ ہی سے کہ یہ دلالت اس حدیث قولی کے رفع یدین پر قطعی ہے۔ اس طرح پر کہ لفظ ما، کا حدیث میں عام غیر مخصوص البعض ہے اور عام غیر مخصوص البعض واجب کرتا ہے حکم کو اپنے افراد میں قطعاً۔ پس دلالت کما رأیتمونی کے جملہ افعال داخلہ صلوۃ آنحضرت ﷺ پر جس کو مالکؓ نے دیکھا تھا قطعی ہے اور رفع یدین بھی اسی جملہ سے ہے بحکم حدیث مسلم کے اور بحکم قیاس مذکور کے پس دلالۃ، کما رأیتمونی، کی رفع یدین پر بھی قطعی ہوئی۔ عام ہونا، ما، اور من کا تمہارے مسلمات سے ہے اور غیر مخصوص ہونا ما، کا اس حدیث میں باعتبار اصل کے ہے کہ بدون کسی قرینہ صارفہ کے اس سے تجاوز جائز نہیں اور قطعی الدلالۃ ہونا ایسے عام کا ہی تمہارے مسلّمات سے ہے انہ یوجب الحکم فیما یتنا ولہ قطعاً دیکھو منار و نور الانوار و توضیح وغیرہا اپنی اصول کی کتابوں کو پس ثابت ہوا کہ قول آنحضرت ﷺ کا صلوا کما رأیتمونی اصلی حدیث قولی ہے واسطے رفع الیدین عند الرکوع کے اور صحیح ہے اور قطعی الدلالۃ بھی ہے۔

الحمد للہ کہ ہم نے رفع یدین عند الرکوع و لرفع عنہ جیسا کہ حدیث فعلی سے ثابت ہے باوجود کافی جاننے حدیث فعلی کے حدیث قولی صحیح قطعی الدلالۃ سے بھی ثابت کر دیا۔

پس اب آپ پر واجب ہے کہ سوا صلوا کما رأیتمونی اصلی کے مسائل ذیل پر جن میں بعض مسلم الطرفین ہیں اور آپ کے نزدیک سب کوئی حدیث قولی مرفوع قطعی الدلالۃ پیش کریں کیونکہ آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صرف فعل آنحضرت ﷺ کو کافی نہیں جانتے۔

۱۔ رفع یدین جو شروع نماز میں ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔رفع یدین جو وتروں میں کرتے ہو۔
۳۔رفع یدین جو عید کی نماز میں کرتے ہو۔
۴۔ناف کے نیچے جو ہاتھ باندھتے ہو۔
۵۔بیس رکعت تراویح جو پڑھتے ہو۔
۶۔دعا قنوت جو وتروں میں پڑھتے ہو۔
۷۔ سبحانك اللهم جو ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔
۸۔کانوں تک ہاتھ اٹھانے۔
۹۔چوتھا حصہ مقرر کرنا مسح سر میں۔
۱۰۔مسح گردن کا جو وضو میں کرتے ہو۔

اگر آپ ان مسائل میں حدیث قولی مرفوع نہ دے سکیں تو رفع یدین متنازع فیہ کو بھی مثل ان کے سنت جانیں۔فقط۔

تنبیہ

اگر مولوی حبیب اللہ صاحب پرچہ ہذا کے پہنچنے پر ہی سوالات عشرہ مولوی محمد حسین صاحب کا جواب نہ چھپواویں گے تو لاجواب سمجھے جاویں گے۔اور ان کے اور سوالوں کا جواب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری دام فیضہ نے چھپوا دیا ہے۔

الراقم۔حافظ محمد شفیع عفی عنہ ۱۳ شوال ۱۲۹۴ھ

اعلان

اور تقلید کی رو سے بھی رفع یدین کا ثبوت ہو چکا ہے کیونکہ مولوی حبیب اللہ اور مولوی محمد عمر نے مباحثہ تقلید میں جو مابین ان کے اور مولوی ابوعبید احمد اللہ کے ۱۲۹۳ھ میں ہوا تھا اقرار کیا ہے کہ وجوب تقلید امام معین قرآن وحدیث سے ثابت نہیں بلکہ دلیل وجوب تقلید ادلہ شرعیہ سے نہیں۔چنانچہ سوال وجواب ذیل سے بخوبی واضح ہے۔جب تقلید بالتعین واجب نہ ٹھہری پس جن اماموں کے نزدیک رفع یدین سنت ہے ان کی تقلید سے بھی رفع یدین ثابت ہوا۔

سوال نمبر ۷۔مولوی ابوعبید احمد اللہ۔جب قرآن وحدیث سے تقلید کو ثابت کرنا محال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ودشوار جانتے ہوتو اپنا ہی طور بیان کرو۔

جواب مولوی محمد عمر۔تمہارے مسلک پر دشوار ہے کیونکہ تم سوائے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کوئی چیز حجت نہیں جانتے۔ الخ

سوال نمبر ۱۱۔مولوی ابوعبید احمد اللہ۔تقلید اور اجتہاد میں جونسبت پوچھتے ہو اپنے مسلک پر یا ہمارے۔

جواب مولوی محمد عمر۔تمہارے مسلک پر کہ تم سوائے کتاب اللہ اور حدیث رسول کے کسی کو حجت نہیں مانتے اور ہم مسائل عقلیہ میں تقلید امام کی واجب نہیں جانتے لا ن التقلید فی با ب التقلید یستلز م و الدورا ن و التسلسل۔

جواب از مولوی حبیب اللہ بہ تصحیح مولوی محمد عمر۔ دلیل و جو به لیس من ادلة الشر عية یعنی دلیل وجوب تقلید کی ادلہ شرعیہ سے نہیں ہے۔

ان جوابات سے صاف ظاہر ہے کہ مقلدوں کے نزدیک بھی وجوب تقلید شرعاً ثابت نہیں۔ناظرین غور فرمائیں۔فقط۔

الراقم: حافظ محمد شفیع۔

ضروری اعلان

مولوی ابومحمد حبیب اللہ پشاوری مقیم امرتسر کے مضمون مشتہرہ تتمہ دوم سفیر ہندوستان مطبوعہ بست وہفتم ماہ گذشتہ کے جواب میں ہمارے پاس مضمون بعنوان، سپاس نامہ بجواب سباب نامہ، مرقومہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری آ گیا ہے مگر قلت جگہ کے سبب اس پرچہ میں درج نہیں ہوا۔انشاء اللہ آئندہ شائع ہوگا۔ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے واجب التعظیم مولانا حبیب اللہ صاحب انصاف کریں گے کہ مہذبانہ جواب ایسے ہوتے ہیں۔اڈیٹر)

مولوی حبیب اللہ کو نصیحت

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۱۲۔صفحہ ۳۳۴ میں لکھتے ہیں:

میں نے سنا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب مقیم امرتسر (جنہوں نے ہمارے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار مسائل عشرہ کے جواب میں ۱۸۷۷ء میں قلم اٹھا کر دو دفعہ کی رد و بدل کے بعد ہاتھ سے رکھ دیا تھا)
ان دنوں پھر اس اشتہار کے جواب میں خامہ فرسائی کر رہے ہیں اور اس کی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس ہم بنظر اصلاح فیما بین المسلمین بڑے ادب و اخلاص سے مولوی صاحب کو برادرانہ نصیحت کرتے ہیں کہ مولوی صاحب ہمارے مقابلہ کا قصد نہ فرماویں اور اس بات کو خیال میں لاویں کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے ہتھیار ڈال چکے ہیں اور دوسری طرف متوجہ ہیں۔ ایسے وقت میں برادران اسلام کو (جو فروعی مسائل میں ہم سے اختلاف رکھتے ہیں) ہم سے نہ الجھیں اور جس کام میں ہم لگ رہے ہیں اسی کام کے لئے ہمارے اوقات کو فارغ رہنے دیں۔

کیا مولوی صاحب یا ان کے معاون و احباب اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ہم اتفاقی اصول اسلام کی حمایت و اشاعت کو چھوڑ دیں اور پھر ان ہی قدیمی فروعی جھگڑوں (مباحث جہر آمین و رفع یدین) کے پیچھے پڑیں۔ کیا مولوی صاحب نے ہمارے مضمون اشاعت مذہب اسلام کو ملاحظہ نہیں فرمایا اور اگر وہ ملاحظہ میں آیا تو کیا اس سے آپ کو توافق نہیں ہے۔

اگر مولوی صاحب کو اپنے علم و کمال کا اظہار یا حنفی مذہب کے مسائل کا اثبات و اشتہار مدنظر ہے تو اس امر کے لئے مجھے مخاطب کرنا کیا ضرور ہے۔ آپ مجھے اور میرے اشتہار کو مخاطب نہ فرماویں بلکہ مستقل طور پر مسائل حنفی مذہب کی اشاعت میں جس قدر وسعت ہے، زور دیں۔ اس کے رد و ابطال سے ہم کو تعرض نہ ہوگا اور ان کا مقصود بلا مزاحمت ثابت ہوگا اور اگر انہوں نے مجھے خطاب کیا تو اس کے جواب میں (خواہ میں نہ بولا) میرا کوئی اور ہم مشرب تو ضرور بولیگا۔ جس اصلاح کے خیال میں اب میں ہوں میرے بعض احباب اس کے فکر میں نہیں ہیں اور بلا استفسار و استرضا میری کے میری نصرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہیں۔ وہ ضرور مولوی صاحب کا جواب لکھیں گے اور میری ایک نہ سنیں گے۔ آخر مولوی صاحب کو پہلی کی طرح سکوت اختیار کرنا پڑے گا۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ اب ہی خطاب سے سکوت فرمائیں اور بدون میرے تخاطب کے جو جی میں آئے شوق سے ظاہر کریں۔ اس بات کو مولوی صاحب نہ سمجھیں تو اور برادران اسلام ان کو یہ بات سمجھا دیں اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باہمی تفرقہ ونزاع کا باب مسدود فرماویں اور امتثال اس ارشاد واجب الانقیاد حق عز و جل کے:

انّما المؤمنو ن اخوة .فا صلحوا بين اخو يكم واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفر قوا ۔ و لا تنا زعوا فتفشلوا و تذ هب ر يحكم

کا اجر حاصل کریں۔

ان ارید ا لا الاصلا ح ما استطعت و ما تو فيقى ا لا با لله ۔

ابوسعید عفی عنہ۔ (اشاعۃ السنہ۔ ص ۳۳۴۔ اشاعۃ السنہ جلد ۳ نمبر ۱۲)

تتمہ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

۱۸ مئی ۱۸۷۸ء

(جس میں ان استفسارات کا جواب ہے جو مولوی رحیم بخش صاحب عرف محمد مسعود امام مسجد فتح پوری دہلی نے بمقابل اشتہار مسائل عشرہ مشتہرہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء پیش کئے ہیں، من جانب مولانا ابی سعید محمد حسین لاہوری)

میرے اشتہار مسائل عشرہ کے متعلق مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد فتح پوری دہلی کے چند استفسارات میرے پاس پہنچے اور ہر چند جوابات ان استفسارات کے میری تحریرات میں جو ایک سال سے مشتہر وشائع ہو رہی ہیں خصوصاً اس تحریر میں جو مولوی حبیب اللہ صاحب سابق مقیم امرتسر کی درخواست کے جواب میں بضمن تتمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء شائع ہوئی ہے اور ضمیمہ اشتہار میں جو بضمن ضمیمہ اخبار سفیر ہند ۷ جولائی ۱۸۷۷ء کو مطبوع ہوا خوب مفصل و مدلل موجود ہیں ولیکن چونکہ مولوی رحیم بخش صاحب نے ان تحریرات سے چشم پوشی کی ہے یا ان استفسارات کو اشتہار کی جواب دہی سے بچنے کے لئے آڑ بنایا ہے جیسا کہ انہوں نے اس سے پہلے اسی قسم کا یہ عذر پیش فرمایا تھا کہ میں یقین نہیں کرتا کہ یہ اشتہار محمد حسین لاہوری کا ہے جب تک مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اس کی تصدیق نہ کریں اور اپنی مہر سے اس کو مزین نہ فرماویں۔ جس عذر کو مولانا ممدوح الآفاق نے رفع فرمایا اور اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرے اشتہار پر اپنی مہر لگا کر ان کے پاس بھیج دیا حالانکہ بعد چھپ جانے اشتہار کے کئی بار اور اس کے شائع ومشتہر ہونے کے جملہ بلاد ہندوستان کے ہر کوچہ و بازار میں اس عذر کی جگہ باقی نہ تھی، لہذا میں اتمام حجت و دفع حیلہ اہل خصومت کے لئے ان استفسارات کے جوابات قلم بند کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے ملتمس ہوں کہ اگر کچھ اور عذر مولوی رحیم بخش صاحب یا کسی اور کو اس میں باقی ہو یا جواب اشتہار تحریر کرنا منظور ہو تو مجھ سے براہ راست خطاب باصواب فرماویں یا کسی مشہور و نامی اخبار میں اپنا مضمون درج کرادیں اور جناب مجدد السنہ فی ہذہ الازمنہ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا و شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کو توسط کی تکلیف سے معاف رکھیں۔ جناب ممدوح کو درس قرآن و حدیث روز مرہ سے کب فرصت ہے اور ان مباحثات میں پڑنے کی کہاں فراغت۔

نقل استفسارات مولوی رحیم بخش صاحب جو انہیں کے الفاظ سے قلم میں آتے ہیں۔

اول۔ یہ کہ حدیث صحیح سے مراد فقط لذاتہ ہے یا صحیح لذاتہ و لغیرہ ہر دو ہیں۔

دوسری یہ کہ صریح کی قید سے کیا مراد ہے اور قطعی الدلالۃ کی قید کا کیا فائدہ

تیسرے یہ کہ قید حدیث صحیح میں جو کہ ہے یعنی جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو وہ قطعی الدلالۃ میں بھی ملحوظ ہے یا نہیں۔

چوتھے یہ کہ قطعی الدلالۃ کو کس مسلک سے ثابت کیا جاوے۔

پانچویں یہ کہ فرض اور واجب اور سنت اور مستحب کن دلائل سے ثابت ہونے چاہییں۔ الخ۔

جوابات:

۱۔ اصل مقصود تو ہمارا حدیث لذاتہ ہے ولیکن اگر مخاطبین حدیث صحیح لذاتہ کسی مسئلہ میں پیش نہ کرسکیں اور اپنے اس عجز کے اقراری ہو جاویں تو ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں وہ بجائے صحیح لذاتہ کے صحیح لغیرہ کو (جو حسن لذاتہ متعدد الطرق سے عبارت ہے) جواب مسائل میں نیز منظور رکھتے ہیں۔ اور جہاں کہیں جانب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف میں صحیح لذا تہ کا وجود نہ ہو وہاں بلا شرط اعتراف عجز پیش کرنی صحیح لغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔ان کو بھی گنجائش ہے کہ اگر وہ کسی مسئلہ میں مسائل اشتہار سے ایسی حدیث اس شرط سے پیش نہ کرسکیں تو ہم سے اسی شرط سے مطالبہ ایسی حدیث کا کریں۔

۲۔صریح سے مراد ہم تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔اکتوبر ۱۸۷۷ء میں جو بجواب درخواست مولوی حبیب اللہ کے شائع ہوا ہے ظاہر کر چکے ہیں یہاں اسی کا نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

> مراد صریح سے یہ کہ اس کے معنی میں کسی نوع کا خفا و استتار نہ ہو۔نہ متکلم کو حاجت پڑے کہ اپنی مراد اور نیت بتلاوے نہ کسی دوسرے کو اس سے پوچھے،

اور جو اس استفسار کے ضمن میں ایک استفسار کیا ہے جس کا نمبر شمار دینا آپ بھول گئے ہیں (وہ یہ کہ قطعی الدلالۃ کی قید کا کیا فائدہ ہے)۔یہ استحقاق جواب نہیں رکھتا اس کا جواب ہم ہرگز نہ دیں گے جب تک کہ آپ بحکم مناظرہ وجہ صحت و استحقاق اس سوال کی بیان نہ فرمائیں گے۔احد الفریقین اپنی کلام میں کئی قیود لگاتا ہے اور کئی مقدمات جماتا ہے۔فریق ثانی کو کہاں پہنچتا ہے کہ ان قیود و مقدمات کے اغراض و مفادات اس سے پوچھے،اور اس پر کب واجب ہے کہ اپنی اغراض کو قبل حصول ظاہر کر دے۔ آپ تو بھولے ہیں کہ اپنے مبارز سے اسکے داؤ پوچھتے ہیں مگر وہ ایسا نہیں کہ اپنے مقاصد پر آپ کو مطلع کرے اور قبل کارزار اپنے ہتھیار کو آپ کے ہاتھ میں دے دے۔

۳۔جو قید صحیح میں لگائی گئی ہے کہ اس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اس کا مدار قوت دلیل پر ہے چنانچہ ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء میں یہ امر ظاہر ہو چکا ہے اور بایں الفاظ یہ مطلب ادا کیا گیا ہے:

> واضح ہو کہ مراد میری اس لفظ سے (اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو) یہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام با دلیل اور جرح مبین بالتفصیل جو کسی سے اٹھ ہو نہ اٹھ سکے موجود نہ ہو نہ یہ کہ اس میں کسی کو مجرد چون و چرا بھی نہ ہو۔،

پس یہی امر قید قطعیت دلالۃ میں ملحوظ ہے مجرد کثرۃ آراء یا اتفاق علماء کا جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دلیل سے ناشی نہ ہو نہ وہاں اعتبار ہے نہ یہاں شمار۔

۴۔ہم کو کسی مسئلہ کے اثبات یا مطالبہ ثبوت میں نہ کسی مسلک سے خصوصیت ہے نہ کسی مسلک کے لوگوں کی متابعت یا مخالفت۔دلیل سے اپنا کام ہے اور یہی شیوہ علماء کرام بلکہ سنت انبیاء ہے اور یہی تعلیم ملک علام۔قال اللہ تعالیٰ:

قل ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صادقین

(ترجمہ: تو کہدے لاؤ اپنی دلیل اگر ہو تم سچے)۔

و قا ل اللہ تعا لی : لیھلك من ھلك عن بینه و یحی من حی عن بینه (تا کہ ہلاک ہو وہ جو دلیل سے ہلاک ہوا اور زندہ رہے وہ جو دلیل سے زندہ ہوا)

و قا ل امیر المؤمنین علی انظروا الی ما قا ل لا الی من قا ل ۔ حکا ہ عنه شیخ الھند و لی اللہ الد ھلوی فی البلا غ المبین و نقله عنه ا لا ما م الغزا لی فی کتا به المنقذ من الضلا ل فی ما قا ل ضعفاء العقو ل یعرفو ن الحق با لر جا ل لا الر جال بالحق و العا قل یقتدی بسید العقلاء علی المرتضی حیث قال لا یعرف الحق با لر جا ل و اعرف الحق تعرف اھله ۔

(ترجمہ: امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کہ کہنے والے کی بات کو دیکھو خود کہنے والے کو نہ دیکھو۔ اس قول کو آپ سے شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی کتاب بلاغ المبین میں نقل کیا ہے اور یہی بات آپ سے امام غزالیؒ نے کتاب المنقذ من الضلال میں اپنے اس قول کے ضمن میں نقل کی ہے کہ کم عقل لوگ حق کو لوگوں سے پہچانتے ہیں۔یہ نہیں کرتے کہ لوگوں کو حق سے پہچانیں اور دانا لوگ سید العقلاء علی مرتضیٰؓ کے اس فعل کی پیروی کرتے ہیں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ حق لوگوں سے پہچانا نہیں جاتا تو حق کو پہچان اس سے لوگوں کو پہچان لے گا)۔

شائد آپ یا کوئی اور آپ کا بھائی اس میں یہ حجتیں نکالے کہ دلیل کسے کہتے ہیں اور وہ کتنی قسم کی ہوتی ہے اور تم کو کس قسم کی دلیل بکار ہے، جیسے کہ پہلے اس سے بعض لوگوں سے عمل میں آیا اور اس کا جواب تتمہ اخبار سفیر ہند میں ۱۳۔اکتوبر ۱۸۷۷ء کو شائع ہوا تو جواب ان حجتوں کے دو ہیں۔ایک مختصر مبنی بر انصاف اور دوسرا مطول منجر بخصومت وانتساف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر انصافی یہ کہ آپ ہم سے اقسام وتعریفات دلائل نہ پوچھیں کہ اس میں خروج بحث لازم آتا ہے اور مطلب سے نکل کر اور طرف جانا پڑتا ہے اس کی تفصیل تتمہ اخبار سفیر ہند ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں دیکھنی چاہیے۔ بلکہ مناسب یوں ہے کہ جس کو آپ دلیل سمجھتے ہیں وہ پیش کریں اگر وہ ہماری سمجھ میں آ گئی اور قرین صواب معلوم ہوئی تو ہم بسروچشم مان جائیں گے، ورنہ اسی قسم سے یا اس سے بڑھ کر دلیل اس کے معارضہ میں لائیں گے اور آپ کی دلیل کا نا قابل اعتبار ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔

تشریح:

مثلاً اگر آپ نے قطعیت دلالت عام کسی نقلی دلیل سے ثابت کی تو درصورت صحیح وقطعی ہونے اس دلیل کے اس کو ہم مان جائیں گے ورنہ اس سے بڑھ کر نقلی دلیل سے اس کی ظنیت کا ثبوت بہم پہنچائیں گے اور اگر آپ اس کی قطعیت پر عقلی دلیل قائم فرمائیں گے تو ہم بھی بصورت اس کے عدم تسلیم کے اس کا خلاف ویسی یا اس سے بڑھ کر عقلی دلیل سے ثابت کر دکھائیں گے۔ و علی هذا القیاس

اور جواب مطول خصومتی (خدانخواستہ باشد) ہم تب بتائیں گے، جب آپ ان حجتوں کو قلم میں لائیں گے۔ جیسا سوال آپ تحریر فرمائیں گے ویسا ہی اس کا جواب ترکی بترکی پائیں گے۔ پس جو لکھنا ہو سو لکھیں اور لطف جواب دیکھیں۔ مگر میں بطور مصلحت و بارادہ نصیحت یہ بات گوش گذار کئے دیتا ہوں کہ قبل تحریر ان سوالات کے میری تحریر تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو ملاحظہ فرمائیں۔ بدون ملاحظہ اس جواب کے ہرگز ہرگز قلم کو ہاتھ میں نہ لیں، ورنہ پچھتائیں گے اور اس شخص کی طرح جسکے جواب میں وہ تحریر ہے، بجز سکوت چارہ نہ پائیں گے۔

۵۔ میرے سوالات عشرہ میں ایک سوال خامس میں ذکر وجوب ہوا ہے جس سے مراد حکم الٰہی ہے متعلق کسی کام کے جس کے ترک کی اجازت نہ ہو اور اس وجوب پر جیسی دلیل میں نے چاہی ہے وہ صدر اشتہار میں ظاہر کر دی ہے کہ آیت قطعی الدلالۃ ہو یا حدیث صحیح قطعی الدلالۃ۔ اس جگہ کے سوا اور کہیں نہ وجوب کا ذکر ہے نہ فرضیت یا سنیت یا استحباب سے تعرض۔ پھر یہ سوال کہ فرض و واجب وسنت ومستحب کن دلائل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ثابت ہونے چاہییں، کیا معنی رکھتا ہے۔ معلوم نہیں آپ مقصود سائل نہیں سمجھے یا دیدہ دانستہ تجاہل عارفانہ عمل میں لائے ہیں۔ یا بحث مسائل چھوڑ کر دوسرے مباحث کی طرف راستہ نکالتے ہیں، اور بحیلہ و بہانہ جواب دہی سے جان چھڑاتے ہیں۔ یہ سوال آپ کا خواہ کسی غرض سے ہو اس کے داؤ میں ہم نہیں آتے اور اپنی شرط و انداز کو ہرگز نہیں چھوڑتے۔ آپ کو اس دو حرفی سوال کے جواب سے باہر جانے نہیں دیتے کہ مثلاً وجوب تقلید پر کسی امام کے آئمہ اربعہ سے کوئی آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح قطعی الدلالۃ شاہد ہے یا نہیں؟ ہے تو لائیں اور انعام موعود پائیں، نہیں تو عدم موجودگی یا اپنی لاعلمی کا اقرار فرمائیں، یا یہ بات ثابت کر دکھائیں کہ وجوب بمعنی مذکور کے واسطے آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ کا ہونا ضروری نہیں۔ بدون آیت یا حدیث کے بھی وجوب شرعی ثابت ہو جاتا ہے یا بدون قطعیت دلالت بھی کوئی واجب بمعنی مذکور ثبوت کو پہنچ جایا کرتا ہے۔ اس کے سوا ہم آپ کی ایک نہ سنیں گے۔ جس داؤ پیچ سے آپ چاہیں اور جو بات چاہیں بنائیں، ہم آپ کی باتوں کو خوب جانتے اور آپ کے مقاصد و اغراض کو خوب پہچانتے ہیں۔ بہرنگے کہ می آئی شناسم۔

راقم ابوسعید محمد حسین رزقہ اتباع سید الثقلین۔

۱۰ جمادی الاولی ۱۲۹۵ھ۔ (۱۸ مئی ۱۸۷۸ء)

نمبر اول تتمہ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر

(مطبوعہ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم۔ اعلان عام)

ہمارے اشتہار کے آج تک برائے نام تو کئی جواب آئے لیکن شرط اشتہار پر ایک بھی نہیں۔ ایک جواب ظفر احمد صاحب کے نام سے مشتہر ہوا تھا جس کا جواب ضمیمہ میں چھپ رہا ہے۔ چار جوابوں کا خلاصہ ہم ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۲۰ ستمبر ۱۸۷۷ء مطبع محمدی لاہور میں چھپوا چکے ہیں۔ دو جواب اور آئے ہیں جن کا حال اس اعلان میں سنایا جاتا ہے۔ ایک ان میں حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تالیف ہے جو میاں محمود حسن صاحب کے نام سے چھپا ہے جس کو لاہور میں بنام نہاد اظہار الحق چھپوایا ہے اور کان پور میں بنام ادلہ کاملہ طبع کرایا۔ اس جواب میں بھی میرے ایک سوال کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب میں کوئی حدیث صحیح یا نص قرآنی صریح جو معنی مقصود پر قطعی الدلالۃ ہو پیش نہیں کی بلکہ سوال کے مقابلہ میں سوال کیا ہے۔ جیسے مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری سے میرے سوالات کے جواب میں وقوع میں آیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ

آپ ہم سے عدم رفع و اخفا آمین وغیرہ مسائل میں حدیث صحیح صریح مانگتے ہو ہم تم سے ان مسائل میں اخیر فعل آنحضرت ﷺ کا (یعنی اخیر وقت رفع یدین کرنا اور آمین جہر سے کہنا) مطالبہ کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ آپ ہم سے دلیل وجوب تقلید کسی امام کی آئمہ اربعہ سے مانگتے ہیں ہم آپ سے دلیل وجوب اتباع آنحضرت ﷺ اور وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں۔ و علی هذا القیاس۔

ہر چند اس کے جواب میں ہماری وہی تحریر کافی ہے جو بجواب سوالات مولوی حبیب اللہ صاحب کے ضمیمہ سفیر ہندوستان ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء میں مشتہر ہو چکی ہے و لیکن بغرض اظہار علم وفہم ان لوگوں کے اس رسالہ کا مفصل جواب بھی لکھا جائیگا۔

دوسرا جواب ایک شخص میاں اسماعیل نامی طالب العلم مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی محمد قاسم نانوتوی کا ہے جس کا عنوان آپ نے، جواب اشتہار غیر مقلدین، رکھا ہے اس میں کچھ تو مولوی محمد قاسم صاحب کی تقریروں کا التقاط ہے اور کچھ (جس کو اپنی طرف سے وہ لائے ہیں) احادیث ضعیفہ سے استنباط، مثلاً عدم رفع یدین میں حدیث ابن مسعود جو بالاتفاق صحیح نہیں ہے، اور مسئلہ آمین میں حدیث اخفاء جس کو بخاری وغیرہ نے خطا کہا ہے، اور نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے میں حدیث عبدالرحمٰن بن اسحاق واسطی جو بالاتفاق ضعیف ہے، ان لوگوں کو لحاظ نہیں آتا کہ سوال مشتہر حدیث صحیح سے ہے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو۔ ہم اس کے جواب میں سوالات کیوں پیش کرتے ہیں اور ایسی حدیثیں جن میں جملہ علماء محققین کو کلام ہے کیوں لاتے ہیں۔ بایں ہمہ جواب اشتہار اس کا نام رکھتے ہیں۔ ہم کو اس کے جواب میں حدیث صحیح کا پیش کرنا لازم ہے، نہ سوال پر سوال اور نہ ضعیف یا غیر صریح حدیثوں سے استدلال جن کے ضعف پر جملہ محققین کا اتفاق اور ان کے نص نہ ہونے پر سب کا وفاق۔ یہ ہم کیا کرتے ہیں۔ اور اپنی ہنسی کیوں کراتے ہیں۔ کوئی سوال کا جواب ہمارے رسائل سے تلاش کرے گا تو ان میں کہاں پاوے گا پھر ان رسائل مجموعہ سوالات مستانفہ واحادیث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعیفہ غیر صریحہ کو جواب اشتہار کب کہے گا۔

قا ل رسو ل الله ﷺ ان مما ادر ك الناس من كلا م النبوة الاو لى اذا لم تستحيى فا صنع ما شئت ۔

ان دونوں رسالوں میں ایک یہ بات بھی لکھی ہے کہ صاحب اشتہار یعنی راقم (محمد حسین) نے آٹھویں سوال میں حنفیوں پر افتراء کیا ہے کہ قضاء قاضی سے پرائی جورو کا حلال کر دینا حنفیوں کی طرف نسبت کیا حالانکہ یہ بات حنفیوں کی کسی کتاب میں نہیں لکھی ہے۔ پہلے یہ دعوی استاد صاحب نے کیا پھر بتقلید استاد کے شاگرد صاحب نے بلکہ شاگرد صاحب نے اخیر رسالہ میں مجھے یہ تنبیہہ فرمائی ہے کہ اس کتاب کو حنفیوں کی کتابوں سے ثابت کرو یا اپنی غلطی کا اشتہار دو۔ ان دونوں رسالوں کا جواب بعد اختتام جواب مضمون اسی ظفر احمد کے لکھا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ ناظرین خوب جانتے ہیں کہ میں ایک اور میرے معترض ومخاطب کئی۔ کل ہندوستان و پنجاب و خراسان وغیرہ بلاد کے لوگوں سے میرا خطاب ہے اور میرے حال پر یہ مثل صادق ہے یک انار وصد بیمار۔ یا یوں کہیے کہ یک جان وصد آزار۔ پس سب کی جواب دہی نوبت بہ نوبت ہوگی نہ سب کی یک بارگی۔ بالفعل ہم دعوی افتراء کا یہ جواب دیتے ہیں کہ قضا قاضی سے بیگانی جورو کا حلال ہو جانا اگر ہم کتب حنفی میں سے نکال دیں تو صلہ میں حضرت مولوی محمد قاسم صاحب اور ان کے حواریین ہم کو کیا انعام بخشیں گے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ درصورت نکل آنے اس مسئلہ کے کتب حنفیہ سے یہ لوگ اس مذہب سے دست بردار ہوں اور تقلید محض چھوڑ کر عمل بالحدیث شروع کریں۔ اور اگر میرا اس میں افتراء ثابت ہوتا میں باعتراف اپنی غلط فہمی و نارسائی کے عمل بالحدیث چھوڑ کر ربقہ تقلید فقہاء گردن میں ڈال لونگا۔ پس میرے مخاطبین کو اگر اپنے مذہب کو ایسے واہیات سے بری کرنے اور لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف دعوت کرنے کی حرص ہے تو مجھ سے یہ عہد معاہدہ کریں۔ پھر میں جواب اس افتراء کا لکھونگا۔

۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ ۲۵ نومبر ۱۸۷۷ء۔

الراقم: ابوسعید محمد حسین لاہوری (بٹالوی)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفعہ دوم ۔ اطلاع

بخدمت ممبران وخریداران رسالہ اشاعۃ السنہ النبویہ علی صاحبھا السلوۃ والتحیۃ

دفعہ ۱ ۔ جب تک سرمایہ معقول جمع نہ ہوگا یہ رسالہ مستقل طور پر نہ چھپے گا بلکہ مضامین اس کے بطور قدیم ضمیمہ سفیر ہندوستان میں چھپا کریں گے ۔ پس اگر طالبین اتباع سنت شائق ہیں اور اس کا اجراء جلد چاہتے ہیں تو جن صاحبوں نے زر چندہ معین فرمایا ہے وہ سالیانہ یا ششماہی یا سہ ماہی مرحمت فرماویں ۔ اور جن کا ابھی ارادہ ہے وہ ظہور میں لاویں ورنہ اسی ضمیمہ قدیمہ پر اکتفا فرماویں ۔

دفعہ ۲ ۔ اس ضمیمہ میں فقط مسائل فرعیہ مختلف فیھا اہل اسلام میں ہی بحث نہ ہوگی بلکہ اس کے تین حصے ہوں گے جن میں بتفصیل ذیل بحث ہوگی

حصہ اول ۔ میں بحث اصول اسلام مثل توحید ونبوت ومعاد ومجازات و اسرار وشرائع جس میں مذاہب غیر اسلام سے بھی قیل وقال ہوگی ۔

حصہ دوم ۔ مسائل فرعیہ عملیہ اسلام میں تحقیقات ہوا کرے گی جس میں مسائل مرجحہ صحیحہ کے اثبات اور اس کے خلاف کا ابطال عمل میں آوے گا

حصہ سوم ۔ میں اخلاق اور امور تہذیب کا بیان ہوگا ۔ ولیکن یہ ترتیب بعد استحکام چندہ واختتام جواب دو تین رسائل کے عمل میں آوے گی ۔

دفعہ ۳ ۔ جو صاحب بنظر اعانت دین واشاعت سنۃ سید المرسلین زر چندہ عنایت فرمانا چاہیں وہ بشمول اور احباب خریداران کے یک جا روانہ کریں ۔ اور جہاں کہیں سوائے ایک سو شخص کے کوئی معاون وخریدار نہ ہو وہ اپنا ہی چندہ ایک سال یا چھ مہینے کا بذریعہ ہنڈی یا بذریعہ نوٹ یا رجسٹری روانہ فرماویں ۔ اور جو صاحب پانچ روپئہ سے کم بھیجنا چاہیں وہ بذریعہ ٹکٹ نیم آنہ معہ زیادہ فیس ٹکٹ روانہ کریں ولیکن بصورت تلف خط بے رجسٹری انجمن اشاعۃ السنہ ذمہ دار نہیں ۔

دفعہ ۴ ۔ جو کچھ خط وکتابت متعلق لین دین زر کے اور مطالبہ پرچھا پے ضمیمہ کے منظور ہو وہ منشی محی الدین صاحب کلارک محکمہ ریوے نہر سرہند مقام روپڑ ضلع انبالہ سے کریں وہاں ہی روپئے روانہ کریں وہیں سے رسید لیں وہیں سے پرچے مانگیں ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو علمی بات ہو، کسی اعتراض کا جواب پوچھنا چاہیں یا کسی مضمون میں مدد دینا چاہیں تو وہ مجھ سے کریں۔ اس کے سوا اور مضامین کے خطوط کے جواب دینے کی مجھے فرصت نہیں ہے۔

دفعہ ۵۔ عموماً ممبروں کے حقوق اس انجمن میں یہ ہوں گے۔ ۱۔ حساب جمع خرچ سالیانہ مالکوں کے طور پر ان کے سامنے پیش کرنا۔ ۲۔ مصارف غیر معمولی میں ان کی اجازت ورائے لینا۔ ۳۔ امور مہمہ لائق مشورت میں ان کی رائے لینا۔

اور خصوصاً حقوق علماء جو اس انجمن کے ممبر ہیں علاوہ ان حقوق کے یہ بھی حق رکھیں گے کہ مضامین رسالہ میں اپنی رائے دیں مناسب و غیر مناسب بتاویں۔

المکلف۔ ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ۔ ۲۵ نومبر ۱۸۷۷ء

حل عبارت فتوحات

جو ضمیمہ نمبر ۱۳ میں چھپ کر شائع ہوئی جس میں غایت وصال واتحاد کا ذکر ہے۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض احباب اعتراض کرتے ہیں کہ اس میں اتحاد اشیاء کا وجود خارج میں ثابت ہوتا ہے اور ایک شئے کا دوسرے میں حلول نکلتا ہے۔

جواب۔ اس میں دو چیزوں کو ایک کہنا بطور ادعاء نہ بحسب واقعہ۔ وہ بھی مجاز وتشبیہاً ہے نہ حقیقۃ۔ پھر وہ تشبیہ بھی عالم خواب میں (جو عالم مثال ہوتا ہے) بتائی و دکھائی گئی نہ عالم خارجی میں جیسے کوئی زید کو بسبب شجاعت کے شیر کہہ کر اس بیان میں شیر کی تصویر بنا کر اس کو زید کہہ دے ایسا ہی اس جگہ ابن حزم محدث متبع سنت کے وجود کو بسبب کمال اتباع سنت نبوی کے گویا آنحضرت ﷺ کا وجود کہا گیا اور آنحضرت ﷺ کی صورت مثالی دکھا کر اس کو صورت ابن حزمؒ بتایا گیا۔ جیسے حدیث قدسی منقولہ ذیل میں ہاتھ پاؤں آنکھ کان بندہ متقرب ومحبوب الٰہی کو وجود الٰہی بتایا گیا:

عن النبی ﷺ قال اللہ تبارک و تعالی ما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ لکنت سمعہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الذی یسمع به و بصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها ۔ رواه البخاری ۔

آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ساتھ میرا قرب چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو دوست رکھتا ہوں پس جب میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں جس سے وہ چلتا ہے، میں ہو جاتا ہوں ۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ۔ ابوسعید

ضمیمہ اخبار سفیر ہند امرتسر ۔ نمبر پانزدہم

۳ محرم ۱۲۹۶ھ ۔ ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء

حل الحل :

ضمیمہ نمبر ۱۴ مطبوعہ ۸ جون ۱۸۷۸ء میں یہ فقرہ (ہاتھ پاؤں آنکھ کان بندہ متقرب محبوب الٰہی کو وجود الٰہی بتایا گیا ہے) تحریر ہو چکا ہے ۔ اس میں وجود سے مراد معنی مصدری وجود کے ہیں یعنی ہونا یا ہو جانا نہ وجود خارجی منشاء آثار خارجیہ یا بمعنی ما بہ الموجودیۃ ؟ ہمارے بعض احباب کو اس سے شبہ ہو گیا تھا جس کے ازالہ کے لئے یہ تقریر تحریر میں آئی ۔ محمد حسین

یہاں چند فقرات ضمیمہ نمبر ۱۰ و ۱۱ ۔ اخبار سفیر ہندوستان ۔ ۳ نومبر و ۱۱ نومبر ۱۸۷۷ء کے نقل کرتا ہوں اور اپنی بے زاری و برائت اس مذہب باطل سے مدلل و مصدق کر دکھاتا ہوں ۔ ضمیمہ نمبر ۱۰ میں مرقوم ہے :

جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم و اجمال قرآن پیش کرے اور اس کی دستاویز سے حدیث کو متروک العمل بناوے وہ مبتدع ہے اور اہل سنت سے خارج ۔

اس کے بعد احادیث و آثار و اقوال علماء کا بیان ہے ۔ اس کے اختتام کے بعد ضمیمہ نمبر ۱۱ (۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء) میں یہ فقرات مسطور ہیں :

ان احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرارداد آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب و تابعین و آئمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور عمل میں قرآن کی مانند بلکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ کر ہے ۔ پس جس نے حدیث صحیح کو مجمل و مبہم آیت قرآن سے رد کر دیا، وہ تمام سلف کا مخا لف ہوا ۔ پھر اگر وہ اس مخالفت میں معتمد ہے تو مبتدع ہے ورنہ احمق اور جاہل ہے کا ئناً من کا ن و متی کا ن و اینما کا ن ۔ یہ شخص بلا ریب یہی اعتقا د رکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ معنی آیت نہیں سمجھتے تھے جیسا میں سمجھتا ہوں یا وہ جس کا میں مقلد ہوں ایسے شخص سے مسئلہ فرعی میں بحث فضول ہے اولاً اس سے حقیقت نبوت و امامت بحث کرنی بکار ہے اور خواص نبوت و امامت میں گفتگو لازم ۔ ہمارے مخاطبین اگر آنحضرت ﷺ کو نبی برحق جانتے ہیں اور ان کی فہم کو اپنی اور امام کی فہم سے افضل مانتے ہیں تو اس بحث کے طالب نہ ہوں گے اور بدوں چوں و چرا کے مان لیں گے کہ اگر معنی آیت انصتوا کے یہی ہوتے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو اصلاً و مطلقاً کسی طرح کچھ نہ پڑھو تو آنحضرت ﷺ کے خیال مبارک میں آتے اور وہ مقتدیوں کو بحالت قرأت امام سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد نہ فرماتے اور ممانعت قرأۃ خلف الامام کو کو جہر سے خاص نہ کرتے اور جس حالت میں آپ نے اس ممانعت کو جہر سے خاص کیا اور آہستہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے (حاشیہ ۔ قید آہستگی کی اگر چہ حدیث عبادہؓ بن صامت میں جو سابقاً نقل ہو چکی ہے مذکور نہیں انہیں اسی حدیث ابن حبانؒ نے بروایت السنن .. زیادہ لیقرأ احدکم لقاء الکتا ب فی نفسه کو روایت کیا ہے ۔ دیکھو تخریج الہدایہ) تو معلوم ہوا کہ اس آیت کے وہ معنی نہیں ہیں جو ہم یا ہمارے امام جی سمجھتے تھے ۔

بضمن ضمیمہ سفیر ہند نمبر ۹ مطبوعہ ۲۷ ۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء وضمیمہ نمبر ۱۰ مطبوعہ نومبر ۱۸۷۷ء یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض تائید قول امام کیلئے ان قواعد مخترعہ سے لپٹتے ہیں اور جہاں پابندی قواعد سے پیروی قول امام کی ہاتھ سے چھوٹے وہاں قواعد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں ۔ اگر ایک جگہ کسی حدیث کو کسی قاعدہ کی آڑ میں نشانہ طعن بناتے ہیں تو دس جگہ ایسی حدیث کو بمخالفت قاعدہ مذکورہ عمل میں لاتے ہیں ۔ حدیث سے کوئی پکڑے تو قرآن کی طرف بھاگتے ہیں ۔ قرآن پیش کرو تو حدیث کی طرف دوڑتے ہیں ۔ حدیث نہ ہو تو آثار ہی کی آڑ لیتے ہیں ۔ آثار بھی نہ ہوں تو قیاس ہی کو سپر بنا لیتے ہیں ۔ اس پر امام رازیؒ کی شہادت بھی ان پرچوں میں منقول ہے جس کے خاتمہ میں یہ الفاظ منقول ہیں:

فثبت هذا انهم تارةً يقدمو ن القياس على الخبر وتارةً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يقدمون عمل بعض الصحابة على الكتاب وتارة يعكسون الامر فى هذه الابواب و ذلك يدلّ على ان طريقتهم غير مبنية على قانون مستقيم۔

(ترجمہ: اس بیان سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کبھی قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں، کبھی عمل بعض صحابہ کو قرآن پر مقدم کرتے ہیں، کبھی اس کا عکس ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے مذہب کی کسی سیدھے قانون پر بنیاد نہیں ہے)

ادلہ کاملہ معروف بہ اظہار الحق

از افادات قدوۃ المحققین زبدۃ المحدثین شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیو بند نور اللہ ضریحہ

(جس کو مولوی سید احمد مالک کتب خانہ اعزازیہ نے باہتمام خاص اپنے کتب خانہ اعزازیہ دیو بند سے شائع کیا۔ یکم فروری۔ ۱۹۳۹ء)

(یاد رہے کہ یہ نسخہ جسے ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں، ۱۹۳۹ء کا مطبوعہ ہے جب مولانا محمود حسن شاندار تدریسی خدمات انجام دے کر فوت ہو چکے تھے اور اور ان کے معتقدین ان کی خدمات کے باعث انہیں شیخ الہند قرار دے چکے تھے ۔ تاہم یہ رسالہ، ادلہ کاملہ، اس وقت لکھا اور بار اول شائع کیا گیا تھا جب مولانا محمود حسن ابھی تازہ تازہ درس نظامی کی تحصیل سے فارغ ہو کر دار العلوم دیو بند میں ابتدائی درجے کے مدرسین میں شامل ہوئے تھے ۔ اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی یہ سمجھتے تھے کہ ادلہ کاملہ دراصل مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی تحریر ہے لیکن چونکہ اس میں شیخ الاسلام کے مسائل عشرہ والے اشتہار کے جواب میں ادلہ چھوڑ، ایک بھی دلیل نہیں ہے، اس لئے مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس رسالے کو اپنے شاگرد رشید مولوی محمود حسن کے نام سے شائع کروایا ہے ۔ اس لئے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس رسالے کا جواب لکھتے ہوئے مولوی محمد قاسم صاحب ہی کو عموماً مخاطب بنایا ہے ۔ بہاء)

بسم الله الرحمن الرحيم ۔ الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على خير خلقه سيدنا محمدخاتم النبيين و آله و ازواجه و صحبه اجمعين ۔ اما بعد۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضعف العباد محمود حسن دیوبندی اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں ملتمس ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ مولوی محمد حسین صاحب انبالوی (بٹالوی) نے ایک اشتہار جس کی نقل ذیل میں کی جاتی ہے مشتمل بر چند مسائل مختلف فیہ مطبع سفیر ہند امرتسر میں اس مضمون کا چھپوا کر مشتہر کر دیا کہ جو ان کا جواب دے گا اس کو ہر ایک مسئلہ کے عوض میں دس دس روپئہ انعام دیے جاویں گے جو ہمارے مطالعہ سے بھی گذرا اور اس کو دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ اگر مولوی صاحب ممدوح کا اس چھوٹے منہ پر بڑی بات کا ارادہ تھا تو امام ابوحنیفہ ہی پر کیوں قناعت فرمائی آپ کی بلند پروازی کے لئے ہنوز گنجائش بہت تھی صحابہ و رسول اللہ ﷺ سے گذر کر جناب باری تک پہونچنا تھا۔ کام بھی بڑا ہوتا نام بھی بڑا ہوتا۔ آپ دس روپئہ کی طمع دیتے ہیں، ہم آپ سے فقط فہم و فراست و انصاف کے طالب ہیں ورنہ پھر ہم ہوں گے اور آپ ہوں۔ ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن ہوگا روز جزا خدا و رسول اللہ ﷺ ہوں گے اور یہ مقدمہ ہوگا۔ جناب من اب تک ہم بوجہ بے تعصبی کے خاموش رہے، آپ نے میدان سنسان پا کر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے۔ اب آپ کی چھیڑ کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اشہار جاری ہو کر آنے جانے والوں کی معرفت دیوبند میں بھی آنے لگے اس فتنہ انگیزی پر کوئی کہاں تک خاموش رہے اس لئے سردست کچھ کچھ ہم بھی عرض کرتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ ہاتھ پاؤں ماریں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہاتھ دکھلائیں گے۔ ورنہ خیر ہم خود اہل اسلام کے نزاع فیما بین کو پسند نہیں کرتے آپ اوروں سے ہر دعوی پر جب نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں تو اپنے دعوں کے لئے اگر ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو بالضرور ہی آپ نے لگا رکھے ہوں گے۔ اس لئے بروئے انصاف و قواعد مناظرہ اول آپ کو یہ لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشارالیہ ثابت فرماتے پھر کہیں کسی اور سے اوجھنے کو تیار ہوتے اور ہم کو بھی اسی وقت جواب دینا مناسب تھا۔ مگر بوجوہ چند در چند اس کش مکش میں پھنس کر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوں۔ پر یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ سردست تو میں روایات کا پتہ بتلائے دیتا ہوں اگر آپ اپنے مطالب کے لئے نصوص صریحہ لائیں گے اور ان کی صحت و اتفاق ثابت کر دکھلائیں گے تو پھر ہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی انشاءاللہ اس باب میں قلم اٹھاویں گے اور یہ بھی بتلائیں گے کہ کون سے مطالب کے لئے کس درجہ کا ثبوت درکار ہے یعنی تواتر وصحت وحسن وضعف وغیرہ مراتب روایات میں سے کون سی بات کس مطلب کے لئے درکار ہے اس لئے اس بات کو تو ابھی یوں ہی رہنے دیجئے اور اپنے اعتراضوں کا جواب سن لیجئے۔

نقل اشتہار مولوی محمد حسین صاحب

میں مولوی عبدالعزیز صاحب ومولوی محمد صاحب ومولوی اسماعیل صاحب ساکنان بلیہ والی، اور جوان کے ساتھ طالب علم ہیں جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری ومیاں نظام الدین صاحب ومیاں عبدالرحمٰن صاحب وغیرہ، حنفیان پنجاب و ہندوستان کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو پیش کریں تو فی آیت اور فی حدیث کے بدلے دس روپئہ بطور انعام کے دوں گا۔

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً۔ آنحضرت ﷺ یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔

تشریح۔ مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعوی کیا ہے کہ یہ میری جورو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے تو وہ عورت حسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا اس کو حلال ہے۔

تاسعاً۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لے تو اس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔

عاشراً۔ تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو وہ دردہ سے کرنا۔

تنبیہ۔ ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے میں ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ کہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری

جواب سوال اول

آپ ہم سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو درباره عدم رفع نص صریح بھی ہو۔ جناب من! ہم آپ سے دوام رفع یدین کی نص صریح حدیث صحیح متفق علیہ کے طالب ہیں۔ اگر ہو تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے ورنہ کچھ تو شرمائیے۔ اور یہ بھی نہ ہو تو آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ کا رفع یدین کرنا ثابت کیجئے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجئے۔ زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی قید بھی نہیں لگاتے چہ جائے کہ متفق علیہ ہو۔ اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب متبع حدیث کون ہے، آپ یا ہم۔

درصورتیکہ دوام رفع اور آخر وقت میں رفع کسی حدیث سے ثابت نہ ہوا تو بقاء و نسخ رفع سے احادیث رفع ساکت ہوں گی اور اس سبب سے احادیث نسخ و ترک کی معارض نہ ہونگی جو آپ کو یہ گنجائش ملے کہ احادیث رفع کو احادیث ترک پر ترجیح دینے کے لئے آمادہ ہوں، مگر اس صوت میں حنفی متبع حدیث ہوں گے اور آپ اپنی رائے کے تابع۔ اور اتنی بات آپ بھی جانتے ہی ہوں گے کہ احادیث ترک رفع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہرحال آپ کی رائے نارسا واجتہاد ناروا سے کہیں بہتر ہیں۔

جواب سوال دوم

آپ ہم سے اخفاء آمین احادیث صحیحہ متفق علیھا کے طالب ہیں جو نص صریح بھی ہوں، ہم آپ سے نص صریح حدیث دوام جہر کے طالب ہیں۔ اگر ہوں تو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے ورنہ پھر منہ نہ دکھلائیے۔ اور اگر زیادہ وسعت کی طلب ہو تو آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں آپ جہر کا ثبوت دیجئے اور دس کے بدلے بیس لیجئے، ورنہ پھر تمہیں فرماؤ متبع حدیث کون رہا، ہم یا تم۔

درصورتیکہ احادیث جہر دوام جہر پر دال نہیں اور آخری وقت میں جہر پر کوئی حدیث دلالت نہیں کرتے تو پھر اصل میں بقاء جہر و نسخ جہر دونوں احتمال میں برابر ہوئے اس لئے احادیث جہر امر واخفاء وترک جہر کے معارض نہ ہوئیں بلکہ بقاو نسخ دونوں سے ساکت نکلیں اور احادیث امر اخفا وترک کا کوئی معارض نہیں، اس لئے ان پر عمل واجب نہیں، تو اولی تو ضرور ہوگا۔ اس لئے حنفی متبع حدیث ہوں گے اور آپ تابع رائے نارسا۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

جواب سوال سوم

آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جو زیر ناف ہاتھ باندھنے پر بطور نص دلالت کریں اور پھر صحیح بھی ہوں کیسی متفق علیہ۔ ہم آپ سے ان احادیث کے طالب ہیں جن سے توسعہ اور تعمیم نکلتی ہو، یا سوائے زیر ناف کے کسی خاص مقام پر دوام ہو۔ اگر ہوں تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے، ورنہ پھر زبان نہ ہلائیے بلکہ باز آئیے اور سمجھ جائیے کہ حنفیوں کی بات بے ٹھکانے نہیں۔ اور اگر آپ کو ابوداؤد وغیرہ کے کسی خاص نسخہ پر نظر ہے تو بعد تسلیم صحت واتفاق صحت جو آپ کے یہاں عمل کے لئے شرط نکالی گئی ہے، اس بات کو اول ثابت فرمائیے کہ وہ نسخہ احادیث زیر ناف باندھنے کی نسبت کیونکر معارض ہے جو متروک ہو جائیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب سوال چہارم

آپ ہم سے ان احادیث کے طالب ہیں جن سے مقتدیوں کو ممانعت قرأت ثابت ہو، ہم آپ سے اس حدیث کے طالب ہیں جس سے خاص مقتدیوں کو امر وجوب قرئت بطور نص نکلتا ہو اور پھر وہ حدیث صحیح بھی ہو اور صحیح بھی کیسی، متفق علیہ بھی ہو۔ اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے۔ پر حدیث عبادہ جو ترمذی شریف میں موجود ہے اس کی طرف توجہ نہ فرمائیے گا۔ اول تو وہ صحیح نہیں اگر کسی نے صحیح کہہ بھی دیا تو اس سے اتفاق ثابت نہیں ہوسکتا جو آپ کی شرائط مقبولہ میں سے ہے۔علاوہ بریں آپ حدیث مانگتے ہیں ہم اول قرآن کی آیت عرض کرتے ہیں۔ و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا۔ اور پھر یہ عرض کرتے ہیں کہ یہ وہ دلیل ہے کہ جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ اور حضرت امام شافعی بھی مان گئے جو تمام جہان میں ایجاب قرأۃ علی المقتدی میں ممتاز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب تو متبع سکتات امام کی تکلیف دیتے ہیں اور ایک صاحب فاتحہ اور سورۃ میں ایک سکتہ طویل نکالتے ہیں۔ اگر مخالفت آیت کا کھٹکا نہ تھا تو پھر ماخذ وجوب قرأۃ فاتحہ علی المقتدی تو خود ہیمطلق اور عام تھا، اس تجویز غیر مروی کی کیا ضرورت تھی۔ اب آپ کی خدمت میں یہ گذارش ہے کہ یا تو آپ کسی حدیث صحیح متفق علی صحتھا سے چھوڑ ضعیف ہی سے سکتہ طویلہ ثابت فرماویں اور دس نہیں بیس لے جاویں یا متبع سکتات امام ہی کسی روایت مرفوع سے ثابت فرمائیں۔ صحیح نہ ہو ضعیف ہی روایت سہی، پر اتنا تو ہو کہ اجتہاد صحابی کا احتمال نہ رہے۔ پھر ہم سے دس نہیں بیس لیجئے ورنہ پھر عدم تعمیل آیت کا فکر کیجئے اور یہ سمجھ لیجئے کہ اول تو حدیث صحیح غیر متواتر وجوب عمل میں ہمسنگ قرآن نہیں ہوسکتی اور بالفرض محال ہوئیں بھی تو آپ متبع حدیث ہونگے اور ہم متبع قرآن۔

بہ بیں تفاوت راہ رہ از کجاست تا بہ کجا

اس کے بعد اگر آپ آیت میں کچھ تخصیص کریں گے تو ہم حدیث میں تاویل کریں گے اور بروقت موازنہ آپ کو انشاء اللہ معلوم ہو جاوے گا کہ کس کی بات غالب ہے۔ باقی رہیں اور احادیث اور سوا ان کے اور دلائل اور اتفاق جم غفیر ان کو ابھی ہم بھی پیش نہیں کرتے۔ یار باقی صحبت باقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب سوال پنجم

اگر ہم سے وجوب تقلید کے طالب ہیں ہم آپ سے وجوب اتباع محمدی ﷺ و وجوب اتباع قرآن کی سند کے طالب ہیں۔ اگر ایک ان میں سے دوسرے کے لئے وجوب اتباع کی سند ہے تو پھر اس کے وجوب اتباع کی کیا سند۔ رسول اللہ ﷺ کا واجب الا تباع ہونا کہاں سے ثابت ہوا۔ اور قرآن شریف کا واجب الا تباع ہونا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کا واجب الا تباع کہاں سے ہونا ثابت ہوا، بجز اس کے کہ آپ اپنے آپ کو یا اقران و امثال کو مہبط وحی آسمانی قرار دیں اور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو رلا ملا دیں اور کوئی تدبیر نہیں۔ مگر ہر چہ باداباد ،آپ ایسی ہی غیر معتبر لائیں اور دس نہیں بیس لے جائیں ورنہ پھر ہماری طرف سے یہ گذارش ہے کہ آپ جس موطن سے سند وجوب اتباع نبوی وقرآنی نکال کر لاویں گے اسی موطن سے ہم سند وجوب امام نکال کر دکھلائیں گے۔

جواب سوال ششم

ظہر کے وقت میں اور عصر کے وقت میں صاحبین کا تو وہی مذہب ہے جو اور اماموں کا مذہب ہے اور امام اعظم سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اس پر حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وغیرہ میں عمل ہے مگر ظاہر الروایت میں امام محمد سے یہ روایت ہے کہ ظہر مثلین پر ختم ہوتا ہے اور عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے۔ خیر ہم کو تو بوجہ بے تعصبی کسی بات پر اڑ نہیں مگر جب آپ بے وجہ لڑنے کو تیار ہیں تو بے جواب دیئے رہا بھی نہیں جاتا۔ سنئے موطا امام مالک میں بروایت امام محمد اور بروایت یحیی بن یحیی، حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے جس میں لفظ:

صل الظهر اذا كا ن ظلك مثلك و العصر اذا كا ن ظلك مثليك موجود ہے۔ یہ روایت ہر چند موقوف ہے لیکن بات ایسی ہے جس میں رائے صحابی کو دخل نہیں اس لئے خواہ مخواہ بالمعنی مرفوع کہنا پڑے گا اور چونکہ اس باب میں جہاں مثل اور مثلین آتا ہے وہاں علاوہ فی الزوال مثل و مثلین لیا جاتا ہے تو یہاں بھی یہی کرنا پڑے گا ورنہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت نا انصافی ہے۔ اس صورت میں آپ ہی فرمائیں کہ ظہر کی نماز حسب ارشاد حدیث بعد مثل واقع ہوگی یا قبل مثل مگر جب وقت ظہر بعد المثل باقی ہے لا جرم شروع عصر بعد المثلین ہوگا کیا عجب ہے کہ اوقات میں آخر کار تغیر وتبدل واقع ہوا ہو ظہر کا وقت مثل سے منسوخ ہو کر مثلین تک پہنچ گیا ہو اور یہ زیادتی عصر میں باعث نقصان ہوئی ہو اس لئے مقتضائے احتیاط وتقوی تو یہ ہے کہ تا مقدور ظہر مثل سے پہلے پہلے پڑھ جاوے اور اگر اتفاقاً بشریت سے قبل مثل اتفاق نہ ہو تو پھر مثلین ہی سے پہلے پڑھ لے اور عصر ہمیشہ بعد مثلین کے پڑھا کرے اور بظاہر مساء ظاہر الروایت یہی ہے اور غور کیجئے تو یہ بات دور از عقل نہیں کیونکہ احادیث اوقات محکم نہیں جس میں احتمال نسخ نہ ہو۔ پھر اسپر روایت مشار الیہا موجود جو نسخ کی جانب مشیر ہے۔ تعارض ہوتا تو ہم انہیں احادیث کو ترجیح دیتے جن سے مثل کو حد فاصل بین الوقتین بنایا ہے۔ مگر جب ترجیح احادیث مشار الیہ کی کوئی صورت نہیں تو پھر ان احادیث پر عمل کرنے سے کیا انکار ہے۔ لیا آپ کی رائے سے بھی یہ حدیثیں گئی گذری، اتباع سنت واحتیاط دونوں حاصل ان کو یک لخت چھوڑ دیجئے تو پھر عدم اور فرائض کا کھٹکا سر پر۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی ایسی حدیث صحیح ہو جو در بارہ دوام اداء صلوۃ عصر قبل المثلین نص صریح یا فقط آخری وقت ہی میں اداء صلوۃ عصر قبل المثلین پر نص صریح ہو اور پھر صحت میں متفق علیہ بھی ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے۔ پر اتنا یاد رکھئے کہ نص وغیر نص کا سمجھنا ہر کسی کا کام نہیں سوچ سمجھ کر کام کیجئے ورنہ ایسا نہ ہو:

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

جواب سوال ہفتم

تساوی ایمان کے اگر یہ معنی ہیں کہ شدت وضعف وقوت میں برابر ہو تو آپ ہی فرمائیں کہ کون کہتا ہے اور اس کی کیا سند ہے۔ اگر ہو تو لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے ورنہ اس تہمت بے اصل سے باز آئیے۔ کچھ تو خدا سے شرمائیے۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ جن باتوں پر انبیاء اور ملائک کو ایمان ہے انہیں باتوں پر عوام کو بھی ایمان ہے اس باب میں عوام انہیں کے قسم بقدم ہیں تو پھر سوا آپ کے اس کا منکر ہی کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ن ہوگا اگر حنفیوں میں اس کا کوئی منکر ہو تو بتلایئے اور سند دکھلایئے اور دس نہیں بیس لے جایئے ورنہ تہمت بے جا سے باز آیئے کچھ تو خدا سے شرمایئے۔ زیادہ کیا عرض کروں اگر یوں کہوں کہ ایمان مقولہ کیف سے ہے اور کیف قابل قسمت ونسبت بذات خود نہیں ہوتا جو کمی بیشی اور مساوات کا امکان ہو تو آپ بے وجہ آیات واحادیث مشعرہ زیادت پیش کر کے اوقات خراب کریں گے حالانکہ ان آیات واحادیث میں جہاں زیادتی پر دلالت ہے وہاں یہ بھی دلالت ہے کہ وہ زیادتی باعتبار تزائد احکام واخبار تھی جو اس وقت بوجہ تجدد نزول وحی ہوتی رہتی تی اور اب کسی طرح متصور نہیں باعتبار اصل ایمان نہ تھی۔ یہ میری گذارش ان صاحبوں کی خدمت میں ہے جو اس مسلک سے بھی واقف ہیں اور فہم وانصاف بھی رکھتے ہیں۔ ورنہ ان صاحبوں کی خدمت کیلئے جیسے اکثر غیر مقلدین ہوتے ہیں وہ اول ہی مضمون کافی ہے وہ صاحب اس مضمون کے جواب کی تکلیف نہ اٹھاویں مفت حیران ہوں اور کچھ کام نہ چلے گا۔

جواب سوال ہشتم

قبل از جواب دو ایک بات سن لیجئے اور خدا کے لئے ذرا انصاف کیجئے ایسی علت ملک جس سے اس کا معلوم مختلف ہے نہ ہو سکے بدلائل عقل ونقل وہ قبضہ ہے حدوث ملک اول اسی سے ہوتا ہے اسکے بعد کہیں بیع وشراء کی نوبت آتی ہے بیع قبل القبض کا ممنوع ہونا بھی اسی بات پر دلیل کامل ہے کہ قبضہ علت ملک ہے اور ادھر مہاجرین کو خدا کا فقرہ کہنا حالانکہ اکثر صاحب بہت کچھ چھوڑ کر گئے تھے وہ بھی بدون اس کے متصور نہیں کہ علت ملک قبضہ ہے اس کے اٹھ جانے سے ملک گئی تو وہ فقراء کہلائے اور وارث گو ظاہر پرستوں کی نظر میں قبل القبض مالک ہو جاتا ہے مگر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وارث قائم مقام مورث ہو جاتا ہے اور بحکم یوصیکم الله خدا کی طرف سے یہ بدیلی ہوتی ہے تو یہ بات خود واجب التسلیم ہو جاتی ہے کہ جیسی درصورت تبدیلی اجسام کے بجائے دیگرے فوقیت وتحتیت جو جسم اول کو بہ نسبت فرش وسقف حاصل تھی بعینہ جسم ثانی کی طرف عائد ہو جاتی ہے ایسی ہی اس صورت میں قبضہ مورث بعینہ اس کی طرف خود عائد ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ مثل بیع وشرا کے دوسروں کے مال کو اپنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف کھینچتا ہے اور اپنے مال کے قائم مقام کر لیتا ہے یہ فرق بشرط فہم اس بات کو مقتضی ہے کہ یہاں تازہ قبضہ چاہیے اور وہاں وہی قبضہ مورث اس کی طرف آجاتا ہے اس وقت اتنی ہی بات پر اکتفا کرتا ہوں اگر آپ صاحب فہم وفراست ہیں تو اتنی سی بات سے اصلی بات کو سمجھ جاویں گے ورنہ آپ جو اعتراض فرماویں گے تو پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالی جواب دینے کو حاضر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ زن منکوحہ کی نسبت تو حنفیوں کا یہ قول ہی نہیں کہ قضاء قاضی طاہر و باطن میں نافذ ہو جاتی ہے اگر سچ ہے تو سند لائیے اور دس نہیں بیس لے جائیے ورنہ اس افتراء اور بہتان کے انجام کا فکر فرمائیے مگر ہاں شائد آپ عذر قلۃ تدبر یا سوء حفظ پیش کر کے یہ فرمائیں کہ منکوحہ نہ سہی غیر منکوحہ کا بھی اس طرح ملک میں آجانا قرین قیاس نہیں اس لئے یہ عرض ہے کہ جیسے بشہادت خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ۔ مافی الارض قابل ملک بنی آدم ہیں ایسے ہی بدلالت خلق لکم من نفسکم زوجاً وغیرہ عورتیں قابل ملک شوہر ہیں یہاں بھی وہی قبضہ ہوگا تو ملک ہوگی نہیں تو نہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ عقد نکاح کو بیع نہ کہیے تو اجارہ کہیے تو اس کے بطلان کے لئے یہی کافی ہے کہ نہ اجل معلوم، نہ کار محدود، پھر جائز ہو تو کیونکر۔ اگر اجارہ ہوتا تو نکاح بطور معروف جائز نہ ہوتا تو متعہ جائز ہوتا ادھر طلاق یک طرفی اس اعتاق کے مشابہ ہے جو مالک ہی کی طرف سے ہوتا ہے ادھر خلع کا مشاء کتابت ہونا اس با تپر شاہد کہ یہاں بھی ملک ہی ہوگی جو یہ لین دین ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جس قدر روح اپنے بدن پر قابض ہے اس قدر اور کوئی کسی چیز پر قابض نہیں اسی کے قبضہ کے بھروسے اور بھی جانداروں سے منتفع ہوتے ہیں روح کا قبضہ نہ ہو تو تو پھر حیوان سے انتفاع محال ہے ،ادھر ابدان حیوانات میں سے خاص کر انسان کا نافع ہونا اور بمعنی لائق میلان خاطر مال ہونا ایسا ظاہر ہے کہ اور کسی کا نافع ہونا اور مال ہونا ایسا ظاہر نہیں کیونکہ اور چیزیں اسی کی حفاظت وترمیم کے باعث نافع اور مال کہلاتی ہیں اس صورت میں ابدان کا مملوک ارواح ہونا بھی مثل ارواح کے مالک ابدان ہونے کے بدرجہ اتم ہوگا کیونکہ مالک ہونے کے لئے قبضہ اور مملوک ہونے کے لئے مالیت چاہیے جتنے وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں زیادہ اتنے ہی یہ دونوں زیادہ مگر چونکہ بجز توالد کے اور منافع کے حساب سے خود روح اپنے بدن سے منتفع ہوتی ہے تو اس کو اپنے بدن کی بیع کچھ تو اس وجہ سے ممنوع ہوگی کہ اس میں غیر کو استحقاق تملیک ہی نہیں کیونکہ وہ خاص اسی کے لئے بنا ہے ہاں ما فی الا رض بدلالت عقل و اشارہ خلق لکم ما فی الا رض سب کے لئے ہے اس کی بیع ہو تو کچھ ہرج نہیں نیز اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگی کہ تسلیم بیع اور پھر بیع سے انتفاع بے اعانت بائع یعنی روح متصور نہیں اور آپ خود جانتے ہیں کہ بیع اور شرط زائد حدیثوں میں ممنوع ہے ہاں اپنے بدن کے خرید لینے میں البتہ کچھ خرابی نہیں اس لئے بدل کتابت دیکر کر خرید لینا ممنوع نہ ہوا اگر عورت بحساب نفع توالد جو اس کی خاص غرض ہے اور موافق ارشاد نساء کم حرث لکم مردوں کے حق میں اس لئے مطلوب ہیں کہ اپنے بدن سے منتفع نہیں ہوسکتی یعنی مثلاً آنکھ ناک سے اپنا کام نکال سکتی ہے پر اپنے رحم سے خود کامیاب نہیں ہوسکتی یہ ممکن نہیں کہ مثل مرد خود اپنے آپ سے جماع کرے اور بچے جنوائے اس حساب سے عورت مثل جمادات ہے جیسے ان کے منافع سے خود ان کو کچھ نفع نہیں ایسا ہی یہاں سمجھ لیجئے اور ظاہر ہے کہ جمادات میں مملوکیۃ بدرجہ اتم ہے کیونکہ مالکیت کا شائبہ بھی نہیں اس لئے عورت اپنے رحم کو فروخت کر لے تو نہ اس وجہ سے کوئی دقت پیش آتی ہے کہ بنایا تھا خاص اس کے لئے مثل ما فی الا رض، جس کی عمومیت پر بے تخصیص لکم فرما دینا دلالت کرتا تھا عام نہ تھا پھر بیع کیوں کر دیا کیونکہ رحم کے لئے ہوتا تو منتفع ہوسکتی بلکہ بدلالت خلق لکم من انفسکم ازوا جاً الٹے مردوں کے لئے اس کا ہونا نکلتا ہے اور نہ اس وجہ سے کچھ دشواری پیش آتی ہے کہ بیع میں اپنی توہین لازم آتی ہے کیونکہ مرتبہ اصل میں کمی آتی تو توہین لازم آتی جب عورتیں خود مردوں کے لئے مخلوق ہوئیں تو پھر کیا توہین ہے اور نہ اس وجہ سے کوئی دشواری ہے کہ بیع میں اپنی اعانت شرط ہوگی جس سے بیع اور شرط کا اجتماع لازم آئے گا جو بالیقین ممنوع ہے کیونکہ عورتیں جب مرد ہی کے لئے مخلوق ہوئیں تو پھر اس حساب سے جیسے جانوروں کی ارواح سے کام لینا ممنوع نہیں عورتوں کی ارواح سے بھی ان کاموں کا لینا ممنوع نہ ہوگا جس کے لئے وہ بنائی گئیں۔ الغرض شرط اس امر کی ممنوع ہوتی ہے جس کا پہلے سے استحقاق نہیں ہوتا کیونکہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ربوا لازم آتا ہے اور جس کا استحقاق ہوتا ہے اس کا شرط کرنا ہی فضول ہوتا ہے جیسے بیع میں قبضہ کی شرط کر لی جاوے تو ایضاح مبہم ہوتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہوتی ۔ پانچویں بات یہ ہے کہ اگر عورت و مرد میں تساوی نوعی نہ ہوئی تو تسفل صنفی جس پر آیت خلق لکم من نفسلم ازوا جاً دلالت کرتی ہے خود اس بات کو مقتضی تھا کہ مثل حیوانات قبضہ کافی ہو جائے اور بیع کی حاجت نہ پڑے مگر یہ تساوی نوعی جس کا بقا تابقاء ایمان ہے مانع عروض ملک تھا شرح اس معمہ کی یہ ہے منفعت توالد تو مرتبہ صنفی سے متعلق ہے اور منافعہ باقیہ مثل منفعت چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضاء مرتبہ نوعی سے متعلق ہیں اور یہ دونوں مرتبہ باہم ایسے مخلوط ہیں کہ تقسیم کی کوئی صورت نہیں پھر اس پر طرہ یہ کہ جسم نسوانی جس سے یہ منافع متعلق ہیں اصل میں ان کا مقبوض ہے جس سے ان کا مالک ہونا ظاہر و باہر ہے۔ رہی یہ بات کہ خود عورتیں اپنے رحم سے اور فرج سے منتفع نہیں ہوسکتیں۔ اس سے در بارہ ملک اعضاء تناسل کچھ ہرج نہیں ہوسکتا اور نہ یہ معنی ہوں کہ خدا غنی عن العالمین کسی چیز کا بھی مالک نہیں اس لئے بعد تحقیق قبضہ تام مالکیت نساء اور مملوکیۃ اعضاء تناسل کا اقرار لازم ہے اور پھر بوجہ ارشاد خلق لکم من نفسکم ازوا جاً اور نیز بدلالت انتفاع مرد بطور فاعلیت مردوں کا بہ نسبت زنان بحیثیت منفعت مذکورہ مالک ہوسکتا ممکن ہوا اور عورتوں کا بہ نسبت مردوں کے بحیثیت مذکور مالک ہونا ممکن نہ ہوا کیونکہ عروض ملک علو مرتبہ اور تسفل مرتبہ مملوک کا خواستگار ہے تا کس مراتب میں یہ بات متصور نہیں اس لئے بیع کی ضرورت پڑی اور مہر ثمن میں مقرر ہوا ہاں تقسیم ممکن ہوئی تو یہ بھی متصور تھا پر کیا کیجئے یہ مشاع بے تقسیم صحیح نہ تھا۔ باقی رہے رسول اللہ ﷺ ان کے لئے ہبہ کا جواز بایں معنی ہے کہ آپ اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم اگر کوئی صاحب پوچھیں گے اور فہیم ہوں گے تو شاید ہم اس بات کو آشکارا بھی کر دیں۔ القصہ آپ اصل میں مالک ہیں اور یہی وجہ ہے کہ عدل و مہر آپ کے ذمہ واجب نہ تھا یہ مراعات نکاح و شرائط نکاح اور بات پر مبنی تھے۔ بالجملہ تابقاء ایمان انتفاع منافع نکاح کے لئے بیع کی ضرورت ہے درصورت زوال ایمان بحکم او لئك كا لا نعا م بل هم ا ضل انسان مرتبہ نوعی سے گذر کر زمرہ انعام میں داخل ہو جائے گا اور مثل انعام مجرد قبضہ تام ملک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں آ جائے گا اور کیوں نہ ہو بد لالت و ما خلقت ا لجن و الا نس ا لّا لیعبدون عبا دت بنی آ دم کے حق میں اصل فطرت اور مقتضاء طبعی ہو گی کیونکہ جیسے آنکھ دیکھنے کے لئے بنی اور کان سننے کیلئے اور یہ اغراض ان اشیاء کے حق میں مقتضاء طبعی ہیں ایسے ہی یہاں بھی چاہیے آدمی عبادت کے لئے بنا ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں ایک مقتضائے طبعی ہو گی مگر یہ ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں خاصہ سمجھی جائے گی کیونکہ امور طبعیہ منجملہ خواص اشیاء ہوا کرتے ہیں اس صورت میں اگر بالفرض عبادت مذکورہ یعنی اطاعت و انقیاد مفقود ہو جائے تو یا تو بوجہ انقلاب ماہیت وہ اس نوع ہی سے نہ رہا یوں کہو کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس نوع سے ہی نہ تھا اتحاد شکل و صورت اس صورت میں اتحاد عام واشتراک عرض عام ہو گا۔ اور جب نوع انسانی نہیں تو پھر کافر کو اعلیٰ درجہ میں سمجھنا تو حیوانوں ہی کا کا ہے نیچے ہی اتارنا پڑے گا جس سے او لئك كا لانعا م کا مطابق عقل ہونا بھی ثابت ہو جائے گا بالجملہ بوجہ اجتماع تساوی نوعی وتسفل صنفی دونوں جہتیں اکھٹی ہو گئیں خود مختاری بھی جس کا نتیجہ مالکیت ہے اور بے اختیاری بھی جس کا نتیجہ مملوکیت ہے اس لئے بیچ بیچ کی بات نکل آئی سو من وجهٍ مالک اور من و جهٍ قابل ملک کہنا پڑے گا اور بیع کے بعد زوج کی مالکیت اور اس کی مملوکیت کا اقرار لازم ہو گا۔ غرض نکاح میں مالکیت اور مملوکیت ہوتی ہے اجارہ نہیں ہوتا مگر ہاں کوئی کہے تو یہ کہے کہ بیع ہوتی تو آ تو هنّ اجور هنّ نہ فرماتے اور شوہر کو اختیار بیع ہوا کرتا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اجور سے اگر اجارہ ہونا ثابت ہوتا تو لفظ ا جر عظیم اور اجر کر یم سے جو اہل ایمان کی شان میں وارد ہے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خدا اور بندے کے درمیان میں عقد اجارہ ہے اور معتزلہ وغیرہ قائلین وجوب عدل وضرورت عطاء اجر سچے ہیں اہل سنت جھوٹے، مگر مجھے آپ سے ہنوز اتنی بے اعتقادی نہیں کہ آئمہ فقہ کا اتباع اور ان کی تقلید بھی چھوڑ دیں گے ورنہ اول سے اس قصہ کو فیصل کرتا چلتا، اور ممانعت بیع سے یہ لازم نہیں کہ ملک نہ ہوا کرے حدیث تفریق والدہ اور ولد سے صاف ظاہر ہے کہ کبھی ملک ہوتی ہے اور بیع ممنوع ہوتی ہے، رہی کہ ممانعت کس درجہ کی ہے آیا بیع مفید ملک ہی نہ ہو گی یا ہو گی اس کی تحقیق ہر چند اس وقت دشوار ہے لیکن آپ کی خاطر بھی عزیز ہے۔ سنئے وجہ حرمت تعدد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازواج زوجہ کے حق میں ایک وقت میں فقط یہ ہے کہ جب زوجہ حرث یعنی پیداوار اولاد ٹھہری تو پھر اگر مزارع متعدد ہوں گے تو زرع یعنی ولد بھی مشترک ہوں گے مگر گیہوں وغیرہ پیداوار خاک تو بوجہ تشابہ احزاب کھٹکے تقسیم کر سکتے ہیں اولاد کو جو پیداوار زن ہے تقسیم کریں گے تو کیونکر تقسیم کریں گے ایک بچہ ہوگا تو پارہ پارہ نہیں کر سکتے متعدد ہوں تو بوجہ اختلاف صورت وسیرت موازہ متصور نہیں پھر ارتفاع نزاع ہو تو کیونکر اس صورت میں اگر بیع کی اجازت ہو تو بحکم ملک جیسے آن سابق تک بائع کو اختیار تصرف جماع تھا ایسے ہی آن لاحق میں مشتری کو اختیار تصرف جماع ہوگا اور اس وجہ سے احتمال اختلاط نطفہ اور اشتراک فی الولد پیش ہوگا جس سے ممانعت بیع آپ ثابت ہو جائے گی القصہ بیع کو لازم ہے کہ امکان قبضہ موجود ہو اور یہاں قبضہ مشتری کی کوئی صورت نہیں بائع کا قبضہ اٹھے تو مشتری کا قبضہ موجود ہو مگر جب تک احتمال استقراء نطفہ بائع ہے تب تک خلو بیع وتسلیم کہاں ہے جو قبضہ مشتری سمجھا جاوے اور جب قبضہ نہ ہوگا تو افادہ ملک بھی متصور نہیں رہی حالت حیض ونفاس اس وقت ممانعت جماع بائع کی طرف سے نہیں اور حالت استبراء کی ممانعت بوجہ بقاء ملک شوہر نہیں کیونکہ بمقابلہ اہل اسلام کفار کا قبضہ بحکم آیت او لئك كا لا نعا م بمنز لہ قبضہ انعام ہے فقط اپنے نسب کی حفاظت اور نسب غیر کی ضیانت ہے جس کے اتلاف اور اپنی طرف پھیر لینے کا اس کو اختیار نہیں اگر اختیار ہے تو والدہ اور ولد کے مالک بن جانے کا اختیار ہے اور یہی وجہ ہے کہ اور قسم کے تصرفات اور استخدام سے ممانعت نہیں اگر وجوب استبراء بوجہ بقاء ملک شوہر سابق ہوتا تو ملک یمین پیدا نہ ہوتی اور استخدام جائز نہ ہوتا علاوہ بریں ہو سکتی ہے جو فقط فرج ورحم سے متعلق ہے بحیثیت سمع وبصر وغیرہ کمالات بشری مملوکیت نہیں ہوتی اور اس لئے بدن زوجہ فیما بین زوج وزوجہ مشترک ہوگا اور تسلیم بیع بے تسلیم جملہ بدن متصور نہیں اس صورت میں تصرف فی حق الغیر بے رضا غیر لازم آئے گا اور اس وجہ سے اس بیع کو بوجہ لزوم نزاع بیع غرز بھی کہنا پڑے گا اور یہی وجوہ مانع جواز متعہ وہبہ واجارہ ہیں چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے گو ابتداء اسلام میں بوجہ ضرورت باوجود حرمۃ اصلی چند روز اسی طرح جائز رہا جیسے سفر ومرض میں افطار صیام رمضان جائز ہوتا ہے اتنا فرق ہے کہ ضرورت جواز افطار عالم میں ہوتی رہتی ہے اور ضرورت جواز متعہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوکت اسلام سے بالکل گئی گذری مگر یہ ہے تو زن منکوحہ میں قضا قاضی سے کیا ہوسکتا ہے اگر ملک زن منکوحہ قابل انتقال الی الغیر ہوتی ہے تو بیع و ہبہ و اجارہ ہی میں کیا خرابی تھی البتہ زن غیر منکوحہ قابل ملک سے ملک زن شوہر کی طرف منتقل ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں قضا قاضی موجب انتقال ملک ہوسکتی ہے کیونکہ علت ملک قبضہ تامہ ہے۔ سو بعد قضا ایسا قبضہ مستحکم حاصل ہوتا ہے کہ اور طرح ایسا قبضہ میسر نہیں ہوسکتا پھر ملک ہو اس کے کیا معنی بالجملہ وجہ ممانعت بیع عدم الملک نہیں موانع خارجیہ ہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سنئے کہ اصل مقصود نکاح سے ملک ہوتی ہے خود نکاح مقصود نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ملک بے نکاح حاصل ہو جائے جیسے ملک یمین میں ہوتا ہے تو پھر نکاح کی حاجت نہیں رہتی اور احکام نکاح مثل حلت وطی وغیرہ سب جائز ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر کسی اور صورت سے ملک حاصل ہ جائے تو وہ احکام کیونکر حاصل نہ ہوں گے قاضی اگر کسی غیر کو دلا دے تو پھر امید عود کسی طرح نہیں کیونکہ اوروں کے ظلم سے نجات اس کی حمایت سے تھی وہ خود دوسروں کا حامی ہو جاوے تو پھر کون دلوائے اس صورت میں علت یعنی قبضہ مذکورہ بجمیع الو جوہ جاتا رہتا ہے یعنی نہ اپنا قبضہ رہتا ہے یعنی نہ اپنے وکیل کا قبضہ رہتا ہے اپنا تو ظاہر ہے کہ نہیں، رہا وکیل کا قبضہ تو اس کی یہ صورت ہے کہ حاکم من و جہ قبضہ نائب خدا ہے۔ چنانچہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و او لی ا لا مر منکم اس پر شاہد ہے اور من وجہٍ نائب رعیت ہوتا ہے حفظ اموال رعایا وغیرہ اس کی دلیل ہے اس لئے سرقہ وغصب وغیرہ میں باوجود ارتفاع قبضہ ملک باقی رہتی ہے کیونکہ ہنوز وکیل عام حاکم کا قبضہ باقی ہے اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ بے قبضہ ملک نہیں کیونکہ اول ملک اسی سے پیدا ہوتی ہے بیع شراء وغیرہ اسباب وعلل تبدیل ملک ہیں علت حدوث ملک نہیں اور جو چیز علت حدوث بمعنی موقوف علیہ ہوتی ہے وہی علت بقا ہوتی ہے چنانچہ دھوپ کے مشاہدہ سے ظاہر ہے کہ آفتاب ہی سے پیدا ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ باقی رہتی ہے غرض جو چیز کسی چیز کے حق میں واسطہ فی العرض ہوگی اس کے حدوث کے لئے اس کا ہونا ضرور ہے اور جو شئے کسی شئے کی حدوث کے ضرور ہوئی تو اس کی بقا کے لئے بھی اس کا ہونا ضرور ہے کیونکہ واسطہ فی العروض سے کسی حالت میں استغنا ممکن نہیں۔ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ حدوث ملک بے قبضہ متصور نہیں تو بقا بھی بے قبض ممکن نہیں غرض جیسی حرکت جالسان کشتی کے لئے حدوث و بقا میں حرکت کشتی ضرور ہے ایسے ہی حدوث و بقاء ملک کے لئے قبضہ ضرور ہے خدا کا مالک الملک ہونا بھی اسی قبضہ کا ثمرہ ہے چنانچہ بیدہ الملك اور بیدہ ملکوت کل شیء وغیرہ اشارات اس پر شاہد ہیں کہ تمام ملک اس کے قبضہ میں ہے پھر اس کے بعد و ھو علی کل شیء قدیر وغیرہ کا فرمانا اس پر شاہد ہے کہ تصرف مالکانہ جو حاصل قدرت ہے، اس کے اس قبضہ مشارالیہ کا ثمرہ ہے کہ اس صورت میں اگر قبضہ اٹھ گیا تو پھر ملک بھی ملک عدم کو پرواز کر جائے گی مگر جس صورت میں نہ اپنا قبضہ ہے نہ اپنے کسی وکیل کا قبضہ ہے تو پھر ملک کیونکر باقی رہ سکتی ہے جس کا قبضہ ہوگا اسی کی ملک بھی ہوگی خاص کر جب یہ لحاظ کیا جائے کہ وکیل و نائب خداوندی نے اس گیر کو دلوا دیا کیونکر اس صورت میں اس کی ملک کے لئے اہل فہم کے نزدیک اور بھی استحکام ہو جائے گا اس لئے درصورت مرقومہ زوجہ کو خواہ مخواہ اس کی ملک سے خارج کہنا پڑے گا اور غیر کی ملک میں داخل کہنا پڑے گا اور بہت سے بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ ملک جو اثر و نتیجہ نکاح کا تا نکاح سے عام رہا یہ بات اول تو یوں مسلم کہ رقیت میں بھی موجود دوسرے آثار کا موثر ہونا معقول و منقول میں مسلم، ہاں موثر اصلی سے عام نہ کہیے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ موثر اصلی وہ قبضہ تامہ ہے۔ ہاں یہ مسلّم کہ طریقہ حصول ملک معصیت ہے اس لئے گناہ سر پر رہے گا اور کیوں نہ ہو ایسے افعال کے مرتکب کی شناعت میں کچھ شک نہیں مگر یہ اور بات ہے اور حصول ملک اور عدم جواز؟ اطلاق زنا وغیرہ اور بات ہے ان احادیث میں جن میں قطعہ من النار فرما کر ایسے ارتکاب سے زجر فرمایا ہے اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ کام برا ہے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ملک نہیں ہو جاتی ۔ بالجملہ جیسے زنا کی برائی ولد زنا کی برائی کا باعث ہے پر آدمیت اور ایمان وغیرہ امور حسنہ کی صحت کو منافی نہیں گو طریق حصول ولد الزنا ہی ہے ایسے ہی مکروفریب وجعل دروغ کی برائی کا باعث ہے پر اس وقاع کے خارج از قسم زنا اور موجب اتصال نسب ہونے کو منافی نہیں گو طریق حصول وقاع مکروفریب و جعل و دروغ ہو۔ اب گذارش یہ ہے کہ ہم نے مقدمات مذکورہ کے لئے قرآن و حدیث کو سند پیش کیا ہے اب ان مقدمات میں سے کسی مقدمہ کی ضد و نقیض ہی کو قرآن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحدیث سے ثابت کر دیں ہم دس نہیں بیس دیں گے پر ایسی ہی سند لیں گے اور ایسا ہی استدلال اور نہ پیش کرنے والوں کے منہ پر مارنے کے قابل ہوگا پھر گستاخی معاف۔

جواب سوال نہم:

بدلالت و لاتنکحوا ، جو قبل آیت تحریم واقع اور نیز بدلالت و احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا با موا لکم یہ بات ظاہر ہے کہ مورد تحریم آیت حرمت میں نکاح ہے جماع نہیں اور چونکہ نہی افعال اختیار یہ پر واقع ہوا کرتی ہے تو نکاح کا محرمات سے منعقد ہوسکنا ممکن الوقوع ہوگا ورنہ پھر نہی کس مصرف کے لئے اور کس مرض کی دوا ہوگی علاوہ بریں نکاح کی علت فاعلہ موجود، علت قابلہ موجود، تراضی ممکن، پھر نکاح نہ ہو سکنے کے کیا معنی۔ علت فاعلہ کا ثبوت تو اس سے زیادہ کیا کہ مرد قادر علی الجماع ہے اور علت قابلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ عورت محل پیدا وار۔ غرض جو باتیں اور عورتوں سے متصور ہیں یا اور مردوں سے متصور ہیں وہی باتیں مردوں کو اپنے محارم سے متصور ہیں اور ظاہر ہے کہ اصل مقصود نکاح جو بدلالت نساء کم حرث لکم اولاد ہے بایں وجہ کہ اتنی ہی بات پر موقوف ہے محارم سے بھی متوقع پھر ممانعت ہوگی تو اصل نکاح ہی کی ہوگی اس لئے لا تنکحوا فرمایا لاتجا معوا لا تقربا ؟ اور فرمایا باوجود امکان ارادہ معنی حقیقی معنی مجازی کا مراد لینا صریح ناانصافی ہے ہاں اگر ضروریات تحقق نکاح جن کی تعین وتعداد پر ماہیت مقصود اصلی خود گواہ ہے ممکن الاجتماع نہ ہوتی یا موجود ہی نہ ہوتی تو یہ بھی ممکن تھا کہ بطور مشاکلت اس نکاح کو نکاحکہد یا ہو جیسے بیع مالیس عندالبائع بیع میتہ ودم کو جو مال شرعی نہیں بوجہ منقود ہونے بیع کے جو ضروریات بیع میں سے ہے حقیقی بیع نہیں کہہ سکتے فقط بطور مشاکلت بیع کہہ دیتے ہیں اور حاصل ممانعت غرض بیع یعنی تصرف ہوتا ہے خود بیع نہیں ہوتی بالجملہ بوجہ فراہمی تمام سامان بیع وشراء جیسے اکثر بیوع کو بیع حقیقی سمجھتے ہیں ایسے ہی نکاح محرمات کو بوجہ مذکور نکاح حقیقی سمجھئے یہ نہیں کہ مجازاً نکاح کہہ دیا واقع میں نکاح نہیں۔ ہاں جیسے بوجہ مفاسد معلومہ قتل اہل ایمان کی ممانعت ہے اور قتل کفار کی ممانعت نہیں کیونکہ وہاں وہ مفاسد نہیں حالانکہ اطلاق قتل دونوں جا بطور حقیقت موجود ہے ایسے ہی بوجہ بعض مفاسد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نکاح محارم ممنوع رہا اور نکاح اجنبیات جائز رہا گو باعتبار اصل اطلاق نکاح دونوں جگہ حقیقی ہے مجازی نہیں لیکن حقیقی ہوگا تو آثار نکاح بھی ایسی طرح متفرع ہو جائیں گے جیسے قتل حقیقی پر آثار قتل متفرع ہوتے ہیں یعنی جیسے درد الم وانزہاق روح دونوں جا برابر قتل جائز ہو یا ناجائز ایسے ہی انتفاء زنا درصورت نکاح دونوں جا برابر ہوگا نکاح جائز ہو یا ناجائز اور انتفاع زنا ہوا تو پھر احکام زنا مثل اجراء حدود خواہ مخواہ منتفی ہوں گے خاص کر جب یہ دیکھا جائے کہ منجملہ احکام زنا حدود ادنی بھی شبہ سے مندفع ہو جاتی ہیں، ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ جیسے قتل ممنوع ہوتا ہے تو آثار قتل پر یعنی درد والم اور انزہاق روح پر اتنا عذاب ہوتا ہے کہ کیا کہیے ایسے ہی نکاح ممنوع ہوگا تو آثار نکاح یعنی جماع وغیرہ پر اتنا کچھ عذاب متفرع ہوگا کہ کیا کہیے۔غرض وہ جماع گو از قسم زنا نہ ہو مگر حرمت میں زنا سے بڑھ کر رہے گا کیونکہ غیر محارم سے زنا ہو تو بوجہ امکان نکاح جائز اس کی حلت کی امید بھی ہے اور خود نکاح ہی حرام ہو تو پھر اس فعل کی حلت کی کوئی صورت نہیں۔علی ہذا القیاس صورت مرقومہ جواب سوال ہشتم میں جماع بوجہ حرمت طریق حصول ملک زنا سے بڑھ کر رہے گا اور حلت کی کوئی صورت نہ ہوگی غایت مافی الباب یہ ہو کہ حرمت وقاع زنا سے عام رہے سو یہ بات بطور منقول تو یوں مسلّم کہ جماع حالت حیض ونفاس میں حرام ہے اور زنا نہیں اور بطور معقول یوں واجب التسلیم کہ آثار کا موثر سے عام ہونا معقولات میں مسلّم ہے چنانچہ پہلے بھی گذر چکا ہے۔ اب عرض خدمت مبارک میں یہ ہے کہ ہم نے تو بدلالت عقل ونقل نکاح محرمات کا نکاح ہونا اور اس وجہ سے اس کا از قسم زنا نہ ہونا ثابت کر دیا اب آپ کسی ضعیف قوی دلیل عقلی نقلی سے اس کا نکاح نہ ہونا اور اس سبب سے اس جماع کا زنا ہونا جو بعد اس نکاح کے واقع ہو ثابت کیجئے اور دس نہیں بیس لیجئے۔ پر اثبات وثبوت ہو نری بے تکی زٹل نہ ہو مگر اپنے خیال ناقص میں یہ آتا ہے کہ آپ کو جواب تو کچھ نہ آئے گا پر اپنی خجالت اوتارنے کو میرے ذمہ یہ بہانہ تحقیق انعقاد نکاح تہمت جواز نکاح محرمات لگایا جائے گا اور میں جانتا ہوں یہی انداز آپ جواب سوال ہشتم میں اختیار فرمائیں گے اور بہ بہانہ حلت آثار نکاح آپ میرے ذمہ تہمت اجازت دست قسم بروز نان شوہر دار وغیرہا لگائیں گے مگر یاد رہے کہ تہمت کا انجام برا ہوتا ہے۔آخرۃ کا مواخذہ، دنیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا منا قشہ۔آخر ہم بھی آدمی ہیں اگر خیال آ گیا تو مبادا بدست آویز جزاء سیئۃٍ سیئۃ مثلھا ہم بھی آپ کی تشہیر کے درپئے ہوں اور سوال پنجم کے بہانہ سے آپ کے ذمہ پر اس بات کی تہمت لگائیں کہ آپ کے مشرب کے موافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا وجوب بے سند ہے۔

جواب سوال دہم

آپ بجائے تحدید دہ در دہ اگر درپئے عدم تحدید ہیں اور حجت حدیث الماء طھور ہے اور وجہ احتجاج یہ ہے کہ الف لام طبیعت یا الف لام استغراق مراد ہے اس کا کیا جواب ہوگا کہ اس صورت میں حسب رائے ظاہر پرستان یہ لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ وہ بھی اصل میں پانی ہی ہے اور لا یبو لن ا حد کم فی الماء الدائم وغیرہ احادیث اس صورت میں معارض ہوں گی اور ظاہر حال بوجہ توافق عمل درآمد زمان نبوت وصحابہ واتفاق آراء وافہام انہیں کے ساتھ ہوگا جس سے ان کی قوت مزید ھل من مزید ہو جاوے گی اگر بمقابلہ تحدید دہ در دہ آپ درپئے تحدید قلتین ہیں اور حدیث قلتین آپ کی سند ہے تو اس کا کیا جواب کہ وہ حدیث مضطرب ہے چنانچہ شاہد روایات ابوداؤد سے ظاہر ہے کہ اضطراب آیا تو پھر صحت ففّروا ہوئی آپ کی شرط صحت کہاں سے آئے گی جو آپ کا مطلب ثابت ہو۔علاوہ بریں حدیث لا یبو لن ا حدکم کا تعارض درپیش کیونکہ اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیشاب وغیرہ کے پڑنے سے کوئی خرابی آتی ہے جس کا یہ بندوبست ہے وہ خرابی بجز نجاست اور کیا ہوگی۔غایت مافی الباب کسی درجہ میں بوجہ عموم بلوی بطور عفو عن النجاست بوجہ وجود طہارت اجازت استعمال ہو جائے گی مگر مضمون لا یحل الخبث اور لا یجنسّہ بظاہر اس کے مخالف اور وہ ان کے مخالف کیونکہ یہاں نفی نجاست مقصود ہے اور وہاں وجود نجاست ثابت ادھر اس بات پر توافق آراء خاص وعام کہ پانی وقوع نجاست سے نجاست قبول کرتا ہے اور زمانہ نبوت وصحابہ کی کیفیت اس کو مؤید کیونکہ وہ بھی اسی طرف ناظر ہے کہ وقوع نجاست اپنا کام کرتی ہے اثر ظاہر ہو کہ نہ ہو اس لئے وہ دونوں تو قابل استدلال نہ رہیں اور حدیث لا یبو لن بوجہ احتیاط واجب العمل ہوئی کیونکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے مقامات میں بدلالت وجوب طہارت بعدنوم یا حرمت اکل صید واقع فی الماء احتیاط واجب ہوتی ہے۔اب گذارش یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی سنداس کی ہو کہ حدیث الماء طھور میں طبیعت مراد ہے یا استغراق مراد ہے تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے۔علی ہذاالقیاس اگر آپ کے پاس کوئی روایت غیر مضطرب ہو یا مضطرب پر ایسے موقع میں عمل کرنے پر دلالت کرتی ہوتو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے۔رہے حنفیہ ان کا عذر مطلوب ہے تو سنئے اول تو بحکم انصاف ہنوز حنفیہ کے ذمہ جواب لازم ہی نہیں، جب آپ جواب مطلوب سے فارغ ہولیں گے اس وقت دیکھی جائے گی، مگر بایں ہمہ جواب پیشگی مطلوب ہوتو لیجئے حدیث الماء پر تو بوجہ مذکور درصورت طبیعت واستغراق عمل سے معذور کیونکہ بے عہد اس حدیث میں کام نہیں چلتا (یعنی خواہ مخواہ الف لام عہد کا ماننا پڑتا ہے) چنانچہ سیاق وغیرہ بھی شاہد ہیں اور عہد سے اس مقام میں کام نہیں نکلتا (یعنی جب عہد کا مان لیا تو مفید مدعائے مدعی نہ رہا) کیونکہ حدیث ثبوت عدم تحدید استغراق وطبیعت پر موقوف ہے اور حدیث قلتین کو بوجہ اضطراب اس مقام میں حجت نہیں بنا سکتے کیونکہ شرائط ادائے فرض کے لئے ایسی ہی حجت چاہیے جیسے فرائض کے لئے، ہاں فرق آب قلیل وآب کثیر متفق علیہ اور اس پر یہ مضمون منجملہ محسوسات ہے اس لئے رائے مبتلی پر رکھنا زیادہ عمدہ نظر آیا کیونکہ ادائے فرض میں ہر جگہ رائے مبتلی بہ کام آتی ہے ادائے جہاد میں کافرومومن کی تمیز ضرور ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ بات مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑی گئی ہے۔علی ہذاالقیاس اداء نماز جماعت میں امام کا مومن ہونا لازم ہے اور اس کی تمیز سب جانتے ہیں کہ اسی کی رائے پر منحصر ہے۔ایسے ہی نکاح وغیرہ میں شوہر وغیرہ کا مومن ہونا مومنات وغیرھا کے حق میں فرض ہے اور ایمان کا پہچاننا سب جانتے ہیں کہ ایک رائے کی بات ہے کیونکہ اصل ایمان امر قلبی ہے۔القصہ مواضع کثیرہ میں ادائے فرض بے استعمال رائے متصور نہیں۔سو امام ابوحنیفہؒ نے جب یہ دیکھا کہ رائے مبتلی بہ اس باب میں حجت کا ملہ ہے تو بناچاری اس کی رائے پر کہنا ضروری۔اب گذارش خدمت یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہوجس سے اس مقام میں مشاہدہ اور رائے کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتو لائیے اور دس کی جگہ بیس لے جائیے۔رہا دہ در دہ کوئی اصل مذہب نہیں ہاں کسی کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی رائے ہوتو مضائقہ نہیں سو اتفاق سے اکثر کی رائے اسی طرف گئی اس لئے یہی مشہور ہو گیا اور وہ عوام جو صاحب رائے نہیں ہوتے ان کے لئے یہ رائے ایک تکیہ گاہ بے حجت نظر آئی ورنہ اصل وہی ہے جو رائے میں آئی۔

تمت با لخیر و الحمد لله علی ذ لك

التماس

جواب تو ہو چکے، التماس اور یاد داشت بھی سن لیجئے۔ ہم نے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھانے کی بات کہتا ہے تو آپ مضامین شعر یہ کہہ کر ٹالدیتے ہیں اور اس بہانہ سے جواب سے سبک دوش ہو جاتے ہیں۔ اگر یہی انداز مناظرہ ہے تو اس سے بہتر ہم تدبیر عرض کرتے ہیں آپ بے تکی ہانکا کریں واہیات جاہلانہ سمجھ کر آپ کے حریف آپ چپ ہو رہیں گے کیونکہ جواب جاہلاں باشد خموشی۔ اور یہی وجہ ہے جو یہ ارشاد ہوا و اذا خا طبھم الجا ھلو ن قا لوا سلا ماً۔ اور غور سے دیکھئے تو آپ نے پہلے ہی یہ انداز اختیار فرمایا ہے۔ بھلا جس بات کے اوروں سے طالب ہیں اور آپ سے طالب کیوں نہ ہوں گے۔ پھر آپ نے پہلے اپنے گھر کی خبر کیوں نہ لی۔ یہ نہ سمجھا کہ ہم اوروں سے حدیث صحیح اور نص صریح متفق علیہ کے طالب ہیں، اور ہم سے طالب ہوں گے تو ہم کہاں سے دیں گے۔ یہ بے تکی بات نہیں تو کیا ہے بحکم مناظرہ اول آپ کو لازم تھا کہ مطالب مشار الیہا کے لئے احادیث موصوفہ بوصف مذکورہ لاتے اس وقت ہم سے اس قسم کی احادیث کی درخواست فرماتے۔ اس لئے ہم نے اپنی احادیث کے مراتب کی تشریح کرنی بے جا سمجھی۔ آپ کچھ کریں گے تو ہم بھی انشاء اللہ، مگر عند اللہ جو کچھ کریں فہم وانصاف سے کریں تعصب کو چھوڑ دیں اور اس نارسائی پر خود رائی سے منہ موڑیں ورنہ مجھ کو آپ کی اس ظاہر پرستی اور خود رائی سے یہ اندیشہ ہے کہ آپ متشابہات تک پہونچیں اور ید الله فو ق ایدیھم اور الر حمن علی العر ش استوی کے بھروسہ خدا کو نعوذ باللہ مجسم بتانے لگیں اور بقیاس احادیث رفع و عدم رفع احادیث مختلفہ فی باب متعۃ النکاح کو اس پر محمول کریں کبھی یوں ہوا تھا کبھی یوں اس لئے کبھی یوں کر لینا چاہیے کبھی یوں۔ ادھر عبداللہ ابن مسعود وغیرہ کا منکر تحریم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا حدیثوں میں مرقوم ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنا کام کر چکے ہیں کیونکہ ہر چند یہ بات بالخصوص آپ کی نسبت نہیں سنی گئی پر یہ شور تو ایک مدت سے ہے کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے درپئے ہیں چونکہ آپ ان سب کے امام ہیں (۱۸۷۸ء کے گرد و پیش محمد حسین غیر مقلدوں کے امام نہیں ہو سکتے۔ اس وقت محمد حسین کے استاد میاں صاحب، عبداللہ غزنوی زندہ تھے۔ عبدالجبار غزنوی بھی زندہ تھے۔ نواب صدیق حسن بھی زندہ تھے۔ حافظ محمد لکھوی اور محی الدین لکھوی بھی زندہ تھے محمد بشیر سہسوانی، سید امیر حسن سہسوانی وغیرہ اور ابوعبداللہ غلام علی قصوری امرتسری بھی زندہ تھے۔ بہا) تو یہ کب ہوسکتا ہے کہ یہ شور اوپر ہی اوپر اڑا ہو اور نیز یہ شور ایک مدت سے ہے کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں، تامل ہے تو اتنا ہے کہ کاہے کے ہیں، چاندی کے ہیں یا سونے کے یا کہیں اور کے۔ علی ہذا القیاس آپ کی اس ظاہر پرست اور خودرائی سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ بہت سی احادیث کو معارض قرآن سمجھ کر پایہ اعتبار سے سقط فرمائیں گے کیونکہ حدیث گو صحیح ہی کیوں نہ ہو پہ کیں قرآن کو ملتی ہے۔ اگر حدیثوں اور روایات تواریخ سے بہ نسبت قرآن شریف کفار کا ریب و تردد میں ہونا سمجھ آتا ہے تو قرآن میں لا ریب فیہ فرماتے ہیں جس سے بوجہ نکرہ فی سیاق النفی بالکل ریب و تردد کا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کسی کے دل میں کیوں نہ ہو مگر ہاں آپ کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ قرآن شریف میں ریب کی نفی ہے احادیث و تواریخ میں یقین بطلان قرآن کا مذکور ہے مگر اس کو کیا کیجئے کہ بہت سے ضعفاء کو تردد بھی ہوا اور دوسرے نفی لا ریب ایسی ہے جیسے نہی لا تقل لهما اف ۔ جیسے اس سے بدلالۃ النص ضرب وغیرہ کی نہی نکلتی ہے لا ریب سے یقین بطلان کی نفی نکلتی ہے بہر حال لا ریب فیہ، لا ریب آپ کی نگاہوں میں اکثر احادیث و تواریخ بلکہ مشاہدات کی نسبت موجب ریب ہوگا۔ فرماتے ہیں هدى للمتقين لام اختصاص اس جانب مشیر ہے کہ نہ فاسقوں کو ہدایت ہو نہ کافروں کو پھر تسپر ان الله لا يهدى القوم الكافرين اس کے موافق اس مضمون میں اس سے بڑھ کر۔ اور اکثر احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ ہدایت کفار و فساق پر شاہد سو بوجہ مخالفت مشار الیہ بمقابلہ قرآن و احادیث و اخبار کا ہے کو مقبول ہوں گی بلکہ مثل مذہب ہنود کہ غیروں کو ہنود ہونے کی امید ہی نہیں امید ہدایت منقطع ہوگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔اور بمقابلہ اذا قمتم الی الصلوۃ فا غسلوا و جو ھکم وہ احادیث جن سے ایک وضو سے کئی نمازوں کا ادا کر لینا ثابت ہوتا ہے کیونکر مقبول ہوں گی۔

۴۔اور حدیث ان المؤمن لا ینجس ، انّما یر ید اللہ لیذ ھب عنکم الرجس کے بعد بے اس کے کیوں کر لائق قبول ہو گی کہ اہل بیت جن میں بد لالت لفظ اہل بیت خود حضرت رسول اللہ ﷺ بھی داخل ہیں چہ جائے کہ اور کا ملا ن وقت زمرہء اہل ایمان سے نعوذ باللہ خارج ہیں۔

۵۔اور بمقا بلہ ان اللہ لا یغفر ان یشرك بہ احادیث دالّہ مغفرۃ کبار صحا بہ جو بالیقین پہلے مشرک تھے کیونکر پا یہ اعتبار کو پہنچیں گی بلکہ مشرک کی مغفرت کی امید ہی قطع ہو جاوے گی گو تا ئب ہو کر ولی ہی کیوں نہ ہو جائے۔اور پھر اس وجہ سے بعد ضم ضمیمہ جعلا لہ شر کاء عجب نہیں حضرت آدم علیہ السلام کی مغفرت میں بھی تا مل ہو۔

۷۔اور بمقابلہ آیت لا بیع فیہ و لا خلۃ و لا شفا عۃ احادیث شفاعت کس شمار میں ہوں گی۔

۸۔اور بمقا بلہ مثنی و ثلث و ر باع حدیث اخبار تسعۃ ازواج مطہرات سا قط الاعتبار ہوں گی یا نعوذ باللہ دشمنان نبوی ﷺ کو مرتکب کبیرہ شنیعہ ومصر علی الکبیرہ اور جاہر بالکبیر تصور فرمائیں گے۔

۹۔اور بمقابلہ الزا نیۃ و الزا نی حدیث رجم کی کیا شنوائی ہو گی۔

۱۰۔اور بمقا بلہ فلیس علیکم جنا ح ان تقصروا من الصلوۃ ان یفتنکم الذین کفروا ،اس حدیث کو آپ کیا سمجھیں گے جس سے بحالت امن منی میں باوجود مجمع کثیر رفقاء ﷺ کا قصر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

سر دست انہی دس گیارہ پر اکتفا کرتا ہوں تا کہ العشر بالعشر ہو جائے اور لد ینا مز ید کی دھمکی اور بڑھ جائے آپ اور کچھ رقم فرمائیں گے تو ہم بھی اور کچھ نذر عرض خدمت کے لئے لائیں گے۔

و السلا م علی من اتبع الھدی

و آخر دعوا نا ان الحمد اللہ رب العا لمین

و الصلوۃ و السلا م علی خیر خلقہ محمد و آ لہ و ا صحا بہ اجمعین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ادلہ کاملہ (جس کا دوسرا نام اظہار الحق تھا) پر جوابی گذارشات تاریخ اہل حدیث کی چھٹی جلد میں پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔ اور ذیل میں سی دور کا ایک شائع شدہ رسالہ اظہار الالہ نقل کیا جا رہا ہے جو مولانا بٹالوی کے اشتہار کے جواب میں ایک حیدرآبادی بزرگ نے کان پور سے شائع کروایا تھا۔ لیکن خیال ہوتا ہے کہ شائد یہ رسالہ شیخ الاسلام بٹالوی کی نظر سے نہیں گذرا، کیونکہ ان کی کسی تحریر میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ تاہم اس میں بیشتر باتیں وہی ہیں جن کا جواب عاملین بالحدیث کی جانب سے تاریخ اہل حدیث جلد ششم نقل کیا جا رہا ہے۔، تاہم جلد ہذا میں اس رسالے کی نقل کے بعد چند گذارشات مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی حسن البیان سے نقل کر دی گئی ہیں جو انہوں نے اصلاً علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان کے جواب میں کی تھیں،۔ اور ایک دو نوٹ اس بندہ عاجز نے بھی یہاں وہاں لکھے ہیں۔ بہاء)

ا ظہار ا لا دلہ

(مصنفہ: عالم باعمل فاضل اکمل جناب مولوی سید کریم اللہ

بجوا ب عشرہ اسولہ مشتہرہ محمد حسین صا حب لا ہوری

در مطبع نظامی واقع کان پور مطبوع گردید۔ ۱۲۹۶ھ)

بسم اللہ الر حمن الر حیم۔

نحمدہ و نصلّی علی رسو لہ الکر یم

بعد حمد ونعت کے عا جز سرا پا گناہ سید کریم اللہ سا کن نیلور علاقہ مدراس وارد حال قصبہ گلبر گہ خدمت میں ار باب دین و دانش کے عرض کرتا ہے کہ اس عرصہ میں ایک اشتہار مطبوعہ مطبع لا ہور از جانب مولوی محمد حسین صا حب لا ہوری بعض ا حباب کے ذریعے سے میرے پاس پہنچا اور اوس میں نسبت مذہب حنفیہ کے دس سوال مندرج پائے اور حضرت سائل نے اوس اشتہار میں یہ بھی درج فرمایا ہے کہ جو ان سوالات کے جواب میں کوئی آیت یا حدیث صحیح پیش کرے گا اوس کو فی آیت و حدیث دس دس روپئے دیئے جائیں گے۔

چونکہ اکثر سوالات مندرجہ اشتہار وہی ہیں جن کے باب میں علمائے سابقین بطور کامل دفع شبہات کر چکے ہیں اور اس عہد میں غالبًا بہت لوگوں نے جواب لکھے ہوں گے، اس صورت میں اگر جناب سائل کے پاس کوئی خزانہ وافر بھی موجود ہوگا،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تب بھی ایفائے وعدہ کرنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہوگا۔لیکن اگر یہ فرماویں کہ کوئی جواب قابل اطمینان ولائق قبول نہیں تو البتہ آسانی سے چھٹکارا ہوسکتا ہے۔

لیکن الحمدللہ کہ اس طرف سے بھی درخواست صلہ کی نہیں ہے اور

لا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً

کا مضمون یاد ہے۔صرف اگر جناب سائل کی طرف سے انصاف پسندی ظہور میں آئے ہم اسی کو ہزار صلہ کے برابر سمجھتے ہیں۔

لیکن اس اشتہار کے دیکھنے سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جناب سائل کو طلب جواب مقصود نہیں ہے، بلکہ جنگ زرگری ہے منشاء باطنی یہ ہے کہ عوام لوگ اس اشتہار کو دیکھ کر جانیں کہ مذہب حنفی اس قدر بے اصل وسند ہے کہ باوجود دس دس روپیہ صلہ قرار دینے کے بھی کوئی متکفل جواب کا نہ ہوسکا۔اور جناب سائل کا یہ خیال محض فکر محال ہے،اس واسطے کہ کوئی عاقل جو ذرا سا شعور اور وقوف رکھتا ہوگا ہرگز باور نہ کرے گا کہ اس ہزار برس کی مدت میں ہزار ہا علماء اور فضلاء موافق ومخالف گذرے اب تک کسی کو بے اصلی اور سقم اس مذہب کا معلوم نہ ہوا۔اب ہزار گیارہ سو برس کے بعد حضرت سائل پر یہ راز منکشف ہوا۔بطور کشف والہام تو کہہ نہیں سکتے اس واسطے کہ وہ اہل حق کے نزدیک حجت نہیں اور ظنی محض ہے البتہ وحی کا احتمال ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ رفتہ رفتہ اس قصبہ میں بھی چرچا اس اشتہار کا پھیلا اور عوام کو تردد پیدا ہوا۔یہ حال دیکھ کر راقم سطور نے باوجود بے استعدادی اور بے سامانی کچھ نہ کچھ جواب ادا کرنا اور خاطر عامہ ناس کو تسکین دے کر اس مغالطہ سے بچانا ضرور سمجھا۔اس واسطے یہ چند کلمے لکھنے میں آئے۔خدمت سے علماء وفضلاء کی توقع اصلاح کی ہے۔اور چونکہ صرف بنظر دفع شبہات عوام کے ایسی جرأت عمل میں آئی ہے، لہذا اس جسارت کی نسبت بھی امید عفو کی ہے۔

والعفو عند کرام الناس مقبول

احتیاطاً نقل اشتہار بھی ساتھ اس کے مرقوم ہوتی ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری

میں جملہ حضرات حنفی پنجاب اور ہندوستان و ممالک مدراس کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب حنفی مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جائے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو پیش کریں تو فی آیت اور حدیث یعنی ہر آیت و حدیث کے بدلے دس دس روپئے بطور انعام کے دوں گا

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

خامساً۔ آنحضرت ﷺ یا باری تعالیٰ کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسرے مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔ عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔ ثامناً قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا (تشریح: مثلاً کوئی شخص کسی کی جورو کا دعوی کرے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے روبرو جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی اس کو حلال ہے)

تاسعاً: جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اوس سے صحبت کر لے تو اوس پر حد شرعی جو قرآن و حدیث میں وارد ہے نہ لگانا

عاشراً۔ تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو دہ در دہ سے کرنا۔

تنبیہ: ان مسائل کے احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے جمیع حضرات کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں ۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں ۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری

(مولوی کریم اللہ صاحب لکھتے ہیں)

قبل تحریر جواب سوالات چند امور جو قال الذکر ہیں، التماس کئے جاتے ہیں ۔ اول یہ کہ جو سوالات جناب سائل (محمد حسین) نے اس اشتہار میں درج کئے ہیں وہ سب سوالات اسی قسم کے ہیں کہ اکابر سابقین نے اون کو بہت تشریح اور تفصیل سے حل کیا ہے ۔ کوئی مسئلہ ایسا نہیں جس میں تازہ بحث کی حاجت ہو، یا کوئی جواب میں نیا مضمون تحریر کرے ۔ باایں ہمہ جو جناب سائل ان مسائل کو مجدداً مشتہر کر کے طالب جواب ہوئے، معلوم نہیں کہ یہ کتب و رسائل ان کے ملاحظہ سے نہیں گذرے، یا عمداً کسی غرض خاص سے مجدداً اس بحث کو تازہ کیا ۔

دوسرا یہ کہ چونکہ علماء راسخین کا حل اس باب میں بہت شرح و بسط کے ساتھ کتب میں موجود ہے، اس وجہ سے ہم لوگوں کو جو مرتبہ طالب علمی سے بھی باہر نہیں نکلے، اس باب میں زبان کھولنا خالی از جرأت اور ترک ادب سے نہیں، اور کوئی امر زیادہ لکھ بھی نہیں سکتے، لیکن چونکہ حسب ظاہر عوام میں اس سائل کے اشتہار سے بے اصلی مذہب حنفی کی ظاہر ہوتی ہے اور بظاہر منشا سائل صاحب کا اسی امر کا ظاہر کرنا ہے اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ اوسی خزانہ سابق میں دو چار باتیں تسکین عوام کے واسطے لکھی جائیں، تاکہ اس مغالطے سے محفوظ رہیں ۔

والاّ نہ بحث مقصود ہے اور نہ گمان ہے کہ کبھی یہ بحث طے ہو ۔ اس واسطے کہ بحث کے طے ہونے کی صورت تو یہی ہے کہ طرفین کو اثبات حق مقصود ہو، نہ کہ صرف تائید اپنے قول و مذہب کی ۔ اور یہ امر اس زمانے میں مفقود ہے اور ہر شخص کو شوق و رغبت اس امر کی قلب میں مرتکز ہے کہ کوئی نئی بات پیدا کیجئے کہ اوس کی تحقیق اپنی طرف منسوب ہو، اور خود بھی عالم اور محقق قرار پائیں ۔

تیسرا امر یہ کہ محرر سطور اس مقام (گلبرگہ) میں مسافرانہ برسبیل نوکری وارد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور کوئی کتاب حدیث وتفسیر وغیرہ سوائے قرآن اور کتاب مشکوۃ اور موطا اور دو ایک کتاب فقہ ضروری کے موجود نہیں۔ اس وجہ سے کل جوابات حسب خواہش اور مستند بالحدیث لکھنے سے قاصر ہے، اور نہ اس قدر جرأت ہے کہ جو مضمون کسی کتاب حدیث کا یاد ہے صرف اس اعتماد پر اوس کو نقل کرے اور کم وبیش کا احتمال نہ رہے اور فلیتبوأ مقعدہ من النار کا مصداق ٹھہرے۔ اس نظر سے جو جواب کہ ان کتب موجود سے میسر آئے یا جس کی یاد پر نہایت اطمینان تھا، صرف انہیں درج کیا اور اپنی خواہش نفسانی کو بموجب عادت اہل زمانہ کے جو اپنی تحقیق کا اظہار چاہتے ہیں زیادہ بڑھنے سے روکا۔

چوتھا امر یہ کہ چونکہ سائل (محمد حسین) نے اس اشتہار میں صرف کتاب وسنت کو دلیل قرار دیا ہے اور اجماع شرعی کو، کہ منجملہ دلائل اہل سنت کے ہیں، قابل احتجاج نہیں سمجھا، اس وجہ سے محرر سطور نے بھی ہر ایک آیت اور حدیث میں تاویلات اور توجیہات علماء سے قطع نظر کی ہے، اور صرف معنی صریح پر مدار رکھا ہے۔ اس واسطے کہ ہر ایک تاویل وتوجیہ از روئے اجتہاد کے ہوتی ہے۔ اس صورت میں جناب سائل سے بھی یقین ہے کہ ان آیات اور احادیث میں تاویلات وتوجیہات علماء کو دخل نہ دیں گے، اور صرف معنی صریح پر حمل کریں گے۔ والّا اگر تاویلات اور توجیہات کو دخل دیا جائے تو ہر ایک آیت وحدیث میں گنجائش ہے، پھر صرف کتاب وسنت پر مدار رکھنا فضول ہے۔

پانچواں امر یہ کہ جو حدیث ان جوابات کے ضمن میں مذکور ہیں ان کی نقل سے یہ غرض نہیں کہ کوئی حدیث ان کے معارض موجود نہیں بلکہ بے شک رفع یدین وغیرہ کے باب میں احادیث صحیحہ موجود ہیں اور مجتہدین نے اپنے طور پر ایک قسم کی حدیث کو اور احادیث پر ترجیح دے کر معمولہ بہ ٹھہرایا ہے لیکن راقم سطور آپ کو اس تحقیق کے منصب کے قابل نہیں جانتا۔ چھٹا امر یہ کہ اکثر اس زمانے میں بعض مترجم بغرض نفسانی ترجمہ میں تصرف کر کے کچھ کا کچھ بھی لکھ دیتے ہیں اور لوگوں کو مترجموں سے بدظن کر دیا ہے اس وجہ سے راقم سطور نے کسی آیت وحدیث کا ترجمہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ اکثر یوں ہی چھوڑ دیا ہے اور بعض جگہ جو لکھا ہے وہ سابق ترجموں سے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام بھی مترجموں کا لکھ دیا ہے۔

سوال اول: رفع نہ کرنا آنحضرت ﷺ کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

جواب: یہ مسئلہ اون مسائل سے ہے کہ جس کی تحقیق میں علمائے راسخین نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا، گو کل تحقیقات ہماری نظر سے گذرے یا نہ گذرے۔ اور اس قدر جم غفیر قرن ثانی سے آج تک جاہل اور صرف قول پرست بھی نہ تھے کہ باوجود عدم موجودگی حدیث عدم رفع کے اس امر کا التزام کرتے اور صریح مخالفت اس قدر احادیث رفع کی کرتے۔ اور اگر جناب سائل کے زعم کے مطابق یہ لوگ ایسے ہی تھے تو ایسے لوگوں کے گمراہ ہونے میں کیا شک کہ دیدہ دانستہ احادیث صریحہ کے خلاف کو جائز رکھیں اور اوس پر اصرار کریں نعوذ باللہ عن سوء الظن و ان بعض الظن اثم (قال اللہ تعالی: یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم)۔

رہا یہ امر کہ کوئی ایسی آیت اور حدیث لانا چاہیے جس میں کسی کو کلام نہ ہو، یہ تو ایک محال بات ہے۔ جو آیت و حدیث مطابق استنباط اور اجتہاد کسی مجتہد کے نہیں ہوتی، لامحالہ اوس میں ہر ایک اپنے طور پر جرح و تعدیل کرتا ہے، یا ایک کو کسی وجہ سے ترجیح دیتا ہے، یا توجیہہ کر کے دفع تعارض میں کوشش کرتا ہے، خواہ وہ حدیث رفع کے باب میں ہو یا عدم رفع میں، یا کوئی مسئلہ ہو۔

اور ترمذی میں ایک باب خاص احادیث عدم رفع میں موجود ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ خاص میں کوئی امر لکھنا صرف علمائے راسخین کا منہ چڑھانا ہے لیکن بنظر اوسی ضرورت خاص کے جو عنوان میں مذکور ہوئی چند حدیث نقل کرتا ہوں:

فی المرقاۃ لملا علی القاری لخبر مسلم عن جابر ابن سمرۃ قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال ما اراکم رافعی ایدیکم کانّھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ۔

و فی المشکوۃ عن علقمہ قال قال لنا ابن مسعود الا اصلّی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بکم صلوة رسو ل الله ﷺ فصلّی و لم یرفع یده ا لّا مرة واحدة مع تکبیر ا لا فتتا ح رواه الترمذی و ابو دا ؤد و النسا ئی قا ل ابو دا ؤد لیس هو بصحیح علی هذا المعنی

ترمذی اور نسائی، کہ عمدہ محدثین سے ہیں ان دونوں نے، کسی قسم کی جرح اس حدیث کی صحت میں نہیں کی بلکہ حسن لکھا ہے۔ اس صورت میں اس کی صحت میں کیا کلام ہے۔ اور ابو داؤد نے بھی کوئی لفظاً یا اسناداً جرح وارد نہیں اور معنیٰ جو لکھا اس کی دلیل بیان نہیں کی صرف اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ پس ان کے عندیہ پر حدیث مجروح نہیں ہوسکتی اور چونکہ امام ابوحنیفہؒ خود قرون ثلاثہ میں ہیں اور جو اسباب تنقید و تحقیق کے ان کے لئے آمادہ تھے وہ ہرگز ان کے مابعد کے واسطے موجود نہ تھے، اس نظر سے ان کے مابعد کی جرح بھی ابوحنیفہ کی تصحیح کے حق میں قادح نہیں ہوسکتی

عن محلی شر ح المو طا قا ل محمد ا خبر نا الثوری حد ثنا حصین عن ابرا هیم عن ابن مسعود انه کا ن یر فع ید یه اذا افتتح الصلوة . انتهی ۔اے وقت ابتداء صلوۃ۔ فقط۔

و قد اجتمع ا لا ما م ابو حنیفه مع الاوزاعی بمکة فی دار الخیا طین فقا ل ما لکم لا تر فعو ن اید یکم عند الر کو ع و الرفع منه فقا ل ابو حنیفه لاجل انه لم یصح عن رسو ل الله ﷺ فیه شیء مما لا یعا ر ض منه فقا ل ا الاوزاعی کیف لم یصح عن رسو ل الله ﷺ و قد حد ثنی الز هری عن سا لم عن ابیه ان رسو ل الله ﷺ کا ن یر فع ید یه اذا افتتح الصلوة و عند الر کو ع و عند الرفع منه فقا ل ابو حنیفه حدثنا حماد عن ابرا هیم عن علقمة و ا لا سود عن عبد الله بن مسعود ان النبی ﷺ کا ن لا یرفع ید یه ا لا عند افتتا ح الصلوة ثم لا یعود فقا ل ا لا وزا عی ا حد ثك عن الز هری عن سا لم عن ابیه و تقو ل حد ثنی حماد عن ابرا هیم ۔ فقا ل ابو حنیفه کا ن حما دا افقه من الز هری و کا ن ابرا هیم افقه من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سا لم و علقمة ليس بدو ن ابن عمر فى الفقه و ان كا ن لابن عمر صحبة فله فضل صحبة و ا لا سود له فضل كثير و عبد الله، عبد الله فسكت ا لاوزاعى قا ل ابن الهما م فر جح ا لا ما م بفقه الرواة كما ر جح الا وزا عى بعلو الاسنا د و هو المذ هب المنصور عند نا۔ و الله سبحا نه اعلم ۔

اور تفصیل اس مسئلہ کی شرح سفر السعا دۃ میں شیخ عبدالحق محقق دہلوی نے جو لکھی ہے دیکھنے کے قابل ہے ۔اس قرطاس میں اس کی گنجائش نہیں ۔ (مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی نے اس مناظرے کی حقیقت ،حسن البیان فیما فی سیرۃ النعمان ،میں واضح کی ہے جسے اختصار کے ساتھ اس رسالے کے آخر میں نوٹ نمبرایک میں درج کیا جارہا ہے ۔ بہاء)

سوال دوم : آنحضرت ﷺ کا خفیہ نماز میں آمین کہنا۔

جواب : اس مسئلہ کی بحث بھی شرح سفر السعا دۃ میں موجود ہے اور جا مع ترمذی میں بھی حدیث اسراء آمین مذکور اور دوایک حدیث جو محرر سطور کو یاد ہیں وہ بھی نقل کرتا ہوں

فى المشكوة عن سمرة بن جند ب انّه حفظ عن رسو ل الله ﷺ سكتتين۔ سكتة اذا كبّر و سكتة اذا فر غ من قرأة غير المغضو ب عليهم و لا الضا لين۔ فصدقه ابى بن كعب۔ رواه ابو دا ؤد و روى التر مذى و ابن ما جه و الدا ر مى ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اختتام فاتحہ کا آپ نے و لا الضا لین پر فرمایا اور آمین جہر سے نہیں کہا اور اس سکتہ کی حالت میں اس کو ادا فرمایا ہوگا ۔

فى اللمعا ت شر ح المشكوة عن عمر بن الخطا ب انه قا ل يخفى ا لا ما م ار بعة اشيا ء التعوّذ و البسملة و آ مين و سبحانك اللهم و بحمد ك و عن ابن مسعود مثله

و روى السيو طى فى جمع الجوا مع عن ابى وا ئل قا ل كا ن عمر و على لا يجهرا ن بالبسملة و لا با لتعوذ و لا با لتا مين

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روا ہ ابن جر یر و الطحاوی و ابن شا ھین فی السنن
و اورد الشیخ ابن الھما م عن ا حمد و ابی یعلی و الطبرا نی و الدا ر قطنی و الحا کم فی المستد ر ک من حد یث شعبة عن علقمة عن ابی وا ئل فی ا لا خفاء
و عن ابی دا ؤد و التر مذی و غیر ھما من حد یث سفیا ن عن ابی وا ئل فی الجھر و قا ل کلا الحد یثین معلو ل و الاعتما د علی حد یث ابن مسعود
و ایضاً فی المحلی و استد ل بالحد یث عللی الجھر بآ مین و وجه انه ان لم یکن مسمو عاً للما مو م لم یعلم به و قد علق تامینه بتا مینه و مما یعا ر ضه علیه ما روا ہ ا حمد و ابو یعلی و الطبرا نی و الدار قطنی عن علقمه بن وا ئل عن ابیه انه ﷺل لما بلغ و لا الضا لین قا ل آ مین ا خفی بھا صو ته و لعل الجھر کما روی فی ا لا حا دیث کا ن فی بعض ا لا حیا ن للتعلیم

سوال سوم: آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

جواب: اس مسئلہ کی تحقیق بھی شرح سفر السعادۃ میں موجود ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ امر اس باب میں واسع ہے علماء کے نزدیک جو کچھ کرے یعنی خواہ ہاتھ سینہ پر رکھے یا زیر ناف سب جائز ہے۔ اور متمسک حنفیہ کا اس باب میں وہ حدیث ہے جو احمد اور ابو داؤد اور دار قطنی اور بیہقی سے منقول ہے کہ علی مرتضیٰؓ نے فرمایا السنة و ضع الکف علی الکف تحت السرّة۔ اگر کہیے اس حدیث میں بعض محدثین کو کلام ہے تو ہم جناب سائل سے امید رکھتے ہیں کہ کوئی حدیث اس کے معارض جس میں کسی کو کلام نہ ہو وہ پیش کریں۔

سوال چہارم: آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا۔

جواب: قال الله تبارك و تعالى:

واذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا

اس آیت سے صریح مستفاد ہے کہ قرأت قرآن کے وقت خاموش رہنا واجب ہے اور حالت نماز اور غیر نماز کی اس آیت میں قید نہیں ۔ پس اس عموم کو احادیث سے منسوخ ٹھہرانا ایک جرأت کی بات ہے۔ علاوہ اس کے جو احادیث کہ قرأت فاتحہ کے باب میں مروی ہیں اون سب کی مطابقت اس آیت کے عموم کے ساتھ بخوبی ہوسکتی ہے اور اوس مطابقت کی تائید کے لئے احادیث متعدد موجود ہیں اور چنداون میں سے اس موقع پر مذکور بھی ہوتی ہیں:

فی المشكوة عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ انصرف من صلوة جهر فيها بالقرأة فقال هل قرأ معی احد منكم آنفاً فقال رجل نعم۔ قال انی اقول مالی انا زع القرآن۔ قال فانتهى الناس عن القرأة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه بالقرأة من الصوت حين سمعوا ذلك من رسول الله ﷺ ۔ رواه مالك و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و روی ابن ماجه نحوه

اگرچہ اس حدیث سے منع قرأت فاتحہ سرّی نمازوں میں نہیں نکلتا بلکہ خلاف اوس کا مفہوم ہوتا ہے مگر اس کی توجیہ کئی طور سے کتب میں بجائے خود مذکور ہے۔ اس مقام پر صرف اسی قدر مقصود ہے کہ منع فرمانا آنحضرت ﷺ قرأت فاتحہ سے مطلق صلوۃ میں ثابت ہے

فی المشكوة و عن ابی هريرة قال قال رسول الله انما جعل الامام ليؤتم فاذا كبر فكبروا و اذا قرأ فانصتوا۔ رواه ابو داؤد و النسائی و ابن ماجه فی المرقاة و فی الموطا مالك عن نافع عن ابن عمر انه كان لا يقرأ خلف الامام و رواه ابن عدی عن ابی سعيد الخدری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و روی الطبرا نی فی ا لا وسط عن حد یث ابن عباس یر فعه و روی الطحاوی فی شر ح ا لآ ثار انه سئل عن عبد الله بن عمر و زید بن ثا بت و جا بر بن عبد الله قا لوا لا یقرأ خلف الا ما م فی شیء من الصلوة

و عن ابن عمر و البیا ضی قا لا قا ل رسو ل رسو ل الله ﷺ انّ المصلّی ینا جی ر بّه فلینظر ما ینا جیه و لا یجهر بعضکم علی بعض فی القر آ ن

و ایضاً فی المو طا ما لك عن نا فع ان عبد الله بن عمر کان اذا سئل هل یقرأ ا حد خلف ا لا ما م قا ل اذا صلی ا حد کم خلف ا لا ما م فحسبه قراء ة ا لا ما م و اذا صلی و حده فلیقرأ قا ل و کا ن عبد الله بن عمر لا یقرأ خلف ا لا ما م۔

ان اکثر روایات سے منع قرأت سورہ فاتحہ کا صلوۃ جہریہ وسریہ میں عموماً ہوتا ہے۔ رہا یہ امر کہ حالت سکتہ میں مقتدی سورہ فاتحہ کو ادا کرے، جیسا کہ شافعیہ کا معمول ہے، تو اس صورت میں تنازع قرآن کا لازم نہ آوے گا۔ پس اس موقع کے مقرر کرنے کے واسطے حدیث قولی یا فعلی کی سند درکار ہے، صرف رائے کافی نہیں (اس رسالہ کے آخر میں دیا گیا نوٹ نمبر ۲ ملاحظہ فرمائیں جو مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی حسن البیان میں بجواب علامہ شبلی نعمانی آیت و اذا قری ء القر آ ن سے استدلال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ بہاء)

سوال پنجم: آنحضرت ﷺ یا باری تعالی کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

جواب: خداوند تعالی قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

فا سئلوا اهل الذ کر ان کنتم لا تعلمو ن

اس آیت کا صریح مستفاد ہے کہ کل مکلفین کا دو فریق میں حصر ہے یا تو اہل ذکر ہیں، یا وہ لوگ جن کو علم اور تحقیق حاصل نہیں۔ سوا ان کے تیسرا فریق پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں جن لوگوں کو بذات خود ادلہ تفصیلیہ سے مسائل فرعیہ کے تحقیق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی قدرت نہیں، اون لوگوں کو اہل ذکر یعنی ارباب تحقیق سے سوال وتحقیق کرنا واجب ہے، اورصرف اخبار اور آثار پر ان کو عمل کرنا جائز نہیں۔ جس کو اہل ذکر تصور کریں اور اوس کے اہل ذکر ہونے پر اعتماد ہو، اوس سے تحقیق کر کے عمل کریں۔

اور یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ ہر ادنی واعلی تھوڑا سا علم حاصل کر کے مدعی ہو کہ میں اہل ذکر ہوں۔ اس لئے کہ اہل ذکر کی لفظ لغتاً صاف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اوس کو اپنی اوس تحقیق پر اطمینان ہونا چاہیے، ورنہ ایسا شخص جس کو اطمینان کامل حاصل نہیں ہوسکتا اوس کو لغتاً متردد کہیں گے نہ اہل ذکر۔ اور ایسا اطمینان بدون احاطہ کتاب وسنت اور ادراک تفصیلات ناسخ ومنسوخ اور نص وماوّل وغیرہ کے ناممکن ہے۔

دوسری آیت کریمہ جس سے صاف اور صریح مضمون وجوب تقلید کا مستفاد ہے اور راقم سطور نہایت شکر اپنے پروردگار کا ادا کرتا ہے کہ ایسی شورش کے وقت میں اپنے ہی کلام پاک سے ایک ایسا مضمون میرے دل پر القاء فرمایا ہے جس نے کسی دوسری سند وحجت کی طرف محتاج نہ رکھا اور جملہ بحث اور اختلافات سے مستغنی کر دیا اور امید رکھتا ہوں کہ جو لوگ حق پرست اور انصاف دوست ہیں اون کو یہ آیت کریمہ کافی ہوگی اور دوسری تحقیقات سے اون کو مستغنی کر دے گی وہ آیت کریمہ یہ ہے:

و اذا جاء هم امن من الا من او الخوف اذا عوا به ۔ و لو ردوه الى الرسول و الى اولى الا مر منهم لعلم الذين يستنبطونه منهم و لو لا فضل الله عليكم و رحمته لا تبعتم الشيطان الّا قليلاً ۔

مولوی عبدالقادر صاحب قدس سرہ موضح القرآن میں اس آیت کے فائدہ اور شان نزول میں یہ لکھتے ہیں:

یعنی کہیں سے کچھ خبر آوے تو اول پہنچاوے سردار تک اور اون کے نائبوں تک جب وہ صحیح کر لیں اور اوسپر بنا رکھیں تب آپ اوس پر عمل کرے حضرت ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم سے زکوۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اس نے سمجھا کہ نکلے میرے مارنے کو اولٹا پھر آیا اور شہر میں مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہوگئی ہنوز حضرت ﷺ تک خبر نہ پہنچی کہ شہر میں شہرہ ہوا۔ اس قسم کی ہر خبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے تحقیق اور بغیر خبر سر دار کے مشہور کرنے لگے اور وہ خبر آخر غلط نکلی۔

اس آیت کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ کسی خبر پر عمل ہرگز جائز نہیں، بلکہ اوس کے استنباط اور تحقیق کرنے والے کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اور احادیث بھی کل اخبار ہیں۔ پس ضرور ہوا کہ اوس کے مستنبطین سے جس کو جمہور نے استنباط میں مسلّم کیا ہو تحقیق کرنا ضرور ہے۔ صرف خبر و حدیث سن کر عمل کرنا شیطان کا اتباع کرنا ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ استنباط اور تحقیق کے واسطے بہت سے اسباب درکار ہیں اون میں سے یہ بھی ہے کہ جس وقت کی وہ خبر ہو مستنبط بھی اوس موقع اور اوس زمانے میں موجود ہو۔ اور اگر یہ بات حاصل نہ ہو، تو ایسے لوگوں سے جن کو حضوری اوس موقع کی حاصل ہو اتصال و قرب رکھتا ہو۔ تو اول یہ مرتبہ استنباط اور تحقیق کا صحابہ کو حاصل تھا کہ جس امر میں اون کو شک گذرتا خود آنحضرت ﷺ سے اوس کو تحقیق کرتے۔ بعد اوس کے تابعین اور تبع تابعین کو بوجہ قرب و اتصال اون کے استنباط اور تحقیق کا موقع بہ نسبت اپنے مابعد کے بخوبی حاصل تھا، اور لغت اور محاورات زمان نبوت سے بھی آگاہ تھے۔ ان کے بعد والوں کو بسبب بعد زمانہ کے اور تغیر محاورات کے کہ اکثر بدلا کرتے ہیں، یہ امر حاصل نہیں۔ اور خود آنحضرت ﷺ نے ان طبقات کی کیفیت کی گواہی بھی دی ہے کہ

خیر القرو ن قر نی ثم الذین یلو نھم ثم الذین یلو نھم

اس صورت میں ان طبقات کے لوگوں سے بہتر کون مستنبط اور محقق ہوگا۔ اور مجتہدین اربعہ بھی یا تابعین ہیں یا تبع تابعین ہیں، اور ان کے استنباط اور تحقیق کی اوس عصر خاص میں اور بعد اوس کے بھی کسی نے انکار نہیں کی، بلکہ اون کو اس باب میں مسلّم رکھا ہے۔ پس یہ لوگ بہر حال اقتداء اور تقلید کے واسطے اوروں سے لامحالہ مقدم اور افضل ہوں گے، اور عوام کو ہر خبر و حدیث کا ان سے تحقیق کرنا واجب ہوگا۔

یہ ہم نہیں کہتے کہ طبقات ثلاثہ میں صرف یہی چار مجتہد اس منصب کے موجود تھے اور سوا اون کے کسی کی تقلید جائز نہیں۔ بلکہ اوس عہد میں بہت سے مجتہد اور محقق موجود تھے، لیکن چونکہ کسی نے اپنے استنباط کو مجتمع اور مولف نہیں کیا، اس وجہ سے ہم کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی تقلید ممکن نہیں۔ بخلاف مجتہدین اربعہ کے کہ ان کی تحقیقات مدون اور مرتب ہے۔ان وجوہ سے ہم کو ان کی تحقیقات کی پیروی کے بدون چارہ نہیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیت کریمہ سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کو کسی مستنبط اور محقق سے تحقیق کرنا چاہیے، تو ہم مسلم اور بخاری وغیرہ محدثین کو مستنبط قرار دے کر اون کی پیروی کر سکتے ہیں۔

تو اوس کا جواب یہ ہے کہ مسلم اور بخاری وغیرھم محدثین اگر چہ فی نفسہ مستنبط ہوں، لیکن انہوں نے بھی اپنی تحقیقات اور استنباط کو جمع نہیں کیا، اور یہ صحاح اور کتب حدیث بطور اخبار کے جمع کی ہیں۔ اور اون میں ناسخ ومنسوخ منصوص وماٴول محکمات و متشابہات سب کچھ موجود ہیں۔ بدون محقق سے دریافت کرنے کے اوس سے عوام کو ادراک مقصود مشکل ہے۔ اس وجہ سے ان حضرات کے استنباط اور تحقیقات پر بھی عمل کرنا غیر ممکن ہے۔

اور کل محدثین کا منصب صرف اسی قدر ہے کہ احادیث کو اون کی اسناد صحیحہ کے ساتھ فراہم کر دیں، اور اوس سے استنباط کرنا اور احادیث متعارضہ کو باہم مطابقت دینا یہ خاص مجتہدوں کا کام ہے۔ اور اگر کسی میں یہ دونوں امر جمع ہو جائیں تو نور علی نور۔

اور محدثین اور مجتہدین کی مثال بعینہ عطار اور طبیب کی ہے کہ عطار صرف اشیاء کے جید اور عمدہ ہونے کا مدعی اور ذمہ وار ہے، اور اون اشیاء کے طرق استعمال اور منافع اور مضار کا ادراک اوس کو ضرور نہیں۔ یہ طبیب کا کام ہے۔ اور یہ ان امور کا ذمہ وار ہے۔

اس موقع پر ایک حکایت یاد آئی جو شیخ محمد شامی نے کہ شاگرد امام سیوطی کا ہے عقود الجمان فی مناقب النعمان میں نقل کی ہے کہ

> کسی سائل کو اسحاق بن راہویہ محدث نے کسی مسئلہ میں اپنے اجتہاد سے جواب دیا، جو اور فقہاء کے مخالف تھا۔ اور پھر اوس سائل نے امام ابو یوسف سے بھی اوسی مسئلہ کا سوال کیا، تو انہوں نے اسحاق بن راہویہ کے خلاف جواب دیا۔ چنانچہ اسحاق بن راہویہ نے، جو استاد حدیث ہے، امام ابو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسف کو بلا کر اس جواب کی دلیل پوچھی۔ انہوں نے کہا کہ

حد ثنا اسحاق بن را ھو یہ کذا و کذا۔

پھر اسحاق بن راہو یہ نے پوچھا کہ آیا اس حدیث کو تو باب میں حجت لاتا ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا، ہاں۔ تو اسحاق بن راہو یہ نے جواب میں کہا کہ یہ حدیث مجھ کو اوس وقت سے یاد ہے کہ تیرا باپ تیری ماں سے مقارن نہ ہوا تھا، مگر مجھ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ حدیث اس باب میں ہے۔ (رسالہ ہذا کی نقل کے بعد دیا گیا نوٹ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

غرض یہ کہ جب خود محدث استنباط مطلب میں اپنی حدیث مرویہ سے بعض جگہ قاصر ہو تو عامی کا کیا ذکر۔ اگر یہ کہا جاوے کہ قرون ثلاثہ میں بعد استماع حدیث کے پھر کوئی تقلید کو روا نہیں رکھتا تھا پس اگر تقلید واجب ہوتی تو یہ لوگ کیوں کر ترک کرتے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اوس زمانے میں بسبب قرب زمان نبوت کے اکثر لوگ خود قدرت تحقیق اور استنباط کی رکھتے تھے اس واسطے ان کو تقلید نا روا تھی۔ بخلاف قرون بعیدہ کے کہ اون کو اسباب استنباط اور تحقیق کے مفقود ہو گئے اور جو لوگ اوس زمانے میں تھے محض عوام تھے وہ مسائل محققوں سے پوچھ ہی کر عمل کرتے تھے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف فی اسباب الاختلاف میں فرماتے ہیں

قد تواتر عن الصحابہ و التابعین انھم کانوا اذا بلغھم الحدیث یعملون بہ غیر ان یلاحظوا شرطاً و بعد المأتین ظھر فیھم التمذھب بمجتھدین باعیانھم و قلّ من کان لا یعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ و کان ھذا ھو الواجب فی ھذا الزمان .. الی آخر الفصل مع دلائلہ

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

فان قلت کیف یکون شیء واحد غیر واجب فی زمان و واجباً فی زمان آخر مع ان الشرع واحد فلیس قولک لم یکن الا قتداء بالمجتھد المستقل واجباً ثم سار واجباً الا قولاً متناقضاً متناقیاً قلت الواجب الا صلی ھو ان یکون

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی ا لا مة من یعرف ا لاحکا م الفر عیة من ادلتها التفصیلیة اذ علی ذلك اهل الحق و مقد مة الوا جب وا جبة فا ذا کا ن للوا جب طرق متعددة و جب تحصیل طر یق من تلك الطرق من غیر تعین و اذا تعین له طر یق وا حد و جب ذلك الطر یق بخصو صه اذا کما کا ن ر جل فی مخمصةٍ شد یدة یخا ف منها الهلا ك و کا ن لد فع مخمصة طرق من شرا ء الطعا م و التقا ط الفوا که من الصحرا ء و ا صطیا د ما یتفو ت به وجب تحصیل شیء من هذه الطرق لا علی التعین فا ذا وقع فی مکان لیس هنا ك صید و لا فوا که و جب علیه بذ ل الما ل فی شرا ء الطعا م و کذ لك کا ن للسلف طر یق فی تحصیل هذا الوا جب و کا ن الوا جب تحصیل طر یق من تلك الطرق لا علی التعیین ثم انسدت تلك الطرق ا لا طر یق وا حد فو جب ذلك الطر یق مخصو صة و کا ن السلف لا یکتبو ن الحد یث ثم صا ر یو منا هذا کتا بة الحد یث وا جبة لا ن روا یة الحدیث لا سبیل لنا الیو م ا لا بمعرفة هذا الکتب و کا ن السلف لا یشتغلو ن بالنحو و ا للغة و کا ن لسا نهم عر بیاً لا یحتا جو ن الی هذا الفنو ن ثم صا ر یو منا هذا معرفة اللغة واجبة لبعد العهد عن العر ب ا لا ول و شوا هد ما نحن فیه کثیرة جداً و علی هذا ینبغی ان یقا س و جو ب التقلید للامام بعینه فا نه قد یکو ن وا جباً و قد لا یکو ن وا جباً فا ذا کا ن انسا ن جا هلاً و جب علیه ان یقلد بمذ هب ابی حنیفه یحر م علیه ان یخر ج من مذ هبه لا نه حینئذ یخلع من عنقه ربقة الشر یعة و یبقی سدیً مهملاً بخلاف ما اذا کا ن فی الحرمین فا نه تیسّر له هنا لك معرفة جمیع المذا هب و لا یکفیه ان یا خذ با لظن من غیر ثقة و لا ان یا خذ من السنة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العوا م و لا ان یأخذ من کتا ب غیر مشهور کما ذکر فی النهر الفا ئق شر ح کنز الدقا ئق

اور ہماری اس تقریر سے یہ بات بخو بی ثا بت ہوئی کہ ہم اس امر کے مدعی نہیں کہ خواہ مخواہ ابوحنیفہ یا شافعی وغیرھما کی تقلید پر حصر کریں بلکہ یہ حصر ہو جانا اتفاقی ہے کہ جو اسباب تحقیق اور استنباط کے اون لوگوں کے واسطے فراہم ہوئے کسی کے واسطے نہیں ہوئے۔ اور اگر بالفرض یہ اسباب دوسرے کے لئے فراہم ہو جائیں تو وہ بھی مثل ان کے قرار پا سکتا ہے لیکن ظاہرا یہ بات بسبب بعد زمان رسالت اور عرب اول کے محال اور دشوار معلوم ہوتی ہے اور اس بحث کو رسالہ انصاف میں بہت عمدہ طور پر لکھا ہے۔

ان آیات مذکورہ بالا سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے کہ جن کو خود استعداد تحقیق کی نہیں اون کو محققوں کی طرف رجوع کرنا واجب ہے اور اوس کے رو سے دو ہی فریق قرار پائے یا محقق یا مقلد اور آغاز زمان نبوت سے بارہ سو برس تک اس امر پر اجماع اور اتفاق رہا یا تو بعضے لوگ جو آپ کو محقق سمجھتے تھے تقلید سے کنارہ کش رہے یا جو لوگ اس مرتبہ کے نہ تھے وہ ان کی تقلید کرتے رہے۔ کسی کتاب و تاریخ سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ کسی ادنی و اعلی نے صرف حدیث کو سن کر آپ کو عامل بالحدیث قرار دیا ہو اور ربقہ تقلید سے باہر نکلا ہو۔ یہ نزاع صرف تیرہ صدی میں پیدا ہوئے (یعنی غیر محقق اور مجتہد) اور وہ بھی ہندوستان میں کہ ایک گروہ خاص نے طریق جمہور مومنین کو چھوڑ کر باوصف عدم علم و تحقیق کے آپ کو عامل بالحدیث قرار دیا ہے اور فقہ کو مطروح فی الطریق سمجھتے ہیں باوجودیکہ صحاح اور دیگر کتب حدیث میں التزام طریقہ جمہور مومنین کے باب میں سینکڑوں حدیث بہت تاکید اور تشدد کے ساتھ موجود ہیں اور دو چار اون میں سے نقل کرتا ہوں

فی المشکوة عن ابن عمر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ان الله لا یجمع امتی او قا ل امة محمدٍ علی الضلا لة و ید الله علی الجما عة و من شذ شذ فی النار روا ه الترمذی

و عنه اتبعوا السوا د ا لا عظم فا نه من شذ شذ فی النار رواه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن ما جه من حد یث انس

و عن معا ذ بن جبل الشیطا ن ذئب ا لا نسا ن کذ ئب لغنم یاخذ الشا ۃ و القا صیة و التا حیة و ایا کم و الشعا ب و علیکم بالجما عة و العا مة روا ہ ا حمد

و عن ابی ذر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ من فارق الجما عة شبراً فقد کلع ربقة ا لاسلا م من عنقه رواہ ا حمد و بو دا ؤد

(تاریخ اہل حدیث جلد اول میں مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر بعنوان، سواد اعظم، نقل کی گئی ہے، من شذ شذ فی النار اور سواد اعظم وغیرہ کا معاملہ سمجھے کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہوگا۔ بہاء)

سوال ششم: ظہر کا وقت دوسرے مثل کے آخر تک باقی رہنا۔

جواب: صورت اس مسئلہ کی یوں ہے کہ کتب فقہ سے ثابت ہے کہ ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں دو روایت ہیں۔ ایک مطابق آئمہ ثلاثہ کے، یعنی ایک مثل سایہ تک اور دوسری روایت سے دو مثل سایہ تک ظہر کا وقت مستفاد رہتا ہے۔ مگر بعض علمائے حنفیہ اور صاحبین نے روایت اول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو مفتی بہ رکھا ہے۔ اس صورت میں کوئی الزام حنفیہ کی جانب عائد نہیں ہوتا، اور نہ ہم کو اس بات میں کچھ اصرار ہے۔ اور جو لوگ روایت ثانیہ کو معتبر جانتے ہیں، بعضے ان میں سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے

ابر دوا با لظهر فا ن شدة الحر من فیح جهنم۔

اور یہ حدیث بطریق متعدد صحیحین و دیگر صحاح وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے

وفی الهدا یه و اشد الحر فی دیا ر هم فی هذا الوقت

اور تحقیق اس امر کی کہ آیا شدت اس ملک میں کس وقت ہوتی ہے اب بھی ممکن ہے اس میں استدلال حدیث وقرآن کا ضرور نہیں

فی المو طا ما لك عن ربیعه بن ابی عبد الر حمن عن القا سم بن محمد انه قا ل ما ادر کت الناس ا لا و هم یصلو ن بعشی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی آخر النہار محلی اور یہ وقت بھی بدون گذرنے ایک مثل سایہ کے بلکہ بدون اتصال مثلین کے پایا نہیں جاتا چونکہ ان احادیث میں صریحاً وقت کا مذکور نہیں ہے، اس وجہ سے راقم سطور اس کو قابل اطمینان نہیں سمجھتا اور نہ کوئی دوسری حدیث اس بارے میں نظر سے گذری۔ لیکن اس سے یہ ضرور نہیں کہ فی الحقیقت کوئی حدیث اس باب میں وارد ہی نہیں، بلکہ شاید علماء جواب قابل اطمینان تحریر فرما سکیں۔ محرر سطور اس باب میں اپنا عجز ظاہر کرتا ہے اور روایت اول کو راجح جانتا ہے لیکن عصر کی نماز اگر مطابق روایت ثانیہ کے ادا ہو تو احتیاط سے اقرب معلوم ہوتی ہے۔ چنانچہ موطا میں موجود ہے

فی الموطا مالك عن یزید بن زیاد عن عبد الله بن رافع مولی ام سلمه زوج النبی ﷺ انه سأل ابا هریرة عن وقت الصلوة فقال ابو هریره انا اخبرك صل الظهر اذا كان ظلك مثلك و العصر اذا كان ظلك مثلیك و المغرب اذا غرب الشمس و العشاء و صل الصبح بغیش یعنی الغلس

سوال ہفتم: عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروں اور جبریل کا مساوی ہونا۔

جواب: حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ جو قائل ہیں الایمان لا یزید و لا ینقص اوس سے غرض یہ ہے کہ ایمان سے مراد تصدیق اور اذعان ہے جس کو ہم اپنے محاورے میں یقین سے تعبیر کرتے ہیں اور اعمال وغیرہ اس نفس ایمان سے علیحدہ ہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے بھی یہی مستفاد ہے

فی المشكوة عن انس ان النبی ﷺ و معاذ ردیفه علی الرحل قال یا معاذ، قال لبیك یا رسول الله و سعدیك ثلاثاً ،قال ما من احد یشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله صدقاً من قلبه الا حرمه الله علی النار۔ قال یا رسول الله ﷺ افلا اخبر به الناس فتبشروا ۔قال اذا یتكلوا۔ فاخبر بها معاذ عند موته باثماً ۔متفق علیه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق ہی سے مراد ہے اور اقرار لسانی خلف ہے تصدیق قلبی کا احکام ظاہر میں اور باقی ارکان اربعہ جس کو اعمال سے تعبیر کرتے ہیں اس حدیث کے موافق نفس ایمان میں داخل نہیں اور اس نفس ایمان میں کم وبیشی کو گنجائش نہیں اس واسطے یقین کا مقابل شک ہے اور ان دونوں کے درمیان میں واسطہ نہیں یا تو یقین حاصل ہوگا تو کہیں گے کہ فلاں مومن ہے اور اگر یقین حاصل نہیں تو شک کی حالت میں ہوگا اور ایسے شخص کو ایمان سے خارج سمجھیں گے یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخص کو تھوڑا یقین ہے اور فلاں کو اوس سے زیادہ اور یہ بات ویسی ہی ہے کہ کسی چیز کو کہیں تھوڑی گول اور بہت گول اس لئے کہ نفس الامر کی راہ سے یا تو وہ چیز گول ہوگی یا گول نہ ہوگی۔ تھوڑا اور بہت گول ہونا کیا معنی۔ اور جب ایمان کے معنی یہ قرار پائے تو کہہ سکتے ہیں کہ عام وخاص اس مرتبہ میں مساوی ہیں اور اس آیت کریمہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہے۔

آ من الرسو ل بما انز ل الیه من ر به و المو منو ن کل آ من باالله و ملا ئکته و کتبه و رسوله لا نفرق بین ا حد من رسله۔

کل کا لفظ جو واسطے احاطہ افراد کے ہے اس بات پر شاہد ہے کہ خود آنحضرت ﷺ وجمیع مومنین خاص وعام خواہ طبقہ اعلی صحابہ سے ہوں یا تابعین سے ارباب کشف ہوں یا ارباب ظاہر سب نفس ایمان میں درجہ مساوات کا رکھتے ہیں اور کل آ من کے درجات استغراق میں داخل ہیں باوجودیکہ یہ طبقات ایک دوسرے سے افضل اور درجات میں متفاوت ہیں اور یہ تفاوت اور فضل باعتبار خلوص اعمال اور کیفیات ایمانیہ کے ہے یا بلحاظ مراتب تفصیلیہ ایمان کے کہ اوس سے عوام کو بہرہ نہیں نہ باعتبار نفس ایمان کے کہ جس کو ہم اذعان اور یقین سے تعبیر کرتے ہیں اور ایمان اور اس کی کیفیات اور نتائج کا جدا ہونا اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہوتا ہے

اذ قا ل ابرا هیم رب ار نی کیف تحی المو تی قا ل او لم تؤمن قا ل بلی و لکن لیطمئن قلبی

اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور چیز ہے اور اطمینان اور چیز ہے اور باہم ایمان انبیاء ودیگر خواص امت میں جو فرق اور تفاوت ہے باعتبار مراتب اطمینان اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلت و کثرت خلوص اعمال اور حصول ثمرات اور نتائج ایمانیہ کے ہے نہ نفس ایمان کے اعتبار سے، اور اس کی مثال بعینہ یہ ہے کہ جیسا نفس رسالت اور مدارج رسالت میں فرق ہے ایک جا فرمایا

لا نفرق بین ا حد من رسله

اور دوسرے مقام میں ارشاد ہوا

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔

اور اس آیت سے بھی مساوات ایمان خاص و عام کی مستفاد ہوسکتی ہے کہ خداوند تعالی جل شانہ منافقین سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ

آ منوا كما آ من الناس

اس واسطے کہ مامور بہ اور مشبہ بہ کا اس جگہ متعین ہونا چاہیے تاکہ بموجب اس کے تعمیل واقع ہو پس اگر ایمان ناس جو مامور بہ اور مشبہ بہ ہے مختلف ہو تو تکلیف ما لا یطاق لازم آئے گی حالانکہ وہ از روئے آیت لا یكلف الله نفساً الا وسعها کے جائز نہیں، اس واسطے کہ کسی فرد انسان کو تمام ناس کے ایمان کے مثل ایمان حاصل کرنا غیر ممکن ہے اور اگر ایمان فرد غیر معین کا مراد ہو تو اوس کے بے متعین ہوئے کیونکر مخاطب مجہول کی تعمیل پر قادر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ناس سے غرض وہی نفس ایمان ہے جو کل ناس میں مشترک ہے اور وہی مخاطبین سے مطلوب ہے اس واسطے کہ منافقین جو یہاں مخاطب ہیں اگرچہ ظاہرا اعمال میں مثل مومنین کے پابند تھے لیکن اون سے وہ امور صادر ہوتے تھے جو یقین کے منافی تھے اور ہر امر میں آنحضرت ﷺ کی تصدیق نہیں کرتے تھے اسی پر اون کی طرف یوں خطاب فرمایا۔ اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا فی الحقیقت اور مجتہدوں کے اقوال سے منافات نہیں رکھتا صرف نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ ایمان کو اگر اذعان وتصدیق قرار دیں تو بدیہی بات ہے کہ یہ قابل تقسیم نہیں ہے اور کم و زیادہ کے قابل نہیں اور اگر اعمال اور کیفیات کو شریک کریں تو بے شک کمی و زیادتی کو گنجائش ہے اور امام ابوحنیفہ اول ہی مراد رکھتے ہیں۔ اور ایسے بدیہی امر کے واسطے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ انہیں چیزوں کی تعلیم کے واسطے مبعوث ہوئے جس میں نظر اور فکر کی حاجت ہے یا کسی قدر متنبہ کرنے کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے تو نہ بدیہی باتوں کی تعلیم کے واسطے کہ اس کو ادنی و اعلی سمجھ سکتا ہے اس صرت میں اس مقدمے میں آپ کا کوئی حدیث فرمانا عبث اور تحصیل حاصل تھا بلکہ آپ کی کسر شان تھی۔ (نوٹ نمبر۴ ملاحظہ فرمایئے جو اس مسئلہ پر حضرت مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی تحریر کا اختصار ہے جو انہوں نے علامہ شبلی نعمانی کی سیرۃ النعمان میں واقع ایسے مضمون کے جواب میں لکھی تھی۔ بہاء)

سوال ہشتم: قضا کا نافذ ہونا ظاہر و باطن پر۔

جواب: یہ مسئلہ فی الحقیقت مختلف فیہ بین العلماء ہے بعضے ظاہر و باطن میں نفاذ کے قائل ہیں، بعضے نہیں۔ اس صورت میں حنفیہ پر اس سوال کا وارد کرنا بھی بجائے خود نہیں خیر چونکہ سوال لکھا گیا تو جواب ضرور ہوا۔ جو لوگ ظاہر و باطن میں قضا کے نفاذ کے قائل ہیں ان کے واسطے اس سے زیادہ کیا دلیل ہوگی کہ

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

اس آیت کریمہ کی رو سے تعمیل حکم حاکم اور قاضی کی فریقین پر واجب ہے مثلاً ایک فریق کو شئے مدعا بہا سے محروم کر کے اوس کے تصرف سے ممنوع کیا تو اب اوس کو اوس چیز کا تصرف میں لانا کسی حیلہ سے سوا اس کے کہ خود فریق ثانی متصرف کرادے جائز نہ ہوگا اور فریق ثانی کو شئے مذکور پر روئداد کے صحیح ہونے کی شرط پر تصرف کا مجاز کیا ہے اور یہ مشروط کرنا روئداد پر بنا رکھنے سے خود ظاہر ہے۔ پس یہ شخص اوس چیز کو تصرف کرنے کا اوس شرط کے ساتھ مجاز ہوگا نہ بدون اس کے بہر حال تعمیل دونوں پر بموجب حکم کے واجب ٹھہری۔ اور جس امر کا وجوب بموجب نص قرآن کے ثابت ہو اوس میں حرمت کا کیا ذکر، اور ظاہراً اور باطناً اوس کے نفاذ میں کیا تامل۔ اور یہی حکم اس آیت کریمہ سے بھی مستفاد ہے

و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضی اللہ امراً و رسولہ ان یکون لھم الخیرة من امرھم (الاحزاب:۳۶)

جب فریقین کو سوائے تعمیل حکم قضا کے کچھ اختیار ہی باقی نہ رہا تو اب اس کا بجالانا اوس کے حق میں حرام کیوں کر ہوگا اور یہ بھی واضح ہو کہ مقصود اس فریق کا ظاہر و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باطن کے نفاذ سے اسی قدر ہے کہ جو امور قضائے واجبی پر مرتب ہوتے وہی امور بعینہ قضائے غیر واجبی پر بھی مرتب ہوں گے۔

مثلاً اگر ایک کی جورو موافق روئداد ظاہر کے دوسرے کو دلوا دی، تو اب اوس کی اولاد کو ولد الزنا نہ کہیں گے۔ یا کسی کا مال کسی کا دلوا دیا، اور اوس شخص نے وہ مال دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا، تو مشتری مالک قرار پائے گا، اور خود اوس کے نفس کے واسطے جو وہ مال طاہر نہیں ہے۔ اور احادیث متعددہ سے یہ امر مستفاد ہے۔ اوس کی وجہ یہ ہے کہ قضا قاضی کی صرف معاملہ ظاہری کی نسبت صادر ہوئی ہے اور اسی قدر ظاہراً و باطناً نافذ ہوگا نہ معاملہ اخروی کی نسبت پس جو گناہ و معصیت کہ ظلم یا شہادت زور کے سبب سے کسی فریق کی نسبت ثابت ہوا ہے مواخذہ اوس کا بدستور قائم رہے گا اور چونکہ وہ مال بسبب ظلم وغیرہ کے حاصل کیا گیا ہے اس واسطے اوس کے حق میں اوس کی طہارت متصور نہ ہوگی اور فقہائے حنفیہ اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ یہ مال اوس کے حق میں حلال ہو گیا بلکہ جو چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ولی کو سوائے حفظ کے اور کسی قسم کی ولایت حاصل نہیں اوس کو قضا بالخطا کی صورت میں فریق مقضی لہ کے حق میں حلال نہیں سمجھتے۔ رہا اون امور میں جن میں ولی کو عقد و فسخ کا اختیار دیا گیا ہے جیسے نکاح و طلاق و بیع و اقالہ ایسی صورت میں ایسا سمجھنا چاہیے کہ قاضی فریقین کے جانب سے ولی یا وکیل ہے اور دونوں نے اس امر کا اوس کو اختیار دیا ہے کہ جواز روئے روئداد مقدمہ کے قاضی کی رائے میں آوے اوس پر ہم دونوں فریق راضی ہیں اس صورت میں ولایتاً یا وکالتاً ایک جانب سے طلاق اور دوسری جانب سے عقد نکاح کا قاضی کو اختیار حاصل ہوگا وظاہر و باطن میں نفاذ اوس کا بدون کسی محظور شرعی کے ہو جاوے گا جب یہ صورت ہوئی تو اب وکیل جدید کی کیا حاجت باقی رہی۔ اور علاوہ اس کے خود سلطان و قاضی کو ولایت حاصل ہے

فی الموطاء مالك انه بلغه عن سعيد بن المسيب انه قال عمر بن الخطاب لا تنكح المرأة الا باذن وليها او ذى الرأى من اهلها او السلطان۔

اور مسئلہ قذف و لعان میں قضا کا ظاہراً و باطناً موثر ہونا تو صریحاً قرآن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مستفاد ہو اور منجملہ اون آیات و احادیث کے جو التزاماً ظاہر و باطن میں نفاذ قضا پر دلالت کرتے ہیں اون میں سے دو ایک آیت کریمہ یہ ہیں

یا ایھا الذین آ منوا لا تقو لوا لمن القی الیکم السلا م لست مومناً۔

حدیث شریف میں ہے

من صلی صلا تنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذ لك المسلم الذی له ذمة الله و ذمة رسو له فلا تحقروالله فی ذمته روا ہ البخاری

عن انس قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ثلا ث من اصل الا یما ن الکف ممن قا ل لا اله ا لا الله لا تکفره بذ نب و لا تخر جه عن ا لاسلا م الحد یث روا ہ ابو دا ؤد ۔

اور سوا اوس کے احادیث کثیر اس مضمون کی وارد ہیں کہ عند الفقہاء ظاہر شعار اسلام معتبر ہے اور بمو جب اوس کے قضا کا حکم جاری ہوگا اس صورت میں مثلاً فرض کریں کہ کوئی اون میں سے حقیقت میں ایمان نہ رکھتا ہو تو اوس کی نسبت صرف حکم اسلام کا باعتبار ظاہر کے ہوگا اور یہ حکم بالخطا ہے باوجود اوس کے نفاذ اس کا ظاہراً و باطناً کامل طور پر ہوگا نکاح وطلاق وعتاق وغیرہ جمیع معاملات ایسے شخص کے صحیح ہوں گے اولاد اس کی مسلم گنی جائے گی، نماز میں امامت اس کی جائز ہوگی، اور بعد مرنے کے نماز جنازہ سب پر فرض ہوگی۔ پس ہرگاہ ایسے عمدہ معاملہ میں یعنی دینیات میں قضا کا یہ اثر پیدا ہوا تو معاملات دنیویہ میں اگر مؤثر ہو تو کیا مستبعد ہے۔

سوال نہم: جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کر کے اوس سے صحبت کرے تو اوس پر حد شرعی جو قرآن وحدیث میں وارد ہے نہ لگانا۔

جواب: حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ قرآن میں نکاح کا حرام ہونا ماں بہن وغیرہ سے بیشک مذکور ہے حر مت علیکم امھا تکم و بنا تکم لیکن اون سے نکاح کرنے کی صورت میں حد کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں اور حد ایسی چیز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جو اجتہاد سے قرار دی جائے پس اس صورت میں حد نہ جاری کرنے کے باب میں سند کی کیا حاجت ہے اگر یہ کہا جائے کہ یہ صورت بھی الزا نیة و الزا نی کے تحت میں داخل ہے تو نزاع لغت ومحاورہ کی طرف رجوع کریں گے اس لئے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک زنا کی تعریف میں یوں ہے

الز نا و طی فی قبل خا ل عم ملك و شبهة

اس صورت میں جو نکاح محرمات سے واقع ہوگا وہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ شخص باوجود علم اس تحریم کے اس فعل کو حلال جانتا ہے، تو ایسا شخص مرتد قرار پائے گا اور قتل اوس کا واجب ہوگا۔ یا بسبب بے علمی کے مثل مجوس وغیرہ کے اوس کے جواز کا معتقد ہوگا، تو یہ صورت شبہ میں داخل ہے۔ اور تعریف زنا سے خارج، اور بطور نکاح کے اس فعل کے مرتکب ہونے میں قرینہ شبہ کا موجود ہے۔

ہاں امام شافعی کے نزدیک تعریف زنا کی یہ ہے

هو سفح ما ء محر م فی محل مشتهی محر م

اس تعریف کی رو سے البتہ یہ صورت بھی زنا میں داخل ہے۔ اس صورت میں یہ مسئلہ لغت ومحاورہ سے متعلق ہوگا، نہ فقہ وحدیث سے۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ حدود میں جہاں تک ہو، اغماض کرنا احادیث سے مستحسن ثابت ہوتا ہے، تو اگر ابوحنیفہ نے اس مقام پر شبہ کو ترجیح دے کر حد سے معاف رکھا تو کیا مضائقہ ہے

فی المشکوة قا ل رسو ل الله ﷺ ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فا ن کا ن له مخر ج فخلوا سبیله فا ن کا ن الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقو بة رواه الترمذی۔

و فی المو طا ما لك عن یحی بن سعید بن المسیب ان ر جلاً من اسلم جا ء الی ابی بکر الصدیق فقا ل له ان ا لا خر زنی فقا ل له ابو بکر ا ذ کر ت هذا لا حد غیری۔ فقا ل لا ۔فقا ل ابو بکر فتب الی الله و تستر و یستر الله فا ن الله یقبل التو بة عن عبا ده۔ فلم تقرره نفسه حتی اتی عمر بن الخطا ب، فقا ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

له مثل ما قا ل لا بی بکر۔ فقا ل له عمر مثل ما قا ل ابو بکر۔ فقا ل فلم تقروه نفسه حتی اتی الی رسو ل الله ﷺ ۔فقا ل له ان ا لآ خر ز نی۔ قا ل سعید فا عرض عنه رسو ل الله ﷺ ثلاث مرا ت، کل ذ لك یعرض عنه رسو ل الله ﷺ حتی اذا کثر علیه .. الی آ خر الحد یث

اوراز روئے اشارۃ النص کے جوقسم دلا لا ت ار بعہ معتبرہ شرعیہ کے ہے یہ ہی ثا بت ہوتا ہے کہ یہ قسم حرمت حرمت زنا سے جدا گا نہ ہے اس وا سطے کہ عنوان آ یت میں ارشاد ہے

حر مت علیکم امها تکم و بنا تکم

اورآ خرآ یت میں فر مایا

و ا حلّ لکم ما وراء ذلکم

اس وا سطے کہ ما وراء کے تحت میں نسا ء غیر محصنہ بھی داخل ہیں جو بلا نکا ح بذ ریعہ زنا کے تصرف میں آ ئیں جو کہ علیحدہ فا بتغوا باموا لکم محصنین غیر مسا فحین کے قید سے خارج فر مایا۔

پس معلوم ہوا کہ حرمت نکا ح اور چیز ہے اورحرمت زنا اور چیز۔ پھر وہ تحت میں حد زنا کے کیونکر داخل ہوسکتی ہے۔ اور یہ حد یث مشکوۃ کی بھی دا ل ہے کہ نسا ئے محرمات اس حد میں داخل نہیں۔

فی المشکوۃ من وقع علی ذا ت محرّم فا قتلو ہ رواہ التر مذی و قا ل هذا حد یث غر یب

اس وا سطے کہ اگر ایسی نسا ء آ یت حد زنا میں داخل ہوتیں تو پھر خلاف آ یت قر آ نی دوسری قسم کی تعزیر کیوں تجو یز ہوتی اور ابوحنیفہ ایسی صورت میں اگر چہ حد تجو یز نہیں کر تے لیکن تعزیر سخت وموجع ضرور جا نتے ہیں۔ اور بعضے علما ءقتل کی تجو یز کر تے ہیں۔ اور اس حد کی تجو یز نہ کر نے سے یہ لا زم نہیں آ تا کہ معصیت اس کی زنا سے کم ہو، بلکہ گنا ہ اس کا لا محا لہ اس سے زا ئد ہے۔ چنا نچہ حد یث شر یف میں وارد ہے کہ محرمہ کے سا تھ زنا کر نا ستر مرتبہ ہمسا یہ کی عورت کے سا تھ زنا کر نے سے زیا دہ ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورعورت ہمسایہ کے ساتھ ستر مرتبہ زیادہ ہے بہ نسبت اورعورتوں کے،جیسا یمین غموس میں اگر چہ کفارہ ابوحنیفہ کے نزدیک نہیں ہے لیکن مواخذہ اس کا بہ نسبت منعقدہ کے سخت ہے۔

سوال دہم: تحدید آب کثیر کی جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو دہ دردہ سے کرنا۔

جواب: یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ سے منقول نہیں بلکہ متاخرین کی تجویز ہے۔ اس صورت میں اگر ثبوت اس کا ہم کو نہ پہنچے تو ابوحنیفہ یا حنفیہ کی نسبت کوئی مقام الزام نہیں۔اور قدماء کے قول سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے آب کثیر کے تعین کو بروفق اپنی عادت کے مبتلی بہ کی رائے پر چھوڑا ہے اور ظاہرا کوئی سند کافی اس مسئلہ کی محرر سطور کی نظر سے نہیں گذری، اور شائد کسی کے پاس موجود ہو یا کسی کتاب میں مرقوم ہو۔ بہرحال محرر سطور اس باب میں اپنے عجز کا معترف ہے۔لیکن اس امر کا بے شک قائل ہے کہ اگر علمائے متاخرین پر حسن ظن کر کے اوس پر عمل کیا جاوے تو کوئی محظور شرعی لازم نہیں آتا بلکہ احوط ہے۔رہا حدیث قلتین کا تعارض تو اوس کی صورت یہ ہے کہ ایک تو اکثر علماء کو اس حدیث میں کلام ہے۔ چنانچہ صاحب سفر السعادۃ شافعی المذہب بھی اس کے معترف ہیں۔دوسری تشریح مقدار قلتین کی صریحاً قطعی طور پر نہ حدیث میں ہے،نہ لغت سے۔بلکہ لغت میں معنی قلہ کے متعدد ہیں۔اس صورت میں مجہول پر کیونکر عمل ممکن ہوگا۔اور اس مسئلہ خاص میں جو توجیہ بعض فقہاء سے منقول ہے وہ بھی درج کرتا ہوں

فی شرح الوقایہ قال محی السنۃ التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل شرعی یعتمد علیہ اقول اصل المسئلۃ ان الغدیر العظیم الذی لا یتحرک واحد طرفیہ بتحریک الطرف الآخر اذا وقعت النجاسۃ فی احد جوانبہ جاز الوضوء من الجانب الآخر حتی قدّر ھذا بعشر فی عشر و انما قدّر بہ بناءاً علی قولہ علیہ السلام من حفر بئراً فلہ حولھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اربعو ن ذرا عاً فیکو ن حر یمها فی کل جا نب عشرة ففهم من هذا انه اذا اراد آ خر ان یحفر فی حر یمها بئراً یمنع فیه لانه ینجذب الما ء الیها و ینقص الما ء فی ا لا و لی و ان ارا د ان یحفر بئراً بالوعة یمنع ایضاً السرا یة النجا سة الی البئر الا و لی و ینجس ماء ها و لا یمنع فی ما ء ورا الحر یم و هو عشرة فی عشرة فعلم ان الشرع اعتبر العشر فی العشر فی عدم سرا یة النجا سة حتی لو کا نت النجا سة تسری بحکم بالمنع۔

اگر چہ یہ قیاس خلاف قاعدہ اصول اور چنداں بعید بھی نہیں ہے لیکن چونکہ نص میں علت استحقاق صاحب بئر کے واسطے اربعین ذراع کی مذکور نہیں ہے اس وجہ سے گفتگو کو گنجائش ہے اور ابو حنیفہ کو اس مسئلہ میں اصرار بھی نہیں ہے اور نہ اوس کو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہیں و الله اعلم و علمه ا لا کمل و ا لا تم

خاتمہ: واضح ہو چونکہ بالفعل تقلید کے مسئلہ کی بحث از بس شائع ہے اور اس مقدمہ میں نہایت سوزش کی نوبت ہے اس لئے بعد تحریر جوابات کے چند فوائد کا اس باب میں شامل کرنا مناسب معلوم ہوا تا کہ لوگوں کو اس فریق کے توہمات اور ترک تقلید کے نتائج اور ثمرات سے بھی اطلاع حاصل ہو۔

فائدہ: اس تقلید کے چھوڑنے والے فی الحال تین فریق ہیں ایک وہ فریق جو فنون عربیہ سے کما حقہ واقف و ماہر ہیں اور بعد اس کے فن تفسیر و حدیث بھی بر سبیل مروج بطور تحقیق کے حاصل کیا ہے گو اون کی تحقیق کو دوسرے لوگ لائق اجتہاد کے تصور کریں یا نہ کریں پس ایسے لوگوں کے حق میں وجوب یا عدم وجوب تقلید کے بحث کو راقم سطور اپنے منصب سے بالاتر جانتا ہے اور اوس میں ہرگز گفتگو نہیں کرتا سابقین نے اس میں گفتگو کی ہے وہی کافی ہے میری گفتگو اس بارہء خاص میں چھوٹا منہ بڑی بات ہے

دوسرا فریق وہ ہے جنہوں نے علوم عربیہ کی بقدر کافی تکمیل نہیں کی اور فن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کا بھی تتبع علی سبیل الکمال نہیں کیا۔ تیسرا فریق وہ ہے کہ عربی سے بالکل نا آشنا ہے۔ محض ترجمہ قرآن و حدیث دیکھ کر یا کسی سے مضمون اوس کا سن کر آپ کو عامل بالحدیث قرار دیتے ہیں۔ پس ان دو فریق کی نسبت ترک تقلید کو سمّ قاتل جانتا ہوں ،اور وہ آیات و احادیث جو اصل جواب میں مذکور ہوئیں طالب حق کے واسطے سند کافی ہیں۔ اور مجادل کے لئے اگر بالفرض تمام کتب سماوی ہوں تب بھی کافی نہیں (اظہار الادلہ ۔ص ۱۸)۔

صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر دین ثریا پر لٹکا ہوگا ،تو بھی کچھ لوگ ابنائے فارس کے اسے پالیویں گے۔ انتہی ۔اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں خاص امام ابو حنیفہ کے حق میں ہونے کو ثابت رکھا ہے ۔ (رسالہ اظہار الادلہ۔ص ۲۴) (نوٹ نمبر ۵۔ ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

(ص ۳۴ ۔ اظہار الادلہ)۔ رسالہ موسومہ با ظہار الادلہ بجواب اشتہار اذلہ اعنی محمد حسین لامذہب لاہوری اور اتباع اون کے کے تالیف شریف جناب مولوی شاہ سید کریم اللہ صاحب حیدرآبادی کا مطبع نظامی میں اہتمام عاجز محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ سے عشرہ اولی شعبان المعظم ۱۲۹۶ھ کو چھپا مطبوع طبائع خاص و عام ہوا۔

☆☆☆

نوٹ نمبر ایک:

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حسن البیان میں لکھتے ہیں کہ:

سب فقرے اس قصہ کے ایسے مہمل ہیں کہ تھوڑے شعور کا آدمی بھی اگر تامل کرے گا تو کہہ دے گا کہ یہ قصہ غلط اور مہمل ہے ۔(صاحب سیرۃ النعمان نے اس حکائت کو بحوالہ فتح القدیر نقل کیا ہے۔ لہذا میں فتح القدیر ہی سے اس حکائت کا ہر ہر فقرہ نقل کر کے بحث کرتا ہوں)۔

پہلا فقرہ اس حکائت کا یہ ہے کہ امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ عراق والوں سے نہائت تعجب ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے.. ۔ امام اوزاعیؒ کے اس قول کا مطلب ہر عاقل یہی سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت کے علمائے حجاز (مکہ و مدینہ) رفع یدین کرنے میں متفق تھے ورنہ امام اوزاعی،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے پر تعجب نہ کرتے اور انہیں کو اس کے نہ کرنے میں مخصوص نہ کہتے، اور امام ابوحنیفہ بھی اس تخصیص کو مان نہ لیتے بلکہ یوں کہتے کہ اہل عراق کی کیا تخصیص ہے، حرمین میں بھی فلاں فلاں رفع یدین نہیں کرتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت کے علمائے حرمین سب رفع یدین کے قائل تھے اور ان میں یہ مسئلہ بلا اختلاف جاری تھا۔..امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں امام اوزاعیؒ سے یہ کہا لا جل انه لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه شيء۔یعنی باوجود اتفاق اہل حرمین کے ہم لوگ رفع یدین اس وجہ سے نہیں کرتے کہ رسول اللہ سے اس بارہ میں کچھ ثابت نہیں ہے۔غرض امام ابوحنیفہؒ نے اہل حرمین سے اپنی مخالفت کی وجہ کے بیان میں یہ دعوی کیا کہ رفع یدین کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہیں۔ حالانکہ یہ موقع تھا کہ عبداللہ بن مسعودؓ والی روائت امام ابوحنیفہؒ پیش کرتے، کیونکہ عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ عبداللہ بن مسعود کی روائت کا ہونا ہے جیسا کہ کتب حنفیہ اور اسی مناظرہ کے پورے مضامین سے ثابت ہے، نہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ ثابت نہ ہونا عراق والوں کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ تھی۔ پس اگر یہ قصہ صحیح مانا جائے تو لازم یہ آئے گا کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ سے ایک غلط بات کہی جس کا بطلان پھر خود ہی کہہ دیا عبداللہ بن مسعود والی روائت پیش کی۔

دوسرا فقرہ اس مناظرہ کا یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جب یہ دعوی کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے رفع یدین کے بارہ میں کچھ ثابت نہیں، تب امام اوزاعی نے کہا كيف لم يصح و قد حدثني الزهري عن سالم عن ابيه عن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه ...کیوں کرتم کہتے ہو کہ رسول اللہ سے رفع یدین کے بارے میں کچھ ثابت نہیں حالانکہ زہری نے سالم سے روائت کی اور انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے

امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے دعوے کو یوں توڑا کہ حدیث صحیح مع سند پڑھ دی کہ تم کہتے ہو کہ اس بارہ میں کچھ ثابت نہیں حالانکہ یہ صحیح حدیث موجود ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں اپنے دعوی (کہ کچھ ثابت نہیں ہے) کو یوں ثابت کیا کہ عبداللہ بن مسعود والی روائت پڑھی، حالانکہ اس سے اثبات دعوی تو درکنار ابطال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوی ہوتا ہے، کیونکہ دعوی امام ابوحنیفہؒ کا یہ تھا کہ کچھ ثابت نہیں، حالانکہ رفع یدین کے ثبوت میں امام ابوحنیفہؒ نے کچھ کلام نہیں کیا۔ بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے اس کا معارضہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر چند رفع یدین کی حدیث ثابت ہے مگر اس کے معارض موجود ہے اور اس معارض کو بسبب فقہ راوی کے ترجیح ہے، اور یہ دعوی (کہ کچھ ثابت نہیں) کی دلیل نہیں، بلکہ اس کی مبطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کی شان سے نہایت بعید ہے کہ دعوی کچھ اور دلیل کچھ اور ہو۔

تیسرا فقرہ اس مناظرہ کا یہ نقل کیا گیا ہے کہ امام اوزاعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے اس جواب پر کہا احدثك عن الزهری عن سالم عن ابیه و تقول حدثنی حماد عن ابرا هیم۔۔۔

اس قول کا صریح مطلب یہ ہے کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں حماد اور ابراہیم نام لینے کے قابل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے کہنے پر استبعاد اور تعجب سے کہا کہ زہری اور سالم کے مقابلہ میں ان لوگوں کا نام کیوں کر لیا۔۔ امام اوزاعی کے کلام کا صریح مطلب یہی ہے کہ حماد و ابراہیم کی روائت قابل استدلال نہیں ہے خصوصاً زہری اور سالم کے مقابلہ میں۔ اور یہ بات کتب اسماء الرجال میں طبقات رواۃ کے دیکھنے سے بھی معلوم ہوسکتی ہے۔ حماد کی نسبت تقریب التہذیب میں یوں لکھا ہے:

حماد بن ابی سلیمان مسلم الا شعری مو لا هم ابو اسماعیل الکو فی الفقیه صدوق له اوهام من الخا مسة (یعنی حماد کوفہ کا فقیہ سچا تو ہے مگر وہمی ہے پانچویں طبقہ کا ہے)۔

اور حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس وقت کے محدثین اور فقہاء کے اقوال حماد کے بارہ میں بہت نقل کیے ہیں مثلاً

سمعت حماد بن سلمة قال کنت اسأل حماد بن ابی سلیمان عن المسندات و کا نوا لیسئلو نه عن رأیه و کنت اذا جئت قال لا جاء الله بك۔

(حماد بن سلمہ نے کہا کہ میں حماد بن ابی سلیمان سے حدیث پوچھتا تھا اور لوگ ان کی رائے پوچھتے تھے تو مجھ کو دیکھ کر گھبراتے اور کہتے کہ خدا نہ لاوے تجھ کو)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و عن ا لا عمش حد ثنی حماد بحدث عن ابرا هیم و کان غیر ثقه (اعمش نے کہا کہ مجھ سے حماد نے ایک حدیث ابراہیم کی روایتسے بیان کی اور وہ ثقہ نہ تھا)۔

و قال ا لا عمش مرة ثنا حماد و ما کنا نصدقه (ایک دفعہ امام اعمش نے یوں کہا کہ حماد نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ہم لوگ اس کو سچا نہ جانتے تھے)

اور زہری کا حال تقریب التہذیب میں لکھا ہے:

محمد بن مسلم بن عبد الله بن شهاب بن عبد الله ابن الحارث بن زهره بن کلاب القر شی الزهری و کنیته ابو بکر الحافظ متفق علی جلا لته و اتقا نه و هو من رؤس الطبقة الرا بعه ۔

(محمد بن مسلم زہری قرشی ہیں یہ فقیہ اور حافظ الحدیث ہیں، انکی عظمت شان اور اتقان پر اتفاق ہے یہ چوتھے طبقے والوں کے رؤسا میں سے ہیں)

لوگ دونوں (حماد اور زہری) کے مراتب ملاحظہ کریں۔ حماد پانچویں طبقہ کے اور زہری چوتھے طبقہ والوں کے سردار، اور حماد کی صفت صرف فقیہ لکھی ہے اور زہری کی صفت فقیہ اور حافظ (حافظ حدیث) لکھی ہے۔ حماد کی حالت یہ کہ وہم بہت ہوتا تھا اور اکابر آئمہ نے ان پر جرح کی اور غیر ثقہ کہا۔ اور زہری کی یہ حالت ہے کہ ان کی عظمت شان اور ان کی روائت کی قوت متفق علیہ ہے۔ اور اسی واسطے امام اوزاعی نے کہا کہ زہری کے مقابلہ میں حماد کا نام کیا لیتے ہو۔ یعنی حماد راوی مجروح، وہمی ہے اس کی روائت مقبول نہیں، خصوصاً زہری جیسے شخص کے مقابلہ میں۔ اس موقع پر امام ابوحنیفہ کا یہ جواب دینا حماد، زہری سے زیادہ افقہ ہیں گویا سوال از آسمان و جواب از ریسمان، ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک فقاہت سبب ترجیح تو جب ہے کہ عدالت وضبط میں مساوات ہو اور جب عدالت وضبط ہی میں نقصان ہو، تو فقاہت سبب ترجیح کیوں کر ہو سکتی ہے؟ امام اوزاعی تو نقصان راوی کہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ بجائے دفع نقصان کے سبب ترجیح بیان کرتے ہیں۔۔۔ اب ابراہیم نخعی وسالم کا مقابلہ سنیئے۔

حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں ابراہیم نخعی کا حال لکھا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابرا هيم بن يز يد النخعى احد ا لاعلام ير سل عن جماعته و قد رأى زيد بن ارقم و غيره و لم يصح له سماع من صحابى و قد قال فيه الشعبى ذاك الذى يروى عن مسروق و لم يسمع منه شيئاً قلت و كان لا يحكم العر بية ربما لحن و نقموا عليه قو له لم يكن ابو هريرة فقيها و قال يو نس بن بكير عن ا لا عمش قال ما رأيت احداً روى بحديث لم يسمعه من ابرا هيم قلت استقر ا لا مر على ان ابرا هيم حجة و انه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذالك بحسن ۔

(ابراہیم نخعی ایک بڑے شخص ہیں، ایک جماعت سے مرسل طور پر روائت کرتے ہیں، انہوں نے زید بن ارقم وغیرہ کو دیکھا تھا اور کسی صحابی سے سماع ان کا ثابت نہیں۔ اور ان کے بارہ میں امام شعبی نے کہا ہے کہ یہ مسروق سے روائت کرتا ہے حالانکہ مسروق سے اس نے کچھ سنا نہیں ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ ابراہیم نخعی کی عربیت اچھی نہ تھی۔ بیشتر عبارت میں غلطی کرتے تھے۔ اور لوگوں نے ان کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ ابو ہریرہؓ فقیہ نہ تھے۔ اور یونس بن بکیر نے امام اعمش سے روائت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ایسا کسی کو نہیں دیکھا جو بغیر سنے ہوئے روائت کرنے والا ابراہیم سے زیادہ ہو۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں، بات یہ ٹھہری ہے کہ ابراہیم حجت تو ہیں، مگر جب ابن مسعودؓ وغیرہ سے روائت کریں تو وہ ٹھیک نہیں)۔

اور سالم کا حال تقریب التہذیب میں یوں مذکور ہے:

سا لم بن عبد الله بن عمر بن الخطا ب القر شى العدوى ابو عمر او ابو عبد الله المد نى احد الفقهاء السبعة و كا ن ثبتاً عا بداً فا ضلاً كا ن يشبه با بيه فى الهدى و السمت من كبار الثالثه ۔ (سالم، عبداللہ کے بیٹے، عمر فاروق کے پوتے، فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔ ثقہ عابد فاضل تھے اور سیرت میں اپنے باپ کے مشابہ تھے۔ تیسرے طبقہ والوں میں بڑے درجہ کے ہیں)۔

اور خلاصہ تذہیب التہذیب میں ہے:

سا لم بن عبد الله بن عمر العدوى المد نى الفقيه احد السبعة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابیه و ابی هریره و رافع بن خد یج و عا ئشه قا ل ابن اسحاق اصح ا لا سا نید کلها الز هری عن سا لم عن ابیه و قال ما لك کا ن یلبس الثو ب بدرهمین و عن نافع کا ن ابن عمر یقبل سا لماً و یقول شیخ یقبل شیخاً۔

(سالم، عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے، عدوی، مدینہ کے فقیہہ، فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں۔ اپنے والد اور ابو ہریرہ اور رافع بن خدیج اور حضرت عائشہ کے شاگرد ہیں۔ ابن اسحاق نے کہا کہ ساری سندوں سے بڑھ کر صحیح، زہری کی سند ہے سالم سے اور ان کی اپنے باپ سے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ سالم دو درہم کا کپڑا پہنتے تھے اور نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، سالم کا بوسہ لیتے اور کہتے کہ بوڑھا، بوڑھے (باعتبار فضل کے) کا بوسہ لیتا ہے)۔..

بھلا جو شخص آغوش عاطفت میں چند صحابہ کے تربیت یافتہ ہو اور حضرت عبد اللہ بن عمر کا سرفراز بیٹا ہو، عمر فاروقؓ کا پوتا ہو، جس کے گھر سے شریعت محمدی کی ترویج ہوئی ہو۔ جس کا علم و فضل اس وقت کے علمائے مدینہ میں مسلّم ہو، جس کا فضل اقران تابعین میں مانا ہوا ہو، اس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کوفہ کا رہنے والا (جس کی حدیث کی روائت مرفوعاً کم، حجاز عرب کا رہنے والا نہیں، عربیت اس کی اچھی نہیں) مطالب حدیث کے زیادہ سمجھتا ہے، خاص کر ایسے امر (نماز میں رفع یدین) کی نسبت جس میں تفقہ کو کچھ دخل نہیں۔ یہ کیسی ناحق پسندی اور واشگاف غلط بیانی ہے۔ ایسی باتوں کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف کرنی مدح نہیں، بلکہ سراسر قدح اور وہی نادان کی دوستی کا نتیجہ ہے۔...

علاوہ ازیں یہ بھی اصول کا مسئلہ ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہے، کیوں کہ نفی سہو اور عدم العلم پر محمول ہوسکتی ہے اور اثبات کا کوئی محمل صحیح نہیں ہے۔ پس زہری کی روائت میں فقہ راوی و علو سند و اثبات میں وجہ ترجیح موجود ہے اور حماد کی روائت میں کوئی سبب ترجیح نہیں۔ راوی کا افقہ ہونا یہ اگر مان لیا جائے تو سبب ترجیح نہیں ہے اور اگر ہو تو یہ ایک وجہ تین سبب کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ ان اصول درائت کے موافق یہ حکائت محض لغو ٹھہرتی ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ نے زہریؒ و سالمؒ کی فقاہت کا انکار نہیں کیا۔ اور کیوں کر کرتے، ان لوگوں کی جلالت شان پر تو اتفاق تھا، پس امام ابو حنیفہ اور امام اوزاعی کے مناظرہ کا قصہ قطع نظر روائت کے اصول درائت کی رو سے بھی محض غلط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مہمل ٹھہرا۔...

اور اس مناظرہ کی روائت جس کی سند کا کہیں پتہ نہیں، شاگردان امام ابو حنیفہ یا متقدمین حنفیہ نے کہیں اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس مضمون کی حدیث موقع استدلال میں لائے، مضامین اس کے محض خلاف عقل اور مہمل،...

اور عدم رفع کے بارے میں تو یہ بات صحیح ہے کہ دار مدار اس کا عبداللہ بن مسعود پر ہے۔ چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی بھی التعلیق الممجد (ص۹۱، طبع یوسفی لکھنؤ) میں لکھتے ہیں:

رواة الترك جماعة قليلة مع عدم صحة الطرق عنهم الا عن ابن مسعود (ترک رفع یدین کے راوی تھوڑے لوگ ہیں جن میں سوائے عبداللہ بن مسعود کے کسی کی روائت بسند صحیح نہیں ہے)

باقی رہی رفع یدین کرنے کی روائت، اس کا مدار صرف عبداللہ بن عمر پر کہنا محض غلط اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔ صرف صحاح ستہ میں رفع یدین کرنے کی روائت اتنے صحابہ سے موجود ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ، مالکؓ بن حویرث، ابوحمیدؓ ساعدی، جنہوں نے باتفاق دس صحابی کے رفع یدین کی روائت کی جن میں سے ابوقتادہؓ صحابی بھی تھے، وائل بن حجرؓ، علیؓ بن ابی طالب، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، جابرؓ بن عبداللہ۔ انسؓ شامل ہیں اور علاوہ صحاح ستہ کے دیگر کتب حدیث میں تو جم غفیر صحابہ سے رفع یدین کی روائت منقول ہے۔ مولوی عبدالحی لکھنوی بھی التعلیق الممجد میں اس کا اقرار کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

رواة الرفع من الصحابة جم غفير

(رفع یدین کے راوی صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت ہے)

اور حافظ ابن حجر فتح الباری (صفحہ ۲۰۴ طبع دہلی) میں لکھتے ہیں:

ذكر البخاري ايضاً انه رواه سبعة عشر رجلاً من الصحابة و ذكر الحاكم و ابو القاسم بن منده ممن رواه العشرة المبشرة و ذكر شيخنا ابو الفضل انه تتبع من رواه من الصحابة فبلغوا خمسين رجلاً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بخاری نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ رفع یدین کی حدیث سترہ صحابہ نے روائت کی ہے اور حاکم اور ابو القاسم نے کہا کہ رفع یدین کے راویوں میں سے عشرہ مبشرہ بھی ہیں۔ اور استاد ابو الفضل محدث نے ذکر کیا کہ میں نے رفع یدین کے راویوں کو ڈھونڈھا تو پچاس صحابی اسکے راوی تھے)

اور حافظ زیلعی نے نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایۃ (ص ۳۹۷۔۴۰۲ ج اول طبع مصر) میں حضرت عبداللہ بن مسعود والی روائت کا جواب یوں لکھا ہے:

قا ل صا حب التنقيح قا ل الفقيهه ابو بكر بن اسحاق هذه علة لا يساوى سماعها لا ن رفع اليدين قد صح عن النبى ﷺ ثم عن الخلفاء الراشدين ثم عن الصحا بة و التا بعين و ليس فى نسيان ابن مسعود لذا لك ما يستغرب قد نسى ابن مسعود من القر آ ن ما لم يختلف المسلمون فيه بعد و هى المعو ذ تان و نسى ما اتفق العلماء على نسخه كا لتطبيق و نسى كيف قيام ا لا ثنين خلف ا لا مام و نسى ما لم يختلف العلماء فيه ان النبى ﷺ صلى الصبح يو م النحر فى وقتها و نسى كيفية جمع النبى ﷺ بعر فة و نسى ما لم يختلف العلماء فيه من و ضع المرفق و الساعد على ا لار ض فى السجود و نسى كيف كا ن يقرء النبى ﷺ و ما خلق الذكر والا نثى و اذا جاز على ابن مسعود ان ينسى مثل هذا فى الصلوة كيف لا يجوز مثله فى رفع اليدين

(کہا صاحب تنقیح نے کہ ابوبکر بن اسحاق فقیہ نے کہا کہ یہ سبب عبداللہ بن مسعود کا رفع یدین نہ کرنا، حدیث رفع یدین کے مساوی نہیں ہوسکتا کیوں کہ رفع یدین کرنا رسول اللہ اور خلفائے راشدین سے، پھر صحابہ و تابعین سے صحیح طور پر ثابت ہوا اور عبداللہ بن مسعودؓ کا اس کو بھول جانا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیوں کہ عبداللہ بن مسعود قرآن میں معوذتین کا ہونا بھول گئے، جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔ اسی طرح نماز میں تطبیق منسوخ ہونا عبداللہ بن مسعودؓ بھول گئے، جس پر سارے علماء کا اتفاق ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود اس مسئلہ کو بھول گئے کہ دو شخص امام کے پیچھے کس طرح کھڑے ہوں، اور عبداللہ بن مسعود اس کو بھول گئے جو بلا اختلاف علماء ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آنحضرت ﷺ نے یوم النحر کی صبح کی نماز وقت پر پڑھی اور عبداللہ بن مسعود اس کو بھول گئے کہ آنحضرت ﷺ نے عرفات میں کس طرح جمع کیا تھا، اور عبداللہ بن مسعود سجدے میں زمین پر ہاتھ رکھنا بھول گئے جو بلا اختلاف علماء کے ہے، اور عبداللہ بن مسعود اسکو بھول گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے آئت ما خلق الذکر و الا نثی کس طرح پڑھی تھی، جب عبداللہ بن مسعود نماز میں ان باتوں کو بھول گئے تو رفع یدین کا بھول جانا کیوں کر ممکن نہیں ہوسکتا؟)

اور آثار امام محمد (کتاب الآثار طبع لاہور۔ص۲۲) میں ہے:

اخبر نا ابو حنیفه عن حماد عن ابرا هیم عن علقمه بن قیس و الاسود بن یز ید قال کنا عند ابن مسعود اذا حضرت الصلوة فقام یصلی فقمنا خلفه فاقام احد نا عن یمینه و الآخر عن یساره ثم قام بیننا فلما فر غ قا ل هکذا اصنعوا اذا کنتم ثلثة و کا ن اذا رکع طبق و صلی بغیر اذا ن و ا لاقا مة قال یجزی اقا مة الناس حو لنا قا ل محمد و لنا فا خذ بقول ابن مسعود فی الثلاثة

(امام محمدؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام ابوحنیفہؒ نے روائت کی حماد سے اور انہوں نے ابراہیم سے اور انہوں نے علقمہ اور اسود بن یزید سے کہ کہا ان دونوں نے کہ تھے ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس جب نماز کا وقت ہوا اور وہ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو ہم لوگ پیچھے کھڑے ہوئے اس پر انہوں نے ہم لوگوں میں سے ایک شخص کو اپنے دائیں جانب اور دوسرے کو بائیں جانب کھڑا کیا۔ خود درمیان اور پھر نماز پڑھائی۔ اور بعد میں کہا کہ جب تم لوگ تین ہو تو نماز اس طرح پڑھا کرو۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ نے رکوع میں تطبیق کیا اور بغیر اذان اور تکبیر کے نماز پڑھی اور کہا کہ محلّہ والوں کی تکبیر کافی ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے یہ تینوں مسئلے نہیں مانتے)

کتاب الآثار، امام محمد کی یہ روائت بھی مناظرہ امام اوزاعی کے قصہ کی تکذیب کرتی ہے کیونکہ یہاں بھی حماد، ابراہیم، علقمہ، عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ اور امام ابوحنیفہؒ نے باعث مخالفت دیگر روائتوں کے اس کو نہیں مانا۔ ان تینوں مسئلوں سے زیادہ رفع یدین کے رواۃ ہیں۔ کما مر۔ اور علامہ زرقانی شرح مؤطا (ص۱۵۹ جلد ا طبع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصر مصطفیٰ محمد ۱۳۵۵ھ) میں لکھتے ہیں:

هو متوا تر ذكر البخارى فى جزء رفع اليدين انه رواه سبعة عشر ر جلاً من الصحا بة و ذكر الحا كم و ابن منده ممن رواه العشرة المبشرة و ذكر نا شيخنا ابو الفضل الحافظ انه تتبع من رواه من الصحا بة فبلغوا خمسين ر جلاً

(رفع یدین کی حدیث متوا تر ہے ، بخاری نے جزء رفع یدین میں ذکر کیا کہ رفع یدین کی حدیث سترہ صحابہ نے روائت کی ہے اور حاکم اور ابن مندہ نے ذکر کیا کہ رفع یدین کے روائت کرنے والوں میں عشرہ مبشرہ ہیں۔ اور ہمارے شیخ، ابوالفضل محدث نے ذکر کیا کہ انہوں نے رفع یدین کے راویوں کو ڈھونڈھا تو پچاس صحابی اس کے راوی ٹھہرے)

اور حافظ ابن حجر، تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر (ص۸۲طبع دہلی) میں لکھتے ہیں:

قا ل الشا فعى روى الرفع جمع من الصحا بة لعله لم يرو قط حديث بعدد اكثر منهم و قا ل ابن المنذر لم يختلف اهل العلم ان رسول الله ﷺ كا ن ير فع يديه و قا ل البخارى فى جزء رفع اليدين روى الر فع سبعة عشر نفساً من الصحا بة و سرد البهيقى فى السنن و فى الخلا فيا ت اسماء من روى الرفع عن نحو من ثلثين صحا بياً و قا ل سمعت الحا كم يقو ل اتفق على روا ية هذا السنة العشرة المشهود لهم با لجنة و من بعد هم من اكا بر الصحا بة قا ل البهيقى و هو كما قا ل و روى ابن عسا كر فى تا ريخه من طريق ابى سلمة ا لاعر ج قا ل ادركت الناس كلهم ير فع يد يه عند كل خفض و رفع و قا ل البخارى فى الجزء المشهور قا ل الحسن و حميد بن هلا ل كان اصحا ب رسول الله ﷺ ير فعو ن ايد يهم و لم يستثن احدا منهم قا ل البخارى و لم يثبت عن احد من اصحا ب رسول الله انه لم ير فع يديه ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: امام شافعیؒ نے کہا کہ رفع یدین کی حدیث جماعت صحابہ نے روائت کی، شائد کسی حدیث کے راویوں کی تعداد اس سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور ابن منذرؒ نے کہا کہ اہل علم کو اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے اور امام بخاری نے جزء رفع یدین میں کہا کہ رفع یدین کی حدیث ۱۷ صحابیوں نے روائت کی اور بیہقی نے سنن اور خلافیات میں رفع یدین کے راویوں کے نام گنے ہیں کوئی تیس صحابی ہیں۔ اور کہا کہ میں نے حاکم کو کہتے سنا کہ رفع یدین کی روائت میں عشرہ مبشرہ اور بڑے بڑے صحابہ متفق ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح ہے اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ابوسلمہ اعرج کی سند سے روائت کی کہ میں نے سب لوگوں کو رفع یدین کرتے پایا۔ امام بخاریؒ نے جزء مشہور میں کہا کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ کوئی صحابی رفع یدین نہیں کرتا تھا)

اور علامہ سخاویؒ نے فتح المغیث میں اکابر علماء کے اقوال اس بارہ میں نقل کئے ہیں۔ ازانجملہ ایک یہ ہے

لا نعلم سنة اتفق على روا يتها عن النبى ﷺ الخلفاء الاربعة ثم العشرة المبشرة فمن بعد هم من اكا بر ا لآ ئمه على تفر قهم فى البلاد و الشا سعة غير هذه السنة (سوائے رفع یدین کے کوئی سنت ایسی نہیں معلوم ہوتی جس کی روائت پر خلفائے راشدین اور عشرہ مبشرہ، پھر ان کے بعد بڑے بڑے آئمہ متفق ہوئے ہوں)

...اس تحقیق و بیان سے روائت بالمعنی اور فقہ راوی کی قید کے متعلق باتیں خوب واضح ہوگئیں اور اس بنا پر مناظرہ امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی کا قصہ.. باطل و غلط ثابت ہوگیا۔

نوٹ نمبر۲: مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی حسن البیان میں فرماتے ہیں:
شبلی نعمانی نے قرأت فاتحہ کے مسئلہ میں بھی کلام کیا ہے اور امام بخاری پر آپ اعتراض کرتے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:
قرأت فاتحہ کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کا استدلال اس آیت پر ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و اذا قرىء القرآن فاستمعوا له و انصتوا

امام بخاری جزء القرأت میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت خطبہ کے بارہ میں ہے نماز سے اس کو تعلق نہیں، امام بخاری کا یہ جواب کس قدر حیرت انگیز ہے ... یہ کون نہیں جانتا کہ موقع ورود کے خاص ہونے سے آیت کا حکم جو صریح عام ہے، خاص نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ صاحب سیرۃ النعمان کی کوتاہ اندیشی اور خیرہ چشمی ہے، امام بخاریؒ نے جزء القرأت میں امام ابوحنیفہؒ کے اس استدلال کا جواب عموم لفظ اور خصوص مورد، دونوں اعتبار سے دیا ہے۔ مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ کلام خصم کی تشقیق کر کے ہر شق کا جواب دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اسی قاعدہ سے اس آیت کا جواب اولاً باعتبار عموم لفظ کے دیا کہ تم خود اس عموم کو سنت فجر میں نہیں قائم رکھتے، کیونکہ تمہارا مسئلہ ہے کہ اگر امام صبح کی نماز میں قرأت کر رہا ہو، اس وقت اگر کوئی نمازی آوے اور اس نے سنت نہ پڑھی ہو، تو اولاً سنت پڑھ لے۔ اس صورت میں آیت اپنے عموم پر نہیں رہتی۔ تم نے جب سنن میں آیت کی تخصیص کی تو فروض یعنی قرأت میں عموم آیت کی تخصیص کیوں نہیں ہوسکتی۔ سنت فجر کی صورت میں تو کوئی مخصص صحیح بھی موجود نہیں، اور یہاں عبادہ بن صامتؓ و دیگر صحابہ کی روائت مخصص صحیح موجود ہے۔ اور اگر خصوص مورد کے اعتبار سے تمہارا استدلال ہے، تو یہ خصوص مورد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مورد خطبہ ہے نہ صلوۃ۔ یہ تقریر امام بخاریؒ کی ان کی کمال مناظرہ دانی کی دلیل ہے، خلاف اس کے امام ابوحنیفہ کے مناظرے جن کی اجمالی کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔

اسی مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں شبلی نے سیرۃ النعمان کے صفحہ ۸۸ میں امام ابوحنیفہؒ کا ایک مناظرہ لکھا ہے جس کو بلفظہ میں نقل کرتا ہوں:

ایک دن بہت سے لوگ جمع ہوکر آئے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کریں۔ امام صاحب نے کہا کہ اتنے آدمیوں سے میں تنہاء کیوں کر بحث کرسکتا ہوں۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں سے کسی کو انتخاب کرلیں، جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو، اور اس کی تقریر سب کی تقریر سمجھی جائے۔ لوگوں نے منظور کیا۔ امام صاحب نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا آپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ بھی ہوگیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرئت کا کفیل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس مناظرہ میں کوئی دلیل شرعی مذکور نہیں۔ عقلی طور پر بھی جو تقریر ہے کیسی پوچ ہے۔ دار مدار اس مناظرہ کا اس پر ہوا کہ جس طرح سب کی طرف سے ایک شخص کو بحث کا مختار کر دیا اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے۔ حالانکہ وجہ شبہ (مختار کرنا) نماز میں نہیں پائی جاتی۔ مقتدی یہ نہیں کہتا کہ میری طرف سے امام نماز کا مختار ہے۔ اگر شبلی کہیں کہ اقتداء کرنا ہی مختار کرنا ہے، تو میں کہوں گا کہ اولاً یہ غلط ہے، کیوں کہ اقتداء سے معیت فی العبادۃ مقصود ہے جس پر آیت کریمہ و ارکعوا مع الراکعین شاہد ہے۔ دوسرے اگر یہ بات صحیح ہو تو قرأت کی کیا تخصیص ہے؟ لازم ہے کہ کوئی رکن نماز کا مقتدی بجا نہ لاوے، تکبیر تحریمہ، ثنا، تسبیح، التحیات، مقتدی کچھ نہ پڑھے، حالانکہ یہ امام ابوحنیفہ بھی نہیں کہتے۔ پھر یہ تقریر امام ابوحنیفہؒ کی کس قسم کی ہوئی۔ ذرا شبلی صاحب امام صاحب کی تقریر قواعد مناظرہ سے ٹھیک تو کر دیں۔ خصوصاً مسائل شرعیہ میں جن میں دلائل شرعیہ ہونے چاہییں۔

باقی رہا شبلی کا یہ کہنا (بیسیوں روایتوں سے ثابت ہے کہ یہ آیت نماز میں اتری)، اگر شبلی ان میں سے کسی روایت کا ذکر کرتے تو انشاء اللہ ایسا جواب پاتے جس سے وہ خوش ہو جاتے۔ آپ کا یہ طرز مجتہدانہ و محدثانہ ہے کہ امام بخاری کے ایک وجہ جواب کو ذکر کر کے اعتراض کر دیا، اور لکھ دیا کہ کس قدر حیرت انگیز ہے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خصوص مورد کے اعتبار و عدم اعتبار میں حنفیہ خود مختلف ہوئے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کتب اصول پر آپ کی نگاہ نہیں پڑی۔

نوٹ نمبر ۳۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا سن ولادت ۱۱۳ھ مطابق ۷۲۹ء ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا سال وفات ۱۵۰ھ ہے۔ بڑے امام صاحب کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات کے بعد امام ابو یوسفؒ دنیائے حنفیت کے بے تاج بادشاہ تھے۔

ہارون الرشید ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں منصب خلافت پر فائز ہوا۔ اس کی سلطنت اپنی وسعت کے اعتبار سے، نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کا شغر، کا مصداق تھی۔ اور امام ابو یوسف اس وسیع وعرض سلطنت کے چیف قاضی (قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس) کے منصب پر فائز تھے۔

عقود الجمان سے منقول اس حکایت میں بیان کیا گیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اسحاق بن راہویہؒ کے فتوی کے خلاف فتوی دیا۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ فتوی دینے کا واقعہ اس وقت کا ہے جب امام اسحاق بن راہویہ لڑکپن، طلب علم، اور نو آموز عالم ہونے کی منازل طے کر کے مسند افتاء پر فائز ہو چکے تھے۔

عقود الجمان سے منقول اس حکایت کے انداز بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام اسحاقؒ بن راہویہ سے جونیئر تھے۔ اور اس واقعہ کے وقت امام اسحاق بن راہویہ اس مقام ومرتبہ پر فائز تھے کہ امام ابو یوسفؒ کے پاس حاضر ہو کر اپنی معروضات پیش کرنے کی بجائے انہیں بلا کر ان سے وضاحت طلب کر سکتے تھے۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ، امام اسحاق بن راہویہ کے (کم از کم) فن حدیث میں شاگرد تھے، اور انہیں امام اسحاقؒ سے سماع حدیث کی سعادت حاصل تھی۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے امام اسحاقؒ بن راہویہ کے روبرو عرض کیا کہ میں نے آپ ہی سے یہ حدیث سنی ہے۔

اس حکایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ امام اسحاق بن راہویہ، امام ابو یوسف کی ولادت سے بھی قبل حدیث کی تحصیل وتدریس میں مصروف تھے۔

درج بالا معروضات کے بعد قارئین ملاحظہ فرمائیں:

امام اسحاق بن راہویہ (جن کا پورا نام وکنیت: ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد الحنظلی ، ہے) کا سن ولادت ۱۶۱ھ مطابق ۷۷۸ء۔۷۷۷ء ہے۔

یعنی جب امام اسحاق بن راہویہ پیدا ہوئے، اس وقت حضرت امام ابو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوسفؒ کی عمر ۴۸ سال تھی۔

جب ۷۹۸ء میں امام ابو یوسفؒ کی وفات ہوئی، اس وقت اسحاقؒ بن راہویہ کی عمر ۲۰ برس تھی اور وہ ابھی تک اغلباً تحصیل علم میں مصروف تھے۔

بنا بریں قارئین غور فرمائیں کہ عقود الجمان نامی کتاب کی کیا حیثیت ہوسکتی جس نے امام ابو یوسفؒ کو امام اسحاقؒ کا شاگرد بنا دیا۔

جس نے امام ابو یوسفؒ سے امام اسحاق کے رو برو حد ثنا اسحاق بن راھویہ کذا و کذا۔ کہلوا کران سے کذب کو منسوب کیا۔

اور سید کریم اللہ صاحب مصنف اظہار الادلہ کے علم وفضل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جنہوں نے بلا سوچے سمجھے ایک ایسی حکایت کو اپنے موقف کی حمایت میں نقل کر دیا جس نے حضرت امام ابو یوسفؒ جیسی محترم اور مؤقر شخصیت (جن کے متعلق مشہور ہے کہ لو لا ابو ایو سف ما ذکر ابی حنیفہ،) کو ان سے ۴۸ سال بعد پیدا ہونے والے بچے اسحاق بن راہویہ کا شاگرد، اور اس بچہ استاد کے سامنے بیٹھ کر جھوٹ بولنے کا اتہام لگا دیا۔

نوٹ نمبر ۴:

مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حسن البیان میں لکھتے ہیں:

مئولف سیرۃ النعمان کہتے ہیں کہ امام (ابوحنیفہؒ) صاحب، فرائض و اعمال کو جزو ایمان نہیں سمجھتے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ محدثین، اللہ و رسول کی پیروی میں مزید اہتمام رکھتے ہیں، جن امور کی نسبت اللہ و رسول سے جو کچھ وارد ہے، اور جس امر پر شارع ﷺ نے جو حکم لگایا ہے، اس کے قبول و بیان کرنے میں سر مو فرق نہیں کرتے، اور اپنی عقل سے اطلاقات شرعیہ میں خرابی نہیں نکالتے، اور اس خرابی کی بنا پر ظاہر قرآن و حدیث کا انکار نہیں کرتے، بلکہ بالرأس والعین اس کو قبول کرتے اور اس کے خلاف کرنے والے کو نہائت برا سمجھتے ہیں، اور یہی شان تھی صحابہ رسول ﷺ کی جس کا خود مئولف سیرۃ النعمان نے صفحہ ۱۲۱ میں اقرار کیا ہے اور لکھا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کے زمانہ تک اسلامی عقائد کی سطح نہائت ہموار اور غیر متحرک رہی۔ اہل عرب کو ان موشگافیوں اور باریک بینیوں سے سروکار نہ تھا۔

محدثین (جو صحابہ رسول ﷺ کی روش اختیار کرنے والے اور اس سے عدول کرنے والے کو نہائت برا سمجھنے والے تھے) نے اس مسئلہ میں بھی وہی روش صحابہ کیا ختیار کی اور اللہ و رسول نے جن اعمال پر ایمان کا اطلاق کیا ہے، اس کو وہ بھی ایمان کہتے رہے۔ نصوص کا محدثین کے موافق ہونا ظاہر ہے۔ چنانچہ اس کا خود شبلی نعمانی نے صفحہ ۱۲۲ میں اقرار کیا ہے اور کہا ہے:

چونکہ قرآن کی بعض آیتیں بھی بظاہر اس کی مؤید تھیں، ان کی رائے کو اور بھی قوت وشدت ہوگئی

لہذا ہم یہاں نصوص کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ.. سے بعض مضامین یہاں پر نقل کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں۔ شاہ صاحب نے ایمان کی بحث میں لکھا ہے:

اعلم ان النبی ﷺ جعل الایمان علی ضربین احدھما الایمان الذی یدور علیه احکام الدنیا من عصمة الدماء و الاموال و ضبطه بامور ظاهرة فی الانقیاد و هو قوله ﷺ امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله و یقیموا الصلوة و یؤتوا الزکوة۔ فاذا فعلوا ذالك عصموا منی دماءهم و اموالهم الا بحق الاسلام و حسابهم علی الله۔ و ثانیهما الایمان الذی یدور علیه احکام الآخرة من النجاة و الفوز بالدرجات و هو متناول لکل اعتقاد حق و عمل مرضی و ملکة فاضلة و هو یزید و ینقص و سنة الشارع ان یسمی کل شیء منها ایمانا لیکون تنبیها بلیغاً علی جزئیته و له شعب کثیرة و مثله کمثل الشجرة یقال للدوحة و الاعصان و الاوراق و الثمار و الازهار جمیعاً انها شجرة فاذا قطع اغصانها و خبط اوراقها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و خر ف ثمار ها قيل شجرة ناقصة فا ذا قلعت الدو حة ، بطل ا لاصل ۔

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی دو قسمیں فرمائی ہیں، ایک وہ جس پر احکام دنیا کی بناء ہے ۔یعنی جان و مال کا بچنا اور وہ انقیاد ظاہری ہے ۔ رسول اللہ کا قول ہے کہ مجھ کو حکم ہے جہاد کا تا آنکہ لوگ توحید و رسالت کی شہادت دیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں ۔ اور اگر لوگوں نے ایسا کیا تو مجھ سے اپنی جان و مال کو سوائے حقوق اسلامی (قصاص وغیرہ) کے بچالیا، اور حساب ان کا اللہ کے ذمہ ہے ۔ دوسری قسم ایمان کی وہ ہے جس پر احکام آخرت یعنی نجات و درجات پانے کی بناء ہے اور وہ شامل ہے ہر اعتقاد حق اور عمل پسندیدہ کو اور ملکہ فاضلہ کو، اور وہ کم و بیش ہوتا ہے ۔ رسول خدا ﷺ نے ان سب امور کا نام ایمان رکھا تا کہ تنبیہ ہو اس پر کہ یہ سب باتیں جز و ایمان ہیں ۔ اور ایمان کی بہت شاخیں ہیں اور ایمان کی مثال درخت کی ہے کہ تنا، شاخ، پتے، پھل پھول کے مجموعہ کو درخت کہا جاتا ہے ۔ اگر شاخیں کاٹ لی جائیں اور پتیاں جھاڑ دی جائیں اور پھل توڑ دیئے جائیں تو ناقص درخت کہلائے گا اور اگر تنا اکھیڑ دیا جائے، تو اصل ہی نہ رہے گا) ۔

اس عبارت منقولہ سے صاف ظاہر ہے کہ اعمال کو ایمان کہنا، سنت ہے رسول اللہ ﷺ کی ۔ اس بنا پر جن اعمال کو رسول خدا ﷺ نے ایمان قرار دیا ان ہی اعمال کو محدثین نے بھی (جو سنت رسول کی پوری پوری پیروی کرنے والے ہیں اور امور دینیہ میں قدم بقدم رسول ﷺ کے چلنے والے ہیں اور جملہ امور میں ارشادات نبوی ﷺ کے ساتھ تمسک کرنے والے ہیں) ایمان کہا ۔ ان کے مخالف وہ لوگ ہیں جو اسلام میں منطقی اور فلسفی خیال کے پیدا ہوئے اور بیشتر امور دینیہ میں ان کا دار و مدار عقلی باتوں پر رہا، اور اس وجہ سے سلف صالحین نے ان کو اہل الرائے کا لقب دیا ۔ ایسے جو لوگ تھے انہوں نے ایمان کے معنی صرف تصدیق بالجنان خیال کر کے ان اعمال کو خارج از ایمان قرار دیا اور احادیث کا خود اولاً تتبع ہی نہ کیا، اور اگر کسی نے خلاف میں حدیث پیش کی، تو انہیں اعتراضات عقلیہ کی بنا پر جنہیں صاحب سیرۃ النعمان نے نقل کیا ہے، ان احادیث کی تاویل کر دی یا کسی اور طریق سے ٹال دیا ۔ جیسا کہ سیرۃ النعمان کے صفحہ ۱۲۸ میں بعض استدلال محدثین کی نسبت لکھا ہے:

بڑا استدلال اس حدیث پر ہے کہ مومن، مومن ہو کر زنا و چوری نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا، حالانکہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے، ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ بھلا آدمی ہو کر تو ایسا کام نہیں کر سکتا، جس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ کام شان شرافت کے خلاف ہے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ یہ صریح حدیث کا مطلب بگاڑنا ہے، حدیث کا ہرگز یہ مضمون نہیں۔ میں حدیث کے الفاظ نقل کر کے ترجمہ کرتا ہوں، جس سے لوگ صاحب سیرۃ النعمان کے کلام کی خوبی اور اعتبار کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ حدیث کی عبارت یہ ہے

اذا زنی العبد خرج منه الا یمان فکان فوق رأسه کالظلة فاذا خرج من ذالك رجع الیه الا یمان۔ (مشکوۃ۔ص ۱۸)،

(جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس سے نکل جاتا ہے اور اسکے سر پر سایہ کی طرح رہتا ہے، پھر جب اس فعل سے نکلا تو ایمان اسکی طرف پلٹ آیا)

بھلا اس مضمون حدیث کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے۔ اگر نعمانی صاحب کہیں کہ وہ میں نے دوسری روائت کا مطلب لکھا ہے تو بھی غلط ہے، کیونکہ جب حدیث ہی اس معنی کی توضیح کرتی ہے تو خلاف اس کے بات بنانے کا کیا موقع ہے۔

امام ابوحنیفہ بھی زمانہ تبع تابعین کے اہل الرائے تھے اور اسی لقب سے مشہور تھے جیسا کہ خود صاحب سیرۃ النعمان نے صفحہ ۱۳۷ میں امام صاحب کی نسبت لکھا ہے:

ان کی شہرت اہل الرائے کے لقب سے ہے۔

وہ بھی ایمان کے مسئلہ میں محدثین کے مخالف ہوئے۔ باقی رہا اہل الرائے کے معنی میں جو کچھ صاحب سیرۃ النعمان نے ہوا بندی کی ہے، میں یہاں پر ان کی ممدوح ومقبول کتاب کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ حجۃ اللہ البالغہ میں ہے:

المراد من اهل الرأی قوم توجهوا بعد المسائل المجمع علیها بین المسلمین او بین جمهورهم الی التخریج علی اصل رجل من المتقدمین فکان اکثر امرهم حمل النظیر علی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النظیر و رد الی اصل من ا لا صو ل دو ن تتبع ا لا حا دیث و الآ ثار ۔ (حجۃ اللہ البالغہ۔ ج اول۔ص ۱۶۱)

(ترجمہ: اہل الرائے سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے مسائل متفق علیھا کے بعد کسی شخص متقدم کے قاعدہ پر تخریج مسائل کی طرف توجہ کی۔ ان کا اکثر دستور یہی تھا کہ مسئلہ میں اس کے مشابہ مسئلہ کا جو حکم ہوتا، وہی حکم اس مسئلہ پر بھی لگا دیتے، اور مسئلہ کو انہی قواعد کی طرف پھیر پھار کر لے جاتے اور احادیث نبوی ﷺ اور اعمال واقوال صحابہ کے کھوج تلاش نہ کرتے)۔

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اہل الرائے وہ لوگ کہلاتے تھے کہ مسائل میں قاعدہ لگا کر اور قیاس سے فتوی دیتے تھے، حدیث رسول ﷺ اور آثار صحابہ سے ان کو سروکار نہ تھا۔

صاحب سیرۃ النعمان نے اس موقع میں امام ابوحنیفہ کا ایک خط نقل کیا ہے۔ اور بعد نقل مضمون خط کے، لکھا ہے کہ امام صاحبؒ نے جس خوبی سے اس دعوی کو ثابت کیا ہے، انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ دعوی تو یہ ہے کہ ایمان نفس تصدیق کا نام ہے، اور اعمال ایمان سے خارج ہیں، اس دعوی کی پہلی دلیل امام صاحبؒ کے خط کا مضمون آپ یہ نقل کرتے ہیں:

جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا، اسکا جان و مال حرام ہو جاتا تھا، پھر خاص ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے تھے، فرائض کے احکام آئے۔

میں کہتا ہوں کہ اولاً تو یہ گفتگو ایمان میں ہے، اور امام صاحبؒ اسلام کی نسبت فرماتے ہیں کہ (جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا)۔ کیا ایمان اور اسلام ایک چیز ہے؟ آپ تو اس کے قائل ہیں کہ ایمان و اسلام دو چیز ہے۔ اسلام انقیاد کا نام ہے اور ایمان تصدیق کا نام ہے۔ باقی رہا شرعاً معتبر ہونے کی حیثیت سے دونوں میں تلازم ہونا اگر آپ کہیں تو یہ امر آخر ہے، ورنہ فقہ اکبر (جو امام ابوحنیفہ کی کتاب کہی جاتی ہے) میں اسلام کی تعریف لکھی ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاسلام هو التسليم و الانقياد لا مر الله تعالى

پھر اس مضمون کو ایمان سے کیا تعلق ہے جو امام صاحبؒ نے ایمان کی بحث میں اس کو پیش کیا۔ اگر آپ کہیں کہ اسلام سے یہاں مراد ایمان ہے، تو کیا صرف تصدیق بالقلب سے بغیر اقرار کے اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ دوسرے، امام صاحب کے اس قول (جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا) سے کیا غرض ہے؟

اگر یہ مراد ہے کہ ارکان اسلام بجالاتا تھا، تو وہی مذہب محدثین کا ہے کہ جو شخص بغیر ارکان اسلام بجالائے کفر سے بالکل نہیں نکلتا اور سارے احکام اسلام دنیوی واخروی اس شخص پر جاری نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ جو شخص ان ارکان اسلام کو صرف مانتا تھا اور بجا نہیں لاتا تھا، اس کی جان و مال حرام ہو جاتا تھا، تو یہ بات قرآن وحدیث وعمل درآمد خلفائے راشدین کے بالکل خلاف ہے۔ ایک حدیث اس معنی کی بضمن عبارت حجۃ اللہ البالغہ اوپر نقل ہو چکی ہے

امرت ان اقاتل الناس ۔ الحدیث۔

اور اب سورۃ توبہ کی یہ آیت نقل کی جاتی ہے:

فاقتلوا المشركين حيث وجدتموهم و خذوهم و احصروهم واقعدوا لهم كل مرصد۔ فان تابوا و اقاموا الصلوة و اتوا الزكوة فخلوا سبيلهم

(قتل کرو مشرکوں کو جہاں پاؤ، اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم کریں نماز اور دیا کریں زکوۃ، تو چھوڑ دو ان کی راہ)

شاہ عبدالقادر صاحب اس آیت کے فوائد میں لکھتے ہیں:

حضرت ﷺ نے فرمایا دل کی خبر اللہ کو ہے اور ظاہر میں جو مسلمان ہو وہ سب کے برابر ہے۔ اور ظاہر اسلام کی حد ٹھہرائی ایمان لانا اور کفر سے توبہ کرنا اور نماز اور زکوۃ۔ اسی واسطے جب کوئی شخص نماز چھوڑ دے یا زکوۃ موقوف کرے، تو اس سے امان اٹھ گئی۔ حضرت صدیق نے زکوۃ کے منکروں کو برابر کافروں کے قتل فرمایا۔ عمل درآمد صحابہ کا بھی اسی سے ظاہر ہے اور یہ بات تو احادیث صحیحہ سے ثابت اور مسلم الطرفین ہے کہ ابوبکر صدیق نے ان لوگوں پر جہاد کیا جنہوں نے بعد آنحضرت ﷺ کے زکوۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینی موقوف کر دی تھی اور ابو بکر صدیق نے علی رؤس الاشہاد فرمایا تھا:

و الله لو منعو نی عناقاً کا نوا یئو دو نها الی رسول الله ﷺ لقا تلهم علی منعها (مشکوة کتا ب الز کوة فصل ثا لث)

(قسم ہے خدا کی اگر لوگ ایک بکری کا بچہ بھی روکیں گے جو رسول اللہ ﷺ کے وقت میں دیتے تھے تو میں ان اس کے روکنے پر ضرور قتال کرونگا)

آیت قرآنی اور حدیث سے بھی وہ غلط ٹھہرا جو امام صاحبؒ کے خط کا یہ مضمون آپ نے نقل کیا ہے (پھر خاص ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے تھے فرائض کے احکام آئے) کیونکہ آیت و حدیث میں صاف مذکور ہے کہ کفر سے توبہ اور نماز اور زکوۃ تینوں کا ساتھ ہی حکم ہوا، اور بغیر تینوں کے بجا لائے احکام اسلام کے کسی پر جاری نہ ہوئے، اول ہی سیپارہ میں اللہ پاک نے بنی اسرائیل کو ایمان بما انزل اللہ و اقامت نماز و ایتاء زکوۃ تینوں کے ساتھ مخاطب فرمایا دیکھو پانچواں رکوع سورت بقرہ کا یبنی اسرا ئیل الذ کروا ۔ الآ یه ۔ پس کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ فرائض کا خطاب انہیں لوگوں کو ہوا۔ علاوہ جو لوگ ایمان لا چکے تھے ان کو ایمان کا حکم ہوا۔ قرآن میں اس معنی کی بکثرت آیتیں موجود ہیں یا ایها الذین آ منوا امنوا ۔ الآ یه ۔ یا ایها الذین آ منوا هل ادلکم ا لآ یة ۔ اگر ایمان کے معنی مجرد تصدیق کے ہیں تو تصدیق والوں کو پھر ایمان کا کیوں حکم ہوا۔ کیا تحصیل حاصل آپ جائز سمجھتے ہیں؟

دوسرا مضمون امام صاحبؒ کے خط کا شبلی نعمانی نے یہ نقل کیا ہے:

تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہوتے ہیں لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہوتا ہے کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہوتا ہے۔ خدا تعالی نے خود کہا:

شر ع لکم من الدین ما وصی به نو حاً و الذ ی او حینا الیك و ما وصینا به ابرا هیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین و لا تتفر قوا فیه ۔ (یعنی تمہارے لئے اسی دین کو مشروع کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جو تجھ کو وحی بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیم و موسی اور عیسی کو کی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں متفرق نہ ہو)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں کہ مضمون آیت کا تو حاصل اسی قدر ہے کہ دین قائم رکھنے اور متفرق نہ ہونے کا سب نبیوں کو حکم ہوا، اس کو اس دعوی سے کیا تعلق ہے کہ اعمال داخل ایمان نہیں ہیں؟ اور ان پر اطلاق ایمان کا نہیں ہوسکتا، یا یہ کہ دین و مذہب میں سب برابر ہیں، ایمان کا تو آیت میں ذکر بھی نہیں ہے۔ البتہ دین کا لفظ ہے۔ کیا آپ نے دین کے معنی ایمان سمجھا ہے۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہوں کہ قائم رکھو دین کو۔

دوسرے قرآن مجید میں صریح ارشاد فرماتا ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام

(اللہ تعالی کے نزدیک دین اسلام حکم برداری کا نام ہے)

اور فقہ اکبر کی عبارت ہم اوپر نقل کر چکے کہ اسلام انقیاد اوامر الٰہی کو کہتے ہیں اور اسی کو اللہ پاک نے دین فرمایا۔ اس آیت سے امام صاحب کے دعوی کو کیا تعلق ہے؟

اس موقعہ میں اگر صاحب سیرۃ النعمان کہیں کہ ایمان و اسلام میں باین طور اتحاد ہے کہ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوسکتا، تو میں کہوں گا کہ اس سے کیا غرض ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ ایک دوسرے کا قوام حقیقت میں داخل ہے، تو یہ بات اس کے خلاف ہے جو آپ نے لکھا ہے کہ دونوں سے کوئی حقیقت مرکب نہیں ہوسکتی، اور اگر یہ مراد ہے کہ احدھما شرط للآخر یعنی موقوف علیہ ہے، تو گویا صورت یہ ہوئی کہ شئے بعد وجود ذاتیات کے اپنے تقویم میں شیء خارج کی محتاج ہے۔

و ذا یستلزم المجعولیۃ الذاتیۃ و للکلام فیہ سعۃ،

لیکن اگر ہم اس وضع نگارش کو اختیار کرتے ہیں تو اپنے انداز محدثانہ سے دور جا پڑتے ہیں۔

تیسرا مضمون امام صاحب کے خط کا شبلی نعمانی یہ نقل کرتے ہیں:

خدا نے جہاں فرائض بتائے ہیں اس موقع پر ارشاد فرماتا ہے یبین اللہ لکم ان تضلوا۔ اس لئے خدا نے بیان کیا کہ تم گمراہ نہ ہو۔ دوسری آیت میں ہے ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری۔ ایک گمراہ ہو تو دوسرا یاد دلادے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اولاً یہ بات محض غلط ہے کہ خدا نے جہاں فرائض بمعنی اعمال بتائے ہیں اس موقعہ پر یہ آیتیں فرمائی ہیں۔ پہلی آیت تو سورت النساء کا آخر ہے وہاں یہ مضمون ہے کہ اللہ پاک نے وارثوں کے حصے مقرر کر دیئے تاکہ تم کو حصہ بانٹنے میں گڑبڑ نہ ہو، اور کسی کو حق سے کم زیادہ نہ دے دو۔ اس آئت کو اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے کہ اعمال جزو ایمان ہیں یا نہیں؟

دوسری آیت تو گواہوں کے بارہ میں ہے کہ دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورت کو گواہ بنانا چاہیے، تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔ دیکھو سورۃ بقرہ رکوع ۳۹۔ مستدل نے اولاً احدا ھما کو احد ھما بنایا، اور اخری کا ترجمہ دوسرا کیا۔ مگر یہ خیال نہیں رہا کہ تضل بہ تائے فوقانی کو یضل بہ بائے تحتانی بنا دیتے۔ فرمائیے کہ یہ تحریف نہیں تو کیا ہے؟ ان آیات سے دعوی مذکور پر استدلال کرنا قرآن سے ناواقفی اور نافہمی کی دلیل ہے۔ وہ حسن ظن جو لوگوں کو امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہے اس کا مقتضی یہ نہیں ہے کہ ایسے مضامین کی نسبت ان کی طرف کی جائے۔

امام ابوحنیفہؒ کے خط کا آخری مضمون، شبلی نعمانی نے یہ نقل کیا ہے:

> میرا یہ قول ہے کہ اہل قبلہ سب مومن ہیں، اور فرائض کے ترک سے کافر نہیں ہو سکتے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے، اور جو ایمان اور اعمال دونوں کا تارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے، جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں، وہ مسلمان ضرور ہے لیکن گنہ گار مسلمان ہے، خدا کو اختیار ہے کہ اس پر عذاب کرے یا معاف کر دے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ اس آخر قول امام ابوحنیفہ میں جملہ: اہل قبلہ سب مومن ہیں۔، کے کیا معنی ہیں؟ اہل قبلہ کے تو یہ معنی ہیں کہ جو بیت اللہ کی طرف نماز پڑھتا ہے۔ یہی ظاہر ہے اور اسی معنی کی شاہد ہے حدیث

من صلی صلو تنا و استقبل قبلتنا

تو معنی یہ ہوئے کہ ہر نماز پڑھنے والہ مومن ہے، تو صاحب عمل نمازی پر حکم ایمان کا ہے، نہ مجرد تصدیق بالجنان والے پر۔ اگر اہل قبلہ کے معنی آپ کوئی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائیں تو اس کے لئے دلیل اور قرینہ درکار ہے۔

دوسرا جملہ بھی اس آخر مضمون کا اسی معنی کا شاہد ہے، یہ قول کہ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن وجنتی ہے، اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ فرائض بجالانے والا مومن ہے۔

تیسرا جملہ امام صاحبؒ کے آخر مضمون کا یہ ہے:

جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اس سے ترک ہو جاتے ہیں۔،

نہ یہ کہ مطلقاً بجا ہی نہیں لاتا، پھر ترک ہو جانے اور تارک ہو جانے کے معنی میں جو امتیاز ہے وہ ظاہر ہے اس کی نسبت امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان ضرور ہے۔ حالانکہ بحث ایمان میں ہے، نہ اسلام میں۔

غرض امام ابوحنیفہ حاصل کلام میں اپنے خط کی ایک بات بھی خلاف محدثین کے نہ کہہ سکے، اور صاف اقرار کیا کہ جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرائض بجالاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے، اور نہ یہ کہہ سکے کہ تارک اعمال مجرد تصدیق رکھنے والا مومن ہے، اور کیوں کر کہتے، اگر ایسا ہو تو بہت سے کافر نصی مومن ٹھہریں گے۔ علمائے یہود آنحضرت ﷺ کو پیغمبر برحق یقیناً جانتے تھے، مگر ظاہری مصلحتوں سے انقیاد نہیں کرتے تھے۔ قرآن کی متعدد آئتیں اس پر شاہد ہیں:

یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔ پارہ۔۲۔

فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہ۔ پارہ۔۱۔

اگر اس موقع میں معرفت وتصدیق میں فرق نکالا جائے اور تصدیق کے معنی نسبت الصدق وغیرہ کے کہے جائیں، تو اس بناء پر تصدیق مقولہ فعل سے ٹھہرے گی، حالانکہ صاحب سیرۃ النعمان اس کو مقولہء کیف سے لکھتے ہیں۔ اور صحیح بخاری میں ابو سفیانؓ کی روائت ابتداء ہی میں ہے جس میں صریح مذکور ہے کہ ہرقل بادشاہ آنحضرت ﷺ کے پیغمبر برحق ہونے کا دل میں یقین رکھتا تھا، گویا دل سے منقاد تھا، مگر دنیاوی جھگڑے اس کو انقیاد ظاہری سے مانع تھے۔ ایسے لوگوں کو امام ابوحنیفہ بھی کافر کہتے ہیں، حالانکہ اگر ایمان مجرد تصدیق بالقلب کا نام ہے تو لازم یہ ہے کہ ایسے لوگ مومن ہوں۔ صاحب سیرۃ النعمان کو اس موقعہ پر یہ کہنا پڑے گا کہ وہ لزوم سے واقف نہ تھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ انہوں نے محدثین کی نسبت بے دھڑک لکھ دیا کہ اگر چہ اکثر محدثین ایسے شخص کو کافر نہیں سمجھتے تھے لیکن یہ نہ سمجھنا اس وجہ سے تھا کہ وہ لزوم سے ناواقف تھے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ محدثین کا اعمال کو جزو ایمان کہنا اس طور پر ہے کہ ایمان ان کے نزدیک ایک شاخ دار چیز ہے جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں وارد ہے:

ا لا یمان بضع و سبعو ن شعبة فا فضلها قول لا اله الا الله و اد ناها اما طة الا ذی عن الطریق و الحیاء شعبة من ا لا یما ن

۔ متفق علیہ۔ (ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں۔ سب سے بڑی شاخ لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور سب سے چھوٹی شاخ راستہ سے تکلیف کی چیز دور کرنا ہے، اور حیا ایک شاخ ہے ایمان کی)

اور اس کا مضمون حجۃ اللہ البالغہ سے بھی ہم اوپر نقل کر چکے ہیں۔ پس جیسے شاخوں کے کٹنے سے درخت میں نقصان آتا ہے، مگر جڑ قائم رہتی ہے، ویسا ہی اعمال کے نقصان سے ایمان میں نقصان آتا ہے مگر جڑ قائم رہتی ہے، یعنی بالکل ایمان زائل نہیں ہوتا۔

باقی رہا امام ابوحنیفہ کی طرف سے منطقی اعتراض کہ انتفائے جزء سے انتفائے کل لازم آتا ہے، جیسا کہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں (حالانکہ لزوم قطعی اور یقینی ہے)

میں کہتا ہوں کہ لزوم سے آپ کی غرض اگر یہ ہے کہ جزئیت اعمال کو لازم ہے کہ انتفائے اعمال سے ایمان کل من حیث الکل نہ پایا جاوے تو مسلم ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی جزء خاص کے پائے جانے پر ترتب ثواب نہ ہو، کیونکہ یہ تقدیرات ربانی سے ہے اللہ پاک پر یہ لازم نہیں کہ صرف کسی ایک جزء کے پائے جانے پر بغیر پائے جانے والے جمیع اجزاء ایمان کے ترتب ثواب کو بقدر اس جزء کے مقدر نہ فرمائے۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ ایسی ذری سی بات وہ مشکل معلوم ہوئی کہ ظاہر نصوص سے اعراض کیا گیا، اور تاویلوں کی کوئی حد نہ رکھی۔ باوجود اعتراف نکتہ شناسی امام ابوحنیفہؒ کی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کرنا، محض خلاف عقل ہے۔ تعجب ہے کہ صاحب سیرۃ النعمان ایسی تقریریں امام ابوحنیفہ کی مزید مبالغہ مدح وثنا کے ساتھ کیوں کر نقل کرتے ہیں۔

شبلی نعمانی نے اعمال کے خارج از ایمان ہونے پر امام ابوحنیفہ کی بہت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی دلیل یہ نقل کی ہے کہ قرآن میں ایمان اور عمل بسبیل عطف آئے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ کیوں جناب درود ماثورہ میں بروائت ابوداؤد جواز واجہ و ذریۃ واہل بیت بسبیل عطف وارد ہے، تو کیا امام صاحب کے نزدیک اہل بیت نبی ﷺ ذریت نبی ﷺ میں داخل نہیں۔ بھلا یہ کون کہہ سکتا ہے کہ اہل بیت ذریت نہ تھے، یا ازواج اہل بیت نہ تھیں۔ اور سورۃ والعصر میں جو عملوا الصالحات و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر اللہ پاک نے بسبیل عطف فرمایا ہے تو کیا امام صاحبؒ کے نزدیک تواصی بالحق و تواصی بالصبر اعمال صالحہ میں معدود نہیں ہے، یا تواصی بالصبر پر تواصی بالحق کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

دوسری دلیل شبلی نعمانی اپنے زعم میں نہائت پختہ اور قوی یہ فرماتے ہیں:

من یؤمن باللہ فیعمل صالحاً میں حرف تعقیب آیا ہے جس سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہوجاتا ہے۔

میں (عبدالعزیز رحیم آبادی) کہتا ہوں کہ یہ عبارت قرآن میں کہاں ملتی ہے؟ مضمون تراشی کرتے کرتے صاحب سیرۃ النعمان کا ذہن قرآن کی آیت بھی بنانے لگا۔ اس جرأت کا کچھ ٹھکانا ہے، قرآن جو ہر فرد بشر کو میسر ہے لاکھوں حفاظ موجود ہیں، اس کا حوالہ غلط دینے میں جب صاحب سیرۃ النعمان کو کچھ باک نہ ہوا تو ایسے بے باک شخص کی کسی سند وحوالہ کا کیوں کر اعتبار ہوسکتا ہے۔ یہ بھی خیال کرنے کی بات ہے کہ نعمانی لوگ نصرت مذہب کے لئے قرآن کی آیت بھی اپنی طرف سے بنالینی کوئی بڑی بات نہیں سمجھتے۔ علاوہ، اگر یہ سچ بھی ہوتا تو صاحب سیرۃ النعمان (جن کو اپنی عربیت کا دعوی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: بادیہ پیمائے عرب بودہ ام) سے پوچھنا چاہیے کہ فا کا تعقیب ہی میں انحصار کہاں ثابت ہے۔ فازلھما الشیطان عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ اور توضأ فغسل وجھہ وغیرہ میں آپ تعقیب ثابت کریں۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ الایمان لا یزید و لا ینقص یعنی ایمان کم وبیش نہیں ہوسکتا۔ اس مسئلہ میں صاحب سیرۃ النعمان نے موافق مذہب محدثین اقرار کیا ہے کہ ایمان کم وبیش ہوتا ہے۔ متعدد آیتوں سے اس کا صراحۃً ثابت ہونا مانا ہے۔ چنانچہ بعد نقل بعض آیتوں کے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں نص صریح ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قول: ایمان کم وبیش نہیں ہوسکتا۔، کے دوسرے معنی آپ بتاتے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ امام صاحبؒ کے قول کا مطلب نہ صرف محدثین اور شافعیہ نے بلکہ خود احناف نے بھی نہیں سمجھا۔

میں کہتا ہوں کہ نہائت غنیمت بات ہے کہ بارہ سو برس کے بعد آپ نے غلطی کا تدارک کیا۔علمائے محدثین وشافعیہ تو درکنار خود حنفی مذہب کے علماء بھی امام صاحبؒ کے قول کا مطلب غلط سمجھے ہوئے تھے، آپ نے ٹھیک مطلب نکالا ہے، مگر جب بن جائے۔شبلی نے یہاں پر اولاً مذہب محدثین کا اس مسئلہ میں یہ نقل کیا ہے کہ ایمان بلحاظ مقدار کے زیادہ کم ہوتا ہے، اور اس پر قسطلانی کی عبارت شہادت میں لکھی ہے۔محدثین کا مذہب اس بارہ میں تو مسئلہ اول کے بیان میں مذکور ہو چکا مگر اس قدر لکھنا اس جگہ بے موقعہ نہیں معلوم ہوتا کہ عبارت قسطلانی کا مطلب شبلی نعمانی نے غلط سمجھا۔اس عبارت کا ترجمہ خود آپ یہ کرتے ہیں:

> ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے اور گناہ کرنے سے گھٹ جاتا ہے۔

اس عبارت کا یہ مطلب کیوں کر ہوا کہ اعمال چونکہ جزو ایمان ہیں اس واسطے ان کی زیادتی سے اجزاء ایمان کی زیادتی ہے اور ان کے کم ہونے سے اجزاء ایمان کے کم ہوجاتے ہیں کیونکہ اس عبارت میں بائے سببیہ ہے اور سبب شئے کے لئے ضرور نہیں کہ داخل شئے ہو۔

دوسرے اس عبارت میں یہ مضمون بھی ہے کہ گناہ کے سبب سے ایمان گھٹ جاتا ہے اور گناہ ترک اعمال میں منحصر نہیں ہے۔کیا ارتکاب منکرات گناہ نہیں ہے۔

اس کے بعد آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کا مطلب خلاف سابقین کے یہ فرمایا ہے:

> امام صاحبؒ کا یہ دعوی نہیں ہے کہ ایمان بلحاظ کیفیت شدت وضعف کے زیادہ وکم نہیں ہوسکتا، بلکہ ان کا یہ دعوی ہے کہ ایمان مقدار کے اعتبار سے کم وبیش نہیں ہوتا ہے۔یہ دعوی اس بات کی فرع ہے کہ اعمال جزء ایمان نہیں ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں کہتا ہوں کہ بات تو آپ نے بہت عمدہ بنائی ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ خود امام صاحبؒ کے خط کا مضمون جو آپ ہی نے لکھا ہے آپ کے مطلب کے خلاف ہے۔ صفحہ ۱۲۶ میں آپ امام صاحب کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں۔

عمل اور تصدیق کو دو جدا گانہ چیز فرما کر امام صاحبؒ یہ لکھتے ہیں تصدیق میں سب مسلمان برابر ہیں۔ پس امام صاحبؒ کے نزدیک قطع نظر عمل کے نفس تصدیق میں مساوات ہے اور تصدیق اسی اذعان اور یقین کا نام ہے جس کو آپ مقولہء کیف سے مان چکے ہیں۔ آپ ہی کی عبارت مثبتہ منقولہ سے آپ کا مطلب (جو آپ نے امام ابوحنیفہ کا قول بنایا تھا) غلط ٹھہرا۔ تعجب ہے کہ آپ خود اپنی کتاب کے مفاد پر مطلع نہ ہوئے، اور حافظ خطیبؒ بغدادی جیسے شخص کی نسبت بے باکانہ ایسے کلمات لکھ دیئے:

خطیب بغدادیؒ نے صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے اور یہ نہ سمجھے کہ امام صاحبؒ کا دعوی کیا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے امام صاحب کا مطلب کیوں کر اور کہاں سے سمجھا؟ ذرا اس کو تو بتایئے۔ علاوہ کسی کلام کا مطلب تمام دنیا کے علماء کے سمجھ میں نہ آنا، یہ کلام اور متکلم کا نقصان نہیں، تو کیا ہے؟ پھر آپ کا یہ بھی اقرار ہے کہ:

اس قسم کے تمام مسائل میں امام صاحب اپنی خاص رائیں رکھتے تھے۔ (سیرۃ النعمان۔ ص ۱۳۰)

یہ صریح اقرار ہے اس بات کا کہ امام صاحب کے مسائل مذہب ماثور صحابہ و تابعین کے خلاف تھے ورنہ مسائل میں خاص رائے رکھنے کے کوئی معنی نہ ہوں گے۔

نوٹ نمبر ۵

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت تفسیر مظہری سے نقل کرنا مناسب معلوم ہے۔ تفسیر مظہری میں تحت آیت کریمہ

ان یشاء یذ ھبکم ایّھا النّا س و یأت بآ خرین (النساء: ۱۳۳)

لکھا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید بن منصور اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک حضرت سلمان کی پشت پر مار کر فرمایا یقیناً وہ لوگ اس کی قوم والے ہوں۔ اس حدیث کی روشنی میں اس کا مفہوم ویسا ہی ہوگا جیسے آیت ان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم کا۔الخ

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کا بیان منقول ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی جب آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم اتری تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہیں حضور ﷺ نے دست مبارک حضرت سلمان پر رکھ کر فرمایا کہ ایمان ثریا پر بھی ہوگا (یعنی زمین پر ایمان کا کہیں وجود نہیں رہے گا) تب بھی کچھ لوگ ان (کی قوم) میں کے ایمان کو حاصل کر لیں گے۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آیت و ان تتولوا یستبدل قوماً خیرکم ثم لا یکونوا امثالکم (اگر تم منہ پھیر لو گے تو اللہ تمہارے علاوہ کچھ اور لوگوں کو لے آئے گا پھر وہ لوگ تم جیسے (کافر بداعمال) نہ ہوں گے تلاوت فرمائی)۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ یہ کون لوگ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے دست مبارک سلمان (فارسی) کی ران پر مار کر فرمایا اور اس کی قوم والے اگر دین ثریا پر بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو پالیں گے۔

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ ہی کی روایت سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عجمیوں کا تذکرہ آیا تو آپ نے فرمایا میں ان پر یا (فرمایا) ان میں سے بعض پر تم سے یا (فرمایا) تمہارے بعض لوگوں سے زیادہ اعتماد رکھتا ہوں۔

ان روایات کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

لعلّ فی ھذہ الاحادیث اشارۃ الی مشائخ ماوراء النّھر بھاء الدین نقشبند و امثالہ فان ھئولاء الکرام من الاعاجم و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طناً و ان کا ن اکثرھم من آل النّبیّ و اصحا به نسباً قد احیوا سنّة النّبیّ بعد ما امیتت و ما رضوا بالبدعة وان کانت حسنة و نعمه ما قا ل الجا می

سکہ کہ در یثرب وبطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

و ایضاً علی علماء ماوراء النهر مثل ابی عبد اللّٰه البخاری امثا له من المحد ثین و الفقهاء و اللّٰه اعلم ۔

(ترجمہ: میں کہتا ہوں شائد ان احادیث میں حضرت شیخ بہاء الدین نقشبندی اور آپ جیسے دوسرے مشائخ ماوراء النہر کی طرف اشارہ ہے۔ یہ بزرگ اگر چہ عجمی النسل نہ تھے مگر وطنیت کے اعتبار سے عجمی تھے اکثر حضرات رسول اللہ ﷺ کی آل اور صحابہ کرام کی نسل سے تھے انہوں نے ہی رسول اللہ ﷺ کی مردہ سنت کو زندہ کیا اور کبھی بدعت سیئہ ہو یا حسنہ پسند نہیں کیا۔ مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند

جو سکہ مکہ مدینہ میں چلا وہ دوسری بار بخارا میں چلا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ماوراء النہر کے محدثین کرام اور فقہاء عظام کی طرف اشارہ ہو جیسے امام ابو عبداللہ بخاری وغیرہ۔

(تفسیر مظہری جلد ۳۔ص ۱۹۹۔ ترجمہ وتشریح: سید عبدالدائم جلالی۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱۹۹۹ء، ہدایۃ المعتدی مصنفہ عبدالعزیز رحیم آبادی)

(بخاری شریف کی جس روایت کی طرف اوپر اشارہ ہوا ہے، یوں ہے: بہا:

حد ثنا عبد العزیز بن عبد الله: حد ثنی سلیما ن بن بلا ل عن ثور عن ابی الغیث عن ابی هر یرة قا ل :

کنا جلو ساً عند النبی ﷺ فأنز لت علیه سورة الجمعة :

و آ خر ین منهم لمّا یلحقوا بهم ۔،

قال: قلت : من هم یا رسو ل الله ۔

فلم یرا جعه حتی سأل ثلا ثاً و فینا سلما ن الفارسی ، و ضع رسو ل الله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ یده علی سلما ن ، ثم قا ل : لو کا ن ا لا یما ن عند الثر یا لنا له ر جا ل او ر جل من هؤلا ء (صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۹۷)

حد ثنا عبد الله بن عبد الو ها ب حد ثنا عبد العزیز :

ا خبر نی ثور عن ابی المغیث عن ابی هر یرة عن النبی ﷺ : لنا له ر جا ل من هؤلا ء ۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۸۴۹۸)

منح الباری سے نوٹ

کتاب مستطا ب دراسات اللبیب ،مضمو ن اتباع سنت میں تصنیف ہے مصنف اس کا علامہ محمد معین ابن محمد امین سنی المعتقد حنفی المذ ہب ہے شا ہد اس پر خود یہی کتا ب ہے جو اس کو اول سے آ خر تک د یکھے اس کی صداقت معلوم کر ے جب یہ کتاب چھپ کر شا ئع ہوئی اور اہل بدعت کی اس سے قلعی کھلی اور ان پر یہ سخت بلا نا ز ل ہوئی نہ اس کو قبول کر سکیں کیونکہ حق با ت کو قبول کر نا اور اپنی ر ہبا نیت کا چھوڑ نا ان پر موت سے زیا دہ ہے، اور نہ اس کا جوا ب لکھ سکیں کیونکہ حق کے مقا بلہ میں کیا کو ئی کہہ سکتا ہے فما ذا بعد الحق الا الضلا ل تو انہوں نے یہ تد بیر نکا لی کہ اس کتا ب کو بدنا م کیجئے اور عوا م النا س میں غلط مشہور کر د یجئے پس یہ با ت مشہور کر دی کہ یہ کتا ب کسی را فضی کی تصنیف ہے اس میں دوا ز دہ ا ما م کا لفظ مصنف نے لکھا ہے اور اہل بیت نبوی کو طا ہر پا ک معصوم کہا ہے اور ایسے ہی کئی ایک اعتر اض مشہور کئے ۔

پس مو لا نا و اولینا عبد اللہ عرف مولوی غلام رسول قلعہ وا لے نے ایک مختصر تحر یر میں ان سب اعتر اضوں کے جوابات مدلل لکھے اور تما م بول چا ل اس کتا ب کے اہل سنت کی کتا بو ں کے مو افق کر د کھا ئے اس دن سے ان کا منہ بند ہوا اور چر چا موقوف ہوا۔ وہ تحر یر جنا ب ممدو ح کی اس عا جز کے پا س مو جود ہے جس صا حب کو اس کے مطا لعہ کا شوق ہو وہ بلا تکلف طلب فر ما ویں اور یہ عا جز اس مقا م میں ان تہمتوں اور بدگما نیوں کے جوا ب میں سنی المعتقد حنفی المذ ہب ہو نا صا حب درا سا ت کا خود اس کی کتا ب سے ثا بت کر د یتا ہے ۔ اس کے ضمن میں یہ بھی وا ضح ہو گا کہ معصوم ہو نا اہل بیت کا صا حب درا سا ت کے اعتقا د میں بمعنی محفو ظ ہو نے کے ہے نہ ان معنوں سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ان سے خطا کا صادر ہونا محال ہے جیسا کہ شیعہ کا اعتقاد ہے۔

قا ل ر حمه الله فی اوا خر الدراسة الخا مسة من ذلك الكتا ب و مما يجب ان انبّه عليه ان هذا الكلا م فی عصمة ا لا نبياء جر ينا فيها جر ی الشيخ ا لا كبر قدس سره فيها فی المهدی من حيث ان مقصو د نا منه ان قو له ﷺ فيه يقفوا ا ثری لا يخطاء لما دل عند الشيخ علی عصمته فحد يث الثقلين يد ل علی عصمة ا لا ئمة الطاهر ين بما مر تبيا نه و لست اعقد ا لا تا مل علی ان العصمة الثا بتةفی ا لا نبياء عليهم الصلوة و السلا م يو جد فی غير هم و انما اعتقد فی اهل الو لا ية قاطبة العصمة بمعنی الحفظ وعدم صدور الذ نب لا استحا لة صدوره والا ئمة الطا هر ين اقد م من الكل فی ذ لك و بذ لك يطلق عليهم ا لا ئمة المعصو مو ن فمن ر ما نی من هذا البحث با تبا ع مذ هب غير السنة مما يعلم الله سبحا نه برا ء تے منه فعليه اثم فر ية و الله خصيمه و كيف لاا خاف من هذا الكلا م و قد خاف شيخ ار با ب السير فی السيرة الشا ميّه من الكلا م علی طرق حد يث رد الشمس بد عا ئه ﷺ لصلوة علیؓ و تو ثيق ر جالها ان ير می با لتشيع حيث رأی الحا فظ الحسكا نی فی ذ لك سلفاً الی آخر ما نقله من كلا م صا حب السيرة الشاميه۔

ترجمہ: اور ایک بات واجب التنبیہ یہ ہے کہ جو میں نے عصمت آئمہ میں کلام کیا اس میں میں نے شیخ اکبر کی چال چلی ہے کیونکہ مقصود میرا اس کلام سے یہ ہے کہ جب کہ شیخ اکبر کے نزدیک یہ حدیث امام مہدی کے باب میں یقفوا اثری لا یخطأ دلالت کرتی ہے مہدی کی عصمت پر تو حدیث ثقلین کی یعنی جس میں یہ ارشاد ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے میں تم میں دو چیزیں چھوڑ جاتا ہوں کہ وہ آپس میں جدا نہ ہوں گے ایک کتاب اللہ دوسرے میرے اہل بیت الحدیث۔ یہ دلالت کرتی ہے عصمت پر اہل بیت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جیسا کہ بیان اس کا گزر چکا ہے اور میں یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ جو عصمت انبیاء میں پائی جاتی ہے وہ اوروں میں بھی ہے بلکہ مجھ کو تمام اولیاء کی جناب میں اس معنی کر عصمت کا اعتقاد ہے کہ ان کو اللہ خطا سے بچا لیتا ہے نہ اس معنی کر کہ ان سے خطا کا صادر ہونا محال ہے اس معنی اول میں اہل بیت تمام اولیاء سے مقدم ہیں اسی واسطے ان کو آئمہ معصومین بولا جاتا ہے۔ پس جو کوئی اس گفتگو کے سبب سے مجھے اتباع مذہب غیر سنت و جماعت کی تہمت کرے جس سے بری ہونا میرا اللہ کو معلوم ہے تو گناہ اس کی تہمت کا اسی پر پڑے اور اللہ جل شانہ اس سے سمجھے اور میں کیونکر اس اتہام سے خوف نہ کروں جس حالت میں ارباب سیرت کے بزرگ نے کتاب سیرۃ شامی میں بسبب اپنے کلام کرنے کے بیچ سندوں اوس حدیث کے جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی نماز کے واسطے آفتاب کو دعا سے پھر وادیا، یہ خوف کیا ہے کہ مجھے کوئی شیعہ ہونے کی تہمت نہ لگا دے کیونکہ پہلے امام حسکانیؒ پر بسبب اس کے کلام کرنے کے بیچ طرق اس حدیث کے ذہبی نے تہمت تشیع کی لگا دی تھی آخر تک اس کلام سے جو صاحب دراسات نے سیرت شامی سے بعینہ نقل کیا ہے۔

و قا ل فی الدرا سة الثانی عشر من ذ لك الكتا ب الدرا سة الثانيه عشر فی ايداء حسن الطو ية الى ا لا ما م ا لا جل ابی حنيفه ر حمه الله تعالى و لزو م التا دب به و بمذ هبه و الذ ب عنه و رد ما قيل فيه اعلم عصمك الله تعا لى عن ريب نبو تك و ا حسن فی المو منين ظنو نك انی بتصنيفی هذا الكتاب كدت ان ير مينی من لاعلم عنده و لا معرفة بسوء العقيدة الى ا لا ما م ابی حنيفه لظنه انی تر كت مذ هبه ولر جل لا يترك مذ هباً ا لا سخطة لرأ ی صا حبه و روية الفضل لما يصير اليه و تعضية فی ذ لك ما ذكر ت فيه من جسا را ت الحنفية على خلا ف الاحا ديث الصحيحه و هو ظن فا سد و اعتقا د كاسد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فا نی تر کت مذهبه ا لا فیماخالف ا لحد یث الصحیح و لم یظهر علیّ جوا ب المذهب عن ذ لك و هذا عمل بمذ هبه حیث او صی علی ما و صل الینا با لسند الصحیح منه ان الحد یث اذا خا لف به رأی ا حد فلیا خذ بالحد یث و العمل بو صیة لا یسمی تر کا لمذهبه مع ان من تر ك مذهباً بقوة دلیل غیره لاسخطة و لا ازدراء با لمترو ك بل مع تجو یز ان لصاحب المذ هب عن هذا الد لیل جوا باً لا یکو ن تر که هذا مذ مو ماً کما عرفت اول الکتا ب و جسا تاة الحنفیة لا ینسب الی امامهم و من الجهل الشنیع انتساب اقوا ل التا بعین الی المتبو عین کماتقدم بیا نه و خو ف الطعن هذا دعا نی الی انعقا د هذه الدرا سة فی هذه الترجمة لتکون شهادة صا دقة علی کذ ب الطا عن فی عین الکتاب و ان اد ری انّ من الناس من لاینفعه ا لا شق القلب قد قال ﷺ هلا شققت قلبه و الله یعلم منی انی فی کل ماا ظهر به فی هذه الدرا سة من حا لی صا دق انشاء الله رز قنی الله سبحا نه الکینونه التی امر بها فی الکتاب المجید و قا ل یا ایها الذین آ منوا اتقوا الله و کو نوا مع الصادقین و هم العا ر فو ن بالله سبحا نه و اهل ا لحد یث الملتز مو ن بصدق اللهجة و هو اصل صنعتهم و مدار حرفتهم لا زا لت معمرة لما خر بت من انبیة السنة ثم انی لا اشتغل بذکر مناقبه الجمة التی ملات ا لآ فاق واقر بها اهل الخلا ف و الو فاق و دو نت فیها ا لا سفار و تغمیت بذ کر ها ا لا مصار و الا قطار فا ن ما اهمنی ههنا هو ما انا علیه من التا د ب بحضرة هذا الا ما م البا ذع ..

ترجمہ: دراسہ بارھویں میں بیان اظہارخوش اعتقادی کے بیچ جناب امام بزرگ ابوحنیفہؒ اور لازم پکڑنے ادب کے آپ کے مذہب سے اور رفع اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد میں ان باتوں کے جوان کی شان میں لوگوں نے کہی ہیں۔ جان تجھے اللہ بچاوے حوادث زمانہ سے اور بہتر کرے تیرے ظن کو مومنوں کے حق میں کہ میں بسبب تصنیف اس کتاب کے بعید نہیں کہ متہم ہو جاؤں بے علموں کے نزدیک باتہام بداعتقادی کے جناب میں امام ابوحنیفہؒ کے کیونکہ یہ لوگ خیال کریں گے کہ میں نے آپ کا مذہب چھوڑ دیا ہے اور کوئی شخص کسی کا مذہب بدون اس کے کہ اس کو برا جانے اور دوسرے مذہب کو بہتر سمجھ لے کبھی نہیں چھوڑتا اور ان کے اس خیال کو مضبوط کردے گا ذکر کرنا میرا اس کتاب میں حنفیوں کی دلیریوں کو برخلاف احادیث صحیحہ کے سو یہ ظن ان کا فاسد اور خیال ان کا جھوٹا ہے اس لئے کہ میں نے ان کا مذہب نہیں چھوڑا بجز اس مسئلہ کے جس میں حدیث کا خلاف ہے اور مجھے اپنے مذہب کی طرف سے جواب شافی معلوم نہیں ہوا سو یہ عین تابعداری ان کے مذہب کی ہے کیونکہ سند صحیح سے ان کی وصیت مجھ کو پہنچ چکی ہے کہ جب حدیث صحیح کسی کی رائے کے برخلاف معلوم ہو تو عمل حدیث پر چاہیے سو اس وصیت پر عمل کرنے کو ترک مذہب نہیں کہا جاتا اور ترک مذہب بھی اگر قوت دلیل کی نظر سے ہو نہ رنج اور استخفاف سے، برا نہیں گنا جاتا۔ رہا ذکر کرنا ہمارا حنفیوں کی دلیریوں کو سو وہ امام کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا اور بڑی جہالت کی بات ہے کہ تابعداروں کے قول کو کوئی امام کی طرف نسبت کرے۔ سو اسی خوف نے مجھے اس دراسہ کے لکھنے پر آمادہ کیا تاکہ خود اسی کتاب میں یہ دراسہ میری شہادت ادا کردے اور کذب اس بہتانی کا ثابت کردے اگرچہ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ بعضے لوگوں کو بجز اس کے کہ دل کو چیر کر دیکھ لیں اس شہادت سے کچھ نفع نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جو کچھ میں اس دراسہ میں بیان کرتا ہوں سب سچ اور میرے حال کے مطابق ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان راست گوؤں میں کرے جن کے ساتھ ہونے کا کونوا مع الصادقین میں ارشاد ہے۔ وہ کون ہیں عرفانی حقانی اور اہل حدیث لازم پکڑنے والے سچے سخنوں کو پس میں یہاں پر وہ مناقب امام ابوحنیفہؒ کے جو تمام عالم میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر رہے ہیں اور مخالف وموافق ان کے اقراری ہیں اور کتابوں میں جمع ہیں اور سب شہروں اور گاؤں میں ان کا نغمہ ہو رہا ہے ذکر نہیں کرتا بلکہ میں اپنا ادب ان کی جناب میں ظاہر کرتا ہوں۔ الخ۔

اس تمہید کے بعد صاحب دراسات نے وہ مسائل بیان کئے ہیں جن میں بلا دلیل محض بنا بر حسن ظن صاحب دراسات نے امام ابوحنیفہؒ کی پیروی اختیار کر رکھی ہے پھر وہ مسائل بیان کئے جن میں ابوحنیفہؒ اور اماموں سے دلیل کی راہ سے غالب ہیں، پھر ان اعتراضات کو جو لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر کئے ہیں نقل کر کے حتی الوسع کمال ارادت اور حمایت سے ان کے جوابات دیئے ہیں اگر چہ وہ جوابات موجب اسکا ت خصم نہیں لیکن ان سے ارادت اور اعتقاد صاحب دراسات کا جناب میں امام ابو حنیفہ کی صاف ثابت ہوتا ہے طالب شائق اصل کتاب کا مطالعہ کرے تو اس پر سنی حنفی ہونا صاحب کتاب کا واضح ہو جاوے اور کذب و بہتان ان بدعتیوں کا جو اس کتاب کو بدنام کرتے ہیں کھل جائے۔

تمت بالخیر۔

ابوسعید محمد حسین بٹالوی

اعلان دافع ہذیان

بعد حمد وصلوۃ کے مسلمانوں پر مخفی نہ رہے کہ اس اخیر زمانہ میں بسبب افشائے جہل اور ارتفاع علم کے عجب تخریب دین پر بعضے لوگوں نے کمر باندھی ہے کہ جو ان کے جی میں آتا ہے اس کا نام دین رکھ کر بے خبر مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور انجام آخرت اور وبال اضلال خلق خدا سے ہرگز نہیں ڈرتے اور ان میں سے بعضے محرّب دین تو ایسے ہیں کہ ان کی تخریب اکثر لوگوں پر کھل گئی ہے اس لئے ان کو غیر پابند شریعت جان کر ان کی تخریبات سے کم وہ لوگ ہیں جو بہکتے ہیں اور ان کی تخریب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین سے اقل قلیل مسلمان ناواقف ہیں ورنہ ان کا حال وقال بیشتر مسلمان بھائیوں پر اظہر من الشمس ہے اور بعضے ایسے ہیں کہ بظاہر ملا نہ روش اور حنفیا نہ مشرب لوگوں میں مشہور ہیں اور اپنے دل کی سمائی ہوئی بات کے شیوع میں آیت اور حدیث اور اقوال سلف علی العموم اور اقوال مشائخ اور اکابر حنفیہ علی الخصوص سب کو پس پشت ڈالتے ہیں اور حنفی لوگ پھر اون کو موید مذہب جانتے ہیں مثلاً محمد شاہ پنجابی کہ اپنی ہر تحریر میں اپنے آپ کو حنفی مشرب ظاہر کرتا ہے اور مخالفت حنفیت سے قطع نظر سرقہ فی الروایت اس کا عام ادنی سا ایک ایسا وطیرہ ہے کہ کوئی تالیف اس کی اوس سے خالی نہیں۔ جس صاحب کا جی چاہے اوس کی تالیفات میں سے کوئی کتاب اس فعل شنیع سے خالی بتادے اسی وجہ سے جو کوئی تالیف وہ نئی کرتا ہے بحکم کل جدید لذیذ، چندے وہ لوگوں میں متداول رہتی ہے، پھر سوائے چند ناشناس حق کے موافق اور مخالف سب کے نزدیک کس مپرس ہو جاتی ہے اور اگر اس سرقہ روایت سے باز آکر جہاں کہیں تفریعاً یا استیناناً خود کچھ کہتا ہے وہ ایسا ہذیان ہوتا ہے کہ باجتماع کلام سابق ولاحق خود اس میں اس کا ردّ ہوتا ہے اور کسی کو رد وابطال کی کچھ ضرورت نہیں رہتی۔ اب کے پھر اوس نے ان دنوں میں ایک رسالہ آمین بالجہر کی ممانعت کا لکھ کر چھپوایا ہے اور عنقریب اوس کو شائع کرنے والا ہے۔ کل تھوڑی دیر کے واسطے ایک صاحب نے اوس رسالہ کے چند اوراق راقم الحروف کو دکھائے۔ چونکہ اوس کی عادت قدیمہ یعنی نقل روایت کی جگہ سرقہ اور توجیہ درایت کی جگہ ہذیان مجنونانہ اوس میں بھی موجود تھے نظر براں راقم الحروف کو خیال آیا کہ بعد شیوع تو یہ رسالہ بھی از خود اس کی اور تالیفات کی طرح ارباب فہم کے نزدیک ساقط الاعتبار ہونے والا ہے مگر بحکم الدین النصیحۃ پیش از شیوع اگر اوس کی اس عادت قدیمہ کے دونوں جزو (یعنی نقل روایت میں سرقہ اور توجیہ درایت کی جگہ ہذیان) اس چھوٹے سے رسالہ میں بھی بطور نمونہ از خروار، انجان مسلمانوں کو جتا دیئے جاویں تو یہ خامہ فرسائی خالی از اجر نہ ہوگی اور اوس کی اس عادت قدیمہ کے دونوں جز جتانے میں بالفعل اختصار اس وجہ سے ہوا کہ طول دینے میں درنگ ہوگی اور درنگ میں وہ رسالہ شائع ہو کر خود زبان حال سے ارباب فہم پر امر ماتحن فیہ کو واضح کر دیگا اور راقم الحروف کا یہ موقع اجر ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اب غالب تو یہی ہے کہ بحکم العاقل تکفیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاشارۃ ، اس مختصر سی مقدار ماذکر اوس کے اور تمام تالیفات میں امر مانحن فیہ کو عقلاء پر ہادی بن کر واضح کر دے اور اگر کسی کو اشارۃً یا حکایۃً اوس کی کسی تالیف میں امر مانحن فیہ کی نسبت کلام رہے تو برائے خدا وہ شخص اوس اشارت اور حکایت کو راقم الحروف تک پہنچا دے کیونکہ اور اہل علم گو اس کی تالیفات سراپا مملوۂ ابطال فی نفسہا کی تنبیہ ابطال کو تضیع اوقات جانتے ہیں مگر چونکہ راقم اون اہل علم میں سے نہیں کہ اس قیل وقال میں پڑنے سے خارق اجماع کہلاوے اس لئے بشرط اس کے کہ بعد دادیدان سطور کے کسی صاحب کو اوس کی کسی تالیف میں بہ نسبت ثبوت امر مانحن فیہ کے کلام رہے میں اوس کو منتہی تک پہنچانا اس باعث اجر کا تتمہ جانتا ہوں لہذا پیام ماسبق ناظرین کی خدمت میں عرض کر کے اصل مقصد اب شروع کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ اوس مخرب دین نے شروع اس رسالہ کا اوس درایت سراپا غباوت سے کیا ہے کہ مقلد اوس کا ہرگز مجاز نہیں ہے چنانچہ کہا ہے:

لابد ہے ملاحظہ کرنا قاعدہ کلیہ کا ہر مسئلہ دین میں۔

حالانکہ یہ شان مجتہد کی ہے۔ نہ مقلد کی۔ خیر اس سے قطع نظر وہ جو اس نے قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے کہ:

قرآن شریف خواہ خاص ہو یا عام اصل مقدم ہے اخذ احکام دین میں حدیث شریف پر۔

اور اوس کی دو وجہ بیان کی ہیں اور پھر اس قاعدہ کلیہ کی دونوں وجہوں پر تفریع کر کے یہ کہا ہے کہ:

پس ثابت ہوا ان دونوں وجہوں سے قاعدہ کلیہ کہ قرآن شریف اصل مقدم ہے اخذ احکام دین میں حدیث شریف سے بایں طور کہ حدیث شریف کی طرف اوس وقت رجوع کیا جاوے اخذ احکام دین میں کہ قرآن شریف میں وہ حکم نہ پایا جاوے اور جو حدیث کہ موافق قرآن شریف کہو گی وہ حدیث مرجح ہو گی اور جو حدیث صحیح ہو یا حسن مخالف قرآن کے ہو تو اوس حدیث کی تاویل کر کے موافق قرآن شریف کے عمل کیا ئے ، والّا وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث متروک العمل کی جائے جیسا کہ کتب اصول میں مذکور ہے انتہی کلامہ
پھر بطور تفریع ثانی کے کہا ہے:
پس جب کہ معلوم ہوا قاعدہ کلیہ مذکورہ، تو اب جاننا چاہیے کہ آمین مذہب حنفی میں مسنون ہے اخفاء اوس کا اور مکروہ ہے جہر اور رفع صوت اوس کا جیسا کہ عنقریب آتا ہے بیان اوس کا۔ الخ

اگرچہ اوس کی دونوں وجہ میں کلام ہے اور یہاں بہت، سوا اس کے کلام طویل ہے لیکن اور کلام سے قطع نظر کر کے عرض ہے کہ اس کے اس کلام میں راقم کا امر مانحن فیہ اول تو یوں موجود ہے کہ اسی رسالہ کے اخیر میں ایک جمعہ کی نماز کے متعلق جو اس نے تحریر ملحق کی ہے اوس میں اس قاعدہ کلیہ کو خود نیست و نابود کر دیا ہے کیونکہ وہاں آیت یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ .. الآیہ، پر آثار شرائط جمعہ کو مقدم رکھ کر ہزیان سرائی کی ہے ورنہ قاعدہ کلیہ اوس کا یہ چاہتا تھا کہ اخذ حکم جمعہ میں قرآن مقدم رہتا اور قرآن میں یہ حکم ہوتے ہوئے اون آثار کی طرف رجوع نہ ہوتا اور وہ یا ماؤل یا متروک ٹھہرتے۔

دوسرے یہ کہ اوس کا یہ قاعدہ کلیہ باتفاق جمہور اہل اسلام خود اسی کے بیان سے ہذیان محض ہے کیونکہ اوس نے شرائط جمعہ کی اسی رسالہ میں یوں کہا ہے:

شرائط جمعہ جو ثابت ہیں احادیث رسول اللہ ﷺ سے اور مجمع علیہ ہیں اجماع یا قول ہیں جمہور اہل اسلام کا وہی شرائط ہیں مذہب حنفی میں بلکہ اصل ہر واحد ان شرائط کا متفق علیہ ہے آئمہ اربعہ کا وہ شرائط دس ہیں۔ الخ

حالانکہ یہ اوس کا قاعدہ کلیہ چاہتا تھا کہ جو بلا شرط جمعہ قرآن شریف میں وارد ہے وہی معمول بہا ہو اور سب کچھ ماؤل یا متروک ٹھہرے۔
تیسرے یہ کہ بالخصوص موافق قول امام ابی حنیفہ کے اوس کا یہ قاعدہ کلیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہذیان ہے، کس لئے کہ یہاں تو اس نے یہ قاعدہ باندھا ہے اور اپنے رسالہ قول سدید میں یہ کہا ہے:

حا صله ان الما ل فی الحکم الثا بت بالنص و القیاس وا حد و هو ثبو ت الحکم بالنص لا ن المجتهد مظهر الحکم بوا سطة العلة لا مثبة لان الحا کم هو الله تعا لی و حده با لا جماع ۔

اب اوس کا یہ قول مع اوس کے قاعدہ کلیہ مذکور کے یہ چاہتا ہے کہ جس مسئلہ قیاسی کا استنباط قرآن سے ہو وہ مثل نص قرآنی کے حدیث پر مقدم ہے اور حدیث اس کے مقابلہ میں ماؤل یا متروک ہے حالانکہ امام صاحب علی العموم اپنے سب اقوال کی نسبت خواہ اون کا استنباط قرآن سے ہو خواہ حدیث سے یہ فرماتے ہیں کہ

اترکوا قو لی بخبر الرسو ل

چوتھے یہ کہ مذہب حنفی کے اصول کی کتابیں اوس کے اس ہذیان کو رد کرتی ہیں کیونکہ عامہ کتب اصول حنفیہ میں قیاس مجتہد کو دلیل رابع گنا ہے، اور اوس کا یہ ہذیان اوس قیاس مجتہد کا منجملہ دلیل اول ہونا چاہتا ہے جس کا محل استنباط قرآن ہو کما مرّ تقریرہ

پانچویں یہ کہ بیشتر فروع مسائل حنفیہ اوس کے اس ہذیان کے مبطل ہیں۔ اول مسئلہ یہ کہ کتب فقہ حنفی میں لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور قرآن مین لونڈی اور حرأہ مطلق عورت کے لئے مدت علت کہ ثلا ثة قرو ء وارد ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ کہ مزنیہ کی ماں کو زانی پر حرام لکھا ہے اور قرآن میں ا حل لکم ما وراء ذا لکم وارد ہے

تیسرا مسئلہ یہ کہ تقدیر مہر میں دس درہم لکھے ہیں اور قرآن مجید میں مطلق مال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارد ہے۔

اور سوا اس کے اور مسائل اس قسم کے یہ چاہتے ہیں کہ اوس کا یہ قاعدہ بیان ہے ورنہ ان مسائل کے ماخذ ماؤل اور متروک ٹھہرتے اور قدر مذکورہ قرآن معمول بہا ہوتی اگرچہ بحکم اذا تعا ر ضا تسا قطا اور بحکم بناء فاسد بر فاسد ہے، قدر مذکور سے ہی جو کچھ اوس نے اول سے آخر تک لکھا ہے مع تقریر جمعہ کے باطل ہے لیکن چونکہ راقم کو جزء ثانی (یعنی نقل روایت میں سرقہ کرنا) بھی اوس کی عادت قدیمہ کا جتانا ضرور ہے اس لئے اوس کے چند نظائر بھی اوس کے اسی رسالہ سے لکھتا ہوں۔ و بعد فبعد اول نظیر تو یہ ہے کہ بشر بن رافع کی مدح میں فقیہ کا لفظ جو تقریب میں تھا اوس کو اڑا کر فقط اتنا نقل کر دیا کہ

قا ل فی التقریب بشر بن را فع ضعیف الحد یث۔

اور یہ فقیہ کا لفظ اس لئے اڑایا کہ راوی حدیث کا زیادہ مجروح رہے۔

اور دوسری نظیر یہ ہے کہ ابو ہلال کو تقریب میں طبقہ سادسہ سے لکھا تھا، اس کو اڑا کر فقط اتنا نقل کر دیا

قا ل فی التقریب محمد بن سلیم ابو ھلال البصری صدوق فیه لین۔

طبقہ کا ذکر اس لئے اڑا دیا کہ اوس طبقے میں جرح کے سبب سے کوئی متروک الحدیث نہیں ہے چنانچہ تقریب میں ہے:

و لم یثبت فیه ما یترك حد یثه من اجله۔

اور بقیہ نظائر میں سرقہ و تحریف اسی غرض سے اس ظالم نے کی ہے کہ راوی زیادہ مجروح معلوم ہو نعو ذ با لله من هذه الخیا نة فی الدین

اور تیسری نظیر یہ کہ ابو اسحاق سبیعی عمرو بن عبد اللہ کی نسبت تقریب میں ثقہ عابد لکھا تھا، اس کو اڑا کر یونس بن ابی اسحاق کا ترجمہ نقل کر دیا اور یہ کہہ دیا:

قا ل فی التقریب یو نس بن ابی اسحاق السبیعی الکو فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدوق یھم قلیلاً ابو اسحاق السبیعی ا ختلط بآ خرہ

اور چوتھی نظیر یہ کہ العلاء بن اسدی کے ترجمہ میں سے صدوق کا لفظ اڑا دیا

اور پانچویں نظیر یہ کہ ابن کثیر کے ترجمہ میں سے صدوق کا لفظ اڑا دیا۔

چھٹی نظیر یہ کہ عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کے ترجمہ میں یہ لکھا تھا

عبد الر حمن بن ابی لیلی ا لا نصاری المد نی ثم الکو فی ثقه من الثا نیة ا ختلف في سما عه من عمر۔

اس ظالم نے اوس کو تحریف کر کے محمد بن عبدالرحمٰن کا ترجمہ نقل کر دیا اور تقریب کا حوالہ دے دیا اور محمد بن عبدالرحمٰن کے ترجمہ میں سے بھی لفظ صدوق اڑا دیا ۔اگر چہ اسی طرح اور بھی ایمان فروشیاں اس ستم گر نے نقل تراجم رواۃ اور طرح کی اور باتوں میں بھی کی ہیں مگر اس مختصر میں اسی قدر پر بس کی جو لوگ علماء کے اقوال کو اپنے دین کی اصلاح کے لئے سنتے اور مانتے ہیں وہ تو اسی قدر مذکور پر یقیناً آئندہ کو متنبہ ہو کر ایسے ہذیان مقال سارق الروایۃ محرف کلام کا قول کا ہے کو مانیں گے، اور جو اتخذوا ا حبار هم و رهبا نهم ار با باً من دو ن الله .. ا لآ یه، میں سے ہیں اگر چہ ان کا بھی ایسے مفتری صریح سے برانگیختہ ہونا محتمل ہے

والا فعلی الشر ط المذ کور سا بقاً فبعد هذا ا خر نا ما ار د نا ایتا نه فی هذا المختصر و من یشا ء المز ید علی هذا فلینتظر و آ خر دعوا نا ان الحمد لله رب العا لمین

فقط ۔ راقم السطور ۔ محمد وحید عفی عنہ

تنبیہ :

نا ظرین اعلان ہذا کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ پکار کے آمین کہنا اکثر صحابہ و تابعین اور جمہور فقہاء و محدثین کا مذہب ہے جیسا کہ یہ امر کتاب جامع ترمذی و نووی شرح صحیح مسلم و محلی شرح موطا سے ثابت ہے امام ابوعیسی ترمذی کتاب جامع ترمذی میں آمین پکار کے کہنے کی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں کہ

اکثر صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور یہی مذہب کا امام شافعی و امام احمد و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام اسحاق کا۔انتہی

اور امام نووی شرح صحیح مسلم مین بعد لکھنے بحث آمین کے لکھتے ہیں کہ کوفیوں اور امام ابوحنیفہ اور ایک روایت میں امام مالک سے یہ ہے کہ امام آمین پکار کے نہ کہے، اور کہا کہ اکثروں نے کہ پکار کے کہے۔

اور مولانا سلام اللہ حنفی نے محلی شرح موطا میں حدیث آمین بالجہر کی شرح میں لکھا ہے کہ استدلال پکڑا جمہور نے حدیث باب سے یعنی اوس حدیث سے کہ موطا میں آمین بالجہر کے باب میں نقل ہوئی ہے اور صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جملہ محدثین مثل امام بخاری و امام مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ اور امام داؤد علی الاصفہانی و ابن حبان و ابوبکر بن خزیمہ و دارمی اور امام محمد بن جریر طبری و ابن ابی شیبہ و خطابی و بیہقی و امام ابومحمد ابن حزم و دارقطنی وغیرھم کا بھی آمین بالجہر مذہب ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ روایت کی بیہقی نے عطا سے کہا عطاء نے کہ میں نے دوسو صحابہ کو اس مسجد میں یعنی مسجد نبوی ﷺ میں آمین پکار کر کہتے ہوئے پایا اور نام اون اکثر صحابہ میں سے جو آمین پکار کر کہتے تھے یہ ہیں: علی، بلال، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مغفل، انس بن مالک، وائل بن حجر، ابوزہیر نمیری، ابوموسی اشعری، ابوہریرہ، معاذ بن جبل، سلمان فارسی، سمرہ بن جندب، عبداللہ بن عمر، عائشہ، وام الحصین، اور نام ان اکثر تابعین سے جو آمین پکار کے کہتے تھے بعض کے یہ ہیں، بنظر اختصار انہیں تھوڑے اسماء پر کفایت کی گئی: ابومیسرہ، زہری، عکرمہ، عطاء۔ اسی طرح ہے رسالہ تعلیق ثمین میں۔ خلاصہ میں عطا تابعی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ یعنی عطاء نامی فقہاء سے ہیں۔ کہا سعد نے کہ تھے عطا ثقہ عالم، زیادہ روایت کرنے والے حدیث کے، منتہی ہوا فتوی دینا ان پر مکہ میں۔ کہا امام ابو حنیفہؒ نے کہ نہیں ملاقات کی میں نے کسی سے کہ وہ افضل ہو عطا سے۔ تو جب کہ ایسے ایسے صحابہ کبار و تابعین ابرار و مجتہدین نامدار و محدثین ذوالاقتدار کا پکار کے آمین کہنا مذہب ہے تو کیونکر ہوسکتا ہے کہ بنا اس مذہب کی خلاف ادلہ قرآنی احادیث ضعیفہ پر ہو۔ ہاں یہ تو البتہ قرین قیاس ہے کہ مذہب بعض جو مخالف جمہور کے ہو وہ ضعیف و مرجوح ٹھہرے جیسا کہ مذہب آمین بالاخفاء کا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالی مذہب آمین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالجہر کی ترجیح کے دلائل اور مخالف کے شبہات کے جوابات جب کہ رسالہ محمد شاہ صاحب کا مروج ہو کر مقبول بعض ناواقفوں کا ہو جائے گا لکھیں گے اور خوب ثابت کر دیں گے کہ مسلک آمین بالاخفاء بالکل ضعیف ہے اور بنا اس مذہب کی کسی ایک دو احادیث ضعیفہ اور کئی آثار منقطعہ مجروحہ پر ہے، نہ دلیل صحیح پر۔

اب بخوبی ثابت ہو گیا کہ جمہور علماء صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین و محدثین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس طرف ہیں کہ آمین با آواز کہنی سنت ہے اور آج تک اہل اسلام میں یہ عمل اسی طرح جاری ہے اور ملک عرب کے تمام بلاد میں کہ جہاں سے بنیاد دین اسلام کی ہے یہ فعل باعتقاد سنت پایا جاتا ہے اور ہندوستان میں بھی کبھی کسی مسلمان کو اس فعل کے ناجائز اور خلاف قرآن ہونے کا خیال نہ تھا اور نہ ہے مگر انہی حضرت کی بعض تحریرات کے ذریعہ سے بعض لوگوں میں یہ چرچا ہوا یہاں تک کہ بعض عوام کے دلوں میں نہایت ہی شورش پیدا ہوئی جس کے اثر کا ظہور میرٹھ کے بعض لوگوں کا حال ہے جس کی اصلاح بعد عرصہ کے ہوئی اور دہلی میں بھی لوگوں کو یاد ہو گا جو سال گذشتہ میں حضرت کے سبب سے شور و غل ہو چکا ہے لیکن حاکم کے انصاف اور تدبر اور نیک اور خیر اندیشوں کی اصلاح سے وہ شورش بالکل دب گئی تھی اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ کیا ہوا تھا اور موافق دستور قدیم جو لوگ بآواز آمین کہتے تھے وہ اپنے طریقے پر عمل کرتے ہیں اور جو لوگ آہستہ کہتے تھے وہ اپنے طور پر، کسی طرح کا باہم تعرض نہیں ہے۔ یہ صورت اصلاح دیکھ کر ان حضرت کو یوں خیال آیا کہ افسوس یہ میری پچھلی محنت مفت رائیگاں گئی اور وہ تدبیر جو پہلے کی تھی اور بعض عمائد بھی اس دھوکہ میں بسبب کم مائگی علم کے میرے ساتھ ہو گئے تھے اس کا راز فاش ہو گیا اور اس مسئلہ کی تحقیق کے سبب اکثر لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ حق کس کی جانب ہے اور پہلے سے بھی زیادہ اصلاح کی صورت ہو گئی، اس واسطے ان حضرت نے اب یہ تدبیر کی کہ پہلے اس مضمون کا ایک رسالہ چھپوا کر عوام میں اوسی خیال کو پھیلاؤں پھر بعض خاص لوگوں کی امداد سے وہی شورش پیدا کرا دوں، اور یہ خوب جان لیا کہ عوام لوگ میرے سرقہ ء روایات اور کنہہ کی بات کو کب پہنچیں گے لیکن افسوس ان حضرت کو یہ خیال نہ آیا کہ جو کوئی لوگوں کے امن میں خلل ڈالنے کا خیال رکھتا ہے اس کی تدبیروں کے پلٹ دینے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا خدا خود ذمہ دار ہے۔ اب ہم ان حضرت کی دین داری ظاہر کرنے کے واسطے ایک اور بات لکھتے ہیں اگر لوگ اس پر غور کریں گے تو پھر کبھی اس شورش میں نہ پڑیں گے، وہ بات یہ ہے رسالہ بلاغ المبین فی اخفاء التامین کے اوس قاعدہ کلیہ کو جو حدیث شریف کی بے اعتباری کے باب میں لکھا ہے پادری فانڈر کی ان پانچ دلیلوں سے جو کتاب میزان الحق میں در باب بے اعتباری احادیث کے ہیں ملالیں اور نیز پادری عماد الدین کی ان چھ دلیلوں سے جو اس نے کتاب ہدایت المسلمین میں لکھی ہیں اگر باہم یہ قاعدہ کلیہ اور وہ دلائل ستہ وخمسہ سے ملتے جلتے پاویں تو ان حضرت کی دین داری کو غور فرمائیں۔ سوائے اس کے کچھ فرق نہیں ہے کہ ان حضرت نے قرآن مجید کی آڑ میں احادیث کو بے اصل ٹھہرایا ہے اور اون پادریوں نے بغیر اس آڑ کی حدیث شریف کو نعوذ باللہ بے اعتباری ظاہر کی ہے اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ ان حضرت نے یہ رسالہ بعض علماء کے پاس بھی واسطے ثبت مواہیر بھیجا ہے لہذا اون علماء کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ تاوقتیکہ خوب تحقیق نہ کرلیں ان کے رسالہ کا اعتبار نہ کریں۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

حررہ احقر العبید عبدالمجید عفی عنہ بتاریخ ۱۵ صفر ۱۲۹۴ھ

مطبع فاروقی دہلی میں چھپا

و الحمد لله اولّا و آخراً و ظاهراً و باطناً و الصلوة و السلام علی سیّدنا و مولانا محمد و علی آله و صحبه اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاء الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

القرآن الکریم۔تنزیل من رب الرحیم

ترتیب القاموس المحیط ۔ دارالعالم الکتب ۔ ریاض

انوارالتنزیل واسرارالتاویل،عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی، داراحیاء التراث العربی بیروت

تفسیر کبیر۔امام فخرالدین رازیؒ

تفسیر معالم التنزیل۔امام ابی محمد لحسین بن مسعود البغویؒ ۔دارابن حزم ۱۴۲۳ھ

تراجم علماء حدیث ہند ۔ابو یحی امام خانؒ ۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ

موطا۔امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحیؒ

مسند، امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانیؒ

صحیح بخاری۔امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

صحیح مسلم ۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ

سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

جامع ترمذی۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذیؒ

سنن ابن نسائی ۔امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ

سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوۃ المصابیح۔ امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی۔امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ

دلائل الخیرات۔ابوعبداللہ محمد بن سلیمان الجزولی۔ مکتبہ نوریہ بصیر پور،۲۰۰۳ء

حجۃ اللہ البالغہ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۔حواشی محمد سالم ہاشم ۔۲۰۰۱ء

عقدالجید مترجم اردو از ساجد الرحمٰن کاندھلوی۔قرآن محل کراچی (اغلباً ۱۳۷۹ھ)

معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ۔دارالمطرقہ ۔ بیروت لبنان

المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ۔مکتبہ بریل لیڈن

تنویرالعینین شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزھۃ الخواطر ۔عربی ،سید عبدالحی لکھنوی

اعتصا م السنه فی قا مع البدعة ۔ محمد عبد الله مئوی ۔مطبع لوز کان پور ۱۲۹۲ھ ۔۱۸۷۵ء

اللبا ب فی صلوة ا لا حبا ب۔ محمد عبد الله مئوی مطبع لوز کان پور۱۲۹۲ھ ۔ ۱۸۷۵ء

ایصا ل طرق المصلین الی طریق رسو ل رب العا لمین محمد عبد الله مئوی مطبع لوز کان پور۱۲۹۲ھ ۔۱۸۷۵ء

کسوٹی: **ما انا علیه و اصحا بی ۔ حا فظ ایضا ح الحق** مطبع لوز کان پور۔ ۱۲۹۲ھ ۔۱۸۷۵ء

منح الباری فی تر جیح صحیح البخاری ۔محمد حسین بٹالوی مطبع منشی گو بند سہا ئے لا ہور ۱۸۶۹ء

تبیان لرد البر ها ن ۔ محمد حسین بٹا لوی مطبع منشی گو بند سہا ئے لا ہور ۱۸۶۹ء

ضمیمہ نمبر اول اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۴ ۔اگست ۱۸۷۷ء

مضمون متعلقہ اشتہار مجریہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۲ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۳ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۴ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۵ ۔اگست ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۵ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸ ۔ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۶ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵ ۔ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۷ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲ ۔ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۸ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۹ ۔ستمبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۹ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷ ۔اکتوبر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۱۰ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۷ء

ضمیمہ نمبر ۱۱ ، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۰ ۔نومبر ۱۸۷۷ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر۱۲، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء
ضمیمہ نمبر۱۳، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر یکم دسمبر ۱۸۷۷ء
ضمیمہ نمبر۱۴، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۸۔دسمبر ۱۸۷۷ء
ضمیمہ نمبر۱۵، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۵۔دسمبر ۱۸۷۷ء
ضمیمہ نمبر۱۶، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۲۔دسمبر ۱۸۷۷ء
ضمیمہ نمبر اول سفیر ہندوستان امرتسر یکم جنوری ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر دوئم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۵۔جنوری ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر سوئم و چہارم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۲ جنوری ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر پنجم، اخبار سفیر ہندوستان مرتسر ۲۶ جنوری ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر ششم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶ فروری ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر ہفتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر ہشتم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۔مارچ ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر نہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۹۔مارچ ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر دہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۶۔مارچ ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر یازدہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۳۔مارچ ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر دوازدہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۶۔اپریل ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر سیزدہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۱۲۔مئی ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر چہار دہم، اخبار سفیر ہند امرتسر ۸۔جون ۱۸۷۸ء
ضمیمہ نمبر پانزدہم، اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء
تتمہ دوم: اخبار سفیر ہندوستان امرتسر ۲۷ اکتوبر ۱۸۷۷ء
تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر مطبوعہ ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء
تتمہ نمبر اول اخبار سفیر ہند ۱۵ دسمبر ۱۸۷۷ء دفعہ دوم اعلان عام
ضمیمہ نمبر پانزدہم اخبار سفیر ہندوستان مرتسر ۲۸ دسمبر ۱۸۷۸ء
اعلان دافع ہذیان

ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادلہ کاملہ،محمود حسن دیوبندی، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند،۱۹۳۹ء
اظہار الادلہ۔ شاہ محمد کریم مطبع نظامی کان پور ۱۲۹۶ھ
درج ذیل کتب سے حوالہ جات بواسطہ ویب سائیٹ الدرر السنیۃ دیئے گئے ہیں۔
﴿محمد بن اسما عیل البخاری ، الضعفا ء الکبیر ، محمد بن عمر العقیلی ،دار الکتب العلمیہ بیروت ١٤٠٤ھ ،
﴿محمد بن اسما عیل بخاری ۔ التاریخ الکبیر ، دار الباز مکہ مکرمہ ، سنن ترمذی دار الکتب العلمیۃ ،
﴿سنن الکبری، احمد بن الحسین البیھقی، دار المعرفۃ ١٤١٣ھ
﴿سنن الدار قطنی ، علی بن عمر الدار قطنی دار المعرفۃ ، ١٤٢٢ھ
﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، فتح الباری بشرح صحیح البخاری ، مکتبہ السلفیہ ١٤٠٧ھ ،
﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۔ التلخیص الحبیر
﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ، الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ، مکتبۃ الفیصلیہ ١٤١٣ھ ،
﴿احمد بن علی بن حجر العسقلانی ۔بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام ، دار الفیحاء، ١٤١٧ء
﴿علامہ عینی ۔ عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری ۔ طبع ١٤٢١ھ بیروت ۔
﴿النووی شرح صحیح مسلم
﴿محمد بن علی ابن المقلن، البدر المنیرفی تخریج الاحادیث و الآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر ، دار الھجرۃ السعودیۃ ١٤٢٥ھ ،
﴿محمد بن علی ابن المقلن ،ابن ملقن ۔ تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المنھاج ۔ طبع مکہ ١٤٠٦ھ۔
﴿احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ ، حقیقۃ الاسلام و الایمان۔ طبع ١٤٠٩ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴾احمد بن عبد الحليم ابن تيميه ، مجموع فتاوى شيخ ا الاسلا م ابن تيميه، طبع او لى ١٣٩٨ھ
﴾احمد بن عبد الحليم ابن تيميه ، اقتضاء الصرا ط المستقيم لمخا لفة اصحا ب الجحيم ، مكتبه الرشد الر يا ض ، ١٤٢١ھ ،
﴾على بن ابى بكر الهيثمى، مجمع الزوا ئد و منبع الفوا ئد ، مو سسة المعارف ١٤٠٦ھ ،
﴾ا بن ابى حا تم .الجر ح و التعديل. بيرو ت ١٢٧١ھ
﴾محمد ابن حبا ن البستى،، تعليقا ت الدار قطنى على المجرو حين. الفاروق الحد يثية القا هره ١٤١٤ھ ،
﴾محمد ابن حبا ن البستى ، المجروحين من المحد ثين ، دار الصميعى ١٤٢٠ھ .
﴾عبد الله بن ا حمد بن عدى ،الكا مل فى ضعفاء الر جا ل . دار الكتب العلميه ١٤١٨ھ
﴾على بن ا حمدبن حز م، المحلى با لآ ثار ، دار الجيل.
﴾الوهم و الا يها م لا بن قطا ن
﴾تهذ يب الكما ل للمزى .
﴾محمد بن طا هر المقدسى ابن القيسرا نى ، معرفة التذ كرة فى الاحاديث الموضو عة ، بيرو ت ١٤٠٦ھ .
﴾محمد بن طا هر المقدسى القيسرانى ، تذ كرة الحفا ظ ٣٤٥، دار الصميعى الريا ض ١٤١٥ھ ،
﴾محمد بن ا حمد بن عثما ن الذهبى ،ميزا ن الا عتدا ل فى نقد الرجال ، دار المعرفة بيرو ت
﴾محمد بن ا حمد بن عثما ن الذهبى، تلخيص العلل المتنا هية، مكتبة الرشد الر يا ض ١٤١٩ھ
﴾خير الكلا م فى القرأة خلف ا لا ما م ، مكتبة ا لا يما ن المدينة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنورة ١٤٠٥ھ
﴿محمد بن عمر العقیلی۔ الضعفا ء الکبیر، دار الکتب العلمیه بیرو ت ١٤٠٤ھ
﴿مقبل بن ها دی الوا دعی ، ا حا دیث معلة ظا هر ها الصحة ۔دار الآثار یمن ، طبع ١٤٢١ھ ،
﴿عبد الر حیم بن الحسین العراقی طر ح التثریب فی شر ح التقریب مو سسة التا ریخ العربی ، ١٤١٣ھ
﴿تهذ یب ا لآ ثار و تفصیل الثا بت عن رسو ل الله ، محمد بن جریرطبری ،مسند ابن عباس ۔ مطبعة المد نی
﴿الذهبی، میزا ن الا عتدا ل فی نقد الرجال ، دار المعرفة بیرو ت،
﴿علی بن ابی بکر الهیثمی مجمع الزوا ئد و منبع الفوا ئد ، موسسة المعارف ١٤٠٦ھ ،
﴿یوسف بن عبد الله بن عبد البر ، جا مع بیا ن العلم و فضله ، دار ابن الجوزی، الدمام ١٤١٩ھ ،
﴿شر ح السنة ، حسین بن مسعود البغوی، دار الکتب العلمیه ١٤١٢ھ
﴿زکی الدین عبد العظیم المنذری ، التر غیب و التر هیب ، دار الفجر للترا ث قا هره ، ١٤٢١ھ
﴿عبد الر حمن بن ابی بکر السیو طی ، الجا مع الصغیر فی ا حا دیث البشیر النذ یر ۔ دار الکتب العلمیه بیرو ت
﴿محمد بن علی الشو کا نی، نیل ا لا و طار شر ح منتقی الا خبار ، دار الفکر ١٤٠٣ھ
﴿عو ن المعبو د شر ح سنن ابی دا ؤد، محمدشمس الحق العظیم آبادی طبع بیرو ت ١٤٢١ھ
﴿تحفة ا لا حو ذی،عبد الر حمن المبار ك فوری
﴿اروا ء الغلیل فی تخر یج احادیث منار السبیل ، محمد نا صر الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الالبا نی، المکتب ا الاسلا می بیروت ١٣٩٩ھ
﴿محمد نا صر الدین ا لا لبا نی ۔ صفة صلوة النبی ﷺ ، من التکبیر الی التسلیم کانك تراه ، مکتبة المعارف ١٤١٧ھ
﴿محمد نا صر الدین الالبا نی ، السلسلة الضعیفیة والمو ضو عة و اثر ها السیء فی ا لا مة ، دار المعارف الر یا ض طبع او لی
﴿محمد نا صر الدین الالبا نی، ا صل صفة الصلاة، طبعه اولی ١٤٢٧ھ
﴿محمد نا صر الدین الالبا نی ، ضعیف سنن التر مذی، المکتب الاسلا می بیرو ت ١٤١١ھ
﴿محمد نا صر الدین الالبا نی ، صحیح الجا مع الصغیر و زیا دته ، المکتب ا الاسلا می بیروت ١٤٠٨ھ
﴿محمد نا صر الدین الا لبا نی ، صحیح سنن ابی دا ؤد ، مکتب التربیة لدول الخلیج ، ١٤٠٩ھ
﴿محمد نا صر الدین ا لالبا نی ۔ حکم تحریم آ لا ت الطر ب، دار الصدیق، ١٤٢٠ھ،
﴿محمد نا صر الدین ا لا لبا نی ، ا حکا م الجنا ئز و بد عها، مکتبه المعارف ١٤١٢ھ ،
﴿مجموع فتاوی و مقا لا ت متنوعه، عبد العزیز بن عبد الله بن باز ۔طبع التاسعه عشرة ، دار القاسم الر یا ض ۔
﴿مجموع فتاوی و رسا ئل ، محمد بن صا لح بن عثیمین، دار الثر یا ۔ ١٤١٩ھ ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تاریخ اہلِ حدیث

ڈاکٹر محمد مہتاب الدین

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ اسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

ا

انّه من سلیما ن و انّه بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

تاریخ اہل حدیث

جلد ششم

تالیف

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب	تاریخ اہل حدیث (جلد ششم)
صفحات	۷۳۲
مؤلف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
سال اشاعت	۲۰۱۳ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
اشتہار مسائل عشرہ	۸
ضمیمہ اشتہار مسائل عشرہ	۹
نمبر اول: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۳۔ اپریل ۱۸۷۸ء	۱۳
کان پوری فاضل سے خطاب	۱۳
علماء لکھنو و بنارس سے خطاب	۱۴
بنارسی جواب کا خلاصہ آٹھ مضامین ہیں	۱۷
ابطال مضمون اول (اہل سنت کو حدیث سے کچھ کام نہیں)	۱۸
ابطال مضمون دوئم (اسانید کتب حدیث مستحدث ہیں)	۱۹
ابطال مضمون سوم (یعنی مسائل معمولہ حنفیہ اصل ہیں اور حدیث فرع)	۲۰
ابطال مضمون چہارم بوجہ اول (یہ کہ اصول کلامیہ قطعی نہیں)	۲۰
نمبر دوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر۔ ۲۰۔ اپریل ۱۸۷۸ء	۲۵
نمبر سوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۵ مئی ۱۸۷۸ء	۳۶
تتمہ نمبر چہارم مطبوعہ ۲۲ جون ۱۸۷۸ء	۵۵
ابطال مضمون چہارم بوجہ دوم	۶۱
وجہ ابطال مضمون چہارم بوجہ سوم	۶۵
ابطال مضمون پنجم (سوائے طریق اشاعرہ کے کوئی عمل موجب نجات نہیں)	۶۶
ابطال مضمون ششم (یعنی اس امر کا حدیث صحیح بلا کلام کا وجود نہیں)	۶۷
ابطال مضمون ہفتم (دو ہزار کتب انعام میں دو تو جواب اشتہار دیتے ہیں)	۶۷
ابطال مضمون ہشتم	۶۸
ابطال امر اول مضمون ہشتم	۶۸
ابطال امر دوم مضمون ہشتم	۶۹

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر پنجم ۔اشاعۃ السنۃ	۷۲
نمبر ششم اشاعۃ السنۃ	۸۷
نمبر ہفتم اشاعۃ السنہ	۱۰۹
ابطال امر سوم مضمون ہشتم (بنی بنائی دوا دے دینی بہتر ہوتی ہے)	۱۳۴
نمبر ہشتم رسالہ اشاعۃ السنۃ	۱۴۰
التو قیع علی التر دیع (توقیع جس میں تردیع کا جواب ہے)	۱۴۴
محمد شاہ سے خطاب :	۱۴۵
صفت وسیرت دروغ گوئی جناب مخاطب	۱۴۵
حاصل تحریر مخاطب معہ اصل عبارت	۱۴۷
اظہار اکاذیب تحریر پرتزویر	۱۴۹
اثبات کذب اول، دوم،	۱۵۲
نمبر نہم اشاعۃ السنہ	۱۵۷
اثبات کذب سوم	۱۷۳
اثبات کذب چہارم	۱۸۰
اثبات کذب پنجم	۱۸۱
نمبر دہم اشاعۃ السنہ	۱۸۸
بیان کذب ششم	۱۹۰
بیان کذب ہفتم	۱۹۰
اشتہار بنام محمد شاہ	۱۹۶
ضمیمہ اشاعۃ السنۃ النبویہ۔ یکم ذی قعد ۱۲۹۵ھ	۱۹۷
بخدمت محمود حسن و اسماعیل گنگوہی	۱۹۷
جواب مطالب لائق جواب	۲۰۰
نمبر اول جلد دوم اشاعۃ السنہ (۲۸ محرم ۱۲۹۶ھ، ۳۱ جنوری ۱۸۷۹ء)	۲۰۸
ادلہ کاملہ کا مؤلف کون ہے؟	۲۰۹
اہل حدیث پر تجویز متعہ کی تہمت کا جواب	۲۱۸

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بمقابلہ قرآن، احادیث کو رد کرنے کی تہمت کا جواب	۲۱۹
ابن قیم در تطبیق قرآن وحدیث میں	۲۲۱
احادیث کے بارہ میں احناف کا طرز عمل	۲۲۶
نمبر دوم جلد دوم، اشاعۃ السنہ (۳۰ صفر ۱۲۹۶ھ، ۲۲ فروری ۱۸۷۹ء)	۲۳۴
امام شافعیؒ کے الزامات کی کتب حنفیہ سے تائید	۲۴۴
امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت احادیث سے برأت	۲۵۴
النّصح و الاعذار الی بعض الاخیار	۲۶۱
نمبر سوم جلد دوم، اشاعۃ السنہ (۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ، ۲۰ مارچ ۱۸۷۹ء)	۲۶۳
اشاعۃ السنہ۔ نمبر چہارم جلد دوم (ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ، اپریل ۱۸۷۹ء)	۲۹۶
اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر پنجم (جمادی الاول ۱۲۹۶ھ۔ مئی ۱۸۷۹ء)	۳۲۷
اشاعۃ السنہ جلد دوم۔ نمبر ششم (جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ۔ جون ۱۸۷۹ء)	۳۵۸
مبحث کانشنس	۳۵۹
خدا کا نیچر اور ہے اور سید احمد خان کا نیچر اور	۳۷۸
اشتہار نصح آثار	۳۹۲
اشاعۃ السنہ نمبر ہفتم جلد دوم (رجب ۱۲۹۶ھ۔ جولائی ۱۸۷۹ء)	۳۹۳
تتمہ مبحث کانشنس	۴۱۰
اشاعۃ السنۃ نمبر ہشتم جلد دوم (شعبان ۱۲۹۶ھ۔ اگست ۱۸۷۹ء)	۴۲۱
اثبات نبوت	۴۲۲
اعتراضات ومعارضات معتزلہ اوران کے جوابات	۴۳۲
اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم (رمضان ۱۲۹۶ھ۔ ستمبر ۱۸۷۹ء)	۴۴۴
اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر دہم (شوال ۱۲۹۶ھ۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء)	۴۵۸
ذنابہ معترضہ مشتملہ علی التماس ونصیحۃ	۴۷۳
اشاعۃ السنہ نمبر یازدہم (ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ۔ نومبر ۱۸۷۹ء)	۴۷۷
بقیہ مقدمات اثبات نبوت	۴۷۷
اشاعۃ السنہ نمبر دوازدہم جلد دوم (ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ۔ دسمبر ۱۸۷۹ء)	۴۹۳

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصباح الا دلّه لدفع الا دلّة الا ذلّه	۵۰۲
دفع دفعہ اول	۵۱۱
دفع دفعہ دوم	۵۱۵
دفع دفعہ سوم	۵۱۸
تنبیہ لطیف	۵۲۱
دفع دفعہ چہارم	۵۲۶
حدیث عبادہ بن صامت	۵۲۷
دفع دفعہ پنجم	۵۴۰
کلام سید نذیر حسین در بارہ تقلید شخصی	۵۴۶
احناف کا طرز عمل در بارہ تقلید شخصی	۵۵۹
دفع دفعہ ششم	۵۶۱
دفع دفعہ ہفتم	۵۷۰
دفع دفعہ ثامن	۵۷۶
دفع دفعہ تاسع	۶۰۸
دفع دفع عاشر	۶۲۱
جواب الالتماس وازالۃ الوسواس	۶۴۲
وسوسہ اول اوراس کا ازالہ	۶۴۶
وسوسہ دوم اوراس کا ازالہ	۶۴۹
وسوسہ سوم اوراس کا ازالہ	۶۵۲
وسوسہ چہارم اوراس کا ازالہ	۶۵۵
وسوسہ پنجم اوراس کا ازالہ	۶۵۶
وسوسہ ششم اوراس کا ازالہ	۶۶۲
وسوسہ ہفتم اوراس کا ازالہ	۶۶۳
وسوسہ ہشتم اوراس کا ازالہ	۶۶۴
وسوسہ نہم اوراس کا ازالہ	۶۶۵

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسوسہ دہم اور اس کا ازالہ	۶۶۶
وسوسہ یازدہم اور اس کا ازالہ	۶۶۸
تتمہ کریمہ دافع ضمیمہ ذمیمہ	۶۷۰
خلاصۃ الانظار فی تکذیب الاظہار	۶۷۲
تقریظ منجانب محمد عبید اللہ مصنف تحفۃ الہند	۶۷۶
تقریظ (بزبان عربی) منجانب محمد نجیب خان	۶۷۷
تقریظ از محمد غلام اکبر خان مسلم	۶۷۸
قطعات تاریخ	۶۷۹
متفرقات	۶۸۰
فہرست بعض مضامین رسالہ اشاعۃ السنۃ النبویہ	۶۸۰
مہذبوں کی تعجب ناک حالت اور معنی وہابی کی تحقیق	۶۸۶
شکریہ وشکایت	۶۹۲
استشہار معہ اظہار سبب انتشار تہذیب الاخلاق دریں اعصار	۶۹۵
خدا تعالیٰ اور ہنومان کی قدرت یا قوت میں فرق کرنے میں غلطی	۶۹۷
اظہار نتیجہ استشہار	۶۹۹
امام غزالی	۷۰۱
شرح حدیث	۷۰۲
ایک مراسلہ	۷۰۴
گل دیگر شگفت	۷۱۱
رفع اشتباہ	۷۱۷
نیچریہ کی اسلام سے مخالفت	۷۱۸
مذہب اور لا مذہبی	۷۲۸
احکام مذہبی میں دست اندازی	۷۲۹
کتابیات	۷۳۱

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار مسائل عشرہ

۱۸۷۰ء کے عشرے میں ایک دفعہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور لدھیانہ کے چند مولوی حضرات مباحثے کے لئے لدھیانہ میں اکٹھے ہوئے۔ پنجاب میں شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کا وہ ابتدائی دور تھا اور لدھیانوی حضرات نے انہیں مناظرے کا چیلنج دیا تھا۔ فریقین آمنے سامنے ہوئے لیکن بوجوہ مناظرہ نہ ہوسکا۔ اس پر شیخ الاسلام بٹالویؒ نے تحریری گفتگو کی طرح ڈالی اور دس مسائل پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا جس میں مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز اور مولوی اسماعیل اور ان کے بعض ساتھیوں سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ کے پاس ان مسائل پر قطعی دلائل ہیں تو پیش کریں اور ہر دلیل کے عوض دس روپئے انعام لیں۔ اشتہار میں آپ نے لکھا:

میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی اسماعیل صاحب ساکنان بلیہ وال اور جو ان کے ساتھ طالب علم ہیں، جیسے میاں غلام محمد صاحب ہوشیار پوری و میاں نظام الدین صاحب و میاں عبدالرحمٰن صاحب کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر ان لوگوں سے کوئی صاحب مسائل ذیل میں کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو، اور وہ اس مسئلہ میں جس کے لئے پیش کی جاوے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو، پیش کریں تو، فی آیت اور فی حدیث یعنی ہر آیت و حدیث کے بدلے دس روپئہ بطور انعام کے دوں گا:۔

اولاً۔ رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے۔

ثانیاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں خفیہ آمین کہنا۔

ثالثاً۔ آنحضرت ﷺ کا نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنا۔

رابعاً۔ آنحضرت ﷺ کا مقتدیوں کو سورۃ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خامساً۔آنحضرت ﷺ یا باری تعالی کا کسی شخص پر کسی امام کی آئمہ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

سادساً۔ ظہر کا وقت دوسری مثل کے اخیر تک باقی رہنا۔

سابعاً۔عام مسلمانوں کا ایمان اور پیغمبروںؑ اور جبریل کا مساوی ہونا۔

ثامناً۔قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا۔

تشریح: مثلاً کوئی شخص ناحق کسی کی جورو کا دعوی کرے کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے ،تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا اس کو حلال ہے۔

تاسعاً ۔ جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں یا بہن سے نکاح کر کے اس سے صحبت کر لے، تو اس پر حد شرعی جو قرآن یا حدیث میں وارد ہے، نہ لگانا۔

عاشراً۔تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہ ہو، دہ در دہ سے کرنا۔

تنبیہ: ان مسائل کی احادیث کے تلاش کرنے کے واسطے میں ان صاحبوں کو اس قدر مہلت دیتا ہوں جس قدر یہ چاہیں۔ زیادہ مہلت میں ان کو بھی گنجائش ہے کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیوں سے مدد لیں۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء

ضمیمہ اشتہار

دفعہ اول:

مسائل عشرہ جو اس اشتہار میں درج ہیں جن کے دلائل سے سوال ہے، حنفی مذہب کے مسائل سے ہیں اور ان کی کتب میں موجود۔ باعث جاری ہونے اس اشتہار کا یہ ہے کہ مولوی عبدالعزیز وغیرہ جن کا نام اس اشتہار میں درج ہے، مدعی مباحثہ کے ہوئے۔ جب مقابلہ کا وقت آیا تو مسائل مقصودہ سے گریز کر بیٹھے اور مسئلہ فضیلت ساکنان حرمین لے بیٹھے۔ ہر چند اون سے مسائل ذیل میں گفتگو کی درخواست کی گئی، ہرگز اس گفتگو پر مستعد نہ ہوئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ چنانچہ تفصیل اس کی اخبار سفیر ہندوستان میں چھپ رہی ہے ۔ پس لا چار ہو کر یہ اشتہار جاری کیا گیا ہے کہ شائد اس سے ان کی طبیعت میں جوش مذہبی پیدا ہو، اور وہ کچھ لکھیں۔ یہ نہیں تو اپنی ہی بات کا پاس کریں ۔ یہ بھی نہیں تو انعام ہی کے خیال سے قلم اٹھاویں ۔غرض ہماری یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح پر ان مسائل میں مباحثہ ہو۔تقریری نہ سہی ،تحریری ہی سہی ، اور ہر چند اجراء اس اشتہار کا بخیال امور مذکورہ انہیں کے مقابلہ میں ہے، ولیکن اس کے جواب لکھنے کے سبھی حضرات حنفیہ ہندوستان و پنجاب وخراسان وغیرہ بلاد کے ساکنان کو اجازت ہے، ان میں سے کوئی صاحب جواب لکھیں میں شکر گزار ہونگا اور وہی شکریہ پیش کرونگا جو مندرجہ اشتہار ہے ۔

دفعہ دوم :

جو میں نے ان مسائل پر انعام تجویز کیا ہے اگر چہ اس کو بعض انصاف پسند ،نا پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دینی مباحثات میں انعام کا ذکر کرنا موجب اہانت و ہتک مخاطب ہے ، ولیکن میں نے یہ بات اپنے مخاطبین کے ہمت وحوصلہ پر کی ہے، وہ اس بات کو ہتک نہیں سمجھتے بلکہ موجب فخر جانتے ہیں۔ان کو نہ اپنی بات کا پاس ہے اور نہ مذہبی جوش۔ وہ بڑی آرزو سے روپئہ انعام طلب کرتے ہیں اور اسی نظر سے وعظ و درس و مباحثہ و مناظرہ عمل میں لاتے ہیں ۔ چنانچہ ایک طالب علم ہوشیار پوری نے بواسطہ اپنے شاگرد کے پانچ مسئلوں کا جواب لکھ کر روپئہ کا مطالبہ کیا ہے اور وہ مطالبہ ان کا اس اعلان میں جو سفیر ہندوستان سے علیحدہ چھپ کر شائع ہوا ہے، موجود ہے ۔اگر چہ انہوں نے ضمیمہ سفیر سے اس کو بسبب طعن وملامت کرنے اہل حق کے اس مطالبہ زر پر حذف کر دیا ہے الفاظ اس کے یہ ہیں:

اعلان :

جب کل جوابات طیار ہو جاویں گے ،تو ایک رسالہ جو کئی آیات واحادیث سے معہ رفع شبہات مرتب ہو رہا ہے مطبوع ہو جاوے گا ۔اگر مشتہر صاحب خود مبلغات مندرجہ اشتہار دیں گے تو بہتر ورنہ مجبوراً چارہ جوئی کی جائیگی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لودیانہ میں مولوی عبدالعزیز وغیرہ نے مجلس وعظ میں مطالبہ انعام کے واسطے نالش کی تجویز کر کے لوگوں نے خرچہ عدالت بطور چندہ وصول کیا ہے۔ چنانچہ ذکر اس کا اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۱۴ جولائی ۱۸۷۷ء میں موجود ہے۔ جب وہ اعلان ظفر احمد کا لاہور میں آیا تو لاہور کے علماء زر انعام کا مطالبہ کرنے لگے اور مستعد نالش ہوئے ولیکن اللہ تعالی کی تائید سے جب اس جواب ناصواب کی خاک اڑنے لگی تو وہ وصول انعام سے مایوس ہو گئے، تب انہوں نے حرف نالش سے زبان کو بند کر دیا۔ اسی طرح چاروں طرف سے ہندوستان و پنجاب سے مطالبہ انعام کی صدائیں آئیں۔ وہ لوگ قبل لکھنے جواب کے انعام مانگتے ہیں اور اس میں ضمانتیں طلب کرتے ہیں۔ پس ایسے شخصوں کے مقابلہ میں تجویز انعام کو ہمارے وہ معترض انصاف پسند، ناپسند نہ فرماویں گے۔

دفعہ سوم:

اس اشتہار کا جواب باصواب تو مجھے آج تک نہیں ملا مگر برائے نام پانچ جواب اس کے میرے پاس پہنچے ہیں۔

اول جواب ایک غازی پوری طالب العلم کا ہے، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جیسی دلیل تم ان مسائل میں مانگتے ہو یعنی آیت قطعی الدلالۃ یا حدیث قطعی الدلالۃ صحیح جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو، کسی مسئلہ میں مسائل اختلافیہ فرعیہ میں موجود نہیں، اگر تمہارے پاس ہمارے خلاف میں کوئی ایسی دلیل ہو تو تم پیش کرو ہم فی آیت و فی حدیث پچاس روپیہ انعام دیتے ہیں۔ اس کا جواب میں نے ضمیمہ ہندوستان مطبوعہ ۷ جولائی میں مشتہر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میری مراد اس لفظ سے کہ اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو یہ ہے کہ اس میں کلام با دلیل اور جرح مبین بالتفصیل نہ ہو اور مراد قطعی الدلالۃ سے یہ ہے کہ اس میں احتمال خلاف ناشی از دلیل نہ ہو، نہ یہ کہ وہ کسی وجہ سے محتمل خلاف نہ ہو۔ پھر میں نے کہا کہ اس معنی کر قطعی اور صحیح حدیث پیش کرو یا ہم سے مانگو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا جواب مولوی حبیب اللہ پشاوری امرتسری کا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی محمد حسین نے ہم سے پہلے بٹالہ میں گفتگو کیوں نہیں کی تھی۔ اور آئندہ ہم سے ایک مجلس کر کے مباحثہ کر لیں اور ظاہر ہے کہ یہ میرے اشتہار کا جواب نہیں، چنانچہ اڈیٹر اخبار نے اس بات کو بڑی تفصیل سے ثابت کر دیا ہے۔

تیسرا جواب ایک طالب العلم ہوشیار پوری کا جس کو اس نے ایک لڑکے کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں اس نے پہلے پانچ سوال کے جواب لکھے ہیں، ولیکن اس میں بجز احادیث موضوعہ یا ضعیفہ وآیات مجملہ ظنیۃ الدلالۃ وخیالات عقلیہ کے پیش نہیں کیا۔ چنانچہ اس کا رد تفصیلی سفیر ہندوستان مطبوعہ ۴، ۱۱، ۱۸۔ اگست ۱۸۷۷ء میں چھپ چکا ہے اور باقی آئندہ چھپے گا۔

چوتھا جواب ہری پور ضلع ہزارہ سے ہم کو بذریعہ خط پہنچا ہے اس میں ایک مولوی صاحب کا قول لکھا ہے کہ ان مسائل کا جواب میں پیشاب کرتے کرتے دے سکتا ہوں ولیکن تحریر کی فرصت نہیں، لاہور چل کر زبانی مولوی محمد حسین کو قائل کرونگا۔ سبحان اللہ! یہ جواب سب سے عمدہ وقوی ہے۔ دینی مسائل میں جواب دہی کا موقع مولوی صاحب نے خوب ہی نکالا۔

پانچواں جواب مجھے چکوال ضلع گجرات سے پہنچا ہے۔ اس میں بجز دھمکی و طعن وتشنیع کے کچھ نہیں ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ کیا تو نے پنجاب کو علماء سے خالی جانا ہے۔ توبہ کر۔ ورنہ ہم تیری خبر لیں گے۔

مگر میں آج تک ان کی خبر گیری کا امیدوار ہوں اور اپنے انتظار کی ان کو اطلاع بھی دے چکا ہوں اب آئندہ دیکھئے کیا پتھر پڑتے ہیں۔ علمی بات تو کسی کو آتی نہیں اور نہ میرے شرط پر جواب کسی کے پاس ہے۔ ہر طرف سے مغالطہ وسخت کلامیاں کان میں پڑتے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون۔

الراقم: ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۷ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(درمطبع محمدی واقع لاہور طبع شد)

(یہ اشتہار شہر لاہور بازار کشمیری میں شیخ محی الدین تاجر کتب کی دکان پر موجود ہے جن صاحب کو اس کی ضرورت ہو..منگالیں)

نمبر اول: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر

۱۳۔اپریل ۱۸۷۸ء مطابق نہم ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ

(جس میں ان دو جوابوں کا جواب ہے کہ ایک ان میں سے کسی کانپوری شخص کی کوشش کا ثمرہ ہے اور دوسرا لکھنؤ و بنارس کے بعض علماء کی جانفشانی کا نتیجہ، من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

کان پوری فاضل سے خطاب

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی، لاہوری لکھتے ہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

میرے اشتہار مسائل عشرہ مشتہرہ ۱۹ و ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء کے دو جواب، اور آئے ہیں۔ اول قلمی جواب ہے جس کے راقم کوئی صاحب کان پوری ہیں جو اپنے تئیں خود بخود ملقب وکیل پیغمبر آخر الزمان تعریف فرماتے ہیں۔ اس جواب میں بجز طعن تشنیع وسبّ وشتم کے بالفاظ فاحشہ مغلّظات کوئی عالمانہ مہذبانہ بات نہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا محرر اہل علم نہیں اور نہ تہذیب واخلاق سے اس کو بہرہ ہے۔ اس لئے میں ان کو مخاطب نہیں کرتا اور اپنی شروط مندرجہ ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء گوش گذار کر کے ان سے خطاب ناصواب سے معاف رکھنے کی درخواست کرتا ہوں۔

خلاصہ میری شرط اول کا ان شروط سے یہ ہے کہ، جو مجھ سے بحث کرنا چاہے وہ عالم مشہور ہو، فنون دین خصوصاً قرآن وحدیث وفقہ واصول میں مہارت تامہ رکھے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ شرط دوم یہ ہے کہ اس کی کلام خلاف تہذیب نہ ہو۔ اور وہ سخت سست الفاظ جو شان شرفاء وعلماء سے بعید ہوتے ہیں تحریر میں نہ لاوے۔ پس جس کی کلام ان دو شرطوں سے خالی ہوگی میں اس کو مخاطب نہ کرونگا۔

یہ ہے خلاصہ ان شروط کا اور جس کو اس کی تفصیل با دلیل دیکھنی منظور ہو وہ ضمیمہ سفیر ہندوستان مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء صفحہ ۶۰ کا ملاحظہ کرے۔ اگر وہ صاحب میری اس اعراض مصداق آیہ قرآن (اذا سمعوا اللغو اعر ضوا عنه) کو عاجزانہ اغماض تصور کر کے اپنی تحریر کو چھپوائیں گے، تو میرے اس بیان و عذر کی تصدیق فرمائیں گے اور مجھے اپنا مشکور بنائیں گے۔

اور اگر سو بار کوئی ایسی تحریر میری طرف ارسال فرمائیں گے تو ادھر سے ایک بار بھی جواب نہ پائیں گے۔ وہی تحریرات بذات خود ان کے جوابات متصور ہوں گے اور میرے رد و بدل کی حاجت نہ چھوڑیں گے۔ ناظرین انہیں تحریرات سے جواب ان کا سمجھ جائیں گے اور داد انصاف دے کر خود فرمائیں گے کہ یہ اشتہار کا جواب نہیں۔ اشتہار میں حدیث صحیح کا مطالبہ ہے اور اس کے جواب میں دشنام سے مقابلہ۔

علماء لکھنؤ و بنارس سے خطاب

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں)

دوسرا جواب مطبوع ہے جو مطبع حسینیہ بنارس میں چھپ کر شائع ہوا ہے جس کی نقل یہ ہے:

اشعار الا شاعره علی اشتهارة العشره

(یاد رہے کہ ایسا ہی اصل میں اشتہارۃ تا سے لکھا ہے۔ محمد حسین)

سبحان اللہ مارون تیرا ینبو ہے خیر آباد

حنفی سے سوال کیا گیا اس میں یہ شرط کہ صحیح حدیثوں سے جواب دیا جائے۔

بھلا اہل سنت و جماعت کے یہاں ان طریقوں کو دخل کہاں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت سائل ہنوز اہل سنت و جماعت کے عبارت کے معنی سے بھی واقف نہیں۔ اللہ اللہ کہاں یہ اہل سنت و جماعت کہاں یہ طریقہ مبتدعہ عبادات و اعمال مروجہ خیر القرون کے اسناد طرق مبتدعہ سے تلاش کر کے طلب کرنا اس پر انعام کا وعدہ کرنا۔

کہاں اصل کی نقل، کہاں نقل سے اصل۔

اس عبث بحث کا نتیجہ کیا ایسی الٹوانسے اولے کا پانی بنڈ یہری علمیت و دانائی کے محض خلاف ہے

اہل سنت و جماعت کو کوئی غرض دینی اس میں متوقع نہیں۔

یہ طریقہ ایسا مشکوک و غیر سلوک ہے کہ صحیح لذاتہ وحسن لذاتہ بھی بدون شہادت کسی اصول یقینی کے اہل حدیث کے اسول کے بموجب ہرگز عمل کے لائق و یقیناً نجات کی توقع کے سزاوار نہیں۔

جس کا اصول ظنی اس کے کل فروعات بھی ظنیات ہیں اور جس کے اصول یقینی اس کے فروعات بھی کل یقینیات ہیں۔

الحاصل اگر بطور جرح وتعدیل کے اہل حدیث کے اصو پر صحت کا ثبوت کسی کے معمول بہ کی نسبت ہوا بھی تو اس کا نتیجہ کچھ نہیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں:

اذا خرج الحدیث من الحجاز ذهب نخاعه۔

فقیر کہتا ہے اذا دخل الحدیث فی الهند فسد رواءه

جس پر یہ دعوی بے معنی کہ صحت میں کسی کو گفتگو نہ ہو بغیر گفتگو کے صحت کا وجود کیونکر سمجھا ہے اور کیا لکھا ہے

حضرت سائل کو چاہیے کہ اپنے مسائل معمول بہاء کو بطریق جرح وتعدیل احادیث صحیحہ سے یا جس طرح ممکن ہو کسی کی کلام و بیکلام سوائے طریقہ اشاعرہ کے عقلاً ونقلاً ثابت کریں جس سے ان کی عبادات کے اعمال یقینی النجات ثابت ہو جائیں، عنداللہ ماجور ہوں گے والّا انعام دنیاوی کی خواہش رکھتے ہوں تو وہ بھی ان کے وعدہ سے دوچند ہو سکے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر ہاں فقیر سراپا حقیر کی التماس ہے کہ پہلے دو ہزار جلد کتب متعلقہ علوم احادیث بھی بھیج دیں بعد تحقیقات و اثبات حسب خواہش جناب سائل کی کتابیں بجواب دہی، حسن خدمت رکھ لی جائے گی۔

الحق اس ظنیات سے یقینیات کا پیدا کرنا اگر چہ خرط قتاد ہے مگر اہل سنت و جماعت کا سب کیا ہوا ہے اب تحصیل حاصل ہے۔

حضرت سائل کو اگر راقم سطور کے دعوی کی تصدیق پر تلاش کی ضرورت ہو ہدایہ کے حواشی ملاحظہ فرمالیویں کہ ان لوگوں نے صحاح کی احادیث پر قواعد جرح وتعدیل عمل میں لا کے کل مسائل کے موافق ومخالف کو جدے جدے کر دیئے ہیں۔

اگر یہ بھی میسر نہ ہو شرح وقایہ کے ترجمہ اردو کے حواشی پر توجہ فرماویں امید ہے کہ سمجھ میں آجاوے گا۔

اور ان لوگوں کو جو کچھ اسباب تحقیقات من حیث وجود کتب علوم حدیث جو کہ ایک سو علم حدیث کا شمار ہوا ہے ومن حیث حافظہ وذکا واکل حلال وصدق مقال وغیرہ قوای انسانی واطمینان ظاہر و باطن حاصل تھا اب ممکن نہیں اگر کوئی ان کی برابری کا خیال کرے سخت نادانی و بے تمیزی اور شکم پروری کا حیلہ ہے۔

اور ان پر فوقیت تو اول درجہ کی جہالت و بے ایمانی ہے

التماس ہے کہ حضرت سائل نے فی جواب دس روپئہ عنایت فرمانے کا اقرار فرمایا ہے۔ فقیر نے کل مسائل حنفیہ کی احادیث صحیحہ سے تطبیق کے معلوم کر لینے کی راہ تعلیم کر دی تیار دوا دینے سے نسخہ دینے کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

ترد یع:

حضرت سائل (محمد حسین بٹالوی) خوب سمجھ کر حساب لگا کر وعدہ وفا فرماویں اگر اس میں کچھ حیلہ حوالہ کی تقریر دلیل نکالیں گے تو ویسے ہی سمجھے جائیں گے ہرگز سماعت کے لائق نہ ہونگے۔ اور ہاں میں مولوی عبد العزیز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب کی ترکیب بھی مدلل بجواز تحریر فرماویں اور آیت کے قسم بھی، اور عاشراً کے مقام میں عشراً کا لفظ کس قاعدہ سے لکھا ہے۔

فقط المشعر محمد خلیل الدین بنارسی

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں)

بنارسی جواب کا خلاصہ آٹھ مضامین ہیں

یہ جواب اگرچہ بحسب ظاہر خلیل الدین خان صاحب بنارسی کی طرف منسوب ہے لیکن درحقیقت یہ ایک مولوی صاحب لکھنوی اور ایک مولوی صاحب بنارسی کی جانفشانی کا نتیجہ ہے اور خلاصہ اس جواب کا چند مضامین ہیں جو ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔ حدیث صحیح سے اہل سنت کو کچھ کام نہیں بلکہ مطلق علمیت و دانائی کو بھی اس سے تعلق نہیں (یعنی حدیث صحیح اہل بدعت اور جہل اور اہل حماقت کا حصہ ہے) نعوذ باللہ من ذلك كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الّا كذباً

۲۔ جو اسانید حدیث کتب مروجہ محدثین میں پائی جاتی ہیں یہ سب مستحدث ہیں خیر القرون سے پیچھے ہوئے۔ پس مسائل معمولہ میں جو خیر القرون میں پائے گئے ہیں ایسی اسانید کا سوال و مطالبہ محل تعجب ہے۔

۳۔ مسائل معمولہ حنفیہ جن میں سائل مطالبہ احادیث کا کرتا ہے اصل ہیں اور احادیث مطلوبہ سائل ان کی نقل۔

۴۔ حدیث صحیح کے طلب و تحقیق و عمل عبث ہے کوئی دینی فائدہ اس پر مترتب نہیں ہے اور نہ یقیناً اس میں نجات متوقع ہے جب تک اہل حدیث کے اصول پر اس کی صحت کا مدار رکھا جاوے اور کسی اصل یقینی کی اس میں (جس سے مراد آپ کی اصول کلامیہ اشعریہ ہیں چنانچہ مضمون پنجم اسی کی طرف مشعر ہے) شہادت نہ لی جائے اس لئے کہ اصول اہل حدیث ظنی ہیں پس جو اس پر مبنی ہے وہ بھی ظنی ہوگا پھر اگر کسی نے اپنی حدیث معمول بہ کو قواعد محدثین سے ثابت بھی کیا تو کیا ہوا یہ طریق مشکوک ہی رہا۔ لائق عمل و سبب توقع نجات نہ بنا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔سائل اپنے مسائل معمول بہا کا صحیح ہونا اور اپنے اعمال کا یقیناً موجب نجات ہونا قواعد حدیثیہ سے سوائے طریق اشاعرہ کے ثابت ثابت کر دکھاوے، یعنی نہ کر سکے گا

۶۔بدون گفتگو کے صحیح کا وجود نہیں یعنی حدیث صحیح اتفاقی کوئی نہیں ہے۔

۷۔سائل جواب مسائل چاہتا ہے تو دو ہزار جلد کتب حدیث ہمارے پاس بھیج دے تو ہم جواب مسائل دیں گے اور وہ کتابیں عوض حسن خدمت خود رکھ لیں گے۔

۸۔ظنیات (یعنی احادیث) سے یقینیات (یعنی جوابات مسائل سائل کا) پیدا کرنا عبث یا دشوار ہے ومع ذلک فقہاء نے سب کیا ہوا ہے حواشی ہدایہ میں دیکھ لو۔ وہ نہ میسر آئے تو ترجمہ اردو شرح وقایہ پڑھ لو۔ یہ لوگ سامان کتب بھی بہت کچھ رکھتے اور کمالات ظاہری و باطنی بھی زیادہ پھر جو کوئی ان کی برابری کا دعوی کرے وہ بے تمیز نادان ہے اور جو ان پر فوقیت چاہے وہ جاہل و بے ایمان ہے۔ہم نے بنی بنائی دوا دیدی یعنی کہہ دیا کہ ہدایہ شرح وقایہ میں جواب دیکھ لو۔ جو نسخہ لکھ دینے سے بہتر ہوتی ہے، یعنی احادیث بتانے اور ان کی صحت ثابت کر دکھانے سے۔

یہ خلاصہ جواب جناب ہے جو آپ کے الفاظ ناصواب سے ثابت ہے۔

اور ہر چند یہ جواب بھی اکثر یہی مضمون کے نظر سے لائق خطاب ومحتاج ردّ و جواب نہیں ہے، نہ بنظر علم اور نہ بنظر تہذیب۔ بلکہ بعض مضامین تو اس کے ایسے ہیں جن کو عوام مسلمین اول سماع میں ردّ کر دیں اور بعض ایسے ہیں جن پر مسلمان کیا عقلاً غیر مذہب بھی ہنس دیں۔ ولیکن چونکہ بعض مضامین اس کے باوجود غیر صحیح ہونے کے پیچ ومخفی مغالطوں سے خالی نہ تھے اس لئے اس کا جواب مناسب نظر آیا اور متنبہ کرنا مغالطات پر ضروری معلوم ہوا۔ پس مضامین بدیہی البطلان کے بیان میں استدلال و تفصیل قلم میں نہ آوے گی اور جن میں مغالطات ہیں ان کی تفصیل بخوبی کی جاوے گی

۔فا قول بتو فیق اللہ و تو قیفہ

ابطال مضمون اول

مضمون اول تو آپ کا ایسا ہے جو کسی مسلمان کے خیال میں نہیں آیا، اور نہ کوئی ایسی بات آج تک زبان پر لایا ہے۔ کتاب وسنت اس کی تکذیب پر متفق ہیں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امت محمد یہ اس پر انکار کرنے میں متوافق۔ کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ قول وفعل پیغمبر ﷺ سے مسلمان کو کچھ کام نہیں اور سنت وعلمیت ودانائی کا اس میں نام نہیں۔ سنت تو اسی قول وفعل نبوی کو، جو حدیث سے مراد ہے، کہتے ہیں۔ پس اس کو چھوڑ کر اہل سنت کیونکر ہو سکتے ہیں، اور اس کے عمل واخذ سے جاہل وبدعتی کیونکر ہو جاتے ہیں۔ اس امر کو محتاج بیان وتفصیل نہیں دیکھتا، اور نہ کسی مسلمان کو اس میں متردد وطالب دلیل سمجھتا ہوں۔ ومع ذلک اگر کسی کو اس میں تفصیل دلائل ونقل اقاویل کا شوق ہو تو وہ ضمیمہ سفیر ہندوستان ۱۸۷۷ء نمبر ۱۰ ونمبر ۱۱ ونمبر ۱۶ کا ملاحظہ کرے اور کچھ تائید اس کی ابطال مضمون چہارم کے ضمن میں بھی آوے گی۔

ابطال مضمون دوم

ایسا ہی مضمون دوم کا ہے اور بیان اس کی شناعت کا مستغنی از مقال ہے۔ طریق واسانید احادیث جو کتب کتب حدیث میں موجود ہیں سلسلہ وار بواسطہ صحابہ و تابعین وآئمہ متقدمین کے آنحضرت ﷺ تک پہنچتے ہیں پھر ان کا مستحدث بعد قرون ثلاثہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ خدا جانے مجیب نے کبھی کوئی کتاب حدیث کی آنکھ سے نہیں دیکھی یا دیکھ کر تجاہل عارفانہ کیا ہے۔ اور اگر مجیب کا یہ زعم ہے کہ محدثین کبار نے مثل بخاریؒ ومسلمؒ وترمذیؒ وابوداؤدؒ ونسائیؒ وابن ماجہؒ وغیرہ نے یہ اسانید جھوٹی بنالی ہیں تو خدا جانے بہ نسبت امام ابوحنیفہؒ وامام مالکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ کے آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے بھی اپنی کتب میں مثل مؤطا وامّ ومسندوں کے جھوٹی اسانید بنالی ہیں اور اگر یہ دعوی ہے کہ ان کتابوں کی اسانید صحیح ودرست ہیں ان سے پچھلے محدثین کی سب جھوٹ ونادرست، تو اولاً یہ ایسی بات ہے جس کو کوئی مسلمان نہ مانے اور ان حضرات کو مفتری نہ جانے، ثانیاً ہم اس کو بطور فرض محال مان کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ سوال کب کیا تھا کہ ہمارے مسائل کے جواب میں پچھلے محدثین کی کتب سے احادیث لاؤ اور بواسطہ اسانید متاخرہ ان کی صحت بہم پہنچاؤ۔ آپ مسند خوارزمی ہی (جس کو حنفیہ اپنی تسکین کے لئے مسند ابوحنیفہؒ کہتے ہیں) سے کوئی صحیح حدیث لاتے، اور باثبات صحت اس کی اسناد کے اس کی صحت بہم پہنچاتے۔ آئندہ ہم التماس کرتے ہیں کہ سوال خامس وسابع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وثامن وتاسع و عاشر کے جواب میں مسند ابوحنیفہؒ (یعنی مسند خوارزمی) یا اور متقدمین کے کتب سے جن کو آپ مستحدث نہیں جانتے حدیث لائے اور پہلے وعدہ سے دو چند انعام پائے۔ اور یہ بھی فرمائے کہ ماں بہن کے ساتھ نکاح کرنا اور حد سے بچ جانا خیر القرون میں کس شخص کا معمول بہ ومروّج فعل ہے تو کہ آپ کا یہ استعجاب (خیر القرون کے مروّجہ اعمال کے لئے طرق مبتدعہ سے اسناد کیوں طلب کرتے ہو) موقع پیدا کرے۔

ابطال مضمون سوم

ایسا ہی مضمون سوم آپ کا ظاہر البطلان ہے اور وجہ اس کے بطلان کی مستغنی از بیان ہے مسائل معمولہ حنفیہ جن میں رائے و قیاس کو بھی دخل عظیم ہے اصل ہوں اور حدیث رسول ﷺ جو باجماع مسلمین قیاس سے مقدم ہوتی ہے، اس کی نقل۔ یہ بات آپ کے سوائے کسی مسلمان نے نہیں کہی نہ آئندہ کہے گا آپ اپنی کتابیں اصول کی دیکھیں اور ان میں ملاحظہ فرماویں کہ قیاس کس درجہ کی دلیل ہے اور حدیث اجماع اور قیاس سے متقدم ہے یا متاخر۔ اور یہ بھی غور سے سوچیں کہ مسائل معمولہ حنفیہ عموماً اور جن سے ہمارا سوال ہے خصوصاً ان کا مستند حنفیہ کے نزدیک عقل و قیاس ہے یا نہیں۔

ابطال مضمون چہارم

مضمون چہارم جناب کا بڑے مغالطہ و پیچ کا مضمون ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث بدون استنباط واستعانت اصول کلامیہ اشعریہ کے کسی کام کا نہیں۔ اور چونکہ مبنی اس کا اصول ظنیہ ہیں اس لئے وہ نہ لائق عمل ہے نہ سزاوار اعتقاد۔ پس اس کی طرف مراجعت محض عبث ہے اور خرط قتاد۔ اس کا بطلان تین وجہ سے ہے۔

وجہ اول یہ کہ قطعی ہونا اصول کلامیہ کا محض خیال وسودائے محال ہے جو لوگ عمر بھر اس میں بسر کی، اور اس فن کے امام کہلائے، وہ آخر کار پچھتائے اور اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھائے۔ بجائے قطع و یقین اس اس سے حیرت و شک لے پھرے اور آخر کو اس سے توبہ کر مرے۔ اسی واسطے آئمہ اربعہ وغیرہ متقدمین آئمہ نے (جن کو آپ بھی مانتے ہیں اور پیشوا جانتے ہیں) اس علم کا نام جہل رکھا ہے اور اس کے مشتغل کو بدعتی و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاہل و زندیق یعنی چھپا کافر کہدیا ہے۔ میں اقوال ان آئمہ کو پیشکش نظر سامی کرتا ہوں، شاید آپ لوگ ان اقوال کو سن کر اس مستحدث علم کی عظمت دل سے نکالیں اور بجائے اس کے محبت علم قرآن و حدیث کی دل میں ڈالیں اور اپنی قلم و زبان توہین و تخفیف شان حدیث سے سنبھالیں

قال الا ما م ابو یو سف لبشر المر یسی العلم بالکلا م هو الجهل و اجهل بالکلا م هو العلم و کا ن اراد بالجهل به اعتقاد عدم صحته فا ن ذ لك علم نا فع و اراد به ا لا عرا ض عنه و تر ك ا لا لتفا ت الی اعتباره فا ن ز لك یصو ن علم الر جل و عقله فیکو ن علماً بهذا ا لا عتبار

و عنه (ای ابی یوسف) ایضاً من طلب العلم بالکلا م تز ندق و من طلب الما ل با لکمیاء افلس و من طلب الغر یب الحد یث فقد کذ ب

و ذکر فی غیا ث المفتی من ابی یوسف انه لا یجوز الصلوة خلف المتکلم و ان تکلم بحق لا نه مبتد ع و لا یجوز خلف المبتدع و عر ضت هذه الروا یة علی اوستا ذی فقا ل تا و یله انه لا یکو ن غر ضه اظهار الحق ۔ و الذی قا ل استا ذی ر أیته فی تلخیص ا لا ما م الزا هدی حیث قا ل ۔ و کا ن ابو حنیفه یکره الجدا ل علی سبیل الحق حتی روی عن ابی یوسف انه قا ل کنا جلو ساً عند ابی حنیفه اذ د خل علیه جماعة فی ایدیهم ر جلا ن فقا لوا ان ا حد هذین یقو ل القر آ ن مخلوق و هذا ینازعه و یقو ل هو غیر مخلوق قا ل لا تصلوا خلفهما فقلت اما ا لا ول فنعم فا نه لا یقو ل بقد م القر آ ن و اما الآخر فما با له لا یصلی خلفه فقا ل انهما ینا زعا ن فی الدین ، و المنا ز عة فی الدین بد عة ۔ کذا فی مفتا ح السعا د ة ۔ و لعل وجه ذم ا لآ خر حیث اطلق فا نه محد ث انزا له و انه مکتو ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی مصا حفنا و مقروّ بالسنتنا و محفو ظ فی صدور نا و قا ل الشا فعی حکمی فی اهل الکلا م ان یضر بو با لجر ید و النعال و یطا ف لهم فی العشا ئر و القبا ئل ۔ و یقا ل هذا جزاء من تر ك الکتا ب و السنة و اقبل علی کلا م اهل البد عة و قا ل ایضاً

کل العلوم سوی القرآن مشغله
الا الحدیث و الا الفقه فی الدین

و قا ل:

العلم ما کان فیه قال حدثنا
و ما سواه فوسواس الشیاطین

ومن کلا مه (ای الشا فعی) ایضاً لا ن یلقی العبد لکل ذنب ما خلا الله العبد لکل ذنب ما خلا الشر ك خیر له من ان یلقا ه بشیء من علم الکلا م۔ و قا ل ایضاً لقد اطلعت من اهل الکلا م علی شیء فما ظننت مسلماً یقو له ۔ و قا ل (ای الشا فعی) اذا سمعت الر جل یقو ل ا لا سم هو المسمی او غیر المسمی فاشهد با نه من اهل الکلا م و لا دین له و قا ل ایضاً لو علم الناس ما فی هذا الکلا م من ا لا هواء لفرّوا منهم فرار هم من ا لاسد ۔

و قا ل ما لك لا یجو ز شهادة اهل البد ع شهادة اهل البد ع و الا هواء فقا ل بعض ا صحا به فی تا ویل ذ لك انه ارا د با هل الا هواء اهل الکلا م علی ای مذ هب کا نوا ۔ و عن ا حمد بن حنبل انه قا ل علماء ا لکلا م ز نا دقة

و قا ل ایضاً لا یفلح صا حب الکلا م ابداً و لا تکا د تر ی ا حدا نظر فی الکلا م ا لا و فی غلبه د غل

و لقد با لغ فیه حتی هجر الحا ر ث ابن اسد المحا سبی مع زهده و ور عه بسبب تص نیفه کتا باً فی الردّ علی المبتعة ۔ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا ل (ای ا حمد) و یحك الست تحکی بد عتهم او لا ثم ترد علیهم الست تحمل الناس بتصنیفك علی مطا لعة البد عة و التفکر فی الشبة فید عو هم ذ لك الی الرأی و البحث و الفتنة

(تر جمه : کہا امام ابو یوسفؒ نے (جو امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں) بشر مریسی کو (ایک بزرگ کا نام) علم کلام کا جاننا جہالت ہے، اور اس کا نجاننا علم ہے گویا اپنے کلام میں نجاننے سے یہ مراد رکھی کہ اس کو صحیح نہ سمجھے۔ سو یہ علم نافع ہے یا یہ مراد ہے کہ اس سے منہ کو پھیر لے اور اسی کی طرف التفات نہ کرے کیونکہ اس سے آدمی کا علم وعقل بچ رہتے ہیں اس لحاظ سے یہ نجاننا علم ٹھہرا۔ اور اسی (ابو یوسفؒ) سے یہ بھی منقول ہے کہ جس نے علم کلام سے طالب العلمی کی وہ چھپا کافر ہے اور جس نے کیمیا کے ساتھ مال کو طلب کیا وہ مفلس ہوا اور جس نے نئی حدیثیں (یعنی جن کو ثقات محدثین نہ پہچانیں) طلب کیں وہ جھوٹا بنا۔ اور کتاب غیاث المفتی میں امام ابو یوسفؒ سے مذکور ہے کہ علم کلام کے متوغل کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں اگر چہ وہ حق منہ سے نکالے اس لئے کہ وہ بدعتی ہے اور بدعتی کے پیچھے نماز درست نہیں (صاحب کتاب کہتا ہے) کہ میں نے یہ روایت اپنے استاد کے سامنے پیش کی تو انہوں نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ اس کی غرض اظہار حق نہیں ہوتی (یعنی اگر چہ منہ سے کلمہ حق کہتا ہے) اور جو میرے استاد نے کہا یہ میں نے تلخیص زاہدی میں (کتاب کا نام ہے) دیکھ لیا جہاں پر کہ کہا ہے، کہ امام ابو حنیفہؒ جھگڑے کو (یعنی جس میں دوسرے کا الزام مقصود ہو) صورت حق میں بھی برا سمجھتے تھے۔ ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے پاس بیٹھے تھے ناگاہ ایک جماعت آئی جن کے ہاتھ دو آدمی پکڑے ہوئے تھے پھر بولے ان دونوں میں سے ایک کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے (یعنی خدا نے اس کو بنایا ہے) یہ دوسرا اس سے جھگڑتا ہے اور کہتا ہے کہ قرآن مخلوق نہیں ہے (یعنی خدا کی صفت ہے اس سے جدا نہیں) تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا دونوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ میں نے (یعنی ابو یوسفؒ نے) کہا کہ پہلا تو ٹھیک اقتداء کے لائق نہیں جو قرآن کو قدیم نہیں کہتا دوسرے کا کیا حال ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھی نہ جائے (یعنی اس نے کون سی بری بات کہی ہے) تو امام نے فرمایا کہ یہ دونوں جھگڑا کرتے ہیں دین میں اور دین میں جھگڑنا بدعت ہے۔ ایسا ہی مفتاح السعادت (کتاب) میں ہے۔

(ناقل محمد حسین بٹالوی کہتا ہے) شاید اس دوسرے شخص کی مذمت کی یہ وجہ ہو کہ اس نے عام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر قرآن کو قدیم کہہ دیا حالانکہ اس کا اتر نا قدیم نہیں اور وہ ہمارے اوراق میں لکھا جاتا ہے اور ہماری زبانوں پر پڑھا جاتا ہے اور ہمارے سینوں میں محفوظ ہے (یعنی یہ صفتیں اس کی قدیم نہیں)۔

اور امام شافعیؒ نے کہا کہ میرا حکم اہل کلام کے حق میں یہ ہے کہ وہ جوتیوں اور چھڑیوں سے پیٹے جائیں اور ان کو کنبوں اور قبیلوں میں (یعنی کوچہ بکوچہ) پھرایا جائے اور کہا جائے کہ یہ ہے سزا اس شخص کی جو قرآن اور حدیث کو چھوڑے اور اہل بدعت کے کلام پر توجہ کرے۔ یہ بھی امام شافعیؒ نے کہا کہ قرآن کے سوائے سب علوم ایک مشغولہ ہیں بجز حدیث کے اور فقہ دینی کے اور علم وہ ہے جس میں حدثنا اخبرنا کا ذکر ہے (یعنی علم حدیث) واسناد اس کے سوائے جو ہے شیطانی وسواس ہے اور انہیں (یعنی شافعیؒ) کی کلام سے کہ بندہ شرک کے سواء تمام گناہوں کے ساتھ خدا کو ملے تو اس سے بہتر ہے کہ کچھ علم کلام سیکھ کر اس کو جا ملے۔ اور یہ بھی حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں جو اہل کلام کے کسی بات پر مطلع ہوا تو میں نے کسی مسلمان کو خیال نہ کیا کہ ایسی بات کہتا ہو اور فرمایا کہ جب تم کسی آدمی کو یہ کہتا سنو کہ اسم مسمی کا عین ہے یا غیر (یہ علم کلام کا ایک مسئلہ ہے) تو جان لو کہ یہ اہل کلام سے ہے اور اس کا کوئی دین نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر لوگ جان لیں کہ اس علم میں کیا کچھ نفسانی خواہشیں (یعنی بدعتیں) ہیں تو ان سے لوگ ایسا بھاگیں جیسا شیر سے بھاگتے ہیں۔ اور امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ اہل بدعت ونفسانی خواہش والوں کی گواہی درست نہیں۔ آپ کے بعض شاگردوں نے اس کے بیان میں کہا ہے کہ مراد آپ کی نفسانی خواہش والوں سے اہل علم کلام ہیں خواہ وہ کسی مذہب پر ہوں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ علماء کلام زندیق (یعنی چھپے مرتد) ہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ صاحب علم کلام کبھی نجات نہ پاوے گا اور نہ دیکھے گا تو کسی کو جو علم کلام میں نظر رکھتا ہوگا، مگر ایسی حال پر کہ اس کے دل میں کھوٹ ہوگا۔ اور امام احمد نے اپنے اس انکار میں بڑا مبالغہ کیا یہاں تک کہ حارث محاسبی سے باوجود اس کے زاہد و پرہیزگار ہونے کے ملاپ چھوڑ دیا اس سبب سے کہ اس نے بدعتیوں کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی تھی (یعنی علم کلام کے اصولوں پر)۔ احمدؒ نے محاسبی سے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے کیا تو ان کی بدعتوں کی نقل نہیں کرتا پھر ان کو رد کرتا ہے، کیا تو اس میں لوگوں کو ان کی بدعت کے مطالعہ اور شبہات میں فکر کرنے کے باعث نہیں ہوتا پس یہ امر لوگوں کو عقلی باتوں اور بحث اور فتنہ کی طرف بلاتا ہے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر دوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر

(۲۰۔اپریل ۱۸۷۸ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ

الملقب بہ اشاعۃ السنۃ النبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

جس میں ان دو جوابوں کے جواب کا بقیہ ہے کہ ایک ان میں کسی کان پوری شخص کی کوشش کا ثمرہ ہے اور

دوسرا لکھنؤ و بنارس کے بعض علماء کی جانفشانی کا نتیجہ

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

هذا ما نقله على القا رى فى شر ح الفقه ا لا كبر من اقوا ل هؤلا ء ا لآ ئمة فى ذم الكلا م و نقل نحو ذ لك عن ا لآ ئمة الآخرين فقا ل و ذ كر ا صحا بنا فى الفتا وى انه لو او صى لعلماء بلده لا يد خل المتكلمو ن و لو اوصى انسا ن ان يو قف من كتبه ما هو من كتب العلم فا فتى السلف انه يبا ع ما فيها من كتب الكلا م ذ كر ذلك بمعنا ه فى الفتا وى و الظهير يه و هو كلا م مستحسن عند ار با ب العقول اذ كيف يرا م الوصول الى علم ا لا صو ل بغير اتباع ما جا ء به الر سو ل و لله درّ القائل فى هذا المقو ل :

ايها المقتدى لتطلب علما
كل علم عبيد علم الرسول
تطلب العلم كى تصحح اصلا
كيف اغفلت علم اصل الاصول

و قد قا ل شيخ مشا ئخنا الجلا ل السيو طى انه يحر م علو م الفلسفة كا لمنطق لا جماع السلف و اكثر المفسرين المعتبر ين من الخلف و من صر ح بذ لك ابن الصلا ح و النو وى و خلق لا يحصو ن و قد جمعت فى تحريمه كتا باً نقلت فيه نصو ص الآ ئمة فى الحطّ عليه و ذ كر الحا فظ سرا ج الدين القز وينى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من الحنفية فی کتاب الّف فی تحر یمه ان الغزا لی ر جع الی تحریمه بعد ثنا ء علیه فی او ل المنتقی و جز م السلف من اصحا بنا و ابن رشید من الما لکیة با ن المشتغل به لا یقبل روا یته انتهی۔ و قد فصل ا لا ما م حجة ا لا سلا م فی ا حیاء العلو م هذا المرا م حیث قا ل فا ن قلت فعلم الجدا ل و الکلا م مذ مو م کعلم النجو م او هو مبا ح او مندو ب فا علم ان للانسان فی هذا غلو و سرا فاً فی اطرا ف فمن قا یل انه بد عة و حرا م و ان العبد ان یلقی الله بکل ذنب سوی الشر ک خیر له من ان یلقا ه با لکلا م و من قا یل انی فر ض اما علی الکفایة و اما علی ا لا عیان و انه افضل العبا دا ت و اکمل القربا ت فا نه تحقیق لعلم التو حید و نضا ل عن دین الله المجید قا ل و الی التحر یم ذهب الشا فعی و محمد و ما لك و احمد بن حنبل و سفیا ن و جمیع آ ئمة الحد یث من السلف و ساق الفا ظاً عن هؤلا ء و انهم قا لوا ما سکت عنه الصحا بة مع انهم اعرف بالحقا ئق و افصح فی تر تیب ا لا لفا ظ من سا ئر الخلا ئق ا لا لما یتو لد منه الشر و لذا قا ل علیه الصلوة و السلا م هلك المتنطعو ن ای المتعمقو ن فی البحث و ا حتجوا ایضاً با ن ذ لك لو کا ن من الذین لکا ن اهم ما یا مر به رسو ل الله ﷺ و یعلم طر یقه و یبنی علی ار با به ثم ذکر بقیة استد لا لهم ثم ذکر استد لا ل الفر یق ا لآ خر الی ان قا ل فانقلت فما المختار عند ك فا جا ب بالتفصیل فقا ل فیه منفعة و فیه مضرة فهو با عتبار منفعة فی وقت ا لا نتفاع حلال او مندو ب اووا جب کما یقتضیه الحا ل و هو با عتبار مضرته فی وقت ا لاستقرار و محله حرا م

قا ل فا ما مضر ته فا ثا رة الشبها ت و تحریك العقا ید و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازالتها عن الجز م و التصميم و ذ لك مما يحصل با لا بتدا ء و ر جو عه با لد ليل مشكو ك فيه و يختلف فيه اشخا ص فهذا ضرره فى اعتقا د المحق و له ضرر فى تا كيد اعتقا د المبتدعه و تثبيتها فى صدور هم بحتث ينبعث دوا عيهم و يشتد حر صهم على ا لا صرا ر عليه و لكن هذا لضرر بواسطة التعصب الذ ى يثور عن الجد ل

و اما منفعته فقد يظن ان فا ئدته كشف الحقا ئق لد يه و معرفتها على ما هى عليه و هيها ت بعد فليس فى الكلا م وفاء بهذا المطلب الشر يف و لعل التيلط و التضليل اكثر من الكشف و التعريف قا ل و هذا ذا سمعته من محد ث او حشوى انما خطر ببا لك ان الناس اعدا ء ما جهلوا فاسمع هذا ممن اختبر الكلا م ثم قلا ه بعد حقيقة الخبر ة و بعد التغلغل فيه الى منتهى در جة المتكلمين و جا وز ذ لك الى التعمق فى علو م ا خرى سوى نو ع الكلا م و تحقق ان الطر يق الى معرفة الحقائق من هذا الو جه مسدود لعمرى لا ينفك الكلا م عن كشف و تعريف و ايضا ح بعض ا لا مور و لكن على الندور انتهى ما نقله على القا رى عن ا لا ما م الغزا لى و غيره ثم قا ل فا نما صدر هذا كله عند هم لا مور منها ما فهم مما سبق فى اثنا ء الكلا م ان سبب ذمهم عدو لهم عن ا لا خذ با صو ل الاسلا م و اشتغا لهم بما يعينهم فى مقا م المرا م و منها انه يودى؟ الى الشك و الى التر دد فيصير زند يقا بحد ما كا ن صد يقا فروى عن ا حمد بن حنبل ا نه قال علماء الكلا م زنادقة

و منها الخو ض فى علم الكلا م و تر ك العلم با حكا م الاسلا م المستفاد من الكتاب و السنة و اجماع ا لا مة حتى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضهم يجتهد ثلا ثين سنة ليصير كلا ميا ثم يد رس فيه و يتكلم بما يوا فقه و يد فع ما ينا فيه و لو سئل عن آ ية او حديث او مسئلة مهمة من الفرو ع المتعلقه بالطهارة و الصلوة و الصو م كا ن جا هلاً عنها و سا كتا فيها ۔ هذا كلا م على القا ری

(ترجمہ: یہ وہ اقوال ہیں جن کو ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں برائی علم کلام میں ان آئمہ سے نقل کیا ہے اور ایسا ہی اور آئمہ سے نقل کیا ہے پس کہا ہے کہ اگر کوئی شخص علماء شہر کے واسطے کچھ وصیت کر جائے تو علماء کلام اس میں داخل نہ ہوں گے (یعنی اس لئے کہ وہ دینی عالم نہیں) اور اگر کوئی انسان اپنی کتب سے علمیہ کتب کو وقف کر دے تو اس میں سلف (یعنی پہلے علماء) نے یہ فتوی دیا ہے کہ ان میں سے کلامی کتابوں کو فروخت کیا جائے (یعنی اس لئے کہ وہ علم دین کی کتابیں نہیں لہذا وہ وقف نہ ہوئیں) ایسا ہی بالمعنی فتاوی ظہیریہ میں مذکور ہے ۔ اور یہ گفتگو ارباب عقول کے نزدیک پسندیدہ ہے، اس لئے کہ علم اصول یعنی عقاید کی طرف پہنچنا کیوں کر قصد کیا جا سکتا ہے بدون متابعۃ اس چیز کے جو آنحضرت ﷺ لے کر آئے ہیں اور اللہ کے واسطے نیکی کسی کہنے والے کی جو نظم میں کہا ہے، اے پیروی کرنے والے علم طلب کرنے کو جتنے علوم ہیں سب علم رسول کے غلام ہیں، تو علم ڈھونڈتا ہے تا کہ اعتقاد کو درست کرے تو علم اصل اصول کو کیوں بھول رہا ہے۔ اور ہمارے استادوں کے استاد شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے کہا ہے کہ فلسفی علم حرام ہے جیسی منطق ۔ اس لئے کہ پہلے سب علماء پچھلے اکثر مفسرین معتبرین نے اس پر اتفاق کیا ہے ایسا ہی بیان کیا ہے امام نوویؒ و امام ابن صلاحؒ اور کتنے لوگوں نے جو شمار میں نہیں آتے اور میں نے اس کے حرام ہونے میں ایک کتاب بنائی ہے جس میں اماموں کے اقوال اس کے رد میں نقل کئے ہیں۔ اور حافظ سراج الدین قزوینیؒ نے (جو حنفیہ سے ہیں) ایک کتاب میں جو اس علم کی تحریم میں انہوں نے بنائی ہے ذکر کیا ہے کہ امام غزالیؒ نے بھی اس کے تحریم کی طرف رجوع فرمایا ہے پیچھے اس کے تعریف کی جو اول کتاب منقی میں لکھ چکے ہیں اور ہمارے پہلے لوگوں نے اور ابن رشید نے مالکیوں میں سے یہ بات جزماً کہہ دی ہے کہ جو اس علم سے شغل رکھے اس کی روایت مقبول نہیں ۔ اور حضرت امام غزالیؒ نے اس مطلب کو کتاب احیاء العلوم میں کھول کر فرمایا ہے کہ اگر تو کہے کہ جھگڑے اور کلام کا علم بتا ہے جیسے نجوم کا، یا وہ مباح و مطلوب ہے، تو جان لے کہ اس میں لوگوں کی دونوں طرف میں زیادتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی قائل ہے کہ یہ فرض ہے عینی یا فرض کفایہ۔ اور یہ افضل عبادات و کامل ترین قربات سے ہے اس لئے کہ یہ علم توحید کی تحقیق ہے۔ اور دین خدا سے مدافعت ہے۔ کہا غزالی نے اور حرام کہنے کی طرف گئے ہیں امام شافعیؒ و امام محمدؒ و امام مالکؒ و امام احمدؒ و سفیانؒ اور تمام آئمہ حدیث پہلے لوگوں سے پس روان کئے (یعنی لکھی) اقوال ان لوگوں کے۔ اور یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ صحابہ اس علم سے باوجود اس امر کے کہ وہ تمام مخلوق سے حقائق دین کے زیادہ جاننے والے تھے اور عبارتیں بنانے میں خوش تقریر اس واسطے چپ رہے ہیں کہ اس سے شر پیدا ہوتا ہے۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے بحث اور کریدنے والے ہلاک ہو گئے اور انہوں نے یہی سند پکڑی ہے کہ اگر یہ بات دین سے ہوتی تو بڑی مقصود ہوتی جسکو آنحضرت ﷺ فرماتے اور اس کا طریقہ بتلاتے اور اس کے اہالیان کی تعریف کرتے پھر ان کی باقی دلیلیں ذکر کیں پھر دوسرے لوگون کی دلیل ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اگر تو کہے کہ تیرے نزدیک پسندیدہ کیا امر ہے پس اس کا جواب اس تفصیل سے دیا کہ اس میں نفع بھی ہے اور ضرر بھی ہے پس وی نفع کی نظر سے بوقت پائے نہ جانے ضرر کے حلال ہے یا مطلوب ہے یا واجب جیسا کہ مقتضائے حال ہو اور وہ ضرر کی نظر سے بوقت متحقق ہونے ضرر اور محل ضرر کے حرام ہے۔

کہا امام غزالیؒ نے رہا ضرر اس کا سو یہ پیدا ہونا شبہات کا اور ہل جانا عقاید کا پختگی اور خلوص سے اور یہ امر ابتداء ہی میں حاصل ہو جاتا ہے اور اس سے پھر آنا (یعنی اصلی اعتقاد پر ہو جانا) شکی امر ہے جس میں لوگ مختلف الاحوال ہیں۔ یہ تو اس کا نقصان طالب کے اعتقاد میں پیدا ہوتا ہے اور اس کا نقصان یہ ہے کہ بدعتیوں کے عقاید کو پختہ کرتا ہے اور ان کے شبہ کو ان کے جی میں جماتا ہے اس طرح کہ اس کا باعث پیدا کرتا ہے اور ان کی حرص کو اس اعتقاد پر جمے رہنے پر پکاتا ہے لیکن یہ ضرر اس تعصب کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو جھگڑا کرنے سے جوش مارتا رہا اس کا نفع سو کبھی خیال کرتے ہیں کہ اس کا نفع کشف یعنی حقائق کا کھل جانا ہے اور اشیاء کا ہو بہو معلوم ہو جانا اور یہ بات ہنوز دور ہے علم کلام میں اس مطلب شریف کے واسطے وافی نہیں ہے بلکہ امید خبط اور گمراہی کی اس کشف اور معرفت سے اس میں بڑھ کر ہے کہا غزالی نے یہ بات اگر تو کسی محدث یا ظاہری سے سنے تو تیرے دل میں یہ خیال گذرے کہ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ اب سن لے اس بات کو اس شخص سے (اپنے آپ کو مراد رکھتے ہیں) جس نے علم کلام کو خوب جانچا پھر اس کو برا سمجھا بعد اس کے کہ پوری جانچ کی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں اخیر درجہ متکلمین تک پہنچ گیا بلکہ اس کو چھوڑ کر اور علوم میں حد تعمق (یعنی گہرا پن) تک گذر گیا اور خوب ثابت کر لیا کہ حقائق کی معرفت کا راستہ اس علم کی طرف سے بند ہے اور بعضے امور کا کھل جانا اور جان لینا بھی اس علم سے ہوسکتا ہے ولیکن یہ شاذ و نادر ہے۔ تمام ہوا بیان جو امام غزالیؒ وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کی ہے۔ پھر کہا یہ سب کچھ ان علماء سے کئی امور کے سبب صادر ہوا ہے از انجملہ وہ ہے جو اثناء کلام سابق میں مفہوم ہو چکا کہ سبب برا کہنے اماموں کا علم کلام کو یہ ہے کہ علماء کلام نے اصول اسلام (یعنی قرآن وحدیث) کو چھوڑ دیا اور لایعنی مطالب (یعنی دلائل عقلیہ فلسفیہ) سے مشغول ہوئے۔ اور از انجملہ یہ ہے کہ یہ علم شک وتردد کی طرف پہنچاتا ہے۔ پس ہو جاتا ہے اس کا مرتکب زندیق (یعنی چھپا کافر (پیچھے اس کے کہ وہ صدق (یعنی بڑا مومن راست باز) ہوتا ہے چنانچہ امام احمدؒ سے مروی ہے کہ علم کلام کے علماء زندیق ہیں۔

از انجملہ کھوج (بحث وٹٹول) ہے علم کلام میں اور ترک کرنا احکام اسلام کو جو کتاب وسنت و اجماع امت سے حاصل ہوتے ہیں یہاں تک کہ بعض لوگ تیس برس بڑی محنت اٹھاتے ہیں کہ کلامی بن جائیں پھر اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کے موافق بولتے ہیں اور اس کے خلاف کو رد کرتے ہیں اور اگر ان سے کوئی آیت یا حدیث یا کسی بڑے مقصود مسلّمہ سے متعلق وضو یا نماز یا روزہ کے سوال کرے تو وہ جاہل نکلتے ہیں)۔

مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ میں نے اکثر منطقی وکلامی علماء ہندوستان خصوصاً لکھنؤ و بنارس وصوبہ بہار کا ایسا ہی حال پایا جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے کہا ہے وہ لوگ مدۃ العمر شرح مواقف ومیر زاہد امور عامہ وشفا واشارات پڑھاتے رہے ولیکن اگر کسی آیت کے معنی سے سوال کئے گئے تو یہی بولے کہ تفسیر بیضاوی لاؤ۔ اس میں دیکھ کر بتاویں گے۔ اور اگر کسی حدیث کے معنی ان سے پوچھے گئے تو ترجمہ فارسی شیخ عبدالحقؒ ومظاہر حق اردو کے مطالعہ میں مصروف ہوئے اگر احیاناً مشکوۃ کے پڑھانے پر مجبور کئے جاتے ہیں تو بدون استعانت ترجمہ اردو مظاہر حق کے جرأت وتوفیق نہیں پاتے۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جو جامع جمیع علوم عقلیہ کہلاتے ہیں اور بے تکلف درسی کتابیں پڑھاتے ہیں ان میں سے ایک مولوی صاحب مرحوم ومغفور ایک دفعہ صحیح بخاری پڑھانے لگے جب اس میں آیت قرآن آئی تو شاگردوں نے پوچھا یہ کس کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلام ہے تو آپ فرماتے ہیں کسی عاقل بالغ کی کلام ہوگی۔ اور چونکہ علم قرآن و حدیث سے یہ اس طور معرّا رہتے ہیں، اس لئے اکثر عمل سنت میں قاصر ہوتے ہیں نماز اور جماعت کے ملتزم نہیں ہوتے مساجد میں حاضر ہونے کو عار جانتے ہیں اذان کہنے اور امامت کرانے کو سخت عیب سمجھتے ہیں صورت ولباس غیر مشروع رکھتے ہیں۔ ایک حضرت، خداتعالی ان کو بخشے اور رحم کرے، ایک دفعہ دہلی میں تشریف لائے تو ان کے ازار شریف ٹخنے سے نیچے تھے۔ کسی نے ٹوکا تو فرمانے لگے کہ وہابیوں کے جلانے کو نیچے رکھتا ہوں۔ ایک صاحب کتب درسیہ بخوبی پڑھاتے، ومع ذلک تیسرے دن داڑھی منڈواتے اور داڑھی کا کترانا اور چڑھانا تو بہت لوگوں کا شیوہ ہے۔ طلباء و ملاقاتیوں سے موافق سنت سلام نہیں لیتے، بندگی وآداب کے سوائے خوش نہیں ہوتے۔ میں زمانہ طالب علمی میں ایک دفعہ لکھنؤ میں جا پھنسا، اور ایک مولوی صاحب کی خدمت میں بارادہ استفادہ حاضر ہوا۔ وہاں میں نے جواب سلام میں بخیر بندگی سنا۔ پس وہاں سے متنفر ہوکر رخصت ہوا۔ آگے جب بنارس پہنچا، تو وہاں مع ذلک سجدہ و انحنا کراتے علماء کو دیکھا۔

یہ سب کمالات علمی وعملی ان علوم کی برکتیں ہیں جن کو اصل اصول سمجھتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں قرآن وحدیث کو فضول خیال کرتے ہیں جس کو میری اس کلام میں شک ہو وہ لکھنؤ بنارس تشریف لے جاوے اور ان حضرات کی زیارات سے مشرف ہوکر جو کچھ میں نے کہا ہے اس سے دو چند مشاہدہ کرلے اور صاحب فہم رسا و سخن آشنا اس تحریر سے جس کے جواب میں یہ اوراق لکھے گئے ہیں ہمارے مخفی مخاطبین (جو خلیل الدین صاحب کے پردہ میں ہم سے گفتگو کررہے ہیں) علم و دیانت کا اندازہ کرسکتے ہیں انہوں نے اس تحریر میں حدیث کی ایسی توہین کی ہے کہ اس کو علم تو کیا مطلق عقل و دانش مندی سے خالی کردیا ہے اگر ان کو علم دینی تک رسائی ہوتی یا دیانت سے آشنائی تو کبھی یہ توہین ان سے سرزد نہ ہوتی۔ پس جو ملا علی قاریؒ نے فرمایا ہے سچ ہے اور واقعہ کے مطابق۔ اب میں بقیہ عبارت ملا علی قاریؒ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

قال علی القاری: و منها ان ما ل علم الکلام والجدال الی الحیرة فی الحال و الضلال و الشك فی المآل کما قال ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشید الحفید و هو من اعلم الناس بمذ هب الفلا سفة و مقالا تهم فی کتابه تها فت التها فت ۔ و من الذی قا ل فی الالهیات شیئاً یعتد به و کذ لك ا لآ مدی افضل اهل زما نه وقف فی المسا ئل الکبار و کذ لك الغزا لی انتهی آ خر امر ه الی الوقف و الحیرة فی المسا ئل الکلا میة ثم اعر ض عن الطرق واقبل علی ا حادیث رسو ل الله ﷺ فما ت والبخاری علی صده و کذا الرازی قا ل فی کتا به الذی صنفه فی اقسا م الذات:

نهایة اقدام العقول عقال
و غایة سعی العالمین ضلال
و ارواحنا فی وحشة من جسومنا
و حاصل دنیانا اذی و وبال
و لم انتفد من بحثنا طول عمرنا
سوی ان جمعنا فیه قیل و قال

قا ل و لقد تا ملت الطرق الکلا میة و المنا هج الفلسفیه فما رأیتها تشفی علیلاً و لاتر وی غلیلاً و رأیت اقر ب الطرق طریق القر آ ن اقرء فی ا الا ثبا ت الر حمن علی العرش استوی و الیه یصعد الکلم الطیب واقرء فی النفی لیس کمثله شیء ولا یحیطو ن به علماً ثم قال و من جر ب مثل تجر بتی عر ف مثل معرفتی ۔ انتهی

قا ل القر طبی فی شر ح صحیح مسلم فی با ب کرا هة الخصومة فی الدین و اشد ذ لك الخصو مة فی ا صو ل الدین کخصو مة اکثر المتکلمین المعرضین عن الطر یقة التی ارشد الیها کتا ب الله و سنة نبیه و سلف امته الی طرق المبتد عة و ا صلا حا ت مختر عة و قوا نین جد لیة و امور صنا عیة مدار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر ها علی مبا حث سو فسطا ئیه او منا قشا ت لفظیة تر د تشبیها علی ا لا خذ فیها شبه ر بما یعجز عنها و شکو ک یذهب ا لا یمان معها ۔ ثم ان هؤلا ء المتکلمین قد ار تکبوا انواعاً من المحا ل لایر تضیها البله و الاطفا ل لما بحثوا عن تخیر الجوا هر و ا لا کوا ن و ا لا حوا ل ثم انهم ا خذوا یبحثون فیما امسك عن البحث فیه السلف الصا لح و لم یوجد عنهم فیه بحث وا ضح و هو کیفیة تعلقا ت صفات الله تعا لی و تعدید ها و اتحا د ها فی انفسها و انما هی الذات او غیر ها و ان الکلا م هو متحد او منقسم و اذا کا ن منقسماً فهل ینقسم بالا نوا ع اوبا لاوصا ف و کیف تعلق فی الاو ل با لما مور فاذا انعد م الما مور فهل بقی ذ لك التعلق ام لا و هل ا لا مر لزید بالصلوة مثلاً هو عین ا لا مر لعمر و و با لز کوة الی غیر ذ لك من الا بحا ث المبتدعة التی لم یا مر الشرع بالبحث عنها و سکت ا صحا ب النبی ﷺ و من سلك سبیلهم عن الخو ض فیها ۔ و قا ل ایضاً وقد ر جع کثیر من آ ئمة المتکلمین عن الکلا م بعد انقضا ء اعمار مد یدة واما د بعیدة لما لطف الله بهم و اظهر لهم آ یا ته و با طن بر ها نه منهم اما م المتکلمین ابو المعالی فقد حکی عنه الثقا ت انه قال لقد خلیت اهل الکلام و علو مهم و رکبت البحر ا لا عظم و غصت فی الذی نهوا عنه کل ذ لك ر غبة فی طلب الحق و هر باً من التقلید و الآ ن فقد ر جعت عن الکل الی کلمة الحق علیکم بدین العجائز و ا ختم عا قبة امر ی عند الر حیل بکلمة ا لا خلا ص و الو یل لا بن الجو ینی و کا ن یقول لا صحا به یا ا صحا بنا لا تشتغلوا بالکلا م فلو عرفت ان الکلا م یبلغ بی الی ما بلغ ما تشا غلت انتهی ما قا ل القر طبی علی ما نقله السید العلا مة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی قصد السبیل فی ذم الکلام و التا ویل و هذا الذی نقله القرطبی عن ابی المعا لی ابن الجو ینی نقله عنه علی القا ری فی شر ح الفقه ا لا کبر و فیه فا ن لم یتدا رکنی ر بی بر حمته فا لو یل لا بن الجو ینی و ها انا امو ت علی عقیده امی او علی عقا ئد عجاز اهل نیساپور قال الحا فظ ا لا ما م ابن القیم فی اعلام المو قعین عن رب العا لمین قد اتفق الآئمة الا ر بعة علی ذم الکلا م واهله و ا لا ما م الشا فعی مذ هبه فیه معرو ف عند جمیع ا صحا به الی آ خر ما نقله عنه فی قصد السبیل و نقل عنه فی الجنة و انه قا ل قد کا ن ا صحا ب رسول الله ﷺ اذا سئلوا عن مسئلة یقو لو ن قا ل الله کذا و قال رسو ل الله ﷺ کذا و فعل کذا و لا یعد لو ن عن ذ لك ما و جدوا الیه سبیلاً و من تا مل اجو بتهم و جد ها

(ترجمہ: ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں: اورازانجملہ یہ ہے کہ انجام کار اس علم کلام کا حیرت وگمراہی وشک ہے چنانچہ ابن رشید (ابن رشد) نے جوتمام لوگوں سے فلسفی مذاہب اوراقوال کا خوب واقف تھا اپنی کتاب تہافت التہافت میں کہا ہے کہ وہ کون ہے جس نے الہیات (ایک فلسفی مبحث کا نام ہے) کچھ ایسا کہا ہے جو کچھ اعتبار رکھے۔ ایسا ہی آمدی (ایک عالم اصولی کلامی کا نام ہے) جواپنے زمانہ کے لوگوں سے بہتر تھا بڑے بڑے مسائل میں متوقف رہا ہے۔ ایسا ہی امام غزالی آخر کو مسائل کلامیہ میں توقف وحیرت کو جا پہنچا۔ پس ان سب طریقوں سے منہ پھیر کر احادیث رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوا اور ایسی حالت میں فوت ہوا کہ صحیح بخاری آپ کے سینہ پر تھی۔ ایسا ہی امام رازیؒ نے اپنی کتاب میں جواقسام ذات میں تصنیف کی ہے نظم میں کہا ہے:

ہماری عقلوں کی انتہاء ایک رسی میں بندرہ جانا ہے اور اکثر لوگوں کی کوشش بے کار ہے

(ابن خلکانؒ نے اپنی تاریخ میں یہ اشعار امام رازیؒ سے نقل کئے ہیں اس لئے بجائے لفظ غایہ اکثر منقول ہے یہ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم نے ترجمہ میں یہ لفظ اختیار کیا ہے)

ہماری ارواح ہمارے جسموں سے وحشت میں ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل دکھ اور وبال ہے، ہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عمر بھر بحث کرنے سے کچھ حاصل نہ کیا بجز اس کے کہ قیل وقال کو اکٹھا کرلیا۔ کہا امام رازی نے کہ میں نے طریق کلامیہ میں اور مذاہب فلسفیہ میں تامل کیا تو ان کو ایسا نہ پایا کہ بیمار کو شفا دیں اور پیاسے کی پیاس بجھاویں اور میں نے سب راستوں سے نزدیک راستہ قرآن کا پایا میں اللہ کی صفات میں یہ آیتیں پڑھتا ہوں الرحمن علی العرش استوی ۔ و الیه یصعد الکلم الطیب ۔ اور نفی مشابہت میں یہ آیات پڑھتا ہوں لیس کمثله شیء ، و لا یحیطو ن به علماً ۔ پھر امام نے کہا جو میری طرح تجربہ کرے گا وہ مجھ جیسا جان لے گا۔ اور امام قرطبیؒ نے شرح صحیح مسلم کے باب کراہت خصومت میں کہا ہے اور بہت سخت جھگڑوں سے دین میں جھگڑا کرنا ہے جیسے متکلمین جھگڑتے ہیں جو طریق قرآن وحدیث وسلف سے منہ پھیر کر بدعتی طریقوں اور نئی اصطلاحوں اور جھگڑے کے قوانین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن کا مدار غالبًا سوفسطائی (وہمی وخیالی حکمت) مباحثہ پر ہے یا لفظی جھگڑوں پر جن سے ایسے شبہ پیدا ہوتے ہیں جو حل نہیں ہو سکتے اور ان کے ساتھ ایمان جاتا رہتا ہے۔ پھر یہ کلامی لوگ ایسی محال باتوں کے مرتکب ہوئے ہیں جن کو احمق لڑکے بھی پسند نہ کریں جب کہ وہ جواہر واکوان واحوال کے تخیر سے بحث کرنے لگے پھر یہ لوگ ایسے مباحث میں پڑے ہیں جن سے سلف صالحین چپ رہے ہیں وہ کیفیت تعلق صفات خدا تعالی ہے اور ان کا متعدد یا متحد کہنا اور یہ کہ وہ صفتیں عین ذات ہیں، یا غیر۔ اور یہ کہ کلام باری متحد ہے یا منقسم پھر اگر منقسم ہے تو اس کی تقسیم انواع سے ہے یا اوصاف سے اور یہ کہ تعلق کلام الٰہی کا ازل میں اس چیز سے جس کا حکم اس کلام میں ہوا ہے کیونکر ہوا اور جب وہ چیز نہ رہے تو پھر تعلق رہتا ہے یا نہیں اور جو حکم متعلق نماز مثلاً زید کو ہوا ہے وہی بعینہ عمرو کے واسطے یا زکوۃ کے لئے کیا ہوسکتا ہے اس کی مثل اور ان کے مباحث ہیں جن میں بحث کرنے کا شرع میں حکم نہیں آیا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ اور جو ان کی چال پر تھے ان کی بحث سے چپ رہے۔ اور یہ بھی قرطبیؒ نے کہا کہ بہت سے متکلمین بعد گذر جانے دراز عمروں اور لمبی مدتوں کے اس علم سے پھر گئے جب کہ خدا تعالی نے ان پر لطف کیا اور ان کو ظاہر و باطن دلیلیں اور آیتیں سوجھائیں از انجملہ امام المتکلمین ابو المعالی ہیں (یعنی امام الحرمین) جن سے ثقہ لوگوں نے حکایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے میں اہل اسلام اور ان کے علوم سے کنارہ ہوا اور بڑے دریا میں سوار ہوا اور اس میں غوطہ لگایا جس سے مجھے انہوں نے منع کیا یہ سب کچھ حق کے طلب کرنے اور تقلید کے بھاگنے کے لئے تھا۔ اور اب میں ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب علوم سے کلمہ حق کی طرف پھر آیا تم لوگ اسی دین کو لازم پکڑو جس پر بڑھیا عورتیں ہیں (یعنی جو ان کو قرآن وحدیث سے پہنچا اور اس میں فلسفی وکلامی دلیلوں کو خلط نہیں ہوا) اور میں اپنے خاتمہ کلمہ اخلاص (یعنی لا اله الا الله و حده لا شر يك له) پر کرتا ہوں اور افسوس ہے ابن جوینی پر (یعنی پچھلے کئے پر) اور اپنے شاگردوں کو یہ کہتے کہ علم کلام سے مشغول نہ ہوتا اگر میں جانتا اس حال کو جس تک مجھے اس علم نے پہنچایا ہے تو میں اس سے مشغول نہ ہوتا۔ تمام ہوا جو قرطبیؒ نے کہا جیسا کہ قصد السبیل میں منقول ہے اور یہ جو قرطبیؒ نے ابو المعالی یعنی ابن الجوینی سے نقل کیا ہے اس کو ملا علی قاریؒ بھی شرح فقہ اکبر میں لایا ہے اور اس میں یہ بھی ان سے منقول ہے کہ اگر اللہ اپنی رحمت سے میرا تدارک نہ کرے تو میرے لئے افسوس وخرابی ہے۔ اور سن رکھو میں مرتا ہوں اپنی ماں کے اعتقاد یا بڑھیا عورتوں نیشاپور کے اعتقاد پر۔

کہا امام ابن القیمؒ نے کتاب اعلام الموقعین میں کہ چاروں اماموں نے علم کلام اور کلام والوں کی مذمت پر اتفاق کیا ہے اور امام شافعیؒ کا مذہب تو اس مذمت میں مشہور ہے ان کے سب مذہب والوں کے نزدیک یہ مضمون تا آخر قصد السبیل میں اعلام سے نقل کیا ہے۔

اور اسی رسالہ جنہ میں منقول ہے کہ ابن القیم نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب جب کسی مسئلہ سے سوال کئے جاتے تو کہہ دیتے کہ اس مسئلہ میں خدا نے یہ فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے اور یہ کیا ہے، یہ لوگ اس سے عدول نہ کرتے جب تک کہ اس کی طرف راہ پاتے اور جو کوئی ان کے جوابات میں تامل کرے تو ان کو امراض باطنی کے واسطے شفا پاوے)

نمبر سوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر

(۲۵ مئی ۱۸۷۸ء مطابق ۲۲ جمادی الاولی ۱۲۹۵ھ

الملقب بہ: اشاعة السنة النبوية على صاحبها الصلوة و التحية

جس میں اس جواب کے جواب کا بقیہ ہے جو بعض علماء لکھنؤ و بنارس نے بمقابل اشتہار مجریہ ۱۹ مئی شائع کیا

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری)

شفاءً لما فى الصدور فلما طال العهد و بعد الناس عن نور النّبوّة صار هذا عيباً عندالمتاخرين ان يذكروا فى اصول دينهم و فروعه قال الله و قال الرسول ﷺ اما اصول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینهم فصر حوا فی کتبهم ان قو ل الله و قو ل رسو ل الله ﷺ و ا صحا به لا یفید الیقین فی مسا ئل اصو ل الدین و انما یحتج بکلا م الله و کلا م رسو له فیها الحشویة و المجسمة و المشبهه انتهی کلا م ابن القیم

و قا ل الشهر ستا نی انه لم نجد عن الفلاسفة و المتکلمین ا لّا الحیر ة و الند م حیث قا ل :

لقد طفت المعاهد کلها
و سرت فی طرقی ما بین تلك المعالم
فلم ار الّا واضعا کف حائر
علی ذقن او قارعاً سن نادم

انتهی کلا م الفا ضل الشهر ستا نی

و قا ل الخسرو شا هی و کا ن من ا جلّ تلا مذة فخر الدین الرازی لبعض الفضلا ء و د خل علیه یو ماً ما تعتقده قا ل ما یعتقده المسلمو ن فقا ل و انت متشر ح الصدر لذ یك مستیقن به او کما قا،ل فقا ل نعم، اشکر الله علی هذه النعمة لکن و الله ما ادری ما اعتقد و بکی حتی ا خضل لحیته و قال الخرنجی عند مو ته اعر فت مما حصلته شیئاً سو ی ان الممکن مقتمر ؟ الی الر جّح ثم قا ل ا لا فتقا ر و صف سیلبی امو ت و ما عرفت شیئا. و قا ل آ خر ا ضطجع علی فراشی وا ضع الملحفة علی و جهی و اق بل بین حجج هؤلا ء و هؤلا ء یطلع الفجر و لم یتر جّح عندی منها شیء و من یصل الی مثل هذا الحا ل ان لم یتدا ر که الله تعا لی بالر حمة و ا لا قبا ل تز ندق و قا ل فی البر ها ن القا طع فی ا ثبا ت الصنا ئع و هذا الراز ی سلطا ن العلما ء و حجة الحکما ء و فخر الملة و شعلة الز کا ء و فیلسو ف ا لاسلا م بعد ان انهج الطرق الفلسفیة و سلك

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسالك الحنفية ينشّد فى كتا به النها ية:

العلم للرحمن جل جلاله
و سواه فى جهلاته يتغمّم
ما للتراب و للعلوم وانما
يسعى ليعلم انه لا يعلم

و يقو ل فى و صيته التى مات عليها و لقد ا ختبر ت الطرق الكلامية المناهج الفلسفية فما ر أيت فيها فا ئدة يسا وى الفائدة التى و جد تها فى القر آ ن العظيم.

و قا ل ا حمد بن سليما ن كا ن الو ليد بن ابا ن خا لى فلما حضر ته الو فا ة قا ل لبنيه تعلمو ن ا حداً اعلم منى قا لوا لا قال فتتهمو نى قا لوا لا قا ل فا نى او صيكم اتقلبو ن قا لوا نعم، قا ل عليكم بما عليه ا صحاب الحد يث فا نى ر أيت الحق معهم و قا ل ابو الو فا ء بن عقيل لقد با لغت فى الاصول طو ل عمرى ثم عد ت القهقرى الى مذ هب المكتب

و قا ل ا لا ما م محمد الشو كا نى فى رسالة اجرا ء الصفا ت على ظا هر ها اعتر ف كثير من هؤلا ء المتكلمين با نه لم يستفد من تكلمه و عدم قنو عه بما قنع به السلف الصا لح ا لّا مجر د الحيرة التى و جد عليها غيره من المتكلمين و ها انا اخبر ك عن نفسى و او ضح لك ما وقعت فى امسيى فا نى فى ايا م الطلب و عنفوا ن الشباب شغلت بهذا العلم الذى سمو ه تا رة علم ا لكلا م و تا رة علم التو حيد و تا رة علم ا صو ل الدين و اكبّ على مؤلفا ت الطوا ئف المختلفة منهم و ر مت الرجو ع بفا ئدة و العود بعا ئدة فلم ا ظفر من ذلك بغير الخبيبة و الحيرة و كا ن ذ لك من اسبا ب التى حبب الى مذاهب السلف على انى كنت من قبل ذ لك عليه و لكن ار دت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان از داد فیه بصیرة و به شعفاء و قلت عند النظر فی تلك المذ هب

و غایة ما حصلته من مباحثی
و من نظری من بعد طول التدبر
هو الوقف ما بین الطریقین حیرة
فما علم من لم یلق غیر التحیّر

(ترجمہ: اور جب زمانہ دراز ہوا اور لوگ نور نبوت سے دور پڑ گئے تو پچھلے علماء کے نزدیک یہ عیب ہو گیا کہ اپنے اصول وفروع میں یہ کہہ دیں کہ خدا تعالی نے یہ فرمایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد کیا ہے۔

اصول دین کے باب میں تو انہوں نے صاف اپنی کتابوں میں کہہ دیا ہے کہ اللہ اور رسول کا قول اس میں مفید یقین نہیں، اس سے وہی سند پکڑتا ہے جو فضول کلام پر چلے، اللہ کا جسم بتاوے اس کو مخلوق جیسا سمجھے۔ تمام ہوا کلام امام ابن القیم کا۔

شہرستانیؒ نے کہا ہے کہ ہم نے فلسفیوں اور متکلمین کی حالت بجز حیرت نہ دیکھی چنانچہ نظم میں کہا ہے: مجھے عمر (یعنی عمر دینے والے) کی قسم ہے میں سب مقامات میں پھرا اور میں سب راستے ان مواضع کے چلا پس میں نے بجز اس کے نہ دیکھا کہ کوئی حیرت سے ٹھوڑی پر ہاتھ رکھے ہوئے ہے اور کوئی ندامت سے دانت بجا رہا ہے۔

خسروشاہی نے جو امام فخر الدین رازیؒ کے بڑے شاگردوں میں سے تھا ایک فاضل کو جو اس کے پاس ایک دن گیا تھا کہا کہ تو کیا اعتقاد رکھتا ہے۔ فاضل بولا جو مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں۔ خسروشاہی نے کہا کہ تو فراخ حوصلہ ہے اس اعتقاد پر یقین کرنے والا ایسا ہے اور کچھ کہا فاضل بولا ہاں خسرو شاہی نے کہا تو اللہ کا شکر کر اس نعمت پر ولیکن خدا کی قسم میں نہیں جانتا میں کیا اعتقاد رکھو، اور رو پڑا یہاں تک کہ اپنی داڑھی کو تر کر دیا۔

خرنجی نے موت کے وقت کہا کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے کیا اعتقاد حاصل کیا بجز اس کے ممکن محتاج ہے ایسی ذات کی طرف جو اس کے وجود کو عدم پر ترجیح دے پھر بولا یہ احتیاج بھی ایک صفت عدمی ہے میں ایسی حالت میں مرتا ہوں کہ کچھ نہیں جانتا۔ ایک اور بولا کہ میں اپنے بستر پر لیٹتا ہوں اور چادر منہ پر ڈالتا ہوں اور فریقین کے دلائل کا آپس میں مقابلہ کرتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں پس صبح ہو جاتی ہے اور میرے نزدیک کوئی بات غالب نہیں ٹھہرتی۔ جو ایسی حالت کو پہنچ جائے اس پر خدا تعالیٰ اگر اپنی رحمت سے متوجہ نہ ہو تو وہ کافر ہو جائے۔

برہان قاطع میں جو اثبات صانع میں تصنیف کیا ہے کہا ہے کہ یہ امام رازیؒ علماء کا بادشاہ اور حکیموں کے دست آویز اور ملت کا فخر اور تیزی طبع کا شعلہ اور اسلام کا فلسفی بعد اس کے کہ فلسفی راستوں اور پوشیدہ راہوں چلتا رہا (آخر کو) یہ باتیں نظم میں کہہ گیا

علم خدا تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جس کی بڑی عظمت ہے اس کے سوا جو ہے اپنی جہل چھپ رہا ہے۔ مٹی (یعنی انسان) کو علم سے کیا نسبت ہے یہ تو اسی واسطے کوشش کر رہا ہے کہ اپنی لاعلمی کو جان لے۔

اور امام فخر الدینؒ نے اپنی اس وصیت میں جس پر مرا یہ کہا ہے کہ میں نے کلامی طریقوں اور فلسفی راستوں کو خوب دیکھ جانچ لیا ہے میں نے اس میں فائدہ نہ پایا جو فائدہ قرآن کے مساوی ہو۔

احمد بن سلیمان نے کہا ہے کہ ولید بن ابان میرا ماموں تھا جب اس کو وقت وفات آیا تو اپنے بیٹھوں کو کہنے لگا کیا تم مجھ سے کسی کو بڑا عالم جانتے ہو؟ وہ بولے نہیں۔ پھر بولا کیا مجھے چھوٹا سمجھتے ہو؟ وہ بولے نہیں۔، پھر بولا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کیا تم مانو گے؟ بولے ہاں مانیں گے۔ پس کہنے لگا تم حدیث والوں کے اعتقاد کو لازم پکڑو میں نے جان لیا ہے کہ حق ان کے ساتھ ہے۔ ابوالوفا ابن عقیل نے کہا ہے کہ میں نے عمر بھر علم اصول (یعنی کلام) میں مبالغہ کیا، آخر کو اسی مذہب کے طرف الٹا پھرا جو مکتب میں تھا (یعنی عقاید قرآن و حدیث جن کی مکتب میں تعلیم ہوتی ہے)

امام شوکانیؒ نے رسالہ صفات میں کہا ہے کہ بہتیرے متکلمین نے اقرار کیا ہے کہ ہم کو اس علم میں کلام کرنی اور علم سلف پر قناعت نہ کرنے سے بجز محض حیرت فائدہ نہ ہوا۔ سن لے میں تجھے اپنا حال سناتا ہوں اور جو مجھ پر کل گذرا ہے کھول دیتا ہوں۔ زمانہ طالب علمی اور ابتداء جوانی میں اس علم سے (جس کو کبھی علم کلام کہتے ہیں کبھی علم توحید کبھی علم اصول) میں مشغول رہا اور اس کی کتابوں پر جو مختلف لوگوں کی تصنیف ہیں گرا رہا۔ میرا مقصود یہ تھا کہ کچھ فائدہ پاؤں اور کچھ نفع لے پھروں لیکن بجز حیرانی و محرومی کچھ نہ ملا۔ یہ بھی ایک سبب ہے جس سے مجھے مذہب سلف پیارا معلوم ہوا اور میں اس مذہب سلف پر پہلے بھی تھا لیکن میں اس علم کے شغل سے یہ چاہا تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مجھے اس کے سبب سے مذہب سلف میں بصیرت ومحبت بڑھ جائے اور جب میں نے اس علم میں نظر کی تو نظم میں یہ کہا: انجام میری بحث ونظر کا جو لمبی سوچ کے بعد ہوئی یہ ہوا کہ دونوں طریق کے بیچ میں حیرت سے ٹھہر رہا۔ پس اس شخص کا کیا علم ہے جس کو بجز حیرت کچھ نہ ملا)۔

یہ اخیر عبارتیں قصد السبیل میں ہیں اور عبارت برہان سے پہلے چار شرح فقہ اکبر میں نیز جس کو اصل کتابیں میسر نہ آویں وہ ان کتابوں کو ملاحظہ فرماویں۔

یہ تو ہیں اقوال علماء مذمت میں اس علم کی جس کی خاطر آپ نے حدیث کی اہانت کی ہے اب میں چند اقوال علماء اور آپ کے پیشواؤں کے ایسے نقل کرتا ہوں جس میں انہوں نے توہین حدیث واہل حدیث کو کفر بتایا ہے اور حدیث ہی کو مدار اہل سنت وناجی ہونے کا ٹھہرایا ہے اور عمل بالحدیث کی رغبت دلائی ہے اور اہل حدیث کی مدح فرمائی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے رسالہ تزیین العبارۃ لتحسین الاشارۃ میں کیدانی کے رد میں (جس کی ایک کلام سے اہل حدیث کی توہین نکلتی ہے) فرمایا ہے:

و قد اغرب الکیدانی حیث قال و العاشر من المحرمات الاشارۃ بالسبابۃ کاھل الحدیث ای مثل اشارۃ جماعۃ بجمعھم العلم بحدیث رسول اللہ ﷺ و ھذا منہ خطاء عظیم و جرم جسیم منشاءہ الجھل عن قواعد الاصول و مراتب الفروع من المنقول و لو لا حسن الظن و تاویل کلامہ بسببہ لکان کفرہ صریحاً و ارتدادہ صحیحاً فھل المومن ان یحرّم ما ثبت فعلہ ﷺ ما کاد ان یکون نقلہ متواتراً و یمنع ما علیہ عامۃ العلماء کابر عن کابر و الحال ان الا ما م الا عظم و الھما م الا قدم قال لا یحلّ لا حدٍ ان یاخذ بقولنا ما لم یعرف ما خذ من الکتاب و السنۃ و اجماع الامۃ و القیاس الجلی فی المسئلۃ و قال الشافعی اذا صح الحدیث علی خلاف قولی فاضربوا قولی علی الحائط و اعملوا بالحدیث الظاھر الی ان قال مع انہ یکفی فی موجب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکفیر الکیدا نی اھا نتہ المحد ثین الذین ھم عمدۃ الدین المفھو مۃ من قو لہ کا ھل الحد یث المفضیۃ الی قلۃ ا لا دب المفضی بسو ء الخا تمۃ لا ن من المعلو م ان اھل القر آ ن اھل اللہ و اھل الحد یث اھل رسو ل اللہ و انشد فی ھذا المعنی :

اھل الحدیث ھم اھل النبی و ان
لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا

ھذا کلا م علی القا ری ۔

(ترجمہ: بے شک کیدانی نے انوکھی بات لکھی جہاں پر کہ کہا ہے کہ دسواں حرام فعل نماز میں اشارہ کرنا ہے ساتھ انگلی شہادت کے مثل اہل حدیث کے اور یہ بات کیدانی کی بھاری خطا اور بڑا جرم ہے سبب اس کا جاہل ہونا کیدانی کا اصول کے قواعد سے اور روایات فرعیہ کے مراتب سے اگر حسن ظن نہ ہوتا اور بمقتضائے اس کے اس کی کلام میں تاویل نہ کی جاتی تو کیدانی کا کفر صاف صاف اور اس کا مرتد ہونا ٹھیک ٹھیک ثابت ہو چکا تھا، بھلا کسی مومن کو پہنچ سکتا ہے کہ فعل رسول کو حرام کہے جس کی نقل قریب ہے کہ متواتر ہو جاوے اور اس فعل سے منع کرے جس پر تمام علماء کا بڑوں سے بڑوں کا اتفاق چلا آتا ہے حالانکہ امام بزرگ اور سردار مقدم (یعنی امام ابوحنیفہؒ) نے فرمایا ہے کہ حلال نہیں کسی کو کہ میرے قول کو قبول کرے جب تک اس کے اصل قرآن یا حدیث یا اجماع یا روشن قیاس سے نہ جان لے۔ اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جب میرے قول کے خلاف کوئی حدیث صحیح ہو تو میرے قول کو دیوار سے مارو اور عمل کرو حدیث ظاہر پر۔ کہا ملا علی قاریؒ نے کہ باوجود اس کے کہ کیدانی کے کافر بنانے کیلئے محدثین کی توہین (جو اس کے اس کلام سے سمجھی جاتی ہے، کا ہل الحدیث یعنی اہل حدیث کی طرح اشارہ کرنا حرام ہے جس سے اس کا کم ادب ہونا معلوم ہوتا ہے جو برے خاتمہ کی طرف پہنچاتا ہے) کافی یہ اس لئے کہ یقیناً اہل حدیث، اہل رسول اللہ ﷺ ہیں چنانچہ اس باب میں کسی نے شعر میں کہا ہے کہ اہل حدیث نبی کے اہل ہیں، وہ اگرچہ آپ کے ہم صحبت نہیں ولیکن آپ ﷺ کے انفاس قدسی یعنی حدیث کے تو صحبتی ہیں)۔

اور طحطاویؒ نے شرح درمختار میں اپنے اس دعوی کے ثبوت میں کہ، ہم اہل سنت لوگ فرقہ ناجی ہیں اور ہمارے سوائے باقی ۷۲ فرقہ ناری ہیں، حدیث و اہل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کو شاہد ٹھہرایا ہے اور انہی کی موافقت و متابعت کو علامت و دلیل اپنے ناجی ہونے کی بنایا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

فا ن قلت ما وقو فك على انك على صرا ط مستقيم و كل واحد من هذه الفرق يد عى انه عليه قلت ليس ذ لك با لا دعاء و التثبت باستعما لهم الو هم القا صر والقو ل الزا عم بل بالنقل عن جهابذة هذه الصنعة و علماء اهل الحد يث الذين جمعوا الا حا ديث فى امور رسو ل الله ﷺ اقوا له و افعا له و حركاته و سكناته و اقوا ل الصحابة و المها جر ين و ا لانصار الذين اتبعوهم با حسا ن مثل ا لا ما م البخا رى و مسلم و غيرهما من الثقا ت المشهو رين الذين اتفق اهل المشر ق و المغر ب على صحة ما اوردا فى كتبهم من امور النبى ﷺ و اصحا به ر ضى الله عنهم ثم بعد النقل ينظر الى الذى تمسك بهديهم و اقتفى ا ثر هم .. بسير هم فى ا لا صو ل والفرو ع فيحكم با نه من الذين هم هم و هذا هو الفارق به بين الحق و البا طل و المميّز بين من هو على صرا ط مستقيم و بين من هو على السبيل الذى على يمينه و شما له

(ترجمہ: اگر تو کہے کہ تجھے کیوں کر وقوف ہوا اس بات پر کہ تو ہی سیدھے راستہ پر ہے حالانکہ ہر ایک فرقہ دعوی کرتا ہے کہ وہ سیدھے راستہ پر ہے، تو میں کہونگا کہ یہ ہمارا دعوی مجرد ادعا نہیں ۔اور نہ لٹکنا وہم قاصر اور قول باطل سے بلکہ یہ دعوی بنا بر نقل کے ہے اس فن کی پرکھنے والو اور حدیث کے جاننے والوں سے جنہوں نے صحیح حدیثیں آنحضرت ﷺ کے امور اور حالات اور افعال وحرکات وسکنات اور صحابہ مہاجرین وانصار کے حالات میں جمع کی ہیں جیسے حضرت امام بخاریؒ اور حضرت امام مسلمؒ وغیرہ مشہور ثقہ جن کی روایات کی صحت پر مشرق اور مغرب کے لوگ متفق ہیں۔

پھر ان کی نقل کے بعد دیکھا جاوے کہ کون شخص ان لوگوں کی سیرت سے تمسک کرتا ہے اور ان کے پیچھے چلتا ہے اور اصول وفروع ان کا تابعدار ہے پس اس کے حق میں کہا جاوے گا کہ یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں میں سے ہے جو صراط مستقیم پر ہیں۔ یہی امر (یعنی حدیث ونقل اہل حدیث کی متابعت وموافقت) فارق ہے حق اور باطل میں اور یہی تمیز کرنے والا ہے اس شخص میں جو سیدھی راہ پر ہے اور اس میں جو اس سے دائیں بائیں پر ہے)۔

حضرات مخاطبین اس عبارت کو غور سے ملاحظہ فرماویں اور چشم انصاف سے دیکھیں کہ اس میں کیا صریح وصاف طور پر حدیث ونقل اہل حدیث کو مدار اپنی نجات کا نار جہنم ٹھہرایا ہے اور اصول وفروع میں اس کو متمسک ومعیار بنایا ہے اور اس کے بھروسہ پر اپنے تئیں ناجی واہل سنت بتایا۔ اور اگر راہ ہدایت ونجات اس کی طرف سے بند ہوتا تو یہ معیار نجات مقرر نہ ہوتا۔ جو خود ہدایت ونجات پر نہ ہو وہ کسی کا سبب نجات کیونکر ہوسکتا ہے:

کز خویشتن گم است کرا رہبرے کند

اور اگر یہ بات کہنے والے آپ کے اکابر نہیں اور نہ ان کی یہ بات آپ کے نزدیک مسلّم ہے تو آپ ہی معیار اہل سنت ہونے و مدار ناجی ہونے کا بتلادیں (شائد معیار اہل سنت ہونے کا خرافات متکلمین کو بتلادیں گے لیکن جیسی اس کی خاک اڑ چکی ہے سب کو معلوم ہے) اور اس شبہ کا جو طحطاوی نے بیان کیا ہے جواب تحریر فرماویں۔

ابو عمرو شعبی (تابعی) اور عبدالرحمٰن بن مہدی امام عبداللہ بن الامام احمد بن حنبل اشعار ذیل پڑھا کرتے:

دین النبی محمد مختار
نعم المطیّة للفتی الآثار
لا ترغبن عن الحدیث و اهله
فالرّأی لیل و الحدیث نهار

(دین محمد رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ ہے۔ مرد آدمی کے واسطے آثار نبوی کیا ہی اچھی سواری ہے۔ یعنی سفر آخرت کا وسیلہ۔

منہ نہ پھیر حدیث اور حدیث والوں سے، رائے (عقلی باتیں) رات ہے اور حدیث دن)

امام ابوبکر بن ابی داؤد السجستانیؒ نے فرمایا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمسّك بحبل الله و اتبع الهدى
ولا تك بدعينا لعلّك تفلح
و لذ بكتاب الله و السنن التى
اتت عن رسول الله تنج و تربّح
و دع آراء الرجال و قولهم
فقول رسول الله ازكى و اشرح
ولا تك فى قوم تلهوا بدينهم
فتطعن فى اهل الحديث و تقدح

(چنگل مار اللہ کے رسّے (قرآن) سے اور تابع ہو حدیث کے۔ اور مت ہو بدعتی شائد تو چھٹکارا پاوے۔
پناہ پکڑ کتاب اللہ اور حدیثوں سے جو رسول اللہ ﷺ سے آئی ہیں تو نجات اور نفع پاوے گا۔
اور چھوڑ دے لوگوں کی عقلی باتوں اور قولوں کو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات ستھری اور سینہ کھولنے والی ہے
اور مت ہو اس قوم میں جو اپنے دین سے کھیل رہے ہیں کہ تو طعن کرے اہل حدیث میں اور اعتراض)

شیخ امام ابی الظہیر نے فرمایا ہے:

اذا رمت ان تنوخى الهدى
و ان تاتى الحق من بابه
فدع كل قول و من قاله
لقول النبى و اصحابه
فلم تنج من محدثات الامور
بغير الحديث و اربابه

(اگر تو قصد رکھتا ہے کہ ہدایت ڈھونڈے اور حق کو اس کے دروازہ سے پہنچے
پس چھوڑ دے ہر بات اور اس کے قائل کو بپاس خاطر قول آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب کے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس تو نے بدعتوں سے نجات نہ پائی مگر بطفیل حدیث اور حدیث والوں کے)

شیخ ابوالفضل جعفر بن ثعلب نے فرمایا ہے:

تباين للناس فيما قد رأو و رووا
و كلهم يدعون الفوز بالظفر
فخذ بقول يكون النص ينصره
اِمّا عن الله او عن سيد البشر
و كل قول يكون النص يدفعه
فارفضه و كن منه على حذر

(لوگ مختلف ہیں اپنے خیالات و روایات میں، اور ہر ایک کامیابی کا مدعی ہے۔
بس اس بات کو لے جس کی نص مدد کرے، خدا کی طرف سے یا آنحضرت ﷺ کے۔
اور جس بات کو نص رد کرے اس کو چھوڑ دے اور اس سے بچ جا)

امام محمد بن اسماعیل امیر یمانیؒ نے فرمایا:

العلم ميراث النبى كذا اتى
فى النص و العلماء ورّاثه
لا خلّف المختار غير حديثه
فينا فذاك متاع هو اثاثه
قلنا الحديث وراثة نبويته
و لكل محدثِ بدعة احداثه
فاذا اردت حقيقة تدرى لمن
ورّاثه فكّرت ما ميراثه

(علم میراث نبی ہے ایسا ہی آیا ہے۔ حدیث میں اور عالم وہی وارثان نبی ہیں۔
آنحضرت ﷺ نے بجز حدیث کچھ نہیں چھوڑا ہم میں پس یہی ان کی متاع ہے اور یہی اثاث البیت۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ہمارے لئے وراثت حدیث نبوی ہے، اور ہر بدعت نکالنے والے کیلئے اس کی بدعت ہے پس جب تو اصل بات جاننے کا ارادہ کرے کہ کون وارث ہے اور سوچ لے کہ کیا میراث ہے)

امام کبیر محمد بن ابراہیم وزیرؒ نے فرمایا ہے:

منطق الاولیاء و الادیان
منطق الانبیاء و القرآن
ولاھل اللجاج عند التماری
منطق الازکیاء و الیونان
فاذا جمعت علم الفریقین
فکن مائلاً مع القرآن
و اذا ما اکتفیت یوماً بعلم
کان علم المحدث الرّبانی
ان علم الحدیث علم رجال
ورثوا ھدی ناسخ الادیان
فحصوا عن حدیثه ورأوه
بعیون القلوب رأی العیان

(منطق اولیاء اور سب دینوں کی وہ ہے جو منطق انبیاء (حدیث وقرآن) ہے
اور جھگڑنے والوں کے لئے جھگڑے کے وقت منطق عقلی لوگوں اور یونانیوں کی
جب دو فریقین کے علم کو اکٹھا کرے، تو قرآن کی طرف مائل ہو
اور جب کسی ایک علم پر اکتفا کرے، تو علم محدث ربانی کا ہے (یعنی لائق اعتماد)
بے شک علم حدیث ان لوگوں کا علم ہے جو اس طریق کے وارث ہوئے ہیں جو سب دینوں کا
ناسخ ہے
آنحضرت ﷺ کی حدیث کو ٹٹولا اور آنحضرت ﷺ کو دیکھ لیا دل کی آنکھوں سے سامنے دیکھنے
کے طور)

شیخ جلیل سید عبداللہ الحداد شافعیؒ نے فرمایا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فما فی طریق القوم بدء و لا انتهاء
مخالفة للشرع فاسمع و الفت
و خلّ مقالات الذین تخبطوا
و لا تك الا مع کتاب و سنة
فثم الهدی و النور و الامن ردی
و من بدعة تخشی و زیغ و فتنة
و منکر احکام الکتاب و سنةٍ
فبشره فی الدنیا بخزی وذلة
و بشره فی العقبی بسکنی جهنم
و حرمان جنات الخلود و رؤیة

(طریق قوم (یعنی اہل قرآن وحدیث میں) کچھ ابتداء وانتہاء میں مخالفت شرع نہیں ہے تو سن اور متوجہ ہو۔

اور چھوڑ دے ان لوگوں کی باتیں جو خبط میں پڑے ہوئے ہیں اور مت ہو مگر قرآن وحدیث کے ساتھ۔

یہاں ہے ہدایت اور نور اور امن گر جانے سے، اور بدعت خوفناک اور ٹیڑھا پن اور گمراہی سے۔

جو احکام قرآن اور حدیث کا منکر ہو اس کو دنیا میں رسوائی اور خواری کی خبر دی اور عاقبت میں دوزخ میں رہنے کی بشارت دے اور محرومی کی ہمیشگی کی بہشت اور دیدار سے)

شیخ ابی محمد ہبۃ اللہ بن الحسن الشیر ازیؒ نے فرمایا ہے:

علیك باصحاب الحدیث فانهم
علی منهج للذین ما زال معجماً
و ما النور الا فی حدیث و اهله
اذا ما دجی اللیل البهیم و اظلّما
و اعلی البرایا من اتی السنن اعتزی
و اعمی البرامن الی البدع انتما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ومن ترك الآثار ضلّل سعيه
فهل يترك الآثار من كان مسلماً

(تو ملازم رہ اصحاب حدیث کا اس لئے کہ وہ دین کے رستہ پر ہیں ہمیشہ رہے عزیز۔
نور نہیں ہے مگر حدیث اور حدیث والوں میں۔ جب اندھیرا کرتے ہیں اندھیری رات اور سیاہی چھپا دیتی ہے۔ مراد اس کے رائے وقیاس ہے۔
پس بہترین خلائق وہ ہے جو حدیث کی طرف منسوب ہو، اور تمام خلائق سے اندھا وہ جو بدعت کی طرف منسوب ہو۔
جس نے احادیث کو چھوڑ دیا اس نے کیا کرایا کھویا، کیا مسلمان احادیث چھوڑ سکتا ہے؟)

فاضل شریف عالم غطریف قاضی طلا محمد پشاوری

ایک قصیدہ طویلہ اس باب میں انشاء فرمایا ہے اسکے چند ابیات کو اس مقام میں نقل کرنا موجب سرور وانشراح صدر اہل اتباع سمجھتا ہوں اگرچہ معاصرین اہل ابتداع اس سے حظ نہ پاویں اور نفع نہ اٹھاویں۔

خير الحديث كلام الله عز و جل
و هدى احمد للخيرات بنيان
و محدث الامر شرّ ساء منظره
و كل بدعٍ ضلال فيه حرمان
ما ابدِعت بدعة الا و قد نزعت
من سنة مثلها قد قال حسّان
فقه حديث و تفسير علوم هدى
و ما سوى تلك بطلان و هذيان
بحر العلوم كتاب الله جلّ و على
فانه من جميع العلوم ملآن
فى كل امر عسير منه ميسرة
من كل علمٍ جزيل فيه تبيان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بہترین کلاموں کے کلام اللہ عزوجل ہے اور سیرت آنحضرت ﷺ کی نیکیوں کیلئے بنیاد ہے
بدعتیں بری ہیں ان کا دیکھنا برا، اور جو بدعت ہے گمراہی اس میں محرومی ہے۔
کوئی بدعت نکالی نہیں جاتی مگر اس کے سبب سے دور ہو جاتی ہے ایک سنت ویسی ہی جیسا کہ
حسان نے روایت کیا ہے۔
فقہ (جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہے نہ محض رائے وقیاس) اور حدیث اور تفسیر ہدایت کے علم
ہیں اس کے سوا جو ہے باطل ہے اور ہذیان۔
قرآن علموں کا دریا ہے، اس لئے کہ وہ تمام علموں سے پر ہے۔
تمام مشکل امور کے اس میں آسانی ہے۔ سب بزرگ علموں سے اس میں بیان ہے)

ان رمت فقهاً ففيه الفقه مغوز
جمّاً و عمّا لان و افاك ايقان
او علم تهذيب نفسٍ من محاسنها
او من ذمائمها ذا فيه حسبان
و غير ذلك علوماً جلّ مقصدها
عزاً و قد راو ما واساه نقصان
اما الحديث فلايخفى جلالته
فانه من علوم الدين عمّان
عمّان فيض طويل الباع مكرمة
فيه جمان و ياقوت و مرجان
كل العلوم سمى لكن يا ثقتى
اهل الحديث لدين الله اعوان
اهل الحديث لقد صانوا بهمتهم
دين الرسول و ما شانوا و ما خان
فهم لصون اصول الشرع حفاظ
و هم لعلم رسول الله خذّان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم الحديث ك امّ دام رافتها
و ما سواه من المعلوم ولدان
اهل الحديث هم الكاسون ثوب رضا
و غيرهم من اولى الآراء عريان

(اگر تو فقہ کا قصد کرے تو فقہ اس میں ہے عام وتام اگر تجھے یقین آوے۔
یا علم اخلاق نفس نیک ہوں یا بد، سب کا اس میں حساب ہے۔
ان کے سوائے اور جو بڑے مطلب کے علوم ہیں، عزت وقدر میں اس میں سب ہیں اس میں کچھ نقصان نہیں
رہی حدیث پس اس کی بزرگی مخفی نہیں، وہ تو دینی علوم کا دریا ہے
دریا فیض ہے دراز بازو و بزرگی میں، اس میں موتی ہیں اور یاقوت اور مونگے۔
علوم (دینی) تو سبھی بلند رتبہ ہیں لیکن اہل حدیث اللہ کے دین کے مددگار ہیں
اہل حدیث اپنی ہمت سے بچالیا رسول کے دین کو اور نہ اس میں عیب لگایا نہ خیانت کی۔
سو وہ اصول شرع کے بچاؤ کے لئے محافظ ہیں اور وہی علم رسول اللہ کے خزانچی ہیں۔
علم حدیث بمنزلہ والدہ ہے اسکی مہربانی ہمیشہ رہی اور اس کے سوائے جو علم ہیں بمنزلہ اولاد ہیں
اہلحدیث ہی لباس رضاء (الٰہی) پہنے ہوئے ہیں اور صاحبان قیاس لباس مذکور سے عریان ہیں)

روحی الفدا لكلام فيه حدثنا
وغيره من كلام الناس هذيان
ناهيك مرتبة عن ان تكون بها
امين قول النبى يا حبذا الشان
اهل الحديث اطباء و غيرهم
مرضى من الغىّ طرّانهم آن
اهل الحديث خلو الشرب مختضراً
و غيرهم فى بوادى العقل عطشان
اهل الحديث نجوم يهتدى بهم
فى ظلمتة الليل انوارا ذا بانوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهل الحديث لقد فازوا بمقصدهم
و غير هم فی فيا فی الجهل حيران
اهل الحديث ملوك فوق مفرقهم
من العلاء و السّنا و المجد تيجان
علم الحديث ترى بهجة و ضياء
روضا بهيجاً له روح وريحان
كانه عند ليب القدس فی طرب
و غيره من علوم العقل غربان
فی الاحاديث اسفار مهذبة
لاهلها كلها روض و بستان
منها صحيح البخاری جلّ مقصده
و فی الصحاح له فضل و رجحان

(ترجمہ: میری جان ایسے کلام پر فدا ہے جس میں حدثنا ہو اور اس کے سوا جو لوگوں کی کلام ہے سو بکواس ہے۔

تیرے لئے یہ کافی مرتبہ ہے جس کی بدولت تو حدیث نبی ﷺ کا امین بن جاوے یہ کیا ہی عمدہ شان ہے۔

اہل حدیث طبیب ہیں اور لوگ گمراہی کی مرض میں بیمار ہیں ان کا وقت برا وقت ہے۔

اہلحدیث اپنے پانی کے حصہ پر موجود ہوئے اور لوگ قیاس کے جنگلوں میں پیاسے پڑے ہیں

اہل حدیث ستارے ہیں کہ ان سے راستہ لیا جاتا ہے، رات کے اندھیرے میں نور ہیں جب ظاہر ہوتے ہیں۔

اہل حدیث تو اپنے مقصد کو جا پہنچے اور باقی جہالت کے جنگلوں میں حیران ہیں۔

اہل حدیث بادشاہ ہیں اس کے سر پر بلندی اور روشنی اور بزرگی کے تاج ہیں

تو علم الحدیث کو حسن اور روشنی میں ایسا بارونق باغ دیکھے گا جس میں خوش بو اور پھول ہیں۔

گویا کہ وہ بلبل قدس ہے کہ فرحت میں ہے اور دوسرے کے علم کوّے ہیں

احادیث میں ستھری کتابیں ہیں جو سب کے سب باغ وگلزار ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے ایک صحیح بخاری ہے جس کا مقصد بڑے درجہ کا اور کتب صحاح میں اس کو فضل و کمال ور جحان ہے)

الی ان قال بعد ذکر سائر الصحاح الستة (یہاں تک کہ باقی صحاح ستہ کے ذکر کے بعد کہا ہے)

فهذه كتب غر مطالعها
و ما رأت مثلها فی الدهر اعیان
لا تترکن حدیثاً صحّ عن سقم
بقول مفتٍ فدا فی الدّین نقصان
مهما یصح حدیث فهو مذهبنا
بلا امترءٍ کما قد قال نعمان
فاخش ا لا له؟ و لا تنز ل کلام نبی
من قول مفت له ما فیه برهان
بشراك ان جئت بالتوحید معتقدا
لا یعتر یك مدی ا لا زمان حرمان
علیك بالسنة الغرّا تفوز بها
و احذر من البدع ما وافاك ازمان

(ترجمہ: سو یہ ایسی کتابیں ہیں جن کے مطلع روشن ہیں اور آنکھوں نے زمانہ میں ان کی مثل نہیں دیکھی ہیں۔

تو ہرگز ہرگز کسی مفتی کے قول سے صحیح حدیث کو مت چھوڑ کیونکہ یہ دین میں بڑا نقصان ہے۔

جب کبھی حدیث صحیح ثابت ہو تو بیشک وہی ہمارا مذہب ہے جیسا کہ ابوحنیفہ نعمانؒ نے کہا ہے۔

خدا تعالی سے ڈر اور نبی ﷺ کی کلام کو مفتی کے قول سے جس پر اس کی کوئی دلیل نہیں کم رتبہ نہ دینا۔

اگر تو توحید کا اعتقاد رکھتا ہے تو تجھے خوش خبری ہو تجھے کبھی محرومی نہ پہنچے گی۔

سنت روش کو تو لازم پکڑ اس سے مراد پائے گا۔ اور بدعت سے بچا رہ جب تک زمانہ میں رہے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مولانا خورم علی مرحوم نے دیباچہ مشارق الانوار میں ہندی زبان میں عجیب گوہر فشانی کی ہے ان کا انسلاک بھی اس سلک میں مناسب سمجھتا ہوں گو اہل بدعت اس کو نہ مانیں اور ہندی زبان سمجھ کر ان جواہر بے بہا کی قدر نہ جانیں۔ آپ فرماتے ہیں:

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے
در دانہ درج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی
کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بابا کے یہاں سے کون لایا
جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ رہِ محمدی ہے
گنجینہ راز احمدی ہے
مشعل افروز راہ سنت
برہمزن بیخ شاخ و بدعت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے
یہاں وہم خطا کا دخل کیا ہے
اب زیادہ تو مجھ سے کر نہ کلکل
خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
بالفرض فلاں تھا مرد کامل
اوس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا
گو غوث امام و مقتداء تھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے
ملفوظ محمدی کو لے لے
ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے
قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے
حق ہو گا حدیث خواں سے خورم
اور شاد رسول فخر عالم

تنبیہ ضروری:

مولانا خورم علی کا اتباع سنت ان اشعار سے جیسا عیاں ہے، مستغنی از بیان ہے۔ اللہ تعالی ان کو اس خوش اعتقادی کی برکت اور حبّ سنت نبوی کی بدولت اعلی علیین میں منزلت عطا کرے، اور ہم کو بھی آپ کی مرافقت جنت میں مرحمت فرماوے، ولیکن مولانا مرحوم سے اس پاک اعتقاد کے موافق تحفہ الاخبار ترجمہ مشارق الانوار میں عمل نہیں ہو سکا اور اس عمدہ و پختہ بنیاد رکھنے کا اتفاق نہ ہوا یعنی بہت جگہ ظاہر معنی حدیث کا ان سے خلاف سرزد ہوا اور موافق مذہب حنفی کی اس میں تاویل وتکلف عمل میں آیا منشاء اس کا یہ نہ تھا کہ انہوں نے مذہب حنفی کی رعایت کی ہے اور وہ دیدہ دانستہ حدیث کے ظاہر معنی کو واجب العمل سمجھ کر بپاس تقلید مذہب اس میں تاویل کی ہے حاشا جنابہ عن ذلك ، بلکہ منشاء اس کا یہ ہے (واللہ اعلم) کہ آپ کے وقت میں کتب حدیث کے ملک ہند میں اشاعت کم تھی یا باوجود موجود ہونے کتب کے ان کو اتفاق مطالعہ حدیث کا کم ہوا، پس انہوں نے بعض متعصب حنفیہ کی کتب اصول وفروع میں جو تاویل حدیث دیکھی اس کے موافق کسی حدیث کی۔ (عبارت مسلسل اگلے تتے میں چل رہی ہے۔ بہاء)

نمبر چہارم

(رسالہ اشاعة السنة النبوية على صاحبها الصلوة و التحية

جس میں اس جواب کے جواب کا بقیہ ہے جو بعض علماء لکھنؤ و بنارس نے بمقابل اشتہار مجریہ ۱۹ مئی شائع کیا

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری۔

مطبوعہ ۲۲ جون ۱۸۷۸ء۔ مڈیکل پریس امرتسر میں محمد عبدالحکیم کے اہتمام سے طبع ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اس شمارہ سے سفیر ہند، اور ضمیمہ، اور تتمہ وغیرہ الفاظ غائب ہو گئے ہیں۔ بہاء)

جوان کتابوں میں تھی (گو وہ حدیث بسبب ضعف راوی کے واقع میں لائق اعتماد نہ تھی اور نہ باعث تاویل احادیث صحیحہ مشارق ہو سکتی تھی) سمجھ کر اور اتباع نبوی اس میں متحقق جان کر نقل کر دیا اور اسی کے موافق حدیث مشارق کا مطلب بنایا پس اس میں وہ بسبب عدم مراجعت اصل کتب کے معذور رہے اور درحقیقت محرف و مؤول احادیث صحیحہ مشارق کے وہ متعصب حنفی ٹھہرے جن کے دام تقریر پر تزویر میں مولانا مرحوم پھنس گئے۔

اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ باوجود مولانا (خورم علی) کی درستی اعتقاد و مضبوطی اصل و بنیاد کے عادت قدیمہ تقلید کہیں کہیں ان کی سدراہ و حجاب نگاہ ہوئی اور باوجود برا جاننے جناب کے اس تقلید کو بوقت تصنیف کتاب کے اس سے بچ نہ سکے۔ عادت قدیمہ نے ان کو تقلید میں پھنسایا اور اس کو اتباع سجھایا اور مولانا کو اس کا داؤ پیچ سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں سے صدق مضمون اس بیت کا معلوم ہوتا ہے جو شیخ سعدی مرحوم نے فرمایا ہے:

ز تقلید اندیشہ بس واجب است
کہ تقلید پابند ہر طالب است

اور زرقانیؒ نے شرح موطا میں فرمایا ہے:

التقليد آفة من آفات البشرية۔

(یعنی تقلید بشری آفتوں سے ایک آفت ہے)

اور یہ کچھ نئی بات نہیں نہ محل استغراب و استعجاب اس عادت نے بعض صحابہ کو بعض مواقع میں اتباع احکام نبوی سے روک دیا اور ان کو باوجود صراحت و وضاحت مراد نبوی کے تاویل کا راستہ نکال دیا اس کی چند مثالیں نقل کرتا ہوں جن سے مانحن فیہ کی بھی تائید نکلے اور ان صحابہ کبار کی وجہ معذوری کی مخالفت احکام نبوی میں بھی پیدا ہو

میرا ذکر کرنا ایسے مضامین کو بنظر حمایت و برأت ان اکابر کی صریح مخالفت نبوی سے ہوتا ہے اگرچہ حاسد لوگوں کے اذہان میں یہ امر توہین خیال کیا جاتا ہے میرا مقصود ان باتوں سے یہ ہوتا ہے کہ ان اکابر نے کسی امر میں دیدہ دانستہ آنحضرت ﷺ کا خلاف نہیں کیا اور نہ ان کی یہ شان ہے بلکہ اس امر کی دلیل آیت یا حدیث ان کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں پہنچی یا بعد العلم ان کی یاد سے جاتی رہی یا اس کے معنی میں ان کو بنظر کسی دلیل کے یا بمقتضائے عادت تاویے سوجھی جس سے تہمت مخالفت صریحہ نبویہ ان کی جناب سے اٹھ گئے۔ اور خصوم حاسدین اس کو یہ سمجھتے اور لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ مقصود ان باتوں کے بیان سے اصحاب کی کم علمی کا اظہار ہے یا ان کی نافہمی کا اشتہار۔

ولیکن اللہ تعالی ہر ایک کی نیت و مقصود کو خوب جانتا ہے اور اصلاح وفساد کو خوب پہچانتا ہے پس میں ان باتوں کے اظہار سے بخوف اتہام اہل خصام لئام ہرگز نہ ٹلوں گا اور جس امر کا بیان مناسب وقت سمجھوں گا اس میں کسی سے نہ ڈروں گا حسبنا الله و نعم الوكيل و هو الرقيب و نعم الحسيب

۱۔ حجۃ الوداع میں آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ جو شخص قربانی ہمراہ لایا ہے وہ اپنے احرام کو کھول دے اور حج کو عمرہ کر ڈالے۔ یہ بات آپ کے صحابہ کو (بمقتضائے اس رسم وقدیمی عادت کے کہ حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کو برا جانتے تھے، عرفات سے پھر آنے کے پہلے کبھی حلال نہ ہوتے) بڑی شاق گذری اور یکایک ان سے اس کی تعمیل نہ ہوسکی۔ ایک صاحب ان میں سے صاف کہتے ہیں کہ عرفات جانے میں ہم کو پانچ ہی دن رہ گئے ہیں پھر عورتوں سے صحبت کرنے کا ہم کو حکم ہوا ہے تو کیا ہم عرفات کی طرف اپنے آلہ تناسل سے منی ٹپکاتے جاویں گے، یہ بات منہ سے کہی اور ہاتھ ہلا کر صورت انتشار بھی بتلا دی۔ آخر جب آنحضرت ﷺ غصہ ہوئے اور ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور بہت سچ کہنے والا بہت نیکی کرنے والا، تو انہوں نے اسی حکم کو مانا اور اپنے احراموں کو کھولا۔ دیکھو صحیح مسلم، و بخاری نیز قسطلانی صفحہ ۱۵۰ جلد ۳ سطر ۱۴

(صحیح مسلم کی روایت یوں ہے: عن عطا قال سمعت جابر بن عبد الله فی ناس معی۔ قال اقبلنا، اصحاب محمد ﷺ بالحج خالصاً وحده، قال عطا :قال جابر: فقدِم النبی ﷺ صبح رابعةٍ مضت من ذی الحجة، فامرنا ان نحلّ۔ قال عطاء: قال: حلّوا و اصیبوا النساء۔ قال عطا: و لم یعزِم علیهم۔، و لکن احلّهنّ لهم۔ فقلنا: لمّا لم یکن بیننا و بین عرفة الّا خمس، امرنا ان نفضی الی نسائنا۔ فنأتی عرفة تقطر مذاکیرنا المنیّ۔ قال یقول جابر بیده۔ کأنی انظر الی قوله بیده: یحرّکها۔ قال فقام النبیّ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فینا۔ فقا ل : قد علمتم انّی اتقا کم لله و اصد قکم و ابرّکم ، و لو لا هد یی لحللت کما تحلّون، و لو استقبلت من امری ما استد بر ت لم اسق الهدی، فحِلّوا، فحللنا و سمعنا و اطعنا۔ قا ل عطاء : قا ل جا بر : فقدم علیّ من سِعا یته فقا ل : بِم اهللت؟۔ قال : بما اهلّ به النبی ﷺ ، قا ل له رسو ل الله ﷺ: فأهدِ و امکث حراماً ۔ قا ل : و أهدی له علیّ هد یاً۔ فقا ل سراقة بن ما لك ابن جعشم : یا رسو ل الله ﷺ ! أَلِعا مِنا هذا أم لِابدٍ؟ ۔ قا ل : لِابدٍ ۔ صحیح مسلم: حدیث نمبر ۲۹۴۳)

(صحیح بخاری میں روایت یوں ہے : حدثنا ابو نعیم: حد ثنا ابو شها ب قا ل : قدِمت متمتِّعاً مکة بعمرةٍ فد خلنا قبل التروية بثلا ثة ایام، فقا ل لی اناس من اهل مکة: یصیر ا لآ ن حجّك مکّیاً، فد خلت علی عطاءٍ استفتیه، فقا ل: حدّثنی جا بر بن عبد الله: انّه حجّ مع رسو ل الله ﷺ یو م ساق البدن معه و قد اهلّوا بالحجّ مفرداً ۔ فقا ل لهم : ا حِلّوا من احرا مکم بطوا ف البیت، و بین الصفا و المروةِ ۔ و قصّروا ثمّ اقیموا حلا لاً حتّی اذا کان یو م التر و یةِ فأهِلوا بالحج و ا جعلوا التی قدِمتم بها متعةً ۔ فقا لوا : کیف نجعلها متعةً و قد سمّینا الحجّ۔ فقا ل : افعلوا ما امر تکم فلو لا انّی سقت الهد ی لفعلت مثل الذی امر تکم ۔ و لکن لا یحِلّ منّی حرا م حتی یبلغ الهدی محِلّه۔ ، ففعلوا ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵۶۸)

۲: ایک سفر میں آنحضرت ﷺ نے روزہ افطار فرمایا اور لوگوں کو افطار کا حکم دیا۔ بعض لوگ (باقتضائے عادت) اس میں بھی متوقف رہے اور مورد اس خطاب پر عتاب کے بنے او لئك العصا ة او لئك العصاة ۔ دیکھو صحیح مسلم

(عن جا بر بن عبد الله انّ رسو ل الله ﷺ خر ج عا م الفتح الی مکة فی رمضا ن ، فصا م حتی بلغ کراع الغمیم، فصا م الناس، ثم دعا بقدحٍ من ما ءٍ فر فعه، حتی نظر الناس الیه ، ثم شرِب ۔ فقیل له بعد ذ لك: انّ بعض الناس قد صا م ۔ فقا ل : اولئك العصا ة ، اولك العصاة ۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۶۱۰)

۳ ۔ حدیبیہ (مقام کا نام ہے) میں جب آنحضرت ﷺ عمرہ سے روکے گئے اور بسال آئندہ عمرہ کرنے پر صلح ہوئی اور اس سبب سے آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ احرام کھول دینے اور قربانیوں کو ذبح کر دینے کا حکم دیا، تو ایک نے اس حکم کو نہ مانا اور کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی تعمیل کے لئے کھڑا نہ ہوا، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے بہ مشورہ ام سلمہؓ آپ اٹھ کر اپنی قربانی کو ذبح کیا اور سر کا حلق کرایا تو پھر سبھی نے اتباع کی۔ دیکھو صحیح بخاری۔

(یہ طویل حدیث ہے جس میں حدیبیہ میں پیش آنے والے واقعات کا ذکر ہے۔ اور کفار کی سفارت اور معاہدے کی کتابت کے ذکر بعد بتایا گیا ہے: فلمّا فرغ من قضية الكتاب قال رسول الله ﷺ لاصحابه : قوموا فانحروا ثم احلقوا۔ قال : فوالله ما قام منهم رجل حتى قال ثلاث مراتٍ ۔ فلمّا لم يقم منهم احد ،دخل على ام سلمة ، فذكر لها ما لقى من الناس۔ فقالت ام سلمة : يا نبى الله ، أتحبّ ذلك؟ اخرج ثم لا تكلّم احداً منهم كلمةً ، حتى تنحر بدنك ۔ و تدعوا حالقك فيحلِقك ۔ فخرج فلم يكلّم احداً منهم حتى فعل ذلك ۔ نحر بدنه ، و دعا حالقه فحلقه، فلمّا رأوا ذلك قاموا فنحروا و جعل بعضهم يحلق بعضاً حتى كاد بعضهم يقتل بعضاً غمّاً ... الحديث ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۷۳۱۔۲۷۳۲)

بعض شرّاح نے ان کے توقف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ان کو اس امر کا انتظار تھا کہ شائد خدا تعالی اس حکم کا خلاف نازل کرے اور اس صلح کو توڑ دے۔ راقم (محمد حسین) کہتا ہے کہ یہ تو ہمارا بھی اعتقاد و ادعا نہیں کہ انہوں نے بے وجہ و بدون تاویل اس حکم میں توقف کیا، کلام تو اس میں ہے کہ یہ وجہ و تاویل حکم نبوی میں کس سبب سے پیدا ہوئی، اور یہ انتظاری و تجویز کس باعث سے ان کے خیال میں آئی۔ سو بدون اس کے کوئی اس کا سبب و باعث نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے اس حکم کو خلاف عادت پایا تو اس میں یہ امر تجویز کیا۔ اگر یہاں ان کی عادت کو دخل نہ ہونا چاہیے تھا کہ ہر ایک حکم کی تعمیل میں ان سے یہ توقف ایسی ہی تجویز سے سرزد ہوتا۔ وہ کون سا حکم ہے (سوائے محکمات کے) جس میں نسخ کا احتمال نہیں اور نزول خلاف اس میں ممکن نہیں۔

یہی جواب ہے اور تاویلات کا جو اس میں یا اس کے نظائر میں کوئی نکالے اور ہماری استشہاد میں خلل ڈالے۔

۴: حالت صوم میں عورت کا بوسہ لینا، آپ ﷺ نے جائز فرمایا تو اس حکم سے لوگوں نے اپنے حق میں تردد کیا، تسپر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت خدا سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ دیکھو صحیح مسلم صفحہ ۳۵۳

(عن عمر ابى سلمة انه سأل رسول الله ﷺ ، أيقبّل الصائم ؟ فقال له رسول الله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ ۔ سل هذه، (لِأُمّ سلمة)، فأخبر ته: انّ رسو ل الله ﷺ يصنع ذ لك۔
فقا ل : يارسو ل الله ﷺ ! قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك و ما تأخّر ۔ فقا ل له رسو ل الله ﷺ : أما و الله ! انّى لاتقا كم لله و ا خشا كم له ۔صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۸)

مشکوۃ میں بصفحہ ۱۹ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسے موقع خطبہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ لوگوں کا کیا حال ہو رہا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں اور وہ اس سے پرہیز کرتے ہیں ۔ مجھے خدا کی قسم ہے میں ان کی نسبت زیادہ خدا کو جاننے والا ہوں اور زیادہ اس سے ڈرنے والا ۔

اور جب اصحاب رسول اللہ ﷺ ایسا کرسدھارے ،تو مولانا خرم علی مرحوم کون بیچارے اور کوئی کیا دم مارے ۔

ایسے امور میں انسان بے خبر پھنس جاتا ہے اور باوجود اعتقاد و ادعاء اتباع کی راہ سے چوک جاتا ہے ۔ وازانجا کہ بحسب اعتقاد ان کو اطاعت سے انحراف نہیں ہوتا اس لئے ان کو بسبب شبہ وتاویل کے منکر ومخالف نہیں کہا جا سکتا ہاں منکر ومخالف وہ ہے جو اپنی عادت پر اڑے اور باوجود علم عیب اپنی عادت کے اس سے نہ ٹلے ۔ سو یہ امر نہ ان صحابہ سے ظہور میں آیا نہ مولانا مرحوم سے سرزد ہوا۔

صحابہ کو جب عیب اپنی عادت کا سمجھ میں آ گیا اور اس کا خلاف اتباع ہونا معلوم ہوگیا تو پھر انہوں نے اتباع نبوی میں توقف نہ کیا ایسا ہی اگر کوئی مولانا خورم علی کو دھوکہ ان کی عادت کا بتلاتا اور ان تاویلات حنفیہ کا خلاف سنت ہونا ثابت کر دکھاتا تو وہ بھی فوراً مان جاتے اور ان تاویلات کو چھوڑ کر ظاہر حدیث کو مذہب بناتے ۔

اب ناظرین اس کتاب وطالبین اتباع حضرت رسالت مآب کو لازم ہے کہ اس کتاب کی تاویلوں سے بچیں اور مولانا مرحوم کے مضمون اشعار کے خیال پر اس کتاب کی ہر بات کو صحیح نہ سمجھیں بلکہ اگر خود عالم ہوں تو اس کے مضامین کی تحقیق اصل کتب احادیث سے کر لیں اور اگر اسقدر استطاعت نہ ہو تو کسی عالم محدث سے جو بمرض تقلید مبتلا نہ ہو اس کو پڑھ لیں ۔ پھر جو واقعی مضمون حدیث ہو اس کو دستور العمل بناویں اور جو تاویل بے جا وتحریف ناروا ہو اس کو بحکم کالائے بد بریش خاوند مؤل کے سپرد کرے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کلام باتطویل وتفصیل بادلیل مولانا خرم علی مرحوم وترجمہ کتاب مشارق کی برأت وحمایت ہی کے واسطے نہیں ہوئی ہے بلکہ اس میں جملہ اکابر دین واجلہ مصنفین کی حمایت و برأت مدنظر ہے ناظرین جس کے کلام کو خلاف قرآن وحدیث پاویں اس میں اس عذر کو تجویز کر کے ان کو سوءظنی مخالفتِ نصوص سے بچاویں ۔ نہ ان کو دیدہ دانستہ خلاف نصوص کرنے والا سمجھیں اور نہ ان کو سراسر محقّ وخطا سے پاک سمجھ کر ان کی تقلید سے حدیث وقرآن کو ترک کریں۔ واللہ الموفق۔

بالجملہ ان اقوال علماء کبار واشعار آئمہ اخیار سے مذمت علم کلام اور مدحت حدیث خیرالانام ثابت ہوئی اور یہ بات محقق ہوگئی کہ علم کلام محض خیال وسودائے محال ہے اس سے بجز شک وحیرت وبدعت وزندقہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اس کا مشتغل بجز جاہل یا بدعتی یا زندیق کسی نام یا لقب کا استحقاق رکھتا اور علم حدیث یہی علم کمال ہے اور اصول وفروع میں اس پر اعتماد واتکال اسی سے اہل سنت ہونا صحیح وثابت ہوتا ہے اور یہی وسیلہ نجات کا بدعتی وناری ہونے سے بنتا ہے۔

اس بیان سے وجہ اول وجوہ ثلاثہ ابطال مضمون چہارم سے اختتام کو پہنچی اب تفصیل وجہ دوم قلم میں آتی ہے۔

ابطال مضمون چہارم بوجہ دوم

وجہ دوم یہ کہ ہم نے مانا اور فرض کیا کہ علم کلام قطعی ہے اور حدیث جو تواتر یا شہرت کو نہ پہنچی ظنی ، ولیکن فروعات وعملیات میں قطعی ہونا دلائل کا ضروری نہیں ہے بلکہ وجوب عمل کے واسطے دلائل ظنیہ بھی کافی ہیں ۔

آپ لوگوں کی توضیح (جو صاحب شرح وقائع کی تصنیف ہے جس کے مطالعہ کے لئے مضمون ہشتم میں آپ ہدایت فرماتے ہیں) میں بصفحہ ۲۲۴ لکھا ہے:

و الثا لث یو جب غلبة الظن و ھی کا فیة لو جو ب العمل ۔ انتھی مختصراً ۔(ترجمہ: تیسرا قسم اقسام حدیث سے (یعنی خبرواحد) غلبہ ظن پیدا کرتا ہے اور وہ وجوب عمل کے لئے کافی ہے)۔

اور اس کی شرح، تلویح میں ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجمهور ذهبوا الى انه يو جب العمل دو ن العلم ۔ و استد ل على كو ن خبر الوا حد مو جباً للعمل بالكتا ب و السنة ثم ذكره بالتفصيل (جمہور علماء اسی کی طرف گئے ہیں کہ خبر واحد عمل کو واجب کر دیتی ہے نہ اعتقاد کو اور اس پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے پھر اس استدلال کو بہ تفصیل ذکر کیا)۔

اور مسلّم الثبوت میں ہے:

التعبد بخبر الوا حد جا يز خلافاً للجبا ئى۔

ثم قا ل التعبد بخبر الوا حد واقع خلا فاً للروا فض و طائفة الى ان استد ل على ذلك با جماع الصحا بة فقال و ثا نياً اجماع الصحا بة و فيهم على بد ليل ما توا تر عنهم من الاحتجا ج و العمل به فى الوقا ئع التى لا تحصى من غير نكير وذ لك يو جب العلم مدة با تفاقهم كا لقول الصريح فمن ذ لك انه عمل الكل بخبر ابى بكر ا لآ ئمة من قر يش و نحن معاشرالا نبياء و ا لا نبياء يد فنو ن حيث يمو تو ن و ابو بكر بخبر المغيرة فى تو ر يث الجدة ۔ و بخبرعبد الر حمن بن عوف فى جز ية المجوس و بخبر حمل بن ما لك فى ايجاب الكفرة بالجنين و بخبر الضحا ك فى ايرا ث الزوجة من دية الزو ج و بخبر عمرو بن حز م فى دية الا صا بع وعثما ن و على بخبر فر يعة فى ان عدة الو فا ت فى منز ل الزو ج و ابن عباس بخبر ابى سعيد الر بو فى النقد را جعاً الى غيرذ لك مما لا يعد ا لا بالتطو يل

(ترجمہ: خبر واحد پر عمل درآمد عقلاً جائز ہے اس میں جبائی (ایک رئیس معتزلہ کا نام ہے) کا اختلاف ہے۔ پھر کہا خبر واحد عادل پر چلنا اسلام میں واقع ہو چکا ہے اس میں شیعہ اور ایک فرقہ کا (یعنی ابن داؤد قاسانی کا چنانچہ مختصر ابن حاجبؒ واحکام آمدی میں ان کے نام پر تصریح ہے) اختلاف ہے یہاں تک کہ صاحب کتاب نے اس پر اجماع صحابہ سے استدلال کیا اور کہا دوسری دلیل اس پر اجماع صحابہ ہے جس میں حضرت علیؓ بھی ہیں (یہ شیعہ کے الزام کے لئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا ہے) دلیل اس اجماع پر یہ ہے کہ ان کا خبر واحد سے سند پکڑنا اور کئی واقعات میں جو گنے نہیں جاتے اس پر بلا انکار عمل کرنا بتواتر ثابت ہے یہ ان کا عمل درآمد یقیناً ان کے اتفاق کو ثابت کرتا ہے جیسے صریح کہنا پس ازانجملہ ان سب کا ابوبکرؓ کی اس حدیث پر عمل کرنا کہ امام قریش سے ہوتے ہیں اور اس پر جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کے وارث یا مورث نہیں ہوتے اور اس پر کہ انبیاء جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں دفن کئے جاتے ہیں ۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا حدیث مغیرہ پر جو دادے کی میراث میں ہے عمل کرنا، اور حضرت عمرؓ کا حدیث عبدالرحمٰنؓ پر جو جزیہ مجوس میں ہے اور حدیث حملؓ بن مالک پر جو جنین (حمل گرایا ہوا) کے بدلے لونڈی دلانے میں ہے اور حدیث ضحاکؓ پر جو عورت کو خاوند کے خونہا سے وراثت دلانے میں ہے اور حدیث عمروؓ بن حزم پر جو انگلیوں کی خوب بہانے میں ہی عمل کرنا اور حضرت عثمانؓ وعلیؓ کا فریعہ کی حدیث پر جو خاوند کے گھر میں عدت وفات کاٹنے میں ہے عمل کرنا اور حضرت ابن عباسؓ کا ابوسعیدؓ کی حدیث پر جو ہاتھوں ہاتھ بیع میں (بصورت کمی بیشی کے ہم جنس اشیاء میں) ربوا ہو جانے کے بیان میں ہے، اپنے پہلے قول کو چھوڑ کر عمل کرنا۔ اس کے سوا اور بہت نظائر ہیں جو بدون تطویل شمار میں نہیں آتے ۔

تمام ہوا جو مسلّم سے نقل کیا گیا (اصل ونشان مواضع ان نظائر کے مخفیات میں گذر چکے ہیں وہاں دیکھے جاسکتے ہیں)

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ ان نظائر کو شرح مختصر الاصول میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور آمدی نے کتاب احکام فی اصول الاحکام میں اس سے بھی بڑھ کر ان کی تفصیل کی ہے ازانجملہ یہ ہے جو فرماتے ہیں :

الرابعة انه لو لم يكن الخبر الواحد واجب القبول لتعذر تحقق بعثة الرسول الى كل اهل العصر وذلك ممتنع وبيان ذلك انه لا طريق الى تعريف اهل عصره الا بالمشافهة او الرسول ولا سبيل له الى المشافهة للكل لتعذره والرسالة منحصرة فى عدد التواتر ولا احاد والتواتر كل احد متعذر فلو لم يكن الخبر الواحد مقبولاً لما تحقق معنى التبليغ للرسالة الى جميع الخلق فيما ارسل به وهو محال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: چوتھی دلیل یہ ہے کہ اگر خبر واحد واجب القبول نہ ہو تو سب زمانہ کے لوگوں کی طرف رسول کا مبعوث ہونا متعذر ہو اور یہ امر محال ہے اس کا بیان یہ ہے کہ سب اہل زمانہ کو واقف کرنے کا بجز اس کے کہ رسول ان کو اپنے سامنے تبلیغ کرے یا بواسطہ دوسروں کے پیغام پہنچاوے کوئی طریق نہیں ہے پھر ہر ایک سے بالمشافہ کہنا تو محال ہے اور پیغام پہنچا دینا دو ہی طرح سے ہوتا ہے بطریق تواتر یا بواسطہ احاد پھر تواتر بھی ہر ایک کے لئے ناممکن ہے پس اگر خبر واحد مقبول نہ ہو تو تبلیغ رسالت ساری مخلوق کی طرف متحقق نہ ہو اور یہ امر محال ہے)۔

اس دلیل پر آمدی نے ایک اعتراض بھی کیا ہے جیسے اس کے نظائر پر ولیکن دفعیہ اس کا ادنی فکر سے ممکن ہے۔

اور اگر تقریر اس دلیل کی اس طرح بیان کریں جو ہم بیان کرتے ہیں تو وہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا ہے وہ تقریر یہ ہے کہ اگر خبر واحد واجب القبول نہ ہو تو آنحضرت ﷺ کا اکثر لوگوں کی طرف (جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ان سے بالمشافہ کچھ سنا) مبعوث ہونا متحقق نہ ہو اس لئے کہ ان کو غالباً جو آنحضرت ﷺ سے پہنچا ہے بطریق احاد پہنچا ہے کیونکہ تواتر کا تو وجود ہی عنقا ہے۔

قال ابن الصلاح من سئل عن ابراز مثال لذلك اعياه طلبه

(ابن صلاحؒ نے کہا کہ جس کو کوئی حدیث متواتر کی مثال پوچھے اس کو اس کی تلاش تھکا دے)

پس اگر خبر واحد واجب القبول نہ ہو تو اکثر احکام میں سلسلہ تبلیغ منقطع ہو وبطرز دیگر اکثر احکام شریعت ہم کو بطریق احاد ہی پہنچتے ہیں پس اگر خبر واحد بے اعتبار ہے تو اکثر احکام بیکار ہیں اور تبلیغ رسالت دشوار۔

بالجملہ ان نقول کتب اصول سے ثابت ہے کہ اعمال وفروع میں کبر واحد کافی ہے اور ہمارے سوالات چونکہ فروعات عملیہ سے ہیں لہذا ان کے جواب میں ہم کو مطالبہ احادیث ظنیہ کا جائز اور آپ کو پیش کرنا انہیں کا کافی قطعیت ویقین سے یہاں کچھ کام نہیں۔ اور آپ کا اس مقام میں قطعیت سے لپٹنا محض بے طلب اور خلاف مرام ہے۔

اور جو ہمارے اشتہار میں قطعیت کا ذکر ہے وہ اولاً تو دلالت کے متعلق ہے نہ ثبوت کے، یعنی وہاں اس معنی کر قطعیت کا مطالبہ ہے کہ نص اپنے معنی پر قطعاً دلالت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے، نہ یہ کہ حدیث ہو تو ثبوت بھی اس کا قطعی ہو جیسے متواتر و مشہور میں ہوا کرتا ہے۔ ثانیاً وہ قطعیت دلالت بھی اس معنی کر مراد ہے جو ظاہر و نص میں بھی پائے جاتے ہیں نہ ان معنی کر جو محکم و مفسر سے مخصوص ہوتے ہیں دیکھو ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء جس میں صاف تصریح ہے کہ مراد قطعیت دلالت سے یہ ہے کہ اس میں احتمال خلاف ناشی از دلیل نہ ہو نہ یہ کہ وہ اصلاً محتمل خلاف نہ ہو۔

سو یہ ایسی قطعیت ہے جو فروعات عینیہ میں بھی جاتی ہے نہ وہ قطعیت جو متکلمین کی جرح میں آتی ہے اور انکے نزدیک وہ اعتقادیات میں ضروری سمجھی جاتی ہے پھر اس کی جگہ اس کا ذکر کیوں لائے اور جہاں یہ کافی ہے وہاں اس کا ضروری ہونا کیوں خیال کر بیٹھے جس پر یہ شور وغل مچایا اور حدیث اور اہل حدیث کی اہانت سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا۔

معلوم ہوتا ہے جناب نے الفاظ اشتہار کو غور سے ملاحظہ نہیں فرمایا اور قطعیت دلالت و قطعیت ثبوت میں تفرقہ نہیں کیا۔ پھر افسوس ہے کہ بایں فہم و لیاقت جواب اشتہار کے درپئے ہو گئے اور اس شخص کے مقلد بن بیٹھے جس نے اپنے خصم مقابل سے کہا تھا کہ سوال تو تیرا میں سمجھا نہیں ہوں پر جواب اس کے دو دیتا ہوں فانا لله و انا اليه را جعو ن

ابطال مضمون چہارم بوجہ سوم:

اگر یہ سب باتیں سن کر بھی آپ کے نزدیک علم کلام ہی واجب الاعتماد رہے اور فروعات عملیہ میں بھی کوئی آیت حدیث بدون استشہاد اصول کلامی کے لائق استناد نظر نہ آوے تو آیات و احادیث مطلوبہ سائل انہیں اصول کی رعایت سے لائیں اور اسی کسوٹی پر لگا کر میزان بیان میں وزن کر دکھائیں۔

ہم نے پہلے بھی آپ سے یہ درخواست نہیں کی کہ بدون لحاظ اصول کلامیہ آیات و احادیث بیان فرماویں اور خرافات متکلمین کی اعانت چھوڑ کر متبع خالص قرآن حدیث ہو جاویں اور نہ آپ نے یہ کہا ہے کہ حدیث کسی حالت میں بھی کام نہیں آتی اور بعد رعایت و موافقت اصول کلامی بھی وہ لائق عمل نہیں بنتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوی آپ کا یہی ہے کہ اصول کلام اصل ہے اور حدیث اس کی فرع اور بدون رعایت اصول کلامیہ اشتغال حدیث عبث ہے اور لاینفع ۔

پس انہیں اصول کی رعایت سے کوئی آیت یا حدیث ہاتھ میں ہے تو لائیے اور انعام موعود پائیے ورنہ عدم موجودگی یا اپنی لاعلمی کا اعتراف فرمائیے ۔ بے مطلب باتیں جن سے نہ آپ کو کام ہے نہ ہم کو کلام کیوں قلم میں لاتے ہیں اور اپنے ایمان میں نقصان کیوں پاتے ہیں۔

ان وجوہ ثلاثہ سے ابطال مضمون چہارم اتمام کو پہنچا ۔اب بقیہ مضامین کی ابطال کی جاتی ہے ۔ و اللہ الموفق

ابطال مضمون پنجم

مضمون پنجم جناب کا ابطال بھی انہیں وجوہ ثلاثہ سے ہو چکا اور بخوبی معلوم ہوگیا کہ اولاً اس طریق کا موجب یقین ہونا محض خیال ہے۔

ثانیاً مسائل فرعیہ عملیہ میں یقین صحت وقبولیت کا حصول ضروری نہیں بلکہ غلبہ ظن اس میں کافی ہے ۔سو اخبار احاد میں (گو وہ اصول ظنیہ پر مبنی کیوں نہ ہوں) موجود ہے۔

ثالثاً ہم نے تو اشتہار میں آپ کو اس طریق کے چھوڑنے کی وصیت نہیں کی اور خالص قرآن اور حدیث پر چلنے کی تکلیف نہیں دی۔ پھر آپ کو عمل خالص قرآن و حدیث کیوں برا معلوم ہوا ،اور اس پر یہ سوال کیوں پیش کیا ۔اب اسی طریق کو دستور الایمان والعمل رہنے دیں اور بدون شہادت اس طریق کے قرآن وحدیث کا نام نہ لیں۔

رہے ہمارے معمولات ومسائل سو ان کا موجب نجات ہونا اس وقت سے ثابت ہے جب کہ ابوالحسن اشعریؒ (جو طریق اشاعرہ کے بانی ہیں) پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور ان کی صحت ان اصول وقواعد سے معلوم ہے جو ابوالحسن اشعریؒ سے پہلے صحابہ وتابعین کے نزدیک مقرر تھے ۔آپ ہی فرماویں کہ ابوالحسن اشعریؒ (بانی طریق اشاعرہ) کب پیدا ہوائے ۔اور دین اسلام کب سے چلا آتا ہے ۔ابوالحسنؒ کے پہلے لوگ (صحابہ تابعین)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اعمال و مسائل کو کس طریق سے صحیح و موجب نجات جانتے تھے اور کن اصول و دلائل کی رعایت سے شعائر دین اسلام کے پابند تھے۔

پس جو ان کے حق میں تجویز فرماویں وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ ہم لوگ قول نبوی ماانا علیه و اصحا بی (یعنی جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب وہ طریق نجات ہے) کے کاربند ہیں اور آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب کے (پیروی سنت میں) نیاز مند۔ جو ان کے اصول تھے وہی ہمارے اور جس طریق پر وہ چلتے تھے اسی پر ہم بیچارے ۔آپ نے حقیقت طریق اہل حدیث کو نہیں پہچانا اور شعر ذیل نہیں سنا جب ہی یہ سوال بے جا پیش کیا ہے۔

اهل الحديث هم اهل النبى و ان
لم يصحبوا نفسه انفاسه صحبوا

(ترجمہ: اہل حدیث آنحضرت ﷺ کے لوگ ہیں انہوں نے اگر چہ آنحضرت ﷺ کی صحبت حاصل نہیں کی پر وہ آنحضرت ﷺ کے انفاس قدسی (یعنی حدیث) کے تو صحبتی ہیں)۔

ابطال مضمون ششم

مضمون ششم جناب کا ابطال ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء میں موجود ہے۔اس میں صاف تصریح ہے کہ مراد ہمارے اس لفظ (اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو) سے یہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام با دلیل و جرح مبین بالتفصیل جو کسی سے نہ اٹھا ہو، نہ اٹھ سکے، موجود نہ ہو، نہ یہ کہ اس میں مجرد چون و چرا نہ ہو۔

پس اس معنی کو کلام نہ ہونا ہزاروں حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ ایسی احادیث جس قدر آپ چاہیں ہم سے طلب کریں بشرطیکہ اس قسم کی احادیث ہمارے سوالات کے جواب میں بھی پیش کریں، یا عدم موجودگی یا اپنی لاعلمی کے معترف ہو جاویں۔

ابطال مضمون ہفتم

مضمون ہفتم جناب کا ایسا ہے جس پر ان پڑھ بھی ہنستے ہیں اور آپ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ دو ہزار جلد کتب کو مصداق رادھا کے نو من تیل کا بتا کر اس کو گریز کی آڑ سمجھتے ہیں ۔ نہ دو ہزار جلد کتب صاحب اشتہار سے پیدا ہوں گے اور نہ آپ جواب دینے کی نوبت آئے گی ۔

یہ بات آپ نے بھی سوچ کر بتائی ہے تو بجائے اس کے دس بیس لاکھ روپیہ نقد طلب کرتے یا شہر لاہور یا کل ملک پنجاب یا جملہ بلاد ہندوستان انعام میں مانگتے جس سے سائل تو کیا کل موحدین ہندوستان عاجز آتے پھر کبھی آپ سے جواب اشتہار کے خواہاں نہ ہوتے ۔

اور اگر اس نظر سے یہ بات فرمائی ہے کہ ان کتابوں کو دیکھ کر ان سے دلائل جواب نکالیں گے اور اپنے مذہب کی تائید کے لئے ان سے مدد لیں گے تو یہ اور بھی لائق مضحکہ ہے ۔ آج تک اپنے مذہب کے دلائل سے بے خبر تھے تو بن دیکھے بے سمجھے اس مذہب پر ایمان کیوں لے آئے اور اگر عین مقابلہ کے وقت اپنے دشمن ہی کے ہتھیار پر نظر تھی تو کارزار کے مدعی کیوں بن بیٹھے ۔

یہ بھی کوئی مردانگی ہے کہ اپنے مدعا کے دلائل و وسائل کا مطالبہ خصم سے کریں اور اپنے دشمن کے مقابلہ کے لئے اسی سے ہتھیار مانگیں :

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ابطال مضمون ہشتم

مضمون ہشتم جناب میں لائق تعرض تین امر ہیں :

۱ ۔ احادیث سے یقینیات کا پیدا کرنا عبث یا دشوار ہے ۔

۲ ۔ مع ذلک ، ہدایہ شرح وقایہ عربی و اردو میں یہ سب کیا کرایا موجود ہے ۔

۳ ۔ بنی بنائی دوا دے دینی نسخہ لکھ دینے سے بہتر ہوتی ہے ۔

اور یہ تینوں امر صریح البطلان ہیں ۔

ابطال امر اول مضمون ہشتم

ابطال امر اول تو وجہ ثانی و وجوہ ابطال مضمون چہارم میں بخوبی ہو چکا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں خوب ثابت ہولیا ہے کہ مسائل اشتہار از قسم عملیات ہیں جن کے ثبوت واستدلال میں احادیث ظنیۃ الثبوت کافی ہیں، اور جس کو آپ قطعی سمجھتے اور مرادر کھتے ہیں، اس کی یہاں حاجت نہیں۔

ابطال امر دوم مضمون ہشتم

ابطال امر دوم یہ ہے کہ ہدایہ وشرح وقایہ میں یہ سب کچھ (جرح وتعدیل تصحیح و تضعیف وغیرہ) موجود ہونا اور ان کے مسائل کا احادیث مطلوبہ سائل کے موافق ہونا، یہی تو محل نزاع ہے، اور اس میں بحث وسوال۔ آپ لوگ اس کے مدعی ہیں اور ہم اس کے منکر ہوکر سائل بنے ہیں اور اس کے ثبوت میں آیات واحادیث کا مطالبہ کرتے ہیں پھر ہمارے جواب میں اپنے دعوی پر پڑھ سنانا بڑے شرم کی بات ہے۔ جناب اگر ہم ان کتابوں کو ایسا جانتے اور آپ کے دعوی پر ایمان لے آنے والے ہوتے تو یہ سوال ہی کیوں پیش کرتے۔

ہم تو ان کتابوں کو حاطب اللیل کا (جو رات کو ایندھن لاتا ہے اور اس میں سانپ بچھو سوکھی گیلی سب بھر لاتا ہے) ایندھن سمجھتے ہیں۔ (امام شافعیؒ نے ایسی بے سند بات کہنے والوں کا یہی نام رکھا ہے چنانچہ بیہقیؒ نے ان سے نقل کیا ہے: مثل الذی یطلب العلم بلا حجة کمثل حا طب اللیل محمل هز مة حطب و فیه افعی یلدغه و هو لا یدری۔ نقله عنه الحا فظ ابن القیم الجوزی فی اعلا م المو قعین عن رب العا لمین۔ ترجمہ: جو کوئی علم بلا سند چاہے وہ ایسا ہے جیسا رات کو ایندھن کا گٹھا لانے والا ہے جس میں سانپ ہوتا ہے جو اس کو کاٹے اور وہ نہ جانے۔ بیہقیؒ سے اس بات کو ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں نقل کیا ہے) اور ان کی باتوں کو خلاف قرآن وحدیث جانتے ہیں اور ان پر اعتماد کلی جائز نہیں سمجھتے اور ان پر فتوی دینا بدون اس کے کہ ان کو قرآن وحدیث کی کسوٹی پر لگا کر دیکھ پرکھ نہ لیں حلال نہیں جانتے۔ یہ وہی ہدایہ ہے (جس میں مضمون متعلق سوال نہم سوالات اشتہار سے موجود ہے کہ جو شخص ماں بہن سے نکاح کر کے صحبت کرلے تو اسپر حد شرعی نہیں آتی اس لئے کہ کل بیٹیاں آدم کی اسی غرض کے لئے ہیں کہ ان سے بچہ پیدا ہو اور یہ غرض نکاح محرمات میں بھی نکل سکتی ہے) یا اور؟

اور یہ وہی شرح وقایہ ہے جس میں مضمون متعلق سوال دہم یعنی تحدید آب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کثیر جو نجاست پر جانے سے پلید نہ ہو وہ در دہ مرقوم ہے اور اسپر قیاس سے استدلال موجود ہے (دیکھو بحر الرائق میں بایں الفاظ رد کر دیا ہے و ما فی شرح الو قایۃ فمر دود بثلا ثہ او جہ) اگر یہ وہی کتابیں ہیں تو پھر فرمائیں کسی سوال کے جواب میں عین مورد سوال کے پیش کرنے پر اکتفا کرنا مدعی علیہ کو گواہ بنانا نہیں تو کیا کیا اور ایسی بات علماء بلکہ عوام عقلاء کو کب زیبا ہے۔ اور اگر یہ ہدایہ اور شرح وقایہ کوئی اور پیدا ہو گئے ہیں تو لائیے اور ممنون منت فرمائیے۔ ہماری ان دعاوی پر کہ یہ کتب حاطب اللیل کا ایندھن ہیں، اور ان پر اعتماد کلی نا جائز اور ان پر فتوی دینا بدون تحقیق و امتحان کے نا روا۔ اگر کسی صاحب کو غیرت آوے اور وہ ہم سے ان باتوں میں الجھنا چاہے تو پہلے جواب مسائل اشتہار (جو ان دعاوی کی تفصیل و دلیل کا نمونہ ہیں) قلم میں لاوے۔ اس کے بعد صدہا اور شواہد وا حداً بعد وا حدٍ سنتا جاوے۔ بالفعل مجمل شہادت مثبہ ذیل پر اکتفا فرماوے اور جو ان کے علماء و آئمہ مذاہب کی تصریحات یا اشارات سے مستفاد ہوتا ہے اسی سے حساب دوستان در دل سمجھ جائے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:

حرا م علی من لم یعرف دلیلی ان یفتی بکلا می حکا ہ عنہ الشعرا نی فی المیزا ن الکبری و نقلہ عنہ علی القا ری فی سم الفوار ض بلفظ انہ قا ل لا یحل لا حد ان یفتی بقو لنا ما لم یعلم من این قلنا ۔ و فی تز ئین العبارۃ لتحسین ا لا شارہ بلفظ لا یحل لا حد ان یا خذ بقو لنا ما لم یعرف ما خذہ ۔

(ترجمہ: جو میری کلام کی دلیل نہ پہچانے اس پر حرام ہے کہ اس پر فتوی دے اس کو شعرانی نے میزان کبری میں نقل کیا ہے اور ملا علی قاری نے رسالہ سم الفوارض میں ان الفاظ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ میرے قول سے فتوی دے جب تک یہ نہ جان لے کہ میں نے کہا ں سے کہا ہے اور رسالہ تزئین العبارۃ میں بایں الفاظ کہ حلال نہیں کسی کو کہ میرے قول کو لے جب تک کہ اس کی اصل نہ جان لے)۔

ان اقوال امام مذہب سے صاف اور صریح طور پر ثابت ہوا کہ جن اقوال و کتب کی اصل معلوم نہیں ان پر فتوی حلال نہیں۔

اب رہا ثبوت اس امر کا کہ ہدایہ اور شرح وقایہ ایسی کتابیں ہیں جن کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اقوال کی اصل معلوم نہیں اور اگر معلوم ہے تو صحیح و لائق اعتماد نہیں سو مستغنی از بیان ہے جو کوئی ان کتابوں کو بنظر انصاف و بشرط اتصاف بعلم وعدم اعتساف ملاحظہ فرمائے گا وہ اس دعوی کو بدیہی الثبوت پائے گا۔ اور نہیں تو مسائل اشتہار ہی کو دیکھیں اور بے اصل ہونے ان مسائل کو ملاحظہ فرما کر بقیہ کو اس پر قیاس کریں۔ اور جو اتنی لیاقت نہیں رکھتے وہ مجمل شہادت ذیل سے، جو انہیں کے علماء معتبرین سے لائی جاتی ہے، تصدیق کریں۔

شیخ اشرف بن طیب بن تقی الدین حیدر جرخی حنفی کتاب تنبیہ الوسنان بتنزیہ القرآن میں فرماتے ہیں:

ان الحد یث ما لم یثبت له سند فی ا لا صول لا یصلح للتمسك والقبول فا ن مو ضو عا ت الزنا دقة و اهل البدع قد جاوزت مأة الف من الاحا دیث کما صر ح به النقا د و لو وجده وا جد فی بعض الکتب الحنفیة فلیس به اعتداد کیف و اکثر متا خر ین فقها ء نا الحنفیة من علماء ما وراء النهر و العراق و الخراسا ن لم یسندوا ا حا د یثهم التی یذ کرو نها فی کتب الحنفیة الی ا صلٍ من ا صو ل الحد یث الجلیل الشا ن حتی صا حب الهدا یة التی علیه مدار ر حی الحنفیة یظهر ذلك لمن را جع شر حها المو سومة بفتح القد یر للشیخ الا ما م حجة الحنفیة مو لا نا المحقق کمال الدین ابن الهما م علیه التحیة و ا لا کرا م فا نه شکر الله مسا عیه قد با لغ فی حمایة مذ هب الاما م الا عظم ابی حنیفه الکو فی بتا ئیده بالاحادیث الثابتة فی الصحا ح و السنن و المسا نید و المعاجم و لم یتسر له عند التخر یج ا حا دیث الهدا یة فی اکثر الموا ضع الظفر بلفظ الحد یث الذی ذکره (عبارت مسلسل چل رہی ہے۔ تاہم قارئین نوٹ فرمائیں گے کہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی نے اب ان تتموں کے سرعنوان، اشاعۃ السنہ لکھنا شروع کر دیا گیا ہے۔ اور یہی عنوان ان کے مجلّے کا نام ٹھہرا جس کی آئندہ برسوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بائیس جلدیں مکمل ہوکر شائع ہوئیں۔ بہاء)

نمبر پنجم اشاعۃ السنۃ

(نمبر پنجم رسالہ اشاعۃ السنۃ النبویۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

جس میں اس جواب کے جواب کا بقیہ ہے جو بعض علماء لکھنؤ و بنارس نے بمقابل اشتہار مجریہ ۱۹ مئی شائع کیا

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری۔

مطبوعہ ۲۷ جولائی ۱۸۷۸ء

مڈیکل پریس امرتسر میں منشی محمد عبدالحکیم مہتمم کے اہتمام سے طبع ہوا)۔

صاحب الهداية و لم يظفر فى بعضها بشيءٍ اصلاً ۔

(ترجمہ: حدیث کی جب تک کتب حدیث میں سند نہ ملے وہ لائق تمسک وقبول نہیں ہوتی اس لئے کہ چھپے مرتدوں اور بدعتیوں کی بناوٹی حدیثیں ایک لاکھ سے بڑھ گئیں ہیں چنانچہ پرکھنے والوں نے کہہ رکھا ہے کہ اگر کوئی ایسی بے سند حدیث حنفیوں کی کسی کتاب میں پائی جاوے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور کیونکر اعتبار ہو جس حالت میں کہ اکثر ہمارے پچھلے حنفی فقہاء ماوراء النہر ۔عراق ۔وخراسان نے اپنی کتابوں میں جو احادیث لائے ہیں ان کی سندیں کتب حدیث عالی شان تک نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ صاحب ہدایہ بھی جس پر حنفیوں کی چکی پھر رہی ہے یہ بات اس کو معلوم ہو جو اس کی شرح کو جو ابن ہمام کی تصنیف ہے دیکھے ۔اس شخص نے حنفی مذہب کی حمایت میں مبالغہ کیا ہے کہ اس کو احادیث سے جو صحاح اور سنن اور مسانید اور معاجم میں ثابت ہیں مؤید کیا اور اسکو ہدایہ کی حدیثوں کی اصل؟ نکالنے کے وقت وہ لفظ حدیث نہیں ملا جو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے اور کہیں کچھ بھی پتا نہیں لگا)

اور شیخ عبدالحق حنفی دہلویؒ کتاب ہدایہ میں حدیث صحیح کا پایا جانا شاذ و نادر بتاتے ہیں اور مصنف ہدایہ کو فن حدیث میں کم شغل فرماتے ہیں چنانچہ شرح سفر السعادت میں جواب طعن ان لوگوں کے جو مذہب حنفی کو خلاف حدیث ومبنی رائے پر ٹھہراتے ہیں صاف ارشاد کرتے ہیں:

کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور ومعتبرین کتابہا است (یعنی بزعم حنفیہ) نیز دریں وہم انداختہ (یعنی دریں وہم کہ بناء مذہب حنفی بر توافق دلائل عقلیہ وتخالف نصوص حدیثیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

است گویا ایں کتاب بدنام کنندہ مذہب حنفی است چنانچہ گفتہ اند: بدنام کنندہ نکونامی چند) چہ مصنف دی در اکثر بناء کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفی نہ غالبًا اشتغال وقت آن استاد در علم حدیث کم تر بودہ و لیکن شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیراً تلافی آن فرمودہ۔ راقم گوید از ابن الہمام بیچارہ ہیچ تلافی آن نشدہ و با وجود دست و پاء زدن وی بلا تحاشی ہیچ اصلاح آن فساد بعمل نیامدہ ولنعم ما قیل: و لن یصلح العطار ما افسدہ الدھر (یعنی جس کو زمانہ نے بدبو سے بگاڑ رکھا ہے اس کو عطار کہاں سنوار سکتا ہے) این معنی بر ناظرین اسفار از تصانیف محدثین و علماء کبار کرام مخفی نیست و بر ناظرین ایں صحیفہ از اول شروع تا آخر اختتام کہ وقتش مفوض بعلم و مشیت ایزدی است مخفی نخواہد ماند انشاء اللہ

یہ تو ہدایہ شریف کا حال ہے ایسا ہی شرح وقایہ عربی کو سمجھنا چاہیے اس لئے کہ وہ اسی سے متولد ہے چنانچہ خطبہ اس کا اسپر شاہد و مؤید ہے ایسا ہی شرح وقایہ اردو کیونکہ وہ آگے اس سے متولد ہے اس میں اسی کی عربی کا ہندی میں ترجمہ کر دیا ہے اور اس کے چھپے عیوب کو جو خواص جانتے تھے عام لوگوں میں خوب روشن کیا۔ اور جو مترجم صاحب نے اپنی طرف سے بڑھایا ہے اس کی کمال وخوبی کا نمونہ ضمیمہ سفیر ہند نمبرے مطبوعہ ۲۲ ستمبر ۱۸۷۷ء میں ظاہر کیا گیا۔ (باقی آئندہ۔ یار باقی صحبت باقی)

یہ دعاوی ہمارے خاص کر ہدایہ و شرح وقایہ ہی کی نسبت نہیں ہیں بلکہ جملہ کتب فقہ (بزعم مدعیان) کی نسبت ہمارا یہی خیال ہے کہ ان میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں صحت ماخذ و تمسک کا التزام ہو اور مومن متبع سنت کو بلا تحقیق صحت اس پر اعتماد کلی جائز و فتوی دینا مباح ہو۔ کوئی ایسی ایک کتاب بتلا دے تو اس عاجز سے سو روپیہ فی کتاب انعام پاوے۔

یہ بات میں خاص کر مقلدین ہی کو نہیں کہتا بلکہ اپنے احباب مذہب و اکابر طریقہ محمدیہ کو بھی اس میں شامل کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں بڑے ادب سے نصیحۃً ملتمس ہوں کہ بلا تحقیق صحت ماخذ مسائل ان کتب کے ان پر فتوی نہ دیا کریں اور بدست آویز تقلید ان کتابوں کے خدا کی حلال کو حرام اور حرام کو حلال اور سنت کو بدعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و بدعت کو سنت بنایا نہ کریں۔ زیادہ افسوس ان لوگوں پر ہے کہ زبان سے محض تقلید کو برا کہتے ہیں اور دل و جان سے عمل کتاب وسنت کو دوست رکھتے ہیں پھر ان کتابوں پر بلاتحقیق چلنا نہیں چھوڑتے۔ اور منیہ قدوری ہدایہ عالمگیری بغلوں میں لئے پھرتے ہیں اور رات دن ان پر فتوی جاری کرتے ہیں اور وعید شدید لم تقولو ن ما لا تفعلو ن سے نہیں ڈرتے ہیں۔

الحق عادت قدیمہ تقلید ان کو چھوڑی اور جے نندی (ایک ہندو مسلمان ہوا تو چھنک کے وقت بجائے الحمد للہ کے بولا: جے نندی، جیسے ہنود کہتے ہیں۔ کسی نے ٹوکا تو جواب دیا کہ الحمد للہ کہنا، گھستے ہی گھسے اور جے نندی نکلتے ہی نکلے) کو ان کے دلوں سے نکلنے نہیں دیتی جس کا بیان اوپر ہو چکا اور اس کی نظیر و نکا ذکر ہو گیا۔

یہ لوگ باوجود ادعا ترک تقلید ہنوز مقلد ہیں اور پھر رات دن قلم و زبان سے مقلدین سے لڑتے جھگڑتے بھی رہتے ہیں ان پر یہ مثل خوب صادق آتی ہے:

فرّ من المطر وقا م تحت الميزاب

یعنی مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آ کھڑا ہوا۔

سوال: فقہ میں ایسی کتاب نہیں جس پر بلاتحقیق صحت ماخذ عمل و افتاء جاری ہو تو حدیث میں ایسی کہاں ہے پس جاویں تو کدھر جاویں اور عمل کریں تو کس پر کریں

جواب: حدیث میں ایسی بہت کتابیں ہیں جن کے مصنفین نے التزام صحت کر رکھا ہے اور ان کے اس دعوی کو اوروں نے بنظر دلیل مان لیا ہے۔ ازانجملہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) ہیں جن کی صحت روایات پر مسلمین کا اتفاق ہے اور ان پر بلا تحقیق صحت عمل کرنا واجب ہے بلا شقاق۔ خاص کر صحیح بخاری جو اسی غرض کے واسطے تصنیف ہوئی اور اقوال فقہاء کی تقلید چھوڑ کر بے دغدغہ عمل بالحدیث کرنے کیلئے بنائی گئی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کتاب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں:

وسبب تصنیف این جامع صحیح اورا چنیں شد کہ روزی در مجلس اسحاق بن راہویہ حاضر بود یاران اسحاق بن راہویہ گفتند کہ اگر کسی توفیق یابد و مختصری در سنن جمع نماید و براحادیث صحیحہ کہ بدرجہ اعلی صحت رسیدہ اند اکتفا کند چہ خوب باشد کہ عمل کنندگان بے دغدغہ بے مراجعت بمجتہدین بران عمل نمایند ایں سخن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

در دل بخاری جائے کرد واز ہماں وقت تصنیف این جامع بخاطرش افتاد واز جملہ شش لکھ حدیث کہ نزد او موجود بود انتخاب شروع کرد وآنچہ بسیار صحیح بود بر ہماں اکتفاء نمود وبعض احادیث کہ ہم بایں درجہ رسیدہ اند ترک ہم کردہ بخوف تطویل یا بوجہی دیگر و برائے نوشتن ہر حدیث غسل بجامی آورد و دو رکعت میگذارد و درعرصہ شانزدہ شال از انتخاب ایں احادیث فارغ گردید چوں خواست کہ آں احادیث را بر مضامین آن تطبیق دہد واین را درعرف محدثین ترجمہ گوئند در مدینہ منورہ فیما بین قبر مبارک ومنبت اطہر آن سرور علیہ صلوۃ اللہ العلی الاکبر این مہم را سرانجام داد۔ ودرنوشتن ہر ترجمہ شفعی ادائے مینمود بالجملہ بحسن نیت اوایں جامع بآں حد مقبول افتاد کہ در حیات اوایں کتاب را بلا واسطہ از وی نود ہزار کس شنیدند۔

ایسا ہی مولوی احمد علی سہارن پوری نے (جو ہمارے مخاطبین مقلدین کے پیشوا ہیں اوران کا قول ان پر سخت ملزم حجت ہے) مقدمہ صحیح بخاری میں کہا ہے۔

اس سے ہمارے جواب کی پوری تصدیق ہوئی کسی اورنقل وشاہد کی حاجت باقی نہیں رہی تاہم مزید اہتمام کے لئے اور علماء کے اقوال بھی اس کی تائید میں ذکر کئے جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحقؒ دہلوی مقدمہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں:

فصل لما تفا وت مرا تب الصحیح و الصحا ح بعضها اع لی من بعض فاعلم ان الذی تقرر عند جمهور امحد ثین ان صحیح البخا ری مقد م علی سا ئر الکتب المصنفة حتی قا لوا ا صح الکتب بعد کتا ب الله صحیح البخاری و بعض المغا ر بیّة رجحوا صحیح مسلم علی صحیح البخاری و الجمهور یقولون ان هذا فیما یر جح الی حسن البیا ن و جو دة الو ضع و الترتیب و رعا یة دقا ئق ا لا شا رات و محا سن النکا ت فی الا سا نید و هذا خار ج عن البحث و الکلا م فی الصحت و القوة و ما یتعلق بها و لیس کتا ب یساوی صحیح البخاری

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی هذا البا ب بد لیل کما ل الصفا ت التی اعتبر فی الصحة فی ر جا له و بعضهم تو قف فی تر جیح ا حد هما علی الآ خر و الحق هو الا ول

(ترجمہ: جب کہ صحیح کے مدارج باہم متفاوت ہیں اور صحیح حدیثیں ایک دوسری سے اعلیٰ رتبہ ہوتی ہیں تو جان لے کہ جو جمہور محدثین کے یہاں مقرر ہے سو یہ ہے کہ صحیح بخاری ساری کتابوں سے مقدم ہے یہاں تک کہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ صحیح بخاری قرآن کے بعد سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہے اور بعض مغربیوں نے صحیح مسلم کو بہتر کہا ہے اور جمہور کہتے ہیں کہ یہ بہتری صحیح مسلم کی خوبی بیان اور پختگی وضع وترتیب ورعایۃ نکات ودقائق اسناد کی طرف راجع ہے جو محل بحث سے خارج ہے بحث تو صحت وقوۃ میں ہے اور جو اسکے متعلق ہو سو اس میں صحیح بخاری کے برابر کوئی کتاب نہیں بدلیل کمال ان صفات کے جو اس نے صحت میں لحاظ کی ہیں اور بعض لوگوں نے ایک کو دوسری سے بہتر کہنے میں توقف کیا ہے اور مذہب حق وہی مذہب ہے (کہ بخاری زیادہ صحیح ہے)

امام ابوعمرو بن الصلاحؒ اپنی کتاب معرفت انواع علوم الحدیث میں جو بنام مقدمہ ابن الصلاح مشہور ہے فرماتے ہیں:

او ل من صنف الصحیح البخاری ابو عبد الله محمد بن اسماعیل .. و تلاه ابو الحسین مسلم بن الحجا ج النیشاپوری القشیری من انفسهم و کتا با هما ا صح الکتب بعد کتا ب الله العزیز ثم ن کتا ب البخاری ا صح الکتا بین صحیحاً ثم قا ل بعد عدّ ا لا قسا م السبعة للصحا ح و هذه امهات اقسا مه و اعلا ه ا لاو ل و هو الذی یقو ل فیه اهل الحدیث کثیراً صحیح متفقعلیه یطلقو ن ذ لك و یعنو ن به اتفاق البخاری و مسلم لا اتفاق ا لا مة لکن اتفاق ا لا مة علیه لاز م من ذلك و حا صل معه لا تفاق ا لا مة علی اتلقی ما اتفقا علیه با لقبو ل انتهی مختصراً۔

(ترجمہ: پہلے جس نے صحیح کتاب بنائی بخاری ہے، اسکے بعد مسلم ہوا ان دونوں شخص کی کتابیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے بعد سب کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں۔ پھر ان دونوں کتابوں میں سے بخاری کی کتاب زیادہ صحیح ہے۔ پھر بعد شمار کرنے سات اقسام صحیح حدیثوں کے کہا ہے کہ یہ اصول اقسام صحاح ہیں اور اعلیٰ درجہ ان سب سے وہی پہلی قسم ہے جس کو محدثین بہت دفعہ صحیح متفق علیہ بولتے ہیں اور اس سے اتفاق کرنا بخاری اور مسلم کا مراد رکھتے ہیں نہ اتفاق کرنا تمام امت کا ولیکن اتفاق تمام امت کا اس کو لازم اور اس سے نکل آتا ہے کیونکہ تمام امت کا ان کتابوں کے قبول کرنے پر اتفاق ہے)۔

اور امام نوویؒ مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

اتفق العلماء علی ان ا صحّ الکتب بعد القر آ ن العزیز الصحیحان.. ا لآ ئمة القبو ل و کتا ب البخاری ا صحهما صحیحاً و اکثر هما فوا ئد و معا رف ظا هرة و غا مضة ثم قال بعده بفصو ل ثلا ثةٍ و انما یفرق الصحیحا ن و غیر هما من الکتب فی کو ن ما فی هما صحیحاً لا یحتا ج الی النظر فیه بل یجب به مطلقاً و ما کا ن فی غیر هما لا یعمل به حتی ینظر و یو جد فیه الشروط الصحیح۔

(ترجمہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے بعد ساری کتابوں سے بڑھ کر صحیح بخاری و صحیح مسلم صحیح ہیں امت محمدے نے ان کو قبول کر لیا ہے۔ اور ان دونوں میں سے بخاری کی کتاب بہت صحیح ہے اور ظاہر و چھپے ہوئے فوائد کی اسمیں کثرت ہے۔ پھر اس سے تین فصل آگے چل کر لکھا ہے کہ صحیحین اور دوسری کتابوں میں یہی فرق ہے کہ جو ان دونوں میں ہے، اس میں نظر اور فکر کی حاجت نہیں بہر حال عمل اس پر واجب ہے اور جو دوسری کتابوں میں ہے جب تک اس میں نظر نہ کر لیں وہ لائق عمل نہیں ہے)۔

حافظ امام ذہبیؒ (جن کے حق میں مسلّم الثبوت میں کہا ہے وهو من اهل امعرفة التامة فی نقد الر جال) تاریخ الاسلام میں فرماتے ہیں:

اما جا مع البخاری الصحیح ا جل کتب ا لا سلا م و افضلها بعد کتا ب الله و هو اعلی فی وقتنا هذا (یعنی سنة ثا لث عشر بعد سبع مأة) فلو ر حل شخص لسما عه فی الف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرسخ لما ضاعت ر حلته ۔(ترجمہ: امام بخاریؒ کی جامع صحیح سب کتب اسلامیہ سے (سوائے قرآن کے) بزرگ اور بہتر ہے اور ہمارے اس وقت میں (جس سے مراد آپ کی سنہ سات سو تیرہ ہجری ہے) بڑی عالی رتبہ اور کوئی شخص اس کے سننے پڑھنے کے لئے تین ہزار کوس کا سفر کرے تو ضائع نہ ہوگا)۔

قسطلانیؒ نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا ہے:

فا ما تالیفه یعنی البخاری فا نها سا رت سیر الشمس و دا رت فی الد نیا فما جحد فضلها الّا الذی یتخبطه الشیطان من المسّ و اجلّها و اعظمها الجا مع الصحیح ۔

(ترجمہ: امام بخاری کی تصانیف تو وہاں پھر رہی ہے جہاں سورج پھرتا ہے اور دنیا بھر میں دورہ کر رہی ہے پس ان کی بزرگی کا کوئی منکر نہیں مگر وہی جس کو شیطان نے ہاتھ لگا کر بیہوش کر رکھا ہے۔ان سب میں بہت بڑی اور بزرگ جامع صحیح ہے)۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:

اما الصحیحا ن فقد اتفق المحد ثو ن علی انّ ما فیهما من المتصل المر فوع صحیح بالقطع و انهما متوا ترا ن الی مصنفیهما و انه کل من یهو ن شا نها فهو مبتدع متبع غیر سبیل المو منین و ان شئت الحق الصراح فقسه بکتا ب ابن ابی شیبه و کتا ب الطحاوی و مسند الخوارز می و غیر ها لتجد بینها و بینهما بعد المشر قین ۔(ترجمہ: محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ جو بخاری اور مسلم میں حدیث مرفوع متصل ہے (جو پوری سند سے آنحضرت ﷺ تک پہنچ جائے) وہ یقیناً صحیح ہے اور یہ کتابیں مصنفوں تک متواتر پہنچ چکی ہیں اور جو ان کی شان کو ہلکا سمجھے وہ بدعتی ہے اس راہ پر چلنے والا جو مومنین کی راہ نہیں، اور اگر تو حق صریح چاہے تو ان کتابوں کو کتاب ابن شیبہ سے (جو بخاری و مسلم کا استاد ہے) اور کتاب طحاوی (جو حنفی مذہب کی ناک ہے) اور مسند خوارزمی سے (جو بزعم حنفیہ، امام ابوحنیفہؒ کی کتاب ہے) مقابل کر کے دیکھ لے ان دونوں اور ان کتابوں میں دو مشرقوں کا فرق معلوم ہو)۔

علامہ محمد معینؒ (آپ اعاظم علماء اہل سنت سے ہیں اور اجل تلامذہ حضرت شاہ ولی اللہ سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔کتاب دراسات انہوں نے اسی غرض سے بنائی ہے کہ لوگ عمل صحاح وسنن کو شعار بناویں اور طرق مبتدعہ سے الگ ہو جاویں۔) دراسات اللبیب صفحہ ۲۷۹ میں فرماتے ہیں:

و كو نهما ا صح كتا ب فى الصحيح المجرد تحت اديم السماء و انهما ا صح الكتا ب بعد القر آ ن العزيز نا جماع من عليه التعويل فى هذا العلم الشر يف قا طبة فى كل عصرٍ و اجماع كل فقيه مخا لف و موا فق على ما لا يو جد مثل ذ لك ا لا جماع على فضل ابى حنيفه على الفقهاء الثلا ثة من المعا ند و الموافق مع دعوى ذلك ا لا جماع من اكثر المذا هب ۔

(ترجمہ: صحیح بخاری وصحیح مسلم کا سب کتابوں سے (جو مجرد صحیح میں تصنیف ہوئی ہیں) صحیح ہونا اور قرآن کے بعد سب کتب سے بڑھ کر صحت کے درجے میں فائق ہونا اجماع سے محدثین ہر زمانہ کے اور فقہاء کے مخالف ہوں خواہ موافق ثابت ہے اس طرح کہ ویسا اجماع مخالف و موافق کا امام ابوحنیفہؒ کی بزرگی پر نسبت آئمہ ثلاثہ پایا نہیں گیا باوجودیکہ بہتیرے اہل مذہب نے اس کا دعوی کیا ہے)۔

سوال: ان کتابوں کی بھی بہتیری حدیثوں پر دارقطنی وغیرہ نے جرح و اعتراضات کئے ہیں اور ان کو دائرہ صحت سے خارج کر دیا ہے پس یہ بھی کتب فقہ کی طرح گڈمڈ ٹھہریں اور خالص صحیح کی ملتزم نہ رہیں۔ پھر وہی سوال عود کر آیا کہ جائیں تو کدھر جائیں۔ اور فقہ چھوڑ کر کسی کتاب پر عمل کریں تو کس کتاب پر کریں۔

جواب: وہ جرح اور اعتراضات ان لوگوں کے اولاً تو اڑتی خاک کی طرح اڑائے گئے ہیں۔ اور صحت جملہ احادیث صحیحین آفتاب نیم روز کی طرح ثابت کر دکھائی گئی ہے اور اگر بالفرض ان اعتراضات کو صحیح وثابت ہی مانا جائے تو بھی اس سے بے اعتبار وگڈمڈ ہونا تمام کتاب کا لازم نہیں آتا وہ حدیثیں جن پر دارقطنی وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں معدود ومحدود ہیں اور علماء حدیث کو معلوم، پس ان کو نکال کر بقیہ باتفاق کل مسلّم الصحت نکلتا ہے اور طالب مجرد صحیح کے لئے وجود خالص صحیح کا جس پر بلا تحقیق وتفتیش عمل جائز ہے ان کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ امر کتب فقہ سے کسی کتاب میں میسر نہیں نہ ان میں کوئی کتاب ملتزم الصحت ہے اور نہ کسی کتاب کی غلطیوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خطاؤں کی تعدید وتحدید ہوکر بقیہ کی صحت مسلّم ہے۔ پس طالب خالص صحیح کیلئے جو کچھ ہے حدیث ہے اور سوائے اس جناب کے کہیں اسکے مطلوب کا پتا وٹھکانہ نہیں ہے

رہی تصدیق اس امر کی کہ اعتراضات دارقطنی وغیرہ کے احادیث صحیحین پر اڑتی خاک کی طرح اڑائے گئے ہیں اور جو ہیں سو چند احادیث محدود کے متعلق ہیں اور علماء کو معلوم، سو ملاحظہ سے مقدمہ فتح الباری، وشرح صحیح مسلم، وتدریب الراوی، شرح تقریب نووی اور ان تالیفات کے جو خاص انہیں اعتراضات کے جواب میں تصنیف ہوئی ہیں بخوبی ہوسکتی ہے، اور جن کو یہ کتابیں میسر نہ آویں وہ رسالہ منح الباری فی ترجیح صحیح البخاری (مؤلفہ محمد حسین) اور دراسات اللبیب (مؤلفہ علامہ معین سندھی) ملاحظہ فرماویں۔ اور اگر مجمل شہادت پر اکتفا فرمائیں تو نقول ذیل کو مطالعہ میں لاویں۔ دراسات اللبیب میں ہے:

اجا بوا عن ذ لك بما جعلوه هباء منثو راً حتى حكم المتقنو ن حكما كلياً على مانقل السيو طى عن النو وى فى شر ح البخارى ان كل ما ضعف من ا حا ديثهما فهو مبنى على علل ليست بقا د حة و حكموا حكماً كلياً ان كل ما فى هما من الانقطا ع و لتد ليس فى الظا هر فليس ذ لك به فى الحقيقة هذا مما عقدوا عليه الا نا مل مجملاً و قد صنف فى تفصيل الرد و الجوا ب عن حد يث حد يثٍ اجزا ء على حيازةقال السيو طى و قد الف الر شيد العطاء كتاباً فى الرد و الجوا ب حديثاً حديثاً و قا ل العراقى قد افردت؟ كتا باً لما تكلم فيه من ا حا ديث الصحيحين او ا حد هما مع الجوا ب عنه و قد سود شيخ ا لا سلا م ما فى البخارى من ا لا حا ديث المتكلم فيها فى مقد مة شر حه و اجا ب عنها حد يثاً حديثاً

(ترجمہ: علماء نے اس جرح کے وہ جواب دیئے ہیں جن سے ان کو اڑتی خاک بنادیا ہے یہاں تک کہ اہل اتقان (پختگی) نے عام حکم لگادیا ہے چنانچہ سیوطیؒ نے نوویؒ سے شرح بخاری میں نقل کیا ہے کہ جس حدیث صحیحین کو منسوب بضعف کیا گیا ہے وہ ایسے اسباب پر مبنی ہے جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قادح صحت نہیں اور نیز عام حکم لگادیا ہے کہ جہاں کہیں صحیحین میں بحسب ظاہر انقطاع (اسناد سے راوی کا نام چھوٹ جانا) یا تدلیس (کسی ہم عصر سے ناشنیدہ بات نقل کر دینا اور اس کو سنی ہوئی جتلانا) ہے وہ درحقیقت نہیں ہے۔ یہ تو مجملاً انہوں نے مان رکھا ہے اور ایک ایک حدیث کے تفصیلی جوابات میں بھی علیحدہ علیحدہ جزئیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ سیوطیؒ نے کہا کہ عطار رشید نے ایک حدیث کے جواب میں ایک کتاب بنائی ہے۔ عراقی نے کہا ہے کہ میں نے بھی ایک مستقل کتاب بنائی تھی جس میں ان اعتراضات کے جواب تھے جو دونوں کی یا ایک کی احادیث کے متعلق تھے۔ شیخ الاسلام (ابن حجر عسقلانیؒ) نے بھی مقدمہ شرح بخاری میں ان احادیث کو لکھا اور ایک ایک کا جواب دیا)۔

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے:

سوی ا حر ف یسیرة تکلم علیها بعض اهل النقد من الحفا ظ کا لدار قطنی و غیره و هی معروفة عند اهل هذا الشا ن ۔

(ترجمہ:..قطعیت احادیث صحیحین ان چند حروف کے ماسوی سے مخصوص ہے جن (وہ احادیث منتقدہ دارقطنی حکم قطعیت سے مستثنیٰ ہیں نہ حکم اجمعیت سے اس بات کو دراسات میں خوب مفصل و مدلل بیان کیا ہے) پر دارقطنی وغیرہ پرکھنے والوں کا کلام ہے اور وہ ان لوگوں کے نزدیک مشہور و معروف ہیں)۔

ایسا ہی شرح نخبۃ الفکر میں ابن الصلاحؒ سے نقل کیا اور اسکی شرح میں ہے:

قا ل السخا وی و هی تز ید علی مأتی حد یث قا ل النو وی اجا ب عنها ا لآ خرو ن قال السخاوی یعنی کما افر ده العراقی فی تا لیف عدمت مسودته قبل ان یبضیها و تکفل شیخنا فی مقد مه شر ح البخاری بما فیه من ذلك و الو لی العراقی بمافی مسلم ۔ (ترجمہ: سخاویؒ نے کہا ہے کہ وہ حدیثیں محل کلام دوسو سے اوپر ہیں۔ نوویؒ نے کہا ہے اوروں نے ان کے جواب دے دیئے ہیں۔ سخاویؒ نے کہا کہ جیسے عراقی نے ایک تصنیف میں ان کو علیحدہ بیان کیا جس کا مسودہ صفائی سے پہلے جاتا رہا اور ہمارے استاد (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ) مقدمہ شرح بخاری میں جوابات منتقدہ بخاری کے متکفل ہوئے ہیں۔ اور ولی الدین عراقیؒ ان احادیث کے جوابات کے جو صحیح مسلم میں محل کلام ہیں)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم کے مقدمہ میں ایک ایسا جواب مجمل لکھا ہے کہ جو جملہ احادیث منتقدہ صحیح مسلم کے جواب میں کافی ہے۔ پھر شرح میں بذیل احادیث تفصیل وار بھی جواب دیئے ہیں یہ کتاب تو سہل الحصول ہے ہر ایک ذی علم اس کو دیکھ سکتا ہے۔

سوال: بنا بر اس بیان کے یہ تو مان لیا کہ صحیحین وغیرہ کتب ملتزم الصحت میں خالص صحیح کا وجود ہے اور ان محدثین کرام نے تحقیق صحت وضعف سے ہم کو فارغ کر دیا ہے ولاکن حدیث پر عمل کرنے اور اس پر فتوی دینے میں بھی کئی احتمالوں کے جنگلوں کی آڑ نظر آتی ہے اور ہنوز دلّی دور معلوم ہوتی ہے۔

۱۔ احتمال ہے کہ حدیث منسوخ ہو۔

۲۔ احتمال ہے کہ اس کے معارضہ ومقابلہ میں اس سے بڑھ کر اقوی حدیث موجود ہو۔

۳۔ احتمال ہے کہ وہ حدیث آنحضرت ﷺ سے یا جس کے حق میں وارد ہے اس سے مخصوص ہو۔

۴۔ اگر عام ہے تو احتمال ہے کہ مخصوص البعض ہو۔

۵۔ اگر کسی معنی میں ظاہر ہے تو احتمال ہے کہ مؤل ہو۔

وعلی ہذاالقیاس، اور چونکہ کتب حدیث میں ان باتوں کا فیصلہ ہو کر ان احتمالات کا ارتفاع نہیں ہوا ہے اور فقہاء نے یہ سب کچھ کیا کرایا ہے تو آخر نا چار ہدایہ وشرح وقایہ کی تقلید کرنی پڑتی ہے اور بدون اس پختہ سڑک کے عمل کی گاڑی چل نہیں سکتی بوقت اژدحام سوالات وتراکم استفتاء واہل حاجات کے بخاری طاق میں دہری رہ جاتی ہے اور ہدایہ وشرح وقایہ ہی سے مطلب براری ہوتی ہے۔

اسی نظر سے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی، جو محدث بھی تھے اور فقیہ بھی، شرح سفر السعادت میں صاف فرماتے ہیں:

> آنچہ در صحاح اخبار آمدہ بالراس والعین عمل بر آں موجب سعادۃ دنیا وآخرۃ است اما دریں روزگار پسیں ایں کار صورت نہ بندد چہ مجتہدان دین احادیث واقوال صحابہ را تتبع نمودہ وناسخ را از منسوخ وصحیح را از سقیم جدا ساختہ وتحقیق وتاویل آں فرمودہ وتطبیق میان آن دادہ مذہبے قرار دادہ اند۔ عوام مسلماناں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

را بلکہ علماء ایشانرا جز متابعت مجتہدان کردب ودر پے ایشان رفتن سبیل نبود و چارہ نہ والعہدۃ علیھم ایں کار متقدمین محدثان رامیسر بود وتحقیقت بے قیاس واجتہاد کاراز پیش نرود و بآخر دست زدن برآن ضرورت افتد انتہی

اور اگر یہ احتمالات واشکالات کتب حدیث پر عمل کرنے میں آڑ نہ ہوتے تو ایسے محدث ایسی بات نہ کہتے اور نہ محدث ہوکر پھر تقلید کتب فقہ وفقہاء کی کرتے۔

جواب: دفعہ اول: ان احتمالات خمسہ کی (باستثناء احتمال چہارم) ہر حدیث میں تجویز مجرد وہم وتخمین ہے جس پر کوئی دلیل نہیں اور وہم محض جو دلیل سے پیدا نہ ہو لائق لحاظ واعتبار نہیں ہوتا۔ رہا احتمال چہارم جس پر شیوع تخصیص ہر عام میں دلیل ہے، سو اسی قدر تاثیر رکھتا ہے کہ عام کو قطعی الدلالت رہنے نہ دے، نہ یہ کہ پایہ عمل واعتبار سے ساقط کر ڈالے۔ یہ ہو تو لغت اور شرع سے امان اٹھ جاوے اور اکثر خطابات شارع بے کار ہو جاویں، چنانچہ تلویح توضیح وغیرہ میں مصرّح ہے۔

دفعہ دوم: یہ احتمالات کتب فقہ کی روایات میں حدیث سے بڑھ کر ہیں۔

دفعہ سوم: اگر کچھ ان احتمالات وتوہمات کا فیصلہ وتدارک کتب فقہ میں ہوا ہے تو کتب حدیث میں اس سے بڑھ کر نہیں تو ویسا ہی ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں ہے۔

تشریح وتمثیل دفعہ ۲، ۳: حدیث میں نسخ کا احتمال ہے تو اقوال مجتہد (جن کے مجموعہ کا نام فقہ ہے) میں بھی رجوع کا احمال ہے۔ اور اگر کتب فقہ میں اقوال مرجوع عنھا کو الگ کر دیا گیا ہے تو کتب حدیث میں بھی احادیث منسوخہ کا بہ تفصیل بیان ہے۔

حدیث میں تعارض ہے تو اقوال مجتہدین میں اس سے دہ چند تعارض۔ ایک امام ابوحنیفہؒ سے مثلاً محمدؒ بن حسن کچھ روایت کرتے ہیں اور ابو یوسفؒ کچھ اور، اور حسنؒ کچھ اور، اور زفرؒ کچھ اور۔ اور پھر اگر کتب فقہ میں ان اقوال معارضہ میں تاویل وتطبیق یا ترجیح دے رکھی ہے تو ویسے ہی کتب حدیث میں احادیث متعارضہ میں تاویل وتطبیق یا ترجیح عمل میں لائی گئی ہے۔ و علی ھذا القیاس۔ الحاصل:

۱۔ اولاً یہ احتمالات لائق التفات نہیں۔

۲۔ ثانیاً حدیث میں کوئی احتمال یا اشکال نہیں ہے جو روایات فقہ میں نہ ہو۔

۳۔ ثالثاً۔ فقہ میں ان احتمالات واشکالات کا ایسا تدارک نہیں ہے جو کتب حدیث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوا ہے۔

شواہد دفعہ اول، دوم

قا ل العلامة هارو ن بن بها ء الدين المر جا نى الحنفى فى كتاب نا ظورة الحق فى فر ضية العشا ء و ان لم يغب الشفق:

و الذى يتقو له المخاطب و يفترى به الكذ ب على الله انه يزعم ان التمسك با لا دلة ا نما هو و ظيفة المجتهد و الا جتهاد ملكة را سخة و بصيرة شر يفة و رتبة عظيمة صعبة المر قى و اهلى قد انقر ض و زما نه قد مضى

و كل آ ية و حد يث و خبر مخا لف لقو ل ا صحا بنا لا يجو ز العمل به و يقد م اقوا ل الفقهاء على الحد يث لاحتما ل ان يكون مو ضو عاً او منكراً و لو ثبت فيحتمل ان يكو ن منسوخاً او مختصّاً او مقيداً او مؤلًا او معار ضاً

واذا اورد عليه الحد يث .. يهذى و يقول انه لم يأخذ به الفقيه و المجتهد فلا يعمل بمقتضا ه

قلت كذلك قا ل الذين من قبلهم مثل قو لهم تشا بهت قلو بهم ۔ و اذاقيل لهم تعا لوا الى ما انز ل الله و الى الرسو ل قا لوا حسبنا ما و جد نا عليه آ با ء نا و انا لفى شك مما تد عو ننا اليه مريب۔ و قا لوا ما نفقه كثيراً مما تقو ل الى غير ذ لك من مقا لا تهم المستخبنة و كلما تهم المستقبحة المحكمة فى كتاب الله تعا لى

و يمح الله البا طل و يحق الحق بكلما ته (شوری: ۲٤)

انه لكتا ب عز يز ۔ لا يأ تيه البا طل من بين يد يه و لا من خلفه۔ تنز يل من حكيم حميد (فصلت: ٤٠۔٤٢)

ما لكم كيف تحكمو ن ام لكم كتا ب فيه تدرسون ان لكم فيه لما تخيرون (قلم: ۲٦۔۲۸)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ذلكم ظنّكم الذى ظننتم بر بّكم ارداكم فا صبحتم من الخاسرين(فصلت : ۲۳)

و الذى ا جمع عليه ا لآ ئمة و اتفق عليه كلمة فقهاء ا لامة ان ما صح من خبر الوا حد فضلاً عن الكتاب و السنة المتوا ترة والمشهورة اذا لم يعرف مخا لفته لما هو فو قه و هو فى حا دثة لا تعم بها لبلوى و لم يكن متروك المحا جة عند الحا جة فهو حجة لاز مة و العمل به وا جب لا محالة و كتب ا لا صو ل و الفروع بنقله مشحو نة و ا لآ يا ت و ا لا حا ديث الدا لةعلى و جو ب ذ لك غير محصو رة و انما الشذوذ خا لفوا فيما تعم به البلوى و فى مترو ك المحا جة عند الحا جة و هم يمنعون عن العمل بقو ل لم يعرف د ليله و ان صح عنهم نقل الفتوى به فكيف اذا لم ير فع اليهم بنقل صحيح و كا ن مخا لفاً للحد يث الصريح

وتقد يم اقوا ل الر جا ل على الحد يث رد النصوص و ر جم بالغيب هو كفر بلا ريب و لو لم يثبت الحكم الشر عى عند ذلك الكذا ب المفترى على الله الّا بقو ل الفقيه يلز م الدور او التسلسل فانه اذا قيل له لِم و جب ا لا خذ بقول الفقيه، و ما الذ ى ر جحه على قو ل غيره ،ما ذا يقو ل .فان قا ل و جب الاخذ به و تر جح على غيره بقو ل آ خر للفقيه ينقل الكلا م الى و جو ب ا لا خذ بقو ل هذا الفقيه ا لآ خر و هكذا فا ما ان يدور و يتسلسل و هو با طل و ينتهى الى قو ل الر سو ل او فعله ﷺ

(ترجمہ: اور جو مخاطب بات بناتا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے سو یہ ہے جو خیال کرتا ہے کہ دلائل کو پکڑنا مجتہد ہی کا کام ہے اور یہ اجتہاد مضبوط قوت ہے اور بڑی روشی اور عالی مرتبہ جہاں چڑھنا دشوار ہے جس کے لوگ تمام ہوئے ،اور زمانہ اس کا گذر چکا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو آیت یا حدیث یا خبر ہمارے فقہاء کے قول سے مخالف ہے اس پر عمل جائز نہیں اور فقہاء کے قول حدیث سے مقدم ہیں اس لئے کہ حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ موضوع ہو یا منکر (جس کا راوی متہم بالکذب ہو) اور اگر صحیح بھی ہو تو اس میں یہ احتمال ہے کہ منسوخ ہو یا مخصوص (جو بظاہر عام لوگوں کے واسطے ہو اور حقیقت میں بعض کے ساتھ خصوصیت رکھے۔) یا مقید (جو بظاہر بلا قید ہے اور حقیقت میں وہ کسی قید سے ملحوظ ہو) یا مؤل (ظاہر میں اور معنی رکھے اور مراد کچھ اور لی جائے) یا اس کے معارضہ میں کوئی اور حدیث ہو اور جب اس پر کوئی حدیث آ پڑتی ہے تو ہنسی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجتہد اور فقیہ نے نہیں لیا پس اس کے مقتضا پر عمل نہ ہوگا۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں (جو قرآن میں اللہ نے کفار کے جواب میں کہا ہے) کہ ایسا ہی ان لوگوں نے کہا ہے جو ان سے پہلے تھے ان کی بات کی طرح ان کے دل ایک جیسے ہو رہے ہیں اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جن پر ہم نے اپنے باپوں کو پایا اور ہم اس چیز میں جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو شک میں ہیں جو بے چین کر رہا ہے اور کہتے ہیں ہم تمہاری بہت باتیں نہیں سمجھتے۔ ایسے ہی اور بہتیری باتیں ہیں جو اللہ کی کتاب میں منقول ہیں۔ اللہ ان باتوں کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنی باتوں سے پختہ کرتا ہے۔ وہ کتاب اللہ کی ایسی کتاب ہے جس کے آگے پیچھے باطل نہیں ٹپکتا۔ وہ خدا کی طرف سے اتاری گئی ہے تمہیں کیا ہوا تم کیا کہتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں یہ باتیں (جو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کہتے ہو) پڑھتے ہو کیا تمہارے لئے وہی ہے جو تم پسند کرتے ہو تمہارے اس گمان نے جو تم خدا سے رکھتے ہو (یعنی اس کی کتاب سے) تمہیں ہلاک کر دیا ہے تم نقصان والے ہو گئے۔ اور جس بات پر تمام اماموں اور فقہاء امت کا اتفاق ہے سو یہ کہ جو حدیث صحیح خبر واحد (جو ایک راوی کی نقل سے ثابت ہو) چہ جائے کہ کتاب اللہ ہو یا حدیث متواتر (جس کو ہر زمانے کے لوگ اس کثرت سے نقل کریں جن کا کذب پر متفق ہونا محال ہو) یا حدیث مشہور (جس کی نقل بعد زمانہ صحابہ ایسی کثرت ہو جاوے) جب وہ اپنے اوپر کے درجہ کی نص سے مخالف نہ ہو اور وہ ایسے موقع میں وارد ہو جس سے اکثر لوگوں کو کام نہ پڑے، ایسی نہ ہو جس پر ضرورت کے وقت عمل چھوٹ گیا ہو تو وہ حجۃ (دست آویز) لازمہ ہے اور اس پر عمل واجب۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب اصول (علم قواعد استنباط کا نام ہے) اور فروع (فقیہات وغیرہ) اس مسئلہ کی نقل سے پر ہیں۔ اور آیات واحادیث اس کے وجوب پر انداز سے باہر چند شاذ و نادر لوگوں کا خلاف ہے تو فقط ایسی حدیث میں ہے جس میں عام لوگوں کا کام پڑے اور اس پر ضرورت کے وقت عمل نہ ہوا ہو یہ لوگ بلا دلیل قول پر عمل کرنے سے منع کرتے ہیں اگر چہ ان کا فتوی دینا نقل صحیح سے لوگوں کو پہنچ جاوے پس چہ جائے کہ وہ فتوی بہ نقل صحیح ان تک نہ پہنچے اور حدیث صحیح کے مخالف ہو۔

اور لوگوں کے اقوال حدیث پر مقدم کرنا احادیث کو رد کرنا ہے اور رجم بالغیب جو کفر ہے بلاریب اور اگر حکم شرعی اس کذاب کے نزدیک جو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے بجز شہادت فقہ کے قول فقیہہ سے ثابت نہیں ہوتا تو دور (کسی چیز کا اپنی ذات سے مقدم ہونا) یا تسلسل (بے شمار چیزوں کا ایک وقت میں موجود ہونا) لازم آئے گا اس لئے کہ جب اسکو کہا جائے کہ اس مجتہد کی بات کو لے لینا کیوں واجب ہے اور اس کو اور مجتہد کے اقوال پر کس نے ترجیح دی ہے تو کیا کہیے گا؟ اگر یہ کہیے کہ اس کے قول کو لے لینا اور اس کو دوسروں کے اقوال پر ترجیح دینا کسی دوسرے مجتہد کے کہنے سے ہے تو پھر اس مجتہد کی بات کے لے لینے میں کلام منتقل ہوگی اس طرح کہ اس کی بات کو کس کے کہنے سے لے لیا اور اس کو اقوال غیر پر کیوں ترجیح دیا۔ اگر کہے کسی تیسرے مجتہد کے کلام سے تو اس میں .... کہ اس اخیر مجتہد کے قول کا واجب الاخذ ہونا اول مجتہد کے کلام سے لیا ہے تو دور لازم آئے گا اور اگر آگے آگے چلتا گیا تو تسلسل جاری رہا اور یہ دونوں امر باطل ہیں اور یا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے قول وفعل کی طرف پھر آیا (سو مدعا ہے) اور یہ اس کا ردی (نکما) خیال ہے کہ دلیل سے تمسک کرنا مجتہد کا کام ہے)

نمبر ششم ۔ اشاعۃ السنۃ

(اشاعة السنة النبويه

جس میں اس جواب کے جواب کا بقیہ ہے جو بعض علماء لکھنو و بنارس نے بمقابل اشتہار مجریہ ۱۹ مئی شائع کیا

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری۔

مطبوعہ ۱۷ شعبان ۱۲۹۵ھ۔ مطابق ۱۷۔ اگست ۱۸۷۹ء مطبع محمدی لاہور)

و من مذ هبه الردى ان التمسك بالادلة انما هو و ظيفة المجتهد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و الحديث فی اصله کلام الرسول المعصو م الذی لا ینطق عن الهوی ان هو ا لا و حی یو حی علّمه شدید القوی و انما یتطرق الیه مظنة تلك الشبها ت من الو ضع و النکارة و الضعف با لنظر الی اسناده و احوا ل روا ته و یعتر ض علیه الا حتما لا ت المذ کوره با لنسبة الی و جوه دلا لا لته و احتمال الو ضع و النکاره و الضعف ید فعه صحة سنده و ثبوت نقله اما برفع اسناده الی رسول الله ﷺ بنقل الثقة عن الثقة سا لماً عن الشذوذ و العلة و تفتیش ر جا له و البحث عن احوا ل روا یة و اما بو حدا نه انه فی ا لا صو ل المعتبره و المجا مع امعتمدة و قول الفقهاء یحتمل الخطاء فی اصله و غا لبه خا ل عن ا لاسناد الیه و رفعه بطریق مقبول معتمد علیه و کل احتمال ذکر فی الحدیث قا ئم فیه فا نه یحتمل (عطف) اینکو ن مو ضو عا قد افتری علیه غیره ا لا تر ی ان ابا جعفر الطحاوی و ابا العباس ا لا صم و غیر هما رووا عن محمد بن عبد الحکم انه سمع الشا فعی یقول فی ایتا ن المرأة من دبر ها ما صح عن النبی ﷺ فی تحلیلها و لا تحریمه شیء و القیاس انه حلا ل ۔

و حکی عن ما لك انه ابا ح نکا ح المتعة و کذا مثله عن غیره و هو مو ضوع علیهم و قد حکی ابو نصر بن الصبا غ ان الربیع کا ن یحلف با لله الذی لا اله الا هو لقد کذ ب ابن عبد الحکم علی الشا فعی فی ذا لك و مذ هب ما لك و جو ب الحد علی من و طی بنکا ح المتعة ۔

(ترجمہ: اور یہ اس کا ردی (نکما) خیال ہے کہ دلیل سے تمسک کرنا مجتہد کا کام ہے (اسلئے) کہ حدیث دراصل رسول معصوم کی کلام ہے جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا جو وہ کہتا ہے سو وحی ہوتی ہے، بڑی قوت والے نے سکھائی ہے (یعنی جبریلؑ نے) اس حدیث میں جو شبہ آ لگتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ موضوع، یا منکر، یا ضعیف تو اس کی سند کی راہ سے اور احوال راویوں کی طرف سے آ پہنچتی ہے اور جو احتمال پیچھے ذکر ہوئے (یعنی منسوخ، یا مخصوص، یا مقید، یا مئول ہونا) یہ اس کی وجوہ دلالۃ اور معانی کو عارض ہوتی ہیں۔

سو احتمال موضوع اور منکر ہونے کو اس کی سند کا صحیح ہونا اور اس کی نقل کا ثبوت کو پہنچنا رفع کر دیتا ہے۔ کیا تو اس کی سند بواسطہ نقل ثقات کی جو علۃ وشذوذ سے خالی ہو آنحضرت ﷺ تک پہنچا کر اور اس کے رجال کے احوال میں خوب بحث وتفتیش کو عمل میں لا کر اور کیا صحیح نسخوں اور معتبر کتابوں جامعہ میں اس کو پا کر اور فقہاء کا قول سرے سے محتمل خطا ہوتا ہے اور اکثر وہ اسناد سے خالی ہوتا ہے۔ اور اس امر سے کہ بطریق مقبول ومعتبر اس مجتہد کی طرف پہنچے۔ اور سب احتمال جو حدیث کی نسبت ذکر کی گئی ہیں سو فقہ میں موجود وقائم ہیں۔ اس لئے قول مجتہد موضوع ہونے کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ کسی نے مجتہد پر افترا کیا ہو۔ تو نے نہیں دیکھا کہ ابو جعفر طحاویؒ اور ابو العباس اصمؒ وغیرہ نے محمد بن عبد الحکم سے نقل کیا ہے کہ اس نے امام شافعیؒ سے سنا کہ عورت کی دبر میں دخول کرنے میں کچھ حلت حرمت کا نہیں آیا۔ اور قیاس چاہتا ہے کہ حلال ہو۔ اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ آپ نے نکاح متعہ کو جائز کیا ہے ایسا ہی اوروں سے منقول ہے، جو ان پر موضوع وافتراء ہے۔ اور ابو نصر بن صباغ نے بیان کیا ہے کہ ربیع قسم کھاتا اور کہتا کہ ابن عبد الحکم نے اس بات میں جھوٹ بولا ہے اور مذہب حضرت امام مالک میں متعہ کے باب میں حد لگانا آ چکا ہے)

(حاشیہ۔ مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے کہ یہ افتراء امام مالکؒ پر ہدایہ شریف میں جس کو ہمارے مخاطب قرآن وحدیث کی جگہ سمجھ کر پیش کرتے ہیں اور اس کو بنی بنائی دوا بتلاتے ہیں نیز موجود ہے اور اس کے شارحین حنفی اس کے دروغ ہونے کے معترف ہیں۔ الفاظ ہدایہ ہیں و قال مالك و هو جائز۔ ترجمہ۔ امام مالکؒ نے کہا کہ متعہ مباح ہے۔ اور اس کے شارحین کے اعتراف یہ ہیں:

نسبته الى مالك غلط و لا خلاف فيه بين الآئمة و علماء الامصار الا طائفة من الشيعة۔ كذا فى فتح القدير لابن الهمام۔ (ترجمہ۔ نسبت کرنا اس کی اباحت کا امام مالک کی طرف غلط ہے اور اس میں بجز شیعہ کسی کا علماء وآئمہ اختلاف نہیں۔ ایسا ہی کہا فتح القدیر میں جو ابن ہمام کی تصنیف ہے)۔

اور عینیؒ نے شرح ہدایہ میں کہا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا ل ا لا كمل معتذرا عن المصنف يجوز ان يكو ن شمس الآئمة الذى اخذ منه المصنف و جد قو لًا لما لك فى جواز ها قلت لم يذ كر فى كتا ب من كتب المالكية انها تجوز ۔(ترجمہ: اکمل نے مصنف کی طرف سے معتذر ہو کر کہا ہے کہ احتمال ہے شمس الآئمہ نے جس سے صاحب ہدایہ بات لیتا ہے مالک کا کوئی قول جواز میں متعہ کے پایا ہو۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ مالکیوں کی کسی کتاب میں اس کا جواز نہیں ہے)

ہمارے اس زمانہ کے مشہور حنفی مولانا محمد عبدالحی لکھنوی بھی صاحب ہدایہ کی اس نقل کو دروغ سمجھتے ہیں اور اپنے رسالہ مذیلہ الدرائیہ لمقدمہ الہدایہ میں اس کو ان کی غلطیوں میں شمار کئے ہیں جو نصف اول ہدایہ میں واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

منها قو له فى كتا ب النكا ح نكا ح المتعة با طل و قا ل ما لك جا ئز ۔ قا ل الكاكى هذا سهو فان المذ كور فى كتب ما لك حر مة نكا ح المتعة انتهى۔ و اعتذر عنه صا حب العنا يه با نه يجوز ان يكو ن شمس ا لآ ئمة الذى اخذ منه المصنف اطلع على قول له فى جوازه و رواه العينى با نه لم يذ كر فى كتاب من كتب الما لكية روا ية جوازه و با لا حتما ل نقل قول امام غير مو جه ۔

(ترجمہ: ان غلطیوں سے جو صاحب ہدایہ سے نصف اول کتاب میں واقع ہوئی ہیں یہ بھی ہیں جو اپنی کتاب النکاح میں کہا ہے کہ مالک نے کہا نکاح متعہ کا جائز ہے۔ کاکی نے کہا کہ یہ سہو ہے اس لئے کہ مالکیوں کی کتابوں میں نکاح متعہ کی حرمت ثابت ہی ہے۔ صاحب عنایہ نے صاحب ہدایہ کی طرف سے عذر کیا ہے کہ شائد شمس الآئمہ نے جس سے صاحب ہدایہ نے مسائل لئے ہیں امام مالکؒ کا کوئی قول جواز متعہ میں دیکھا ہو۔ اس کو عینیؒ نے رد کر دیا ہے کہ مالکیوں کی کسی کتاب میں جواز متعہ کا مذکور نہیں او مجرد احتمال کے ساتھ کسی امام سے کسی بات کو نقل کرنا پسندیدہ نہیں ہے)۔

اس بات کو حضرات مخاطبین نظر انصاف سے ملاحظہ فرما کر بتلا ویں کہ اسی ہدایہ کو بنی بنائی دوا بتلاتے ہیں۔ اور اسی کی ہم سے تقلید کراتے ہیں اور اسی کو قائم مقام ہمارے مطلوبہ آیات اور احادیث کے بجواب اشتہار ٹھہراتے ہیں یا وہ کوئی اور ہدایہ ہے جو سینہ بسینہ لئے آتے ہیں)۔

و يكو ن منكراً لا تها نا قله و ضعيفاً لا ضطرا ب راويه كروايات ابى عصمة نو ح بن ابى مر يم فا ن روا يا ته انكرو ها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیه و روا یا ت هشام بن عبد الله الرازی من اصحا ب محمد بن الحسن ر حمهم الله تعا لی فا نه کا ن یضطرب فی روا یا ته قا ل القا ضی ابو عبد الله الصیمری کا ن مع عظیم شا نه لیناً فی الروا یة

سمعت الشیخ ابا بکر محمد بن موسی یذ کر عن ابی بکر الرازی انه کا ن یا مر ان یقرء علیه ا لا صل بروا یة سلیمان او محمد بن سما عة لصحتهما و ضبطهما و یکره ان یقرء علیه من روا یة هشا م لما فیه من ا لا ضطرا ب انتهی ۔ و امثا ل ذالك کثیرة خصو صاً عند تنز ل الز ما ن و شیو ع الکذ ب و الهذ یا ن ثم لو صح و ثبت یحتمل ان یکو ن منسو خاً قد رجع عنه

و افتی بخلا فه فا ن کلاً من ابی حنیفه و اصحا به و ما لك و شا فعی و احمد و غیرهم قد رجعوا من اقوال الی اقوال بما ترجحت عند هم من شوا هد و دلا ئل

و یحتمل ان یکو ن مأ و لا ا لا تری الی ما لك فا نه نص فی کتابه علی و جو ب غسل الجمعة و صرفه اصحا به عن ظاهره و حملو ه علی ان المراد منه انه حق متا کد

قا ل الحا فظ ابو عمرو بن عبد البر هو مأ ول ای وا جب فی السنة او فی المروة او فی ا لا خلاق الجمیلة کقول العرب و جب سنة حقك ثم اخر ج بسنده عن اشهب ان ما لکاً سئل عن غسل یو م الجمعة ا وا جب هو قا ل هو سنة معروف

او یکو ن مخصصاً او مقیداً۔ فا ن ابا حنیفه نص علی ان الاشعار مکروه و حمله الطحاوی علی اشعار اهل زما نه

(ترجمہ۔اور قول مجتہد اتہام راوی کے سبب سے منکر ہی ہوتا ہے اور اس کے ضعف کے سبب سے ضعیف جیسے نوح بن ابی مریم کی روایات ہیں اس کی روایات کو انہوں نے نہیں مانا۔ایسی روایات ہشام بن عبداللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رازی یہ بھی روائت میں مختلف تھا۔

قاضی ابوعبداللہ صیمری نے فرمایا ہے کہ یہ شخص باوجود بزرگی شان کے روائت میں ڈھیلا تھا۔

میں نے ابوبکر محمد بن موسیٰ سے سنا کہ وہ ابوبکر رازیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ امام محمدؒ کی کتاب جو بروائت سلیمان یا محمد بن سماعۃ منقول ہے پڑھنے کو کہتے اور جو بروایۃ ہشام مروی ہے اس کے پڑھنے کو پسند نہ کرتے کیونکہ اس میں اختلاف روائت ہے۔اس کی مثالیں بہت ہیں خصوصاً زمانہ کے تنزل کے وقت اور جھوٹھ اور ہذیان پھیل جانے کے وقت۔

پھر اگر قول مجتہد صحیح وثابت بھی ہو تو احتمال رکھتا ہے کہ منسوخ ہے جس سے مجتہد نے رجوع کرلیا ہو) اور اس کے خلاف فتوی دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ ہر ایک نے یعنی ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں نے اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ وغیرہ نے اپنے اقوال سے رجوع کرلیا ان اقوال کی طرف جو ان کے نزدیک بدلائل وشواہد مرجح ٹھہرے۔

اور قول مجتہد یہ بھی احتمال رکھتا ہے کہ مئول ہو، تو نے نہیں دیکھا کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب (مئوطا وغیرہ) میں غسل جمعہ میں صاف واجب کہا ہے اور ان کے مذہب والوں نے اس کو ظاہر سے پھیر کر اس معنی پر حمل کیا ہے کہ مراد ان کی یہ ہے کہ وہ حق اور سنت ہے۔

حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ یہ قول مئول ہے یعنی سنت اور مروۃ اور اخلاق حسنہ کی رو سے واجب ہے۔ جیسے عربی کہتے ہیں تیرا حق واجب ہوا، یعنی ثابت ہوا۔ پھر (اس تاویل کی تائید میں) اپنی سند سے اشہب (شاگرد امام مالکؒ) سے نقل کیا کہ اس نے امام مالکؒ سے جمعہ کے غسل کا حکم پوچھا کہ کیا وہ واجب ہے۔ امام مالکؒ نے کہا کہ وہ سنت ہے اور دین میں معروف۔

اور قول مجتہد مخصص اور مقید بھی ہوتا ہے۔ دیکھو امام ابوحنیفہؒ نے اشعار (قربانی کی کوہان میں زخم کرنا) کو عام اور مطلق طور پر مکروہ کہہ دیا اور طحاویؒ نے اس کو مقید کیا ہے اور اپنے زمانے کے مروج اشعار پر محمول کیا)

(مترجم (محمد حسین) کہتا ہے امام ابوحنیفہؒ کا سنت اشعار کو مطلق اور عام طور پر مکروہ کہنا حافظ امام ناصر الاسلام ابن حزمؒ کو برا لگا ہے۔ اور وہ فرط حمیت سنت سے جوش میں آکر امام ابوحنیفہ کے حق میں اپنی کتاب محلی میں یہ کلمات لکھ گئے ہیں:

هذه طا مة من طوا م العا لم اينكو ن مثله شيء فعله رسول الله ﷺ اف لكل عقل يتعقب حكم رسول الله ﷺ

(یہ علماء کی آفتوں سے آفت ہے کہ جو چیز آنحضرت ﷺ نے خود کی ہے وہ مثلہ ہو (یعنی جیتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانور کی ناک کان کاٹ دینا) تف ہے اس عقل کو جو آنحضرت ﷺ کے حکم کا تعاقب کرے یعنی معترض ہو)۔

عینی حنفیؒ نے فرط حمیت مذہبیہ سے جوش میں آکر اس کے بدلے امام ابن حزمؒ کو برا کہا ہے اور بجواب اعتراض ابن حزم کی مطلق قول ابوحنیفہؒ کو طحاویؒ کی تقلید سے مقید کیا۔ ولیکن انصاف وحیا اسی کا مقتضی ہے کہ امام کا مطلق طور پر اشعار کو مکروہ ومثلہ کہہ دینا اور اس میں اس تفصیل کو جو طحاویؒ نے بنائی ہے ذکر نہ کرنا بلاشبہ صورت مخالفت واہانت سنت ہے اور لائق طعن واعتراض۔

اگر وہ تفصیل سے کہتے کہ جو ہمارے زمانہ میں اشعار خارج از اعتدال مروج ہے یہ مکروہ ہے تو نہ امام ابن حزمؒ کو جائے اعتراض ہوتی اور نہ طحاویؒ کو اس کی تاویل وتقیید کرنی پڑتی اور حضرت عینیؒ کو جو ش مذہبی نکالنے کی ضرورت پیش آتی۔ و با لله التو فیق۔)

و ربما یکو ن معا ر ضاً و لا محا لة من معا رضة قو ل غیره من الفقهاء

(اور کبھی قول مجتہد کے مقابلہ میں قول معارض بھی پایا جاتا ہے (اپنے اقوال باہم متعارض نہ ہوں) تو اس سے چارہ نہیں کہ دوسرے مجتہد کا قول معارض ہو)

(مترجم کہتا ہے کہ علامہ ہارونؒ نے سبھی احتمال جو حدیث میں لوگ نکالتے ہیں قول مجتہد میں ثابت کر دکھائے ہیں۔ اب ان احتمال کا حدیث میں بے اعتبار ہونا ثابت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں)

و طریق معرفت الحدیث فی هذه ا لاعصار المتا خرة الاعتماد علی الآ ئمة المو ثوق بهم فی علم الحدیث و ا لآ ثار با لر جوع الی کتبهم کا لصحیحین و جا مع التر مذی و مئو طا ما لك و مسند الدارمی و سنن ابی دائود و النسا ئی و ابن ما جه و آثار الطحاوی و من یلتحق بهم فی سعة الحفظ و ا لا طلاع و قوة الضبط و الا تقان من ا لآ ئمة العا رفین با حوا ل الاحادیث المیز ین بین الثقا ت و الضعفاء و المترو کین فانهم جمعوا و دو نوا و حسنوا و ضعفوا و فر غو نا عن الاسناد و تفتیش ر جا له و البحث عن احوا ل روا ته و تواترات عنهم کتبهم و ذا عت و شا عت بین علماء ا لا مة و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلقها با لقبول الحذاق من ا لآ ئمة و منهم من التز م اخرا ج ما اتفق على صحته اهل الشا ن كا لبخارى و مسلم و منهم من التز م اخرا ج ما صح عنده كا بى عوا نه و ابن خز يمة و منهم من بين صحيح ا لا سناد عن حسنه و ميز حسنه عن ضعيفه كا لتر مذى و الطحاوى و منهم من اطلق فيما تر جح فيه الصحة

و صرح بغيره كا بى دائود و النسا ئى و لا يشترط فى الرجوع اليها و الاعتماد عليها ان يكو ن له بها روا ية الى مئولفيها بل اذا صحت عنده النسخة منها بمقا بلتها على اصل معتمد غير متهم صح الا حتجا ج بها و و جب العمل بموجبها و يقوم حجة على كل مسلم صحا بى او مجتهد او غير هما الى ان قا ل و اما احتما ل النسخ و التا ويل و التخصيص و التقييد فا ن ظهر الناسخ و مو جب التخصص و التقييد و التا ويل فلا كلام فى ثبو ت مقتضاه من التفصيل

و الا فما لا يحتمل النسخ و التا ويل و التخصيص و التقييد هو القسم المختص باسم المحكم من اقسام النظم و الذى يحتمل النسخ دو نها هو المفسر و الذى يحتملها هو الظا هر و كل ذا لك يو جب الحكم قطعاًو انما يظهر التفاوت عند المعا ر ضة فيتقدم المحكم على الحتمل

و لا يجوز تر ك العمل بمجرد ا لا حتمال و كيف فا ن نسخ الكتا ب لا يجوز ا لا با لمتوا تر و لا الز يادة عليه ا لا بالمشهور و لا يجوز شىء منها بخبر الوا حد فكيف بالاحتمال المحض و الو هم المجر د و قد صح عن ابى حنيفه و محمد بن الحسن و حسن بن زياد ان الحديث و ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ن منسو خاً لا یکو ن اد نی در جة من فتوی الفقیه المجتهد ما لم یبلغه النسخ و عن ما لك انه قا ل اذا خا لف قولی الدلیل فا نبذوا به الحا ئط و ما منا ا لا له رأی و مردود علیه ا لا صا حب هذا القبر و عن احمد ضعیف الحدیث احب الی من اقوال الر جا ل و عجبت لقوم عر فوا الاسناد و صحته یذ هبو ن الی ر ٔی سفیا ن و الله سبحا نه یقول فلیحذر الذین یخا لفو ن عن امره ان تصیبهم فتنة او یصیبهم عذا ب الیم و یقول تعا لی لئلا یکو ن للنا س علی الله حجة بعد الرسل ۔ و قا ل الشا فعی اذا صح الحدیث فهو مذ هبی و عنه اذا صح الحدیث و قلت فا نا را جع عن قولی و قا ئل بذ لك و فی روا یة کلما قلت فکان عن النبی ﷺ خلا فه فحدیث النبی ﷺ اولی و لا تقلدو نی اخر جه ابن ابی حا تم فی کتا ب فضا ئل الشا فعی قا ل ابن کثیر هذا من سیادته و اما نته و هذا نفس اخوا نه من ا لآ ئمة و لذا قطع القا ضی الما وردی و غیره با ن مذ هب الشا فعی ان الصلوة الوسطی هی صلوة العصر لصحة ا لا حا دیث فیها و ان کان قد نص فی الجدید و و غیره انها الصبح و صر ح عا مة اصحا به انها الصبح عنده قو لا وا حداً و الذی عن ابی یوسف لیس للعا می ان یا خذ بظا هر الحدیث المراد منه العامی الذی لا یعرف ثبو ت الحدیث و طر ق الا سناد و اقسام النظم و احکا م التعا ر ض و لیس عنده اهلیة لذا لك الی ان قا ل و اتفقوا علی ان العمل با لمنسو خ جا ئز الی ان یظهر ناسخه و ان النا سخ لا یلز م حکمه ا لا بعد العلم به و استد لوا علیه با ن تحویل القبلة نز ل علی رسول الله ﷺ و قد صلی رکعتین من الظهر و ذا لك بمسجد بنی سلمة فسمی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسجد القبلتين

و اما اهل قباء ، فلم يبلغهم الخبر الى صلوة الفجر من اليو م الثا نى و فى حديث تو يله بنت اسلم انهم جاء هم الخبر بذلك و هم فى الظهر فتحو ل الر جا ل مكا ن النساء و النساء مكا ن الر جا ل و فى الصحيحين عن ابن عمر بينما الناس بقبا فى صلوة الصبح اذ جا ء هم آ ت فقا ل ان رسول الله قد انزل عليه ا لليلة القر آ ن و قد امر ان يستقبل الكعبة و زاد مسلم و قال فمر ر جل من بنى سلمة و هم ر كوع فى صلوة الفجر و قد صلوا ركعة فنادى ا لا ان القبلة قد حو لت فمالوا كما هم نحو الكعبة و لم يئو مروا با لاعادة ـ

الى ان قا ل و قا ل ا لا مام ابو جعفر الطحاوى فى كتا ب الآثار بعد ما استد ل على ان الكلام فى الصلوة يفسد ها بحديث بن الحكم اسلمى و غيره و ان التكلم كا ن مبا حاً فى اول ا لاسلام ثم نسخ فا ن سئل سا ئل عن المعنى الذى لم يأمر رسول الله ﷺ معا ويه بن الحكم با عادة الصلوة لما تكلم فيها قيل له لا ن ا لحجة لم تكن قا مت عليه بنسخ ذا لك فلهذا لم يأ مر باعادة الصلوة الى ان قا ل بعد روا ية حديث معا ويه بروا ية مسلم و ابى دائود و احمد و الطحاوى ـ و غيره ـ على ان المنسو خ من ا لا حاديث فى غا ية القلة و الندرة و قد جمعه ابو الفر ج عبد الر حمن بن الجوزى فى ورقات و قا ل انه افرد فيها ما صح نسخه او احتمل و اعرض عما لا و هه نسخه و لا احتمال و قا ل فمن يسمع بخبر يدعى عليه النسخ فيها فها تيك دعوى ثم قا ل و قد تد بر ته فاذا هو احد و عشرو ن حديثاً و ذكر ها ـ

و قا ل الشافعى اجمع المسلمو ن على ان استبا نت له سنة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول الله ﷺ لم يحل له ان يد عها القول احد ۔

و قا ل ابو عمر بن عبد البر يجب على كل من بلغه شيء من الحديث ان يستعمله على عمو مه حتى يثبت عنده ما يخصه او ينسخه انتهى

و الصحا بى محجو ج با لحديث الصحيح فكيف دو نهم و لو ظهر الفتوى مخا لفاً للحديث الصحيح يحمل على ان صا حبه لم يبلغه هذا الحديث و لو بلغه لر جع اليه نحيناً للطن به فيمن هو اهله ۔ اذ لو خا لفه لقلة المبالاة و التهاون به يسقط عدا لته و لا يقبل فتواه و لا روا يته ۔ و قد عرفت ان الاحتمال المحض لا غبرة له اصلاً كا لجر ح المبهم و ا لاحتمال الناشى عن دليل او خفاء كما اذا كا ن مشتر كاً او مشكلاً او مجملاً او نحو ذا لك فا ن قدر على تر جيح احد المعا نى المحتملة بطريقة يعمل بما تر جح عنده و ان لم يقدر على ذالك عاد ضرورة التقليد بقد رها ۔ انتهى ما فى النا ظوره للعلا مه هارو ن الحنفى امر حا نى

و قا ل ا لا مام ناصر ا لاسلام شمس الدين ابن القيم فى خاتمة ا لاعلام ۔ الفائدة التا سعه ۔ ينبغى للمفتى ان يفتى بلفظ النص مما امكنه فا نه يتضمن الحكم و الدليل مع البيا ن التا م

فهو حكم مضمون له الصوا ب متضمن للد ليل عليه فى حسن بيان

وقول الفقيهه المعين ليس كذا لك و قد كان الصحا بة و التابعو ن و ا لآ ئمة الذين سلكوا على منا هجهم يتحرو ن ذالك غا ية التحرير حتى خلف من بعد هم خلوف ر غبو عن المنصوص فا و جب ذا لك هجر ان المصو ص و معلوم ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلك ا لا لفا ظ لا تفى بما تفى به النصو ص من الحكم و الدليل و حسن البيا ن ۔ فتولد من هجرا ن الفا ظ النصو ص و الاقبال على الا لفا ظ الحا دثة و تعليق ا لا حكام بها على الا مة من الفساد لا يعلمه ا لا الله ۔ فا لفا ظ النصوص عصمة و حجة برية من الخطاء و التنا قض و التعقيد والا ضطراب ۔ و لما كان عصمة الصحا بة و اصو لهم التى اليها ير جعو ن كا نت علو مهم اصح من علوم من بعد هم و خطأ هم فيما اختلفوا فيه اقل من خطأ من بعدهم كذا لك و هلم جراْ ۔ و لما استحكم هجر ان النصو ص عند اكثر اهل ا لا هوا و البدع كا نت علو مهم فى مسا ئلهم و اد لتهم فى عا ية الفساد و الاضطرا ب و التنا قض ۔ و قد كان اصحا ب رسول الله ﷺ اذا سئلوا عن مسئلة يقو لو ن قا ل الله كذا قا ل رسول الله كذا او فعل كذا و لا يعد لو ن عن ذا لك و ما و جدوا اليه سبيلاً قط فمن تا مل اجو بتهم و جد ها شفاء لما فى الصدور ۔ فلما طال العهد و بعد الناس من نور النبوة سار هذا عيباً عند المتا خر ين ان يذ كروا فى اصول دينهم و فروعه قا ل الله قا ل رسوله ۔ اما اصول دينهم فصر حوا فى كتبهم ان قول الله و رسوله لا يفيد اليقين فى مسا ئل اصو ل الدين و انما يحتج بكلام الله و رسو له فيها الحشوية و لمجسمة و اما فروعهم فقبعوا بتقليد من اختصر لهم بعض المختصرا ت التى لا يذ كر فيها نص عن الله و لا عن رسوله و لا عن الامام الذى زعموا انهم قلدو ه دينهم ۔ بل عمد تهم فيما يفتون و يقضو ن به و ينقلو ن به الحقوق و يبيحو ن به الفرو ج و الد ماء و ا لا موال على قول ذا لك المصنف ۔ و اجلهم عند نفسه و زعيمهم عند بنى جنسه من يستحضر لفظ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الكتا ب و يقول هكذا قا ل و هذا لفظه ۔ فا لحلال ما احله ذالك الكتا ب و الحرا م ما حر مه و الوا جب ما او جبه و الباطل ما ابطله و الصحيح ما صححه ۔ هذا و انى لنا بهؤلاء فى مثل هذه ا لا زمان فقد دفعنا الى امر تضج منه الحقوق الى الله ضجيحاً و تعج منه الفرو ج و ا لا موا ل و الد ماء الى ر بها عجيجاْ تبدل فيه ا لا حكام و تقلب الحلال با لحرا م و يجعل فيه المعروف فى اعلى مرا تب المنكرا ت و المنكر الذى لم يشرعه الله و رسوله من افضل القر بات الحق فيه غريب و اغر ب منه من يعرفه و اعرف منهما من يدعوا اليه و ينصح به نفسه و الناس .. الى ان قا ل..

الفائده الثا منه و ا لار بعو ن اذا كا ن عند الر جل الصحيحا ن اوا حدهما او كتا ب من سنن رسول الله موثوق بما فيه فهل له انيفتى بما يجده فيه فقا لت طا ئفة من المتاخرين ليس له ذا لك لا نه قد يكو ن منسو خاً اوله معارض او فهم دلا لته خلاف ما يدل عليه او يكو ن امر ندب فيفهم منه ا لا يجا ب او يكو ن عا ماً له مخصص او مطلقاً له مقيد فلا يجوز له العمل و لا الفتيا حتى يسئل اهل الفقه و الفتياء و قا لت طا ئفة بل له ان يعمل به و يفتى به بل يتعين عليه كما كا ن الصحا بة ر ضى الله عنهم يفعلو ن اذا بلغهم الحديث عن النبى ﷺ و حد ث به بعضهم بعضاً با دروا الى العمل به من غير تو قف و لا بحث و لا يقول احد منهم قط هل عمل بهذا فلان و فلا ن و لو راوا من يقول ذا لك لا نكروا عليه اشد ا لا نكار و كذا لك التا بعو ن و هذا معلوم با لضرورة لمن له ادنى خبرة بحا ل القوم و سيرتهم و طو ل العهد با لسنة و بعد الز ما ن و عتتقها لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يسو غ ترك العمل بها و الا خذ بغير ها و لو كا نت سنن النبى ﷺ لا يسو غ العمل بها بعد صحتها حتى يعمل بها فلان فلان لكا ن قول فلان و فلان عياراً على السنن و مزكياً لها و شر طاً فى العمل بها ۔

(ترجمہ۔اور طریق حدیث کے پہچاننے کا پچھلے زمانوں میں یہ ہے کہ آئمہ حدیث پر جن پر اس علم میں وثوق ہے۔اعتماد کریں اور ان کی کتابوں کی طرف رجوع فرماویں جیسے صحیحین ہیں اور جامع ترمذی اور موطا مالک اور مسند دارمی اور سنن ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور آثار طحاوی اور ان لوگوں کی تصانیف جو ان آئمہ سے فراخی یاد داشت و اطلاع وقوت ضبط و مضبوطی میں ملتے ہیں اور حدیث کا حال خوب پہچانتے ہیں اور ثقہ اور ضعیف اور متروک راویوں میں خوب تمیز کرتے ہیں۔یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے کتابیں بنادی ہے اور حدیث کو صحیح وحسن وضعیف بتادیا ہے۔اور ہم کو اسناد اور تلاش و بحث حال رواۃ سے فارغ کر دیا ہے اور ان کی کتابیں علماء امت میں معروف مشہور ہوگئی ہیں اور آئمہ ماہرین نے قبول کر لی ہیں۔ان میں بعضی ایسے ہیں جنہوں نے حدیث صحیح متفق علیہ لانے کا التزام کر رکھا ہے جیسے بخاریؒ اور مسلمؒ۔ اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے اپنے نزدیک صحیح لانے کا التزام کیا ہے (یعنی اگر چہ متفق علیہ نہ ہو) جیسے ابوعوانہؒ اور ابن خزیمہؒ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے صحیح وحسن وضعیف سب کچھ لاکر بیان کر دیا ہے جیسے ترمذیؒ وطحاویؒ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی جانچ میں صحیح حدیث کو مطلق (بے بیان) چھوڑ دیا ہے اور غیر صحیح کا حال بتلا دیا ہے جیسے ابوداؤد اور نسائی اور ان کتابوں کیطرف رجوع کرنے اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ شرط نہیں کہ ان کتابوں کی سند ان کے مصنفوں تک پہنچائی جاوے بلکہ جب نسخہ صحیح مل جاوے جو نسخہ صحیح سے مقابل کیا گیا ہو اور اس میں کسی طرح شبہ یا بدگمانی نہ ہو تو اس سے دست آویز کرنا اور اس کے مقتضائے پر عمل کرنا واجب ہے اور وہ ہر شخص مسلمان پر حجۃ (دلیل) قائم ہے صحابی ہو خواہ اور مجتہد

رہا احتمال نسخ اور تاویل اور تخصیص اور تقیید کا (جس کے معانی گذر چکے ہیں) سو اگر ناسخ اور دلیل تخصیص وتقیید وتاویل ثابت ہو تو اس کی مقتضائے کے ثبوت میں کلام نہیں۔یعنی جہاں ناسخ معلوم ہو وہاں نسخ کا حکم لگا یا دیا اور جہاں مخصص ظاہر ہو وہاں عموم عموم میں تخصیص کر دے وعلی ہذا القیاس۔اور اگر یہ سب ظاہر نہ ہوں تو پھر نصوص شرعیہ کئی قسم ہیں۔ایک وہ جو نسخ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاویل وتخصیص وتقیید کا احتمال نہ رکھے اس کو نص محکم کہتے ہیں۔ اور ایک وہ ہے جو سوائے نسخ کے اور احتمال نہ رکھے اس کو مفسر کہتے ہیں۔ ایک وہ ہے جو یہ سب احتمال رکھے اس کو ظاہر کہتے ہیں اور یہ اقسام (باوجود ان احتمالات کے) سب مثبت حکم ہوتے ہیں (یعنی مجرد احتمال سے وہ اقسام ساقط الاعتبار نہیں ہوتے بلکہ وہ احتمال خود ساقط الاعتبار سمجھے جاتے ہیں)۔ فرق ان میں آپس میں اتنا ہے کہ بوقت باہمی تعارض کے ایک دوسرے سے مقدم ہوتا جو محکم ہو (احتمال سے خالی) وہ محتمل سے مقدم ہوتا ہے۔ اور مجرد احتمال سے (جس کے ثبوت پر کوئی دلیل نہ ہو) نص کا عمل چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ اور کیونکر ہو سکے نسخ قرآن بجز خبر متواتر یا مشہور کے خبر واحد سے جائز نہیں تو مجرد وہم اور احتمال سے کیونکر جائز ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اور محمد بن الحسنؒ اور حسنؒ بن زیاد سے صحیح ہو چکا ہے کہ حدیث اگرچہ منسوخ ہو وہ مجتہد کے فتوی سے کم درجہ نہیں جب تک اس کا نسخ نہ پہنچ جاوے۔ امام مالکؒ سے صحیح ہو چکا ہے کہ جب میرا قول دلیل کے خلاف ہو تو اس کو دیوار سے مارو اور یہ کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کی کوئی رائے نہیں وہ رائے اس کی پھیری نہیں جاتی بجز صاحب اس قبر مبارک کے (یعنی آنحضرت ﷺ کے) اور امام احمد بن حنبل سے ثابت ہو چکا ہے کہ ضعیف حدیث بھی مجھے لوگوں کے اقوال سے پیاری لگتی ہے۔ میں ان لوگوں سے تعجب میں ہوں جو حدیث کی اسناد اور اس کی صحت پہچانتے ہیں پھر رائے سفیانؒ (ایک امام کا نام ہے) کی طرف جاتے ہیں۔ اور اللہ سبحانہ تعالی فرماتا ہے جو لوگ اللہ کے حکم کے برخلاف چلتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہیں کہ ان کو کوئی بلا پہنچے یا بڑا دکھ لگے اور اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہم نے رسول اس لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو اللہ کے سامنے عذر باقی نہ رہے۔

اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ حدیث جبکہ صحیح ہو تو میرا وہی مذہب ہے۔ اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ جب حدیث صحیح ہو اور میں نے (اس کے خلاف) کچھ کہا ہو تو میں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور حدیث کا قائل ہوا ایک روائت میں ان سے یوں آیا ہے کہ جب میں کوئی بات کہوں اور آنحضرت ﷺ سے اس کا خلاف ثابت ہو تو آنحضرت ﷺ کی حدیث لائق عمل ہے۔ میرے قول کی تقلید مت کرو، اس بات کو ابن ابی حاتمؒ نے کتاب فضائل شافعی میں لایا ہے۔

ابن کثیرؒ امام نے کہا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کی سرداری اور امانت داری کی بات ہے۔ اور اس پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بھائیوں نے آئمہ سے قول یا عمل (لفظ اصل بیان میں مشتبہ ہے اس لئے ترجمہ میں تردد ہوا ہے۔) یا یقین کیا ہے۔ اسی واسطے قاضی ماوردیؒ وغیرہ نے یقیناً کہا ہے کہ شافعی مذہب میں صلوۃ وسطی عصر ہے کیونکہ احادیث صحیحہ اس میں وارد ہیں۔ اگرچہ شافعی کا قول جدید بھی کہ وہ صبح ہے اور اس کے سب مذہب والوں نے باتفاق ایک ہی بات کہہ رکھی ہے کہ وہ صبح ہے۔ اور جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ عامی کو ظاہر حدیث پر عمل جائز نہیں ہے۔ اس سے مراد ان کی ایسا ان پڑھ ہے کہ نہ حدیث کی صحت وثبوت کو جانتا ہے اور نہ اسناد و اقسام نظم واحکام نعارض؟ کو پہنچانتا اس میں ان باتوں کی اہلیت نہیں ہے۔ اور اس پر سب متفق ہیں کہ منسوخ پر عمل جائز ہے جب تک کہ اس کا ناسخ ظاہر نہ ہو اور اس پر ناسخ کا حکم اس کے علم کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور اس پر یہ دلیل لائے ہیں کہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف استقبال کرنے کا حکم آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا (جو استقبال بیت المقدس کا ناسخ تھا) بناء علیہ مسجد بنی سلمہ میں دو رکعتیں ظہر کی بیت المقدس کی طرف پڑھی گئیں اور دو رکعت کعبہ کی طرف۔ جس پر وہ مسجد دو قبلہ والی مشہور ہوئی اور اہل قباء کو دوسرے دن کی صبح کو خبر نسخ پہنچی۔ تو یلہ بنت اسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جب ان کے پاس خبر آئی تو وہ ظہر میں تھیں پس مرد عورتوں کی جگہ پھر آئے اور عورتیں مردوں کی جگہ۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ لوگ قباء میں صبح کی نماز میں تھے یکا یک ان کے پاس کوئی آیا اور بولا کہ آج رات قرآن اترا ہے جس میں کعبہ کی طرف پھرنے کا حکم ہوا ہے۔ پس لوگ کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے جو شام کی طرف متوجہ تھے۔ صحیح مسلم میں یوں روائت ہے کہ ایک شخص بنی سلمہ سے اہل قبا کے پاس سے گذرا جب وہ فجر کی نماز میں رکوع گئے ہوئے تھے پس اس نے پکار کر کہا کہ قبلہ پھیرا گیا۔ پس وہ جیسے تھے ویسے ہی کعبہ کی طرف پھر گئے۔ اور ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ نے (ان نمازوں کی نسبت جو بعد نسخ بیت المقدس اس کی طرف پڑھتے رہے) اعادہ (یعنی دہرانے) کا حکم نہ دیا

امام ابوجعفر طحاویؒ (حنفی) نے کتاب الآثار میں (بعد بیان اس مر کے کہ نماز میں کلام کرنی نماز کو توڑ دیتی ہے) بدلیل حدیث معاویہؓ بن الحکم اسلمی (حاشیہ۔ وہ حدیث مشکوۃ میں بصفحہ ۸۲ موجود ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ وہ معاویہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا اتنے میں ایک شخص نے چھینک ماری تو معاویہؓ نے اس کے جواب میں کہا یر حمك الله (جیسا کہ مسنون ہے) لوگوں نے اشارہ سے منع کیا تو یہ بولا تمہیں کیا ہوا۔ تم مجھے دیکھ رہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ وہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے کہ وہ چپ ہو جاوے ، جب آنحضرت ﷺ نماز پڑھ چکے تو اس کو فہمائش فرمائی کہ نماز میں لوگوں سے کلام نہیں کرنی چاہیے) وغیرہ کے اور بیان اس امر کہ اوائل اسلام میں نماز میں کلام کرنی مباح تھی پھر منسوخ ہوگئی ، فرمایا ہے کہ اگر کوئی سائل پوچھے کہ آنحضرت ﷺ نے معاویہؓ بن الحکم کو اس نے نماز میں کلام کی اعادہ کا حکم کیوں نہ دیا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اس پر دلیل نسخ قائم نہیں ہوئی (یعنی اس کو اس کا علم نہیں ہوا تھا) یہاں تک کہ علامہ ہارونؒ نے حدیث معاویہؓ کو مسلم وابوداؤد اور احمد وطحاوی و غیرہ سے روائت کر کے کہا علاوہ یہ کہ منسوخ حدیثیں نہائت قلت میں ہیں اور نادر۔ ان کو ابن الجوزیؒ نے چند اوراق میں جمع کیا ہے اور کہا ہے میں اس میں فقط وہی حدیثیں لایا ہوں جن کا نسخ ثابت ہے یا احتمال ہے اور ان کو نہیں لایا جن کے نسخ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور نہ احتمال ۔ پس جو کوئی ایسی حدیث سنے جس کو منسوخ کہیں اور وہ ان میں نہ ہو اور اس پر دلیل قائم نہ ہو تو وہ مجرد دعوی ہے (یعنی جس پر کوئی دلیل نہیں) پھر کہا میں نے ان کو خوب سوچا ہے اور وہ اکیس حدیثیں ہیں۔ پھر ان کو ذکر کر دیا۔

(حاشیہ۔ مترجم کہتا ہے یہ رسالہ ابن جوزیؒ کا دو تین ورق میں ہے اور میرے پاس موجود۔ مولوی سید محمد صدیق حسن خاں رئیس بھوپال نے اس کے مضامین کو اپنے رسالہ افادۃ الشیخ بمقدار الناسخ و المنسوخ میں درج کیا ہے اور اس کی تہذیب و تلخیص کر کے کل دس حدیثوں کو منسوخ ٹھہرایا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک ان دس حدیثوں میں اور بھی تہذیب و تلخیص ہو سکتی ہے جس سے منسوخ حدیثیں اقل قلیل نکلتی ہیں۔ و باللہ التوفیق)

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جس پر سنت آنحضرت ﷺ کی ظاہر ہو اس کو ترک کرنا اس کا کسی کے کہنے سے حلال نہیں

امام ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے جس کو کوئی حدیث آنحضرت ﷺ کی پہنچی اس پر واجب ہے کہ اس کو علی العموم عمل میں لاوے جب تک اس کے نزدیک اس کی تخصیص یا نسخ ثابت نہ ہو۔

اور صحابی پر حدیث صحیح سند ہو سکتی ہے، چہ جائے اس سے نیچے کے لوگ جب کوئی فتوی حدیث کے خلاف ہو تو حسن ظن کے لئے اس میں یہ تاویل واجب ہے کہ اس فتوی دینے والے کو حدیث نہیں پہنچی۔ اگر پہنچی تو وہ اس کی طرف رجوع کرتا۔ اس لئے کہ اگر وہ حدیث پہنچنے پر بے پرواہی اور سستی سے اس کا خلاف کرتا تو ساقط العدالت (یعنی فاسق) ہو جاتا ، نہ اس کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتوی مقبول ہوتا، نہ روائت ۔اور یہ تم جان چکے ہو کہ احتمال مجرد (بلا دلیل) کا اعتبار نہیں جیسے جرح مبہم کا اعتبار نہیں ۔اور جہاں احتمال دلیل سے پیدا ہو جیسے مشترک اور مشکل اور مجمل وغیرہ ، وہاں اگر بعض معانی کی ترجیح نکل آوے تو اس پر عمل کرے اور اگر اس پر وہ قادر نہ ہو تو بقدر ضرورت تقلید کرے ۔تمام ہوا جو ناظورہ میں ہے۔

اور امام ابن قیمؒ نے کتاب اعلام کے خاتمہ میں کہا ہے ۔

نواں فائدہ :مفتی کو لائق ہے کہ جہاں تک ہو سکے الفاظ نص (قرآن وحدیث) سے فتوی دیا کرے کیونکہ اس میں حکم اور اس کی دلیل دونوں آجاتی ہیں ۔ وہ حکم صواب کا ذمہ دار ہے اور دلیل کا متضمن ہوتا ہے اور بیان اس کا اچھا۔

اور کسی خاص فقیہ کا قول ایسا نہیں ہے

صحابہ اور تابعین اور دین کے امام یہی چال چلے ہیں اور اس کو خوب تلاش کئے ہیں یہاں تک کہ ان سے پیچھے ناخلف ہوئے تو انہوں نے نصوص سے منہ پھیرا۔پس یہ نصوص کے متروک ہو جانے کا سبب ہو گیا۔

اور یہ خود معلوم ہے کہ جو کام ان نصوص سے نکلتا ہے (یعنی حکم مع دلیل وخوبی بیان کے) وہ ان نئے الفاظ سے نہیں نکلتا۔

پس نصوص کے چھوٹ جانے اور نئے الفاظ پر توجہ کرنے اور ان سے حکموں کو متعلق کرنے سے امت میں وہ فساد پیدا ہوا ہے جس کو بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا ہے۔

پس نصوص کے الفاظ ہی میں بچاؤ ہے اور خطا و تناقض اور مشکل ہونے اور مختلف ہونے سے محفوظ دلیل ۔اور چونکہ صحابہ کے لئے وہی الفاظ نصوص باعث بچاؤ تھے اور ان کے وہی اصول جن کی طرف وہ رجوع کرتے اس لئے ان کے علوم پچھلوں کی نسبت صحیح تھے اور ان کی خطائیں پچھلوں کی نسبت کم ۔ ایسے ہی تابعین اپنے پچھلوں کی نسبت ۔اسی طرح کھینچتے چلے آؤ۔ جب نصوص کا چھوڑ دینا اکثر اہل ہوا و بدعت کے یہاں مستحکم ہوا تو ان کے علوم مسائل و دلائل میں نہائت فساد واختلاف پیدا ہوا۔

اصحاب رسول اللہ ﷺ سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ جواب میں کہتے اللہ تعالی یوں فرماتا ہے اور اس کا رسول یوں ارشاد کرتا ہے ۔اس سے نہ پھرتے جب تک اس کی طرف راہ پاتے جو کوئی ان کے جوابوں کو سوچے وہ ان کو سینوں کی مرضوں کے لئے شفا پائے گا ۔پھر جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمانہ دراز ہوا اور لوگ نور نبوت سے دور پڑ گئے تو پچھلے علماء کے نزدیک یہ عیب ہو گیا کہ اپنے اصول وفروع دین میں قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر کریں۔ اصول دین میں تو انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کا قول اس باب میں مفید یقین نہیں ہے اس سے وہی سند لیتا ہے جو ظاہری ہے (خدا کا جسم بتانے والا اس کو مخلوق جیسا کہنے والا) رہی فروعات سو اس میں انہوں نے ان مختصر کتابوں کی تقلید پر قناعت کر لی ہے جس میں اللہ کے قول کا ذکر نہیں اور نہ رسول ﷺ کے قول کا اور نہ اس امام کا جس کی تقلید کے وہ مدعی ہیں۔ پس ان کا بھروسہ ان باتوں میں جن پر فتوی دیتے ہیں اور قضاء کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقوق دلاتے ہیں۔ اور عورتوں کی شرم گاہ اور خون حلال کرتے ہیں اس کتاب کے مصنف کے قول پر ہے۔ ان میں بڑا بزرگ اپنے آپ میں اور سب کا کفیل (ٹھیکہ دار) اپنے ہم جنسوں میں وہ ہے جو کتاب کے الفاظ کو یاد رکھے اور یوں کہہ دے کہ اس کتاب میں یوں کہا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ پس حلال وہ ہے جس کو اس کتاب نے حلال کر دیا اور حرام وہ جس کو اس نے حرام کیا۔ واجب وہ جس کو وہ واجب کرے باطل وہ جس کو باطل کہے۔ صحیح وہ جس کو صحیح کہے۔ سن لے اس بات کو اور ہم سے ان لوگوں کے ساتھ ان دنوں کیوں کر مقابلہ ہو سکے۔ ہم ایسے وقت میں آ پڑے ہیں کہ اس سے حقوق خدا کی طرف چلا رہے ہیں اور شرم گاہ اور مال اور خون (جس کو وہ ناحق حلال کر رہے ہیں) اپنے رب کو پکار رہے ہیں اس میں احکام بدل گئے اور حرام حلال ہو گئے۔ اچھی بات اس میں پرلے درجہ کی بری ہو رہی ہے اور بری جو خدا اور رسول نے نہیں نکالی بڑی قربت والی۔ حق اس میں بڑا اجنبی ہے اور اس سے اجنبی وہ جو حق کو جانے اور دونوں سے اجنبی وہ جو اس کی طرف بلائے اور اپنے تئیں اور لوگوں کو اس کی نصیحت کرے۔

یہاں تک کہا کہ اڑتالیسواں فائدہ جب کسی کے پاس بخاری اور مسلم یا دونوں میں سے ایک یا کوئی کتاب سنن سے (جیسے ابوداؤد یا ترمذی وغیرہ) ایسی موجود ہے جس کے نسخہ پر بھروسہ ہو تو کیا اس کو ان احادیث پر جو ان میں ہیں فتوی دینا جائز ہے؟ ایک ٹولہ پچھلے علماء کا کہتا ہے کہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ حدیث کبھی منسوخ ہوتی ہے یا اس کی معارض کوئی دوسری حدیث ہو گی۔ یا اس کے معنی وہ سمجھ میں آئیں گے جو اصلی نہ ہوں گے یا اس میں ایک امر استحباب کا حکم ہو گا اور اس سے واجب ہونا سمجھا جائے گا۔ یا وہ حکم بظاہر عام ہو گا اور حقیقت میں مخصص یا مطلق ہو گا جس کے لئے مقید ہو۔ پس اس پر عمل جائز نہیں اور نہ اس پر فتوی دینا جب تک کہ اہل فتوی و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتہاد کو پوچھ نہ لیں ۔ دوسری جماعت کہتی ہے کہ یوں نہیں بلکہ اس کو عمل جائز اور فتوی دینا درست ہے جائز کیا بلکہ یہی امر اس کے لئے لازم و متعین ہے ۔ صحابہ ایسا ہی کرتے جب ان کو کوئی حدیث پہنچتی اور ایک دوسرے کو سناتے تو عمل کی طرف بدون توقف دوڑ پڑتے اور اس کے معارض حدیث کی کریدنہ کرتے ۔ اور کوئی ان میں نہ کہتا کہ اس پر فلاں فلاں اکابر نے عمل کیا ہے یا نہیں ۔ بلکہ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس پر سخت انکار کرتے ۔ ایسا ہی تابعین ۔ اور یہ بات بالبداہۃ معلوم ہے جس کو ادنی احوال و سیرت قوم سے کچھ خبر ہے ۔ اور سنت کے زمانہ کا دور دراز ہونا اور اس کا پرانا ہو جانا اس کے عمل کو ترک کرنے اور اس کے سوائے اور چیزوں کے لے لینے کو جائز نہیں کر دیتا ہے ۔ اور اگر آنحضرت ﷺ کی سنتوں پر باوجود ان کی صحت کے عمل جائز نہ ہو جب تک فلاں فلاں اس پر عمل نہ کر لے تو ان لوگوں کے اقوال سنتوں کی کسوٹی ٹھہرے اور ان کو پاک و ستھرا کرنے والے اور ان کے عمل کے لئے شرط) ۔

و هذا من ابطل البا طل و قد اقام الله سبحا نه و تعا لى من الآيا ت حيث لم تقيد بان ذا لك على فهم الفقهاء و من هنا عرفت انه لا يتو قف العمل بعد و صول الحديث الصحيح على معرفة عدم الناسخ و عدم ا لا جماع على خلافه او عدم المعار ض بل ينبغى العمل به الى ان يظهر شيء من الموا نع فينظر فى ذا لك و يكفى فى العمل كو ن ا لا صل عدم هذه العوا ر ض الما نعة عن العمل و قد بنى الفقهاء على اعتبار اصل الشيء احكا ماً كثيرة فى الماء و نحوه لا يخفى على المتبع لكتبهم و معلوم ان من اهل البوادى و القرى البعيدة من كا ن يحى عنده صلعم مر ة او مرتين و يسمع شيئاً ثم ير جع الى بلاده و يعمل به و الوقت كا ن وقت نسخ و تبديل و لم يعرف انه صلعم امر احد من هئو لاء با لمرا جعة لتعرف الناسخ من المنسو خ بل انه صلعم قرر من قا ل لا ازيد على هذا و لا انقص على ما قا ل و لم ينكر عليه با نه يحتمل النسخ بل قا ل د خل الجنة ان صدق او كمال ۔ و كذالك ما امر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصحا بة اهل البوادی و غیرهم با لعر ض علی فقیه لیمیز له النا سخ و الحجة بلو غه لا و جوده و یدل علی ان المعتبر البلو غ لا الو جود ان املکلف ما مور با لعمل علی وفق المسو خ ما لمیظهر عنده الناسخ فاذا ظهر لا یعید ما عمل علی وفق المنسو خ کحدیث نسخ القبلة الی الکعبة.... الی ان فصله علی نحو ما فصله فی النا ظورة و هکذا فی الدراسات و الجنة

(رو کے رک جاؤ، ایسی ہی اور آیات ہیں کہ ان میں فہم مجتہد کی قید نہیں ہے۔ یہاں سے تو نے جان لیا کہ حدیث پر عمل کرنا بعد پہنچ جانے حدیث صحیح کے اس بات پر موقوف نہیں کہ ہم اس کا منسوخ نہ ہونا یا اس کے حذف پر اجماع کا نہ ہونا یا اس کے مقابلہ میں کسی اور حدیث کا نہ ہونا جان لیں۔ بلکہ اس پر حدیث عمل واجب ہے جب تک کہ کوئی امر ان امور سے ظاہر نہ ہو۔ جب معلوم ہو تو پھر اس میں نظر کی جاوے۔ اور اس پر عمل کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان امور کا عارضی نہ ہونا اصل ہے (یعنی وجود ان امور کا عارضی اور خلاف اصل ہے) اور فقہاء نے بہتیرے احکام پانی وغیرہ کے باب میں اس اصل پر بنائے ہیں۔ چنانچہ ناظرین کتب پر مخفی نہیں ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنگل اور دور دور بستیوں کے لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک یا دو دفعہ آتے اور کچھ کچھ سن جاتے پھر اپنے شہروں کی طرف پھرتے تو اس پر عمل کرتے اور وہ وقت نسخ اور تبدیل کا تھا پھر یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو فرمایا ہو کہ ناسخ و منسوخ کو پہچان لیا کریں۔ یعنی تب ان احادیث پر عمل کریں۔ بلکہ جس نے آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث سنی۔ چند احکام سیکھ کر کہا تھا کہ میں اس سے کم زیادہ نہ کرونگا، اس کی بات کو مسلّم رکھا اور یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کہتا ہے۔ یہ احکام احتمال نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ یہ شخص بہشت میں داخل ہو چکا اگر سچ بولا ہے۔ اسی طرح اصحاب رسول ﷺ نے جنگل والے لوگوں کو نہیں کہا کہ احادیث نبویہ کو مجتہدوں کے سامنے پیش کر لیا کریں تا کہ وہ ان کو ناسخ و منسوخ میں تمیز کر دیں۔ نسخ کے باب میں ناسخ کا پہنچ جانا دست آویز ہو سکتا ہے، نہ اس کا پا جانا۔ دلیل اس پر یہ ہے کہ مکلّف منسوخ پر عمل کرنے کا مامور ہے جب تک اس کا ناسخ اس پر ظاہر نہ ہو۔ اور جب ظاہر ہو تو اس کو اپنے پچھلے عمل کا دہرانا نہیں آتا۔ جیسے حدیث نسخ قبلہ ہے یہاں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک کہ اس کو مفصل بیان ہے جیسے ناظورۃ الحق میں ہے اور ایسا ہی دراسات اور جنہ میں ہے)۔

راقم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ جو ان عبارات میں مسئلہ بیان ہوا کہ نصوص پر عمل کرنا قبل بحث وتفحص ناسخ کے جائز ہے ایسا ہی یہ مسئلہ کہ نص عام پر عمل کرنا بدون بحث وتفحص مخصص؟ کے جائز ہے۔ ان مسائل کو کتب اصول فقہ میں خوب مفصل بیان کرتے ہیں۔ طالب دلیل وشائق تفصیل کتب اصول کی طرف مراجعت کرے تو ان مسائل کا لطف پاوے۔ میں اس مقام میں ان دو مسئلوں کی تائید میں بطور تمثیل چند عبارات کتب اصول وغیرہ کی نقل کرتا ہوں۔

تائید مسئلہ اول۔ مسلّم الثبوت میں ہے:

مذ هب الحنفية و الحنا بلة و اختاره ابن الحا جب لا يثبت حكم الناسخ بعد تبليغ جبرئيل قبل تبليغه الى ا لا مة لنا واقعة اهل القباء فا نهم استداروا و ما اعادو۔ (ترجمہ۔ حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب (جس کو ان صاحب نے بھی اختیار کیا ہے) یہ ہے کہ ناسخ کا حکم بعد تبلیغ جبریل قبل تبلیغ آنحضرت ﷺ کی امت کی طرف ثابت نہیں ہوتا۔ دلیل ہماری قصہ اہل قبا کا ہے۔ اس لئے کہ وہ خبر نسخ پہنچنے پر جہاں تھے وہیں سے کعبہ کی طرف پھر گئے۔ پچھلی نماز کا اعادہ نہ کیا)۔

ایسا ہی مختصر الاصول وغیرہ کتب اصول میں ہے اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں بصفحہ ۴۸۳ جلد اول بذیل حدیث نسخ استقبال بیت المقدس اور قصہ اہل قباء کے جس میں یہ میں یہ ذکر ہے کہ جب اہل قباء کو خبر نسخ استقبال بیت المقدس بحالت نماز صبح کے پہنچی تو وہ ویسے کے ویسے ہی نماز میں کعبہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ فرمایا

استنبط من الحديث ان حكم الناسخ لا يثبت فى حق المكلف حتى يبلغه۔ (ترجمہ۔ اس حدیث سے یہ مسئلہ استنباط کیا گیا ہے کہ جب تک مکلّف کو حکم ناسخ پہنچ نہ جائے حکم نسخ اس کے حق میں ثابت نہیں ہوتا)

یعنی وہ ناسخ حجۃ (دست آویز) نہیں ہوسکتا۔ اس کا پہنچ جانا اور علم ہو جانا حجۃ ہوسکتا ہے۔ ...

امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں بصفحہ ۲۰۰ بذیل حدیث مذکور فرمایا ہے:

و لفظ فيه دليل على ان النسخ لا يثبت فى حق المكلف حتى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یبلغه

تائید مسئلہ دوم ۔ مسلّم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

یجوز العمل با لعا م قبل البحث عن المخصص و استقصاء و تفتیش عند نا و علیه الصیر فی و البیضاوی و الا و موی و یلو ح آ ثار رضی صا حب المحصول و نقل ا لامام حجة الاسلام الغزا لی و ا لا مدی ا لا جماع علی المنع من العمل به قبل البحث عن المخصص و هوا ی ثبو ت ا لا جماع ممنو ع و النقل غیر مطا بق فا ن ا لاستاذ ابا اسحاق ا لا سفرا ئینی و ابا اسحاق الشیرزای و ا لا مام فخر الدین الرزای (عبارت مسلسل اگلے شمارے میں چل رہی ہے۔ بہاء)

نمبر ہفتم اشاعۃ السنۃ

(جس میں اس جواب کے جواب کا بقیہ ہے
جو بعض علماء لکھنؤ و بنارس نے مقابل اشتہار مجریہ ۱۹ مئی شائع کیا۔
من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری
مطبوعہ ۱۷۔ رمضان ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۵۔ ستمبر ۱۸۷۸ء
مطبع افضل المطابع لاہور میں طبع ہوا)۔

بما فی الحد یث فا ما بعد ذلك فلو و جد منهما وا حداً یجب علی المجتهد الر جوع علی ما هو الشا ئع الذا ئع من القرن الا و ل الی زما ن المجتهد ین فکیف علی المقلد ، الی ان قا ل ، خد مة هذا العلم الشر یف لم یتر کوا للعا لم بعد هم حا جة ا لا الی فتح کتا ب صنفوا فی نو ع من الحد یث الی ان ذکر مصنفات صنفوا فی انوا ع علو م الحد یث

ثم قا ل و اذا و جد حد یثین متعا ر ضین فا ن قدر بنفسه علی جمعهما او بتنبیهٍ من تر جمة صا حب کتا ب علی جمعه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کما یتنبه من بعض ترا جم ابی عبدالر حمن النسا ئی فی مجتبا ہ او اطلع من التخر یجا ت اوبعض الشرو ح فبها و الا یر جع الی الفن المو لف المفرد لذ لك و یسمی بفن مختلف الحد یث فا ن و جد الجمع عمل بحکمه و الا یشتغل بالترجیح فان قدر علی ترجیح احد الحدیثین من حیث حال المخرجین فی التزام الصحة ای الحسن و عدم ذ لك فبها و الا یر جع الی الکتب التی اشر نا الی التزا م کلا مها علی الاحادیث فا ن وجد فبها و لا ینظر فی و جوهه المحصورة فی مأة و جه حا ضرة عنده فی ور قة وا حدة لو کتبها و لما فرغ السیو طی عن عد ها فی التدریب قا ل فهذه اکثر من مأة مر جح و ثم مر جحا ت آ خر لا تنحصر و مشا ر ها غلبة الظن انتهی ۔ فلا اقل من ان تجد لا حد الحد یثین وا حدة من تلك الو جو ہ فان و جد ت فیها و لا یر جع الی کتب فن مختلف الحد یث فا ن علماء ذ لك الفن یتکلمو ن اولا فی جمع المتضادین ثم تر جحو ن ا حد هما علی ا لآ خر و قد صنف فیه الشا فعی کتا به المعروف و صنف فیه ابن قتیبة و آخرون و کتاب الحاز می و ان کا ن فی النا سخ والمنسو خ و لکن اطرا ف کلا مه جر ت علی الجمع و التر جیح فی ا لا بواب الفقهیه جر یا حسناً قل مما ثله فی الکتاب الحا ضرة

و قال فی اوائل الکتا ب و اکثر دا بهم انهم یو ر وون فی کتب السنن متو ن ا لا حا دیث المتعار ضة فی با بین متصلین ما فردوا التصنیف فیما لا معا ر ض له من ا لا حا دیث و ماله معار ض و افردوا الکتب فی الناسخ و المنسوخ و افادوا لکتب فی الناسخ و المنسو خ و افادوا عن کیفیة التعا ر ض و الجمع و التر جیح و عدوا و جو جه بل حصرو ها فی مأة و جه ۔ الی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان قا ل ۔ و من عبر سنن ابی دا ؤد وحده یری من غرا ئب تراجمه و نوا در المسا ئل فی ا لا حادیث ما لا یوجد فی کتب الفقه و لهذا قا ل ا لا مام الغزا لی ان سنن ابی دا ؤد مجمع مواد الاجتها د و قال آخر یکفی للمو من مصحف و سنن ابی دا ؤد و هذا فی ا حا دیث کتا ب وا حد فما الحا ل باستبعا د احادیث الکتب المشهورة و غیر المشهوره من هذا العلم الشریف

و اما السوا ل عن دقا ئق الفروع ومعضلا ت الصور الغیر البتلی بهاا حد مما لا یفی فقه الحد یث ، الجواب عن کل ذ لك فهو لا یستحق الجوا ب لکو نه مکرو هاً عند السلف الصالح لو ردوالا حا دیث فی النهی عن القیل و القا ل و کثر ة السوال و هذا حکم با ن العلم بتلك الفرو ع لیس من العلم المحمود لانه یکره السوال عنه و اذا لم یکن ذ لك من العلم المحمود یسوی فی حکم الکراهة المستفتی من حیث سوا له و المفتی من حیث استحصا له۔ فاستخر ا ج الفرو ع الدقیقة النا درة الوقوع بالقیاسا ت البعیدة مما یکثر و جو د ها فی کتب الفتاوی فضول مکروه کا لسوال عنه

(اسی حدیث پر عمل کریں ۔ پھر اگر اس کے بعد اس کا جواب یا معارض پاویں تو اپنے قول وعمل سابق سے مجتہد بھی ہوں تو رجوع فرماویں چنانچہ زمانہ صحابہ سے زمانہ مجتہدین تک عام رواج رہا ہے ۔ پس چہ جائے کہ آپ مقلد ہوں ۔ یہاں تک کہ کہا ، اس علم (حدیث) شریف کے خادموں نے اپنے پچھلے علماء کے لئے بجز اس کے کوئی حاجت باقی رہنے نہیں دی کہ کتاب کھولیں (اور اس میں مسئلہ دیکھ لیں) یہاں تک کہ کئی کتابیں جو انواع علوم حدیث میں تصنیف ہیں کسی میں مجرد صحیح کا بیان ہے کسی میں احادیث غیر مصحہ پر کلام کسی میں اسناد کی بحث کسی میں راویوں کی تحقیق ، ذکر کیں ، پھر کہا:

جب دو حدیثیں باہم متعارض پاویں پھر اگر ان میں خود موافقت و تطبیق کر سکے ، یا کسی مصنف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بتانے سے ترجمۃ الباب میں سمجھ جاوے چنانچہ نسائیؒ کے بعض ابواب کتاب مجتبیٰ کے تراجم سے (کچھ کچھ) پتا لگتا ہے یا اس پر بعض تخریجات (وہ تصانیف جس میں کسی کتاب کی بے نشان احادیث کا پتہ لگایا جاوے) میں یا بعض شروح میں اطلاع پاوے تو اسی سے کام ہو گیا ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جو فقط متعارضین کے بیان میں تصنیف ہوئی ہیں جس کو فن مختلف الحدیث بھی کہتے ہیں اگر ان میں وجہ جمع وتطبیق کی پائی گئی تو اس کے حکم پر چلے ورنہ ترجیح سے مشغول ہو پھر اگر آپ ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دے سکے تو بہتر ورنہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے جن میں اس قسم کی کلام ہونے کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں۔

اگر ان کتابوں میں وجہ تطبیق پاوے تو بہتر، ورنہ خود وجوہ ترجیح میں فکر کرے جو عدد میں سو ہیں اور ایک ورق میں لکھے جا سکتے ہیں۔

امام سیوطیؒ جب ان وجوہ ترجیح کو (تدریب راوی میں) لکھ چکے تو فرمایا کہ یہ سو سے زائد وجوہ ترجیح ہیں اور یہاں اور بھی وجوہ ہیں جو شمار میں نہیں آتی ہیں جن کا مخرج غلبہ ظن ہے۔ پس کم سے کم ایک وجہ تو ان وجوہ سے پاوے گا۔

اگر ان میں پاوے تو بہتر ورنہ کتب فن مختلف الحدیث کی طرف رجوع کرے اس لئے کہ اس فن کے علماء نے دو متعارضوں کی جمع وتطبیق میں کلام کی ہے پھر ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی دی ہے امام شافعیؒ نے اس میں اپنی مشہور کتاب بنائی ہے پھر ابن قتیبہؒ وغیرہ نے بھی تصانیف کی ہیں۔ اور کتاب (ابوبکر) حازمیؒ کی اگرچہ ناسخ ومنسوخ میں تصنیف ہوئی ہے ولیکن اس کی کلام فقہی حدیثوں کے باب میں جمع وترجیح میں بھی اچھی چال چل نکلی ہے

یعنی ایسی کتاب ان کتب میں جو ہمارے پاس موجود ہیں کم ہے۔

اور صاحب دراسات نے ابتدائے کتاب میں کہا ہے کہ اکثر طریق محدثین کا یہ ہے کہ کتب سنن (جو کتابیں احکام میں تصنیف ہوئی ہیں جیسے سنن اربعہ ترمذی ابوداؤد نسائی ابن ماجہ) احادیث متعارضہ کو پاس پاس بابوں میں لاتے ہیں۔ اور محدثین نے ان احادیث میں جن کے معارض کوئی حدیث نہیں اور جن کے لئے معارض موجود موجود ہیں الگ الگ تصنیفیں کی ہیں اور ناسخ ومنسوخ میں الگ اور انہوں نے ہم کو کیفیت تعارض اور جمع وترجیح بھی بتلا دی ہے اور وجوہ ترجیح کو ایک سو کی وجہ میں محدود کر دیا ہے۔

اور جو کوئی سنن ابی داؤد پر عبور کرے وہ اس کے عجیب ترجمے اور نادر مسئلے حدیث میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے پاوے جس کا کتب فقہ میں وجود نہیں ۔ اسی واسطے امام غزالیؒ نے کہا ہے سنن ابی داؤد (اسباب) اجتہاد کا مجمع ہے۔ ایک اور عالم نے (وہ امام ابن الاعرابی ہے صاحب نسخہ ابوداؤد چنانچہ یہ قول ان سے تیسیر الوصول میں منقول ہے) کہا ہے مومن کو عمل کے لئے ایک قرآن مجید اور ایک سنن ابی داؤد تمام دین کے لئے کافی ہے ۔

رہا سوال باریک باریک فروعات اور مشکل صورتوں سے جن سے کسی کو کام نہیں پڑتا ، اور ان سب کا جواب فقہ حدیث سے نہیں نکلتا سو مستحق جواب کا نہیں ہے اس لئے کہ سلف صالحین (صحابہ تابعین) کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ حدیث میں قیل وقال وکثرت سوال کی ممانعت آچکی ہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فروع دقیقہ کا علم اچھا نہیں ۔ کیونکہ اس کا پوچھنا مکروہ ہے ۔ اور جب مسائل کا پوچھنا اور جاننا اچھا نہ ہو تو اس کے حکم کراہت میں مستفتی (سائل) اور مفتی (مجیب) دونوں مساوی ٹھہرے ۔ سائل پوچھنے کے سبب مجیب ایسا مسئلہ بتانے اور اس کے حاصل کرنے کے سبب ۔ پس باریک مسائل کا جو کم واقع ہوں اور کتب فقہ میں بکثرت موجود ہیں استنباط فضول ومکروہ ہے جیسے ان کا سوال مکروہ) ۔

مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے ۔ یہ سوال جس کو دراسات نے غیر مستحق جواب بتلایا ہے بعض مقلد پیش کیا کرتے ہیں اور اس کو تقلید کتب فقہ کے لئے بڑا ملجا و ماوی سمجھتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء نے ہزاروں مسائل پیشگی تیار کر رکھے ہیں اور فرضی صورتیں بنا بنا کر قبل وقوع واقعات ان کے جواب گھڑ دیئے ہیں جن کا بجز کتب فقہ کہیں سراغ نہیں ۔ اور بعض مقلد اس سے بڑھ کر بولتے ہیں اور یہ ادعاء رکھتے ہیں کہ ہزار ہا مسائل پیش آئندہ روز مرہ ایسے ہیں جن کا قرآن وحدیث میں کہیں ذکر نہیں اور نہ بجز کتب فقہ کہیں اثر ۔ پس جواب سوال فرقہ اول تو صاحب دراسات نے خوب ادا فرمایا ہے کہ جن صورتوں سے کام نہ پڑے ان کے جواب پیشگی تیار کر رکھنا اور فرضی صورتیں نکال نکال کر جواب گھڑتے رہنا سلف صالحین کے نزدیک دین کی بات نہیں ۔ راقم اس کی تائید میں چند آثار صحابہ کبار وتابعین وآئمہ اخیار پیش کرتا ہے ۔ و باللہ التوفیق

عن حماد بن زید قال جاء رجل یوماً الی ابن عمر فسأله عن شیء لا ادری ما هو فقال له ابن عمر لاتسئل عما لم یکن فانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمعت عمر بن الخطاب یلعن من یسئل عما لم یکن ۔ و عن زید بن ثا بت کا ن یقو ل اذا سئل عن ا لا مر ا کان ھذا فان قالوا نعم قد کا ن حد ت فیه بالذی یعلم و الذی یر ی و ان قالوا لم یکن قال فذروه حتی یکو ن

و عن طا ؤس قا ل قال عمر بن الخطا ب علی المنبر ا حر ج بالله علی ر جل سأل عما لم یکن فان الله قد بین ما ھو کا ئن

و عن عبادة بن نسی انه سئل عن المر أة ما تت مع قو م لیس لھا ولی فقا ل ادر کت اقوا ماً ما کا نوا یشدون تشدید کم و لایسئلون مسا ئلکم

و عن ھشا م بن مسلم قا ل کنت مع ابن محیر یز بمرح الدیباج فر أت منه خلوة فسئلته عن مسئلة فقا ل لی ما تصنع المسا ئل قلت لو لا المسا ئل لذ ھب العلم قا ل لا تقل ذھب العلم انه لا یذ ھب العلم ما قرأ القر آن و لکن لو قلت یذ ھب الفقه

و عن میمو ن قال سئلت ابن عباس من ر جل ادر که ر مضا ن فقا ل اکا ن او لم یکن قا ل لم یکن بعد قا ل اتر ك بلیة حتی تنزل قا ل فد لّسنا ر جلاً فقا ل یطعم من الاول منھما ثلا ثین مسکیناً لکل یو م مسکین

و عن ابن عباس قا ل ما ر أیت قو ما خیراً من اصحا ب رسول الله ﷺ ما سألوه الا عن ثلث عشرة مسئلة حتی قبض کلھن فی القر آ ن یسئلو نك عن الشھر الحرام و یسئلونك عن المحیض۔ ا خر ج ھذه ا لا ثا ر عن ا خر ھا الدارمی فی سننه المشھور بالمسند

(ترجمہ: پس اگر لوگ کہتے ہو چکا ہے تو اس میں حدیث سے یا اپنے اجتہاد کی بات کہتے، ورنہ فرماتے اس کو رہنے دو یہاں تک کہ ہو لے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے ہی عمارؓ بن یاسر صحابی اور ابی بن کعبؓ صحابی سے روایت ہے

طاؤسؒ سے روایت ہے کہا عمر بن الخطابؓ نے منبر پر فرمایا کہ میں خدا کے نام سے تنگ یا بند کرتا ہوں اس شخص کو جو نہ ہوئی بات پوچھے۔ ہونے والی چیز کو تو خدا نے خدا بیان کر دیا ہے۔

عبادہ بن نسیؒ (تابعی) سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے ایک عورت کا جو کسی قوم میں مری اور اسکا ان میں کوئی ولی نہیں ہوا حکم پوچھا (غسل یا جنازہ یا وراثت کا)، تو جواب میں بولے میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جو تمہاری طرح تشدد نہ کرتے اور نہ تمہاری طرح سوال کرتے۔

ہشامؒ سے روایت ہے کہ میں (عبداللہ) بن محیریزؒ (تابعی) کے ساتھ مرح الدیباج کے مقام تھا میں نے اس سے خلوت پائی تو ان سے مسائل پوچھے وہ بولے مسائل کو کیا کرے گا، میں نے کہا مسائل نہ ہوں تو علم ہی جاتا رہے۔ وہ بولے یہ نہ کہو کہ علم جاتا رہے، جب تک قرآن پڑھا جاتا ہے علم نہیں جاتا، ہاں یہ کہو فقہ جاتی رہی (یعنی مجموعہ آراء واقوال رجال جو پیشگی گھڑے رہتے ہیں)

میمونؒ (تابعی) سے روایت ہے کہا میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کو دو رمضان آپڑے ہیں (اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک رمضان کے روزہ بسبب بیماری یا حمل یا بچہ کو دودھ پلانے کے ذمہ پر تھے کہ دوسرا ہو گیا) تو آپ نے فرمایا کیا یہ واقعہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا ابھی ہوا تو نہیں بولے بلا کو رہنے دو جب تک خود نہ آپڑے۔ پھر ہم نے ایک شخص کو فرضی سائل بنایا اس نے کہا کہ ہاں یہ واقعہ ہو پڑا ہے تب فرمایا کہ پہلے رمضان کے بدلے تیس مسکینوں کو کھانا کھلاوے ہر دن ایک مسکین کو۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے بہتر کوئی قوم نہ دیکھی انہوں نے آنحضرت ﷺ بجز تیرہ سوالات کوئی سوال نہیں کیا

یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ فوت ہوئے وہ تیرہ کے تیرہ قرآن میں ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ تجھ سے حرمت والے مہینوں سے سوال کرتے ہیں، وازانجملہ یہ کہ تجھ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں۔ یہ آثار سب کے سب دارمیؒ نے اپنی سنن میں جو مسند دارمی مشہور ہے روائت کئے ہیں)۔

(مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے صحابہ کا سوال سے رکے رہنا اپنے فہم واجتہاد سے نہ تھا کہ اس کو حجت نہ سمجھا جاوے اور معرض استدلال میں پیش نہ کیا جاوے بلکہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے بلکہ جناب باری کے ارشاد سے چنانچہ انس بن مالک نے روایت کیا ہے کہ ہم کو سوال کرنے سے قرآن مجید میں ممانعت آچکی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی پس ہم کو یہ بات خوش آتی کہ باہر سے کوئی عاقل آدمی آوے اور وہ کچھ سوال کرے تو ہم بھی سنیں۔ پس ایک دن ایک شخص (ضمام بن ثعلبہ نام) جنگل سے آیا اور اس نے چند سوال کئے آخر حدیث تک جس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ اس حدیث سے خصوم کا یہ اعتراض مندفع ہوا کہ صحابہ کے قول وفعل کو حجت نہیں جانتے چنانچہ ضمیمہ سفیر ہند میں اس سے بتفصیل بحث کر چکے ہو تو پھر ان کے اقوال کو معرض استدلال میں کیوں لائے ہو)۔

و کا ن من علم ما لك بن انسٍ و دينه و ورعه انه اذا سئل عن مسئلة فی دين الله يقو ل نز لت فال قيل له نعم افتی و ان قيل لم ينزل لم يفت

قال الشيخ ا لا كبر فی الفتو حا ت فی كتا ب الثا من و الثمانين و فيه تلميح الى ان من افتی فی الحوا د ث الفر ضية قبل وقوعها فلا دين له و لا ورع و لا علم ۔ ثم قا ل فی البا ب السادس و الخمسين و مأة ليس للمجتهد ان يفتی فی الوقائع ا لا عند نزو لها عند تقر ير نز لها ۔

و انما ذ لك للشارع ا لاصلی لا حتما ل ان ير جع عن ذ لك الحكم با لا جتهاد عند نزو ل ما قرر نزو له ۔ و لذ لك حر م العلماء الفتيا بالتقليد فلعل ا لا ما م الذی قلده فی ذلك الحكم الذی حكم به فی زما نه لو عاش الى اليو م كا ن يبدو له خلاف ما افتی به فير جع عن ذ لك الحكم الى غيره

(ترجمہ: امام مالکؒ کے علم ودین داری وپرہیز گاری کی یہ بات ہے کہ جب کوئی آپ سے کوئی مسئلہ اللہ کے دین کا پوچھتا تو آپ دریافت فرماتے کیا یہ واقعہ ہو چکا ہے؟ پس اگر کہا جاتا کہ ہو چکا تو فتوی دیتے ورنہ نہ دیتے۔

یہ بات شیخ اکبرؒ نے فتوحات کے باب ۸۸ میں کہی ہے اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی فرضی حادثوں میں فتوی دے اس کا نہ دین ہے نہ پرہیز گاری۔

پھر فتوحات کے باب ۱۵۶ میں کہا ہے کہ مجتہد کو نہیں پہنچتا کہ کسی حادثہ میں فتوی دے مگر جب کہ وہ واقع ہو لے نہ اس وقت کہ اس کا ہونا اپنے پاس سے قرار دے اور فرض کر لے، یہ کام تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شارع اصلی کے لئے مخصوص ہے اس لئے کہ مجتہد کا بوقت آپڑنے واقعہ کے اس حکم سے جو فرضی صورت پر لگایا تھا پھر جانا بھی محتمل ہے اسی واسطے علماء نے تقلید سے فتوی دینے کو حرام کہا ہے اسلئے کہ شاید وہ امام جس کے وہ اس حکم میں تقلید کرتا ہے جو اس نے اپنے زمانہ میں دیا تھا اگر جیتا رہتا تو اس حکم کا خلاف اس کے خیال میں آتا پس وہ اس حکم سے دوسرے کی طرف رجوع کرتا)۔

مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے یہ قول ہم نے اس لئے نقل کیا کہ مبادا حضرات مقلدین یہ کہہ بیٹھیں کہ صحابہ وتابعین جنہوں نے قبل وقوع واقعات فتوی دینے سے انکار کیا تھا مجتہد نہ تھے ظاہری تھے یا ان پڑھ۔ مجتہد کا تو یہی کام ہے کہ سوال آوے اس کا جواب دے اور قبل وقوع حوادث مسائل وفتوے گھڑتا رہے۔ اب یہ قول سن کر تو یہ بات منہ پر نہ لائیں گے اور مجتہدین کا یہ حال دیکھ کر صحابہ وتابعین کی شان میں گستاخی کی تو جرأت نہ پائیں گے۔

اور جواب سوال فرقہ دوم یہ عاجز پیش کرتا ہے کہ بلاریب جن مسائل کو آپ لوگ دین سمجھتے ہیں وہ آپ کے معمولات روزمرہ ہیں۔ بدون کتب فقہ کہیں نہیں پائے جاتے اور قرآن وحدیث میں نظر نہیں آتے ولیکن ان مسائل کو آپ لوگوں کے سوائے مسائل دین کون کہہ سکتا ہے۔ بھلا مسائل ذیل جو کتب فقہ یا اقوال فقہاء سے ثابت ہیں اور قرآن وحدیث نبوی میں ان کا وجود نہیں مسائل دین ہو سکتے ہیں؟

۱۔ کتے یا بھیڑیئے یا گیدڑ کا حلال ہونا۔

۲۔ کتے کے گوشت وچمڑے کو ذبح کر کے پاک بنالینا۔

۳۔ شراب اتفاقی حرام کا دوا کے لئے پی لینا۔

۴۔ شراب جو بہت پینے سے نشہ دے تھوڑی سی بہ نیت تقویت پی لینا۔

۵۔ شراب کو سرکہ بنالینا۔

۶۔ اجرت زنا کا (جو اجارہ مقرر کر کے لی جائے) حلال ہونا۔

۷۔ قیمت شراب یا خنزیر سے جو کافر کے ملک ہو جاوے مسلمان کو نفع اٹھانا۔

۸۔ زکوۃ سے بھاگنے کی نیت سے مال اپنا بیوی کی ملک کر دینا اور جب بیوی کی ملک میں مدت وجوب ادائی گذرنے لگے تو اپنی ملک کر لینا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۔ باپ کی موطوئہ لونڈی کے بیان کا اعتبار نہیں۔
۱۰۔ لونڈی زرخرید کی استبراء (عدت، یعنی ایک حیض سے رحم کی برأۃ بیگانہ نطفہ سے دیکھنا) کو ہبہ کے حیلہ سے ساقط کرنا۔
۱۱۔ ماں یا بہن سے نکاح کر کے زنا کرنے پر حد شرعی نہ لگانا۔
۱۲۔ جھوٹے گواہوں سے بیگانی جورو کو حلال طیب کر دینا۔

وعلی ھذا القاس بقیہ مسائل اشتہار وغیرہ جو صدہا کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے مسائل فقہ میں ہوئے تو کون سا موجب افتخار ہے۔ حدیث وقرآن میں نہ ہوئے تو کیا موجب عار، شناء۔ ہاں مسائل دین واحکام منزلہ رب العالمین ومبلغہ رسول امین کا قرآن میں نہ ہونا موجب عار ومحل استعجاب وانکار۔ سو بحمد اللہ یہ امر ممکن ومتصور ہی نہیں دینی مسئلہ ایسا کوئی نہیں جو قرآن وحدیث میں نہ ملے کتب فقہ ہی میں پایا جاوے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کتب فقہ جن پر آپ لوگ فخر کر رہے ہیں اور قرآن وحدیث میں ان کے موجود نہ ہونے کے مدعی ہیں تین قسم ہیں:

قسم اول وہ مسائل ہیں جو واقعی مسائل دین ہیں اور ان کا دینی مسائل ہونا آپ کے خصوم بھی مانتے ہیں۔

قسم دوم وہ مسائل ہیں جن کا دین ہونا محض آپ لوگوں کا خیال وادعا ہے، اور نفس الامر میں ان کا دین ہونا محال ہے بلکہ دین میں ان کا خلاف ثابت ہے۔

قسم سوم۔ وہ مسائل ہیں جن سے قرآن وحدیث ساکت ہے۔ نہ اللہ تعالی نے ان کو دین بتایا ہے نہ آنحضرت ﷺ نے ان میں ہم کو مکلّف ومخاطب کیا۔ آپ لوگ خواہ مخواہ ان میں مداخلت بے جا کرتے ہیں وبلا اذن شارع ان میں حلال وحرام کے فتوے لگاتے ہیں۔

پس قسم اول تو سبھی قرآن اور حدیث میں موجود ہے، صریح ہو خواہ مستنبط۔ خصوصیت کے ساتھ مذکور ہو، خواہ عموم کے ضمن میں متحقق گو کوتاہ نظروں کو نظر نہ آوے یا کور باطنوں کو دکھائی نہ دے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں
کور بہتر ز آفتاب سیاہ

صحیح مسلم میں بصفحہ ۲۰۵ جلد ۲ ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ان عورتوں کو لعنت کی جو اپنے اعضاء پر سوئی سے سوراخ کر کے اس میں سرمہ بھرتے ہیں اور جو ابرو وغیرہ کے بال چنتی ہیں۔ اور جو دانتوں کو باریک کرتی ہیں تو ایک عورت (ام یعقوب) ان کے پاس آئی اور معترض ہوئی۔ آپ نے کہا میں کیوں لعنت نہ کرو جب کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو لعنت کی ہے اور ان فعلوں کی ممانعت کا حکم قرآن میں موجود ہے۔ وہ بولی میں تو سارا قرآن پڑھا ہے اس میں کہ کہیں اس کا حکم نہیں پایا۔ پس کہا اگر تو سارا پڑھتی تو اس میں اس کا حکم پالیتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ما آتا کم الرسول فخذوہ و مانھا کم عنہ فا نتھوا۔ یعنی جو کچھ تمہیں رسول دے اس کو لے لو اور جس سے منع کرے اس سے رکے رہو تو دیکھو ابن مسعودؓ نے قرآن میں موجود ہونا حکم ان افعال کا عموم آیت سے ثابت کر سیا ایسا ہی بقیہ احکام کو سمجھنا چاہیے۔

اور قسم ثانی کو دین کہنا آپ لوگوں کا کام ہے آپ کے سوائے اہم دین ان مسائل کو خارج از دین اور مخالف شریعت سید المرسلین سمجھتے ہیں۔ اور آپ لوگوں کے اس عار و طعن کو کہ یہ مسائل قرآن و حدیث میں نہیں ہیں بڑی فخر سے بسر و چشم قبول کرتے ہیں اور بدل مانتے کہ بیشک یہ مسائل قرآن و حدیث میں نہیں اور نہ قرآن و حدیث ان مسائل کے منسوب ہونے کے لائق ہے زیادہ تفصیل اس کی مبحث تقلید میں ہوگی جو بضمن جواب الجواب ظفر احمد یا مولوی قاسم (نانوتوی) کے قلم میں آوے گی۔

رہا قسم ثالث، سو بھی ان لوگوں کے نزدیک مسائل دین جو عقل کو حاکم مستقل جانتے ہیں اور جس امر سے شریعت ساکت ہے اس میں بحکم عقل حرمت و وجوب ثابت کرتے ہیں جیسے فرقہ معتزلہ خوارج کرامیہ پنڈت ولیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول اور جمہور علماء اسلام (جن میں اشعری بھی داخل ہیں جن کی طرف ہمارے مخاطب اپنے تئیں نسبت کرتے ہیں اور ان کے قرارداد کو اہل سنت ہونے کی کسوٹی سمجھتے ہیں) ان مسائل کو دینی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل نہیں ٹھہراتے اور لوگوں کو ان مسائل کی پابندی وعمل درآمد کے مکلّف نہیں بتاتے بلکہ معافی دیتے ہیں اور ان کے کرنے نہ کرنے میں کسی کو موردِ جرح وگناہ نہیں فرماتے اور علماء اس معافی ورفع حرج کو عافیت اصلیہ یا اباحت اصلیہ سے تعبیر کرتے ہیں

قا ل الله تعا لی : و هو الذی خلق لکم ما فی ا لار ض جمیعاً ۔ الآ یه ۔و قد استد ل بها علی ا لا باحه الا صلیه ا لا مام محمد بن علی الشو کا نی فی فتح القد یر و البیضاوی فی تفسیره و عبارة الشو کا نی و فیه دلیل علی ان ا لا صل فی ا لا شیا ء المخلو قة ا لا با حه حتی یقو م د لیل علی النقل عن هذا الاصل و لا فرق بین الحیوا نا ت و غیر هما مما ینتفع به من غیر ضرر و فی التا کید بقو له جمیعاً اقوی د لالة علی هذا ۔

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔اللہ وہ ہے جس نے تمہارے نفع کے لئے سب کچھ جو زمین میں ہے پیدا کیا ہے ۔اس آیت کو شوکانی اور بیضاوی نے اباحت اصلیہ پر دلیل ٹھہرایا ہے ۔ ترجمہ عبارت شوکانی کا یہ ہے ۔اس آیت میں اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جو کچھ زمین میں مخلوق ہے دراصل سب مباح ہے جب تک کوئی دلیل اس اصل سے پھیرنے والی قائم نہ ہو اور اس حکم میں حیوانات وغیرہ چیزوں میں جو بدون ضرر نفع رساں ہیں کچھ فرق نہیں اور لفظ جمیعاً (یعنی سب کچھ) کی تاکید میں اس مسئلہ پر قوی دلالت ہے)۔

و قا ل الله تعا لی: و ما کنا معذ بین حتی نبعث رسو لاً ۔

و قا ل تعا لی: رسلاً مبشر ین و منذ رین لئلا یکو ن للناس حجة بعد الر سل ۔

و قد استد ل بهما علی ان لا حکم للعقل فی افعال العباد و قبل ورد الشرع ا لآ مدی فی ا لا حکا م و الرزای فی المحصول و عبارة ا لا حکام ۔ مذ هب ا لا شاعرة و اهل الحق انه لا حك لا فعا ل العقلاء قبل ورد الشرع ثم ذکر مذ هب المعتز لة ثم قال ا حتجت الا شا عرة بالمنقو ل و المعقول اما المنقو ل فقوله تعالی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ما كنا معذ بين حتى نبعث رسو لاً

و وجه الد لالة منه انه امِن من العذا ب قبل بعث الرسو ل و ذلك يستلز م انتفاء الو جو ب و الحر مة قبل البعثة و الا لما امن من العذا ب بتقد ير الوا جب و فعل الحرام اذ هو لاز م لهما و نصاً قو له تعا لى :

لئلا يكو ن للناس حجة بعد الرسل

و مفهومه يد ل على الاحتجاج قبل البعثة و يلز م من ذلك نفى الوا جب و المحرم ۔

(ترجمہ: اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہم عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک رسول نی بھیجیں۔ اور فرمایا ہم نے رسول خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے اس لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو بعد پہنچ جانے رسولوں کے جائے عذر وکلام نہ رہے کہ ہم کو احکام الٰہی سے خبر نہیں ہوئی۔

ان دونوں آیتوں سے امام آمدیؒ نے کتاب احکام میں اور امام رازیؒ نے محصول میں اس بات پر استد لال کیا ہے کہ وبل ورود شرع عقل افعال عباد میں حاکم نہیں ہے ترجمہ عبارت احکام آمدی یہ ہے:

مذہب اشعریوں اور باقی اہل حق کا یہ ہے کہ افعال عباد میں قبل ورود شرع کوئی حکم نہیں (یعنی جب تک شرع سے کسی فعل کا حکم ثابت نہ ہو عقل اس میں کچھ کہہ نہیں سکتی)

پھر مذہب معتزلہ کو ذکر کیا (جو عقل کو حاکم مانتے ہیں) پھر کہا اشعریوں نے اپنے مذہب پر نقلی و عقلی دلیل قائم کی ہے۔ نقلی یہ قول اللہ تعالی کا ہے: ترجمہ: ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیجیں۔، وجہ دلالت اس آیت کی اس مذہب پر یہ ہے کہ اللہ نے قبل رسول بھیجنے کے عذاب کرنے سے امن دیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ قبل رسول بھیجنے کے واجب وحرام کا وجود نہیں ہے اس لئے کہ درصورت ترک واجب وفعل حرام کو عذاب لازم ہے اور نیز یہ قول اللہ تعالی کا کہ: اللہ تعالی نے رسول اس لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو بعد پہنچ جانے رسولوں کے جائے کلام نہ رہے۔، اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قبل رسول پہنچنے کے ان کو جائے عذر وکلام ہے۔ اور اس سے وجود واجب وحرام کی نفی لازم آتی ہے)۔

ان آیتوں کے استد لال پر مخالفین کے چند اعتراض بھی ہیں پر ان کو آمدی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے احکام میں اچھی طرح رد کر دیا ہے:

و قال رسو ل الله ﷺ فی جوا ب من سأله الحج کل عا م ذرو نی ما تر کتکم فا نما هلك من کان قبلکم بکثرة سوا لهم و اختلا فهم علی انبیا ء هم فا ذا امر تکم بشی ء فأتوا منه ما استطعتم واذا نهیتکم عن شیء فدعوه ۔ رواه مسلم ۔

و قد استد ل به علی العا فیة ا لاصلیة الشیخ ا لا کبر فی الفتوحات و الا مام النو وی فی شر ح مسلم ۔

و عبارة شر ح مسلم : قو له ﷺ ذرو نی ما تر کتکم دلیل علی ان ا لا صل عد م الو جو ب و انه لا حکم قبل ورد الشر ع و هذا هو الصحیح عند محققی ا لا صو لیین لقو له تعا لی و ما کنا معذ بین حتی نبعث رسو لا ۔

قا ل صا حب الدرا سات و انا ابین و جه د لالة علی المطلو ب و اقول ان ما تر کهم النبی ﷺ و لم یا ت فیه بشیء من حل و حر مة لو لم یکن مبا حاً علیهم فعله او لو کان مما یجب تقدیم السوال علیه قبل فعله حتی یظهر حله او حر مته لما امر هم بتر ك السوا ل فیما تر کهم فیه ای لم یبین لهم حکمه ۔

(آنحضرت ﷺ نے اس شخص کے جواب میں جس نے پوچھا تھا کیا حج ہر سال میں فرض ہے؟ فرمایا ہے مجھے چھوڑ دو (یعنی سوال کرنے سے) جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں (یعنی کچھ حکم نہ دوں) تم سے پہلے لوگ کثرت سوال اور نبیوں سے اختلاف کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے ۔ جب تمہیں میں کچھ حکم کروں تو جتنی طاقت ہو بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو (یعنی اپنی عقل سے کچھ نہ پوچھو اور نہ کچھ حکم تجویز کرو) اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ میں اور امام نووی نے شرح مسلم میں اس حدیث سے عافیت اصلیہ پر استدلال کیا ہے۔ ترجمہ عبارت شرح مسلم کا یہ ہے کہ یہ قول آنحضرت ﷺ کا مجھے چھوڑ دو جب تک میں تمہیں چھوڑ رکھوں، اس بات پر دلیل ہے کہ اصل (افعال عباد میں) عدم وجوب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے (یعنی معافی) اور اسپر کہ قبل ورود شرع کوئی حکم نہیں (یعنی جس میں شرع نے کچھ حکم نہیں دیا وہاں کوئی حکم نہیں ہے) یہی مسئلہ محقق اصولیوں کے نزدیک صحیح ہے اس لئے کہ حق تعالی نے فرمایا ہے ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیجیں۔ نووی کا کلام ختم ہوا۔

صاحب دراسات نے کہا ہے وجہ دلالت اس حدیث کے اس مطلب (عافیت اصلیہ) پر میں بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جس چیز میں آنحضرت ﷺ نے ان کو چھوڑ رکھا اور حکم حلت و حرمت کچھ نہ دیا اگر وہ ان پر مباح نہ ہونے یا اس کے کرنے سے پہلے اس میں سوال کر لینا واجب ہوتا تو آپ ﷺ ان کو سوال ترک کرنے کا حکم نہ دیتے، ان مسائل میں جن کا کچھ حکم نہیں فرمایا)۔

و قال رسول الله ﷺ ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها و حرم حرمات فلا تنهكوها و حد حدوداً فلا تعتدوها و سكت عن اشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها۔رواه الدارقطنی

(ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع نہ کرو، حرام چیزوں کو حرام کیا ہے ان کو عمل میں لاؤ۔ حدیں مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور بہت چیزوں سے بلا نسیان سکوت کیا ہے ان سے کرید نہ کرو (یعنی نہ ان کو فرض واجب کہو نہ حرام بلکہ اباحت و معافی پر رہنے دو۔ حق تعالی نے بنظر معافی ان سے سکوت کیا ہے، بھول کر نہیں)

اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے و ما كان ربك نسياً۔ یعنی تیرا رب بھولنے والا نہیں ہے۔ اور اسی کی تائید کرتا ہے جو ابن عباس سے سنن ابی داؤد میں بصفحہ ۱۸۳ جلد ۲ مروی ہے:

قال كان اهل الجاهلية يأكلون اشياء و يتركون اشياء تقذّراً، فبعث الله نبيه ﷺ و انزل كتابه، و احلّ حلاله و حرّم حرامه، فما احلّ فهو حلال، و ما حرّم فهو حرام، و ما سكت عنه فهو عفو و تلا :قل لا اجد فيما اوحي الیّ محرماً على طاعمٍ يطعمه ۔ الآيه (الانعام:۱۴۵) (سنن ابو داؤد حديث نمبر ۳۸۰۰)

(ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا اہل جاہلیت کئی چیزیں کھاتے اور کئی گھن کر کے نہ کھاتے پس اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالی نے اپنا نبی بھیجا اور اپنی کتاب اتاری اور حلال کو حلال فرمایا اور حرام کو حرام بنایا پس جس چیز کو حلال کہا ہے وہ شرعی حلال ہے اور جس کو حرام کہا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا وہ معافی میں داخل ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ اے نبی تو کہدے میں کسی کھانے والی پر وحی میں کچھ حرام نہیں پاتا مگر فلاں فلاں چیزیں (جو آیت میں مذکور ہیں)

اور نیز اس کا مؤید ہے جو سنن ابوداؤد میں بصفحہ ۱۷۶ جلد ۲ میں حضرت نمیلہ سے مروی ہے:

قال کنت عند ابن عمر فسئِل عن اکل القنفذِ ،فتلا:
قل لا اجد فیما او حی الیّ محرماً ۔الآیہ۔ (الانعام:۱۴۵)
قال: قال شیخ عندہ سمعت ابا ھریرہ یقول:
ذکِرعند رسول اللہ ﷺ فقال: خبیثۃ من الخبائث۔ فقال ابن عمر: ان کان قال رسول اللہ ﷺ ھذا ،فھو کما قال، مالم ندرِ۔ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۳۷۹۹)

(ترجمہ: نمیلہ نے کہا میں ابن عمرؓ کے پاس تھا پس کسی نے قنفذ (ایک جانور ہے جس کو فارسی میں خارپشت کہتے ہیں) کا حکم پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھ سنائی قل لا اجد فیما او حی الیّ محرماً (جس میں قنفذ کی حرمت نہیں آتی گویا اس کی حلت کا فتوی دیا) نمیلہ نے کہا ایک شخص ان کے پاس تھا اس نے بیان کیا کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے وہ کہتے اس قنفذ کا آنحضرت ﷺ کے پاس ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے کہا یہ منجملہ خبیث جانوروں کے ایک خبیث ہے۔ پس ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر آنحضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے (یعنی خبیث وحرام)

تو دیکھو حضرت ابن عمرؓ صحابی نے جب قنفذ کے حکم سے اپنی دانست میں اللہ ورسول کو ساکت پایا تو اس کی حلت کا حکم دیا پھر جب اس کی حرمت میں حدیث سنی تو اس کے قائل ہو گئے۔

یہ تو اللہ اور رسول کے قول سے اباحت اصلیہ کا ثبوت ہے۔ اب اقوال علماء ونقل مذاہب اہل سنت غرا اس کے ثبوت میں نقل کئے جاتے ہیں:

مسلّم الثبوت میں ہے:

لا حکم الا من اللہ تعالی ۔ لا نزاع فی ان الفعل حسن و قبیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلاً بمعنی صفته الکما ل و النقصا ن او بمعنی ملا ئمة الغرض الد نیاوی و منا فرته بل بمعنی استحقا ق مد حه تعا لی و ثوا به و مقا بلیهما فعنده الا شا عرة شر عی ای بجعله فقط فما امر به فهو حسن و مانهی عنه فهو قبیح و لو انعکس الا مر لا نعکس الا مر عند نا و عند امعتز لة عقلی ای لا یتوقف علی الشرع لکن عبد نا لا یستلز م حکماً فی العبد بل یصیر مو جباً لاستحقا ق الحکم من الحکیم الذی لا یر جح المر جو ح فما لم یحکم لیس هنا ك حکم و من ههنا اشتر طنا بلو غ الدعوة فی التکلیف بخلاف المعتز لة کا ا لا مامیة و الکرامیة و البراهمة فانه عند هم یو جب الحکم فلو لا لشارع و کا نت ا لا فعا ل لثبت ا لا حکا م

(ترجمہ: حکم نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے۔ اس میں جھگڑا نہیں ہے کہ افعال عقلاً بمعنی منفعۃ کمال ونقصان ہوتے ہیں یا نہیں یا بمعنی مناسبت ومخالفت غرض دنیاوی ہوتے ہیں یا نہیں بلکہ جھگڑا اس میں کہ حسن بمعنی استحقاق مدح وثواب کے اللہ کی طرف سے اور قبیح بمعنی استحقاق ملامت وعذاب کے اللہ تعالی کی طرف عقلاً ثابت ہوتا ہے یا نہیں

سو اشعریوں کا مذہب یہ ہے کہ ایسا حسن وقبح عقل سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ فقط شریعت ہی سے ہوتا ہے پس جس چیز کا شرع میں امر ہو وہ حسن ہے اور جس کی شرع میں ممانعت آ گئی وہ قبیح ہے اور اگر شرع میں اس امر ونہی کا عکس ہوتا تو ان چیزوں کے حسن وقبح کا بھی عکس ہو جاتا اور ہمارے (حنفیہ ماتریدیہ) اور معتزلہ کے نزدیک حسن وقبح بمعنی مذکور عقلی ہے یعنی شرع پر موقوف نہیں ولیکن ہم (حنفیہ) میں اور معتزلہ میں (باہم اتنا فرق ہے) کہ ہمارے نزدیک وہ حسن وقبح عقلی بندہ کے حق میں مثبت حکم نہیں بلکہ موجب استحقاق حکم کا خداوند حکیم سے ہے جو غیر راجح کو ترجیح نہیں دیتا۔ پس جہاں خدا تعالی نے کچھ حکم نہیں دیا وہاں کوئی حکم نہیں ہے اسی واسطے ہم نے (یعنی ماتریدیہ نے) کافر کے مکلّف باحکام ہونے میں دعوت نبی کی پہنچ جانا شرط ٹھہرایا ہے بخلاف معتزلہ کے (کہ وہ حسن وقبح اشیاء کو مثبت احکام سمجھتے ہیں اور عقل کو حاکم جانتے ہیں) جیسے امامیہ (شیعہ) کرامیہ براہمہ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکماء ہنود (یعنی پنڈت) ان کے نزدیک حسن وقبح مثبت حکم ہے اگر شارع نہ ہوتا اور یہ افعال پائے جاتے تو ان پر یہی احکام حلال وحرام عقل سے لگائے جاتے ایسا ہی شرح مغنی میں حسن وقبح کے تین معنی بیان کر کے دو معنی اول میں اتفاق اور معنی ثالث میں اہل سنت ومعتزلہ وغیرہ کا اختلاف نقل کیا ہے چنانچہ کہا ہے:

و اما با لتفسير الثا لث فقد ا ختلفوا فيه فقا لت ا لا شا عرة انهما بمجر د حكم الشرع وقا ل المعتزلة و الكرا مية و البراهمة انهما بالعقل ا يضاً اى للذا ت او للصفة ۔

(ترجمہ: رہا حسن وقبح بمعنی ثالث سو اس میں اختلاف ہے۔ اشعری کہتے ہیں یہ محض شرع سے ہے اور معتزلہ کرامیہ پنڈت کہتے ہیں یہ عقل سے ثابت ہو سکتے ہیں ذات فعل سے ہوں خواہ اس کی صفت سے)

اور مختصر الاصول میں ہے:

و قا ل المعتز لة و الكرا مية و البراهمة الا فعا ل حسنة و قبيحة لذا تها فا لقد ماء من غير صفة و قو م بصفةٍ فى القبح و الجبا ئية لو جوهٍ و اعتبارا ت ۔ انتهى ما فى المختصر و نسبه فى الشر ح الى الخوا ر ج ا يضاً ۔

(ترجمہ: معتزلہ اور کرامیہ اور پنڈت لوگ افعال کے ذاتی حسن وقبح کے قائل ہیں پھر ان متقدمین قائل ہیں کہ افعال بدون اعتبار کسی صفت کے اپنی ذات سے حسن وقبح ہیں اور ایک قوم کہتی ہے کہ بلحاظ صفت ہیں بعض کہتے ہیں کہ قبیح میں صفت کا لحاظ ہے نہ حسن میں اور جبائی (رئیس معتزلہ کا نام ہے) کی اتباع سے کہتے ہیں حسن قبح اس کے وجوہ واعتبارات سے ہے۔

یہ مختصر کا مطلب ہے اور شرح میں اس مذہب معتزلہ وغیرہ کو خوارج کی طرف بھی نسبت کیا ہے)

ان عبارات میں صاف تصریح ہے کہ اہلسنت والجماعت کثر هم الله تعا لى عقل کو مثبت احکام نہیں جانتے اور جس امر میں شریعت نے حرمت و وجوب کا حکم نہیں دیا یہ اس کو عقل سے حرام یا واجب نہیں بتاتے جیسا کہ قرآن وحدیث کا صریح منطوق ہے عقل کو حاکم جاننا اور عقل سے اشیاء کو حرام وواجب کہنا معتزلہ یا خوارج یا شیعہ یا کرامیہ یا پنڈتوں کا کام ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس مسائل قسم ثالث کا قرآن وحدیث میں پایا نہ جانا نیز موجب عار نہ ہوا بلکہ ان کو مسائل دین کہنا محل انکار۔

بالجملہ جس قدر مسائل دین ہیں وہ سبھی قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور جو اس میں موجود نہیں وہ مسائل دین نہیں ہیں۔

اس بیان سے جواب سوال فرقہ دوم ادا ہوا اور اسکے ضمن میں ردمقولہ فرقہ اول جو بضمن تائید مستقل طور پر ادا ہو چکا تھا دوبارہ نیز ادا ہوا۔ جس سے تائید مضمون دراسات بوجہ اتم ہوئی اور اس کی تمام سے مضمون دفعہ سوم پر پوری شہادت گذری جس کے پورے ہونے سے تینوں دفعات جواب اصل سوال کے جو بصفحہ ۷۵۔۷۶ رسالہ نمبر ۵ میں منقول ہوا صحت وصداقت کو پہنچے۔ اور خوب محقق ہو گیا کہ:

اولاً یہ احتمالات کہ ۱۔ حدیث منسوخ ہوگی، ۲ یا معارض ۳ یا مخصوص بعض افراد عموم یا ۴ مخصوص بمورد یا ۵ مؤول (جسکو مقلدین عمل بالحدیث کی آڑ بناتے ہیں) لائق التفات نہیں۔

ثانیاً منجملہ ان احتمالات کے حدیث میں ایسا کوئی احتمال نہیں جو روایات فقہیہ میں نہ ہو۔ ثالثاً ان احتمالات کا علاج وتدارک کتب فقہ میں ایسا نہیں ہوا ہے جو کتب حدیث میں نہ ہو۔

اسی کے ضمن میں شیخ عبدالحق ؒ کے اس کلام کا جو اس کی تائید میں بصفحہ ۷۶ منقول ہوا ہے کہ کھوٹ وفساد نیز ظاہر ہو گیا اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ جن عذرات ثلاثہ کو اپنے عمل بالحدیث کے لئے آڑ بنایا ہے

۱۔ یعنی اول یہ کہ مجتہدین نے احادیث کے ناسخ ومنسوخ وصحیح وسقیم وظاہر ومؤول کی تحقیق کر رکھی ہے اس لئے ان کی تقلید چھوڑ کر عمل بالحدیث ہو نہیں سکتا ہے۔

۲۔ یہ امر محدثین متقدمین کو میسر تھا۔

۳۔ قیاس واجتہاد کے سوائے آج کل کام نہیں چلتا ہے یعنی فقط قرآن وحدیث سے سبھی دینی مسائل نکل نہیں سکتے جب تک کہ فقہاء کی من گھڑی باتوں اور کتب فقہ کی روایتوں کی طرف رجوع نہ کریں۔

یہ عذرات عمل بالحدیث کے لئے آڑ نہیں ہو سکتے ہاں آپ کے بھولا پن اور معذوری کی وجوہ بن سکتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ ظاہر ہونے فساد اس کلام فضول اور ان عذرات معقول کے علماء ناظرین ہمارے جواب پر تو مخفی نہیں ولیکن عوام ناظرین کی انتباہ کے لئے تصریح ماعلم ضمناً (جو ضمناً معلوم ہوا اسکا بیان) مناسب نظر آئی جو بطور اجمال عمل میں آتی ہے اور جس کو اس میں تفصیل کی طلب ہو وہ کتاب مستطاب دراسات اللبیب کو جس کی دراسہ اولی خاص کر شیخ جی کے اسی قول کے رد میں تالیف ہوئی ہے صفحہ ۲۵ سے صفحہ ۵۴ تک ملاحظہ میں لاوے۔

پس واضح ہو کہ وجہ فساد عذر اول جناب یہ ہے کہ جیسے مجتہدین مذاہب سے تمیز ناسخ ومنسوخ وصحیح وسقیم وتطبیق وتاویل احادیث عمل میں آئی ہے ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر آئمہ محدثین حاملان لواء سنۃ سید المرسلین ﷺ سے ظاہر ومدون ہو چکی ہے۔ پھر مجتہدین کے مجرد اقوال کی تقلید میں پھنسے رہنا اور عمل بالحدیث سے جس کے سب مدارج تحقیقات محدثین کی سعی سے طے ہو چکے ہیں منہ پھیرنا مسلمان متبع سنت کے لئے کب جائز ہے۔

اور وجہ فساد عذر دوم یہ کہ جیسے محدثین متقدمین کو یہ امر (یعنی علم ناسخ ومنسوخ صحیح وسقیم کا) اپنی تحقیقات سے میسر تھا اور عمل بالحدیث جائز ویسے متاخرین کو متقدمین کی تصانیف سے (جو ہر باب میں کر گئے ہیں) یہ علم میسر ہو سکتا ہے۔ پس چاہیے کہ ان کے لئے بھی عمل بالحدیث جائز ہو۔ بلکہ بسا اوقات متاخر کو وہ بات معلوم ہو جاتی ہے جو ایک متقدم سے رہ جاتی ہے اور ایک متاخر کئی متقدمین کا علم حاصل کرنے سے ان ایک ایک سے بڑھ جاتا ہے دیکھو مبحث مخفیات ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان نمبر ۶ سے ۱۱ تک۔

اور وجہ فساد عذر سوم یہ کہ دینی مسائل تو قرآن وحدیث میں سبھی آجاتے ہیں رہی فقہاء کی من گھڑت باتیں سو داخل دین نہیں ہیں۔ اور اگر مجرد، یجوز لا یجوز بدون شہادت واستناد کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ کے مسائل دین ہو سکتے ہیں تو یہ کون سی بہادری ہے ہر شخص اگرچہ جاہل ہو بیٹھا بیٹھا یہ کام کر سکتا ہے اور سینکڑوں ابواب میں یجوز ولا یجوز کہہ سکتا ہے اور اس کو ایک کتاب بنا کر منیۃ المصلی وغنیۃ المستملی ویا تنویر الابصار یا درمختار نام رکھ سکتا ہے۔

پس شیخ صاحب کے یہ عذرات بجز بیان ان کی معذوری وبھولا پن کے کس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر کے مشمر ہو سکتے ہیں؟

اس عاجز اور ہر محقق کا شیخ جی کی نسبت یہ خیال ہے اور ہونا چاہیے کہ ان کو کتب پر عبور اور اقوال علماء پر عشور (اطلاع) تو تھا ولیکن فہم مضامین نصیب اعداء۔ اسی سبب سے بہت جگہ ایسی الٹی پلٹی باتیں کہہ دیتے ہیں اور اپنا بھولا پن اور کم فہم ہونا خوب مدلل کر دیتے ہیں مثلاً ایک جگہ شرح سفر السعادۃ (مطبوعہ مطبع نولکشور) میں بصفحہ ۲۷۲، ۲۷۳ پہلے آپ نے قبروں کے پختہ بنانے اور ان کے بلند کرنے کا بدعت ومکروہ ہونا اور اونچی قبروں کو گرا کر پست کر دینا بدلائل قویہ واحادیث صحیحہ مدلل کیا ہے پھر اس کا خلاف کرتے ہیں اور صاف فرماتے ہیں کہ حق تو یہی ہے اور طریق نبوی وسیرۃ صحابہ یہی ولیکن پچھلے زمانہ میں اس نظر سے کہ عوام فقط ظاہری رونق دیکھتے ہیں مشائخ وعلماء کی قبروں پر عمارتیں بنانا مستحسن (پسندیدہ بات) ہو گیا ہے تاکہ اہل اسلام کی شوکت پیدا ہو اور ان مقامات کی عظمت شان سے ہندوؤں پر رعب پڑے۔ پھر ان احادیث ممانعت کے مقابلہ میں استحسان متاخرین پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بہتیرے ایسے فعل ہیں کہ سلف (یعنی آنحضرت ﷺ وصحابہ وتابعین) کے نزدیک مکروہ تھے ولیکن متاخرین کے رائے سے مستحسن ہو گئے ہیں۔

اب علماء ان کے اس کلام سے ان کی فہم وفراست کا خوب اندازہ کر سکتے ہیں اور اس بات سے ان کا بھولا پن یقیناً جان سکتے ہیں۔ اظہار شوکت اہل اسلام کے لئے ارتکاب منہیات صریحہ جس کی ممانعت مسلّم الثبوت ہو کب جائز ہو سکتا ہے۔ یہ ہو تو چاہیے کہ اظہار شوکت کیلئے کافروں سے مسلمان سجدہ عبادتیں کرا دیں، اور اپنے جلسوں اور مکانوں پر انگریزی باجے بجوائیں، شتریاں رکھوائیں، آتش بازیاں چھڑوائیں، شاید یہ جو قبروں پر عبادتیں ہوتی ہیں، اور زندہ ومردہ مشائخ پوجے جاتے ہیں، خانقاہوں میں نقارہ شتریاں بجتی ہیں۔ شب برات ومحرم میں آتش بازیاں چھٹتی ہیں۔ یہ سب شیخ صاحب ہی کے اصول پر مبنی ہے۔ ایسے علم کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے اور ہونا نہ ہونے سے بدتر۔ کما قیل:

و ان کنت لا تدری فتلك مصیبة
و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اگر تجھے علم نہیں تو یہ ایک مصیبت ہے اور اگر علم ہوا تو اور بڑھ کر مصیبت ہے)

امام ربانی مجتہد یمانی محمد بن علی الشوکانیؒ نے رسالہ ادب الطلب میں اس مسئلہ میں عجیب کلام کی ہے جس میں شیخ جی کی اس کلام کی اچھی طرح خاک اڑتی ہے:

قا ل و من اعظم الذرا ئع الشيطا نية انهم بالغوا فى التا نق فى عمارة قبور مقتديهم من الصالحين و نصبوا عليها القبا ب و جعلوا على ابوا بها الحجا ب و و ضعوا عليها من الستور العالية و ا لآ لا ت الرا ئقة ما يهرا لنا ظر اليه و يدعو ه الى التعظيم ثم يز يدذ لك قليلاً قليلاً حتى يحصل لهم من الاعتقاد فى او لئك ما يقد ح فى تو حيد هم و اسلا مهم لو اتبع الناس ما ارشد اليه الشا رع ﷺ من تسوية القبور كما ثبت فى صحيح مسلم و غيره من حد يث ابى الهيا ج قا ل قا ل لى على بن ابى طا لب ا لا ابعثك على ما بعثنى عليه رسو ل الله ﷺ ان لا تدع قبراً مشر فاً ا لا سويته و لا تمثا لًا ا لا طمسه و ا خر ج ابو دا ؤد و ابن ما جه و ابن حبا ن و الحا كم من حد يث جابر ان النبى ﷺ نهى ان يجصص القبر و ان ينبنى عليه و ان يكتب عليه و ان يو طى و ا خر ج مسلم بدون ذكر الكتا بة قال الحا كم النهى عن الكتا بة على شر ط مسلم و هى صحيحة عزيبة و العمل من آ ئمة المسلمين من المشرق الى المغر ب على خلاف ذ لك يعنى يقرّو ن كتا بة الاسم من دو ن الا نكار ۔ انتهى ۔ واقو ل لا حجة فى ا حد خا لف السنة كا ئناً ما كا ن قل عددهم او كثر فليس لهم ان يشرعوا للناس غير ما شر عه الله تعا لى بل يحملو ن على الخطا و عدم العنا ية با لشر يعة و التسا هل فى امر الدين و ما هذا با ول باب من ابوا ب الشرع اهمله الناس و خا لفوا فيه السنن الوا ضحة و لاسيما بعد ان استعلى الجهل على العلم و لا اعتبار بسكو ت اهل العلم الذين

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هم اهله فا نهم مغلو بو ن مخبو طون بسو ط العا مة الذين منهم السلا طين و جنو د هم كما قد منا الا شارة اليه و اطباق المشرق و المغر ب على الكتا بة هو كا طباقهم على رفع القبور وتجصيصها و جعلها مسا جد و بنا ء القبا ب عليها فخا لفوا فى جميع ذ لك ما تقدم عنه ﷺ وقد ثبت فى الصحيح من انه ﷺ قال لا تجعلوا قبرى مسجداً لا تجعلوا قبرى و ثناً لعن الله اليهود ا تخذوا قبور ا نبياء هم مسا جد ثم كا ن الواقع من امة محمد ﷺ بعد هذا التا كيد انهم بنوا على قبره الشر يف قبة و ما زا ل ملو ك ا لا سلا م يبا لغو ن فى تحسينها و رفع سمكها و و ضعوا القبا ب و رفعوا القبور و كا نوا يفعلو ن هذا باهل الصلاح ثم تزا ئد الشر وصا روا يفعلو نه لمن له رياسته دنيو ية و ان كا ن من افجد الفجرة و يوصى الميت فى و صيتة بذ لك و اعجب من هذا كله تصريح جما عة من اهل الفقه با نه لا با س بذ لك اذا كا ن الميت فا ضلاً و قا بلوا نصو ص النهى عن ذ لك بقولهم قد استحسنه بعض السلف فلو صح ما زعمو ه فلا حجة فى استحسا ن ا حد مخا لفاً للشرع كا ئناً ما كان فاما ول مبتد ع و مخا لف للشرع و لقد تز لز ل بهذا السبب اقدام كثير من العبا د عن ا لا سلا م فا نها لو كا نت القبور عن تلك الصفة المشرو عةلم يحد ث من هذه المفاسدة شيء

(ترجمہ: امام شوکانیؒ نے فرمایا ہے بڑے وشیطانی وسائل فساد سے ایک یہ امر ہے کہ انہوں نے اچھے لوگوں کی قبروں کی خوبصورتی عمارات میں مبالغہ کیا ہے اور ان پر سائبان یا گنبد بنا رکھے ہیں اور ان کے دروازوں پر پردے لٹکائے ہوئے اور ان پر بیش قیمت غلاف وغیرہ اسباب رونق جو دیکھنے والے کو تعجب میں ڈالیں اور ان کی تعظیم کی طرف بلا ویں۔ پھر یہ امر تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے یہاں تک کہ ان کو ان کی نسبت ایسا اعتقاد پیدا ہوتا ہے جو ان کی توحید واسلام کو توڑ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالتا ہے۔ کاش کہ لوگ اس امر کے تابع ہوں جو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبروں کو زمین کے ہموار کیا جاوے۔ چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ میں ابوالہیاج اسدی کی حدیث سے ثابت ہے اس نے کہا مجھے علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کیا میں تجھے اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا وہ یہ کہ کسی اونچی قبر کو نہ چھوڑ، مگر اس کو ہموار کر دے۔ اور کسی تصویر کو نہ چھوڑ، مگر اس کو مٹا دے۔

اور ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ وابن حبانؒ وحاکمؒ نے حدیث جابرؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قبر پر گچ کرنے عمارت بنانے اور اس پر لکھنے اور اسکو پائمال کرنے سے منع کیا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے بدون ذکر کتابت کے روایت کیا ہے۔

حاکم (ابوعبداللہ محدث) نے کہا ہے کہ ممانعت قبر پر لکھنے کی مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور عمل مشرق ومغرب کے مسلمانوں کے اماموں کا اس کے خلاف پر ہے وہ لوگ قبر پر نام لکھنے کو جائز رکھتے ہیں۔

میں (شوکانی) کہتا ہوں کسی کی کچھ سند نہیں جو مخالف سنت ہو جو کوئی ہو تھوڑے ہوں یا بہت ان کو جائز نہیں کہ وہ شریعت نکالیں جو خدا تعالیٰ نے نہیں نکالی بلکہ ان کے قول وفعل کو (جو مخالف سنت ہو) خطا پر محمول کیا جاوے گا۔ اور اس پر کہ انہوں نے شریعت کی طرف توجہ نہیں کی اور دین کے کام میں سستی کی ہے اور یہ پہلا امر شرع نہیں جسکو انہوں نے بے کار کر رکھا ہے اور اس میں احادیث واضح کا خلاف کیا یعنی اس سے پہلے اور بہتیرے امور میں خلاف کیا ہے خصوصاً اس سے پیچھے کہ جہل علم سے اونچا ہو گیا، اور اسمیں اہل علم کے چپ رہنے کا کچھ اعتبار نہیں اسلئے کہ وہ مغلوب ہیں اور عامہ خلائق (جن میں بادشاہ اور ان کے لشکری بھی شامل ہیں) کی چابک سے خبطی۔ چنانچہ ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں۔ اور مشرق ومغرب کا اس لکھنے پر ایسا اتفاق ہے جیسے قبروں کے بلند اور گچ کرنے اور ان کو مسجدیں بنانے اور ان پر گنبد بنا کرنے پر اتفاق ہے جن سب چیزوں میں انہوں نے آنحضرت ﷺ کے اس حکم کے خلاف کیا ہے جو گذر چکا ہے۔ اور حدیث صحیح میں یہ بھی آچکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری قبر کو مسجد نہ بناؤ میری قبر کو وثن (معبود باطل سوائے تصویر کے حجر ہو خواہ شجر خواہ تابوت خواہ کوئی مکان) نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ یہود کو لعنت کرے جنہوں نے نبیوں کی قبریں مسجدیں بنالیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کی امت سے اسکا خلاف واقع ہوا انہوں نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر قبہ بنایا اور بادشاہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خوبصورتی و بلند کرنے میں مبالغہ کرتے رہے (ایسے ہی) اور قبروں پر قبہ بناتے رہے، اور ان کو اونچا کرتے رہے۔ یہ نیک بختوں کی قبروں سے ہوا۔ پھر یہ شر ایسا بڑھا کہ دنیا کے سرداروں کے لئے بھی یہی کام کرنے لگے اگرچہ وہ بدکاروں سے بدکار ہوں اور مرنے والے یہ بات اپنی وصیتوں میں کہنے لگے۔ اور ان سب باتوں سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ فقہ والوں کی ایک جماعت نے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر میت بزرگ شخص کی ہو تو اس کے لئے ان کاموں کا کوئی مضائقہ نہیں۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی احادیث کا جو اس کی ممانعت میں ثابت ہیں اس دلیل سے مقابلہ کیا ہے کہ ان کاموں کو بعضے پچھلے علماء نے مستحسن (پسندیدہ) کہا ہے سو اگر واقعی کسی نے پسند بھی کیا ہو تو خلاف شرع کسی کے پسند کرنے کی کچھ سند نہیں چاہے کوئی ہو۔ وہ پہلا بدعتی ہے اور شرع کا مخالف۔ اس سبب سے بہتیرے بندوں کے اسلام سے قدم پھسل گئے ہیں اور اگر قبریں شرعی طور پر ہوتیں تو یہ فساد پیدا نہ ہوتے۔ تمام ہوا کلام شوکانیؒ کا)

اس میں شیخ صاحب کی تجویز شوکت کا بھی ابطال ہوا اور استحسان بمقابل نصوص کا جواب بھی آ گیا۔

جناب شیخ صاحب اور ملاں جیون جون پوری اور مولوی قطب الدین خان صاحب مرحوم دہلوی تینوں ایک سا فہم رکھتے اور ایک سی باتیں کیا کرتے میں نے چاہا تھا کہ چند آثار مشہورہ اور اقوال مسطورہ ان کے بھی معرض نقل میں لاؤں لیکن خوف تطویل رخصت ذکر نہیں دیتا۔

اس بیان بابرہان سے ثابت ہوا کہ مومن متبع سنت کے لئے عمل و اعتقاد کی مطلب براری قرآن و حدیث سے سہل و آسان ہے اور کتب فقہ سے مشکل، اور عمل بالحدیث سراسر صواب و نجات ہے اور تقلید فقہ و اقوال فقہاء میں احتمال خطا و ہلاکت۔ پس طالبان حق اشتغال کتب حدیث کو شعار و وثار بناویں اور کتب فقہ کو غلافوں میں لپیٹ کر ابھی صندوقوں میں بند کر رکھیں پھر جب کتاب وسنت میں ماہر ہوں اور صحت و فساد، وجووۃ و کساد اقوال فقہیہ کی تمیز کرنے کے لائق ہوں تو ان کتابوں کی طرف مراجعت کریں۔

ایسا ہی امام الحنفیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے چنانچہ رسالہ نمبر ۴ صفحہ ۶۳ میں ان سے منقول ہو چکا ہے کہ کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قول کو لے جب تک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی اصل (یعنی قرآن وحدیث سے) جان نہ چکے۔،
اور ایسا ہی آئمہ محدثین نے ارشاد کیا ہے ان کے اقوال تتمہ نمبر۳ میں گذر چکے ہیں۔

سوال: تم نے تو اس بحث طویل وتفصیل با دلیل سے حدیث کو آسان اور فقہ کو مشکل بنا دیا ہے ولیکن تمہارے مذہب محمدی کے ایک امام محمد بن اسماعیل بخاری نے کیوں حدیث کو مشکل اور فقہ کو آسان کہا ہے چنانچہ مقلدین بلیہ وال نے اپنے رسالہ انتصار الاسلام (جسکا نام اس مصرعہ کا مصداق ہے: برعکس نہند نام زنگی کافور) امام بخاری سے بواسطہ بعض شراح صحیح بخاری کے یہ قول نقل کیا ہے۔

جواب: امام بخاریؒ نے وہ بات ہرگز نہیں کہی جو مقلدین بلیہ وال نے ان سے نقل کی ہے وہ نقل غلط ہے اور وہ قصہ جو اس نقل میں ہے محض کذب۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ اس کے وضعی ہونے کے ہمارے پاس موجود ہیں تفصیل اسکی ہم اس رسالہ مستقلہ میں کریں گے جو مقلدان بلیہ وال کے جواب میں عنقریب لکھیں گے۔ اس مقام میں تفصیل اس کی موجب فرط تطویل نظر آتی ہے۔ اور اگر بطور فرض محال امام بخاریؒ کا وہ کہنا ہم فرض بھی کر لیں جیسے زمین کو اوپر اور آسمان کو نیچے کوئی خیال کر لے تو بھی ہم پر وہ قول حضت نہیں ہوسکتا ہے ہم لوگ امام بخاریؒ کے مقلد نہیں ہیں اور نہ ان کو خطا سے بری سمجھتے ہیں ہم ان کی امامت نقل و روایت میں مانتے ہیں نہ عقل و درایت میں یعنی جو امر وہ حضرت رسالت ﷺ سے نقل کرتے ہیں اس کو صحیح جانتے ہیں نہ یہ کہ جو بات وہ رائے واجتہاد سے کہے وہ بھی مان لیتے ہیں۔ یہ بات آپ اس احمق کو کہیں جو بخاری کا مقلد ہو اور تقلید فقہاء کو چھوڑ کر محدثین کی تقلید میں آپھنسا ہو۔

یہ کلام صفحہ ۶۲ نمبر چہارم سے یہاں تک ابطال امر دوم میں منجملہ امور ثلاثہ مضمون ہشتم حضرت مخاطبین کے ہوئے۔ اب ابطال امر سوم منجملہ امور مذکور عمل میں آتا ہے۔

ابطال امر سوم مضمون ہشتم:

یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ بنی بنائی دوا دے دینی نسخہ لکھ دینے سے بہتر ہوتی ہے و لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ اس دوا کے بنانے والا حکیم حاذق ہو، ومع ذالک امانت دار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہو۔ اور اگر وہ نیم حکیم ہے، یا دوا بنانے اور بیچنے میں خیانت کیا کرتا ہے کہ بجائے شہد، زہر ملا دے اور بجائے عرق کاؤ زبان، قاروہ الٹا دے، تو پھر آپ ہی فرمایئے ایسے شخص کی مجہول الحال دوا استعمال کرنا شرعاً وعقلاً کب جائز ہے۔ آپ نے یہ مثل نہیں سنی: نیم حکیم خطرہ جان نیم ملا خطرہ ایمان۔

اب رہی تحقیق اس امر کی کہ ہدایہ یا شرح وقایہ یا روئے زمین پر کوئی اور کتاب فقہ مقلدین کی بمنزلہ اس دوا کے ہے جس میں وہ شرط پائی جاوے یا نہیں، سو ناظرین مباحث متعلقہ اشتہار متنازعہ فیہ خصوصاً مبحث ابطال امر دوم پر مخفی نہیں۔ ہم کیا کہیں اور کیا سناویں اور جاگتے کو کیونکر جگاویں۔ آپ کے نزدیک یہ کتابیں ایسی ہیں تو آپ کے لئے یہ شفا ہیں، پر ہم لوگوں کے سامنے جو ان کتابوں میں یہ شرط مفقود سمجھ کر ان کے پرکھنے کی طرف متوجہ ہوئے ہیں، انہیں کا پیش کرنا کب زیبا ہے۔ صاحب شرم ایسی بات کہتا ہوا شرماتا ہے، غیر منفعل جو جی میں آوے منہ پر لاتا ہے

و لقد صدق رسو ل الله ﷺ ان مما ادرك الناس من كلام النبوة ا لاولى اذا لم تستحى فا صنع ما شئت

(ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا مجملہ ان باتوں کے جو پہلے نبوت سے چلی آتی ہیں یہ بات ہے کہ حیا نہ کرے جو چاہے سو کرے)

اب ہم سے سنیئے، بنی بنائی دوا اس باب میں، جس میں وہ شرط متحقق ہے، کو ن سی ہے اور کس عطار یا حکیم کے یہاں وہ ملتی ہے۔ وہ دوا قرآن مجید ہے جو اللہ عزیز حکیم کی طرف سے منزل ہے، یا حدیث رسول ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ طبیب روحانی و حکیم ایمانی کی تجویز سے مرکب۔

قا ل ا لا ما م محمد بن على الشو كا نى فى اد ب الطلب :

و اعلم ان المفاسدا لما حقة لبركة العلم و المفر قة لكلمة المسلمين كثيرة جداً و اعظم ما ا صيب به دين ا لاسلا م من الدوا هى الكبار امرا ن ا حد هما هذه المذا هب التى ذهبت بهجة ا لاسلا م و غير ت رو نقه و الا مر الثانى هذه الاعتقادات الحاد ثة للامة فى صا لحى ا لا موات حتى صا ر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الر جل يقر ن من يعتقده من المو تى بمن يقلده منهم فيقو ل اما مه فى المذ هب فلا ن و شيخه فى ا لاعتقا د فلا ن ۔ ثم ذكر مفا سد عقا يد عبدة المشائخ من عبا دة القبور و بد عا تها التى مر ذكر شىء منها قر يباً ثم ذكر الطا ئفة المتصوفة و محدثا تهم ثم قا ل و لا انكران فى هذه الطا ئفه من قد بلغ فى تهذ يب نفوه و غسلها من الطوا غيت البا طنة و الا صنا م المستو ره عن الناس كا لحسد و الكبر و العجب و الر ياء و محبة الثناء و الشرف و الما ل و الجا مبلغاً عظيماً و ارقى مرتقى جسيماً و لكنى اكره له ان يتداوى بغير الكتا ب و السنة و ان يتطب بغير الطب الذى ا ختار الله تعا لى لعبا ده فا ن فى القوا ر ع القر آ نية والزوا جر المصطفوية ما يغسل كل قذر و ير حض كل در ن و يد فع كل شبهة فا نا ا حب لكل عليل فى الدين ان يتداوى بهذا الدواء فبعكف على تلاوة كتاب الله عز و جل متبد براً له متفهما لمعانيه با حثاً عن مشكلا ته سا ئلاً عن معضلا ته و يستكثر من مطا لعة السيرة النبوية و يتد بر ما كا ن ﷺ يفعله فى ليله و نهاره و يتفكر فى ا خلا قه و شما ئله و هد يه و سمته و ما كا ن عليه اصحابه و كيف كا ن هد يهم فى عبا دا تهم و معا ملا تهم فا نه اذا تداوى بهذا الدوا ء و لاحظته العنا يت الر با نيه و جذ بته الهدا يت ا لا لهيه فاز بكل خير۔

(ترجمہ: امام محمد بن علی شوکانیؒ نے ادب الطلب میں کہا ہے تو جان لے کہ مفاسد علم کی برکت کھونے والے اور مسلمانوں کی بات میں پھوٹ ڈالنے والے نہایت کثرت سے ہیں اور بہت بڑی آفت ان آفات سے جن کے سبب اسلام کو مصیبت پہنچی ہے دو امر ہیں ۔ ایک تو یہ کہ مذاہب (حنفی شافعی حنبلہ مالکی وغیرہ) جنہوں نے اسلام کی تازگی کو کھو دیا ہے اور اس کی رونق کو بدلا دیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا یہ نئے اعتقاد جو اس امت کو نیک بخت مردوں کے حق میں پیدا ہوئے ہیں یہ امر پہلے امر سے ایسا چسپاں ہے کہ لوگ اپنے مردے کو جس سے اعتقاد رکھتے ہیں اپنے امام سے جس کی تقلید کرتے ہیں ملا دیتے ہیں۔ پس کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب میں امام فلانا ہے اور سلسلہ اعتقاد میں پیر فلاں۔ پھر امام شوکانی پیر پرستوں کے اعتقادوں کے مفاسد (قبروں کی پرستش اور بدعتیں جن کا ذکر عنقریب شیخ عبدالحق کے مقابلہ میں گذرا) ذکر کیا کئی پیر بناوٹی صوفیوں اور ان کی بدعات کا ذکر کیا پھر کہا میں ان کا منکر نہیں کہ جو ان لوگوں میں (سچے ہیں) اخلاق نفس کے سنوارنے اور اون چھپے بتوں سے (جیسے حسد وتکبر وخود پسندی ونمائش وحب تعریف وشرف مال ورتبہ) پاک کرنے میں پرلے درجہ پہنچ گئے ہیں ولیکن میں اس امر کو برا سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے سوائے اور دوا استعمال میں لاتے ہیں اور جو طب ان کے لئے خدا نے مقرر کر دی ہے اس کے سوائے دوسری طبابت سے معالجہ کرتے ہیں قرآن وحدیث میں ایسے زواجہ (برے کاموں سے روکنے والی آیات) ہیں جو سب میل کچیل دھو دیں اور سب شبہ مٹا دیں۔ میں سب دینی مریضوں کے لئے یہی پسند کرتا ہوں کہ اسی دوا سے معالجہ کریں تلاوت قرآن پر تدبر وفہم سے گرے رہیں اور مطالعہ سیرت نبوی بکثرت کریں اور آنحضرت ﷺ کے معمولات شبانہ روزی کو سوچیں اور ان کے اخلاق وشمائل کو فکر میں لاویں ایسا ہی اصحاب کی عبادات ومعاملات کو اور جب ایسی دوا سے معالجہ کیا اور عنائت ربانی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور ہدایت الٰہی نے جذبہ کیا تو کل نیکیوں کی طرف پہنچے)

و قا ل الحا فظ ابن القيم فى زاد المعاد فى هد ى خير العبا د :
فاما طب القلو ب فمسلّم الى الرسل صلوة الله و سلا مه عليهم و لا سبيل الى حصو له ا لا جهتهم و على ايد يهم فا ن صلا ح القلو ب ان تكو ن عار فة بر بها و فا طر ها وباسما ء ه و صفاته و افعا له و احكا مه و ان تكو ن مؤثرة لمر ضيا ته مجتنبة لمناهيه و مسا خطه و لا صحة لها و لا حيوة ا لبتة ا لا بذ لك و لا سبيل الى تلقيه ا لا جهة الر سل و ما يظن من حصو ل صحة القلب بدو ن اتبا عهم فغلط ممن يظن ذ لك وانما ذ لك حيوة نفسه البهيمة الشهوا نية و صحتها و قو تها و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیوۃ قلبه و صحته و قو ته عن ذ لك بمعز ل و من لم یتمیز بین هذا و بین هذا فلیبك علی حیوۃ قلبه فا نه من ا لا موا ت و علی نوره فا نه منغمر فی بحار الظلما ت و قا ل ههنا امر لا بد من بیا نه و هو ان من شرو ط ا لا نتفاع با لدواء قبو له واعتقاد النفع به فتقبله الطبیعة فیستعین به علی دفع العلة حتی کثیراً من المعا لجا ت تنفع با لا عتقا د و حسن القبو ل و کما ل التلقی و قد شا هد الناس من ذلك عجا ئب و هذا لان الطبیعة یشتد قبو لها و تفر ح النفس به فتنعش القوۃ و یقوی سلطا ن الطبیعة و تنبعث الحار الغر یزی فیتساعد علی دفع المو ذی وبا لعکس یکو ن کثیر ا من ا لا د ویة نا فعاً بتلك العلة فیقطع عمله سو ع اعتقا د العلیل فیه وعد م ا خذ الطبیعة له با لقبو ل فلا یجد ی شیئاً و اعتبر هذا با عظم الادویة و الا شفیة و انفعها للقلو ب و ا لا بدا ن و المعاش و المعا د فی الد نیا و الآ خر ۃ هو القر آ ن الذی هو شفاء من کل داء کیف ینفع القلو ب التی لا تعتقد فیها الشفاء و النفع بل لا یز ید ها ا لا مر ضاٍ الی مر ضها و لیس لشفاء القلو ب دواء انفع من القر آن فا ن شفاء ها ا لتام الکا مل الذی لایغادر منها سقما ا لا ابرأه و یحفظ علیها الصحة المطلقة و یحمیها الحمیة التا مة من کل مو ذی و مضرٍ و معهذا فاعرا ض اکثر القلو ب عن و عد م اعتقا د ها الجا زم الذی لا ریب فیه انه کذ لك و عدم استعما له و العدو ل الی ا لا دو یة التی ر کبها بنو جنسها حا ل بینها و بین الشفاء به و غلبت العوا ئد و اشتداد ا لا عرا ض و تمکنت العلل و ا لا دواء و المز منة من القلو ب و یر بی المر ضی و ا لا طباء علی علا ج بنی جنسهم و ما وصفه لهم شیو خهم و من یعظمو نه و یحسنو ن به ظنو نهم فعم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المصا ئب و اسيحكم ا لا دوا ء و تر كبت امرا ض و علل اعيى؟؟عليهم دوا ء ها و كلما عا لجو ها بتلك المعا لجا ت الحا د ثة تفا قم امر ها وقو يت و لسا ن الحا دى ينادى عليهم:

و من العجائب و العجائب جمة
قرب الشفاء و ما اليه و صول
كالعيس فى البيداء يقتلها الظماء
و الماء فوق ظهورها محمول

(ترجمہ: حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں لکھا ہے دلوں کی طبابت تو نبیوں کے سپرد ہے اس کے حاصل ہونے کی طرف اس کے سوائے کہیں سے راستہ نہیں اس لئے کہ دلوں کی صحت وسلامتی یہ ہے کہ اپنے رب کو اور اس کے اسماء واوصاف وافعال واحکام کو پہچاننے اور اس کے نزدیک پسندیدہ کاموں کو اختیار کریں اور برے غصے کے کاموں سے پرہیز کریں سو یہ بدون رسولوں کے حاصل نہیں ہوتی اور جو خیال کیا جاتا ہے کہ صحت قلوب بدون اتباع انبیاء حاصل ہو جاتی ہے یہ خیال کرنے والے کی غلطی ہے حیوۃ نفس بہیمی وصحت شہوانی تو بدون اتباع پیغمبر بھی حاصل ہوسکتی ہے پر حیوۃ وصحت دلی اس سے حاصل نہیں ہوتی جس نے اس کو اوس کو ایک سمجھا اس کو چاہیے کہ اپنی زندگی اور نورانیت پر روئے وہ زندہ نہیں مردہ ہے اور اندھیروں کے دریا میں ڈوبا ہوا۔ اور کہا ولیکن یہاں ایک بات ہے جس کا بیان ضروری ہے وہ یہ کہ دوا سے نفع اٹھانے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کو قبول کیا جاوے اور اس پر اعتقاد ہو۔ پس طبع اس کو قبول کرتی ہے اور مرض کے دفع کرنے پر اس سے مدد لیتی ہے۔ بہتیرے علاج اسی اعتقاد نفع دیتے ہیں اور اس قسم کے عجیب واقعات لوگوں نے مشاہدہ کئے ہیں اس کی طبی وجہ یہ ہے کہ طبع اس کو قبول کرتی ہے تو جی خوش ہوتا ہے اس سے قوت میں حرکت ہوتی ہے اور طبع کا غلبہ بڑھتا ہے اور اس سے حار غریزی (اصلی حرارت طبع) پیدا ہوتی ہے۔ پس طبع کی دفع مرض میں موافقت ومعاونت کرتی ہے۔ اور بصورت عکس (یعنی دوا کو طبع کے قبول نہ کرنے سے) بہتیری دوائیں جو نافع ہوتی ہیں ان کے عمل کو اعتقاد کا نہ ہونا اور طبیعت کا قبول نہ کرنا توڑ دیتا ہے۔ پس وہ کچھ نفع نہیں دیتی۔ اس سے تو بڑی دوا اور بھاری شفا کا جو دلوں اور بدنوں کو دنیا وآخرت میں نفع رساں ہے (یعنی قرآن جو ہر مرض کے لئے شفا ہے) حال سمجھ لے۔ وہ ان قلوب کو کیونکر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نفع پہنچاوے جو اس کو شفا نہ سمجھیں بلکہ وہ تو ایسے دلوں کو مرض پر مرض بڑھاوے گی دلی شفاؤں کے لئے تو قرآن بڑی نافع دوا ہے جو اس کا کوئی دکھ نہ چھوڑے اور اس کو ہر ضرر سے بچاوے و لیکن باوجود اس کے لوگوں کا قرآن سے منہ پھیرنا اور اس پر شفا ہونے کا اعتقاد نہ رکھنا اور اس کو استعمال نہ کرنا (عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

نمبر ہشتم رسالہ اشاعۃ السنۃ

(اشاعة السنة النبويه على صا حبها الصلوة و التحية

جس میں جواب علماء لکھنو و بنارس کے جواب کا بقیہ و خاتمہ ہے۔

اور مضامین پچھلے کل نمبر ہا اشاعۃ السنۃ کے فہرست

اور اس تحریر جدید کا جواب ہے جس کو میاں محمد شاہ صاحب مقیم دہلی نے بجواب اشتہار مسائل عشرہ مجریہ ۱۹ مئی (۱۸۷۷ء) تالیف کیا اور میاں محمد یوسف کے نام سے شائع کرایا۔

منجانب ابوسعید محمد حسین لاہوری عفا اللہ عنہ

مطبوعہ ۲۰ شوال ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء۔ مطبع افضل المطابع لاہور میں طبع ہوا)

(مذکورہ بالا فہرست کو متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

اور دوسری دواؤں کی (جو ان کی جنس، جماوقتا، وللو، و پنجو نے بنا دی ہیں) طرف متوجہ ہونا لوگوں میں اور اس شفا میں آڑ ہو رہا ہے جس سے ان کی امراض محکم ہو گئی ہیں اور بیماریاں مزمن ہوئی اور جس قدر یہ اپنی ابناء جنس کے دوائیں برتتے ہیں اسی قدر زیادہ بیمار ہوتے جاتے ہیں (اور شفا سے محروم، یعنی قرآن سے) ان کا حال یہ مضمون پکار رہا ہے جو اشعار میں کسی نے کہا ہے:

عجائب باتیں بہت ہیں از انجملہ یہ عجیب بات ہے کہ شفا قریب ہے اور اس کی طرف وصول نہیں ہے جیسے میدان میں اونٹ ہیں جن کو پیاس مار رہی ہے ان کی پیٹھوں پر پانی لدا ہوا ہے پر ان کو اس پر قدرت نہیں ہے)۔

قا ل شيخ ا لا سلام ابن تيميه فى كتا ب الصرا ط المستقيم لمخا لفة اهل الجحيم

ثم ان الله شر ع على لسا ن نبيه خا تم النبيين من ا لا عمال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما فیه صلا ح القلو ب علی اتم الو جوه و هو الکما ل المذ کور فی قو له تعا لی الیو م اکملت لکم دینکم۔ ا لآ یه۔ و الشرا ئع هی غذاء القلو ب و قو تها و من شا ن الجسد اذا کا ن جا ئعاً فاخذ من طعا م حا جة استغنی عن طعا م اخر حتی لا یاکله ان اکل منه ا لا بکرا هة و تجشم و ر بما ضره اکله او لم ینفع به و لم یکن هو المغذی له الذی یقیم به بد نه فا لعبدا ذا اخذ من غیر ا لاعما ل المشروعة بعض حا جته قلت ر غبه فی المشرو ع و انتفاعه به بقدر ما اعتا ض من غیره بخلاف من صرف نهمته و همته الی المشروع فا نه تعطم ... له و منفعته به و یتم دینه و یکمل اسلا مه و لهذا تجد من اکثر من سماع القصا ئد لطلب صلا ح قلبه تنقص ر غبتة فی سماع القر آ ن حتی ر بما یکر هه و من اکثر من السفر الی زیارات الما شد و نحو ها لا یبقی لحج البیت فی قلبه من المحبة و التعظیم ما یکو ن فی قلب من وسعة السنة و من اد من علی اخذ الحکمة و ا لادا ب من کلامه حکماء فارس و الرو م لا یبقی لحکمه ا لا سلام و ادا به فی قلبه ذا لك المو قع و من ادمن علی قصص الملو ك و سیر هم لا یبقی لقصص ا لا نبیاء و سیر هم فی قلبه ذا لك الاهتمام و نظا ئر هذه کثیرة ۔

(ترجمہ۔ابن تیمیہؒ نے کتاب صرا ط مستقیم لمخا لفة اهل الجحیم میں فرمایا ہے:
پھر اللہ تعالی نے اپنے نبی خاتم النبیین کی زبان پر وہ عمل مشروع کئے ہیں جن میں دلوں کی اصلاح اچھے طور پر ہوسکتی ہے ۔ یہی کمال ہے جس کا اللہ تعالی کے اس قول میں ذکر ہے (آج ہم نے تمہارے دین کو پورا کر دیا ہے) شرائع (شریعت کے اعمال واحکام) دلوں کی غذا ہیں اور یہی قوت ۔ اور جسم کا حال یہ ہے کہ جب اس کو بھوک ہو اور ایک کھانا کھالے تو دوسرے سے بے پرواہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو کھاتا بھی ہے تو کراہت اور تکلف سے ۔ اور بسا اوقات اس کا کھانا اس کو ضرر دیتا ہے، نفع نہیں دیتا اور غذا بدن نہیں ہوتا ۔ پس انسان جب ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عملوں سے جو شرع میں نہیں آئے اپنا کچھ کام کر لیتا ہے تو اس کی رغبت شرعی کام اور اس سے نفع اٹھانے میں اس قدر کم ہو جاتی ہے جس قدر اس کا عوض غیر مشروع سے لے چکا ہے بخلاف اس شخص کے جس کا قصد و ہمت امر شرعی ہی کی طرف مصروف ہے۔ اس کے دل میں محبت امر شرعی کی بڑھ جاتی ہے اور اس کو منفعت زیادہ ہوتی ہے اور اسکا دین و اسلام پورا ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے تم دیکھتے ہو جو دل کی اصلاح کے لیے قصیدے سنتا ہے اس کی رغبت قرآن سننے میں کم ہو جاتی ہے اور جو قبروں و میلوں کے سفر بکثرت کرتا ہے اس کے دل میں حج کعبہ کی محبت و تعظیم اتنی نہیں رہتی جتنی اس شخص کے دل میں ہے جس میں سنت سمائی ہوئی ہے۔ اور جو حکماء فارس و روم کی کلام سے حکمت و آداب سیکھنے پر مداومت کرتا ہے اس کے دل میں حکمت و آداب اسلام کے ویسی جگہ نہیں رہتی اور جو بادشاہوں کے قصے و حالات (دیکھنے سننے) پر مداومت کرتا ہے اس کے دل میں قصص و سیرت انبیاء کے (مطالعہ کا) اہتمام نہیں رہتا۔ اور اس کے نظائر اور بہت ہیں)۔

یہ عبارات علماء کبار اس بات پر نص صریح ہیں کہ روحانی بیماریوں کے لئے سوائے قرآن و حدیث کے کوئی دوا یا شفا نہیں۔ اور جن کو ان سے شفا نہیں ہوتی ان کے دلوں میں اس کی شفا ہونے کا اعتقاد نہیں۔ یا یہ کہ اور دواؤں نے جو ان کے ابنائے جنس نے بنا دی ہیں ان کے دلوں کو زیادہ بیمار کر رکھا ہے اور اس لطیف معجون کی محل تاثیر رہنے نہیں دیا۔ ان کو چاہیے کہ ان دواؤں کو داء (یعنی مرض) سمجھ کر پہلے ان دواؤں سے دلوں کا تنقیہ کریں۔ پھر اس حکیم روحانی کی دوا کی تاثیر و شفا کا لطف پاویں۔ اور جن کو ان علماء کے بیان سے یقین نہ آوے یا ان کی فرط حمیت سنت کے سبب کچھ ان سے عناد ہو وہ مضمون ان عبارات یعنی شفا ہونا قرآن کا قرآن ہی میں دیکھ لے

قال الله تعالی: یا ایها الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور و هدی و رحمة للمئو منین۔

وقال الله تعالی: و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمئو منین و لا یزید الظالمین الا خساراً۔

و قال الله تعالی: قل هو للذین آمنوا هدی و شفاء، و الذین لا یؤمنون فی اذانهم وقر و هو علیه عمی۔ (فصلت: ٤٤)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالجملہ یہ مضمون ایسا نہیں جس میں کوئی مسلمان شک کرے، اور اس میں کسی کی شہادت طلب کرے یا اسے مخالف کی شہادت نہ مانے۔

سوال۔ حاصل تمہارے اس بیان کا یہی ہے کہ قرآن وحدیث دوا ہے اور اللہ اور اس کا رسول مقبول روحانی طبیب ہیں، سو فقہ میں موجود ہے، فقہ میں بھی تو قرآن وحدیث سے مسائل نکال نکال کر درج کئے گئے ہیں اور اللہ اور رسول ہی کی تجویز پر عمل درآمد ہے۔ پس گویا کتب فقہ ایک دکان ہے جس میں طبیب روحانی کی مجوزہ دعائیں بنا بنا کر رکھی گئی ہیں۔

جواب: کتب فقہ ایسے ہوتیں تو اتنے جھگڑے کیوں پھیلتے اور جو مباحث ابطال امر دوم کے ضمن میں ہوئے کیوں ہونے پاتے۔ ان مباحث سے کوئی آنکھ بند کرلے تو یہ سوال کرسکتا ہے اور جو کوئی ان مباحث کو دیکھ یا سن لے تو وہ یہ بات کب کہہ سکتا ہے۔ کتب فقہ میں اگر کہیں بھولے سے آیۃ یا حدیث کا ذکر بھی آجاتا ہے تو برعکس اس کے ہزاروں جگہ قرآن یا حدیث کا نام نہیں آتا، بلکہ خلاف حکم خدا ورسول پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ چنانچہ تفصیل اس کی بضمن ابطال امر دوئم گذری۔ پس کتب فقہ گویا ایک بے تمیز عطار کی دکان ہے جس میں کئی بوتلیں اور شیشیاں رکھی ہیں۔ کسی میں تریاق ہے، کسی میں زہر۔ کسی میں عرق کیوڑہ ہے، کسی میں کچھ۔ و مع ذالك کسی بوتل پر ٹکٹ یا چٹ نہیں ہے جس پر دوا کا نام لکھا ہو، یا اس کی ماہیت کا بیان ہو۔ پس جس نے اس دکان کی کوئی دوا بلا استفسار وتحقیق استعمال کی، وہ ایک نہ ایک دن ہلاک ہوا، یا اپنی نظافت و پاکیزگی کو کھو بیٹھا۔

ایسا ہی کتب فقہ کا حال ہے جس نے ان پر بلا تحقیق ان کے اصل و ماہیت کے عمل کیا یا فتوی دیا، وہ ایک نہ دن اللہ ورسول کے خلاف میں پھنسا۔ اور یہی ہمارے بیان کا حاصل ہے کہ فقہ کو کلی شفا نہ سمجھو، اور بلا تحقیق وتفتیش اس کی ہر ایک بات کو نہ مانو بلکہ تحقیق عمل میں لاؤ۔ پھر جس کو موافق قرآن وحدیث کے پاؤ بسر وچشم قبول کرو، و الّا کالائے بد بریش خاوند۔

اور یہ بات بھی ہم نے پاس سے نہیں کہی، تمہارے ہی امام مذہب حضرت امام ابوحنیفہ کوفیؒ سے نقل کی ہے، چنانچہ اصل عبارت ان کی سابقاً نمبر۴ میں گذری ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ پس یہ بیان مورد اس سوال کا نہ ہوا اور ابطال امر سیوم بلا مزاحمت اتمام کو پہنچا، جس کے تمام ہونے سے ابطال مضمون ہشتم مخاطبین ختم ہوا۔ اور اس کے ختم ہونے سے مضامین مقصودہ تحریر حضرات کا اختتام ہوا۔ و باللہ التوفیق۔

اب حضرات کی تردیع پر توقیع عمل میں آتی ہے۔

التو قیع علی التر دیع

(تردیع میں آپ کے تین سوال تھے، جن کا جواب نمبروار دیا گیا)

۱۔ میں فاعل فعل ہوں جو اردو محاورہ میں فعل سے مقدم آیا کرتا ہے۔ مولوی عبدالعزیز اس کا مفعول وعدہ دیتا ہوں فعل مؤخر۔

۲۔ سوال استفسار اقسام آیات استحقاق جواب نہیں رکھتا ہے۔ یہ بات آپ کو ہماری ان تحریروں سے معلوم ہوسکتی ہے جو مولوی حبیب اللہ امرتسری اور مولوی رحیم بخش دہلوی کے جواب میں شائع ہوئے ہیں۔ اول ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو تتمہ اخبار سفیر ہندوستان امرتسر میں شائع ہوئی ہے اور دوم ۱۵ جون تتمہ اخبار سفیر ہندوستان میں چھپ کر مشتہر ہوئے۔

۳۔ استعمال عا شراً بجائے عشراً ہم سے نہیں ہوا، بلکہ کاتب سے ہوا ہے۔ میں نے روپڑ ضلع انبالہ سے مطبع سفیر ہند امرتسر میں مضمون اشتہار چھاپنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور بجائے اولاً ثانیاً کے نمبر شمار لگائے تھے۔ کاتب کم علم نے بجائے اعداد ہندسہ یہ الفاظ لگا دیئے۔ پھر جب ہمارے اہتمام سے دو تین دفعہ اشتہار چھپا تو عاشراً لکھا گیا۔ دیکھو اشتہار مطبوع ۲۶ مئی ۱۸۷۷ء و اشتہار مطبوعہ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۷ء وغیرہ جو شائع عام ہیں۔

خاتمہ: و لیکن ھذا آ خر ما ارد نا من الکلام فیما تکلم به بعض العلماء الکنئو و البنارس فی جوا ب ما ارد ناہ من ا لا سئلة العشرة المفحمه للمقلده علی و جه ا لا شتهار و ا لاعلام و عزوہ بحسب الظا هر الی بعض الناس من العوا م ۔ و لم یخافوا محا سبة الملك العزیز العلام۔ فلله الحمد علی ما وفقنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا شاعة السنة و اما تة البدعة و افحا م اهلها ا للئا م و السلا م على نبيه الذى هو اما منا فى هذه و يو م يد عو كل اناس بامام و على آ له العظا م الذين هم كسفينه نو ح من ركبها فقد نجا من ور طة الظلا م و اصحا به الكرا م الذين هم حفظه دينه و دعاة الحق و هداة ا لا نام و على التو كل و به الاعتصام ۔ نمقه:

ابو سعيد محمد حسين ا للا هورى عفى الله عنه

محمد شاہ سے خطاب

(آغاز جواب اس تحریر جدید کا جس کو میاں محمد شاہ صاحب مقیم دہلی نے بجواب اشتہار مسائل عشرہ تالیف کیا
اور خلاف واقعہ میاں محمد یوسف صاحب کے نام سے مشتہر کرایا۔
منجانب محمد حسین بٹالوی)۔

صفت وسیرت دروغ گوئی جناب مخاطب

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

بسم الله الر حمن الر حيم

الحمد لله و كفى و سلا م على عباده الذين اصطفى

میرے اشتہار مسائل عشرہ کے جواب میں ایک اور تحریر میری نظر سے گذری ۔ وہ تحریر گو بظاہر محمد یوسف صاحب ساکن دہلی (جو اہل صناعہ علم سے نہیں بلکہ اور حرفہ والے ہیں) نا مزد رہی ولیکن درحقیقت وہ تصنیف میاں محمد شاہ صاحب ہے جو دراصل متوطن ضلع پاکپٹن (شائد اس وقت تک منٹگمری آباد نہیں ہوا تھا۔ جو بعد میں ضلع بن گیا تھا اور قیام پاکستان کے بعد اس کا نام ساہیوال ہوا۔ بہا) پنجاب ہیں اور مدت سے دہلی میں ہجرت کئے بیٹھے ہیں ۔ یہ حضرت جھگڑالو مقلدوں کے امام ہیں اور نصرت مذہب کے لئے حیلہ سازی میں پرلے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجے کے دلیر و شیر بہادر ایسے کہ عقل و نقل دونوں کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور بر ملا دونوں سے مقابلہ کرتے ہیں۔ جھوٹی بات (جس کو ادنی ذی عقل نہ مانے اور کافہ عقلاء جھوٹ جان لیں) بنانے سے دریغ نہیں کرتے اور نقل و روائت میں تحریف و تصرف کرتے ہوئے قانون نقل سے نہیں ڈرتے۔ کئی کتابیں و رسائل جیسی تنویر، و توفیر، تحفۃ العرب و العجم آپ نے خود بنائی اور بے دھڑک خلاف واقعہ مولوی قطب الدین خان مرحوم کے نام سے مشتہر کرائیں۔ اور کئی جھوٹی روائتیں اور وضعی عبارتیں ان میں اور اپنی اور تصانیف میں درج کر رکھی ہیں اور عوام مقلدوں میں پھیلائی ہوئی ہیں۔ ان کی اس دلیری و بہادری کا کسی کو امتحان منظور ہو اور اس بیان کی تصدیق مطلوب ہو تو معیار الحق کو دیکھے۔ وہ میسر نہ ہو تو تنویر الحق چھاپہ اول و تنویر الحق چھاپہ دوم کو آپس میں مقابلہ کر کے ملاحظہ کرے۔ پہلے اپنی کتاب کے تین باب مقرر کر کے باب اول میں مفتریات و موضوعات سیری و دریا دلی سے درج کئے، اور باب ثانی میں بعض عبارتوں میں تحریف کی۔ جب معیار الحق میں آپ کا تعاقب ہوا، تو ان مفتریات کو نکال دیا اور بلا اعتراف یا اظہار رجوع کے مضمون باب اول کو بالکل اڑا دیا اور بجائے تین کے دو باب قرار دے کر کتاب کو چھپوا دیا۔

اور جس کو نمونہ مشت از خروار و یکی از ہزار موجب تصدیق و طمانیت نہ ہو سکے وہ ہماری اس تحریر کو توجہ سے ملاحظہ میں لاوے۔

اپنی اس دو ورقی تحریر کو بھی کذب سے خالی نہیں چھوڑا۔ اور سر رشتہ عادت قدیمہ افترا پردازی و جعل سازی کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ لیکن باوجود اس شیر بہادری و دلیری و دلاوری کے اس تحریر پر تزویر میں آپ نے میرے سوالات مندرجہ اشتہار کا جواب نہیں دیا اور کسی مسئلہ میں ان مسائل سے جھوٹی وضعی روائت کو بھی موافق اپنی قدیمہ عادت کے پیش نہیں کیا، بلکہ جواب سے صاف جواب دیا، اور اس کے مقابلہ میں اپنے کئی سوالات کو سپر بنا کر سامنے کر دیا۔ اس سے عقلاء با انصاف و ناظرین بے التساف (گو کسی مذہب و ملت کے ہوں) جلدی و آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آئندہ کسی مقلد سے، گو وہ کیسا ہی دلیر و بے پرواہ ہو، جواب اس اشتہار کا ادا نہ ہوگا۔ اور اب یہ اشتہار پاس ہوا سمجھا جاوے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل تحریر مخاطب معہ اصل عبارت

حاصل مطلب تحریر جناب کا جو متعلق جواب سوالات اشتہار ہے اسی قدر ہے کہ پہلے تم (اس عاجز سائل محمد حسین کو مراد رکھتے ہیں) مسائل خلافیہ اشتہار اور ان کے ساتھ کئی اور مسائل جو ہمگی تیس مسائل ہیں اور مسند الوقت شیخنا و شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی وغیرہ موحدین کی تالیفات میں موجود ہیں بپابندی ان شرائط کے جو اشتہار میں ملحوظ ہیں، معہ زیادہ شرط عدم نسخ وعدم معارض ثابت کرو اور اس کو بطور رسالہ مرتب کر کے مولانا ممدوح کی مہر سے مزین کراؤ۔ پیچھے ہم جواب سوالات اشتہار تحریر میں لائینگے۔ چنانچہ آپ کی عبارت پر فصاحت اس حاصل کی مصدق ہے۔ جو یوں ہے:

> ثبوت ان مسائل ثلثین مذکورہ کا حین حیات مولوی صاحب (یعنی مولانا سید نذیر حسین صاحب) تک بغیر مہر مولوی صاحب کے معتبر نہ ہوگا اور بعد ثبوت مسائل مذکورہ کے رسالہ میں ساتھ مہر مولوی نذیر حسین کے دیکھیں گے کہ ہم ثبوت مسائل مذکورہ کا ساتھ قیود ثمانیہ کے ہے یا نہیں، اور بعد اس کے پھر دیکھیں گے ہم کہ کس کس درجہ کا ثبوت ان کا ہے۔ پس جس طرح کا ہوگا ثبوت ان کا، تو ہم اسی طرح سے یا احسن سے اپنے مسائل عشرہ مذکورہ کو جو اشتہار مذکور میں مذکور ہیں ثابت کر کے مستحق وعدہ مذکور کے ہو جائیں گے۔
>
> انتھی کلا مہ بحر فہ

اس مطلب کے سوائے اور جو کچھ اس تحریر میں ہے سراسر مغالطہ اور تزویر ہے، جس سے میرے اس دعوی کی جو ان کی نسبت کر آیا ہوں تصدیق نکلتی ہے۔

اب ناظرین با انصاف اس میں منصفی کریں اور بلا رو عایت داد حق دے کر فرماویں کہ یہ حاصل تحریر جناب میرے سوالات عشرہ کا جواب ہے یا جواب سے صاف جواب۔ اور ان کے اس جواب سے آدائے نہ ہونا جواب کا اور لا جواب ہونا جناب کا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ میرا دعوی ہے یا اس میں شائبہ جواب سوالات بھی پایا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی ذی عقل صاحب انصاف خواہ کسی مذہب کا ہو اس کو جواب سوال نہ کہے گا بلکہ اس کا سوال پر سوال نام رکھے گا۔ لہذا میری طرف سے اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ آپ پہلے میرے سوالات کا جواب دیں یا اپنا عجز جواب دہی سے ظاہر کریں، یا میرے سوالات کا لائق جواب نہ ہونا ثابت کر دکھائیں تو پھر جو سوال چاہیں معرض بیان میں لاویں۔ اور ایک ایک کا جواب سنتے جاویں۔ یہ دستور مناظرہ نہیں ہے کہ سائل کو سوال کا جواب نہ دیں اور اس پر الٹے سوالات کرنے لگیں۔ یہ ہو تو مناظرہ کا وجود جہان سے اٹھ جائے اور کسی کو سوال کے جواب دینے کی ضرورت نہ پڑے۔

اس کی تفصیل ہم بضمن تتمہ اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء جو بمقابل مولوی حبیب اللہ امرتسر شائع ہوا، اور تتمہ اخبار سفیر مطبوعہ ۱۵ جون ۱۸۷۸ء جو بمقابل مولوی رحیم بخش دہلوی مشتہر ہوا ہے کر چکے ہیں۔ ناظرین اور مخاطبین اس کو ملاحظہ فرماویں پھر جو ہمارے اس جواب میں کہنا ہو، سو کہیں۔

(عبارت تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء یہ ہے:

کوئی سوال ان اکیس سوالوں سے جن کو مولوی حبیب اللہ صاحب نے میرے سوالات عشرہ کے جواب میں پیش کیا ہے، استحقاق جواب میں نہیں رکھتا۔ وہ سوالات بمقابلہ سوالات ہیں۔ اور سوال پر سوال کرنا داب مناظرہ سے بعید ہے۔ ہاں اگر میں کسی امر کا مدعی ہوتا یا معلل بنتا، تو ان کو جائز تھا کہ تعیین دعوی کے واسطے یا تعریف مفردات دعوی کے لئے استفسارات پیش کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ میں ابھی نہ کسی امر کا مدعی ہوا ہوں نہ معلل بلکہ محض سائل ہوں، اور حضرات حنفیہ سے پوچھتا ہوں کہ مثلاً رفع یدین نہ کرنا آنحضرت ﷺ سے کسی حدیث صحیح نص صریح سے ثابت ہے یا نہیں؟ وعلی ہذا القیاس۔ اس کے جواب میں ایک حدیث صحیح واجب الاظہار ہے۔ نہ سوالوں کی بوچھاڑ۔ اگر سوال پر سوال جائز رکھا جائے تو مناظرہ کا وجود جہان سے اٹھ جائے اور کبھی اظہار حق ہونے نہ پاوے۔ جہاں کہیں کوئی مناظرہ میں جواب دہی سے عاجز ہوگا وہ سوال پر سوال کرنے شروع کریگا اور کبھی بحث کو ختم نہ ہونے دے گا۔ اس لئے کہ بے قاعدہ کلام کو بڑی گنجائش ہے، اس سے ادنی طالب علم بڑے فاضل کے سامنے برسوں جھگڑ سکتا ہے اور سالوں کی اناپ شناپ سوالوں میں لگا سکتا ہے۔ مثلاً کوئی کسی سے پوچھے کہ: بنام جہان دار جان آفرین۔، کے کیا معنی؟ تو اگر مخاطب کو جواب نہ آتا ہو، یا جواب دینا منظور نہ ہو، تو وہ پوچھ سکتا ہے کہ یہ کس کا شعر ہے۔ جب کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاوے گا شیخ سعدی کا۔تو کہے گا، سعدی کون تھا؟ جب بتلایا جاوے کہ شیراز کا باشندہ تھا۔تو پوچھے گا، اس کی داڑھی کتنی لمبی تھی اور کتنے بال اس کے سفید تھے اور کتنے سیاہ۔وعلی ہذاالقیاس ۔تمام حلیہ پوچھے گا۔پھر کہے گا کہ شیراز کس ملک میں ہے۔جب کہا جاوے، فارس میں،تو کہے گا، فارس میں کون کون بادشاہ ہوئے ۔جب بادشاہوں کی تواریخ کا ذکر چلا تو اس کے اختتام کو سال ہا سال بکار ہیں۔پھر کبھی سائل کے مجیب بننے کی نوبت نہ آئے گی اور معنے شعر بتلانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔انتہی مختصراً)۔

اظہار اکاذیب تحریر پر تزویر

یہ جو اوپر گذرا، مطلب کی بات کا جواب تھا۔اب آپ کی جعل سازی وافترا پردازی کا جواس تحریر پر تزویر میں آپ سے سرزد ہوئی ہے اظہار کیا جاتا ہے۔

آپ (محمد شاہ) نے شروع تحریر میں بعد نقل مضمون اشتہار فرمایا ہے:

یہ کلام مشتمل ہے قیود ستہ پر۔

قید اول آیت یا حدیث۔

قید ثانی حدیث صحیح۔

قید ثالث جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو۔

قید رابع نص۔

قید خامس صریح۔

قید سادس قطع الدلالۃ۔

پس قید اول احتراز ہے اجماع اور قیاس سے۔

اور قید ثانی احتراز ہے کل حدیث حسن صحاح ستہ وغیرہ سے۔

اور قید ثالث احتراز ہے کل احادیث صحاح ستہ وغیرہ سے جن کی سند حسن ہے بلا خلاف لیکن صحیح ہے بالاختلاف اور احتراز ہے کل احادیث بخاری اور مسلم سے جن کی رجال میں کسی کے کلام ہے اور احتراز ہے کل احادیث صحاح ستہ وغیرہ سے جن کی سند میں رافضی وغیرہ اہل بدعت سے ہو کیونکہ حدیث اہل بدعت کے نزدیک بعض کے نزدیک غیر مقبول ہے جیسا کہ کتب اصول وغیرہ میں مذکور ہے اور احتراز ہے کل احادیث صحیح مسلم وغیرہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جن کی سند میں لفظ عن کا ہے بغیر ثبوت لقاء کے کیونکہ اس میں کلام ہے بخاری کی ۔ اور احتراز ہے کل تعلیقات صحیح بخاری سے کیونکہ ان کی صحت میں کلام ہے ابن حزم ظاہری کی جن کو مولوی نذیر حسین صاحب نے اپنی معیار میں اسوۃ المحققین اور صفوۃ المحدثین اور امام دین اور حافظ حدیث لکھا ہے۔

اور قید رابع احتراز ہے آیات واحادیث سے جو غیر صریح ہیں جیسا کہ آیات و احادیث دلالۃ النص اور اقتضاء النص کے

اور قید سادس احتراز ہے آیات اور احادیث سے غیر قطعی الدلالۃ ہیں جیسا کہ آیات اور احادیث ظاہرہ اور آیات اور احادیث ماؤلہ اور آیات اور احادیث مخصوص البعض ۔

اور معنی اس کلام مذکور کے یہ ہوئے کہ کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہوگا مگر ساتھ آیت یا حدیث صحیح کے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور یہ آیہ اور حدیث مذکور نص صریح قطعی الدلالۃ ہو۔ یعنی کوئی دلیل شرع میں معتبر نہ ہو گی جب تک اس میں جمیع قیود ستہ موجود نہ ہوں اور موجب یعنی حکم اس قول کا کوئی دلیل معتبر نہ ہوگی جب تک اس میں جمیع قیود ستہ موجود نہ ہوں ۔ یہ ہوا، ۳۱ حصہ دین اسلام کا ۳۲ حصہ دین اسلام سے باطل ہو گیا ۔ جس کی تفصیل حاشیہ کاغذ ہذا موجود ہے ۔

(شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں) یہ تو متن تحریر جناب (محمد شاہ) ہے اب وہ حاشیہ جس پر تفصیل کو حوالہ کرتے ہیں نقل کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

تفصیل یعنی تفصیل اس کی یہ ہے کہ مثلاً فرض کیا ہم نے اصل دین اسلام کا نزدیک اہل سنت کے ۳۲ حصے ہیں۔ پس جب کہ مشتہر مذکور قائل اس قول کا ہوا کہ کوئی دلیل شرع میں معتبر نہ ہوگی جب تک اس میں جمع قیود ستہ مذکورہ موجود نہ ہوں تو اس وقت باطل ہو جاوے گی ۳۱ حصہ دین کی، ۳۲ حصہ دین سے کیونکہ ادلہ شرعیہ چار ہیں کتاب، سنت اجماع اور قیاس ۔ اور جب کہ قید اول سے اجماع و قیاس باطل ہوئے تو باطل ہو گئے ۱۶ حصہ دین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے۳۲ حصہ دین سے ۔

پھر ادلہ شرعیہ باعتبار ثبوت اور دلالت چار قسم ہیں ۔

قسم اول قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ۔

قسم ثانی ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ۔

قسم ثالث قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ۔

اور قسم رابع ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ۔

اور جب کہ قید سادس سے دونوں قسم اخیر باطل ہوئے تو باطل ہوئے ۸ حصہ دین کے۳۲ حصہ دین کے سے ۔

پھر حدیث دو قسم ہے ۔ حدیث حسن اور حدیث صحیح اور جب کہ قید ثانی سے حدیث حسن باطل ہوئی تو باطل ہو گئے دو حصہ دین کے۳۲ حصہ دین سے ۔

پھر حدیث صحیح دو قسم ہے ۔ حسن جس کی صحت میں کسی کو کلام ہو اور حدیث حسن جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور جب کہ قید ثالث سے حدیث حسن جس کی صحت میں کسی کو کلام ہو باطل ہوئی تو باطل ہو گیا ایک حصہ دین کا ۳۲ حصہ دین سے ۔ اور باقی رہے ۵ حصہ دین کے ۔ سو باطل ہو گئے دو حصہ دین کے قید رابع سے ایک حصہ کتاب کا اور ایک حصہ سنت کا اور دو حصہ دین کے قید خامس سے ایک حصہ کتاب کا ایک حصہ سنت ۔ پس باقی نہ رہا دین میں سے کوئی شئے مگر ایک حصہ دین کا ۳۲ حصہ دین سے بموجب قول اس مشتہر کے ۔

ھذا آخر کلام المخاطب بالفاظہ ۔

اور یہ کلام اول سے آخر تک کذب و مغالطہ سے مملو ہے ۔ جس کی تفصیل نمبر وار عمل میں آتی ہے ۔

کذب اول ۔ آپ کا یہ دعوی کہ قید ثالث احتراز ہے کل احادیث بخاری اور مسلم سے جن کی رجال میں کسی کے کلام ہے ۔

کذب دوم ۔ آپ کا یہ دعوی کہ یہ قید احتراز ہے کل احادیث صحاح ستہ سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن کی سند میں رافضی وغیرہ اہل بدعت راوی ہیں۔

کذب سوم۔ آپ کا یہ دعوی کہ یہ قید احتراز ہے کل تعلیقات صحیح بخاری سے جن کی صحت میں ابن حزم ظاہریؒ کو کلام ہے۔

اثبات کذب اول و دوم

دلیل کذب ہونے ان تینوں دعاوی کی یہ ہے کہ میں اپنی مراد اس قید سے ایسی ظاہر کر چکا ہوں جس سے ان تینوں اقسام سے بمقتضائے قید ثالث احتراز ممکن نہ ہو اور یہ اقسام بمقتضائے اس قید کے خارج احادیث مطلوبہ ومقبولہ راقم نہ ہوسکیں۔ پھر میری اس قید سے ان اقسام کو خارج کرنا اور مجھے اتفاقی صحت ان اقسام کا منکر ٹھہرانا کذب نہیں تو کیا ہے۔ میں اس بات کا انصاف ناظرین سے چاہتا ہوں اور اسی بات کو معیار ومحک صدق وکذب جناب مخاطب بناتا ہوں۔ اگر اس میں آپ سچے نکلے تو سب باتوں میں سچے رہیں اور اگر اس میں آپ کا ذب معلوم ہوئے تو سبھی باتوں میں ویسے ہی ٹھہرے اور میرے خطاب کے لائق نہ رہے۔ اب میں اپنی اس کلام کو نقل کرتا ہوں جس میں وہ مراد ظاہر کر چکا ہوں۔ اور اس خارج نہ ہونا ان اقسام ثلاثہ احادیث کا دائرہ صحت اتفاقی سے بحکم قید ثالث ثابت کر دکھاتا ہوں۔

ضمیمہ اخبار سفیر ہند امرتسر مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء میں جو بغرض دفعہ انہی اعذار اور اظہار مراد قیود اشتہار مرتب ہو کر کشیر گلی کوچہ ہا بلاد ہندوستان و پنجاب میں شائع ہوا میں نے ان الفاظ سے اس مراد کو ظاہر کیا ہے:

واضح ہو کہ مراد میرے اس لفظ سے (اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو) یہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام با دلیل وجرح مبین بالتفصیل جو کسی سے نہ اٹھا ہو، نہ اٹھ سکے، موجود نہ ہو۔ نہ یہ کہ اس میں کسی کو مجرد چوں چرا بھی نہ ہو۔ شروح نخبہ وغیرہ رسائل اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جرح دو قسم ہے: مبہم ومبین۔ مبہم وہ جو بلا دلیل ہو، مبین وہ جو مدلل ہو۔ اول کا اعتبار نہیں، ثانی سے کسی کو انکار نہیں۔ اور چونکہ قسم اول علماء کے نزدیک لائق اعتبار نہ تھا اس لئے اس کا مراد ہونا قسم ثانی کا محتاج بیان و اظہار نہ تھا ولیکن چونکہ ہمارے مخاطبین ناواقفی یا حیلہ سازی سے ان معنی سے بے خبر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو بیٹھے ہیں تو نا چار اظہار ان معنی مراد کا ضروری ہو گیا۔ تو دیکھو ان معنی ثانی کر کلام ان تینوں اقسام میں پائے نہیں جاتے اور قید ثالث بایں معنی موجب خروج ان اقسام کے صحت اتفاقی سے نہیں ہو سکتی۔ قسم اول۔ اس لئے کہ صحیحین میں جہاں کہیں کسی کو کلام ہے وہ از قسم ثانی (یعنی کلام با دلیل و جرح مبین بالتفصیل جو کسی سے نہ اٹھا ہو، نہ اٹھ سکے) نہیں ہے۔ بلکہ از قسم اول ہے جو اڑتی خاک کی طرح اڑایا گیا ہے۔ چنانچہ مجمل بیان اس کا اسی رسالہ کے نمبر ۵ صفحہ ۴۷ میں گذرا۔ اور مواضع تفصیل کا نشان بھی وہیں بتلایا گیا۔ یہی وجہ خارج نہ ہونے قسم ثانی کے دائرہ صحت اتفاقی سے بمقتضائے قید ثالث ہے۔ اس لئے کہ حدیث اہل بدعت (جو قسم ثانی سے مراد ہے) جمہور علماء کے نزدیک وہی مقبول ہے جس کا راوی نصرت مذہب کے لئے جھوٹ نہ بولے۔ لوگوں کو اپنی بدعت کی طرف نہ بلاوے۔ اس بدعت کے سبب وہ کفر قطعی اتفاقی کی طرف نسبت نہ کیا جاوے۔ اس کی روائت اس کی بدعت کی تائید نہ کرے۔ پس ایسے شخص کی حدیث میں اگر کسی کو کلام ہے تو وہ از قسم ثانی (یعنی کلام با دلیل و جرح مبین بالتفصیل) نہیں ہے بلکہ از قسم اول ہے جو پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور کیوں کر نہ ہو جبکہ مدار قبول روائت رواۃ اسلام صدق پر ہے اور صدق ایسے راوی مشروط بشروط مذکورہ کا مفروض و مسلّم ہو چکا ہے۔ تو پھر اس کی روائت کو نہ ماننا اور اس کو متہم بکذب کرنا قول بالمتنافیین اور دہنگا دہنگی نہیں تو کیا ہے۔

دلیل مخالف ایسے شخص کی روائت کو نہ ماننے میں فقط یہی ہے کہ بدعتی اعتقادی فاسق ہے اور جب کی عملی فاسق روائت کے بحکم آیت: و ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (یعنی جب فاسق تم پاس کوئی خبر لاوے تو اس کی تحقیق کرو) مقبول نہیں تو اعتقادی فاسق کی کیوں کر مقبول ہو۔ رہا یہ فرق کہ فاسق عملی اپنے فسق کا علم رکھتا ہے اور یہ اپنے فسق اعتقادی کو فسق نہیں جانتا۔ سو لائق لحاظ نہیں یہ اپنے فسق کو فسق نہ جاننے سے بری نہیں ہوتا بلکہ اس میں اس کا فسق ڈبل ہو جاتا ہے۔ فسق کرنا اور اس کو فسق نہ جاننا ایسے ڈبل فاسق سے جھوٹ بولنا کیا بعید ہے وہ بدعت سے نہیں ڈرا تو جھوٹ سے کب ڈرے گا۔ پس جیسے اس فاسق عملی کی بات بے تجویز کذب بحکم نص مردود ہے ایسے ہی اس فاسق اعتقادی کی بات مردود ہونی چاہیے۔ ھذا کلا مھم

اور یہ دلیل ان کی نہائت ضعیف بلکہ باطل ہے اور فسق عملی و فسق اعتقادی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں فرق ظاہر ہے۔ اول مسقط عدالت و مجوز کذب ہوسکتا ہے، ثانی نہیں۔ اس لئے کہ اول بے دینی و بے پرواہی و بے تعظیمی شریعت سے پیدا ہوتا ہے پس اس کے مرتکب سے صدور کذب یا امور خلاف شریعت کا بعید نہیں سمجھا جاتا۔ بخلاف ثانی (یعنی فسق اعتقادی) کے کہ وہ دیانت و بزعم مبتدع عین پابندی شریعت سے سرزد ہوتا ہے۔ پس اس کے صدور سے صدور کذب یا اور امور خلاف شریعت کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ (بلکہ بعض اہل بدعت جیسے خوارج یا معتزلہ) کی تصلب وتشدد اعتقاد کی اقتضاء سے ان امور کا صدور ان سے عادی محال نظر آتا ہے اس لئے کہ خوارج فسق کو کفر سمجھتے ہیں اور فاسق کو کافر اور معتزلہ فاسق کو گو صاف کافر نہیں کہتے مگر ایمان سے خارج کرتے ہیں اور کفر و اسلام کے برزخ میں اس کو جگہ دیتے ہیں۔ پس ایسے متشددوں سے باوصف ان کے پابندی اعتقاد کے صدور کذب کب ممکن و متصور ہے۔ پس فسق عملی و فسق اعتقادی میں فرق لائق لحاظ ثابت ہوا۔ اور فسق اعتقادی کا باوجود ڈبل ہونے کے مستلزم کذب نہ ہونا اور فسق عملی سے اس امر میں کم رتبہ ہونا اور مصداق حکم آیۃ مذکورہ کا ہونا بخوبی مدلل ہوگیا

اب میں اس مطلب کی تائید میں نقول اہل اصول وغیرہ پیش کرتا ہوں اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ مخاطبین کے اکابر مذہب سے نقل کرسناتا ہوں۔

فی الاحکام فی اصول الاحکام لابی الحسن علی بن الحسین الامدی

المسئلة الثانیه الفاسق الماول الذی لا یعلم فسقه لا یخلوا ما ان یکون فسقه مظنون او مقطوعاً به فان کان مظنوناً کفسق الحنفی اذا شرب النبیذ فالا ظهر قبول روایته و شهادته و قال الشافعی اذا شرب الحنفی النبیذ احده و اقبل شهادته و ان کان فسقه مقطوعاً به فاما ان یکون ممن یری الکذب و یتدین به او لا یکون کذالك فان کان الاول فلا نعرف خلافاً فی امتناع شهادته کالخطابیة من الرافضة لانهم یرون شهادة الزور لموافقتهم۔ و ان کان الثانی کفسق الخوارج الذین استاجوا الدار و قتلوا الاطفال و النسوان فهو موضع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخلا ف فمذ هب الشا فعی و اتبا عه و اکثر الفقهاء ان روایته و شهادته مقبو لة و هو اختیار الغزا لی و ابی الحسین البصری و کثیر من اصو لیین و ذهب القا ضی ابو بکر و الجبا ئی و ابو ها شم و جما عة من ا لا صولین الی امتنا ع قبول شهادته و روا یته و هو المختار۔ و قد احتج النا فو ن بحجة ضعیفة و ذا لك انهم قا لوا اجمعنا علی ان الفاسق المفرض لو کا ن عا لماً بفسقه لم یقبل خبره فا ذا کا ن جاهلاً بفسقه معتقداً انه لیس بفسق فقد انضم الی فسقه فسق آ خر و خطیئته اخری و هو اعتقا ده فی الفسق انه لیس بفسق فکان اولی ان لا یقبل خبره و لقا ئل ان یقول اذا لم یعتقد انه فاسق و کا ن متحر جاً متحرزاً فی دینه عن الکذ ب و ارتکا ب المعصیة فکان اخباره مغلبا علی الظن صدقه بخلاف ما اذا علم ان ما یا تی به فسق فذا لك یدل علی قلة میا لا ته بالمعصیة و عدم تحر زه عن الکذ ب فا فتر قا۔

(ترجمہ: کتاب احکام فی اصول الاحکام میں ہے جو ابوالحسن آمدی کی تصنیف ہے۔

دوسرا مسئلہ۔ تاویلی فاسق جو اپنے فسق کو نہ جانے، دو حال سے خالی نہیں۔ اس کا فسق ظنی ہوگا یا یقینی۔ سو اگر ظنی ہے جیسے حنفی کا فسق جو شراب پیوے (جس کا ذکر رسالہ نمبر ے ص ۱۲۲ مسئلہ نمبر ۴ میں گذرا ہے) تو ظاہر یہ ہے کہ اس کی روایت حدیث وشہادت قبول ہے۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے حنفی شراب (مذکور) پیوے تو میں اس کو حد شرعی لگاؤں گا اور اس کی شہادت بھی لے لوں گا۔ اور اگر اس کا فسق یقینی ہے تو پھر وہ دو قسم ہے۔ یا تو ایسا ہوگا کہ جھوٹ بولنے کو جائز خیال کرے اور اس کو دین سمجھے اور یا ایسا نہ ہوگا۔ اگر قسم اول سے ہے تو ایسے شخص کی روائت کے نہ ماننے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جیسے خطابیہ ہیں جو شیعہ میں سے ایک فرقہ ہے، ان کی روایت اس لئے مقبول نہیں کہ یہ لوگ اپنے ہم مذہب اور موافقین کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز رکھتے ہیں (مترجم کہتا ہے کہ یہ لوگ بدعت میں ایسے غالی ہیں کہ حضرت علیؓ کو خدا جانتے ہیں۔ ان کے کفر میں ثقات شیعہ کو بھی اختلاف نہیں چنانچہ شرائع وغیرہ کتب اہل تشیع میں مصرح ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر وہ قسم ثانی سے ہے جیسے خارجی لوگ جو مسلمانوں کے گھر لوٹنے اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے کو مباح جانتے ہیں تو یہ محل اختلاف ہیں۔ ان میں امام شافعیؒ اور ان کے اتباع اور اکثر فقہاء کا یہ مذہب ہے کہ ان کی روائت اور شہادت مقبول ہے اور یہی مذہب مختار ہے غزالیؒ وابوالحسن بصریؒ اور بہتیرے اصولیوں کا۔ اور قاضی ابوبکر (باقلانی) اور قاضی عبدالجبار اور ابو ہاشم اور ایک جماعت اصولیوں کی اس طرف گئی ہیں کہ ان کی روایت وشہادت کا قبول کرنا منع ہے اور یہی مذہب مختار ہے (مترجم کہتا ہے یہ آمدی کا خیال ہے ورنہ اور لوگوں کے نزدیک مذہب مختار قبول روایت ہے چنانچہ عبارات آئندہ سے واضح ہوگا) ایسے شخص کی روایت نہ ماننے والے ایک ضعیف دلیل سے دست آویز کرتے ہیں وہ یہ ہے جو انہوں نے کہا ہے کہ ہم سب کا اتفاق ہے کہ جس کا فسق مفروض ومسلّم ہو وہ اگر اپنے فسق کو جانتا ہو تو اس کی روائت مقبول نہیں۔ پس اگر وہ اپنے فسق سے بے خبر ہو یہ سمجھ کر کہ وہ فسق نہیں تو اس کے فسق کے ساتھ ایک اور فسق آملا۔ وہ اس کا اپنے فسق کو فسق نہ سمجھنا۔ پس ایسے شخص کے حدیث زیادہ تر قبول نہ کرنے کے لائق ہوئی۔

اس میں معترض اعتراض کرسکتا ہے کہ جب اس نے اپنے تئیں فاسق نجانا تو گویا فسق کو گناہ سمجھا اور اپنے دین میں فسق اور ارتکاب گناہ سے بچنے والا ٹھہرا پس اس کی خبر نے اس کے صدق کو ظن پر غالب کیا اس کا حال اس شخص کے برخلاف ہے جو اپنے فعل کو گناہ جانتا ہے (پھر اس کا مرتکب ہوتا ہے) اس کے گناہ جان کر ارتکاب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گناہ کی پرواہ کم رکھتا ہے اور جھوٹ سے نہیں بچتا ہے۔ پس ان دونوں میں فرق ثابت نکلا یعنی فاسق عملی کا جھوٹا ہوا جائز ہوا، نہ فاسق اعتقادی کا جو اپنے فسق کو نہیں جانتا)۔

مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے کہ اس کے بعد آمدی نے اپنے مذہب مختار پر آیہ اذا جاء کم فاسق بنباء فتبینوا پر استدلال کیا ہے اور ایک دلیل عقلی بھی اس پر قائم کی ہے جس کا جواب ہماری تقریر میں گزر چکا ہے اور کچھ آئندہ بھی آئے گا۔

و فی المحصو ل للا مام الرازی

الفصل ا لاول فی ا لا مور التی یجب و جو دھا حتی یحل للسامع ان یقبل روا یة و الضا بطه فیه کو نه بحیث یکو ن اعتقاد صدقه (عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر نہم اشاعۃ السنہ

(اشاعة السنة النبوية على صا حبها الصلوة و التحية

جس میں بقیہ جواب اس تحریر کا ہے جس کو میاں محمد شاہ صاحب مقیم دہلی نے بجواب مسائل عشرہ مجریہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء تالیف کیا

اور خلاف واقع میاں محمد یوسف صاحب کے نام سے شائع کرایا۔

من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری عفی اللہ عنہ

مطبوعہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۷۸ء۔

مطبع افضل المطابع لاہور میں طبع ہوا)

را جحاً على اعتقا د كو نه كا ذباً ثم نقو ل تلك ا لا مور خمسة ثم ذكر شر ط العقل ، و شر ط البلو غ ، و شر ط ا لا سلا م ، و ذكر فيه مسئلة قبو ل روا ية الكا فر من اهل القبله

فقا ل المسئلة الثا نية المخا لف من اهل القبلة اذ ا كفر نا ه كالجسم و غيره هل نقبل روايته ام لا الحق ان كا ن مذهبه جواز الكذ ب لم تقبل روا يته و لا قبلناه وهو قو ل ابى الحسين البصرى و قا ل القا ضى عبد الجبار لا تقبل روا يتهم ۔ لنا المقتضى للعمل قا ئم و لا معا ر ض فو جب العمل لا تقبل روا ية و ذ لك الكفر منتف ههنا و احتج ابو الحسين ايضاً بان كثيراً من اهل الحد يث قبلوا ا خبار سلفنا كا لحسن و قتا دة و عمرو بن عبيد مع علمهم بمذ هبهم و اكفار هم من يقو ل بقولهم ۔ثم ذكر استدلا ل المخالف و زيفه ثم ذكر شر ط العدالة و ذكر تعريفها و الضا بطه فيها ان كل ما لا يو من معه من الكذ ب يرد به الروا ية و ما لا فلا ا ثم ذكر مسئلة قبو ل روا ية الفاسق المتا ول

فقا ل المسئلة ا لاو لى الفاسق اذا اقدم على الفسق فا ن علم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو نه فسقاً لم یقبل روا یة با لا جماع و ان لم یعلم کو نه فسقاً فکو نه فسقاً اما ان یکو ن مظنو ناً او مقطو عاً فا ن کان مظنوناً قبلت روا یته بالا تفاق قال الشا فعی اقبل شها دة الحنفی و احدّه اذا شر ب النبیذ و ان کان مقطو عاً به قبلت روا یته ایضاً

قا ل الشافعی اقبل روا یة ا هل الهواء ا لاالظا بیة من الروافض لا نهم یرون الشهادة بالزور لموا فقتهم و قا ل القا ضی ابو بکر لا تقبل ۔ لنا ان ظن صدقه را جح و العمل بها الظن واجب و المعا ر ض المجمع علیه منتف، فو جب العمل به احتج الخصم بان منصب الروا یة لا یلیق بالفا سق اقصی ما فی الباب انه جهل فسقه و لکن جهله بفسقه فسق آ خر فا ذا منع احد الفسقین من قبو ل الروا یة فا لفسقان او لی بذ لك المنع ۔ و الجوا ب اذا علم کو نه فسقاً دل اقدا مه علی علی جر أته علی العصیة بخلا ف ما اذا لم یعلم

فی شر ح المغنی ان صا حب الهوی منهم من یجب تکفیره و یسمی الکا فر المتا ول و منهم من لا یجب تکفیره و یسمی الفاسق المتا ول فذ هب جما عة من ا لا صو لیین ان القسم الاو ل تقبل شها د ته و روا یته لا نه اذا لم یخر ج من اهل القبلة وکان معظماً للدین محتر زاً عن المعا صی غیر عالم بکفره فیحصل ظن الصدق فی خبره فیقبل کخبر العد ل المسلم و ان کا ن علی الخطا ء فی مسئلة او اکثر لان الاجتهادیا ت لا یسلم عن الخطاء و ذهب العا مة الی رد هما

و اختلف فی القسم الثا نی ا یضاً فذ هب ابو بکر الباقلا نی الی رد شها دته و روا یته لا ن الفسق فی العمل لما کان مانعاً عن قبو لهما فالفسق فی الاعتقا د اولی لکو نه اقوی و جهله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بفسقه فسق آ خر كا ن او لى با لرد
و ذ هب الجمهور الى قبو ل شها دته لان شها د ته انما لا تقبل لتهمة الكذ ب و الفسق من حيث ا لا عتقا د لا يو ر ث التهمة لانه انما وقع فيه لتعمقه فى الدين
الا تر ى ان منهم من يعظم الذ نب حتى يجعله كفراً و ذا يمنعه عن الكذ ب فلم يتمكن تهمة الكذ ب
فى شها دته بخلاف الخطا بية و هم صنف من الروا فض قلهم الله عن ديار المسلمين يجو زون اداء الشها دة زوراً الموافقيهم على مخا لفهم و قيل يعتقدو ن الشهادة لمن خلف عند هم انى محق فيتمكن تهمة الكذ ب فى شها د تهم ـثم من قبل الشها دة هذاالقسم ا ختلفوا فى قبو ل روا يته فمنهم من قبلها مطلقاً لان من ا حترز عن الكذ ب على غير الرسول كا ن اشد تحر زاً على الكذ ب عليه ،و منهم من فصل فقبل اذا كان عد لاً ثقة و لم يكن دا عياً للناس الى هوا ه و ردوه اذا كا ن داعياً و هو مذ هب آ ئمة الفقه و الحد يث وا ختيار المصنف ـ لا ن دعواه الى الهوا و حا جته الى ا لا حتجا ج عليها سلب داع الى التقو ل؟ اى ا لا فتراء و الكذ ب فيو ر ث ذ لك تهمة فى روا يته كما فى شها دة الوا لد لو لده
و فى مسلّم الثبو ت ـ و البد عة المتضمنة كفرا كالمجسمه كالكفر عند المكفر كا لقا ضين
و عند غيره كا لبدع الجلية و هى التى لم تكن عن شبهة قو ية كفتن الخوا ر ج
ففيها القبو ل عند ا لا كثر و هو المختار خلا فاً للآ مد ى و من تبعه
لنا ان تد ينه يصده عن الكذب ومن ههنا قبل الشهادة اهل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الهواء ا لا الخطا بية
قا لوا ان جا ء كم فاسق بنبأٍ فتبينوا
اقو ل لك ان تمنع كو ن المتدين من اهل القبلة فا سقاً بالعرف المتقدم
و اما غير الجلية كنفى زيا دة الصفا ت فيقبل اتفا قاً الا ان دعى الى هوا ه
و فى كتا ب معرفة انواع علو م الحد يث المشهور بالمقد مة لابن الصلاح ا لا ما م ـ التا سعة اختلفوا فى روا ية المبتدع الذى لا يكفر فى بد عة فمنهم من ردّ روا يته مطلقاً و منهم من قبل روا يته اذا لم يكن ممن يستحل الكذ ب النصرة مذ هبه او لا هل مذ هبه سوا ء كا ن دا عياً الى بد عته او لم يكن و غرا بعضهم هذا الى الشا فعى ـ و قا ل قوم تقبل روايته اذا لم يكن دا عية
و هذا مذ هب الكثيرة او ا لا كثر
و هذا المذ هب الثا لث اعد لها و او لهما و ا لا ول بعيد مبا عد للشا ئع عن آ ئمة الحد يث فا ن كتبهم طا فحة با لروا ية عن المبتد عة غير الدعاة فى الصحيحين كثير من ا حاديثهم فى الشوا هد و الا صو ل
و فى شر ح نخبة الفكر للحا فظ الا ما م ابن حجر ـ ثم البد عة اما ان يكو ن بمكفر او بمفسق
والتحقيق انه لا ير د كل مكفر ببد عةٍ لان كل طا ئفةٍ تد عى ان مخالفتها مبتد عة و قد تبا لغ فتكفر مخا لفتها فلو ا خذ ذلك على ا لا طلاق لاستلز م تكفير جميع الطوائف

(ترجمہ: کتاب محصول میں ہے جو امام رازیؒ کی تالیف ہے۔ فصل اول ان امور کے بیان میں جن کا راوی میں ضروری ہے تا کہ اس کی روائت کا مان لینا حلال ہو۔ اس میں قانون یہ ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی کا ایسی حالت پر ہونا چاہیے جس سے اس کی صداقت کا خیال اس کے کاذب ہونے کے خیال پر غلبہ رکھے۔ پھر ہم کہتے ہیں (رازی کہتا ہے) وہ پانچ امور ہیں پھر شرط عقل اور شرط بلوغ اور شرط اسلام کو ذکر کیا اور اس شرط اسلام میں مسئلہ قبولیت روایۃ کا فر اہل قبلہ کا بھی ذکر لائے چنانچہ کہا: دوسرا مسئلہ، مخالف جو اہل قبلہ سے ہو جب ہم اس کو فر جانیں جیسے مجسم وغیرہ ہیں تو اس کی روایت کو قبول کریں یا نہ کریں اس میں حق یہ مذہب ہے کہ اگر اس کے مذہب میں جھوٹ بولنا جائز ہے تو اس کی روایت قبول نہ کریں ورنہ لے لیں اور یہی قول ہے ابو الحسین بصری کا اور قاضی عبد الجبار کا یہ مذہب ہے کہ قبول نہ کی جائے۔ ہماری دلیل جواز قبولیت پر یہ ہے کہ اس کی روایت پر عمل کرنے اور اس کے ماننے کا مقتضی (باعث) موجود ہے اور اسکا معارض (جو اس کو دفع کرے) پایا نہیں جاتا تو اس پر عمل واجب ٹھہرا۔

بیان مقتضی کے موجود ہونے کا یہ ہے کہ اس کا جھوٹ کو حرام جاننا اس کو روایت میں جھوٹ بولنے سے مانع ہے اس سے اس کا صدق ظن پر غالب ہوا پس اس کی روایت پر عمل واجب ہوا کیونکہ ہم نے یہی قانون ٹھہرایا ہے۔ بیان معارض کے موجود نہ ہونے کا یہ ہے کہ ان کا اتفاق اس پر ہے کہ کافر غیر اہل قبلہ کی روایت پر مقبول نہیں سو (یعنی وہ کفر) یہاں پایا نہیں جاتا۔ ابو الحسن بصریؒ نے اس مذہب پر اس دلیل سے استدلال کیا ہے کہ بہتیرے اہل حدیث نے حسن و قتادہ و عمرو بن عبید کی حدیثیں قبول کی ہیں باوجودیکہ وہ انکے مذہب کو جانتے تھے اور جو ان لوگوں کا اعتقاد رکھے اس کو کافر بتلاتے۔

پھر امام رازیؒ نے استدلال مخالف کا ذکر کیا اور اس کو سست کر دیا۔ پھر شرط عدالت (۴) اور اس کی تعریف و وصفت کو ذکر کیا اور اس میں یہ قانون بیان فرمایا کہ جس صفت و حالت کے ہونے سے راوی کے جھوٹ سے امن ہو اس کی روایت قبول ہے۔ ورنہ نا مقبول پھر مسئلہ قبولیت روایت فاسق تاویلی کا ذکر کیا اور فرمایا:

پہلا مسئلہ: فاسق جب فسق کی طرف متوجہ ہو، پھر اگر وہ اپنے تئیں فاسق جانتا ہے تو اس کی روایت بالاجماع مقبول نہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو فاسق نہیں جانتا تو اس کا فسق ظنی ہوگا یا یقینی ظنی ہوگا تو اس کی روایت بالاتفاق مقبول ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ میں حنفی کی شہادت قبول کرتا ہوں اور جب وہ شراب پیوے تو اس کو حد بھی لگاتا ہوں اور اگر وہ فسق قطعی ہو تو بھی اس کی روایت مقبول ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ میں اہل ہوا (نفسانی) کی روایت قبول کرتا ہوں بجز خطابیہ کے کہ وہ اپنے موافقین مذہب کے لئے جھوٹ بولنا جائز خیال کرتے ہیں

قاضی ابوبکرؒ نے کہا کہ ان کی روایت ہم نہیں مانتے۔ ہماری دلیل (مان لینے پر یہ ہے) کہ ظن اس کی صداقت کا غالب ہے اور اسکا معارض موجود نہیں پس اس پر عمل واجب ہوا۔ خصم (مانع قبولیت روایت) یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ منصب روایت فاسق کے لائق نہیں۔ اس میں بڑی بات یہ نکالی کہ وہ اپنے فسق کو نہیں جانتا لیکن نہ جاننا دوسرا فسق ہے اور جب ایک فسق مانع قبولیت روایت ہوا تو دو فسق بطریق اولی مانع ہونے چاہییں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب فاسق اپنے فسق کو جانتا ہوگا تو اس کے اس فسق پر اقدام کرنے سے اس کا معصیت (کذب وغیرہ) پر جرأت کرنا معلوم ہوتا ہے بخلاف اس فاسق کے جو اپنے فسق کو نہیں جانتا کہ وہ اس فسق کے سبب سے معصیت پر دلیر اور شریعت سے بے پرواہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

شرح مغنی میں ہے، تو جان لے صاحب ہوا نفسانی بعض ایسے ہیں جن کی تکفیر واجب ہے اس کو کافر تاویلی کہتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں جن کی تکفیر واجب نہیں اس کا فاسق تاویلی نام رکھتے ہیں پس ایک جماعت اصولیوں کا یہ مذہب ہے کہ قسم اول کی روایت وشہادت مقبول ہے کیونکہ جب وہ اہل قبلہ سے خارج ہوئے اور دین کی تعظیم کرنے والے اور گناہوں سے بچنے والے اپنے کفر کو نجاننے والے ہوئے تو ان کی راستی کا ظن ان کی خبر میں پیدا ہوا۔ پس ان کی خبر ایسی قبول ہوگی جیسے مسلمان عادل کی اگرچہ ایک یا ایک سے زیادہ مسائل میں وہ خطا پر ہیں۔ اس لئے کہ اجتہادی مسائل میں خطا سے بچا نہیں جاتا اور اکثر لوگ ان کی روایت وشہادت کو رد کرتے ہیں۔

ایسا ہی قسم ثانی میں اختلاف ہے ابوبکر باقلانی کا یہ مذہب ہے کہ ان کی روایت وشہادت مردود ہے اس لئے کہ جب فسق عملی مانع قبولیت روایت ہے تو فسق اعتقادی بڑھ کر ہونا چاہیے کیونکہ یہ اس سے بڑھ کر ہے اور اس کا اپنے فسق کو نجاننا دوسرا فسق ہے پس زیادہ لائق رد ہوا۔

جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ ان کی شہادت مقبول ہے اس لئے کہ شہادت کا نامقبول نہ ہونا تہمت کذب کے سبب سے ہوا کرتا ہے۔ اور فسق اعتقادی سے یہ تہمت پیدا نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ دین میں تعمق (گہرا پن) وتشدد کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔

تم نہیں دیکھتے کہ بعضے ان میں سے گناہ کو ایسا برا سمجھتے ہیں کہ اسکو کفر بتاتے ہیں یہ بات ان کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کذب سے مانع ہے پس ان کی شہادت میں تہمت کذب کو جگہ نہیں۔

بخلاف فرقہ خطابیہ کے (جو روافض سے فرقہ ہے) یہ لوگ جھوٹ بولنا اپنے موافقین کے لئے جائز سمجھتے ہیں۔ اور بنا بر بیان بعض لوگوں کے جو کوئی ان کے سامنے اپنے حق ہونے پر قسم کھائے اس کی گواہی دینی جائز سمجھتے ہیں پس ان کی شہادت میں تہمت کذب نے جگہ پائی

پھر جو لوگ ان کی شہادت مانتے ہیں وہ ان کی روایت ماننے میں باہم مختلف ہیں بعض ان کی روایت کو بہر حال مانتے ہیں اس دلیل سے کہ جس نے اور بندوں پر سوائے رسول کے جھوٹ نہ باندھا وہ رسول اللہ ﷺ پر کب جھوٹ باندھے گا، اور بعض اس میں تفصیل کرتے ہیں کہ روایت ثقہ عادل کی جو اپنے مذہب کی طرف دعوت نہ کرے مان لیتے ہیں، اور جو اپنے مذہب کی طرف داعی ہو اس کی نہیں مانتے یہی مذہب آئمہ فقہ و حدیث کا ہے اور یہی مختار مصنف، دلیل اس پر یہ ہے کہ اس کا مذہب کی طرف بلانا اور اس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت کا پیش ہونا اس کو جھوٹ کی طرف بلاتا ہے اور افتراء کا سبب ہو جاتا ہے جس سے اس کی روایت میں شبہ پیدا کیا جیسی باپ کی شہادت میں بحق فرزند شبہ پیدا ہوتا ہے۔

ترجمہ کتاب مسلم الثبوت: میں ہے بدعت جو کفر پر مشتمل ہو (جیسے خدا کا جسم خیال کرنا) کفر کے حکم میں ہے، یعنی ان کے نزدیک جو اس کے معتقد کو کافر جانتے ہیں جیسے قاضی ابو بکر و قاضی عبد الجبار اور ان کے سوائے اوروں کے نزدیک وہ بدعات واضحہ کے حکم میں ہیں (جو قوی شبہ سے پیدا نہیں ہوئے ہیں) جیسے خارجیوں کی بدعات۔

سو ان میں اکثر لوگوں کے نزدیک حکم قبولیت ہے اور یہی مذہب مختار ہے اس میں آمدی اور اس کے اتباع مخالف ہیں

ہماری دلیل قبولیت پر یہ ہے کہ بدعتی کی (بزعم خود) دین داری اس کو کذب سے روکتی ہے اسی وجہ سے اہل ہوا (نفسانی) کی شہادت بجز خطابیہ کے قبول ہے

منکرین یہ قول اللہ تعالیٰ کا پیش کرتے ہیں کہ اگر فاسق کوئی خبر لائے تو اس میں تحقیقات کرو۔

میں (صاحب مسلّم) کہتا ہوں ہوں تجھے پہنچتا ہے کہ تو فاسق ہونا اہل بدعت کا (جو بزعم خود متدین ہیں) ان معنی کر نہ مانے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں معروف و مروج تھی (یعنی حکم شریعت و اطاعت حق سے عمداً خارج ہونے والا) رہی بدعات غیر واضحہ جیسے زیادہ صفات الٰہی کا منکر ہونا سو ان کے مرتکب کی روایت اتفاقاً مقبول ہے بجز اس صورت کے وہ اپنی بدعت کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف لوگوں کو بلا وے۔

ترجمہ کتاب علوم الحدیث۔مشہور مقدمہ ابن الصلاح میں ہے،نواں مسئلہ، روایت مبتدع میں جو منسوب بکفر نہ ہوا ختلاف ہے بعض ان کی روایت کو بہر حال رد کرتے ہیں بعض بہر حال قبول کرتے ہیں بشرطیکہ وہ جھوٹ بولنے کو اپنے مذہب یا اہل مذہب کے لئے حلال نہ جانتا ہو پھر خواہ وہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلا وے خواہ نہ بلاوے۔اس قول کو بعض حضرت امام شافعیؒ کی طرف نسبت کرتے ہیں اور بعض اسکی روایت کو بایں شرط قبول کرتے ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت نہ کرتا ہو

یہ مذہب بہت لوگوں کا ہے اور یہ مذہب سب مذاہب سے اولی و بہت باعدل ہے اور پہلا مذہب (یعنی رد کرنا) دور پھنکا گیا ہے بدلیل اس امر کے کہ آئمہ حدیث کا اہل بدعت سے روایت کرنا شائع ومشہور ہے ان کی کتابیں بدعتیوں کی روایت سے (جو دعوت کنندہ نہیں ہیں) پر ہیں (خاص کر) صحیحین میں ان کی روایتیں اصول وشواہد میں بہت ہیں

اور شرح نخبہ میں ہے۔پھر بدعت کیا تو ایسی ہوگی جس میں مبتدع منسوب بکفر ہو اور یا ایسی جس سے منسوب بفسق ہو۔

پس پہلی بدعت والے کی روایت کو جمہور علماء قبول نہیں کرتے اور بعضے کہتے ہیں وہ بہر حال مقبول ہے اور بعضے کہتے ہیں اگر وہ اپنی بات کی تائید کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز نہ سمجھتا ہو تو مقبول ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ سب کے سب بدعتی بدعت کے سبب مردود نہیں اسلئے کہ ہر ایک فرقہ مدعی ہے کہ اس کا مخالف فرقہ بدعتی ہے اور کبھی اس سے بڑھ کر ان کو منسوب بکفر کرتا ہے پس اگر ان کی روایت کو رد کرنا عموماً جائز رکھا جائے تو سب فرقوں کی تکفیر لازم آوے)

مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے وجیہ الدین علوی نے شرح الشرح میں اس دلیل شارح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ نفس الامر کا لحاظ چاہیے نہ عند یہ خصم کا۔پس تکفیر اہل حق کی لازم نہ آئے یعنی اسلئے کہ وہ نفس الامر میں کافر نہیں، گو بزعم خصم کافر ہوں

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ایسے کفر میں مفروض ہے جس میں ضروریات دین کا انکار نہ ہو اور وہ کفر قطعی نہ ہو چنانچہ عبارت آئندہ شرح کی اس پر شاہد وناطق ہے۔اور ظنیات میں نفس الامر یقینی پر اطلاع ممکن نہیں ان میں جو کچھ کوئی کہے گا اس کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے خیال میں نفس الامر سمجھے گا پس خصم اس میں کہہ سکے گا کہ نفس الامر یہ نہیں جو تمہارے خیال میں ہے بلکہ وہ ہے جو ہمارے عندیہ میں ہے۔ بناء علیہ پھر کل اسلامی فرقوں کی تکفیر کا لزوم دامنگیر ہوا اور وہی اشکال عود کر آیا جس سے بدون اختیار مسلک شارح وغیرہ محققین جو روایت ایسی ظنی مکفرین کو قبول کرتے ہیں اور مناط قبول روایت فقط صدق وضبط رواۃ کو ٹھہراتے ہیں، خلاصی ممکن نہیں۔ اور نہ کسی وجہ سے اسکات والزام خصوم متصور ہے۔

اسکات خصم کی تو خیریت ہے ہوا ہوا، نہ ہوا نہ ہوا، اس خیالی وادعائی نفس الامر کی تثبت سے ثالث بالخیر کا افحام یا افہام ہاتھ سے جاتا ہے اور اسلام گھٹتا نظر آتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نومسلم ہوا اور ہنوز سنی بنا نہ شیعی وہ راہ حق کا طالب ہے اور کسی مسئلہ فرعی (جیسے وضو میں دونوں پاؤں کا دھونا یا ان پر مسح کرنا) کی تحقیق چاہتا ہے اور اسی مسئلہ کی تحقیق کو معیار حقیت بقیہ مسائل فرعیہ ٹھہراتا ہے اور یہ وعدہ دیتا ہے کہ جس مذہب کی حقیت مجھے اس مسئلہ میں معلوم ہوئی اسی مذہب کو میں بقیہ مسائل میں اختیار کرونگا۔ تو ایسے شخص کی فہمائش وطمانیت نہ سنی کے اس جواب سے ممکن ہے کہ اہل سنت کی مرویات میں کہیں ذکر مسح نہیں آیا یا اس میں حکم ممانعت صریحہ آچکا ہے، نہ شیعی کے اس جواب سے کہ اہل تشیع کی روایتوں میں ذکر مسح وارد ہے۔ اس کو اگر سنی یہ کہے کہ روایات شیعہ جو مسح میں وارد ہیں تشیع رواۃ کے سبب لائق اعتماد نہیں تو وہ ہرگز نہ مانے گا اور اگر شیعی کہے کہ روایات سنیہ جو ممانعت مسح میں وارد ہیں تسنن رواۃ کی جہت سے لائق اعتبار نہیں تو بھی ہنسی کرے گا۔ اور اس مسئلہ شرعیہ کا صاف منکر ہوگا اور بقیہ مسائل نماز روزہ میں بھی ایسے ہی جابات پائے گا تو حیرت میں پڑ جائے گا اور کہے گا کہ اہل اسلام آپس میں ایسا اختلاف رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں میں جاؤں تو کدھر جاؤں اور عمل کروں تو کس پر کروں آخر ایک نہ ایک اسلام کو سلام کرے گا اور اپنا اور راستہ لے گا۔

اس کی تسکین یا اپنی اپنی تائید وتصدیق کے لئے اگر یہ دونوں فریق شیعہ وسنی مثلاً اصول واعتقادیات میں بحث کریں گے تو ان میں بھی کہیں سمعیات (آیات محتملہ مجملہ غیر قطعیہ واحادیث نبویہ) میں آپڑیں گے پھر اپنی اپنی مرویات کی طرف رجوع کریں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے اور وہی بات منہ پر لاویں گے اور اس ثالث بالخیر سے اپنی اپنی ہنسی کراویں گے۔ اور یہ امر ممکن نہیں کہ دلائل عقلیہ قطعیہ سے دونوں فریق کا پورا کام چلے اور مراجعت مرویات کی کسی کو حاجت نہ پڑے اس لئے کہ اولاً تو عقل بدون استعانت واستناد نقل احکام شرعیہ میں حاکم نہیں چنانچہ رسالہ نمبرے صفحہ ۱۲۹ وغیرہ میں اس کی بحث گذر چکی ہے۔ وثانیاً فرض اس مسئلہ کا مسائل ظنیہ میں ہے اور مسائل ظنیہ میں وجود دلائل قطعیہ کب متصور ہے۔ اگر ان مسائل میں دلائل قطعیہ ہوتے تو ان کے انکار سے ایک دوسرے کو کافر قطعی کیوں نہ کہتے اور ہمارے اہل سنت عامہ اہل تشیع وخوارج وغلاۃ روافض و مجسمین کو ایک سے کافر قطعی کیوں نہ ٹھہراتے۔

طحاوی حنفیؒ نے شرح درمختار میں اپنے فرقہ اہل سنت کے ناجی وحقانی ہونے پر یہ دلیل قائم کی ہے کہ محدثین ہمارے گواہ ہیں اور ان کی مرویات ہمارے اصول و فروع کے مصدق وموافق چنانچہ رسالہ نمبر۲ صفحہ ۳۹ میں ان کی اصل عبارت گذری ہے اس دلیل میں بھی وہی اشکال موجود اور اس ثالث بالخیر اور خصم مخالف کے اس اعتراض کی گنجائش ہے کہ جن کو تم شاہد ٹھہراتے ہو اور ان کی مرویات کی شہادت سے اپنی حقانیت کا ثبوت بہم پہنچاتے ہو وہ خود تمہاری طرح سنی ہیں اور تمہارے ہی بھائی بند۔ ایسی شہادت خانگی کافی ہے تو جانب مخالف میں ایسی شہادت موجود ہے شیعہ اپنی تائید میں صحاح اربعہ اہل تشیع کی شہادت پیش کرسکتا ہے اور خارجی اپنے خوارج کی۔ اور معتزلہ، معتزلہ کی اور مرجی، مرجی کی۔ و علی هذا القیاس

پس اس ثالث بالخیر کی طمانیت یا اعتراض مخالف سے نجات اس بات کے سوائے ممکن نہیں ہے جو شارح وغیرہ محققین نے اختیار کی ہے۔ یعنی صدق وضبط رواہ کو قبولیت روایت کا معیار ٹھہرانا اور شیعہ وسنی کی جرح کو کان لم یکن سمجھ کر بالائے طاق رکھ دینا۔ بناء علیہ جس راوی کا صدق ورع وامانت وضبط ثابت ہو اس کی حدیث قبول کی جاوے خواہ وہ سنی ہو خواہ شیعی خارجی یا معتزلی، جبری ہو خواہ قدری۔ اور جس کا صدق وضبط ثابت نہ ہو اس کی حدیث مردود سمجھی جاوے، سنی ہو خواہ شیعی خاری ہو خواہ معتزلی جبری ہو خواہ قدری، و علی هذا القیاس۔

اس طریق سے ثالث بالخیر کی طمانیت تو متیقن ہی ہے خصم مخالف کی تسلیم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور موا فقت بھی متصور ہے اس میں معیارقبو ل روا یت مخا لفین وہی ٹھہرا یا جو اپنے موافقین کی روا یتوں میں جا ری کیا گیا ہے پس نہ اس میں کسی پائی جاتی ہے نہ کسی سے عداوت۔

یہی طر یق اگر مخالف فر قے اختیار کر یں، یعنی منا ط قبو لیت روایت صدق و ضبط کو ٹھہرا ویں اور اعتقا د تسنن کو مو جب رد روایت اہل سنت نہ سمجھیں تو یقین ہے کہ سبھی اکثر مسائل میں اہل سنت سے مل جل جا ویں۔ نہ کوئی شیعہ رہے، نہ خا ر جی، نہ معتز لی، نہ قد ری۔ مجھے اللہ تعالی نے عمر میں مہلت دی اور با ہمی اہل سنت کے اختلاف اٹھا دینے یا کم کر دینے کی تو فیق وفراغت عطا فر مائی یعنی ان سب مختلف فرقوں حنفی شافعی حنبلی مالکی کو آپس میں متفق کر کے ایک جا دہ مصطفویہ وطر یقہ محمد یہ پر چلا یا یا ان کو خالص محمد یوں کی حجج قا ہرہ و برا ہین با ہرہ کے سا منے اکم و الکم فا قد الحجہ کر دکھا یا تو پھر میں کتب فرق مخالفین کی طرف متوجہ ہونگا اسی طر یق سے ان کی روایات ثقات کی صحت ثابت کر کے اپنی مرویات صحاح سے ان کو ملاؤنگا اور اپنی روایات ثقات کی تصحیح ان کے آئمہ کی تصر یح سے بہم پہنچا کر ان پر حجت ٹھہراؤنگا۔

اور ان کی مفتر یات اور ضعاف کا موضوع یا ضعیف ہونا انہیں کی تصر یحات سے ثابت کر کے ان کا ساقط الا عتبار ہونا مبر ھن کر دکھاؤنگا۔ پھر امید ہے کہ اہل سنت و جما عت اور ان میں بجز اقل قلیل فرق نہ رہے گا اور سب کا عمل احا دیث صحیحہ پر ہو جا وے گا و ما تو فیقی ا لا با لله علیه تو کلت و الیه انیب

فا لمعتمد ان الذی ترد روا یته من انکر امراً متوا تراً معلو ماً من الدین با لضرورة و کذا من اعتقد عکسه فا ما من لم یکن بهذه الصفة وانضم الی ذلك ضبط لما یر ویه مع ور عه و تقواه فلا ما نع من قبو له و الثا نی و هو ما لا یقتضی بد عته التکفیر ا صلاً الی آ خر ما قال مثل ما قا ل ابن الصلا ح و زا د علی ما قال فی المذ هب الثا لث ا لاشترا ط با ن ما یر ویه غیر الدا عیة لا یکو ن بحیث یقوی بد عته انتهی ما فی شر ح النخبة و هکذا فی مقد مة فتح الباری و شر ح مسلم للنوی۔ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوا هر ا لا صو ل و ارشاد الفحو ل و حصو ل الما مو ل وغیرها

و فی الدر المختار ۔ و تقبل شها دة اهل الهواء ای ا صحا ب بدع لا تکفر کجبر و قدر و رفض و خرو ج و تشبیه و تعطیل و کل منهم اثنا عشر فرق فصاروا ا ثنین و سبعین

الا الخطا بیة صنف من الروافض یرو ن الشهادة لشیعتهم ولکل من حلف انه محق فر د هم ل البد عهم بل لتهمة الکذ ب و لم یبق لمذ هبم ذکر بحر انتهی

(ترجمہ: پس لائق اعتماد یہ مذہب ہے کہ لائق روایت وہ شخص ہے جو کسی متواتر کا جو دین سے بالبداہت معلوم ہو منکر ہے یا اس کے خلاف کا معتقد۔ اور جو ایسا نہ ہو اور اس کے ساتھ اس کی یادداشت و پرہیز گاری بھی ملی ہوئی ہو تو اس کی روایت مان لینے سے کوئی مانع نہیں

اور دوسری بدعت جو اس کی تکفیر کی خواہاں نہیں اس میں، تا آخر، وہی کچھ کہا جو ابن صلاحؒ نے کہا ہے یعنی تین مذہب بیان کئے ہیں۔

ا۔ بہر حال رد۔۲، بہر حال قبول، ۳۔ قبولیت بشرط داعی نہونے کے۔

پھر اس مذہب ثالث میں یہ شرط بڑھا دی ہے کہ اس غیر داعی کی روایت بھی ایسی ہو جو اس کی بدعت کی تائید نہ کرے۔ جو شرح نخبہ میں میں ہے تمام ہوا۔ اور ایسا ہی مقدمہ فتح الباری اور شرح مسلم امام نووی، و جواہر الاصول وارشاد الفحول وحصول الما مول وغیرہ میں ہے۔

درمختار، میں ہے اور شہادۃ اہل ہوا کی مقبول ہے یعنی اہل ان بدعات کے جو کفر نہیں، جیسے جبری ہونا قدری ہونا رافضی ہونا خارجی ہونا، خدا کو مخلوق جیسے بتانا، خدا کو صفات سے خالی سمجھنا، یہ سب بارہ فرقے ہیں سو کل بہتر فرقے ہوئے

یہ حکم قبولیت شہادت سوائے فرقہ خطابیہ کے ہے جو روافض سے ایک فرقہ ہے وہ اپنے گروہ کی اور اس کے لئے جو قسم سے کہدے کہ میں حق پر ہوں شہادت دینی جائز ہے (اگر چہ اس بات کی ان کو خبر نہ ہو) سو ان کی شہادت کا مردود ہونا ان کی بدعت کے سبب سے نہ ہوا بلکہ تہمت کذب کے سبب سے ہوا اور اس میں ان کے بدعتی مذہب کا کچھ ذکر نہ ہوا۔ یہ بحر الرائق کا خلاصہ ہے۔ درمختار کا مطلب تمام ہوا)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و هکذا فی الهدا یة التی یدور علیها ر حی ا لحنفیة و هو افحم الحجج علی المخاطبین و ا ثقل علیهم من طور سینین

و فی منهج الو صو ل نقلاً عن ا لا ما م ابن کثیر قا ل الشا فعی اقبل شها دة اهل ا لا هواء ا لا الخطا بیه و لم یفرق الشا فعی فی هذا النص بین الدا عیة و غیره

ثم ما الفرق فی المعنی بینهما و هذا البخا ری قد خر ج لعمران بن حطان ما د ح عبد الر حمن بن ملجم قا تل علی ابن ابی طالب و هذا ای مد حه له من اکبر الدعوة الی البد عة و الله اعلم

قا ل صا حب المنهج و هذا هو الحق الذی لا محیص عنه و قد حققت ذ لك فی کتا بی هدا یة السا ئل الی ادلة المسا ئل

و نقل عن السید محمد بن ابرا هیم الو زیر الیما نی صا حب العا صم و علو م الحد یث و تنقیح ا لا نظار و یرد الدا عیة عند المحد ثین و القوی فی الد لیل قبو له ا لا فیما یقوی بدعته و یقوی القرائن بتهمته و لا یتا بع

و قد اد عی جماعة حلة ا لا جماع علی قبو ل المتا ولین مطلقاً و هو مذ هب جمهور اهل اللبیت و حجة من رد هم التهمة بالبدعة و حجة من قبلهم الظن مع عد م الما نع منه و روا یة الثقا ت للا جما ع علی ذ لك و ما یلز م من رد هم من تعطیل علم الحد یث و ا لا ثر کما یعلم ذ لك من بحث عن ر جال الصحیحین مع بلو غ الجهد فی تنقیة روا تهما و قد او ضحت ذ لك فی العواصم و علو م الحد یث ۔ ثم قا ل فا ذا قا لوا باصحیة حد یث عمران الداعی قا تل علی فلیقبلوا حد یث کل مبتدع صدو قٍ دا عیاً کا ن او غیره ولیقلعوا اساس العدالة المرسو مة الذی اسسه اهله

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قد او رد فی کتا به هدایة السا ئل فی تا ئیده ابحا ثاً عجیبة تلیق للمرا جعة

و ذکر عدة ر جا لٍ من اهل الهواء ا خر ج عنهم ا لآ ئمة من کونهم من اهل الدعوة

ثم نقل عن تنقیح ا لانظار انه لم یجد للما نعین لقبو ل روا یة الدعا ة غیر الو جهین ۔ الاو ل لعل رغبة فی الدعوة استما لة قلو ب الناس یحمله علی الکذ ب، و الثا نی ان فی قبول روایته تنو یه لا مره و تفخیم لشا نه و ذا لا یلیق بحا له

فا لجوا ب عن ا لا ول ان هذه التهمة ضعیفة لا یساوی ما یصادمه و هو ور ع المبتدع و تد ینه الذی یصده عن الکذ ب و یمنعه و الثا نی انه لا عبرة بهذه المصلحة اذا قا م الد لیل علی حجّة قو ل المبتد ع و قبو ل روا یته ۔ یعنی لیس لنا ردّ الحجج الشر عیة بمجرد النظر الی ما یبدو لنا من المصا لح العقلیة و ان لم یقم الد لیل علی ذ لك فینبغی ان لا یقبل روایة غیر الدعاة منهم کذ لك

و الحاصل ان الدعوة لا د خل له و لا ا ثر فیما هنا لك

ثم قا ل فقد علمت بذ لك ان کل من لم یتهم فی الروایة فهو مقبو ل و العدا لة با لمعنی المذ کور غیر معتبرة و انما المردود من یستجیز الکذ ب لنصرة المذ هب

و نقل عن مقد مة الفتح الباری انه لا ا ثر للتضعیف مع الصدق و الضبط

(اور ایسا ہی ہدایہ میں ہے جس پر حنفیوں کی چکی پھر رہی ہے اور یہ بڑی ساکت کنندہ دلیل ہے مخالف پر اور کوہ طور سے ان پر بوجھل ہے

منہج الوصول میں امام ابن کثیرؒ سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے کہا ہے میں اہل بدعت کی شہادت قبول کرتا ہوں بجز فرقہ خطابیہ کے اور امام شافعیؒ نے اس قول میں اہل بدعت اپنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کی طرف بلانے والوں اور دوسروں میں فرق نہیں کیا۔

اور درحقیقت بھی ان میں فرق نہیں۔ یہ دیکھو بخاریؒ نے عمران بن حطان کی لے لی جس نے عبدالرحمٰن بن ملجم مردود قاتل امیر المومنین مرتضیٰؓ کی تعریف میں قصیدہ بنایا ہے اور یہ بڑا مذہب کی طرف بلانا ہے۔

صاحب منہج فرماتے ہیں کہ قبول روایت ثقات بہرحال داعی ہوں نہ ہوں یہی مذہب حق ہے جس سے کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں اور میں اس کی تحقیق ہدایۃ السائل میں کی ہے

اور سید محمد ابراہیم مصنف عواصم وتنقیح وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ محدثین کے نزدیک بدعتی دعوت کنندہ کی حدیث مردود ہے پر دلیل کی راہ سے مقبول ہونا قوی ہے بجز اس حدیث کے جو اس کی بدعت کی تائید کرے اور اس کے جھوٹ ہونے پر قرائن قوی ہوں اور اس روایت میں دوسرا راوی اس کے ساتھ نہ ہو۔

اور ایک جماعت کا یہ دعوی ہے کہ تاویلی کافروں کی روایت بہرحال مقبول ہونے پر اجماع ثابت ہو چکا ہے اور یہی مذہب جمہور اہل بیت کا ہے (پھر) جس نے ان کو رد کیا ہے اس کی دستاویز اتہام کذب ہے بدعت کے سبب سے اور جس نے قبول کیا ہے اس کی دلیل حسن ظنی بدون وجود نافع کے۔ اور ثقہ لوگوں کا اس پر اجماع نقل کرنا اور ان کے نہ ماننے سے علم حدیث وآثار کی بے کاری کا لازم آنا۔ چنانچہ اس بات کو وہ شخص جانتا ہے جو صحیحین کے راویوں سے کو شش کے ساتھ بحث کرتا ہے اور میں نے اس کو عواصم وعلوم الحدیث میں کوب واضح کیا ہے۔

پھر صاحب منہج نے فرمایا ہے کہ جب عمران بن حطان قاتل امیر علیہ السلام کی حدیث کو مان چکے ہیں تو چاہیے کہ سبھی اہل بدعت کو جو راست گو ہوں قبول کر لیں داعی ہوں یا غیر داعی اور چاہے کہ عدالت رسمی (جس میں بدعت کا نہ ہونا مشروط ہے) کی جڑ ھ کو اکھاڑ دیں جسکو محدثین نے جما رکھا ہے

اور صاحب منہج نے اس کی تائید میں ہدایۃ السائل میں عجیب عجیب مباحث ذکر کئے ہیں جو مراجعت کے لائق ہیں۔ اور کئی اہل بدعت کا نام لیا ہے جن سے آئمہ محدثین روایت لائے ہیں باوجود اس بات کے کہ وہ اہل دعوت سے ہیں۔

پھر صاحب منہج نے تنقیح الانظار سے نقل کیا ہے کہ صاحب تنقیح نے مانعین قبولیت روایت اہل بدعت دعوت کنندگان کے دلائل بجز ان دو دلیلوں کے نہیں پائیں۔ اول یہ کہ شاید اہل دعوت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رغبت اپنی دعوت میں اور لوگوں کو مائل کرنے میں اس کو جھوٹ پر باعث ہو، دوئم یہ اس کی روایت لے لینے میں اس کی عزت پائی جاتی ہے۔ سو پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ تہمت ضعیف ہے مبتدع کی (بزعم خود) اس دینداری و پرہیز گاری کے مساوی نہیں ہے جو اس کو کذب سے مانع ہے۔ دوسری کا جواب یہ ہے کہ اگر مبتدع کی روایت حجت ومقبول ہونے پر دلیل شرعی قائم ہے تو اس مصلحت کا کچھ اعتبار نہیں اس لئے کہ دلائل شرعیہ کا ابطال مصالحہ عقلیہ سے جائز نہیں

اور اگر مبتدع کی روایت کے مقبول ہونے پر دلیل شرعی قائم نہیں تو چاہیے کہ روایت غیر داعی کی بھی قبول نہ ہو

حاصل یہ کہ یہاں دعوت کا کچھ دخل واثر نہیں

پھر صاحب منہج نے کہا تجھے اس بیان سے معلوم ہوا کہ راوی متہم بالکذب نہیں سو مقبول الروایت ہے اور عدالت بمعنی مذکور (جس میں بدعت کا نہ ہونا مشروط ہے) نا معتبر ہے اور مردود الروایت وہی شخص ہے جو نصرت مذہب کے لئے جھوٹ کو حلال جانتا ہے۔

اور مقدمہ فتح الباری سے نقل کیا کہ صدق وضبط راوی کے ہوتے ضعیف کہنے کا کچھ اثر واعتبار نہیں)۔

ان عبارات اصولیین ومحدثین ومقلدین سے ہمارا مدعا یعنی مقبول ہونا روایت مبتدع کا (جسکو جمہور قبول رکھتے ہیں) ثابت ہوا اور بے دلیل ہونا کلام اہل شذوذ کا ان کے حق میں بخوبی معلوم ہوا۔ بلکہ علاوہ برآن مقبول ہونا روایت ان مبتدعین کا جن کو جمہور نہیں مانتے نیز ضمناً مبرہن ہو گیا اور واضح ہوا کہ بدعت کے سبب سے جس مبتدع میں (گو وہ مکفّر ببدعت اور داعی کیوں نہ ہو) کسی کو کلام ہے وہ کلام بلا دلیل ہے جس کا نہ ہونا شرط اشتہار نہیں ہے۔ بناء علیہ خروج حدیث جسی مبتدع صدوق وضابط کا دائرۃ صحت مقصودہ اشتہار سے ممکن نہیں۔ یہ کلام صفحہ ۱۶۴ سے یہاں تک وجہ ثبوت کذب دوم جناب مخاطب میں ہے۔

اب کذب ہونا کذب ثالث کا اور خارج ہونا قسم ثالث احادیث کا دائرہ صحت مقصودہ اشتہار سے مدلل کیا جاتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات کذب سوم

پس واضح ہو کہ یہی وجہ (جو قسم اول و ثانی کے عدم خروج کی وجہ ہے) خارج نہ ہونے قسم ثالث (یعنی تعلیقات صحیح بخاری۔ تعلیق بے سند ذکر کرنا حدیث کا اور خود اس حدیث کو بھی کہتے ہیں جس کے شروع سند سے یا بعض یا کل راوی ذکر نہ کئے جائیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں) کے دائرہ صحت اتفاقی مقصودہ اشتہار سے بمقتضائے قید ثالث ہے اس لئے کہ تعلیقات صحیح بخاری کو عموماً مطلقاً نمانا یا خاص کر اس کی تعلیقات صحیحہ کو قبول نہ کرنا قسم ثانی جرح (یعنی کلام بلادلیل و جرح مبین بالتفصیل) سے نہیں ہے بلکہ از قسم اول ہے جو پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ گو صدور اس کا ابن حزمؒ سے نہیں اس کے اکابر سے کیوں نہ ہو۔

ہم امام ابن حزم کا اگرچہ امام و حافظ الحدیث وصفوۃ المحدثین واسوۃ المحققین نام رکھتے ہیں اور ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر ۱۳ و ۱۴ مطبوعہ مئی و جون ۱۸۷۸ء میں بسط و تفصیل سے ان کی مدحت وان کے اعداء (جو اعداء سنت ہیں) کی مذمت کر چکے ہیں، اور آئندہ بھی ان کی برأت وحمایت کا ارادہ رکھتے ہیں، ولیکن باایں ہمہ ہم ان کے ایسے معتقد نہیں جیسے شیعہ حضرت امیر المومنین علیؓ کے یا حنفیہ، امام ابوحنیفہؒ کے۔ یعنی ہم ان کو خطا سے معصوم نہیں جانتے جیسے شیعان مرتضی جناب مرتضیٰؓ کو معصوم جانتے ہیں و شیعان نعمان، حضرت نعمانؒ کو بلکہ ہم ان کو ہمسر اور مجتہدین ابوحنیفہؒ و شافعیؒ وغیرہ کے سمجھتے ہیں جو صواب کے ساتھ خطا بھی کیا کرتے ہیں اور قاعدہ المجتھد یخطی و یصیب کی رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ پس ہم ابن حزمؒ کی صحیح بات کو مانتے ہیں اور اسپر ان کا احسان مناتے ہیں اور ان کی غلط بات کو دیوار سے مارتے ہیں اور یہی وصیت اس امام عالی مقام اور اس سے پہلے آئمہ کرام کی پاتے ہیں۔ اور اسی کو ان کی موافقت و متابعت خیال کرتے ہیں۔ یہی تو ہم میں اور حنفیہ یا شیعہ میں فرق ہے ورنہ وہ کون صاحب کبراء دین سے ہیں جن کو ہم نہیں مانتے یا مقتدائے دین و ایمان نہیں جانتے۔ بناءً علیہ ہم کلام ابن حزم کو تعلیقات صحیحہ صحیح بخاری میں کان لم یکن سمجھتے ہیں اور اس کو اجتہادی خطاؤں میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ بات ہم نے اپنے پاس سے نہیں کہی اور اپنے بچاؤ اور مضمون اشتہار کے نبھاؤ کے لئے اب نہیں گھڑ لی بلکہ یہ ہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے سات سو برس کی بنی بنائی اور مانی منائی بات ہے اور سلف وخلف کے نزدیک مسلّم چلی آتی ہے۔ اور طرفہ یہ ہے کہ جناب مخاطب مخفی کا بھی اس پر ایمان ہے گو اس مقام میں اس کا کتمان کیا ہے کہ خلاف ابن حزم تعلیقات بخاری میں ذکر کیا اور اسکا اپنے نزدیک بے اعتبار ہونا ظاہر نہ فرمایا۔ اب میں اقوال علماء سلف وخلف اس کی تائید میں لاتا ہوں اور جو بات میں نے کہی ہے ان سے نقل کرسناتا ہوں۔

قا ل ا لا ما م ابن الصلا ح فی علو م الحد یث المشهور بالمقدمة فی نوع الحا دی عشر التعلیق الذی یذ کره ابوعبد الله الحمیدی فی ا حا دیث من صحیح البخاری قطع اسناد ها قد استعمله الدارقطنی من قبل صورته صورة ا لانقطاع ولیس حکمه حکمه و لا خا ر جاً من الصحیح ۔ و لا التفات الی ابی محمد بن حز م ا لظا هری الحا فظ فی رده ما ا خر جه البخاری من حد یث ابی عا مر او ابی ما لك الاشعری عن رسو ل الله ﷺ لیکو ن فی امتی اقوا م یستحلو ن الحر یر و الخمر و امعا زف الحد یث من جهة ان البخاری او رده قا ئلاً فیه قا ل هشا م بن عمار و سا قه باسنا ده فز عم ابن حز م انه منقطع فیما بین البخا ری و هشا م و جعله جوا باً عن الاحتجاج علی تحریم المعازف و ا خطاء فی ذ لك من و جوه و الحد یث صحیح معرو ف ا لا تصا ل بشر ط الصحیح ۔ و البخاری قد یفعل مثل ذ لك لکو ن ذ لك الحد یث معرو فاً من جهة الثقا ت عن ذلك الشخص الذی علقه عنه و قد یفعل ذ لك لکو نه قد ذکر ذ لك الحد یث فی مو ضع آ خر من کتابه مسنداً و تصلاً و قد یفعل ذ لك لغیر ذ لك من ا لاسبا ب التی لا یصحبها خلل ا لا نقطاع ۔ انتهی

(ترجمہ: امام ابن الصلاحؒ نے علوم الحدیث کی گیارھویں نوع میں کہا ہے تعلیق جس کو امام حمیدیؒ نے احادیث بخاری میں ذکر کیا اور اس سے پہلے دارقطنی نے اسکا نام تعلیق رکھا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصورت منقطع ہے ولیکن اس کے حکم میں نہیں ہے اور نہ خارج صحیح سے ۔ حافظ ابن حزم ظاہری ؒ کی اس بات کی طرف کہ اس نے بخاری کی تعلیق کو جو ابو مالک یا ابو عامر سے حرمت مزامیر میں مروی ہے رد کر دیا ہے کچھ التفات نہیں چاہیے ۔

اس نے اس وجہ سے اس حدیث کو رد کیا ہے کہ بخاری اس کو بلفظ قال ہشام لایا پھر باقی اسناد کو چلایا ۔ ابن حزمؒ نے اس کو بخاریؒ و ہشام کے بیچ میں منقطع سمجھا ہے اور اس باب کو اس دلیل کا جواب بنایا ہے جو اس پر حرمت مزامیر میں قائم کی گئی ہے ۔ اور اس میں ابن حزم نے کئی وجہ سے خطا کی ہے اور یہ حدیث صحیح ہے جسکا متصل ہونا بشرط صحیح معروف ہے اور امام بخاریؒ کبھی معلق بھی لے آتا ہے کہ وہ حدیث ثقہ لوگوں کے واسطے سے مشہور ہوتی ہے

اور کبھی اس لئے ایسا کرتا ہے کہ وہ حدیث اسی کتاب میں بسند متصل موجود ہوتی ہے، اور کبھی ایسا کام اور امور ے سبب سے کرتا ہے جس کو خلل انقطاع کی مصاحت نہیں ۔ ابن صلاح کا کلام تمام ہوا) ۔

و فصله الا ما م النو وی فی شر ح مسلم فقا ل:

قا ل ابو عمر و ابن الصلا ح ما وقع فی صحیح البخا ری ومسلم مما صورته صورة المنقطع لیس بالمنقطع فی خرو جه من حیز الصحیح الی حیز الضعیف

و یسمی هذا النوع تعلیقاً سمّاه به ا لا ما م ابو الحسن الدارقطنی ۔ و یذ کره الحمیدی فی الجمع بین الصحیحین و غیره من المغا ر بة و هو فی البخا ری کثیر جداً و فی کتا ب مسلم قلیل جداً

ثم ذکر تعلیقا ت صحیح مسلم و عد ها ثم قا ل نا قلاً عن ابن الصلا ح و هکذا ا لا مر فی تعلیقا ت البخا ری با لفاظ جازمةٍ مثبةة علی الصفة التی ذ کر نا کمثل ما قا ل فیه قا ل خلا ف او روی فلان او ذ کر فلا ن او نحو ذ لك ۔ و لم یصب ابو محمد ابن حزم الظا هری حیث جعل مثل ذ لك انقطا عاً قا د حاً فی الصحة و استرو ح الی ذ لك فی تقریر مذ هبه الفا سد فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اباحة الملا هی و زعم انه لم یصح فی تحر یمها حد یث مجیباً عن حد یث ابی عا مرٍ او ابی ما لك ا لا شعری عن رسول الله ﷺ لیکو نن فی امتی اقوا م یستحلو ن الحر یر و الخمر و المعاز ف .. الخ ۔ فز عم انه و ان ا خر جه البخا ری فهو غیر صحیح لا ن البخا ری قا ل فیه قا ل هشا م ابن عمار و سا قه با سنا ده فهو منقطع فیما بین البخا ری و هشا م و هذا خطاء من ابن حزم من و جوه ا حد ها انه لا انقطا ع فی هذا ا صلاً من جهة ان البخا ری لقی هشا ماً و سمع منه و قد قرر نا فی کتا بنا علوم الحد یث انه ا ذا تحقق اللقاء و السما ع مع السلامة من التد لیس حمل ما یر ویه عنه علی السما ع بای لفظ کا ن

کما یحمل قو ل الصحا بی قا ل رسو ل الله ﷺ علی سما عه منه اذا لم یظهر خلا فه و کذا غیر قا ل من ا لا لفا ظ

و الثا نی ان هذا الحد یث بعینه معرو ف ا لا تصا ل بصریح لفظ من غیر جهة البخا ری ۔

الثا لث انه و ان کا ن ذ لك انقطاعاً فمثل ذ لك فی الکتا بین غیر ملحق با لا نقطاع القا دح لما عرف من عا د تهما و شرطهما و ذکر هما ذ لك فی کتاب مو ضوع لذ کر الصحیح خاصة فلن یستجیز فیه الجز م المذ کور من غیر تثبیت و ثبوت بخلا ف ا لا نقطاع و الارسا ل ا لصادر من غیر هما انتهی ۔ و هکذا فی منهج الو صو ل و غیره من کتب ا لا صو ل

(ترجمہ: اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں اس کی تفصیل کی ہے اور کہا ہے کہ امام ابوعمرو بن الصلاحؒ نے فرمایا ہے کہ جو حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بصورت منقطع وارد ہیں وہ صحت سے خارج ہو جانے اور ضعیف سے جا ملنے کے حکم میں منقطع سے ملحق و شامل نہیں ہیں اس قسم کو معلق کہتے ہیں یہ نام اسکا دار قطنیؒ نے رکھا ہے اور اس کو حمیدیؒ وغیرہ مغربی بھی لائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ۔ یہ تعلیقات بخاری میں نہایت کثرت سے ہیں اور مسلم میں غایت قلت سے ۔
پھر امام نوویؒ نے مسلم کی تعلیقات کو شمار کیا۔
پھر ابن الصلاحؒ سے ناقل ہو کر کہا کہ ایسا ہی حال ہے تعلیقات بخاری کا جو الفاظ جزم و یقین سے وارد ہیں جیسے قال فلان و روی فلان
اور ابو محمد بن حزم ظاہریؒ نے خطا کی ہے کہ اس انقطاع کو خارج از صحت ٹھہرایا ہے اور اپنے مذہب باطل اباحت مزامیر کے ثابت کرنے میں اس بات سے چین لیا اور یہ خیال کر لیا کہ حرمت مزامیر میں کوئی حدیث ثابت نہیں ۔ اور حدیث ابو مالک یا ابو عامر اشعری کا (جو صحیح بخاری میں حرمت مزامیر میں مروی ہے) یہ جواب دیا کہ اگرچہ یہ حدیث بخاریؒ نے روایت کی ہے پر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ بخاریؒ نے اس کی سند میں قال ہشام کہا ہے یعنی ہشام نے کہا، نہ یہ کہ ہشام نے مجھ سے کہا۔ سو یہ بخاری اور ہشام کے بیچ میں منقطع ٹھہرے
اور یہ امام ابن حزم کی کئی وجہ سے خطا ہے ایک وجہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کو ہشام سے ملاقات و سماع حاصل ہے اور ہم نے کتاب علوم الحدیث میں ثابت کر رکھا ہے کہ جب شاگرد اور استاد میں لقاء وسمع ثابت ہو اور تدلیس (یعنی بے سنی بات کو ایسی طرح نقل کر دینا کہ وہ سنی ہوئی معلوم ہو) سے وہاں سلامتی ہو تو ان کی روایت گو کسی لفظ سے ہو سماع پر محمول ہوتی ہے
چنانچہ اصحاب رسول اللہ ﷺ کا قال رسول اللہ ﷺ کہنا سماع پر محمول ہوتا ہے جب کہ اس کا خلاف خوب واضح نہ ہو ایسے ہی اور الفاظ ۔
دوسری وجہ کہ یہ حدیث بخاری کے سوائے اور طریق سے معلوم الاتصال ہے
تیسری وجہ یہ کہ اگر اس کو انقطاع بھی فرض کر لیں تو یہ اس انقطاع سے ملحق نہیں ہے جو صحت کو توڑنے والا ہے ۔ اس لئے کہ ان کی عادت و شرط معلوم ہے کہ یہ بدون تحقیق و ثبوت لفظ جازم استعمال نہیں کرتے بخلاف انقطاع وارسال اور کتب کے کہ ان کے مصنفین کی یہ عادت معلوم نہیں ۔ کلام نووی کا تمام ہوا۔ اور ایسا ہی منہج الوصول وغیرہ کتب میں ہے) ۔

یہ تو اقوال علماء سلف و خلف متضمن بے اعتباری کلام ابن حزمؒ کی تعلیقات صحیحہ بخاری میں ہیں رہا اثبات ایمان جناب مخاطب کا اس بیان سے سو آپ کی کتاب مدار الحق (جو در حقیقت اول سے آخر تک کذب و اباطیل سے مملو ہے اور اس مصرع کا مصداق : برعکس نہند نام زنگی کافور) اس پر کافی شاہد ہے آپ نے اس کے صفحہ ۴۷۴ وغیرہ میں امام نووی و ابن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصلاح کی ان عبارات کو نقل کیا ہے اور بزعم خود بے اعتباری کل اقوال ابن حزم کو اس سے استنباط فرمایا ہے۔

حالانکہ ایک قول کی بے اعتباری ہونے سے کل اقوال کا بے اعتبار ہونا ثابت بھی نہیں ہوسکتا ہے۔ یہ ہوتو چاہیے کہ کسی مجتہد کی کوئی بات نہ مانیں اور خاص کر امام ابوحنیفہؒ کی ایک نہ سنیں کیونکہ ہر مجتہد صواب کے ساتھ خطا بھی کرتا ہے چنانچہ قاعدہ المجتهد يخطى و يصيب اس پر شاہد ہے۔

اور جناب امام ابوحنیفہؒ اس امر میں اور مجتہدین سے پیش قدم ہیں اور خاص ابن حزمؒ سے بھی بدرجہا سبقت رکھتے ہیں اس لئے کہ ان کو حدیث پر اطلاع کم ہوئی اور پچھلے مجتہدین و امام ابن حزم کو ان کی نسبت زیادہ۔ چنانچہ ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان نمبر ۱۱ مطبوعہ ۲۲ مارچ ۱۸۷۸ء میں اس کی تحقیقات بخوبی عمل میں آچکی ہے، بناء علیہ ان سے خطا و مخالفت احادیث صحیحہ زیادہ عمل میں آئی ہے اور دوسرے مجتہدین خصوصاً امام ابن حزم سے کم تر۔

اگر حضرت مخاطب یا کسی ان کے ہم مذہب کو اس سے طیش آوے تو وہ ابن حزمؒ کی خطاؤں اجتہادی کی فہرست لکھے اور ہم سے دو چند خطائیں اجتہادی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تفصیل بادلیل سن لے۔

بالجملہ خطاء جزئی سے خطا کلی استنباط کرنا شان علم و انصاف نہیں پر جناب مخاطب نے بے اعتباری اس کلام ابن حزمؒ پر ایسے مومن بلکہ مفتون ہوئے کہ اس سے اس کے جملہ اقوال کا ساقط الاعتبار ہونا استنباط فرمائے۔

پھر معلوم نہیں آپ بمقابل اشتہار اپنے وہ بات بحکم آنکہ: دروغ گوئے را حافظہ نباشد، بھول گئے ہیں یا دیدہ دانستہ یہاں دھوکہ و مغالطہ کی چال اختیار کئے ہیں، بہرحال تعلیقات صحیح بخاری میں کلام ابن حزمؒ کے ساقط الاعتبار ہونے پر ہمارا اور جناب مخاطب کا اتفاق ہے۔ اور اسی پر علماء سلف و خلف کا وفاق ہے۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ علی العموم والا طلاق تعلیقات بخاری کو نہ ماننا لائق لحاظ و اعتبار نہیں، تو پھر لائق اعتبار اس باب میں کون سا مذہب ہے؟ علی الاطلاق تسلیم یا کچھ اس میں تفصیل ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو جواب اسکا یہ ہے کہ لائق اعتبار و اعتماد اس باب میں وہ تفصیل ہے جو حافظ امام شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانیؒ نے مقدمہ فتح الباری میں بیان فرمائی ہے اور اسی کتاب سے قسطلانی نے اپنی شرح بخاری کے مقدمہ میں نقل کی ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اولاً تعلیقات بخاری دو قسم ہیں۔ تعلیق مرفوع (جو آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہیں) تعلیق موقوف (جو صحابہ یا تابعین تک پہنچتے ہیں)۔

پھر تعلیق مرفوع ثانیاً دو قسم ہے۔ قسم اول وہ جو اسی کتاب میں دوسری جگہ باسند یا بے سند موجود ہے۔ قسم دوم وہ جو دوسری جگہ اس میں نہیں ہے۔

پھر قسم اول تقسیم دوم سے ثالثاً دو قسم ہے۔ اول وہ جو دوسری جگہ بسند موصول ہے دوم وہ جو دوسری جگہ بھی بے سند ہے۔

پس قسم اول تقسیم ثالث سے اس کا حکم تو ظاہر ہے کہ وہ تعلیق نہ رہی یہاں اسکا بلا سند لانا کسی فائدہ کے واسطے ہے جیسے اختصار یا عدم تکرار وغیرہ۔

پھر قسم دوم تقسیم ثالث سے رابعاً دو قسم ہے۔ اول وہ جو بصیغہ جزم و یقین مروی ہے (جیسے قال فلان) دوم وہ جو بصیغہ تمریض (مشعر تضعیف) وارد ہے۔

پس حکم احادیث قسم اول کا تقسیم رابع سے یہ ہے کہ وہ بخاری کی کلام سے صحیح معلوم ہوتی ہے پر وہ بنظر حال راویوں کے خامساً پھر دو قسم ہیں اول ملحق بشرط بخاری دوم غیر ملحق۔

پس قسم اول تقسیم خامس سے اس کا بسند موصول ملانا اس وجہ سے ہے کہ اس کے قائم مقام اور حدیث امام بخاریؒ لا چکا ہے جس کے سبب سے اس کے باسند لانے کی حاجت نہیں رہی۔ یا یہ کہ اس کی سماع بخاریؒ کو اپنے شیخ سے حاصل نہیں یا اس میں شک ہے یا وہ بطور مذاکرہ سنی ہے نہ بطور تحدیث۔

اور قسم دوم تقسیم خامس سے بشرط بخاری صحیح نہیں۔ ان میں بعضی حدیثیں اور محدثین کی شرط پر صحیح ہیں بعضی حسن لائق استدلال۔

قسم دوم تقسیم رابع سے یعنی جو بصیغہ تمریض موجود ہیں ان کی صحت بخاری کی کلام سے مستفاد نہیں ولیکن واقعہ میں بعض ان میں سے صحیح ہیں بعض ضعیف۔

پھر قسم دوم تقسیم دوم سے سادساً چار قسم ہے اول صحیح اگرچہ بخاری کی شرط پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں دوم حسن سوم ضعیف جس کا جبر نقصان نہیں ہوا اور یہ قسم صحیح بخاری میں کم ہے جہاں اس کا ذکر ہے وہاں اس کا رد وتعقب بھی ضرور ہے۔ اور قسم دوم تقسیم اول سے سابعاً دو قسم ہے اول صحیح جو بصیغہ جزم ہے دوم ضعیف جو بصیغہ تمریض ہے۔ ایسی احادیث کا وارد کرنا اصل مقصود مصنف وموضوع کتاب نہیں ہے بلکہ بطور استشہاد و استنباط ہے واللہ اعلم اس تفصیل سے بے اعتبار ہونا مجمل کلام کا عموماً تعلیقات بخاری میں دوبارہ ثابت ہوا اور حکم تعلیقات بخاری بھی معلوم ہو گیا۔

الحاصل تعلیقات بخاری میں عموماً کلام قسم ثانی جرح سے نہیں ہے بلکہ از قسم اول ہے جو راقم (صاحب اشتہار) وغیرہ محدثین کے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور بناء علیہ خروج تعلیقات بخاری دائرہ صحۃ اتفاقی مقصودہ صاحب مشتہر سے بحکم قید ثالث ناممکن ہے۔

اس سے کذب سوم حضرت مخاطب کا مبرہن ہوا۔ اب بقیہ کذبات جناب پر ناظرین کو مطلع کیا جاتا ہے۔

اثبات کذب چہارم

آپ کا یہ دعوی کہ قید سادس احتراز ہے آیات واحادیث ظاہرہ سے جو قطعی الدلالۃ نہیں۔

دلیل کذب ہونے اس دعوی کی بھی ویسی ہے جو دعاوی سابقہ کے کذب ہونے پر گذری وہ یہ کہ میں مراد اپنی اس قید سے ایسی ظاہر کر چکا ہوں جس کے رو سے آیات واحادیث ظاہرہ سے احتراز ممکن نہ ہو۔ اور وہ بمقتضائے قید سادس خارج آیات واحادیث مطلوبہ ومقصودہ اشتہار ہو نہ سکیں۔

پھر میری اس قید کو باوجود ظہور اس کے معنی ومراد کے باعث احتراز ان آیات واحادیث کا ٹھہرانا اور مجھے ان کی قبولیت کا منکر بنانا دروغ بے فروغ نہیں تو کیا ہے اب میں اپنی اس کلام کو نقل کرتا ہوں جس میں وہ مراد ظاہر کر چکا ہوں۔ ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء میں (جس کا ایک ٹکڑا پچھلے دعاوی کی تکذیب کے لئے نقل ہو چکا ہے) میں نے ان الفاظ سے یہ مراد ظاہر کی ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراد میرے لفظ (قطعی الدلالۃ) سے یہ ہے کہ اس میں احتمال خلاف با دلیل کا نہ ہو۔ نہ یہ کہ وہ کسی وجہ سے محتمل خلاف نہ ہو تو ضیح وغیرہ کتب اصول فقہ میں لکھا ہے کہ قطعی کے دو معنی ہیں اول یہ کہ اصلاً محتمل خلاف نہ ہو۔
دوم یہ کہ احتمال خلاف ناشی از دلیل نہ رکھے سو ان معنی ثانی کر ظاہر و نص و مثل اسکے سب قطعیات سے ہیں اور ایسی قطعیات مسائل خلافیہ میں صدہا موجود ہیں۔،

تو دیکھو قید قطعی الدلالۃ کا آیات و احادیث ظاہرہ کو شامل ہونا منطوق صریح میری اس کلام کا ہے پھر میری اس قید کو اس کے خلاف پر حمل کرنا: دروغ گو ئم بر روئے تو، کا مصداق نہیں تو کیا ہے۔ اور یہ کیا دلاوری اور کیسی دلیری و بہادری ہے۔ میں نے ایسی ایسی دلیریاں جناب کی دیکھ کر رسالہ اشاعۃ السنہ کے صفحہ ۱۵۷ میں بضمن تمہید آپ کے حق میں کہا ہے کہ آپ ایسے شیر بہادر ہیں کہ عقل و نقل دونوں سے لڑتے ہیں۔

سو یہاں آپ کی وہ بہادری خوب ظاہر ہوئی۔ اگر آپ کچھ عقل و نقل سے یہاں ڈرتے، تو یہ دلیری نہ کرتے۔ بلکہ یہ خیال فرماتے کہ جس حالت میں صاحب اشتہار اپنی مراد قید سادس سے ایسے ظاہر ظاہر کر چکا ہے جن سے آیات و احادیث ظاہرہ کا شمول اس قید میں اور دخول آیات و احادیث مطلوبہ اشتہار میں تیقن و منصوص ہے تو پھر میرے اس کذب کی طرف کون کان رکھے گا۔ اور اگر میرے کذب اور ضمیمہ اشتہار مطبوعہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء کو کوئی دیکھے گا تو مجھے کیا کہے گا۔

اثبات کذب پنجم

کذب پنجم جو پچھلے اکاذیب کی فرع ہے اور مرتبہ اعلی تزویر تک پہنچا ہوا (جس کے سبب اس کو منتہی الاکاذیب کہا جاوے تو بجا ہے) آپ کا یہ دعوی ہے کہ معنی کلام مذکور (صاحب اشتہار) کی یہ ہوئے کہ کوئی مسئلہ شرعیہ ثابت نہ ہوگا مگر ساتھ آیت یا حدیث صحیح کے جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور یہ آیت اور حدیث نص صریح قطعی الدلالۃ ہو یعنی کوئی دلیل شرع میں معتبر نہ ہوگی جب تک اس میں جمیع قیود ستہ موجود نہ ہوں۔

دلیل کذب ہونے اس دعوی کی یہ ہے کہ اولاً تو بناء اس کی ان مفتریات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر ہے جو اکا ذیب سابقہ میں جناب مخاطب سے عمل میں آئی ہیں اور قیود اشتہار کے مفاد و اغراض کے بیان میں سرزد ہوئی ہیں۔

اور جب کہ ان مفتریات کا کذب ہونا مدلل و مبرہن ہو چکا ہے اور بخوبی ثابت ہو لیا ہے کہ قیود اشتہار کا مفاد وہ نہیں جو آپ نے سمجھا ہے اور ان قیود سے جملہ ان آیات و احادیث سے احتراز ممکن نہیں جن سے احتراز آپ کے خیال فاسد میں سما گیا ہے، تو اب اس کذب کا جو اکا ذیب سابقہ کی فرع ہے اثبات باقی نہیں رہا اور اگر کسی کو بنظر مفاد و اغراض بعض قیود کے (جن سے ہم نے تعرض نہیں کیا) اسکا کذب ہونا بیان سابق سے سمجھ میں نہ آوے تو اس کے لئے یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ کسی مسئلہ شرعیہ کا بدون آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ نص صریح کے ثابت نہ ہونا اور کسی دلیل شرعی کا بدون تحقیق قیود ستہ اشتہار کے معتبر نہ ہونا (جسکو مخاطب نے میرے کلام کا معنی ٹھہرایا ہے) میرے کلام اشتہار کا نہ منطوق ہے نہ مفہوم۔ یعنی نہ اسکے صریح الفاظ سے ثابت ہے نہ اس کے معنی سے مفہوم ہو سکتا ہے۔

میں نے تو سوائے دس مسائل کے کسی مسئلہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ سوائے دلائل ان دس مسائل کے اور دلائل سے تعرض کیا ہے کہ ایسے ہوں اور اس شرط سے پس پس میرے دس مسائل کو کل مسائل (جن سے کوئی مسئلہ شرعیہ خارج نہ ہو) قرار دینا اور انہیں دس مسائل کے قیود و دلائل کو جملہ دلائل شرعیہ کے قیود بنا لینا کذب نہیں تو کیا ہے؟

ہاں اگر میں بلا تحدید و تعدید مسائل ان قیود کے ساتھ دلائل پوچھتا یا جملہ مسائل و جمیع دلائل کا لفظ بولتا تو آپ کا یہ حاصل بیان کرنا کذب نہ ہوتا۔ اور جب کہ میں نے سوائے مسائل عشرہ معدودہ اور ان کے دلائل محدودہ کے کسی مسئلہ یا دلیل سے تعرض نہیں کیا تو پھر یہ کذب کہ کوئی مسئلہ اور کوئی دلیل بدون قیود ستہ مقبول نہیں میرے کلام کا حاصل کیونکر ٹھہرایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ تو مانا کہ یہ حاصل معنی جو مخاطب نے بیان کیا ہے کہ کوئی مسئلہ اور کوئی دلیل شرعی بدون قیود ستہ معتبر و مقبول نہیں تمہاری کلام کا منطوق نہیں ولیکن مفہوم نہ ہونا کیونکر مانا جاوے تمہارے کلام کی قیود سے بطور مفہوم مخالفت سمجھا جاتا ہے کہ ان آیات و احادیث جن میں وہ قیود نہ ہوں تمہارے نزدیک معتبر و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقبول نہیں اسی واسطے تم نے وہ قیدیں لگائیں ہیں اگر تمہارے نزدک ہر طرح کی آیات واحادیث مقبول ہوتی تو یہ قیدیں کیوں لگاتے۔

تمثیل: جیسے کوئی کسی دکاندار سے کہے کہ:

سفید مصری ہو تو دو،

اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وہ سرخ مصری کا طالب نہیں اور اس کو وہ منظور نہیں رکھتا۔

تو اس کے جواب تین ہیں۔ اول یہ کہ مفہوم مخالف وہاں لیا جاتا ہے جہاں ذکر قیود کسی چیز سے بدون نفی واظہار نا منظوری اس چیز کی خالی از قید اور کوئی غرض نہ ہو۔ بلکہ یہی مقصود وہاں نظر آوے کہ متکلم نے یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر اس قید سے یہ شئے خالی ہو تو میرے نزدیک وہ مرتبر اور میری وہ مراد نہیں اور جہاں یہ مقصود نہ ہو بلکہ ذکر قیود سے کچھ اور فوائد نظر آویں تو وہاں مفہوم مخالف لینا کسی کے نزدیک جائز نہیں

تمثیل: ایک شخص کے پاس ایک مصری ہے جس کو وہ سفید سمجھتا ہے اور استعمال میں لاتا ہے اس کو کوئی دکاندار یہ کہے کہ جو میرے پاس مصری ہے وہ اس سے زیادہ سفید ہے پس اگر وہ شخص اس دکاندار کے جھوٹا کرنے کو یا اپنی مصری کی سفیدی ثابت کرنے کو یہ کہے کہ اس سے سفید مصری ہو تو لاؤ تو اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے گا کہ یہ شخص اپنی مصری کو سفید نہیں جانتا یا اور کسی مصری کو جو اس کے برابر سفید ہو، سرخ سمجھ کر منظور نہیں رکھتا۔ شہادت:

قال صا حب التو ضیح

و شر ط ان لا یظهره او لو یته و لا مسا وا ته و لا خر ج مخر ج العا دة و لا یکو ن لسوالٍ او حا د ثةٍ او علم المتکلم با ن السامع بجهل هذا الحکم المخصو ص۔ انتهی

و قا ل صا حب التلو یح و شر طوا لِمفهو م المخا لفة الشرائط التی اورد ها المصنف ههنا و قا لوا فی آ خر الشرا ئط او غیر ذ لك مما یقتضی تخصیص المنطوق با لذ کر۔ فعلم ان شر ط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفهوم المخا لفة ان لا يظهر لتخصيص المنطوق با لذ كر فائدة غير نقى الحكم المسكو ت عنه و المصنف حصر الشرا ئط فى المعدودات و سكت عن تعميمها ليتمكن من الاعترا ض على دليلهم فى مفهو م الصفة و الشر ط با يراد صور يو جد فيها الشرا ئط المعدودة مع عدم نفى الحكم عن المسكو ت عنه

(ترجمہ: صاحب توضیح نے کہا ہے کہ شرط مفہوم مخالف کی ا۔ یہ ہے کہ جس چیز سے بذکر قید یا شرط یا وصف کے متکلم نے سکوت کیا ہے اس کا مذکور ومنطوق کے مساوی یا اس سے اولی ہونا معلوم نہ ہو۔۲۔ اور نہ وہ بطور عادت زبان سے نکلی ہو۔۳۔ اور نہ اس کا ذکر یا تخصیص کسی سوال اور اتفاقی واقعہ کے سبب سے ہو۔۴۔ اور نہ مخاطب کے اس چیز سے بے خبر ہونے کے سبب اس کے جتلانے کے لئے بولی گئی ہو۔کلام صاحب توضیح کا ہو چکا۔

صاحب تلویح نے کہا ہے کہ شافعیہ نے مفہوم مخالف کے لئے وہ شرطیں کی ہیں جو مصنف نے ذکر کی ہیں (یعنی شروط اربعہ مذکورہ) اور ان شروط کے اخیر میں یہ بھی انہوں نے کہا ہے کہ یا اور شرطیں اس کے سوائے جو باعث تخصیص ہوسکیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مفہوم مخالف کی (عام) شرط یہ ہے کہ سوائے نفی شئے غیر مذکور کے اور کچھ فائدہ ذکر قید یا شرط یا وصف کسی چیز سے ظاہر نہ ہو۔

اور مصنف نے شرائط مفہوم مخالف کا ان (چار) شرطوں معدودہ میں حصر کیا اور اس کے عموم سے سکوت فرمایا تا کہ وہ ان کی دلیل پر جو مفہوم صفۃ یا شرط میں وہ لاتے ہیں اعتراض کرنے پر قادر ہو اور ایسی صورتیں بتادے جس میں وہ چاروں شرطیں متحقق ہیں پھر حکم نفی موجود نہیں۔کلام صاحب تلویح کا ہو چکا)۔

قلت و الاعتراض الذى اورده على دليلهم ما قا ل فى صفحه ۱٤۱ و عند نا لا يدل لا ن مو جبا ت التخصيص لا تنحصر فيما ذكر الى ان ذ كر امثلة لذ لك

میں (مترجم محمد حسین بٹالوی) کہتا ہوں کہ وہ اعتراض جو صاحب توضیح نے ان کی دلیل پر وارد کیا ہے یہ ہے جو توضیح کے صفحہ ۱۴۱ میں لایا ہے کہ ہمارے (یعنی حنفیہ کے) نزدیک کسی چیز کا صفت کے ساتھ مقید ومخصوص کرنا نفی غیر موصوف پر دلالت نہیں کرتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لئے کہ تخصیص کی یہی وجوہ نہیں جو قائلین مفہوم نے ذکر کئے ہیں بلکہ اور بہت وجوہات ہیں جن سے نفی حکم متصور نہیں۔ ہمارے بیان کی شہادت میں عبارت توضیح شاہد کافی ہے اور ہماری تمثیل کی تائید میں شرط سوم موید وافی، اور اخیر فقرہ توضیح کا کہ موجبات تخصیص منحصر نہیں ہوتی اور بھی شافی۔

اور اگر اس میں کسی کو جائے کلام ہو، تو عبارت تلویح تو اس شہادت میں صریح ہے جس میں کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔ ایسا ہی مسلّم الثبوت وغیرہ میں ہے جو حنفیوں کے نزدیک مسلّم الثبوت، گویا اسم بامسمی ہے۔ بنا بر اس قاعدہ کے بجواب سائل کہا جاتا ہے کہ جس حالت میں ہمارے قول وفعل سے منظور ومعمول بہ ہونا بعض ان دلائل کا جن سے بحکم قیود ستہ ہم کو منکر سمجھا گیا ہے ثابت ہے اور ہماری تقریرات و تحریرات سے جو ہمیشہ چھپ کر شہرہ آفاق ہوتی ہیں، ہمارا قبول کرنا اور معمول بہ ٹھہرانا احادیث صحیحہ مختلف الصحۃ کو۔ واحادیث حسنہ کو جن کے مقابل صحیح نہ ہو بلکہ احادیث ضعیفہ کو جن کے مقابل حسن نہ ہو۔ اور آیات واحادیث ظاہرہ کو جو بدلائل قویہ مصروف عن الظاہر نہ ہوں اور عمومات آیات واحادیث ظنی الدلالۃ کو جن کے مقابلہ میں کوئی قطعی الدلالۃ متحقق نہ ہو وعلی ہذا القیاس معلوم ومتیقن ہے تو پھر ہماری ان قیود سے مفہوم مخالف لینا اور ہم کو منکر معتبری ومنظوری عموماً ان دلائل کا جن میں وہ قیود متحقق نہیں ٹھہرانا کب جائز ہے۔

اور اگر کوئی ان کی طرف سے یہ عذر کرے کہ قیود اشتہار سے سوائے نفی قبولیت ومنظوری دلائل خالی از قیود کے اور کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اگر ہے تو بتلاؤ ورنہ اسکا مفہوم مخالف سمجھنے والوں کو معذور سمجھو، تو اس کا دفعیہ یہ ہے کہ فوائد تو ان قیود کے ایسے ہیں کہ ادنی مشتغل بالحدیث تک روشن ہیں اور طرفہ یہ کہ ہماری تحریرات میں خصوصاً ضمیمہ ۷ جولائی ۱۸۷۷ء اور اس تحریر کے اسی مقام میں جہاں اب قلم چل رہا ہے موجود ہیں۔ باایں ہمہ کسی کو نظر نہ آوے تو کس کا قصور ہے:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اور اس جبلی قدرتی کور باطن کا بجز اس کے کہ ہم اس کے لئے دعا خیر کریں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کیا علاج ہے۔

رہی یہ بات کہ ثبوت مسائل مذکورہ کا ساتھ قیود کے یا نہیں، اور یہ بات کہ اگر کچھ فائدہ ہے تو بتاؤ، سو یہ بات لائق جواب نہیں۔ ہم قیود کے فوائد نہیں بتلاتے اور نہ بتلائیں گے جب تک کہ ہمارے مخاطبین اپنی نافہمی کے معترف نہ ہو جاویں۔ یا کوئی ایسا قانون بتاویں جس کے حکم سے وہ اس مطالبہ کا حق رکھتے ہیں اور جواب پر مجبور کر سکتے ہیں۔

میں پہلے بھی تتمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۸ مئی میں (جو بمقابل مولوی رحیم بخش صاحب امام مسجد فتح پوری دہلی کے تحریر ہو کر شائع ہوا ہے) کہہ چکا ہوں اور اب پھر کہتا ہوں کہ مناظرہ میں احد الفریقین اپنی کلام میں کئی قیود لگاتا ہے اور کئی مقدمات جماتا ہے۔ فریق ثانی کو کہاں پہنچتا ہے کہ ان قیود و مقدمات کی اغراض و مفادات اس سے پوچھے۔ اور اس پر کب واجب ہے کہ اپنی اغراض کو قبل حصول ظاہر کر دے۔ بناء علیہ کوئی فوائد قیود مجھ سے پوچھ ہی نہیں سکتا اور اس سوال کے جواب کا استحقاق نہیں رکھتا۔ ہم اس مقام میں مولوی رحیم بخش صاحب موصوف بالا کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور ان کی منصف مزاجی کے قائل ہوتے ہیں اس لئے کہ جب انہوں نے مجھ سے ایک ایسا ہی سوال کیا تو میں نے ان کو ۱۸ مئی ۱۸۷۸ء میں یہی جواب دیا پھر دوبارہ ۱۵ جون ۱۸۷۸ء کو التماس کیا کہ ایسے سوالات آپ تحریر میں نہ لائیں بلکہ میرے سوالات کا جواب ہو سکے تو تحریر فرمائیں ورنہ سکوت اختیار کریں اور ان ابیات پر کاربد ہو جاویں

آنانکہ چشم بر گل تحقیق وا کنند
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مجلسے کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ است تکیہ بچون و چرا کنند

پس مولوی صاحب موصوف نے میری یہ تحریر دیکھ کر سکوت اختیار فرمایا اور باوجود اشتعالک بعض ناعاقبت اندیشوں کے پھر قلم ہاتھ میں نہ لیا۔ ہم اس سے ان کی دانائی و انصاف مزاجی استنباط کرتے ہیں اور دل سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کاش ہمارے دوسرے مخاطبین بھی ان کا اقتداء اختیار کریں اور ایسے بے استحقاق سوالات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کج بحثی سے باز آویں۔

جواب دوم: ہم نے فرض کیا اور مان لیا کہ مفہوم مخالف یہاں لیا جا سکتا ہے و لیکن لینا اور اعتبار کرنا اس کا بنا بر مذہب امام شافعی کے ہوسکتا ہے نہ بنا بر مذہب حنفیہ کے جو اس کو بعض صورتوں میں مستلزم کفر سمجھتے ہیں۔

صاحب توضیح (جو شرح وقایہ کے مصنف ہیں اور اعیان حنفیہ سے) فرماتے ہیں:

و عند نا لا یدل و لا یلزم الکفر و الکذب فی محمد رسول الله و زید موجود۔ (کسی چیز کا نام لے کر اس پر کوئی حکم لگانا دوسری چیزوں میں اس حکم کے نہ ہونے پر ہمارے نزدیک دلالت نہیں کرتا۔ یہ ہو تو محمد رسول اللہ کہنے سے کفر لازم آوے کیونکہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے سوائے اور کوئی رسول نہیں۔ ایسا ہی زید موجود کہنے سے کفر لازم آوے اس لئے کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زید کے سوائے اللہ تعالیٰ بھی موجود نہیں)

اور جس حالت میں ہمارے مخاطبین حنفیہ ہیں سو بھی ڈبل حنفی کہ ترک تقلید مذہب حنفی کو حرام قریب بکفر جانتے ہیں تو پھر وہ کس طرح مفہوم مخالف لے سکتے ہیں اور کیونکر مرتکب دو جرم سنگین کے ہو سکتے ہیں ایک التزام امر مستلزم کفر دوم ترک تقلید کہ جو بزعم ان کے قریب کفر ہے۔

الغرض مفہوم مخالف ہماری کلام کا اگر لے سکتے ہیں تو شافعی یا کوئی مجتہد فی المذہب لے سکتا ہے نہ ہمارے مخاطبین۔

تمثیل: اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے سفید مصری دو تو اس کلام سے سرخ مصری کا مراد و پسند خاطر اس شخص کا نہ ہونا وہی سمجھ سکتا ہے جو سفید کہنے سے سرخ کی نفی کا یقین کر سکتا ہے اور ایسے الفاظ کے اپنے محاورہ میں ایسے معانی کر لیا کرتا ہے اور جو مدت العمر سرخ و سفید میں تمیز نہ کرے اور ایک کے اطلاق سے دوسرے کی نفی سمجھنے والوں کو احمق یا کافر بتلاوے وہ اس شخص کی سفید مصری مانگنے سے سرخ مصری کا مطلوب ہونا کہاں نکال سکتا ہے۔

جواب سوم۔ ہم نے یہ بھی فرض کر لیا اور مان لیا کہ ہمارے مقابلہ کے لئے تھوڑی دیر کے واسطے یہ لوگ بحکم: گر ضرورت بود روا باشد۔، التزام کفر بھی کر لیں گے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ اور ترک تقلید پر فتوی جواز لگاویں گے اور اس کلام کا مفہوم مخالف لینے کو شافعی بن جاویں گے ولیکن پھر بھی ان کا کام نہیں بنے گا اور عموم اس مفہوم کا بہ نسبت دلائل مسائل غیر اشتہار ہرگز ثابت نہ ہوگا یعنی باوجود اعتبار کرنے اور لے لینے مفہوم مخالف ہماری قیود کے یہ امر ثابت نہ ہوگا کہ صاحب اشتہار جملہ مسائل شرعیہ کے جمیع دلائل کو جو ان قیود سے خالی ہوں نہیں مانتا۔

یہ اسلئے کہ جیسے مفہوم مخالف قیود سے نامنظوری و بے اعتباری دلائل خالی از قیود کے ثابت ہوتی ہے ویسی ہی مفہوم مخالف تعیین عدد مسائل سے (جو دس ہیں اور انہیں کے متعلق یہ اشتہار ہے) یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ صاحب اشتہار سوائے مسائل عشرہ کے اور مائل کے دلائل نہیں پوچھتا اور نہ ان میں ان قیود کو ملحوظ ومشروط ٹھہراتا ہے۔

الغرض مفہوم قیود لیں گے تو مفہوم عدد مسائل بھی ان کو لینا پڑے گا۔ اور اگر مفہوم عدد مسائل چھوڑ دیں گے تو مفہوم قیود بھی چھوڑنا پڑے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ مفہوم قیود کو لا تقربوا الصلوۃ کی مثل سمجھ کر لے لیں اور مفہوم عدد مسائل کو و انتم سکاری خیال کر کے چھوڑ دیں۔

تمثیل: اگر کوئی شخص کہے کہ اس وقت اس دوا یا اس برتن میں سفید مصری ڈال دو تو اس میں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سفید مصری کہنے سے سرخ مصری کی نامنظوری مراد ہے اور اس کے محل برتن یا دوا یا وقت کی تخصیص سے کچھ مراد نہیں ہے۔ اور اس شخص کے نزدیک سرخ مصری کسی وقت کسی دوا میں استعمال کرنے یا کسی برتن میں ڈال دینی جائز ومنظور نہیں۔

حاصل جوابات ثلاثہ کا یہ ہوا کہ ہمارے قیود اشتہار سے اولاً مفہوم مخالفت کا لینا (عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

نمبر دہم اشاعۃ السنہ

(اشاعة السنة النبوية على صاحبها الصلوة و التحية۔

جس میں بقیہ وخاتمہ جواب اس تحریر کا ہے جس کو میاں محمد شاہ صاحب مقیم دہلی نے بجواب مسائل عشرہ مشتہرہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء تالیف کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خلاف واقعہ میاں محمد یوسف صاحب کے نام سے شائع کرایا۔

منجانب ابوسعید محمد حسین لاہوری عفی اللہ عنہ

۲۰ ذی الحجہ ۱۲۹۵ھ۔ ۱۵ دسمبر ۱۸۷۸ء

مطبع افضل المطابع لاہور میں طبع ہوا)

درست نہیں اور وہاں شرط مفہوم مخالفۃ متحقق نہیں۔

ثانیاً اگر اس کو درست بھی مانا جاوے تو مخالفین بپابندی مذہب اس کو لے نہیں سکتے۔

ثالثاً۔ اگر مذہب چھوڑ کر اسکو لے بھی لیں تو اس سے ان کا کام نہیں بنتا یعنی ایسا عموم اس مفہوم کا جو دلائل مسائل غیر اشتہار کو بھی شامل ہو ثابت نہیں ہوتا۔

یہاں ہمارے زیرک مخاطبین کو یہ شبہ نہ گذرے کہ مفہوم کا تو عموم معتبر ہے چنانچہ سوائے غزالی کے اور شافعیوں کا مذہب اس لئے کہ ہم کو اس عموم سے انکار نہیں جو مفہوم کے لوازم سے سمجھا جاتا ہے۔ ہم نے تو ان افراد کی نسبت عموم کا انکار کیا ہے جس کا افراد عام نہ ہونا الفاظ منطوق سے ثابت ہے ولیکن ان باتوں کے سمجھنے کو فہم کا ہونا شرط ہے سو تقلید کے آس پاس کہاں پھٹک سکتا ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ جیسے نا منظور و غیر مقبول ہونا جملہ دلائل جمیع مسائل شرعیہ کا ہمارے منطوق اشتہار سے ثابت نہیں ہوتا ایسے ہی اس کے مفہوم مخالف سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔ اور مخالف کا اس بات کو ہمارے اشتہار کا مطلب بنانا سراسر کذب ہے جس پر پابند عقل نقل جرأت نہیں کرسکتا۔

یہ بات بھی ایسی ہے جس کو ہم مابین اپنے اور اپنے مخاطب کے مابہ الفصل ٹھہراتے ہیں اور اس میں عموماً ناظرین سے (گو وہ کسی مذہب یا ملت کے ہوں) انصاف چاہتے ہیں۔ اس میں اگر ناظرین کذب جناب مخاطب کا تسلیم کریں تو مجھے آئندہ ایسے بے باک و بے ضبط کے خطاب سے معافی دیں اور اگر ناظرین یا مخاطبین مضمون کذب پنجم کی راستی ثابت کردیں تو مجھ سے اپنے مذہب و کمال علم کا اقبال کرالیں یا فقط اسی ایک بات پر سو روپیہ نقد انعام لیں یہ بات میں علی الاعلان کہونگا اور اس میں ایک اشتہار بھی دونگا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات کذب ششم

کذب ششم جو منتہی الا کاذیب کا نتیجہ ہے جناب کا یہ دعوی ہے کہ موجب یعنی حکم و مفاد قول صاحب اشتہار کا یہ ہوا کہ ۳۱ حصہ اسلام کے ۳۲ حصہ سے باطل ہوگئے جس کی تفصیل حاشیہ کاغذ ہذا پر موجود ہے۔

دلیل کذب ہونے اس کذب کی یہ ہے کہ یہ کذب نتیجہ اور فرع کذب پنجم (منتہی الا کاذیب) کی ہے یعنی اگر مضمون کذب پنجم (کہ صاحب اشتہار کے نزدیک کوئی دلیل شرعی کسی مسئلہ کے بدون قیود ستہ مقبول و معتبر نہیں) صحیح و سچا ہو تو بزعم مخاطب ۳۲ حصہ دین سے ۳۱ حصہ باطل ہوتے ہیں۔

اور جس حالت میں کذب ہونا اس مضمون کا ہم ایسا ثابت کر چکے ہیں جس کے خلاف کے ثبوت پر ہم سو روپیہ انعام دینا مان چکے ہیں تو پھر بطلان ان سب حصوں کا کہاں متصور ہے اور اس کو بجز کذب شنیع و بہتان قبیح کوئی کیا کہہ سکتا ہے اور جو تفصیل بمنزلہ دلیل اس کذب کے آپ نے حاشیہ میں تحریر فرمائی ہے وہ بجائے خود مجموعہ اکاذیب ہے جس کا کذب ہونا عنقریب ثابت کیا جاتا ہے۔

اثبات کذب ہفتم

کذب ہفتم آپ کی وہ تفصیل ہے جو اخیر تحریر میں بطور حاشیہ تسطیر ہوئی ہے۔ یہ تفصیل کئی اکاذیب پر مشتمل ہے جن کی رو سے اس کا لقب ام الاکاذیب مقرر کیا گیا ہے اور ان کا بیان نمبروار قلم میں آتا ہے۔

۱۔ آپ کا دین اسلام کے ۳۲ حصے فرض کرنا اور قیاس و اجماع کے مطلوب نہ ہونے سے ۱۶ حصہ کا باطل ٹھہرانا اگر ایسا فرض مجرد ہے جس کے مفروض کا وجود نہیں جیسے کوئی زمین کو اوپر فرض کر لے اور آسمان کو نیچے تو ایسے فرض پر کوئی واقعی حکم لگایا نہیں جا سکتا۔ مثلاً فوقیت مفروضہ زمین کے منکر کو بے عقل اور منکر امر واقعی نہیں کہا جاتا۔ پس آپ کا ایسے فرضی حکم لگانا یعنی ہم کو منکر دلائل مسائل دین ٹھہرانا کوئی محل نہیں رکھتا اور اس کو بجز کذب کچھ نہیں کہا جاتا اور اگر یہ فرض ایسا ہے جس میں واقعیت کو بھی لگاؤ ہے اور یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوی ہے کہ واقعہ میں دین اسلام ۳۲ حصہ ہے تو بھی اس میں صدق کی بو نہیں ہے ۳۲ حصہ پر منقسم ہونا دلائل کا نہ انواع دلائل کی نظر سے ثابت ہے، نہ افراد وخصوصیات دلائل کی رو سے۔

انواع دلائل چار سے زیادہ نہیں: ۱۔ کتاب اللہ۔ ۲۔ سنت رسول اللہ ﷺ۔ ۳۔ اجماع۔ ۴۔ قیاس۔ ان دلائل میں سے گو دو اخیر کے دلیل ہونے میں نزاع ہے و لیکن چار سے زیادہ دلائل نہ ہونے میں کسی کو نزاع نہیں۔

اور ان انواع کے اقسام (جیسے کتاب اللہ وسنت کا کئی قسم ہونا متواتر ومشہور وغیرہ وعلی ہذاالقیاس) بھی ۳۲ حصہ میں محصور نہیں ہیں اور ان انواع کے افراد تو ہزاروں تک پہنچتے ہیں جو صدہا آیات ہیں اور ہزارہا احادیث اور بیسیوں اجماع اور سینکڑوں قیاس۔

پس آپ کا دلائل کو ۳۲ حصہ میں منحصر کرنا بجز دروغ بے فروغ کچھ ہو نہیں سکتا۔ اور آپ کے پاس کوئی عقلی یا نقلی دلیل حصر عقلی یا استقرائی پر ہے تو پیش کریں ورنہ اس کذب واٹکل سے تائب ہوں۔

۲۔ آپ کا ادلہ اربعہ شرعیہ کو پھر چار قسم بنانا اور اس سے سولہ قسم نکالنا یہ بھی اگر مجرد فرض بلا لحاظ نفس الامر ہے تو اس کا کذب ہونا بیان صدر سے ظاہر ہے اور اگر اس میں بھی نفس الامر کا لحاظ ہے تو شائد سولہ قسم بنانے کی وجہ سے (جس کو آپ نے بروفق مطلبش دربطن شاعر مخفی رکھا ہے) یہ ہے کہ چاروں دلائل کو چاروں قسم میں ضرب کیا تو حاصل ضرب سولہ ہوئے جس کی تفصیل نقشہ ذیل میں ہے:

ادلہ اربعہ:	کتاب اللہ	سنت	اجماع	قیاس
قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ	۱	۵	۹	۱۳
قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ	۲	۶	۱۰	۱۴
ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ	۳	۷	۱۱	۱۵
ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ	۴	۸	۱۲	۱۶

اس سولہ اقسام کی تعبیر یوں ہے۔ ۱۔ کتاب قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ۔ ۵۔ سنت، قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ۔ ۹۔، اجماع قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ۔ ۱۳۔ قیاس قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر قسم اول کے بعد دوم کو پڑھیں تو یوں کہیں ۔۲ کتاب قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ و قس علی ھذا

اور یہ بھی ایسا کذب ہے جس پر بجز ایسے دلیر کے جو عقل و نقل دونوں سے لڑے کوئی جرأت نہیں کر سکتا اور بشرط سلامتی ہوش و حواس کوئی زبان پر نہیں لا سکتا۔ اس لئے کہ اگر چہ آٹھ قسم اول جو کتاب وسنت کی بنتی ہیں مسلّم الکل ہیں اور ۴ قسم اجماع کی قائلین اجماع کے نزدیک مسلّم، ولیکن چار قسم قیاس کی تو کسی کے نزدیک بھی مسلّم نہیں اور اس کے قائلین قیاس بھی قائل نہیں کسی نے یہ تقسیم قیاس میں آج تک جاری نہیں کی اور نہ کوئی آج تک قیاس کی قطعیت کا قائل ہوا ہے۔

قیاس تو قائلین قیاس کے نزدیک بھی حجۃ ظنی ہے اور مفاد وحکم اس کا محض ظن ۔ پھر معلوم نہیں یہ بات آپ نے سوتے ہوئے کہی ہے یا دنیا کے سب اہل علم کو سوتے ہوئے خیال کر لیا ہے۔

یہ بات علماء کے نزدیک محتاج ثبوت وشہادت نہیں پر عوام ناظرین کے لئے چند اقوال انہیں کے علماء کے ظنیت قیاس میں پیش کئے جاتے ہیں:

قال فی مسلّم الثبو ت :

و حکمه ثبو ت الحکم ا لا صل فی الفرع و الظن به بعد النظر لا القطع به و ون قطع بمقد ما ته و مواده ۔ و قا ل فی الحاشیة و هذا بخلاف سا ئر الحجج فا نه یحصل القطع بعد القطع بمقد ما ته ۔(ترجمہ: مسلّم الثبوت میں کہا ہے (جو حنفیوں میں مشہور ومعتبر کتاب ہے) قیاس کا حکم یہ ہے اصل کا حکم فرع میں ثابت ہونا اور بعد تامل اس کا ظن حاصل ہونا نہ ان یقین، اگر چہ اس کے مقدمات یقینی ہوں ۔ حاشیہ میں کہا: یہ قیاس اور دلائل (یعنی قرآن وحدیث) کے مخالف ہے کہ ان میں مقدمات یقینی ہونے سے دلائل بھی یقینی ہو جاتے ہیں)

و قا ل فی التو ضیح:

و هو یعسر؟ غلبة الظن با ن الحکم هذا ای القیاس یفید غلبة ظننا با ن حکم الله تعا لی فی صورة الفرع هذا ۔

(ترجمہ: توضیح میں (جو صاحب شرح وقایہ کی تصنیف ہے) کہا ہے کہ قیاس یہ ظن پیدا کرتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ تعالی کا حکم صورۃ فرع میں یہ ہے)

قا ل فی شر ح المغنی:

و اما حکمه فتعدیة حکم النص الی ما لا نص فیه لیثبت فیه الحکم بغلبة الر أی علی ا حتما ل الخطا ء ۔ اشارة الی ان القیاس من ا لا دلة الظنیة و قو له علی ا حتما ل ا لخطاء بنا علی ان المجتهد قد یخطی و یصیب۔

(ترجمہ: شرح مغنی میں کہا ہے کہ قیاس کا حکم یہ ہے کہ حکم نص کا اسحل میں لے جانا جہاں نص نہیں تا کہ اس میں بغلبہ ظن و با حتمال خطا حکم ثابت ہو۔اس میں یہ اشارہ ہے کہ قیاس ظنی دلائل سے ہے اور با حتمال خطا کہنا اس پر مبنی ہے کہ مجتہد کبھی خطا بھی کرتا ہے اور ٹھیک بھی کہہ دیتا ہے)

یہ تو ظنیت قیاس پر شہادت ہے اب قیاس کی تقسیمات جو حنفیہ و شافعیہ کرتے ہیں بیان کی جاتی ہیں جس سے معلوم ہو کہ جو تقسیم جناب مخاطب نے قیاس میں کی ہے آپ ہی کی طبع زاد تقسیم ہے، آپ سے پہلے کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آئی ۔

قا ل فی المسلّم:

التقسیما ت للقیاس اما عند الشا فعیة فبا عتبار القوة الی جلی و الی خفی ۔ و با عتبار العلة الی قیاس علة و الی قیاس دلا لة و الی قیاس فی معنی الا صل ۔ و اما عند الحنفیة فباعتبار التبا در الی جلی و خفی

و الثا نی ا لا ستحسا ن ۔ ثم قسموا ا لاستحسا ن الی ما قوی اثره و الی ما ظهر صحته و خفی فساده ۔والقیاس الی ما ضعف اثره والی ماظهر فساده و خفی صحته ۔ انتهی مختصراً

(ترجمہ: قیاس کی تقسیمات ۔شافعیوں کے نزدیک قیاس باعتبار قوۃ دو قسم ہے جلی و خفی و باعتبار علت تین قسم ۔ قیاس بعلۃ و قیاس بدلالۃ اور قیاس بمعنی اصل ۔ اور حنفیوں کے نزدیک باعتبار قریب الفہم ہونے کے دو قسم ہے قیاس جلی و قیاس خفی جس کو استحسان بولتے ہیں

پھر استحسان دو قسم ہے ایک وہ جس کا اثر قوی ہو دوم وہ جس کی صحت ظاہر ہو اور فساد پوشیدہ)

اور اگر بنظر اقسام علۃ قیاس کے اقدام بیان کریں تو یہ نام رکھ سکتے ہیں قطعی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدلالۃ ،ظنی العلۃ ،منصوص العلۃ ، اجماعی ، ایمائی ،شبہی ،ضروری ، حاجی ،تحسینی ، طروی ،سبری ، وغیرہ جو دس یا دس سے اوپر علی اختلاف الذاہب فی مسالک العلۃ نکلتے ہیں ۔ اس تقسیم میں بھی وہ چار قسم نہیں آتے جو جناب نے اختراع کئے ہیں اور نہ کوئی قطعی قسم نکلتا ہے گو قطعی ہونے علۃ قیاس کا ایک قسم میں پایا جاتا ہے اور اس سے قطعی ہونا قیاس کا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ عبارت مسلّم میں عنقریب گذرا ۔ بالجملہ قیاس کو ان چار قسموں میں تقسیم کرنا اور اس سے سولہ قسم کے دلائل گھڑنا ایسا کذب ہے کہ آپ ہی کے منہ پر زیب دیتا ہے اور کسی منہ سے یہ بات نکل نہیں سکتی ۔

۲ ۔ آپ کا آٹھ قسم کو ۱۶ قسم سے بحکم قید سادس خارج ٹھہرانا بجز کذب بن نہیں سکتا ۔ اس لئے کہ چار قسم تو ان آٹھ سے اجماع و قیاس کی ہیں اور اجماع و قیاس بزعم جناب قید اول سے خارج ہو چکے جن کے خارج ہونے سے ۱۶ حصہ دین جناب کے پہلے باطل ہو چکے ہیں تو اب اخراج خارج کیونکر متصور ہے یعنی جو امر پہلے نکل چکا ہے اور بوقت قید سادس متکلم کی مراد ہی نہیں وہ اب اس قید سے کیونکر خارج ہوسکتا ہے ۔ اس بات کے سمجھنے کو تھوڑا سا فہم اور کتب علوم رسمیہ آلیہ میں تھوڑی سی نظر بکار ہے سو یہاں کہاں ؟ جناب نے تو مکتب میں بیٹھتے ہی علم خاف و جدال کا سبق پڑھا اور کتب درسیہ پڑھنے پڑھانے کا قصد نہ فرمایا پھر مولوی قطب الدین خان و میر محبوب علی عفا اللہ عنھما (جو مقلدین دہلی کے کبراء تھے گو ان علوم سے وہ بے چارے بھی عاری تھے) کے مرنے نے آپ کو مقتدا بنا دیا اور کبر نی موت الکبراء کا نشان کا ہندے پر رکھ دیا پھر یہ باتیں آپ کے خیال میں کیونکر آویں ۔ اگر آپ ابتدائی رسائل درسیہ بھی پڑھتے تو یہ بات زبان پر لانے سے ضرور شرماتے ۔

۴ ۔ آپ کا ہر قید سے مفاد نکالنا اور بحکم اس کے اقسام دلائل کو باطل ٹھہرانا یہ بھی کذب سے خالی نہیں ہے ہم حدیث حسن کو علی عموم الاحوال ساقط الاعتبار نہیں سمجھتے اور نہ حدیث مختلف الصحۃ کو نہ ظاہر کو نہ غیر صریح کو ۔ ہمارا قیود لگانا اشتہار میں اور ہی غرض سے ہے تفصیل اس مضمون کی ہم اکاذیب خمسہ کی تکذیب میں کر چکے ہیں ۔ آگے توفیق فہم من جانب اللہ ہے ۔

۵ ۔ آپ کا یہ قول : حدیث صحیح دو قسم ہے حدیث حسن جسکی صحت میں کسی کو کلام ہو اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث حسن جس کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو اور جب کہ قید ثالث سے حدیث حسن جس کی صحت میں کسی کو کلام ہو۔ الخ

اس میں حدیث صحیح کی تقسیم میں حدیث حسن کو قسم ٹھہرانا بجز کذب یا اختلاط کچھ متصور نہیں ہے۔ حدیث حسن تو قسیم (یعنی مقابل) صحیح ہے پھر اسکا صحیح کی اقسام میں داخل ہونا کیا معنی۔

معلوم نہیں یہ اختلاق (کذب) اختلاط آپ کی طرف سے ہے یا کاتب نے عمداً آپ سے دشمنی کی ہے کہ تین جگہ یہی لفظ (حدیث حسن جس کی صحت میں کلام) لکھ دیا ہے اگر کاتب کے ذمہ لگائے تو پھر آپ پر یہ اعتراض ہے کہ کہ آپ نے اس قدر عرصہ تک اس کا تدارک کیوں نہ کیا۔

اور اس ڈبل غلطی کا اشتہار کیوں نہ دیا آپکے سکوت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہی کے فہم وفراست میں فتور آ گیا ہے اور لکی لا یعلم من بعد علم شیئاً کا آپ پر ظہور ہو گیا ہے۔ اس صورت میں آپ کو اب خلوت نشینی لازم ہے اور ترک تحریر و تقریر مناسب۔ معلوم نہیں آپ کی قلم یا زبان سے کیا نکلے اور آپ کو اس پر شعور نہ ہو۔

یہ کلام یہاں تک جعل سازی وافترا پردازی جناب کے ثبوت میں ہے، اب آپ کے ایک اعتراض کا (کہ وہ بھی کذب سے معرا نہیں) جواب دیا جاتا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ صاحب اشتہار کا یہ قول کہ کوئی دلیل شرع میں معتبر نہ ہوگی جب تک اس میں جمیع قیود ستہ موجود نہ ہوں مخالف اہل سنت بلکہ جمیع اہل اسلام کے ہے، دو وجہ سے۔ وجہ اول یہ کہ کوئی آئمہ اسلام سے اس کا قائل نہیں، وجہ دوم یہ کہ مشتہر نے دو قیدیں ضروری الدین عند الکل کو چھوڑ دیا ہے۔ قید اول یہ کہ آیت وحدیث غیر منسوخ ہو قید ثانی یہ کہ غیر معارض ہو انتھی کلامہ بالفاظہ الفصیحۃ مع الاختصار

الجواب: وہ بات ہم نے نہیں کہی جو آپ کو مخالف اسلام معلوم ہوئی ہے وہ آپ ہی کی اکاذیب سے ہے پس آپ خود ہی مخالف اسلام بنتے ہیں جس کی تفصیل کذب پنجم کے ثبوت میں گذری۔ اس سے وجہ اول تو... ہوئے۔ اب وجہ دوم کا جواب سنئے کہ ہم نے اشتہار میں ان قیود کا ذکر کیا ہے جن کی رعایت سے اپنے مخاطبین کو غافل پایا اور جن قیود کی رعایت میں ان کو سرگرم بلکہ حد اعتدال سے پیش قدم دیکھا (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی منسوخ ومعارض ہونے کی قید کہ اس میں وہ ایسے مفتون ہیں کہ غیر منسوخ کو بھی منسوخ سمجھتے ہیں اور غیر معارض کو معارض سمجھ کر اس کے پاس نہیں پھٹکتے تو ان کے لئے ان قیود کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا اور مصداق اس مثل۔ مستانرا سرود یاد دہانیدن) خیال کیا ورنہ ہم ان قیود وشروط کو واجب الرعایۃ سمجھتے ہیں اور شروط اشتہار سے بڑھ کر ضروری اللحاظ خیال کرتے ہیں۔ اس اعتراض کی ذیل میں آپ نے کئی سوالات لکھے ہیں کہ وہ بھی کذب (مخاطب کے التزام کذب کو دیکھنا چاہیے کہ کوئی فقرہ کذب سے خالی نہیں چھوڑا ابتداء سے شروع کیا اور آخر تک نبھایا آفرین ہے مردانگی اسی کا نام ہے، ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند) سے خالی نہیں ہیں سو ان کا مستحق جواب نہ ہونا صدر تحریر میں ثابت کر چکے ہیں۔

پس جملہ مبادی و مقاصد تحریر پر تزویر جناب (محمد شاہ) کا جواب ادا ہوا اور ایک فقرہ جناب بھی باقی نہیں رہا جس کا ابطال نہیں ہوا۔ آئندہ قبولیت وانصاف با انصاف پر ہے۔

و لیکن ھذا آ خر ما ار د نا من الکلا م فی نقض ابا طیل اما م اھل الخصا م و وفینا ہ ا لا لزا م و ابلغنا فی الا فحام فللہ الحمد و المنۃ علی ما من علینا بھذا ا لانعا م و سلا م علی امام ا لآ ئمۃو نبی ا لا مۃ محمد رسو لنا و اما منا و ای اما م و علی اھلی آ ئمۃ الھدی و اصحا بہ ا لانصار للا سلا م فا لحمد للہ اولاً و آ خراً و ھو ا حسن الختا م ۔ نمقہ ابو سعید محمد حسن ا للاھو ری عفا اللہ عنہ

اشتہار بنام محمد شاہ

میں بطور اشتہار وعدہ دیتا ہوں کہ اگر میاں محمد شاہ یا کوئی اور صاحب میری اس تحریر کا (جس میں میں نے اکاذیب ہفتگانہ جناب کا کذب ہونا ثابت کیا ہے) جواب لکھیں، یا اور نہیں تو فقط ایک مضمون کذب پنجم یا اس کے نتیجہ کذب ششم ہی کو، یا اکاذیب مندرجہ تفصیل کو سچا کر دکھائیں اور منطوق یا مفہوم اشتہار سے اس کا ثبوت بہم پہنچاویں تو میں سو روپیہ انعام دیتا ہوں بشرطیکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی منصف ثالث مسلّم الطرفین اس کا جواب ہونا تسلیم کر لے اور میرے کلام کو اس کی مدافعت سے قاصر قرار دے اور درصورت جواب نہ ہونے اس جواب کے صاحب جواب تقلید مذہب چھوڑ کر خالص متبع سنت ہو جاوے۔ اور اگر منصفی کو معیار صداقت قرار نہ دیا جائے تو جواب اس کا ان لوگوں سے کچھ مشکل نہیں جو لوگ پہلی دفعہ جھوٹ بولتے لحاظ نہیں فرمائے وہ دوبارہ جھوٹ بولنے سے کب باز آتے ہیں۔ اس نظر سے منصفی ثالث کی شرط یہاں ضروری سمجھی گئی ہے۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین اللاہوری

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

(ضمیمہ اشاعۃ السنۃ النبویہ مطبوعہ یکم ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ جس میں دو اعتراضی اتفاقی تحریروں کا جواب ہے)

(حاشیہ: جواب تحریر محمد شاہ جس قدر تیار تھا وہ بسبب ضرورت اشاعت جواب اس اتفاقی تحریر کے چھپ نہیں سکا۔ اس کا بقیہ ہفتہ آئندہ طبع ہوگا۔ انشاء اللہ۔

یہ بھی میرے ضروری سفر و کاپی نویس وطبع کنندہ کی بیماری کے سبب اس دفعہ کچھ دیر ہوئی۔

ناظرین معاف فرماویں گے۔ المعذر المولف)

مطبوعہ افضل المطابع لاہور

بخدمت محمود حسن واسماعیل گنگوہی

تادیہ شجر و بیان عذر بخدمت مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی و

نصیحت بعزیز محمد اسماعیل گنگوہی منجانب ابوسعید محمد حسین لاہوری

پہلے صاحب نے بضمن پرچہ اخبار مہر درخشاں مطبوعہ ۵۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء مجھے ایک اشتہار سے مخاطب فرمایا ہے جس میں مطلب کی باتیں فقط تین ہیں:

۱: ادلہ کاملہ مولوی محمد قاسم صاحب کی تالیف نہیں ہے بلکہ خود بدولت کی تصنیف ہے

۲۔ تم نے (راقم خاکسار کو مراد رکھتے ہیں) سوالات ادلہ کاملہ کا مطلب نہیں سمجھا۔ مطلب ان کا یہ ہے جو ہم (خود بدولت) بیان کرتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔تم نے جواب ادلہ کاملہ میں دیر کی، باوجود اس امر کے سوائے تحریر جواب ادلہ کاملہ کے دین و دنیا میں تمہیں کچھ کام نہیں اس سے معلوم ہوتا کہ جواب اس کا تم سے تا روز قیامت ادا نہ ہوگا۔

اس کے سوائے جو اور کچھ چار صفحہ اخبار میں ہے وہ مجرد طعن و تمسخر ہے و توہین و تفاخر جسکا خلاصہ و نمونہ امور ذیل ہیں:

۱۔تم ایسے اور تمہارا علم و فہم ایسا۔

۲۔اور ہم (خود بدولت) نظم و نثر میں خوب ماہر ہیں۔

۳۔اور مخاطب کے حق میں ایسے کلمات کہ یہ صوت بے معنی جو ہم سنگ گوز ہے آپ کے منہ پر زیب نہیں دیتی۔

یہ آپ کے الفاظ شریفہ ہیں، اسی پر بقیہ کو قیاس کریں۔

دوسرے عزیز نے ضمیمہ اخبار نور الانوار، کان پور مطبوعہ ۱۳۔اکتوبر ۱۸۷۸ء میں ایک خط میرے نام تحریر فرمایا ہے جس میں مطلب کی بات ایک یہی ہے کہ ہمارے رسالہ کا جلد جواب دو اور نہیں تو حدیث ابن مسعودؓ (جو عدم رفع یدین میں ہم نے پیش کی) وغیرہ کا ضعف باتفاق محدثین ثابت کرو، اس پر ہم بیس روپیہ انعام دیتے ہیں۔ یا تشریح مضمون سوال ششم کی تصریح کتب معتبرہ میں دکھا دو اس پر ہم تقلید چھوڑ کر موحد بنتے ہیں۔

اس کے سوائے اس میں بھی طعن و تشنیع و توہین و تفضیح جس کا لب لباب یہ امور ہیں:

۱۔تم نے اپنا کمال جتلانے اور مال جمع کرنے کے واسطے یہ سلسلہ جاری کیا ہے۔

۲۔تم نے بخوف ذلت یا بخوف انعام دینے کے اب تک جواب نہیں دیا۔

۳۔تم علم فروشی کرتے ہو، تشریح مضمون سوال ہشتم کی ثابت کرنے پر انعام مانگتے ہو

۴۔امام بخاریؒ وغیرہ تمہارے اکابر اگر دوبارہ زندہ ہوں تو حدیث ابن مسعودؓ مذکور کا ضعف ثابت نہ کرسکیں۔

۵۔تم بمثل دست خود دہان خود ہر ہفتہ جو چاہتے ہو، بناتے ہو، چھپوا دیتے ہو۔ ہم مقلدین مومن ہیں اور مصداق الدنیا سجن المومن اور تنگ دست ہیں اس لئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارا جواب چھپوا نہیں سکتے ورنہ تم کو قلم ہاتھ میں لینا مشکل پڑ جائے۔
۶۔تم یا تمہارا طریق آیۃ المنا فق ثلاثۃ کا مصداق ہو۔ و علی ھذا القیاس

بجواب ان کلمات طیبات و باقیات صالحات کے میں جزاکم اللہ کہتا ہوں اور اس ہدیہ کے صلہ میں یہ پیش کش کرتا ہوں:

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

میں یقیناً جانتا ہوں کہ میرے سوالات کا جواب تو روئے زمین کے مقلدین میں سے کسی کو نہیں آتا آج تک جو کوئی میرے مقابلے کو اٹھا ہے اس نے گالیوں کو سپر بنایا یا سوال پر سوال کو ہتھکنڈا ٹھہرایا، یا احادیث ضعیفہ یا غیر مصرحہ کو پیش کر دیا۔ لہذا میں آپ لوگوں کو لاچار و معذور سمجھتا ہوں، اور آپ کے ایسے کلمات پر جزاک اللہ کے سوا کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک وجہ سے شاکر و معترف احسان ہوں کہ آپ لوگوں باصداران کلمات طیبات کے اپنے اعمال صالحہ میں مجھے شریک کیا اور مفلسی دن (جس میں ظالموں کے اعمال سے مظلوموں کا قصاص دلایا جائے گا) مجھے اپنا سہیم بنایا۔

اس سے زیادہ اگر میں کچھ یہاں کہتا ہوں اور جواب ترکی بترکی دیتا ہوں تو اسکے مقابلہ میں آپ کی طرف سے نثر و نظم میں گالیوں کا خوف رکھتا ہوں اور مع ذلک مطلب سے دور پڑتا ہوں جس کی تشریح تتمہ سفیر ہند مطبوعہ ۱۵ جون میں کر چکا ہوں۔

اس سے زیادہ اگر کچھ کہیں گے تو ناظرین بے اعتساف و طالبان حق و انصاف (انہیں کے ہم مذہب کیوں نہ ہو) کہیں گے اور میری تحریرات کو ان کی تحریروں کے مقابل کر کے بنظر داد دہی ظالم کو ہزار نفرین و مظلوم کو صابر صد آفرین فرماویں گے۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی ان تحریرات کو ملاحظہ میں لائیں گے تو داد حق دینے سے دریغ نہ فرماویں گے اور آپ کو اس زشت کلامی پر سرزنش کرنے سے درگذر نہ کرینگے اور اگر بمقتضائے:

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے اس سے اغماض کیا اور مجھے انصاف نہ دیا، تو بڑے شاہ صاحب دا م فیو ضھم اگر آپ کی تحریروں پر مطلع ہوں تو ضرور آپ سے آشفتہ ہوں۔

جواب مطالب لائق جواب

جواب نمبر اول، مطالب ثلاثہ حضرت اول:

مولوی محمد قاسم صاحب کے مصنف ہونے پر ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں ولیکن قبل انکار یا اقبال مولوی صاحب ممدوح کے پیش کرنا ان دلائل کا میں بے ضرورت سمجھتا ہوں اور فقہ مذہب جناب کا یہی فتوی پاتا ہوں گوفتوی کچہری میں اس کے خلاف پر عمل درآمد ہے کہ مدعی سے قبل استفسار مدعی علیہ کے بادی الرائے میں ثبوت مانگتے ہیں اور مدعا علیہ کو پیچھے بلاتے ہیں۔

پس آپ کو یا جن کو میرے اس دعوی میں شک ہو وہ مولوی صاحب موصوف سے بالمشافہ یا بذریعہ خط حال دریافت فرماویں پھر اگر مولوی صاحب مصنف ہونے کل رسالہ یا جزو رسالہ کے خود ہی اقبالی ہو جاویں تو مجھ سے مطالبہ دلائل نہ کریں اور اگر وہ انکاری ہو جاویں اور اس پر بحکم قاعدہ مندرجہ اشتہار سامی (البینة علی المد عی و الیمین علی من انکر) حلف اٹھالیں اور اپنا یہ انکار یا حلف بذریعہ اپنے خط خاص کے میرے پاس بھیج دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا یا اپنے دلائل پیش کر دوں گا۔

اگر مولوی صاحب ممدوح نے حلف سے انکار کیا تو میرا دعوی بحکم... ثابت ہوا۔ پھر میں ادلہ کاملہ میں انہیں کو مخاطب ٹھہراؤنگا اور آپ کی ایک نہ سنونگا جس قدر چاہیں آپ پیچ وتاب کھائیں اور جو جی میں آوے سخت ونرم وسبّ وشتم سناتے جاویں

جواب نمبر دوم، مطالب حضرت اول:

میں مطلب سوالات نہیں سمجھا تو اور اچھا ہوا اور مولوی محمد قاسم کا اس میں کام بنا۔ میں الٹے سمجھونگا تو اس پر الٹے ہی اعتراض کرونگا۔ اس میں مولوی صاحب کے تعقبات واعتراضات کو فراخ راستہ دوں گا۔ پس آپ پہلے ہی سے میری غلطی فہم کو کیوں ظاہر کرتے ہیں اور مولانا کے میدان تعاقب کو تنگ کوچہ کیوں بناتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب میں جواب ادلہ کا ملہ تحریر میں لاؤنگا تو ہر کہ و مہ کو خوب ثابت کر دکھاؤں گا کہ مولانا میرے سوالات کا مطلب نہیں سمجھتے، یا میں ان کے سوال پر سوال کے مطلب کو نہیں پہنچا۔ و اللہ ثم باللہ ملاحظہ جوابات جملہ مخاطبین سے مجھے یقین حاصل ہو گیا ہے کہ میرے قیود سوالات کا مفاد آپ تک عرصہ ڈیڑھ سال میں کسی نے نہیں سمجھا اور بے سوچے بن سمجھے سب صاحبوں نے جواب دیا ہے۔ جیسے کسی نے اپنے مخاطب کے جواب میں کہا تھا کہ تمہارا سوال تو میں سمجھا نہیں پر جواب اس کے دو دیتا ہوں اور جو مطلب سوالات مولوی صاحب کا آپ نے لکھا ہے اگر واقعی مولوی صاحب کا وہ مطلب مقصود ہے تو اس سے مولوی صاحب کا نہ سمجھنا میرے سوالات کو اور مبرہن و متیقن ہوتا ہے آپ مولوی صاحب سے اس مطلب پر صاد کرا دیں تو میرے اس دعوی کا لطف دیکھیں۔

جواب نمبر سوم، مطالب حضرت اول:

جو لوگ آپ کے مقلد ہیں اور بنظر حفظ تقلید یا بحسب عادت قدیمی اخبارات اور رسائل اپنے مخالفین کو نہیں دیکھتے وہ تو آپ کے اس دعوی پر بالغیب ایمان لا کر آپ کی اس دھمکی و تعلّی سے ضرور مجھے جواب دہی سے عاجز جان چکے ہوں گے۔ و لیکن جو لوگ اخبار و رسائل موافق مخالف کو دیکھتے ہیں اور ہمارے پرچے جو یکم دسمبر ۱۸۷۷ء یوم اعلان سے آج کے دن آخر اکتوبر ۱۸۷۸ء تک شائع ہوئے ہیں، ملاحظہ فرماتے ہیں وہ آپ کی اس دھمکی و اس تعلّی کو آپ کے قصور نظر یا عدم صداقت پر حمل کریں گے۔ اور جو بات آپ نے اپنے فخر و مخاطب کی تحقیر کے واسطے کہی ہے اسکو برعکس دلیل منقصت جناب سمجھیں گے، اور مصداق اس بیت متمسک بہ جناب کا ٹھہرا ویں گے:

بنشہ گو فتاد برپائم دل دشمن دو نیم گشت ز بیم

یا مورد اس مصرع کا:

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

میں پہلے بھی اعلان یکم دسمبر ۱۸۷۷ء میں عذر کر چکا ہوں اور اب پھر ملتمس ہوں کہ میں ایک ہوں اور میرے مخاطب کئی۔ یعنی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔مخاطب مسطور بذیل ظفر احمد رو پڑی۔
۲۔مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی۔
۳۔عزیزی محمد اسماعیل گنگوہی۔
۴۔میاں محمد شاہ مہاجر دہلی۔
۵۔مولوی حبیب اللہ صاحب پشاوری امرتسری۔
۶۔مولوی رحیم بخش صاحب دہلوی۔
۷۔بعض علماء لکھنؤ و بنارس (جن کو آپ نے از راہ کمال صدق و دیانت کے کل جہان سے جس میں ہزاروں فہیم ومتقی ہیں تعبیر کیا ہے اور اس تعبیر کو حاصل میری تحریر کا ٹھہرایا ہے)۔

میرے حال پر یہ مثل صادق ہے کہ یک انار وصد بیمار، یا یوں کہیے کہ یک جان وصد ازار۔لہذا سب کی جواب دہی نوبت بنوبت ہوں گی نہ سب کی یک بارگی۔ چنانچہ پہلے جواب ظفر احمد اگست ۱۸۷۷ء میں شروع ہوا جس کے ۱۴ نمبر قبل اعلان یکم دسمبر کے شائع ہوئے اور ۱۶ بعد اس کے۔یہ جواب ہنوز اختتام کو نہیں پہنچا کہ اس کے بیچ ہی میں علماء لکھنؤ و بنارس و مولوی حبیب اللہ امرتسری و مولوی رحیم بخش دہلوی سے فیصلہ ہوا، اور جواب محمد شاہ شروع ہو گیا۔آئندہ جواب محمد شاہ ختم ہوگا تو جواب ظفر احمد کو پورا کیا جائے گا۔اس کے بعد جواب مولوی محمد قاسم صاحب شروع کیا جائے گا اس کے بعد عزیزم محمد اسماعیل کی باری آوے گی پھر مقلدان بلیہ وال کی نوبت پہنچے گی۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے جواب الجواب کو سب سے مقدم کروں یا کسی اور صاحب کو اس میں ترجیح دوں۔یہ تب ہو جب میں ان جوابات میں کسی کو مضامین علمی یا تہذیب خلقی وعملی کی راہ سے مرجح واجب التقدیم پاؤں۔

میرے نزدیک جیسا طالب العلم مسطور بذیل ظفر احمد لڑکے کا جواب ویسا ہی مولانا محمد قاسم صاحب فاضل اجل کا اور جیسا محمد شاہ امام اہل خصومت کا جواب ویسا ہی بے چارگان کم زبان مقلدان بلیہ وال کا۔

لہذا تقدیم وتاخیر جواب میں ترتیب از منہ شہرت جوابات یا تقاضائے بعض احباب کی طرف میری نظر رہتی ہے اور کسی نہ کسی کو مخاطب بنا کر تھوڑا سا تعلق ومناسبت بہم پہنچا کر مسائل مہمہ ومباحث عظیمہ سے بحث کی جاتی ہے جس میں غوامل مسائل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاسدہ اصول وفروع مقلدین کی پردہ دری ہورہی ہے اورشجرہ تقلید نا جائز کی جس نے اسلام کو بٹّا لگا رکھا ہے اوراس کی رونق وتازگی کو کھودیا ہے بیخ کٹی ہورہی ہے۔

اشخاص مخاطبین کا مجھے لحاظ نہیں اور کسی خاص شخص کے الزام وشکست کی مجھے ہوس یا فخر نہیں۔

یہ تو محمود حسن صاحب کے مطالب کا جواب ہے۔اب عزیزی محمد اسماعیل کو للہ نصیحت کی جاتی ہے کہ اپنے مطلب کی بات کا جواب تو اسی کو سمجھیں جو محمود حسن صاحب کے نمبر سوم کا جواب ہے۔رہا آپکا یہ علاوہ کہ بالفعل اورنہیں تو حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ضعف ثابت کریں یا تشریح مضمون سوال ششم کی کا کتب فقہ معتبرہ سے نشان بتاویں۔

سواولاً تو اس کا بھی وہی جواب ہے۔اوراگر بمقتضائے حداثت سن یا قلت صبر جوقلت معلومات سے ناشی ہے(چنانچہ آپ کے خطوط اس پر شاہد ہیں جن کی نقل عنقریب آتی ہے) میرے اس عذر کو نہ سنیں تو خیر تحقیق حدیث ابن مسعود کو اب ہی شروع کریں میں چار صفحہ پر ماہواری رسالہ کے خواہ وہ کسی کے خطاب میں ہو آپ کی نذر کرتا ہوں اور برعایت اتحاد والد ماجد اس عزیز کے جو میرے مخلص احباب اور معظمین اصحاب سے ہیں آپ کے افہام واعلام کو اوروں پر مقدم کرتا ہوں مگر اس شرط سے کہ آپ قانون مناظرہ کے پابند ہوجائیں اورتہذیب وحفظ مراتب بھی اختیار کریں۔

پابندی قانون مناظرہ یہ کہ خود متصدی اثبات صحت اتفاقی حدیث ابن مسعود ہوں اور مجھے مطالبہ اثبات ضعف حدیث کا بوعدہ بیس روپئہ انعام نہ کریں۔

آپ کتب فن مناظرہ کی طرف مراجعت کریں اگر وہ کتابیں پڑھی سنی نہ ہوں تو اپنے استاد بزرگوار سے دریافت کریں کہ آپ مدعی صحت اتفاقی حدیث ابن مسعودؓ ہیں اور میں مسائل جو درپئے درپئے نفی اس صحت کی ہوں۔اور بحکم قانون مناظرہ سائل کو قبل اس کے کہ معلل (مدعی متدل) مقدمہ ممنوعہ کو دلیل سے ثابت کرے خلاف مقدمہ کا اثبات جائز نہیں ہے۔

اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ سائل کو قبل اقامت دلیل معلل کی نفی مدعا جائز نہیں۔

اور یہ بھی مسئلہ ہے کہ سائل کو قبل پورے ہونے دلیل معلل نقض یا معارضہ درست نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو تم نے میرے اعلان یکم دسمبر سے مجھے مدعی سمجھ لیا ہے اور میرے اس قول کو (کہ یہ حدیث ابن مسعودؓ بالاتفاق صحیح ہیں) دعوی خیال کر لیا ہے اور بناء علیہ مجھ سے مطالبہ دلیل کیا ہے سو تمہاری ناواقفی کے سبب سے ہے۔

اولاً ،اس لئے کہ وہ اعلان تمہارے خطاب و جواب میں نہیں بلکہ وہ اعلان عامہ ناظرین ہے۔ جب تم سے میرا خطاب ہوگا تو اسی طرز سے ہوگا جو قانون مناظرہ میں مقرر ہے۔

ثانیاً ، اگر اس کو تمہارا ہی خطاب مانا جاوے تو بھی وہ دعوی نہیں ہے بلکہ بطور مقوی سند منع کے ہے جو تمہارے دعوی صحت ابن مسعودؓ پر متوجہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہم نہیں مانتے کہ حدیث حضرت ابن مسعودؓ بالاتفاق صحیح ہے کیوں جائز نہیں کہ وہ بالاتفاق ضعیف ہو چنانچہ جملہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے۔

پس میں اس کلام سے مدعی ہوا اور یہ میرا کلام دعوی نہ بنا۔ یہ بات وہ سمجھ سمجھا سکتے ہیں جو مسائل فن مناظرہ میں نظر رکھتے ہیں۔

پس اگر پابندی قانون مناظرہ منظور ہے اور اس شرط سے بحث حدیث ابن مسعودؓ مطلوب ہے تو اپنے اشتہار متضمن بست روپئہ انعام کو جس میں سائل سے مطالبہ دلیل کیا ہے محو وقلم زن کر کے ..متصدی استدلال و اثبات صحت حدیث حضرت ابن مسعودؓ ہو جاویں۔ پابندی تہذیب و حفظ مراتبیہ کہ کوئی لفظ سخت و نازیبا مثل الفاظ مفصلہ ممثلہ بالا کے زبان پر نہ لاویں اور مجھ سے مجادلانہ بحث کے مدعی نہ بنیں بلکہ دوستانہ مستفیدانہ چال چلیں۔ اور دو وجہ سے اپنے تئیں اس چال کے اختیار کرنے پر مجبور کریں۔

وجہ اول، یہ کہ میں آپ کے والد ماجد کے دوستوں سے ہوں۔ وہ مجھ سے بہ محبت وتعظیم وتکریم پیش آتے ہیں، اور پہلے آپ کی تعلیم کے مجھ سے خواہاں ہوئے، اب آپ کے چھوٹے بھائی کی تعلیم کے خواست گار ہیں، اور تمہاری اس کاروائی پر ناراض ہیں، اور مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ اگر تم اس کو پڑھاتے تو وہ ایسا کیوں ہو جاتا اور اس پر افسوس کرتے ہیں۔ اور حدیث میں آیا ہے:

رضی الرب فی رضاء الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ رواہ الترمذی۔

(ترجمہ۔ اللہ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور اللہ کا غصہ باپ کے غصہ میں ہے)

اور ایک حدیث میں آیا ہے:

من ابر البرا ن یصل الر جل اھل ود ابیہ ۔رواہ مسلم۔

(ترجمہ۔ بڑی نیکیوں سے نیکی ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں سے بسلوک پیش آوے)

لہذا آپ کو لازم تھا کہ مجھ سے اس طرح پیش آویں جیسے والد ماجد یا اپنے استاد مولوی رشید احمد سے پیش آتے ہیں۔ یہ نہ ہو تو ایسے ہی سہی جیسے تمہارے والد بزرگوار مجھ سے پیش آتے ہیں۔

وجہ دوم، یہ کہ آپ خطوط میں مجھ سے پہلے یہی چال چلتے رہے ہیں اور آپ کے چار خط میرے پاس موجود ہیں۔

اول خط میں آپ لکھتے ہیں:

مخدوم بندہ جناب مولوی صاحب السلام علیکم۔

میں ایک شخص ناواقف نہ بعض مقلدوں کے تعصب مجھ پر ظاہر نہ غیر مقلدان کی باتوں سے ماہر۔ لہذا بذریعہ عریضہ ہذا چند مسائل عطیہ مقلدین بطلب جواب ارسال خدمت عالی ہیں۔

امیدوار ہوں کہ جلدی بلکہ جس دن یہ خط پہنچے اسی دن جواب باصواب جو مفصل ومصرح مدلل بدلائل قویہ ہو مطلع فرماویں۔ کمال احسان ہوگا۔

پھر مسئلہ قرأۃ فاتحہ کے متعلق احادیث وآثار نقل کر کے اخیر خط میں بقلم خود لکھتے ہیں:

از جانب اللہ بخش سلام علیکم

آنکہ یہ شخص مدت سے اس بات کی تلاش میں ہے کہ کسی نوع سے تسلی ہو جاوے آپ براہ عنائت ان کا جواب مرحمت فرماویں۔

دوسرے خط میں آپ لکھتے ہیں:

بخدمت فیض درجت جناب مولوی محمد حسین صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض یہ ہے کہ میں ایک شخص محمد اسماعیل ساکن گنگوہ ضلع سہارن پور کا ہوں۔ چونکہ مدت سے آپ کا نام سنا ہے اور آپ کا ذکر شہرہ آفاق دیکھا اکثر جا آپ کے حسن اخلاق سنے۔ اس وجہ سے مدت ہوئی کہ بذریعہ ایک عریضہ کے کچھ سوالات الحمد وغیرہ کے باب میں دریافت کئے تھے اور بجواب عریضہ نیاز آپ نے اعزاز فرمایا تھا کہ اس کا جواب پھر لکھونگا۔ اب تک اس کا منتظر ہوں۔ قریب ڈیڑھ ماہ کے ہوا کہ بندہ بوجہ ایک تقریب کے لاہور بھی گیا تھا۔ حضرت کی قدم بوسی کے لئے بہت پھرا۔ لیکن حافظ صاحب جو سنہری مسجد میں رہتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ حضرت لودھیانہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ مایوس ہوکر چلا آیا۔

مدت سے سنتا ہوں کہ آپ یوں فرماتے ہیں کہ زیور میں زکوۃ نہیں آئی اور صوم اعتکاف میں شرط نہیں چونکہ یہ مسئلہ آپ سے عالم اجل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس وجہ سے پوچھنے کی ضرورت پڑی لہذا بذریعہ عریضہ ہذا امیدوار ہوں کہ دلائل سے مطلع فرمایا جاوے۔ میری طبیعت کا شبہ رفع ہو جائے گا۔

تیسرے خط میں جس میں آپ مسائل اشتہار کے پانچ مسئلوں کا جواب لکھتے ہیں، فرماتے ہیں:

امیدوار ہوں کہ ان کو تسلیم فرماویں تو بہتر ورنہ ان کا جواب مرحمت فرمادیں اور اگر آپ بغیر چھپنے کے مخاطب ہی نہیں ہوتے تو اطلاع فرماویں چھپوا کر ارسال کروں گا۔ اور میرے نزدیک بہتر تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بحث نہیں مباحثہ نہیں اسی کا جواب مرحمت فرماویں۔

چوتھے خط میں آپ فقط لفظ غیر مقلد لکھے جانے کی معذرت کرتے ہیں اور اپنے والد ماجد کا اتحاد میرے ساتھ ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

جب سے حضرت والد ماجد سے آپ کا نام سنا تھا جب ہی سے خط و کتابت کرنے کا مشتاق تھا چنانچہ اس لئے کئی نیاز نامہ متضمن بعض مسائل ارسال خدمت کئے مگر آپ کی طرف سے ہمیشہ اعتنائی رہی۔ میں نے بزعم خود کوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمہ بھیجا کبھی عرض نہیں کیا اگر عنوان پر چہ کا خیال ہے تو بخدائے لا یزال نہ وہ میں نے لکھا نہ میرے اشتعا لک نہ میری رضا نہ مجھے اطلاع ہوئی۔ واللہ یہ میرے بھی نا گوار طبع ہوا، اس کلمہ کی زیادتی میں اپنے احباب سے ذکر کرتا تھا خیر آپ فرماویں گے تو اس مضمون کو کسی موقع پر چھپوا دونگا۔

پھر اخیر خط میں لکھتے ہیں:

مولانا آپ میرے خیال میں بھی میرے عنائت فرما ہیں اور آپ کا تعلق اتحاد حضرت والد صاحب سے مزید براں۔

ان کلمات خطوط اربعہ کو دیکھیں اور خط نورالانوار کی نورانیت وصفائی کو بھی ملاحظہ کریں۔ آپ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو گئے۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ آئندہ آپ کو وہی چال اختیار کریں اور اپنی زیادتیوں کے مقر ہو کر اس کو اسی نورالانوار کے ضمیمہ میں مشتہر کرادیں۔ اور اگر آپ پابندی قانون مناظرہ وحفظ مراتب منظور نہ ہو تو میری آپ کی بحث موقوف ہے اور وعدہ تحریر جواب رسالہ جو اعلان یکم دسمبر ۱۸۷۷ء میں کر چکا ہوں وہ بھی منسوخ۔ میں نے جس خیال سے وہ وعدہ کیا تھا، آپ اس خیال کے محل نہیں رہے، اور نہ میرے خطاب کے لائق۔ میں ایسا فارغ البال اور بے اشغال نہیں کہ لڑکوں بالوں سے الجھتا پھروں اور ہر ایک کو اپنا مخاطب ومباحث بناؤں۔ اس صورت میں مجھ سے دعا لیں اور اسی کو فتح سمجھ کر اخبار نورالانوار میں چھپوا دیں۔ ہاں ایک اور صورت یہ آپ کے نفع اٹھانے اور مجھ سے کچھ پوچھنے پوچھوانے کی پھر بھی باقی ہے جس سے میں بحکم اخوت معنوی ونصیحت اسلامی دریغ نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ آپ لاہور تشریف لے آویں اور جو کچھ پوچھنا ہو ایک جلسہ میں پوچھ کر اپنی تسلی کر لیں۔ پھر اس کو اپنے طور پر چھپوا دیں خواہ چھپا رکھیں۔ اس میں اگر آپ عذر خرچ سفر یا عذر اجازت نامہ از جانب والد ماجد کریں تو اس کا رفع میرے ذمہ ہے۔ خرچ واجازت سفر ان سے میں لے دونگا اور جو کچھ آپ کو کہنا سننا ہوگا اس کے سامنے کہوں گا۔ یہ صورت آپ کے حق میں بہت مفید ہے اور موجب مصالح کثیر نظر آتی ہے۔ اب رہی نشان دہی تشریح مضمون سوال ہشتم۔ سو فقط آپ کے اس وعدہ کہ میں موحد ہو جاؤں گا، میں علی الاعلان نہیں کر سکتا اور اس کو مصداق مثل کون کندن وگیا ہے برآوردن، سمجھتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں ۔آپ اس تشریح کی تصریح چاہتے ہیں تو مولوی محمد قاسم صاحب ومولوی رشید احمد صاحب سے وہ اقرار کرا دیں اور کسی مشہور اخبار میں اس کو چھپوا دیں جس میں صدہا اتباع مولوی صاحبان ممدوح کی موافقت و عامل بالحدیث ہو جانے کی توقع ہو اور تشریح کی تصریح وقوع میں آوے ۔

مولوی محمود حسن صاحب نے میری اس بات کے جواب میں کچھ گوہر افشانی کی ہے مگر ہم ان کی کب سنتے ہیں اور ان کو مخاطب کب بناتے ہیں ۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ مولوی محمد قاسم صاحب سے لکھوا دیں تو ہم اس کا جواب دیں ۔ ورنہ ان کی تو ایک نہ سنیں گے جب تک وہ مولوی محمد قاسم صاحب سے انکار مع الحلف لکھوا کر ہمارے پاس نہ بھیج دیں یا ہمارے دلائل کا جو بعد انکار مولوی صاحب ممدوح قائم ہوں گے جواب نہ دیں ۔ فقط

نمبر اول ۔ جلد دوم اشاعۃ السنہ

هذا الّذی کنتم به تستعجلون

اشاعة السّنّة النّبویّة علی صا حبها الصّلوة و التّحیّة

(جس میں رسالہ ادلہ کاملہ کا جواب ہے

جس کو مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے

بجواب اشتہار مسائل عشرہ مشتہرہ انّیس (۱۹) مئی ۱۸۷۷ء تالیف کیا

اور خلافِ واقع اپنے شاگرد محمود حسن صاحب کے نام سے شائع کرایا

منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری

۲۸ محرم ۱۲۹۶ ہجری مطابق ۳۱ جنوری ۱۸۷۹ء

مطبوعہ سفیر ہند پریس امرتسر)

بسم الله الرّحمن الرّحیم

الحمد للّٰه و کفی و سلام علی عباده الّذین اصطفی رسولنا وامامنا

محمد خیر الوری واهل بیته آئمّة الهدی و اصحا به اهل التقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید

دفعہ اول ۔ ہمارے اشتہار مسائل عشرہ مجریہ ۱۹ مئی ۱۸۷۷ء کا جواب برائے نام ایک رسالہ ادلہ کاملہ بھی تھا جسکے جواب کی نوبت ہم نے بوجہ قلتِ فرصت و کثرت مخاطبین برطبق مشہور یک انار و صد بیمار، یا یوں کہیں کہ یک جان وصد آزار، اختتام جواب ظفر احمد کے بعد ٹھہرا رکھی تھی اور اس کی تشہیر اعلان یکم و پانزدہم دسمبر ۱۸۷۷ء و ضمیمہ اشاعۃ السنۃ مطبوعہ ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ میں کردی ۔

اب جواب ظفر احمد کے ختم ہو جانے سے اس رسالہ کے جواب کا آغاز ہوا اور اس وعدہ کے ایفاء کا وقت آ پہنچا ۔

حواریین حضرت مولوی محمد قاسم صاحب (نانوتوی) مدظلہ ناحق بغلیں بجاتے تھے اور متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین پکار کر یہ دم مار رہے تھے کہ اس رسالہ کا جواب قیامت تک کسی سے ادا نہ ہو سکے گا ۔ یہ ان کی کمال بے ضبطی و ناصبری تھی اور پرلے درجہ کی کوتاہ اندیشی ۔ اب اس جواب کو دیکھ دیکھ کر اپنے اس استعجال پر افسوس کھائیں اور بمقابلہ متی ھذا الوعد کے ھذاالّذی کنتم بہ تستعجلون کا مژدہ سن لیں اور لولا اخّرتنا الی اجلٍ قریب وردِ زبان کریں ۔

ادلہ کاملہ کا مؤلف کون ہے

دفعہ دوم ۔ یہ امر کہ رسالہ ادلہ کاملہ مولوی محمد قاسم صاحب کی تالیف ہے ہر چند محتاج ثبوت و لائق بحث نہیں ہے ۔ پنجاب و ہندوستان بلکہ عربستان کے بہت سے لوگ اس بات کو جانتے ہیں ۔ صدہا اتباع قاسمیہ بڑے فخر و عجب سے یہ دعوی کرتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے جواب اشتہار ایسا لکھا ہے جس کا جواب آج تک فریق ثانی سے ادا نہیں ہوا ۔ اور مولانا محمد قاسم صاحب خود بھی اپنے مؤلف ہونے کے مقر ہیں اور یہ اقرار کئی جگہ، کہ ازاں جملہ حرم مکہ ہے (زادھا اللّٰہ شرفاً) برملا کر چکے ہیں ۔

ولیکن چونکہ بعض حق پوش صدق فراموش نے مئوا خذہ اخروی کا ڈر اٹھا کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہدید وعید کذب سے بے خوف ہوکر اس امر مستفیض کا انکار کیا ہے یا اس انکار کی جڑ کو جما دیا ہے کہ اس رسالہ کو محمود حسن صاحب کے نام سے چھپوایا اور انہیں کا مئولف ہونا خلاف واقعہ مشتہر کیا۔ اس لئے مجھے بیان شانِ نزول اس رسالہ کا (جس کو مقلدین مولوی محمد قاسم صاحب کالوحی من السّماء سمجھتے ہیں) مناسب معلوم ہوا۔ اور مولوی صاحب کے مئولف ہونے کا ثبوت (دینا) ضروری نظر آیا۔ پس بسماع توجہ سننا چاہیے کہ بسند بعض ثقات مدرسہ دیو بند کے (جو مولد ومنشاء اس رسالہ کا ہے) مجھے نقل پہنچی ہے کہ جب اشتہار مسائل عشرہ مدرسہ دیو بند میں پہنچا، تو حاجی عابد حسین صاحب نے (جو مدرسہ دیو بند کے معاون وممبر ہیں) سب مدرّسوں سے (۱۸۷۷ء کے مدرسین دیو بند میں مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس اور مولانا محمود حسن جو نیر مدرس بھی شامل تھے۔ بہاء) اس کے جواب لکھنے کی درخواست کی۔ جب کسی نے استطاعت نہ پائی اور سب نے اپنی عاجزی ظاہر کی تو وہ اشتہار حاجی صاحب موصوف اور مولوی رفیع الدین صاحب نے (جو مدرسہ کے مہتمم ہیں) مولوی محمد قاسم کی خدمت میں بمقام نانوتہ روانہ کیا اور تاکیدی خط متضمن درخواست جواب تحریر فرمایا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک مہینہ کے بعد جواب لکھ کر مولوی محمد منیر صاحب (جو انکے رشتہ کے بھائی ہیں اور بریلی میں ملازم) کے ہاتھ دیو بند بھیج دیا۔ مولوی محمد منیر صاحب نے وہ جواب بوقت شام دیو بند میں پہنچایا۔ اور نقل کرنے کیلئے مولوی کوثر علی صاحب خوش نویس کے سپرد ہوا۔ ناقل لکھتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے وہ جواب دیکھا اور مولوی محمد قاسم صاحب کا دستخطی پایا۔ جب وہ جواب نقل ہو چکا تو اس میں کمیٹی شروع ہوئی کہ کس کے نام سے اس کی تشہیر ہو۔ آخر اس تجویز پر اتفاق رائے ہوا کہ مولوی محمد قاسم نامی آدمی ہیں، ان کے نام سے اس کی تشہیر ہوئی تو جو کوئی اس کا جواب لکھے گا وہ بھی مولوی صاحب کی طرف عائد ہوگا اور اس میں مولوی صاحب کی توہین وبدنامی متصور ہوگی، لہذا تشہیر اس کی مولوی فخر الحسن صاحب کے نام سے ہونی چاہیے یا مولوی محمود حسن کے نام سے۔

راقم محمد حسین کہتا ہے یہ تب ہی ان حضرات کو سوجھی جب کہ ان کو خود ہی اس رسالہ پر طمانیت حاصل نہ ہوئی اور اس کو مجموعہ اوہام وخیالات جان لیا اور اس کے ردّ ہونے کا یقین کر لیا۔ اگر اس کو جواب صحیح با دلیل جانتے اور لاجواب خیال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے تو یہ آڑیں کیوں ڈھونڈتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے بھی جو دو تین جواب اشتہار اسی طرح اوروں کے بچاؤ میں نکلے اور مئولفین جوابات خود پردہ میں رہے۔

اول جواب: ایک طالب العلم ہوشیار پوری کا جو ظفر احمد کے نام سے شائع ہوا جس کا جواب ضمیمہ اخبار سفیر ہند میں دیا گیا۔

دویم جواب: بعض علماء لکھنو و بنارس کا جو ایک شخص خلیل الدین کے نام سے شائع ہوا اور اس کا جواب رسالہ اشاعۃ السنۃ (جلد اول) میں نمبر ایک سے آٹھ تک ادا ہوا

سیوم جواب: امام اہل خصام جناب محمد شاہ صاحب کا جو میاں یوسف کے نام سے شائع ہوا۔ جسکا جواب نمبر آٹھ سے دس تک اشاعۃ السنہ (جلد اول) میں دیا گیا

اب یہ رسالہ چہارم (ادلہ کاملہ) جواب ہے جو اسی طرز قدیم سے جاری ہوا ہے۔ آئندہ دیکھا چاہیے۔

غرض ان لوگوں کی اس آڑ لینے سے یہی ہے کہ اگر کسی نے اس کی ردّ و مدافعت نہ کی تو فتح ہمارے نام رہی، اور ان لوگوں میں، جو ہمارا مئولف ہونا جانتے ہیں، ہماری نیک نامی ہوئی۔ اور اگر کسی نے اس کی خبر لی اور بیخ کنی کر دی، تو عامہ خلائق میں بدنامی اس کی ہوئی جس کے نام سے اس کی شہرت کرائی گئی۔ ولیکن ان سب میں یہ کسی نے نہ سوچا کہ یہ ہمارا راز چھپا کیوں کر رہے گا، اور جو باتیں ہم اعاظم مشاعر و عامہ مجالس میں فخراً ظاہر کرتے ہیں اور ان میں کمیٹیاں ہوتی ہیں، کیونکر باہر نہ نکلیں گی۔ ان کی اس خام کاری پر یہ شعر خوب صادق آتا ہے جو ان کی اس مصیبت افشاء راز پر گویا ایک مرثیہ ہے

ہمہ کارم ز ناکامی بہ بدنامی کشید آخر
نہاں کے ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

یہاں ایک اور ثقہ صاحب علم سے جو ان دنوں مدرسہ دیوبند میں موجود تھے یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ جناب مولوی احمد علی صاحب سہارنپوری اور جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اس مشورہ تبدیل نام مئولف کے شریک ہیں اور اس کمیٹی کے وہ بھی ممبر ہیں۔ ان کے پاس رسالہ بھیج کر یہ مشورہ پوچھا گیا تو انہوں نے بھی محمود حسن صاحب کے نام سے شائع ہونے رسالہ کو پسند کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ تبدیل نام مجمع علیہ آراء ارباب کمیٹی ہوگئی اور محمود حسن صاحب کے نام سے تشہیر رسالہ کی قرار پائی تو حاجی عابد حسین صاحب نے اس کو اپنے مرید محمد انور نامی (جو جالندھر میں ملازم ہیں) کے پاس پنجاب میں چھپوانے کو بھیجا اور وہ ان کے اہتمام سے بنام نہاد اظہار الحق چھپا۔ ادھر مولوی محمد منیر صاحب نے چھپنے کے لئے کان پور بھیج دیا۔ وہاں مطبع نظامی میں بنام ادلہ کاملہ موسوم ہوکر چھپ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ رسالہ ایک مضمون پر نام دو۔ اگر ان دونوں میں فرق ہے تو اتنا ہے کہ ادلہ کاملہ میں عنوان جوابات دفعہ اول، و دفعہ دوم ... الخ ہے اور اظہار الحق میں عنوان یہ ہے: جواب سوال اول، جواب سوال دوئم ..الخ .۔ اسی بناوٹ کی وجہ سے اظہار الحق چھپواتے ہی ایسا چھپایا گیا کہ پھر کہیں اس کا اثر نظر نہیں آیا۔

یہ تو مشاہدہ کے شہود کا بیان ہے ۔ اب اقرار کے شہود کا بیان سننا چاہیے۔ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی زبان گوہر فشان سے حرم مکہ میں اس بات کا اقرار کیا ہے، اور بڑے فخر سے ظاہر کیا کہ ہم نے اشتہار غیر مقلدین کے جواب میں رسالہ ادلہ کاملہ لکھ دیا ہے۔ اس اقرارِ جناب کو مولوی صاحب کے بڑے معتقد حاجی ظفر اللہ صاحب نے (جو اصلی متوطن میرٹھ ہیں اور بالفعل مقیم مکہ۔ اور بتقریب تجارت ہندوستان میں آتے جاتے ہیں اور ۱۲۹۵ھ میں ہندوستان آئے ہیں) دہلی میں بیان کیا۔ اور اس کو بجواب ہمارے دوستوں کے اس اعتراض کے کہ مولوی محمد قاسم صاحب اس اشتہار کا جواب کیوں نہیں لکھتے اور آپ (حاجی ظفر اللہ) ان سے مطالبہ جواب کیوں نہیں کرتے؟ بڑے زور شور سے پیش کیا۔

اس کے بعد ہمارے ایک دوست شیخ محی الدین نامی کو بتقریب ادائے فریضہ حج اتفاق زیارتِ بیت الحرام ہوا تو وہاں انہوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کے مئولف ہونے کا اقرار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب پیر و مرشد مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی رشید احمد صاحب کی زبان مبارک سے سنا۔ یہ اقرار، حاجی امداد اللہ صاحب کا، مولوی محمد قاسم کے اقرار سے بڑھ کر لائق سند ہے۔ اس لئے کہ پیر و مرشد کا رتبہ صدق و دیانت میں مرید سے بالاتر ہے۔ علاوہ اقرار اس موقع کے، کئی مواضع میں مولوی محمد قاسم صاحب نے اقرار کیا ہے اور قبل طبع رسالہ اس کی خبریں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مواضع مختلفہ میں مشتہر ہوگئیں۔لودہانہ، ساڈھورہ، پٹیالہ، بریلی وغیرہ بلکہ رسالہ قلمی ان کے نام سے جابجا منتشر ہوا۔اور قبل انطباع اس کا ایک نسخہ ہم کو لدھیانہ سے ملا، جو ان کے ایک شاگرد (جو مجھ سے بھی واسطہ استناد رکھتا ہے اور مولوی صاحب کا بڑا معتقد) کے پاس موجود تھا۔اسی کی زبان سے لدھیانہ میں مولوی (محمد قاسم) صاحب کا مئولف ہونا مشہور ہوا۔

ان سب اخبار کی تفصیل موجب تطویل ہے جس سے ایک کتاب مستقل تیار ہوتی نظر آتی ہے۔ان سب سے بڑھ کر بڑی وجہ ثبوت یہ ہے کہ میں نے یکم دسمبر ۱۸۷۷ء کو (جس کو آج سال سے زائد عرصہ ہوگیا) مولوی محمد قاسم صاحب کے مئولف ہونے کا اعلان جاری کیا اور مولوی صاحب نے اس پر سکوت فرمایا، اور اسکا خلاف مشتہر نہ کیا، اور نہ خاص میری طرف اس باب میں کچھ لکھا، باوجودیکہ میری انکی سابق سے خط وکتابت اور ملاقات بھی ہے۔

اس سے بڑھ کر وجہ ثبوت یہ ہے کہ ضمیمہ اشاعۃ السنّہ مطبوعہ ذی قعد ۱۲۹۵ھ میں بجواب محمود حسن صاحب (جنہوں نے مولوی محمد قاسم کے مصنف رسالہ ہونے کا انکار کیا ہے اور اپنے مئولف ہونے کا اظہار) میں نے صاف لکھ دیا ہے کہ مولوی محمد قاسم مئولف ہونے سے انکار کریں تو وہ انکار کسی اخبار میں درج کرائیں، یا بذریعہ خط خاص مجھے اس سے اطلاع دیں تو میں اپنے دعوی سے دست بردار ہوجاؤں گا۔اس پر بھی مولوی صاحب کچھ نہیں بولے اور انکار سے لب نہیں کھولے، بلکہ آج تک ساکت ہیں، گویا میرے بیان کے مصدق ومسلّم۔

شائدان وجوہات کے جواب میں حواریین حضرت مولوی محمد قاسم صاحب یہ ارشاد کریں کہ جو شان نزول اس قصہ کا کسی نے تمہاری طرف لکھا ہے، یہ دروغ ہے اور بیان حاجی ظفر اللہ صاحب اور شیخ محی الدین صاحب کا بھی خلاف واقع۔اس کے جواب میں اگر ان شہود کی توثیق وتعدیل کروں یا اور دلائل سے اس دعوی کو ثابت کروں تو ایک بحث طویل ہوتی ہے جو میرے مقصود سے اجنبی ہے اور ہم رنگ، کوہ کندن وگیاہ برآوردن، معلوم ہوتی ہے۔لہذا میں اسکے جواب میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں کہ وہ بیان شان نزول واقرار جناب بمشافہ ثقات عدول غلط ہے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناقل کا افتراء ، تو آپ لوگ اصل حقیقت اس کی مولوی محمد قاسم صاحب سے لکھوا دیں اور ان کے قلم کا لکھا ہوا میرے پاس بھیج دیں، یا کسی اخبار میں ان کی طرف سے مشتہر کرا دیں کہ یہ رسالہ ہماری تصنیف نہیں ہے اور ہم نے اس کے مئولف ہونے کا اقرار واظہار نہیں کیا۔ پس میں انہیں کی شہادت مان جاؤں گا اور اپنا یہ دعوی چھوڑ دونگا۔

اس دن کے بعد جو نمبر رسالہ جواب ادلہ کا ملہ شائع کرونگا اس کے ٹائٹل پیج (یعنی سرورق) میں انکا نام نہ لکھونگا۔ اس سے اور کیا تنزل وانصاف کوئی چاہے کہ خصم کی بات کو مان لیا اور مدعا علیہ کے مجرد انکار سے اپنا دعوی چھوڑ دیا۔

اس میں اگر کوئی عذر کرے کہ وہ صوفی اور زاہد آدمی ہیں اور ان بکھیڑوں کو فضول سمجھتے ہیں، تو دفعیہ اس کا یہ ہے کہ امر حق کا اظہار تو عین لوازم زہد و تدین سے ہے، وقاطع فضول بکھیڑوں کا۔ پس جس حالت میں ان کے مجرد انکار پر اس فضول بحث کا انقطاع ہوتا ہے تو اس پر اقدام کرنے سے ان کو کیا عذر؟

باایں ہمہ وہ انکار نہ کریں اور ساکت رہیں تو ناظرین یقین کرلیں کہ مئولف رسالہ وہی ہیں اور تشہیر رسالہ بنام محمود حسن صاحب محض کذب ہے۔ مرتکب اس کا خواہ کوئی ہو، اور کیسا ہی بڑا مخدوم خلائق ملک صفت مشہور ہو۔ اس صورت میں ناظرین باانصاف ومنصفین بے انتساف میرا ان کو مخاطب کرنا بیجا نہ سمجھیں اور اس کو ناحق الجھنا خیال نہ کریں۔

دفعہ سیوم۔ اس رسالہ کے دیباچہ وخاتمہ میں چند فقرات ایسے ہیں جو اصلی مطلب سے خارج ہیں۔ ان کی جواب دہی میں اثناء جواب مقاصد میں پسند نہیں کرتا، اس لئے قبل شروع جواب مقاصد ان سے بھگت لیتا ہوں۔ پس ان کو نمبروار نقل کر کے جواب پیش کرتا ہوں:

اول: آپ کا یہ فقرہ بصفحہ ۴:

اب تک تو ہم بوجہ بے تعصبی خاموش رہے، آپ نے میدان سنسان پا کر ہاتھ پاؤں ہلانے شروع کئے۔

الجواب: بے تعصبی جناب کی تو اسی رسالہ سے عیاں ہو رہی ہے کہ جس بات کے آپ قائل نہ تھے ہمارے مقابلہ میں اس کے مدعی ہو بیٹھے ہیں۔ اور جس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امر کو آپ برا سمجھتے تھے ہماری بدشگنی کے لئے اس کے مرتکب ہوئے۔

تمثیلات

۱۔ وجوب اتباع قرآن کیلئے آپ ہمیشہ سے حدیث نبوی کو کافی سمجھتے ہوں گے اور وجوب اتباع نبوی کیلئے قرآن کو حجت وافی خیال کرتے ہوں گے۔ پر ہمارے مقابلہ میں بصفحہ ۶ ان دونوں کے آپس میں مثبت ہونے کے منکر ہو گئے اور منطقیوں کی تقلید سے بخیال لزوم دور یا تسلسل دونوں کے وجوب اتباع کیلئے دلیل ثالث کے طالب ہوئے۔

۲۔ بقاء وقت ظہر دو مثل تک آپ کا مذہب نہیں اور نہ آپ کے آئمہ کا، پر ہمارے مقابلہ میں اس کے اثبات کے درپئے ہوئے اور اپنی بے تعصبی کے ان الفاظ سے مظہر ہوئے:

> وقتِ ظہر صاحبین کا تو وہی مذہب ہے جو اور اماموں کا (یعنی ایک مثل) اور امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور اسی پر حرمین میں عمل۔ ہم کو بوجہ بے تعصبی کسی بات پر آڑ نہیں۔ مگر جب آپ بے وجہ لڑنے کو تیار ہیں تو بے جواب دیئے رہا نہیں جاتا۔

۳۔ مسئلہ دہ در دہ آپ کا مذہب نہیں اور نہ آپ کے آئمہ کا یہ مذہب ہے۔ ولیکن ہماری ضد میں آپ اسی کے اثبات کے درپئے ہو گئے اور اس کی خاطر حدیث نبوی الماء طھور سے پیشاب کا پاک ہونا تجویز کرنے لگے چنانچہ آپ کے یہ الفاظ ہیں:

> حسب رائے ظاہر پرستاں لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ وہ بھی اصل میں پانی ہے۔

ان تینوں شواہد میں اجمال اس واسطے ہے کہ یہاں مجرد تمثیل مدنظر ہے۔ تفصیل و دلیل ان امور کے مبنی بر تعصب ہونے کی ان مقامات سے معلوم ہو گی جہاں ان سے بتفصیل بحث کی جائے گی۔ اور کچھ شواہد بے تعصبی کے جواب فقرہ چہارم میں زیر دفعہ ہذا و بیان دفعہ چہارم آئیں گے۔

اور اگر ہم اس بے تعصبی کو جو آپ لوگوں سے عملاً وقولاً عاملین بالحدیث کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسبت سرزد ہوتی ہے کہ:

(الف) مدرسہ دیو بند میں عامل بالحدیث کو داخل نہ ہونے دینا اور جس کا عامل بالحدیث ہونا معلوم ہو، اس کو خارج از مدرسہ کر دینا۔

(ب) اور نواح دیو بند و سہارن پور میں عمل بالحدیث جاری نہ ہونے میں دل و جان سے کوشش کرتے رہنا،

بیان کریں تو آپ کے معتقدین سے کون مانے گا۔ مولانا! بے تعصبی اسی کا نام ہے تو انصاف کا کام تمام ہے

گر ہمیں مکتب است و ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

رہا جواب، سنسان پانے میدان کا، سو یہ ہے کہ یہ تخویف وتہدید آپ کو اس وقت زیبا ہوگی جب آپ کچھ کام کر دکھائیں گے اور ہمارے اشتہار کا جواب مطابق شرط ادا کرینگے۔ ادلہ کاملہ کو (تو) منصف مقلدین اور بعض آپ کے معتقدین بھی جواب اشتہار نہیں جانتے، بلکہ سوال پر سوال یا خیالی مقال نام رکھتے ہیں۔

ایسا ہی اور کسی صاحب سے بھی اس (اشتہار مسائل عشرہ) کا جواب نہیں پاتے۔ اس وجہ سے اب تک تو پنجاب و ہندوستان وخراسان وغیرہ سنسان نظر آتا ہے اور اہلحدیث کی مقادمت کرنے والہ کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ جب کوئی جیتا جاگتا نظر آئے گا تو اس دھمکی کا موقع منہ دکھائے گا، ابھی تو چند روز فصبر جمیل پر عمل کے سوائے کچھ مناسب نہیں۔

دوئم: آپ کا یہ فقرہ بصفحہ ۲۱ اور ۲۷:

آپ اوروں سے ہر دعوی پر جب نصّ صریح متفق علیہ کے طالب ہیں، تو اپنے دعوی کیلئے اگر ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو بالضرور ہی آپ نے لگا رکھے ہوں گے۔ اسلئے بروئے انصاف وقواعد مناظرہ اول آپ کو لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشارالیہ ثابت فرماتے۔ پھر کہیں کسی سے الجھنے کو تیار ہوتے۔ بھلا جس بات کے آپ اوروں سے طالب ہیں، اور آپ سے طالب کیوں نہ ہوں گے؟

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب: اولاً، میں سوالاتِ اشتہار میں یا قبلِ اشتہار کسی امر کا مدعی نہیں ہوا کہ مجھ پر اقامت دلیل دعوی واجب ہو۔ ثانیاً، فرض کیا کہ مجھے بذہن خود کوئی دعوی ہے، یا میرے سوال کے مفہوم سے مترشح ہوتا ہے (چنانچہ مقلدین بلیہ وال کے خیال میں آیا ہے اور انہوں نے اس کو ضمنی دعوی ٹھہرایا ہے) ولیکن یہ کس کتاب میں فن مناظرہ کی لکھا ہے کہ جس کے ذہن میں کچھ دعوی ہو، یا اس کے کلام سے مفہوم، وہ قبل اثبات اپنے دعوی کے، کسی سے کوئی سوال نہ کرے۔ جب آپ کسی کتاب کی شہادت سے یہ ثابت کر دیں گے، تب میں اپنا اشتہار آپ سے واپس لے لوں گا اور اپنے ذہنی دعاوی کو بدلائل ثابت کر کے پھر جو آپ سے پوچھنا ہوگا سو پوچھونگا۔ اور جب تک آپ سے اس امر کا اثبات نہ ہو سکے تب تک ہمارے سوال کا جواب اپنے ذمہ سمجھیں اور سوال پر سوال کرنے سے رکے رہیں۔

ہاں آپ کی یہ بات کہ اوروں سے ایسے دلائل کے طالب ہیں تو اپنے دعوی کے لئے ایسے دلائل سے بڑھ کر نہیں تو ایسے تو بالضرور لگا رکھے ہوں گے، مسلّم ہے۔ ولیکن افسوس ہے کہ آپ خود اس کے پابند نہ رہے اور ہم سے دلائل طلب کرنے کے وقت حدّ مماثلت و مساواۃ سے بڑھ گئے۔ اور رفع الیدین، و آمین بالجہر، و وضع الیدین علی الصّدر کی احادیث میں قیود مرعیہ اشتہار سے علاوہ قید دوام و مواظبت بھی زیادہ کئے۔

کوئی پوچھے کہ قید دوام احادیث مطلوبہ اشتہار میں کہاں ہے؟ پھر آپ کے سوالات میں دلائل مماثل دلائل اشتہار کا مطالبہ کس طرح ہوا؟ تو معلوم نہیں آپ کیا جواب دیں اور اپنے سوال میں مقابلہ بالمثل کیوں کر ثابت کریں۔

خیر آپ اپنی بات کے پابند رہیں یا نہ رہیں، ہم اس کے پابند ہیں اور اس کی صحت کے معترف ہو کر اظہار کرتے ہیں کہ بے شک ہم نے اپنے ذہنی دعاوی پر ایسے دلائل لگا رکھے ہیں جیسے آپ سے طلب کئے ہیں۔ آپ ہمارے سوالات کا جواب دیں یا جواب سے باعترافِ عجز انکار کریں، تو ہم سے ویسے دلائل جانب خلاف میں پورے کر لیں۔ اور چونکہ ہم پہلے سوال پیش کر چکے ہیں، اس لئے ہم مستحق جواب ہو چکے ہیں۔ پس بے جواب لئے آپ کو نہ چھوڑیں گے اور آپ کے کسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال کا جواب نہ دیں گے۔

سوم: آپ کا یہ فقرہ بصفحہ ۲:

بو جوہ چند در چنداس کشمکش میں پھنس کر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوں پر یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ سر دست تو میں روایات کا پتہ بتائے دیتا ہوں اگر آپ اپنے مطالب کے لئے نصوص صریحہ لائیں گے اور ان کی صحت و اتفاق ثابت کر دکھائیں گے تو ہم انشاء اللہ اس باب میں قلم اٹھائینگے۔

الجواب: جناب نے ناحق یہ خون کیا اور اس اکبرالکبائر کا سر پر بوجھ بھی لیا، پر کچھ کام نہ کر دکھایا۔ بجواب اشتہار نصوصِ صریحہ کا وارد کرنا در کنار رہا، آپ کے رسالہ میں بجز ایک دو جگہ کے روایات کا پتہ ہی نہیں، اور مجرد حوالہ کا بھی نشان نہیں۔ شائد یہ کلمہء جناب (کہ اب تو روایات کا پتہ بتائے دیتا ہوں) سہو سے لکھا گیا ہے یا بوقت تحریر جوابِ خود یاد سے جاتا رہا۔ مگر ہم نے تو سنا ہے کہ آپ قوت حافظہ بہت بڑی رکھتے ہیں، پھر یہ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ آپ کی تحریر میں جا بجا سوال پر سوال ہیں یا وہمی مقال۔ کیا روایات سوالات کا نام ہے اور پتہ پوچھنا، پتہ بتلانا کہلاتا ہے؟ میرے اس جواب سے کسی کو طیش آوے تو وہ ان روایات کو (جن کا رسالہ ادلہ کاملہ میں پتہ دیا ہے) گن سنائے کہ مسئلہ رفع یدین میں فلانی روایت ہے اور مسئلہ آمین میں فلاں۔ و علی هذا القیاس اور اگر تمام رسالہ میں روایات ڈھونڈتا تھک جائے اور ان کا پتہ نہ پاوے تو میرے کلام کی تصدیق کرے، اور مولانا (قاسم نانوتوی) کی نسبت تکذیب تو نہیں کہہ سکتے سہو و نسیان کو تو ضرور ہی تجویز کرے۔

اہل حدیث پر تجویز متعہ کی تہمت کا جواب

چہارم۔ آپ کا یہ فقرہ بصفحہ ۲۸:

یہ شور ایک مدت سے ہے کہ حضرات غیر مقلدین تجویز متعہ کے درپئے ہیں چونکہ آپ ان سب کے امام ہیں۔ تو یہ کب ہوسکتا ہے کہ یہ شور اوپر ہی اوپر اڑا ہو۔ اور نیز یہ شور بھی ایک مدت سے ہے کہ بعض غیر مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ تامل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو اتنا ہے کہ کا ہے کے ہیں، چاندی کے یا سونے کے یا کہیں اور کے۔

الجواب:

قد اصبحت امّ الخیار تدعی
علیّ ذنباً کلّه لم اصنع

(ام الخیار نامی میری محبوبہ نے مجھ پر ایسے گناہوں کا دعوی کیا کہ میں نے کوئی بھی نہیں کیا)۔

مولانا! یہ باتیں تو ہم نے اپنے زمرہ عاملین بالحدیث کے عوام سے بھی نہیں سنیں، چہ جائے کہ کسی عالم نے کہی ہوں یا کسی کتاب میں لکھی ہوں۔ اور اگر کسی جاہل یا فاسق (نام کے موحد) سے آپ نے کچھ سنا ہے، یا کسی بے دین کا عمل اس کے موافق پایا ہے تو اس سے مجھ پر یا تمام گروہ پر کب الزام عائد ہوسکتا ہے؟ یہ ہو تو چاہیے کہ جس قدر عرب و ہند میں عامّہ فسّاق سے زنا کاری یا شراب خوری سرزد ہوتی ہے یہ سبھی حنفی مذہب کے ذمہ لگے اور بقنوی امام مذہب جائز سمجھی جائے کیونکہ وہ لوگ حنفی کہلاتے ہیں اور اتباع امام ابوحنیفہؒ کا دم بھرتے ہیں۔

مگر یہ بات اپنے مذہب والوں کی نسبت تو ہرگز پسند خاطر نہ ہوگی، پھر ہمارے گروہ پر کیوں چلائی گئی؟ با ایں ہمہ دعوی بے تعصبی کب زیب دیتا ہے۔ بے تعصبی یہی کہلاتی ہے تو تعصب خدا جانے کس جانور کا نام ہے۔

مولانا! ایسے اٹکل کے تیر مارنے آپ کی شان سے بعید ہیں۔ معلوم نہیں ہماری ضد میں آپ ہی نے اپنے انداز کو چھوڑا ہے، یا یہ کسی بے باک کے الحاقات ہیں؟

بمقابلہ قرآن، احادیث کو رد کرنے کی تہمت کا جواب

پنجم: آپ کا یہ فقرہ بصفحہ ۲۸:

آپ کی اس ظاہر پرستی وخودرائی سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ بہت سی احادیث کو معارضِ قرآن سمجھ کر پایہء اعتبار سے ساقط فرمائیں گے کیونکہ حدیث گو صحیح کیوں نہ ہو، پر کہیں قرآن کو ملتی ہے۔

پھر دس حدیثوں کو ذکر کیا اور ان کو اپنے خیالی ہیر پھیر کے ساتھ مخالف قرآن بنا کر ان سے منکر ہو جانا ہماری نسبت تجویز کیا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب : ہماری نسبت تو آپ اندیشہ ہی ظاہر کرتے ہیں اور اس خیالی افتراء کو مرتبہ تجویز و امکان ہی میں جگہ دیتے ہیں ۔ رائے پرستوں کی نسبت (جن کے زمرہ میں آپ ہیں) اس امر کا یقین کیا جاتا ہے اور یہ بالفعل موجود ہے اور دم نقد حاصل ۔ بلکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو اہل حدیث کے آئینہ صفت حال سے اپنے ہی مذہب کا چہرہ نظر آیا اور : درآئینہ ہر کس بیند رخ خویش ، کا جلوہ نمودار ہوا ہے ۔

مولانا! ہم لوگ تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث ردّ کرنے کو بے دینی جانتے ہیں اور اس امر شنیع کے مرتکب کا جاہل و مبتدع نام رکھتے ہیں ۔ یہ بات میں نے آج نہیں بنالی بلکہ ایک سال اس سے پہلے لکھ کر شہرہ آفاق کر دی ہے دیکھو ہمارا ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر ۱۰ مطبوعہ ۳ نومبر ۱۸۷۷ء و نمبر ۱۱ مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء

یہاں چند فقرات ان ضمیموں کے نقل کرتا ہوں اور اپنی بے زاری و برائت اس مذہب باطل سے مدلل و مصدق کر دکھاتا ہوں ۔ ضمیمہ نمبر ۱۰ میں مرقوم ہے :

> جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم و اجمال قرآن پیش کرے اور اس کی دستاویز سے حدیث کو متروک العمل بناوے وہ مبتدع ہے اور اہل سنت سے خارج ۔

اس کے بعد احادیث و آثار و اقوال علماء کا بیان ہے ۔ اس کے اختتام کے بعد ضمیمہ نمبر ۱۱ (۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء) میں یہ فقرات مسطور ہیں :

> ان احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرار داد آنحضرت ﷺ اور ان کے اصحاب و تابعین و آئمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اور عمل میں قرآن کی مانند بلکہ بڑھ کر ہے ۔ پس جس نے حدیث صحیح کو مجمل و مبہم آیت قرآن سے رد کر دیا، وہ تمام سلف کا مخالف ہوا ۔ پھر اگر وہ اس مخالفت میں مجتہد ہے تو مبتدع ہے، ورنہ احمق اور جاہل ۔ کائناً من کان و متی کان و این ما کان ۔ یعنی جو کوئی ہو ، اور جب کبھی ہو ۔ اور جہاں کہیں ہو ۔

یہ خلاصہ مضمون ان پرچوں کا منقول ہوا اور دلائل و شواہد اس مضمون کے اصل پرچوں میں دیکھنے چاہییں ، اعادہ ان کا یہاں مناسب نہیں اور نہ یہ اپنی عادت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ہاں ایک شاہد جدید کی شہادت یہاں بھی نقل کر دیتا ہوں اور اس پرچہ کو بھی خالی از شہادت نہیں چھوڑتا۔

ابن قیم در تطبیق قرآن وحدیث میں

قال الامام ابن القیّم الجوزیّة فی الطّرق الحکمیه:

والّذین ردّوا هذه السنّة لهم طرق ۔ ا لاول انّها خلاف کتاب اللّه فلا تقبل ۔ وقد بیّن ا لآئمة کالشّا فعی واحمد و ابی عبید وغیرهم انّ کتا ب الله لا یخالفها بوجه ۔ و انها موا فقة لکتا ب الله۔ وانکر الامام احمد و الشافعی علی من ردّ احادیث رسول الله ﷺ لزعمه انها تخالف ظاهر القرآن ۔وللامام احمد فی ذلك کتاب مفرد سمّاه کتاب طا عة الرسول۔

والّذی یجب علی المسلم اعتقاده انّه لیس فی سنن رسول الله ﷺ الصحیحة سنّة وا حدة تخالف کتاب الله بل السّنن مع کتاب الله علی ثلاثة منازل۔ المنز لة الاولی سنّة موافقة شاهدة بنفس ما شهد به الکتا ب ۔ المنز لة الثانیه سنّة تفسر الکتا ب و تبین مراد الله منه و تقیید مطلقه۔ المنزلة الثّالثه سنةمتضمنة الحکم سکت عنه الکتاب فیبینه بیا نا مبتدء ۔ ولا یجوز ردّ وا حد من هذه الاقسام الثلا ثه ۔ و لیس للسّنّة مع الکتاب منز لة را بعة ۔

و قد انکر الامام احمد علی من قال السنّة تقضی علی الکتاب فقال بل السنّة تفسر الکتاب و تبینه۔

والّذی نشهد الله و رسوله به انه لم تا ت سنة صحیحة واحدة عن النبی ﷺ تناقض کتاب الله و تخالف البینة۔ کیف و رسول الله ﷺ هو المبین الکتا ب الله انزل به هدی الله وهو مامور باتباعه و هو اعلم الخلق بتاویله ۔ ولو ساغ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ردّ سنن رسول الله كمافهمه الرجل من ظاهر الكتاب لردت بذلك اكثر السّنن وبطلت بالكليّة فما من احدٍ يحتج عليه بسنّة صحيحة يخالف مذهبه و نحلته الا و يمكنه ان يتثبت بعموم آية او اطلاقها و يقول هذه سنّة مخا لفة لهذا العموم والاطلاق فلا يقبل حتّى انّ الرّافضة سلكوا هذا المسلك بعينه فى ردّ السّنن الثّابة المتوا ترة فردّوا قوله ﷺ لا نورث ما تركنا صدقة ۔ وقالوا هذا حديث مخالف لكتاب الله قال الله تعالى يوصيكم الله فى اولادكم للذّكر مثل حظّ الانثيين ۔و ردّت الجهميّة ما شاء الله من ا لاحاديث الصّحيحة الصّريحة فى اثبا ت الصّفا ت بظاهر قوله:

ليس كمثله شيء وهو السّميع البصير ۔

و ردّت الخوارج ما شاء الله من الاحاديث الدّا لّة على الشّفاعة و خرو ج اهل الكبا ئر من الموحّدين من النّار ممّا فهمو ه من ظاهر القرآ ن۔

وردّت القدرية احاديث القدر الثّابتة بما فهموه من ظاهر القرآن ۔

و ردّت الجهميّة احاديث الرؤية مع كثرتها و صحتها بما فهموه من ظاهر القرآن قوله: لا تدركه ا لا بصار و هو يدرك الابصار۔

و ردّت كل طايفة من السّنّة ما فهموه من ظاهر القرآ ن ۔

فامّا ان يرد البا ب فى هذه السّنن كلّها و امّا ان يطرد الباب فى قبولها ولا يردّ شيء منها بما يفهم من ظا هر القرآن ۔ و امّا يردّ بعضها و يقبل بعضها ونسبة المقبول الى ظاهر القرآ ن كنسبة المردود فيتنا قض ظاهر القرآن ۔

و ما من احد ردّ سنّة بما فهمه من ظاهر القرآن ا لا و قد قبل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اضعا فها من کو نها کذلك ۔

و قد انکر الامام احمد والشّافعی وغیرهما علی من ردّ احادیث تحریم کل ذی ناب من السباع بظا هر قوله : قل لا اجد فیما او حی الیّ محرّ ماً علی طاعم یطعمه ... ا لآیه ۔

و قد انکر النبی ﷺ علی من ردّ سنّة التی لم تذکر فی القرآن ولم یدّع معارضة القرآن لها ۔ وکیف یکو ن انکاره علی من ادّعی ان سنّة تخالف القرآن و تعارضه ۔

انتهی کلام ابن القیم و سجیء کلامه ا لآخر فی هذا الباب انشاء الله تعا لی ۔

(ترجمہ: امام ابن قیمؒ نے طرق حکمیہ میں کہا ہے:

جنہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے (حضرات حنفیہ کو مراد رکھتے ہیں جو حدیث قضائے شاہد مع الیمین کو خلاف قرآن سمجھ کر رد کرتے ہیں) ان کے کئی طریق ہیں ۔ اول یہ کہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اس لئے مقبول نہیں اور امام شافعیؒ و امام احمدؒ و ابوعبیدؒ وغیرہ نے بیان کر دیا ہے کہ قرآن حدیث کے برخلاف نہیں (بلکہ) حدیث قرآن کے موافق ہے ۔ امام احمدؒ اور شافعیؒ نے اس شخص پر انکار متوجہ فرمایا ہے جس نے احادیث رسول اللہ ﷺ کو رد کر دیا یہ سمجھ کر کہ وہ قرآن کے مخالف ہیں ۔ امام احمدؒ کی اس باب میں ایک مستقل کتاب ہے جس کا نام انہوں نے کتاب طاعۃ الرسول رکھا ہے ۔ مسلمان پر تو یہی اعتقاد واجب ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صحیح حدیثوں میں سے ایسی کوئی حدیث نہیں جو کتاب اللہ کے مخالف ہو ۔ بلکہ حدیثوں کے قرآن کے سامنے تین مرتبے ہیں ۔ پہلا مرتبہ (توافق ہے، یہ) اس حدیث کو حاصل ہے کہ بظاہر قرآن کے موافق ہے اور اس بات پر شاہد جس پر کتاب اللہ کی شہادت ہے ۔ دوسرا مرتبہ (تفسیر ہے، یہ) اس حدیث کے لئے ہے جو کتاب اللہ کی مفسر ہے اور اللہ تعالی کی مراد ظاہر کرتی ہے اور قرآن کے مطلق کی تقیید ۔ اور تیسرا مرتبہ (ہدایت و زیادت، یہ) اس حدیث کے لئے ہے جس میں اس حکم کا بیان ہو جس سے قرآن ساکت ہے اور حدیث اس کو نئے سرے سے بیان کرتی ہے ۔ ان تینوں اقسام سے کسی کا رد کرنا جائز نہیں ہے ۔ اور کسی حدیث کو قرآن کے سامنے سوائے ان مراتب ثلاثہ کے چوتھا مرتبہ نہیں ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام احمدؒ نے اس شخص پر بھی انکار متوجہ کیا ہے جو کہتا ہے کہ حدیث قرآن پر حاکم ہے۔ امام احمدؒ نے کہا حاکم نہیں بلکہ وہ مفسر و مبین ہے۔

(مترجم محمد حسین کہتا ہے کہ حاکم کہنے والے کی مراد بھی یہی ہے کہ وہ مفسر ہے اور اس کے اشتباہ و ابہام کے فیصلہ کرنے والی۔ نہ یہ کہ وہ قرآن پر سبقت رکھتی ہے اور اس کے حکم کی رافع۔ اس کی تشریح ہم ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر ۱۰ مطبوعہ ۳ نومبر ۱۸۷۷ء میں کر چکے ہیں۔ پس اس کے حاکم کہنے اور امام احمدؒ کے منع کرنے میں نزاع لفظی ٹھہری۔ وباللہ التوفیق)۔ اور جس بات کی ہم للہ گواہی دیتے ہیں سو یہ ہے کہ یقیناً حدیثوں میں کوئی صحیح حدیث ایسی نہیں آئی جو قرآن کے مخالف ہو، اور یہ کیونکر ہو سکے، رسول اللہ ﷺ ہی تو قرآن کے بیان کرنے والے ہیں اور انہیں پر قرآن اترا، اور انہیں کے سبب ہم کو ہدائت ہوئی اور وہ خود اتباع قرآن کے مامور ہیں اور ساری خلقت کی نسبت تاویل و مراد قرآن کے خوب جاننے والے۔

اور اگر حدیثوں کا رد کرنا ظاہر قرآن کے مقابلہ میں لوگوں کی سمجھ کے موافق جائز کہا جائے تو بہتیری حدیثیں رد ہو جاویں گی، بلکہ بالکل ہی بے کار ہو جائیں گی۔ اسلئے کہ کوئی نہیں جس کے ملت و مذہب کے خلاف پر کسی حدیث صحیح سے کوئی سند پکڑے اور وہ اپنے مذہب کے ثبوت میں کسی آیت کے عموم یا اطلاق سے ہاتھ نہ مارے۔ اور یہ نہ کہہ سکے کہ یہ حدیث اس عموم یا اطلاق قرآن کے مخالف ہے، اس لئے مقبول نہیں (یعنی یہ بات ہر ایک کہہ سکتا ہے اور بہ دستاویز ظاہر قرآن کے حدیث مخالف مذہب کو رد کر سکتا ہے)۔

دیکھو شیعہ یہی چال چلے ہیں اور اس حدیث کو جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں، ہم جو چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے۔ رد کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی اس آیت کے مخالف ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کی وراثت میں یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو مثل دو لڑکیوں کے دینی چاہیے۔

اور جہمیہ (منکرین صفات باری) نے بہت سی احادیث جو اثبات صفات میں صریح ہیں، ظاہر اس قول سے رد کی ہیں جو خدا نے فرمایا ہے: اللہ کی مثل کوئی کوئی چیز نہیں ہے۔

اور خارجیوں نے بہتیری حدیثیں جو شفاعت اور مومنوں کے آگ سے نکل جانے کے باب میں وارد ہیں، اپنی سمجھ میں ظاہر قرآن سے رد کر دی ہیں (جہاں مثلاً یہ ذکر ہے کہ قیامت میں شفاعت نہیں اور قاتل مومن ہمیشہ دوزخ میں رہے گا)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورقدریوں نے احادیث تقدیر کو بدست آویز ظاہر قرآن (جہاں ایسا ذکر ہے کہ انسان جیسا کرتا ہے، ویسا پاتا ہے) رد کر دیا ہے۔

اور جہمیہ نے احادیث دیدار الٰہی کو با وجود کثرت وصحت کے ظاہر قول خدا سے (کہ اللہ کو آنکھیں پا نہیں سکتیں) رد کر دیا ہے۔

اسی طرح ہر ایک فرقہ نے کسی قدر حدیثوں کو (جن کو اپنی فہم کے موافق خلاف ظاہر قرآن پایا) رد کر دیا ہے۔

پس کیا تو ساری ایسی حدیثوں کو رد کر دیں۔ اور کیا تمام کو قبول کریں کسی حدیث کو رد نہ کریں اس ظاہر قرآن سے جو خود سمجھیں (یہ دونوں صورتیں ان سے ہو نہیں سکتیں) اور کیا بعضی حدیثیں رد کریں گے اور بعضی قبول۔ (چنانچہ ایسا ان کا عمل ہے۔ پھر اس صورت میں ان پر یہ الزام عائد ہے کہ) جن کو قبول کیا ہے وہ بھی ویسی ہیں جن کو رد کیا ہے۔ پھر وہی تناقض ظاہر قرآن لازم آیا۔ لہذا چاہیے تھا کہ اس قدر مقبول کو بھی قبول نہ کرتے۔

(طرفہ یہ کہ) ان میں سے جس نے کسی سنت کو ظاہر قرآن کے مفہوم سے رد کر دیا ہے، اس کی نسبت چند در چند کو قبول کر لیا ہے۔ با وجودیکہ وہ دونوں یکساں ہیں۔

امام احمدؒ اور شافعیؒ وغیرہ نے اس شخص پر انکار کیا ہے جس نے درندوں کی حرمت کی حدیثوں کو ظاہر اس آیت سے (تو کہہ دے میں وحی میں بجز ان چیزوں کے جو قرآن میں مذکور ہیں کچھ حرام نہیں پاتا) رد کر دیا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی اس شخص پر انکار متوجہ فرمایا ہے جس نے بدون دعوی مقادمت کے اس حدیث کو رد کیا ہے جس کا ذکر قرآن میں نہیں آیا۔

پس اس پر آنحضرت ﷺ کا کیسا بڑا انکار ہوگا جو حدیثوں کو قرآن کا معارض ٹھہرا کر رد کریگا۔

کلام ابن قیمؒ کا تمام ہوا اور کچھ اس کا تتمہ اسی باب میں آئندہ بھی آویگا)۔

یہ تو بیان ہے ہماری برائت و بے زاری کا ردّ احادیث صحیحہ سے بمقابلہ قرآن۔ اب اپنے مذہب کا حال گوش ہوش سے سنیں اور بچشم انصاف دیکھیں، پھر دادِ انصاف دے کر فرمائیں کہ ردّ کرنا احادیث کا بعارضہ قرآن کن لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ ہم میں یا آپ میں؟ آپ نے بمقتضائے

چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد
صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں انصاف نہ دیا تو کوئی اور ہی ناظرین یا سامعین سے دادحق دے گا ۔اور اس حق کی طرف راہ لے گا ۔و لنعم ما قیل

فقل ما یفیض الوقت من غیر سامع
ففی الدّھر من یّرجی بہ الفوز ظافرا

(تو کہتا رہ کہ وقت سامعین سے خالی نہیں گزرتا ۔
زمانہ میں ایسے بھی ہیں جن کا مطلب پر ظفر یاب ہونا متوقع ہے)

احادیث کے بارہ میں احناف کا طرز عمل

مولانا! مذہبِ جناب کی کوئی کتاب معتمد اصول وفروع کی ایسی نہ ہوگی جس میں بہتیری احادیث کو ردّ نہ کیا ہو اور بہانہ معارضہ ومخالفت قرآن اس جرم کا اس میں ارتکاب نہ کیا ہو۔

ردّ احادیث بمقابلہ قرآن تو پھر بھی محل اشتباہ ہے جس میں ناواقف انسان قرآن کے قطعی ہونے کے سبب دھوکا کھا سکتا ہے ۔آپ کے ہاں تو حدیث احاد کو بمقابلہ حدیث مشہور یا متواتر بھی رد کیا جاتا ہے ۔

ردّ احاد بمقابلہ متواتر بھی بے علموں کے لئے کچھ شبہ کا محل ہے اس لئے کہ متواتر میں جو قطعیت ہے، سو خبر واحد میں نہیں ہے ۔حضرت (مخاطب) کے ہاں تو رواج عام کے مقابلہ میں بھی حدیث کو ردّ کیا جاتا ہے ۔

عام رواج کے مقابلہ میں حدیث کو رد کرنا بھی جہلاء کیلئے کچھ دھوکہ کا محل ہے ،سرکار (مخاطب) کے ہاں تو بعض صحابہ کے خلاف سے بھی حدیث کو رد کیا جاتا ہے

صحابہ کا کسی حدیث سے خلاف کرنا بھی کم عقلوں کو شبہ میں ڈال سکتا ہے کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ اس کا خلاف کیوں کرتے ،آپ کی گورنمنٹ کے ہاں تو حدیث صحیح کو (جس کا راوی فقیہ نہ ہو) بمقابلہ قیاس بھی رد کیا جاتا ہے ۔

الحاصل حدیث نبوی کی آپ کے ہاں ایسی بھی وقعت وقدر نہیں جیسی فہم صحابہ یا رواج عام یا قیاس مجتہد کی ۔چہ جائیکہ اس کو ہم سنگ قرآن سمجھیں اور اس کے معارضہ میں بمعرضِ قبول جگہ دیں ۔ اس کی تمثیلات جزئیہ کو کتب فروع جناب سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکر شمار کروں اور اس دریا نا پیدا کنار کو کوزہ سے کیونکر ناپوں؟ اسلئے کہ بذکرِ اصول (جن سے صد ہا احادیث مذہب جناب میں رد ہوگئی ہیں) اکتفاء کرتا ہوں اور تصریحات اہل اصول کی اس پر شہادت لاتا ہوں۔

فی الحسامی: وحکمه اذا ورد غیر مخالف الکتاب و السّنّة المشهورة فی حادثة لا تعم بها البلوی ۔ و لم یظهر من الصّحابة الاختلاف فیها وترک المحاجة به انه یوجب العمل بشرو ط ۔

(حسامی میں ہے کہ خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ جب وہ خلاف کتاب اللہ وحدیث مشہور نہ ہو، اور نہ ایسے واقعہ میں جس میں بہت لوگ مبتلا ہوں، اور نہ صحابہ سے اس میں اختلاف پایا جاوے، اور نہ وہ بوقت حاجت متروک العمل ہو، تو اس پر عمل واجب ہے)۔

وفی التّوضیح: وامّا الانقطاع الباطن فامّا بمعارضة او بنقصان فی النّاقل ۔ امّا الاوّل بمعارضه الکتاب کحدیث فاطمة بنت قیس قوله تعا لی: اسکِنوهنّ من حیث سکنتم من و جد کم (الطلاق:٦)۔

وکحدیث القضاء بشاهد ویمین المدّعی قوله تعا لی: واستشهدوا شهیدین من ر جا لکم (ا لآ یه۔ البقره:٢٨٢) ۔

وکحدیث المصراة قوله تعا لی: فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم (بقره:١٩٤) ۔

وانّما یرد لتقدم الکتا ب حتی یکون عام الکتاب و ظاهره اولی من خا ص خبر الوا حد و نصه ولا ینسخ ذ لك بهذا ولا یزداد علیه ۔

وامّا بمعارضة الخبر المشهور کحدیث الشاهد و الیمین قوله علیه السلام البیّنة علی المدّ عی و الیمین علی من انکر۔

و امّا بکونه شاذاً فی البلوی العام کحدیث الجهر بالتّسمیة ۔

و امّا باعرا ض الصّحا بة رضی الله عنهم۔

(اور توضیح میں ہے ۔ چھپا انقطاع حدیث میں معارضہ کے سبب سے ہوتا ہے ۔ یا اس کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناقل میں نقصان ہونے سے ۔ معارضہ کیا تو کتاب اللہ کے ساتھ ہوگا، جیسے حدیث فاطمہؓ بنت قیس (جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو مطلقہ ہونے پر نفقہ نہیں دلایا) اس قول اللہ کے مخالف ہے: عورتوں کو بساؤ جہاں توفیق پاؤ ۔ اور حدیث قضا ایک گواہ اور یمین مدعی سے (جس میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مقدمہ میں مدعی کی قسم اور ایک گواہ کے ساتھ بحق مدعی فیصلہ کیا) اس قول اللہ کی مخالف ہے کہ: دو گواہ پکڑو ۔ اور حدیث مصراہ اس قول اللہ کے معارض ہے کہ: کفار پر اس قدر تعدّی کرو کہ جس قدر انہوں نے تم پر کی ۔ یہ حدیثیں اس لئے رد کی جاتی ہیں کہ کتاب اللہ مقدم ہے یہاں تک کہ کتاب اللہ کا عام اور ظاہر خبر واحد کے خاص اور نص سے اولی ہے ۔ وہ اس سے منسوخ نہیں ہوسکتا اور نہ اس کے ساتھ اس پر زیادتی ہوسکتی ہے ۔ اور کیا وہ معارضہ خبر مشہور سے ہوگا جیسے حدیث قضا ایک گواہ کی اور یمین مدعی سے جو اس قول نبوی کے معارض ہے کہ گواہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ منکر پر ۔ اور کیا وہ معارضہ اس کے شاذ ہونے کے سبب سے بمقابل بلوی عام (یعنی معمول ورواج عام) کے ہوگا جیسے حدیث بسم اللہ کے اونچے پڑھنے کی ۔ اور کیا وہ معارضہ صحابہ کی اعراض سے ہوگا (اس حدیث پر عمل کرنے اور تمسک کرنے سے)

وفی شرح المغنی ۔ فاما الانقطاع بدلیل معارض فعلی اربعة اوجه ۔ احد ها ما خالف کتا ب الله فانّه یکون مردوداً منقطعاً و یستوی فی ذلك الخاص والعلم والظاهر والنّصّ ۔ مثاله ما استدلّ به الشافعی علی انّ المبتوته لا نفقه لها من حدیث فاطمه بنت قیس فانّها قالت طلّقنی زوجی ثلا ثاً فلم یجعل لّی رسول الله نفقة ولا سکنی۔ قلنا هذا الحدیث مردود منقطع لمخالفة قوله تعالی:

اسکِنوهنّ من حیث سکنتم من و جدکم (الطلاق: ٦) ۔

مثاله ایضاً ما روی انّ رسول الله قضی بشاهد ویمین فانّه مخالف لقوله تعالی: و استشهدوا شهیدین من ر جالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ۔ ومثاله ایضاً حدیث مسّ الذکر وهو ما روی انّ رسول الله قال من مسّ الذ کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فليتوضّأ فانه تخالف قوله تعالى: فيه رجال يحبّون ان يتطهروا۔ و هى نز لت فى اهل قباء فى قوم يستنجون بالماء بعد الحجر فقد مدحهم الله تعالى بذ لك و سمى فعلهم تطهيرا ۔ والاستنجاء بالماء لايكو ن الّا بمسّ الذ كر فلو كان مسّ الذكر مو جباً للحدث لما كان ا لا ستنجاء تطهيراً بل تنجيساً۔

و مثاله ايضاً خبر المصرا ة و هو ما روى ابوهريره انّ النّبىّ ﷺ قال لا تصروا الابل و الغنم فمن ابتاعها بعد ذلك فهو بخبر النظرين بعد ان يخليها ان رضيها امسكها و ان سخطها ردها و صاعاًمن التّمر ۔ والشافعى جعل التصرية عيباً ... يكون للمشترى خيار العيب تمسكاً بهذا الحديث۔

و انّا نقول انه يخالف قوله تعالى: فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم ۔

وثا نيها ما خالف السّنّة المشهورة او المتوا تره ولم يذ كرها لانّه يعرف دلالة ۔ و هو منقطع ايضاً۔

و ثالثها ان يّكو ن شاذاً۔ و معنى شذوذ الحديث ان يّكو ن راويه قليلاً فى حادثة تعم به البلوى كحديث الجهر بالتّسمية و رفع اليدين فى الركوع ۔ لانّ الحادثه لما عمها البلوى ۔ و احتاج الكلّ الى معرفة حكمها فلو كان الخبر صحيحاً ثابتاً لاشتهر فيما بينهم ۔

و را بعها ان يعرض عنه ا لآئمه من اصحاب رسول الله ﷺ بان يّختلفوا فى حادثة بآرا ئهم ولم يجر المحاجة بينهم بذلك الحديث فان ذلك دليل انقطاعه عندنا خلافاً لا صحا ب الحديث

(ترجمہ۔اورشرح مغنی میں ہے: رہا انقطاع حدیث بدلیل معارض سو چار قسم سے ہے۔ ایک یہ کہ حدیث قرآن کی مخالف ہو،سو وہ مردود اور منقطع ہے اوراس حکم میں قرآن کا خاص اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام اور ظاہر اور نص سب برابر ہیں۔ اور اس کی مثال وہ حدیث ہے (جس سے شافعی نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ نہیں) کہ فاطمہ بنت قیس نے ذکر کیا کہ اس کے خاوند نے اس کو تین طلاقیں دیں تو آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے نفقہ اور سکنی تجویز نہ فرمایا.... ہم (یعنی حضرات حنفیہ) کہتے ہیں کہ یہ حدیث منقطع مردود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مخالف ہے کہ: ان کو بساؤ جہاں رہو۔

اور یہ بھی اس کی مثال ہے جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گواہ اور یمین مدعی سے بحق مدعی فیصلہ کیا اس قول اللہ تعالیٰ کے معارض ہے جو فرمایا: دو گواہ پکڑو اپنے مردوں میں سے، پھر اگر نہ ہوں دو مرد، تو ایک مرد اور دو عورتیں۔

اور یہ بھی اس کی مثال ہے جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہے کہ جو اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگائے وہ پھر وضو کرے۔ یہ اس قول اللہ کے معارض ہے (جو اہل قبا کے حق میں فرمایا ہے): اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکی کو دوست رکھتے ہیں۔

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہے جو ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی اور ان کے اس فعل کا تطہیر (یعنی پاکی) نام رکھا۔ اور ظاہر ہے کہ بدون مسّ شرمگاہ استنجاء ہو نہیں سکتا۔ سو اگر مسّ ذکر موجب نقض وضو ہو تو اس کے ساتھ استنجا کرنا موجب تطہیر نہ ہو، بلکہ سبب نجاست۔

(مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے ناظرین ان حضرات کے فہم و عقل و انصاف کو ملاحظہ فرماویں۔ کہاں مدح پانی سے استنجا کرنے کی۔ اور کہاں بقاء وضو مسّ ذکر سے اور کہاں تطہیر حسّی (جس میں آیت وارد ہے) اور کہاں تطہیر شرعی (جس کی حدیث رافع ہے) اگر اس آیت میں یہ ذکر ہوتا کہ وہ لوگ وضو کر کے پانی سے استنجا کیا کرتے تھے تو ان حضرات کو اس آیت سے تمسک کرنے کا موقع بھی تھا، بدون اثبات اس امر کے اس آیت سے لپٹنا اپنی ہنسی کرانا ہے) اور اس کی یہ بھی مثال ہے جو حدیث مصراۃ ابو ہریرہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اونٹنیوں اور بکریوں کو بیچنے کے لئے کئی کئی دن تک دوہنے سے بند نہ رکھو۔ اور جو ایسا جانور خریدے اس کو دوہنے کے بعد اختیار ہے، پسند کرے تو رہنے دے، ناپسند کرے تو لوٹا دے۔ اور اس کے ساتھ ایک صاع کھجور و نکا بھی دے (اس دودھ کے عوض جو دو تین دن دوھا ہے)۔ امام شافعیؒ نے بتمسک اس حدیث کے دودھ کا بند رکھنا ایک عیب ٹھہرایا ہے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشتری کو اس عیب کے سبب لوٹا دینے کا اختیار دیا۔ ہم (حنفیہ) کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس قول اللہ کے مخالف ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ کافروں پر اس قدر تعدی کرو جس قدر انہوں نے تم پر کی ہے۔

قسم دوم۔ وہ حدیث جو حدیث مشہور یا متواتر کے مخالف ہو۔ اس کا مصنف نے ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ دلالۃ سمجھا جاتا ہے۔ وہ بھی منقطع ہے۔

قسم سوم۔ وہ حدیث ہے جو شاذ ہو اور شاذ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ راوی اس کے کم ہوں اور وہ ایسے موقع میں پائی جائے جس سے بہت سے لوگوں کو کام پڑے جیسے حدیث بسم اللہ اونچے پڑھنے کی اور حدیث رکوع میں رفع یدین کرنے کی۔ یہ اس لئے معارض ومردود ہے کہ جب وہ ایسا واقعہ ہے جس سے سب کو کام پڑتا ہے اور سب کوئی اس کے جاننے کا محتاج ہے۔ پھر اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو سب میں مشہور ہو جاتی۔

(مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے کہ شارح مغنی کا حدیث رفع یدین کو شاذ کہنا اور عموم بلوی کے خلاف ٹھہرانا یہ بھی ایک کسوٹی علم وفہم وانصاف وتمیز ان حضرات کی ہے۔ رواۃ حدیث رفع یدین اس کثرت کو پہنچے ہیں کہ بعض نے بلحاظ کثرت طرق اس حدیث کو متواتر بھی کہہ دیا ہے۔ امام سیوطیؒ نے کتاب الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں اس کو متواترات میں شمار کیا ہے۔ اور عراقیؒ نے شرح تقریب میں کہا ہے کہ اس کو ۵۰ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔ عینی حنفیؒ نے شرح بخاری میں کئی اوپر تیس صحابی کا راوی ہونا تسلیم کیا ہے۔ اب بھی یہ شاذ ہی رہی تو متواتر یا مشہور معلوم نہیں کس چیز کا نام ہے۔ ایسا ہی جہر بسم اللہ کو شاذ کہنا محل کلام ہے جو تلویح میں صفحہ (۲۳۰) بمقابل اسی دعوی صاحب توضیح کے موجود ہے جو چاہے اس میں دیکھ لے۔ الحق! تقلید نے ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسی پٹی لگا رکھی ہے کہ ان کو اپنی کتابیں بھی دیکھنے نہیں دیتی۔ و لنعم ما قیل

زتقلید اندیشہ بس واجب است ۔ کہ تقلید پابند ہر طالب است)

قسم چہارم وہ حدیث ہے جس سے صحابہ میں سے آئمہ نے منہ پھیرا ہو۔ کسی حادثہ میں ایسی رائے سے کلام چلایا ہو۔ اور اس حدیث کی طرف قصد نہ فرمایا۔ ہمارے نزدیک ان کا منہ پھیرنا دلیل انقطاع ہے۔ ہماری یہ بات اہل حدیث کے مخالف ہے۔ وہ حدیث ہی کو اخذ کرتے ہیں اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخالفت صحابہ کی پرواہ نہیں کرتے۔

و فی الحسامی ایضاً ۔الراوی ان کا ن معروفاً بالفقه کان حدیثهم حجة ترك به القیاس وان کان معروفا با لعدالة والضّبط دون الفقه مثل ابی هریره و انس فان وا فق القیاس عمل به وان خالفه لم یترك ا لّا للضرورة و انسداد با ب الرأی و ذلك مثل حدیث ابی هریره فی المصرا ه ۔

(اور حسامی میں یہ ہے کہ اگر راوی فقیہ ہوں تو ان کی حدیث لائق استناد ہے جس کے سامنے قیاس متروک ہے۔ اور اگر راوی ضبط وعدالت میں معروف ہوں، نہ فقہ میں جیسے ابو ہریرہؓ و انسؓ، تو ان کی حدیث قیاس کے موافق ہو، تو لائق عمل ہے اور اگر مخالف قیاس ہو اور اس سے باب قیاس کا انسداد ہو، تو لائق عمل نہیں جیسے حدیث ابو ہریرہؓ کی مصراہ میں (جس کی تشریح شرح مغنی میں گزری)

و فی التّوضیح۔ الراوی ان کان معروفاً بالفقه فحدیثه یقبل وافق القیاس او خالفه و کذا ان وافق قیاساً و خالف قیا ساً لکنه ان خالف جمیع الاقسیة لا یقبل عند نا ۔ و هذا هو المراد من انسداد باب الرا ئے ۔ و هکذا فی المسلّم وغیره من کتبهم الاصولیّة الصّغار منهما و الکبار

(اور توضیح میں ہے۔ راوی معروف بفقہ ہے تو حدیث اس کی مقبول ہے، موافق قیاس ہو خواہ مخالف۔ ایسا ہی جب ایک قیاس کے موافق اور دوسرے کے مخالف۔ ولیکن جب سبھی قیاسوں کے مخالف ہو تو ہمارے (حضرات حنفیہ) کے نزدیک وہ نا مقبول ہے۔ اور یہی مراد ہے انسداد باب قیاس سے (کہ سبھی قیاسوں کے مخالف ہو) ۔

یہی مضامین مسلّم الثبوت وغیرہ ان کی چھوٹی بڑی کتب اصول میں ہیں)

ان شہادات ان کے ثقات وعبارات معتبرات ان حضرات سے میرے دعاوی خمسہ کا ثبوت آفتاب نیم روز کی طرح عیان ہے اور بلاغبار واستتار معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حضرات:

ا۔ ظاہر وعموم وخصوص واطلاق قرآن کے سامنے بھی حدیث نبوی کو نہیں مانتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ بلکہ ایک حدیث (مشہور یا متواتر) کے مقابلہ میں دوسری حدیث (احاد) کو بھی کچھ چیز نہیں جانتے۔

۳۔ بلکہ بلوی عام کے مخالف حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔

۴۔ بلکہ بعض صحابہ کے خلاف سے بھی حدیث کو کچھ چیز نہیں سمجھتے۔

۵۔ بلکہ قیاس مجتہد کے پہلو بھی اس کو کچھ وزن نہیں دیتے۔

آخر حدیث رسول ﷺ ان کے نزدیک قیاس مجتہد سے بھی گئی گذری ٹھہری ۔قرآن کے سامنے تو کیا چیز ہوگی۔

اب فرمایئے ردّ وانکار حدیث کس کی طرف عائد ہوتا ہے؟ ہمارے یا آپ کے ؟ اور وہ اندیشہ جو سوتے سوتے آپ کے عالی دماغ میں آ گھسا ہے کس کی نسبت صحیح ہے؟ ہمارے یا آپ کے؟

ابھی تو ہم نے بعض اصول (جن سے مذہب جناب میں احادیث کا ردّ ہو رہا ہے) ذکر کئے ہیں۔ اور اگر اسی قسم کے سبھی اصول (جو علماء مذہب جناب نے ردا حادیث کیلئے گھڑ رکھے ہیں) بالاستیعاب ذکر کریں تو ایک دفتر طویل تیار ہوتا ہے جس کا اختتام سال دو سال میں بھی ہو نہیں سکتا۔

ازانجملہ یہ کہ اصل راوی کو اگر روائت کا نسیان ہو جاوے تو اس کے شاگرد سے وہی روایت (گو اس کو خوب یاد ہو) مقبول نہیں۔

وازانجملہ یہ کہ راوی اگر روایت کے خلاف عمل کرے تو اس کی حدیث مردود ہے۔

وازانجملہ یہ کہ ترجیح جمع سے مقدم ہے۔

وازاں جملہ یہ کہ خاص مبین ہی ہوتا ہے اسکے بیان میں کوئی حدیث مقبول نہیں ہے۔

یہ تو ہم نے آپ کے اصول کا حال سنایا ہے۔ اور اگر ان اصول کی فروع کو ذکر کریں اور ان احادیث کو (جو حضرات نے ان اصول کے ذریعہ سے ردّ کی ہیں) شمار میں لاویں تو یہ امر ہماری استطاعت سے خارج ہے اور ہماری عمر اسکے بیان کیلئے وافی نہیں ہوسکتی ہے۔

اور اگر کوئی تمثیل کا طالب ہے تو پہلے انہیں عبارات اصولیین میں دیکھ سکتا ہے۔ ان عبارات میں احادیث ذیل کو ردّ کر رکھا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔حدیث فاطمہؓ بنت قیس، نفقہ وسکنہ مطلقہ کے باب میں؛
۲۔حدیث ابن عباسؓ، قضاء شاہد ویمین میں؛
۳۔حدیث ابو ہریرہؓ، مصراۃ کے بیان میں (عبارت مسلسل اگلے شمارے میں چل رہی ہے بہاء)

نمبر دوم جلد دوم، اشاعۃ السنہ

(هذا الّذی کنتم به تستعجلون

اشاعة السّنّة النّبویّة علی صاحبها الصّلوة و التّحیّة

(جس میں رسالہ ادلہ کاملہ کا جواب ہے
جس کو مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے
بجواب اشتہار مسائل عشرہ مشتہرہ انّیس (۱۹) مئی ۱۸۷۷ء تالیف کیا
اور خلافِ واقع اپنے شاگرد محمود حسن صاحب کے نام سے شائع کرایا۔
منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری
۳۰ صفر ۱۲۹۶ ہجری مطابق ۲۲ فروری ۱۸۷۹ء
مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا)

۴۔حدیث نقض وضو بمسّ شرم گاہ؛
۵۔حدیث رفع یدین بوقت رکوع؛
۶۔حدیث جہر بسم اللہ؛

ان کے سوا احادیث ذیل بھی اس کی مثالیں ہیں:۔

۷۔حدیث وجوب قرأۃ فاتحہ نماز میں، جس کو آیت فا قرئوا ما تیسر سے ردّ کرتے ہیں۔

۸۔حدیث قرأۃ فاتحہ بحق مقتدی، جس کو آیت و اذا قری القرآن فاستمعوا سے ردّ کرتے ہیں۔ اور اس کے رد میں ہمارے مولانا مخاطب بھی اپنے اسلاف کے شریک ہیں۔ چنانچہ بجواب سوال چہارم اس آیت سے لپٹے ہیں؛

۹۔حدیث جہر بالتامین، جس کو آیت ادعوا ربّکم تضرّعاً و خفیة سے رد کرتے ہیں۔ اور ہمارے مخاطب اس کے رد میں یہ حدیث لائے ہیں انّکم لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدعو ن اصمّ ولا غائبا۔ یعنی تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں پکارتے کہ آمین بلند کہتے ہو؛

۱۰۔ حدیث وجوب طمانیت رکوع وسجود میں، جس کو آیت فارکعوا واسجدوا سے رد کرتے ہیں؛

۱۱۔ حدیث ولی کے سوا نکاح نہ ہونے کی، جسکو راوی کے خلاف ونسیان سے رد کرتے ہیں؛

۱۲۔ حدیث جنازہ علی الغائب جس کو آیہ صلّ علیھم انّ صلوتك سكن لھم سے رد کرتے ہیں۔

اس کے نظائر ہزاروں ہیں، پر سر دست اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں تا کہ گیارہ ان دس گیارہ کے عوض میں ہو جاویں جن سے انکار کا اندیشہ دماغ عالی میں ہماری نسبت سمایا ہے اور لد ینا مزید کی دھمکی علاہ براں ہے۔ اگر کسی کو اور بھی تمثیلات دیکھنے کا شوق ہے تو وہ کتاب اعلام الموقعین، امام ابن قیمؒ کا مطالعہ کرے اس میں ساٹھ سے زیادہ اس کی تمثیلات ذکر کی ہیں۔ وہ کتاب میسر نہ ہو تو جنه فی الاسوة الحسنة بالسنة ہی کو دیکھئے۔ وہ بھی نہ ملے تو ہمارا ضمیمہ سفیر ہند نمبر ۱۱ مطبوعہ (۱۰) نومبر ۱۸۷۷ء کو ملاحظہ میں لاوے، بعض تمثیلات اس میں سے اس میں بھی منقول ہیں۔

یہ تو آپ کے مذہب وروش کا بیان ہے اور اس بات کا ثبوت کہ جو بات آپ ہماری نسبت فرض وتجویز کرتے ہیں وہ جناب میں دم نقد موجود ہے۔

اب رہا اس کا ردّ وابطال، سو بطور تفصیل اس مقام میں اور مولانا کے خطاب میں ضروری نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابھی تو آپ اس بات کو ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی برائت اس سے جتلا رہے ہیں۔

آئندہ اگر آپ اس مذہب کے ملتزم ہوئے اور ان عبارات واستدلالات کی صحت کے مدعی بنے تو اولاً آپ خود ہی اپنے خیال واندیشہ کے مکذب ہوں گے۔ اور ہم کو منکر بناتے بناتے آپ منکر بنیں گے، پھر ہم بھی کچھ ہاتھ دکھائیں گے اور ان عبارات واستدلالات کے ایک ایک فقرہ کا ردّ شہرہ آفاق کریں گے۔ سر دست

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر ہم اس کے تفصیلی ردّ کے درپے ہوتے ہیں تو یہ احتمال مانع ہوتا ہے کہ شائد مولانا ان عبارات واستدلالات سے اپنی برائت وانکار ظاہر کریں، اور ہماری طرح ان سب کو مردود و باطل مان لیں اور الٹا ہم کو یہ الزام دیں کہ توضیح کی تقلید کی نسبت ہمارا کونسا اقرار موجود ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ پہلے آپ کی قلم سے بصفحہ ۳۱ رسالہ کے نقل ہو چکا ہے اس صورت میں ہمارا فائر خالی جائے گا اور صید مطلوب ہاتھ نہ آئے گا۔ اسی نظر سے ہم نے ان عبارات کو فقط نقل ہی کر دیا ہے۔ اور بجز ایک دو موقع فاحش غلطیوں کے کہیں تعرض بابطال نہیں کیا۔ ورنہ ہم تو ان عبارات کے ایک فقرہ کو بھی صحیح نہیں جانتے اور کسی اصل کو اصول مذکورہ سے خالی از بطلان نہیں سمجھتے۔

ہاں جملہ اصول کا ابطال بوجہ اجمال یا بعض فروع کی تفصیل بطور تمثیل لوازم محمدیت و ضروریات حمیت سنت سے ہے گو مولانا اس مذہب کے ملتزم نہ ہوں اور نہ ان پر الزام عائد ہو سکے۔ سو کچھ اسی تحریر میں قبل بیان مذہب مخاطب بنقل عبارت طرق حکمیہ ہو چکا ہے اور کچھ اخبار سفیر ہند کے صفحات میں ہو چکا ہے۔

ضمیمہ نمبر۲ مطبوعہ اگست ۱۸۷۷ء میں اس اصل کا ابطال ہے کہ حدیث راوی غیر فقیہ کے خلاف قیاس مقبول نہیں۔

ضمیمہ نمبر۵ اور ۶ مطبوعہ ستمبر ۱۸۷۷ء میں اس فرع کا ابطال ہے کہ حدیث آمین بالجہر آیت ادعوا ربّکم تضرّعاً وخفیہ کی مخالف ہے، اسلئے مقبول نہیں

ضمیمہ نمبر۱۲ سے ۱۶ تک اصول ذیل کے ابطال میں ہیں:

۱۔ عام قرآن قطعی ہے (بضمن ان مباحث کے مولوی ارشاد حسین صاحب رام پوری کی انتصار کے متعلق اس نہج سے کلام کیا ہے کہ مراجعت علماء کے لائق ہے۔ مولوی ارشاد حسین صاحب اس کو بنظر انصاف دیکھیں تو کبھی اس کے جواب میں لب نہ کھولیں۔ حاشیہ از فتح محمد اقل تلامیذ المصنف العلام)

۲۔ عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہیں۔

۳۔ جمع و تطبیق سے ترجیح مقدم ہے۔

اور اس فرع کے ابطال میں کہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام آیت اذا قرء القرآن کے مخالف ہے

اور کچھ ما حضر جدید جو بحکم کلّ جدید لذیذ لطف سے خالی نہیں،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمائت و نصرت حدیث قضاء شاہد مع الیمین میں (جس کو یہ حضرات قرآن و حدیث مشہور کے معارض سمجھ کر رد کرتے ہیں) اور پیش کیا جاتا ہے:

روی مسلم فی صحیحه عن ابن عباس انّ رسول الله ﷺ قضی بیمین و شاهد ۔(مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباسؓ سے روائت کیا کہ آنحضرت ﷺ نے یمین مدعی اور ایک گواہ سے بحق مدعی فیصلہ کیا)

قال النّووی فی الشرح قال جمهور علماء الاسلام من الصّحابة و التّابعین و من بعدهم من علماء الامصار یقضی بشاهد و یمین فی ا لاموا ل وما یقصد به الاموا ل وبه قال ابوبکر الصدیق و علیؓ وعمر بن عبد العزیز ومالك والشّافعی واحمد وفقهاء المدینة و سائر العلماء الحجاز و معظم علماء ا لامصار (امام نوویؒ نے اس کی شرح میں کہا ہے جمہور علماء صحابہ و تابعین اور پچھلے علماء امصار یہی کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم مدعی سے مالی مقدمات میں فیصلہ کیا جائے اور یہی قول ہے صدیق اکبرؓ اور علی مرتضیٰؓ کا وعمر بن عبدالعزیزؒ و مالکؒ وشافعیؒ واحمدؒ و مجتہدین مدینہ وتمام علمائے حجاز وغیرہ بلاد کا)

و حجّتهم انّه جاء ت احادیث کثیرة فی هذه المسئلة من روایة علیؓ و ابن عباس و زید بن ثابت و جابر و ابی هریره وعمارة بن حزم و سعد بن عباده و عبد الله بن عمرو بن العاص والمغیره بن شعبة قال الحفاظ ا صح احادیث الباب حدیث ابن عباس قال عبد البر لا مطعن لاحدٍ فی اسناده قال ولا خلاف بین اهل المعرفة فی صحّته قال القسطلانی فی شر ح البخاری وقد اجا ب امامنا الشّافعی عن ا لآ یة کما فی المعرفة بان الیمین مع الشاهد لا تخا لف من ظا هر القرآ ن شیئا ۔

لا نّا نحکم بشا هدین و شاهد و امرأتین ولا یمین۔ و اذا کان شاهد حکمنا شا هد و یمین با لسنّة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و هذا ليس يخالف ظاهر القرآن لا نّه لم يحرم اقلّ ممّا نصّ عليه فى كتابه ۔ و رسول الله ﷺ اعلم بما اراد الله عزّ وجلّ و قد امرنا الله تعالى ان نأخذ ما آتانا به و ننتهى عما نهانا عنه ۔

(ان کی دستاویز یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حدیثیں وارد ہیں حضرت علیؓ وابن عباسؓ وزیدؓ وجابرؓ وابو ہریرہؓ وعمارہؓ وسعدؓ وعبداللہ بن عمروؓ ومغیرہؓ سے۔حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ حدیث ابن عباسؓ سب احادیث سے صحیح تر ہے ۔ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ اس کی اسناد میں کسی کو طعن نہیں اور نہ کسی جاننے والے کو اس کی صحت میں اختلاف ہے۔قسطلانیؒ نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے اس آیۃ کا (جس سے اس حدیث کے رد کرنے والے استدلال کرتے ہیں) یہ جواب دیا ہے چنانچہ (کتاب) معرفت میں ذکر کیا ہے کہ یمین باشاہد ظاہر قرآن کے کچھ مخالف نہیں ۔اسلئے کہ ہم دو گواہ مرد اور ایک گواہ مرد اور دو عورتوں سے بلا یمین بھی حکم کرتے ہیں (جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے) اور اگر ایک گواہ ہو تو ایک گواہ سے معہ یمین مدعی بحکم حدیث فیصلہ کرتے ہیں اور یہ امر خلاف ظاہر قرآن نہیں ہے۔ظاہر قرآن میں خدا نے دو گواہ سے اقل پر فیصلہ کرنے کو حرام نہیں کیا۔اور آنحضرت ﷺ (جنہوں نے ایک گواہ ویمین مدعی پر فیصلہ تجویز کیا ہے) اللہ کی مراد خوب جانتے ۔اور اللہ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جو کچھ ہم کو دیں، لے لیں اور جس سے ہٹا دیں اس سے ہٹ جائے)

و قال الحافظ ابن القيّم فى الطرق الحكمية بعد تخريج الحديث بطرق كثيرة من مصنّفات عديدة و توثيق رجاله وتصحيح اسناده و نقل الجواب المذكور عن الشافعى۔ قلت وليس فى القرآن ما يقتضى انّه لا يحكم الّا بالشّاهدين وشاهد و امرأتين فانّ الله سبحانه انّما امر بذلك اصحاب الحقوق ان يحفظوا حقوقهم بهذا النصاب و لم يأمر بذلك الحكام ان يحكموا به فضلا عن ان يكون قد امر هم الله ان لا يقضوا الّا بذلك و لهذا يحكم الحاكم بالنكول و اليمين المردودة و المرأة الواحدة و النساء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المنفردات لا رجل معهنّ و بمعاقد القمط و وجوه ا لاجرٍّ وغير ذلك من طرق الحكم التى لم تذكر فى القرآن
فان كان الحكم بالشّاهد واليمين مخالفاً لكتا ب الله فهذه اشدّ مخالفة لكتا ب الله ۔ وان لم يكن هذه الاشياء مخالفة للقرآن و طرق الحكم شتى و طرق حفظ الحقوق شتى وليس بينهما تلازم فتحفظ الحقوق بما لا يحكم به الحاكم مما يعلم صاحب الحقّ انّه يحفظ به و حكم الحاكم بما لا يحفظ به صا حب الحق ولا خطر على با له من نكو ل و ردّ يمين و غير ذلك ۔
و القضاء بالشاهد و اليمين ممّا اراه الله لنبيّه ﷺ فانّه سبحانه قال ا نّا انزلنا اليك الكتا ب بالحقّ لتحكم بين النّاس بما ارا ك الله و قد حكم بالشاهد و اليمين فهو ما اراه الله قطعاً ۔
و من العجائب ردّ الشّاهد واليمين و الحكم بمجرّد النكول الّذى هو سكو ت ولا ينسب الى سا كتٍ قول

(حافظ ابن القیمؒ نے (کتاب) طرق حکمیہ میں حدیث مذکور کو کئی سندوں سے کئی کتابوں سے بیان کرنے اور اس کے راویوں کی توثیق کرنے اور اس کی اسناد کی تصحیح کرنے کے بعد امام شافعیؒ سے جواب آیہ (جو اوپر ذکر ہوا) نقل کر کے کہا ہے کہ قرآن میں یہ حکم نہیں کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سوائے حکم ہی نہ کیا جائے ۔ اللہ تعالی نے تو اہل حقوق کو حکم دیا ہے کہ تم ایسی شہادت اپنے حقوق پر لگا رکھو، حاکموں کو نہیں کہا کہ ایسی شہادت پر فیصلہ کرو، چہ جائے کہ یہ کہا ہو کہ اس سے کم پر فیصلہ نہ کرو ۔ یہی وجہ ہے کہ حکام وقت نکول (انکار مدعی علیہ کا قسم سے) پر فیصلہ کرتے ہیں اور یمین ردّ پر (جو مدعی علیہ کے نکول سے مدعی کو قسم دی جاتی ہے) اور اکیلی عورت (دایہ وغیرہ) کی شہادت پر اور کئی عورتوں کے بیان پر جن میں کوئی مرد نہ ہو اور (چھپّر کی) رسیوں کی گرہوں اور دیوار کی اینٹوں کے رخ پر، ایسے ہی اور صورتیں فیصلوں کی جو قرآن میں مذکور نہیں ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سواگر فیصلہ بشاہدمع یمین کتاب اللہ کے مخالف ہے تو یہ سب صورتیں اس سے بڑھ کر مخالف ہیں (باوجود اس کے ان سب پر (سوائے یمین رد کے) حضرات حنفیہ کا عمل ہے چنانچہ عنقریب شہادت عبارات کتب ان حضرات کی اس پر آتی ہے) اوراگر یہ چیزیں مخالف قرآن نہیں ہیں بلکہ فیصلہ کی کئی صورتیں ہیں اورمحافظت حقوق کیلئے مختلف راہیں ہیں جن میں آپس میں ملازمت نہیں (کہ جہاں ایک ہو دوسری بھی ہو) تو چاہیے کہ لوگ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے وہ صورتیں لگا رکھیں جو اپنے علم میں محافظ حق جانتی ہوں گو حکام ان پر فیصلہ نہ کریں۔اور حکام ان صورتوں سے فیصلہ کریں جن کو صاحب حقوق جانتے بھی نہ ہو اور نہ ان کے دل میں کبھی گذرے ہوں۔جیسے نکول (جس کے حنفی قائل ہیں) یارڈ یمین (جس کے شافعی قائل ہیں)

اور فیصلہ بشاہد ویمین وہ چیز ہے کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو سوجھایا ہے چنانچہ اللہ تعالی نے کہا ہے (اے نبی) ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ کتاب اس لئے اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں فیصلہ کرے اس طریق سے جو اللہ نے تجھے سوجھایا ہے۔اور (جب) آنحضرت ﷺ نے بشاہد ویمین فیصلہ کیا ہے تو یہ یقیناً اللہ تعالی کا سوجھایا ہوا ہے۔

اور بڑی عجیب بات ہے کہ فیصلہ بشاہد ویمین تو ردّ ہو اور نکول (جو محض سکوت ہوتا ہے اوراس میں سکوت کنندہ کی طرف کوئی بات منسوب نہیں کی جاسکتی) مقبول ہو)۔

(مترجم محمد حسین کہتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک محض سکوت سے بھی نکول ثابت ہوتا ہے جیسے صریح انکار سے۔چنانچہ شرح وقایہ میں ہے بصفحہ ۲۶۳۔ م۔ فانّ لکلّ مرةٍ ۔ش۔ ای قال لا احلف او سکت بلا آفة و قضی بالنکول صحّ)

و الحکم لمدعی الحائط اذا کانت الیه الدوا خل و الخوا رج و هو الصّحا ح من الاجرّ ا و الیه معاقد القمط کما یقوله ابو یوسف ۔ فاین هذا من شاهد العدل المبرز فی العدا لة التی یکاد یحصل العلم بشهادته اذا نضاف الیها یمین المدعی۔ و این الحکم بلحوق النّسب بمجرد العقد وان علمنا قطعاً انّ الرّجل لم یصل الی المرأة من الحکم بالشا هد و الیمین

(اور نیز عجائبات سے ہے شاہد ویمین کو ردّ کرنا اور مدعی دیوار یا چھپر کو جب اس کی طرف کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازے یا کھڑکیاں ثابت اینٹوں سے نکلی ہوئی ہوں یا اس کی طرف رسیوں کی گرہیں ہوں فیصلہ دینا ۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ قائل ہے۔ سو کہاں یہ اور کہاں ایک شاہد عادل کھلی عدالت والا ۔جس کی عدالت کے سبب شہادت سے یقین حاصل ہوسکتا ہے جب اس کے ساتھ مدعی کی قسم بھی شامل ہو۔ اور کہاں یہ حکم کہ مجرد نکاح ہو جانے سے کسی مرد اور عورت کے اگر بچہ پیدا ہو تو وہ ناکح کا بیٹا ہے، اگرچہ ناکح کا منکوحہ کے پاس نہ جانا یقیناً معلوم ہو ۔اور کہاں حکم بشاہد ویمین)

(مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے ان حضرات کی در مختار مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۲۶۵ میں لکھا ہے

قد اکتفوا بقیام الفرا ش بلا د خول کتز وج المغر بی بمشر قیّة بینهما مسافة سنة فولدت لستة اشهر منذ تز وجها لتصورکرا مته ۔

ترجمہ ۔ ہمارے (حنفیہ) علما نے نکاح بلا مجامعت کو ثبوت نسب کے واسطے کافی سمجھا ہے جیسے کسی نے مغرب میں، کسی عورت سے جو مشرق میں ہے، نکاح کیا ۔اس میں اس میں ایک سال کا راستہ ہے (اس لئے دونوں کا وصال نہ ہوا) اور عورت نے شروع نکاح سے چھٹے مہینے بچہ جنا تو وہ بچہ اسی خاوند کا ہوگا، کیونکہ یہاں ناکح کی کرامت متصور ہے ۔

ناظرین باانصاف ان حضرات کے فہم وانصاف کو ملاحظہ فرماویں۔ اور اگر شیخ چلی کے خیالات وان کی تجویزات میں کچھ فرق پاویں تو اس سے ہم کو آگاہ کریں ۔ طے کرنا مسافت ایک سال کا ایک دن میں گو کرامۃً جائز ہے وعقلاً ممکن، ولیکن کرامت غیر نبی وامکان عقلی احکام شرعیہ وامور واقعیہ کے مناط نہیں ہو سکتے ۔ یہ ہو تو صدہا احکام شرعیہ واقعیہ درہم برہم ہو جاویں اور حدود وقصاص ونکاح وغیرہ معاملات بالکل معطل ٹھہریں)

و این الحکم بشهادة مجهولین لا یعرف حالهمامن الحکم بالشاهد العدل المبرز الثقة مع یمین الطا لب

و این الحکم لمدّعی الحائط بینه وبین جاره یکون علیه ثلثة جذوع من الحکم بالشّاهد والیمین ۔

ومعلوم انّ الشّا هد و الیمین اقوی فی الدّلالة و البیّنة من ثلاثة جذوع علی الحائط الّذی ادّعاه فاذا اقام جاره شاهد وحلف معه کان ذلك اقوی من شهادة الجذوع ۔ و هذا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شان كل من خالف سنّة صحيحة لا معارض لها لا بدّ ان يقول قولاً يعلم ان القول بتلك السنّة اقوى بكثير ها ۔

(اور کہاں فیصلہ بشہادت دو مجہول اشخاص کے جن کا حال معلوم نہ ہو اور کہاں فیصلہ بشہادت عادل ظاہر مع یمین مدعی ۔ اور کہاں فیصلہ بحجت مدعی دیوار جس میں مدعی اور اس کا ہم سایہ دعویدار ہوں اور مدعی کی اس پر تین شہتیر یاں رکھی ہوں اور کہاں فیصلہ بشاہد ویمین ۔ ظاہر ہے کہ شاہد عادل معہ یمین دلالت و بیان میں تین شہتیروں سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔ پس اگر ہمسایہ ایک گواہ قائم کردے اور خود قسم کھالے تو یہ امر شہتیروں کی شہادت سے قوی ہو گا ۔ ایسا ہی حال ہے ہر مخالف سنت صحیحہ کا جس کے معارض دوسری سنت نہیں کہ وہ ضرور ایسی ہی بات کہتا ہوگا جس سے سنت بدر جہا قوی ہوگی)۔

ثم ذكر ابن القيم ما نسب الى البخارى من الخلاف فى ذلك و الجوا ب عنه و نقل عن ابى عبد الله الحا كم تصحيح الحديث و توثيق راويه سيف بن سليمان وعن ابى بكر قضاء على بذلك ۔

ثم قال ابوعبد الله وهم لعلهم يقضون فى موا ضع بغير شهادة شاهد فى مثل رجل ا كترى من رجل داراً فوجد صاحب الدّار فى الدّار شيئاً فقال هذا لى وقال السا كن هو لى ۔ ومثل رجل اكترى من رجل داراً فوجد فيها دفون فقال ساكنها هى لى۔ و قال صاحب الدّار هى لى۔ فقيل لمن يكون فقا ل هذا كلّه لصاحب الدار

(پھر ابن القیمؒ نے امام بخاریؒ کا اس باب میں خلاف (جس کو لوگ ان کی طرف نسبت کرے ہیں) اور اس کا جواب ذکر کیا ۔ اور ابوعبداللہؒ حاکم (امام محدث) سے حدیث کی صحت اور اس کے راوی سیف بن سلیمان کی توثیق نقل کی ۔ اور ابوبکرؒ (محدث) سے حضرت علیؓ کا فیصلہ موافق اس کے نقل کیا۔

امام ابوعبداللہ (حاکم) نے فرمایا ہے یہ لوگ (جو منکر حدیث شاہد مع الیمین ہیں) بہت جگہ شہادت کے سوائے ہی فیصلہ کرتے ہیں ۔ (یعنی وہاں ایک شاہد کی شہادت بھی نہیں لیتے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسے کسی نے ایک گھر کرایہ پر لیا۔ اس میں گھر کے مالک نے کچھ پایا اور کہا کہ یہ ہمارا ہے، کرایہ دار نے کہا کہ ہمارا ہے۔ یا مثلاً کسی نے گھر کرایہ لیا، اور اس میں کئی چیزیں مدفون ملیں۔ کرایہ دار نے کہا کہ وہ میری چیزیں ہیں اور گھر والے نے کہا میری ہیں۔ کسی نے امام ابوعبد اللہؒ سے پوچھا کہ ان کے نزدیک وہ کس کی چیزیں ہوں گی۔ فرمایا سبھی گھر والے کی (یعنی یہاں نہ ایک گواہ لیا نہ دو۔ اور بحق مدعی فیصلہ کیا اور مخالفت قرآن کا خیال نہ کیا۔ پھر حدیث فیصلہ بشاہد ویمین میں کیا قصور دیکھا)

و قال ابو طالب سئل ابو عبدالله عن شهادة الرّجل و يمين صاحب الحقّ فقال هم يقولو ن لايجوز شهادة ر جل وا حد و يمين وهم يجيزون شهادة المرأة الواحدة و يجيزون الحكم بغير شهادة ۔ قلت مثل ايش قال مثل الخص اذا ادعاه رجلان يعطونه للذى القمط مما يليه۔

و فى الحائط اذا ادعاه رجلان نظروا الى البِنيةِ فقضوا به لاحدهما بالبِنية و الزبل اذا كان فى الدّار و قال صاحب الدّار اكريتك الدّار وليس فيها زبل و قال السّاكن كان فيها هذا الز مه احدهما بلا بنية

و القابلة تقبل شهادتها فى استهلال الصبى ۔ انتهى ما فى الطرق الحكميه۔

(ابو طالبؒ نے کہا کہ امام ابوعبداللہؒ سے کسی نے ایک گواہ کی شہات اور مدعی کی قسم کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ (منکرین) تو کہتے ہیں ایک گواہ کی شہات اور قسم مدعی جائز نہیں، پر وہ اکیلی عورت کی شہادت جائز رکھتے ہیں اور بدون شہادت بھی فیصلہ کر دیتے ہیں۔ (ابو طالب کہتا ہے) میں نے کہا اس کی مثال کیا ہے؟ فرمانے لگے کہ جیسے چھپّر ہے (پھوس کا گھر) جس میں دو آدمی مدعی ہوں۔ وہ اس کو دلاتے ہیں جس کے طرف اس کے باندھنے کی رسی قریب ہو۔ یا مثلاً ایک دیوار ہے جس میں دو آدمی دعویدار ہیں۔ اس میں دیوار کی عمارت کو دیکھتے ہیں (یعنی آنے جانے کے دروازے یا کھڑکیاں اور اینٹوں کے رخ) جس کی جانب پاتے ہیں اسی کو دلواتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کوڑی (کوڑے کا ڈھیر) کسی کرایہ کے گھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہو اور گھر والا کرایہ دار کو کہے کہ میں نے تجھے گھر کرایہ دیا تو اس میں یہ کوڑی نہ تھی ۔کرایہ دار کہے یہ جب ہی اس میں تھی ۔تو اس کو ایک کے ذمہ لگاتے ہیں ۔ اور بچے (نوزائیدہ) کے بولنے اور زندہ پیدا ہونے میں اکیلی دایہ کی شہادت قبول کرتے ہیں ۔مضمون طرق حکمیہ باختصار ختم ہوا)۔

قلت وهذه الوجوه قد شافه باكثرها الامام الشّافعی محمدبن الحسن و الزمه بها وانعم ان يّلزم ۔ ينبغی ان نورد كلامه الشريف فی هذا المقام فانّه يشتمل على فوا ئد و عجائبات تؤيد المرا م ۔

میں (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہوں یہ وجوہات جو امام ابن القیمؒ و امام ابوعبداللہ حاکمؒ نے ان حضرات کے الزام کیلئے ذکر کی ہیں یہ اکثر امام شافعیؒ نے امام محمدؒ کو بالمشافہ کہی ہیں اور ان سے ان کو الزام دیا اور خوب ملزم کیا ۔اس مقام میں اس کلام امام شافعیؒ کا وارد کرنا خوب مناسب ہے کیونکہ ایسے عجائبات وفوائد پر مشتمل ہے جو ہمارے مدعا کے موید ہیں۔

امام شافعی کے الزامات کی کتب حنفیہ سے تائید

قال المورخ البارع الشيخ عبد الوهاب السّبكی فی ترجمة الحسين بن على بن يز يد الكرا بيسی من الطبقات الكبرى للشافعيه و من الفوا ئد عنه كتبت الى زينب بنت الكمال عن الحافظ ابى الحجاج يو سف بن خليل اخبرنا ابو المكارم احمد بن محمد اللبان اخبر نا ا بو على الحسن بن احمد الحداد اخبر نا الحافظ ابو نعيم بن عبد الله الاصبهانی حد ثنا عبد الله بن محمد بن جعفر حدثنا عبد الرحمن بن داؤد بن منصور حدّثنا عبيد بن خلف البزاز ابو محمد حدّثنی اسحاق بن عبد الرحمن قال سمعت الحسين الكرا بيسی قلت كذا فی السند عبيد عن اسحاق و عبيد صا حب الكرا بيسی و لا يمنع ان يسمع عنه كما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمع منه

رجع الحديث الى الكرا بيسى سمعت الشّافعى يقول كنت اقرء كتب الشعر فآ تى البوا دى فا سمع منهم قال فقدمت مكة منها فخرجت و انا اتمثل بشعرٍ للبيد ۔ فضربنى رجل من ورا ئے من الحجبة فقال رجل من قريش ثم ابن المطلب رضى من دينه و دنياه ان يكو ن معلما للشعر ما الشعر اذا استحكمت فيه الا قعدت معلماً بفقه يعلمك الله فقال فنفعنى الله بكلا م ذلك الحجبى فرجعت الى مكه فكتبت عن ابن عينيه ما شاء الله ان اكتب

ثم كنت اجالس مسلم بن خالد الزنجى ثم قد مت على مالك بن انس فكتبت مؤطاه فقلت له يا ابا عبد الله اقرء عليك قال يا ابن اخى تا تى بر جل يقرأه علىّ فتسمع فقلت اقرء عليك فتسمع الى كلا مى فقال لى اقرء فلما سمع كلا مى بقراةً كتبه اذن لى فقرأت عليه حتى بلغت كتاب السير فقال لى اطوه يا ابن اخى تفقه يعلو فجئت الى مصعب بن عبد الله فكلمته ان يكلم بعض اهلنا فيعطينا شيأً مّن الدنيا فانه كان لى من الفقر و الفاقة ما الله به عليم ۔ فقال لى مصعب اتيت فلانا فكلمته فقال لى اتكلمّنى فى ر جلٍ كان منّا فخالفنا فا عطا نى مأة دينار ۔

و قال لى مصعب ان هارون الرشيد قد كتب الىّ ان اصير الى اليمن قاضياً فخرجت معه فلما صِرنا الى اليمن و جالسنا الناس كتب مطرف بن مازا ن الى هارون الرّشيد ان اردت اليمن ان لا يفسد عليك ولا يخرج من يديك فاخرج عنه محمد بن ادريس و ذكر اقوا ماً من الطالبين قال فبعث الىّ حماد البر برى فاوثقت بالحديد حتى قد منا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

على هارون قال فاخرجت من عنده قال و قدمت ومعى خمسون ديناراً قال و محمد بن الحسن يومئذٍ بالرّقه فانفقت تلك الخمسين ديناراً على كتبهم.

قال فوجدت مثلهم ومثل كتبهم مثل رجل كان عندنا يقال له فروخ ۔ وكان يحمل الدهن فى زق له و كان اذا قيل له عند ك فرسنان قال نعم و ان قيل عندك رنبق، قال نعم. فان قيل عند ك اخرى قال نعم. فاذا قيل ارنى. و للزق رؤس كثيرة فيخر ج له من تلك الدّهن و انّما هى دهن وا حد

(امام سبکیؒ نے کتاب طبقات کبری میں بذیل ترجمہ حسین بن علی کرابیسی کے کہا ہے:

کرابیسی کے افادات سے ایک بات یہ ہے کہ اس نے کہا، مجھے زینب بنت کمال نے لکھا، کہ وہ ابوالحجاج یوسف بن خلیل سے روائت کرتی ہے (اس نے کہا) مجھے ابوعلی حسن بن احمد نے خبر دی (اس نے کہا) مجھے حافظ ابونعیم اصفہانیؒ (صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء) نے خبر دی، (اس نے کہا) مجھے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے حدیث سنائی (اس نے کہا) مجھے عبید بن خلف بزاز نے حدیث سنائی، (اس نے کہا) مجھے اسحاق بن عبدالرحمٰن نے حدیث سنائی، اس نے کہا میں نے حسین کرابیسی سے سنا، میں (مئولف کتاب طبقات) کہتا ہوں اس سند میں ایسا ہی ہے کہ عبید نے اسحاق سے روائت کی ہے۔اور عبید خود بھی کرابیسی کا شاگرد ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عبید نے اسحاق سے یہ بات سنی ہو جیسے بلا واسطہ کرابیسی سے سنی ہے۔ پھر حدیث کرابیسی کی شروع ہوئی۔(اس نے کہا) میں نے شافعیؒ سے سنا، وہ کہتے میں اشعار کی کتابیں پڑھا کرتا۔ پس اہل بادیہ کے پاس جاتا اوران سے شعر سنتا، پس میں وہاں سے مکہ آیا۔ پھر وہاں سے جو نکلا تو لبید کا کوئی شعر پڑھنے لگا۔پس میرے پیچھے سے مجھے (کعبہ کے) ایک دربان نے مارا اور کہا یہ شخص قریش سے ہے پھر خاص کر اولاد مطلب سے، اپنے دین دنیا سے اس بات پر راضی ہو بیٹھا ہے کہ شعر کا معلم بنے۔شعر چیز ہی کیا ہے، اس میں پختہ بھی ہوا تو کیا ہوا؟ فقہ (دین میں سمجھ) کا معلم ہو کر کیوں نہیں بیٹھا۔اللہ تجھے علم دے۔ شافعیؒ نے کہا مجھے اس دربان کی کلام نے نفع دیا، پس میں مکہ لوٹ آیا۔ اور وہاں (سفیانؒ) بن عیینہ (محدث) سے کچھ لکھا جو اللہ نے چاہا (یعنی اس سے حدیثیں سن کر لکھ لیں)۔ پھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مسلم بن خالدؒ زنجی کی مصاحبت و ملازمت میں رہا۔ پھر مدینہ میں مالکؒ بن انس کے پاس آیا۔ اوران کی مؤطا لکھ لی۔ پھر میں نے امام مالکؒ سے کہا: اے ابوعبداللہ میں اس کتاب کو آپ کے سامنے پڑھوں؟ انہوں نے کہا اور کسی کو لاؤ، وہ پڑھے اورتم سنو۔ میں نے عرض کیا میں ہی پڑھتا ہوں آپ سنیں۔ فرمایا کہ ہاں پڑھو۔ جب انہوں نے میری قرأت سنی تو پڑھنے کی اجازت دی۔ پس میں نے وہ کتاب پڑھی یہاں تک کہ کتاب السیر تک (جس میں لڑائیوں کا ذکر ہے) پہنچا۔ پس امام مالکؒ نے فرمایا، اس کو اب بند کرو اور فقہ (دین میں سمجھ) پیدا کرو، تم عالی مرتبہ پاؤ گے۔ شافعیؒ نے کہا میں پھر مصعب بن عبداللہ (ارکان دولت ہارون رشید سے تھے) کے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے بعضے بھائی بندوں کو امراء قریش سے سفارشاً آپ کچھ کہیں کہ وہ مجھ کو کچھ دنیا میں سے دیں۔ مجھے فقر و فاقہ اس قدر لاحق ہے کہ خدا جانتا ہے۔ مصعب نے کہا کہ میں اس کے پاس گیا اور سفارش کی تو اس نے جواب دیا تم ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جو ہم میں سے تھا، پھر مخالف ہو گیا۔ پھر مجھے ایک سو دینار دیئے۔ اور مجھے مصعب نے کہا کہ ہارون رشید نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ میں یمن میں قاضی ہو کر جاؤں۔ پھر میں بھی ان کے ساتھ چل نکلا۔ جب ہم یمن پہنچے اور لوگوں سے ہم مجلس ہوئے تو مطرف بن مازان (امام شافعی کا حریف دنیاوی یا مذہبی) نے ہارون رشید کو لکھا کہ آپ اگر چاہتے ہیں کہ ملک یمن بگڑ نہ جاوے اور آپ کے ہاتھوں سے نہ نکلے تو محمد بن ادریس کو وہاں سے نکال دیں۔ اور کئی اور لوگوں کا بھی ذکر کیا جو طالب العلم تھے۔ پس ہارون الرشید نے میری طرف حماد بربری کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجا۔ پس میں لوہے (کی زنجیر) سے باندھا گیا۔ یہاں تک کہ ہم سب ہارون کے پاس بمقام رقہ (شہر کا نام) پہنچے۔ پھر میری ہارون کے سامنے پیشی ہوئی۔ پھر وہاں سے نکالا گیا پھر میں (شہر میں) آیا۔ تو میرے پاس پچاس دینار منجملہ ایک سو میں سے تھے، وہ میں نے حنفیہ کی کتب پر خرچ کئے۔ اس دن امام محمدؒ بن حسن رقہ میں تھے۔ پس میں نے ان کی اور ان کی کتابوں کی ایسی مثال دیکھی جیسے ہمارے ہاں ایک آدمی فروخ نامی تھا۔ وہ ایک مشک میں تیل لادلایا کرتا۔ جب اس کو کوئی کہتا کہ تیرے پاس فرسنان ہے (ایک تیل کا نام ہے) تو کہتا کہ ہاں۔ اور جب کوئی کہتا کہ چنبیلی کا تیل ہے، تو بھی یہی کہتا، ہاں ہے۔ اور اگر کہتے کہ خری (یہ بھی ایک تیل ہے) ہے تو بھی یہی کہتا، ہاں ہے۔ جب اس کو کہا جاتا دکھا تو سہی، تو ایک ہی تیل نکال دیتا۔ مشک کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کئی منہ لگا رکھے تھے، ایک سے چنبیلی کا تیل نکالتا، دوسرے سے دوسرا۔ اور واقع میں ایک ہی تیل ہوتا اور ایک ہی مشک کا)۔

و كذلك وجدت كتاب ابى حنيفه انّما يقولو ن كتاب الله وسنّة نبيّه عليه السلام و انّما هم مخالفون۔

و قال فسمعت مالا احصيه محمد بن الحسن يقول ان تابعكم الشّافعى فما عليكم من الحجازى كلفة بعده۔

فجئت يوماً فجلست اليه و انا من اشدّ النّاس همّا وغمّا من سخط امير المؤمنين و زادى قد فقد قال فلمّا ان جلست اليه اقبل محمد بن الحسن يطعن على اهل دا رالهجرة۔ فقلت على من تطعن؟ على البلد ام على اهله؟ والله لئن طعنت على اهله، انّما طعنت على ابى بكر و عمر و المهاجرين والانصار و ان طعنت على البلدة فانّها بلدتهم التى دعا لهم رسول الله ﷺ ان يبارك لهم فى صاعهم و مدّ هم و حرّمها كما حرّم ابراهيم مكة لا يتصيد صيدها۔ فعلى ايهم تطعن؟ فقال معاذ الله ان اطعن على احدٍ مّنهم او على بلد ته۔ انما اطعن على حكم من احكا مه۔ فقلت و ما هو؟ قال اليمين مع الشاهد فقلت له لما طعنت؟ قال فانّه مخا لف لكتا ب الله۔ فقلت ما تقول فى الو صية للوا لدين؟ فتفكرساعة۔ فقلت له اجب۔ فقا ل لا يجوز۔ فقلت له هذا مخالف لكتا ب الله لِم قلت انه لا يجوز؟ فقال لانّ رسول الله ﷺ قال لا وصية للوا لدين۔

(امام شافعیؒ نے کہا میں نے ابو حنیفہؒ کی کتاب کو ایسا ہی پایا (یعنی فروخ کی وہ مشک)۔ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ وہ اللہ ہی کی کتاب ہے اور نبی کی سنت۔ اور درحقیقت وہ کتاب اللہ اور سنت کے مخالف ہیں۔

امام شافعیؒ نے کہا میں امام محمدؒ کو بہت دفعہ کہتے سنا کہ لوگو اگر یہ شافعیؒ تمہارا تابع ہو گیا تو پھر تم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو کسی حجازی کی طرف سے تکلیف نہ ہوگی۔

پھر ایک دن میں امام محمدؒ کے پاس بیٹھا۔ اور میں امیر المؤمنین کے غصہ کے سبب سے بڑے غم میں تھا اور میرا خرچ بھی ہو چکا تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو محمدؒ بن حسن اہل مدینہ پر طعن کرنے لگا۔ میں نے کہا کس پر طعن کرتے ہو؟ اس شہر پر یا شہر والے لوگوں پر۔ بخدا اگر لوگوں پر طعن کرتے ہو تو گویا ابوبکرؓ وعمرؓ ومہاجرین وانصار پر طعن کرتے ہو۔ اور اگر اس شہر پر طعن کرتے ہو تو یہ تو وہ شہر ہے جس کے لئے آنحضرت ﷺ نے دعا کی ہے کہ اس کے ماپ تول میں برکت ہو۔ اور اس کو آنحضرت ﷺ نے حرم بنایا ہے جیسے ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا کہ اس کا کوئی شکار نہ کرے۔ سو بتلاؤ کس پر طعن کر رہے ہو؟ امام محمدؒ بولے کہ اللہ کی پناہ اس سے کہ میں شہر پر طعن کروں یا اس کے لوگوں پر۔ میں تو اس کے ایک حکم پر طعن کرتا ہوں۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ بولے فیصلہ بشاہد ویمین۔ میں نے کہا اس پر کیوں طعن کرتے ہو؟ بولے اس لئے کہ یہ قرآن کے مخالف ہے۔ میں نے کہا جو حدیث قرآن کے خلاف پاؤ گے اس کو ساقط کرو گے؟ وہ بولے ہاں ایسا ہی واجب ہے۔ پھر میں نے پوچھا والدین کے حق میں وصیت کرنے کو کیا کہتے ہو؟ وہ ایک گہری سوچ میں رہے۔ میں نے کہا جواب دو۔ پس بولے یہ وصیت جائز نہیں۔ میں نے کہا یہ حکم بھی تو کتاب اللہ کے مخالف ہے۔ تم نے کس لئے کہہ دیا کہ یہ وصیت جائز نہیں۔ بولے اس لئے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے ماں باپ کیلئے وصیت نہیں)۔

(مترجم محمد حسین بٹالوی کہتا ہے اس میں امام شافعیؒ کا الزام امام محمدؒ پر پورا ہوا کہ انہوں نے اس حدیث عدم وصیت والدین کو ظاہر قرآن کے خلاف میں مان لیا۔ پھر حدیث شاہد و یمین کو خلاف قرآن سمجھ کر کیوں نہ مانا)

قال فقلت له اخبرنی عن شاهدين حتم من الله قال فما ذا تر يد قال فقلت له لئن زعمت ان الشاهدين حتم من الله لا غيره كا ن ينبغی لك ان تقول اذا زنی زا ن فشهد عليه شاهدان ان كان محصناً رجمته وان كان غير محصن جلدته ۔ قال فان قلت لك ليس هو من حتم من الله قال قلت له اذا لم يكن حتم من الله فتنزل كل الاحكام منازله فی الز نا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اربعا۔ و فی غیرہ شاھدین و فی غیر رجلاً و امرأتین وانّما اعنی فی القتل لا یجوز الّا شاھدین فکذلك کل حکم منزل حیث انزلہ اللہ منھا برجل و امرأتین و منھا بشاھد و یمین۔ فرأیتك تحکم بدون ھذا۔ قال ما احکم بدون ھذا ۔ قال فقلت لہ ما تقول فی الرّجل و المرأۃ اذا اختلفا فی متاع البیت فقال اصحابی یقولون فیہ ماکان للرّجال فھو للرّجال و ما کان للنّساء فھو للنّساء ۔ قال فقلت ابِکتا ب اللہ ھذا ، ام بسنۃ رسول اللہ ۔ قال فقلت لہ ما تقول فی الرّجلین اذا اختلفا فی الحائط فقال فی قول اصحابنا اذا لم یکن لھم بیّنۃ ینظر الی العقد من این ھو البناء فا حکم لصا حبہ ۔قال فقلت لہ ابکتا ب اللہ قلت ھذا ام بسنۃ رسول اللہ قلت ھذا؟ و قلت ما تقول فی ر جلین بینھما خصّ فتختلفان لمن یحکم اذا لم یکن لھم بینہ۔ قال انظر الی المعا قد من ایّ و جہ ھی فاحکم لہ ۔ فلقت لہ بکتا ب اللہ قلت ھذا ام بسنۃ رسول اللہ؟ قال فقلت لہ ما تقول فی ولادۃ امرأۃ اذا لم یحضر ھا ا لّا امرأۃ وا حدۃ وھی القا بلہ وحدھا نقبلھا (قال فقال الشھادۃ جا ئزۃ و القا بلۃ و حدھا نقبلھا)... قال فا حکم بہ فقلت لہ قلت ھذا بکتا ب اللہ ام بسنّۃ رسول اللہ؟ قال قلت لہ من کانت ھذہ احکام فلا یطعن علی غیرہ ۔ ثم قلت لہ اتعجب من حکم حکم بہ رسول اللہ و حکم بہ ابو بکر و عمر و حکم بہ علی ابن ابی طا لب بالعراق و قضی بہ شریح

قال و رجل من ورا ئی یکتب الفا ظی و انا لا اعلم فا دخل علی ھارو ن و قرأہ علیہ ۔ قال فقال لی ھرثمہ بن اعین کان متکئاً فاستوی جا لساً قال اقرأہ علی ثا نیاً ۔ قال فانشأ ھارون بقول صدق اللہ و رسولہ صدق اللہ و رسولہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلموا من قريش ولا تعلمو ها قدموا قريشاً ولا تؤخّروها ۔لا انكر ان يكون محمد بن ادريس اعلم من محمد بن الحسن ۔ قال فر ضى عنّى و امرلى بخمس مأة دينار فخر ج به هر ثمه و قال لى بالسو ط هكذا فاتبعته فحد ثنى بالقصة و قال قد امر لك بخمس مأة دينار و قد اضفت اليها مثلها ۔ قال فما ملكت الف دينار الّا فى ذلك الوقت ۔ انتهى ما فى الطبقا ت الكبرى للسّبكى ۔

(شافعیؒ نے کہا پھر میں نے پوچھا بتلاؤ یہ حکم دو گواہ کا اللہ کی طرف سے ایسا واجب متعین ہے جس کا خلاف درست نہیں۔ امام محمدؒ بولے اس سوال سے تمہاری کیا مراد ہے۔ میں نے کہا (مراد یہ ہے) کہ اگر تم کہو یہ حکم ایسا واجب ہے جس کا خلاف کہیں نہیں، تو چاہیے کہ جب زانی زنا کرے اور اس پر دو شخص گواہی دیں، تو اس کو متزوج ہونے کی صورت میں سنگسار کردو، ورنہ سو درہ لگاؤ۔ امام محمدؒ بولے کہ اگر میں کہوں کہ دو گواہ واجب متعین نہیں تو پھر کیا ہوگا؟ امام شافعیؒ نے کہا واجب متعین نہیں تو سبھی احکام کو اپنی اپنی جگہ اتارو۔ شہادت زنا میں چار گواہ ہوں اور بعض جگہ دو اور بعض جگہ ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے جو کہا ہے کہ بعض جگہ دو ہی چاہیں اس سے مراد قتل ہے، اسی طرح سبھی احکام کو اس جگہ اتارنا چاہیے جہاں اللہ نے اتارے ہیں۔ بعضی جگہ چار ہوتے ہیں اور بعضی جگہ دو اور بعضی جگہ ایک مرد اور دو عورتیں۔ بعضی جگہ ایک گواہ اور قسم مدعی کی۔ (شافعیؒ نے کہا) پھر تم کو ایسا بھی دیکھتا ہوں کہ تم ان سب صورتوں کے خلاف فیصلہ کرتے ہو۔ امام محمدؒ بولے کیا فیصلہ کرتا ہوں؟ شافعیؒ نے کہا بتلاؤ، مرد اور عورت خانگی اسباب میں دعویدار ہوئے، اس میں کیا کہو گے؟ امام محمد بولے ہمارے لوگوں کا اس میں یہ قول ہے کہ جو چیز مردوں کے لئے ہے وہ مرد کو دلائی جائے اور جو عورتوں سے مخصوص ہوتی ہے وہ عورت کو۔ امام شافعیؒ نے کہا (بتلاؤ) یہ حکم کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ کا؟ شافعیؒ نے کہا پھر میں نے کہا ان شخصوں کے حق میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک دیوار میں جھگڑا کیا؟ امام محمدؒ بولے ہماری ساتھیوں کا اس میں یہ قول ہے کہ جب ان کو گواہ نہ ہوں تو عمارت کو دیکھا جاوے وہ کس کی ہے (یعنی اینٹوں کے رخ وآنے جانے کی راہوں سے) پس جس کی ہو اس کو دلائی جائے۔ امام شافعیؒ نے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ سے کیا یا سنت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ سے؟

اور میں نے کہا ان دو شخصوں کے مقدمہ میں کیا کہو گے جنہوں نے ایک چھپر پھوس کے گھر میں اختلاف کیا، کس کو دلا ؤ گے اگر گواہ نہ ہوں؟ امام محمدؒ بولے رسیوں کی گرہوں کو دیکھیں گے وہ کس کی طرف ہیں، پس اسی کو دلائیں گے۔ میں نے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ ﷺ کا؟

امام شافعیؒ نے کہا پھر میں نے کہا کسی عورت کے جننے پر دایا کی شہادت میں کیا کہو گے جب سوائے ایک دایہ کے وہاں دوسرا کوئی نہ ہو؟ امام محمدؒ نے کہا کہ اکیلی دایہ کی شہادت مقبول ہے، میں اس پر فیصلہ کرونگا۔ میں نے کہا یہ بات قرآن سے کہی یا حدیث رسول اللہ ﷺ سے (یعنی یہ احکام نہ کتاب اللہ کے ہیں نہ سنت رسول اللہ کے)۔ امام شافعیؒ نے کہا میں نے ان کو کہا کہ جو آپ ایسے فیصلے کرے وہ دوسروں پر طعن نہ کرے۔

پھر میں نے ان کو کہا، کیا تم ایسے حکم پر طعن کرتے ہو جو آنحضرت ﷺ نے فیصلہ کیا ہے، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے اور حضرت علیؓ بن ابی طالب نے عراق میں اور شریح نے (یہ حضرت علیؓ کے نائب وقاضی تھے)

امام شافعیؒ نے کہا ایک آدمی میرے پیچھے سے میرے الفاظ لکھتا جاتا تھا۔ اس نے وہ تحریر خلیفہ ہارون رشید کے پاس پہنچائی اور ان کو پڑھ کر سنائی۔ ہرثمہ بن اعین (مصاحب ہارون) نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب اس نے پہلی دفعہ اس تحریر کو پڑھا تو ہارون ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ پھر برابر ہو کر بیٹھ گیا اور کہا اس کو دوبارہ پڑھو۔ پھر ہارون کہنے لگا صدق الله و رسو له یعنی اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے کہ قریش سے (جن میں سے شافعی تھے) سیکھو۔ ان کو مت سکھاؤ۔ قریش کو آگے کرو ان کو پیچھے مت ہٹاؤ۔ میں اس بات کا منکر نہ ہوگا کہ امام شافعیؒ، امام محمدؒ سے بڑھ کر عالم ہیں۔ امام شافعی نے کہا کہ پھر ہارون (جو مجھ سے خفا تھا) خوش ہو گیا اور مجھے ۵۰۰ دینار انعام دینے کا حکم دیا۔ وہ ہرثمہ لے آیا اور مجھے چابک سے اشارہ کیا۔ میں اس کے پیچھے ہو چلا تو مجھے سارا قصہ سنایا۔ اور کہا کہ ہارون نے پانچ سو دینار انعام کا تیرے لئے حکم دیا ہے اور پانچ سو دینار میں نے اپنی طرف سے ملا دیئے ہیں۔ شافعیؒ نے کہا اس دن سے پہلے میں کبھی ایک ہزار دینار کا مالک نہ ہوا تھا۔ مضمون طبقات کبری سبکی کا تمام ہوا)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلت و من فوا ئد ہ سوی ما ارد نا بنقله ان ما اشتهر علی السِنةِ الحنفیة وتلقاه بعض الشافعیة تقر باً الی السلاطین من الحنفیین انّ الشّافعی تلمیذاً لامام محمد بن الحسن، و انّه قال النّاس فی الفقه عیال علی ابی حنیفه، و انه قال انّ الله تعا لی اعاننی علی الفقه بمحمد بن الحسن، وانّه قال من اراد ان یتبحّر فی الفقه فعلیه با صحاب ا بی حنیفه، و امثال ذ لك كلّه من المفتریات علی الشّافعی لانّ التلامذ ة اهل الرّ شاد المجتنبین عن العقوق و العناد لا یخاطبون الاساتذه بنحو هذا الكلام المشتمل علی الطعن و الالزا م او یقال انّ الشا فعی عق الاستاذ و التقول بهذا لیس بهین و لا بینا و هذه الوجوه الّتی الزم بها الامام الشا فعی و اتباعه الامام محمد بن الحسن و اشیاعه اكثر ها موجود فی كتب مذ هبهم و فتاوی ملّتهم فا لحكم بالنكول فی شر ح الوقایة (ص۲۶۳) والدّر المختار (ص۵۴۸) و القضاء بالجذوع فی شرح الوقا یة (ص۲۷۱) و الدر المختار(ص۵۵۹) و قبول المرأة وحدها فی الشّهادة فی شرح الوقا یة (ص۲۴۳) و الدر المختار (ص۵۱۴) و الحكم فی متا ع البیت با لخصو صیات فی المیزان الكبری للشعرا نی (ص۲۲۱) ۔

(میں (مترجم محمد حسین) کہتا ہوں کہ اس قصہ کے فوائد سے، علاوہ اس مقصود کے جس کے لئے ہم نے اس کو نقل کیا ہے، یہ بھی ہے کہ حنفیوں کی زبانوں پر مشہور ہے اور بعض شافعیوں نے بھی حنفی بادشاہوں کی خوش آمد کے لئے اس کو قبول کر لیا ہے کہ امام شافعیؒ امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، اور انہوں نے یہ باتیں کہی ہیں۔

۱۔ سب لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے ذریات وتابع ہیں۔

۲۔ اللہ تعالی نے مجھے امام محمدؒ کے سبب فقہ میں مدد دی ہے۔

۳۔ جو کوئی فقہ میں تبحر پیدا کرنا چاہے وہ ابوحنیفہؒ کے اتباع کی ملازمت کرے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی ہی اور باتیں۔ یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔اس لئے کہ شاگرد رشید جو استاذوں کے عاق نہ ہوں استادوں سے ایسی کلام نہیں کرتے جو طعن والزام پر مشتمل ہو، جیسے کہ اس مناظرہ میں شافعیؒ سے امام محمدؒ کے مقابلہ میں ہوئی۔ یا یوں کہو کہ امام شافعیؒ استاذ کے عاق ہو گئے تھے۔ ولیکن امام شافعیؒ کی نسبت یہ بات بنانا سہل نہیں اور نہ ظاہر۔ یہ وجوہ الزام جن سے امام شافعیؒ اور ان کے اتباع نے امام محمدؒ اور ان کے گروہ کو مسئلہ قضا بشاہد ویمین میں ملزم کیا ہے یہ اکثر کتب مذہب حنفیہ میں موجود ہیں۔ سونکول پر فیصلہ شرح وقایہ میں بصفحہ ۲۶۳ ہے اور درمختار میں بصفحہ ۵۴۸، اور شہتیروں پر (مقدمہ دیوار میں) فیصلہ شرح وقایہ میں بصفحہ ۲۷۱ ہے اور درمختار میں بصفحہ ۵۵۹۔ اکیلی عورت کی شہادت قبول کرنا شرح وقایہ میں بصفحہ ۲۴۳ ہے اور درمختار میں بصفحہ ۵۱۴۔ اثاث البیت کے جھگڑے میں یہ فیصلہ کرنا کہ جو چیز مردوں کے لئے خاص ہوتی ہے وہ مردوں کو دلانی چاہیے اور جو عورتوں سے مخصوص ہو وہ عورتوں کو، میزان کبری کی دوسری جلد میں بصفحہ ۲۲۱ ہے)۔

امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت احادیث سے برأت

تنبيه تشتمل على تبرية و تنزيه
للامام الهمام ابى حنيفه النعمان
و من وافقه من السّلف عليهم الرّضوا ن

یہ جس قدر لے دے ہوئی ہے، حنفیہ پر ہوئی ہے، نہ امام ابو حنیفہؒ پر یا مسائل مذکورہ میں ان کے اسلاف پر حاشا جنابهم عن ذلك۔ اس لئے کہ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ اور بعض سلف ان مسائل فرعیہ ردّ شاہد ویمین اور اس کے نظائر میں حنفیہ کے ساتھ شراکت رکھتے ہیں ولیکن مذہب حنفیہ اور امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اسلاف میں فرق بین ہے جو ان کو اس لے دے سے بری کرتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ و بعض سلف مسائل مذکور کے قائل ہیں تو سبب اس کا یہی ہے کہ ان مسائل میں احادیث صحیحہ ان کو نہیں پہنچیں، اور اگر پہنچی ہیں تو بسند ثقات نہیں پہنچیں، نہ یہ کہ احادیث بنقل ثقات پہنچنے پر انہوں نے احادیث کو نہیں مانا۔ اور ان کے رد وابطال کے لئے ان اصول کو وضع کیا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۔ عام کتاب اللہ قطعی ہے۔
۲۔خبر واحد سے اس کی تخصیص یا تقیید یا اس پر زیادت جائز نہیں ۔
۳۔زیادۃ ایک قسم نسخ ہے۔
۴۔غیر فقیہ کی روایت مخالف قیاس مقبول نہیں ہے ۔ وعلی ہذا القیاس ۔
بخلاف حضرات حنفیہ، مصداق : بدنام کنندہ نکونامی چند، کے کہ انہوں نے احادیث صحیحہ کو جان کر ان کو خالی از قدح وظاہری انقطاع مان کر محض نصرت مذہب کیلئے ان کو رد کیا اور ان کے ردّ کے لئے ان اصول کو گھڑ دیا۔

بلکہ ہمارا اور ہر محقق کا یہ گمان ہے کہ فن اصول فقہ اسی غرض سے بنایا گیا ہے اور مقصود ان حضرات کا وضع اصول مخترعہ سے فقط ردّ حدیث ہے ۔انہوں نے جب اقوال ابو حنیفہؒ کو خلاف احادیث صحیحہ پایا (جس کا سبب محققین ومصنفین کے نزدیک احادیث کا نہ پہنچنا قرار پاچکا ہے چنانچہ ثبوت اس کا عنقریب آتا ہے) تو ان اقوال کی تصحیح وتائید کیلئے بجز وضع اصول ردّ حدیث کچھ چارہ و حیلہ نہ دیکھا ۔پس ان اصول کو وضع کیا۔

یہ بات میں فقط متاخرین ہی کی نسبت نہیں کہتا بلکہ ان کے متقدمین مقلدین کی نسبت بھی یہی خیال رکھتا ہوں ۔علی بزدوی (جس کو یہ فخر الاسلام کہتے ہیں) سے لے کر آج تک اکثر ایسے ہی چلے آئے ہیں اور بغرض نصرت مذہب ان تکلفات کے مرتکب رہے۔

میری ان باتوں سے کوئی صاحب الجھنے کو طیار ہوں تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیں اور خوب ٹٹول کر دیکھیں کیا ابو حنیفہؒ نے وہ اصول بنائے ہیں؟ اور یہ الفاظ کہ ۱۔زیادۃ نسخ ہے ۔۲۔تخصیص عموم قرآن حدیث سے ناجائز ہے ۔ و علی ھذا القیاس ۔قلم میں یا زبان پر وہ لائے ہیں ۔ حاشا و کلا ۔ پھر جب اپنے گھر سے ان باتوں کا پتہ نہ پاویں اور ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک جاویں تو مجھ سے نہ الجھیں ۔علاوہ بریں اپنے علماء مذہب و کبراء ملت کی تصریحات کو بچشم عبرت ونصفت ملاحظہ کریں ۔ کتب اصول میں جابجا تصریح ہے کہ فلاں مسئلہ عیسی بن ابان کا قول ہے ۔اور فلاں کرخی کا اور یہ علماء بلخ کا مذہب اور وہ سمرقند کا ۔ امام ابو حنیفہؒ کے مذاہب کی نقل یا ذکر تو اتنا بھی نہیں جتنا آٹے میں نمک ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس نے کوچہ اصول فقہ میں ایک دفعہ بھول سے بھی گذر کیا ہوگا وہ اس بات میں شک نہ لائے گا، اور جو شک لائے گا وہ کتب سے بے خبر کہلائے گا اور اپنی ہنسی کرائے گا اور حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں صاف لکھ دیا ہے کہ اکثر اصول جو بزدوی کی کتاب میں مذکور ہیں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں سے صحیح و ثابت نہیں ہیں، بلکہ ان کے اقوال سے استنباط کئے گئے ہیں۔ ان اصول کی محافظت کرنا اور جو ان پر اعتراض وارد ہوں، ان کی جواب دہی میں تکلفات عمل میں لانا (جیسے بزدوی وغیرہ کرتے ہیں) اچھا نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ تجھے اس بات پر بھی دلیل کافی ہے کہ انہیں کے محققین نے کہدیا ہے حدیث غیر فقیہ کا قیاس کے خلاف میں قبول نہ ہونا عیسیٰ بن ابان کا مذہب ہے۔ کرخی وغیرہ اس کے مخالف ہیں اور حدیث کو بہرحال قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے آئمہ (ابو حنیفہؒ وغیرہ) سے خبر واحد کا قیاس سے مقدم ہونا مروی ہے۔

اور فرمایا کہ تجھے اس بات کا یہ امر بھی ارشاد کرتا ہے کہ اہل اصول باہم مختلف ہیں اور ایک دوسرے کو ردّ کرتے ہیں (یعنی اگر امام مذہب سے اس باب میں کچھ مروی ہوتا تو یہ آپس میں کیوں لڑ لڑ مرتے)۔

یہ حاصل مضمون حجۃ اللہ البالغہ کا ہے اور اصل عبارت ..ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر ۳ مطبوعہ اگست ۱۸۷۷ء میں منقول ہو چکی ہے۔

جب اصول بزدوی کا یہ حال ہے تو اس پر اصول متاخرین کو قیاس کرنا چاہیے: قیاس کن زگلستان من بہار مرا، اس لئے کہ بزدوی ان سب کا امام ہے اور اس سے پچھلے سب اس کے مقلد و تابع۔ چنانچہ خطبہ تنقیح متن توضیح اس پر شاہد ہے۔ اور فواتح الرحموت شرح مسلّم الثبوت بھی اسی کی طرف مشعر۔ اور میزان کبری میں شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے (جو حنفی مذہب کے بڑے حامی ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کی تائید میں میزان کے ۱۴ صفحہ پورے کئے ہیں) صاف لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے وقت میں حدیث کی تدوین و تالیف نہیں ہوئی اس لئے ان کو حدیث کم ملی ہے اور خلافِ حدیث قیاس ہوا۔ یہ نہیں کہ حدیث کے ہوتے انہوں نے قیاس کیا۔ اور کہا کہ جس نے اس بات کو امام کے ذمہ لگایا ہے اس نے اس امر کو ان کے مقلدین میں پایا ہے۔ یہ لوگ امام کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیاسی بات کو پکڑے رہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں حدیث کو نہیں لیتے ۔ پس امام معذور ہیں اور ان کے اتباع معذور نہیں ہیں ۔ یہ خلاصہ مضمون میزان ہے اور اصل عبارت میزان کی صفحہ ۷۲ میں ہے اور ضمیمہ سفیر ہند نمبر ۱۱ مطبوعہ مارچ ۱۸۷۸ء میں نقل ہو چکی ہے ۔ اسی کے متصل یہ بھی اسی میں کہا ہے (جو ضمیمہ مذکورہ میں نقل نہیں ہوا)

و هذا الامر الّذی ذکر نا یقع فیه کثیر مّن النّاس فاذا و جدوا عن اصحاب امام مسئلة جعلوها مذ هباً لذ لك الامام وهو تهور ۔ فان مذ هب ا لامام حقیقة هو ما قاله و لم یرجع عنه الی ان مات لا ما فهمه اصحابه من کلامه فقد لا یر ضی ا لامام بذلك الامر الّذی فهموه من کلامه ولا یقول به لو عر ضوه علیه فقد علم ان من عزی الی الامام کلّ ما فهم من کلامه فهو جا هل بحقیقة المذاهب انتهی ما قاله فی المیزان و هکذا قاله فی المنهج المبین ۔

(اس امر (یعنی مقلدین کے فعل کو امام کے ذمہ لگانا) میں بہت لوگ پڑ جاتے ہیں ۔ جب اتباع امام کا کوئی مسئلہ پاتے ہیں تو اس کو مذہب امام بنا دیتے ہیں ولیکن یہ بے پروائی ہے مذہب امام تو حقیقۃً وہی ہوتا ہے جو اس نے کہا ہو اور اس سے تا دم مرگ رجوع نہ کیا ہو۔ نہ وہ جو اس کے اتباع نے اس کے کلام سے سمجھا ہو۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جو وہ کلام امام سے سمجھے ہوں وہ امام کو پسند نہ ہو، اور نہ وہ اس کا قائل ہو جب وہ اس کے سامنے پیش ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو امام کی طرف یہ بات منسوب کرے جو اس کے کلام سے سمجھی گئی ہو (نہ خود اس کی کہی ہوئی) وہ حقیقت مذاہب سے جاہل ہے ۔ ترجمہ عبارت میزان کا تمام ہوا ۔ اور ایسا ہی شعرانی نے کتاب منہج میں کہا ہے)۔

اور یہ مضمون (یعنی مخفی رہنا احادیث کا امام اور ان سے پہلے آئمہ دین اور صحابہ و تابعین پر) ہم نے ضمیمہ جات اخبار سفیر ہند ۱۸۷۸ء میں نمبر اول سے بارہ تک ایسا مبرہن و مدلل کیا ہے کہ اس میں کسی فرد بشر کو بشرط انصاف بعقل و انصاف دم مارنے کی جگہ نہیں ہے ۔

اور بعض صحابہ کا بعض احادیث کے قبول کرنے سے توقف کرنا اس سبب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کہ وہ بسند ثقات ان کو نہیں پہنچیں ضمیمہ نمبر ۱۶ اخبار سفیر ہند مطبوعہ دسمبر ۱۸۷۷ء میں مدلل ہو چکا ہے۔ اور کچھ بیان مقلدین کے ہٹ دھرمیوں کا رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر اول جلد دوم صفحہ ۱۶ میں ہے اور بضمن ضمیمہ سفیر ہند نمبر ۹ مطبوعہ اکتوبر ۱۸۷۷ء وضمیمہ نمبر ۱۰ مطبوعہ نومبر ۱۸۷۷ء یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ یہ لوگ محض تائید قول امام کے لئے ان قواعد مخترعہ سے لپٹتے ہیں اور جہاں پابندی قواعد سے پیروی قول امام کی ہاتھ سے چھوٹے وہاں قواعد کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ اگر ایک جگہ کسی حدیث کو کسی قاعدہ کی آڑ میں نشانہ طعن بناتے ہیں تو دس جگہ ایسی حدیث کو بخالفت قاعدہ مذکورہ عمل میں لاتے ہیں۔ حدیث سے کوئی پکڑے تو قرآن کی طرف بھاگتے ہیں۔ قرآن پیش کرو تو حدیث کی طرف دوڑتے ہیں۔ حدیث نہ ہو تو آثار ہی کی آڑ لیتے ہیں۔ آثار بھی نہ ہوں تو قیاس ہی کو سپر بنا لیتے ہیں۔ اس پر امام رازیؒ کی شہادت بھی ان پرچوں میں منقول ہے جس کے خاتمہ میں یہ الفاظ منقول ہیں:

فثبت هذا انهم تارةً يقدمو ن القياس على الخبر وتارةً يقدمون عمل بعض الصحابة على الكتاب وتارة يعكسون الامر فى هذه ا لابوا ب و ذلك يدلّ على ان طريقتهم غير مبنية على قانون مستقيم۔

(ترجمہ: اس بیان سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کبھی قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں، کبھی عمل بعض صحابہ کو قرآن پر مقدم کرتے ہیں، کبھی اس کا عکس۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے مذہب کی کسی سیدھے قانون پر بنیاد نہیں ہے)

یہ سب بیانات وشہادات سن کر بھی کوئی صاحب الجھنے سے نہ ٹلیں تو اور کچھ سن لیں گے اور اپنے مذہب کے عیوب کو اور فاش کرائیں گے۔ اہل تحقیق سے چھیڑ چھاڑ کرنا، مستان را سرود یاد دہانیدن، کا مصداق ہے۔ عافیت اسی میں ہے کہ حق سن کر پھر لب نہ ہلائیں اور حساب دوستاں در دل پر کار بند ہو رہا کریں۔

بالجملہ اس بیان سے فرق بین حنفیہ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ میں (جس کا ہم نے دعوی کیا تھا) ثابت ہوا اور ان کے معتبرات کی شہادات سے مبرھن ہو گیا کہ امام یا بعض سلف مسائل خلاف حدیث کے قائل رہے، تو بے خبر ہونے کے سبب سے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخلاف حضرات حنفیہ کہ یہ دیدہ دانستہ مسائل مذکورہ میں خلاف حدیث پر مصر ہیں اور ردّ احادیث کے درپئے ۔ ردّ احادیث کے لئے اصول بناتے ہیں اور اصول کی آڑ میں احادیث پر فائر چلاتے ہیں فالامام معذور واتباعه غیر معذورین ۔ اس وجہ سے امام اس لے دے سے بری ہیں، اور یہ حضرات اس خلعت کے سزاوار۔ یہاں کسی کو یہ شبہ گذرے کہ دیدہ و دانستہ حدیث کا خلاف کرنا اور ردّ حدیث کیلئے اصول بنانا ادنی مسلمان کی شان سے بعید ہے، پھر اس کا صدور اکابر حنفیہ سے کیونکر ہوا، اور باوجود اسلام وعلم و ہنر وکمال کے انہوں نے اس پر کس طرح اقدام کیا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آفت تقلید نے یہ سبھی کچھ ان سے کرایا اور اس بلا میں پھنسایا۔ یہ بلاءتقلید ان کی سدّ راہ و حجاب نگاہ ہوگئی اور افراط حسن ظنی (بحق آئمہ جن کے مقلد ہوئے) نے ان کی آنکھ بند کر لی۔ اسی خوف سے محققین نے اس بلا سے ڈرایا ہے اور بایں کلمات اس سے ہٹایا

و اهرب عن التقليد فهو ضلالة
انّ المقلّد فی سبيل الهالك

تفصیل اس کی یہ ہے کہ انہوں نے مکتب بیٹھتے ہی حنفی مذہب کا سبق لیا تو اسی کا حسن ان کے دلوں میں جمنے لگا۔ پھر اسی مذہب کی کتابوں میں ان کی نظر پڑتی رہی اور یوماً فیوماً اسی کی تائید سوجھتی گئی۔ اس سے عظمت مذہب حنفی ان کے دلوں میں ایسی بڑھی کہ عصمت امام ابو حنیفہؒ اعتقاد میں آ گئی ۔ و بناء علیہ خیالات ذیل نے ان کے دلوں پر سلطنت کی:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ بڑے محدث تھے ۔

۲۔ دنیا کے آئمہ سے زیادہ فقیہ وسمجھ دار ۔

۳۔ ان کے پاس ہزاروں صندوق کتب حدیث کے موجود تھے ۔

۴۔ علم حدیث میں چار ہزار ان کے استاد تھے ۔

۵۔ جب کوئی مسئلہ اجتہادی جاری فرماتے تو پہلے اس میں صدہا تلامذہ کے ساتھ مباحثہ کر لیتے پھر وہاں خطا کہاں اور مخالفت حدیث کا کیا گمان؟

ان خیالات نے مذہب حنفی کو ان کا محبوب ومعشوق بنا دیا اور اس کی نصرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتائید کو ان کا فرض وعین مدعا وغرض ٹھیرا دیا۔ پھر جب کوئی حدیث خلاف قول امام کے سامنے آئے تو اس حبّ نے برطبق حبّك الشّیء یعمی و یصمّ ان کی آنکھ بند کر لی۔ اور جہاں کہیں آیت قرآن خلاف مذہب امام دکھائی دی وہاں وہ غرض ان کے علم وفہم میں آڑ ہوگئی، چنانچہ نمبر اول میں گزرا ہے۔ چوں غرض آمد...الخ۔ ویسا ہی کسی اور نے کہا ہے: بدوزد ہوا دیدہء ہوش مند۔ جب ان کی آنکھ حق سے بند ہوگئی اور علم وفہم کے آگے ایک آڑ کھڑی ہوگئی تو ان کو یہ وساوس پیش آئے:

۱۔ اگر فلاں حدیث صحیح ہوتی تو امام ابو حنیفہؒ ضرور اس کے قائل ہوتے۔

۲۔ فلانی آیت کے معنی ظاہری مراد ہوتے تو ہمارے امام صاحب اسکا خلاف نہ کرتے۔

۳۔ جس نے حدیث مخالف قول امام قبول کر لی، اس نے امام کی بے ادبی کی اور اپنے علم وفہم کو امام پر ترجیح دی۔

۴۔ ہم میں کہاں طاقت ہے کہ امام کے سوائے حق کو پہنچیں اور ان کی خطا پکڑیں

خطاء بزرگان گرفتن خطا ست

ان وساوس نے ان کو ردّ حدیث پر آمادہ کیا۔ اور وضع اصول ردّ کا راستہ نکال دیا۔ پھر اس کو حمایت دین سوجھایا۔ اور مصداق ان ارد نا الّا احسا ناً و تو فیقاً کا بنایا۔

ولیکن نفس الامر میں وہ ان خیالات و وساوس کے سبب مخالفت دین سے بری نہیں ہو سکتے اور امام کی طرح معذور نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ وہ سراسر مخالف دین ہیں اور ان کا یہ مسلک، مسلک سلف صالحین و آئمہ مجتہدین کے (جن کے وہ مقلد ہیں) مخالف ہے۔ ثبوت اس امر کا ہماری اسی تحریر میں موجود ہے۔ اور کچھ بیان اس کا نمبر اول جلد دوم اشاعۃ السنہ میں گذرا۔ اور اس سے پہلے ضمیمہ جات ۱۸۷۸ء میں خصوصاً نمبر ۵، ۱۱، ۱۳ میں بھی ہو چکا۔ اور تفسیر کبیر و تفسیر نیشاپوری میں ان کے مسلک، کو مسلک یہود و نصاری قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر نیشاپوری میں بذیل آیت اتّخذوا احبارھم ورھبانھم .. (یہود، نصاری نے اپنے مولویوں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے) کے بعد نقل حدیث مرفوع کے، جس میں یہود و نصاری کے طریق کا بیان ہے، کہا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال الر بیع قلت لابی العالیة کیف کا نت الر بوبیّة فی بنی اسرا ئیل فقال انّهم وجدوا فی کتاب الله ما یخالف قول الاحبار و الرّهبان فکانوا یأخذون باقوا لهم وما کانوا یقبلون حکم الله۔ قال الامام فخرالدّین الرّزای قد شاهد ت جماعة من مقلدة الفقهاء قرأت علیهم آیات کثیرة من کتاب الله فی مسائل کا نت تلك الآیات مخالفة لمذهبهم فیها فلم یقبلوا تلك الآیات و لم یلتفتوا الیها وکانوا ینظرون الی کالمتعجب۔ یعنی کیف یمکن العمل بظواهر تلك الآیات مع انّ الروا یة عن سلفنا وردت بخلافها و لو تامّلت حق التّامّل وجد ت هذا الداء ساریاً فی عرق ا لاکثرین ۔ انتهی ما فی النیسا پوری ۔ و هکذا فی التفسیر الکبیر و نحوه فی حجّة الله البالغة و التّفسیر المظهری و غیرها۔

(ربیعؒ نے کہا میں نے ابوالعالیہؒ (تابعی جلیل الشان) سے پوچھا بنی اسرائیل میں مولویوں اور درویشوں کو پوجنا کیوں کر تھا؟ انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو کبھی اللہ کی کتاب میں اقوال درویشوں وعلماء کا خلاف پاتے تو انہیں کے اقوال کو عمل میں لاتے اور حکم الٰہی کو قبول نہ کرتے ۔ امام رازیؒ نے کہا میں نے ایک جماعت مقلدین فقہاء کو ایسا پایا۔ میں نے ان پر بہت سی آیات قرآن (جو ان کے مذہب کے مخالف تھیں) پڑھیں تو انہوں نے قبول نہ کیں اور میری طرف متعجب ہو کر دیکھنے لگے ۔یعنی اس پر تعجب کیا کہ ان آیات کے ظاہری معنی پر عمل کیوں کر کیا جا سکتا ہے باوجود یکہ ہمارے آئمہ سے ان آیات کے خلاف روایات ہیں۔ اور اگر تو ٹھیک سوچے تو اس مرض کو (جو یہود ونصاری میں تھا) مقلدوں کی رگوں میں گھسا ہوا پاوے۔مضمون نیشاپوری کا تمام ہوا۔ اور ایسا ہی تفسیر کبیر میں ہے اور اسی طرح حجۃ اللہ البالغہ وتفسیر مظہری میں بپاسِ تقلید آئمہ ردّ حدیث کو شیوہ یہود ونصاری ٹھہرایا ہے)۔

النّصح و الاعذار الی بعض الاخیار

ہمارے بعض معاصرین حنفیہ (جن کو مجھ سے رابطہء وداد ہے اور مجھ کو ان سے اتحاد و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن اعتقاد ہے) شائد میرے اس بیان کو بحق حنفیہ سوءظنی بیجا سمجھیں اور اس کی مخالفت کا تحریراً یا تقریراً ارادہ کریں ۔ چنانچہ اس سے پہلے نواب صاحب بھوپال نے اتحاف النبلاء میں اس کا عشر عشیر شیخ ابن الہمام کی نسبت کہا تو ان کو برا معلوم ہوا ۔ اور اس کا خلاف ان کی زبان وقلم سے نکلا ۔ سو اگر ایسا ہی میرے بیان کی نسب خیال پیدا ہو اور اس میں کچھ لکھنے لکھانے کا ارادہ ہو تو حسبةً للّٰہ میری دو باتوں کو مدنظر رکھیں:

پہلی بات یہ کہ مدار بحث وکلام فقط دو امر کو (جو بمنزلہ اصول ہیں) ٹھہراویں ۔ ان کے سوائے اور جزئیات وتمثیلات کی بحث میں خامہ فرسائی نہ کریں فانّ المناقشة فی المثال لا یلیق بشان المحصلین۔

امر اول یہ کہ وضع اصول (جن میں ہم کو کلام ہے) قبل فروع ہوا ہے اور امام ابو حنیفہؒ وغیرہ متقدمین سے سرزد ، نہ یہ کہ فروعات کو تو پہلے امام نے قائم کیا ، اور ان کے اصول کو مقلدین نے پیچھے کو جمایا ۔

امر دوم یہ کہ اصول قائم کرنے والے اپنے جملہ اصول کے ہر جگہ پابند ہیں ، نہ یہ کہ ایک جگہ بعض اصول کی پابندی کرتے ہیں تو دس جگہ اس کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں ۔

دوسری بات یہ کہ جو کچھ لکھیں وہ قبل طبع اشتہار میرے پاس بھجوا دیں ۔ پس اگر میں اس کو صحیح پاؤں گا تو بسر وچشم قبول کروں گا اور اپنے خیال ومقال سے اپنا رجوع خود مشتہر کر دونگا ۔ اور اگر اس میں کچھ خلل پاؤنگا تو اس پر مخاطب کو اسی طرح مطلع کرونگا ۔ پھر ان کو اختیار ہے ، چاہیں اسی طرح سلسلہ جاری رکھیں ، چاہیں اس کی شہرت وطبع عمل میں لاویں ۔ ہم تو ہر طرح حاضر ہے اور یہ شعر وردزبان رکھتے ہیں:

فمن لی بالخطا فارد عنه
و من لی با لقبول ولو بحرف

ولیکن مصلحت وامن اسی خاص طریق میں دیکھتے ہیں ۔ آئندہ ان کو اختیار ہے:

ہر کسی مصحت خویش نکو میداند

صفحہ ۱۱ سے یہاں تک فقرہ پنجم جناب (مولوی محمد قاسم) کے جواب میں کلام ہے جسکے اتمام سے دفعہ سوم کا اختتام ہے (مضمون مسلسل اگلے شمارے میں چل رہا ہے ۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر سوم ۔ جلد دوم ، اشاعۃ السنہ

﴿هذا الّذی کنتم به تستعجلون

﴿ف﴾ ما لکم لا تنطقون ﴿و﴾ ما لکم لا تنا صرون

اشاعة السّنّة النّبويّة علی صا حبها الصّلوة و التّحيّة

جس میں حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کی ادلّہ کاملہ کا بقیہ جواب ہے

اوراس کے ضمن میں آپ کے طفیل سے حضرات نیچریہ کے اصولِ مذہب سے بھی تعرض

منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری)

(اس نمبر میں علاوہ حضرات قاسمیہ کے حضرات شیعہ وخوارج ومعتزلہ واہل نیچر سے بھی خطاب ہے، اور ہر کسی سے مطالبہ جواب ۔ ان مختلف فرقوں سے جو صاحب مہذبانہ طور سے ہم کو اس کا جواب دیں گے، ہم ان کے شکر گذار ہوں گے اور بڑی خوشی وانصاف سے اس میں غور کریں گے ۔ اگر اس کو حق پاویں گے تو دل سے مان جائیں گے ۔ ورنہ مہذبانہ طور سے اسکا جواب دیں گے ۔ پس جو صاحب اس میں کچھ تحریر فرماویں، وہ اپنی تحریر براہ راست ہمارے پاس بھیج دیں ۔ المشتہر : ابوسعید عفا اللہ عنہ

ہمارے ناظرین پرچہ جو مباحث فروعات کے مطالعہ کے خوگر ہیں، اس اصولی بحث کو اپنے مقصود سے اجنبی نہ سمجھیں اور اس طول کو مفوّت مطلب خیال نہ کریں ۔ یہ بحث اولاً اصول اسلام کی مؤید ہے ۔ ثانیاً حضرات قاسمیہ کے جواب میں بہت کارآمد ۔ ومع ذلک ہم بہت جلد اس کو ختم کر کے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور حضرات قاسمیہ کی خوب خبر لیتے ہیں ۔ انشاء اللہ تعالی ۔ المعذر : ابوسعید عفا اللہ عنہ

۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۸۷۹ء

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا)

دفعہ چہارم : جناب مخاطب نے باوصف ادعاء بے تعصبی وانتماء بصوفیت و پرہیز گاری اس رسالہ میں سخت کلامی بھی کی ہے اور جن الفاظ کو عامہ مہذّبین پسند نہ کریں (چہ جائے خواص علماء وصوفیاء) تحریر میں لائے ہیں ۔ لفظ (واہیات، جاہلانہ) ومصرع (جواب جاہلاں باشد خموشی) بصفحہ ۲۷ ، ولفظ (لامذہب بصفحہ ۳۱ ولفظ : زٹل وخجالت بصفحہ ۲۴ وفقرہ : ہاتھ پاؤں ہلائیں گے، بصفحہ ۲)، وامثال ذلک ۔ ان الفاظ کے جواب میں اگر ہم بھی یہی الفاظ جناب کی نسبت لکھتے ہیں اور جواب ترکی بہ ترکی دیتے ہیں تو اپنے انداز قدیم سے دور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑتے ہیں اور محل اعتراض مہذّبین عفو پسند بنتے ہیں۔

ہم نے پہلے بھی کسی کو سخت کلامی کا جواب نہیں دیا اور گالیوں کے جواب میں بجز ادائے شکر و سپاس کچھ نہیں لکھا۔ دیکھو ہمارا سپاس نامہ بجواب سباب نامہ حبیب اللہ صاحب امرتسری، جو تتمہ سفیر ہند میں نومبر ۱۸۷۷ء کو شائع ہوا۔ اس میں ہم نے الفاظ ناملائم حبیب اللہ صاحب کا یہ جواب دیا ہے:

اگر جواب تر کی بہ تر کی لکھوں تو بحث مسائل میں نہ رہے گی۔ سبّ و شتم کی طرف کلام منجر ہوگی اور اس میں میرا مقصود فوت ہوگا، اس لئے میں اس کے جواب میں سکوت کرتا ہوں اور عفو و مسامحت کو کام میں لاتا ہوں:

کما قال اللہ تعا لی : و جزا ء سیّئۃٍ سیّئۃ مّثلھا فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ ۔ انّہ لا یحبّ الظّالمین۔ و لمن صبر وغفر انّ ذ لك لمن عزم الامور۔ فاذا الّذی بینك و بینہ عداوۃ کانّہ ولیّ حمیم ۔ و اذا سمعوا ا للغو اعرضوا عنہ۔ و قالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لا نبتغی الجا ھلین

و قال رسول اللہ ﷺ ما زاد اللہ بعفوٍ الا عزا۔

و قال ﷺ من توا ضع للہ رفعہ اللہ فھو فی نفسہ صغیر و فی اعین النّاس کبیر ۔ و من تکبر و ضعہ اللہ فھو فی اعین النّاس صغیر وفی نفسہ کبیر حتی لھو اھون علیھم من کلب او خنز یر۔

اور دیکھو ضمیمہ اشاعۃ السنۃ النبویہ جو بجواب سبّ و شتم محمود حسن صاحب و عزیز محمد اسماعیل کے یکم ذی قعد ۱۲۹۵ھ کو شائع ہوا، اس میں ہم نے بجواب اسباب و مطاعن ان صاحبوں کے یہ جواب دیا ہے:

بجواب ان کلمات طیبات و باقیات صالحات کے میں جزاکم اللہ کہتا ہوں اور اس ہدیہ کے صلہ میں یہ شعر پیشکش کرتا ہوں

بدم گفتی و خورسندم عفا ک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یقیناً جانتا ہوں کہ میرے سوالات کا جواب تو روئے زمین کے مقلدوں سے کسی کو نہیں آتا۔ آج تک جو میری مقاومت کو اٹھا ہے اس نے گالیوں کو سپر بنایا ہے۔ یا سوال پر سوال کو ہتھ کنڈا ٹھہرایا۔ یا احادیث ضعیفہ یا غیر مصرحہ کو پیش کر دیا۔ لہذا میں آپ لوگوں کو معذور سمجھتا ہوں اور آپ کے ایسے کلمات پر جزاك الله کے سوائے کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک وجہ سے شاکر و معترف احسان ہوں کہ آپ لوگوں نے باصدار ان کلماتِ طیبات کے اپنے صالح اعمال میں مجھے شریک کیا۔ اور مفلسی کے دن، جس میں ظالموں کے اعمال سے مظلوموں کو قصاص دلایا جائے گا، مجھے اپنا سہیم بنایا۔

جب ان لوگوں کی (جو آپ کے شاگرد ہیں یا بمنزلہ شاگرد) سخت کلامی کا جواب میں نے بجز ادائے شکر کچھ نہیں دیا تو آپ (محمد قاسم نانوتوی) جیسے بزرگوں کی سخت کلامی کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں؟ اور آپکے مقابلہ میں بجز عرض انہی الفاظ و معروضات کے اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ ولیکن ایک یہ بات بغرض نصیحت و بطور مصلحت واجب العرض سمجھ کر گذارش کرتا ہوں کہ بدگوئی کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور اس سے بجز شر و فساد کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ دیکھئے ایک نتیجہ شر تو اس یہی نکلا کہ آپ نے تھوڑا سا برا کہا، آپ کے حواریین محمود حسن صاحب و عزیز محمد اسماعیل نے اس بدگوئی کو پرلے سرے پہنچایا۔ انہوں نے آپ کی تقلید سے اس بدگوئی کو برا نہ سمجھا اور اس بیت پر عمل کیا

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ رسم منزلہا

یا برا سمجھ کر دیدہ دانستہ اس پر اقدام کیا اور اس بیت کو تصدیق کیا

بہ نیم بیضہ چوں سلطان ستم روا دارد
زنند لشکر یانش ہزار مرغ بسیخ

اگر آپ ان کی تحریرات کو دیکھیں اور ضمیمہ نور الانوار مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء جس میں عزیز محمد اسماعیل کا خط ہے اور اخبار نور افشاں مطبوعہ ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۷۸ء جس میں محمود حسن صاحب کی تقریر ہے، ملاحظہ فرماویں تو میری اس بات میں ذرہ شک نہ لاویں۔ اور اگر محمود حسن صاحب کی ایک قلمی تحریر (جو ضمیمہ اشاعۃ السنہ کے جواب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تحریر فرما کر بہ سبیل ڈاک میری طرف ارسال کئے ہیں اور اس میں عامیانہ گالیاں دی ہیں۔ اور ہر گالی پر ایک شعر کی شہادت لائے ہیں) ملاحظہ فرماویں تو اپنے اس تھوڑے کئے پر سخت پچھتاویں۔ اور ان سب بدگوئیوں کو اپنی بدگوئی کا نتیجہ سمجھ کر حدیث ذیل کا مصداق خیال کریں:

قال رسول الله ﷺ لا تقتل نفس ظلماً الّا کا ن علی ابن آدم الاوّل کفل من دمھالانّہ اوّل من سنّ القتل ۔

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی ظلماً مارا جاتا ہے اس کے گناہ قتل کا حصہ قابیل کے ذمہ بھی لگتا ہے کیونکہ پہلے اسی نے قتل کی سنت جاری کی ہے)۔

اور دوسرا نتیجہ شرشائد یہ بھی نکلے کہ جانب ثانی سے بھی بدگوئی شروع ہو۔ ہم نہ بولیں ہمارے دوست ہی کچھ کہہ بیٹھیں اور بدست آویز جزاء سیّئۃٍ سیّئۃ مثلھا کے ایک ایک کلمہ کا بدلہ لیں۔ لہذا مناسب ہے کہ آپ ہی اپنے زہد و بزرگی کا لحاظ فرماویں اور آئندہ زبان وقلم کو ایسے کلمات کی تحریر وتلفظ سے بچاویں اور اپنے حواریین خصوصاً محمود حسن صاحب کو اس سے ہٹا دیں اور سب صاحب مضمون اس شعر کو خیال میں لاویں

دہن خویش بدشنام میا لا صائب
کین زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

لطیفہ عجیبہ ونصیحہ لطیفہ

۱۔ محمود حسن صاحب بجواب میرے اس شکایت کے کہ ادلہ کاملہ میں بدگوئی و سخت کلامی پائی جاتی ہے، یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ادلہ کاملہ میں سخت کلامی کا نام ونشان نہیں۔ اس کو من اوّلہ الی آخرہ ملاحظہ فرمایئے کہ کہیں کوئی بات خلاف تہذیب اس میں لکھی ہے؟

میں اس کے جواب میں ادلہ کاملہ کے صفحات ۲، ۲۴، ۲۷، ۳۱ پیش کرتا ہوں اور آپ کے اس انکاری جواب سے یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ آپ برطبق

تو مان نہ مان میں تیرا مہمان

ادلہ کاملہ کے مصنف تو بن بیٹھے ہیں، ولیکن کبھی اس کو کھول کر ملاحظہ نہیں کئے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرد آدمی اپنے فخر یا استاد کے سرّ کے لئے مصنف بننے کا ارادہ تھا تو ایک نظر اس کو دیکھ تو لیا ہوتا۔ اگر ایک دفعہ بھی اس میں نگاہ فرماتے تو اس انکار کلی کے تلفظ سے ضرور شرماتے اور اس مصرع کو خیال میں لاتے کہ: عشق ومشک رانتواں نہفتن

یا یوں کہیے کہ ان الفاظ کو آپ خلاف تہذیب نہیں جانتے اور لفظ جاہل، و لامذہب کسی کو کہنا یا خود کہلانا، ولفظ زٹل وخجالت کو کسی کی یا اپنی طرف نسبت کرنا برا نہیں سمجھتے۔ یہ بات صحیح ہے تو پھر آپ پر افسوس نہیں اور جو کچھ آپ فرماویں ہمارے پاس اس کا جواب نہیں۔

۲۔عزیزم محمد اسماعیل نے بضمن ایک خط کے پہلے تو لفظ غیر مقلد لکھنے پر یہ عذر کیا کہ یہ لفظ عنوان جواب میں، میں نے نہیں لکھا۔ اہل مطبع نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ پھر تعجباً یہ سوال کیا کہ

ہم لوگ (مقلدین) تقلید کو ضروری جانتے ہیں تو بڑی خوشی سے مقلد کہلاتے ہیں۔ آپ لوگ جبکہ ترک تقلید کو بہتر سمجھتے ہیں تو پھر غیر مقلد کہنے سے برا کیوں مناتے ہیں؟

ان کے جواب میں نصیحۃً یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ترک تقلید کو بحکم انصاف و باقتضاء تہذیب خالی از اعتساف یہی امر لازم ہے کہ تارک تقلید کو غیر مقلد یا لامذہب کہا جاوے تو پہلے ان الفاظ کے مستحق حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ آئمہ مذاہب ہیں کیونکہ وہ بھی تارک تقلید تھے اور کسی مذہب کے حمادی، مسعودی (جیسے حنفی، شافعی) نہیں کہلائے۔ اور اگر ترک تقلید کو یہ امر لازم نہیں اور ان کلمات کو نسبت کرنا آئمہ مذاہب کی طرف جائز نہیں کما ھو الحقّ الحری بجنابھم، بلکہ بجائے ان الفاظ کے ان کو مجتہد یا امام کہنا واجب یا جائز ہے، تو ایسا ہی علماء تارکین تقلید زمانہ حال کی نسبت خیال کرنا مناسب ہے، اور ان کو بجائے ان الفاظ کے اہل حدیث یا عامل بالحدیث یا متبع سنت یا موحد یا محمدی المذہب کہنا لازم یا جائز ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ عاملین بالحدیث لفظ غیر مقلد یا لامذہب کہنے کو گالی سمجھتے ہیں اور ان الفاظ کے کہنے والے کو

و لا تلمزوا انفسكم و لا تنا بزوا با لا لقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الايمان، و من لم يتب فأولئك هم الظا لمو ن (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجرات : ۱۱) (کسی کو برے نام سے مت پکارو۔ مومن ہو کر فاسق نام رکھانا برا، یعنی کسی کو برے نام سے یاد کرنا خود فاسق کہلانا ہے)

سے مخاطب کرتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ آئندہ ایسے الفاظ سے احتراز کریں اور علمی بات کا علمی جواب دیں۔ اور اگر یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ برا بھلا کہہ کر برطبق

لا تسمعوا لهذا القرآن و الغوا فيه لعلّكم تغلبو ن

(اس قرآن کو مت سنو اور شور مچاؤ تا کہ غالب ہو جاؤ)

غلبہ و فتح حاصل کر لیں گے اور گالیوں کی بوچھاڑ سے اہلحدیث کو میدان مناظرہ سے پیچھے ہٹا دیں گے، تو محض خیال و سودائے محال ہے۔

اہل حدیث بخوف بدگوئی مقلدین کا پیچھا نہ چھوڑیں گے اور جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے سوائے ایک قدم میدان سے منہ نہ موڑیں گے۔ برے بھلے کی آواز سنیں گے تو کانوں میں انگلیاں دے لیں گے۔ علمی بات کے متعلق کوئی صدا سنیں گے تو لبیک پکار کر جواب دیں۔ فحا لهم نظير حال من قال فی حبّها:

اصم اذا نوديت باسمی و انّنی
اذا قيل لی يا عبدها لسميع

دفعہ پنجم ۔ رسالہ ادلہ کاملہ کے مستقل جواب لکھنے کی دو وجہ سے مجھے ضرورت نہ تھی:

وجہ اول ۔ یہ کہ اس کے جملہ مقاصد کے جوابات ہمارے معمولی پرچوں میں ادا ہو چکے ہیں کیونکہ امہات مقاصد ادلہ کاملہ چار ہیں:

رکن اول ۔ توہین و تفاخر طعن و تمسخر۔

رکن دوم ۔ سوالوں پر سوال۔

رکن سوم ۔ نقل ضعیفہ یا غیر قطعیہ (جو بھولے سے ایک دو جگہ لے آئے ہیں)۔

رکن چہارم ۔ خیالات عقلیہ و تجویزات وہمیہ (جو رکن رکین مقاصد رسالہ ہیں)

اور ان چاروں ارکان کے جوابات ہمارے پرچوں میں بتفصیل موجود ہیں۔

رکن اول و دوم کا جواب تتمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۳۔ اکتوبر ۱۸۷۷ء و تتمہ سفیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہند مطبوعہ ۱۵ جون ۱۸۷۸ء وضمیمہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ یکم ذی قعد ۱۲۹۵ھ میں موجود ہے۔
رکن سوم کا جواب ضمیمہ جات اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۸۷۷ء میں نمبر ۵ سے ۱۲ تک موجود ہے۔
رکن چہارم کا جواب اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد اول میں موجود ہے۔ اور نمبر پانز دہم ضمیمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ دسمبر ۱۸۷۸ء سے بھی نکل سکتا ہے۔

وجہ دوم۔ یہ کہ جواب اس رسالہ کا مجھ سے پہلے حبی فی الله داعی فی دین الله مکرمی مولوی سید محمد احسن امروہی ایسا لکھ چکے ہیں جس کے بعد میرے جواب لکھنے کی حاجت نہیں رہی۔ اور ان کی تحریر وتقریر مقبول طبائع خواص و عام ہوگئی۔ اس کو جواب دندان شکن کہیں تو بجا ہے اور اگر جواب ترکی بہ ترکی سے تعبیر کریں تو زیبا ہے۔ (یاد رہے کہ مولوی محمد احسن امروہی ان دنوں بھوپال میں ملازمت کرتے تھے، اور عامل بالحدیث تھے۔ انہوں نے ادلہ کاملہ کا بہت عمدہ جواب مصباح الادلہ کے عنوان سے دے کر چھپوایا جو مقبول عام ہوا اور احناف اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ مصباح الادلہ کی تصنیف واشاعت کے تقریباً دس سال بعد مولوی محمد احسن امروہی، مرزا غلام احمد قادیانی کے حلقہ میں شامل ہوگئے تھے اور حکیم نورالدین کے بعد قادیانیت کے سب سے اہم رکن شمار کئے جاتے تھے۔ اس دور گمراہی میں ان کے مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالمجید دہلوی سے ازقسم مناظرات، معاملات چلتے رہے۔

مصباح الادلہ، تاہم، ان کے عامل بالحدیث ہونے کی دور کی تصنیف ہے جو عمل بالحدیث کے دفاع میں لکھی گئی تھی۔ بنابریں جس طرح میں نے سرسید احمد خان کے دور اول کی تصانیف در رد بدعت اور حمایت سنت کو کتاب ہذا کی جلد تین میں شامل کر دیا تھا، اسی طرح مصباح الادلہ بھی جلد ہذا (ششم) میں شامل کی جارہی ہے۔

قارئین آگاہ رہیں کہ جس طرح سرسید احمد خان کے نیچریت کے دور کے عقائد ونظریات سے مجھے اختلاف ہے اور ان کی دور نیچریت کی تصانیف کو اہل حدیث کی تاریخ وادب میں شامل نہیں سمجھتا، اسی طرح مولوی محمد احسن امروہی کے ۱۸۸۹ء کے بعد کے عقائد ونظریات اور تصنیفات کو خلاف اسلام سمجھتا ہوں۔ بہاء)

بایں ہمہ میں نے اس کا جواب لکھنے کا اس لئے ارادہ کیا ہے کہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کے علم وفہم کو ظاہر کروں اور جو ان کے معتقدین نے ان کا معقول و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول میں بے نظیر ہونا مشہور کر رکھا ہے، اس کا خلاف واقع ہونا ثابت کر دکھاؤں۔

معتقد و مرید تو ہمیشہ سے اپنے پیشواؤں کی مدح برطبق

پیراں نمی پرند و مریداں مے پرانند

اطراء و افراط کیا ہی کرتے ہیں، ولیکن بزرگوں کو نہ چاہیے کہ ان لوگوں کی زیادہ گوئی پر اعتقاد و اعتماد کر لیں اور اس خیال سے کہ اتنے مسلمان ہماری شان میں جھوٹ تھوڑا ہی بولتے ہیں، اپنی بزرگی کے معتقد ہو بیٹھیں۔ اور اپنے علم و فہم کو جہاں کے علم و فہم سے برتر سمجھنے لگیں۔ مگر افسوس صد افسوس کہ مولانا محمد قاسم صاحب سے بھی یہ امر (جو شایان شان بزرگان نہیں ہے) سرزد ہوا۔ آپ نے ان دروغ گوؤں کی بے جا تعریفوں پر ایمان لا کر اپنے آپ کو وحدہ لا شریك فی العلم والفهم سمجھ لیا۔

آپ کسی شخص کو اپنے معاصرین سے اپنا نظیر نہیں سمجھتے، بلکہ بعض اکابر اپنے مذہب کو بھی خیال میں نہیں لاتے۔ میں نے بمقام میرٹھ و دہلی متعدد جلسوں میں آپ کے پاس بعض اکابر معاصرین کا ذکر کیا، تو آپ نے ان کے حق میں یہی فرمایا کہ:

ہاں وہ اچھا آدمی ہے، اور نیک نیت، ولیکن چنداں فہم نہیں رکھتا۔

طرفہ یہ کہ ایک دن بمقام دہلی پھاٹک حبش خان مکان پر حاجی محمد حسین صاحب کے (جو شیخ فضل الدین صاحب سوداگر کے پاس کرایہ پر تھا) آپ میری ملاقات کے لئے تشریف لائے، اور بعض مسائل میں مجھ سے ہم کلام ہوئے، تو رفتہ رفتہ آپ کے رسالہ تراویح کے متعلق بھی گفتگو چل نکلی۔ اس رسالہ میں آپ کا ایک یہ دعوی تھا کہ

جو خصوصیات اذکار، رکوع، وسجود، واستفتاح نماز آپ سے مختلف احوال میں مروی ہیں یہ کلّ یوم هو فی شان کے مقتضیات سے ناشی ہیں ان خصوصیات کا پابند وہ شخص ہو سکتا ہے جو جملہ شیون الٰہی سے واقف ہو۔ چونکہ یہ بات آنحضرت ﷺ میں متحقق تھی اسلئے پابندی ان خصوصیات کی آنحضرت ﷺ کے خواص سے تھی۔

اس دعوی کی تکذیب وفہم جناب کے تخطیہ کے لئے میں نے بعض آئمہ تلامذہ ابوحنیفہؒ (امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) کا قول پیش کیا، تو آپ نے اس پر ناک چڑھائی اور یہ بات فرمائی کہ میں اس کا مقلد نہیں، امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس وقت تقریر سے جناب کی یہ مترشح ہو رہا تھا کہ آپ سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی کے علم وفہم کے قائل نہیں، اور ان کے سوائے آئمہ مذاہب کے علم وفہم کو اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے۔

اگر وہ مذاکرہ آپ کو یاد ہوگا تو اس کلمہ سے انکار آپ کی قلم یا زبان پر نہ آئے گا۔ اس لئے کہ اگرچہ ایک مدت سے مجھے آپ کے علم وفہم کی نسبت سوءظنی پیدا ہوگئی، ولیکن اب تک آپ کی دیانت و پارسائی کی نسبت بدگمانی نہیں ہوئی۔ نہیں نہیں! میں بھول گیا، کچھ کچھ اس میں بھی خلل واقع ہوگیا ہے کیونکہ رسالہ ادلہ کاملہ آپ نے خود بنایا اور محمود حسن صاحب کے نام سے مشتہر کرایا۔ شائد اسی طرح اس قول سے بھی انکار کر جائیں، خود نہ سہی محمود حسن ہی کی طرف سے اس انکار کو مشتہر کرائیں۔ ایسا کریں گے تو پھر میں آپ کو قسم دونگا اور اس طرح اپنے بیان کا ثبوت بہم پہنچاؤنگا۔

الحاصل یہ عجب وخود پسندی جناب ان جھوٹی باتوں سے معتقدین کے پیدا ہوئی ہے اور ان ناعاقبت اندیشوں کی حبّ وحسن اعتقادی آپ کے حق میں ایک بلا ہو گئی۔ اس لئے میں نے آپ کے علم وفہم کے اظہار کا ارادہ کیا، اور پیر ومرید دونوں کو ان کی خطا پر متنبہ کرنا چاہا۔

میں اس امر کے اظہار کا مدت سے خواہاں تھا ولیکن موقع نہیں پاتا تھا۔ جب کبھی مولانا کے خیالات وعندیات کے تعاقب کا ارادہ کرتا تو یہ مصلحت پر مبنی یہ خیال مانع ہوتا کہ تعاقب وتقابل سے تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور خصم کا حق بھی ناحق معلوم ہوتا ہے، لہذا بحکم الصّلح خیر مصالحت بہتر ہے اور مخاصمانہ ردوقدح سے خلوتی نصیحت مفیدتر۔

اب جو مولوی صاحب نے کمال لطف وکرم سے مجھے اپنا مخاطب بنایا، اور جو نہ کہنا تھا، میرے خطاب میں کہا، تو میرے اس خیال مصالحت کو اٹھا دیا اور وہ موقع جس کا میں مدت سے مترصد تھا، خود عطا فرمایا۔ لہذا اب میں بے تردد اپنے اس ارادہ کے اظہار کے لئے مستعد ہوں۔ اور مولانا کے علم وفہم کی تنقید کو بڑی خوشی سے حاضر۔ جو علم وفہم جناب ادلہ کاملہ میں خرچ ہوا ہے اس کا اظہار واشتہار تو اس تحریر کا مدار ہی ہے۔ علاوہ براں جو علم وفہم جناب بقیہ تحریرات وتقریرات کے ذریعہ سے مبذول آفاق ہو رہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اس کی تنقید وتحقیق کے لئے بھی یہ تحریر پوری معیار ہے۔ ولیکن ناظرین وسامعین میں علم وفہم کا ہونا شرط ہے ورنہ مثل مشہور ہے:

اگر صد باب حکمت پیش ناداں
بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

یہ دفعات خمسہ تو امور خارج از مقصد رسالہ ادلہ کاملہ کے جواب میں ہیں۔ اب جوابات مقاصد رسالہ شروع ہوتے ہیں ولیکن وہ بھی تمہید چند امور پر موقوف ہیں جو بضمن دفعہ ششم ممہد کئے جاتے ہیں۔

دفعہ ششم جس میں چند اصول موضوعہ وعلوم متعارفہ ومنوع صحیحہ کی تمہید ہے۔

اول عقل انسانی احکام شرعیہ میں حاکم نہیں اور حسن وقبح اشیاء عقلی وذاتی نہیں اس معنی کر کہ عقل قبل ورود شرع اشیاء کو متعلق مدح یا مذمت منجانب حق تعالیٰ ٹھیرا دے یا ان پر خدا کی طرف سے ثواب یا عذاب تجویز کر کے حکم حرمت یا وجوب لگا وے۔

یہ اصل مولانا مخاطب (محمد قاسم نانوتوی) کی کل تحریرات وتقریرات کا جواب ہے کیونکہ مبنی ومدار مذہب وتقریر وتحریر جناب کا یہی حسن وقبح عقلی ہے۔ جملہ رسائل وتحریرات میں آپ غالباً نقل سے تعرض نہیں کرتے۔ کچھ نہ کچھ عقلی وجہ نکال کر اثبات احکام کر دیتے ہیں۔

میں نے بمقام دہلی اسی جلسہ میں جس کا ایک ماجری عنقریب نقل کیا گیا ہے، آپ سے کہا کہ آپ کی تصنیفات میں یہ کیا بات ہے کہ نقل کتاب سے کہیں تعرض نہیں ہوتا، فقط توجیہات عقلیہ سے کام نکالا جاتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ:

نقل کتاب تو وہ شخص لاوے جو کتابیں دیکھے، یا اپنے پاس رکھے۔ میں تو بے ہتھیار سپاہی ہوں (هذا لفظه)۔

اور نیز یہ اصل جیسا مولانا مخاطب کے جواب میں کارآمد وکافی ہے ایسا ہی سید احمد خان صاحب سٹار آف انڈیا کے اصول مذہب میں کلام کرنے کے لئے حجت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وافی ہے۔ یہ صاحب بھی عموماً بے ضبط حنفیہ اور خصوصاً حضرات قاسمیہ کی طرح عقل کو حاکم سمجھتے ہیں اور مسائل صحیحہ شرعیہ کی بحکم عقل ترمیم کر رہے ہیں۔ اس نظر سے اس کی تفصیل وتطول میں پاس خاطر جناب بھی مقصود ہے۔ وافہام واعلام اتباعِ جناب جو بن دیکھے بے سمجھے آپکے اجتہادیات پر ایمان لے آئے ہیں نیز مطلوب۔

یہ امر بھی عرصہ تقریباً دوسال سے مرکوز خاطر فاتر تھا، لیکن وہی لحاظ جو مولانا مخاطب کے خطاب سے مانع تھا، یہاں بھی مانع رہا۔

علاوہ براں یہاں یہ بھی لحاظ رہا کہ آگے ہی میں ایک ہوں اور میرے مخاطب ہزار برطبق: مثل مشہور یک انار وصد بیمار۔ اب صدہا نیچری مذاہب کو اور کیوں دشمن بناؤں۔ اور ہر ایک کی جواب دہی سے کس طرح بسر آؤں۔ ولیکن جب ضرر اس مذہب کا بہت نظر آیا اور اس کی نسبت اس لحاظ کا فائدہ کم معلوم ہوا، تو ناچار اس کے ابطال میں کلام کرنا واجب سمجھا اور سکوت ناجائز۔ ضرر مذہب نیچری مسلمانوں میں، خصوصاً مسلمانان اضلاع پنجاب لاہور جالندھر لودہانہ ہوشیار پور انبالہ وغیرہ میں، اس کثرت سے پھیلتا جاتا ہے کہ کس وناکس عقل کو شریعت پر حاکم بناتا ہے۔ جو لوگ اردو کے سوائے کسی فن میں لیاقت نہیں رکھتے، وہ بھی عقل ونیچر کو احکام شرعیہ پر حاکم جانتے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ جس حکم شرعی یا خبر قرآنی کو ہم خلاف عقل پائیں گے اس پر ایمان نہ لائیں گے، اور جو موافق عقل پائیں گے اس کو حکم خدا بتائیں گے۔ ان لوگوں کا قول ہے کہ

> نیچر جو ان کے نزدیک عقل کا رہنما ومحافظ از خطا ہے، خدا کا فعل ہے۔ اور مذہب یا شریعت اس کا قول۔ اور ایک سچے خداوند کے قول وفعل باہم مخالف نہیں ہوتے۔

بناء علیہ صدہا اخبار واحکام صحیحہ شرعیہ کو ہنسی مذاق میں اڑاتے ہیں اور بیسیوں احکام عقلیہ کو نیچر پر لگا کر احکام شریعت بناتے ہیں۔ کوئی سود کو حلال بناتا ہے کوئی جواز استرقاق کو شریعت سے مٹاتا ہے۔ کوئی تعدد نکاح کو حرام ہمسر زنا ٹھہراتا ہے۔ کوئی ٹخنے سے اونچی ازار پہننے کو ہنسی میں اڑاتا ہے۔ کسی کو وجود ملائکہ سے انکار ہے۔ کسی کو وجود جن وشیاطین میں تکرار ہے۔ نعیم جسمانی حور وقصور کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ کیا وہ رنڈیوں کا چکلہ ہے؟ دوزخ کے آلام اور اس کے ملائکہ دزبانیہ کا حال سنتے ہیں تو کہتے ہیں کیا وہ جیل خانہ یا پولیس حوالات ہے؟ اس کی زیادہ تفصیل وتمثیل اس مقام میں اجنبی ہے۔ وہ پھر کسی موقع پر وقوع میں آوے گی۔ شاید اسی پرچہ کے ضمیمہ میں وہ نکلے یا آئندہ کسی پرچہ کے ساتھ چھپے۔ اس مقام میں بہ طفیل مولوی محمد قاسم صاحب ابطال بالاجمال اس مذہب کا بخوبی ہوگا۔ اور بطور کلی واجمالی اس کے اصل اصول کا بطلان واضح ہو جائے گا۔ ناظرین شائقین ملاحظہ حال مذہب قاسمیہ ونیچریہ اس اصول کو پوری توجہ سے سنیں اور سمجھیں اور جو قلت علم کے سبب اس کو خود نہ سمجھ سکیں وہ اور اہل علم سے اس کو دریافت کریں۔

مضمون اصل اول میں قدیم سے اہل اسلام کے تین قول ہیں:

اول قول معتزلہ، خوارج، شیعہ، کرامیہ وغیرہ کہ عقل، حسن وقبح اشیاء قبل ورود شرع سمجھتی ہے۔ وبناء علیہ اشیاء پر حکم وجوب وحرمت از خود لگا سکتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ شارع نہ بھی ہوتا اور یہ افعال پائے جاتے تو ان پر بحکم عقل یہی احکام لگائے جاتے۔

دوم قول۔ اشاعرہ کہ عقل، ادراک حسن وقبح اشیاء سے بالکل بے کار ہے۔ اور حسن وقبح اشیاء کا فقط بیان شارع پر مدار ہے جس چیز کا شارع نے حکم دیا وہ اچھی ہے، جس سے منع کیا وہ بری۔ اگر شارع بری چیز کا حکم دیتا تو اسی کو اچھا کہا جاتا۔

سوم قول۔ ماتریدیہ (حنفیہ) کہ عقل نہ حاکم ہے نہ محض بے کار۔ نہ قبل ورود شرع کسی چیز کا حسن یا قبح سمجھ سکتی ہے، نہ بعد ورود شرع محض مقلد ومسلم بن جاتی ہے۔ بلکہ بعد ورود شرع یہ سمجھتی ہے کہ اچھی چیز میں یہ خوبی ہے، اس لئے شارع نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور بری میں یہ برائی، اس لئے شارع نے اس سے منع کیا۔ ان اقوال و ان کے قائلین کی تفصیل علماء کو معلوم ہے اور ہمارے اشاعۃ السنہ نمبر ۷ جلد اول صفحہ ۱۲۹ میں مرقوم ہے اس لئے اس مقام میں اس پر شہادت ونقل لانے سے تعرض نہیں ہوا۔ اور ان اقوال سے قول حق کا احقاق وباطل کا ابطال عمل میں آتا ہے۔

اولاً یہ بات معلوم کرنی چاہیے کہ جیسے حسن وقبح اس معنی کو مستعمل ہے جس کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذکر عنوان اصل اول میں ہو چکا ہے (یعنی متعلق مدح وذم دنیاوی وثواب وعقاب اخروی کا ہونا) ایسا ہی استعمال اس کا دو معنی سے بھی مروج ہے:

معنی اول: یہ کہ حسن وہ ہے جو طبع یا عادت یا غرض دنیاوی کے موافق ہو۔ اور قبیح وہ جو اس کے مخالف ہو۔

معنی دوم: یہ کہ حسن وہ ہے جو صفت کمال سمجھی جاوے، جیسے علم وانصاف ورحم دلی، اور قبیح وہ جو صفت نقصان شمار ہو، جیسے جہل اور ظلم اور سنگ دلی۔

ان دو معنی کی راہ سے حسن وقبح عقلاً ثابت ہونے میں کسی کو نزاع نہیں۔ اور نہ ہم کو اس میں کلام ہے۔ اس لئے ہم نے معنی ثالث کو محل نزاع ٹھہرایا ہے اور اسی کو عنوان اصل اول میں درج کیا ہے۔

جب معنی حسن وقبح کے (جو محل نزاع ہیں) مقرر ہوئے تو اب احقاق حق و ابطال باطل عمل میں آتا ہے:

پس واضح ہو کہ قول حق ان اقوال ثلاثہ سے قول ثالث ہے جو ماتریدیہ (حنفیہ) کا قول ہے۔ اور قول ثانی جس کے اشعریہ قائل ہیں، نیز من وجہ صحیح ہے، اور اس کی تطبیق وتوفیق مذہب حق سے ممکن ومتصور ہے، اور قول اول جس کے معتزلہ وغیرہ اہل بدعت قائل ہیں سراسر باطل اور محض بے اصل ہے۔ دلیل نقلی بطلان قول اول پر (جس پر ہم کو اعتماد ہے) یہ ہے کہ اگر حسن وقبح اشیاء قبل ورود شرع، عقل سے مفہوم ہو، اور اس پر احکام وجوب وحرمت کا لگانا جائز، تو چاہیے کہ بدون بعثت انبیاء مجرد عقل سے انسان مکلّف باحکام ہو۔ اور ان احکام کے ترک پر معذب وملام، حالانکہ نص قرآنی اس امر کی مکذب ہے اور قبل بعثت انبیاء عذاب نہ ہونے کی مثبت۔

قال اللہ تعالی و ما کنّا معذّ بین حتّی نبعث رسولاً ، اللہ تعالی نے فرمایا ہم کبھی عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک رسول نہ بھیجیں۔

وقال تعالی ۔ رسلاً مّبشّر ین و منذرین لئلّا یکون للنّاس علی اللہ حجّۃ بعد الرّ سل ۔

(اللہ تعالی نے فرمایا: ہم نے رسول خوش خبری سنانے والے اور ڈرانیوالے اس لئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو رسول پہنچنے کے بعد اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ عذر یہ ہے جو اس آیت میں مذکور ہے:

قال اللہ تعالی: و لو انّا اھلکناھم بعذابٍ مّن قبلہ لقالوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتّبع آیا تك من قبلِ ان نذِلّ و نخزی ۔ (طٰہٰ:۱۳۴) (اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر ہم ان کو قرآن یا اور بینہ پہنچنے سے پہلے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے، اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم اس کی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم دنیا میں ذلیل ہوں اور آخرت میں خوار)

اور اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں اور بہت ہیں، اور علمائے اسلام نے حسن و قبح عقلی کے ابطال پر ان سے استدلال کیا ہے۔

قال الآمدی فی الاحکام ، احتجت ا لاشاعرۃ بالمنقول و المعقول امّا المنقول فقو لہ تعا لی: و ما کنّا معذ بین حتّی نبعث رسولا ۔ و وجہ الدّ لالۃ منہ انّہ آمن من العذا ب قبل بعثت الرسول و ذلك یستلزم انتفاء الوجو ب و الحرمۃ قبل البعثۃ ولا لما آمن من العذا ب بتقدیر تر ك الوا جب و فعل الحرا م اذ ھو لازم لھما و ایضاً قولہ تعالی: لئلا یکو ن للنّا س حجّۃ بعد الرّ سل۔ و مفھومہ یدلّ علی ا لاحتجاج قبل البعثۃ و یلزم من ذلك نفی الوا جب و المحر م

(ترجمہ: امام آمدیؒ نے کتاب احکام میں کہا ہے اشعریوں نے اپنے مذہب پر نقلی و عقلی دلیل قائم کی ہے نقلی یہ قول اللہ کا ہے؛ ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیجیں۔ وجہ دلالت اس آیت کی اس مذہب پر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قبل رسول بھیجنے کے عذاب کرنے سے امن دیا۔ اس سے لازم آیا کہ قبل رسول بھیجنے کے واجب وحرام کا وجود نہیں ہے۔ اس لئے کہ درصورت ترک واجب اور فعل حرام کے عذاب سے امن نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ترک واجب و فعل حرام کو عذاب لازم ہے۔ اور نیز یہ قول اللہ تعالی کا:

کہ اللہ نے رسول اسلئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو بعد پہنچ جانے رسولوں کے جائے کلام نہ رہے۔

اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قبل رسول پہنچنے کے ان کو جائے عذر و کلام ہے اور اس سے وجود واجب وحرام کی نفی لازم آتی ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال البغوی فی تفسیره الآیة الاولی وفیه دلیل علی ان ما وجب وجب بالسّمع لا با لعقل۔ و فی تفسیر الآیة الثّانیة فیه دلیل علی انّ الله تعالی لا یعذّب الخلق قبل بعثة الرسول قال الله تعالی: و ما کنّا معذ بین حتی نبعث رسولاً

(ترجمہ: بغویؒ نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو واجب ہے شریعت سے واجب ہے عقل سے واجب نہیں۔اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا کہ اس میں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالی مخلوق کو رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہ کرے گا۔خدا تعالی یہ فرماتا ہے: ہم کبھی عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں)

و قال البیضاوی فی تفسیر الآیة الاولی فیه دلیل علی انّه لا وجوب قبل الشّرع۔ وفی تفسیر الآیة الثّانیة فیه تنبیه علی ان بعثة الانبیاء الی النّاس ضرورة لقصور الکلّ عن ادرا ک جزئیات المصالح والاکثر عن ادرا ک کلیاتها

(ترجمہ: بیضاویؒ نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے: اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ قبل ورود شرع وجوب کا وجود نہیں۔اور دوسری آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسولوں کا لوگوں کی طرف بھیجنا ضروری ہے کیونکہ جزئیات (فروعات) احکام کے ادراک سے سب عقلاء قاصر و عاجز ہیں اور کلیات (اصول) کے ادراک سے اکثر عقلاء)۔

و قال الشوکانی فی تفسیرالآیة الاولی فبین سبحانه و تعالی انّه لم یترکهم سدی ولا ا خذهم قبل اقامة الحجّة علیهم و الظاهر لا یعذبهم، لا فی الدّنیا و لا فی الآخر ة، الّا بعد الاعذار الیهم و بارسال الر سل۔ و به قالت طائفة مّن اهل العلم و ذهب ا لجمهور الی ان المنفی ههنا هو عذا ب الدّنیا لا عذاب ا لآخرة ۔ و فیه دلیل علی ان ان ما و جب انّما و جب بالسّمع لا بالعقل۔

و فی تفسیر الآیة الثّانیة : وفیه دلیل علی انّه لو لم یبعث الرّسل لکان للنّاس علیه حجّة فی ترک التّوحید و الطّاعة و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی انّ الله لا یعذّب الخلق قبل بعثة الرّسل کما قال: و ما کنّا معذّ بین حتّی نبعث رسولاً۔ و فیه حجّة لاهل السّنّة علی انّ معرفة ا لله لا یثبت الّا بالسّمع۔

و فی تفسیر الآیة الثّا لثه: و قد قطع الله معذرة هئولاء الکفرة بارسال الرّسو ل الیهم قبل اهلاکهم و لهذا حکی الله عنهم انّهم قالوا بلی قد جاء نا نذ یر فکذّبنا و قلنا ما نزّ ل الله من شئی

(ترجمہ: شوکانیؒ نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں یہ بیان کیا ہے کہ اس نے ان کو بے کار نہیں چھوڑا۔ اور نہ قبل اقامت حجت (یعنی بھیجنے رسولوں کے) ان پر مواخذہ کیا ہے۔ اور ظاہر معنی آیت کے یہ ہیں کہ دنیا وآخرت دونوں جہان میں ان کو عذاب نہ کرے جب تک ان کا عذر دور نہ کرلے اور رسول نہ بھیج دے۔ یہی معنی ایک جماعت اہل علم نے کئے ہیں اور اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں جس عذاب کی نفی ہے وہ عذاب دنیا ہے، نہ کہ عذاب آخرت۔ اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جو واجب ہوا، وہ شرع سے واجب ہوا، نہ عقل سے۔

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس میں اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالی رسول نہ بھیجتا تو لوگوں کو تو حید الٰہی چھوڑ دینے میں خدا کے سامنے عذر باقی رہتا۔ اور اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی لوگوں کو رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کرتا، چنانچہ فرمایا ہے: ہم کبھی عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیجیں۔

اس میں اس بات کی بھی سند ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت بھی (جیسے کہ چاہیے) شرع کے سوائے حاصل نہیں ہوتی۔

اور تیسری آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالی نے قبل ہلاک کرنے کفار کے رسول بھیج کر ان کا عذر دفع کر دیا۔ اسی واسطے ان سے یہ حکایت کی ہے کہ وہ اقرار کریں گے کہ بے شک ہمارے پاس رسول آیا، پر ہم نے اس کو جھٹلایا، اور کہا خدا نے کچھ بھی نہیں اتارا)۔

معتزلہ وغیرہ قائلین حسن وقبح عقلی ان آیات کے جواب میں یہ کہتے ہیں:

ا۔ لفظ رسول سے مراد یہاں عقل ہے اس لئے کہ وہ بھی ایک ہادی وسچا رسول ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔جس عذاب کے قبلِ رسول پہنچنے کی ان آیات میں نفی ہے، اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے اور دنیاوی عذاب نہ ہونے سے اخروی عذاب کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

ان کا جواب یہ ہے:

۱۔رسولِ عقل کے پہنچنے سے پہلے تو کسی کے معذب ہونے کا خوف واحتمال نہ تھا پھر اللہ تعالی نے اس سے اپنی برأت کیوں کی، اور بندوں کو اس سے تسلی کیوں دی؟ یہ عذر یا اعتراض تو کسی کی جانب سے متوقع نہ تھا کہ ہمارے پاس رسولِ عقل نہیں پہنچا۔ ہم نے جنون یا صغرسنی میں زمانہ بسر کیا۔ پھر ہم کو واجبِ عقلی کے ترک پر کیوں معذب کیا۔ یا ایں ہمہ یہ قول اللہ تعالی نے کیوں فرمایا، اور کس عذر یا اعتراض کا اس سے ازالہ کیا؟ اور نیز جس عذر و حجت کے ازالہ کے لئے اللہ تعالی نے دوسری آیت نازل فرمائی ہے اس میں رسول عقلی کے نہ پہنچنے کا ذکر نہیں بلکہ اس رسول کا ذکر ہے جس پر وحی نازل ہوئی، اور قرآن اترا، اور اسکو لوگوں نے جھٹلایا چنانچہ تیسری آیت کا صریح ہے۔

۲۔جس عذاب کی رسول پہنچنے سے پہلے نفی ہے اس کو عذاب دنیا سے خاص کرنا تخصیص بلامخصص ہے اور بلا وجہ ابطال اطلاق نص۔ ومع ذالک وہ بے فائدہ ہے و محض عبث، اس لئے کہ عذاب دنیا کے نہ ہونے سے عذاب آخرت کا نہ ہونا یقیناً سمجھا جاتا ہے اور یہ اس کو لازم نظر آتا ہے اس لئے عذاب دنیا بہ نسبت عذاب آخرت خفیف ہے اور اھون۔ اور عذاب آخرت اس کی نسبت شدید ہے وسخت تر۔ اور جب کہ رسول پہنچنے سے پہلے عذاب اھو ن کی نفی ان آیات سے متیقن ہے تو عذاب شدید کی نفی بطریق اولی متیقن ہونی چاہیے۔ یا یوں کہو کہ جس حالت میں بمنطوق آیات مذکورہ رسول پہنچنے سے پہلے ترک واجب عقلی پر عذاب دنیا کا ہونا غیر متصور ہے، تو عذاب آخرت کا ہونا کب متصور ہے اور اس خداوند رحیم و عادل کی یہ کب شان ہے کہ قبل ارسال رسل واقامت حجت، دنیا میں تو بندوں کو معافی دے اور آخرت میں گرفتار عذاب کرے۔ لا جرم، عذاب دنیا کی نفی کو عذاب آخرت کی نفی لازم ہے اور وہ تخصیص بلامخصص، محض عبث ہے وکالعدم۔

یہ دلائل تو اس کیلئے ہیں جو قرآن کو مانے اور انبیاء کو برحق جانے۔ یعنی فریق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل سنت اور ان کے مقابل معتزلہ وخوارا ہل بدعت۔ یا مسلمانوں میں سے نیچری مذہب کے لئے۔ رہے وہ لوگ جو قرآن کو نہیں مانتے اور نیک و بد کے عمل وتمیز کیلئے رسالت کو ضروری نہیں جانتے، جیسے برہم سماج یا اصلی نیچرلسٹ (جن کا ایک شعبہ ہمارے مسلمان بھائیوں میں آملا ہے) سو، ان کا افہام یا افحام اکثر دلائل عقلیہ سے ہوگا جن کو بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔

دلائل عقلیہ بطلان قول اول پر (جن کا ذکر بطور الزام ہے، نہ بوجہ تحقیق والتزام) یہ ہیں، جو نمبروار پیش ہوتے ہیں:

دلیل اول۔ عدم وجدان دلیل یعنی عقل کے مثبت احکام و مدرک حسن وقبح ہونے پر کسی دلیل کا پایا نہ جانا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ادلہ ثبوت مسائل ودعاوی دو ہی قسم ہوتے ہیں۔ عقلی یا نقلی۔ اور عقل کے مثبت و مدرک ہونے میں دونوں قسم دلائل کا وجود نہیں۔ یا یوں کہیے کہ دونوں سے اثبات اس مسئلہ کا ممکن نہیں۔

دلائل عقلیہ سے اس لئے ممکن نہیں کہ عقل کا مثبت احکام ہونا تو عین محل نزاع ہے اور اصل دعوی۔ پس اسی کے اثبات کیلئے اسی کا دلیل ہونا کیونکر ممکن ہے۔

دلائل نقلیہ سے اس لئے ممکن نہیں کہ نقلی دلیل کوئی اس باب میں ثابت نہیں جس سے عقل کا مثبت احکام و مدرک ہونا صراحۃً یقیناً معلوم ہو۔ اور اگر بالفرض کوئی دلیل ظناً یا اشارۃً اس پر دلالت بھی کرے تو وہ ثبوت محل نزاع کے واسطے کافی نہیں۔

نزاع ادراک حسن وقبح اشیاء میں قبل ورود شرع ونقل کے ہے، پس اس کا اثبات شرع سے قبل وجود شرع کیونکر ہوسکتا ہے؟ یعنی جس وقت شرع نہ تھی اس وقت ثبوت اس مسئلہ کا بدست آویز شرع کیونکر ممکن تھا؟

و ما حررت و قررت احسن و اصر ح مما قاله ا لآمدی فی الاحکام حیث قال و اما من جهة المعقو ل فلان ثبوت الحکم امّا بالشّرع او بالعقل بالاجماع ولا شرع قبل ورود الشرع و العقل فغیر موجب و لا محرم لما سبق فی المسئلة المتقدم فلا حکم۔ ترجمہ اس کا وہی ہے جو ہمارے بیان میں گزرا۔

دلیل دوم: عقل انسانی (جس سے ہم جملہ افراد انسان کی عقل مراد رکھتے ہیں) ادراک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن و قبح اشیاء میں مختلف ہے۔ ایک انسان ایک چیز کو اچھا سمجھتا ہے دوسرا اس کو برا۔ بلکہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ایک چیز کو اچھا سمجھتا ہے دوسرے وقت میں برا۔

میں ایسی باتوں میں اختلاف عقل کا ذکر نہیں کرتا جو شاذ و نادر ہوتے ہیں اور ہر ایک عاقل کی عقل یا خیال یا برتاؤ میں نہیں آتیں۔ بلکہ ایسی باتوں میں اختلاف کا مدعی ہوں جن کی طرف سب عقلاء کی توجہ ہے اور ہر ایک کی بحث ہو رہی ہے۔ پھر وہاں اتفاق رائے عقلاء کا پتہ نہیں۔

دیکھو، وجود عالم یا وجود خالق یا توحید خالق عزّ اسمہ ہماری تمہاری عقل کی رو سے کیسے فطریات یا بدیہات یا یقینیات نظریات سے ہیں، مگر کئی جماعات عقلاء کو اس میں بھی اختلاف ہے۔ سوفسطائیہ وجود عالم ہی کے منکر ہیں اور ہر چیز کو محض خیال اور وہم بتلاتے ہیں۔ دہریہ وجود خالق کے منکر ہیں اور عالم کو مستغنی از خالق جانتے ہیں۔ مجوس وغیرہ توحید ذات باری کے منکر ہیں اور تعدد خالق کے قائل۔ ایک کو خالق خیر سمجھ بیٹھے ہیں دوسرے کو خالق شر۔

اور توحید صفات میں اس سے زیادہ اختلاف ہے اور توحید عبادت میں اس سے بڑھ کر۔ جب ایسی یقینیات میں اختلاف آراء عقلاء موجود ہے، تو بناء علیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عالم کی کسی چیز میں اتفاق عقلاء کا وجود نہیں اور کوئی چیز اختلاف سے خالی نہیں ہے۔

یہ تو ادراک واقعات و حقائق موجودات میں عقل کا اختلاف ہے، رہا اختلاف ادراک صفت حسن و قبح موجودات، سو محتاج بیان نہیں۔ روئے زمین کے مختلف اشخاص اس حسن و قبح میں مختلف و متناقض خیالات رکھتے ہیں۔ اور صدہا مذاہب عقلیہ اسی اختلاف سے پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی توحید عبادات کو برا سمجھتا ہے اور اجعل الآلھۃ الھاً وا حداً انّ ھذا لشیء عجا ب۔ پکارتا ہے۔ کوئی اس کی نقیض، اشراک کو برا خیال کرتا ہے۔ کوئی انسان سے ادعاء رسالت برا سمجھتا ہے، و ما انتم الّا بشر مّثلنا وما انزل الرّ حمن من شئی ان انتم الّا تکذ بو ن (ترجمہ۔ تم تو ہمارے ہی جیسے بشر ہو۔ خدا نے تو کچھ بھی نہیں اتارا۔ تم دعوی رسالت میں جھوٹے ہو) کا دم مارتا ہے۔ کوئی اس کے برخلاف ہے۔ باوجودیکہ یہ سب کے سب عقلاء ہیں اور جو کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بحکم عقل کہتے ہیں۔

مجھے اس مقام کے مناسب ایک لطیف حکایت یاد آئی جو میں نے بزمانہ طالب العلمی سنہ ۱۲۸۲ھ یا ۱۲۸۳ھ میں سید احمد خاں کی زبانی بمقام علی گڈھ سنی ہے:

میں ایک دن سید احمد خان صاحب کے مکان پر مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کے پاس بیٹھا تھا۔ ناگاہ سید احمد خان صاحب اپنے کمرہ سے تشریف لائے اور یہ کلمہ (بدون اتباع پیغمبر پوری توحید کی راہ چلنا دشوار ہے) فرما کر کسی کتاب تواریخ سے یہ حکایت نقل کی کہ:

افلاطون (یا ارسطو) نے مرنے کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ فلانے بت کے نام میری طرف سے ایک مرغا ذبح کرنا۔

لیجئے طائر عقل کا یہاں تک پرواز ہے اور توحید جیسی روشن اشیاء میں اتنے بڑے عقلاء کی یہ روش و انداز۔ جب ادراک عقل کی یہ قوت و جولانی ہے، تو وہ حسن و قبح کے سچے و واقعی مدرک وحسن وقبیح احکام کے اصلی حاکم کیوں کر ہوسکتی ہے؟ یہ ہو تو اجتماع نقیضین لازم آوے جو قائلین حسن و قبح عقل کے نزدیک محال ہے۔ یا حسن و قبح کا وجود جہان سے اٹھ جاوے جس کا خلاف اصل مسئلہ میں مفروض ہے۔

اس دلیل (دوم) کا مضمون سید احمد خان صاحب بھی اپنے تہذیب الاخلاق میں لائے ہیں اور اسی کی مدد سے بزعم خود نبوت کا ثبوت بہم پہنچائے ہیں۔ اس مقام میں نقل کرنا، کلام جناب کا، افہام اتباعِ جناب کیلئے مناسب سمجھتا ہوں۔ اور جس امر میں ہمارے آپ سے نزاع ہے اس میں جناب کو الزام دینے کیلئے اس کو کارآمد دیکھتا ہوں۔ آپ بضمن پرچہ نمبر ۲ جلد ۶ میں مضمون نمبر ۲۰۳ بعنوان کانشنس میں لکھتے ہیں:

کانشنس یعنی وہ قوت ممیّزہ جو خدا نے ہر ایک انسان کے دل میں پیدا کی ہے اور جو نیک و بد کاموں میں تمیز کرتی ہے، انسان کے لئے سچی ہادی اور اصلی پیغمبر ہے۔

یہ وہ مسئلہ ہے جس پر اس زمانہ کے آزاد منش اور انسان کو مختار اپنے افعال کا ماننے والے اپنے مذہب یا مشرب کا اصل اصول قرار دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ مسئلہ ایک بہت بڑا دھوکہ ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا کانشنس کوئی ایک جداقوت ہے جو انسان میں جدا گانہ اس کی ہدایت کے لئے خدا نے پیدا کی ہے، حالانکہ اس کا کچھ ثبوت نہیں۔ اور اگر فرض بھی کرلیں تو اس سے کوئی نتیجہ سچی ہدایت اور اصلی رہنمائی کا نہیں۔ کانشنس نہایت عمدہ چیز ہے اور انسان کو برائی سے بچانے اور بھلائی کی طرف راغب کرنے کو بہت اچھا رہنما ہے۔

مگر درحقیقت وہ ایک حالت انسان کی طبیعت کی ہے اور اس کی تربیت کا ایک نتیجہ ہے۔ پس فی نفسہ وہ کوئی چیز نہیں بلکہ تربیت سے یا خیالات سے جو کیفیت انسان کی طبیعت میں پیدا ہوتی ہے، اس کا یہ نام ہے۔

اگر فی الواقع وہ ایک قوت رہنمائی کے لئے بمنزلہ ایک پیغمبر کے انسان میں ہو، تو ضرور ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے یکساں رہنما ہو۔ یعنی جس بات کو ایک انسان نیک سمجھے اسی کو تمام انسان نیک سمجھیں۔ اور جس بات کو ایک انسان بد جانے، وہ سب انسانوں کے نزدیک بد ہو۔ مگر کانشنس انسانوں کی مختلف بلکہ متضاد بلکہ نقیض باتوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہ دونوں سچی ہدایتیں نہیں ہوسکتیں۔

اس شبہ کی نسبت کہ ان متناقض کانشنسوں میں ایک غلط اور صرف دھوکہ ہوگا، ہنری طامس بکل نے نہایت عمدہ بات کہی ہے کہ ایسی حالت میں:

ہم پوچھیں گے کہ وہ کون سے چیز ہے جو صحیح اور غلط یا سچی اور جھوٹی کانشنس میں تمیز کرتی ہے، ۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک انسان فی نفسہ ایک جدا گانہ مخلوق ہے۔ اور ہر ایک کا پیغمبر یعنی اس کا کانشنس خود اس کے ساتھ ہے اور اس لئے مجموعی اتحاد کانشنس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے پیغمبر کی ہدایت پر چلنا چاہیے۔ تو یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ابھی تک یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ کانشنس درحقیقت ایک جدا گانہ مخلوق قوت انسان کی رہنمائی کیلئے ہے۔ بلکہ ابھی تک جو معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ طبیعت کی ایک حالت ہے اور اگر یہ بات ہے تو بقول مسٹر بکل کے بحث ختم ہوگئی۔

علاوہ اس کے جب کہ ہر ایک کا کانشنس اس کا رہنما پیغمبر ٹھہرا، اور ایک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کے کانشنس میں اختلاف و تناقض کا وجود بالیقین پایا گیا، تو ان دونوں کا صحیح ہونا بھی، جو ایک دوسرے کے نقیض ہیں، ضرور ماننا پڑے گا۔ شاید ان کا تناقض نسبت یا حیثیت کی مدد سے رفع کیا جاوے گا اور یوں کہا جاوے گا کہ رام دین کا مہادیو کی مورت کو پوجنا اس لئے نیک ہے کہ اس کا کانشنس اس کو نیک بتاتا ہے۔ اور محمود غزنوی کا سومنات کے بت کو توڑنا اس لئے نیک ہے کہ اس کا کانشنس اس کو نیک بتاتا ہے، تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ دنیا میں درحقیقت نیک و بد کوئی چیز نہیں ہے بلکہ صرف خیال ہی خیال ہے۔ کوئی اہل مذہب تو، یہودی ہو یا عیسائی، مسلمان ہو یا ہندو، بدھسٹ ہو یا برہمو، اس بات کو تسلیم نہیں کرے گا۔ باقی رہا دہریہ، وہ بھی اس بات کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ بالفرض اگر ثواب وعقاب ایک شئی معدوم ہو تو بھی خود دہری اس دنیا میں ہم کو وہ باتیں بتاتا ہے جو کرنے اور نہ کرنے کے قابل ہیں۔ اور انہیں کو ہم دوسرے لفظوں میں نیک و بد سے، یا ممنوع و جائز سے، تعبیر کرتے ہیں۔

قطع نظر اس کے اگر ایک شخص کا کانشنس ہمیشہ ایک ہی حال پر رہتا تو بھی یقین ہوسکتا کہ اس کا پیغمبر اس میں ہے مگر وہ ایک حالت پر بھی نہیں رہتا۔ عمر کے لحاظ سے، تجربہ کی ترقی سے، صحبت کے اثر سے، معلومات کے بڑھنے سے، خیالات کے تبدیل ہونے سے، بالکل بدلتا رہتا ہے۔ مسلمان کا عیسائی ہونے پر، عیسائی کا مسلمان ہونے پر، ہندو مسلمان عیسائی کا برہمو ہونے پر، برہمو کا دہریہ ہونے پر کانشنس بالکل بدل جاتا ہے۔ اور وہ پہلے کو جس کی سچائی پر یقین کامل رکھتا تھا، بالکل غلط اور جھوٹا سمجھتا ہے۔ پس یہ صاف دلیل اس بات کی ہے کہ انسان کا کانشنس اس کا پیغمبر اور سچا رہنما نہیں ہوسکتا۔ بقول مسٹر بکل صاحب کے کہ: اگر بعض باتوں میں کانشنس ہم کو دھوکہ دیتا ہے تو کیونکر یقین ہوسکتا ہے کہ اور باتوں میں دھوکہ نہ دیگا۔

پس صحیح اور غلط کانشنس میں تمیز کرنے کو دوسری کسی چیز کا ہونا لازم و ضرور ہے، یا اس مطلب کو یوں ادا کرو کہ ہمارے لئے کسی ایسی دوسری چیز کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا ضرور ہے جس کے سبب ہمارا کانشنس یعنی ہماری طبیعت کی حالت ایسی ہو جاوے کہ ہمارے سچے رہنما اور بمنزلہ سچے پیغمبر کے ہو۔

یہ بلفظہ کلام جناب (سید احمد خان) ہے۔ اس کے بعد جو آپ نے اس پر ثبوت نبوت کو متفرع کیا ہے اس کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سوال آپ نے اس عنوان سے وارد کیا ہے:

ہماری طبیعت کی حالت ایسی کیونکر ہو جو ہم کو دھوکہ نہ دے؟

پھر اس کا جواب امور ذیل کے ضمن میں ادا کیا ہے:

۱۔ انسان اور (یعنی دیگر) حیوانات کی نسبت علمی و روحانی ترقی کی لیاقت رکھتا ہے۔

۲۔ انسان کی روحانی ترقی صحیح اخلاق یا مذہب کے پیدا کرنے سے ہو سکتی ہے۔

۳۔ اخلاق یا مذہب کا صحیح و سچا ہونا قانون قدرت (جس میں ذرہ اختلاف نہیں وہ چھوٹے سے پشہ میں بھی ایسا ہے جیسا بڑے پہاڑ میں) میں فکر کرنے اور ان اخلاق کو اس کے مطابق کرنے سے ہو سکتا ہے۔

۴۔ بوجہ مذکور صحیح اخلاق یا مذہب کے پیدا ہونے سے انسان کی طبیعت ایسی حالت پر ہو سکتی ہے جو اس کو دھوکہ نہ دے۔

پھر یہ عنوان قائم کیا ہے:

انسان کی طبیعت کو ایسی حالت پر کرنے کے لئے جو کبھی دھوکہ نہ دے، ہادی کا ہونا ضرور ہے جس کو ہم دوسری زبان میں نبی یا پیغمبر یا رسول کہتے ہیں۔

اس کا ثبوت (سید احمد خان نے) بضمن امور ذیل پیش کیا ہے:

۱۔ بے شک قانون قدرت کے مطالعہ و غور سے اخلاق صحیحہ کا پیدا ہونا ممکن و متحقق ہے، ولیکن ایسے لوگ جو مجرد فکر و غور سے مطلب کو پہنچیں صدیوں در صدیوں میں کم ہوئے ہیں۔ لابدّ حکمت الٰہی اس امر کی مقتضی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے لوگوں کو بھی پیدا کرے کہ اخلاق صحیحہ کے علم و بیان کا وہبی ملکہ رکھیں اور اپنی فطرت و جبلت سے ان اخلاق تک واصل ہوں اور بیان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کریں۔

۲۔ پہلا شخص جو قانون قدرت میں فکر وغور کرنے سے اخلاق صحیحہ کو پہنچتا ہے وہ اپنے وصول میں مشتبہ رہتا ہے کہ پہنچا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا جو وہبی ملکہ دیا گیا ہے یقیناً واصل ہو جاتا ہے۔ اور نیز پہلا شخص اپنی اصطلاحات غوامض پر عوام کو مطلع نہیں کرسکتا۔ اور دوسرا اپنی وہبی تعلیم کو عامہ خلائق تک پہنچا سکتا ہے۔ ان دو وجہ فرق سے لائق منصب رہنمائی عامہ خلائق وہی دوسرا شخص ہے جس کو پیغمبر کہا جاتا ہے۔

۳۔ پہلا شخص گو پیغمبر نہیں اور نہ وہ اس منصب کے لائق ہے، لیکن جو پیغمبروں نے اخلاق صحیحہ بیان کئے ہیں وہ دریافت کرسکتا ہے۔

اس امر سوم کی تائید میں آپ نے یہ بھی کہا ہے:

ہمارا یہ اصول نہایت جچا ہوا ہے کہ انسان صرف بسبب عقل کے، جو اس میں ہے، مکلّف ہوا ہے۔ پس جس بات پر وہ مکلّف ہوگا، ضرور ہے کہ وہ فہم انسانی سے خارج نہ ہو۔ ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے، جو محال وممتنع ہے۔ پس جن اخلاق کے پکڑنے اور چھوڑنے پر انسان مکلّف ہے وہ ضرور عقل انسانی سے خارج نہیں۔ پس کسی شخص کا بذریعہ اکتساب کے ان کو یا ان میں سے بعض کو پالینا، نہ منافی ہدایت کے ہے نہ منافی رسالت، اور یہی سبب ہے کہ متعدد اقوال اور اصول بعض حکماء کے بالکل مطابق اقوال واصول انبیاء کے پائے جاتے ہیں اور ان باتوں سے انبیاء کی نبوت کی زیادہ تر تقویت ہوتی ہے۔ ہاں ان نازک معاملوں میں تدبر درکار ہے۔

پھر ایک سوال اس عنوان کا وارد کیا ہے:

اگر ایسے ہادیوں کا ہونا ضروری ہے تو ان کی تصدیق کی کیا صورت ہے؟

اس کے جواب میں آپ نے مخاطبینِ انبیاء کو چار قسم ٹھہرایا ہے۔

اول وہ جو قانون قدرت پر کلاً وجزءً مطلع ہیں۔

دوم وہ جو از خود اطلاع نہیں رکھتے مگر سمجھانے سے سمجھ جانے کا ملکہ رکھتے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ جاتے ہیں ۔سوم وہ جن میں یہ ملکہ بھی نہیں، ولیکن جبلی استقامت و سدھاوت کے سبب حق بات کو مان لیتے ہیں۔

چہارم وہ جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں ۔پھر دیدہ دانستہ غرور یا شرم یا نفسانیت سے نہیں مانتے ۔جیسے ابوجہل ۔

پھر کہا، ان فرقوں میں اس سوال پر بحث کرنے والے وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو پہلے اور چوتھے یا دوسرے فرقہ میں داخل ہیں ۔اور ان کو ہم اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس ہادی کی نصیحتوں کا ہم قانون قدرت سے مقابلہ کریں گے ۔اور بقدر اس زمانہ کے علم وعقل وتجربہ کے ان دونوں کے اصولوں کو تلاش کریں گے جو ابتداء یا بعد سمجھنے وسمجھانے کے دریافت ہوئے ہیں ۔اگر مطابقت پاویں گے تو یقین کریں گے کہ بلا شبہ وہ ہادی ہے ۔ (ھذا آخر مالخصناہ من کلامہ)

اس کلام سے جو ہماری دلیل دوم کی تائید وتصدیق ہورہی ہے، سوعیان ہے، اور جو اس سے کانشنس (یعنی عقل انسانی) کا بدون رہنمائی ہادی کے واقعی ادراک حسن و قبح اشیاء سے عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے، وہ مستغنی از بیان ۔ومع ذالک اس کو اس سے کچھ تخالف بھی ہے اور وہی فیما بین ہمارے اور آپ کے موجب نزاع واختلاف ہے اور اسی سے تعرض کرنے کے لئے ہم نے اس تمام کلام کو نقل کیا ہے ۔

وہ یہ ہے کہ آپ نے باوجود اثبات اس امر کے کہ عقل انسانی واقعی ادراک حسن و قبح اشیاء سے عاجز ہے اور بدون رہنمائی ہادی کے وہ بے کار ہے، اور دھوکہ دینے کے سبب وہ بے اعتبار، پھر اسی عاجز ودھوکہ باز کو اس ہادی کا ممتحن کلی بنا دیا ۔اور اس ہادی کی تعلیم (صحیح اخلاق) کی سچائی کا معیار اسی خطا کار کو ٹھہرایا ۔ہمارے نزدیک یہ ڈبل غلطی ہے ۔اور عقل انسانی اس ڈیوٹی یا عہدہ کے لائق نہیں ہے ۔

اوخویشتن گم است کرا رہبری کند

ہماری مراد اس سے یہ نہیں کہ سچے ہادی کی تعلیم قانون قدرت کے موافق نہیں ہوتی یا اس کی کوئی بات عقل میں نہیں آتی ۔بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ عقل انسانی اس گمراہی ونارسائی کے ساتھ (جس کے آپ معترف ہیں) اس داروغائی کے لائق نہیں کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس بات کو ہادی کے وہ قانون قدرت کے موافق سمجھ لے، اس کو سچ مانے اور جو اس کی سمجھ میں نہ آوے، اس کو جھوٹ جانے۔ اس داروغائی کے لائق وہ تب ہوئے جبکہ

۱۔ جملہ حقائق کے واقعی ادراک میں وہ پاس ہو جاتے اور عجز و خطا سے بری سمجھے جاتے۔

۲۔ یا یہ کہ قانون قدرت کی کوئی ایسی کتاب بن جاتی جس میں عقل کے فہم و ادراک کی مداخلت نہ ہوتی، اور اس میں عقل کے اس تصرف و دھوکہ بازی کی گنجائش نہ رہتی، کہ جس امر کو وہ چاہے، اس قانون کے موافق بتا دے، جس کو چاہے خلاف قانون ٹھہراوے۔

اور جس حالت میں نہ عقل نے وہ درجہ پاس کیا ہے، نہ قانون قدرت کی کوئی ایسی کتاب بنی ہے، تو ایسے بدلیاقت یا بے دیانت کو ایسے نازک عہدہ پر مامور کرنا اور ایسی مجمل و مبہم ذو معانی کتاب کو اس کے لئے دستور القضاء (قانون فیصلہ) ٹھہرا دینا کب جائز ہے؟ جس نے اس عہدہ پر مامور ہونے سے پہلے دھوکہ بازی و جعل سازی کی، اس سے اس عہدہ کے فرائض و فیصلہ جات میں دھوکہ بازی نہ ہوگی؟ اور وہ بات مسٹر بکل کی کہ

اگر بعض باتوں میں کانشنس ہم کو دھوکہ دیتا ہے تو کیونکر یقین ہوسکتا ہے کہ اور باتوں میں دھوکہ نہ دے گا،

یہاں صادق نہ آوے گی؟

یہ بات تو ہماری آپ کی مانی منائی ہوئی ہے۔ اور اس میں بحث و نزاع کی جگہ باقی نہیں رہی۔ رہی دوسری بات کہ قانون قدرت میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی جس میں عقل کی مداخلت یا دھوکہ دہی کی گنجائش نہ ہو، سو بھی بحکم انصاف و مشاہدہ محل نزاع و اشتباہ نہیں ہے۔ قانون قدرت اسی نظام عالم اور اس کی بناوٹ کا نام ہے جس کو عقل انسانی کچھ کچھ سمجھ رہی ہے کہ آسمان کی یہ حقیقت ہے اور زمین کی یہ۔ انسان کی یہ ماہیت و خواص ہیں اور حیوان کے یہ۔ و علی ھذا القیاس

اور اس مجموعہ حقائق و خواص اشیاء کے بیان میں حق تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں بنا دی جس میں ان سب کی تشریح ہو، اور نہ اشیاء کو زبان قال دی ہے جس سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایک چیز اپنے اپنے حقائق و تاثیرات وصفات کے مظہر و مبین ہو۔ بلکہ ان کے حقائق وصفات کا تعین وتقرر ہر کسی نے اپنی عقل سے کیا ہے۔ اور جو کچھ کسی کی سمجھ میں آیا ہے اسی کو اس نے قانون قدرت یا دیوان فطرت (جو آپ کی ہاں نیچر کہلاتا ہے) ٹھہرا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر عقول و ادراکاتِ عقلاء میں اختلاف ہے اسی قدر تشریح قانون قدرت میں اختلاف ہے اور اس قانون کا حال موم کی ناک، یا اندھے کے ہاتھی کا سا ہو رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے وجود آسمان جسمانی ہے، کوئی کہتا ہے محض خیالی و وہمانی ہے، کوئی سورج چاند وغیرہ ستاروں کی حرکت کا قائل ہے، کوئی برخلاف اس کے حرکت زمین کی طرف مائل ہے، کوئی آگ کا پانی ہونا، اور پانی کا ہوا ہونا اتحاد ہیولے عناصر کے سبب جائز سمجھتا ہے، کوئی ان سب کو محال وخلاف نیچر خیال کرتا ہے و بناء علیہ معجزات انبیاء کو باطل کر رہا ہے۔ و علی هذا القیاس۔

یہ اختلاف عوام الناس و جہلاء میں نہیں جن کو آپ عقل سے معرّی ٹھہراویں یا نوع انسان سے خارج کر دیں بلکہ خاص کر ان عقلا میں ہے جن کو آپ حکماء بتاتے ہیں اور ادراک حقائق و احکام میں ہمسر انبیاء بتاتے ہیں اور قانون قدرت پر مطلع خیال کرتے ہیں۔

تفصیل اقوال اختلافات ان لوگوں کی کتب فلسفہ و کلام میں مرقوم ہے اور علماء کو بخوبی معلوم ہے۔ ولیکن چونکہ اتباع جناب غالباً علم فلسفہ و مذاہب حکماء سے بے خبر ہیں اسی وجہ سے آپ کو غواص بحر حکمت سمجھتے ہیں، اور ان باتوں میں (جو آپ نے فلسفیوں کی تقلید سے کہہ رکھی ہیں) مجدّد و مجتہد خیال کرتے ہیں۔ اس لئے وہ میری ان باتوں کو بدون تفصیل نہ مانیں گے اور بمقابلہ اس قول جناب کے کہ قانون قدرت میں ذرہ اختلاف نہیں، اس کو خلاف واقع جانیں گے۔ لہذا: مشت نمونہ خروار و یکے از ہزار، کی تفصیل سے تعرض کیا جاتا ہے:

واضح ہو کہ عنصریات (بسائط و مرکبات) وفلکیات وغیرہ طبیعات اور الہیات کوئی اختلاف سے خالی نہیں۔ منجملہ ان کے ہر ایک کی تمثیلات اختلاف کو نمبروار نقل کیا جاتا ہے۔

۱۔ اجسام کے قدیم و حادث ہونے میں حکماء کے تین قول ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض کہتے ہیں کہ اجسام بذات وصفات حادث ہیں۔
ارسطو اور اس کے اتباع کہتے ہیں وہ بذات وصفات قدیم ہیں۔
افلاطون وغیرہ متقدمین کہتے ہیں کہ ذات سے قدیم ہیں اور صفات سے حادث۔
پھر ان متقدمین میں کئی اختلاف ہیں۔
وہ ذوات قدیمہ جسم ہیں یا نہیں۔
جسم ہیں تو عناصر اربعہ ہیں، یا ایک ان میں سے۔ اور باقی انہیں کے بخارات سے پیدا ہوئے ہیں،
یا کوئی اور جوہر یا چھوٹے چھوٹے اجسام کروی شکل ہیں یا پہلو دار۔
جسم نہیں تو پھر کوئی کہتا ہے کہ نورانیت وظلمت کے ملنے سے عالم پیدا ہوا۔
کوئی کہتا ہے کہ نفس و مادہ سے۔ وعلی ھذا القیاس، اور اختلافات جو دیوانوں کے خیالات سے بڑھ کر نہیں۔
۲۔ تولید و پیدائش انسان وغیرہ حیوانات میں حکماء کے کئی اختلاف ہیں کہ کس طرح ہوئی اور کس نے کی۔ بعض قائل ہیں کہ منی میں ایک قوت مولدہ ہے جس سے انسان وغیرہ کی پیدائش ہے۔ یہ کہتے ہیں منی میں تین فعل ہیں۔
اول خون کو بیضوں کی طرف کھینچنا۔ اور اس کو اپنے فعل وتصرف کے ساتھ منی بنانا۔ اس فعل کے ساتھ وہ محصلہ کہلاتی ہے۔
دوم، اس کی کیفیات مزاجیہ کو جدا جدا کرنا۔ اور ہر ایک عضو کے مناسب اس میں ان کیفیات کا ملانا۔ پھر ہر ایک کو مزاج خاص عطا کرنا۔ اس فعل کی نظر سے وہ مفصلہ کہلاتی ہے۔
سوم، ہر حصہ منی کو خاص خاص صورت اعضاء پر کرنا اور شکل ومقدار وکیفیت خاص عطا کرنا۔ اس فعل کی راہ سے وہ مصورہ کہلاتی ہے۔
غرض یہ تینوں فعل ایک قوت کے ہیں۔ ان تینوں کا مجموعہ وہ ایک قوت مولدہ ہے۔ چنانچہ شفاء واشارات سے یہی مفہوم ہے۔
متقدمین قائل ہیں کہ یہ تولید فقط قوت محصلہ سے ہے اور مولدہ اسی کا نام ہے۔ یہ قول بھی ابن سینا سے منقول ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہور حکماء کہتے ہیں کہ یہ تو لید قوت محصلہ ومفصلہ دونوں سے ہے اور مولدہ اس کا نام ہے۔ یہ بھی قانون شیخ میں مصرح ہے۔

بعض حکماء کہتے ہیں کہ قوت مولدہ کوئی چیز ہی نہیں اور صدور ان افعال ثلاثہ کا ایک قوت بسیط سے، جس کو شعور وادراک نہیں، بحکم عقل ممکن ومتصور نہیں۔ یہ لوگ تائید انکار میں قول ارسطو پیش کرتے ہیں کہ اجزاء منی سب متحد الحقیقت ہیں اور ہر جزء اپنے کل کے ساتھ تعریف ونام میں متفق۔ بناء علیہ جو شکل اس سے پیدا ہو، اس کا کروی ہونا لازم ہے۔ چنانچہ امر واحد نے متشابہ الاجزاء کی جو شعور نہ رکھے یہی شان ہے۔

اور کہتے ہیں کہ بقراط کا جو قول ہے کہ منی کے اجزاء مختلف الحقائق ہیں۔ جس سے گوشت بنتا ہے اس کی حقیقت اور ہے، جس سے ہڈی بنتی ہے اس کی حقیقت اور، وعلی ہذا القیاس، اس سے بھی اس وضع وترتیب کا صدور اس سے ممکن نہیں۔ کیونکہ وضع وترتیب کی محافظت رطوبت سیال کا کام نہیں۔ اور مختلف الحقائق کے انضمام سے ایسی شکل کا پیدا ہونا لازم ہے جیسے کئی کروی اجسام کے ملانے سے حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ انسان کے سوائے اور حیوانات کے لئے نفوس وادراک کلی کے اثبات میں حکماء کا اختلاف ہے۔ جمہور منکر ہیں اور بعض اس کے مثبت ہیں۔

مثبتین دلیل ثبوت مشاہدات ذیل پیش کرتے ہیں:

ا۔ شہد کی مکھی اپنی چھتے کے خانے مسدس بناتی ہے اور یہ فعل اس کا ان اصول کلیہ کے علم پر متفرع ہے۔

اول، شکل مسدس کے زاویے کشادہ ہوتے ہیں۔

دوم، کئی اشکال مسدسہ کے ملانے سے باہم اتصال ہوتا ہے اور بیچ میں خالی جگہ نہیں چھوٹتی۔

سوم، شکل مسدس کے سوائے اور اشکال جیسے مربع یا مسبع میں دونوں باتیں نہیں ہوتیں۔ مسبعات آپس میں ملائی جاویں تو خالی جگہ چھوٹنے کے سوائے مل ہی نہیں سکتے۔ اور مربعات وامثال اس کے بلا تفاوت مل تو سکتے ہیں، پر ان کے زاویے تنگ ہوتے ہیں۔ پھر وہ ان اشکال کے خطوط وزوایا میں ایسی مساوات وموازنت عمل میں لاتے ہیں کہ عقلاء نقشہ نویسوں سے بدون استعانت پرکار وغیرہ آلات کے متصور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، اور نیز وہ اپنی رئیس مکھی (جس کو عربی میں یعسوب کہتے ہیں) کی اطاعت میں ایسی سرگرم رہتی ہے جیسے عاقل انسان اپنے حاکم یا بادشاہ کی اطاعت میں۔

۲۔ چیونٹی اپنے بل (گھر) میں زمانہ آئندہ کے لئے غلہ ذخیرہ کرتی ہے جب دانوں کو زمین کی نم پہنچتی ہے تو ان کو دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اور جب دھوپ نکلتی ہے تو دھوپ میں سوکھنے ڈال دیتی ہے۔ یہ افعال اس کے بدون علم ان اصول کے متصور نہیں:

اول، زمین کی نم ثابت دانوں کو اگا دیتی ہے،

دوم، دانہ کا ٹکڑا کبھی نہیں جمتا،

سوم، آفتاب کی گرمی سے نم ناک چیز خشک ہو جاتی ہے۔

۳۔ چوہا تیل کی بوتل میں منہ نہیں ڈال سکتا تو اپنی دم اس میں ڈبو کر اس کو چوس لیتا ہے۔ یہ فعل بھی بدون علم ان امور کے ممکن نہیں:

اول بوتل کا منہ تنگ ہے۔

دوم، تنگ چیز میں اس سے زیادہ موٹی چیز گھس نہیں سکتی۔

۴۔ اونٹ اور گھوڑا اور خچر اور گدھا جب کسی راستہ چلتا ہے تو اسکو خوب یاد رکھتا ہے اور اندھیری راتوں میں سوار کی رہنمائی کرتا ہے اور یہ امر ادراک عقلی سے خالی نہیں ہے۔

۵۔ ہاتھی سے ایسے افعال عجیبہ وغریبہ سرزد ہوتے ہیں جن سے عقلاء متعجب ہیں اور وہ افعال مشہور ہیں۔

۶۔ بعض حیوانات سے ایسے معالجات مشاہد ومنقول ہیں جن میں عقلاء اطباء ان کے شاگرد ہو گئے ہیں۔ ایک حکیم سے، جو شکار کا شائق و عادی تھا، حکایت ہے کہ اس نے ایک موقع شکار پر سانپ کو حباری (ایک جانور ہے جس کو فارسی میں چرز کہتے ہیں) سے لڑتے دیکھا تو کسی اوٹ میں چھپ کر تماشا دیکھنے لگا۔ چرز جب مغلوب ہوتا تو بھاگ کر کہیں چلا جاتا۔ وہاں سے واپس آکر پھر سانپ کا مقابلہ کرتا۔ وہ حکیم چھپ کر اس کے پیچھے گیا تو اس کو ایک بوٹی (جنگلی خس) کھاتے دیکھا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ یہ بوٹی زہر کے لئے تریاق ہے۔ اور چرز اس کے کھانے سے سانپ کے زہر کا علاج کرتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ جب چرز وہاں سے ہٹا تو اس حکیم نے اس بوٹی کو اکھاڑ لیا۔ چرز جب پھر مغلوب ہوا تو اس بوٹی کی طرف معالجہ کے لئے دوڑا۔ وہاں بوٹی کو نہ پایا تو تڑپ کر مر گیا۔ اس وقت حکیم کو اس بوٹی کے تریاق سموم ہونے کا یقین ہوا اور اس نسخہ میں اس جانور کا شاگرد بنا۔ ایسے ہی اور عجائبات و عاقلانہ حرکات اور جانوروں سے جیسے مکڑی، لومڑی، ریچھ، کچھوا، نیولا، سنسار، ابابیل، کتا، شتر مرغ، سنگخوار، خار پشت، غرنوق وغیرہ حیوانات سے امام رازی کے مطالب عالیہ کی کتاب الارواح میں نقل کئے ہیں خوف طوالت سے ان سب کا استیعاب نہ ہوا۔

۴۔ وجود جسمانی افلاک میں حکماء کا اختلاف ہے۔ حکماء یونان (قائلین نظام قدیم) تو ان کے وجود جسمانی کے قائل رہے اور ان اجسام کے ساتھ نفوس فلکیہ اور ان کے ادراک وشعور وحرکات ارادیہ کو مانتے رہے۔ اور اختلاف حرکات ستاروں کے سبب ہر ایک ستارہ کے لئے ایک ایک آسمان بنا گئے۔ اور خاص کر خمسہ متحیرہ کے لئے رجعت کے سبب بڑے افلاک کے تخن میں ایک ایک چھوٹا آسمان اور بھی تجویز کر گئے۔ اور قائلین نظام جدید (جس کو نئی روشنی یا تہذیب کے لوگ مان رہے ہیں) اس وجود کے منکر ہیں۔ اور اختلاف حرکات ستاروں کو دوسرے طریق سے رفع کرتے ہیں جس کو اس وقت عوام و خواص طلباء مدارس جانتے ہیں اور آپ بھی اسی کو مانتے ہیں اور اسی سبب سے قائلین نظام قدیم کو مبحث افلاک تہذیب الاخلاق میں بلفظ یونانی کا فریاد کرتے ہیں۔

۵۔ قائلین وجود جسمانی افلاک پھر اس کی صفات میں باہم مختلف ہیں۔ افلاطون فیساغورس، ہرمس وغیرہ اشراقین ان میں وجود قوائے حیوانیہ (جیسے سونگھنا) کے قائل ہیں۔ ان کے اتباع سے بعض متاخرین کا قول ہے کہ جب ہم کو فلکیات کا خواب یا بیداری میں قرب ہوتا ہے تو ہم وہاں ایسی خوشبوئیں پاتے ہیں جو عنبر و کستوری سے بہتر ہوتی ہیں اور ان کو ہم کسی چیز سے تشبیہ نہیں دے سکتے۔ حکماء مشائین اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں ہوا نہیں تو افلاک کا سونگھنا کیونکر متصور ہے۔

۶۔ اکثر فرق عقلاء فلسفی حکیم وغیرہ سفہاء برائے نام گو خدا کے قائل ہیں ولیکن درحقیقت منکر، اس معنی کہ جن اوصاف سے خدا کو پہچانا جاتا ہے ان کو نہیں مانتے اور اس خدا تعالیٰ کو خالق، قادر، مختار، مدبر کائنات، عالم جزئیات نہیں جانتے۔ خدا کا خالق ہونا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دلیل سے باطل کرتے ہیں الوا حد لایصدر منه الّا الوا حد یعنی ذات واحدہ بسیط سے ایک ہی چیز صادر ہوسکتی ہے۔ اوراس دلیل پراس خرافات کومتفرع کر گئے ہیں کہ خدا تعالی نے بجز عقل اول کوئی چیز پیدانہیں کی۔ پھر عقل اول نے ایک آسمان اور عقل دوم پیدا کی۔ عقل دوم نے ایک آسمان اور عقل سوم پیدا کی۔ و علی هذا القیاس عقل نہم تک سلسلہ چلا۔ عقل نہم نے ایک آسمان اور عقل دہم پیدا کیا۔ عقل دہم نے بقیہ عالم پیدا کیا۔ ان کے نزدیک خالقِ دنیا عقل عاشر ہے جس کو عقل فعال کہتے ہیں اوراسی کا مبدء فیاض نام رکھتے ہیں۔

اسی قسم کے خرافات وہ نفی قدرت و اختیار وعلم جزوی بوجہ جزئی میں پیش کرتے ہیں جو کتب فلسفہ وکلام میں موجود ہیں۔ اور عقلاء اہل ملت اس انکار کو کفر جانتے ہیں اور یقین ہے کہ آپ بھی جملہ اہل ملت محمدیہ سے اس باب میں متفق الرائے ہوں گے۔ چنانچہ مولوی مہدی علی صاحب کا خدا کے علم بالجزئیات کے انکار کو مضمون نمبر ۸۰ میں ضلالت قرار دینا اور آپ کا اس مضمون کو مضمون نمبر ۸۲ میں تصدیق کرنا اس یقین کا موید ہے۔

۷۔ نفس کی وحدت و تعدد میں حکماء کا اختلاف ہے۔ ارسطو وغیرہ قائل وحدت ہیں۔ اور جالینوس قائل تعدد۔

۸۔ نفس کے حادث وازلی ہونے میں حکماء کا اختلاف ہے ارسطو حادث ہونے کا قائل ہے۔ اکثر لوگ ازلی ہونے کے۔

۹۔ مفارقت بدن کے بعد نفس کے بقاء وفنا میں اختلاف ہے۔ بعض قائل ہیں کہ مفارقت بدن کے بعد وہ فانی ہوجاتا ہے۔ پھر اس کا وجود اعادہ محال ہے۔ جالینوس اس میں متوقف ہے، اکثر اس کی بقاء کے قائل ہیں۔

۱۰۔ اس اختلاف پر ایک اور اختلاف متفرع ہے، کہ نفس کے لئے معاد ومحل تحقیق ثواب و عقاب ہے یا نہیں۔ قائلین فناء نفس کو اس سے انکار کلی ہے۔ جالینوس کو اس میں توقف ہے۔ قائلین بقاء نفس پھر آپس میں مختلف ہیں۔ بعض حکماء تناسخ کے قائل ہیں اوراسی دنیا کو جزا وسزا کا محل بتاتے ہیں، جیسے اس زمانہ کے ہنود اعتقاد رکھتے ہیں۔ اکثر حکما تناسخ کے منکر ہیں اور سوائے اس عالم دنیا کے اور عالم معاد کے قائل ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولیکن وہ بھی معاد جسمانی کو نہیں مانتے، فقط معاد روحانی کو صحیح جانتے ہیں۔ حشر اجساد کو وہ محال سمجھتے ہیں اور اعادہ معدوم کو خدا تعالیٰ سے مشکل و ناممکن خیال کرتے ہیں۔ جیسے منکرین ومکذبین انبیاء سے خدا تعالیٰ نے قرآن میں نقل کیا ہے:

و قالوا أأذا ضللنا فی الارض أ إنّا لفی خلقٍ جدید (سجدہ :۱۰) (کافروں نے کہا جب ہم زمین میں چھپ جاویں گے کیا نئے سرے سے پیدا ہونگے)

أأذا متنا وکنّا ترا باً ذلك ر جع بعید (ق:۳) (کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجاویں گے تو کیا پھر اٹھائے جائیں گے، یہ تو پھرنا بعید ہے)۔

ان لوگوں کے نزدیک دوزخ نفس کے اسی غم وافسوس کا نام ہے جو اس کو بعد مفارقت بدن ملکاتِ رذیہ وخیالات باطلہ کے حاصل پیدا کرنے سے پیدا ہوگا۔ بہشت اسی فرحت وسرور کا نام ہے جو نفس کو عمدہ خیالات وصالحہ عملیات کے حاصل کرنے سے بہم پہنچے گا۔ اس کے سوا کوئی آگ ہے، نہ سانپ، نہ طوق، نہ زنجیر، نہ باغ، نہ نہریں، نہ میوے ہیں، نہ حوریں، جن کا اثبات انبیاء کرتے چلے آئے ہیں اور قرآن وغیرہ آسمانی صحیفے اس کے مظہر ومبین رہے۔

ہمارے اس زمانہ میں جو بہشت کو کہتے ہیں کیا وہ رنڈیوں کا چکلا ہے؟ اور دوزخ کو کہتے ہیں کیا وہ جیل خانہ یا حوالات ہے؟ انہیں منکرین کی امت سے ہیں اور جملہ امت محمدیہ وفرق ملت سماویہ کے مخالف اور طرفہ یہ کہ وہ اس تکذیب وانکار میں بعض آئمہ دین واکابر مسلمین کو اپنا ہم مشرب خیال کرتے ہیں۔ اور یہ زعم رکھتے ہیں کہ غزالیؒ وغیرہ اہل اسرار وحقائق بھی فقط اسی حشر روحانی ونعیم وآلام غیر جسمانی کے قائل ہیں، یہ بات ان کی سراسر کذب ہے ومحض بے دلیل۔ علماء مسلمین میں کوئی حشر اجساد کا منکر نہیں اور نہ نعیم وآلام جسمانی بہشت ودوزخ کا غیر معتقد، اور خاص کر امام غزالیؒ کی کتاب احیاء میں بہت جگہ حشر ابدانی ونعم جسمانی پر تصریح کر چکے ہیں اور اس سے انکار کرنے کو کفر لکھ گئے ہیں۔ (مضمون اگلے شمارے میں مسلسل چل رہا ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعۃ السنہ۔نمبر چہارم جلد دوم

(رسالہ اشاعة السنة النبوية على صاحبها الصلوة و التحية

بابت ربیع الثانی ۱۲۹۶ مطابق اپریل ۱۸۷۹ء

جس میں بعض اصول جواب ادلہ کاملہ حضرت مولوی محمد قاسم کا ثبوت ہے

اور بطفیل جناب ممدوح اصل اصول مذہب نیچری سے بھی تعرض ہے۔

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ

۱۔ یہ رسالہ مذہبی مسائل میں ہے۔ملکی یا قومی باتوں سے تعرض نہیں کرتا۔

۲۔ مہینہ میں ایک بار چھپتا ہے اور ہر مہینہ کے اخیر میں تقسیم ہوتا ہے۔

۳۔ جس قدر روپیہ اس کے عوض میں وصول ہوتا ہے وہ کسی خاص شخص کا ملک نہیں ہوتا۔اسی رسالہ کے مصارف اجراء میں صرف ہوتا ہے۔

۴۔ جو کچھ اس کے عوض میں کوئی دیتا ہے وہ بطور قیمت واجبی اخبار کی نہیں ہوتا، بلکہ بطور معاونت دین و بغرض اشاعت سنت سید المرسلین۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صاحب اس دو جزو رسالہ کے کے عوض میں تین روپیہ ماہوار دیتے ہیں، بعضے دو روپیہ، اور اکثر ایک روپیہ۔ اور عام خریدار آٹھ آنہ ماہوار دیتے ہیں۔اور بہت لوگ مفت بلا قیمت لیتے ہیں۔

۵۔جو لوگ ایک روپیہ یا اس سے زیادہ دیتے ہیں، وہ اس رسالہ اور انجمن اشاعۃ السنہ کے ممبر تصور کئے جاتے ہیں۔ان کو اس رسالہ کے جملہ امور کے متعلق مالکوں کی طرح رائے دینے اور جمع خرچ حساب لینے کا استحقاق ہے، اور جس قدر پرچہ چاہیں وہ خود لے سکتے ہیں، اور جس کو چاہیں بلا قیمت دے سکتے ہیں۔

۶۔مفت ان لوگوں کو ملتا ہے جو معاونت زر کی استطاعت نہیں رکھتے اور اس کی اشاعت اور ترویج سے معاونت کرتے ہیں اور پڑھنے اور سمجھنے کی لیاقت بھی رکھتے ہیں۔

۷۔اس رسالہ کے جملہ امور تصنیف، تحریر، طبع، تقسیم، حساب کتاب کا اہتمام راقم الحروف کے ذمہ ہے۔اور بعض امور میں جیسے مطالبہ زر، وصولی خطوط تقاضائے چندہ میں منشی عبدالعزیز صاحب ساکن امرتسر...بھی میری معاونت و نیابت کرتے ہیں ۔پس اس باب میں جو خط و کتابت یا ارسال زر کسی کو منظور ہو وہ راقم سے کریں یا منشی عبدالعزیز صاحب کو مخاطب فرماویں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ جو صاحب زر چندہ ارسال کریں اگر وہ کسی شہر میں اکیلے ہوں تو اپنا چندہ ششماہی یا سالیانہ یک مشت روانہ کریں، جہاں کئی صاحب موجود ہوں وہ سب مل کر ماہ بماہ بھیجتے رہیں۔ یا سہ ماہیہ یا شش ماہیہ پیش گی ادائیگی فرمادیں ...۱۸۷۷ء، ۱۸۷۸ء کے پرچے کم یاب ہیں بلکہ نایاب، اگر کسی کو بھیجے جاتے ہیں تو لوگوں سے خرید کر اور مشکل سے بہم پہنچا کر، اس لئے ان کی قیمت ہر مہینہ کے پرچوں کے عوض میں ایک روپئہ ماہوار سے کم نہیں لی جاتی۔ پس جو سات ماہ ۱۸۷۷ء کے پورے پرچے چاہیں وہ سات روپئہ ارسال فرماویں اور جو بارہ ماہ ۱۸۷۸ء کے پرچے چاہیں وہ بارہ روپئہ۔

۱۰۔ جن کے نام پرچہ بلا درخواست پہنچے وہ اس مہینہ سے چندہ واجب الادا سمجھیں جس مہینہ کا پرچہ وصول پائیں۔ الراقم۔ ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا)۔

یہی مضمون آپ کے کئی رسائل وتصنیفات میں مرقوم ہے اور اگر آپ کہیں احوال برزخ وحشر میں ایسی تقریرات بھی لائے ہیں جن سے حشر روحانی مفہوم ہو، یا نعیم وآلام کا وجود خیالی یا عقلی ثابت ہوتو وہ ان لوگوں کے سمجھانے کے لئے جو انبیاء کے منکر ہیں۔ اور ان کی ایسی باتوں کو جو عقل میں نہ آویں تسلیم نہیں کرتے ان تقریرات میں امام غزالیؒ نے اپنا عندیہ ظاہر نہیں کیا اور نہ مسلمانوں کا اعتقاد بتلایا ہے بلکہ منکروں کو یہ سمجھایا ہے کہ اگر کوئی ان امور کے اصلی حقائق کو نہ مانے اور اپنی نافہمی سے ان کو خلاف عقل ومحال جانے تو اسی خیالی وجود سے مان لے اور اس طور پر اس کا امکان تجویز کر کے تکذیب سے باز آوے۔ یہاں چند فقرات ان کی متعدد تصنیفات سے بطور شہادت پیش کئے جاتے ہیں۔

قال الغزالی فی الاصل الاول من الرکن الرابع من الفصل الثالث من کتاب قواعد العقاید من الاحیاء۔

الحشر و النشر قد ورد بهما الشرع و هو حق و التصدیق بهما واجب لانه فی العقل ممکن و معناه الاعادة بعد الافناء و ذلك مقدور لله تعالی کابتداء الانشاء۔ قال الله تعالی:

قال من یحی العظام و هی رمیم ۔ قل یحییها الذی انشاها اوّل مرة ۔ و هو بکلّ خلق علیم (یسین :۷۸۔۷۹)

فاستدل بالابتداء علی الاعادة ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قا ل فی البا ب السا بع من کتا ب ذکر الموت و ما بعده من ا لا حیاء اعلم ان للنا س فی حقیقة الموت ظنونا کا ذبة قد اخطاؤا فیها ۔ فظن بعضهم ان الموت هو العدم و انه لا حشر و لا نشر و لا عا قبة للخیر و الشر و ان موت ا لا نسا ن کموت الحیوا نا ت و جفا ف النبا ت و هذا رأی الملحد ین و کل من لا یؤمن بالله و الیو م ا لآ خر ۔ و ظن قو م انه ینعد م بالموت و لا یتا لم بعقا ب و لا یتنعم بثوا ب ما دا م فی القبر الی ان یعا د فی وقت الحشر۔ و قا ل آ خرو ن ان الرو ح با قیة لا تنعد م و انما المثا ب و المعا قب هی ا لارواح دو ن ا لا جسا د لا تبعث و لا تحشر اصلاً و کل هذه ظنو ن فاسدة و ما ئلة عن الحق ۔ بل الذ ی تشهد له طر ق ا لاعتبار و تنطق به الآیات و ا لا خبار ان الموت معنا ه تغیر حال فقط ۔ و ان الروح با قیة بعد مفارقة الجسد اما معذبه و اما منعمه الی ان قال و لا یبعد ان یعا د الرو ح الی الجسد فی القبر ثم ذکر ما ورد فی السنة فی بیا ن عذا ب القبر من الحیا ت و العقا ر ب و غیر ها ثم قا ل فا مثا ل هذه ا لا خبار لها ظوا هر صحیحة و اسرار خفیة و لکنها عند ار با ب البصا ئر واضحة فمن لم تنکشف له حقا ئقها فلا ینبغی ان ینکر ظوا هر ها بل اقل درجا ت ا لا یما ن التصدیق و التسلیم ۔

فا ن قلت فنحن نشا هد الکا فر فی قبره مدة و نرا قبه و لا نشا هد شیئاً ممن ذا لك فما و جه التصدیق علی خلاف المشاهدة ۔ فاعلم (ای فی جوا به) ان لك ثلا ث مقا ما ت فی التصدیق با مثا ل هذا

احد ها و هوا لاظهر و الا صح و ا لاسلم ان تصدق با نها موجودة و هی تلذع المیت و لکنك لا تشا هد ذلك فا ن هذه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العین لا تصلح لمشا هدة الا مور الملکو تیة و کل ما یتعلق بالآ خرة فهو من عا لم الملکو ت اما تر ی الصحا بة ر ضی الله عنهم کیف کا نوا یو منو ن بنزو ل جبریل و ما کا نوا یشاهدو نه و یو منو ن با نه علیه السلام یشا هده ۔ فا ن کنت لا تو من بهذا فتصحیح اصل ا لا یما ن بالملا ئکة و الو حی اهم علیك۔

و ان کنت آ منت به و جوزت ان یشا هد النبی ﷺ ما لا تشاهده الا مة فکیف لا تجوز لهذا فی المیت

و کما ان الملك لا یشبه ا لاد میین و الحیوا نا ت فا لحیا ت و العقا ر ب التی تلذع فی القبر لیست من جنس حیات عا لمنا بل هی جنس اخر و تد رك بحا سة ا خری

ثم ذکر المقام الثا نی الذی بین فیه الو جود الخیا لی للحیا ت و العقا ب

و بعده اللمقا م الثا لث الذی جوز فیه الو جود العقلی او الشبهی لها

و ذا لك لا فها م المنکر ین المکذ بین للمر سلین کما شهد به صدر کلا مه الذی نقلناه

ثم فصل ما ورد فی الکتا ب و السنة من ا للذا ت الجسما نیة و ا لآ لا م الجدا نیة فی الجنة و النار من الحور و القصور و الانهار و الثمار و السلا سل و ا لاغلا ل و نحو ها ۔

وقا ل فی کتا ب الفیصل للتفر قة بین ا لاسلام و الز ندقه بعد ما بین المرا تب الخمسة لو جود ا لاشیاء و مد لو ل الفا ظها الدا لة علیه من الو جود الذا تی و الحسی و الخیا لی والعقلی والشبهی و ذکر قا نو ن التا ویل الذی یعصم صا حبه عن التکفیر و هذا هو الما خذ لما قا له المو لوی مهدی علی فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المضمو ن المو فی ثما نین من تهذ یب ا لا خلاق ووقع منکم فی المضمو ن الثا نی و الثما نین التسلیم له و الو فاق ما نصه من الناس من یبادر الی التا ویل بغلبا ت الظنو ن من غیر برها ن قا طع و لا ینبغی ان یبادر ایضاً الی تکفیره فی کل مقام ۔ بل ینظر فیه فا نکا ن فی امره لا یتعلق با صو ل الدین و مهما ته فلا یکفر کا لتا ویل فی کوا کب ابرا هیم التی رآ ها با نها جوا هر و نعلی موسی و عصاه و عجل السا مری و ما یتعلق من هذا الجنس با صو ل العقا ئد المهمة فیجب تکفیر من بغیع ظا هر ه بغیر بر ها ن قا طع کا لذی ینکر حشر الاجساد و ینکر العقو با ت الحسیة فی ا لآ خر ة بظنو ن و اوها م و استبعا دا ت من غیر بر ها ن و کذلك یکفر من ینفی علم الجز ئیا ت عن الله تعا لی

قا ئلین به با نه لما کا ن صلا ح الخلق فی ان یعتقد وا حشرالا جساد لقصور فهنهن عن در ك المعاد الکلی و کا ن صلا حهم فی ان یعتقدوا ان الله عا لم بما یجری علیهم و رقیب علیهم لیو ر ث ذلك ر غبة و رهبة جاز للرسو ل ان یفهمهم ذلك و لیس بکا ذب من اصلح غیره فقا ل ما فیه صلا حه و ان لم یکن کما قا له

و هذا القو ل با طل قطعاً لا نه تصریح با لتکذ یب ثم طلب عذر فی انه لم کذ ب و یجب اجلا ل منصب النبوة من هذه الرذیلة ۔ قلت و قد صنف الغزا لی الرسا لة القد سیة فی العقائد الدینیه و قسمها علی ار بعة ار کا ن و جعل الر کن الرابع منها فی السمعیا ت و اثبت فیه الحشر الجسما نی و عذاب القبر و سوا ل منکر و نکیر و المیزا ن و الصرا ط و خلق الجنة و النار و نحو ها من المستبعدات ۔ و صنف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسالة اخر ی سما ها المضنو ن به علی غیر اهله و اثبت فیها اعادة الرو ح الی الجسد و دفع مقا لة من استبعد ها و اثبت فیها ا للذا ت المحسو سة المو عودة فی الجنة و ابطل قو ل من انکر ها و صنف رسا لة اخر ی سما ها ا لاقتصا د فی الاعتقا د و جعل له ار بعة اقطا ب اثبت فی القطب الرا بع الحشر و النشر و الجنة و النار و عذا ب القبر و قد ر أیت هذه الرسائل کلها بعینی هانین و و جد ت فیها ما نقلت ههنا بلا غین کلهس یر د علی من ینسب الی الغزا لی خلاف ذلك و ید عی موا فقته لهوا ه فیما هنا لك

و قد اشتهر عن الغزا لی الی القول با لحشر الجسما نی غا یة الا اشتهار بحیث یعرفه کل ا حد من العلماء الصغار و الکبار و ان غبی ذلك علی العوا م و لا عبرة لهم فا نهم کا لا نعا م

قا ل العلا مة التفتازانی فی شر ح المقا صد و ما وقع فی السنة بعض العوا م انه ینکر حشر ا لا جساد افتراء علیه ـ کیف و قد صر ح به فی موا ضع من کتا ب ا لا جماع و غیره و ذهب الی ان انکاره کفر و انما لم یشرحه فی کتبه کثیر شر ح قا ل لما انه ظا هر لا یحتا ج الی زیادة بیا ن

قا ل الصدر الشیرازی فی خا تمة شر ح هد ا یة الحکمة ذکر الشیخ الغزا لی فی بعض مسفوراته یقول ان اللذا ت المحسوسة المو عودة فی الجنة من اکل و شر ب و نکا ح یجب التصدیق بها لا مکا نها و ا للذا ت کما تقدم حسّیة و خیالیّة و عقلیّة ـ اما الحسی فلا یخفی معناه و امکا نه فی ذلك العا لم کا مکا نه فی هذا العا لم فا نه بعد ردّ الرو ح الی البد ن ـ و قا م البر ها ن علی امکا نه ـ و اما الکلام فی ان بعض هذه ا للذا ت مما لا یر غب فیها ر غبة کا ملة بعض العقلاء کا للبن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و الا ستبر ق و الطلح المضود و السدر المخضو د فا ن هذا خو طب به جماعة يعظم ذلك فى اعينهم و يشتهو نه غا ية الشهوة و لكل ا حد فى الجنة ما يشتهيه كما قا ل تعا لى:

و لكم فيها ما تشتهى انفسكم و لكم فيها ما تد عو ن۔

ثم بين الخيا لى و العقلى على و جه لا يصا دم الحسى بل يؤيده و يا فقه و ذلك لا فها م المستبعدين و افحا م المكذ بين المر سلين ۔ كما تقدم و جهه ۔

(ترجمہ: امام غزالیؒ نے احیاء میں کہا ہے، حشر ونشر شرع میں آ چکا ہے اور وہ حق ہے اور اس کا ماننا واجب، کیونکہ بحکم عقل ممکن ہے۔ اس کے معنی فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے جیسے پہلی بار پیدا کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان منکر کہتا ہے کہ جب ہڈیاں کھوکھری ہو جاویں گی تو ان کو زندہ کون کرے گا، تو (اس کے جواب میں اے رسول اللہ) کہہ دیں کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار پیدا کیا۔ سو خدا نے دوبارہ پیدا کرنے پر پہلے پیدا کرنے کو دلیل ٹھہرایا ہے۔

اور امام غزالیؒ نے احیاء میں دوسری جگہ فرمایا ہے تو جان لے کہ موت کی حقیقت میں لوگوں کے کئی جھوٹے خیال ہیں۔ جن میں وہ چوک گئے ہیں۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ موت ایک نابودگی ہے اور کوئی حشر نشر نہیں ہے اور نہ نیکی و بدی کا کوئی انجام ہے انسان کی موت ایسی ہے جیسی حیوان کا مر جانا، یا بوٹی کا خشک ہو جانا۔ اور یہ ملحدوں کی رائے ہے اور ان لوگوں کی جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ موت سے انسان نابود ہو جاتا ہے۔ اور جب تک قبر میں ہے کچھ لذت وعذاب نہیں پاتا۔ یہاں تک کہ وقت حشر اس کا اعادہ ہو (مترجم کہتا ہے یہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کی رائے ہے) اور بعض کا یہ خیال ہے کہ روح باقی ہے، موت سے نابود نہیں ہوتی اور ثواب وعذاب بھی انہیں ارواح کو ہوتا ہے، نہ اجسام کو۔ اور اجسام اٹھائے نہ جاویں گے اور نہ جمع ہوں گے اور یہ سب جھوٹے خیالات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور حق سے پھرے ہوئے اور اعتقاد حق جس پر غور وفکر شاہد ہے اور قرآن وحدیث ناطق، یہ ہے کہ موت سے مراد فقط ایک حالت کا بدل جانا ہے اور روح بعد مفارقت بدن باقی رہتی ہے عذاب میں یا نعمت میں۔ اور روح کا جسم کی طرف پھرنا قبر میں بعید نہیں۔

پھر غزالیؒ نے اس کا ذکر کیا جو حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سانپ اور بچھو ہوں۔ پھر کہا، ایسی احادیث کے ظاہری معنی صحیح ہیں اور ان کے اسرار خفی ہیں جو صاحبان بصیرت پر منکشف ہیں جن پر ان کے حقائق نہ کھلیں ان کو یہ نہ چاہیے کہ ظاہر کو نہ مانے بلکہ ادنی درجہ ایمان یہ ہے کہ ان کو سچ جانے اور مان لے۔

اور اگر تو اعتراض کرے کہ ہم تو ایک مدت کافر کو قبر میں دیکھتے رہتے ہیں اور وہاں کوئی سانپ بچھو نہیں پاتے تو ہم ان کو خلاف مشاہدہ کیونکر مان لیں تو (اسکے جواب میں) یہ سمجھ لے کہ ان کی تصدیق وتسلیم کے تین مقام ہیں:

مقام اول (جو بہت ظاہر ہے اور بہت صحیح اور بہت سالم) یہ کہ تو اس بات کو مان لے کہ وہاں سانپ بچھو موجود ہیں ولیکن تجھے نظر نہیں آتے۔ اس لئے کہ یہ آنکھیں امور آخرت کے مشاہدہ کے لائق نہیں ہیں۔ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ جبریل کا آنحضرت ﷺ کے پاس اصحاب نہ دیکھتے اور مان لیتے کہ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ رہے ہیں۔

پس اگر تو ایسی باتوں کو نہیں مانتا تو تجھے ایمان کی جو (اعتقاد وجود ملائکہ ونزول وحی) کا درست کرنا (اور جمانا) بہت ضروری ہے۔

اور اگر تجھے وحی کے آنے پر ایمان ہو اور تو اس بات کو ممکن سمجھتا ہے کہ ایک چیز (یعنی جبریلؑ) کو آنحضرت ﷺ دیکھیں اور تو نہ دیکھے تو پھر میت کے عذاب میں اس بات کو کیوں نہیں سمجھتا اور تجویز نہیں کرتا کہ جیسے فرشتہ انسانوں اور حیوانات کا ہم شکل نہیں ویسے ہی سانپ اور بچھو جو میت کو ڈستے ہیں اس عالم کے ہم جنس نہیں بلکہ وہ اور ہی جنس ہیں جو اور ہی آنکھ سے نظر آتے ہیں

پھر مقام ثانی کو ذکر کیا جس میں وجود خیالی بیان بچھو کا بیان فرمایا۔ اس کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد مقام ثالث کا کو ذکر کیا جس میں ان کے وجود عقلی یا شبہی کو تجویز کیا۔ یہ ان لوگوں کے سمجھانے کو جو نبوت کے منکر ہیں اور انبیاء کی ان باتوں کو (جو عقل میں نہ آویں) مکذب۔ چنانچہ صدر کلام جناب جو ہم نے نقل کیا ہے اس پر شاہد و ناطق ہے۔

پھر امام غزالیؒ نے ان لذات و آلام جسمانی کو مفصل بیان کیا جو بہشت و دوزخ میں ہونے والی ہیں اور کتاب و سنت میں وارد۔ جیسے حور و قصور اور نہریں اور پھل اور زنجیر اور طوق اور امام غزالیؒ نے کتاب فیصل للتفرقہ بین الاسلام والزندقہ میں (بعد بیان مراتب خمسہ وجود اشیاء و مدلولات الفاظ کے جس سے مراد وجود ذاتی اور حسّی اور خیالی اور عقلی اور شبہی ہے اور بعد ذکر قانون تاویل کے جس سے تاویل کنندہ کفر کی طرف منسوب ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اور یہی بیان مولوی مہدی علی صاحب کے مضمون نمبر ۸۰ (اسّی) کا، جس کو آپ نے نمبر بیاسی میں تسلیم کیا ہے، اصل و ماخذ ہے) بایں الفاظ فرمایا ہے۔ بعض لوگ بدون دلیل قطعی محض خیالات سے تاویل کی طرف دوڑ پڑتے ہیں (یعنی یہ ہرگز نہ چاہیے) اور یہ بھی نہ چاہیے کہ ہر ایک تاویل کنندہ کی تحقیر پر مبادرت کریں۔ بلکہ (یہ چاہیے کہ) ان کی تاویل کے محل کو دیکھیں۔ اگر وہ ایسے امر ہیں جو اصول و مقاصد میں دین کے متعلق نہیں ہے جیسے ابراہیمؑ کے ستاروں میں یہ تاویل کہ وہ جواہر ہیں یا موسیٰؑ کی جوتیوں اور لکڑی میں یا سامری کے بچھڑے کی تاویل، تو اس کے مرتکب کو کافر نہ کہیں۔ اور اگر وہ تاویل ایسے امر میں ہے جو اصول دین اور اہم عقائد سے ہے تو اس کے مرتکب کی (جو بلا دلیل قطعی ظاہر نص کو بدلا وے) تکفیر واجب ہے۔ جیسے منکرین حشر اجساد و منکرین حسی عقوبات قیامت ہیں جو مجرد اوہام و خیالات سے انکار کرتے ہیں۔ اور بلا دلیل اس کو بعید سمجھتے ہیں ایسا ہی ان کی تکفیر واجب ہے جو خدا تعالیٰ کا جزئیات سے علم مٹاتے ہیں اور اس انکار و استبعاد پر انبیاء کی طرف سے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حشر کلی روحانی کے سمجھنے کا لوگوں کو مادہ نہ تھا۔ اور اعتقاد حشر جسمانی میں ان کا فائدہ اسی طرح ان کے اس اعتقاد حشر جسمانی ان کا فائدہ اسی طرح ان کے اعتقاد میں (کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں جو ہو رہا ہے سب خدا جانتا ہے اور وہ ہر ایک کے حال پر مطلع ہے) ان کی اصلاح و ہدایت تھی ۔ اور سبب وجود خوف و رغبت اس لئے کہ رسول کو ان باتوں کا کہنا جائز ہوا گو واقع میں ان باتوں کا وجود نہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ جن باتوں کے بیان میں لوگوں کا فائدہ ہو بحکم (دروغ مصلحت آمیز بہ) ان کا بیان کرے والا جھوٹا نہیں ۔ (غزالی کہتا ہے) یہ قول ان کا یقیناً باطل ہے ۔ اس میں انہوں نے پہلے نبیوں کو جھوٹا بنایا ۔ پھر ان کے جھوٹ بولنے کا سبب بتلایا ۔ اس کمینہ پن سے منصب نبوت کا برتر سمجھنا واجب ہے ۔

میں مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہوں کہ امام غزالیؒ نے ایک رسالہ قدسیہ تصنیف کیا ہے جس کو چار ارکان پر منقسم کیا ۔ ان میں سے ایک رکن ان باتوں کے بیان کے لئے مقرر کیا جن کا بیان شرع سے سنا گیا ہے ۔ اس میں حشر و عذاب وغیرہ چیزوں کا اثبات کیا ہے جس کو منکرین نے بعید سمجھ رکھا ہے ۔

اور ایک رسالہ اور تصنیف کیا ہے جس کا نام مضنو ن به علی غیر اهله رکھا ہے ۔ اس میں روح کا جسم کی طرف پھرنا ثابت کیا ہے اور اس کو بعید سمجھنے والے کی بات کو رد کیا ہے ۔ اور لذات محسوسہ بہشت کو ثابت کیا ہے اور قول منکرین کو باطل ۔

ایک رسالہ آپ نے اور بنایا جس کا نام اقتصاد فی الاعتقاد تجویز فرمایا ۔ اس کے چار قطب مقرر کئے ان میں سے رابع میں حشر و نشر ، دوزخ و بہشت و غیرہ امور بخوبی ثابت کئے ہیں ۔ میں اپنی ان آنکھوں سے ان رسائل کو مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ یہاں نقل کیا ہے بلا حجاب اس میں پایا (مترجم کہتا ہے یہ اصل رسائل ہمارے پاس ہیں خوف طوالت سے ان کی عبارات کو نقل نہیں کیا خلاصہ مضمون بتایا گیا) یہ سبھی رسائل ان کے رد میں ہیں جو خلاف بیان مذکور کو غزالی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی میں ان کی موافقت کے مدعی ہیں ۔ اور اس حشر جسمانی کا قائل ہونا اس غزالی سے ایسا مشہور ہے کہ اس کو چھوٹے بڑے علماء پہچانتے ہیں ۔ اگرچہ عوام پر یہ مخفی ہے ۔ اور ان کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کچھ اعتبار بھی نہیں ہے وہ تو جانوروں کی طرح ہیں۔

علامہ تفتازانیؒ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: جو زبان زدعوام ہو رہا ہے کہ امام غزالیؒ حشر اجساد کے منکر ہیں، یہ ان پر بہتان ہے۔ وہ تو کئی جگہ احیاء میں حشر اجساد پر تصریح کرتے ہیں۔ اس کو بہت تفصیل سے بیان نہیں کئے تو اس کی وجہ خود فرما گئے ہیں کہ وہ حشر جسمانی ایسا ظاہر ہے کہ بہت بیان کا محتاج نہیں۔

صدر الدین شیرازیؒ نے شرح ہدایۃ الحکمت کے خاتمہ میں کہا ہے کہ شیخ غزالیؒ نے اپنی بعض کتب میں (یہ مضمون غزالی کی کتاب المضنو ن به علی غیر اهله میں ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔ مترجم) بایں الفاظ ذکر کیا ہے کہ لذات محسوسہ جن کے بہشت میں ہونے کا ہم وعدہ دیا گیا ہے جیسے کھانا پینا جماع کرنا، ان کو مان لینا واجب ہے۔ اس لئے کہ ان کا ہونا ممکن ہے۔ اور لذات (چنانچہ پہلے ذکر ہوا) تین قسم ہیں۔ حسّی خیالی عقلی۔ حسی کے معنی ظاہر ہیں (یعنی جو واقع میں ہو اور آنکھ سے نظر آوے) اور ان کا اس عالم میں ہوسکنا ایسا ہے جیسا اس عالم میں ہے۔ وہاں ان لذات کا وجود ہوگا تو روح کے بدن کی طرف پھر آنے کے بعد ہوگا اور اس کے امکان پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔ رہا یہ اعتراض کہ ان لذات میں (جو قرآن مجید میں مذکور ہیں) بعض ایسی لذتیں ہیں جن کی طرف عقلاء کی پوری رغبت نہیں، جیسے دودھ۔ ریشمیں کپڑا، کیلا، بیری کا درخت (یعنی پھر ان کا ذکر کیوں ہوا تو جواب اس کا یہ ہے کہ) ان چیزوں کے بیان سے وہ لوگ مخاطب ہیں جن کی نگاہوں میں ان چیزوں کی بڑی عظمت ہے اور ان کی پوری خواہش۔ اور بہشت میں ہر ایک کے لئے وہی ہے جو چاہے۔ چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے، تمہارے لئے ان باغوں میں وہی ہے جو تم چاہو اور طلب کرو۔

پھر صدر ا میں امام غزالیؒ سے لذات خیالی و عقلی کا ایسا بیان ہے جو وجود لذات حسی کا مخالف نہیں بلکہ موید و موافق ہے۔ سو بھی ان لوگوں کے سمجھانے اور ساکت کرنے کو جو لذات حسی کو وہاں بعید جانتے ہیں اور بیان انبیاء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو اس باب میں نہیں مانتے)۔

اس تفصیل با دلیل سے ثابت ہوا کہ امام غزالیؒ حشر اجساد کے منکر نہیں۔ اور نہ بہشت و دوزخ کی نعیم و آلام جسمانی سے انکاری ہیں۔ اس زمانہ کے نیچری مسلمان اپنے باطل خیالات میں امام غزالیؒ کو ناحق اپنے ساتھ ملاتے ہیں اور عوام مسلمانوں کو یہ بات جتلاتے ہیں کہ امام غزالیؒ جیسے حقائق آگاہ ہمارے خیالات میں شریک ہیں تو یہ خیالات خلاف ملت اسلام کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اور اس بات کا کذب ہونا جیسا بیان مذکور سے عیاں ہے مستغنی از بیان ہے اور آفتاب نیم روز کی طرح یہ امر نمایاں ہے کہ ایسے باطل خیالات میں بجز فلاسفہ وغیرہ کفار کے کوئی ان کا مقتدا و میر سامان نہیں ہے۔

یہ ہم نے چند تمثیلات اختلاف کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح اور ہزار ہا اختلاف ہیں جن کی تفصیل اس محل میں اجنبی ہے جس قدر بیان یہاں ہوا ہے یہ بھی حضرات احمدیہ (سرسید کے پیرو) کی خاطر سے۔ اور ان کی جانب سے وقوع انکار کے خوف سے۔ ورنہ یہ رسالہ ایسی ردی و باطل مذاہب کی نقل کرنے کا محل نہ تھا۔ ناظرین ہم کو اس نقل و تفصیل میں معذور سمجھیں۔ اور ان مذاہب باطلہ کے ابطال سے تعرض نہ کرنے کی بھی یہی وجہ خیال کریں کہ وہ تفصیل و بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔

مطلب کی بات جو اس مقام سے کچھ علاقہ رکھتی ہے فقط اسی قدر ہے کہ حکماء فلاسفہ جن کو آپ قانون قدرت پر مطلع خیال کرتے ہیں نظام عالم و حقائق و صفات موجودات میں (جس کو آپ نیچر یا قانون قدرت سے تعبیر کرتے ہیں) اس قدر اختلاف رکھتے ہیں کہ وہ اختلاف عامہ جہلاء کے خیالات و مقالات میں متحقق نہیں ہیں اگر قانون قدرت کوئی مشخص و مقرر ہوتا اور اس کا وجود خارج از عقل پایا جاتا تو اس قانون کے ناظرین و مطلعین میں اس قدر اختلاف واقع نہ ہوتا۔

اس کے اختلاف سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ قانون قدرت کی آج تک کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔ اور اس کی حالت موجودہ ایسی نہیں جس کے تحصل و تقرر میں عقل کا دخل نہ ہو۔ اور اس کے تصرف و دھوکہ بازی کی وہاں گنجائش نہ ہو۔

اس بیان سے ہماری دوسری بات ثبوت کو پہنچی اور پہلی بات (یعنی عقل کی خطا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاری وغداری) آپ نے خود مانی ہوئی ہے۔ اب آپ ہی انصاف سے فرماویں کہ ان دو باتوں کے ہوتے عقل انسانی اس داروغائی کا کب منصب رکھتی ہے اور اپنے ہادی کی تعلیم کی ممتحن کلی کس طرح ہوسکتی ہے کہ جس امر یا صیغہ پر وہ صادکرے وہ پاس سمجھا جاوے اور جس پر اس کا صاد نہ ہو وہ فیل قرار پاوے۔

کیا اس فیصلہ وامتحان میں وہ اپنی قدرتی وجبلی خطاء میں (جس کا نیچر عقل میں داخل ہونا آپ مان چکے ہیں) کہیں نہ پڑے گی؟ اور اس داروغائی کی کارگذاری میں مسٹر بکل کی بات کہیں صادق نہ آوے گی؟

شائد آپ یا آپ کے اصحاب واحباب بن سوچے یہ بات فرماویں کہ ہم نے اس ہادی کا ممتحن عقل کو نہیں ٹھہرایا بلکہ قانون قدرت اور اس کی موافقت ومطابقت کو ممتحن قرار دیا ہے، یا اس مطلب کو یوں ادا کریں کہ عقل کو ممتحن بنایا بھی ہے تو اس کی ذاتی وقدرتی قوت پر (جس میں خطا بھی داخل ہے) اکتفا واعتماد نہیں کیا۔ بلکہ اس کے ساتھ اس کی عدالت واستقامت کے لئے ایسا قانون ودستور العمل (جس کی رعایت کرنی وپابند رہنے سے وہ خطا کرنے نہ پاوے اور اس کی کسی کارگذاری مسٹر بکل کی وہ بات صادق نہ آوے) تجویز کردیا ہے۔

ولیکن کچھ سوچ وتامل کو کام میں لاویں اور ہمارے بیان سابق میں غور فرماویں تو یہ باتیں ہرگز نہ لکھیں جس حالت میں ہم ثابت کرچکے ہیں کہ قانون قدرت بجز قراداد عقل کوئی چیز نہیں۔ اور اس کی کوئی بات بجز لوح عقل کہیں لکھی نہیں ہوئی۔ تو پھر قانون قدرت کو ممتحن بنانا عین عقل کو ممتحن بنانا ہوا۔ سو بھی محض اس کی ذاتی وقدرتی قوت ولیاقت کے اعتماد کے بدون اس کے کہ اس کے لئے کوئی دستور العمل مقرر کیا گیا ہو یا اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب قانون دی گئی ہو۔

ایسی حالت میں وہ (عقل) کیونکر خطا نہ کرے گی اور اس کی کاروائی پر مسٹر بکل کی بات کیونکر صادق نہ آئے گی۔ اس بحث سے جیسا کہ عقل انسانی کا اپنے ہادی کی تعلیم پر داروغہ ہونے کے لائق نہ ہونا ثابت ہوا (جس سے اس ڈبل غلطی جناب کا ثبوت بہم پہنچا) ویسا ہی یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عقل انسانی بدون رہنمائی سچے ہادی کے (جس کو دوسری زبان میں پیغمبر یا نبی کہتے ہیں) مرضیات خالق کو پہنچ نہیں سکتی اور مجرد مطالعہ قانون قدرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ان اخلاق پر جو ہادی بتلا گئے ہیں مطلع نہیں ہوسکتی۔ اس سے دوسری غلطی جناب (جو پہلی غلطی سے بڑھ کر ہے) ثابت ہوئی اور جو آپ نے اس کے خلاف میں تقریر کی ہے جو نمبر سابق میں منقول ہوئی، وہ سب کی سب کافور ہوئی اس لئے کہ جس حالت میں بحکم سابق قانون قدرت کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور اس کو کوئی بات بجز لوح عقل کہیں لکھی ہوئی نظر نہیں آتی تو عقل کا غور کرنا کس چیز میں متصور ہے اور کس چیز کے مطالعہ سے اس کا اخلاق صحیحہ پر مطلع ہونا ممکن ہے۔

کاش کہ آپ پہلے قانون قدرت کی تشریح کر لیتے یا اس میں کوئی کتاب تصنیف کر دیتے، یا پہلے کے مولف نسخہ پر نشان دہی کرتے، پھر یہ دعوی (کہ بدون رہنمائی ہادی کے مجرد مطالعہ قانون قدرت سے اخلاق صحیحہ پر اطلاع ممکن ہے اور بعض حکماء کو یہ حاصل) زبان پر یا قلم میں لاتے۔ کما قیل: ثبت العرش ثم انقش

اور جو آپ نے اس دعوی کی تائید میں ایک یہ دعوی کیا ہے کہ بعض حکماء کے متعدد اصول بالکل موافق و مطابق اصول انبیاء کے پائے جاتے ہیں، یہ ہرگز ہرگز مسلّم نہیں اور نہ تسلیم کرنے کے لائق ہے۔ جب تک کہ آپ بطور تمثیل ایک سو اصول حکماء مفصل بیان نہ کریں۔ اور ان اصول پر بدون سماع تعلیم انبیاء کے حکماء کا مطلع ہونا پھر ان اصول کا اصول انبیاء سے متوافق ہونا مدلل نہ کر دکھائیں۔

ہمارا یہ خیال ہے کہ ان کی ایک بات بھی اصول انبیاء کے موافق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی بات موافق نظر آتی ہے تو وہ انبیاء یا ان کے اتباع سے سنی سنائی ہے۔

جب ہم امہات اصول انبیاء میں (جیسے توحید، نبوت، معاد) حکماء کا اختلاف دیکھتے ہیں تو موافقت کی امید کہاں رکھیں۔ اور اپنے اس خیال کو کیونکہ غیر صحیح سمجھیں۔ ہم اس خیال کو حکماء سرشار بادہ حکمت (جو واقعہ میں جہل وسفاہت ہے) کی نسبت کیونکر صحیح نہ سمجھیں۔ جس حالت میں ہم صاف دیکھتے ہیں کہ جس کو ایک دفعہ اس میکدہ میں گذر ہوتا ہے اور اس جرعہ اس شراب کا اس کے حلق میں پہنچتا ہے، تو وہ ہوش وحواس چھوڑ دیتا ہے۔ اور امہات اصول انبیاء کا مخالف بن جاتا ہے۔ گو دل یا زبان سے وہ انبیاء کا مصدق رہے۔ اور ان کے سلسلہ امت میں داخل کہلاوے۔

رئیس فلاسفہ متاخرین شیخ ابوعلی ابن سینا کو دیکھئے کہ آپ مسلمان کہلاتے، اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے ۔ پھر اصول دین محمدی (جیسے حشر اجساد یا علم بالجزئیات) سے منکر رہے۔

دور نہ جائیں اپنے ہی گروہ کے جرعہ نوشان جام حکمت کی طرف توجہ فرمائیں کہ باوجود اعتراف رسالت محمدیہ و اعتقاد حقانیت ملت مصطفویہ اصول مذہب اسلام کے مخالف ہیں اور وجود ملائکہ و تفاصیل حشر جسمانی و وجود دوزخ و بہشت کے منکر۔ یہ سب اسی حکمت کے آثار و نتائج ہیں۔ اور مطالعہ قانون قدرت کے فوائد۔

جب ہم ذریات حکماء میں اپنے خیال کو صحیح و متحقق پاتے ہیں تو اس کو آئمہ حکماء کی نسبت کس طرح غلط سمجھ لیں اور اس کا خلاف بدون دلیل کیونکر مان لیں۔ خصوصاً اس حالت میں کہ ان کے مقالات و خیالات مخالف اصول اسلام شہرہ آفاق ہیں اور چھوٹی بڑی کتب فلسفہ میں مرقوم اور ادنی طلباء تک معلوم۔ چنانچہ مجملاً ان اقوال کی نقل سابقاً ہو چکی ہے اب کسی قدر تفصیل ان کے بنقل بعض ثقات اسلام قلم میں آتی ہے جس کو اس مجمل نقل یا اس تفصیل پر اعتماد نہ ہو، وہ کتب فلسفہ کو دیکھے۔ اور بن دیکھے، بے سمجھے رد کی طرف متوجہ نہ ہو جاوے۔

قال الشیخ احمد بن عبد الحلیم الحرانی المشهور بابن تیمیه الحنبلی فی الفرقان بین اولیا الرحمن و اولیاء الشیطان: قال المتفلسفة ان الافلاك قدیمة ازلیة و لا یقولون ان الرب خلق السماوات و الارض و ما بینهما فی ستة ایام و لا خلق الاشیاء بمشیته و قدرته و لا یعلم الجزئیات۔

بل اما ان ینکروا علمه مطلقاً کقول ارسطو و یقولون انما یعلم من الامور المتغیرة کلیاتها کما یقوله ابن سینا، و حقیقة هذا القول انکار علمه بها فان کل موجود فی الخارج فهو معنی جزئی و الافلاك کل منها جزئی و کذا لك جمیع الاعیان و صفاتها و افعالها فمن لم یعلم الا الکلیات لم یعلم شیئاً من الموجودات و الکلیات انما توجد کلیات فی الاذهان لا فی الاعیان۔ و الکلام علی هئولاء قد بسط فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مو ضع آ خر فی بحث تعا ر ض لعقل و النقل و غیره ۔
فا ن کفر هئو لا اعظم من کفر الیهود و النصا ری بل و مشرکین العرب اذ جمیع هئو لا ء یقو لو ن ان الله خلق السماوا ت و ا لار ض و انه یخلق المخلو قا ت بمشیته و قدرته
و ارسطو و نحوه من متفلسفة الیو نا ن کا نوا یعبدو ن الکواکب و ا لاصنا م و هم لا یعرفو ن الملا ئکة و لا ا لا نبیاء۔
و لیس فی کتب ارسطو ذکر شیء من ذلك و انما غا لب علم القو م ا لا مور الطبیعة و اما ا لا معر ا لآ لهیة فکلا مهم فیها قلیل کثیر الخطاء و الیهود و النصا ری بعد النسخ و التبد یل اعلم با لا لهیا ت منهم بکثیر و لکن متا خرو هم کا بن سینا ارادوا ان یلفقوا بین کلام اولئك و بین ما جا ء ت به الرسل فا خذوا شیئاً من بعض اصول الجهمیة و المعتز له و رکبوا منه و من قو ل اولئك مذ هبا قد یعتز ی الیه متفلسفه اهل الملل
و فیه الفساد و اتنا قض ما قد نبه علی بعضه فی غیر هذا المو ضع
و هئو لاء لما اراد ان امر الر سل کمو سی و عیسی و محمد ﷺ قد ظهر فی العا لم و و جدوا ا لا نبیاء قد ذکروا الملا ئکة و الجن ارادوا ان یجمعوا بین ذا لك و بین قو ل اسلا فهم الیو نا ن الذ ین هم ابعد الخلق عن معرفة الله و ملا ئکته و کتبه و رسله و اولئك قد اثبتوا عقولا عشرة یسمو نها المجردا ت و المفارقا ت و اصل ذا لك ما خوذ من مفارقة النفس البد ن قسموا تلك مفارقة لمفار قتها الما دة و مجر داً لتجر د ها عنها و اثبتوا للا فلا ك لکل فلك نفساًو اکثر هم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جعلها اعرا ضاً و بعضهم جعلها جوا هر و هذه كا لمجر دا ت التی اثبتو ها تر جع عند التحقيق الی ا مور مو جودة فی الاذها ن لا فی ا لاعيا ن كما اثبت اصحا ب ارسطو عدادا مجر دة و كما اثبت افلا طو ن المثل ا لا فلا طو نية المجر دة و اثبتوا هيو لی مجر دة عن الصورة مدة و خلاء مجر دين

وقد اعتر ف حذا قهم با ن ذا لك انما يتحقق فی ا لا ذها ن لا فی ا لا عيا ن فلما ارادوا هئو لاء المتا خرو ن منهم كا بن سينا يثبت امر النبوة علی ا صو لهم الفاسدة زعموا ان النبوة لها خصا ئص ثلا ثة من اتصف بها فهو نبی

ان يكو ن له قوة علمية يسمو نها القوة القدسية ينا ل بها العلم بلا تعلم

و ان يكو ن له قوة تخييلية تخيل ما يعقله فی نفسه بحيث يرى فی نفسه صوراً و يسمع فی نفسه صو تاً كما يرا ه النا ئم و يسمعه و لا يكو ن لها و جود فی الخا ر ج و زعموا ان تلك الا صوا ت هی كلا م الله۔

و ان يكو ن له قوة فعا لة يا ثر بها فی هيو لی العا لم

و جعلوا الكرا ما ت و معجزات ا لا نبياء و خوا ر ق السحرة من قوی النفس فا قروا من ذلك بما يوا فق اصو لهم دو ن قلب العصا حيه و دو ن انشقا ق القمر و نحو ذا لك فا نهم ينكرو ن و جود هذا

(ترجمہ: شیخ ابن تیمیہؒ نے رسالہ فرقان میں کہا ہے:

فلسفی کہتے ہیں کہ آسمان قدیم سے ہیں اور ہمیشہ سے چلے آتے ہیں، کسی خاص وقت میں پیدا نہیں ہوئے۔ اور یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالی نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے چھ دن میں پیدا کیا (چنانچہ قرآن میں ذکر ہے) اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اشیاء کو قدرت و ارادہ سے پیدا کیا ہے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی کو جزئیات کا علم ہے۔ بلکہ یا تو بالکل منکر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں چنانچہ ارسطو کا قول ہے اور یا اس طرح قائل کہ اللہ تعالی بدلنے والی چیزوں کو کلی طور پر جانتا ہے نہ بوجہ جزوی، چنانچہ ابن سینا کا قول ہے۔

اور ان کا یہ کہنا بھی درحقیقت علم الٰہی سے کل موجودات کی نسبت انکار کرنا ہے اس لئے کہ جو چیز عالم میں موجود ہے (افلاک وغیرہ موجودات اور ان کی صفات وافعال) یہ سب جزئیات ہیں۔ پس جس نے ان جزئیات کو نہ جانا اس نے کسی موجود کو نہ جانا۔ اس لئے کہ کلیات کا تو بدون اذہان عالم میں وجود ہی نہیں۔

ان لوگوں کے ساتھ ہماری گفتگو اور مقام میں بتفصیل موجود ہے جہاں عقل ونقل کے باہم مخالف ہونے کی بحث ہے۔ ان لوگوں کا کفر یہود ونصاری بلکہ مشرکین عرب کے کفر سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ تعالی آسمان وزمین کا خالق ہے اور اس نے مخلوقات کو قدرت وارادہ سے بنایا۔

اور ارسطو وغیرہ یونانی فلسفی ستاروں اور بتوں کو پوجتے اور نبوت انبیاء وو جود فرشتوں کے معتقد نہ تھے۔ ارسطو کی کسی کتاب میں ان باتوں کا ذکر نہیں یہ لوگ غالبًا امور طبعی کو جانتے، الٰہیات میں کم بولے ہیں سو بھی بکثرت خطا۔

یہود ونصاری نسخ وتحریف کے بعد ان سے بڑھ کر الٰہیات میں عالم ہوئے ہیں ولیکن فلاسفہ کے متاخرین نے (جیسے شیخ ابن سینا) چاہا کہ فلاسفہ اور انبیاء کی کلام کو باہم ملا دیں۔ پس کچھ مسلمانوں سے جہمیہ ومعتزلہ کے اصول کو لیا اور کچھ اصول فلسفہ کو اور ان دونوں کو ملا کر ایک مذہب بنا دیا جس کی طرف مسلمان فلسفی منسوب ہیں۔ اس میں جو فساد وباہم اصول کا تناقض ہے وہ دوسری جگہ بیان ہو چکا ہے۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ ومحمد ﷺ کی شان عالم میں ظاہر ہو چکی ہے اور ان انبیاء کو دیکھا کہ یہ فرشتوں اور جنوں کا ذکر کرتے ہیں تو چاہا کہ کلام انبیاء اور پہلے یونانیوں کو (جو خدا کے اور اس فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کی معرفت سے سارے جہان کی نسبت دور پڑے ہوئے ہیں) باہم ملا دیں، تو انہوں نے فرشتوں کی جگہ عقول عشرہ کو ثابت کیا جن کو مجردات ومفارقات کہتے ہیں۔ مفارق نفس کو کہتے ہیں جو بدن سے جدا ہو (ان کے نزدیک) عقول بدن سے جدا ہیں۔ اس لئے مفارق کہلاتے ہیں اور ہر ایک آسمان کے لئے ایک ایک نفس ثابت کیا جن کو اکثر فلسفیوں نے عرض (جو کسی محل میں پایا جاوے اور اس کی صفت ہو)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرایا ہے اور بعضوں نے جوہر (جو کسی محل میں نہ پایا جاوے بلکہ بذات خود قائم ہو) اور یہ مجردات تحقیق کرنے سے موجودات ذہنیہ نکلتے ہیں نہ موجودات خارجیہ۔ چنانچہ ارسطو کے اتباع نے اعداد مجردہ ثابت کئے ہیں اور افلاطون نے مثالی چیزیں جن کو مثل افلاطونیہ کہتے ہیں اور انہوں نے خالی از صورت وخلاء مجرد بھی ثابت کیا ہے۔

اور انہیں کے ماہرین نے اقرار کرلیا ہے کہ ایسے امور ذہن میں پائے جاتے ہیں، خارج میں متحقق نہیں ہو سکتے۔ جب شیخ ابن سینا وغیرہ متاخرین فلاسفہ نے اپنے ان اصول پر اثبات نبوت کا ارادہ کیا تو یہ خیال جمایا کہ نبوت کی تین صفتیں ہیں جو کوئی ان صفات سے موصوف ہو وہ نبی ہے۔

۱۔اس میں ایسی قوت علمی ہو جس کے ہونے سے بن سکھائے وہ حقائق اشیاء کو جان جائے۔ اس کو وہ قوت قدسیہ کہتے ہیں۔

۲۔اس میں ایسی قوت خیالی ہو جس کے سبب سے وہ اپنے عقلی معلومات کو ایسا خیال میں لا سکے کہ آنکھ سے دیکھ لے یا کان سے سن لے جیسے کوئی خواب میں دیکھتا سنتا ہے اور واقع میں اس کا وجود نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کے اعتقاد میں ملائکہ یہی خیالی صورتیں ہیں جو انبیاء دیکھتے ہیں اور کلام الٰہی بھی خیالی آوازیں ہیں جو وہ سنتے ہیں۔

اور اس میں ایسی قوۃ موثرہ ہو جس کے سبب سے وہ ہیولی (مادہ) عالم میں تاثیر کر سکے (یعنی آگ کو پانی بنا دے اور پانی کو ہوا۔ ایسا ہی اور چیزوں مین تبدیل وتغیر کرے۔ جن کا ہیولی فلسفیوں کے نزدیک ایک حاشیہ۔ محمد حسین)۔ انہوں نے انبیاء کی کرامات ومعجزات اور جادوگروں کی خرق عادات کو اسی قوت کی تاثیر سے ٹھہرا رکھا ہے۔ اسی واسطے جو خوارق اس جنس سے ہوں (یعنی جن کا ہیولے ہونے میں باہم اتحاد ہے اور اس اتحاد کے سبب آپس میں انقلاب وتبدل جائز ہے۔ محمد حسین) ان کو مان لیا ہے۔ اور جو ایسے نہیں جیسے لاٹھی کو سانپ بنا دیا، یا چاند کو دو ٹکڑے کر دینا، ان کو نہیں مانا)

مترجم (محمد حسین بٹالوی) کہتا ہے یہ وہ قوت ہے جس کو ہمارے زمانہ کے فلسفی مسلمان کانشنس کہتے ہیں۔ اور اس کو قانون قدرت کے مطالعہ میں مصروف کرنے سے بدون ہدایت انبیاء کے اخلاق صحیحہ کے دریافت کرنے کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور ایسی قوت والوں کو پیغمبر قرار دیتے ہیں۔ تھوڑا زمانہ گذرے گا تو یہ حضرات برملا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیغمبری کا دعوی کریں گے اور خاتم النبین کی رسالت کو رلا ملا دیں گے۔ سچ پوچھو تو یہ اپنا کام ابھی سے کر چکے ہیں۔ اور ابطال نبوت کی پٹڑی جما چکے کیونکہ فرائض نبوت کی خصوصیات انبیاء سے مٹا دیے ہیں۔ اور اپنے لئے قولاً وفعلاً ان کی تجویز کر رہے ہیں۔ قولاً تجویز ان کی اسی مضمون کانشنس سے (جس کے متعلق بحث ہو رہی ہے) ظاہر ہے اس مضمون کو گو ان کے معتقدین مثبت نبوت سمجھتے ہوں گے ولیکن میں اس کو مبطل نبوت خیال کرتا ہوں۔ چنانچہ اس کی دلیل عنقریب قلم میں لاتا ہوں۔ عملاً یہ کہ تعلیمات نبویہ کو نیچر پر لگا لگا کر ترمیم کر رہے ہیں۔ اور نیچر کی مدد سے نئے نئے اعتقادات واعمال کی از خود تشریع کرتے ہیں اور یہ دونوں امر یعنی پہلی شریعت کا نسخ وترمیم کرنا اور دوسری شریعت کی تشریع پیغمبر ہی کے کام ہیں۔ اب ان کی طرف سے فقط دعوی پیغمبری باقی ہے۔ وہ بھی چند روز میں بشرط ان کی امت کے بڑھ جانے، اور معارضین کے کم ہو جانے کے ظہور میں آجائے گا۔ میری اس پیش گوئی کو (جو بقرینہ وقیافہ مشاہدہ حال ان حضرات کے ہوئی ہے) ناظرین یاد رکھیں۔ اور آج کی تاریخ کو نوٹ بک میں لکھیں۔

نحن نحكم بما نشاهد من الظواهر
و الله يعلم بالضمائر و السرائر

مترجم کہتا ہے۔ آگے چل کر شیخ نے ذکر کیا کہ بقول فلاسفہ جبریل اس خیال کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کے دل میں متشکل ہوتا۔ ہمارے اس زمانہ کے فلسفی (یا نیچری) مسلمان بھی جبریل ومیکائیل وغیرہ ملائکہ کو اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتے۔ اور ان کیلئے وجود خارجی تجویز نہیں کرتے۔ مارچ ۱۸۷۹ء میں ایک دوست ضلع ہشیار پور میں میرے پاس دوسرے دوست کی شکائت لائے اور یہ فرمانے لگے کہ فلاں صاحب یہ کہتے ہیں کہ جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن لے کر آتے۔ اور برملا پڑھ کر سنا جاتے۔ دیکھئے یہ صاحب سمجھ دار ہو کر کیسا خیال رکھتے ہیں اور حقیقت وحی کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ میں ان کی یہ بات سن کر متعجب ہوا اور یہ سمجھا کہ قرآن میں جہاں کہیں جبریل ومیکائیل کا ذکر ہے اس کو یہ لوگ محض خیال وسودائے محال سمجھ رہے ہیں اور جو احادیث میں وارد ہے کہ ملائکہ نور سے مخلوق ہیں اور جبریل کو آنحضرت ﷺ نے اصلی صورت پر دیکھا، اور کئی بار جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس بصورت انسان متشکل ہو کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور عامہ صحابہ کو دکھائی دیئے، یہ سب ان حضرات کے نزدیک مفتری وموضوع ہے، یا اسی خیال پر محمول۔ اس دن سے عزم ردمقالات ان حضرات کا میری دل میں پختہ ہوا اور مافی الضمیر چندسالہ کا اظہار ضروری نظر آیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ میرے وہ دوست اس مضمون کو امعان نظر سے دیکھیں گے اور پوری توجہ سے اپنے خیالات کو اصلی ماخذ کو معلوم کر جائیں گے کہ وہ بجز خیالات فلاسفہ اور کچھ نہیں اور ان کا ان خیالات میں امام یا استاد بجز افلاطون وارسطو و بوعلی سینا وغیرہ اور کوئی نہیں۔

لوگ ان باتوں کا موجد ومجدد آنرایبل سید احمد خان سی ایس آئی کو سمجھتے ہیں۔ اور اصول مذہب نیچری کو ان کے مصنوعات ومخلوقات سے خیال کرتے ہیں۔ ولیکن دراصل وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ یہ تو فلاسفہ یونان وغیرہ کے پرانے خیالات ہیں۔ یونان سے مترجم ہوکر عربی میں رہے تو عوام میں شائع نہ ہوئے بلکہ خواص عربی دان ان کا جانتے رہے۔ جب وہ ایک مدت سے انگریزی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئے ہیں تو جناب ممدوح ان کو عوام میں شائع کرنے لگے ہیں۔ پس جو لوگ فلسفہ قدیم سے بے خبر ہیں، وہ ان کو جناب ممدوح کے مصنوعات سمجھتے ہیں اور نئے خیالات جانتے۔ و الا مر ما بیّناہ

مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ کے مسلمان فلسفیوں نے بھی صدور خوارق کا (جن کو وہ برائے نام مانتے ہیں) منبع واصل اسی قوت موثرہ کو ٹھہرایا ہے جس کا نام انہوں نے قوت مقناطیسی رکھا ہے۔ ولیکن اس کی تاثیر کو اس حد تک نہیں مانا کہ وہ حقائق عالم میں تاثیر کرے۔ اور آگ کو پانی یا پانی کو ہوا بنا دے۔ بلکہ اس کا اثر اسی قدر مانا ہے کہ وہ خیالات خلائق میں موثر ہو جاوے۔ جو امر صاحب قوت کے خیال میں آوے، وہی دوسروں کے خیال میں وہ ڈال دے۔ اس کے نزدیک سحر ساحر یا معجزہ نبی کی حقیت اس سے بڑھ کر نہیں۔ سحرہ فرعون اور حضرت موسیٰؑ کا رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ بنا دینا واقعی نہ تھا، جو کچھ تھا وہ لوگوں کی نظروں اور خیالوں میں تھا۔ مضمون ابطال سحر تہذیب الاخلاق اس بیان پر شاہد صریح ہے اور مجمل اشارہ انکار معجزات انبیاء ان کے مضمون کانشنس میں بصفحہ ۱۵ سطر ۸ کالم ۲ نیز پایا جاتا ہے۔

یہ حضرات ابطال معجزات میں فلاسفہ یونان سے بھی بڑھ گئے۔ اور انکار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارق میں انہوں نے منکرین کے بھی کان کاٹے ولیکن منصفین وعقلاء کے نزدیک یہ انکار انکا بے ٹھکانہ ہے۔

وقد بسطنا الكلام على هئو لا فى موا ضع و بينّا ان كلا مهم هذا من افسد كلام و ان هذا الذى جعلوه من خصا ئص النبى ﷺ يحصل ما هو اعظم منه لا حا د العا مة و لا قل اتبا ع الانبياء

اور ہم نے بہت جگہ منکرین معجزات پر بتفصیل اعتراض کئے ہیں اور بیان کر دیا ہے کہ یہ گفتگو ان کی بڑی فاسد و باطل ہے اور یہ کہ جس امر کو وہ مناط و مدار نبوت ٹھہراتے ہیں اور فرائض پیغمبر سے بتلاتے ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کے عوام امت اور چھوٹے چھوٹے متبعین میں پائی جاتی ہے۔

(مترجم محمد حسین کہتا ہے) یعنی فقط انہیں تین صفتوں یا قوتوں (کانشنس، قوت خیالی، قوت موثرہ یا تاثیری) کے انسان میں پائے جانے سے اس کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ یہ تو چھوٹے چھوٹے لوگوں میں پائی جاتی ہیں پھر وہ نبی نہیں کہلا سکتے بلکہ مناط نبوت و فرائض خصائص نبی اور ہی اشیاء ہیں جو بجز انبیاء کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ ازانجملہ القاء غیبی ہے جس کو دوسری زبان میں نفث فی الروح یا وحی یا الہام کہتے ہیں۔ اور وہ کسبی و اختیاری نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کا ماخذ و مخزن کتاب عقل یا دیوان قدرت نہیں ہے اور اس کا حصول سوچ و تردّی و تفکر و تدبر سے نہیں ہوتا۔ اس کی تفصیل اور اس پر دلیل ہم مبحث اثبات نبوت میں ذکر کریں گے۔ ان شاء الله تعالى

و ان الملا ئكة التى اخبر ت بها الرسل احياء نا طقو ن اعظم مخلو قا ت الله و هم كثيرو ن و لا يعلم جنو د ربك لا هو و ليسوا عشرة و ليسوا اعرا ضاً لا سيما و هئو لاء يز عمو ن ان الصادر ا لاو ل هو العقل ا لاو ل عنه صدر كل سوا ه ۔

فهو عند هم رب كل ما سوى الله و كذلك كل عقل ر ب كل ما دو نه

و العقل الفعا ل العا شر ر ب كل ما تحت فلك القمر ۔ و هذا مما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يعلم فسا ده با لا ضطرار من دين الر ب فليس احد من الملا ئكة مبد عا لكل ما سوى الله۔

و هئو لا ء يز عمو ن ان العقل ا لاو ل هو العقل المذ كور فى حد يث ير وى ان او ل ما خلق الله العقل فقا ل له اقبل فا قبل فقا ل اد بر فا دبر فقا ل و عزّتى ما خلقت اكر م على منك فبك آ خذ و بك اعطى و بك الثوا ب و عليك العقا ب

و يسمو نه ايضاً القلم لما رأوا انه قد رو ى ان او ل ما خلق الله القلم

و الحد يث الذى ذكروه فى العقل كذ ب مو ضو ع عند اولى المعر فة با لحد يث كما ذكر ذلك ابو حا تم البهيقى و ابو الحسن الدار قطنى و ابن الجوزى و غير هم و ليس هو فى شيء من دوا وين الحد يث التى يعتمد عليها۔

(اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ فرشتے جن کی رسولوں نے خبر دی ہے زندہ ہیں اور بولنے والے۔ اور خدا کی جملہ مخلوقات میں سے بہت بڑے۔ اور وہ شمار میں بہت ہیں جن کو خدا ہی جانتا ہے۔ خالی دس ہی نہیں (جیسے فلاسفہ کہتے ہیں) اور نہ وہ اعراض ہیں۔ خصوصاً جس حالت میں فلاسفہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اشیاء عالم سے جس کا صدور خدا سے ہوا ہے وہ عقل اول ہے۔ اس کے سوائے جو کچھ ہے وہ عقل اول سے صادر ہوا ہے۔

وہ عقل اول ان کے نزدیک اللہ کے سوا سب چیزوں کی پروردگار و خالق ہے۔ اسی طرح ہر ایک عقل دوم سے نہم تک اپنے نیچے کے عقول و افلاک کی پروردگار و خالق۔ اور عقل دہم (جس کو عقل فعال کہتے ہیں) فلک قمر، آسمان دنیا، کے ماتحت کل اشیاء کی خالق ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں جن کا فساد و بطلان بے اختیار دین الٰہی سے معلوم ہو رہا ہے۔ خدا کے سوا خواہ فرشتہ ہو خواہ کوئی اور، کوئی مخلوقات کا خالق نہیں ہے۔

یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عقل جس کا ہم اثبات کرتے ہیں وہی ہے جس کا اس حدیث میں ذکر ہے جو مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عقل کو پیدا کیا پھر اس کو کہا تو آگے آ۔ وہ آگے ہوئی۔ پھر کہا تو پیٹھ پھیر دے اس نے پیٹھ پھیر دی۔ پھر خدا نے کہا مجھے اپنی عزت کی قسم ہے میں نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجھ سے بڑھ کر معزز کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ تیرے ہی سبب سے میں لوگوں کو مواخذہ کروں گا۔ تیرے ہی سبب سے بخشش کروں گا۔ تیرے ہی سبب جزا دونگا، تیرے ہی سبب سے سزا۔ اور اسی کو وہ فلسفی مسلمان قلم ٹھہراتے ہیں، جب وہ بعض احادیث میں یہ ذکر دیکھ پائے کہ جس کو خدا نے پہلے پیدا کیا وہ قلم ہے۔

اور یہ حدیث جس کو انہوں نے ذکر کیا ہے جھوٹی اور وضعی ہے چنانچہ ابو حاتم اور بیہقی اور ابوالحسن دارقطنی نے اور ابن جوزی نے ذکر کیا اور کسی معتمد کتاب حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے)

مترجم کہتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ حدیث تو احیاء العلوم میں موجود ہے اور غزالیؒ جیسے امام نے اس سے استناد کیا پھر موضوع و بے ٹھکانہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ احیاء حدیث کی کتاب نہیں ہے اور نہ اس کا مولف امام غزالیؒ حدیث کا امام ہے۔ اس کتاب میں بہتیری حدیثیں وضعی اور بے ٹھکانہ ہیں جن کے سبب سے احیاء محدثین کے نزدیک معیوب ہو رہی ہے۔ چنانچہ ناظرین تخریج عراقی پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ اور امام غزالیؒ گو علم مکاشفہ و اسرار میں ماہر گنے جاتے ہیں ولیکن علم حدیث میں متساہل ہیں۔ اور یہ کچھ انوکھی بات نہیں ہے، بہتیرے ایسے امام سلف میں ہوئے ہیں کہ ایک فن میں امام تھے دوسرے سے محض بے خبر۔ اس کی تائید میں ہم ضمیمہ سفیر ہند مطبوعہ اگشت ۱۸۷۷ء میں ملخص طبقات ذہبی سے کر چکے۔ جو چاہے اس کو ملاحظہ میں لائے۔ علاوہ یہ کہ امام غزالیؒ نے اس حدیث سے اس عقل کا اثبات نہیں کیا جس کے ثبوت کے فلسفی مدعی ہیں یعنی جوہر مفارق مادہ سے، بلکہ اس سے انہوں نے اس عقل کو سمجھا اور مراد رکھا ہے جو انسان کی صفت ہے اور اس میں موجود ہے۔ قطع نظر اس سے اس حدیث کے یہ معنی نہیں جو فلسفی سمجھے ہیں کہ خدا نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ جب خدا تعالی نے عقل کو پیدا کیا تو سب سے پہلے وہ بات فرمائی جو حدیث میں موجود ہے۔ اور لفظ اول مبتداء ہونے کو مرفوع نہیں ہے۔ بلکہ بنا بر ظرفیت منصوب ہے اور لفظ قال کے متعلق اس بات کی تصریح و تشریح شیخ نے خود کی ہے۔

اس تفصیل سے ہمارے خیال کا صحیح و با موقع ہونا صاف ظاہر ہے اور یہ تفصیل ہماری سند منع کی پوری مقوی ہے۔ یہ تفصیل سن کر بھی آپ اپنے دعوی سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دست بردار نہ ہوں اور ہمارے خیال کو بے جا سمجھیں تو ہماری منع کو اٹھا دیں اور بدلیل بین موافقت اصول حکماء کی اصول انبیاء سے ثابت کر دکھا دیں۔ بہت نہیں تو کسی ایک حکیم سے فقط ایک ہی بات کا ثبوت دیں۔یعنی فقط اعتقاد توحید صفات یا توحید عبادت یا اعتقاد ضرورت نبوت عامہ یا اعتقاد حشر جسمانی کے کسی حکیم کی تعلیم میں نشان دہی کریں اور اس کا صرف عقل وفکر سے ان باتوں کا قائل ہونا اور سمجھ جانا مدلل کر دکھاویں۔

اتنا بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل میں آپ ہی انصاف فرماویں اور دعوی بلا دلیل سے دست بردار ہو جاویں اور جو آپ نے بمنزلہ دلیل اس دعوی کی یہ تقریر کی ہے کہ:

> یہ ہمارا اصول نہایت جچا ہوا ہے کہ انسان صرف بسبب عقل کے جو اس میں ہے مکلّف ہوا ہے۔ پس جس بات پر وہ مکلّف ہوگا ضرور ہے کہ وہ عقل انسانی سے خارج نہ ہوگا ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے جو محال وممتنع ہے۔

اس کا ظاہر مطلب (جو سیاق وسباق مقام سے مفہوم ہوتا ہے) یہ ہے کہ انسان عقل کے سبب سے مکلّف ہے تو ضرور ہے کہ جس امر میں وہ مکلّف ہوا ہوا ہے اس کی عقل میں خود بخود آ جاوے۔ اور کوئی نہ کوئی افراد انسان سے اس کو بدون تعلیم ہادی کے عقل سے جان سکے۔ بناء علیہ بعض حکماء کا بدون ہدایت انبیاء کے اخلاق صحیحہ کو جان لینا جائز ہوا۔ اور جو نتیجہ ہمارے کلام کا ہے اس کا ماننا پڑا۔

اور اس تقریر سے اس دعوی کا ثبوت ممکن نہیں۔ ہاں قلت تدبر وسوء تفکر جناب (جس کو تیسری غلطی کہا جا سکتا ہے) ثابت ہو سکتی ہے۔

جس معنی کر عقل کو آپ نے علت تکلیف سمجھا ہے اس معنی کر وہ علت نہیں۔ اور جس معنی کر وہ علت ہے اس معنی کر اس کے علت ہونے سے کسی انسان کا بدون رہنمائی ہادی کے اخلاق صحیحہ کو جان لینا لازم نہیں آتا۔ اور نہ اس کی نفی سے وجود معلول بدون وجود علت لازم آتا ہے۔

انسان کا عقل کے سبب سے مکلّف ہونا، اور عقل کا علت یا سبب تکلیف ہوتا تو مسلّم ہے ولیکن اس کے یہ معنی نہیں (جو آپ سمجھے ہیں) کہ انسان کا جزئیات احکام کو (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن سے وہ مکلّف ہے) جان لینا و بادرا کات جز ئیہ ان پر مطلع ہونا علت تکلیف ہے اس معنی کر عقل علت تکلیف ہوتو چاہیے کہ جس فرد انسان میں یہ علت پائی جاوے اور جہاں اس کا معلول (یعنی انسان کا مکلّف ہونا) متحقق ہو، وہاں اس معنی کا لحاظ و اعتبار رہو۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر فرد بشر (جو مکلّف ہونے کے لائق ہو) جملہ احکام کو (جن میں اس کا مکلّف ہونا مسلّم یا مجوز ہو) مکلّف ہونے سے پہلے جان لے اور اس جاننے کے پہلے کسی فرد کا کسی امر میں مکلّف ہونا متصور نہ ہو اس لئے کہ وجود علت کا وجود معلول سے مقدم ہونا ضروری ہے ۔ یا یوں کہیے کہ وجود معلول قبل وجود علت محال و ممتنع ہے۔ بناء علیہ خصوصیات نماز (مثلاً) رکوع وسجود و قیام وقرأت تب ہی فرض ہوں جب وہ مکلّف ہونے سے پہلے ان سب کو عقل سے جان لے اور حج بھی اسی پر فرض ہو ۔ جو قبل فرضیت اس کے ارکان واجزاء از خود پہچان لے۔ وعلی ھذا القیاس

اور اس بات کا اور کوئی مسلمان کب قائل ہوگا آپ خود ہی قائل نہیں اور ہر ایک انسان کا اپنی عقل سے جملہ احکام شرعیہ پر (جن کو آپ اخلاق صحیحہ سے تعبیر کرتے ہیں) مطلع ہونا تجویز نہیں کرتے ۔ بلکہ یہ منصب خاص کر حکماء کے لئے تجویز فرماتے ہیں ۔ اور ایسے لوگوں کا ہونا صدیوں درصدیوں میں شاذ و نادر بتلاتے ہیں ۔

قطع نظر اس سے (کہ اس معنی کا کوئی قائل نہیں) اگر عقل کو انہیں معنی کر علت سمجھا گیا ہے تو اس کا علت ہونا (بایں معنی) غیر مسلّم ہے ۔

یہی امر تو اول محل نزاع ہے ۔ اور عین دعوی پھر اسی کا دلیل ہونا کب متصور ہے؟ اور اس کو بلا دلیل مان لینا کب جائز ہے؟ ہمارے خیال میں عقل کی علت ہونے کے یہ معنی ہیں کہ انسان عاقل ہونے (یعنی مجنون وصغیر سن نہ ہونے) کے سبب سے مکلّف ہے اور اس کی صفت یا قوت عقل (جو بچہ یا دیوانہ میں نہیں ہوتی) سبب یا علت تکلیف ہے ۔

اس معنی کر عقل کی علت ہونے سے کسی امر (متعلق تکلیف) کا قبل ورود شرع عقل میں آجانا ضروری نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کے عدم سے وجود معلول بدون وجود علت لازم آتا ہے ۔ یہ تب ہی لازم آتا جب کہ کوئی بچے صغیر سن کو مکلّف ٹھہراتا ، یا مجنون کو مامور ومخاطب باحکام قرار دیتا۔ و لا یقول بہ احد

خلاصہ کلام لائق فہم عوام یہ کہ عقل کے سبب انسان کے مکلّف ہونے کے یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی نہیں کہ قبل ورود شرع وہ عقل سے احکام کو جان سکتا تھا، اس لئے مکلّف ہوا (جس سے آپ کا دعوی ثابت ہواور حکماء کا بدون ہدایت انبیاء احکام شرعیہ پر مطلع ہونا جائز نکلے) بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ انسان عاقل ہونے اور مجنون نہ ہونے کے سبب مکلّف ہوا ہے اور اس سے ایک حکم کا بھی جان لینا قبل ورود شرع لازم نہیں آتا اس کا لازمہ تو یہی ہے کہ ہادی کے بتانے سے وہ احکام کو جان جاوے۔ اور مجنون وصغیر سن تکلیف کا مورد نہ ہو۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ وہ دلیل دعوی جناب کی مثبت نہیں اور اس سے بجز قلت تدبر وسوء تفکر جناب کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

اس دلیل کے ضمن میں آپ نے دفع دخل مقدر کیا ہے اور جو آپ کے بیاب سے بطلان نبوت ظاہر ہوتا تھا اس کی پردہ پوشی کے لئے فرمایا ہے: پس کسی شخص کا بذریعہ اکتساب ان کو یا ان میں سے بعض کو پالینا نہ منافی ہدایت ہے نہ منافی رسالت اور ان باتوں سے انبیاء کی نبوت کی زیادہ تر تقویت ہوتی ہے، اس سے وہ دخل مقدر دفع نہیں ہوسکتا۔ اور اس عذر ہم رنگ گناہ سے وسمہ ابطال نبوت آپ کے دامن تقریر سے دور نہیں ہوتا۔ آپ کا بیان من اولہ الی آخرہ مبطل نبوت ہے پھر اس کی اصلاح اس دوحرفی معذرت سے (جس کو طفل تسلی کہا جاسکتا ہے) کس طرح متصور ہے و لن یصلح العطار ما افسده الدهر ۔ یہ وہ بات ہے جس کا دعا ہم اسی نمبر میں بصفحہ ۱۰۶ کر چکے ہیں۔ اب اس کو بدلائل قطعیہ سچا کر دکھاتے ہیں۔ پس بگوش ہوش سنا چاہیے کہ اس دعوی پر ہمارے تین دلائل ہیں جو منطوق یا مفہوم کلام جناب ہی سے مستفاد ہیں۔

دلیل اول۔ جو منطوق کلام جناب سے اور اس کی صحت وتسلیم میں کسی کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے، یہ ہے کہ آپ نے انسان کا بدون رہنمائی پیغمبر کے اپنی عقل سے احلام شرعیہ (یا اخلاق صحیحہ) پر مطلع ہونا ممکن ٹھہرایا ہے اور اس منصب کو حکماء کے لئے ثابت بھی کر دیا اور ان حکماء کا ہم سر وبمنزلہ پیغمبر ہونا مان لیا۔ اور اس بات کو اپنی کلام کا نتیجہ ہونا تسلیم کرلیا۔

اور یہ صاف وصریح اقرار ہے کہ بعثت وہدایت انبیاء کی حکماء کو ضرورت نہیں اور وہ اخلاق صحیحہ کے دریافت کرنے میں تعلیم انبیاء کے محتاج نہیں۔

بقول جناب انبیاء فقط جاہلوں اور احمقوں کی تعلیم وہدایت کے لئے آئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اور محتاج بعثت و ہدایت انبیاء وہی جاہل۔ پس یہ وہی بات ہوئی جو ابن صیاد نے آنحضرت ﷺ کو کہی تھی (ابن صیاد ایک کافر تھا جس نے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں پیغمبری کا دعوی کیا تھا۔ ایک دن آنحضرت ﷺ اس کے امتحان والزام کو اس کے پاس تشریف لے لئے اور ایک سوال بھی کیا جس میں وہ جواب سے رہ گیا۔ اسی اثنا میں آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا کیا تو میری نبوت کا اقراری نہیں ہوتا۔ اس نے یہ جواب دیا جو یہاں منقول ہوا اشهد انك رسول الا ميين۔ دیکھو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث) کہ میں اس بات کا اقراری ہوں کہ تو نبی ہے مگر تیری نبوت امیوں کے لئے مخصوص ہے۔ ایسے ہی حضرت موسیٰؑ کو کسی حکیم نے سنائی تھی اور ان کی نبوت کو مان کر جاہلوں کے لئے اس کی تخصیص کی۔ اس میں گو فی الجملہ اور خاص جاہلوں کیلئے ضرورت نبوت کا اقرار ہے مگر اس کے عموم شمول کا صاف وصریح انکار۔

اگر کسی کو یہ شبہ خلجان گذرے کہ اگر چہ جناب خان بہادر نے حکماء کو بمنزلہ پیغمبر قرار دیا ہے مگر یہ دو فرق ان میں لگا دیئے ہیں

اول۔ حکماء کا اپنے علم واصول میں مشتبہ رہنا۔

دوم۔ ان کا اپنی باریک اصلاحات پر عامہ کو مطلع نہ کر سکنا۔ اور عام ہدایت کے لائق نہ ہونا۔

ان دو فرق کے سبب سے ان کے حق میں بھی ضرورت انبیاء کا ثبوت ممکن ہے۔ اور عموم نبوت باقی رہتا ہے تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ فرق ثانی کا تو اتنا ہی مفاد ہے کہ حکماء آپ کے نزدیک عامہ خلائق کے ہادی یا نبی ہونے کے لائق نہیں۔ اس سے ان کا اپنی ذات کے لئے ہادی نہ ہونا اور اپنے سلوک میں دوسرے ہادی کا محتاج ہونا لازم نہیں آتا۔

رہا فرق اول سو اگر چہ اس قدر ضعیف اشارہ کرتا ہے کہ رفع اشتباہ وحصول یقین کے لئے حکماء بھی انبیاء کے محتاج ہیں ولیکن منطوق اصول جناب جس کو آپ نے نہایت جچا ہوا فرمایا ہے اس اشارہ بے جا کا مبطل ومکذب ہے۔ اس میں آپ نے صاف فرمایا ہے کہ انسان عقل کے سبب سے مکلّف ہوا تو ضرور ہے کہ جس بات پر وہ مکلّف ہو وہ فہم انسانی سے خارج نہ ہو جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نہ کسی کا افراد انسان سے بدون تعلیم انبیاء احکام شرعیہ کو جان لینا ضروری ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جب بمنطوق اس اصول کے بعض حکماء کا احکام شرعیہ (یا اخلاق صحیحہ) پر مطلع ہونا ضروری ہوا اور عقل انسانی کا (جو علت تکلیف ہے) یہ لازم ذاتی ٹھہرا تو پھر تجویز وامکان عدم اطلاع (جو اشتباہ کا سبب یا مدار یا ملزوم ہے) کیا معنی رکھتا ہے؟

کیا ایک شئے کی ضرورت ایجاب اور امکان سلب میں منافاۃ نہیں۔ اور قضیہ ممکنہ عامہ سالبہ قضیہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نقیض نہیں؟

اس بات کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم منطق سے فی الجملہ آشنائی رکھتے ہیں۔ عوام کو ہم یہ مطلب یوں سمجھا سکتے ہیں کہ آپ نے بعد تجویز اشتباہ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بمقتضائے عقل بعض حکماء کا اخلاق صحیحہ پر مطلع ہونا ایسا ضروری امر ہے جس کا نہ ہونا محال ہے۔ پھر کسی حکیم کے مطلع ہونے میں وجود اشتباہ خود اس شخص کو ہو جس کا مطلع ہونا بوجہ ضرورت تسلیم کیا گیا ہے۔ خواہ کسی دوسرے عاقل کو (جو امر کو ضروری سمجھتا ہے) کس طرح متصور ہے اشتباہ تب ہوتا جب کہ کسی عاقل کے نزدیک عدم اطلاع کا بھی احتمال صحیح ہوتا۔ اس کے تو آپ قائل نہیں پھر قائل اشتباہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔

معلوم نہیں اس قول کے ساتھ اپنے پہلے قول کو منسوخ کر دیا یا پہلا قول بھول کر کہہ یا یا اپنے دونوں قولوں کا مطلب نہیں سمجھا۔ بہر حال اس بچے ہوئے اصول جناب کے مقابلہ میں ہم اس اشارہ ضعیف کا اعتبار نہیں کرتے اور آپ کے اس تلفظ اشتباہ کو احتمال نسخ یا نسیان یا عدم تو جہی پر حمل کرتے ہیں۔ اور آپ کے پرزور دعاوی ودلائل کے منطوق سے ہم یقیناً یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آپ بعض حکماء ناظرین قانون قدرت کو رہنمائے انبیاء سے مستغنی جانتے ہیں۔ اور ہدایت انبیاء کی ضرورت خاص جاہلوں اور احمقوں کے لئے سمجھے بیٹھے ہیں۔

اور یہ بات آپ کی اور کافہ مسلمین کے نزدیک تسلیم نبوت کے مخالف ہے اور اس کے عموم وشمول کے مبطل۔

دلیل دوم جو کلام جناب سے مفہوم ہے اور اس کو وہ لازم یہ ہے کہ آپ نے منصب نبوت کی انبیاء کے لئے تجویز تو کی ولیکن ان کی تصدیق وان کے حقوق کی تسلیم کی ایسی صورت نکالی ہے جس سے وہ تصدیق وجود میں نہ آئے اور اگر برائے نام تصدیق وجود میں آوے تو ان کے حقوق کی تسلیم کبھی ہونے نہ پاوے اور یہ امر اگرچہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتاً اقرار ہے ولیکن معنیً انکار۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو چیف کورٹ کا جج تجویز کریں اور اس کی لیاقت کا ممتحن کسی چپراسی کو جو نہ فرائض ججی کو جانتا ہے نہ قانون کو پہچانتا ہے، بنا دیں یا کسی ایسے پلیڈر کو جو دقائق قانون اور پارلیمنٹ کے فیصلہ جات پر مطلع نہیں اس عہدہ پر مامور کریں اور ان ممتحنوں کو یہ اختیار دے دیں کہ اگر تمہاری سمجھ میں یہ جج اس عہدہ کے لائق ہو اور اس کے احکام و فیصلہ جات تمہاری سمجھ کے مطابق ہوں تو تم اس کو جج بنانا اور اس کی اطاعت کرنا۔ نہیں تو اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لینا۔ اس صورت میں کیا وہ چپراسی اس جج کے احکام و اصول سے بے خبر ہونے کے سبب (بحکم من جھل شیئا اعداہ ۔یعنی جو کسی چیز کو نہیں جانتا وہ اس کا دشمن بن جاتا ہے) اس کا منکر نہ ہوگا؟ اور وہ پلیڈر فی الجملہ قانون دانی کے سبب اس کی ججی کا قائل بھی ہوا تو پھر کیا اپنی ممتحنی کے ناز پر اس کے فیصلہ جات کو اپنی کم علمی کے سبب خلاف قانون سمجھ کر اس کے فیصلوں پر معترض ہو کر اس کی اطاعت سے باہر نہ ہوگا؟

اس طور پر اس جج کا عہدہ ججی پر مامور کرنا کالعدم ہے اور اس کو جج کہنا جج نہ کہنے کے برابر۔ یہی کام بعینہ آپ نے تجویز نبوت انبیاء میں کیا ہے۔ اور ان کی نبوت و اطاعت کا سررشتہ ان لوگوں کے ہاتھ میں دیدیا ہے کہ اولاً تو وہ اس چپراسی کی طرح نبی کی نبوت ہی کے قائل نہ ہوں اور اگر برائے نام ہوں تو پھر اس پلیڈر کی طرح اس کی اطاعت سے خارج رہیں۔

جن لوگوں کو آپ نے انبیاء کی نصیحتوں کا ممتحن بنایا وہ (بزعم جناب حکماء وقسم اول عقلاء سے کیوں نہ ہو) اہل سنت کے نزدیک قبل ورود شرع کے ادراک احکام میں انبیاء سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو چپراسی چیف کورٹ کے ججوں سے رکھتے ہیں۔ اور فرقہ معتزلہ وغیرہ (جو عقل کو حاکم جانتے ہیں) بھی ان کو پلیڈر سے بڑھ کر نسبت نہیں دے سکتے۔ یہ لوگ گو حسن و قبح عقلی کے قائل ہیں ولیکن بجوائے

نہ ہو جائے مرکب تواں تا ختن
کہ جا ہا سپر باید انداختن

بعض احکام کے ادراک سے عقل کو عاجز جانتے ہیں اور ان کو محض تقلید انبیاء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مان رہے ہیں۔

ہر چند تمام مسلمانوں میں ایک آپ ان سب کے خلاف مدعی ہیں اور قسم اول کے لوگوں (حکماء) کو انبیاء سے وہ نسبت دیتے ہیں جو چیف کورٹ کے جج آپس میں رکھتے ہیں۔ ولیکن آپ نے اس خلاف پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ مجرد دعاوی سے صفحہ قرطاس کو رونق بخشی ہے۔ لہذا آپ کا خلاف ہنوز کالعدم ہے اور باتفاق اہل اسلام (سنی معتزلی شیعی خارجی) کوئی شخص انبیاء کی نسبت چپراسی یا اس پلیڈر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ پھر ایسے لوگ انبیاء کے ممتحن ٹھہرے اور ان کی عقل وتمیز جملہ تعلیمات پیغمبر کی کسوٹی مقرر ہوئی، تو انبیاء کی نبوت اور ان کے حقوق کی تسلیم واطاعت ہو چکی

گر ہمیں مکتب و ایں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

ان لوگوں کے ممتحن ہونے اور ان کی عقل کے معیار امتحان ہونے کی صورت میں اولاً تو اس چپراسی کی طرح کوئی نبوت کا اقراری نہ ہوگا۔ اور اگر برائے نام ہوا تو ہمیشہ اس پلیڈر کی طرح اطاعت سے خارج و باغی رہے گا۔

شق اول یعنی اقراری نہ ہونا تو بہت ظاہر ہے چنداں بیان وثبوت کا محتاج نہیں۔ جو شخص کسی امر سے جاہل ہوگا وہ اس کو کب مانیگا۔ چپراسی صحت فیصلہ جات ججی کا کب قائل ہوگا اور فن ہندسہ سے ناواقف شکل عروسی یا حماری کا ثبوت کب تسلیم کریگا اسی طرح منکر رسالت محمدیہ دقائق واسرار تعلیمات نبویہ کو نماز یا روزہ یا حج میں عقل یا نیچر سے کیا سمجھے گا اور اس سمجھ کے ذریعہ سے نبوت کا کب اقراری ہوگا؟

بلکہ اگر اس کو ممتحن قرار دیا جائے اور اس کی عقل وفہم کو ان تعلیمات اور ان کے معلم کی صداقت کا معیار بنایا جاوے تو وہ در پئے انکار ہوگا۔ اور اپنے منصب حکومت کے بھروسے اسی سے ابطال نبوت کرے گا۔ نماز میں وہ یہ کہے گا کہ اس کے افعال خصوصاً سجدہ نیچر کے خلاف ہے اس لئے کہ اس میں سر کو نیچے اور مقعد کو اوپر کیا جاتا ہے۔ اور معدہ کا کھانا منہ کی طرف آتا ہے اور بدن کا خون سر اور آنکھوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس میں کئی امراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور روزہ میں یہ کہے گا کہ دن بھر کے فاقہ سے خون خشک ہو جاتا ہے اور رطوبتیں سلب اور اعضا کی غذا کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقطاع۔ جس سے انسان کی جسمانی وعقلی کمالات میں نقصان کا احتمال ہے (عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر ۵

(اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر ۵ بابت جمادی الاول ۱۲۹۶ھ مطابق مئی ۱۸۷۹ء

جس میں بعض اصول جواب ادلہ کاملہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کا جواب ہے

اور بطفیل جناب ممدوح اصل اصول مذہب نیچری سے بھی تعرض ہے)۔

جو مقتضائے نیچر انسان کے برخلاف ہے۔

نماز کی شرائط سے غسل میں کہے گا کہ خروج منی سے (جو نیچر انسان کا اصل اصول ہے اور اس کے ناپاک ہونے سے پھر انسان کا پاک ہونا متصور نہیں) تمام بدن کا غسل واجب ہونا اور بول و براز سے جو بحکم نیچر فضلات ونجاسات سے ہے، فقط موضع خروج کے غسل کا واجب ہونا خلاف نیچر ہے۔

اور وضو میں کہے گا کہ نجاست (بول و براز) تو کہیں سے نکلے اور اس کے بدلے منہ میں پانی ڈال کر کلیاں کریں اور ناک میں پانی چڑھاویں۔ یہ کب نیچر کے موافق ہے۔

حج میں اس سے بھی بڑھ کر کہے گا اور اس کے ارکان وآداب کو جیسے احرام باندھ کر (گرمی وجاڑوں میں) ننگے سر رہنا، کرتہ عمامہ پاجامہ اتار دینا، کعبہ کے گرداگرد اور صفا مروہ کے بیچ میں دوڑتے پھرنا، صدہا اونٹ بکریاں بلاضرورت گوشت ذبح کر ڈالنا، کنکریوں کے ڈھیر پر کنکریاں پھینکنا، خوشبو شکار جماع کو اپنے اوپر حرام کر لینا۔ یہ سب نیچر انسان کے خلاف ہیں۔ وعلی ھذا القیاس صدہا تعلیمات نبویہ کو خلاف نیچر بتادیں گے۔ جب اپنے آپ کو عہدہ حکومت ومتحنی پر مامور پاویں گے۔

یہ سب باتیں میں فرضی نہیں کہیں بلکہ آج کل کے نیچریوں سے (جن کو آپ نے باشاعت تہذیب الاخلاق ممتحنی کا سارٹی فیکیٹ دے دیا ہے اور تقلید محض پیغمبر سے آزاد کر دیا) بالواسطہ یا بلاواسطہ سنی ہوئی نقل کی ہیں۔

ضلع لاہور کے حضرات نیچریہ مسلمان کہلا کر اس قسم کی باتیں برملا کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوران کے ذریعہ سے مسائل اسلام کی ہنسی کر رہے ہیں۔ایک شخص کا قول ہے کہ حج بڑی تعذیب ہے۔دوسرے کا قول ہے کہ خدا تعالی (معاذ اللہ) کیا بے وقوف ہے؟ جس نے ٹخنے کے نیچے آزار کو منع کیا ہے (یعنی ٹخنوں کا ڈھانکنا اور پاؤں کا گرم رکھنا تو عین موافق عقل و داخل نیچر انسان ہے، پھر خدا ایسی بات کیونکر کہہ سکتا ہے۔جس نے اس سے منع کیا ہے وہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے)۔تیسرے کا قول ہے کہ پیغمبر نے جو تعدد ازواج کی تجویز کی ہے (معاذ اللہ) پیغمبر کی غلطی ہے۔

یہاں شاید آپ یا آپ کے احباب یہ عذر پیش کریں کہ ہم نے عقل انسانی کو ممتحن ٹھہرایا ہے، نہ ہر ایک انسان کی عقل کو۔پس اگر کوئی نادان اپنی عقل کی نارسائی پر خود رائی کرے اور تعلیمات نبویہ کا ممتحن ہو کر جس کو اپنی سمجھ میں خلاف نیچر پاوے اس کو بحکم عقل انسانی خلاف عقل قرار دے تو یہ اس کی جہالت ہے، نہ ہمارے اصول کی اجازت۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک جناب نے اپنے اصول لفظ عقل انسانی کا استعمال کیا ہے ولیکن اس کو مشرح نہیں فرمایا کہ اس سے مراد کون سے انسان ہیں یا کس قسم کے یا کتنے۔اس لئے ہر ایک انسان بدست آویز اپنے انسان ہونے کے آپ کے اصول سے لپٹ سکتا ہے اور اپنی عقل کو جو عقل انسان کے افراد سے ہے ممتحن شریعت بنا سکتا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ فعل انسانی اپنی اطلاق وکلیت کے مرتبہ میں تو ممتحن ہونے سے رہی اس لئے کہ کلی کا وجود بجز افراد خارج میں متحقق نہیں۔چنانچہ علم منطق میں محقق ہے۔پس عقل انسانی کو ممتحن کہنا افراد عقل انسانی کو ممتحن کہنا ہوا۔اور جب آپ نے ان افراد کی تحدید نہیں کی تو ہر ایک فرد کے مراد ہونیکی گنجائش ہوئی۔علاوہ براں اس اصل کے ثبوت پر آپ نے دلیل ایسی قائم کی ہے جو ہر فرد انسان کو ممتحن بناتی ہے۔آپ نے عقل کے سبب انسان کے مکلّف ہونے کو اپنے اصول پر دلیل ٹھہرایا ہے جس کا مطلب مفاد (چنانچہ نمبر سابق میں بصفحہ ۱۱۳، ۱۱۴ گذر چکا) یہ ہے کہ جس فرد انسان میں مکلّف ہونا پایا جاوے اس میں عقل (بمعنی ادراک جزئیات احکام) کا وجود ضروری ہے۔اس سے ہر فرد مکلّف کا احکام جزئیہ کو ادراک کر لینا اور ممتحن ہونیکے لائق ہونا صاف ثابت ہوتا ہے۔

قطع نظر ان دلائل سے آپ اور آپ کے اتباع واحباب کا عمل شبانہ روزی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس تعمیم کا مثبت ہے۔ اور ہر کسی کو عہدہ ممتحنی پر مامور کر رہا ہے۔

جس حکم شرعی کی آپ نے ترمیم کی ہے اس میں عقل انسانی (سب لوگوں کی عقل) سے صلاح نہیں پوچھی بلکہ جو بات آپ کے یا آپ کے چند سیکریٹریوں کے خیال میں آئی وہی تجویز عقل انسانی سمجھی گئی۔ اور اسی کے بھروسے پر بیسیوں احکام شرعیہ کی آپ نے ترمیم کر دی۔ آپ تو آپ ہیں آپ کے ادنی اتباع (جو نہ عربی جانتے ہیں نہ فارسی، نہ منطقی ہیں نہ فلسفی۔ بجز اردو اخبارات پڑھنے کے کچھ لیاقت نہیں رکھتے اور تہذیب الاخلاق کے سوا کوئی کتاب دینی یا علمی پڑھ نہیں سکتے) فقط اپنی عقل کو عقل انسانی سمجھ رہے ہیں اور محض اپنی رائے سے بلا استفسار عقلاء وفضلاء روزگار ترمیم احکام کر رہے ہیں۔ میری اس بات کو آپ غلط سمجھیں تو کوئی ایک آدھ بات ایسی بتلا دیں جس میں آپ نے یا آپکے اتباع نے روئے زمین کے عقلاء سے مشورہ لیا ہو محض اپنے خیال سے اس میں فیصلہ نہ کیا ہو

اور ساتھ اس کے یہ بھی فرماویں کہ عقل انسانی (یعنی جملہ افراد انسان کی عقل) کی تجویز پر اطلاع کیوں کر متصور ہے۔ اور آپ کے یا کسی اور نئے مہذب کے پاس ایسا کونسا آلہ ہے جس کے ذریعہ سے روئے زمین کے عقلاء کی رائے معلوم کر لینا ممکن ہے۔ یہ نہ ہو سکے تو جو کچھ آپ کے قول وفعل سے ثابت ہوتا ہے اس کو مان جاویں اور اس بات کو تسلیم کر لیں کہ اس قول وفعل کے مقابلہ میں لفظ عقل انسانی سے تعرض کرنا کان لم یکن ہے۔ اور قول وفعل جناب واتباع جناب سے ہر ایک کے لئے جو مکلّف ہونے کے لائق ہے ممتحن بننے کی اجازت نکلتی ہے اور اس ممتحن ہونے پر جیسا کہ اسلام میں داخل ہونا ممکن ہے وہ بخوبی معلوم ہو چکا ہے۔

اس امکان کو ہم تب مانتے جب کسی ہندو یا برہمو یا نیچرلسٹ یا عیسائی یا لامذہب کا اس امتحان کے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہونا مشاہدہ کرتے، یا آئندہ توقع رکھتے۔ ہم غیر مذہب والوں کے مسلمان ہونے اور اس طریق سے مطلب کو پہنچ جانے کی کیا امید رکھیں۔ جب ہم مانے منائے، داخل ہوئے ہوائے لوگوں کو اس طریق کے اختیار کرنے سے اطاعت اسلام سے خارج ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس اصول جناب کے استعمال کرنے والوں کو پابندی اصول وشعائر اسلام سے آزاد وخود مختار پاتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے ایک دفعہ تہذیب الاخلاق کو اعتقاداً و ایماناً ہاتھ میں لیا یا اس کے مشتغل کے پاس بیٹھا وہ حشر ونشر وعذاب وثواب جسمانی سے بے ڈر ہوا اور التزام جمعہ و جماعات سے مستعفی بنا۔ اکل وشرب ولباس میں سیرت محمدیہ کا مخالف ہوا اور صورت وزیّ و عادات مخالفین اسلام کو پسند کرنے لگا اور اس قسم کی باتوں کو جو اوپر منقول ہوئیں وردزبان کیا۔

رہا ان کا مسلمان کہلانا اور نبوت آنحضرت ﷺ سے انکار نہ کرنا، سو یہ وجہ رکھتا ہے کہ ایسا مسلمان کہلانا جس میں ہینگ لگے نہ پھٹکڑی اور نبوت محمدیہ کا ایسا اقراری ہونا جس میں آنحضرت ﷺ کی تقلید نہ کرنی پڑے اور ان کی تعلیمات سے اپنی سمجھ کے موافق بات کے لے لینے اور جو سمجھ میں نہ آوے اس کے چھوڑ دینے کا اختیار باقی رہے، کچھ مشکل نہیں اور اسے انکار کرنے میں بجز بدنامی ونکونیتی کے کچھ فائدہ نہیں۔

کیا مزہ ہے کہ نماز نہ پڑھیں، روزہ نہ رکھیں، زکوۃ نہ دیں، حج نہ کریں، داڑھی منڈاویں یا کترادیں۔ دھوتی یا پتلون وجاکٹ پہنتے رہیں، رادھا کرشن ورام چند نام رکھاویں، بایں ہمہ بلاشبہ مسلمان اور پورے موحد کہلاویں (اپنے مضمون کانشنس کے اخیر میں اس شخص کو جو وحدت ذات وصفات وعبادت خدا کا قائل ہے گو بظاہر اپنے تئیں مسلمان نہیں کہتا بلاشبہ مسلمان اور پورا موحد کہا ہے اور یہی فتوی ایک شخص کو، جو دل سے معتقد اسلام ہے پر بظاہر ہندو ہے، دیا ہے جسکی دستاویز سے وہ اب تک ہندو ہے، اسلام ظاہر نہیں کرتا اور شعار اسلام نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہے)

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اور ابتداء سے اعتقاد حقانیت اسلام کے معتقد رہے۔ اب اس عادت کا خلاف نہیں کر سکتے اور دین اسلام اور اس کے بانی کی عام وصریح طور پر تکذیب کرنا پسند نہیں کرتے۔ لہذا جب اس کی کوئی بات بزعم خود خلاف عقل یا نیچر پاتے ہیں تو بعض اس میں اپنی ہوا یا عقل کے موافق تاویل کر کے تکذیب صریح سے بچ جاتے ہیں اور بعض اس خاص امر میں تکذیب کو جائز سمجھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ پیغمبر نے اس امر میں غلطی کی ہے اور کہتے ہیں اس غلطی خاص سے ان کی نبوت عموماً باطل نہیں ہوئی۔

اتنی رعایت بھی وہ جب ہی کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور ایک مدت سے ادعاء حقانیت کے عادی رہے۔ اگر یہ مسلمانوں کے گھر پیدا نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے اور اس امتحان کے ذریعہ سے اسلام میں داخل ہونا چاہتے تو ہرگز داخل نہ ہوتے ۔ کہیں نہ کہیں اپنی عقل کو ادراک اسرار احکام شرعیہ سے قاصر و عاجز پاتے وہیں تکذیب و انکار صریح کو زبان پر لاتے ۔ کچھ تفصیل و تائید اس مضمون کی تمثیلات شق دوم سے ہوگی ۔ ان شاء اللہ تعالی

شق دوم ۔ یعنی ممتحنی کے اختیارات مل جانے پر باوجود افرازی ہونے کے اطاعت سے خارج رہنا شق اول سے بڑھ کر ظاہر و عیان ہے اور مستغنی از اثبات و بیان ۔ شق اول میں تو مقتضیات و لوازم سے اثبات مدعا کرنا پڑا تھا اس شق کا مضمون آنکھ سے دکھائی دے رہا ہے اور واقعی نظر آتا ہے ۔

جو لوگ اپنی عقل (ناقص) کو پیغمبر (ہادی کامل) کا ممتحن بنائے ہوئے ہیں اور اسی کو معیار و میزان صداقت جملہ تعلیمات نبویہ سمجھے ہوئے ہیں ۔ اور اطاعت پیغمبر کو خاص اسی امر میں واجب مانتے ہیں جس کو اپنی عقل کے موافق جانتے ہیں ۔ وہ اطاعت صدہا احکام شرعیہ نبویہ سے مسلمان ہو کر باغی ہیں اور اس کی مخالفت میں بلا مبالاۃ ساعی ۔

پھر بعض ان میں سے صاف تکذیب و تغلیط پیغمبر کرتے ہیں اور کئی مسائل میں پیغمبر کی غلطی اور رسم جہالت کی پابندی کے مدعی ہیں اور بعض تاویل و تحریف کے ساتھ ان باتوں کی تسلیم و اعتقاد سے منحرف ہیں ۔

یہاں چند تمثیلات بطور مشتی نمونہ خروارے از ہزار نقل کرتا ہوں ۔ جو ان کی تحریرات یا تقریرات میں دیکھ یا سن چکا ہوں ۔ استرقاق (لونڈی غلام بنانے میں) یہ کہتے ہیں ۔ آزادی نیچر انسان میں داخل ہے ۔ اور یہ حکم اس کے مخالف ہے ۔ اس لئے اس کا ابطال واجب ہے ۔ بناء علیہ اس کو رسوم جاہلیت و عادات کفار سے ٹھہراتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے قول و فعل و صحابہ کے عام تعامل کو کچھ خیال میں نہیں لاتے ۔ سود کے باب میں وہ یہ بات کہتے ہیں جو کفار مکہ پہلے کہہ چکے ہیں

انما البیع مثل الربوا ۔ یعنی سود لینا دینا ایسا ہے جیسے بیع شرا کرنا ۔

اور کہتے ہیں تھوڑا سود لینے یا دینے میں کوئی ضرر متصور نہیں ۔ اور ایک کا دوسرے کو نفع پہنچانا متیقن ہے پس اس سے عموماً و مطلقاً یعنی ہر صورت سے روکنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاف نیچر و نا مقبول ہے۔ لا بد ممانعت سود اسی حالت پر محمول ہے جس میں ضرر ظاہر ہو اور ایک کا دوسرے کو لوٹنا متصور۔ یعنی ایک روپیہ کے بدلے دس لے لینا چنانچہ لا تاکلوا الربا اضعافاً مضاعفة (سود کئی گنے مت کھاؤ) مصداق ہے اور اطلاق وعموم آیات کو جو قلیل وکثیر کو حرام کرتے ہیں جیسے احلّ الله البیع و حرّم الربوا۔ (خدا نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام) الذین یاکلون الربا (جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے بھوت کا چھوا ہوا بے ہوش اٹھتا ہے)۔ وغیرھما کو خیال میں نہیں لاتے۔ ایسا ہی قمار میں کہتے ہیں اور بناء علیہ لاٹری وغیرہ جس میں ضرر کم ہے اور نفع زیادہ جائز بتلاتے ہیں اور عمل میں لاتے ہیں۔ اور عموم و اطلاق آیت و المیسر من عمل الشیطان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

شراب میں کہتے ہیں کہ یہ دراصل بحکم نیچر عمدہ چیز ہے خون صالح پیدا کرتی ہے جس کے پیدا ہونے سے صدہا نیچری فوائد کی توقع ہے۔ پھر جو اس میں حرمت کا حکم وارد ہے وہ بلحاظ ضرر ہے جو زیادتی و بے اعتدالی سے پیدا ہونے کا احتمال رکھتا ہے۔ بناء علیہ عموماً و مطلقاً شراب کو حرام کرنا خلاف نیچر و نا معقول ہے۔ اس لئے اس کی حرمت اسی حالت پر محمول ہے کہ کوئی بہ نیت تلہی (یعنی کھیل تماشا) اس کو نوش کرے یا مقدار مفید سے بڑھ کر اس قدر پی لے جس میں اپنی عقل کو جو راس المال انسان ہے، کھو بیٹھے اور جو بہ نیت تقویت وکمال صحت اس کو استعمال میں لاوے یا کسی دوا میں اس کو برت لے اور حد اعتدال سے خارج نہ ہو اس کے لئے وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے۔

اور یہ نہیں سوچتے کہ حکیم روحانی طبیب ربانی محمد رسول اللہ ﷺ نے قلیل وکثیر شراب کو حرام فرمایا ہے اور دوا میں استعمال کرنے سے بھی منع کر دیا۔

اسی قسم کی صدہا باتیں یہ حضرات کرتے ہیں ان سب کا شمار میں ضروری نہیں سمجھتا اور تصدیق دعوی کے واسطے ایک مثال کو کافی خیال کرتا ہوں یہ باتیں ان کے عوام کی نسبت نہیں ہیں بلکہ اخص خواص کے قول وفعل سے ثابت ہیں۔

استرقاق، سود، قمار کی نسبت جو یہاں بیان ہوا ہے وہ آج کل کے خواص کی تحریروں میں تقریروں میں دیکھا گیا ہے۔ شراب کی نسبت جو ذکر ہوا ہے یہ ان کے آئمہ اور اکابر حکماء سے مروی و ماثور پایا ہے۔ شیخ الصناعۃ وامام الفلاسفہ ابوعلی سینا وغیرہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکماء شراب میں یہی خیال رکھتے ہیں۔ اور بلا تردد نوش جان فرماتے۔

قا ل الا ما م غزا لی فی کتا ب المنقذ من الضلا ل :

ثم رأينا فتور ا لاعتقا دا ت فی اصل النبوة ثم فی حقيقة النبوة ثم فی العمل بما شر حه النبوة

و تحققنا شيوع ذلك بين الخلق فنظر ت الی اسبا ب فتور الخلق و ضعف ايما نهم بها فا ذا هی اربعة سبب من الخائضين فی علم الفلسفة

و سبب من الخا ئضين فی علم التصو ف

و سبب من المنتسبين الی دعوی العلم

و سبب من معا ملة المو مين من العلماء فيما بين النا س

فقا ل يقو ل لو و جبت المحا فظة علی ما تقو ل کا ن العلماء اجدر بذلك و فلا ن من العلماء المشا هير بين الفضلاء لا يصلی و فلاں يشر ب الخمر ۔ و قا ئل با ن يد عی عالم التصو ف و يزعم انه بلغ مبلغا ار قی عن الحا جة الی العبادة

و قا ئل ثا لث يتعلل بشبهة اخر ی من شبها ت اهل ا لا با حة و هم الذ ين ضلو عن طر يق التصو ف و قا ئل را بع بقی اهل التعليم فيقو ل الحق مشكل و اطر يق اليه منسد

و قا ئل خا مس يقو ل لست افعل هذا تقليدا و لكنی قرأت علم الفلسفة و ادر كت حقيقة النو ة

و ان حا صلها ير جع الی الحكمة و المصلحة و ان المقصو د من وعيدا تها ضبط عوام الخلق و تقييد هم عن التقاقل و التنا ز ع و الا ستر سا ل فی الشهوا تفما انا من العا م الجهلاء حتی اد خل فی جحر التكليف و انما انا من الحكماء اتبع الحكمة و انا بصير فيها مستغن بها عن التقليد

هذا منتهی ايما ن من قر ء فلسفة ا لا لهين منهم و تعلم ذلك من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كتب ابن سينا و ابى نصر الفا را بى و هئو لا ء هم المتجملون منهم با لاسلام و ربما تر ى الوا حد منهم يقر ء القر آ ن و يحضر الجما عا ت و الصلوا ت و يعظم الشريعة بلسا نه و لكنه مع ذلك لا يتر ك شر ب الخمر و انوا عا من الفسق و الفجو ر واذا قيل له ان كا نت النبوة غير صحيحة فلم تصلى فر بما يقو ل لر يا ضة الجسد و عا دة اهل البلد و حفظ الما ل و الو لد و ر بما قا ل الشريعة صحيحة و النبوة حق فيقا ل له لم تشر ب الخمر فيقو ل انما نهى عن الخمر لا نها يو ر ث العداوة و البغضاء و انا لحكمتى محترز عن ذلك

و انما اقصد به تشحيذ خا طرى حتى ان ابن سينا ذكر فى وصية له كتب فيها انه عا هد الله على كذا و كذا و انه يعظم الاو ضاع الشر عية و لا يقصر فى العبا دا ت الدينية و لا يشرب الخمر تلهيا۔

فكا ن منتهى حالته فى صفاء الا يما ن و الالتزام العبا دا ت ان استثنى شر ب الخمر لغر ض التشفى

فهذا ايما ن من يد عى ا لا يما ن منهم ۔ و قد انخذ ع بهم جماعة و زا د هم انخدا عا ضعف اعترا ض المعتر ضين عليهم اذا اعتر ضوا عليهم بمجا حدة علم الهند سة و المنطق و غير ذلك

(ترجمہ: امام غزالیؒ کتاب منقذ من الضلال میں فرماتے ہیں:

پھر میں نے لوگوں کا فتور اعتقاد اصل نبوت میں دیکھا۔ پھر اس کی حقیقت کے سمجھنے میں پھر ان باتوں پر عمل کرنے میں جو نبوت نے کھولے ہیں۔

پھر تحقیق کیا کہ یہ باتیں لوگوں میں کیوں پھیل گئی تو لوگوں کے فتور اور نبوت پر ایمان لانے میں سستی کے چار سبب پائے۔

سبب اول۔ ان کی طرف سے جو علم فلسفہ میں غور کرتے ہیں۔ سبب دوم۔ ان کی طرف سے جو علم تصوف میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ۳۔ ان کی طرف سے جو دعوی تعلیم کی طرف منسوب ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی بزعم خود چھپے ہوئے امام مہدی سے سیکھنے کا دعوی رکھتے ہیں ۔۴۔ ان کی طرف سے جو عالم ہو کر لوگوں میں جاہلوں کے سے کام کرتے ہیں ۔

پس کوئی تو کہتا ہے کہ اگر تعلیمات نبویہ پر محافظت ضروری ہوتی تو فلاں فلاں علماء اس محافظت کے زیادہ لائق تھے اور ان کا یہ حال ہے کہ نماز نہیں پڑھتے ،شراب پیتے ہیں ۔

دوسرا علم تصوف کا مدعی ہے اور یہ دعوی کرتا ہے کہ مجھے اس رتبہ تک وصول ہو گیا ہے کہ اب نماز وعبادات کی مجھے حاجت نہیں رہی ۔

تیسرا فرقہ اباحیہ کے شبہات کا بہانہ کرتا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو طریق تصوف میں پڑ کر راستہ بھول گئے ہیں ۔

چوتھا کسی تعلیمی کو (جو امام مہدی سے تعلیم پانے کے مدعی ہیں) ملا تو اس نے یہ کہہ دیا کہ حق کا دریافت کرنا مشکل ہے ۔ اور اسکے طرف راستہ اب بند ہے (کیونکہ مہدی چھپے ہوئے ہیں) ۔

پانچواں کہتا ہے میں یہ کام (تعلیم نبوی کی محافظت میں سستی) کسی کی تقلید سے نہیں کرتا ۔ بلکہ علم فلسفہ پڑھا ہوا ہوں اور حقیقت نبوت کو خوب پہچان چکا ہوں ۔ اس کا خلاصہ بھی حکمت و مصلحت ہے (یعنی جو ہم لوگوں کو معلوم ہے) اور نبوت کے وعید (ڈر کی خبریں اور عذاب کے وعدے) سے مقصود خلائق کا ضبط رکھنا اور ان کو لڑنے اور جھگڑنے اور شہوات نفسانی میں چمٹے رہنے سے روکنا ہے اور میں عوام سے نہیں ہوں کہ اس تکلیف کے بل میں گھس بیٹھوں میں تو حکیم ہوں اور اس میں خوب نظر رکھتا ہوں اور اس کے سبب تقلید پیغمبر سے بے پرواہ ہوں ۔

یہ ایمان فلاسفہ کا اخیر درجہ ہے جو کتب ابوعلی سینا اور ابونصر فارابی سے جواز انجملہ بلباس اسلام زینت ظاہر کرتے ہیں، معلوم ہوتا ہے بعض ان میں سے قرآن پڑھتے ہیں اور جماعتوں اور نمازوں میں حاضر ہوتے اور زبان سے شریعت کی تعظیم ظاہر کرتے ہیں ولیکن مع ذلک شراب بھی پی لیتے ہیں اور کئی قسم کے فسق و فجور کو نہیں چھوڑتے ۔

اگر کوئی ان کو کہتا ہے کہ اگر تمہارے خیال میں نبوت صحیحہ نہیں تو تم نماز کیوں پڑھتے ہو؟ تو کہتے ہیں بدن کی اس میں ریاضت ہے (یہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے صفحہ ۱۲۵ میں کہی ہے اور ان کے بظاہر مسلمان ہونے اور کہلانے کی وجہ بتائی ہے) اور عادت شہر والوں کی موافقت ہے اور تعرض مسلمانوں سے جان و مال کی حفاظت ۔ اور کبھی یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت صحیح ہے اور شریعت حق ہے ۔ پھر جو ان کو شراب پینے کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو کہتے ہیں شراب اس واسطے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منع ہے کہ وہ آپس میں عداوت وبغض پیدا کرتی ہے اور میں اپنی حکمت کے سبب اس سے بچا رہتا ہوں، یعنی اتنی نہیں پیتا جس میں عقل جاتی رہے اور کسی سے لڑائی کی نوبت پہونچے۔

اور میرا مقصود شراب پینے سے تیزی طبع ہے (نہ محض تلھّی) یہاں تک کہ بوعلی سینا نے اپنی وصیت میں لکھا ہے کہ میں اللہ تعالی سے فلاں فلاں کام کرنے کا عہد کرتا ہوں اور یہ کہ شریعت کے اوضاح کی تعظیم کیا کروں گا اور عبادات نماز وغیرہ میں قصور نہ کروں گا اور بہ نیت تلھّی (کھیل) کے شراب نہ پیونگا۔

یہ اسکی صفائی ایمان والتزام عبادت کی حالت کا اخیر درجہ ہے جس میں وہ شراب خوری کو بہ نیت شفاء استثنا کرتا ہے۔

ایسا ہی ان کے سب مدعیان ایمان کا حال ہے ان لوگوں کے سبب بہت لوگ دھوکہ کھا گئے ہیں اور ان کے دھوکہ کو معترضین کے ضعیف اعتراضوں نے جو انکار علم ہندسہ ومنطق میں وہ کئے ہیں اور زیادہ کر دیا ہے)۔

ایسی ہی باتیں ابونصر فارابی سے منقول ہیں جن کی نقل وتفصیل میری حاجت سے زائد وفضول ہے (اور مجمل حال اس کے اعتقاد کا بضمن فتوی ابن تیمیہؒ ایک حاشیہ میں آئے گا)۔ اور ان باتوں کا بغاوت ہونا ظاہر ہے اور ایسی خودمختار اطاعت، بغاوت سے بدتر۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام ایسے طور پر نبوت کی تسلیم کو انکار سمجھتے ہیں اور اس طرح سے ماننے والوں کو منکر وخارج از ملت خیال کرتے ہیں۔ میں اس کی شہادت میں کسی فقیہہ کا محدث کا قول پیش کروں تو آپ اس کی طرف التفات نہ کریں گے۔ اور وہی اپنی قدیم بات کہ: میں ان کے کالے کالے کفر کے فتووں سے نہیں ڈرتا۔، لہذا اس باب میں نقل عرض قول امام غزالیؒ پر اکتفا کرتا ہوں جن کو آپ اور آپ کے احباب جامع معقول ومنقول جانتے ہیں اور تطبیق معقول منقول میں امام مانتے ہیں اور ان کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں اور ان کی کلام پر تہذیب الاخلاق میں جا بجا اعتماد واستشہاد کرتے ہیں۔ اب اگر آپ نے ان کو بھی نہ مانا تو آپ کا اختیار ہے، معتقد امام غزالیؒ تو اس کو مانے گا اور جو آپ کو ہم خیال امام غزالیؒ سمجھ رہا ہے وہ تو اپنی غلطی پر متنبہ ہوگا۔

قال الغزالی فی المنقذ من الضلال بعد ذکر ما نقل من اقوال ھئولاء اھل الضلال و تعودا لآن الی ما ذکرته من اسباب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعف ا لا يما ن و نذ كر طر يق ارشا د هم و انقا ذهم من مهالكهم۔ اما لذ ين ادعوا الحيرة بما سمعوه من اهل التعليم فعلا جه ما ذكر ناه فى القسطاس المستقيم و لا نطول بذ كره هذه الرسا لة ۔ و اما ما تو هم اهل ا لا با حة فقد حصر نا شبههم فى سبعة انوا ع و كشفنا ها فى كتا ب كيماء السعا دة ۔ و اما من افسد ايما نه بطر يق الفلسفة حتى انكر اصل النبو ة و و جو د ها با لضرورة بد ليل و جود علم خوا ص ا لا دو ية و غير ها و انما اقد منا هذه المقد مة لا جل ذلك و انما اورد نا الد ليل من خوا ص الطب و النجو م لا نه من نفس علمهم و نحن نبين لكل عا لم بفن من العلو م كا لنجو م و الطب و الطبيعة و السحر و الطلسمات مثلاً من نفس علمه بر ها ن النبوة

و اما من اثبت النبوة بلسا نه و سوى اوضا ع الشر ع على الحكمة فهو على التحقيق كا فر بل الا يما ن با لنبوة ان يومن با ثبا ت طور و را ء طور العقل ليفتح فيه عين يد ر ك بها مدر كا ت خا صه و العقل معزو ل عنها كعز لالعين عن ادرا ك ا لا صوا ت و جميع الحوا س عن ادرا ك المعقو لا ت فا ن لم يجوز هذا فقد اقمنا البر ها ن على امكا نه بل على و جوده ۔ و ان جوز هذا فقد ثبت ان ههنا امور تسمى خواصاً لا يدور العقل حوا ليها اصلا بل يكا د العقل يكذ بها و يقضى باستحالتها

فان وز ن دا نق من ا لا فيو ن سم قا تل لا نه يجمد الد م فى العرو ق يفر ط برو دته

و الذى يد عى علم الطبيعة يز عم ان ما يبر د من المر كبا ت بعنصرى الماء و التر ا ب فهما العنصران الباردا ن و معلو م

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان ار طا لا من الما ء و الترا ب لا يبلغ بتر يد ها فی البا طن الی هذا الحد فلواخبر طبعی بهذا و لم يجر به يقا ل هذا محال ۔ و الد ليل علی استحا لة ان فيه اجزاء نا ر ية و هوا ئية و الا جزاء النا ر ية و الهوا ئية لا تز يده برودة

فقدر الكل ماءً و ترا باً و هو لا يو جب هذا لافرا ط فی التبريد و اذا ضم اليه حارا ن فبا ن لا يو جب اولی

و يقدر هذا بر ها ناً ۔ و اكثر برا هين الفلا سفة فی الطبيعا ت و الا لهيا ت مبنی علی هذا الجنس فا نهم تصور ا لا مور علی قدر ما عقلوه و و جدوه و ما لم يعقلو ه او لم يجدوه قد روا استحا لة

فلو لم يكن الرؤيا الصا دقة ما لو فة و ادعی مد عٍ انه عند ركود الحواس بعلم الغيبلا نكره المتصر فو ن بمثل هذه العقول و لو قيل لوا حد هل يجوز ان يكو ن فی الد نيا شیء هو بمقدار حبة لو تو ضع علی بلدة تا كل تلك البلدة بجملتها ثم تا كل نفسه و لا يبقی فی نفسه لقا ل هذا محا ل و من جملة الخرا فات

و هذه حا لته النار ينكر ها من لم ير النار اذا سمعها و اكثر انكار عجا ئب ا لآ خرة هو من هذاالقبيل فنقو ل للفلسفی قد اضطررت الی ان نقو ل فی ا لا فيون خا صية فی التبر يد ليس علی قياس العقو ل ۔ فلم لا يجوز ان يكو ن فی ا لاو ضا ع الشر عية من الخوا ص فی مداواة القلو ب و تصفيتها ما لا تد ر ك بالحكمة العقلية بل لا يبصر ذلك ا لا بعين النبوة

(ترجمہ: امام غزالیؒ نے رسالہ منقذ من الضلا ل میں ان گمراہوں کے اقوال نقل کرنے کے بعد کہا ہے: اب ہم ان اسباب ضعف کا ذکر کرتے ہیں اور ان لوگوں کی ہدایت اور خلاصی کا راہ بتلاتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جنہوں نے اہل تعلیم کی سنی سنائی باتوں کے سبب حیرت کا دعوی کیا ہے انکا علاج تو وہی ہے جو ہم کتاب قسطاس المستقیم میں ذکر کر چکے ہیں۔اس رسالہ کو اس ذکر سے طول نہیں کرتے۔

اور جو اہل اباحت شبہ واوہام پیش کرتے ہیں ان کا سات قسم میں حصر وحل ہم نے کیمیاء سعادت میں کر دیا ہے۔اور جو اپنا ایمان فلسفہ کے طریق پر بگاڑ چکے ہیں حتی کہ اصل نبوۃ کے منکر ہو بیٹھے ہیں ان کے لئے ہم حقیقت نبوت کو ذکر کر چکے ہیں اور وجود نبوت بدلیل وجود خواص ادویہ و نجوم وغیرہ بتا چکے ہیں۔ہم نے اس مقدمہ کو اسی واسطے پہلے ذکر کر دیا ہے۔

ہم دلیل وجود نبوت خواص طب ونجوم سے اس لئے ذکر کئے ہیں کہ یہ خود ان کے علوم ہیں۔اور ہم ہر فن کے عالم کو خواہ طب کا علم طبعی کا ہو یا سحر وطلسمات کا، اسی کے علم سے برہان نبوت بتایا کرتے ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جو زبان سے نبوت کے اقراری ہیں پر شریعت کو حکمت کے موافق کرتے ہیں (اس طرح کہ حکمت کو اصل ٹھہراتے ہیں اور شریعت کو اس کے تابع کرتے ہیں۔اور اگر اس کا عکس کرتے تو منکر نبوت نہ کہلاتے) سو درحقیقت نبوت سے منکر اور کافر ہیں۔نبوت کا ماننا تو یہی ہے کہ عقل کے سوائے اور طور کے ثبوت پر ایمان لاویں جس میں وہ آنکھ کھل جاتی ہے جو خاص باتوں کا ادراک کرتی ہے اور عقل وہاں سے کنارہ رہتی ہے جیسے آواز سننے سے آنکھ معزول رہتی ہے۔اور سبھی حواس امور عقلی کے ادراک سے معزول۔اگر وہ اس کو جائز نہ سمجھے تو ہم اس کے امکان بلکہ وجود پر دلیل قائم کر چکے ہیں اور اگر اس کو جائز رکھتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں ایسی بھی کئی چیزیں ہیں جن کو خواص کہا جاتا ہے جس کے آس پاس عقل پھٹک نہیں سکتی، بلکہ جھٹلانے اور محال سمجھنے لگ جاتی ہے۔مثلاً ایک دانگ افیون زہر قاتل ہے اس لئے کہ وہ افراط برودت سے خون کو عروق میں منجمد کر دیتی ہے۔اور جو علم طبعی کا مدعی ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ مرکبات سے جو مبرد (سردی پیدا کرنے والی) چیزیں ہیں وہ عنصر پانی ومٹی کے سبب سے مبرد ہیں کیونکہ یہی دونوں عنصر مبرد ہیں اور خود معلوم ہے کہ سیروں پانی اور مٹی کی تبرید کسی چیز میں اس حد تک نہیں ہوتی۔پھر اگر کوئی کسی عالم طبعی کو افیون کا زہر قاتل ہونا بتلاوے اور وہ اس کے تجربہ میں نہ آئی ہو تو وہ اس کو محال کہے گا اور اس کے محال ہونے پر یہ دلیل قائم کرے گا کہ اس افیون میں ناری وہوائی اجزاء بھی ہوتے ہیں اور اجزائے ناری وہوائی پانی ومٹی کی برودت کو زیادہ نہیں کر دیتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور (جس حالت میں) افیون کو بجمیع اجزاء پانی اور مٹی فرض کر لینے سے اس کی ایسی مفرط تبرید ثابت نہیں ہوتی تو اس کے ساتھ اجزاء حار ہوا و آگ، مل جانے سے اس حد تک تبرید کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔

اس کو وہ یقینی دلیل سمجھے گا اور افیون کا زہر ہونا نہ مانے گا۔ اور فلسفیوں کے اکثر دلائل طبیعات و الٰہیات میں اسی قسم سے ہوتے ہیں۔ وہ اشیاء کی وہی حقیقت سمجھتے ہیں جو عقل یا وجود میں پاتے ہیں اور جسکو سمجھ نہیں سکتے یا اس کو موجود نہیں دیکھتے اس کو محال ٹھہرا لیتے ہیں۔

اور اگر سچی خوابیں لوگوں میں مالوف و معتاد نہ ہوتیں اور پھر کوئی دعوی کرتا کہ میں بوقت تعطل و سکون حواس غیب جان لیتا ہوں تو اس کو عقل برتنے والے ہرگز نہ مانتے اور اگر کسی کو یہ کہا جاوے کہ کیا ایسی چیز دنیا میں ہوسکتی ہے کہ وہ خود تو ایک دانہ کے برابر ہو، پھر اس کو ایک شہر پر رکھ دیں تو وہ اس کو کھا جاوے، پھر وہ خود بھی فنا ہو جاوے اور کچھ باقی نہ رہے، تو کہے گا کہ یہ محال ہے اور منجملہ خرافات۔ حالانکہ یہ آگ کی حالت ہے۔ جس نے آگ کو نہ دیکھا ہوگا وہ اس بات کو ہرگز نہ مانے گا۔ اور اکثر عجائبات اخروی کا انکار اسی قسم سے ہے۔ پس ہم اس فلسفی کو (جو اوضاع شرعیہ پر معترض ہے) کہیں گے کہ جب تو لاچار ہو کر افیون میں برخلاف عقل وجود خاصہ کا قائل ہو گیا ہے تو یہ کیوں جائز نہیں کہ اوضاع شرعیہ میں ایسے خواص معالجات و تصفیہ قلوب ہوں جو حکمت عقلیہ سے دریافت نہ ہوں اور بجز آنکھ نبوت وہ نظر نہ آویں)۔

و قال فی مفتح الرسا لة بعدما ذکر اشتغا له بالفلسفة و تبحره فیها

القول فی اصنا فهم و شمو ل سمة الکفر و الا لحا د لکا فتهم اعلم انهم علی کثرة فر قهم و اختلا ف مذا هبهم ینقسمون الی ثلا ثة اقسا م الدهر یو ن و الطبیعیو ن و الا لهیو ن

الصنف ا لاو ل الدهر یون و هم طا ئفة من ا لا قد مین جحدوا الصا نع المد بر القا در و زعموا ان العا لم لم یز ل مو جود کذلك بنفسه بلا صا نع و لم یزل الحیوا ن من نطفة و النطفة من حیوان کذلك و کان کذلك یکون ابدا وهئولاء هم الز نا دقة الصنف الثا نی ۔ الطبیعو ن و هم قو م اکثر بحثهم عن عا لم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطبیعة عن عجا ئب الحیوا ن و النبا ت و اکثر و الخو ض فی علم تشریح فرأو فیها من عجا ئب صنع الله عز و جل و بدائع حکمة ما اضطروا معه الی الاعترا ف بفا طر حکیم مطلع علی غا یا ت ا لا مور و مقا صد ها و لا یطا لع علم التشریح و عجا ئب منا فع ا لاعضاء مطا لع الّا و یحصل له هذا العلم الضروری بکما ل تد بیر البا نی لنبیة الحیوا ن لا سیما بنبیة ا لا نسا ن ا لا ان هئو لاء لکثرة بهثهم عن الطبیعة ظهر عند هم لا عتدا ل الزا ج تا ثیر عظیم فی قوا م قوی الحیوا ن به فظنو ا ان القوة العا قلة من ا لا نسا ن تا بعة لمزاجه ایضاً و انها نبطل ببطلا ن مزا جه فینعد م ثم اذا انعدم فلا یعقل اعا دة المعدو م کما زعموا۔

فذ هبوا الی ان النفس تمو ت و لا تعود فجحدوا ا لآ خرة و انکروا الجنة و النار و القیا مة و الحسا ب فلم یبق عند هم للطا عة ثوا ب و لا للمعصیة عقا ب فا نحل عنهم ا للجا م و انهمکوا فی الشهوا ت انهما ک ا لا نعا م و هئولاء ایضاً ز نا دقة لان ا لاصل فی ا لا یما ن هو ا لا یما ن با لله تعا لی و الیو م الآخر و هئو لاء جحدوا الیو م ا لآ خر۔

الصنف الثا لث۔ الا لهیو ن و هم المتا خرو ن منهم سقرا ط و هو استا ذ افلا طو ن۔ و افلا طو ن استا ذ ارسطا طا لیس و ارسطا طا لیس هو الذی رتب لهم المنطق و هذ ب العلو م و خمّر لهم مما لم یکن مخمرا من قبل و افضج ما کا ن فجا۔ و اوضح ما کا ن ابهم من علو مهم۔ و هم بجملتهم ردوا الصنفین ا لا ولین من الد هر یة و الطبیعیة و اوردوا فی الکشف عن فضا ئحهم ما ا غنوا به غیر هم و کفی الله المومنین القتا ل بتقا تلهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم رد ارسطا طا ليس على ا لا فلا طو ن و سقرا ط و من كا ن قبله من ا لآ لهين رداً لم يقصر فيه حتى تبرء عن جميعهم ا لا انه استبقى ايضاً من رذا ئل كفر هم و بد عتهم بقا يا لم يو فق للنزوع عنها ۔

فو جب تكفير هم و تكفير متبعيهم من متفلسفة ا لا سلا ميين كا بن سينا و الفا را بى و امثا لهما

ثم ذكر علو مهم من الر يا ضيا ت ولمطقيا ت و الطبعيا ت و الا لهيا ت و غير ها ۔ و ذكر ما يتو لد منها من ا لآفا ت و قبل ما يقبل منها و رد ما يرد

و قا ل فى بيا ن ا لالهيا ت ۔ و اما لا لهيا ت ففيها اكثر اغاليطهم لا نهم ما قدروا على الو فاء فيها با لبر ها ن على ما شر طوا فى المنطق و لذلك كثر الا ختلاف بينهم فيها ۔ و لقد قر ب ارسطا طا ليس مذ هبه فيها من مذا هب ا لاسلا ميين على ما نقله الفا را بى و ابن سينا و لكن مجمو ع ما غلطوا فيه ير جع الى عشرين اصلاً يجب تكفير هم فى ثلث منها و تبد يعهم دى سبعة عشر و لابطا ل مذ هبهم فى هذه المسا ئل العشرين صنفنا كتا ب التها فة

اما المسا ئل الثلا ثه فقد خا لفوا فيها كا فة ا لا سلا ميين و ذلك فى قولهم ان ا لا جساد لا تحشر و انما المثا ب و المعا قب هى الاروا ح المجر د و العقو با ت رو حا نية لا جسما نية۔

و لقد صدقوا فى اثبا ت العقو با ت الرو حا نية و انها كا فية ايضاً و لكن كذ بوا فى انكار الجسما نية و كفروا با لشريعة نطقوا به و من ذا لك قو لهم ان الله تعا لى يعلم الكليا ت دو ن الجز ئيا ت و هو ايضاً كفر صر يح و منذا لك قو لهم بقدم العالم و ازليه فلم يذ هب احد من المسلمين الى شىء من هذه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المسائل

(ترجمہ: اور امام غزالیؒ نے شروع رسالہ میں بعد بیان اس امر کے کہ آپ کو علم فلسفہ میں بہت اشتغال رہا اور اس میں خوب تبحر پیدا کیا، کہا ہے:

فلسفیوں کے اقسام اور سب کو علامت کفر والحاد کے شمول کا بیان۔

تو جان لے فلسفی باوجود کثرت فرقوں اور اختلاف کے تین قسم ہیں۔ دہریہ، طبیعیہ، الہیہ۔

قسم اول۔ دہریہ متقدمین سے ایک جماعت ہے جنہوں نے خالق مدبر عالم قادر کا انکار کیا۔ اور یہ سمجھ لیا کہ عالم خود بخود بلا خالق چلا آتا ہے ہمیشہ سے حیوان نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ حیوان سے اور ایسا ہی آئندہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ لوگ مرتد ہیں۔

قسم دوم۔ طبعی ہیں جنہوں نے عالم طبیعت وعجائبات حیوانات ونباتات سے بہت بحث کی ہے اور علم تشریح اعضاء حیوانات کا بہت ٹٹولا۔

پس اس میں عجائبات مصنوعات الٰہی کو جو دیکھا تو لاچار ایسے خالق کے قائل ہو گئے جو باحکمت ہو۔ اور انجام واغراض اشیاء کا علم رکھے۔

اس علم تشریح اور اغراض (وفوائد) اعضاء میں جو کوئی غور کریگا اسکو ضرور وجود خالق کا یقین ہوگا ولیکن ان لوگوں کو طبیعت میں بہت بحث کرنے سے یہ بات خیال میں آ گئی ہے کہ اعتدال مزاج انسان وحیوان کو انکی قوتوں کے قوام (وبقاء) میں بڑی تاثیر ہے۔ اور یہ سمجھ لئے کہ قوۃ ادراکیہ انسان بھی اس کے مزاج کے تابع ہے۔ اور وہ بطلان مزاج سے باطل وفانی ہو جاتی ہے۔ جب مزاج انسان کا عدم ہوگا تو اس کے ساتھ اس قوت کا بھی انعدام ہوگا۔ اور جب اس کا انعدام ہوا تو پھر اس کا دوبارہ ہونا (چنانچہ ان کا خیال ہے) ناممکن وغیر متصور ہوا

پس وہ قائل ہو گئے کہ نفس مر جائے گا تو پھر اس کا اعادہ نہ ہوگا اور وجود قیامت وبہشت و دوزخ وحساب وکتاب کے منکر ہو گئے۔ ان کے نزدیک طاعت کا کچھ ثواب نہیں اور معصیت پر کچھ عذاب نہیں۔

پس ان (کے منہ) سے تکلیف کی لگام نکل گئی اور شھوات نفس میں جانوروں کی طرح یہ منہمک ہو گئے۔ یہ بھی ویسے ہی مرتد ہیں اس لئے کہ قیامت پر ایمان اصل ایمان ہے اور یہ اس کے منکر ہیں۔

قسم سوم۔ الہیات میں بحث کرنے والے ہیں۔ وہ ان سے پچھلے ہیں ازانجملہ سقراط ہے جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افلاطون کا استاد ہے اور افلاطون ارسطو کا استاد ہے۔ ارسطو وہ شخص ہے جس نے منطق کو مرتب کیا اور علوم کو مہذب کیا اور جن علوم کا پہلے خمیر نہ ہوا تھا اس کا خمیر کر دیا اور جو کچے تھے ان کو پختہ بنا دیا اور جو مبہم تھے ان کو واضح کر دیا۔ ان سبھوں نے پہلے دونوں اقسام کے لوگوں دہریہ اور طبیعیہ کو رد کر دیا اور ان کی فضیحتوں کے بیان میں وہ کچھ لائے ہیں جس سے اوروں کو مستغنی کر گئے۔ ان کی آپس کی لڑائی کے سبب اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ان کے مقابلہ سے بچا لیا۔

ارسطو نے افلاطون اور سقراط کو اور جو اس سے پہلے تھے، ایسا رد کر دیا جس میں اپنے زعم میں کچھ قصور نہیں کیا اور ان سب سے بے زار ہو گیا، مگر ان کے بعض رذائل کفر و بدعات کے رد کو باقی بھی چھوڑ گیا جس سے نکلنے کی توفیق نہیں پایا۔ پس ان کے اور ان کے اتباع کے جو مسلمانوں سے فلسفی بن گئے ہیں جیسے بوعلی سینا اور فارابی سب کی تکفیر واجب ہے۔

پھر امام غزالیؒ نے فلاسفہ کے علوم کو ذکر کیا۔ یعنی ریاضی، منطق، علم طبعی، علم الٰہی وغیرہ۔ اور جو ان علوم سے آفتیں پیدا ہوتی ہیں ان کو بتلایا اور جو ان علوم سے قبول کرنے کے لائق تھے، جیسے علوم ریاضی یا طبعی ان کو تسلیم کیا اور جو رد کے لائق ہیں جیسے ان کے مغالطات قیاسات اور عدم ایفاء شروط منطقیات، رد کر دیا ہے۔

اور بیان الہیات میں فرمایا ہے۔ اس باب میں ان کو مغالطے بہت پڑے ہیں جس بات کو انہوں نے منطق میں شرط ٹھہرایا تھا اس باب میں اس کا وفا نہیں کیا۔ اسی واسطے ان میں ان مباحث میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ ارسطو نے مذہب فلاسفہ کو مذاہب مسلمانوں سے قریب کر دیا ہے۔ چنانچہ فارابی و ابن سینا نے بیان کیا ہے ولیکن جن مسائل میں انہوں نے غلطی کی ہے وہ بیس مسائل بنتے ہیں۔ ازانجملہ تین مسائل میں ان کو کافر کہنا واجب ہے اور سترہ میں منسوب بہ بدعت کہنا۔ ان مسائل میں ان کے مذاہب کے ابطال کے رد میں، میں نے کتاب تہافۃ الفلاسفۃ تصنیف کی ہے۔

اور وہ مسائل ثلاثہ (جن میں ان کی تکفیر واجب ہے) ان میں وہ سب مسلمانوں کے مخالف ہیں۔ ازانجملہ انکا یہ قول ہے کہ (قیامت کو) حشر اجسام نہ ہو گا اور محل ثواب و عذاب فقط ارواح ہی ہوں گی۔ اور عقوبات روحانی ہوں نہ جسمانی۔

یہ تو انہوں نے سچ کہا ہے کہ عقوبتیں روحانی وہاں ہوں گی اور یہ تعذیب کے واسطے کافی ہیں۔ و لیکن یہ جھوٹ کہا ہے کہ عقوبات جسمانی سے انکار کیا اور جس پر شریعت ناطق ہے اس سے کفر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا اور ازانجملہ ان کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کلیات کو جانتا ہے جزئیات کو نہیں جانتا۔ یہ بھی صریح کفر ہے وازانجملہ ان کا اس جہان کو ازلی وقدیم کہنا۔ ان مسائل کا کوئی مسلمان قائل نہیں ہوا)۔

و قال فی خاتمة الاقتصاد فی الاعتقاد

الباب الرابع فی بیان من یجب تکفیره من الفرق و الاصل المقطوع به ان کل من کذب محمد ﷺ فهو کافر۔ الا ان التکذیب علی مراتب۔

ثم ذکر فی المرتبة الاولی الیهود و النسری و فی الثانیة البراهمة المنکرین لاصل النبوة و الدهریه المنکرین لوجود الصانع۔ ثم قال المرتبة الثالثة الذین یصدقون بالصانع و النبوة و یصدقون النبی و لکن یعتقدون امورا یخالف نصوص الشرع و لکن یقولون النبی محق و ما قصد بما ذکره الا اصلاحاً للخلق و لکن لم یقدر علی التصریح بالحق لکلال فهم الخلق عن درکه و هؤلاء هم الفلاسفة و یجب القطع بتکفیرهم فی ثلث مسائل

و هی انکارهم الحشر للاجساد و التعذیب بالنار و التنعیم فی الجنة بالحور العین و الماکول و المشروب و الملبوس

و لا خری قولهم ان الله تعالی لا یعلم اجزئیات و تفصیل الحوادث و انما یعلم الکلیات و انما الجزئیات یعلمها الملائکة السماویة

و الثالثه قولهم ان العالم قدیم و ان الله تعالی متقدم علی العالم بالرتبة بمثل تقدم العلة علی المعلول و الا فلم یزالا فی الوجود متساویین

و هؤلاء اذا اوردنا علیهم آیات القرآن زعموا ان اللذات العقلیة تقصر الافهام عن درکها فمثل لهم ذلك باللذات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحسية و هذا كفر صحيح و القو ل به ابطا ل لفا ئدة الشرا ئع و سد البا ب ا لا هتداء بنور القر آ ن استفا دة الرشد من قول الرسو ل

فا نه اذا جاز عليهم الكذ ب لا جل المصا لح بطلت الثقة باقوا لهم فما من قو ل يصدر منهم ا لا و يتصور ان يكو ن كذ با و انما قا لوا لمصلحة

فا ن قيل فلم قلتم مع ذلك با نهم كفرة قلنا لا نه عر ف قطعاً من الشر ع ان من كذ ب رسو ل الله تعا لى عليه و سلم فهو كافر و هئو لا ء يكذ بو ن ثم يعللو ن الكذ ب بمعا ذر فاسدة و ذلك لا يخر ج الكلام عن كو نه كذ با و قد نقل مثل هذا الكلام لهذا الا ما م عن ا لا حيا ء ۔ و كتا ب الفيصل للتفر قة بين الاسلا م و الز ند قه له فى الصحيفة ا لسا بقه۔

(ترجمہ:اورغزالیؒ نے اپنے رسالہ اقتصاد فی الاعتقاد کے خاتمہ میں کہا ہے

چوتھا باب ان فرقوں کے بیان میں جن کی تکفیر واجب ہے ۔

اس میں قطعی قاعدہ یہ ہے کہ جس نے آنحضرت ﷺ کی تکذیب کی وہ کافر ہے ۔ ولیکن یہ تکذیب کئی مراتب رکھتی ہے ۔ پھر پہلے مرتبہ میں یہود و نصاری کو ذکر کیا ۔ دوسرے میں براہمہ کو جو اصل نبوت کے منکر ہیں اور دہریہ کو جو وجود باری سے منکر ہیں ۔ پھر کہا تیسرے مرتبہ میں وہ لوگ ہیں جو خالق اور نبوت کو مانتے ہیں اور نبی کو سچا کہتے ہیں ۔ پر یہ کئی ایسے امور کے معتقد ہیں جو نصوص شرع کے مخالف ہیں ولیکن صریح تکذیب نبی سے بچنے کے لئے یہ کہتے ہیں کہ نبی ہے تو حق کہنے والا اور کو کہتا ہے اس میں بجز اصلاح خلائق کچھ مراد نہیں رکھتا ولیکن اصل بات کو وہ صاف صاف نہیں کہہ سکا کیونکہ لوگ اس حق کے سمجھنے سے عاجز تھے ۔ یہ لوگ فلاسفہ ہیں جن کا کافر کہنا تین مسائل میں قطعاً واجب ہے ۔

۱۔ ان کا حشر اجساد اور عذاب دوزخ اور نعیم جنت (موٹی موٹی آنکھوں والی عورتوں اور کھانے پینے کی چیزوں) سے انکار کرنا ۔

۲۔ ان کا یہ قول کہ اللہ تعالی جزئیات کو نہیں جانتا فقط کلیات ہی کو جانتا ہے ۔ جزئیات کو فرشتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں۔

۳۔ان کا یہ قول کہ عالم قدیم ہے اور اللہ تعالیٰ کو عالم پر ایسا تقدم حاصل ہے جیسے علت کو معلول پر ہوا کرتا ہے۔یعنی تقدم ذاتی یا رتبی، نہ زمانی ورنہ دونوں ہستی میں برابر ہیں۔

ان لوگوں پر جب آیات قرآن کو (جو عذاب ثواب حسی کے مثبت ہیں) پیش کیا جاتا ہے تو (مسلمان ہوکر ان کے جواب میں) یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کی عقول وافہام ادراک لذات عقلیہ سے (جو واقعی قیامت کے دن ہوں گی) قاصر تھی اس لئے ان کو لذات حسی سے مثال دے کر سمجھایا گیا ہے اور یہ بات ان کی صریح کفر ہے اور اس میں فائدہ شریعت کا ابطال ہے اور نور قرآن سے ہدایت لینے اور قول رسول سے فائدہ اٹھانے کا دروازہ بند کرنا ہے۔

جب رسولوں کا بنظر مصلحت جھوٹ جائز ہوا تو ان کی باتوں پر اعتماد کیا رہا جو بات انہوں نے کہی ہے وہ اس احتمال کی محتمل ہوسکتی ہے کہ واقع میں یہ جھوٹ ہو۔اور بنظر مصلحت انہوں نے کہی ہو۔

اگر کوئی سوال کرے کہ باوجود ان کے اس عذر کے پھر ان کو کافر کیوں کہا ہے۔تو ہم کہیں گے کہ کافر اس لئے کہا ہے کہ شریعت سے یہ بات یقیناً معلوم ہوچکی ہے کہ جس نے آنحضرت ﷺ کو جھٹلایا وہ کافر ہوا۔

اور یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔پھر اس جھوٹ کے لئے بہانہ بناتے ہیں۔جن سے ان کا کلام جھوٹ ہونے سے نہیں بچتا۔

ایسا ہی امام غزالیؒ کا کلام احیاء اور کتاب فیصل للتفرقہ بین الاسلام والزندقہ سے نمبر سابق میں منقول ہوا)

جو کچھ امام غزالیؒ معتمد علیہ مخاطبین نے کہا ہے ایسا ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے۔ہم نے ان کی کلام کو جناب مخاطب کے سامنے اس لئے نقل نہیں کیا کہ ان کو امام غزالیؒ کے سوا اور کسی محدث وفقیہہ کا قائل ومعتقد نہیں پایا، یہاں مزید تائید و تمیم افادہ اہل توحید کی نظر سے حاشیہ میں ان کی کلام کو بھی نقل کیا جاتا ہے اور کفر بوعلی و فارابی پر ان کی شہادت کو پیش کیا جاتا ہے:

قا ل ر حمه الله فی بعض فتا واه ان متا خری الصا ئبین لم تومن بان لله کلا ماً او یتکلم او یقو ل او انه ینز ل من عنده

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلا ماً و ذکراً علی ا حد من البشر او انه یکلم احدا من البشر بل عند هم لا یو صف الله بصفته ثبو تیة لا یقو لو ن ان له علما و لا محبة و لا ر حمة و ینکرو ن ان یکو ن اتخذ ابرا هیم خلیلاً و کلم موسی تکلیما و انما یو صف عند هم با لسلب و النفی مثل قو لهم لیس بجسم و لا جو هر و لا عر ض و لا داخل العا لم و لا خا ر جة او با ضافة کو نه مبد ء العا لم او الاول او بصفة مر کبة من السلب و ا لا ضا فة مثل کو نه عاقلا و معقو لا و عقلا و عند هم ان الله لا یخص موسی بالتکلیم دو ن غیره و لا یخص محمد ا بالارسا ل دو ن غیره فا نهم لا یثبتو ن له علما مفصلا للمعلو ما ت فضلاً عن ارادة تفصیلیة بل یثبتو ن اذا اثبتوا له علما کلیا و عنا یة جملیة کلیة و من اثبت النبوة منهم قا ل انها فیض تفیض علی نفس النبی من جنس ما یفیض علی سا ئر النفو س لکن استعدا د النبی ﷺ اکمل بحیث یعلم ما لا یعلمه غیر ه و یسمع ما لا یسمعه غیره و یبصر ما لا یبصره غیر ه و تقدر نفسه ما لا تقدر علیه نفس غیره ۔ و الکلام الذی تقو له الا نبیاء هو کلا مهم و قو لهم و هئو لا ء الذین یقو لو ن عن القر آ ن ان هذا ا لا قو ل البشر فا ن الو حید الذی هو ولید بن المغیرة کا ن من جنسهم کا ن من المشر کین الذینهم صا ئبو ن ایضاً فا ن الصائبین کا هل الکتا ب تا رة یجعلهم الله قسما من المشرکین و تارة یجعلهم الله قسما لهم ۔ و کا ن الو حید من ذوی الرأی و القیاس و التد بیر من العر ب و هو معدود من حکماء هم و فلاسفتهم و لهذا اخبر الله تعا لی عنه بمثل حا ل المتفلسفة فی قو له انه فکر و قدّر ثم قتل کیف قدر ثم نظر ثم عبس و بسر ثم اد بر و استکبر ۔ فقا ل ان هذا الا سحر یو ثر ان هذا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الا قول البشر ۔ ثم ان هئو لا ء فیما تقو له ا لا نبیاء حیاری متهو کو ن فا نهم یهر هم نور النبوة و لم تقع علی اصو لهم الفا سدة دصا روا علی انحا ء منهم من لا یو من بکثیر مما تقوله الا نبیا ء المر سلین بل یعر ض عنه او یشك فیه او یکذب به و منهم یقو ل یجوز الکذ ب لمصلحه را جحة و منهم یقو ل یجوز هذا لصلا ح العا مة دو ن الخا صه و امثلهم من یقو ل بل هذه تخیلا ت و امثلة مضرو بة لتقر ب الحقا ئق الی قلو ب العا مة و هذه طر یق الفا را بی و ابن سینا لکن ابن سینا اقر ب الی ا لا یما ن من بعض الو جو ه و ان لم یکن مومنا فمن ادر کته رسا لة محمد و بهر ة برا هینها و انوا ر ها و رأی ما فیها من اصنا ف العلو م النا فعة و الاعما ل الصالحه حتی قا ل ابن سینا اتفق فلا سفة العا لم علی انه لم یطر ق العا لم افضل من هذا النا موس فلا بد ان یتا ول نصو ص الکتا ب و السنة علی عادة اخوا نه فی تحریف الکلم عن موا ضعه فیحر فو ن ما ا خبر به الرسل عن کلا م الله تحریفا یصیر و ن به کفا را ببعض تا ویل الکتا ب و فی بعض صفا ت تنز یله فلما رأو ان الر سل سمت هذا الکلام کلام الله و اخبر ت انه نز لت به ملا ئکة الله مثل روح ا لا مین جبریل اطلقت هذه العبارت فی الظا هر و کفر ت بمعنا ها فی البا طن و ردود ها الی اصلهم اصل الصا ئبین و صارو منا فقین فی المسلمین و غریهم من اهل الملل فیقو لو ن هذا القر آ ن کلام الله و هذ ا الذی جا ء ت به الرسل کلام الله ولکن المعنی انه فا ض علی نفس النبی ﷺ من العقل الفعا ل و ربما قا لوا ان العقل هو جبر یل الذی لیس علی الغیب بضنین ای بخیل لانه فیا ض و یقو لو ن ان الله کلم موسی من عقله و ان اهل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الر یا ضة الصفا یصلو ن الی ما سمعه موسی کما سمعه موسی۔

کلام امام حجۃ الاسلام غزالی ہمارے مدعا کی شہادت میں صریح البیان اور جو اس سے شرطی و امتحانی اطاعت کا بغاوت ہونا اور فلاسفہ و نیچریہ کا جو اسی قسم کی اطاعت انبیاء کرتے ہیں منکر رسالت ہونا ثابت ہے وہ عیان ہے ولیکن مع ذلک میں آنرایبل سید احمد خاں اور ان کے خواص اتباع کو جو ہمدردی وحمیت اسلام ظاہر کر رہے ہیں اور جو کرتے ہیں بزعم خود نصرت اسلام کے لئے کرتے ہیں اس حکم تکفیر میں شامل نہیں کرتا اور ان لوگوں کو (بجز چند کسان جہلاء پنجاب کے جو برملا انبیاء علیہم السلام کی توہین کرتے ہیں اور ان کو غلطی پر بتاتے ہیں اور احکام شرعیہ کی پابندی چھوڑ بیٹھے ہین اور گناہ ومخالفت شرع کی پرواہ نہیں رکھتے) کافر کہنا پسند نہیں کرتا۔ اس امر سے ہم کو سید احمد خان صاحب اور ان کے خواص اتباع کے بعض ایسے کارروایاں جن سے اسلام کو فی الجملہ مدد پہنچی ہے مانع ہیں جن کی تفصیل ہم بعد اختتام مبحث مقصود کے اپنی اس رائے میں (جس کو انگریزی محاورہ مستعملہ اہل اخبار میں ریویو کہتے ہیں) جو سید احمد خان اور ان کی تصانیف کی نسبت ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں قلم میں لاویں گے۔

اور باوجود کفر جاننے اس کاروائی کے جو ردّ و تحریف نصوص قطعیہ میں ان سے ہورہی ہے ان کا کافر نہ کہنے کی وجہ معقول بیان کریں گے۔

بناء علیہ معتقدین جناب موصوف ہماری کلام کو ان کے حق میں کلام دوستانہ و ناصحانہ سمجھ کر اس میں غور وانصاف کو کام میں لاویں۔

کلام مخالفانہ علماء ہندوستان (جنہوں نے ان پر کفر کے فتوے لگائے ہیں) کی طرح اس کو خیال کر کے اس کی طرف توجہ کرنے سے اعراض واغماض نہ فرماویں۔

میں جناب ممدوح کا دوست اور خیر خواہ ہوں نہ دشمن و بدخواہ۔ اس تقریر کے اتمام سے ثبوت شق دوم کا اختتام ہوا اور اس کے ختم ہونے سے دلیل دوم کا اتمام ہوا۔ اور کچھ تتمہ اس کا بیان دلیل سوم میں بھی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی۔

دلیل سوم جس سے کلام جناب کا خصوصیت نبوت محمدیہ کا مبطل ہونا ثابت ہوتا ہے، یہ ہے کہ آپ نے خاتمہ اس مضمون کانشنس میں ایک ایسی بات کہہ دی جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس خصوصیت کو باطل کر رہی ہے۔ اور ہزاروں اشخاص کو عہدہ نبوت عطا کرتی ہے۔
آپ نے اس کلام کے جو نمبر سوم میں منقول ہوا فرمایا:

کیا ایسی حالت میں ختم رسالت ہو سکتی ہے؟

ہاں بلا شبہ مگر مشکل یہ ہے کہ الفاظ کے عام مشہور معنی آدمی کے دل کو شبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کو خیال نہیں رہتا کہ وہ عام لفظ اس خاص مقام پر کس مراد سے مستعمل ہوا ہے۔ فرض کرو کہ ایک صندوقچہ تھا اور اس میں گلاب کا نہایت خوشبو دار ایک پھول رکھا تھا۔ اس کی خوشبو سے اور اور نشانیوں سے سمجھاتے تھے۔ بہت لوگ مانتے تھے۔ بہت نہ مانتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے وہ صندوقچہ کھول کر سب کو وہ پھول دکھا دیا۔ سب بول اٹھے کہ اب تو حد ہو گئی۔ یعنی بات ختم ہو گئی۔ اب اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا یہ معنی ہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس صندوقچہ کو نہیں کھولنے کا۔ اور وہ پھول کسی کو نہیں دکھانے کا۔ یہ مطلب سمجھنا تو بے وقوفی کی بات ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس امر کا ثابت کرنا کہ اس صندوقچہ میں پھول ہی ختم ہو گیا یا انتہاء کو پہنچ گیا۔ اب اس سے زیادہ کوئی نہیں کر سکتا۔ پس یہی معنی ختم رسالت کے ہیں۔

روحانی ترقی یا تہذیب کے باب میں جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ فرما گئے وہ حد یا انتہاء اس کی ہے۔ اور اسی لئے وہ خاتم ہیں۔ اب اگر ہزاروں لوگ ایسے پیدا ہوں جن میں ملکہ نبوت ہو مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ رسول خدا ﷺ نے ختم نبوت فرمایا ہے۔ ملکہ نبوت کا ختم اور فیضان الٰہی کا خاتمہ نہیں فرمایا بلکہ اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے لفظ سے اس ملکہ نبوت کا تا قیامت جاری رہنا پایا جاتا ہے۔ مگر نبوت کا خاتمہ ہو گیا جیسے کہ اس پھول کے دکھا دینے سے اس پھول کے اثبات کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

اس کلام میں صاف تصریح ہے کہ آپ اس بات کے قائل نہیں کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے کیا ہے وہ اور کوئی نہیں کرنے کا۔ اور جو ملکہ نبوت آنحضرت ﷺ میں تھا وہ اور کوئی شخص نہیں رکھتا۔ بلکہ اس بات کے مدعی اور اس کلام میں مظہر کہ جو کام آنحضرت ﷺ نے کئے ہیں وہ ہزاروں لوگ کر سکتے ہیں اور جو باتیں آنحضرت ﷺ نے بتائی ہیں وہ لوگ ملکہ نبوت سے بتا سکتے ہیں گو آپ پر زیادتی نہ کریں۔ جس قدر آپ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بتایا ہے اسی قدر بتا دیں۔ اس سے خصوصیت فرائض نبوت (جس کو منطقی اصطلاح میں خواص ولوازم مساویہ کہا جاسکتا ہے) کا ابطال ہوتا ہے اور ان لوگوں کو جو وہ فرائض ادا کر سکتے ہیں دعوی نبوت پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ بوقت وجود لوازم وجود ملزوم ضروری ہے اور تحقق لوازم مساویہ بدون تحقق ملزوم محال ہے۔

اور یہ بات خصوصیات نبوت محمدیہ کی اس امت کے لئے مبطل ہے۔ یہ تقریر لائق فہم واقفان منطق ہے۔ تقریر لائق فہم عوام اس میں یہ ہے کہ اپنے اس کلام میں ہزاروں اشخاص سے ان کاموں کا وقوع (جو آنحضرت ﷺ سے واقع ہوئے) تجویز کیا تو گویا ان لوگوں کو منصب نبوت دے دیا اور خصوصیت اس منصب کو آنحضرت ﷺ سے مٹا دیا۔ اس لئے کہ ان ہی کاموں پر نبوت کا مدار ہے اور جب ان لوگوں میں ان کا تحقق مانا گیا ہے تو پھر ان کے نبی ہونے میں کیا کسر باقی رہی۔

اور جو آپ نے حدیث اولیاء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل نقل کی ہے، جس سے یہ بات جتلائی ہے کہ وہ بات (یعنی ملکہ نبوت کا باقی رہنا اور اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کا جن میں وہ ملکہ ہے فرائض نبوت کو ادائے کرنا جس کو تم نے مبطل خصوصیت ٹھہرایا ہے) ہم نے از خود نہیں کہی بلکہ آنحضرت ﷺ کی فرمائی ہوئی ہے۔ پھر اس سے ابطال خصوصیت نبوت کیونکر متصور ہے۔

تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ وہ بات آنحضرت ﷺ نے ہرگز نہیں کہی اور یہ حدیث بایں الفاظ کسی کتاب حدیث میں دیکھی نہیں گئی اور جن الفاظ سے یہ عوام میں مشہور ہے یعنی علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔ ان الفاظ سے بھی صحت کو نہیں پہنچی اور علماء حدیث کے نزدیک اسکی کچھ اصل ثابت نہیں ہوئی۔ امام زرکشیؒ و حافظ ابن حجر عسقلانیؒ و کمال الدین دمیریؒ وغیرہ محدثین نے اس کو بے اصل کہا ہے۔ چنانچہ ان کے اقوال کو امام شوکانیؒ و ملا علی قاریؒ وغیرہ متاخرین نے اپنے رسائل موضوعات میں نقل کیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ اگر بطور فرض محال اس کا حدیث ہونا مان لیں اور کسی نہ کسی لفظ سے اس کو صحیح تسلیم کر لیں تو اس کے معنی وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں یا آپ کے مدعا کی تائید کرتے ہیں کہ اولیاء یا علماء نبوت کا ایسا ملکہ رکھتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ احکام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعیہ وتعلیمات نبویہ بن بتائے اور بن سکھائے جان لیتے ہیں، اس کے معنی تو یہ ہیں کہ علماء امت محمدیہ تبلیغ احکام نبویہ وسیاست وہدایت امت محمدیہ میں انبیاء بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔ بنی اسرائیل میں غالبًا ایک نبی دوسرے کی جگہ آتا تو اسی کی تعلیم و شریعت کی اقامت واشاعت کرتا۔ اس امت میں آنحضرت ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کا تو انقطاع ہوا مگر کام وہی جاری رہا جو انبیاء بنی اسرائیل اور ان کے نائب نبیوں میں جاری تھا۔

اب اگر آپ یا آپ کے احباب یہ فرماویں کہ یہ حدیث نہ سہی اور احادیث واقوال علماء ہماری بات کے موید ہیں جو کشف والہام اولیاء کرام کے مثبت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے جو کام نبی کرتے ہیں وہ اولیاء کر سکتے ہیں اور جہاں سے وہ علم لیتے ہیں وہیں سے وہ لے سکتے ہیں۔

فروی البخاری و غیرہ عن ابی ھریرہ عن النبی ﷺ لقد کان فیما قبلکم محد ثو ن فا ن یك فی امتی ا حد فا نہ عمر۔ زاد ذکر یا عن سعد عن ابی سلمہ عن ابی ھریرہ قا ل قال النبی ﷺ قدکا ن فیما قبلکم فی بنی اسرا ئیل ر جا ل یکلمون من غیر انیکو ن انبیاء فا ن یك فی امتی منھم احد فعمر۔ و ھذا نص علی ان عمر فیہ ملکۃ ا لا لھا م او التحد یث

(ترجمہ: امام بخاریؒ وغیرہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہؓ، آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ تم سے پہلے ایسے لوگ ہوئے ہیں جو نبی نہ ہوتے اور ان سے خدا تعالی یا فرشتے باتیں کر جاتے۔ سو اگر اس امت میں کوئی ہوا تو عمرؓ ہوگا۔ اور یہ حدیث صاف ناطق ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ ملکہ حاصل ہے کہ ان کو الہام ہو یا ان سے خدا یا فرشتے باتیں کہیں)

و قا ل ابن العر بی فی الفتو حا ت وقع لی اولاً ان اجعل فی ھذا الکتا ب فصلاً فی العقا ید المو یدۃ با لد لا ئل القا طعۃ و البرا ھین السا طعۃ ثم انی رأیت ان ذا لك تشعب علی المتاھب الطا لب للمز ید المعتر ض لنفحا ت الجود فا نہ اذا لز م الخلوۃ و الذ کر و فر غ المحل من الفکر و قعد فقیراً ببا ب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله منحه الله و اعطاه من العلمو ا لاسرار ا لا لهية و المعارف الر با نية التى اثنى بها الله تعا لى على عبد ه خضر فقا ل آتيناه ر حمة من عند نا و علمنا ه من لد نا علما و قا ل ان تتقوا الله يجعل لكم فر قا ناً و يجعل لكم نورإ تمشون به
قيل للجنيد بما نلت ما نلت قا ل بجلوس تحت الدر جة ثلاثين سنة
و قا ل ابو يز يد اخذ تم علمكم متبا عن ميت و اخذ نا ه عن الحى الذى لا يمو ت
فيحصل لصا حب هذه الخلوة مع الله تعا لى من العلو م و المعا رف مالا يحصل لا ر با ب ا لا نظار و العقو ل لا نها وراء النظر العقلى
وقا ل ايضاً فى الفتو حا ت علم ا لاسرار هو فو ق طور العقل ـ هو علم نفث رو ح القدس فى الرو ع يختص به النبى و الو لى ـ
و قا ل الغزا لى فى المجلد الثا لث من ا لا حياء ـ بيا ن الفر قان بين ا لا لها م و التعلم و الفر ق بين طر يق الصو فية فى استكشا ف الحق و طر يق النظا ر ـ اعلم ان العلوم التى ليست ضرورية و انما تحصل فى القلب فى بعض ا لا حوا ل يختلف لحا ل فى حصو لها فتارة تهجم على القلب كا نه القى فيه من حيث لا يدرى و تارة تكتسب بطر يق ا لاستد لا ل و التعلم فالذى يحصل لا بطر يق ا لا كتسا ب و حيلة الدليل يسمى الهاماً و الذ ى يحصل با لا ستدلال يسمى اعتباراً و استبساراً ثم الواقع فى القلب بغير حيلة و تعلم و اجتهاد من العبد ينقسم الى ما لا يدرى العبد انه كيف حصل له و من اين حصل و الى ما يطلع معه على السبب الذى منه استفاد ذلك العلم و هو مشا هدة الملك الملقى فى القلب و الو ل يسمى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الهاماً او نفثا فی الروع و الثا نی یسمی و حیاً و تختص به الانبیاء و ا لا ول تختص به ا لاولیاء و الا صفیاء و الذی قبله و هو المکتسب بطر یق ا لاستد لا ل یختص به العلماء

(ترجمہ: ابن عربیؒ نے فتوحات میں کہا ہے میرے خیال میں پہلے یہ آیا تھا کہ اس کتاب (فتوحات) میں ایک فصل عقاید مقرر کروں جو قطعی دلائل اور روشن براہین سے موید ہوں۔ پھر میں نے سمجھا کہ یہ طالب کیلئے جو تیار و مستعد اور فیضان الٰہی کا معترض ہو پراگندگی کا موجب ہے۔

وہ خلوت اور ذکر الٰہی کو لازم کرے گا اور اپنے دل کو سوچ وغور سے خالی کر کے اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر فقیر ہو بیٹھ جاوے گا تو اس پر فیضان الٰہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو وہ علم و اسرار و معارف عطا فرمائے گا جو اپنے بندہ خضر علیہ السلام کی صفت میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ کہا۔ ہم نے اس اپنے پاس سے رحمت بخشی اور اپنے لدنی (پاس والے علم) سے علم دیا اور فرمایا کہ (لوگو) اگر تم اللہ سے ڈروگے تو تم کو اللہ تعالیٰ ایسا علم دیگا جو حق و باطل میں فرق کرے۔

اور ایسا نور عطا کرے گا جس سے تم اس کی راہ چلو۔

کسی نے جنید (بغدادیؒ، ولی مشہور) سے پوچھا کہ آپ نے جو کچھ پایا کس طرح پایا۔ وہ بولے اس درجہ (خلوت و ذکر) میں تیس سال بیٹھنے سے۔

ابو یزید (بسطامیؒ) نے فرمایا تم نے مردوں (اموات) سے علم سیکھا ہے جو اپنے پہلے مردوں سے سیکھے تھے اور ہم نے اس خداوند سے سیکھا ہے جو زندہ ہے اور کبھی نہیں مرنے کا۔

ایسی خلوت والے کو وہ علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں جو ارباب فکر و اصحاب عقل کو حاصل نہیں ہوتے اس لئے کہ وہ علوم عقلی نظر سے پرے پرے ہیں۔ اور یہ بھی شیخ نے فتوحات میں کہا ہے کہ علم اسرار عقلی طور سے اوپر ہے اور وہ روح القدس کے دل میں پھونک مار دینے سے علم ہوتا ہے جس سے نبی اور ولی مخصوص ہوتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم کی تیسری جلد میں کہا ہے الہام اور اکتساب کے باب میں فرق۔ اور طریق صوفیہ اور اہل نظر و فکر کے فرق کا بیان۔

تو جان لے جو علوم ہر ایک کے لئے ضروری نہیں وہ بعض دلوں میں بعض حالات میں پائے جاتے ہیں اور ان کے حصول کے حالات مختلف ہیں کبھی تو ان علوم کا دلوں پر ایسا ہجوم ہوتا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ گویا اس میں وہاں سے ڈالے جاتے ہیں جہاں سے خبر نہیں ہوتی ۔ اور کبھی بطور استدلال و تعلیم پانے کے ان کا اکتساب ہوتا ہے ۔ پس جو اکتساب و دلیل کے حیلہ سے نہ ہو اس کو الہام کہتے ہیں اور جو استدلال کے ذریعہ سے ہے اس کو اعتبار و ابصار یعنی سوچنا دیکھنا کہتے ہیں پھر جو دل میں حیلہ سیکھنے و اجتہاد کے سوائے حاصل ہو وہ دو قسم ہے ۔ اول وہ جس کو انسان نہیں جانتا کہ وہ کہاں سے آیا اور کیوں کر حاصل ہوا ۔ دوم وہ جس کے سبب پر جس سے وہ علم آیا نیز اطلاع ہو وہ فرشتہ کا دیکھنا ہے جو دل میں بات کا القاء کرتا ہے ۔

قسم اول کو الہام اور جی میں بات ڈالنا کہتے ہیں ۔ قسم دوم کو وحی بولتے ہیں جس سے نبی مخصوص ہوتے ہیں اور قسم اول سے ولی مخصوص ہوتے ہیں اور جو ان دونوں سے پہلے ہے یعنی جو استدلال سے حاصل ہو، اس سے علماء ظاہری مخصوص ہیں)۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ آپ تو ان باتوں کے قائل نہیں نہ وجود ملائکہ کو مانیں نہ سوائے عقل اور طور سے الہام ہونے یا وحی پہنچنے کو برحق جانیں ۔ ان باتوں کو آپ انبیاء کے لئے تجویز نہیں کرتے اور نبوت کی حقیقت اس کے سوائے کچھ نہیں سمجھتے کہ وہ فکر اور سوچ کا نتیجہ ہے اور قانون قدرت میں غور و تامل کا ثمرہ ، تو پھر اولیاء یا علماء کے لئے کب تجویز کر سکتے ہیں اور ان احادیث و آثار و اقوال سے جو ان باتوں کے متضمن ہیں کب استدلال و احتجاج کر سکتے ہیں ۔ اور اگر ان عبارات کو الزاماً پیش کریں اور ہم کو ان باتوں کے معتقد سمجھ کر معرض احتجاج میں لاویں تو جواب اس کا یہ ہے کہ کشف و الہام جو ان احادیث و آثار میں وارد ہے بے شک تسلیم کیا جاتا ہے ۔ لیکن کسی حدیث یا اثر یا قول معتمد سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کشف یا الہام غیر نبی کا الہام الہام نبی کا کام دیتا ہے اور اس کو ملکہ نبوت (جس میں خطا سے عصمت و تلبیس ابلیس سے امن و محافظت کا ہونا لازم ہے) کہا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ پر یقیناً اطلاع ممکن ہے اور جس میں وہ ہو وہ (ان اشخاص کے مانند جو صندوقچہ کھول کر وہ پھول دکھا سکتے ہیں) فرائض نبوت ادا کر سکتا ہے اور اس کی کارروائی کا شرعاً کچھ اعتبار ہے ۔ بلکہ احادیث و آثار و اقوال علماء اخیار سے برخلاف ان سب امور کے یہ ثابت ہے کہ کشف و الہام نبی کا کام نہیں دیتا اور جس میں وہ ہو وہ اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ دریافت نہیں کر سکتا ۔ اور اگر اس کو کچھ دریافت بھی ہو تو وہ جب تک قرآن و حدیث پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو پیش نہ کرے اور کی تائید و شہادت اس میں نہ پاوے اس کا اعتبار نہیں کر سکتا اور اس بات کو خدا کی طرف سے سمجھ نہیں سکتا۔ گو اس میں اس الہام کا پایا جانا یقیناً ثابت ہو۔ نص شارع سے معلوم ہو یا تجربہ و مشاہدہ سے محقق ہو۔

حضرت عمرؓ ہی کے الہام کو (جس کو سوال میں منصوص مانا گیا ہے) خیال کرو۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قائم مقام الہام نبوی نہیں ہوا۔ اور بدون توافق کتاب و سنت معتبر نہیں سمجھا گیا۔ اس واسطے ان کی بعض باتوں کو آنحضرت ﷺ نے خود رد کر دیا ہے اور بہتیری باتوں کو ان کے چھوٹے چھوٹے اتباع نہیں نے نہیں مانا اور کئی باتوں سے انہوں نے خود رجوع کیا ہے۔ چنانچہ تفصیل اسکی بضمن عبارت فرقان عنقریب آتی ہے۔ پھر اور کسی کے الہام کی کیا وقعت و حقیقت ہے۔

حضرت عمرؓ تو فقط ولی تھے اور شہادت پیغمبر سے ملہم و محدث کہلائے۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے بعد اگر حضرت موسیٰؑ جیسے نبی (جن کے ملکہ نبوت اور نبی ہونے پر اللہ تعالیٰ کی شہادت موجود ہے) موجود ہوتے تو وہ اپنے الہام کو ہم سر الہام پیغمبر آخر الزمان نہ سمجھتے اور بدون استشہاد الہام آنحضرت ﷺ کے اس کو ادراک احکام شرعیہ میں کافی نہ جانتے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

لوکان موسی حیاً ما وسعه الا اتباعی رواه احمد والبهیقی فی شعب الایمان (اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میری متابعت کے سوا کچھ گنجائش نہ پاتے)

اور حضرت امام غزالیؒ جو بڑے کشفی و الہامی مشہور ہیں جن کی عبارت مثبتہ الہام تائید سوال میں مسطور ہے اسی عبارت کے متصل صفحہ ۱۶ جلد تین، احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

بیان تسلط الشیطان علی القلب بالوسواس و معنی الوسوسة و سبب غلبتها

ثم ضر ب للقلب مثلاً مفاده تصویر د خو ل الوساوس الیه من الحواس الخمسة الظا هرة و القوی البا طنة من الشهوة و الغضب و غیر هما و فسر الوسوسة و الا لها م و الملك و الشیطا ن و التو فیق و الخذ لا ن۔ ثم قا ل و لما کا ن لا یخلوا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلب عن شهوة و غضب و حر ص و طمع و طول امل الى غير ذلك من الصفا ت البشرية المنشعبة عن الهوا ى لا جر م لم يخل قلب عن ان يكون فيه جو لا ن بالوسوسه
و لذا لك قال ﷺ ما منكم من ا حد ا لا وله شيطا ن ۔ قا لوا و انت يا رسول الله ﷺقا ل و انا ۔ ا لا ان الله اعا ننى عليه فاسلم فلا يا مر ا لا بخير

(ترجمہ: دل پر شیطان کی سلطنت اور معنی وسوسہ اور اس کے غلبہ کے سبب کا بیان
پھر امام غزالیؒ نے دل کی ایک ایسی مثال جس میں وسوسے آنے کی صورت کا بیان ہے بتلائی۔ پھر وسوسہ کے راستوں کو ذکر کیا جو ظاہری حواس ہے اور باطنی قوتیں جیسے شہوت وغضب وغیرہ اور معنی وسوسہ والہام وفرشتہ وشیطان اور توفیق وخذلان کو بیان کیا۔ پھر کہا
جب کوئی دل شہوت وغضب وحرص وطمع اور لمبی امید وغیرہ صفات بشریہ سے جو ہوائے نفسانی کی شاخیں ہیں خالی نہ ہو تو ضرور ہوا کہ کوئی دل اس بات سے خالی نہ ہو کہ شیطان کو اس میں وسوسہ کے ساتھ جولانی ہو۔ اسی واسطے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کے ساتھ شیطان نہ ہو۔ صحابہ نے کہا آپ بھی ایسے ہیں۔ فرمایا ہاں میں بھی ایسا ہی تھا و لیکن اللہ تعالی نے مجھے شیطان پر غلبہ دے دیا ہے۔ وہ میرے تابع ہو گیا ہے۔ مجھے بجز خیر کے کچھ نہیں کہتا) (مضمون اگلے شمارے میں مسلسل چل رہا ہے۔ بہاء)

اشاعۃ السنہ جلد دوم۔ نمبر ششم

(بابت جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ مطابق جون ۱۸۷۹ء

جو دو حصوں پر مشتمل ہے۔
حصہ اول میں مضمون کانشنس کے متعلق بحث ہے۔
حصہ دوم میں نیچر سے بحث اور اس مضمون کا جواب جس کو آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی نے پرچہ اول تہذیب الاخلاق ۱۲۹۶ھ میں شائع کیا۔
معہ ضمیمہ جو سید احمد خان کے اس مضمون کا جواب ہے جس میں انہوں نے اہل حدیث کو وہابی کہا ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبحث کانشنس

اور امام غزالیؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ شیطان کو عرش اور لوح محفوظ کی صورت بن جانے کی قدرت حاصل ہے، جس کے مشاہدہ سے صاحب کشف یہ گمان کرتا ہے کہ میں نے عرش یا لوح سے علم حاصل کیا ہے۔ اور واقع میں وہ شیطان سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امام شعرانی کہ وہ بھی بڑے صوفی و الہامی مشہور ہیں اور مشاہدہ عین شریعت و دوزخ و بہشت کے اپنی آنکھوں سے مدعی اور کشف و الہام کے بڑے بھاری معتقد میزان کبری (صفحہ۱۳) میں فرماتے ہیں:

فا ن قلت فلا یّ شیء لم یو جب العلمائبا لله تعا لی العمل بما اخذه العا لم من طر یق الکشف مع کو نه ملحقاً با لنصو ص فی الصحة عند بعضهم ۔ فا لجوا ب لیس عدم ایجا ب العلماء العمل بعلو م الکشف من حیث ضعفها و نقصها عما ا خذه العالم من طر یق النقل الظا هر ۔ و انما ذلك للا ستغناء عن عدّه فی المو جبا ت بصرا ئح ادلة الکتا ب و السنة عند القطع بصحته ای ذلك الکشف فا نیه حینئذ لا یکو ن ا لا موا فقا لها ۔ اما عند عدم القطع بصحته فمن حیث عدم عصمته ا لآ خذ لذلك العلمفقد یکو ن د خله التلبیس من ابلیس فا ن الله تعالی قد اقدر ابلیس کما قا ل الغزا لی علی ان یقیم للمکا شف صورة المحل الذی یا خذ علمه منه من سما ء او عر ش او کرسی او قلم او لو ح ۔ فر بما ظن المکا شف ان ذلك العلم عن الله تعا لی ، فا خذ به فضلّ و ضلّ

فمن ههنا او جبوا علی المکا شف ان یعر ض ما ا خذه من العلم من طر یق کشفه علی الکتا ب و السنة قبل العمل به فا ن وا فق فذلك و لا حر م علیه العمل به

(اگر تو سوال کرے کہ جس بات کو طریق کشف سے کوئی عالم حاصل کرتا ہے، باوجودیکہ وہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضوں کے نزدیک حکم صحت میں نصوص (آیت یا حدیث) سے ملحق ہے پھر اس پر عمل کرنے کو علماء نے کیوں واجب نہیں کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ علماء کا اس پر عمل کرنے کو واجب نہ کہنا اس سبب سے نہیں کہ وہ ضعیف ہے اور اس علم کی نسبت (جو علماء طریق ظاہری نقل سے اخذ کرتے ہیں) ناقص ہے۔ وہ تو فقط اس لئے ہے کہ کتاب وسنت کے ہوتے کشف کو (جو صحیح قطعی ہو) حجت و دلیل ٹھہرانے کی حاجت نہیں۔ اس لئے کہ وہ قطعی ہونے کی صورت میں کتاب وسنت کے موافق ہی ہوگا۔ یعنی پھر اس کو حجت مستقل ٹھہرانے کا کیا فائدہ۔ اور اگر کشف کی صحت کا یقین نہ ہوا اور وہ اس جگہ ہے جہاں اس کے حاصل کرنے والے میں عصمت نہیں تو وہاں تلبیس ابلیس کا دخل ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے شیطان کو، چنانچہ غزالیؒ وغیرہ نے کہا ہے، یہ قدرت دی ہے کہ وہ صاحب کشف کے ساتھ اس کے محل کشف کی جس سے وہ علم لیتا ہے آسمان کی صورت بنا دی یا عرش کی یا کرسی کی یا قلم کی یا لوح محفوظ کی۔ پھر بسا اوقات صاحب کشف سمجھتا ہے کہ میں نے خدا تعالی سے علم حاصل کیا ہے سو اس کو لے لیتا ہے۔ پس آپ بھی گمراہ ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

اسی جگہ سے علماء نے صاحب کشف پر واجب کیا ہے کہ وہ اپنی اس بات کو جو طریق کشف سے لیتا ہے عمل کرنے سے پہلے قرآن وحدیث پر پیش کرے پس اگر موافق پاوے تو اس پر عمل کرے ورنہ اس پر عمل کرنا حرام ہے)

شیخ ابن تیمیہؒ اگرچہ کشفی وصوفی مشہور نہیں اور نہ حضرات مخاطبین کا معتقد فیہ، ولیکن اس باب میں انہوں نے وہ کچھ کہا ہے جو کتاب وسنت سے مدلل ہے اور آئمہ کشف کے اقوال پر مشتمل۔ لہذا کلام جناب بھی اس مقام میں خالی از فائدہ عام و تائید تام نہیں:

قال فی رسالته الموسومه بالفرقان بین اولیاء الرحمن و الشیطان و لیس من شرط ولی الله ان یکون معصوماً لا یغلط و لا یخطی بل یجوز ان یخفی علیه بعض علم الشریعة و یجوز ان یشتبه علیه بعض امور الدین حتی یحسب بعض الامور مما امر الله به و یکون مما نهی عنه و یجوز ان یظن فی خواطرها انها من کرامات اولیاء الله و تکون من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشیطان لبسها علیه لینقص در جته و لا یعرف انها من الشیطا ن و لم یخر ج بذ لك عن و لا یة الله فا ن الله سبحا نه تجا وز لهذه ا لا مة عن الخطاء و النسیا ن و لما کا ن ولی الله یجوز ان یغلط لم یجب علینا ا لا یما ن بجمیع ما یقو له من هو ولی الله الا ان یکو ن نبیا بل لا یجوز لو لی الله ان یعتمد علی ما یلقی الله فی قلبه و علی ما ما له مما یرا ه الهاماً و محا دثه و خطا باً من الحق بل یجب علیه ان یعر ض ذلك جمیعه علی ما جا ء به محمد ﷺ فا ن وافقه قبله و ان خا لفه لم یقبله و ان لم اجد بعلم الموا فق هو ام مخا لف تو قف فیه فا لنا س فی هذا البا ب ثلا ثة اصنا ف ۔ طر فا ن و واسطة منهم من اذا اعتقد فی شخص انه ولی الله وافقه فی کل ما یظن انه حد ثه به قلبه من ر به و سلم الیه جمیع ما یفعله

و منهم و منهم من اذا رأه قا ل و فعل ما لیس بموا فق للشر ع اخر جه عن و لا یة الله بالکلیة و ان کا ن مجتهداً مخطیاً ۔ و خیار ا لا مور او سطها و هو ان لا یجعل معصو ماً و لا ما ثو ماً اذا کا ن مجتهداً مخطیاً فلا یتبع فی کل ما یقو له و لا یحکم علیه با لکفرو الفسق مع اجتها ده ۔و الوا جب علی النا س اتباع ما بعث الله به رسوله ۔

و قد ثبت فی الصحیحین عن النبی ﷺ انه قا ل قد کا ن فی ا لا مم قبلکم محد ثو ن فا ن یکن فی امتی ا حد م فعمر منهم ۔ و روی التر مذی و غیره عن النبی ﷺ انه قا ل او لم ابعث فیکم لبعث عمر و فی حد یث آ خر ان الله ضر ب الحق علی لسا ن عمر و قلبه و فیه لو کا ن بعدی نبی لکا ن عمر و کا ن علی بن ابی طا لب ر ضی الله یقو ل ما کنا نبعد ان السکینة تنطق علی لسا ن عمر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثبت هذا عنه من رواية الشعبی و قا ل ابن عمر کا کان عمر یقو ل بشیء انی لا راه کذا ا لا کا ن کما یقو ل

و عن قیس بن خا رق کنا نتحد ث ان عمر ینطق علی لسا نه ملك و کا ن عمر یقو ل اقر بوا من افوا ه المطیعین و اسمعوا منهم ما یقو لو ن فا نه تجلی لهم امور صا دقة و هذه ا لا مور الصا دُه التی اخبر عمر بن الخطا ب انها تتجلی للمطیعین هی فی الا مور التی یکشفها الله لهم فقد ثبت ان لا ولیا ء الله مخاطبا ت و مکا شفات

و افضل هئو لاء فی هذه ا لا مة بعد ابی بکر هو عمر بن الخطاب فا ن خیر هذه ا لا مة بعد نبینا هو ابو بکر ثم عمر

(ترجمہ: آپ نے رسالہ فرقان بین اولیاء الرحمٰن والشیطان میں کہا ہے:

ولی کے شرائط سے یہ نہیں کہ وہ معصوم ہو، کبھی غلطی وخطا نہ کرتا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ اس پر کچھ علم شریعت مخفی رہے یا کچھ اس کو دینی امور میں اشتباہ ہو جاوے جن کاموں سے خدا نے منع کیا ہے ان کو وہ حکم خدا سمجھ لے اور اپنے خلاف عادت فعل کو وہ کرامت سمجھ بیٹھے۔ اور واقع میں وہ شیطان کی طرف سے ہو اور اس کا اس کو علم نہ ہو۔ اور وہ اس خطا واشتباہ کے سبب ولی ہونے سے نکل نہیں جاتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خطا ونسیان کے مواخذہ سے درگذر کیا ہے۔ اور جب ولی اللہ سے غلطی کا صدور ممکن ہوا تو سوائے پیغمبر کے اور ولی کی سب باتوں پر ایمان لانا واجب نہ ہوا۔ بلکہ خود اس ولی کو اپنی باتوں پر جو خدا اسکے دل میں بطور الہام یا بات کرنے یا مخاطب فرمانے کے القاء کرے، اعتماد جائز نہ ہوا بلکہ یہ واجب ہوا کہ ان باتوں کو کتاب وسنت پر جو آنحضرت ﷺ لائے ہیں پیش کرے اگر اسکے موافق ہوں تو قبول کرے اور اگر مخالف ہوں تو نہ مانے اور موافقت یا مخالفت کا کچھ پتہ نہ چلے تو اس میں متوقف رہے۔

لوگ اس باب میں تین قسم ہو رہے۔ دو قسم دو جانب ہیں اور ایک بیچ میں۔ ایک جانب میں وہ لوگ ہیں کہ جب کسی کو ولی سمجھتے ہیں تو وہ اس کی سب باتوں میں جو اس کے خیال میں اس کے دل نے خدا کی طرف سے کہی ہیں تابع ہو جاتے ہیں اور اپنے سب کام اسکے سپرد کر دیتے ہیں دوسری جانب وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کسی ولی کو خلاف شرع کچھ کہتا یا کرتا دیکھتے ہیں تو اس کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولی ہونے سے خارج کر دیتے ہیں اگر چہ وہ اس قول وفعل میں مجتہد ہو اور بھولے سے کیا ہو۔ اور بیچ والے کام (جو بیچ والی قسم کے ہیں) بہتر ہوتے ہیں وہ یہ کہ نہ ولی اللہ کو خطا سے معصوم سمجھا جاوے نہ ماثوم (یعنی گناہ گار) جبکہ وہ مجتہد ہو۔ پس نہ تو اس کی ہر بات میں پیروی کریں اور نہ اس پر مجتہد ہونے کی حالت میں کفر یا فسق کا فتوی لگاویں۔ اور خود اتباع آنحضرت ﷺ کو واجب سمجھیں۔

صحیح بخاری ومسلم میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے تم سے پہلے امتوں میں ایسے لوگ ہوتے جن سے خدا یا فرشتے باتیں کرتے۔ اس امت میں ایسا کوئی ہوا تو ازانجملہ عمرؓ ہوگا۔ اور امام ترمذیؒ وغیرہ نے آنحضرت ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں تم میں نبی نہ ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتا۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالی نے عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو لگا رکھا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ نبی ہوتا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے ہم اس بات کو بعید نہ سمجھتے کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر ایسی بات جاری ہو جس سے دلوں کو طمانیت و یقین حاصل ہو جاوے۔ یہ بات حضرت علیؓ سے بروایت شعبی ثابت ہے

حضرت ابن عمرؓ نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب کبھی کسی امر کی نسبت کہا کہ میں اس کو ایسا خیال کرتا ہوں تو وہ ویسا ہی ہو جاتا۔

قیس سے روایت ہے کہ ہم آپس میں یہ کہا کرتے کہ حضرت عمرؓ کی زبان پر فرشتہ بول رہا ہے۔ حضرت کا اپنا قول ہے لوگوں (اللہ کے) تابعداروں کے منہ کے قریب ہو، اور جو وہ کہیں سنو۔ اس لئے کہ ان کو سچی باتیں منکشف ہوتی ہیں۔ یہ آپ کا قول ان باتوں کی نسبت ہے جو اللہ تعالی ان پر کھولتا ہے۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اولیاء اللہ کیلئے مکاشفات اور اللہ تعالی کے خطابات ہوا کرتے ہیں اس امت محمد یہ میں ان سب لوگوں سے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے حضرت عمرؓ ہیں افضل ہیں۔ ان کا افضل ہونا صدیق اکبرؓ کے بعد اس لئے کہا کہ اس امت میں آنحضرت ﷺ کے بعد صدیق اکبر افضل ہیں ان کے بعد عمرؓ)

(مترجم محمد حسین کہتا ہے یہ ترتیب مجمل طور پر اہل سنت کے نزدیک چلی آتی ہے اور اس کا مستند اقوال صحابہ ہیں جو کتب صحاح میں مروی ہیں۔ عبداللہ ابن عمرؓ سے صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۲۳ منقول ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كنّا فی زمن النبی ﷺ لا نعدِل با بی بكرٍ احداً ۔ثم عمر، ثم عثما ن، ثم نترك اصحاب النبیّ ﷺ لا نفا ضل بینهم (بخاری حد یث نمبر۳۶۹۸)

اور حضرت علیؓ سے صحیح بخاری میں بصفحہ ۵۱۸ مروی ہے:

ان محمد بن الحنفیه قا ل قلت لابی : ایّ النّاس خیر بعد رسو ل الله ﷺ ۔قا ل ابو بكر۔ قلت ثمّ من۔ قا ل عمر ۔ و خشیت ان یقو ل عثما ن، قلت ثم انت۔ قا ل ما انا الّا رجل مّن المسلمین (بخاری حد یث نمبر ۳۶۷۱)۔

ولیکن باوجودیکہ پکا سنی ہوں اور شیعہ وغیرہ مخالفین اہل سنت کا ہمیشہ مخالف ومعارض رہتا ہوں اس کو عام ومطلق طور پر صحیح نہیں سمجھتا۔ اور اس کی تاویل فضیلت جزوی کے ساتھ واجب جانتا ہوں اور اس کے مستندات سے (اقوال ابن عمرؓ) کے معنی یہ سمجھتا ہوں کہ خلافت وغیرہ امور ریاست وسیاست وتدبیر و مشاورت وامثال ذلک جو کبرسنی وتجربہ کاری سے علاقہ رکھتے ہیں، یا مثل اس کی اور امور جزئیہ میں خلفاء ثلاثہ رضی الله عنهم کو امیر المومنین علی مرتضیٰؓ پر ترجیح تھی۔ نہ یہ کہ جملہ امور فضائل علم وتقوی وشجاعت و دیانت وولایت وقرابت سب میں ان کو فضیلت تھی۔

میں نے اپنے اس خیال پر شہادت علماء اہل سنت کو ٹٹولا، تو امام ابوسلمان خطابی کو جو اعاظم اہل سنت واکابر حفاظ حدیث سے ہیں، اپنے خیال میں موافق پایا۔

حیث قا ل ر حمه الله وجهه انه اراد به الشیو خ و ذوی ا لاسنا ن فهم الذین كا ن رسو ل الله ﷺ اذا حز به اما شاورهم و كا ن علیؓ فی زما نه ﷺ حد یث السن و لم یرد ابن عمر الا زراء بعلیؓ و لا تا خیره عن الفضیلة بعد عثما ن لان فضله مشهور لا ینكره ابن عمر و لا غیره من الصحا بة و قا ل غیره لا بد من نحو هذا التاویل و الا یلزم علیه نقض كثیر من القواعد المقررة من عدم نقدم تتمة العشرة علی عیر هم و اهل بدر و بیعة الر ضوا ن و ا صحا ب الهجر تین و نحو هم ، كذا قا ل الكر ما نی الحنفی فی شر ح البخا ری ۔ و قا ل علی القا ری فی المر قا ة فی شر ح حد یث ما طلعت الشمس علی ر جل خیر من عمر ، هو اما محمو ل علی ایا م خلا فته او بعد ابی بكر او المرا د فی باب العدا لة او فی طر یق السیا سة او نحو ذا لك

اور یہی تاویل قول مرتضیٰؓ کا محمل ہے اور وہ جناب کے تواضع وکسر نفسی پر محمول ہوسکتا ہے۔

خلافت کے باب میں جو خلفاء کی ترجیح وتقدیم کا میں قائل ہوں تو اس کی وجہ یہ نہیں سمجھتا کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی مرتضی ان کے سامنے لائق خلافت نہ تھے۔ اگر وہ خلیفہ اول ہوتے تو نیابت وخلافت کا کام نہ کر سکتے تھے۔ نعو ذ با لله من هذا الظن السو ء بجنا به عليه السلا م ۔ بلکہ اس کی وجہ یہ سمجھتا ہوں کہ نفس الامر میں تو ہر ایک صاحب ان حضرات سے یہ لیاقت رکھتے تھے ولیکن چونکہ حسب صوابدید ومشورہ اہل شوری صدیق اکبر کا خلیفہ ہونا تجویز ہوا، اور ان کے استخلاف سے حضرت عمرؓ کا اور مشورہ اصحاب ستہ سے جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ بھی داخل تھے، حضرت عثمانؓ کا خلیفہ ہونا قرار پایا، تو ان حضرات کو حسب اتفاق منصۂ غیب سے ترجیح حاصل ہوئی۔ اور اگر بحسب اتفاق رائے اہل شوری خلافت مرتضی کی تجویز ہوتی تو یہی ترجیح ان کو حاصل تھی۔

غرض یہ ترجیح خلافت اتفاقی ہے جو اتفاق رائے ارباب شوری سے ناشی ہے۔ حضرت علی مرتضی کی عدم لیاقت سے پیدا نہیں ہوئی۔ اس تجویز فضیلت جزوی وعدم تسلیم فضیلت کلی سے ہم کو کئی احادیث مانع ہیں، جو بہتیرے فضائل میں جناب علی مرتضیٰؓ کو خلفاء ثلاثہ کا ہم سر وسہیم بتاتے ہیں اور بعض مسائل میں (جو جناب ممدوح سے مخصوص ہیں اور کسی صحابی میں متحقق نہیں) ان کو خلفاء ثلاثہ بلکہ جملہ اصحاب پر ترجیح دیتے ہیں۔ ازانجملہ چند احادیث اس مقام میں کرتا ہوں جن سے میرے خیال کی تائید ہو، اور اہل سنت ومحبان عترت کے دلوں میں اہل بیت نبوی کی محبت بڑھے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے اور اس رسالہ کو اس ذکر خیر کے انوار کی برکت ہو۔

عن سهل بن سعد ان رسو ل الله ﷺ قا ل لا عطين الرا ية غدا ر جلاً يحبه الله و رسوله۔

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے علی مرتضی کے حق میں خیبر کے دن فرمایا: میں کل اس شخص کو جھنڈا دونگا جس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہیں۔

وعن سعد بن ابی وقا ص انّه ﷺ قا ل لعليّ حين خلفه فی غز وة تبو ك انت منی بمنز لة ها رو ن من مو سی ا لا انه لا نبی بعدی ۔ روا هما الشيخا ن ۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو جب غزوہ تبوک کے دن اپنے پیچھے خلیفہ مقرر کیا تو یہ فرمایا کہ تم میرے نسبت اس رتبہ میں ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ کی نسبت تھا۔ فرق اتنا ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہے اس لئے تم کو نبی نہیں کہا جاتا۔ ان دونوں حدیثوں کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

وعن سعد بن ابی وقا ص ان معا و ية قا ل له ما لك لا تسبّ ابا الّترا ب۔ فقال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امّا ما ذ کر ت ثلاثاً ،قالهنّ له رسو ل الله ﷺ فلن اسبّه ،فذ کر قو له له یو م خیبر و ما قا ل حین خلفه ثم ذکر الثا لثة فقا ل لما نز لت علیه هذه ا لآ یة ۔ ندع ابناء نا و ابناء کم ، دعا رسو ل الله ص علیاً و فا طمة و حسناً و حسیناً فقا ل اللهم هؤلا ء اهلی ۔ رواه مسلم و التر مذی

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان (عفا الله عنه و غفر له ما صدر عنه) نے آپ کو کہا کہ تم علی مرتضی کو گالیاں کیوں نہیں دیتے ۔ سعد نے جواب دیا تجھے وہ تین باتیں یاد نہیں جو آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں فرمائی ہیں (وہ باتیں سن کر) کبھی بھی ان کو گالیاں نہ دوں ۔ پھر وہ قول آنحضرت ﷺ جو خیبر کے دن ان کے حق میں فرمایا تھا اور وہ قول جو بوقت خلیفہ کرنے کے کہا ہے ذکر کیا۔ پھر تیسری بات یہ ذکر کی کہ جب آنحضرت ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی ندع ابناء نا و ابناء کم۔ الخ ،تو آنحضرت ﷺ نے علی مرتضی و فاطمہ وحسن وحسین کو بلایا اور کہا یا اللہ میرے اہل یہ لوگ ہیں ۔ اس حدیث کو مسلم و ترمذی نے ذکر کیا۔

عن عا ئشة قا لت خر ج النبی ﷺ و علیه مر ط مرحل من شعر اسود فجا ء الحسن بن علیّ فا د خله ثم جا ء الحسین فد خل معه، ثم جا ئت فا طمة فاد خلها ،ثم جا ء علیّ فا د خله ،ثمّ قا ل انّما یر ید الله لیذ هب عنکم الر جس اهل البیت و یطهّر کم تطهیرا۔ رواه مسلم

و للتر مذی انه لما نز لت هذه ا لآ یة ا د خلهم النبی ﷺ فی کساء له ،ثم قا ل: اللهم هؤلا ء اهل بیتی فا ذ هب عنهم الرّ جس و طهّر هم تطهیراً

اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ باہر نکلے اور آپ کے اوپر ایک کملی تھی جس میں پالان شتر کی سے نقش سیاہ بالوں کے تھے۔ پھر حسنؓ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو اس کملی میں لے لیا۔ پھر حسینؓ آئے تو وہ اس میں داخل ہوئے۔ پھر خاتون جنت آئیں تو ان کو بھی داخل کر لیا۔ پھر علی مرتضی آئے تو وہ بھی داخل ہوئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی کہ اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور کرے (اے میرے اہل بیت) اور تم کو پاک کرے۔

اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو کملی میں لے کر کہا اے پروردگار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے پلیدی دور کر اور ان کو پاک کر۔

عن زید بن ارقم قا ل قا م رسو ل الله ﷺ یوماً فینا خطیباً بماء یدعی خماً بین مکة و المد ینة فحمد الله و ا ثنی علیه ووعظ و ذکر، ثم قا ل امّا بعد ا لا ایها الناس انّما انا بشر یو شك ان یأتینی رسو ل ر بی فا جیب، و انا تا ر ك فیکم الثقلین او لهما کتا ب الله فیه الهد ی و النور فخذوا بکتا ب الله واستمسکوا به فحث علی کتا ب الله و ر غّب فیه۔ ثم قا ل و اهل بیتی ا ذ کّر کم الله فی اهل بیتی، ا ذ کّر کم الله فی اهل بیتی ۔ رواہ مسلم

و فی روا یة التر مذی قا ل رسو ل الله ﷺ انا تا ر ك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی ۔ ا حد هما اعظم من ا لآ خر کتا ب الله حبل ممدود من السماء الی ا لار ض، و عترتی اهل بیتی، لن یفتر قا حتی یرد علیّ الحو ض فا نظروا کیف تخلفو نی فیهما ۔ و هذه الز یا دة ا لا خیرة رواہ ا حمد ا یضاً فی مسنده

حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن بمقام خم غدیر کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد کئے ۔ پھر حمد وثنا کے بعد کہا ،لوگو میں بھی بشر ہوں۔ قریب ہے کہ میرے پاس فرشتہ (پیغام موت لے کر) آوے، اور میں اس کی اجابت کروں ،یعنی حاضر ہو جاؤں۔ اور میں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑ جا تا ہوں اول کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اس کو (خوب) پکڑو ۔ پھر اس پر لوگوں کو رغبت دلائی ۔ پھر فرمایا (دوم) میرے اہل بیت ہیں۔ تمہیں اپنے اہل بیت کے حقوق کی رعایت میں خدا کا نام یاد دلاتا ہوں ۔ اس کو مسلم نے روایت کیا۔

اور ترمذی کی روایت میں اس طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں میں وہ چیز چھوڑ جا تا ہوں کہ اگر تم اس کو پکڑو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ۔ وہ ایک تو کتاب اللہ ہے جو دوسری سے بڑی ہے اور وہ اللہ تعالی کی رسی ہے جو آسمان و زمین میں تن رہی ہے (دوسری) میرے اہل بیت ۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جاویں ۔ اس لفظ اخیر کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

و عن عمرا ن بن حصین قا ل رسو ل الله ان علیّاً منّی و انا منه و هو ولیّ کل مو من و مو منة بعدی رواہ التر مذی و رو ی الحا کم و النسا ئی نحوه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمران بن حصین سے روایت کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ مجھ سے ہے اور میں اس سے۔ اور وہ ہر مومن مرد اور عورت کا میرے بعد ولی ہے۔ اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا۔

عن علیؓ ان رسو ل الله ﷺ قا ل له اللهم ادر الحق معه حيث دار ۔ رواه الترمذی

حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں دعا کی کہ اللہ حق کو ادھر ہی پھیر جدھر علی ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا۔

و عنه انّ النبی ا لا می عهد الی ان لا يحبنی ا لا مو من و لايبغضنی ا لا منافق ۔ رواه مسلم

حضرت علی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے وصیت کی کہ بجز مومن تجھے کوئی دوست نہ رکھے گا اور بجز منافق کوئی مجھ سے بغض نہ کرے گا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا

عن حبشی بن جنا دة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ علیّ منی و انا من علیّ و لا يو دی عنی ا لا انا او علیّ

حبشی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علیؓ سے، اور یہ بات (یعنی مکہ میں سورۃ براءۃ کا سنانا اور مشرکین مکہ کے عہد مصالحت کو اٹھانا) بجز میرے اور علیؓ کے کوئی نہیں کر سکتا۔

عن ابن عمر قا ل آ خا رسو ل الله ﷺ بين ا صحا به فجاء علیّ تد مع عينا ه قا ل آ خيت بين ا صحا بك و لم تو اخ بينی و بين ا حدٍ فقا ل له رسو ل الله ﷺ انت ا خی فی الد نيا و ا لآ خره

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اصحاب میں سے ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تو حضرت علیؓ روتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔

عن انس بن ما لك قا ل كا ن عند النبی ﷺ طير فقا ل اللهم ائتنی با حبّ خلقك اليك يأكل معی هذا الطّير فجا ء علیّ فا كل معه۔ رواه هذه الثلا ثة الترمذی

انس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک جانور (بریاں) تھا آپ ﷺ نے دعا کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،یا اللہ ایسے آدمی کو میرے ساتھ کھانا کھانے کو بھیج جو تمام مخلوقات سے تجھے پیارا ہو۔ پس حضرت علیؓ آئے ،اور وہ جانور آنحضرت ﷺ کے ساتھ تناول فرمایا۔ ان تینوں حدیثوں کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

و عن ابن عباس، انّ رسو ل الله ﷺ قا ل لعلیّ :انت و لیّ فی الد نیا و الآخر ة ۔ رواه الحا كم والنسا ئی فی حد یث طو یل ذكره ولی الله فی ازالة الخفاء۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تو میرا دنیا وآخرت میں ولی ہے۔ اس کو حاکم اور نسائی نے ایک حدیث طویل کے ضمن میں روایت کیا جس کو شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء (صفحہ ۲۶۱)ء میں ذکر کیا ہے

اس مضمون کی بہت سی احادیث ہیں جن سے حضرت علیؓ کی خصوصیت مزیت یا مساواۃ بہ نسبت خلفاء ثلاثہ ثابت ہے۔ ان احادیث پر نظر رکھنے والا فضیلت کلی خلفاء ثلاثہ کا کبھی قائل نہ ہوگا۔ اور بجز تجویز فضیلت جزوی کچھ اس سے بن نہ پڑے گا۔ یہ فضیلت جزوی فقط میری تجویز وطبع زاد نہیں ہے مجھ سے پہلے بھی بعض اکابر اہل سنت سے صادر ہو چکی ہے۔ ان کا نام میں تب بتاؤں گا جب کسی کو اس پر معترض ومنکر پاؤنگا۔ اس تجویز کا مان لینا اہل سنت پر تو واجب ہی ہے، اور اگر شیعہ انصاف سے غور کریں تو ان کا بھی اس کے ماننے میں کچھ حرج نہیں۔ مگر ہوائے زمانہ وعادت اہل زمانہ کو ہم دیکھتے ہیں تو کسی فریق سے تسلیم کی توقع نہیں پاتے۔ ولیکن ہم کسی کی ردّ یا تسلیم کی پرواہ نہیں رکھتے ایسے مضامین کے بیان سے اپنے خیال کا اظہار چاہتے ہیں، سو کر دیتے ہیں۔ محمد حسین)

اب امام ابن تیمیہؒ کی بقیہ عبارت الفرقان بین اولیاء الرحمٰن والشیطان سے نقل کی جاتی ہے:

و قد ثبت فی الحد یث الصحیح تعیین عمر با نه محد ث فی هذه ا لا مة فای محد ث و مخا طب فر ض فی امة محمد ﷺ فعمر افضل منه ۔ ومع هذا فكا ن عمر یفعل ما هو الوا جب علیه فیعر ض ما یقع له علی ما جا ء به الرسو ل فتارة یوا فقه فیكو ن ذلك من فضا ئل عمر كما نز ل القر آن بموا فقته غیر مرة و وا فق ربه غیر مرة و تارة یخا لفه فیر جع عمر من ذلك

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كما ر جع يو م الحد يبية لما كا ن رأى المشر كين و قا ل فعلت لذ لك اعما لًا و الحد يث معرو ف في البخا ری و غيره۔

(ترجمہ: اور حدیث صحیح میں حضرت عمرؓ کے محدث ہونے کی تعیین ثابت ہو چکی پس اگر کوئی محدث یا (خدا کی طرف سے مخاطب اس امت میں فرض کیا جاوے گا تو حضرت عمرؓ اس سے افضل ہوں گے۔ باوجود اس کے حضرت عمرؓ اپنے الہام کی نسبت جو کچھ واجب تھا عمل میں لاتے، پھر کبھی ان کا الہام موافق کتاب وسنت ہوتا، تو وہ فضائل عمرؓ سے گنا جاتا۔ چنانچہ بہت دفعہ قرآن اسکے موافق اترا۔ اور کئی بار ان کو اللہ تعالیٰ سے توافق حاصل ہوا۔ اور کبھی ان کا الہام (یا خیال) مخالف قرآن ہوتا تو وہ اس سے رجوع کرتے۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن جب مشرکین کے باب میں آپ نے خلاف کتاب اللہ کچھ خیال کیا تو پھر اس سے رجوع فرمایا اور کہا میں نے اس مخالفت کے کفارہ میں کئی نیک عمل کئے۔ یہ حدیث بخاری وغیرہ میں مشہور ہے)

(حاشیہ۔ بخاری میں بصفحہ ۳۸۰ حدیث ہے کہ ہجرت سے چھٹے سال آنحضرت ﷺ بارادہ عمرہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مقام حدیبیہ پہنچے تو مشرکین مکہ عمرہ سے مانع ہوئے۔ بعد قیل وقال اس بات پر صلح ٹھہری کہ اس سال خالی واپس جائیں اور سال آئندہ عمرہ کریں اور جو کوئی مشرکین سے مسلمان ہو آنحضرت ﷺ کے پاس جاوے تو آنحضرت ﷺ اس کو مشرکین کی طرف واپس کریں۔ اور جو مسلمان مرتد ہو کر مشرکین میں آ ملے تو مشرکین اس کو واپس نہ کریں۔ اس مضمون مصالحت پر حضرت عمر کو بڑا جوش آیا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اس صلح سے منع کیا اور یہ کہا کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے دشمن باطل پر۔ کیا ہم مارے جاویں تو بہشت میں نہ جاویں گے اور ہمارے دشمن دوزخ میں۔ پھر ہم اپنے دین میں کیوں ذلت اٹھاویں اور مشرکین کے آگے کیوں دب جاویں۔ آخر جب آنحضرت ﷺ نے سمجھایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جو کرتا ہوں اسی کی مرضی سے کرتا ہوں۔ ایسا ہی صدیق اکبرؓ نے کہا تو حضرت عمرؓ اس اعتراض و اصرار سے باز آئے اور تائب ہوئے۔ اور معترضانہ گفتگو کے کفارہ میں کئی نیک عمل کئے)

و كذلك لما مات النبی ﷺ و اصحا به انكر مو ته اولًا حتى قال ابو بكر انه ما ت فر جع عمر عن ذلك

و كذلك في قتا ل ما نعی الز كوة قا ل عمر لا بی بكر كيف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقاتل الناس و قد قا ل رسو ل الله امر ت ان اقا تل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله و انی رسو ل الله

و لهذا نظا ئر من تقد م ابی بکر علی عمر من ان عمر محد ث فان مر تبة الصدیق فو ق مر تبة المحدث لا ن الصدیق یتلقی عن الرسو ل المعصو م کل ما یقو له و یفعله ۔ و المحدث یا خذ عن قلبه اشیاء و قلبه لیس بمعصو م فیحتا ج ان یعرضه علی ما جا ء به النبی المعصو م ۔ و لهذا کا ن عمر یشاور الصحا بة و ینا ظر هم و یر جع الیهم فی بعض الا مور و ینازعونه فی اشیاء فیحتج علیهم و یحتجون علیه بالکتاب و السنة ۔ و یقر هم علی منا زعته و لا یقو ل لهم انی محد ث ملهم مخا طب فینبغی لکم ان تقبلوا منی و لا تعا ر ضون۔

(ترجمہ: ایسا ہی جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو انہوں نے اس سے انکار کیا (اور اس کو مشکل سمجھ لیا) یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کا فوت ہونا قرآن سے ثابت کر دکھایا تو حضرت عمرؓ نے اپنے انکار سے رجوع فرمایا

ایسا ہی زکوۃ نہ دینے والوں سے لڑنے کے باب میں وہ ابوبکرؓ پر معترض ہوئے اور بولے کہ تو لوگوں کو کیوں مارتا ہے جس حالت میں آنحضرت ﷺ نے صاف فرمایا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت لڑنے کا مامور ہوں کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کے مقر نہ ہوں ۔

اس کے نظائر اور بہت ہیں جن سے حضرت ابوبکرؓ کا حضرت عمرؓ سے مقدم ہونا ثابت ہوتا ہے ۔ ان کے مقدم ہونے کی یہ بھی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ محدث تھے اور ابوبکر صدیقؓ تھے ۔ اور صدیق کا مرتبہ محدث کے رتبہ سے بڑھ کر ہوتا ہے اس لئے کہ صدیق رسول معصوم کے قول و فعل سے علم لیتا ہے اور محدث اپنے دل سے جو معصوم نہیں ہوتا ۔ اس لئے وہ اس کو آنحضرت ﷺ کے قول و فعل پر عرض کرنے کا محتاج ہوتا ہے ۔ اسی واسطے عمر فاروق اور اصحاب سے مشاورہ و مناظرہ کر لیا کرتے تھے اور بعض کاموں میں ان کی بات کی طرف رجوع کرتے ۔

اور وہ لوگ کئی باتوں میں ان سے جھگڑتے پس وہ ان لوگوں پر دلایل قائم کرتے ۔ لوگ ان پر کتاب اللہ و سنت سے دلائل قائم کرتے ۔ اور وہ ان کے جھگڑنے و دلائل پیش کرنے کو جائز

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے۔اور یہ نہ کہتے کہ میں محدث ہوں میری بات کو مان لو اور مجھ سے جھگڑا مت کرو)۔
(حاشیہ۔مترجم کہتا ہے: میں نے ان کے مواخذات و معارضات کو ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر دواز دہم مطبوعہ اپریل ۱۸۷۸ میں مفصل بیان کر دیا ہے۔طالب شائق اس پرچہ کی طرف مراجعت فرماویں۔اور ان سے پہلے نمبروں کو جن میں مخفیات صحابہ مذکور ہیں، مطالعہ میں لاویں تو اور بھی حظ پاویں)

فا ی من ادعی او ادعی لهاصحا به انه ولی الله و انه مخا طب و یجب علی اتباعه ان یقبلوا کل ما یقو له و لا یعار ضوه و یسلموا له حا له من غیر اعتبار با لکتا ب والسنه فهو و هم مخطئو ن ۔ و مثل هئولاء من اضل النا س

و هذ الذی ذکر ته هو ما اتفق علیه اولیاء الله و ممن خا لف فی هذا فلیس من او لیا ء الله الذ ین امر الله با تبا عهم بل اما ان یکو ن کا فرا و اما ان یکو ن مفر طا فی الجهل

و هذا کثیر فی کلام المشا ئخ کقو ل الشیخ ابی سلما ن الدارانی انه لیقع فی قلبی نکتة من نکث القو م فلا اقبلها الا بشا هد ین الکتاب و السنة

وقا ل ابو القاسم الجنید علمنا هذا مفید با لکتا ب و السنة فمن لم یقرء القر آ ن و لم یکتب الحد یث لا یصلح له ان یتکلم فی علمنا ولا یقتدی به ۔

وقال ابو عثما ن النیسا پوری من امّر السنة علی نفسه قو لًا و فعلاً نطق بالحکمة و من امّر الهوی علی نفسه قو لًا و فعلاً نطق بالبدعة لا ن الله تعا لی یقو ل و ان تطیعوه تهتدوا و قال عمر بن جنید کل و جدٍ لا یشهد له الکتا ب و السنة فهو باطل ۔ الی ان قال ۔ لا طر یق الی الله لا حد من الخلق ا لا بمتا بعته ظاهراً وبا طناً حتی لو ادر ک موسی و عیسی و غیر هم من ا لا نبیاء لو جب علیهماطا عة کما قال تعا لی:

و اذ اخذ الله میثاق النّبیّین لما آتیتکم من کتا بٍ و حکمةٍ ثم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاء کم رسول مصدِّق لما معکم لتؤمننّ به، و لتنصرنّه، قال ء أقررتم و ا خذ تم علی ذلکم اصری، قا لوا أقررنا، قا ل فاشهدوا و انا معکم من الشّا هد ین ۔ فمن تو لّی بعد ذلك فاولئك هم الفا سقون (آل عمران :۸۱۔۸۲)

قا ل ابن عباس ما بعث الله نبیاً ا لا ا خذ علیه المیثاق لئن بعث محمد و هو حی لیؤمنن به و لینصرنّه ۔ انتهی مختصراً۔

(ترجمہ: پس جوکوئی مدعی ہو یا اس کے صحبتی دعوی کریں کہ فلاں شخص ولی ہے۔ اور وہ خدا کی طرف سے مخاطب ہوا کرتا ہے اور اس کے تابعداروں کو اس کی سب باتوں کا قبول کرنا اور اس کا مقابلہ نہ کرنا اور کتاب اللہ وسنت پر پیش کرنے کے سوائے اس کو مان لینا واجب ہے۔ وہ ولی (اس بات کا مدعی) اور اس کے مرید وصحبتی سب خطا پر ہیں۔ اور یہ لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔

یہ جو میں نے ذکر کیا ہے یہ ایسا امر ہے جس پر سب اولیاء اللہ متفق ہیں اور جو اس کا مخالف ہے وہ اللہ کا ولی نہیں جن کی اتباع کا حکم خدا نے دیا ہے۔ بلکہ کیا تو وہ کافر ہے اور کیا حد سے بڑھ کر جاہل۔

یہ جو ہم نے کہا ہے، بھی بہتیرے مشائخ کا قول ہے۔ چنانچہ شیخ ابوسلمان دارانیؒ کا قول ہے کہ میرے دل پر قوم (اولیاء) کی کوئی باریک بات آتی ہے تو میں اس کو بدون شہادت کتاب و سنت قبول نہیں کرتا۔

امام ابوالقاسم جنید (بغدادیؒ) نے کہا ہے یہ ہمارا علم (اسرار) کتاب اللہ اور سنت کا پابند ہے پس جو قرآن نہ پڑھے اور حدیث جمع نہ کرے اس کو لائق نہیں کہ ہمارے علم میں کچھ بولے یا اس کی پیروی کرے۔

اور ابوعثمان نیشاپوریؒ نے فرمایا ہے جو کوئی سنت کو اپنے قول وفعل پر جاری کرے گا وہ حکمت کی بات کہے گا۔ اور جس نے اپنے قول وفعل پر ہوائے نفس کو چلایا وہ بدعت کی بات بولا۔ اس لئے کہ خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو راہ پاؤ گے اور عمر بن جنید نے کہا ہے جس وجد پر کتاب اللہ وسنت کی گواہی نہ ہو وہ باطل ہے، یہاں تک کہ شیخ ابن تیمیہؒ نے کہا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدا کی طرف سے بجز ظاہر و باطن متابعت آنحضرت ﷺ کے کوئی راستہ نہیں یہاں تک کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ وغیرہ انبیاء آنحضرت ﷺ کو پاتے تو ان پر آنحضرت ﷺ کا اتباع واجب تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول آوے تو اس کو مان لینا اور اس کی مدد کرنا۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس سے یہ عہد نہ لیا ہو کہ اگر تمہاری زندگی میں محمد نبی ہو تو تم اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ کلام شیخ ابن تیمیہؒ باختصار تمام ہوا)۔

بالجملہ ان احادیث وآثار واقوال علماء اخیار واصحاب کبار وصوفیاء ابرار سے ثابت ہوتا ہے کہ الہام اولیاء، الہام انبیاء کا کام نہیں دیتا اور اس کو ملکہ ولایت کہا جاتا ہے ملکہ نبوت نہیں کہا جاتا اور کوئی ولی ہم کو اپنے الہام سے وہ باتیں نہیں بتا سکتا جو آنحضرت ﷺ بتا گئے ہیں اور یہاں وہ مثل پھول دکھانے کی صادق نہیں آتی جس کو آپ یہاں لگاتے ہیں۔ وہ بات سوائے دہن مبارک جناب کسی منہ سے نہیں نکلی اور کسی حدیث یا اثر سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ نہ یہ حدیث موضوع متمسک جناب اس کی مصدق ہے نہ اور احادیث وآثار مثبتہ الہام اولیاء اس پر شاہد۔ اور اس سے جیسا خصوصیت نبوت محمدیہ کا ابطال ہوتا ہے اور خصوصیت فرائض نبوت کا خاتم المرسلین سے ارتفاع لازم وہ شروع تقریر دلیل سوم میں بیان ہو چکا ہے۔ اس تقریر سے دلیل سوم کا اختتام ہوا اور اس کے ختم ہونے سے دلائل ثلاثہ اس دعویٰ کا (کہ مضمون کانشنس جناب مبطل نبوت ہے نہ مثبت، جو نمبر چہارم صفحہ ۱۱۶ سے شروع ہے) اتمام ہوا۔ اور اس کے تمام ہونے سے ہماری بحث وکلام کا جو ہم کو اس مضمون کی نسبت ہے، خاتمہ ہوا۔ اب ہم اپنی اس کلام کا جو ۹۰ صفحہ میں مفصل ہوا ہے ایک دو صفحہ میں خلاصہ کرتے ہیں اور اپنے مخاطبین و بقیہ ناظرین کو اس میں غور کرنے اور رائے لگانے کا سہل راستہ نکال دیتے ہیں۔

فذلكة الكلام و خلاصه المرام

اس خلاصہ کے بیان کا اصلی باعث یہ ہے کہ بعض لوگ ہماری مفصل کلام کا مطلب نہیں سمجھے اور بعض اخبارات میں یہ بات شائع کئے ہیں کہ ہم باوجود یکہ بڑے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے پر زور اور نازک فاضلانہ مضامین مولوی مہدی علی صاحب و مولوی چراغ علی صاحب وسید احمد خان صاحب کو بخوبی سمجھ لیتے ہیں، اس کلام کا مطلب نہیں سمجھے۔ اور یہ بھی تحریر فرمائی ہیں کہ جب سید احمد خان صاحب بھی تو کانشنس کو ہادی نہیں جانتے۔ اور یہی صاحب اشاعۃ السنہ خیال رکھتے ہیں تو پھر اس کلام کا مضمون کانشنس کا رد و نقیض ہونا کیونکر متصور ہے۔

اس کا جواب حضار مجلس نے (جن میں وہ مضمون سنایا گیا) تو یہ دیا تھا کہ اس کا مطلب نہ سمجھنے کا اظہار اپنی کم علمی یا نافہمی کا اشتہار ہے اس صورت میں مناسب ہے کہ علوم دینی پڑھو یا کسی پڑھے ہوئے سے اس کلام کا مطلب پڑھ اور سمجھ لو۔ ولیکن اس جواب میں ایک طرح کی درشتی و علیحدگی پائی جاتی ہے۔ اور ہم کو اپنے مذہبی یا دیسی بھائیوں کا نرمی سے اپنے ساتھ ملانا منظور ہے اور اس بیت کا امتثال مدنظر

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

اس لئے ہم ان کے جواب میں وہ بات نہیں کہتے بلکہ ان صاحبوں کی خاطر سے اپنی کلام کا خلاصہ بیان کر دیتے اور اس میں اپنے مخاطبین و عامہ ناظرین کو بھی کلام کرنے اور رائے لگانے کی سہل راہ نکال دیتے ہیں۔ و باللہ التوفیق

کلام کا خلاصہ چند امور ہیں جو بدفعات ذیل پیش ہوتے ہیں:

۱۔ سید احمد خان صاحب نے پہلے کانشنس (یعنی عقل وتمیز) کو بدون رہنمائی ہادی (پیغمبر) کے بے اعتبار بنایا اور اس کی صداقت کا مدار موافقت تعلیمات ہادی (پیغمبر) کو ٹھہرایا۔ پھر اس ہادی کی تعلیمات کو بدون شہادت عقل بے اعتبار بنایا اور ان کی صداقت کا مدار و معیار اسی عقل کے توافق کو ٹھہرایا۔ یہ بات پہلی بات کے مخالف ہے۔ ومع ذالک غلط

۲۔ ہر چند بحسب ظاہر آپ نے مجرد عقل کو مدار و معیار صداقت تعلیمات نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ ساتھ اس کے قانون قدرت کو بھی لگا دیا ہے ولیکن چونکہ قانون قدرت علاوہ از قرارداد عقل کوئی چیز نہیں (یہ اس قانون کی نسبت ہمارا خیال ہے جس کو نیچریوں نے قانون قدرت سمجھ رکھا ہے، نہ قدرت الٰہی کی نسبت جو مشاہدہ ومحسوس ہے۔ اس میں اس میں فرق ضمن حصہ دوم رسالہ کے آوے گا) اس لئے قانون قدرت کا ساتھ لانا کان لم یکن اور اس کو مدار ٹھہرانا بعینہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقل کو مدار ٹھہرانا ہوا۔
۳۔نقل اختلاف حکماء نظام عالم وقانون قدرت میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون قدرت ایسا متخص ومقرر نہیں جس میں مداخلت عقل کی گنجائش نہیں۔
۴۔آپ کا یہ دعوی کہ بدون رہنمائی پیغمبر بمجر د ملاحظہ قانون قدرت بھی اخلاق صحیحہ کا دریافت کرنا ممکن ہے اور حکماء کو یہ امر حاصل تھا دوسری غلطی ہے۔اور اس میں اس پہلی بات کی (کہ عقل بدون رہنمائی ہادی کے بے اعتبار ہے) مخالفت اور کسی حکیم کا بدون استعانت تعلیمات انبیاء کے کسی اصل صحیح پر مطلع ہونا مسلم نہیں۔
۵۔نقل مخالفت حکماء امہات اصول انبیاء کرام سے جو ہماری سند منع کی تقویت و تائید کرتی ہے۔
۶۔دعوی مندرجہ دفعہ چہارم پر آپ کا اس دلیل کو پیش کرنا کہ انسان عقل کے سبب مکلّف ہوا ہے تو ضرور ہے کہ جس بات پر وہ مکلّف ہوا ہے وہ بدون تعلیم نبوی کے اس کی عقل میں آجاوے، تیسری غلطی جناب کی ہے اور مصادرہ علی المطلوب یعنی عین دعوی کو دلیل ٹھہرانا۔اور عقل کے سبب سے مکلّف ہونیکے یہ معنی نہیں جو آپ سمجھ بیٹھے ہیں۔
۷۔ہمارے اس خیال پر کہ مضمون جناب مبطل نبوت ہے، نہ مثبت پہلی دلیل جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حکماء کو بعثت انبیاء سے مستغنی کر دیا ہے۔
۸۔اس خیال پر دلیل دوم جس کا محصل یہ ہے کہ آپ نے تسلیم وتصدیق نبوت کا ایسا راستہ نکالا ہے جس سے اولاً تصدیق وتسلیم تک وصول نہ ہو اور اگر وصول بھی ہو جاوے تو اس پر اثبات نہ رہے۔
۹۔اس دلیل پر آپ اور آپ کے فلاسفہ اسلاف کے قول وفعل سے شہادت کہ آپ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں پھر اصول وفروع اسلام کو جو آپ کی عقل میں نہ آویں نہیں مانتے۔جیسے حشر ونشر وعذاب وثواب حسی وجسدانی۔تھوڑی سی شراب کا پی لینا تھوڑے سود کا لے لینا۔و قس علی ھذا۔
۱۰۔امام غزالیؒ سے اس پر شہادت اور آپ کے ہم خیالوں اور آپ کے اسلاف فلاسفہ کی تکفیر۔اور اس بات کا اظہار کہ امام غزالیؒ آپ لوگوں کے ہم مشرب وہم خیال نہیں۔
۱۱۔اس خیال پر دلیل سوم جس کا ملخص یہ ہے کہ آپ نے ختم رسالت کی ایسی تحریف یا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی ہے جس میں خصوصیت نبوت محمد یہ اس امت کے لئے باطل ہوتی ہے اور آپ جیسوں کو دعوی نبوت کی گنجائش نکلتی ہے۔ یا یوں کہیے کہ آپ جیسوں کو تشریع احکام و ادائے فرائض نبوت کی اجازت نکلتی ہے۔

۱۲۔ اس اجازت پر جو آپ نے نقلی دلیل پیش کی ہے اس کا نقل سے جواب اور حدیث و آثار و اقوال سے اس اجازت کا بطلان۔

یہ خلاصہ مقاصد کلام ہے۔ اس میں اگر ہمارے مخاطب عالی جناب یا ان کے حواریین واحباب یا عامہ ناظرین اولی الالباب کچھ کلام کرنا یا رائے لگانا چاہیں وہ ہر ایک امر کی جواب دہی کی تکلیف نہ اٹھاویں بلکہ ازانجملہ چار امور مفصلہ ذیل یا چاروں میں سے کسی ایک امر کا اثبات کر دکھائیں اور ترخیص وتخفیف تصدیع کے صلہ میں ہمارا احسان مناویں اور شکریہ ادا کریں۔

۱۔ قانون قدرت ایسا متشخص ومقرر ہے جس میں عقل کا دخل نہیں اور اس کی دھوکہ دہی کے اس میں گنجائش نہیں۔

۲۔ نظام عالم میں کافہ خلائق یا خاص کر حکماء کا اتفاق ہے وہ اختلاف جو ہم نے نقل کیا ہے واقعی نہیں ہے۔

۳۔ دنیا میں ایسا کوئی ایک شخص ہو گذرا ہے یا اس زمانہ میں موجودہ یا آئندہ تا قیامت اس کے وجود کی امید ہے جو بدون استعانت تعلیمات نبویہ کے مجرد ملاحظہ قانون قدرت سے اخلاق صحیحہ پر مطلع ہو۔

۴۔ آپ لوگ یا آپ کے آئمہ اسلاف فلاسفہ حشر ونشر و دوزخ وبہشت کے نعیم وآلام جسمانی یا اس کے مثل اور چیزوں کو جو عقل میں نہ آویں بتقلید انبیاء مانتے ہیں۔ یا خدا و رسول بھی آپ کی طرح صریح وصاف طور پر (جس میں آپ کی تحریف وتصرف کا دخل نہ ہو) ان امور سے منکر ہیں۔

منجملہ ان امور چہارگانہ کے اگر ایک امر کا بھی فیصلہ ہو جائے تو ہماری آپ کی نزاع اس مسئلہ میں اختتام پاوے اگر آپ نے کسی امر کا اثبات کیا تو میدان آپ کے ہاتھ آیا۔ ورنہ حق ہمارے ساتھ رہا۔

ان سب امور دوازدہ گانہ کی تفصیل سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ آپ کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفاسد خیالات وفواحش اغلاط کی تفصیل تمام لوگوں کو معلوم ہو اور جو آپ کو بڑا دقیقہ رس وحقیقت شناس سمجھتے ہیں ان کا اپنے خیال کی غلطی ثابت ہو اور یہ بھی ظاہر ہو کہ جن باتوں کو لوگ آپ کے اجتہادات وعندیات سے سمجھتے ہیں وہ آپ کے علم وفہم کے نتائج سے نہیں ہیں بلکہ وہ پرانے فلاسفہ کی کفریات یا بدعات سے ہیں جن میں ان کا اور آپ کا اہل ادیان سماویہ سے کوئی امام نہیں ہے۔

اور بڑا مقصود ہمارا اس قسم کی تفاصیل سے یہ ہوا کرتا ہے کہ لوگوں کو مسائل دین کے دلائل پر اطلاع ہو اور مختلف فیہ امور سے امر حق کا علم حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بلا ضرورت شدید وسخت استدعاء مقام کے ہم بعض مسائل میں ادنی تعلق کے لحاظ سے بسط سے بحث کرتے ہیں اور اس کے دلائل ومتعلقات کو تفصیل سے قلم میں لائے ہیں ایسی تفصیل کو سخن ناشناس اجنبی سمجھتے ہیں اور ہم سے سوء ظنی رکھتے ہیں وہ اس کو دفع الوقتی پر حمل کرتے ہیں اور درحقیقت دونوں فریق ہمارے مقصود پر مطلع نہیں۔

خدا کا نیچر اور ہے، اور سید احمد خان کا نیچر اور

سید احمد خان نے تہذیب الاخلاق نمبر ۲ جلد ۶۔ محرم ۱۲۹۲ھ میں کہا ہے:

مشکل یہ ہے کہ الفاظ کے عام مشہور معنی آدمی کے دل کو شبہ میں ڈال دیتے ہیں۔ اس کو خیال نہیں رہتا کہ وہ عام لفظ اس خاص مقام پر کس مراد سے بولا گیا ہے۔

نیز سید احمد خان نے تہذیب الاخلاق نمبر ۴ جلد ۵ میں فرمایا ہے الفاظ قرآن مجید کے وہی معنی لیں گے جو ان پڑھ عرب کے ان کے معنی حقیقی یا مجازی موافق اپنی بول چال سمجھتے تھے، نہ وہ معنی جو کسی علم کے عالموں نے بموجب اپنی اصطلاح قرار دیئے ہیں۔

ایسا ہی حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین میں کہا ہے:

و اقبح غلطا من حمل لفظ لا ینبغی فی کلام الله و رسو له علی المعنی ا لا صطلا حی الحا دث و قد اطر د فی کلام الله و رسو ل استعما ل لا ینبغی فی المخطور شر عاً و قدرا فی المستحیل الممتنع کقو له تعا لی:

وما ینبغی للر حمن ان یتخذ ولداً .. الخ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہم و اشتباہ ہمیشہ انسان کو خطا میں دالتا ہے وہ اپنے وہم یا اشتباہ سے لفظ کے اصل معنی چھوڑ کر اس کو اجنبی معنوں میں مستعمل سمجھتا ہے اس میں وہ ڈبل غلطی یہ کرتا ہے کہ ٹھیٹھ محاورہ اہل لسان کو جن میں وہ لفظ بولا گیا ہے، لحاظ نہیں کرتا۔ اور اس سے وہ معنی مراد سمجھتا ہے جو اہل لسان کے خواب و خیال میں نہیں آئے ان سے پچھلے لوگوں نے اپنی اصطلاح میں مقرر کئے ہیں اور کبھی وہ اس غلطی میں ایسا تیز قدم ہو چلتا ہے کہ لغت قدیم و اصطلاح حادث دونوں کو طاق میں رکھ دیتا ہے اور دونوں سے مغائر معنی مراد سمجھ لیتا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی لفظ صلوۃ یا حج کے معنی وہ نہ سمجھے جو آنحضرت ﷺ کے قول و فعل سے ثابت ہیں اور اسلام میں مروج۔ بلکہ معنی نماز میں وہ یہ کہے جو کسی بے باک نے کہا ہے: صلوۃ عاشقاں ترک وجودات

اور بیان معنی حج میں یہ شعر پیش کرے

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

یا یہ کہے کہ حج کے معنی تو وہی مسلم ہیں جو مسلمانوں میں مروج ہیں پر اس گھر سے جس کا حج فرض ہے وہ گھر مراد نہیں ہے جو مکہ میں ہے۔ وہ گھر کوئی اور ہے جو لنڈن یا کیمبرج میں جہاں کا حج آج کل مہذب حج کعبہ سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اور وہاں جاتے یا وہاں سے واپس آتے بھی اس مقدس گھر سے نہیں گذرتے۔ (جب جناب سید احمد خان سفر انگلینڈ سے سالماً و غانماً واپس تشریف لائے تو ان کے بعض معتقدین کے پاس جو لاہور میں ہیں ہمارے بعض احباب شاکی ہوئے کہ سید صاحب نے لندن میں اتنے سال بسر کئے، آتے جاتے ہوئے حج کر آتے۔ وہ جواب میں بولے کہ سید صاحب حج سے بڑھ کر کام کر کے آئے ہیں)

محققین اہل اسلام جن کو آپ بھی مانتے ہیں ایسے معنی مراد لینے کو تحریف کہتے ہیں اور اس کے مرتکب کو منکر لفظ و محرف قرار دیتے ہیں

(حاشیہ: قا ل الغزا لی فی کتا ب الفیصل للتفر قہ بین ا لاسلام و الز ندقہ و مھما و جدالتکذ یب و جب التکفیر و ان کا ن فی الفرو ع فلو قا ل قا ئل البیت الذی بمکۃ لیس ھو الکعبۃ التی امر اللہ بحجھاکفر ۔ اذ ثبت توا تراً عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول الله خلا فه فلو انكرشهادة الرسو ل لذلك البيت انه الكعبة لم ينفعه انكاره بل يعلم قطعاً انه معا ند ا لا ان يكو ن قريب عهد با لاسلا م۔

و قا ل فى ا لاقتصا د فى ا لاعتقا د الباب الرا بع فى بيا ن من يجب تكفيره من الفر ق الى ان ذكر نا فر قاً ار بعة مر ذكر ثلا ثه منها فى الصحيفة السا بقة ثم قا ل الر تبة الخا مسة من يترك التكذ يب الصر يح و لكن ينكر اصلاً من اصو ل الشر عيا ت المعلو مة با لتوا تر عن رسو ل الله ﷺ و تقو ل لست اعلم ثبو ت ذلك عن رسو ل الله ﷺ كقول القا ئل الصلوة الخمسة غير واجبة فا ذا قرء عليه القر آ ن و ا لا خبار قا ل لست اعلم صدور هذا عن رسو ل الله ﷺ فلعله غلط و تحر يف و كمن يقو ل انا معتر ف بو جو ب الحج و لكن لا ادرى اين مكه و اين الكعبه و لا ادرى اين البلد الذى يستقبله النا س و يحجو نه هل هى البلدة التى حجها رسو ل الله ﷺ و و صفها القرآ ن و هذا ايضاً ينبغى ان يحكم بكفره لا نه مكذ ب و لكنه محترز عن التصريح و الا فا لمتواترا ت يشترك فى در كها العوا م و الخوا ص)۔

گو وہ بزعم خود متمسک لفظ کہلا وے اور اپنی اس تحریف کا نام تاویل رکھے۔ اس قسم کے وہمی تاویلوں نے بہت لوگوں کو فطرت اللہ سے (جس سے مراد خدا کا دین ہے) منکر بنا دیا اور جو فطرۃ اللہ نہیں اس کو فطرت اللہ بنا دکھایا۔

اس امر کی تصدیق اس زمانہ میں ایک ہمارے مخاطب عالی جناب ہیں جو غالبًا قرآن کے سمجھنے اور اس میں تاویل کرنے میں اسی وہم یا اشتباہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور اکثر آیات قرآن کی ویسی ہی الٹے پلٹے معنی جو آج تک اہل لسان کے خیال میں نہیں آئے بیان کرتے ہیں۔ اس کی ایک مثال لفظ فطرت یا فاطر یا فطر ہے جو قرآن میں کئی جگہ واقع ہیں

(ازانجملہ یہ مواضع ہیں:

قل اغير الله اتخذ وليا فا طر السما وا ت و ا لار ض۔ انعا م۔ع ۳۔:

انى و جهت و جهى للذى فطر السما وا ت و الار ض۔ انعا م۔ع ٦۔:

فا طر السما وا ت و الا ر ض انت ولى فى الد نيا و ا لآ خرة۔ يوسف۔ ع ۱۱:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قالت رسلهم افی الله شك فاطر السماوات و الارض ۔ ابراهیم ۔ع ۲؛
قال بل ربکم رب السماوات و الارض الذی فطرهنّ ۔ انبیاء ۔ع ۵ ؛
فطرة الله التی فطر الناس علیها ۔ روم ۔ ع ٤ ؛
الحمد لله فاطر السماوات و الارض ، ملائکه ۔ع ۱؛
قل اللهم فاطر السماوات و الارض ۔ زمر ع ۵؛
و مالی لا اعبد الذی فطرنی ۔ یسٓ ع ٤؛
الا الذی فطرنی فانه سیهدین ۔ زخرف ع ۳)

ان الفاظ کو آپ نے اپنی طبع زاد یا کسی اور کی خانہ ساز نیچر کے معنوں میں سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک طولانی مضمون مغالطات سے بھرا ہوا تہذیب الاخلاق ۱۲۹۶ھ کے پہلے پرچہ میں شائع کیا ہے۔اس کا خلاصہ چند امور میں و بدفعات ذیل پیش ہوتے ہیں:

۱۔خدا تعالی نے آیت فطرة الله التی فطر الناس علیها میں نیچر کو اپنا دین بتایا ہے۔

۲۔حضرت موسیٰؑ نے رب ارنی کا سوال کیا تو اس کو بھی پہاڑ پر (جو نیچر کا ایک نمونہ تھا) نظر کرنے کا حکم ہوا۔

۳۔خدا تعالی خود بھی اپنے آپ کو کچھ بتا نہیں سکا اور جو بتلایا تو نیچر ہی کو بتلایا ہے، بولا کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا اور آسمان کو چھپرہ بنایا اور آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہارے لئے طرح طرح کے میووں کو اگایا وہی خدا ہے۔

(یہ بعینہ الفاظ جناب ہیں جو بعض آیات قرآن کا ترجمہ ہیں۔ایسے ہی دس بیس اور آیات کا ترجمہ آپ نے نقل کر دیا ہے جس میں اللہ تعالی کی مخلوقات کا بیان ہے۔اصل آیات عنقریب بضمن ایک حاشیہ کے قلم میں آویں گی۔ ان شاء الله)

۴۔موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے وجود خدا کو ثابت کیا تو اسی نیچر کو پیش کیا اور بولا کہ خدا وہ ہے جو آسمان وزمین کا، اور جو اس میں ہے، اس کا رب ہے۔

۵۔جو پیغمبر آیا اس نے لوگوں کو نیچر کا راستہ بتایا۔

۶۔ابراہیمؑ نے خدا کو پہچانا تو اسی نیچر سے پہچانا۔یعنی ستاروں کو ڈوبتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھ کر یقین کر لیا کہ میرا خدا وہی ہے جس نے ان سب کو بنایا۔

۷۔ امور سنتہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ہم نیچری، ہمارے باپ دادا نیچری، موسیٰ نیچری، ابراہیم نیچری۔ سارے انبیاء نیچری یہاں تک کہ خود خدا نیچری ہے۔ وہ نہ ہندو ہے نہ عرفی مسلمان، نہ مقلد نہ لا مذہب نہ یہودی نہ عیسائی، وہ تو چھٹا ہوا نیچری ہے۔ تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا

اس مضمون مغالطات مشحون میں آپ نے وہی کام کیا ہے اور لفظ فطرت وغیرہ کے سمجھنے اور اس کے معنی بیان کرنے میں اسی وہم کو دخل دیا ہے جو معنی اس لفظ کے قدیماً و حدیثاً محاورہ عرب میں چلے آتے ہیں ان کو تو آپ نے بالائے طاق رکھ دیا ہے اور جو معنی آپ کے وہم و خیال میں آئے اس کا نیچر نام رکھ کر مراد الٰہی قرار دیا ہے۔ یہ لفظ محاورہ قدیم و جدید عرب میں پیدائش یا نئے سرے سے پیدا کرنے کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے جس کو دوسری آیات میں بلفظ خلق و ابداع وغیرہ تعبیر کیا ہے

(جیسے: ان فی خلق السما وا ت و الا ر ض و ا ختلاف ا للیل و النهار و الفلك التی تجری فی البحر بما ینفع الناس .. الآیه۔ (بقره: ١٦٤)؛

یا ایها الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس وا حدة و خلق منها زو جها و بثّ منهما ر جا لًا کثیراً و نساءً (۔ نساء: ١)؛

ان الله فا لق الحبّ و النویٰ، یخرج الهیّ من المیّت و مخر ج المیت من الحی، ذلکم الله ، فا نّی تؤفکو ن (انعا م: ٩٥)

هو الذی انز ل من السماء ماءً فا خر جنا به نبا ت کلّ شیء فا خر جنا منه خضراً نخر ج منه حبّا مترا کباً۔ (انعا م:٩٩)؛

ان ربکم الله الذی خلق السماوات و الا ر ج فی ستة ا یا م ثم استوی علی العرش ،. الخ ۔ (اعرا ف:٥٤)

قل من یر زقکم من السماء و ا لار ض امّن یّملك السّمع و ا لا بصار و مّن یخرج الحیّ من المیّت و یخر ج المیّت من الحیّ و من ید بّر ا لا مر، فسیقولون الله ، فقل افلا تعقلو ن۔((یو نس:٣١)؛

هو الذی مدّ ا لا ر ضّ و جعل فیها روا سی و انهاراً (رعد :٣)؛

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلق السماوات و الارض بالحق ، تعالی عمّا یشرکون۔(نحل:۳)؛

هو الذی انزل من السّماء ماءً، لّکم منه شراب و منه شجر فیه تسیمون (نحل:۱۰)؛

و انّ لکم فی الانعام لعبرة، نسقیکم مما فی بطونه من بین فرثٍ و دمٍ لبناً خالصاً سائغاً للشاربین ۔ (نحل:٦٦)

الم تر انّ الله یزجی سحاباً ثم یؤلف بینه ثم یجعله رکاماً فتری الودق من خلاله ، و ینزّل من السّماء من جبالٍ فیها بردٍ فیصیب به من یشاء و یصرفه من یشاء یکاد سنا برقه یذهب الابصار (نور:٤٣)؛

و من آیاته ان خلقکم من ترابٍ ثم اذا انتم بشر تنتشرون (روم: ۲۰)؛

بدیع السماوات و الارض واذا قضی امراً فانما یقول له کن فیکون(بقره :۱۱۷) ۔

اسی قسم کی اور صدہا آیات ہیں جو خدا کی خلق یا مخلوقات کے بیان میں وارد ہیں ۔ یہی یا اسی قسم کی اور آیات کا ترجمہ نیچر کے ثبوت میں جناب مخاطب اپنی تحریر میں لائے ہیں)

اسی معنی کو خدا تعالی نے اس کو استعمال فرمایا ہے اسی معنی میں اس کے رسولوں نے، یہی معنی اصحاب رسول اللہ نے سمجھے ہیں، یہی ان سے پچھلے مفسروں نے یہ امر محاورات والفاظ آیات (فطر السماوات، فطر هنّ، فطر نی ، فطر الناس) سے صاف ظاہر ہورہا ہے۔ مع ذلک، اقوال بعض صحابہ ومفسرین کو بھی اس کی تائید وشہادت میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اخرج ابو عبید فی الفضائل من طریق مجاهد عن ابن عباس قال کنت لا ادری فاطر السماوات حتی اتانی اعرابیان یختصمان فی بئر فقال احدهما انه فطرتها یقول ابتدائها۔ ذکره السیوطی فی تفسیر الاتقان و البیضاوی فی تفسیره و ابن طاهر فی مجمع البحار و قد فسر فی تفسیر البیضاوی و المعالم و الجلالین و فتح البیان و غیرها قوله تعالی فاطر السماوات و الارض بلفظ خالقهما و مبدعهما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و مبد یھما

(ترجمہ: ابوعبیدؒ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں فاطر السماوات کے معنی نہ جانتا تھا یہاں تک کہ دو اعرابی ایک کنویں کے مقدمہ میں جھگڑتے آئے ان میں سے ایک نے کہا انا فطر تھا یعنی اس کو میں نے بنایا اور نیا نکالا ہے۔ (اس کے محاورہ سے معلوم ہوا کہ فطر بمعنی پیدائش ہے) اور تفسیر بیضاوی و معالم و جلالین و فتح البیان میں لفظ فاطر السماوات و الارض کو جو سورہ انعام میں واقع ہوا ہے بلفظ خالق و مبدع و مبدی کے تعبیر کیا ہے)۔

اگر آپ اس لفظ سے یہ معنی قدیمی مراد لیتے اور اسی کو نیچر قرار دیتے تو ہم آپ سے نزاع نہ کرتے اور نہ اس معنی نیچر سے انکاری ہوتے۔ سب کوئی جانتا ہے کہ خدا تعالی نے مخلوقات کو بنایا اور اسی سے اپنا ہونا ہم کو بتایا۔ اسی کے ذریعہ سے انبیاء نے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا اور اسی سے خدا تعالی کے وجود پر استدلال کیا۔ پھر اس سے انکار کون کرسکتا ہے۔ ہاں اس سے کسی قدر انکار ہے تو آپ لوگوں کو ہے جو خدا تعالی کی بہتری پیدائش کو (جس کے وجود کی خدا نے خود خبر دی ہے جیسے دوزخ، بہشت، جن، ملک، شیاطین، حورعین) آپ لوگ نہیں مانتے اور تاویل و تحریف کی آڑ میں اس سے انکاری ہیں۔ لیکن آپ اس لفظ سے یہ معنی مراد نہیں لیتے اور نیچر فقط اسی پیدائش کو نہیں کہتے بلکہ اس سے پیدائش کی وہ حالت مراد لیتے ہیں جس کو بذریعہ عقل وجود پیدائش سے اختراع کرتے ہیں۔ اور اس کو قانون قدرت قرار دیتے ہیں۔ اور اس کو بمنزلہ ایک کتاب کے جس میں (جملہ اخلاق یا احکام حلال و حرام کی تفصیل ہو) خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے مطالعہ کو ادراک احکام کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ناظرین و مطلعین کو ان کتابوں کی (جو خدا تعالی نے رسولوں پر اتاری ہیں) مراجعت سے مستغنی جانتے ہیں اور ان لوگوں کو (گو وہ آپ کے نزدیک صدیوں درصدیوں میں شاذ ہوتے ہیں) بمنزلہ پیغمبر مانتے ہیں اور ان کو ہدایت و رہنمائی پیغمبر سے بے پرواہ خیال کرتے ہیں۔

یہ صفتیں اس حالت یا نیچر یا قانون قدرت کی آپ کے مضمون کانشنس میں جس کی ہم تفصیل شرح کرچکے ہیں موجود ہیں۔

اس حالت پیدائش کے مجوز آپ ہی ہیں اور اس قانون قدرت کے مقنن آپ اور خیالی نیچر کے خالق آپ از راہ افتراء اس کو قانون قدرت الہی بناتے ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کو خدا کا نیچر کہتے ہیں۔

اس حالت (یا قانون قدرت یا نیچر) کے وجود پر خدا تعالی نے اپنی کتاب میں شہادت نہیں دی۔ اس کے رسولوں نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ عرب کے ان پڑھوں نے (جن کی زبان پر لفظ فطرت قرآن میں نازل ہوا) اس حالت کو نہیں سمجھا اور لفظ فطرت کو اس معنی سے تفسیر نہیں کیا۔

خدا تعالی نے حضرت موسیٰؑ کو پہاڑ پر نظر کرنے کا ارشاد کیا، یا تمام بندوں کو آسمان و زمین وغیرہ پیدائش بتا کر غور وفکر کرنے کا حکم دیا، تو اس سے فقط اپنے وجود و کمال عظمت کا اثبات کیا اور ان چیزوں سے ان امور کے اثبات پر لوگوں کو آمادہ کیا۔ ساتھ اس کے یہ نہیں فرما دیا کہ یہ پہاڑ یا تمام مخلوقات ہماری ایک کتاب ہے جس سے جملہ احکام حلال وحرام دریافت ہو سکتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے سامنے پیدائش خدا کا ذکر کیا تو اس سے خدا کے وجود ہی کا اثبات کیا اور اس کو کتاب ادراک احکام نہیں فرمایا۔

حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں میں نظر و تامل کیا تو اس سے خدا کا ہونا پہچانا۔ بقیہ احکام حلال وحرام کا دستور العمل نہیں جانا۔ ایسا ہی اور انبیاء نے وجود مخلوق کو وجود خالق پر دلیل ٹھہرایا ہے۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہ مخلوقات یا ان کے حالات احکام شرعیہ کے لئے بمنزلہ کتاب ہیں جس سے بدون مراجعت انبیاء و کتب سماویہ احکام حلال وحرام دریافت ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح عرب عرباء سمجھتے چلے آئے ہیں۔ کسی نے قول خدا یا اقوال انبیاء کے جو فطرت میں وارد ہیں وہ جعلی معنی نہیں کئے اور جب خدا تعالی اور اس کے رسولوں نے پیدائش کی ایسی حالت نہیں بتائی اور یہ حالت لفظ فطرت کے بولنے اور سمجھنے والوں کے خیال میں نہیں آئی تو پھر لفظ فطرت سے یہ حالت کیونکر مراد ہو سکتی ہے۔

بالجملہ وہ لفظ محاورہ عرب میں بمعنی پیدائش ہے اور اسی معنی سے اللہ تعالی اور اس کے رسولوں کی کلام میں مستعمل ہوا اور جناب نے اس کو ایک حالت کے معنوں میں سمجھا ہے جو آپ کی عقل یا خیال یا وہم سے متولد یا مخلوق ہے۔ اور اس پیدائش اور اس حالت میں جو فرق ہے سو ظاہر ہے۔ محتاج بیان نہیں ہے ومع ذلک بنظر مزید توجیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی چند تمثیلات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ انسان کی آنکھ ناک کان خدا کی پیدائش یا نیچر ہے۔ اور آنکھ میں مثلاً ایسی قوت تجویز کرنا کہ وہ ہر موجود کو جیسے جن فرشتہ روح ذات باری دیکھ لے اور جو اس سے نظر نہ آوے اس کو موجود نہ کہا جاوے۔ یہ ایک حالت ہے جس کو یہ حضرات نیچر سمجھتے ہیں اور بناء علیہ قبر کے سانپ بچھوؤں کو بتاویل رد کرتے ہیں۔ خدا نے اس کو نیچر نہیں کہا اور نہ ہر کسی کی آنکھ سے اس صفت کا مشاہدہ ہوا ہے۔ بہتیری آنکھیں ایسی بھی ہیں جو فرشتوں کو دیکھتی ہیں اور بہتیرے کان ایسے ہیں جو عذاب قبر کی آوازیں سنتے ہیں۔ و قس علی ھذا۔

۲۔ وجود حیوانات و جمادات پیدائش یا نیچر ہے اور ان میں یہ امر مقرر کرنا کہ یہ کبھی انسانوں کی طرح کلام نہیں کر سکتے اور نہ اور عاقلانہ افعال ان سے صادر ہو سکتے ہیں یہ ایک حالت ہے جس کو منکرین معجزت وخوارق انبیاء نیچر بتاتے ہیں اور بناء علیہ (مثلاً) حضرت سلیمانؑ کے چیونٹی کا کلام کرنا اور اصحاب فیل کو پرند جانوروں کا کنکر مارنا اور جمادات کا ظاہری تسبیح کرنا (جو لوگوں کے سننے میں آوے) اور درختوں کا آنحضرت ﷺ کی نبوت پر شہادت دینا اور ایک پتھر کا موسیٰؑ کا کپڑا لے کر بھاگنا، یہ حضرات نہیں مانتے اور بتاویل اس کو رد کر دیتے ہیں۔ یہ نیچر خدا تعالیٰ نے نہیں بنایا انہیں کے خیال میں آیا ہے۔

۳۔ انسان اور حیوانات کا منی سے پیدا ہونا ایک نیچری امر ہے مگر اس منی کو مدار خلقت ٹھہرانا اور سوائے منی کے پیدائش انسان وحیوانات کو محال جاننا اور بناء علیہ مسیح کی پیدائش سے بدون باپ کے منکر ہونا یا قبر کی مٹی سے انسان کا زندہ ہو کر نکل آنے کو نہ ماننا ایک حالت ہے جس کو منکرین نے انسان وحیوان کے نیچر میں داخل سمجھ رکھا ہے۔ یہ امر خدا کا نیچر نہیں ہے۔

اسی قسم کے ایک نہیں ہزاروں حالات پیدائش ہیں جن کو یہ لوگ اپنی عقل سے نکالتے ہیں پھر ان کو خدا کا نیچر بتاتے ہیں اور واقع میں وہ حالات بجز ان لوگوں کے خیالات کے کہیں پائی نہیں جاتی۔

تفصیل اس کی ہم اس وقت کرینگے جب ان حضرات سے ان کی فروعات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مخاطب ہوں گے۔

اس اجمالی بیان سے ناظرین یہ سمجھ سکتے ہیں کہ پیدائش اور ہے، اور حالات پیدائش (جس کو ہر کوئی اپنی اپنی سمجھ کے موافق قرار دیتا ہے) اور پیدائش کو فطرت اللہ یا نیچر کہہ سکتے ہیں۔ ان کے حالات کو جو حضرات مخاطبین یا اور لوگ اپنی عقل سے تجویز کرتے ہیں خدا کا نیچر نہیں کہہ سکتے۔ اگر وہ نیچر ہے تو انہیں لوگوں کا نیچر ہے جنہوں نے اس کو از خود تجویز کیا۔

یہاں اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آیت فطرة الله التی فطر الناس علیها میں فطرت یا نیچر کو دین ٹھہرایا ہے اور اس کے التزام کا ارشاد کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت سے یہاں کوئی حالت پیدائش مراد ہے جس کو دین کہا جا سکتا ہے نہ نفس پیدائش جس کا دین ہونا اور اس کا لازم کر لینا متصور نہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک جس کو دین کہا ہے وہ کوئی حالت ہے نہ نفس خلقت، ولیکن وہ حالت وہ نہیں ہے جس کو قائلین نیچر حالت پیدائش سمجھتے ہیں۔ اور اس کو قانون قدرت بنا بیٹھے ہیں۔ اور اس کو جملہ احکام حلال وحرام کی بمنزلہ ایک کتاب کے جانتے ہیں جس کے مطالعہ کرنے والوں کو بمنزلہ پیغمبر مانتے ہیں اور ان کو ہدایت و بعثت انبیاء سے مستغنی سمجھتے ہیں۔

بلکہ وہ ایک خاص حالت ہے جو فقط اعتقاد توحید و اعتراف ربوبیت و وحدانیت رب وحید کا مخزن ومعدن ہو سکتی ہے۔ بے شک اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور نیچر انسان میں داخل کیا اور بروز میثاق اس کی زبان پر اس کو جاری کیا اور ہر ایک انسان کو اس کے ذریعہ سے خدا کو پہچان لینے کا ملکہ دیا اور اس حالت کو دین کہا اور اس کی ملازمت ومحافظت کا ارشاد کیا۔

اس سے کوئی جملہ حالات پیدائش کو (گو وہ اس کی یا اس کے بھائیوں کی خود تجویزی حالتیں ہوں) مراد سمجھے اور اس کو ادراک جملہ احکام شرعیہ کے لئے مخزن خیال کرے تو یہ اس کی سمجھ ہے۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ مگر اس کی اسی سمجھ پر نہ قرآن وحدیث کی شہادت ہے، نہ اس سے علماء کو موافقت۔ قرآن میں اس آیت سے پہلے اولاً آیات اثبات قدرت اور وحدت باری تعالیٰ کا ذکر ہے پھر ایک مثال کا جس سے توحید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصرف و ربوبیت ثابت ہے بیان ہے۔ پھر اس آیت میں دین توحید کا فطری ہونا ظاہر کیا اور فرمادیا تو اپنے منہ کو خدا کے دین کی طرف (جو توحید ہے) سیدھا رکھ۔ (لوگو) تم اس توحید کو جس پر ہم نے لوگوں کو بنایا لازم پکڑو۔ اس میں کچھ تبدیل وتغیر مت کرو۔ یہی توحید سیدھا دین ہے، یہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ یا مصنف تفسیر عباسی نے (جن کا قول آپ لائے ہیں) اس کا ترجمہ دین کیا ہے تو ان کی یہی مراد ہے کہ خدا تعالیٰ نے دین اسلام کو فطرت کہا اور مفسرین بیضاویؒ، بغویؒ، جلال الدین محلیؒ، محمد بن علی شوکانیؒ نے اس فطرت کو دین یا اسلام سے تعبیر کیا ہے تو ان کی بھی یہی مراد ہے کہ دین توحید کو خدا نے فطرت کہا ہے۔

کسی کی کلام کا منشاء و مفاد یہ نہیں ہے کہ جس کسی چیز کو کوئی فطرت سمجھ لے یا اس پر فطرت کا اطلاق ہو سکے، وہی خدا کا دین ہے۔ اور فطرت عالم جملہ احکام شرعیہ کا مخزن ہوسکتی ہے جس کے ہوتے رسولوں کے بھیجنے اور آسمان سے کتابوں کے نازل کرنے کی حاجت عام باقی نہیں رہتی، جیسا کہ آپ کا خیال ہے۔ حاصل مرام لائق فہم عوام یہ کہ جس چیز کو اس آیت میں فطرت کہا ہے اس سے توحید مراد ہے جس کو دین یا اسلام سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے توحید کے سوا اور امور فطرت کا (واقعی ہوں خواہ خیالی) دین ہونا ثابت نہیں ہوتا اور علماء جو منطق سے فی الجملہ آشنا ہیں اس مطلب کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ دین اور فطرت میں جانبین سے تصادق کلی نہیں ہے۔ جس چیز کو اس آیت میں دین کہا ہے بے شک وہ فطرت ہے۔ پر جس کسی چیز کو فطرت کہا جاوے وہ عموماً دین نہیں ہوسکتی ہے۔ اور یہ بات دعوی جناب کے مخالف ہے جو عموماً فطرت کو عین دین سمجھ بیٹھے ہیں اور قانون قدرت کو بدون بعثت انبیاء ادراک اخلاق یا احکام کے لئے (گو شاذ لوگوں کے واسطے کیوں نہ ہو) کافی سمجھتے ہیں۔

اب میں اپنے بیان کی تائید میں چند اقوال مفسرین ومحدثین کو نقل کرتا ہوں اور جو معنی اس آیت کے میں نے بیان کئے ہیں اور اوروں سے ثابت کر دکھاتا ہوں۔

قال البیضاوی و ھو ممن علیه اعتمادکم ۔ فطر الناس علیها خلقهم علیها و ھی قبول لهم للحق و تحکمهم من ادراکه ۔ او ملة الاسلام فانهم لو خلوا و ما خلقوا علیه ادی بهم علیها

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و قیل العهد الما خوذ من آ دم و ذریته

(ترجمہ: بیضاوی نے، جس پر آپ کا اعتماد ہے، کہا ہے، فطر الناس کے معنی یہ ہیں کہ خدا نے ان کو اس حالت پر پیدا کیا کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور اس کے سمجھ لینے کی قدرت رکھیں، یا اس سے دین اسلام مراد ہے اس لئے کہ اگر وہ لوگ جبلت پر چھوڑے جاویں یعنی کوئی ان کا مانع و مزاحم نہ ہو تو وہ جبلت ان کو دین اسلام کی طرف پہنچا دے۔ یعنی اسکو مان لیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے وہ عہد مراد ہے جو آدم اور اس کی اولاد سے (بروز میثاق) لیا گیا ہے)۔

قال المحلی فطر الناس علیها، وهی دینه،ذلك الدین القیم، المستقیم تو حید الله (جلال الدین محلیؒ نے کہا ہے خدا نے لوگوں کو جس جبلت پر بنایا ہے وہ اس کا دین ہے۔ یہ سیدھا دین ہے جو خدا کی توحید ہے)۔

قا ل البغوی ۔ ای خلق الناس علیها ۔ و هذا قو ل ابن عباس و جماعة من المفسرین ان المراد با لفطرة الدین و هو الاسلا م

ثم ذکر حد یث من یو لد یو لد علی الفطرة فا بواه یهو دا نه او ینصرا نه او یمجسا نه

ثم فسره بقو له یعنی علی العهد الذی اخذ الله علیهم بقو له الست بر بکم قا لوا بلی

و کل مو لود فی العالم علی ذلك ا لاقرار و هو الحنیفیة التی وقعت الخلقة علیها و ان عبد غیره

قا ل الله تعا لی و لئن سئلتهم من خلقهم لیقو لن الله و قا لوا و ما نعبد هم ا لا لیقر بو نا الی الله الفی

و لکن لا عبرة با لا یما ن الفطری فی ا لا حکا م الد نیا یعتبر الا یما ن الشر عی الما مور به المکتسب علی ا لارادة و الفعل

الا تر ی انه یقول فا بواه یهو دا نه فهو مع و جود ا لا یما ن الفطری محکو م علیه بحکم ابویه الکا فرین

و عن عبد الله بن المبا ر ك انه قا ل معنی الحد یث کل مو لود یو لد ولی خلقته التی جبل علیها فی علم الله تعا لی من

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السعادة و الشقا وة فكل منهم صا ئر فى العا قبة الى ما فطر عليها و عا مل فى الد نيا با لعمل المشا كل لها۔

فمن امارات الشقا وة للطفل ان يو لد بين يهوديين

و قيل معناه كل مو لود يو لد فى مبدء الخلقه على الجبلة السليمة و الطبع المتهيّ لقبو ل الدين فلو تر ك عليها لاستمرار على لزومها لان هذ االدين موجود حسنه فى العقول لا تبديل لخلق الله . ان حا ل الفطرة على الدين قا ل معناه لا تبديل لدين الله و هو خبر بمعنى النهى لا تبد لوا دين الله و قا ل مجا هد و ابرا هيم معنى ا لآ ية الز موا فطرة الله و اتبعوه و لا تبد لوا ا لتوحيد با لشر ك

(ترجمہ: امام بغویؒ نے کہا کہ اس آیت سے مراد ہے کہ خدا نے لوگوں کو اسی پیدائش پر بنایا جس سے بنا برقول ابن عباسؓ ومفسرین کی ایک جماعت کے دین اسلام مراد ہے۔

پھر امام بغویؒ نے اس حدیث کو ذکر کیا کہ جو کوئی پیدا ہوتا وہ جبلت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بنا لیتے یا نصرانی یا مجوسی۔

پھر اس حدیث کی تفسیر اس قول سے کی کہ اس جبلت سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالی نے ان سے بروز میثاق یہ کہہ کر کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، لیا تھا۔ انہوں نے اس کے جواب میں بلی (یعنی ہاں) کہا،

اس دنیا میں جو کوئی پیدا ہوا ہے وہ اسی اقرار پر پیدا ہوا ہے یہی ہے یکسو ہونا جس پر سب کی پیدائش ہے چاہے کوئی اللہ کے سوا اور چیزوں کو پوجتا ہے

خدا تعالی نے فرمایا کہا گر تو ان بت پرستوں سے پوچھے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو یہی کہیں گے کہ خدا نے اور یہ بھی وہ کہتے ہیں کہ ہم بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کے نزدیک کر دیں۔

ولیکن اس جبلی ایمان کا احکام دنیاوی میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اعتبار اسی ایمان کا ہے جس کا شرع میں امر آ چکا ہے اور وہ ارادہ اور فعل سے حاصل کیا جاتا ہے، دیکھو آنحضرت ﷺ نے اس جبلی ایمان کے ہوتے اس کو ماں باپ کے تابع ہو جانے سے یہودی ونصرانی کہا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ سب کوئی اپنی اصلی جبلت پر پیدا ہوتا ہے جس کو خدا جانتا ہے (یعنی ہم نہیں جانتے) نیک بختی پر یا بدبختی پر۔ پس سب کوئی انجام کو اسی طرف رجوع کرتا ہے جو اس کی جبلت میں ہوتا ہے۔ اور دنیا میں وہی کام کرتا ہے جو اس کے مناسب ہیں۔

بدبختی کی علامت یہ ہے کہ وہ یہودیوں کے گھر پیدا ہوا اور اس کے ماں باپ اس کو یہودیت کی تلقین کریں۔

بعضوں نے کہا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ابتداء خلقت میں جبلت سلیم اور ایسی طبیعت رکھتا ہے کہ اگر وہ اس پر چھوڑا جاوے کوئی مزاحم و مانع نہ کھڑا ہو جاوے تو اسی دین کو لازم پکڑے۔ اس لئے کہ اس دین کی خوبی عقل میں آچکی ہے۔

لاتبد یل لخلق اللہ کے معنی ان لوگوں کے قول پر جو فطرت سے دین مراد سمجھتے ہیں یہ ہیں کہ دین کو بدلا نہ دو۔ یہ گو بظاہر ایک بات سنا دی ہے ولیکن حقیقت میں ایک امر سے ممانعت کی ہے یعنی یہ کہا ہے کہ دین کو مت بدلاؤ۔ مجاہدؒ و ابراہیمؒ نے اس کے یہ معنی کئے ہیں کہ خدا کے دین کو لازم پکڑو۔ اور توحید کو شرک سے نہ بدلو)۔

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ لفظ فطرت سے اس آیت میں وہ حالت مراد نہیں جس کو یہ لوگ نیچر خیال کرتے ہیں اور اسکو ادراک جملہ احکام کے لئے بمنزلہ ایک کتاب کے سمجھتے ہیں۔

بالجملہ ان معنی کو نیچر کسی لفظ قرآن سے مدلول نہیں اور جس معنی پر آیات متضمنہ ذکر فطرت کو آپ حمل کرتے ہیں وہ واقعی اس کے معنی نہیں۔

اس سے میرا وہ خیال کہ امر مذکور الصدر کے آپ مصداق ہیں اور ہمیشہ قرآن کے سمجھنے و بیان کرنے میں اسی وہم میں مبتلا رہتے ہیں، ثابت ہوا اور اس کے ضمن میں مضمون عنوان (کہ خدا کا نیچر اور ہے اور سید احمد خاں کا نیچر اور) ثبوت کو پہنچا اور جواب مضمون جناب جو اثبات نیچر میں آپ نے رقم فرمایا تھا۔ ادائے ہوا۔ اس کے ضمن میں میری اس بات کے (جو میں نے کانشنس کے ضمن میں قانون قدرت کی نسبت کہی تھی کہ وہ کوئی امر مشخص نہیں اور اس کی شرح و تفصیل بجز لوح عقل کہیں لکھی نہیں ہوئی) نیز شرح ہوگئی کہ اس قانون قدرت سے وہ قانون مراد ہے جس کو آپ جس کو آپ لوگ قانون سمجھ بیٹھے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں نہ نفس قدرت و پیدائش، جس سے کوئی انکاری نہیں۔ آئندہ توفیق فہم وتسلیم منجانب ہادی مطلق ہے۔

من یھد اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ و لیّاً مر شداً

اشتہار نصح آثار

رسالہ مصباح الادلہ لدفع الادلۃ الاذلۃ تالیف شریف مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی بجواب ادلہ کاملہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی (جس کا مژدہ میں ضمیمہ اشاعۃ السنہ نمبر چہارم جلد دوم میں سنا چکا ہوں) مدت سے چھپ کر شائع ہو رہا ہے۔ طالبین دین و متبعین سنت سید المرسلین اس رسالہ کو نقد جان دے کر خریدیں تو ارزاں ہے۔ میں اس رسالہ کو اکثر لوگوں کے حق میں اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ کی نسبت زیادہ مفید سمجھتا ہوں اور اس کے خریدنے کو اس (اشاعۃ السنہ) کی خرید سے مقدم جانتا ہوں۔ جواب ترکی بترکی کے مثل کو میں سنا کرتا پر جیسا اس کا مشاہدہ اس رسالہ میں کیا ہے کہیں آگے نہیں کیا۔

مسائل کا کوئی طالب ہو تو اس میں دیکھ لے، مناظرہ کا ڈھنگ سیکھنا ہو تو اس سے سیکھے۔ طرز ظرافت مہذبانہ معلوم کرنا ہو تو اس سے کرے۔

مکرمی شیخ عبید اللہ صاحب اس کی تقریظ میں کیا خوب لکھتے ہیں:

فقیر نے اس رسالہ کو کلام محقق اور مدلل اور مطابق عقاید اہل سنت کے اور موافق مذہب سلف صالح کے پایا اور جامع بہت مضامین اور اکثر مسائل ضروریہ کا۔ اگرچہ اس کے بعض مقام میں مثل مؤلف رسالہ ادلہ کاملہ کے کلام شجاعانہ اور ظرافت آمیز بھی ہے و ہر چند یہ امور ادلہ اربعہ شرعیہ میں داخل نہیں لیکن بے شک اوقع فی النفوس ہوتے ہیں چنانچہ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

بہ پرویزنِ معرفت بختہ
بشہد ظرافت در آمیختہ

میں اس کو اس سے بھی زیادہ سمجھتا ہوں اس لئے اس کے خریدکی ناظرین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعۃ السنہ کوخصوصاً و جملہ موحدین کوعموماً دل سے رغبت دلاتا ہوں اس کی شرح قیمت یہ ہے:

اغنیاء واہل وسعت سے۔آٹھ آنے۔

عامہ خریداروں سے۔چھ آنے۔

کم وسعت لوگوں اور بیس تیس نسخوں کے خریداروں سے۔پانچ آنے۔

محصول ڈاک فی نسخہ۔ایک آنہ

یہ کتاب دہلی میں مولوی نور محمد ملتانی مقیم مدرسہ مولانا وشیخنا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، و میر معظم صاحب مہتمم مطبع فاروقی سے مل سکتی ہے۔اور دیرہ دون ضلع سہارن پور میں محمد حنیف سوداگر ولد پیر جی خدا بخش سوداگر بازار دہاموں والہ سے مل سکتی ہے اور خاص کر سکنہ پنجاب کو بذریعہ راقم الحروف لاہور مسجد چینیا نوالی سے۔مقدر کتاب دس جزو ہے زبان اردو سلیس طبع مصفّا

المشتہر ابوسعید عفا اللہ عنہ

(اس کے بعد یہاں وہابی والا مضمون ہے جسے متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء)

اشاعۃ السنہ نمبر ہفتم جلد دوم

(بابت ماہ رجب ۱۲۹۶ھ مطابق جولائی ۱۸۷۹ء

حصہ اول میں بعض اصول ادلہ کاملہ کا ثبوت ہے۔

حصہ دوم میں بعض مضامین تہذیب الاخلاق سے بحث ہے،

اور بضمن حصہ اول اہل نیچر کے اس خیال کا ابطال ہے کہ شریعت کی ہر بات کا عقل میں آجانا ضروری ہے)

(نیز شکریہ وشکایت کے عنوان سے شیخ الاسلام مولانا بٹالویؒ کی ایک تحریر اس شمارے میں ہے جسے متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔بہاء)

نمبر سوم صفحہ ۴۷ سے اشاعۃ السنہ نمبر ششم صفحہ ۱۸۷ تک دلیل دوم (منجملہ دلائل عقلیہ اصل اول منجملہ اصول جواب ادلہ کاملہ) کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عقل انسانی اختلاف و تناقض کے سبب بھروسہ کے لائق نہیں ہے اور احکام کی تشریع و تجویز کا وہ منصب نہیں رکھتے۔اب بقیہ دلائل عقلیہ اصل اول کا بیان ہوتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل سوم

یہ کہ عقل انسانی شریعت کی بتائی ہوئی بہتیری باتوں کا حسن و قبح و مدار و مبنی سمجھ نہیں سکتی پھر وہ ان باتوں کو بن بتائے کیونکر سمجھ سکتی ہے اور ان پر احکام حلال وحرام کس طرح لگا سکتی ہے۔ پس معتزلہ وغیرہ قائلین حسن و قبح کا یہ قول لولا الشارع و کانت الافعال لثبت الاحکام (یعنی شارع نہ ہوتا اور افعال پائے جاتے تو ان پر یہی احکام لگائے جاتے)، علی العموم والاطلاق صحیح ہوسکتا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر چند ماتریدیہ کے مذہب کے موافق ہزارہا باتوں کو جو شرع نے ہم بتائی ہیں ہم سمجھ سکتے ہیں اور ان کی مشروعیت کی وجہ عقل سے پہچانتے اور بیان کرتے ہیں:

تمثیلات:

۱۔ عبادت میں شکر منعم پایا جاتا ہے اس لئے وہ واجب ہوئی۔

۲۔ کفر و شرک میں ناشکری و احسان فراموشی ہے اسلئے اسکی حرمت تجویز ہوئی۔

۳۔ نکاح میں عفت و حفظ صحت و بقاء نسل و تربیت اولاد ہے اس لئے وہ مشروع ہوا۔

۴۔ سفاح (یعنی زنا) میں حق تلفی غیر و قطع نسل و اضاعت اولاد ہے اسلئے وہ حرام ٹھہرا۔

۵۔ سود و قمار و فاسد بیعوں میں (جیسے کچے پھلوں کو بیچنا و دھوکہ و غبن فاحش سے بیع کرنا) ظلم و ایذاء خلائق ہے اس لئے ان پر حرمت کا حکم لگایا گیا۔

۶۔ بیع و شراء صحیح رفاہ عیش خلائق کا مدار ہے اس لئے اس کو حلال کیا۔

۷۔ بول و براز وغیرہ متعفن چیزوں سے روح و جسم کا نقصان ہے اس لئے ان سے پرہیز کا حکم ہوا۔

۸۔ طیبات و ستھری چیزوں سے روح و بدن کا فائدہ متصور ہے اسلئے ان کو مباح فرمایا

۹۔ راست بازی و عدالت و مروت و معاملات دین و دنیا کی بہتری کا مدار ہیں اس لئے ان کو دین ٹھہرایا۔

۱۰۔ ظلم و تعدی و دروغ گوئی حسن معاشرت میں خلل انداز ہیں اسلئے ان کو حرام فرمایا

فقال اللہ تعالی:

انّ اللہ یأمر بالعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ینھی عن الفحشاء و المنکر و البغی۔ یعظکم لعلکم تذکّرو ن(نحل : ۹۰)

اسی قسم کے ہزار ہا احکام حلال وحرام ہیں جن کے حسن و قبح کو ہم بعد ورود شرع بخوبی سمجھ رہے ہیں ولیکن مع ذلک صد ہا باتیں شریعت کی ایسی بھی ہیں جن کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور ان کی مشروعیت وعدم مشروعیت کی ایسی عقلی وجہ جس میں اشتباہ باقی نہ رہے اور چون و چرا عقل کا انقطاع ہو جاوے، بیان نہیں کر سکتے۔

تمثیلات:

۱۔ ریح یا بول و براز کے نکلنے سے تمام بدن کا ناپاک ہو جانا جس کو حدث کہتے ہیں۔

۲۔ پھر اس ناپاک بدن کا فقط ہاتھ پاؤں منہ دھونے (وضو) سے پاک ہو جانا۔

۳۔ اس پاکی یعنی وضو میں ہاتھ کی حد کہنیوں تک پاؤں کے ٹخنوں تک مقرر کرنا۔

۴۔ اس میں بجائے غسل سر مسح کافی ٹھہرانا اور مسح کے لئے سر کی چوتھائی یا ایک دو بال یا تمام سر کو مقرر کرنا۔

۵۔ اس میں بجائے غسل پاؤں کے موزہ پہن کر مسح تجویز کرنا اور اس مسح کے لئے پشت قدم کو مخصوص کرنا۔

۶۔ بوقت پانی نہ ہونے کے مٹی کو منہ اور ہاتھوں پر ملنا اور اس حکم سے سر اور پاؤں کو مستثنیٰ کرنا۔

۷۔ عبادت کو بہیئت نماز ادا کرنا اور اس میں خاص خاص صورتیں اور خاص خاص اذکار اور خاص خاص اوقات اور خاص خاص عدد رکعات اور خاص سمت و جہت مقرر کرنا۔

۸۔ صوم کے لئے طلوع فجر سے غروب آفتاب تک وقت مقرر کرنا پھر تمام سال کے مہینوں سے ایک ماہ رمضان کو اس کے واسطے مخصوص کرنا اور اس سے دوسرے دن (یعنی غرہ شوال) کا روزہ حرام ٹھہرانا۔ اور روزہ توڑ دینے پر کفارہ خاص تجویز کرنا۔

۹۔ وجوب زکوۃ کے لئے ایک عدد خاص کو (کہ بکریاں ہوں تو کم سے کم چالیس ہوں، اونٹ ہوں کم سے کم پانچ، چاندی کم سے کم پچاس تولہ) مخصوص کرنا۔

۱۰۔ حج کے لئے خاص خاص ارکان، خاص مکان، خاص زمان، خاص خاص دعوات و اذکار، خاص صورت ولباس معین کرنا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ وراثت کے باب میں باپ کا چھٹا حصہ اور ماں کا تیسرا یا چھٹا حصہ۔ بیٹی کا نصف بیٹے کا اس سے دگنا۔ صلبی اولاد سے مرد وعورت دونوں کو وارث بنانا۔ بھائی کی اولاد سے عورتوں کو مردوں کے ہوتے محروم ٹھہرانا۔ بہن کی اولاد ہو تو دونوں فریق کو گرانا۔

۱۲ ازدواج کے قانون میں باپ کی بیٹی کو حرام ٹھہرانا چچا (جو عرفاً وشرعاً باپ کی شکل ہے) کی بیٹی کو حلال فرمانا۔ خالہ کو حرام کہنا خالہ کی بیٹی وحلال بتانا۔

۱۳۔ پرورش کے دستور میں دودھ پلانے کی میعاد کو دو سال تک محدود کرنا اس سے ایک دن اوپر دودھ پلانے کو حرام ٹھہرانا۔

وعلی ہذا القیاس صدہا باتوں کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور اس کی وجہ عقلی جس میں جائے سوال باقی نہ رہے بتا نہیں سکتے۔

یہ تو فروعات ہیں جو ضبط وحصر سے باہر ہیں اور ان کی کثرت کے سبب ہر ایک کی وجہ جاننا بہت مشکل ہے۔ ہم بعض اصول اسلام کو (جو محصور ومعدود ہیں) اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے اور ان کی اصلیت وحقیقت وصورت وکیفیت کو عقل کے ذریعہ سے بتا نہیں سکتے بلکہ جو کچھ خدا ورسول نے بتایا اس کو ہم ایماناً واعتقاداً مانتے ہیں اور خدا و رسول کی تقلید سے اس کو حق جانتے ہیں۔

تمثیلات:

۱۔ خدا تعالی کے وجود کو ہم بجز اس کے کہ وہ ہے کچھ نہیں جانتے۔ اور اس ہونے کی صورت وکیفیت خیال میں نہیں لا سکتے۔

جن صفات سے خدا تعالی نے ہم کو اپنا ہونا بتایا ہے کہ وہ وہ ہے جس نے آسمان یا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور وہ عرش پر ہے اور بولتا اور سنتا اور دیکھتا خوش ہوتا ہے۔ ہم ان صفات کو بھی اچھی طرح نہیں سمجھتے اور ان کی صورت و کیفیت کو خیال میں تعین نہیں کر سکتے۔

اس میں ہم سمجھتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ ہم اس کو نہیں سمجھتے اور جو سمجھتے ہیں خدا کو اس کے لائق نہیں جانتے۔

ہماری عقل اس میں گھوڑا دوڑاتی ہے تو یہی خبر لاتی ہے کہ کلما خطر ببالك فا لله تعا لی منزه عن ذلك یعنی جو تیرے خیال میں آوے اللہ تعالی اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پاک ہے ۔ خدا تعالی کو ہم عرش پر جانتے ہیں تو ایسا نہیں جانتے جیسے کوئی بادشاہ اپنے تخت یا چوکی پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا کچھ جانتے ہیں جیسا اس کی ذات کو لائق ہے ۔ اور ہمارے فہم وادراک سے اس کی صورت وکیفیت خارج ہے ۔

۲ ۔ برزخ کے حالات سے روح کا جسم سے متعلق ہونا اور مردہ کو عذاب و ثواب کا محل ہونا ہم (اہل سنت) مانتے ہیں تو اس تعلق کی پوری کیفیت وتفصیلی حالت کو کچھ نہیں جانتے ۔ اور لوازم حیات جو دنیا میں ہم دیکھتے اور سمجھتے ہیں وہ بھی یہاں تجویز نہیں کر سکتے بلکہ اتنا ہی کہتے اور جانتے ہیں کہ روح کو جسم سے (گو وہ کیسی ہی صورت میں چلا جاوے، آگ ہو جاوے یا پانی ہوا ہو جاوے یا مٹی) اس قسم کا اور اس قدر تعلق ہو جاتا ہے جس سے لذت وعذاب کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ پورا پورا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ۔

۳ ۔ قیامت کے حالات سے مردوں کی قبر سے اٹھنے کو اور میدان حشر میں حاضر ہونے کو اور دوزخ وبہشت میں رنج وراحت پانے کو کافہ اہل اسلام مانتے ہیں تو اس کی پوری کیفیت وتفصیلی حالت کو نہیں جانتے اور جو کچھ شرع میں اسکا بیان آچکا ہے اس سے علاوہ حالات دنیاوی کے قیاس پر اس میں کچھ نہیں کہہ سکتے ۔

اور جب عقل انسانی شرع کی بتائی ہوئی بعض اصول وفروع کو سمجھ نہیں سکتی تو وہ ان اصول وفروع کو بن بتائے کیوں کر سمجھ سکتی ہے ۔ اور ان پر اعتقادی یا عملی احکام کس طرح لگا سکتی ہے ۔

جو امر کسی کے خواب وخیال میں نہیں آتا اس میں وہ کوئی تجویز کب کر سکتا ہے ۔ یہاں اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ ایسی بات کا جو سمجھ میں نہ آوے تجویز کرنا اور اس پر کوئی حکم لگانا مشکل یا محال ہے تو اس کو کسی کی تقلید سے مان لینا کب جائز ہے ۔ پھر اہل اسلام ایسی باتوں کو بتقلید پیغمبر کیوں مانتے ہیں اور ان پر عمل واعتقاد کیوں رکھتے ہیں ۔ بے سوچے سمجھے ان باتوں کا مان لینا جائز ہے تو پھر ان میں اور نصاری کے اعتقاد تثلیث میں کیا فرق ہے ؟ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ یہ مذہب کی بات ہے اس کو بے سمجھے مان لینا چاہیے اور اس میں چون وچرا نہ کرنا چاہیے ۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جیسے حکمت سے بے علم شخص کو حکیم کی ایسی بات کا جو اس کی سمجھ میں نہ آوے مان لینا واجب ہے اور اس کی تسلیم وتعمیل میں توقف کرنا، اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جہالت وحماقت کا مثبت ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کی ہلاکت کا سبب ہو جاتا ہے اور یہ اس حالت میں ہے کہ مثلاً وہ درد ذات الجنب میں مبتلاء ہے اور حکیم اس کو فصد کھلوانے کا حکم دیتا ہے اور وہ اس حکم کی تعمیل سے متوقف ہے اور یہ بات کہتا ہے کہ جب تک اس کی وجہ معقول نہ سمجھ لوں گا اس پر عمل نہ کروں گا یہ شخص اسی طرح اس حکم کی تعمیل سے متوقف رہے گا اور بے سمجھے یہ علاج کرنا پسند نہ کرے گا تو تھوڑی دیر میں ہلاک ہو جائے گا۔ اس حکیم کی تجویز پر معترض ہونا اور اس کی تعمیل میں متوقف رہنا اس شخص کا کام ہے جو حکیم کو حکیم نہیں سمجھتا اور آپ علم حکمت میں اس سے زیادہ مہارت رکھتا ہے۔

اسی طرح غیر نبی کی ایسی باتوں کا جو اس کے سمجھ میں نہ آویں مان لینا واجب ہے اور اس کی تعمیل سے توقف کرنا اس کے ضلالت و ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ نبی پر اعتراض کرنا اس شخص کا کام ہے جو نبی کو نبی نہ جانتا ہو اور خود منصب نبوت رکھتا ہو اور اس کی نسبت علوم میں زیادتی کا مدعی ہو۔ رہا جواب اس امر کا کہ ایسی باتیں ماننے اور تثلیث پر اعتقاد رکھنے میں کیا فرق ہے سو یہ ہے کہ یہ باتیں ممکن الوجود و مجہول الکنہ ہیں اور تثلیث ممتنع الوجود و معلوم البطلان ہے۔ یعنی وہ باتیں گو ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ولیکن جائز اور ہوسکتی معلوم ہوتی ہیں۔ بخلاف تثلیث کہ اس کی حقیقت ہم سمجھتے ہیں پھر اس کے باطل ہونے کا علم رکھتے ہیں۔

اس امر کی تفصیل ہم مبحث اثبات نبوت میں کریں گے اور اصل سوال کے جواب کی تائید اشاعۃ السنہ نمبر پنجم صفحہ ۱۳۳ وغیرہ میں بھی ہو چکی ہے۔

ہماری اس دلیل سوم کے تسلیم کرنے اور اس کو اپنے اوپر حجت ملزمہ سمجھنے میں معتزلہ وغیرہ ہمارے قدیمی مخالفین کو تو جائے عذر و کلام نہیں اس لئے کہ شریعت کی بعض باتوں کے عقل میں نہ آنے سے انکو انکار نہیں۔ ولیکن شائد نیچر کو مذہب بنانے والے اس دلیل کو نہ مانیں اور اس کے خلاف میں اس بات کے مدعی ہو جاویں کہ شریعت کی ہر بات کو ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں اور جو ہماری عقل میں نہ آوے اس کو شریعے نہیں جانتے۔ اور اس پر وہ اس بات کو دلیل ٹھہراویں جو آنریبل سید احمد خاں صاحب بہادر سی ایس آئی نے مضمون کانشنس میں کہی ہے کہ انسان عقل کے سبب مکلّف ہوا ہے تو بالضرورۃ جس بات پر وہ مکلّف ہوا ہے وہ عقل انسانی سے خارج نہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا یہ دلیل قائم کریں کہ عقل اپنی ذاتی قوت سے ادراک بعض احکام سے قاصر و عاجز ہے تو کیا ڈر ہے۔ اس کے ساتھ اس کا رہبر و ہادی قانون قدرت جو موجود ہے جس سے ہر بات کا دریافت ہونا ممکن ہے۔

ہر چند ان حضرات کا جواب یہاں میں اجنبی ہے ولیکن تبعاً و اقتضاء للمقام یہاں بھی مجمل جواب سے رہا نہیں جاتا اور مختصراً گذارش کیا جاتا ہے کہ یہ دعوی ان کا تسلیم نبوت و اعتقاد حقانیت رسالت کے مخالف ہے چنانچہ اس کا ثبوت اشاعۃ السنہ نمبر پنجم میں گذر چکا ہے اور دلیل ان کے اثبات مدعا سے قاصر ہے اور عقل کے سبب مکلّف ہونے کا یہ لازمہ نہیں ہے کہ جس بات پر وہ مکلّف ہوا ہے وہ اس کے عقل سے خارج نہ ہو۔ اس کا ثبوت نمبر چہارم میں ہو چکا ہے۔

اور دلیل دوم کی بنیاد ہوا پر قائم ہے یعنی جس قانون قدرت کے وجود پر اس دلیل کی بناء ہے ہنوز اس کا نام نشان نہیں ہے اس کا ذکر نمبر ہائے سابقہ میں بخوبی ہو لیا ہے اور خاص کر نمبر ششم کا دوسرا حصہ اسی کی بحث میں گذرا ہے۔

اور بر تقدیر تسلیم وجود قانون قدرت بھی شریعت کے اسرار کا جاننا اس سے کب ممکن ہے جس حالت میں خود قانون قدرت کے سب اسرار کا کسی کو علم نہیں ہے، جو قانون قدرت سے جملہ اسرار شریعت کے دریافت کرنے کا مدعی ہو وہ پہلے اسرار قانون قدرت ہی کو بیان کرے اور ان باتوں کا جواب دے۔

۱۔ خدا تعالی نے انسان کو کیوں پیدا کیا۔

اگر کہو اپنی عبادت یا اظہار قدرت کے واسطے تو پھر

۲۔ سوال ہے کہ اس کو عبادت و اظہار قدرت کی کیا حاجت تھی۔

۳۔ انسان کو بنایا تو اس صورت کذائی سے کیوں بنایا۔ یعنی آنکھیں دو کیوں بنائیں اور ناک ایک اور ہاتھ دو اور سر ایک کیوں بنایا۔

۴۔ جس طور سے وہ پیدا ہوتا ہے اس طرح کیوں پیدا کیا، نباتات یا جمادات کی طرح کیوں پیدا نہ کیا۔ اس میں جو وہات نکالیں گے وہ صدہا سوالات کے مورد ہوں گی آخر لاچار ہو کر یہی کہیں گے کہ اس کی وجہ ہم نہیں جانتے۔ پھر اس سے اسرار شریعت نکالنے کی حرص خام خیالی اور سودائے محال نہیں تو کیا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ براں کچھ یہاں تازہ گذارش بھی کی جاتی ہے کہ اگر یہ حضرات شریعت کی ہر بات کا عقل میں آجانا ضروری جانتے ہیں اور جو عقل سے خارج ہو اس کو دین سے خارج سمجھتے ہیں تو ان پر لازم واجب ہے کہ ان امور کی (جن کو ہم نے مجہول الکنہ یا غیر معقول المعنی بتایا ہے) کنہ بتاویں اور ان کو عقل سے موافق و مابق کر دکھاویں، نہیں تو ان کا خارج از دین ہونا ثابت کریں اور اس کا ثبوت دیں کہ یہ باتیں مولویوں نے از خود بنا دھری ہیں خدا و رسول نے یہ باتیں ہرگز نہیں بتائیں۔

سبھی باتوں کی نسبت یہ کام نہ ہو سکے تو فقط وجود و صفات خالق و صورت کذائی نماز کے باب میں کچھ کام کر دکھاویں اور ان کی کنہ اور وجہ کے بیان سے ہنر ظاہر کریں۔ من جملہ صفات باری تعالیٰ دیکھنے کی حقیقت بیان کریں اور بتاویں وہ کس طرح دیکھتا ہے اور کس چیز سے دیکھتا ہے اور اسکا دیکھنا کیا معنی رکھتا ہے؟

اگر یہ جواب دینا ہو کہ اس کے دیکھنے سے اس کا علم یعنی جاننا مراد ہے تو یہ خود دیکھنے کے مانند مجہول الکنہ صفت ہے۔ پہلے اسی کو بتاویں کہ اس کے علم سے کیا مراد ہے اور وہ کس طرح جانتا ہے اور اس کا علم عین اس کی ذات ہے یا اس کی جزو یا کوئی امر اس سے علیحدہ یا اس سے ملا ہوا یا اس سے منتزع و مفہوم ہونا۔

ان شقوق سے جس شق کو جواب میں اختیار کریں گے اس پر اسی قسم کے سوالات وارد ہونگے۔ شق اول اختیار کریں گے اور یہ کہیں گے کہ اس کا علم عین اس کی ذات ہے اور صفت علم اس کی ذات سے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے تو یہ خود مجہول الکنہ امر ہے۔ پہلے اسی کو بتلاویں کہ اس کی ذات کیا چیز ہے اور اس کی انیت و اصلیت کیا ہے۔

اس ذات کو کسی دوسری صفت (جیسے وجود یا خالقیت) سے بیان کریں گے تو یہی سلسلہ سوالات اس میں جاری ہوگا۔ جس صفت کا نام لیں گے ہم اسی کی نسبت کہیں گے کہ یہ صفت بھی مجہول الکنہ ہے۔ پہلے اسی کو بتاویں اور اس کی حقیقت بیان کریں۔ مثلاً وجود کی نسبت ہم یہ سوال کریں گے کہ خدا کا وجود کس طرح کا ہے اور کیا اصلیت رکھتا ہے۔ انسان کی طرح ہے، یا آسمان کی مانند، پہاڑ کی شکل ہے یا ہوا کے مماثل۔ اس بات کو ہم فلسفی اصطلاح پر یوں پوچھیں گے کہ وجود بمعنی مصدری و انتزاعی (جس کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندی میں ہونا کہتے ہیں اور فارسی میں ہستی) تو کچھ اصلیت وتحصل نہیں رکھتا تابع محل انتزاع و انتزاع منتزع کے ہوتا ہے۔ وجود باری بمعنی منشاء آثار خارجیہ یا بمعنی مابہ الموجودیۃ بتلاؤ اور اس کے انیت واصلیت ظاہر کرو۔

اور خالق ہونے کی نسبت کہیں گے کہ جو پیدا کرنے کی کیفیت وحقیقت ہمارے علم ومشاہدہ میں ہے (جس کے واسطے مادہ وآلات وزمان ومکان وغیرہ اشیاء کا ہونا ضروری ہے اور بدون اس کے اس کا وجود ناممکن) وہ تو اس خداوند کے خالق ہونے میں متصور نہیں پھر وہ خالق ہے تو کس طرح پر ہے اور اسکے بنانے کی کیفیت وصورت وحقیقت کیا ہے۔

آخر کیا تو لاچار ہوکر یہ اقرار کریں گے کہ اس کے دیکھنے کی حقیقت ہم نہیں جانتے اور اس کے علم کی حقیقت بھی نہیں پہچانتے اس کی ذات کی کنہ بھی نہیں سمجھتے اس کے وجود کو بھی کچھ بتا نہیں سکتے۔ ان صفتوں کو ان کے لوازم سے پہچانتے ہیں۔ اصل حقائق کو مجہول الکنہ مانتے ہیں۔ اس میں ہماری بات کی تسلیم وتصدیق کریں گے۔ اور کیا وجود وذات وعلم ورویت وخالقیت خدا سے انکار کریں گے اور اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

ومنجملہ ہیئات وداب واذکار نماز ہیئت سجود کی وجہ بیان کریں کہ اس میں سر کو نیچے اور مقعد کو اوپر کرنا کیوں تجویز ہوا۔ بجائے اس کے وہ سجدہ جو عیسائی کرتے ہیں کہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے میز پر پیشانی لگا دیتے ہیں، کیوں تجویز نہ ہوا اور اس میں لفظ سبحان ربی الاعلی نے کیا قصور کیا، اور قرآن پڑھنا یہاں کیوں ممنوع ٹھہرا۔ اس میں جو وجوہات نکالیں گے وہ اسی قسم کے سوالات کا مورد ہوں گی۔

آخر لاچار ہوکر کیا تو ہماری بات کو مانیں گے اور یہ اقرار کریں گے کہ ان خصوصیات اذکار وہیئات کی وجہ ہم نہیں جانتے اور ان کو طبیب روحانی وحکیم ایمانی (محمد رسول اللہ ﷺ) کے کہنے سے مان رہے ہیں یا یہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ خصوصیات وہیئات اصل اسلام وحقیقت عبادات سے خارج ہیں جو مولوی لوگوں نے از خود نکال کر دین میں داخل کر دی ہیں۔ خدا کو جس طرح کوئی چاہے یاد کرے۔ قرآنی اذکار سے، یا شاستری بھجنوں سے، رادھا کشن رہ کر یا مسلمان بن کر دھوتی پتلون پہن کر گلے میں زنار ڈال کر ماتھے پر تلک لگا کر، یا شرعی صورت ولباس میں آکر، مسجد میں بیٹھ کر یا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شوالے اور گرجا میں جا کر، یہ کہیں گے تو بھی اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ آئندہ اختیار۔ ہر کسے مصلحت خویش نکو میداند

تنبیہ: کوئی صاحب ان امور کی وجوہات عقلیہ بیان کرنا چاہیں تو اس امر کو ضرور لحاظ رکھیں کہ جو وجہ عقلی بیان کریں، اس میں نقل وتقلید نبوت کو دخل نہ دیں۔ اور اس باب میں تصانیف امام غزالیؒ و حجۃ اللہ البالغہ تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی کی تقلید نہ کریں۔ اسرار احکام شریعت میں جو ان حضرات نے بیان کیا ہے وہ ایسا عقلی بیان نہیں ہے جس میں نقل وتسلیم نبوت کا دخل نہ ہو۔ ایسا قطعی نہیں جس میں چوں و چرا عقل کو گنجائش نہ ہو۔

ان لوگوں کے بیانات کو ہم لوگ مانتے ہیں جو عقل کو نقل کے تابع کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے ماننے واحتجاج کرنے کے لائق نہیں جو عقل کو مستقل حاکم جانتے ہیں۔ اور بدون شہادت عقل نقل کی کوئی بات نہیں مانتے۔

تمثیل:

میں اس امر کو ایک مثال دے کر واضح کرتا ہوں اور جو میرا خیال ہے وہ لوگوں کو سمجھاتا ہوں۔

شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اسرار نماز کے بیان میں فرمایا ہے:

اعلم ان الا نسان قد یختطف الی الحظیرة المقد سة، فیلتصق بجنا ب الله تعا لی اتم لصوق، و ینز ل علیه من هنا لك التجلیات المقد سة، فتغلب علی النفس، و یشا هد هنا لك ما لا یقدر ا للسا ن علی وصفه، ثم یرد الی حیث کان، فلا یقرّبه القرار، فیعا لج نفسه بحا لة هی اقرب ا لحا لا ت السفلیة من استغراق النفس فی معرفة با رئها، و یتخذ ها شرکا لا قتنا ص ما فا ته منها، و تلك الحا لة هی التعظیم و الخضو ع و المنا جا ت فی ضمن افعا ل و اقوال بنیت للذالك. و یتلوه ر جل سمع المخبر الصادق ید عو ه الی هذه الحا لة، و یر غب فیها، فصدقه بشهادة قلبه ففعل، و و جد ما وعد به

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقا، و ارتقی الی ما یر جو ہ۔
ثم یتلوہ ر جل ألجأہ ا لا نبیاء الی الصلوا ت، و ہو لا یعلم، بمنز لہ ا لوا لد یحبس او لادہ علی تعلیم الصنا عا ت النا فعۃ، و ہم کا ر ہو ن،.....
و اصل الصلوۃ ثلا ثہ اشیاء۔ ان یخضع القلب عند ملا حظۃ جلال اللہ و عظمتہ، و یعبر اللسا ن عن تلك العظمۃ، و ذلك الخضوع افصح عبارۃ۔ و ان یؤد ب الجوا ر ح حسب ذلك الخضو ع۔ قال القا ئل :

افادتکم النعماء منی ثلاثہ
یدی و لسانی و الضمیر المحجبا

ومن ا لا فعا ل التعظیمیۃ ان یقو م بین یدیہ منا جیا، و یقبل علیہ موا جہا۔
و اشد من ذلك ان یستشعر ذلہ و عزۃ ر بہ، فینکس رأسہ اذ من ا لا مر المجبو ل فی قا طبۃ البشر و البھا ئم ان رفع العنق آ یۃ التیہ و التکبر، و تنکیسہ آ یۃ الخضو ع و الاخبات، و ہو قو لہ تعا لی: فظلت اعنا قھم لھا خا ضعین۔
و اشد من ذلك ان یعفر و جھہ الذی ہو اشرف اعضاء ہ و مجمع حواسہ بین ید یہ، فتلك التعظیما ت الثلا ث الفعلیہ شائعۃ فی طوا ئف البشر لا یزالو ن یفعلو نھا فی صلوا تھم و عند ملو کھم و امرا ء ھم۔
و احسن الصلوۃ ما کان جا معاً بین الاوضاع الثلاثۃ مترقیامن الادنی الی الاعلی لتحصیل الترقی فی استشعار الخضوع و التذلل ،و فی الترقی من الفا ئدۃ ما لیس فی افراد التعظیم ا لا قصی، و لا فی ا لا نحطا ط من ا لاعلی الی الادنی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و انما جعلت الصلوة أم ا لاعما ل المقر بة دو ن الفكر فى عظمةالله، و دو ن الذ كر الدا ئم؛ لان الفكر الصحيح فيها لا يتأ تى ا لا من قو م عا لية نفوسهم، و قليل ما هم، و سوى اولئك لو خاضوا فيه تبلدوا، و ابطلوا رأ س ما لهم فضلاً عن فا ئدة اخرى، و الذ كر بدو ن ان يشرحه و يعضده على تعظيمى يعمله بجوار حه، و تعينوا فى آدا بها، لقلقلة خا لية عن الفا ئده فى حق ا لاكثر ين ـ

اما الصلوة فهى المعجو ن المر كب من الفكر المصروف تلقاء عظمة الله با لقصد الثا نى، و الا لتفات التبعى المتأ تى من كل وا حد، و لا حجر لصاحب استعداد الخو ض فى لجة الشهود ان يخو ض ، بل ذلك منبه له اتم تنبيه، و من ا لا دعية المبينة ا خلا ص عمله لله و تو جيه و جهه تلقا ء الله وقصر الاستعا نة فى الله، ومن افعا ل تعظيمية كا السجود و الركوع يصير كل وا حد عضد ا لآ خر و مكمله و المنبه عليه، فصارت نا فعة لعا مة النا س و خا صتهم، تر ياقاً قوى ا لا ثر ليكون لكل انسا ن منه ما استو جبه اصل استعداده ـ

وقال فى بيان اسرار اذكار الصلوة و هيئاتها المند وبة اليها و الهيئا ت المندو بة تر جع الى معا ن:

منها: تحقيق الخضوع، و ضم ا لا طرا ف، و التنبيه للنفس على مثل الحالة التى تعترى السو قة عند منا جا ة الملو ك من الهيبة و الد هش، كصف القد مين، وو ضع اليمنى على اليسرى، و قصر النظر ، و تر ك ا لالتفات.

و منها: محاكاة ذكر الله، و ايثاره على من سواه با صا بعه و يده حذو ما يعقله بجنا نه، و يقوله بلسا نه، كر فع اليدين، و ا لاشارة بالمسبحة ليكو ن بعض ا لا مر معا ضداً لبعض.

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و منها: اختيار هيئا ت الوقا ر و محا سن العا دا ت، و الاحتراز عن الطيش و الهيئا ت التى يذ مها اهل الرأى، و ينسبو نها الى غير ذوى العقو ل، كنقر الديك، و اقعا ء الكلب، و احتفاز الثعلب، و برو ك البعير، و افترا ش السبع، و التى تكو ن للمتحيرين و اهل البلاء كا لا ختصار۔

و منها : ان تكو ن الطا عة بطما نية و سكو ن ،و على رسل كجلسة ا لاسترا حة، و نصب اليمنى و افترا ش اليسرى فى القعدة ا لاو لى و لا نه ايسر لقيا مه، و القعود على الور ك فى الثا نية لا نه اكثر را حة۔

و اما ا لا ذ كار فتر جع الى معا ن: منها ايقا ظ النفس لتتنبه للخضو ع الذى و ضع له الفعل كا ذ كار الر كوع و السجو د ۔

و منها: الجهر بذ كر الله، ليكو ن تنبيها للقوم بانتقا ل ا لامام من ركن الى ركن كا لتكبيرا ت عند كل خفض و رفع۔

و منها: ان لا تخلوا حالة فى الصلوة من ذكر كا لتكبيرا ت و كاذكار القو مة و الجلسة

و قا ل قبيله ، اما ا لا ذكار فلا بد من تو قيته ايضاً فا ن التوقيت اجمع لشملهم و اطوع لقلو بهم و ابعد من ان يذ هب كل احد الى ما يقتضيه را يه حسنا كا ن او قبيحاً ۔ و اما توزيع الر كعا ت على ا لاعداد فمبنى على آ ثار ا لا نبياء السابقين على ما يذ كر فى ا لا خبار ۔ انتهى كلامه مختصراً

(ترجمہ: جان رکھو کہ انسان کبھی مقدس حاطہ (بارگاہ الٰہی) میں اچک کر لیا جاتا ہے اور وہ اس درگاہ میں پوری طرح مل جاتا ہے اور اس پر وہاں سے مقدس تجلیات نازل ہوتے ہیں جن کا اس کے نفس پر غلبہ ہو جاتا ہے وہاں وہ وہ کچھ دیکھتا ہے جس کے بیان پر زبان کو قدرت نہیں ہے۔ پھر اپنے اصلی مقام (انسانیت ونفسانیت) میں پھیرا جاتا ہے تو وہاں اس کو چین نہیں آتا ۔ پس ایسی حالت پیدا کرنے میں (جو عالم سفلی کے حالات استغراق سے اس کو خدا کی معرفت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حاصل ہوتا ہے قریب ہو) ہاتھ پاؤں مارتا ہے اور وہ اس حالت کے (جو اس سے فوت ہوئی) شکار کرنے کیلئے اس حالت سفلیہ کو دام بناتا ہے ۔ وہ حالت اس تعظیم و عجز و منا جات کا نام ہے جو بضمن ان فعلوں اور قولوں کے پائی جاتی ہے جو اس حالت کے لئے مقرر کی گئی ہیں ۔ ایسے شخص کے قریب قریب ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو مخبر صادق کی (جو اس مقدس حالت کی طرف بلاوے اور اس کی رغبت دلاوے) بات سن لیتا ہے اور اس کو دل کی شہادت سے سچ جانتا ہے پس جو کچھ وہ کہتا ہے سو کرتا ہے اور اس کے وعدہ کو حق پاتا ہے اور اس حالت کی طرف جس کا امیدوار تھا ترقی حاصل کرتا ہے ۔ ایسے شخص کے قریب قریب ایسا شخص بھی ہوتا ہے جو اس حالت کو نہیں جانتا ۔ انبیاء اس کو اس حالت کے فعلوں پر (جو نماز سے عبارت ہے) مجبور کرتے ہیں جیسے ماں باپ اپنی اولاد کو نافع ہنر و صناعتوں کے سکھانے پر مجبور کرتے ہیں ، اور وہ اس کو برا جانتے ہیں ۔

نماز کے تین اصول ہیں ۔ ۱ ۔ بوقت ملاحظہ عظمت و جلالت خداوندی دل کا عاجز ہونا ۔ ۲ ۔ خدا کی عظمت اور اپنے دل کی عاجزی فصیح عبارت سے بیان کرنا ۔ ۳ ، ہاتھ پاؤں وغیرہ جوارح کو اس عاجزی کے موافق مودب رکھنا ۔ چنانچہ کسی شاعر نے اپنے محسن کی مدح میں کہا ہے :

ترجمہ : تمہاری نعمتوں نے میری تینوں چیزوں کو لے لیا ۔ ہاتھ کو اور زبان کو اور اس دل کو جو چھپا ہوا ہے ۔

و منجملہ تعظیمی فعلوں کے یہ امر ہے کہ خدا کے سامنے منا جات کرتا ہوا کھڑا ہو جائے اور دل کو اس کے سامنے رکھے ۔ اس سے بڑھ کر یہ امر کہ اپنی ذات اور خدا کی عزت کو سوچے ۔ پس سرنگوں ہو جائے ۔ یہ سب انسانوں اور جانوروں میں جبلی امر ہے کہ گردن اٹھانا تکبر کی نشانی ہے اور سر جھکانا عاجزی اور فروتنی ۔ اسی بنا پر خدا نے فرمایا کہ وہ نشانی دیکھیں تو ان کی گردنیں اس کے آگے ذلیل رہیں ۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ امر ہے کہ وہ اس منہ کو جو تمام اعضا سے اشرف ہے اور حواس خمسہ کا مجمع اس کے سامنے خاک میں ملاوے ۔ یہ تینوں فعلی تعظیمیں انسانوں کے تمام فرقوں میں مروج ہیں وہ ہمیشہ اپنے بادشاہوں اور امراء کے سامنے اور اپنی عبادتوں میں یہی کام کرتے ہیں ۔

نمازوں میں اچھی وہ نماز ہے جو تینوں مراتب تعظیم کی جامع ہو اور اس میں ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ہو ، تاکہ انسان کو اپنے خضوع و عاجزی کے سوچنے سمجھنے میں ترقی پیدا ہو اور ترقی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وہ فائدہ ہے جو نہ فقط اعلی درجہ کی تعظیم میں فائدہ ہے نہ اعلی درجہ سے اتر کر ادنی درجہ کی تعظیم کرنے میں وہ فائدہ۔

اس تعظیم کے واسطے نماز کو مقرر کیا۔ فکر اور ہمیشہ کے ذکر کو سبب تعظیم نہ ٹھہرایا۔ اس لئے کہ فکر صحیح تو بجز ان لوگوں کے جن کے نفوس عالی ہیں، ہو نہیں ہوسکتا۔ اور وہ لوگ کم ہوتے ہیں۔ ان کے سوائے اور لوگ اس میں پڑیں تو احمق بن جاویں اور اپنی پونجی بھی کھو بیٹھیں۔ اور ذکر سوائے اس کے کہ کوئی تعظیمی فعل ہاتھ پاؤں کا اس کی شرح وتائید کرے ایک آواز ہوتی ہے جو بہت لوگوں کے حق میں فائدہ سے خالی ہوتی ہے۔ اور نماز ایسے معجون مرکب ہے جس میں ذکر بھی ہوتا ہے جو قصد والتفات سے خدا کی عظمت میں ہر ایک شخص لگا سکتا ہے۔ جس کو اس فکر میں غوطہ لگانے کی استعداد ہو اس کو اس نماز میں کوئی مانع نہیں ہے۔ بلکہ نماز اس کو اس پر خوب لگاتی اور جگاتی ہے اور اس میں دعائیں (یعنی ذکر) بھی ہوتی ہیں جو عمل کے خالص اور منہ کو خدا کی طرف متوجہ کرنے اور خاص خدا سے مدد لینے کو بیان کر رہی ہیں۔ اور اس میں فعل تعظیمی بھی ہوتے ہیں جیسے رکوع وسجود۔ ان میں ہر ایک دوسرے کا موید ومکمل ہوتا ہے پس نماز ہر ایک کے لئے، عام ہوں یا خواص، نافع ہوئی اور تریاق قوی التاثیر ٹھہری۔ تاکہ ہر ایک کو اس سے وہ فائدہ پہنچے جو اس کی استعداد تقاضا کرے۔

اور بیان اسرار نماز کے اذکار وہیات میں کہا ہے کہ جن صورتوں کا نماز میں حکم ہوا ہے ان کا مدار ومرجع کئی معنی ہیں۔ ازانجملہ عاجزی ثابت کرنا اور ہاتھ پاؤں کو ملا کر رکھنا اور دل کو وہ حالت سوجھانا جو رعایا کو بادشاہ کے پاس عرض کرنے کے وقت وقت پیش آتی ہے، یعنی ہیبت اور دہشت اور دونوں قدموں کو ملائے رکھنا اور دہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنا بادشاہ کے سوا اور طرف نگاہ نہ کرنا۔

ازانجملہ اپنے ذکر کو اور اس بات کو کہ اس نے خدا کو سب چیزوں سے چن لیا ہے اپنی آنکھوں اور ہاتھوں سے بیان کرنا جیسے دل میں سمجھتا ہے اور زبان سے کہتا ہے جیسے دونوں ہاتھ کا اٹھانا اور التحیات میں انگلی سے اشارہ کرنا تاکہ ایک کام دوسرے کا موید ہو۔

وازانجملہ یہ کہ صورت وقار وبہترین عادات کو اختیار کرنا اور تیزی اور ایسی صورت سے جس کو اہل عقل پسند نہ کریں بچنا جیسے مرغ کا زمین پر چونچ مارنا یا کتے کی طرح بیٹھنا یا درندوں کی طرح پاؤں کو بچھانا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازانجملہ یہ کہ عبادت طمانیت ونرمی سے ہو۔ جیسے جلسہ استراحت کرنا۔ اور قعدہ اولی میں داہنا پاؤں کھڑا کر کے بائیں پر بیٹھنا کیونکہ اس میں قیام کے لئے سہولت ہے اور دوسرے قعدہ میں ران پر بیٹھنا اس لئے کہ اس میں آرام زیادہ ہے۔

اور ذکر کا مرجع بھی کئی معانی ہیں ازانجملہ دل کو جگانا تا کہ وہ عاجزی کے لئے خبردار ہو سکے جس کے واسطے وہ فعل مقرر ہوا ہے۔ جیسے رکوع وسجود کے اذکار ہیں۔

ازانجملہ یہ کہ وہ پکار کر ہو، تا کہ مقتدی لوگ امام کا ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف رجوع کرنا جان جائیں جیسے تکبیرات انتقال ہیں۔

ازانجملہ یہ کہ کوئی رکن یا حالت ذکر سے خالی نہ رہے جیسے انتقال واذکار قومہ وجلسہ ہیں۔

اور اس سے تھوڑا سا پہلے کہا ہے کہ اذکار میں بھی تعیین چاہیے۔ اس میں ان کی پراگندگی سے جمعیت ہے اور ان کے دلوں کو تابع کرنا۔ اور اس سے دور رکھنا کہ ہر ایک اس طرف جاوے جو اس کا خیال (اچھا ہو یا برا) چاہے۔

رہا رکعات کو خاص خاص عدد پر منقسم کرنا سو انبیاء سابقین کی روش وطریق پر مبنی ہے چنانچہ اخبار میں مذکور ہوا۔ کلام شاہ ولی اللہ باختصار تمام ہوا)۔

یہ کلام بلاغت نظام بلا ریب قابل تسلیم واعتقاد ہے۔ اور اس پر ہمارا اعتماد۔ اس میں جو وجوہات عقلیہ نماز کا خوب بیان ہے جو اہل ایمان کے لئے سبب اطمینان وموجب زیادت یقین وایمان ہوسکتا ہے۔ ہم نے اسی واسطے ان وجوہات کو بہ تفصیل نقل کیا ہے کہ معتقدین اسلام مسائل اسلام کی خوبی پہچانیں اور تعلیمات محمدیہ کے اسرار کا نمونہ دیکھ لیں۔ ولیکن یہ وجوہات ایسے عقلی نہیں جن میں نقل وتقلید صاحب شریعت کا دخل نہ ہو۔ ایسے قطعی نہیں جن میں چون وچرا عقل کی جگہ باقی نہ رہی ہو بلکہ ان کا تسلیم کرنا چند امور پر (جو نقل وتقلید شریعت سے مستفاد ہے) موقوف ہے اور سوالات عقل کو ہنوز اس میں گنجائش ہے۔ وہ امور یہ ہیں:

۱۔ حالت قرب کے حاصل کرنے کے لئے چند اقوال وافعال کو مقرر کرنا۔

۲۔ ان اقوال کو چند الفاظ وعبارات خاص سے مخصوص کرنا۔

۳۔ ان الفاظ کے لئے خاص خاص محل کرنا۔

۴۔ ان الفاظ کے لئے خاص صفت جہر یا اخفاء تجویز کرنا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۔ان افعال کے اعداد اتباع انبیا سابقین پر چھوڑنا۔

وہ سوالات اس قسم سے ہو سکتے ہیں:

۱۔ان اذکار کو ان الفاظ سے کیوں مقرر کیا۔کیا اس سے بہتر یا اس کی مثل کوئی اور لفظ نہ تھا۔

۲۔ان اذکار کو ان مواضع سے کیوں مخصوص کیا۔اذکار رکوع سجدہ میں کیوں جائز نہیں اور اذکار سجود رکوع میں کیوں تجویز نہ کئے گئے۔

۳۔بعض اذکار کو جہر سے اور بعض کو اخفاء سے کیوں مخصوص کیا۔التحیات کو جہراً پڑھنا کیوں تجویز نہ ہوا اور سورۃ فاتحہ کو سرّاً پڑھنا کیوں نہ ٹھہرایا۔

۴۔چہرہ کو خاک میں ملانا نوع تعظیم ہے،تو تھوڑا سا سر جھکا کر زمین سے خاک اٹھا کر چہرہ کو مل لینا بجائے سجود کیوں تجویز نہ ہوا؟ اور فرش نفیس پر سجدہ کرنا جہاں وہ مقصود حاصل نہیں کیوں جائز رہا؟

جب ان خصوصیات نقل کو اس بیان میں دخل ہے اور ان سوالات عقل کا یہاں موقع ہے تو اس بیان کو بجز ان لوگوں کے جو عقل کو تابع نقل سمجھتے ہیں اور انبیاء کی بعض باتوں کو بن سمجھے بھی مان لیتے ہیں،کون مان سکتا ہے۔نقل کو بشرط مطابقت عقل ماننے والا اس سے کب دستاویز کر سکتا ہے۔یہاں ایک سوال وارد ہوتا ہے جو بادی النظر میں سخت ومشکل دکھائی دیتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسائل اگر بدون پابندی نقل وتقلید صاحب شریعت سمجھ میں نہیں آتے اور اس میں عقلی وجوہات کسی سے بن نہیں سکتے ،تو ہم مذہب اسلام کی خوبی ہنود یا عیسائیوں کو،جو ہمارے مذہب وصاحب مذہب کے مقلد ومعتقد نہ ہونگے،کیونکر سمجھا دیں گے اور انکو اسلام کی طرف کیونکر بلا ویں گے

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ہم بہت سے مسائل اسلام کی عقلی وجوہات سمجھ نہیں سکتے ولیکن ان سے بڑھ کر مسائل کی وجوہات ہم خوب سمجھتے ہیں اور اچھی طور پر بیان کر سکتے ہیں چنانچہ اس کی تشریح ہم صدر تقریر میں کر چکے ہیں۔

پس جب ہم کسی مخالف ومنکر اسلام کو اسلام کی طرف بلا ویں گے اور محاسن اسلام اس کو سمجھا ویں گے تو اس کے سامنے مسائل نماز وروزہ ووضو وغسل وتیمّم جو پورے پورے ہماری سمجھ میں نہیں آتے،پیش نہ کریں گے۔بلکہ ان کو وہ مسائل اصول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفروع جن کو ہم خوب سمجھتے ہیں اور ان کی وجوہات عقلی بیان کر سکتے ہیں، بتا دیں گے اور ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبی ان پر ظاہر کریں گے۔

اور جب وہ ان معقول المعنی معلوم الوجہ مسائل کے ذریعہ سے حسن وحقانیت اسلام کو مان جاویں گے تو ان مسائل کو جو عقل میں نہیں آتے وہ خود تسلیم کر لیں گے اور آج تک جس کسی نے دین اسلام بلکہ ملل و مذاہب کا فہ انام کو (بزعم خود) تحقیقاً اختیار کیا وہ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکا۔ ایسا کوئی نہیں ہوا جس نے کسی مذہب کے کل اصول وفروع پر احاطہ کر کے اس مذہب کو اختیار کیا ہو یا مذہب میں داخل ہو کر اس کے کلی جزئی باتوں کو عقل کے مطابق کر لیا ہو۔

پس جو بات کسی مذہب والے سے نہ ہوئی ہو اور نہ ہو سکے وہ ہم سے کون طلب کر سکتا ہے۔ اور جس بات سے اس کا مذہب خالی نہ ہو اس سے اسلام پر الزام کب لگا سکتا ہے۔ اس امر کی زیادہ بحث اثبات نبوت میں ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اس بیان سے نیچر کو مذہب بنانے والوں کے اعذار و دلائل کا جواب پورا ہوا۔ اور یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ شریعت کی بعض باتوں کا عقل میں نہ آنا واجب التسلیم ہے نہ اس اس سے ہمارے قدیمی مخالفوں (معتزلہ وغیرہ) کو انکار ہے اور نہ نیچر کو مذہب بنانے والوں کو انکار کی گنجائش ہے۔ بالجملہ ہماری دلیل سوم باتفاق صحیح و مسلم ہے یا یوں کہیے کہ بالاتفاق مسلّم ہونے کے لائق ہے۔ وباللہ التوفیق۔

تتمہ مبحث کانشنس

بضمن چند سوال و جواب

سوال نمبر ۱۔ اگر وجود قانون قدرت علاوہ از قرار داد عقل تمہارے نزدیک مشخص و مقرر نہیں تو پھر رہبر و ہادی عقل جو اس کو خطا سے بچاوے اور اس کی پہچانی ہوئی باتوں کی صحت وسقم کا معیار ہو سکے تمہارے نزدیک کیا چیز ہے؟

جواب۔ وہ نبی ہے جو عقل کے لئے بمنزلہ چراغ ہے جو اندھیری کوٹھڑی میں آنکھ کی رہنمائی کرتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ اس نبی کی سچائی اور رہنمائی پر کیا دلیل ہے اور اس کی تصدیق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی کیا صورت؟

جواب ۔ ہماری عقل ہی اس کے ہادی ہونے پر دلیل ہے اور اس کی تعلیمات کا عقل کے موافق ہونا اور اس نقص سے (جس نے عقل کو بے اعتبار کر دیا ہے) خالی ہونا اس کی تصدیق کرتا ہے۔

سوال ۳ ۔ جب تم نے عقل کو صداقت نبی پر دلیل ٹھہرایا تو پھر تم پر وہی اعتراض لزوم تناقض یا دور (جو تم نے مخاطب پر وارد کیا تھا) وارد ہوا۔

تقریر لزوم تناقض ۔ یہ ہے کہ پہلے تم نے عقل کو ادراک احکام میں بے اعتبار بنایا ہے پھر نبی کی سچائی و رہنمائی کے بیان میں (جو منجملہ احکام سے ہے) اسی کا اعتبار کیا۔

تقریر لزوم دور ۔ یہ کہ عقل کو ہدایت نبی کا محتاج ٹھہرایا اور نبی کا ہادی ہونا تسلیم و تجویز عقل پر موقوف رکھا۔

جواب ۔ جس امر میں ہم نے عقل کو بے اعتبار ٹھہرایا ہے اسی میں بعینہ اس کا اعتبار نہیں کیا۔ پس تناقض (جس میں وحدات ثمانیہ، وحدت محل، وحدت شرط، وحدت جزو کل و غیرہ کا ہونا شرط ہے) کہاں متحقق ہوا۔ اس کی بے اعتباری تو جملہ احکام کے ادراک میں ٹھہرائی گئی ہے۔ اور معتبری فقط ایک حکم تصدیق نبوت میں مسلم ہوئی ہے۔ اور اس میں اس میں کچھ تناقض و اختلاف نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک چیز کی کل سے کسی حکم کی نفی ہو اور اس کی جز سے اس کا اثبات۔

تمثیلات ۔ منطقی تمثیل:

۱۔ یصدق قو لنا الز نجی لیس باسو د ای کلّھم مع صدق قولنا الز نجی اسود ای بعضه یعنی ہمارا یہ کہنا بھی سچ ہے کہ حبشی سیاہ نہیں ہوتا یعنی اس کا جسم سب کا سب ایسا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے دانت و ناخن سفید ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ حبشی کالا ہونا یعنی ما سوائے دانت وغیرہ کے اس کا بدن سیاہ ہوتا ہے۔

عام فہم تمثیل:

۲۔ یہ کہنا بھی سچ ہے کہ فلاں شخص منطق یا فقہ یا حساب نہیں جانتا۔ یعنی اس کے جملہ مسائل سے واقف نہیں اس لئے وہ ان علوم میں اعتبار کلی کے لائق نہیں۔ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی سچ ہے کہ وہ منطق وغیرہ علوم جانتا ہے یعنی بعض مسائل سے واقف ہے اس لئے ان میں اس کا قول معتبر ہے۔

۳۔ یہ چھری کاٹ نہیں سکتی (یعنی لوہے کو) سچ ہے۔ اسی کی نسبت یہ کہنا کہ وہ کاٹ سکتی ہے (یعنی قلم کو) نیز سچ ہے۔

ایسا ہی بعینہ ہم نے عقل کے اعتبار و بے اعتباری میں کیا ہے۔ جملہ احکام شرعیہ وتعلیمات نبویہ کے بالاستقلال جان لینے میں اس کو بے اعتبار ٹھہرایا ہے اور خاص کر تصدیق نبوت جو اس کی بعض تعلیمات کے امتحان میں اس کا اعتبار کیا ہے پس اس میں تناقض کہاں پایا جاتا ہے۔

اسی تقریر سے اعتراض لزوم دوم بھی اٹھ سکتا ہے اور اس میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ عقل ہدایت نبی کی محتاج ہے تو تمام احکام کے جاننے میں محتاج ہے اور نبی کو عقل کی طرف حاجت ہے تو فقط نبوت کے اثبات میں ہے یا اپنی بعض تعلیمات کی صداقت جتانے میں ہے جن سے وہ نبی کو نبی مان لے۔ اور اس کی تعلیمات کو اس نقص سے (جو اس کو اپنی تجویزات میں پیش آتا ہے، یعنی عجز و تناقض) خالی جان کر اس کو حق جان لے۔ اور کسی چیز کا ایک بات میں کسی کا محتاج ہونا اور دوسری بات میں اس کا اسی کی طرف حاجت مند ہونا جائز و ممکن ہے۔

تمثیلات۔ فلسفی تمثیل:

ا۔ ہیولے اپنے بقاء اور وجود میں صورت کا محتاج ہے۔ اور صورت اپنی تشکل میں ہیولے کی محتاج۔

عام فہم تمثیل

۲۔ دوربین اور آنکھ ایک دوسرے کی محتاج ہیں۔ آنکھ نہ ہو تو دوربین کام نہیں آتی۔ دوربین کے سوا دور کی چیزوں کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ دوربین اپنی قوت کے اثبات اور اپنی صداقت رویت کے اظہار میں آنکھ کی محتاج ہے اور آنکھ دور کے مشاہدہ و رویت میں دوربین کی محتاج۔

آنکھ دوربین کو ان چیزوں پر جن کو وہ خود دیکھ سکتی ہے، لگا کر اس کی قوت وصداقت کا امتحان کر لیتی ہے۔ پھر ان چیزوں کے مشاہدہ میں جن کی رویت سے خود

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاجز ہے اور اپنی ذاتی طاقت سے ان تک نہیں پہنچ سکتی، دوربین کی محتاج اور مقلد اور اس پر معتمد ہو جاتی ہے۔

۳۔ آنکھ اور چراغ بھی آپس میں یہی نسبت رکھتے ہیں آنکھ نہ ہو تو چراغ کسی کام نہیں آتا۔ چراغ کے سوائے اندھیری کوٹھڑی میں آنکھ سے کام نہیں نکلتا۔ آنکھ چراغ کی روشنی کا مشاہدہ و تجربہ کر کے اس کا رہنما ہونا ثابت کرتی ہے پھر چراغ اس کا رہنما ہو جاتا ہے۔ یہی نسبت بعینھا عقل اور نبی میں تجویز کی ہے۔ اور ایک کے دوسرے کی طرف اسی قسم کی حاجت مسلّم رکھی ہے۔

نبی نہ ہو تو عقل سے ہم ان اخلاق یا احکام کے (جو ثواب وعذاب اخروی اور رضایا عتاب الٰہی کے متعلق ہیں) دریافت کرنے کا کام نہیں لے سکتے۔

عقل نہ ہو تو نبی کا نبی اور ہادی ہونا پہچان نہیں سکتے۔ عقل کے ذریعہ سے ہم نے نبی کو سچا جانا اور اس کی بتائی ہوئی دس بیس سو دو سو ہزر دو ہزار باتوں کا حق اور نفس الامر کے مطابق ہونا پہچان کر اس کو رہنما جان لیا۔ پھر عقل کو ان اخلاق کے جاننے میں (جن کو وہ پہنچ نہیں سکتے اور اگر پہنچتے تو اشتباہ واختلاف رہتا ہے) اس کا محتاج قرار دیا۔ پس اس میں دور کہاں لازم آیا۔

یہ جواب ہمارے مخاطب والا مناقب اختیار نہیں کر سکتے اور اس کے ذریعہ سے اعتراض لزوم دور اور تناقض وہ اپنی تقریر پر سے اٹھا نہیں سکتے اس لئے کہ وہ اختلاف جہات توقف کے قائل نہیں اور اس بات کے معتقد نہیں کہ بعض باتوں کے ادراک سے عقل انسانی عاجز ہے اور کے جاننے اور ماننے میں پیغمبر کی محتاج و مقلد، بلکہ جیسے آپ عقل کو بلا استثنا ہادی کا محتاج فرماتے ہیں ویسے ہی علی العموم نبی کی ہر بات کی سچائی حکم و شہادت عقل پر موقوف ٹھہراتے ہیں۔ پس وہ اس عموم کی جانبین میں اعتبار کرنے سے وہ بات نہیں کہہ سکتے۔

سوال نمبر ۴۔ ان تقریروں سے اعتراض لزوم تناقض و دور تو بے شک اٹھ گیا ولیکن اس سے ایک اور اعتراض جو اس اعتراض سے بڑھ کر ہے پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ عقل کو تم نے نبی سے وہ نسبت دی ہے جو ادنیٰ منطقی یا محاسب کو ایک بڑے منطقی یا حساب دان سے ہوتی ہے۔ یا آنکھ کو دوربین یا چراغ سے حاصل ہے۔ جس سے یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات ثابت ہوتی ہے کہ کبھی عقل بدون رہنمائی پیغمبر بھی ادراک احکام کرسکتی ہے۔ جیسے آنکھ بدون معاونت دوربین بعض اشیاء کو دیکھ سکتی ہے۔ اور یہ بات تم نے صراحۃً بھی کہہ دی ہے کہ نبی کی رہنمائی اور اس کی بعض تعلیمات کی سچائی عقل اپنی ذاتی قوت سے پہچان سکتی ہے اور یہ بات تمہارے اصل مذہب کے (کہ عقل بدون رہنمائی پیغمبر ادراک احکام میں استقلال نہیں رکھتی اور حسن وقبح اشیاء عقلی نہیں ہے) مخالف ہے۔

جواب۔ یہ اعتراض اسی کے خیال میں آئے گا جو ہماری کلام کا مطلب نہ پائے گا۔ عقل کو آنکھ کے ساتھ تشبیہہ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن باتوں کو نبی سے خصوصیت ہے (یعنی ادراک احکام حلال وحرام متعلق ثواب وعذاب اخروی ورضا وعتاب الٰہی) عقل اس کو جان لے جیسا کہ آنکھ کو یہ لازم نہیں ہے کہ جن چیزوں کا دیکھنا دوربین سے مخصوص ہے (یعنی دور کی چیزوں کو دیکھنا) ان کو آنکھ دور سے دیکھ لے۔ ہاں اگر اس تشبیہ سے عقل کا بعض چیزوں کو از خود جان لینا لازم آتا ہے تو وہ انہیں چیزوں سے مخصوص ہے جو ادراک عقل کے لائق ہیں (یعنی ادراک حسن وقبح بمعنی صفت کمال یا نقصان وبمعنی مناسب ومخالف طبع) جیسا کہ آنکھ کے لئے ان چیزوں کا (جو طاقت چشم سے دکھائی دیتی ہیں اور دوربین کی محتاج نہیں) دیکھنا لازم ہے۔

رہا ہمارا یہ کہنا کہ عقل نبی کی رہنمائی اور اس کی بعض تعلیمات کی سچائی اپنی قوت سے پہچان سکتی ہے سو بھی اس بات کے منافی نہیں اور نہ ہمارے اصل مذہب کے مخالف ہے۔ ان چیزوں کا ہم نے عقل سے پہچاننا تجویز کیا ہے تو بعد ورود شرع و رہنمائی پیغمبر کے کیا ہے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ پیغمبر چراغ ہدایت عالم میں روشن ہوا اور اس کی بعض تعلیمات نے (جو ہماری عقل میں آتی ہیں) ظہور کیا تو ہماری عقل نے اپنی ذاتی قوت سے جو بمنزلہ آنکھ کے اس میں ہے اس کی نورانیت کو دیکھ لیا اور ان تعلیمات کی حقانیت کو پہچان لیا۔ پس اس میں عقل کا بالاستقلال احکام کو جان لینا اور نبوت اور تعلیمات کو قبل ورود شرع و بعثت انبیاء پہچان لینا کہاں لازم آیا اور ہمارے اصل مذہب کا خلاف کس طرح ہوا۔

یہ تب ہوتا جب ہم قبل بعثت و دعوت نبی کی اصل نبوت یا تعلیمات کو عقل سے جان لینے کے مدعی ہوتے۔ اور کسی ایسے پہاڑ کے (جہاں دعوت نبی نہیں پہنچی)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باشندگان کا ان چیزوں کو عقل سے جان لینا تجویز کرتے۔

اس امر کا تو ہماری کلام میں اشارہ بھی پایا نہیں جاتا پھر وہ اعتراض اس کی طرف کس طرح متوجہ ہوسکتا ہے۔

اسی قسم کا یہاں ایک اور سوال نمبر ۵ ہے جس نے اہل مذہب نیچر کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب عقل نے نبی کی نبوت کو (جو اصل اصول احکام ہے) اپنی ذاتی طاقت سے پہچان لیا اور ایسی بڑی بھاری مہم کو فتح کر لیا تو پھر وہ احکام شرعیہ عملیہ کو (جو نبوت کی فروعات اور اس سے وہ نسبت رکھتے ہیں جو تنکا پہاڑ سے رکھتا ہے) کیوں پہچان نہیں سکتے اور ان احکام کی تشریع و تجویز میں وہ کیوں مہمل چھوڑی جاتی اور عاجز و نامعتبر خیال کی جاتی ہے۔

اس کا جواب بھی وہی ہے کہ یہ اعتراض بھی قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔ عقل نے نبی کی نبوت کو از خود کہاں جانا ہے کہ وہ اس کے فروعات کو از خود جان لے۔

نبوت کو اس نے بن بتائے نہیں جانا۔ نبی نے اس کو اپنا نبی ہونا بتایا یا اپنی تعلیمات کو ظاہر کیا تو اس نے اپنی طاقت سے (جو بتانے سے جان لینے کے واسطے اس کو دی گئی ہے) اس کو پہچان لیا۔ اس کی اس بہادری و فتح مندی کا لازمہ ہے تو اسی قدر ہے کہ جس طرح اس نے نبوت کو بتانے سے پہچان لیا ہے اسی طرح احکام و تعلیمات نبوت کو بتانے سے جان لے۔

اس کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ وہ احکام و تعلیمات نبوت کو بن بتائے جان لے اور جو کام نبی کرتا ہے وہ کرنے لگے۔ یہ کہنا ایسا ہے جیسا آنکھ کی نسبت کوئی یہ کہے کہ جس حالت میں آنکھ دوربین کو (جو دور کی چیزیں دیکھنے کی اصل اصول ہے) دیکھ لیتی ہے اور اسی آنکھ سے اس کا دوربین ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر وہ آنکھ دور کی چیزوں کو دیکھنا (جن کا دیکھنا دوربین کے فروعات سے ہے) کیوں نہیں دیکھ لیتی۔ اور دوربین کا کام خود کیوں نہیں دے سکتی۔ اور یہ کہنا جیسا ہے عقلاء کو معلوم ہے۔

اس سوال کی غلطی کا منشاء یہ ہے کہ یہ لوگ نبی کی بتائی ہوئی باتوں کو عقل سے سمجھ لیتے ہیں تو ان کو اپنی ہی عقل کا نتیجہ خیال کرتے ہیں۔ اور رجماً بالغیب یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان باتوں کو ہم فقط اپنی عقل سے سمجھ رہے ہیں۔ نبی نہ ہوتا تو ہم عقل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی سے ان کو سمجھ جاتے اور جو نبی نے بتایا ہے وہی بتاتے۔

جیسے کوئی احمق دور بین میں دور کی چیز دیکھ کر یہ سمجھنے لگے کہ جو چیز دور بین میں نظر آتی ہے یہ فقط ہماری آنکھ کی طاقت کا نتیجہ ہے۔ دور بین نہ ہوتی تو اس چیز کو ہم فقط آنکھ سے دیکھ لیتے۔ مگر ان کا یہ خیال محال تب سچا ہو جبکہ وہ بدون استفادہ وشاگردی نبی کے تعلیمات نبویہ کو عقل سے بتا دیں یا کسی ایسے شخص کی (جس کو تعلیمات نبویہ نہ پہنچی ہوں اور باوجود اس کے وہ تعلیمات نبویہ پر مطلع ہوا ہو) نشان دہی کریں جیسے آنکھ سے دور بین کا کام لینا تب سچا ہو سکتا ہے جب کہ دور بین کو آنکھ سے جدا کریں اور جو دور بین سے دیکھتے ہیں وہ آنکھ سے دیکھ کر بتا دیں

سوال نمبر ۶۔ یہ تو خوب مدلل ہوا اور مسلّم ہو چکا کہ عقل اصل نبوت یا بعض تعلیمات نبوت کو بن بتائے جان نہیں سکتی اور ان معنی کر وہ استقلال نہیں رکھتے و لیکن بتانے کے بعد جان لینے میں تو وہ استقلال رکھتی ہے اس لئے اصل نبوت یا بعض تعلیمات کے تسلیم کرنے میں وہ محض مقلد نہیں بن جاتے اور اس کو وہ اس لئے نہیں مان لیتے کہ وہ ارشاد نبی کو بحکم نبی واجب الانقیاد جانتی ہے۔ بلکہ اس لئے تسلیم کر لیتی ہے کہ وہ اس دعوی کی سچائی وخوبی اس کی ذات میں دیکھتی ہے اور اس کو اپنی فکر سے پہچانتی ہے اور اس کے ماننے کو اپنی تجویز و فیصلہ سے واجب جانتی ہے اور اسکا یہ فیصلہ و استقلال بھی تمہارے اصل مذہب کے (کہ حسن وقبح اشیاء عقلی وذاتی نہیں اور عقل با؛استقلال حاکم نہیں) منافی ہے۔

جواب۔ ان معنی کو عقل کا استقلال اور حسن و قبح اشیاء میں اس کا حکم و ادراک ہمارا نکار کو مورد ومحل نہیں ہے۔ ہمارا انکار تو ورود شرع سے پہلے عقل کے حاکم ہونے اور حسن و قبح اشیاء کے عقلی و ذاتی ہونے سے مخصوص ومفید ہے۔ چنانچہ اصل اول میں ہم نے قبل ورود شرع کی قید لگا دی ہے اور صاف تصریح کی ہے کہ عقل نہ بذات خود حاکم ہے نہ محض بیکار۔ قبل ورود شرع عقل اشیاء پر حکم وجوب یا حرمت نہیں لگا سکتی اور بعد ورود شرع محض مقلد نہیں بن جاتی۔ بلکہ یہ تجویز کرتی ہے کہ اچھی چیز میں یہ خوبی تھی اس لئے شارع نے اس کا حکم دیا۔ بری چیز میں یہ برائی تھی اس لئے اس سے منع کیا۔ دیکھو رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر سوم، جلد ۲۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہماری تصریح اس بات پر شاہد ہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ عقل حاکم نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل ورود شرع حاکم نہیں ۔ اور جو کہا ہے کہ حسن و قبح اشیاء عقلی نہیں، اس کے یہ معنی ہیں کہ قبل ورود شرع عقل اس کو سمجھ نہیں سکتی ۔ اور جو کہا ہے کہ حسن و قبح اشیاء ذاتی نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ اشیاء بذات خود بدون بیان شارع اپنی حسن و قبح کے مظہر نہیں ہوسکتیں ۔

بعد ورود شرع و بیان شارع عقل کا اشیاء کے حسن و قبح کو جان لینا اور ان پر وہ احکام جو نبی نے لگائے ہیں اپنی طرف سے تجویز کرنا اور ان مین حاکم بن جانا یہ تو عین ہمارا مذہب ہے پھر اس کا خلاف کیا معنی رکھتا ہے ۔

سوال نمبر ے ۔ جس حالت میں نبوت یا بعض تعلیمات نبوت کا بتانے سے جان لینا عقل کی ذاتی قوت وقدرتی ملکہ کا نتیجہ ہے اور وہ اس میں مستقل بالادراک مانی گئی ہے تو وہ بتانے سے پہلے ان امور کو کیوں جان نہیں سکتے اور وہ اپنے ذاتی ملکہ و قدرتی قوت سے کیوں کام نہیں لے سکتی ۔

جواب ۔ اس کی وجہ وہی ہے جو مادہ کے بدون صورت اور آنکھ کے بدون دوربین اپنی ذاتی طاقتوں سے کام نہ لینے کی وجہ ہے جو مادہ کی ذاتی وقدرتی طاقت کے کام ہیں وہ مادہ تعلق صورت سے پہلے کرنہیں کرسکتا ۔ اور جو آنکھ میں دور چیز کے دیکھنے کے ذاتی طاقت ہے وہ دوربین لگانے سے پہلے وقوع میں نہیں آتے ۔

اس کی عام فہم تشریح بانتقیح یہ ہے کہ انسان اپنی جبلت وفطرت میں علوم و فنون کا مخزن ہے اور اس کے طبع میں علوم کا مادہ موجود ہے ولیکن وہ ہیولائی مرتبہ میں کچھ نہیں جانتا اور اپنی قوت وفطرتی ملکہ سے سب کچھ جان نہیں سکتا ۔ کوئی ایسا نہیں ہوا جو ماں کے پیٹ سے عربی فارسی ہندی انگریزی بولتا، کپڑا سیتا، کتاب پڑھنا، مارتا، طبابت کرتا، اقلیدس کے اشکال کا اثبات وغیرہ وغیرہ کام کرتا پیدا ہوا ہو ۔ یا پیدا ہوکر اپنے آپ بدون تعلیم سب کچھ سیکھ گیا ہو ۔

بلکہ سوائے چند باتوں کے (جیسے کھانا پینا سونا، نر کا مادہ کی طرف متوجہ ہونا، فضلات کا دفع کرنا) جو الہام طبعی سے وہ کرسکتا ہے اور اس الہام پر اکتفا کرنے سے وہ چرند و پرند جانوروں سے بڑھ نہیں سکتا سب کچھ وہ سیکھنے سکھانے سے کرسکتا ہے گو اس سیکھنے کا مدار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا وہی فطری ملکہ ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ ان اخلاق کو جن کا علم تعلیم انبیاء پر موقوف ہے وہ ذاتی ملکہ سے جان نہیں سکتا۔ اگر چہ بعد بتانے کے وہ اسی ملکہ سے جانتا ہے۔

سوال نمبر ۸۔ نبی کی بتائی ہوئی باتوں کو عقل کن دلائل سے جانتی ہے اور اس کی رہنمائی وسچائی کو کن اصول سے پہچانتی ہے۔ اگر وہ دلائل عقلی ہیں تو کیا ان کے سمجھنے ولگانے میں عقل خطا نہیں کرتی، اور اس کی اس کا روائی پر پیٹر بکل کی وہ بات جو اس رسالہ کے صفحہ ۷۷ و ۸۱ و ۹۹ میں منقول ہے صادق نہیں آتی اور تمہارے ان دلائل کی جو تم نے خطا کاری و بے اعتباری عقل پر قائم کئے ہیں وہ مورد نہیں ہے؟

جواب۔ اس کا تین مقدمات پر موقوف ہے جن کی تمہید جواب سے پہلے مناسب ہے

مقدمہ اولی۔ باتفاق فریقین عقل جیسا کہ خطا کرتی ہے ویسی ہی مصیب بھی ہے (ہمارے اس بیان کو کوئی اس بیان کے مخالف نہ سمجھے جو ہم نے صفحہ ۴۷ میں عقل کی خطا کاری و بے اعتباری کی نسبت تحریر کر چکے ہیں۔ اس کی وجہ ہم ایک مستقل سوال کے جواب میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالی)۔ اور اس کی معلومات جیسے کہ غلط وخلاف واقع ہوتی ہیں ویسی ہی صحیح ومطابق نفس الامر بھی ہوا کرتے ہیں جو یقینیات کہلاتے ہیں۔

تمثیلات:

۱۔ اجتماع نقیض محال ہے۔ ۲۔ کل، جزو سے اعظم ہوتا۔ ۳۔ ایک، دو کا نصف ہوتا ہے۔ ۴۔ چار کا عدد زوج ہے اور ایک کا فرد۔ ۵۔ آفتاب روشن ہے۔ ۶۔ آسمان اوپر ہے۔ و علی ھذا القیاس

مقدمہ ثانیہ۔ کل اور جز جمیع احکام میں مساوی نہیں ہوتے اور قلیل وکثیر باہم برابر نہیں۔

تمثیلات ا۔ سو من کی چیز کو ایک آدمی اپنی ذاتی طاقت سے اٹھا نہیں سکتا اور اس کا ایک ٹکڑا وہی ایک آدمی اٹھا سکتا ہے۔

۲۔ ایک آدمی کو بہت سے کام کسی خاص وقت یا محدود حالت میں بتا دیں تو وہ کر نہیں سکتا۔ انہیں کاموں سے ایک دو بتاؤ تو وہ بخوبی کر لیتا ہے

مقدمہ ثالثہ۔ وہ احتمال جو دلیل میں شک پیدا کرتا ہے اس کا با دلیل ہونا شرط ہے، مجرد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتمال جو دلیل سے پیدا نہ ہو دلیل قطعی کو توڑ نہیں سکتا۔

تمثیل

ہم نے آنکھ سے زید کا مشاہدہ کیا۔ پس تھوڑی دیر آنکھ بند کر کے پھر اس کو دیکھا تو بعینہ وہی نظر آیا۔ اس میں یہ احتمال کہ جو زید ہم نے پہلے دیکھا تھا وہ ایک آن میں معدوم یا ہوا ہو گیا اور اسی آن میں دوسرا شخص اسی صورت کا موجود ہو گیا ہے۔ ہمارے اس یقین کو (کہ یہ وہی زید ہے) اٹھا نہیں سکتا اور ہمارے مشاہدہ کو جو اس یقین کی دلیل ہے وہ رد نہیں کر سکتا۔

(ہمارے اس مقدمہ کی صحت پر قول امام رازیؒ شاہد ہے جو آپ نے کتاب المطالب العالیہ فی الحکمۃ المتعالیہ کے الہیات میں بضمن فصل پانزدھم منجملہ فصول قسم اول کے فرمایا ہے:

ا لا صل الثا نی من ا لا صو ل التی علیها مدار اثبا ت النبوا ت انه لا یمنع ان یکو ن الشیء معلوم الجواز و ا لا مکا ن و مع ذلك فا نه یکو ن الجز م و القطع حا صلاً بانه لم یو جد و لم یحصل و بیا نه انی اذا رأیت زید ثم غمضت العین ثم نظر ت الیه فی المرة الثا نیة فا نی اعلم با لضرورة ان هذا الذی راه ثا نیاً عین الذی رأیته او لاً مع ان التجو یز القطعی قا ئم یکو نه مغا ئر ا لذلك ا لاول الی آ خر ما فصله و بینه بالدلائل)

جب یہ مقدمات ممہد ہو چکے تو اب جواب دیا جاتا ہے کہ جن اصول و دلائل سے عقل نبی کی رہنمائی اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کی سچائی پہچانتی ہے وہ اصول قطعیات سے ہیں۔ پس بحکم مقدمہ اولی خطا عقل کو اس میں گنجائش دخل نہیں ہے۔ اور چونکہ وہ معدودے چند ہیں اور جس محل میں لگائے جاتے ہیں (یعنی نبوت یا اس کی بعض تعلیمات کے ثبوت ہیں) وہ بھی محصور و معدود ہیں اس لئے بحکم مقدمہ ثانیہ ان کی قلت اور ان کی طرف عقل کے پوری طرح توجہ کے سبب وہ خطا کاری کا ایسا احتمال نہیں رکھتی جیسے احکام کا عقل سے جاننا۔ اور وہ مسٹر بکل کی بات کے ایسے مورد نہیں ہو سکتے جیسے سب چیزوں کا عقل سے جان لینا اس کا مورد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں ہم نے کلام خصم پر مسٹر بکل کی بات کو بطور اعتراض وارد کیا ہے وہاں احکام کو جملہ یا کلیہ کی قید سے مقید کیا ہے (دیکھو صفحہ ۸۰، ۸۱، ۹۹ وغیرہ)۔ پھر با وجود قطعیت دلائل اثبات نبوت ان میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجرد احتمال کہ عقل نے اس میں بھی خطا کی ہوگی بحکم مقدمہ ثالثہ مضر قطعیت دلائل نہیں ہوسکتا۔

سوال نمبر ۹۔ وہ دلائل ایسے قطعی ہیں تو ادراک احکام میں وہی رہبر و ہادی عقل کیوں نہیں ہو سکتے اور ان اصول کے ہوتے عقلاء ہدایت انبیاء کے کیوں محتاج ہیں۔

جواب۔ وہ اصول باوجود قطعیت صحت ان احکام کے ادراک کے لئے (جو انبیاء سے مخصوص ہیں) کافی نہیں ہو سکتے۔ اور وہ اثبات رضا وعتاب الٰہی وثواب عذاب اخروی کر نہیں کر سکتے۔

ان کا مفاد ونتیجہ اتنا ہی کہ وہ واقعات عالم ناسوت کو ثابت کریں نہ یہ کہ اسرار عالم ملکوت پر (جن کا علم خواص نبوت سے ہے) اطلاع کا سبب ہو جاویں۔

سوال نمبر ۱۰۔ وہ کون سے اصول دین ہیں جو واقعات ناسوت کو ثابت کرتے ہیں اور اسرار عالم ملکوت پر اطلاع کا سبب نہیں ہو سکتے۔ ان کو مثال دے کر سمجھاؤ اور ان کا یہ خاصہ جو بیان ہوا مدلل کر دکھاؤ۔

جواب۔ ازانجملہ یہ اصول ہیں۔ اجتماع نقیضین محال ہے۔ اور تناقض مستلزم کذب ہے اور کذب خلاف واقعہ ہوتا ہے۔ اور جسکے کلام میں تناقض پایا جاوے وہ سچا نہیں ہوتا۔

ان اصول کو عقل بخوبی سمجھتی ہے اور بناء علیہ جھوٹے کو جھوٹا اور سچے کو سچا جان لیتی ہے، انہیں سے وہ اپنی کاروائیوں کو (جن میں اس کا کوئی رہبر و ہادی نہیں ہوتا اور ان میں اختلاف وتناقض پایا جاتا ہے) غلط سمجھتی ہے اور انہیں کی رو سے نبی کی رہنمائی اور اس کی بتائی ہوئی باتوں کی سچائی پہچان لیتی ہے۔ ولیکن بایں ہمہ وہ ان اصول سے ہزاروں سچی باتیں عالم ملکوت کی (جن کا علم انبیاء سے مخصوص ہے) پہچان نہیں سکتے۔

(اس کے بعد شکریہ وشکایت کے عنوان سے سرسید احمد کے خطاب میں ایک مختصر مضمون ہے جسے میں نے متفرقات میں نقل کیا ہے۔ بہاء) (اصل مضمون کی عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاعۃ السنۃ نمبر ہشتم جلد دوم

(بابت ماہ شعبان ۱۲۹۶ھ مطابق اگست ۱۸۷۹ء

جو دو حصوں پر منقسم ہے۔

حصہ اول میں تتمہ جواب سوال عاشر ہے جس میں مقدمات اثبات نبوت سے بحث ہے۔

حصہ دوم میں تہذیب الاخلاق کے مضمون مذہب و معاشرت کا جواب ہے)۔

(نیز استشار، اور

خدا تعالیٰ اور ہنومان کی قدرت یا قوت میں فرق کرنے میں غلطی،

کے عنوان سے شیخ الاسلام کی تحریریں اس شمارے میں ہیں جنہیں متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

تتمہ جواب سوال عاشر:

اس کی پوری مناسب نظیر یہ ہے کہ ہم اسی قسم کے عقلی اصول سے کسی ڈاکٹر یا طبیب کی سچائی اور فن ڈاکٹری میں اس کی پیشوائی جان سکتے ہیں (ازانجملہ یہ کہ جیسی حالت ہماری طبیعت کی ڈاکٹر بتاتا ہے ویسے ہماری طبیعت میں پائی جاتی ہے۔ اور جو دوا وہ تجویز کرتا ہے وہ ہماری طبیعت کے موافق ہوتی ہے۔ نہ اس کی کلام کو ہمارے حالات سے تخالف ہوتا ہے نہ اس کی ایک بات کو دوسری سے تناقض۔ پس ان باتوں سے اس کو سچا ڈاکٹر مان لیتے ہیں، اصول وفنون ڈاکٹری سے کچھ خبر نہیں رکھتے)۔ ومع ذالک ان اصول کے ذریعہ سے خود ڈاکٹری کے اصول وفنون کو (جو ڈاکٹر سے مخصوص ہیں) جان نہیں سکتے۔

ایسا ہی ہم اور صناعات (جیسے تار برقی کے ذریعہ سے خبر پہنچانا، ریل گاڑی چلانا، سونا چاندی کھرا کھوٹا پہچان لینا۔ سونے لوہے لکڑی کپڑے کی چیزیں بنا دینا) کے ماہرین کی سچائی اور ان فنون میں رہنمائی عقلی اصول سے پہچانتے ہیں۔ مگر ان اصول سے خود ان فنون کو نہیں جانتے۔ اسی طرح ہم ان عقلی اصول سے نبی کی سچائی و رہنمائی کو جو عالم ناسوت کے واقعات سے ہے، جان لیتے ہیں۔ ولیکن ان اصول سے احکام شرعیہ نبویہ کو جو عالم ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں از خود جان نہیں لیتے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا سرّ اور سبب حقیقت نبوت اور اس کے خواص کے بیان سے معلوم ہو سکتا ہے، سوقلم میں آتا ہے۔ اور یہ مبحث اثبات نبوت ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۱۰ و ۱۹۵ وغیرہ میں گذر چکا ہے اور کئی مسائل کا ثبوت اس پر حوالہ کیا گیا ہے۔

فاقول بتو فیق الله و تو قیقه و ما تو فیقه ا لا با لله و هو حسبی و علیه اعتما دی و به ثقتی

اثبات نبوت

حقیقت نبوت اور اس کے خواص کا بیان، چند مقدمات کی تسلیم پر موقوف ہے۔ ازانجملہ بعض مقدمات بمنزلہ علوم متعارفہ یا اصول موضوعہ ہیں یعنی بداہت عقل سے ثابت ہیں۔ یا فریقین کے نزدیک مسلّم۔ اور بعض جو نظری یا مختلف فیہ ہیں وہ بدلائل ثابت کئے جاتے ہیں۔

مقدمہ اولی: صانع عالم اور اس کا مدبر و متصرف (جس کو بلفظ اللہ، یا خدا، یا یہوا، یا نرنکار، یا گاڈ، مختلف زبانوں میں تعبیر کرتے ہیں) موجود ہے اور اپنی ذات سے قائم اور کل عالم کا قیوم یعنی سبب قیام۔

ہر چند یہ مقدمہ ہمارے مخاطبین (اصلی نیچرلسٹ یا ان کے اتباع نیچری مدعیان اسلام یا برہم دھرم وغیرہ) کے نزدیک مسلّم ہے ولیکن اس زمانہ میں ایسی تحقیق کی ہوا چل رہی ہے کہ جو اس صانع کے قائل ہیں وہ بھی اس کے وجود پر دلیل پوچھتے ہیں۔ اور اپنے اس ایمان وتسلیم کی زیادتی وطمانیت چاہتے ہیں۔ پس بنظر افادہ ان لوگوں کے اس مقام میں ایک دفعہ منجملہ دلائل اثبات وجود صانع بیان کی جاتی ہے۔

وہ یہ ہے کہ عالم کی اشیاء میں سے ہم جس چیز پر نظر ڈالتے ہیں یا اس کو سونگھتے ہیں یا ہاتھ سے چھوتے ہیں یا کان سے سنتے ہیں یا زبان سے چکھتے ہیں، اس کو بصفت امکان موصوف پاتے ہیں۔ یعنی نہ اس کے وجود یعنی ہونے کو ضروری دیکھتے ہیں، نہ اس کے عدم یعنی نہ ہونے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ نہ اس پر یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اس کے لئے ہونا ضروری ہے اور وہ اس کی ذات میں قائم، نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہونا اس کا ضروری ہے اور اس کا ہونا محال وممتنع۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے نہ ہونے کو اس لئے ضروری نہیں سمجھتے کہ اس کو ظاہراً موجود دیکھتے ہیں۔ اگر نہ ہونا اس کیلئے ضروری و لازمی ذاتی ہوتا، تو وجود اس کی طرف کبھی راہ نہ پاتا۔ اسکے ہونے سے ہم یقین کرتے ہیں کہ نہ ہونا اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔

ہونا اس لئے ضروری نہیں سمجھتے کہ کبھی کبھی اس میں نہ ہونا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک دفعہ سابق میں اسکے وجود سے پہلے ہم نہ ہونا دیکھ چکے ہیں۔ اس وقت جب کہ ہم تھے اور وہ چیز نہ تھی۔ جس کو ہم عدم سابق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور ایک دفعہ اس کے وجود کے بعد اس میں نہ ہونے کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ جب اس کو موجود ہو کر معدوم ہوتا دیکھ چکے ہیں۔ جس کو ہم عدم لاحق سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس عدم سابق و لاحق سے ہم یقین کرتے ہیں کہ ہونا اس کے لئے ضروری و لازم ذاتی نہیں۔ ومع ذلک اس کو موجود دیکھتے ہیں، تو اس کے وجود کا مخزن اور سبب جس نے اس کو وجود عطا کیا، اور اس کو عدم پر ترجیح وغلبہ دیا، تلاش کرتے ہیں۔ پس اگر اس مخزن کو ویسا ہی ممکن الوجود (جس کا ہونا نہ ہونا دونوں ذاتی نہ ہوں) تجویز کرتے ہیں تو عالم کا وجود میں آنا محال سمجھتے ہیں۔ نہ وہ ممکن الوجود اپنے آپ وجود میں آئے گا، نہ کسی اور چیز کا مخزن وسبب ہو سکے گا۔

اور ایسی چیز جس کے لئے نہ ہونا ضروری ہے اور اس کو ممتنع الوجود کہا جاتا ہے خود مخزن ہونے کے لائق نہیں ہے۔ پس لاچار و باضطرار ایسے حالات کا مخزن ہونا ضروری سمجھتے ہیں جس کا وجود ذاتی ہے۔ اور اس کی ذات کے لئے لازم وضروری۔ اسی کو ہم صانع وخالق واللہ وخدا کہتے ہیں۔

شاید اس دلیل پر دہریہ یا تناسخیہ یہ اعتراض کریں کہ اس دلیل کی بناء موجودات کے عدم سابق وعدم لاحق پر ہے، اور یہ عدم ہنوز مسلّم نہیں۔ جس کو تم عدم کہتے ہو وہ محض عدم نہیں ہوتا۔ اگر ہے تو عدم اضافی یعنی کسی خاص صورت یا حالت کا عدم ہے۔ مثلاً ایک وقت میں ایک آدمی یا مرغ کا عدم ہے تو اس کی خاص صورت انسان ومرغ کا عدم ہے۔ اس کے مادہ کا (جو نطفہ یا بیضہ ہے) عدم نہیں ہے۔ اس نطفہ یا بیضہ کا ایک وقت میں عدم ہے، تو وہ بھی محض عدم نہیں۔ اس کا مادہ جس سے وہ نطفہ یا بیضہ پیدا ہوتا ہے کہیں نہ کہیں تو موجود ہے۔ یہ تو عدم سابق میں کلام ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی عدم لاحق محل کلام ہے۔ جس کو بعد وجود عدم سمجھتے ہو وہ بھی محض عدم نہیں ہوتا۔ ہے تو خاص صورت کا عدم ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک وقت میں مر گیا اور بوسیدہ ہو کر خاک میں مل گیا تو اس کے خاص صورت انسانی کا عدم ہوا۔ اس کا مادہ (جو خاک ہو گیا ہے) وہ تو معدوم نہیں ہوا۔ الحاصل موجودات کا نہ سابق میں عدم محض تھا، نہ لاحق میں ہوتا ہے۔ مادہ ان کا قدیم سے چلا آتا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ فقط صورتوں کا ادل بدل ہوتا ہے جس کو عدم اضافی کہا جا سکتا ہے نہ عدم محض۔ جب عدم اشیاء عالم نہیں ہے تو مخزن وسبب وجود کی اس کو کیا حاجت ہے۔

یہ اعتراض ان دلائل قطعیہ عقلیہ سے (جو بطلان قسم عالم و بطلان تناسخ پر قائم ہیں) اچھی طرح سے مندفع ہو سکتا ہے۔ ولیکن ان دلائل کی بحث و تفصیل اس مقام میں اجنبی ہے۔ اور ہمارے اصل مقصد (اثبات نبوت) ملتوی ہونے کا سبب بنتی ہے۔ لہذا ان دلائل کو ہم کسی دوسرے موقع پر حوالہ کرتے ہیں اور اس مقام میں ایک ایسا جواب جس سے بتقدیر تسلیم قدم عالم وجود صانع کا اثبات ہوتا ہے، بیان کرتے ہیں۔

جو کوئی دلائل بطلان قدم عالم و بطلان تناسخ کو دیکھنا چاہے وہ کتب کلامیہ خصوصاً مطالب عالیہ فخر الدین رازیؒ، واقتصاد فی الاعتقاد امام غزالیؒ ملاحظہ کرے۔

وہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ تم نے ہیولے یعنی مادہ عالم کو قدیم کہا ہے اور اس کے عدم کا انکار کیا ہے ولیکن صورت کے حادث ہونے اور معدوم ہو جانے سے تو تم کو بھی انکار نہیں۔ پس ہم مادہ کے ذکر کو چھوڑ کر صورت ہی کو عدم سے وجود صانع کا اثبات کرتے ہیں۔ اور خاص کر اسی کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ صورت اشیاء عالم کو ہم بصفت امکان موصوف پاتے ہیں، نہ اس کے وجود کو ضروری سمجھتے ہیں نہ اس کے عدم کو ضروری جانتے ہیں، بعینہ اسی تقریر و دلیل سے جو سابقاً لکھ چکے ہیں۔ ومع ذالک جب صورت کو موجود دیکھتے ہیں تو اس کے لئے مخزن وجود کوئی ویسی ہی صورت تجویز کرتے ہیں تو عالم کا وجود میں آنا محال جانتے ہیں اسی دلیل سے جو سابقاً بیان کر چکے ہیں۔ اور خود مادہ کو اس مخزن ہونے کے لائق نہیں پاتے۔ اس لئے کہ وہ اپنے وجود میں خود صورت کا محتاج ہے۔ بدون صورت اپنے آپ میں وہ کبھی موجود نہیں ہوا، اور نہ ایسا ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ علم فلسفہ میں مدلل ہو چکا ہے۔ اس لئے اس کو مخزن وسبب وجود نہیں کہہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔ آخر لاچار و بالاضطرار ایسی ذات کا (جس کا وجود ضروری ہو اور اس کی ذات کے لئے لازم)مخزن وسبب وجود صورت ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور اسی کو صانع وخداوند عالم اور اللہ تعالی کہتے ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: باوجود اعتراف وجود صانع عالم کے عامہ خلائق نہ اس کی ذات کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ اس کی صفات کی۔ نہ اس کے وجود کی کیفیت بیان کر سکتے ہیں نہ اس کی صفتوں کی۔ سب کوئی بن دیکھے، بے سمجھے، مجرد اقتضاء دلیل سے یا ایک دوسرے کی تقلید سے اس کو مان رہا ہے۔ یہ مقدمہ بھی بمنزلہ اصول موضوعہ کے ہے ومع ذالک اس کا ثبوت سابق میں بصفحہ ۱۹۷ گذر چکا ہے۔

مقدمہ ثالثہ: ہر موجود کے لئے محسوس ہونا، یعنی دیکھنے سننے چھونے چکھنے سونگھنے میں آجانا ضروری نہیں ہے۔ جائز وممکن ہے کہ ایک چیز موجود ہو اور حواس میں نہ آوے۔ ایسی چیز کے وجود پر کوئی دلیل قائم ہو تو اس کی تسلیم واجب ہے اور اس سے انکار خلاف عقل ہے۔ اس کی تمثیل جو بمنزلہ دلیل ہے وجود صانع عالم ہے، یا وجود روح، جو حواس میں نہیں آتے اور بشہادت دلیل تسلیم کئے جاتے ہیں۔

مقدمہ رابعہ: محال اور ممکن مجہول الکنہ میں فرق ہے (یہاں ممکن سے ممکن بامکان عام مراد ہے جس میں سلب ضرورت جانب خلاف سے ہوتا ہے اور وہ واجب اور ممکن خاص دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ چنانچہ واقفان علم منطق پر مخفی نہیں) ۔محال وہ ہے جس کا مفہوم وجود سے انکار کرے اور اس کا نہ ہونا ضروری معلوم ہو، جیسے اجتماع نقیضین ہے۔ یعنی ایک چیز کا ایک آن میں ایک ہی وجہ سے ہونا اور نہ ہونا۔ ممکن مجہول الکنہ وہ ہے جس کے مفہوم کو وجود سے انکار نہیں ہے، بلکہ ہونا ضروری ہے یا ممکن۔ ومع ذالک اس کی حقیقت وکیفیت سمجھ وادراک سے خارج ہے، اس کی بھی تمثیل بمنزلہ دلیل ذات صانع یا وجود روح ہے۔ اول واجب الوجود ہے اور ثانی ممکن الوجود۔ و مع ذالك دونوں مجہول الکنہ ہیں۔

یہ مقدمہ بھی معترضین وجود صانع و وجود روح کے نزدیک بمنزلہ اصول موضوعہ کے ہے۔ زیادہ بحث واستدلال کا محتاج نہیں ومع ذالک مقدمات سابقہ اس پر دلیل ہو سکتے ہیں جو ان میں نزاع کرے وہ پہلے ان مقدمات کا جواب سوچ لے۔

مقدمہ خامسہ: موجودات عالم سے جس چیز کو انسان اپنی قوت انسانی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جانتا ہے بوا سطہ حواس خمسہ (دیکھنے سننے چکھنے ٹٹولنے، سننے) کے جانتا ہے۔اور جو چیز منجملہ موجودات اس کے حواس میں نہ آوے اس کو بقوت انسانی جان نہیں سکتا۔

یہ مقدمہ بھی بمنزلہ اصول موضوعہ ہے۔ یا یوں کہیں کہ بداہت عقل سے ثابت ہے۔کسی کے نزاع ومقال کی یہاں مجال نہیں۔ومع ذلک بذکر چند تمثیلات اس کی توضیح کی جاتی ہے۔

۱۔ ہم سطح زمین کے مختلف الوان ومختلف اقسام دیکھتے ہیں۔کہیں سرخ، کہیں سیاہ، کہیں حجر، کہیں مدر، کہیں سخت، کہیں نرم۔ولیکن ہم کرہ زمین کے مرکز (یعنی بیچ بیچ کے نقطہ) کا حال نہیں جانتے، اور اس کی کیفیت بتا نہیں سکتے کہ وہ کس رنگ کا ہے، اور کیسا۔ بلکہ یہ بھی بتا نہیں سکتے کہ کون سا ہے۔اور ٹھیک وسط زمین کا کہاں ہے۔اسی طرح افلاک اور ستاروں کے وہ کیفیات وحالات (جن کو ہم نہ آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں نہ کسی آلہ سے دریافت کر سکتے ہیں) جان نہیں سکتے۔

۲۔ پیدائش عالم کی نسبت ہم انسانی طاقت سے یہ علم نہیں رکھتے کہ اس سے پہلے کیا تھا اور عالم کیوں کر پیدا ہوا۔اور وہ بعد فنا کے (جس کو ہم روزمرہ کی فانی اشیاء میں دیکھتے ہیں گو وہ بزعم تناسخیہ یا فلاسفہ سورۃ ہی کوں نہ ہوں) کیا ہو جاتا ہے۔

۳۔خدا تعالی کی صفات و ارادات کو بھی ہم عقل سے جان نہیں سکتے کہ وہ کیا کرتا ہے اور کیا کہتا ہے اور کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا۔

اس کا سرّ یہ ہے کہ ارادات وصفات کا جاننا علم ذات کی فرع ہے۔جب ہم اس کی ذات کو جان نہیں سکتے، تو اس کے افعال وارادات کو کس طرح جان سکتے ہیں۔ وہ تو خدائے بیچوں ہے جس کی ذات وحقیقت ہماری ادراک سے باہر ہے۔ہم اپنے ہم جنسوں (جن کی حقیقت ہم پہچانتے اور ان کو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں) کی ارادات پر مطلع نہیں ہوتے اور کسی کے دل کی بات کو جب تک وہ خود نہ بتا دے یا اس پر کوئی دلیل یا علامت نصب نہ کرے، جان نہیں سکتے۔

شاید نیچر کو مذہب بنانے والے اس مثال سوم میں نزاع کریں اور اس بات کے مدعی ہو جاویں کہ خدا تعالی نے اپنی ارادات پر دلیل علامت (نیچر یا قانون قدرت) قائم کر دی ہے۔اس سے اس کی ارادات اور مرضیات پر اطلاع ممکن ہے۔چنانچہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل وقرائن سے اپنے ہم جنسوں کے ارادات پر ہمارا مطلع ہونا تمہارے نزدیک بھی مسلّم ہے۔

ولیکن یہ نزاع ان کی اس وقت بجا ہے اور یہ دعوی تب زیبا ہے جب کہ وہ پہلے وجود قانون قدرت کو مشخص کریں۔ اور اس کا مرضیات و ارادات الٰہی پر دلیل و علامت ہونا ثابت کر دکھائیں۔ اور یہ امر ہنوز معرض عدم میں ہے، کوئی دلیل اس کے ثبوت پر قائم نہیں ہے۔ پس یہ نزاع اور یہ دعوی جو اس کے ثبوت کی فرع ہے کیونکر صحیح و لائق سماعت ہوسکتا ہے۔ اور جو اس میں بحث وکلام ہے وہ بتفصیل ہماری ابحاث سابقہ میں جو کانشنس و نیچر سے متعلق گذر چکے ہیں، موجود ہے۔ اس مقام میں ایک تقریر متضمن تمثیل اس کی تائید میں بیان کی جاتی ہے۔ و ھو ھذا

پیدائش عالم اور اس کے مرئی ومحسوس حالات (جن میں کتر بیونت عقل کو دخل نہیں اور ان کو نیچر کہنے میں ہم کو نزاع نہیں) میں سے عمدہ سے عمدہ چیز اپنی غرض کے مفید دیکھتے ہیں تو اس کے کرنے یا کام میں لانے کو متعلق رضا وثواب وامر الٰہی نہیں کہہ سکتے۔ ایسا ہی بری سے بری چیز اپنی غرض کے مفسر ومخالف کو دیکھتے ہیں تو اس کے کرنے اور کام میں لانے کو مورد غضب وعذاب وممانعت من جانب الٰہی قرار نہیں دے سکتے۔

پہلی چیز کی مثال شکر منعم وتریاق السموم ہے۔ دوسری کی مثال کفران نعمت و زہر قاتل ہے۔ زہر کو تو ہم سب ہلاکت جانتے ہیں اور بحکم عقل اس کے کھانے کو برا سمجھتے ہیں اور اس سے بچنا واجب جانتے ہیں۔ پر اس بات کو قبل اس کے کہ خدا تعالی اپنا حکم اس کی نسبت ظاہر کرے، ہم خدا کی طرف نسبت نہیں کر سکتے۔ اور اس کے کھانے کو متعلق غضب وعذاب وممانعت خداوندی نہیں کہہ سکتے اور اس پر زہر کے نیچر (یعنی اس کے وجود یا تاثیر سمّیت وہلاکت) کو دلیل وعلامت نہیں ٹھہرا سکتے۔ اور اس کی وجہ کوئی نہیں پاتے۔ اگر ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے اپنی خوشی سے انسان کی بنیاد قائم کی ہے اور زہر اس بنیاد کی مہندم کرنے والی چیز ہے اس لئے اس کا کھانا خدا تعالی کی ناخوشی کا متعلق ہوسکتا ہے، تو اس کے مقابلہ میں ہم کو یہ بھی خیال آتا ہے کہ اگر اس بنیاد کا قائم رکھنا خدا تعالی کی خوشنودی کا متعلق ہے تو خدا تعالی نے اس کو خود کیوں منہدم کر دیا، ہزاروں انسانوں کو (جن کا مرنا ہم پسند نہیں کرتے) کیوں مار ڈالتا ہے؟ اس کی وجہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر یہ سوچیں کہ اس کو آپ منہدم کرنا اس کی خوشی میں داخل ہے دوسرے کا منہدم کرنا وہ پسند نہیں کرتا، تو اس کے مقابلہ میں یہ خیال آتا ہے کہ اور کوئی اس کو منہدم کرنا چاہتا ہے تو وہ بدون استعانت وسائل قتل (جیسے زہر، تلوار، قوت بازو، دلِ خونخوار) اس کو منہدم نہیں کرسکتا۔ اور ان وسائل کا بہم پہچانا فقط خدا کا کام ہے۔ پس اگر خدا تعالی اس کا منہدم کرنا پسند نہیں کرتا تو اس کو وہ وسائل کیوں بہم پہنچا دیتا ہے۔ اور ان وسائل ہلاکت کو اس نے پیدا ہی کیوں کیا؟

اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوسکتا ہے کہ تریاق کو ہم صحت وسلامتی کا سبب سمجھتے ہیں۔ اور اس کے استعمال کرنے کو بحکم عقل واجب جانتے ہیں۔ پر اس بات کو خدا تعالی کی طرف نسبت نہیں کرسکتے اور تریاق کی نیچر کو اس بات پر کہ خدا اسکے کھانے میں راضی ہے دلیل نہیں بنا سکتے۔

کفران نعمت کو آپس میں ایک دوسرے کے حق میں بہت بری چیز سمجھتے ہیں اور اس کے ضد شکر نعمت کو واجب خیال کرتے ہیں۔

ولیکن خدا تعالی کی نسبت ہم یہ باتیں (بدون اس کے کہ وہ ان باتوں کو اپنی نسبت ظاہر کرے) تجویز نہیں کرسکتے اور مفہوم ولوازم کفر وشکر سے جس کو نیچر سے تعبیر کرتے ہیں وجوب شکر وحرمت کفر نعمائے الہی نکال نہیں سکتے۔ اس لئے کہ جو وجوہ حسن وقبح، وجوب وحرمت، شکر وکفر ہم آپس میں کے شکر وکفر میں مشاہدہ کرتے ہیں، وہ خدا کے شکر وکفر میں ممکن نہیں دیکھتے۔ ہم آپس میں کے شکر کا فائدہ شاکر کے حق میں یہ دیکھتے ہیں کہ شکر سے اس کی نعمت زیادہ ہوتی ہے، اور مشکور کے حق میں یہ کہ اس کی عزت زیادہ ہوتی ہے، جس سے اس کو فرحت پیدا ہوتی ہے۔ اور کفر کا نقصان بحق کافر یہ دیکھتے ہیں کہ اس سے نعمت چھینی جاتی ہے، اور دنیا میں اس کو سزا ملتی ہے۔ اور بحق منعم جس کے حق میں کفر ہوا یہ کہ اس کی تعظیم میں قصور ہوتا ہے۔ اس کے سبھی زیر انعام اسی طرح کفر کرنے لگیں تو رفتہ رفتہ اس کی عزت وتعظیم کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ اس سبب سے اس کو رنج پیدا ہوتا ہے۔ اور اس قسم کے فائدے ونقصان خدا کے کفر وشکر میں ہرگز متصور نہیں ہیں۔ خدا کو نہ شکر سے کچھ فائدہ ہے، نہ کفر سے نقصان۔ اس لئے کہ اس کے کمالات غیر سے حاصل نہیں ہیں۔ رہا نفع ونقصان شکر وکفر بندہ شاکر وکافر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا، سو بھی بحکم عقل متصور نہیں۔ آخرت میں کہو تو عقل اس کے اثبات و ادراک سے قاصر ہے۔ دنیا میں کہو تو وہ بھی تجویز وتسلیم عقل سے باہر ہے۔ جس حالت میں عقل صاف مشاہدہ کرتی ہے کہ بارہا خدا تعالیٰ کفر پر نعمت کو بند نہیں کرتا اور شکر پر کچھ بڑھا نہیں دیتا، تو پھر وہ کس طرح نفع ونقصان دنیاوی کو شکر وکفر کے لوازم سمجھ سکتے ہیں۔
اس باب میں امام رازیؒ نے کتاب محصول میں عجیب بحث کی ہے۔ اس کا نقل کرنا اس مقام میں موجب زیادت بصیرت ناظرین معلوم ہوتا ہے:

فقال: الفصل الثا من ۔ فی ان شکر المنعم غیر وا جب عقلاً۔و قا لت المعتز له بو جو به عقلاً ۔لنا النص و المعقول۔ اما النص فقو له تعالی: و ما کنا معذ بین حتی نبعث رسولا ۔
و قو له تعالی: رسلاً مبشرین و منذ رین لئلا یکو ن للنا س علی الله حجة بعد الرسل
و اما المعقو ل: فهو انه لو و جب لو جب اما الفا ئدة او لا فائدة ۔ و القسمان با طلان، فا لقو ل با لو جو ب با طل ۔ انما قلنا انه لا یجوز ان یکو ن الفا ئدة لان تلك الفا ئدة اما ان یکو ن عا ئدة الی المشکور و الی غیره ۔ و الا ول با طل لا نه تعا لی منزه عن جلب المنا فع و دفع المضا ر ۔
و الثا نی باطل لان الفا ئدة العا ئده الی الغیر اما جلب المنفعة او دفع المضرة لا جا ئز ان یکو ن ذلك لجلب المنفعة لو جوه ا لا ول ان جلب النفع غیر وا جب فی العقل فما یفضی الیه اولی ان لا یجب ۔
الثا نی انه یمکن خلو الشکر عن جلب النفع لا ن الشکر لما کان وا جبا فا داء الوا جب لا یقتضی شیئاً آ خر
الثا لث ۔ ان الله تعا لی قا در علی ایصا ل کل المنا فع بدو ن عمل الشکر فیکو ن تو سیط هذاالشکر غیر وا جب عقلا و لا جا ئز ان یکو ن لد فع المضرة لا نه اما ان یکون لد فع مضرة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عا جلة و هو با طل لا ن ا لا شتغا ل با لشكر مضرة عا جلة فكيف يكو ن دفعاً للمضرة العا جلة و اما ان يكو ن الدفع مضرة آ جلة و هو با طل لا ن القطع بحصو ل المضرة عند عد م الشكر انما يمكن اذا كان المشكور يسره الشكر و يسوء الكفران ۔ فاما من كا ن منز ها عنها استوى الشكر و الكفرا ن بالنسبة اليه فلم يكن القطع بحصول العقا ب على تر ك الشكر بل احتما ل العقا ب على الشكر قا ئم من و جوه ار بعة۔

احد ها: هو ان الشا كر ملك المشكور فا قدا مه على الشكر بغير ا ذنه تصرف فى ملك الغير بغير اذنه من غير ضرورة و هو لا يجوز

و ثا نيها: ان العبد اذا حاول مجازاة المو لى على انعا مه استحق التا ديب و الاشتغا ل بالشكر اشتغا ل با لمجازاة فوجب ان لا يجوز۔

و ثا لثها: ان من اعطاء الملك العظيم كسرة من الخبز او قطرة من الماء فاشتغل المنعم عليه فى المحا فل العظيمة بذ كر تلك النعمة و بشكر ها استحق التا ديب و كل نعم الد نيا با لقياس الى خزا نة تعا لى اقل من تلك الكسرة بالقياس الى خز انة ذلك الملك فلعل الشا كر يستحق العقا ب بسبب شكره

و را بعها: لعله لا يهتدى الى الشكر اللا ئق قيا تى بغير ا للائق فيستحق العقا ب

و انما قلنا انه لا يمكن ان يجب لا لفا ئدة لو جهين

الاو ل: ان ذلك عبث و انه قبيح ۔

و الثا نى ان المعقو ل من الو جو ب تر تب الذ م و العقا ب على الترك، فا ذا فقد ذلك امتنع تحقق الو جو ب۔

(ترجمہ: آٹھویں فصل اس بیان میں کہ خدا کا شکر بحکم عقل واجب نہیں ہوسکتا۔ معتزلہ کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ عقل سے واجب ہے۔ ہماری دلیل عدم وجوب پر نقلی بھی ہے اور عقلی بھی۔

نقلی، یہ کہ خدا نے فرمایا ہے: ہم کبھی عذاب نہیں کرنے والے جب تک رسول نہ بھیجیں۔

اور فرمایا: رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے، ہم نے اس لئے بھیجے ہیں کہ پھر لوگوں کو اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

دلیل عقلی یہ کہ اگر شکر واجب ہو تو کسی فائدہ کے لئے ہوگا یا بلا فائدہ۔ اور یہ دونوں صورتیں یہاں ممکن نہیں۔ فائدہ کی صورت اس لئے ممکن نہیں کہ فائدہ کیا تو خدا کے لئے تجویز ہوگا اور کیا بندہ کے لئے۔

خدا کے لئے تو ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ لوگوں سے فائدہ اٹھانے اور لوگوں کے ضرر سے بچنے سے پاک ہے۔ بندہ کا فائدہ اس لئے ممکن نہیں کہ وہ فائدہ کیا تو منفعت لینے کا ہوگا اور کیا کسی ضرر کے اٹھانے کا۔ منفعت لینے کا فائدہ تو تین وجہ سے ناممکن ہے۔ (دو وجہ اول لائق فہم عوام نہ تھی اس لئے ان کا ترجمہ نہ ہوا۔ محمد حسین) ازانجملہ وجہ سوم یہ ہے کہ اللہ تعالی سبھی منفعتیں بلا واسطہ شکر بھی پہنچا سکتا ہے (بلکہ پہنچا رہا ہے)۔ پس شکر کو تحصیل منفعت کا وسیلہ بنانا واجب نہ ہوا۔ اور ضرر اٹھانے کی منفعت اگر دنیا میں کہو، تو غلط ہے۔ اس لئے کہ شکر میں مصروف ہونا (یعنی نماز اور ذکر کرنا وغیرہ) دم نقد تکلیف ہے۔ پس اس میں دنیاوی ضرر کا اٹھانا کیا ہوا۔ اور اگر آخرت میں کہو تو ناممکن ہے، اسلئے کہ شکر نہ کرنے پر ضرر تب متیقن ہوسکتا ہے جب خدا کو شکر سے فرحت ہو اور کفر سے رنج پہنچے۔ جب وہ ان سے پاک ہے تو ترک شکر پر حصول ضرر متیقن نہیں ہے۔ بلکہ ادائے شکر پر چار وجہ سے عذاب کا احتمال ہے۔

۱۔ بندہ شاکر خدا کا ملک ہے (اور اس کا شکر وغیرہ افعال بھی اس کے ملک) پس اس کا بدون اجازت مالک شکر کرنا خدا کے ملک میں بلا اجازت تصرف کرنا ہے جو جائز نہیں۔

۲۔ جب غلام اپنے مالک کو اس کے انعام پر جزا دینا چاہے تو وہ سزا کے لائق ہوتا ہے۔ اور شکر سے مشتغل ہونا یہی کام ہے۔ پس یہ بھی جائز نہ ہونا چاہیے۔

۳۔ جس کو ایک بڑا بادشاہ ایک ٹکڑا روٹی کا یا ایک قطرہ پانی کا دے، اور وہ بڑی بڑی مجلسوں میں اس ادنی چیز پر بادشاہ کا شکر یہ ادا کرنے لگے، تو وہ مستحق سزا ہوتا ہے۔ اور دنیا کی تمام نعمتیں جن پر وہ شکر کرنا چاہتا ہے خدا تعالی کے خزانوں سے وہی ٹکڑے کے نسبت رکھتی ہیں۔ پس شاید وہ اس شکر کے باعث عذاب کا مستحق ہو۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ یہ عقل سے اس کا شکر کریگا تو شاید وہ طریق شکر جو اس کے لائق تھا اس کو نہ ملے اور جو شکر اس کے لائق نہ ہو وہ بجالا وے۔ پس عذاب کا مستحق ہو جاوے (یہ تو فائدہ ہونے کی شق پر کلام ہے)۔

اور جو ہم نے کہا ہے کہ بلا فائدہ بھی وجوب شکر کی صورت ناممکن ہے اس کی دو وجہ ہیں۔ اول ۔ بلا فائدہ کلام عبث کہلاتا ہے اور وہ قبیح ہے۔۲۔ وجوب کے معنی یہی ہیں کہ اس کے نہ کرنے پر عذاب و ملامت ہو۔ اور جب یہ امر مفقود ہے (چنانچہ اصل مسئلہ حسن قبح عقلی میں ثابت ہو چکا ہے) تو وجوب کیوں کر ممکن ہے۔

اعتراضات و معارضات معتزلہ
اور ان کے جوابات

فان قيل لم لا يجو ز ان يقا ل و جب لمجر د كو نه شكراً و ذلك لا ن و جو ب كل شيء لو كا ن لا جل شيء آ خر لزم التسلسل فثبت انه لا بد و ان ينتهى الى ما يكو ن وا جباً لذاته، و عند نا الشكر وا جب لنفس كو نه شكرا كما ان دفع الضرر عن النفس وا جب لنفس كو نه دفعاً للضرر و لذلك فان العقلاء يعلمو ن و جو به عند ما يعلمو ن كو نه شكر ا للنعمة و ان لم يعلموا جهة من جها ت الو جو ب۔

نز لنا عن هذا المقا م فلم لا يجوز ان يقا ل و جب الشكر عليه لد فع ضرر ا لخو ف و ذلك لا نه يجوز ان يكون خا لقه طلب منه اقصى الشكر على ما انعم عليه فلو لم يقدم على الشكر كان مستو جبا للذم و العقا ب۔

اقصى ما فى البا ب ان يقا ل انه كما يجو ز هذا يجو ز ايضاً ان يكو ن قد منعه من الشكر لتلك الو جو ه ا لا ربعة المذكورة فى ا لاستد لا ل لكن الظن ا لاول اغلب لا ن المشتغل بالخدمة و المواظب على الشكر احسن حالا من المعرض عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخد مة و المتغا فل عن الشكر ۔

و اما تمثيل نعم الله تعا لى بكسرة الخبز فليس بجيد لان خلقه العبد و احياء ه و اقداره و ما منحه من كما ل العقل و تمكنه من انوا ع النعم اعظم من جميع خزا ئن ملو ك الد نيا ثم ما اكر مهم به بعد تمام هذه النعم من بعثة الرسل اليهم و انزا ل كتبه عليهم ۔ و قد صر ح دا ؤد و سليمانؑ با لشكر فى قو له تعا لى و قا لا الحمد لله الذى فضلنا على كثير من عباده المو منين و ليس يجب اذا كا ن تعا لى قا درا على ا ضعا ف ما منحه عبيده من النعم ان يستحقر ما منحه ايا هم كما ان الملك اذا اعطى قنا طير ذهب فا نه لا يستحقر ذلك لا جل ان خزا نته بقيت مشتملة على ا ضعا ف مضا عفةٍ على ما اعطى۔

سلمنا ان و جو به ليس لفا ئده زا ئدة فلم لا يجوز ذلك ۔ قوله انه عبث و العبث قبيح ۔ قلنا انتم تنكرو ن القبح العقلى فكيف تمسكتم به فه هذا المو ضع

سلمنا ان ما ذكر تموه يوجب ان لا يجب الشكر عقلاً لكنه يوجب ا يضاً ان لا يجب شر عا فا نه يقا ل انه تعا لى او جبه لا و جبه اما الفا ئده او لا لفا ئدة الى آ خر التقسيم و لما كا ن ذ لك با طلا با لاتفاق فلذا لما ذكر تموه

سلمنا صحة دليلكم و لكنه معا ر ض بو جوه

الاول ان و جوب شكر المنعم مقرر فى بدا هة العقول و ما كان كذ لك لم يكن ا لاستد لا ل على نقيضه قا د حاً فيه ۔

الثا نى و هو ان من و صل الى طر يقين و كا ن ا حد هما آ منا و ا لآ خر مخو فا فا ن العقل يقتضى سلو ك الطر يق ا لآ من دو ن الطر يق المخو ف و ههنا الاشتغا ل بالشكر طر يق آمن و الاعرا ض عنه مخو ف۔ فكا ن ا لاشتغا ل با لشكر اولى۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثا لث انه لو لم يجب الشكر فى العقول لم يجب طلب معر فة الله تعا لى ا يضاً لا نه لا فر ق فى العقل بين البا بين و لو لم يجب طلب معرفة الله فى العقو ل لز م افحا م الا نبياء لا نهم اذا ظهروا المعجزة قا ل المد عوو ن لهم لا يجب علينا النظر فى معجز تكم ا لا با لشرع و لا يستقر الشر ع ا لا بنظر نا فى معجز تكم فا ذا لم ننظر فى معجز تكم لا نعرف و جو ب ذلك علينا و ذلك يقتضى افحا م الرسل علهم السلا م

(ترجمہ:۱۔اگر کوئی معتزلی وغیرہ اعتراض کرے کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شکر بذات خود شکر ہونے کے سبب سے واجب ہے اس کے وجوب کے لئے اور وجہ تلاش کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ سلسلہ وجوہات ختم نہ ہو۔ جو وجہ نکالی جاوے اس کی وجہ اور نکالنی پڑے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ شکر بذات خود واجب کہا جاوے۔ چنانچہ دفع ضرر ہونے کے سبب سے واجب ہے۔ اس لئے عقلاء بحر دعلم اس بات کے کہ وہ شکر ہے اس کو واجب جانتے ہیں اگر چہ اس کی وجہ نہیں پہچانتے۔

۲۔ہم نے اس بات کو چھوڑا۔ پھر بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ شکر ضرر خوف کے اٹھانے کے لئے واجب ہے کیونکہ احتمال ہے کہ اس کے خالق نے اس سے بعوض نعمت پرلے سرے کا شکر چاہا ہوسو اگر یہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوگا تو عذاب کا مستحق ہوگا۔

۳۔اس میں بھی بہت کہو گے تو یہ کہو گے کہ جیسا یہ احتمال ہے ویسا ہی شکر کی ممانعت کا بھی احتمال ہے۔ چنانچہ تم نے چار وجہ سے اس کو مدلل کیا ولیکن احتمال اول یعنی شکر کا طلب کرنا غالب ہے۔اس لئے کہ خادم اور شکر کا ملتزم، بے پرواہ اور غافل سے اچھا ہوتا۔

۴۔اور جو ٹکڑے کی تمثیل لائے ہو وہ اچھی نہیں اسلئے کہ خدا کا بندہ کو پیدا کرنا، نیک و بد کی طاقت دینا، عقل عطا کرنا، اقسام نعمتوں پر قادر کرنا، تمام سلاطین دنیا کے خزانوں سے بڑی چیز ہے۔ پھر ان نعمتوں کے بعد رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا اتارنا۔

اسی واسطے داؤد وسلیمانؑ نے کھول کر کہا ہے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے مومن بندوں پر بزرگی دی ہے، اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جس حالت میں خدا ان نعمتوں کی نسبت جو بندوں کو اس نے دی ہیں بہت سی نعمتوں کا مالک وقادر ہے تو وہ ان نعمتوں کو جو بندوں کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے چکا ہے ذلیل سمجھے جیسے کوئی بادشاہ اگر کسی کو بہت سے خزانے بخش دے تو وہ اس نظر سے کہ اس کے پاس اس کی نسبت کئی حصہ زیادہ باقی ہیں ان دیئے ہوئے خزانوں کو حقیر نہیں سمجھتا۔

۵۔ ہم نے یہ بھی مانا کہ شکر کا کوئی فائدہ بن نہیں سکتا۔ ولیکن یہ امر یعنی بلا فائدہ شکر کیوں کیوں منع ہے؟ اس کی وجہ جو تم نے بیان کی ہے کہ وہ عبث کہلاتا اور عبث قبیح ہوتا، اس میں ہم کہتے ہیں کہ تم تو (حسن و) قبح عقلی کے قائل نہیں پھر یہاں اس سے کیوں دست آویز کرتے ہو۔

۶۔ ہم نے یہ بھی مانا کہ تمہاری دلیل سے ثابت ہوا کہ شکر بحکم عقل واجب نہیں ہے ولیکن اسی دلیل سے یہ بھی تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ بحکم شرع بھی واجب نہ ہو۔ کیونکہ اس میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر خدا نے شکر واجب کیا ہے تو کسی فائدہ کے لئے واجب کیا ہے یا بلا فائدہ۔ فائدہ کے لئے کہو تو ممکن نہیں۔ نہ خدا کو اس سے فائدہ نہ بندوں کو۔ بے فائدہ کہو تو عبث ہے اور یہ امر تمہارے نزدیک بھی باطل ہے۔ ایسا ہی وہ جو تم نے ہمارے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔

۷۔ ہم نے یہ بھی مانا کہ تمہاری دلیل صحیح ہے ولیکن اس کے مقابلہ میں دلائل مثبت وجوب شکر بھی موجود ہیں:

دلیل اول۔ وجوب شکر منعم بداہت عقل سے ثابت ہوتا ہے اور جو ایسا بدیہی امر ہو اس کے خلاف پر دلیل کچھ اثر نہیں رکھتی اور اس کو توڑ نہیں سکتی۔

دلیل دوم۔ جو دو راستوں پر پہنچے جن میں سے ایک امن کا راستہ ہو دوسرا خوف کا، تو اس کی عقل بھی چاہتی ہے کہ امن کے راستہ چلے، نہ براہ خوف۔ اور طریق شکر میں امن ہے اور اس سے بے پرواہ ہونا سبب خوف۔ پس اشتغال شکر بہتر ہوا۔

دلیل سوم۔ اگر شکر خدا بحکم عقل واجب نہ ہو تو خدا کی معرفت بھی واجب نہ ہو کیونکہ اس میں اور اس میں کچھ فرق نہیں۔ اور اگر خدا کی معرفت بحکم عقل واجب نہ ہو تو رسولوں کا ساکت کر دینا لازم آوے۔ اس لئے کہ جب رسول معجزہ ظاہر کریں گے تو لوگ ان کو یہ کہہ سکیں گے کہ تمہارے معجزہ میں فکر کرنا بجز حکم شرع ہم پر واجب نہیں۔ اور شرع کا قرار پانا بجز ہمارے فکر و تامل کے تمہارے معجزات میں ممکن نہیں۔ جب ہم تمہارے معجزہ میں نظر نہ کریں گے تو ہم اس وجوب کو نہ جانیں گے۔ اس میں رسول ساکت ہو جائیں گے)۔

و الجوا ب

قو له۔ لم لا یجوز ان یجب الشکر لنفس کو نه شکراً۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قلنا قو لنا لو و جب لو جب اما لفا ئدة او لا لفا ئدة تقسيم دائر بين النفى و ا لاثبا ت فلا يحتمل الثا لث البته

و ايضاً فقو لكم انه و جب لكو نه شكرا معناه ان كو نه شكرا يقتضى تر تب الذم او العقا ب على ترك و هذا دا خل فيما ذكرناه فلا يكو ن هذا قسما زا ئدا على ما ذكر ناه ـ

قو له ، انما و جب عليه دفعا لضررا لخو ف

قلنا، و قد بينا ان الخو ف حا صل فى فعل الشكر كما انه حاصل فى تر كه ـ و اذا حصل الخو ف على الامرين لان البقاء على التر ك بحكم ا لا ستصحا ب اولى ـ فا ن لم يثبت اولوية التر ك فلا اقل من ان لا يثبت القطع بو جوب الفعل

قوله ، ا لاشتغا ل بالخد مة اولى ـ

قلنا هذا مسلم فى حق من يفر ح بالخد مة و يتا ذى بالاعراض. فا ما فى حق من لا يجوز الفر ح و انعم عليه محال ـ و ايضاً فمثل هذه التر ا جيح لا تفيد الا الظن

قو له ـ لا يجوز تشبيه نعم الله بكسرة الخبز ـ

قلنا، التشبيه واقع فى النسبة لا فى المقدار ـو نحن لا نشك ان جميع نعم الد نيا با لا ضا فة الى خزا ئن الله تعا لى اقل من الكسرة با لا ضا فة انى خزا ئن ملو ك الد نيا

قو له، الحكم يكو ن العبث قبيحا لا يصح ا لا مع القول بالقبح العقلى و انت لا تقو ل به ـ

قلنا، ان اصحا بنا ر حمه الله انما تكلموا فى هذه المسئلة بعد تسليم التقبيح العقلى ليبينوا ان كلام المعتز له سا قط فى هذا الفرع مع تسليم ذلك ا لا صل

قو له ،هذا يقتضى ا ن لا يحسن ايجا ب الشكر من الله تعا لى ـ قلنا غر ضنا من الد ليل الذى ذكر ناه بيا ن انه لو صح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التحسين و التقبيح العقلى لما امكن القول با يجا ب الشكر لا عقلا و لا سمعا و قد ثبت لنا ذلك

بقى ان يقا ل فا نتم كيف او جبتمو ه شر عا

قلنا لا ن من مذ هبنا انه لا يجب تعليل احكا م الله تعا لى و افعا له با لاعرا ض فله بحكم الما لكية ان يوجب ما شاء من غير فا ئدة و منفعته ا صلاً و هذا مما لا يتمكن الخصم من القول به

(ان اعتراضات ومعارضات کے جواب

۱۔ ان کا یہ کہنا کہ شکر بذات خود واجب ہوسکتا ہے، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا یہ قول واجب ہوگا تو دو ہی صورت سے ہوگا۔ فائدہ کے لئے یا بلا فائدہ۔ یہ ایسی تقسیم ہے جو نفی و اثبات دو قسم متناقض میں دائر ہے جس میں تیسری قسم کا احتمال نہیں (پس اگر بذات خود واجب ہوا تو ان دو قسموں سے خارج نہ ہوگا اور یہ دونوں ناممکن ہیں۔ پس واجب ہوگا تو کیونکر ہوگا) اور تمہارا یہ کہنا کہ وہ شکر ہونے کے سبب واجب ہے، اس کے یہی معنی ہیں کہ اس کا شکر ہونا اس کے ترک پر عذاب کا مقتضی ہے۔ یہ کچھ نیا قسم نہیں ہے۔ انہیں اقسام میں داخل ہے جن کو ہم ناممکن کہہ چکے ہیں۔

۲۔ ان کا یہ قول کہ وہ دفع ضرر خوف کے لئے واجب ہے، اس میں ہم کہتے ہیں کہ ہم (بوجوہ ارجعہ) بیان کر چکے ہیں کہ فعل شکر میں بھی خوف موجود ہے، جیسا اس کے ترک میں (تمہارے نزدیک) ہے۔ اور جب دونوں امر میں خوف ہوا تو ترک شکر پر قائم رہنا بحکم استصحاب (ایک چیز کو اس کے سابق یا اصلی حالت پر رہنے دینا) بہتر ہوا۔ یہ بہتری ثابت (و مسلّم) نہ ہو تو کم سے کم اتنا تو ثابت ہوا کہ وجوب فعل شکر یقینی نہیں ہے۔

۳۔ ان کا یہ کہنا کہ خدمت میں لگے رہنا غفلت و بے پروائی سے بہتر ہے، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ اس شخص کی نسبت مسلّم ہے جس کو خدمت سے فرحت پہنچے، اور نوکر کی بے پروائی سے تکلیف ہو۔ اور جو غم و فرحت دونوں سے پاک ہو، اس کی نسبت یہ تجویز ناممکن ہے۔ علاوہ ایسی وجوہات سے بجز ظن کچھ حاصل نہیں ہوتا (اور اثبات وجوب کے لئے قطعیت بکار ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ ان کا یہ قول کہ ٹکڑے سے تشبیہ دینی صحیح نہیں ہے۔ اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں تشبیہ ایک نسبت میں دی گئی ہے نہ مقدار میں۔ اور اس میں ہم کو شک نہیں ہے کہ دنیا کی تمام نعمتیں بہ نسبت خزائن الٰہی اس ٹکڑے سے بھی کم ہیں۔

۵۔ ان کا یہ قول کہ عبث کو قبیح کہنا حسن و قبح کو عقلی کہنے کے سوائے صحیح نہیں، اور تم اس کے قائل نہیں۔ اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے معتزلہ کے حسن و قبح کو بطور تنزل مان کر یہ گفتگو کی ہے، اور معتزلہ کو یہ بات سجھائی ہے کہ معتزلہ کا حسن و قبح کو عقلی مان کر پھر بحکم عقل شکر کو واجب کہنا ساقط الاعتبار ہے۔ یعنی حسن و قبح کو عقلی مان کر وجوب شکر کا ثبوت ناممکن ہے۔ (اور یہ دلیل ہمارے علماء کی الزامی ہے)

۶۔ ان کا یہ قول کہ تمہاری دلیل اس بات کی مقتضی ہے کہ شکر بحکم خدا بھی واجب نہ ہو، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس دلیل سے ہمارا یہ مقصود ہے کہ اگر حسن و قبح عقلی صحیح ہو تو وجوب شکر سے قائل ہونا عقلاً ہو خواہ شرعاً ممکن نہیں ہے۔ سو ثابت ہو چکا ہے۔

رہا یہ سوال کہ تم نے شکر کو بحکم شرع کیونکر واجب سمجھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں خدا کے افعال و احکام کا کسی غرض کے سبب سے ہونا ضروری نہیں ہے (یعنی اس کے افعال معلل بالاغراض نہیں)

اس کو اپنے مالک ہونے کی جہت سے اختیار ہے کہ جس شخص پر جو کچھ چاہے واجب کرے گو اس میں کچھ فائدہ منفعت نہ ہو اور یہ بات ہمارے خصم یعنی معتزلہ وغیرہ نہیں کہہ سکتے (اس لئے کہ وہ حسن و قبح اشیاء کو عقلی کہتے ہیں اور جس چیز کا حسن عقلاً ثابت نہ ہو اس کا صدور خدا سے محال جانتے ہیں) پس یہ سوال ہمارے اوپر سے اٹھ گیا (اور ان پر ویسا ہی قائم رہا)۔

(حاشیہ: مترجم محمد حسین کہتا ہے اس مذہب پر عقلی دلیل یہ ہے کہ اغراض سے استغنا اس خداوند تعالیٰ کے مفہوم حقیقت میں داخل ہے اور اس کی صمدیت اور قیومیت اور وجوب وجود کے لئے ذاتی لازم۔ اور نقلی دلائل بہت سی آیات ہیں۔ از انجملہ یفعل اللہ ما یشاء، و از انجملہ ان اللہ یحکم ما یرید۔ و از انجملہ لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون۔ بنا بر اس مذہب کے اشعریہ (جن میں جناب مصنف ہیں) یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس شکر کو ہم قبل ورود شرع واجب نہ کہہ سکتے اور اس کی وجہ حصول منفعت یا دفع مضرت نہ بتا سکتے، اس کو ہم بحکم خداوند تعالیٰ واجب کہیں گے گو پھر بھی اس کی کوئی وجہ نہ پاویں۔ اور جس کفر کو ہم قبل ورود شرع حرام نہ کہتے اور اس کی حرمت کی وجہ (خوف مضرت یا فوت منفعت) بیان نہ کر سکتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو ہم بحکم خداوندی حرام ٹھہرائیں گے۔ گو اس کی اور وجہ حرمت پھر بھی بیان نہ کر سکیں۔ اور ماتریدیہ (جن کے ساتھ اس مسئلہ میں ہم متفق ہیں) یہ کہہ سکتے ہیں کہ کفر میں فی نفسہ برائی تھی اور خدا کی ناخوشی (جس کو ہم آپس میں کے کفر میں دیکھتے اور قبل ورود شرع اس کو خدا کے کفر میں تجویز نہ کر سکتے) اس لئے خدا نے اس کو حرام فرمایا۔ اور اس کو سبب نقصان و حرمان ٹھہرایا اور شکر میں فی نفسہ خوبی تھی اور خدا کی خوشنودی (جس کو ہم آپس میں کے شکر میں مشاہدہ کرتے اور شکر خدا میں قبل ورود شرع اس کو تجویز نہ کر سکتے) اس لئے خدا نے اس کو واجب کیا، اور اس کو ہمارے فائدہ کا سبب ٹھہرا دیا۔ فقال عز من قال: لئن شکر تم لا زید نکم و لئن کفر تم ان عذا بی لشدید۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی کہتے ہیں کہ جس شکر کو خدا تعالی دوست رکھتا ہے اس کا وہ محتاج نہیں اور نہ وہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور جس کفر کو ناپسند فرماتا ہے اس میں اس کا ضرر نہیں اور نہ تکلیف پاتا ہے۔ کما قال ھو بنفسہ: ان تکفروا فا ن اللہ غنی عنکم و لا یر ضی لعبادہ الکفر و ان تشکروا یر ضہ لکم۔ اب اگر کوئی اس کی وجہ پوچھے اور یہ سوال کرے کہ شکر و کفر میں اس کی ذاتی منفعت و مضرت نہیں تو وہ شکر کو درست کیوں رکھتا ہے اور کفر کو برا کیوں سمجھتا ہے، اور جس حالت میں وہ بندوں کا مالک و متصرف ہے اور ان کو بلا واسطہ سبب نفع و ضرر پہنچا سکتا ہے، تو پھر اس نے شکر و کفر کو سبب نفع و نقصان کیوں ٹھہرایا۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ اس کی وجہ ہم نہیں جانتے، اور باوجود نہ جاننے کے اس کو تسلیم کرنا بحکم مقدمہ رابع صحیح سمجھتے ہیں، جیسے کہ ہم خدا کے افعال (عالم کو پیدا کرنا، اور ان کو خاص خاص صفتیں صورتیں عطا کرنا) کی وجہ نہیں جانتے و مع ذلک بلا چون و چرا ان کو تسلیم کر رہے ہیں۔ جو ہماری اس تسلیم کو ناجائز بتلاوے اور خدا کی ہر بات کا تسلیم کرنا دریافت وجہ پر موقوف ٹھہراوے وہ افعال ذیل کے وجوہات بتلاوے: ۱۔ خدا نے عالم کو کیوں بنایا۔ ۲۔ اگر کہو اظہار قدرت یا طلب عبادت کے لئے تو پھر یہ سوال ہے کہ اس کو اظہار قدرت یا عبادت کی کیا حاجت تھی۔ ۳۔ انسان کو ناطق اور گدھے کو ناہق کیوں کیا ۴۔ آگ کو جلانے والی اور پانی کو بجھانے والا کیوں بنایا۔ ۵۔ آفتاب کو بذات خود روشن اور چاند کو بذات خود مظلم کیوں کر دیا۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور اگر ان افعال کی وجوہات بیان نہ کر سکے اور ان سوالات کو تجویز مجہولیت ذاتیہ (مجہولیت ذاتیہ کی تفسیر کتب فلسفہ و منطق میں موجود ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ذات و ذاتیات، مثلاً انسان اور اس کا ناطق ہونا، ایک ہی دفعہ بنائے گئے ہیں۔ ایسا نہیں ہوا کہ انسان کو پہلے بنایا گیا ہو پھر بجعل مستانف اسکو ناطق کیا گیا ہو۔ بناء علیہ ذاتیات کا، ذات کے لئے ثبوت بسبب جدید نہیں ہوتا۔ اور اس میں یہ سوال کہ انسان کو ناطق کیوں کیا؟، فلاسفہ کے نزدیک صحیح نہیں سمجھا جاتا) کے متضمن سمجھ کر فضول قرار دے تو انہیں افعال الٰہی پر احکام الٰہی کو خیال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرلے اور اس سوال کو ان سوالات کی طرح فضول سمجھے ۔

اس جواب کی تسلیم میں ہمارے مخاطبین اہل اسلام معتزلہ اور نیچریہ کو جائے کلام نہیں ۔ اور افعال واحکام الٰہی کو بلا تفاوت یکساں ماننے میں کوئی عذر نہیں ۔ رہے وہ لوگ جو نبی کو نہیں مانتے ۔ اور انسان کے مکلّف باحکام ہونے کو حق نہیں جانتے ۔ سوالبتہ اس میں یہ کہیں گے کہ آفتاب یا انسان یا اور مخلوقات کو تو ہم آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے ان کو جس صفت یا کیفیت پر دیکھتے ہیں اس کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں گو اس کی پیدائش کی وجہ نہیں جانتے ۔ انسان کے مکلّف باحکام ہونے کو ہم ایسا محسوس کہاں پاتے ہیں کہ اس کو مان لیں اور بلا دریافت اس کی وجہ وکیفیت کے اسکو حق جان لیں ۔ ان کی اس بات کا جواب عنقریب دیا جاوے گا اور بدلائل عقلیہ یہ امر ثابت کیا جاوے گا کہ جیسے انسان کا وجود وجسم آنکھ سے نظر آتا ہے ویسا ہی اس کا مکلّف باحکام ہونا بچشم عقل دکھائی دیتا ہے)

و اما قوله ۔ و جو ب الشكر معلوم بالضرورة ۔

قلنا، فی حق من يسره الشكر و يسو ء ه الكفرا ن اما فی حق من لا يكو ن كذلك فلا نسلم ۔

فا ن قلت، بل و جو به على الاطلاق معلوم با لضرورة و انت مكا بر فی ذلك الا نكار

قلت، احلف با لله و بالا يما ن التی لا مخا ر ج عنها انی راجعت عقلی و ذهنی و طر حت الهوى و التعصب فلم اجد عقلی قا طعا بذ لك فی حق من لا يصح عليه النفع و الضرر بل و لا ظا نا فا ن كذ بتمو نا فی ذلك كا ن ذلك لجا جا و لن تسلموا ايضاً من المقا بلة بمثله

و اما قو له، تر جيح الطر يق ا لامن على الطر يق المخو ف من لوازم العقل ۔

قلنا، نعم لكنا بيّنا ان كلا الطريقين مخو ف فو جب التوقف

قو له، انه يفضی الى افحا م ا لا نبياء ۔

قلنا، العلم بو جو ب النظر و الفكر ليس ضرور يا، بل نظر يا فللمد عوا ان يقو ل انما يجب علىّ النظر فی معجز تك لو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظرت فعرفت و جو ب النظر لكنى لا انظر فى انه هل يجب علىّ النظر ام ل۔ا و اذا لم انظر فيه لا اعر ف و جو ب النظر فى معجز تك فيلز م ا لا فحا م

فا ن قلت بل اعرف بضرورة العقل و جو ب النظر علىّ ۔

قلت هذا مكا برة لا ن و جو ب النظر علىّ يتو قف على العلم بان النظر فى هذه الامور ا لا لهية يفيد العلم و ذلك ليس بضرورى بل نظرى خفى فان كثيرا من الفلا سفة قا لوا فكرة العقل تفيد اليقين فى الهند سيات و الحسا بيا ت فا ما فى ا لا مور ا لا لهية فلا تفيد ا لا الظن ۔ ثم بتقدير ان ثبت كونه مفيد ا للعلم فا نما يجب ا لا يتا ن به لو عر ف ان غيره لا يقو م مقا مه فى افا دة العلم و ذلك مما لا سبيل اليه ا لا بالنظر الد قيق

و اذا كان العلم لو جو ب النظر مو قو فاً على ذنبك المقا مين النظر يين و المو قو ف على النظرى او لى با ن يكو ن نظر يا كا ن العلم بو جو ب النظر نظر يا لا ضرو ريا د حٍ يتحقق ا لا لزا م فكل ما يجعله الخصم جوا با عن ذا لك فهو جوا بنا عما ذكروه ۔ هذا آ خر كلا م الرازى فى المحصو ل

(۷۔ اور جوانہوں نے (ہمارے معارضہ میں دلائل قائم کئے ہیں وازانجملہ دلیل اول میں) کہا ہے کہ وجوب شکر بداہتہً معلوم ہے۔اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ جس کو شکر سے سرور پہنچے اور کفر سے اس کو رنج پہنچے اس کے حق میں یہ بداہت مسلّم ہے ولیکن جو ایسا نہ ہو (جیسے خدا تعالی) اس کے حق میں مسلّم نہیں ہے۔

اس میں اگر تم کہو کہ وہ وجوب ہر کسی کے حق میں بدیہی ہے اور تم اس کے انکار میں مکابر (یعنی بے فائدہ جھگڑا لو) ہو، میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ میں خدا کی قسم اور سب قسمیں جن سے گلو خلاصی نہ ہو، کھاتا ہوں میں نے اپنی عقل اور ذہن کی طرف رجوع کیا اور نفسانیت و تعصب کو برطرف کر دیا۔ پھر میں نے اپنی عقل کو اس شخص کے شکر کی نسبت جس کو اس سے نفع و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان نہ ہو، یقین بلکہ ظن و جوب پر بھی نہیں پایا۔ پھر بھی تم ہم کو جھوٹا سمجھو تو یہ تمہارا بے فائدہ جھگڑا ہے۔ اور جو بات تم ہماری طرف منسوب کرتے ہو، ویسی بات سے تمہاری خلاصی نہیں۔

اور جو (دلیل دوم میں) کہا ہے کہ امن کی راہ کو خوف کی راہ پر ترجیح دینا عقل کا لازمہ ہے، اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ قاعدہ بے شک صحیح ہے ولیکن ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہاں دونوں راستوں میں خوف ہے۔ پس توقف کرنا بحکم استصحاب واجب ہے۔

اور جو (دلیل سوم میں) کہا ہے کہ شکر بحکم عقل واجب نہ ہو تو اس سے انبیاء کا ساکت ہونا لازم آتا ہے۔ اس میں ہم یہ کہتے ہیں کہ (جو الزام تم نے ہم پر لگایا ہے یہ تمہاری طرف عائد ہوتا ہے اسلئے کہ) دلائل میں غور وفکر کرنے کا واجب کرنا بدیہی امر نہیں ہے بلکہ نظری ہے جو فکر و تامل سے معلوم ہوتا ہے۔ بناء علیہ جب کسی شخص کو رسول اسلام کی طرف بلاوے گا تو وہ شخص یہ کہہ دے گا کہ تمہارے معجزہ میں غور و تامل کرنا مجھ پر تب واجب ہے۔ جب میں پہلے دلائل میں غور کرنے کو سوچوں اور اس کا واجب ہونا جان لوں۔ ولیکن میں اس باب میں غور نہیں کرتا (اور یہ بات کہ مجھ پر تمہارے معجزہ میں غور کرنا واجب ہے یا نہیں، نہیں سوچتا) جب اس کو نہ سوچوں گا اور تمہارے معجزہ میں فکر کرنے کو واجب نہ جانوں گا، اس میں بھی رسول کا ساکت ہونا لازم آتا ہے۔

اس میں اگر تم اعتراض کرو کہ دلائل میں غور و تامل کرنے کا وجوب ہم بداہت عقل سے جانتے ہیں، تو میں جواب میں کہوں گا کہ یہ دعوی بے فائدہ جھگڑا ہے۔ دلائل میں غور کرنے کو ہم تب واجب سمجھیں جب (دو باتوں کو) جان لیں۔ (اول یہ) کہ ایسے امور الٰہیہ میں بدلائل بحث کرنے سے یقین حاصل ہو جاتا ہے، اور یہ امر بدیہی نہیں بلکہ مخفی نظری ہے جو سوچنے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ بہتیرے فلسفیوں نے کہہ رکھا ہے کہ عقل کے غور وفکر ہندسہ و حساب کے علوم میں تو یقین حاصل ہوتا ہے، ولیکن امور الٰہیہ میں اس سے بجز ظن فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اس امر کو ہم یوں ہی مان لیں تو پھر اس فکر و استدلال کا واجب ہونا اور عمل میں آنا تب ممکن ہے جب یہ امر (دوم) ثابت ہو کہ حصول علم الیقین فکر و استدلال پر موقوف ہے۔ اس یقین کے پیدا کرنے میں کوئی اور چیز اس کے قائم مقام نہیں ہے۔ اور اس امر کی طرف بجز باریک سوچ کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ جب دلائل میں فکر و غور کرنے کا وجوب ان دو نظری امور پر موقوف ہوا اور جو نظری پر موقوف ہوتا ہے سو نظری ہوتا ہے، تو دلائل میں فکر و تامل کا وجوب نظری ہوا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس وہ الزام جو ہم پر لگایا گیا تھا معتزلہ پر ثابت ہوا۔ پس جواب اسکا جوان کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے کافی ہوگا)

اس جواب دلیل سوم کا حاصل یہ ہے کہ جیسے وجوب کے شرع سے مخصوص ہونے کی صورت میں منکر نبی، معجزہ یا دعوی نبی میں غور کرنے سے متوقف ہوسکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تمہاری بات میں غور کرنے اور اس کو مان لینے کا وجوب شرع سے ثابت ہوتا ہے، اور شرع کا ثبوت میرے فکر وغور پر موقوف ہے، پس نہ میں غور کرتا ہوں نہ وجوب شرعی کا سر پر بوجھ لیتا ہوں۔ ویسا ہی وجوب کے عقلی ہونے کی صورت میں وہ دعوت نبی یا اس کے معجزہ میں غور کرنے سے توقف کرسکتا ہے اور یہ کہہ سکتا ہے کہ تماری بات میں غور کرنا اور اس کو مان لینا بحکم عقل واجب ہوسکتا ہے اور وہ تب ممکن ہے جب میں دلائل میں غور کرنے کو واجب سمجھوں، اور بناء علیہ تمہارے معجزات میں غور کروں، ولیکن میں نہ اس باب میں غور کرتا ہوں اور نہ اس وجوب عقلی کا بوجھ سر پر لیتا ہوں۔ پھر اس پر مخالفین کا یہ اعتراض نقل کیا کہ دلائل میں غور کرنے کا عقلی وجوب بدیہی امر ہے، بناء علیہ جب معجزہ نبی کے منکر کے سامنے پیش ہوگا، وہ بحکم بداہت عقل اس میں غور کرنے کو واجب سمجھے گا۔ اور توقف کو حرام جانے گا۔ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ دلائل میں غور کرنے کا وجوب بدیہی نہیں ہے بلکہ خفی نظری جو دو نظری ثبوت پر موقوف ہے۔ امام علی بن ابی الحسین آمدیؒ نے کتاب احکام میں اس دلیل سوم کا یہ جواب دیا ہے کہ

اما المعا ر ضة بما ذكروه من افحام الرسل،

فجوا به من و جهين۔

ا لاول منع تو قف استقرا با لشرع على نظر المدعو فى المعجزة بل مهما ظهر ت المعجزة فى نفسها و كان صدق النبى فيما ادعاه ممكنا و كا ن المدعو عا قلاً متمكنا من النظر و المعر فة فقد استقر الشرع و ثبت و المد عو مفر ط فى حق نفسه ۔

الثا نى، ان الدور لازم على القا ئل با لا يجا ب العقلى لان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العقل بجو هره غير مو جب دو ن النظر و ا لاستدلا ل و الا كما خلا عا قل عن ذلك و عند ذلك فلمد عوان يقول لا انظر فى معجز تك حتى اعرف و جو ب النظر و لا اعرف و جو ب النظر حتى انظر و هو دور مفحم ۔

(شرع کا تقرر وثبوت اس منکر کے نظر وتامل پر موقوف نہیں، بلکہ جب معجزہ ظاہر ہو اور صدق نبی کا اس کے دعوی میں ممکن ہو، اور وہ شخص جس کو نبی دعوت اسلام کرتا ہے، عاقل اور غور وفکر پر قادر ہو، تو شرع خود ثابت ہو جاتی ہے۔ پھر وہ شخص نہ مانے تو قصور وار ہے۔

جواب دوم یہ کہ وہ دور جس کو تم ہم پر وارد کرتے ہو، وہ قائلین وجوب عقلی پر وارد ہوتا ہے، اس لئے کہ عقل بذات خود بلا استعانت فکر واستدلال نظر واستدلال کو واجب نہیں کرتی۔ یہ ہو تو اس سے کوئی انسان خالی نہیں، بلکہ فکر واستدلال کی مدد سے وہ وجوب نظر کی مثبت ہے۔ تب منکر کہہ سکتا ہے کہ جب تک میں دلائل میں نظر کرنے کو واجب نہ جان لوں، تیرے معجزہ میں نظر کرنے کو واجب نہیں سمجھتا۔ اور دلائل میں نظر کرنے کو واجب جاننا میری سوچ وتامل پر موقوف ہے۔ پس نہ میں سوچ میں پڑتا ہوں نہ اس وجوب عقلی کا بوجھ اٹھاتا ہوں)۔

امام غزالیؒ (معتمد علیہ مخاطبین) نے اس دلیل سوم کا ایسا جواب دیا ہے جو عوام کی سمجھ میں بخوبی آ سکتا ہے۔ آپ نے احیاء العلوم میں مسئلہ عدم وجوب طاعۃ الٰہی بحکم عقل اسی تقریر ودلیل سے جو امام رازی کے کلام میں گزری، بیان کر کے کہا ہے۔

اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم

(بابت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء

حصہ اول میں بعض مقدمات اثبات نبوت پر بحث ہے۔

حصہ دوم میں مضمون مذہب ومعاشرت تہذیب الاخلاق کا جواب ہے۔

منجانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری۔

(نیز اظہار نتیجہ استبشار، امام غزالی، اور شرح حدیث کے عنوانات سے شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کی تحریریں اس شمارے میں درج ہیں جنہیں متفرقات میں نقل کیا جارہا ہے۔ بہا)

فا ن قيل فا ذا لم يجب النظر و المعر فة ا لا با لشر ع و الشرع

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا يستقر ما لم ينظر المكلف فيه فا ذا قا ل المكلف للنبى ان العقل ليس يو جب على النظر،و الشر ع لا يثبت عندى ا لا بالنظر ،و لست اقدم على النظر ادّى ذلك الى افحا م الرسول ﷺ قلنا هذا ايضاً هى قو ل القا ئل للوا قف فى مو ضع من الموا ضع ان ورا ئك ضار باً فا ن لم تنز عج عن المكا ن قتلك و ان التفت ورا ء ك ونظر ت عر فت صدقى فيقو ل الوا قف لا يثبت صد قك ما لم التفت ورا ئى و لا التفت ورا ئى و لا انظر ما لم يثبت صد قك فيد ل هذا على حما قة هذا القا ئل و يهدفه للهلا ك و لا ضرر فيه على الها دى المر شد فكذ لك النبى ﷺ يقو ل ان ورا ء كم المو ت و دو نه السباع الضارية و النيرا ن المحر قة ان لم تا خذوا منها حذ ر كم اهلكتكم و تعرفو ن صدقى بالالتفا ت الى معجزى فمن التفت عر ف و احترز و نجا ۔ و من لم يلتفت و اصر هلك و تر دى ۔ انتهى كلام الغزا لى

(ترجمہ: اگر کوئی کہے کہ جب وجوب فکر و معرفت الٰہی شرع ہی سے ثابت ہوتا ہے۔ اور شرع بدون دلائل سوچنے اور فکر کرنے مکلّف کے قرار نہیں پاتی تو مکلّف نبی سے کہے گا کہ عقل تمہاری بات میں غور کرنے کو واجب نہیں کرتی۔ رہی شرع، سو میرے غور و تامل کے سوائے ثابت نہیں ہوتی۔ پس نہ میں غور کرتا ہوں نہ تمہاری بات کو مانتا ہوں، اس سے نبی ساکت ہو جائے گا۔

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ اس مکلّف منکر کا یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کسی شخص کو جو ایک جگہ کھڑا ہو، کہے کہ تیرے پیچھے ایک درندہ ہے، تو یہاں سے نہ ٹلے گا تو وہ تجھے مار ڈالے گا۔ اور اگر تو پیچھے پھر کے دیکھے گا تو میری بات کو سچ جان لے گا۔ اس کو وہ شخص یہ کہے کہ تیری بات کا سچ ہونا تب ہی معلوم ہوگا جب میں پیچھے پھر کر دیکھوں گا۔ اور میں پیچھے پھر کر کبھی نہ دیکھوں گا جب تک تیری بات کا سچ نہ جان لوں۔ یہ بات اس شخص کی حماقت کی دلیل ہے۔ اور اسی کو ہلاکت کے لئے نشانہ بناتی ہے۔ اس میں اس ہادی کا کچھ ضرر و نقصان نہیں ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ ارشاد کرتے ہیں کہ تمہارے پیچھے موت ہے اور اس کے بعد درندے اور جلانے والی آگ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر تم اس سے نہ بچو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور میری بات کا صدق تم میری بات میں غور کرنے سے پہچان سکتے ہو۔ پس جس نے اس میں غور کیا وہ بچ گیا اور جو ملتفت نہ ہوا وہ ہلاک ہوا)۔

ان شواہد ونقول علماء فحول سے ہماری تقریر کی پوری تائید ہوگئی۔ اور اس کی مثالوں، شکر، تریاق، کفر وزہر کی نسبت جو بات ہم نے کہی تھی اس کی تصدیق ہوئی۔ اور یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ شکر وتریاق کا نیچر اس بات پر دلیل وعلامت نہیں ہو سکتا کہ خدا اس کے عمل میں لانے سے خوش ہوتا ہے۔ اور اس کے عوض میں ثواب دیتا ہے۔ اور کفر وزہر کا نیچر اس بات پر دلیل یا علامت نہیں ہوسکتا کہ خدا اس کے استعمال سے ناخوش ہوتا ہے اور اس کے عوض میں عذاب کرتا ہے۔ جب ایسے کھلے نیچر والی چیزیں خدا کی ارادت ومرضیات کے دلائل وعلامات نہ ہوسکیں، تو دنیا کی اور کون ضرر ارادہ الٰہی پر دلیل ہوسکتی ہے۔ اور ہماری مثال سوم میں نیچریوں کی نزاع کب صحیح ہوسکتی ہے

اس بیان سے مضمون مثال سوم کی صحت وصداقت کا اتمام ہوا، اور اس کے ضمن میں اصل اصول مذہب نیچریہ کا بھی ابطال ہوگیا۔ اور اس باب میں ہم ایک مستقل بحث بھی کرنا چاہتے ہیں اس میں ہم بال کی کھال نکالیں گے اور نیچر کو (جس کو یہ لوگ بمنزلہ کتاب سمجھ کر ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں) کا ن لم یکن (گویا وہ کچھ چیز ہی نہ تھی) کر ڈالیں گے۔ ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ خدا کا نیچر اور ہے جس کے وجود سے ہم کو انکار نہیں۔ ان لوگوں کا نیچر اور ہے جس کا بجز لوچ خیالات ان حضرات کے کہیں وجود نہیں۔ اس بات کا فی الجملہ ثبوت ہم رسالہ نمبر ششم جلد دوم میں دے چکے ہیں اس سے بڑھ کر اثبات آئندہ کرنا چاہتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

مقدمہ سادسہ: انسان اپنی ملکی طاقت سے ایسے علوم کی لیاقت بھی رکھتا ہے جو حواس خمسہ کے ذریعہ سے حاصل نہ ہوں۔ اور ان چیزوں کو جان سکتا ہے جو اس کے دیکھنے سننے سونگھنے چکھنے چھونے سمجھنے سمجھانے سوچنے فکر کرنے میں نہ آویں، بیٹھے بیٹھے یا سوتے سوتے غیب الغیب سے اس کے دل میں وہ آپڑیں، گو اس کی عقل وحواس اس کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس کی تمثیل جو بمنزلہ دلیل ہے:

۱۔ رویا صالحہ یعنی سچے خواب ہیں۔ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ واقعات غیبی (جو نہ حواس سے معلوم ہو سکتے ہیں نہ عقل یا کسی اور اختیاری آلہ سے دریافت ہونے ممکن ہیں) کی نسبت بعض لوگوں کی سچی خبریں۔ سچی خوابوں کا سبب علم والا ادراک ہونا اکثر اشخاص جانتے ہیں، اور اس امر کی صداقت وہ اپنے وجدان سے پہچان سکتے ہیں۔ انسانوں میں (جن کی ملکیت بہیمیت کے زور بالکل مضمحل ومٹیا میل نہیں ہوگئی) کوئی شاذ و نادر شخص ہوگا جس کو کبھی نہ کبھی کوئی سچی بات خواب میں منکشف نہ ہوگئی ہو، اور اس کا کوئی خواب نفس الامر اور واقع کے مطابق نہ ہوا ہو۔

ہر چند اکثر اشخاص بہایم سیرت کے اکثر خواب از قسم خیالات روز مرہ ہوتے ہیں ولیکن بعض اشخاص (فی الجملہ ملکی صفت والوں کے) بعض خواب ایسے بھی ہوا کرتے ہیں جو مداخلت ومزاحمت وہم وخیال وعادت وطبیعت سے محفوظ ومبرا ہوتے ہیں۔ ومع ذلک نفس الامر اور واقع کے مطابق۔

یہ ایک وجدانی اور بدیہی بات ہے جس پر دلیل قائم کرنیکی کچھ حاجت نہیں۔ بلکہ اس کا جتا دینا اور لوگوں کو اس پر متنبہ کر دینا کافی ہے۔ جو اس میں دلیل کا مطالبہ کرے وہ اپنی ہی لوح دل ودماغ کا مطالعہ کرے۔ اور اپنے مدۃ العمر کے واقعات منافی کو غور سے دیکھے۔ اگر ان میں کوئی سچی ونفس الامری بات جس میں وہم وخیال کا دخل نہ ہو، نہ پاوے تو پھر دس بیس سو پچاس اور ہم جنس لوگوں کی خوابوں کا تفحص کرے۔ ضرور کوئی نہ کوئی سچا خواب پائے گا اور ہماری اس بات پر ایمان لائے گا۔ تفصیل اس اجمال کی (چنانچہ شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۳۵۹۔۳۶۰ میں افادہ فرمایا ہے) یہ ہے کہ:

و اما الرؤیا فهی علی خمسة اقسا م: بشری من الله، و تمثل نور ا نی للحما ئد و الرذا ئل المند ر جة فی النفس علی و جه ملکی، و تخو یف من الشیطا ن

و حد یث نفس من قبل العا دة التی اعتا د ها النفس فی الیقظة یحفظها المتخیلة و یظهر فی الحسّ المشتر ك ما اختزن فیها ۔ و خیا لات طبیعیة لغلبة ا لا خلاط و تنبه النفس بأ ذا ها فی البد ن۔

اما البشری من الله فتحقیقها ان النفس النا طقة اذا انتهز ت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فر صة عن غوا شی البد ن باسبا ب خفية لا يكا د يتفطن لها الا بعد تأ مل و افٍ استعد ت لا ن يفيض عليها من منبع الخير و الجود كما ل علمی فأ فيض عليه شیء علی حسب استعداده و ما دته العلوم المخزو نة عنده

و هذه الرؤيا تعليم الهی كا لمعرا ج المنا می الذی رأی النبی ﷺ فيه ر به فی احسن صورة فعلمه الكفا را ت و الدر جات، و كا لمعرا ج المنا می الذی انكشف فيه عليه السلام احوا ل الموتی بعد انفكا كهم عن الحيوة الد نيا ۔ كما رواه جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ و كعلم ما سيكو ن من الوقا ئع الآ تية فی الد نيا

و اما الرؤية الملكية فحقيقتها ان فی ا لا نسا ن ملكا ت حسنة و ملكا ت قبيحة و لكن لا يعرف حسنها و قبحها ا لا لمتجر د الی الصورة الملكية فمن تجر د اليها فتظهر له حسنا ته و سيآ ته فی صورة مثا لية فصا حب هذا ير ی الله تعا لی، و اصله الا نقياد للبا ری ۔ و ير ی الرسو ل ﷺ و اصله ا لا نقياد للرسول المر كوز فی صدره،ويری ا لا نوار و اصلها الطاعا ت المكتسبة فی صدره و جوا ر حه تظهر فی صورة الانوار و الطيبا ت كا لعسل و الثمن و ا للبن

فمن رأی الله أو الرسو ل أو الملا ئكة فی صورة قبيحة و فی صو رة الغضب فليعرف ان فی اعتقا ده خللاً و ضعفاً و ان نفسه لم تتكمل، و كذا لك ا لا نوار التی حصلت بسبب الطهارة تظهر فی صورة الشمس و القمر

و اما التخو يف من الشيطا ن فو حشة و خو ف من الحيوا نا ت الملعو نة كا لقرد، و الفيل، و الكلا ب، و السو دان من الناس، فا ذا رأی ذلك فيتعوذ با لله و ليتفل ثلا ثا عن يسا ره و ليتحو ل عن جنبه الذی كا ن عليه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(خواب پانچ قسم ہیں۔اول الہی خواب،یعنی بشارات وتعلیمات الہیہ (جن کے اثبات کے ہم درپے ہیں)۔قسم دوم۔اخلاقی خواب جن میں نیک وبد اخلاق کی مثالی صورتیں انسان اپنی ملکی طاقت سے دیکھ سکتا ہے۔قسم سوم۔شیطانی خواب۔یعنی شیطانی وسوسے اور ڈراوے (جیسے کسی کا سر کچلا جاوے یا کوئی بندر، کتا، ڈراوے)۔قسم چہارم۔خیالی خواب یعنی ان امور کے خیالات جو انسان کی عادات روزمرہ میں داخل ہیں اور اس کی قوت متخیلہ میں جمع رہتے ہیں اور بوقت خواب اس کی حس مشترک میں نمایاں ہوتے ہیں (چنانچہ صراف کو اشرفیوں کی خواب آتی ہے، سپاہیوں کو لڑائیوں کی۔اڈیٹر اخبار کو اخبار کے مضمون سوجھتے ہیں۔منطقی کو منطقی مضامین خواب میں آتے ہیں۔اسی جگہ سے مثل مشہور ہوگئی ہے۔بلی کو چھچھڑوں کے خواب)۔قسم پنجم طبعی واخلاطی خواب۔یعنی وہ خیالات جو بدن انسان میں اخلاط (مثلاً بلغم۔صفرا) کے غالب ہو جانے اور نفس انسانی کے اس سے تکلیف پانے کے سبب خواب میں بصورت مناسب اخلاط نمایاں ہوتے ہیں (جیسے صفراوی انسان خواب میں آگ دیکھتا ہے اور اس کی گرمی سے تکلیف پاتا ہے اور بلغمی پانی دیکھتا ہے اور جس کے بدن میں فضلات (بول براز، منی وغیرہ) جمع ہوں وہ خواب میں بیت الخلاء اور عورتوں کے اردگرد پھرتا ہے۔وعلی ہذا القیاس)۔

قسم اول کی حقیقت یہ ہے کہ نفس انسانی جب حجابات بدن سے بوقت خواب فرصت پاتا ہے تو وہ فیضان الہی کیلئے مستعد ہو جاتا ہے۔یہ خواب تعلیم الہی ہیں جیسے خواب کا معراج جس میں آنحضرت ﷺ نے خدا تعالی کو اچھی صورت میں دیکھا۔اور خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو کفارات ودرجات کے کام سکھائے، یا وہ خواب کا معراج جس میں آنحضرت ﷺ پر مردوں (اموات) کا احوال منکشف ہوا۔

قسم ثانی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان میں اچھے اور برے اخلاق وملکات ہوتے ہیں۔ولیکن اپنے ان ملکات کو وہ جان سکتا ہے جو بہیمیت چھوڑ کر ملکیت سے موصوف ہو جاتا ہے۔پس جس کو بہیمیت سے تجرد ہو جاتا ہے وہ اپنی بھلائیوں اور برائیوں کو بصورت مثالی محسوس دیکھتا ہے۔

ایسا شخص خدا تعالی کو خواب میں دیکھتا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کا مطیع ہے اور رسول کو خواب میں دیکھتا ہے جو اطاعت رسول کی صورت مثالی ہے۔اور نور دیکھتا ہے جو دراصل طاعات ہیں جو نور اور ستھری چیزوں (جیسے شہد، گھی، دودھ) کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اور جو شخص خدا تعالی یا رسول یا فرشتوں کو بری یا غصے کی صورت میں دیکھے وہ یہ جان لے کہ ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورتوں کی برائی اس کے اعتقاد کی برائی ہے اور اس کا نفس ہنوز کمال کو نہیں پہنچا۔ اسی طرح جو نورانیت اس کو پاکیزگی کے سبب حاصل ہوتی ہے وہ چاند اور سورج کی صورت میں نمایاں ہے۔ قسم ثالث (کی حقیقت کی تشریح ہم پہلے کر چکے ہیں کہ) وہ برے حیوانات، بندر، ہاتھی، کتے اور کالے کالے آدمیوں سے ڈراوا ہوتا ہے۔ جو کوئی ایسی چیزیں دیکھے وہ بائیں طرف تھوک دے اور اپنی کروٹ کو بدل ڈالے)

(حاشیہ۔ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے جو ایسے مکروہ خواب دیکھے وہ شطان کی برائی سے خدا کی پناہ مانگے اور اپنے بائیں جانب تھوک دے اور جس کروٹ (وہ خواب دیکھے) اس کو بدل ڈالے۔ اس کو اس خواب کا ضرر نہ پہنچے گا)

اسی طرح قسم رابع و خامس کی حقیقت بذیل بیان ان اقسام کے ہم بیان کر چکے ہیں۔ منجملہ ان اقسام خمسہ کے ہمارا مقصود و محل بحث قسم اول ہے اور ہمارا یہ دعوی ہے کہ اقسام چہارگانہ سے علاوہ اس قسم کا وجود بھی ایک واقعی اور وجدانی امر ہے اور اس کے موجود ہونے اور اس کے اقسام چہارگانہ سے جدا ہونے میں کسی کو مجال شک و نزاع نہیں گو اس کے بیان حقیقت و تشریح انیت میں گنجائش نزاع ہے۔

ہم کسی ہندو یا قدیمی مسلمان یا عیسائی یا یہودی کو اس کے وجود میں متردد نہیں سمجھتے۔ اور اس بات کا منکر نہیں پاتے کہ بعض اوقات میں بعض اشخاص کو خواب میں ایسا امر منکشف ہو جاتا ہے جو پہلے سے اس کے وہم و خیال میں نہیں آتا اور نہ اس کے اخلاق یا طبیعت کو اس سے تناسب ہوتا ہے، ومع ذلک وہ امر واقع اور نفس الامر کے مطابق نکلتا ہے۔ مگر آج کل کے نئے مسلمان (جو نیچری کہلاتے ہیں) اس وجدانی و بدیہی امر سے منکر ہیں اور بلا تفصیل خوابوں کو بے اعتبار بناتے ہیں۔ اور تعبیر خوابوں کی نسبت برملا کہتے ہیں کہ یہ بھی منجملہ ان برائیوں کے ہے جن کے عذاب میں قدیم و جدید مذاہب اعلی سے ادنی تک (جن میں اسلام بھی داخل ہے) پھنس رہے ہیں (یہ بات سید احمد خان کے ایک ہم مذہب نے کہی ہے۔ اور آپ نے تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ کے صفحہ ۳۸ میں درج فرمائی ہے جس کی اصل عبارت یہ ہے:

ہم بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ زمانہ قدیم میں بھی اور زمانہ حال میں سب ملکوں میں مذہب خواہ اعلی درجہ کا ہو، خواہ ادنی درجہ کا، ایسے عذابوں میں پھنس جاتا ہے کہ وہ علم نجوم اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیمیا سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ خیال پرستی، توہمات باطلہ، سحر جادو، خوابوں کی تعبیر، فال گوئی ، شگون، پیش گوئیاں، عالم الغیبی، غرض ایسی ہی ہزاروں برائیاں اس میں پھیل جاتی ہیں۔،

یہ عبارت صاف ناطق ہے کہ یہ حضرت خواب یا تعبیر خواب کو عموماً ایسا جانتے ہیں جیسا خیال پرستی یا فال گو ئی یا اور برے کام جو فریبیوں اور بے دینوں سے سرزد ہوتے ہیں)

ولیکن ان کا یہ انکار با وجود مسلمان ہونے کے محل تعجب ہے اور ان کا اسلام معلوم نہیں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ جس حالت میں بانی مذہب اسلام (خدا اور اس کا رسول) سچی خوابوں کا وجود ثابت کر رہے ہیں اور تعبیر خواب کو معتبر ٹھہراتے ہیں تو پھر یہ حضرات سچی خواب یا تعبیر خواب کا اعتبار کیوں نہیں کرتے۔ اور اس باب میں خدا اور رسول کی بات کیوں نہیں مانتے۔ ہر چند اس امر کے اثبات میں قبل اثبات نبوت منکرین نبوت کے سامنے اللہ اور رسول کی کلام سے استدلال و احتجاج مناسب نہیں ہے ولیکن ان حضرات (قائلین نبوت و بظاہر مصدق کلام خدا و کلام حضرت رسالت) کے مقابلہ میں اللہ اور رسول کی کلام سے استدلال جائز ہے۔ لہذا اس کے ثبوت و شہادت میں چند آیات و احادیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی سورہ یوسف کے پہلے رکوع میں فرماتے ہیں:

اذ قال یوسف لا بیهِ یا ابتِ انّی رأیت احد عشر کو کباً و الشّمس والقمر رأیتهم لی سا جد ین ۔ قال یا بنیّ لا تقصص رء یاك علی اخو تك فیکیدوا لك کیداً ۔ انّ الشّیطا ن للانسان عدو مّبین ۔ و کذا لك یجتبیك ر بّك و یعلّمك من تأویل الاحادیث۔(یو سف : ٦:٤) (یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا میں نے گیارہ ستارے اور سورج چاند اپنی طرف سجدہ کرتے ہوئے دیکھے ہیں (ان کے باپ یعقوبؑ) نے کہا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنائیو وہ تیرے خلاف میں تدبیریں کریں گے، شیطان (ایسی تدبیریں سکھانے والہ) انسان کا دشمن ہے (اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ) سی طرح خدا تجھے برگزیدہ (یعنی نبی) کرے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر سکھا دے گا)۔

پھر اس کے پانچویں رکوع میں فرمایا:

و د خل معه السّجن فتیا نِ ۔ قال احد هما انّی ارا نی اعصِر خمراً۔ و قال الآ خر انّی احمل فوق رأسی خبزاً تأ کل الطّیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منه ۔ نبّئنا بتا ویله انّا نر اك من المحسنین ۔(یوسف:۳۶)

(یوسفؑ کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان اور گئے ۔ایک بولا میں خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ انگور کا پانی نچوڑ رہا ہوں ۔ دوسرا بولا میں خواب میں اپنے سر پر روٹی اٹھا رہا ہوں ۔ہم کو ان خوابوں کی تعبیر بتاؤ،تم ہمیں نیک بخت معلوم ہوتے ہو)۔

حضرت یوسفؑ نے جواب دیا

امّا احد کما فیسقی ر به خمراً ،و امّا الآ خر فیصلب فتأ کل الطّیر من را سه(یوسف:٤٠)

(تم میں سے ایک (جس نے اپنے تئیں انگور کا پانی نچوڑ تا دیکھا ہے) تو اپنے میاں کو(بدستور سابق) انگور کا نچوڑا پلا وے گا ۔ دوسرا سولی چڑھایا جاوے گا جس کا سر کوئی جانور کھا جائے گا)۔

پھر پانچویں رکوع میں فرمایا ہے۔

قا ل الملك انّی اری سبع بقراتٍ سِما نٍ یأ کلهنّ سبع عجا ف و سبع سنبلاتٍ خضرٍ و ا خر یابسات (یو سف :٤٣)

(کہ بادشاہ نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹے بیل ہیں جن کو سات دبلے بیل کھائے جاتے ہیں اور سات سبز بالیں ہیں اور سات سوکھی)

اس کی تعبیر میں حضرت یوسفؑ نے کہا:

قا ل تز ر عو ن سبع سنین دأبا فما حصد تّم فذروه فی سنبله الّا قلیلاً مما تأ کلون ۔ ثم یأ تی من بعد ذلك سبع شداد یأکلن ما قدّ متم لهنّ الّا قلیلاً مما تحصو ن۔ ثمّ یأ تی من بعد ذلك عا م فیه یغا ث النا س و فیه یعصرو ن ۔(یوسف:۴۷۔۴۹)

(کہا سات برس لگاتار کھیتی کرو گے پھر جو کچھ کاٹو اس کو بالوں میں رہنے دو بجز اس قدر کہ جو کھانے میں لاؤ۔ پھر سات برس خشک سالی کے ایسے آویں گے جو تمہارا پہلے کا جمع کیا ہوا سب غلہ کھا جاویں گے مگر تھوڑا سا بچے گا جو تم سنبھال رکھو گے ۔اس کے بعد ایک سال آوے گا جن میں خوب مینہ برسائے جائیں گے اور لوگ انگوروں سے نچوڑا لیں گے)

اور سورہ فتح میں فرمایا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لقد صدق الله رسو له الر ؤيا بالحقّ لتد خلنّ المسجد الحرام ان شاء الله آ منين محلّقين رؤسكم و مقصرين (الفتح : ۲۷)

(اللہ تعالی نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا کہ تم خدا کے ارادہ سے مکہ میں بامن داخل ہو گے (حج کا احرام کھولنے کو) اپنے سروں کو منڈواتے اور بال کٹواتے)

اور سورہ صافات میں فرمایا ہے:

فلما بلغ معه السّعی قا ل يا بنیّ انّی اری فی المنا م انّی اذ بحك فا نظر ما تر ی۔ قا ل يا ابت افعل ما تؤمر ستجد نی انشاء الله من الصّا بر ين ۔ فلمّا اسلما و تلّه للجبين۔ و نا دیناه ان يا ابرا هيم۔ قد صدقت الرؤيا ۔ انا كذ لك نجزی المحسنين ۔ انّ هذا لهو البلاء المبين۔ و فدينا ه بذ بح عظيم (صا فا ت : ۱۰۰-۱۰۷)

(جب اسماعیلؑ ، ابراہیمؑ کے ساتھ چلنے پھرنے لگے، تو ابراہیمؑ بولا، اے میرے چھوٹے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تو اس میں غور کر تیری سمجھ میں کیا آتا ہے ۔ وہ بولا جو کچھ خدا نے تجھے (اس خواب میں) حکم دیا ہے وہی کر۔ مجھے تو اس پر صابر دیکھے گا، جب ان دونوں نے اس حکم کو مان لیا اور ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو کن پٹی یا ماتھے بل ذبح کرنے کو لٹا دیا تو ہم نے پکار کر کہا کہ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ایسا ہی ہم تم کو اسکا عوض دیں گے۔ یہ حکم ہم نے تمہارے (ظاہری) امتحان کو دیا تھا۔ اور ہم نے اسکے بدلے ایک بڑا برّہ قربانی کرنے دے دیا)۔

یہ سچی خواب اور ان کی تعبیرات تو کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ اور جو کلام نبوی میں موجود ہیں اور شہادت پیغمبر ﷺ سے ثابت ہیں وہ ہمارے احاطہ نظر سے باہر ہیں۔ از انجملہ چند منامات وتعبیرات بطور مشتی نمونہ خروار ذکر کئے جاتے ہیں:

۱۔ ابتدائی وحی آنحضرت ﷺ بھی سچے خواب تھے۔ حدیث:

عن عا ئشة ام المو منين انها قا لت :اول ما بدِیء به رسو ل الله ﷺ من الو حی الرؤيا الصا لحه فی النو م.. الحد يث۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری: حدیث نمبر۳؛ و ۶۹۸۲)

۲۔ نبوت تو ختم ہوگی پر اسکا چھیا لیسواں حصہ سچی خواب مومنوں کے لئے باقی ہے۔
حدیث: رؤیا المو منِ جزء من ستّةٍ و ار بعین جزءً من النبوة ۔(بخاری حدیث نمبر ۶۹۸۷)

۳۔ اچھی خواب خدا کی طرف سے ہیں بری خواب شیطان کا ڈراوا، جو کوئی اچھا خواب دیکھے وہ دوست کو سنا دے، برا دیکھے تو وہ کسی کو نہ سناوے، اس کا ضرر اس کو نہ پہنچے گا۔
حدیث: الرؤیا الصادقة من الله و الحلم من الشیطا ن ۔(بخاری حدیث نمبر ۶۹۸۴)

۴۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں مسیح اور دجال کو دیکھا۔ حدیث:

عن عبد الله ابن عمر :انّ رسو ل الله ﷺ قا ل :ارا نی ا للّیلة عند الکعبة، فر أیت ر جلاً ادم کأحسن، ما را ءٍ من اد م الر جا ل، له لِمّة کأحسن ما انت راءٍ من ا للمم ، قد ر جّلها تقطر ما ءً، متکئاً علی ر جلین ، او علی عوا تق ر جلین، یطو ف با لبیت ، فسألت من هذا ۔ فقیل : المسیح ابن مر یم ، و اذا انا بر جلٍ جعدٍ قطِطٍ اعورِ العین کأنها عِنبة طا فیة، فسألت : من هذا ۔ فقیل : المسیح الد جا ل ۔(صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۶۹۹۹)

۵۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں اپنی امت کا ایک لشکر جہاز پر سوار ہوا دیکھا اور خوشی سے اسکا اظہار کیا۔ ایک عورت بنت لحان نے ان میں شا مل ہو نے کی دعا کی درخواست کی۔ حضرت ﷺ نے اس کو شا مل ہو نے کی بشا رت دی۔ وہ بشا رت امیر معاویہؓ کے عہد میں سچی ہوئی۔

ا خبر نا ما لك عن اسحاق بن عبد الله بن ابی طلحة انه سمع انس بن ما لك یقو ل : کان رسو ل الله ﷺ ید خل علی امّ حرا م بنت مِلحا ن، و کا نت تحت عبادة بن الصا مت، فدخل علیها یوماً فا طعمته، و جعلت تفلی رأسه ،فنا م رسول الله ﷺ ، ثم استیقظ و هو یضحك۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا لت : فقلت : ما يضحك يا رسو ل الله ﷺ ۔ قا ل : ناس من امّتی عرضوا علیّ غزاةً فی سبيل الله ، ير كبو ن ثبج هذا البحر ملو كاً على الاسرة، او مثل الملو ك على ا لا سرّةِ ۔ شكّ اسحاق قالت : فقلت : يا رسو ل الله ﷺ ادع الله ان يجعلنی منهم ۔ فد عا لها رسو ل الله ﷺ ، ثم و ضع رأسه ثم استيقظ و هو يضحك ، فقلت : ما يضحكك يا رسو ل الله ﷺ ۔ قا ل اناس من امأتی عرِضوا علیّ غزا ةً فی سبيل الله ، كما قا ل فی الا و ل؛ی ۔ ۔ قا لت ؛ فقلت : يا رسو ل الله ، ادع الله ان يجعلنی منهم ۔ قا ل ؛ انتِ من ا لاوّ لين ۔

فركِب البحر فی زما ن معا و ية بن ابی سفيا ن فصرِ عت عن دا بّتها حين خر جت من البحر فهلكت(صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۷۰۰۱۔۷۰۰۲)

۶۔ام العلاء صحابیہ نے عثمان بن مظعون کے لئے ایک چشمہ جاری دیکھا۔آنحضرت ﷺ نے اس کو عمل خیر سے تعبیر کیا۔

ا خبر نا شعيب عن الز هری بهذا و قا ل :

فر أيت لعثما ن(بن مظعو ن) عيناً تجری، فا خبر ت رسو ل الله ﷺ فقا ل: ذ لك عمله ۔(صحیح بخاری حدیث نمبر۷۰۰۴)

۷۔آنحضرت ﷺ نے خواب میں دودھ پیا اور اپنا پس خوردہ حضرت عمرؓ کو دیا۔پھر اس کو علم سے تعبیر کیا۔

انّ عبد الله ابن عمر قا ل : سمعت رسو ل الله ﷺ يقول : بينا انا نا ئم أتِيت بقد ح لبنٍ فشرِ بت منه حتّى انّی لأ ری الرّیّ يخر ج فی أظا فيری۔ ثمّ اعطيت فضلی۔ يعنی عمر ۔، قالوا اوّلته يا رسو ل الله ﷺ۔ قا ل ؛ العلم (صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۷۰۰۶)

۸۔آنحضرت ﷺ نے خواب میں کئی اشخاص کو کرتہ پہنے ہوئے دیکھا جن میں حضرت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرؓ کا کرتہ دراز تھا۔ پھر اس کو دین سے تعبیر کیا۔

ان ابا سعید الخدری یقول : قال رسول اللہ ﷺ :
بینما انا نائم رأیت الناس یعرضون علیّ و علیھم قمص، منھا ما یبلغ الثّدی و منھا ما یبلغ دون ذلك ۔ و مرّ علیّ عمر بن الخطاب و علیه قمیص یجرّه ۔ ، قالوا : ما اوّلته یا رسول اللہ ﷺ ۔ قال : الدّین (صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۷۰۰۸)

۹۔ عبداللہ بن سلام نے خواب میں ایک باغ دیکھا جس میں ایک ستون تھا اور ستون کے سرے پر ایک رسی ۔ عبداللہ کسی کی مدد سے اس پر چڑھ گیا۔ اور رسی کو پکڑ لیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی تعبیر میں فرمایا کہ وہ باغ اسلام ہے ۔ اور ستون اسلام کے ستون (یعنی نماز وغیرہ اعمال) اور رسی اسلام کی مضبوط رسی ۔ اور مژدہ دیا کہ تو اس کو دم مرگ تھامے رہے گا۔

رأیت کانّی فی روضةٍ، وسط الروضةِ عمود، فی اعلی العمود عروة، فقیل لی: ارقه، قلت: لا استطیع۔ فاتانی وصیف فرفع ثیابی فرقیت فاستمسکت بالعروة، فانتبهت و انا مستمسك بها۔
فقصصتها علی النبیّ فقال : تلك الروضة روضة الاسلام ، و ذلك العمود عمود الاسلام ، و تلك العروة العروة الوثقی ۔ لا تزال مستمسکاً بالاسلام حتی تموت ۔ (صحیح بخاری۔حدیث نمبر ۷۰۱۴)

۱۰۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو نکاح میں لانے سے پہلے ان کو دو دفعہ خواب میں ریشمی کپڑے میں دیکھا اور یہ مژدہ سنا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ وہ آپ ﷺ کے نکاح میں آئیں۔

عن عائشة قالت : قال رسول اللہ ﷺ :
اریتكِ قبل ان اتزوّجكِ مرّتین، رأیت الملك یحملكِ فی سرقةٍ من حریرٍ، فقلت له : اکشِف ۔ فکشف فاذا ھی انتِ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقلت ان یکن ھذا من عند اللہ یمضِہ،
ثم اریتكِ یحملكِ فی سرقةٍ من حر یرٍ فقلت: اکشف فا ذا ھی انتِ ۔ فقلت : ان یك ھذا من عند اللہ یمضِہ (بخاری۔حدیث نمبر۷۰۱۲)

۱۱۔آنحضرت ﷺ نے خواب میں ایک کنویں سے ڈول کھینچا۔آپ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے ۔ پر ان کے کھینچنے میں کچھ ضعف پایا گیا ۔ پھر حضرت عمرؓ نے کھینچا ۔ان کے ہاتھ میں وہ بڑا بھاری ہو گیا، اور انہوں نے ایسا پانی کھینچا کہ لوگوں کو پانی کی حاجت سے فارغ کر کے بٹھا دیا۔اس کی تعبیر یہ خلافت با ترتیب ہوئی ۔

حد ثنا نا فع: انّ ابن عمر حدّثہ قا ل : قا ل رسو ل اللہ :
بینا أنا علی بئرٍ انز ع منھا اذ جاء ابو بکر و عمر، فاخذ ابو بکرٍ الدّ لو، فنز ع ذنو باً او ذنو بین و فی نز عہٖ ضعف فغفر اللہ لہ ، ثمّ ا خذھا عمر بن الخطا ب من یدِ ابی بکرٍ فاستحالت فی یدہ غر باً۔ فلم ار عبقریّاً من الناس یفری فر یہ حتی ضرب الناس بعطنٍ۔ (صحیح بخاری۔حدیث نمبر۷۰۱۹)

۱۲۔آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھے جن سے آپ گھبرائے پھر ان کو پھونک مار کر اڑا دیا۔اور اس کو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی (جو آنحضرت ﷺ کے دشمن و مخالف تھے) کی ہلاکت سے تعبیر کیا:

قا ل ابن عباس : ذکر لی انّ رسو ل اللہ ﷺ قا ل :
بینا انا نا ئم، رأیت انّہ و ضِع فی یدیّ سِواران من ذھبٍ ۔ففظِعتھما و کر ھتھما، فاذِن لی فنفختھما فطاراً، فأوّلتھما کذّا بین یخر جا نِ۔ فقا ل عبید اللہ : ا حد ھما العنسی الذی قتلہ فیروز بالیمن ، و ا لآ خر مسیلمة۔(صحیح بخاری۔حدیث نمبر۷۰۳۴)

۱۳۔ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے خواب میں تلوار کو جھٹکا دیا تو اس کی دھار ٹوٹ گئی ۔ دوبارہ جھٹکا دیا تو ویسی ہی سالم ہو گئی ۔ پھر اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ پہلے کئی مسلمان احد کی لڑائی میں مارے گئے ۔ پھر مسلمان فتح یاب ہوئے ۔

حد ثنا ابو اسا مة عن بر ید بن عبد اللہ بن ابی بر دة، عن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جد ہ ابی بر دۃ، عن ابی موسی اراہ عن النبی ﷺ قا ل : رأیت فی رؤیا ی انّی ھزز ت سیفاً فا نقطع صدرہ فا ذا ھو ما أصیب من المو منین یو م ا حدٍ ۔ ثم ھز زتہ ا خری ۔ فعا د احسن ما کا ن ۔ فا ذا ھو ما جا ء اللہ بہ من الفتح و اجتماع المو منین ۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۷۰۴۱)

۱۴۔ آنحضرت ﷺ نے خواب میں ایک حبشی عورت بکھرے سر مدینہ سے نکلتی دیکھی اور اس کے (مدینہ سے وبا نکل جانے سے) تعبیر کی۔

رأیت امر أۃً سو داء ثا ئرۃ الر أ س خر جت من المد ینۃ حتی قا مر بمھیعۃ، فأوّلت انّ و با ء المد ینۃ ینقل الی مھیعۃ، و ھی الجحفۃ ۔ (صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۷۰۴۰)

۱۵۔ ایک طویل خواب میں آنحضرت ﷺ نے جبریل و میکائیل کے ذریعہ سے دوزخ و بہشت کی سیر کی۔ اور زانی، سودخور، کذاب، قرآن سے غافل کو سزا ملتی دیکھی:

اتا نی ا للیلۃ آ تیان و انھما انبعثا نی و انھما قا لا لی انطلق و انی انطلقت معھما و انا اتینا علی ر جل

(صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۷۰۴۸)۔

یہ حدیث عجیب عبرت انگیز ہے اور ترغیب و ترہیب کے لئے بڑی کارآمد ہے

(اس کے بعد یہاں مذہب و معاشرت کا مضمون ہے جسے فی الوقت ترک کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

(اصل، اثبات نبوت والا مضمون مسلسل اگلے شمارے میں چل رہا ہے۔ بہاء)

اشاعۃ السنہ جلد دوم۔ نمبر دہم

(بابت ماہ شوال ۱۲۹۶ھ۔ مطابق ماہ اکتوبر ۱۸۷۹ء

حصہ اول میں بعض مقدمات اثبات نبوت سے بحث ہے۔

حصہ دوم میں مضمون مذہب و معاشرت تہذیب الاخلاق کا جواب ہے۔

من جانب مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا۔

(نیز سرسید احمد کے نظریات کے رد میں ایک مراسلہ ہے جسے متفرقات میں نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں اور آپ کے پاس رطب بن طاب (کھجوریں) حاضر کی گئیں۔ اس کو آپ ﷺ نے یوں تعبیر فرمایا کہ دنیا میں خدا ہم کو رفعت دے گا اور عاقبت بخیر کرے گا اور دین ہمارا اچھا اور ستھرا ہو چکا۔

قال رسول الله ﷺ: رأيت ذات ليلة فيما يرى النائم ،كأنّا في دارِ عقبه بن رافعٍ، فاتِينا برطب من رطب بن طابٍ، فأوّت الرفعة لنا في الدنيا والعاقبة في الآخرة ، وانّ ديننا قد طاب (صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۹۳۲)

۱۷۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے پاس بیان کیا کہ میں خواب میں اپنا سر کٹا ہوا دیکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا شیطان تم سے کھیلتا ہے، ایسے خواب کسی سے نہ کہا کرو۔

عن جابرٍ قال: جاء اعرابيّ الى النبيّ ﷺ فقال: يا رسول الله! رأيت في المنام كأنّ رأسي ضرِب فتدحرج فاشتددت على اثره۔

فقال رسول الله ﷺ للاعرابيّ: لا تحدّث الناس بتلعّب الشيطان بك في منامك۔

وقال: سمعت النبي ﷺ بعد ، يخطب فقال: لا يحدّثنّ احدكم بتلعّب الشيطان به في منامه (صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۹۲۶)

۱۸۔ ابن سیرین یا ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ خوابیں تین قسم ہیں۔ بشارات من جانب اللہ۔ خیالات نفس۔ شیطان کا ڈراوا۔ خواب میں پاؤں میں بیڑی دیکھنا اچھا ہے، جو پابندی دین کی دلیل ہے طوق گلے میں دیکھنا برا ہے جو اہل نار کی علامت ہے۔

والرؤيا ثلاث :فالرؤيا الصالحة بشرى من الله ، ورؤيا تحزين من الشيطان، ورؤيا مما يحدّث المرء نفسه ۔ فان رأى احدكم ما يكره ، فليقم فليصلّ ، ولا يحدّث بها الناس ۔ قال: واحبّ القيد واكره الغلّ، والقيد ثبات في الدين..

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۵۹۰۵)

اس تفصیل سے جیسا کہ سچی خوابوں کا وجود ثابت ہوتا ہے ویسا ہی خوابوں کی تعبیر کا شرع میں اعتبار ثابت ہوتا ہے۔ پس نیچری مسلمانوں کا انکار (عین خوابوں کے متعلق ہو خواہ اس کی تعبیر سے) محل تعجب و انکار ہے۔

اس انکار میں سید احمد خان صاحب اس شخص کی نسبت جس کا انکار صفحہ ۲۵۹ میں منقول ہوا سابقین اولین میں سے ہیں، چنانچہ مضمون سحر نمبر ۲۳۱ مندرج نمبر اول تہذیب الاخلاق ۱۲۹۳ میں فرماتے ہیں:

> نفس انسانی میں ایک ایسی قوت برقی اور مقناطیسی موجود ہے جو خود اس پر اور اس کے خیال پر اور دوسروں کے خیال پر اثر کرتی ہے اس کے اثر متعدد طرح پر ہوتے ہیں۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ شئے غیر موجود حقیقتاً موجود معلوم ہوتی ہے۔ خواب میں آدمی تمام چیزوں کو جو اس نے خواب میں دیکھی ہیں حقیقتاً موجود سمجھتا ہے، حالانکہ کوئی چیز بھی موجود نہیں ہوتی۔

یہاں تو یہ انکار ہے۔ اور خطبات احمدیہ کے خطبہ بشارت میں آپ نے خوابوں کا ایسا اعتبار اقرار کیا ہے کہ خوابوں کے بھروسہ کئی بشارتوں کو اثبات کیا ہے۔ اصل عبارت جناب بضمن ثبوت تمثیل دوم آوے گے۔ انشاء اللہ تعالی

تعبیر خواب کا قانون:

چنانچہ احادیث منقولہ بالا سے مستفاد ہے یہ ہے کہ

۱۔ اگر کوئی خوفناک خواب دیکھے تو اس کو کچھ چیز نہ سمجھے اور اس خوف کا (جو اس کو بے اختیار حاصل ہوا) وہ معالجہ جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہوا عمل میں لاوے۔

۲۔ اور اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو اس کے مضمون کو سوچے۔ اگر اس کے اصل اور وجود پہلے سے اپنے خیال یا طبیعت یا اخلاق میں پاوے تو اس خواب کو اسی کا عکس اور صورت مثالی سمجھ لے۔

۳۔ اور اگر اس کی طبیعت یا خیال یا اخلاق میں اس خواب کا سابق وجود اور اصل نہ ہو تو اس کو تعلیم الہی خیال کرے۔ اور اس کی تعبیر کے لئے اس کے مناسب معنی تجویز کرے مثلاً کسی مسمی سے معنی سمجھ لے جیسے آنحضرت ﷺ نے خواب نمبر ۱۶ میں رافع سے رفعت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سمجھ لیا اور عقبہ سے عاقبت کو یا لازم سے ملزوم، یا سبب سے مسبب، یا ایک چیز سے اس سے ملتی جلتی اور مناسبت رکھتی دوسری چیز۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے خواب نمبر ۱۲ میں سونے کے کنگن سے مسیلمہ کذاب حریص دنیا کو سمجھ لیا۔ اور نمبر ۱۳ میں تلوار کی دھار سے مسلمانان مقتول کو۔ جس کو خود تعبیر نہ آوے وہ کسی دانا دوست سے پوچھ لے۔

جو کچھ ہم نے خواب یا تعبیر خواب کی نسبت کہا ہے یہ سبھی خواب دیکھنے والوں کے سبھی خوابوں کی نسبت نہیں۔ بلکہ بعض اشخاص کی بعض خوابوں کی نسبت کہا ہے۔ اور عنوان اصل سادس میں خاص کر ملکی صفت انسان کے لئے ایسی صفت کا وجود تجویز کیا گیا ہے (دیکھو ص ۲۵۴)۔

رہی یہ بات کہ معیار و مقیاس اس امر کا (کہ سچا اور رحمانی خواب کس کا ہے اور جھوٹا شیطانی کس کا) کیا چیز ہے، سو ہمارے نزدیک عصمت ہے۔ جس شخص کی خطا سے عصمت ثابت ہو، اور اس کی کوئی بات خواب کی ہو خواہ وہ بیداری کی خلاف واقعہ نہ ہو، اس کا خواب سچا تعلیم الٰہی ہے۔ اور جو خطا و تناقض کا محل ہے اس کا خواب جب تک امتحان میں پاس نہ ہو جاوے اعتماد و یقین کے لائق نہیں ہے۔

رہا یہ امر کہ ایسا شخص جو معصوم ہے اور مخالفت واقع سے بری ہے، کون ہے۔ سو مسلمانوں اور جملہ اہل مذاہب سماویہ کے نزدیک ہر امت کا نبی ہے۔ اس کے سوائے اور اشخاص کے مقامات و مقالات کا معیار و محک صداقت اسی نبی کی تعلیم ہے، جس کا خواب یا خیال قول نبی سے موافق ہوگا، اس کا خواب سچا و تعلیم الٰہی سمجھا جائے گا جو اس سے مخالف ہوگا وہ جھوٹا اور شیطانی وسوسہ متصور ہوگا۔ موافقت کی صورت میں بھی وہ خواب غیر نبی کا اصل اصول احکام نہ ہوگا اور نہ کسی مکلّف کو اس سے احتجاج و استدلال جائز ہوگا، بلکہ مدار اثبات حکم و تکلیف خدا و رسول کا قول ہوگا اور وہ خواب محض بموجب توقیر و سرور و طمانیت و بشارت خواب دیکھنے والے کا سمجھا جائے گا۔ یہ حکم خواب و کشف غیر نبی کا کتب عقاید اسلام میں بہ بسط مرقوم ہے اور کچھ اس کی تائید صفحہ رسالہ ہذا نمبر ۶ صفحہ ۱۵۴ وغیرہ سے بھی نکلتی ہے۔

تفصیل اس امر کی کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور اس کے خواب و بیداری کی باتیں من جانب اللہ ہوتی ہیں بعد اختتام مقدمات مبحث مقصود میں ہوگی۔ اس تنبیہ میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقط ان لوگوں کا متنبہ کرنا مقصود ہے جو خوابوں کے اثبات واعتبار میں حد اعتدال سے متجاوز ہو کر افراط کو پہنچ گئے ہیں جیسے اہل نیچر ان کے انکار کلی سے تفریط میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ (اہل افراط) ٹھیک پیر پرست وخیال پرست ہیں اور اپنے مشائخ و پیروں کے خوابوں کو آسمانی وحی بلکہ اس سے بھی زیادہ سمجھتے ہیں۔ خوابوں سے یہ وہ احکام نکالتے ہیں جو قرآن وحدیث کے مخالف ہوتے ہیں۔

اس قسم کے لوگ قدیم سے مسلمانوں میں چلے آتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں بھی ہر ملک میں موجود ہیں۔ پنجاب کے ضلع لودہانہ اور اس کے نواح میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو اپنے خوابوں کے حکم سے کسی کو دوزخی بتاتے ہیں کسی کو بہشتی۔ کوئی حکم شریعت سے خارج کرتے ہیں کوئی از خود اس میں داخل۔

مسلمانان متبعان قرآن ان دونوں کے افراط وتفریط سے اجتناب رکھتے ہیں اور خوابوں کے اثبات ونفی میں بیچ کی راہ چلتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی خوابوں کو، واقعات کے متعلق ہوں خواہ احکام کے، عموماً وحی وتعلیم الٰہی جانتے ہیں۔ ان کے سوا اوروں کے خوابوں سے جو واقعات کے متعلق ہوں اور نفس الامر کے مطابق نکلیں ان کو تعلیم الٰہی اور وراثت نبوی سمجھتے ہیں۔ اور جو احکام شرعی یا احوال اخروی کے متعلق ہوں ان کو کتاب وسنت کے موافق پاتے ہیں تو منجانب اللہ سمجھتے ہیں، ورنہ وسوسہ شیطانی خیال کر کے اس کو ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔

یہاں تک جو کچھ خوابوں کے متعلق نقلی اصول (کتاب اللہ وسنت) کے تمسک سے بحث ہوئی ہے یہ ان مسلمانوں کی، جو باوجود اعتراف صدق مضامین قرآن، اس باب میں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں، فہمائش کی گئی ہے اور دلیل عام اس باب میں جو ہر ملت ومذہب کے قائلین پر حجت ہو سکے وہی عامۃ خلائق کا وجدان (یعنی ان کی لوح دل یا دماغ پر سچی خوابوں کے نقوش کا پایا جانا) جس کا ذکر شروع تقریر میں گذرا ہے۔

یہ استدلال بطور برہان انّی ہے اور اس باب میں بہ بور برہان لِمّی بھی استدلال ہو سکتا ہے۔ اس کا بیان مع شرح وبرہان انّی ولمّی کے بہ ضمن ثبوت تمثیل دوم عنقریب آتا ہے۔ مگر سخت مشکل یہ ہے کہ ہمارے اکثر مخاطبین وناظرین ایسے علمی دلائل کو سمجھ نہیں سکتے اور باوجودیکہ ہم ترجمہ میں ہندی (اردو) کی چندی کر ڈالتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں پھر بعض لوگوں سے نہ سمجھنے کی شکایت سنتے ہیں۔

ایک صاحب اخبار سفیر ہند نمبر ۱۸ مطبوعہ مئی ۱۸۷۹ء میں فرماتے ہیں کہ ہم باوجودیکہ بڑے بڑے پرزور اور نازک فاضلانہ مضامین سید احمد خان صاحب وغیرہ کو بخوبی سمجھتے ہیں، تمہاری کلام کا مطلب نہیں سمجھتے۔ ایک اور صاحب اسی اخبار میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ تمہاری باتوں کا مطلب تم ہی سمجھتے ہو۔ ان کی اس نہ سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ ان مضامین کے سمجھنے کو کسی قدر منطق وفلسفہ قدیمہ بکار ہے۔

اور ان لوگوں میں گو بعض ریاضی وفلسفہ بیکن سے واقفیت رکھتے ہیں مگر علوم قدیم سے محض معری ہیں۔ اس بات کو تہذیب الاخلاق ماہ رجب ۱۲۹۶ کا مضمون، قدیم اور جدید علوم، تصدیق کرتا ہے۔ اس میں بڑے زور شور سے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ بیکن نے فلسفہ قدیمہ کو معطل کر دیا ہے اور بجائے اس کے طبیعات وریاضیات کو شائع کیا۔ اور برہان کو اس نے بے کار سمجھ کر بجائے اس کے استقرار کو (جس کو عامی اور بچے سمجھتے ہیں) استدلال کا مدار ٹھہرایا۔ پھر یہ لوگ جن کو بیکن ہی کی وراثت پہنچی ہے ہمارے براہین عقلیہ کے مضامین کیونکر سمجھیں اور اپنے نہ سمجھنے کا قصور ہمارے بیان کے ذمہ کیوں نہ لگاویں۔

جناب سید احمد خان کے مضامین کو اس لئے بخوبی و بآسانی سمجھ لیتے ہیں کہ وہ مضامین عامیانہ یعنی عام لوگوں کی اغراض وخواہشوں کے موافق ہوتے ہیں مثلاً:

۱۔ جس نے لا الہ الا اللہ کہا گو وہ کیسا ہی فاسق ہو دوزخ میں نہ جاوے گا۔

۲۔ انسان اپنی خواہشوں وخوشیوں کو اصول نیچر کے موافق زندہ رکھے، نفس کشی نہ کرے۔

۳۔ گوشہ نشینی وکم خوابی وکم خوراکی سے مالیخولیا پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ نعمائے دنیاوی سے قدر کفایت پر قناعت نہ کرنی چاہیے۔

۵۔ مذہب کو دنیاوی کاموں سے تعلق نہیں۔ دنیاوی کاموں میں جو کچھ کسی کی عقل میں آوے، سو کرے۔

۶۔ خدا کی عبادت جس طرح چاہے کرے بیچوں و بے چگوں سمجھ کر خواہ اس کے نام کا بت سامنے رکھ کر۔ وہ نجات پائے گا اور بہشت میں جائے گا... و علی ھذا القیاس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چونکہ ان مضامین کو آزاد منش لوگ بلا دلیل مانتے ہیں اس لئے جناب ممدوح ان مضامین پر دلائل قائم نہیں کرتے۔ وہ ایک بات موافق ہوائے نفس عامہ خلائق کے فرماتے ہیں لوگ بلا دلیل اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اگر کہیں آپ کوئی دلیل بھی لاتے ہیں تو وہ بھی عامیانہ خیالات پر مبنی ہوتی ہے۔ بخلاف ان مضامین کے جو ان کے مقابلہ میں اس طرف سے پیش ہوتے ہیں، وہ لوگوں کو اغراض و ہوائے نفس کے مخالف ہوتے ہیں اس لئے ان کے سمجھنے و قبول کرنے سے آزاد منش لوگوں کے نفوس انکاری ہوتے ہیں۔ پس ہم کو پر زور دلائل عقلیہ سے وہ مضامین ثابت کرنے پڑتے ہیں۔ اور ایک فرق ہمارے آپ کے مضامین میں یہ بھی ہے کہ آپ انکار کے مقام پر کھڑے ہیں مثلاً معجزہ کا وجود ثابت نہیں، دوزخ بہشت کا وجود جسمانی نہیں، فرشتہ جن شیطان انسان سے جدا گانہ مخلوق نہیں۔ اور ہم مقام ادعاء و اثبات میں قائم ہیں اور ظاہر ہے کہ منکر ثبوت دلائل کا چنداں محتاج نہیں ہوتا اور بار ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ پھر جس قسم کا دعوی ہو اسی قسم کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ دعوی عامیانہ ہو تو اس کے ثبوت میں عامیانہ دلیل کافی ہوتی ہے، دقیق و باریک ہو (جس کو انبیاء کرام وحی والہام کے ذریعہ سے پہنچے ہوں اور عقلاء تعمق عقل سے) تو وہ ویسے ہی باریک دلائل سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔

اور ہمارے دعاوی باوجودیکہ غالباً (زیادہ تر) اسی قسم سے ہوتے ہیں تاہم ان کے دلائل کے بیان میں ہم تسہیل کو مدنظر رکھتے ہیں اور ایک ایک بات کو کئی کئی تمثیلات سے سمجھاتے ہیں۔ بایں ہمہ کوئی دقیق باب کسی کی سمجھ میں نہ آوے تو اس کا قصور ہمارے ہی ذمہ نہ لگاوے اپنے فہم و علم کا بھی کچھ دخل سمجھے۔ اور وہ بات کسی عالم سے دریافت کرے۔

تمثیل دوم۔ یعنی واقعات غیبی کی نسبت بعض اشخاص کی سچی خبروں کے ثبوت پر وہی وجدان دلیل ہے۔ ہم برملا دیکھتے ہیں کہ بعض اشخاص ایسے واقعات کی نسبت (جو نہ حواس سے معلوم ہو سکتے ہیں نہ فکر و غور عقل سے دریافت ہونے ممکن ہیں) ایسی خبریں دیتے ہیں جن کو واقعہ کے مطابق پاتے ہیں۔

تفصیل: اس قسم کی خبریں جو زمانہ قدیم میں ملکی صفت اور مقدس لوگوں نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بتائیں، اور لوگوں کے تجربہ ومشاہدہ میں آئیں عہد عتیق وعہد جدید میں مذکور ہیں۔ ان کو آنرایبل سید احمد خان صاحب بہادر نے اپنی خطبات احمدیہ کے خطبہ بشارت میں نقل کیا ہے۔ میں اس مقام میں انہیں کی تحقیقات کو پیش کرنا کافی سمجھتا ہوں، اس میں نئی تفتیش وتحقیق کو ضروری نہیں جانتا۔

اور ان باتوں سے استدلال نہ اس وجہ سے ہے کہ وہ رسولوں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں اس لئے ان کا تسلیم کرنا واجب ہے، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ وہ تاریخی واقعات ہیں اور بنقل متواتر ثابت ہیں، ان کا ماننا عقل کا مقتضائے ہے۔ پس اگر کوئی ان کی تسلیم کرنے کو فرع تسلیم نبوت سمجھے اور قبل اثبات نبوت ان سے استدلال کو مصادرہ علی المطلوب خیال کرے تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔

ان باتوں کو سید احمد خان صاحب کی کتاب سے نقل کرنے سے یہ بھی غرض ہے کہ جو کچھ جناب ممدوح مضامین کانشنس، نیچر، مذہب ومعاشرت، مذہب انسان کا امر طبعی ہے، اور آپ کے ایک ہم مذہب کے مضمون تحقیقات مذہب وصحیفہ فطرت، کے منطوق ومفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت صرف غور وفکر عقل کا نتیجہ ہے، اور وحی یا جبریل صرف اسی معنی ملکہ نبوت کا نام ہے۔ اور الہام صرف اسی بات کا (جو قانون قدرت میں غور کرنے سے دل میں آجاتی ہے) نام ہے۔ بے سوچے سمجھے غیب الغیب سے کسی بات کا منکشف ہو جانا (جس کو اہل مذاہب الہام کہتے ہیں) کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سب کچھ ان باتوں کے خلاف ہے جو آپ نے خطبات احمدیہ کے خطبہ بشارت میں فرمایا ہے۔ اس میں آپ نے اس قوت کے وجود کا جس کے اثبات کی اس مقام میں ہم درپئے ہیں اثبات کیا ہے اور ان معنی کر الہام (کہ بے سوچے سمجھے بدون فکر کوئی بات سوتے سوتے یا بیٹھے بیٹھے دل میں آجاوے) کا وجود عقلاً ثابت کیا ہے۔ پس بنظر افہام وافہام ان حضرات کے ہم نے آپ کی کتاب خطبات احمدیہ سے ان باتوں کا نقل کرنا نہایت مناسب سمجھا ہے۔ اس کتاب میں ہماری باتوں کی ایسی تسلیم ہے کہ اگر ہم ان باتوں کا خلاف آپ کے مضامین مذکورہ بالا میں نہ دیکھتے تو ہم ان حضرات کو منکر حقیقت ومعنی نبوت ہرگز نہ ٹھہراتے اور یہ تفصیل ان باتوں کی تحریر میں نہ لاتے اور مبحث اثبات نبوت میں ان لوگوں کو مخاطب نہ بناتے بلکہ جس قدر بحث مارچ ۱۸۷۸ء سے اب تک کانشنس کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق ہم آپ کے مقابلہ میں لکھ چکے ہیں یہ ہرگز قلم میں نہ لائے۔اس نقل و بیان کی گو وضع و ترتیب راقم کی طرف سے ہے ولیکن مضامین بلکہ بالا ختصار الفاظ جناب ہی کے ہیں جو تہذیب الاخلاق جلد ششم نمبر ۸، ۹، ۱۰ میں منقول ہیں۔

خبر اول جو تہذیب الاخلاق میں بشارت اول منجملہ بشارات مسیح ہے۔

حضرت اشعیاہؑ نے احاز بادشاہ کو خبر دی کہ کنواری عورت کو حمل رہے گا۔اور وہ بیٹا جنے گی۔ وہ ذرا ہوشیار ہوگا، تو جو خوف تجھے دشمنوں سے ہے جاتا رہے گا۔(کتاب اشعیاہ۔باب ۷)

Ahaz Said, I will not ask, neither will I tempt the Lord.

And he (Isaiah) said, Hear ye now, O house of David; It is a small thing for you to weary men, but will ye weary my God also?

Therefore, the Lord himself shall give you a sign; Behold, a virgin shall conceive, and bear a son, and shall call his name Immanuel.

Butter and honey shall he eat that he may know to refuse the evil and choose the good.

For before the child shall know to refuse the evil, and choose the good, the land that thou abhorrest shall be forsaken of both her kings.

The Lord shall bring upon thee, and upon thy people, and upon thy father's house, days that have not come.(Isaiah 7:12-17)

اس خبر کا مصداق ایک لڑکا ماہیر شالال ہاشیر نامی پیدا ہوا۔جب وہ ہوشیار ہوا تو احاز کا خوف جاتا رہا۔اور انجیل متی میں لکھا ہے کہ یہ بشارت حضرت مسیح کی ہے جو کنواری مریمؑ سے پیدا ہوئے اور ان کی بشارت یوسف نجار کو فرشتہ نے خواب میں دی۔

خبر دوم جو تہذیب الاخلاق میں حضرت عیسیٰؑ کی دوسری بشارت ہے

حضرت میکاہؑ نے بہت سی باتیں آئندہ کی اشارات و کنایات میں کہیں کہ یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔اس میں یہ بھی فرمایا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے بیت لحم افراتاہ، میرے لئے ایک شخص جو بنی اسرائیل میں سلطنت کرے گا اور اس کا ہونا قدیم زمانہ سے مقرر ہو چکا ہے تجھ سے نکلے گا۔

(کتاب میکاہ باب ۵۔آیت ۲)

But thou, Beth-leham Eph-ra-tah, though thou be little among the thousandsof Judah, yet out of thee shall he come forth unto me that is to be ruler in Israel; whose goings forth have been from of old, from everlasting. (Micah 5:2)

حضرت متی فرماتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی حضرت مسیح کی ہوئی جو بیت لحم میں پیدا ہوئے ہیں۔اور گو دنیاوی سلطنت ان کو نہیں مگر سینٹ متی نے اس سلطنت کو روحانی سلطنت قرار دیا۔

خبر سوم جو تہذیب الاخلاق میں منجملہ بشارات توراۃ آنحضرت ﷺ کی بشارت اول ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے خبر دی ہے کہ خدا نے حضرت ابراہیمؑ سے وعدہ کیا کہ میں نے تیری دعا اسماعیلؑ کے حق میں قبول کی۔ ہاں میں نے اس میں برکت دی اور اسے بارآور کیا اور اسے بہت فضیلت دی اس سے بارہ امام پیدا ہوں گے اور اس کی ترقی کرونگا۔(باب اول آیت ۱۸۔۲۰)۔؟

اسی قسم کی اور آیات توریت سے آنرایبل صاحب نے نقل کر کے ان کا آنحضرت ﷺ کے حق میں بشارت ہونا ماشاء اللہ بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے اور اثناء بیان میں دو الہامی خوابوں سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

اول یہ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ سے خواب میں کہا ہے کہ میں تیرے باپ ابراہیم کا خدا ہوں۔ تجھے برکت دونگا اور اپنے بندے ابراہیمؑ کے سبب تیری نسل کو بہت کروں گا۔

دوم یہ حضرت یعقوبؑ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سبز سیڑھی زمین سے آسمان تک لگی ہوئی ہے، اور خدا کے فرشتے اس پر اترتے چڑھتے ہیں۔اس پر خدا نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تیرے باپ ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں۔ یہ زمین جس پر تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوتا ہے تجھ کو اور تیری اولاد کو دیتا ہوں۔

خبر چہارم جو تہذیب الاخلاق میں منجملہ بشارات توراۃ بعنوان بشارت دوم منقول ہے۔

خدا تعالی نے موسیٰؑ کو خبر دی کہ تیرے بھائیوں میں ایک نبی تیرا سا قائم کرو ں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں دونگا۔ (تورات کتاب پنجم باب ۱۸:۱۵،۱۸)

The Lord thy God will raise up unto thee a 'Prophet from mist of thee, of thy brethren, like unto me; unto him ye shall hearken; (Deuteronomy 18:15)

I will raise them up a Prophet from among their brethren, like unto thee, and will put my words in his mouth; and he shall speak unto them all that I shall command him (Deuteronomy 18:18)

جناب آنرایبل صاحب نے فرمایا ہے کہ ان آیتوں سے محمد رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے کی ایسی صاف و مستحکم بشارت نکلتی ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ دو باتیں کہ

۱۔ میں اس کے منہ میں اپنا کلام دونگا۔ اور

۲۔ وہ مثل موسیٰ ہوگا،

سوائے محمد ﷺ کے کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ پہلی اس لئے کہ انبیاء بنی اسرائیل پر سوائے احکام عشرہ موسیٰؑ کے جو وحی آتی تھی اس کے لفظ وہی نہ تھے جو توریت و زبور و صحف انبیاء میں لکھے ہوئے ہیں بلکہ انبیاء کو صرف مطلب القاء ہوتا تھا اور پھر وہ اس کو اپنی زبان و محاورہ میں لوگوں کے سامنے بیان کرتے تھے۔ اناجیل اربعہ جو اب معتمد اور قابل سند عیسائیوں میں تسلیم کی جاتی ہیں ان کے الفاظ تو وہ ہیں ہی نہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی زبان مبارک سے نکلے تھے کیونکہ حضرت عیسیٰؑ کی عبرانی زبان تھی اور وہ انجیلیں یونانی زبان میں تحریر ہوئیں۔ ہاں البتہ قرآن مجید ایسا ہے کہ اس کے لفظ پیغمبر ﷺ کے منہ میں رکھے گئے اور وہی لفظ پیغمبر ﷺ نے لوگوں کو پڑھ کر سنائے۔ پس یہ الفاظ اس بشارت کے کہ اپنا کلام اس کے منہ میں دوں گا، سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے اور کسی پر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق نہیں آتے۔ دوسری بات کا سوائے آنحضرت ﷺ کے دوسرے شخص میں پایا نہ جانا آپ نے بڑے زور شور سے ثابت کیا ہے اور دس گیارہ وجوہ سے آنحضرت ﷺ کا موسیٰؑ کے مثل ہونا بیان فرمایا ہے۔

اس بشارت کو امام فن مناظرہ اہل کتاب بھی نوید جاوید میں لائے ہیں اور آنحضرت ﷺ اور حضرت موسیٰؑ میں وجوہ مشابہت کا شمار چوبیس تک پہنچائے ہیں۔

خبر پنجم جو تہذیب الاخلاق میں بلفظ بشارت سوم منجملہ بشارات محمد یہ مندرجہ توریت معتبر ہے۔

حضرت موسیٰ پیغمبر اور حضرت حبقوق نبی نے نبی عربی محمد ﷺ کے مبعوث ہونے پر اس طرح بشارت دی:

اور کہا خدا سینا سے نکلا اور سعیر سے چمکا اور فاران پہاڑ پر ظاہر ہوا۔ اس کے داہنے ہاتھ میں شریعت روشن ساتھ لشکر ملائکہ کے آیا۔

(توریت کتاب پنجم باب ۲۳۔۲)

آئے گا اللہ جنوب سے اور قدوس پہاڑی سے آسمانوں کو جمال سے چھپا دیا اس کی ستائش سے زمین بھر گئی۔ (کتاب حبقوق۔ باب ۳۔۳)

God came from Teman and the Holy One from Par'an. Se'lah. His glory covered the heavens, and the earth was full of praise (Habakkuk 3:3)

آنر ایبل صاحب نے فرمایا ہے کہ ان تینوں آیتوں میں جو کوہ فاران سے خدا کا ظاہر ہونا بیان ہوا ہے وہ علانیہ محمد ﷺ کے مبعوث ہونے پر اور قرآن مجید کے نازل ہونے کی کہ وہی شریعت ہے، بشارت ہے

پھر اس مضمون کو آپ نے بڑے شد و مد سے بہ شہادت توریت و قدیمی جغرافیہ کے ثابت کیا ہے۔ اور جو اس کے خلاف میں عیسائیوں نے توجیہیں کی ہیں ان کا مدلل جواب دیا ہے جزاہ اللہ عنا و عن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

خبر ششم جس کو تہذیب الاخلاق میں بلفظ بشارت چہارم تعبیر کیا ہے

حضرت سلیمانؑ نے اثناء مناجات الٰہی میں آنحضرت ﷺ کا حلیہ بیان کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورفرمادیا:

وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہی میرا دوست ہے اور میرا محبوب۔

(کتاب سلیمان باب ۵ آیت ۶)

جناب آنرایبل صاحب فرماتے ہیں اگر چہ اس مقام پر حضرت سلیمانؑ نے خدا کی تسبیح میں گیت گایا اور اس کی مناجات کی ہے مگر ضرور وہ ایک بڑے شخص قابل تعظیم وادب کے آنے کے متوقع ہیں اور اس کی بشارت دیتے ہیں اور پھر صاف سناتے ہیں کہ وہ میرا محبوب محمد ﷺ ہے۔

خبر ہفتم جس کو تہذیب الاخلاق میں بعنوان بشارت پنجم تعبیر کیا ہے

ہجی نبی ہمارے پیغمبر ﷺ کے مبعوث نے کی اس طرح بشارت دیتے ہیں: سب قوموں کو ہلا دوں گا اور حمد سب قوموں کا آوے گا اور اس گھر کو بزرگی سے بھر دوں گا کہا خداوند نے کتاب ہجی نبی میں (باب ۲۔ آیت ۷)

And I will shake all nationas, and desire of all nations shall come: and I will fill this house with glory, saith the Lord of hosts. (Haggai 2:7)

جناب آنرایبل نے لفظ حمد سے آنحضرت ﷺ کا مراد ہونا بخوبی ثابت کیا ہے اور جو عیسائی اس کو حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ سمجھتے ہیں اس کو دو وجہ سے رد کر دیا ہے۔ پھر فرمایا ہے گا دفری ہیکس نے اپنی کتاب میں باستدلال قول ریورنڈ پارک ہرسٹ صاحب کے لکھا ہے کہ یہ بشارت حضرت عیسیٰؑ کی نہیں ہوسکتی بلکہ اس شخص کی ہے جس کے آنے کی بشارت خود حضرت عیسیٰؑ نے دی تھی۔

خبر ہشتم جو تہذیب الاخلاق میں بعنوان بشارت ششم مذکور ہے

حضرت اشعیاہ وحی کی رو سے ان لوگوں کا ذکر جو خدا کی سچی پرستش از سر نو قائم کریں گے اس طرح پر کرتے ہیں:

اور ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ کا اور خوب متوجہ ہوا۔ (کتاب اشعیاہ باب ۲۱، ۷)

And he saw a chariot with a couple of horsemen, a chariot of asses, and a chariot of camels; and he hearkened diligently with much heed. (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Isaiah 21:7)

جناب ممدوح نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں حضرت اشعیاؑہ نے دو شخصوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ایک کو گدھی کی سواری کے نشان سے بتلایا ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ اس سے حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ جناب ممدوح بیت المقدس میں گدھے پر سوار ہو کر داخل ہوئے ہیں۔ دوسرے شخص کو اونٹ کی سواری کے نشان سے بتلایا اور اس میں شک نہیں کہ اس سے آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ ہے اور جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اونٹ پر سوار تھے۔

خبر نہم جو تہذیب الاخلاق میں بعنوان بشارت اول منجملہ بشارات انجیل مذکور ہے۔

جب حضرت عیسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ اب ان کا وقت بہت قریب آ گیا ہے اور اب وہ گرفتار ہونے والے ہیں تو انہوں نے اپنے حواریوں کو بہت نصیحتوں میں یہ بھی فرمایا:

> یہ امور میں نے تم سے کہے ہیں جبکہ تمہارے ساتھ ہوں لیکن پیریکلیطاس پاک روح جس کو باپ بھیجے گا میرے نام سے تم کو ہر بات سکھا دے گا، اور یاد دلاوے گا تم کو وہ باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں۔ (یوحنا باب ۱۶، آیت ۷)

Nevertheless I tell you the truth; It is expedient for you that I go away; for if I go not away, the comforter will not come unto you; but if I depart, I will send him unto you (ST.John 16:7)

جناب آنراپیل نے فرمایا ہے کہ لفظ پیریکلیطاس جو یہاں بیان واقعہ ہوا ہے یہ مترجموں کی غلطی ہے حضرت عیسیٰؑ کا اصل لفظ فارقلیط ہے جس کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ احمد ہے اور اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی بشارت ہے پھر اس دعوی سے کہ ہم اس کو بتائید روح القدس بخوبی ثابت کریں گے، ثابت کیا ہے اور واقعی اس میں اپنی اطلاع وانصاف کو ظاہر کیا ہے جزاہ اللہ خیراً

امام فن مناظرہ اہل کتاب نے بھی اس بشارت کو نوید جاوید میں ذکر کیا ہے اور خوب بسط وتفصیل سے لفظ فارقلیط بمعنی احمد ہونا باعتراف علماء نصاری ثابت کیا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ ناظرین اس کتاب کو صفحہ ۴۹۹ سے ۵۰۸ تک ملاحظہ فرماویں تو عجیب حظ و لطف حاصل کریں۔

خبر دہم جو تہذیب الاخلاق میں منجملہ بشارات محمدیہ مذکور انجیل بشارت سوم سے معبر ہے۔

حضرت یحیٰؑ سے یہودیوں نے پوچھا تو مسیح ہے، وہ بولے نہیں۔ پھر پوچھا تو الیاس ہے؟ وہ بولے نہیں۔ پھر پوچھا تو وہ نبی ہے؟ آپ نے کہا نہیں۔

(انجیل یوحنا۔ باب اول۔ آیات ۱۹۔۲۲)

When the Jews sent priests and Levites from Jerusalem to ask him,

Who art thou?

And he confessed, and denied not; but confessed , I am not the Christ.

And they asked him, What then? Art you Elias? And he said, I am not.

Art thou that prophet? And he answered, No.

Then said they unto him, Who art thou? that we may give an answer to then that sent us. What sayest thoy of Thyself? (ST.John 1: 19-22)

جناب آنرایبل فرماتے ہیں کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ حضرت مسیح کے ایک اور پیغمبر کے آنے کی بھی امید رکھتے تھے اور وہ پیغمبر ایسا مشہور تھا کہ بجائے نام کے صرف اشارہ ہی اس کے بتانے کو کافی تھا۔ جیسے کہ ہم مسلمان پیغمبر ﷺ کے نام کی جگہ صرف آنحضرت اشارہ میں لکھتے بولتے ہیں۔ اور یہ مشہور پیغمبر کون ہوسکتا ہے، بجز اس کے جس کی نسبت خدا نے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کو برکت دی اور جس کی نسبت موسیٰؑ سے کہا تیرے بھائیوں میں سے تجھ سا پیغمبر پیدا کروں گا اور جس کی نسبت حضرت سلیمانؑ نے کہا میرا محبوب سرخ وسفید سب میں تعریف کیا گیا محمد ہے۔ اور جس کی نسبت یحیٰ نبی نے فرمایا کہ حمد تمام قوموں کا سردار آوے گا اور جس کی نسبت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا میرا جانا ضروری ہے تاکہ فارقلیط آوے۔ اب میں نہایت مضبوطی سے کہتا ہوں یہ نامی اور مشہور پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں واللہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آمنت باللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و بمحمد نبییاً۔

امام فن مناظرہ بھی اس بشارت کو اپنی کتاب میں لائے ہیں اور اس اشارہ سے آنحضرت ﷺ مراد ہونا تفصیل با دلیل سے ثبوت کو پہنچائے ہیں ۔ ناظرین نوید جاوید کو صفحہ ۴۴۰ سے ۴۵۲ تک ملاحظہ فرماویں اور اس تحقیق و تفصیل کا لطف اٹھاویں ۔

ذنابہ معترضہ مشتملہ علی التماس ونصیحۃ

التماس تو جناب سید احمد خان صاحب اور ان کے اتباع کی خدمت میں ہے کہ یہ حضرات الفاظ بشارات مندرجہ خطبات احمد یہ کو غور و انصاف سے ملاحظہ میں لاویں اور سوچ سمجھ کر فرماویں کہ جو باتیں آئندہ کی انبیاء نے ان بشارتوں میں بتائی ہیں وہ عقل وحواس سے کس طرح معلوم ہوسکتی ہیں؟ اور کتاب نیچر (جو درختوں کے پتوں اور چھالوں اور زمین و آسمان کے کناروں اور آسمان کے ستاروں وغیرہ اشیاء مخلوقہ سے عبارت ہے) میں کہاں لکھی ہوئی دکھائی دیتی ہیں؟ یہ نہ بتاسکیں تو اس بات کے اقراری ہو جاویں کہ وہ باتیں انبیاء نے اپنے اس ملکی طاقت کے ساتھ غیب الغیب سے جان لی ہیں اور جہاں وہ باتیں لکھی ہوئی ہیں وہاں عقل حواس کا پہنچنا ممکن نہیں ۔ اس اعتراف کی صورت میں ان کا یہ قول کہ نبوت صرف صرف فکر وغور عقل کا نتیجہ ہے اور اس کا ماخذ ومخزن فقط نیچر ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟ ان باتوں کو آپ بہ تشریح فرمائیں گے تو ہم بہت نفع اٹھاویں گے اور ہمارے آپ کے بہتیرے جھگڑے فیصلہ پائیں گے ۔

نصیحت زمرہ موحدین اور اس پرچہ کے ناظرین کو ہے کہ مضامین اس خطبہ بشارات کو ملاحظہ فرماویں اور جو اس میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اقرار و اثبات ہے اس میں غور فرماویں اور سید احمد صاحب کی تکفیر سے باز آویں ۔ یہ کام جو سید احمد خان صاحب سے خطبہ بشارات میں ہوا ہے یہ بجز مومن محبّ اسلام سے کسی نہیں ہوسکتا ۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اقرار لفظ نبوت کا کام آتا ہے جس حال میں کہ سید احمد خان صاحب کو معنی نبوت سے (چنانچہ تم نے خود نمبر نہم کے اعلام میں بتصریح کہا ہے) انکار ہے یہ اقرار تو ایسا ہے جیسے کوئی لفظ اللہ کو مانے اور اللہ کی الوہیت اور خالقیت سے انکار کرے ۔ یا رسول کو رسول مانے پر اس کی کوئی بات سچی نہ جانے، تو جواب اس کا یہ ہے کہ بے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شک و بلا ریب لفظی اقرار معنوی انکار کے ساتھ کام نہیں آتا، اور معنی کا منکر لفظ کا تسلیم کرنے والا نہیں سمجھا جاتا ولیکن یہ اس صورت میں ہے کہ وہ انکار عمداً وعناداً ہو، نہ خطاً و اجتہاداً۔ یہی وجہ ہے کہ مبتدع فرقے اہل سنت کے نزدیک کافر نہیں گنے جاتے، باوجودیکہ وہ اللہ اور رسول کے کلام سے معناً انکاری سمجھے جاتے ہیں۔ سید احمد خان صاحب کا انکار بھی اسی قسم کا انکار ہے۔ اور اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ سید احمد خاں صاحب کو معنی نبوت سے عمداً وعناداً انکار ہے۔ جائز و محتمل ہے کہ یہ انکار ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہو۔ اور جو کارروایاں خلاف تسلیم نبوت و اسلام ان سے ہو رہی ہیں (جیسے نبوت کو فقط عقل کا نتیجہ ٹھہرانا مسلمانوں کو احکام شرعیہ کی قید سے چھوڑانا وغیرہ) ان کے خیال وزعم میں کسی نیک نیتی و خیر خواہی اسلامی و ہم دردی قومی پر مبنی ہوں۔

اکثر لوگوں سے میں سنتا ہوں کہ یہ شخص حقیقت میں اسلام کا دشمن و مخالف ہے اور اسلام کے پیرایہ میں یہ اسلام کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ اس کا ظاہری اقرار و تسلیم نبوت کا اظہار اسی غرض پر مبنی ہے۔ ولیکن میں اس بات کو صحیح نہیں سمجھتا اور اس پر یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ اور جناب ممدوح سے ایسی بدگمانی نہیں رکھتا۔

اخبار جریدہ روزگار کے نمبر ۴۰ مطبوعہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۸۷۹ء میں آپ کی نسبت ایک مضمون لکھا ہے جس میں آپ کے حق میں یہ متردد انہ الفاظ مندرج ہیں:

یہ شخص یا تو بلا کا مسلمان ہے یا پرلے درجہ کا ان کا دشمن۔

ان الفاظ سے بھی مستفاد ہے کہ ان کی نسبت قطعی بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں

بالجملہ میں جناب ممدوح الصفات (سید احمد خان) کی تکفیر سے لوگوں کو منع کرتا ہوں باوجودیکہ میں ان کی اکثر باتیں مستلزم تکفیر خیال کرتا ہوں، چنانچہ یہ بات میں اشاعۃ السنہ نمبر ۵ میں بصفحہ ۱۴۴ بھی ظاہر کر چکا ہوں۔ تفصیل اس کی پھر کسی مضمون میں تحریر کروں گا۔

رجوع بہ مطلب

اخبار عشرہ مذکورہ بالا وہ ہیں جو زمانہ قدیم میں ملکی صفت انسانوں نے بتائیں۔ اور لوگوں کے مشاہدہ میں آئیں۔ اب وہ خبریں ذکر کی جاتی ہیں جو اسلام کے زمانہ میں ایک ملکی صفت مقدس محمد بن عبداللہ عربی ﷺ (جن کو ہم مسلمان خاتم المرسلین وسید الاولین و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الآخرین سمجھتے ہیں ﷺ) نے بتائیں اور ہمارے اور اس وقت کے لوگوں کے مشاہدہ میں آئیں۔ یہ خبریں دو قسم ہیں۔ قسم اول وہ ہیں جو قرآن میں (جس کو ہم مسلمان وحی متلو کہتے ہیں) مذکور ہیں۔ قسم دوم وہ جو حدیثوں میں (جن کو ہم وحی غیر متلو کہتے ہیں) موجود ہیں۔ ان اخبار سے بھی استدلال نہ اس وجہ سے ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ نے بتائی ہوئی ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے وہ واقعی باتیں ہیں اور مشاہدہ میں آچکی ہیں۔ ان اخبار کو ہم نبی کے کہنے سے نہیں مانتے بلکہ نبی کا نبی ہونا ان اخبار کی سچائی سے پہچانتے ہیں۔ پس ان اخبار سے استدلال مقدمات اثبات نبوت کی تائید میں مصادرہ علی المطلوب نہ ہوا۔

اخبار قسم اول: مخفی نہ رہے کہ اخبار قسم اول قرآن میں بکثرت پائی جاتی ہیں (ان خبروں سے پہلی اور پانچویں اور چھٹی خبر کی صداقت امام فن مناظرہ نے نوید جاوید میں صفحہ ۵۱۳ تا ۵۱۸ بتفصیل بیان کی ہے اور دوسری خبر کی تفصیل حافظ ولی اللہ مرحوم نے کتاب صیانۃ الانسان مطبوعہ لاہور میں صفحہ ۸۸ سے ۱۰۸ تک)۔

جیسے کہ قرآن کے محفوظ رہنے کی خبر

انانحن نز لنا الذکر و انّا له لحا فظو ن (حجر:۹)

قرآن کی مثل ایک سورت بنانے پر انس وجن کے قادر نہ ہونے کی خبر

قل لئن اجتمعت ا لا نس و الجنّ علی ان یّأ توا بمثل هذا القرآ ن لا یأ تو ن بمثله و لو کا ن بعضهم لبعض ظهیراً۔

(بنی اسرائیل:۸۸)

ان مسلمانوں کی (جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں جلا وطن کئے گئے اور دشمنوں سے سخت تکلیف پائی) معزز و متمکن ہونے کی خبر

وعد الله الذ ین آ منوامنکم و عملوا الصا لحا ت لیستخلفنّهم فی الا ر ض (النور:۵۵)۔

مکہ فتح ہو جانے کی خبر

انّا فتحنا لك فتحاً مبیناً ۔(الفتح:۱)

مکہ سے ہمیشہ کے لئے تسلط مشرکین کے اٹھ جانے کی خبر

انّما المشر کو ن نجس فلا یقربوا المسجد الحرا م بعد عا مهم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھذا ۔(توبہ:۲۸)

بیت المقدس سے اہل کتاب کے بے دخل ہو جانے کی خبر

ما کا ن للمشرکین ان یعمروا مسا جد الله۔ (تو به : ۱۷)

او لئك ما كان لهم ان يد خلو ها ا لا خا ئفين ۔(بقرہ:۱۱۴)

منافقوں کی چھپی ہوئی باتوں کی خبریں

یخفو ن فی انفسهم ما لا یبدو ن لك ۔ (آل عمران:۱۵۴)

یقو لو ن فی انفسهم لو لا یعذ بنا الله بما نقول .الآیۃ ۔(مجادلہ:۸)

وعلی ھذا القیاس، جن کا صدق و وقوع امتحان میں آ گیا اور مخالف وموافق نے مشاہدہ کیا، ولیکن مع ذلک بے انصاف لوگ ان میں کچھ نہ کچھ تاویلیں کرتے ہیں ۔اور آئندہ کے لئے احتمال خلاف تجویز کرتے ہیں اس لئے میں وہ خبریں نقل کرنا چاہتا ہوں جن میں ان کی تاویل کا مساغ نہ ہو، اور احتمال آئندہ بھی تجویز نہ ہو سکے۔

خبر اول

قا ل تعا لی: غلبت الرو م۔ فی اد نی الار ض و هم من بعد هم سیغلبو ن۔ فی بضع سنین، لله الا مر من قبل و من بعد، و یومئذٍ یفر ح المؤمنون۔ بنصر الله،ینصر من یشا ء و هو العزیز الر حیم ۔ وعد الله لا یخلف الله وعده و لکن اکثر الناس لا یعلمو ن (الروم: ۲۔٦) ۔

فغلبت فارس الروم، فبلغ ذلك المسلمين بمكه، فشق عليهم، و فرح به كفار مكة ۔ و قا لوا للمسلمين: انكم اهل كتا ب، و نصارى اهل كتا ب، و نحن اميّو ن ،و قد ظهر اخوا ننا من اهل فارس على اخوانكم من اهل الرو م ۔ و انكم ان قا تلتمو نا لنظهر ن عليكم، فا نز ل الله تعا لى هذه الا آ يا ت ۔ فخر ج ابو بكر الصديق الى الكفار فقال: فر حتم بظهور ا خوا نكم، فلا تفر حوا

جب فارس نے روم کو شکست دی تو مشرکین مکہ کو (جو ان کے ہم مذہب تھے)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی خوشی ہوئی اور مسلمانوں کو غم۔ پس آنحضرت ﷺ بواسطہ وحی یہ خبر کردی کہ تین برس پیچھے نو برس سے پہلے پہلے روم فارس پر غالب ہوں گے اور اس دن مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ ابوبکر صدیقؓ یہ خبر سن کر مشرکین مکہ کی خوشی اٹھانے کو وہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ کی گلی کوچہ میں سنانے لگے۔ ابی بن خلف جو آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا ان کے مقابلہ میں مقام انکار میں کھڑا ہو گیا اور اس بات پر شرط لگانے کا خواستگار ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے پانچ یا چھ سال کی مدت پر دس دس اونٹ شرط مان لی۔ (مضمون اثبات نبوت مسلسل اگلے شمارے میں چل رہا ہے۔ بہاء)

اشاعۃ السنہ نمبر یازدہم

(بابت ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق نومبر ۱۸۷۹ء

حصہ اول میں بعض مقدمات اثبات نبوت سے بحث ہے،

حصہ دوم میں مضمون مذہب ومعاشرت تہذیب الاخلاق کا جواب ہے۔

من جانب ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا)۔

(نیز گل دیگر شگفت، اور رفع اشتباہ کے عنوانات سے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی دو تحریریں اس شمارے میں درج ہے جنہیں ہم متفرقات میں نقل کر رہے ہیں۔ بہاء)

بقیہ مقدمات اثبات نبوت:

فو الله ليظهر نّ على فارس ما اخبر نا بذلك نبينا۔ فقا م اليه ابى بن خلف الجمحى فقا ل: كذ بت، فقال :انت اكذ ب يا عدو الله۔ فقا ل اجعل بيننا ا جلاً انا جيك عليه و المنا جة: المراهنة على عشر قلا ئص منّى و عشر قلا ئص منك ۔ فا ن ظهر ت الرو م على فارس غر مت۔ ففعلوا و جعلو ا لا جل ثلاث ۔فجا ء ابو بكر الى النبى ﷺ فا خبره بذ لك ۔ و ذلك قبل تحريم القمار ۔ فقا ل النبى ﷺ : ما هكذا ذكر ت انما البضع ما بين الثلاث الى التسع، فزا يده فى الخطر و ماده فى

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا لا جل۔ فخر ج فلقی ابیّاً ،فقا ل لعلك ند مت۔ فقا ل لا۔ فتعا ل ازا ید ك فی الخطر و امادك فی ا لا جل، فاجعلها مأة قلو ص و مأة قلو ص الی تسع سنین، و قیل الی سبع سنین۔ قا ل: قد فعلت۔

فلما خشی ابی بن خلف ان یخر ج ابو بکر من مکة اتاه فلزمه ۔ و قا ل : انی ا خا ف ان تخر ج من مکة فاقم لی کفیلاً ۔ فکفل له ابنه عبد الله بن ابی بکر ۔ فلما اراد ابی بن خلف ان یخر ج الی ا حد اتاه عبد الله بن ابی بکر فلز مه ۔ فقا ل :لا والله لا ادمك حتی تعطینی کفیلاً ۔ فعطاه کفیلاً ۔ ثم خر ج الی ا حد ثم ر جع ابی بن خلف فما ت بمکة من جرا حته التی جر حه رسو ل الله ﷺ حین با رز...

و ظهر ت الرو م علی فارس یو م الحد یبیة و ذ لك عند رأ س سبع سنین ...

فقمر ابو بکر ابیّاً و اخذ ما ل الخطر من ور ثته ۔ فجا ء به یحمله الی النبی ﷺ فقال النبی ﷺ تصدق به ۔(تفسیرمعا لم التز یل)

(آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تولفظ بضع کا تین سے نوتک مستعمل ہونا خیال میں نہیں لاتا۔ میں نے تین سال تونہیں کہے۔ پس مدت کو بڑھادے اوراس زیادتی کے عوض میں شرط اونٹ بھی زیادہ دینے مان لے۔ آخر غایت مدت نو سال ٹھہری اور دس کے سواونٹ مقرر ہوئے۔ اس دن سے چھ سال گذر کر سا تواں شروع ہوا تھا کہ روم، فارس پر غالب آئے اور شرط کے سواونٹ وارثان ابی بن خلف سے (جواس عرصہ میں داخل جہنم ہو چکا تھا) حضرت ابو بکرؓ نے بھر لئے۔ اس وقت اس طرح کی شرط وقمار کی حرمت میں وحی نہ آئی تھی۔ پر آنحضرت ﷺ نے بنور نبوت وروحانی طاقت کے حرمت آئندہ کے موافق اس شرط کے اونٹوں کو کام میں لانا پسند نہ کیا اوران کے خیرات کر دینے کا حکم ہوا)۔

اس خبر کو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں دارقطنیؒ نے افراد میں، ابو نعیمؒ نے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلائل النبوۃ میں، بیہقیؒ نے شعب الایمان میں، ترمذیؒ نے اپنی جامع (ص ۱۶۸ ج ۲) میں ذکر کیا ہے اور جملہ مفسرین نے اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے اور ترمذیؒ نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

(سنن ترمذی میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے: عن ابن عباس فی قو له تعا لی : الم غلبت الرو م فی اد نی ا لار ض ۔ قا ل : غلبت و غلبت ۔ قا ل : کا ن المشر کو ن یحبّون ان یظهر اهل فارس علی الرو م لا نّهم و ایّا هم اهل ا لاوثا ن و کان المسلمو ن یحبّون ان یظهر الرو م علی فارس لا نّهم اهل الکتا ب، فذکروه لا بی بکرٍ فذکره ابو بکرٍ لرسو ل الله ﷺ فقال : اما انهم سیغلبو ن، فذ کره ابو بکر لهم فقا لوا : اجعل بیننا و بینك اجلاً فا ن ظهر نا کا ن لنا کذا و کذا و ان ظهر تم کا ن لکم کذا و کذا ۔ فجعل اجل خمس سنین فلم یظهروا فذکروا ذلك للنبی ﷺ فقا ل : الا جعلته الی دو ن ۔ قا ل ارا ه العشر۔ قا ل : قال سعید : و البضع ما دو ن العشر ۔ قا ل : ثم ظهر ت الروم بعد ۔ قا ل : فذ لك قو له تعا لی : الم غلبت الرو م ۔ الی قو له ۔ و یو مئذ یفر ح المو منون بنصر الله، ینصر من یشا ء ۔ قال سفیا ن سمعت انهم ظهروا علیهم یو م بدر۔

قا ل ابو عیسی : هذا حد یث حسن صحیح غر یب انما نعرفه من حد یث سفیا ن الثوری عن حبیب ابن ابی عمره (سنن ترمذی حدیث نمبر: ۳۱۹۳

اور: فلمّا انز ل الله هذه ا لآ یة خر ج ابو بکر الصدیق یصیح فی نوا حی مکة : الم غلبت الرو م ... فی بضع سنین ۔ قا ل: ناس من قریش لا بی بکر فذ لك بیننا و بینکم زعم صا حبك ان الرو م ستغلب فارس فی بضع سنین ۔ افلا نرا هنك علی ذلك ۔ قال : بلی ۔ و ذلك قبل تحریم الر ها ن ۔ فار تهن ابو بکر و المشر کو ن و توا ضعوا الر ها ن و قا لوا لابی بکر : کم تجعل البضع : ثلاث سنین الی تسع سنین ۔ فسمّ بیننا و بینك وسطاً تنتهی الیه۔ قا ل فسمّوا بینهم ستاً سنین ۔ قا ل : فمضتِ الستّ سنین قبل ان یظهروا فاخذ المشر کو ن رهن ابی بکر ۔ فلما د خلت السّنّة السا بعة ظهر تِ الرو م علی فارس ۔ فعا ب المسلمو ن علی ابی بکر تسمیّة ستّ سنین قا ل : لانّ الله تعا لی قا ل: فی بضع سنین ۔ قا ل و اسلم عند ذلك ناس کثیر ۔

قا ل ابو عیسی : هذا حد یث حسن صحیح غر یب (سنن تر مذی :۳۱۹۴)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی تفسیر فتح البیا ن لمجدد ھذ ا الاوا ن مشھر العلم فی البوادی و العمرا ن النوا ب .. صدیق حسن خا ن امیر ریاست البو فا ل سقا ہ اللہ من عنن الکمال و وقا ہ عین الکما ل ۔ و لم ینبہ (ای ا لا جل) و ان کا ن معلوماً لنبیہ ﷺ لا دخا ل الرعب و الخو ف علیھم فی کل وقت کما تو جد من تفسیر الفخر الرازی ۔ انتھی ۔

و فی تفسیر الفخر الرازی ۔ ابھم الوقت مع ان المعجزۃ فی تعیین الوقت اتم ۔ فنقول السنۃ والشھر و الیو م و السا عۃ کلھا معلو مۃ عند اللہ و بینھا لنبیہ و ما ا ذن فی اظھا ر ھا لانّ الکفار کانوا معا ند ین و ا لا مور التی تقع فی البلا د النائتہ تکو ن معلو مۃ الو قوع بحیث لا یکمن انکار ھا ولکن وقتھا یمکن ا لا ختلاف فیہ ۔ فا لمعا نہ کا ن یتمکن من ان یرجف بو قوع الواقعہ قبل الو قوع لیحصل الخلف فی کلا مہ

اس میں جو آنحضرت ﷺ نے مدت کو مبہم چھوڑا اور ٹھیک ٹھیک سال فتح نہ بتایا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین ہر وقت اسی فکر میں دبے رہیں ۔ اور وقت سے پہلے اس کے واقع ہونے کو شائع نہ کرنے پائیں ۔ چونکہ روم مکہ سے فاصلہ دراز پر تھا اور خبر و اطلاع کی سبیلیں جو اس وقت موجود و میسر ہیں اس وقت موجود نہ تھیں ۔ اس لئے مخالفین کو قبل وقوع واقعہ کے دعوی وقوع ممکن تھا ۔ اور وقت وقوع میں اختلاف و شبہ ڈالنے کی گنجائش جس سے کم عقلوں کے پھسل جانے کا اندیشہ تھا ۔ اور نفس وقوع میں جو باوجود فاصلہ محل کے چھپا نہیں رہتا (گو ایک زمانہ کے بعد کیوں نہ ہو) ان کا خلاف ممکن نہ تھا اس لئے نفس وقوع بتایا گیا اور اس کی مدت کا ایسا انداز و مقدار جس میں دور سے دور اور بے خبر سے بے خبر کو بھی خبر پہنچ سکے، مقرر کر دیا اور اگر کوئی ہماری اس بات کو نہ مانے اور آنحضرت ﷺ کا ٹھیک ٹھیک مدت فتح کو جان لینا تسلیم نہ کرے تو یہ بھی ہمارے مدعا کے مخالف نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فقط اسی قدر جان لینا (کہ فتح روم تین سال سے پہلے نہ ہوگی اور نو سال سے تجاوز نہ کرے گی) بھی غیب دانی اور پیشین گوئی سے خالی نہیں ۔ عقل سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسی تحدید کب ہوسکتی ہے۔ پھر اس کے بھروسے معرکہ اعداء میں اس پر شرط بھی مان لینا عاقل سے کب متصور ہے۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ یہ خبر آنحضرت ﷺ کی ایسی خبر ہے جس کے صادق اور واقع کے مطابق ہونے میں کسی کو شک نہیں۔ اور نہ اس کے غیب الغیب سے ہونے میں کسی تاویل کو گنجائش ہے۔ ومع ذلک، ایک بے انصاف نے اس کو بھی تاویل سے نہیں چھوڑا اور اس کی نسبت یہ کہا ہے کہ یہ قیافہ اور تجربہ کی بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فارس کی بے انتظامی دیکھ کر یہ خبر دی ہے۔ یہ کوئی پیشین گوئی یا غیب دانی نہیں۔ ولیکن اہل انصاف کے نزدیک اس تاویل کی اس خبر میں کوئی گنجائش نہیں، اور خبر کا قیافہ یا تجربہ سے پیدا ہونا تین وجہ سے ممکن نہیں۔

۱۔ قیافہ سے یہ تب ناشی ہوسکتی جب کہ فارس کی تباہی وتنزل کے آثار دیکھ کر بتائی جاتی اور اس خبر دینے کے وقت فارس کی حالت تنزل وتباہی میں ہوتی۔ یہ خبر تو فارس کے کرّ وفر شان وشوکت کے وقت (جس میں انہوں نے روم پر پائی) بتائی گئی ہے پھر اس کا قیافہ وتجربہ سے پیدا ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

۲۔ قیافہ محض تخمینہ ہوتا ہے جس میں تحدید خاص ممکن نہیں ہے اور یہ خبر ایک تحدید پر مشتمل ہے۔

۳۔ اگر کوئی قیافہ وتخمینہ سے کوئی تحدید کر بھی دیتا تو اس پر ایسا یقین وبھروسہ نہیں کرسکتا جو اس خبر میں کیا گیا ہے۔ یعنی معرکہ اعداء میں برملا اس تحدید کا دعوی کرنا۔ پھر بصورت خلاف سو اونٹ شرط مان لینا۔

ان وجوہات کی تصدیق نظائر ذیل سے بخوبی ہوسکتی ہے۔ دیکھو اگر کوئی کسی نوجوان صحیح وسالم قوی وتندرست کی نسبت یہ خبر دے کہ یہ نو دن کے اندر تین دن کے بعد مرجائے گا، اور اس پر ایسا یقین کرے کہ بصورت خلاف کوئی شرط بھی مان لے۔ ایسی خبر کو قیافہ نہ کہا جاوے گا۔ اور اگر کوئی صد سالہ ضعیف یا مریض مایوس الصحۃ کو دیکھ کر اتنی مدت میں اس کا مرجانا تجویز کرے (جتنی مدت میں اس کے امثال واقران مرجایا کرتے ہیں) ومع ذلک اس میں وہ ایسا مدعی نہ ہوبیٹھے کہ بصورت خلاف شرط کا ذمہ دار ہو جائے تو ایسی خبر کو بے شک قیافہ کہا جائے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان و جو ہات و نظا ئر کی شہا دت سے اس خبر کا قیا فہ سے پیدا ہو نا بحکم انصاف تو ممکن نہیں ۔ انصاف کو چھوڑ کر جو کچھ کوئی کہے (دن کو رات یا رات کو دن) مشکل نہیں۔

خبر دوم از قسم اول

قا ل الله تعا لی ۔ و الله یعصمك من الناس ۔(مائدہ:٦٧)

عن عا ئشه قا لت: كان النبی ﷺ یحر س حتّی نز لت هذه الآیة: و الله یعصمك من الناس ۔ فاخر ج رسو ل الله رأسه من القبّة فقا ل لهم: یا ایها النّاس انصر فوا ، فقد عصمنی الله ۔ رواه التر مذی فی تفسیر سورة الما ئدة من جا معه۔حد یث نمبر :٣٠٤٦)

و هكذا فی التفسیر الكبیر و الجلا لین و البیضاوی و المعالم و غیر ها من كتب التفا سیر ۔

وقا ل فی التفسیر الكبیر كیف یجمع بین ذلك و بین ما روی انه ﷺ شج و جهه یو م احد و كسر ر باعیته ۔

و الجوا ب من و جهین: احد هما ان المراد یعصمه من القتل و فیه تنبیه علی انه یجب علیه ان یتحمل كل ما دو ن النفس من انوا ع البلاء فما اشد تكلیف ا لانبیاء علیهم السلا م ۔

و ثا نیهما انها نز لت بعد یو م ا حد۔ انتهی ۔

و ید ل علی صحه الو جه الثا نی ما اتفق علیه المفسرو ن ان الما ئدة آ خر ما نز ل من القر آ ن و نص علیه اصحاب النبی علیهم الر ضوا ن

جناب رسول اللہ ﷺ ابتداء حال میں اپنی جان کی حفاظت کیلئے پہرہ رکھواتے ۔ یہاں تک کہ خدا تعالی نے آپ کو مطمئن کر دیا اور قتل سے عصمت و محافظت کا وعدہ کیا ۔ پس آپ نے پہرہ کو اٹھا دیا ۔ اور لوگوں کو خبر دی کہ اب اللہ تعالی نے میری حفاظت خاص اپنے ذمہ لے لی ہے، تم اب ہٹ جا ؤ ۔ اور پہرہ موقوف کر دیا ۔ پھر اس خبر کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صادق ہونا بھی لوگوں کے امتحان میں آ گیا۔ بار ہا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا قصد کیا۔ پر خدا نے آپ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کو بچایا۔ یہاں تک کہ خود اپنے پاس بلایا۔ ہر چند قتل کے سوا اور تکلیفیں (جیسے احد کی لڑائی میں آپ کے سر مبارک کو زخم پہنچانا یا دانت کا شہید ہو جانا) آپ کو مخالفین سے پہنچیں ولیکن اس آیت میں ایسی تکالیف سے بچانے کا وعدہ نہیں ہے۔ قطع نظر اس سے یہ وعدہ ان تکالیف پہنچنے کے پیچھے ہوا ہے چنانچہ نزول سورۃ مائدہ جس میں یہ وعدہ ہے اس پر گواہ ہے۔ آپ کے قتل کا ارادہ اس وعدہ سے پہلے اور پیچھے بہت لوگوں نے کیا، پر خدا تعالیٰ کی حمایت وحفاظت کے سبب کوئی اس پر قادر نہ ہو سکا۔ اس قسم کے واقعات بہت ہیں پر بطور تمثیل ایک دو واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ ایک خاردار درختوں کے جنگل میں پہنچے۔ آپ کے اصحاب درختوں کے سایہ میں متفرق ہو پڑے۔ آنحضرت ﷺ ایک ببول کے درخت کے نیچے اس پر تلوار لٹکا کر سو گئے اتنے میں ایک اعرابی (غورث بن حارث جس کو دعثور بھی کہتے تھے کفار کے کہنے سے کہ محمد ﷺ اکیلے پڑے ہیں اس کو پکڑ لو) آنحضرت ﷺ کے سر پر تلوار کھینچ کر آ کھڑا ہوا اور بولا تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ آنحضرت ﷺ نے تین دفعہ فرمایا اللہ تعالیٰ بچائے گا۔ یہ سن کر اس نے تلوار میان میں بند کر لی پھر اس کا ہاتھ کانپنے لگا تو وہ زمین پر گر گئی اور آنحضرت ﷺ نے اٹھالی اور اس کو وہی بات کہی جو اس نے آنحضرت ﷺ کو کہی تھی اس سے جواب میں اس کلمہ کے کہ میرا بچانے والا کوئی نہیں، کچھ بن نہ پڑا۔ آنحضرت ﷺ نے لطف وکریم الاخلاقی سے اس کو چھوڑ دیا۔ یہ امر اس کی ہدایت کا باعث ہوا اور وہ مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنی قوم میں آ کر ان کو بھی اسلام کی طرف بلایا۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کو یہود خیبر نے زہر آمیختہ گوشت کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آپ ﷺ کی جان کو بچالیا باوجودیکہ اسی گوشت کے کھانے سے ایک رفیق جناب کا شہید ہو گیا اور آنحضرت ﷺ کو بھی اس زہر کا اثر ہمیشہ محسوس ہوتا رہا۔ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ ہم نے یہ کام اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ واقعی نبی ہوں گے تو بچ جائیں ورنہ ہم آپ سے چھٹی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائیں گے

عن جا بر نزل رسول الله ﷺ تحت سمرة فعلق بها سيفه و نمنا نو مة فا ذا رسو ل الله ﷺ يدعو نا و اذا عنده اعرا بى فقا ل ان هذا اخترط على سيفى و انا نا ئم فا ستيقظت و هو فى يده صلتا۔ فقال من يمنعك منى۔ فقلت الله ثلاثاً۔ فشام السيف ، رواه البخارى

و فى رواية من بن كعب القر ظىٰ فرعدت يد الاعرا بى و سقط السيف من يده ذكر ها البغوى فى المعالم ۔

و فى روا ية محمد بن اسحاق ان الكفار قا لوا لدعثور و كا ن شجا عاً قد انفرد محمد فعليك به ۔ و فيها ان جبر يل دفع فى صدره فو قع من يده فاخذه النبى ﷺ و قا ل من يمنعك منى ۔ قا ل لا ا حد ۔ قا ل قم فا ذ هب لشا نك۔ فلما ولى قا ل كنت خيرامتى فقا ل ﷺ انا احق بذ لك منك ثم اسلم بعد۔ و فى لفظ قا ل اشهد ان لا اله الا الله و اشهد انك رسو ل الله ۔ ثم اتى قو مه فدعا هم الى ا لاسلا م ۔ ذكر ها القسطلا نى فى شر ح البخارى

عن ابى هريرة قا ل لما فتحت خيبر هد يت لرسو ل الله ﷺ شاة فيها سم ۔ فقا ل رسو ل الله اجمعوا الى من كان من اليهود فقال هل جعلتم فى هذاالشا ة سماً ۔قالوا نعم ۔ قا ل ما حملكم على ذلك۔ فقالوا ان كنت كذاباً نستر يح منك و ان كنت نبياً لم يضر ك ۔ رواه البخا رى و ذكر القسطلا نى انه ما ت باكلها بشر بن البراء ۔ الخ ۔

خبرسوم ازقسم اول

قا ل تعا لى: انا كفينا ك المستهز ئين ۔(الحجر:۹۵)

كا نوا خمسة نفر من المشر كين الو ليد و العا صى و عدى و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاسود بن مطلب و الاسود بن عبد يغو ث۔ قا ل جبر يل لرسو ل الله ﷺ امر ت ان اكفيكهم فا و ما الى عقب الوليد فمر بنبا ل فتعلق بثو به سهم فلم ينعطف تعظما لا خذه فاصاب عر قاً فى عقبه فقطعه فما ت ۔ او ما الى العا صى فدخلت فيها شو كة و قا ل لد غت و انتفخت ر جله حتى سار كا لر حى و ما ت و اشار الى عينى ا لا سود بن المطلب فعمى و اشار الى انف عدى بن قيس فا متخط قيحا فما ت و اشار الى ا لا سود بن عبد يغوث و هو قا عد فى اصل شجرة فجعل ينطح رأسه بالشجرة و يضر ب و جهه با لشو ك حتى ما ت ، كذا فى التفسير الكبير ۔

و فى معا لم ا ن الاسود بن المطلب كا ن رسو ل الله ﷺ قد دعا عليه فقا ل :اللهم اعم بصره و اثكله بو لده، و الاسود بن عبد يغو ث بن وهب بن عبد منا ف بن زهرة، و الحا رث بن قيس بن الطلاطلة فاتى جبر يل النبى ﷺ، والمستهز ؤن يطو فو ن با لبيت، فقام جبر يل و قا م النبى ﷺ على جنبه ، فمرّ به الو ليد بن المغيرة، فقا ل جبر يل : يا محمد كيف تجد هذا فقا ل : بئس عبد الله ، فقا ل : قف كفيته، و اوما الى سقق الوليد، فمرّ بر جل من خزا عة نبا ل يرِ يش نبلاً له و عليه بردّ يما نى و هو يجرّ ازاره فتعلقت شظيه من النبل با زاره فمنعه الكبر ان (يطا طىء رأسه) فينز عها، و جعلت تضر ب سا قه، فخدشته، فمر ض منها فما ت ۔

و مرّ به العا ص بن وا ئل فقا ل جبر يل : كيف تجد هذا يا محمد ؟ قا ل : بئس عبد الله ۔ فا شا ر جبر يل الى ا خمص رجليه ، و قا ل : قد كفيته ۔ فخر ج على را حلته و معه ابنا ن له يتنزه فنز ل شعباً من تلك الشعا ب فو طىء على شبرقة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فدخلت منها شوكة في ا خمص ر جله فقا ل : لد غت لد غت فطلبوا فلم يجدوا شيئاً و انتفخت ر جله حتى صارت مثل عنق البعير ، فما ت مكا نه ۔

و مرّ به ا لا سود بن المطلب فقا ل جبر يل : كيف تجد هذا ؟ قا ل : عبد سوء ۔ فا شا ر بيده الى عينيه ، و قا ل : قدكفيته۔ فعمى ۔ و قا ل ابن عباس ر ماه جبر يل بورقة خضراء فذ هب بصره و وجعت عينا ه فجعل يضر ب بر أسه الجدار حتى هلك (تفسيرمعا لم التنز يل)

مکہ میں پانچ شخص تھے اسود بن مطلب ، ولید ، عاصی ، عدی بن قیس، اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب ، جو آنحضرت ﷺ کو ستاتے اور قرآن کو ہنسی میں اڑاتے ۔آنحضرت ﷺ ان کے سبب دل میں بہت تنگی پاتے ۔پس آنحضرت ﷺ نے ان کی ہلا کت کے لئے خدا سے التجا کی ۔خدا نے آپ کی دعا قبول فرمائی ۔اور جبریل کو ان کی ہلاکت کی خدمت سپرد ہوئی ۔جبریلؑ نے یہ خبر آنحضرت ﷺ کو سنائی اور آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو بتائی اور لوگوں کے امتحان میں آ گئی ۔اسود بن مطلب کے لئے آنحضرت ﷺ نے اندھا ہونے کی دعا کی تھی وہ اندھا ہو گیا ۔اسی طرح واصل جہنم ہوا ۔تفصیل قصہ تفسیر کبیر و معالم وغیرہ میں ہے ۔طالب تفصیل اصل کتابوں کا مطالعہ کرے ۔

اخبار قسم دوم

واضح ہو کہ اخبار قسم دوم (یعنی آنحضرت ﷺ کی وہ غیبی خبریں جو حدیث میں آئی ہیں اور لوگوں نے آزمائی ہیں) اس کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ تفحص و تلاش سے ضبط و شمار میں نہیں آتیں ۔ازانجملہ چند اخبار بطور مشت نمونہ خروار ذکر کی جاتی ہیں ۔اور چونکہ ان کی تفصیل بطرز تفصیل قسم اول موجب تطویل ہے اس لئے ان میں بجائے نقل عبارت مجرد حوالہ کتب پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۔حبشہ (ابی سینیا) کا بادشاہ جس وقت حبشہ میں فوت ہوا آنحضرت ﷺ نے اسی وقت (باوجود کہ مدینہ میں تار برقی نہ تھی اور نہ کوئی ایسی سبیل جس سے ایک پل میں اتنے فاصلے سے خبر کا پہنچنا ممکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو پائے) لوگوں کو اس کے فوت ہونے کی خبر دی۔ اور غائبانہ اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی

(عن جا بر قا ل النبی ﷺ حین مات النجا شی: ما ت الیو م ر جل صا لح ، فقو موا فصلّوا علی ا خیکم ا صمحة۔

عن جا بر بن عبد الله ا لا نصاری انّ النبی الله ﷺ صلّی علی النجا شی فصفّنا وراء ہ ۔ فکنت فی الصف الثا نی او الثا لث۔

عن جا بر بن عبد الله ان النبی ﷺ صلی علی ا صمهة النجا شی فکبّر علیه ار بعاً ،

ا خبر ابو ہر یرہ: ان رسو ل الله ﷺ نعی لهم النجا شی صا حب الحبشة فی الیو م الذی ما ت فیه ۔ و قا ل : استغفروا لا خیکم ۔

ا خبر ابو ہر یرہ : ان رسو ل الله ﷺ صفّ بهم فی المصلّی فصلّی علیه و کبّر ار بعاً (صحیح بخاری احادیث نمبر ۳۸۷۷، ۳۸۷۸، ۳۸۷۹، ۳۸۸۰، ۳۸۸۱)

۲۔ رؤساء کفار مکہ نے باہم عہد کیا کہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب اقرباء رسول اللہ ﷺ سے لین دین معاملت مناکحت چھوڑ دیں اور ان کا کھانا پینا تنگ کریں، یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالہ کر دیں۔ اس عہد کو بطور وثیقہ تحریر کیا اور جوف کعبہ میں لٹکایا ،اور تین سال اس پر عمل درآمد رہا۔ بے چارے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب اپنے گھر چھوڑ کر ابو طالب کے شعب (دو پہاڑوں کے درمیان میں میدان) میں جا بسے وہاں سے بجز ایام حج (جن میں ہر کسی کو آزادی ہوتی ہے) کبھی نہ نکلتے۔ آخر اللہ تعالی اس وثیقہ پر ایک کیڑے کو مسلط کیا وہ جور و جفا کی سب باتوں کو چاٹ گیا اور جہاں اس میں خدا کا نام تھا اس کو رہنے دیا۔ یہ بات حضرت جبریلؑ نے آنحضرت ﷺ کو بتائی۔ آپ نے ابو طالب سے کہی۔ ابو طالب اہل وثیقہ کے سامنے اس بات کا مدعی ہوا کہ یہ بات جھوٹ نکلے تو میں بھتیجے کو تمہارے سپرد کر دوں گا۔ تم اس کو قتل کرو، چاہے زندہ رکھو۔ سچ نکلے تو تم اس خیال فاسد سے باز آؤ۔ مشرکین اہل وثیقہ نے یہ شرط مان کر وثیقہ کو کھولا تو موافق خبر آنحضرت ﷺ کے پایا۔ پس وہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور بنی ہاشم و بنی عبد المطلب اپنے گھروں میں آ بسے۔ یہ اصل قصہ بخاری و مسلم میں ہے اور اس کی تفصیل ان کی شروح نووی عینی قسطلانی وغیرہ میں ہے۔ (صحیح بخاری۔ ص ۲۱۶۔ مسلم، ص ۴۲۳ معہ شروح)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ آنحضرت ﷺ نے عدیؓ بن حاتم کو خبر دی کہ اگر تو زندہ رہا تو دیکھ لے گا (یعنی ایسا امن ہو جائے گا) کہ اکیلی عورت اپنی ہودج میں میں حیرہ سے کعبہ تک چلی جائے گی اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے گی۔ عدیؓ راوی حدیث نے کہا میں نے اس وقت دل میں کہا کہ طئے (قبیلہ) کے ڈاکو اور بدمعاش جنہوں نے تمام بستیوں میں لوٹ اور فساد کی آگ جلا رکھی ہے کہاں چلے جائیں گے۔ پھر میں نے بچشم خود دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے کعبہ پہنچ کر طواف کرتی ہے اور کسی سے بجز خدا نہیں ڈرتی۔ (بخاری ص ۵۰۷)

۴۔ آنحضرت ﷺ نے فرقہ خوارج کے (جنہوں نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے جنگ کیا) حال سے خبر دی اور ان کی نشانی یہ بتائی کہ ان میں ایک شخص ایسا ہوگا جس کا بازو سے نیچے ایک ہاتھ نہ ہوگا اور اس بازو کی صورت ایسی ہوگی جیسی عورت کا پستان۔ اس پر چند سفید بال بھی ہوں گے۔ ابوسعید خدریؓ راوی حدیث نے کہا کہ مجھے خدا کی قسم ہے، میں نے اس حدیث کو آنحضرت ﷺ سے سنا۔ پھر ایسا شخص حضرت علی مرتضیٰؓ سے لڑنے والوں میں پایا۔ حضرت علیؓ نے بھی یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے سنی تھی، اس لئے انہوں نے ان مرداروں کی لاشوں کو ڈھونڈوایا اور ایسے آدمی کو پایا (بخاری۔ص ۵۰۹۔ مسلم۔ص ۳۴۳)

۵۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے لخت جگر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا و علی ابیہا کو یہ خبر دی کہ میرے مرنے کے بع میرے اہل بیت سے (یعنی جن کو آیت تطہیر میں اہل بیت کہا ہے اور آنحضرت ﷺ نے انکو چادر میں لیا) سب سے پہلے تو مجھے ملے گی۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا۔ آنحضرت ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد سب اہل کے پہلے حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا۔ (صحیح بخاری۔ص ۵۱۲، ص ۴۳۵)۔

۶۔ آنحضرت ﷺ نے خاص اپنی ازواج مطہرات میں سے سب سے پہلے بی بی زینبؓ کے فوت ہونے کی خبر دی۔ اور یہی بات وقوع میں آئی۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۱)

۷۔ آنحضرت ﷺ نے زید اور عبداللہ بن رواحہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے جنگ موتہ میں بہ ترتیب فوت ہو جانے سے خبر دی، قبل اس کے کہ ویسی ہی خبر مدینہ میں پہنچے۔

(عن عبد الله بن عمر قال : امّر رسول الله ﷺ فی غزوة مؤتة زيد بن حارثه ، فقال رسول الله ﷺ : ان قتل زيد فجعفر ، و ان قتل جعفر فعبد الله بن رواحة .

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قا ل عبد الله : كنت فيهم فى تلك الغز وة فا لتمسنا جعفر بن ابى طا لب فو جد نا ه فى القتلى و و جد نا ما فى جسده بضعاً و تسعين من طعنةٍ و ر ميةٍ ۔ بخاری حدیث نمبر ۴۲۶۱

عن انس انّ النبیّ نعی زیداً و جعفراً و ابن روا حة للناس قبل ان یأتیهم خبر هم فقا ل : ا خذ الرا یة زید فا صیب ، ثم ا خذ جعفر فا صیب ، ثم ا خذ ابن روا حه فا صیب ۔ و عیناه تذرفا ن ۔ حتی ا خذ الر ایة سیف من سیو ف الله حتی فتح الله علیهم ۔صحیح بخاری۔ حدیث نمبر ۴۲۶۲)

۸ ۔ آنحضرت ﷺ ایک شخص کے دوزخی ہونے کی خبر دی ۔ پھر اس شخص کی خودکشی سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی ۔ (صحیح بخاری ۔ص ۶۰۴)

۹ ۔ آنحضرت ﷺ حضرت امام حسن کی نسبت یہ خبر دی کہ ان کے سبب دو جماعت مسلمانوں میں مصالحت ہوگی ۔ اس کی تصدیق یہ ہوئی کہ آپ کے سبب لشکر امیر معاویہؓ اور ان کے مقابلین میں صلح ہوئی ۔ (صحیح بخاری ۔ص ۵۱۲، ۱۰۵۳)

(ابنی هذا سید، و لعلّ الله ان یّصلح به بین فئتین من المسلمین۔ بخاری حدیث نمبر ۳۷۴۶)

انّ ابنی هذا سیّد و لعلّ الله ان یّصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۷۰۴)

۱۰ ۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمارؓ کی نسبت یہ خبر دی کہ ان کی موت باغیوں کی جماعت کے ہاتھوں ہوگی ۔ اور یہی امر وقوع میں آیا ۔ جماعت امیر معاویہؓ نے جب وہ حضرت علی کے باغی تھے، ان کو قتل کیا ۔ (صحیح بخاری ۔ص ۶۴، صحیح مسلم ۔ج ۲ ص ۳۹۵)

۱۱ ۔ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھ سے ہوگی ۔ اور ایسا ہی وقوع میں آیا ۔ یزید وغیرہ ظالمان بنی امیہ نے اس امت کو ہلاک کیا ۔ (صحیح بخاری ۔ص ۵۰۹)

(قال ابو هر یرة : سمعت الصادق المصدوق ﷺ یقول : هلكة امّتی علی یدی غِلمة من قریش ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۰۵۸)

۱۲ ۔ ایک عیسائی مسلمان ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس وحی وغیرہ لکھا کرتا تھا ۔ وہ مرتد ہوگیا اور لوگوں سے کہنے لگا محمد کیا جانتا ہے ۔ جو کچھ میں اس کو لکھ دیتا تھا اتنا ہی اس کا علم ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی نسبت خبر دی کہ یہ مر جائے گا تو زمین اس کو قبول نہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے، جب وہ مرا اور دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو باہر پھینک دیا۔ (صحیح بخاری۔ص ۵۱۱۔مشکوۃ المصابیح،ص ۵۲۷)

۱۳۔ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصری میں اونٹوں کی گردنوں پر روشنی پڑے گی۔ (بخاری۔ص ۱۰۵۴۔مسلم۔ص ۳۹۳)۔ (عن ابی ھریرۃ: انّ رسول اللہ ﷺ قال: لا تقوم الساعۃ حتی تخرج نار من ارض حجاز تضیء اعناق الابل ببصری (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۱۱۸)

یہ آگ ۶۵۴ھ میں مدینہ کی جانب شرق سے ظاہر ہوئی اور شام وغیرہ بلاد تک اس کی خبر مشہور ہوئی چنانچہ نووی نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے۔

۱۴۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالی نے ایک شب میں بیت المقدس کی سیر کرائی۔ پھر وہاں سے آسمانوں پر بلایا۔ آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کو فقط بیت المقدس جانے کا حال سنایا تو انہوں نے (جو خدا کی قدرت کو ظاہری اسباب میں منحصر سمجھتے و بناء علیہ ایک شب میں مکہ سے بیت المقدس پھر آنے کو محال جانتے، جیسے آج کل کے نیچری مسلمان کہلا کر ان باتوں کو محال جانتے ہیں، اور ان کو خلاف نیچر سمجھ کر ہنسی اڑاتے ہیں) آنحضرت ﷺ کی بات کو ہنسی میں اڑایا۔ اور آنحضرت ﷺ سے (جو مدۃ العمر میں کبھی بیت المقدس نہ گئے تھے اور نہ بیت المقدس وغیرہ کے مکانات کے نقشہ بنا کر اس وقت کے لوگ پاس رکھا کرتے تھے) بیت المقدس کے پتے پوچھنے لگے، آنحضرت ﷺ نے وہاں کے پتے بخوبی یاد نہ کئے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے سوالات سے گھبرائے۔ اللہ تعالی نے بیت المقدس کا قدرتی نقشہ آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ پس آنحضرت ﷺ نے مشرکین کے ہر سوال کا عمدہ جواب دیا اور اس کے ضمن میں بہت سی غیبی باتوں کا اظہار کیا جن کو مشرکین نے امتحان کر کے آخر ھذا سحر مبین کہہ دیا۔ (صحیح بخاری۔ص ۵۴۸؛ صحیح مسلم۔ص ۹۶؛ تفسیر معالم التنزیل ص ۵۱۷)

(جابر بن عبد اللہ قال: سمعت النبی ﷺ یقول: لمّا کذّبتنی قریش قمت فی الحِجر فجلّی اللہ لی بیت المقدِس، فطفِقت اخبِرھم عن آیاتہ و انا انظر الیہ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۷۱۰ و ۳۸۸۶) (اور حدیث معراج بخاری میں نمبر ۳۸۸۷ پر ہے)

۱۵۔ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کی قوم ترک کے ساتھ مقابلہ ہونے کی خبر دی ہے۔ اس مقابلہ کا ایک واقعہ یہ بتایا کہ نہر دجلہ کے پاس تمہارا ان کا مقابلہ ہوگا، اس میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمان تین گروہ ہوجائیں گے، ایک فرقہ اپنے بیل لے کر جنگل کو چلے جاویں گے، فرقہ دوم کافر ہوکر اپنا آپ بچاویں گے۔فرقہ سوم ان کا مقابلہ کریں گے اور ان کے ہاتھ سے مارے جاویں گے۔اصل خبر بخاری اور مسلم میں ہے۔اور خاص واقعہ سنن ابی داؤد میں۔اور اس خبر کا وقوع ماہ صفر ۶۵۶ھ میں ہو چکا ہے، چنانچہ مرقاۃ میں تصریح ہے اور امام فن مناظرہ اہل کتاب نے اس خبر کا وقوع کتب تواریخ سے ثابت کیا ہے۔(دیکھو نوید جاوید۔صفحہ ۳۲۰)

(قال النبی ﷺ : انّ من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوماً ینتعِلون نعال الشعر، و انّ من اشراط الساعة ان تقاتلوا قوماً عِراض الوجوہ کأنّ وجوھھم المجانّ المطرّقة۔ بخاری حدیث نمبر ۲۹۲۷

قال ابو ھریرة ، قال رسول اللہ ﷺ : لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا التّرک ، صغار الاعینِ حمر الوجوہِ ذلف الانوفِ ، کأنّ وجوھھم المجانّ المطرّقة ، و لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوماً نعالھم الشّعر بخاری حدیث نمبر ۲۹۲۸)

حدثنا سفیان : قال الزھری عن سعید بن المسیب، عن ابی ھریرة عن النبی قال : لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوماً نعالھم الشعر ، و لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا قوماً کانّ وجوھھم المجانّ المطرّقة۔

قال سفیان : و زاد ابو الزناد عن الاعرج ، عن ابی ھریرة روایة : صغار الاعین ، ذلف الانوف ، کانّ وجوھھم المجانّ المطرقة ۔ بخاری حدیث نمبر ۲۹۲۹

حدثنا عبد اللہ بن بریدة عن ابیه عن النبی ﷺ فی حدیثٍ : یقاتلکم قوم صِغار الاعین یعنی الترک، قال تسوقونھم ثلاث مرارٍ حتی تلحقوھم بجزیرة العرب، فاما فی السیاقة الاولی فینجو و من ھرب منھم ، و اما فی الثانیة فینجو بعض و یھلک بعض ، و اما فیه الثالثة فیصطلمون ، او کما قال ۔سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۳۰۵

حدثنا محمد بن یحی بن فارس : حدثنا عبد الصمد ابن عبد الوارث، حدّثنی ابی :حدثنا سعید بن جمھان قال : حدثنا مسلم بن ابی بکرة قال : سمعت ابی یحدّث انّ رسول اللہ ﷺ قال : ینزِل الناس من امتی بغائطٍ ، یسمونه البصرة، عند نھرٍ یقال له : دجلة ، یکون علیه جسر یکثر اھلھا و تکون من امصار المھاجرین ۔،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال ابن یحی : قال ابو معمر : و تکو ن من امصار المسلمین ، فا ذا کا ن فی آ خر الزمان جاء بنو قنطوراء عِرا ض الو جو ہ صغار ا لا عین حتی ینز لوا علی شطّ النھر ، فیتفرق اھلھا ثلا ث فرقٍ، فرقة یأخذو ن اذ نا ب البقر و البرّیّة و ھلکوا، و فرقة یأخذو ن لانفسھم و کفروا، و فرقة یجعلو ن ذرا ر یّھم خلف ظھو ر ھم و یقا تلو نھم و ھم الشھداء ۔سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۳۰۶)

۱۶۔آنحضرت ﷺ نے وجود دجال سے خبر دی ہے چنانچہ احادیث صحیحہ میں اس کا ذکر آچکا ہے اور اس خبر کی تصدیق بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہو چکی ہے ۔تمیم داریؓ اور تیس آدمی بنی لخم و بنی جزام سے ایک جہاز میں تھے ۔اس جہاز کو مخالف ہوا نے ایک مہینہ خراب کیا ۔آخر وہ جہاز ایک مشرقی جزیرہ میں جا لگا ۔(صحیح مسلم ۔ج ۲ص ۴۰۴،(حدیث نمبر ۷۳۸۶ ۔سنن ابوداؤد ۔ ج ۲ص ۲۳۸، جامع ترمذی، ج ۲ص ۵۴)

(عن فا طمة بنت قیس قا لت .... سمعت نداء المنادی، منا دی رسو ل اللہ ﷺ ینا دی : الصلاة جا معة ، فخر جت الی المسجد، فصلّیت مع رسو ل اللہ ﷺ ، فکنت فی صفّ النّسا ء الذی یلی ظھور القوم، فلمّا قضی رسو ل اللہ ﷺ صلا تہ، جلس علی المنبر و ھو یضحك ، فقا ل : لیلز م کل انسا نٍ مصلّا ہ، ثم قا ل : اتد رو ن لِم جمعتکم۔ قا لوا: اللہ و رسو لہ اعلم ۔

قال : انّی و اللہ ! ما جمعتکم لرغبةٍ و لا لر ھبةٍ ، و لکن جمعتکم لانّ تمیماً الدا ری ، کا ن رجلاً نصرا نیاً ، فجاء فبا یع و اسلم ، و حدثنی حد یثاً وافق الّذی کنت ا حدّثکم عن مسیح الدّ جا ل ۔ حدّ ثنی انّہ ر کب فی سفینةٍ بحر یّةٍ ، مع ثلا ثینن ر جلاً من لخمٍ و جذام ، فلعب بھم المو ج شھر فی البحر ، ثم ارفؤوا الی جز یرة فی البحر حین مغر ب الشمس ، فجلسوا فی اقرب السفینة، فد خلوا الجز یرة، فلقیھم دابّة اھلب کثیر الشعر، لا یدرو ن ما قبلہ من دبر ہ ، من کثرة الشعر، فقا لوا: و یلك ما انتِ۔ قا لت: انا الجسّا سة ، قا لوا : و ما الجسّا سة؟ قا لت : یا ایھا القوم! انطلقوا الی ھذا الر جل فی الد یر ، فا نّہ الی خبر کم با لاشواقِ۔ قا ل : لمّا سمّت لنا ر جلاً فرِقنا منھا ان تکو ن شیطا نة۔

قا ل : فا نطلقنا سرا عاً، حتّی د خلنا الدّیر ، فاذا فیہ اعظم انسا ن ر أینا ہ قطّ خلقاً ، و اشدّہ وثا قاً، مجمو عة یدا ہ الی عنقہ ، ما بین ر کبتیہ الی کعبیہ بالحد ید۔ قلنا و یلك ما

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انت ؟ قا ل قد قدرتم علی خبری، فا خبرو نی ما انتم ۔ قا لوا: نحن اناس من العرب، رکبنا فی سفینة بحر یّةٍ فصا د فنا البحر حین اغتلم ، فلعب بنا المو ج شهراً ۔ ثم أرفأنا الی جز یر تك هذه ، فجلسنا فی اقربها، فد خلنا الجز یرة ، فلقینا دا بّة اهلب کثیر الشعر، لا ندری ما قبله من دبر ہ من کثرة الشعر۔ فقلنا : و یلكِ ما انتِ۔ فقا لت : انا الجسا سة ۔ قلنا: وما الجسا سة۔ قا لت : اعمدوا الی هذا الر جل فی الدّیر ، فا نّه الی خبرکم با لا شوا ق ۔ فا قلبلنا الیك سرا عاً ، و فزعنا منها، و لم نأمن ان تکو ن شیطانة۔ فقا ل : ا خبرو نی عن نخل بیسا ن، قلنا: عن ایّ شأنها تستخبر؟ قا ل : اسألکم عن نخلها، هل یثمر۔ قلنا له نعم ۔ ...الحدیث۔ صحیح مسلم حدیث نمبر ۷۳۸۶)

(اس کے بعد اس شمارے میں مذہب و معاشرت والے مضمون کا بقیہ ہے جسے فی الحال ترک کیا جا رہا ہے۔ بہا) (اسل مضمون اثبات نبوت کی عبارت اگلے شمارے میں مسلسل چل رہی ہے۔ بہاء)

اشاعۃ السنہ نمبر دواز دہم جلد دوم

(بابت ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ ۔ دسمبر ۱۸۷۹ء

جس کے حصہ اول میں بعض مقدمات اثبات نبوت سے بحث ہے۔

حصہ دوم میں مضمون مذہب و معاشرت تہذیب الاخلاق کا جواب ہے۔

منجانب ابوسعید محمد حسین لاہوری

مطبع مصطفائی لاہور میں طبع ہوا۔

(نیز نیچریہ کی اسلام سے مخالفت، مذہب و لا مذہبی، اور احکام مذہبی میں دست اندازی کے عنوانات سے شیخ الاسلام مولانا بٹالوی کی تحریریں اس شمارے میں درج ہیں جنہیں متفرقات میں نقل کر رہے ہیں بہاء)

بقیہ مقدمات اثبات نبوت:

وہاں وہ لوگ اترے تو ان کو ایسی جاندار چیز نظر آئی جس کا کثرت بالوں سے آگا پیچھا نظر نہ آتا۔ وہ بولے تو کون ہے۔ اس نے کہا جاسوس (خبر تلاش کرنے والا) ہوں۔ وہ بولے کیسا جاسوس۔ اس نے کہا اس صومعہ میں چلو۔ وہاں ایک شخص تمہارا مشتاق ہے۔ جب اس نے اس شخص کا ذکر کیا تو وہ ڈر گئے کہ شاید یہ کوئی جن ہے۔ پھر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب وہاں پہنچے تو ایک بڑا قوی ومضبوط انسان لوہے سے جکڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے ان سے بہت سی باتیں پوچھیں اور انہوں نے بتائیں۔ آخر اس نے کہا کہ میں دجال ہوں۔ قریب ہے کہ مجھے نکلنے کا اذن ہوگا۔ میں کوئی بستی نہ چھوڑونگا کہ اس سے پھر نہ جاؤں بجز مکہ و مدینہ کے کہ ان پر قدرت نہ پاؤں گا۔

یہ قصہ تمیم داریؓ کا آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو منبر پر چڑھ کر سنایا اور یہ فرمایا کہ یہ میری اس بات کے موافق ہے جو میں تم کو دجال کے باب میں کہا کرتا۔

اصل خبر دجال سبھی کتب حدیث میں مذکور ہے۔ اور قصہ تمیم داریؓ صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، اور جامع ترمذی میں ہے۔

اس قسم کی صدہا غیبی خبریں ہیں جو آنحضرت ﷺ نے بتائیں۔ اور لوگوں کے مشاہدہ وامتحان میں آئی ہیں۔ ان کی تفصیل باسند کتب حدیث میں موجود ہے۔ اور مجمل ذکر ایک چھوٹی سی کتاب شفاء فی حقوق المصطفی میں بھی پایا جاتا ہے۔ طالب شائق ان کتابوں کا ملاحظہ کرے۔

ان اخبار سے بعض (جیسے نمبر ۱۳، ۱۵) ایسی خبریں ہیں جن کی تصدیق ہر کسی کے لئے ممکن ہے اور ان کا تسلیم کرنا ہر کسی پر لازم۔ مسلمان ہو خواہ غیر۔ ان کتابوں کا (جن میں وہ خبریں مذکور ہیں) معتقد ہو خواہ منکر۔ اس لئے کہ وہ خبریں ان کتابوں میں قبل از وقوع لکھی گئی ہیں، پھر موافق تحریر وقوع میں آئیں اور مخالف وموافق نے مشاہدہ کرلیں۔ ان کا تسلیم کرنا نبوت کی تصدیق یا ان کتب کی تسلیم پر موقوف نہیں بلکہ نبوت کی تصدیق اور ان کتب کی تسلیم ان خبروں کے بجائے خود راست ہونے کو لازم ہے۔ اس مقام میں انہیں خبروں سے بمقابلہ منکرین نبوت استدلال واحتجاج ہوا ہے۔ چنانچہ نمبر سابق میں بصفحہ ۲۹۵ نیز اس بات کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

اور بعض خبریں (جیسے نمبر ۱۶ وغیرہ) ازانجملہ ایسی بھی ہیں جن کی تصدیق وتسلیم تصدیق نبوت وتسلیم صحت ان کتب پر موقوف ہے۔ ان خبروں کا ذکر کرنا ان لوگوں کے مقابلہ میں نہیں ہے جو نبوت محمدیہ کے منکر ہیں۔ اور ان کتب کی نقل و روایت کو جھوٹا جانتے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کے مقابلہ میں ہے جو مسلمان ہو کر نیچری ہو گئے ہیں یا نیچری ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ومع ذلک ابھی تک قرآن وحدیث کی تسلیم صحت کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دم مارتے ہیں ۔ یہ لوگ باوجود تصدیق نبوت محمد یہ وتسلیم کتب اصول اسلامیہ (یعنی کتاب اللہ اور احادیث نبویہ) حقیقت نبوت کو (جو قرآن وحدیث سے معلوم ہوتی ہے) نہیں مانتے ۔ اپنی تجویز سے نبوت کو فقط قانون قدرت میں غور وفکر کرنے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور بلا واسطہ فکر عقل غیب الغیب سے کسی بات کا منکشف ہوجانا باطل محال جانتے ہیں ۔ چنانچہ خیالات ومقالات ان لوگوں کے ہم بار بار رہا پچھلے پرچوں میں خصوصاً نمبر ۹ میں بصفحہ ۲۵۹ اور نمبر ۱۰ میں بصفحہ ۲۸۷ نقل کر چکے ہیں ۔ ان لوگوں سمجھانے اور سمجھانے کو وہ خبریں ذکر کی گئی ہیں جن سے بلا واسطہ غور وفکر غیب الغیب سے القاء ہونا، اور انبیاء علیہم السلام میں ایسی ملکی طاقت کا پایا جانا ثابت ہوتا ہے ۔ اور ان کتب میں جن کو وہ مانتے ہیں اور ان سے اپنے مطلب کی حدیثیں (جیسے انتم اعلم با مور دنیا کم، اور من قال لا الہ الا اللہ د خل الجنۃ ، و ان زنی و ان سرق وغیرہ) اخذ کرتے ہیں ان کی تفصیل موجود ہے ۔ اور اس مبحث اثبات نبوت میں جیسا اصل نبوت کا اثبات ہمارا مقصود ہے، اور منکرین نبوت کا مقابلہ مطلوب ویسا ہی معنی نبوت اور اس کی حقیقت کا بیان ہمارا مقصود ہے، ۔ اور ان حضرات نیم منکرین کا مقابلہ بھی مطلوب ہے ۔

اب ان حضرات کو لازم ہے کہ ان اخبار کو مع اخبار قسم اول واخبار عہد عتیق و جدید جو نمبر سابق میں خطبات احمدیہ سے منقول ہوئی ہیں غور وتوجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور بعد غور انصاف سے کہیں کہ جو باتیں آنحضرت ﷺ یا پہلے مقدس لوگوں نے قبل وقوع بتائیں اور موافق ان کے بیان کے وقوع میں آئیں یہ عقل سے کیونکر معلوم ہوسکتی ہیں اور عقل کے دستور العمل کتاب نیچر یا قانون قدرت (جو درختوں کے پتوں اور آسمان کے ستاروں اور زمین کے کناروں سے عبارت ہے) کے کون سے حصہ یا صفحہ پر لکھی ہوئی ہیں ۔ یہ نہ بتاسکیں تو حقیقت نبوت کو (جو قرآن وحدیث وکتب قدیمہ سے ثابت ہوتی ہے) مان لیں ۔ اور نبوت کا عقل سے علاوہ فیضان غیبی ہونا جس کا اثبات اصل سادس کا نتیجہ ہے تسلیم کرلیں ۔

یہ تفصیل جو صفحہ ۲۸۶ سے یہاں تک قلم میں آئی وجود تمثیل دوئم بمنزلہ انّی استدلال ہے جس میں اثر کے وجود سے موثر کے وجود کا اثبات ہوتا ہے جیسے کسی کو بخار میں مبتلا دیکھ کر اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس کے بدن میں اخلاط متعفنہ (جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخار کا سبب ہو جاتے ہیں) موجود ہیں ۔ فیقال هذا متعفن ا لاخلا ط ۔ لا نه محموم ، و کل متعفن ا لا خلا ط محمو م ۔ فهذا متعفن ا لا خلا ط ۔

اسی طرح ہم نے بعض مقدس انسانوں کی بتائی ہوئی غیبی خبروں کو واقعی پا کر ان کے موثر وسبب وجود (یعنی ملکہ وقوت علم غیب) پر استدلا ل کیا ہے ۔ یہ دلیل انّی عوام فہم ہوتی ہے ۔ گو اس میں وجہ اور کیفیت صدور اثر از موثر معلوم نہیں ہوتے اور اس باب میں بطور دلیل لمّی بھی استدلا ل ممکن ہے جس میں موثر اور سبب کے وجود سے اثر اور مسبب کے وجود پر استدلا ل کیا جاتا ہے ۔ جیسے کوئی کسی شخص میں تعفن ا خلا ط کا مشاہدہ کرے اور اس سے اس کے بخار میں مبتلاء ہو جانے کا حکم لگا دے

فیقا ل هذا محمو م ۔ فا نه متعفن ا لا خلا ط و کل متعفن الاخلا ط محمو م، فهذا محمو م ۔

اسی طرح ہم نوع انسان میں اس قوت کا جو علم غیب کا سبب وموثر ہے مشاہدہ کر کے اس کے لئے ایسی چیزوں کا جان لینا جو حواس وعقل سے خارج ہوں ثابت کر سکتے ہیں ۔ گو اس کی کسی غیبی خبر کا تجربہ ومشاہدہ نہ کریں ۔

اس دلیل کا تفصیلی بیان کروں تو بحث طویل ہوتی ہے ومع ذلک عامہ ناظرین سے اس کے سمجھنے کی توقع نہیں، لا جرم مجمل بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ اور قدر ضروری معرض بیان میں لاتا ہوں ۔

مخفی نہ رہے کہ علم (اشیاء حاضرہ کا ہو یا ہماری نسبت غائبہ کا) درحقیقت خداوند کریم قیوم عالم کی صفت ہے اور اس کا استقلال ذاتی اور تجرد اس کا مدار ہے (میزا ن التصحیح العا قلیة کو ن الشئی قا ئماً بالذا ت لا با لمحل بعد تجر د ہ فی ذا ته لا بعمل عا مل عن الما دہ و غوا شیها المنغمسه فی الجها ت الطلا نیة اعنی العدم و القوة الما نعة عن الظهور و التعقل ۔ قا ضی مبا ر ک) ۔ اس ذات کے سوائے جہاں کہیں اس صفت کا وجود پایا جاتا ہے (مجردات وعقول ہوں جن کے فلاسفہ معتقد ہیں یا ملائکہ ونفوس قدسیہ جن سے مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں) وہاں اسی قیوم حقیقی عالم کا فیضان ہوتا ہے اور ان کے آئینہ ذات پر اسی نور کا عکس پڑتا ہے ۔ یہاں بھی مدار اس علم مستفاد ومستعار کا وہی تجرد واستقلال ہے جو اسی قیوم کے استقلال وتجرد سے فائض ہوتا ہے اور اس کا اثر یا ظل کہلاتا ہے ۔ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ یہ استقلال مع التجرد روح کی صفت ہے نہ جسم کی۔ کیونکہ وہ تجرد سے عاری ہے اس لئے وہ علم جو قیوم حقیقی عالم سے فائض ہوتا ہے اسی روح کی صفت ہے نہ جسم یا آلات جسمانیہ کی جو تجرد سے عاری ہیں۔ اور غواشی ظلمت میں جو مادہ کے لوازم سے ہے منہمک۔

اور جو روح انسانی کو ہم آنکھ کان ناک وغیرہ حواس کا تحصیل علم میں محتاج دیکھتے ہیں اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ علم دراصل حواس جسمانی کی صفت ہے بلکہ روح کو جسم سے تعلق ہو جانا اس کا سبب ہے جس نے روح کو ان حواسیں کا محتاج کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن ارواح کو اس تعلق جسم سے تجرد ہے (جیسے عقول یا ملائکہ) وہ ان حواس کے محتاج نہیں ہیں۔ اور جب اسی روح انسانی کو بدن سے تعلق نہیں رہتا تو وہ بھی اس کا محتاج نہیں رہتی۔

سوال۔ وہ تعلق روح کا جسم سے کس قسم کا ہے جس سے وہ باوجود استقلال ذاتی کے حواس کی محتاج ہو جاتی ہے۔

جواب۔ وہ تعلق تدبیر و تصرف ہے، جیسا بادشاہ کو ملک و رعایا سے ہوتا ہے جو باوجود استقلال و استغنا بادشاہ کے اپنے ذاتی امور میں اس کو وزیر و امیر وغیرہ ارکان دولت کا محتاج کر دیتا ہے اور فقیر جس کو ملک سے کام نہیں اس سے بے پرواہ ہوتا ہے۔

سوال۔ یہ تو عامیانہ تمثیل ہے جس سے پوری تفصیل اس تعلق کا علم نہیں ہوتا اس باب میں پوری تفصیل بتاؤ۔ اور حقیقت اس تعلق کی بیان کرو۔

جواب۔ اس تعلق کی پوری تفصیل تب بتا دیں جب روح کی پوری حقیقت بیان کریں۔ اور اس کا بیان کرنا کچھ سہل نہیں اور اس کا سمجھنا بھی ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ وہ امر ہے جس کی نسبت قرآن میں صاف وارد ہوا ہے و ما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ پس اگر اس باب میں کچھ کسی نے کہا ہے یا کہا جا سکتا ہے تو وہی ہے جو ہمنے بیان کیا ہے۔ وہی بیان علمی طور پر بدفعات ذیل ہو سکتا ہے:

دفعہ اول۔ روح ایک جوہر (مستقل و قائم بالذات) ہے نہ عرض (جس کا قیام کسی محل سے ہوتا ہے جیسے سفیدی یا سیاہی جو جسم سے قیام رہتی ہے)۔

۲۔ وہ باوجود جوہر ہونے کے جسم متحیز قابل انقسام نہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ نہ وہ جسم میں داخل ہے نہ خارج، نہ اس کے متصل ہے، نہ اس سے منفصل، نہ اس کے نیچے، نہ اس کے اوپر، نہ کسی دوسرے حصہ میں، اس لئے کہ یہ سب اجسام کے صفات ہیں اور جب وہ جسم نہیں تو ان صفتوں کا بھی محل نہیں۔

۴۔ بلکہ اس کو جسم انسانی اور خاص کر اس جسم لطیف بخاری سے جو خون سے پیدا ہوتا ہے اور طبیبوں کی اصطلاح میں وہ روح حیوانی کہلاتا ہے، ایک تعلق خاص ہے جس کو ہم نے تعلق تدبیر سے تعبیر کیا ہے۔

اس تعلق کی حقیقت تو ویسی ہی مجہول ہے جیسی روح کی۔ پر اس کا لازمہ اور اثر یہ ہے کہ وہ اس تعلق کے سبب جسم کی تربیت و اصلاح کرتی ہے۔ اور جس امر کی عالم قدس سے فائض ہونے کی وہ لیاقت رکھتا ہے اس میں روح اس کا وسیلہ ہے۔

اس امر کی فیضان میں وہ روح حیوانی اور جسم کے لئے بمنزلہ ایک روشن دان (یا آئینہ) کے ہے جو آفتاب کی روشنی کسی چیز پر پہنچاتا ہے۔ یہ تعلق اس کو اولاً روح حیوانی سے ہوتا ہے پھر اس کے واسطہ سے جسم سے۔ اس تعلق کے سبب اس کو جسم و جسمانیات سے کام پڑتا ہے جیسے اگر کسی شخص کو کسی قوم کا اتالیق یا وکیل بنایا جاوے تو اس کو اس قوم کے حال و قال جاننے اور سیکھنے سے کام پڑتا ہے۔ اس تعلق کے ساتھ بھی روح کے استقلال ذاتی میں فرق نہیں آتا۔

۵۔ روح کے استقلال ذاتی کے یہ معنی نہیں کہ اس کو اپنی ذات یا ذاتی کمالات میں دوسرے کی طرف حاجت نہیں۔ وہ تو ایک مخلوق چیز ہے اس معنی کو استقلال اس میں کہاں متصور ہے۔ وہ پہلے اپنے فیضان ذات اور وجود میں خالق قیوم عالم کی محتاج ہے پھر اپنے علوم و کمالات میں اس خالق کی اور ان اسباب کی (جو خالق نے اس کے کمال کے ذریعے بنائے ہیں) محتاج ہے۔ بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ وہ اپنے تحقق و تحصل میں کسی محل میں قیام و انضمام و حلول کی محتاج نہیں۔ جیسے عرض اپنے تحقق میں محل کا محتاج ہوتا ہے۔ اس معنی کر استقلال کو اس تعلق و احتیاج سے منافات نہیں ہے۔

۶۔ اس کی نسبت جو قرآن میں قل الروح من امر ربی ارشاد ہوا ہے و بناء علیہ امام غزالیؒ نے اپنی کتب میں اس کو عالم خلق سے خارج کر کے عالم امر میں داخل کیا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا نے اس کو پیدا نہیں کیا، وہ اپنے آپ ہوگئی ہے یا وہ خدا کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنس ہے، بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ وہ جسم نہیں ہے جو مقدار و انداز میں آ سکتا ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے رسالہ المضنون به علی غیر اهله میں اس مراد کو بتصریح بیان کیا ہے:

حیث قا ل فقیل لی ما معنی قل الرو ح من امر ربی ، و ما معنی عا لم ا لا مر و عا لم ا لخلق ۔ فقلت کل ما یقع علیه مساحة و تقدیر فهو عا لم الا جسا م و عوا ر ضها و یقا ل انه من عا لم الخلق و الخلق هنا بمعنی التقدیر لا بمعنی ا لا یجاد و الا حداث و یقال خلق الشئی ای قدره قا ل الشا عر:

و بعض القو م یخلق ثم یفری

ای یقدر ا لا دیم ثم یقطع و ما لا کمیة له ولا تقدیر فیقا ل انه امر ر با نی و ذلك للمضا هاة (هذه المضا هاة مفسرة فی دفعه ۷) التی ذکر نا ها و کل ما هو من هذا الجنس من اروا ح البشر و اروا ح الملا ئکة یقا ل انه من عا لم ا لا مر فعا لم ا لا مر عبارة عن المو جو دا ت الخا ر جة عن الحس و الخیا ل و الجهة و المکا ن و التحیز و هی ما لا تد خل تحت المسا حة و التقدیر لا نتفاء الکمیة عنه فقیل لی هذا یو هم ان الرو ح لیس مخلو قاً فهو قدیم۔ قلت قد تو هم ذلك جماعة و هو جهل بل نقو ل ان الرو ح غیر مخلوق علی انه غیر مقدر بکمیة فانه لا ینقسم و لا یتخیر و لا یتجزی و لا کنه مخلوق بمعنی انه حا د ث و لیس بقد یم و بر ها ن حد و ثه طو یل و مقد ماته کثیرة ۔ الی آ خر ما قا ل و بین خلا صه المقا ل

۷۔ اس کی نسبت جو قرآن میں و نفخت فیه من رو حی ارشاد ہوا ہے، اس سے یہ مراد نہیں کہ روح خدا کا جزو ہے اور اس کا آدم میں پھونکنا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی سانس کسی چیز میں پھونکتا ہے۔ بلکہ روحی کہنے سے یہ مراد ہے کہ منجملہ مخلوقات الٰہی روح کو خدا سے ایسی خاص منا سبت اور صفت علم میں مشا بہت ہے (مشا بہت اور چیز ہے اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مماثلت اور ہے۔ وہر چند کسی چیز کو خدا سے مماثلت نہیں ہے۔ چنانچہ آیت لیس کمثلہ شئی کا منطوق ہے، پر مشابہ بہت چیزوں کو خدا سے حاصل ہے۔ مماثلت جمیع صفات وکمالات میں مشابہت کا نام ہے۔ اور مشابہت فی الجملہ مناست بعض صفات سے گو ان کی حقیقت و اصلیت میں تفاوت ہو، ثابت ہوسکتی ہے۔ مشابہ چیز عربی میں مثل بفتح میم کہلاتی ہے اور خدا تعالی نے اپنے نور کی مخلوقات سے مشابہت ذکر کی ہے۔ فقال مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح۔ الآیہ) جو اور مخلوقات جسمانیہ کو نہیں ہے۔ اس لئے خدا نے روح کو اپنی طرف منسوب کیا اور رو حی (میرا روح) فرما دیا جیسے اپنے خاص بندوں کو بخطاب عبدی (میرا بندہ) یا دفرمایا ہے باوجودیکہ بندہ ہونے کی نسبت ہر کسی کو حاصل ہے۔ اور نفخت من (اس میں سے پھونکنے) سے مراد فیضان اور یہی تعلق ہے جس کا ذکر ہورہا ہے، یہ فیض بھی ایسا فیض نہیں ہے جیسے کوئی کسی کے دامن میں اشرفیاں ڈال دیتا ہے، یا ایک برتن سے دوسرے برتن میں پانی ڈال دیتا ہے، بلکہ یہ ایسا فیض ہے جیسے آفتاب کی شعاع سے زمین کو پہنچتا ہے اور اس پر آفتاب افضت من نوری علی الارض (میں نے اپنا نور زمین پر ڈالا) کہہ سکتا ہے (آفتاب کے اس قول کو خدا کے قول، و نفخت فیہ من رو حی، سے فقط فیضان میں تشبیہ دی ہے اور جس چیز کے فیضان کا دونوں قولوں میں ذکر ہے اس میں دونوں جگہ فرق ہے جس چیز کے فیضان کا آفتاب کے قول میں ذکر ہے (یعنی نور آفتاب) وہ آفتاب سے جدا نہیں ہے۔ اس کی ذات سے قائم ہے اور جس چیز کے فیضان کا قول الٰہی میں ذکر ہے (یعنی روح) وہ خدا سے جدا اس کی ایک مخلوق ہے جس کو ایک خصوصیت کے سبب خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے)۔ بعض لوگ اس شعاع کے فیضان کی حقیقت یہ سمجھتے ہیں کہ شعاع جرم آفتاب سے جدا ہو کر زمین پر گرتی ہے مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ حقیقت میں شعاع آفتاب سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے سبب سے ویسے ہی شعاع (اگرچہ بدرجہا اس سے ضعیف ہے) زمین پر پیدا ہو جاتی ہے جیسے آئینہ دیکھنے والے کی خارجی صورت کے سبب ویسے ہی صورت آئینہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس خارجی صورت سے کوئی چیز جدا نہیں ہوتی، اسی قسم کا فیضان روح انسانی کا (جو ایک خصوصیت کے سبب روح الٰہی سے تعبیر ہوئی ہے) جسم آدم پر ہوا ہے جس کو اس کے ظل یا شعاع پڑنے سے تعبیر کرنا بھی بے جا نہیں ہے۔ اس کے سبب سے جسم انسان میں روح کا خاصہ یعنی علم وادراک پایا جاتا ہے۔ وہ نہ ہو تو جسم پھر وہی خاک ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ روح باوجود ان صفات وکمالات کے عین خدا یا خدا کی مثل نہیں ہوسکتی، اس لئے کہ وہ اخص صفات خداوندی (جو خدا کے قیوم ہونے اور اپنی ذات سے موجود ہونے اور اپنے ماسوائے کے موجد ہونے سے عبارت ہے) میں اس کے مشارک ومماثل نہیں۔ یہ صفتیں خداوند عالم میں پائی جاتی ہیں اور روح میں مفقود ہیں۔

اب میں قلم کو اس بیان سے روکتا ہوں اس لئے کہ اس مقام اور افہام عوام کو اس سے اجنبی دیکھتا ہوں۔ اور جس قدر میں نے بیان کیا ہے اس سے گو روح اور اس کے جسم سے تعلق کی حقیقت کا تو کچھ پتہ نہ لگا، پر اس تعلق کے لوازم وآثار کا حال خوب منکشف ہوگیا۔ اور یہ ثابت ہوا کہ روح کو جسم سے ایسا تعلق ہے جس سے وہ بدن کی اصلاح وتدبیر کرتی ہے اور اس تعلق کے سبب وہ حواس وآلات جسمانی کی محتاج ہو گئی ہے۔

پھر جس روح کو اس تعلق کے ساتھ بھی تجرد حاصل ہو جاتا ہے اس کو بلاواسطہ حواس بقدر اپنے تجرد کے علم اشیاء حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طاقت کو ہم نے عنوان مقدمہ سادسہ میں بصفحہ ۲۵۴، انسان کی ملکی طاقت سے تعبیر کیا ہے جیسے کہ اس محتاجانہ طاقت کو جس میں روح علوم میں حواس کی محتاج ہو جاتی ہے، عنوان مقدمہ خامسہ میں انسانی قوت کر تعبیر کیا ہے۔

پھر جو روح اس تجرد میں درجہ کمال کو (جس کی حد متفاوت ومشکک امر ہے) پہنچ جاتی ہے تو وہ بحالت مزاحمت حواس وغیرہ لوازم جسمانیہ وتدبیر وتصرف جسم کے اپنی اس ذاتی طاقت سے کام لے سکتی ہے اور بحالت بیداری اس علم الٰہی کا محل انعکاس ہو سکتی ہے۔ اور جو اس تجرد میں قاصر اور نامکمل ہوتی ہے وہ بحالت مزاحمت حواس کچھ کر نہیں سکتی فقط تعطل وسکون حواس میں اس طاقت سے کام لے سکتی ہے اور خواب میں محل انعکاس علم الٰہی ہوسکتی ہے۔

سچی خوابوں کے باب میں لِمّی استدلال یہی ہے جس کا وعدہ بیان نمبر ۱۰ میں ہم نے کیا ہے۔ حضرت امام غزالیؒ نے اس باب میں عجب تقریر کی ہے جو ہمارے بیان کی مؤید ومصدق ہے۔ آپ رسالہ مضنون به علی غیر اهله میں فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخا مس فی سبب الرؤیا الصا لحه ۔ اذا ر کد ت الحواس بقبت النفس فا ر غة عن شغل الحواس لا نها لا تزا ل مشغولة با لتفکر فیما تورد الحواس علیها فا ذا و جد ت فرصةً للفرا غ و ار تفع عنها

(امر پنجم (منجملہ امور عشرہ مندرجہ خاتمہ رسالہ) سچے خوابوں کے سبب کے بیان میں (وہ یہ ہے) کہ جب خواب میں حواس (آنکھ کان ناک وغیرہ) بے کار ہو جاتے ہیں تو روح (جو حواس کی بتائی ہوئی باتوں کے فکر میں لگی رہتی ہے) کچھ فراغت پاتی ہے اور روحانیات سے (جن میں موجودات عالم کے نقوش موجود ہیں) اور ان کو شرع میں لوح سے تعبیر کرتے ہیں)۔ (باقی)

مصبا ح ا لا دلّه

لدفع ا لا دلّة ا لا ذلّه

محمد احسن امروہی

بجوا ب رسا لہ ادلّہ کا ملہ کہ مولوی محمد قاسم صا حب در حجا ب اسم محمود حسن طالب علم دیو بندی تحریر فرمودہ اند در ۱۲۹۵ھ در مطبع فیض عام دہلی زیور طبع پو شید

بسم اللّٰه الرّ حمن الرّ حیم

(حمد وثنا کے بعد لکھتے ہیں)

احقر زمن سید محمد احسن امروہی وارد حال کلکتہ بخدمت سا ئر ارباب بصا ئر گذارش کرتا ہے کہ اہل علم ذوی الا نصاف دور از اعتسا ف پر یہ امر پیدا و ہویدا ہے کہ تمام علوم شرعیہ و دلائل سمعیہ کا پیشوا و مقتداء حد یث امام الرسل سید الانس والجان ہے اور کل روایات فرعیہ و احکام فقہیہ بمنز لہ جسم اور حد یث ان کا دل و جان، فروعات فقہیہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہی معتبر ومختار ہوں گی جو اصول حدیث سے مشید و پائدار ہوں گی۔عبادات میں بھی حدیث شریف ہی اصل الاصول ہے اور معاملات میں بھی سنت نبی کریم سند مقبول۔ اگر اسرار وکشفیات صوفیہ کرام ہیں تو ان کا مستند بھی احادیث خیر الانام ہیں، کسی طرح کے حالات ہوں یا کیسی ہے مکاشفات، اگر مخالف سنت سنیہ ہیں تو خیالات ہیں اور آفات، حتی کہ وجوہ تفاسیر ومعانی قرآن مجید خلاف سنت غیر مقبول ہیں کہ

من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار (جو شخص معنی قرآن اپنی رائے سے کہے تو وہ شخص اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بناوے)

حدیث واجب القبول ہے، عقائد اسلام بھی وہی کامل المعیار ہیں جو اس نقاد کامل کے یہاں سرہ وجید بے رد وانکار ہیں ورنہ محض مردود ومطرود از دربار پروردگار ہیں۔ فذلك مرام حدیث نبی علیه السلام ہی اصل الاصول جملہ عقائد واحکام ہے اور سنت سنیہ ہی مرکز دائرہ حلال وحرام و لنعم ما قیل

کیا تجھ سے کہوں حدیث کیا ہے
در دانۂ درج مصطفیٰ ہے
صوفی عالم حکیم دینی
کرتے رہے اس کی خوشہ چینی
بابا کے یہاں سے کون لایا
جس نے پایا یہیں سے پایا
یہ شاہ رہ محمدی ہے
گنجینہ راز احمدی ہے
مشعل افروز راہ سنت
برہم زن بیخ و شاخ بدعت
ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار
جب اصل ملے تو نقل کیا ہے
یہاں وہم و خطا کا دخل کیا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب زیادہ تو مجھ سے کر نہ کل کل
خورشید کے آگے کیا ہے مشعل
بالفرض فلاں تھا مرد کامل
اس نے تھا کیا کہاں سے حاصل
وہ بھی اسی در کا اک گدا تھا
گو غوث و امام و مقتدا تھا
ملفوظ بہت ہیں تو نے دیکھے
ملفوظ محمدی کو اب لے
ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے
قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے
حق ہوگا حدیث خوان ہی خرم
اور شاد رسول فخر عالم

(از رسالہ اشاعۃ السنہ ملخصاً، مولانا خرم علی مرحوم کا اتباع سنت سے ان اشعار سے جیسا عیاں ہے مستغنی از بیان ہے ولیکن مولانا مرحوم سے اس پاک اعتقاد کے موافق تحفۃ الاخیار ترجمہ مشارق الانوار میں عمل نہیں ہو سکا، یعنی بہت جگہ ظاہر معنی حدیث کا ان سے خلاف سرزد ہوا اور موافق مذہب حنفی کے اس میں تاویل وتکلف عمل میں آیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ باوجود مولانا کی درستی اعتقاد ومضبوطی اصل و بنیاد کے عادت قدیمہ تقلید کہیں کہیں ان کی سدراہ وحجاب نگاہ ہوئی، عادت قدیمہ نے انکو تقلید میں پھنسایا و اللہ اعلم)

امام ابوبکر بن ابی داؤد السجستانیؒ نے فرمایا ہے

تمسك بحبل الله و اتبع الهدى
ولا تك بدعياً لعلك تفلح
و لذ بكتاب الله و السنن التى
اتت عن رسول الله تنج و تربح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و دع آراء الرجال و قولهم
فقول رسول الله ازكى و اشرح
ولا تك فى قوم تلهو بدينهم
فتطعن فى اهل الحد يث و تقدح

(چنگل مار اللہ کی رسی قرآن سے اور تابع ہو حدیث کے۔ اور مت ہو بدعتی شاید تو چھٹکارا پاوے۔ پناہ پکڑ کتاب اللہ اور حدیثوں سے جو رسول اللہ ﷺ سے آئی ہیں تو نجات اور نفع پاوے گا اور چھوڑ دے لوگوں کی عقلی باتوں اور قولوں کو اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی بات ستھری اور سینہ کھولنے والی ہے اور مت ہو اس قوم سے جو اپنے دین سے کھیل رہے ہیں کہ تو طعن کرے اہل حدیث میں اور اعتراض کرے)

و ایضاً نعم ما قیل

علم الحديث وسيلة مقبولة
عند النبى الهاشمى محمد
فاشغل به اوقاتك البيض التى
ملكتها تشرف بذاك و تستعد

(علم حدیث کا وسیلہ مقبول ہے نزدیک نبی ہاشمی کے۔ پس مشغول کر تو اپنے اوقات عمدہ کو جس کا تو مالک ہے ساتھ علم حدیث کے شرافت اور سعادت حاصل کرے گا تو بسبب اس کے)

بہمیں وجہ وجیہ جہابذہ علمائے امہ وثقات مجتہدین وآئمہ بہمہ تن حدیث کی تنقیح وتحقیق میں مشغول ومصروف رہے اور اسی شاہد رعنا کی توشیح وتزئین میں مشغوف، ناسخ کو منسوخ سے جدا کیا اور سند کامل کو ناقص سے علیحدہ، راوی ثقہ کو بہ تحقیق حقیق راوی ضعیف سے ممتاز کیا اور درمیان احادیث متعارضہ کے تلفیق وتطبیق دے کر وجوہ توفیق کو ابراز کیا، مجروح ومعلول کی تجریح وتعلیل کی اور عدل وثقہ کی توثیق وتعدیل، علم اسماء الرجال میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں، غرائب احادیث وقرآن مجید میں کتب ضخیمہ تالیف ہر امر متعلقہ علم حدیث شریف میں ایسی جد کی اور سعی کہ قد تبیّن الرّشد من الغیّ (تحقیق کھل گئی ہدایت گمراہی سے)۔ غرض کہ اب کوئی حیلہ کسی کا عمل بالحدیث کرنے میں پیش نہیں کیا جا سکتا اور اتباع سنت کی نسبت کوئی عذر معقول خیال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نہیں آ سکتا۔ لیکن مع ہذا بعض صاحبان خام خیال اب تک بھی خیالی پلاؤ پکائے جاتے ہیں اور عذر گناہ بدتر از گناہ پیش لائے جاتے ہیں۔

(کبھی کہتے ہیں کہ حدیث پر کیونکر عمل کیا جائے کہ احتمال ہے کہ حدیث منسوخ ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس کے مقابلہ میں اس سے بڑھ کر قوی حدیث موجود ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ حدیث آنحضرت ﷺ سے یا جس کے حق میں وارد ہے اس سے مخصوص ہو۔ اگر عام ہے تو احتمال ہے کہ مخصوص البعض ہو، اگر کسی معنی میں ظاہر ہے تو احتمال ہے کہ مأول ہو، و غیر ذالك۔ اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ احتمالات وتوہمات کتب فقہ کی روایات اور اقوال مجتہدین میں حدیث سے بڑھ کر ہیں اور اگر کچھ ان احتمالات اور توہمات کا فیصلہ و تدارک کتب فقہ میں ہوا ہے تو کتب حدیث میں اس سے بڑھ کر ہوا ہے۔ کما لا یخفی علی من له ادنی مناسبة بکتب الحدیث و شروحها)

خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ اور کچھ نہیں بن پڑتا تو بمقابلہ احادیث صحیحہ کے احادیث غیر صحیحہ ہی لے آتے ہیں یا بمقابلہ حدیث متفق علیہ کے غیر متفق علیہ۔ حالانکہ یہ بات محض خلاف اصول مقررہ محدثین ہے اور جب علمائے اعلام جواب ہائے دندان شکن عذرات نامعقول کے دیتے ہیں تو ان حضرات سے جواب تو کچھ بن نہیں آ سکتا، علمائے محققین کو لا مذہب وغیرہ کہنے لگتے ہیں، یا آپس میں کھسر پھسر کر کے حکام وقت کے پاس شکایت لے جاتے ہیں کہ فلاں شخص وہابی ہے اور فلاں غازی۔ صد افسوس کہ اہل حق تو ان کو قال اللہ اور قال الرسول کی طرف بلاتے ہیں اور یہ حضرات اہل حق کو حکام کے پاس بلواتے ہیں۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ الحاصل اس عرصہ میں میں ایک رسالہ مسمی بادلہ کاملہ، برعکس نہند نام زنگی کافور، کہ فی الحقیق ادلّہ اذلّہ ہے، احقر کے پاس مشفقی منشی محمد جعفر خان صاحب وغیرہ نے ہندوستان سے مرسل فرمایا اور بذریعہ عطوفت نامہ مؤکد ہوئے کہ اگر صواب ہو تو تصدیق وتصویب کیا جاوے، ورنہ ردّ و تکذیب۔ اگرچہ ہیچمدان کو بسبب شغل درس و تدریس کے و نیز دیگر کارہائے دنیوی کے فرصت نہ تھی اور نیز مسائل عشرہ مندرجہ رسالہ علمائے اعلام نے اس تلویح وتوضیح سے واضح کئے ہیں کہ مخالفین کو جائے دم زدن باقی نہیں رکھی، لیکن چونکہ مؤلف رسالہ نے بطرز جدید فریب دہی عوام کی ہے لہذا بپاس خاطر عاطر بعض احباب علی الخصوص پیر جی خدا بخش صاحب ساکن نجیب آباد وارد حال دیرہ دون بنا بر دفع مغالطات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقلدان مغبون رد و جواب میں شروع کرتا ہوں۔

اگرچہ عشق میں آفت بھی ہے بلا بھی ہے
نرا برا ہی نہیں کچھ نہ کچھ بھلا بھی ہے

و بالله التّو فيق و بيده از مة التّحقيق

قوله (یعنی مؤلف ادلہ کاملہ)۔اس چھوٹے منہ پر بڑی بات ... الی آخرہ

اقول (یعنی محمد احسن امروہی) ۔ اہل علم ذوی الانصاف پر واضح ہے کہ سائل نے ثبوت میں دس مسائل کے نصوص مثبتہ حدیث یا آیت سے طلب کی ہیں، فقط و دگر ہیچ، جیسا کہ مجیب نے خود تحریر کیا ہے۔اب میں دریافت کرتا ہوں کہ اگر کوئی اہل علم یا طالب علم، کسی مسئلہ میں علمائے وقت سے در بارہ ثبوت کسی مسئلہ کے دلیل طلب کرے تو آیا علماء کو اس کا جواب یہی دینا چاہیے کہ چھوٹا منہ بڑی بات، وچنیں و چنان و کیت و ذیت و لعلّ و لیت ۔ کلّا، ہرگز نہیں، مجیب کو لازم تھا کہ مسائل متنازعہ فیھا میں دلیل مثبت پیش کرتا اور ثبوت مسائل کا جس طرح اس کے نزدیک حق ہوتا حدیث یا آیت سے دیتا جیسا کہ سائل نے طلب کیا تھا۔لیکن ملاحظہ دفعات سے ظاہر ہے اور انشاء اللہ بخوبی ظاہر ہوگا کہ کسی دفعہ میں کوئی حدیث مثبت مطلوب و مقصود نہیں لایا اور نہ کسی آیہ مستلزم دعوی کو بتایا۔ یوں تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ تم امام شافعیؒ و امام مالکؒ و امام احمدؒ و سائر محدثین و مجتہدین قائلین سنیت رفع یدین پر مثلاً کیوں قناعت فرماتے ہو، بلند پروازی کے لئے ہنوز گنجائش بہت تھی، صحابہ و رسول اللہ ﷺ الی آخر ما قلتم

(بلکہ یہ طعن مقلدین کا اہل حق پر کہ امام ابوحنیفہؒ پر ہی قناعت کیوں فرماتے ہو، بلند پروازی کیلئے گنجائش بہت ہے، بعینہ خود ان پر ہی عائد اور وارد ہوتا ہے اور مطابق ہے اس نقل کے کہ چار نمازیوں نے کسی سے سنا کہ نماز میں بات کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے اور کسی مسجد میں نماز پڑھنے گئے۔ایک امام بنا اور تین مقتدی۔ بعد تکبیر تحریمہ کے ایک مقتدی صاحب اپنے پاس والے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ نماز میں بات کرنے سے نماز باطل ہوتی ہے، دوسرے صاحب جواب دیتے ہیں کہ ہاں البتہ بے شک، تیسرے صاحب نے فرمایا کہ بھائی خاموش رہو۔امام صاحب تینوں سے ارشاد کرنے لگے کہ بھلا ہوا میں نہ بولا ورنہ تم تینوں کی نماز جاتی رہتی۔فقط علی ھذا القیاس، یہ حضرات حدیث صحیح رسول مقبول کو نہیں مانتے اور وصایا آئمہ مجتہدین پر بھی عمل نہیں کرتے اور جو در بارہ تمسک بالحدیث و ترک اقوال مجتہدین درصورت مخالف حدیث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وارد ہیں تو منکر آئمہ بھی ہوئے اور طاعن رسول مقبول بھی۔ پھر جس طعن کے خود آپ مطعون ہیں اوروں پروارد کرتے ہیں۔ الا انهم هم السفهاء و لا كن لا يعلمو ن)۔

اور سائل نے دس روپئہ کی طمع اس واسطے دی ہوگی کہ جب آپ بسبب طمع جاہ وحب زخارف دنیوی کے طریقہ عمل بالحدیث اختیار نہیں کرتے اور کہے جاتے ہو کہ ہمارے پاس بھی احادیث صحیحہ متفق علیھا موجود ہیں بقول شخصے کہ بچہ درشکم و نامش مظفر (یہ باتیں مقلدین کی دہوکہ اور فریب دہی ہیں ورنہ وہ حدیثیں اگر ہوتیں تو کچھ ان کا اثر ہدایہ وشرح وقایہ وغیرہ میں پایا جاتا۔ بھلا طحاویؒ اور عینیؒ علی الخصوص ابن الہمامؒ تو تائید مذہب حنفیہ میں لاتا، درحالے کہ ایسے اکابر حنفیہ ان احادیث صحاح کو نہ لائے تو وہ احادیث کہاں اور کس کے پاس ہیں، یا در یا بردہ ہوگئی ہیں، یا ہمراہ دس سیپارہ رافضیوں کے حضرت امام مہدیؑ کے پاس پوشیدہ رکھی گئی ہیں، یا در یا میں سے اٹھا کر خواجہ خضرؑ لے گئے ہیں، اسی واسطے تو مشتہر نے فی حدیث وآیہ دس روپئہ کا انعام دینا مشتہر کیا، شائد کوئی مقلد صاحب امام مہدیؑ یا خواجہ خضرؑ کے پاس جا کر آویں)۔ لہذا سائل بسبب فرط تمنا طلب حدیث طمع مال دنیوی دے کر حدیث مانگتا ہے کہ شاید آپ اسی طمع سے جو حدیثیں مخفی کر رکھی ہیں ظاہر کر دیں

در آرد طمع مرغ و ماہی بہ بند
بدو زد شرہ دیدہء ہوش مند

لیکن آپ نے اب بھی لیت ولعل کیا اور کوئی حدیث صحیح مثبت دعوی نہ لائے۔ جناب من! اگر آپ کے پاس احادیث صحیحہ مثبتہ مطلوب نہیں ہیں تو ہمارے دلائل پیش کردہ تسلیم کرو، ورنہ پھر آپ ہوں گے اور ہم ہوں گے۔ ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ روز جزا خدا ورسول خدا ہوں گے اور یہ مقدمہ پیش ہوگا۔ زیادہ کیا عرض کیجئے۔

قو له ۔ جناب اب تک ہم ... الی آخرہ

اقول۔

گر بہ مسکین اگر پر داشتی
تخم کنجشک از جہان بر داشتی

شاباش! خاموش رہے تو ایسے، اور بولے تو ایسے سکت الفاً و نطق خلفاً (خاموش رہا ہزار برس اور بولا تو باطل) اور حدیث طلب کرنے سے آپ کیوں کھسیاتے ہیں، آپ کو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی نہیں چھیڑے گا دل جمعی رکھئے۔ اور جب صدائے برنخاست کا مضمون واقع ہوا ہے، تب ہی اشتہار جاری کیا ہوگا۔

قولہ۔ اس فتنہ انگیزی پر... الی آخرہ

اقول۔ شاباش فساد کرو آپ، تہمت لگاؤ طالبین حدیث پر

و اذا قیل لھم لا تفسدوا فی ا لا ر ض قا لوا انّما نحن مصلحون۔ ا لا انّھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرو ن

قولہ۔ اس لئے.. الی آخرہ

اقول۔ یہ تو گیدڑ بھبکی ہے، اگر مرد میدان ہو تو شیروں کے نیستان میں آجاؤ۔ بسم اللہ! این گو واین میدان۔ لیکن نزاع لفظی و بے سود کرنا تو ہم کو بھی پسند نہیں جیسا کہ آپ نے اس جواب میں برتا ہے۔

قو لہ۔ آپ اوروں سے ہر دعوی پر۔ الخ

اقول۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مؤلف رسالہ نے نہ کتب حدیث کو دیکھا ہے اور نہ شروح کتب حدیث کو ملاحظہ کیا جو دعاوی اہل حق کے دلائل سے مملو اور پر ہیں۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ جو رسائل مختصرہ علمائے اعلام نے در باب مسائل متنازع فیھا بحجج سا طعہ و بینہ تالیف فرمائی ہیں ان کا بھی مطالعہ نہیں کیا ورنہ یہ قول کیوں کہتا:

(کہ بروئے انصاف وقواعد مناظرہ اول آپ کو یہ لازم تھا کہ اپنے مطالب کو بطور مشارالیہ ثابت فرماتے۔ الخ)

جناب من! ان مسائل کے اثبات سے تو ہم کو کب کا فراغ ہو چکا ہے اور مسائل مستقلہ اکثر ما نحن فیہ میں مطبوع ہو کر کا لشّمس فی النھار مشہور اور مطبوع طبائع علمائے محققین ہو چکے ہیں لیکن کیا کیجئے آپ نے تو آنکھیں اور نیز کان بند کر لئے ہیں۔

آنکھیں اگر مندھی تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

جعلوا ا صا بعھم فی آ ذا نھم و استغشوا ثیابھم و اصرّوا و استکبروا استکباراً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کیں انہوں نے انگلیاں اپنی بیچ کانوں اپنوں کے اور اوپر اوڑھے کپڑے اپنے اور استادگی کی انہوں نے اور تکبر کیا انہوں تکبر کرنا بڑا)۔

اب اس پر ارادہ تصنیف و تالیف کا فرماتے ہو: اندھا ملا ٹوٹی مسیت

قولہ ۔ مگر بوجوہ چند در چند۔ الخ

اقول ۔آپ نے ناحق اپنے اوقات کا خون کیا اور انگلی کاٹ کر شہیدوں میں داخل ہوئے، اور کچھ نہ ہوسکا۔ مرغی کی جان بھی گئی اور کھانے والے کو مزہ بھی نہ ملا۔ استعداد نہ تھی تو کیوں اوقات کا خون بے فائدہ کیا، کہ خون بہا بھی نہ ملا و لنعم ما قیل

خامہ ہر چند دود لیک بمعنی نرسد
سعی کاری نکند گر نبود استعداد

اگر چہ چند بلہاء آپ کے دام فریب میں آ کر پھنس جائیں گے

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کہ ہووے کوّا رہنما ایک قوم کا، تو نزدیک ہے کہ ہدایت کرے ان کو راہ ہلاک ہونے والوں کی)

قولہ ۔سردست تو میں روایات کا پتہ بتائے دیتا ہوں ۔ الی آخرہ

اقول ۔ ہم کو تو انتظار کرتے ہوئے عمریں اور مدتیں گذر گئیں اور آپ اتا پتہ ہی بتلاتے رہے اور وعدہ وعید امروز فردا ہی کرتے رہے۔ اور اس اتے پتے پر نام رسالہ ادلہ کاملہ۔

خوان بڑا، خوان پوش بڑا
کھول کے دیکھو تو آدھا بڑا

خیر ہمارا تو حال ہے کہ برات عاشقاں بر شاخ آہو۔ اب کیوں فریب دیتے ہو

تا کے از وعدہ وصلم دہی اے شوخ فریب
ایں سخن را بکسی گو کہ ترا نہ شناسد

قولہ ۔اس لئے ...الخ

اقول۔ بس اب رہنے ہی دیجئے اور کچھ احوال اپنے دلائل رذائل کا جو آپ پر ہی لوٹ کر آتے ہیں بگوش ہوش سنئے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوش خر بفروش دیگر گوش خر
کین سخن را در نیابد گوش خر

دفع دفعہ اول:

مثل معارضہ بالقلب:

دردم از یار است و درمان نیز ہم

ہم نے آپ سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیث صحیح متفق علیہ مانگی ہے جو در بارہ عدم رفع یدین نص صریح بھی ہو جس کے تم مدعی ہو، اور مدعی پر بموجب حکم داب علم مناظرہ کے ضرور ہے کہ اپنے دعوی کو دلیل سے ثابت کرے، چنانچہ اس بات کو طلبائے مبتدیان مدرسہ دیوبند بھی جانتے ہوں گے کہ:

المدعی من نصب نفسه لا ثبات الحكم الخبری بالدليل

(مدعی وہ ہے جو قائم کرے اپنے آپ کو واسطے ثابت کرنے حکم خبری کی دلیل کے ساتھ)

اور ہم تو دوام اور وجوب رفع یدین کے مدعی نہیں جو تم ہم سے الٹی طلب دلیل کرتے ہو، اور اس حیلہ و بہانہ سے اپنا پیچھا چھڑاتے ہو۔ یہ تو مناظرہ نہیں مکابرہ یا مجادلہ ہے۔ اور دلیل سنیت رفع یدین کی اگر مطلوب ہے تو بپاس خاطر آپ کے پیش کی جاتی ہے، اگرچہ بالفعل بحکم داب مناظرہ اس کا پیش کرنا ذمہ ہمارے منصب کے نہیں ہے۔

عن ابن عمر انّ النبی ﷺ كا ن ير فع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصّلو ة و اذا كبّر للرّ كوع و اذا رفع رأسه من الرّ كوع رفعهما كذ لك و قال سمع الله لمن حمده ر بّنا لك الحمد و كان لا يفعل ذا لك فی السجود۔ متّفق عليه (تحقیق نبی ﷺ رفع یدین کرتے تھے دونوں کندھوں کے مقابل تک جب شروع کرتے تھے نماز کو اور جب تکبیر کہتے واسطے رکوع کے اور جب سر اپنا رکوع سے اٹھاتے تو ایسے ہی رفع یدین کرتے اور کہتے سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد اور نہ کرتے تھے رفع یدین درمیان سجدہ کے)

اب دیکھو کہ بقول عراقیؒ شرح تقریب میں پچاس صحابی و باعتبار عینی حنفی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ؒ شرح بخاری میں کئی اوپر تیس صحابی نے اس رفع یدین کو آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے اور کثرت روات سے یہ رفع یدین حد تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ یہاں تک کہ امام جلال الدین سیوطیؒ نے اس کو منجملہ اخبار متواترہ شمار کیا ہے اور اپنے رسالہ الازھار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ میں اس کو درج فرمایا ہے۔

علی بن مدینیؒ کہ شیخ بخاریؒ ہیں، فرماتے ہیں کہ:

میرے نزدیک یہ حدیث حجت ہے سب پر جس نے کہ سنا اس کو لازم ہے اس پر کہ عمل کرے اس حدیث پر کیونکہ اس حدیث کے اسناد میں کوئی علت نہیں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص رفع یدین کو بدعت کہے اس نے صحابہ پر طعن کیا۔

اور امام حاکمؒ نے فرمایا کہ کوئی سنت سوائے رفع یدین کے ایسی نہیں ہے جس کو عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو۔

اور روایت کیا اس کو ابوحمید ساعدیؓ نے روبرو دس صحابہ کے سب نے کہا نعم۔

اور صحابہ میں روات اس کی سے ہیں:

حضرت حسنؓ بن علیؓ، وحضرت سہلؓ، وحضرت زیدؓ وحضرت عقبہؓ وحضرت ابومسعودؓ و حضرت سلمانؓ وحضرت ابوموسیٰؓ و حضرت جابرؓ وحضرت عمر اللیثیؓ وحضرت عبداللہ ابن عباسؓ و حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ وغیرھم

اور تابعین میں راویوں اس کے سے ہیں:

حضرت حسن بصریؒ، وعطاؒ وطاؤسؒ ومجاہدؒ ونافعؒ وسالمؒ بن عبداللہؓ وسعیدؒ بن جبیر وابن سیرینؒ وقتادہؒ وقاسمؒ بن محمد ومکحولؒ وغیرھم۔

اور فقہاء میں سے امام عبداللہ ابن مبارکؒ وامام شافعیؒ وامام احمدؒ وامام اسحاق بن راہویہؒ وامام اوزاعیؒ و امام مالکؒ وغیرھم۔

مقبلیؒ نے منار میں کہا ہے کہ:

سنت رفع یدین ایسی واضح تر ہے کہ احادیث مفردہ کے لانے کی حاجت نہیں اور اس قدر کثرت سے وارد ہیں کہ چھپ نہیں سکتیں اور اس درجہ صحت کو پہنچتی ہیں کہ صحت ان کی منع نہیں کی جا سکتی اور اسی وجہ سے اس میں کسی نے خلاف نہیں کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(تعجب ہے علمائے حنفیہ سے کہ باوجود کہ حدیث رفع یدین کی صحت وثبوت میں آج تک کسی نے علمائے مسلمین سے کلام نہیں کیا، اگر کچھ کلام کیا ہے تو نسخ میں کیا ہے، نہ صحت و ثبوت میں۔ مع ہذا علمائے حنفیہ سے جب نسخ ثابت نہ ہوسکا تو جواب دہی سے مضطر ہوکر ایک قصہ جعلی بنا لیا ہے کہ امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ مکہ میں جمع ہوئے اور نسبت رفع یدین فیما بین ہر دو امام مناظرہ ہوا تو امام ابوحنیفہؒ نے اس کے جواب میں کہا کہ لم یصح من رسو ل الله ۔ فی ذا لك شیء یعنی رفع یدین کے باب میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں۔الخ۔ چنانچہ مولانا احمد علی صاحب سہارن پوری نے اس قصہ جعلی کو صحیح بخاری کے حاشیہ پر چڑھا دیا ہے۔ واضح ہو کہ اول تو یہ قصہ جعلی اور بناوٹی ہے

و من ادّعی صحتها فعلیه ا لا ثبا ت با لاسناد المتّصل الصّحیح الی ا لا ما م،

اور ساتھ ساتھ اس کے ان آئمہ حدیث سے جن پر تصحیح کے باب میں اعتماد ہے تصحیح ان کی حیز نقل میں لاوے۔

دوسری یہ کہ امام صاحبؒ ہمارے اعتقاد میں علم حدیث سے ایسے بھی بے خبر نہیں جو ان پر ایسی حدیث صحیح اور مشہور مخفی رہتی اور اس کو لم یصح فرما دیتے۔

تیسرے یہ کہ حنفیہ حدیث رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں اور اسی کو مذہب امام بتاتے ہیں اور منسوخ ہونا متفرع اس پر ہے کہ اس حدیث کو مان لیا جاوے اور جب کہ وہ حدیث ثابت ہی نہیں تو مورد نسخ کیا ہوگا، از تقاریر دل پذیر مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری دامت برکاتہم۔ ملخصاً)۔

جناب من! ایسی صحیح متفق علیہ حدیث حجت بینہ کا رد و انکار کرنا آپ ہی کا کام ہے کبرت کلمة تخر ج من افوا ههم (بڑا بھاری کلمہ ہے جو انکے مونہوں سے نکلتا ہے)

اب اگر مما نعت رفع کی دلیل آپ کے پاس ہو تو لائیے اور بیس کے بدلے تیس لے لیجئے ورنہ کچھ تو شرمائیے۔

اور حضرت من! یہ بھی ہو کہ آپ وقت نبوی ﷺ میں کسی نص صریح سے رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت کیجئے اور بیس کی جگہ تیس لے لیجئے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجئے۔

زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے، چہ جائیکہ متفق علیہ ہو۔ لیکن یہ بھی یاد رکھئے کہ اگر کوئی حدیث آپ ایسی لاویں گے کہ جس سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہو کہ نبی ﷺ نے بعض نماز ہائے مخصوصہ میں رفع یدین نہیں کیا، تو اس سے آپ کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعا ثابت نہیں ہوگا، یہ تو عین ہمارا مقصود ہے:

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

کیونکہ ہم رفع یدین کے سنت اور استحباب کے قائل ہیں، نہ وجوب کے۔ اور استحباب میں ترک احیاناً لابدّی اور ضروری ہے ورنہ واجب یا فرض ہو جاوے۔ اور از راہ عنایت ایک اور بات خوب یاد کر لیجئے کہ جب آپ کسی سنت کے منسوخ ہونے کا دعوی کریں گے تو اس سنت کے مسنون ہونے کا اقرار تو ہو ہی چکا، اب نسخ کا ثابت کرنا آپ کے ذمہ پر لازم و واجب رہے گا، کسی آیت یا حدیث صحیح مرفوع سے اور وہ حدیث ناسخ مثل منسوخ کے صحیح بھی ہو اور نسخ صراحت کے ساتھ ثابت کرے، جیسی کوئی مقروض ادائے قرض کا دعوی کرے تو وہ قرض کا اقراری تو ہو ہی چکا، اور قرض اس پر ثابت ہو چکا، اب ادائے قرض کی وجہ ثبوت اس سے مدلل طلب کی جاوے گی۔

اب اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آوے تو پھر آپ ہی فرماویں کہ اب متبع حدیث وسنت کون ہے، آپ یا ہم۔

آدمیت اور شیء ہے علم ہے کچھ اور شیء
لا کھ طوطی کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

درصورتیکہ دوام واستمرار عدم رفع اور آخر وقت میں نسخ رفع یدین کسی حدیث سے ثابت نہ ہو تو احادیث عدم رفع یدین، سنیت واستحباب رفع یدین کو منسوخ نہیں کر سکتیں اور استحباب رفع یدین کا باقی ہے و ھوعین المقصود و ان کان علی رغم المخالفین، کیونکہ مطلقاً ترک کرنا نبی ﷺ کسی سنت کو کبھی کبھی کسی کے نزدیک نسخ نہیں ہوسکتا ور نہ کسی سنت کی سنیت اور کسی مستحب کا استحباب ثابت نہ ہووے ھذا خلف (یہ باطل ہے) بلکہ احیاناً ترک کرنا لابدی ہے تاکہ استحباب وغیر موکد ہونا اس کا ثابت رہے، اندریں صورت جو احادیث آپ ترک رفع یدین کی لاویں گے وہ معارض رفع یدین کی جو صحیح اور متفق علیہ ہیں، نہ ہوں گی جو آپ کو یہ گنجائش ملے کہ آپ احادیث ترک رفع یدین کو احادیث رفع یدین پر ترجیح دینے کے واسطے آمادہ ہوں مگر اس صورت میں فرقہ عامل بالحدیث ہی متبع سنت ہوں گے اور آپ اپنی رائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تابع کیونکہ اتنی بات آپ جانتے ہی ہوں گے کہ احادیث رفع یدین جو صحیح الاسناد مرفوع متصل ہیں جب احادیث ترک رفع یدین کے ساتھ ضم کی جاویں اور ملائی جاویں تو یہ ثابت ہوگا کہ کبھی رفع یدین کیا اور کبھی نہیں کیا اور یہی مقتضائے استحباب ہے جو عین ہمارا مقصود ہے۔

بہر حال اتباع آپ کی رائے نارسا اور اجتہاد ناروا سے عمل درآمد اس سنت پر کہیں بہتر ہے مگر اس کو بخوبی محفوظ رکھو کہ احادیث ترک رفع یدین میں ترک بمعنی عدم فعل مراد ہے کیونکہ در باب ترک رفع یدین جو احادیث کہ منقول ہیں افعال آنحضرت ﷺ یا افعال صحابہ ہیں بعض اوقات میں جن کا عموم اور استمرار تا آخر عمر نبوی ﷺ ہرگز تم ثابت نہیں کر سکتے جس سے نسخ ثابت ہو۔ آگے رہا فہم صحابی وہ مقابل حدیث صحیح متفق علیہ کے حجت نہیں کما تقرر فی محلہ۔

اب مجھ کو افسوس یہی رہا کہ آپ نے کوئی حدیث بھی نسخ رفع یدین کے جو صحیح و متفق علیہ ہو بیان نہ فرمائی جو ہمارے آپ کے درمیان در بارہ اس حدیث کے کچھ بات چیت ہوتی:

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

دفع دفعہ دوم

تم جو آمین بالجہر کہنے والوں کو لا مذہب اور بے دین کہتے ہو اور آمین بالجہر کہنے سے نہایت غیظ و غصہ میں آتے ہو حالانکہ یہ فعل یہود ہے چنانچہ حدیث مرفوع میں حضرت عائشہؓ سے آگیا ہے:

ما حسد تکم الیھود علی شیء ما حسد تکم علی آمین فا کثروا من قول آمین ۔رواہ ابن ما جہ و احمد و الطبرا نی ۔

(یعنی حسد نہ کیا تم پر یہود نے کسی بات پر اس قدر کہ حسد کیا آمین کہنے پر۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ اور احمدؒ اور طبرانیؒ نے)۔

لہذا ہم آپ سے اخفاء آمین میں احادیث صحیحہ مرفوعہ کے طالب ہیں جو نص

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صریح بھی ہوں اخفاء و نسخ جہر پر۔ اور ہم کب مدعی ہیں اس کے کہ رسول مقبول ﷺ نے ہمیشہ آمین بالجہر کیا ہے جو ہم سے نص صریح حدیث صحیح دوام جہر کے طالب ہوتے ہو۔ البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی سنت پر سنت جان کر ادامت اور ہمیشگی کرے تو ممدوح اور مثاب ہوگا، نہ ملام اور مطعون، خواہ ادامت آمین بالجہر پر ہو یا کسی اور سنت پر مثل نماز چاشت و اشراق و تکبیرات انتقالات وغیرہ پر۔ اور آپ نے امر سنت کے اثبات سنیت کا یہ تو خوب قاعدہ نکالا ہے کہ ہر جگہ دوام فعل رسول مقبول ﷺ طلب کرتے ہو۔ بمو جب آپ کے اس مسلک کے لازم آتا ہے کہ بہت سی سنن متفق علیہا کی سنیت جاتی رہے اور باب سنن مسدود ہو جاوے کیونکہ سنن غیر موکدہ اسی کو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کیا اور کبھی نہیں کیا۔ فعله مرّة او مرّتين ثم ترکه اخری (کیا ہو اس کو ایک یا دو بار پھر اس کو نہ کیا ہو دوسرے موقع پر) قاعدہ و مقررہ اصول ہے۔ بلکہ سنت موکدہ میں ترک احیانا ضرور ہے۔ اور جب آپ احادیث صحیحہ مرفوعہ جہر بالتامین کو مسلّم رکھتے ہو تو سنیت جہر بالتامین ثابت اور ترک جہر احیاناً اس کا منافی نہیں کہ فعله مرّة او مرّتين ثم ترکه اخری قاعدہ مقررہ علم اصول ہے کما مرّ۔

اب نسخ جہر جب ثابت ہو کہ حدیث صحیح ناسخ جہر آپ لاویں۔ اگر ہو تو لائیے اور بیس کے بدلے تیس لے جائیے، ورنہ پھر یہ بات منہ پر نہ لائیے۔ اور زیادہ وسعت کی طلب ہے تو آخری وقت نبوی ﷺ ہی میں آپ سے اخفا کا ثبوت دیجئے اور بیس کے بدلے تیس لیجئے۔ اور قید آخری وقت کی اس لئے ہے کہ ناسخ کے واسطے تاخر منسوخ سے ضرور ہے کما تقرر فی الاصول۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ فقط آپ کی رائے اور اجتہاد سے کوئی سنت نبوی ﷺ منسوخ نہ ہوگی۔ فی الاتقان

ولايعتمد فيالنّسخ قول عوام المفسرين بل لا اجتهاد المجتهدين من غير نقل صحيح و لا معارضة تبينة لانّ النّسخ يتضمن دفع حكم و اثبات حكم تقرر فی عهده ﷺ فالمعتمد فيه النقل و التاريخ دون الرائے و الا جتهاد (نہیں اعتبار کیا جاتا نسخ میں قول عوام مفسرین کا بلکہ نہیں معتبر اجتہاد مجتہدین کا بغیر نقل صحیح اور معارضہ ظاہر کے کیونکہ نسخ متضمن ہے دو باتوں کو: اول وقوع ایک حکم کا، دوسرے ثابت کرنا ایک حکم کا جو ثابت ہوا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد نبی ﷺ میں ۔ پس معتبر اس میں ایک نقل صحیح ہے دوسری تاریخ، نہ رائے اور اجتہاد)۔

اب تم ہی فرماؤ کہ متبع حدیث کون رہا، ہم یا تم ؟ اور درصورتیکہ احادیث اخفا دوام اخفا پر دال نہیں اور آخری وقت میں بھی اخفا پر کوئی حدیث دلالت نہیں کرتی تو سنت جہر ثابت رہی، اور چونکہ سنت میں احیاناً ترک بھی ہوتا ہے اس لئے احادیث جہر کی احادیث اخفا اور ترک جہر کی معارض نہ ہوئیں ۔ پس عمل جہر بالتامین پر واجب نہیں تو اولی تو ضرور ہی ہوگا کیونکہ احادیث جہر بالتامین میں نسخ اخفا پر دال نہیں تو اولویت پر ضرور ہی دلالت کرتی ہیں، خاص کر جب یہ لحاظ کیا جاوے کہ آپ نے اثبات اخفاء آمین میں حدیث انکم لا تدعون ۔ الخ، اس طرح بیان کی ہے جیسے کوئی شخص ترک صلوۃ کے واسطے لا تقربوا الصّلوۃ سے استدلال پکڑے ۔

جناب من پوری حدیث بخاری شریف میں یوں ہے :

کنّا مع النبی ﷺ فکنّا اذا اشرفنا علی واد ھلّلنا و کبرنا ارتفعت اصواتنا فقال النبی ﷺ یا ایھا الناس اربعوا (یقال اربع علی نفسك ای ارفق بنفسك و کفّ۔ منتھی الارب) علی انفسکم فانکم لا تدعون اصم و لا غائبا ۔

(تھے ہم نبی ﷺ کے ساتھ جب کہ ہم نزدیک ہوتے یا چڑھتے کسی وادی پر تہلیل وتکبیر کرتے تو بلند ہوئیں آوازیں ہماری، پس فرمایا نبی ﷺ اے لوگوں نرمی اور آہستگی کرو اپنے نفسوں پر کیونکہ تم نہیں پکارتے ہو بہرے کو اور نہ غائب کو)

اب از راہ انصاف آپ ہی فرمائیے کہ اربعوا جو خطاب نبوی ﷺ بسوئے اصحاب کرام ہے اس وقت میں ہے کہ اصوات ان کی بلند اور مرتفع ہوئی تھیں اور جہر مفرط ہوگیا تھا پس نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اربعوا علی انفسکم .. الخ حاصل معنی یہ کہ تکبیر وتہلیل میں جہر مفرط مت کرو اور اعتدال کے ساتھ جہر کرو فانکم لا تدعون .. الخ ۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیزؒ نے قول جمیل کے حاشیہ پر لکھا ہے :

قولہ اربعوا ای اعتدلوا یقال ربع القامۃ اذا کان معتدلھا ای اربعوا علیھا بالاجتناب عن الجھر المفرط۔

جناب اب پوری حدیث سے جہر متوسط کی اجازت صاف ظاہر ہوگئی اور یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات آپ بھی جانتے ہی ہوں گے کہ کوئی عامل بالحدیث آمین کو مثل اذان کے جہر مفرط سے نہیں کہتا بلکہ متوسط جہر سے بلکہ ادنی جہر سے کہتے ہیں اور وہ حدیث میں بصیغہ امر مامور بہا اور مجاز ہے اب آپکو حدیث بیان کر کے الٹے لینے کے دینے پڑ گئے

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حضرت من! خوبی فہم کا یہی نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات چیت کیا کیجئے اگر دیر ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں

مزن بے تامل بگفتار دم
نکو گوئی گر دیر گوئی چہ غم

دفع دفعہ سوم

طبیب عشق مسیحا دم است و مشفق لیک
چو درد در تو نہ بیند کرا دوا بکند

آپ ہر سوال کے جواب میں فقط ایک بات فرماتے ہیں اور بار بار مکرر سہ کرر یہی عبارت لاتے ہیں کہ:

اگر ہوں تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جائیے وغیرہ ذالک۔

مجھ کو آپ کی اس بات پر ایک حکایت یاد آئی جو کسی ظریف نے آپ جیسے پر فرمائی ہے کہ کسی شخص نے طوطی کو ایک فقرہ فارسی کا: دریں چہ شک، پڑھایا تھا۔ اور اس حیوان لایعقل کو ہر بات کے جواب میں بھی یہی کلام سکھایا تھا۔ ایک روز مالک اس کا بازار میں لے جا کر قیمت اس کی ہزار روپیہ کہتا تھا لیکن بایں قیمت اس حیوان لایعقل کو کوئی عاقل کب لیتا تھا۔ اتفاقاً دریں اثنا کسی صاحب خریدار سادہ لوح نے طوطی سے دریافت کیا کہ اے طوطی آیا تو اس قیمت بسیار کے سزاوار ہے۔ اس نے وہی دریں چہ شک، جواب دیا۔ خریدار سادہ لوح نے خرید کر ہزار روپیہ خراب کیا۔ اب مشتری صاحب جس مرتبہ اس سے کوئی خطاب فرماتے ہیں وہی دریں چہ شک جواب پاتے ہیں۔ انجام کار خریدار کو اپنی بے خردی پر نہایت خجالت اور ندامت ہوئی اور نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ کے سبب رنج و ملامت۔ علی ہذا القیاس آپ کی اس تقریر دل پذیر کے فر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یب میں جو کوئی آوے گا عاقبت کو خجالت اٹھاوے گا۔ جناب من! آپ تو دعوی علم و فضل کے مدعی ہیں، صحیح ابن خزیمہ وابوداود ونسائی کو ملاحظہ فرمالیجئے اور حدیث صحیح جوان میں موجود ہے دیکھ کر مقابلہ میں علماء کے شرمایئے

عن وا ئل بن حجر قال صليت مع النبى ﷺ فو ضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره ا خر جه ابن خز يمه

(وائلؓ بن حجر سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے نماز پڑھی میں نے نبی ﷺ کے ساتھ۔ پس رکھا آپ نے ہاتھ اپنا داہنا اوپر ہاتھ اپنے بائیں کے سینہ پر۔ روایت کیا اس کو ابن خزیمہؒ نے)

كذا فى بلو غ المرا م و فى شر حه و اخرجه ابو دا ؤد و النسائى بلفظ ثم و ضع يده اليمنى على ظهر كفّه اليسرى و الر سغ من السا عد ۔

(پھر رکھا ہاتھ اپنا اوپر پشت ہتھیلی بائیں ہاتھ کے اور بند دست پر)

اور یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت وصحیح ہے۔ سفر السعادت میں ہے:

دست راست بر دست چپ نہادے برا بر سینہ در صحیح ابن خزیمہ ہم چنین ثابت شدہ انتہی ۔

پس حدیث صحیح سے رکھنا ہاتھوں کا صدر پر ثابت ہوا۔ اب جن احادیث سے رکھنا ہاتھوں کا زیر ناف ثابت ہوگا جب تک بہ تصحیح محدثین صحیح نہ ہوں گی معارض اس حدیث کے نہیں ہوسکتیں، بلکہ ترجیح اسی حدیث صحیح کو رہے گی کما تقرر فی الاصول و سیاتی ۔

اور اگر بالفرض آپ تصحیح بھی ان احادیث کی بحیلہ وحوالہ ملّا ہاشم سندی وملّا قائم سندی فرمادیں گے تو بھی ہمارا مطلب یعنی توسیع اور تعمیم، جس کی نسبت آپ احادیث طلب فرماتے ہیں، حاصل ہے اور طلب آپ کی ہر طرح فضول وغیر مقبول، کیونکہ احادیث زیر ناف تو آپ کے نزدیک بحیلہ وحوالہ ملّا ہاشم وغیرہ صحیح ہیں اور حدیث حضرت وائلؓ بن حجر کو محدثین صحیح فرماتے ہیں اور آپ بھی اس کی صحت کو تسلیم کرتے ہیں فقط آپ کو دوام اس فعل میں گفتگو ہے۔ پس جبکہ ہر دو امر یعنی ہاتھوں کا سینہ پر اور زیر ناف بموجب آپ کے زعم کے ہر دو احادیث صحیحہ سے ثابت ہووے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع درمیان ان کے بغیر تسلیم کرنے توسعہ اور تعمیم کے دشوار اور متعذر ہوگی اور باوجود توفیق اور امکان جمع کے بطور توسیع اور تعمیم کے قول نسخ باطل ہوگا۔

لانّ النسخ لا یثبت با لا حتما ل و مجر د احتما ل النّسخ لا یبطل الا ستد لا ل

(کیونکہ نسخ ثابت نہیں ہوتا فقط احتمال سے اور مجرد احتمال نسخ کا استدلال کو باطل نہیں کرتا)

اور قاعدہ مقررہ علم اصول ہے کہ

فا ن ظھر و جه یجمع به بین المتعا ر ضین یو خذ به اعما لا للدلیلین و ھو اولی من اھما ل ا حد ھما

(پس اگر درمیان دو معارضوں کے کوئی وجہ جمع اور توفیق کی ظاہر ہوتو وہ وجہ لی جاوے گی واسطے عمل کرنے دونوں دلیلوں کے اور اخذ کرنا ہر دو دلیل کا سزاوار تر ہے کسی ایک کے ترک کرنے سے)۔

اور عمل بالحدیث کے واسطے صحت و اتفاق صحت اس کے کا ہمارے نزدیک ہرگز شرط نہیں حدیث حسن بھی قابل احتجاج ہے کما تقرر فی ا لا صو ل ۔البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث صحیح متفق علیہ کے اسقاط اور ردّ و نسخ کے واسطے شرط ہے کہ حدیث معارض و ناسخ اس کی صحیح متفق علیہ یا مساوی فی الرتبہ ہو ورنہ تعارض نہ ہوگا۔ ہمارے اس قول سے تم الٹا مطلب سمجھے۔ یہ خوبی فہم ہے کہ عمل کے لئے صحت و اتفاق صحت کی شرط لگانا ہماری طرف منسوب کیا۔

سخن شناس نہء دلبرا خطا این جاست

اور اگر آپ کو تعارض کی شرط مذکورہ بالا میں کچھ شک ہو تو علم اصول کی کتب ملاحظہ فرمالو

قا ل التفتا زا نی فی التلو یح اذا دلّ الدلیل علی ثبو ت شیء و ا لآ خر علی انتفائه فا مّا ان یتسا ویا فی القوّة او لا ۔ علی الثا نی امّا ان یکو ن زیادة احد ھما بمنز لة التا بع او لا ۔ ففی الصورة ا لا ولی معا ر ضة و لا تر جیح و فی الثا نیة معار ضة مع تر جیح و فی الثا لثه لا معا ر ضة حقیقةً ۔و حکم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصور تين ا لا خير تين ان يعمل با لاقوى و يتر ك بالاضعفِ لكو نه فى حكم العدم با لنسبة الى ا لاقوى و غير ذلك من قواعد ا لا صو ل

(علامہ تفتازانیؒ نے تلویح میں لکھا ہے کہ جب کوئی نئی دلیل ثبوت ایک شئے پر دلالت کرے اور دوسری اس کی نفی پر، تو یا تو دونوں دلیلیں قوت میں برابر ہوں، یا برابر نہ ہوں۔ صورت ثانی پر زیادت ایک کے ان دونوں میں سے بمنزلہ تابع کے ہو یا نہ ہو۔ پس صورت اول میں معارضہ ہوگا اور ترجیح نہیں اور دوسری صورت میں معارضہ ہوگا مع ترجیح کے اور تیسری صورت پر حقیقت میں معارضہ نہ ہوگا اور حکم دونوں صورتوں اخیرین کا یہ ہے کہ عمل کیا جاوے قوی پر اور ترک کیا جاوے ضعیف بسبب ہونے ضعیف کے کالعدم بالنسبۃ قوی کے)

اور یہ بات تو آپ کی ایسی بے ٹھکانی ہے کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہیں کہ ثبوت سنیت کے واسطے مداومت اور دوام فعل آنحضرت ﷺ کا طلب فرماتے ہو حالانکہ ثبوت سنیت کسی امر میں مداومت نبی ﷺ کی ہرگز شرط نہیں، بلکہ ترک احیا ناً ضروری ہے اور تعریف سنت کی جو کتب اصول میں لکھی ہے کیا آپ کے گوش گذار نہیں ہوئی کہ

السنّة ما سنّه رسول الله ﷺ بقو له او فعله او تقريرهو ليس بوا جب و لا مبا ح (سنت وہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے مسنون فرمایا ہو، اپنے قول سے، یا فعل سے یا تقریر سے، اور نہ ہووے واجب اور مباح)

مرزا مظہر جانجاناںؒ جو حنفیہ میں سے ہیں، معمولات میں فرماتے ہیں:

درصلوۃ دست برابر سینہ می بستند و می فرمودند کہ ایں روایت ارجح است از روایت زیر ناف۔ (نماز میں ہاتھ برابر سینہ کے باندھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ روایت راجح تر ہے روایت زیر ناف سے)

تنبیہ لطیف

از تقاریر دل پذیر حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین لاہوری دامت برکاتہم:

طرفہ ماجرا ہے کہ مقلدین سبھی ایک روش رکھتے ہیں، پڑھے اور ان پڑھ سبھی ایک بولی بولتے ہیں الا من عصمه الله تعا لى (مگر جس کو اللہ بچا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وے)۔ ان پڑھ پر (جس نے بجز تنویر الحق وغیرہ اردو رسائل کچھ نہیں دیکھا جو کچھ لکھا اسی سے لکھا جیسے ہمارے مخاطب مستور ہیں) (اصل مخاطب نے اپنے کو چھپایا ہے اور ظفر احمد کے نام کی آڑ میں مولانا صاحب کو جواب دیا ہے) کچھ افسوس نہیں ، افسوس ان پر ہے جو لوگوں میں خواندہ کر کے مشہور ہیں پھر ان پڑھوں کی چال چلتے ہیں جیسے مولوی وحید الزمان صاحب لکھنوی حیدر آبادی ہیں کہ ترجمہ اردو شرح وقایہ میں یہی بولی بولے ہیں اور اس حدیث زیر ناف (حدیث یہ ہے کہ روایت کیا ابو بکر بن ابی شیبہؒ نے رأیت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی الصلوة تحت السّرّه ۔ راوی کہتا ہے کہ دیکھا میں نبی ﷺ کو رکھا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر نماز میں زیر ناف) کی تصحیح میں اپنے علم کا حال کھولے ہیں ۔ چنانچہ صفحہ ۹۷ میں اس کتاب کے فرماتے ہیں ، اور کہا بعض جہلاء نے کہ نہیں ہے کوئی حدیث مرفوع صحیح اس باب میں واسطے حنفیہ کے ، اور یہ بات غلط ہے کیونکہ کہا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں

حد ثنا و کیع عن موسی بن عمر عن علقمه بن وا ئل بن حجر عن ابیه رأیت النّبی ﷺ و ضع یمینه علی شما له فی الصّلوة تحت السّرّة ۔ پھر اس کا ترجمہ کر کے کہا ہے (کہا بعض علماء نے هذا حد یث صحیح من حیث السند لا نّ فیه ر جا لاً کلهم سوی الصحا بی ثقا ت یعنی یہ حدیث صحیح ہے اس واسطے کہ جتنے راوی ہیں اس میں صحابی چھوڑ کر سب ثقہ ہیں) ، سو اس میں آپ نے وہی چال اختیار کی ہے جو ہمارے مخفی مخاطب نے ، وہ بے چارہ تنویر الحق کے بھروسے پر مدعی صحت اس حدیث کا ہوا ، یہ حضرت بعض علماء (جس میں شائد دوسرا بھائی جناب کا ہو یا کوئی اور عالم تقلیدی) کے توکل پر مجرد توثیق روات کی نظر سے مدعی صحت اس حدیث کے ہو بیٹھے ہیں ۔ پھر بایں پایہ وبہمیں سرمایہ بڑے فخر سے اپنی باتوں پر نازاں ہیں اور اپنے مقابلین اہل حدیث کو جاہل بتلاتے ہیں ۔ ان کی لن ترانیاں کسی کو دیکھنی ہوں تو دیباچہ اس کتاب کو دیکھے پھر ان شیخیوں کو ان تحقیقوں کے مقابل کر کے داد حق دے ۔ جناب من! مجرد ثقہ ہونے سے روات کے حدیث صحیح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہو جاتی جب تک کہ ساتھ توثیق روات کے تین وصف اور اس میں متحقق نہ ہوں، اور با ثبات و تحقیق ان چاروں اوصاف کے تصحیح اس کی عمل میں نہ آوے۔ یا کوئی امام جلیل الشان جو فن تصحیح میں مسلّم القول ہو اس کی تصحیح نہ کرے۔ ثبوت ضرور ہونے تصحیح آئمہ کا بحث رفع یدین میں گذر چکا، اس مقام میں ضروری ہونا تحقق ان اوصاف کا جو علاوہ توثیق رجال کے صحت حدیث کے واسطے بکار آمد ہیں بیان کرتا ہوں۔ سو تین صفتیں ہیں۔ ۱۔ متصل ہونا اس کی اسناد کا۔ ۲۔ منقی ہونا شذوذ کا۔ ۳۔ منقی ہونا چھپے عیب کا۔ چنانچہ تعریف حدیث صحیح سے جو چھوٹی بڑی کتابوں میں لکھی ہے ان اوصاف کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نخبہ اور اس کی شرح الشرح میں ہے:

و خبر ا لا حاد بنقل عدل تام الضبط متصل السند غیر معلل و لا شا ذ هو الصحیح لذا ته۔ فبالقید ا لاول خر ج من عر ف ضعفه او جهل عینه کما سیجیء بیا نهما۔ و با لثا نی المغفل و کذا قلیل الضبط، و بالثا لث المنقطع و المغفل و المر سل۔

(اور خبر احاد ساتھ نقل کرنے راوی عادل اور پورے ضبط والے کہ متصل السند ہو، معلل اور شاذ نہ ہو تو صحیح لذاتہ ہوتی ہے۔ پس قید اول سے خارج ہوا وہ راوی جو ضعیف ہو یا مستور الحال ہو، اور عنقریب بیان ہوگا ان دونوں کا، اور دوسری قید سے خارج ہوا غفلت والا اور تھوڑے ضبط والا، اور تیسری قید سے نکل گئی حدیث منقطع اور معضل اور مرسل)

مقدمہ ابن الصلاح میں ہے:

امّا الحد یث الصّحیح فهو الحد یث المسند الذی یتصل سنده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتهاه و لا یکون شا ذاً و لا معلّلاً و فی هذه الاو صاف احتراز عن المعلّق و المعضل و الشّا ذ و ما فیه علّة قا د حة و ما فی روا ته خو غ اجر ح۔ (اے پر حدیث صحیح وہ حدیث با سند ہے جس کی سند متصل ہو ساتھ نقل کرنے عادل ضبط والے کے کہ وہ روایت کرے عادل ضبط والے سے، ایسے ہی انتہائے سند تک راوی عادل ضابط ہوں....الخ)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی خلاصہ اصول طیبی و جواہر الاصول و منہج الوصول میں ہے۔
اور طرفہ یہ ہے کہ اسی کتاب کے دیباچہ میں خود مولوی صاحب نے ایسا ہی فرمایا:
صحیح اس کو کہتے ہیں جس کو دین دار پرہیز گار خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانہ میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اس میں کوئی پوشیدہ عیب ہو اور معتبر لوگوں کی مخالف بھی نہ ہو، پھر تعریف حسن ذکر کر کے فرمایا ہے ضعیف حدیث اس کو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اس کے راوی میں کوئی وجہ ضعف مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اس کا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہو تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اس کا نام معلق ہے اور اگر انتہاء سے ساقط ہووے مثلاً صحابی کا مذکور نہ ہووے اور تابعی بیان کرے تو اس کو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو معضل ہے، نہیں تو منقطع۔

بناء علیہ آپ کو لازم تھا کہ فقط توثیق رواۃ سے دعوی صحت نہ کرتے بلکہ اتصال سند بھی ثابت کرتے، لقاء وسماع ہر ایک راوی کا اپنے شیخ سے ثبوت کو پہنچاتے۔ پھر نفی شذو ذنفی علت بدلیل کرتے، ان چاروں مراتب کو طے کر کے دعوی صحت اس حدیث کا زبان پر لاتے پھر اسکی صحت کے منکر کو جاہل بتلاتے۔

افسوس آپ نے بدون اثبات ان امور اربعہ کے دعوی صحت بمجرد تقلید بعض مجاہیل کے کیا اور یہ نہ جانا کہ اس کی سند میں انقطاع ہے۔ راوی اس کا علقمہ جو اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اپنے باپ سے پیچھے پیدا ہوا ہے اور بایں ہمہ اپنے مقابلین منکرین صحت اس حدیث کو جاہل بتلایا تو گویا اپنے اس کلام میں اپنے جہل و ناواقفی کا اظہار کیا یا میری اس بات کو تصدیق کیا کہ مقلدین جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور عالم کہلا کر بنجاب تقلید ان پڑھوں کی بولی بولنے لگ جاتے ہیں۔

پس بشق اول آپ کو مطالعہ کتب تواریخ و اسماء الرجال کا جس سے حال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقطاع و اتصال اسانید کا معلوم ہو، لازم ہے۔ پھر ترمیم اس ترجمہ شرح وقایہ کی واجب۔ اور بشق ثانی ترک کرنا اس تقلید کا جو دیدہ دانستہ خلاف حق پر باعث ہوتی ہے فرض۔ اس واسطے شیخ سعدیؒ یا بعض اکابر نے فرمایا ہے:

ز تقلید اندیشہ بس واجب است
کہ تقلید پابند ہر طالب است

(تقلید سے اندیشہ کرنا بہت ضرور ہے کیونکہ تقلید بیڑی ہر طالب کی ہے کہ راہ حق میں چلنے سے روکتی ہے)

اور حافظ امام ناصر الاسلام حافظ ابن حزم ظاہریؒ نے اس تقلید کے رد میں ایک قصیدہ لکھا جس کا اخیر یہ ہے:

و اھرب عن التّقلید فھو ضلالۃ
انّ المقلّد فی سبیل الھالك

(بھاگ تو تقلید سے کہ وہ گمراہی ہے تحقیق مقلد ہلاکت کے راستہ میں ہے)

اور اسی نظر سے اکابر حنفیہ جو حنفی مذہب کے اعیان اور روساء شمار کئے جاتے ہیں اس تقلید کو عار سمجھ کر اس کے نام سے بھاگتے اور صاف کہتے ہیں کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کے ہر بات میں تابع نہیں ہیں۔ منجملہ انکے امام طحاوی حنفیؒ ہیں جو کہا کرتا (کیا جو کچھ امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے میں اس کا قائل ہوں؟ مقلد نہ ہوگا مگر متعصب یا بے وقوف) ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان میں۔ چنانچہ ملا حیات سندھی حنفیؒ، ایقاف علی سبب الاختلاف میں فرماتے ہیں:

نقل الحا فظ ابن حجر فی لسان المیزا ن عن الطحاوی انه قال او کلما قا ل ابو حنیفه اقول به و ھل یقلد لا عصبیّ او غبیّ فطارت ھذه الکلمة بمصر حتی سا رت مثلاً۔

(کیا جو کچھ ابوحنیفہؒ نے کہا ہے میں اس سب کا قائل ہوں، اور تقلید نہیں کرتا مگر جو شخص کہ متعصب اور غبی ہو، پس یہ بات اس کی اڑ گئی اور مشہور ہوگئی مصر میں یہاں تک کہ بطور مثل کے ہوگئی)

اور جب کہ یہ روش حضرت وحید الزمان لکھنوی کی اس مسئلہ میں معلوم ہوئی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اسی پر باقی کتاب جناب کو قیاس کرنا چاہیے اکثر اس میں ایسی ہی باتیں بالوکی دیوار اور سراب کے آثار ہیں، اگر مجھے حق تعالی نے توفیق دی اور اس پرچہ کو ترقی بخشی تو میں سب مضامین واہیہ اس کتاب کو اس پرچہ میں حسب موقع حرف بحرف رد کرونگا۔ انشاء اللہ و ما توفیقی الا باللہ ..

تمام ہوا کلام ہدایت انجام مولانا ابوسعید دامت برکاتہم کا۔

دفع دفعہ چہارم

باوجودیکہ حدیث عبادہؓ بن صامت آپ کے پیش نظر ہے اور پھر آپ ہم سے حدیث صحیح متفق علیہ کے طالب ہیں جس سے امر وجوب قرأت بطور نص نکلتا ہو، یہ وہی مثل ہے کہ بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورہ۔ خیر کچھ جائے تعجب نہیں:

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

میں اولاً معنی ان الفاظ کے جو اشتہار مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری میں مذکور ہوئے ہیں انہی کی کلام سے بیان کرتا ہوں۔ ثانیاً حدیث لکھوں گا تاکہ حدیث مذکورہ کی صحت اتفاقی اور نصہو نا وجوب قرأت مقتدی میں ثابت ہو جائے اور جائے دم زدن مخالفین نہ رہے۔ قال مولانا (محمد حسین بٹالوی)

کوئی کہتا ہے کہ ایسی حدیث کسی مسئلہ میں سوائے فرائض اتفاقیہ ومحرمات قطعیہ کے پائی نہیں جاتی،

کوئی کہتا ہے کہ ہم سے ایسی دلیل کا مطالبہ کرتے ہو تم ہی ان مسائل کے خلاف میں کوئی ایسی حدیث پیش کرو اور انعام پاؤ،

چونکہ یہ عذرات ان لوگوں کے سراسر عجز وگریز اور حیلہ وبہانہ سے سر چھپانا ہے اس لئے ان کی حجت قطع کرنے کو میں اپنے الفاظ کی مراد ظاہر کرتا ہوں اور معنی بلا کلام صحیح ہونے اور قطعی الدلالت ہونے احادیث مطلوبہ کے ایسے بیان کرتا ہوں جو صدہا احادیث مسائل اختلافیہ میں پائی جاتی ہیں بلکہ انہیں مسائل میں اس جانب میں موجود ہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس واضح ہو کہ مراد میری اس لفظ سے (کہ اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہ ہو) یہ ہے کہ اس میں کسی کو کلام بادلیل اور جرح میں بالتفصیل جو کسی سے نہ اٹھا ہو، نہ اٹھ سکے، موجود نہ ہو، نہ یہ کہ اس میں کسی کو مجرد چون و چرا بھی نہ ہو۔
شروح نخبہ وغیرہ رسائل اصول حدیث میں لکھا ہے کہ جرح دو قسم ہے، مبہم و مبین۔ مبہم وہ جو بلا دلیل ہو، مبین وہ جو مدلل ہو۔ اول کا اعتبار نہیں، ثانی سے کسی کو انکار نہیں۔
اور چونکہ قسم اول علماء کے نزدیک لائق اعتبار نہ تھا اس لئے مراد ہونا قسم ثانی کا محتاج بیان واظہار نہ تھا، ولیکن چونکہ ہمارے مخاطبین ناواقفی یا حیلہ سازی سے ان معنی سے بے خبر ہو بیٹھے ہیں تو ناچار اظہار ان معنی مراد کا ضروری ہو گیا۔
اور مراد میری لفظ (قطعی الدلالۃ) سے یہ ہے کہ اس میں احتمال خلاف بادلیل کا نہ ہو، نہ یہ کہ وہ کسی وجہ سے محتمل خلاف نہ ہو۔
توضیح وغیرہ کتب اصول فقہ میں لکھا ہے کہ قطعی کے دو معنی ہیں۔ اول یہ کہ اصلاً محتمل خلاف نہ ہو۔ دوم یہ کہ احتمال خلاف ناشی از دلیل نہ رکھے۔ سو ان معنی ثانی کر ظاہر نص و مثل اس کے سب قطعیات سے ہیں اور ایسے قطعیات مسائل اختلافیہ میں صدہا موجود ہیں۔
اب حضرات مخاطبین سے یہ التماس ہے کہ اب تو مسائل عشرہ معلومہ میں کوئی آیت یا ایسی حدیث صحیح پیش کریں جس کی صحت پر آئمہ حدیث کی تصریح ہو اور اس میں کسی کو بادلیل کلام نہ ہو، اور اس کی دلالت معنی مقصود پر ایسی پائی جائے جو احتمال خلاف ناشی از دلیل نہ رکھے۔ انتہی۔

اب سنو حدیث عبادہ بن صامت:

عن محمد بن اسحاق عن مکحو ل عن محمود بن الر بیع عن عبادة بن الصا مت قا ل کنا خلف رسول الله ﷺ فی صلوة الفجر فقرأ رسول الله فثقلت علیه القرأة فلما فر غ قال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعلكم تقرئون خلف امامكم قلنا نعم يا رسول الله ﷺ قال لا تعلوا الا بفا تحة الكتا ب فانه لا صلوة لمن لم يقرأ بها رواه ابو داؤ و التر مذى و قال حسن

(مت پڑھو کچھ قرآن جب کہ جہر سے قرأت کروں میں اس کی مگر ام القرآن)

(تھے ہم پیچھے آنحضرت ﷺ کے نماز فجر میں۔ پس آنحضرت ﷺ نے قرأت کی۔ پس گراں اور دشوار ہوئی آپ پر قرأت تو جب کہ فارغ ہوئے فرمایا شائد کہ تم پڑھتے ہو پیچھے امام اپنے کے۔(اور نہ فرمایا مت پڑھو پیچھے میرے واسطے اس اشارہ کے کہ اقتداء مقتضی ہے قرأت امام کے سننے کو خواہ میں ہوں یا دوسرا امام) کہا ہم نے ہاں پڑھتے ہیں ہم۔ فرمایا مت کرو اس کام کو اور مت پڑھو خلف امام کے مگر سورۃ فاتحہ الکتاب، کیونکہ نماز نہیں ہوتی اس شخص کی جو نہ پڑھے فاتحہ الکتاب کو،(اور سبب گرانی قرأت کا بظاہر سننا آوازوں نماز میں کا ہوگا کہ موجب تشویش اور التفات خاطر شریف کا ہوا ہو)

و فى لفظ لا تقرئوا بشىء من القر آ ن اذا جهر ت به ا لا بام القر آ ن رواه ابو داؤد و النسا ئى و الدار قطنى و قا ل رجاله كلهم ثقا ت

(نہ پڑھے کوئی تم میں سے کچھ قرآن جب کہ جہر سے پڑھوں میں اس کو ام القرآن پڑھے)

و عن عباده ؓ ان النبى ﷺ قا ل لا يقرء احد منكم بشىء من القر آ ن اذا جهر ت به ا لا بام القر آ ن رواه الدار قطنى و قال ر جا له كلهم ثقا ت كذا فى منتقى ا لا خبار و فى شر حه نيل الا و طار

(نیل الاوطار میں ہے روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ نے اور امام بخاریؒ نے جزء القرأۃ میں اور تصحیح کی ہے اس حدیث کی ابن حبانؒ اور حاکمؒ اور بیہقیؒ نے طریق ابن اسحاقؒ سے)

اخر جه ايضاً احمد و البخارى فى جزء القرأت و صححه ابن حبا ن و الحا كم و البهيقى من طر يق ابن اسحاق الى آ خره و فى بلو غ المرا م و شر حه

و فى روا ية لا بن حبا ن و الدار قطنى لا تجزىء صلوة لا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقرء فیھا بام الکتا ب

(کفایت نہیں کرتی ہے وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جاوے)

و فی اخری لا حمد و البخاری فی جزء القر أت و صحّحه و ابی دا ؤد و التّر مذی کما مرّ و ابن حبا ن و الدار قطنی و الحاکم و البھیقی من روایة عبادة بن صا مت لعلکم تقرئون ... الخ ۔ بلفظ ابی داؤد و التر مذی کما مرّ ۔

پس جب کہ امام بخاریؒ جو امام الدنیا فی الحدیث ہیں اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ اور بہیقیؒ جو آئمہ جلیل الشان فی الحدیث ہیں اس حدیث عبادہؓ کی تصحیح فرماتے ہیں تو صحت اس کی ثابت ۔کما تقرر فی اصو ل الحد یث ۔

اب اگر آپ دعوی اس کی عدم صحت کا فرماتے ہیں تو جرح میں بالتفصیل سے ثابت کیجئے۔ آگے رہا نص اور قطعی الدلالۃ ہونا سو وہ اظہر من الشّمس ہے کیونکہ مسوق ہے واسطے اثبات قرأت فاتحہ کی نسبت مقتدیوں کے اور نص اسے ہی کہتے ہیں جو معنی مقصودہ کے واسطے مسوق ہو۔ تعریف نص کی اہل اصول نے یہ کی ہے کہ

ان کان النظم مسوقا لذ لك المصر ح مع ظھوره فھو النص

(اگر ہو وہی لفظ روان کیا گیا واسطے اس معنی مقصود کے باوجود ظہور معنی کے پس وہ لفظ نص ہے)

اور جب کہ نص ہونا ثابت ہوا تو قطعی الدلالۃ ہونا بھی ثابت ہوا۔ فثبت المطلو ب بکل الو جوہ یعنی حدیث حضرت عبادہؓ صحیح اتفاقی بھی ہے اور نص بھی اور قطعی الدلالۃ بھی۔

اور اگر انصاف کرو تو حدیث عبادہؓ سے جو کہ بلفظ شیخین مروی ہے بھی مدعا اہل حق ثابت ہے:

عن عبادةؓ قا ل قا ل رسول الله ﷺ لا صلوة لمن لم یقرء بام القر آ ن متفق علیه ۔

یعنی حضرت عبادہؓ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، نہیں ہوتی نماز اس شخص کی جو کہ نہ پڑھے سورۃ فاتحہ۔

یہ حدیث متفق علیہ ہے کذا فی بلو غ المرا م اور شرح بلو غ المرام میں ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمنتقی گفتہ رواہ الجماعۃ و لکن بلفظ فا تحہ الکتا ب (روایت کیا اس کو جماعت نے و لکن بلفظ فاتحہ الکتا ب) ودرنیل الاوطار گفتہ ودریں باب است از انسؓ نزد مسلمؒ وترمذیؒ از قتادہؒ نزد ابوداؤدؒ ونسائیؒ وازعبداللہ بن عمرؓ نزد ابن ماجہؒ واز جابرؓ نزد ابن ماجہؒ وازعلیؓ نزد بیہقیؒ واز عائشہؓ وابو ہریرہؓ

اب فرمایئے کہ یہ حدیث عبادہؓ متفق علیہ جو بسبب شمول اور عموم اپنے کے امام اور ما موم اور منفرد کو خواہ نماز جہر یہ ہو یا سر یہ حجت بین اور دلیل ظا ہر نہیں تو کیا ہے؟ اور فرق درمیان امام اور ما موم کے یا درمیان نماز جہر یہ اور سر یہ کے بلا بینہ اور برہان کے ہم کس طرح قبول کریں کہ حدیث مذکور بغیر فرق امام و ما موم کے بآواز بلند وجوب قرأت فاتحہ کو ظاہر فرما رہی ہے اور عام ہے سب مصلیوں کو خواہ امام ہوں یا ما موم یا منفرد خصوصاً بموجب آپ کے مسلک کے کہ عام اپنے افراد کے شمول میں قطعی الدلالۃ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے آپ نے آیت سے باوجود عام ہونے کے تمسک کیا ہے اور حدیث صحیح سے باوجود خاص ہونے کے اعراض کیا (حدیث عبادہؓ باعتبار لفظ من کے عام ہے اور باعتبار لفظ ام القر آن کے خاص) حالانکہ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں بمقابل تمسک اس آیت کے کہا ہے

السوا ل الثا لث و ھو المعتمد ان الفقھاء اجمعوا علی انہ یجوز بتخصیص عموم القر آن بخبر الوا حد فھب انّ عمو م قو لہ تعا لی: و اذا قرء القر آن فاستمعوا لہ و انصتوا، یو جب سکو ت الما مو م عند قرأۃ ا لا ما م ، الا ان قو لہ علیہ السلا م :لا صلوۃ لمن لم یقرء بفا تحہ الکتا ب، اخصّ من ذالك العمو م و ثبت انّ تخصیص عموم القر آن بخبر الوا حد لازم فو جب المصیر الی تخصیص عمو م ھذہ الآ یۃ بھذا الخبر۔

(سوال تیسرا اور وہ معتبر ہے، یہ ہے کہ تحقیق فقہاء نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ تحقیق جائز ہے تخصیص عموم قرآن کی ساتھ خبر واحد کے پس تو جان کہ تحقیق عموم اس آیت کا و اذا قرء القر آن فاستمعوا لہ و انصتوا ، واجب پکڑتا ہے سکوت مقتدی کو نزدیک قرأت امام کے مگر حدیث آنحضرت ﷺ کی لا صلوۃ من لم یقرء بفا تحہ الکتا ب خاص ہے اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عموم سے اور یہ ثابت ہے کہ تخصیص عام قرآن کی خبر واحد سے لازم اور واجب ہے تخصیص عموم آیت کی اس حدیث سے)۔

شرح بلوغ المرام میں لکھا ہے:

درسبل السلام گفتہ ایں حدیث (یعنی حدیث عبادہؓ جو پہلے مذکور ہوئی کنا خلف رسول اللہ ﷺ۔الخ) دلالت کرد بر ایجاب قرأت فاتحہ خلف امام تنصیصاً چنانچہ دلالت کرد برائے وی لفظی کہ نزد شیخین است بنا بر عموم خود وایں ظاہر است در عموم نماز جہریہ باشد یا سریہ، و در ہر رکعت، و بایں رفتہ اند شافعیہ و گفتند حنفیہ نخواند انرا مامو م نہ در سریہ نہ در جہریہ، و حدیث عبادہ حجت است بر ہمہ ہا و استدلال ایشاں بحدیث

من صلّی خلف امام فقرأة الا مام قرأة له

(جو شخص پڑھے نماز پیچھے امام کے تو قرأت امام کی واسطے مقتدی کے بھی قرأت ہوگی)۔

(یہ حدیث کل طرق سے ضعیف ہے)

باو جود ضعیف بودنش مصنف در تلخیص گفتہ مشہور است از حدیث جابر و اورا طرق است از جماعہ از صحابہ کلّها معلو لة۔انتہی و در منتقی الاخبار گفتہ رواہ الدار قطنی من طر ق کلها ضعا ف و الصحیح انه مر سل پس تمام نیست بان استدلال زیرا کہ عام است چہ لفظ قرأت امام اسم جنس مضاف است شامل ہر آنچہ امام بخواند وہم چنیں قو له تعا لی:

و اذا قرىء القر آن فا ستمعوا له و انصتوا

۔ و حد یث : اذا قرء فا نصتوا زیرا کہ ایں عام اند از فاتحہ و جز آں و حدیث عبادہؓ خاص است بفاتحہ پس عام مخصوص شود بان۔انتہی کلام السبل و در نیل الاوطار گفتہ دار قطنی گوید ایں حدیث یعنی قرأة الا مام له قرأة را جز ابی حنیفہ و حسن بن عمارہ دیگرے مسند نکردہ و ایں ہر دو ضعیف اند۔ و مصنف در فتح الباری گفتہ انه ضعیف عند جمیع الحفا ظ و قد استو عب طر قه و علله الدا ر قطنی ۔انتهی ۔

بلکہ قرأت فاتحہ کی خلف امام جہر سے بھی آئی ہے۔ چنانچہ شرح بلوغ المرام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ:

عبادہؓ نماز گذارد خلف ابی نعیم و جہر کرد ابی نعیم بقرأت وخواندن گرفت عبادہ ام الکتاب را و چون برگشتند از نماز بعض سامعین عبادہ را گفتند کہ تو ام القرآن مے خواندی وابونعیم جہر مے کرد۔ گفت آرے گذارد با ما رسول خدا ﷺ بعض نماز ہا کہ دران جہر کردہ میشود بقرأت پس ملتبس شد بروے قرأت و چون فارغ شد از نماز روکرد بر ما، وفرمود: آیا میخواندشا وقتیکہ جہر میکنم بقرأت، بعضے از ما گفتند آرے میخوانیم۔ فرمود مخوانید من میگویم چیست مرا کہ منازعت کردہ میشوم قران را۔ پس قرأت نکنید ہیچ چیز را وقتیکہ جہر کنم مگر بام القرآن۔ پس عبادہ کہ راوی ایں حدیث است در پس امام بجہر قرأت فاتحہ کرد زیرا کہ از کلام آنحضرت ﷺ فہمید کہ قرأت آن خلف امام بجہر باید کرد اگرچہ با امام منازعت باشد۔

الحاصل بسبب انہیں حدیثوں صحیحہ کے جو مثبت قرأۃ فاتحہ خلف الامام ہیں اجل صحابہ وتابعین واجل مجتہدین قائل وجوب قرأت فاتحہ خلف الامام ہوئے ہیں حضرت ابوہریرہؓ کا فتوی جو جامع ترمذی میں منقول ہے دیکھو خصوصاً حضرت عمرؓ کا فتوی دیکھو طحاوی حنفیؒ نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے کہ ابراہیم تیمیؒ نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پڑھا کر۔ پھر ان سے کہا اگرچہ آپ کے پیچھے ہوں۔ فرمایا اگرچہ میرے پیچھے ہو۔ پھر اس نے کہا اگرچہ آپ قرآن پڑھتے ہوں۔ کہا اگرچہ میں قرآن پڑھتا ہوں۔ الفاظ اس روایت کے یہ ہیں:

عن ابرا هيم التيمى قال سئلت عمر بن الخطا ب عن القرأة خلف الا ما م فقا ل لى اقرء ۔ قلت و ان كنت خلفك قا ل وا ن كنت خلفى قلت و ان قرأت قا ل و ان قر أت ۔

اور انہی وجوہ سے امام محمدؒ شاگرد خاص امام صاحبؒ کے قائل استحسان قرأت فاتحہ کے خلف امام نماز سریہ میں ہوئے چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے پس اگر ان کو مخالفت حدیث کا کھٹکا نہ ہوتا تو امام صاحب کی مخالفت کیوں کرتے اور قول خلاف امام کی کیا ضرورت تھی اور علماء متاخرین میں سے بھی اجل علماء اسی طرف گئے ہیں صاحب حجۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ البالغہ اور والدان کے شیخ عبدالرحیم دہلویؒ اور مرزا مظہر جانجاناںؒ معمولات میں دیکھو اور مرزا حسن علی محدث لکھنوی کا ایک رسالہ مستقل باب اثبات قرأت فاتحہ خلف الامام میں ہے اور واضح ہو کہ ہم جو آپ سے ممانعت قرأۃ فاتحہ کی نسبت حدیث صحیح متفق علیہ طلب کرتے ہیں سو اسی وجہ سے کہ ہمارے پاس حدیث صحیح متفق علیہ موجود ہے اور تمہارے پاس ممانعت قرأت کی نسبت حدیث صحیح متفق علیہ نہیں موجود۔ اگرچہ ضعیف حدیثیں موجود ہوں جو معارض اور مقابل حدیث صحیح متفق علیہ کے نہیں ہوسکتیں اگرچہ کثیر ہوں کما تقرر فی الاصول اور یہ بات تمہاری تقریر سے بھی ظاہر ہے کہ جب لانے حدیث صحیح سے تم عاجز و مجبور ہو گئے ہو تو ناچار آیت شریف کے معنی و مراد خلاف مفسرین معتبرین کے لیتے ہو۔

استدلال تمہارا ساتھ آیت مذکور کے بچند وجوہ فاسد و ناتمام ہے۔

اما۔ اولاً بایں وجہ کہ آیت سے فقط استماع و انصات ہی ثابت ہوتا ہے اور یہ بات ایسے سکوت کو مقتضی نہیں کہ مقتدی اپنے نفس میں سرّاً بھی نہ پڑھ سکے اس واسطے کہ انصات نام ہے ترک جہر کا اور استعمال عرب میں تارک جہر کو منصت و ساکت کہہ سکتے ہیں اگرچہ وہ اپنے نفس میں اس طرح پڑھتا ہو کہ کوئی دوسرا شخص نہ سنے۔ پس ہوسکتا ہے کہ مقتدی قرأت امام بھی سنے اور اپنے نفس میں سرّاً پڑھتا بھی رہے دیکھو حدیث بخاری اور مسلم میں موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا (الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

عن ابی هریره قال کان رسول الله یسکت بین التکبیر و بین القرأة اسکاتة فقلت بابی انت وامی یا رسول الله ﷺ اسکاتك بین التکبیر و بین القرأة ما تقول فیها قال اقول الله باعد بینی ۔ الخ) کہ آنحضرت ﷺ ما بین تکبیر تحریمہ و قرأت قرآن کے سکوت فرماتے تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ اس حالت سکوت میں کیا پڑھا کرتے ہیں، تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھتا ہوں:

اللهم باعد بینی و بین خطایای کما باعدت بین المشرق و المغرب اللهم نقّنی من الخطایا کما ینقّی الثّوب الابیض من الدنس اللهم اغسل خطایای بالماء و الثلج و البرد ۔ رواه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشیخا ن (یا اللہ دوری ڈال درمیان میرے اور خطاؤں میری کے، جیسا کہ دوری ڈالی تو نے درمیان مشرق اور مغرب کے۔ یا اللہ پاک کر تو مجھ کو خطاؤں سے جیسا کہ پاک کیا جاتا ہے کپڑا سفید میل سے۔ یا اللہ دھو تو خطائیں میری ساتھ پانی اور برف اور ٹھنڈے پانی کے۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ نے)

اور سمرۃؓ بن جندب سے روایت ہے کہ

انه حفظ عن رسو ل الله ﷺ سكتتين سكتة اذا كبّر و سكتة اذا فر غ من قرأة غير المغضو ب عليهم و لا الضا لين رواه اصحا ب السنن ۔(تحقیق یاد رکھے سمرہ بن جندب نے رسول اللہ ﷺ سے دو سکتے۔ ایک سکتہ جس وقت تکبیر فر ماتے اور دوسرا سکتہ جس وقت فار غ ہو تے پڑھنے غیر المغضوب عليهم و لا الضا لين سے)

کہا لمعات میں کہ سکتہ اول اتفاقی ہے جس میں دعا پڑھی جاتی ہے۔ الخ،

اس سے صاف ثابت ہوا کہ آہستہ پڑھنے کو بھی سکوت کہا جاتا ہے پس تقریب تمہارے استدلال کی ناتمام ہے جو مستلزم مطلوب ہو۔

ثانیاً۔ بایں وجہ کہ اگر ہم تسلیم بھی کریں کہ استماع اور انصات ایسے سکوت کو مقتضی ہے کہ مقتدی اپنے نفس میں بھی نہ پڑھ سکے لیکن یہ استماع وانصات نماز جہریہ کے ساتھ مختص ہوگا کیونکہ نماز سریہ میں تو استماع ہو ہی نہیں سکتا پس آیت سے استماع اور انصات نماز جہریہ میں ثابت ہوگا نہ سریہ میں اور مدعا تمہارا ممانعت قرأت فاتحہ کی ہے جہریہ اور سریہ دونوں میں۔ پس مدعا عام ہے اور دلیل خاص اور دلیل خاص بھی مدعائے عام کی مثبت نہیں ہوسکتی۔ کما لا یخفی علی من له ادنی منا سبة بعلم المنا ظره سلّمنا کہ آیت سے استماع وانصات جہریہ وسریہ دونوں میں ثابت ہوتا ہے پھر بھی اس سے ممانعت خاص قرأت فاتحہ کی پیچھے امام کے یقیناً نہیں نکلتی۔ قرأت فاتحہ حکم اس آیت سے مخصوص اور مستثنیٰ ہوسکتی ہے کما مرّ۔

ثالثاً۔ بایں وجہ کہ بموجب آپ کے مسلک کے یہ آیت معارض اور مخالف ہوتی ہے دوسری آیت فا قرؤا ما تیسّر من القر آن (پس پڑھو جو آسان ہو قرآن سے) کے کیونکہ اس آیت سے وجوب قرأت عموماً ثابت ہوتا ہے خواہ امام ہو یا ماموم اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی آیت سے وجوب سکوت ماموم ۔ فکیف التو فیق بغیر مصیر الی السنة
(پس کیونکر توفیق ہوگی بغیر رجوع ہونے طرف سنت کے)

قا ل فی نو ر ا لانوار و حا شیته

و حکم المعا ر ضة بین ا لآ یتین المصیر الی السنّة لانّ الآیتین اذا تعار ضتا تسا قطتا فا نّه لا یمکن العمل علی الآیتین للتعا رض ولا رجحان لا حد هما علی ا لآ خر فکا نه لیست ههنا آ یة فلا بدّ للعمل من المصیر الی ما بعده و هو السنّة و لا یمکن المسیر الی ا لآ یة ا لثّا لثه لانه یفضی الی الترجیح بکثرة ا لا دلة و ذا لك لا یجوز فا ن کثرة ا لا دلة لا توجب تر جیحاً الا تر ی ان الشا هدین ومأة شهوداً مساویان فی ا لا ثبا ت ۔و مثا له قو له تعالی :

فا قرؤا ما تیسر من القر آ ن،

مع قو له تعالی:

و اذا قری ء القرآ ن فاستمعوا له و انصتوا۔

فان الاول بعمو مه یو جب القرأة علی المقتدی و الثانی بخصوصه ینفیه و قد ورد فی الصلوة جمیعاً بتصریح المفسرین فتسا قطتا فیسار الی حد یث بعده و هو قوله علیه السلا م :من کان له امام فقرأة ا لاما م قرأة له ۔

(ترجمہ:حکم معارضہ کا درمیان دوآیتوں کے رجوع ہونا ہے طرف سنت کے کیونکہ دوآیتیں جب متعارض ہوئیں تو حکم دونوں کا ساقط ہوا اس واسطے کہ نہیں ممکن ہے عمل کرنا دونوں آیتوں پر بسبب تعارض کے اور کسی ایک ان دونوں آیتوں میں سے دوسری پر ترجیح نہیں بسبب مساوی ہونے کے ۔پس گویا کہ نہیں ہے یہاں پر کوئی آیت ۔پس ضرور ہے واسطے عمل کرنے کے رجوع کرنا طرف سنت کے اور نہیں ممکن ہے رجوع کرنا طرف تیسری آیت کے بھی کیونکہ یہ رجوع پہنچاتا ہے طرف ترجیح کے جو کثرت دلیلوں سے ہو اور ترجیح دینا کثرت دلیلوں سے جائز نہیں کیونکہ کثرت دلیلوں کی ترجیح کو موجب نہیں ہے ۔دیکھو دو واہ اور سو گواہ برابر ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اثبات میں، اور مثال تعارض کی یہ دو آیتیں ہیں فا قرؤا ما تیسر من القر آ ن اور و اذا قری ء القر آ ن فاستمعوا له و انصتوا ۔ اس واسطے کہ آیت اول بسبب عام ہونے کے موجب ہے قرأت کو مقتدی پر اور دوسری آیت بسبب خاص ہونے کے قرأت کو نفی کرتی ہے اور دونوں آیتیں نماز میں ہی وارد ہوئی ہیں محدثین کی تصریح سے ۔ پس ساقط ہوئیں دونوں آیتیں پس رجوع کیا جائے گا طرف حدیث کے کہ وہ یہ ہے من کا ن له اما م ... یعنی ہے جس کے واسطے امام پس قرأت امام کی واسطے مقتدی کے کافی ہوگی، تمام ہوئی عبارت نورالانوار اور اس کے حاشیہ کی)

اقو ل لا یصار الی هذا الحد یث لضعفه کما مرّ (میں کہتا ہوں کہ نہیں رجوع ہو سکتے طرف اس حدیث یعنی من کا ن له امام ... کے کیونکہ یہ حدیث بتصریح محدثین ضعیف ہے جیسا کہ پہلے گذرا)۔

پس توفیق درمیان دو آیت کے بایں طور کی جائے کہ آیت اول (و اذا قری ء القر آ ن) حمل کی جاوے گی ماعدائے فاتحہ پر اور آیت ثانی (فاقرؤا ما تیسر) میں قرأت مطلق مراد لی جاوے گی پس اندریں صورت درمیان ہر دو آیت کے توفیق بھی ہوگئی اور مخالفت احادیث متفق علیھا سے بھی نہ رہی اور عمل بالسنہ و اتباع قرآن بھی حاصل ہوگیا۔

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

رابعاً ۔ بایں وجہ کہ اگر آیت حمل کی جاوے منع قرأت مقتدی پر تو ربط و نظم آیت کا فاسد و مختل ہو جاوے گا اور سیاق کا ربط سباق سے نہ رہے گا و تعالی شا نه عن ذا لك ۔

تقریر اس کی یوں ہوگی کہ ماقبل اس آیت کے حاصل تفسیر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کفار معاندین آیات مخصوصہ اور معجزات مقترحہ طلب کرتے تھے اور جب آنحضرت ﷺ سے آیات مقترحہ خاصہ ظاہر نہ ہوتیں تو کہتے تھے کہ ہم جن آیات کو طلب کرتے ہیں تم کیوں نہیں بنالاتے ۔ چنانچہ فرمایا:

و اذا لم تا تهم بآ یة قا لوا لو لا اجتبیتها

(اور جب نہیں لاتا تو ان کے پاس نشانی کہتے ہیں کیوں نہ کھینچ لایا تو اس کو)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس اللہ تعالی نے رسول مقبول کو امر کیا کہ ان کو جواب دیں کہ مجھ کو کچھ اختیار وقدرت نہیں کہ اپنی طرف سے کوئی آیت اور نشانی بنالاؤں اور سوائے اتباع وحی الٰہی کے دوسری بات کا مجھ کو حکم نہیں۔ چنانچہ فرمایا:

قل انما اتبع ما یو حی الیّ من ر بی (کہہ تو سوائے اس کے نہیں کہ میں پیروی کرتا ہوں اسی چیز کی کہ وحی کیا جاتا ہے طرف میری رب میرے سے)

اب ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کی آیات مقترحہ اور معجزات مخصوصہ کا اظہار جو ترک کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف خود معجزہ اور آیت صحت نبوت کے واسطے کافی ووافی ہے اور اس بات کو یوں تعبیر فرمایا:

ھذا بصا ئر من ر بکم و ھدی و ر حمۃ لقو م یؤ منو ن (یہ دلیلیں ہیں پروردگار تمہارے سے اور ہدایت اور رحمت واسطے اس قوم کے کہ ایمان لاتی ہے)

اور جب یہ دعوی کیا کہ قرآن شریف خود معجزہ اور بصائر ہے اور یہ بات ظاہر نہیں ہوگی مگر ساتھ اس شرط کے کہ جب نبی ﷺ قرآن شریف کو پڑھیں تو وہ اس کو بغور سنیں اور اس کی طرف بالقاء سمع وشہود وقلب متوجہ ہوں تاکہ اس کے اعجاز فصاحت سے واقف ہوں اور جو نکات اور علوم کثیرہ بلکہ غیر متناہیہ اس میں مندرج ہیں، ان کو سمجھیں، تب صدق اعجاز قرآن شریف کا ان کو متیقن ہو۔ اور نبوت رسول مقبول کے قائل ہوں۔ لہذا خطاباً مع الکفار فرمایا کہ:

و اذا قرء القر آ ن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم تر حمون

(اور جب پڑھا جاوے قرآن پس اس کو سنو اور چپکے رہو تو کہ رحم کئے جاؤ)

پس اگر مانا جاوے کہ آیت میں خطاب کفار سے ہے تو ربط ونظم آیت کا قائم رہتا ہے خصوصاً جب کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ یہ آیت جواب ہے مقولہ کفار کا کہ کہتے تھے:

لا تسمعوا لھذا القر آ ن و الغوا فیہ لعلکم تغلبو ن

(مت سنو اس قرآن کو اور بیہودہ باتیں ملاؤ اس میں تاکہ تم غالب ہو جاؤ)

اس کے جواب میں ارشاد ہوا کہ:

فا ذا قرىء القر آ ن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم تر حمو ن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ یہ کہ پہلی آیت میں رحمة للمؤمنین علی سبیل الجزم والقطع فرمایا ہے اور یہاں پر لعلکم ترحمون خلاف جزم وقطع کے۔ پس درصورت خطاب مع المومنین اس تغیر اسلوب بے وجہ کی کیا وجہ ہوگی۔ البتہ اگر اس آیت میں خطاب کفار سے ہوتو کلمہ لعلکم بھی نہایت چسپاں ومناسب ہو جاوے گا اور درصورت ہونے خطاب کے طرف مومنین ما مومین کے ربط ونظم آیت کا مختل ہوگا وہ منصف لبیب پر مخفی نہیں۔

آنکس است اہل بشارت کہ اشارت داند
نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا است

کیا خوب فرمایا مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری نے کہ

سبھی حنفی جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کو صحیح مان کر قدح وجرح سے سالم جان کر اس کے مقابلہ میں قرآن کی آیت پڑھتے ہیں بے شک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے ورنہ حدیث کے مقابلہ میں کبھی قرآن نہ پڑھیں بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں ولیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے اس لئے وہ ایک ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدہ کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں ہے مگر چونکہ وہ اس قاعدہ کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدہ پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹتی ہے وہاں اس قاعدہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی بلکہ رائے فقیہہ سے بھی تمسک کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کے لئے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے فہم کو آنحضرت ﷺ کے فہم سے اچھا جانتے ہیں

(اور یہی تقلید ہے جو حرام اور شرک ہے۔ کہا امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں تحت آیت اتخذوا احبارھم الآیۃ۔ کے مسئلہ دوسرا کہا اکثر مفسروں نے کہ ارباب سے یہ مراد نہیں کہ انہوں نے احبار اور رہبان کو الہ عالم اعتقاد کیا تھا بلکہ یہ مراد ہے کہ اطاعت کی انہوں نے ان کی اوامر ونواہی میں۔ روایت کیا گیا ہے کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدی بن حاتم نصرانی تھے۔ پس پہنچے وہ خدمت میں رسول اللہ ﷺ کے در حالے کہ پڑھتے تھے آپ ﷺ سورہ برائت ۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے اتخذوا احبار هم و رهبا نهم ار با باً من دو ن الله تو کہا عدیؓ بن حاتم نے کہ ہم نے ان کی عبادت نہیں کی تھی ۔تو آپ ﷺ نے فرمایا تم حرام نہیں جانتے تھے اس چیز کو کہ حلال کیا اللہ نے اس کو اور کیا حلال نہیں جانتے تھے تم اس چیز کو کہ حرام کیا اللہ نے اس کو بسبب حلال بتلا نے ان کے کے ۔کہا عدیؓ بن حاتم نے ، ہاں یہ تو تھا۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی ہے عبادت ان کی ۔اور کہا ربیع نے کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ بنی اسرائیل میں ار باب پکڑ نا احبار اور رہبان کا کیونکر تھا،تو جواب دیا کہ اکثر اقوال احبار اور رہبان کے مخالف کتاب اللہ کو پاتے تھے تو انہیں اقوال کو اخذ کرتے تھے اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیتے تھے۔اور فرمایا ہے شیخ اور مولا نا نے جو خاتمۃ المحققین اور مجتہدین ہیں کہ میں نے اکثر جماعت فقہائے مقلدین کو دیکھا ہے کہ جب ان پر بعض مسائل میں آیات کتاب اللہ کے پڑھے ہیں اور ان کا مذہب ان مسائل میں مخالف ان آیات کو قبول نہیں کیا اور ذرہ بھی التفات نہیں کیا وہ میری طرف نہایت تعجب اور حیرت کی نظر سے دیکھتے رہے اور گھورتے رہے یعنی کیونکر ہو سکتا ہے عمل ظواہر ان آیات پر باوجودیکہ ہمارے امام اور سلف سے خلاف اس کی روایت ہے ۔اور اگر تو بخوبی غور کرے تو پاوے گا اس مرض کو جاری وساری رگوں میں اکثر ابناء زمان کے،تمام ہوا ترجمہ تفسیر کبیر کا مقام حاجت تک ۔ترجمہ از محمد اکرام الدین)۔

اب میں واسطے تصدیق اپنے دعوی کے ایک مثال جس سے یہ ثابت ہو کہ قاعدہ ان کا محض انکار کی آڑ ہے اور حقیقت میں وہ اس کی پابند نہیں ذکر کرتا ہوں مسئلہ جمعہ قران میں یوں ناطق ہے

اذا نو دی للصلوة من یو م الجمعة فاسعوا الی ذکر الله و ذروا البیع ۔

دیکھو یہ صریح ہے اس میں کہ جمعہ کے واسطے پادشاہ یا شہر یا بازار ہونے کی کچھ شرط نہیں۔ پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے اور اس کو بمقابلہ ایک قول صحابی کے بلکہ بقول ایک عالم مذہب حنفی جس کا قول بالاتفاق حجت نہیں ترک کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں ، حاکم نہیں، امیر نہیں ، بازار وکوچہ نہیں وہاں جمعہ صحیح نہیں ۔ الی ان قال غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور اس قاعدہ کو کون لے گیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابندی قاعدہ کی نہیں ہے بلکہ پابند تقلید امام کے ہیں۔ پس اگر اس کی محافظت قرآن کے اخذ کرنے میں دیکھتے ہیں تو اس کو ہاتھ مارتے ہیں اور اگر وہ تقلید حدیث پر عمل کرنے سے قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ انتہی۔

اور ہم حتماً یہ نہیں کہتے ہیں کہ تتبع سکتات امام کا ضرور ہے جیسے اور اقوال مختلفہ نسبت قرأت فاتحہ کے آیت ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وقت سکتات امام کے پڑھے جاوے۔ ہمارا ثبوت مطلب اس پر نہیں کہ ثبوت سکتات واسطے قرأت فاتحہ کی حدیث صحیح سے کیا جاوے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ کسی حال میں قرأت فاتحہ ترک نہ ہو، خواہ امام سکتات کرے یا نہ کرے۔ اور حدیث صحیح سے ثبوت سکتات واسطے قرأت فاتحہ کے ہو یا نہ ہو۔ اب عرض یہ ہے کہ اتباع سنت تو آپ سے بسبب عناد وتعصب کے نہ ہوا اور اتباع قرآن بسبب خوبی فہم، فوت ہوا۔ چنانچہ دلائل ماسبق سے ظاہر ہے۔ اب اس مصرعہ کے پڑھنے کا موقع ہے

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

ہم نے جو بمقابلہ حدیث وقرآن کے آپ کی رائے کو بخوبی دیکھا تو یوں معلوم ہوا ہے

ز روئے دوست دل دشمناں چہ در یابد
چراغ مردہ کجا شمع آفتاب کجا

اور ہم تو دروازہ حدیث کو چھوڑ کر کہیں نہ جاویں گے

چو کحل دیدہ ما خاک استان شما ست
کجا رویم بفرما ازیں جناب کجا

اور اثبات قرأت فاتحہ کے لئے خلف الامام ہمارے پاس دلائل بہت ہیں و لیکن انشاءاللہ پھر دیکھا جاوے گا۔ یار باقی صحبت باقی۔ او البا قی عند التلا قی

دفع دفعہ پنجم

واجب الاتباع ہونا قرآن شریف کا و نیز وجوب اتباع محمدی ﷺ ہم کو بہت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے دلائل قاطعہ سے ثابت ہے لیکن سائل باوجودیکہ اہل اسلام میں سے ہے پھر ہم سے وجوب اتباع کتاب وسنت کی دلیل خلاف داب مناظرہ کیوں طلب کرتا ہے کہ درصورت تسلیم اسلام کے سائل کے نزدیک بھی واجب الاتباع ہونا کتاب وسنت کا مسلّم ہی ہوگا ورنہ دعوی اسلام محض کذب ہو جاوے گا ایسا مکابرہ کرنا پرائی بدشگنی کے واسطے اپنی ناک کاٹ ڈالنا ہے اور مناظرہ سے بھاگ جانا۔ اور دیباچہ کتاب میں دعوی بے تعصبی تھا اور یہ اقرار تھا کہ ہم خود اہل اسلام کی نزاع پسند نہیں کرتے ان ھذا لشی عجاب۔

اور اگر خدانخواستہ بنصیب اعداء سائل غیر اسلام میں سے ہے تو یہ سوال کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم انشاء اللہ تعالی اس قدر دلائل مطلوب پیش کر سکتے ہیں کہ مخالف مصداق فبهت الذی کفر کا ہو جاوے۔ چونکہ یہاں مقصود اختصار ہے لہذا: اند کے از بسیارے و مشتے نمونہ از خروارے۔، لکھتے ہیں۔

سنیئے کہ وجوب اتباع نبی کریم بحکم قرآن شریف ہے اور قرآن کا وجوب اتباع اس حجت سے مثبت ہے کہ یہ بات بتواتر ثابت ہے کہ جب نبی کریم نے دعوی وجوب اتباع قرآن کیا تو اس دعوی کی تصدیق کے واسطے یوں اظہار حجت کیا کہ

و ان کنتم فی ریب مّمّا نزّ لنا علی عبدنا فأتوا بسورةٍ من مثله و ادعوا شهداء کم من دو ن الله ان کنتم صادقین

(اگر ہو تم بیچ شک کے اس چیز سے کہ اتارا ہم نے اپنے بندے پر، پس لے آؤ ایک سورت مانند اس کی سے اور پکارو شاہدوں اپنوں کو سوائے اللہ کے اگر ہو تم سچے)

و ایضاً: فلیا توا بحد یث مثله

(پس چاہیے کہ لے آویں کوئی حدیث مثل اس کے یعنی قرآن کے) وغیر ذالک

اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ:

لئن اجتمعت الا نس و الجنّ علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یا تون بمثله و لو کا ن بعضهم لبعض ظهیراً۔

(البتہ اگر جمع ہو جاویں تمام آدمی اور جن اس بات پر کہ لاویں مانند اس قرآن کے نہ لاویں گے مانند اس کی اگر ہوویں آپس میں بعض ان کے بعض کے مددگار)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ حجت زبردست روبرو ہزاروں فضلائے بلند نام و بلغائے ملک الکلام کے جو منکر و مخالف تھے نہایت شد و مد سے پیش کی گئی۔ (وجوب اتباع نبی بطور دیگر رسالت رسول مقبول کی دیگر معجزات بینہ سے بھی ثابت ہے کیونکہ یہ بات ہم کو بالتواتر پہنچی ہے کہ رسول ﷺ نے نبوت کا دعوی کیا اور معجزات ایسے ظاہر کئے کہ آفتاب کے مانند روشن ہیں لہذا ہم پر ان کی تصدیق تمام احکام تکلیفی میں جو خدا کی طرف سے لائے ہیں واجب ہے اور وہ احکام یہ ہیں۔ واجبات کا واجب ہونا اور مندوبات کا ندب اور مباحات کی اباحت اور محرمات کی حرمت اور مکروہات کی کراہت، الی غیر ذلک۔ اور واضح ہو کہ معجزہ کی دلالت رسول کی صداقت پر اس واسطے ہے کہ معجزہ ایک فعل ہے افعال الٰہی سے عادت کے برخلاف کہ اس کو اللہ تعالی رسول ﷺ کے ہاتھ پر وقت دعوی رسالت کے تصدیق کے واسطے ظاہر کرتا ہے، سو اللہ تعالی یہ معجزہ رسول کے ہاتھ پر ظاہر کر کے گویا یہ فرماتا ہے میرا رسول سچا ہے تمام احکام میں جو میری طرف سے پہنچاوے، برابر ہے کہ وہ تبلیغ قول سے ہو یا فعل سے یا سکوت سے۔ علماء نے اس کی یہ مثال بیان کی ہے مثلاً ایک شخص بادشاہ کے دربار میں ایک جماعت کے سامنے کھڑا ہو کر کہے میں اس بادشاہ کا ایلچی ہوں، مجھ کو تمہارے حق میں فلانا فلانا حکم دیا ہے۔ پھر اس جماعت نے اس سے صداقت کی سند طلب کی، اس نے کہا میری صداقت کی یہ نشانی ہے کہ میں بادشاہ سے کہتا ہوں کہ برخلاف اپنی عادت کے میرے کہنے سے تین بار اٹھے اور بیٹھے۔ پھر بادشاہ نے اس کے کہنے سے وہ ہی کیا، تو بے شک بادشاہ کی یہ حرکت ایسی ہے جیسی اس نے یہ کہا کہ یہ شخص جو میری طرف سے بیان کرتا ہے سب سچ ہے۔ اس سے اس کی صداقت کا بدیہی علم حاصل ہوا ان کو جنہوں نے بادشاہ سے یہ حرکت اپنی آنکھوں سے دیکھی، اور جس شخص نے کہ نہیں دیکھا اس کو اور لوگوں سے سنتے سنتے بالتواتر حاصل ہوگا۔ اور بے شک یہ مثال رسول ﷺ کے حال سے مطابق ہے معجزہ دیکھنے والوں کو صداقت کا یقینی علم حاصل ہوتا ہے بالمشاہدہ اور جو نہ دیکھے گا اس کو تواتر سے سن کر حاصل ہوگا۔ از مجالس الابرار) سب مخالفین اس حجت کے روبرو بالجزم زیر دست و عاجز رہے اور کچھ نہ ہو سکا، باوجودیکہ فن ادب و تصنیف قصائد و خطب میں ید طولی و کمال رکھتے تھے لیکن کوئی شخص ایک چھوٹی سی سورت کے بنا لانے پر قادر نہ ہوا۔ رد و انکار میں قرآن شریف کے سب طرح کا مکابرہ و مجادلہ کیا حتی کہ جنگ و پیکار و جدال و کارزار کر کے ہزاروں ہزار صیاد اجل کے صید ہوئے اور لاکھوں ہی بند و قید و انواع انواع کی ننگ و عار اپنے اوپر اختیار کے اگر ایک چھوٹی سی سورت بنا لاتے تو اس سب وبال و نکال سے نجات پاتے۔ سارا جھگڑا فیصل و صاف ہو جاتا اور کذب دعوی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنحضرت ﷺ کا انکشاف ہو جاتا ،تکذیب قرآن شریف جو خلاصہ مرادات دلہائے نفاق منزل تھا فقط ایتان بالمثل حاصل تھا خصوصاً ایسے وقت مقابلہ خصم میں ہر متنفس کو امتحان صدق و کذب دعوی اپنے مخالف کا ضرور منظور ہوتا ہے اور ظہور کذب خصم سے نفس انسانی نہایت مسرور ہوتا ہے، فضیلت و مزیت اپنے اقران و امثال پر ہر شخص کو مرغوب ہوتی ہے ، برابری و مقادمت معاصران ہم کمال سے ہر انسان کو مقصود و مطلوب علی الخصوص وقتیکہ طرف خصم سے آوازہ هل من اديب يا تي في ميدان الفصاحة بلند ،اور اید ہر جوق جوق گروہ مخالفین طلاقت لسانی و ذلافت بیانی میں یکتائے زمانہ و ارجمند ایک چھوٹی سے سورت بنا کر امرا و سلاطین ہم مشرب سے صورت حصول زخارف دنیوی امر یقینی علاوہ براں نصرت مذہب آبائی اور تائید امر دینی عیب و ننگ خجالت و عار و شنار ندامت سے بھی بری و پاک ہو جاتے ، شماتت اعداء رفع ہوتی ، اور دشمن جل کر خاک ہو جاتے ، تمام خلقت میں شہرت و نام ہوتا ، اپنا اور اپنی قوم و خاندان کا کام ہوتا ، اہل کفر کفر و انکار منت پذیر و شکر گزار ہوتے ، طریق رسول سے سب لوگ بے زار ہوتے ، اگر تمام عمر میں بھی سب جمع ہو کر ایک چھوٹی سی سورت بنا لیتے تو اپنی جان و مال و اہل و عیال کو وبال و نکال سے بچا لیتے ۔ پس جبکہ باوجود ان تمام دواعی بے شمار و مقتضیات بسیار کے ایتان بالمثل سے ناکام رہے ، تو بجز عجز قوت بشری اور اعجاز قرآنی کے اور کیا وجہ اس کی ہوگی کہ معرکہ تیغ و سناں میں اپنے نفوس اعزہ کو تلف کیا اور ایک اقصر سورت مثل قرآن کے نہ بنا لائے جس سے کذب نبی ﷺ کا واضح و لائح ہو جاتا ۔ کیا خوب فرمایا ہے مولانا رومؒ نے

صد ہزاراں دفتر اشعار بود
پیش حرف امیش آن عار بود

(اگر پرسند کہ اعجاز قرآن بچہ وجوہ است ۔ گویم متحقق پیش ما آن ست کہ بوجوہ بسیار است ۔ از انجملہ اسلوب بدیع زیرا کہ آلہ حرب را میادین چند بود کہ درانہا جواد بلاغت را جولان میدادند و گوئے مسابقت از اقران میربودند قصائد و خطب و رسائل و محاورہ و اسلوبے کہ غیر ایں چہار وضع باشد میدان نستند و بر ابداع در آن قادر نبودند ۔ پس ابداع اسلوبی کہ غیر اسالیب انشائی است بر زبان آنحضرت کہ امی بودند عین اعجاز باشد ۔ و از انجملہ اخبار از قصص و احکام ملل سابقہ بوجہے کہ مصدق کتب سابقہ باشد بغیر تعلم ۔ و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ازانجملہ اخبار باحوال آئندہ پس ہروقتیکہ چیزی ازاں برطبق اخبار بوجود آمد اعجاز تازہ بظہور رسید۔ وازانجملہ درجہ علیا از بلاغت کہ مقدور بشر نباشد وچون مابعد عرب اول آندہ ایم بکنہ آن نمی توانیم رسید لیکن ایں قدر رسیدانیم کہ استعمال کلمات وترکیبات عذر بہ جزلہ بالطافت ودرم تکلف قدریکہ درقرآن مے یابم درہیچ قصیدہ از قصائد متقدمین ومتاخرین نمے یابم واین امرے است ذوقی کہ مہرہ از شعرا ازابخوابے مے توند دانست وعوام آن ذائقہ ندارند ونیز میدانیم کہ درانواع تزکیر ومخاصمہ ہرجا معانی رالباس دیگر پوشانیدہ مے شود ہرسلوب سورہ طرفگی دارد دست تطاول از دامن آن کوتاہ است۔ فوز الکبیر)

اور ظاہر ہو کہ ذکر اس معجزہ قاہرہ کا قرآن شریف میں ایک جگہ نہیں بلکہ جا بجا مکرر سہ کرر واقع ہے۔اور چونکہ روایت قرآن شریف عہد نزول سے آج تک بدرجہ تواتر ہے، تو یہ معجزہ بھی متواتر رہا۔کسی منکر کو انکار کی گنجائش نہیں۔خصوصاً جب کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ اصرار ومبالغہ قرآن شریف در بارہ طلب مثل کے کچھ مخصوص عہد آنحضرت ﷺ میں ہی نہیں بلکہ تابقائے قرآن یہ معجزہ بھی مستقر وباقی وتا قیام قیامت دائم وجاری رہے گا۔پس ہر روز بلکہ ہر ساعت وہر آن قرآن شریف بذات خود بھی منکرین سے طلب مثل فرماتا ہے۔اور نیز جس وقت قاریان قرآن مجید وحافظان فرقان حمید طلب نشان کی آیات قرأت وتلاوت کرتے ہیں، اس وقت منکرین سے مدعی اعجاز قرآن اور طالب مثل ہوتے ہیں۔اور بار بار ہر دار ودیار وکوچہ وبازار میں ہر شیخ وشاب حتی کہ صبیان مکتب طلب مثل منکروں سے کرتے ہیں۔باوجود اس تقاضائے شدید وسخت ومنادی بنداء بلند وکرخت کے تمام منکرین اور جملہ مخالفین چنیں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔نہیں معلوم کہ مخالفین بے بہرہ کیسے بہرے ہوگئے ہیں کہ آیت فاتوا بسورۃٍ من مثلہ کو بالکل نہیں سنتے۔طرح طرح کے اعتراض بے سروپا اور مطاعن بے جا ایراد کرتے ہیں اور کوئی دقیقہ ردّ وابطال لاطائل کا باقی نہیں چھوڑتے، لیکن ایتان بالمثل سے مثل بت صامت وساکت ہیں، حالانکہ مہلت دراز تا قیامت بھی دی گئی ہے اور بحکم وادعوا شہداء کم اجازت استمداد واستنصار کی دیگر اعوان وانصار سے بھی مل گئی ہے۔معہذا ایتان بالمثل سے عاجز ومجبور ہیں اور کامیابی سے دور ومہجور۔اب فرمایئے کہ یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟ اور جب معجزہ ہونا قرآن شریف کا ثابت ومتحقق ہوا تو اتباع قرآن مجید ونبی الرحمت بھی واجب ہوگیا کیونکہ قرآن شریف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از اول تا آخر اتباع نبی کریم کی طرف دعوت کرتا ہے اور اپنی پیروی کی طرف بلاتا ہے اور تقلید کا جا بجا رد کرتا ہے اگر آیات قرآنیہ رد تقلید میں لکھی جاویں تو ایک دفتر طیار ہو۔

گر آن جملہ را حسن املا کند
مگر دفتر دیگر انشا کند

قال الله تعالی:

اتّبعوا ما انز ل الیکم من رّبکم و لا تتبعوا من دونه اولیاء

(سورۃ اعراف۔رکوع اول۔ قال البیضاوی فی تفسیرہ، یعم القرآن و السنة لقو له تعا لی و ما ینطق عن الهوی ان هو ا لا وحی یو حی یعنی کہا بیضاویؒ نے کہ ما انز ل عام ہے قرآن وسنت کو کیونکہ اللہ تعالی دوسری جگہ فرماتا ہے ما ینطق عن الهوی ۔الآ یه ۔ یعنی یہ آیت حجت ہے اس پر کہ تمام آیات اور احادیث سرور کائنات حجت ہیں متواتر ہوں خواہ اخبار احاد بلاتفصیل اشتراط شہرت وتواتر واجب العمل ہیں کیونکہ تخصیص عام کی بلاتخصص کسی کے نزدیک جائز نہیں)

و قال تعالی: فبشّر عبادی الذین یستمعو ن القو ل فیتبعو ن احسنه (پس خوش خبری دے بندوں میرے کو جو سنتے ہیں بات کو۔ پس پیروی کرتے ہیں بہتر اس کی کے)

و قا ل تعا لی: اتخذوا احبا ر هم ارباباً مّن دون الله۔

(پکڑا انہوں نے عالموں اپنے کو اور درویشوں اپنے کو پروردگار سوائے اللہ تعالی کے۔

مولانا عبدالقادر فائدہ میں لکھتے ہیں: ان کے عالم یا درویش جو اپنی عقل سے ٹھہرا دیتے وہ جانتے خدا کے یہاں ہمکو چھٹکارا ہو گیا اور ٹھہرانے خاطر کو طمع کو۔

و قا ل تعا لی: و اذا قیل لهم اتّبعوا ما انز ل الله قا لوابل نتّبع ما الفینا علیه آ با ء نا۔

(اور جب کہا جاتا ہے واسطے ان کے پیروی کرو اس چیز کی کہ اتارا اللہ نے کہتے ہیں بلکہ پیروی کریں گے ہم اس چیز کی کہ پایا ہم نے اوپر اس کے باپوں اپنے کو۔)

یعنی جب معلوم ہوا کہ باپ دادوں کی بھی خلاف ورزی حکم خدا ہے پھر اس پر نہ چلے۔

قا ل البیضا وی فی تفسیره:

نز لت فی المشرکین امروا با تباع القر آ ن و سا ئر ما انز ل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله من الحجج و الآ يا ت فجنحوا الى التقليد و قيل فى طائفة من اليهود دعاهم رسول الله ﷺ الى ا لاسلا م فقالوا نتبع ما و جد نا عليه آ باء نا لا نّهم كا نوا خيراً منّا و اعلم۔

و قال تعالى: فان تنا زعتم فى شىء فردّوه الى الله و الرسول ان كنتم تؤ منو ن با لله و اليو م ا لآ خر ۔

(پس اگر جھگڑوں تم بیچ کسی چیز کے پس پھیر دو اس کو طرف اللہ کے رسول کے اگر ہو تم ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور دن پچھلے کے)

و قا ل تعا لى : ما اتاكم الرسو ل فخذوه و ما نها كم فا نتهوا۔

(جو کچھ دیوے تم کو رسول پس لے لو اوس کو اور جو کچھ منع کرے تم کو اوس سے باز رہو)

فان قيل (پس اگر یہ کہا جاوے) کہ مذہب اماموں کا بھی

ما اتاكم الرسو ل

(جو کچھ دیوے تم کو رسول پس لے لو اس کو اور جو کچھ منع کرے تم کو اس سے باز رہو)

میں داخل ہے، پس فخذوہ سے ان کی تقلید بھی واجب ہوئی ۔

اقو ل۔ گفتگو تقلید شخصی میں ہے تخصیص ایک امام کی کہاں سے لاؤ گے ۔ میں اس کی توضیح اور تشریح میں کلام ہدایت انضام مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب مدظلہ کا نقل کرنا مناسب جانتا ہوں ۔ وھو ہذا :

کلام سید نذیر حسین در بارہ تقلید شخصی

اب بعض اہل بصیرت کے لئے جو کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کا قصد رکھتے ہیں اور اسی کو مقصود اصلی اور کافی سمجھتے ہیں ۔ دلائل شرعیہ کا بیان ہوتا ہے ۔

پہلی دلیل، قول اللہ تعالی کا

ما آ تا كم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فا نتهوا ۔

(جو دے تم کو رسول، لے لو اور جس سے منع کرے، چھوڑ دو) ۔

اور قول اللہ تعالی کا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتّبعوا ما انزل الیکم من رّبّکم

(چلو اسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے)۔

وجہ استدلال بعد میں بیان ہوگی۔ پہلے چند مقدمات کی تمہید ہو جائے۔

مقدمہ اولی۔ جو شئے اللہ تعالی کے امر سے واجب ہو، اس کا ترک کرنا حرام ہوتا ہے۔ چنانچہ تلویح میں کہا ہے:

حاصل هذا الكلام ان وجوب الشيء يدلّ على حرمة تركه وحرمة الشيء يدلّ على وجوب تركه وهذا ممّا لا يصور فيه النزاع۔ (کسی چیز کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا حرام ہے۔ اور حرام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا چھوڑ دینا واجب ہے)

مقدمہ ثانیہ۔ آئمہ اربعہ کے مذاہب حق ہیں اور مصداق ہیں

ما آتاکم الرسول اور ما انزل کے علی سبیل الدوران۔ اس لئے کہ حق عنداللہ ایک ہی ہے۔ اور یہ مقدمہ عندالجمہور مسلم ہے اور محتاج ایراد نقل کا نہیں۔

مقدمہ ثالثہ۔ بعض آئمہ نے بعض احادیث کو اس لئے ترک کیا ہے کہ انہوں نے ان احادیث کو اپنی تحقیق میں بدعوی نسخ یا بدعوی ضعف وغیرہ، قابل عمل احادیث نہیں سمجھا۔ نہ یہ کہ وہ حدیث کو قابل عمل سمجھ کر پھر اپنے اقوال کی پابندی کی وجہ سے نہ مانتے تھے۔ حاشا للہ عنھم

مقدمہ رابعہ۔ جو مقلد محض کہ حدیث سے کچھ خبر نہ رکھتا ہو، اگر حدیث کو قبول نہ کرے تو اس کا عدم قبول فرع تحقیق کی مثل آئمہ اربعہ کے نہ ہوگی۔ بلکہ ترک کرنا حدیث کا ہوگا۔

مقدمہ خامسہ۔ آج کل کے بعضے متعصب جو بعض احادیث میں تاویل بے باعث اور دعوی نسخ اور ضعف کا بے دلیل بلکہ بمجرد پابندی قول امام کی سے کر کے حدیث کو ترک کرتے ہیں، وہ ویسے نہیں جیسے کہ آئمہ۔ اس لئے کہ آئمہ سے دعوی نسخ وضعف اور تاویل کا خالصاً لتحقیق دین اللہ اور جمعاً بین الادلہ تھا اور آج کل کے لوگوں کو تاویل کرنا مراعاۃ لقول الامام، مقابل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول رسول کے ہے۔

مقدسہ سادسہ ۔آئمہ اربعہ کے مقلدین کو لازم ہے کہ چاروں اماموں کو برابر سمجھیں ، نہ یہ کہ اپنے امام کے مذہب کو صواب اور محتمل خطاء اور دوسرے آئمہ کے مذاہب کو خطاء محتمل الصواب سمجھیں جیسا کہ علامہ نسفیؒ کے قول کا مقتضاء ہے جو اشباہ اور درمختار میں منقول ہے۔

اذا سئلنا عن مذ ھبنا ومذ ھب خصو منا قلنا و جوبا مذھبنا صواب یحتمل الخطا ء و مذھب مخالفنا خطاء یحتمل الصواب ۔ انتھی ما فی الدر و ھکذا فی ا لا شباہ

(جس وقت ہمارے اور ہمارے مقابل کے مذہب کو کوئی پوچھے تو بطریق واجب ہونے کے ہم جواب دیں گے کہ ہمارا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے، اور ہمارے مخالف کا غلط ہے، ٹھیک ہونے کا گمان ہے)۔

اس لئے کم وبیش نہ سمجھے اور برابر سمجھے۔ کہ یہ قول بظاہر ومعنی نا مقبول ہے جیسا کہ ابن حجر اور محقق شیخ ابن الہمام کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ سید محمد امین المشہور بابن العابدینؒ ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اذا علمت ذ لك ظھر لك ان ما ذكر عن النسفی من و جو ب اعتقا د ان مذ ھبه صوا ب یحتمل الخطاء مبنی علی انه لا یجوز تقلید المفضو ل و انه یلزم التزا م مذ ھبه و ان ذا لك لا یتا تی فی العا می و قد رأیت فی آ خر فتا وی ابن حجر الفقیه التصریح ببعض ذالك فا نه سئل عن عبارة النسفی المذ كوره ثم حرر ان قو ل ا لا ئمة الشافعیة كذ لك ثم قال ان ذا لك مبنی علی الضعف من انه یجب تقلید ا لا علم دون غیر ه و الا صح انه یتخیر تقلید ای شا ء و لو مفضو لاً و ان اعتقد كذلك و حینئذ فلا یمكن ان یقطع او یظن انه علی الصّوا ب بل علی المقلّد ان یعتقد ان ما ذھب الیه امامه یحتمل انه الحق قال ابن حجر ثم رأیت المحقق ابن الھمام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صر ح بما یؤیده حیث قال فی شر ح الھدا یة ان احد العا می بما یقع فی قلبه انه صوا ب او لی و علی ھذا اذا استفتے المجتھد ین فاختلفا علیه الاولی ان یأ خذ بما یمیل الیه قلبه منھما وعندی انه لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیه جاز لانّ میله و عد مه سواء و الوا جب علیه تقلید مجتھد و قد فعل ۔

(جب تو نے یہ جان لیا تو تجھے ظاہر ہو گیا کہ نسفی کی بات:

اعتقاد رکھنا اس بات کا واجب ہے کہ اپنا مذہب ٹھیک ہے فقط غلطی کا گمان ہے،

کی بنا اس پر ہے کہ پیروی کم درجہ مجتہد کی جائز نہیں ہے اور اپنے مذہب کا التزام ضروری ہے۔ اور یہ بات ان پڑھ آدمی میں ہو نہیں سکتی اور میں نے آخر فتاوی ابن حجر فقیہ میں دیکھا ہے کہ ان سے کسی نے نسفی کی اس عبارت نسفی کا حال پوچھا، تو اس نے لکھا کہ: علماء شافعی بھی یوں ہی کہتے ہیں۔

پھر کہا کہ اس مقولہ کی بنا ضعیف ہے اور وہ یہ ہے کہ تقلید زیادہ علم والے کی واجب ہے، غیر کی نہیں۔ حالانکہ صحیح تر بات یہ ہے کہ تقلید میں آدمی مختار ہے جس کی چاہے کرے، خواہ کم درجہ ہی ہو (اگر چہ اس کے اعتقاد میں بھی مفضول ہو اندریں حالت نہیں ممکن ہے کہ یقین کرے یا گمان غالب کرے اپنے صواب ہونے پر بلکہ مقلد پر لازم ہے اعتقاد کرنا اس کا کہ مذہب اس کے امام کا حق ہے)

ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ ابن ہمامؒ نے بھی میری تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ شرح ہدایہ میں کہا ہے کہ عمل کرنا ان پڑھ کا اس قول پر جو اس کے جی میں ٹھیک معلوم ہو بہتر ہے اور اس بنا پر جب اس نے دو مجتہدوں سے فتوی پوچھا اور انہوں نے باہم اس کے جواب میں خلاف کیا، تو بہتر یہ ہے کہ ان دونوں قولوں میں سے جد ہر اس کا دل مائل ہو، اس پر عمل کرے۔ اور میرے نزدیک یہ ہے کہ اگر اس نے اس قول پر عمل کر لیا جس پر اس کا دل مائل نہ تھا، تو بھی جائز ہے کیونکہ اس کے دل کا مائل ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اس پر واجب اسی قدر تھا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ سو وہ کر چکا)

اور طحطاویؒ نے بھی ظاہر معنی کو رد کر کے تاویل کر دی ہے۔ چنانچہ کہا ہے:

و المراد ان ما ذھب الیه امامنا صوا ب عنده مع احتمال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الخطاء اذ كل مجتهد يصيب و قد يخطىء فى نفس ا لا مر و اما بالنظر الينا فكلّ وا حد من ا لاربعة مصيب فى اجتهاده فكل مقلّد يقول هذه العبارة لو سئل عن مذ هبه عن لسا ن امامه الذى قلّده وليس المراد انه يكلّف كل مقلّد اعتقاده خطاء المجتهد ا لآخر الذى لم يقلّده لا نّ تقليده وا حداً منهم انما يسو غ بقدر ضرورة التقليد و هى كو ن المقلّد ليس من اهل النّظر فى الا دلة لا ستنبا ط الا حكا م الظنّيّة فيقلّده فى العمل فقط فان قلت انه مكلّف به ايضاً و الايلزم اداء التكليف مع اعتقا د عدم صحتها قلت لا يلزم ذلك ا لا لو اعتقد عدم صحت ما قلد فيه و نحن لا نقول به بل هو على الصوا ب ظا هراً و اما تخطية خلاف مذ هبه فما هو مكلّف بها ۔ كذا لخصه شيخنا من القول السديد لا بن ا لملا فر و خ مكى الحنفى، ابو السعود ۔ انتهى كلام الطحطاوى فى حاشية الدر المختار

(مراد یہ ہے کہ جس کی طرف اس کا امام گیا ہے صواب ہے نزدیک اس کے باوجود احتمال خطا کے اس واسطے کہ ہر ایک مجتہد نفس الامر میں مصیب بھی ہوتا ہے اور مخطی بھی اور اس پر؟ ہماری طرف نسبت کر کے ۔ پس ہر ایک مجتہد چاروں میں سے اپنے اجتہاد میں مصیب ہے پس ہر ایک مقلد کہے یہ عبارت اپنی زبان سے جس کی تقلید کی ہے اگر سوال کیا جائے اپنے مذہب سے اور یہ مراد نہیں کہ ہر ایک مقلد مکلّف ہو کہ اعتقاد کرے کہ دوسرا مجتہد جس کی تقلید نہیں کی وہ خطا پر ہے کیونکہ تقلید کسی ایک مجتہد کی ان میں سے جو جائز ہوئی ہے سوا اس کے نہیں کہ بقدر ضرورت جائز ہوئی ہے اور وہ ضرورت یہی ہے کہ مقلد کو دلائل شرعیہ میں اتنی نظر نہیں جو احکام ظنیہ کو دلائل سے استنباط اور استخراج کرے اندریں صورت تقلید کرے مجتہد کی فقط عمل میں نہ اعتقاد میں پس اگر کہے تو کہ مقلد چاہیے کہ اس اعتقاد کا بھی مکلّف ہو ورنہ لازم آدمی مکلّف ہونا ہوتا ساتھ تقلید کے عمل میں باوجود اعتقاد عدم صحت کے تو در جواب کہونگا میں یہ امر لازم نہیں آتا مگر جب کہ اعتقاد کرے نہ صحیح ہونے کا اس عمل کے جس میں تقلید کی ہے اور ہم یہ نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے بلکہ وہ سواب پر ہے ظاہر میں لاکن وہ مقلد اس بات کا مکلّف نہیں کہ خلاف اپنے مذہب کا تخطیہ بھی کرے)

اور ابن الملا المکی الحنفیؒ قول سدید میں کہتے ہیں:

و لیس المراد ان یکلّف کل مقلّد ان یعتقد ذلك فیما قلّد فیه اذ ذلك تقلید فیما لا یحتا ج الیه و هو ممنوع کما افتتك من قبل انّ التّقلید انما یسوغ بقدر الضرورة وهومحتا ج الی العمل فلا بدّ من التقلید فی حصوله ۔ و اما اعتقاد صحة ما قلّد فیه و بطلان کلّ ماعداه فلیس من مکلفاة۔ فان قلت بل هو مکلّف به و ا لا یلز م اداء لتکلیف مع اعتقا د عدم صحتها قلت لا یلز م ذلك ا لا لو اعتقد عدم صحة ما قلّد فیه و نحن لا نقول به بل هو علی الصّوا ب ظاهراً حیث فعل ما علیه و هو الا خذ بقول مجتهد و اما تخطیئة من اخذ بخلا ف قو ل مجتهد مقلد به فما هو مکلف بها۔

(یہ مراد نہیں کہ ہر ایک مقلد صحت اس اعتقاد کا بھی مکلّف ہو جس پر عمل میں مجتہد کی تقلید کی ہے اس واسطے کہ یہ تقلید ایسی ہے جس کی کچھ حاجت نہیں اور ایسی تقلید ممنوع ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تقلید جو جائز ہوئی ہے بقدر ضرورت جائز ہوئی ہے واسطے عمل کے حاصل ہونے کے اے پر اعتقاد صحت اس عمل کا جس میں تقلید کی ہے اور بطلا ن اس کے ما سوا کا اعتقاد کرنا مقلد کے مکلفات میں بھی نہیں اور اس کی اس کو تکلیف نہیں دی گئی ۔ پس اگر کہے تو بلکہ مقلد مکلّف ہے اس اعتقاد کا ورنہ لازم آئے تکلیف مقلد کی باوجود اعتقاد عدم صحت کے تو جواب دونگا میں یہ بات لازم نہیں آتی مگر جب کہ اعتقاد کرے عدم صحت اس عمل کا جس میں تقلید کی ہے اور ہم اس کے قائل نہیں بلکہ وہ صواب پر ہے ظاہر میں کیونکہ جو مقلد پر لازم تھا وہ کر چکا اور وہ لینا اور اخذ کرنا ہے قول کسی مجتہد کا اور اے پر تخطیہ کرنا اس شخص کا کہ جس نے قول خلاف اس کے مجتہد کا اخذ کیا ہے پس نہیں ہے مقلد مکلّف اس کا)

اور ایسا ہی ملا علی قاریؒ نے بھی شرح عین العلم میں نسفیؒ کے اس قول کی تغلیط کی ہے ۔تو مقلد کو چاہیے کہ چاروں مذاہب کو برابر جانے۔ پس جب یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممہد ہولیا تو اب وجہ استدلال بیان ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ
جو شخص حنفی المذہب (مثلاً) ہو کر ایسی تخصیص اپنے مذہب کی کرتا ہے کہ شافعی مذہب کا (مثلاً) کسی مسئلہ میں اتباع نہیں کرتا، اور اس کو ناروا جانتا ہے، اور کرنے والے کو طعن کرتا ہے۔ تو
ترک کیا اس نے بعض ما آتی به الرّسول کو بحکم مقدمہ ثانیہ کے،
اور ترک کرنا بعض ما آتی به الرّسول کا حرام ہے بحکم مقدمہ اولی کے۔
تو تخصیص کرنا اس حنفی کا اپنے مذہب کو اس طرح کہ شافعی کے کسی مسئلہ کا اتباع نہیں کرتا، ناروا جان کر، حرام ہوا، بحکم دونوں مقدموں کے۔

(مولانا حضرت اسماعیل علیہ الرحمۃ نے تمثیل عمل بالحدیث کی ساتھ امور مدار زندگانی کے اور تشبیہ عمل باقوال مجتہدین کے ساتھ دوا کے دی ہے۔ سو وجہ تشبیہ اول تو ایسی ہے کہ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا لاکن وجہ تشبیہ ثانی کی پس یہ ہے کہ جیسے دوا وقت درد ذات الجنب کے مثلاً بکار ہوتی ہے ایسے ہی تقلید کسی مجتہد کے قول کی وقت مرض قلبی کے کہ وہ جہل ہے کسی مسئلہ سے درکار ہوتی ہے اور تشبیہ مذاہب مجتہدین کی دکانوں سے عطاروں کے بھی کیا واضح ہے تو اس سے بنظر باریک غور کرنا چاہیے کہ جب کوئی شخص التزام کر رکھے کہ میں عبداللہ عطار ہی سے مثلاً دوا لیا کرونگا دوسرے سے کبھی نہ لونگا تو وہ بے شک ایک نہ ایک ہلاک ہی ہو جاوے گا یعنی اس دن کہ وہ تو درد ذات الجنب میں مبتلا مثلاً ہو رہا ہے اور عبداللہ عطار کے پاس اس کی دوا نہیں ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جس نے التزام کر رکھا ہو کہ میں تمام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرونگا شافعیؒ، مالکؒ کی ہرگز نہیں کرونگا تو ہی نہ کسی دن گناہ میں مبتلا یا کسی فرض کا تارک بھی ہو جاوے گا۔ مثلاً حنفیہ ہو جوان مشتہات اور اوس کا خاوند مفقود الخبر ہو اور عرصہ چار برس کا گذر گیا ہو اور اس کو شہوت کا ایسا غلبہ ہو کہ زنا کے صادر ہونے کا خوف غالب ہو تو دیکھو کہ اس عورت کو زنا سے بچنے کا امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں کوئی علاج نہیں وہ تو یہی فرماتے ہیں کہ نوّے (۹۰) برس تک خاوند کی منتظر رہے، تو وہ خواہ مخواہ زنا میں مبتلا ہووے ہی گی۔ اور اگر التزام نہ ہوتا تو بلا شبہ زنا سے بچ جاتی کہ امام مالک کے مذہب میں اس کی دوا یعنی تجویز نکاح ثانی کے بعد چار برس کے موجود ہے۔ معیار الحق)

اور یہ دلیل جاری نہیں ہوسکتی آئمہ اربعہ وغیرھم من المجتہدین کے حق میں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسبب ترک کرنے ان کے بعض احادیث کو بحکم مقدمہ ثالثہ کے۔
اور مقلد محض عامی یہ بات نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ رابعہ کے۔
اور بعض مقلدین صاحب علم آج کے زمانہ کے جیسا کہ مؤلف (تنویرالحق) ہے، وہ بھی نہیں کہہ سکتا بحکم مقدمہ خامسہ کے۔
اور دونوں قسم کے مقلدوں کی طرف سے یہ عذر کہ
ہم لوگ اپنے امام کے سوا دوسرے امام کا مذہب یقیناً ما آتی به الرسول جانتے ہی نہیں بنا بر قول علامہ نسفیؒ، تو ترک کرنا ہمارا مذہب شافعی کے مسئلہ کو موجب ترک ما آتی به الرسول کا نہ ہوا، نہیں بن سکتا بحکم مقدمہ سادسہ کے۔ فافهم و تشكر۔
اور اس جگہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس دلیل سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کو واجب ہوا کہ ہر مذہب کے تمام مسائل پر عمل کیا کرے ورنہ ترک بعض ما آتی به الرسول کا لازم آوے گا۔ سنو کہ یہ دلیل اس مقلد کے حق میں جاری ہوتی ہے جو کہ قسم ثالث کو اقسام تقلید سے اختیار کرے اور جو مقلد تخصیص مذہب معین کی بطور قسم ثانی کے اختیار کرے، وہ حقیقۃً تارک بعض ما آتی به الرسول کا نہیں ہے۔ بلکہ عامل بمقتضائے عموم نص کے ہے۔ اس لئے کہ تخصیص اس کی بنظر عدم استطاعت کے ہوگی یا بنظر اس کے ہوگی کہ نص سے عموماً اتباع ما آتی به الرسول کا ثابت ہوتا ہے۔ پھر اگر حنفی مذہب کے مسئلہ کے ضمن میں اخذ ما آتی به الرسول کرلیا تو بھی کافی ہے، تو اس نظر سے ترک بعض کا نہ ہوا۔ نظیر اس کی یہ ہے (مثلاً)
عموم آیت فاقرؤا ما تيسّر من القرآن سے نماز میں قرأة کی فرضیت بدون تعین کے ثابت ہوتی ہے، تو اگر کسی شخص نے بنظر اس کے کہ تحقق عام کا ایک فرد میں ہو جاتا ہے بنظر اس کے کہ مجھے تمام قرآن کے حفظ پر طاقت نہیں، پارہ عم کو واسطے قرأة کے نماز میں خاص کر رکھا، تو اس شخص نے باقی قرآن کی قرأة کو ترک نہیں کیا۔ ہاں اگر کوئی شخص تمام قرآن پر قدرت کے باوجود پارہ عم کو اس نظر سے خاص کر لے کہ اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پارے کا نماز میں پڑھنا واجب ہے اور باقی قرآن پڑھنا درست نہیں، تو بے شک اس نے باقی قرآن کو ترک کیا اور مرتکب ممنوع کا ہوا۔ جیسا کہ مقلد بتقلید قسم ثالث باوجود علم ایک مسئلہ کے بموجب مذہب دوسرے امام کے، اس نظر سے کہ ہم کو اپنے امام کے سوا کسی کی پیروی درست نہیں، اس مسئلہ کو عمل میں نہیں لاتا تو بے شک ترک کیا اس نے بعض ما آتی به الرسول کو، بخلاف مقلد مخصص بتقلید قسم ثانی کے، کہ تخصیص اس کی بنظر کفایت یا عدم استطاعت وعملاً بعموم النص ہے۔

تو ثابت ہوا کہ ایسے مقلدین تارک بعض ما آتی به الرسول کے نہیں اور ان پر تقلید ہر مذہب کے ہر مسئلہ کی واجب نہیں۔ فا فهم۔

(باقی رہی تقلید وقت لاعلمی کے سو یہ چار قسم ہے۔ قسم اول واجب اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد کی مجتہد اہل سنت کے سے لاعلی التعیین جس کو مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے عقد الجید میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت اور اس کی یہ علامت لکھی ہے کہ عمل مقلد کا ساتھ قول مجتہد کے اس طرح پر ہو جیسے شرط کی ہوتی ہے کہ اگر وہ قول موافق سنت کے ہوگا تو عمل کئے جاؤنگا اور جب کہ معلوم ہوگا کہ مخالف ہے سنت کے تو اس کو پھینک دونگا۔

قسم ثانی مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے بشرطیکہ مقلد اس تعیین کو امر شرعی نہ سمجھے بلکہ اس نظر سے تعین کرلے کہ جب کہ امر اللہ تعالی واسطے اتباع اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے تو جس ایک مجتہد کا اتباع کرین گے اسی کے اتباع سے عہدہ تکلیف کیسے فارغ ہو جائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے اور علامت اس تقلید کی یہ ہے کہ اگر دوسرے مذہب کسی مسئلہ پر عمل کر سکے تو اس سے انکار نہ کرے اور کسی شخص عمل کرنے والے کو برا نہ جانے۔ مثلاً حنفی المذہب کو مسئلہ رفع الیدین اگر معلوم ہو تو اسکے استعمال سے نفرت اور انکار نہ کرے بلکہ کبھی کر بھی لے اور حنفی ہو کر کسی کرنے والے پر طعن نہ کرے۔

قسم ثالث حرام اور بدعت ہے اور وہ تقلید ہے بطور تعیین کے بزعم وجوب کے برخلاف قسم ثانی کے۔

قسم رابع شرک ہے اور وہ ایسی تقلید ہے کہ وقت لاعلمی کے مقلد نے ایک مجتہد کا اتباع کیا۔ پھر اس کو حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض مخالف مذہب اس مجتہد کے مثلاً معلوم ہو تو اب وہ مقلد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدستاویز ان عذرات کے جن سے سابقاً بخوبی جواب دیا گیا ہے یا تو حدیث کو قبول ہی نہیں کرتا اور یا اس میں بدون سبب کے تاویل وتحریف کر کے اس حدیث کو طرف قول امام کے لے جاتا ہے غرض کہ وہ مقلد مذہب اپنے امام کا نہیں چھوڑتا۔

سو ان قسموں سے قسم اول اور ثانی تو محتاج اس بات کی نہیں کیونکہ ان دونوں کو فریقین تسلیم کرتے ہیں لاکن قسم ثالث اور رابع بے شک معرکہ آرا اور محط انظار ہے۔ معیار الحق)

دوسری دلیل حدیث ابن مسعودؓ سے

قال قال عبد الله لا يجعل احد كم للشيطا ن شيئاً من صلوته يرى حقاً عليه ان لا ينصر ف الا عن يمينه لقد رأيت رسول الله ﷺ كثيراً ينصرف عن يساره (بخاری) (ابن مسعودؓ نے کہتے ہیں کہ جو کوئی امام یہ التزام کرے کہ نماز سے فراغت کے بعد داہنے ہی طرف کو پھر کر بیٹھے اور بائیں طرف نہ بیٹھے تو اس نے اپنی نماز میں سے شیطان کا حصہ ٹھہرا دیا اس واسطے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے)۔

شیخ الاسلام عینی حنفیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن مسعودؓ کی اس کے حق میں ہے جو داہنی طرف ہی کے پھرنے کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر واجب نہ جانے تو دونوں طرف برابر ہیں۔ لیکن داہنی طرف اولی ہے۔ چنانچہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں اس حدیث کے تحت

فكانه يرى حتمه و و جو به و اما اذا لم يتسو خ ذ لك فيستوى فيه ا لا مر ان و لكن جهة اليمين اولى (گویا وہ اس کو ضروری اور واجب جانتا ہے اور اگر یوں نہ ہو تو دونوں امر برابر ہیں لیکن سیدھی طرف اولی ہے)۔

(نواب قطب الدین خان فائدہ اس حدیث میں لکھتے ہیں لیکن سنت میں اعتقا دواجب ہوگا یعنی پہلی صورت کو واجب نہ جانے اور رخصت شارع کی سے کہ دوسری صورت سے اعراض نہ کرے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالی دوست رکھتا ہے یہ کہ عمل کیا جائے رخصتوں اس کی پر جیسا کہ دوست رکھتا ہے کہ عمل کیا جائے عزیمتوں پر..الی ان قال..اور حصہ شیطان کا اس میں اس لئے کہا کہ جب ایک چیز غیر لازم کو اپنے پر لازم اعتقاد کیا تو تابع شیطان کا ہوا۔ پس جاتا رہا کمال اس کی نماز کا)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور طیبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کوئی ایک امر مستحب پر، یعنی جیسا کہ اس مقام میں اختیار کرنا جانب یمین کا ہے، یوں اصرار کر رکھے کہ کبھی اس کو نہ چھوڑے تو اس سے شیطان نے حصہ پایا اضلال کا، پھر کیا حال اس شخص کا جو امر منکر اور بدعت پر مصر ہو رہے۔ چنانچہ شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

و فیه ان من اصرّ علی امر مندو ب وجعل عزماً ولم یعمل با لرّ خصة اصاب منه الشیطان من ا لا ضلا ل فکیف من اصرّ علی بد عة و منکر

(اس حدیث میں یہ ہے کہ جو کوئی اصرار کرے ایک امر نفل پر اور اس کو ضروری ٹھہرا لے اور رخصت جو اس کے مقابلہ میں ہے اس پر عمل نہ کرے، تو اس کو شیطان گمراہی میں پہنچاتا ہے۔ پھر خیال کرنا چاہیے کہ جو شخص بدعت پر اصرار کرے اس کا کیا حال ہے؟)

اور اسی جگہ سے ہے جو فقہاء نے لکھا ہے کہ سجدہ شکر فی نفسہ مستحب ہے، لیکن بعد نماز کے مکروہ ہے اس لئے کہ عوام دیکھ کر واجب جانیں گے، یا سنت سمجھیں گے۔ چنانچہ درالمختار میں فرماتے ہیں:

و سجدة الشکرمستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلاة لانّ الجهلة یعتقدونها سنّة او واجبة وکلّ مباح یودی الیه فمکروه۔ و هکذا فی سا ئر کتب الفقه

(اور سجدہ شکر کا مستحب ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ لیکن مکروہ ہے سجدہ شکر کا بعد نماز کے اس واسطے کہ جاہل لوگ دیکھ کر اس کو سنت یا واجب اعتقاد کر لیں گے اور جو مباح ایسا ہو کہ باعث اعتقاد وجوب اہل سنت ہو جاوے تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے)

اور طحطاویؒ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے تو اس حدیث کے فحوائے سے ان محدثین اور فقہاء کی تصریحات کے جب کسی امر مستحب کا التزام اور اس پر اصرار کرنا، فعل شیطانی اور مکروہ تحریمی ہوا، تو ایک مجتہد کے مذہب کا التزام اور حتماً اور وجوباً اصرار، جو مخالف اجماع قرون ثلاثہ کے اور مخالف قرآن کے ہے، کیونکر بدعت نہ ہوگا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسری دلیل۔اجماع صحابہ کا جو قرافی نے نقل کیا ہے:

و اجمع الصحا بة على ان من استفتے ابا بكر و عمر و قلّدهما فله ان يستفتى ابا هريرة و معا ذ بن جبل

(اور جمع ہو گئے ہیں صحابہ اس پر کہ جو شخص ابو بکرؓ اور عمرؓ سے فتوی پوچھ کر ان کے قول پر عمل کرے، اسے ابو ہریرہؓ اور معاذؓ بن جبل سے فتوی پوچھنا بھی روا ہے)۔

چنانچہ صاحب مسلّم الثبوت نے حاشیہ منہیہ میں نقل کیا ہے۔

اور فاضل قندھاریؒ نے ناقلاً عن التقریر، مغتنم الحصول میں نقل کیا ہے۔

اور مولانا عبدالعلیؒ نے شرح مسلّم الثبوت میں نقل کر کے اس پر تفریعات کی ہیں۔

اور عبدالوہاب شعرانیؒ نے میزان میں نقل کیا ہے

اور تمام کتب اصول میں مذکور ہے:

فالا قوى اجماع الصّحا بة۔یعنی قوی تر اجماع صحابہ کا ہے۔خلاف اس اجماع کا مقبول نہیں بلکہ مردود ہے۔

اور اجماع تمام مسلمین کا قرون اولی میں

روائت نمبر۲(مختصراً ، لم يز ل الناس يسئلو ن من اتفق من العلماء من غير تقييد بمذ هب و لا انكار على ا حد السا ئلين الى ان ظهر ت المذا هب و متعصبو ها من المقلدين ۔ انتهى عقد الجيد)

۳ ،(مختصراً نقل الشيخ عبد الو هاب شعرا نى عن جما عة عظيمة من العلماء المذا هب انهم كا نوا يعملو ن و يفتو ن المذا هب من زمن ا صحا ب المذا هب الى زما نه ۔ عقد الجيد)،

۴ (مختصراً۔محقق ابن الہمامؒ کہتے ہیں کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ سب لوگ قرون اولی میں کبھی کسی کی تقلید کرتے، کبھی کسی کی تقلید کرتے۔تحریر ابن الہمام)

۵۔(مختصراً۔شارح تحریر کہتے ہیں للقطع با لا ستقراء با نهم اى المستفتين فى كل عصر من زمن الصحا بة الى الآ ن كا نوا يستفتو ن مرة وا حداً من المجتهد ين و مرة غيره اى غير المجتهد ا لاو ل حا ل كو نهم غير ملتز مين مفتياً

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحداً و شا ع ذ لك من غير نكير)،

۶ (مختصراً، ابن امر حاجؒ شرح تحریر میں فرماتے ہیں للقطع با لا ستقراء التا م با نهم ای المسفتين فی كل عصر من زمن الصحا بة و هلم جرا كا نوا يستفتو ن مرة وا حداً و مرة ا خرى غير ه غير ملتز مين مفتياً وا حداً و شا ع و تكرر و لم ينكر)،

۷ (ابن حاجب مکیؒ نے کہالنا القطع بو قو عه و لم ينكر فلو التز م مذ هباً معيناً كما لك و الشا فعی و غيره فشا نها كا لاول۔ مختصر الاصول)،

۸ (مختصراً۔ قاضی عضد الملۃ والدینؒ نے فرمایا، فا ن النا س فی كل عصر يستفتو ن المفتين كيف ما اتفق و لا يلز مو ن سوا ل مفت بعينه و قد شا ع و تكرر و لم ينكر)،

۹ (مسلّم الثبوت میں ہے وهل يقلد غيره فی غير ه، المختا ر نعم لما علم من استفتا ئهم مرة وا حداً و ا خرى غيره بلا نكير)،

۱۰ (مولانا عبدالعلیؒ شرح مسلّم میں فرماتے ہیں کہ اجماع امت کا تھا اس پر کہ کبھی ایک امام کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے امام کی تقلید کرتے ۔)،

۱۱ (فاضل اخون حبیب اللہ قندھاریؒ نے کہاہے و قد انطو ت القرو ن الفا ضلة على عدم القول بذ لك .. الخ ۔)،

۱۲ (شرح ابن حا جب مين هے و ان العوا م فی السلف كا نوا يستفتون الفقها ء من غير ر جو ع الى معين من غير نكير فحل محل ا لا جماع على الجواز ۔ جس کو یہ روایات بتفصیل دیکھنی ہوں معیار الحق کو ملاحظہ فرمائے)

سے بوجہ بسط معلوم ہوا ۔ پس جب کہ کل صحابہ اور تمام مؤمنین کا قرون اولی میں اس پر اجماع ثابت ہوا کہ کبھی ایک مجتہد کی تقلید کرتے اور کبھی دوسرے مجتہد کی ۔ پھر اب ایک ہی مذہب کا التزام کرنا اور اس کو واجب جاننا، اور اس التزام کے تارک کو گمراہ جاننا اور لا مذہب نام رکھنا اور لائق تعزیر جان کر تعزیر دینا اور مردود الشہادۃ کہنا، بدعت ضلالۃ اور حرام نہیں تو کیا ہے؟ اور ایسے عقیدے اور عمل والا مصداق اس آیہ کریمہ و يتّبع غير سبيل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المؤ منین کا کیونکر نہ ہوگا ؟

اورتحت حدیث اتّبعوا سواد ا لا عظم و من شذّ شذّ فی النّار ، من شذّ شذّ فی النّار کا مصداق کس طرح نہ ہوگا؟

انتہی کلام شیخنا ومولا نا السید محمد نذیر حسین مدّ ظلہ العالی الی مدی الا یام واللیالی

احناف کا طرز عمل در بارہ تقلید شخصی

افسوس صد افسوس کہ بمقا بل ایسی تقلید حرام مخالف ما انزل علی خیر الا نام کے وجوب اتباع کتاب وسنت کا منکر ہو جا نا اور با وجود دعوی اسلام وایمان کے سند وجوب اتباع کتاب وسنت عناداً طلب کرنا آپ ہی جیسے لوگوں کا کام ہے۔

كذلك قال الذين من قبلهم مثل قو لهم تشا بهت قلو بهم و اذا قيل لهم تعا لوا الى ما انز ل الى الرسول قا لوا حسبنا ما وجدنا عليه آباء نا و انّا لفى شكّ مّمّا تد عو ننا اليه مر يب

(ایسا ہی ان لوگوں نے کہا ہے جو ان سے پہلے تھے ان کی بات کی طرح ان کے دل ایک جیسے ہو رہے ہیں اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف آ ؤ جو اللہ نے اتارا ہے اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کا فی ہے جس پر ہم نے اپنے باپوں کو پایا اور ہم اس چیز میں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو شک میں ہیں جو جو ہمیں کہہ رہا ہے اور کہتے ہیں ہم تمہاری بہت باتیں نہیں سمجھتے)۔

ایسے ہی اور بہتیری باتیں کہتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں منقول ہیں

و يمح الله البا طل و يحق الحق بكلما ته انه لكتا ب لا يا تيه البا طل من بين يد يه و لا من خلفه تنزيل من رب العا لمين ما لكم كيف تحكمو ن ام لكم كتا ب فيه تد رسون ۔انّ لكم فيه لما تخيرو ن و ذ لكم ظنكم الذى ظننتم بر بكم فا صبحتم من الخاسرين

(اللہ تعالی ان باتوں کو مٹا تا ہے اور حق کو اپنے باتوں سے پختہ کرتا ہے۔ وہ کتاب اللہ کی ایسی کتاب ہے جس کے آگے پیچھے باطل نہیں لپکتا۔ وہ خدا کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ تمہیں کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا تم کیا کہتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں باتیں جو قرآن اور حدیث کے معاملہ میں کہتے ہو پڑھتے ہو۔ کیا تمہارے لئے وہی ہے جو تم پسند کرتے ہو تمہارے اس گمان نے جو خدا سے رکھتے ہو ہلاک کر دیا سو تم نقصان والے ہو گئے)

اب گذارش یہ ہے کہ آپ نے حضرت امام کو مثل قرآن و نبی کریم کے مفترض الطاعۃ و واجب الاتباع و مہبط وحی آسمانی اعتقاد کر کے رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تو رلا ملا دیا ہی ہے، لیکن یہ تو ارشاد ہو کہ اس اعتقاد بے بنیاد کی کچھ سند و اسناد بھی ہیں یا محض وہم و خیال، کہ بقول مولانا حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے جس کا بطلان خود لفظ امام سے ہی ظاہر ہے۔ اگر کوئی سند قوی یا ضعیف ہو تو لائیے اور بیس کے بدلے تیس لے جائیے۔ لیکن یہ خوب یاد رہے کہ جن آیات اور حدیث سے انتصار وغیرہ میں استدلال پکڑا ہے اس سے آپ کی مراد ہرگز نہ حاصل ہوگی اور جب ہم واجب الاتباع ہونا کتاب وسنت کا ثابت کر چکے تو آپ سے سوال کیا جاتا ہے تاکہ جواب ترکی بہ ترکی ہو جاوے۔ امید کہ ذرہ سوچ اور سمجھ کر جواب دیا جاوے۔

یہ سوال بطرز دیگر پیشکش ملازمان والا کرتا ہوں جو چار و ناچار آپ کو اتباع کتاب وسنت کی طرف لاوے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہوں کہ دور کہتے ہیں کسی چیز کا اپنی ذات سے مقدم ہونا اور تسلسل کہتے ہیں بے شمار چیزوں کا ایک وقت میں موجود ہونا

اب آپ سے گذارش ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کا اخذ کرنا کیوں واجب ہے اور اس کو دیگر مجتہدین کے اقوال پر کس نے ترجیح دی ہے، تو کیا کہیے گا۔ اگر یہ کہیے کہ امام صاحب کے قول کو لینا اور دوسرے مجتہدوں کے اقوال پر ترجیح دینا کسی دوسرے مجتہد مثل امام محمدؒ کے کہنے سے ہے، تو پھر امام محمدؒ کے قول کے واجب الاخذ ہونے میں کلام منتقل ہوگی کہ ان کا قول کس کے کہنے سے واجب الاخذ ہوا، اور اس کو اقوال دیگر مجتہدین پر کیوں ترجیح ہوئی۔ اگر کہئے کسی تیسرے مجتہد کے کلام سے مثل ابو یوسفؒ کے، پھر اسی طرح اس تیسرے میں کلام کی جاوے گی کہ اس تیسرے کا قول کس کے کہنے سے واجب الاخذ ہوا۔ اگر کہیے کہ چوتھے کے کہنے سے تو اس میں اسی طرح کلام ہوگی۔ پس کیا تو آپ اول مجتہد کی طرف رجوع کر کے تشریف لاویں گے اور کہیں گے کہ اس اخیر مجتہد کے قول کا واجب الاخذ ہونا اول مجتہد کی کلام سے لیا ہے تو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور لازم آئے گا اور اگر آگے آگے ہی تشریف چلی جاوے گی تو تسلسل جاری رہا اور یہ دونوں امر باطل ہیں تو مجبوراً آپ کو قول وفعل رسول کی طرف پھرنا پڑے گا جو عین ہمارا مدعا ہے۔

سوال یہ ہے کہ آپ جس امام کی تقلید شخصی کے قائل وجوب ہیں قول اس امام کا آپ کے نزدیک مطابق کتاب وسنت کے ہے یا نہیں؟ اگر آپ قول اس امام کے موافق کتاب وسنت ہونے کو نہیں پہچانتے تو باوجود احتمال غیر مطابق ہونے کے وجوب شخصی کے کیوں قائل ہو؟ اور اگر قول اس امام کا مطابق کتاب وسنت کے ہونا پہچانتی ہو تو کس دلیل سے، اگر دوسری کی تقلید سے تو اسی طرح اس دوسرے کی تقلید میں کلام ہوگا۔ پس دور لازم آوے گا یا تسلسل و کلا هما با طلا ن با لاتفاق فالتقليد ايضاً با طل اور اگر مطابق قرآن وسنت کے ہونا قول اس امام کا جس کی تقلید کی گئی ہے علم وعقل سے پہچانتے ہو تو اس صورت میں تقلید اس امام کی نہ ہوئی بلکہ اتباع کتاب وسنت کا ہو بہر حال اثبات تقلید کا مستلزم اس کی نفی کو ہوتا ہے پس تقلید شخصی کی مٹی تو نہایت ہی خراب ہوگئی۔ یہ سوال بمقابلہ اس کے ہے کہ تم نے وجوب اتباع کتاب وسنت کی دلیل طلب کی تھی۔

دفع دفعہ ششم

قوله۔ ظہر کے وقت میں ... الی قوله ... رہا بھی نہیں جاتا۔

اقول۔ اہل انصاف سے طلب انصاف ہے کہ جب تمام مجتہدین ومحدثین حتی کہ شاگردان امام صاحبؒ بلکہ خود ایک روایت میں امام صاحبؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ وقت ظہر بعد ایک مثل کے ختم ہو جاتا ہے اور حرمین شریفین وغیرھما میں بھی عمل درآمد اسی پر ہے چنانچہ مولف نے خود اقرار کیا ہے پھر ظاہر الروایت کی تائید وانتصار میں تمام مجتہدین ومحدثین کا خلاف کرنا اور حرمین شریفین کے عمل درآمد کو جو موافق ادلہ شرعیہ ہے، بھی ترک کر دینا بلکہ خود ایک روایت امام صاحبؒ کو مٹا دینا اور صاحبین کے مذہب کو بھی بالائے طاق رکھ دینا لیکن بے جواب دیئے نہ رہ سکنا، یہ تو انصاف وعقل کو صاف جواب دیدینا ہے اور اس پر دعوی بے تعصبی بایں ریش وفش اگر بے تعصبی اسی کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام ہے تو نہیں معلوم کہ تعصب کیسا ہوگا۔ اللھم احفظنا من شرہ۔ اور ہم تو آپ سے بے وجہ لڑنے کو ہرگز تیار نہیں بلکہ اگر کوئی وجہ بھی ہو تو بھی جنگ و جدل سے برکنار ہیں

ما قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

ہم نے تو آپ سے فقط ایک حدیث در بارہ باقی رہنے وقت ظہر کے مثلین تک جو بمو جب آپ کے فرمانے کے خلاف مذہب جملہ محدثین و مجتہدین کے و خلاف عمل در آمد حرمین شریفین کے ہے دریافت کی ہے آپ جو علم و عقل کے سرمایہ سے مفلس و بے مایہ ہیں جواب تو بن نہیں آتا کلمات جنگ و جدال کے زبان پر لے آتے ہیں و لنعم ما قال لسان الغیب

از دلق پوش صومعہ نقد طلب نجو
یعنی ز مفلسان سخن کیمیا مپرس

(یاد رہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی تفسیر مظہری میں کہتے ہیں:

و ما آخر وقت الظهر فلم يو جد فی حد يث صحيح ولا ضعيف لا نه يبقى بعد مصير ظل كل شيء مثله و لذا خا لف ابا حنيفه فی هذه المسئلة صاحباه و وافقا الجمهور یعنی کوئی صحیح یا ضعیف ایسی نہیں پائی گئی جس میں انتہاء اور آخر وقت ظہر کا باقی رہنا بعد ایک مثل کے ثابت ہو۔ اسی لئے اس مسئلہ میں صاحبین نے امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت کی ہے اور دونوں صاحب جمہور سے موافق ہوئے ہیں۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے:

و لم ينقل عن احد من اهل العلم مخا لفة فی ذ لك الا عن ابی حنيفه فی المشهور عنه قال اول وقت العصر مصير ظل كل شيء مثليه ۔ قا ل القر طبی خالفه الناس كلهم فی ذ لك حتی ا لا خذ ين عنه ۔ ۔ یعنی کسی اہل علم سے اس باب میں مخالفت منقول نہیں ہوئی مگر ابو حنیفہؒ مشہور روایت میں مخالف ہوئے ہیں اور کہا ہے کہ اول وقت عصر کا جب ہوتا ہے کہ سایہ کسی شیء کا دو مثل ہو جائے۔ اور قرطبیؒ نے کہا ہے کہ تمام آدمی حتی کہ شاگردان امام صاحبؒ اس مسئلہ میں امام صاحبؒ کے مخالف ہیں

امام نوویؒ تحت احادیث اول وقت عصر کے فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و فی هذه ا لا حادیث و ما بعدها دلیل لمذ هب مالك و الشا فعی و احمد و جمهور العلماء ان وقت العصر ید خل اذا صار ظل کل شیء ،ثله و قال ابو حنیفه لا ید خل حتی یصیر ظل کل شیء مثلیه وهذه ا لا حا دیث حجة للجما عة)

قولہ۔ سنئے موطا امام مالک.. الی قو له بعدالمثلین ہوگا۔

اقول ۔ یہ بات بھی آپ کی بہت ٹھیک ہے کہ تحدید اوقات صلوۃ ایسی چیز ہے کہ اس میں رائے صحابی کو مداخلت ممکن نہیں، بلکہ آپ کے قول کی تائید کے واسطے گذارش ہے کہ فی الحقیقت مواقیت صلوۃ توقیفی ہیں، بغیر تحدید و تقدیر شارع علیہ السلام کے عقل بشری اس کی دریافت میں قاصر ہے، اور اسی وجہ سے جب شب معراج میں نماز ہائے پنجگانہ فرض ہوئیں تو حضرت جبریلؑ امین واسطے تحدید و تعیین اوقات معینہ صلوۃ کے ایک روز نازل ہوئے اور دو روز پے در پے حضرت علیہ السلام کو نماز پڑھائی اور تحدید و تعیین اوقات صلوۃ فرمادی۔ اگر اوقات صلوۃ کی توقیفی نہ ہوتی تو اس اہتمام تحدید کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

و ایضاً قا ل الله تعا لی:

انّ الصّلوة کا نت علی المو منین کتا باً مو قو تاً

(تحقیق نماز ہے مومنین پر فرض وقت بندھے ہوئے)

و قا ل فی المحلی فان المواقیت لا یؤخذ با لرأ ی

(تحقیق اوقات نماز رائے اور قیاس سے نہیں اخذ کئے جاسکتے)

یہ سب کچھ ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ حدیث ابی ہریرہؓ سے جو آپ نے وقت ظہر کی تحدید مثلین تک سمجھی ہے، یہ کیوں کر ہے۔ اگر محض اپنی رائے اور قیاس سے، تو یہ تو خود آپ بھی تسلیم فرما چکے ہیں کہ رائے صحابی کو بھی اس میں کچھ دخل نہیں۔ اور آپ کی رائے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ اور اگر حدیث سے تحدید مثلین ثابت کرتے ہو تو حدیث میں ظہر کے واسطے لفظ مثلك بصیغہ افراد ہے نہ مثلیك بصیغہ تثنیہ۔ اور یہ جو کھینچا تانی کر کے وقت ظہر کو مثلین تک پہناتے ہو اس طرح سے کہ مراد مثل سے یہاں پر بھی علاوہ فی الزوال ہے حالانکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اپنے کلام میں فی الزوال کو استثنا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں فرمایا، تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ کلام حضرت ابی ہریرہؓ

صلّ الظهر اذا كا ن ظلك مثلك

(فارغ ہو جا نماز ظہر سے ایسے وقت تک کہ سایہ تیرا تیری مثل ہو جائے)

کے ٹھیک معنی یہ ہیں (یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس حدیث سے آخر ظہر کا وقت ثابت ہوگا اسی سے بعینہ اول وقت عصر ثابت ہوگا اور سے اول وقت عصر کا معلوم ہوگا اسی سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ آخر وقت ظہر کا قبل اس کے ہے) کہ نماز ظہر سے فارغ ہو جا ایسے وقت میں کہ سایہ تیرا مثل تیری ہو جائے۔ چنانچہ نوویؒ وغیرہ نے حدیث امامت جبریلؑ میں یہی معنی بیان فرمائے ہیں:

قا ل النووى معناه فرغ من الظهر حين سار ظل كل شيء مثله و شر ع فى العصر فى اليو م ا لا ول حين صا ر ظل كل شيء مثله۔ (آنحضرت ﷺ فارغ ہو گئے نماز ظہر سے جس وقت کہ سایہ ہر ایک شی کا مثل اس کے ہو گیا اور شروع کی نماز عصر اول روز جس وقت کہ سایہ ہر ایک شی کا مثل اس کے ہو گیا)۔

اب حدیث مذکورہ سے وقت ظہر مثل تک ہی رہا۔

(روایت سنن نسائی میں آیا ہے

عن جا بر قا ل سئل ر جل رسو ل الله ﷺ عن موا قيت الصلوة۔ فقال صل معى۔ فصلى الظهر حين زا غت الشمس و العصر حين سا ر ظل كل شيء مثله و المغرب حين غابت الشمس و العشاء حين غابت الشفق۔ قال ثم صلّى الظّهر حين كان فى ا لا نسا ن مثله العصر حين كا ن فى ا لا نسا ن مثليه و المغر ب حين كان قبل غيبو بة الشفق۔ قا ل عبد الله بن الحارث ثم قال ارى الى ثلث ا لليل۔ معنی مختصراً یہ ہیں کہ ایک شخص سائل ہوا مواقیت سے، تو حضرت ﷺ نے پہلے دن ظہر بحد زوال آفتاب پڑھی اور عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ ہو گیا۔ اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے اور عصر کو دو مثل پر پڑھی۔ الخ۔

یہی معنی کہے ہیں امامت جبریل کی حدیث شیخ سلام اللہ حنفیؒ نے اور امام نوویؒ نے اور یہ معنی نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن ایسے وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اور کچھ وقت بقدر چار رکعت کے دونوں نمازوں میں مشترک ہو جیسا کہ بعض کا مذہب ہے) فالحد يث دليل لنا لا لكم۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اور قطع نظر ان سب کے بقاء وقت ظہر بعد مثلین تک جو آپ کا مقصود ہے وہ اب بھی مصداق غت ر بود ہے۔ کیونکہ ما نا ہم نے کہ نماز ظہر بعد مثل کے پڑھی جاوے لیکن اس سے آخر وقت ظہر مثلین تک کیونکر ثابت ہوا۔ اگر کہو قیاس سے، تو پہلے تسلیم کر چکے ہو کہ رائے اور قیاس کو مواقیت میں دخل نہیں۔ اور اگر کہو حدیث سے تو اس حدیث میں آخر وقت ظہر تا مثلین مذکور نہیں اور وقت عصر کی نسبت جو حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ و العصر اذا کا ن ظلك مثليك تو یہ تو جواز ادائے نماز عصر کا ہے نہ ابتدائے وقت عصر، اور اگر مثلین معہ اصلی سایہ مراد لیا جاوے تو وقت استحباب عصر کا ہوگا جیسا کہ مصفی میں مذکور ہے اور دیکھو امام مالکؒ نے بھی حدیث ابن عمرؓ سے روایت کی ہے:

انّ عمر بن الخطا ب كتب الى عما له ان اهم امو ركم عندى الصلوة فمن حفظها و حافظ عليها حفظ دينه و من ضيعها فهو لما سوا ها اضيع ثم كتب ان صلوة الظهر حين كان الفى ذرا عاً الى ان يكو ن ظلّ احد كم مثله ۔ الخ

(تحقیق عمرؓ بن خطاب نے لکھا اطراف میں اپنے عاملوں کو، تحقیق بہت ضرور کاموں تمہارے سے میرے نزدیک نماز ہے جس نے حفاظت کی اس کی یعنی ساتھ شرائط اور ارکان ادا کیا اس کو اور نگہبانی کی اس پر یعنی ہمیشہ پڑھی محافظت کی اس نے دین اپنے کی اور جس نے ضائع کیا اس کو پس وہ شخص واسطے اس ... کے کہ اس نماز کے بہت ضائع کرنے والا ہے۔ پھر لکھا یہ کہ پڑھو نماز ظہر کی وقت ہونے سایہ زوال کے ایک گز تک یہاں تک کہ ہو سایہ مانند ایک تمہارے کے۔ الخ)

اس حدیث سے جو بالمعنی مرفوع ہے تحدید وقت ظہر کی ایک مثل تک ثابت ہوئی کیونکہ بموجب آپکے ہی فرمانے کے یہ روایت ہر چند موقوف ہے لیکن بات ایسی ہے جس میں رائے صحابی کو مداخلت ممکن نہیں اس لئے خواہ مخواہ بالمعنی مرفوع کہنا پڑے گا اور جب کہ وقت ظہر مثل تک ہو گیا تو لا جرم شروع عصر بعد المثل ضرور ہو جاوے گا کہ درمیان وقت ظہر اور عصر کے کوئی مہینہ خالی کا تو حائل ہے ہی نہیں (جیسا کہ وقت ظہر اور عصر میں فصل نہیں اشتراک بھی نہیں۔ صاحب محلی حنفی نے کہا ہے اعلم انه قا ل الجمهور اذا صار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظل کل شی مثله بعد ظلّ نصف النهار خر ج وقت وقت الظهر و د خل وقت العصر و قال طا ئفة لا یخر ج وقت الظهر بل یبقی قدر اربع رکعا ت صا لح للظهر و العصر و نسب ذا لك الی ما لك و احتجوا بان جبر یل صلی الظهر فی الیو م الثا نی حین صلی العصر فی الیو م ا لا ول و هو ما صار ظل کل شی مثله فظاهره ید ل علی اشترا که فی قدر ار بع ر کعا ت و اجا بوا عنه ما معنا ه فر غ من الظهر حین صار ظل کل شی مثله فلا اشترا ك و هذا التا ویل متعین للجمع بین ا لا حا دیث) کہ وقت ظہر تو ختم ہو جائے اور وقت عصر ابھی نہ آ وے ۔ اور اگر اب بھی کچھ شک ہے تو احا دیث صحاح موجود ہیں دیکھ لو، فی النسائی:

فصلی الظهر حین زا غت الشّمس و العصر حین صار ظل کل شی مثله (پس نماز پڑھی ظہر کی جس وقت زائل ہوا اور ڈھلا آ فتاب نصف النہار سے اور نماز عصر پڑھی جس وقت کہ ہو گیا سا یہ ہر ایک شی کا مثل اس کی)

اور حدیث جبریلؑ کو دیکھو جو واسطے تحدید اور تعیین اوقات اصل اصیل ہے اور روایت کیا ہے اس کو ترمذیؒ و ابو داؤدؒ نے و ابن حبانؒ و حاکمؒ نے اور تحسین کی ہے اس کی ترمذیؒ نے اور تصحیح کی ہے حاکمؒ نے۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال امنی جبریل عند البیت مرّتین فصلّی الظهر فی ا لا ول منهما حین کان الفی مثل الشراك ثم صلّی العصر حین کا ن ظلّ کل شیء مثله ۔ الخ

(فرمایا امامت کرائی مجھ کو جبریلؑ نے نزدیک خانہ کعبہ کے دو بار یعنی دو دن تا کہ کیفیت اور اوقات نماز کے سکھلا ویں پس نماز پڑھی اول روز جس وقت ہوا سا یہ بقدر تسمہ کے اور نماز پڑھی عصر کی اس وقت کہ ہو چکا سا یہ ہر چیز کا مانند اس کے)

اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ موجود ہے کہ

انّ النبی ﷺ قا ل وقت الظهر اذا زا لت الشمس و کان ظل الرجل کطو له ما لم یحضر العصر و وقت العصر ما لم تصفر الشمس (فرمایا رسول اللہ ﷺ نے وقت ظہر کا جس وقت دہلے دو پہر اور ہووے سا یہ اس شخص کا مانند طول اس کے جب تک کہ نہ آ وے وقت عصر کا جب تک نہ زرد ہووے سورج)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(مولوی قطب الدین صاحب یہاں فائدہ میں لکھتے ہیں:

پہلے وقت ظہر کا بیان فرمایا اس لئے پہلے حضرت جبریل نے آن کر آنحضرت ﷺ کو یہی نماز پڑھائی تھی واسطے تعلیم وقت نماز کے اس لئے اس کو نماز پیشین کہتے ہیں پس اول وقت اس کا جب سے شروع ہوتا ہے کہ آفتاب تھوڑا سا میل کرتا ہے بیچ آسمان کے جانب مغرب کی کہ اس کو زوال کہتے ہیں اور آخر وقت اس کا یہ ہے کہ سایہ ایک شخص کا مقدار درازی قد اس کے کے سوائے سایہ اصلی کے کہ وہ مراد ہے اس سایہ سے کہ وقت زوال کے ہوتا ہے یعنی اکثر شہروں میں آفتاب سمت الراس کو نہیں پہنچتا وہاں ہر چیز کا ٹھیک دوپہر تھوڑا سا سایہ ہوتا ہے پس سوا اس سایہ کے جب سایہ برابر اس چیز کے ہو جب تک وقت ظہر کا ہے اور جب تلک نہ آوے وقت عصر کا۔ یہ تاکید ہے پہلے جملہ کی کیونکہ جب ایک مثل تک سایہ پہنچا وقت ظہر تمام ہوا اور وقت عصر کا شروع ہوا پس اس مطلب پہلے جملہ میں آچکا تھا اس کو تاکید کے لئے پھر فرمایا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ درمیان ظہر وعصر کے وقت مشترک نہیں ہے جیسا کہ امام مالکؒ کہتے ہیں۔ پس ابتداء وقت عصر کے تو معلوم ہوئی اور جب تلک کہ آفتاب زرد نہیں ہوتا جب تلک وقت عصر کا بلا کراہت باقی رہتا ہے۔ انتہی موضع الحاجہ)۔

اصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ بعد زوال آفتاب کی طرف مغرب کے وقت ظہر کا ہے اور آخر وقت اس کا یہ ہے کہ ہو جاوے سایہ کسی شخص کا مانند درازی قد اس کے کے جب تک کہ وقت عصر حاضر نہ ہو اور بعد ہو جانے سایہ کسی شیء کے مثل اس کے شروع وقت عصر ہے جب تک کہ آفتاب زرد نہ ہو انتہی حاصلہ۔ اور سوائے ان کے اور بہت سی احادیث صحیحہ ہیں جو بوضاحت تمام دال ہیں اس پر کہ وقت ظہر تا ایک مثل باقی رہتا ہے اور بعد المثل وقت عصر داخل ہو جاتا ہے۔

قولہ۔ کیا عجب ہے باعث نقصان ہوئے ہو۔

اقول۔ العجب کل العجب و ما ادریك ماالعجب کہ کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں تحدید وقت ظہر کی مثلین تک موجود نہیں اور جملہ مذاہب مجتہدین ومحدثین کے خلاف خود تسلیم کر چکے ہیں اور پھر یہ کہتے ہو کہ کیا عجب ہے کہ آخر کار تغیر وتبدل ہو ہوا کر مثلین تک پہنچ گیا اگر ایسا ہی تغیر وتبدل ہے تو دیکھنا چاہیے کہ آپ کے نزدیک کوئی امر دینی باقی رہے گا یا نہیں۔ جناب من! یہ احتمال تو ہر ایک امر دینی میں ہر شخص بموجب خواہش اپنی کے جاری کر سکتا کہ آخر کار تغیر وتبدل ہو ہوا کر یوں ہو گیا ہو اور ووں ہو گیا ہو لیکن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹکل اور تخمین آپ کا ہوتے احادیث صحیحہ کے ہرگز ہرگز مفید ومقبول نہ ہوگا۔ ان الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً۔ آپ ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ الٹے خود ملزم ہو جاتے ہیں۔

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

قولہ۔ اسلئے مقتضائے احتیاط وتقوی.. الی قولہ..منشاء ظاہر الروایت یہی ہے۔

اقول۔ سند مثلین کی کہیں حدیث میں موجود نہیں اور احادیث صحاح کے مخالف اور نیز آئمہ ثلاثہ اور صاحبین اور دیگر محدثین کے خلاف بلکہ ایک روایت میں خود امام صاحب کے خلاف معہذا اس کو مقتضائے احتیاط وتقوی قرار دینے کا کیا مطلب ہوا۔

مقتضائے احتیاط وتقوی تو یہ ہی ہے کہ نماز ظہر کچھ بعد زوال کے اور نماز عصر نزدیک گذرنے مثل کے پڑھی جاوے تاکہ مذاہب جملہ مجتہدین اور احادیث صحیحہ اوقات سے مطابق ہو جاوے۔

(نواب قطب الدین خان صاحب ذیل حدیث امامت جبریلؑ میں کہتے ہیں اور جاننا چاہیے کہ مذہب تینوں اماموں کا اور صاحبین کا اور زفر کا اور سوائے ان کے کا یہ ہے کہ آخر وقت ظہر کا ایک مثل تک ہے اور بعد اس کے وقت عصر کا آتا ہے اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ اذا زالت الشمس..آخر تک دلیل ان کی ہے اور ایک روایت امام اعظمؒ سے بھی اسی طرح آئی ہے بلکہ بعضوں نے کہا کہ فتوی بھی اسی پر ہے چنانچہ درمختار میں کتنی کتابوں سے ترجیح اسی روایت کو دی ہے اور مشہور روایت ان کے مذہب کی یہ ہے کہ وقت ظہر کا دو مثل تک باقی رہتا ہے دلیلیں ان کی ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہیں جو چاہے دیکھ لے۔ پس علماء نے لکھا ہے کہ مختار یہ ہے کہ ظہر ایک مثل کے اندر پڑھ لے اور عصر بعد دو مثل کے پڑھے تا بلا اختلاف درست ہوں۔

اقول۔ ہدایہ وغیرہ میں کوئی دلیل قوی یعنی حدیث صحیح قطعی الدلالۃ جو در باب بقاء وقت ظہر تا مثلین نص ہو مذکور نہیں کی بلکہ کوئی حدیث ضعیف بھی در بارہ مثلین صاحب ہدایہ نہیں لا سکا بجز رائے اور قیاس بے اصل کے اور یہ بات مسلّم اور مقرر ہو چکی ہے کہ تعیین اوقات رائے اور قیاس سے نہیں ہو سکتا۔ پس احتیاط وہی ہے جو ہم نے مذکور کی)۔

قولہ۔ غور کیجئے... الی قولہ..ہو سکتا ہے۔

اقول۔ کسی امر دینی کا نسخ مجرد احتمال سے نہیں ہو سکتا جب تک شرائط نسخ موجود نہ ہوں۔ کما مرّ۔ اگر آپ کوئی حدیث صحیح لاتے کہ اس سے وقت ظہر تا مثلین اور شروع وقت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عصر بعد مثلین کے متعین ہوتا تو البتہ نسخ میں گفتگو کی جاتی اور اس قول سے کہ یوں ہوا ہوگا اور ووں ہوا ہوگا احادیث صحیحہ منسوخ نہیں ہوسکتیں ۔ یہ بات دور از عقل نہیں تو کیا ہے اور روایت مشار الیہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ وقت ظہر مثلین تک ہے اور وقت عصر بعد گذرنے مثلین کے ہی ہے بعد ایک مثل کے نہیں ۔ کما مرّ اور اختلاف وقت فرض کیا کہ ممکن ہے لیکن کیا ضرور ہے کہ وقوع میں بھی آیا ہو۔ امکان کے واسطے وقوع ضرور نہیں چنانچہ عدم وقوع اختلاف وقت ہم ثابت کر چکے ۔

قولہ ۔ اس لئے یہ عرض ہے .. الی قولہ ... کھٹکا سر پر ۔

اقول ۔ جب آپ تحدید وقت ظہر کی مثلین تک کسی حدیث سے ثابت نہ کر سکے تو آپ کو احادیث صحیح مسلم وغیرہ پر عمل کرنے سے کیوں انکار ہے کہ اتباع سنت بھی حاصل ہو اور مطابقت جملہ مذاہب مجتہدین کے بھی واصل ۔ اور اس کے علاوہ اتباع امام صاحبؒ بھی ایک روایت میں موجود ہے (مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے:

گویم سند مثلین در عصر از احادیث پیدا نیست ۔ پس ارجح واقوی گزاردن نماز ظہر نزد زوال وعصر نزدیک مثل باشد بسبب موافقت این قول باتعلیم جبریل علیہ السلام و باظاہر حدیث باب و باذہب آئمہ ثلاثہ مع صاحبین) ۔ اگر ان سب کو یک لخت چھوڑ دیا جاوے تو پھر عدم ادائی فرض کا کھٹکا سر پر یعنی جب نماز ظہر بعد ایک مثل کے پڑھی تو تمام مجتہدین کے نزدیک نماز ظہر وقت قضا میں واقع ہوئی اور ایک روایت میں خود امام صاحب کے نزدیک بھی قضا ہوگئی

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

قولہ ۔ ہاں اگر .. الی آخرہ

اقول ۔ ہاں اگر ہم فقط حدیث فعلی بیان کرتے تو آپکو کچھ گنجائش ہوتی کہ در بارہ دوام ادائے صلوۃ عصر قبل المثلین حدیث طلب کرتے اور کہتے کہ فعل کو دوا اور استمرار نہیں جب تک کہ ثابت نہ ہو لیکن جب کہ ہم نے حدیث صحیح قولی مسلم شریف وغیرہ کی واسطے تقدیر اور تعیین اوقات خمسہ کے ثابت کر دی کما مرّ تو پھر آپ کو ہرگز گنجائش نہیں کہ ہم سے دوام فعل کی حدیث طلب کرو کیونکہ حضرت شارع علیہ السلام نے خود حدیث قولی سے اوقات خمسہ کو معین فرما دیا تو اب اس کا نسخ جب ثابت ہو کہ جب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث صحیح متاخر سے بقاء وقت ظہر مثلین تک ثابت کردو۔ و دو نہ خر ط القتاد۔
یہ طلب بھی لوٹ کر آپ ہی پر آئی۔ میں الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔
حضرت من! یہاں پر فقط سوچ اور سمجھ سے بھی کچھ کام نہیں چلتا، جب تک کسی استاد حدیث اور شیخ محدث سے آپ علم حدیث نہ پڑھیں گے، ایسی ہی ٹھوکریں کھایا کریں گے۔ آپ نے چند مصرعہ اردو فارسی کے یاد کر لئے ہیں واسطے فریب دہی عوام کے بے محل پڑھ دیتے ہو اور مصداق مصرع مشہورہ کے ہو جاتے ہو۔
شعر فہمی عالم بالا کی ظاہر ہوگئی

دفع دفعہ ہفتم

قو له ۔تساوی ایمان .. الی قو له .. بشر مائے۔
اقول و با لله التو فیق ۔ ہمارا مطالبہ ان لوگوں سے ہے جو قول امام صاحبؒ:
ایمان اهل السماء و ا لا ر ض لا یز ید و لا ینقص و المؤ منو ن متسا ؤن فی ا لا یما ن و التو حید (ایمان آسمان والوں کا اور زمین والوں کا نہ زیادہ ہو نہ گھٹے اور تمام مومن انبیاء سے لے کر عوام مومنین تک سب برابر ہیں ایمان میں)
کو معنی ظاہری پر محمول کرتے ہیں کیونکہ یہ قول باعتبار معنی ظاہری اپنے کے نزدیک محققین حنفیہ کے خلاف دلائل عقلیہ ونقلیہ کے ہے۔ کما سیاتی۔ شرح عقائد نسفیہ وشرح فقہ اکبر ملا علی حنفی میں مذکور ہے:
و قال بعض المحقّقین کا لقا ضی العضد لا نسلم ان حقیقة التصدیق لا یقبل الز یا دة و النقصا ن بل تتفا وت قوةً و ضعفاً بان تصدیق احاد الا مة لیس کتصدیق النبی ﷺ و لذا قا ل ابرا هیم و لکن لیطمئن قلبی (کہا ہے بعض علماء محققین نے جیسے کہ قاضی عضد ہیں، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ حقیقت تصدیق کی زیادت اور نقصان کو قبول نہ کرے کیونکہ بہت فرق اور تفاوت ہے قوت اور ضعف میں اس واسطے کہ تصدیق عوام امت کی مثل تصدیق نبی ﷺ کے نہیں ہے اور اسی واسطے ابراہیمؑ نے کہا، تاکہ مطمئن ہووے دل میرا)
پس جن لوگوں سے یہ محققین مطالبہ دلیل کرتے ہیں انہیں سے ہمارا مطالبہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔پس ساقط ہوا یہ قول مولف کا: تو آپ فرمائیے کہ یہ کون کہتا ہے۔الخ۔
قولہ ۔اور اگر یہ مطلب ہے ۔الی قولہ ...زیادہ کیا عرض کروں۔
اقول ۔ یہ مطلب بجز آپ جیسے ذکی وفہیم کے اور کسی کے خیال میں آوے گا کہ بولیں لفظ ایمان اور مراد لیں وہ باتیں جن پر ایمان ہے اور اگر یہ تاویل بعیدہ بے کھٹکے ٹھیک اور درست ہوتی تو امام محمد علیہ الرحمہ قول ایما نی کا یما ن جبر یل (ایمان میرا مانند ایمان جبریل کے ہے) کو کیوں مکروہ فرماتے ۔شرح فقہ اکبر میں ہے:

و من ھھنا قا ل ا لا ما م محمد ، علی ما ذکرہ فی الخلا صہ اکرہ ان یقو ل ایما نی کا یما ن جبریل و لکن یقو ل آ منت بما آ من بہ جبریل (اور اسی وجہ سے کہا ہے امام محمدؒ نے جیسا کہ ذکر کیا ہے اس کو خلاصہ میں مکروہ رکھتا ہوں میں یہ کہ کہے کوئی شخص ایمان میرا مانند ایمان جبریل کے ہے ولکن یہ کہنا درست ہے کہ ایمان لایا میں اس چیز پر کہ ایمان لائے اس پر جبریل)۔

اور نیز فقہ اکبر کی شرح میں ہے:

و کذا لا یجوز ان یقو ل ا حد ایما نی کایما ن ا لا نبیاء بل ولا ینبغی ان یقو ل ایما نی کایما ن ابی بکر و عمر و امثا لھما

(اور اسی طرح جائز نہیں ہے کہنا کسی کو کہ ایمان میرا مانند ایمان انبیاء اور پیغمبروں کے ہے۔ بلکہ یہ بھی سزاوار نہیں کہ کہے ایمان میرا مانند ایمان ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہے)

العجب کل العجب کہ جس قول کو محققین علمائے حنفیہ مکروہ و ناجائز فرماتے ہیں مولف رسالہ اس قول کو بتاویل بعیدہ مجوز کر کے کہتا ہے: کہ اس کا منکر کون ہوگا اگر حنفیوں میں اس کا منکر ہو تو بتلائیے۔الخ۔

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اگر عوام مقلدین جن کا ایمان تقلیدی ہے ایمان میں قدم بقدم انبیاء اور ملائک کے ہیں تو امام صاحبؒ وغیرہ کے نزدیک بسبب نہ چھوڑنے تقلید کے اور ترک کرنے نظر واستدلال کے کیوں گنہ گار وعاصی رہتے ہیں۔شرح فقہ اکبر میں ہے:

و منھا ان ایما ن المقلّد الذی لا دلیل معہ صحیح قا ل ابو حنیفہ و سفیا ن الثوری و الما لك و ا لاوزا عی و الشا فعی و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احمد و عا مة الفقهاء و اهل الحد يث صح ايما نه و لكنه عا ص بترك ا لاستد لا ل

(اوراس میں سے یہ ہے کہ ایمان مقلد کا جس کے پاس دلیل نہیں ہے صحیح تو ہے فرمایا ابوحنیفہؒ اورسفیان ثوریؒ اور مالکؒ اوراوزاعیؒ اور شافعیؒ اور احمدؒ اور سب فقہاء اوراہل حدیث نے ایمان تو اس کا یعنی مقلد کا صحیح ہے لیکن وہ گنہ گار ہے بسبب ترک کرنے دلیل کے تحصیل سے)

قو له ۔اگر یوں کہو.. الی قو له ... باعتبار اصل ایمان نہ تھی۔

اقول ۔ایمان کا مقولہ کیف سے ہونا محض دعوی ہے جب تک مدلل نہ کیا جاوے کیونکر تسلیم ہو کیونکہ جو لوگ قائل ہیں اس بات کے کہ اعمال بھی داخل ایمان ہیں ان کے نزدیک ایمان کیونکر مقولہ کیف سے ہوگا جب تک عدم دخول اعمال حقیقت ایمان میں دلیل سے ثابت نہ کیا جاوے۔ سلمنا کہ ایمان مجرد تصدیق ہے تو بھی عدم زیادت و نقصان حیز منع میں ہے کما منع القا ضی العضد و بعض المحققین۔

علاوہ یہ کہ مولف خود کہتا ہے کہ ایمان مقولہ کیف سے ہے اور مقولہ کیف میں بالذات کمی بیشی مساوات کا امکان نہیں ہوتا اور حنفیہ مساوات ایمان کے تو قائل ہیں و المؤ منون متسا وو ن فی ا لا یما ن (اور سب مومن انبیا سے لے کر عوام تک برابر ہیں ایمان میں) چنانچہ فقہ اکبر وغیرہ میں مذکور ہے فما هو جوا بكم فی المسا وا ت فهو جوابنا فی الز یا دة و النقصا ن (پس جو جواب تم دو گے مساوات میں وہی ہمارا جواب ہے زیادہ اور نقصان میں کیونکہ جو شیء مساوات قبول کرے گی وہ زیادہ اور نقصان کو بھی قبول کر سکتی ہے)

اور یہ جو دعوی حصر کیا ہے (کہ جن آیات اور احادیث میں زیادت پر دلالت ہے وہاں یہ بھی دلالت ہے کہ وہ زیادت باعتبار تزائد احکام واخبار تھی) یہ حصر محض خلاف ہے۔ ہم بقصد اختصار دو ایک آیات واحادیث ایسی لکھتے ہیں کہ جو زیادت ایمان پر دلالت کرتی ہیں مگر تزائد احکام واخبار کا وہاں پتہ بھی نہیں ۔خیر مولف صاحب کی اوقات تو خراب و ضائع ہوگی لیکن ہم کو ثواب ہوگا شائد کہ اس کو بھی نفع دیویں فا ن الذ کری تنفع المو منين ۔(پس تحقیق ذکر یعنی قرآن نفع دیتا ہے مومنین کو) ۔سنو:

و اذ قا ل ابرا هيم رب ارنی كيف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی و لكن ليطمئنّ قلبی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اور جب کہا ابراہیمؑ نے اے رب میرے دکھلا دے مجھ کو کیونکر زندہ کرتا ہے مردوں کو۔ کہا کیا نہیں ایمان لایا۔ کہا بلکہ لایا ہوں میں ولیکن تو کہ آرام پکڑے دل میرا)

اگر مراتب یقین کے مختلف اور متفاوت نہیں تو سوال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واسطے طلب مرتبہ عین الیقین کے کیوں واقع ہوا حالانکہ علم الیقین یعنی وحی و استدلال سے تصدیق ایمانی تو تھی ہی کہ پروردگار احیا اموات پر قادر ہے اور جب کہ مرتبہ عین الیقین کا علم الیقین سے زیادہ ہوا تو جو ایمان بعین الیقین حاصل ہے وہ بھی زیادہ ہوگا اس ایمان سے جو فقط علم الیقین سے حاصل ہو۔ کہا بیضاویؒ نے تفسیر میں آیت مذکورہ کے

و لکن سئلت لا زید بصیرة و سکو ن قلب بمضا مة العیا ن الی الو حی و ا لاستد لا ل (ولکن سوال کیا میں نے تا کہ بصیرت میں زیادہ ہوں اور تسکین قلب میں بسبب ضم کرنے مشاہدہ اور عیان کے ساتھ وحی اور استدلال کے)

(قو له لا زید بصیرة و سکو ن قلب،اشارة الی ان المراد مز ید ا لا طمینا ن لا نه لا محا لة قلبه مطمئن با لایما ن و لا یعبد ان یحمل اطمینا ن القلب علی دفع اضطرا به فی شو ق معرفة کیفیة ا لاحیاء و فا ئدته معرفة السا معین ان لا یظنوا به ظن سوء و ان یعرفوا ان طلب مز ید ا لا طمینا ن مهم کطلب الایما ن)

و ایضاً قا ل الله تعا لی:

الذ ین قا ل لهم النا س ان الناس قد جمعوا لکم فا خشو هم فزادهم ایماناً ۔(وہ لوگ کہ کہا ان کو لوگوں نے تحقیق آدمی تحقیق جمع ہوئے واسطے تمہارے پس ڈرو تم ان سے پس زیادہ کیا ان کو ایمان)۔

قا ل البیضاوی فی تفسیره و هو دلیل علی ان ا لا یما ن یز ید و ینقص و یعضده قو ل ابن عمر قلنا یا رسو ل الله ﷺ الایما ن یز ید و ینقص۔ قا ل نعم یز ید حتی ید خل صا حبه الجنة و ینقص حتی ید خل صا حبه النار و هذا ظا هر ان جعل الطاعة من جملة ا لا یما ن و کذا ان لم یجعل فان الیقین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یز داد با لا نف و کثرة التعا مل وتنا صر الحجج

(کہا بیضاویؒ نے اس آیت کی تفسیر میں کہ وہ دلیل ہے اس پر کہ تحقیق ایمان زیادہ ہوتا ہے اور ناقص ہوتا ہے اور قوی کرتا اس کو قول ابن عمرؓ کا، کہا ہم نے یا رسول اللہ ﷺ کیا ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں زیادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ داخل کرتا ہے اس کے صاحب کو جنت میں، اور ناقص ہوتا ہے یہاں تک داخل کرتا ہے اس کو دوزخ میں۔ اور یہ زیادہ اور نقصان ظاہر ہے اگر عبادات منجملہ ایمان کے گردانی جاوے اور ایسا ہی ہے اگر طاعات ایمان میں داخل نہ کیا جاوے کیونکہ یقین بڑھتا ہے ساتھ دوستی اور کثرت تامل کے اور حجتوں اور برہانوں کے مدد کرنے سے)۔

اور نیز شرح فقہ اکبر میں ہے:

و نحن نعلم قطعاً ان ایما ن ا لامة لیس کا یمان النبی ﷺ و لا کا یما ن ابی بکر الصدیق باعتبار هذا التحقیق و هذ ا معنی ما ورد لو وز ن ایمان ابی بکر با یمان جمیع المؤ منین لر جح ایما نه۔

(اور ہم جانتے ہیں یقیناً کہ تحقیق ایمان امت کا ایمان پیغمبر کے برابر نہیں ہے، اور نہ برابر ہے ایمان ابوبکر صدیقؓ کے اس تحقیق کی رو سے۔ اور یہی معنی اس روایت کے ہیں کہ اگر وزن کیا جائے ایمان ابوبکر صدیقؓ کا ساتھ ایمان تمام مومنین کے، البتہ غالب آوے گا ایمان ابوبکرؓ)

غرض کہ آیات و احادیث بے شمار ہیں جو زیادت و نقصان ایمان پر تنصیصاً دلالت کرتی ہیں اور اعتبار کرنے تزائد احکام و اخبار کی وہاں گنجائش نہیں۔ اور ملا علی قاریؒ حنفیؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں بطور تمثیل حسی کے

فانّ الکفر مع ا لا یما ن کالعمی مع البصر و لا شك ان لبصراء یختلفو ن فی قوة البصر و ضعفه فمنهم الا خفش و الا غشی ومن یر ی خط الثخین دون الر قیق ا لا بز جاجة ونحوها ومن یری عن قر ب زائد علی العادة و آ خر بضده و قا ل بعید هذا فا ن تفا وت نور کلمة التو حید فی قلو ب اهلها لا یحصیه الا الله سبحانه فمن الناس من نور ها فی قلبه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كالشمس و منهم كا لقمر و منهم كا لكو كب الدرى و منهم كالمشعل العظيم و آ خر كا لسرا ج الضعيف و فى مقام آ خر فان التصديق بحد و ث العا لم ليس كا لتصديق بطلو ع الشمس و لذا اورد فى الخبر ليس الخبر كا لمعا ينة

(پس تحقیق کفر ساتھ ایمان کے مانند اندھا پن کے ہے نسبت بینائی کی، اور اس میں تو شک نہیں ہے کہ بینا لوگ مختلف ہیں قوت بینائی میں اور اس کے ضعف میں ۔ پس بعض ان میں سے چندھے ہیں اور بعضے شب کور، اور بعض ایسے ہیں کہ جلی خط کو دیکھ سکتے ہیں نہ باریک خط کو مگر عینک سے یا اس کے مثل سے اور بعض دیکھ سکتے ہیں نہایت نزدیک سے جو عادت سے زائد ہو اور دوسرے اس کی ضد اور کہا تھوڑی دور اس سے ۔ پس تحقیق تفاوت روشنی کلمہ توحید کا قلوب اہل ایمان میں بے شمار درجہ پر ہے کہ اس کا شمار سوائے اللہ کے کوئی نہیں کرسکتا ۔ پس بعض آدمی ایسے ہیں کہ نور کلمہ توحید کا ان کے دلوں میں مانند سورج ہے اور بعض کے دلوں میں مانند چاند کے اور بعض کے دلوں میں مانند ستارے روشن کے اور بعضوں کے دل میں مانند بڑی مشعل کے اور دوسرے کے دل میں مانند چراغ کے جس روشنی ضعیف ہو اور دوسرے مقام میں کہا ہے کیونکہ تصدیق عالم کے حدوث کی ایسی نہیں جیسے طلوع شمس کی تصدیق ہے اسی طرح خبر میں آیا کہ نہیں ہے خبر مانند معاینہ کے)

و لنعم ما قيل

شنيده كے بود مانند ديده
ترا ديده و يوسف را شنيده

غرض کہ محققین علماء حنفا کے نزدیک زیادۃ ونقصان ایمان میں بالضرور واقع ہے اور دلائل ماسبق سے بھی بخوبی واضح ہوا کہ مسئلہ مساوات ایمان انبیاء و اولیاء اور عوام مومنین اور عامہ مقلدین کا محض خلاف کتاب وسنت ہے اور جو حنفی اس مساوات کے قائل ہیں اغلب کہ ایسے ہے حنفیوں کے حق میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں فرقہ مرجیہ میں ہونا لکھا ہے اور مترجم عبد الحکیم جو لکھتے ہیں کہ یہ کسی کا الحاق ہے، یہ غلط ہے اس لئے کہ شیخ نے سبب ان کے مرجیہ ہونے کا یہی لکھا ہے کہ یہ مانند فرقہ مرجیہ کے ایمان انبیاء علیہم السلام اور عوام کا برابر جانتے ہیں اور زیادتی و کمی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قائل نہیں اور ایمان کہتے ہیں تصدیق قلب اور اقرار زبانی کو بدون اعمال کے، بلکہ توضیح میں تو یہ لکھا ہے کہ بعض حنفیوں کے نزدیک ایمان فقط نام ہے تصدیق کا اور اقرار زبانی واسطے محفوظ رہنے کے ہے دنیا میں ہتک اور لوٹ سے۔ انتہی۔

پس قائلین اس مساوات کے بالضرور فرقہ مرجئہ میں داخل ہیں۔

دفع دفعہ ثامن

قو له ۔ جواب تو.... الی قو له ... عذر معقول ہے۔

اقول ۔ مولانا مشتہر نے اصل میں مطالبہ دلیل کا اس مسئلہ کلیہ پر کیا ہے (قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا ہر ایک شئی کی تحریم و تحلیل میں جو عقود و فسوخ سے متعلق ہو) اور مثال جزئی اس مسئلہ کلیہ کی اس طرح پر دی ہے:

مثلاً کسی شخص نے ناحق کسی کی جورو کا دعوی کیا کہ یہ میری جورو ہے اور قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش کر کے مقدمہ جیت لے اور وہ عورت اس کو مل جاوے تو وہ عورت بحسب ظاہر بھی اس کی بی بی ہے اور اس سے صحبت کرنا بھی حلال ہے۔

پس مجیب کا یہ کہنا کہ:

جواب تو آپ کے اس اعتراض کا فقط اتنا ہے کہ منکوحہ غیر کی نسبت حنفیوں کا یہ قول ہی نہیں بلکہ غیر منکوحہ کی نسبت ہے،

کس طرح جواب ہوسکتا ہے۔ ایک صورت جزئیہ یعنی منکوحہ غیر کو اگر آپ نے اس قاعدہ کلیہ سے مستثنی بھی کر لیا تو پھر بھی اثبات اس قاعدہ کلیہ کا:

و کلّ شئی قضی به القا ضی فی الظا هر بتحریمه فهو فی البا طن کذا لك و کذا اذا قضی با حلا ل کذا فی الهدا یه

(جس شئے پر قاضی حرمت کا حکم کر دے ظاہر میں تو وہ باطن میں بھی حرام ہو جاوے گی اور ایسے ہی جب کہ حکم کر دے کسی شئی کی حلت کا)

جو ہزاروں صور باطلہ کو مشتمل ہے کسی دلیل مثبت مطلوب سے آپ کے ذمہ باقی رہا، اور جواب آپ کا محض ناتمام و غیر کافی۔ اور ایک صورت جزئیہ یعنی غیر منکوحہ کی نسبت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو آپ نے بحر طویل بیان کر کے نفاذ قضا ظاہراً و باطناً اپنے زعم باطل میں ثابت کیا ہے وہ بھی محض بے کار کیونکہ ایک صورت جزئیہ میں کسی حکم کے ثابت ہونے سے کب لازم آتا ہے کہ کلیۂ حکم ثابت ہو جائے۔ موجبہ جزئیہ، موجبہ کلیہ کو کب مستلزم ہے۔

اور یہ جو آپ نے صفحہ اٹھارہ (اولہ کاملہ) میں فرمایا ہے:

البتہ زن غیر منکوحہ اور اموال باقیہ کی نسبت علماء حنفیہ کا یہ دعوی ہے..الخ

میں کہتا ہوں کہ اموال باقیہ کو آپ نے دعوی میں تو شامل کر لیا ہے اور پھر جو دلیل فاسد اس کی آپ لائے ہیں تو فقط غیر منکوحہ کے اور اموال باقیہ سے آپ نے کچھ تعرض نہیں کیا۔ ان هذا لشئی عجاب۔ پس مطالبہ دلیل اس دعوی کلیہ پر آپ کے ذمہ ہنوز باقی اور جواب آپ کا ناتمام وغیر کافی ہے۔

اور درمختار میں منکوحہ غیر کا استثنا اس دعوی کلیہ سے صراحتاً کہیں مذکور نہیں۔ اگر آپ سچے ہیں تو نکال دیجئے۔ لیکن اشاروں سے کام نہ لیجئے۔ تعجب ہے کہ تمام مسائل جزئیہ شاذہ مخترعہ بلکہ غیر واقعہ کو تو احداث اور اختراع کر کے بتصریح لکھیں اور اس استثنا زن منکوحہ غیر کو فقط ایک اشارہ سے جس کو ہر ایک شخص بجز آپ کے سمجھ نہ سکے۔ تلك اذاً قسمة ضيزي۔ اور آپ نے یہاں پر تو اشارہ کو بھی سمجھ لیا اور حدیث صحیح جو اس باب میں نص صریح قطعی الدلالۃ موجود ہے کما سیاتی اس کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔

باطلاں را چہ ز باید باطلے
عاطلاں را چہ خوش آئد عاطلے

اور شامی وغیرہ نے اگر اس خاص صورت کا استثنا کر دیا ہے تو پھر بھی اس سے مطالبہ دلیل کا اس دعوی کلی پر تو باقی ہی رہا۔ اگرچہ اس خاص صورت یعنی منکوحہ غیر میں مطالبہ دلیل سے اس کو چھٹکارا ہو گیا اور ہزاروں صور جزئیہ اس مسئلہ کلیہ کے بن سکتے ہیں۔ مثلاً کہا جاوے کہ کسی کے قطعہ زمین یا مکان کا کسی نے جھوٹا دعوی کیا کہ میں نے اس سے خریدا ہے اور جھوٹے گواہ گزرانے، اور بیع نامہ جعلی پیش کر دیا۔ اور قاضی نے اس کی بیع کا حکم کر دیا تو وہ قطعہ زمین یا مکان ملک طیب بموجب اس قاعدہ کے اس جھوٹے مدعی کے ہو گیا، اور اللہ تعالی کے نزدیک وہ قطعہ زمین یا مکان اس مدعی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاذب کا حلال ہو گیا حالانکہ حدیث صحیح متفق علیہ آیا ہے:

من ا خذ شبراً من ا لارض ظلماً فانّه یطوقه یوم القیامة سبع ارضین (جو شخص کہ لے لیوے ایک بالشت زمین کسی کی ظلم سے پس تحقیق وہ بالشت بھر زمین طوق کی جاوے گی اس کو دن قیامت کے سات زمین تک)۔

یا مثلاً ایک شخص نے ایک لونڈی یا طعام کی بیع یا شراء کا دعوی کیا اور دو جھوٹے گواہ گزار دیئے۔ اور قاضی نے حکم کر دیا۔ تو بموجب اس قاعدہ کے یہ حکم ظاہر و باطن پر نافذ ہو جائے گا، اور جس کو وہ لونڈی یا طعام دلایا گیا حلال طیب ہے کہ لونڈی سے وطی کرے اور کھانا کھالے۔

یا مثلاً خاوند جورو میں سے کسی نے دوسرے پر فسخ نکاح کا دعوی کا ذب کر کے دو جھوٹے گواہ گزار دیئے، اور قاضی نے جدائی کا حکم دے دیا تو عورت کو جائز ہے کہ اور خصم کر لے اور اس دوسرے خاوند کو اس سے وطی جائز ہے، اگر چہ اس کو معلوم ہو کہ پہلے خاوند نے اس کو طلاق نہیں دی۔ اس طور سے کہ ان دو جھوٹوں گواہوں سے ایک یہی ہو وغیر ذلك من الصّور الّتی ذکر ها الفقهاء فی کتب الفقه۔ حالانکہ مدعی کاذب کے حق میں آیا ہے:

من ادّعی ما لیس له فلیس منّا و لیتبوا مقعده من النّار۔ رواه مسلم۔ (جو شخص کہ دعوی کرے اس چیز کا کہ اس کی نہ ہو تو وہ ہماری امت میں نہیں ہے اور چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تیار کرے)

اور کاذب گواہوں کے حق میں بھی آیا ہے کہ جھوٹی گواہی شرک کی مانند ہے پس وہ بھی گناہ کبیرہ ہے اور مدعی اس پر رضامند ہے اب دیکھو حدیث

قال عدلت شهادة الزّور بالا شراك بالله تعالی ثلث مرات ثم قرء قوله تعالی فاجتنبوا الرّجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور۔ (فرمایا برابر کی گئی ہے جھوٹی گواہی ساتھ شرک کرنے اللہ تعالی کے ساتھ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر پڑھی آپ نے یہ آیت جس کا ترجمہ ہے۔ پرہیز کرو تم پلیدی سے کہ وہ بت ہیں اور پرہیز کرو تم جھوٹی بات سے)

نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا کہ جھوٹی گواہی گناہ میں شرک کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برابر کی ہے جس سے بالضرور دوزخ میں داخل ہونا ہے۔ پس جس شخص نے جھوٹا دعوی کر کے جھوٹے گواہوں سے کوئی شئی حاصل کی تو وہ اس کو کس طرح حلال وطیب عند اللہ ہو جاوے گی۔ ان هذا لشئے عجا ب (حالانکہ مشہود لہ اپنا کذب اور نیز جھوٹ گواہوں کا بخوبی جانتا ہے، بل ا لانسا ن علی نفسه بصیرة، لیکن قاضی چونکہ مجبور ہے علم نفس الامری سے لہذا اس کی قضا ظاہراً نافذ ہوگی، نہ باطناً)۔

بالجملہ ہزاروں صور باطلہ اس قاعدہ کلیہ کے امثال جزئیہ ہوسکتی ہیں بلکہ اگر بنظر امعان دیکھا جاوے تو منکوحہ غیر بھی باوجود استثنا کرنے کے پھر بھی اس قاعدہ کلیہ میں داخل ہی رہے گی اور نکل کر اس قاعدہ کلیہ سے کہیں نہیں جاسکتی۔ میں اولاً نفاذ قضا کو ہدایہ وحاشیہ اس کے سے بتوضیح تمام لکھتا ہوں۔ بعدہ ثابت کروں گا کہ منکوحہ غیر باوجود مستثنی کرنے کے اس مسئلہ کلیہ سے باہر نکل کر نہیں جاسکتی۔ اور چار و نا چار غیر شوہر کو ظاہر و باطن میں حلال ہو جاوے گی اگرچہ کسی قدر تدبیر مدعی کو زیادہ کرنی پڑے گی مگر مسئلہ نفاذ قضا ظاہراً و باطناً سلامت چاہیے، مسئلہ یہ ہے:

و كل شئی قضی به القا ضی فی الظا هر بتحریمه فهو فی الباطن كذا لك عند ابی حنیفه و كذا اذا قضی با حلا ل وهذا اذا كا نت الدعوی بسبب معین و هی مسئله قضاء القا ضی فی العقود و الفسو خ بشهادة الزور و قد مر ت فی النكا ح

(اور ہر شئی کہ قاضی اس کے حرام ہونے کا حکم کرے ظاہر، پس وہ باطن میں بھی حرام ہے ابی حنیفہؒ کے نزدیک، اور ایسا ہی ہے جب کہ حکم کرے کسی شئے کے حلال ہونے کا۔ اور یہ مسئلہ جب ہے کہ ہووے دعوی ساتھ ایک سبب مقرر کے اور یہ مسئلہ قضا قاضی کا عقود اور فسوخ میں جھوٹی گواہی سے ہے اور گذر چکا ہے باب نکاح میں)

عینی حنفیؒ حاشیہ ہدایہ میں اس کی صور جزئیہ میں سے یہ صورت لکھتے ہیں:

و من صوره ادعت علی زو جها انه طلقها ثلا ثا و اقا مت بنیة كا ذبة و قضی القا ضی با لفر قه و تز و جت بآ خر بعد القضاء العدة فعلی قول ابی حنیفه و قو ل ابی یو سف اولا لا یحل للزو ج ا لاول وطیها ظاهراً و با طناً و یحل للثا نی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظاهراً و باطناً علم بحقيقة الحا ل اولا وعلى قول محمد لا يحل للثا نى و طيها اذا كا ن عالماً بحقيقة الحال و اذا قضى القا ضى با حلا ل شئى فى الظا هر فهو فى الباطن كذا لك

و من صوره ر جل ادعى على امرأة نكاحا وهى تحجد فاقام عليها شاهدى زورٍ و قضى القا ضى بالنكا ح بينهما حل للزو ج و طيها و حل للمرأة التمكين عند ابى حنيفه و عند محمد لا يحل لهما ذلك۔

و من صور العقود ما اذا قضى بالبيع بشهادة الزور سواء كانت الدعوى من جهة المشترى مثل ما اذا قا ل بعتنى هذه الجارية او من جهة البا ئع مثل اذا قال اشتريت منى هذه الجار ية فانه يحل للمشترى و طيها فى الوجهين جميعاً۔ و من الفسو خ ما اذا ادعى احد المتعا قدين فسخ العقد فى الجا رية و اقا م شا هدى زور و قضى القا ضى بفر قه

(اور اس کی صورتوں میں سے ایک یہ صورت ہے کہ دعوی کیا عورت نے اپنے خاوند پر کہ اس نے اس کو تین طلاقیں دے دی ہیں اور جھوٹے گواہ اس پر قائم کر دیئے اور قاضی نے جدائی کا حکم کر دیا۔ اور اس عورت نے بعد گذر نے عدت کے دوسرے سے نکاح کر لیا، تو قول امام ابی حنیفہؒ پر اور اول قول ابی یوسفؒ کے اول زوج کو وطی اس کی حلال نہیں رہی ظاہر و باطن میں۔ اور حلال ہے دوسرے کو باطن اور ظاہر میں خواہ حقیقت حال کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور قول امام محمدؒ پر حلال نہیں ہے دوسرے کو وطی اس کی جب کہ حقیقت حال جانتا ہو اور جب کہ کسی شئے کے حلال ہونے کا حکم کرے ظاہر میں تو باطن میں بھی ایسا ہی ہوگا۔

اور اس کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے کہ ایک آدمی نے ایک عورت پر دعوی کیا نکاح کا، اور وہ انکار کرتی ہے۔ پس مرد نے دو گواہ جھوٹے قائم کئے اور قاضی نے نکاح کا حکم کر دیا ان دونوں میں، تو اب اس زوج جھوٹے کو وطی اس عورت کی درست اور حلال ہے، اور عورت کو درست ہے کہ اپنے اوپر اس زوج کو قادر کر دے امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک اور نزدیک امام محمد کے ان دونوں کو یہ حلال نہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صورتوں عقود میں یہ صورت ہے کہ جھوٹی گواہی سے قاضی نے بیع کا حکم کر دیا خواہ دعوی خریدار کی طرف سے ہو جیسا کہ کہے کہ بیچا ہے تو نے میرے ہاتھ اس چھوکری کو، یا بائع کی طرف ہو جیسا کہ کہے کہ خریدا ہے تو نے مجھ سے اس چھوکری کو، تو حلال ہے خریدار کو دونوں صورتوں میں وطی کرنا۔

اور صورتوں فسوخ سے یہ ہے کہ دعوی کرے کوئی ایک دو متعاقدوں میں سے عقد کے فسخ ہونے کا کسی جاریہ میں اور دو جھوٹے گواہ قائم کرے اور قاضی جدائی کا حکم کر دے)

نہایہ، حاشیہ ہدایہ میں ہے:

و لقب المسئلة بقضاء القا ضی بشهادة الزور فی العقود والفسو خ فعند ابی حنیفه ینفذ ظاهراً و با طناً و المعنی من النفاذ با طناً ثبو ت الحل فیما بینهما و بین الله تعا لی ۔

(اور نام رکھا گیا اس مسئلہ کا قضا قاضی کی جھوٹی گواہی سے عقود اور فسوخ میں پس نزدیک ابو حنیفہؒ کے نافذ ہوتی ہے ظاہر اور باطن میں، اور باطن میں نافذ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی اور ان دونوں کے درمیان حلت ثابت ہے)

جب کہ مسئلہ نفاذ قضا ظاہراً و باطناً ہدایہ وغیرہ میں سے بیان ہو چکا، تو اب میں کہتا ہوں کہ منکوحہ زید نے عمرو اور بکر دو جھوٹے گواہ قاضی کے یہاں اس مضمون کے گزارے کہ زید نے تین طلاقیں دے دی ہیں اور عدت طلاق بھی گزر گئی ہے حالانکہ زید نے نفس الامر میں تین طلاقیں بالکل نہیں دی تھیں، چہ جائیکہ عدۃ گذری ہو۔ پس قاضی بحکم مسئلہ نفاذ قضا کے ضرور حکم تفریق کر دیوے گا۔ پھر عمرو نے جو ایک جھوٹا گواہ منجملہ ان دو گواہوں جھوٹے کے ہے بعد اس مقدمہ کے جھوٹا دعوی کیا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے اور دو گواہ جھوٹے عقد نکاح کے گزران دیئے تو اب قاضی عقد نکاح کا حکم بالضرور کر دے گا اور یاد کرو کہ عینی حاشیہ ہدایہ میں مذکور ہو چکا کہ

و من صوره ادعت علی زو جها..الخ ،

ومن صوره رجل ادعی علی امرأة نکاحاً .. الخ ۔

اب دیکھو کہ یہ عورت جو منکوحہ زید تھی، اس تدبیر سے عمرو کو ظاہر و باطن میں حلال وطیب ہو گئی، البتہ کچھ قدرے تدبیر زیادہ کرنی پڑی۔ پس انکار آپ کا نسبت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منکوحہ غیر کے بھی کچھ کام نہ آیا۔

الٹی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا

البتہ اتنا فرق ہو گیا کہ یک نشد دو شد۔

جناب من! اب آپ کو ثابت ہوا ہو گا کہ محمد یان عامل بالحدیث کو واسطے ترک تقلید شخصی کے عذر معقول ہے۔

قو له ۔مگر ہاں شائد.. الی قوله ..پھر ہم بھی انشاء اللہ تعالی تماشا دکھا دیں گے۔

اقول ۔خلاصہ آپ کی اس کلام طویل الذیل کا یہ ہے کہ علّت تامہ مِلک کی قبضہ ہے، اگر قبضہ نہیں تو ملک بھی نہیں، اور اگر قبضہ موجود ہے تو مِلک بھی ثابت ہے۔

علت تامہ کی تعریف اصول میں لکھی ہے:

العلة و هو ما يضاف اليه و جوب الحكم ابتداء و العلل الشرعية القيقة منهم ثلا ثه اوصا ف احد ها ان يكو ن علة ... بان يكو ن مو ضوعة للحكم و يضاف الحكم اليها ابتداء والثانى ان يكون علة معنى بان يكو ن موثرة فى الحكم و الثالث ان يكون حكماً بحيث يثبت الحكم بعد وجودها من غير تراخ فاذا وجد ت هذه ا لاو صاف الثلاثه فى شئى واحد كان علة كا ملة و الا فنا قصة

اور ظاہر ہے کہ قبضہ میں یہ تینوں وصف مجتمع نہیں فليست بعلة تا مه اور اگر قبضہ ہی علت تامہ ملک کی ہو تو قضا قاضی کی کچھ حاجت نہیں فقط قبضہ کفایت کرتا ہے اور قبضہ کو علت تامہ ملک کی آپ قرار دے ہی چکے ہیں بلکہ اندریں صورت حاجت نکاح و بیع وغیرہ کی بھی نہیں ورنہ قبضہ علت تامہ نہ رہے گا اور آیت خلق لكم من انفسكم ازوا جا موجود ہے جس کو آپ نے تمسک گردانا ہے۔

میں آپ سے نہایت ادب سے دریافت کرتا ہوں کہ مراد آپ کی مِلک سے کون سی ملک ہے۔ آیا عام اس سے کہ ملک طیب ہو یا خبیث ہو یا محض و خالص ملک طیب۔ اگر عام مراد ہے تو مفید آپ کے مدعا کو نہیں جو حلت طیبہ اس شئی کی کہ بسبب اقباض قاضی کے جھوٹے دعوی اور شہادت زور سے قبضہ میں آ جاوے۔ اور اگر ملک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طیب مراد ہے تو آپ نے اس مقدمہ کو کسی دلیل سے مدلل نہیں کیا۔ دعوی محض کیا ہے۔ ہم اسی کو تو منع کرتے ہیں کہ قبضہ مطلقاً اور ہر جگہ موجب ملک طیب اور حلال کو نہیں ہوتا

جناب من! یہ دعوی محض آپ کا بلا دلیل اور دستاویز کے نہ عند الناس مقبول ہوگا نہ عند اللہ۔ اس کو کسی دلیل اور دستاویز مثبت سے ثابت کیجئے اور ہماری سند منع کو ملاحظہ فرمائیے کہ رہن میں قبضہ تو ہوتا ہے اور شئی مرہون مرتہن کی ملک میں نہیں ہو جاتی، نہ ملک انتفاع اور ملک رقبہ، اور اگر قبضہ میں آپ کو شک ہو تو فرھان مقبوضۃ موجود ہے، ودائع میں بالبداہت قبضہ موجود ہے اور ملک رقبہ نہیں۔ مال مسروقہ میں قبضہ موجود ہوتا ہے اور ملک طیب نہیں ہوتی۔ شئی عاریہ میں قبضہ موجود ہے ملک رقبہ نہیں۔ مال مغضوبہ میں قبضہ ہے اور ملک نہیں۔ مال یتیم پر قبضہ تو بتمام و کمال متحقق لیکن ملک نہیں۔ وعلی ہذا القیاس اور صدہا صورتیں ایسی پائی جاتی ہیں کہ وہاں پر قبضہ تام موجود اور ملک حلال نہیں۔ اگر قبضہ ملک طیب اور حلال کی علت تامہ ہوتا تو اس کا معلول یعنی ملک حلال کبھی اس سے متخلف نہ ہوتا۔ یا شاید آپ کے نزدیک ان سب صورتوں میں قابض کا ذب کی ملک طیب ثابت ہو۔ اگر ایسا کچھ ہے تو واہ واہ ایسی حنفیت کے برابر تو کوئی بھی مذہب دنیا میں نہ نکلے گا اور دنیا تو خوب حاصل ہوگی لیکن یہ یاد رکھئے کہ عاقبت میں انجام اس کا دوزخ ہی ہے۔

اور بیع قبل قبض ممنوع ہونے کس طرح لازم آتا ہے کہ ملک قبل القبض بھی متحقق نہ ہوا کرے۔ (اور نیز جائز ہے کہ شیء غیر مقبوض ملک میں ہو اور بیع ممنوع ہو چنانچہ تم نے خود بصفحہ ۱۵ اقرار کیا ہے کہ ممانعت بیع سے یہ لازم نہیں آیا کہ ملک نہ ہوا کرے) تم نے خود بصفحہ ۱۱۴ اپنے رسالہ میں خود اقرار کیا ہے کہ رسول خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات نبی آدم ہوں یا غیر بنی آدم۔ اب میں دریافت کرتا ہوں کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کل اشیائے عالم پر قبضہ تھا یا نہیں۔ اگر آپ کا قبضہ کل اشیاء پر ہوتا تو ماسوائے حضرت جو مالک کہلاتے ہیں بلا قبض مالک ہو گئے معلول بغیر علت تامہ کے پایا گیا اور اگر حضرت کا قبضہ نہیں تھا تو حضرت نبی ﷺ بلا قبض مالک ہو گئے۔ پس، ہماں اش درکاسہ معلول اپنی علت تامہ سے علیحدہ ہوا ھذا خلف۔ اور یہ جو مولف نے کہا کہ مہاجرین بسبب قبضہ اوٹھ جانے کے فقراء کہلائے، اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ اثاث البیت اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسباب و مال مملوکہ مہاجرین بجز داٹھ جانے قبضہ کے ملک حلال وطیب کفار کی ہوگیا۔ غایۃ الامر یہ ہے کہ بسبب اوٹھ جانے قبضہ کے ملک ظاہری اون کی نہ رہا کہ جس کے سبب فقراء کہلائے گئے ورنہ مولف بتلائے کہ مہاجرین نے کیا قصور کیا تھا کہ بجز داٹھ جانے قبضہ کے جملہ مال و اسباب مملوکہ مہاجرین ان کی ملک سے ظاہراً و باطناً نکل جاوے اور کفار کی ملک حلال اور طیب ہو جاوے ان هذا لشی عجاب ولا یقول به احد من اولی الالباب و من ادّعی خلاف ذلك فعلیه الا ثبات من الدّلیل المثبت ۔

حالانکہ حدیث میں آیا ہے:

عن ابن عمر قال ذهب فرس له فاخذه العدو فظهر علیم المسلمون فرد علیه فی زمن رسول الله ﷺ و فی روایة ابق عبد له فلحق بالروم فظهر علیهم المسلمون فرد علیه خالد بن الولید بعد النبی ﷺ رواه البخاری ۔

ملا علی قاری حنفیؒ مرقاۃ میں کہتے ہیں کہا ابن ملک نے اس سے معلوم ہوا کہ کافر اگر مسلمان کے غلام بھاگے ہوئے کو پکڑ لیں تو مالک نہیں ہوتے، واجب ہے پھیر دینا اس کا مالک کو پہلی قسمت سے، اور بعد اس کے یہی قول ہمارا ہے۔ اور کہا ابن ہمام نے کہ اگر بھاگ جاوے غلام مسلمان یا ذمی کا اور وہ ہو مسلمان اور داخل ہوا دار الحرب میں اور کفار پکڑ لیں اس کو تو نہیں مالک ہوتے وہ نزدیک امام ابی حنیفہؒ کے درصورتیکہ غلام ذمی کے مجرد قبضہ سے کفار دار الحرب مالک نہ ہو سکے، تو مہاجرین نے مولف کا کیا قصور کیا ہے کہ کفار دار الحرب بجرد قبضہ مال اور اسباب مہاجرین کے مالک بطور ملک طیب ہو جاویں۔ تلك اذا قسمة ضیزی۔

اور نسبت قبضہ مورث کی جو مولف (ادلہ کاملہ) نے کہا کہ وارث کی طرف عائد ہو جاتا ہے، یہ بھی خلاف واقع ہے۔ کیونکہ اگر قبضہ مورث کا ہر ایک وارث کی طرف حصہ رسد وعلی قدر سہام عاید ہو جایا کرتا تو تقسیم ترکہ کی کیا حاجت تھی۔ ہر ایک وارث خود بخود قابض اور متصرف اپنے اپنے سہام پر ہو جایا کرتا حالانکہ یہ بات خلاف واقع ہے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض ورثاء اپنے حصہ سے غیر قابض رہتے ہیں اور حکام کی طرف رجوع کرنے کی حاجت پڑتی ہے۔ البتہ اگر آپ یہ کہیں کہ ملک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورث کے ورثا کی طرف بقدر سہام عاید ہو جاتی ہے تو گنجائش ہے اور اس صورت میں ہماں اش درکاسہ کہ ملک ہے اور قبضہ نہیں، یعنی بمو جب آپ کے مسلک کے معلول اپنی علت تامہ سے متخلف ہے۔

قو لہ ۔ دوسری بات .. الی آ خر ہ

اقول ۔ اگر آپ کی غرض ایراد ہر دو آیہ سے یہ ہے کہ ہر ایک شی ء اور ہر ایک عورت بعد قبضہ کے ہر ایک قابض کی ملکیت میں آ جاتی ہے جیسا کہ فرقہ اباحیہ کہتا ہے تو آیت اس پر دلالت نہیں کرتی تفسیر بیضاوی بھی نہیں دیکھی اس میں لکھا ہے:

و لا یمنع اختصا ص بعضھا ببعض لا سبا ب عا ر ضة فا نه یدلّ علی ان الکل للکل لا علی ان کل وا حد لکل و احد ۔

اور اگر یہ غرض ہے کہ قبضہ کے ساتھ اسباب ملک مثل بیع وشراء و ہبہ و ارث ونکاح وغیرہ بھی ضرور موجود ہوں، تب کوئی شی ء ملکیت میں آوے، تو یہ بات آپ کے مدعا کو مفید نہیں بلکہ مضر ہے، کیونکہ آپ نے تو فقط قبضہ ہی کو علت تامہ ملک کی قرار دی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ان دونوں آیتوں کو نفاذ قضا ظاہراً و باطناً سے کیا تعلق ہے جو آپ نے مقدمہ مطلوب کے طور پر لکھی ہیں۔ شائد آپ کی یہ غرض ہو کہ عوام جہلاء جانیں کہ حضرت مجیب نے اس مسئلہ کو دو آیتوں سے ثابت کیا۔ اگر آپ کی یہی غرض تھی تو چاہیے تھا کہ ایک دو رکوع کسی جگہ سے اور کوئی حدیث لمبی چوڑی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی خواہ کسی بات میں ہوتی، لکھ دیتے تا کہ عوام جہلاء آپ سے بہت زیادہ خوش ہوتے اور ہم کو تو آپ کی ان حرکات پر نہایت افسوس آتا ہے کہ رسول مقبول ﷺ آپ کی شکایت کریں گے

یا ربّ انّ قو می اتّخذوا ھذا القرآن مھجوراً ۔

اور انجام ایسی حرکات کا دوزخ ہے:

من قا ل فی القر آ ن برأ یه فلیتبوا مقعده من النّار او کما قال

اور اگر کوئی شخص ان آیات کا تعلق آپ سے باصرار دریافت کرے تو اس سے فرما دیجئے کہ میاں صاحب یہ ایک معمہ ہے اور شرح اس کے ہمارے مقدمات سابقہ ولاحقہ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قو له ۔ تیسری بات...الخ

اقول ۔آپ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ قبل از جواب ایک دو بات سن لیجئے۔دو باتیں تو ہو چکیں اور جواب کا ابھی تک پتا نہیں دیا۔ یہ تو باتوں ہی باتوں میں ٹالنا ہے۔اور اگر یہ بات بھی آپ کی تسلیم کی جاوے کہ عقد نکاح عقد بیع ہی ہے تو پھر اس بات کو نفاذ قضا ظاہراً و باطناً سے کیا تعلق ۔ یہ بے تکی باتیں جو آپ گھڑ رہے ہیں عقلاء کو تو ان پر ہنسی آتی ہے البتہ عوام جہلاء جو آپ کے معتقدین ہیں اس تقریر پر تزویر کو بسبب بے تکی ہونے شائد معما اور پہیلی تصور کریں کیونکہ آپ بھی بعض جگہ ایک بات فرماتے ہیں اور اس کو معما قرار دے کر پھر اس کی شرح کرتے ہیں لیکن مسئلہ نفاذ قضا ظاہراً و باطناً بشہادۃ زوران پہیلیوں سے کیونکر ثابت ہوسکتا ہے عقلاء اور علماء کے نزدیک تو ایسی باتیں عذر بدتر از گناہ ہیں

قو له ۔ چوتھی بات... الی آخرہ

اقول ۔

عقد را بکشادہ گیر اے منتہی
عقدہ سخت است بر کیسہ تہی

اس چوتھی بات کو بحر طویل کہوں یا متوالے کی پگڑی، بہرحال چار و نا چار خلاصہ سب کا عرض کرتا ہوں کہ یہ ہے:

روح اپنے بدن کی مالک کامل لیکن بیع اپنے بدن کی ممنوع اور عورت اپنے بدن کو بیع کرسکتی ہے۔

پھر اگر یہ بات تسلیم بھی کی جاوے تو آپکو کچھ مفید نہیں کیونکہ صورت متنازعہ فیھا میں سرے سے بیع ہی نہیں ہوئی، اندریں صورت یہ چوتھی بات ایسی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کا ساً و نا ولھا

اور یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے رحم سے خود کامیاب نہیں ہوسکتی ۔ یہ ممکن نہیں کہ مثل مرد کے خود اپنے آپ سے جماع کرے انتہی ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول۔

تا بدکان خانہ در گروی
ہرگز ای خام آدم نشوی

آپ کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ کلکتہ میں ایک ایسا آلہ فروخت ہوتا ہے کہ عورت خود بخود اپنے آپ بذریعہ اس آلہ کے جماع کر سکتی ہے۔اغلب کہ آپ اس کو بموجب اپنے مسلک کے جائز فرماتے ہوں گے نعوذ باللہ منہ

قولہ ۔ پانچویں باب.. الی قولہ ..ان کا قصور نہیں۔

اقول ۔ ناظرین باانصاف اس طوالت لا طائل کا ملاحظہ فرماویں کہ باوجود کہ مولف نے یہاں پر کس قدر ہاتھ پاؤں پیٹے ہیں اور پھر آخر کو نتیجہ کل اپنی لمبی چوڑی تقریر پرتزویر کا تین ورق سیاہ کر کے یہ نکالا کہ:

یہ وجہ ہے کہ قائلان نفاذ قضا ظاہراً و باطناً زن منکوحہ کو مستثنی کرتے ہیں چنانچہ درمختار میں اشارۃ اور شامی میں صراحۃ یہ بات موجود ہے۔علی ہذا القیاس ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں اس تصریح سے کہ قضائے قاضی فقط عقود و فسوخ میں نافذ ہوتی ہے، زن منکوحہ اور احرار کو اس قاعدہ سے مستثنی کر دیا ہے۔کوئی نہ سمجھے تو کیا کیجئے اس کی فہم کا قصور ہے ان کا قصور نہیں۔

جناب من! ہنوز دہلی دور۔ یہ تو ہمارا جزو مدعا ہے جس کو آپ نے اس طول اور طوالت سے ثابت کیا ہے۔سچ فرمایا مولانا روم نے آپ جیسے کے حق میں

مرغ بر بالا پران و سایہ اش
میدود بر خاک پران سایہ وش
ابلہی صیاد ان شود
میدود چنداں کہ بے مایہ شود
بے خبر کان عکس ان مرغ ہوا ست
بے خبر کہ اصل آن سایہ کجا ست
تیر اندازد بسوئے سایہ او
ترکش خالی شود در جستجو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت من ! یہ سب تقریر آپ کی مثبت ہے ہمارے جزو مدعا کے یعنی زن منکوحہ کی نسبت، چنانچہ آخر میں جو نتیجہ آپ نے نکالا اس سے ظاہر ہے کہ یہ جو جہلاء کو فریب دیتے ہو کہ ہدایہ وغیرہ کتب فقہ مین زن منکوحہ اور احرار کو مستثنیٰ کر دیا ہے یہ محض کذب اور دروغ ہے، ہدایہ میں کسی جگہ زن منکوحہ اور احرار کو صراحتاً مستثنیٰ نہیں کیا۔ اگر سچے ہو تو دکھلا دیجئے اور شامی نے تو بہت سے مسائل درمختار وغیرہ پر صبح کی شام اور شام کی صبح کر دی ہے اور تسلیم کیا کہ اور کسی نے بھی ایک خاص صورت یعنی زن منکوحہ کو مستثنیٰ کر دیا تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ اعتراض تو ہمارا اس قاعدہ کلیہ پر ہے جو ہزاروں صور باطلہ کو مشتمل ہے کما مرّ مراراً۔ اور غصب کرنے زن منکوحہ غیر کا حال بھی سابقا معلوم ہو چکا۔ فتذکر۔

قو له ۔ .واجب التسلیم ہے

اقول۔ مِلک سے مراد آپ کی اگر مِلک طیب ہے تو کوئی مقدمہ مقدمات مصنوعہ و جعلیہ مذکورہ سابقہ سے اس کا مثبت نہیں اور اگر مراد ملک سے ملک عام ہے، خبیث ہو یا طیب، تو آپ کو مفید نہیں۔ بہر حال یہ بات بھی آپ کی ہرگز واجب التسلیم نہیں بلکہ واجب الرد ہے۔

قو له ۔شرح اس معما کی یہ ہے.. الی قو له ..متوقف نہیں۔

اقول۔ اس معمائے بدر چاچ یا پہیلی راجہ بیربل کی شرح یہاں تک تو مسلم (کہ ایک دوسری کی جا ایک دوسری کا قائم مقام ہونا ممکن ہوا)، لیکن یہ جو فرماتے ہو کہ درصورت قضائے قاضی یہ بات ضرور تر ہے ،الخ۔ واجب الرد ہے۔ نیابت اور ولایت قاضی کی مسلّم لیکن جب کہ قضا خود رسول اللہ کی بموجب اقرار مندرجہ صفحہ ۱۴ کی اصل میں بعد خدا مالک عالم ہیں جمادات ہوں یا حیوانات بنی آدم ہوں یا غیر بنی آدم اشیائے مدعا بہاء کو درصورت کذب مدعی وشہادت زور کے حق میں مدعی کے حلال وطیب نہیں کر سکتی کما سیاتی تو قضائے قاضی جو فقط درجہ نیابت ہی رکھتی ہے کیونکر تہ تک کی خبر لے گی، اور ظاہر سے باطن تک کیونکر کام کرے تلك اذا قسمة ضيزى اور بطلان تمام مقدمات مختلفہ سابقہ کا ظاہر ہو چکا وہ ہرگز دلالت نہیں کرتے کہ حرام شیء اور اتلاف حق غیر جھوٹے دعوی اور کاذب گواہوں سے اگر کوئی شخص کرنا چاہے تو تائید قضائے قاضی اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمایت حاکم سے اس شخص کا ذب کو حلال اور طیب ہو جائے اور یہ تقریر پرتزویر آپ کی تو ہر شخص زنا کرنے والا کسبیوں وغیرہ سے جو روپیہ دے کر زنا کرتا ہے کہہ سکتا ہے:

کہ ادھر مال متنازعہ فیہ محل قابل غرض علت موجب ملک یعنی قبضہ موجود علت قابلہ ملک یعنی محل قابل موجود اس کے ساتھ اتصال فاعل ومفعول ہو چکا یعنی قبضہ محل قابلتک متعدی ہو چکا جس کا حاصل یہ ہے کہ مانع تعدی ... اب بھی عروض ملک مدعی ...متنازعہ فیہ پر نہ ہو تو یوں کہو علت تامہ کو لزوم معلول ضرور نہیں سوا ایسی بات سوائے آپ کے اور کسی سے متوقع نہیں۔ انتہی

عبارت المؤلف بعینہ

و علی ھذا القیاس ہر شخص غاصب اور ظالم اور سارق وغیرہ بعد قبضہ تمام کے آپ کی دلیل من اولہ الی آخرہ بلا تفاوت لفظی پیش کر سکتا ہے دلیل فقہ حنفیہ تو آپ نے ان تمام فاسق فاجروں کو خوب تعلیم فرما دی، کہاں وہ بے چارے ہدایہ پڑھتے اور کہاں ان کو یہ دلیل معلوم ہوتی۔ یہ تو طفیل آپ کے ادلہ کاملہ ہی کا ہے اور فی الحقیقت یہ فساق بڑے پکے حنفی کہلاویں گے کیونکہ ہر ایک چیز غصب کر کے یہ دلیل ہدایہ وغیرہ کی پیش کریں گے نعوذ باللہ من ذالک۔ ایسی حنفیت سے اللہ تعالی سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے جس سے عام کبائر حلال وطیب ہوئے جاتے ہیں اور اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ و النعم ما قیل:

اذا استبدّ الا نسان برأیہ عمّیت علیہ المراشد

واضح ہو کہ بعض علماء حنفیہ نے مسئلہ نفاذ قضائے قاضی کا مطلقاً خواہ املاک مرسلہ میں ہو خواہ عقود وفسوخ میں اور خواہ دعوی صادق ہو یا غیر صادق نفی کر دیا ہے لیکن چونکہ روایت اس مسئلہ کی امام صاحب سے نزدیک حنفیہ کے صحیح ہے بایں وجہ پردہ تقلید کے سبب صاف صاف رد نہیں کرتے بلکہ بطرز دیگر اس طرح انکار کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں بسبب شیوع کذب اور رشوت کے قضائے قاضی مطلقا نافذ نہیں ہوتی چنانچہ احمد بن علی آفندی مجالس الابرار میں لکھتے ہیں:

و مما ینبغی ان یعلم ایضاً ان قضاء القاضی بشھادۃ الزور فی العقود و الفسوخ انما ینفذ و یفید الحل اذا اخذ القاضی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القضاء بغير رشوة، و اما اذا اخذ القضا بالرشوة فلا يكو ن قاضياً و لا ينفذ حكمه على ما ذكر فى عا مة الكتب فعلى، هذا لا يو جد فى هذا الز ما ن قا ض ينفذ حكمه اذ قلما يو جد قاض يا خذ القضا بغير الرشوة فا ن القضاء فى هذا الز ما ن ليسعون فى اخذ القضا با لرشوة سعياً بليغاً و يبذ لو ن فى تحصيله ما لًا كثيراً سمو ه باسماء غير الرشوة مع كو ن كله رشوة، فكيف يو جد فيهم قا ض ينفذ حكمه فا نهم با خذ هم القضاء با لرشوة يكو نو ن سبباً لا بطا ل كثير من الا حكا م الشر عية لان كثيراً من امور المسلمين مفو ض الى راء هم و مو قوف على حكمهم و هم اذا اخذ وا القضا بالرشوة لا ينفذ حكمهم فى شىء من المحكو مات الشرعية فيلزم بطلا ن كثير من امور المسلمين، لا سيما النكا ح الذى يكون مفو ضا اليهم، فان لقا ضى الذى اخذ القضاء با لرشوة اذا عقد النكا ح الذى فو ض اليه يكون ذالك النكا ح با طلاً فيلز م ان يكو ن الزو ج و الزوجة زا نيين ماداما تحت ذا لك النكا ح و ليس هذا الا لكثرة مجتهم للد نيا و قلة مبالا تهم فى الدين فا نهم بغلة غفلتهم عن ا لآ خرة يأ خذ ن القضاء با لرشوه ولا يبا لون يكو نهم ملعو نين بلعن رسول الله ﷺ بل يفتخرو ن به ۔ الى آ خر ما قال

(ترجمہ۔ اور یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ قاضی کا حکم جھوٹی گواہی سے عقود اور فسوخ میں جب نافذ ہوتا ہے اور حلت کا فائدہ دیتا ہے کہ قاضی کو عہدہ قضا بغیر رشوت ملا ہو اور اگر قضا رشوت دے کر لی ہے تو نہ وہ قاضی ہے اور نہ اس کا حکم نافذ ہے، چنانچہ تمام کتابوں میں مذکور ہے۔ اس روایت کے موافق اب اس زمانہ میں ایسا کوئی قاضی نہیں ہے جس کا حکم نافذ ہو کیونکہ بہت کم تر قاضی ہیں جن کو قضا بدون رشوت کے مل جاوے۔ بے شک اس زمانہ کے قاضی رشوت دے کر قضا لینے میں نہایت درجہ کی سعی کرتے ہیں اور قضا کے لئے خوب مال خرچ کرتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا نام سوائے رشوت کے کچھ اور رکھ چھوڑا ہے باوجودیکہ سب رشوت ہے۔ پھر کہاں ہے ایسا قاضی جس کا حکم نافذ ہووے کیونکہ قاضی تو رشوتوں سے قضا لے کر بہتیرے احکام شرعی باطل کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اکثر امور مسلمانوں کے ان کی رائے پر مفوض اور ان کے حکم پر موقوف ہیں۔ اور انہوں نے جب قضا رشوت دے کر لی تو ان کا حکم کسی فیصلہ شرعی میں نافذ نہیں ہوتا، تو اب مسلمانوں کے بہتیرے امور باطل ہوتے ہیں۔ خاص کر نکاح جو ان کی طرف مفوض ہے۔ بے شک جس قاضی نے رشوت دے کر قضا حاصل کی ہے جب وہ کسی کا عقد نکاح کرے گا جو اس کی طرف مفوض ہے تو وہ نکاح باطل ہوگا۔ اب یہ لازم آتا ہے کہ دونوں خاوند جورو زانی ہوں جب تک اس نکاح میں رہیں۔ اور یہ حال اس لئے ہے کہ دنیا کی محبت بہت ہے اور دین کی پرواہ کمتر ہے کیونکہ یہ قاضی آخرت سے خوب غافل ہو کر قضا کو رشوت سے حاصل کرتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ ان پر رسول مقبول ﷺ کی لعنت پڑتی ہے بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ تمام ہوا ترجمہ عبارت مجالس الابرار کا)۔

بموجب اس بیان کے کوئی نکاح بھی صحیح نہیں رہتا اور جملہ نکاح زنا ہوئے جاتے ہیں۔ بڑی حیرانی کی بات ہے کہ نفاذ قضا ہو تو ایسا کہ پرائی جورو بھی حلال و طیب ہو جاوے، اور عدم نفاذ ہو تو ایسا کہ کوئی نکاح اس زمانہ کے قاضیوں کا کیا ہوا صحیح نہ رہے، اور محض سفاح اور زنا ہو جاوے۔

گہ چنیں بنا ید و گہ ضد ایں
زین تناقض ای اخی دوری گزین
دست را اندر احد و احمد بزن
این چنین تقلید را از خود بکن

واضح ہو کہ اگر غور اور امعان نظر سے دیکھا جاوے تو معلوم ہووے کہ قائل ہونا مسئلہ نفاذ قضا ظاہراً و باطناً کا درصورت کذب ایسا غلط فاحش قول ہے کہ تمام ابواب فقہیہ اور اغراض شارع علیہ السلام کے اور نیز حکمت الٰہیہ کے خلاف ہے جس کے باعث تحلیل ما حرّم اللہ اور ارتکاب اشد کبائر یعنی اتلاف اور اخذ حقوق غیر لازم آتا ہے جو مقصود شارع کے بالکل مخالف ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حکام اور قضات کو پروردگار نے انصاف اور عدل کے قائم کرنے کو معین اور مقرر فرمایا ہے اور مخلوقات

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے معاملات کا انہیں پر دارو مدار رکھا ہے۔ پس اگر حکام اور قضات کو وسیلہ اتلاف اور اخذ حقوق غیر کا کیا جاوے تو ایسا ہے جیسا کہ عبادت کو وسیلہ گناہ کا، اور فی الحقیقت کیسی خست اور دنائت کی بات ہے کہ مدعی کاذب دغا اور فریب اور مکر سے حقوق غیر کا اخذ کرنا چاہتا ہے اور اپنے ایمان کو بیچتا ہے اور اللہ تعالی کے عدل کو ظلم کے واسطے ذریعہ کرتا ہے کیونکہ قدرت حکومت کی قضات اور حکام کو اللہ تعالی نے اسی واسطے دی ہے کہ عدل قائم کیا جاوے اور ظلم دفع کیا جاوے۔ پس جو شخص قدرت اور حکومت قضات دائمہ؟ کو عدل کے میٹنے میں اور ظلم کے قائم کرنے میں صرف کرے تو قلب موضوع اور خلاف مقصود شارع ﷺ کا لازم آتا ہے۔ پس اس قسم کے مسئلہ کا قائل ہونا سوائے اتلاف حقوق خلق اللہ کی تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت الہی میں کرنا ہے، اور ظلم کو عدل کی صورت میں ظاہر کرنا جیسا کہ کوئی قرآن شریف کو درمیان دے کر دغا کرے۔ پس بسبب ایسی ایسی خباثتوں اور خسائس کے قول کرنا اس مسئلہ کا یا بذریعہ اس کے حقوق مسلمین کا اخذ کر لینا اور مال غیر کھا جانا اور اس میں تصرف کرنا اشد کبائر ہے، اور ایسا حیلہ کرنا شیطان کا فریب کہ اللہ تعالی کی حرام کی ہوئی چیز کے حلال کرنے کو شامل ہے اور ایسا باطل حیلہ ہے کہ جس کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ پس ایسے حیلہ اور ذریعہ باطل سے جو اخذ حقوق غیر کیا جاوے تو حقوق غیر کیونکر حلال ہو جاویں گے۔ اس واسطے کہ حیلہ دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ کہ امور خیر کا ذریعہ بنیں، جیسا کہ اگر ظالم حق نہیں دیتا تو اس سے حق کا چھوڑنا اور مظلوم کو ظالم سرکش کے ہاتھ سے بچانا۔ اور دوسرے وہ حیلے ہیں جن سے حرام چیزوں کا حلال ہونا اور مظلوم کو ظالم کر دینا اور ظالم کو مظلوم بنا دینا اور حق کو باطل اور باطل کو حق کرنا پایا جاتا ہو

قال الامام احمد لا یجوز شیء من الحیل فی ابطال حق مسلم

یعنی جو حیلے کہ مسلمان کا حق باطل کرتے ہوں ان میں سے کچھ بھی درست نہیں پس جو شخص اس طرح کا جھوٹا دعوی جھوٹے گواہوں سے قاضی کے یہاں کرتا ہے وہ دغا بازی کرتا ہے اللہ تعالی اور حکام اور آئمہ اور عامہ مسلمین سے، اور یہ کام منافقین کا ہے۔ فرمایا اللہ تعالی نے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یخا دعو ن اللہ و الذ ین آ منوا و ما یخدعو ن ا لا انفسھم

(دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو)۔

ان المنا فقین یخا دعو ن اللہ و ھو خا دعھم

(منافق جو ہیں دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دے گا)۔

و ان یریدوا ان یخدعو ك (اور اگر وہ چاہیں کہ تجھ کو دغا دیں)۔

پس بموجب ان آیات کے یہ خداع اس جھوٹے مدعی کا اس پر ہی لوٹ کر جاوے گا یعنی تصرف کرنا اس چیز میں جو جھوٹے دعوی اور جھوٹے گواہوں سے لے گئے ہیں اس کو دوزخ میں لے جاوے گا۔ پس جس طرح پر قائل لا الہ الا اللہ و محمد رسو ل اللہ کا جو حقیقت اس جملہ سے مقصود ہے اس کا ارادہ نہ کرے صرف اسکے حکم اور ثمر کا قصد کرے تو فریب دینے والا اور منافق ہے، اسی طرح جو شخص روبرو قاضی اور امام کی کہتا ہے کہ میں نے بیچا اور خریدا اور طلاق دی اور نکاح کیا اور خلع کیا اور اجارہ دیا اور مساقات کی اور قرض لیا یا دیا وغیر ذالک اور ان الفاظ کی حقیقت شرعیہ کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ خلاف اور مغائر باتیں جن کے واسطے وہ الفاظ مشروع نہیں ہوئے ان کا ارادہ کرتا ہے تو کیونکر وہ فریب اس کا ما حر م اللہ کو حلال کر دیوے گا منافق اور اس میں اتنا ہی فرق ہے کہ منافق اصل ایمان میں فریب دینے والہ ہے اور مدعی کاذب معاملات اور اعمال میں۔

قا ل الشیخ ا لا ما م ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر ھذا ضرب من النفاق فی حدود اللہ و آ یا تہ کما ان ا لا ول نفاق فی اصل ا لا یما ن ۔ (یعنی یہ ایک قسم نفاق کی ہے خدا تعالی کی آیتوں اور حدوں میں جیسا کہ اول قسم نفاق ہے اصل دین میں)۔

دیکھو بیع عینہ کو کہ جو ایک مسئلہ فقہیہ ہے، شارع علیہ الاسلام نے اس کو حرام کیا ہے حالانکہ اس میں فقط اتنا ہی ہوتا ہے کہ ایک روپئہ کی اپنی شیٔ مملوک چھ روپئہ کو مثلا بیچتا ہے۔ حضرت انسؓ نے بیع عینہ کے باب میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالی کو فریب نہیں دیا جاتا۔ اب دیکھو کہ صحابہ نے ایسے عقد کو جو ظاہر میں بیع اور مقصود اس سے سود ہو، خدا تعالی کو فریب دینا ٹھہرایا، یہ دعوی کذب مدعی کا معہ شہادت زور کے اللہ تعالی علام

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغیوب کو کس طرح فریب دے سکے گا۔ یعنی جو شیء اس ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیونکر حلال ہو جاوے گی۔ اور جو شخص ایسے قول بولے جن کے لئے شارع نے حقائق اور مقاصد مقرر فرمائے ہیں مثلاً وہ کلمہ جس سے فرج حلال ہوتی ہے کہے، یا عہد و میثاق زبان سے کرے، اور اس کی مراد ان الفاظ سے وہ حقائق اور مقاصد نہ ہوں جن کے لئے وہ موضوع ہیں اور بنائے گئے ہیں، بلکہ اس کی نیت مثلاً رجعت سے یہ ہو کہ عورت کو ستاوے، یا نکاح اس لئے کرے کہ طلاق دینے والے پر اس کو حلال کر دے، اس لئے نہ کرے کہ اس کو بی بی بناوے، یا بیع جائز طور کی کرے اور اس کا مقصود اس سے سود ہو، تو اس طرح کا شخص ان لوگوں میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ پس یہ مدعی کاذب معہ اپنے شاہدوں زور (جھوٹے) کے قاضی اور امام سے ٹھٹھا کرنے والا ہو۔ یہ ٹھٹھہ اس کا حق غیر اور ما حرم اللہ کو کیونکر حلال کر دے گا۔ ابن ماجہ میں ہے:

عن ابی موسی ا لا شعری قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ما بال اقوا م یلعبون بحدود الله و یستهزؤن بآ یا ته طلّقتك راجعتك طلّقتك را جعتك (یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کیا حال ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے کھیلتے ہیں اور اس کی آیتوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں کہ تجھے طلاق دی، تجھ سے رجعت کی، تجھے طلاق دی، تجھ سے رجعت کی)۔

دیکھو اس حدیث میں جو شخص کہ ان حدود کو زبان سے کہے اور ان حقائق اور مقاصد کا جن کے لئے یہ مشروع ہوئے ہیں ارادہ نہ کرے، اس کو خدا تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کرنے والا اور کھیلنے والا فرمایا، تو یہ مدعی معہ اپنے شاہدوں زور (جھوٹے) کے مستہزئین میں کیونکر شمار نہ ہوگا۔ اور دیکھو اللہ تعالیٰ نے اصحاب باغ ضروان کا حال اپنے کلام پاک میں مذکور فرمایا ہے۔ ان کو جو عذاب ہوا اس کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے مسکینوں کے حق دور کرنے کا حیلہ کیا تھا جس کی سزا ان پر یہ ہوئی کہ

فطاف علیها طائف من ربّك و هم نائمون فاصبحت كالصّریم (یعنی پھر گیا اوپر اس کے پھرنے والا، یعنی عذاب الٰہی پروردگار تیرے کی طرف سے، اور وہ سوتے تھے۔ پھر فجر کو وہ ہو گیا جیسے ٹوٹ چکا)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ اصحاب ضروان کا اتنا حیلہ بھی اخذ حقوق مساکین میں مردود ہوا تو مدعی کاذب کا جھوٹ معہ اس کے شاہدون زور کے کیونکر مردود نہ ہوگا اور ما حرم اللہ کو کیونکر حلال کر دے گا۔ اور دیکھو اللہ تعالی نے اصحاب سبت کا احوال بندر ہو جانے کا بیان فرمایا ہے کہ جب انہوں نے اللہ کی حرام کی ہوئی چیز کو یعنی ہفتہ کے دن شکار کو حیلہ کی راہ سے مباح کر لیا اس طرح کہ جمعہ کے روز جال لگا آتے اور جب اس میں شکار پڑ جاتا تو اتوار کو اسکو پکڑ لیتے۔ اور اس معاملہ کو انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے جھٹلانے اور توریت پر ایمان نہ لانے کی جہت سے حلال نہیں جانا تھا، بلکہ یہ حلال جاننا صرف تاویل اور حیلہ کا تھا۔ اسی واسطے وہ لوگ بندر ہو گئے کیونکہ بندر کی صورت میں انسان کی شکل کی مشابہت ہے اور اس کی بعض صفتیں بھی انسان کی مشابہ ہیں مگر حقیقت بندر کی انسان کے مخالف ہے، اور ایسا ہی ان کا فعل تھا کہ ظاہر میں تو شکار سے بچنا تھا اور باطن میں حد سے تجاوز کرنا۔ غرض کہ جب ان لوگوں حد سے بڑھنے والوں نے اللہ تعالی کے دین کو مسخ کر دیا، اس طرح کہ ایسی چیز کو پکڑا کہ بعض ظاہر کی باتوں میں دین کے مشابہ ہو، نہ حقیقت میں، تو اللہ تعالی نے بھی ان کو ٹھیک ویسا ہی بدلا دیا کہ بندر کر دیا، جو ظاہر کی بعض باتوں میں انسانوں کے مشابہ ہیں، نہ حقیقت میں۔ اور توضیح اس کی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے خدا تعالی کی نافرمانی سود وغیرہ کے کھانے سے کی جس کا اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے اور یہ جرم روز معین میں شکار کرنے کی نسبت بہت بڑا ہے اس لئے کہ ہماری شریعت میں سود حرام ہے اور شنبہ کے دن میں شکار کرنا حلال، پھر بھی بنی اسرائیل کو سود کھانے اور ظلم کرنے پر صورت بدلنے کی سزا نہ ملی جیسی حیلہ سے حرام کو حلال جاننے پر سزا دی گئی اس لئے کہ صورت دوم میں ان کا حال منافقوں کا سا ہو گیا کہ برا کام کیا اور اس کو برا نہ سمجھے تو دوخرابیاں جمع کیں۔ ایک برا کرنا، دوم اعتقاد کا بگاڑ۔ اسی جہت سے جرم میں بڑے ٹھہرے، کیونکہ جو شخص نافرمانی کے ساتھ اس کے حرام ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ خدا تعالی اور اس کی آیتوں پر ایمان رکھتا ہے اور عقوبت سے ترساں اور مغفرت کا متوقع ہے، ممکن ہے کہ توبہ کر لے اور توبہ اس کو خیر و رحمت پر پہنچا دیوے۔ لیکن یہ مدعی کاذب بعد اخذ حقوق مسلمین کے جبکہ ان حقوق کی حلت کا اپنے حق میں معتقد ہوگا تو پھر توبہ کیسی۔ اب اس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے نحوست گناہ سے نکلنے کی توقع نہیں کی جاتی تو دیکھو کہ اصحاب سبت نے اپنے حیلہ سے تحصیل اس مال کی جو کسی کی ملکیت میں بھی نہ تھا کرنی چاہی تھی، جس پر ان کو یہ سزا ہوئی تو مدعی کاذب معہ اپنے شاہدوں زور کے کہ قضائے قاضی کو جو موضوع ہوئی ہے عدل اور انصاف کے واسطے ظلم اور التساف کے واسطے مشروع اور موضوع کئے لیتا ہے اور جھوٹ اور فریب کا جال لگا کر اخذ حقوق غیر کرتا ہے، تو یہ تحصیل مال مسلمین اور اس میں تصرف کرنا اس کو کیونکر حلال ہوگا۔

اور دیکھو حدیث صحیح متفق علیہ میں آیا ہے:

انّما الاعمال بالنّیّات و انّما لکلّ امرء ما نوی۔

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ثواب اعمال نیتوں سے ہے اور ہر ایک مرد کو وہ ہے جو اس نے نیت کی)

درحالیکہ اللہ تعالیٰ اس مدعی کاذب کی نیت اور کذب کو جانتا ہے اور خود مدعی بھی اپنے دروغ اور فریب کو پہچانتا ہے، اور گواہ جھوٹے بھی اپنے کذب سے واقف ہیں، تو ایسے جھوٹ سے جو اخذ حقوق غیر کیا گیا ہے خواہ عقود وفسوخ میں ہو، یا املاک مرسلہ میں، کیونکر حلال ہو جاوے گا۔ ان ھذا لشی عجاب

اور جب طریق تحصیل حرام ہوا، تو تصرف بھی حرام ہی رہے گا، کیونکہ اخذ اور تحصیل شیء سے مقصود اور مراد تصرف ہی ہوا کرتا ہے، نہ نفس اخذ۔ اور دیکھو حدیث میں آیا ہے:

روی عمر و بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی ﷺ قال البیعان بالخیار حتی یتفرّقا الا ان یّکون صفقة خیار ولا یحلّ له ان یفارقه خشیة ان یستقیله رواه اهل السّنن و حسنه الترمذی (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دو خرید و فروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک کہ ایک دوسرے جدا ہوں مگر یہ کہ معاملہ جا کڑ کا ہو اور ان میں سے کسی کو حلال نہیں کہ اس خوف سے علیحدہ ہو جاوے کہ کہیں دوسرا اپنی چیز نہ پھیر لے۔ روایت کیا اس کو حدیث کو سنن والوں نے اور ترمذیؒ اس کو حسن کہا ہے)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اس امر کو حرام فرمایا کہ جدا ہونے والا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی بیع توڑنے کو روکے، اس لئے کہ اس نے جدا ہونے سے وہ قصد کیا جو عرف میں جدائی سے نہیں ہوا کرتا، کیونکہ اس نے جدائی سے اپنے بھائی کا اختیار باطل کرنا چاہا، حالانکہ جدائی اس لئے مقرر کی گئی تھی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام کو چلا جاوے، تو اس نے خلاف مقصود شارع ﷺ کے کیا جس کو حضرت ﷺ نے حرام فرمایا، تو مدعی کاذب کو کہ جس کی نیت اور ارادہ میں اخذ حقوق غیر ہے، تصرف کرنا حقوق غیر میں کیونکر حرام نہ ہوگا۔ اور دیکھو

عن ابن عباس قال بلغ عمر ان فلانا باع خمراً فقال قاتل الله فلا نا الم یعلم انّ رسول الله ﷺ قال قاتل الیهود حرّ مت علیهم الشحوم فجملو ها فبا عو ها

(حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ کو خبر پہنچی کہ فلاں شخص نے شراب بیچی ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قتل کرے فلاں کو، کیا اسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قتل کرے اللہ یہود کو کہ حرام کی گئی ان پر چربی پس انہوں نے اس کو پگلایا پھر بیچا)۔

امام خطابیؒ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں لفظ جملو ها کے معنی یہ ہیں کہ اس کو پگلایا، تاکہ پگل کر چکنائی ہو جاوے، اور اس پر سے نام چربی کا جاتا رہے اور جمیل پگلی ہوئی چربی کو کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شئے کا حکم اس کی صورت اور نام بدل بدلنے سے بدلا نہیں کرتا اور چربی والوں کے حیلہ کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی سے کہا جاوے کہ مال یتیم کے گرد نہ پھٹکنا، پس وہ مال بیچ کر اس کے دام وصول کر کے کھا لیوے اور کہے کہ میں نے خود مال یتیم کو نہیں کھایا بلکہ ایک چیز اپنے ذمہ مول لی اور اس کا مالک ہو گیا تو میں نے صرف اپنا مال کھایا ہے۔ ایسا ہی یہ مدعی کاذب مال غیر کو اپنا مال کر لیتا ہے اور نام ظلم کا عدل رکھتا ہے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ کوئی شخص کسی عورت سے محبت رکھے اور اس وجہ سے کہ وہ عورت اس پر حرام ہو اس لئے شہادت زور اور قضائے قاضی کو حیلہ اور ذریعہ کر کے کہے کہ میرا نکاح اس عورت سے ہو گیا ہے حالانکہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوا، تو وہ عورت اس کو کیونکر حلال ہو جاوے گی کہ ان دونوں کا دل جانتا ہے کہ وہ اس کی عورت نہیں اور وہ اس کا خاوند نہیں۔ یا اسی حیلہ اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسیلہ باطل سے مال کسی محتاج کا کھا جاوے تو وہ کیونکر اس کو حلال ہو جاوے گا۔ اللہ تعالی نے حرام چیزوں کو اس لئے حرام فرمایا ہے کہ دل پرہیز کریں اور ایمان کی تندرستی اور قوت بنی رہے جیسا کہ طبیب حاذق مریض کو مضر چیزوں سے منع کر دیا کرتا ہے تو اگر اس مضر چیز کے کھانے کے واسطے مریض اس کی صورت یا نام بدلنے سے طبیب سے کھانے کا حیلہ کرے اور وہ طبیب بسبب بدلنے نام اور صورت کے اس کو اجازت دے دیوے تو اس سے کیا ہوتا ہے۔ حقیقت اور طبیعت اس شئے کی تو بدستور رہی اور بے شک وہ مرض کو بڑھاوے گی اور ہلاک کا اندیشہ ہے۔ علی ہذا القیاس یہ دعوی کذب اور شہادت زور کہ جس کو لباس صدق ظاہر میں پہنا یا گیا اور صورت اس کی بدلی گئی اور قاضی کے یہاں مقبول ہوگئی عند اللہ کیونکر مقبول ہوگی اور ما حرم اللہ کو کیونکر حلال کر سکتی ہے اور اسی وجہ سے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فانما اقطع له قطعة من النّار جس کی شرح آگے آتی ہے۔

اہل انصاف اگر ابواب شریعت کو غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ ایسے کاذب اور فریبیوں کے مقصود کو شریعت باطل قرار کر دیتی ہے اور ان کے مقصود کے خلاف ان سے پیش آتی ہے۔ چند مثالیں اس کی لکھی جاتی ہیں۔ مثلاً

جو شخص میراث کے حیلہ سے مورث کو قتل کر دے تو شارع ﷺ نے قاتل کو میراث بالکل نہیں دلائی اور محروم عن المیراث کر دیا اس لئے کہ باطل طور پر اس کے لئے حیلہ کیا۔

یا جو شخص کسی کے واسطے مال کی وصیت کرے اور وہ وصیت کرنے والے کو مار ڈالے تو اس کے حق میں وصیت باطل ہو جاتی ہے۔

اور اگر آقا اپنے غلام کو مدبر کرے اور وہ جلد آزاد ہو جانے کے واسطے آقا کو مار ڈالے اس کے حق میں مدبر ہونا باطل ہوگا۔

اور اگر کوئی بیمار اپنی بی بی کو اپنی میراث نہ ملنے کے حیلہ سے طلاق دے دے اس صورت میں عورت جب تک عدت میں رہے گی مرد کی وارث ہوگی۔

یا کوئی مریض اپنے وارث سے مال کا اقرار کر لے تو یہ امر باطل ہوگا کیونکہ وہ اقرار کو وصیت کا بہانہ کرتا ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دیکھو کہ اللہ تعالی نے ان لوگوں کو جنہوں نے حرام شکار پر حیلہ کیا تھا مسخ اور صورت بدلنے کی سزا دی اور جس شخص نے لوگوں کے مال پر سود سے حیلہ کیا اس کی سزا مال کے کھو دینے سے کی چنانچہ فرمایا:

یمحق اللہ الر با و یر بی الصد قا ت

(یعنی مٹاتا ہے اللہ سود اور بڑھاتا ہے خیرات)۔

اور جھوٹ بولنے والے کی سزا یہ ہوئی کہ اس کی کلام لغو ہو اور اسی پر واپس کی جاتی ہے۔ اور غنیمت میں سے خیانت کرنے والے کی سزا یہ ہووے کہ اپنے حصہ سے محروم رہے اور اس کا مال جلا دیا جائے اور جو شخص حرم میں شکار کرے اس کی سزا یہ ہوئی کہ اس کے شکار کا کھانا حرام ہے اور ویسے ہی جانور کا تاوان اس سے لیا جاتا ہے۔ اور جو شخص اس کی بندگی اور اطاعت سے تکبر کرے اس کی سزا یہ مقرر کی کہ اس کو اپنی بندگی اور طاعت والوں کا غلام بنایا اور جو شخص راستہ کو پر خوف کر کے رہزنی کرتا ہے اس کی سزا یہ ٹھہرائی کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں اور جلا وطن کر کے اس پر سب راستے بند کر دیئے جاویں کہ جہاں نکلے وہاں خوف زدہ نکلے۔ اور جس شخص کا روح اور بدن زنا اور حرام سے لذت پاوے اس کی سزا یہ مقرر کی کہ اس کے بدن کو کوڑے سے درد پہنچایا جاوے تا کہ تکلیف وہاں پہنچے جہاں لذت پہنچی۔ اور اس شخص کی سزا جو دوسرے کے گھر میں جھانکے، یہ مشروع کی کہ اس کی آنکھیں پھوڑ دی جاویں، غرض کہ ہر خیانت کرنے والے کو سزا وہ دی کہ اس کے مکر کو باطل اور نکما کر دیا اب دیکھو حضرت آدمؑ کو کہ جب درخت میں سے کھانے کے باعث نافرمانی کی تو ان کو جنت میں سے نکال دینے کی سزا دی اس لئے کہ ان کو اس کے کھانے سے جنت میں ہمیشہ رہنے کی طمع تھی۔ اور ناپ اور تول کی کمی پر یہ سزا مقرر فرمائی کہ امام اور قاضی کم کرنے والوں سے جس قدر کم کیا ہو اس کا دوگنا زبردستی لے لیوے۔..

اور جو کوئی اس کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے منہ پھیرے اور ہدایت کو ان کے سوا میں تلاش کرے تو اس کی سزا یہ کی کہ دروازہ ہدایت کے اس پر بند کر دیئے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے

عن علیؑ من ابتغی الھدی فی غیرہ اضلّہ اللہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو ترے در سے آشنا نہ ہوا
مثل سگ اس کو در بدر دیکھا

جب ان سزاؤں پر غور کیا جاوے تو بالضرور ہر شخص منصف سمجھ لیوے گا کہ جو شخص تحلیل ما حرم اللہ اور اخذ حقوق غیر بوسیلہ دعوی کذب اور شہادت زور کے کیا چاہتا ہے اور قضائے قاضی و امام کو جو محض واسطے عدل اور انصاف کے موضوع ہوئی ہے واسطے ظلم اور اعتساف کے کئے لیتا ہے تو اللہ تعالی لطیف اور خبیر حکیم و بصیر اس مدعی کاذب پر اموال غیر کو ہرگز ہرگز حلال نہ فرماوے گا بلکہ اشد حرام اور سخت تر گناہ کبیرہ رکھے گا۔ ..

اور جب کہ.. بیان ماسبق سے اہل انصاف کو ثابت ہوا کہ مدعی کاذب کو بشہادت زور اخذ حقوق غیر حرام ہے اور ممنوع، اور نیز اس میں کرنا تصرف کا ہرگز درست اور روا نہیں ہوسکتا، تو اب ہم کہتے ہیں کہ مدعی کاذب کو قاضی کے یہاں مقدمہ کاذب کا لے جانا اور قاضی کی قضا اور حکم کا حاصل کرنا بہ نسبت اس مدعی کے حرام ہے اور ممنوع، کیونکہ مدعی کاذب قضائے قاضی کو ذریعہ اور وسیلہ اخذ حقوق غیر اور تحلیل ما حرم اللہ کا گردانتا ہے اور شارع ﷺ نے اپنی جملہ شرائع میں ایسے ذرائع اور وسائل اور حیل کو حرام اور منہی عنہ فرمادیا ہے اور سد ذرائع کردیا ہے کما سیاتی مفصلا۔ پس اس مدعی کے حق میں یہ قضا ممنوع اور منہی عنہ مسدود رہے گی اگرچہ قاضی اور امام کی نسبت وہی قضا واجب ہے کیونکہ اس کو علم غیب ہے نہیں اور ظاہر میں شاہدوں سے ثبوت کامل حسب شرائط قضا پہنچ چکا تو اس پر ظاہر میں حکم کردینا بموجب ثبوت کے واجب ہوگیا۔ کیونکہ قضا اس کی اسی واسطے موضوع اور مشروع ہوئی ہے کہ بعد ثبوت کامل حکم کے اور قضا کردیوے، اور یہی معنی ہیں اس بات کے کہ قضا قاضی کی ایسی صورت کذب میں بظاہر نافذ ہوتی ہے نہ باطن میں یعنی فیما بین اللہ تعالی اور مدعی کے۔ اب دیکھو کہ شارع ﷺ نے ذریعوں کو حرام کے بتما مہا حرام فرمایا ہے خواہ ان سے حرام کا قصد کیا جاوے یا نہ کیا جاوے تو ما نحن فیہ میں کہ مدعی کاذب قضائے قاضی کو ذریعہ اور وسیلہ اخذ حقوق غیر کا کرتا ہے تو اس کے حق میں قضا قاضی کی مسدود اور منہی عنہ رہے گی اگرچہ قاضی کو اس قضا کا نافذ کرنا جائز ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن سے سد ذرائع کا اہتمام شارع کی طرف سے واضح ولائح ہو جاوے:

دیکھو اللہ تعالی نے مشرکین کے معبودوں کو گالی دینے سے منع فرمایا کیونکہ ان کو گالی دینا اس بات کا ذریعہ ہے کہ مشرکین بسبب دشمنی اور کفر کے خدا تعالی کو گالی دیں گے۔ اور حدیث میں آیا ہے:

انّ من اکبر الکبا ئر شتم الرّ جل وا لدیه قا لوا و هل یشتم الرّجل وا لدیه قا ل نعم یسبّ ابا الر جل فیسبّ اباه و یسبّ امه فیسبّ امّه

(یعنی تحقیق سب سے بڑا کبیرہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دیوے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں دوسرے شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے وہ اس کے باپ کو برا کہتا ہے اور دوسرے کی ماں کو برا کہتا ہے تو وہ اس کی ماں کو برا کہتا ہے)۔

چونکہ ماں باپ کی گالی کا ذریعہ یہ شخص خود ہوا تو نبی ﷺ نے اس کے ذریعہ ہونے کو اکبر الکبائر فرمایا۔

اور شراب کا ایک قطرہ حرام فرمایا گو اس سے شراب کی سی خرابی نہیں ہوتی مگر اس سبب سے کہ تھوڑی کا پینا ذریعہ بہت کے پینے کا ہوتا ہے تو ایک قطرہ کو بھی حرام کر دیا۔

اسی طرح اس کو سرکہ بنانے کے لئے روک رکھنا حرام فرمایا اور اس کو نجس ٹھہرایا اور دو خلطیوں سے منع فرمایا اور عصیر اور نبیذ کے پینے سے تین دن کے بعد اور برتنوں میں نبیذ بنانے سے نہی کی۔

اور اجنبی عورت سے خلوت اور اس کے ساتھ سفر کرنا اور بدون حاجت کے اس کی طرف دیکھنے کو حرام کیا

اور عورتوں کو مسجد کی طرف جانے وقت خوشبو لگانے سے منع فرمایا، اور نماز میں ان کو سبحان اللہ کہنے سے منع فرمایا اور تصفیق یعنی تالی بجانا مقرر کیا۔

اور عدت والی عورت کو زینت اور خوشبو اور زیور سے منع فرمایا، اور حالت عدت میں مرد کو کھلا کھلے پیغام نکاح کا دینے سے منع فرمایا گو نکاح بعد عدت گذرنے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہی ہو جاوے۔

اور قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع فرمایا اور قبروں کے اونچا کرنے اور کنگرہ دار بنانے سے منع کیا اور ان کے برابر کرنے کا حکم کیا اور ان پر عمارت بنانے اور گچ کرنے سے اور ان کی طرف کو اور ان کے پاس نمازیں پڑھنے سے اور چراغ جلانے سے منع فرمایا اس لئے کہ ان کے بت ٹھہرانے کا ذریعہ اور وسیلہ بند ہو جاوے۔

اور آفتاب نکلنے اور ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے سے نہی فرمائی اس لئے کہ ان دونوں وقت میں کافر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔

اور بیع صرف میں باہم قبضہ کرنے سے پہلے جدا ہونے کو منع فرمایا اور سلف اور بیع کو ایک ساتھ جمع کرنا حرام ٹھہرایا۔

اور اس قرض سے منع فرمایا جس سے نفع حاصل ہو اور قرض دینے والوں کو قرض لینے والے کا ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمایا۔ سنن ابن ماجہ میں ہے:

قال سئلت انس بن ما لك الر جل منا يقر ض اخا ه المال فيدى اليه فقال قال رسول الله ﷺ اذا قر ض احد كم قر ضا فاهدى اليه او حمله على الدا بة فلا يركبها ولا يقبله ا لا ان يكو ن جرى بينه و بينه قبل ذا لك ۔

(یعنی یحی بن ابی اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے انسؓ بن مالک سے پوچھا کہ ایک آدمی ہم میں سے اپنے بھائی مسلمان کو قرض دیتا ہے پھر وہ قرضدار اس کے پاس ہدیہ بھیجتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی قرض دیوے پھر قرضدار اس کے پاس ہدیہ بھیجے یا سواری پر چڑھا دے تو اس پر سوار نہ ہو اور نہ ہی ہدیہ قبول کرے مگر اس صورت میں کہ پیشتر سے ان دونوں میں یہ معاملہ جاری ہو)

اور عورتوں کو منع فرمایا اس سے کہ پاؤں ماریں اور مردوں اور عورتوں کو نیچی نگاہ رکھنے کا حکم فرمایا کیونکہ دیکھنا ذریعہ ہے میل اور محبت کا اور وہ ذریعہ ہے ممنوع میں پڑنے کا۔

اور رمضان شریف کا استقبال ایک یا دو روز پیشتر رکھنے سے منع فرمایا۔

اور نکاح میں جمع کرنا بی بی کا اور اس کی پھوپھی کا یا خالہ کا منع فرمایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور لونڈی سے نکاح کرنے کو منع فرمایا
اور منع فرمایا کہ کوئی عورت اپنے نفس کو سوائے آنحضرت ﷺ کے ہبہ کرے
اور منع فرمایا کہ جس آدمی کے حق کا کوئی منکر ہو یا خیانت سے لے لیوے تو وہ اس سے اپنے حق کے مثل خیانت کے طور پر لے گو اول شخص صرف اپنا ہی حق لے یا اس سے کمتر لے۔

بالجملہ جو ذرائع اور وسائل کہ بظاہر درست اور حلال ہی معلوم ہوتے ہیں ان کو بھی شارع ﷺ نے ممنوع فرما دیا ہے اور بند کر دیا ہے تو یہ قضائے قاضی جس کو مدعی کاذب واسطے اخذ حقوق غیر کے ذریعہ اور وسیلہ گردانتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس مدعی کے درمیان میں یعنی باطن میں کیونکر نافذ ہوگی۔

قو له ۔ ہاں یہ مسلّم کہ طریق حصول ملک گناہ کبیرہ ہے۔ الخ۔

اقول ۔ العجب کل العجب کہ ایک شئے وجہ حرام اور گناہ کبیرہ سے حاصل کی جاوے اور پھر بھی وہ حلال اور طیب رہے، ایسی بات کا قائل ہونا بجز آپ کے کسی اہل اسلام سے ہم کو متوقع نہیں۔ اغلب کہ آپ کے نزدیک کسبیوں وغیرہ کی خرچی اور دیگر جو روپیہ اور اموال وجوہ حرام سے حاصل کیا جاوے وہ سب حلال وطیب ہی ہوگا۔ شاباش حنفیت ہو تو ایسی ہو:

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اور اس سے اور بڑھ کر ارشاد ہوتا ہے کہ (در بارہ عدم نفاذ قضا یہ حدیث کدھر سے نص ہوگئی)۔

و لنعم ما قیل

اگر صد بات حکمت پیش نادان
بخوانند آیدش بازیچہ در گوش

حضرت من! کتاب اللہ اور سنت صحیحہ متفق علیہ قطعی الدلالۃ بمعنی مذکورہ سابقہ اس مسئلہ کی نفی بآواز بلند بالتنصیص کر رہی ہیں لیکن القاء سمع اور شہود قلب درکار ہے۔ سنیئے اور دیکھئے

قال الله تبارك و تعالى :

و لا تأكلوا اموا لكم بينكم بالبا طل و تدلوا بها الى الحكا م

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لتأ كلوا فر يقاً من اموا ل النّا س بالا ثم و انتم تعلمو ن ۔

(یعنی نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق اور نہ پہنچاؤ انہیں حاکموں تک کہ کھا جاؤ کاٹ کر لوگوں کے مال میں سے مارے گناہ کے اور تم کو معلوم ہے)

اگر اور کوئی تفسیر نہیں دیکھی تو انوار التنزیل بیضاوی ہی کو دیکھئے لکھا ہے:

قوله تعا لی و لا تأ كلوا اموا لكم بينكم بالبا طل ۔ اى و لا يأكل بعضكم مال البعض با لوجه الذى لم يبحه الله و بين نصب على الظر ف او الحا ل من الا موا ل۔ و تد لوا بها الى الحكا م، عطف على النهى او نصب باضماران و الا ولاء الالقاء۔ و لا تلقوا حكو متها الى الحكام لتا كلوا بالتحا كم اى با لرّ فع الى الحكا م۔ فر يقا طائفة من اموال النّاس با لاثم بما يوجب اثماً كشهادة الزور و اليمين الكاذبة او متلبسين بالاثم۔ و انتم تعلمو ن، انكم مبطلو ن فا ن ارتكا ب المعصية مع العلم بهااقبح ۔روى ان عبدان الحضر مى ادعى على امرء القيس الكندى قطعة ار ض و لم يكن له بينة فحكم رسول الله ﷺ بان يحلف امر ء القيس فهم به فقرأ رسول الله ﷺ انّ الّذين يشترو ن بعهد الله و ايما نهم ثمناً قليلاً فار تدع عن اليمين و سلم ا لار ض الى عبدا ن فنز لت و هى دليل على ان حكم القا ضى لا ينفذ با طناً ۔

حاصل ترجمہ تفسیر یہ ہے، نہ کھاویں بعض تمہارے مال بعض کے اس وجہ سے کہ نہیں مباح کیا اللہ تعالیٰ نے جیسے چوری اور خیانت اور غصب اور عقود فاسدہ اور کلمہ بین منصوب ہے کیونکہ ظرف واقع ہوا ہے لا تا کلوا کا، یا حال ہے اموال سے اور تد لو بها الى الحكام معطوف ہے اوپر منہی کے یعنی تا کلوا پر معطوف ہے لفظ لا کے تحت میں داخل ہے جس کا حاصل ہوا لا تد لوا بها، یا منصوب ہے بسبب مضمر ہونے ان کے، یعنی اس قبیل سے لا تشر ب اللبن و تا كل السمك اور ادلا کے معنی ہیں پہنچانا اور لے جانا اور ضمیر بہا میں راجع ہے طرف اموال کے اوپر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ حذف مضاف کے کہ وہ حکومت ہے یعنی حکومت اموال کی مت لے جاؤ طرف حکام کے تا کہ کھا جاؤ بسبب اس مرافعہ کے طرف حکام کی ایک ٹکڑا مالوں آدمیوں سے بسبب گناہ کے یعنی بسبب اس چیز کے کہ موجب ہے گناہ کو جیسا کہ گواہی جھوٹی اور قسم جھوٹی اس صورت میں یا کلمہ بالا ثم میں سببیت کے ہوئی یا دراں حالے کہ ملتبس ہو ساتھ گناہ کے اس صورت میں بائے مذکورہ مصاحبۃ کی ہوئی۔ اور تم جانتے ہو کہ باطل اور جھوٹ پر ہو۔ اس واسطے کہ مرتکب ہونا گناہ کا باوجود علم اس کے کے نہایت ہی قبیح ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ تحقیق عبدان بن حضرمی نے امرء القیس کندی پر ایک قطعہ زمین کا دعوی کیا اور عبدان حضرمی کا کوئی گواہ اور بینہ نہ تھا پس حکم فرمایا رسول اللہ ﷺ نے امرأ القیس کو حلف کرنے کا تو امرأ القیس نے قصد حلف کا کیا۔ پس نبی ﷺ نے یہ آیت پڑھی: تحقیق وہ لوگ کہ خریدتے ہیں ساتھ عہد اللہ تعالی اور قسموں اپنی کے مول تھوڑا۔ پس باز رہا امرأ القیس قسم کھانے سے اور تسلیم کیا قطعہ زمین کا عبدان مذکور کو۔ پس تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ آیت یعنی قولہ تعالی لتا کلوا فریقاً دلیل ہے اس بات پر کہ حکم قاضی کا باطن میں نافذ نہیں ہوتا۔ انتہی ترجمہ التفسیر۔

اب دیکھو کہ جو معنی اصطلاحی نص کی کتب اصول سے سابق میں ہم لکھ آئے ہیں اس آیت میں بتمامہا وبعینہ موجود ہیں جس امر کی کوتاہی ہو مؤلف بیان فرمائیں۔

اور حدیث صحیح متفق علیہ قطعی الدلالت سن لیجئے:

قال رسول الله ﷺ انّما انا بشر و انكم تختصمو ن الیّ و لعلّ بعضكم يكو ن الحن بحجّة من بعض و اقضی له علی نحو ما اسمع منه فمن قجيت له بشی من حق اخيه فلا يأ خذ فا نّما اقطع له قطعة من النّار متفق عليه (یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہوں میں مگر آدمی اور تم میرے پاس مقدمہ اور فیصلے لاتے ہو اور شائد کہ بعض تم میں سے حجت میں ہشیار ہو بعضے سے، اور میں جیسا اس سے سنوں گا فیصلہ کردوں گا۔ پھر میں جس کو دوسرے کے حق میں سے دلانے لگوں تو وہ ہرگز نہ لیوے، یہی ہے کہ اس واسطے ٹکڑا آگ کا جدا کئے دیتا ہوں۔ روایت کیا اس حدیث کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اور منتقی میں کہا ہے کہ رواہ الجماعۃ)۔

حاصل ترجمہ حدیث کا یہ ہوا کہ تم اپنے مقدمے میرے پاس لاتے ہو اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعضے وقت کوئی اپنے دعوی میں جھوٹا ہوتا ہے اور مجھ کو وہ اپنے دعوی میں جھوٹا معلوم نہیں ہوتا کیونکہ وہ حجت میں ایسا قوی اور تقریر میں اتنا چست ہوتا ہے کہ میں اس کے دعوی کو سچا گمان کر کے اس کے دعوی کے موافق دلا دیتا ہوں ۔ پھر وہ جو میں اس کو دلاتا ہوں اس کے بھائی کے حق میں سے آگ کا ٹکڑا ہوتا ہے کیونکہ وہ حرام ہوتا ہے دوزخ میں کھینچ لے جاوے گا تو دیکھو نبی ﷺ نے اپنا کلام اس حدیث میں اس لفظ سے شروع کیا کہ میں آدمی ہوں، اس تنبیہ کے واسطے کہ حکم نفس الامر سے غیر مطابق ہوسکتا ہے کہ وہ بشر ہیں ،غیب دان نہیں ہیں۔ دل کے بھید پر جب ہی خبر ہوتی ہے کہ وحی آوے، اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ حکم دینا بجا ہے اس واسطے کہ یہ حکم دینے میں غلطی نہیں ہے کیونکہ حاکم کے ذمہ یہی ہے کہ دونوں مدعی اور مدعا علیہ میں ظاہر کے موافق یعنی جیسا کہ ان کی کلام سن کر معلوم ہو اور جو ان کی حجت سے ثابت ہو حکم کر دے ،۔ یہ نہیں کہ نفس الامری حکم ہو حتی کہ جسکا دعوی جھوٹا ہو اور وہ جھوٹے گواہ گذار دے اور قاضی کو ان کا جھوٹ معلوم نہ ہو اور وہ ان کی گواہی کے موافق بعد ان کی تعدیل کے حکم کر دے تو قاضی کا حکم حق پر ہے اگر چہ وہ دعوی نفس الامر میں ثابت نہیں ۔ پس اس سے صاف اور بالتنصیص ثابت ہوا کہ حکم قاضی کا جھوٹی گواہی سے حرام کو حلال نہیں کر دیتا اور نہ حلال کو حرام اور اس کا حکم ظاہر ہی میں جاری ہوتا ہے نہ باطن میں ۔

اب اگر مولف کے نزدیک یہ حدیث درصورت شہادت زور نفاذ قضا ظاہراً و باطناً کی نفی بالتنصیص نہیں کرتی تو بتلا دے کہ یہ کلام حضرت ﷺ کا

فمن قضیت له بشی من حق اخیه فلا یا خذنه فا نما اقطع له قطعة من النّار

کس واسطے ہے اور حضرت نبی ﷺ نے جو شئے کسی کو اپنے حکم اور قضا سے دلا دی اگر وہ حرام نہیں تو ٹکڑا دوزخ کا کیونکر ہوا۔ بینوا توجروا

اور دلیل عقلی بھی پیش کرتا ہوں جو عدم نفاذ کی مثبت ہے ۔ سنو کہ حقیقت قضا کیا ہے۔ جواب ظاہر کرنا ثابت کا ہے اور غیر ثابت کا ثابت کرنا نہیں ہے اور دعوی عقود وفسوخ میں ثابت نہیں ہوتا درصورتیکہ دعوی کا ذب ہو اور گواہ بھی جھوٹے ہوں تو اب قضا صرف ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نہیں ہوگی، کیونکہ قضا حجت کے موافق

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافذ ہوتی ہے، اور یہ حجت باطن میں تو غلط ہے کیونکہ گواہ جھوٹے ہیں۔ پس فقط ظاہر میں حجت ہے باطن میں نہیں اور مشہود لہ یعنی مدعی بھی اپنا اور گواہوں کا کذب جانتا ہے اور قاضی نہیں جانتا۔ سو قضا ظاہر میں نافذ ہوگی بعد حجت باطن میں نہیں ہوگی۔ بلوغ المرام کی شرح مسک الختام میں لکھا ہے نیچے قول علیہ السلام کے فانّما اقطع له قطعة من النار:

پس جز این نیست کہ می برم و جدا میکنم برائے وی پارہ از آتش دوزخ باعتبار مایؤل از باب مجاز تشبیہ کقوله تعالی:

انّما یأکلون فی بطونهم نارا

حدیث دلیل است بر آنکہ حلال نمی شود بحکم حاکم شئ محکوم بہ برائے محکوم لہ وقتیکہ دعوی او باطل شد در نفس الامر و شہادت کاذب اما حاکم را حکم ظاہر و الزام ان تخلیص محکوم علیہ بحکوم بہ جائز است و نافذ میشود حکم او در ظاہر ولیکن حلال نمی شود بدان حرام وقتیکہ مدعی مبطل و شہادت دروغ بود و بایں رفتہ اند جمہور و ابوحنیفہ خلاف کردہ و گفتہ نافذ میشود ظاہرا و باطنا چنانکہ اگر حکم کند حاکم بشہادت زور کہ این زن زوجہ فلاں است حلال میشود برائے او در سبل گفتہ و استدل بآثار لا یقوم بہا دلیل و بقیاس لا یقوی علی مقاومة النص۔ انتہی

اب یہ فرمائیے کہ یہ حدیث در بارہ عدم نفاذ قضا کدھر سے نص نہیں ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب را چہ گناہ

قوله۔ اب گذارش یہ ہے۔ الخ

اقول۔ اب گذارش یہ ہے کہ اس تطویل لا طائل سے اور قیاسات فاسد و مع الفارق سے آپ کی کار براری معلوم کتاب اللہ اور سنت صحیحہ متفق علیہ قطعی الدلالۃ اور دلائل عقلیہ اور اقوال علماء سے یہ مسئلہ آپ کا غلط فاحش ہو چکا اور بروئے انصاف و قانون مناظرہ اعتراض اہل حق کا حنفیوں پر ضرور وارد ہے اور کوئی مقدمہ آپ کے مقدمات میں کا کتاب و سنت سے بوجہ صحیح ماخوذ نہیں اور سب مقدمات آپ کے مختل اور باطلہ اور فاسدہ ہیں، چنانچہ بہ تفصیل کما ینبغی مبین ہو چکا۔ اور فی الحقیقت یہ ہم کو بخوبی معلوم ہو گیا کہ آپ علم بے تکے میں اقصی درجہ کے کامل ہیں۔ چنانچہ علمائے اہل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انصاف کو حال آپ کے بے تکے کا اس رسالہ سے خصوصاً اس تقریر پرتزویر سے جو مسئلہ قضا سے متعلق ہے، بخوبی روشن و ہویدا ہوا ہوگا۔ اور شائد ہمارے اس بیان شافی وکافی سے آپ کو بھی بشرط القائے سمع وشہود وقلب حقیقت حال ظاہر ہو جاوے۔ ذرہ آنکھیں کھول کر دیکھئے ورنہ خیر انا للہ و انا الیہ را جعو ن

آنکھیں اگر مندی ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اور کولہو کی مثل تو آپ نے خوب یاد کر لی ہے لیکن اس مثل ذیل پر بھی ذرا دھیان فرمائیے کیونکہ یہ تاویلات فاسدہ آپ کی عند العوام والجہلاء ہی کام دیتی ہیں اور عند العلماء اور نیز آخرت میں محض بے سود اور ظلمات ہو جاویں گی۔ مثل یہ ہے

مثلھم کمثلِ الّذی استوقد ناراً فلمّا اضا ء ت ما حو لہ ذھب اللّٰہ بنو رِ ھم و تر کھم فی ظلما تٍ لا یبصرو ن ۔صمّ بکم عمی فھم لا یر جعو ن(بقرہ :۱۷)

دفع دفعہ تاسع

قو لہ ۔ بدلالت و لا تنکحوا ... الی قو لہ ...نہ فرمایا۔

اقول ۔ جواب تو آپ کی اس بات کا اتنا ہی ہے کہ نہی لا تنکحوا میں مجازاً ہے اور مراد اس سے نفی ہے

قا ل فی نور ا لا نوار و النھی عن نکا ح المحارم مجاز عن النفی فکا ن نسخا لعدم محلہ لا ن محل النکا ح و المحلا ت و ھن محر ما ت بالنص ۔

اور اگر جواب تفصیلی منظور ہو تو قبل از جواب دو ایک باتیں اگر آپ سن لیویں تو بڑی عنایت ہو۔ بحکم کلموا الناس علی قدر عقو لھم آپ کی سمجھ کے موافق ہی عرض کرونگا، دقائق علم اصول کو دخل نہ دونگا۔ ان شاء اللہ تعالی ۔

اول ۔ یہ کہ شارع ﷺ نے اکثر امور اپنی شریعت میں ایسے مقرر فرمائے ہیں جن کی اقامت اور تقرر سے کسی غرض کی تحصیل مطلوب ہے اور کسی منفعت کا حصول

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقصود، اور وہ امور از طرف شارع وسائل ان منافع اور اغراض کے مشروع ہوئے ہیں ،اور ذرائع ان فوائد کے موضوع۔ چنانچہ عقد بیع اور اجارہ اور ہبہ اور عقد نکاح منجملہ انہیں امور کے ہیں۔ مثلاً بیع اس غرض کے واسطے مشروع ہوئی ہے کہ مشتری کو تملک بیع حاصل ہو جاوے اور بائع کو تملک ثمن۔ اور عقد اجارہ اس غرض کے واسطے مقرر ہوا کہ مستجیر کو ملک منفعت حاصل ہو۔ علی ہذا القیاس عقد نکاح اس غرض کے واسطے موضوع ہوا ہے کہ زوجین کو حل استمتاع باہم حاصل اور زوج کو ملک فرج اور حل وطی حاصل ہو کما بین مفصلا فی کتب اصول الفقه ۔

پس اگر معاملات مذکورہ ایسے طور سے منعقد ہوویں کہ غرض اور مقصود شارع ان پر مترتب نہ ہووے، تو وہ معاملات عند الشارع سراسر باطل اور کالعدم شمار کی جاویں گی، گو ظاہر میں ان عقود کے ارکان صوری پائے جاویں، لیکن شارع حکیم وخبیر کے نزدیک بحکم الشیء اذا خلی عن مقصوده لغی کے معتبر نہ ہوں گے۔ بیع قبل القبض کا بطلان جس کی نسبت مولف صفحہ دہم میں اقرار کر آیا ہے اسی واسطے ہے کہ تملک مشتری جو عقد بیع سے غرض ہے اس صورت میں متعذر اور دشوار ہے لہذا یہ عقد بیع عند الشارع باطل رہے گا کہ مصداق ہے شعر مشہور کا

ز فرش خانہ تا بلب بام از آن من
و ز بام خانہ تا بہ ثریا از آن تو

وعلی ہذا القیاس اور صور بیوع باطلہ کی تصور کرنی چاہییں۔ چنانچہ مولف بھی صفحہ ۱۴ میں ہماری اس مقصود کا اقرار کرتا ہے جس جگہ کہ انسان کا فر کو مرتبہ نوعیّت انسانیۃ سے گرا کر زمرہ انعام میں داخل کیا ہے۔ و هو هذا :

کیونکہ جیسے آنکھ دیکھ لینے کیلئے بنی اور کان سننے کے لئے آگ جلانے کے لئے اور پانی بجھانے کے لئے اور یہ اغراض ان اشیاء کے حق میں مقتضائے طبعی ہیں۔ ایسے ہی یہاں بھی چاہییں آدمی عبادت کے لئے بنا ہے تو پھر عبادت اس کے حق میں خاصہ سمجھی جاوے گی کیونکہ امور طبعیہ منجملہ خواص اشیاء ہوا کرتی ہیں اس صورت میں اگر بالفرض عبادت مذکورہ یعنی اطاعت و انقیاد مفقود ہو جاوے تو یا تو بوجہ انقلاب ماہیت وہ اس نوع سے نہ رہا یا یوں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہو کہ یہ معلوم ہو گیا کہ یہ اس نوع سے ہی نہ تھا اتحا دشکل وصورت اس صورت میں مثل اتحادعرض عام واشتراک عرض عام ہوگا۔

امر دوم۔ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے نکاح کی ترغیب دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ میری سنت ہے جو اس سے منحرف ہوگا وہ مجھ سے نہیں ہے چنانچہ حدیث انسؓ کے آخر میں موجود ہے و اتز و ج النّساء فمن ر غب عن سنتی فلیس منی۔ اور سنت نکاح ایسی سنت ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر تا نبی آخر الز مان ہر شریعت الہیہ میں جاری اور مشروع رہی حتی کہ بہشت میں بھی باقی رہے گی:

عن ابی ایو ب قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ار بع من سنن المرسلین الحیاء و التعطر و السوا ل و النکا ح رواہ الترمذی۔

بالجملہ فضائل نکاح جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اظہر من الشّمس ہیں۔

امر سوم۔ یہ ہے کہ تنفیذ حدود بعد ثبوت ما یو جبھا حسب ضوابط شرعیہ امام پر فرض و واجب ہے کیونکہ مقصود نصب امام سے یہی ہے کہ حفظ احکام و حدود دینیہ اور نظم ونسق امت محمد یہ بذریعہ اس کے آسان ومیسر ہو فقہ اکبر میں لکھا ہے:

ان المسلمین لا بدّ لھم من امام یقو م بتنفیذ احکا مھم و اقا مة حدود ھم و سد ثغورھم و تجھیز جیو شھم و اخذ صدقا تھم و قھر المتغلبة و المتلصصة و قطاع الطر یق و اقامة الحج و الاعیاد و تز ویج الصغار و الصغا ئر الذ ین لا اولیا ء لھم و قسمة الغنا ئم و نحو ذا لك من الوا جبا ت الشر عیة التی لا یتو لیھا احا د ا لا مة انتھی مو ضع الحا جة۔

بلکہ تنفیذ حدود الہیہ میں کسی طرح کی پاسداری اور مہربانی کرنی بھی مستحق حد پر نہیں چاہیے:

قا ل الله تعا لی: الزّا نیة و الزّا نی فا جلِدوا کلّ وا حدٍ منھما مأ ة جلدةٍ و لا تأ خذ کم بھما رأ فة فی دین الله ان کنتم تؤمنو ن بالله و الیو م ا لآ خر و لیشھد عذا بھما طا ئفة من المؤ منین۔ (نور:٢)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا بیضاویؒ نے

فی قو له تعا لی: و لا تا خذ کم بهما رافة، رحمة فی دین الله فی طا عته و قا مت حد ه فتعطلو ه او تسا محوا فیه و لذا لك قا ل النبی ﷺ لو سر قت فا طمة بنت محمد لقطعت ید ها ان کنتم تو منو ن با لله و الیو م ا لآ خر، فان الا یما ن تقتضی الجد فی طاعة الله و ا لا جتهاد فی اقا مة حدوده و احکا مه تعا لی و هو من با ب التهیج و الیشهد عذا بهما طائفة من المو منین زیادة فی التنکیل فا ن التفضیح قد ینکل اکثر ما ینقل التعذ یب۔

اور حدیث میں ہے:

عن عبادة بن ا لصا مت قال قال رسول الله ﷺ اقیموا حدود الله فی القریب و البعید و لا تا خذ کم فی الله لو مة لائم۔ رواه ابن ما جه

و عن ابن عمر ان رسو ل الله ﷺ قا ل اقا مة حد من حدود الله خیر من مطر اربعین لیلة فی بلا د الله۔ رواه ابن ما جه و رواه النسا ئی عن ابی هریره و غیر ذا لك من الا حا دیث

واضح ہو کہ جن حدیثوں میں آیا ہے کہ حتی الوسع حدود کو مسلمین سے دفع کرنا چاہیے چنانچہ یہ حدیث

اورأو الحدود عن المسلمین ما استطعتم

یا ۔ اورأ و الحدود بالشبها ت و غیر ذالك ۔

تو قطع نظر اس سے (کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں کما صر ح المحد ثو ن بضعفها مقابلہ اور معارضہ احادیث صحاح کا نہیں کرسکتیں) ہم کہتے ہیں کہ ان احادیث میں خطاب ہے غیر آئمہ کی طرف یعنی سائر مسلمین کو چاہیے کہ باہم موا جبات حدود کے پوشیدہ کریں اور ستر عیوب مسلمین اعنی زنا وغیرہ کو چھپا کر حاکم اور امام تک مرافعہ اس کا نہ کریں یا ان احادیث سے یہ غرض ہے کہ اگر ثبوت موجبات حدود اور وقوع میں اس کے آئمہ کو کسی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح کا شک و شبہ رہے تو بھی حدود ساقط نہ ہوں گی ورنہ حکام اور آئمہ کو جائز نہیں ہے کہ بعد ثبوت موجبات حدود کے حدود کو دفع اور درأ کر دیویں

اگر نیک مردی نماید عسس نیارد بشب خفتن از دزد کس

سلّمنا کہ ان احادیث میں آئمہ ہی مخاطب ہیں، تو اندریں صورت انکا حاصل یہ ہے کہ آئمہ کو چاہیے کہ خوب استثبات فرماویں اور استقصال کریں ان امور سے جو مسقط حد ہیں مبادا کہ بعد تنفیذ حدود کوئی امر ایسا منکشف ہو جاوے جو مسقط حد ہو

سہل است لعل بدخشان شکست
شکستہ نشاید و گر بارہ بست
چو خشم ایدت بر گناہ کسی
تامل کنش در عقوبت بسی

چنانچہ حدیث ابی ہریرہؓ میں جو صحیح متفق علیہ ہے استقصال اور استثبات حضرت علیہ السلام سے بایں مبالغہ منقول ہے کہ اس سے بڑھ کر تطلب بیان حقیقت حال کا متصور نہیں ہوسکتا گویا کہ تلقین امور مسقطہ حدود کے اس کو کہا جاوے تو زیبا ہے۔

بایں طریق دفع اور درأ حدود البتہ ہوسکتا ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ بعد استقصال اور استثبات کے بھی حدود کو جاری نہ کریں اور یہ معنی جو بیان کئے گئے ہیں حدیث میں بھی آئے ہیں دیکھو

عمر و بن شعیب عن ابیه عن جدّه عبد الله بن عمرو بن العاص انّ رسو ل الله ﷺ قا ل تعا فوا الحدود فیما بینکم فما بلغنی من حدّ فقد و جب رواه ابو داؤد و النسا ئی

اور یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ کتاب وسنت میں تاویلات فاسدہ اور شبہات کا سدہ اور تحریفات باطلہ کر کے موجبات حدود کو موجبات نہ رکھو کیونکہ یہ فعل تو یہود کا ہے

عن عبد الله بن عمر ان الیهود جاؤ الی رسو ل الله ﷺ فذکروا له ان ر جلاً منهم و امرأة زنیا فقال لهم رسو ل الله ما تجدو ن فی التّوراة فی شان الر جم قا لوا نفضحم و یجلدون قا ل عبد الله بن سلا م کذ بتم ان فیها الر جم فا توا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

با لتوراة فنشرو ها فو ضع احد هم يده على آ ية الر جم فقرأ ما قبلها و ما بعد ها۔ فقا ل عبد الله بن سلام، ار فع يد ك۔ فرفع فا ذا فيها آ ية الر جم ۔فقا لوا صدق يا محمد فيها آ ية الر جم ۔فا مر بهما النبى ﷺ فر جما۔ و فى روا ية قا ل ارفع يد ك فر فع فا ذا آ ية الر جم تلو ح۔ فقا ل يا محمد ان فيها آ ية الر جم لكننا نتكا تمه بيننا فا مر بهما فر جما متفق عليه ۔

اب بعد نگارش امور ثلاثہ کے گذارش یہ ہے کہ نکاح کا محرمات سے ممکن الوقوع ہونا بلکہ وقوع میں آجانا مسلّم کہ علت فاعلہ موجود وعلت قابلہ موجود، تراضی ممکن، اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ نکاح شرعی حقیقی منعقد ہو جاوے جس کی شرع میں تعریف یہ ہے کہ عقد بین الزوجین جو سبب حل وطی کا ہو کیونکہ جب یہ نکاح شرعی حقیقی منعقد ہو جاتا ہے تو سب آثار اور لوازم اس کے بھی پائے جاتے ہیں کہ الشیء اذا ثبت ثبت لواز مه ۔ تو درصورت تحقق نکاح حقیقی حل وطی اور جملہ حقوق جو بین الزوجین ہوتے ہیں سب متحقق ہو جاویں گے، یعنی زوج پر نفقہ واجب ہو جاوے گا کہ وہ طعام اور کسوت اور لباس ہے، اور ادائے مہر خواہ مجملاً ہو یا موجلاً وغیرہ ذالک من الحقوق اور زوجہ پر تمکین زوج کی وطی اور جماع پر واجب ہو جاوے گی۔ چنانچہ آیا ہے حدیث میں

من حق الزو ج على امرأ ته اذا اراد ها فى نفسها و هى على ظهر البعير ان لا تمنعه ۔

غير ذا لك من الحقوق التى جا ء ت فى ا لا حا ديث الصحيحة و ذكر الفقهاء ايضا فى كتب الفقه

اور یہ بات ہر کہ و مہ جانتا ہے اور اغلب کہ مولف بھی انکار نہ کرے گا کہ کوئی حکم ان احکام سے اور کوئی غرض اغراض مقصودہ شارع علیہ السلام سے نکاح محرمات میں مترتب اور متفرع نہیں ہوتی اور قاضی پر تفریق واجب بلکہ فرض ہے۔ اگر یہ نکاح صوری نکاح حقیقی وشرعی ہوتا تو قاضی پر وجوب تفریق کی کیا وجہ تھی کیونکہ جو شخص باعث تفریق کا بین الزوجین ہوتا ہے وہ تو عند الشارع نہایت مذموم اور معتوب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے۔

قا ل الله تعا لی فی محل ا لا نکار و الذ م فیتعلمو ن منهما ما یفر قون به بین المرء و زو جه۔

و جاء فی الحد یث عن جا بر قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ان ابلیس یضع عر شه علی الماء ثم یبعث سرا یاه یفتنو ن الناس فاد نا هم منه منز لة اعظمهم فتنة یجیء احد هم فیقو ل فعلت کذا و کذا فیقو ل ما صنعت شیئا قا ل ثم یجی احد هم فیقو ل ما تر کته حتی فر قت بینه و بین امر أته قا ل فیدینه و منه یقو ل نعم انت قا ل ا لا عمش اراه قا ل فیلتزمنه رواه مسلم ۔

پس اب ثابت ہوا کہ نکاح محرمات جو فقط بغیر مشا کلت کے اطلاق لفظ نکاح کا اس پر کیا گیا ہے شارع علیہ السلام کے نزدیک ہرگز نکاح نہیں بحکم امر اول کے اور تسمیہ اس عقد کا ساتھ اسم نکاح کے ایسا ہے کہ مسیلمہ کذاب کا نام احمد رکھا جاوے

شیر قالین از برائے گدکنند مر مسیلم را لقب احمد کنند

دریں صورت ایجاب وقبول جو ہوا ہے وہ سب باطل ولغو اور کا لعدم ہے۔ اگر نکاح حقیقی ہوتا تو بالضرور مرغوب فیہ شارع ہوتا بحکم امر ثانی کے ۔ اور جب کہ یہ نکاح محض باطل اور انه کا ن فا حشة و مقتا و ساء سبیلًا کا مصداق ہو، تو وطی کرنا ایسی منکوحہ سے اشد زنا ہوگا ۔ پس درصورت ثبوت کامل ومعتبر عند الشارع کے بعد استفصال اور استثبات کے تنفیذ حد زنا اس کے فاعل پر بالضرور واجب بحکم امر سوم کے، اور بعد استفصال اور استثبات کے سقوط حد کی کوئی وجہ نہیں ۔ اور آیت نساء کم حر ث لکم اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ ہر ایک عورت واسطے تمہارے کہتی ہے بلکہ لفظ فا سے جو مضاف ہے طرف ضمیر کم کے بطور اضافت معنویہ مفید تعریف یا تخصیص اس سے مراد ازدواج منکوحہ بنکاح صحیحہ ہیں، نہ ایسی عورتیں جو کسی طرح سے حلال نہ ہوسکیں اور محل حلت بھی نہ ہوں ۔

قو له ۔ اور باوجود امکان معنی حقیقی..الی قولہ.. ایسے ہی نکاح محرمات کو بوجہ مذکور نکاح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقیقی سمجھتے ہیں، یہ نہیں کہ مجازاً نکاح کہہ یا واقع میں نکاح نہیں۔
اقول ۔کل العجب کہ مولف باوجودیکہ قائل وجوب تقلید امام صاحبؒ کا ہے معہذا برعکس مذہب امام صاحبؒ کے لفظ نکاح کے معنی حقیقی عقد کو قرار دیتا ہے حالانکہ لفظ نکاح عندالامام معنی وطی ہیں۔حقیقی اور معنی عقد میں مجاز ہے۔منار کے متن میں ہے

و النکاح حقیقة للوطی دون العقد

اور اس مذہب پر دلیل امام صاحبؒ کی آیت فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره ہے۔وجہ استدلال امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ جمہور کا مذہب ہے کہ جب تک زوج ثانی وطی کر کے طلاق نہ دیوے تو وہ عورت زوج اول کو حلال نہیں ہوسکتی۔چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

عن عائشه قالت جاءت امرأة رفاعه القرظی الی رسول الله فقالت انی کنت عند رفاعة فطلّقنی فبت طلاقی فتزوجت بعده عبد الرحمن بن الزبیر و ما معه الا هدبه الثوب۔ فقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعة ۔فقالت نعم ۔ قال لا حتی تذوقی عسیلته و یذوق عسیلتك متفق علیه ؛

و ایضاً ومن لم یستطع منکم طولاً ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن مّا ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات ۔

اس آیت میں بھی امام ابوحنیفہؒ لفظ نکاح کو معنی وطی میں قرار دیتے ہیں اور حدیث میں آیا ہے تناکحوا تکاثروا۔ امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ یہاں پر بھی لفظ تناکحوا کے معنی تجامعوا لئے جاویں گے ورنہ تکاثروا صرف عقد نکاح پر مترتب نہیں ہوسکتا۔اور نیز اسی آیت یعنی لا تنکحوا ما نکح آباءکم میں اگر معنی نکاح عقد کے لئے جاویں گے تو حرمۃ مصاہرۃ بالزنا جو مذہب امام ہے مولف کیونکر ثابت کرے گا اور مذہب امام کو کس طرح محفوظ رکھے گا۔بینوا توجروا

اب مولف کو اختیار ہے چاہے ان دلائل امام صاحبؒ کو رد کرے اپنے قول کا پاس کر کے یا اختیار کرے امام کی تقلید کا لحاظ کر کے۔ ہمارا کچھ حرج نہیں۔ ہمارے نزدیک تو بسبب فقدان جملہ احکام اور اغراض نکاح کے ایسے عقد کو بطور مشاکلت نکاح

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہد یا ہے جیسے بیع ما لیس عند البا ئع یابیع میت و دم کو جو مال شرعی نہیں بیع شرعی نہیں کہہ سکتے فقط بطور مشا کلت بیع کہد یتے ہیں۔ چنا نچہ امر اول میں بطور معقول دہم بنہج منقول و نیز باقرار مولف مقصود اصلی ہمارا واضح و لائح ہو چکا۔ اور ایسا فعل نکاح حقیقی کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس کے بعض افراد عند اللہ فا حشہ اور ممقوت ہیں اور پچھلے شرائع میں کبھی اس کی رخصت نہیں ہوئی۔

قال الله تعا لی:

و لا تنكحوا ما نكح آ با ء كم من النِّساء ا لا ما قد سلف۔ انّه كان فا حشةً و مقتاً و ساء سبيلاً (النساء: ٢٢)

کہا بیضاوی نے تفسیر آیت میں:

قو له تعا لی انه كا ن فا حشة و مقتا و ساء سبيلا ،علة للنهى اى نكاحهن كا ن فا حشة عند الله ما ر خص فيه لا مة من الامم ممقوت عند ذوى المر وات و لذا لك سمى ولد الر جل من زو جة ابيه المقتى و ساء سبيلا سبيل من يراه و يفعله

اگر نکاح محرمات نکاح حقیقی ہوتا تو ضرور اس نکاح میں داخل ہوتا جس کو رسول ﷺ نے مسنون اور مشروع فرمایا ہے اور اس کی ترغیب دلائی ہے بحکم امر دوم کے کلاً بلکہ نکاح کرنا باپ کی زوجہ سے تو ایسا فعل ہے کہ فاعل اس کا واجب القتل ہے

كما جا ء فى الحد يث عن البراء بن عاز ب قا ل مرّ بى خا لى ابو بر ده بن نيار و معه لواء فقلت اين تذ هب فقا ل بعثنى النبى ﷺ الى ر جل تز و ج امرأة ابيه آ تيه برأ سه ۔ رواه الترمذى و ابو دا ؤد۔ و فى روا ية له للنسا ئى و ابن ما جه و الدار مى، فا مر نى ان اضر ب عنقه و اخذ ما له و فى هذه الروا ية قا ل عمى بدل خا لى ۔

اب اور غور کرنے کا مقام ہے کہ صحابہ کرام نے جو کہ الفاظ شرعیہ سمجھنے میں مرجع انام ہیں اور کتاب وسنت کی فہم میں انہیں پر اعتماد تمام، نکاح حلالہ کو باوجو یکہ بدلالت آیت حتی تنكح زو جاً غيره کے مامور بہ ہے لاکن بسبب فسادنیت محلل کے سفاح اور زنا قرار دیا ہے چنا نچہ آیا ہے مصنف ابن ابی شیبہ اور سنن اثرم اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوسط ابن منذر میں:

عن عمر بن الخطا ب انه قا ل لا او تی بمحلل و لا محلل له الا ر جمتهما و لفظ عبد الرزاق و ابن المنذر لا اوتی بمحلل و لا محللة ا لا ر جمتهما و هو صحیح عن عمر

و قا ل عبد الر زاق عن معمر و الز هری عن عبد الملك ابن المغیرة قا ل سئل ابن عمر عن تحلیل المرأة لزو جها۔ فقا ل ذا ك السفا ح رواه ابن ابی شیبه و قا ل عبد الرزاق انا الثوری عن عبد الله بن شر یك العا مری قا ل سمعت ابن عمر سئل عن ر جل طلق ابنة عم له ثم ر غب فیها و ند م فا راد ان یتزوجها ر جل یحللها له فقال ابن عمر کلا هما زا ن و ان مکث عشرین سنة او نحو ذا لك اذا کا ن الله یعلم انه یر ید ان یحلها له۔ و غیر ذ لك من آ ثار الصحا بة ۔

پس بنظران آ ثار کے نکاح محرمات ابد یہ جو سراسر باطل اور حرام ہے کس طرح زنا اور سفاح قرار نہ دیا جاوے گا اور کیونکر نکاح حقیقی ہوگا ان هذا لشی عجا ب قوله ۔ ہاں جیسے بوجہ مفاسد ..الی قولہ..مندفع ہو جاتی ہیں۔

اقول ۔ ہاں اگر نکاح محرمات ابد یہ پر آ ثار نکاح مثل حل وطی وغیرہ مترتب ہوتی تو نکاح کہا جا تا جیسا کہ اگر قتل پر آ ثار قتل مثل انزہاق روح وغیرہ مترتب ہوں تو قتل کہیں گے، والاّ نہ۔ اور جس طرح پر مولف نے قتل کو مقیس علیہ اور نکاح محرمات ابد یہ کو مقیس گر دا نا ہے وہ محض غلط اور قیاس مع الفارق ہے کیونکہ قتل سے جو انزہاق روح ہوتا ہے وہ بامر تکوینی اللہ تعالی کے ہے نہ بامر تشریعی۔ آیت ربی الذی یحی و یمیت اس پر دال ہے، اور نکاح پر جو حل وطی وغیرہ مترتب ہوتا ہے وہ بامر تشریعی ہے نہ بامر تکوینی ۔قتل حقیقی کے بعد بحسب عادت اللہ انزہاق روح بالضرور ہوگا اور نکاح حقیقی کے بعد وقوع وطی ضروری نہیں ۔قتل افعال حسیہ میں سے ہے اور نکاح افعال شرعیہ میں سے ہے نورالانوار میں موجود ہے:

ا لافعا ل الحسیة ما یکو ن معانیها المعلومة القدیمة قبل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشرع باقية على حا لها و لا يتغير بالشر ع كالقتل الى آ خره و المراد بالا مور الشر عية ما تغير ت معا نيها ا لا صلية بعد ورود الشر ع بها ۔

پس قیاس کر نا نکا ح کا او پر قتل کے باو جود اس قدر فارقوں کے قیاس مع الفارق ہوا۔

سلّمنا کہ قتل مقیس علیہ اور نکاح مقیس ہوسکتا ہے تو کہتے ہیں ہم کہ اگر انز ہاق روح جو با قرار مولف اس کے آ ثار سے ہے، بعد ایک فعل کے جو بوجہ من الوجوہ مشا کل قتل ہے، مترتب نہ ہووے تو اس کو قتل حقیقی نہ کہیں گے، مجا زاً قتل کہیں تو ہوسکتا ہے، ایسے ہی اگر حل وطی جو آ ثار نکاح سے ہے بعد ایک عقد کے جو مشا بہ نکاح کے ہو مترتب نہ ہووے تو اس کو بھی نکاح حقیقی نہ کہیں گے مجا زاً کہیں تو کچھ مضا ئقہ نہیں ۔ اور اطلاق قتل کا ایسے فعل پر جس سے انز ہاق روح نہ ہو حدیث میں آیا ہے

عن ابی سعید قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ اذا صلی احد کم الی شیء یستره من الناس فاراد احد ان یجتا زین یدیه فلید فعه فا ن ابی فلیقاتله فانما هو شیطا ن هذا لفظ البخاری و لمسلم معناه ۔

ظا ہر ہے کہ قتل کے معنی یہاں وہ نہیں جس پر انز ہاق روح مترتب ہوتا ہے بلکہ دفع بالقہر کے معنوں میں ہے اور مجا زاً قتل کہا گیا ہے ایسا ہی ما نحن فیہ میں نکاح مجازی کہیں گے اور جب کہ نکاح حقیقی شرعی نہ ہوا تو انتفاء زنا ہوتو کیونکر ہو۔ اندریں صورت احکام زنا مثل اجرائے حدود منتفی ہوں تو کیونکر ہوں۔ ہاں البتہ اگر زنا کے وقوع میں کسی طرح کا شک وشبہ واقع ہوگا تو حد مندفع اور مندرأ ہوسکتی ہے لکن بعد استفصال تا م اور استثبات تمام کے سقوط حد کی ایسے زانی پر سے کوئی صورت نہیں جیسا کہ امر سوم میں گذرا۔ خاص کر جب یہ دیکھا جاوے کہ نا کح محرمات ابد یہ دو فعل حرام قطعی کا مرتکب ہوتا ہے، ایک نکاح محرمات، دوم وطی محرمات ابد یہ، اور مولف بھی اس حرام کے اشد ہونے کا مقر ہے کما سیا تی قو له ۔ ہاں یہ بات مسلّم ..الی قو لہ ..گزر چکا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقول۔ بیان ماسبق سے بخوبی واضح ولائح ہو چکا کہ زن منکوحہ محرمات ابدیہ میں کے بسبب نہ ہونے محل نکاح کے زوجہ نہیں ہوسکتی ،اور مرد ناکح زوج نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی حکم احکام زوجیت میں سے اس پر مترتب نہیں ہوتا۔ اور نیز دیگر کوئی صورت صورحلت میں سے مثل ملک یمین وغیرہ کی پائی نہیں جاتی، اور باقرار مولف حرمت میں نہایت بڑھ کر ہے، پھر بھی یہ وطی زنا نہ ہووے تو کیا ہوگی؟ تعریف زنا کی جو ہے

ایلا ج الفر ج فی غیر المحل

وہ یہاں پر صادق ہے ۔اور یہ جو مولف اس حرمت کو حرمت حیض ونفاس پر قیاس کرتا ہے یہ قیاس مع الفارق ہے ،بایں وجہ کہ وطی حالت حیض ونفاس میں قبیح لغیرہ مجاوراً ہے یعنی بعض احیان میں قبح مجاور ہے اور دوسرے وقت منفک ۔نورالانوار میں ہے:

و مثله ای مثل البیع وقت النداء فی القبح لغیر ہ مجاوراً وطی الحائض مشروع من حیث انّها منکو حة و انّما یحر م لاجل الاذی، و هو ممّا یمکن ان ینفك عن الوطی بان یوجد الو طی بدو ن ا لا ذی، و ا لا ذی بدو ن الو طی۔

و فی حا شیته فا ن قلت لا نسلم زوا ل ا لا ذی عن الو طی حال الحیض ،قلت لیس الکلا م فی حا ل کو نه منهیا عنه بل المراد منه امکا ن خلو الو طی عن الحر مة فی هذا المحل بعینه، کذا قا ل ابن الملك ۔

اور وطی محرمات ابدیہ کل احیان میں قبیح ہے ،یعنی قبیح لعینہ شرعاً۔ پس باوجود اس فارق بین کے قیاس کرنا وطی محرمات ابدیہ کا اوپر وطی حالت حیض ونفاس کے محض قیاس مع الفارق ہے، علی الخصوص جب کہ یہ دیکھا جاوے کہ فرج محرمات ابدیہ کی کسی وقت میں اور کسی وجہ اور عنوان سے حلال نہیں ہوسکتی، اور فرج منکوحہ بنکاح صحیح کی اصل میں حلال، لیکن بسبب عروض عارض یعنی اذی کے ایک خاص وقت میں منہی عنہ، اور مباشرت تو بھی جائز اور بعد زوال عارض کے وہی حلت اصلی ثابت وعائد ہو جاتی ہے جیسے بعد زوال حرارت عارضی پانی کی برودت اصلی ظاہر ہو جاتی ہے۔ تو قیاس کرنا اس حرمت کا اس حرمت پر کیسا کچھ بعید از عقل اور خلاف علم اصول ہے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ جماع حالت حیض ونفاس کے دو اعتبار ہیں، ایک تو مشروع ہونا اس وجہ سے کہ وہ عورت منکوحہ بنکاح صحیح ہے، اور دوسرے ممنوع ہونا بسبب عروض عارض اذی کے۔ اور جماع محرمات ابدیہ کا ابدالا باد حرام اور کوئی اعتبار اس کی حلت اور مشروعیت کا نہیں ہوسکتا۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور اثار کا موثر سے عام ہونا مسلّم، پھر اس سے تم کو کیا فائدہ جبکہ جماع محرمات ابدیہ کا بدلائل ماسبق زنا ہونا ثابت ہو چکا۔ غایت مافی الباب یہ ہو کہ زنا وطی محرمات اور ابدیہ سے عام رہی کیونکہ کل افراد وطی محرمات ابدیہ کا زنا ہونا ثابت کیا گیا اور بعض افراد زنا وطی محرمات ابدیہ نہیں ہوتیں اور یہی معنی ہیں عموم وخصوص مطلق کے

لانّ مر جع العمو م و الخصو ص مطلقاً الی موجبه کلیه موضوعها ا لا خص و محمو لها ا لا عم و سا لبة جز ئیه موضوعها ا لا عم و محمو لها ا لا خص۔

قو له ۔اب عرض خدمت مبارک میں یہ ہے۔ الی آ خر ہ

اقو ل ۔اب آپ کی یہ کل گزارش بہ تغیر یسیر آپ ہی کی خدمت مبارک میں لوٹائے دیتا ہوں۔

سن لیجئے اب عرض خدمت مبارک میں یہ ہے کہ ہم نے تو بدلائل عقل ونقل محرمات ابدیہ کا محل نکاح نہ ہونا اور اس وجہ سے اس وطی بعد النکاح کا از قسم زنا ہونا براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا اور آپکی سب ادلہ، اذلہ ہوگئی۔ اب آپ کسی اور دلیل قوی ضعیف عقلی نقلی سے اس کا نکاح ہونا اور اس سبب سے اس جماع کا زنا نہ ہونا جو اس نکاح کے بعد واقع ہو، ثابت کیجئے اور بیس نہیں تیس لیجئے۔ پر اثبات وثبوت ہو، نری بے تکی زٹل جعفر زٹلی صاحب وپہیلی بیر بل نہ ہو، یا لفظ پہیلی وزٹل کی جگہ بتغیر عبارت معمہ وشرح معمہ، جیسا کہ آپ نے مسئلہ ثامن کے جواب میں کیا ہے کہ کہیں فرماتے ہو کہ یہ معما ہے اور کہیں کہتے ہو کہ یہ شرح معما ہے۔۔۔

مگر اپنے خیال میں یہ آتا ہے کہ آپ کو جواب تو بن نہ آوے گا اپنی خجالت اتارنے کو جواز وطی محرمات ابدیہ سے انکار کر جاؤ گے۔ اور میں جانتا ہوں یہی انداز جواب دفعہ ثامن میں اختیار فرماؤ گے اور جواز وحل نکاح دوست و بروز نان شوہر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار سے وغیرہ سے انکار کر جاؤ گے۔ اور اب بھی کچھ اقرار کیا ہے اور کچھ انکار بقول شخصے کہ: نہ ایں کار میکنم و نہ انکار۔ مگر یہ یاد رہے کہ مذ بذبین بین ذا لك لا الی ھولاء و لا الی ھولاء کا مصداق ہونا برا ہے۔ آخرت کا مواخذہ دنیا کا مناقشہ۔ آخر اللہ تعالیٰ حکیم وخبیر ہے مبادا بسبب قول کرنے خلاف کتاب وسنت کے جو جزا اس پر مترتب ہوتی ہے وقوع میں آوے خصوصاً جب یہ لحاظ کیا جاوے کہ آپ نے سوال خامس کے جواب میں وہ انداز ومسلک اختیار کیا ہے کس کے موافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا وجوب بے سند ہے۔

دفع دفعہ عاشر

قو له ۔آپ بجائے تحدید دہ دردہ.. الی قو له هل من مز ید ہوجاوے گی اقو ل ۔ ہرگاہ کہ نسبت تحدید دہ دردہ کے آخر جواب میں آپ کا اقرار ہے (کہ دہ دردہ کوئی اصل مذہب نہیں فقط ایک رائے کی بات ہے) تو آپ نے ناحق اس قدر کاغذ اور روشنائی کو خراب کیا اور اتنا اینچ وپینچ اپنی تقریر پر تزویر میں برتا۔ سائل کے سوال کا جواب فقط اتنا ہی کافی تھا کہ دہ در دہ کوئی اصل مذہب نہیں ایک رائے اور قیاس کی بات ہے۔ البتہ اگر بعوض اس تقریر طویل الذیل کے جو محض خلاف داب مناظرہ ہے اتنا اور زیادہ فرما دیتے کہ یہ جو بعض کتب حنفیہ میں عمل کرنا اس پر وجو باً وحتماً لکھا ہے وہ خلاف اور غلط ہے، اور بحر الرائق وغیرہ میں اس کو چند وجوہ سے رد کر دیا ہے، تو اور زیادہ عنایت ہوتی۔ اور اہل علم کے اس طعن اور اعتراض سے جو آپ پر وارد کرتے ہیں کہ اس طرح سوال پر سوال کرنا قانون مناظرہ کے خلاف ہے اور مناظرہ سے بھاگ جانا، چھوٹ جاتے۔ مگر کیا کیجئے آپ بھی مجبور ہیں حضرت استاد مخدوم جامع الفنون قاسم العلوم جیسا ارشاد فرماتے ہیں آپ تحریر میں لاتے ہیں

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہر چہ استاد ازل گفت ہمان می گوئم

اور ہم تو نہ در پئے تحدید تھے، نہ در پئے عدم تحدید، سائل تھے تحدید دہ دردہ سے لیکن بپاس خاطر جناب آپ کے سوالوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ سنئے ہم کہتے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ

الف لام الماء طھور میں استغراق کا ہے جو لام طبیعت سے بھی بڑھ کر ہے اور آپ طلب دلیل سے قطع نظر نہ فرمائیے دلیل ہماری پاس موجود ہے بشرطیکہ آپ نے مختصر معانی مولفہ علامہ تفتازانیؒ پڑھی ہو کیونکہ تذکرہ البلاغت میں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔ سنیئے

و قد یفید المعرف با للام المشار بھا الی الحقیقة ا لاستغراق نحو ان الا نسا ن لفی خسر، اشیر با للام الی الحقیقة لا کن لم یقصد بھا الما ھیة من حیث ھی ھی و لا من حیث تحققھا فی ضمن بعض ا لا فراد بل فی ضمن الجمیع بد لیل صحة الاستثنا الذی شر طه دخول المستثنی فی المستثنی منه لو سکت عن ذکره انتھی مو ضع الحا جه۔

یعنی علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ صحیح ہونا استثنا کا دلیل استغراق کی ہے کیونکہ استثنا متصل کی شرط ہے دخول مستثنی کا مستثنی منہ میں جز ما اگر سکوت کیا جاوے اس کے ذکر سے مثلاً زید بالضرور داخل ہے قوم میں اگر سکوت کیا جاوے اس کے ذکر سے اور نہ کہا جاوے جاء نی القوم ا لا زیداً ۔

اب دیکھو کہ حدیث دیگر میں استثنا موجود ہے:

عن ابی اما مة البا ھلی قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ان الما ء لا ینجسه شیء ا لا ما غلب علی ریحه و طعمه و لو نه اخر جه ابن ما جه۔ و فی روا یة البھیقی ان الماء طھور ا لا ان تغیر ریحه او طعمه او لو نه بنجا سة تحد ث فیه۔

پس اگر کلمہ الماء میں الف لام استغراق کا نہ ہوتا تو یہ استثنا متصل بموجب قواعد عربیہ کے ہرگز درست نہ ہوتا۔ اور اگر آپ کہیں کہ انّ الماء طھور لا ینجسه شیء کے سوا جو زیادت بروایت ابن ماجہ اور بیہقی آئی ہے اس کو محدثین نے ضعیف کہا ہے، تو اجتماع تمہارا اس زیادت کے ساتھ باطل ہوا۔ تو کہتا ہوں میں کہ ہم نے اس زیادت کے ضعف کو باعتبار اسناد کے تسلیم کیا لاکن آپ اس کو کیا کیجئے گا کہ امام صاحبؒ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو حدیث ضعیف کو بھی رائے سے مقدم اور افضل رکھتے ہیں کما سیا تی مفصلًا اور نسبت مسئلہ دہ دردہ کے آپ فرما چکے ہیں کہ ایک رائے اور قیاس کی بات ہے تو ما نحن فیہ میں حدیث ضعیف کو بھی رائے سے آپ کیونکر مقدم نہ رکھیں گے، اور کیونکر تسلیم نہ کریں گے۔ علاوہ براں یہ کہ علامہ ابن منذرؒ اور ابن ملقنؒ نے تصریح کی ہے کہ اس زیادت کے مضمون پر اجماع واقع ہو گیا ہے چنانچہ شوکانیؒ نے درراری مضیہ میں لکھا ہے ۔اب میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے نزدیک نزدیک اجماع حجت یا نہیں۔

شق اول پر احتجاج اور استدلال ہمارا ساتھ اس زیادت کی کہ وہی بعینہ مسئلہ اجماعیہ ہی ٹھیک اور درست رہا، شق ثانی پر اتنا تو ضرور ہی ہوگا کہ یہ زیادت باعتبار مفاد اور مضمون کے صحیح اور درست ہوگی کیونکہ تمام مجتہدین نے اس مضمون کو تلقی بقبول کر لیا ہے گو باعتبار سند روایت کے یہ زیادت ضعیف ہو۔ اندریں صورت اقل درجہ اجماع اس زیادت کے مضمون کو مفید صحت تو ضرور ہی ہوگا، تو بھی ہمارا احتجاج اس زیادت کے مضمون و مفاد صحیح کے ساتھ ہوا اور ٹھیک رہا۔

اور حدیث ان الماء طھور لا ینجسہ شیء کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کو الف لام میں فقط کلام ہے۔ پس جو پانی بو مزہ رنگ میں کسی نجاست سے متغیر ہو جاوے تو بسبب نجس ہو جانے کے آپ کے نزدیک بھی اس حدیث سے مستثنیٰ ہی رہے گا، تو بدلیل استثنا مسلّمہ فریقین ثابت ہوا کہ الف لام الماء میں استغراق کا ہے۔

اور اگر اصول کے طور پر جواب منظور ہو تو بھی سن لیجئے کہ کلمہ الماء عام ہے اور حکم عام کا حنفیوں کے نزدیک یہ ہے کہ اپنے افراد کو قطعا شامل ہوتا ہے، تو لفظ الماء بھی سب افراد کو بموجب تمہارے مسلک کے شامل ہوگا۔ دیکھو نور الانوار اور دائرۃ الاصول اور مدار الفحول میں ہے:

اما العام فما یتنا ول افراداً متفقة الحدود علی سبیل الشمو ل و انه واجب الحکم فما یتنا وله قطعا و لفظه لنور ا لا نوار

رہی تخصیص عام کی، سو وہی زیادت مجمع علیہا مخصص واقع ہوگی۔ اور یہ جو آپ ہٹ دھرمی سے فرماتے ہیں کہ حسب رائے ظاہر پرستان یہ لازم تھا کہ پیشاب بھی پاک ہوتا کیونکہ وہ بھی اصل میں پانی ہی ہے حالانکہ توضیح میں آپ نے شاید

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا ہو کہ

و ھو ای التخصیص اما با لعقل نحو خا لق کل شیء للعلم بالضرورۃ ان اللہ تعا لی مخصو ص منہ و تخصیص ا لصبی و المجنو ن من خطا بات الشر ع من ھذا القبیل ۔

اس سے قطع نظر کر کے عرض ہے کہ اس الزام کو آپ نسبت فرقہ ظاہر یہ کے کسی دلیل سے ثابت کیجئے ورنہ یوں تو آپ کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیشاب اگر دہ دردہ ہو، تو چاہیے کہ آپ کے نزدیک پاک ہو کیونکہ پیشاب بھی اصل میں پانی ہے۔ اور حدیث لا یبو لن احد کم۔ الی آخرہ اور عمل درآمد زمان نبوت وصحابہ و اتفاق آرائے وافہام ہرگز معارض حدیث الماء طھور کے نہیں ہے کما سیا تی قولہ ۔ اور اگر بمقابلہ تحدید دہ دردہ آب درپئے تحدید قلتین ہیں .. الی قو لہ ...اور وہاں وجود نجاست ثابت ۔

اقول ۔ ہم درپئے تحدید قلتین ہی نہیں آپ خود بخود اپنے ذمہ کی جواب دہی ٹالنے کو یہ باتیں گھڑ رہے ہیں: کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

اگر چہ دعوی ہمارا یہاں پر تحدید قلتین نہیں ہے کیونکہ ہم ابھی تک کسی امر کے مدعی ہی نہیں کہ ابھی سوال ہمارے ختم نہیں ہوئے ۔ یہ دسواں سوال ہے اور جواب کسی سوال کا ابھی تک پتا ونشان نہیں بقول شخصے ہنوز دہلی دور، لکن باوجود اس کے بپاس خاطر آپ کے سوالات بے محل کا جواب دیا جاتا ہے سنئے کہ

جن لوگوں نے حدیث قلتین میں اضطراب کا نام لیا ہے ان کے مقابلین نے ایسے جواب ہائے دندان شکن دیئے ہیں کہ بجائے ثابت کرنے اضطراب کے حدیث مذکور میں خصم خود مضطرب ہو گئے ہیں اور پھر حدیث قلتین میں اضطراب ثابت نہیں کر سکے۔ آپ نے یہاں پر ایسی مہمل بات فرمائی اور فقط یہ کہہ دیا کہ (حدیث مضطرب ہے) نہیں معلوم کہ مراد آپ کی مضطرب فی الاسناد ہے یا مضطرب فی المتن یا مضطرب فی المعنی یا کل میں مضطرب ہے۔ اور نہ کسی طور کے اضطراب کو آپ نے مفصلاً بیان کیا جو دفع کیا جاتا۔ پس جب کسی قسم کا اضطراب آپ بیان فرمائیں گے اس کا جواب دیا جائے گا اور دفع کیا جاوے گا۔ ان شاء اللہ تعالی ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس جب کہ حدیث قلتین ایسی صحیح ہوئی کہ جس نے اس میں جرح اور قدح کیا ہے وہ آئمہ اعلام و اثبات نے اٹھا دیا ہے تو شرط صحت مولانا مشتہر کے ساتھ ان معنوں کے جو سابق میں ان کے کلام سے ہم نقل و بیان کر آئے ہیں اس حدیث میں موجود ہے اور مقابلین ففروا ہو گئے۔ اور بعد ففروا کے بحکم آنکہ خصم را تا بدروازہ باید رسانید، عرض کرتا ہوں کہ آپ اس کا کیا جواب دیں گے کہ مذہب امام میں حدیث ضعیف بھی رائے اور قیاس پر مقدم ہے چند امثلہ گذارش کرتا ہوں ملاحظہ فرمایئے۔

حدیث قہقہہ فی الصلوۃ کو امام نے محض قیاس پر مقدم کیا ہے حالانکہ باجماع آئمہ حدیث وہ ضعیف ہے۔

اور مقدم کیا ہے حدیث وضو کرنے کو ساتھ نبیذ تمر کے اوپر قیاس کے اور اکثر اہل حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

اور جس حدیث میں اکثر ایام حیض کے دس دن آئے ہیں اس کو بھی قیاس پر مقدم رکھا ہے باوجودیکہ وہ حدیث بھی باتفاق محدثین ضعیف ہے۔

اور حدیث لا مهر اقل من عشرة درا هم کو بھی قیاس پر مقدم کیا ہے حالانکہ سب آئمہ حدیث نے اس کی تضعیف کی ہے۔

اگر تفصیل زیادہ منظور ہے تو ہدایہ شریف کا کوئی باب کھول کر دیکھ لیجئے کہ کس قدر ضعیف حدیثوں سے استدلال پکڑا ہے گویا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب امام صرف احادیث ضعاف پر ہی مبنی کیا گیا ہے

و ذكر ابن حز م ا لا جماع على ان مذهب ابى حنيفه ان ضعيف الحد يث اولى عنده من الرأى و القياس اذا لم يجد فى البا ب غيره. و قا ل الملا على قا رى ان ابا حنيفه قدم الحد يث و لو كا ن ضعيفا على القياس كذا اعتبر الحد يث المو قوف و تر ك الرأ ى و كذا عمل بالمرا سيل. و قا ل ابن القيم و اصحا ب ابى حنيفه مجمعو ن على ان مذهب ابى حنيفه ان ضعيف الحد يث اولى عنده من الرأ ى و القياس و على ذ لك بنى مذ هبه ۔ فثبت ان مذهبه تقديم الحد يث

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الضعیف علی القیاس و الرأ ی ۔

اندریں صورت حدیث قلتین کے مقدم کرنے سے دہ در دہ پر جو بموجب آپ کے ہی اقرار کے رائے اور قیاس کی بات سے کیوں انکار ہے بلکہ بحکم تقلید امام صاحب کے ما نحن فیہ میں حدیث قلتین پر عمل کرنا آپ پر واجب ہے ورنہ تقلید امام ٹوٹ جاوے گی حالانکہ دہ در دہ رائے امام بھی نہیں فقط ایک رائے ہے بعض متاخرین کی جس کا التزام کرنا امام کے نزدیک بھی بدعت حقیقیہ میں داخل ہوگا۔

صدق رسوله الكر يم ما احد ث قو م بدعة ا لا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خير من احدا ث بدعة رواه احمد ۔

علاوہ یہ کہ آپ کی تحدید و تقدیر اس قدر مضطرب ہے کہ اتنا اضطراب آپ حدیث قلتین میں ہرگز ثابت نہ کرسکیں گے چند اضطراب کا بیان کرتا ہوں بگوش ہوش سنیئے:

قال فی الفتاوی التتارخانیه ناقلاً عن المحیط وغیره یجب ان یعلم ان الماء الرا کد اذا کا ن کثیراً فهو بمنز لة الماء الجاری لا یتنجس جمیعه بوقوع النجا سة فی طر ف، الا ان یّتغیر لونه او طعمه او ریحه، علی هذا اتّفق العلماء و به اخذ عامة المشائخ۔ و ان کان قلیلاً فهو بمنز لة الجوا بی ؟ و ا لاوا نی یتنجس بو قوع النجاسة فیه و ان لم یتغیر احد اوصافه و قال الشافعی فیما دون القلتین مثل قولنا و اذا بلغ قلتین او زیادة مثل قول ما لك ثم لا بد من حدٍ فا صل بین القلیل و الکثیر فنقو ل اذا کا ن الماء بحیث یخلص بعضه الی بعض بان تصل النجاسة من الجز و المستعمل الی الجا نب ا لآخر کان قلیلا و ان کان لا یخلص کان کثیراً و اذا اشتبه الخلوص فالجوا ب فیه کالجوا ب فیما اذا لم یخلص ثم اتفق الروا یا ت عن ابی حنیفه و ابی یو سف و محمد فی الکتب المشهورة ان الخلو ص یعتبر بالتحریك اذا حر ك طرف منه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان لم یتحر ك الطر ف ا لآ خر فهو ممّا لا یخلص و ان تحر ك الطرف ا لآ خر فهو مما یخلص یستدل بو صول الحر كة الی الجا نب ا لآ خر علی ان النّجا سة و صلت و بعدم وصو ل الحر كة علی ان النجا سة لم تصل الیه و المتا خرو ن اعتبروا الخلو ص بشیء آ خر فعن ابی نصر انه قا ل ان كا ن الماء سجا ل واغتسل فیه یتكدر الجا نب الذی اغتسل و وصلت الكدرة الی الجا نب ا لآ خر فهو مما یخلص بعضه الی بعض و ابو حفص الكبیر اعتبر الخلو ص بشیء آ خر و هو الصبغ فقا ل یلقی فیه الصبغ من جا نب فا ذا اثر الصبغ من الجا نب ا لآ خر فهو مما یخلص بعضه الی بعض و ابو سلیما ن الجوزجا نی كا ن یقو ل ان كا ن عشراً فی عشر فهو مما لا یخلص و ان كا ن اقل فهو مما یخلص و عن محمد فی النوادر انه سئل عن هذه المسئلة فقال ان كان مسجدی هذا فهو مما لا یخلص بعضه الی بعض فلما مسح المسجد كا ن ثما نیاً فی ثما ن فی روا یة و عشراً فی عشر فی روا یة و اثنا عشر فی اثنا عشر فی روا یة انتهی مو ضع الحا جة مع بعض اختصار

اور عبارت درمختار بھی سنو۔

و المعتبر فی مقدار الرا كد اكبر رأی المبتلی به فیه فا ن غلب علی ظنه عدم خلو ص النجا سة الی الجا نب ا لآ خر جاز و الا لا هذا ظا هر الروا یة عن ا لا ما م و الیه رجع محمد و هو ا لا صح كما فی الغا یة و غیر ها و حقق فی البحر انه المذهب و به یعمل و ان التقدیر بعشر فی عشر لا یر جع الی اصلٍ یعتمد علیه ۔ الخ. و قا ل فی النهر الفا ئق قا ل محمد لا اوقت فیه شیئا اقول :انا لله و انا الیه را جعو ن

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرھا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محل غور و انصاف ہے کہ علماء حنفیہ نے علامت وصول نجاست میں کس قدر اختلاف اور اضطراب کیا ہے اور بیان ان علماء کا کتنا مختلف اور مضطرب ہے۔ اصل امام صاحبؒ تو فرماتے ہیں کہ کثیر وہ ہے جس میں اثر نجاست کا ایک جانب سے دوسری جانب نہ پہنچے۔ پھر علامت پہنچنے اثر کی امام صاحب سے یہ ہے کہ تحریک ایک جانب سے دوسری جانب آب کی حرکت نہ کرے۔

اقول۔ امام بغویؒ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ تقدیر کیسی مجہول ہے کیونکہ تحریک نہایت درجات مختلفہ رکھتی ہے بسبب قوت وضعف محرکان کے کذا فی المصفی۔

اور علامہ ابی نصر ابن محمد بن سلامؒ فرماتے ہیں کہ کدورت جو ایک جانب آب میں بسبب غسل کرنے کے پیدا ہووے وہ دوسری جانب تک نہ پہنچے۔

اور ابوحفص کبیرؒ جو شاگرد خاص ہیں امام محمدؒ کے وہ فرماتے ہیں کہ زعفران وغیرہ یعنی کوئی رنگ دار شیء اس میں ڈالی جاوے، پس اگر رنگ ایک طرف سے دوسرے طرف کو نہ پہنچے تو یہ علامت ہے عدم عدم وصول نجاست کی۔

اور ابوسلیمان جوزجانی فرماتے ہیں دہ در دہ کو اگر اس سے کچھ کم ہے تو نجس ہوگا۔

اور امام محمدؒ نے تقدیر اس کی اپنی مسجد کے ساتھ فرمائی۔ بعد پیمائش کے ایک روایت میں تو ہشت در ہشت ہوئی، جو ۶۴ گز مکسر ہوتی ہے۔ اور دوسری روایت میں دہ در دہ جو سو گز ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں دوازدہ در دوازدہ گز جو ۱۴۴ گز ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں پانزدہ در پانزدہ گز جو ۲۲۵ گز ہوتی ہے۔ کما قالہ الشیخ فی اللمعات اور امام محمدؒ نے قول دہ در دہ سے رجوع کیا۔ اور فرمایا کہ میں اس باب میں کچھ تحدید اور تقدیر نہیں کرسکتا۔ ایہا المخاطب الا تری انہم فی کل واد یہیمون

غور تو کرو کہ اصل مذہب امام صاحبؒ کا ماء کثیر میں یہ تھا کہ خلوص نجاست ایک جانب سے دوسری جانب کو نہ ہو، اور اس عدم خلوص کی پہچان خود امام صاحبؒ اور صاحبین نے ساتھ پہنچنے تحریک ایک جانب سے دوسری جانب تک بیان فرمائی، اور وہ نہایت ہی مجہول ہے کیونکہ تحریک موافق قوت محرک کے اور صدمہ تحریک کے باہم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف ہوتی ہے۔ ایک تحریک سے تو دو گز تک بھی حرکت نہ پہنچے گی اور ایک تحریک سے پچاس گز تک صدمہ پہنچے گا، اور جیسے تم نے قلہ کے معنی حدیث قلتین میں چوٹی پہاڑ کی لئے ہیں ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر کتنی ہی کثیر پانی میں سمندر ہو یا دریا ایک چوٹی پہاڑ کی گر پڑے تو پھر کتنی دور تک اس تحریک کا اثر پہنچے گا۔ بینوا و توجروا

بعد ان سب کے دیگر اصحاب اجتہاد اور ترجیح کی تعبیرات مختلفہ اور تفسیرات مضطربہ کو خیال کیا جاوے کہ کس قدر مختلف اور مضطرب ہیں اور پھر اس تفاوت پر غور فرمانا چاہیے کہ درمیان مسافت ۶۴ گز، اور سو گز، اور ۱۴۴ گز، اور ۲۲۵ گز کو کس قدر تفاوت ہے

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اور حدیث لا یبو لن احد کم.. الخ۔ وغیرہ من الاحادیث المعلومہ منافی اور مناقض احادیث محتج بہا اہل حق کے نہیں ہیں آپ کے اس اثبات تناقض بین الاحادیث پر ایک حکایت یاد آئی پیش کرتا ہوں: مثنوی

گفت است احولی را کاندر
رو برون آرا ز و ثاق آن شیشہ را
چون درون خانہ احول رفت زود
شیشہ پیش چشم او دو می نمود
گفت احول زاند و شیشہ تا کدام
پیش تو آرم بکن شرح تمام
گفت استا ان دو شیشہ نیست
احولی بگذارد افزون میں مشو
گفت امی استامرا طعنہ مزن
گفت زان دو شیشہ یک را بر شکن
چون بشکست ہر دو شد ز چشم
مرد احول گردد از میلان و خشم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیشہ یک بود چشمش دو نمود
چون شکست آن شیشہ را دیگر نبود

آپ کو شرائط تناقض بھی معلوم نہیں ان شعروں ہی کو یاد کر لیجئے

در تناقض ہشت وحدت شرط دان
وحدت موضوع و محمول و مکان
وحدت شرط و اضافت جز و کل
قوت و فعل است در آخر زمان

اب گذارش یہ ہے کہ حدیث ماء دائم اور نیز حدیث استیقاظ اور دلوغ کلب میں پانی کے نجس ہونے کا کہاں ذکر ہے جو متناقض ان الماء طھور کے ہووے حدیث ماء دائم میں نہی ہے پیشاب کرنے سے اور یہ نہیں فرمایا کہ ماء دائم پیشاب کرنے سے نجس ہو جاتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ماء راکد میں جو دہ دردہ ہو، پیشاب واقع ہو جاوے تو وہ آپ کے نزدیک نجس ہوتا ہے یا نہیں۔ شق اول آپ کے مذہب کے خلاف ہے اور بشق ثانی جب کہ آپ کے نزدیک علت نہی نجیس ہے تو کیا وجہ کہ نجس نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ علت نہی حدیث لا یبو لن میں نجیس نہیں ہے بلکہ ایذائے بنی آدم اور استحاق لعن وطعن ہے۔ ہاں اگر اگر احد الاوصاف الثلث میں بالفعل متغیر ہو جاوے تو نجس ہو جاوے گا کما مرّ بد لیل الا جماع۔ اور چونکہ شارع حکیم وخبیر نے ذرائع اور وسائل کو بھی اپنی شریعت میں مسدود اور منہی فرما دیا ہے، چنانچہ سابق مسئلہ قضا میں مفصلاً بیان ہو چکا، لہذا پیشاب کرنے سے عموماً خواہ آب کثیر ہو یا قلیل، نہی فرمادی کہ مبادا اس کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی پیشاب کر دیا کریں اور یہ امر عادت ہو جاوے اور پانی بعد حسی متغیر اور نجس ہو جاوے۔ اور دیکھو حدیث بند کرنے ذرائع کی

عن ابی ھریرہ قا ل انی سمعت حبی ابا القاسم ﷺ یقو ل لا تقبل صلوہ امرأۃ تطیبت المسجد حتی تغتسل غسلھا من الجنا بۃ ۔رواہ ابو داؤد و روی احمد و النسائی نحوہ ۔

اب غایت الباب یہ ہے کہ اگر پانی قلتین سے کم ہوگا تو مخالطت نجاستہ سے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درصورت عدم تغیر بھی مکروہ ہو جاوے گا بسبب مظنہ حمل خبث کے نہ نجس قطعی ۔آ گے رہے لفظ حدیث کے مسلم شریف میں

لا یغتسل احدکم فی الماء الدائم و ھو جنب

اس میں بھی علت اور حکمت نہی فقط تکدیر ماء ہے جس سے طبائع سلیمہ کسی قدر نفرت کرتی ہیں، یا یہ حکم تعبدی ہے، لیکن علت اس نہی کی بھی تنجیس نہیں ہے۔ اب منصف لبیب کو ثابت ہوا ہوگا کہ دونوں حدیثوں کے مفاد اور مضمون میں وحدت محمول جو شرائط تناقض سے نہیں موجود۔ مفاد حدیث اول یہ ہے

ان الماء طھور لا ینجسہ شیء بشرط ان لا یتغیر احد اوصافہ الثلث

اور مفاد حدیث دوم

ان الماء لا ینبغی ان یبال فیہ

پس ان دونوں حدیثوں میں تعارض اور تناقض نہ ہوا۔

علی ہذا القیاس حدیث استیقاظ اور حدیث بیر بضاعہ میں کسی طرح تناقض نہیں ہوسکتا کیونکہ مابین ان کے نہ وحدت محمول ہے اور نہ وحدت موضوع حدیث استیقاظ کا مضمون اور مفہوم ہے کہ

الا ناء لا یغمس فیہ الیہ حتی یغسلھا ثلاثاً

اور اگر وحدت موضوع بھی تسلیم کی جاوے تو پھر وحدت محمول کہاں سے لاؤ گے جو شرائط تناقض سے ہے۔ اور چونکہ محدثین اس حدیث کو باب سنن وضو میں لاتے ہیں تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ پیش از وضو ہاتھوں کا دھونا حضرت ﷺ نے مسنون فرمایا ہے اور غمس سے جو نہی فرمائی وہ برائے کراہت، چنانچہ آخر حدیث کا اس کی دلیل ہے یعنی

فانہ لا یدری این باتت یدہ

تو معلوم ہوا کہ یہ امر بطور سنت اور مستحب کے ہے کہ واسطے احتیاط کے اس کا حکم کیا ہے نہ فرض و واجب۔ حنفیوں میں سے کوئی بھی قائل نہیں کہ قبل وضو یا بعد نوم غسل یدین فرض و واجب ہو، اور جبکہ یہ امر ندب کے واسطے ہوا تو نہی بھی کراہت کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واسطے ہوئی، خصوصاً جبکہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ حضرت ﷺ نے لا یدري این باتت یدہ ، فرمادیا کہ جس سے معلوم ہوا کہ پلید ہونا ہاتھوں کا خواب میں امر یقینی نہیں ہے۔ پس مجرد تو ہم اور احتمال سے کوئی چیز فرض و واجب کیونکر ہو سکے، یا حرام اور نجس قطعی بھی کیونکر ہو۔

اندریں صورت بعد استیقاظ کے ڈالنا ہاتھوں کا پانی میں علت تنجیس کیونکر ہو گا۔ البتہ اگر یوں ارشاد ہوتا کہ ان غمس احد کم یدہ فی ا لا ناء فیتجنس ماء ہ تو مفید مدعائے خصم ہوتا و دونہ خرط القتاد۔

آگے رہی حدیث ولوغ کلب وہ بھی مناقض حدیث بئر بضاعہ کی نہیں۔

بچند وجوہ:

اولاً بایں کہ اس حدیث اور حدیث بیر بضاعہ میں وحدت موضوع نہیں اور بغیر وحدت موضوع تناقض متحقق نہیں ہوسکتا۔

اور ثانیاً باینکہ یہ حدیث حنفیوں کے نزدیک منسوخ ہے۔ علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا بعد ازاں منسوخ ہوا کما قال الشیخ عبد الحق

ثالثاً باینکہ کیوں نہیں جائز کہ یہ حکم تعبدی ہو، کیونکہ شریعت میں ہماری بہت سے احکام تعبدی بھی موجود ہیں۔ کیا ضرور ہے کہ یہ حکم بسبب نجاست کے ہی ہو۔ خصوصاً جبکہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ اگر حکم بسبب نجاست کے ہوتا تو کم سات مرتبہ سے بھی کفایت کرتا۔ کتے کے منہ کی نجاست تمہارے نزدیک بھی بول و براز سے بڑھ کر تو ہے ہی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ امر تعبدی ہے نہ بغرض نجاست۔

سوال۔ اگر کوئی شخص کہے کہ تمہاری تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر ایک پانی جو روئے زمین پر پایا جاوے وہ سب پاک ہے بشرط اس کے کہ رنگ مزہ اور بو میں متغیر نہ ہوا ہو، مقدار قلتین ہو یا کم وبیش۔ پھر تحدید قلتین جو تمارے نزدیک حدیث صحیح میں وارد ہے اس کا کیا فائدہ۔ اور مفہوم مخالف حدیث قلتین سے ظاہر ہے کہ درصورت ما دو ن قلتین کے وقوع نجاست سے پانی نجس ہو جاوے گا اگر چہ احدا لاوصاف الثلث میں تغیر نہ ہوا ہو تو حدیث قلتین معارض ومناقض حدیث بیر بضاعہ کے ہوگئی۔

جواب۔ حدیث قلتین معارض حدیث بئر بضاعہ کے ہرگز نہیں ہے کیونکہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح حدیث بئر بضاعہ مقید ہے ساتھ اس زیادت کے جو مجمع علیھا ہے، اسی طرح حدیث قلتین بھی مقید ساتھ اس زیادت اجماعی کے ہے۔ تو حاصل حدیث یہ ہوا کہ پانی مقدار قلتین حامل خبث نہیں ہوتا کسی حال میں بشرط اس کے کہ بعض یا کل اوصاف ثلث پانی کے وقوع نجاست سے متغیر ہو جاویں کہ اندریں حالت بضرورت حکم حسّ و مشاہدہ نجس ہو جاوے گا۔

اور مفہوم مخالف حدیث کا فقط اتنا حکم کرتا ہے کہ ما دو ن قلتین مظنہ حمل خبث کا ہے اور اس پر دلالت نہیں کرتا کہ ما دو ن قلتین قطعاً و یقیناً حامل خبث ہو جاتا ہے یا نجس قطعاً، کیونکہ اول تو درمیان مفہوم مخالف اور موافق کے کسی طرح کا تغایر نا کافی ہے خواہ وہ تغایر فقط کراہت اور عدم کراہت سے ہی ہو اور ثانیاً یہ کہ پلیدی مخرج طہوریت آب تو وہی ہے کہ مغیر بعض اوصاف یا کل اوصاف ثلث کی ہو، اور نیز درمیان حمل خبث اور نجاست مخرج طہوریت کے ہرگز تلازم نہیں و من ادعی فعلیه البیان۔

پس ثابت ہوا کہ مفہوم مخالف و موافق حدیث قلتین کا ہرگز تناقض اور منافات نہیں رکھتا ساتھ حدیث بیر بضاعۃ کے، اور جب کہ شارع علیہ السلام نے نفی نجاست کی مطلق پانی سے بھی بصیغہ عموم کی ہے اور پانی مقید بقلتین سے بھی بطور عموم ہی کے کی ہے، اور زیادت مجمع علیھا بطور صیغہ استثنا کی ان دونوں حدیثوں کے مخصص واقع ہوئی ہے۔ غایۃ الامر یہ کہ نسبت حدیث بیر بضاعۃ کی بطور مخصص متصل کی ہو اور نسبت حدیث قلتین کے بطور مخصص منفصل کے۔ اور یہ قاعدہ مقررہ علم اصول کا ہے کہ صیغہ عام خاص پر مبنی اور محمول ہوا کرتا ہے۔ مطلقاً تو اب کچھ منافات ان دونوں حدیثوں میں نہ رہی۔

آگے رہی یہ بات کہ فائدہ مقید کرنے کا ساتھ قلتین کے کیا ہے کہ کلام فصیح و بلیغ میں کوئی لفظ تقیید وغیرہ خالی از فائدہ نہیں ہوتا۔

جواب یہ ہے کہ فرق اور فصل کر دینا درمیان پانی قلیل اور کثیر کے کتنا بڑا فائدہ ہے۔ بلوغ المرام کی شرح میں حجۃ اللہ البالغہ سے نقل کیا ہے:

معنی وی آنست کہ حامل نمی شود خبث معنوی را کہ حکم میکند بان شرع نہ عرف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعادت و ہرگاہ کی از اوصاف ثلاثہ او متغیر گردد و نجاست کیفاً و کما فاحش شود ازین باب نباشد و قلتین را کہ حد فاصل میان قلیل و کثیر مقرر کردہ اند بنا بر امر ضروریست کہ چارہ نیست ازان بانکہ تحکم و جزاف است، وہمیں است حال جمیع مقادیر شرعیہ و چون آب مقدار دو قلتین در زمین مستوی باشد غالبًا ہفت شبر در پنج شبر بود و ایں قدر را دنائے حوض است و اعلی در اوانی قلہ است و ہیچ آوند از قلہ نزد ایشان معروف نبود و قلال ہجر ہم غالبًا برابر نیند۔ پس ایں حدیث فاصل میان قلیل و کثیر و ہر کہ قائل نشدہ بقلتین مضطرب گردیدہ است بسوی مثل وی در ضبط ماء کثیر ہم چو مالکیہ یا بسوئے رخصت در ابار صحرا بمانند مشکہائے شتران و بالجملہ آنچہ دریں باب معتد بہ تواند شد و عمل بران واجب گردد موجود نیست و حدیث قلتین اثبت احادیث این بابست بے شبہ ۔انتہی ملخصاً

اور واضح ہو کہ شارع علیہ السلام نے جو حد فاصل درمیان قلیل اور کثیر کے مقرر فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ما دو ن قلتین میں نجاست مخالط ہو لکن احد الاوصاف میں تغیر نہ آوے، اندریں صورت پانی پاک ہے لیکن بوجہ قلیل ہونے کے مکروہ ہے بخلاف آب کثیر یعنی قلتین یا فوق القلتین کے کہ اگر اس میں نجاست مخالط ہو گی تو درصورت عدم تغیر استعمال اس کا مکروہ بھی نہیں ہوگ چنانچہ مصفی میں لکھا ہے:

پس آنچہ اقرب بتحقیق می نماید آنست کہ آنجا دو علت است و ہر دو موثر تغیر نجاست و مخالطت نجاست پس تغیر او را نجس میسازد و قطعاً و مخالطت مکروہ میسازد بکراہت شدیدہ کہ جز بضرورت نیاید مرتکب آن شدن آب قلیل را بخلاف کثیر و ہو قول ابن حاجب یعنی ماء قلیل کہ مخلوط باشد بنجاست مشہور از مذہب مالک آنست کہ مکروہ است و بعضے گفتہ اند نجس ست۔ و این جا مفہوم مخالف حدیث قلتین و مفہوم مخالف قول مالک باعموم حدیث ان الماء طہور آشتی پیدا کردہ واللہ اعلم ۔ انتہی کلام المصفی

اور اگر کوئی کہے کہ قلتین ہی کو حد فاصل قرار دینے میں کیا حکمت ہے، تو جاننا چاہیے کہ عرب کے نزدیک جو ظروف ما دو ن قلتین میں حد اوانی میں داخل ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدار سبو کو کوئی حوض نہیں کہتا اور مقدار فوق القلتین ان کے نزدیک حوض میں داخل ہے۔ یعنی اتنی مقدار کو حوض کہہ سکتے ہیں اگر زمین معتدل الانخفاض میں واقع ہو کیونکہ حیاض واقعہ ملک الحجاز بڑے بڑے تالاب تو کیا دہ در دہ بھی نہیں ہوتے ہیں اور چونکہ نظر شارع علیہ السلام میں پانی بقدر حیاض کذائیہ کثیر میں داخل تھا اور پانی بقدر اناء کذائی یعنی ما دو ن القلتین قلیل میں داخل تھا اور درمیان اوانی اور حیاض کے بجز قلتین ہجر کے اور کوئی ظرف معروف ان کے نزدیک نہیں تھا، لہذا اسی کو حد فاصل قرار دیا جو درمیان کراہت اور عدم کراہت کے معیار تقریبی اور تخمینی ہو گیا اور قلتین کو حکم فوق القلتین کا دیا گیا۔

اب منصف لبیب کو ثابت ہوا ہوگا کہ احادیث احکام المیاہ میں باہم کسی طرح سے منافات اور تناقض نہیں ہے اور سب احادیث واجب العمل اور زمانہ صحابہ میں بھی انہیں احادیث پر عمل درآمد رہا اگر احوال صحابہ در باب استعمال میاہ مختلفہ اور عدم مبالات ان کے دہ در دہ وغیرہ سے لکھی جاوے تو اس مختصر میں گنجائش نہیں، دو ایک حدیث سید المحدثین بفتح الدال یعنی حضرت عمرؓ کی پیش کرتا ہوں:

عن یحی بن عبد الر حمن قا ل ان عمر خر ج فی رکب فیهم عمر و بن العا ص حتی وردوا حو ضاً فقا ل عمرو بن العا ص یا صا حب الحو ض هل ترد حو ضك السّبا ع فقا ل عمر بن الخطا ب یا صا حب الحو ض لا تخبر نا فا نا نرد علی السباع و ترد علینا۔ رواه ما لك۔

اور یہ امر پہلے بیان ہو چکا کہ حیاض واقعہ فی الحجاز دہ در دہ نہیں ہوتے

قا ل فی المصفی و بیقین معلو م است که حیا ض حجاز غدیر کبیر نمی باشد و نه عشر در عشر۔

و مرّ عمر بن الخطاب یو ماً فسقط علیه شیء من میزا ب و معه صا حب له فقا ل یا صا حب المیزا ب با ر ك الله طا هراو نجس فقا ل عمر یا صا حب المیزا ب لا تخبر نا و مضی۔ ذکر ہ احمد۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قولہ ۔ ادھر اس بات پر توافق آراء عام وخاص ..الی قولہ ..احتیاط واجب ہوتی ہے
اقول ۔ اگر آراء عام وخاص سے آراء غیر اہل شکوک و وسوسہ مراد ہے تو آراء صحیحہ ان کے مخالف احادیث صحیحہ مذکورہ کی نہیں ہیں، بلکہ آراء ان کی موافق روایات اور مطابق درایت ہیں کیونکہ کوئی عاقل گمان استعمال نجاست نہیں کرتا مگر اسی وقت کہ یا تو جرم نجاست پانی میں مخلوط ہو جاوئے اور بعینہ اوسے استعمال کیا جاوے، یا احد الاوصاف الثلث میں تغیر آ جاوے، ایسے ہی پانی کو قطعاً عقل کہتی ہے کہ نجس ہو کیونکہ اس صورت میں عین نجاست کا استعمال لازم آتا ہے کمّاً یاکیفاً ۔ تو رائے صحیحہ ان احادیث کی مخالف نہ ہوئیں اور اگر آراء عام وخاص سے آراء اہل وسوسہ واوہام مراد ہیں تو کسی پر اقتدا اور اتباع ایسی آراء فاسدہ کا لازم نہیں ۔ چھوڑ کر اقتدائے رسول مقبول ان آراء کی تقلید کیونکر کی جاوے ۔

و قد قا ل الله تعا لی: لقد كا ن لكم فی رسو ل الله اسوة حسنة لمن كا ن ير جوا الله و اليو م ا لآ خر ۔

و ايضاً قا ل تعا لی: قل ان كنتم تحبّو ن الله فا تّبعو نی يحببكم الله۔

و قال تعا لی: و انّ هذا صرا طی مستقيماً فا تّبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ۔

جناب من! یہ اہل وسوسہ تو مصداق اس حدیث کے ہیں:

سيكو ن فی هذه ا لا مة قوم يعتدو ن فی الطهور و الدعا رواه احمد و ابو دائود و ابن ما جه ۔

اب اس حدیث کو ملاؤ اس آیت سے:

انّ الله لا يحبّ المعتد ين ۔

اور درمیان وقوع نجاست اور نجس ہو جانے پانی کے کسی عاقل کی عقل میں تلازم نہیں ہے ورنہ چاہیے کہ دہ در دہ بھی وقوع نجاست سے نجس ہو جاوے ۔ هذا خلف۔

اور حدیث لا يبو لن احد كم... الخ ۔ بالضرور واجب العمل ہے نہ بوجہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احتیاط مختر عہ تمہاری کے، بلکہ بوجہ اس احتیاط کے جو سابق میں مشرح ہو چکی۔ اور تم نے وسواس اور اوہام کا نام احتیاط رکھ لیا وہ احتیاط کہ آخرت میں کار آمد ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ محتاط کو ثواب دے وہ سنت کی موافقت میں ہے اور جب سنت سے تجاوز ہو گیا تو وہ احتیاط نہ رہی وسواس اور اسراف ہو گیا

عن عبد الله بن عمر بن العا ص ان النبی ﷺ مرّ بسعید و هو یتو ضأ فقا ل ما هذا لسرف یا سعد. قا ل انی الو ضوء سرف. قال نعم و ان کنت علی هر جا ر ۔ رواه احمد و ابن ما جه و فی جا مع التر مذی من حد یث ابی بن کعب ان النبی ﷺ قا ل للوضوء شیطا ن یقا ل له الو لهان فا تّقوا وساوس الماء ۔

پس اندریں صورت اتباع کرنا ایسے ظنون فاسدہ کا احتیاط نہیں ہے بلکہ بڑی احتیاط یہ ہے کہ اس احتیاط کو جلد اور فی الحال ترک کر دے

غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس نفس واپسیں بود

اور دھونا ہاتھوں کا بعد نوم مستحب ہے نہ واجب کما مرّ۔ مولف جو واجب کہتا ہے خلاف مذہب جمہور ہے۔ اور حرمت اکل صید واقع فی الماء پر مولف جو قیاس کرتا ہے وہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ وہاں صید مذکور کے سبب حلت میں ہی شک واقع ہو گیا ہے، اور حیوان میں بموجب مذہب حق کے اصل حرمت ہے بخلاف پانی کے اس میں اصل حلت ہے۔ تو قیاس اس چیز کا جس میں اصل حلت ہے اوپر اس چیز کے جس میں اصل حرمت ہے قیاس مع الفارق ہوا۔ برائے خدا آپ جو باجتہاد خود قیاس فرمایا کریں تو ذرہ اس قاعدہ پر غور اور امعان نظر فرما لیا کریں کہ

اذا ثبت ان هذا علّة لکن یمکن ان یکو ن فی الفر ع ما نع او لخصو صیة ا لا صل اثر ۔

قو له ۔ اب گذارش .. الی قو له .. دس کی جگہ بیس لے جایئے۔

اقول ۔ حدیث الماء طهور میں الف لام کا استغراقی ہونا ہم ثابت کر آئے اگر کچھ اور منظور ہے تو سنیئے بحر العلوم شرح مسلّم میں لکھتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم المختار عند جما هير مشا ئخنا و مشا ئخ الشا فعية و المالكية ايضاً على ما هوالظا هر على ان المد خو ل حقيقة فى ا لاستغراق عند مقا رنة ا للام كما انه بدو نه المفرد المبهم و قا ل فى مقا مٍ آ خر ثم المختار عند جما هير مشا ئخنا بل مشائخ الشا فعية و الما لكية بل الحنبلية ايضاًعلى ما هو الظاهر ان المد خو ل حقيقة فى الاستغراق عند مقا ر نة اللام كما ان بدو نها للمفرد المبهم

اور یہ بات ثابت ہو چکی کہ اگر حدیث متنازع فیہ ضعیف بھی تسلیم کی جائے تو بھی بسبب وجوب تقلید مذہب امام کے حدیث ضعیف پر بھی عمل کرنا آپ پر واجب ہے اب اگر آپ کے پاس کوئی دلیل ایسے مواقع میں ایسی حدیث پر عمل نہ کرنے پر دلالت کرتی ہو تو لائیے اور بیس کی جگہ تیس لے جائیے۔

قوله ۔ حنفیہ ..الی قولہ فرق اب قلیل اور آب کثیر میں متفق علیہ

اقول ۔ و بالله التو فيق ۔ الماء طهور درصورت الف لام استغراق کے واجب العملا ور ترک عمل میں کسی طرح کی معذوری نہیں کیونکہ مخصص متصل الا ان تغير ريحه او طعمه او لو نه موجود ہے اور الف لام عہد کی کچھ ضرورت نہیں کہ العبرة لعمو م ا للفظ لا لخصو ص السبب ۔ اور اگر یہ شک واقع ہو کہ ذکر ایک خاص پانی کا پہلے الماء کے قرینہ کا ہے تو اس کا فک یہ ہے

قا ل المو لوى عبد الحكيم على حا شية مختصر معا نى و هذا لتقدم شر ط لصحة استعما له كما فى المضمر الغا ئب لا انه قر ينة كما وهم

اور دلیل استغراق جو استثنا ہے موجود یعنی ا لا ان تغير ر يحه ۔ الخ

اور حدیث قلتین اول تو مضطرب نہیں اور اگر ضعف و اضطراب بھی اس کا تسلیم کیا جاوے تو بھی بموجب مذہب امام کے خصم پر حجت ہے کما مرّ اور مولف یہ جو کہتا ہے:

کہ شرائط ادائی فرائض کے لئے ایسی حجت چاہیے کہ جیسی فرائض کے لئے،

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے کہ ثبوت طہارت کسی مخصوصہ پانی کے واسطے حجت قطعی جس میں کسی طرح کا شبہ ہو چاہیے تو اغلب کہ مولف اس کا بھی قائل ہوگا کہ ہر ایک متوضی پر وحی اترتی ہے کہ فلان پانی طاہر ہے اور فلاں پانی نجس کیونکہ بغیر نزول وحی کے طہارت قطعی و یقینی جس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ ہو اکثر میاہ کی نسبت ثابت ہونی دشوار ہے کہ علم غیب تو کسی کو دیا ہی نہیں گیا۔ اور نیز اندریں صورت آپ کے مذہب مختار اور عمدہ کے مخالف و مناقض ہوگا کیونکہ آپ کے نزدیک یہ امر رائے مبتلی بہ پر چھوڑ دیا گیا ہے اور یہی عمدہ اور مختار حضور والا ہے، اور ظاہر ہے کہ رائے مبتلی بہ حجت قطعی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اول تو عوام الناس صاحب رائے اور تدبر ہی نہیں ہوتے، اور نہ مراتب قوت وضعف کو پہچان سکتے ہیں، بلکہ جس قدر ان کو کچھ رائے اور فہم ہوتا ہے اس میں بھی اعتماد اپنے فہم اور رائے پر نہیں کر سکتے۔ آگے رہے اصحاب رائے وتدبر، ان میں اس قدر اختلاف ہوگا کہ احصا نہیں ہو سکے گا۔ سابقاً جو اختلاف رائے اصحاب رائے مذکور ہو چکا ہے اس کو بھی اس پر قیاس کر لو

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

الحاصل درمیان آپ کے دونوں کلاموں کے تناقض ہوا، ایدھر تو حجت قطعیہ کے طالب جو متعلق بوحی ہے، ادھر رائے مبتلی بہ آپ کی نظر میں عمدہ اور مذہب مختار۔

ایدھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبری میں ہے حرف مشدد کا

اور اگر یہ مراد ہے کہ ثبوت طہارت بموجب قواعد شرعیہ اور موافق سنت سنیہ اور طریقہ محمدیہ کے چاہیے تو وہ مانحن فیہ میں موجود ہے اور آپ کے ایسے وسوسوں سے نفی طہارت نہیں ہوسکتی۔ دیکھو صحیح مسلم میں ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ اذا و جد احد کم فی بطنه شیئاً فاشکل علیه اخر ج منه شیء ام لا فلا یخر ج من المسجد حتی یسمع صو تاً او یجد ریحاً

و فی الصحیحین عن عبد الله بن زید قا ل شکی الی رسو ل الله ﷺ الرجل یخیل الیه انه یجد الشیء فی الصّلوة۔ فقال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لا ینصرف حتی یسمع صو تاً او یجد ریحاً۔

و فی المسند و سنن ابی دا ؤد عن ابی سعید ان رسو ل الله ﷺ قال انّ الشّیطا ن یأ تی احد کم و ھو فی الصّلوۃ فیأ خذ بشعرۃ من دبرہ فیمدھا فیری انہ احد ث فلا ینصرف حتی یسمع صو تاً او یجد ر یحاً و لفظ ابی دا ؤد و جد ریحا با نفہ و سمع صو تا با ذنہ

و غیر ذا لك من ا لا حا دیث الصحا ح و الحسا ن۔

پس اب آپ کو ثابت ہوا ہوگا کہ حنفیہ کے ذمہ درصورت خلاف کرنے ان احادیث صحاح کے جواب دہی لازم ہے، اور یہ پیشگی جواب محض بے کار۔ اور آب قلیل وکثیر میں جوفرق شارع علیہ السلام نے مقرر کیا ہے تو وہ مقدار قلتین ہے، جس سے غرض شارع کی یہ ہے کہ پانی مقدار قلتین مخالطت نجاست سے در صورت عدم تغیر مکروہ ہوگا نہ نجس اور مقدار قلتین یا فوق قلتین جائز رہے گا بلا کراہت کما مرّ مفصلاً۔

قولہ ۔ اس لئے رائی مبتلی بہ پر رکھنا... الی آ خرہ

اقول ۔ درحالیکہ معیار قلت وکثرت کی شارع نے تغیر اور عدم تغیر کو مقرر فرما دیا اور قلتین کو حد فاصل درمیان کراہت اور عدم کراہت کے مقرر کر دیا تو باوجود ہونے نص کے رائے مبتلی بہ کا کیا اعتبار ہے کہ آپ آمد وتیمّم برخاست مثل مشہور ہے۔ سلّمنا کہ رائے مبتلی بہ بھی معتبر ہے لیکن جب ہی تک کہ موافق سنت کے رہے کہ: عشق سعدی تا بہ زانو، آپ نے بھی سنا ہی ہوگا، تو درصورت خلاف ہونے سنت کے وہ رائے وسواس اور وہم ہوکر مردود ہو جاوے گی جیسا کہ مثلاً ادائے جہاد میں تمیز مومن وکافر کی بموجب آپ کے فرمانے کے رائے مبتلی بہ پر چھوڑی گئی ہے تو اب اگر کوئی شخص مومنین ہی پر جہاد جاری کرنے لگے اور کہے کہ مجھ کو شک ہوگیا ہے کہ شاید ان مومنین کا دل کفر کی طرف پھر گیا ہو کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

ان القلو ب بین ا لا صبعین من اصا بع الله یقلبھا کیف یشاء

یا نماز جماعت کسی امام مومن کے پیچھے نہ پڑھے اور جائز نہ بتلاوے، اسی دستاویز سے کہ مبادا یہ امام مرتد ہوگیا ہو، کیونکہ حدیث میں آ گیا ہے۔ یا کوئی عورت کسی مرد مومن

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے نکاح نہ کرے اسی شک اور دستاویز سے یا کوئی مرد کسی عورت مسلمہ سے بہمیں دستاویز نکاح نہ کرے، تو ایسا شخص واہم اہل عقل کے نزدیک مخبط الحواس اور وہمی شمار ہوگا۔ اب گذارش خدمت میں یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس کوئی ایسی دلیل ہو جس سے اس مقام میں رائے مخلوط بالوسوسہ کا معتبر ہونا ثابت ہو تو لائیے اور بیس کی جگہ تیس لے جائیے۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ وعدہ اصلی اور صادق تو وہی دس روپئہ کا ہر آیت وحدیث پر ہے اور باقی آپ کی ہذلیات کا جواب ہے بلکہ بمقابلہ آپ کے وعدوں کے ایدھر سے یہ وعدہ ہے

اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مارا
بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

رہا دہ در دہ، اس کا اثبات تو آپ کے ذمہ باقی ہے ہی، اور چونکہ اکثر اصحاب متون وشروح کتب حنفیہ نے اسی کو لازم پکڑا ہے تو درصورت عدم اثبات و ثبوت کے التزام کرنا اس کا بدعت حقیقیہ میں داخل تو اہل حق عامل بالحدیث کو ان کے تقلید کے ترک کرنے میں عذر معقول ووجہ مقبول۔

و ھذا آ خر ما اردنا ایرادہ فی جوا ب الا دلّہ ا لا ذلّہ با صرار بعض ا لا حبا ب ا لا جلّہ خصو صاً المنشی عبد الرحمان سلّمہ المنّا ن و الحا فظ عبد اللہ جعل اللہ عقباہ خیرا من اولاہ و الحمد للہ رب العا لمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ محمد و آ لہ و اصحا بہ اجمعین آ مین یا رب العا لمین

(یہ رسالہ ماہ ذی الحجہ، ایام تشریق میں ختم ہوا)۔

الحمد للہ کہ تتمہ رسالہ مصباح الا دلہ مسمی بجواب الالتماس معہ ازالۃ الوسواس از رشحات کلک ہدایت سلک جناب مولانا سید سندی محمد احسن صاحب امروہی

کل شیء من ظریف ھو ظریف

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب الالتماس وازالۃ الوسواس بقلب عبارت سامی معہ جواب تحقیقی والزامی جواب الجواب تو ہو چکے التماس اور یادداشت بھی سن لیجئے۔

ہم کو بالیقین آپ کی تحریرات کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ٹھکانے کی بات کہتا ہے تو آپ مضامین شعریہ وخیالیہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں یا سوال پر سوال کرنے لگتے ہیں اور اس بہانہ سے جواب سے سبک دوش ہو جاتے ہیں چنانچہ رسالہ ادلہ کاملہ (برعکس نام نہند زنگی کافور) میں اول سے آخر تک یہی انداز اختیار کیا ہے اور شروع سے انتہا تک اسی کا نباہ کیا بحکم آنکہ آغاز کردہ برسانش بانتہا۔ اہل انصاف کو میرے اس دعوی کی تصدیق کے واسطے یہ آپ کا رسالہ ادلہ کاملہ اور نیز رسالہ مصباح التراویح ہر دو شاہد عدل کافی ہیں کہ جن میں محض بے تعلق اور بے تکی باتیں ذکر فرمائی ہیں اور اس التماس میں تو آپ نے بے تکی کو کمال ہی درجہ پر پہنچا دیا ہے۔ واہیات جاہلانہ تصور کر کے جواب لکھنے کو طبیعت نہیں چاہتی تھی کہ جواب جاہلاں باشد خموشی اور یہی وجہ ہے جو ارشاد ہوا کہ و اذا خاطبھم الجا ھلو ن قا لوا سلا ما لیکن باصرار وفرمائش مجی وشفیقی مولوی عبدالحق صاحب مولف رسالہ تقریر دلپذیر برادر زادہ مولانا عبیداللہ صاحب مصنف تحفۃ الاخوان وتحفۃ الہند وغیرھما من التوالیف المفیدہ چار و ناچار کچھ یہاں بھی گذارش کرتا ہوں خیر اوقات تو ضائع ہوگی

ہمیں جینا بناچاری جو آگے تھا سو اب بھی ہے
انہیں کار دل آزاری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

اور غور سے دیکھئے تو آپ نے پہلے ہی سے یہ انداز اختیار فرمایا ہے بھلا جس بات کا آپ سے کوئی سائل ہو تو بموجب قانون مناظرہ اور داب مباحثہ کے دلیل اپنے دعوی کی کیوں نہیں دیتے اور خلاف قانون مناظرہ سوال پر سوال کیوں کرتے ہو سچ فرمایا مولانا محمد حسین صاحب لاہوری مدظلہ نے کہ

> یہ لوگ (یعنی مقلدین) اسی غرض سے (یعنی تاکہ کوچہ جواب سوالات مطلوبہ میں قدم رکھنے کی نوبت برسوں تک نہ پہنچے) ان باتوں میں بات کو ٹالتے ہیں اور حیلہ و بہانہ سے جواب دہی سے جان چھڑاتے ہیں ورنہ کوئی تو ان میں سے بجواب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوالات اشتہار کوئی آیہ قطعی الدلالۃ یا حدیث صحیح صریح پیش کرتا اور مبحث مقصود کی طرف متوجہ ہوتا اور اس بات کا آج تک کسی نے فضلائے پنجاب و ہندوستان وخراسان وعربستان سے حوصلہ نہ پایا اور باوجود اس کے کہ ایک سال سے زیادہ مدت ان کا تعاقب کیا گیا اور اشتہار مسائل عشرہ کئی دفعہ چھپ کر ایک ایک کے گھر پہنچا کسی نے جواب مطلوب نہ لکھا۔ اکثر نے سوال پر سوال کرنے کو ہتھ کنڈا بنایا، اور جہاں اس کی جگہ نہ پائی وہاں سبّ و شتم وطعن وتشنیع کی سپر کو آڑ بنایا اور بعضوں نے احادیث ضعیفہ موضوعہ و آیات غیر متعلقہ کو پیش کیا۔ الغرض مطلب کی بات ایک نے نہ لکھی۔ انتھی کلام مولانا مد ظلہ العالی۔

اور آپنے تو یہ سب چالیں چلی ہیں اور جوش وخروش ہم بے چاروں پر اس کے علاوہ، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے کہ

برہان قوی باید و معنوی
نہ رگہائے گردن بجنت قوی

آپ اپنے گھر کی خبر کیوں نہیں لیتے کہ اجڑا جاتا ہے، اور شجرہ تقلید شخصی جس نے دین اسلام کی رونق وتازگی کو کھو دیا تھا وہ اب جڑ سے اکھڑا جاتا ہے سنت نبوی ﷺ پھیلی جاتی ہے زمین تقلید شخصی دہلی جاتی ہے (یعنی دہل رہی ہے۔ بہاء)۔ اگر آپ کے پاس حدیث صحیح متفق علیہ نہیں ہے تو اس لیت ولعل سے کیا فائدہ۔ صاف کہہ دو۔ بعدہ چاہے سائل بن کر مطالب مشارالیہ کے لئے احادیث موصوفہ بوصف مذکورہ ہم سے درخواست فرماؤ۔ اور ہمارے جگر کو دیکھو کہ باوجود اس تمہاری الٹی چال کے بھی ہم نے اپنی احادیث یحتج بھا کی کچھ تشریح کر دی۔ اب بھی آپ کچھ نہ کریں گے تو ہم بھی انشاء اللہ کچھ نہ کریں گے مگر عند اللہ وبرائے خدا جو کچھ آپ کریں فہم وانصاف سے کریں اور معموں اور شروح معموں کو مقدمہ دین میں دخل نہ دیں اور تعصب کو چھوڑیں اور اس نارسائی پر خودرائی سے منہ موڑیں۔ مقام تحیر ہے کہ مسئلہ عاشر کے جواب میں آپ نے بے اصل ہونے کا اقرار کر کے پھر کچھ انکار سا کر دیا

قسمت کی خوبی ہے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

ورنہ مجھ کو آپ کی اس ظاہر پرستی اور خود رائی اور تقلید جبل فی الجید سے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کسی نسخہ محرفہ فقہ اکبر میں لکھا دیکھ کر متشابہات تک پہنچیں گے اور ید اللہ فوق ایدیھم اور الرحمن علی العرش استوی کے بھروسے خدا تعالیٰ کو نعوذ باللہ مجسم بتانے لگیں گے کیونکہ مبین کتاب الٰہی جو سنت رسول ہے کہ السنة قاضية على الكتاب اس کو تو واجب العمل جانتے ہی نہیں، اور ایک دقت آپ کو اور پیش ہے کہ منیہ، کنز، قدوری میں کہیں اس کی تفسیر لکھی نہیں۔ اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ آیہ فاستمتعتم به منهن فاتوهن اجورهنّ کو متعہ النکاح پر محمول کرو کیونکہ جیسے احادیث قرأت فاتحہ خلف الامام وغیرہ کو نہیں مانتے تو جو احادیث اس آیت کی مفسر ومبین ہیں ان کو کب مانو گے۔ اور میں جانتا ہوں کہ آپ اپنا کام کر چکے ہیں کیونکہ ہر چند یہ بات بالخصوص آپ کی نسبت نہیں سنی، پر یہ شور تو ایک مدت سے ہے کہ حضرت صاحب ہدایہ نے تجویز متعہ کی نسبت یہ کہہ دیا ہے و قال مالك و هي جائزة اور قریب القیاس بھی ہے کیونکہ جب آپ کے نزدیک محرمات ابدیہ سے منعقد ہو جاتا ہے تو نکاح متعہ نے کیا قصور کیا ہے جو منعقد نہ ہو۔ ادھر عبداللہؓ بن مسعود وغیرہ کا منکر تحریم ہونا حدیثوں میں مرقوم ہی ہے، اور آپ نے یہ انداز اختیار کر ہی لیا ہے کہ احادیث منسوخہ اور آثار صحابہ مرجوعہ عنھا کو احادیث مرفوعہ صحیحہ نصوص قطعیہ صریح الدلالۃ پر مقدم اور مرجح کر دیتے ہو۔ یہاں پر بھی وہی انداز مختار رکھو گے اور کیوں چھوڑو گے بقول شخصے: قول مرداں جان دارد۔

علاوہ یہ کہ جب افتراء باندھنا ہی ٹھہرا تو امام مالکؒ ہی کی کیا خصوصیت ہے امام ابوحنیفہؒ سہی۔ کل کو کوئی محشی ہدایہ کا یوں لکھدیوے گا کہ اصل عبارت ہدایہ کی یہ ہے کہ المتعة جائزة عند ابی حنیفه و قال مالك باطلة۔

اور مسائل فقہیہ کو کتاب وسنت پر عرض کرنے کا مسلک تو آپ کا ہے ہی نہیں جس سے اصل حال معلوم ہو، تو سب مقلدین اس طوفان بے تمیزی میں ڈوب جاویں گے۔ اور چونکہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ قوت اجتہاد رکھتے ہیں مسئلہ نفاذ قضا قاضی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشہادت زور (جھوٹ) اور مسئلہ انعقاد نکاح محرمات ابدیہ وغیرھما میں آپ کا اجتہاد مسلّم العام کالانعام ہے ہی، تو یہ کب ہوسکتا ہے کہ یہ شور اوپر ہی اوپر رہے۔ اور نیز یہ خوف بھی مجھ کو ایک مدت سے ہے کہ مبادا بعض مقلدین خدا کے ہاتھ پاؤں کو ایسا ہی سمجھنے لگیں جیسے ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ تامل رہے گا تو اتنا ہی رہے گا کہ کاہے کے ہیں؟ چاندی کے، یا سونے کے، یا کاہے اور کے۔ اور یہ خوف دو وجہ سے ہے ایک تو بسبب وجوب تقلید شخصی کے کہ جتنے فرق باطلہ گمراہ ہوئے اسی آفت تقلید سے ضال ہوگئے ہیں۔ سچ فرمایا مولانا رومؒ نے

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست
کہ بود تقلید اگر کوہ قویست

اور دوسری وجہ خوف کی یہ ہے کنز، قدوری، منیہ میں صفات الٰہیہ کا کہیں بیان نہیں۔ اور کتاب وسنت بمقابلہ تقلید کے ساقط الاعتبار میں قیاس ہی قیاس رہ گیا سو قیاس میں ایسے ہاتھ پاؤں آتے نہیں، جو ہمارے تمہارے ہاتھ پاؤں کی مانند نہ ہوں

اور اس تقلید حبل فی الجید سے مجھ کو یہ بھی اندیشہ ہے کہ آیات قرآنی اور تمام احادیث صحاح وحسان جن کا مضمون ہدایہ شریف میں مندرج نہیں ہے ان کو معارض ہدایہ تصور کرکے یا یہ اعتبار سے ساقط فرمادو گے کیونکہ حدیث گو صحیح ہی کیوں نہ ہو پر کہیں ہدایہ کو پہنچتی ہے۔ حدیث میں تو احتمال موضوع ہونے کا، منکر ہونے کا، مضطرب ہونے کا، اور دس طرح کے احتمال ہیں:

و اذا جاء الا حتمال بطل الاستد لال

بعد ان احتمالوں کثیرہ کے اگر تھوڑی حدیثیں باقی بھی رہیں تو ان پر عمل کیا جاوے۔۔ اور فرض کیا کہ حدیث صحیح متفق علیہ نص قطعی صریح الدلالت بھی ہو تو بھی احتمال ہے کہ منسوخ ہو خصوصاً جب کہ کچھ لحاظ ہٹ دھرمی کا بھی رہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ مخصص ہو یا مقید ہو یا مؤول ہو یا معارض ہو

و غیر ذالك من الا حتما لا ت الكثيرة التى تجر ى فى احاديث النبى ا لا مى و لا تجرى فى اقوا ل المقو لة من ا لا مام الاعظم ا لا علم بل فى غير المنقو لة عنه ايضاً لا تجرى ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ یہ کہ کتاب وسنت کی رد ونفی کے واسطے قطع نظر ان احتمالات مذکورہ کے جو گیارہ شبہات کہ حضور نے اس جگہ وارد کئے ہیں یہی کافی و وافی ہیں۔ ایک تو وہ احتمالات مذکورہ تھے ہی، اور ایک یہ شبہات ہوئے۔ تو اب ایک اور ایک گیارہ ہو گئے۔ اور پھر جب سے اب تک اور بھی اعتراض اپنے ذہن نقاد اور طبع وقاد سے پیدا کئے ہی ہوں گے۔ کتاب ہدایت مسلمین پادری عماد الدین کی آپ کے پاس موجود ہو ہی گی جس سے اور شبہات بہت سے آپ لکھ سکتے ہیں اور فارغ البال نہیں بیٹھ سکتے

بے کار مباش کچھ کیا کر
کپڑے ہی ادھیڑ کر سیا کر

زندگی کا کیا بھروسہ ہے مبادا کل کو موت آجاوے اور اعتراض کرنا کتاب و سنت پر باقی رہ جاوے

ساقیا یہاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

اور یاد رکھئے کہ: این ہمان سنگ است کہ بر سر من زدہ بودی۔

اب آپ کے مقابلہ کو ہم بھی حاضر ہیں بسم اللہ: این گو واین میدان۔

لکل فرعون موسی آپ نے سنا ہی ہوگا۔ اب آپ کے کل وسواس بے اساس کو بعینہ نقل کر کے جواب دیتا ہوں:

وسوسہ اول اور اس کا ازالہ

اگر حدیثوں اور روایات تواریخ سے بہ نسبت قرآن شریف کفار کا ریب وتردد میں ہونا سمجھ میں آتا ہے تو قرآن میں لاریب فیہ فرماتے ہیں جس سے بوجہ وقوع نکرہ فی سیاق النفی بالکل ریب وتردد کا نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کسی کے دل میں کیوں نہ ہو مگر ہاں آپ کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ قرآن شریف میں ریب کی نفی ہے احادیث وتواریخ میں یقین بطلان قرآن کا مذکور ہے مگر اس کو کیا کیجئے کہ بہت سے ضعفاء کو تردد بھی ہوا۔ دوسرے نفی لا ریب ایسی ہے جیسے نہی لا تقل لهما افٍّ جیسی اس سے بدلالۃ النص

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرب وغیرہ کی نہی نکلتی ہے ایسی ہی لا ریب سے یقین بطلان کی نفی نکلتی ہے بہر حال لا ریب فیه لا ریب آپ کی نگاہوں میں اکثر احادیث و تواریخ بلکہ مشاہدات کی نسبت موجب ریب ہوگا۔

ازالہ: یہ بات بخوبی واضح ولائح ہے کہ کوئی سوال ان گیارہ سوالوں میں سے استحقاق جواب نہیں رکھتا کیونکہ سوال بمقابلہ سوال ہے، اور نیز کوئی غرض صحیح قابل سماعت اہل انصاف ان سوالوں کے کرنے سے معلوم نہیں ہوتی۔ اور کوئی سوال ان گیارہ سوالوں میں سے جواب سوالات عشرہ سے بھی تعلق صحیح نہیں رکھتا، نہ تعیین مراد کی غرض پر حمل ہو سکتے ہیں، نہ تمہید مقدمات ضرور یہ بن سکتے ہیں۔ بلکہ فرار عن المناظرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اگر یہ غرض ہے کہ جیسے ان گیارہ سوالات کے جواب ظاہر اور روشن ہیں، اسی طرح تمہارے دس سوالات کے جواب ظاہر ہیں، تو یہ بات بھی بالکل غلط ہے۔ عرصہ قریب دو برس کا ہوا، آج تک کسی سے ہمارے سوالات کا جواب نہیں ہوسکا۔ اور تم نے بھی اتا پتا ہی بتلایا ہے چنانچہ دیباچہ کتاب خود میں مقر ہو۔ اللھم الا ان یقال شاید آپ کی یہ غرض ہو کہ آیات اور احادیث مندرجہ سوالات یازدہ میں جس طرح تم تاویلات کرتے ہو اسی طرح ہم بھی مسائل عشر میں تاویل کرتے ہیں۔

یہ قیاس آپ کا محض غلط اور مع الفارق ہے۔ اولاً تو اس وجہ سے کہ یہ شبہات آپ کے فریقین کے نزدیک مردود اور ہباءً منثوراً کے مصداق ہیں بخلاف مسائل عشرہ کے۔ پھر ان اعتراضات مسلم الرد فریقین کو آپ یہاں پر کیوں وارد کرتے ہیں۔

وثانیاً، بایں وجہ کہ ان آیات اور احادیث میں جو تم ایراد تعارض کرتے ہو، وہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ بہت سی آیات سے تو نماز کی فرضیت پائی جاتی ہے اور لا تقربوا الصلوۃ سے عدم فرضیت بلکہ حرمت اس کی ثابت ہوتی ہے، تو کلام الٰہی میں باہم تعارض اور تناقض ہو گیا اور من عند اللہ نہ ہوا۔ سو ایسا شبہ کرنا عقلاء سے نہایت بعید ہے۔

اور ثالثاً، بایں وجہ کہ بموجب مذہب اہل حق کے جس کو ہم دیباچہ رسالہ میں در باب عمل بالکتاب والسنۃ مشرح ومفسر کر آئے ہیں یہ سوالات کسی طرح وارد نہیں ہو سکتے اور الٹ کر بموجب مسلک تقلید کے تم پر ہی عائد ہوتے ہیں۔ اب بموجب مسلک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق کے چار و نا چار جواب مثل الماس سے اساس آپ کے کل وسواس کی کندہ کی جاتی ہے۔

دیکھئے اور سنیئے کہ یہ اول شک اور وسوسہ آپ کا بطور مثل کے ایسا ہی ہے کہ کوئی اندھا وقت دو پہر کے دھوپ میں بیٹھ کر کہے کہ مجھ کو تو آفتاب کی روشنی نظر نہیں آتی اور وجود ضوء شمس میں مجھ کو شک ہے۔ اور یہ جو حرارت دھوپ کی مجھ کو معلوم ہوتی ہے وہ شائد آگ کی حرارت ہو کیونکہ مانا میں نے کہ حرارت آفتاب کی ایک اثر ہے اس کے آثار سے، لیکن آثار کا موثر سے عام ہونا ادلہ کاملہ کے صفحہ ۲۴ سطر اول میں لکھا ہوا ہے۔

جناب من! یہ شک و ریب اس کا کسی اہل عقل کے نزدیک سوائے آپ کے ایسا نہیں کہ اس کا وجود معتبر مانا جاوے۔ اور بموجب مسلک اہل حق کے لا ریب فیه کے یہی معنی ہیں کہ قرآن شریف کا من عند اللہ ہونا بسبب سطوع برہان کے مانند آفتاب کے ایسا روشن ہے کہ کوئی شخص بصیر و بینا بعد حاصل کرنے نظر صحیح کے اس میں شک و ریب نہیں کر سکتا اور تعلق ریب کے واسطے فی نفسہ وہ قابل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی اندھے کو یا جس کی نظر صحیح نہ ہو اس کا من عند اللہ ہونا نظر نہ آوے تو قرآن شریف میں کیا حرج وقدح ہوا

اگر نہ بیند بروز شپر چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اور لا ریب فیه کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس قرآن میں کوئی شخص بھی شک نہ کرے گا، البتہ اگر یوں ارشاد ہوتا کہ

لا یرتاب فیه احد من الا غبیاء و لن یشك فیه واحد من الاغویاء

تو یہ ایراد آپ کا وارد ہو سکتا تھا۔ ایسے لوگوں کے شک و ریب کا وقوع میں آنا تو آیت و ان کنتم فی ریب مما نزلنا سے پایا ہی جاتا ہے ۔ اور فأتوا بسورةٍ من مثله سے تعلیم برہان مزیل شکوک اہل اطمینان کا ارشاد ہوا ہے جس کی تفسیر ہم نے دفع دفعہ خامس میں کی ہے۔ فتذکر۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور پھر یہ گذارش ہے کہ آپ نے لا ریب فیه کو هدی للمتقین سے قطعاً کیوں علیحدہ کر دیا۔ یوں ہی سمجھ لیا ہوتا کہ لا ریب فیه للمتقین اور هدی کو حال لازمہ ضمیر مجرور سے کرایا ہوتا اور عامل اس کا طرف کو جو صفت منفی واقع ہے سمجھ لیتے۔ غرض کہ اہل حق آپ کے اس وسوسہ کے بہت جواب دندان شکن دے سکتے ہیں لیکن چونکہ اس آیت کی تفسیر میں کوئی قول امام صاحبؒ کا منقول نہیں ہے تو مقلدین امام کو اس کے جواب میں بڑی دقت واقع ہو گی۔ کیونکہ اگر کوئی جواب دیا بھی تو اس جواب کے مطابق تفسیر امام سے کیونکر معلوم ہو۔ ہدایہ، شرح وقایہ کا تو ذکر ہی کیا ہے حضرت قاضی خان نے بھی تفسیر اس کی کہیں نہیں لکھی ۔ پس یہ ایراد آپ ہی پر وارد ہے نہ ہم پر۔ یہ الزام اہل حق پر لگانا محض خلاف نفس الامر ہے۔ آپ کو اس مقام پر بڑا سہو ہوا ایسا نہیں چاہیے:

خود فراموشی کند تہمت دہد اوستا درا

اب آپ کو یہ الزام اہل حق پر لگا کر الٹے لینے کے دینے پڑ گئے
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

وسوسہ دوم اور اس کا ازالہ

آگے فرماتے ہیں:

هدی للمتقین۔ لام اختصاص اس جانب مشیر ہے کہ فاسقوں کو ہدایت نہ ہو کافروں کو۔ پھر تس پر انّ الله لا یهدی القوم الکا فرین اس کے موافق، بلکہ اس مضمون میں اسی سے بڑھ کر، اور اکثر احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ اور اخبار متواترہ ہدایت کفار وفساق پر شاہد سو بوجہ مخالفت مشار الیہ بمقابلہ قرآن وہ احادیث واخبار کا ہے کو مقبول ہوں گی بلکہ مثل مذہب ہنود کہ غیروں کے ہنود ہونے کی امید ہی نہیں قطع امید ہدایت کی ہدایت ہو گی۔

ازالہ: جناب من! جب زنگ تقلید دل پر دوڑ جاتی ہے تو پھر اس کو ہدایت کتاب وسنت کی نفع نہیں دیتی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آہنے را کہ مور چا نہ بخورد
نتوان برد ازو بصیقل زنگ

اندریں صورت ہدایت بمعنی دلالت موصلہ الی المطلوب کیونکر متحقق ہو جو ھدی للمتقین تو صادق نہ آوے اور ھدی للکافرین صادق آوے۔ بلکہ یہاں پر تو ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ہی صادق ہوگا کیونکہ جب غلاف تقلید نے دل کو ڈھک لیا تو پھر اس میں نور علم اور ایمان کا کیونکر پہنچے ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصار ھم غشاوۃ کے جو مصداق ہیں وہ کیونکر مہدی اور مہتدی ہو سکتے ہیں۔

بند آہن را توان کردن جدا
بند غیبی را نداند کس دوا

یہ تو وہ پردے ہیں جو اللہ تعالی نے اہل تقلید کے دلوں پر ڈال رکھے ہیں جو حق کے منکر اور اس کے قبول کرنے سے متکبر ہیں۔ اور انہیں پردوں کے مثل کانوں کا بوجھ اور آنکھوں کی نابینائی اور چھپا ہوا پردہ ہے ان آیات میں

واذا قرأت القرآن جعلنا بینك و بین الذین لا یؤمنون بالآخرۃ حجاباً مستوراً (الاسراء: ٤٥)

و جعلنا علی قلوبھم اکنّۃً ان یفقھوہ و فی آذانھم وقراً۔ (انعام: ٢٥)(الاسراء: ٤٦)

اور بعض دل تو بالکل اندھے ہی مخلوق ہوئے ہیں و اللہ ارکسھم بما کسبوا۔ صاحب اس دل کا باطل کو حق جانتا ہے اور ارباب باطل سے محبت کرتا ہے اور حق کو باطل سمجھتا ہے اور اہل حق سے عداوت رکھتا ہے۔ اگر آپ کو اس میری گذارش میں شک ہو تو ذرہ حال بعض حضرات مقلدین کا ملاحظہ فرمائیے کہ گروہ اہل حق عامل بالحدیث سے کس طرح پیش آتے ہیں اور کیسا کیسا تشدد کس قدر شد و مد سے کرتے ہیں۔ اپنی ایسی حرکات سے ایک زمانہ کو زیروزبر کر رکھا ہے۔

اگر بامعان نظر ملاحظہ فرماؤ گے تب بالجزم ثابت ہوگا کہ ھدی للمتقین بلام اختصاص سے ٹھیک ہے اور اگر آپ ہدایت کو بمعنی مطلق دلالت اور ارائۃ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطریق کے مراد لیتے ہیں تو البتہ کلام اللہ تعالی کا اس اعتبار سے سب کے واسطے ہدایت ہے۔مومن ہو یا کافر، مقلد ہو یا محمدی۔تو اس نظر سے ھدی للناس بھی فرما دیا ہے۔تخصیص متقین اس مقام پر اس وجہ سے ہے کہ اس دلالت سے انتفاع اہتداء انہیں کو حاصل ہوا ہے اور غیر متقین کو بسبب اڑ جانے تقلید پر بعوض شفا کے مرض اور خسارہ زیادہ ہوا۔

قال اللہ تعالی: و ننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمة للمؤمنین و لا یزید الظالمین الا خساراً۔

و قال تعالی: فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً

اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ غذائے صالح حالت صحت میں نفع دیتی ہے نہ حالت مرض میں۔آفتاب و چراغ سب کے واسطے روشنی کا موجب ہے لیکن اندھا اس سے مستثنی ہے مشہور مثل ہے:

آں کس کہ چراغ نہ بیند بچراغ چہ بیند

ولنعم ما قیل

لیلی بو جھك مشرق، و ظلا مه فی الناس ساری

و الناس فی سدفِ الظلا م، و نحن فی ضوء النھار

ما شاء اللہ اب تو آپ کی طبع وقاد کی جولانی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ بمقابلہ سوالات عشرہ قیاسیہ کے کتاب وسنت کے واجب الاذعان ہونے میں شبہات ہونے لگے۔مجھ کو تو یہ خوف بسبب آپ کی تقلید کے اول ہی سے تھا

من از آن حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم

کہ عشق از پردہء عصمت برون آرد زلیخا را

آگے رہی قطع امید ہدایت، اس کا یہ حال ہے کہ باوجود یاس کے بھی دعوت طرف عمل بالسنّت اور اتباع حدیث کی ہمیشہ رہے گی۔قال المولوی المعنوی:

لیک دعوت دارد است از کرد گار

با قبول و نا قبول او را چہ کار

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نوح نہصد سال دعوت مے نمود
دمبدم انکار قومش می فزود
ہیچ از گفتن عنان واپس کشید
ہیچ اندر غار خاموشی خزید
زا نکہ از با نگ و علا لائے سگان
ہیچ و اگردد ز راہی کاروان
یا شب مہتاب از غوغائے سگ
سست گردد بدر را در سیر تگ
مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقت خود می تند
ہر کسی را خدمتے دادہ قضا
در خور آن گوہرش در ابتلاء

وسوسہ سوم اور اس کا ازالہ

قولہ اور بمقابلہ اذا قمتم الی الصلوۃ فا غسلوا و جو ھکم وہ احادیث جن سے ایک وضو سے کئی نمازوں کا ادا کر لینا ثابت ہوتا ہے کیونکر مقبول ہوں گی ۔ انتہی

ازالہ : یہ اعتراض بھی آپ ہی کے مسلک پر وارد ہوتا ہے چنانچہ جا بجا واسطے مخالفت و جوب تقلید شخصی کے کہیں آیات قرآنی کو واجب .؟ جانتے ہو اور کہیں احادیث صحاح کو ساقط الاعتبار گردانتے ہو، اور کہیں دونوں سے دست بردار ہوتے ہو اور ہدایہ کے فرمانبردار۔

دفعہ چہارم میں مجبور ہو کر یہ کیا کہ احادیث صحاح صریح الدلالۃ کو بمقابلہ آیت فا ذا قرىء القر آن فاستمعوا له و انصتوا کے واجب الرد کر دیا۔ علی ہذا القیاس باقی دفعات میں خصوصاً مسئلہ نفاذ قضا میں دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔ سچ فرمایا مولانا محمد حسین لاہوری مدظلہ نے و ھو ھذا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس ایسے شیر بہادروں سے یہ بھی بعید نہیں کہ صاف کہدیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی سمجھنے میں غلطی کی کہ مقتدیوں کو قرأت فاتحہ کا پیچھے امام کے امر فرمایا۔ فجوائے کلام اور مقتضائے مقام تو یہی ہے کہ سبب خفی جو آنحضرت ﷺ کی حدیث کو صحیح مان کر قدح و جرح سے سالم جان کر اس کے مقابلہ میں قرآن کی آیت پڑھ دیتے ہیں بے شک یہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کے معنی نہیں سمجھے ورنہ حدیث کے مقابلہ میں کبھی قرآن نہ پڑھیں، بلکہ دونوں کو باہم موافق کریں۔ ولیکن چونکہ یہ بات صاف صاف عوام میں نہیں کہہ سکتے اس لئے وہ ایک ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں، اور اس برے اعتقاد کو اس قاعدہ کے ضمن میں ظاہر کرتے ہیں کہ آیت قطعی ہوتی ہے اور حدیث ظنی۔ اور قطعی کے مقابلہ میں ظنی پر عمل جائز نہیں۔ مگر چونکہ اس قاعدہ کے پابند نہیں رہتے اور جہاں اس قاعدہ پر چلنے سے مذہب امام کی پیروی چھوٹتی ہے وہاں اس قاعدہ کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں، اور بمقابلہ آیت قطعی کے حدیث ظنی بلکہ قول صحابی بلکہ رائے فقیہ سے تمسک کرتے ہیں۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قاعدہ ان کا محض انکار عمل بالحدیث کیلئے آڑ ہے اور درحقیقت یہ قول امام کو حدیث پر مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے فہم کو آنحضرت ﷺ کی فہم سے اچھا جانتے ہیں۔ اب میں واسطے تصدیق اپنے دعوے کے ایک مثال جس سے یہ ثابت ہو کہ قاعدہ ان کا محض انکار کی آڑ ہے اور حقیقت میں وہ اسکے پابند نہیں، ذکر کرتا ہوں۔

مسئلہ جمعہ قرآن میں یوں ناطق ہے:

یا ایھا الذین آ منوا اذا نو دی للصّلوۃ من یّو م الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ و ذروا البیع .(الجمعہ: ۹).(یعنی جب اذان ہو دن جمعہ کے تو دوڑو طرف ذکر خدا کے، یعنی نماز جمعہ کے، اور سودا تجارت چھوڑ دو)۔

تو دیکھو یہ صریح ہے۔ اس میں جمعہ کے واسطے پادشاہ یا شہر یا بازار ہونے کی کچھ شرط نہیں۔ پھر حنفیہ اس آیت کو نہیں مانتے، اور اس کو بمقابلہ ایک قول صحابی کے بلکہ بقول ایک عالم حنفی مذہب جسکا قول بالاتفاق حجت نہیں ترک

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاں شہر نہیں، بازار و کوچہ نہیں، وہاں جمعہ صحیح نہیں چنانچہ ہدایہ میں کہا ہے۔

(بعد نقل عبارات وغیرہ مولانا ممدوح فرماتے ہیں کہ) ان عبارات میں غور کر کے انصاف سے کہنا چاہیے کہ یہاں قرآن پر سے عمل کہاں چلا گیا اور اس قاعدہ کو کون لے گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پابند قاعدہ کے نہیں ہیں بلکہ پابند تقلید امام کے ہیں۔ پس اگر اس کی محافظت قرآن کے اخذ کرنے سے دیکھتے ہیں تو اس کو ہاتھ مارتے ہیں، اور اگر وہ تقلید حدیث پر عمل کرنے سے قائم رہتی ہے تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ یہاں سے صدق کلام امام رازیؒ کا معلوم ہوا جو اس نے کہا ہے کہ مذہب حنفی قانون مستقیم پر مبنی نہیں ہے کبھی قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں کبھی قیاس کی طرف، کبھی حدیث کی طرف دوڑتے ہیں، کبھی آثار کی طرف۔ الی آخر ما نقل کلام الرزای۔

(ثم قال) اور یہ طریق ان کا خلاف طریق سلف صالحین صحابہ و تابعین و آئمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے ہے بلکہ ارشاد آنحضرت ﷺ کے جو سب اماموں کے امام ہیں نیز مخالف ہے۔ آنحضرت ﷺ کے قول سے ثابت ہے کہ حدیث وجوب اتباع میں مثل قرآن ہے اور آئمہ دین سلف صالحین سے ماثور ہے کہ حدیث قرآن مجید سے وجوب اتباع میں سبقت رکھتی ہے نہ اس وجہ سے کہ رتبہ آنحضرت ﷺ جناب باری سے بالا ہے، اور نہ اس وجہ سے کہ پایہ ثبوت حدیث کا ثبوت قرآن سے اعلیٰ۔ بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن میں اجمال و ابہام ہوتا ہے اور حدیث اس کی مفسر و مبین بنتی ہے۔ اس لئے انہوں نے یہ اتفاق کر رکھا ہے کہ

السّنّة قاضية على كتاب الله و ليس كتاب الله بقاض على السّنّة۔ یعنی حدیث قرآن پر حاکم ہے اور قرآن حدیث پر حاکم نہیں۔ انتہی کلام مولانا

الحاصل ہمارے مسلک کے بموجب جو حتی الوسع اور مہما امکن توفیق اور تالیف میں الا دلہ ہے یہ اعتراض تمہارا ہرگز وارد نہیں ہوتا کیونکہ یہاں پر ہم صیغہ امر کو واسطے ندب اور استحباب کے لیتے ہیں حالت وجود طہارت میں یا اذا قمتم الی الصلوۃ کو جو

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلق ہے مقید کرتے ہیں ساتھ قید محدثین کے اور وہ احادیث جن سے ایک وضو سے کئی نمازوں کا ادا کر لینا ثابت ہوتا ہے وہی اس مطلق کے واسطے موجب تقیید واقع ہوں گی بموجب ہمارے مسلک کے۔

وسوسہ چہارم اور اس کا ازالہ

اور حدیث: انّ المؤمن لا ینجس،

انّما یرید الله لیذ هب عنکم الرّ جس کے بعد بے اس کے کیونکر لائق قبول ہوگی کہ اہل بیت جن میں بہ دلالت لفظ اہل بیت خود آنحضرت ﷺ بھی داخل ہیں چہ جائے کہ اور کاملان وقت زمرہء اہل ایمان سے نعوذ باللہ خارج ہیں۔

ازالہ۔ یہ اعتراض بھی مسلک مقلدین کے بموجب ان پر ہی عائد ہوتا ہے کیونکہ پانی مستعمل ہر ایک مومن کا امام کے مذہب میں نجس ہے۔ اندریں صورت تمام مومنین نعوذ باللہ نجس ہوئے کیونکہ بغیر نجس ہونے مومن کے پانی مستعمل اس کا کیونکر نجس ہوگا، تو تمام اولیاء وصلحاء وتابعین وصحابہ واہل بیت حتی کہ رسول اللہ ﷺ مقلدین کے نزدیک نعوذ باللہ نجس ہوں گے۔

اور حدیث انّ المؤمن لا ینجس

قول امام سے منسوخ رہے گی۔ اور آیت انّما یر ید الله لیذ هب عنکم الر جس ، امام کے قول کے مؤید۔ یا یوں کہو کہ یہ تمام کمل مومنین زمرہ اہل ایمان سے خارج ہوں گے لاکن جبکہ قلادہ تقلید شخصی کو توڑا جاوے اور مذہب تحقیق ومسلک عمل بالکتاب و السنۃ اختیار کیا جاوے، تو یہ اعتراض ہرگز ہرگز وارد نہیں ہوتا اور درمیان آیت اور حدیث کے کچھ تعارض نہیں، کیونکہ حدیث مذکور میں حالت جنابت کا مذکور ہے اور نجاست جنابت کی نجاست حکمی ہے کہ شارع ﷺ نے ساتھ اس کے حکم کیا ہے اور غسل اس پر واجب کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جنابت سے آدمی خواہ مومن ہو یا کافر حقیقتاً نجس نہیں ہو جاتا ہے، اور اس لئے پسینہ اور جھوٹا جنبی کا پاک ہے، اور مصافحہ اور اٹھنا بیٹھنا ساتھ اس کے اور مخالطت کرنا اس سے جائز ہے۔ اب واسطے تصدیق اس بیان کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھو کل حدیث کو جس کا ٹکڑا تم نے بطور غت ربود کے ذکر کیا:

عن ابی هریره قا ل لقینی رسول الله ﷺ و انا جنب، فا خذ بیدی، فمشیت معه حتی قعد، فانسللت فا تیت الرمل فاغتسلت ثم جئت و هو قا عد فقا ل این کنت یا ابا هرّ۔ فقلت له ۔فقا ل سبحان الله ان المؤمن لا ینجس

هذا لفظ البخاری و لمسلم معناه و زاد بعد قو له فقلت لقیتنی و انا حنت فکر هت ان اجا لسك حتی اغتسل و کذا البخاری فی روا یة اخری

فا ن قیل کہ جب کافر جنبی بھی بسبب جنابت کے مثل خنزیر وغیرہ کے بموجب تمہارے قول کے نجس نہیں ہوتا ہے تو اس حدیث میں تخصیص مومن نہیں فرمائی

اقو ل۔ تخصیص مومن کی اس واسطے فرمائی ہے کہ حدیث مذکورہ میں بیان مصافحہ اور ملاقات کا ہے، اور کافر میں ایک قسم کی نجاست یعنی نجاست اعتقادایسی ہے کہ جس کے سبب سے مومنین کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے، جیسا کہ نجاسات سے اجتناب کرتے ہیں۔ اور مصافحہ اور معانقہ اور مخالطت کرنا ان سے جائز نہیں۔ لہذا حضرت ﷺ مومن کو تخصیص کر کے فرماتے ہیں کہ المو من لا ینجس۔

حاصل یہ کہ مومن میں نجاست اعتقاد بھی نہیں اور بسبب جنابت کے بھی جسم ان کا نجس نہیں ہوتا تو معانقہ اور مصافحہ ان سے کیوں جائز نہ ہو، بخلاف کافر کے کہ اگر چہ بسبب جنابت کے وہ بھی نجس نہیں ہوتا لیکن بسبب خبث عقائد کے بحکم انما المشرکو ن نجس سزاوار مصافحہ و معانقہ وغیرہ بھی نہیں، تو حدیث مذکور میں وجہ تخصیص مومن کے ساتھ ذکر کے ظاہر ہے۔ پس حدیث سے اتنا ہی ثابت ہوا کہ جنابت سے مومن نجس نہیں ہو جاتا اور آیت میں ر جس سے مراد بموجب مسلک اہل حق کے رذائل اور گناہ کی باتیں ہیں جو نفس کے ناپاک کرنے والی ہیں اور مثل نجاست کے واجب الاجتناب ہیں اور ان کا ذکر اللہ نے قبل اس آیت کے فرمایا ہے:

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مر ض و قلن قو لاً معرو فاً ۔ و قر ن فی بیو تکنّ و لا تبرّجن تبرّ ج الجا هلیة

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاولی ۔(احزاب: ۳۱۔۳۲)۔

بعد تخلیہ رذائل کے تحلیہ بفضائل کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

و اقمن الصّلوة و آ تین الز کوة و اطِعن الله و رسو له ۔(احزاب: ۳۲)

بعد اس کے ارشاد ہوتا ہے کہ:

انّما یرید اللّه لیذ هب عنکم الرّ جس اهل البیت و یطهّر کم تطهیراً ۔(احزاب:۳۳)

غرض کہ بمو جب مسلک اہل حق کے آیت میں جس نجاست اور رجس کا ثبوت پایا جا تا ہے حدیث میں اس کی نفی نہیں اور حدیث میں جس نجاست کی مومن سے نفی ہے آیت میں اس کا ثبوت نہیں پایا جا تا تو تعارض وتناقض ہوتو کیونکر ہو۔ ہاں البتہ بمو جب مسلک مقلدین کے دو بلا ؤں اور آفتوں میں سے ایک بلاء اور آفت کا وقوع ضرور ہے چنانچہ اوپر ہم لکھ آئے و لنعم ما قیل

و اهرب عن التقلید فهو ضلالة
ان المقلد فی سبیل الهالك

وسوسہ پنجم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ ان الله لا یغفر ان یشرك به احادیث دالّہ مغفرت کبار صحابہ جو بالیقین پہلے مشرک تھے کیونکر یا یہ اعتبار کو پہنچیں گی ۔ بلکہ مشر ک کی مغفرت کی امید ہی منقطع کی جاوے گی گو تائب ہوکر ولی ہی کیوں نہ ہو جاوے اور پھر اس وجہ سے بعد ضم ضمیمہ جعلا له شر کاء عجب نہیں حضرت آدمؑ کی مغفرت میں بھی تامل ہو۔

ازالہ: آپ ہر جگہ آیات اور احادیث میں دعوی تعارض کرتے ہیں اور کسی دلیل سے تعارض کو ثابت نہیں کرتے ۔ مدعی بن کر اپنے دعوی کو بے دلیل چھوڑ دینا کیسی ہٹ دھرمی کی بات ہے۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ اہل حق کا وہ کون مسلک ہے جس کے بمو جب یہ شبہ وارد ہوتا ہے۔ اہل حق تفسیر قرآن کی یا تو خود قرآن سے ہی کرتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کہ: تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ ، یا حدیث سید الانس والجان کو مفسر اور مبین اس کا مانتے ہیں اور قول صحابہ و تابعین کو بھی بیان قرآن جانتے ہیں۔ اور اظہر من الشّمس ہے کہ بموجب اس مسلک کے احادیث اور آیات میں تعارض و تناقض ہرگز ہرگز قیامت تک آپ ثابت نہ کرسکیں گے و لو کان بعضکم لبعض ظھیراً۔ کتاب وسنت میں ایسے ایسے وسواس بے اساس پیدا کر کے مصداق حدیث ذیل کیوں ہوتے ہو:

عن زیاد بن جر یر قال قال عمر ھل تعرف ما یھدم ا لا سلام۔ قلت لا ۔قا ل یھد مه زلّة العا لم و جدا ل المنا فق با لکتا ب و حکم ا لآ ئمة المضلین۔ رواہ الدا رمی ۔

عوام لوگ تو آپ کے ایسے ایسے وسواس بے اساس دیکھ کر آپ کی نسبت طرح طرح کے گمان فاسد کرتے ہیں اور خواص کو آپ کے ان سوالات بے محل پر ہنسی بھی آتی ہے اور افسوس بھی آتا ہے۔ خیر بہر حال آپ کے اس وسوسہ کو بموجب مسلک اہل حق کے دفع کرتا ہوں۔ سنئے کہ بدلائل کتاب وسنت یہ بات ثابت ہے کہ توبہ سے جملہ معاصی کفر وشرک تک سب مغفور ہو جاتے ہیں

قال الله تعالی: قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف (انفال :۳۸)

و ایضاً قا ل الله تعا لی: و ھو الذی یقبل التّو بة عن عبادہ، و یعفو عن السّیئا ت و یعلم ما تفعلون (شوری:۲۵)

و انی لغفار لمن تا ب و آ من .. ا لآیة (طه :۸۲)

وجاء فی الحد یث: التا ئب من الذ نب کمن لا ذنب له

و ایضاً : لو اخطاء احد کم حتی ملاء ما بین السماء و ا لار ض ثم تا ب، تاب الله علیه ۔

و غیر ذا لك من ا لآ یا ت الکثیرة و الا حا دیث التی یطول ذکر ھا ۔

تو بموجب ان آیات اور احادیث کے جو کافر ومشرک کفر وشرک سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جاوے اور تقلید آبائی چھوڑ کر اقتدائے سنت نبی کو اختیار کرے تو پہلا کفر وشرک اس کا سب مغفور ہو جاوے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آ گے رہا وہ کا فر و مشرک جو آخر عمر تک بھی تا ئب نہیں ہوا ،تو وہ کا فر و مشرک البتہ مغفور نہ ہوگا اور اس کا شرک ہرگز نہ بخشا جاوے گا۔ سوا ایسے مشرک کے حق میں ان الله لا یغفر ان یشر ك به فرمایا ہے۔اور اہل حق کے نزدیک تخصیص عموم کتاب کی ساتھ خبر واحد کے بھی جا ئز ہے چہ جائے کہ خود نصوص کتاب الٰہی مخصص واقع ہوئی ہوں۔

اب عرض یہ ہے کہ کبار صحابہ جو پہلے مشرک تھے، آپ کے نزدیک تا ئب عن الشرک تھے یا نہیں۔ بشق اول شرک سابق ان کا بعد تو بہ مغفور کیوں نہ ہوگا اور اطلاق لفظ مشرک یا کافر کا بعد تو بہ ان پر آپ کس قاعدہ سے کریں گے بینوا توجروا۔

اور بشق ثانی وہ صحابہ ہی نہیں ہوئے۔ اندریں صورت اطلاق لفظ صحابہ کا آپ ان پر کس طرح کریں گے۔

آ گے جو ضمیمہ ذمیمہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ (بعد ضم ضمیمہ جعلا لہ شرکاء عجب نہیں کہ حضرت آدم کی مغفرت میں بھی تامل ہو)، میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے حضرت آدمؑ کا شرک کون سے کلمہ سے ثابت کیا ہے۔ اگر صیغہ تثنیہ جعلا نے آپ کو اس وسوسہ میں ڈالا ہے تو پھر صیغہ ضمیر جمع یشر کون کو آپ کیا کیجئے گا، اور مرجع اس کا کس کو قرار دیجئے گا۔ آدم وحوا کے سوا تیسرا شخص کہاں سے لایئے گا جو صیغہ جمع صادق آوے۔ اگر ان کی اولاد میں سے تیسرا شخص لو گے، تو آپ کا مقابل بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ جعلا له شرکاء کے معنی جعل اولا د هما شر کاء ہیں بطریق حذف مضاف اور اقامت مضاف الیہ کے مقام مضاف کے جو محاورات عرب وغیرہ میں کثیر الاستعمال ہے، تو اس صورت میں شرک حضرت آدمؑ کا کہاں ثابت ہوا جو آپ کا دعوی ہے۔ اور اگر یہ وسوسہ آپ کو اس حدیث سے پیدا ہوا ہے

روی سمرة عن النبی ﷺ قا ل لما و لد ت حوّا طا ف بها ابلیس و کا ن لا یعیش لها ولد فقا ل سمیه عبد الحا رث فا نه یعیش فسمته فعا ش فکا ن ذا لك من و حی الشیطا ن و امره ۔ رواه الحاکم و قا ل صحیح و للتر مذی و قا ل حسن غر یب

تو عرض یہ ہے کہ اس حدیث میں شرک کرنا حضرت آدمؑ کا کہاں مذکور ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔...البتہ حضرت حوا کی نسبت یہ مذکور ہے کہ انہوں نے فرزند کا نام عبدالحارث رکھا۔ پھر یہ گذارش ہے کہ عبدالحارث رکھنا شرک فی العبادۃ کس طرح ہوا، اس کو ثابت کیجئے تب یہ شرک موجب دخول نار ہوگا۔ البتہ اگر آپ یہ بات بہ نقل صحیح ثابت کریں کہ حضرت حوا نے حارث کو اپنا رب اور معبود اعتقاد کیا تھا، تب بھی فقط حضرت حوا کا اشراک ثابت ہوگا، نہ حضرت آدمؑ کا جو نبی معصوم عن الشرک تھے۔

پھر یہ گذارش ہے کہ ہم نے کوئی اقرار نامہ لکھ دیا ہے جس کے سبب ہم کو ضرورت واقع ہو کہ ان آیات کا نزول حضرت آدمؑ اور حوا کی نسبت ہی اعتقاد کریں کیوں جائز نہیں کہ یہ آیات سوائے حضرت آدمؑ اور حوا کے کسی اور کے حق میں نازل ہوئی ہوں

قال فی البیضاوی و یحتمل ان یکون الخطاب فی خلقکم لآل قصیّ من قریش فانهم خلقوا من نفس قصیّ و کان لها زوج من جنسها عربیةً قرشیةً وطلبا من الله تعالی الولد فاعطاهما اربعة بنین فسمیا هم عبد مناف و عبد شمس و عبد قصی و عبد الدار

اور پھر یہ گذارش ہے کہ ہم کو کون سی ضرورت واقع ہے جو نزول ان آیات کا کسی خاص شخص کے ہی حق میں معہ جملہ خصوصیات مندرجہ آیات کے مانا جاوے کیونکہ مقامات کثیرہ میں پروردگار نے تصویر ایک صورت فرضی کی کر کے صورجزئیہ بغرض بیان احکام ارشاد فرمائی ہیں اور تحقیق جملہ خصوصیات ان صور مذکورہ کا مقصود عز و جلّ نہیں ہے۔

کما قال الله تعالی: کمثل حبّة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلةٍ مأة حبة (بقرہ:۲۶۱)

دیکھو یہاں پر لازم نہیں کہ حبہ بایں صفت موصوف ضرور ہی پایا جاوے بلکہ مقصود پروردگار عالم فقط زیادت اجر کی تصویر ہے۔ اگر اتفاقاً کوئی صورت ایسے پائی جاوے جس میں کل وہ خصوصیات یا اکثر اس کے متحقق ہوویں تو فبها۔

و قال تعالی من هذا القبیل:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ووصّينا الانسان بوالديه احساناً حملته امه كرها و وضعته كرهاً (الاحقاف: ١٥)

و قال تعالى: و اذا قيل لهم ما ذا انزل ربكم۔ قالوا اساطير الاولين۔ الآيه ۔(النحل:٢٤)

و قال تعالى: و قيل للذين اتقوا ما ذا انزل ربكم۔ قالوا خيراً ۔ (النحل: ٣٠)

و قال تعالى: ضرب الله مثلاً قريةً كانت آمنةً مطمئنةً ۔(النحل:١١٢)

و غير ذلك من الآيات الكثيرة

چنانچہ بموجب اس بیان مذکورہ کے مولانا شاہ ولی اللہؒ فائدہ ترجمہ میں ارشادفرماتے ہیں:

این تصویر است حال آدمی را کہ نزدیک ثقل حمل نیت اخلاص درست کند و چون فرزند بوجود آید آنرا فراموش سازد و در تسمیہ اشراک کند۔ و ازینجا دانستہ شد کہ شرک درتسمیہ نوعیست از شرک، چنانکہ اہل زمان، غلام فلان و عبدفلان نام می نہند ۔

پس بموجب مسلک اہل حق کے آپ کا اعتراض ہرگز واردنہیں ہوتا۔ اب میں دریافت کرتا ہوں کہ اس آپ کے وسواس کا دفع بطور مذکورامام صاحب سے تفسیر آیت میں منقول ہے یانہیں ۔بشق اول مضامین مندرجہ جواب آپ پر واجب التسلیم ہیں ورنہ تقلیدٹوٹ جاوے گی، اوربشق ثانی درصورت وجوب تقلیدشخصی آیت کی تفسیر و تطبیق مذہب حق سے بغیرنقل اقوال امام صاحب کے آپ کیسے کریں گے ۔ اندریں صورت آپ ایمان سے ہاتھ دھوبیٹھیں گے اورمورداس اپنے اعتراض کے آپ ہی رہیں گے ۔اب اختیار بدست مختار ہے، چاہیے ایمان سے دست بردار ہوجئے ، چاہیے وجوب تقلید سے ۔اگرہم سے مشورہ لیتے ہوتو بحکم من ابتلی به بلیتین فلیختر اهو نهما کے وجوب تقلیدہی کو جانے دیجئے ۔اور یہ خوب یادرکھئے کہ اس قسم کے جس قدرسوالات اورشبہات پیدا کریں گے اپنی تقلیدہی کی رسوائی ہویدا کرینگے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وسوسہ ششم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ و من یقتل مو منا متعمداً ،ان احادیث کے آپ کا ہے کو سنیں گے جن سے لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی مغفرت نکلتی ہے۔

ازالہ: ہمارا کام تو یہی ہے کہ آیات قرآنی کو بھی سنیں اور احادیث رسول مقبول سے تمسک کریں و ان کا ن علی ر غم الحسود ۔اگر کسی طرح کا تعارض بظاہر بینھما معلوم ہو تو توفیق اور تلفیق دے کر سب ادلہ پر حکم اعمال جاری کریں، نہ تمہاری طرح الغا و اہمال۔ چنانچہ مسلک ہمارا رسالہ مصباح الادلہ اور ملاحظہ دیگر رسائل سے بخوبی واضح و لائح ہوگا۔ اور اگر آپ کو مضامین توفیق بین الادلہ مندرجہ رسائل بسبب قوت حافظہ یاد نہیں رہے ہیں تو یہاں پر سن لیجئے کہ صیغہ من یقتل اگر چہ عام ہے مستحل اور غیر مستحل کو، لیکن بدلائل کتاب وسنت ہمارے نزدیک مخصوص ہے ساتھ مستحل کے، یعنی جو شخص مومن کے قتل کو حلال جان کر قتل کرے تو وہ مستحل قتل مستحق وعید مذکور کا ہے ۔اور وجہ تخصیص یہ ہے کہ تخصیص عام کتاب کی ساتھ خبر واحد کے اہل حق کے نزدیک جائز ہے کما مرّ مرا را ۔ارشاد الفحول میں ہے:

اتفق اھل العلم سلفاً و خلفاً علی ان التخصیص للعمومات جائز و لم یخا لف فی ذا لك احد ممن یعتد به و ھو معلو م من ھذه الشریعة المطھرة حتی قیل انه لا عا م ا لا و ھو مخصوص، الّا قو له :و الله بکل شیء علیم ۔

اور پھر یہ گذارش ہے کہ اس جگہ پر تعلیق کرنا قتل کا ساتھ وصف مومن کے مشیر اور مشعر ہے علیت کو یعنی من یقتل مو منا لا جل ایما نه ۔اور ظاہر ہے کہ قتل کرنا مومن کا بوجہ اس کے ایمان کے محض کفر ہے، تو بھی قاتل مومن اس وجہ سے مستحق وعید مذکور کا ہوا۔لیکن آپ اپنی فرمائیے آپ نے تو ادلہ کاملہ میں وہ چال چلن اختیار کیا ہے جس کے سبب ان کل اپنے اعتراضوں کے مورد خود ہی ہو گئے ہو اور ہم کو اور سوالوں سے فارغ البال کر دیا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

جب کہ آپ تخصیص عموم آیت و اذا قرىء القر آ ن کے ساتھ احا دیث صحاح کے جا ئز نہیں رکھتے، تو یہاں پر آپ اس انداز کو کب چھوڑیں گے، اور ان احادیث کو کا ہے کو سنیں گے جن سے لا الہ الا اللہ کہنے والوں کی مغفرت نکلتی ہے، حالانکہ آیت و اذا قرىء القر آ ن کے بعد مخصص متصل بھی اس کا موجود ہے یعنی و اذ کر فی نفسك ۔ الآ یہ۔ اگر اب بھی اس بند تقلید کو توڑ دو تو سب ایرا دوں سے محفوظ رہو۔ سچ فرمایا شیخ علیہ الرحمہ نے

ز تقلید اندیشہ بس واجب است
کہ تقلید پابند ہر طالب است

وسوسہ ہفتم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ آیت لا بیع فیه و لا خلة و لا شفا عه ۔ احا دیث شفاعت کس شمار میں ہوں گی۔

اگر آپ کی مراد شفاعت سے شفاعت بلا اذن ہے، تو حدیثوں میں اس کا ثبوت کہاں ہے۔ اور محدثین شفاعت بلا اذن کے کب قائل ہیں جو آپ کہتے ہیں کہ احا دیث شفاعت کس شمار میں ہوں گی۔ اور اگر مراد شفاعت با لاذن ہے تو قر آن شریف میں اس کی نفی کہاں ہے

لا یتکلّمو ن ا لّا من اذن له الرّ حمن و قا ل صوا باً ۔ (النبأ: ۳۸)
و من ذا الذی یشفع عنده الا با ذنه (بقره: ۲۵۵)۔
و غیر ذا لك من ا لآ یا ت

موجود ہیں جو بطور تفسیر و بیان کے واقع ہوئی ہیں واسطے آیت لا بیع فیه و لا خلة و لا شفاعة کے۔ اور مثل مشہور ہے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔

جناب من! اس الزام کے مورد ہم نہیں ہو سکتے، قصور معاف لا تقربوا الصلوة پر عمل کرنا و انتم سکاری کی طرف نظر نہ کرنا، یہ تو کام آپ ہی کا ہے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

،محدثین نے تو علم تلفیق و توفیق میں خوب ہی بحث کی ہے جس سے ادنی درجہ کے طالب کتاب وسنت کو توفیق وتطبیق بین الا دلّہ معلوم ہو جاتی ہے اور منا فات ظا ہری سب دفع ہو جاتی ہے ۔ بمو جب قواعد اور اصول کے کہیں عام کی تخصیص ہے اور کہیں مطلق کی تقیید اور کہیں تعدد حادثہ پر محمول و غیر ذلك من التو جیها ت ۔ اگر شک ہو تو تفا سیر اور شروح مصنفہ اہل حق کا ملا حظہ کر لیجئے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو رسائل مصنفہ اہل حق جو مسائل مختلف فیہا میں مؤلف ہوئے ہیں دیکھ لیجئے ۔ اور یہ بھی میسر نہ ہو تو اسی رسالہ مصباح الا دلہ کو بشہو دقلب والقائے سمع سنئے اور دیکھئے ،اور باقی مسائل محدثین کو مشتے نمونہ از خروارے قیاس کر لیجئے ۔ اور اگر انداز صم بکم عمی کا ہی مختار ہے تو پھر بجز فهم لا یر جعو ن کے کیا توقع کی جاوے خیر انا لله وانا الیه را جعو ن

وسوسہ ہشتم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ مثنی و ثلث و رباع حدیث اخبار تسعہ ازواج مطہرات ساقط الاعتبار ہوں گی ۔ یا نعوذ باللہ دشمنان نبوی ﷺ کو مرتکب کبیرہ شنیعہ و مصر علی الکبیرہ اور جاہر بالکبیرہ تصور فرماویں گے ۔

ازالہ: اہل اسلام میں سوائے آپ کے کون سا فرقہ ہے جو حضرت ﷺ کے مخصوصات کا قائل نہیں ۔ اور ہمارا کون سا مسلک ایسا ہے جس سے یہ الزام ہم پر عائد ہوتا ہے اور یہ افتراء ہو رہا ہے ۔ ذرا اس حدیث کو خیال کر لیا کرو:

ولا تأتوا به بهتا ن تفترونه بین ایدیکم و ار جلکم

اول تو جو مخصوصات نبی ﷺ کی احا دیث سے ثا بت ہیں وہ بھی ہمارے نزدیک واجب القبو ل ہیں ۔ خصوصاً با ب النکا ح کے مخصوصات، وہ تو خود پروردگار عالم نے اپنے کلام پاک میں منصوص کر کے بیان فرما دیئے ہیں حیث قا ل تعا لی:

و امرأة مؤمنة ان وهبت نفسها للنّبیّ ان اراد النّبیّ ان یّستنکحها خالصةً لّك من دو ن المؤمنین (الا حزا ب:۵۰)

اگر اب بھی کچھ شک ہو تو سیاق وسباق آیت کو دیکھ لو ۔ ہاں البتہ بمو جب آپ کے مسلک کے یہ اعتراض آپ ہی پر وارد ہوتا ہے ۔ و تقریرہ هذا:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب النکاح میں ہدایہ وغیرہ کے حضرت ﷺ کی ازواج تسعہ مطہرات کے واسطے امام ابوحنیفہؒ نے کہیں جواز نقل نہیں کیا۔ آگے رہی کتاب وسنت، سواس پر عمل کرنا ہوتے ہدایہ کے جائز نہیں، تو بالضرور حدیث اخبار تسعہ ازواج مطہرات آپ کے نزدیک ساقط الاعتبار ہوں گے۔ خصوصاً جب کہ یہ لحاظ کیا جاوے کہ حنفیوں کے نزدیک سائر مؤمنین کا نکاح بصیغہ ہبہ بھی منعقد ہو جاتا ہے حالانکہ عند اہل الحق مخصوصات نبی ﷺ سے ہے، تو جیسے انعقاد نکاح بلفظ ہبہ عند الحنفیہ مخصوصات حضرت ﷺ سے نہ رہا حالانکہ خالصةً لك من دون المؤمنين صریح اس پر دال ہے، تو تزویج ازواج تسعہ کی تجویز نسبت نبی ﷺ کے جو ہدایہ وغیرہ میں امام ابوحنیفہ صاحب سے کہیں منقول نہیں آپ کب تسلیم کریں گے اور نعوذ باللہ دشمنان نبوی ﷺ کو مرتکب کبیرہ شنیعہ ومصر علی الکبیرہ اور جاہر بالکبیرہ تصور فرماویں گے۔ وتعالی شان النبی المعصوم عن ذلك كله

وسوسہ نہم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ یو صیکم الله، حدیث نحن معاشر الانبیا لا نورث مثل شیعہ دیوار سے ماری جاوے گی۔

ازالہ: اس سوال سے اگر یہ غرض ہے کہ آیت یو صیکم الله نص صریح قطعی الدلالۃ قطعی الثبوت ہے اور حدیث نحن معاشر الانبیاء اگرچہ نص صریح قطعی الدلالۃ ہے لیکن قطعی الثبوت نہیں بلکہ ظنی الثبوت ہے، تو بموجب مسلک اشتہار مولانا مشتہر کے آیت مذکورہ حدیث مسطورہ پر مقدم رہے گی بسبب قطعی الثبوت ہونے اور حدیث ساقط الاعتبار ہوگی بسبب ظنی الثبوت ہونے کے۔ اور بظن غالب میں جانتا ہوں کہ ان سوالات کے کرنے سے آپ کی یہی غرض ہے۔ سو گذارش خدمت عالی میں یہ ہے کہ وقت تعارض کے ترجیح اور تقدیم نص صریح قطعی الدلالۃ کے اوپر مقابل ومعارض اس کے کے یعنی حدیث پر جو نص صریح قطعی الدلالۃ نہ ہو مسلّم ہے اہل حق کا یہی مسلک ہے جس بنا پر سوالات عشرہ کئے گئے ہیں کیونکہ جانب مخالف میں نص صریح قطعی الدلالۃ صحیح متفق علیہ موجود نہیں بخلاف جانب موافق کے۔ چنانچہ تحقیقات ماسبق سے واضح ولائح ہے۔ آگے رہی ترجیح اور تقدیم حجت قطعی الثبوت

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علی الا طلاق اور بطور کلیۃ کے اوپر حجت ظنی الثبوت کے جو امر محل بحث میں ہے ہمارے نزدیک کلیتًا اس کے ثابت نہیں کیونکہ جائز ہے کہ حجت قطعی الثبوت اور خبر واحد ظنی الثبوت میں تطبیق اور توفیق کی جاوے۔ توضیح میں ہے:

اعما ل الدلیلین وا جب ما امکن فیعمل کل وا حد فی مورده الا ان لا یمکن

ہمارے نزدیک تو جس طرح کتاب اللہ واجب العمل ہے حدیث رسول مقبول بھی واجب العمل ہے اتبعوا ما انز ل علیکم من ر بکم جیسے کتاب کو شامل ہے بسبب عموم اپنے کے سنت کو بھی شامل ہے۔ و ما آ تا کم الرسو ل فخذوه کتاب وسنت دونوں کو عام ہے اور مخصص کوئی موجود نہیں او تیت القر آ ن و مثله معه خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے تو قطعی الثبوت ہونے سے آیت یو صیکم الله کو باوجود کہ ظنی الدلالۃ ہے انبیاء کے حق میں واجب العمل ٹھہرانا اور حدیث نحن معاشر ا لا نبیاء کو بسبب ظنی الثبوت ہونے کے باوجود قطعی الدلالۃ ہے پایہ حجت واعتبار سے ساقط کرنا یہ آپ ہی کا مسلک ہے ہمارا نہیں۔ چنانچہ قرأۃ فاتحہ خلف الامام میں آپ نے یہی مسلک برتا ہے اور دیگر صدہا مقاموں پر واسطے رد کرنے حدیث و سنت کے علم اصول میں ایسے ایسے ہی بعضے قاعدہ اور اصول سانچے میں ڈھالے ہیں۔ اگر آپ کو وہ یاد نہ رہے ہوں گے اور مجھ سے دریافت فرماویں گے تو مشتے نمونہ از خروارے انہیں کتابوں سے جو مدرسہ دیوبند میں پڑھائی جاتی ہیں ثابت کر دونگا انشاء اللہ۔ بالجملہ مورد اس اعتراض کے تم ہی ہو نہ ہم۔ اور کہو جس قدر اعتراض اہل حق پر کرو گے خود آپ ہی ان کے مورد ہو گے صدق الله تعا لی:

یخر بو ن بیو تهم با یدیهم و ایدی المو منین (الحشر:۲)۔

وسوسہ دہم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ الزا نیة و الزا نی ،حدیث رجم کی کیا شنوائی ہوگی۔

ازالہ:صدق قول القا ئل و هو:

ا لمرء یقیس علی نفسه

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد کرنا احادیث کا مثل روافض کے آپ ہی کا چال چلن ہے۔ اپنی ادلہ کاملہ کو بھی اگر بنظر انصاف نظر ثانی فرماؤ گے تو گذارش احقر کی راست پاؤ گے

بل ا لا نسا ن علی نفسه بصیرة۔ و لو القی معا ذیره (القیا مة : ۱۴۔۱۵)

نا ظرین منصف سے طلب انصا ف و داد ہے کہ حضرت قا سم العلوم نے بمقابلہ ایک قیاس فاسد کے سوال تاسع کے جواب میں نہ آیت الزا نیة و الزا نی کی شنوائی کی ہے اور نہ حدیث رجم کی شنوائی اور سماعت فرمائی، وطی محرمات ابدیہ کو حد زنا سے خارج کر ہی دیا حالانکہ زنا کی تعریف یہی ہے:

ایلا ج فرج فی فرج مشتهی طبعاً محر ماً قطعاً

جو وطی محرمات کو بھی شامل ہے لیکن حضرت قاسم العلوم نے بمقابلہ کتاب وسنت کے یہی فرمایا کہ علت فاعلہ موجود، علت قابلہ موجود، تراضی ممکن، پھر نکاح نہ ہو سکنے کے کیا معنی؟ علت فاعلہ کا ثبوت تو اس سے زیادہ کیا کہ مرد قادر علی الجماع ہے، اور علت قابلہ کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ عورت محل؟ پیدا وار مرد نہیں جو اس توقع کی گنجائش نہ ہو۔ غرض جو باتیں اور عورتوں سے متصور ہیں یا اور مردوں سے متصور رہیں وہی باتیں مردوں کو اپنے محارم سے متصور۔ اور ظاہر ہے کہ اصل مقصود نکاح جو بدلالت نسا ء کم حر ث لکم اولا د ہے۔ بایں وجہ کہ اتنی ہی بات پر موقوف ہے محارم سے بھی متوقع۔ انتہی از صفحہ ۲۲۔ ادلہ کاملہ۔

و نعو ذ با لله من هذ ا القول مثل البو ل ۔ ایسے قیاس فاسد کے مقابل میں کتاب وسنت کو بالائے طاق رکھ دینا آپ ہی کا کام ہے

ایں کار از تو آید و مرداں چنین کنند

اور ہم تو درمیان اس آیت اور حدیث رجم کے یوں ہی تطبیق کریں گے کہ

انها مخصوص بخبر الر جم فا ن قیل فیلز م تخصیص القرآن بخبر الوا حد قلنا بل بخبر المتوا تر لا نّه منقو ل بالتّوا تر کما ثبت فی محله و ایضاً فقد بیّن فی اصو ل الفقه انّ تخصیص القر آ ن بخبر الوا حد ایضاً جا ئز۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر آپ بھی تقلید شخصی کو ترک فرما دیں تو اس سرگشتگی اور گمراہی سے نجات پاویں۔ و ما علینا الا البلا غ المبین و لنعم ما قیل

عبادت بہ تقلید گمراہی است
خنک رہ روے را کہ آگاہی است

وسوسہ یازدہم اور اس کا ازالہ

اور بمقابلہ فلیس علیکم جنا ح ان تقصروا من الصّلوۃ ان خفتم ان یفتنکم الذ ین کفروا ، اس حدیث کو آپ کیا سمجھیں گے جس سے بحالت امن منی میں باوجود مجمع کثیر رفقاء رسول اللہ ﷺ کا قصر کرنا ثابت ہے۔

ازالہ: اولاً آپ کو یہ بات ثابت کر لینی ضرور تھی عند المحدین کہ کلمہ ان شرطیہ مفید ہے اس امر کو کہ وقت عدم شرط کے عدم مشروط بھی لازم ہے اور ہم تو اس امر کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کلمہ ان خفتم فقط اس بات کو مقتضی ہے کہ وقت حصول خوف کے رخصت قصر جائز ہے اور اس بات کو مقتضی نہیں کہ وقت عدم خوف کے رخصت قصر جائز نہ ہو۔ اندریں صورت آیت مذکورہ بیان حکم حالت امن سے ساکت رہی، نہ نفی کرتی ہے نہ اثبات۔ اور حالت امن میں رخصت کا اثبات خبر واحد سے ہے تو خبر واحد نے اثبات اس امر کا کیا جس سے قرآن شریف ساکت ہے۔ پس اندریں صورت کیا قباحت ہے۔

اور تقیید حالت خوف کے ساتھ جو فرمائی وہ باعتبار غالب اسفار نبی ﷺ کے ہے کیونکہ اکثر اسفار نبی ﷺ کے خوف عدو سے خالی نہ تھے تو باعتبار اغلبت اور اکثر کے اللہ تعالی نے اس شرط کا مذکور فرمایا ہے اور پھر یہ گذارش ہے کہ نسبت قصر کے ہم نے یہ کب اقرار نامہ لکھ دیا ہے کہ مراد اس سے وہی ہو جو آپ کے ذہن عالی میں آئی ہو کیوں جائز نہیں کہ مراد قصر سے یہ ہو کہ بعوض رکوع اور سجود کے ایماء اور اشارہ ہی کافی ہے اور ظاہر ہے کہ صلوۃ کذائیہ وقت شدت خوف کے ہی مخصوص ہے پس تعارض کدھر ہے البتہ حضرات احناف نے اس جگہ خلاف کتاب وسنت وہم خلاف قیاس کیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے وہ یہ کہ عندالاحناف قصر کرنا واجب ہے اگر مسافر قصر نہ کرے گا تو آثم اور عاصی ہوگا حالانکہ یہ یعنی قول بالوجوب خلاف کتاب وسنت وہم خلاف قیاس ہے۔

امّا الکتاب فقوله تعالی:

لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوة ،

مشعر لعدم الوجوب فانه لا یقال لا جناح علیکم فی اداء الصلوة الوا جبة بل هذا للفظ انما یذکر فی رفع التکلیف بذلك الشیء۔ فامّا ایجابه علی التعین غیر مستعمل فیه الا نادراً و مجازاً و لا یسار الیه بغیر ضرورة۔

و اما السنة ما روی عن عائشہؓ قالت اعتمرت مع رسول الله ﷺ من المدینة الی مکه۔ فلما قدمت مکه قلت یا رسول الله ﷺ بابی انت و امی قصرت و اتممت و صمت و اقطرت۔ فقال احسنت یا عائشه و ماغاب علی و کان عثمان یتم و یقصر و ما ظهر انکار من الصحابة علیه، و غیر ذالك من الاحادیث

و اما القیاس، پس ظاہر ہے کہ تمام رخص شرعیہ علی سبیل التجویز مشروع ہوئی ہیں، نہ علی سبیل التعیین جزماً ووجوباً فکذا ههنا۔

اب میں سردست انہیں دس گیارہ سوالوں پر جو آپ کے مسلک اور مذہب کے بموجب آپ ہی پر وارد ہوتے ہیں اور بیخ کنی شجرہ تقلید کی کرتے ہیں اکتفا کرتا ہوں تاکہ العشر بالعشر ہو جاوے اور لدینا مزید کی دھمکی اور بڑھ جاوے۔ آپ کچھ رقم فرمائیں گے تو ہم بھی اس کو آپ ہی پر لوٹاویں گے۔ بحکم:

ایں جہان کوہ ست فعل ما ندا
باز می آید ندا ہا را صدا

اور اسی کو آپ کی تقلید کی خدمت گذاری کے لئے بطور نذر پیش کش لاویں گے

و السّلام علی من اتّبع خیر الهدی هدی محمد ﷺ و ترك شرّ الامور محدثاتها و هو التّقلید الذی مثل السّمّ و آخر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوا نا ان الحمد لله ر بّ العا لمین و الصّلوۃ و السّلام علی
خیر خلقه محمد و آ له و اصحا به اجمعین ۔ تمّ با لخیر

اب آ گے آپ کے ضمیمہ ذمیمہ کا بھی جواب با صواب خواب خرگوش سے بیدار ہوکر سن لیجئے اور اس کو تمیمہ واسطے دفع اپنے مرض تقلید ذمیمہ کے تصور کیجئے

گوش خر بفروش دیگر گوش خرید
کیں سخن را در نیابد گوش خر

تتمه کر یمه

دافع ضمیمه ذمیمه

بقلب عبارت فخیمه

حضرت سلامت اس ضمیمہ نمبر ثالث کے ملاحظہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ کو فکر انجام ہوا ہے کہ تسلیم کرنے قواعد اصول فقہ سے جن کی توضیح تلویح وغیرہ میں ہے ہمارے مقابلہ میں آپ انکار کرنے لگے اور نیز قبول کرنے اصول مسلّمہ فریقین سے جن کا انتخاب شرح نخبہ وغیرہ میں ہے، آپ دست بردار ہو گئے۔ آپ نے سوچ لیا کہ ان الزامات سے بچنے کی تدبیر سوا اس کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتی، اسی انکار کی آڑ لیجئے۔ حضرت من! اس طرح سپر کا ڈال دینا آپ کی شجاعت قاسمی سے بہت بعید ہے ایسا نہ ہو کوئی یوں کہے

دل کی دل ہی میں رہی بات نہ ہو نے پائی
ایک بھی اس سے ملاقات نہ ہونے پائی

ابھی تک تو ہم نے آپکے اصول موضوعہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا جو پہلے سے توضیح کے اصول سے دست بردار ہونے لگے بحکم آنکہ: آب نا دیدہ موزہ از پا کشیدہ اور ایسی لا مذہبی اختیار کرنے لگے کہ شروح نخبہ کو بھی پس پشت ڈالنے لگے۔ اس زیادتی کا وبال فرمایئے کس کی گردن پر رہا۔ اتنی بات پر مشتاقوں سے دامن چھڑانا نہ چاہیے۔ ہم تو اصول توضیح پر ابھی کچھ اعتراض نہیں کرتے، اور اگر کسی نے کسی اصل

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کواس کے اصول میں سے نہ مانا، تو بسبب مخالفت کتاب وسنت کے نہ مانا ہوگا، تس پر بھی آپ کی خاطر ہمارا یہ قول ہے کہ جس کسی نے بھی یہ کیا ابھی فضول کیا۔ پر یہ تو فرمایئے حضور سے سند کا طلب کرنا کیوں نہ چاہیے۔ اگر آپ صورمندرجہ اشتہار میں تقلید شخصی کے قائل ہیں تو طلب سند کیوں بے جا ہے، نہیں تو آپ کو لامذہب بننا پڑے گا۔ اور اگر مثل اخفاء آمین کے اخفاء مذہب بھی مقصود ہے تو ہاں ایک بات ہے، پر یہ عذر معقول وہاں کارآمد ہے جہاں اخفاء مقصود ہو۔ یہاں تو اظہار ادلہ کا ملہ اور اشتہار اظہار الحق مقصود ہے۔ اور ہم تو جہاں مانگتے ہیں بعض مسائل حنفیہ کی سند مانگتے ہیں جن کے آپ واجب العمل ہونے کے مدعی ہیں اور ہم اس کے مانع، اور وہ یہ بات ہے جس کے بروئے عقل آپ ذمہ کش ہیں۔ علاوہ بریں آپ کے اقراروں میں وعدہ بھی موجود ہے کہ روایات کا اتا پتا بتائے دیتا ہوں وغیرہ۔ ذالك من المواعد العرقوب۔

كانت مواعيد عرقوب لها مثلا
و ما مواعيدها الا الاباطيل

مگر ہاں آپ نے یہ بے ڈھب سنائی کہ (نخبہ اور توضیح کی تقلید کی نسبت ہمارا کون سا اقرار نامہ موجود ہے)، باایں ہمہ ہم کو اس سے بھی سروکار نہیں کہ آپ توضیح وغیرہ کو مانیئے یا نہ مانیئے، پر سند مسائل جو آپ کے نزدیک واجب العمل ہیں بروئے انصاف آپ پر واجب الادا ہے۔ مگر آپ کی اس چال سے یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید آپ اور کوئی پلٹی کھائیں اور یہ پیام وسلام رائیگاں جائیں، کیونکہ یہاں پر آپ کو اصول فقہ سے بھی بیزاری ہوگئی اور اصول حدیث سے بھی دست برداری، نہ شروع نخبہ کو تسلیم کرتے ہو، نہ توضیح وتلویح کو۔ اس لئے حسرت آئندہ کے بطور پیشگی یہ شعر پڑھے دیتا ہوں:

عاشق ہوئے یار کے ہم کس امید پر
جز آہ نا رسا کوئی سامان ہی نہیں

باقی آپ کی یہ تدبیر کہ گفتگو کروں گا تو پردہ محمود میں ہی بیٹھ کر کرونگا، خدا جانے کس بنا پر ہے۔ شاید آپ نے اس شہرت غیر مقبول پر جس کا سبب زہد خشک ہے دھوکہ کھایا، ورنہ یہ تو آپ بھی جانتے ہوں گے کہ کتاب بینی میں جو باعث کمال علمی ہے آپ مشہور نہیں، اور اکثر مسائل اپنے بے قیاس بے اساس سے مثل شعرائے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازک خیال، خیال سے گھڑ دیتے ہیں۔ پھر آپ کو اس حجاب ونقاب سے کیا مطلب کہ مقابلہ ہوتو آڑ وحجاب میں ہو۔ قبلہ مشاہیر علماء کوتو بہ سبب آپ کی اس قلت نظر کے کتب پر گفتگو کرنے میں عار ہونا لازم ہے۔ اوراغلب بہمیں وجہ مولانا مشتہر (محمد حسین بٹالویؒ) نے آپ کے جواب ادلہ کاملہ میں تاخیر کی ہے۔ اب تو آپ ہم ہی جیسوں پر قناعت فرمایئے اور کچھ ہنر ہوتو دکھلایئے، اور بھی کچھ نہیں تو ہماری سب باتوں کا جواب دیجئے۔ اور یہ بھی ارشاد کیجئے کہ یہ صورت کذائی نماز کی جس میں نہ رفع یدین ہو، اور نہ نماز میں جہر بالتامین، اور نہ وضع یدین علی الصدر اور نہ قرأت فاتحہ خلف الامام وغیر ذالک من الامور المسنو نہ کون سی حدیث صحیح یا آیت سے ثابت ہے۔ آپ اس امر ضروری کے اثبات سے فارغ ہولیں تو پھر ہم اور کچھ پوچھیں گے۔

و السلام علی من اتبع خیر الھدی ھدی محمد ﷺ و ترک شرّ الامور محدثاتھا و ھو التّقلید الّذی مثل السّمّ۔ فقط

خلاصۃ الانظار فی تکذیب الاظہار

انّی وجّھت وجھی للّذی فطر السّموات والارض حنیفاً و ما انا من المشرکین۔

امابعد بندہ ضعیف ونحیف محمد حنیف ولد پیر جی خدا بخش صاحب ساکن عمدۃ البلاد نجیب آباد وارد حال دیرہ دون ھدی اللہ اھلھا الی الطریق المسنون بخدمت اہل علم ذوی الانصاف دوراز اعتساف گذارش کرتا ہے کہ اشتہار مسائل عشر کے جواب میں اولاً حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک رسالہ بحجاب اسم محمود حسن دیوبندی تالیف فرمایا اور اثنائے جواب دہی میں کہیں وجوب اتباع قرآن اور اقتدائے سنت نبی الانس والجان کے منکر ہوئے، اور کہیں ہماری ضد میں پیشاب کا پاک ہونا تجویز فرمانے لگے، اور کہیں باوجود اقرار بے اصل ہونے مسئلہ کے اثبات بے ثبات اس کا کرنے لگے جو ست تر از خانہ عنکبوت ہے۔ اور صفحہ ۲۸ میں طرح طرح کے بہتان اور افتراء اہل حق کے زمہ لگانے پر مستعد ہوئے، اور کہیں جواب نفاذ قضا میں محض خیالی مضامین خسیس مثل دبیر وانیس کے گھڑنے لگے، اور کہیں پر الٹی طلب

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل مولانا مشتہر (محمد حسین بٹالویؒ) سے فرمائی، اور کہیں پر چند آیات اور احادیث میں بزور اپنی قوت متخیلہ اور طاقت واہمہ کے تعارض و تناقض درمیان آیات اور احادیث کے ثابت کیا۔ غرض کہ اس کشمکش میں پڑ کر ہر جگہ اپنی اوقات کا خون کرتے رہے۔ باوجود ارتکاب ایسے فعل کبیرہ کے مطلب کی بات ایک نہ کہی، اور کسی جگہ اپنے وعدہ کا ایفا نہ فرمایا جو بصفحہ ۳ سطر اول کیا تھا، اور پھر اس پر نام رسالہ کا کہیں ادلہ کاملہ اور کہیں اظہار الحق تجویز فرمایا۔ اب اہل انصاف دوراز اقتساب امور مذکورۃ الصدر کا ملاحظہ فرمائیں جو کل رسالہ کا منتخب ہے اور انصاف سے ارشاد کریں کہ کسی ایک سوال کا جواب بھی اس سے نکل سکتا ہے۔ کلّا۔ بلکہ محض بے تعلق باتیں مصداق شعر مشہور ہیں۔ قال الشاعر:

لوگو مرے مجنوں کو کوئی چرخ پہ ڈھونڈو
شیریں کی یہ فریاد تھی کلکتہ میں سب سے

اب بعد مولوی صاحب مدظلہ کے سجادہ نشین آنصاحب حکم و یقین یعنی حضرت خیرخواہ مسلمین ناصر الدین بنگم آنکہ: اگر پدرنتواند پسر تمام کند، اپنی تقاریر کے جواہر زواہر کو معرض اظہار میں لاکر گوہر افشانی فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

جواب اول۔ یہ اشتہار واسطے اغوا اور تضلیل عوام کالانعام کے شائع کیا ہے۔

جواب ثانی۔ مولوی صاحب مشتہر کو احادیث صحاح ستہ کی خبر نہیں۔

جواب ثالث۔ مسائل خلاف وضدان کے کو آپ اسی طرح ثابت فرما دیجئے۔

جواب رابع۔ مسئلہ تین طلاق کو جو ایک طہر میں دی گئی ہوں ایک طلاق ٹھہرانا ثابت کر دیجئے اور سوروپیہ انعام لیجئے۔

جواب خامس۔ ایک حکایت پراز شکایت دوراز کار و بے میل مشعر جواز و عدم جواز نماز در ریل نقل فرمائیے۔

جواب سادس۔ مشتہر کو اس اشتہار سے اپنی تشہیر مقصود ہے۔

جواب سابع۔ اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں کہ ان کے جواب میں اسی قدر کافی ہے (سوال مقدر یہ ہے کہ یہ فضول گفتگو دوراز کار جواب اشتہار کیونکر ہوسکتا ہے)، یہ رفع دخل ہوا سوال مقدر کا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب ثامن ۔آخر میں ارشاد ہوتا ہے نسبت جوابہائے مذکورہ کے کہ واسطے اطلاع عوام اہل اسلام کے مجمل جواب اشتہار تحریر ہوا یعنی ادلہ کا ملہ تحریر ہوا ہے واسطے خواص اہل اسلام کے۔

جواب تاسع ۔ایسے مولوی صاحب مشتہر کی صحبت سے عوام کو چاہیے کہ احتراز کریں اور ان کے قول وفعل پر اعتماد نہ کریں۔

جواب عاشر۔ارشاد ہوتا ہے نسبت انہیں جواب ہائے مذکورہ بالا کہ وما علینا الا البلا غ المبین

اقول۔ انّا لله و انا اليه را جعون۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہان چوں نگیرد قرارے چناں

صاحبو! یہ دس جواب ہیں اشتہار دین مسائل کے جو مسمی بہ بلا غ مبین ہیں منجانب حضرت خیرخواہ مسلمین ناصر الدین خلیفہ وسجادہ نشین پہلوی حضرت قاسم العلوم صاحب علم ویقین۔

پہلے تو ملاحظہ ادلہ کا ملہ کا فرماؤ جو طرح طرح کے معموں اور اسراروں سے مملو اور مشحون ہے ،اور پھر اس اظہار کے جوابوں کا تماشا دیکھو کہ کیسے کیسے جواہر زواہر نصائح کا مضمون ہے۔اور بعد ملاحظہ دونوں کے جواب مسائل عشرہ کا دونوں سے نکال لو۔گستاخی معاف

پہلے تو روغن گل بھینس کے انڈے سے نکال
پھر دوا جتنی ہے کل بھینس کے انڈے سے نکال

اور غور کرو تو حضرت خیرخواہ مسلمین بجناب حضرت قاسم العلوم کے ساتھ کیسا کچھ اتحاد رکھتے ہیں

غنی یک رنگئ معشوق و عاشق دیدنی دارد
بر پر طوطی و برگ نیشکر دارم

اور جو انداز جواب دہی اور طرز مناظرہ حضرت قاسم العلوم کا تھا حضرت خیرخواہ مسلمین نے اس کو کیسا نباہا ہے۔ولنعم ما قیل۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسیار دیدہ ام کہ یکے را دو کرد تیغ
شمشیر عشق بین کہ دو کس را یکے کند

میں بھی اس اظہار کا جواب ترکی بترکی لکھ سکتا تھا بحکم

الا لا یجھلن احد علینا
فنجھل فوق جھل الجاھلینا

لیکن اس میں چند طرح کا نقصان تصور کرتا ہوں۔ ایک تو تضیع اوقات ہوگی اور دوسرے بسبب دراز گی کتاب کے زر طبع بڑھ جائے گا، اور تیسرے ملالت طبع سامعین کا بھی اندیشہ ہے، اور ناظرین اہل انصاف تو حق میں مظہر خیر خواہ مسلمین کے خود بخود بھی یہ شعر ارشاد فرما دیویں گے

زبان لاف رسوا میکند ناقص کمالاں را
کہ رو بر خاک مالد پر فشانی بستہ بالاں را

اور مسئلہ تین طلاق کی تحقیق جس کو منظور ہو وہ اغاثۃ اللھفان کا ملاحظہ فرما لیوے۔ یہ تقریر مختصر اس کی تشریح کی متحمل نہیں ہوسکتی اور اگر حضرت مظہر حسب الوعدہ سو روپئہ سرکار میں جمع فرما دیویں تو اس کا بھی کچھ مضائقہ نہیں ہم اس کی توضیح کر کے بھی اسی سو روپئہ سے چھپوا سکتے ہیں لیکن مخاطب صحیح درکار ہے ورنہ یہ شعر تو مشہور ہی ہے

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید
مسیحا کے تو اند کرد روشن چشم سوزاں را

تمت بالخیر

ھذا ما اعتنی بہ الفوا د فی جوا ب الا ظھار بتو فیق اللہ الملک الغفار و لو شئنا لا نتصر نا الحق کل ا لا نتصار و فیما ذکر نا کفا یۃ لا ولی الابصار و اللہ الھا دی الی سبیل الحق و الصرا ط المستقیم و انہ ھو الغفور الر حیم و الصلو ۃ و السلا م علی نبیہ الکر یم

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

من جانب مولوی محمد عبید اللہ مصنف تحفۃ الہند

الحمد لله ر ب العا لمين و الصلوة و السلام على سيد المر سلين و على آ له و اصحا به و اتباعه اجمعين ۔ اما بعد

فقیر محمد عبید اللہ ایک مدت سے بعد ملا حظہ تحفة القا رئين کے اشتیاق زیارت جناب مولا نا سید محمد احسن صا حب مصنف رسالہ مذکور کا بہت رکھتا تھا۔ اب آخر ماہ ذی قعد ۱۲۹۵ھ میں بقصد زیارت جناب ممدوح اور بعض دیگر احباب کے دیرہ میں پہنچا اور وہاں سے واسطے استفادہ بعضے مسائل کے رسالہ وائسرائے باڈی گارڈ میں آ کر تین روز مولا نا ممدوح کی خدمت با برکت میں رہا۔ اس عرصہ میں باوجود مشغلہ امور دیگر کے مولا نا ممدوح نے رسالہ مصبا ح ا لا دلّه لدفع الا دلّة ا لا ذله جو جواب میں ادله كا مله کے تحریر فرمایا ہے جس قدر ہو سکا مجھ کو سنایا۔ اور اکثر مقامات اس کے میں نے غور کے ساتھ سنے، تو اس فقیر نے اس رسالہ کو کلام محقق اور مدلل اور مطابق عقائد اہل سنت اور موافق مذہب سلف صالح کے پایا اور جامع بہت مضامین اور اکثر مسائل ضروریہ کا۔ اگر چہ اس کے بعض مقام میں مثل مولف رسالہ ادلہ کاملہ کے کلام شجاعانہ اور ظرافت آمیز فرمایا ہے، ہر چند کہ یہ امور ادلہ اربعہ شرعیہ میں داخل نہیں ہیں لیکن بے شک اوقع فی النفوس ہوتے ہیں۔ چنانچہ سعدیؒ نے فرمایا ہے:

بہ پرویزن معرفت بیختہ بشہد ظرافت در آمیختہ

میں بے تکلف اور بلا مبالغہ اس رسالہ کی تقریظ میں لکھتا ہوں کہ اگر ناظرین انصاف پسند بلکہ خود جناب مؤلف ادلہ کاملہ بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف اور غور و تامل کے بلا تعصب اور جانب داری اور پاس سخن اور نفسانیت اور تقلید فاسد کے اس کو ملاحظہ فرماویں گے تو انشاء اللہ اس کو کلام حق اور مدلل اور خالی از افراط و تفریط و غلو و جامع مضامین و مسائل مفیدہ پاویں گے اور اس سے بہت منفعت اٹھاویں گے اور اس کے جواب لکھنے میں بے باکانہ قلم نہ اٹھاویں گے۔

واللہ اعلم بالصواب ۔ فقیر محمد عبید اللہ عفی عنہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ ثانی

(بزبان عربی) ازطرف مولانا محمد نجیب خان ساکن کنج پورہ

الله الله ما انور هذا المصبا ح بل و ما اضواء ذ لك المصبا ح ۔ منور بانوار ا لاً يا ت و اضواء ا لا حا ديث الصحا ح سمعت اكثر ها من المصنف العلام بسمع الا لتفا ت ۔ فو جد تها رافعة للشكو ك و الشبها ت ۔ اقسم بالله انّ هذا كتا ب انيق ۔ و نظم رشيق ۔ يد عوا كل اناس الى صرا ط مستقيم ۔ و ذلك بفضل الله العظيم ۔ و لكن الذ ين لجّوا فى التقليد الفاسد عن الصراط لنا كبو ن ۔ و فى طغيا نهم يعمهو ن ۔ فعليكم يا اولى الالبا ب بسماعت هذا الكتا ب و قرأته عند ذوى ا لابصار۔ لانها خزينة ا لاسرار للابرار و مو جب اسفٍ للغا وين و الاشرار ۔ و ما نقل المجيب المحقق فيه من كتب الحد يث الشريف و غير ها فهو عين حق حقيق بان يقبله النا ظرو ن ۔ و ما رده من اقوا ل القا سمية التى هى كسرا بٍ بقيعةٍ احق بان ترد و لا يغتر بها العا لمو ن ۔ و من جنح مع هذا الى اقا ويل القا سمية با لعدوا ن، القى فى موا قف الخز ى و الخذ لا ن ، ربنا لا تز غ قلو بنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لد نك ر حمة انك انت الو ها ب۔ و الله اعلم بالصوا ب

حرره فقير محمد نجيب عفى عنه فى العشرة الثا لثه من شهر رمضا ن ١٢٩٥ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریظ

از مولوی قاری محمد غلام اکبر خان متخلص بہ مسلم

ارباب خبرت و اصحاب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ جناب مولوی محمد احسن صاحب کی یہ کتاب مستطاب کہ مولوی محمد قاسم صاحب کے رسالہ ادلہ کاملہ کا جواب ہے، الحق نہایت جواب باصواب ہے۔ جواب دندان شکن جو مشہور ہے اگر کوئی پوچھے کسے کہتے ہیں، تو ہر شخص اہل حق بے دھڑک صاف کہہ سکتا ہے کہ اسی کو کہتے ہیں۔ اس کتاب لاجواب نے ادلہ کاملہ کا بے حقیقت ہونا ثابت کر دکھایا۔ محض بے اعتبار کر دیا، اہل نظر کی نظر سے گرایا۔ مولوی محمد قاسم جیسا مشہور عالم، اور یہ پوچ کلام۔ ثابت ہوا کہ حضرت کا نام ہی نام ہے اور کچھ بھی نہیں، مفت کا غوغائے عوام ہے۔ اچھا ادلہ کاملہ لکھا جس میں ابلہ فریبی سخن سازی چالاکی دہوکہ بازی کے سوائے کوئی کام کی بات نہیں۔ سب کی سب بے ہودہ گوئی، کوئی فقرہ بھی ایسا نہیں جو مزخرفات وخرافات نہیں۔ ایک تک بندی ہے لایعنی۔۔۔

سوالات عشرہ دیکھو اور ادلہ کاملہ، کہاں وہ فاضلانہ پختہ سوالات، اور کہاں صاحب ادلہ کاملہ کے ٹوٹے پھوٹے کچے جوابات۔ چرب زبانی اور ہوتی ہے اور حق بیانی اور۔ کیوں اب کیسے خاکے اڑے، لینے کے دینے پڑ گئے۔ اور جواب اہل حق لکھو، مزا چکھو۔ اب جو کوئی مصباح الادلہ کو دیکھے گا اور انصاف کو کام فرمائے گا وہ ادلہ کاملہ کی مزخرفات پر قہقہہ لگائے گا۔ واہ جناب مولانا محمد حسین صاحب خوب ہی شرقاً و غرباً ھل من مبارز کا نقارہ بجایا۔ متعصب مقلدوں کو تھکایا، کہ کسی کو فضول بکنے اور سوال پر سوال کرنے کے سوا سوالات عشرہ کا جواب شافی میسر نہ آیا۔ جس نے جواب دینے کی ٹھہرائی، لایعنی بکا۔ سوال پر سوال کر کے چہرہ کی کھائی۔ اب تو وہ مقلدین جو انصاف پسند ہیں، حق کا حق ہونا پہچان گئے ہوں گے۔ اس معرکہ سوال جواب میں اہل حق کی شمشیر تحقیق کا لوہا مان گئے ہوں گے۔ اب چاہیے کہ ہر کوئی مصباح الادلہ کو مطالعہ فرمائے، کہ تا ادلہ کاملہ کی ابتری کا لطف اٹھائے۔ سبحان اللہ اس رسالہ کو اگر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہدایت مقالہ لکھوں تو سزا ہے۔ اور اگر کتاب سعادت انتساب کہوں تو بجا۔ اس کے ہر لفظ سے اعلاء کلمۃ اللہ پیدا ہے اور اس کے ہر کلمہ سے اشاعت سنت رسول ﷺ ہویدا۔ احیاء سنت کے قواعد اس سے عیاں ہیں، اور اماتت بدعت کے ضوابط نمایاں۔ یہ کتاب ہے یا گل تحقیق کا گلستان ہے۔ رسالہ ہے یا عمل بالحدیث کا چمنستان ہے۔ خوبی اس حدیقہ تحقیق کی جاودان ہے اور بہار اس کے بے خزاں۔ اس کی تقریر پر فصاحت و بلاغت پر صد حبذا۔ اور اس کی تحریر سنجیدہ و پر متانت پر ہزار مرحبا۔ اس کی ہر بات لائق تحسین و آفرین ہے۔ کیا بیان کیجئے اس کے بیان کرنے کے لئے گویا دہن میں زبان نہیں ہے۔ کیا کتاب ہے ماشاء اللہ اور کیا جواب لاجواب ہے۔

بارک اللہ۔ الحمد للہ علی ذالک حمداً کثیراً۔

تاریخ تالیف رسالہ ہذا

سال تالیف اس رسالہ کا سنو
وہ کہ ہوا اعداء کا جس سے رنگ فق
مصرع موزون یہ ہاتف نے پڑھا
پاسخ دندان شکن از اہل حق (۱۲۹۴)

ولہ ایضاً، قطع تاریخ طبع رسالہ ہذا

صاحبو مت پوچھو مصباح الادلہ دیکھ کر
یوں بسال طبع دروازہ کھلا تقریر
بے تامل بے تفکر بے تردد بالبدیہہ
بولا ہاتف چھپ گیا رد قاسمی تحریر کا (۱۲۹۵)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متفرقات

فہرست بعض مضامین رسالہ اشاعۃ السنۃ النبویہ

مضمون کانپوری فاضل
نقل جواب علماء لکھنو و بنارس
خلاصہ جواب مذکور آٹھ مضمون ہیں
ابطال مضمون اول (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کو حدیث سے کچھ کام نہیں)
ابطال مضمون دوئم (جس کا حاصل یہ ہے کہ اسانید کتب حدیث مستحدث ہیں)
ابطال مضمون سوم (جس کا ملخص یہ ہے کہ مسائل معمولہ حنفیہ اصل ہیں اور حدیث فرع)
ابطال مضمون چہارم (جس کا ماحصل یہ ہے کہ حدیث بدون شہات اصول کلامیہ لائق عمل نہیں)
تین وجہ سے۔ وجہ اول یہ کہ اصول کلامیہ قطعی نہیں۔
اقوال علماء مذمت علم کلام و متکلمین میں
اقوال الامام ابو یوسف کہ علم کلام جہل ہے طالب اس کا چھپا مرتد و مبتدع۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں
قول امام ابو حنیفہ کہ ایسے جھگڑالو کے پیچھے نماز درست نہیں۔
قول امام شافعی کہ کلامی عالم کی سزا جوتیوں کی مار ہے۔
قول امام شافعی جو اسم کو عین یا غیر مسمی کہے وہ کلامی ہے جس کا کوئی دین نہیں۔
قول امام مالک کہ کلامی کی گواہی مقبول نہیں۔
قول امام احمد بن حنبل کہ کلامی علماء چھپے مرتد ہیں۔
امام احمد کا محاسبی سے ایسی کتاب بنانے کے سبب مہاجرت کرنا۔
فقہاء کے فتوے کہ کلامی لوگ داخل زمرہ علماء نہیں، نہ ان کی کتب داخل کتب علمیہ۔
قول جلال الدین سیوطی وغیرہ کا علم کلام سیکھنے میں۔
قول امام غزالی اس حکم کے بیان میں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول امام غزالی کہ اس علم سے کشف حقائق ممکن نہیں۔
قول ملا علی قاری کہ مآل علم کلام شک ہے اور جہل مسائل شرعیہ سے۔
پورب کے منطقیوں اور کلامیوں کی سیرت۔
قول علی مآل علم کلام حیرت و گمراہی ہے۔
اقوال ابن رشید، آمدی، امام غزالی، امام رازی سے اس پر شہادت۔
اقوال امام قرطبی، مذمت کلام اور اس کے بعض مسائل کے رد میں۔
قول امام المتکلمین ابو المعالی مذمت علم کلام اور اس کے شغل پر افسوس اور ندامت میں۔
ابو المعالی کا مرتے وقت علم کلام سے پھر جانا اور بڑھیا عورتوں کے اعتقاد پر قائم ہونا۔
قول ابن قیم مذمت متکلمین میں جو اللہ اور رسول کے کلام کو مفید یقین نہیں جانتے۔
شہرستانی کی علم کلام پر ندامت۔
بعضے علماء کا اس پر رونا اور حیرت میں پڑنا۔
امام رازی و احمد بن سلیمان و ابو الوفا کا اخیر عمر میں اس علم سے رجوع کرنا۔
امام شوکانی کا بعد شغل علم کلام اس سے منہ پھیرنا۔
اقوال علماء مدح حدیث و اہل حدیث میں
قول علی قاری کہ اہل حدیث، آنحضرت ﷺ کے اصحاب ہیں اور ان کی اہانت کفر ہے و تجویز تکفیر کیدانی
طحطاوی کا اہل حدیث کو فرقہ اہل حدیث کو فرقہ اہل سنت کے ناجی ہونے پر شاہد ٹھہرانا
اشعار آئمہ دین اہل حدیث کے فضائل اور عمل بالحدیث کی ترغیب میں۔
مولوی خرم علی مرحوم کا ترجمہ مشارق میں عادت تقلید کے سبب خلاف حدیث کرنا اور ان کی معذوری کا بیان۔
قول زرقانی کہ تقلید آفت ہے۔
عادت کی برائی اور بعض صحابہ کا عادت کے سبب آنحضرت ﷺ کے ارشاد میں تاویل کرنا اس کے نظائر و تمثیلات
وجہ دوم ابطال مضمون چہارم
عملیات میں قطعی ہونا دلائل کا ضروری نہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبارت کتب اصول خبر واحد کے عملیات میں مقبول ہونے میں۔
وجہ ابطال مضمون چہارم۔
ابطال مضمون پنجم (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سوائے طریق اشاعرہ کے کوئی عمل موجب نجات نہیں) انہیں وجوہ ثلاثہ سے۔
ابطال مضمون ششم یعنی اس امر کا حدیث صحیح بلا کلام کا وجود نہیں۔
ابطال مضمون ہفتم یعنی اس امر کا کہ دو ہزار جلد کتب انعام میں دو تو جواب اشتہار دیتے ہیں۔
مضمون ششم کی تین امور پر تقسیم اور ہر ایک کا ابطال
ابطال امر اول جس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث میں قطعیت ممکن نہیں۔
ابطال امر دوم کہ ہدایہ وشرح وقایہ میں سب کچھ کیا کرایا موجود ہے۔
ہدایہ وشرح وقایہ حاطب اللیل کا ایندھن ہے جس پر بلا تحقیق وتفتیش اعتماد وافتاء حلال نہیں ہے۔
امام ابوحنیفہؒ کے قول سے اس پر شہادت۔
شیخ ابوالطیب کا قول احادیث ہدایہ کی بے اعتباری میں۔
شیخ عبدالحق دہلوی کے قول سے ہدایہ کا ضعف اور اس کے مصنف کا حدیث میں کم شغل ہونا۔
جملہ کتب فقہ کا ایسا ہی حال ہے وصیت بخدمت احباب ملت محمدیہ۔
جواب اس اعتراض کا کہ حدیث میں ایسی کون سی کتاب ہے جس پر بے دغدغہ اعتماد جائز ہے۔
بخاری ومسلم کے ملتزم الصحہ ہونے پر شہادت اقوال علماء۔
ان کتب کی حدیثوں پر اعتراض کا جواب۔
جواب اس اعتراض کا کہ حدیث منسوخ ہوتی ہے یا معارض یا مخصص یا ماول۔
نقل عبارت ناظورہ اس جواب کی تائید میں جس میں مضامین ذیل ہیں۔
حدیث پر علماء کے اقوال کو مقدم کرنا کفر ہے۔
قول فقہا اصل محتمل خطا ہوتا ہے باوجود اس کے اسناد سے خالی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس قدر احتمال حدیث میں نکالتے ہیں وہ سب اقوال فقہا میں موجود ہیں۔
موضوع ہونے قول فقیہ کا احتمال۔
ہدایہ میں افترا جواز متعہ کا امام مالکؒ پر۔
منکر و ضعیف ہونے قول فقیہہ کا احتمال۔
قول ابن حزم کہ تف ہے اس عقل کو جو حکم رسول اللہ کا تعاقب کرے۔
معارض ہونے قول فقیہ کا احتمال۔
اقسام مصنفات حدیث ملتزم الصحۃ مختلط مبین الحال۔
محتمل نسخ و تاویل و تخصیص سب مثبت احکام ہیں۔
مجرد احتمال سے ترک عمل جائز نہیں۔
حدیث منسوخ بھی ہو تو قول فقیہ سے کم رتبہ نہیں ہے۔
قول امام مالک کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو، تو دیوار سے مارو۔
قول امام احمد کہ حدیث ضعیف بھی رائے سے بہتر ہے۔
قول شافعی کہ میرا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو تو میں نے اپنا قول چھوڑا۔
ماوردی نے ان کے اس قول سے ایک مسئلہ کو ان کی طرف منسوب کیا جس کے وہ قائل نہ تھے۔
معنی قول ابو یوسف کے کہ عامی کو عمل بالحدیث جائز نہیں۔
منسوخ پر عمل کرنا جائز ہے جب تک ناسخ کا علم نہ ہو۔
حدیث نسخ بیت المقدس سے اس پر استدلال۔
امام طحاوی حنفی کا اس پر استدلال۔
تعداد احادیث منسوخہ۔
قول ابن عبدالبرؒ کہ عموم نص واجب العمل ہے جب تک اسکا ناسخ یا مخصص ثابت نہ ہو
صحابی کا حدیث صحیح سے پکڑا جانا۔
مجرد احتمال کا کچھ اعتبار نہیں۔
نقل عبارت اعلام الموقعین اس جواب کی تائید میں جس میں مضامین ذیل ہیں۔
فتوی الفاظ نصوص سے چاہیے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحابہ کا یہی عمل تھا۔
ان کا اعتماد فقہ پر ہے جن میں اللہ اور رسول کی نص نہیں اور نہ اس امام کی جس کے مقلد ہیں۔
صحیحین پر فتوی دینے وعمل کرنے میں متقدمین ومتاخرین کا اختلاف۔
مذہب متقدمین پر اجماع صحابہ وتابعین سے استدلال۔
اتفاقی نسخ دس حدیث تک نہیں پہنچتا۔
تجویز احتمالات اقوال فقہاء میں۔
نقل عبارت ولی الدین عراقی اس جواب کی تائید میں جو مضامین ذیل کے متضمن ہے
سب صحابی فقیہہ نہ تھے۔
صحابی غیر فقیہ عمل بالحدیث فقہا سے پوچھ کر نہ کرتے تھے۔
ناسخ ومعارض کا نہ ہونا نصوص میں اصل ہے۔
آنحضرت ﷺ کے اصحاب بلاتحقیق واستفسار ناسخ نصوص پر عمل کرتے۔
ناسخ کا پہنچ جانا دست آویز ہوسکتا ہے، نہ اس کا پایا جانا۔
تائید اس مسئلہ کی کتب اصول فقہ وغیرہ سے۔
تائید مسئلہ جواز عمل عام قبل بحث مخصص کتب اصول سے۔
عبارت شرح مسلم الثبوت اس کی تائید میں۔
رد دعوی اجماع جانب خلاف میں۔
صحیحین وغیرہ کا متکفل بیان نسخ تاویل وتطبیق وغیرہ کا ہونا۔
عبارت فتح الباری اس کی تائید میں۔
عبارت شاہ ولی اللہ اس کی تائید میں۔
عبارت صاحب دراسات اس کی تائید میں۔
محدثین نے کتب فقہ کی طرف کوئی حاجت باقی نہیں رہنے دی۔
اقسام مصنفات حدیث وبیان عدد وجوہ ترجیح۔
مومن کو عمل کے لئے قرآن اور ایک سنن ابی داؤد کافی ہے۔
غیر واقعہ ونادر مسئلوں کا جاننا اچھا نہیں۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آثار صحابہ وتابعین اس کی تائید میں۔
جواب اس اعتراض کا کہ صحابہ کے اقوال کو حجت نہیں جانتے تو انکی سند کیوں لیتے ہو۔
سوائے شارع جو قبل وقوع واقعہ مسئلہ بنادے اس کا دین نہیں۔
جواب اس اعتراض کا کہ کتب فقہ میں بہتیرے ایسے مسئلہ ہیں جو حدیث میں نہیں ملتے۔
پس لاچار فقہا کی تقلید کرنی پڑتی ہے۔
ذکر ان بارہ مسائل کا جو قرآن وحدیث میں نہیں جیسے کتے یا شراب یا ماں سے زنا کی حلت وغیرہ۔
مسائل کتب فقہ تین قسم ہیں۔
مسائل دین سبھی قرآن وحدیث میں ہیں۔
ابن مسعود کا ان احکام کو جو حدیث سے ثابت ہیں قرآن میں داخل کرنا۔
عقل مثبت احکام شرعیہ نہیں ہے اور اصل اشیاء نافعہ میں اباحت وعافیت ہے۔
بیضاوی وشوکانی کی اس پر شہادت۔
احکام آمدی کی اس پر شہادت۔
احادیث نبویہ سے اس پر شہادت۔
آثار صحابہ سے اس کی تائید۔
اقوال علماء اصول وغیرہ سے اس پر شہادت۔
شیخ عبدالحق مانع عمل بالحدیث کے عذرات کی مدافعت۔
شیخ جی کی نسبت مناسب رائے۔
شیخ جی کا قبروں پر عمارت بنانے کو باوجود اعتراف وردممانعت شرعیہ کے مستحسن کہنا
امام شوکانی سے اس کا ردّ اور استحسان خلاف نص کا ابطال۔
شیخ جی اور ملا جیون، اور نواب قطب الدین دہلوی ایک سے تھے۔
جواب اس وضعی روائت کا جو مقلدان بلیہ وال نے امام بخاری سے مطالعہ فقہ کی ترغیب میں نقل کی ہے۔
ابطال امر سوم امور متضمنہ مضمون ششم یعنی اس امر کا کہ بنی بنائی دوا دے دینی بہتر ہوتی ہے۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنی بنائی دو اکتب فقہ نہیں بلکہ قرآن وحدیث ہے۔
عبارت شوکانی اس کی تائید میں۔
عبارت زادالمعاد لابن قیم اس کی تائید میں۔
عبارت صراط مستقیم ابن تیمیہ اس کی تائید میں۔
سوال وجواب۔
توقیع جس میں تردیع کا جواب ہے۔

مہذبوں کی تعجب ناک حالت

اور معنی وہابی کی تحقیق

تعجب ہے کہ باوجودیکہ آنریبل جناب سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی اپنی تحریروں میں اپنی بلکہ انبیاء کے نیچری ہونے کے مدعی ہیں پھر ہمارے اس لفظ کے استعمال سے اس قدر آشفتہ ہوئے کہ باوجود عادت مسامحت وعدم تعرض بامور جزئیہ ہم کو اسکے بدلہ وقصاص میں بلفظ وہابی وغیر مقلد وغیرہ مکروہ الفاظ مخاطب فرمائے ہیں (حاشیہ: آپ نے پرچہ اول تہذیب الاخلاق بابت ۹۶ میں زیرعنوان، مسلمانوں کی افسوس ناک حالت، ارقام فرمایا ہے:

> مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری ہر مہینہ ایک رسالہ نکالتے ہیں جس کا نام اشاعۃ السنہ ہے۔ یہ رسالہ دراصل انہوں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کی خدمت گذاری کے لئے نکالا تھا۔ یعنی اس زمانے میں جن کو لوگ وہابی کہتے ہیں دو فریق میں منقسم ہو گئے ہیں۔
>
> ایک وہابی مقلد دوسرے وہابی لامذہب یا غیر مقلد جو اپنے تئیں موحد یا اہل حدیث کے نام سے موسوم ہونا پسند کرتے ہیں۔ اور لوگ جو بدعتی کہلاتے ہیں پہلے فرقہ کو چھوٹے بھائی اور دوسرے فرقہ کو بڑے بھائی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

تعجب پر تعجب یہ کہ خود بدولت آپ ان الفاظ یا صفات سے موصوف ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑے زور شور سے اپنا وہابی ہونا مشتہر کر چکے ہیں (حاشیہ: آپ کا وہابی ہونا انگریزی واردو اخبارات انگلستان و ہندوستان سے ظاہر وعیاں ہے اور خصوصاً آپ کے رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر صاحب سے ایسا ثابت ہے کہ مستغنی از بیان ہے۔ آپ اس رسالہ میں بصفحہ ۲۷، و، ۹۹ وہابیوں کو اپنا ہم مذہب بتاتے ہیں اور صفحہ ۱۱۵ میں وہابی ہونے کو موجب ناز فرماتے ہیں۔ وہ رسالہ تائید وحمایت مذہب وہابی میں ایک دریا ہے جو گونا گوں موجیں مارتا ہے۔ اور ہر ایک موج میں جواہر آبدار انصاف ساحل مراد پر ڈالتا ہے۔ اس کے چند فقرات وبعض مضامین کی فہرست اسی پرچہ کے پانچویں حاشیہ میں آوے گی۔ ناظرین و شائقین اصل رسالہ کو جو سید احمد خان صاحب کے پاس معرض بیع میں موجود ہے خرید فرماویں تو بڑا ہی حظ پاویں۔ ۔محمد حسین) اور غیر مقلدی میں اعلیٰ درجہ کا امتحان پاس کئے ہوئے ہیں پھر ہمارے مقابلہ میں اس سے معنی انکار کرتے ہیں ہم ان الفاظ کا استعمال اپنی نسبت برا نہ سمجھتے اگر ہم واقعی ان الفاظ کے (ان معنی کر جو لوگوں کے خیال میں ہیں) مصداق ہوتے۔

انصاف یا تہذیب کا اس میں قانون یہ ہے کہ مذہب یا اخلاق کے راہ سے جس لفظ کو کوئی اپنی نسبت استعمال کرے یا اس کو جائز رکھے اسی لفظ سے وہ مخاطب کیا جاوے اور جس لفظ کا اطلاق کوئی مکروہ سمجھے (گو واقع میں یا بزعم خصم وہ اس کا محل ومصداق کیوں نہ ہو) اس سے وہ مخاطب نہ کیا جاوے (اے اہل تہذیب) انصاف سے کہو اگر ہم ہندو یا عیسائی یا یہودی کو (جو ہمارے نزدیک کفار ہیں) بلفظ کافر مخاطب کریں یا شیعہ کو رافضی کر پکاریں تو وہ ہمارے اس لفظ کو پسند کریں گے؟ اور ہم کو وہ مہذب خیال کریں گے؟

ہم نے آپ کی نسبت اس لفظ (یعنی لفظ نیچری) کے استعمال کرنے میں اس قانون کا خلاف نہیں کیا۔ آپ کو اس کا مدعی پایا اور استعمال کرتے دیکھا تو اس لفظ کو ہم نے آپ کے خطاب میں ذکر کیا۔ اور آپ نے اس کا خلاف کیا کہ ہم کو ان الفاظ کے استعمال کو برا سمجھنے والے جان کر پھر ہم ان سے مخاطب کیا۔

ان الفاظ سے لفظ غیر مقلد کے استعمال کو پسند نہ کرنے کی وجہ تو ہم اشاعۃ السنہ نمبر ۳ جلد دوم میں بیان کر چکے ہیں۔ لفظ وہابی کے استعمال کو پسند نہ کرنے کی وجہ یہاں بیان کرتے ہیں۔ ہم لوگ کسی وجہ سے اس لفظ کے استعمال کا محل نہیں ہیں اگر اس میں وہاب کی طرف نسبت ہے تو سبھی لوگ جو وجود یا وحدانیت یا اطاعت یا عبادت خدا کے قائل ہیں (خواہ وہ کسی مذہب وملت سے ہوں) وہابی کہلانے کا استحقاق رکھتے ہیں (

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی نظر سے سید احمد خان صاحب نے رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر کے صفحہ ۱۱۴ میں کہا ہے:

لیکن ہم تو عام مسلمانوں اور وہابیوں میں کچھ تفرقہ نہیں پاتے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہابی وہی ہے جو صرف عبدالوہاب کا مقلد ہے، نہیں حنفی مالکی یا اہل اسلام کے دوسے فرقہ کا آدمی بھی وہابی ہوسکتا ہے اور جہاں تک ان اطراف و بلاد میں ہم کو وہابیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا جب کسی وہابی سے پوچھو کہ تم کس فرقہ میں ہو ہمیشہ وہ اپنے تئیں اہل سنت والجماعت ظاہر کرتا ہے۔ وہابی وہ ہے جو خالص خدا کی عبادت کرتا ہو اور موحد ہو اور اسلام اس کا ہوائے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو۔) اور اگر یہ محمد بن عبدالوہاب عالم نجد کی طرف نسبت ہے تو ہم کو اس سے کچھ علاقہ نہیں ہے (جو سید احمد خان صاحب نے رسالہ جواب ہنٹر صاحب کے صفحہ ۱۴ میں کہا ہے۔: اس زمانہ سے عبدالوہاب کے پیرو بجائے اہل حدیث کے وہابی کہلانے لگے۔، اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو خصوصاً نجد یا عموماً عرب میں محمد بن عبدالوہاب کے معتقد و ملنے والے تھے چنانچہ سیاق وسباق عبارت انہیں کے ذکر پر مشتمل ہے۔ موحدین ملک ہند میں ہم نے اپنے بیس برس کے مشاہدہ و تجربہ میں کوئی محمد بن عبدالوہاب کا معتقد یا مرید یا شاگرد نہ دیکھا، اور اس کی پیروی کا مدعی نہ سنا۔ ان لوگوں کے پیشوا و مقتداء آنحضرت ﷺ ہیں اور ان کی کتب مذہب جن پر یہ عمل کرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں قرآن مجید و کتب حدیث ہیں اور بس) نہ ہم نے اس کو دیکھا نہ اس کی کتاب سے اپنا عمل و اعتقاد حاصل کیا نہ اس کا کلمہ پڑھتے ہیں نہ اس کو اپنا امام جانتے ہیں۔

یہ تو بلحاظ معنی لغوی کے اس لفظ کے استعمال سے انکار کی وجہ ہے۔ اب معنی عرفی کے لحاظ سے اس کے استعمال کی وجہ ممانعت بیان کی جاتی ہے

عرف عام میں یہ لفظ دو معنی سے مستعمل ہے ایک بمعنی منکر شفاعت و معجزات و کرامت۔ دوسرے معنی مخالف و باغی گورنمنٹ اور ان دونوں معنی کو اہل حدیث وہابی نہیں ہیں بلکہ ان معنی کر وہابی ہونے کو وہ سخت جرم و گناہ سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ اس لفظ کا استعمال اپنی نسبت پسند نہیں کرتے۔

معنی اول کی راہ سے وہابی ہونے کو جرم سمجھنا تو ان کی جملہ کتب حدیث سے جن میں شفاعت کا اقرار ہے اور معجزہ انبیاء و کرامت اولیاء کا اثبات موجود ہے۔

ایسا ہی معنی ثانی کی راہ سے وہابی ہونے کو جرم سمجھنا ان کی زبان و قلم سے جاری رہتا ہے۔ میں اپنی مجالس وعظ و درس میں ہمیشہ اس مسئلہ کو بیان کرتا ہوں اور

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس باب میں ایک رسالہ مستقل اقتصاد فی مسائل اجہاد نیز لکھ چکا ہوں ۔ یہ وہ رسالہ ہے جس کو میں نے ۱۸۷۶ء میں نے تصنیف کیا پھر ایک سفر طویل کر کے علماء ہندوستان کے سامنے پیش کیا اور ان کو اپنے خیال سے متفق کیا ۔ آپ کے پاس بھی بمقام بنارس میں وہ رسالہ لے کر پہنچا تھا مگر آپ کو اس طرف متوجہ نہ پایا ۔ آپ نے اس کے اور اس کے غایۃ ومقصود کی نسبت یہ کلمہ فرمایا کہ: میں اس میں رائے نہیں دینے کا ۔،

یہ رسالہ اصل مضمون میں تو آپ کے اس رسالہ کے برابر ہے جو آپ نے رسالہ ڈاکٹر ہنٹر کے جواب میں تصنیف کیا ہے اور بحث وتفصیل دلائل میں اس سے چہار چند بڑھ کر حاصل مضمون اس رسالہ کا یہی ہے کہ ہم لوگوں رعایا گورنمنٹ انگلشیہ کو جو گورنمنٹ کے عہد وامن میں ہیں اور ان کی طرف سے شعار دین کے ادائے کرنے میں خودمختار وآزاد ہیں اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا جائز نہیں ہے اور جن اصول پر جہاد کی بنیاد ہے اور وہ شروط جہاد میں وہ یہاں متحقق نہیں ہیں ۔

میں اس رسالہ کو چھپوا کر مشتہر کرونگا جب کہ ناظرین وحکام منصفین کی طرف پوری توجہ یا ترغیب یا اجازت پاؤنگا ۔ ہر چند آپ نے کمال دل سوزی وگرم جوشی سے وہ کام جو اس رسالہ کی تشہیر سے مدنظر ہے پورا کر دیا ہے اور اس رسالہ جواب ڈاکٹر ہنٹر (حاشیہ: اس رسالہ میں آپ نے عجیب گوہرافشانی کی ہے ۔ اور انصاف ووہابیت کی پوری داد دی ہے اس کے بعض فقرات کی بعینہا تفصیل اور بعض مضامین کے بطور فہرست مجمل نقل اس مقام میں وارد کرتا ہوں طالبین وشائقین تفصیل اصل رسالہ کو خرید کر ملاحظہ میں لاویں ۔ ہر ایک موحد کے لئے میں اس رسالہ کا پاس رکھنا ضروری سمجھتا ہوں اور اس کو بمنزلہ ایک عمدہ سرٹیفکیٹ کے خیال کرتا ہے

مضمون سید احمد خان:

میری دانست میں تمام دنیا کے باشندوں نے شائد وہابیت کے اصلی معنی کو بہت ہی کم سمجھا ہے اور اس کی اصلیت کو اس طرح پر بیان کرنا کہ وہ عوام کی سمجھ میں آجاوے نہایت مشکل ہے میری دانست میں جو نسبت پراٹسٹنٹ والے کو رومن کیتھولک کے ساتھ ہے وہی نسبت ایک وہابی کو اسلام کے اور فرقوں کے ساتھ ہے ۔ بہرکیف یہ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے اس اصلی مطلب کو بدل دیا ہے اور اس زمانہ کے وہابیوں کی نسبت یہ بیان کیا ہے کہ ان کو انگریزوں پر فتح یاب ہونے کے لئے اس زمانہ میں ایک امام کے پیدا ہونے کی توقع ہے ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹے مسئلہ میں بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے کچھ تصرف کیا ہے حالانکہ اگر وہ یہ الفاظ اور زیادہ کر دیتے کہ:
بشرطیکہ جو مسلمان جہاد کرنا چاہیں وہ ان کافروں کی رعایا نہ ہوں جن پر جہاد کیا چاہتے ہوں اور امن وامان کے ساتھ نہ رہتے ہوں اور ان کے حق میں کسی طرح کا تشدد کیا جاتا ہو اور انہوں نے اپنا اسباب اور بال بچے ایسے کافروں کی حفاظت میں نہ چھوڑے ہوں اور ان کے اور ان کافروں کے درمیان کسی قسم کا عہد و پیمان نہ ہو، اور مسلمانوں کو اپنی طاقت اور فتح یابی کا بھروسا ہو،

تو جو معنی انہوں نے اس مسئلہ کے بیان کئے ہیں وہ صحیح ہوتے۔ لیکن چونکہ ان کا مقصد دلی یہ ہے کہ وہ وہابیوں کے مسئلوں کو اس طرح بیان کریں جس سے نہایت سختی ظاہر ہو، اس وجہ سے انہوں نے دانشمندی کے ساتھ ان سب کا بیان فروگذاشت کر دیا ہے۔ رسالہ مذکور صفحہ ۹۔۱۰

معنی وہابیت کی اصلیت اور وہابیان عرب کی تاریخ۔ رسالہ مذکور۔ ص ۱۱۔ تا ۱۴۔

تمام وہابیوں کو علی العموم جہادی کہنا بالفعل غلطی ہے۔ رسالہ مذکور۔ ص ۱۴۔۱۵

ہندوستان کے وہابیوں کی تاریخ اور ان کا زمانہ کی نظر سے پانچ قسم پر ہونا۔ رسالہ مذکور۔ ص ۱۹

پہلے زمانہ کے حالات جن کا حاصل یہ ہے کہ سید احمد صاحب مرحوم و مولوی اسماعیل صاحب نے انگریزوں سے جہاد کرنے کا ارادہ نہیں کیا اور مولوی اسماعیل صاحب نے کلکتہ میں بر ملا مجلس وعظ میں کہا کہ ہم کو انگریزوں سے جہاد کرنا جائز نہیں اور گورنمنٹ انگلشیہ نے ان کی کاروائیوں سے تعرض نہ کیا بلکہ اعانت و محافظت کی۔ رسالہ مذکور۔ ص ۲۰ تا ۲۲

مولوی محبوب علی وغیرہ پس ماندگان قافلہ سید احمد مرحوم کا سرحد سے واپس آکر غدر میں شریک نہ ہونا بلکہ باغیوں کو لعنت ملامت کرنا

پانچویں زمانہ کے (جس کو کاتب نے غلطی سے چوتھا زمانہ لکھ دیا ہے) حالات: اس کو آپ نے اس عنوان سے شروع کیا ہے۔

زمانہ حال میں بھی میرے ان ہم مذہبوں کی نسبت جو اب ہندوستان میں رہتے ہیں کسی قسم کی بدگمانی کی کوئی وجہ نہیں۔

اس کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ مولوی ولایت علی و مولوی عنایت علی رؤساء پٹنہ نے بھی اس گورنمنٹ سے جہاد کا ارادہ نہیں کیا۔ (رسالہ مذکور۔ ص ۲۷ تا ۳۴)

وہابی وہ ہے جو خالصتاً خدا کی عبادت کرتا ہو، اور موحد ہو، اور اس کا اسلام ہوائے نفسانی اور بدعت کی آمیزش سے پاک ہو۔ اس کو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ در پردہ تخریب سلطنت کی فکر میں رہتا ہے اور چپکے چپکے تدبیریں کیا کرتا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور غدر اور بغاوت کی منادی پیٹتا ہے محض تہمت ہے۔ ہم اس وقت بہت ایسے آدمیوں کا نشان دے سکتے ہیں جو سرکار کے ملازم ہیں، اور ملازم بھی ایسے کہ ان سے زیادہ سرکار کا خیر خواہ اور معتمد کوئی نہیں، اور بایں ہمہ وہ اپنے تئیں کھلے خزانے بے تامل وہابی کہتے ہیں، اور اس کہنے پر ان کو ایک طرح کا ناز ہے۔ اور کچھ یہ نہیں کہ سرکار نے بے سوچے سمجھے ان کو معتمد علیہ گردان رکھا ہے، زمان غدر میں جب کہ آتش فتنہ ہر طرف مشتعل تھی، ان کی وفاداری کا سونا اچھی طرح تایا گیا اور وے خیر خواہی سرکار میں ثابت قدم رہے۔ رسالہ مذکور۔ص ۱۱۴۔۱۱۵

ناقل محمد حسین کہتا ہے: اس مضمون کے مصداق آپ (سید احمد خان) ہیں یا ہندوستان میں آپ کے زمرہ احباب جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور ہیں باوجود یکہ اسی وہابیت سے مشہور ہیں)

اور اخبارات میں اس مضمون کو خوب ظاہر کیا اور فرقہ متہم بوہابیت بلکہ تمام مسلمانوں کو تہمت مخالفت گورنمنٹ سے بری کر دیا اور فرقہ موحدین بلکہ تمام مسلمانوں پر اس احسان کا بوجھ رکھا جزاك الله عنا و عن سائر المسلمين احسن الجزاء۔ ولیکن بعض اضلاع میں جہاں آپ کی تصانیف نہیں پہنچی یہ امر ہنوز مخفی ہے اس لئے بنظر اعلام عام اس رسالہ کے تشہیر مرکوز خاطر فاتر ہے خدا نے چاہا تو کوئی موقع اس کے اظہار و اشتہار کا آجائے گا۔

بالجملہ بلحاظ وجوہ مذکور استعمال لفظ وہابی کو ہم پسند نہیں کرتے اس لئے بحکم قانون مذکور الصدر ہم اس سے معاف رکھے جانے کے مستحق ہیں۔ اور آپ نیچری ہونے اور کہلانے کو موجب فخر سمجھتے ہیں اس لئے آپ اس لفظ سے مخاطب ہونے کے بہت لائق ہیں اور اگر وہ تقریر جناب جس میں نیچری ہونے کی تصحیح و تحسین کی ہے، زبانی ہی زبانی ہے، اور دل میں اس کے برخلاف اس کی کراہت جمی ہوئی ہے تو ہم یہ لفظ آپ کی نسبت ہرگز نہ لکھیں گے آپ اس امر سے ہم کو اطلاع دیں اور جس لفظ سے اپنے فرقہ کا مخاطب ہونا پسند خاطر ہو اس پر آگاہ کریں۔

(اشاعت السنہ نمبر ششم جلد دوم، ضمیمہ نمبر ۲)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شکریہ و شکایت

آنرایبل سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی اور ان کے حواریین کے ہم دل سے شکر گزار ہیں کہ وہ کسی نہ کسی پیرایہ میں ہم کو مخاطب فرماتے ہیں اور اس خطاب کے ذریعہ سے ناظرین پرچہ تہذیب الاخلاق کو ہمارے رسالہ اشاعۃ السنہ کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں جس کے سبب سے بہت ناظرین تہذیب ہمارے رسالہ کو شوق سے لینے لگے ہیں۔ اور کئی ان میں سے تہذیب الاخلاق کی تقلید چھوڑ کر حق کی طرف مائل ہو گئے ہیں ہم اس امر کو بحکم لان یھدی اللہ بك ر جلا خیر لك من حمر النعم از بس غنیمت و کامیابی جانتے ہیں۔ ایک بڑی بھاری وجہ سپاس و ستائش جناب کی یہ ہے کہ جو باتیں ہم نے آپ لوگوں کی نسبت نمبر سوم و چہارم اشاعۃ السنہ جلد ۲ کے صفحہ ۶۶، ۸۴، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۲۲ وغیرہ میں لکھی ہیں کہ یہ لوگ بہت سے احکام شرع کو دین سے مٹاتے ہیں اور بعض احکام کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ بہشت کو چکلہ کہتے ہیں، معجزات انبیاء سے منکر ہیں، ملائکہ اور جبریل کو سوائے قوت خیالیہ کے کچھ نہیں سمجھتے۔ نبوت و پیغمبری کو بجز نتیجہ عقل و فکر کچھ نہیں جانتے۔ فرائض پیغمبری خود ادا کر رہے ہیں اور تھوڑے زمانہ میں دعوی نبوت کرنے کو مستعد ہیں، ۔

ان سب باتوں کو آپ اور آپ کے احباب نے کھلا کھلا تسلیم کیا ہے اور میرے بیان و خیال کو اچھی طرح تصدیق کیا۔ چنانچہ صفحات ۲۴، ۲۶، ۵۰، ۵۱، ۵۶، ۶۱ وغیرہ تہذیب الاخلاق اور صفحہ ۴۳۴ و ۴۳۵ سفیر ہند (جس میں جناب ممدوح کے ایک خلیفہ کا مضمون مندرج ہے) ان باتوں کے ثبوت پر شاہد صریح ہیں۔ ازانجملہ ایک دو فقرہ میں اس مقام میں تشویق ناظرین کے لئے نقل کرتا ہوں۔ بقیہ کی تفصیل میرے آئندہ پرچوں میں ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالی

تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الثانیہ (۱۲۹۶ھ) میں آپ نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں جملہ احکام معاملات مخاصمات عادات وغیرہ کو دین سے خارج کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۲۴ میں اونچی ازار پہننے کا خاکہ اڑایا ہے۔ اور صفحہ ۲۶ میں حقیقت جبریل سے (جو اسلام میں مقرر ہے) ان الفاظ سے انکار کیا ہے:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو درحقیقت اس ملکہ کے محرک نہیں جسکو ملکہ نبوت یا ملکہ وحی یا جبریل امین سے تعبیر کیا جاتا ہے ،۔

تہذیب الاخلاق ماہ رجب (۱۲۹۶ھ) کے صفحہ ۵۰ میں آپ کے ایک خلیفہ صاحب نے لکھا ہے:

اس انیسویں صدی کے تو پیغمبر و معجزے یہی ہیں کہ محققین اور حکماء قوانین فطرت کو دریافت کر کے اہل دنیا کو خدا کا جلال اور قدرت دکھا دیں کہ ان کے آگے معجزات انبیاء کی کیا حقیقت تھی کہ شان کبریائی دکھاتے ۔معجزات حقیقت میں ایک بھان متی کا سانگ تھا جس میں سب کچھ تھا اور کچھ نہ تھا۔

حقیقت میں غور سے دیکھئے تو سارے الہامی مذہب نیچر کے بدعتی فرقہ ہیں۔ جب مذہب نیچر کے خلاف ایک طوفان بدعتوں کا برپا ہوا تو کوئی دانش مند جس کو پیغمبر کہو یا اوتار اس بدعت کے دور کرنے کے واسطے ایک مذہب اسے نیچر یہ مذہب کے اصول پر قائم کرنا چاہا۔،

اسی کے صفحہ ۶۱ میں آپ فرماتے ہیں:

قدیم اصول یہ ہے کہ خدا کی عظمت و قدرت اس میں ہے کہ وہ پانی سے آگ اور آگ سے پانی کا کام لے سکتا ہے ۔ جدید اصول یہ ہے کہ اس میں خدا کی قدرت میں بٹا لگتا ہے۔،

ولیکن باوجود اس سپاس وستائش کے ہم چند امور میں آپ سے شاکی بھی ہیں:

۱۔ یہ کہ آپ ہمارے جواب وخطاب میں سلسلہ کلام وترتیب مرام کا لحاظ نہیں فرماتے اور جن امور کو ہم نے متنازع فیھا قرار دیا ہے اور نمبر ششم میں ان کو مشخص ومعین کر دیا ہے ان میں قلم نہیں اٹھاتے ۔کبھی کوئی بات اڑتے پڑتے کہہ دیتے ہیں، کبھی کوئی ذکر سنا دیتے ہیں ۔کبھی وہابی بدعتی کا ذکر کبھی نیچر کا ترجمہ۔کبھی ٹخنے سے اونچی ازار کا بیان ،کبھی خدا کے جبل طور اٹھانے کا عدم امکان ۔

۲۔ اس بے ترتیبی کے ساتھ بھی جو کچھ لکھتے ہیں اس میں بھی مجرد دعاوی و اپنے خیالات کے اظہار پر اکتفا کرتے ہیں ۔ان کا ثبوت وتشریح جیسے کہ ہم چاہتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں قلم میں نہیں لاتے ۔ مسئلہ نیچر ہی کے ثبوت کو خیال کر لو اس میں آپ نے دو دفعہ قلم اٹھائی ہے اور آپ کے ایک خلیفہ نے ایک دفعہ خامہ فرسائی کی ، پر کسی صاحب نے نہ نیچر کی حقیقت کی تشریح کی ہے اور نہ اس کے ثبوت پر کوئی دلیل قائم کی ہے۔ سبھی صاحب مناقب وفضائل نیچر بیان فرماتے ہیں ۔ ہمارے اس سوال کا (کہ وجود نیچر جس میں تصرف وقرار داد عقل کا دخل نہ ہو کہاں متشخص ہے؟ اور اس سے استنباط احکام حلال وحرام ، نماز روزہ حج زکوۃ نکاح طلاق وغیرہ کیونکر ممکن ومتصور ہے؟) جواب کوئی صاحب نہیں دیتے ۔

۳ ۔ باوجودیکہ آپ لوگ تہذیب کے مدعی ہیں اور بزعم خود اس دیار میں آپ ہی اس کے بانی مبانی پھر اس کی رعایت اپنی تحریروں میں نہیں کرتے ۔ اور اپنے مخاطبین اور ان کے گروہ کو تمسخر وتوہین سے یاد فرماتے ہیں ۔ مضمون انشاء اللہ ، و تحقیقات مذہب ، تہذیب الاخلاق ومضمون سفیر ہند مذکور میرے اس بیان پر شاہد ہے (لغو وبے ہودہ جہالت ؛ مولویوں کی دم ؛ مولویوں کے ڈھیر ؛ کیا یہ مہذبوں کے الفاظ ہیں جو آپ لوگوں کے استعمال میں آئے ہیں)

پس بعرض ان شکایات ہم بڑے ادب سے ملتمس ہیں کہ آپ ان باتوں کی طرف توجہ فرمائیں ۔ ہماری باتوں کا جواب حسب مدعا ادا کریں اور اپنی اور اپنے خلفاء کے اقلام کو ناملائم الفاظ کی تحریر سے بچاویں ۔

معذرۃ وموعدۃ

تہذیب الاخلاق بابت ماہ جمادی الثانیہ وبابت ماہ رجب (۱۲۹۶ھ) کے جملہ مضامین میں ہم کو کلام ہے اور خاص کر مضمون مذہب ومعاشرت (جو اکثر احکام شرعی کا ناسخ ومبطل ہے) اور مضمون معجزہ وکرامت (جن میں خوارق انبیاء سے انکار ہے اور رقیہ سنت نبوی کی ہنسی) اور مضمون مذہب انسان کا امر طبعی ہے (جس میں آپ نے کفر واسلام کو ایک کر دیا ہے اور صورت وخیال پرستی میں انبیاء کو ہم سر مشرکین بنایا) اور مضمون مذہبی خیال (جس میں اصول نبویہ کو اصول جاہلیہ بتایا ہے اور اصول نیچریہ کو اصول نبویہ) میں ہم کو بہ تفصیل بحث منظور ہے ۔ لیکن چونکہ ہم خود یک انار وصد بیمار کے مصداق ہیں اور ہمارا رسالہ ایک مقدار مخصوص میں محدود ہے ، اس لئے ہم سبھی مضامین سے یکبارگی بحث نہیں کر سکتے ۔ بلکہ ہر ایک سے بتدریج وترتیب شیئاً فشیئاً بحث کر سکتے ہیں ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناظرین صبر کو کام میں لاویں یا ارسال زر چندہ میں ہمتوں کو بڑھاویں۔ ہمزیادہ تکلیف نہیں دیتے جو جو کچھ صاحب پہلے مقرر کر چکے ہیں اسی کا مطالبہ کرتے ہیں

اگر اس رسالہ کی آمدنی کم سے کم ایک سو روپیہ ماہوار ہو جائے تو ہم بجائے دو جزو، چار جزو کا رسالہ نکالیں۔ اور اپنا نائب ملازم رکھ کر حساب کتاب و جوابات مراسلات وغیرہ امور متعلقہ رسالہ میں (جو ہمارے گلوگیر ہیں) اس سے مدد لیں۔ اور آپ اسی کام میں ہمہ تن مصروف ہو جائیں۔

اس پرچہ کے ناظرین وخریدار بھوپال وغیرہ بلاد میں ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اکیلے اس قدر ماہوار کو اپنے ذمہ اٹھالیں تو استطاعت رکھتے ہیں۔ ولیکن ہم نہیں جانتے کہ باوجود ہماری ہمیشہ کی شکایت کے ان کو اس طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی۔ اور ہوگی تو کب ہوگی۔ (اشاعۃ السنہ نمبر ہفتم جلد دوم۔ بابت ماہ رجب ۱۲۹۶ھ مطابق جولائی ۱۸۷۹ء)

استشار معہ اظہار سبب انتشار تہذیب الاخلاق دریں اعصار

ہمارے بعض احباب مشورہ دیتے ہیں کہ مقلدین کی بحث و والزام کو چند روز یک لخت ملتوی کیا جائے اور دونوں جزو رسالہ (جس کا دو جزو میں محصور ومحدود ہونا مشیت ایزدی وخریداران نادہندگان کی عدم توجہی سے ناشی ہے) اہل نیچر ہی کے الزام میں لگایا جاوے۔ دلیل ان کی اس رائے پر یہ ہے کہ تقلید ناجائز (جو تقلید بمقابلہ نصوص اور التزام تقلید مجتہد معین سے عبارت ہے) تو اب مضمحل ہوگئی ہے۔ اور اس کی حمایت واعانت سے مقلدین نے خاموشی اختیار کی ہے۔ لہذا اس کی نفی وابطال میں اب قلم اٹھانے کی چنداں حاجت باقی نہیں رہی۔ اور مذہب نیچر کے ابطال میں آج کل کوئی اخبار یا رسالہ مستقل (سوائے اس رسالہ اشاعۃ السنہ کے) شائع نہیں ہوتا اور ضرر اس مذہب کا بے علموں میں پھیلتا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ نہیں (جیسا کہ کہ مقلدین تہذیب الاخلاق خیال کرتے ہیں) کہ تہذیب الاخلاق (اس مذہب کے معدن ومنبع) کے مضامین ہوتے ہیں اور وہ پرزور دلائل سے مدلل۔ اس لئے وہ دلوں پر فوراً اثر کرتے ہیں بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ آزادمنش لوگ (جن کی بہیمیت ان کی ملکیت پر غالب ہے) قید شریعت سے آزادی چاہتے ہیں اور جو کچھ ان کا نفس

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امارہ چاہے اس میں وہ خودمختاری پسند کرتے ہیں۔اور برطبق افرأیت من اتخذ الھه ھواہ کھانے پینے سونے جاگنے بولنے سننے وغیرہ لذات کے حاصل کرنے میں وہ ہوائے نفس کے تابع ہونا شعار رکھتے ہیں اور کتاب تہذیب الاخلاق جس نے صدہا قیود و احکام شریعت کو فقط ایک مضمون، مذہب و معاشرت، سے مکلفین کے پاؤں سے نکال دیا ہے، اور انتم اعلم با مور دنیا کم کے غلط معنی بتا کر آزادمنش لوگوں کو ہوائے نفس کے گھوڑے پر سوار کر دیا ہے۔اور حقیقت اسلام کو فقط اعتقاد و توحیدات ثلاثہ (یعنی توحید ذات، توحید صفات، توحید عبادت) میں منحصر کر کے ان توحیدات کے اقراری کو (گو وہ کیسا ہی فاسق احکام شرعیہ سے خارج ہو، نماز نہ پڑھے روزہ نہ رکھے۔زکوۃ نہ دے۔حج نہ کرے۔شراب پئے۔زنا کرے) دوزخ کی آگ سے بے ڈر کر دیا۔آزادمنشوں کو قید شریعت سے آزاد کر دیا ہے اور کھانے پینے سونے نفسانی لذات کے حاصل کرنے میں خودمختار بنا دیا ہے۔پس وہ اس کے مضامین کو ہوائے نفس کے موافق پاتے ہیں تو اس کو آنکھوں سے لگاتے ہیں اور بلاتحقیق و تامل اس پر ایمان لاتے ہیں۔آپ نے تو ہنوز اعتراف توحید باری یا وجود باری کو جزء اسلام و شرط نجات ٹھہرایا ہے۔اگر کوئی اس قید کو بھی اڑا دے اور خدا کے وجود ہی سے انکار کرے تو اس کی بات کو متبعان ہوائے نفس زیادہ مانیں۔ اور اس کے اتباع آپ کی نسبت زیادہ ہو جاویں۔پنجاب میں یہ بلا پھیلنے لگی ہے۔ ایک ہندو فقیر نے اس بات کی طرف دعوت شروع کی ہے جس کا اتباع صدہا نفسانی مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور ایک حصہ مسلمانان ضلع گورداسپور اس کے ساتھ ہو گیا ہے۔برھم دھرم بھی اس کی نظیر ہو سکتے ہیں۔وہ آپ سے بڑھ کر آزادی دیتے ہیں تو ان کا اتباع مسلمان بھی اختیار کرتے جاتے ہیں۔اور مقلدین تہذیب کا یہ گمان (کہ تہذیب الاخلاق کا دلوں پر اثر پر زور دلائل کے سبب سے ہے) محض غلط ہے۔اس کے اکثر مضامین پر، پر زور دلائل تو کیا، کوئی ضعیف دلیل بھی قائم نہیں ہوتی۔اکثر جگہ مجرد خیالات ہی پائے جاتے ہیں جو جرنیلی حکم کہلاتے ہیں۔چنانچہ مضمون، مذہبی خیال، اس پر شاہد ہے۔پس اس کی وجہ تاثیر بجز اس کے کہ وہ ہوائے نفس کے موافق ہے اور کیا بن سکتی ہے۔ہاں ایک وجہ یہ بھی خیال میں آتی ہے کہ حب جاہ و تحصیل مال و دنیا اکثر لوگوں کی نسبت جبلی امر ہے۔چنانچہ و احضرت الا نفس الشح، و انه لحب الخیر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لشدید ، اس کی طرف مشعر ہے۔ اور جب کہ بانی مذہب نیچر آنریبل سید احمد خاں صاحب بہادر کو جاہ وجلال دنیا میں غایت قصوی تک عروج ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ بلقب سی ایس آئی و آنریبل، گورنمنٹ کی طرف سے ملقب ہوئے، اور وائسرائے و گورنر جنرل انڈیا کی کونسل کے ممبر بن گئے، تو اکثر لوگ کوتاہ اندیش اس خیال سے بھی ان کے خیالات و مقالات کے مقلد ہوتے جاتے ہیں کہ ان کی متابعت و موافقت سے ہم بھی یہ رتبہ حاصل کریں، یا ان کے سلسلہ میں داخل ہو کر ان کے درجہ کے قریب جا پہنچیں۔ بہر حال اس مذہب کے ضرر کی اشاعت کی نظر سے ان لوگوں کی یہ رائے ہے کہ بالفعل یہ رسالہ تمام وکمال انہیں حضرات کی نذر کیا جائے۔

راقم کی رائے اس میں یہ تھی کہ چندہ دہندگان سب کے سب اپنا اپنا پورا چندہ بھیجتے رہیں تو اس رسالہ کے چار جزو کر دیئے جائیں۔ دو جزو میں مقلدین سے بحث وخطاب رہے۔ اور دو جزو میں نیچر یہ کا جواب۔ مگر یہ صورت محال نظر آتی ہے اور حضرات نا دہندگان سے وعدہ خلافی نہیں چھوٹتی۔ لہذا مجبور ہو کر ہم نے اس رائے سے موافقت کر لی ہے۔ جو صاحب ناظرین اشاعۃ السنہ سے (ممبر ہوں خواہ عامہ خریدار رعایتی ہوں خواہ مفت کے نظار) اس رائے کو پسند فرمائیں وہ اپنے توافق سے اطلاع دیں۔ اور جن کو یہ رائے پسند نہ ہو وہ باظہار تخالف ہمارے عذر و دلیل کا جواب دیں۔ جس بات کو کثرت رائے یا قوت دلیل نے ترجیح دی اس پر عمل ہوگا۔

(اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر ہشتم جلد دوم بابت ماہ شعبان ۱۲۹۶ھ مطابق اگست ۱۸۷۹ء)۔

خدا تعالیٰ اور ہنومان کی قدرت یا قوت میں فرق کرنے میں غلطی

خدا تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے:

و اذ نتقنا الجبل فو قهم كأ نّه ظلّة ۔(اعراف:۱۷۱)

(ہم نے کوہ طور کو زمین سے اٹھا کر بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح کر رکھا تھا)۔

اس کے رد میں جناب آنریبل سید احمد خان تہذیب الاخلاق جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ میں فرماتے ہیں کہ:

یہ خلاف عقل ہے۔ اگر ہم اس پر یقین کریں تو ہم کو اس بات سے کہ خدا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالی کی مرضی سے ہنومان جی لنکا کی لڑائی میں پہاڑ اٹھا لائے تھے، انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ہمارے نزدیک یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ ہنومان کے پہاڑ اٹھا لانے سے اس وجہ سے انکار نہیں ہے کہ وہ خلاف عقل ومحال ہے اور دائرہ امکان سے خارج، بلکہ اس انکار کی وجی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ہنومان خدا نہیں ہے اور نہ خدا کی ایسی مخلوقات سے جن میں پہاڑ اٹھانے کی خداداد طاقت ہے۔ چنانچہ جبریلؑ وغیرہ ملائکہ میں خدا کی طرف سے ایسی طاقت ہونا اہل اسلام واہل کتاب کے مسلمات سے ہے۔ اگر کوئی ہنومان کا معاذ اللہ خدا ہونا ثابت کردے، یا اس کے فرشتہ ہونے کا اثبات کرے، ومع ذلک اس قصہ کا وقوع بھی ایسی سند سے جیسے کوہ طور کے اٹھانے میں پائی جاتی ہے، ثابت کر دکھاوے تو پھر اس کی تسلیم واس پر یقین کرنے سے کون مانع ہے۔ اور اگر جناب ممدوح پہاڑ کا ہوا میں معلق رہنا محال جانتے ہیں اور خدا تعالی کو اس پر قادر ہونے سے عاجز سمجھتے ہیں و بناء علیہ اس آیت میں کچھ تحریف یا تاویل کرتے ہیں تو پہلے بحکم ثبت العرش ثم انقش، اس کے محال ہونے پر دلائل قائم کریں پھر خدا تعالی کو اس سے عاجز سمجھ کر اس کی کلام میں تاویل کو راہ دیں۔ بدون اثبات استحالہ ظواہر آیات میں تاویل وتحریف کرنا کفر والحاد کا دروازہ کھولنا ہے۔ چنانچہ آپ کے پیارے مصداق لحمك لحمی مولوی مہدی علی صاحب نے بڑی شد ومد سے اس کو مضمون نمبر ۸۰ تہذیب الاخلاق میں ثابت کیا ہے اور آپ نے اس کو مضمون نمبر ۸۲ میں تسلیم وتصدیق فرمایا ہے۔ اسی نظر سے امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اس واقعہ سے انکار کرنے کو الحاد فرمایا ہے چنانچہ کہا ہے:

الثا لث من الملا حدة من انكر امكا ن وقوف الثقيل فى الهواء بلا عماد ۔ و اما ا لا ر ض فقا لوا انما وقفت لا نها بطبعها طالبة للمر كز فلا جر م و قفت فى المر كز ۔و دليلنا على فساد قولهم، انه سبحا نه قا در على كل الممكنا ت و وقوف الثقيل فى الهوا ء من الممكنا ت فواجب ان يكو ن الله قا درا عليه۔ و تمام تقريرها تين المقد متين معلوم فى كتب ا لا صو ل ۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بحث سوم یہ کہ ملحدوں نے بوجھل پہاڑ کے ہوا میں ٹیک کے بغیر ٹھہرنے سے انکار کیا ہے۔ اور زمین کی نسبت کہا ہے کہ وہ ہوا میں اس لئے ٹھہری ہوئی ہے کہ وہ بالطبع مرکز کی طالب ہے۔ ان کی اس بات کے فساد پر ہماری دلیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کل ممکن چیزوں پر قادر ہے اور بوجھل چیزوں کا ہوا میں ٹھہرنا ممکنات سے ہے۔ ان باتوں کی پوری تقریر کتب اصول یعنی کلام وغیرہ میں ہے۔ راقم ابوسعید محمد حسین لاہوری)

(اشتہار بر حاشیہ: مولوی عبدالرب صاحب واعظ دہلی وسہارن پور نے ایک رسالہ گلزار آسیہ مسائل مختلف فیہا آمین ورفع یدین وغیرہ کے رد میں تالیف کیا تھا۔ اس کے جواب میں مولوی محمد سعید صاحب ساکن گجرات پنجاب نے رسالہ ہدایت القلوب القاسیہ فی رد گلزار آسیہ تصنیف کر کے طبع کرایا ہے جس کی قیمت ایک آنہ (علاوہ محصول ڈاک) ہے۔ جو صاحب اس کے طالب وشائق ہوں وہ بارسال قیمت جناب محمود خان صاحب رئیس کٹری علاقہ سیالی ضلع مظفر نگر سے طلب فرماویں۔ اس رسالہ میں بلاغ المبین محمد شاہ کا بھی جواب ہے اور بعض مطاعن اہل بدعت کا بھی) (صفحہ ۱ تا ۴۔ یہ صفحات زائد ہیں)۔

(اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر ہشتم جلد دوم بابت ماہ شعبان ۱۲۹۶ھ مطابق اگست ۱۸۷۹ء)

اظہار نتیجہ استیشار

اشتہار مندرجہ نمبر ہشتم کے باب میں مرادآباد، دہلی، ناگپور، ڈھاکہ، شاہ پور، لاہور، کپورتھلہ وغیرہ سے جس قدر تحریرات ہمارے پاس پہنچی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ نیچریوں کے الزام سے مقلدین کا جواب مقدم ہے۔ دلیل ان کی (جو ایک بڑے محدث وامام ومسند الوقت نے تحریر کی ہے) یہ ہے کہ اگرچہ نیچری مذہب کا ضرر فی نفسہ ضرر تقلید سے برح کر ہے، لیکن تاثیر و اشخاص متاثرین کی نظر سے وہ ضرر تقلید سے کم تر ہے۔ تقلید کا اثر علماء، صلحاء واتقیاء زمانہ پر محیط ہے جو ان کے لئے سد راہ اتباع سنت ہو رہا ہے۔ اور نیچری خیالات کا اثر بجز ان لوگوں کے جو پہلے ہی سے اطاعت شریعت سے خارج اور ہوائے نفس کے متبع تھے، کسی متقی یا عالم یا دین دار پر نہیں ہوا ہے۔ عالم ایک بھی مقلد ہوگا تو ہزار آدمی کو تقلید کی دعوت کرے گا۔ اور اس کی دعوت کا اثر عامہ صلحاء پر ظاہر ہوگا اور ان سے عمل بالحدیث چھوٹے گا۔ نیچری سو بھی ہوں گے تو ان کی بات بجز ان لوگوں کے جن کو کوٹ پتلون پہننے کا شوق اور آزادی کا ذوق ہو، کوئی نہ سنے گا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی اس دلیل نے مجھے اس تجویز پر آمادہ کر دیا ہے کہ دو جزو رسالہ سے ایک جزء مقلدین کی بحث میں لگاؤں اور دوسرا حضرات نیچریہ کی نذر کروں۔ بعد اختتام مبحث مذہب ومعاشرت جو غالباً ماہ آئندہ میں ہوگا، اس تجویز پر عمل درآمد ہوگا۔ اس اثنا میں اگر کسی ممبر یا ناظر رسالہ کو اس رائے سے مخالفت منظور ہے تو وہ اپنے خلاف کی دلیل پیش کرے۔ ورنہ من بعد بجز تسلیم ورضا چارہ نہ ہوگا۔

اعلام۔ مبحث اثبات نبوت اول سے آخر تک نیچریہ کے رد میں ہے۔ یہ لوگ اگرچہ لفظ نبی ونبوت کو مانتے ہیں مگر معنی وحقیقت نبوت سے (جو انبیاء بیان کرتے ہیں) یہ لوگ انکاری ہیں۔ یہ بات بتوضیح وتشریح بعد اختتام مقدمات معلوم ہو جاوے گی۔ ناظرین اس مبحث کو خطاب نیچریہ سے اجنبی نہ سمجھیں بلکہ سر بسر انہیں کا جواب خیال کریں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم بابت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء)

امام غزالی

آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر نے تہذیب الاخلاق ماہ جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ء میں ایک بے دلیل دعوی (جس کو بے دلیل ہونے کی نظر سے ایک جرنیلی حکم کہا جا سکتا ہے) کیا ہے کہ امام غزالیؒ کے دیگر رسالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا یہ اعتقاد نہیں رہا تھا جو انہوں نے منقذ من الضلال میں لکھا ہے۔ (فلاسفہ منکرین حشر جسمانی ونعیم وآلام جسدانی کی تکفیر کے باب میں جو اشاعۃ السنہ نمبر ۴ جلد ۲ ص ۹۴ ونمبر ۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۴۰ وغیرہ میں منقول ہو چکا ہے)

میں کہتا ہوں کہ آپ کا جرنیلی حکم بلا دلیل وہ مانے جو آپ کا مقلد ہو۔ آپ کے مقابلین اس کو کب مانتے ہیں۔ خاص کر اس حالت میں کہ اس کا خلاف امام غزالی کے رسائل میں موجود دیکھتے ہیں۔ اسی رسالہ منقذ من الضلال کے شروع سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ آپ نے اخیر میں بعد کمال وتبحر فلسفہ اور اس کے مفاسد وغوائل پر مطلع ہو جانے کے تصنیف کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ثم انی ابتداء ت بعد الفرا غ من علم الکلام بعلم الفلسفة فشمرت عن ساق الجد فی تحصیل ذلك العلم من الکتب فاطلعنی الله تعالی بمجر د المطا لعة علی منتهی علو مهم فی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقل من سنتين ۔ ثم لم از ل اوا ظب على التكفير فيه بعد فهمه قريباً من سنة اعا وده و اراوده و اردد و اتفقد غوا ئله و اغواذه حتى اطلعت على ما فيه من خدا ع و تلبيس و تحميق و تجهيل اطلاعا لم اشك فيه فا ستمع ا لآ ن ان اذ كر لك حاصل علو مهم فا نى رأيت الى آ خر ما لخصناه فى الصحيفة الخا مسة ۔ ص ۱۳۵

پھر حصول کمال کے بعد کیا زلزال ہو گیا تھا جس میں انہوں نے رجوع کیا اور فلاسفہ کی باتوں کو (جن کو بوقت کمال تلبیس وتحمیق وخداع وتجہیل کہہ چکے ہیں) حق سمجھ لیا؟

اس رسالہ منقذ من الضلال کے سوا اور کئی تصنیفات امام غزالیؒ، جواب سوالات زنادقہ؛ قسطاس مستقیم، الجام العوام، رسالہ قدسیہ، اقتصاد فی الاعتقاد، مضنون بہ علی غیر اہلہ، کتاب الفیصل للتفرقہ بین الاسلام والزندقہ، مقصد الاسنی فی شرح الاسماء الحسنی، احیاء العلوم وغیرھا، جو سب کی سب عنائت الٰہی سے راقم کے پاس موجود ہیں، سبھی مضمون منقذ من الضلال کی تائید وتصدیق کرتے ہیں۔ پھر وہ رجوع آپ کا کس کتاب میں ہے۔

علاوہ براں تاریخی واقعات بھی اسی مضمون کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ اخیر عمر میں محدثانہ خیالات پر ہو گئے تھے

قال على القارى مات الغزالى و البخارى على صدره۔

پھر ان کا رجوع کیا بعد موت ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جناب مخاطب نے مسلمانوں کو یہ بات کہ غزالیؒ ہمارا ہم خیال ہے، جتانے کے لئے یہ بات اپنی باطنی نیچر سے نکالی ہے، کسی ظاہری کتاب میں نہیں دیکھی۔ شائد ہماری نظر کا قصور ہو، ہم بہت خوش ہوں گے اگر آپ ہم کو اس کتاب کی نشان دہی کریں گے مگر وہ کتاب کسی نیچری یا فلسفی کی تصنیف نہ ہو، قدیمی مسلمانوں سے کسی محقق کی تالیف ہو۔ (اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم بابت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرح حدیث

من قال لا اله الّا الله د خل الجنةو ان زنی و ان سرق

جناب ممدوح (سید احمد خان) نے اسی پرچہ جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ کے خاتمہ میں بتمسک حدیث مذکور الصدر فرمایا ہے، جس نے دل سے لا اله الا الله کہا، چور ہو خواہ زانی وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

جس سے مراد آپ کی یہ ہے کہ لا اله الا الله کہنے والہ خواہ کیسا ہی گناہ گار ہو وہ بلامسّ عذاب بہشت میں جاوے گا۔ اس مراد پر دلیل یہ ہے کہ ہماری آپ کی اس میں نزاع ہے، ہم اس کے منکر ہیں، اور آپ مثبت۔ عذاب بھگتنے کے بعد گنہگار مسلمانوں کا بہشت میں داخل ہو جانا تو ہمارے نزاع کا محل نہیں ہے۔ اور اس مراد سے آپ کا یہ قول ایک جرنیلی حکم ہے۔ کوئی دلیل اس پر نہ آپ نے قائم کی ہے نہ کتاب وسنت میں پائی جاتی ہے۔ اور حدیث مذکور الصدر کی وہ مراد نہیں جو آپ نے سمجھی ہے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ جس نے لا اله الا الله کہا، چور ہو خواہ زانی وہ ضرور بہشت میں داخل ہو رہے گا۔ خواہ پہلے ہی داخل ہو جائے اور اس کے سب گناہ بدون سزا دہی خدا تعالیٰ معاف کر دے خواہ گناہوں کی سزا بھگت کر بہشت میں داخل ہو۔ وہ آیات واحادیث جن سے یہ مراد اس حدیث کی ثابت ہوتی ہے، کئی ہیں۔ لیکن اس مقام میں ایک آیت اور دو حدیثوں کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دو ن ذلك لمن يشاء (النساء:٤٨)

(یعنی خدا شرک کو تو ہرگز نہیں بخشتا، پر اس سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے بخش دے)۔

کا مفہوم صاف دال ہے کہ جس کو نہ چاہے وہ گناہ نہیں بخشتا۔ اور اس بخشش کا نہ چاہنا بھی اس کی قدرت میں داخل ہے۔ سید احمد خان صاحب کا خاتمہ مضمون مذہب ومعاشرت مندرج پرچہ تہذیب الاخلاق رجب ۱۲۹۶ھ میں اس پر یہ اعتراض کہ اس صورت میں وعدہ مغفرت مشتبہ ہو جاتا، اس تقریر سے مندفع ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں فاسق مسلمانوں کے لئے وعدہ مغفرت کا یقینی وقطعی ہونا آپ کو کس نے بتایا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور اس اشتباہ کا خلاف کس آیت یا حدیث سے معلوم ہوا ہے۔ جہاں تک کتاب وسنت وآثار اخیار امت کو دیکھا جاتا ہے، یہی معلوم ہوتا ہے کہ قطعی وعدہ مغفرت تو متقیوں ہی کے واسطے (گو متقی ہونا ہر کسی کا بجز ان لوگوں کے جن کو خدا ورسول نے بشارت دی ہے، پھر محل اشتباہ ہے) مخصوص ہے۔ فاسق مسلمانوں کے لئے تو اشتباہ ہی اشتباہ ہے کہ دیکھئے بچ جاتے ہیں یا گناہوں کی سزا بھگت کر چھٹی پاتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ و کان فی قلبہ وزن شعیرۃ من خیر و یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ و فی قلبہ وزن برۃ من خیر و یخرج من النار من قال لا الہ الا اللہ و فی قلبہ وزن ذرۃ من خیر۔ (بخاری۔ص ۱۱، مسلم۔ص ۱۰۹)۔ (یعنی دوزخ سے نکالا جاوے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ایک جو برابر، یا گیہوں برابر یا ذرہ برابر ایمان ہوگا)۔

یہ حدیث صاف ناطق ہے کہ پہلے ان کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا، آخر ایمان کے سبب سے نکالا جائے گا۔ اس نکالنے اور دوزخ میں عذاب بھگتنے کی تفصیل بہت سی احادیث (بخاری ص ۷۳؛ مسلم ص ۱۰۳) میں موجود ہے اور مجمل بیان عذاب مسلمان گناہ گاروں کا ہمارے مضمون مذہب ومعاشرت مندرج نمبر ہذا ونمبر سابق میں بذیل احادیث وآیات احکام نیز موجود صحیح بخاری میں بصفحہ ۷ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ اگر کوئی تم سے چوری یا قتل نفس یا بہتان کا مرتکب ہوگا اگر اس کا حال دنیا میں نہ کھلا اور اس پر حد جاری نہ ہوئی تو وہ خدا کے سپرد ہے۔ وہ چاہے گا تو اس کو بلا سزا دہی چھوڑ دے گا اور اگر عذاب کرنا چاہے گا تو عذاب کرے گا۔ گناہ گار مسلمانوں کے لئے عذاب کا خوف ہونا اس حدیث میں قطعی طور پر پایا جاتا ہے۔ بالجملہ جو مراد حدیث مذکور کی آپ نے سمجھی ہے کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں ہوئی اور نہ آج تک سوائے فرقہ ضالہ مرجیہ کے کسی مسلمان کے خیال میں آئی ہے، جناب ممدوح نے قومی ہمدردی سے مسلمانوں کو قید شریعت سے آزاد کرنے کے لئے یہ خوشخبری سنائی ہے اور اپنے مضمون مذہب ومعاشرت، اور مضمون مذہب انسان کا طبعی امر ہے (جن سے احکام شرعیہ فرعیہ کا مٹانا مرکوز خاطر جناب ہے) کے ثابت کرنے کو یہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پتڑی جمائی ہے۔ مسلمان ان کی خلاف واقع بشارتوں سے مطمئن نہ ہو بیٹھیں اور فقط اعتقاد توحید کو بدون صالحہ اعمال کے سبب اولی دخول سنت و کمال ایمان نہ سمجھ بیٹھیں۔

ابوسعید محمد حسین لاہوری۔

(اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم بابت ماہ رمضان ۱۲۹۶ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء)

ایک مراسلہ

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب سلام علیکم

میں نے پرچہ ہائے تہذیب الاخلاق کو نہایت غور و فکر سے پڑھا، جو کچھ میرے ذہن ناقص میں آیا وہ اس لئے ہدیہ خدمت کرتا ہوں کہ اگر مناسب سمجھیں تو اپنے رسالہ کے کسی گوشہ میں جگہ دیویں ورنہ اس احقر کو صحیح یا غلط ہونے مطلع فرماویں۔

سید (احمد خان) صاحب کے اس قول کے موافق (کہ انسان کی خلقت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ وہ جن چیزوں کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے اور سمجھتا ہے ان سے ایک نتیجہ (گو وہ حیرت ہی ہو) نکالتا ہے۔) ہم نے بھی سید احمد خان صاحب کے لکچروں، مضامین آرٹیکلوں کو دیکھ کر کچھ نکالا ہے اگر ہم اس کو آزادی و دیانت داری سے ظاہر کریں تو امید قوی ہے کہ صاحب موصوف اسپر ناراض نہ ہوں گے بلکہ اگر وہ نتائج ہمارے کسی غلطی سے خلاف واقع ہوں تو اس سے اطلاع فرماویں گے۔

جب سید (احمد خان) صاحب نے ایک مدت تک مشاہدات نیچر پر غور کیا تو خدا کو آدم کو ابراہیم کو موسی کو عیسی کو محمد ﷺ کو اور تمام انبیاء کو نیچری ہی پایا اور اس قوت کو جسے وحی کہو یا الہام، ایک طاقت یا مادہ مشاہدات وغور نیچر کا سمجھا اور ان کتب الہامی کو جسے توریت انجیل زبور اور فرقان سے تعبیر کرتے ہیں فقط ان مشاہدات نیچر کے نتائج کا مجموعہ خیال کیا۔ جب ایک عرصہ میں یہ خیال آپ کا پختہ ہوا اور آپ نے اپنے تئیں بھی مشاہدات نیچر کا واقف اور ماہر جانا اور اپنے پاس آلات و ذریعہ ہائے مشاہدات بہ نسبت از منہ گزشتہ زیادہ پائے تو اپنے خیالات اور مشاہدات کو قطعاً صحیح سمجھا اور جو کچھ آپ کے خیال میں مشاہدات نیچر سے نتائج پیدا ہوئے ان کو بطور امر لازمی اور واقعی اور موافق منشاء الہی سمجھا۔ اگر کسی پرانے نیچری (نبی) کے نتائج کو اپنے نتائج کے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موافق نہ پایا تو اس کو اس نیچری کی طرف سے نہ سمجھا یا اس کی تاویلیں کیں کیونکہ پرانے نیچری محض امی تھے ان کے مشاہدات ومعلومات کے ذریعے نہایت محدود بلکہ کچھ نہ تھے

لیکن جب آپ کے خیالات پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے خیالات میں پرانے فلسفی نیچریوں کے خیالات کو ملا جلا کر ایک نیا آرٹیکل بنایا ہے یا اپنے خیالات میں بھدی تصویر کو پرانے نیچریوں کے خیالات کا برقعہ فاخرہ پہنا کر ایک نیا معشوق کھڑا کیا ہے۔ یا یوں کہیں کہ اپنے نئے نئے تانبے کے برتنوں پر ان نیچریوں کی خالص زر سے گلٹ سازی کی۔ جس نے نقاب اٹھایا اسی پھیکی تصویر کو پایا اور جب کیمیائی عمل کیا وہی تانبا نظر آیا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ سید (احمد خان) صاحب کے سب خیالات ایسی ہی خیالی تصویریں اور مبنی علی الاغلاط ہیں اس لئے کہ میں ان کو ایک حکیم اور بڑا فلاسفر سمجھتا ہوں اور ان کے اکثر مضامین کو نہایت ادب سے ایک فخر قومی سمجھ کر بار بار پڑھتا اور خوش ہوتا ہوں۔ بلکہ مطلب میرا یہ ہے کہ باوجود عمدہ ہونے اکثر خیالات جناب کے بعض خیالات ان کے ایسے غلط دیکھتا ہوں کہ جن پر ایک طفل مکتب انگشت رکھ سکے۔

آپ ہی پر کیا موقوف ہے حکمائے سابقین پر نظر فرمائے تو بڑے بڑے فلاسفران اور ماہرین نیچر کی غلطیاں ادنی ادنی آدمیوں نے نکالیں اور حکماء وقت نے تسلیم کیا۔ یہ بات تو ہمیشہ رہی کہ ایک زمانہ دوسرے زمانہ کی غلطیاں نکالتا چلا آیا کسی نے آسمان کی گردش کو تجویز کیا اور کسی نے زمین کو گھمایا۔ دور کیوں جائیں آپ ہی کے پرچہ تہذیب الاخلاق ماہ رجب (۱۲۹۶ھ) میں ایک مضمون بعنوان قدیم اور جدید علوم چھپا ہے جس میں ظاہر کیا ہے کہ بیکن نے تمام حکماء متقدمین افلاطون ارسطو وغیرہ (جس کو اس زمانہ کی مہذب اور وحشی اقوام کے بچے بھی جانتے ہیں) کے خیالات کی بنیاد کو ایسا غلط ثابت کر دکھایا ہے جس کو حکماء متاخرین نے تسلیم کیا۔

جب کہ ایک زمانہ میں تمام حکماء نے ملاحظہ نیچر سے مشاہدات سے تجربوں سے اپنے ذہن میں کچھ نتائج پیدا کئے اور ان کو ایسا ہی سچا سمجھا کہ اب ہم اور ہمارے زمانہ کے حکماء تحقیقات جدیدہ کو سچا اور صحیح سمجھتے ہیں اور دوسرے زمانہ نے ان کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطیوں کو تسلیم کیا، تو اب فرمائیں کہ وہ کیا دلیل ہے جس سے ہم کو اطمینان حاصل ہو کہ ہماری یا ہمارے حکماء کے مشاہدات اور تجربے اور جوان سے ہم نے اپنے ذہن میں رائے پیدا کئے، سب کے سب ایسے ہیں جن کو ہم اپنا دین بنائیں اور اس پر ہم یہ شہادت قائم کریں

فا قِم و جهك للدّين حنيفاً ،فطر ت اللّه الّتى فطر النّاس عليها، لا تبد يل لخلقِ اللّه ۔ ذلك الدّين القيّم و لكنّ اكثر النّاس لا يعلمو ن ۔(الروم:۳۰)

(ترجمہ۔سیدھا کر اپنا منہ خالص دین کے لئے۔ جو نیچر خدا کا ہے جس پر لوگوں کو بنایا ہے، خدا کی پیدائش میں کچھ تبدیل نہیں ہے۔ یہی مستحکم دین ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

اگر مشاہدات میں یا تجربوں میں اور اس سے نتائج نکالنے میں اور اس پر اپنے خیالات قائم کرنے میں وقوع اغلاط کا انسداد ہوتا، تو تمام حکماء متقدمین و متاخرین بلکہ بعد میں آنے والوں کے خیالات ایک ہی اصل پر ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ سراسر اس کا خلاف۔ اور ان نیچریوں کے خیالات پر نظر کرو کہ جن کو ہم انبیاء و پیغمبروں سے تعبیر کرتے ہیں تو حضرت آدمؑ سے حضرت محمد ﷺ تک سب کے خیالات کی تصویر کو ایک ہی فوٹو گرافک سے نکلے ہوئے پاؤ گے۔ اگر فرق ہوگا تو صرف یہی کہ اول الذکر درختوں پتوں اور چھالوں سے ملبوس اور آخر الذکر ایک عمدہ لباس سے مانوس اور یہی خالص نیچر ہے جس پر یہ کہہ سکیں فا قم و جهك للدين حنيفاً ۔ اور جس کو خدا نے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور یہی ایک کافی دلیل اس امر کی ہے کہ ان نیچریوں کے مشاہدات کا ذریعہ واحد تھا جو واحد نتیجہ نکالتا تھا اور اسی کو ہم وحی اور الہام کہتے ہیں اور وہی فارق نیچر حکماء و نیچر انبیاء کا ہے۔

نیچر حکماء و نیچر انبیاء و نیچر خدا جس کو جناب سید (احمد خان) صاحب نے ملا جلا دیا ہے، وزن کرنے پر یہ صاف نقشہ دکھائی دیتا ہے کہ حکماء قوانین قدرت کو ایک چراغ یا شمع کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں اور انبیاء ایک خداداد آفتاب کی روشنی میں اس عظیم الشان کی قدرت کا ظہور دیکھتے ہیں، اور خدا تو وہ نیچری ہے جس نے خود نیچر کو بنایا ہے، اور زمین کی تہ میں اور آسمان سے اوپر خلا میں سب کچھ جانتا ہے، جہاں کبھی آفتاب کی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی نظر نہیں پڑتی ۔ پھر فرقہ حکماء کے مشاہدات یا تجربوں کو خصوصاً جو خلاف مشاہدہ انبیاء ہیں کیوں کر معتبر سمجھا جاوے ۔ اب سید صاحب کے مشاہدات پر غور کرو جو فی زمانا ناظرین نیچر کے چیئر مین ہیں آپ نے مذہب انسان کو امر طبعی ثابت کیا ۔ اور خود ہی مذہب کی یہ تعریف کرتے ہیں ۔

انسان کا کسی قوت کو دفع مضرت اور جذب منفعت کے لئے اپنا معبود ٹھہرانا خواہ وہ قوت بیچون و بیگون اور علت العلل ہو یا اس کی طاقت کا اظہار خواہ عجائب و غرائب عناصری یا معادنی یا حیوانی یا نباتاتی اشیاء سے خواہ وہ انسان کی خیالی وجود یا بزرگوں کی ارواح ۔ اور شروع ہی میں امر طبعی کی تعریف کر کے خود ہی فرمایا ہے اگر یہ بات ثابت ہو کہ تمام انسان کچھ نہ کچھ مذہب ہی رکھتے تھے تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذہب بھی انسان کا امر طبعی ہے ۔

اس کے ثبوت کے لئے آپ نے تین اقوام پیش کی ہیں ۔

اول وہ وحشی قومیں جو صفحہ دنیا سے نیست و نابود ہو گئیں اور اس قوم کے وجود پر زمین سے دبی ہوئی نشانیوں کے نکلنے کو دلیل ٹھہرایا ہے ۔

دوم وہ مہذب قومیں جو گذر گئیں اور انکے وجود پر تواریخ کو دلیل بنایا ہے ۔

سوئم ۔ وہ وحشی قومیں جو اس وقت امریکہ کے جنگلوں اور افریقہ کے کناروں اور اوشینیا کے جزائر میں پائی جاتی ہیں ۔ ان کے مذہب کا ثبوت مشاہدہ پر منحصر رکھا اور آخر یہ فرمادیا ۔

پس ان تمام دلیلوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انسان کچھ نہ کچھ مذہب رکھتے ہیں ۔

دیکھو چیئر مین صاحب نے مشاہدات مخلوقات اور اس سے نتائج نکالنے میں کیسی غلطی کھائی ہے ۔

ہم امریکہ کے جنگلوں اور افریقہ کے کناروں اور اوشینیا کے جزائر کا پیچھا پھر کریں گے پہلے اپنے ہی گھر میں نیم وحشی فرقہ پر آنکھ جماتے ہیں تو سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو کسی قوت کو جذب منفعت اور دفع مضرت کے لئے اپنا معبود نہیں سمجھتے ، بلکہ تمام طاقتوں کو جن میں دفع مضرت یا جذب منفعت کے خواص ہوں بحالت خود مجبور سمجھتے ہیں ، اور اس مجبوری کو ازلی وابدی خیال کرتے ہیں ، اور ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طاقتوں کی تاثیر کو اپنی عقل سے اپنے منشاء کے تابع بنا سکتے ہیں، جیسے آگ کا جلانا اور آفتاب کا فائدہ پہنچانا۔ و علی ھذا القیاس۔

جب مہذب اقوام یورپ کو دیکھتے ہیں تو اس فرقہ کا وجود کثرت سے پاتے ہیں۔ امریکہ کے جنگل افریقہ کے کنارے اور اوشنیا کے جزائر بھی ایسے آدمیوں سے خالی نہیں۔ تواریخ کو دیکھو تو دہریہ اور لامذہب فرقوں کا ذکر بھی ساتھ ساتھ پڑھو گے۔ ان وحشی قوموں کے مذہب دریافت کرنے کے لئے جو صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئیں صرف دبی ہوئی نشانیوں کو پا کر یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ سب کی سب اقوام کچھ نہ کچھ مذہب رکھتی تھیں، کیسا غلط نتیجہ ہے۔ کیا ان اقوام کے وجود کو جنہوں نے کوئی معبود قرار نہ دیا تھا اور نہ کوئی اس کے لئے نشانی بنائی تھی، اس نشانی کا پایا جانا مٹا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جو صحیح نتیجہ نکلتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ ان وحشی اقوام میں ایسے انسان بھی ہو گذرے ہیں کہ جنہوں نے کسی قوت کو اپنا معبود قرار دیا تھا اور اس کے لئے نشانی بنائی، نہ یہ کہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔ اس بیان سے ثابت ہوا کہ سید صاحب کا یہ مشاہدہ خلاف واقع وخطا ہے اور جس نیچر پر وہ لگایا گیا ہے وہ بھی پورا رہنما نہیں ہے۔ اور وہ نیچر نہیں ہے جس کو خدا نے دین کہا ہے۔ انبیاء نے اس اس سے راستہ لیا ہے۔ وہ نیچر جس کو دین کہا جاوے اور اس پر لا تبدیل لخلق اللہ صادق آوے اور ہے جس کو اللہ تعالیٰ دین بتاتا ہے یا اس کا رسول وحی یا الہام سے پہچانتا ہے۔

اب میں اس مضمون کو اس فقرہ پر ختم کرتا ہوں کہ سید صاحب کے مشاہدات میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کا نیچر اور ہے، سید (احمد خان) صاحب کا نیچر اور۔ راقم۔ مرزا مبارک بیگ۔ سب اور سیئر۔

اس مضمون لطف مشحون کا خلاصہ بدفعات ذیل پیش ہوتا ہے:

۱، سید احمد خان صاحب نے مشاہدہ نیچر سے یہ خیال کیا کہ آدمؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک انبیاء نے جو کچھ کہا، یا سمجھا اور اس کو خدا کی طرف نسبت کیا وہ اسی مشاہدہ ونیچر کا نتیجہ ہے اور ان کے وحی یا الہام کی اس کے سوا کچھ حقیقت نہیں ہے۔

۲۔ بناء علیہ جو بات انبیاء کی آپ کے خیال میں خلاف نیچر معلوم ہوئی آپ نے اس کی نفی کی یا نیچر کے موافق اس میں تاویل کی۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۔ یہ خیالات سید احمد خان کے پرانے فلسفیوں کے خیالات ہیں اپنے ذاتی نہیں۔
۴۔ ان خیالات میں سے بعض خیالات غلط بھی ہیں چنانچہ تہذیب الاخلاق اس پر گواہ ہے۔
۵۔ پس ہم کو غلط وصحیح خیال میں تمیز کرنے والی دلیل کے تلاش کرنیکی ضروت ہوئی۔
۶۔ اگر ہم اپنے مشاہدات وتجربوں کو دلیل ٹھہراویں تو ناممکن ہے۔ یہ تجربہ ومشاہدہ دلیل ہوسکتا تو حکماء متقدمین ومتاخرین میں وہ اختلاف کیوں پڑتا جس کو تہذیب الاخلاق نے ثابت کیا۔
۷۔ مشاہدہ اگر دلیل ہوسکتا ہے تو خدا کا مشاہدہ ہوسکتا ہے جس نے نیچر کو بنایا، یا رسولوں کا مشاہدہ جن کو خدا نے اپنے نیچر پر بواسطہ وحی والہام جو وسائل مشاہدہ حکماء سے علاوہ چیز ہے، مطلع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں باہم اختلاف نہیں۔
۸۔ منجملہ مشاہدات حکماء ایک سید صاحب کے مشاہدہ میں ہم نے غور کیا تو اس کو سخت غلط پایا۔ ایسا ہی اوروں کے مشاہدات حال ہے۔

ان دفعات سے ہر ایک دفعہ اشاعۃ السنہ کے موید اور خلاصہ سب دفعات کا یہ تجزیہ ہے کہ جس نیچر یا مشاہدہ کو سید احمد خان صاحب دین سمجھ بیٹھے ہیں وہ ایسا نہیں جس کو دین کہا جاوے اور آیت لا تبدیل لخلق الله اس پر صادق آوے۔ اڈیٹر اشاعۃ السنہ

شکایت وامید

مضمون مذکور کے راقم ایک منشی صاحب ہیں جنہوں نے منشی ہوکر ایسا فاضلانہ مضمون لکھا ہے۔ اس پرچہ کے ناظرین بڑے بڑے علماء فضلاء جامع معقول ومنقول پشاور، لاہور، امرتسر، لودہانہ، کپورتھلہ، دہلی، مرادآباد، کانپور، لکھنو، اعظم گڈھ، بنارس، عظیم آباد پٹنہ، کلکتہ، ڈھاکہ، جبل پور، حیدرآباد، مدراس، بہار وغیرہ بلاد کے اعیان واراکین نے کبھی ایک سطر کا مضمون اشاعۃ السنہ کی تائید میں مرحمت نہیں فرمایا۔ ادھر تہذیب الاخلاق کو دیکھو کہ اس میں جناب سید احمد خان صاحب کے مضامین اقل قلیل ہوتے ہیں اکثر مضامین ان کے احباب وانصار ہی کے ہوتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے احباب ہماری اس شکایت کا ازالہ فرماویں گے اور آئندہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاونین تہذیب الاخلاق کی طرح مضامین کے ارسال میں ہمتوں کو متوجہ کریں گے۔
لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ اپنی تحریروں میں فقط علمی اور مطلب کی بات کی طرف توجہ فرمائیں۔ حضرات مخاطبین کے مطاعن وتبرا بازیوں کے جواب سے تعرض نہ کریں، مدت سے حواریین جناب سید احمد خان صاحب نے اخبار سفیر امرتسر پر مورچہ لگا رکھا ہے وہاں سے ہمیشہ مطاعن اور گالیوں کے فیر ہوتے رہتے ہیں۔ ان گالیوں کے جواب میں ہمارے بعض احباب نے اپنی تحریریں بغرض اندراج رسالہ ارسال فرمائی ہیں، ولیکن ان تحریرات کو اشاعۃ السنہ میں درج کرنا اور بدگوئی کا جواب بدگوئی سے دینا ہمارے اصول وعادت طبعی کے خلاف ہے۔ اس بات کے ثبوت میں ہم اسی سفیر ہند کی شہادت پیش کرتے ہیں اور وہی الفاظ جن کو اڈیٹر سفیر ہند از راہ انصاف و دیانت ہمارے صبر وتہذیب کی نسبت زیب رقم فرما چکے ہیں جن میں وہ ہم کو گویا تہذیب وصبر کا سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں پیش کرنا کافی خیال کرتے ہیں۔

ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر ۱۱ مطبوعہ ۱۰ نومبر ۱۸۷۷ء میں آپ فرماتے ہیں:۔
ضروری اعلان۔ مولوی ابو محمد حبیب اللہ پشاوری مقیم امرتسر کے مضمون مشتہرہ تتمہ دوم سفیر ہندوستان مطبوعہ بست وہفتم ماہ گزشتہ کے جواب میں ہمارے پاس مضمون بعنوان سپاس نامہ بجواب سباب نامہ مرقومہ مولوی ابوسعید محمد حسین لاہوری آ گیا ہے مگر قلت جگہ کے سبب اس پرچہ میں درج نہیں ہوا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ شائع ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے واجب التعظیم مولانا حبیب اللہ صاحب انصاف کریں گے کہ مہذبانہ جواب ایسے ہوتے ہیں

پھر تتمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۱۷ نومبر ۱۸۷۷ء میں سپاس نامہ درج فرما کر تحریر فرماتے ہیں:

اگر ہم موحدین کے قابل شائع ہونے کے مضامین چھاپتے ہیں تو فریق ثانی کے ناقابل (بلحاظ تہذیب) شائع ہونے سے انکار نہیں کرتے۔

المختصر موحدین اپنے خیالات کے اظہار میں بدزبانی اور بدتہذیبی کو کام میں نہیں لاتے بلکہ بڑی خوشی سے صبر اور شکر کرتے ہیں۔ وھو ظاہر

پھر تتمہ اخبار سفیر ہند مطبوعہ ۲۴ نومبر ۱۸۷۷ء میں تحریر فرماتے ہیں:

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم بے مبالغہ کہتے ہیں کہ ہمارے حضرت مولانا جناب مولوی محمد حسین صاحب لاہوری کا جو کمال درجہ کے حلیم بردبار صابر عالم فاضل ہیں، خوب انداز ہے اور نہایت پسندیدہ ڈھنگ ہے کہ خود بخود کسی سے نہیں الجھتے اور بے فائدہ جھگڑوں کی طرف مطلق قصد نہیں کرتے۔

ناظرین تدین اور امانت سے خود اس امر کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ فریقین سے کس کی تحریر شایان شان علماء نہیں ہوتی۔ اور کون سباب نامہ کے جواب میں سپاس نامہ لکھتے ہیں۔

ان عبارات و شہادات کے نقل کرنے سے ایک غرض ہماری یہ ہے کہ ہمارے احباب ہماری عادت کو خیال میں لاکر ان تحریرات مذکورہ کے درج نہ ہونے پر آشفتہ خاطر نہ ہوں اور آئندہ بدگوئی کے جواب قلم میں نہ لاویں۔ غرض دوم یہ کہ ہمارے پرانے دوست اڈیٹر اخبار سفیر ہند اپنے مضامین بالا کو یاد فرما کر ان تبرائی مضامین بھیجنے والوں کو یہ سمجھا دیں کہ مؤلف اشاعۃ السنہ کا صبر وحلم تمہاری بدگوئی پر غالب آئے گا۔ اور بدگوئی سے میدان تمہارے ہاتھ کبھی نہ آئے گا۔ بدگوئی کا گولہ اور بارود جلد تمام ہوتا ہے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ فریق ثانی حکم وصبر کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔ تم یہ طرز مبارزت چھوڑ دو۔ علمی بات کوئی آتی ہو تو اس کو پیش کرو۔

اور اگر وہ اڈیٹر کی نصیحت کو نہ مانیں تو اڈیٹر صاحب ان کی ایسی تحریروں کو درج اخبار نہ فرماویں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ اخبار متناقض ومختلف البیان خیال کئے جاویں۔

مؤلف (محمد حسین لاہور) (یہ نمبر ۱۰ جلد دوم کے شروع میں ۸ صفحات الگ ہیں۔ بہا) (اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر دہم۔ بابت ماہ شوال ۱۲۹۶ھ۔ مطابق ماہ اکتوبر ۱۸۷۹ء)

گل دیگر شگفت

آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر سی ایس آئی نے ایک اور گل کھلایا ہے۔ اب لوگوں کو انبیاء اور کتب آسمانی اور احکام مذہبی وایمانی کی قید سے بھی آزاد کر دیا۔ جو باتیں ہم مفہوم کلام جناب سے نکالتے (جن کا ذکر ہم ص ۱۲۵، ص ۱۹۸، نمبر ۹ ص ۳، ۴ ٹائیٹل پیج میں کر چکے ہیں)، ان باتوں کو آپ نے پورا پورا تصدیق کیا، اور صاف صاف فرما دیا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جو شخص نہ کسی نبی کو مانتا ہے نہ کسی کتاب کو الہامی جانتا ہے، نہ کسی حکم مذہبی (فرض واجب) کو قبول کرتا ہے بلکہ صرف خدائے واحد پر یقین رکھتا ہے وہ بلا شبہ مسلمان و محمدی و ناجی (نجات پانے والا) ہے چنانچہ تہذیب الاخلاق ذی قعد ۱۲۹۶ھ کے صفحہ ۴۲ میں فرمایا ہے :

اسلام کے اصل اصولوں کے موافق نہ ان اصولوں کے جن کو علماء نے قرار دیا ہے، وہ شخص جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو، نہ کسی اوتار کو، نہ کسی کتاب الہامی کو، نہ کسی حکم کو جو مذاہب میں فرض و واجب سے تعبیر کئے گئے ہیں اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو، کون ہے؟ ہندو ہے؟ نہیں۔ زردشتی ہے؟ نہیں۔ موسائی ہے؟ نہیں۔ عیسائی ہے؟ نہیں۔ محمدی ہے؟ نہیں، پھر کون ہے؟ مسلمان۔ گو ہم نے اس شخص کے محمدی ہونے سے انکار کیا ہے مگر اس کا محمدی ہونا ایسا لازم ہے جیسے کہ اس کا مسلمان ہونا، کیونکہ انہی کی بدولت وہ مسلمان کہلایا ہے۔ پس وہ بھی درحقیقت محمدی ہے۔ پر ناشکر امحمدی جیسے ہمارے زمانہ میں بعض فرقے ہیں جو غالباً توحید ذات باری پر بکمالہ یقین رکھتے ہیں اگر کہو کہ وہ کافر ہیں تو غلط ہے، کیونکہ کافر تو نجات نہیں پائے گا، مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے

و قالوا لن یدخل الجنة الا من کان هوداً او نصاری تلك اما نیهم قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین۔ بلی من اسلم و جهه لله و هو محسن فله اجره عند ربه و لا خوف علیهم ولا هم یحزنون۔ (البقرہ:۱۰۵۔۱۰۶)

اور پھر ایک جگہ فرمایا:

ان الله لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء ومن یشرك بالله فقد افتری اثماً مبیناً۔ (النسا:۵۱)۔

اور محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

من شهد ان لا اله الا الله متیقناً بها قلبه فدخل الجنة۔

پس جو شخص اس کلمہ پر یقین رکھتا ہے وہ بلا شبہ مسلمان و محمدی ہے۔،

پھر آپ نے یہ غضب کیا ہے کہ جو لوگ وجود باری سے منکر کہلاتے ہیں ان

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بھی اسلام ونجات کا سرٹیفیکیٹ دیدیا ہے اوران کے وجود باری سے انکار کی یہ تاویل کی ہے کہ ان کو وجود باری سے انکار نہیں بلکہ اس وجود کی دلیل کے علم سے انکار ہے۔ پھر فرمایا ان کے اہل جنت ہونے میں کیا شک باقی رہا؛۔

اور ہر چند اپنی تقریر اول کی نسبت یہ بھی فرمایا ہے کہ نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ لوگ انبیاء سے انکار کریں، نہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ لوگ کتب الہامی کو نہ مانیں، نہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ لوگ پابندے احکام چھوڑ دیں، بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ تمام موحد مسلم ناجی ہیں۔ پھر کوئی چاہے اپنے خیالات فاسد سے ہمارے اس قول کے اور کچھ معنی قرار دے لے۔

ولیکن یہ فرمانا آپ کا بعینہ یہ کہنا ہے کہ ہم نے یہ الفاظ تو بولے ہیں پر ان کے معنی مراد نہیں رکھے۔ یا یہ کہ ہم ملزوم کو زبان پر لائے ہیں مگر اس کے لازم کا ارادہ دل میں نہیں رکھتے۔ جناب من! انبیاء وکتب الہامی واحکام مذہبی کے منکر کو کافر نہ کہنا منکر ہوجانے صاف اجازت دینا ہے، اور یہ اجازت عدم تکفیر کا مفہوم وعین منشاء ہے۔ فرض کیا یہ بدگمانی اور فاسد خیالی ہے، جیسے کہ آپ نے فرمایا ہے، پھر منکر ہوجانے کی اجازت کا عدم تکفیر کو لازم ہونا، تو ایسا ہے جیسے مسلمان کو باوجود انکار کے محمدی ہونے سے محمدی ہونا لازم ہے۔ جس جرم سے مواخذہ اٹھایا جاتا ہے وہ جرم سنگین کہاں رہتا ہے، اور اس کے ارتکاب کی فی الجملہ اجازت کے لزوم میں کیا شک رہتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص واقف قوانین سیاست کہتا ہے کہ بادشاہ کی اطاعت سے سرکشی بغاوت نہیں، اور اس کے مرتکب پر مواخذہ نہیں۔ پس لوگوں کو اطاعت سے منحرف کرنا اولاً تو اس کلام کا مفہوم اور اس شخص کا عین مدعا معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر اس کو کوئی نہ مانے تو اس کلام کو انحراف کا لازم ہونا تو کسی کے نزدیک شک کا محل نہیں ہے۔ دوسری مثال، ایک شخص کہتا ہے زہر کھانے یا شراب پینے میں ہلاکت یا نقصان نہیں۔ یہ کہنا بھی معناً زہر کھانے اور شراب پینے کی اجازت ہے۔ اس کو کوئی نہ مانے تو اس کلام سے اجازت کے لزوم میں تو کسی طرح کا شک نہیں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ نے اس تقریر سے لوگوں کو اتباع انبیاء وکتب الہامی واحکام مذہبی سے التزاماً یا لزوماً صاف آزاد کیا ہے اور ہمارے خیالات کو صحیح کر دکھایا۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب رہا یہ امر کہ آپ کا دعوی کہ منکر انبیاء و کتب و احکام کا فر نہیں، اور ایسا بتقید ہونا اصول اسلامی کے موافق جرم مانع نجات نہیں، یہ اصول اسلام کے موافق ہے یا مخالف؟ اس کا تصفیہ ہم قرآن ہی سے کرتے ہیں جس کا اصول اسلام سے ہونا آپ بھی مانتے ہیں، نہ ان اصول سے جن کو علماء نے از خود قرار دیا ہے۔ ایسے اصول کے ہم بھی (آپ کی طرح) مقلد نہیں اور یہی ہماری بحث میں بمقابلہ جناب لطف ہے۔ ورنہ علماء کے اصول و اقوال سے آپ کب قائل ہوتے ہیں اور تقلیدی اصول کو آپ کب سنتے ہیں۔ پس توجہ سے سنیں کہ قرآن مجید نے انبیاء و کتب سماویہ و احکام کو جزو ایمان قرار دیا ہے۔ قرآن میں اس مضمون کی صدہا آیات ہیں از انجملہ چند آیات نقل کی جاتی ہیں۔

آیات متضمنہ وجوب ایمان بکتب وانبیاء وتکفیر منکر آنہا بلا اخفاء

آ من الر سو ل بما انز ل الیه من ر به و المؤمنو ن، کل آ من باللّٰه و ملا ئکته و کتبه و رسله لا نفرِّ ق بین احدٍ من رسله۔ (بقرہ:۲۸۵) (رسول اور مومن سبھی کتب منزلہ اور خدا اور فرشتوں اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کسی میں تفرقہ نہیں ڈالتے)۔

یا ایها الذ ین آ منوا آ مِنوا بالله ورسو له و الکتب الذی نزّ ل علی رسو له و الکتا ب الذ ی انز ل من قبل، و من یکفر بالله وملا ئکته و کتبه و رسله و الیوم ا لآ خر فقد ضلّ ضلالاً بعیداً۔ (نساء:۱۳۶) (ترجمہ: لوگو جو ایمان کا دعوی رکھتے ہو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو جواب اور اس سے پہلے اتاری ہے مانو اور جو خدا اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں سے اور پچھلے دن سے منکر ہوگا وہ بھولا ہے دور)۔

ان الذین یکفرو ن با لله و رسله و یر یدو ن ان یفرِّ قوا بین الله و رسله و یقو لو ن نؤمن ببعضٍ و نکفر ببعضٍ و یریدون ان یتّخذوا بین ذلك سبیلاً۔ اُو لئك هم الکا فرو ن حقاً، و اعتد نا للکا فر ین عذا باً مهیناً۔ (نساء:۱۵۰۔۱۵۱)

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترجمہ: جولوگ اللہ اور اس رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں (اس طرح کہ) اللہ اور اس رسولوں میں تفرقہ ڈالتے ہیں (یعنی خدا کو مانتے ہیں اور رسولوں کو نہیں مانتے یا یہ کہ کسی رسول کو مانتے ہیں کسی کو نہیں مانتے) اور وہ بیچ کی راہ کہ خدا کو مانا اور رسول کو نہ مانا، نکالنا چاہتے ہیں، ٹھیک ٹھیک کافر ہیں اور کافروں کے لئے خدا نے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے)

آیات متضمنہ تکفیر منکرین آیات واحکام
ووعید شدید جہنم برمخالفت نبی کہ از لوازم کفرست بلا کلام

فلا ور بك لا يو منو ن حتى يحكّمو ك فيما شجر بينهم ۔

(نساء:٦٥) (تیرے رب کو اپنی قسم کہ یہ لوگ آپس کے جھگڑوں میں جب تک تیرا حکم نہ مانیں مسلمان نہ ہوں گے)

و من لم يحكم بما انز ل اليه فا ولئك هم الكا فرو ن ۔ (مائدہ:۴۴)

(جوکوئی کتاب منزل کے موافق فیصلہ یا حکم نہ کرے وہ کافر ہے)۔

یہ آیت یہودیوں کے حق میں اتری ہے جو باوجودیکہ خدا کو مانتے اور موسیٰؑ رسول کو برحق جانتے، پر رجم وغیرہ احکام توراۃ سے منکر ہو بیٹھے تھے۔ چنانچہ شان نزول آیت اس پر شاہد ہے جو صحیح مسلم صفحہ ۷۰ جلد ۲ اور تفاسیر میں مذکور ہے۔

انّ الّذين كفروا بآ يا تنا سو ف نصليهم ناراً ،كلّما نضِجت جلو د هم بدّ لنا هم جلو داً غير ها ليذوقوا العذا ب ۔ انّ الله كا ن عزيزاً حكيماً (نساء:۵۶)

(جولوگ ہماری آیات سے کفر کرتے ہیں ان کو ہم دوزخ میں داخل کریں گے ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ان کی کھالیں ہم بدل ڈالیں گے تاکہ وہ عذاب چکھتے رہیں)۔

ومن يّشا قق الرّسو ل من بعد ما تبيّن له الهد ى و يتّبع غير سبيلِ المؤ منين نو لّه ما تو لّى و نصله جهنّم و سا ء ت مصيراً ۔ (نساء:۱۱۵) (جوکوئی بعد ظہور ہدایت کے رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر اور راہ چلے اس کو ہم جدھر وہ چاہتا ہے پھیریں گے اور دوزخ میں داخل کریں گے اور وہ بازگشت نہایت بری ہے)۔

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب یہ آیات صریحہ ونصوص قطعیہ تصدیق نبی و کتب و احکام کو جزء ایمان بناتی ہیں اور منکر ومخالف کو کافر بتاتی ہیں تو وہ دو آیتیں اور ایک حدیث متمسکہ جناب مخاطب جن میں توحید پر وعدہ نجات ہے، عموم پر کب محمول ہوسکتی ہیں اور بجز موحدین کے (جو باوجود توحید کے انبیاء وکتب الہامی کو بھی مانتے ہیں) اور موحدین منکرین انبیاء کو کب شامل ہو سکتے ہیں۔ وہ آیتیں اور حدیث تو انہی لوگوں کی نسبت ہیں جو کفر چھوڑ کر تابع نبی ہوئے۔ ان کو خدا نے وعدہ دیا ہے کہ باوجود ایمان پھر اگر تم سے کوئی گناہ سوائے شرک ہوگا تو وہ خدا چاہے گا تو بخش دے گا۔ اور شرک باوجود مومن ہو جانے کے بھی عمل میں لاؤ گے تو بخشا نہ جائے گا۔ ان آیات وحدیث میں کافروں اور منکروں کو شامل کر لینا آپ ہی کی بہادری ہے۔ آپ کے سوائے زمانہ نبوت سے لے کر آج تک کسی مسلمان سے یہ جرأت نہیں ہوئی۔ اور نہ کسی آیت وحدیث میں یہ عمومیت و شمولیت پائی جاتی ہے۔

آیات متضمنہ تکفیر منکرین نبوت کی مؤید احادیث بھی بہت ہیں جو باتفاق مسلمانوں کے صحیح ہیں ولیکن اس مقام میں ان کی نقل اس لئے فروگذاشت ہوئی کہ شاید جناب مخاطب ان احادیث کے معنعن ہونے یا کسی اور بہانہ سے ان کی صحت کو نہ مانیں اور اصلی اصول سے ان کو خارج کر ڈالیں۔

اب اگر کوئی ہم سے سوال کرے کہ جناب ممدوح کے اس قول واعتقاد پر آپ کے اسلام کا کیا حال ہے اور ان کی نسبت اب بھی تمہارا وہی اعتقاد وخیال ہے جو تم نے نمبر ۵ بصفحہ ۱۴۴ اور نمبر ۱۰ میں بصفحہ ۲۹۳ ان کی نسبت ظاہر کیا ہے ؟ یا اب اس میں کچھ فرق آ گیا ہے؟ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اب میرے اس خیال میں فرق آ گیا ہے اور جناب کے اس قول نے جس میں آپ نے ضروریات و قطعیات دین کا انکار کیا ہے اور کفر کو اسلام بنا دیا مجھے آپ کی نسبت شک وتردد میں ڈال دیا ہے۔ اب میں آپکے اسلام کا مدعی نہیں بن سکتا اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا۔ اور لوگوں کو آپ کی تکفیر سے روک نہیں سکتا۔ اور آپ کے خطاؤں کو اجتہاد نہیں بنا سکتا۔ امور مستلزمہ کفر میں اجتہادی خطا اس شخص کی خطا ہے جو کفر کو کفر جانے پھر از راہ خطا اس میں پڑ جائے مع ذلک وہ محل جس میں اس نے خطا کی ہو شبہ واجتہاد کا محل بھی ہو۔ اور جو شخص کفر کو کفر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں جانتا اور قطعیات وضروریات دین سے جہاں تاویل واجتہاد کا مساغ نہیں انکار کرتا ہے اس کی خطا کو اجتہادی کہنا تو جیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے جس کو دھینگا دھینگی کہا جاتا ہے۔ میں اس امر کی تفصیل پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بالفعل اپنی کلام سابق کے ناظرین کو اپنے تبدل خیال پر (جو جناب ممدوح کی تبدل حال سے پیدا ہوا ہے نہ اپنی غلطی معلوم ہونے سے) آگاہ کرتا ہوں اور اس پر جناب ممدوح سے یہ امید رکھتا ہوں کہ میرے اس شک وتردد پر جس کو میرا دل پسند نہیں کرتا اور دلیل کا نہ ملنا اس کا باعث ہے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں گے اور یہ خیال فرمائیں گے کہ جس حالت میں دہریہ کا دلیل نہ ملنے کے سبب وجود باری کا اقراری نہ ہونا آپ کی آشفتگی خاطر کا موجب نہیں ہوا تو آپ کے اسلام کی دلیل نہ ملنے کے سبب اس کا مدعی نہ ہونا کیوں موجب آشفتگی خاطر عاطر ہوگا۔ (اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر یازدہم بابت ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق نومبر ۱۸۷۹ء)

رفع اشتباہ

اشاعۃ السنہ نمبر ۹ میں بصفحہ ۲۷۴ کابل کی اس کاروائی کے متعلق جو ان سے قتل سفارت کے متعلق ہوئی ایک مضمون درج ہے اس کی تائید میں ایک حدیث سنن ابی داؤد سے منقول ہے جس کا ترجمہ بعینہ درج ذیل ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس مسیلمہ کذاب (جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں پیغمبری کا دعوی کرتا تھا اور آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا) کے وکیل آئے اور آنحضرت ﷺ کے سامنے گستاخی وانکار اسلام زبان پر لائے۔ آنحضرت ﷺ نے یہی جواب دیا کہ قاصدوں کو مارنا ہمارا طریق نہیں۔ ورنہ تم بچ کر نہ جاتے۔ آخر وہ صحیح سالم چلے گئے۔

اس میں ہمارے ایک شفیق کو شبہ پڑ گیا اور اس نے اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ محض وکیل اور سفیر ہی بچ کر جا سکتا ہے اور کوئی بچ کر نہیں جا سکتا۔؛

مگر یہ شبہ اس شفیق کی کم توجہی کا نتیجہ ہے ورنہ لفظ (تم بچ کر نہ جاتے) اور لفظ (کوئی بچ کر نہیں جا سکتا) میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور صیغہ خاص مخاطب عام معنی مراد لینا عرف ومحاورہ کے موافق نہیں ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ اگر سفیر نہ ہوتے تو ہرگز نہ بچتے۔ اس لفظ کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفہوم بلکہ عین منطوق ہے ولیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ کافر تھے اور عموماً کافروں کا ماردینا آنحضرت ﷺ کا طریق تھا۔ بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ آنحضرت کے دشمنوں کی جماعت کے لوگ تھ اور آنحضرت ﷺ کو ہمیشہ تکلیف پہنچایا کرتے اور مقابلہ ومحاربہ کا دعوی رکھتے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ نے وہ کلمہ فرمایا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو تم (اس دشمنی و ایذاء رسانی کے سبب) بچ کر نہ جاتے۔ یہ بات ہم نے اب نہیں بنا لی۔ اور یہ تاویلی شان نزول نہیں بلکہ اسی عبارت میں یہ لفظ (کہ وہ آنحضرت ﷺ کا سخت دشمن تھا) پہلے سے موجود ہے اور اس کی تصدیق وتفصیل کتب احادیث وتواریخ میں پائی جاتی ہے۔

اور دشمنوں اور باغیوں اور ایذا رسانوں کو مارنا کسی قوم کے نزدیک مہذب ہوں خواہ غیر مہذب، برا نہیں ہے۔ اور تعصّبات مذہبی وظلم میں داخل نہیں۔ فرض کرو ایک شخص رئیس گورنمنٹ کا باغی وسرکش ہے اور ہمیشہ تکلیف رسانی کے درپئے رہتا ہے ایسا شخص گورنمنٹ کے قابو میں آوے تو کیا گورنمنٹ سے بچ کر جا سکتا ہے؟ دور کیوں جاؤ۔ کابل ہی کے معاملات پر غور کرو جنہوں نے گورنمنٹ کے سفیر کو قتل کیا اور مخالفت و بغاوت میں سر اٹھایا انہوں نے اپنا کیا کیسا پایا۔ اور ان کو ہم مسلمانوں ہی نے برا کہا اور اپنی تحریروں میں ان کا مجرم ہونا شائع کیا۔ پس اگر ایسا ارادہ آنحضرت ﷺ سے پایا گیا تو وہ کون اعتراض وشبہ کا محل ہوا۔

(۸ صفحات نمبر ۱۱ کے شروع میں الگ سے لگائے گئے ہیں۔ آٹھویں صفحے پر خریداروں سے کچھ گزارشات ہیں کہ چندہ، رقم وغیرہ کس طرح اور کہاں بھیجیں۔ وغیرہ) اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر یازدہم بابت ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق نومبر ۱۸۷۹ء

نیچریہ کی اسلام سے مخالفت

اور ان کے الزام کی ضرورت

حضرات نیچریہ کے خیالات و مقالات کی نسبت لوگ دو قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ ایک فریق تو ان کو سر بسر موافق اسلام بلکہ اصل اصول اسلام خیال کرتے ہیں اور ہمارے مباحث کو ان کے مقابلہ میں بے جا سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید احمد

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خان صاحب اس فرقہ کے مجتہد اور اس مذہب کے مجدد و نبوت محمدیہ کے مقر بلکہ مثبت ہیں تو پھر ان کے مقابلہ میں بحث اثبات نبوت کا کون سا موقع ہے۔ اور وہ معاشرت کو مذہب سے خارج کرنے میں دوامی استحکام اسلام مدنظر رکھتے ہیں تو پھر اس مسئلہ میں ان کا مقابلہ اسلام کا مقابلہ نہیں تو کیا ہے۔ وعلی ہذا القیاس۔ وہ سید احمد خان صاحب کی ہر بات کی تصویب کرتے ہیں اور ہمارے معارضات کا تخطیہ۔ اس خیال کے لوگ نہایت کم ہیں، اور جو ہیں وہ کیا تو در پردہ نیچری ہیں یا نیچری ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں ،یا نیچری اصول و اسلامی اصول دونوں سے ناواقف ہیں۔ دوسرا فریق ان خیالات و مقالات کو اس حد تک برخلاف اسلام اور ان لوگوں کو اسلام کے مخالف اور مسلمانوں سے اجنبی و خارج جانتے ہیں کہ ان کے جواب و خطاب کو ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا نام دفتر اسلام سے خارج کر کے ان کی طرف سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جیسے یہود، ہنود، نصاری، بدھ وغیرہ فرقے مخالف اسلام ہیں، ویسے ہی یہ ہیں۔ پس ان کی مخالفت کا اسلام کو کیا اندیشہ ہے اور ان کے معارضہ و مقابلہ کی کیا ضرورت ہے۔ ایک صاحب ضلع شاہ پور پنجاب سے لکھتے ہیں کہ صدہا فرقے یہود و نصاری بدھ وغیرہ دنیا میں پائے جاتے ہیں ہم کس کس کا مقابلہ و معارضہ کر سکتے ہیں۔ پس انہی کی فہرست میں نیچریہ کا نام بھی درج کرنا چاہیے اور ان کا مقابلہ چھوڑ کر جن مسائل مہمہ و اسرار شرعیہ سے پہلے اشاعۃ السنہ میں بحث ہوتی انہی سے بحث کرنا چاہیے۔ ایک صاحب ضلع ساگر سے لکھتے ہیں کہ مدراسیوں کے نزدیک نیچریوں کا خطاب و جواب محض فضول ہے اور بجائے اس کے بحث اتباع سنت وتقلید نہایت مناسب ومقبول ہے۔ ایک مولوی صاحب نے بالمشافہ مجھ سے کہا کہ نیچریوں کے کفریات کو مسلمان کب سنتے تھے اور ان سے کیا ضرر ونقصان اٹھا سکتے ،تم نے خود ان کے کفریات کو شہرہ آفاق کر دیا اور ان کو اشاعۃ السنہ میں درج کر کے مسلمانوں کو ان کے مطالعہ پر برانگیختہ کیا۔ پھر اس کے رد و جواب سے متعرض ہو کر ان کی وقعت کو ظاہر کیا۔ قول باطل کی طرف التفات نہ کرنے میں اس کا اضمحلال و اضمال متصور ہے اور ان کے تعرض میں اس کی وقعت و اشاعت متیقن۔ اسی نظر سے امام احمد بن حنبلؒ نے اہل بدعت کے رد میں کچھ تصنیف نہیں کیا۔ اور جس نے اس میں کچھ تالیف کیا اس پر انکار متوجہ فرمایا، اس خیال

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لوگ بکثرت ہیں بلکہ میرا گمان یہ ہے کہ تمام یا اکثر ہندوستان کے علماء اسی خیال میں مبتلاء ہیں ۔ اور اسی خیال کے سبب تمام ہندوستان سید احمد خان صاحب کے جواب و خطاب سے سنسان ہو رہا ہے۔ اوائل میں جناب حاجی سید علی بخش خان صاحب و جناب مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب و جناب مولوی محمد علی صاحب نے کچھ کچھ جناب ممدوح کی خدمت گزاری کی ہے مگر اخیر کو سبھی صاحبوں نے مہر سکوت لبوں پر لگالی ہے ۔ اب ان کی کسی بات کو کوئی نہیں اٹھاتا اور ان کی ایسی باتوں پر ، کہ منکر نبی کا فر نہیں ، منکر جملہ کتب الہامی کا فر نہیں ، منکر جمیع احکام شرعی کا فر نہیں ، پر بھی کسی کے دل میں جوش مذہبی پیدا نہیں ہوتا ۔ اس کا سبب و منشاء یہی ہے کہ ان حضرات نے سید احمد خان صاحب کے کفر پر اتفاق کر کے ان کے فتوی تکفیر کو جا بجا مشتہر کر دیا ہے اور بجائے جواب ان کفریات کے اسی تکفیر کو کافی سمجھ لیا ہے ۔ اب وہ ان کفریات کے ضرر کا کچھ اندیشہ نہیں رکھتے اور ان کے رد و جواب کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتے ۔ ہمارے نزدیک اس خیال میں کئی غلطیاں ہیں جیسا کہ خیال اول سراسر غلط و غیر صحیح ہے ۔ یہ مضمون دونوں فریق کی غلطی کا اظہار کرتا ہے اور نیچریہ کی اسلام سے مخالفت ثابت کر کے ان کے بحث والزام کی ضرورت کا ثبوت دیتا ہے ۔

فریق اول کی غلطی کا اظہار یہ ہے کہ ہر چند اس فرقہ کے مجتہد و اس مذہب کے مجدد آنرایبل سید احمد خاں صاحب ظاہراً اسلام کا دم بھرتے ہیں اور زبان سے نبوت محمدیہ کا اقرار کرتے ہیں مگر درحقیقت وہ اصول اسلام کے پورے مخالف ہیں اور قیود نبوت و اسلام کے اٹھانے کے درپئے ہیں ۔ میں نے سال ہا سال اصول نیچریہ کو اصول اسلامیہ سے ملا کر دیکھا ، پر کہیں موافقت کا نشان نہ پایا ۔ جہاں دیکھا مخالفت کا اثر دیکھا ۔ اس مخالفت کی تفصیل اس مختصر مضمون میں کہاں ممکن ہے ۔ و نیز اس تفصیل کا کفیل تمام رسالہ اشاعۃ السنہ ہے ۔ اس مقام میں امہات اصول اسلام میں آپ کی مخالفت کا اظہار کرتا ہوں اور ان کی تسلیم و اسلام کی حقیقت بتاتا ہوں ۔

واضح ہو کہ امہات اصول اسلامیہ بلکہ جمیع ملل و ادیان سماویہ دو ہیں ۔ ۱۔ اقرار توحید باری ۔ ۲۔ اعتراف نبوت نبی ۔ اور آپ کو دونوں اصول سے خلاف ہے ۔ اصل اول سے آپ کا خلاف یہ ہے کہ آپ کے نزدیک اقرار وجود باری ضروی و شرط

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نجات نہیں ہے۔پس ضرورت توحید جو اقرار وجود باری کی فرع ہے، آپ کے نزدیک کہاں باقی رہتی ہے۔اس سے ہمارا مدعا یہ نہیں ہے کہ آپ خود وجود باری کا اقرار نہیں کرتے بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ جو لوگ یہ اقرار نہیں کرتے ان کو آپ ایسا برا نہیں سمجھتے بلکہ منکرین وجود باری کو صاف ناجی وجنتی بتاتے ہیں (یہ امر آپ سے تہذیب الاخلاق ذی قعد ۱۲۹۶ھ میں سرزد ہوا جس کی نقل اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ میں ہو چکی ہے۔) اور ان کے انکار کو اپنے انکار کی آڑ میں چھپاتے ہیں۔اور اس کو انکار دلیل پر محمول کرتے ہیں تو گویا آپ ان کو اس انکار پر جماتے ہیں اور اقرار وجود باری کی ضرورت کو اٹھاتے ہیں۔اس کی پوری مناسب نظیر یہ ہے کہ ایک شخص برملا چوری کرتا ہے اور چوری کرنے کا مدعی ہے دوسرا شخص اس کو کہتا ہے کہ تو چور نہیں ہے اور یہ کام جو تو کرتا ہے چوری نہیں کہلاتا۔یہ کہنا اس کا بعینہ چوری کرانا ہے اور اس چوری کو صحیح وجائز کر دینا۔رہا یہ امر کہ واقعہ میں کوئی شخص وجود باری سے انکاری ہے (جس سے ہمارا سچ معلوم ہو) یا دنیا میں جو ہے اقراری ہے (جس سے جناب ممدوح کا صدق متصور ہو) سو محتاج بیان نہیں ہے۔ہر دیار و امصار میں منکرین وجود باری چلے آتے ہیں اور ہر زمانہ کی تواریخ میں ہم دہریہ کا ذکر پاتے ہیں۔شاید ان تواریخ ونقول کو جناب ممدوح افتراء بتاویں اور دہریہ زمانہ گزشتہ کو انکار وجود باری سے آپ بری فرماویں لہذا میں اپنے زمانہ کے دہریہ منکرین وجود باری کو پیش کرتا ہوں اور اس زمانہ میں صدہا منکرین کا جو خدا کا نام سنتے ہی تبرے بولتے ہیں نشان دیتا ہوں۔جناب والا جب اس دفعہ کے موسم گرما میں شملہ پر تشریف لائیں تو قصبہ قادیان ضلع گورداسپور میں قدم رنجہ فرماویں۔وہاں بہت سے باشندگان کو (جو ایک ملحد کے اغوا سے مرتد ہو گئے ہیں اور برسر عام وجود باری سے انکار کرتے ہیں بلکہ خدا اور رسولوں کو برملا گالیاں دیتے ہیں چنانچہ اس نواح کے مسلمان ان پر نالش کرنے کو بھی مستعد ہیں) اپنی آنکھ سے دیکھ لیں اور انکا انکار کان سے سن لیں۔شاید ان لوگوں کے انکار واصرار پر بھی آپ پردہ ڈالیں اور اس کو اس تاویل سے سنبھال لیں کہ اگرچہ یہ زبان سے تو انکار ودشنام کرتے ہیں پر دل سے خدا واحد پر ایمان رکھتے ہیں اور جنتی وناجی ہونے کے لئے اسی قدر دلی اقرار (گو زبان سے انکار نکلے) کافی ہے۔چنانچہ پرانے دہریہ کے حق میں آپ ایسا کہہ چکے ہیں

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(یہ تاویل جناب انکار دہریہ قدیم کی نسبت اسی پرچہ ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ میں اور اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ میں منقول ہے)۔ اس صورت میں بھی آپ اصل اول کے موافق نہیں بنتے اور انکار وجود خدا کی تجویز سے بری نہیں ہو سکتے۔ ظاہری انکار کو دلی اقرار پر حمل کرنا اور منکر کو مقرر قرار دینا بھی انکار کو قائم کرنا ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باپ سے زبانی انکار کہتا ہے بلکہ اس کی داڑھی پکڑ کر ایک دو تھپڑ بھی لگا دیتا ہے اور دل سے یہ جانتا ہے کہ وہ شخص اسکا باپ ہے۔ ایسے شخص کو دلی اقرار کی نظر سے جو کوئی باپ کا مطیع فرزند کہے اور اس کے انکار کو اقرار قرار دے وہ گویا اس کو انکار سکھاتا ہے و نافرمانی و ناخلفی کی راہ بتاتا ہے۔ دلی اقرار کو ظاہری انکار کی حالت میں خدا نے بے اعتبار ٹھہرایا ہے اور زبان سے انکاریوں کو (گو دل سے اقراری ہوں جیسے فرعون، نمرود وغیرہ) کافر فرمایا ہے۔ اور اگر دلی اقرار (باوجود زبانی انکار کے) موحد و ناجی و اقراری ہونے کے لئے کافی ہوتا تو خدا تعالیٰ کسی کو کافر نہ کہتا کیونکہ بقول جناب کوئی دل اس دلی اقرار سے خالی نہ تھا بلکہ اس صورت میں لوگوں سے اس اقرار کا طالب ہونا اور اس کام کے لئے پیغمبروں کا بھیجنا ضروری نہ تھا بلکہ عبث و باطل و تحصیل حاصل۔ یہ بات اسی کے منہ سے نکل سکتی ہے جو دل سے خدا کا قائل نہیں ہے اور اس کے نزدیک مسئلہ توحید و مذہب ایک افسانہ ہے اور اس کا ظاہر میں دعوی توحید اہل توحید کے بہکانے اور توحید ہٹانے کے لئے ایک ذریعہ و بہانہ ہے۔ آپ کے منکرین وجود خدا کو قائل بتانے اور ان کے انکار کو چھپانے اور اس کو عین اقرار ٹھہرانے سے آپ پر بھی یہ شبہ پڑتا ہے اور آپ کا برملا نیچری ہونے کا ادعا اس شبہ کی تائید کرتا ہے کیونکہ اصلی نیچرلسٹ بھی وجود خدا کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ اخبار تیرھویں صدی کے پرچہ نمبر ۲ بابت ماہ شوال ۱۲۹۶ھ میں اس فرقہ کے خیالات و اعتقادات خوب مفصل ہیں۔

اصل دوم سے آپ کا خلاف کئی وجہ سے ہے۔ وجہ اول یہ اگرچہ آپ لفظ نبوت کو مانتے ہیں، پر نہ ان کے معنی سے جو انبیاء سے مخصوص ہیں (یعنی غیب الغیب سے ان پر وحی و القاء ہونا، یا بالواسطہ جبریل امین ان کی اصلی صورت میں یا بشکل انسان خدا کا کلام و پیام ان کو پہنچانا) بلکہ ان معنی کو جو افلاطون و ارسطو و بیکن وغیرہ فلاسفروں میں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ اس وقت کے دانا ہنود و انگریزوں میں بوجہ احسن متحقق ہیں اور خود بدولت سب سے بڑھ کر

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسکے محل ہو سکتے ہیں اور آپ کے مقلد آپ کو اس معنی کر نبی کہتے ہیں (اس معنی کر آپ کے ایک خلیفہ نے آپ کی کا روائی کو نبوت کہا ہے چنانچہ اصل کلام خلیفہ مذکور اشاعۃ السنہ نمبر ے میں بصفحہ ۲۱۸ منقول ہے) یعنی قانون قدرت میں عقل کو لگا نا پس جو مناسب حالات نیچر عقل میں آوے سو لوگوں کو بتانا۔ تفصیل ان اصلی معنی نبوت کی مبحث نبوت میں ہوگی اور جن معنی کو آپ اور آپ کے احباب نے نبوت کو مان رکھا ہے اس کی تفصیل نمبر ۴ میں بصفحہ ۱۰۶ ، و نمبر ے میں صفحہ ۲۱۸ ، اور نمبر ۱۰ میں بصفحہ ۲۸۷ ہو چکے ہیں۔

وجہ دوم ۔ یہ کہ آپ اعتراف نبوت نبی کو ضروری و شرط نجات نہیں جانتے بلکہ محض استحبابی و استحسانی امر خیال کرتے ہیں جس کا حکم یہ ہے من فعل فقد احسن و من لا فلا حرج ۔(یعنی جس نے کیا، اچھا کیا، جس نے نہ کیا وہ مرتکب جرم مستوجب سزا نہ ہوا)۔ گویا آپ کے تحقیق و اعتقاد میں نبی کا ماننا ایسا امر استحبابی امر ہے جیسے مسلمانوں کے نزدیک ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا، یا وضو میں اعضا کو تین تین بار دھونا ایسا واجبی و ضروری نہیں ہے جیسے خدا کا ماننا ہے۔

پہلے تو آپ نے اس ضرورت سے حکمائے فلاسفہ ہی کو مستثنی فرمایا تھا چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر ۴ میں بصفحہ ۱۱۶ وغیرہ ذکر ہو چکا ہے اب اس فیض عام کو عام کر دیا ہے اور کس و ناکس کو (جاہل سے جاہل و کودن سے کودن کیوں نہ ہو) اس ضرورت سے مستثنی کر دیا ہے اور صاف حکم دیدیا ہے کہ وہ شخص (یعنی خواہ کوئی حکیم ہو خواہ جاہل، احمق ہو خواہ عاقل چنانچہ تعمیم لفظ اس پر ناطق ہے) جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو، نہ کسی کتاب الہامی کو نہ کسی حکم کو اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو وہ بلا شبہ مسلمان و محمدی و ناجی ہے۔

اور اصل دوم کا منشاء یہ ہے کہ نبی کا منکر جو کوئی ہو، گو خدا واحد کو مانے اور اونچے پہاڑ پر چڑھ کر توحید کا اظہار کرے، وہ کافر ہے۔

آپ کا ضرورت تسلیم نبوت کو اٹھانا تہذیب الاخلاق ماہ محرم ۱۲۹۲ھ کے نمبر ۲ ، اور تہذیب الاخلاق ماہ ذی قعد ۱۲۹۶ھ میں ہے اور حسب منشاء اصل دوم انکار نبوت کا کفر ہونا نمبر ۱۱، اشاعۃ السنہ جلد ۲ میں بیان ہوا ہے۔

وجہ سوم یہ کہ بطور استحباب بھی آپ نبی کو ہر بات میں نبی لائق اتباع نہیں جانتے بلکہ برطبق نؤ من ببعض و نکفر ببعض ، اگر ایک بات میں نبی کو مانتے

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں تو ہزار بات میں نہیں مانتے۔

ہزار ہا تعلیمات نبویہ کو (جو متعلق معاش ہیں، جیسے کھانا پینا پہننا لینا دینا خریدنا بیچنا وغیرہ اور معاملات معاشرت) یک قلم نہیں مانتے۔ان باتوں میں اپنے تئیں نبی سے زیادہ دانا سمجھتے ہیں۔اور جو تعلیمات نبویہ متعلق معاد ہیں (عبادات ہوں خواہ اعتقادیات) ازانجملہ بھی فقط اسی کو مانتے ہیں جس کو موافق عقل جانتے ہیں اور جس بات کو اپنی عقل کے موافق نہیں پاتے اس کو صاف رد کر دیتے ہیں۔یا بتاویل وتحریف عقل سے اس کی تطبیق کرتے ہیں اس طرح پر کہ عقل کو متبوع ٹھہراتے ہیں اور نبی کی بات کو اس کے تابع کرتے ہیں۔

جمعہ و جماعت وحج وزکوۃ سے مستعفی ہونا ملازمان جناب کا اسی تطبیق کا نتیجہ ہے اور وجود جن وشیطان وملائکہ دوزخ کے طوق زنجیر وحور وقصور حشر ونشر وحساب و کتاب کی تفاصیل سے انکار اسی تحقیق کا ثمرہ ہے۔

اور اصل دوم کا یہ منشاء ہے کہ نبی کی ہر بات گو متعلق معاش، خواہ متعلق معاد، موافق عقل ہو، خواہ خارج از عقل، بدل مانیں اور طوق اطاعت نبی گردن میں ڈال لیں۔

آپ کا یہ انکار شہرہ دیار واعصار ہے، بلکہ تہذیب والانژاد وتفسیر طبع زاد کا اسی پر مدار ہے۔اور بعض ملفوظات جناب متضمن انکار اشاعۃ السنہ نمبر ۴، ۵، ۱۰ جلد دوم میں نقل ہو چکے ہیں۔اور حسب منشاء اصل دوم نبی کا جملہ امور میں واجب الاتباع ہونا تمام قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اسی کی تفصیل وشرح ہے جو ہماری بحث اثبات نبوت ومبحث مذہب ومعاشرت میں ہو رہی ہے۔

جب ان دونوں اصل اصول اسلام سے آپ کا یہ خلاف ہے تو آپ کے مخالف اسلام ہونے میں کس کو جائے اختلاف ہے۔اس خلاف کے ساتھ اقرار اسلام انکار کے برابر ہے۔بلکہ ضرر کے لحاظ سے یہ اقرار انکار سے بڑھ بدتر۔یہود ونصاری وغیرہ منکرین اسلام سے اسلام کو وہ ضرر نہیں پہنچتا جو ان حضرات مقرین سے پہنچ رہا ہے۔چنانچہ تفصیل اس کی بضمن اظہار غلطی فریق دوم عنقریب آتی ہے بناء علیہ ان کے خیالات ومقالات مخالفہ اسلام کا مقابلہ عین احیاء وحمایت اسلام ہے اور ان کا الزام و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معارضہ نصرت دین بلا کلام۔

اسی نظر سے اس عاجز نے ایک مدت سے اپنے مخالفین فی الفروع کے خطاب و جواب سے قلم اٹھا کر ان حضرات کی بحث والزام کو اپنا فرض ٹھہرا لیا ہے۔ پھر اس میں بھی ان مباحث کو مقدم کیا ہے جن میں ان کے اصول مخالفہ اسلام کی بیخ کنی متصور ہے۔ (اعنی اثبات نبوت ومبحث مذہب ومعاشرت)

ایسا ہی اور اعیان واکابر دین ورؤساء مسلمین کو لازم ہے کہ اس وقت جوش مذہبی کو کام میں لاویں اور حمیت محمد یہ ظاہر کر دکھاویں جو کچھ کسی سے ان کے مقابلہ میں تحریراً یا تقریراً بن پڑے اس سے دریغ روا نہ رکھیں۔

میں اپنے ہم عصر اخبار تیرھویں صدی کے مہتمم اڈیٹر کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کی اس ہمت مردانہ پر ستائش کرتا ہوں جنہوں نے ان حضرات کے رد میں ایسا نادر اخبار بالاستقلال جاری کیا ہے اور کس و ناکس مخالف وموافق کو اپنے شیریں مقالی و نازک خیالی پر فریفتہ کر لیا ہے۔ پھر دوسرے درجہ اخبار جریدہ روزگار مدراس، اور نصرت الاخبار دہلی کے اڈیٹروں کی بھی ستائش کرتا ہوں جو کبھی کبھی اپنے اخباروں میں ان حضرات کے مفاسد خیالات پر لوگوں کو متنبہ کرتے ہیں اور حمیت اسلام کی داد دیتے ہیں۔ خدا کرے ایسی حمیت اور روساء علماء، دہلی مرادآباد کان پور لکھنو عظیم آباد بھوپال وغیرہ بلاد کے دلوں میں بھی پیدا ہو اور ان مواضع سے بھی مستقل اخبار ورسائل میں اس فرقہ کی رد میں شائع ہوں۔ آمین ثم آمین

فریق دوم کی غلطی کا اظہار یہ ہے کہ اگرچہ نیچریہ کی مخالفت تو اسلام سے ویسی ہی ہے جیسی ان لوگوں نے سمجھ رکھی ہے ولیکن اس مخالفت کے ضرر کا علاج وہ نہیں ہے جو انہوں نے تجویز کیا ہے، یعنی کافر کہہ کر خاموش ہو رہنا اور ان کی کسی بات کی طرف التفات نہ کرنا، اور نہ جواب دینا۔

صاحبو! یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ تمہارے فتوے تکفیر کے سبب لوگ ان سے مجتنب رہیں اور ان کی تحریروں وتقریروں کو پڑھ سن کر گمراہی میں نہ پڑیں۔ اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ تحریرات آیات واحادیث پر (گو معنے ان کے کچھ ہوں اور یہ لوگ بتاویل وتحریف اپنے مدعا کے موافق اور کرتے ہوں) مشتمل ہوتے ہیں۔ اور اس فرقہ کے اعیان و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر عروج دنیاوی میں کمال رکھتے ہیں۔

ان آیات واحادیث کو دیکھ سن کر کس وناکس ان تحریرات کو دیکھتا ہے اور ان کے دام مغالطات میں پھنس جاتا ہے اور بہت بطمع دنیاوی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تمہارے فتوی طاق پر دھرے رہ جاتے ہیں۔ طمع دنیا وہ بلا ہے جس کے سبب بہت لوگ مشن کے سکولوں میں انجیلیں پڑھتے ہیں آخر رفتہ رفتہ کرسچن ہو جاتے ہیں۔ تہذیب الاخلاق کے پڑھنے اور اس مذہب میں داخل ہونے سے تو سوائے بتبسمہ لینے وکرسچن ہو جانے کے سبھی کچھ ہو جانا ممکن ہے (یعنی عیسائی نہ ہوں، اور جو کچھ عیسائی کرتے ہیں، سو کریں) اس صورت میں ان کے خیالات ومقالات کی تفصیل ضروری ہے اور مجرد فتوی تکفیر اس فساد کے انسداد کے لئے کافی نہیں۔ اور اس فریق کا یہ خیال کہ جیسے اور فرقے یہود ونصاری وغیرھا اسلام کے مخالف ہیں ویسے یہ بھی ہیں، ان سے اسلام کو کیا ضرر پہنچ سکتا ہے، دوسری غلطی ہے۔ ان لوگوں کی مخالفت یہود ونصاری کی مخالفت سے ضرر کے لحاظ سے بڑھ کر ہے۔

یہود ونصاری کی مذہبی بات عوام مسلمان کب سنتے ہیں اور مجرد اس علم سے کہ وہ شخص یہودی ہے یا نصرانی، اس کے دام میں کب پھنستے ہیں۔ بخلاف ان حضرات کے جو مسلمان کہلاتے ہیں اور قرآن وحدیث تاویل وتحریف سے اپنے خیالات کی تائید میں پیش کرتے ہیں، ان کی دعوت ومنادی کو ہر کوئی سنتا ہے۔ پھر جس کو اصلی معانی آیات واحادیث پر اطلاع نہیں ہوتی وہ وہیں پھنس جاتا ہے۔ خصوصاً بے علم موحدین (اس قید میں یہ اشارہ ہے کہ موحدین اہل علم کو ان کا کچھ ضرر نہیں پہنچتا) جو تقلید کو ترک کر بیٹھے ہیں اور قرآن وحدیث کا علم نہیں رکھتے۔ ان کے حق میں ان کا ضرر اس درجہ کو پہنچ گیا ہے جس کا اثر ارتداد کی سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ اور اس فریق کا یہ خیال ہے کہ اگر خیالات نیچریہ اشاعۃ السنہ میں درج نہ ہوتے تو خود بخود مضمحل ہو جاتے، تیسری غلطی ہے اور ناواقفی واقعات دنیا پر مبنی ہے۔ اشاعۃ السنہ میں ان مضامین کا اندراج ربیع الاول ۱۲۹۶ھ سے ہوا ہے اور تہذیب الاخلاق ۱۲۸۷ھ سے شائع وشہرہ آفاق ہو رہی ہے۔ اور خاص طور پر ان خیالات کی تعلیم واشاعت اس سے بھی پہلے ہے جب سے آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر کے اعتقاد قدیم میں فرق آ گیا ہے۔ آپ کا

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتقاد قدیم کوئی دیکھنا چاہے تو رسالہ راہ سنت در رد بدعت تصنیف جناب کا مطالعہ کرے اور اس سے اس بات کا (کہ پہلے آپ کیا تھے اور اب کیا بن گئے ہیں) اندازہ کر لے۔

اس فریق کا یہ قول کہ قول باطل کی طرف توجہ نہ کرنے سے اس کا اضمحلال و احتمال متصور ہے، بے شک صحیح ہے ولیکن اس وقت تک اور اسی حالت میں کہ اس قول کا انتشار و رواج نہ ہوا ہو۔ اور جب اس کی شہرت ہو جاوے تو پھر اس کا اضمحلال بدون صریح رد و ابدال ناممکن ہے۔ اور امام احمدؒ بن حنبل کا قول بھی اسی حالت میں عدم اشتہار پر محمول ہے۔ چنانچہ امام غزالیؒ نے رسالہ منقذ من الضلال میں فرمایا ہے:

وما كره احمد حق و لكن فى شبهة لم تنتشر و لم تشتهر فاذا انتشرت فالجواب عنها واجب

(کہ امام احمدؒ نے جو حارث محاسبی کی تصنیف کو معتزلہ کے رد میں مکروہ سمجھا ہے تو وہ اس شبہ معتزلہ کی نسبت ہے جو منتشر نہ ہوا۔ اور جو منتشر ہو جاوے اس کا جواب دینا واجب ہے)۔

بالجملہ اس بیان سے دونوں فریق کی غلطی کا اظہار ہوا۔ اور اس بات کا کافی ثبوت گذرا کہ نیچریہ پورے اسلام کے مخالف ہیں۔ اور ان کے الزام کی سخت ضرورت ہے۔ اس سے ایک یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ جن مضامین سے اب اشاعۃ السنہ میں بحث ہو رہی ہے (یعنی اثبات نبوت و مذہب و معاشرت) ان مضامین سے بحث کرنا اس وقت نہایت ضروری ہے اور یہ بحث مسائل فرعیہ رفع یدین و آمین بالجہر سے مقدم و اولی تر ہے۔ پس بدست آویز اس نتیجہ کے میں ناظرین و خریداران اشاعۃ السنہ سے جو جواب ادلہ کاملہ کے بہت شائق ہیں قدرے مہلت چاہتا ہوں اور اس بات کا خواستگار ہوں کہ تا اختتام بحث اثبات نبوت یا بحث مذہب و معاشرت انتظار و اصطبار فرماویں۔ اور اپنے طبائع کو جو فروعی جھگڑوں کے نظارہ کے خوگر ہو رہے ہیں مباحث اصول مہمہ کے مطالعہ کی طرف متوجہ کریں۔ اور اس بات کو بھی خیال میں لاویں کہ اہل حدیث موحدین متبعین سنت سید المرسلین مذہب اعتدال پر ہیں جو مذہب نیچریہ و مقلدین میں حد اوسط و برزخ ہے۔ اور بحکم خير الامور اوسطها بصفت خیریت متصف ہے۔ بس بحکم آیت سراسر بشارت كنتم خير امة اخرجت للناس دونوں جانب افراط و تفریط کی خبر گیری اس کا فرض ہے۔ کیا معنی کہ مقلدین اختیار تقلید میں ایسی تفریط میں ہیں کہ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اقوال فقہاء کے سامنے قرآن وحدیث کی بھی نہیں سنتے اور بے سوچے سمجھے ہر کسی کی بات مان لیتے ہیں۔ اور نیچر یہ انکار تقلید میں ایسی افراط میں پڑ گئے ہیں کہ خدا و رسول کی بھی تقلید نہیں کرتے۔ اور جو بات خدا و رسول کی ان کی عقل میں نہیں آتی اس کی تسلیم سے صریح یا تاویلی انکار کر جاتے ہیں۔ پس اہل حدیث پر (جو انکار و اختیار تقلید میں متوسط چال رکھتے ہیں، خدا و رسول کی تقلید کے اقراری ہیں اور ان کے سوائے اوروں کی تقلید سے انکاری) دونوں فریق کی فہمائش و اصلاح لازم ہے۔ پھر جو اہم و مقدم ہو اس کی رعایت الزم۔ اور چونکہ مقلدین کی تفریط سے اسلام کا وہ ضرر و نقصان نہیں ہے جو نیچر یہ کی افراط سے ضرر ہے، اس لئے نیچر یہ کی فہمائش مقلدین کی فہمائش سے مقدم ہے۔ (اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر دواز دہم جلد دوم۔ بابت ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ۔ دسمبر ۱۸۷۹ء)

مذہب و لا مذہبی

(مذہب سے مراد یہاں حنفی و شافعی نہیں اور نہ لا مذہبی سے ان کا خلاف۔ بلکہ مذہب سے مذہب محمدی، موسوی، عیسائی مراد ہے، اور لا مذہبی سے ان مذاہب سے آزادی)

مسئلہ مندرجہ عنوان میں ہم تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں جس کی اس پرچہ میں گنائش نہیں پاتے۔ وہ تفصیلی بحث ہم آئندہ پرچہ میں کریں گے۔ اس مقام میں اس کا اجمال ناظرین کو سناتے ہیں اور اس تفصیل کا شوق دلاتے ہیں۔

آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر اور ان کے حواریین لا مذہبی کو پسند فرماتے ہیں اور لا مذہبوں کو بہت سراہتے ہیں۔ اور مذہب و اہل مذہب خصوصاً اہل اسلام کی بہت مذمت فرماتے ہیں اور ان کے قول و فعل و اعتقاد و معاملات کو زور و مکر و بے اعتبار ٹھہراتے ہیں۔ چنانچہ غالباً ہر تحریر و تقریر ان حضرات کی اسلام و اہل اسلام کی مذمت و اہانت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس باب میں ہمارا یہ خیال ہے کہ دنیا میں سچائی و بھلائی کا نام ہے تو وہ مذہب اور اہل مذہب ہی ہیں تمام ہے۔ لا مذہبوں و آزاد منش لوگوں کو سچائی و بھلائی سے کچھ کام نہیں ہے اور اگر بظاہر کسی لا مذہب میں بھلائی و سچائی

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اثر دکھائی دیتا ہے تو وہ ساقط الاعتبار ہے۔ اور وہ شخص ریا کار و مکار ہے۔ گو نماز و روزہ ظاہری عبادات بجالاتا ہو، اور رو رو کے لوگوں کو اپنے خیالات سناتا ہو، خدا و رسول کی طرف ان کو بلاتا ہو۔ اس بات کو ہم ایسی دلیل سے ثابت کریں گے جس میں مخالفین دم نہ مار سکیں ۔ و ما توفیقی الا باللہ ۔ و ھو حسبی و نعم الوکیل (اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر دواز دہم جلد دوم ۔ بابت ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ ۔ دسمبر ۱۸۷۹ء

احکام مذہبی میں دست اندازی

(لائق توجہ گورنمنٹ و رؤساء اہل اسلام)

میرا گمان آنریبل سید احمد خان صاحب بہادر کی کاروائیوں کی نسبت سچ نکلا۔ اور جو میں نے اشاعۃ السنہ نمبر دہم کے صفحہ ۲۹۷ میں کہا تھا کہ:

> مذہب کو معاشرت سے خارج کرنے سے جناب ممدوح کی غرض یہ ہے کہ مذہب اہل اسلام یورپین بن جاوے۔ اور یورپ و ہندوستان میں کیا طرز مذہب اور کیا طریق معاشرت میں سرمو فرق نہ رہے،

سو ہو بہو ظاہر ہوا۔ جناب ممدوح نے اس غرض کے موافق کاروائی شروع کر دی ہے۔ پس پہلے منجملہ احکام معاشرت احکام وراثت میں دست اندازی کی ہے۔ ان احکام کے ٹیامیل کرنے کو آپ نے ایک قانون تجویز کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اموال عظیمہ مسلمین موافق فرائض کتاب اللہ کے وارثوں میں تقسیم نہ ہونے پاویں۔ بلکہ ایک بڑے بیٹے متوفی کی تولیت و تصرف میں رہے۔ بقیہ ورثاء کو موافق اس تفصیل کے جو جناب ممدوح نے برخلاف کتاب اللہ اپنی طرف سے ایجاد کی ہے، گذارے ملتے رہیں۔ ابھی تو آپ اس قانون کو رؤساء و عمائد اسلام سے تسلیم کراتے ہیں۔ پھر اس کو کونسل گورنمنٹ آف انڈیا میں پیش کر کے گورنمنٹی حکم بنانا چاہتے ہیں۔ چونکہ گورنمنٹ میں اس کا منظور ہو جانا اتفاق رائے مسلمانوں پر موقوف ہے، اس لئے آپ نے علی گڈھ گزٹ میں یہ مشتہر کر دیا ہے کہ رؤساء و علماء نے اس تجویز سے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے۔ اور ہم کو بملاحظہ اخبار و رسائل یہ معلوم ہوا ہے کہ بہت سے اکابر رؤساء و

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء اس تجویز کو ناپسند کرتے ہیں اور اس کو خلاف شرع محمدی وتشریع جدید سمجھتے ہیں۔ اور جنہوں نے علماء میں سے اس پر اتفاق کیا ہے وہ جناب ممدوح کے مدرسۃ العلوم میں ملازم ہیں، یا پہلے آپ کے ملازم ہو چکے ہیں، یا آپ سے یا آپ کے ہم خیال احباب سے اسی قسم کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور جو رؤساء اس باب میں متفق ہو گئے ہیں ان میں سے اکثر تو آپ کے احباب وہم خیال ہیں، اور بعض جو اپنے مذہب پر مستقیم ہیں وہ نہ اصل مسئلہ شرعی سے واقف ہیں، نہ جناب ممدوح کی غرض اور اس کے اصول پر مطلع ہیں۔ ان کی سوائے اور رؤساء وعلماء واقفان مسائل مذہبی و مطلعان اغراض احمدی جناب ممدوح کی تجویز سے مخالف ہیں۔ چنانچہ صوبہ بہار میں (جو رؤساء وفضلاء کا مجمع ہے) نے اس باب میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے جو اکابر رؤساء وعمائد پٹنہ کی فرمائش سے مطبع صبح صادق عظیم آباد میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ ہم اس بات کے اظہار سے اکابر علماء و روساء کو اس اختلاف سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور اپنی بیدار دور اندیش گورنمنٹ کو جو عدم دست اندازی در معاملات مذہبی کے سبب اعلی درجہ کی نیک نام ہے اور روئے زمین کی ریاستوں میں اس خوبی میں ممتاز ہے نیز اس اختلاف پر اطلاع دیتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ جب تک تمام مسلمانوں کا اس قانون کی تسلیم پر اتفاق نہ ہوگا یہ قانون لائق دست اندازی ومنظوری گورنمنٹ ہرگز نہ ہوگا۔ اس قانون کی نسبت ہم بنظر نصرت دین ونصیحت رؤساء مسلمین اپنی رائے مفصل لکھنی چاہتے ہیں جو کسی آئندہ پرچہ میں شائع ہوگی۔ ابوسعید محمد حسین لاہوری (یہ الگ سے ۱۲ صفحات، اس شمارہ نمبر ۱۲ میں شامل ہیں) (اشاعۃ السنۃ النبویہ نمبر دوازدہم جلد دوم۔ بابت ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ۔ دسمبر ۱۸۷۹ء)

☆☆☆☆☆

و الحمد لله اولّا و آخراً و ظاهراً و باطناً و الصلوة و السلام على سيّدنا و مولانا محمد و على آله و صحبه اجمعين

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاء الدین

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

القرآن الکریم۔تنزیل من رب الرحیم

ترتیب القاموس المحیط ۔ دارالعالم الکتب ۔ ریاض

انوارالتنزیل واسرارالتاویل،عبداللہ بن عمر بن محمد البیضاوی، داراحیاء التراث العربی بیروت

تفسیر کبیر۔امام فخرالدین رازیؒ

تفسیر معالم التنزیل۔امام ابی محمد لحسین بن مسعود البغویؒ ۔دارابن حزم ۱۴۲۳ھ

تراجم علماء حدیث ہند ۔ابو یحی امام خانؒ ۔مکتبہ اہل حدیث ٹرسٹ کراچی ۱۴۱۳ھ

موطا۔امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر اصبحیؒ

مسند، امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال الشیبانیؒ

صحیح بخاری۔امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ

صحیح مسلم ۔امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیسابوریؒ

سنن ابوداؤد۔امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانیؒ

جامع ترمذی ۔امام ابوعیسی محمد بن عیسی بن سورۃ ترمذیؒ

سنن ابن نسائی ۔امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی النسائیؒ

سنن ابن ماجہ۔امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینیؒ

مشکوۃ المصابیح۔ امام ابومحمد حسین بن مسعود البغوی۔امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیبؒ

حجۃ اللہ البالغہ۔ دارالکتب العلمیہ بیروت ۔حواشی محمد سالم ہاشم ۔۲۰۰۱ء

عقدالجید مترجم اردو از ساجدالرحمٰن کاندھلوی۔قرآن محل کراچی (اغلباً ۱۳۷۹ھ)

معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم ۔دارالمطرقہ ۔ بیروت لبنان

المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی ۔مکتبہ بریل لیڈن

تنویرالعینین شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی

نزھۃ الخواطر ۔عربی، سید عبدالحی لکھنوی

نمبر اول: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر ۱۳۔اپریل ۱۸۷۸ء

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر دوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر۔ ۲۰۔اپریل ۱۸۷۸ء
نمبر سوم: تتمہ اخبار سفیر ہند امرتسر ۲۵ مئی ۱۸۷۸ء
تتمہ نمبر چہارم مطبوعہ ۲۲ جون ۱۸۷۸ء
نمبر پنجم ۔اشاعۃ السنۃ
نمبر ششم اشاعۃ السنۃ
نمبر ہفتم اشاعۃ السنہ
نمبر ہشتم رسالہ اشاعۃ السنۃ
نمبر نہم اشاعۃ السنہ
نمبر دہم اشاعۃ السنہ
ضمیمہ اشاعۃ السنۃ النبویہ۔ یکم ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ
نمبر اول جلد دوم اشاعۃ السنہ (۲۸ محرم ۱۲۹۶ھ، ۳۱ جنوری ۱۸۷۹ء)
نمبر دوم جلد دوم، اشاعۃ السنہ (۳۰ صفر ۱۲۹۶ھ، ۲۲ فروری ۱۸۷۹ء)
نمبر سوم جلد دوم، اشاعۃ السنہ (۲۶ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ، ۲۰ مارچ ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ۔نمبر چہارم جلد دوم (ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ، اپریل ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر پنجم (جمادی الاول ۱۲۹۶ھ۔مئی ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ جلد دوم۔نمبر ششم (جمادی الثانیہ ۱۲۹۶ھ۔جون ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ نمبر ہفتم جلد دوم (رجب ۱۲۹۶ھ۔جولائی ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنۃ نمبر ہشتم جلد دوم (شعبان ۱۲۹۶ھ۔اگست ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ نمبر نہم جلد دوم (رمضان ۱۲۹۶ھ۔ستمبر ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ جلد دوم نمبر دہم (شوال ۱۲۹۶ھ۔اکتوبر ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ نمبر یازدہم (ذی قعدہ ۱۲۹۶ھ۔نومبر ۱۸۷۹ء)
اشاعۃ السنہ نمبر دوازدہم جلد دوم (ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ۔دسمبر ۱۸۷۹ء)
مصباح الادلۃ۔محمد احسن امروہی۔مطبع فیض عام دہلی، ۱۲۹۵ھ

محکمہ دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ